اذا اراد الله بعبد خيرا فقهه في الدين
اسمی
فتاوی ہندیہ
ترجمہ
فتاوی عالمگیریہ
جلد چہارم
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بخوبی طبع ہوا

إذا أراد الله بعبدٍ خيراً يفقهه في الدين

الحمد لله سبحانہ وتعالیٰ کہ فتاویٰ جلیل عدیم المثیل جامع مسائل و احکام شرع الفتاوی وقائع تمام مدار و معتمد ائمہ
اسلام عام ... احکام دینیہ شرعیہ ماخوذ از نصوص محکمہ و سنن سنیہ احسن الفتاوی در فقہ حنفیہ

اسمٰی

فتاویٰ ہندیہ

ترجمہ

فتاویٰ عالمگیریہ

جلد چہارم

مترجمہ جامع ... فتاوی ... حاوی ... مولف تفسیر ... القرآن
... مولانا السید امیر علی ... در ... مولانا ... عالی ... ترجمہ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنو میں بحسن خوبی طبع ہوا

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله المتوحد بجلال ذاته لا كوحدة الآحاد المتفرد بكمال صفاته الكمالية لا الافراد لا آمر الا هو ذرأ الانام بمشيته وجبل الكائنات بقدرته من غير امر ممتثل ولا فعل مفتعل والصلوة والسلام على رسوله سيدنا سلطان ذوى الالباب مولانا محمد وآله وصحابه الى يوم التناد اما بعد بندهٔ مفتقر الی الله الغنی العلی عبد الرزاق محمد المعروف **بالامیر علی** اصلح الله تعالی حاله وتجاوز عن سیئاته بفیض مغفرته کہتا ہے کہ مین نے بعد اتمام ترجمہ جلد ثالث کتاب مستغنی عن الاوصاف معروف بفتاوی عالمگیریہ کے باستعجال تمام باوجود ہجوم الآلام جلد رابع تھا اسے موصوف کا ترجمہ شروع کیا عبارت مین سلاست ہو تاکہ مضمون دقیق بالجملہ سہولت عبارت سے جلد ذہن نشین ہو جاے اور حسن القول وعبارت آرائی سے پرہیز کیا کہ تطویل لا طائل و دیگر مفاد ترجمہ ہاتھ سے نہ کھو جاے اور باقی مدارک متعلقہ ترجمہ قدر ممکن ہین تو اسأل الله عز وجل ان یعصمنی من الزلل وینجینی عن الخطاء والخلل وهو حسبی ونعم الوکیل قال بسم الله الرحمن الرحیم

کتاب الشفعة

١٧
اس مین سترہ باب ہین ۔

باب اول شفعہ کی تفسیر وشرط وحکم کے بیان مین شرعاً ہین بعوض عقد جدید شدہ کے مالک ہونے کو بعوض اسقدر ثمن کے جتنے مین مشتری کو پڑا ہو شفعہ کہتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہے شرط شفعہ کے چند انواع ہین از انجملہ عقد معاوضہ پایا جاے اور عقد معاوضہ بیع ہو یا جو بیع کے معنی مین ہو پس جو بیع یا بیع کے معنی مین نہو اسمین شفعہ ثابت نہوگا حتی کہ ہبہ وصدقہ ومیراث ووصیت کے ساتھ شفعہ واجب نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینے کے یہ معنی ہین کہ جسکا ماخوذ منہ مالک ہوا ہے اسکو ماخوذ منہ سے اپنی ملک مین لینا سو جہان معنی معاوضہ معدوم ہین اور شفیع نے لینا چاہا پس یا تو قیمت سے لیگا یا مفت لیگا کر قیمت سے لینے کی کوئی راہ نہین ہے اسواسطے کہ ماخوذ منہ بقیمت اسکا مالک نہین ہوا ہے اور مفت

لینے کی بھی راہ نہیں ہے اسواسطے کہ تبرع پر جبر مشروع نہیں ہے پس لینا اصلاً ممتنع ٹھہرا اور اگر ہبہ بشرط عوض ہوا و
واہب و موہوب لہ دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو شفعہ واجب ہو جائیگا اور اگر دونوں میں سے فقط ایک نے قبضہ کیا نہ دوسر
نے تو ہمارے ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک شفعہ متحقق نہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک عقار بدون شرط عوض کے
ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے واہب کو اُسکے عوض ایک دار دیا تو دونوں میں سے کسی میں شفعہ ثابت نہوگا نہ دار ہبہ
میں اور نہ دار عوض میں اور جو دار بدل الصلح ہو اُسمیں شفعہ واجب ہوتا ہے خواہ یہ دار صلح باقرار ہو یا بانکار یا
بسکوت اور اسی طرح جس دار سے باقرار صلح کر لی ہو اُسمیں بھی شفعہ واجب ہوتا ہے اور اگر بانکار صلح کی ہو تو شفعہ واجب
نہوگا مگر شفیع حجت قائم کرنے میں قائم مقام مدعی کے ہو جائیگا پھر اگر شفیع نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ یہ دار مدعی کا
ہے یا مدعا علیہ سے قسم لی اور اُسنے قسم سے انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہو جائیگا اور اسی طرح اگر بسکوت صلح کی ہو تو بھی
شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حکم بدون شرط پائی جانے کے ثابت نہیں ہوتا ہے پس وجود شرط میں شک ہونے کے
ساتھ ثابت نہوگا اور اگر بدل الصلح میں منافع ہوں تو جس دار سے صلح کی ہے اُسمیں شفعہ ثابت نہوگا خواہ صلح باقرار ہو یا بانکار ہو
اگر مدعی و مدعا علیہ نے آپس قرار داد پر صلح کی کہ مدعی یہ دار مستدعویہ لے لے اور مدعا علیہ کو دوسرا دار دیدے پس اگر صلح بانکار
ہو تو دونوں میں سے ہر ایک دار میں بحیثیت دوسرے کے شفعہ واجب ہوگا اور اگر ایسی صلح باقرار ہو تو صلح صحیح نہیں ہے پس
دونوں میں سے کسی دار میں شفعہ واجب نہوگا اسلیے کہ دونوں گھر ملک غیر ہیں از انجملہ مال کا معاوضہ مال سے ہو اور اس شرط
سے یہ حکم نکلتا ہے کہ اگر ایسی جنایت سے جو موجب قصاص فیما دون النفس ہے ایک دار پر صلح کی تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر ایسی جنایت
سے جو موجب ارش ہے نہ موجب قصاص ایک دار پر صلح کی تو اُسمیں حق شفعہ واجب ہوگا اسی طرح اگر غلام کو ایک دار پر آزاد کیا
تو شفعہ واجب نہوگا اور از انجملہ مبیع عقار ہو یا جو عقار کے معنی میں ہے خواہ یہ عقار محتمل قسمت ہو یا نہو جیسے حمام و چکی و کنوان و
نہر و چشمہ و چھوٹے چھوٹے دار اور اگر اسکے سوا دوسری چیز ہو گی تو اُسمیں عامہ علماء کے نزدیک حق شفعہ نہوگا اور از انجملہ بائع
سے بائع کی ملک زائل ہو جانا شرط ہے پس اگر زائل نہوئی تو شفعہ واجب نہوگا جیسا کہ بیع بشرط الخیار للبائع میں ہے حتیٰ کہ اگر
بائع نے اپنے خیار کی شرط ساقط کر دی تو شفعہ واجب ہو جائیگا اور اگر بیع میں مشتری کا خیار ہو تو شفعہ واجب ہوگا اور اگر
دونوں (یعنی بائع و مشتری) کا خیار ہو تو شفعہ واجب نہوگا اور اگر بائع نے شفیع کا خیار شرط کیا تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا پس اگر
شفیع نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوئی اور اُسکا حق شفعہ نہوگا اور اگر فسخ کر دی تو بھی اُسکا حق شفعہ نہوگا اور ایسی
صورت میں شفیع کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ وہ نہ اجازت دے اور نہ فسخ کرے یہانتک کہ خود بائع اجازت دے یا مدت خیار
گذر جانے سے خود بیع تمام ہو جاوے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ و خیار عیب و خیار رویت وجوب حق شفعہ سے مانع
نہیں ہے از انجملہ حق بائع زائل ہو جانا شرط ہے پس خرید فاسد میں شفعہ واجب نہوگا اور اگر بطور فاسد خریدے ہوئے عقار کو
مشتری نے بطور بیع صحیح فروخت کر دیا پھر شفیع آیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر پس اگر بیع ثانی
پر لینا اختیار کیا تو ثمن کے عوض لے اور اگر بیع اول پر لینا اختیار کیا تو مبیع کی قیمت کے عوض لے اور وہ قیمت معتبر ہوگی
جو مشتری کے قبضہ کرنے کے روز مبیع کی قیمت تھی اسواسطے کہ بطور بیع فاسد خریدی ہوئی چیز قبضہ سے مثل مغصوب کے
مضمون ہوتی ہے اور اسی اصل سے اس صورت میں کہ ایک شخص نے بطور بیع فاسد ایک زمین خرید کر اُسپر عمارت بنائی
امام اعظم رح کا یہ قول نکلتا ہے کہ شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک حاصل نہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ جس دار کے

ذریعہ سے شفیع حق شفعہ کا خواہشگار ہے وہ دار مشفوعہ کی خرید کے وقت شفیع کی ملک ہو پس جس دار میں خواہشگار شفعہ یا بعاریت یا بعاریت رہتا ہو اُسکے ذریعہ سے اسکو حق شفعہ حاصل نہوگا اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو اُسنے مشتری کے دار مشفوعہ خریدنے سے پہلے فروخت کر دیا ہو اور نہ ایسے دار کے ذریعہ سے جسکو اُسنے مسجد کر دیا ہو اور از انجملہ یہ ہے کہ مشتری کے انکار کے وقت شفیع کی ملک ہونا بحجت مطلقہ یعنے بگواہان یا بتصدیق مشتری ظاہر ہونا شرط ہے اور یہ شرط درحقیقت ورحق کی شرط ہے نہ ثبوت حق کی پس جب مشتری نے دار مشفوعہ بیچا (یعنی جسکے ذریعہ سے شفعہ چاہتا ہے) کے ملک شفیع ہونے سے انکار کیا تو شفیع کو حق شفعہ میں لینے کا اختیار نہوگا جبتک اس بات کے گواہ قائم نکرے کہ یہ دار میری ملک ہے اور یہ قول امام اعظم رح و امام محمد رح کا ہے اور دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ دار مشفوعہ وقت بیع کے شفیع کی ملک نہو پس اگر شفیع کی ملک ہوگا تو شفعہ واجب نہوگا اور از انجملہ یہ ہے کہ شفیع کی جانب سے بیع یا حکم بیع کی صریحاً یا دلالۃً رضامندی نہ پائی جاوے پس اگر شفیع بیع یا حکم بیع پر صریحاً راضی ہوگیا یا دلالۃً راضی ہوا مثلاً مالک دار نے اسکو اس دار کی فروخت کے واسطے وکیل کیا اور اسنے فروخت کر دیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اسی طرح اگر مضارب نے مال مضاربت سے ایک دار فروخت کیا اور رب المال ایک دوسرے اپنے ذاتی دار کی وجہ سے اسکا شفیع ہے تو رب المال کو حق شفعہ نہ ملیگا خواہ مضاربت میں نفع ہوا ہو یا نہوا ہو اور شفیع کا مسلمان ہونا وجوب شفعہ کے واسطے شرط نہیں ہے پس ذمیوں میں باہم شفعہ واجب ہوگا اور ذمی کا مسلمان پر حق شفعہ ہوگا اور اسی طرح حریت و ذکورت و عقل و بلوغ و عدالت بھی شرط نہیں ہے پس ماذون و مکاتب و معتق البعض و عورتوں و لڑکوں و مجنون اور اہل بغی کا حق شفعہ واجب ہوگا لیکن نابالغ کا جو حق واجب ہوا نابالغ پر واجب ہو ایسے خصم اسکا وہ ولی قرار دیا جائیگا جو اُسکے مال میں تصرف کرتا ہے یعنے باپ یا باپ کا وصی یا اسکا دادا یا اسکا وصی یا قاضی یا وصی قاضی کذا فی البدائع۔ اور صفت شفعہ یہ ہے کہ حق شفعہ سے لینا بمنزلہ ابتدائی خرید کے ہے پس جو امر مشتری کو بلا شرط حاصل ہے جیسے خیار رویت کی وجہ سے واپس کرنا وہ شفیع کو بھی حاصل ہوگا اور جو بدون شرط کے مشتری کو حاصل نہو وہ بدون شرط کیے شفیع کو بھی حاصل نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور حکم شفعہ کا یہ ہے کہ سبب شفعہ پائے جانے پر شفعہ طلب کرنا جائز ہے اور بعد طلب کے متاکد ہو جائیگا اور بعد رضائے مشتری یا حکم قاضی کے ملک ثابت ہوگی یہ نہایہ میں ہے۔ ہمارے اصحاب رح نے فرمایا کہ منقولات میں بالذات شفعہ واجب نہیں ہوتا ہے فقط عقار کی تبعیت میں واجب ہو جاتا ہے اور بالذات شفعہ فقط عقارات مثل دار و کرم وغیرہ و اراضی میں واجب ہوتا ہے اور ایسی اراضی میں واجب ہوتا ہے جو ہر طرح مملوک ہوسکتے کہ ایسی اراضی جسکو امام المسلمین نے بیت المال کے واسطے رکھا ہوا اور لوگوں کو مزارعت پر دیتا ہو پھر ان کاشتکاروں کی آئین کر دار مثل عمارت و درخت ہوگئی اور مٹی کے پاٹے ہوئے پھر اور بشرطیکہ انہوں نے ایسی مٹی سے پاٹا ہو جسکو اپنی ملک سے لائے ہوں پھر اگر ایسی اراضی فروخت کی گئی تو اسکی بیع باطل ہے اور اس کر دار کی بیع جائز ہے بشرطیکہ معلوم ہو مگر اسمین حق شفعہ نہوگا۔ اسی طرح اراضی میان دیہی اگر اسکو کاشتکار لوگ جوتتے ہوں تو اسکی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ اور خصاف رح کے ادب القاضی کے باب شفعہ میں ہے کہ شفعہ فقط حق الملک کے ذریعہ سے واجب ہوتا ہے حتے کہ اگر دار وقف کے پہلو میں کوئی دار فروخت کیا گیا تو وقف کنندہ کو اسکا حق شفعہ حاصل نہوگا اور متولی وقف اسکو نہیں لے سکتا ہے اور فتاوی فقیہ ابو اللیث رح میں لکھا ہے کہ اسی طرح اگر یہ دار کسی خاص شخص پر وقف ہو تو اس شخص کو بھی جس پر وقف ہے اس دار وقف کے سبب سے حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زمین وقف میں ایک شخص کا گھر ہو تو اسکو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر اسنے خود اپنی عمارت فروخت کی تو اسکے پڑوسی کو بھی اسمین حق شفعہ نہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔ اور تجرید میں ہے کہ عقار میں سے [illegible]

مثل عقار وقف کے جسکی بیع جائز نہیں ہو انمین جو شخص وقف کی بیع جائز ہونے کا قائل ہو اُسکے نزدیک شفعہ نہیں ہو یہ
تتلاحصہ مین ہو اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو اس
شخص کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو اور جو دار کسی عورت کا مہر قرار دیا گیا یا آزادی کا عوض قرار دیا گیا انمین
شفعہ واجب نہیں ہوتا ہو یہ تبیین مین ہو اور اگر کسی شخص نے ایک عورت سے بدون تسمیہ مہر کے نکاح کیا پھر اُسکے مہر مثل کے
عوض اُسکے ہاتھ اپنا ایک دار فروخت کیا تو اسمین شفعہ واجب ہوگا۔ اور اگر عورت سے کسی دار کو مہر ٹھہرا کر نکاح کیا یا مہر
بیان کر دیا پھر عورت نے اس دار پر مہر کی راہ سے قبضہ کیا تو شفعہ واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر عورت سے
مہر بیان کر کے نکاح کیا پھر اُسکے ہاتھ اس مہر کے عوض ایک دار فروخت کیا تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر
کسی عورت سے بغیر مہر کی شرط نکاح کیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے مہر مقرر کر دیا پھر اس مقررہ مہر کے عوض اُسکے ہاتھ ایک
دار فروخت کیا تو بھی اسمین شفیع کا حق شفعہ واجب ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح
کیا کہ عورت اُسکو ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار کے کسی حصہ مین شفعہ واجب نہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت نے شوہر سے ایک دار پر اس شرط سے خلع کیا کہ شوہر
اُسکو ہزار درم واپس دے تو اسمین ایسا ہی اختلاف ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر قتل عمد سے قاتل نے ایک دار پر اس
شرط سے صلح کی کہ ولی مقتول اُسکو ایک ہزار درم واپس دے تو امام اعظم رح کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رح کے نزدیک شفیع اس دار کے گیارہ جزون مین سے ایک جزو ہزار درم مین
لے سکتا ہو۔ اسیطرح اگر زخمہائے ریزہ بعمدی سے جنمین قصاص لازم آتا ہو صلح کی تو بھی یہی اختلاف ہو اور اگر دو موضحہ زخم
سے جنمین سے ایک عمداً اور دوسرا خطاء تھا ایک دار پر صلح کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دار مین شفعہ نہوگا اور امام ابو یوسف
اور امام محمد رح کے نزدیک شفیع نصف دار کو پانچ سو درم مین لے سکتا ہو اسواسطے کہ موضحہ خطا کا ارش پانچ سو درم ہو یہ
مبسوط مین ہو اگر کسی عورت سے بغیر مہر نکاح کیا اور اُسکے واسطے اپنا دار مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے صلح
کی کہ اپنا یہ دار تیرا مہر قرار دیا یا کہا کہ مین نے تجھے یہ دار مہر مین دیا تو ان صورتون مین شفیع کے واسطے کچھ حق شفعہ نہوگا
یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُسکا کچھ مہر بیان نکیا پھر اُسکو ایک دار دیا تو اسکی دو صورتین
ہین اگر شوہر نے یون کہا کہ مین نے یہ دار تیرا مہر قرار دیا تو دار مین حق شفعہ نہوگا اور اگر یون کہا کہ یہ دار بعوض تیرے مہر کے
کر دیا تو اسمین شفعہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنی نابالغہ بیٹی کو ایک دار پر بیاہ دیا پھر اس دار کو شفیع نے شفعہ مین طلب
کیا اور باپ نے اُسکے مہر مثل کے عوض بثمن مسمی معلوم ہو یا دار کی قیمت پر دیدیا تو یہ بیع ہو اور شفیع کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا
اسی طرح اگر وہ لڑکی بالغہ ہو اور اُسنے خود سپرد کیا تو بیع ہوگی اور شفیع کو اسمین شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کفالت
بالنفس سے ایک دار پر صلح کی تو اسمین شفعہ نہوگا خواہ مکفول عنہ کی کفالت بالنفس حق قصاص مین ہو یا حاشیہ مین یا
مال مین یہ سب صورتین حکم شفعہ و بطلان صلح مین یکسان ہین۔ اور اگر مطلوب سے جسقدر مال کا مطالبہ ہو اُس مال سے
صلح کی پس اگر یون کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط پر صلح کی کہ فلان شخص تمام مال مطلوب سے بری ہوا تو یہ جائز ہو اور
شفیع کو اس مین حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ مرد اجنبی کا کسی شخص کے قرضہ سے اپنی ملک پر صلح کر دینا مثل صلح قرضدار
کے صحیح ہو اور اگر یون کہا کہ مین نے مدیون کیطرف سے تیرے قبضہ مین دیا تو صلح باطل ہو یہ مبسوط مین ہو اور جس شخص کا

ہبہ کرنا بغیر عوض نہیں جائز ہے جیسے باپ نے پسر صغیر کا مال ہبہ کیا یا مکاتب یا غلام ماذون کا ہبہ کرنا اگر ایسے شخص نے بعوض ہبہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہیں صحیح ہے اور شفعہ واجب ہوگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور شفعہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ وہ شخص واہب کو ہزار درم ہبہ کرے تو جب تک دونوں باہم قبضہ کر لیں تب تک شفیع کو نہیں حق شفعہ ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم میں اپنا دار فروخت کرنے کی وصیت کی پھر موصی مرگیا پھر موصی لہ نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر موصی نے کہا کہ میں نے یہ وصیت کی کہ میرا دار فلان شخص کو بعوض ہزار درم کے ہبہ کیا جاوے تو یہ صورت اور صورت خرید مباشرہ ہبہ ہونا دونوں حکم میں یکساں ہیں۔ اور اگر دار میں سے ایک نصیب مشاع بشرط عوض ہبہ کیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو صاحب نہیں ہے اور ہمارے نزدیک نہیں شفعہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مال عوض قابل قسمت ہو مگر اسکو غیر مقسوم رکھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک شخص کو ایک دار اس شرط پر ہبہ کیا کہ موہوب لہ واہب کو اسکے دین سے جو اسکا واہب پر آتا ہے بری کرے اور اس دین کو مسمی نکیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا تو شفیع کو دار میں حق شفعہ حاصل ہوگا اسی طرح اگر اسکو اس شرط سے ہبہ کیا کہ موہوب لہ اس دوسرے دار میں جو کچھ اپنا دعوی کرتا ہے اس سے بری کرے اور موہوب لہ نے دار ہبہ پر قبضہ کر لیا تو یہ صورت بھی استحقاق شفعہ میں مثل صورت مذکورہ کے ہے یہ مبسوط میں ہے ایک شخص نے ہزار درم میں ایک باندی خریدی پھر بائع سے باندی کے عیب سے خواہ بائع کی طرف سے اقرار عیب ہو یا انکار ہو ایک دار پر صلح کی تو اسمیں شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ جامع کبیر کے باب الشفعہ فی الصلح میں ہے اور اگر بعد قبضہ کرنے کے بائع کے ساتھ عیب سے ایک دار پر صلح کی تو نقصان عیب میں صلح کنندہ کا قول قبول ہوگا یہ تتارخانیہ میں ہے اگر زید کا عمرو پر دین ہو اور عمرو اسکا مقر ہو یا منکر ہو پھر اسنے اس دین سے ایک دار پر صلح کی یا بعوض اس دین کے عمرو سے ایک دار خریدا اور قبضہ کر لیا تو شفیع کو اسمیں حق شفعہ حاصل ہوگا۔ پھر اگر زید نے اور شفیع نے مقدار دین اور جنس دین میں باہم اختلاف کیا تو یہ بمنزلہ مشتری و شفیع کے ثمن میں اختلاف کرنیکے ہے اور جس شخص پر دین ہے اسکے قول پر التفات نکیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے اگر ایک دار مثلاً تین آدمیوں میں مشترک ہو پھر ایک شخص نے اگر اس دار میں کچھ اپنا دعوے کیا پھر شرکا دار میں سے ایک نے مدعی کے ساتھ کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کر لی کہ حصہ مدعی خاصتہً اس صلح کرنے والے کا ہوگا پھر باقی دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا پس اگر یہ صلح شریک دار نے اقرار کے ساتھ ہو مثلاً شرکا دار نے دعوی مدعی کا اقرار کیا پھر اس سے فقط ایک شریک نے اس شرط پر صلح کی کہ حصہ مدعی خاصتہً صلح کنندہ کا ہوگا تو باقی شریکوں کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر یہ صلح شریکوں کے انکار کے ساتھ ہو تو انکو شفعہ حاصل ہوگا اور اگر صلح کنندہ دعوی مدعی کا مقر ہوا اور باقی دونوں شریک حق مدعی ہونے سے منکر ہوں تو قاضی شریک صلح کنندہ سے دعوی مدعی کے گواہ طلب کریگا پس اگر اسنے گواہ قائم کر دیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے استحساناً اور وہ ایسا ہی ہے کہ اسنے خرید کردہ چیز میں اپنے بائع کی ملکیت اس غرض سے ثابت کی کہ اسکی خرید صحیح ہو جاوے پھر جب گواہ مقبول ہو گئے تو جو امر ان گواہوں سے ثابت ہوا وہ مثل اسکے ہے جو اقرار شرکا سے ثابت ہوا اور جو کچھ اقرار شرکا سے ثابت ہوتا ہے اسمیں باقی دونوں شریکوں کو حق شفعہ پہونچتا تھا پس لیا ہی اسطرح ثابت شدہ میں بھی انکو حق شفعہ حاصل ہوگا اگر کسی مدعی نے ایک دار میں اپنے حق کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس سے ایک دوسرے دار کی سکونت پر صلح کر لی تو جس دار سے صلح کی گئی ہے اسمیں شفیع کو حق شفعہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مدعی نے دین یا دم یا جراحت خطا کا دعوی کیا اور

مدعا علیہ نے اس سے ایک دار پر یا دار کی دیوار پر صلح کر لی تو انہیں شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر سکونت دار سے
جسکی اُسکے حق مین وصیت کی گئی تھی یا خدمت غلام سے ایک بیت پر صلح کر لی تو انہیں شفعہ نہوگا اور اگر مدعی نے مدعا علیہ
پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُسکے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ مدعی میری دیوار پر اپنی دھنیان رکھ لے یا دھنیان
رکھنے کی جگہ ہمیشہ کے واسطے اُسکی ہو جائے یا کسیقدر مدت معلوم تک ہو جاوے تو قیاساً یہ جائز ہے اسواسطے کہ جس چیز
(سالہائے معلوم ۱۲)
پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہے خواہ عین ہو یا منفعت ہو لیکن امام رح نے اس قیاس کو ترک کر کے فرمایا کہ ایسی صلح باطل ہے
اور شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اسیطرح اگر اس شرط پر صلح کی کہ مدعی اپنے پانی بہنے کا راستہ میرے دار کی جانب کر دے
تو بھی اس دار کے پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی بہنے کے رستہ کو شفعہ مین لے لے اور اگر دار کے اندر ایک رستہ
محدود و معروف پر صلح کی تو جار ملاصق کو اختیار ہوگا کہ اسکو شفعہ مین لے لے اور دار کے اندر راستہ مثل مسیل آب کے نہین ہے
اسواسطے کہ یہ راستہ مملوک ہوتا ہے پس شفیع راستہ مین شریک ہو جائیگا اور دیوار پر دھنیان و شہتیر رکھنے مین اور
(پانی بہنے کی نالی ۱۲)
مسیل آب مین شریک نہوگا یہ مبسوط مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے املاء مین روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور شفیع
کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس شرط پر بیع کی اجازت
دی کہ مین اسکو شفعہ مین لے لونگا تو اسکو شفعہ حاصل رہیگا اور اگر شفعہ مین لینے کا ذکر نکیا تو اسکو شفعہ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے
اگر ایک شخص نے اپنا دار اس شرط سے فروخت کیا کہ میرے واسطے شفیع اس ثمن کا جو مشتری پر ہوا ہے ضامن ہو اور شفیع
حاضر تھا پس اُسنے ضمانت قبول کر لی تو بیع جائز ہو جائیگی اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ شفیع کیطرف سے بیع تمام ہوئی پس
اسکو حق شفعہ نہ رہا۔ اسیطرح اگر مشتری نے اس شرط پر دار خریدا کہ شفیع بائع کیطرف سے ضمان درک کا ضامن ہوا اور شفیع حاضر ہے
پس اُسنے ضمان قبول کر لی تو بیع جائز ہو جائیگی اور اُسکو شفعہ نہ ملیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مشتری خیار ابدی شرط کرے
تو شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس اگر مشتری نے اپنا خیار باطل کر دیا اور بیع تمام کر دی اور ہنوز تین روز نہین گذرے
تھے تو شفعہ واجب ہو جائیگا اسیطرح صاحبین رح کے نزدیک بھی بعد تین روز گذرنے کے یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر
مشتری نے اپنے واسطے ایک مہینہ یا اُسکے مثل کسی مدت کی شرط کی تو امام اعظم رح کے نزدیک شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا
پھر اگر مشتری نے تین روز گذرنے سے پہلے اپنا خیار باطل کر دیا تو بیع سابق منقلب ہو کر بیع صحیح ہو گئی تو شفیع کا شفعہ واجب
ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر کوئی دار تین روز کی خیار کی شرط پر فروخت کیا پھر تین روز اور
زیادہ کر دیے اور شفیع وقت بیع کے اُسکا شفعہ طلب کر چکا ہے تو پہلی مدت خیار گذرنے پر شفیع اُسکو لے لیگا اور اگر دو پڑوسیون
مین سے ایک نے اسکو علی الاصل رد کر دیا تو دوسرا پڑوسی اُسکو لے لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کوئی دار بعوض ایک غلام
معین یا بعدد معین کے خریدا اور اس خرید مین دونون مین سے ایک کے واسطے خیار مشروط ہے پس اگر بائع کے واسطے
مشروط ہو تو قبل بیع تمام ہونے کے شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا خواہ شرط خیار دار مین ہو یا غلام مین یہ محیط مین ہے اگر
ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا اور مشتری کے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کی تو شفیع کو انہیں شفعہ حاصل ہوگا پس اگر
شفیع نے مشتری کے قبضہ سے وہ دار لے لیا تو اُسکے حق مین بیع واجب ہوگئی پھر اگر مشتری نے بیع کی اجازت دی اور
اپنا خیار باطل کر دیا تو وہ غلام بائع کے سپرد ہوگا اور اگر مشتری نے بیع سے انکار کر کے بیع توڑ دی تو اپنا غلام بائع سے
لیکر وہ قیمت غلام جو اُسنے شفیع سے لی ہے بائع کو دیدیگا۔ اور شفیع کا دار کو شفعہ مین لے لینا یہ مشتری کیطرف سے بیع کو

اختیار کرنا شمار نہوگا اور نہ غلام مین خیار ساقط کرنا شمار ہوگا بخلاف اسکے اگر مشتری نے خود اس دار کو فروخت کیا
تو یہ امر مشتری کیطرف سے بیع کا اختیار کرنا قرار دیا جائے گا اور اگر وہ دار بائع کے قبضہ مین ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے
دار غلام کی قیمت کے عوض لے لے اور وہ غلام مشتری کو سپرد کر دیا جائیگا۔ اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ مین ہو
پھر غلام بائع کے پاس مر گیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور مشتری اس دار کو واپس کر دیگا اور شفیع کو اختیار ہوگا کہ بائع سے
اسکو بعوض قیمت غلام کے لے لے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دار فروخت کرنے والے کو خیار حاصل ہو پھر اس دار مبیعہ کے
پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پس اگر بائع نے اسکو شفعہ مین لیا تو یہ امر بائع کی
طرف سے بیع کا نقض قرار دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر خیار مشتری کا ہو اور دار مبیعہ کے پہلو مین دوسرا دار فروخت
کیا گیا تو مشتری کو اسمین حق شفعہ حاصل ہوگا پھر اگر اسکو شفعہ مین لے لیا تو یہ امر اسکی طرف سے بیع کی اجازت قرار دیا جائیگا
پھر اگر شفیع نے آکر مشتری سے دار اول شفعہ مین لیا تو اسکو دوسرے دار کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ
شفیع کو دار اول مین ملکیت ابھی حاصل ہوئی ہے پس اس سے وہ دوسرے دار کا وقت عقد سے پڑوسی نہوگا الا اس
صورت مین کہ شفیع کا کوئی دوسرا دار اس دار ثانیہ کے پہلو مین واقع ہو۔ اور دوسرا دار مشتری کے سپرد رہیگا اسواسطے کہ
شفیع کا دار اول اسکے قبضہ سے لے لینا اسکی ملک فی الاصل ثابت ہونے کے منافی نہین ہے اسیواسطے شفیع کا عہدہ بیع اسی
مشتری پر ہوتا ہے پس جب شفیع نے دار اول اس سے لیا تو اس سے مشتری کے حق مین انعدام سبب تملک ثانیہ ظاہر
نہوا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کوئی دار خریدا اور ہنوز اسکو دیکھا نہ تھا پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اور اسکو شفیع نے
شفعہ مین لیا تو روایت صحیحہ کے موافق مشتری کا خیار رویت ساقط نہوگا اسواسطے کہ حق شفعہ لینے سے دلالۃً رضامندی
ثابت ہوتی ہے اور خیار رویت تو صریح رضامندی سے ساقط نہین ہوتا ہے پس دلالۃً رضامندی سے بھی ساقط
نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک عقار کے شریکون نے عقار کو باہم تقسیم کیا تو تقسیم سے انکے جار کو حق شفعہ حاصل
نہوگا خواہ تقسیم بقضاء قاضی ہو یا برضاء باہمی ہو یہ نہایہ مین ہے۔ اور خرید فاسد مین حق شفعہ نہین ہوتا ہے خواہ مبیع
ایسی چیز ہو جو قبضہ سے مملوک ہو جاتی ہے یا ایسی نہو اور خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ حکم
اسوقت ہے کہ ابتداءً اسنے بیع فاسد قرار پائی ہو۔ اور اگر بطور صحیح منعقد ہونے کے بعد پھر فاسد ہو گئی ہو تو شفیع
کا حق اپنے حال پر باقی رہیگا آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار
بعوض شراب کے خریدا اور ہنوز دونون نے باہم قبضہ نکیا تھا کہ دونون یا ایک مسلمان ہو گیا یا دار پر قبضہ ہو چکا
اور شراب پر قبضہ نہونے کی حالت مین ایسا ہوا تو بیع فاسد ہو جائیگی مگر شفیع کو اختیار رہیگا کہ دوسرے دار کو شفعہ مین لے لے
اگرچہ بیع فاسد ہو گئی۔ اگر مشتری نے بطور فاسد خریدے ہوئے دار کو اپنے قبضہ مین کر لیا تھا کہ اسکا مالک
ہو گیا پھر اس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہوگا پس اگر اسنے ہنوز دوسرے
دار کو شفعہ مین نہ لیا تھا کہ اسکے بائع نے اس دار مبیعہ کو بوجہ فساد بیع کے واپس کر لیا تو مشتری کو دوسرے
دار کے لینے کا اختیار نہ رہیگا اور اگر مشتری دوسرے کو بحق شفعہ لے چکا ہو پھر اسکے بائع نے اس سے دار
مبیعہ بحکم فساد بیع واپس لیا تو بحق شفعہ لینا برقرار رکھا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے کوئی دار بطور فاسد خریدا
اور اسپر ہنوز قبضہ نکیا تھا کہ اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اس دار کو شفعہ مین لیوے

اسواسطے کہ دار اول ہنوز اسکی ملک مین ہی پس بائع اپنی ملک کے ساتھ دوسرے دار کا جار ہوگا اگر شفعہ کا حکم
ہونے سے پہلے بائع نے وہ دار مشتری کے سپرد کر دیا تو بائع کا حق شفعہ باطل ہوگیا اور مشتری کو اس مین حق
شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ دوسرے دار کی بیع ہو جانے کے بعد اسکو جوار حاصل ہوا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر
کسی شخص نے بطور فاسد ایک دار خریدا تو اُسمین حق شفعہ نہوگا (نہ قبضہ سے پہلے اور نہ قبضہ کے بعد) سو قبضہ سے پہلے
اسوجہ سے نہوگا کہ اُسمین ملک بائع باقی ہی اور بعد قبضہ کے اسوجہ سے نہوگا کہ فسخ کا احتمال ہی پھر اگر مشتری نے اُسمین کچھ عمارت
بنائی تو امام اعظم رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع ہوگیا اور مشتری پر اُس دار کی قیمت واجب ہوگی اور شفیع کو حق شفعہ
حاصل ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بائع کا حق استرداد منقطع نہوگا پس شفیع کا اُسمین شفعہ واجب نہوگا۔ اور شفیع کو
اختیار حاصل ہوگا کہ مشتری کو حکم کرے کہ اپنی بنائی ہوئی عمارت منہدم کرے اور اگر مشتری نے اُس دار کو مسجد بنایا تو بھی
اسیطرح اختلاف ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ بالاجماع حق مالک منقطع ہو جائیگا کذا فی الکافی اگر کسی نے سو قفیز گیہون
کی بیع سلم مین راس المال ایک دار سپرد کر دیا تو شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر سپرد نکیا یہانتک کہ دونون جدا ہوگئے
تو سلم و شفعہ باطل ہو جائیگی کیونکہ یہ جدائی فسخ ہی اور اگر سپرد کرنے اور جدا ہو جانے کے بعد دونون نے بیع کو توڑ لیا تو شفیع کو
حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ یہ شفیع کے حق مین فسخ نہین بلکہ بیع جدید ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص کے واسطے ایک دار
کی وصیت کی گئی اور اُسنے یہ نہین جانا حتے کہ اُس دار کے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پھر موصی لہ نے وصیت
قبول کی تو اسکو شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر علم وصیت سے پہلے موصی لہ مر گیا پھر اُس دار کے پہلو کا دار فروخت کیا گیا اور وارثون
نے اسکی شفعہ کا دعوی کیا تو اُنکو شفعہ ملیگا اسلیے کہ موصی لہ کا مرنا بمنزلہ اُسکے قبول کرنے کے ہی یہ فتاوی کبری مین ہی۔ اگر اپنے
دار کے حاصلات کی ایک شخص کے واسطے اور اُسکے رقبہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار
فروخت کیا گیا تو اُسکا شفعہ اُس موصی لہ کو ملیگا جسکے حق مین رقبہ دار کی وصیت تھی یہ محیط سرخسی مین ہی نیچے کا مکان ایک
شخص کا اور اُسکے اوپر کا بالاخانہ دوسرے کا ہی پس نیچے کے مالک نے منزل کو فروخت کیا تو بالاخانہ والے کو شفعہ کا استحقاق
ہی اور اگر بالاخانہ والے نے بالاخانہ فروخت کیا تو نیچے والے کو اُسکا حق شفعہ حاصل ہوگا۔ پھر اسکے بعد جاننا چاہیے کہ اگر بالاخانہ
کا راستہ نیچے سے ہو تو حق شفعہ بسبب شرکت راہ کے حاصل ہوگا اور اگر بالاخانہ کا راستہ بڑے کوچہ کیطرف سے ہو تو حق
شفعہ بسبب جوار کے ہوگا۔ پھر اگر بالاخانہ والے نے نیچے کا مکان شفعہ مین نہ لیا یہانتک کہ بالاخانہ گر گیا تو امام اعظم رح
و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام محمد رح کے قول پر باطل نہوگا اور اگر بالاخانہ گرے
ہوئے کی حالت مین نیچے کا مکان فروخت کیا گیا تو بقیاس قول امام ابو یوسف رح بالاخانہ والے کو حق شفعہ نہوگا بنا بریکہ
امام ابو یوسف رح کے نزدیک حق شفعہ بسبب عمارت کے ہوتا ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اسکو حق شفعہ حاصل ہوگا
اسلیے کہ امام محمد رح کے نزدیک حق شفعہ بسبب حق استقرار عمارت کے ہوتا ہی نہ بسبب نفس عمارت کے اور بالاخانہ کا حق القرار
ہنوز باقی ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر نیچے کا مکان ایک شخص کا اور بالاخانہ دوسرے کا ہو اور اُس دار کے پہلو مین دوسرا
دار فروخت کیا گیا تو حق شفعہ دونون کو حاصل ہوگا اور اگر حق شفعہ لینے سے پہلے بالاخانہ اور نیچے کا مکان دونون
منہدم ہوگئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک استشفاع فقط نیچے والے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا کیونکہ جسکے
ذریعہ سے استحقاق شفعہ ہوتا ہی یعنے زمین وہ قائم ہی اور بالاخانہ کے مالک کو شفعہ نہ ملیگا اسوجہ سے کہ جسکے ذریعہ سے

استحقاق شفعہ ساقط و زائل ہو گئی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونون کو استحقاق شفعہ حاصل رہیگا اسلئے کہ بالاخانہ والے کا حق بھی قائم ہے کیونکہ صاحب سفل والے نیچے کا مکان بنا دے گا تو وہ بھی اپنا بالاخانہ اسپر قائم کریگا اور اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ خود ہی نیچے کا مکان بنوا کر پھر اسپر بالاخانہ بنوا لے اور سفل کے مالک کو اس سفل سے نفع حاصل کرنے سے منع کرے یہانتک کہ صاحب سفل اسکا اُسکا حق دیدے یہ کافی مین ہے۔ دو شخصون نے ایک دار خریدا حالانکہ ایک انمین سے اُس کا شفیع ہے تو جسقدر حصہ اجنبی کا ہو گیا اُسمین شفیع کو حق شفعہ نہ رہا اسواسطے کہ اُس اجنبی کی خرید تمام نہو ئی جب تک کہ شفیع نے اُسکے واسطے بیع قبول نہین کی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے کسی قدر مدت معلومہ کے واسطے اجارہ کرایہ پر دیا پھر مدت گذرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا اور مستاجر ہی اُسکا شفیع ہے تو یہ بیع حق مستاجر مین موقوف رہیگی کیونکہ اجارہ قائم ہے پس اگر مستاجر نے بیع کی اجازت دیدی تو بیع اُسکے حق مین تمام ہو جائیگی اور اُسکو حق شفعہ حاصل ہو گا کیونکہ سبب شفعہ پایا گیا اور اگر اُسنے بیع کی اجازت نہ دی لیکن شفعہ طلب نکیا تو اجارہ باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی شخص نے بیع کُوئی ہوئی زمین خریدی پھر کھیتی اُوگی یہانتک کہ مشتری نے اُسکو کاٹ لیا پھر شفیع حاضر ہوا تو زمین کو زمین کے حصہ ثمن مین لے لیگا پس زمین تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاویگی اور بغیر تخم ریختہ کی قیمت لگائی جاوے پس بعوض مقدار حصۂ زمین کے لے لے یہ ینابیع مین ہے۔ اور اگر قطع کرنے کے واسطے ایک درخت خریدا تو اُسمین شفعہ نہین ہے اسی طرح اگر اُسکو مطلقاً خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر درخت کو مع جڑ و بن اور موضع زمین بقدر قیام درخت کے خریدا تو اُسمین حق شفعہ ہو گا۔ اور اسی طرح اگر کھیتی یا رطبہ کاٹ لینے کے واسطے خریدا تو اُسمین شفعہ نہو گا اور اگر مع زمین خریدی ہو تو کل مین استحساناً شفعہ واجب ہو گا اور قیاساً کھیتی مین شفعہ نہونا چاہیے اور اگر ایک زمین خریدی اور اُسمین چھوٹے چھوٹے پودے تھے پس اُسنے کو ڑا پس ان درختون مین پھل آ گئے یا اُسمین کھیتی تھی پس وہ تیار ہو گئی تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ اس سب کو ثمن مقررہ مین لے لے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کوئی عمارت کھود لینے کے واسطے خریدی تو شفیع کو اُسمین حق شفعہ نہو گا اور اگر مع اصل اُسکو خریدا ہو تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہو گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر عمارت مین سے حصہ بائع نے خریدا اور وہ نصف ہے تو اُسمین شفعہ نہو گا اور یہ بیع فاسد ہو گی یہی طرح اگر پوری عمارت ایک ہی شخص کی ہو مگر اُسنے اُسمین سے نصف فروخت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اگر قطع کرنے کے واسطے کوئی درخت خریدا پھر اسکے بعد زمین خریدی اور درخت اُسمین لگا رہنے دیا تو شفیع کو درخت مین حق شفعہ حاصل نہو گا اسی طرح اگر چھاون کو چھاڑ لینے کے واسطے یا عمارت کو گرا لینے کے واسطے خریدا پھر اسکے بعد زمین خریدی تو بھی یہی حکم ہے کہ شفیع کو فقط زمین مین حق شفعہ حاصل ہو گا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک بیت اور اُسکے اندر کی پن چکی مع اُسکے پانی کی نہر و متاع کے خریدا تو شفیع کو بیت مین اور تمام اُن آلات پن چکی مین جو جڑے ہوئے گڑے ہوئے مرکب ہیں حق شفعہ حاصل ہو گا اسواسطے کہ یہ آلات پن چکی گھر کے تابع ہیں۔ اور اسی بنا پر اگر حمام خریدا تو شفیع کو استحقاق ہو گا کہ حمام کو مع حمام کے آلات مرکبہ کے جیسے دیگین وغیرہ شفعہ مین لے لے اور مسئلہ اولے مین جو آلات بیت سے مزائل ہین اور مسئلہ ثانیہ مین جو آلات حمام سے مزائل ہین انہین نہین لے سکتا ہے لیکن چکی کا اوپر کا پاٹ استحساناً لے سکتا ہے اگرچہ مرکب نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک نیستان خریدا جسمین نرکل اور ایسی مچھلیان تھین جو بدون شکار کے پکڑی جا سکتی ہین تو شفیع اس نیستان و نرکل کو شفعہ مین لے سکتا ہے اور مچھلیون کو نہین لے سکتا ہے۔ اور اگر کوئی

چشمہ یا نہر یا کنوان مع آلہ رقبہ کے خرید ا تو شفیع کو انمین حق شفعہ حاصل ہوگا اسی طرح اگر چشمہ قیر یا نفط یا کان نمک ہو تو یہ سب شفعہ مین لے سکتا ہی کیونکہ فی المعنی اتصال پایا جاتا ہی لیکن اگر مشتری ان چیزون مین سے کسی قدر انکی جگہ سے اٹھا لیگیا ہو تو جسقدر لیگیا ہی اسکو نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور تفریہ مین لکھا ہی کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ جو عمارت مین داخل ہوجاتی ہی اور پاخانہ اور سیڑھی شفعہ مین لے لیوے رہا ظلہ سو اگر دار مین در آیا ہو تو صاحبین کے نزدیک داخل ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک تفصیل ہی کہ اگر مشتری نے وقت خرید کے یہ کہا کہ مع ہر حق کے جو اس دار کے واسطے ہی تو داخل ہوگا ورنہ نہین اور درخت اور پھل اور کھیتی بدون شرط کے داخل نہین ہوتی اور قیاس یہ چاہتا ہی کہ پھل بدون ذکر کے داخل ہوجاوین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے باغ انگور خریدا اور اسکا ایک شفیع غائب ہی پھر درختون مین پھل آئے پھر مشتری نے انکو کھا لیا پھر شفیع غائب آیا اور اسنے اس باغ کو شفعہ مین لیا پس اگر وہ درخت وقت قبضہ مشتری کے فقط پھولدار ہون کہ ہنوز پھل نمودار نہوے ہون تو شفیع کے حق مین ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا اور اگر وقت قبضہ مشتری کے پھل نمود ہوگئے ہون تو بقدر پھلون کے ثمن مین سے ساقط کیا جائے گا اور انکی اس روز کی قیمت معتبر ہوگی جس روز مشتری نے باغ مذکور پر قبضہ کیا کذا فی الذخیرہ۔ اگر خریدی ہوئی زمین مین کھیتی ہو کہ جسکی ہنوز کچھ قیمت نہو پھر وہ کھیتی تیار ہوئی اور مشتری نے اسکو کاٹ لیا پھر شفیع نے آکر زمین کو شفعہ مین لے لیا تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ مکاتب نے اگر کوئی دار خریدا یا فروخت کیا اور اسکا مولی اس دار کا شفیع ہی تو اسکو حق شفعہ لینے کا اختیار ہوگا خواہ یہ مکاتب قرضدار ہو یا نہو کذا فی البدائع اور اگر مولی نے اپنا دار فروخت کیا اور مکاتب اسکا شفیع ہی تو اسکو حق شفعہ حاصل ہوگا کذا فی التاتارخانیہ

دوسرا باب مراتب شفعہ کے بیان مین

اگر چند شفعہ جمع ہوجاوین تو انمین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا پس شریک کو خلیط پر اور خلیط کو جار پر مقدم کرینگے پس اگر شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو خلیط کا حق شفعہ واجب ہوگا اور اگر دو خلیط ہون تو تقدیم یون ہوگی کہ پہلے اخص ہوگا پھر اعم۔ اور اگر خلیط نے بھی اپنا حق شفعہ دیدیا تو جار کا حق شفعہ واجب ہوگا اور یہ جواب موافق ظاہر الروایۃ کے ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ ہرایک ان تینون امور مین سے استحقاق شفعہ کے واسطے سبب صالح ہی لیکن بعض انمین سے بنسبت بعض کے قوی التاثیر ہی پس وہ مقدم رکھا جائیگا پس جب شریک نے اپنا شفعہ دیدیا تو اسکی شراکت نابود سمجھی جائیگی اور ایسی قرار دیجائیگی کہ گویا نہ تھی پھر باقی مین ترتیب کا لحاظ کیا جائیگا جیسے ابتدا فقط خلط وجوار جمع ہونے مین لحاظ ہوتا اور اسکا بیان یہ ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار دو شخصون مین مشترک واقع ہی جس کا راستہ اسی کوچہ غیر نافذہ مین سے ہی پس دونون شریکون مین سے ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو حق شفعہ اس کے شریک کو حاصل ہوگا پس اگر اسنے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو حاصل ہوگا اور اس استحقاق مین ملاصق و غیر ملاصق سب برابر ہونگے اسلیے کہ وے سب راستہ مین خلیط ہین پھر اگر ان سب نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا۔ اور اگر اس کوچہ مین سے ایک دوسرا کوچہ غیر نافذہ پھوٹا ہو اور اسمین کوئی دار فروخت کیا گیا تو فقط خاصۃً اسی کوچہ والے لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ اس کوچہ والون کی خلطت بہ نسبت کوچہ علیا یعنی اسگلے کوچہ والون کے اخص ہی اور اگر اگلے کوچہ کا کوئی دار فروخت کیا گیا تو انکا حق شفعہ اگلے اور پچھلے دونون کوچہ والون کو حاصل ہوگا اسواسطے کہ اگلے کوچہ مین ان سب کی

خلطت برابر ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اہل درب بوجہ راستہ کے مستحق شفعہ ہوتے ہیں بشرطیکہ راستہ انکی ملک ہو یا فنا غیر مملوکہ ہو۔ اور اگر کوچہ نافذہ کے اندر کوئی دار فروخت کیا گیا تو سوائے جار ملاصق کے کسی کو حق شفعہ نہ ملیگا اسی طرح اگر دو دار ہوں کہ اُنکے درمیان راستہ نافذ غیر مملوک ہو اور انہیں سے ایک فروخت کیا گیا تو سوائے اسکے جار ملاصق کے کسی کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر یہ راستہ مملوک ہو تو غیر نافذہ کے حکم میں ہوگا۔ اور طریق نافذ جسکی وجہ سے استحقاق شفعہ نہیں ہوتا ہے وہ راستہ کہلاتا ہے جسکو اس راستہ والے بند نہ کرسکیں اور اسی بنا پر نکلتا ہے کہ اگر چھوٹی نہر ہو کہ اس سے اراضی معدودہ یا کرم معدودہ سینچے جاتے ہوں پھر ان معدودہ میں سے کوئی زمین یا باغ انگور فروخت کیا گیا تو سب شریک شفیع ہونگے ملاصق و غیر ملاصق دونوں برابر ہونگے اور اگر نہر کبیر ہو تو شفعہ فقط جار ملاصق کو ملیگا۔ اور چھوٹی و بڑی نہر کی تعریف میں اختلاف ہے امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر اسمیں کشتی چلتی ہو تو بڑی ہے کذا فی البدائع اور شیخ امام عبدالواحد شیبانی نے فرمایا کہ کشتی سے اس مقام پر شمار یات جو چھوٹی چھوٹی کشتیاں ہوتی ہیں مراد رکھی ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس نہر سے ایک دوسری نہر کاٹی گئی کہ چند اراضی و بساتین و کروم کو سینچتی ہے پھر ایک میں یا باغ جسکا پانی اسی نہر سے ہے فروخت کی گئی تو اس نہر سے سینچنے والے بنسبت نہر کبیر والوں کے اس مبیع کے شفعہ کے احق ہونگے (یعنی انہیں کو حق شفعہ ملیگا نہ نہر کبیر والوں کو) اور اگر نہر کبیر کی اراضی میں سے کوئی زمین فروخت کی گئی تو چھوٹی نہر والے اور بڑی نہر والے حق شفعہ میں برابر ہونگے کیونکہ اُنکا حق شرب یکساں ہے یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر طریق اعظم سے ایک فنا کے راستہ منفرج ہو یا زقاق یا درب غیر نافذ اُسکے اندر چند دار ہوں اور انہیں سے ایک دار فروخت کیا گیا تو ان گھروں کے مالک سب شفیع ہونگے امام زاہد شیخ عبدالواحد شیبانی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ یہ فنا مربع ہو اور اگر مدور ہو گی تو حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک کوچہ غیر نافذہ میں ایک دار واقع ہے اسکے اندر ایک بیت ہے اور وہ بیت دو آدمیوں کا ہے اور دار میں ایک قوم شریک ہے پھر بیت میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو پہلے حق شفعہ شریک کو ملیگا پس اگر اُسنے دیدیا تو پھر شرکا دار کو ملیگا پس اگر اُنھوں نے دیدیا تو سب اہل کوچہ کو ملیگا اور حق شفعہ میں یہ سب لوگ برابر ہونگے پھر اگر اہل کوچہ نے بھی دیدیا تو جار ملاصق کو ملیگا اور جار ملاصق وہ شخص جو اس دار کی پشت پر رہتا ہے اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے امام خصاف رحمہ کے ادب القاضی کے باب الشفعہ کی شرح میں لکھا ہے کہ پھر اگر اس دار کے ملاصق جسمیں یہ بیت مبیعہ واقع ہے کئی آدمی ہوں تو جو جار ملاصق اس بیت مبیعہ کا ہے وہ اور جو انتہائے دار سے ملاصق ہے اس بیت سے دونوں حق شفعہ میں یکساں ہونگے یہ محیط میں ہے۔ ایک دار دو شریکوں میں مشترک ایک کوچہ غیر نافذہ میں واقع ہے انمیں سے ایک شریک نے اپنا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو شفعہ پہلے شریک کو ملیگا پس اگر اُسنے حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اس شخص کو ملیگا جو اسکے دار اور اس دار کی درمیانی دیوار میں شریک ہے پس اگر اُسنے بھی دیدیا تو اہل کوچہ کو ملیگا اور سب کوچہ والے اس حق شفعہ میں برابر ہونگے پس اگر اُنھوں نے بھی دیدیا تو اس جار (یعنی پڑوسی) کو ملیگا جسکے دار کی طرف اس دار کی پشت ہے اور اُسکے دار کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے اور امام خصاف رحمہ کے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ پھر واضح ہو کہ جو جار راستہ کے شریک سے موخر ہے وہ ایسا جار ہے جو دونوں داروں کی درمیانی دیوار مشترک کے نیچے کی زمین میں شریک نہو اور اگر شریک ہوگا تو وہ موخر نہوگا بلکہ استحقاق شفعہ میں مقدم ہوگا اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک زمین دو آدمیوں میں مشترک ہو اور تقسیم نہوئی تھی ان دونوں نے بیچ میں ایک دیوار بنائی پھر باقی زمین کو

باہم تقسیم کر لیا پس دیوار اور جو زمین دیوار کے نیچے رہی وہ دونون مین مشترک ہوگی پس ایسا جار بعض مبیع
مین شریک ٹھہرا اور اگران دونون نے تمام زمین کو باہم تقسیم کرکے اُسکے درمیان مین ایک خط کردیا پھر دونون مین
سے ہر ایک نے کچھ مال دیکر دیوار بنائی تو دونون مین سے ہر ایک زمین کے لحاظ سے دوسرے کا فقط پڑوسی
ہوگا اور عمارت مین شریک ہوگا اور عمارت کی شرکت موجب شفعہ نہین ہوتی ہے اور امام قدوری نے ذکر کیا کہ جو
شخص دیوار کے نیچے کی زمین مین شریک ہے وہ امام محمد رح کے نزدیک اور دو روایتون مین سے ایک روایت
کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک بحکم شرکت تمام مبیع مین مستحق شفعہ ہوتا ہے پس اُس پڑوسی سے جسکا پڑوس
تمام مبیع سے ملاصق ہے مقدم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اور امام کرخی رح نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح سے جو روایتین
آئی ہین اُنمین سے اصح روایت یہ ہے کہ جو شخص دیوار مین شریک ہے وہ باقی دار کے حق شفعہ مین بنسبت جار کے اولیٰ
و مقدم ہے اور فرمایا کہ امام محمد رح سے ایسے چند مسائل مروی ہین جو اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ جو شخص دیوار
مین شریک ہے وہ اولیٰ و اقدم ہے چنانچہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مین ہے کہ ہر ایک
کی اُسپر کڑیاں رکھی ہوئی ہین اور دیوار کا دونون مین مشترک ہونا فقط اسی وجہ سے ثابت و معلوم ہوتا ہے کہ اُسپر
دونون کی کڑیاں رکھی ہین پھر ان دونون دارون مین سے ایک فروخت کیا گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر دوسرے
کے مالک نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ دیوار ہم دونون مین مشترک ہے تو وہ بہ نسبت پڑوسی کے شفعہ کا احق
ہوگا اسلیے کہ وہ شریک ہے اور اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو مین اُسکو شریک نہ ٹھہراؤنگا اور امام محمد رح کا یہ قول کہ وہ بہ نسبت
پڑوسی کے شفعہ کا احق ہوگا یعنی تمام دار کا حقدار ہوگا نہ فقط اس دیوار مشترک کا اور یہی معنی مقتضاے ظاہر اطلاق ہے یہ
بدائع مین ہے امام محمد رح نے فرمایا کہ جہان شریک نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کے واسطے بھی حق شفعہ ثابت ہوگا
کہ جب جار نے بیع کی خبر سنتے ہی شفعہ طلب کیا ہو اور اگر نہ طلب کیا ہو تو اُسکو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک دار کبیر
مین چند مقصورات ہین پس مالک دار نے اُنمین سے ایک مقصورہ یا قطعہ معلومہ یا بیت فروخت کیا تو اُسکے پڑوسی کو اس
مبیع مین حق شفعہ حاصل ہوگا چاہے دار کے کسی جانب کا پڑوسی ہو اسلیے کہ یہ مبیع تمام دار مین سے ہے اور شفیع اس دار کا
جار ہے پس جیسا مبیع کا بھی جار ہوا اور اگر اُسنے مشتری کو حق شفعہ دیدیا پھر مشتری نے یہ مقصورہ یا قطعہ مبیعہ فروخت کیا تو
اب اُس جار کو شفعہ نہ ملیگا بلکہ اس شخص کو ملیگا جو اس مقصورہ یا قطعہ مبیعہ کا جار ہے سو اسواسطے کہ مبیع مشتری کی ملک مین
ایک قطعہ و مقصورہ جُدا ہوگئی پس حکم دار ہونے سے خارج ہوگئی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک مکان مین سے نیچے کا مکان
دو شخصون مین مشترک ہے (مثلاً زید و عمرو) اور اُسکا بالاخانہ زید و خالد دو شخصون مین مشترک ہے پس زید نے
جو نیچے و اُوپر دونون مین شریک ہے اپنا حصہ فروخت کیا تو نیچے کے مکان مین جو شخص اُسکے ساتھ شریک ہے اُسکو
نیچے کے حصہ مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور بالاخانہ مین جو شخص شریک ہے اُسکو حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ ہوگا
و نیچے کے مکان مین جو شخص شریک ہے اُسکو بائع کے حصہ بالاخانہ مین حق شفعہ نہوگا اور جو بالاخانہ مین شریک
ہے اُسکو نیچے کے مکان کے حصہ بائع مین حق شفعہ نہوگا سو اسواسطے کہ نیچے کے مکان کا شریک بالاخانہ کا جار ہے
یا حقوق بالاخانہ مین شریک ہے اگر بالاخانہ کا راستہ نیچے کے مکان مین سے ہو اور بالاخانہ کا شریک نیچے کے
مکان کا جار ہے یا حقوق کا شریک ہے اگر بالاخانہ کا راستہ اس دار مین سے ہو پس جو شخص عین بقعہ مین شریک ہے

وہ حق شفعہ کے واسطے اولی و اقدم ہے اگر ایک دار میں ایک شخص کا بالاخانہ ہو اور بالاخانہ کا راستہ اسی دار میں ہو اور باقی دار دوسرے شخص کا ہو پھر بالاخانہ کے مالک نے بالاخانہ مع اُسکے راستہ کے فروخت کیا تو حق شفعہ نیچے کے مکان کے مالک کو حاصل ہوگا اور اگر اس بالاخانہ کا راستہ دوسرے شخص کے دار میں سے ہو اور بالاخانہ فروخت کیا گیا تو جسکے دار میں علو کا راستہ ہے وہ بہ نسبت اُسکے جسکے دار پر بالاخانہ ہے حق شفعہ کا مستحق ہوگا پھر اگر صاحب الطریق نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پس اگر بالاخانہ کا کوئی جار ملازق نہو تو بسبب جوار کے اُسکو حق شفعہ ملیگا جسکے دار پر بالاخانہ ہے اور اگر بالاخانہ کا جار ملازق موجود ہو تو وہ شخص مع اس شخص کے جسکے دار پر بالاخانہ واقع ہے دونوں حق شفعہ میں لے سکتے ہیں اسواسطے کہ دونوں جار ہیں۔ اور اگر بالاخانہ کا جار ملازق نہو بلکہ بالاخانہ اور اُسکے مسکن کے درمیان دار کا کوئی ٹکڑا واقع ہو تو اس جار کو حق شفعہ ملیگا۔ اور اگر نیچے کے مکان کے مالک نے نیچے کا مکان فروخت کیا تو بالاخانہ والا اُسکا شفیع ہوگا اور اگر وہ دار فروخت کیا گیا جس میں علو کا راستہ ہو تو بالاخانہ والا بہ نسبت جار کے مستحق شفعہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔ ایک دار زید و عمرو کے درمیان مشترک ہے اور اس دار میں ایک دیوار زید و خالد کے درمیان مشترک ہے پس زید نے اپنا حصہ دار و دیوار فروخت کیا تو عمرو جو دار میں شریک ہے وہ بہ نسبت شریک دیوار کے حق شفعہ دار کا مستحق ہوگا اور جو دیوار میں شریک ہے وہ دیوار کی شفعہ میں زیادہ حقدار ہے اور باقی دار کا جار ہے اسی طرح اگر ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہو اور اسمیں ایک کنواں ایک شریک اور کسی دوسرے کے درمیان مشترک ہو پس دار و کنوئیں کے حصہ دار نے اپنا کنوئیں و دار کا حصہ فروخت کیا تو دار کا شریک حصہ دار کے حق شفعہ کا مستحق ہے اور کنوئیں کا شریک حصہ چاہ کے حق شفعہ کا مستحق ہے اور باقی دار کے حصہ کا جار ہے یہ نہایہ میں ہے ایک دار میں تین شخص برابر شریک ہیں سوا اسکے موضع چاہ یا طریق کے پس جو شخص تمام میں شریک ہے اُسنے تمام دار میں سے اپنا حصہ فروخت کیا تو جو شریک الساحہ ہے اسکا تمام دار میں حصہ ہے بہ نسبت اس شریک کے جسکا بعض دار میں حصہ ہے حق شفعہ کا زیادہ مستحق ہے اسواسطے کہ اسکی شرکت اعم ہے اور جو اقوی ہے وہی استحقاق شفعہ میں مقدم ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے حق شفعہ میں اولی ہے بشرطیکہ قطعہ مسیل الماء کی ملک نہو اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دار فروخت کیا گیا اور اس میں ایک شخص کا راستہ ہے اور دوسرے کو پانی بہنے کا استحقاق ہے تو صاحب الطریق بہ نسبت صاحب مسیل الماء کے استحقاق شفعہ میں اولی ہے یہ محیط میں ہے ایک دار میں تین بیت ہیں اس طرح کہ مقدم دار میں ایک بیت ہے پھر دوسرا اُسکے پہلو میں پھر تیسرا اُ دوسرے کے پہلو میں اور ہر بیت کا ایک ہی ایک شخص مالک ہے پھر ان مالکوں میں سے ایک نے اپنا بیت فروخت کیا پس اگر ان بیوت کا راستہ دار میں ہو تو باقی دونوں آدمیوں کو راستہ کی شرکت کی وجہ سے حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر ان بیوت کے دروازہ دار میں نہوں بلکہ ایک کوچہ نافذہ میں ہوں پس اگر درمیانی بیت بیچا گیا تو حق شفعہ اول و آخر کو ملیگا اور اگر اول بیچا گیا تو حق شفعہ درمیانی بیت والے کو ملیگا اور اگر آخر والا بیچا گیا تو حق شفعہ فقط درمیانی بیت کے مالک کو ملیگا۔ ایک دار میں تین بیت ایک دوسرے سے واقع ہیں اور ہر ایک کا ایک شخص مالک ہے پھر ایک نے اپنا بیت فروخت کیا تو باقی دونوں اُسکی شفعہ میں شریک ہونگے بشرطیکہ سب بیوت کا راستہ اس دار میں ہو اور اگر بیوت کے دروازے کوچہ میں ہوں پس اگر کوچہ نافذہ ہو واسطے

فروخت کیا تو اعلیٰ و اسفل کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر اعلیٰ نے فروخت کیا تو درمیانی کو اور اگر اسفل نے فروخت کیا تو
بھی درمیانی کو حق شفعہ حاصل ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک دار میں تین بیت ہیں اور باقی میدان ہے اور میدان تین
آدمیوں میں مشترک ہے اور بیوت انہیں سے دو شخصوں میں مشترک ہیں پس ہر دو مالکان بیوت میں سے ایک نے
اپنا حصہ بیت و میدان انہیں شخص کے ہاتھ جو بیوت و میدان میں اسکا شریک ہے فروخت کیا تو باقی دونوں آدمیوں کو
جو شفعہ میں اسکے شریک ہیں استحقاق شفعہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک دار ایک شخص کا ہے اور اسمیں ایک بیت ہے جو اسکے
اور ایک دوسرے کے درمیان مشترک ہے پس مالک دار نے اپنا دار فروخت کیا اور جار نے شفعہ طلب کیا اور بیت کے
شریک نے بھی شفعہ طلب کیا تو بیت کا شریک حصہ بیت کے حق شفعہ میں اولیٰ ہوگا اور باقی دار پڑوسی اور اس شریک
کے درمیان نصفا نصف حق شفعہ میں مل سکتا ہے یہ بدائع میں ہے۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک
دیوار مع اسکی زمین کے خریدی پھر باقی دار خرید لیا پھر دیوار کے جار نے شفعہ طلب کیا تو اسکو دیوار کا شفعہ ملیگا اور باقی دار
میں حق شفعہ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک مسئلہ کوچۂ غیر نافذہ میں ایک قوم کے گھر واقع ہیں پھر ان گھروں میں سے ایک
کے مالک نے ایک بیت جو بڑے کوچہ کی راہ پر ہے اس شرط سے فروخت کیا کہ مشتری اسکا دروازہ بڑے راستہ کی
طرف توڑ لے اور اس بیت کا جو راستہ دریبہ میں تھا وہ فروخت نہیں کیا تو صاحب دریبہ کو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے
کہ وقت بیع کے راستہ میں انکی شرکت موجود تھی اور اگر اہل دریبہ نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر مشتری نے اسکے بعد وہ
بیت فروخت کیا تو اہل دریبہ کو استحقاق شفعہ بوجہ شرکت حاصل نہوگا کہ دوسری بیع کے وقت انکی شرکت باقی نہیں رہی
پس حق شفعہ جار ملاصق کو ملیگا اور وہ مالک دار ہے اسی طرح اگر دار میں سے کوئی قطعہ بغیر راستہ کے اس راستہ کے جو دریبہ میں
ہو فروخت کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک دریبہ غیر نافذہ کی انتہا پر ایک مسجد خطہ ہے اور اس مسجد خطہ کا دروازہ دریبہ
میں نہیں ہے اور مسجد کی پشت یا دوسری جانب بڑے راستہ کی طرف ہے تو ایسا دریبہ دریبہ نافذہ ہے اگر اسمیں کوئی دار فروخت
کیا جاوے تو اسکا حق شفعہ فقط جار کو ملیگا اور مسجد خطہ سے وہ مسجد مراد ہے جسکو امام المسلمین نے وقت تقسیم غنیمت کے خط کر دیا
ہو اور یہ حکم اسواسطے ہے کہ جب مسجد خطہ ٹھہری اور اسکی پشت بڑے راستہ کی طرف ہوئی اور مسجد کے گرد ایسے گھر ہوئے جو
مسجد اور بڑے راستہ کے درمیان حائل ہوں تو یہ دریبہ بمنزلہ دریبہ نافذہ کے ہوگا اور اگر مسجد اور بڑے راستہ کے
درمیان ایسے گھر ہوں جو اس مسجد اور بڑے راستہ میں حائل ہوں تو اہل دریبہ کو بوجہ شرکت کے شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے
کہ یہ دریبہ نافذہ نہوگا اور اگر مسجد خطہ انتہا پر نہو بلکہ ابتدائے کوچہ میں واقع ہو پس اگر ابتدائے کوچہ سے مسجد تک نافذ
پایا جاوے تو انمیں سوائے جار ملاصق کے کسی کو شفعہ حاصل نہوگا اور اسکے ماسوائے غیر نافذ ہوگا حتی کہ اس کوچہ کے
لوگوں کو سب کو شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر یہ مسجد خطہ نہو مثلاً اہل دریبہ میں سے کسی شخص نے دوسرے سے ایک دار انتہا
دریبہ پر خریدکر اسکو مسجد بنا دیا ہو اور اسکا دروازہ دریبہ کیطرف رکھا ہو خواہ بڑے راستے کیطرف اسکا دروازہ کھلا ہو
یا نہ کھلا ہو پھر ایک شخص نے اہل دریبہ میں سے اپنا دار فروخت کیا تو بوجہ شرکت کے اہل دریبہ کو شفعہ کا استحقاق ہوگا
یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مالک خان ہے اور خان میں ایک مسجد ہے جسکو اسنے جدا کر کے لوگوں کو اسمیں اذان دینے
و جماعت سے نماز پڑھنے کا اذن عام دیدیا پس لوگوں نے ایسا ہی کیا اور وہ مسجد جماعت ہوگئی پھر مالک خان
نے خان کا ہر ہر حجرہ ایک ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا یہاں تک کہ وہ دریبہ ہوگیا پھر انہیں میں سے ایک حجرہ فروخت

مسئلہ
مسئلہ
مسئلہ ۳
بشکل ذیل
دریبہ
مسجد خطہ
سڑک عام
دریبہ
مسجد خطہ
سڑک عام

کیا گیا تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اُنکا حق شفعہ سب لوگون کو جو حجرون کے مالک ہین حاصل ہوگا یہ فتاوے قاضی خان
مین ہے ایک دار مین ایک دروازہ دربہ کیطرف ہے اور دار اسکے دو سرے دروازہ سے بڑے راستہ کیطرف نکل گیا ہے پس
اگر یہ راستہ عام لوگون کی رہگذر ہو تو اہل دربہ کو حق شفعہ نہوگا اسلیے کہ کوچہ نافذہ ہے اور اگر یہ راستہ خاص اہل دربہ کا ہو
تو اہل دربہ سب شفیع ہونگے کیونکہ کوچہ غیر نافذہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور زنقات کہ جنکی پشت پر وادی ہے ہر دو صورت سے
خالی نہین اگر موضع وادی در اصل مملوک ہو پھر انھون نے اُسکو وادی بنا دیا تو یہ اور وہ مسجد جسکو انتہا سے کوچہ پر بنا لیا ہے
حکماً یکسان ہین اور اگر وہ وادی در اصل ایسا ہی وادی ہو تو یہ اور مسجد خطہ حکماً یکسان ہین ایسا ہی امام ابو بکر شیخ محمد بن حامد
شیبانی سے منقول ہے اور شیخ موصوف رح فرماتے تھے کہ بخارا کے زنقات جنکی پشت پر وادی ہے اگر ان زنقون مین
سے کسی زنقہ کا دار فروخت کیا جاوے تو سب اہل زنقہ شفیع ہونگے اور یہ مثل طریق نافذہ کے قرار نہ دیا جائیگا پس
شاید شیخ موصوف رح نے اس وادی کا مملوک ہونا معلوم کیا ہو اور شیخ اجل شمس الائمہ سرخسی رح ان زنقات کو
مثل حکم کوچہ نافذہ کے قرار دیتے تھے اور بعضے علما رح نے فرمایا کہ جائز ہے کہ بخارا مین جنکی انتہا پر وادی ہے وہ بالاقسام
قیاس کیے جاوین اور امر شفعہ کا مبنی انفاذ عادت و نفاذ خطہ پر رکھا جاوے یہ محیط مین ہے کوچہ غیر نافذہ مین اگر کوئی دار
فروخت کیا گیا تو حق شفعہ تمام اہل کوچہ کو ملیگا اور کوچہ غیر نافذہ کے مدور یا معوج یا مستقیم ہونے سے حکم مین فرق نہوگا یہ
ملتقط مین ہے ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک عطف مدور ہے جسکو فارسی مین (خم کرد) کہتے ہین اور اس عطف مین چند
مین پھر ایک شخص نے اعلی یا اسفل کوچہ مین یا عطف مین ایک حویلی فروخت کی تو حق شفعہ تمام شریکون کو ملیگا اور اگر عطف
مربع ہو مثلاً کوچہ مذکور مدور چلا گیا ہو اُسکے ہر جانب زنقہ ہو اور کوچہ مین اور دونون زنقون مین گھر ہون پھر ایک شخص نے
عطف مین اپنی حویلی فروخت کی تو حق شفعہ فقط اصحاب عطف کو ملیگا اہل کوچہ کو نہ ملیگا اور اگر کوچہ مین کسی نے اپنی حویلی فروخت کی
تو یہ تمامی سب لوگ شفیع ہونگے اور حاصل یہ ہے کہ عطف کے مدور ہونے سے وہ کوچہ حکم مین دو کوچون کے نہین ہو جاتا ہے یا تو یہ نہین
دیکھتا ہے کہ ایسے عطف سے گھرون کی سمات متغیر نہین ہوتی ہے جیسے کہ کوچہ مین دو نرتیق ہونے سے متغیر نہین ہوتی ہے
اگر عطف مربع ہو تو وہ دوسرے کوچہ کے حکم مین ہو جاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ ایسے عطف مین گھرون کی سمات بدل جاتی
ہین گویا کوچہ کے اندر کوچہ ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہے ایک کوچہ طول مین چلا گیا ہے اور اُسکے اسفل مین دوسرا کوچہ ہے جو نافذ نہین
ہے اور ان دونون کے بیچ مین دربہ حائل ہے اور اول کوچہ کے لوگون کا دوسرے مین کچھ حق نہین ہے پس کوچہ اعلی مین کوئی
دار فروخت کیا گیا تو کوچہ اسفل والون کو بھی حق شفعہ ملیگا کیونکہ اُنکی شرکت موجود ہے اور اگر کوچہ اسفل مین فروخت کیا گیا تو
شفعہ فقط اہل اسفل کو ملیگا اسی طرح اگر کوچہ مذکور مین زائغہ واقع ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ مین ہے منتقی مین لکھا ہے کہ ابن سماعہ
نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے اُنھون نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ ایک دربہ مین ایک زائغہ
ہے جو تمام دربہ کو مدور گھیرے ہوئے ہے اور اس زائغہ مین جسیر دربہ ہے ایک دار فروخت کیا گیا تو یہ لوگ سب اُسکے
شفعہ مین شریک ہونگے اور اگر دربہ مستطیل ہو اور اسمین زائغہ ہو مگر ایسا نہو جیسا مین نے تجھسے بیان کیا ہے بلکہ وہ کوچہ کے
مشابہ ہو تو زائغہ کے گھرون کا حق شفعہ اہل زائغہ کو ملیگا اور اہل دربہ اُنکے حق شفعہ مین شریک نہونگے اور
امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ دونون یکسان ہین اور اہل زائغہ اپنے گھرون کے حق شفعہ مین شریک ہونگے
اور اہل دربہ اُنکے شریک نہونگے یہ ذخیرہ مین ہے ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دو مکر دار مین سے

جنگل
زقاق
عطف مدور
کوچہ

ایک بیت جو اس شخص کے دار کے پہلو مین ہی خرید کر اُسکا دروازہ اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا پھر فقط اس بیت کو فروخت کیا پس اس شخص کا جار آیا اور اُسنے اس بیت کو شفعہ مین طلب کیا تو امام محمد رح نے فرمایا ہی کہ اگر مشتری نے اس بیت کا دروازہ اُس دار کیطرف سے بند کر دیا تھا اور اپنے دار کیطرف پھوڑ لیا تھا یہان تک کہ یہ بیت اُسکے دار مین سے شمار ہوتا تھا تو اُسکے پڑوسی کو اس بیت کا حق شفعہ ملیگا حسن بن زیاد کی کتاب الشفعہ مین لکھا ہی کہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک عطف منفرد واقع ہی اور یہ عطف اپنے دوسرے کنارہ سے اسی کوچہ مین ختم ہو کر نافذہ ہو گئی ہی پس اس عطف مین ایک دار فروخت کیا گیا تو اسکا حق شفعہ فقط اُسی شخص کو ملیگا جسکا دار اس دار مبیعہ سے ملاصق ہی اور اگر یہ عطف اس کوچہ مین نافذ نہو تو حق شفعہ تمام اہل عطف کو ملیگا پھر اگر انھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو اہل کوچہ کو انمین حق شفعہ حاصل نہوگا یہ محیط مین ہی ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکے دو دروازے دو زقاق مین ہین تو دیکھا جائیگا کہ اگر دراصل وہ دار واحد دو دار ہون کہ ہر ایک کا دروازہ ایک ایک زقاق مین ہو اور اُسکو کسی شخص نے خرید کر درمیانی دیوار دور کرکے دونون کو ایک کر دیا ہو تو ہر زقاق والون کو اختیار ہوگا کہ اپنی طرف کے متصل دار کو حق شفعہ مین لے لین اور اگر دراصل ایک ہی دار ہو مگر اُسکے دو دروازے ہون تو دونون زقاق والون کو پورے دار مین برابر حق شفعہ حاصل ہوگا اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اگر ایک زقاق ہو اور اُسکے اسفل مین دوسرا زقاق اُسکے پوری جانب تک ہو پھر اُنکی درمیانی دیوار دور کر دی گئی حتے کہ دونون ایک کوچہ ہو گئے تو ہر زقاق والون کو فقط اپنی ہی زقاق کے بیع مین شفعہ ملیگا دوسری جانب مین نہ ملیگا اسیطرح اگر کوچہ غیر نافذہ کے اسفل کی دیوار دور کر دی گئی یہان تک کہ کوچہ نافذہ ہو گیا تو سب اہل کوچہ کو لشرکت استحقاق شفعہ حاصل رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ شفعۃ الاصل کے آخر مین لکھا ہی کہ ایک دار مین ایک حجرہ دو آدمیون مین مشترک ہی پس ایک شریک نے اپنا حصہ حجرہ دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا تو اسکی دو صورتین ہین کہ اگر حجرہ دونون مین منقسم ہو تو حق شفعہ اُس دار کے راستہ کے شریکون مین مشترک ہوگا فقط شریک حجرہ کو نہ ملیگا پھر اگر دار کے راستہ کے شریکون نے شفعہ دیدیا تو دار کے جار ملاصق کو ملیگا یہ محیط مین ہی۔ ایک قوم نے ایک زمین خرید کر اسکو اسطرح تقسیم کر لیا کہ ہر ایک نے ایک دار کی جگہ لے لی اور انمین سے ایک کوچہ مشترک اپنی آمد و رفت کے لیے چھوڑ دیا پس وہ کوچہ ممدودہ غیر نافذ رہا پس اس کوچہ کی انتہا پر ایک دار فروخت کیا گیا تو سب لوگ اسکے شفعہ مین شریک ہونگے اور جس شخص کا دار اس دار مبیعہ سے اگلی طرف ہو یا پچھلی طرف ہو حق شفعہ مین دونون برابر ہین اسیطرح اگر اُن لوگون نے اپنے باپ دادا سے اسیطور پر میراث مین پایا ہو اور یہ نجانتے ہون کہ اسکی اصل کیونکر تھی تو یہ صورت اور صورت مذکورہ دونون حکماً یکسان ہین کذا فی المبسوط فی باب الشفعہ فی البناء وغیرہ۔ اگر ایک دار مین سے ایک بیت خریدا اُسکا بالاخانہ دوسرے شخص کا ہی اور بیت مبیعہ کا راستہ دوسرے دار مین ہی تو اُسکا حق شفعہ فقط اُسیکو ملیگا جسکے دار مین اس بیت کا راستہ ہی پھر اگر اُسنے شفعہ دیدیا تو حق شفعہ بالاخانہ والے کو بسبب حق جوار کے حاصل ہوگا کذا فی المبسوط فی باب الشفعہ فی العروض۔ اگر ایک دار مبیعہ کے دو جار ہون انمین سے ایک غائب ہی اور دوسرا حاضر ہی پس حاضر نے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل نہین ہی پس اُسنے حاضر کا شفعہ باطل کر دیا پھر غائب حاضر ہوا اور اُسنے ایسے قاضی سے نالش کی جو شفعہ بالجوار کا قائل ہی تو اس طالب شفعہ کے نام پورے دار کے شفعہ کی ڈگری کریگا اور اگر قاضی

اول نے فرمایا ہو کہ مین پورے شفعہ کو جو اس دار سے متعلق ہو باطل کرتا ہون تو غائب کا حق شفعہ باطل ہوگا ایسا
ہی امام محمد رح نے فرمایا ہو اور یہی صحیح ہو یہ بدائع مین ہو۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دار اپنی اولاد کے واسطے
میراث چھوڑا پھر اولاد مین سے ایک آدمی مرا اور اُسنے اپنا حصہ میراث اپنے تین بیٹون کے درمیان میراث چھوڑا پس
تین مین سے ایک نے اپنا حصہ دار فروخت کیا تو اُسکے حق شفعہ مین بائع کے باپ کی اولاد اور سگے دادا کی
اولاد سب برابر شفیع ہونگے کوئی کسی کے بنسبت اولی نہوگا یہ محیط مین ہو شفعہ حسن بن زیاد مین ہو کہ ایک قوم نے ایک
دار جسمین چند منزل ہین میراث پایا اور باہم تقسیم کرلیا پس ہر ایک کے حصہ مین ایک منزل آئی اور راستہ باہم مشترک
چھوڑ دیا پھر ایک مالک منزل نے اپنی منزل فروخت کردی اور باقی منازل کے مالکون نے حق شفعہ مشتری کو دیدیا
تو پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہوگا اگر اُسکی ملک منزل مبیعہ سے لاحق ہو اور اگر اس سے لازق ہو جو سب مین
باہم مشترک ہو اور منزل مبیعہ سے لاحق نہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ منزل مبیعہ کو بسبب جوار طریق مشترک کے شفعہ
مین لے لے اور اگر ملازق منزل یا ملازق طریق مشترک نہو بلکہ اس دار کی کسی دوسری منزل سے لازق ہو تو اسکو شفعہ نہ ملیگا۔
پس یہ مسئلہ اسبات کی دلیل ہو کہ حق شفعہ جس طرح مبیع کے پڑوسی کو ملتا ہو اسیطرح حق المبیع کے پڑوسی کو بھی ملتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو
شیخ ابو عمرو الطبری کی کتاب الشرب مین ہو کہ ایک دار مین تین بیت ہین ہر بیت کا ایک ایک علیحدہ مالک ہو اور سب بیوت
کا راستہ اس دار مین ہو مگر اس دار کا راستہ دوسرے دار مین ہو اور دوسرے دار کا ایک کوچہ غیر نافذہ مین ہو
پس دار داخل کے بیوت مین سے ایک بیت فروخت کیا گیا تو باقی دونون بیت کے مالک بنسبت دار خارجہ کے
مالک کے حق شفعہ مین اقدم ہونگے پھر اگر ان دونون نے اپنا حق مشتری کو دیدیا تو دار خارجہ کے مالک کو شفعہ ملیگا پس
اگر اُسنے بھی دیدیا تو تمام اہل کوچہ حق شفعہ مین شریک ہونگے۔ ایک زمین چند آدمیون مین مشترک تھی اُنکو انھون نے
باہم تقسیم کرلیا مگر راستہ اپنے درمیان مشترک چھوڑ دیا اور اسکو نافذہ بنایا پھر راستہ کے دائین بائین گھر بنالئے اور اُسکے
دروازے کوچہ کیطرف رکھے پھر بعض نے اپنا دار فروخت کیا تو حق شفعہ سب لوگون کو برابر حاصل ہوگا۔ اور اگر ان
لوگون نے کہا ہو کہ ہم نے یہ راستہ مسلمانون کا راستہ کردیا تو بھی یہی حکم ہو شیخ صدر الشہید رح نے فرمایا کہ یہی حکم مختار ہو
یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین ایک دار خریدا پھر اسی کوچہ مین دوسرا دار خریدا تو اہل کوچہ کو دار
اول بحق شفعہ لینے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ دار اول خریدنے کے وقت مشتری شفیع نہ تھا پھر دوسرے دار مین
مشتری بھی اہل کوچہ کے ساتھ شفیع ہو گیا یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے
ہر ایک کا حصہ ہر ایک سے ایک بعد دوسرے کے خریدلیا تو جار کو بحق شفعہ اختیار ہوگا کہ اول تہائی لے لے اور باقی
دو تہائی لینے کی اُسکو کوئی راہ نہوگی اور اگر ایک دار چار آدمیون مین مشترک ہو پھر ایک شخص نے تین آدمیون کا
حصہ ایک بعد دوسرے کے خریدلیا اور چوتھا شریک غائب ہو پھر وہ حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اول کا حصہ شفعہ مین
لے لے اور باقی دو حصہ اور ان کا حصہ لینے مین مشتری کا شریک ہوگا۔ اور اگر چارون شریکون مین سے
ایک شریک نے دو شریکون کا حصہ ایک بعد دوسرے کے خریدا ہو پھر چوتھا شریک حاضر ہوا تو دونون حصون
مین شریک شفعہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ ہارونی مین لکھا ہو کہ ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو پس ایک شخص نے
انہین سے ایک کا حصہ خریدا پھر دوسرے شخص نے دوسرے کا حصہ خریدا پھر تیسرا شریک جسنے اپنا حصہ نہین فروخت

ابحالہ آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونون حصے حق شفعہ مین سے لے اور اگر تیسرا شریک حاضر نہوا حتے کہ پہلا مشتری دوسرے مشتری کے پاس آیا اور شفعہ طلب کیا تو اُسکو ایسا اختیار حاصل ہوگا اور اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی جاویگی پس دونون حصے اُسکے ہوجاوینگے پھر اسکے بعد اگر تیسرا شریک جو غائب تھا حاضر ہوا اور اُسنے شفعہ طلب کیا تو جو حصہ مشتری اول نے لیا تھا وہ پورا لے لیگا اور جو حصہ دوسرے نے خریدا تھا اُسمین سے آدھا لے لیگا۔ اور اگر تیسرا شریک ایسے وقت مین آگیا کہ ہنوز قاضی نے مشتری اول کے نام دوسرے مشتری کے خرید کردہ حصہ کے شفعہ کی ڈگری نہین کی ہے تو تیسرے شریک کے نام پورے دونون حصون کی ڈگری ہوگی یہ محیط مین ہے ایک دار فروخت شدہ مین دوسرے شخص کا حق مسیل الماء ہے تو اسکو بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل ہوگا اور مسیل مثل شرب کے نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین مین دوسرے کی نہر ہو اور اُسپر ایک بیت کے اندر ایک پن چکی ہو پھر مالک نہر و پن چکی و بیت نے سب فروخت کیا پس مالک زمین نے سب مین شفعہ طلب کیا تو اسکو شفعہ ملیگا اور اگر اس زمین اور موضع پن چکی کے درمیان کسی دوسرے کی زمین ہو اور دوسری جانب نہر کے دوسرے شخص کی ہو اور ان دونون نے بھی شفعہ طلب کیا تو ان دونون کو بھی حق شفعہ مین اس مال مبیع کے لینے کا اختیار ہوگا کیونکہ وہ دونون بھی حق جوار نہر مین یکسان ہین اگرچہ ان شفیعون مین سے بعضے کا جوار چکی کی جانب قریب ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر دجلہ کے مانند کسی نہر کبیر سے ایک چھوٹی نہر ایک قوم کے واسطے جاری ہو اور اُن لوگون کی اراضی کا پانی اسی نہر صغیر سے ہو گیا پھر نہر صغیر والون مین سے کسی نے اپنی زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو جن لوگون کی اراضی کا پانی اس نہر صغیر سے ہے وہ لوگ اسکی شفعہ مین حقدار ہونگے اُنمین جو شخص اس زمین مبیعہ سے نزدیک ہے وہ اور جو دور ہے وہ سب یکسان ہونگے اور اگر اس زمین مبیعہ کے ساتھ ملا ہوا دوسرا قطعہ زمین ہو جسکا پانی بڑی نہر سے ہے تو اُسکا مالک اس قطعہ مبیعہ کے شفعہ مین اُن لوگون کے ساتھ جنکی اراضی کا پانی نہر صغیر سے ہے مشترک نہوگا اور کتاب ہلال البصری مین ہے کہ ایک نہر پیچیدہ ہے کے سامنے کی یا پیچھے کی زمینین فروخت کی گئین پس اگر اسکی پیچید گی تربیع ہو تو وہ نہر حکماً مثل دو نہر کے ہوگی تو فقط موضع پیچیدگی تک کے شرب کے شریکون کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر اُنھون نے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو پھر باقیون کو حاصل ہوگا جنکا اس نہر سے سینچنے کا حق ہے۔ اور اگر پیچیدگی استدارہ یا انحراف کے ساتھ ہو تو سب اہل نہر کو حق شفعہ حاصل ہوگا پس مشائخ نے ایسی پیچیدہ نہر کو مثل نہر واحد کے قرار دیا منتقی مین بروایت ابن سماعہ رح امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہے اُنکی زمینین و باغات اس نہر پر واقع ہین جنکا شرب اسی نہر سے ہے اور یہ سب لوگ اُسمین شریک ہین پس جو زمین یا باغ اُنمین سے فروخت کیا جاویگا اُسمین یہ سب لوگ حق شفعہ مین شریک ہونگے - پھر اگر اُن لوگون نے اِن مینون و باغات کو گھر بنالیا اور اس پانی سے بے پروا ہوگئے تو اُنمین فقط بسبب جوار کے حق شفعہ رہجائیگا جیسا کہ شہر کے گھرون مین ہوتا ہے اور اگر ان زمینون مین سے ایسی باقی رہگئی جو زراعت کیجاوے اور باغات مین سے ایسا باقی رہا جو اس پانی سے سینچا جاوے تو یہ لوگ بحال سابق شرب شفعہ مین باہم شریک رہینگے یہ محیط مین ہے ایک نہر سے ایک قوم کا شرب ہے مگر نہر کی زمین دوسرے شخص کی ہے پھر ایک شخص نے اپنی زمین فروخت کی حالانکہ نہر کا پانی منقطع تھا تو بقول امام محمد رح کے اُن لوگون کو حق شفعہ حاصل ہوگا اور بقیاس قول امام ابو یوسف

سے کہ جس حال میں پانی منقطع تھا تو ان لوگوں کو حق شفعہ نہ ملیگا جیسا انکا قول بالاتفاق ہے یہ مضمرات میں ہے فتاوے قاضیخان میں ہے اگر ایک شخص نے ایک نہر مع اُسکے رقبہ کے خریدی اور اعلائے نہر کے ایک طرف ایک شخص کی زمین واقع ہے اور سفل نہر کے ایک طرف دوسرے کی زمین واقع ہے تو ان دونوں شخصوں کو اعلے سے اسفل تک تمام نہر میں حق شفعہ حاصل ہوگا اور یہی حکم کاریز و چشمہ و کنوئین کا ہے پس یہ چیزین عقارات میں سے ہیں کہ انمین بسبب جوار کے حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح اگر کاریز کا دہانہ کسی کی زمین میں ہو اور جہان اسکا پانی ظاہر ہو کر بہتا ہے دوسرے کی زمین ہو تو اسکے دہانہ سے اسکے پانی گرنے کی جگہ تک جتنے لوگوں کو جوار حاصل ہوگا وہ سب لوگ اسکی شفعہ میں شریک ہونگے۔ اور اگر کوئی نہر خالص ایک شخص کی ہو جسپر اُسکی زمین بھی واقع ہو اور اسپر اور لوگوں کی بھی زمینین واقع ہون مگر انکا شرب اس نہر سے ہو پھر مالک نہر نے فقط نہر کو فروخت کیا تو یہ سب لوگ اُسکے شفعہ میں شریک ہونگے کیونکہ انکی ملک اس مبیع سے متصل ہے اور اگر اُسنے فقط زمین کو بدون نہر کے فروخت کیا تو جسکی ملک اس زمین سے لاحق ہے وہ حق شفعہ میں باقیون سے اقدم ہوگا اور اگر اُسنے نہر و زمین دونون کو فروخت کیا تو نہر کے حق شفعہ میں یہ سب لوگ برابر شریک ہونگے کیونکہ سب کی ملک اس نہر سے متصل ہے اور زمین کے حق شفعہ میں وہ شخص جسکی ملک اس زمین سے متصل ہے باقیون سے اقدم ہوگا کیونکہ اُسکی ملک اس زمین سے متصل ہے۔ بمنزلہ ایک راستہ کے جو ایک شخص کے دار میں واقع ہے اور خالص اُسکی ملک ہے اور اُسنے راستہ فروخت کیا تو جو شخص اس راستہ کا جار ہے وہ حق شفعہ میں بنسبت زمین کے جار کے اولی ہوگا اور اگر وہ شخص راستہ میں شریک ہو تو شفعہ دار میں سے لیگا اسواسطے کہ جار سے شریک مقدم ہوتا ہے اسیطرح اگر نہر میں شریک ہو تو حصہ نہر میں سے لیگا اور بہ نسبت باقی پڑوسیون کے اقدم ہوگا اور راستہ اور نہر برابر ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نہر میں شریک ہو تو شریک بہ نسبت اُس شخص کے جسکی زمین میں نہر بہتی ہے حق شفعہ میں احق ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اعلاء نہر ایک شخص کا اور نہر کا اسفل دوسرے کا ہے اور یہ نہر کسی غیر شخص کی زمین میں جاری ہے پھر ایک شخص نے مالک اعلی سے اُسکا حصہ نہر خریدا اور مالک اسفل اور اُس شخص نے جسکی زمین میں نہر بہتی ہے دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو دونون کو بسبب جوار کے شفعہ ملیگا اسیطرح اگر مالک اسفل نہر سے کسی نے اُسکا حصہ خریدا اور اعلی النہر کے مالک نے شفعہ چاہا تو بسبب جوار کے اُسکو ملیگا اسیطرح اگر ایک کاریز ہو کہ اُسکا منبع دو آدمیون میں کسی مقام معلوم تک مشترک ہو اور اس سے نیچے دونون میں سے فقط ایک کی ہو پھر نیچے کے مالک نے فقط اپنا اسفل فروخت کیا تو شریک اور پڑوسی حق شفعہ میں برابر ہونگے۔ ایک نہر ایک شخص کی ہے اُس سے دوسرے نے درخواست کی کہ میں تیری نہر میں سے کھود کر اپنی زمین میں ایک نہر لیجاؤن اور ایسا ہی ہوا پھر نہر اول فروخت کی گئی حالانکہ وہ کسی دوسرے کی زمین میں جاری ہے تو صاحب زمین اُسکے حق شفعہ کے واسطے اولی قرار دیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک دار ایک کوچہ خاصہ میں واقع ہے اُسکے مالک نے اُسکو بلا طریق فروخت کیا تو اہل کوچہ کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسیطرح اگر زمین بدون شرب کے فروخت کی تو اہل شرب کو حق شفعہ ملیگا پھر اگر یہ زمین یا یہ دار دوبارہ فروخت کیا گیا تو ان لوگوں کو حق شفعہ نہ ملیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رح نے اس صورت میں کہ ایک زمین اسطرح جسکے بیچ میں ایک ساقیہ جاری ہے کہ اسطرح دونون جانب اس ساقیہ سے سینچی جاتی ہے فروخت کی گئی اور دو شخص شفیع آئے

جنمین سے ایک شخص قراح کے اس جانب اپنی ملک متصل رکھتا ہی اور دوسرا دوسری جانب رکھتا ہی فرمایا کہ وے دونون قراح کے شفیع ہونگے اور یہ ساقیہ اس قراح کے حقوق مین سے نہین ہی پس حد فاصل معتبر نہوگی جیسے دیوار ممتد اور اگر یہ ساقیہ جوار قراح مین ہو اور اس ساقیہ سے ہزار جریب اس قراح سے خارج سینچا جاتا ہو تو یہ بنسبت جار کے صاحب ساقیہ حق شفعہ کا احق ہوگا یہ بدائع مین ہی۔

تیسرا باب طلب شفعہ کے بیان مین

شفعہ عقد و جوار سے واجب ہوتا ہی اور طلب و اشہاد سے متاکد ہوجاتا ہی اور لے لینے سے ملک حاصل ہوتی ہی پھر طلب کی تین قسمین ہین طلب مواثبہ، طلب تقریر و اشہاد، طلب تملیک لیکن طلب مواثبہ یہ ہی کہ جسوقت شفیع نے بیع کو معلوم کیا تو چاہیے کہ اُسیوقت اور اُسی دم شفعہ طلب کرے اور اگر اُسنے سکوت کیا اور طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور یہی روایت الاصل اور ہمارے اصحاب سے مشہور ہی اور ہشام نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر شفیع نے مجلس علم مین شفعہ طلب کیا تو اُسکو ملیگا ورنہین بمنزلہ خیار مخیرہ و خیار القبول کے (کہ آخر مجلس تک ممتد ہوتا ہی) پھر مشائخ نے کیفیت لفظ طلب مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر اُسنے ایسی لفظ سے شفعہ طلب کیا جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے خواہ کسی لفظ سے طلب کیا ہو تو جائز ہی حتے کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے شفعہ طلب کیا یا شفعہ طلب کرتا ہون یا مین شفعہ طلب کرتا ہون تو جائز ہی اور اگر اُسنے مشتری سے کہا کہ مین تیرا شفیع ہون اور یہ دار تجھسے شفعہ مین لے لونگا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع نے بیع معلوم کرنے پر کہا کہ الحمد للہ یا سبحان اللہ واللہ اکبر یا اُسکا کوئی ساتھی چھینکا اور اُسنے تشمیت کی یا کہا کہ السلام علیک اور مین نے اس دار کا شفعہ طلب کیا تو اس سے حق شفعہ باطل نہوگا اسی طرح اگر یہ کہا کہ کسنے خریدا ہی اور کتنے کو خریدا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر فارسی زبان مین یون کہا کہ (شفاعت خواہم) تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور بیع فاسد مین طلب شفعہ کا اعتبار اُسوقت ہوگا جب حق بائع منقطع ہوا ہی وقت خرید کے نہوگا۔ اور بیع فضولی اور بیع بشرط الخیار للبائع مین امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک طلب کا اعتبار وقت بیع ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک وقت اجازت کے طلب شفعہ کا اعتبار ہی اور ہبہ بشرط العوض مین دو روایتین ہین ایک مین وقت قبضہ کے طلب کا اعتبار ہی اور دوسری مین وقت عقد ہبہ کے اعتبار ہی۔ اگر ایک دار کے شریک و جار نے اس دار کے فروخت ہونے کو سُنا اور وہ دونون ایک ہی جگہ موجود تھے پس شریک نے شفعہ طلب کر لیا اور جار خاموش رہا پھر شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو جار کو یہ اختیار نہوگا کہ دار کو شفعہ مین لے لے ایک دار فروخت کیا گیا اُسکے دو شفیع ہین اُنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہی پس حاضر نے نصف دار شفعہ مین طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اسی طرح اگر دونون حاضر ہون اور ہر ایک نے نصف مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہوگیا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ پھر واضح ہو کہ شفیع کو بیع کا علم کبھی خود سُننے سے حاصل ہوتا ہی اور کبھی اُسکو دوسرے شخص کے خبر دینے سے حاصل ہوتا ہی لیکن اس خبر مین آیا عدد و عدالت شرط ہی یا نہین سو اسمین ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا ہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اِن دونون مین سے ایک بات شرط ہی خواہ مخبر کی تعداد پوری ہو یعنے دو مرد ہون یا ایک مرد و دو عورتین ہون اور خواہ مخبر مین عدالت ہو اور امام ابو یوسف و امام محمد رحہما نے فرمایا کہ مخبر مین نہ عدالت شرط ہی اور نہ عدد حتے کہ اگر شفیع کو ایک شخص واحد نے بیع کی خبر دی خواہ یہ مخبر عادل ہو یا فاسق خواہ آزاد ہو یا غلام ماذون ہو یا مجور خواہ بالغ ہو یا نابالغ خواہ مذکر ہو یا مونث پس شفیع نے سکوت کیا

اور خبر پر فی الفور بنابر روایت الاصل کے یا فی المجلس بنابر روایت امام محمدؒ کے شفعہ طلب نکیا تو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اگر خبر کا صدق ظاہر ہوا اور کرخی علیہ الرحمۃ نے ذکر فرمایا کہ ہر دو روایت میں سے یہ روایت صحیح ہے یہ بدائع میں ہے اگر خبر دہندہ ایک ہی شخص غیر عادل ہو پس اگر شفیع نے اس خبر میں اسکی تصدیق کی تو بالاجماع اسکی خبر سے بیع ثابت ہو جائیگی اور اگر اس امر میں اسکی تکذیب کی تو اسکی خبر سے بیع ثابت نہو گی اگرچہ صدق خبر ثابت ہو جاوے یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک اسکی خبر سے بیع ثابت ہو جائیگی جبکہ صدق خبر ظاہر ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور طلب اشہاد یون ہوتی ہے کہ اپنے طلب مواثبہ کے گواہ کرے تاکہ وجوب طلب علی الفور متاکد ہو جاوے اور ایسا اشہاد صحت طلب کے واسطے شرط نہیں ہے لیکن حق شفعہ میں توثق ہو جاتا ہے چنانچہ مشتری نے طلب شفعہ سے انکار کیا اور کہا کہ تو نے بیع سے آگاہ ہونے پر فوراً شفعہ نہیں طلب کیا بلکہ طلب کو ترک کر کے تو مجلس سے کھڑا ہو گیا تھا اور شفیع کہتا ہے کہ میں نے طلب کیا تھا تو قول اس صورت میں مشتری کا مقبول ہو گا پس مضبوطی کے واسطے وقت طلب شفعہ کے گواہ کر لینا ضرور ہے اور طلب اشہاد جب ہی صحیح ہوتی ہے کہ مشتری یا بائع یا بیت کے حضور میں ہو پس انہیں میں سے کسی کے حضور کی حالت میں شفیع یون کہے کہ فلان شخص نے یہ اسباب اسکے (؟) ذکر کر دیوے خریدا ہے اور میں اُسکا شفیع ہون اور میں اُسکا شفعہ طلب کر چکا ہون اور اسوقت بھی طلب کرتا ہون تم لوگ اسپر شاہد رہو یہ مطلب الاشہاد ضروری ہے جبکہ شفیع اشہاد کا قابو پاوے پس جب سے ان تین میں سے کسی کے سامنے اشہاد کا قابو پا کر طلب اشہاد نکیا تو مشتری کی ذات سے ضرر دور کرنیکے واسطے اُسکا شفعہ باطل ہو گا پس اگر شفیع ان تین میں سے نزدیک کو چھوڑ کر جو دور ہے اُسکی طرف گیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر میں ہون تو استحساناً اُسکا حق شفعہ باطل نہو گا اور اگر وہ جو دور ہے دوسرے شہر میں ہو یا اسی شہر کے کسی گاؤن میں ہو تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ مصر واحد اپنے نواحی و اماکن کے ساتھ مثل مکان واحد قرار دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اگر یہ تینون ایک ہی مکان حقیقی میں موجود ہون مگر شفیع نے اقرب کو چھوڑ کر ابعد سے طلب کیا تو جائز ہے پس ایسے ہی اس صورت میں بھی جائز ہے لیکن اگر باوجود اقرب کی طرف پہونچ جانیکے پھر بعید کی طرف چلا گیا تو ایسی صورت میں اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر ہنوز مشتری نے مبیع پر قبضہ نکیا ہو تو شفیع کو اختیار ہو گا خواہ بائع کے حضور میں طلب اشہاد کرے یا مبیع کے حضور میں اور اگر مبیع مشتری کے قبضہ میں ہو تو شیخ کرخی رحمہ نے نوادر میں ذکر کیا کہ بائع پر اشہاد صحیح نہیں ہے لیکن امام محمد رحمہ نے جامع کبیر میں تصریح فرمایا کہ بائع پر بعد تسلیم مبیع کے استحساناً اشہاد صحیح ہے قیاساً یہ محیط سرخسی میں ہے اور طلب مواثبہ کرنے کے بعد پھر طلب اشہاد کا بھی محتاج ہو گا کہ طلب مواثبہ کے وقت اُس سے طلب اشہاد ممکن نہو سکے مثلاً اُسنے بائع و مشتری و دار مبیعہ کی غیبت میں بیع کا حال سنا پھر اگر اُسنے ان تینون کے سامنے بیع کو سنکر طلب مواثبہ کے ساتھ گواہ کر لیے تو یہ کافی ہے اور دونون طلب اسکے قائم مقام ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور طلب تملیک یہ ہے کہ قاضی کے سامنے اس غرض سے مرافعہ کرے کہ اسکے نام شفعہ کی ڈگری کرے اور اگر اُسنے اس خصومت کو ترک کیا پس اگر اُسنے مثل مرض و حبس وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے ترک کی اور توکیل اُس سے نہو سکی تو اُسکا حق شفعہ باطل نہو گا اور اگر اُسنے بلا عذر خصومت ترک کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اور دو روایتون میں سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسکا شفعہ باطل

نہوگا کذا فی محیط السرخسی اور یہی ظاہر المذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الہدایہ اور امام محمد رح و زفر رح سے اور ایک روایت میں امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر اُسنے اشہاد کر لیا اور ایک مہینہ تک بلا عذر خصومت ترک کر دی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا مگر فتویٰ امام اعظم و امام ابو یوسف کے قول پر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور طلب التملیک کی یہ صورت ہے کہ شفیع قاضی سے یوں کہے کہ فلان شخص نے ایک دار خریدا ہے پھر اُس دار کا محلہ اور حدود بیان کردے اور میں اُسکا شفیع ہوں بوجہ اپنے ایک دار کے پھر اُسکے حدود بیان کردے پس آپ حکم فرما دیں کہ وہ مجھے سپرد کر دے پھر بعد اس طلب التملیک کے بھی شفیع کو دار مشفوعہ میں ملک حاصل نہیں ہوتی ہے جبتک کہ قاضی حکم نہ دے یا مشتری اس دار کو اُسکے سپرد نکر دے حتّے کہ اگر بعد اس طلب کے قبل حکم قاضی یا قبل تسلیم مشتری کے کوئی دار اس دار مبیعہ کے پہلو میں فروخت کیا گیا پھر قاضی نے اُسکے واسطے حکم دیا یا مشتری نے اُسکو وہ دار سپرد کر دیا تو شفیع کو دوسرے دار مبیعہ میں حق شفعہ حاصل نہوگا اور اسی طرح اگر حکم قاضی یا تسلیم مشتری سے پہلے شفیع نے اپنا دار فروخت کر دیا یا خود مر گیا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اسکو امام خصاف رح نے اپنے ادب القاضی میں ذکر فرمایا ہے اور شفیع کو اختیار ہے کہ اُسوقت تک بحق شفعہ لینے سے انکار کرے اگرچہ مشتری اُسکو دیتا رہے جبتک کہ قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری نکردے یہ محیط میں ہے۔ اور جب شفیع نے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا تو قاضی اُسکے دعوے کی سماعت نکریگا جبتک کہ خصم حاضر نہو پس اگر وہ دار بائع کے قبضہ میں ہو تو سماعت دعوی کے واسطے بائع و مشتری دونوں کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ شفیع ملکیت و قبضہ دونوں کے واسطے حکم طلب کرتا ہے اور اس صورت میں ملکیت تو مشتری کی اور قبضہ بائع کا ہے پس دونوں کی موجودگی شرط ہوئی اور اگر وہ دار مشتری کے قبضہ میں ہو تو فقط مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر شفیع غائب ہو تو بعد آگاہ ہونے کے اُسکو اسقدر مہلت دیجائیگی کہ چلکر طلب اشہاد کرلے پس اگر وہ یا اُسکا وکیل حاضر ہوا تو خیر ورنہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا پھر اگر وہ حاضر ہوا پھر غائب ہو گیا اور اُسنے طلب اشہاد کر لی ہے تو وہ اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک تاخیر طلب التملیک سے اُسکا شفعہ باطل ہی نہیں ہوتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہوتا ہے مگر بسبب عذر کے نہیں باطل ہوتا ہے اور اس صورت میں بسبب عذر کے طلب التملیک میں تاخیر واقع ہوئی ہے اور اگر مشتری ایسے شہر میں ظاہر ہوا جہان دار مبیعہ نہیں واقع ہے تو وہان شفیع پر طلب واجب نہوگی بلکہ وہیں واجب ہوگی جہان دار مبیعہ واقع ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر شفیع کو راہ مکہ میں بیع کا حال معلوم ہوا پس اُسنے طلب مواثبہ کر لی مگر طلب اشہاد سے خود عاجز رہا تو کوئی وکیل کر دے جو اُسکے واسطے شفعہ طلب کرے پس اگر اُسنے کیا اور چلا گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے ایسا شخص نہ پایا جسکو وکیل کرے مگر اُسکو ایک پیک دستیاب ہو تو اُسکے ہاتھ ایک خط لکھ بھیجے اور اُسمیں وکیل کردے پس اگر اُسنے ایسا نہ کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے وکیل یا پیک نہ پایا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہانتک کہ پیک کو پاوے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص کا شفعہ قاضی پر ہے تو چاہیے کہ قاضی کو سلطان کے پاس لیجاوے جسکی طرف سے یہ قاضی متولی قضا ہے اور اگر سلطان پر ہے۔ اور قاضی نے اُسکے حاضر کرنے سے انکار کیا تو وہ شخص اپنی شفعہ پر باقی رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ شفیع کو اگر رات میں بیع کا علم ہوا اور وہ نکلکر اشہاد پر قادر نہوا پس اگر صبح ہوتے ہی اُسنے اشہاد کر لیا تو صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اور امام محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وہ وقت ایسا ہو کہ لوگ اُسوقت تک اپنی حاجات کے واسطے

نکلتے ہون تو نکلکر طلب کریگا یہ حاوی مین ہی۔ فتاوے مین ہی کہ اگر یہودی نے سنیچر کو بیع کا حال سُنا مگر شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی شفیع بالجوار نے اگر اس خوف سے قاضی سے شفعہ طلب نکیا کہ وہ قاضی شفعہ بالجوار کو جائز نہین جانتا ہی پس اگر مین طلب کرون تو باطل کر دیگا پس طلب نکیا تو یہ شخص اپنی شفعہ پر رہیگا اسواسطے کہ یہ عذر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر باغیون مین سے ایک شخص نے دوسرے سے جو اُنکے لشکر مین ہی ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع اہل حق کے لشکر مین ہی پس اگر شفیع کو یہ قدرت نہین کہ خود اُنکے لشکر مین جاوے یا کوئی وکیل بھیجے تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اور طلب الاشہاد کا ترک کرنا اُسکے حق مین مضر نہوگا اور اگر شفیع کو قدرت تھی کہ خود اُنکے لشکر مین جاوے یا کوئی وکیل بھیجے مگر اُسنے طلب اشہاد نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ محیط مین ہی شفیع اگر خارجیون یا باغیون کے لشکر مین ہو اور اُسنے خوف کیا کہ اگر مین اہل عدل کے لشکر مین جاؤن تو مجھے قتل کرینگے پس اُسنے طلب الاشہاد نکی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ قادر ہی کہ بغاوت چھوڑکر اہل عدل کے لشکر مین جاوے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شفیع کو چند روز سے بیع کا حال معلوم ہوا ہی پھر اسکے بعد دونون نے طلب مین اختلاف کیا پس شفیع نے کہا کہ جب سے مجھے معلوم ہوا ابھی سے مین نے طلب کیا ہی اور مشتری نے کہا تو نے نہین طلب کیا ہی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور شفیع پر واجب ہوگا کہ گواہ لاوے اور اگر شفیع نے کہا کہ مجھے ابھی وقت معلوم ہوا ہی اور مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مشتری نے کہا کہ تجھے پہلے سے معلوم ہوا ہی اور تو نے طلب نہین کیا تو قول شفیع کا قبول ہوگا۔ اور شیخ زاہد امام عبد الواحد شیبانی سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب شفیع کو خریدکا حال معلوم ہوا اور اُسنے مواثبۃ شفعہ طلب کر لیا تو اُسکا حق ثابت ہوگا لیکن اسکے بعد اگر وہ کہتا ہی کہ مین نے فلان وقت سے بیع کو جانکر شفعہ طلب کر لیا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی اور اگر کہتا ہو کہ مین نے اسیوقت بیع کا حال معلوم کیا ہی تو جھوٹا ہوگا پس اس بات مین حیلہ یہ ہی کہ کسی شخص سے کہے کہ تو مجھے خرید کی خبر دے پھر کہے کہ اسوقت مجھے خبر دیگئی تو اسنے قول مین سچا ہوگا اگرچہ اس سے پہلے بھی خبر پا چکا ہی اور محمد بن مقاتل نے اپنی نوادر مین ذکر کیا کہ اگر شفیع نے مشتری سے وقت متقدم مین شفعہ طلب کیا ہو مگر اُسکو اس بات کا خوف ہی کہ اگر مین ایسا اقرار کرتا ہون تو گواہون کی ضرورت پڑیگی پس اُسنے یون کہا کہ (الساعۃ علمت وانا اطلب الشفعۃ) تو اُسکو ایسا کہنے کی اور ایسی قسم کھا جانیکی گنجایش ہوگی اور اپنی قسم مین استثنا کرے یہ محیط مین ہی۔ پھر اگر قاضی سے مشتری نے یہ درخواست کی کہ شفیع سے قسم لیوے کہ واللہ لستُ جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت بدون تاخیر کے شفعہ بطلب صحیح طلب کیا تو قاضی اس سے اسطور سے قسم لیگا پھر اگر مشتری نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ شفیع نے ایک زمانہ سے بیع کا حال جانا مگر شفعہ طلب نہین کیا اور شفیع نے گواہ پیش کیے کہ مین نے جسوقت بیع کا حال جانا اُسیوقت شفعہ طلب کیا ہی تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور قاضی اُسکے واسطے شفعہ کی ڈگری کریگا یہ امام اعظم کا مذہب ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے گواہ مقبول ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر مشتری نے شفیع کے بیع کا حال سننے کے وقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو مشتری سے اُسکے علم پر قسم لیجاویگی اور اگر مشتری سے ملاقات کرنے کے وقت شفعہ طلب کرنے سے انکار کیا تو اُس سے قطعی قسم لیجاویگی یہ ملتقط مین ہی۔ اگر شفیع قاضی کے پاس آیا اور مشتری پر خرید دار کا دعوی کیا اور قاضی سے اپنے واسطے شفعہ کی درخواست کی تو قاضی مدعا علیہ کیطرف توجہ کرنے سے پہلے مدعی کیطرف متوجہ ہو کر موضع دار یعنے شہر و محلہ و حدود دار دریافت کریگا اسواسطے کہ اُسنے اس دار مین حق کا دعوی کیا ہی پس ضرور اُسکا متعین ہونا چاہیے کیونکہ دعوی مجہول کا صحیح نہین ہی پس ایسا ہو گیا کہ

گویا اُسنے رقبہ دار کا دعوی کیا پھر جب اُسنے یہ سب بیان کیا تو اس سے دریافت کریگا کہ آیا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا یا نہین کیونکہ اگر مشتری نے قبضہ نکیا ہو تو شفیع کا دعوی فقط مشتری پر صحیح نہین ہی یہانتک کہ بائع حاضر ہوے پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کیا تو اُس سے سبب شفعہ اور مشفوع بہا کے حدود دریافت کریگا اسواسطے کہ سبب مین لوگ مختلف ہوتے ہین پس احتمال ہی کہ اُسنے سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کیا ہو یا کسی دوسرے کی وجہ سے یہ مدعی حق شفعہ سے محجوب ہو پھر جب اُسنے سبب صالح بیان کیا اور دوسرے کی وجہ سے محجوب نہ نکلا تو اُس سے دریافت کریگا کہ تجھکو کب بیع کا علم ہوا اور وقت علم کے تو نے کیا کیا اسواسطے کہ شفعہ بسبب طول زمان اور بسبب اعراض کے یا جو امر اعراض پر دلالت کرے پائے جانے سے باطل ہو جاتا ہی پس اسکا حال کھلجانا ضرور ہی پھر جب اُسنے یہ بھی بیان کرلیا تو اُس سے دریافت کریگا کہ اُسنے کیونکر طلب اشہاد کی اور کس کو گواہ کیا ہی اور آیا جسکے حضور مین گواہ کیے وہ دوسرے سے اقرب تھا یا نہ تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہی پھر جب اُسنے یہ سب بیان کرلیا اور شرائط طلب مین کچھ خلل نہ پایا گیا تو اُسکا دعوی تمام ہو گیا پھر مدعا علیہ کیطرف متوجہ ہو کر اُس سے دریافت کریگا کہ جس دار کی وجہ سے مدعی نے استحقاق شفعہ ہی وہ شفیع کی ملک ہی یا نہین اگرچہ یہ دار شفیع کے قبضہ مین ہو جو بظاہر ملکیت پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ ملک ظاہر استحقاق شفعہ کے واسطے کافی نہین ہی پس ضرور ہی کہ استحقاق شفعہ کے واسطے اُسکی ملکیت بحجت ثابت ہو پس اس بات کو دریافت کریگا پھر اگر مدعا علیہ نے ملک مدعی ہونے سے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اسکے گواہ پیش کرے کہ یہ دار تیری ملک ہی پس اگر مدعی ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز ہوا اور اُسنے مدعا علیہ کی قسم طلب کی تو قاضی مشتری سے قسم لیگا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ یہ مدعی اُس دار کا مالک ہی جسکی وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی اسلیئے کہ مدعی نے اسپر ایسے حق کا دعوی کیا ہی کہ اگر اسکا اقرار کرلے تو اُسکے ذمہ لازم ہو جاے مگر چونکہ دوسرے کے قبضہ مین ہی اسواسطے اُس سے علم پر قسم لیجاویگی اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی کذا فی التبیین اور اسی پر فتوے ہی کذا فی السراج الوہاج پس اگر مشتری نے قسم سے نکول کیا یا شفیع کے گواہ قائم ہو گئے یا مشتری نے خود ہی ایسا اقرار کرلیا تو اس دار کیوجہ سے شفیع حق شفعہ کا دعوی کرتا ہی اسمین شفیع کی ملک ثابت ہو گئی اور سبب بھی ثابت ہو گیا پھر قاضی اسکے بعد مدعا علیہ سے دریافت کریگا کہ کیا تو نے خریدا ہی یا نہین پھر اگر اُسنے خرید سے انکار کیا تو شفیع کو حکم دیگا کہ تو گواہ قائم کر کہ اُسنے خریدا ہی پھر اگر شفیع ایسے گواہ قائم کرنے سے عاجز رہا اور اُسنے مشتری کی قسم طلب کی تو قاضی اُس سے قسم لیگا کہ واللہ مین نے نہین خریدا ہی یا واللہ مجھپر اس شخص کا اس دار مین استحقاق شفعہ جس وجہ سے اُسنے ذکر کیا ہی نہین رکھتا ہی پس یہ تحلیف علی الحاصل ہوا اور یہ امام اعظم و امام محمد کا قول ہی اور اول تحلیف علی السبب ہی اور وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہی پس اگر اُسنے قسم سے نکول کیا یا اقرار کرلیا یا شفیع کے گواہ قائم ہو گئے تو قاضی شفعہ کی ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ حق بحجت ظاہر ہو گیا تبیین مین لکھا ہی کہ ادب القاضی مین گواہی ادا کرنیکی کیفیت اس طرح بیان فرمائی کہ گواہون کو یون گواہی دینی چاہیے کہ یہ دار جو دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہی وہ اس شفیع کی اس دار (یعنے دار مشفوعہ) خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہی اور وہ آج تک اسی کی ملک ہی ہم نہین جانتے ہین کہ اسکی ملک سے نکلا ہو اور اگر گواہون نے کہا کہ یہ دار اس جار کا ہی تو کافی نہین ہی اور اگر یون گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلان شخص سے خریدا ہی اور وہ شفیع کے قبضہ مین ہی یا فلان شخص نے یہ دار اسکو ہبہ کیا ہی تو یہ کافی ہی پس اگر شفیع نے مشتری سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو اسکو ایسا اختیار حاصل ہی یہ ذخیرہ و محیط مین ہی یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ

سے یہ روایت ہو کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے ہاتھ مین رہا اور جب تک وہ مرا ہو اُسیکے قبضہ مین تھا تو مدعی کے نام دار کی ڈگری کیجائیگی پھر اگر اُسکے پہلو مین کوئی دار فروخت کیا گیا تو یہ شخص شفعہ کا مستحق نہوگا یہان تک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے ایک دار ایک شخص کے قبضہ مین ہو اُسنے اقرار کیا کہ فلان شخص کا ہے پھر اُسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا پس مقر لہ نے شفعہ طلب کیا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا یہان تک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو خصاف رحمہ نے استحقاق شفعہ کے واسطے ذکر کیا کہ بائع نے اگر ایک شخص کے واسطے ایک حصہ دار کا اقرار کیا پھر باقی دار اُسکے ہاتھ فروخت کر دیا تو اُسکا جار مستحق شفعہ ہوگا اور شیخ ابو بکر خوارزمی رحمہ اس مسئلہ مین شیخ خصاف رحمہ کی خطا بیان کرتے تھے اور خود یون فتویٰ دیتے تھے کہ جار کو حق شفعہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ شرکت سواے اقرار بائع کے کسی طرح ثابت نہین ہوئی ہو یہ ذخیرہ مین ہو دو شخصون نے ایک نیستان اپنے باپ سے میراث پایا اور دونون مین سے ایک وارث مین کو میراث کا علم نہوا اور اُسنے یہ جانا کہ میرا اُسمین حصہ نہین ہو پھر اس نیستان کے پہلو مین دوسرا نیستان فروخت کیا گیا پس اُسنے شفعہ بھی طلب نکیا پھر جب اُسکو معلوم ہوا کہ اُسمین میرا حصہ ہو تو اُسنے نیستان مبیعہ مین شفعہ طلب کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا حق شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ شفعہ تو ایسا ہو جسکی شرط یہ ہو کہ بیع کا حال معلوم ہونے کے وقت طلب مواثبہ پائی جاوے پھر جب اُسنے طلب نکیا تو اُسکا حق شفعہ باقی نرہیگا اور جہالت اُسکے عذر نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔

چوتھا باب شفیع کے کل یا بعض مبیع کے استحقاق کے بیان مین

ایک شخص نے پانچ منزلین ایک ہی شخص سے ایک ہی صفقہ مین ایک کو جدا نا جدا مین خریدین پس شفیع نے چاہا کہ ایک منزل لے لے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شفیع نے لیستہ کی شرکت کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہو تو بعض کو نہین لے سکتا ہو اسواسطے کہ اسمین بلا ضرورت تفریق صفقہ لازم آتی ہو اور اگر اُسنے بحکم جوار شفعہ طلب کیا اور اُسکا جوار صرف اسی منزل سے ہو جسکو طلب کرتا ہو تو اُسکو اس ایک منزل کے لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر شفیع نے چاہا کہ بعض مبیع کو شفعہ مین لے اور بعض کو نہ لے پس اگر بعض مبیع بعض سے ممتاز نہو مثلاً مشتری نے ایک دار خریدا اور شفیع نے بعض دار سواے بعض کے یا وہ جانب جو دروازہ سے متصل ہو سواے باقی کے لینا چاہا تو ہمارے صاحب کے نزدیک بلا خلاف اُسکو ایسا اختیار نہوگا گر چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے اسلیے کہ اگر اُسنے کچھ لیا اور کچھ نہ لیا تو مشتری کے حق مین تفریق صفقہ ہوجائیگی خواہ ایک مشتری نے ایک ہی سے خریدا ہو یا ایک سے دو سے خریدا ہو یا زیادہ سے حتے کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دو بائع مین سے ایک کا حصہ لے لے تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو یہ اختیار نہوگا خواہ مشتری نے دار مذکور پر قبضہ کر لیا ہو یا نکیا ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر دو شخصون نے ایک شخص سے ایک دار خریدا تو بالاجماع شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے لے خواہ قبضہ سے پہلے یا اُسکے بعد یہی ظاہر الروایۃ ہو اسواسطے کہ صفقہ ابتداء سے متفرق ہوا ہو پس بعض کا لینا تفریق صفقہ نہوگی اور برابر ہو چاہے ہر واحد کے واسطے نصف ثمن علیحدہ بیان کیا ہو یا سب کے واسطے ایک ہی ثمن بیان کیا ہو اور دونون صورتون مین برابر ہے چاہے مشتری اپنی ذات کیواسطے عاقد ہو یا کسی غیر کیواسطے حتی کہ اگر دو شخصون نے ساتھ ہی ایک شخص کو خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دو آدمیون سے دار خریدا پھر شفیع آیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ دونون بائعون مین سے ایک کا

سلہ دار بیچنے والا ایک ہو اور دو یا زیادہ خریدار ہون ۱۲
سلہ یعنی پانچون منزلین بعض بعض سے متصل ہون یا جدا جدا ہون ۱۲
سلہ یعنی یہ اپنا شفعہ طلب کر لے یا شفعہ بیچ مین نہ لے بلکہ چھوڑ دے ۱۲

حصہ شفعہ مین لے لے اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وکیل کیا اور دونون نے ایک شخص سے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ ایک وکیل نے جسقدر خریدا ہے اُسکو لے لے اسی طرح اگر وکیل دس آدمی ہون اور اُنھون نے ایک شخص کے واسطے دار خریدا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے ایک سے لے لے یا دو سے یا تین سے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس باب مین ہم مشتری کیطرف دیکھتے ہین اور جسکے واسطے خریدا ہے اُسکی طرف نہین دیکھتے ہین اور یہ نظر صحیح ہے۔ اور اگر بعض مبیع بعض سے متمائز ہو مثلاً دو دار ایک ہی صفقہ مین خریدے اور شفیع نے چاہا کہ ایک دار سواے دوسرے کے لے لے پس اگر شفیع ان دونون کا شفیع ہو تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے دونون لے لے یا دونون چھوڑدے اور یہ ہمارے اصحاب ثلثہ رحمہم اللہ کا قول ہے خواہ یہ دونون دار متلاصق ہون یا متفرق ہون ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون اور اگر شفیع دونون مین سے ایک کا شفیع ہو دوسرے کا شفیع نہو اور بیع ایک ہی صفقہ مین واقع ہوئی پس آیا شفیع کو یہ اختیار ہے کہ کل کو شفعہ مین لے لے سو امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہے فقط اُسیقدر جو حصہ رسد لے سکتا ہے جسکا وہ جار ہے اسی طرح اگر دو دار متلاصق ہون اور اُنمین سے ایک کا ایک شخص بسبب جوار کے شفیع ہو تو امام محمد رح سے بھی مروی ہے کہ اُسکو شفعہ فقط اُسیقدر مین مل سکتا ہے جسکا وہ جار ہے اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس مسئلہ مین فرمایا ہے کہ اگر چند قراح مثلاً متفرقہ ہین اور اُنمین سے ایک قراح ایک شخص کی زمین سے متصل ہے اور ان قراحون کے درمیان ندر استہ ہے اور نہ ہر ایک کا پینا ہے تو فرمایا کہ جار کو فقط اُسی قراح کا حق شفعہ ملیگا جو اُسکی زمین سے متصل ہے اسی طرح گانون کے مسئلہ مین کہ ایک گانون مع اپنے گھرون و زمین کے فروخت کیا گیا تو ہر شفیع کو یہی اختیار ہوگا کہ فقط جو قراح اُس سے متصل ہے اُسی کو لے لے۔ اور حسن بن زیاد رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ شفیع کو اختیار ہوگا کہ سب کو شفعہ مین لے لے شیخ کرخی رح نے فرمایا کہ حسن بن زیاد رح کی روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کا قول مثل قول امام محمد رح کے تھا پھر انھون نے اس سے رجوع کرکے دونون کو مثل دار واحد کے قرار دیا کذا فی البدائع

پانچوان باب حکم بالشفعہ اور شفعہ مین خصومت کرنے کے بیان مین۔

دعوے کے وقت شفیع پر ثمن حاضر کرنا لازم نہین ہے بلکہ اسکو اپنی طرف سے خصومت کرنا جائز ہے اگرچہ اُسنے مجلس قاضی مین ثمن حاضر نکیا ہو پھر جب قاضی نے اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کردی تو ثمن حاضر کراسکتا ہے اور یہ روایت کتاب الاصل کی ہے اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ جب تک ثمن حاضر نکرے تب تک قاضی اُسکے نام شفعہ کی ڈگری نکریگا اور اگر قبل احضار ثمن کے قاضی نے ڈگری کردی تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ جب تک اپنا ثمن نہ لے لے تب تک عقار اُسکو دینے سے روک رکھے اور ایسا حکم قضا امام محمد رح کے نزدیک بھی جو سے نافذ ہو جائیگا کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے۔ اور اگر قاضی کے اس کہنے کے بعد کہ مشتری کو ثمن دیدے شفیع نے ثمن دینے مین تاخیر کی تو حکم بالشفعہ بالاجماع باطل نہوگا یہ تبیین مین ہے۔ پس اگر شفیع نے دار مشفوعہ مشتری سے لیا اور اُسکو ثمن دیا تو اُسکا عہدہ اور ضمان مال مشتری پر ہوگا۔ اور اگر بائع سے لیکر اُسکو ثمن دیا تو ہمارے نزدیک اُسکا عہدہ و ضمان مال بائع پر ہوگا۔ اور ابو سلیمان رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر مشتری نے بائع کو دار کا ثمن دیدیا اور دار پر قبضہ نکیا ہو یہانتک کہ قاضی نے دونون کے حضور مین شفیع کے واسطے شفعہ کی ڈگری کردی تو شفیع اُس دار کو بائع سے اپنے قبضہ مین لیکر مشتری کو ثمن ادا کریگا

اور اُسکا عہدہ مشتری پر ہوگا اور اگر مشتری نے ہنوز ثمن نہ دیا ہو تو شفیع ثمن بائع کو دیگا اور اُسکا عہدہ بائع پر
ہوگا پھر اگر شفیع نے اس صورت مین دار مین عیب پایا اور بحکم قاضی بائع یا مشتری کو واپس دیا پھر مشتری نے
چاہا کہ اُسکو اپنی خرید سابق پر لے لے یا بائع نے چاہا کہ اُسی خرید کے حکم سے مشتری کو واپس دے تو مشتری کو اختیار
ہوگا چاہے لے لے یا چھوڑ دے اور اگر شفیع نے مشتری سے دار مشفوعہ لیکر چاہا کہ مشتری پر سند کے واسطے ایک
نوشتہ لکھے تاکہ شفیع کے واسطے مشتری پر مضبوطی رہے تو اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور نوشتہ مین یون بیان تحریر کرے کہ
اوّلاً مشتری نے اُسکو خریدا پھر یہ اپنی شفعہ مین لینے کا حال بترتیب لکھے اور شفیع وہ نوشتہ جو مشتری نے اپنے بائع پر
لکھا ہے لے لے اور اگر مشتری نے وہ نوشتہ دینے سے انکار کیا تو اُسکو اختیار ہے لیکن شفیع کو اپنی ذات کے واسطے احتیاطاً چاہیے
پس ایک قوم کو اس بات پر گواہ کرے کہ مشتری نے یہ دار شفیع کو بحق شفعہ سپرد کیا ہے اور اگر شفیع نے دار مذکور بائع سے
لیا ہو تو جیسا نوشتہ مشتری سے لینے مین تحریر کرنا بیان کیا گیا ویسا ہی بائع پر تحریر کرے اور اس نوشتہ مین یہ تحریر
کرے کہ مشتری نے یہ اقرار کیا کہ جو کچھ اس نوشتہ مین لکھا ہے مین نے تسلیم کیا اور اجازت دی اور اقرار کیا کہ میرا اس
دار یا اسکے ثمن مین کچھ حق نہین ہے یا طلب نہین ہے اور اگر چاہے تو نوشتہ دونون پر بدین مضمون تحریر کرے کہ دار مذکور
بحق شفعہ شفیع کو سپرد کیا اور بائع نے مشتری کی رضامندی سے ثمن پر قبضہ کیا اور بائع پر ضمان الدرک کا ضامن
ہوا یہ مبسوط مین ہے اگر قاضی نے شفیع کے واسطے بحق شفعہ دینے کا حکم دیا یا مشتری نے خود سپرد کر دیا یا تو ان
دونون مین بیع کے احکام ثابت ہونگے یعنی خیار رویت و خیار عیب اور وقت استحقاق کے ثمن واپس لینا لیکن
شفیع تاوان نقصان واپس نہین لے سکتا ہے مثلاً اگر اُسنے دار مشفوعہ مین عمارت بنائی پھر وہ دار استحقاق ثابت کرکے
لے لیا گیا اور شفیع کو حکم دیا گیا کہ اپنی عمارت توڑ لے تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ جس سے اسنے دار لیا ہے اُس سے اپنا
ثمن واپس لے اور مشہور روایت کے موافق یہ اختیار نہوگا کہ عمارت کی قیمت واپس لے مگر امام ابو یوسف سے
ایک روایت ہے کہ قیمت عمارت بھی لے سکتا ہے اور مشتری ایسی صورت مین تاوان غرور واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین
ہے اور اگر خریدا ادھار پر مثلاً ایک سال کے ادھار پر پس شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا اور چاہا کہ اسی مدت کے وعدہ
پر ادھار لے لے تو بدون رضامندی خود مشتری کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر یا خود رضامند نہوا تو قاضی شفیع سے لیگا
کہ یا تو فی الحال ثمن نقد دیدے یا صبر کریہان تک کہ میعاد آجاوے پس اگر شفیع نے فی الحال ثمن نقد ادا کیا اور یہ ثمن بائع
سے حاصل ہوا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہو جائیگا اور اگر فی الحال ثمن نقد ادا کیا اور یہ مشتری سے قبضہ
حاصل کیا تو مشتری کے حق مین ادائے ثمن کی میعاد بحالہ باقی رہیگی حتے کہ بائع کو قبل میعاد آنے کے ولایت
مطالبہ مشتری سے حاصل نہوگی اور اگر شفیع نے صبر کیا یہان تک کہ میعاد آگئی تو شفیع اپنے حق شفعہ پر ہوگا اور یہ
سب اُس وقت ہے کہ اُدھار کی میعاد معلوم ہو اور اگر میعاد ادائے ثمن مجہول ہو جیسے کھیتی کاٹنا و روندی جانا وغیرہ
اسکے اشباہ اور شفیع نے کہا کہ مین فی الحال ثمن دیکر مبیع لیے لیتا ہون تو اُسکو اختیار نہوگا یہ محیط و ذخیرہ و فتاوے
عتابیہ مین ہے اور اگر کسی میعاد فاسد کے اُدھار پر خریدا پھر مشتری نے ثمن فی الحال دیدیا تو بیع جائز ہو جائیگی اور شفعہ
ثابت ہوگا اسی طرح اگر ایسی زمین فروخت کی گئی جسمین مزارع کی کھیتی موجود ہے تو بیع کے وقت شفعہ طلب کرے
اور بحکم مین خیار ہو یا ورا ادھار بمیعاد عطار کی صورت مین ہر دو حکم اُسکا فی الحال شفعہ مین لینا جائز ہے

اور اگر فی الحال طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ شافعی المذہب نے اگر بسبب جوار کے شفعہ طلب کیا تو قاضی اُس سے دریافت کریگا آیا تو شفعہ بالجوار کا قائل ہے یا نہیں پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کر دیگا ورنہ نہین یہ سراجیہ مین ہے۔ زید نے عمرو سے ایک دار ہزار درم کو خرید کر پھر دوسرے کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کر کے سپرد کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے بیع اول پر دار لینا چاہا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جسکے قبضہ مین موجود ہے اُس سے لیکر اُسکو ہزار درم دیگا اور پھر اُس سے کہا جائیگا کہ اپنے بائع سے جسنے تیرے ہاتھ فروخت کیا ہے باقی ہزار درم لے لے اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ اگر شفیع ایسے وقت حاضر ہو کہ مشتری اُس دار کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر چکا ہے اور غائب ہو گیا ہے اور شفیع نے اُسکو بیع اول پر لینا چاہا تو شفیع اور دوسرے مشتری کے درمیان خصومت قائم نہوگی پس حاصل یہ نکلا کہ اگر شفیع نے دار کو بیع اول پر لینا چاہا تو امام اعظم رح کے نزدیک مشتری اول کا حاضر ہونا شرط ہے۔ اور یہی قول امام محمد کا ہے اور امام ابو یوسف کے قول مین مشتری اول کا حاضر ہونا شرط نہین ہے اور اگر شفیع نے بیع ثانی پر لینا چاہا تو مشتری اول کا حاضر ہونا بلا خلاف شرط نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ پھر اگر شفیع نے کہا کہ اگر مین تین روز تک ثمن نہ لاؤن تو مین شفعہ سے بری ہون پھر وہ اس مدت تک ثمن نہ لایا تو امام محمد رح سے ابن رستم رح نے روایت کی کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ نہین باطل ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر شفیع نے دینار حاضر کیے حالانکہ ثمن درم ہین یا علی العکس تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر شفیع ہونے کی حالت خصومت مین مشتری نے درخواست کی کہ فلان وقت تک خصومت ملتوی کرے اور شفیع نے اسکو قبول کر لیا تو ایسا ہی رہیگا اور منتقی مین بروایت بشر رح کے امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ شفیع کا یہ قول کہ میرا کچھ حق فلان شخص کے پاس نہین ہے شفعہ سے بریت ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہے پس ایک مدعی نے آکر اس قابض پر دعوی کیا کہ اسنے یہ دار فلان شخص سے خریدا ہے اور مین اسکا شفیع ہون اور اسپر گواہ قائم کر دیے اور قابض نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہے تو قاضی مدعی کے نام شفعہ کی ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ قابض بسبب دعوی فعل کے یعنے اُسنے خریدا ہے خصم قرار دیا گیا ہے اور اگر مدعی نے قابض پر خرید کا دعوے نکیا بلکہ یہ دعوی کسی اور ہی شخص پر کیا تو قابض پر ڈگری نہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ یہ مدعی قابض سے یون کہے کہ فلان شخص یعنے غیر قابض نے یہ دار فلان بائع سے اسقدر داموں کو خریدا اور ثمن ادا کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور اس دعوے کے گواہ قائم کر دیے اور قابض نے اس امر کے گواہ دیے کہ فلان شخص نے میرے پاس یہ دار ودیعت رکھا ہے تو ان دونون مین خصومت نہوگی یہانتک کہ غائب حاضر ہووے اسواسطے کہ قابض اس صورت مین بوجہ ظاہری قبضہ کے خصم ٹھہرایا گیا ہے نہ بسبب دعوی فعل کے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے کھرے درمون سے ایک دار خریدا مگر زیوف یا نبہرہ ادا کیے تو شفیع اس دار کو کھرے درمون کے عوض لے سکتا ہے کذا فی السراجیہ اور اگر بائع جید درہم کے بدلے زیوف لینے پر راضی ہو گیا ہے تو بھی مشتری کو اختیار ہوگا کہ شفیع سے کھرے درم لے لے یہ مضمرات مین ہے

چھٹا باب۔ اس بیان مین کہ ایک دار فروخت کیا جاوے اور اسکے چند شفیع جمع ہون

جاننا چاہئے کہ اگر چند شفیع جمع ہوں تو قبل استیفاء حقوق و قضا سے قاضی کے ہر ایک کا حق پورے دار میں ثابت
ہوگا حتّے کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہوں اور ایک شفیع نے لینے سے اور حکم قضا سے پہلے اپنا حق شفعہ مشتری کو دیدیا
تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ کل دار کو لے لے اور بعد استیفاء و بعد قضا کے ہر ایک کا حق بقدر حصے جتنے کا دوسرے
کے واسطے حکم ہو گیا ہے معدوم ہو جاتا ہے حتّے کہ اگر ایک دار کے دو شفیع ہوں اور قاضی نے دونوں کے واسطے
آدھے آدھے دار کے حق شفعہ کا حکم دیدیا پھر ایک شفیع نے اپنا حق شفعہ نصف دیدیا تو دوسرے کو پورے دار کے
لینے کا اختیار نہوگا اور اگر بعض کا حق شفعہ بنسبت بعض کے اقوی ہو اور قاضی نے حقدار اقوی کے نام شفعہ کا حکم
دیا تو حق ضعیف باطل ہو جائیگا حتّے کہ اگر دو شفیع ایک شریک و دوسرا جار جمع ہوئے اور شریک نے قبل حکم قاضی کے
حق شفعہ مشتری کو دیدیا تو جار کو اختیار ہوگا کہ کل دار اپنے حق شفعہ میں لے لے اور اگر قاضی نے شفیع شریک کے نام
شفعہ دار کی ڈگری کر دی پھر شریک نے شفعہ سپرد کیا تو پھر جار کو شفعہ ملیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر دو شفیع میں سے ایک
غائب ہو تو حاضر کو اختیار ہوگا کہ پورا دار شفعہ میں لے لے اور اگر اُسنے نصف لینا چاہا اور مشتری اسپر راضی ہو گیا
تو اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ میں تجھے فقط آدھے کے سوا نہ دونگا تو اُسکو کل لے لینے کا
اختیار ہوگا کذا فی المبسوط۔ اور اگر حاضر نے غائب کے پیٹھ پیچھے کہا کہ میں آدھا یا تہائی لونگا اور یہ قدر اُسکے حق
کی مقدار ہے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن چاہے تو کل لے لے یا سب چھوڑ دے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر قاضی
نے شفیع حاضر کے واسطے پورے دار کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع حاضر ہوا اور اسکے واسطے نصف کا حکم دیا پھر تیسرا شفیع
حاضر ہوا اُسکے واسطے یہ حکم دیا کہ دونوں میں سے ہر ایک کے مقبوضہ سے ایک تہائی لے لے تاکہ دونوں میں
سے ہر ایک کے برابر ہو جاوے پھر جس شفیع کے واسطے پہلے پورے دار کا حکم دیا تھا اُسنے دوسرے سے کہا کہ
میں تجھے پورا دار دیتا ہوں سو تو سب لے لے یا سب چھوڑ دے تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا اور دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اپنا نصف لے لے یہ بدائع میں
ہے۔ اور اگر چند شفیعوں میں سے ایک شخص نے پہلے حاضر ہو کر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی اُسکے واسطے پورے دار کا
حکم دیدیگا پھر اگر دوسرے شفیع نے حاضر ہو کر اپنا شفعہ ثابت کیا تو قاضی نظر فرماویگا اگر دوسرا شفیع مثل اول کے
ہوگا تو قاضی اُسکے واسطے نصف دار کے شفعہ کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اول سے اولی ہوگا مثلاً اول جار ہو اور دوسرا
خلیط ہو تو قاضی شفیع اول کا شفعہ باطل کر کے پورے دار کا دوسرے کے واسطے حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع
اول سے ادون ہو تو اُسکے نام کچھ ڈگری نکریگا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک لیسے شخص نے ایک دار خریدا
جو اُسکا شریک ہے پھر اُسکے مثل دوسرا شفیع آیا تو قاضی اُسکے نام نصف دار کا حکم دیگا اور اگر دوسرا شفیع اس سے
اولی آیا تو قاضی اُسکے نام پورے دار کی ڈگری کریگا اور اگر دوسرا شفیع اس سے ادون آیا تو اسکو کچھ شفعہ نہ ملیگا
یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر حاضر کے نام پورے دار کی ڈگری ہو گئی اور اُسنے دار میں عیب پا کر واپس
کر دیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو بیع اول پر سوائے نصف دار کے زیادہ لینے کا اختیار نہوگا خواہ یہ رد
بالعیب بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی ہو اور خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا قبضہ کے بعد ہو اور اگر غائب نے یوں حاضر
ہو کر یہ چاہا کہ شفیع حاضر کے واپس کرنے کی وجہ سے میں پورا دار شفعہ میں لوں بیع اول کو چھوڑ دوں تو دیکھا جائیگا
کہ اگر یہ رد بالعیب بغیر حکم قاضی ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہوگا اسواسطے کہ جو رد بغیر حکم قاضی ہو وہ بیع مطلق ہے پس شفعہ کے حق میں

جدید قرار دیجائیگی پس پورا دار شفعہ مین لے سکتا ہی جیسے کہ ابتدائی بیع مین لے سکتا ہی ایسا ہی امام محمد رح نے
جواب کو مطلقاً ذکر فرمایا ہی ان دو صورتون کی کہ اگر رد بالعیب قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد ہو کچھ تفصیل نفرمائی
اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب مطلق اُس صورت پر محمول ہی کہ جب رد بالعیب قبضہ کے بعد ہوا ہو اسواسطے
کہ قبضہ سے پہلے بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی واپس کرنا بیع جدید ہی لیکن امام محمد رح کے اصل پر عقار کی بیع قبضہ سے پہلے
جائز نہین ہی ہان یہ جواب مطلق امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کی اصل کے موافق ٹھیک ہی اور بعضے مشائخ نے
فرمایا کہ یہ جواب مطلق سب ائمہ کے موافق ٹھیک ہی اور اگر رد بالعیب بحکم قاضی ہو تو لے نہین سکتا ہی اسواسطے
کہ ایسی واپسی فسخ مطلق اور سرے سے عقد بیع کا اس طرح دور کر دینا ہی کہ گویا تھا ہی نہین اور حق شفعہ لینا بیع کے
ساتھ مختص ہوتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کے کسی عیب پر قبل اسکے کہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو مطلع ہو کر
حق شفعہ مشتری کو دیدیا پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کل دار لے لے یا چھوڑ دے اور اگر شفیع حاضر
نے دار مشفوعہ کو بسبب عیب کے بعد ازانکہ اُسکے نام شفعہ کی ڈگری ہو گئی ہی واپس کر دیا پھر دو شفیع حاضر ہوئے تو
دونون اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے سکتے ہین اور دو شفیع دیتین ہونے کی صورت مین حکم یکسان ہی
یعنی حق غائب مین سے بقدر حصہ حاضر کے ساقط ہو جاتا ہی اور اگر شفیع حاضر نے دار مشفوعہ کو مشتری سے
خریدا ہو پھر شفیع غائب حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہی چاہے پورے دار کو پہلی بیع پر لے لے یا پورے کو دوسری
بیع پر لے لے اور اگر مشتری اول دار خرید کردہ کا شفیع ہوا اور اُس سے شفیع حاضر نے خرید لیا پھر شفیع غائب
حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے نصف دار کو پہلی بیع پر لے لے اسواسطے کہ مشتری اول کو حق خرید اپنے خریدنے
سے پہلے حاصل نہین ہوا تھا تا کہ اپنے خرید کرنے کی وجہ سے اُس سے اعراض کرنیوالا قرار دیا جاوے پس جب
دار کو شفیع حاضر کے ہاتھ فروخت کیا تو غائب کیواسطے فقط اُسی قدر حق حاصل ہوگا جسقدر مشتری اول کی مزاحمت
کے ساتھ اُسکے حصہ مین آوے اور یہ نصف ہی اسلیے کہ بیع اول کے وقت سبب شفعہ ہر ایک کیواسطے پورے دار کے
شفعہ کا موجب ہوا پھر شفیع حاضر کا حق بسبب اُسکے خریدنے کے باطل ہو گیا کیونکہ خریدنا دلیل اعراض ہی پس
مشتری اول و شفیع غائب کا حق پورے دار مین باقی رہگیا سو وہ دونون مین تقسیم کیا جائیگا پس بیع اول پر
شفیع غائب نصف دار لے سکتا ہی۔ اور اگر چاہے تو پورے دار کو دوسری بیع پر لے لے اسواسطے کہ سبب شفعہ دوسرے
عقد کے وقت شفیع کے واسطے موجب حق شفعہ ہوا پھر شفیع حاضر کا حق پہلے عقد کے وقت باطل ہو گیا اور دوسری بیع
پر اُسکے اقدام کرنے سے بدینوجہ کہ خرید کرنا دلیل اعراض ہی متعلق نہوا پس غائب کو اختیار حاصل ہو جائیگا کہ دوسرے
عقد پر پورے دار کو لے لے اور اگر مشتری اول کوئی اجنبی ہو کہ اُسنے دار کو ہزار درم مین خرید کر کسی اجنبی کے
ہاتھ دو ہزار کو فروخت کیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے بیع اول پر لے یا بیع ثانی پر کیونکہ سبب
و شرط استحقاق دونون بیع مین سے ہر ایک بیع کے انعقاد کے وقت موجود ہی پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو دا
کا ثمن مشتری اول کو دے اور عہدہ بیع مشتری اول پر ہوگا اور دوسری بیع ٹوٹ جاویگی اور دوسرا مشتری
اپنا ثمن پہلے مشتری سے واپس کر لیگا۔ اور اگر اُسنے بیع ثانی پر لیا تو دونون بیع تمام ہو جاوینگی اور عہدہ مشتری
ثانی پر ہوگا مگر اتنی بات ہی کہ اگر شفیع نے دوسرے مشتری کو پایا اور دار ہنوز اُسکے قبضہ مین ہی تو اُسکو اختیار نہی

کہ دوسری بیع پر دار مذکور کو لے لے خواہ مشتری اول حاضر ہو یا نہو اور اگر پہلی بیع پر لینا چاہا تو اسکو ایسا اختیار ہوگا
یہانتک کہ دونوں مشتری حاضر ہوں ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مختصر الطحاوی میں ذکر فرمایا اور کچھ
اختلاف نہیں بیان کیا اور امام کرخی رحمہ نے ذکر کیا کہ یہ امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کا قول ہے اور اگر مشتری نے دار مذکور میں
سے نصف فروخت کیا پورا نہیں فروخت کیا پھر شفیع آیا اور اُسنے کہا کہ پورا دار بیع اول پر لے لے تو پورا دار لے سکتا
ہے اور نصف دار کی دوسری بیع جو اول نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا ہے باطل ہو جائیگی اور اگر اُسنے چاہا کہ دوسری
بیع پر نصف دار لے لے تو اسکو اختیار ہے اور اگر مشتری نے وہ دار فروخت نکیا بلکہ کسی شخص کو ہبہ کیا یا کسی کو صدقہ میں دیا
اور موہوب لہ یا متصدق علیہ نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور مشتری و موہوب لہ دونوں حاضر ہیں تو شفیع
اسکو عقد بیع پر لیگا نہ عقد ہبہ پر اور مشتری کا حاضر ہونا ضرور ہے کہ اگر شفیع آیا اور اُسنے فقط موہوب لہ کو پایا تو اُسکے ساتھ
کچھ خصومت نہیں کر سکتا ہے جبتک کہ مشتری کو نپاوے پھر مشتری کو پا کر اُس سے عقد بیع پر لے لیگا اور اُسکا ثمن مشتری کو
دیگا اور ہبہ باطل ہو جائیگا ایسا ہی قاضی امام اسبیجابی نے بلا ذکر خلاف بیان کیا ہے اور اگر مشتری نے نصف دار تقسیم کر کے
ہبہ کر کے سپرد کیا اور موہوب لہ نے اسپر قبضہ کر لیا پھر شفیع حاضر ہوا اور اُسنے باقی نصف شفعہ میں آدھے ثمن کے عوض لینا
چاہا تو اسکو یہ اختیار ہوگا لیکن اگر چاہے تو کل کو پورے داموں کے عوض لے لے یا سب چھوڑ دے اور (اگر اُسنے
کل لے لیا تو) ہبہ باطل ہو جائیگا اور اُسکا ثمن موہوب لہ کو نہ دیگا بلکہ مشتری کو دیگا یہ بدائع میں ہے ایک شخص نے ایسا
دار خریدا کہ دو شخص شفیع ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے پھر حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے اُسکے نام
شفعہ کا حکم دیدیا پھر دوسرا شفیع آیا تو وہ اپنا حق شفعہ جسکے نام قاضی نے حکم دیدیا ہے طلب کریگا نہ مشتری
سے اور یہ اس صورت میں ہے کہ شفیع حاضر نے پورا دار شفعہ میں طلب کیا ہو اور اگر اُسنے دونوں میں سے فقط نصف کا مستحق ہونا
نصف طلب کیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر دونوں حاضر ہوں اور ہر ایک نے نصف کو شفعہ میں طلب کیا
تو دونوں کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ جب ہر ایک نے کل کا شفعہ طلب نکیا تو جس نصف کا شفعہ طلب نہیں کیا ہے
اُس سے اسکا حق شفعہ باطل ہو گیا پس جب نصف میں سے باطل ہوا تو کل سے بھی باطل ہو گیا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے

ساتواں باب مشتری کا جو شفیع سے انکار کرے اور اُسکے متعلقات کے بیان میں

اجناس میں گواہی ادا کرنے کی کیفیت یوں بیان فرمائی ہے کہ گواہوں کو اس طرح گواہی دینا چاہئے کہ یہ دار
جو اس دار مبیعہ کے جوار میں واقع ہے مشتری کے اس دار مبیعہ کے خریدنے سے پہلے سے اس شفیع کی ملک ہے اور اس
وقت تک اسی کی ملک ہے ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ اسکی ملک سے خارج ہوا ہو اور اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ دار اس
جار کا ہے تو کافی نہیں ہے اور اگر دو گواہوں نے اس طرح گواہی دی کہ شفیع نے یہ دار فلاں شخص سے خریدا تھا اور یہ
اُسکے قبضہ میں ہے یا اسکو اُسنے ہبہ کیا تھا (القبضۃ انہدم) تو یہ کافی ہے اور اگر شفیع نے مشتری سے اس بات پر قسم لینی
چاہی تو اسکو یہ اختیار ہے یہ محیط و ذخیرہ میں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک دار کا دعوی
کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ دار اس مدعی کے باپ کے قبضہ میں تھا وہ مر گیا درحالیکہ یہ دار اُسی کے قبضہ میں تھا تو مدعی
کے نام اس دار کی ڈگری کر دیجائیگی پھر اگر اسکے پہلو میں دوسرا دار فروخت کیا گیا تو مدعی مذکور اسکے شفعہ کا مستحق ہوگا
یہانتک کہ اپنی ملک کے گواہ قائم کرے ایک دار ایک شخص کے قبضہ میں ہے اُسنے اقرار کیا کہ یہ دار فلاں شخص کا ہے

پھر اسکے پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اور مقر لہ نے شفعہ طلب کیا تو نہ ملیگا یہان تک کہ اس بات کے گواہ قائم کرے کہ یہ دار میرا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکا ایک شفیع ہی اُسنے اقرار کیا کہ میرا دار اسکی وجہ سے استحقاق شفعہ ہی فلان شخص کا ہی پس اگر اُسنے شفعہ سے سکوت کیا تھا اور ہنوز شفعہ طلب کیا تھا تو مقر لہ کو شفعہ نہ ملیگا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کیا ہو تو مقر لہ کو شفعہ ملیگا یہ محیط مین ہی۔ اور شیخ خصاف رحمہ نے اسقاط شفعہ کیواسطے یہ حیلہ ذکر کیا کہ اگر بائع نے ایک حصہ دار کا مشتری کے واسطے اقرار کر دیا پھر اُسکے ہاتھ باقی دار فروخت کیا تو جار شفیع مستحق شفعہ نہوگا اور شیخ ابو بکر خوارزمی اس مسئلہ مین شیخ خصاف رحمہ کا تخطیہ کرتے تھے اور خود جار کے واسطے شفعہ واجب ہونے کا فتویٰ دیتے تھے واللہ اعلم کذا فی الذخیرہ

آٹھوان باب شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے دار مشفوعہ مین مشتری کے تصرف کرنے کے بیان مین

اگر مشتری نے زمین خریدہ کردہ مین عمارت بنائی یا پیڑ لگائے یا کھیتی بوئی پھر شفیع حاضر ہوا تو شفیع کے نام شفعہ کی ڈگری کر دیجائیگی اور مشتری پر جبر کیا جائیگا کہ عمارت کو توڑ کر یا پودے اُکھاڑ کر زمین خالی شفیع کے سپرد کرے لیکن اگر توڑنے و اُکھاڑنے مین زمین کے حق مین ضرر ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے زمین کو بعوض ثمن کے لیکر عمارت و پودون کو ٹوٹی ہوئی اور اُکھڑے ہوے کے حساب سے قیمت لگا کر لے لے یا چاہے تو مشتری کو اُسکے منہدم کرنے و اُکھاڑ لینے پر مجبور کرے اور یہ حکم ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور زراعت کی صورت مین اگر ہر گاہ مشتری نے زمین مین زراعت کر لی پھر شفیع حاضر ہوا تو مشتری اُسکے اُکھاڑ لینے پر مجبور نہ کیا جائیگا بلکہ کھیتی کے پکنے تک انتظار کرے پھر اُسکے نام شفعہ کی ڈگری کیجائیگی پس زمین کو پورے ثمن مین لے لیگا کذا فی البدائع پھر جب وہ زمین مشتری کے پاس چھوڑی گئی تو بلا اجرت چھوڑی جائیگی اور اسی قسم کا ایک مسئلہ فتاویٰ ابواللیث مین ہی اسکی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک زمین مزارعت پر لی اور اُسمین کھیتی بوئی پھر جب کھیتی ساگ ہوئی تو مزارع نے وہ زمین مع حصہ زراعت مالک زمین کے خرید لی پھر شفیع آیا تو اُسکو زمین اور زراعت مین شفعہ ملیگا لیکن جب تک کھیتی تیار نہو جاوے تب تک زمین نہین لے سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ جامع الفتاویٰ مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے زمین خرید کر اُسمین کھیتی بوئی اور کھیتی سے زمین کو نقصان پہونچا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکا ثمن اور زمین کی ناقص حالت کی قیمت پر اور جس روز خریدی ہی اُس روز کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے پس جسقدر ثمن قیمت نقصان کے پڑتے مین پڑے اُسقدر کو لے لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکو طرح طرح کے رنگ سے رنگا تو شفیع کو اختیار ہی چاہے اُس دار کو لیکر جسقدر رنگ سے زیادتی ہوئی ہی دیدے یا ترک کر دے یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اسکی عمارت منہدم کر دی یا کسی اجنبی نے منہدم کر دی یا خود منہدم ہوگئی پھر شفیع آیا تو اُسکا ثمن بنی ہوئی عمارت کی قیمت اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جاوے سو جسقدر زمین کے پڑتے مین آوے اُسقدر کو شفیع لے لیگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ عمارت منہدم ہوا و منقوص یعنے ٹوٹن بحالہ باقی ہو لیکن جب بفعل مشتری یا بفعل اجنبی منہدم ہووے تو بنی ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہوگا اور جب خود منہدم ہوئی ہے تو گری ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم ہوگا اسلیے کہ گرا دینے کی وجہ سے گرانے والے کی ضمان مین داخل ہوگی پس اُسکی قیمت اس وصف پر معتبر ہوگی جس وصف پر اُسکے ضمان مین داخل ہی اور خود دگر جانے سے کسی کی ضمان مین داخل نہین پس اُسکی

قیمت اُسی حالت پر اعتبار کیجائیگی جسپر وہ گری ہوئی موجود ہے حتے کہ اگر زمین کی قیمت پانچ سو درم اور عمارت کی قیمت پانچ سو درم ہو پھر وہ عمارت گر گئی اور ٹوٹن باقی ہے مگر اب اسکی قیمت تین سو درم ہے تو ثمن قیمت زمین پانچ سو درم اور قیمت منقوض تین سو درم پر آٹھ حصے ہوکر تقسیم ہوگا پس شفیع اس زمین کو پانچ آٹھویں ثمن میں سے لیگا اور اگر عمارت جل گئی یا اُسکو سیل بہا لیگئی اور ٹوٹن میں سے کچھ نہ رہا تو شفیع زمین کو پورے ثمن میں لیگا اسواسطے کہ مشتری کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہگئی جسکا کچھ ثمن ہو۔ اور اگر مشتری نے عمارت کو گرایا بدون زمین کے اُسکو کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بیع کو توڑ کر سب کو پورے ثمن میں لے لے یہ محیط میں ہے اگر مشتری نے عمارت کو توڑ ڈالا تو شفیع سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے خالی زمین کو بعوض اُسکے حصہ زمین کے لے لے یا چھوڑ دے اور اُسکو یہ اختیار ہوگا کہ ٹوٹن کو لے لے۔ اگر کسی اجنبی نے عمارت کو گرایا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسیطرح اگر خود گر گئی ہو اور ٹوٹن ضائع ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ حق شفعہ اس سے ساقط ہوگیا ہے حالانکہ وہ عین قائم ہے اور یہ نہیں جائز ہے کہ مشتری کو مفت دیدی جاوے اسیطرح اگر مشتری نے دار کا دروازہ اُکھاڑ کر فروخت کر دیا تو شفیع کے ذمہ سے بقدر اُسکے حصہ کے ساقط ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا جسمیں سے آدھا غرقاب ہوکر مثل فرات کے ہوگیا کہ اُسمین اسطرح پانی ہوجاتا تھا کہ اسکا روک نہیں ہوسکتا تھا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ چاہے باقی کو بعوض اُسکے حصہ ثمن کے لے لے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا کہ اُسکی عمارت کسی شخص کو ہبہ کر دی یا اُسکو مہر ٹھہراکر اُسپر کسی عورت سے نکاح کیا اور وہ منہدم ہوئی تو شفیع کو اس عمارت منقوضہ لینے کی کوئی راہ نہوگی ولیکن زمین کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض سے لیگا اور اگر منہدم نہوئی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مشتری کا تصرف باطل کرکے پورے دار کو پورے ثمن میں لے لے یہ مبسوط میں ہے اگر زمین جسمیں کوئی نخل یا شجر پھل لگا ہوا ہے خریدی اور بیع میں شرط کرلی کہ یہ پھل میرے ہونگے پھر شفیع آیا اور اُسوقت تک یہ پھل قائم ہے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ سب بیع لے لے اور یہ حکم باستحسان ہے اور اگر شفیع ایسے وقت آیا کہ بائع یا مشتری یا کسی آدمی ان پھلوں کو توڑ چکا ہے تو پھلوں میں شفعہ نہوگا لیکن اگر چاہے تو زمین و درخت کو بعوض اُسکے حصہ ثمن کے لے لے اور پھلوں کا حصہ نکالنے کے واسطے یہ کیا جائیگا کہ ثمن کو زمین و درخت وپھل کی روز عقد کی قیمت (اور زمین و درخت کے روز بیع کی قیمت) پر تقسیم کرینگے پس جسقدر پھلوں کے پڑتے میں پڑے وہ شفیع کے ذمہ سے ساقط کرکے اُس سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے زمین و درخت کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض لے لے پس اگر شفیع نے ان دونوں کو لے لیا اور اُسکے پھل بائع کے پاس ہے تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ پھل مشتری کو لینے لازم ہونگے اور مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ اُنکو واپس کر دے۔ اور اگر پھل قائم ہوں پھر مشتری نے اُنپر قبضہ کرکے کھا لیے یا فروخت کر دیے یا کسی اور وجہ سے اُسکے پاس تلف ہوگئے اور شفیع نے مبیع کو لینا چاہا تو اُسکے ذمہ سے پھلوں کا حصہ ثمن ساقط کر دیا جائیگا۔ اور اگر بیع ایسے وقت واقع ہوئی کہ درخت میں پھل نہ تھے پھر مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس اُنمین پھل آئے پھر شفیع آیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ زمین و درخت وپھل سب لے لے اور یہ اختیار نہوگا کہ بعض لے اور بعض نہ لے اور شفیع پر پورا ثمن واجب ہوگا اور اگر ان پھلوں کو بائع یا مشتری یا کسی اجنبی نے توڑ لیا اور وہ بائع کے پاس یا مشتری کے پاس موجود

زمین تو شفیع کو یہ اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو زمین و درخت کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض سے لے اور اگر یہ پھل بدون
کسی شخص کے فعل کے تلف ہوئے مثلاً جل گئے یا کسی اور آفت پہونچنے سے جاتے رہے اور انہین سے اسقدر رہے
کہ جنکی کچھ قیمت ہے تو شفیع کو اختیار ہوگا چاہے مبیع کو پورے ثمن مین لے لے یا ترک کر دے اور اگر بائع یا مشتری
نے ان پھلون کو توڑ لیا پھر اسکے بعد بدون کسی کے فعل کے تلف ہوئے مثلاً پانی کی بہیا آئی اور وہ بہہ گئے یا آگ
لگی اور جل گئے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ بھی پہلی صورت کی مثل ہے اسواسطے کہ یہ پھل
مشتری کے ہو چکے تھے اور انہین شفعہ نہ تھا پس مین اسکا خیال نہین کرتا ہون کہ یہ مشتری کے فعل سے تلف
ہوئے یا بغیر فعل مشتری تلف ہوئے کیونکہ یہ پھل جب جدا ہو گئے تو حق شفیع ساقط ہو گیا پس گویا یہ پھل در اصل
ہی جدا تھے۔ اور اگر مشتری نے زمین و درخت پر قبضہ کر لیا اور اسوقت تک انہین پھل نہ تھے پھر مشتری کے پاس
انمین پھل آئے پھر شفیع آیا اور اسوقت تک پھل درخت مین لگے تھے تو اسکو اختیار ہوگا کہ درخت و زمین و
پھل سب بعوض اسیقدر ثمن کے جسپر بیع واقع ہوئی تھی لے لے اور ثمن مین کچھ زیادتی نکیجائیگی اور اگر ایسی
صورت ہین کہ مشتری کے قبضہ مین درخت مین پھل آگئے ہین مشتری نے انکو توڑ لیا پھر شفیع آیا اور یہ پھل مشتری
کے پاس موجود تھے پھر مشتری نے انکو کھا لیا یا فروخت کرکے اپنے پاس سے تلف کر دیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ
چاہے زمین و درخت کو پورے ثمن مین لے لے اور اسکو پھلون کی طرف کوئی راہ نہو گی یہ سراج الوہاج
مین ہے۔ اگر دار خریدکردہ مین مشتری نے شفیع کے لینے سے پہلے اس طرح تصرف کیا کہ اسکو ہبہ یا صدقہ کرکے
سپرد کر دیا یا کرایہ پر دیدیا یا اسکو مسجد قرار دیا اور اسمین نماز پڑھی گئی یا پورے طرح سے اسکو وقف کر دیا یا اسکو
مقبرہ کر دیا اور اسمین مردہ دفن کیا گیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اسکو لے لے اور مشتری کا تصرف توڑ دے یہ فتاویٰ قاضیخان
کی شرح جامع صغیر مین ہے اور جاننا چاہیئے کہ دار مشفوعہ مین مشتری کا تصرف اسوقت تک صحیح رہیگا جب تک
شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم نہو اور مشتری کو اختیار ہے کہ اسکو فروخت کرے یا کرایہ پر دیدے اور ثمن و کرایہ اسکو
حلال ہوگا اور اسکو یہ بھی اختیار ہے کہ دار مشفوعہ کی عمارت گرا دے یا اسکے مثل کوئی تصرف کرے لیکن شفیع کو
استحقاق حاصل ہوگا کہ اسکے سب تصرفات توڑ دے سوائے قبضہ کے یا جو امر قبضہ کو پورا کرتا ہو آیا تو نہین دیکھتا
ہے کہ اگر شفیع نے چاہا کہ دار مشفوعہ سے مشتری کا قبضہ اس غرض سے توڑ دے کہ یہ دار پھر اپنے بائع کے قبضہ
مین چلا جاوے اور شفیع اس سے لے لیوے تو شفیع ایسا نہین کر سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مشتری نے
نصف دار غیر مقسوم خریدا تو شفیع اسقدر حصہ مشتری جو بعد قسمت کے اسکو حاصل ہوگا لے لیگا اور شفیع کو یہ
اختیار نہوگا کہ اس تقسیم کو توڑ دے (کیونکہ تقسیم قبضہ کو پورا کرتی ہے) خواہ یہ تقسیم قاضی کیطرف سے ہو یا تراضی
طرفین ہو بخلاف اسکے اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نے دار مشترکہ مین سے اپنا حصہ فروخت
کیا اور مشتری نے دوسرے شریک کے ساتھ حصہ بانٹ کر لیا تو شفیع کو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہوگا
کیونکہ جسنے مقاسمہ کر لیا ہے اسکی طرف سے عقد بیع واقع نہین ہوا تھا تو یہ تقسیم متمم قبضہ نہو گی۔ پھر جس صورت
مین کہ شفیع کو تقسیم مشتری توڑ دینے کا اختیار نہو تو جس جانب سے مشتری کے حصہ مین پڑے وہی شفیع کو لیگا
الا یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے اور اطلاق کتاب اسی پر دال ہے۔ یہ تبیین مین ہے۔ دو شخصون نے

ایک دار خریدا اور وہ دونوں اس دار کے شفیع بھی تھے اور سوائے ان دونوں کے ایک تیسرا شخص بھی
اسکا شفیع ہے پھر دونوں نے اسکو باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شخص آیا تو اسکو اختیار ہوگا کہ ان دونوں کی تقسیم توڑ دے
خواہ دونوں نے بقضاء قاضی تقسیم کر لیا ہو یا باہمی رضامندی سے بانٹ لیا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے
ایک زمین سو درم کو خریدی اور زمین سے مٹی نکالکر سو درم کو فروخت کر لی پھر شفیع آیا اور اُسنے شفعہ طلب کیا تو
شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ شفیع اس زمین کو نصف ثمن یعنی پچاس درم میں لیگا اور ثمن یعنی سو درم زمین
کی اس قیمت پر جو مٹی دور کرنے سے پہلے تھی اور اس مٹی کی قیمت پر جو دور کی گئی ہے تقسیم کیا جائیگا پھر شفیع کے
ذمہ سے جسقدر مٹی کی قیمت کے پڑتے میں پڑے ساقط کیا جائیگا اور قاضی شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ شفیع کے
ذمہ سے نصف ثمن اور مٹی کا حصہ ساقط نہ کیا جائیگا۔ پھر اگر مٹی نکلوانے کے بعد شفیع کے حاضر ہونے سے پہلے مشتری
نے اس زمین کو پاٹ کر جیسی تھی ویسے ہی کر دی پھر شفیع آیا تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ مشتری کو
حکم دیا جائیگا کہ جو کچھ تو نے پاٹا ہے دور کر دے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص نے اپنا نصف دار
دوسرے کے ہاتھ جو شفیع نہیں ہے فروخت کرکے بقضاء قاضی اسکا حصہ بانٹ کر دیا پھر شفیع آیا اور حال یہ ہے کہ
مشتری اور دار شفیع کے درمیان بائع کا حصہ واقع ہے تو اس سے شفیع کا حق شفعہ باطل ہو جائیگا پھر اگر تقسیم کے
بعد بائع نے اپنا حصہ شفیع کے شفعہ طلب کرنے سے پہلے فروخت کیا پھر شفیع نے شفعہ طلب کیا تو دیکھا
جائیگا کہ اگر قاضی نے پہلے شفعہ خریدنے کے واسطے حکم دیا تو اسکا شفعہ شفیع و مشتری کے درمیان برابر نصفا نصف
کر دیگا اسواسطے کہ مشتری بھی مثل شفیع کے حصہ بائع کا جار ہوگیا ہے تو جار ہونے میں دونوں برابر ہیں اور اگر
قاضی نے پہلے شفعہ اول کا حکم دیا تو شفیع کے نام دوسرے شفعہ کا بھی حکم دیگا اسلئے کہ اس صورت میں کوئی
ملک مشتری کی باقی نہیں رہی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ منتقی میں مذکور ہے کہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار ایک ہزار درم میں
خریدا پھر اسکو دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر شفیع دوسری بیع سے آگاہ ہوا پہلی بیع سے آگاہ نہ ہوا اور اُسنے
خصومت کرکے یہ دار اپنے حق شفعہ میں دوسری بیع پر بحکم حاکم یا بغیر حکم حاکم لیا پھر اسکو پہلی بیع کا حال معلوم
ہوا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے لینے کو توڑ دے اور بیع اول میں اسکا حق شفعہ باطل ہوگیا اسی طرح اگر اسکے
مالک نے اسکو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پھر بائع و مشتری نے باہم بیع کا مناقضہ کر لیا اور مشتری نے وہ
دار بائع کو واپس دیدیا پھر شفیع نے بائع سے دو ہزار درم کو خریدا اور اسکو پہلی بیع کا حال معلوم نہ ہوا
پھر معلوم ہوا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنی خرید کو توڑ دے [illegible] اور اگر مشتری نے ہزار درم کے
عوض خرید کر بائع سے بیع کا مناقضہ کر لیا پھر بائع نے دو ہزار درم کے عوض خریدا پھر شفیع نے بعوض دو ہزار
درم کے شفعہ میں لیا اور اسکو پہلی بیع کا حال معلوم نہ ہوا پھر معلوم ہوا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے لینے کو توڑ دے
خواہ بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر مشتری نے ایک ہزار درم کو دار خریدا پھر ثمن
میں ایک ہزار درم بڑھا دیے پس شفیع کو دو ہزار درم مقدار ثمن معلوم ہوئی اور ایک ہزار درم معلوم نہ ہوئی پس
اگر شفیع نے بحکم قاضی دو ہزار درم دیکر لیا ہے تو زیادتی باطل ہوگی اور شفیع پر فقط ایک ہزار درم واجب ہونگے
اور اگر باہمی رضامندی سے لیا تو ایسا لینا بمنزلہ از سر نو خریدنے کے قرار دیا جائیگا پس اسکا حق شفعہ باقی رہیگا

یہ مبسوط سرخسی مین ہی۔ اگر مشتری نے دار خرید کر کے اپنے مرتے وقت کسی شخص کے واسطے اسکے دینے کی وصیت کردی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ وصیت کو توڑ کر مشتری کے وارثون سے حق شفعہ مین لے لے اور اُسکا عہدہ وارثون پر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک گانون خریدا اور اُسمین گھر و درخت و خرما کے درخت ہین پھر مشتری نے گھرون و درختون کو فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے بعضے درخت کاٹے اور بعضے گھر منہدم کر دئیے پھر شفیع آیا تو شفیع کو زمین اور بغیر کٹے ہوے درخت اور بغیر ڈھائے ہوے گھر مل سکتے ہین اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کٹے ہوئے درخت لے لے اور شفیع کے ذمہ سے کٹے ہوئے درختون اور ڈھائے ہوے گھرون کا حصہ ثمن ساقط ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خرید کر اُسکی عمارت گرا کر پھر اس عمارت سے زیادہ انفع عمارت بنائی تو شفیع ایسے دار کو شفعہ مین لے سکتا ہی اور ہمارے نزدیک اُسکا ثمن زمین کی قیمت اور اُس عمارت کی قیمت پر جو دار مذکور مین خرید کے روز موجود تھی تقسیم کیا جائیگا اور شفیع کے ذمہ سے عمارت کا حصہ ثمن ساقط کیا جائیگا اسواسطے کہ عمارت کو مشتری نے خود گرایا ہی پھر مشتری اپنی ساختہ عمارت کو توڑ لیگا یہ مبسوط مین ہی۔

نوان باب

اُن امور کے بیان مین جنسے حق شفعہ بعد ثابت ہونے کے باطل ہو جاتا اور جنسے باطل نہین ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ جن امور سے حق شفعہ بعد ثابت ہولنے کے باطل ہو جاتا ہی اُنکی دو قسمین ہین ایک اختیاری دوسری ضروری پھر اختیاری کی دو قسمین ایک صریح یا جو صریح کے قائم مقام ہو اور دوسری دلالت (یعنے بدلالت ساقط ہو) پس صریح کی یہ صورت ہی کہ مثلاً شفیع یون کہے کہ مین نے اپنا حق شفعہ باطل کر دیا یا مین نے حق شفعہ ساقط کر دیا یا مین نے تجھے شفعہ سے بری کر دیا یا مین نے شفعہ تجھے دیدیا یا اسکے مثل دوسرے الفاظ کہے مگر ضرور ہی کہ اُسنے ایسے الفاظ بیع واقع ہونے کے بعد کہے ہون خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو کیونکہ صریحاً اپنا حق ساقط کرنے مین جاننا و نجاننا دونون یکسان ہین بخلاف دوسری قسم دلالت کے کہ بطریق دلالت اگر شفیع نے اپنا حق ساقط کیا تو جب تک بیع کا حال جاننے کے بعد ساقط نکرے تب تک ساقط نہوگا اور دلالت کی یہ تفسیر ہی کہ شفیع کی طرف سے کوئی ایسا فعل پایا جاوے جو مشتری کے واسطے عقد بیع و اُسکے حکم کی رضامندی پر دلالت کرتا ہو مثلاً شفیع کو مشتری کے خریدنے کا علم ہوا اگر اُسنے بلا عذر فی الفور شفعہ طلب نکیا یا اُس مجلس سے جسمین آگاہ ہوا ہی اُٹھ کھڑا ہوا یا طلب شفعہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کام مین مشغول ہو گیا علی اختلاف الروایتین اسی طرح اگر شفیع نے مشتری سے اس دار مشفوعہ کا مول کیا یا اس سے درخواست کی کہ مجھے بطور بیع تولیہ دیدے یا مشتری سے اس مبیع کو اجارہ پر لینا یا مزارعت یا معاملت پر لینا چاہا اور یہ سب امور شفیع کیطرف سے مشتری کے خریدنے کا حال معلوم کرنے کے بعد واقع ہوے تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی اور اگر شفیع نے مشتری سے درخواست کی کہ اس مبیع کو میرے پاس ودیعت رکھدے یا میرے واسطے اسکی وصیت کر دے یا مجھے صدقہ مین دیدے تو یہ امور بھی حق شفعہ دیدینے مین شمار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر مشتری نے کہا کہ (اتانا و لیکہا ہکذا) پس شفیع نے جواب دیا کہ ہان تو یہ بھی تسلیم شفعہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور قسم ضروری کی یہ مثال ہی کہ مثلاً شفیع دو طرح کی طلب کے بعد شفعہ مین لے لینے سے پہلے مر جاوے تو ہمارے نزدیک یہ حکم ہی کہ اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا مگر مشتری کے مر جانے سے شفیع کا حق باطل نہوگا اور شفیع کو اختیار رہیگا کہ مشتری

کے وارث سے لے لے یہ بدائع میں ہے۔ عقد بیع سے پہلے شفعہ کا دیدینا صحیح نہیں ہے اور بعد بیع کے صحیح ہے خواہ
شفیع کو اپنا حق شفعہ واجب ہونا معلوم ہو یا نہ معلوم ہوا ور جس شخص کو ساقط کرکے دیدیا ہے اُسکو معلوم ہوا ہو یا نہ معلوم
ہوا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ میں نے اس دار کی عمارت میں اسقدر خرچ کیا ہے اور میں بعوض
اس خرچہ اور ان داموں کے تجھے تولیہ دیتا ہوں پس شفیع نے جواب دیا کہ ہاں تو یہ امر شفیع کی طرف سے تسلیم شفعہ ہے
یہ مبسوط میں ہے کتاب الصلح کے دسویں باب میں شفعہ دیدینے کے مسائل ذکر فرمائے اور فرمایا کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ
کو بحق شفعہ لے لیا تو پھر شفعہ دیدینا صحیح نہیں ہے اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو آپس باہمی قبضہ سے پہلے شفعہ دیدینا صحیح
نہیں ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اگر ہبہ بشرط عوض میں شفیع نے واہب و موہوب لہ کے باہمی قبضہ کے بعد شفعہ دیدیا
پھر دونوں نے اقرار کیا کہ یہ عقد ہبہ نہ تھا بلکہ عقد بعوض ہے اس پر بیع واقع ہوئی تھی تو شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا
اور اگر ہبہ بغیر عوض میں شفیع نے شفعہ دیدیا ہو پھر دونوں نے اقرار کیا کہ یہ بشرط عوض تھا یا عقد بیع تھا تو شفیع کو حق
شفعہ حاصل ہوگا۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک دار بشرط ہزار درم عوض کے ہبہ کیا پھر ہبہ و عوض میں
سے فقط ایک پر قبضہ ہوا اور ہنوز دوسرے پر قبضہ نہوا تھا کہ شفیع نے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ باطل ہے پھر جب
دوسرے عوض پر قبضہ واقع ہو تو شفیع کو استحقاق ہوگا کہ چاہے اس دار کو حق شفعہ میں لے لے اسواسطے کہ جسوقت
شفیع نے اپنا شفعہ ساقط کیا ہے اسوقت اسکا حق واجب ہی نہیں ہوا تھا کیونکہ ہبہ بشرط عوض جبھی بمثل بیع کے ہوتا
ہے جب باہمی قبضہ ہو جاوے اور سبب وجوب متحقق ہونے سے پہلے شفعہ دیدینا باطل ہے یہ مبسوط میں ہے اگر شفیع
نے اپنا حق شفعہ کسی کو ہبہ کیا یا کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ تسلیم شفعہ نہیں ہے ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے
اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الشفعہ میں باب الشفعہ سے کچھ پہلے ذکر فرمایا کہ اگر شفیع نے شفعہ فروخت کردیا
تو یہ امر شفعہ کا دیدینا قرار دیا جائیگا مگر ثمن واجب نہوگا اور یہی صحیح ہے اور امام محمد رح نے بھی شفعہ کے جامع میں یہی
بات ذکر فرمائی ہے جو اسپر دلالت کرتی ہے یہ محیط میں ہے اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر بائع نے بیع میں کوئی باندی یا غلام
بڑھا دیا تو شفیع کو اختیار حاصل ہو جائیگا کہ چاہے دار مشفوعہ کو اُسکے حصہ ثمن کے عوض سے لے لے اور اگر شفیع نے
شفعہ دیدیا پھر بائع نے ثمن میں سے کسیقدر گھٹا دیا تو شفیع کو پھر شفعہ حاصل ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ گھٹانا اصل عقد
سے ملتحق ہوگا جیسا کہ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ بیع بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر بیع بعوض پانچ
سو درم کے نکلی تو اُسکو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر شفیع نے کہا کہ میں نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم
صحیح ہے اگرچہ اُسنے جسکو دیا ہے معین نہیں کیا اسی طرح اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ میں موجود ہونے کی حالت میں شفیع نے
بائع سے کہا کہ میں نے تجھے اس دار کا شفعہ دیدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بائع نے دار مبیعہ مشتری کے سپرد
کر دیا پھر شفیع نے بائع سے کہا کہ میں نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم استحسانا صحیح ہے اور اگر بائع سے
یون کہا کہ میں نے اس دار کا شفعہ تیرے واسطے دیا تو یہ تسلیم قیاسا و استحسانا صحیح ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور اگر دار کا مشتری کسی دوسرے کیطرف سے اسکے خریدنے کا وکیل ہو اور شفیع نے کہا کہ
میں نے اس دار کا شفعہ دیدیا حالانکہ اُسنے جسکو دیا ہے معین نکیا تو یہ تسلیم صحیح ہے اسی طرح اگر دار مبیعہ وکیل کے قبضہ میں
ہونے کی صورت میں وکیل سے کہا کہ میں نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا تو یہ تسلیم قیاسا و استحسانا صحیح ہے اور اگر شفیع نے

یہ کلام وکیل سے ایسے وقت کہا کہ جب وکیل اُس دار کو موکل کے سپرد کر چکا ہو تو تسلیم استحساناً صحیح ہو گی اور اگر مشتری کسی دوسرے کیطرف سے خرید کا وکیل ہو اور شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ بخاطر تیری تجھے دیا نہ دوسرے کو تو یہ تسلیم موکل کیواسطے صحیح ہو گی (قال المترجم وفیہ خلاف ۱۲ و در دلائل بیان) کذا فی المحیط اور اگر کسی اجنبی سے شفیع نے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ دیدیا تو ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شفیع نے ابتدائً کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا ہے تیری وجہ سے اسکے شفعہ سے اعراض کیا تو تسلیم صحیح نہین ہے اور قیاساً و استحساناً اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تیری وجہ یا تیری سفارش سے موکل کو دیدیا یا موکل کو ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے شفعہ سے اعراض کیا تو یہ تسلیم موکل کے واسطے صحیح ہے اور اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ تو اپنا شفعہ موکل کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیدیا یا ہبہ کیا یا اُس سے اعراض کیا تو استحساناً یہ تسلیم ہے کیونکہ یہ بطور جواب ہے اور اگر اجنبی نے اس سے کہا کہ تو اپنا شفعہ زید کو دیدے پس اُسنے کہا کہ وہ مین نے تیرے واسطے دیدیا پس یہ کلام بجائے جواب کے ٹھہرا پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے یون جواب دیا کہ مین نے تیری وجہ سے اسکا شفعہ زید کو دیا اور اگر اجنبی کے مخاطب کرنے پر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا یا مین نے اسکا شفعہ تجھے ہبہ کیا یا مین نے اسکا شفعہ تیرے ہاتھ فروخت کیا تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ یہ کلام مستبد ہے خواہ مخواہ جواب نہ ٹھہرایا جائیگا کیونکہ مستقل بنفسہ ہے پس یہ کلام تسلیم نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر کسی اجنبی نے شفیع سے کہا کہ مین تجھسے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اسکا شفعہ اُسکو دیدے پس شفیع نے دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہو گی مگر مال بدل الصلح واجب نہوگا اور اگر یون کہا کہ مین تجھسے اسقدر مال پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ اسکا شفعہ کیلیے ہو گا تو یہ صلح باطل ہے اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر شفیع سے اجنبی نے یون کہا کہ مین تجھسے اسقدر درمون پر اس شرط سے صلح کرتا ہون کہ تو اپنا حق شفعہ دیدے اور یون نہ کہا کہ مجھے دیدے اور شفیع نے اسکو قبول کر لیا تو اجنبی پر مال واجب نہوگا اور شفیع کا شفعہ باطل نہوگا اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے تیری بیع تجھے تسلیم کر دی یا مشتری سے کہا کہ مین نے تیری خرید تجھے دی تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر کسی اجنبی سے کہا کہ مین نے اس دار کی خرید تجھے دیدی تو یہ کلام تسلیم شفعہ نہین ہے اور اسکا حق شفعہ باطل نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اسقاط شفعہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا جائز ہے چنانچہ اگر شفیع نے یون کہا کہ مین نے اسکا شفعہ دیا بشرطیکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہو پس (اگر اُسنے اپنے واسطے خریدا ہے تو شفعہ ساقط ہو جائے گا) اور اگر اُسنے دوسرے کے واسطے خریدا ہو تو شفعہ باطل نہوگا اور یہ جائز اسواسطے ہے کہ یہ اسقاط محتمل التعلیق ہوتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر شفیع نے بائع سے کہا کہ مین نے اسکا شفعہ تجھے دیا بشرطیکہ تو نے اسکو اپنے واسطے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو مگر بائع نے اسکو دوسرے کے واسطے فروخت کیا تھا تو شفیع کا یہ کلام تسلیم شفعہ نہوگا۔ اور فتاوے فقیہ ابو اللیث مین ہے کہ اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین نے اس دار کا شفعہ تجھے دیدیا پھر یہ بات نکلی کہ مشتری نے یہ کسی دوسرے کے واسطے خریدا تھا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا۔ اور فتاوے فضلی مین لکھا ہے کہ یہ کلام موکل کے واسطے تسلیم شفعہ ہے ولیکن مختار وہی ہے جو فتاوے ابو اللیث رحمہ اللہ مین مذکور ہے ایسا ہی شیخ صدر الشہید رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا اور حاوی مین ہے کہ اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ مین نے

یہ دار اپنے واسطے خریدا ہے پس شفیع نے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے دوسرے کے واسطے خریدا تھا تو امام
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باطل نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کوئی شریک
کے ہوتے ہوئے ہمسایہ نے پہلے اپنا حق شفعہ دیدیا تو یہ تسلیم صحیح ہے حتے کہ شریک کے بعد شریک نے بھی اپنا حق شفعہ
دیدیا تو پڑوسی کو یہ اختیار نہوگا کہ حق شفعہ میں لے لے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر غلام ماذون کے واسطے حق شفعہ واجب
ہوا اور اُسنے شفعہ دیدیا تو جائز ہے خواہ اُسپر دین ہو یا نہو اور اگر اُسکے مولی نے یہ شفعہ دیدیا تو جائز ہے بشرطیکہ
ماذون پر دین نہو اور اگر ماذون پر دین ہو تو مولیٰ کا دیدینا ماذون غلام کے حق میں جائز نہوگا یہ مبسوط میں
ہے اور بعد مجبور ہو جانے کے ماذون کا شفعہ دیدینا جائز نہیں ہے کذا فی التاتارخانیہ اور اگر مکاتب نے اپنا حق شفعہ
دیدیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ اسقدر ثمن یا اس جنس کے ثمن سے یا فلان مشتری کے
ہاتھ فروخت کیا گیا ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر اسکے برخلاف نکلا پس آیا اُسکا دیدینا صحیح ہو گیا سو اس
جنس کے مسائل میں اصل یہ قرار پائی ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ اگر دونوں حالتوں میں شفیع کی غرض دیدینے میں
مختلف نہوتی ہو تو تسلیم صحیح رہیگی اور شفعہ باطل ہوگا اور اگر غرض مختلف ہو جاتی ہو تو تسلیم صحیح نہوگی اور شفیع
اپنے شفعہ پر رہیگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ
ثمن سو دینار ہیں کہ اُنکی قیمت ہزار درم ہے یا ہزار درم سے کم ہے یا زیادہ ہے تو ہمارے نزدیک اگر دیناروں
کی قیمت ہزار درم سے کم ہو تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا ورنہ اُسکا تسلیم کرنا صحیح رہیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر
شفیع کو خبر دیگئی کہ مشتری فلان شخص ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہے تو شفیع کو اُسکا شفعہ
ملیگا اور اگر خبر دیگئی کہ مشتری زید ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ زید و عمرو ہیں تو زید کے حق میں اُسکا
دیدینا صحیح ہوگا مگر حصۂ عمرو میں اُسکو اختیار ہوگا چاہے شفعہ میں لے لے یہ جوہرۃ نیرہ میں ہے۔ اور اگر خبر
دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہیں پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ہزار درم سے کم نکلا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اور اگر ہزار
درم یا زیادہ نکلا تو اُسکا حق شفعہ باطل ہو گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر شفیع سے ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز بیان کی گئی
پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر معلوم ہوا کہ ثمن دوسری صنف کی کیلی یا وزنی چیز ہے تو شفیع ہر حال میں اپنے شفعہ
پر رہیگا خواہ جو چیز ثمن ظاہر ہوئی ہے وہ از راہ قیمت اُس سے زیادہ ہو یا کم یا برابر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر شفیع
کو خبر دیگئی کہ ثمن کوئی چیز قیمتی چیزوں میں سے ہے پھر ظاہر ہوا کہ کوئی کیلی یا وزنی چیز ہے یا خبر دی گئی کہ ثمن
ہزار درم ہیں پھر معلوم ہوا کہ ثمن کوئی کیلی یا وزنی چیز ہے تو شفیع ہر حال میں اپنے شفعہ پر رہیگا یہ خزانۃ
المفتین میں ہے۔ اور اگر شفیع کو خبر دی گئی کہ ثمن فلان چیز قیمتی چیزوں میں سے ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر
معلوم ہوا کہ ثمن اسکے سوائے دوسری چیز قیمتی چیزوں میں سے ہے مثلاً خبر دیگئی کہ ثمن ایک دار ہے پھر
معلوم ہوا کہ ثمن ایک غلام ہے تو کتاب میں امام محمد رح نے یہ جواب فرمایا ہے کہ شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور کوئی
تفصیل نہیں فرمائی اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت میں صحیح ہے کہ جب اُس چیز
کی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی ہے اُس چیز کی قیمت سے جو خبر دیگئی ہے کم ہو اور اگر اُسکی قیمت جو ثمن ظاہر ہوئی اُس چیز
کی قیمت سے جو خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہے جسکی قیمت

ایک ہزار درہم ہو یا اور اسکے مانند کوئی چیز ہو ذوات القیم مین سے بیان کی گئی پھر معلوم ہوا کہ اسکا ثمن درہم یا دینار ہین
تو امام محمدؒ نے بغیر تفصیل کے یہ جواب فرمایا ہے کہ شفیع اپنی شفعہ پر رہیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب
ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اس چیز کی قیمت جو ظاہر ہوئی ہے اسکی قیمت سے کم ہو جسکے ثمن ہونیکی شفیع کو خبر دیگئی
تھی اور اگر اسکی قیمت اسکے جسکی خبر دیگئی تھی زیادہ ہو یا برابر ہو تو حکم یہ ہے کہ شفیع کو شفعہ نہ ملیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ
بنا بر اطلاق مسئلہ کے ایسی صورت مین یہ جواب علی الاطلاق صحیح ہے۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ایک غلام ہے جسکی قیمت
ہزار درم ہے پھر ظاہر ہوا کہ اسکی قیمت ہزار درم سے کم ہے تو شفیع کو شفعہ ملیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ اسکی قیمت ہزار درم یا اس
سے زیادہ ہے تو شفعہ نہ ملیگا۔ اور اگر شفیع کو خبر دیگئی کہ ثمن ہزار درم ہے پس اسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ ثمن ذوات
القیم مین سے کوئی چیز ہے تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا لیکن اگر اس چیز کی قیمت ہزار درم ثمن سے کم ہو تو لے لے گا۔ یہ
مبسوط مین ہے۔ اور اگر شفیع کو نصف دار خریدنے کی خبر دیگئی پس اسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اسنے کل دار خریدا ہے تو
شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا اور اگر شفیع کو پورے دار کے خریدنے کی خبر دیگئی پس اسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے
نصف دار خریدا ہے تو اسکو شفعہ ملیگا اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ یہ جواب ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب
نصف کا ثمن پورے دار کے ثمن کے برابر ہو مثلاً خبر دیگئی کہ اسنے پورا دار ہزار درم کو خریدا ہے پس شفیع نے شفعہ دیدیا پھر
ظاہر ہوا کہ اسنے نصف دار ہزار درم مین خریدا ہے تو یہی حکم ہے اور اگر ایسا نہو مثلاً اسکو خبر دیگئی کہ مشتری نے پورا دار ہزار
درم مین خریدا ہے پس اسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ اسنے نصف دار پانچ سو درم مین خریدا ہے تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا۔
یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر شفیع نے آدھے مین شفعہ دیدیا تو پورے مین باطل ہو جائیگا۔ اور اگر شفیع نے نصف دار
شفعہ مین طلب کیا تو آیا یہ امر پورے دار کے شفعہ کا دیدینا ہے یا نہیں سو اسمین امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے
باہم اختلاف کیا ہے پس امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ امر پورے دار کا شفعہ دینا نہین ہے کذا فی البدائع اور یہی اصح ہے
اسواسطے کہ آدھے کی تسلیم چاہنا باقی کا سپرد کرنا نہین ہے نہ صریحاً نہ دلالۃً یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر شفیع نے اپنا نصف
دار یا تہائی یا نصف سے زیادہ کچھ باقی رکھکر فروخت کیا اور جسقدر فروخت کیا وہ غیر مقسوم ہے تو شفیع کو بذریعہ باقی کے حق
شفعہ حاصل ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر شفیع نے دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعوے کیا کہ یہ میرا ہے (یعنی بوجہ شفعہ کے نہین
بلکہ اور سبب سے اپنی ملک ہونے کا دعوی کیا) تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسنے حق شفعہ طلب کرنے کے بعد
دار مشفوعہ کے رقبہ کا دعوے کیا کہ یہ میرا ہے تو اسکے دعوی کی سماعت ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر
حق شفعہ سے کچھ عوض پر صلح کرلی تو شفعہ باطل ہوگیا اور عوض کو واپس کردے اسلیے کہ حق شفعہ دفع ضرر کی غرض سے
بخلاف قیاس ثابت ہوا ہے پس حق اعتیاض مین اسکا ثبوت ظاہر نہوگا اور شرط جائز کے ساتھ ساقط نہین ہوتا
ہے تو فاسد سے بدرجہ اولی نہوگا چنانچہ اگر شفیع نے کہا کہ جو تو نے خریدا ہے اس سے مین نے اپنا حق شفعہ ساقط کردیا
اس شرط سے کہ جو مین نے خریدا ہے اس سے تو اپنا شفعہ ساقط کردے تو شفیع کا شفعہ ساقط ہو جائیگا اگر مشتری نے اس
چیز سے جسکو شفیع نے خریدا ہے اپنا شفعہ ساقط کردے اور یا مالی عوض کے ساتھ حق شفعہ ساقط کرنا ایک فاسد شرط ہے کیونکہ
وہ غیر لازم ہے اسواسطے کہ یہ عوض ایک محل کے اندر محض حق کے بدلے مین لینا ہے پس ایسا لینا حرام اور رشوت ہے
یہ کافی مین ہے۔ اگر شفیع شریک و جار دونون ہو اور اسنے اپنا وہ حصہ جسکی شرکت کے ذریعہ سے شفعہ لے سکتا تھا

مین شفیع کو بیع سے آگاہی حاصل ہوئی پس اُسنے یہ دوگانہ چار رکعت یا چھ رکعت کرلیا تو امام محمد رح سے روایت ہی کہ اُسکا حق شفعہ باطل نہوگا اور شیخ صدر الشہید نے فرمایا کہ مذہب مختار یہ ہی کہ باطل ہوجائیگا اسواسطے کہ شفیع معذور نہین ہی یہ ذخیرہ ومحیط ومضمرات وکبری مین ہی۔ فتاوے آہو مین لکھا ہی کہ شفیع کو وقت خطبہ کے بیع کی خبر دیگئی پس اُسنے طلب نکیا یہانتک کہ امام نماز سے فارغ ہوا پس اگر شفیع امام سے اسقدر قریب ہو کہ خطبہ کو سُنتا ہو تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا ورنہ اسمین مشائخ کا اختلاف ہی۔ اور اگر شفیع کو ختم نماز کے قعدہ اخیرہ مین خبر دیگئی پس اُسنے طلب نکیا یہانتک کہ تمام دعا اللھم ربنا آتنا فی الدنیا والآخرہ حسنۃ ختم کرکے پھر سلام پھیرا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا یہ تاتارخانیہ کی گیارہوین فصل مبطل شفعہ مین ہی۔ نوازل مین لکھا ہی کہ اگر شفیع کو ایسے وقت خبر ملی کہ وہ امام کے ساتھ جماعت کی نماز شروع کرنا چاہتا تھا پس وہ شفعہ طلب کرنے کے واسطے نگیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا یہ تاتارخانیہ کی تیرھوین فصل مین ہی۔

دسوان باب شفعہ کے معاملہ مین گواہی اور شفیع ومشتری وبائع کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین

شفیع ومشتری کے درمیان جو اختلاف واقع ہو وہ یا ثمن کی طرف راجع ہوگا یا مبیع کی طرف راجع ہوگا پس جو اختلاف ثمن کی طرف راجع ہو وہ تین حال سے خالی نہین یا جنس ثمن مین اختلاف ہوگا یا مقدار ثمن مین یا صفت ثمن مین پس اگر جنس ثمن مین اختلاف ہو مثلاً مشتری نے کہا کہ مین نے سو دینار کو خریدا ہی اور شفیع نے کہا کہ ہزار درم کو خریدا ہی تو قول مشتری کا قبول ہوگا کیونکہ جانس ثمن کے پہچاننے مین شفیع سے مشتری زیادہ ہی پس جنس کے دریافت مین اُسیکے قول کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ بدائع مین ہی۔ اگر شفیع ومشتری نے ثمن مین اختلاف کیا تو مشتری کا قول قبول ہوگا اور دونون سے باہم قسم نہ لیجائیگی۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ گواہ بھی مشتری کے قبول ہونگے۔ اور اگر مشتری نے کسقدر ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اُس سے کم ثمن کا دعوی کیا اور حال یہ ہی کہ بائع نے ہنوز ثمن پر قبضہ نہین کیا ہی تو شفیع اس مبیع کو بعوض اُسقدر ثمن کے جسکو بائع بیان کرتا ہی لیگا اور اسقدر کمی یون قرار دیجائیگی کہ بائع نے مشتری کے ذمہ سے گھٹا دی ہی۔ اور اگر بائع نے دعوی مشتری سے زیادہ ثمن کا دعوی کیا تو دونون سے قسم لیجائیگی پھر دونون بیع پھیر لینگے اور اگر دونون مین سے کسی نے قسم سے انکار کیا تو ظاہر ہوجائیگا کہ ثمن کی مقدار اُسیقدر ہی جسقدر دوسرا کہتا ہی پس شفیع اسیقدر پر شفعہ مین لے لیگا اور اگر دونون نے قسم کھالی تو قاضی دونون کے درمیان بیع فسخ کردیگا اور شفیع اس مبیع کو بائع کے بیان پر لے سکتا ہی اور اگر بائع ثمن پر قبضہ کرچکا ہو تو شفیع اس مبیع کو اُسقدر دامون کے عوض لے سکتا ہی جسکو مشتری نے بیان کیا ہی اور بائع کے قول پر التفات نکیا جائیگا۔ اور اگر ثمن کا اقرار ظاہر نہوا اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دار ہزار درم کو فروخت کرکے ثمن وصول کرلیا ہی تو شفیع اُسکو ہزار درم کے عوض لے سکتا ہی اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے ثمن پر قبضہ کرلیا اور وہ ہزار درم ہی تو اُسکے قول پر التفات نکیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر کوئی دار بعوض عرض کے خریدا اور ہنوز باہمی قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا یا مشتری نے دار پر قبضہ کرلیا تھا مگر عرض بائع کے قبضہ مین نہ دیا تھا کہ عرض تلف ہوگیا یا بائع ومشتری مین بیع اس طرح ٹوٹ گئی کہ شفیع کو بعوض قیمت عرض کے دار مذکور شفعہ مین لینے کا حق باقی رہگا

تجھے کچھ نہیں مل سکتا ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع اول نے اگر مشتری سے یہ کہا کہ شفیع ثانی نے گواہون سے
یہ بات ثابت کر دی کہ خرید بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہے پس جو نصف میرے قبضہ مین ہے اُسکے مقابلہ پانسو
درم ہوئے سو مین تجھسے پانچ سو درم واپس لونگا تو اُسکو یہ اختیار نہو گا لیکن اگر اُسنے دوبارہ گواہ قائم کیے کہ خرید
بعوض ہزار درم کے واقع ہوئی ہے تو ایسا ہو سکتا ہے اسکا سبب وہ ہے جسکی طرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہے کہ شفیع ثانی
اپنے گواہون سے فقط نصف دار کا مستحق ہو گا اور اسکے معنی یہ ہین کہ شفیع ثانی کے گواہ ہرگاہ کہ نصف دار مین کار بر
آمد ہوے تو ہزار درم کے عوض خرید واقع ہونا فقط اسی نصف مین ثابت ہو گا جسکا شفیع ثانی مستحق ہوا ہے نہ اُس
نصف مین جو شفیع اول کے قبضہ مین ہے پس شفیع اول اپنے نصف مقبوضہ کے حق مین بعوض ہزار درم کے خرید
ثابت ہونے کے واسطے دوبارہ گواہ پیش کرنے کا محتاج ہو گا پھر مشتری سے پانسو درم زائد واپس لینے کا مستحق
ہو گا یہ محیط مین ہے۔ فتاوے عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر مشتری نے ایک دار خریدا پھر شفیع آیا اور اُسنے مشتری کے کہنے
پر ہزار درم ثمن دیکر شفعہ مین لے لیا پھر اس بات کے گواہ پائے کہ مشتری نے پانچ سو درم کو خریدا تھا تو اُسکے گواہ
مقبول ہونگے اور اگر شفیع نے پہلے ہزار درم ثمن خرید ہونے مین مشتری کے قول کی تصدیق کی ہو تو پھر اسکے
برخلاف اگر قائم کرے تو اُسکے گواہ مقبول نہونگے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر بائع و مشتری نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ بیع بائع
کے واسطے شرط خیار کر کے واقع ہوئی ہے اور شفیع نے اس سے انکار کیا تو امام اعظم و امام محمد اور دو روایتون مین
سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک قول بائع و مشتری کا قبول ہو گا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا۔
اسلیے کہ بیع بائع و مشتری کے اقرار سے ثابت ہوئی اور ویسی ہی ثابت ہوئی جیسا دونون نے اقرار کیا ہے۔ اور
جامع مین مذکور ہے کہ اگر بائع نے شرط خیار ہونے کا دعوی کیا اور مشتری و شفیع نے اس سے انکار کیا تو استحساناً قول
مشتری کا قبول ہو گا اسواسطے کہ خیار فقط شرط کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور بائع احداث شرط کا دعوی کرتا ہے اور مشتری اُس
سے منکر ہے۔ اسی طرح اگر مشتری نے خیار شرط ہونے کا دعوی کیا اور بائع و شفیع نے اس سے انکار کیا تو قول بائع کا قبول
ہو گا اور شفیع مبیع کو شفعہ مین لے لیگا یہ محیط مین ہے۔ دو آدمیون نے باہم خرید فروخت کی پس شفیع نے دونون کے
سامنے شفعہ طلب کیا پس بائع نے کہا کہ یہ بیع ہم دونون مین حقیقی بیع نہ تھی بلکہ از راہ تعاملہ تھی اور مشتری نے اُسکے
قول کی تصدیق کی تو شفیع کے حق مین اُن دونون کے قول کی تصدیق نکیجائیگی بلکہ قول اُسی کا معتبر ہو گا جو جواز
بیع کا دعوی کرتا ہے لیکن اگر صورت حال اسی بات پر دلالت کرتی ہو جو بائع و مشتری نے بیان کیا ہے تو ایسا نہو گا مثلاً
مبیع بیش قیمت چیز ہو اور اس بیع مین ایسے قلیل ثمن کے عوض فروخت کی گئی کہ ایسی چیز اسقدر قلیل ثمن کو نہیں فروخت
ہوتی ہے تو ایسی صورت مین قول بائع و مشتری کا قبول ہو گا اور شفیع کو شفعہ نہ ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ منتقی مین لکھا
ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک دار فروخت کیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ یہ بیع
فاسد تھی اور شفیع نے کہا کہ جائز واقع ہوئی ہے تو قول شفیع کا معتبر ہو گا اور مین شفیع کے حق مین بائع و مشتری کے
فساد بیع کے اقرار کی بالکل تصدیق نکرونگا اور اگر دونون مین سے ایک نے فساد بیع کا دعوی کیا اور دوسرے
نے انکار کیا تو اس صورت مین مین اُسکا قول قبول کرونگا جو صحت بیع کا مدعی ہے سو اگر دونون نے ایسی چیز کی
وجہ سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ جسمین مین مدعی فساد کا قول معتبر رکھتا ہون تو مین دونون کے قول کی تصدیق

کرونگا اور شفیع کے واسطے حق شفعہ نہ ٹھہراونگا اور اس سے میری یہ مراد ہی کہ اگر بائع و مشتری دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے بیع فاسد ہونے مین اگر بائع و مشتری دونون اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول نہوتا بلکہ جو شخص صحت بیع کا مدعی ہوتا اُسیکا قول مقبول ہوتا مثلاً دونون مین سے فقط ایک نے بیع مین میعاد فاسد یا خیار فاسد ہونے کے شرط کا دعوی کیا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرین تو شفیع کے حق مین اُن دونون کی تصدیق نکیجائیگی یہ اور اگر دونون نے ایسے سبب سے فساد بیع پر اتفاق کیا کہ اسی سبب سے اگر بیع فاسد ہونے مین دونون باہم اختلاف کرتے تو مدعی فساد کا قول قبول ہوتا تو جب ایسے سبب سے بیع فاسد ہونے پر دونون اتفاق کرینگے تو شفیع کے حق مین بھی دونون کی تصدیق کیجائیگی اور منتقی مین اسکی صورت یون بیان فرمائی کہ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ تو نے سچ کہا تو مین شفیع کے حق مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکرونگا اور اگر مشتری نے یون کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب کے فروخت کیا اور بائع نے اُسکی تصدیق کی تو شفیع کو شفعہ ملیگا یہ تو منتقی کی عبارت ہی اور امام قدوری نے اپنی کتاب مین جو کچھ منتقی مین مذکور ہی امام ابو یوسف رح کا قول اُسے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق قرار دیا ہی اور امام قدوری نے فرمایا کہ بنا بر اس روایت کے گویا امام ابو یوسف رح ایسے اختلاف کو اس اختلاف پر قیاس فرماتے ہین جو دونون متعاقدین مین واقع ہوجاتا ہی اگر دونون متعاقدین نے باہم اسطرح اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہی تو قول بائع کا قبول ہوگا اور اگر مشتری نے کہا کہ تو نے یہ دار میرے ہاتھ بعوض شراب یا سور کے فروخت کیا ہی اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسکو بعوض ہزار درم کے فروخت کیا ہی تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اسواسطے کہ شراب کے عوض بیع واقع ہونا کسی حال مین جائز نہین ہی اور مدعی جواز کا قول اُسی عقد مین مقبول ہوتا ہی جو عقد کسی حال مین جائز ہو سکے بخلاف ایسے عقد بیع کے جو میعاد فاسد ہو یا بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے ہو۔ اب رہا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک سو ان دونون کے نزدیک اگر بائع و مشتری نے فساد بیع پر اتفاق کیا اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو ہر حال مین شفیع کو شفعہ ملیگا جیسا کہ اُسی صورت مین ہوتا ہی کہ دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس بیع مین بائع کے واسطے خیار کی شرط تھی اور شفیع نے دونون کی تکذیب کی تو شفیع کو شفعہ ملیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی کھیت کا دسوان حصہ بعوض ثمن کثیر کے خریدا پھر باقی کھیت قلیل داموں کو مول لیا تو شفیع کو دسوین حصہ مین شفعہ ملیگا نہ باقی مین پس اگر شفیع نے اُس سے اس طرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اس طرح بیع کرنے مین تیرا شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو اسکو لینا نہوگا اسلیے کہ اگر اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسپر کچھ لازم نہ آئیگا اور اگر یون قسم لینی چاہی کہ واللہ بیع اول بطور تلجیہ تھی تو اسکو اختیار ہی اسلیے کہ یہ ایسی بات ہی کہ اگر اُسنے خصم ہونے کی صورت مین اسکا اقرار کیا تو اُسپر لازم ہوگی اور کتاب مین جو مذکور ہی کہ اگر اُسنے اس طرح قسم لینی چاہی کہ واللہ مین نے اسطرح بیع کرنے مین تیرا حق شفعہ باطل کرنا نہین چاہا تو ایسی لے سکتا ہی اسکی تاویل یہی ہی کہ اُسنے اس دعوی پر قسم لینی چاہی کہ بیع اول بطور تلجیہ واقع ہوئی یہ تتمہ مین ہی۔ اجناس مین لکھا ہی کہ اگر مشتری سے کہا کہ مین نے یہ دار اپنے نابالغ بیٹے کے واسطے خریدا ہی اور شفیع کے شفعہ سے انکار کیا پس اگر

شفیع نے اس بات کا اقرار کیا کہ اسکا نابالغ لڑکا موجود ہے تو مشتری پر قسم عائد نہو گی اور اگر شفیع نے اسکے نابالغ لڑکے ہونے
سے انکار کیا تو شفیع سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نہین جانتا ہون کہ اسکا کوئی نابالغ لڑکا موجود ہے اور اگر لڑکا بالغ ہو اور
مشتری نے یہ دار اُسکے قبضہ مین دیدیا تو مشتری کی ذات سے خصومت دور ہو گئی اور جبتک اُسنے بالغ بیٹے کو نہین
سپرد کیا ہے تب تک وہ شفیع کا خصم رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے کچھ خریدا اور چاہا کہ اسکے فروخت کر
پر گواہ کرے مگر سوائے ایسے شخص کے جو شفعہ کا مستحق ہے کسی دوسرے کو اُس عورت کا شناسا نہ پایا تو اُس عورت پر ان
لوگون کی گواہی اگر اپنے فروخت کرنے سے انکار کرے مقبول نہو گی یہ محیط مین ہے۔ اگر بائع کے دو بیٹون نے
شفیع پر یہ گواہی دی کہ اُسنے شفعہ دیدیا ہے اور اُسوقت تک دار مبیعہ بائع کے پاس ہے پس اگر بائع اس بات کا مدعی ہو کہ
شفیع نے شفعہ دیدیا ہے تو ان دونون کی گواہی مقبول نہو گی اور اگر بائع اس بات سے منکر ہو تو ان دونون
کی گواہی قبول ہو گی اور اگر یہ دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو تو ان دونون کی گواہی مقبول ہو گی اسواسطے کہ
ایسی صورت مین وہ دونون اس گواہی سے نہ اپنے باپ کو کوئی نفع پہونچاتے ہین اور نہ اُس سے کوئی ضرر دور
کرتے ہین۔ اور اگر دونون بائعون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول نہو گی اگرچہ دار
مبیعہ مشتری کے قبضہ مین ہو اسلیے کہ وہ دونون دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین دینے سے پہلے اسی دار کی بابت خصم تھے
اور جو شخص کسی چیز مین کبھی خصم ہوا اسی چیز مین اُسکی گواہی مقبول نہو گی اگرچہ اب وہ خصم نرہا ہو اور بائع کے دو بیٹون
کی گواہی اسواسطے مقبول ہوئی کہ وے دونون اس امر کی بابت کبھی خصم نہ تھے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب بائع
کے دونون بیٹون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی ہو اور اگر دونون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار شفعہ
شفیع کو دیدیا ہے تو ان دونون کی گواہی مقبول نہو گی خواہ یہ دار اُنکے باپ کے قبضہ مین ہو یا مشتری کے قبضہ مین
ہو اور خواہ اُنکا باپ اسکا مدعی ہو یا نہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو انمین سے
ایکیا دو شریکون نے گواہی دی کہ ہم سب نے یہ دار فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور فلان شخص نے ایسا
دعوی کیا مگر ایک شریک ثالث اس سے منکر ہے تو شریک پر ان دونون کی گواہی جائز نہو گی اور شفیع کو اختیار
ہو گا کہ اس دار کی دو تہائی حق شفعہ مین لے لے اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا مگر دونون شریکون نے
یون اقرار کیا کہ اسنے خریدا ہے تو بھی ان لوگون کی گواہی باطل ہو گی مگر شفیع کو اختیار ہو گا کہ پورا دار شفعہ مین لے لے
یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو کسی دار کے خریدنے یا فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اُسنے خریدا
یا فروخت کیا اور موکل کے دو بیٹون نے شفیع پر تسلیم شفعہ کی گواہی دی پس اگر خریدنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو ان
دونون کی گواہی مقبول نہو گی خواہ یہ دار بائع کے قبضہ مین ہو یا وکیل کے یا موکل کے قبضہ مین ہو اور اگر بیع کے
واسطے وکیل کیا ہو پس اگر دار مبیعہ موکل یا وکیل کے قبضہ مین ہو تو دونون کی گواہی مقبول نہو گی اسواسطے
کہ ان دونون کی گواہی سے اُنکے باپ کو تقرر ملک کا نفع حاصل ہوتا ہے اور اگر دار مبیعہ مشتری کے قبضہ مین
ہو تو دونون کی گواہی مقبول ہو گی یہ محیط مین ہے۔ اگر دو بائعون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ شفیع نے جسوقت
بیع کا حال سنا اسیوقت شفعہ طلب کیا ہے اور شفیع اقرار کرتا ہے کہ مین نے ایسا چند روز سے معلوم کیا ہے اور مشتری کہتا
ہے کہ اُسنے شفعہ نہین طلب کیا تو دونون بائعون کی گواہی باطل ہو گی ایسی ہی ان دونون کے اولاد کی گواہی بھی باطل ہو گی

جیسا کہ اس صورت مین مذکور ہوا کہ دونون نے یہ گواہی دی کہ مشتری نے دار مبیع شفیع کے سپرد کر دیا ہے اور اگر شفیع نے کہا کہ مین نے بوقت بیع کا حال جانا ہے تو قسم سے اُسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون بائعون نے گواہی دی کہ اسنے بعد روز ہوئے جب سے بیع کا حال معلوم کیا ہے تو ان دونون کی گواہی باطل ہوگی بشرطیکہ دار مشفوعہ ان دونون کے قبضہ مین یا مشتری کے قبضہ مین ہو یہ مبسوط مین ہے۔ دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہے اور دو گواہ اس بات کے قائم ہوئے کہ بائع و مشتری نے دار مشفوعہ دیدیا ہے تو اُس شخص کے نام ڈگری ہوگی جسکے قبضہ مین دار مذکور موجود ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر دو شخص مشتری کے واسطے درک کے ضامن ہوئے پھر دونون نے مشتری پر یہ گواہی دی کہ اُسنے دار مشفوعہ شفیع کے سپرد کر دیا ہے تو دونون کی گواہی باطل ہوگی اسی طرح اگر دونون نے یہ گواہی دی کہ شفیع نے شفعہ دیدیا ہے تو بھی یہ دونون بمنزلہ دو بائعون کے قرار دیے جائینگے کہ ان دونون کی گواہی قبول نہ ہوگی یہ مبسوط مین ہے اگر مشتری نے اقرار کیا کہ مین نے یہ دار ایک ہزار درم کو خریدا ہے پس شفیع نے اسیقدر درمون کے عوض شفعہ مین لے لیا پھر بائع نے دعویٰ کیا کہ ثمن دو ہزار درم ہین اور اسپر گواہ قائم کر دیے تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور مشتری کو اختیار رہیگا کہ شفیع سے باقی ایک ہزار درم لے لے اگرچہ اُسنے اقرار کیا تھا کہ ثمن ایک ہزار درم ہے اسی طرح اگر بائع نے یون دعویٰ کیا کہ مین نے مشتری کے ہاتھ یہ دار بعوض ایک اسباب معین کے فروخت کیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے گواہون کی سماعت کرکے مشتری پر اسی اسباب معین کی ڈگری کر دیگا۔ اور شفیع کو دہ دار اس اسباب معین کی قیمت کے عوض دیا جائیگا پس اگر وہ مقدار جو مشتری نے شفیع سے لی ہے یعنے ہزار درم اس اسباب کی پوری قیمت سے کم ہو تو مشتری بقدر کمی کے شفیع سے لیگا اور اگر اس اسباب کی قیمت سے زیادہ ہو تو ہزار درم مین سے بقدر اس اسباب کی قیمت سے زیادہ ہے اسکو شفیع واپس لیگا اور اگر کسی عورت سے ایک دار پر اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اُسکو ایک ہزار درم واپس دے یہان تک کہ امام اعظم رح کے نزدیک سوائے امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے بقدر حصہ ہزار درم کے شفعہ واجب ہوا پھر دونون نے اس عورت کے وقت عقد کے مہر مثل مین اختلاف کیا یعنے شوہر نے کہا کہ اسکا مہر مثل ایک ہزار درم ہے اور شفیع کو نصف دار شفعہ مین ملنا چاہیے اور شفیع نے کہا کہ اُسکا مہر مثل پانچ سو درم ہے اور مجھے دو تہائی دار شفعہ مین ملنا چاہیے تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو دونون اماموں کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے جیسا کہ عمارت تلف کردہ شدہ کی مقدار قیمت مین اختلاف کرنیکی صورت مین ہوتا ہے پس اگر کسی زمین یا دار مین اپنے حق کا کسی شخص پر دعویٰ کیا ہو اُس نے اس حق کے عوض ایک دار پر صلح کر لی تو اس حق متنازعہ فیہ کی قیمت کے عوض شفیع کو اس دار مین شفعہ ملیگا پھر اگر دونون نے اس حق کی مقدار قیمت مین اختلاف کیا تو قول مدعی کا یعنے ماخوذ منہ کا مقبول ہوگا اور اگر دونون نے اُسکی قیمت کے ثبوت کے واسطے اپنے اپنے گواہ پیش کیے تو اس مقام پر مذکور ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شفیع کے گواہ قبول ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک دار ایک ہزار درم کو خریدا پھر شفیع و مشتری نے باہم اختلاف کیا اور مشتری نے کہا کہ اس دار مین یہ عمارت مین نے ایجاد کی ہے اور شفیع نے اُسکی تکذیب کی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو شفیع کے گواہ قبول ہونگے اسی طرح اگر

اگر دونون نے زمین کے درختون کی نسبت ایسا اختلاف کیا تو بھی یہی حکم ہے ولیکن واضح رہے کہ مشتری کا قول جبھی قبول ہوگا کہ جب اُسکا قول محتمل صدق ہوسکے کہ اگر اُسنے اسطرح دعوی کیا کہ مین نے یہ درخت اس زمین مین کل کے روز تیار کر دیے ہین تو اُسکے اس قول کی تصدیق نہوگی اسیطرح اور جسقدر چیزین جو درختون کے مانند ہون جیسے عمارت وغیرہ انمین بھی ایسی صورت مین یہی حکم ہے اور اگر اُسنے یون کہا کہ مین نے دس برس ہوئے کہ اسکو خریدا ہے اور تمین یہ درخت وغیرہ سنے تیار کیے ہین تو اُسیکا قول قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مشتری نے کہا کہ مالک دار نے پہلے میرے ہاتھ فقط زمین فروخت کرکے پھر اُسکی عمارت مجھے ہبہ کردی یا کہا کہ پہلے مجھے عمارت ہبہ کرکے پھر میرے ہاتھ زمین فروخت کردی ہے اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایکبار گی خریدا ہے تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کو اختیار ہے مبیع کو بلا عمارت شفعہ مین لے لے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر بائع نے کہا کہ مین نے تجھے عمارت ہبہ نہین کی ہے تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور وہ عمارت کو لے سکتا ہے۔ اور اگر کہا کہ ضرور مین نے تجھے عمارت ہبہ کردی ہے تو یہ جائز ہوگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر مشتری نے کہا کہ مالک دار نے مجھے یہ بیت مع اُسکے راستہ کے جو اس دار مین سے ہے ہبہ کردیا پھر مین نے باقی دار خریدا ہے اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے کل دار خریدا ہے تو شفیع کو فقط اُسقدر شفعہ مین مل سکتا ہے جسقدر خریدنے کا مشتری اقرار کرتا ہے اور جسکے ہبہ کا مدعی ہے اُسمین شفعہ نہین مل سکتا ہے اور دونون مین سے جسنے گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ ان گواہون سے ہبہ کی زیادتی ثابت ہوتی ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ مقبول ہونے چاہیے ہین کیونکہ اُن گواہون سے استحقاق کی زیادتی ثابت ہوتی ہے یہ بدائع مین ہے اگر جار نے اقرار کیا کہ اس دار مین سے یہ بیت مشتری کو ہبہ کیا ہے اور مشتری نے دعوے کیا کہ ہبہ خریدنے سے پہلے ہوا ہے پس جار کو شفعہ ملنا چاہیے اسواسطے کہ مشتری باقی دار خریدنے کے وقت حقوق مین شریک تھا اور جار کہتا ہے کہ نہین بلکہ خریدنا ہبہ سے پہلے واقع ہوا ہے پس جسقدر خریدا ہے اُسمین مجھے شفعہ ملنا چاہیے تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور اگر خریدنے سے پہلے ہبہ واقع ہونے کے گواہ قائم ہوگئے تو صاحب ہبہ نسبت جار کے باقی دار کے حق شفعہ مین مقدم ہوگا کذا فی المحیط اور اگر بائع نے بیت مذکور ہبہ کرنے سے انکار کیا تو قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا اور اگر اُسنے مشتری کے قول کی تصدیق کی تو وہ بیت موہوب لہ کا ہوجائیگا مگر باقی گھر کے شفعہ باطل کرنے مین ان دونون کے قول کی تصدیق نکیجائیگی لیکن اگر اس امر کے گواہ قائم ہوجاوین کہ یہ ہبہ خریدنے سے پہلے واقع ہوا تھا تو البتہ مشتری اس دار کا شریک ہوجائیگا اور بہ نسبت جار کے استحقاق مین مقدم ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے اور اگر ایک شخص نے ایسے دو دار جنکا ایک شفیع بلاصق ہے خریدے اور مشتری نے کہا کہ مین نے ان دونون کو ایک بعد دوسرے کے خریدا ہے پس مین دوسرے دار کے حق شفعہ مین تیرے ساتھ شریک ہون اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی صفقہ مین خریدا ہے پس مجھے دونون شفعہ مین ملنے چاہیئے ہین تو شفیع کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے دونون کے خریدنے کا تو اقرار کیا اور یہ امر ثبوت شفعہ کا سبب ہے پھر اُسنے جدا جدا صفقہ کا دعوی کرکے اپنے واسطے حق ثابت ہونے کا دعوے کیا ہے تو شفیع کا قول قبول ہوگا اگر مشتری نے کہا کہ مین نے چوتھائی دار خریدا پھر تین چوتھائی خریدا ہے پس تیرا حق شفعہ چوتھائی

دار مین ہے اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے تین چوتھائی خرید کر پھر چوتھائی خریدا ہے تو قول شفیع کا قبول ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے تین چوتھائی خریدنے کا اقرار لیا اور یہ امر حق شفعہ ثابت ہونے کا سبب ہے پھر ایسی بات کا دعوی کیا جو اس حق کو ساقط کرتی ہے یعنے چوتھائی کی خرید مقدم تھی پس اُسکے قول کی تصدیق کی جائیگی اور اگر مشتری نے کہا کہ مین نے دار تمام ایک ہی صفقہ مین خریدا ہے اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے پہلے نصف خریدا ہے پس مین نصف لے لونگا تو قول مشتری کا مقبول ہوگا اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے کل دار کو لے لے یا چھوڑ دے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص زید نے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار فلان شخص یعنے خالد سے ہزار درم کو خریدا ہے اور عمرو نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اس دار کا یہ بیت خالد سے ایک سو درم کو ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہے تو جبکہ گواہون نے خرید کا وقت بیان کیا ہے مین اُسکے نام اس بیت کی ڈگری کر دونگا پھر اُسکو باقی دار مین حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر عمرو کے گواہون نے وقت نہ بیان کیا تو دونون مدعیون کے واسطے اس بیت کے نصف نصف ہونے کا حکم دونگا اور باقی دار کا زید کے نام جسنے کل دار خریدنے کے گواہ قائم کیے ہین حکم دونگا اور دونون مین سے کسی کا دوسرے پر حق شفعہ نہوگا کیونکہ دونون مین سے کسی کا پہلے خریدنا ثابت نہین ہوا اور اگر دو دار باہم ملے ہوئے ہون اور ایک شخص نے گواہ دیے کہ مین نے انمین سے یہ دار بعوض ہزار درم کے ایک مہینہ ہوا کہ خریدا ہے اور دوسرے نے دوسرے دار کی نسبت گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو دو مہینہ ہوئے کہ خریدا ہے تو اُسکی گواہی کے بیان وقت کے موافق مین اسکے نام یہ دار دو مہینہ سے خریدنے کا حکم دونگا پھر دوسرے دار مین اسکا حق شفعہ قرار دونگا اور اگر دونون فریق گواہون نے گواہی مین وقت نہ بیان کیا ہو تو ہر ایک مدعی کے نام اُسکے دار مدعویہ کے خریدنے کا حکم دونگا اور کسی کے واسطے دوسرے پر حق شفعہ کا حکم نہ دونگا اسیطرح اگر ایک شخص اپنے دار مدعویہ پر قبضہ کر چکا ہو اور دوسرے نے نہ کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک مدعی کے گواہون نے وقت بیان کیا اور دوسرے کے گواہون نے بیان نکیا تو جسکے گواہون نے وقت بیان کیا ہے اُسکے نام دوسرے مدعی پر حق شفعہ کا حکم دونگا یہ مبسوط مین ہے ایک شخص نے ایک دار خریدا پھر شفیع نے دعوی کیا کہ اسنے کل دار منہدم کر دیا ہے اور مشتری نے اُسکی تکذیب کی تو قول مشتری کا قبول ہوگا اور گواہ شفیع کے مسموع ہونگے کذا فی فتاوی قاضیخان

گیارھوان باب۔ شفعہ کے واسطے وکیل کرنے اور وکیل شفعہ کے شفعہ دیدینے اور اُسکے متصلات کے بیان مین۔

اگر مشتری نے کسی دار کے خریدنے کا اقرار کیا اور دار اُسکے قبضہ مین موجود ہے تو اسمین شفعہ واجب ہو جائیگا اور وکیل اسمین خصم ہوگا اور مشتری سے اس امر کے گواہ کہ مین نے یہ دار اُسکے مالک سے خریدا ہے ایسی حالت مین مقبول نہونگے کہ جب اُسکا مالک غائب ہو حتے کہ اگر اُسکا مالک اُسوقت حاضر ہوا کہ جب مشتری اُس سے خریدنے کے گواہ پیش کر چکا ہے اور اُسنے حاضر ہوکر جو کچھ مشتری نے اُسکے مالک ہونے کا اقرار کیا ہے اس اقرار کی تصدیق کی مگر مشتری نے جو اپنے خریدنے کا دعوی کیا ہے اُسکی تکذیب کی تو وہ دار شفیع کے ہاتھ سے لیکر مالک کو دیدیا جائیگا کیونکہ ان لوگون کے بیان سے یہ ثابت ہے کہ اصل ملک اُس بائع کی ہے اور مشتری کی جانب سے اس ملک کا انتقال ثابت نہین ہوا مگر مالک دار سے اس بات پر قسم لیجائیگی کہ واللہ مین نے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ نہین فروخت کیا ہے پس اگر اُسنے قسم کھالی تو دار مذکور اُسکو واپس دیا جائیگا۔ پھر اسکے بعد اگر مالک دار کے سامنے اس بات سے

گواہ قائم ہوئے کہ اُسنے یہ دار اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہی تو خرید ثابت ہو جائیگی اور وہ دار شفیع کے قبضہ مین دیا
جائیگا اور ایسے گواہ مشتری و شفیع دونون کیطرف سے قبول ہونگے اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا اور مشتری نے انکار
کیا اور دار مشفوعہ ہنوز بائع کے قبضہ مین موجود ہی تو شفعہ کا حکم دیدیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مشتری نے اپنے خریدنے
کا اقرار کیا مگر کہا کہ فلان شخص کا اِس مین کچھ حق شفعہ نہین ہی تو مین وکیل سے شرکت یا جوار کے جس وجہ سے اُسکا حق شفعہ واجب
ہوا ہی گواہ طلب کرونگا پس اگر اُسنے ایسے گواہ قائم کر دیے تو اُسکے واسطے شفعہ کا حکم دونگا اور اُسکی صورت یہ ہی کہ
یون گواہ قائم کرے کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار واقع ہی وہ میرے موکل فلان شخص کی ملک ہی اور اگر اُسنے یون
گواہ دیے کہ دار مبیعہ کے پہلو مین جو دار واقع ہی وہ میرے موکل کے قبضہ مین ہی تو مین ایسے گواہ اسکی طرف سے
قبول نکرونگا اور فرمایا کہ ایسے مقدمہ مین موکل کے دو بیٹون یا اُسکے والدین یا اُسکے زوج یا زوجہ کی گواہی
قبول نکرونگا اور اُسکے مولی کی گواہی بھی قبول نکرونگا جبکہ وکیل یا موکل اس مولے کا غلام یا مکاتب ہو
مین ہی اور اگر وکیل شفعہ نے بسبب شرکت کے حق شفعہ ثابت کرنے کا ارادہ کرکے اس طرح گواہ قائم کیے کہ اس وکیل کے
فلان شخص موکل کا اس دار مبیعہ مین حصہ ہی اور گواہون نے اس حصہ کی مقدار بیان نکی تو وکیل کیطرف سے ایسے گواہ
مقبول نہونگے اور نہ اُسکے نام حق شفعہ کا حکم ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے واسطے کوئی دار
شفعہ مین لینے کا وکیل کیا اور وکیل کو ثمن سے آگاہ نہ کیا تو توکیل صحیح ہی پھر اگر وکیل نے اُسقدر مال کے عوض جتنے کو
مشتری نے خریدا ہی شفعہ مین لیا تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اگرچہ یہ مال ثمن اسقدر کثیر ہو کہ لوگ اپنے اندازہ مین
ایسا خسارہ نہ اٹھاتے ہون خواہ اُسنے بحکم قاضی لیا ہو یا بغیر حکم قاضی لیا ہو یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے شفیع کو
وکیل کیا کہ دار مشفوعہ اپنے شفعہ مین میرے واسطے لے لے پس شفیع نے اسکو ظاہر کر دیا تو دار مذکور کو شفعہ مین نہین
لے سکتا ہی کیونکہ شفیع کا غیر کے واسطے دار مذکور طلب کرنا اُسکی طرف سے تسلیم شفعہ ہی پس وہ تو یہی طلب کرتا ہی کہ
موکل کے ہاتھ بیع کرے حالانکہ اگر وہ اپنے واسطے بیع طلب کرتا تو شفعہ کا دیدینے والا قرار دیا جاتا سو جب غیر کے
واسطے بیع طلب کرتا ہی تو بدرجہ اولی شفعہ دیدینے والا قرار دیا جائیگا اور جب اس بات کا ظاہر کر دینا بمنزلہ شفعہ دیدینے
کے قرار دیا گیا تو خواہ مشتری حاضر ہو یا حاضر نہو دونون صورتون مین حکم یکسان ہی۔ اور اگر شفیع نے اس بات کو پوشیدہ
رکھا یہان تک کہ دار مشفوعہ لے لیا پھر اس بات کو ظاہر کیا پس اگر مشتری نے اُسکو دار مذکور بغیر حکم قاضی دیدیا ہی
تو یہ جائز ہی اور دار مذکور اُسکے موکل کا ہوگا کیونکہ اگرچہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شفیع اپنا شفعہ دیچکا تھا پھر لے لیا لیکن
مشتری کا سادگی سے بغیر حکم قاضی اُسکو دیدینا بمنزلہ ابتدائی بیع کے قرار دیا جائیگا پس ایسا ہو گیا کہ گویا شفیع نے
شفعہ دیکر پھر موکل کے واسطے دار مذکور مشتری سے خریدا ہی۔ اور اگر قاضی نے بحق شفعہ دینے کا حکم دیا ہو تو دار مذکور مشتری
کو واپس دیا جائیگا کیونکہ جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ شفیع لینے سے پہلے شفعہ کا دیدینے والا قرار پاچکا ہی تو ثابت ہوا کہ
مشتری پر قاضی کا حکم قضا بلا سبب تھا پس حکم قضا باطل ہوگا اور دار مذکور مشتری کو واپس دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور
اگر شفیع نے مشتری کو دار مشفوعہ شفعہ مین لینے کا وکیل کیا تو نہین صحیح ہی خواہ دار مذکور مشتری کے قبضہ مین ہو یا بائع کے
قبضہ مین ہو کذا فی المحیط۔ اور اگر بائع کو وکیل کیا کہ میرے واسطے دار مشفوعہ شفعہ مین لے لے تو قیاساً جائز ہی مگر
استحساناً جائز نہین ہی اور اگر یون کہا کہ مین نے تجھے اسقدر درمون سے شفعہ مین لینے کا وکیل کیا اور اُسنے لیا پس اگر یہ بھی

قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہو مگر اس قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ وکیل معزول کیا گیا ہو تو بھی امام اعظم و امام محمد رحمہ کے نزدیک نہین جائز ہو اور اگر وکیل مذکور نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مین نے غیر مجلس قاضی مین یا کسی دوسرے قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا ہو تو یہ اقرار صحیح ہو اور ایسا ہوگا کہ گویا اسنے اسوقت اس قاضی کے سامنے شفعہ دیدیا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر وکیل کے یا موکل کے دو بیٹون نے یون گواہی دی کہ اسنے غیر مجلس قاضی مین شفعہ دیدیا ہو تو مین انکی گواہی جائز رکھونگا اور وکالت ثابت ہونے کے واسطے وکیل یا موکل کے دو بیٹون کی گواہی جائز نہین ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنا دار فروخت کرنے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا اور اسنے ہزار درم کو فروخت کر دیا پھر مشتری سے سو درم گھٹا دیے اور موکل کو اس گھٹی کا تاوان دیدیا تو شفیع اس دار کو شفعہ مین فقط ہزار درم مین لے سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ کسی دار کے خریدنے کے وکیل نے اگر دار خرید کر اسپر قبضہ کر لیا اور قبل اسکے کہ دار مذکور اپنے موکل کے قبضہ مین دے شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ طلب کیا تو صحیح ہو اور اگر موکل کو دیدینے کے بعد طلب کیا تو صحیح نہین ہو اور اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اور یہی مختار ہو یہ خزانۃ المفتین و فتاوے کبرے مین لکھا ہو اور ایسا ہی اصحاب متون نے ذکر کیا ہو۔ اگر بائع کسی شخص کیطرف سے وکیل بیع ہو تو شفیع اس وکیل سے لے سکتا ہو بشرطیکہ اسکے قبضہ مین موجود ہو اسوجہ سے کہ یہ وکیل عاقد ہو اسی طرح اگر بائع کسی میت کا وصی ہو تو جن چیزون کی بیع اسکی طرف سے جائز ہو انمین شفیع کو یہی اختیار ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اگر مشتری نے شفیع کی خصومت کرنے سے پہلے یہ کہا کہ مین نے یہ دار فلان شخص کے واسطے خریدا ہو پھر اسکو دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو اسکے و مشتری کے درمیان کچھ خصومت نہو گی اور اگر شفیع کے خصومت کرنے کے بعد اسنے ایسا کہا تو خصومت اسکے ذمہ سے ساقط نہو گی اور اگر مشتری مذکور نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ مین نے خریدنے سے پہلے یہ کہا تھا کہ مین فلان شخص کا وکیل ہون تو گواہ مقبول نہونگے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہو کہ مقر لہ کے حاضر ہونے تک اسکے سر سے خصومت دور ہونے کے واسطے یہ گواہ مقبول ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر کسی شخص کو کسی دار معین کا حق شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو وکیل مذکور سواے اس دار کے دوسرے مقدمہ شفعہ مین خصومت نہین کر سکتا ہو کیونکہ وکالت مقید کرنے سے مقید ہو جاتی ہو اور اس صورت مین موکل نے جس دار کو معین کیا ہو اسی کی خصومت کے ساتھ وکالت کو مقید کر دیا ہو ہان اگر ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے واجب ہو وے خصومت کرنے کا وکیل کیا ہو تو البتہ جائز ہو اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ ہر حق شفعہ مین جو موکل کے واسطے پیدا ہو جاوے اسمین خصومت کرے جیسا کہ جو حقوق شفعہ اسوقت موجود ہین انمین خصومت کر سکتا ہو مگر سواے حق شفعہ کے دین وغیرہ دوسرے کسی حق مین خصومت نہین کر سکتا ہو کیونکہ وکالت شفعہ کے ساتھ مقید ہی لیکن جس سبب سے شفعہ طلب کرتا ہو اس حق کے اثبات مین خصومت کر سکتا ہو اور اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے شفعہ مین لے لیا پھر کسی مدعی نے آکر اس دار مشفوعہ مین اپنا کچھ دعوے کیا تو یہ وکیل اسکا خصم نہو گا اور اگر اس وکیل نے دار مذکور مین کوئی عیب پایا اسکو اختیار ہوگا کہ اس عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر دے اسمین کچھ موکل غائب کے حاضر ہونے تک انتظار کرنے کی ضرورت نہو گی یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص کو اپنے ہر

حق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہو طلب کرنے اور خصومت کرنے اور وصول و قبضہ کر لینے کا وکیل کیا تو وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکا شفعہ طلب کرے ہان جس شفعہ کا اُسکے نام حکم ہو چکا ہو اُسپر قبضہ کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر کسی شخص کو اپنا شفعہ طلب کرنے کا وکیل کیا پھر وکیل آیا اور حال یہ تھا کہ دار مشفوعہ کی عمارت غرق ہو چکی تھی یا زمین مشفوعہ کے درخت جل چکے تھے پس وکیل نے پورے ثمن مین مبیع بحق شفعہ لے لی مگر موکل اس پر راضی نہوا تو یہ لینا موکل کے ذمہ پڑیگا موکل اُسکو رد نہین کر سکتا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر شفعہ طلب کرنے کے وکیل سے مشتری نے درخواست کی کہ اتنے دنون تک میرے ساتھ جھگڑا کرنے سے اس شرط سے باز رہے کہ وکیل مذکور کا اپنا استحقاق خصومت و شفعہ بحالہ باقی رہیگا تو یہ جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر اتنے دن گزرنے سے پہلے وکیل مر گیا اور موکل کو اُسکے مرنے کا حال معلوم نہوا تو وہ اپنے استحقاق شفعہ پر رہیگا پھر جب میعاد گذر گئی اور موکل کو اُسکے مرنے کا علم ہو گیا مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یا کسی دوسرے وکیل کو اپنے واسطے شفعہ طلب کرنے کو نہ بھیجا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ وکیل مذکور کے بھیجنے سے پہلے ابتدا و حال مین حکم تھا (اور اگر موکل اس شہر مین نہوا تو اتنی مدت تک مہلت ہوگی کہ جہان شفیع موجود ہے وہان سے لوگون کی چال چلکر یہان پہونچ جاوے کذا فی المبسوط

بارھوان باب نابالغ کے شفعہ کے بیان مین

نابالغ استحقاق شفعہ مین مثل بالغ کے ہے اگر یہ مبسوط مین ہے۔ فرمایا کہ حمل بھی استحقاق شفعہ مین بالغ کے مثل ہے پس اگر خرید واقع ہونے کے وقت سے چھ مہینے سے کم مین وضع حمل ہوا تو اس بچہ کو شفعہ ملیگا اور اگر چھ مہینے یا زیادہ مین وقت خرید سے وضع حمل ہوا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا کیونکہ بیع واقع ہونے کے وقت اس بچہ کا وجود حقیقۃً ثابت ہوا نہ حکماً لیکن اگر بیع سے پہلے اُسکا باپ مر گیا ہو اور یہ بچہ اُسکا وارث ہوا ہو تو اس صورت مین شفعہ کا مستحق ہوگا اگرچہ وقت بیع سے چھ مہینے یا زیادہ مین وضع حمل ہوا ہو کیونکہ وقت بیع کے اُسکا وجود حکماً ثابت ہے اسلیے کہ وہ اپنے باپ کا وارث ہوا ہے پھر واضح ہو کہ جب صغیر کے واسطے شفعہ واجب ہو تو اس شفعہ کے طلب کرنے اور لینے کا کارپرداز وہی شخص ہوگا جو اُسکے اختیار حقوق کے واسطے شرعاً اُسکا قائم مقام ہو اور یہ شخص اُسکا باپ ہوتا ہے یا باپ کا وصی پھر اُسکا دادا پھر اُسکے دادا کا وصی پھر وہ وصی جسکو قاضی مقرر کرے پھر اگر ان لوگون مین سے کوئی موجود نہو تو جس وقت یہ لڑکا بالغ ہو اُسوقت لینے استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اُسکو خیار بلوغ و شفعہ حاصل ہوا پس وہ رد نکاح اختیار کریگا یا طلب شفعہ سو ان دونون مین سے جو امر پہلے واقع ہوگا وہ جائز ہو جائیگا اور دوسرا باطل ہو جائیگا اور اس باب مین حیلہ یہ ہے کہ یون کہے کہ مین نے دونون کو طلب کیا شفعہ کو اور خیار کو۔ اور اگر نابالغ کا قائم مقام ان لوگون مین سے کوئی موجود ہو اور اُسنے باوجود امکان کے طلب شفعہ کو ترک کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا حتی کہ جب نابالغ بلوغ کو پہونچے تو اُسکو لینے کا حق حاصل نہوگا اور یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی یا جو شخص انکے اندر اُسکا شرعی قائم مقام ہے کسی نے صغیر کا شفعہ دیا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا دیدینا صحیح ہوگا حتی کہ جب نابالغ اپنے بلوغ کو پہونچا تو اُسکو اختیار نہوگا کہ مبیع مشفوعہ کو شفعہ مین لے لے خواہ شفعہ دینے والے نے مجلس قاضی مین شفعہ دیا ہو یا غیر مجلس قاضی مین دیا ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مشتری نے ایک دار کو اسقدر ثمن کثیر کے عوض خریدا کہ لوگ اپنے اندازہ مین اسقدر خسارہ نہین اُٹھاتے ہین اور اس

دار کا شفیع ایک نابالغ ہے پس اُسکے باپ نے اسکا شفعہ دیدیا تو ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اس صورت مین
تسلیم شفعہ امام محمد رحمہ کے نزدیک بھی صحیح ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تسلیم بالاجماع صحیح نہین ہے اسوجہ سے کہ ایسے ثمن کثیر ہونے
کے باعث سے باپ اُسکے لینے کا اختیار نہین رکھتا ہے اور طلب شفعہ سے سکوت کرنا یا شفعہ دیدینا جبھی صحیح ہوسکتا ہے
کہ جب یہ شخص اُسکو لے سکتا ہو پس نابالغ وقت بلوغ کے اپنے استحقاق شفعہ پر ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر خریدی ہوئی
شفعہ کی اُسکی قیمت سے بہت کم ثمن پر واقع ہوئی مگر نابالغ کے باپ نے اُسکا شفعہ دیدیا تو امام اعظم رحمہ سے
روایت ہے کہ یہ جائز ہے اور امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ یہ نہین جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے نہین کوئی روایت
نہین ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے ایک دار خریدا اور باپ ہی اُسکا شفیع ہے تو ہمارے
نزدیک باپ اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہے جیساکہ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اپنے واسطے خریدا تو جائز ہوتا ہے
پھر کس طرح شفعہ مین لیگا اُسکی یہ صورت ہے کہ یون کہے کہ مین نے اسکو خریدا اور خود شفعہ مین لے لیا اور اگر بجائے
باپ کے باپ کا وصی ہو پس اگر وصی کے اس دار کے لینے مین نابالغ کے حق مین منفعت ہو مثلاً اگر خرید غبن یسیر
واقع ہوئی کہ دار کی قیمت مثلاً دس درم تھی اور وصی نے گیارہ درم کو خریدا تو ایسا غبن یسیر وصی کی جانب
سے اجنبی کے ساتھ اُسکے تصرف کرنے مین برداشت کر لیا جاتا ہے اور وصی کے خود شفعہ مین لینے سے یہ غبن
مرتفع ہوتا ہے پس جب ایسی صورت ہوئی تو وصی کا شفعہ مین لینا نابالغ کے حق مین نافع ٹھہرا تو بقیاس قول امام
اعظم رحمہ دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف کے نزدیک وصی اُسکو شفعہ مین لے سکتا
ہے جیساکہ اگر وصی نے مال صغیر مین سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی تو ایسی صورت مین جائز ہے۔ اگر وصی کے
شفعہ مین یہ دار لینے مین نابالغ کے حق مین منفعت نہو مثلاً دار مذکور کی خرید نابالغ کے واسطے اس دار
کی قیمت کے برابر ثمن پر واقع ہوئی تو بالاتفاق وصی کو شفعہ مین لینے کا اختیار نہوگا جیساکہ اگر وصی نے اپنے
واسطے نابالغ کا کوئی مال اُسکی قیمت کے برابر ثمن پر خریدنا چاہا تو بالاتفاق جائز نہین ہے پھر جس صورت مین
وصی کو شفعہ مین لینا جائز ہے تو وصی یون کہے کہ مین نے خرید کیا اور شفعہ طلب کیا پھر قاضی کے پاس مرافعہ کرے
تاکہ قاضی اس نابالغ کیطرف سے ایک کارپرداز مقرر کرے کہ جس سے وصی شفعہ مین لے لے اور اُسکو
ثمن دیدے پھر وہ کارپرداز یہ ثمن لیکر وصی کو دیدیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر باپ نے ایک دار خریدا اور اُسکا نابالغ بیٹا اُسکا
شفیع ہے پس باپ نے نابالغ مذکور کے واسطے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ نابالغ مذکور بالغ ہوگیا تو بالغ کو یہ اختیار
نہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ مین لے اسواسطے کہ اُسکا باپ بحق شفعہ لینے پر قادر تھا کیونکہ خریدکرنا شفعہ مین لینے کا منافی
نہین ہے پس اُسکا شفعہ سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل ہوگیا ہے اور اگر باپ نے اپنا کوئی دار فروخت کیا اور اُسکا نابالغ
لڑکا اُسکا شفیع ہے اور باپ نے اُسکا شفعہ طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا حتی کہ جسوقت نابالغ مذکور بالغ ہو تو اُسکو شفعہ مین
لینے کا اختیار ہوگا اسوجہ سے کہ باپ اس صورت مین شفعہ طلب کرنے پر قادر نہ تھا اسلیے کہ وہی بائع تھا اور ایسے
شخص کا سکوت کرنا جو نہین لے سکتا ہے شفعہ کا مبطل نہین ہوتا ہے۔ اور اگر وصی نے اپنا کوئی دار فروخت کیا یا اپنے
واسطے خرید کیا اور نابالغ اُسکا شفیع ہے مگر وصی نے اُسکے واسطے شفعہ طلب نکیا تو نابالغ اپنے شفعہ پر رہیگا
حتی کہ جسوقت بالغ ہو تو لے سکتا ہے یہ ذخیرہ و محیط سرخسی مین ہے۔ محمد واجب یہ ہے کہ جس صورت مین باپ نے

اپنے واسطے کوئی دار خریدا اور نابالغ اسکا شفیع ہے تو اس صورت مین جواب مین تفصیل ہونی چاہیے یعنے اگر نابالغ کے واسطے لینے مین اسکے حق مین کوئی ضرر نہو مثلاً اس دار کی خرید اسکی قیمت کے برابر ثمن پر یا قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن پر کہ ایسی زیادتی کو لوگ اندازہ مین برداشت کر لیتے ہین واقع ہوئی ہو تو اس صورت مین باپ کے سکوت کے نابالغ کو بھی بعد بالغ ہونے کے استحقاق شفعہ نہوگا اور اگر نابالغ کے واسطے لینے مین ضرر ہو مثلاً باپ نے دار مذکور کی قیمت سے اسقدر زیادہ ثمن پر خریدا کہ ایسی زیادتی کو لوگ آپسمین اندازہ مین برداشت نہین کرتے ہین اور باپ نے اسکے واسطے شفعہ مین لینے سے سکوت کیا تو نابالغ کو بعد بالغ ہونے کے استحقاق شفعہ ہوگا کیونکہ باپ کو نابالغ کے مال مین اپنے ساتھ اسطرح تصرف کرنے کا اختیار نہین ہے کہ جسمین نابالغ کے حق مین ضرر ہو پس اس صورت مین باپ کو نابالغ کے واسطے شفعہ مین لینے کا اختیار ہی نہ تھا تو اسکا شفعہ لینے سے سکوت کرنا شفعہ کا مبطل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر باپ نے یا وصی نے کہا کہ مین نے نابالغ کے واسطے یہ دار بعوض ہزار درم کے خریدا ہے پس شفیع نے اس سے کہا کہ تو جھوٹا ہے بلکہ تو نے اسکو پانچ سو درم کو خریدا ہے پس باپ یا وصی نے اسکے قول کی تصدیق کی تو نابالغ کے حق مین اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور شفیع اسکو ہزار درم مین لے سکتا ہے لیکن اگر شفیع اس بات کے گواہ قائم کرے کہ مشتری نے اسکو پانچ سو درم مین خریدا ہے تو البتہ تصدیق ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ باپ نے اگر اپنے نابالغ لڑکے کے واسطے کوئی دار خریدا پھر اسنے اور شفیع نے ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول قبول ہوگا کیونکہ باپ شفیع کے ثمن متعدد ہونے کے عوض شفیع کے مالک ہونے سے انکار کرتا ہے اور اس صورت مین باپ پر قسم عائد نہین ہوتی ہے اسلیے کہ قسم سے انکار کرنا کچھ مفید نہین ہے یہ محیط مین ہے

تیرھوان باب ۔ اگر خرید بعوض عروض واقع ہو تو اسکے حکم شفعہ کے بیان مین

اگر مشتری نے خرید اقوض دیکر کیا تو ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل موجود ہے جیسے کیلی و وزنی چیزین اور عددی چیزین جو باہم متقارب ہین یا ایسی چیز کے عوض خریدیگا جسکا مثل نہین ہے جیسے مذروعات متفاوتہ مثلاً کپڑے کے تھان یا جیسے غلام اور اسکے مانند چیزین پس اگر اسنے ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل موجود ہے تو شفیع اسکو اسکے مثل کے بدلے لیگا اور اگر ایسی چیز کے عوض خریدا جسکا مثل نہین ہے تو شفیع اس چیز کی قیمت کے عوض لیگا اور یہ عامہ علماء کے نزدیک ہے اور اگر بائع و مشتری نے باہم دار کو دار کے عوض خرید فروخت کیا تو ہر دار کے شفیع کو اختیار ہوگا کہ دوسرے دار کی قیمت کے عوض شفعہ مین لے لے اسواسطے کہ دار مثلی نہین ہے پس اسکے مثل کے عوض لینا ممکن نہین ہے اور اسی سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی دار بعوض عرض کے خریدا اور ہنوز بائع نے قبضہ نہوا تھا کہ یہ عرض تلف ہوگیا تو بائع و مشتری کے درمیان بیع ٹوٹ جاویگی اور شفیع کو شفعہ ملیگا اسی طرح اگر مشتری نے فقط دار پر قبضہ کر لیا ہو اور عرض مذکور بائع کے قبضہ مین نہ آیا ہو یہانتک کہ وہ تلف ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے پھر واضح ہو کہ شفیع اسی چیز کے عوض لے لیگا جو بوجہ عقد کے واجب ہوئی نہ اس چیز کے عوض جو مشتری نے واجب شدہ کے بدلے بائع کو دی ہے چنانچہ اگر مشتری نے ایک دار بعوض درم یا دینار ون کے خرید پھر اس ثمن کے بدلے کوئی عرض دیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض درم یا دینار کے لیگا نہ بعوض عرض کے یہ مبسوط مین لکھا ہے اور اگر کوئی دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا تو ہمارے نزدیک شفیع کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس

غلام کی قیمت کے لے لے اور اگر غلام مذکور بائع کے قبضہ سے پہلے مرگیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور ہمارے نزدیک شفیع کو
اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو بعوض اس غلام کی قیمت کے لے لے اسیطرح اگر بائع نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر واپس کے
بیع توڑ لی تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر امنین سے کوئی بات نہ واقع ہوئی یہان تک کہ شفیع نے وہ دار بائع سے لے لیا تو
غلام مذکور کی قیمت کے عوض لیگا اور غلام مذکور اُسکے مالک کے پاس رہیگا بائع کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر
شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے غلام مذکور کی قیمت کے عوض بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی لیا پھر قبضہ سے پہلے غلام
مرگیا یا اُسمین کوئی عیب پیدا ہو گیا تو یہ قیمت بائع کو ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب الاصل
مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام معین کے خریدا اور شفیع نے دار مذکور بعوض غلام
معین کی قیمت کے بحکم قاضی لے لیا پھر وہ غلام استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اور
وہ دار مذکور کو شفیع سے لے لیگا۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ شفیع نے دار مذکور بعوض قیمت غلام کے بحکم قاضی لیا ہو اور
اگر مشتری نے بغیر حکم قاضی وہ دار شفیع کو بعوض قیمت غلام مذکور کے دیدیا ہو پس اگر مشتری نے شفیع سے غلام مذکور
کی قیمت بیان کر دی ہو کہ اسقدر ہے یہانتک کہ ثمن بہ طرح سے معلوم ہوگیا پھر وہ غلام استحقاق مین لیا گیا تو مشتری کو دار مذکور
لینے کی کوئی راہ نہوگی اور مشتری کا اُسکو دینا از سر نو بیع قرار دیجائیگی اور بائع کے واسطے مشتری پر دار مذکور کی قیمت
واجب ہوگی اور اگر مشتری نے شفیع سے غلام کی قیمت مفصل نہ بیان کی ہو بلکہ یون کہا کہ مین نے تجھے یہ دار بعوض
قیمت غلام مذکور کے دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اسصورت مین دار مذکور شفیع سے واپس لے یہ محیط مین لکھا ہے اور
اگر غلام کے عوض ایک دار خریدا پھر غلام مین عیب پاکر اُسکو واپس کر دیا تو دار مشفوعہ کو شفیع اس غلام صحیح سالم کی قیمت
کے بدلے لیگا کیونکہ عقد بیع مین صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا اور شفیع پر ایسے ہی غلام کی قیمت واجب ہے جو عقد مین ٹھہرا تھا
اور اگر کوئی غلام بعوض کسی دار کے خریدا تو یہ صورت اور دار کو بعوض غلام کے خریدنے کی صورت دونون یکسان ہین
یہ مبسوط مین ہے اگر کسی شخص نے غیر کے غلام کے عوض ایک دار خریدا اور مالک غلام نے اجازت دیدی تو شفیع کو شفعہ
کا استحقاق ہوگا اور اگر معین کیلی یا وزنی چیز کے عوض خریدا پھر یہ چیز استحقاق ثابت کرکے لے لی گئی تو شفعہ باطل ہو گیا
کیونکہ جب کیلی و وزنی چیز عقد مین معین قرار پائی ہے تو اُسکا و غلام کا یکسان حکم ہوتا ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز مشتری
کے ذمہ قرار پائی اور اُسنے جدا ہونے سے پہلے ادا کر دی پھر وہ استحقاق مین لے لی گئی تو شفیع کا شفعہ بحالہ رہیگا
کیونکہ جب کیلی یا وزنی چیز بطور دین کے مشتری کے ذمہ ٹھہری تو اُسکا اور دراہم کا یکسان حکم ہے اور منتقی مین بروایت
ابن سماعہ کے امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار بعوض ایک کر گیہون معین یا غیر معین کے
شہر کوفہ مین خریدا اور دونون نے باہمی قبضہ کر لیا پھر شہر مرو مین شفیع نے دار مشفوعہ کے شفعہ کا مخاصمہ کیا اور مشتری
پر شفیع کی ڈگری ہو گئی اور دار مذکور کوفہ مین واقع ہے یا مرو مین تو فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہے چاہے شفیع سے مواخذہ
کرکے اول گیہون کے مثل کوفہ مین گیہون لیکر اُسکو دار مشفوعہ مرو مین سپرد کر دے یا دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا
قصد کرکے مرو مین اُس سے ان گیہوون کی کوفہ کی قیمت لیکر دار مذکور اُسکو دیدے اور منتقی مین دوسرے مقام پر
فرمایا کہ اگر ایسے ایک کر گیہون کی قیمت دونون جگہ یکسان ہو تو جہان شفیع کے نام شفعہ کی ڈگری ہوئی ہے وہین
مشتری کو کر دیدے پس اگر قیمت مین تفاوت ہو تو دیکھنا چاہیے کہ جہان شفیع دینا چاہتا ہے اگر وہان اُس کُر کی قیمت

گران ہو تو یہ امر شفیع کے اختیار میں ہے جہان چاہے دیوے اور اگر وہان اسکی قیمت ارزان ہو تو مشتری کا [illegible] راضی ہو گیا تو یہ مشتری کو اختیار ہے اور اگر مساوات ہو تو جس جگہ ایسے گیہون کی قیمت موضع خریدسے مساوی ہو وہان مشتری کو قیمت دیدے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص نے ایک دار بعوض ایک کر کھجور کے خریدا پھر شفیع ایسے وقت حاضر ہوا کہ جب کہ [illegible] لوگون کے ہاتھ آنے سے منقطع ہو چکے تھے تو شفیع ہی اگر ان کھجورون کی قیمت کے بدلے لیگا کذا فی [illegible]

چودھوان باب فسخ بیع و اقالہ میں استحقاق شفعہ ہونا اور اسکے متصلات کے بیان

میں - اگر مشتری نے دار خریدکر دہ بعد قبضہ کے عیب پاکر بسبب عیب کے اسکو واپس کیا اور یہ اسوقت ہوا کہ شفیع اپنا شفعہ دیچکا ہو تو پھر شفیع کو اختیار حاصل ہوگا چاہے یہ دار شفعہ میں لے لے بشرطیکہ عیب کی وجہ سے واپس کرنا بغیر حکم قاضی واقع ہوا ہو اور اگر بحکم قاضی واپس کیا اور شفیع اسکو شفعہ میں لینا چاہتا ہو اور اگر مشتری نے دار مذکور عیب کی وجہ سے قبضہ سے پہلے واپس کیا پس اگر بحکم قاضی واپس کیا تو شفیع کے واسطے شفعہ نہ ہوگا اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور بنابر قول امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ شفیع کو استحقاق شفعہ ہوگا اور بعضون نے فرمایا کہ نہوگا اور اگر مشتری نے دار مذکور بخیار رویت یا بخیار شرط واپس کیا ہو تو شفیع کو ازسرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا خواہ یہ واپسی قبضہ سے پہلے واقع ہوئی ہو یا قبضہ کے بعد واقع ہوئی ہو خواہ باہمی رضامندی سے واقع ہوئی ہو یا بغیر باہمی رضامندی کے واقع ہوئی ہو یہ محیط میں ہے اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے دار مبیعہ واپس کیا پس اگر ایسے سبب سے واپس کیا جو [illegible] جیسے خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کرنا یا عیب کی وجہ سے قبضہ سے پہلے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی واپس کرنا یا بعد قبضہ کے عیب کی وجہ سے بحکم قاضی واپس کرنا تو ایسی صورت میں شفیع کو ازسرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور اگر واپس کرنا ایسے سبب سے ہو جو بائع و مشتری کے حق میں فسخ اور تیسرے کے حق میں بیع جدید ہو جیسے قبضہ کے بعد بغیر حکم قاضی بسبب عیب کے واپس کیا یا اقالہ کرلیا تو شفیع کے واسطے ازسرنو استحقاق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر شفیع نے اولًا شفعہ نہ دیا ہو یہانتک کہ بائع و مشتری نے باہم عقد بیع کو فسخ کرلیا تو حق شفعہ باطل نہوگا خواہ یہ فسخ ایسے سبب سے ہو جو ہر طرح سے فسخ ہو یا ایسے سبب سے ہو جو بعض وجہ سے فسخ ہو اور بعض وجہ سے بیع جدید ہو یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی شخص نے کوئی دار یا زمین خریدی پھر شفیع نے اپنا شفعہ دیدیا پھر بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ یہ بیع بطور تلجیہ تھی اور مشتری نے مبیع مذکور بائع کو واپس کردی تو شفیع کے واسطے ازسرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ تسلیم شفعہ کے بعد شفیع کا کچھ حق نہیں رہا پس ان دونون کا اقرار اسکے ابطال حق کو متضمن نہیں ہے سو تلجیہ ان دونون کے اقرار سے ثابت ہوگا اور یہ ایسی بسبب بیع جدید کے ہوگی پس شفیع کو ازسرنو استحقاق شفعہ حاصل نہوگا اور منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خریدکر قبضہ کرلیا اور شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے کہا کہ مین نے تو یہ دار کر فلان شخص کے واسطے خریدا تھا اور شفیع نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا تھا اور اب تو [illegible] سپرد بیع کرتا ہے پس مین اس بیع پر یہ دار شفعہ میں لے لونگا تو قول شفیع کا قبول ہوگا پھر اگر فلان شخص غائب ہو تو شفیع کو یہ اختیار نہوگا کہ دار مذکور لے لے یہانتک کہ وہ شخص غائب آجاوے اور اگر مشتری نے کہا کہ مین اس بات کے گواہ قائم کرتا ہون کہ مجھے فلان شخص نے ایسا حکم دیا تھا اور مین نے اسکے واسطے خریدا ہے تو اسکی گواہی

[illegible] فلان شخص [illegible] مشتری کا [illegible]
[illegible]

سکے گواہ مشتری کی طرف سے مقبول نہونگے جب تک کہ وہ شخص غائب حاضر نہو جاوے یہ محیط مین ہے۔ اگر شفیع نے شفعہ دیدیا پھر مشتری نے بائع کے واسطے ایک روز کا خیار دیا تو یہ جائز ہے پھر اگر بائع نے اس دن مین بیع توڑ دی تو ابن سماعہ رحنے امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی ہے کہ شفیع کو از سر نو حق شفعہ حاصل ہوگا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے اور ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ شفیع کو شفعہ حاصل ہوگا کذا فی محیط السرخسی

پندرھوان باب - اہل کفر کے شفعہ کے بیان مین

اگر ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی سے ایک دار بعوض خمر دار یا خون کے خریدا تو شفیع کے واسطے اسمین حق شفعہ نہوگا۔ ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب کے خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کر لیا پھر شراب مذکور سرکہ ہوگئی پھر بائع و مشتری بعد دونون مسلمان ہوگئے پھر نصف دار استحقاق مین لے لیا گیا پھر شفیع حاضر ہوا تو نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لے لیگا اور نصف سرکہ کے بدلے نہین لے سکتا ہے پھر مشتری اپنے بائع سے آدھا سرکہ واپس لیگا اگر بعینہ موجود ہوا اور اگر اُسنے تلف کر دیا ہو تو نصف سرکہ کے مثل واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک دار بعوض شراب یا سور کے خریدا اور اُسکا شفیع کوئی ذمی یا مسلمان ہے تو ہمارے صحاب کے نزدیک شفعہ واجب ہوگا پھر جب شفعہ واجب ہوا پس اگر شفیع ذمی ہو تو دار مشفوعہ کو شراب مذکور کے مثل اور سور کی قیمت کے بدلے لیگا اور اگر مسلمان ہو تو دار مشفوعہ کو شراب و سور کی قیمت کے بدلے لیگا یہ بدائع مین ہے ایک دار بعوض شراب کے فروخت کیا گیا اور اُسکے دو شفیع ہین ایک کافر ہے اور دوسرا مسلمان ہے تو کافر اسمین سے نصف دار کو نصف شراب کے بدلے لیگا اور مسلمان نصف دار کو نصف شراب کی قیمت کے بدلے لیگا اور اگر ثمن مین عقد قرار پایا ہو تو ہر شفیع نصف قیمت کے بدلے لیگا یہ مبسوط سرخسی مین ہے۔ اور اگر اُسکا شفیع ایک مسلمان اور ایک ذمی ہو پھر ذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی بھی اُسمین سے نصف دار بعوض نصف شراب کی قیمت کے لیگا جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا اور اُسکا شفعہ باطل نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر کوئی دار بعوض شراب کے خریدا پھر بائع و مشتری مین سے ایک مسلمان ہوگیا اور ہنوز شراب پر قبضہ نہین ہوا ہے اور دار پر قبضہ ہوگیا ہے یا نہین ہوا ہے تو بیع ٹوٹ جائیگی ولیکن شفیع کا حق شفعہ باطل نہوگا پس اگر شفیع مسلمان ہو یا جس سے لیتا ہے وہ مسلمان ہو تو شفیع اُسکو قیمت شراب کے بدلے لے لیگا اور اگر دونون کافر ہون تو شفیع اس دار کو اس شراب کے مثل کے بدلے لے لیگا اور اگر شراب پر قبضہ ہو جانے کے بعد دار پر قبضہ ہونے سے پہلے بائع و مشتری دونون مین سے کوئی مسلمان ہوگیا تو عقد بیع صحیح رہیگا اور اگر ذمی نے کنیسہ یا بیعہ یا آتش خانہ فروخت کیا تو بیع جائز ہے اور اسمین شفیع کو شفعہ کا استحقاق ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مرتد نے کوئی دار خریدا پھر مرتد قتل کیا گیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفعہ خروج مبیع سے متعلق ہے اور یہ پایا گیا اور اسکے بعد عقد کا فسخ ہو جانا موجب بطلان شفعہ نہین ہے۔ اور اگر مرتد نے دار فروخت کیا پھر وہ قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا ملا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین شفعہ نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر بائع مرتد دار الحرب مین جا ملنے سے پہلے مسلمان ہوگیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور شفیع کو اسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا اور اگر دار الحرب مین جا ملنے و اُسکا مال تقسیم ہو جانے کے بعد وہ مسلمان ہوا تو اُسکی مبیع مین استحقاق شفعہ نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکی بیع جائز ہے اور اسمین شفیع کا حق شفعہ ہے خواہ وہ مسلمان ہو جاوے یا دار الحرب

مین جاوے اور اگر مسلمان نے کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک مرتد ہوا اور وہ بسبب مرتد ہونے کے قتل کیا گیا یا خود مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا تو اس دار مین اُسکا شفعہ نہوگا اور نہ اُسکے وارثون کا شفعہ ہوگا۔ اور اگر کسی عورت مرتدہ کا شفعہ واجب ہوا اور وہ دار الحرب مین جا ملی تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر یہ عورت مرتدہ کسی دار کی خرید کرنے والی ہو تو شفیع کو اُسمین استحقاق شفعہ ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص مرتد یا مرتدہ شفیع ہو اور اُسنے شفعہ دیا تو جائز ہوا اور اگر اُسنے شفعہ نہ دیا اور شفعہ مین دار مشفوعہ لینا چاہا تو قاضی اُسکے واسطے شفعہ کا حکم نہ دیگا لیکن اگر مسلمان ہو جاوے تو حکم دیگا اور اگر قاضی نے اُسکا شفعہ باطل کر دیا پھر وہ مسلمان ہوا تو اُسکو شفعہ نہ دیگا اور اگر قاضی نے اُسکو مہلت دیکی ہو تاکہ اپنے معاملہ مین سوچ و فکر کرے پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اُسکو شفعہ پہونچیگا اگر جسوقت مسلم اُسوقت ہو کہ اُسنے خرید کا حال جاننے کے وقت شفعہ طلب کیا ہو اور اگر اسلام لانے کے وقت طلب اُسنے شفعہ نہ طلب کیا ہو تو اس صورت مین اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا کیونکہ اُسنے طلب مواثبت کو زمانت ہونے کا حال جاننے کے بعد ترک کیا ہو اور اگر مرتد دار الحرب مین جا ملا پھر اُسکی میراث اُسکے وارثون مین تقسیم ہونے سے پہلے دار فروخت کیا گیا تو اُسکے وارثون کو استحقاق شفعہ ہوگا اور اگر مرتد نے کوئی دار کسی مسلمان یا ذمی سے بعوض شراب کے خریدا تو بیع باطل ہو اور اُنمین شفعہ نہوگا یہ مبسوط مین ہو اگر حربی مستامن نے کوئی دار خریدا پھر دار الحرب مین چلا گیا تو شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا جب اُس سے ملاقات ہو طلب کر سکتا ہو کیونکہ اُسکا دار الحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہو اور مشتری کا مرجانا شفیع کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر مسلمان نے دار الاسلام مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع ایک حربی مستامن ہو پھر وہ دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا خواہ اُسکو خرید کا حال معلوم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ اور اگر حربی مستامن نے ایک دار خریدا اور اُسکا شفیع بھی حربی مستامن ہو پھر دونون دار الحرب مین چلے گئے تو شفیع کو اُس مین شفعہ کا استحقاق نہوگا کیونکہ اُسکا دار الحرب مین چلا جانا ایسا ہی جیسا دار الاسلام والے کا دار الاسلام مین مرجانا اور یہ ظاہر ہو کہ دار مشفوعہ دار الاسلام مین ہو۔ اور اگر شفیع و مشتری دونون دار الحرب مین ہون پس اگر شفیع مسلمان یا ذمی ہو جو امان لیکر دار الحرب مین گیا ہو تو جسوقت وہ آگاہ ہوا اُسیوقت استحقاق شفعہ پر ہوگا پھر اگر وہ دار الاسلام مین آیا حالانکہ وہ بیع کا حال جانتا ہو مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ پھر کہین چلا گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور اگر اُسنے شفعہ طلب کیا پھر اُسکو دار الحرب وغیرہ کی طرف کوئی سفر پیش آیا تو وہ اپنے شفعہ پر رہیگا اگر طالب شفعہ ہو۔ اور اگر شفیع کوئی حربی مستامن ہو اور اُسنے طلب شفعہ کے واسطے وکیل کیا اور خود دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا جیسا کہ شفعہ طلب کرنے کے واسطے وکیل کرنے کے بعد مرجانے کا حکم ہو۔ اور اگر شفیع کوئی مسلمان یا ذمی ہو اور اُسنے کسی حربی مستامن کو وکیل کیا پھر یہ وکیل دار الحرب مین چلا گیا تو اُسکی وکالت باطل ہوگئی اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا کیونکہ وکیل مذکور کا دار الحرب مین چلا جانا مثل اُسکے مرجانے کے ہو اور وکیل کا مرجانا وکالت کو باطل کرتا ہو موکل کے شفعہ کو باطل نہین کرتا ہو پس ایسا ہی وکیل مذکور کا دار الحرب مین چلا جانا یہی حکم رکھتا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر کسی مسلمان نے دار الحرب مین کوئی دار خریدا اور اُسکا شفیع بھی مسلمان ہو پھر اہل دار الحرب کے سب لوگ مسلمان ہوگئے تو شفیع کو استحقاق شفعہ نہوگا۔ جاننا چاہیے کہ جو حکم قضا ر قاضی کا

محتاج نہین ہین وہ دارالحرب و دارالاسلام یکسان ہین۔ اور جو حکم قضاء قاضی کا محتاج ہی وہ حکم ان مسلمانون کے حق مین جو دارالحرب مین ہین ثابت نہوگا اسواسطے کہ اس حکم کا سبب دارالحرب مین پیدا ہوا ہی اور اول کی مثال یہ ہی کہ جیسے خرید فروخت جائز ہی اور ام ولدہا کا بیع ہی اور عتق نافذ ہوجائیگا اور نماز و روزہ انپر واجب ہی پس یہ احکام سب احکام اسلام ہین اور جو مسلمان دارالحرب مین ہین انپر بھی جاری ہونگے اور ثانی کی مثال جیسے زنا کرنا چنانچہ اگر دارالحرب والے مسلمان نے زنا کیا پھر دارالحرب دارالاسلام ہوگیا تو اسپر حد قائم نکیجائیگی کذا فی المحیط

سولھوان باب مرض مین شفعہ کے بیان مین

اگر مریض نے ایک دار دو ہزار درم کو خریدا حالانکہ اُسکی قیمت ایک ہزار درم ہی اور اسکے سوائے اُس مریض کے پاس ہزار درم موجود ہین پھر مرگیا تو بیع جائز اور شفیع کو بہین شفعہ کا استحقاق ہوگا کیونکہ مریض مذکور نے اس بیع مین بقدر ایک تہائی کے محابات کی ہی اور اجنبی کے حق مین مریض کی طرف سے اسقدر محاباۃ جائز ہوتی ہی پس اس دار مین شفیع کا شفعہ واجب ہوگا اور اگر مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار دو ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہی تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ دو ہزار درم مین سے لے یہ مبسوط مین ہی ایک مریض نے ایک دار ہزار درم کو فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی اور اسکے سوائے مریض مذکور کا کچھ مال نہین ہی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اس دار کو دو ہزار درم کی دو تہائی مین سے لے ورنہ چھوڑ دے اور شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو ایک ہزار درم اور ایک ہزار کی ایک تہائی کے بدلے شفعہ مین لے لے (یعنے دو ہزار کی دو تہائی کے بدلے) یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر مریض نے ایک دار بعوض دو ہزار درم کے میعادی اودھار فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت تین ہزار درم ہی تو میعاد باطل ہوگی گر مشتری کو اختیار دیا جائیگا چاہے بیع فسخ کردے یا فی الحال دو ہزار درم ادا کرے تاکہ وارثون کو اُنکا پورا حق پہنچ جاوے اور ان دونون مین جو بات مشتری نے اختیار کی بہر حال شفیع کو اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو نقد دو ہزار درم کو لے لے اور اگر مریض نے ایک دار تین ہزار درم کو ایک سال کے اودھار پر فروخت کیا حالانکہ اُسکی قیمت دو ہزار درم ہی پھر مرگیا تو بالاجماع یہ حکم ہی کہ ایک تہائی سے زیادہ مین اودھار کی میعاد باطل ہی لیکن اسمین اختلاف ہی کہ یہ تہائی ثمن کے حساب سے اعتبار کیجائیگی یا قیمت کی راہ سے معتبر ہوگی پس امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ثمن کے حساب سے معتبر ہوگی پس دو تہائی ثمن لینے دو ہزار درم فی الحال ادا کرے اور باقی ایک ہزار درم اپنی میعاد پر دے اگر اُسکو بیع منظور ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ تہائی باعتبار قیمت کے لگائی جاویگی پس اگر اسکو منظور ہو تو دو تہائی قیمت یعنے ایک ہزار تین سو تینتیس و یک تہائی درم فی الحال ادا کرے اور باقی اپنی میعاد پر دے یہ محیط مین ہی۔ اگر مریض نے کوئی دار اُسکی قیمت کے برابر دامون کو اپنے وارث کے ہاتھ فروخت کیا اور اُسکا شفیع کوئی اجنبی ہی تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا اسواسطے کہ مریض کا مرض الموت مین اپنا کوئی مال عین کسی وارث کے ہاتھ فروخت کرنا اگرچہ اس مال عین کی قیمت کے برابر دامون کے عوض ہو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی الا اس صورت مین کہ باقی وارث لوگ اسکی اجازت دیدین۔ گر صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی تو شفعہ بھی ثابت ہوگا اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا اور وارث اُسکا شفیع ہی تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو شفعہ

نہ لیگا اسواسطے کہ شفعہ سے ایسا ہو جائیگا گویا اُسنے ابتداءً وارث کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ
واجب ہوگا اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ مریض نے قیمت کے برابر دامون کو فروخت کیا ہو اور اگر بیع مین
محابات کی مثلاً تین ہزار قیمت کا دار دو ہزار درم کے عوض فروخت کیا پس اگر وارث کے ہاتھ فروخت کیا تو اُسکا
شفیع کوئی اجنبی ہے تو اسمین کچھ شک نہین ہے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکو باتفاق شفعہ حاصل نہوگا اور صاحبین رح کے
نزدیک بیع جائز ہے مگر مقدار محاباة دور کیجائیگی پس شفعہ واجب ہوگا کذا فی البدائع اور اصح قول امام ابوحنیفہ رح کا
ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر مریض نے کسی اجنبی کے ہاتھ محاباة فروخت کیا ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک وارث
کو شفعہ نملیگا لیکن شفیع اسکو بھی منعقد کے ساتھ اسطرح لیگا کہ اُسکے پاس یہ منعقد تحویل پاکر تب یہ منعقد ابتدائی ہو جائیگا
خواہ وارث لوگ اسکی اجازت دین یا اجازت ندین کیونکہ اجازت کا محل وہ عقد ہوتا ہے جو موقوف ہوا اور یہان
مشتری کی خریدنا نفذ واقع ہوئی ہے کیونکہ دو ہزار درم کے عوض فروخت کرنے مین ایک تہائی کی قدر محابات ہے اور
اسقدر نافذ ہے پس مشتری کے حق مین یہ محابات لغو ٹھہری تو حق شفعہ مین بھی لغو ہوگی یہ بدائع مین ہے اور اگر دو شفیعون
مین سے فقط ایک وارث ہو تو دوسرا شفیع اسکو لے لیگا۔ اور اگر مریض نے حالت صحت مین اپنا دار بیع کیا اور وارث
نے شفعہ مین لے لیا پھر بائع نے حالت مرض مین ثمن مین سے گھٹا دیا تو جائز نہین ہے مگر اُس صورت مین کہ باقی
وارث اسکی اجازت دین اور اگر یہ گھٹانا وارث کے لینے سے پہلے واقع ہوا پس اگر وارث نے لیا تو گھٹانا باطل
ہو جائیگا اور اگر نہ لیا تو صحیح رہیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہے۔ ایک مریض نے تین ہزار درم قیمت کا دار
بعوض دو ہزار درم کے فروخت کیا اور سوائے اس دار کے اسکا کچھ مال نہین ہے پھر مر گیا اور اسکا بیٹا اس دار کا شفیع
ہے تو بیٹے کو اسمین شفعہ نملیگا اسواسطے کہ اگر مریض مذکور ان دامون کے عوض بیٹے کے ہاتھ فروخت کرتا تو جائز نہ تھا
اور کتاب الوصایا مین مذکور ہے کہ صاحبین رح کے قول کے موافق اگر بیٹا چاہے تو اسکو اصلی قیمت کے عوض شفعہ
مین لے سکتا ہے اور یہی صحیح ہے جو بیان مذکور ہے کیونکہ جامع مین یہ فرمایا ہے کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہے یہ
مبسوط مین ہے۔ اور اگر مریض کا سوائے اس دار کے اور مال بھی ہو اور وارثون نے اجازت دیدی ہو تو
بالاتفاق اُسکو شفعہ حاصل ہوگا یہ شرح مجمع البحرین مین ہے۔ اگر کسی مریض نے اپنا دار فروخت کیا اور بیع مین محابات
کی پھر مرض سے اچھا ہو گیا اور وارث اُسکا شفیع ہے پس اگر وارث نے ابتک بیع کا حال سنا ہو تو اُسکو شفعہ مین
لے سکتا ہے کیونکہ جس مرض کے پیچھے صحت ہو جاوے وہ مرض بمنزلہ حالت صحت کے ہے اور اگر وارث کو بیع کا
علم ہوا ہو مگر اُسنے شفعہ طلب نکیا یہان تک کہ مریض اچھا ہو گیا تو اُسکو شفعہ حاصل نہوگا۔ کذا فی المبسوط۔

ستر ہوان باب متفرقات کے بیان مین

امام محمد رح نے جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہے کہ اگر شفیع
نے دار مشفوعہ فروخت ہونے کے بعد اپنے اُس دار مین سے جسکے ذریعہ سے مستحق شفعہ ہے کسیقدر دار مشاع یعنی غیر
مقسوم فروخت کیا تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا اسیطرح اگر کسیقدر دار مقسوم جو دار مشفوعہ سے متصل نہین ہے فروخت کیا تو
بھی اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر دار مشفوعہ سے ملحق حصہ مقسوم فروخت کر دیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔ دو دار
ہین جنمین سے ایک دار اور دونون کا راستہ دو شخصون مین مشترک ہے اور دوسرا دار فقط تیسرے شخص کا ہے
پھر تیسرے شخص نے اپنا دار خاص فروخت کیا تو دونون شریکون کو بذریعہ راستہ کے شفعہ حاصل ہوگا اور اگر

دونون نے دار مشترک کو باہم تقسیم کر لیا پس ایک کے حصہ مین کسیقدر دار اور اُسکا پورا راستہ آیا اور دوسرے کے حصہ مین فقط بعض دار بدون کسی راستہ کے آیا اور جسکے حصہ مین راستہ نہین آیا اُسنے اپنے حصہ کے واسطے ایک راستہ طریق اعظم کی طرف دروازہ توڑ کر بنا لیا اور جو دار فروخت کیا گیا ہو اُسکے یہ دونون جار ہین تو جسکے حصہ مین مشترک راستہ آیا ہو وہ اس دار مبیعہ کے شفعہ کا اوّلاً مستحق ہوگا پھر اگر اُسنے اپنا شفعہ دیدیا تو دوسرا ملاصق جار کے اُسکو شفعہ مین لے لیگا اور اس تقسیم کی وجہ سے اُسکا شفعہ باطل نہو جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر شفیع نے زمین کو شفعہ مین لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے وہ زمین لے لی اور اس مستحق نے شفیع کو حکم دیا کہ اپنی عمارت توڑ لے اور درخت اوکھاڑ لے تو شفیع مذکور مشتری سے بقدر ثمن کے واپس لیگا اور عمارت و درختون کی قیمت نہ بائع سے واپس لے سکتا ہو اگر زمین مذکور اس سے لی ہو اور نہ مشتری سے لے سکتا ہو اگر زمین مذکور اُس سے لی ہو اور اسکے معنی یہ ہین کہ توڑنے و اوکھاڑنے سے جسقدر نقصان ہوا وہ دونون مین سے کسی سے واپس نہین لے سکتا ہو یہ تبیین مین ہو۔ اور ہمارے نزدیک شفعہ شفیعون کی تعداد پر ہوتا ہو (یعنے اُنکے حصص کی مقدار پر نہین ہوتا ہو) چنانچہ اگر ایک دار تین آدمیون مین مشترک ہو ایک کا نصف اور دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہوا اور نصف کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اور باقی دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو حصہ مبیعہ دونون کو نصفا نصف شفعہ مین دلایا جائیگا اور اگر چھٹے کے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دونون کو نصفا نصف دلایا جائیگا اور اگر بعض نے اپنا حق دیدیا تو حصہ مبیعہ باقی شفیعون مین اُنکی گنتی پر حصہ ہو کر ہر ایک کو تقسیم ہوگا اور اگر شفیعون مین سے کوئی غائب ہو تو حصہ مبیعہ حاضرین کے درمیان اُنکی گنتی کے موافق حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر شفیع حاضر کے نام پورے حصے کے شفعہ کا حکم ہو گیا پھر دوسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام آدھے کا حکم ہوگا اور اگر تیسرا حاضر ہوا تو اُسکے نام ہر ایک کے مقبوضہ کی تہائی کا حکم ہوگا اور اگر حاضر نے بعد ازانکہ اُسکے نام پورے حصہ کا حکم دیا گیا تھا اپنا حق شفعہ دیدیا تو پھر اُسکے سوا سے جو شخص شفیع حاضر ہو وہ فقط نصف لے سکتا ہو یہ کافی مین ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دار فلان شخص کے ہاتھ بقدر درامون کو فروخت کیا ہو اور ثمن وصول نہین کیا ہو اور فلان شخص نے کہا کہ مین نے تجھسے نہین خریدا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اُسکو شفعہ مین لے لے اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ اُسنے اقرار کیا کہ مین نے فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو اور فلان شخص حاضر ہو اور خرید سے انکار کرتا ہو اور اگر غائب ہو تو شفیع کو مشتری کے ساتھ کچھ خصومت نہو گی یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص کے دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور اس جار کو زعم ہو کہ اس دار مبیعہ کا رقبہ میرا ہی مگر اس بات کا خوف کرتا ہو کہ اگر مین نے اسکے رقبہ کا دعوے کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ کا دعوے کیا تو یہ دعوی نکر سکیگا کہ یہ رقبہ دار میرا ہی تو اُسکو کیا کرنا چاہیے جس سے اُسکا شفعہ باطل نہو تو مشائخ نے فرمایا کہ یون کہے کہ یہ دار میرا ہی اور مین اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہون سو اگر مجھے مل گیا تو خیر ورنہ مین اسکے حق شفعہ پر ہون (اس سے اُسکا شفعہ باطل نہوگا) کیونکہ یہ سب ایک کلام ہو پس شفعہ سے سکوت متحقق نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہو کہ اگر شفیع نے اُسکے رقبہ کا دعوی کیا اور کہا کہ میرے گواہ غائب ہین لیکن مین اسکو شفعہ مین لیے لیتا ہون

تو یہ کلام اس بات کا اقرار ہے کہ بائع اسکا مالک ہے پس اسکے بعد اُسکے گواہ مقبول نہونگے اور امام ابو یوسف رحمہ
سے مروی ہے کہ ملک کا دعوی کرنے سے اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر اُسنے نصف دار کا دعوی کیا اور کہا کہ
مین اسکے گواہ قائم کرونگا اور باقی کو شرکت کے ذریعہ سے لونگا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص کا دار
ہے کہ اُسکو ایک غاصب نے غصب کرلیا پھر اُسکے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور غاصب و مشتری دار مغصوبہ
سے انکار کرتے ہین تو اُس شخص کو چاہیے کہ شفعہ طلب کرے تاکہ جسوقت دار مغصوبہ کی نسبت اپنی ملک کے گواہ قائم
کرے تو شفعہ ثابت ہو اور جسوقت طلب کرے تو غاصب کو قاضی کے پاس لیجاوے اور قاضی کو صورت حال سے
آگاہ کردے پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی [illegible] اسکے
شفعہ کے واسطے حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ جو بات گواہون سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے معاینہ سے ثابت ہوئی اور اگر اُسنے
گواہ قائم نہ کیے تو قاضی اُن دونون سے قسم لیگا پس اگر دونون قسم کھا گئے تو [illegible] دونون مین سے کسی دار
کی ڈگری نہ کریگا اور اگر دونون نے قسم سے انکار کیا تو اسکے نام دونون دارون کی ڈگری کردیگا اور اگر غاصب نے قسم کھالی
اور مشتری نے انکار کیا تو اُسکے نام دار مغصوبہ کی ڈگری نکریگا مگر شفعہ کی ڈگری کردیگا اور اگر اسکے برعکس واقع ہو تو اسکے
برعکس حکم دیگا کیونکہ قسم سے انکار کرنا اقرار ہے اور اقرار خاص اُسی کے حق مین حجت ہوتا ہے جسنے اقرار کیا ہے یہ مبسوط سرخسی مین
ہے اگر ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکا ایک شفیع ہے پس اُس دار کے پہلو مین ایک دار فروخت کیا گیا اور مشتری اول نے
اسکا شفعہ طلب کیا اور اُسکے نام حکم ہوگیا پھر شفیع مذکور حاضر ہوا تو اُسکے واسطے پہلے دار کی جو اُسکے پہلو مین واقع ہے ڈگری کردیجائیگی
اور دوسرے دار کا مشتری کے نام حکم قضا باقی رہیگا اور اگر شفیع مذکور دونون دار کا جار ہو اور باقی مسئلہ بحالہ
رہے تو اسکے نام پورے اول دار اور نصف دوسرے دار کی ڈگری کیجائیگی یہ [illegible] مین ہے امام ابو یوسف رحمہ
سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نصف دار خریدا پھر باقی نصف دوسرے شخص نے خریدا پس مشتری اول نے [illegible] سے شفعہ کا
مطالبہ کیا اور قاضی نے بوجہ شرکت کے اسکے نام شفعہ کی ڈگری کی پھر جار نے دونون شفعون مین خاصمہ کیا تو [illegible]
خرید کا نصف دار اُسکو استحقاق شفعہ مین ملیگا اور دوسرے نصف مین اُسکا کچھ حق نہوگا اسوجہ سے کہ اسکے ساتھ حکم قضا متعلق
ہوچکا ہے اسی طرح اگر ایک ہی مشتری نے پہلے نصف دار خریدا ہو پھر دوسرا نصف خریدا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسرے
نصف کا مشتری پہلے نصف کے مشتری کے سوائے دوسرا شخص ہو اور اُسنے دوسرے مشتری سے کچھ خاصمہ نکیا یہانتک
کہ جار نے نصف اول شفعہ مین لے لیا تو جار ہی اس دوسرے نصف کا اولی مستحق ہوگا یہ محیط مین ہے [illegible] یہ ہے کہ شفعہ کا استحقاق
ایسی ملک سے ہوتا ہے جو خرید کے وقت قائم ہو نہ اُس ملک سے جو پھر پیدا ہوجاوے اسواسطے کہ سبب شفعہ دونون
ملکون کا اتصال ہے پس خرید کے وقت اُسکے موجود ہونے کا اعتبار ہوا اور عیب سے لیا تو بمنزلہ استحقاق کے ہوگیا پس
اگر بحکم قاضی لیا ہو تو اُسکا ثبوت تمام لوگون کے حق مین ہوجائیگا اور اگر برضامندی لیا تو خاصة [illegible] دونون کے
حق مین ثابت ہوگا ایک دار دو ہزار درم کو خریدا اور دونون نے باہم قبضہ کرلیا پھر ایک شخص نے کچھ دعوی کیا اور
مشتری نے بانکار اُس سے پانچ سو درم پر صلح کرلی پھر شفیع نے مشتری سے دار مذکور بیع اول پر لے لیا تو مدعی نے
جو کچھ مشتری سے لیا ہے وہ مشتری کو واپس دے کیونکہ قاضی نے [illegible] شفعہ کا حکم دیدیا تو ضرور یہ بھی حکم دیا کہ دار بائع کی ملک ہے پس
ظاہر ہوگیا کہ اُسکے و مدعی کے درمیان کچھ خصومت نہین ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی نے جو مال لیا ہے وہ اپنے کسی حق کے عوض مین

لہ قضاء یعنی قاضی نے مشتری اول کے واسطے [illegible] حکم دیا [illegible]

اور نہ دفع خصومت کے مقابلہ مین لیا ہی پس صلح ٹوٹ گئی اور اگر شفیع نے بغیر حکم قضا کے لیا ہو تو مدعی مال صلح مشتری
کو واپس نہ دیگا کیونکہ شفیع نے باہمی رضامندی سے لیا ہی اور دونون کی باہمی رضامندی انھین دونون کے حق
مین حجت ہی کسی غیر کے حق مین حجت نہین ہو پس یہ بعینہ ایسا ہی کہ گویا دونون کے درمیان بیع جدید ہوئی پس
ظاہر ہوا کہ مشتری و مدعی مین کچھ خصومت نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک دار میراث پایا پھر اسکے
پہلو مین دوسرا دار فروخت کیا گیا اُسنے یہ دار شفعہ مین لیا پھر دوسرے دار کے پہلو مین تیسرا دار فروخت کیا گیا پھر دوسرے
دار کسی شخص نے استحقاق ثابت کرکے لے لیا اور مستحق نے شفعہ طلب کیا تو مستحق دوسرے دار کو شفعہ مین لے لیگا اور
تیسرے دار کا مقدم حقدار وارث ہوگا ایسا ہی امام محمدؒ نے ذکر فرمایا اور یہ ذکر نہ فرمایا کہ اگر مستحق نے شفعہ طلب
نکیا تو کیا حکم ہی اور منتقی مین مذکور ہی کہ دوسرا دار اُس شخص کو واپس دیا جائیگا جسپر شفعہ کی ڈگری ہوئی ہی یعنے جسنے اسکو
خریدا تھا اور تیسرا دار اُسی کے قبضہ مین چھوڑ دیا جائیگا جسکے قبضہ مین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک دار خرید کر
اُسپر قبضہ کر لیا اور شفیع نے اُسکو لینا چاہا پس مشتری نے کہا کہ مین نے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور
وہ میرے قبضہ سے باہر ہو گیا پھر اُسنے میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسکے قول کی تصدیق نکیجائیگی اور شفیع کا خصم
ضرور ٹھہرایا جائیگا اور اگر اُسنے اس بات کے گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ مین نے
دار مذکور فلان شخص کو ہبہ کیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر میرے پاس ودیعت رکھا ہی تو اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر
اس بات پر گواہ قائم کیے تو اُسکے گواہون کی سماعت نہوگی اور اگر پہلی صورت مین دوسرا مشتری اور دوسری صورت
مین موہوب لہ آیا اور حال یہ گذرا کہ قاضی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم دیچکا ہی پھر مشتری یا موہوب لہ نے آکر خرید یا ہبہ
کے گواہ قائم کیے تو گواہون کی سماعت نہوگی اور شفعہ کے واسطے جو حکم قضا ہی وہ خرید و ہبہ کا نقض ہی اسواسطے
کہ جو شخص قابض تھا وہ مقضی علیہ ہوا پس جو شخص اُسکی جانب سے ملک حاصل کرنیکا دعوے کرے وہ بھی
مقضی علیہ ہوگیا۔ ایک دار زید کے قبضہ مین ہی وہ دعوی کرتا ہی کہ مین نے عمرو سے خرید کر اُسکو ثمن دیدیا ہی اور یہ
دار عمرو کا معروف ہی اور عمرو دعوی کرتا ہی کہ مین نے یہ دار زید کو ہبہ کیا تھا اور عمرو نے زید سے رجوع کرنا چاہا
تو عمرو کا قول قبول ہوگا اور اگر ہنوز قاضی نے واہب کے نام واپس لینے کا حکم نہ دیا ہو کہ شفیع حاضر ہوا تو شفیع
اس دار کا بنسبت واہب کے زیادہ حقدار ہی اور اگر شفیع حاضر نہوا تو قاضی واہب کے واسطے ہبہ سے رجوع کا
حکم دیگا اور جب اُسنے واہب کے واسطے رجوع کا حکم دیدیا پھر شفیع حاضر ہوا تو رجوع ہبہ توڑ دیا جائیگا اور دار مذکور
شفیع کو دیا جائیگا۔ اور اگر قابض یعنے زید نے یہ دعوی کیا کہ مین نے عمرو سے اس شرط سے خریدا تھا کہ عمرو کو خیار
حاصل ہی اور ثمن ادا کر دیا تھا اور عمرو نے یہ دعوی کیا کہ مین نے ہبہ کرکے سپرد کر دیا ہی اور شفیع حاضر ہوا تو اُسکو
شفعہ مین لے لیگا اور خیار باطل ہو جائیگا کیونکہ مالک دار یعنے عمرو نے ہرگاہ اقرار کیا کہ مین نے زید کو ہبہ کرکے
سپرد کر دیا ہی تو ضرور یہ اقرار کیا کہ قابض کی ملک اُسمین ثابت ہوئی اور خیار ساقط ہو گیا اور قابض یعنے زید مقر
ہی کہ مین نے خریدا ہی پس قابض کے اقرار خرید سے اصل مالک کے خیار ساقط ہو جانے سے اس دار مین شفعہ ثابت
ہو جائیگا۔ کتاب الاصل مین لکھا ہی کہ اگر دار مشفوعہ بائع کے قبضہ مین ہو اور قاضی نے بائع پر شفیع کے شفعہ کی
ڈگری کی پھر شفیع نے بائع سے اقالہ کی درخواست کی تو بائع کا اقالہ کرنا جائز ہی اور یہ دار بائع کی ملک مین عود

کر جائیگا مشتری کی ملک مین عود نکریگا اور مشتری کے حق مین قرار دیا جائیگا کہ گویا بائع نے یہ دار شفیع سے خریدا ہی یہ ایضاح
اگر دار مشفوعہ مشتری کے قبضہ مین ہو اور قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ دار کی ڈگری کردی اور شفیع نے مشتری
سے لیکر اپنا قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دار مذکور
بائع کی ملک ہوجائیگا یہ محیط مین ہے اگر شفیع کے واسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور بعد اس حکم کے دار مشفوعہ پر قبضہ
کرنے سے پہلے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے شفیع مرگیا تو دار مذکور وارثان شفیع کو ملیگا اسواسطے کہ شفعہ کے
واسطے قاضی کا حکم بمنزلہ بیع کے ہے اور اگر دار مشفوعہ لینے کے بعد شفیع مرگیا تو دار اُسکے وارثون مین میراث
ہوگا اور اگر قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے یہ درخواست کی کہ یہ دار ثمن مین کچھ بڑھا کر مجھے
واپس دے اور یہ زیادتی ثمن کی جنس سے ٹھہرائی یا غیر جنس سے ٹھہرائی اور شفیع نے ایسا ہی کیا تو پہلے داموں
کے بدلے دار مذکور مشتری کا ہوجائیگا اور زیادتی باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ دار مذکور مشتری کو واپس دینا بمنزلہ
اقالہ کے ہے اور اقالہ فقط پہلے ہی ثمن پر ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر شفیع کے واسطے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر
اسکے بعد مشتری نے شفیع سے کہا کہ یہ دار ثمن مین کچھ بڑھا کر بائع کو واپس دیدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ بھی
اقالہ کیا اور اقالہ جس طرح بائع و مشتری مین ہوتا ہے ویسا ہی بائع و شفیع مین متحقق ہوگا۔ یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ اور اگر بیع واقع ہونے کے بعد شفیع شفعہ مین لینے سے پہلے مرگیا تو ہمارے نزدیک اُسکے وارث کو شفعہ
مین لینے کا استحقاق نہوگا اور اگر دار مشفوعہ کی بیع اُسکی موت کے بعد ہو تو وارث اُسکو شفعہ مین لے سکتا ہے یہ محیط
مین ہے۔ اگر بائع و مشتری مرگئے اور شفیع زندہ موجود ہے تو اُسکو شفعہ مین لینے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ اور اگر مشتری مرگیا اور شفیع زندہ ہے تو اُسکو شفعہ حاصل ہے اور اگر میت پر قرضہ ہو تو دار مشفوعہ اُسکے دین
کے واسطے فروخت نکیا جائیگا بلکہ شفیع اسکو شفعہ مین لے لیگا اگرچہ دار مذکور سے قرضخواہ و شفیع دونون کا
حق متعلق ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قاضی یا اُسکے وصی نے اس دار کو میت کے قرضہ مین فروخت کیا تو شفیع
کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل کرکے اُسکو شفعہ مین لے لے جیسا کہ اگر مشتری نے اپنی زندگی مین اُسکو فروخت کیا تو
یہی حکم ہے اسیطرح اگر میت نے اس دار کے لیے وصیت کی تو بھی شفیع اُسکو لے لیگا اور وصیت باطل ہوجائیگی یہ
مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دو طرح کی طلب سے شفعہ کو ثابت کرلیا تھا پھر مرگیا تو اُسکے وارث کو یہ اختیار نہوگا کہ
شفعہ مین لے لے کذا فی السراجیہ۔ اور اگر شفیع اس دار کا مالک مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے پھر مرگیا تو یہ دار اُسکے
وارثون مین میراث ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو شفیع کے
ذمہ سے بھی اسیقدر کم ہوجائیگا اسیطرح اگر شفیع نے دار مشفوعہ ثمن دیکر لے لیا پھر بائع نے مشتری سے کسیقدر ثمن گھٹا دیا تو
بھی شفیع کے ذمہ سے اسیقدر ساقط ہوجائیگا حتے کہ شفیع نے جسقدر ثمن ادا کیا ہے اُس سے اسیقدر واپس لے سکتا ہے یہ ایضاح
اگر بائع نے مشتری کو بعض ثمن سے بری کیا یا اُسکو ہبہ کردیا تو اسکا حکم بھی گھٹا دینے کے مانند ہے اور شفیع دار مشفوعہ
کو باقی ثمن کے عوض لے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے ذمہ سے سب ثمن ساقط کردیا تو شفیع کے ذمہ سے ساقط
نہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ پورا ثمن گھٹا دینا بکلمہ واحدہ ہو اور اگر چند بار کرکے گھٹایا تو شفیع اس دار مشفوعہ کو اخیر ثمن پر
لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع کے واسطے ثمن مین کچھ بڑھا دیا تو یہ زیادتی شفیع پر لازم نہوگی

ستے کہ شفیع اُسکو ثمن اول پر لے سکتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار ہزار درم کو خریدا
اور دراہم قبضہ کر لیا پھر بائع کے واسطے ثمن مین ایک ہزار درم بڑھا دیے بدون اسکے کہ بیع کا مناقضہ کیا ہو پھر شفیع
کو دو ہزار درم کا حال معلوم ہوا یہ معلوم نہوا کہ ثمن ایک ہزار درم تھا پس شفیع نے بحکم قاضی یا بغیر حکم قاضی اسکو دو ہزار
درم مین سے لیا پس اگر بحکم قاضی لیا ہو تو قاضی اس حکم کو باطل کر کے پھر حکم دیگا کہ شفیع اسکو شفعہ مین ایک ہزار درم کے
عوض سے لے کیونکہ حکم اول ایسی چیز کے واسطے تھا جو شفعہ کے ساتھ واجب نہ تھی اور اگر اُسنے بغیر حکم قاضی لیا ہو تو
یہ از سر نو خرید ہی پس نہ ٹوٹیگی۔ اور جامع الفتاوی مین ہی کہ اگر ایک دار خرید کر کے دوسرے کو ہبہ کر دیا پھر شفیع آیا تو امام
ابو یوسف رح کے نزدیک شفیع اُس دار کو لیکر اُسکا ثمن کسی عادل کے پاس رکھدیگا و امام محمد رح کے نزدیک جب تک
واہب حاضر نہو تب تک نہین لے سکتا ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک مکاتب بقدر وفاے کتابت مال چھوڑ کر مر گیا پھر اُسکے
جوار مین ایک دار فروخت کیا گیا پھر وارثون نے اُسکا مال کتابت ادا کر دیا تو ان وارثون کو شفعہ ملیگا کیونکہ مکاتب
کی آزادی کا حکم اُسکی آخر حیات سے دیا گیا پس اُسکے وارثون کا جوار اس دار کے بیع ہونے سے پہلے ثابت ہو گیا
یہ کافی مین ہی ایک شخص نے ایک دار خریدا اور اُسکا ایک شفیع ہی پس شفیع نے کہا کہ مین نے بیع کی اجازت دی اور
مین اسکو شفعہ مین لے لونگا یا کہا کہ مین بیع پر راضی ہوا اور مین شفعہ مین لونگا یا کہا کہ مین نے بیع تسلیم کی اور مین شفعہ
لونگا اور فتاوے مین ہی کہ یا یون کہا کہ میرا اس دار مین کچھ حق نہین ہی تو شخص مذکور اپنے شفعہ پر رہیگا بشرطیکہ اُسنے کلام
موصول بیان کیا ہو اور اگر فصل کیا مثلاً سکوت کر کے پھر کہا کہ مین شفعہ مین لونگا تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا یہ تاتارخانیہ مین
ہی۔ امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک دار خریدا اور اُسکے شفیع نے آکر دعوی کیا کہ اس
مشتری کے خریدنے سے پہلے مین نے یہ دار اس بائع سے خریدا تھا اور مشتری نے اُسکے دعوی کی تصدیق کی اور یہ دار
مذکور اُسکو دیدیا پھر ایک دوسرا شفیع آیا اور اُسنے شفیع کے خریدنے سے انکار کیا تو پورا دار شفعہ مین لے لیگا۔ اور اگر
مشتری نے شفیع سے ابتدا مین یون کہا ہو کہ تو نے میرے خریدنے سے پہلے یہ دار خریدا تھا اور وہ تیری خرید ہی
پس شفیع نے کہا کہ مین نے اُسکو نہین خریدا تھا اور مین اسکو اپنے شفعہ مین لیتا ہون پس شفیع نے مشتری سے لے لیا
پھر دوسرا شفیع آیا تو دوسرے کو فقط نصف دار مل سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص سے ایک دار خریدا اور کہا کہ مین
نے فلان شخص کے واسطے خریدا ہی اور اسپر گواہ کر لیے پھر شفیع آیا تو مشتری اُسکا خصم قرار دیا جائیگا لیکن اگر مشتری
نے اس بات کے گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو البتہ خصم نہ ٹھہرایا جائیگا۔ اور اگر بائع و مشتری نے
کہا کہ ہم نے اس دار کی بعوض ہزار درم و ایک رطل شراب کے خرید فروخت کی ہی اور شفیع نے کہا کہ نہین بلکہ ہزار درم
کے عوض بیچا ہی تو شفیع کا قول قبول ہوگا اور شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ خرید کے وکیل نے اگر کوئی دار خریدا اور شفیع
حاضر ہوا تو وکیل سے لے لیگا اور عہدہ وکیل پر ہوگا اور موکل کی موجودگی کیطرف التفات نہ کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔
ایک شخص نے ایک دار بعوض ایک غلام کے خریدا پھر غلام کو کانا پایا مگر اسپر راضی ہو گیا تو شفیع اس دار کو اس غلام صحیح
سالم کی قیمت کے بدلے لیگا اور اسیطرح اگر بسبب عیب کے اُسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہی کیونکہ جسوقت بیع واقع ہوئی تو
صحیح سالم غلام ٹھہرا تھا عیب دار نہین ٹھہرا تھا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک عقار بعوض دیہون کے جو بطور
جزاف تھے خریدا اور بائع و مشتری دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ جزافی دیہون کی تعداد ہمکو نہین معلوم ہی اور

بعد باہمی قبضہ واقع ہونے کے یہ درم بائع کے پاس تلف ہوگئے تو شفیع کو کیا کرنا چاہیے تو قاضی امام ابو بکرؒ
نے فرمایا کہ دار کو شفعہ میں لیکر اپنے زعم کے موافق ثمن ادا کرے لیکن اگر مشتری نے اس مقدار سے زیادتی ثابت کی تو ا
ایسا نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک زمین ہے کہ جسپر مؤنتیں اور خراج بہت ہے کہ جسکی وجہ سے اُسکو کوئی
نہیں خریدتا ہے پس اُسکو مالک نے اپنے ایک دار کے ساتھ جسکی ہزار درم قیمت ہے ایک ہزار درم کو فروخت کیا
اور اس دار کا ایک شفیع ہے تو اس دار کو اُسکے حصہ ثمن کے بدلے لیگا پس ثمن اس دار کی قیمت پر اور زمین کی
قیمت پر کہ اصحاب سلطان اگر خریدیں تو لگادیں اور اگر کوئی بھی اسکی خرید کی طرف رغبت نکرتا ہو تو اُسکی وہ قیمت اعتبار
کیجائیگی جو اُسوقت میں تھی جسوقت لوگوں کی رغبت اس سے جاتی رہی ہے کیونکہ تقسیم کا مدار قیمت پر ہے کذا فی التتمہ
اور یوں کہا جاسکتا ہے کہ بنا بر قول امام اعظمؒ کے پورے ہزار درم بمقابلہ دار کے قرار دیے جاویں اگر اس زمین
کی بالکل کچھ قیمت نہو یہ محیط میں ہے۔ اور منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہے
اور قاضی جانتا ہے کہ یہ دار اسیکا ہے پس اسکے پہلو میں ایک دار فروخت کیا گیا اور اسکے فروخت ہونے کے بعد
شفیع نے کہا کہ میرا یہ دار فلاں شخص کا ہے کہ ایک سال ہوا جب سے میں اُسکے ہاتھ فروخت کر چکا ہوں اور یہ اقرار ایسے
وقت میں کیا کہ اگر اُسوقت اسکے واسطے شفعہ طلب کرتا تو لے سکتا تھا تو اُسکو شفعہ نملیگا اور نہ اُس مقر لہ کو ملیگا
تاوقتیکہ اس بات کے گواہ نہ دے کہ میں نے خریدا ہے اسلیے کہ اقرار حجت قاصرہ ہے کہ فقط مقر کے حق میں تبع ہوتی
ہے اور غیر کے حق میں متعدی نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے شفیع کے واسطے خیا
ر کی شرط کی پس شفیع نے کہا کہ میں نے بیع اس شرط سے اختیار کرلی کہ مجھے شفعہ حاصل ہے تو جائز ہے اور اگر اُسنے یہ کہا ہے
کہ میں شرط ہے کہ مجھے شفعہ حاصل ہے تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا مگر چاہیے یہ ہے کہ شفیع تاخیر کرے تاکہ خود بائع اجازت دیدے
یا مدت گذر جاوے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شفیع نے بلا حکم قاضی زمین مشفوعہ غصب و قبضہ کر لیا پس اگر یہ شخص اہل استفتاء
میں سے ہے اور جانتا ہے کہ بعض علماء نے ایسا فرمایا ہے تو فاسق نہوگا اور اگر نہیں جانتا ہے تو فاسق ہوگا اسواسطے کہ
وہ ظالم ٹھہرا بخلاف اول کے کہ وہ ظالم نہوگا یہ فتاوی کبری میں ہے۔ ایک شخص نے ایک مشتری پر بذریعہ جوار کے
شفعہ کا دعوی کیا اور مشتری شفعہ جوار کا قائل نہیں ہے اور اُسنے شفعہ سے انکار کیا تو اس سے اس طور سے قسم لیجائیگی کہ
واللہ میری جانب اس شخص کا حق شفعہ بنا بر قول ایسے مجتہد کے جو شفعہ جوار کا قائل ہے نہیں ہے۔ ایک شخص نے ایک
دار خریدا اور ہنوز اُسپر قبضہ نکیا تھا کہ اُسکے پہلو میں ایک دار فروخت کیا گیا تو مشتری کو شفعہ حاصل ہوگا۔ ایک
شخص نے ایک دار شفعہ میں طلب کیا اور مشتری نے کہا کہ میں نے تجھے شفعہ میں دیا پس اگر شفیع کو ثمن معلوم ہے اور اس
صورت میں تسلیم صحیح ہے تو دار مذکور شفیع کی ملک ہوجائیگا اور اگر شفیع کو ثمن نہیں معلوم ہے تو دار مذکور شفیع کی ملک
نہوجائیگا اور شفیع اپنے شفعہ پر رہیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو ہزار درم قیمت کا ایک دار چھوڑا
اور اُسپر ہزار درم قرضہ ہے اور اُسنے تہائی مال کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی ہے اور قاضی کی رائے میں مصلحت
معلوم ہوا کہ پورا دار فروخت کرے اور وارث و موصی لہ دونوں اُسکے شفیع ہیں تو دونوں اُسکو شفعہ میں لیلینگے
اور اگر اُسپر قرضہ نہو اور اُسکے وارثوں میں کوئی نابالغ ہو پھر قاضی کی رائے میں دار مذکور کا فروخت کرنا مصلحت
معلوم ہوا تو موصی لہ اور وارثان بالغ کو شفعہ نملیگا الا نابالغ کو ملیگا اگر اُسنے بعد بالغ ہونے کے طلب کیا

یہ جامع کبیر مین ہے۔ شیخ علی بن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوکان خریدی اور شفیع نے شفعہ طلب کیا اور مشتری نے اسکو شفعہ دیا لیکن دونون نے اُسکے ثمن مین جھگڑا کیا اور شفیع نے دوکان نہ لی یہان تک کہ ایک مدت گذر گئی پھر چاہا کہ جسقدر مشتری نے بیان کیا اُسی کے عوض لے لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا لیکن اگر مشتری راضی ہو جاوے تو ہو سکتا ہے اور اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ ثمن وہی تھا جو شفیع نے کہا تھا تو اُسکو لے لینے کا اختیار ہوگا اور جب یہ بات صحیح ہو جائے کہ ثمن اُسیقدر تھا جسقدر شفیع نے کہا تھا تو اُسکا شفعہ باطل نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک دار ہے پھر ایک شخص نے آکر اُسکے شفعہ کا دعویٰ کیا اور قابض سے کہا کہ تو نے اُسکو فلان شخص سے خریدا ہے اور فلان شخص یعنی بائع نے اُسکے قول کی تصدیق کی اور قابض نے کہا کہ مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث پایا ہے اور شفیع نے اس بات کے گواہ دیے کہ یہ دار بائع مذکور کے باپ کا تھا اور وہ مرگیا اور اُسنے بائع کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اُسنے بیع کے گواہ قائم نکیے تو قاضی قابض سے فرمائیگا کہ تیرا جی چاہے شفیع کے قول کی تصدیق کرکے اُس سے ثمن لے لے اور عہدہ اسکا تجھپر ہوگا پس اگر اُسنے انکار کیا تو شفیع اس دار کو لیکر اسکا ثمن بائع کو دیدیگا اور بائع یہ ثمن مشتری کو دیدیگا اور اسکا عہدہ بائع پر ہوگا۔ اسیطرح اگر قابض نے کہا کہ مجھے فلان شخص نے ہبہ کیا ہے اور شفیع نے کہا کہ تو نے فلان شخص سے خریدا ہے اور بائع نے شفیع کی تصدیق کی تو اسمین بھی وہی حکم ہے جو ہمنے بتفصیل بیان کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ دار ہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح نہین ہے لیکن اُنکی عمارت فروخت کرسکتا ہے اور انمین شفعہ بھی نہین ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ دار ہاے مکہ معظمہ کی بیع صحیح ہے اور اسمین شفعہ بھی ہوتا ہے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ قنیہ مین ہے۔ فتاویٰ عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر شفیع نے دار مشفوعہ مین عمارت بنائی پھر دار مذکور مین کوئی عیب پایا تو بقدر نقصان عیب مشتری سے واپس لیگا اور مشتری بھی بائع سے واپس لیگا بشرطیکہ مشتری نے بحکم قاضی دیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر مشتری نے ایک دار اس شرط سے خریدا کہ بائع اسکے ہر عیب موجودہ سے بری ہے یا اُسمین کوئی عیب ایسا موجود تھا جسکو مشتری جانتا تھا مگر وہ راضی ہوگیا تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ عیب پر راضی نہو اور واپس کردے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اصل مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور یہ شخص اُسکا شفیع تھا اور ایک شخص دوسرا اُسکا شفیع ہے کہ وہ غائب ہے پھر مشتری نے اسمین سے ایک بیت مع اُسکے راستہ کے کسی کو صدقہ مین دیدیا پھر جو کچھ باقی رہا اُسکو فروخت کردیا پھر شفیع غائب نے آکر چاہا کہ مشتری کا عقد صدقہ توڑ دے اور اُسکی بیع توڑ دے پھر جب دیکھا تو مشتری نے باقی دار اُسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے جسکو صدقہ دیا تھا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کل دار مین اُسکا صدقہ توڑ دے ہان فقط آدھے مین توڑ سکتا ہے اور اگر اُسنے باقی دار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو شفیع غائب کو اختیار ہوگا کہ اُسکا کل دار کا صدقہ توڑ دے اور یہ بھی کتاب الاصل مین لکھا ہے کہ بیع مین شفعہ دیدینا ہبہ بشرط عوض مین بھی تسلیم شفعہ ہوجاتا ہے حتی کہ اگر شفیع کو یہ خبر دیگئی کہ دار مشفوعہ فروخت کیا گیا ہے پس اُسنے شفعہ دیدیا پھر ظاہر ہوا کہ فروخت نہین کیا گیا بلکہ مالک نے بشرط عوض ہبہ کیا ہے تو اُسکو استحقاق شفعہ نہوگا اسی طرح ہبہ بشرط عوض مین شفعہ دیدینا عقد بیع مین بھی تسلیم شفعہ ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک دار خریدا اور وہ بسبب جوار کے اُسکا شفیع ہے پھر دوسرے جار نے شفعہ طلب کیا اور مشتری نے پورا دار اُسکو دیدیا تو نصف دار شفعہ مین اور نصف دار بوجہ خرید کے قرار دیا جائیگا یہ ظہیریہ

شفعہ بحکم قاضی لے لیا

کا حکم دیا تھا خرید کیا تو یہ دار موکل کو ملیگا نہ مقرلہ کو اور اگر مشتری نے اپنے واسطے خریدا اور اُسکا شفیع غائب ہے تو مقرلہ
کو اختیار ہوگا کہ دار مذکور مشتری سے لے لے پھر اگر مشتری نے مقرلہ سے دوبارہ یہ دار خریدا قبل اسکے کہ شفیع حاضر
ہووے تو شفیع کو حاضر ہونے کے بعد اختیار ہوگا چاہے دار مذکور کو خرید اول پر لے لے یا خرید ثانی پر لے لے
اور اگر دار مذکور قابض سے کسی دوسرے شخص نے خریدا پھر مشتری سے اس گواہ مذکور نے خریدا تو شفیع کو اختیار
ہوگا چاہے بیع اول پر لے یا ثانی پر پس اگر اُسنے بیع اول پر لیا تو بیع ثانی باطل ہو جائیگی اور گواہ مذکور اپنا
ثمن اپنے بائع سے واپس لیگا۔ بائع و مشتری دونون نے باتفاق اقرار کیا کہ عقد بیع بطور تلجیہ تھا یا اس عقد
مین بائع یا مشتری کے واسطے خیار تھا اور دونون نے عقد فسخ کر دیا (مگر شفیع نے انکار کیا) تو حق شفیع مین دونون
کے اقرار کی تصدیق نہ کیجائیگی اور شفیع کو شفعہ ملیگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان دار معین بعوض اپنے
فلان غلام معین کے میرے واسطے خرید دے اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ خرید موکل کے واسطے صحیح ہوگی اور وکیل
اس غلام معین کی قیمت اپنے موکل سے لے لیگا۔ دو دار باہم متصل ہین اور دونون مین سے ہر ایک دار
خاص دو آدمیون مین مشترک ہے پھر ہر ایک نے اپنا ایک دار کا حصہ بعوض دوسرے کے دوسرے دار کے حصہ کے فروخت
کیا تو شفعہ انہین دونون مین رہیگا پڑوسیون کو نملیگا یہ کافی مین ہے۔ ایک دار فروخت کیا گیا اور اُسکے تین شفیع
ہین انمین سے ایک حاضر ہوا اور اُسنے کل شفعہ مین طلب کیا اور لے لیا پھر دونون غائب مین سے ایک حاضر ہوا
تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اول کے مقبوضہ کا نصف لے لے اور اگر اُسنے ایک تہائی پر اس سے صلح کی تو اُسکو ایسا اختیار
ہے پھر اگر تیسرا حاضر ہوا تو تہائی والے کا مقبوضہ لیکر اُسکو دوسرے کے مقبوضہ مین ملا کر برابر تقسیم کر لینگے اور اگر اُنکے
ساتھ کوئی چوتھا شریک ہو تو تہائی والے کے مقبوضہ مین سے نصف لیکر دوسرے کے مقبوضہ مین ملا کر تینون
تہائی تقسیم کر لینگے تہائی والے کو تہائی ملیگا پس ان لوگون کو سب پندرہ حصے ہر ایک کو پانچ حصے ملینگے اور اگر
چوتھے نے فقط اُس شخص پر قابو پایا جسنے فقط تہائی لیا ہے اور یہ دار اٹھارہ حصون مین تقسیم ہوا ہے تو تہائی والے
سے اُسکے مقبوضہ کا آدھا لے لیگا۔ ایک دار کے تین شفیع ہین انمین سے دو نے دار مذکور اس شرط سے
خریدا کہ ایک کا چھٹا حصہ اور باقی دوسرے کا ہوگا تو خرید صحیح ہے اور کسی کو دوسرے کے حصہ مین شفعہ حاصل نہوگا
پھر اگر تیسرا حاضر ہوا تو دار مذکور کے اٹھارہ حصے کیے جاوینگے جنمین سے چھٹے حصے کے خریدار کو دو حصے اور
باقی دونون کو آٹھ آٹھ حصے ملینگے اور مسئلہ کی تخریج نو سے ہوگی اور اگر شفیع ثالث نے فقط چھٹے حصے کے خریدار کو پایا
اور دوسرے کو نپایا تو اُسکے مقبوضہ مین سے نصف لے لیگا اور اگر دوسرے کو بھی پایا تو دار مذکور موافق بیان
مذکورہ بالا کے ان لوگون مین اٹھارہ حصون مین تقسیم ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے نصف دار
خرید کیا اُسکو جار نے لے لیا اور بائع سے بحکم قاضی یا بتراضی اُسکا مقاسمہ کر لیا پھر ایک شفیع جو راستہ مین شریک ہے
حاضر ہوا تو وہ جار کا مقبوضہ سب لے لیگا اور اس تقسیم کو نہین توڑ سکتا ہے بخلاف اسکے اگر ایک دار خریدا اور اُسکو
دو شفیعون نے لے لیا اور باہم تقسیم کر لیا پھر تیسرا شفیع حاضر ہوا پس اگر اُس سے دونون شفیعون سے ملاقات نہوئی
بلکہ اُسنے ایک ہی کو پایا تو اُسکے مقبوضہ مین سے نصف نہین لے سکتا ہے بلکہ چوتھائی لے لیگا۔ ایک مشتری نے دو
شفیعون مین سے ایک سے کہا کہ مین نے یہ دار تیرے حکم سے تیرے واسطے خریدا ہے پس مقرلہ نے اُسکی تصدیق

اس وارث بائع کے ہاتھ بطور بیع تولیہ یا بطور بیع مرابحہ فروخت کیا تو گھٹانا صحیح ہوگا اور اسکے مثل وارث کے ذمہ سے
بھی گھٹایا جائیگا یہ کافی مین ہے جس شخص نے خریدنے کے واسطے حکم دیا ہے اُسکی یا اُسکے بیٹے کی گواہی دیجالیکہ دار اُسنے
بائع کے قبضہ مین ہو قبول نہوگی اور اگر مشتری بیٹے کے قبضہ مین ہو تو بائع کے بیٹے کی گواہی قبول ہوگی اور اگر دو نے شفیع
کے شفعہ دیدینے پر اور دو نے مشتری کے تسلیم کرنے پر گواہی دی تو دونون گواہیان ساقط ہوجائینگی اور اگر شفیع نے
خرید واقع ہونے کی گواہی دی پس اگر شفعہ طلب کر چکا ہے تو اُسکی گواہی باطل ہوگی اور اگر شفعہ دیدیا تو جائز ہے اور اگر کہا کہ مین نے
خرید کی اجازت دی پھر طلب کیا تو جائز ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اقرار کیا کہ مین نے یہ مبیع فلان شخص کے ہاتھ فروخت
کی ہے مگر مشتری نے انکار کیا تو شفعہ ثابت ہوگا اور اگر مشتری غائب ہو تو شفیع نہین لے سکتا ہے یہانتک کہ مشتری حاضر
ہوجاوے اور اگر بائع نے بیع کا اقرار کیا مگر مشتری کو بیان نکیا تو شفعہ ثابت نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر ذمی
نے مسلمان کو طلب شفعہ کیواسطے وکیل کیا تو مسلمان وکیل پر ذمیون کا اسطرح گواہی دینا کہ اُسنے شفعہ دیدیا ہے مقبول نہوگی
کیونکہ یہ لوگ وکیل مذکور پر اُس سے ایک قول صادر ہونے کی گواہی دیتے ہین اور وہ اس سے منکر ہے اور ذمیون
کی گواہی مسلمان پر حجت نہین ہوتی ہے اور اگر کوئی ذمی ہی وکیل ہو اور شفیع نے یہ اجازت دیدی ہو کہ جو امر وکیل کرے
وہ جائز ہے تو ان لوگون کی گواہی قبول ہوگی اور شفعہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اگر وکیل نے ایسا اقرار کیا تو جائز ہوگا کیونکہ
موکل نے عام طور پر مطلقاً یہ اجازت دیدی ہے کہ جو کچھ وکیل کرے وہ جائز ہے ایسے ہی اس بات کی اگر اہل ذمہ نے
گواہی دی تو بھی یہی حکم ہوگا کیونکہ اس بات کے اثبات کے واسطے کہ اُسنے ایسی بات کہی ہے اہل ذمہ کی گواہی ذمی
پر جائز ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر بائع نے کہا کہ مین نے اسکو مبیع ہبہ کردی ہے اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسقدر
دامون کو خریدی ہے تو بائع کا قول قبول ہوگا اور ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے اور اگر شفیع نے حاضر ہو کر ثمن کے عوض
لے لیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر مشتری کے اقرار پر لیا ہو پھر بائع نے آکر بیع سے انکار کیا تو مبیع کو واپس لے سکتا ہے یہ ایضاح
مین ہے۔ ایک مضارب نے دار خریدا اور رب المال اُسکا شفیع ہے اُسنے شفعہ دیدیا پھر مضارب نے اُسکو فروخت کیا
تو رب المال کو شفعہ حاصل نہوگا کیونکہ مضارب نے اسی کے واسطے فروخت کیا ہے اور جسکے واسطے فروخت کیا جاوے
اُسکو شفعہ نہین ملتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر قاضی نے وکیل کیواسطے شفعہ کا حکم دیدیا پھر مشتری نے اُسکے واسطے
دستاویز لکھدینے سے انکار کیا تو قاضی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر لکھکر اُسپر گواہیان کرادیگا۔ جیسے اُسنے وکیل موکل
کے واسطے حکم دیا ہے اسی طرح اگر مشتری تسلیم و التفیا دسے باز رہے تو بھی اپنے حکم قضا کی ایک تحریر اُسکو لکھدیگا تاکہ
حجت رہے اور اُسکے حق مین بہتر خیال کرکے اُسپر گواہیان کرادیگا اور جبکہ تمام خصومات مین قاضی اُس طور کرنیدار
کو ایک سجل عنایت کرتا ہے جبکہ وہ درخواست کرے تاکہ اُسکے پاس حجت رہے تو ایسا ہی قضاء شفعہ مین اُسکو
یہ سجل عنایت کریگا یہ مبسوط مین ہے تیمیہ مین لکھا ہے کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین چند شریکون مین
مشترک ہے جنمین سے بعض غائب ہین اور بعضے حاضر ہین اور غائب کا حصہ حاضر نے خریدا تو آیا شفیع جار کو اختیار ہے
کہ شریک غائب کی غیبت مین اُسکو شفعہ مین لے لے تو فرمایا کہ ہان اور اگر شریک غائب حاضر ہوا تو بہ نسبت جار کے
زیادہ حقدار و مقدم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر دو شخصون نے ایک شخص کو ایک دار بشرط عوض ہزار درم کے
ہبہ کردیا اور ہزار درم دونون نے بانٹے ہوئے اُس سے لے لیے اور دار مذکور اُسکے قبضہ مین دیدیا تو شفیع کو

دونون کے سوا سے دوسرے کا ہو یا علو دو آدمیون مین مشترک اور اسکا سفل ان دونون کے سوائے دوسرے
کا ہو اور اسکی تقسیم کا ارادہ کیا تو امام اعظم رح کے قول پر مساحت سفل کے پچاس گز کے مقابلہ مین سوگز علو کی مساحت قرار
دیجائیگی اور امام ابو یوسف رح کے قول پر ایک گز کے مقابلہ مین ایک ہی گز رکھا جائیگا اور اگر دو آدمیون مین ایک بیت
کامل یعنے سفل مع علو کے مشترک ہو اور ایک سفل بدون اُسکے علو کے مشترک ہو مثلاً علو کسی غیر کا ہو یا ایک علو بدون
اُسکے سفل کے مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک جو علو بدون سفل کے مشترک ہے اُسمین سے سوگز بمقابلہ بیت کامل کے
تینتیس ۳۳ وتہائی گز کے قرار دیے جاوینگے کیونکہ موافق صورت اول کے امام کے نزدیک علو مثل نصف سفل کے ہوتا ہے
اور امام ابو یوسف کے نزدیک بیت کامل کے پچاس گز بمقابلہ سوگز اُس سفل کے جسکا علو مشترک نہین ہے یا اُس علو کے
جسکا سفل مشترک نہین ہے قرار دیے جاوینگے کیونکہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک علو وسفل دونون برابر ہین اور
امام محمد رح ان سب مین قیمت کے برابر ہونے کا اعتبار کرتے ہین اور اسی پر فتوے ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر شریکون
نے ایک دار کو باہم تقسیم کیا اور اُسمین ایک پچانہ ہے جسکا راستہ شارع عام کی طرف ہے یا ایک ظلہ ہے تو ان دونون کے
مساحت کے گز اس دار کی مساحت کے گزون مین شامل نہ کیے جاوینگے اسواسطے کہ پچانہ و ظلہ جب عام راستہ پر
بنے ہوئے ہون تو انکے بنے رہنے کا استحقاق نہین ہوتا ہے بلکہ یہ چیزین توڑ دیے جانے کی مستحق ہین اور جو چیز
توڑ دیے جانے کی مستحق ہو وہ مثل ٹوٹے ہوئے کے قرار دی جاتی ہے پس وہ دار مذکور کے گزون مین حساب
نکیجائیگی مگر جسکے حصہ تحت مین پڑے اُسکے حق مین اُسکی قیمت لگائی جائیگی۔ اور اگر ظلہ کسی کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو
تو دار کے گزون مین اُسکے گزون کا حساب لگایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اُسنے دو زمین
یا دو دار ترکہ چھوڑے اور اُسکے دونون وارثون نے اس طرح تقسیم ترکہ کی درخواست کی کہ ہر ایک کو دونون زمینون
اور دونون دارون مین سے اُسکا حصہ ملجاوے تو تقسیم جائز ہے اور اگر دونون وارثون مین سے ایک نے یہ چاہا کہ میرا حصہ
دونون دارون یا دونون زمینون مین سے ایک زمین یا ایک دار مین جمع کر دیا جاوے اور دوسرے نے
انکار کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ قاضی ہر دار و ہر زمین کو علٰحدہ تقسیم کر دیگا اور دونون مین سے کسی کا
حصہ ایک دار یا ایک زمین مین جمع نکریگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے اگر اُسکی
رائے مین آوے تو جمع کر دے ورنہ نہین۔ اور اگر دونون دارون مین سے ہر ایک دار ایک ایک شہر مین واقع ہو
تو اسکا حکم کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول پر ایک کا حصہ ایک دار مین
جمع نکریگا خواہ دونون دار ایک ہی شہر مین ہون یا دو شہرون مین ہون خواہ متصل واقع ہون یا منفصل واقع ہون
اور ہلال رحمہ اللہ تعالے نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ اگر دو شہرون مین واقع ہون تو جمع
نکریگا اور دو منزلہ مختلف جنسون کے ہین اور اگر دو بیت دو شخصون مین مشترک ہون تو قاضی کو اختیار ہے چاہے
دونون مین سے ایک کا حصہ ایک بیت مین جمع کر دے خواہ دونون بیت متصل ہون یا منفصل ہون اور اگر
دو منزل دو آدمیون مین مشترک ہون پس اگر دونون منفصل واقع ہون تو مثل دو دارون کے ہین کہ ایک
کا حصہ ایک منزل مین جمع نکریگا بلکہ ہر منزل کو علٰحدہ تقسیم کر دیگا اور اگر دونون متصل واقع ہون تو مثل دو بیت کے
ہین قاضی کو اختیار ہے کہ ایک کا حصہ ایک منزل مین جمع کرے اور یہ سب امام اعظم کا قول ہے۔ اور صاحبین رح

سے فرمایا کہ دار و بیت یکسان ہین یہین قاضی کی راے ہر (جو کچھ اُسکی راے مین مصلحت ہو کرے) یہ فتاوی
قاضی خان مین ہر اور اگر کوئی دار و کیت ہو یا دار و حانوت ہو (دوکان) تو دونون مین سے ہر ایک کو علحدہ تقسیم کریگا کیونکہ
جنس مختلف ہر یہ ہدایہ مین ہر اور اگر ترکہ مین ایک دار و حانوت ہو اور سب وارث بالغ ہون اور باہم اس بات پر راضی
ہوئے کہ یہ دار و حانوت ایک وارث کو اُسکے پورے حصہ ترکہ کے بدلے دیدین تو جائز ہر کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ
تعالے کے نزدیک ایک ایک کا حصہ جمع کرنے کے یہ معنی ہین کہ بطور جبر کے قاضی جمع نہین کرسکتا ہر لیکن اگر وارث
لوگ باہم اس بات پر رضامند ہوجاوین تو یہ جائز ہر اور اگر ترکہ مین سے ایک وارث کے پورے حصے کے بدلے
دوسرے وارث نے بدون باقیون کی رضامندی کے اُسکو ایک دار دیدیا تو جائز نہین ہر یعنی باقیون کے حق
مین اسکا نفاذ نہوگا مگر اُسصورت مین کہ وہ لوگ اجازت دیدین اور بعد ان اجازت کے ان لوگون کو یہ اختیار
رہیگا کہ دار مذکور اُس سے واپس کرلین اور اُسکو تقسیم مین شامل کرین اور یہ تو ظاہر ہر مگر اشکال یہ ہر کہ جس وارث نے
یہ دار دیا تھا وہ باقیون کے واپس کرنے کے بعد بھی اُسے اپنا حصہ لیگا یا نہین سو بعض مشایخ نے فرمایا کہ نہین لیگا یہ
محیط مین ہر ایک دار چند لوگون مین مشترک ہر اُنھون نے اُسکی تقسیم چاہی اور دار کے ایک جانب عمارت زیادہ ہر
پس ایک شریک نے چاہا کہ اس زیادتی کا عوض دراہم ہون اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض مین زمین ہو
تو زمین مین سے اُسکا عوض قرار دیا جائیگا اور جسکے حصہ مین وہ عمارت پڑی ہر اُسکو تکلیف نہ دیجائیگی کہ بمقابلہ عمارت
کے درم دیوے الا اُس صورت مین کہ یہ متعذر رہے تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ اُسکا عوض درم قرار دے اور اگر زمین و
عمارت ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہر کہ انہین سے ہر ایک کو باعتبار قیمت کے تقسیم کریگا اور امام ابو حنیفہ رح سے
روایت ہر کہ زمین کو بمساحت تقسیم کرے پھر جسکے حصہ مین عمارت پڑے یا جسکا حصہ بہ نسبت دوسرے کے جید ہو وہ دوسرے
کو درم دیدے تاکہ دونون مین مساوات ہوجاوے پس دراہم بضرورت تقسیم مین داخل ہونگے اور امام محمد رح سے
روایت ہر کہ جسکے حصہ مین عمارت پڑے وہ میدان صحن مین سے جس قدر عمارت کے مقابلہ مین مساوات رکھتا ہو اسقدر شریک
کو دیدے اور اگر پھر بھی زیادتی رہگئی اور مساوات تحقیقی متعذر رہی مثلاً میدان صحن مین اسقدر نہین ہر کہ قیمت عمارت
کو وفا کرتا ہو تو اُس حال مین زیادتی کے مقابلہ مین درم دیدے کافی مین ہر اور اگر شریکون نے طریق کی بابت
اختلاف کیا بعض نے کہا کہ یہ طریق قسمت سے الگ کردیا جاوے اور بعض نے کہا کہ الگ نہ کیا جاوے تو قاضی دیکھیگا کہ
اگر ہر ایک اپنے حصہ کیواسطے راستہ نکال سکتا ہر تو طریق مذکور کو تقسیم کردیگا الگ نہ رکھیگا کہ اُنکے درمیان مشترک رہے
اور اگر ہر ایک اپنے حصہ کے واسطے راستہ نہ نکال سکے تو قاضی بقدر طریق کے تقسیم نہ کریگا کیونکہ صورت اول مین اہل
تقسیم سے اُنکی کوئی منفعت فوت نہین ہوتی ہر بخلاف صورت ثانیہ کے کہ اسمین ایسا نہین ہر اور ہمارے مشایخ رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ اس قول سے کہ اپنے حصہ کے واسطے راستہ نکال سکتا ہر ایسا راستہ مراد لیا ہر کہ جسمین آدمی گذر جاوے نہ ایسا راستہ
جسمین جانور مع بوجھ گذر جاوے اور اگر ایسا نکل سکتا ہو کہ جسمین ایک آدمی گذر سکے تو یہ پہلا راستہ نہین ہر اور اگر
شریکون نے تقسیم دار مین سے راستہ کی فراخی و تنگی مین اختلاف کیا تو بعض مشایخ نے فرمایا کہ راستہ کی چوڑائی باب اعظم سے
کچھ زیادہ رکھے اور طول اور اونچائی مین آسمان تک رکھے نہ بقدر طول باب اعظم کے اور بعضون نے فرمایا کہ اُسکی چوڑائی بقدر
باب اعظم کی چوڑائی کے اور طول اعلے بقدر بلندی باب اعظم رکھے کیونکہ انکو یہ مقدار کافی ہے وہ لوگ اسطرح قبل قسمت کے انتفاع
یعنی باب اعظم کی بلندی سے زیادہ فضا اگر تقسیم کردے تو وہ قسمت مین شامل کرے ۱۲ منہ

حاصل کرتے تھے اب بھی حاصل کرسکتے ہیں اور بطول باب اعظم سے زیادہ اونچائی کی تقسیم کا فائدہ یہ ہی کہ اگر کسی شریک نے اپنے حصہ میں جنگلہ نکالنا چاہا پس اگر دروازہ کی اونچائی سے اوپر ہو تو نکال سکتا ہی اور اگر نیچے ہو تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر زمین ہو تو ثمین سے اسقدر راستہ کے واسطے چھوڑ دیگا کہ دو بیل گذر جاویں اور طریق کی مقدار اسقدر رکھیگا کہ ساتھ ہی دو بیل ثمین سے گذر جاویں اگرچہ اسکی جانب احتیاج ہی کیونکہ جیسے اسکی جانب احتیاج ہی ویسے ہی بیل مع گاڑی گذرنے کی جانب احتیاج ہی پس اسکا لحاظ غیر متناہی کیطرف مودی ہووے گا یہ ذخیرہ میں ہی اور اگر اہل طریق میں سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ یہ راستہ میرا ہی پس اگر اُسکا اصل حال معلوم ہو جاوے تو طریق مذکور سب میں برابر مشترک قرار دیا جائیگا کیونکہ طریق مذکور پر اُنکا قبضہ و استعمال برابر ہی اور یہ نکیا جائیگا کہ جسقدر مساحت دار و منزل ہر ایک کے قبضہ میں ہی اُسکے حساب سے اُنکو راستہ میں حصہ دیا جاوے کیونکہ جسکے پاس چھوٹی منزل ہی اور جسکے پاس بڑا دار ہی دونوں کی حاجت راستہ کے حق میں یکسان ہی اور اسکا حکم شرب[پانی کا حصہ ۱۲] کے برخلاف ہی کیونکہ اگر شرب میں شریکون نے اختلاف کیا تو یہ شرب ان شریکون میں انکی زمینون کی مقدار کے حساب سے قرار دیا جاتا ہی اور اگر طریق کا اصل حال معلوم ہو جاوے کہ انکے درمیان کیونکر مشترک ہی تو اسی اصل کے موافق انہین مشترک قرار دیا جائیگا پس اگر دار ایک شخص کا اور ثمین راستہ دوسرے کا بھی ہو پھر مالک دار مرگیا اور اُسکے وارثون نے دار مذکور باہم تقسیم کرلیا مگر راستہ اپنے اور راستہ والے کے واسطے تقسیم سے الگ کر دیا پھر اُنھون نے راستہ کو فروخت کیا اور اُسکا ثمن تقسیم کرنا چاہا تو نصف ثمن راستہ والے کو اور نصف ان وارثون کو ملیگا اور اگر اصل حال معلوم نہوا کہ یہ دار ان لوگون میں میراثاً تقسیم ہوا ہی اور ان لوگون نے اس سے انکار کیا تو ثمن مذکور ان لوگون اور راستہ والے کے درمیان گنتی[۱] کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط میں ہی - اگر اعداد ہر وجہ سے جنس واحد ہون یعنے ان اعداد مین از راہ اسم و معنی دونون طرح سے مجانست ثابت ہو جیسا کہ غنم یا بقر یا کیلی و وزنی چیزین یا کپڑے تو ایسے اعداد کو قاضی بعض[۲] شریکون کی درخواست پر بطور قسمت جمع تقسیم کریگا[بکریاں یا گائے ۱۲] اور جو اجناس ہر وجہ سے مختلف ہون انمین بعض شریکون کی درخواست پر قاضی اعداد کو بطور قسمت جمع تقسیم نکریگا اور اگر از راہ حقیقت جنس واحد ہون اور بحسب المعنی اجناس مختلفہ ہون جیسے رقیق[۳] پس اگر انکے ساتھ ایسی چیز ہو جو بطور قسمت جمع تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی بلا خلاف سب کو بطور قسمت جمع تقسیم کر دیگا اور اس شی کو قسمت میں اصل ٹھہرائیگا اور رقیق کو اُسکے تابع قرار دیگا اور یہ جائز ہی کہ ایک بات دوسرے کی تبعیت میں ثابت ہو اگرچہ بالذات و مقصوداً ثابت نہو اور اگر انکے ساتھ کوئی ایسی چیز جو بطور قسمت جمع تقسیم ہو سکے نہو وے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ قاضی بطور قسمت جمع تقسیم نکریگا اور صاحبین رحمہما اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ قاضی کو اختیار ہی کہ بطور قسمت جمع تقسیم کر دے ایسا ہی اصل میں مذکور ہی یہ محیط میں ہی - اور اگر دو شریکون میں گیہون مشترک ہون یا درہم یا کپڑے ہون مگر یہ ایک ہی جنس ہو پھر ایک نے اپنا حصہ ممیز جدا کر لیا تو جائز ہی یہ سراجیہ میں ہی اور قاسم کو چاہیے کہ جسقدر تقسیم کرتا ہی اسکو ایک کاغذ پر تحریر کرتا جاوے تاکہ یادداشت ہو سکے اور تقسیم میں جسقدر حصہ ہون سب کو برابر کر دے اور تقسیم سے ایک کو دوسرے سے جدا کر دے اور پیمایش کر دے تاکہ اُسکی مقدار معلوم ہو اور عمارت کی قیمت اندازہ کرا دے کیونکہ آخر حال میں اسکی ضرورت پڑتی ہی اور ہر حصہ کو اُسکے راستہ و شرب کے ساتھ دوسرے سے علٰحدہ کر دے تاکہ کسی کے حصہ کو

[۱] یعنے مثلاً پانچ وارث ہیں اور چھٹا راستہ والا ہر ایک سے کم ... تو چھ حصہ پر تقسیم ثمن کیا جائیگا ۱۲ منہ
[۲] یعنے ...
[۳] باندیان غلام ۱۲ منہ

دوسرے سے کچھ تعلق نرہے پس تمیز وافراز کے معنی پورے پورے متحقق ہوجاوین اور جسکا نام پہلے نکلے یعنی اول
اور جو اس سے متصل ہو اسکا ثانی علی ہذا القیاس ثالث وغیرہ پھر شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے سو جسکے نام
اولاً قرعہ نکلے اسکو حصہ اول اور جسکے نام ثانیاً نکلے اسکو سہم ثانی دے اور اصل اس باب مین یہ ہے کہ حصون مین
سے جو سب سے کم ہو اسکو دیکھے چنانچہ اگر کمتر حصہ تہائی ہو تو تین حصون پر تقسیم کرے اور اگر کمتر چھٹا حصہ ہو تو چھ
حصون مین بانٹ دے تاکہ تقسیم ممکن ہو۔ اور اسکی شرح یہ ہے کہ ایک زمین ایک جماعت کے درمیان مشترک ہے
انمین سے ایک کے دس حصے ہین اور دوسرے کے پانچ حصے ہین اور تیسرے کا ایک حصہ ہے اور ان لوگون نے
اسکا تقسیم کرنا چاہا تو انکے حصون کی مقدار پر زمین مذکور تقسیم کیجاویگی یعنی دس اور پانچ اور ایک اور اسکی کیفیت یہ ہے
کہ انکے سہام کے موافق برابر ہر طرح سے تسویہ کرکے زمین مذکور کے حصے کیے جاوین پھر انکے سہام کی تعداد پر گولیان
بناکر انمین قرعہ ڈالا جاوے سو جو گولی اولاً نکلے وہ سہام مین کسی طرف رکھی جاوے اور وہی اول حصہ ہوگا
پھر دیکھا جاوے کہ اس گولی مین کسکا نام ہے پس اگر مثلاً دس حصون والے کا نام نکلے تو قاضی اسکو جسکے
کنارہ گولی رکھی گئی تھی اور اسکے متصل نو حصے اور دیدیگا تاکہ اسکے سب حصے باہم متصل ہون پھر باقی حصہ داران
مین بھی اسیطرح قرعہ ڈالیگا پھر جو گولی اولاً نکلی اسکو باقی چھ حصون مین کسی جانب رکھیگا پھر گولی کو دیکھیگا کہ اسمین کسکا
نام ہے پس اگر مثلاً پانچ حصے والے کا نام ہو تو قاضی اسکو یہ حصہ اور اسکے متصل اور چار حصے دیگا پھر ایک حصہ جو باقی
رہگیا وہ ایک حصہ کے شریک کو دیگا اور اگر گولی مین ایک حصے والے کا نام ہو تو جس حصے پر وہ گولی رکھی گئی
ہے وہ حصہ ایک حصہ والے کو دیدیگا اور باقی پانچ حصے اُن پانچ حصہ والے شریک کے رہجاوینگے اور گولی بنانے
کی یہ صورت ہے کہ قاضی شریکون کے نام علیحدہ علیحدہ پرچون پر لکھے پھر ہر پرچہ کو علیحدہ لپیٹ کر ایک مٹی کے ڈھیلے
مین رکھکر اپنی ہتھیلی مین رکھکر دونون ہاتھون سے گول کردے تاکہ بندقہ کی شکل ہوجاوے اور واضح ہو کہ ہرحصہ
اسکے راستہ وشرب کے ساتھ جدا کردینا افضل ہے سو اگر قاضی نے ایسا کیا یا ایسا ممکن نہوا تو جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ ایک
شخص مرگیا اور اُسنے تین بیٹے اور پندرہ خم چھوڑے انمین سے پانچ خم سرکہ سے بھرے تھے اور پانچ خالی تھے اور
اور پانچ خم آدھے آدھے سرکہ سے بھرے تھے اور سب برابر تھے پس بیٹون نے یہ بات چاہی کہ ان خمون کو
بدون اپنی جگہ سے علیحدہ کرنے کے باہم برابر تقسیم کرین تو مشائخ نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹے کو دو
مٹکے پورے بھرے ہوئے اور ایک مٹکا آدھا اور دو خالی دیئے جاوین اور دوسرے کو بھی اسیطرح دیے
جاوین اور تیسرے کو باقی پانچ مٹکے جنمین سے ایک پورا بھرا ہوا اور ایک خالی اور تین آدھے آدھے بھرے
ہوئے ہین دیے جاوین تو اسطرح مساوات ہوسکتی ہے۔ دو آدمیون مین پانچ روٹیان مشترک تھین اسطرح
کہ ایک کی دو روٹیان تھین اور دوسرے کی تین روٹیان تھین پھر انھون نے ایک شخص ثالث کو بلایا
اور تینون نے برابر روٹیان کھائین پھر تیسرے نے ان دونون کو پانچ درم دیے اور کہا کہ مین نے جسقدر
تم دونون کی روٹیون مین سے کھایا ہے اُس حساب سے تم دونون تقسیم کرلو تو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالی نے
فرمایا کہ دو روٹیون والے کو دو درم اور تین روٹیون والے کو تین درم ملینگے اسواسطے کہ ہر ایک نے ایک
روٹی اور دو تہائی روٹی غیر مقسوم کھائی ہے انمین سے دو تہائی روٹی تو دو روٹیون والے کی اور ایک

پوری روٹی تین روٹیون والے کے حصہ مین سے ہی پس مین ہر تہائی کو ایک سہم قرار دیتا ہون پس یہ ہوا کہ ہر ایک نے دو روٹیون والے کے حصہ مین سے دو حصہ کھائے اور تین روٹیون والے کے حصہ مین سے تین حصے کھائے پس کل پانچ حصے ہر ایک کی خوراک ہوئی پس تیسرے نے جو معاوضہ دیا ہی وہ بھی اسی حساب سے تقسیم ہوگا اور فقیہ ابو بکر رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک دو روٹیون والے کو ایک درم ملیگا اسواسطے کہ اسنے اپنی دو روٹیون مین سے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھائی ہی اور تیسرے نے سوائے ایک تہائی روٹی کے کچھ نہین کھایا ہی اور دونون مین سے ہر ایک نے ایک روٹی پوری اور دو تہائی روٹی کھائی ہی پس تیسرے نے تین روٹیون مین سے ایک روٹی پوری اور تہائی روٹی کھائی ہی پس تین روٹیون والے کو پانچ درم مین سے چار درم ملنے چاہیے ہین یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہی۔ دو شخصون نے باہمی مشترک بھوسے کو برابر جیال سے تقسیم کیا تو جائز ہی کیونکہ اسمین تفاوت بہت قلیل ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ سلطان نے ایک گانون والون پر کچھ مال بطور ڈانڈ لازم کیا اور انھون نے باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ بقدر املاک ہمتقسیم ہوگا اور بعض نے کہا کہ نہین بقدر رؤس یعنی تعداد کے تقسیم ہوگا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ ڈانڈ انکی املاک کی حفاظت کی غرض سے ہو تو یہ ڈانڈ بمقدار املاک کے حساب سے تقسیم ہوگی کیونکہ یہ ملک کی مؤنت[1] ہی پس ہر ایک پر بقدر اسکی ملک کے پڑیگی اور اگر یہ غرامت انکی جان کی حفاظت کی غرض سے ہو تو بعدد رؤس کے حساب سے تقسیم ہوگی مگر اس صورت مین عورتون اور بچون پر کچھ نہوگا کیونکہ انسے تعرض نہین کیا جاتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر دو شریکون نے اپنے مشترک انگورون کو کیلان[2] یا ترازو یا پیمانہ سے تقسیم کیا تو صحیح ہی کذا فی الظہیریۃ

تیسرا باب۔ جس صورت مین تقسیم کیجائیگی اور جس صورت مین نہ کیجائیگی اور جو جائز ہی اور جو جائز نہین ہی اسکے بیان مین۔

ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی مگر ایک کا حصہ زیادہ ہی پس زیادہ حصہ والے نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی بالاتفاق تقسیم کر دیگا اور اگر کم حصہ والے نے درخواست کی اور زیادہ حصہ والے نے انکار کیا تو بھی حکم ہی ہی اسیکو شیخ امام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوی ہی۔ اور اگر چھوٹا بیت اس طرح دو شخصون مین مشترک ہو پس اگر کم حصہ والا بعد تقسیم کے اپنے حصہ سے نفع نہ اٹھا سکے اور اسی حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی تقسیم کر دیگا اور امام خصاف رح نے ذکر کیا کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہی اور ہر ایک کا حصہ ایسا ہی کہ بعد تقسیم ہو جانے کے وہ اپنے حصہ سے نفع نہین اٹھا سکتا ہی مگر دونون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی تقسیم کر دیگا اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم نکریگا کیونکہ درخواست کرنے والا متعنت[3] ہی اور اگر تقسیم کا ضرر فقط ایک کو پہونچتا ہو بایں طور کہ ایک کا حصہ زیادہ ہو کہ بعد تقسیم ہو جانے کے بھی وہ اپنے حصہ سے نفع حاصل کر سکتا ہی پس زیادہ کے حصہ دار نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو قاضی تقسیم کر دیگا اور اگر کم کے حصہ دار نے درخواست کی تو تقسیم نکریگا اور شیخ جصاص رح نے اسکے برعکس نقل کیا ہی کذا فی فتاوے قاضی خان اور اصح وہی ہی جو خصاف رح نے ذکر کیا ہی یہ تبیین مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر ایک طریق چند آدمیون کی شرکت مین ہو کہ اگر اسکو باہم تقسیم

[1] مؤنت یعنی خرچ پس گویا اپنے ان املاک کی حفاظت کے واسطے یہ ڈانڈ ادا کیا تو بطور خراج ہوگیا یعنی سلطان کو واسطے خراج ادا کرنا پڑا ۱۲ منہ

[2] کیلان یہ لفظ اصل مین فارسی کیلان ہی یعنی بہت بڑی ترازو جسکو آج کل بیل وغیرہ بڑا بوجھ تولنے کی ہوتی ہے ۱۲ منہ

[3] متعنت یعنی سرکش ۱۲

کرلین تو بعض کے واسطے کچھ راہ و منفذ نہین رہتا ہے پس بعضون نے ایک تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے شریک
نے انکار کیا تو بین انکے تقسیم نہین کردیگا اور اگر ہر ایک کے واسطے کچھ راہ و منفذ رہتا ہو تو بین انکے تقسیم کردیگا اور
ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ طریق مذکور انمین ہر ایک مشترک ہو کہ اگر انمین تقسیم کیا جاوے
تو کسی کے واسطے راہ و منفذ نہین رہتا ہے اور اگر یہ راستہ نہین اسطرح مشترک نہو بلکہ کسی کا زیادہ حصہ ہو اور کسی کا کم ہو کہ
اگر تقسیم کردیا جاوے تو کم کے حصہ دار کے واسطے راہ و منفذ نرہے اور زیادہ حصہ دار کے واسطے راہ و منفذ رہے تو
جیسا مسئلہ بیت مین زیادہ کے حصہ دار کی درخواست پر تقسیم کردیتا ہے اسی طرح اس مسئلہ مین بھی زیادہ والے حصہ دار
کی درخواست پر قاضی راستہ کو تقسیم کردیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مسئلہ بیت کے برخلاف مسئلہ طریق مین دونون
حالتون مین سے کسی حال مین تقسیم نکریگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مسیل الماء دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک نے اسکے
تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا پس اگر انمین سوائے اس موضع کے کوئی دوسری جگہ ایسی ہو کہ جس سے
انکار کرنے والے کا پانی نکل جاسکتا ہو تو بین انکے تقسیم کردیگا اور اگر کوئی دوسری جگہ بدون ضرر کے ایسی نہو تو تقسیم
نکریگا اور یہ اور طریق یکسان ہے یہ مبسوط مین ہے دو آدمیون کا مشترک بیت منہدم ہوگیا پس ایک نے زمین کے
تقسیم کی درخواست کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون مین تقسیم کردیجائیگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہ کیجائیگی
اگر دونون مین سے ایک نے چاہا کہ جیسی عمارت بنی تھی ویسی ہی بنا دے اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو
نوادر ابن رستم مین مذکور ہے کہ منکر پر بنانے کے واسطے جبر نکیا جائیگا لیکن اگر اسپر دونون کی دھنیاں ہون تو بنانے
کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر انکار کرنے والا تنگدست ہو تو اسکے شریک سے کہا جائیگا کہ تو خود بنا لے اور شریک
کو اسپر دھنیان رکھنے سے منع کر یہان تک کہ تیرا خرچہ تجھے دیدے یہ حاوی مین ہے اور قاضی حمام و دیوار و اسکے
مشابہ چیزون کو شریکون مین تقسیم نکریگا اور اگر سب شریک اس بات پر راضی ہوئے تو تقسیم کریگا کیونکہ ضرر اٹھانے پر وہ
لوگ خود راضی ہوگئے ہین اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم حمام مین ہے کہ ہر واحد بعد تقسیم کے حمام سے
دوسری طرح نفع اٹھا سکتا ہو مثلاً اپنے حصے کا بیت بنالے اور لیسا او قات ہر ایک کا یہی مقصود ہوتا ہے اور دیوار
کے حق مین پس اگر وہ لوگ تقسیم پر اس غرض سے راضی ہوئے کہ بدون دیوار گرانے ہر ایک اپنے حصہ سے نفع اٹھاوے
تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وہ لوگ اس طرح راضی ہوئے کہ دیوار گرا کر اسکی نیو باہم تقسیم کرین تو قاضی ایسا فعل خود نکریگا لیکن
اگر ان لوگون نے باہم ایسا فعل کرلیا تو انکو اس فعل سے منع نکریگا اگر کسی شخص کی زمین مین اسکی اجازت سے دو آدمیون
نے مشترک عمارت بنائی پھر دونون نے اس عمارت کی تقسیم کا قصد کیا اور مالک زمین غائب ہے تو باہمی رضامندی
سے دونون ایسا کرسکتے ہین اور اگر دونون مین سے ایک نے انکار کیا تو اسپر جبر نکیا جائیگا اور اگر عمارت
منہدم کرنے کا قصد کیا تو اس طرح تقسیم مین اتلاف ملک ہے اور ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ قاضی ایسی تقسیم خود نکریگا
لیکن اگر انھون نے خود ایسا کرلیا تو قاضی انکو منع نکریگا اور اگر مالک زمین نے دونون کو اپنی زمین سے
نکال دیا تو دونون اپنی عمارت گرالینگے پھر منقوض محتمل قسمت ہے تو قاضی بعض شریک کی درخواست کے موافق انکو
تقسیم کردیگا یہ مبسوط مین ہے اصل مین امام محمد رح نے فرمایا کہ بازار مین ایک دکان دو آدمیون مین مشترک ہے کہ
انمین دونون خرید فروخت کرتے ہین یا دستکاری کا کوئی کام کرتے ہین پس ایک نے اسکی تقسیم کا قصد کیا اور

دوسرے نے انکار کیا اور مالک زمین غائب ہو تو قاضی دیکھیگا کہ اگر تقسیم کر دی جاوے تو ہر ایک اپنے حصہ مین وہی کام
کر سکتا ہو جو قبل قسمت کے کرتا تھا یا نہین پس اگر کر سکتا ہو تو تقسیم کر دے اور اگر نکر سکتا ہو تو تقسیم نکرے یہ محیط مین ہو اگر غیر
کی زمین مین ایک کھیتی چند وارثون مین مشترک ہو اور اُنھون نے اس کھیتی کی تقسیم کا ارادہ کیا پس اگر کھیتی پختگی پر پہونچگئی ہو
اور بدون کٹے ہوئے انکی رضامندی سے یا بغیر رضامندی کسی طرح مین اُس کھیتی کو اُنمین تقسیم نکرونگا کیونکہ گیہون ربوی
مال مین سے ہو پس مجازفۃً اسکی تقسیم نہین جائز ہو ان پیمانہ سے جائز ہو سو بدون کٹنے کے پیمانہ سے تقسیم کرنا ممکن نہین ہو
اور اگر ہنوز وہ کھیتی ساگا ہووے تو مین اُنمین تقسیم نکرونگا لیکن اگر وہ لوگ ساگے مین یہ شرط کر لین کہ جسقدر جسکے حصہ مین
پڑیگا اُسکو وہ اپنے حصہ کے مثل جائز سمجھے گا اور اس شرط سے باہم تقسیم کر لین تو مین انکی اجازت دونگا یہ مبسوط مین ہو
اگر ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہو پس دونون نے اس کھیتی کو بدون زمین کے باہم تقسیم کرنا چاہا تو قاضی تقسیم
نکریگا کیونکہ جب کھیتی پختگی پر پہونچی ہے یعنے انہین بالیان آگئی ہون تو وہ مال ربوی ہوگئی اور قسمت مین مبادلہ کے معنی ہیں
متحقق ہین تو مجازفۃً جائز نہین ہو اور جب تک وہ ساگا ہو تو جبتک قاضی تقسیم نہ کریگا کہ جب تقسیم بشرط ترک ہو یعنے بعد تقسیم کے
کھیت مین چھوڑ رکھینگے اور اگر یہ شرط کی کہ ہم اُکھاڑ لینگے تو قاضی تقسیم کر سکتا ہو اور یہ حکم دو روایتون مین سے ایک کے
موافق ہو اور دوسری روایت کے موافق قاضی کو تقسیم نکرنا چاہیے اگرچہ دونون اسپر راضی ہو جاوین اور یہ حکم
اُسوقت ہو کہ دونون نے قاضی سے تقسیم کی درخواست کی ہو اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا
تو ہر حال مین قاضی تقسیم نکریگا اور اگر دونون نے کھیتی کو خود باہم تقسیم کر لیا پس اگر کھیتی پوری ہو کر بالیون دار ہو گئی ہو
تو اسکا حکم تو گذر چکا یعنے جب تک کاٹی نجاوے تب تک مجازفۃً جائز نہین ہو اور اگر یہ کھیتی ہنوز ساگا ہو پس اگر اس شرط
سے باہم تقسیم کر لی کہ کھیت مین چھوڑ دینگے تو جائز نہین ہو اور اگر یہ شرط کی کہ بعد تقسیم کے اُکھاڑ لینگے تو سب روایتون کے
موافق جائز ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دونون کی مشترک زمین مین مشترک کھیتی ہو اور دونون نے بدون زمین کے کھیتی
کی تقسیم کی درخواست کی پس اگر کھیتی ہنوز ساگا ہو اور دونون نے زمین مذکور مین اُسکے چھوڑ رکھنے کی شرط
کی یا ایک نے ایسی شرط کی تو قسمت جائز نہین ہو اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ اُکھاڑ لینگے تو تقسیم جائز ہو اور
اگر کھیتی پوری ہو گئی ہو اور دونون نے کاٹ لینے کی شرط کی تو بالاتفاق تقسیم جائز ہو اور اگر دونون نے یا ایک نے
چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم و امام ابو یوسف کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہو اور امام محمد رح کے قول مین جائز ہو اور اسیطرح
اگر طلع النخل دو آدمیون مین مشترک ہو اور سوائے درخت خرما کے دونون نے فقط کیریون کی تقسیم چاہی پس اگر دونون
نے یا ایک نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو تقسیم جائز نہین ہو اور اگر فی الحال توڑنے پر اتفاق کیا تو تقسیم جائز ہو
اور اگر یہ پھل پورے ہو گئے ہون اور دونون نے درخت پر چھوڑ رکھنے کی شرط کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے
نزدیک نہین جائز ہو اور امام محمد رح کے نزدیک جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو اور اگر چالیس کُر دو آدمیون مین مشترک
ہون جس مین سے دس کھرے ہون اور تیس ردی ہون پس ایک نے دس کھرے لے لیے اور دوسرے
نے تیس ردی لے لیے اور قیمت مین یہ دس ان تیس کے برابر ہین تو یہ جائز نہین ہو یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اگر ایک
زنبیل خرما یا خم سرکہ دونون مین مشترک ہو اور ایک نے اسکی تقسیم کی درخواست کی تو مین اُسکو دونون مین تقسیم کر دونگا
کیونکہ یہ ایسی چیز ہو جسکا پیمانہ و وزن ہو سکتا ہو اور تقسیم ایسی مین یہ ہو کہ محض جدا کر کے ممیز کر دیا جاوے اور ہر ایک شریک خود لیلیا

نہین تقسیم کیے جاوینگے کیونکہ اس تقسیم مین انہین سے کسی کے حق مین ضرر نہین ہے اور نہر و چشمہ وغیرہ کی تقسیم اس مقام پر زمین کے تابع ہے پس قسمت اس صورت مین بمنزلہ بیع کے ہے اور زمین کی بیع مین اُسکا شرب یعنے سینچنے کا پانی تبعاً داخل ہوجاتا ہے اگرچہ شرب کی بیع مقصوداً جائز نہین ہے پس ایسی ہی تقسیم مین بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اور جو ظروف ایک ہی چیز و اصل سے بنالیے گئے ہون جیسے طاس و قمقمہ و طشت جو پیتل یا تانبے سے بنے ہوئے ہون ایسے ظروف مختلف الجنس کے ساتھ ملائے گئے ہین نہین تو قاضی اُنکو جبراً نہین تقسیم کرسکتا ہے یہ غنایہ مین ہے اور چاندی و سونے کے ٹکڑے اور جو اسکے مشابہ ہین کہ ڈھالے ہوئے نہون جیسے لوہے و پیتل و تانبے کے ٹکڑے یہ سب تقسیم کیے جاوینگے اسیطرح اگر ایک بالاخانہ دو آدمیون مین مشترک ہوا اور ہر ایک کا حصہ اتنا ہو کہ بعد تقسیم کے اُس سے انتفاع حاصل کرسکتا ہے اور اسکا سفل کسی غیر کا ہو یا سفل ان دونون مین مشترک ہوا اور علو کسی غیر کا ہو تو یہ سب بعضے شریکون کی درخواست کے وقت تقسیم کیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے- اور دارون کی تقسیم مین میدان احاطہ کا گزون سے تقسیم کیا جائیگا اور عمارت باعتبار قیمت کے تقسیم کیجائیگی اور جائز ہے کہ بعض شریک کو بعض پر باعتبار زیادتی قیمت عمارت و موضع کے فضیلت حاصل ہو کیونکہ حصون مین از راہ صورت و معنی کے تعدیل وہین تک ہوسکتی ہے جہان تک ممکن ہوا اور جب از راہ صورت تعدیل ممکن نہو تو از راہ معنی معتبر ہوگی پھر اسکی تین صورتین ہین- یا تو زمین کو باہم نصفا نصف تقسیم کرنا چاہا اور یہ شرط کی کہ عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ دوسرے کو عمارت کی نصف قیمت دیدے اور عمارت کی قیمت معلوم ہے- یا اسیطرح تقسیم کرنا چاہا مگر عمارت کی قیمت معلوم نہین ہے یا زمین کو نصفا نصف تقسیم کرنا چاہا اور عمارت کی تقسیم نکی پس اگر صورت اول ہو تو جائز ہے اور اگر دوسری صورت متحقق ہو تو استحساناً جائز ہے قیاساً جائز نہین ہے اور اگر تیسری صورت متحقق ہو تو تقسیم جائز ہے پھر عمارت جسکے حصہ مین پڑے وہ عمارت کی نصف قیمت دوسرے شریک کو دیکر اُسکا مالک ہوجائیگا کذا فی محیط السرخسی اور اسی طرح ہم نے کہا کہ اگر دو آدمیون کی مشترک زمین جسمین درخت ہین و زراعت ہے بدون درختون و زراعت کے تقسیم کی گئی پھر درخت و زراعت دونون مین سے ایک شریک کے حصہ مین پڑے تو جسکے حصہ مین درخت و زراعت پڑی ہے وہ دوسرے شریک کو درختون و زراعت کے حصہ کی قیمت ادا کرکے مالک ہوجائیگا یہ ذخیرہ مین ہے- اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ چند لوگ ایک زمین کے جسکے ایک ٹکڑے مین زراعت ہے بوجہ میراث کے مالک ہوئے پھر زمین مذکور ان لوگون مین بدون زراعت کے اور بدون زراعت کی قیمت اندازہ کرنے کے تقسیم کی گئی تو وہ ٹکڑا جسمین کھیتی ہے جسکے حصہ مین آویگا ہم اُس سے قیمت زراعت کا مواخذہ کرینگے اور اگر اُسنے کہا کہ مین قیمت دینے پر راضی نہین ہون اور مجھے اس تقسیم کی ضرورت نہین ہے تو حاکم اُسکو قیمت زراعت ادا کرنے پر مجبور کریگا اور یہی حال دار کا ہے کہ اگر دار کو حاکم نے گزون سے تقسیم کیا اور اُسکی عمارت کی قیمت اندازہ نکرلی تو عمارت مذکور جسکے حصہ مین پڑیگی اُس سے قیمت عمارت کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ قیمت کی مقدار بیان ہوئی ہو یا نہوئی ہو یہ جینی کردری مین ہے اگر شریک لوگ قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور اُنکے قبضہ مین ایک دار یا عقار ہے اور اُنھون نے دعوے کیا کہ ہم نے فلان شخص سے اسکو میراث پایا ہے تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ قاضی ان لوگون مین اُسکو تقسیم نکریگا یہانتک کہ یہ لوگ اُس فلان شخص کی موت اور تعداد وارثون کے گواہ دین- اور صاحبین رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اُنکے اقرار پر انھین تقسیم کریدے اور صک مین تحریر کردے کہ مین نے انکے اقرار پر انہین تقسیم کیا ہے

فرق یہ ہے کہ صغیر جب حاضر ہوا تو جواب کی ضرورت سے قاضی اُسکی طرف سے وصی مقرر کر دیگا کیونکہ صغیر کی حاضری مین اُسپر دعوی صحیح ہوگیا مگر وہ جواب دہی سے عاجز ہے پس اُسکی طرف سے وصی مقرر کیا جاوے تاکہ اُسکے خصم کو جواب دے اور اگر صغیر حاضر نہو تو اُسپر دعوی صحیح نہوگا پس جوابدہی لازم نہوگی تو وصی مقرر کرنے کی بھی ضرورت نہوگی یہ نہایہ مین ہے- اگر ایک دار میراث ہوا اور تہائی کی وصیت ہوا اور بعضے وارث حاضر ہون اور بعضے غائب ہون۔ تو موصی لہ بمنزلہ وارث کے شریک قرار دیا جائیگا پس اگر موصی لہ تنہا حاضر ہوا تو مثل تنہا ایک وارث کے حاضر ہونے کے اس صورت مین بھی قاضی موصی لہ کے گواہون کی سماعت نکریگا اور دار شریکون مین تقسیم کریگا اور اگر موصی لہ کے ساتھ کوئی وارث حاضر ہوا تو مثل دو وارثون کے حاضر ہونے کی صورت کے اس صورت مین بھی قاضی انکے گواہون کی سماعت کریگا اور دار مذکور کو شرکا مین تقسیم کر دیگا یہ ذخیرہ مین ہے اگر دو شریکون نے مشترک راستہ ملک تقسیم سے الگ کر دیا اور راستہ مذکور پر ایک ظلہ ہے کہ ایک شخص کا راستہ اُسکے اوپر سے ہے اور یہ شخص استطاعت رکھتا ہے کہ اپنا دوسرا راستہ نکال لے پس دوسرے شخص نے اُسکو ظلہ کے اوپر سے گذرنے سے منع کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ مبسوط مین ہے- اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہوا اور اُسمین ایک صفہ ہوا اور صفہ مین ایک بیت ہوا اور اس بیت کا راستہ اس صفہ مین سے ہوا اور کوٹھری کی چھت کا پانی صفہ کی چھت پر سے بہتا ہو پھر دونون نے دار مذکور کو باہم تقسیم کیا اور ایک کے حصہ مین صفہ آیا اور دار کا کچھ صحن آیا اور دوسرے کے حصہ مین بیت اور دار کا کچھ صحن آیا اور دونون نے تقسیم مین طریق اور پانی بہنے کی راہ کا کچھ ذکر نہین کیا اور بیت والے نے چاہا کہ اپنے بیت مین بدستور سابق صفہ مین سے ہوکر جاوے اور بیت کی چھت کا پرنالہ صفہ کی چھت پر بہاوے پس اگر صاحب بیت ایسا کرسکتا ہو کہ اپنا راستہ اور پانی کا پرنالہ اپنے حصہ مین کسی جگہ نکالے تو تقسیم جائز ہوگی اور صاحب بیت کو یہ حق و اختیار نہوگا کہ صفہ مین ہوکر گذرے اور اپنا پرنالہ صفہ پر بہاوے خواہ دونون نے قسمت مین یہ ذکر کیا ہو کہ ہر واحد کے واسطے اُسکا حصہ مع اُسکے حقوق کے ہے یا ذکر نکیا ہو اور اگر صاحب بیت ایسا نکرسکے کہ اپنا راستہ اور پانی کا راستہ دوسری جگہ نکالے پس اگر دونون نے تقسیم مین یہ ذکر کیا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کے واسطے اسکا حصہ مع حقوق کے ہے تو راستہ و پانی کا پرنالہ تقسیم مین داخل ہوجائیگا اور قسمت جائز ہوگی اور اگر دونون نے ایسا ذکر نکیا ہو تو راستہ و پانی بہنے کی راہ تقسیم مین داخل نہوگی اور تقسیم فاسد ہوگی اس سبب کو شیخ الاسلام نے شرح کتاب القسمۃ مین ذکر فرمایا ہے اور شیخ رحمہ نے آخر باب مین ذکر فرمایا کہ دو شریکون نے دار مشترک باہم تقسیم کر لیا پھر جب حدود قائم ہوگئے تو ظاہر ہوا کہ ایک کے واسطے راستہ ہی نہین ہے پس اگر وہ شخص اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نکال سکتا ہو تو تقسیم جائز ہے اور اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہے پس اگر وقت قسمت کے جانتا ہو کہ اُسکے واسطے راستہ نہین ہے تو بھی تقسیم جائز ہے اور اگر نجانتا ہو تو تقسیم فاسد ہے اور مسئلہ متقدمہ کے قیاس پر اس مسئلہ آخر باب مین یون کہنا چاہیے کہ اگر اپنے حصہ مین کسی دوسری جگہ اپنا راستہ نہین نکال سکتا ہے تو تقسیم جبھی فاسد ہوگی کہ جب حقوق کا ذکر نکیا ہو اور اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ تقسیم مین داخل ہوجائیگا پس دونون مسئلون پر نظر کرنے سے حاصل جواب یہ نکلتا ہے کہ اگر اپنے حصہ مین کسی جگہ راستہ نہین نکال سکتا ہے پس اگر حقوق کا ذکر کیا ہو تو راستہ اور پانی کی راہ تقسیم مین داخل ہوجائیگی اور تقسیم فاسد نہوگی اور اگر حقوق کا ذکر

کے اوپر سے صفہ سے راستہ چھت پر پانی ...

نکیا ہے کہ طریق و مسیل قسمت کی تحت میں داخل ہوتے ہیں اگر وقت قسمت کے جانتا ہو کہ اسکے واسطے کوئی راستہ
ہوگا اور نہ پانی کی راہ ہوگی تو بھی قسمت جائز ہوگی اور اگر نجانتا ہو تو تقسیم فاسد ہوگی اور شیخ الاسلام نے باب
قسمۃ الارضین والقری میں ذکر فرمایا کہ راستہ اور پانی بہنے کی موری بدون ذکر حقوق و مرافق کے تقسیم میں داخل
ہوجاتے ہیں جبکہ راستہ و مسیل الماء غیر کی زمین میں ہوا اور شریکوں کے حصہ میں ہوا اور نہ شریک لوگ اپنے حصوں میں
ان حقوق کو ایجاد کرسکتے ہوں اور یہ داخل ہونا اسواسطے ہے کہ تقسیم فاسد نہو جاوے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر
دو شریکوں نے دار مشترک کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک دوسرے کا ایک دار ہزار درم کو خرید لے تو ایسی
شرط سے تقسیم باطل ہے یہ مبسوط میں ہے ہر تقسیم جو مقسوم یا متسوم کے سوائے دوسری چیز کے ہبہ کرنے یا صدقہ دینے یا
بیع کرنے کی شرط پر ہو وہ فاسد ہے اسیطرح اگر خرید جو مشتری نے تقسیم ہوا باطل ہے اور تقسیم باین شرط کہ اسکو کوئی سادہ چیز
بڑھا دیگا جائز ہے جیسے ثمن میں زیادہ کرتے یا بیع میں کچھ بڑھا دیوے اور جو حصہ بذریعہ قسمت فاسد و قبضہ میں
لیا گیا ہو تو اس میں ملک ثابت ہوجاتی ہے اور تصرف نافذ ہوجاتا ہے جیسے خرید فاسد کے مقبوضہ کا حکم ہے یہ قنیہ میں ہے اگر
ایک دار دو آدمیوں میں مشترک ہو تو کچھ ذکر نہیں ہے کہ ایک شریک پورے دار میں سکونت رکھے اور اس بنا پر
یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر دونوں نے قسمت ملک کی درخواست کی تو قاضی ایسی تقسیم کرسکتا ہے اور اگر دونوں نے قسمت
حفظ و انتفاع کو چاہا تو قاضی کی کچھ ضرورت نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک ارض دو آدمیوں میں مشترک ہو اور
دونوں نے اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک تو پوری زمین لے لے اور دوسرا پوری عمارت لے لے زمین میں
سے کچھ نہ لے تو اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ جسکے واسطے عمارت لینے کی شرط کی ہے اسکے ذمہ یہ شرط لگائی کہ
اپنی عمارت کو توڑ لے تو اس صورت میں تقسیم جائز ہے اور دوسری یہ کہ عمارت توڑنے یا نہ توڑنے کی شرط سے سکوت
کیا اور شرط نہ لگائی تو بھی تقسیم جائز ہے اور تیسری یہ کہ دونوں نے عمارت چھوڑ رکھنے کی شرط لگائی تو تقسیم فاسد ہے
یہ ظہیریہ میں ہے اگر تقسیم میں ایک دیوار ایک شریک کے حصہ میں آئی اور دوسرے شریک کی دھنیاں رکھی
ہیں اور اسنے چاہا کہ دیوار سے دھنیاں دور کردے تو ایسا نہیں کرسکتا ہے لیکن اگر تقسیم میں دونوں نے
دھنیاں دور کرنے کی شرط کرلی ہو تو ایسا کرسکتا ہے خواہ تقسیم سے پہلے دھنیاں اور دیوار دونوں ایک کی ہوں اور
دیوار دونوں میں مشترک ہو یا چھت و دھنیاں مع دیوار کے دونوں میں مشترک ہوں تقسیم میں دیوار
ایک کے حصہ میں آئی اور چھت و دھنیاں دوسرے کے حصہ میں آئیں یہ ذخیرہ میں ہے اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ
اسیطرح پایہ کا اور سیڑھی کا اور پٹیاؤ کا جسپر دھنیاں رکھی ہوں یہی حکم ہے اسی طرح اگر بالاخانہ والے کے حصہ میں کچھ
روشندان آیا جو سفل والے کے حصہ میں ہے تو صاحب سفل اسکو مسدود نہیں کرسکتا ہے لیکن اگر دونوں نے اسکے بند
کرلینے کی شرط کرلی ہو تو بند کرسکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک کھیت پانچ وارثوں میں جن میں ایک نابالغ اور دو
غائب اور دو حاضر ہیں مشترک ہو پس دونوں حاضرین میں سے ایک کا حصہ ایک مشتری نے خریدا اور دوسرے
شریک حاضر سے قاضی کے پاس اسکی تقسیم کردینے کا مطالبہ کیا اور قاضی کو اس معاملہ سے آگاہ کردیا تو قاضی اس شریک
کو حکم فرمائیگا کہ تقسیم کردے اور نیز وہ غائب اور صغیر کیطرف سے وکیل کردیگا اور یہ اسواسطے کہ مشتری مذکور بائع کا
قائم مقام ہوا اور بائع کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنے شریک سے قسمت کا مطالبہ کرے یہ ظہیریہ میں ہے

امام محمد رح کو لکھا کہ ایک قوم نے ایک دار میراث پایا اور بعض نے اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری
اجنبی غائب ہو گیا اور وارثون نے تقسیم کی درخوست کی اور میراث کے گواہ قائم کر لیے تو امام محمد رح نے جواب مین فرمایا
کہ اگر دو وارث مقدمہ مین حاضر آئے تو قاضی اسکو تقسیم کر دیگا خواہ مشتری حاضر ہو یا نہو کیونکہ مشتری مذکور بمنزلہ اُس
وارث کے ہوا جسنے اُسکے ہاتھ فروخت کیا ہے اصل مین لکھا ہے کہ اگر ایک گانون اور اُسکی زمین دو شخصون مین بسبب خریدنے
کے مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک مرگیا اور اپنا حصہ اپنے وارثون کیواسطے میراث چھوڑا پس وارثون نے
میراث پانے اور اصل شرکت و حالت کے گواہ قائم کیے مگر اُنکے باپ کا شریک غائب ہے تو جب تک وہ حاضر نہو جاوے
تب تک قاضی اُس گانون کو تقسیم نکریگا اور اگر اُنکے باپ کا شریک حاضر آیا مگر بعضے وارث غائب ہین تو قاضی نہین تقسیم کریگا
کیونکہ بعض وارث کا حاضر ہونا ایسا ہے جیسے مورث مردہ اگر زندہ اور خود حاضر ہوتا یا جیسے باقی وارث حاضر ہوتے
اور اگر اصلی شرکت بوجہ میراث کے ہو مثلاً دو آدمیون نے اپنے باپ سے ایک گانون میراث پایا پھر قبل بٹوارہ ہونیکے
ایک مرگیا اور اپنا حصہ وارثون مین میراث چھوڑا پھر اس میت ثانی کے وارث حاضر ہوئے حالانکہ انکا چچا غائب
ہوا اور اُنھون نے حاضر ہو کر اپنے باپ سے میراث پانے اور اپنے باپ کے اپنے دادا سے میراث پانے کے گواہ قائم
کر دیے تو قاضی نہین تقسیم کر دیگا اور اُنکے چچا کا حصہ الگ کر دیگا اسیطرح اگر اُنکا چچا حاضر آیا مگر بعض وارثون مین سے
غائب ہین تو بھی قاضی نہین تقسیم کر دیگا یہ محیط مین ہے نوازل مین ہے کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک گانون
بھی کے رہنے والون مین مشترک ہے انمین سے چوتھائی وقف ہے اور چوتھائی پر پٹ بنجر ہے اور آدھی زمین ملک
شائع ہے پس بعضون نے چاہا کہ انمین سے مقبرہ بناوین لہذا تھوڑی زمین کی تقسیم چاہی تاکہ انمین [illegible] مقبرہ بناوین
تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر پورا گانون ہر فریق کے حصے کے موافق تقسیم کرا دیا گیا تو قسمت جائز ہے اور اگر انلوگون
نے چاہا کہ اس گانون مین سے کوئی جگہ تقسیم کر لین تو بٹوارہ نہین جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے منتقی مین امام ابو یوسف
سے روایت ہے کہ اگر وارثون مین سے کسی وارث سے ایک شخص نے اُسکا تھوڑا حصہ خریدا پھر دونون یعنی بائع و مشتری
حاضر ہوئے اور دونون نے تقسیم کی درخوست کی تو جب تک بائع کے سوائے کوئی دوسرا وارث بھی حاضر نہو تب تک
قاضی دونون مین تقسیم نکریگا اور اگر مشتری نے بائع مذکور سے اُسکا حصہ خرید لیا پھر بائع مذکور نے اس دار مین سے
کچھ اور میراث پایا اور خرید لیا تو بائع مذکور و مشتری مذکور کا اس دار کے حصۂ اول کے مقدمہ مین خصم نہوگا تا وقتیکہ
دوسرا وارث بھی حاضر نہو اور اگر مشتری مذکور جسنے وارث سے خریدا ہے اور سوائے بائع کے دوسرا وارث
دونون حاضر ہوئے اور وارث بائع غائب ہو گیا اور مشتری نے اپنے خریدنے اور قبضہ کرنے اور دار و تعداد
وارثان کے گواہ قایم کیے لیکن اگر مشتری نے دار پر قبضہ پایا ہو اور وارثون کے ساتھ اُسمین رہتا ہو پھر اُسنے
اور اُسکے ساتھ سوائے بائع کے دوسرے وارث نے تقسیم طلب کی اور جسطرح ہمنے بیان کیا ہے گواہ قایم کیے تو قاضی دار
مذکور کو تقسیم کر دیگا اسیطرح اگر سوائے مشتری کے دوسرے وارثون نے تقسیم کی درخواست کی تو قاضی انکی درخواست پر دار مذکور
کو تقسیم کر دیگا اور غائب کا حصہ مشتری کے قبضہ مین رکھیگا مگر خرید واقع ہونے کا حکم نہ دیگا اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ
نہ پایا ہو تو غائب کا حصہ جدا کر لیگا اور مشتری کو نہ دیگا اور اگر فقط مشتری نے تقسیم کی درخواست کی اور وارثون نے
انکار کیا تو مین تقسیم نکرونگا کیونکہ مین نہین جانتا ہون کہ وہ مالک ہے یا نہین ہے اور بائع کی غیبت مین مین اُسکے گواہ

اسکے حصہ کے خریدنے کے قبول نکرونگا اور منتقی مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پس ایک نے اپنا حصہ مشترک غیر مقسوم کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری نے بائع کو حکم دیا کہ دوسرے شریک سے اپنا حصہ بانٹ کر کے قبضہ کرے پس اسنے قاسمہ کیا تو جائز نہین ہے اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط پر حصہ بانٹ کیا کہ دونون مین سے ایک شخص دار کو لے اور دوسرا نصف دار لے تو جائز ہے اگرچہ وہ بہ نسبت نصف کے از راہ قیمت افضل ہو یہ محیط مین ہے اور اگر دو آدمیون نے تقسیم مین اس شرط سے باہم صلح کر لی کہ دونون مین سے ایک اس معین دار کو لے اور دوسرا دوسرے دار مین سے ایک منزل معین لے یا دونون مین سے ہر ایک کسی دوسرے دار مین سے کچھ حصص معلومہ لے یا دونون مین سے ایک اس دار کو لے اور دوسرا ایک غلام لے یا اسکا ایک یا نداد اور یا کسی منفذ قدر پر باہم صلح کی تو ایسی صلح جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر دو شخصون مین دو دار باہم مشترک ہون کہ ایک دار مین سو گز اور دوسرے مین سو گز یا زیادہ ہون پھر دونون نے اس قرارداد پر صلح کی کہ ایک شریک تمام دار ایک مقدار مساحت سے لے اور دوسرا دوسرے دار کا حصہ پچاس گز لے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے اگر دو آدمیون مین ایک دار مین میراث مشترک ہو اور ایک دوسرے دار مین میراث مشترک ہو پھر دونون نے اس شرط سے صلح کی کہ ایک شریک وہ سب حصہ جو اس دار مین ہو لے لے اور دوسرا شریک وہ سب حصہ جو دوسرے دار مین ہو لے لے اگرچہ کسیقدر دراہم معلومہ زیادہ کیے پس اگر دونون نے سہام بیان کر دیے ہون کہ ہر دار مین سے کتنے سہام ہین تو جائز ہے اور اگر بیان نکیے ہون تو جائز نہین ہو اور اگر بجائے سہام کے پیمائش کے گز کمتر بیان کر دیے ہون تو امام ابو یوسف رحمہ اور امام محمد رحمہ کے قول مین جائز ہے اور امام اعظم رحمہ کے قول مین نہین جائز ہے اور دو دار تین آدمیون مین مشترک ہون جن مین سے ایک بڑا ہو اور دوسرا چھوٹا ہو پس سب نے باہم اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شخص چھوٹا دار لے لے اور دوسرا بڑا دار لے لے اور جسنے بڑا دار لیا وہ کسی قدر دراہم معلومہ تیسرے کو جسنے کچھ نہین لیا ہے دے تو جائز ہے اسیطرح اگر اس قرارداد پر صلح کی کہ بڑے دار کو دو آدمی لے لین اور تیسرا چھوٹے دار کو لے لے تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر ایک دار ان تینون مین مشترک ہو اور سب نے اس شرط سے صلح کی کہ اس دار کو دو آدمی اسطرح لے لین کہ ہر ایک دونون مین سے آدھون آدھ لے لے اور دونون تیسرے کو کچھ دراہم معلومہ دیدین تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر سبھون نے دونون لینے والون مین سے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ وہ نہ لینے والے کو دو تہائی ان دراہم معینہ کی دے تاکہ اسکے منزل مین داخل ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ یہ شخص اس تیسرے حصہ کی دو تہائی خریدنے والا ہوگا اور دوسرا اسکے حصہ کی ایک تہائی خریدنے والا ہوگا اسیطرح اگر ایک دار دو شخصون میں مشترک ہو اور دونون نے اسکو اس قرارداد سے باہم تقسیم کر لیا کہ ہر ایک انمین سے نصف لیکر ایک شریک دوسرے کو ایک غلام معین دیدے بشرطیکہ اسکو دوسرا سود ہم دے تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر دونون نے دار مشترکہ کو اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک عمارت لے اور دوسرا شریک کھنڈل گرا ہوا لے بشرطیکہ عمارت لینے والا دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دے تو بھی جائز ہے اسیطرح اگر اس شرط سے تقسیم کیا کہ ایک شریک بالاخانہ لے اور دوسرا شریک نیچے کا مکان لے اور باہم شرط کی کہ کوئی شریک دوسرے کو کسیقدر دراہم معلومہ دیوے تو بھی جائز ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر دونون نے کپڑے اس شرط سے تقسیم کیے کہ جسکے حصہ مین یہ کپڑا آوے وہ ایک درم پھیرے اور جسکے حصہ مین یہ دوسرا کپڑا آوے وہ دو درم پھیرے تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر گانون بزمین چند لوگون مین مشترک ہو اور

اُنھون نے زمین کو پیمایش سے اس شرط پر تقسیم کیا کہ جسکے حصہ زمین مین درخت یا گھر پڑے اُسپر درخت و گھر کی قیمت مین درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہے اور یہ حکم استحسان ہے یہ مبسوط مین ہے۔ دو شریکون نے مال شرکت باہم اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک تمام نقدی درم و دینار لے لے اور دوسرا تمام عروض متاع و دوکان اور تمام قرضے جو لوگون پر آتے ہین لے لے بدین شرط کہ اگر قرضہ مین سے کچھ کسی پر ڈوب گیا تو اُسکا نصف اُسکا شریک اُسکو واپس دیگا تو ایسی تقسیم فاسد ہے کیونکہ اس قسمت مین بیع کے معنی ضرور ہوتے ہین اور بیع اسطرح پر جائز نہین ہے پس دونون مین سے ہر ایک پر یہ واجب ہے کہ جو کچھ اُسنے لیا ہے اُسکا نصف اپنے شریک کو واپس دے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر دو شخصون مین ایک دار مشترک ہو پس اُنھون نے اُسکو باہم تقسیم کر دیا بدین شرط کہ ایک شریک دوسرے کو کسی قدر درم معلوم اُسکے حصہ پر بڑھا دے تو یہ جائز ہے پھر واضح ہو کہ جو چیز عقد بیع مین عوض مستحق ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ایسی چیز کا عقد قسمت مین شرط کرنا باہمی رضامندی کی صورت مین جائز ہے پس نقود یعنے درم و دینار وغیرہ خواہ فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا اُدھار ہوا اور کیلی و وزنی چیزین خواہ معین ہون یا اُنکا وصف بیان کر کے ذمہ پر لگیکر فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا کسی میعاد پر ادا کرنا قرار پایا ہو یہ چیزین عقد بیع مین عوض مستحق ہوتی ہین تو عقد قسمت مین بھی مشروط ہو سکتی ہین پس اگر ان چیزون مین کی چیز کے واسطے بار برداری و خرچہ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنی ضرور ہے جیسا کہ بیع سلم و عقد اجارات مین ہوتا ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر اسکے ادا کرنے کے واسطے کوئی خاص جگہ بیان کر دی تو جائز ہے اور اگر نہ بیان کی ہو تو تقسیم جائز ہو گی اور اسکا ادا کرنا اُسی جگہ لازم ہو گا جہان دار مقسومہ واقع ہے حالانکہ صاحبین کے نزدیک مثل بیع سلم کے بدلیل قیاس یہ چاہیے تھا کہ اسکے ادا کرنے کے واسطے وہ جگہ متعین ہوتی جہان عقد واقع ہوا مگر صاحبین رح نے بدلیل استحسان یون فرمایا کہ تقسیم کا پورا ہونا دار مقسومہ کے پاس ہوتا ہے اور اس چیز کا واجب ہو جانا بھی تقسیم کے پورے ہونے پر ہو گا پس جہان تقسیم پوری ہوئی ہے وہی جگہ اُسکے ادا کے واسطے بھی متعین ہو گئی جیسا کہ عقود اجارات مین بھی صاحبین کے نزدیک جس جگہ عقد اجارہ قرار پایا ہے یعنی دار کرایہ پر لینا قرار پایا ہے وہ جگہ کرایہ کا ایسا مال ادا کرنے کے واسطے متعین نہین ہوتی ہے بلکہ جو دار کرایہ لیا ہے وہین ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور اگر کوئی حیوان معین بڑھانا شرط کیا تو جائز ہے اور اگر حیوان غیر معین ہے تو جائز نہین ہے خواہ اُسکا وصف بیان کیا ہو یا نکیا ہو خواہ فی الحال دینا ٹھہرا ہو یا دینے کے واسطے کچھ میعاد ہوا اور اگر کوئی کپڑا بڑھانا شرط کیا اور اُسکا وصف بیان کر کے کسی میعاد معین پر دینا اپنے ذمہ لیا تو جائز ہے اور اگر کچھ میعاد معین نہ لگائی تو جائز نہین ہے یہ مبسوط باب قسمۃ الدور بالدراہم یزید ہا مین ہے۔ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اُنھون نے باہم تقسیم کر لیا اس طرح کہ ایک نے مقدم دار کو جو ایک تہائی ہے لیا اور دوسرے نے موخر دار کو جو دو تہائی ہے لیا تو یہ جائز ہے اور اگر دار مذکور دونون مین اسطرح مشترک ہو کہ ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو پس دو تہائی والے نے اپنے حصہ مین ایک بیت جسکا دروازہ سر راہ ہے لے لیا اور دوسرے نے جسکا حق ایک تہائی ہے اپنے حق مین باقی سب دار جو اُسکے حق سے زیادہ ہے لے لیا تو یہ جائز ہے اسطرح جو کچھ دوسرے کے حصہ مین پڑا ہے اگر اُسکے واسطے غلہ ہو تو بھی جائز ہے اور اگر دو شریکون نے دار مشترکہ کو باہم اسطرح تقسیم کیا کہ ایک شریک نے دار کا کسی قدر ٹکڑا لیا

مسئلہ یعنی نقود سکے و دنانیر درم یعنی در صورت بیع جیسے اُسکے عوض مین آ رہے ہیں دیناریں بیمیر دینا اشارہ سکہ

اگر کپڑا معین ہو تو جائز ہے ۱۲ م

سکہ یعنی باہمی رضا مندی ۱۲ م

سکہ علاوہ یعنی غلہ آمدنی بطور کرایہ وغیرہ ۱۲ م

اور دوسرے نے باقی دار کا ٹکڑا لیا اور دونون نے مشترک راستہ اس شرط سے چھوڑ دیا کہ راستہ میں سے
ایک کا ایک تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو یہ جائز ہے اگرچہ دار مذکور دونون مین نصفا نصف مشترک ہو کیونکہ
راستہ کا رقبہ دونون کی ملک اور محل معاوضہ ہے اور اگر دو شریکون نے دار مشترکہ کو اس شرط سے تقسیم کر لیا کہ ایک شریک
دار کے موخر سے ایک تہائی اپنے پورے حق کے بدلے لے اور دوسرا اُسکے مقدم سے دو تہائی لیوے ان کے بدلے
لیوے تو جائز ہے اگرچہ اس میں غبن ظاہر ہے یہ مبسوط باب قسمۃ الدار بتفضیل بعضہا مین ہے اگر بابک دو شخصون نے دار
مشترکہ کو باہم تقسیم کرنے سے طے کر لیا کہ ایک نے ایک نصف کے لیا اور دوسرے نے ایک تہائی کے اور باقی ایک
چھٹا حصہ دونون نے مشترک راستہ چھوڑ دیا تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ راستہ کا رقبہ اس
شخص کا ہے جسنے تھوڑا حصہ لیا ہے اور بڑے حصہ والے کو فقط اسمین آمد و رفت کا حق حاصل ہے تو بھی جائز ہے اور شیخ
امام رحمہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ حق المرور کی بیع جائز ہے یعنے آمد و رفت کا حق فروخت کرنا جائز ہے
اور حاصل کلام یہ ہے کہ حق المرور کی بیع کے حق مین ذکر روایتین مین اور شیخ الامام شمس الائمہ سرخسی رحمہ نے اس
کتاب کی شرح مین فرمایا کہ اگرچہ حق المرور کی بیع مین دو روایتین مین مگر ایسی تقسیم سب روایتون کے موافق جائز ہے
کے دلائل مین سے ایک دلیل قوی یہ ہے کہ اس راستہ کا رقبہ دونون کی ملک تھا اور دونون کو اسمین آمد و رفت
کا حق حاصل تھا پھر ایک نے راستہ کے رقبہ مین سے اپنا حصہ اپنے شریک کی ملک بعوض اس حق کے جو اُسنے
تقسیم دار مین اپنے شریک کے حصہ مین سے لیا ہے کر دیا اور اپنے واسطے آمد و رفت کا حق باقی رکھا تو ایسا
کرنا شرکت سے جائز ہے چنانچہ اگر کسی نے اپنا مملوکہ راستہ کسی دوسرے کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کیا کہ مجھے
حق المرور حاصل رہے تو بیع جائز ہے یا مثلاً کسی شخص نے سفل یعنے نیچے کا مکان اس شرط سے فروخت کیا
کہ مجھے اسپر بالاخانہ قرار رکھنے کا حق حاصل رہے تو یہ جائز ہے پس ایسا ہی اس تقسیم مین بھی جائز ہے اور اگر ایک دار
دو شخصون مین مشترک ہو اور دوسرے دار کا ایک ٹکڑا بھی دونون مین مشترک ہو اور دونون نے اس شرط
سے باہم تقسیم کیا کہ دونون مین سے ایک اس دار کو لے اور دوسرا دوسرے دار کا ٹکڑا لے لے پس اگر
دونون اس ٹکڑے کے تمام سے آگاہ ہون کہ کسقدر ہے تو تقسیم جائز ہے اور اگر دونون نہ جانتے ہون تو تقسیم
رد ہو گی اور اگر ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو تو بھی تقسیم رد ہو گی ایسا ہی اصل کی کتاب القسمۃ
مین مذکور ہے اور جواب مین جیسا چاہیے پوری تفصیل مذکور نہیں ہے بس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ
جواب مین اسطرح تفصیل ہونی چاہیے کہ جسکے واسطے یہ ٹکڑا شرط کیا گیا ہو اگر وہ شخص جانتا ہو تو بالاتفاق بلا خلاف
تقسیم جائز ہے اور اگر وہ شخص نہ جانتا ہو اور شرط کرنے والا جانتا ہو تو مسئلہ مین اسطرح اختلاف ہو گا کہ امام اعظم رحمہ و امام
محمد کے قول پر تقسیم مردود ہو گی اور امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر جائز ہو گی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہیں
ہے بلکہ مسئلہ تقسیم مین ایسی قسمت بالاتفاق سب کے قول مین مطلقاً مردود ہے یہ محیط مین ہے اگر ایک قوم نے اپنے درمیان
مشترک قریہ کو بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا حالانکہ انمین کوئی وارث صغیر بھی ہے جسکا وصی نہیں ہے یا وارث غائب
ہے جسکا وکیل نہیں ہے تو یہ تقسیم جائز نہو گی اور اسیطرح اگر انھون نے سوائے قاضی کے کسی صاحب شرط یعنے داروغہ کے یا
عامل کے حکم سے مثل عامل رستاق یا عامل طسوج یا عامل خراج یا عامل معونت کے باہم تقسیم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح

اگر کسی فقیہ کے حکم پر یہ لوگ باہم راضی ہوئے ہون اور اُسنے اصل و میراث پر ان لوگون کے گواہ سنکر پھر اس کا لوگون کو
ان لوگون مین بانصاف تقسیم کر دیا ہو حالانکہ وارث صغیر جسکا کوئی وصی نہین ہی یا وارث غائب جسکا وکیل نہین پایا جاوے
تو بھی تقسیم جائز نہو گی کیونکہ حکم کی ولایت صغیر و غائب پر نہین ہی کیونکہ اس قسمت کا حکم تراضی خصوم ہوا ہی اس جسکی طرف سے
رضامندی پائی گئی اسی پر مقصور رہیگا ہان اگر غائب نے حاضر ہوکر یا صغیر نے بالغ ہوکر اجازت دیدی تو جائز ہو گی
کیونکہ ثابت ہوا کہ جب وقت یہ عقد پایا گیا اُسیوقت اسکا اجازت دینے والا تھا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر قاضی نے اسکی
اجازت دی تو جائز ہو جائیگی اور یہ عقد نظیر اس صورت کا ہی کہ اگر اُسنے صغیر کا مال فروخت کیا پھر صغیر نے بالغ ہوکر اجازت
دی تو بیع جائز ہوتی ہی اور اگر اجازت دینے سے پہلے غائب یا صغیر مر گیا پھر اُسکے وارث نے اجازت دی تو قیاساً جائز
ہو گی اور یہی امام محمد رہ کا قول ہی اور استحسان یہ ہی کہ باطل ہی کیونکہ تقسیم کی حاجت جیسے مورث کی زندگی مین تھی ویسے ہی اب
بھی قائم ہی پس اگر یہ قسمت توڑ دی جاوے تو فی الحال اسی صفت کے ساتھ اس تقسیم کا اعادہ کرنا پڑیگا اور اُسکا اعادہ
وارث ہی کی رضامندی سے ہوسکا تو با وجود اسکی طرف سے رضامندی پائے جانے کے اُسکو توڑ کر پھر اعادہ کرنے
مین کچھ فائدہ نہین ہی یہ مبسوط مین ہی پھر واضح ہو کہ غائب یا اُسکے وارث کی اجازت یا وصی کی یا بعد بلوغ کے صغیر کی
اجازت جبھی کارآمد ہو گی کہ جب اجازت کے وقت وہ چیز جسکی تقسیم جاری ہوئی ہی قائم ہو جیسا کہ محض بیع موقوف مین
جبھی اجازت کارآمد ہوتی ہی کہ جب اجازت کے وقت مبیع قائم ہوا در واضح ہو کہ اجازت جس طرح صریح
بالقول ثابت ہوتی ہی اسیطرح اجازت کا ثبوت بدلالت فعل بھی ہو سکتا ہی جیسا بیع محض موقوف مین ہی یہ ذخیرہ مین
ہی اور میراث کی کتابین وارثون مین تقسیم نکیجاوینگی لیکن ہر وارث اس سے باری باندھکر نفع حاصل کر سکتا ہی اور اگر کسی وارث
نے چاہا کہ ورقون سے انکو تقسیم کرلے تو ایسا نہین کر سکتا ہی اور نہ یہ بات اُسکی طرف سے مسموع ہو گی اور کسیطرح سے یہ کتابین
تقسیم نکیجاوینگی اور اگر صندوق قرآن ہو تو کسی وارث کو ایسا اختیار نہو گا اور اگر سب وارث راضی ہوگئے تو قاضی ایسا
حکم نہ دیگا اور اگر تمام مصحف ایک کا ہو مگر اسمین سے تینتیس سہام مین سے ایک سہم دوسرے کا ہو تو دوسرے کو تینتیس
روز مین ایک دن یہ مصحف دیا جائیگا تاکہ نفع حاصل کرے اسیطرح اگر ایک کتاب کی بہت سی جلدین ہون جیسے شرح مبسوط
مثلاً تو بھی اسکی تقسیم نکیجائیگی اور اسکے تقسیم کی کوئی راہ نہین ہی اور سب جنس مختلف مین بھی یہی حکم ہی اور حاکم انکی تقسیم کا با وجود
سب کی رضامندی کے حکم نہ دیگا اور اگر باہم راضی ہوئے کہ کتابون کی قیمت اندازہ کرائی جاوے پھر ایک انمین بعض لیکر اپنی باقی قیمت
دیکر لے لے تو جائز ہی ورنہ جائز نہین ہی یہ جواہر الفتاوی مین ہی یتیمیہ مین لکھا ہی کہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص
مر گیا اور اُسنے نابالغ اولاد اور دو لڑکے بالغ اور ایک دار چھوڑا اور کسی کو وصی مقرر نہین کیا پھر قاضی نے دونون بالغون مین
سے ایک کو وصی مقرر کر دیا پھر اس وصی نے اپنے اقربا مین سے دو آدمیون کو بلایا اور اُنکے حضور مین اسطرح تقسیم کر دیا
کہ تمام کتابین تو اپنے واسطے اور اپنے دوسرے بھائی بالغ کیواسطے لین اور دار ندکور باقی دونون نابالغ اولاد کیواسطے
دونون مین مشترک قرار دیا مگر پہلے انکی قیمت اندازہ کرا کے تعدیل کر لی ہی پس آیا ایسی قسمت جائز ہی تو شیخ رح نے
فرمایا کہ اگر تقسیم کرنے والا عالم پرہیزگار ہو تو انشاء اللہ تعالے جائز ہو گی۔ اور مین نے شیخ ابو حامد رح سے دریافت کیا کہ کیا باپ
کو اختیار ہی کہ اپنے نابالغ فرزند کے ساتھ بٹوارہ کرلے تو فرمایا کہ ہان۔ اور شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک
شخص نے چند لوگون مین مشترک زمین سے حاضرین کا حصہ خریدا اور بعضے شریک غائب ہین تو باوجود اُنکے غائب

اور اگر زید نے اس درخت کو خود قطع کیا تو زید کو اختیار ہوگا کہ اسکی جگہ پر جو درخت چاہیے لگا دے کیونکہ
زمین مذکور مین سے اتنی جگہ کا جسمین درخت تھا زید مستحق ہے۔ اور اگر خالد نے زید کو اپنی زمین مین ہوکر درخت تک
جانے سے منع کیا تو تقسیم فاسد ہوگی کیونکہ اس تقسیم مین ضرر ہے اسواسطے کہ زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کی کوئی
راہ نہین رکھی گئی ہے لیکن اگر تقسیم مین درخت کے بارہ مین یہ کہا گیا ہو کہ درخت مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہے
تو تقسیم جائز ہوگی اور زید کو اپنے درخت تک پہونچنے کے واسطے راہ ملیگی کذا فی المبسوط پھر واضح ہو کہ امام محمدؒ
نے کتاب مین یون ذکر فرمایا کہ زید اس تقسیم مین جڑ سمیت درخت کا مستحق ہوگا اور یہ ذکر نفرمایا کہ جڑ کی جگہ کی
مقدار کیا ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تقسیم مین زمین مین سے اسقدر حصہ داخل ہوگا جو تقسیم کے روز جڑون
کے مقابلہ مین ہو اور جڑون سے وہ جڑین مراد لی ہین کہ اگر وہ قطع کردیجاوین تو درخت خشک ہوجاوے
اور اسی قول کیطرف شمس الائمہ سرخسی نے میلان کیا ہے اور بعضون نے فرمایا کہ تقسیم مین اُسقدر زمین داخل ہوگی جسقدر
تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی اور اسی کیطرف کتاب مین اشارہ فرمایا ہے کیونکہ کتاب مین یون فرمایا کہ اگر
درخت کی موٹائی بڑھ گئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ جسقدر بڑھی ہے اُسقدر چھانٹ دے پس یہ قول اس بات پر
دلالت کرتا ہے کہ امام محمدؒ نے مقدار زمین اُسیقدر قرار دی ہے جسقدر تقسیم کے روز درخت کی موٹائی تھی یہ ظہیریہ مین ہے
چند لوگون نے پیداواری کی زمین مشترک کو باہم تقسیم کر لیا اور کسی حصہ دار کے حصہ مین باغ انگور و بستان اور
بیوت آئے اور اُن لوگون نے تقسیم مین یہ شرط کہ مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہے تحریر کی تھی یا نہین تحریر کی تھی تو
اس حصہ دار کو جو کچھ اُسکے حصہ مین درخت وعمارت آئی ہے سب ملیگی مگر کھیتی وپھل اُس مین داخل نہونگے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہے۔ اگر کوئی گانون چند لوگون مین میراث مشترک ہو اسکو اُن لوگون نے باہم تقسیم کیا پس
بعض کے حصہ مین کھیت اور کھیتون کے اندر پڑا ہوا غلہ آیا اور بعض کے حصہ مین باغ انگور آیا تو یہ جائز ہے یہ مبسوط
مین ہے۔ چند لوگون مین ایک گانون اور زمین اور پن چکی موروثی مشترک تھی اُسکو ان لوگون نے باہم تقسیم
کیا پس ایک کے حصہ مین پن چکی اور اُسکی نہر آئی اور دوسرے کے حصہ مین کھیت معلومہ اور بیوت معلومہ آئے
اور تیسرے کے حصہ مین بھی کچھ کھیت معلوم آئے اور باہم تقسیم اس قرارداد سے ہوئی کہ ہر حق کے ساتھ جو اُسکو
ثابت ہے حصہ دار کو ملیگی پس جسکے حصہ مین نہر آئی ہے اُسنے چاہا کہ دوسرے حصہ دار کی زمین مین ہوکر اپنی نہر تک
جاوے مگر زمین والے نے اُسکو منع کیا پس اگر نہر مذکور اس زمین کے اندر واقع ہو اور بدون زمین مین ہوکر
ہوجانے کے کسیطرح نہر تک نہ پہونچ سکے تو زمین کا مالک اُسکو منع نہین کرسکتا ہے اور اگر اسطرح واقع ہو کہ بدون زمین
مین جانے کے نہر تک پہونچ سکتا ہو مثلاً نہر مذکور ہر زمین سے یکسو ہو تو نہر کا مالک دوسرے حصہ دار کی زمین
مین ہوکر نہین جاسکتا ہے۔ اور اگر نہر مذکور کا راستہ حصہ دار کے سواے کسی غیر کی زمین مین ہو تو وہ راستہ تقسیم مین نہر
والے کے حصہ مین داخل ہوجائیگا خواہ لفظ حقوق ذکر کرنے سے نہر والا اپنی نہر تک بدون اس کی زمین مین جانے
کے پہونچ سکتا ہو یا نہ پہونچ سکتا ہو اور اگر ان لوگون نے تقسیم مین حقوق ومرافق وغیرہ ایسے الفاظ کی شرط
نہ لگائی اور حال یہ ہے کہ نہر مذکور کا راستہ کسی غیر کی زمین مین ہے پس اگر وہ حصہ دار جسکے حصہ مین نہر آئی ہے اپنے
حصہ سے اُس نہر کا راستہ نہین نکال سکتا ہے۔ تو تقسیم فاسد ہوگی الا اُس صورت مین کہ تقسیم کے وقت اس سے آگاہ ہوا

بدستور بسابق اُنمین مشترک رہینگے کیونکہ راستہ مذکور اُسکی ملک نہین ہوا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر ایک دار دو شخصون
مین مشترک ہو اور دونون نے اُسکا ایک دروازہ اُکھاڑ کر اُسی دار مین رکھدیا پھر دونون نے اُس دار کو باہم
تقسیم کیا تو یہ دروازہ رکھا ہوا کسی کے حصہ مین بدون ذکر کے داخل نہوگا جیسا کہ بیع کی صورت مین ہوتا ہی یہ ذخیرہ
مین ہی اور حوض تقسیم نہین کیا جاتا ہی خواہ دہ در دہ ہو یا اس سے کم ہو کذا فی خزانۃ الفتاوے

پانچوان باب تقسیم سے رجوع کرنے اور تقسیم مین قرعہ ڈالنے کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ فقط تقسیم سے
کوئی خاص حصہ کسی خاص شریک کی ملک نہین ہوجاتا ہی بلکہ اسکے واسطے تقسیم کے بعد چار باتون سے کسی ایک بات
کا پایا جانا بھی ضرور ہوتا ہی یا تو قبضہ ہوجاوے یا حکم قاضی ہو یا قرعہ اُسکے نام نکلے یا شریک لوگ ایک وکیل
کرین کہ وہ ہر ایک کے واسطے ایک حصہ لازم کر دے یہ ذخیرہ مین ہی اگر گلہ بکری دو آدمیون مین مشترک ہو
اور دونون نے اُسکے برابر دو ٹکڑے کیے پھر قرعہ ڈالا پس ایک کے حصہ مین ایک ٹکڑا آیا اور دوسرے کے
حصہ مین دوسرا ٹکڑا آیا پھر دونون مین سے ایک نے نادم ہوکر تقسیم سے رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہی
کیونکہ قرعہ نکلنے اور حصہ برآمد ہونے پر قسمت تمام ہوگئی ہی اسیطرح اگر دونون کسی تیسرے شخص کی تقسیم پر راضی ہوگئے
اور اُسنے حصہ بانٹ کیا اور برابر حصہ لگانے مین کچھ قصور نہ کیا پھر دونون کے نام قرعہ ڈالا تو ہر ایک پر اُسکے نام کا
حصہ لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر شریک تین آدمی ہون اور ایک کے نام قرعہ نکل چکا ہو تو تینون مین سے
ہر ایک کو اس تقسیم سے رجوع کرنے کا اختیار ہی- اور اگر دو کے نام قرعہ نکل چکا ہو پھر ان تینون مین سے کسی نے
رجوع کرنا چاہا تو رجوع نہین کرسکتا ہی اور اگر شریک چار آدمی ہون تو جب تک تین آدمیون کے نام قرعہ برآمد
نہو تب تک چارون مین سے ہر ایک کو تقسیم سے رجوع کرنے کا اختیار رہیگا یہ محیط مین ہی- اور اگر قاسم یعنی
بانٹنے والا شریکون کی باہمی رضامندی سے بانٹتا ہو اور قرعہ سے بعضے سہام برآمد ہونے کے بعد بعض نے اس
تقسیم سے رجوع کیا تو اُسکو اختیار ہی لیکن اگر سواے ایک کے سب سہام برآمد ہوچکے ہون پھر رجوع کیا تو
یہ حکم نہین ہی اور بعض سہام برآمد ہونے کے بعد رجوع کا اختیار اسوجہ سے ہی کہ ایسی تقسیم و تمیز کا اعتبار و اعتماد اُنکی
باہمی رضامندی پوری ہونے پر ہی اور بعضے سہام کے برآمد ہونے سے اتمام نہین ہوتا ہی پس ہر ایک کو
قبل اتمام کے رجوع کا اختیار ہی کذا فی النہایہ اور اگر چند لوگون مین بکریان مشترک ہون اور اُنکے حصہ نکالنے
سے پہلے شریکون نے قرعہ ڈالا کہ جسکے نام اول نکلے اُسکو اسقدر بکریان گن دینگے اسیطرح ایک بعد دوسرے کے
سب کے واسطے ایسا ہی کرتے جاوینگے تو یہ جائز نہین ہی- اور اگر میراث مین اونٹ اور گاے اور بکریان ترکہ
ہون پس اُنھون نے اونٹون کا ایک حصہ قرار دیا اور گاے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر
اسیطرح قرعہ ڈالا تو یہ جائز نہین ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر میراث مین اونٹ اور گاے اور بکریان ہون پھر اُنھون نے
اونٹ کا ایک حصہ اور گاے کا ایک حصہ اور بکریون کا ایک حصہ بنایا پھر باہم قرعہ ڈالا اس شرط سے کہ جسکے
حصہ مین اونٹ آوین وہ اسقدر درم اپنے دونون شریکون کو دے کہ وہ نصفا نصف تقسیم کرلین تو یہ جائز ہی
یہ مبسوط مین ہی- اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون نے اس قرارداد سے تقسیم کیا کہ ایک شریک
اس دار کا موخر مین سے تہائی اپنے پورے حق کے عوض لے لے اور دوسرا اس دار کا مقدم دو تہائی اپنے

پورے حق میں سے لے تو جب تک دونوں میں عدم رضا نہ ہو جاوے تب تک دونوں میں سے ہر ایک
کو اس تقسیم سے رجوع کا اختیار ہے اور قبل حدود قائم ہونے کے دونوں کی قولی رضامندی کا اعتبار نہیں ہے
اور اس رضامندی کا اعتبار جبھی ہوگا کہ جب حدود قائم ہو جاویں یہ ذخیرہ میں ہے امام ناطفی رحمہ نے ذکر فرمایا
کہ قرعہ ڈالنا تین طرح کا ہوتا ہے اول اسواسطے کہ جسکے نام قرعہ نکلے اسکا حق ثابت ہو جاوے اور دوسرے کا حق
باطل ہو جاوے اور ایسا قرعہ باطل ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک
آزاد ہے مگر اس ایک کو معین نہ کیا ہو اور قرعہ ڈالے تو باطل ہے اور دوم دل خوش کرنے کے واسطے قرعہ ڈالنا اور یہ جائز ہے
جیسے کہ سفر کے وقت اپنی بیبیوں میں قرعہ ڈالنا کہ جسکے نام نکلے اسکو ساتھ لیجاوے یا باری کے واسطے کہ کس بیوی کے
پاس پہلے چل جا کر سووے اور سوم اسواسطے ہوتا ہے کہ ہر ایک حقدار دونوں میں ایک کا حق اسکے دوسرے مقابل کے
مقابلہ میں ثابت کرنے کے واسطے تا کہ دونوں میں سے ایک کا حق جدا کر دے اور ایسا قرعہ جائز ہے یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے اور جب ٹکڑوں میں قرعہ ڈالنا چاہے تو چاہیئے کہ یوں کہدے کہ ٹکڑوں میں سے جسکا قرعہ
پہلے نکلیگا اسکو اسی جانب سے حصہ دینگا اور اسکے پیچھے جسکا نام نکلیگا اسکو پہلے کے حصہ کے پہلو میں دیگا یہ شرح الطحاوی میں ہے

چھٹا باب تقسیم میں خیار ہونے کے بیان میں

تقسیم تین طرح کی ہوتی ہے ایک ایسی تقسیم جسمیں انکار کرنے
والے پر جبر نہیں کیا جاتا ہے جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم دوسری وہ تقسیم جسمیں انکار کرنے والے پر جبر کیا جاتا ہے
جیسے کیلیات و وزنیات یعنی مثلی چیزوں میں ہوتا ہے اور تیسری ایسی تقسیم جسمیں غیر مثلیات میں انکار کرنے
والے پر جبر کیا جاتا ہے جیسے ایک قسم کے کپڑے اور خیارات تین ہوتے ہیں ایک خیار شرط دوسرا خیار عیب
تیسرا خیار رویت پس اجناس مختلفہ کی تقسیم میں یہ سب خیارات ثابت ہوتے ہیں اور مثلیات مثل مکیلات و موزونات
میں خیار عیب ثابت ہوتا ہے خیار رویت و خیار شرط ثابت نہیں ہوتا ہے اور غیر مثلیات جیسے ایک قسم کے
کپڑے و گائے و بکری وغیرہ انکی تقسیم میں خیار عیب ثابت ہوتا ہے اور آیا خیار شرط و خیار رویت بھی
ثابت ہوتا ہے یا نہیں سو موافق روایت ابو سلیمان رح کے ثابت ہوتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوے ہے
یہ فتاوے صغریٰ میں ہے پھر امام محمد رح نے کتاب میں یوں ذکر فرمایا کہ گیہوں اور جو اور ہر چیز جو کیل کی جاتی ہے
اور ہر چیز جو وزن کی جاتی ہے میں ایسی چیزوں کی تقسیم میں خیار رویت ثابت نہ رکھتا ہوں اور ہمارے مشائخ نے فرمایا
کہ گیہوں اور جو کہنے سے اور کیلی اور موزونی کہنے سے یہ مراد ہے کہ یہ دونوں ایسی نوع ہوں ہر ایک جنس تنہا ہو
تا کہ مقسوم چند اجناس مختلفہ ہو جاویں پس تقسیم ایسی تقسیم ہو جاوے کہ دونوں کی رضامندی کو حکم اسکا موجب
نہ ہووے پس اسمیں خیار رویت ثابت ہو اور اگر امام محمد رح نے ایسے الگ الگ فقط گیہوں حصہ میں آیا جو حصہ
میں آنا مراد لیا ہے تو ایسی صورت پر محمول ہوگی کہ جب انکی صفت مختلف ہو مثلاً بعض سخت و ٹھوس ہو اور بعض نرم ہو
اور بعض سرخ ہو اور بعض سپید ہو اور دونوں نے اسکو اسطرح تقسیم کر لیا ہے کہ تقسیم ایسی واقع ہوئی کہ دونوں کی
تراضی کا حکم اسکا موجب نہیں ہے یا ایسی صورت پر محمول ہے کہ انکی صفت تو ایک ہی طرح کی ہے لیکن ایک کے حصہ میں
ڈھیری کے اوپر کے گیہوں آئے اور دوسرے کے حصہ میں نیچے کے آئے اور یہ واضح ہو کہ یہی حکم سونے کے ٹکڑوں
اور چاندی کے ٹکڑوں میں ہے اور یہی حکم چاندی اور سونے کے برتنوں اور بیچا ہوا اور موتیوں میں ہے اور یہی حکم تانبے وغیرہ میں ہے

اور یہی حکم ہتھیاروں و تلواروں و زین میں ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دو ہزار درم دو آدمیوں میں مشترک ہوں
اور ہر ہزار ایک تھیلی میں ہوں پس دونوں نے اس قرار داد پر تقسیم کیا کہ ہر ایک نے ایک تھیلی لے لی حالانکہ دونوں
میں سے ایک نے تمام مال دیکھا تھا اور دوسرے نے اسکو نہیں دیکھا تھا تو جسنے دیکھا ہے اسپر تقسیم جائز ہوگی اور ہمین
دونوں میں سے کسی کو خیار نہوگا لیکن اگر اُس شخص کا حصہ جسنے مال نہیں دیکھا ہے ناکارہ ہو وے تو اسکو خیار
حاصل ہوگا اور اگر دو شخصوں نے ایک دار باہم تقسیم کیا حالانکہ دونوں میں سے ہر ایک نے وہ حصہ دار اور وہ منزل
جو اُسکے حصہ میں آئی ہے اوپر سے دیکھی تھی مگر اندر سے نہیں دیکھی تھی تو دونوں میں سے کسی کو خیار حاصل نہوگا اسیطرح اگر
دونوں نے بستان و کرم کو باہم تقسیم کیا پس ایک کے حصہ میں بستان آیا اور دوسرے کے حصہ میں کرم آیا اور جو
جسکے حصے میں آیا اسکو اُسنے نہیں دیکھا تھا اور بیت اور نہ اندر سے نہ اُسنے درخت خرما اور نہ انگور کے درخت
دیکھے لیکن اُسنے چہار دیوار کو باہر سے دیکھا تھا تو دونوں میں سے کسی کو خیار حاصل نہوگا اور اوپر سے دیکھنا
مثل اندر کے دیکھنے کے قرار دیا جائیگا اسیطرح کپڑے کے تہ کیے تھان میں اوپر سے کپڑے کا کوئی جزو دیکھ لینا خیار
ساقط ہونے کے حق میں مثل تمام تھان کے دیکھنے کے ہے کذا فی المبسوط اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ
امام محمد رحمہ کے اس قول کی کہ (نہ اُسنے درخت خرما اور نہ انگور کے درخت دیکھے) یہ تاویل ہے کہ پورے درخت خرما
اور پورے انگور کے درخت نہیں دیکھے بلکہ فقط درختوں اور درختان خرما کی چوٹیاں دیکھی ہیں کیونکہ اگر اُسنے
درختوں کی چوٹیاں بھی نہ دیکھی ہوں تو خیار رویت ساقط نہوگا اور یہ قائل بیع محض میں بھی ایسا ہی فرماتا ہے مضمرات میں ہے
ہو کر جب عقد قسمت میں خیار رویت ثابت ہوا تو جہاں ثابت ہوگا وہاں جس چیز سے بیع محض میں خیار باطل ہوتا
ہے اُس چیز سے عقد قسمت میں بھی خیار باطل ہو جائیگا اور خیار عیب عقد قسمت کی دونوں قسموں میں ثابت ہوتا ہے
اور اگر شریکوں میں سے کسی نے اپنے حصہ کی کسی چیز میں عیب پایا پس اگر قبضہ سے پہلے معلوم کر لیا تو اپنا پورا حصہ
واپس کر دے خواہ مقسوم کوئی شی واحد ہو یا اشیاء مختلفہ ہوں جیسا بیع میں حکم ہے اور اگر قبضہ کے بعد معلوم کیا پس اگر
مقسوم ایسی چیز ہو جو حقیقۃً وحکماً واحد ہے جیسے دار واحد یا حکماً واحد ہو نہ حقیقۃً جیسے کیلی و موزون تو اسکو یا اختیار ہوگا
کہ پورا حصہ واپس کر دے اور یہ اختیار نہوگا کہ کچھ واپس کرے اور کچھ واپس نہ کرے جیسا بیع محض میں حکم ہے اور اگر
مقسوم اشیاء مختلفہ ہوں جیسے کپڑے تو فقط عیب دار کو واپس کرے جیسا کہ بیع محض میں حکم ہے۔ اور جس چیز سے بیع
محض میں خیار عیب باطل ہو جاتا ہے اُس سے قسمت میں بھی باطل ہوتا ہے۔ اور اگر باندی میں عیب پانے کے بعد اُس
سے خدمت لی تو استحساناً اُسکو واپس کر سکتا ہے اور اگر دار عیب پانے کے بعد برابر اُس میں رہتا رہا تو اُسکو بھی استحساناً واپس
کر سکتا ہے اور اگر کپڑے کو برابر پہنتا رہا یا چوپایہ پر برابر سوار ہوتا رہا یا عیب جاننے کے بعد برابر اُسنے ایسا کیا تو قیاساً و
استحساناً ان دونوں کو واپس نہیں کر سکتا ہے اور خیار شرط کی صورت میں اگر اُسنے دار میں مدت خیار میں
سکونت اختیار کی یا برابر رہتا رہا تو امام محمد رحمہ نے کتاب البیوع میں فرمایا کہ اگر مشتری نے دار مبیعہ میں مدت خیار
میں سکونت کی تو اُسکا خیار ساقط ہو جائیگا اور یہاں دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مشتری نے مدت خیار میں ابتدا
سکونت پیدا کی اور ایک یہ کہ وہ پہلے سے اُس میں رہتا تھا اور مدت خیار میں بھی برابر رہتا رہا مگر امام محمد رحمہ نے ان دونوں کی
تفصیل نہیں فرمائی اور ہمارے مشائخ میں سے جسنے مسئلہ قسمت میں ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے اُسنے

خیار شرط میں بھی ان دونون صورتون میں فرق کیا ہو اور فرمایا کہ از سر نو سکونت پیدا کرنے سے خیار شرط باطل نہیں ہو اور اگر رہتا تھا اور برابر رہتا رہا تو باطل نہیں ہوتا ہو اور ان دونون عقدون میں کچھ فرق نہیں ہو اور مشائخ میں سے بعضے یون فرمایا ہو کہ قسمت میں خیار عیب باطل نہیں ہوتا ہو نہ سکونت پیدا کرنے سے اور نہ سکونت پر دوامت رکھنے سے یہ ذخیرہ میں ہو کہ خیار شرط سکونت پیدا کرنے سے اور سکونت پر دوامت کرنے سے باطل ہوتا ہو یہ محیط میں ہو اور اگر حصہ دار نے وہ حصہ جو اسکو تقسیم میں ملا ہو بدون عیب جانے کے فروخت کر دیا پھر مشتری نے ہی عیب کی وجہ سے اسکو واپس کر دیا پس اگر اسنے بدون حکم قاضی اسکو قبول کر لیا تو اسکو قسمت کے توڑنے کا اختیار نہو گا اور اگر اسنے بحکم قاضی قبول کیا ہو تو اسکو اختیار ہوگا کہ تقسیم توڑ کر واپس کر دے اور واضح ہو کہ اس باب میں گواہون سے ثابت ہو کر قاضی کا حکم ہونا یا اسکے قسم سے انکار کرنے سے ثابت ہو کر حکم ہونا دونون یکسان ہین یہ مبسوط میں ہو اور اگر شریک مذکور نے دار مذکور میں سے کچھ گرا دیا قبل اسکے کہ عیب سے واقف ہو تو پھر اسکو بسبب عیب کے واپس نہیں کر سکتا ہو مگر نقصان عیب لے سکتا ہو جیسا کہ بیع محض میں حکم ہو اور فرمایا کہ بائع کو یہ اختیار ہوگا کہ اسنے جسقدر مال نقصان مشتری کو دیا ہو اسکو قاسم سے واپس لے اور اس حکم کو یون ہی مطلقاً بدون ذکر خلاف کے بیان فرمایا اور ہمارے مشائخ میں سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم جو بیان مذکور ہو فقط امام اعظم رح کا قول ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک یون حکم ہو کہ مال نقصان کو قاسم سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ کتاب القسمۃ میں جو حکم مذکور ہو وہ بالاتفاق سب کا قول ہو مگر صحیح یہ ہو کہ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہو یہ محیط میں ہو اور اگر شریک نے اپنے حصہ میں سے کچھ گرا دیا اور باقی کو فروخت نہ کیا پھر اسمین کچھ عیب پایا تو نقصان عیب کو اپنے شریکون کے حصون میں سے لیگا لیکن اگر اسکے شریک اس امر پر راضی ہون کہ تقسیم توڑ دی جاوے اور یہ شخص اپنا حصہ کو بعینہٖ گرا ہوا واپس کرے تو یہ حکم نہین ہو یہ مبسوط میں ہو اور واضح ہو کہ تقسیم میں جہان جہان خیار رویت بالاتفاق و باختلاف الروایات ثابت ہوتا ہو وہان خیار شرط بھی ثابت ہوتا ہو اور جس سے بیع محض میں خیار شرط باطل ہوتا ہو اس سے عقد قسمت میں بھی باطل ہوتا ہو اور جس طرح بیع محض میں خیار شرط ثابت ہوتا ہو اسی طرح عقد قسمت میں بھی ثابت ہوتا ہو حتی کہ تین روز تک خیار شرط بلا خلاف جائز ہو اور جو تین روز سے زائد ہو اسمین امام اعظم رح اور انکے صاحبین میں اختلاف ہو کذا فی المحیط اور اگر خیار شرط میں تین روز گذر گئے پھر دونون سے ایک نے تین روز کے اندر خیار شرط رد کر دینے کا دعوے کیا اور دوسرے نے اجازت دینے کا دعوی کیا تو مدعی اجازت کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو جو شخص رد کا دعوے کرتا ہو اسکے گواہ قبول ہونگے کذا فی المبسوط

ساتوان باب۔ اُن لوگون کے بیان مین جو غیر کی طرف سے متولی تقسیم ہو سکتے ہین اور جو نہین ہو سکتے ہین

اصل یہ ہو کہ جو شخص کسی چیز کی بیع کا اختیار رکھتا ہو وہ اسکی تقسیم کا بھی اختیار رکھتا ہو یہ محیط میں ہو نابالغ و معتوہ کی طرف سے اسکے باپ کی تقسیم ہر چیز میں جائز ہو بشرطیکہ اسمین غبن فاحش نہو اور باپ کے مرنے کے بعد اسکا وصی بھی باپ کا قائم مقام ہوتا ہو اور اگر باپ کا وصی موجود نہو تو سگے دادا کا بھی یہی حکم ہو اور ماں نے جو ترکہ چھوڑا ہو اسمین سوا عقار کے باقی چیزون کا تقسیم کرنا ماں کے وصی کے فعل سے جائز ہو بشرطیکہ اولیاء مذکورہ بالا میں سے کوئی موجود نہو کیونکہ ماں کا وصی انتہی ماں کا قائم مقام ہو اور ماں کا تصرف کرنا ایسی چیزون میں جو اسکے نابالغ فرزند کی ملک ہو اسکے حفاظت کے باقی

مین بطور بیع کے صحیح ہر پس ایسے ہی بطور قسمت کے بھی صحیح ہر اور باپ اور بھائی اور چچا کا تقسیم کرنا و شوہر کا اپنی نا بالغہ جورو یا بالغہ غائبہ جورو کیطرف سے تقسیم کرنا صحیح نہین ہر یہ فتاوی قاضی خان مین ہر اور کافر یا مملوک یا مکاتب کا اپنے فرزند نا بالغ آزاد مسلمان کی طرف سے تقسیم کرنا جائز نہین ہر اور ملتقط کا لقیط کی طرف سے تقسیم کرنا بھی جائز نہین ہر اگرچہ لقیط اپنے ملتقط کے عیال مین ہو یہ مبسوط مین ہر اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے کل چیزمین کوئی وصی مقرر کیا اور اسنے یتیم کی طرف سے عقار و عروض مین تقسیم کی تو جائز ہر اور اگر اسکو فقط نفقہ یا کسی خاص چیز کی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کیا ہو تو جائز نہین ہر اور یہ بخلاف باپ کے وصی مقرر کرلے کے ہر کہ اگر باپ نے کسی امر خاص مین اسکو وصی مقرر کیا تو وہ سب امور کے واسطے وصی ہو جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر وصی نے مال مشترک دو نا بالغون مین تقسیم کیا تو جائز نہین ہر جیسا کہ اگر وصی نے ایک نا بالغ کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہر بخلاف باپ کے کہ اگر باپ نے اپنے نا بالغ اولاد کا مال آپس مین باہم تقسیم کر دیا تو جائز ہر جیسا کہ اگر باپ نے اپنی اولاد نا بالغ مین سے ایک کا مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز ہر اور اس بات مین وصی کے واسطے حیلہ یہ ہر کہ ایک نا بالغ کا غیر مقسوم حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر مشتری کے ساتھ دوسرے نا بالغ کے حصہ کا مقاسمہ کرلے پھر اس مشتری سے دوسرے نا بالغ کا حصہ جو فروخت کیا ہر اسی کے واسطے خرید لے پس دونون نا بالغون کا حصہ جدا جدا ہو جائیگا اور یہ تقسیم اس واسطے جائز ہوئی کہ یہ تقسیم مشتری اور وصی کے درمیان جاری ہوئی ہر اور دوسرا حیلہ یہ ہر کہ دونون کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کرے پھر اسی شخص سے دونون کا حصہ جدا کیا ہوا خرید لے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر نا بالغ و وصی کے درمیان مال مشترک ہو تو وصی کا تقسیم کرنا جائز نہین ہر لیکن اگر اس تقسیم مین نا بالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہر اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک نہین جائز ہر اگرچہ نا بالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ ہووے اور اگر باپ نے اپنا اور اپنے فرزند نا بالغ کا مال مشترک تقسیم کیا تو جائز ہر اگرچہ اسمین نا بالغ کے واسطے منفعت ظاہرہ نہ ہووے یہ محیط مین ہے اگر وارثون مین نا بالغ اور بالغ ہون اور وارثان بالغ حاضر ہون پس وصی نے بالغون سے حصہ بانٹ اس طرح کیا کہ سب نا بالغون کا حصہ اکٹھا جدا کیا اور یون نہ کیا کہ ہر نا بالغ کا حصہ جدا کرلے تو تقسیم جائز ہوگی پھر اسکے بعد اگر وصی نے نا بالغون کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو یہ تقسیم جائز نہوگی اور اگر وارث لوگ بالغ ہون اور غائب ہون تو وصی کا مال عقار انمین تقسیم کرنا جائز نہین ہر مگر مال عروض انمین تقسیم کرنا جائز ہر اور اس سے مراد یہ ہر کہ وارث لوگ سب بالغ ہون اور انمین سے بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون پس اسنے حاضرین سے تقسیم کی اور انکا حصہ جدا کیا اور بقالی نے اپنی کتاب مین مال عروض کے ۔ انتہا آنا لفظ زیادہ کیا کہ مال عروض باپ کے ترکہ مین سے الخ یہ ذخیرہ مین ہر اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور ایک بالغ غائب ہو اور باقی بالغ وارث حاضر ہون اور وصی نے بالغ غائب کا حصہ مع صغیر کے حصہ کے جدا کر لیا اور وارثان حاضر سے مقاسمہ کر لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ مقاسمہ عقار و غیر عقار سب مین جائز ہر اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے عقار مین نہین جائز ہر اور یہ بنا بر اسکے ہر کہ امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کیطرف سے وصی کی بیع مال عقار مین تین جگہ جائز ہر ایک تو جب میت پر قرضہ ہو اور دوسرے جبکہ ترکہ مین وصیت ہو اور تیسرے جبکہ وارثون مین کوئی صغیر ہو

پس بیع کے مانند تقسیم میں بھی ایسا ہی ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وارثوں میں
بالغ و نابالغ دونوں ہوں اور وصی نے ہر بالغ و نابالغ کا حصہ جدا جدا کر کے ہر ایک کو تقسیم کر دیا تو بالکل جائز نہیں ہے اور
اگر ترکہ کے واسطے ایک تہائی کی وصیت ہو پھر وصی نے اس موصی لہ سے حصہ بانٹ کر کے ایک تہائی موصی لہ کو دیا اور
دو تہائی وارثوں کے واسطے رکھ لیا تو جائز ہے اور اگر یہ مال وصی کے پاس تلف ہو گیا تو اس پر ضمان واجب نہ ہوگی اور اگر وارث
لوگ بالغ ہوں اور غائب ہوں پھر وصی نے موصی لہ سے حصہ بانٹ کر کے وارثان مذکور کا حصہ لے لیا تو جائز ہے ایسا ہی
اصل میں مذکور ہے اور اگر موصی لہ غائب ہو اور وارث لوگ بالغ ہوں اور حاضر ہوں اور وصی نے وارثوں سے حصہ بانٹ
کر کے موصی لہ کا حصہ لے لیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تقسیم باطل ہے مگر امام ابو یوسف رح اس میں خلاف کرتے ہیں یہ ذخیرہ میں
ہے ایک شخص مر گیا اور کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کر گیا اور ترکہ غیر مستغرق قرضہ ہے اور وارثوں نے وصی سے درخواست
کی کہ ترکہ میں سے بقدر قرضہ کے جدا کر کے باقی ہم میں تقسیم کر دے تو اسکو اختیار ہوگا کہ انہیں تقسیم نہ کرے اور بقدر دین کے
غیر مقسوم ہونے کی حالت میں فروخت کرے یہ ظہیریہ میں ہے اگر دو وصیوں نے مال تقسیم کیا پس ایک نے بعض وارثوں
کا حصہ لیا اور دوسرے نے باقی وارثوں کا حصہ لیا تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر تقسیم سے پہلے دونوں میں سے ایک
غائب ہو گیا اور دوسرے نے وارثوں سے تقسیم کی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہیں جائز ہے اور امام
ابو یوسف اس میں خلاف کرتے ہیں اور جس شخص کو برسام ہوا یا خود بیہوشی طاری ہوتی ہے یا کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور
کبھی افاقہ ہو جاتا ہو تو اسکی طرف سے حصہ بانٹ کر دینا جائز نہ ہوگا لیکن اگر اس نے حالت صحت و افاقہ میں رضامندی ظاہر
کی ہو یا وکیل کر دیا ہو تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وصی مرد ذمی ہے اور وارث لوگ مسلمان ہیں تو ایسا وصی اپنے وصی ہونے
سے خارج کیا جائیگا اگر قبل خارج کیے جانے کے اگر اس نے تقسیم کی ہو تو قسمت جائز ہوگی اور اسی طرح اگر میت کے سوائے
کسی غیر کا غلام اس میت کا وصی ہو تو جب تک خارج کیا جاوے تب تک اسکی قرار دیگا یہ محیط سرخسی میں ہے قسمت کے
احکام میں ذمی لوگ بمنزلہ اہل اسلام کے ہیں سوائے سور و شراب کے کہ اگر سور و شراب ان میں مشترک ہو اور بعض نے
تقسیم کی درخواست کی اور بعض نے انکار کیا تو میں انکار کرنے والوں کو تقسیم کے واسطے جبر کرونگا جیسا کہ سوائے سور و
شراب کے اور چیزوں کی تقسیم کے واسطے مجبور کرتا ہوں اور اگر ذمیوں نے باہم شراب کو تقسیم کر لیا اور بعض نے ازراہ
پیمانہ زیادہ لی تو ایسی زیادتی ذمیوں کے حق میں بھی جائز نہ ہوگی اور اگر کسی ذمی کا وصی مسلمان ہو تو اس مسلمان وصی کے
حق میں شراب و سور کا مقاسمہ کرنا مکروہ جانتا ہوں لیکن یہ مسلمان کسی ذمی کو اپنا نائب وکیل کر دے جو نابالغ کی
طرف سے شراب کا حصہ بانٹ کرا کے بعد تقسیم کے اسکو فروخت کرے اور اگر کسی ذمی نے مسلمان کو ایسی میراث کی تقسیم
کے واسطے جس میں شراب و سور ہے وکیل کیا تو مسلمان سے ایسا فعل جائز نہیں ہے جیسے کہ مسلمان کو شراب و سور کا فروخت
کرنا و خریدنا جائز نہیں ہے اور اس مسلمان وکیل کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ شراب و سور کے مقاسمہ کے واسطے اپنی طرف
سے دوسرے کو وکیل کر دے اس وجہ سے کہ اسکا موکل اسکے سوائے غیر شخص کی رائے پر راضی نہیں ہوا ہے اور اگر راضی
ہوا ہو مثلاً اسنے یہ کام اسکی رائے پر سونپ دیا ہو اور اسنے کسی ذمی کو اپنی طرف سے وکیل قسمت کر دیا تو جائز ہے یہ مبسوط
میں ہے اور اگر وارثوں میں سے ایک وارث مسلمان ہو گیا اور اسنے کسی ذمی کو اسواسطے وکیل کیا کہ بقدر حصہ شراب و سور
میں انکا مقاسمہ کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک جائز ہے مگر صاحبین رح نے اس میں خلاف کیا ہے جیسا کہ اگر کسی مسلمان نے

ذمی کو شراب فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو یون ہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اور اگر اُس وارث نے جو مسلمان ہو گیا ہے شراب کا اپنا حصہ لیکر اُسکو سرکہ کر ڈالا تو جسقدر شراب سرکہ کر ڈالی ہے اُسمین سے دوسرے وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا اور یہ سرکہ اُسیکا ہو جائیگا اور اگر کسی ذمی کے ترکہ مین فقط شراب و سور ہون اور اُسکے قرضخواہ لوگ مسلمان ہون اور اُسکا وصی نہو تو قاضی اسکی فروخت کے واسطے ذمیون مین سے ایک شخص کو مقرر کریگا کہ وہ اسکو فروخت کرکے میت کا قرضہ ادا کرے یہ مبسوط مین ہے اور اگر حربی مستامن نے اپنے ذمی بیٹے کی طرف سے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہے اور اگر اُسکا بیٹا بھی باپ کے مانند حربی ہو تو تقسیم جائز ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مرتد نے جو حالت ردت مین بدین جرم قتل کیا گیا ہے اپنے نابالغ فرزند کی طرف سے جو مثل اُسکے مرتد ہے مقاسمہ کیا تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور ماذون کا تقسیم کرنا مثل آزاد مرد کی تقسیم کے ہے کذا فی محیط السرخسی اور مکاتب بھی تقسیم مین مثل آزاد کے ہے اور تقسیم مین مثل بیع کے معاوضہ کے معنی موجود ہین اور اگر مکاتب بعد قسمت کے عاجز ہو گیا تو اُسکے مولے کو فسخ قسمت کا اختیار نہوگا اور اگر مولے نے بغیر رضا مندی مکاتب کے اُسکی طرف سے مقاسمہ کیا تو نہین جائز ہے خواہ مکاتب حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر مولی نے اسطرح اُسکی طرف سے مقاسمہ کر لیا پھر مکاتب عاجز ہو گیا اور یہ چیز مولی کی ہو گئی تو یہ تقسیم جائز نہو جائیگی جیسے کہ مولے کے اور تصرفات بسبب مکاتب کے عاجز ہو جانے کے نافذ نہین ہو جاتے ہین اور اگر مکاتب نے تقسیم کے واسطے کوئی وکیل کیا پھر خود عاجز ہو گیا یا مر گیا تو اُسکے وکیل کو یہ اختیار نہوگا کہ اسکے بعد مقاسمہ کرے اور اگر مکاتب مذکور آزاد کر دیا گیا تو اُسکا وکیل اپنی وکالت پر رہیگا اور اگر مکاتب نے اپنی موت کے وقت کسیکو وصی مقرر کر دیا اور وصی نے اُسکے بالغ وارثون سے اُسکے نابالغ فرزند کے واسطے مقاسمہ کیا اور مکاتب اپنی کتابت کی ادا کے لائق مال چھوڑ مرا ہے تو اُسکے وصی کا بٹوارہ اس صورت مین جائز ہوگا جیسے کہ مکاتب مذکور اگر آزاد ہوتا تو جائز ہوتا کیونکہ مکاتب کا مال کتابت ادا کر دیا جائیگا اور یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ اپنی حیات کے آخر جزو مین آزاد ہو کر مرا ہے پس گویا اُسنے خود کتابت کا مال ادا کر کے انتقال کیا پس اُسکا وصی اُسکے نابالغ فرزند کیطرف سے تصرف کرنے مین مثل وصی آزاد کے ہوگا اور امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ مکاتب مذکور کا وصی اُسکے فرزند بالغ غائب کے حق مین مثل وصی آزاد مرد کے ہے حتے کہ سوائے عقار کے اُسکا تقسیم کرنا جائز ہے انتہے کلامہ اور جو وہان ذکر فرمایا ہے یہی اصح ہے اور اگر مکاتب مذکور نے اپنی کتابت ادا کرنے کے لائق مال نچھوڑا ہو اور وصی نے اُسکے نابالغ فرزند کے واسطے اُسکے بالغ وارثون سے مقاسمہ کر لیا اور اُسکے وارثون نے اُسکی کتابت کے واسطے سعایت کی تو تقسیم جائز نہوگی پھر اگر وارثون نے قبل اس قسمت کے رد کر دینے کے مال کتابت ادا کر دیا تو یہی تقسیم کافی ہوگی کذا فی شرح المبسوط

آٹھوان باب

ایسی حالت مین تقسیم ترکہ کا بیان کہ میت پر یا میت کا قرضہ موجود ہو یا موصی لہ موجود ہو اور بعد تقسیم کے قرضہ ظاہر ہونے کے بیان مین اور وارث کا ترکہ مین دین کا یا اعیان ترکہ مین سے کسی مال عین کا دعوے کرنے کے بیان مین اگر وارثون مین سے کسی وارث نے میت پر قرضہ ہونے کا اقرار کیا اور باقیون نے انکار کیا تو ترکہ ان لوگون مین تقسیم کیا جائیگا کہ پھر جبکہ مقر کا حصہ تمام دین ادا ہونے کے واسطے کافی ہو تو ہمارے نزدیک مقر کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے حصہ مین سے تمام قرضہ ادا کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر وارثون نے

میت کا دار یا زمین تقسیم کر لی حالانکہ میت پر قرضہ ہے پھر قرضخواہ اپنا دین طلب کرنے کو حاضر ہوئے تو اُنکو اختیار ہوگا
کہ اس تقسیم کو توڑ دین خواہ قرضہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر وارثون نے قاضی سے تقسیم ترکہ کی درخواست کی اور میت
پر قرضہ ہے اور قاضی اُسکو جانتا ہے اور قرضخواہ غائب ہے پس اگر دین مستغرق ہو یعنی تمام ترکہ کو محیط ہو تو قاضی ترکہ
مذکور وارثون مین تقسیم نہ کریگا اسواسطے کہ وارثون کا اسمین کچھ حق نہین ہے پس تقسیم کا کچھ فائدہ نہ ہوگا اور اگر قرضہ غیر مستغرق
ہو تو قیاساً اس صورت مین بھی تقسیم نہ کریگا بلکہ سب ترکہ موقوف رکھیگا مگر استحساناً یہ حکم ہے کہ بقدر دین کے موقوف رکھکر
باقی وارثون مین تقسیم کر دے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسمین کسی صورت مین وارثون سے کوئی کفیل نہ لیگا اور صاحبین
رحمہما اسمین خلاف کرتے ہین اور اگر قاضی کو میت پر قرضہ ہونا معلوم نہ ہو تو وارثون سے دریافت کریگا کہ آیا میت پر قرضہ ہے
پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہان تو اُنسے قرضہ کی مقدار دریافت کریگا کیونکہ اسمین حکم مختلف ہو جاتا ہے یعنے اگر مقدار قرضہ
اسقدر ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو اور حکم ہے اور اگر محیط نہو تو اور حکم ہے پس دریافت کرنا ضرور ہے۔ اور اگر وارثون نے کہا کہ میت
پر قرضہ نہین ہے تو قول اُنھین کا مقبول ہوگا کیونکہ وارث لوگ میت کے قائم مقام ہین پھر اُنسے دریافت کریگا کہ آیا
ترکہ مین وصیت ہے پس اگر اُنھون نے کہا کہ ہان تو اُنسے دریافت کریگا کہ آیا یہ وصیت تعین ہے یا وصیت مرسلہ ہے کیونکہ
دونون حالتون مین حکم مختلف ہے (چنانچہ اسکا بیان عنقریب آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ) اور اگر اُنھون نے کہا کہ ترکہ مین وصیت
نہین ہے تو اب ترکہ کو انمین تقسیم کر دیگا پھر اسکے بعد اگر قرضہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا اسیطرح اگر قاضی نے اُنسے دریافت
نہ کیا ہو کہ دین ہے یا نہین اور انمین ترکہ تقسیم کر دیا ہو حتے کہ ظاہراً تقسیم جائز ہو چکی ہو پھر دین ظاہر ہوا تو بھی قاضی
تقسیم مذکور کو توڑ دیگا لیکن اگر وارثون نے یہ قرضہ اپنے مال مین سے ادا کر دیا تو قاضی دونون صورتون مین تقسیم کو نہ توڑیگا
اسیطرح اگر قرضخواہ نے میت کو قرضہ سے بری کر دیا تو بھی تقسیم کو نہ توڑیگا اور ریسب اُس صورت مین ہے کہ وارثون نے
قرضخواہ کا حصہ الگ نہ کیا ہو اور سوائے اسکے جسکو وارثون نے تقسیم کر لیا ہے میت کا اور کچھ مال بھی نہو اور اگر وارثون نے
قرضخواہ کا حصہ جدا کر دیا ہو یا سوائے اُس مال کے جسکو تقسیم کیا ہے میت کا اور کچھ مال ہو تو قاضی اس تقسیم کو نہ توڑیگا
اسیطرح اگر کوئی دوسرا وارث ظاہر ہوا جسکو بیٹے گواہون سے ثابت ہو تہائی یا چوتھائی کا موصی لہ ظاہر ہوا تو
قاضی تقسیم مذکورہ کو توڑ کر پھر دوبارہ تقسیم کریگا اور اگر وارثون نے کہا کہ ہم اس وارث یا موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا
کیے دیتے ہین اور تقسیم نہ توڑینگے تو قاضی اُنکے قول پر التفات نہ کریگا لیکن اگر یہ وارث یا موصی لہ اس امر پر راضی ہو جاوے
تو ہو سکتا ہے اور اگر کوئی قرضخواہ یا ہزار درم وصیت مرسلہ کا موصی لہ ظاہر ہوا اور وارثون نے کہا کہ ہم اس
قرضخواہ یا ایسے موصی لہ کا حق اپنے مال سے ادا کیے دیتے ہین اور تقسیم کو نہ توڑینگے تو اُنکو یہ اختیار حاصل ہے اسوجہ
کہ وارث اور تہائی و چوتھائی وغیرہ کے موصی لہ کا حق تو عین ترکہ مین ہے سو جب وارثون نے یہ چاہا کہ ہم اُسکا
حق اپنے مال سے ادا کر دین تو یہ چاہا کہ ترکہ مین سے جو کچھ اُسکا حصہ ہے ہم خرید لین تو یہ بدون اُسکی رضامندی
کے صحیح نہین ہو سکتا ہے اور رہا قرضخواہ کا حق یا ہزار درم وصیت مرسلہ کے موصی لہ کا حق سو یہ حق عین
ترکہ مین نہین ہے بلکہ معنی ترکہ مین ہے بدین معنی کہ مالیت ترکہ سے اسقدر حق اُنکو پھیر دیا جاوے پس خواہ مالیت
ترکہ مین سے دیا جاوے یا وارثون کے مال سے دیا جاوے دونون برابر ہین اور اسیطرح اگر وارثون مین
سے کسی نے قرضخواہ کا حق اپنے مال سے اس شرط سے ادا کر دیا کہ ترکہ مین سے واپس نہ لیگا تو بھی قاضی اس

کو نہ توڑیگا بلکہ برابر باقی رکھیگا کیونکہ قرضخواہ کا حق ساقط ہو گیا اور وارث کا قرضہ ترکہ پر ثابت نہیں ہوا کیونکہ اُسنے شرط کرلی تھی کہ میں ترکہ سے واپس نلونگا اور اگر وارث نے ادا سے قرضہ کے وقت شرط کرلی ہو کہ میں ترکہ سے واپس لونگا یا سکوت کیا ہو تو تقسیم مذکور رد ہو جائیگی پھر واضح ہو کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر وارثون نے ترکہ تقسیم کرلیا پھر دوسرا وارث یا تہائی و چوتھائی وغیرہ کا موصی لہ ظاہر ہوا تو قاضی اس تقسیم کو توڑ دیگا یہ سو تیت ہو کہ جب یہ تقسیم بغیر حکم قاضی ہو۔ اور اگر تقسیم بحکم قاضی ہو پھر کوئی وارث یا تہائی کا موصی لہ ظاہر ہوا تو یہ وارث اس تقسیم کو نہیں توڑ سکتا ہو جبکہ قاضی نے اسکا حصہ جدا کر دیا۔ اور رہا موصی لہ سو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے فرمایا کہ نہیں توڑ سکتا ہو اور اسی طرف امام محمد رح نے اشارہ فرمایا ہو اور یہی اصح ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر کسی شخص نے ازراہ تبرع میت کا قرضہ ادا کر دیا تو قرضخواہ کو تقسیم توڑنے کا استحقاق حاصل نہو گا یہ ذخیرہ مین ہو۔ وارثون نے تقسیم ترکہ چاہی حالانکہ ترکہ پر قرضہ ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ کوئی اجنبی باجازت قرضخواہ بشرط برارت میت اس دین کا ضامن ہو جاوے اور اگر اُسنے بشرط برارت ضمانت نہ کی تو یہ تقسیم نافذ نہو گی اسواسطے کہ جب بشرط برارت میت اُسنے ضمانت کی تو یہ حوالہ ہو گیا پس قرضہ اُس اجنبی کی طرف منتقل ہو جائیگا اور ترکہ مواخذہ دین سے چھوٹ جائیگا۔ یہ وجیز کردری مین ہو اور اگر بعض وارث نے قرضہ ادا کر دیا تو اُسکو اختیار ہو گا کہ باقیون سے واپس لے خواہ اُسنے ادا کرنے کے وقت واپس لینے کی شرط کرلی ہو یا نہ کی ہو لیکن اگر اُسنے تبرعاً ادا کر دیا ہو تو ایسا نہ کریگا اور واپس اسوجہ سے لیگا کہ وارثون میں سے ہر ایک وارث اس قرضہ کے مطالبہ مین گرفتار ہے کہ اگر قرضخواہ اُسکو قاضی کے پاس لے گیا تو اُسپر پورے قرضہ کی ڈگری کر دیگا پس یہ شخص حکم قضا سے مجبور و مضطر ہو گا متبرع نہو گا لیکن اگر اُسنے تبرع کا ارادہ کرلیا مثلاً اُسنے شرط کردی کہ مین وارثون سے واپس نہ لونگا تو البتہ متبرع ہو جائیگا اور اگر وارثون نے دار کو باہم تقسیم کرلیا اور وارثون مین میت کی جورو بھی ہو پھر اُسنے بعد تقسیم کے اپنے شوہر پر مہر کا دعوے کیا اور گواہ قائم کر دیے تو تقسیم توڑ دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر بعض وارث نے ترکہ کی تقسیم پوری ہو جانے کے بعد ترکہ مین اپنے قرضہ کا دعوے کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہو اور اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی اور اُسکو اختیار ہو گا کہ تقسیم توڑ دے یہ محیط مین ہو۔ چند وارثون مین مال میراث مشترک ہو اور اس میراث پر قرضہ یا وصیت کچھ نہیں ہو پھر کسی وارث نے انتقال کیا اور اس وارث میت پر قرضہ ہو یا اُسنے کچھ وصیت کردی ہو یا اُسکا کوئی وارث غائب ہو یا صغیر ہو پھر میت اول کی میراث کو وارثون نے بغیر حکم قاضی باہم تقسیم کیا تو میت ثانی کے قرضخواہون کو اختیار ہو گا کہ اس تقسیم کو باطل کر دین اسیطرح صاحب وصیت اور وارث غائب اور صغیر کو بھی یہی اختیار ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو اور اگر کسی وارث نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے تہائی کی وصیت ہونے کا دعوی کیا اور گواہ قائم کر دیے حالانکہ وارث لوگ دار کو باہم تقسیم کر چکے ہین تو یہ تقسیم اُسکے فرزند کا حق جو بوجہ وصیت کے حاصل ہوا ہو باطل نہین کرتی ہو مگر اُسکے باپ کو یہ اختیار نہین کہ جو وصیت اُسکے فرزند کے واسطے حاصل ہوئی اُسکا مطالبہ کرے اور نہ یہ اختیار ہو کہ تقسیم کو توڑ دے کیونکہ یہ قسمت اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہو اور جو شخص ایسی چیز کے توڑنے کا قصد کرے جو اُسکے ساتھ پوری ہوئی ہو اُسکی کوشش برباد ہو جائیگی اور جب اُسنے تقسیم پر اقدام کیا تو اس بات کا اعتراف کیا کہ میرے بیٹے کے واسطے وصیت نہین ہو مگر ایسا حکم قرضہ کی صورت مین نہین ہو لیکن جب اُسکا بیٹا بالغ ہو تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اپنے

حق وصیت کا مطالبہ کرے اور تقسیم کو توڑ دے یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر ایک دار چند لوگون مین میراث مشترک
ہو پس اُسکو اُنھون نے جس جس قدر باپ سے میراث کا حصہ پایا ہی بانٹ لیا پھر ایک وارث نے دعوی کیا کہ میرا
ایک سگا بھائی ایک ماں باپ سے ہم لوگون کے ساتھ باپ کی میراث کا وارث ہوا تھا پھر بعد انتقال باپ کے اُسنے
بھی انتقال کیا اور مین اُسکا وارث ہون اور اُسکی میراث طلب کی اور کہا کہ تم لوگون نے مجھے فقط وہ حصہ بانٹ
دیا ہی جو مین نے اپنے باپ سے میراث پایا ہی اور اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان لوگون نے یہ نہین لکھا تھا
کہ جو حصہ جسکو پہونچا ہی اُس سے دوسرے کا کچھ حق متعلق نہین ہی اور وارث مذکور نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے
تو اُسکے گواہ قبول ہونگے اور تقسیم ٹوٹیگی اور اگر اُن لوگون نے یہ تحریر کیا ہو کہ جو حصہ جسکو پہونچا اُس سے دوسرے
کا کچھ حق متعلق نہین ہی تو یہ تحریر اُسکے دعوی کی نفی ہی اور یہ جو فرمایا ہی کہ اس تقسیم کی جو تحریر ہوئی تھی اُسمین ان لوگون
نے یہ نہین لکھا تھا الی آخرہ اس سے شبہہ دور کیا اور اسکا مقصود یہ ہی کہ دونون صورتون مین جواب یکسان ہی اسی طرح
اگر مدعی مذکور نے اس دعوے کے گواہ قائم کیے کہ مین نے یہ دار اپنے باپ سے باپ کی زندگی مین خرید اہی یا اُسنے
مجھے یہ دار ہبہ کیا اور مین نے لیکر قبضہ کر لیا ہی یا یہ دار میری ماں کا ہی مین نے اُس سے میراث پایا ہی تو بھی اُسکے گواہ
قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی- اگر وارثون نے دین کو باہم تقسیم کیا پس اگر یہ دین میت کا لوگون پر ہو اور وارثون
نے دین و عین کو اکٹھا تقسیم کیا باین طور کہ یون شرط کی کہ یہ دین جو فلان شخص پر آتا ہی مع اس عین کے اس وارث
کا ہی اور وہ دین جو فلان شخص دیگر پر آتا ہی مع اس مال عین دیگر کے اس دوسرے وارث کا ہی (علی ہذا القیاس)
تو ایسی تقسیم عین و دین دونون مین باطل ہی- اور اگر وارثون نے اعیان کو باہم تقسیم کر لیا پھر دیون کو باہم تقسیم کیا
تو اعیان کی تقسیم صحیح ہو گی اور دیون کی تقسیم باطل ہو گی اور اگر یہ قرضہ میت پر آتا ہو اور وارثون نے باہم
اس قرارداد سے تقسیم ترکہ کیا کہ ہر واحد پر ایک قرضخواہ کے قرضہ کا علیحدہ ضامن ہو جاوے یا اس قرارداد
سے تقسیم کیا کہ ایک وارث سب دیون کا ضامن ہو جاوے پس اگر تقسیم ترکہ مین ضمانت مشروط ہو تو تقسیم فاسد
ہو گی اور اگر تقسیم مین ضمانت مشروط نہو بلکہ تقسیم کے بعد بغیر شرط کے ضامن ہو گیا پس اگر اس شرط سے ضامن ہوا
کہ ترکہ سے واپس لونگا تو یہ تقسیم نافذ نہو گی یعنے اُسکو اس تقسیم کے توڑ دینے کا اختیار ہو گا اور اگر اس شرط سے
ضامن ہوا کہ میت سے اور اُسکے میراث سے کچھ واپس نہ لونگا اور اس شرط سے کہ قرضخواہ میت مقروض کو بری
کرے تو یہ جائز ہی بشرطیکہ قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہو جاوین یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر قرضخواہون
نے اسکے قبول سے انکار کیا تو اُنکو تقسیم توڑنے کا اختیار ہی- اور اگر قرضخواہ لوگ اُسکی ضمانت پر راضی ہو گئے
اور اُنھون نے میت کو بری کر دیا پھر اُنکا مال اس ضامن سے وصول نہوا بلکہ ڈوب گیا تو اُنکو اختیار ہو گا کہ جہان
کہین میت کا مال پاوین اُس سے وصول کر لین کذا فی المبسوط- اور اگر ضمانت مین یہ شرط نہ کی کہ قرضخواہ اپنے
قرضدار میت کو بری کرے تو تقسیم نافذ نہو گی اگرچہ قرضخواہ لوگ اسپر راضی ہو جاوین جس قرضخواہ کا میت پر قرضہ
ہی اگر اُسنے اُس تقسیم کی اجازت دیدی جسکو وارثون نے بانٹا ہی پھر چاہا کہ تقسیم مذکور کو توڑ دے تو اُسکو یہ اختیار
ہو گا یہ ذخیرہ مین ہی اگر اراضی تین آدمیون مین اُنکے باپ کی میراث مشترک ہو اور اُنمین سے ایک مر گیا اور
ایک بالغ بیٹا چھوڑا پس اُسنے اور اُسکے دونون چچا نے اراضی مذکور کو اُسکے دادا کی میراث پر تقسیم کیا

پھر اُس پوتے نے اس بات کے گواہ قائم کیے کہ میرے دادا نے میرے واسطے ایک تہائی کی وصیت کی تھی اور چاہا کہ تقسیم باطل کر دی جاوے تو اسکے دعوی کی سماعت نہوگی اور اگر دادا کی طرف سے وصیت کا دعوی نہ کیا بلکہ اپنے باپ پر اپنا قرضہ ہونے کا دعوی کیا تو دعوی صحیح ہوگا اور اگر گواہ قائم کر دیے تو قرضہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اسکے دونون چچا نے یہ کہا کہ تیرا قرضہ تیرے باپ پر ہے دادا پر نہین ہے اور ہمنے تجھے تیرے باپ کا حصہ دیدیا پس تیرا جی چاہے اُسکو قرضہ مین فروخت کر دے یا تیرا جی چاہے اُسکو اپنے پاس رہنے دے اور تو تقسیم نہین توڑ سکتا ہے اسواسطے کہ تجھے تقسیم توڑنے مین کچھ فائدہ نہین ہے اسوجہ سے کہ تقسیم توڑنے پر تیرا قرضہ تیرے باپ کے حصہ میراث سے ادا کیا جائیگا دادا کے ترکہ سے نہین ادا کیا جائیگا تو دونون ایسا نہین کہ سکتے ہین کیونکہ اُنکا بھتیجا یعنی مدعی مذکور یہ کہ سکتا ہے کہ ایسا نہین ہے بلکہ توڑنے مین یہ فائدہ ہے کہ میت کے مال مین زیادتی ہو جائیگی اگر ایک زمین چند وارثون مین میراث مشترک ہو اور اُسکو وارثان مذکورین نے باہم تقسیم کرکے قبضہ کر لیا پھر ایک وارث نے دوسرے کے حصہ پر اُس سے خرید کر قبضہ کر لیا پھر میت پر قرضہ نکلا اور اُسکے گواہ قائم ہوئے تو ترکہ کی تقسیم و خرید دونون وارث کی طرف سے منقوض ہونگی اور قرضہ ہونے کی صورت مین اس تصرف کا نفاذ نہوگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلان شخص مرگیا اور اُسنے یہ دار میراث چھوڑا ہے اور یہ نہ کہا کہ اُن لوگون کے واسطے یا اپنے وارثون کے واسطے میراث چھوڑا ہے پھر اسکے بعد اقرار کنندہ نے دعوی کیا کہ میت مذکور نے میرے واسطے تہائی کی وصیت کر دی ہے یا میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر اُسنے اقرار مین یہ کہا ہو کہ ان لوگون کے واسطے یا اپنے وارثون کے واسطے میراث چھوڑا ہے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو پھر اُسکے گواہ مقبول نہونگے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ دار میرے باپ کی میراث ہے پھر سوائے باپ کے دوسرے کی میراث کا دعوی کیا تو بسبب تناقض کے ایسا دعوی مسموع نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ چند وارثون نے اپنے مورث کا دار متروکہ میراث مین تقسیم کیا اور میت کی جورو اسکی مقر ہے پس اُس عورت کو آٹھوان حصہ پہونچا اور اُسکا آٹھوان حصہ جدا کر دیا گیا پھر عورت مذکورہ نے دعوی کیا کہ یہ دار میرے شوہر نے مجھے مہر دیا تھا یا مین نے اپنے مہر کے عوض یہ دار اُس سے خریدا تھا تو یہ دعوی مسموع نہوگا کیونکہ جب عورت نے وارثون کی تقسیم مین مساعدت کی تو گویا اس امر کا اقرار کیا کہ شوہر کی موت کے وقت یہ دار شوہر کی ملک تھا پس اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی المحیط اگر چند آدمیون نے اپنے باپ کی میراث کا دار یا زمین تقسیم کی اور ہر ایک کو ایک ٹکڑا ہو پہنچا پھر ایک نے دوسرے وارث کے حصہ مین کسی عمارت یا درخت کا اس زعم پر دعوی کیا کہ اسکو مین نے بنایا یا لگایا ہے تو اس دعوی پر اُسکے گواہ مقبول نہونگے کذا فی فتاوی قاضیخان

نوان باب

تقسیم مین غرور کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اصل یہ ہے کہ ہر تقسیم جو باختیار قاضی یا باختیار ہر دو شریک واقع ہوئی اگر ایسی تقسیم ہو کہ در صورت ایک کے انکار کرنے کے قاضی کسی درخواست کرنے پر اس منکر تقسیم کے واسطے جبر کیا جاتا ہے جیسے دار واحد و زمین واحد کی تقسیم تو ایسی تقسیم مین اگر ایک شریک نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر دونون حصون مین سے ایک حصہ استحقاق ثابت کرکے لے لیا گیا تو عمارت و درخت کی قیمت دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ یہ شخص مغرور یعنے فریب دیا گیا نہین ہوا ہے اسواسطے کہ ایسی تقسیم مین ہر شریک اپنی ملک کو دوسرے کی ملک سے بے لگاؤ کر لینے پر مضطر تھا تاکہ شریک کا ارتفاق اسکی

ملک سے منقطع ہوجاوے پس ایسی تقسیم میں ہر واحد اعتبار حق کی غرض سے ایسی تقسیم پر مضطر کیا گیا ہے اور مضطر کیطرف
سے غرور نہیں متحقق ہوتا ہے بلکہ مختار کی طرف سے متحقق ہوتا ہے اور اگر ایسی تقسیم ہو کہ جس میں درصورت انکار کے منکر پر جبر
کیا جاوے جیسے اجناس مختلفہ کی تقسیم ہے تو ایسی تقسیم میں درصورت استحقاق متحقق ہونے کے عمارت کی قیمت دوسرے
سے واپس لیگا کیونکہ اعتبار حق کے واسطے اس تقسیم پر مضطر نہیں ہے کیونکہ اگر ہر جنس کو علیحدہ علیحدہ اسطرح تقسیم کر لیتا کہ اس
جنس سے جس طور سے نفع حاصل کرتا تھا وہ منفعت فوت نہو جاوے تو بھی اسکا اعتبار حق ہوجاتا اور یہ مبادلہ محضہ ہے
پس ہر واحد دوسرے کیطرف سے مغرور قرار پایا کیونکہ اسنے اسکے سلامت حصہ کی ضمان کر لی ہے اور اگر دو شریکوں نے
دار یا زمین کو برابر تقسیم کر لیا اور ہر واحد نے اپنے حصہ میں عمارت بنائی پھر دار مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو کوئی ایک
دوسرے سے عمارت کی قیمت نہیں لے سکتا ہے اور اگر دو دار یا دو قطعہ زمین ہوں اور ہر واحد نے ایک ایک
اپنے حق میں لے لیا پھر ایک نے اپنے دار میں عمارت بنائی پھر وہ استحقاق میں لے لیا گیا تو عمارت کی نصف قیمت
دوسرے سے واپس لیگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک
واپس نہیں لے سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بالاتفاق سب کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور
اگر دونوں نے دو باندیاں باہم تقسیم کریں پھر ایک نے اس باندی سے جسکو اسنے لیا ہے وطی کی اور باندی مذکورہ اس
سے بچہ جنی پھر وہ باندی استحقاق ثابت کر کے لے لیگئی اور شریک نے بچہ کی قیمت تاوان دیدی تو دوسرے شریک
سے بچہ کی نصف قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم کا قول ہے اسواسطے کہ امام کے نزدیک رقیق میں تقسیم اضطراری و
جبری جاری نہیں ہوتی ہے پس یہ معاوضہ باہمی اختیاری ہوگا اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک قسمت اضطراری
رقیق میں جاری ہوتی ہے پس غرور متحقق نہوگا تو دوسرے شریک سے بچہ کی قیمت میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور جو
باندی اسکے شریک کے پاس رہی ہے اس میں سے نصف لے لیگا یہ مبسوط میں ہے اگر ایک دار اور زمین خالی از زراعت
دو وارثوں میں مشترک ہوا اور بغیر حکم قاضی انھوں نے اسکو بانٹ لیا اور ایک نے اپنے حصہ میں کوئی عمارت بنائی پھر
وہ حصہ استحقاق میں لے لیا گیا اور عمارت توڑدی گئی تو تقسیم رد کیجاویگی اور اپنے شریک سے عمارت کی قیمت میں
کچھ نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی کتاب القسمۃ کے بعضے نسخوں میں مذکور ہے اور یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب انھوں
دار کو علیحدہ تقسیم کیا ہو اور زمین کو علیحدہ بانٹا ہو پس یہ ایسی تقسیم ہوگی کہ اسکے واسطے جبراً حکم ہوسکتا ہے اور بعضے نسخوں
میں یہ لکھا ہے کہ اپنے شریک سے عمارت کی نصف قیمت واپس لے سکتا ہے اور یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ دونوں نے
اسطرح تقسیم کیا ہو کہ ایک نے دار لے لیا ہو اور دوسرے نے زمین لے لی ہو پس یہ ایسی قسمت ہوگی کہ حکم اسکا موجب
نہیں ہوسکتا ہے اگر چند دار چند لوگوں میں مشترک ہوں جسکو قاضی نے بطور قسمت الجمع کے شریکوں میں اسطرح
تقسیم کیا کہ ہر شریک کا حصہ ایک دار میں جمع کر دیا اور سب کو اسپر بجبر آمادہ کیا پھر ایک نے اپنے حصہ کے دار
میں کوئی عمارت بنائی پھر یہ دار استحقاق میں لے لیا گیا اور اسکی عمارت توڑ دی گئی تو یہ شریک اپنے ساتھی
شریکوں سے عمارت کی قیمت نہیں لے سکتا ہے سو صاحبین رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اسوجہ سے نہیں لے
سکتا ہے کہ ہرگاہ قاضی کی رائے میں اسطرح تقسیم کرنا بہتر معلوم ہوا تو ایسی تقسیم انکے نزدیک جبراً واجب ہوسکتی ہے اور
امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک اسوجہ سے نہیں لے سکتا ہے کہ ہرگاہ قاضی نے اسکو بطور قسمت الجمع تقسیم کیا تو اسنے

ایک صورت مجتہد فیہا مین حکم دیا (پس اُسکا حکم نافذ ہوجائیگا) پس اِس صورت مین بالاتفاق یہ دار ہاے مختلفہ ایک ہی دار کے حکم مین ہوگئے ہین یہ محیط مین ہے۔ ایک دار دو آدمیون مین مشترک تھا پس ایک شخص نے آکر ایک شریک حاضر سے کہا کہ مجھے تیرے شریک نے اسواسطے وکیل کیا ہے کہ مین تیرے ساتھ اُسکا حصہ بانٹ کرون پس اُسنے نہ اُسکی تصدیق کی اور نہ تکذیب کی مگر حصہ بانٹ کر دیا پھر شریک حاضر نے اپنے حصہ مین عمارت بنائی پھر غائب آیا اور اُسنے اُسکے وکیل کرنے سے انکار کیا تو عمارت بنانے والا عمارت کی قیمت اُس وکیل سے لیگا کذا فی خزانۃ المفتین۔

دسوان باب۔ ایسی تقسیم کے بیان مین جسمین کسیقدر حصہ پر استحقاق ثابت کیا گیا۔ اگر دو شریکون نے ایک دار مشترک باہم اِس طرح تقسیم کر لیا کہ ایک نے اُسکا تہائی لیا اور دوسرے نے دو تہائی لیا مگر قیمت مین یہ دونون حصے برابر ہین پھر اسمین کسیقدر ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تین حال سے خالی نہین یا تو دونون حصون مین سے کوئی جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے کسی ایک کے حصہ مین سے جزو شائع کا استحقاق ثابت ہوگا یا دونون مین سے ایک حصہ مین سے کسی جزو معین کا استحقاق ثابت ہوگا پس اگر ہر دو حصون مین سے جزو شائع کا استحقاق ہو تو تقسیم مذکور ٹوٹ جائیگی اور اگر ایک حصہ مین سے کسی بیت معین پر استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم جائز رہیگی اور اگر دونون حصہ دارون مین سے ایک حصہ دار کے تمام مقبوضہ مین سے نصف کا استحقاق ثابت کیا گیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی لیکن جسکے حصہ مین استحقاق ثابت کیا گیا ہے اُسکو اختیار حاصل ہوگا چاہے دوسرے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لے یا چاہے تو تقسیم توڑ دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور یہی امام محمد سے مروی ہے۔ اور اگر اُس حصہ دار نے جسکے قبضہ مین تہائی ہے اپنے مقبوضہ کا آدھا فروخت کر دیا پھر باقی استحقاق مین لیا گیا تو دوسرے شریک کے مقبوضہ مین سے چوتھائی لے لیگا کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے تقسیم باطل نہوگی مگر خیار حاصل ہوگا اور چونکہ تقسیم توڑنا اور واپس کرنا اِس صورت مین متعذر ہے اسوجہ سے اپنے شریک کے مقبوضہ کا چوتھائی لے لیگا کیونکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہے وہ اُسکی نصف ملک ہے اور نصف اُسکا عوض ہے جو اُسنے اپنے شریک کے پاس چھوڑا ہے اور جبکہ یہ عوض اُسکے پاس مسلم نہ رہا تو جو کچھ اُسنے شریک پاس چھوڑا ہے واپس لیگا اور اُسکی بیع جائز رہیگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ فروخت کیا ہے اُسکی قیمت تاوان دیگا اور وہ قیمت اُس حصہ کے ساتھ جو اُسکے شریک کے قبضہ مین ہے ملا کر دونون مین نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اسیطرح سو جریب زمین دو آدمیون مین برابر مشترک ہے پھر دونون نے اُسکو اِس قرارداد سے تقسیم کر لیا کہ ایک نے اپنے حق کے عوض دس جریب زمین جسکی قیمت ہزار درم ہے لے لی اور دوسرے نے نوّے جریب جسکی قیمت ہزار درم ہے لے لی پھر ہر ایک نے وہ حصہ جو اُسکو ملا تھا اُسکی قیمت سے کم یا زیادہ کو فروخت کیا پھر دس جریب مین سے ایک جریب استحقاق مین لے لیگئی پھر باقی کو مشتری نے اپنے بائع کو واپس کر دیا تو بقیاس قول امام اعظم رح یہ حکم ہے کہ نوّے جریب والے حصہ دار سے ایک جریب کے پچاس درم واپس لیگا اور بقول امام ابو یوسف رح نو جریب باقی دونون مین نصفا نصف ہوگی اور نوّے جریب والا ایک جریب کے پانچ سو درم دوسرے کو تاوان دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر سو بکریان دو آدمیون مین برابر مشترک ہون اُنہ

دونون نے اس طرح تقسیم کر لیا کہ ایک نے چالیس بکریان جنکی قیمت پانچ سو درم ہوئے لین اور دوسرے نے
ساٹھ بکریان جنکی قیمت پانچ سو درم ہو لے لین پھر چالیس مین سے ایک بکری جسکی قیمت دس درم ہو استحقاقاً
مین لے لیگئی تو بالاتفاق یہ حکم ہو کہ ساٹھ بکریون والے سے پانچ درم واپس لیگا اور بالاتفاق تقسیم جائز ہوگی اور
جسکے حصہ مین استحقاق ثابت ہوا ہو اُسکو خیار حاصل نہوگا کذا فی المبسوط

گیارھوان باب تقسیم مین غلطی واقع ہونے کے دعوے کے بیان مین

دو حصہ دارون مین سے ایک نے تقسیم مین از راہ قیمت غلطی واقع ہونے کا دعوی کیا مثلاً تقسیم مین غبن واقع ہونے کا دعوی کیا پس اگر یہ غبن یسیر ہو یعنی کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کو بھی اندازہ کرتا ہو تو اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی اور نہ اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر غبن فاحش ہو یعنی کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کم قیمت کو اندازہ نکرتا ہو پس اگر تقسیم بحکم قضا ہو نہ بتراضی۔ تو بالاتفاق اسکے گواہ مسموع ہونگے اور اگر بتراضی ہو نہ بقضاء قاضی تو کتاب مین اسکا حکم مذکور نہین ہو اور فقیہ ابوجعفر رحمہ سے منقول ہو کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ اسکے گواہون کی سماعت ہوگی تو اسکی ایک وجہ معقول ہو اور اگر یہ کہا جاوے کہ سماعت ہوگی تو اسکی بھی ایک وجہ معقول ہو کذا فی الصغری اور یہی صحیح ہو اور اسی پر فتوی ہو کذا فی الغیاثیہ اور امام فضلی رحمہ سے منقول ہو کہ اُسکے گواہون کی سماعت ہوگی جیسا کہ قضاء قاضی سے مقاسمہ ہونے کی صورت مین حکم ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی شرح المختصر اور امام اسبیجابی نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا کہ یہ سب اس صورت مین ہو کہ مدعی نے استیفاء حق کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر استیفاء حق کا اقرار کر لیا ہو تو پھر غلطیاً غبن کا دعوی اُسکی طرف سے صحیح نہوگا لیکن اگر غصب کا دعوی کرے تو البتہ اُسکے دعوے کی سماعت ہوگی یہ فتاوے صغری مین ہو۔ اگر دو حصہ دارون مین سے ایک نے غلطی کا دعوی اسطرح کیا کہ اُس سے مدعی غصب نہین ہوتا ہو مگر تقسیم سے مقدار واجب حاصل ہونے مین غلطی واقع ہونے کا دعوے کیا مثلاً سو بکریان دو شخصون مین مساوی مشترک تھین اور دونون نے تقسیم کر لین پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو نے غلطی سے پچپن بکریون پر قبضہ کر لیا ہو اور مین نے فقط پینتالیس بکریون پر قبضہ کیا ہو اور دوسرے نے جواب دیا کہ مین نے قبضہ مین کچھ غلطی نہین کی بلکہ ہمنے اسیطور سے تقسیم کیا تھا کہ مجھے پچپن بکریان ملین اور تجھے پینتالیس ملین اور دونون مین سے کسی کے گواہ قائم نہوئے تو پھر دونون مین تحالف واجب ہوگا اسواسطے کہ تقسیم عقد بیع کے معنی مین ہو اور بیع مین جب مقدار معقود علیہ مین اسطرح اختلاف ہوا ہو تو معقود علیہ کے بعینہ قائم ہونے کی صورت مین دونون سے باہم قسم لیجاتی ہی اسیطرح قسم مین مقسوم کے بعینہ قائم ہونے کی صورت مین دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ پہلے دونون سے استیفاء حق کا اقرار نہ پایا گیا ہو اور اگر پہلے استیفاء حق کا اقرار صادر ہو چکا ہو تو دعوے غلط مسموع نہوگا الا از راہ غصب مسموع ہو سکتا ہو اور اگر یون کہا کہ ہمنے برابر تقسیم کیا اور اپنا اپنا حصہ لے لیا پھر تو نے میرے حصہ مین سے غلطی سے پانچ بکریان لے لین اور دوسرے نے کہا کہ مین نے تیرے حصہ مین سے غلطی سے کچھ نہین لیا ہو بلکہ ہم نے تقسیم اس طرح کی تھی کہ مجھے پچپن بکریان ملین اور تجھے پینتالیس اور دونون مین سے کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو دونون سے باہم قسم نلیجائیگی بلکہ جو شخص اپنے حق مین غلطی کا مدعی ہو اُسیکا قول قبول ہوگا۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ایک قوم نے ایک زمین یا دار باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر ایک نے غلطی کا دعوی کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ نے فرمایا ہو کہ

کہ تقسیم کا اعادہ اسوقت تک نکیا جائیگا کہ اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے اور جب اُسنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے
تو تقسیم دوہرائی جاویگی تاکہ ہر ذی حق اپنا حق بھرپاوے اور واجب یہ تھا کہ تقسیم کا اعادہ نہ کیا جاتا اسواسطے کہ یہ بعینہ
مسئلہ ایسا ہی ہے کہ ہر واحد نے اپنے حق پر قبضہ کر لیا اور بعد قبضہ کے غلط کا دعوے کرنا دعوی غصب ہے اور دعوے غصب
مین مدعی کے نام اُس چیز کی ڈگری کیجاتی ہے جسکی بابت گواہ قائم ہوئے ہین اور تقسیم دوہرائی نہین جاتی ہے اور اس
اشکال کا جواب یہ ہے کہ امام محمد رح نے فقط یہ بیان کیا ہے کہ دعوے غلط کے گواہ قائم ہونے پر تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا
اور دعوی کی کچھ کیفیت بیان نہین فرمائی پس احتمال ہے کہ اُسکا دعوی ایسا ہو جس کے گواہ قائم ہونے پر تقسیم کا اعادہ واجب
ہو اور اسکا بیان یہ ہے کہ مدعی غلط نے دوسرے سے کہا کہ ہم نے دار کو باہم برابر تقسیم کیا تھا کہ ہزار گز مجھے ملے اور ہزار
گز تجھے ملے پھر تو نے سو گز میرے حصہ مین سے کسی خاص جگہ سے غلطی سے لے لیا اور دوسرا کہتا ہے کہ نہین بلکہ
تقسیم اس قرارداد سے تھی کہ مجھے ایک ہزار ایک سو گز ملے اور تجھے نو سو گز ملے اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ تقسیم
برابر برابر واقع ہوئی اور یہ گواہی نہ دی کہ مدعا علیہ نے مدعی کے حصہ مین سے خاص جگہ سے سو گز لے لیا ہے تو
گواہوں سے یہ ثابت ہوا کہ تقسیم برابر واقع ہوئی ہے مگر ایک کے قبضہ مین زیادتی موجود ہے اور یہ ثابت نہوا کہ یہ معین
سے حق مدعی کس جانب سے ہے پس تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا تاکہ مساوات ہو جاوے اور ایسی گواہی مسموع ہوگی
اگرچہ گواہوں نے غصب واقع ہونے کی گواہی نہین دی ہے اسواسطے کہ اس صورت مین مدعی غلط نے دو
باتوں کا دعوے کیا ایک تو برابر برابر تقسیم ہونے کا اور دوسری سو گز غصب واقع ہونے کا اور گواہوں نے
ایک بات کی گواہی دی یعنے تقسیم برابر برابر واقع ہوئی ہے اور اگر مدعی کے پاس اپنے دعوے کے گواہ نہون تو جسکی
طرف سے غلطی سے زیادہ پہونچنے کا دعوے کیا ہے یعنے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی اور دونوں سے باہمی قسم نہ
لیجائیگی پس اگر مدعا علیہ نے قسم کھالی تو غلطی ثابت نہوگی اور تقسیم بحالہ باقی رہیگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو غلطی ثابت
ہو جائیگی پس تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا جیسا کہ گواہ قائم کرنے کی صورت مین گذرا ہے اسیطرح بکری و گاے و اونٹ و کپڑے
یا کسی کیلی و وزنی چیز مین جو تقسیم واقع ہو اور بعد تقسیم و قبضہ کے کوئی حصہ دار غلطی واقع ہونے کا دعوی کرے تو انمین
بھی یون ہی حکم ہے اور ان تمام مسائل اور مسئلہ دار مین یکسان حکم ہونے سے یہ مراد نہین ہے کہ تمام باتوں مین یکسان
حکم ہے بلکہ فقط بعض باتوں مین یکسان حکم مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ مجرد دعوے کرنے سے تقسیم کا اعادہ نہ کیا جائیگا آیا تو نہین
دیکھتا ہے کہ کیلی و وزنی چیزون مین اگر مدعی غلط نے اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہین کیا جاتا ہے
بلکہ باقی دونوں مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم کیجاتی ہے اور گاے و بکری و کپڑون مین اور ان چیزون مین
جنمین تفاوت ہوتا ہے تقسیم کا اعادہ واجب ہے جیسا کہ مسئلہ دار مین بیان ہوا ہے (پس تمام باتوں مین یکسان ہونا کیونکر
مراد ہو سکتا ہے) اور اگر زید و عمرو نے دو دار باہم اس طرح تقسیم کر لیے کہ زید نے ایک دار لیا اور عمرو نے دوسرا دار لیا پھر مثلاً
زید نے غلطی کا دعوی کیا اور گواہ لایا کہ اسقدر گز اُس دار مین سے جو عمرو کے قبضہ مین ہے تقسیم مین میرے حصہ پر زیادتی
کی راہ سے مجھے چاہیے ہین تو اس صورت مین مدعی کے نام اسقدر گزون کی ڈگری ہو جائیگی اور تقسیم کا اعادہ
نہ کیا جائیگا اور یہ مثل دار واحد کے نہین ہے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رح کا قول ہے اور بقیاس قول
امام اعظم رح کے دعوی فاسد ہے خواہ یہ دعوی ایک دار مین ہو یا دو دارون مین ہو اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین

کہ دونون حصہ دارون مین سے ایک مثلاً زید نے یہ دعوی کیا کہ تقسیم مین عمرو نے یہ شرط کرلی تھی کہ اپنے حصہ مین
سے اسقدر گز تجھے دونگا اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک تقسیم فاسد ہونے کی وجہ یہ ہو کہ عمرو نے جب اپنے
حصہ مین سے اسقدر گز زیادہ دینا شرط کیا تو زید کے ہاتھ اسکا فروخت کرنے والا ہوا اور دار مین سے چند گز دن کی بیع امام
اعظم رح کے نزدیک جائز نہین ہو پس مثل اُسکے تقسیم مین بھی جائز نہین ہو اور جب دعوے کا فاسد ہونا ثابت ہوا
تو تقسیم کا اعادہ واجب ہوگا کہ فساد دفع ہو اور صاحبین رح کے نزدیک دار مین سے چند گزون کی بیع جائز ہو پس
تقسیم بھی جائز ہوگی پھر واضح ہو کہ صاحبین نے دار واحد و دارین مین فرق کیا ہو اور فرمایا کہ دو دار ہون تو تقسیم کا
اعادہ نہ کیا جائیگا اور اگر ایک دار ہو تو تقسیم کا اعادہ کیا جائیگا حالانکہ واجب تھا کہ دار واحد مین بھی تقسیم
کا اعادہ نہ کیا جاوے بلکہ مدعی کے نام حصہ مدعا علیہ سے اسقدر گزون کی ڈگری کر دیجاوے جیسا کہ دو
دار کی صورت مین حکم ہو کیونکہ اعادہ تقسیم اسوجہ سے ہوتا ہو کہ مدعی کا حصہ متفرق ہو کر اسپر ضرر عائد نہو اور یہان
کوئی وجہ پائی نہین جاتی ہو کیونکہ مدعی نے دس گز معین کا دعوی کیا ہو پس اگر اُسکے نام اُنکی ڈگری ہو جاوے
تو اُسپر کچھ ضرر عائد نہوگا کیونکہ اصل تقسیم مین وہ یون ہی ان گزون کا مستحق ہوا ہو اور اگر اُسنے دس گز شائع کا دعوی کیا
تو بھی یہی بات ہو کیونکہ جب اُسنے شریک کے حصہ مین سے دس گز شائع اپنے واسطے شرط کر لیے باوجودیکہ جانتا
ہو کہ شریک جب ان گزون کو جو شائع ہین مجھے تقسیم کرکے دیگا تو ہو سکتا ہو کہ میرا حصہ متفرق ہو جاوے تو وہ اپنے حصہ
کے متفرق ہونے پر راضی ہو گیا ہو پس دار واحد مین جو تقسیم کا اعادہ واجب کیا ہو اسکی وجہ یہی ہو کہ مسئلہ صورت
پر محمول ہو کہ مدعی نے یون دعوی کیا کہ شریک نے میرے واسطے اپنے حصہ مین سے دس گز کی شرط کی ہوا اور مین
نہین جانتا ہون کہ کیونکر شرط کی آیا دس گز معین میرے حصہ سے متصل شرط کیے ہین یا دس گز شائع شرط کیے ہین
جو شریک کے تمام حصہ مین سے ہو سکتے ہین اور گواہون نے بھی مطلقاً دس گز مشروط ہونے کی گواہی
دی پس جب یہ حالت ٹھہری تو مدعی کیطرف سے حصہ متفرق ہونے کی رضامندی ثابت نہوئی کیونکہ برتقدیریکہ دس
گز معین اُسکے حصہ سے متصل مشروط ہون تو تفرق پر راضی نہوگا اور برتقدیریکہ دس گز شائع مشروط ہون تو
تفرق پر راضی ٹھہریگا پس جب قاضی کو یہ معلوم نہوا کہ شرط کیونکر ٹھہری تھی تو بنا بر قضا اسی پر کریگا جو ہر دار واحد مین
سے ہر ایک از روے تقسیم مستحق تھا اور وہ یہ ہو کہ ہر ایک کا حصہ ایک ہی جگہ مجتمع ہو وے بخلاف دو دار کے
کہ دو دار مین اگرچہ ہم مسئلہ کو اس صورت پر بھی محمول کرین کہ مدعی نے اپنے دعوے مین کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ میرے
واسطے اسنے دس گز کیونکر شرط کر دیے تھے تو بھی تقسیم کا اعادہ نہوگا کیونکہ اعادہ تقسیم سے حصہ متفرق ہونے کا ضرر
جو مدعی کو لاحق ہوتا ہو زائل نہوگا ہر چند کہ اُسنے یہ دس گز معین اپنے واسطے کسی خاص جگہ سے شرط کر لیے ہون
کیونکہ بشتر ایسا ہو سکتا ہو کہ اعادہ تقسیم مین یہ دس گز دار مدعی کے متصل نہ واقع ہون پس اعادہ تقسیم مفید نہ ٹھہرا یہ محیط
مین ہو۔ اگر دو آدمیون نے دس کپڑے باہم تقسیم کیے ایک نے چار کپڑے لیے اور دوسرے نے چھ کپڑے لے لیے
پس چار لینے والے نے چھ مین سے ایک خاص کپڑے کا یون دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم مین ملا تھا اور اسکے گواہ قائم
کر دیے تو اُسکے نام ڈگری ہو جائیگی خواہ مدعی نے اس زیادت پر قبضہ ہو جانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر گواہ قائم
نہوسکے تو کتاب مین مذکور ہو کہ چھ والے سے قسم لیجائیگی اور تحالف یعنی دو طرفی قسم واجب نہوگی اور یہ اُس صورت پر

محمول ہے کہ جب مدعی نے جس کپڑے کا دعوی کیا ہے اُسکے قبضہ کا اقرار کیا ہو پھر دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے غلطی سے لیا ہے پس دوسرے پر غصب کا دعوی کرنے والا اقرار دیا جائیگا اور ایسی صورت میں دو طرفی قسم عائد نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر چار والے نے چھ میں سے کسی خاص کپڑے کا اس طرح دعوی کیا کہ یہ مجھے تقسیم میں ملا تھا اور دوسرے نے گواہ دیے کہ مجھے تقسیم میں ملا تھا تو چار والے کے گواہوں پر حکم ہوگا کیونکہ وہی مدعی غیر قابض ہے اور فرمایا کہ تقسیم واقع ہونے پر گواہ کر لینا دوسرے پر زیادتی کا دعوے کرنے سے مانع نہیں ہے بخلاف اسکے اگر استیفاء حق کے گواہ کر لیے ہوں تو یہ دعوی نہیں کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر حصہ داروں نے باہم اختلاف کیا اور دو بٹوارہ کرنے والوں نے گواہی دی تو انکی گواہی قبول ہوگی اور شیخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو مذکور ہوا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہے اور خصاف رحمہ نے امام محمد کو بھی دونوں اماموں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور بٹوارہ کرنے والے خواہ قاضی کیطرف سے ہوں یا دوسرے ہوں دونوں یکساں ہیں اور طحاوی نے فرمایا کہ اگر بانٹنے والوں نے باجرت تقسیم کیا ہو تو بالاجماع انکی گواہی مقبول نہوگی اور اسی طرف بعض مشائخ نے میل کیا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور بٹوارہ کرنے والوں کی گواہی مقبول ہے خواہ اُنھوں نے باجرت بانٹا ہو یا بلا اجرت اور یہی صحیح ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور اگر ایک قاسم نے گواہی دی تو مقبول نہوگی کیونکہ ایک شخص کی گواہی غیر پر مقبول نہیں ہوتی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر قاضی کیطرف سے بٹوارہ کرنے والے نے غیر کے ساتھ ہو کر تقسیم پر گواہی دی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقبول ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک بٹوارہ کرنے والے نے ایک دار دو آدمیوں میں تقسیم کیا اور غلطی سے ایک کو دوسرے سے زیادہ دیا اور ایک نے اپنے حصہ میں عمارت بنائی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ از سر نو تقسیم کریں اور جس کی عمارت دوسرے کے حصہ میں واقع ہو وہ اپنی عمارت توڑ لے اور قاسم سے عمارت کی قیمت نہیں لے سکتے ہیں ولیکن جو اجرت اسنے لی ہے اُسکو واپس لے سکتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہے دو آدمیوں نے چند کھیت تقسیم کیے پس ایک کے حصہ میں دو کھیت آئے اور دوسرے کے حصے میں چار آئے پھر دو کھیت والے نے دوسرے کے چار کھیتوں میں سے ایک کھیت معین کا اس طرح دعوے کیا کہ یہ میری تقسیم میں آیا تھا اور اسکے گواہ قائم کر دیے تو اُسکے نام ڈگری کیجائیگی اور یہی حکم کپڑوں کی صورت میں ہے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہوں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جسکے قبضہ میں ہے اُس سے قسم لے اور اگر ہر ایک نے اس امر کے گواہ قائم کر دیے کہ یہ میرے حصہ میں آیا تھا تو غیر قابض مدعی کے نام ڈگری ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں نے حد میں اختلاف کیا مثلاً دونوں حصوں کے بیچ میں حد حائل تھی پس دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ یہ میرے حصہ کی ہے دوسرے کی سمت داخل ہوگئی ہے اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک کے نام اُس حد کی جو دوسرے کے قبضہ میں ہے ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہ قائم نہوسکے تو دونوں سے باہم قسم لیجائیگی اور جو جسکے قبضہ میں ہے اُسی کے قبضہ میں رکھا جائیگا اور موضع حد دونوں میں مشترک رہیگا اور اگر باہم قسم کے بعد دونوں میں سے کسی نے تقسیم کا ارادہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر دونوں میں سے کسی نے نقض قسمت کی درخواست کی تو تقسیم توڑ دیجائیگی اور بغیر حکم قاضی فسخ نہوگی جیسا کہ بیع میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے منتقی میں ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ایک دار دو شخصوں میں مشترک ہے اُسکو قاضی نے دونوں میں بانٹ دیا پھر ایک حصہ دار نے

دوسرے سے کہا کہ جو حصہ میرے پاس ہے وہ تجھے پہونچا تھا اور جو تیرے پاس ہے وہ میرا ہے اور دوسرے نے کہا
کہ نہین بلکہ جو مجھے پہونچا تھا وہی میرے پاس ہے تو فرمایا کہ جو جسکے پاس ہے وہ اُسکا ہوگا اور کسی کے قول کی دوسرے
پر تصدیق نہ کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک دار اور دو فرزند چھوڑے انھون نے دار مذکور
کو باہم تقسیم کرلیا اور ہر ایک نے آدھا لیا اور تقسیم ہونے اور قبضہ اور پورا حق پانے کے گواہ کرلیے پھر دونون
مین سے ایک نے دوسرے کے قبضہ کے ایک بیت کا دعوی کیا تو اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی الا یہ کہ مدعا علیہ
اسکا اقرار کرلے اور اسوجہ سے تصدیق نہ کیجائیگی کہ اُسنے اس امر کے گواہ کرلیے ہین کہ مین نے پورا حق بھر پایا ہے
پھر اسکے بعد جو کچھ اسنے دوسرے کے مقبوضہ مین دعوے کیا ہے اس دعوے مین متناقض ہے پس اس دعوی کے اُسکے
گواہ مقبول نہونگے لیکن اگر اُسکے مدعا علیہ نے اقرار کرلیا تو یہ اقرار اُسکا ملزم ہوگا اور متناقض کا خصم اگر اُسکے دعوی کا اقرار
کرے تو استحقاق ثابت ہوجاتا ہے اور اگر پیشتر اُسنے اپنے حق بھرپانے پر گواہ نکئے ہون اور نہ اُسکی طرف سے تقسیم کا
اقرار سنا گیا ہو تو جبکہ اُسنے کہا کہ ہمنے یہ دار تقسیم کیا اور میرے حصہ مین یہ طرف اور وہ بیت جو میرے شریک کے
قبضہ مین ہے آیا اور شریک نے کہا کہ نہین بلکہ یہ بیت اور جو کچھ میرے قبضہ مین ہے سب میرے حصہ مین آیا تھا تو مین
مدعی سے دریافت کرونگا کہ آیا یہ بیت تقسیم سے پہلے تیرے شریک کے قبضہ مین تھا کہ اُسنے بعد تقسیم کے تجھے نہ دیا یا
بعد تقسیم کے تیرے قبضہ سے غصب کرلیا ہے پس اگر اُسنے کہا کہ بعد تقسیم کے میرے قبضہ مین تھا پھر اُسنے مجھ سے غصب کرلیا
یا مین نے اُسکو عاریت دیا یا اجارہ دیدیا تھا تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور اگر اُسنے کہا کہ تقسیم کے بعد میرے شریک کے
قبضہ مین تھا پھر اُسنے مجھے سپرد نہ کیا تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم رد کرینگے اور اگر پیمایش گزون مین غلطی واقع
ہونے کا دعوے کیا اور کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تیرے پاس ایک ہزار ایکسو گز
ہوگئے اور میرے پاس نوسو گز رہے اور دوسرے نے کہا کہ مجھے ہزار گز پہونچے تھے اور تجھے ہزار گز پہونچے تھے
اور مین نے اپنے ہزار گز پر قبضہ کیا کچھ بڑھایا نہین ہے تو قسم کے ساتھ مدعا علیہ کا قول قبول ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے
ایکہزار ایکسو گز پہونچے تھے اور تجھے ایک ہزار ایک سو گز پہونچے تھے اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ مجھے ہزار گز اور
تجھے ہزار گز پہونچے تھے پھر تو نے ایک ہزار ایکسو گز پر قبضہ کرلیا اور مین نے نوسو گز پر قبضہ کیا تو دونون باہم ایک
دوسرے کے دعوی پر قسم کھاوین اور تقسیم کو رد کرین۔ اور اگر کہا ہو کہ مین نے اپنے حصے کے گزون پر پورے قبضہ
کیا تھا پھر تو نے سو گز غصب کرلیے ہین تو مین تقسیم کو نہ توڑونگا اور جسکی طرف زیادتی کا دعوے کیا جاتا ہے اُس سے
قسم لونگا۔ اور اگر دو شریکون نے سو بکریان تقسیم کین پس ایک کے قبضہ مین ساٹھ بکریان آئین اور دوسرے کے
قبضہ مین چالیس آئین پھر چالیس والے نے کہا کہ ہم دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین پچاس پچاس بکریان
پڑی تھین اور ہمنے باہم قبضہ بھی کرلیا تھا پھر تو نے مجھ سے دس بکریان مین غصب کرکے اپنی بکریون مین ملادین اب وہ
پہچان نہین پڑتی ہین اور دوسرے نے غصب سے انکار کیا اور کہا کہ نہین بلکہ مجھے ساٹھ ہی پڑی تھین اور تجھے
چالیس تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر اول نے کہا کہ مجھے پچاس پہونچی تھین مگر تو نے مجھے چالیس
بکریان دین اور دس تیرے پاس رہگئین تو نے مجھے نہین دی ہین اور دوسرے نے کہا کہ مجھے ساٹھ پہونچی تھین
اور تجھے چالیس تو دونون باہم قسم کھاوینگے اور تقسیم کو رد کرینگے۔ اور اگر مدعی نے قبل اسکے اپنا حق بھرپانے پر

گواہ کر لیے ہون تو ساٹھ بکریون والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر قسم عائد نہو گی اور اگر بعد قبضہ ہو جانے کے غصب کا دعوے کیا تو منکر سے قسم لیجائیگی اور اگر مدعی نے اپنا حق بھر پانے پر گواہ نہ کر لیے ہون پس چالیس والے نے دعوے کیا کہ میرے باپ کی سنو بکریان تھین پس پچاس مجھے پہونچین اور پچاس تجھے پہونچین اور ہمنے باہم قبضہ کر لیا پھر تو نے مجھسے دس بکریان غصب کر لین اور وہ یہ ہین اور ساٹھ والے نے کہا کہ نہین بلکہ باپ کی بکریان ایک سو بیس عدد تھین پس ساٹھ مجھے پہونچین اور ساٹھ تجھے پہونچین اور ہمنے باہم قبضہ کر لیا اور مین نے تجھسے کچھ غصب نہین کیا پس یہ قول اس بات کا اقرار ہے کہ دس بکریان فاضل ہین جنمین تقسیم جاری نہین ہوئی ہے پس اگر اُسنے بعینہٖ ان دس بکریون کے واسطے قسم کھالی تو دس بکریان واپس دیگا تاکہ دونون مین تقسیم کر دیجاوین۔ اور اگر مدعا علیہ نے سو سے زیادہ ہونے کا اقرار نہ کیا بلکہ کہا کہ باپ کی بکریان سو عدد تھین جسمین سے ساٹھ مجھے پہونچین اور چالیس تجھے پہونچین تو اُسکا قول قبول ہوگا مگر اسکے ساتھ اُس سے ان دس بکریون پر جنکی نسبت مدعی نے بڑھتی ہونے کا دعوی کیا ہے قسم لیجائیگی اسوجہ سے کہ شریک نے اُسکو سو کے حصہ سے بری کیا ہے مگر حصہ مذکورہ پر جو زیادتی اسکے پاس ہے اس سے بری نہین کیا ہے پس اگر بعینہا قائم ہون تو اُنکو دونون برابر تقسیم کر لینگے ورنہ تقسیم فاسد ہو جائیگی پس اسکی شکل یہ نکلیگی کہ ساٹھ اور چالیس دونون واپس کر کے پھر دونون مین از سر نو تقسیم ہون کیونکہ تقسیم اولی فاسد تھی کذا فی المبسوط

بارھوان باب مہایاۃ کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ مہایاۃ تقسیم منافع کو کہتے ہین اور یہ مہایاۃ اُن اعیان مشترکہ مین جنمین باوجود بقاے عین کے انتفاع ممکن ہو جائز ہے اور جب بعض شرکاء نے اسکی درخواست کی اور دوسرے کسی نے اعیان کی تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو واجب ہو جاتی ہے اور تقسیم مہایاۃ کبھی بزمان ہوتی ہے اور کبھی بمکان ہوتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر دونون شریکون مین سے ایک نے مہایاۃ کی درخواست کی اور دوسرے نے تقسیم عین کی درخواست کی تو قاضی تقسیم کر دیگا یہ کافی مین ہے۔ علماء نے مہایاۃ کی کیفیت جواز مین گفتگو کی ہے بعضون نے فرمایا کہ اگر جنس واحد کی اعیان متفاوتہ جنمین خفیف تفاوت ہے جیسے کپڑے و اراضی وغیرہ مین مہایاۃ جاری ہو تو ایک وجہ سے افراز ہوگا اور ایک وجہ سے مبادلہ ہوگا حتے کہ دونون شریکون مین سے ایک اکیلا مہایاۃ نہین کر سکتا ہے اور اگر ایک نے اسکی درخواست کی اور دوسرے نے اصل مال یعنے عین کے تقسیم کی درخواست نہ کی تو وہ مہایاۃ پر مجبور کیا جائیگا اور اگر جنس مختلف جیسے دور و عبید وغیرہ مین مہایاۃ جاری ہوئی تو تمہین ہر طرح سے مبادلہ کا اعتبار کیا جائیگا حتے کہ بدون دونون کی رضامندی کے جائز نہو گا اور یہی اصح ہے کیونکہ عاریت تو وہ ہوتی ہے جو بغیر عوض ہو اور یہ بعوض ہے کیونکہ دونون مین سے ہر ایک اپنے حصہ کی منفعت دوسرے کی باری پر دوسرے کے پاس اس شرط سے چھوڑتا ہے کہ دوسرا اپنے حصہ کی منفعت اسکے پاس اسکی باری پر چھوڑ دے یہ ذخیرہ مین ہے اور دونون مین سے ایک کے مرنے سے مہایاۃ باطل نہین ہوتی ہے اور نہ دونون کے مرنے سے باطل ہوتی ہے اسواسطے کہ اگر باطل ہو جاوے تو حاکم اُسکو پھر دوبارہ لگا پھر توڑنے اور دوہرانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور دونون کو یہ اختیار ہے کہ جب ایک کی راے مین آوے یا دونون کی راے مین آوے تو عین کو تقسیم کر لین اور مہایاۃ باطل کر دین۔ اور امام محمد رحمہ نے باب المہایاۃ فی الحیوان مین ذکر فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک کو بعذر یا بلا عذر مہایاۃ توڑ دینے کا اختیار ہے اور شارح شیخ الاسلام خواہر زادہ نے شرح مین فرمایا کہ یہی ظاہر الروایۃ

ہو اور موافق اس ظاہر الروایۃ کے ایک کو بعذر یا بلا عذر مہایاۃ توڑنے کا بھی اختیار ہوگا کہ جب یہ مہایاۃ دونون
کی رضامندی سے ہوئی ہو اور اگر بحکم حاکم ہوئی ہو تو تاوقتیکہ دونون اسکے توڑنے پر اتفاق نکرین فقط ایک
نہین توڑ سکتا ہے اور جب مہایاۃ دونون کی رضامندی سے ہوئی پھر اسکو دونون نے توڑ دیا تو پھر یہ احتیاج
نہین ہے کہ اسکے مثل دوبارہ اعادہ کیجاوے بلکہ اس بٹوارہ سے زیادہ انصاف کے ساتھ بٹوارہ کی احتیاج ہے اور ایسا
بٹوارہ وہ ہے جو بقضاء قاضی ہو اور دونون شریکون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنی حویلی مین کوئی جدید
عمارت بنا دے یا توڑ دے یا کوئی دروازہ پھوڑے یہ ذخیرہ مین ہے ایک دار و تخصون مین مشترک ہے انہین
چند منزلین ہین پس باہم دونون نے اس طرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک شریک منزل معلوم مین یا بالا خانہ معین یا سفل
معلوم مین سکونت رکھے یا اسکو کرایہ پر دیدے تو یہ جائز ہے اور اگر مہایاۃ زمانہ کی راہ سے کی مثلاً یون مہایاۃ کی کہ ایک
شریک اس دار مین ایک سال تک رہے اور دوسرا بھی ایک سال تک رہے یا ایک سال تک یہ کرایہ پر دے
اور ایک سال تک وہ کرایہ پر دے پس سکونت کے واسطے باہمی رضامندی سے مہایاۃ زمانی جائز ہے مگر اسطرح سے
کہ ایک سال تک یہ کرایہ پر چلا دے اور ایک سال تک وہ کرایہ پر چلا دے اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور
شیخ امام معروف بخواہر زادہ نے فرمایا کہ ظاہر یہی ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ سال مین دونون کے کرایہ کا مال برابر ہو اور
اگر ایک کی باری مین کرایہ بڑھا تو بڑھتی مین دونون شریک ہونگے اور اسی پر فتوے ہے اسی طرح دو دار مین
سکونت و کرایہ پر چلانے کی مہایاۃ جائز ہے بایں طور کہ ایک اس دار مین رہے اور دوسرا اس دار مین رہے یا
ایک یہ دار کرایہ پر چلا دے اور دوسرا وہ دار کرایہ پر چلا دے پس اگر دونون نے باہمی رضامندی سے ایسا کیا
تو جائز ہے اور اگر ایک نے درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا تو امام کرخی رحمہ نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رحمہ
کے قول مین قاضی اسپر جبر نکریگا اور اگر دار واحد ہو تو جبر کریگا اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ اظہر یہ ہے کہ
قاضی جبر کریگا مگر فرق یہ ہے کہ دو دار ہونے کی صورت مین اگر ایک کے پاس بنسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ
آیا تو کوئی دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور دار واحد کی صورت مین اگر کرایہ پر مہایاۃ کر لی اور ایک
کی باری مین بنسبت دوسرے کے کرایہ زیادہ آیا تو زیادتی مین دونون شریک ہو جاوینگے اگر دو دار مین جو
دو شہرون مین واقع ہین مہایاۃ کی پس اگر اسکو باہمی رضامندی سے کیا تو جائز ہے اور (اور صورت کسی کے انکار
کے) قاضی جبر نکریگا یہ ظاہر الروایۃ ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ہر ایک نے اپنے قبضہ کا دار کرایہ پر دیدیا
پھر ایک نے چاہا کہ مہایاۃ کو توڑ کر رقبہ دار کو باہم تقسیم کر لے تو اسکو اختیار ہوگا اور یہ حکم اسوقت ہے کہ مدت اجارہ
گذر گئی ہو اور اگر مدت اجارہ نگذری ہو تو کرایہ پر دینے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ مہایاۃ کو توڑ دے اور یہ اسوجہ
سے ہے کہ مستاجر کا حق محفوظ رہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر غلام سے خدمت لینے مین مہایاۃ کی کہ یہ غلام
اس شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے اور وہ غلام دوسرے شریک کی ایک مہینہ تک خدمت کیا کرے
تو مہایاۃ جائز ہے اور یہ بخلاف ایک غلام کے اجارہ دینے کی مہایاۃ کے ہے کہ یون مہایاۃ کی کہ یہ شریک اس غلام احد
کو ایک مہینہ تک کرایہ پر دے اور اسکی اجرت کھاوے پھر دوسرا اسی کو ایک مہینے تک کرایہ پر دے اور اسکی اجرت
کھاوے کیونکہ یہ بلا خلاف نہین جائز ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر دونون نے دو غلامون مین دونون سے ایک سال

تک خدمت لینے پر مہایاۃ کی تو جائز ہے اور اگر دونون غلامون کی اجرت پر مہایاۃ کی تو امام اعظم رح کے نزدیک نہین جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ دونون کی باری مین کرایہ برابر آیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دو شخصون مین دو باندیان مشترک ہون اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ یہ باندی اسکے لڑکے کو دودھ پلاوے اور دوسری باندی دوسرے کے لڑکے کو دودھ پلائے تو جائز ہے کذا فی التبیین۔ دو شخصون نے اپنے درمیان مشترک گاے مین اسطرح مہایاۃ کی کہ یہ گاے ہر ایک کے پاس پندرہ روز تک رہے وہ اسکا دودھ دوہ لیا کرے تو یہ باطل ہے اور کسی کو بڑھتی دودھ حلال نہو گا اگرچہ اُسکا شریک اُسکو حلت مین کرے کیونکہ یہ ہبہ مشاع ہے ایسی چیز مین جو قابل التقسیم ہے الا اس صورت مین کہ بڑھتی والے نے بڑھتی دودھ کو تلف کردیا ہو پس جب دوسرا شریک اُسکو حلت مین کردیگا تو یہ امر ضمانت سے بری کردینا ہے پس جائز ہوگا اور جب تک مین زیادتی قائم ہے تب تک یہ امر ہبہ یا ابرار عین ہے اور یہ باطل ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر کوئی نخل و شجر دو شریکون مین مشترک ہوا اور دونون نے اسطرح مہایاۃ کی کہ ہر ایک اسکے پھلون مین سے کسی قدر لے لے تو جائز نہین ہے اسیطرح اگر بکریان دو آدمیون مین مشترک ہون اور دونون نے اتفاق کیا کہ ہر ایک کسیقدر بکریان لیکر اُنکو چارہ دے اور اُنکے دودھ سے نفع اُٹھاوے تو بھی جائز نہین ہے یہ کافی مین ہے اور پھلون یا پھلون کی مثل چیزون مین جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اپنے شریک کا حصہ خرید لے پھر اپنی باری گذر جانے پر کل کو فروخت کردے یا اپنی مقدار سے جو حصہ شریک ہے بطور قرض انتفاع حاصل کرے کیونکہ قرض مشاع جائز ہے یہ تبیین مین ہے اور دو چوپایہ و ایک چوپایہ مین از راہ سواری یا کرایہ پر چلانے کے دونون طرح امام اعظم رح کے نزدیک مہایاۃ جائز نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک دو چوپایون کی صورت مین مہایاۃ جائز ہے خواہ سواری لینے کی راہ سے ہو یا کرایہ پر چلانے کی راہ سے ہو مگر ایک چوپایہ ہونے کی صورت مین اگر کرایہ پر چلانے کی راہ سے مہایاۃ کی تو جائز نہین ہے اور اگر سواری مین مہایاۃ کی تو شیخ امام معروف بخواہرزادہ نے فرمایا کہ جائز نہونا چاہیے پس نہ سواری کی راہ سے اور نہ کرایہ پر چلانے کی راہ سے کسی طرح جائز نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر دونون نے دو مملوکون مین خدمت لینے پر مہایاۃ کی پھر ایک مرگیا یا بھاگ گیا تو مہایاۃ ٹوٹ جائیگی اور اگر اس غلام نے تین روز کم مہینہ بھر خدمت کی ہو تو دوسرا بھی اپنے غلام سے تین روز کم خدمت لیگا بخلاف اسکے اگر اُسنے مہینہ بھر سے تین روز زیادہ خدمت کردی ہو تو دوسرے کے واسطے اُسکے غلام کی تین روز خدمت زیادہ نہ کیجائیگی اور اگر ایک کا غلام پورا مہینہ بھاگا رہا اور دوسرے نے اپنے غلام سے پورا مہینہ خدمت لی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور نہ اجرت واجب ہوگی اور قیاس یہ تھا کہ نصف اجر المثل کا ضامن ہوتا۔ اور اگر ایک خادم اُس شخص کی خدمت سے جسکے واسطے مہایاۃ مین یہ خادم شرط کیا گیا ہے ہلاک ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اسیطرح اگر منزل اس شخص کی سکونت سے جسکے واسطے شرط کی گئی ہے منہدم ہوگئی تو بھی اُسپر ضمان واجب نہوگی اسیطرح اگر یہ منزل اس شخص کے آگ روشن کرنے سے جل گئی تو بھی اُسپر ضمان واجب نہوگی اسیطرح اگر اُسنے منزل مذکور مین وضو کیا اور کوئی شخص اسکے وضو کے پانی سے پھسل کر گرا یا اُسمین کوئی چیز رکھی اور اُس سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسنے اُسمین کوئی عمارت بنائی یا کنوان کھودا تو جسقدر اُسکے شریک کی ملک ہے اُتنے کا ضامن ہوگا کہتے کہ اگر شریک ایک تہائی کا مالک ہو تو تہائی کا ضامن ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ہر حال مین نصف کا ضامن ہوگا اور ہمارے

بعض صحاب نے فرمایا کہ عمارت بنانے کی صورت مین جواب مذکور (یعنے ضمان دار ہونا) غلط ہی اور شمس الائمہ حلوائی
نے فرمایا کہ اگر ان مشائخ کا کہنا صحیح ہو تو مستاجر کی صورت مین حکم یون ہونا چاہیئے کہ اگر مستاجر نے کرایہ کے مکان مین
کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا جیسا کہ دار مین کوئی چیز رکھنے کی صورت مین حکم ہی بعض
نے فرمایا کہ یہان جو روایت مذکور ہی وہ ان مشائخ کے قول کے برخلاف ہی اور جو روایت بیان ہوئی وہی اجارہ کی صورت
مین ہوگی کہ اجارہ کی صورت مین بھی مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک مر گیا
اور اُسپر قرضہ ہی تو اُسکا حصہ اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا۔ دونون مین سے ایک نے بطور بیع فاسد اپنا حصہ
فروخت کیا تو جب تک مشتری کے سپرد نکرے تب تک مہایاۃ باطل نہوگی کیونکہ بیع فاسد مین اُسکی ملک زائل نہوگی
جب تک مشتری کے سپرد نکرے جیسا بیع بشرط الخیار للبائع مین ہی اور اگر بیع بشرط خیار للمشتری ہو تو مہایاۃ باطل
ہو جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون مین سے ہر ایک اُس باندی کی بات
دوسرے پر بدگمانی رکھتا ہی پھر ایک نے کہا کہ یہ باندی ایک روز تیرے پاس رہے اور ایک روز میرے پاس رہے
اور دوسرے نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اسکو کسی عادل کے پاس بھیجین تو مین عادل کے پاس نہ رکھونگا بلکہ ایک ایک روز
دونون کے پاس رہنے کا حکم دونگا اور اگر دونون نے باہم جھگڑا کیا کہ پہلے کسکے پاس رہے تو قاضی کو اختیار ہی جس طرف
جس سے میل کرے یا قرعہ ڈالدے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ دونون کا دل مطمئن کرنے کے واسطے قرعہ ڈالنا اولے ہی
اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک غلام و ایک باندی دو آدمیون مین مشترک
ہی اور دونون نے اس امر پر مہایاۃ کی کہ باندی ایک شخص کی خدمت کرے اور دوسرے کی خدمت غلام کرے
پس اگر دونون نے انکی خوراک کے ذکر سے سکوت کیا ہو تو قیاساً دونون کی خوراک دونون پر نصفا نصف واجب
ہوگی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ مہایاۃ مین جو خادم جسکی خدمت کے واسطے مشروط کیا گیا ہی اُسکی خوراک اُسی پر واجب ہوگی
اور ان دونون کے کپڑے کے ذکر سے اگر دونون نے سکوت کیا تو قیاساً و استحساناً غلام و باندی کا کپڑا دونون پر نصفا
نصف واجب ہوگا اور اگر مہایاۃ مین شرط بیان کردی ہو کہ جو خادم جسکی خدمت کے واسطے مشروط ہی اُسکا کھانا اُسی کے
ذمہ ہی مگر خوراک کی مقدار بیان نہ کی ہو تو قیاساً جائز نہونا چاہیے مگر استحساناً جائز ہی اور کپڑے کی صورت مین اگر مقدار بیان
نہ کی ہو تو قیاساً و استحساناً جائز نہین ہی اور اگر مقدار خوراک بیان کردی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اسیطرح کپڑے
کی صورت مین اگر کوئی شی معلوم شرط کی تو قیاساً جائز نہین ہی اور استحساناً جائز ہی اور چوپاؤن کے چرانے مین
مہایاۃ کرنا ہمارے نزدیک جائز ہی اسیطرح اگر ان چوپاؤن کے چرانے کے واسطے اجرت پر چرواہا مقرر کرنے مین مہایاۃ
کی تو بھی جائز ہی۔ اور ایک دار اور ایک زمین مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ ایک شریک اس دار مین سکونت کرے اور
دوسرا اس زمین مین زراعت کرے جائز ہی اسیطرح اگر ایک دار و ایک حمام مین مہایاۃ کی تو بھی جائز ہی اور ایک
دار و ایک مملوک مین اسطرح مہایاۃ کرنا کہ یہ شریک اس دار مین ایک سال تک سکونت رکھے اور دوسرا اس غلام
سے ایک سال تک خدمت لے جائز ہی لیکن اگر غلام کی مزدوری ایک سال تک لینے پر مہایاۃ کی تو امام
اعظم رح کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی یہ محیط مین ہی اگر ایسی چیز کی مہایاۃ کرنے مین
جو از راہ زمان و مکان دونون ہو سکتی ہی دونون نے اختلاف کیا تو قاضی دونون کو حکم دیگا کہ تم دونون

یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو ۱۲ منہ

کسی بات پر اتفاق کرو (یعنے بزمان ہو یا بمکان ہو) پس اگر دونون نے اس بات کو اختیار کیا کہ بزمان ہو تو بدایت کے واسطے قاضی قرعہ ڈال دیگا یہ تبیین مین ہے۔ دو باندیان دو شخصون مین مشترک ہین اور انمین سے ایک باندی بہ نسبت دوسری کے خدمتگاری مین بڑھکر ہے پس دونون نے یون مہایاۃ کی کہ جو باندی خدمتگاری مین بڑھکر ہے اُس سے ایک شریک ایکسال تک خدمت لے اور دوسری سے دوسرا شریک دو سال تک خدمت لے تو جائز ہے اور اگر دونون شریکون نے دو باندیون مین مہایاۃ کر لی پھر ایک باندی جسکی خدمت کرتی تھی اُس سے حاملہ ہو گئی تو مہایاۃ باطل ہو جائیگی اور دوسری کی بابت از سر نو مہایاۃ ہو گی کذا فی محیط السرخسی

تیرھوان باب

متفرقات کے بیان مین۔ قاضی کو جائز ہے کہ بٹوارہ کرنے مین اپنی اجرت لے لے لیکن نہ لینا مستحب ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ قاضی کو چاہیے کہ لوگون مین بٹوارہ کرنے کے واسطے ایک قاسم مقرر کرے جو بیت المال سے روزینہ پاوے اور لوگون سے بٹوارہ کرنے پر اُجرت نہ لے بلکہ یہی افضل ہے اور اگر قاضی نے ایسا نہ کیا تو ایسا قاسم مقرر کرے جو بٹوارہ کرنے کی اجرت حصہ دارون سے لے اور اجرت کی مقدار وہ ہو گی جو ایسے کام کرنے والے کو ملنی چاہیے یعنی اجر المثل تاکہ حصہ دارون سے زیادہ لینے پر تحکم نہ کرے مگر یہ واجب ہے کہ یہ شخص قاسم ایک مرد عادل ہو اور قسمت کے مسائل سے آگاہ ہو اور امین ہو۔ اور قاضی ایک ہی قاسم کو اُجرت پر بٹوارہ کے بیے لینے کے واسطے لوگون کو مجبور نہ کریگا یہ کافی مین ہے اگر شریکون نے کسی قاسم کو اپنے درمیان حصہ بانٹ کرنے کے واسطے اجرت پر لیا تو اُسکی اُجرت ان لوگون کی تعداد پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی ہر ایک کے حصہ کے موافق ہر ایک کے ذمہ نہ ہو گی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر حصہ دار کے حصہ کے موافق اُسپر اُجرت واجب ہو گی خواہ قاضی کا قاسم ہو یا دوسرا ہو اور یہ امام ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت ہے رہی کیال و وزان قسمت کی اجرت سو اسکی نسبت بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے مگر اصح یہ ہے کہ اسکی بابت امام رحمہ اللہ کا قول مثل قول صاحبین کے ہے اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے تقسیم کی درخواست کی اور دوسرے نے انکار کیا اور قاضی نے اپنے قاسم کو حکم دیا کہ دونون مین تقسیم کر دے تو حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اُسکی اُجرت درخواست کرنے والے پر ہو گی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسکی مزدوری دونون پر ہو گی کذا فی الظہیریۃ قال المترجم وہو الاصح کذا قیل اور اگر شریکون نے باہمی صلح و رضامندی سے حصہ بانٹ کر لیا تو جائز ہے لیکن اگر شریکون مین کوئی نابالغ ہو تو ایسی صورت مین حکم قاضی کی ضرورت ہو گی اور قاسم انکو مشترک نچھوڑیگا یہ کافی مین ہے امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ داردون اور زمینون کے قاسم کی اجرت حصہ دارون کی تعداد پر ہر ایک کے ذمہ برابر ہو گی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ حصہ کی مقدار کے حساب سے ہر حصہ دار پر ہو گی اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دار تین آدمیون مین اسطرح مشترک ہے کہ ایک کا آدھا ہے اور دوسرے کا تہائی ہے اور تیسرے کا چھٹا حصہ ہے (تو امام اعظم کے نزدیک تینون برابر مزدوری ادا کرین اور صاحبین کے نزدیک آدھے کا حصہ دار آدھی مزدوری اور دوسرا تہائی اور تیسرا چھٹا حصہ اجرت دے) اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ شریکون نے اپنے حصہ بانٹ کی قاضی سے درخواست کی ہو اور قاضی کے قاسم نے بانٹ دیا ہو اور اگر اُن لوگون نے خود ہی کسیکو قاسم باجرت مقرر کر لیا تو اُسکی اُجرت کا ہر ایک برابر دیندار

ہوگا پھر آیا کم حصہ دار زیادہ حصہ دار سے بقدر زیادتی واپس لے سکتا ہی یا نہین تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ نہین لے سکتا
ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ لے سکتا ہی اسیطرح اگر شریکون نے کسیکو وکیل مقرر کیا کہ چاہیے کہ درمیان حصہ بانٹ
کرنے کے واسطے اجرت پر کوئی قاسم مقرر کرے اور وکیل نے ایسا ہی کیا تو قاسم کی اجرت وکیل کے ذمہ ہوگی پھر
مال اجرت جسکو وکیل اپنے موکلون سے واپس لیگا اُسکے واپس لینے مین اسیطرح اختلاف ہی کہ امام اعظم رح نے فرمایا
کہ سب سے برابر واپس لیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر حصہ دار سے اُسکی ملک کے حساب سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی اگر شریکون نے اناج مشترک
کی کیل کے واسطے یا مشترک کپڑے کے گز ناپنے کے واسطے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کیا پس اگر حصہ بانٹ کے واسطے
اجیر کیا ہو تو اسمین وہی اختلاف ہی جو ہمنے اوپر بیان کیا ہی اور اگر فقط کیل کرنے یا گز ون سے ناپنے کے واسطے
اجیر کیا ہو تاکہ کیلی چیز یا کپڑے کی مقدار معلوم ہو جاوے تو اُسکی اُجرت ہر شریک کو بقدر اپنے حصہ کے دینی پڑیگی
اور منتقی مین ہی کہ ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ دو شخصون کے درمیان مشترک گیہون کے حصے جدا کیے
گئے تو کیال کی اجرت ہر ایک پر بقدر اُسکے حصے کے واجب ہوگی اور حساب کنندہ کی اجرت بحساب تعداد
شرکا ہر ایک پر برابر واجب ہوگی فرمایا کہ اس تقسیم و افراز مین جو عمل ہی اُسکی اجرت بقدر حصہ کے لازم ہوگی
اور جو حساب ہی اُسکی اُجرت عدد رؤس پر (یعنی تعداد شرکا پر تقسیم ہوکر ہر ایک پر برابر لازم ہوگی) یہ قیاس قول
امام اعظم رح ہی اور صاحبین رح کے قول مین بقدر حصہ کے اجرت لازم ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی ہشام نے امام محمد رح
سے روایت کی ہی کہ ایک زمین دو شخصون مین مشترک ہی اُسمین ایک شریک نے عمارت تیار کی پھر دوسرے نے
اُس سے کہا کہ اس زمین سے اپنی عمارت دور کرے تو زمین مذکور دونون مین تقسیم کیجائیگی تو جسقدر عمارت اُس
شریک کے حصہ مین پڑی جسنے اُسکو نہین بنایا ہی اُسکو اختیار ہوگا کہ چاہے عمارت مذکور کو دور کروے یا بنانے
والے کو اُسکی قیمت دیکر راضی کردے اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ اگر اُسنے عمارت مذکور دور کردی تو اُسکا حق پورے
مین باطل ہوجاتا ہی اور اگر تقسیم کی گئی تو اُسقدر مین جتنی اُسنے اپنی ملک مین بنائی ہی اُسکا حق باطل نہوگا پس تقسیم اولی
ہوئی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے ایک نے تقسیم کی درخوست کی اور باقیون نے انکار کیا اور
درخواست کرنے والے نے ایک قاسم باجرت مقرر کیا تو اُسکی اجرت امام اعظم رح کے نزدیک خاصۃً اسی درخوست کرنے
والے پر ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ سب پر ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب
القسمۃ مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک شریک نے زمین مشترکہ مین دوسرے شریک کی بلا اجازت عمارت بنالی تو دوسرے
شریک کو اختیار ہوگا کہ اُسکی عمارت توڑ دے اور نیز شرح کتاب القسمۃ مین ہی کہ دو غلام دو شخصون مین مشترک ہین
پھر ایک شریک غائب ہوگیا پھر دوسرے شریک حاضر کے پاس ایک اجنبی آدمی آیا اور کہا کہ تو غائب کی طرف
سے میرے ساتھ ان دونون غلامون کا بٹوارہ کرلے کہ وہ میری تقسیم کو پسند کرتا ہی پس حاضر نے اُسکے ساتھ بٹوارہ
کرکے ایک غلام آپ لیا اور دوسرا غلام اُس اجنبی کو دیدیا پھر شریک غائب حاضر ہوا اور اُسنے تقسیم مذکور کی اجازت
دیدی پھر اجنبی کے پاس وہ غلام مرگیا تو تقسیم جائز ہوگی اور غائب کی طرف سے اجنبی کا قبضہ جائز ہوگا اور اجنبی
پر اُسکی ضمان واجب نہوگی اور اگر غلام مذکور اجنبی کے پاس غائب کی اجازت تقسیم سے پہلے مرگیا تو تقسیم باطل ہوجائیگی
اور باقی غلام مین سے غائب کو نصف غلام ملیگا اور غلام میت کے اپنے حصہ کی تضمین مین اُسکو اختیار ہوگا چاہے

اس اجنبی سے جسکے پاس مرا ہے تاوان لے یا اپنے شریک سے تاوان لے اور دونون مین سے جس سے اُسنے تاوان
لیا وہ مال تاوان کو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر دو شریکون مین سے ایک شریک
کے حصہ مین ایک درخت آیا جسکی شاخین دوسرے شریک کے حصہ مین لٹکتی ہین تو دوسرا شریک ان شاخون کے
قطع کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہین کرسکتا ہے کیونکہ وہ درخت کا مع شاخون کے مستحق ہوا ہے اور اسی پر فتوے
ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے دو شریکون مین سے ایک کے حصہ مین عمارت آئی اور دوسرے شریک کا اُسکے پہلو مین
خالی میدان ہے پس دوسرے شریک نے اپنے میدان مین ایک بیت تیار کرنا چاہا مگر اسکے بننے سے پہلے شریک
کی ہوا و دھوپ رکتی ہے تو ظاہر الروایۃ کے موافق دوسرے شریک کو بیت تیار کرنے کا اختیار رہا اور پہلا
شریک اُسکو منع نہین کرسکتا ہے اور اسی پر فتوی ہے اور شیخ نصیر رحمہ اللہ تعالے اور شیخ صفار رحمہ اللہ تعالے نے
فرمایا کہ اُسکو منع کرنے کا اختیار ہے یہ فتاوے صغری مین ہے۔ تین آدمیون نے اپنے باپ سے ایک دار
میراث پایا اور اُسکو تین تہائی تقسیم کرکے ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کرلیا پھر ایک اجنبی نے آکر ایک
حصہ دار سے اُسکا حصہ خرید کر اُسپر قبضہ کرلیا پھر باقی دونون حصہ دارون مین سے ایک حصہ دار آیا اور کہا
کہ ہمنے تقسیم نہین کیا ہے اور مشتری مذکور نے اُس سے تمام دار مین سے سوم حصہ شائع خریدا پھر تیسرا حصہ دار آیا
اور کہا کہ ہم اس دار کو باہم تقسیم کرچکے ہین اور اس بات کے گواہ پیش کیے اور بائع اول نے اُسکے دعوے کی تصدیق
کی مگر بائع ثانی نے تکذیب کی اور مشتری نے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ تمنے تقسیم کرلیا تھا یا نہین تو تقسیم جائز ہوگی اسلیے
کہ تقسیم ہوجانا ایسے گواہون سے جسکو خصم نے پیش کیا ہے ثابت ہوگیا اور تقسیم بعد پوری ہوجانے کے بعض شریکون
کے انکار کرنے سے باطل نہین ہوتی ہے پس ظاہر ہوا کہ بائع اول نے خاصۃً اپنا حصہ فروخت کیا ہے پس اُسکی بیع جائز
ہوئی اور دوسرے دار کا حصہ سوم شائع فروخت کیا ہے تو اُسمین سے ایک تہائی اُسکے حصہ مین سے ہوا اور باقی دو تہائی
دوسرون کے حصہ مین سے ہوا تو خاص اُسکے حصہ کی تہائی کی بیع جائز ہوگی مگر مشتری کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے
حصہ کی تہائی کو تہائی ثمن مین لے لے یا سب چھوڑ دے کیونکہ مشتری کے حق مین تفریق صفقہ لازم آتی ہے یہ فتاوے
قاضی خان مین لکھا ہے اور اگر وارثون نے اللہ تعالے کے فرائض کے موافق ترکہ کو باہمی رضامندی سے آپس مین
تقسیم کرلیا اور ہر ایک کا حصہ جدا کردیا پھر چاہا کہ باہمی رضامندی کے ساتھ اس تقسیم کو باطل کرکے دوبارہ دار و اراضی کو مشاع
مشترک کردین جیسے پہلے تھی تو اُنکو یہ اختیار ہوگا کذا فی التاتارخانیہ۔ فرمایا کہ اگر ایک دار دو آدمیون مین مشترک
ہو پھر ایک نے دار مین سے ایک بیت مین سے اپنا حصہ فروخت کردیا تو اُسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ بیع کو باطل
کردے اسیطرح اگر اُسمین سے ایک بیت فروخت کردیا تو بھی بدون شریک کی اجازت کے جائز نہین ہے پس اگر
شریک نے اجازت دیدی تو بیع جائز ہوکر بیت مبیعہ مشتری کا ہوجائیگا اور باقی دار دونون مین مشترک رہیگا
اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو بیع باطل ہوگی اسیطرح اگر زمین مشترک مین سے ایک گز یا معلوم جگہ فروخت کردی
تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کپڑے یا بکریان یا اسکے مانند چیزین جو تقسیم ہوسکتی ہین دو شخصون مین مشترک ہون پھر
ایک شریک نے بکری یا کپڑے مین سے ایک حصہ فروخت کیا تو یہ جائز ہوا اور امام محمد رح کی روایت مین شریک کو
اُسکے باطل کرنے کا اختیار نہین ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کے موافق یہ مسئلہ اور مسئلہ اولی یکسان ہے پس بدون شریک

کی اجازت کے بیع جائز ہوگی اور اسی روایت کو طحاوی نے لیا ہے اور فرمایا کہ اگر دو شخصوں میں ایک دار مشترک ہو پھر ایک نے انہیں سے ایک بیت کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دیا اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسا اقرار موقوف ہوگا اس عین سے متعلق نہوگا کیونکہ اسمین دوسرے شریک کا حق ہے پس یہ شخص تقسیم کے واسطے مجبور کیا جائیگا پس اگر بیت مذکور مقر کے حصہ مین آیا تو اسکو مقر لہ کو دیدیگا اور اگر دوسرے کے حصہ مین آیا تو جو کچھ مقر کے حصہ مین ہے وہ مقر اور مقر لہ کے درمیان بانٹ دیا جائیگا پس امام اعظم رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک مقر لہ بیت مذکور کے گزون کی تعداد پر شریک کیا جائیگا اور مقر اس دار کی نصف مساحت پر بعد منہائی اس بیت کی مساحت کے شریک کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقر لہ اسیطرح شریک کیا جائیگا جیسا کہ شیخین رح نے فرمایا ہے اور مقر لہ بیت مذکور کے آدھے گزون کے حساب سے شریک کیا جائیگا پورے بیت کے گزون کی تعداد پر شریک نہ کیا جائیگا اور اسکا بیان یہ ہے کہ فرض کرو کہ پورا دار مع بیت کے سو گز کا ہے اور فقط بیت دس گز کا ہے پس دار مذکور دونون مین آدھا آدھا تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر مقر کے پاس آیا اسکے پچپن ۵۵ حصے کیے جائینگے جنمین سے دس حصے مقر لہ کے ہونگے اور یہ پورے بیت کی مساحت گز ہین اور مقر کے پینتالیس ۴۵ حصے ہونگے اور یہ تعداد ان گزون کی ہے جو بیت کی منہائی کے بعد نصف دار کے گز ہین پس ہر پانچ حصے گز مین ایک سہم ٹھہراتا ہون پس جسقدر مقر کو ملا ہے اسکے گیارہ سہم ہوئے جنمین سے دو سہم مقر لہ کو ملینگے اور نو سہم مقر کو ملینگے اور امام محمد رح کے قول کے موافق جسقدر مقر کو ملا ہے اسکے دس سہم کرنے چاہئیں اسلیے کہ انکے نزدیک مقر لہ پانچ ہی گز کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ ایسی چیز کا اقرار کیا ہو جو محتمل قسمت ہو جیسے دار یا اسکے مانند چیزین اور اگر ایسی چیز کی نسبت اقرار کر دیا جو محتمل قسمت نہین ہے جیسے حمام اور اسمین سے ایک بیت معین کا ایک شریک نے کسی غیر کے واسطے اقرار کر دیا اور دوسرے شریک نے اس سے انکار کیا تو اس مقر پر اسکی نصف قیمت لازم ہوگی اسیطرح اگر دار مین سے کسی شہتیر کا کسی غیر کے واسطے اقرار کر دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی مین ہے اور اگر کیلی یا وزنی چیز دو شخصون مین مشترک ہو مگر وہ ایک ہی کے قبضہ مین ہو پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کیا اور ہنوز اس شخص نے جو قابض نہ تھا اپنے حصے پر قبضہ نہ کیا تھا کہ اسکا حصہ تلف ہو گیا تو اسکا تلف ہونا دونون پر پڑیگا اور جو کچھ باقی رہا ہے وہ مشترک دونون مین تقسیم ہوگا اور اس مسئلہ و اسکے ہمجنس مسئلون مین اصل یہ ہے کہ کیلی و وزنی چیز کی تقسیم مین اگر قبضہ سے پہلے ایک کا حصہ تلف ہو گیا تو تقسیم ٹوٹ جاویگی اور حال وہی ہو جاویگا جو تقسیم سے پہلے تھا قال المترجم پس قبضہ پایا جانا چاہئے خواہ قبضہ قدیم متجدد ہو جاوے یا جدید ہو فافہم اور اگر اس شخص کا حصہ تلف ہوا جسکے قبضہ مین یہ کیلی یا وزنی چیز تھی اور دوسرے کا حصہ تلف نہ ہوا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی اور اسی اصل سے استخراج کر کے ہمنے کہا کہ اگر زمیندار نے اپنے بٹائی کے کاشتکار سے کہا کہ غلہ تقسیم کر کے میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر دے اسنے ایسا ہی کیا پھر زمیندار کے قبضہ کرنے سے پہلے ایک حصہ تلف ہو گیا پس اگر زمیندار کا حصہ تلف ہوا تو تقسیم ٹوٹ جائیگی اور جو کچھ کاشتکار کے قبضہ مین ہے اسمین سے زمیندار اپنے حصہ کے لیے نصف لیگا کیونکہ زمیندار کا حصہ اسکے قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا ہے اور اگر کاشتکار کا حصہ تلف ہو گیا تو تقسیم نہ ٹوٹیگی کذا فی الذخیرہ اور اگر اسنے ڈھیری کو تقسیم کر کے زمیندار کا حصہ الگ کیا پھر اپنا حصہ اوّلاً اپنے گھر اٹھا لیگیا پھر جب لوٹا تو دیکھا کہ جو اسنے زمیندار کا حصہ الگ کیا تھا وہ تلف ہو گیا ہے تو ایسا تلف ہونا زمیندار کے ذمہ قرار دیا جائیگا

یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے چند وارث چھوڑے اور اپنا تہائی مال مسکینون کو دینے کی وصیت کی پھر قاضی نے ترکہ تقسیم کیا اور تہائی مال مساکین کے واسطے الگ کرلیا اور باقی دو تہائی وارثون کے واسطے رکھا اور ہنوز انہین سے کسیکو کچھ ندیا تھا کہ تہائی یا دو تہائی کوئی ضائع ہوگیا تو اسکا ضائع ہونا ان سب پر ہوگا اور تقسیم پھر دوہرائی جائیگی اور اگر قاضی نے تہائی مال مساکین کو دیدیا اور دو تہائی ضائع ہوگیا اور وارث لوگ غائب ہین یا کوئی وارث غائب ہے یا نا بالغ ہے تو یہ دو تہائی وارثون کا مال گیا۔ دو شخصون مین اناج مشترک ہے پس ایک نے دوسرے کو بانٹنے کا حکم دیا اور اسکو اپنا ایک تھیلا دیا کہ اناج مین سے میرا حصہ اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ جائز ہے اور اس سے قبضہ متحقق ہوجائیگا اسیطرح اگر اسی شریک سے کہا کہ مجھے اپنا یہ تھیلا عاریت دے اور اسمین میرے واسطے میرا حصہ ناپ دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یون نہ کہا کہ اپنا یہ تھیلا مجھے عاریت دے بلکہ یون کہا کہ مجھے اپنے پاس سے کوئی تھیلا عاریت دے اور میرے واسطے اسمین ناپ دے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اس سے اُسکا اپنے حصہ پر قبضہ متحقق نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے اگر چند وارثون نے حاضر ہوکر قاضی سے التماس کیا کہ ترکہ ہم لوگون مین تقسیم کردے اور ان لوگون نے دعوی کیا کہ یہ میراث ہے تو قاضی اُسکو ان لوگون مین تقسیم نہ کریگا جبتک کہ یہ لوگ اپنے مورث کے مرجانے اور اُسکے وارثون کی تعداد کے گواہ قائم نکرین پھر اگر گواہ قائم ہوئے اور اُنھون نے مورث کے مرنے کی گواہی دی اور کہا کہ ان لوگون کے سواے میت کا کوئی وارث نہین ہے تو قیاساً انکی گواہی قبول نہ ہوگی مگر استحسانا مقبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ان لوگون کے سواے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قیاساً و استحسانا گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہون نے کہا کہ اس شہر مین ان لوگون کے سواے میت کا ہم کوئی وارث نہین جانتے ہین تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مقبول نہوگی۔ اور بنظر اختلاف مذکورہ جب انکی گواہی مقبول ہوئی تو موافق فرائض اللہ تعالے کے ترکہ انمین تقسیم کیا جائیگا اور قسمت مین جو وارث ایسا ہو کہ بر تقدیر کسی دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے محجوب ہوتا ہو اور جو ایسا ہو کہ اس تقدیر پر محجوب نہوتا ہو دونون برابر ہین سواے زوج و زوجہ کے کہ ان دونون کو انکے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے بڑا فریضہ یعنی زوج کو نصف اور زوجہ کو چوتھائی دیا جائیگا اور اگر گواہون نے فقط مورث کے مرنے کی گواہی دی اور اسکے ماسواے سے سکوت کیا تو قاضی ترکہ کو تقسیم نہ کریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ بر تقدیر ظہور کسی دوسرے وارث کے محجوب ہوتے ہون جیسے چچا و دادا و بھائی و بہنین تو قاضی ترکہ کو ایسے وارثون مین تقسیم نکریگا خواہ ترکہ عروض ہو یا عقار ہو اور اگر وارث ایسے ہون کہ بر ین تقدیر محجوب نہوتے ہون جیسے ماں و باپ و ولد تو ترکہ انمین موافق فرائض اللہ تعالے کے تقسیم کریگا لیکن زوج و زوجہ انکے ہر دو حصہ مفروضہ مین سے امام اعظم رح کے نزدیک چھوٹا حصہ (یعنی شوہر کو چوتھائی اور جورو کو آٹھوان حصہ) دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک ہر دو مفروضہ مین سے بڑا حصہ دیگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ زوج کو چوتھائی اور زوجہ کو آٹھوین حصہ کا چوتھائی دیگا اور ایک روایت مین شوہر کو پانچوان حصہ اور زوجہ کو نوین حصہ کا چوتھائی دیگا یہ ینابیع مین ہے۔ ایک شخص ایک جورو اور دو پسر چھوڑ کر مرگیا اور یہ عورت دعوی کرتی تھی کہ مین حاملہ

ہون تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ یہ عورت ایک ثقہ دائی یا دو دائیون کو دکھلائی جاوے کہ وہ اسکی
کو ٹٹولکر دریافت کرین پس اگر دائیون کو علامات حمل سے کچھ ظاہر ہوا تو قاضی میراث کو تقسیم کردیگا اور اگر علامات حمل
سے کچھ ظاہر ہوا پس اگر وارثون نے اسکے وضع حمل تک انتظار کیا تو قاضی تقسیم نکریگا اسیطرح اگر ایک شخص اپنی حاملہ
جورو و ایک بیٹا چھوڑکر مرا تو قاضی میراث کو اس عورت کے وضع حمل تک تقسیم نکریگا۔ اور اگر وارث ایک سے
زیادہ ہون اور انھون نے وضع حمل تک انتظار نکیا پس اگر ولادت کے دن دور ہون تو قاضی ترکہ تقسیم کردیگا
اور اگر نزدیک ہون تو تقسیم نکریگا اور دونون کی نزدیکی و دوری کی مقدار قاضی کی راے پر ہو اور اگر ترکہ تقسیم
کیا گیا تو حمل کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ کتنے عدد کا حصہ رکھا جائیگا اور خصاف رحمہ نے
امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ذکر کیا ہے کہ ایک پسر کا حصہ رکھا جائیگا اور اسی پر فتوی ہے اور یہ حکم ایسی صورت مین ہے کہ وارث
ایسے ہون کہ برتقدیر بیٹا پیدا ہونے کے بیٹے کے ساتھ وارث ہوسکتے ہون اور اگر ایسے ہون کہ بیٹے کے ساتھ وارث
نہوتے ہون مثلاً چند بھائی اور ایک حاملہ عورت چھوڑ کر مرا ہو تو فوراً ترکہ موقوف رکھا جائیگا ان لوگون کو تقسیم کیا جائیگا
یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر ایک وارث مرگیا اور اسنے چند بالغ وارث اور ایک حاملہ جورو چھوڑی تو ترکہ مذکور
ان وارثون مین تقسیم کیا جائیگا اور حمل کا حصہ رکھا جائیگا پھر جب اسکے بچہ پیدا ہوگا تو تقسیم مذکور دوبارہ کیجائیگی یہ تاتارخانیہ
مین ہے ایک شخص اپنی حاملہ جورو اور دو پسر و دو دختر چھوڑکر مرا اور اولاد نے تقسیم میراث کی درخواست کی تو فقیہ
ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ عورت کو میراث کا آٹھوان حصہ یعنی چالیس سہم مین سے پانچ ملینگے اور دونون بیٹون کو سات
سہم اور دونون بیٹیون کو چودہ سہم ملینگے اور حمل کے واسطے چودہ سہم رکھ چھوڑے جاوینگے مگر مشائخ نے جو حکم فتوے
کے واسطے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ حمل کے واسطے ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور مسئلہ کی تخریج بتیس سے ہوگی جسمین سے
آٹھ سہام اسکی جورو کو اور چودہ سہام دونون بیٹیون کو اور اٹھائیس دونون بیٹون کو دیے جاوینگے اور چودہ سہام ایک
پسر کا حصہ حمل کے واسطے رکھ چھوڑا جائیگا ایک حاملہ عورت مرگئی اور اسکے پیٹ مین ایک بچہ ایک رات دن پھڑکتا تھا پھر
بعضے لوگون نے کہا کہ بچہ مرگیا اور بعضون نے کہا کہ نہین مرا پھر وہ عورت اسیطرح دفن کردیگئی پھر لوگون نے اسکو کھودا
تو دیکھا کہ اسکے ساتھ ایک مردہ لڑکی پڑی ہے اور عورت مذکورہ اپنا خاوند اور ماں و باپ چھوڑ مری تھی پس آیا اس لڑکی کو جو
اسکے ساتھ پائی گئی ہے مال سے کچھ ملیگا یا نہین سو مشائخ بلخ نے فرمایا کہ اگر وارثون نے اقرار کیا کہ یہ لڑکی اسی عورت میت
کی ہے کہ اسکی وفات کے بعد زندہ پیدا ہوئی تھی تو یہ لڑکی اپنی ماں کی وارث ہوگی پھر اسکا حصہ اسکے وارث لینگے اور اگر
وارثون نے ایسا اقرار نکیا تو اسکے واسطے میراث کا حکم نہوگا لیکن اگر عادل گواہون نے گواہی دی کہ عورت مذکورہ
سے یہ زندہ جنی تھی تو اسکے نام میراث کا حکم ہوگا اور ان عادل گواہون کو ایسی گواہی دینے کے واسطے شرعاً بھی گنجایش
ہوگی کہ جب یہ لوگ عورت مذکورہ کی قبر کے پاس سے دفن ہونے کے وقت سے اکھاڑے جانے کے وقت تک جدا
نہوے ہونگے اور قبر کے اندر سے انھون نے بچہ کی آواز سنی ہو تاکہ انکو ایسا علم حاصل ہوا ہو اور اگر اس صورت مین
گواہ نہون اور وارثون سے انکے علم پر قسم لیگئی پس اگر انھون نے قسم کھالی تو اس مردہ لڑکی کے واسطے میراث کا حکم نہوگا
اور اگر کسی حاملہ سے بچہ کا فقط سر باہر نکلا اور وہ بچہ آواز کرتا تھا پھر باقی بچہ مذکور خارج ہونے سے پہلے مرگیا تو اسکو
میراث نملیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک زمین مشترک شریکون مین تقسیم کی گئی اور انمین ایک شریک غائب ہے

پھر جب وہ اس تقسیم سے واقف ہوا تو کہا کہ غبن کی وجہ سے میں اس تقسیم پر راضی نہوا پھر اپنے کاشتکارون کو اپنے حصہ کی زراعت کے واسطے اجازت دی تو تقسیم مذکور کو رد کر دینے کے بعد یہ امر اس تقسیم پر رضامندی نہیں ہے ایک زمین تقسیم کی گئی پھر ایک شریک اپنے حصہ سے راضی ہوا پھر اسکے بعد اپنی زراعت کی تو اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے کیونکہ تقسیم رد کرنے سے رد ہو گئی یہ قنیہ مین ہے اگر ایک دار مین سے ایک بیت ایک شخص کے قبضہ مین ہو اور دو بیت دوسرے کے قبضہ مین ہون اور ایک بڑی حویلی تیسرے کے قبضہ مین ہو اور ان لوگون مین سے ہر ایک پورا دار اپنی ملک ہونے کا دعوے کرتا ہے تو انہین سے ہر ایک کو اُسکا مقبوضہ ملیگا اور صحن دار تینون مین تین تہائی ہوگا اور اگر انہین سے کوئی شخص اپنے وارث چھوڑ کر مر گیا تو اُسکے وارثون کو تہائی صحن ملیگا۔ اور اگر شریکون نے ایک دار تقسیم کیا اور راستہ چھوٹا یا بڑا یا پانی کی نالی اپنے درمیان ویسے ہی مشترک چھوڑ دی تو یہ جائز ہے کذا فی المبسوط۔

کتاب المزارعۃ

اسمین چودہ باب ہین

باب اول۔ مزارعت کے مشروع ہونے اور اُسکی تفسیر و رکن و شرائط جواز و حکم کے بیان مین مزارعت کے مشروع ہونے مین اختلاف ہے امام اعظم رح کے نزدیک عقد مزارعت فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور لوگون کی حاجت کی وجہ سے فتوے صاحبین رح کے قول پر ہے۔ مزارعت کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ کسیقدر حاصلات دینے پر عقد زراعت قرار دینے کو مزارعت کہتے ہین اور یہ عقد بعض حاصلات پر زمین گویا کاشتکار کو اجارہ لینا ہے کذا فی محیط السرخسی اور رکن مزارعت ایجاب و قبول ہے یعنے زمیندار کاشتکار سے یون کہے کہ مین نے یہ زمین اسقدر حاصلات پر تجھے کاشت کے واسطے دی اور کاشتکار کہے کہ مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا ایسی کوئی بات جو اُسکے قبول کرنے اور رضامندی پر دلالت کرے پائی جاوے پس جب ایجاب و قبول پایا گیا تو دونون کے درمیان عقد مزارعت پورا ہو جائیگا اور شرائط مزارعت دو طرح کے ہوتے ہین ایک وہ شرائط جو مزارعت جائز کہنے والے امام کے قول کے موافق مصحح عقد مزارعت ہین اور دوسرے وہ شرائط جو مفسد عقد مزارعت ہین پھر شرائط مصححہ کی چند قسمین ہین کہ بعضے شرائط مصححہ مزارع کی جانب راجع ہوتے ہین اور بعضے آلات مزارعت کیطرف اور بعضے مزروع کی طرف اور بعضے کھیتی کی حاصلات کی طرف اور بعضے مزروع فیہ کی طرف اور بعضے مدت مزارعت کیطرف راجع ہوتے ہین پس جو شرائط مصححہ کہ مزارع کی طرف راجع ہین وہ دو ہین اول یہ کہ مزارع شخص عاقل ہو پس مجنون یا ایسے نابالغ کے ساتھ جو مزارعت کو سمجھتا نہین ہے مزارعت صحیح نہین اور بالغ ہونا جواز مزارعت کے واسطے شرط نہین ہے حتے کہ طفل ماذون کے ساتھ دفعۃً واحدۃً مزارعت جائز ہے اسیطرح حریت بھی صحت مزارعت کے واسطے شرط نہین ہے پس غلام ماذون کے ساتھ دفعۃً واحدۃً مزارعت صحیح جائز ہے۔ دوم یہ کہ مزارعت جائز کہنے والے کے قول پر بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے یہ شرط ہے کہ مزارع مرتد نہو اور صاحبین رح کے نزدیک جواز مزارعت کے واسطے یہ شرط نہین ہے اور مرتد کی مزارعت فی الحال نافذ ہوتی ہے۔ اور جو شرط مزروع کی طرف راجع ہے وہ یہ ہے

کہ بیج معلوم ہو یعنے جو بونا ہو بیان کر دیا جاوے لیکن اگر کاشتکار سے زمیندار نے کہدیا کہ زمین میں جو تیرا جی چاہے کاشت
کرنا تو جائز ہے اور کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ جو چاہے بووے مگر اسکو درخت لگانے کا اختیار نہوگا کیونکہ عقد مزارعت کے
تحت میں کھیتی داخل ہے درخت لگانا داخل نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور بیج کی مقدار بیان کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ زمین سے
آگاہ کرنے سے بیجون کی مقدار معلوم ہوجاتی ہے اور اگر دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی پس اگر زمیندار کی طرف سے
بیج ٹھہرے ہون تو جائز ہے کیونکہ تخم ریزی سے پہلے اُسکے حق مین مزارعت متاکد نہوگی اور تخم ریزی کے وقت تو یہ امر معلوم
ہوجائیگا اور تاکد عقد کے وقت اعلام پایا جانا ایسا ہے جیسے وقت عقد کے اعلام پایا گیا- اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے
ہون اور دونون نے بیج کی جنس بیان نہ کی تو مزارعت فاسد ہوگی کیونکہ زمیندار کے حق مین یہ مزارعت قبل تخم ریزی
کے لازم ہوگی پس نامعلوم ہونا جائز نہیں ہے لیکن اگر بطور عموم کاشتکار کی راے پر سونپا ہو مثلاً مالک زمین نے اس سے
کہا ہو کہ مزارعت پر اس قرار داد پر دی کہ اسمین جو تیری راے مین آوے یا جو میری راے مین آوے زراعت کر تو یہ
جائز ہے کیونکہ جب اُسنے کاشتکار کی راے پر یہ کام چھوڑا تو ضرر پر راضی ہوا اور اگر اُسنے بطور عموم اُسکی راے پر چھوڑا ہو
اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون اور دونون نے جنس تخم بیان نہ کی ہو تو مزارعت فاسد ہوجائیگی مگر جب اُسنے
کوئی بیج بو دیا تو منقلب ہو کر جائز ہوجائیگی کیونکہ جب زمیندار نے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کر دیا اور زمین تک
اُسکے قبضہ مین چھوڑ دی کہ اُسنے بیج زمین مین ڈالدیا تو اُسنے ضرر برداشت کر لیا پس امر مفسد زائل ہو کر جائز ہوجائیگی
یہ فتاوے قاضیخان مین ہے- اور جو شرط غلہ پیداوار زراعت کی طرف راجع ہے وہ چند طرح کی شرطین ہین ازانجملہ یہ کہ عقد
مین اسکا ذکر ہو حتے کہ اگر عقد مین اسکے ذکر سے سکوت کیا ہو تو عقد فاسد ہوگا اور ازانجملہ دونون کے
واسطے ہونے کی شرط ہو حتے کہ اگر یہ شرط کی کہ تمام حاصلات پیداوار دونون مین سے ایک کسی کے واسطے ہو
تو عقد مزارعت صحیح نہوگا- اور ازانجملہ یہ کہ ہر دو زمیندار و کاشتکار مین سے ایک کے واسطے حاصلات مین سے بعض حصہ
کی شرط ہو حتے کہ اگر سواے اس پیداوار کے دوسری چیز سے ہونے کی شرط لگائی تو عقد صحیح نہوگا اسواسطے کہ اس
عقد کے واسطے شرکت لازم ہے پس جو شرط ایسی ہوگی کہ شرکت کو قطع کرتی ہے وہ عقد کی مفسد ہوگی- ازانجملہ یہ کہ حاصلات
غلہ مین سے جو بعض ٹھہرا ہے اسکی مقدار نصف یا ثلث یا چوتھائی وغیرہ بیان سے معلوم ہو- ازانجملہ کہ یہ حصہ معلوم تمام پیداوار
مین سے جزو شائع ہو حتے کہ اگر دونون مین سے کسیکے واسطے کسیقدر قفیز معلومہ کی شرط لگائی ہو تو عقد صحیح نہوگا اسیطرح
اگر جزو شائع تو ذکر کیا مگر اس جزو پر کچھ قفیز معلومہ زیادہ کرنے کی شرط لگائی تو مزارعت صحیح نہوگی علی ہذا
اگر ایک کے واسطے یہ شرط لگائی کہ جسقدر بیج خرچ ہوئے ہین وہ اسکو دیکر باقی دونون مین مشترک ہو تو مزارعت صحیح
نہوگی کیونکہ جائز ہے کہ زمین مین سواے اس مقدار تخم کے زیادہ پیدا نہوا اور جو شرط مزروع فیہ یعنی زمین کیطرف راجع
ہے وہ چند طرح کی ہے ازانجملہ یہ کہ یہ زمین قابل زراعت ہو حتے کہ اگر یہ زمین شور یا نمناک ہو گی تو عقد جائز نہوگا- اور اگر زمین
مذکور مدت مزارعت مین قابل زراعت نہو لیکن بوقت عقد کے کسی عارض کی وجہ سے زراعت نہو سکتی ہو وے مثلاً پانی
منقطع ہو یا برف گرتا ہو یا اسکے مثل کوئی امر مانع ہو حالانکہ یہ مانع ایسا ہو کہ مدت مزارعت کے اندر ہی دور ہونے والا ہو تو
مزارعت جائز ہوگی ازانجملہ یہ ہے کہ زمین معلومہ ہو اور اگر مجہول ہوگی تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ اس جہالت سے جھگڑا پیدا ہو سکتا
ہے اور اگر زمین مزارعت پر اس قرار داد سے دی کہ اسمین گیہون بووے اسمین یہ تہائی اور جس مین جَو بووے

اُسمین یہ بٹائی ہو تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ مزروع فیہ مجہول ہے اسیطرح اگر یون کہا کہ اس قرار داد سے کہ بعض مین گیہون بووے
اور بعض مین جو بووے تو بھی فاسد ہی کیونکہ صریحاً بعض بعض کرنا قطعی تجہیل ہی اور اگر یون کہا کہ اس قرار داد سے کہ
جسمین تو گیہون بووے تو یہ بٹائی یا جو بووے تو یہ بٹائی ہی تو یہ جائز ہی کیونکہ اُسنے پوری زمین گیہون یا جو بونے
کے واسطے قرار دی ہی پس تجہیل نرہی اور از انجملہ یہ ہی کہ زمین مذکور فارغ کاشتکار کے سپرد کی گئی ہو یعنے مالک زمین
کی طرف سے موانع دور کرکے زمین اور کاشتکار کے درمیان تخلیہ کیا گیا ہو حتے کہ اگر مالک زمین کے ذمہ کھیتی کے
کام مین سے کچھ کام شرط کیا گیا ہو تو مزارعت صحیح نہوگی کیونکہ تخلیہ نپایا گیا اسیطرح اگر زمیندار و کاشتکار دونون کے ذمہ
کام کرنا مشروط ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ بدائع مین ہی اور تخلیہ کے یہ معنی ہین کہ مالک زمین کاشتکار سے یون کہے کہ یہ زمین
مین نے تیرے سپرد کی اور یہ بات بھی منجملہ تخلیہ کے ہی کہ زمین مذکور عقد کے وقت فارغ ہو اور اگر ایسا نہو بلکہ اُسمین زراعت
موجود ہو جو اُگ آئی ہو تو عقد جائز ہوگا مگر یہ عقد معاملت ہوگا عقد مزارعت نہوگا اور اگر اُسکی کھیتی پوری ہو کر پختگی پر آگئی
ہو تو یہ بھی جائز نہوگا کیونکہ کھیتی کو تیار ہو جانے کے بعد کسی کام کی حاجت نہین ہی پس اس عقد کو عقد معاملہ تجویز کرنا
متعذر ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جو شرط کہ آلات مزارعت کیطرف راجع ہی وہ یہ ہی کہ بیل اس عقد مین تابع
عقد قرار دیا جاوے اور اگر بیل بھی عقد مین مقصود رہے تو مزارعت فاسد ہو جائیگی۔ اور جو شرط مدت کی طرف راجع
ہی وہ یہ ہی کہ مدت معلوم ہو پس مزارعت بدون بیان مدت کے صحیح نہوگی کیونکہ ابتداے زراعت کا وقت مختلف ہوتا ہی
حتے کہ جس موضع مین اس امر مین تفاوت نہو وہان بغیر بیان مدت کے مزارعت جائز ہوگی اور اُسکا وقت وہ
ہوگا جسوقت کوئی کھیتی پہلے پھوٹے یہ بدائع مین ہی اور اگر وقت ایسا بیان کیا کہ اسوقت کاشتکار کو زراعت کی مجال
نہین ہی تو مزارعت فاسد ہوگی اور مدت کا ذکر کرنا اور نہ ذکر کرنا یکسان ہوگا اسیطرح اگر ایسی مدت بیان کی کہ دونون
مین سے ایک اسوقت تک غالباً زندہ نرہیگا تو بھی مزارعت جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور منجملہ شرائط صحیحہ کے
یہ ہی کہ بٹائی کا حصہ بطور حصہ بیان کیا جاوے کہ پیداوار غلہ سے شرکت منقطع نہونے پاوے کذا فی محیط السرخسی پس
اگر دونون نے ایک کا حصہ بیان کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکا حصہ بیان کیا ہی جسکی طرف سے بیج نہین ٹھہرے ہین تو قیاساً
و استحساناً مزارعت جائز ہوگی اور اگر اُسکا حصہ بیان کیا کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین تو استحساناً مزارعت جائز ہی
یہ خلاصہ مین لکھا ہی۔ اور منجملہ اُسکے یہ ہی کہ یہ بیان کرنا چاہیے کہ بیج کسکی طرف سے قرار پائے اسوجہ سے کہ اگر مالک
زمین کی طرف سے بیج ٹھہرے تو یہ عقد مزارعت کاشتکار کو اجارہ لینا ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے
تو یہ عقد زمین کو اجارہ لینا ہی اور معقود علیہ مجہول ہوگا اور اسکے احکام بھی مختلف ہین چنانچہ جسکی طرف سے بیج نہین
ٹھہرے ہین اُسکے حق مین یہ عقد فی الحال لازم ہوگا اور جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین اُسکے حق مین تخم ریزی
سے پہلے یہ عقد لازم نہوگا لہذا اگر کسی شخص نے اپنی زمین و بیج دوسرے کو بطور مزارعت جائزہ دی پھر مالک زمین نے
بیج و زمین لیکر خود زراعت کی تو یہ اعانت کار نہین ہی بلکہ عقد مزارعت کو توڑنا ہی۔ اور فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ
اس حکم کا مدار عرف پر ہی چنانچہ اگر ایسے موضع مین یہ عقد واقع ہوا جہان عُرف یہ ہی کہ بیج زمیندار کی طرف سے
ہوتے ہین یا کاشتکار کی طرف سے ہوتے ہین تو اُنکے عُرف کا اعتبار کیا جائیگا اور اُنکے عرف مین جسپر بیج دینا
واجب ہوتا ہی اُسیکے ذمہ بیج قرار دیے جاوینگے بشرطیکہ یہ عُرف اُنکا مستمر ہو یعنے برابر ہی معمول ہو اور اگر عرف

مشترک ہو یعنے کبھی مالک زمین دیتا ہو اور کبھی کاشتکار دیتا ہو کسیکی خصوصیت نہو تو مزارعت صحیح نہو گی۔ اور یہ حکم
اسوقت ہی کہ عقد میں کوئی ایسا لفظ ذکر نہ کیا ہو کہ جس سے معلوم ہو جاوے کہ بیج کسکی طرف سے ہیں۔ اور اگر ایسا
لفظ ذکر کیا ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو جاوے مثلاً مالک زمین نے کہا کہ مین نے تجھے یہ زمین اسواسطے دی کہ تو میرے
واسطے اسمین کھیتی بو دے یا کہا کہ مین نے تجھے اجارہ پر اس غرض سے لیا کہ تو آدھی پیداوار کی بٹائی پر اسمین کاشتکاری
کرے تو یہ اس بات کا بیان ہوگا کہ بیج مالک زمین کے ذمہ ہین اور اگر یون کہا کہ تاکہ تو اپنے واسطے اسمین زراعت
کرے تو یہ اس امر کا بیان ہی کہ بیج کاشتکار کے ذمہ ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور ابن رستم رح نے نہی نوادر
مین امام محمد رح سے روایت کیا کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اپنی یہ زمین ایک سال کے واسطے تجھے آدھے
کی بٹائی پر اجارہ دی یا کہا کہ تہائی کی بٹائی پر اجارہ دی تو یہ مزارعت جائز ہی اور بیج کاشتکار کے ذمہ ہونگے اور اگر یون
کہا کہ مین نے اپنی زمین تجھے مزارعت پر دی یا کہا کہ تہائی کی بٹائی پر تجھے مزارعت پر دی الخ تو جائز نہین ہی کیونکہ اسمین
اسکا بیان نہین ہی کہ بیج کسکے ذمہ ہین حالانکہ یہ امر شرط ہی اور اگر کہا کہ مین نے تجھے اسواسطے اجارہ پر لیا کہ تہائی
کی بٹائی پر تو میری زمین مین زراعت کرے تو یہ جائز ہی اور بیج مالک زمین کے ذمہ ہونگے یہ ذخیرہ مین ہی اور مزارعت
کی فاسد کرنے والی شرطین چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ تمام پیداوار غلہ دونون مین سے کسی ایک کے واسطے شرط کیا
تو یہ شرط مفسد ہی کیونکہ شرکت کو قطع کرتی ہی از انجملہ یہ کہ مالک زمین پر کام کرنے کی شرط لگائی تو مفسد ہی کیونکہ یہ شرط مزارعہ فیہ
سپرد کرنے سے مانع ہی از انجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ بیل دینا شرط کیا از انجملہ یہ کہ کھیتی کاٹکر کھلیان مین لانے اور روندائی
اور دانہ صاف کرانے کی شرط کاشتکار کے ذمہ لگائی تو مفسد ہی اور اصل یہ ہی کہ کھیتی تیار ہو کر خشک ہونے سے پہلے
کھیتی کی اصلاح کے واسطے جن باتون کی ضرورت ہوتی ہی جیسے سینچنا و حفاظت کرنا و نکانا و نالیان وغیرہ وغیرہ تیار
کرنا اور ایسی باتین یہ سب کاشتکار کے ذمہ ہین اور جن امور کی ضرورت کھیتی پوری تیار ہو کر خشک ہونیکے بعد تقسیم غلہ
سے پہلے ہوتی ہی جیسے پھٹک کر دانہ صاف کرنا وغیرہ وہ ان دونون کے ذمہ اسی حساب سے جو پیداوار غلہ مین مشروط
ہی ہوتا ہی۔ اور تقسیم غلہ کے بعد حصہ رسدی کے احراز کے واسطے جن امور کی ضرورت ہوتی ہی جیسے اٹھا کر گھر ہو پہنچانا وغیرہ
تو یہ کام دونون مین سے ہر ایک پر اپنے اپنے حصہ کے واسطے لازم ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ
انھون نے کھیتی کاٹنے اور کھلیان مین ڈال لینے اور روندنے و دانہ پاک کرنے کی شرط کاشتکار کے ذمہ جائز رکھی ہی
اسوجہ سے کہ لوگون کا تعامل پایا جاتا ہی اور ہمارے بعضے مشائخ ما وراء النہر نے بھی اسی پر فتوے دیا ہی اور یہی مشائخ
خراسان مین سے نصیر بن یحیے و محمد بن سلمہ نے اختیار کیا ہی کذا فی الملتقط۔ اور ظاہر الروایت کے موافق کاشتکار کے ذمہ
کھیتی کاٹنے و روندنے اور دانہ پاک کرنے کی شرط لگانی مفسد ہی لہذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الکبری
اور نصیر بن یحیی و محمد بن سلمہ سے مروی ہی کہ انھون نے فرمایا کہ یہ سب باتین کاشتکار کے ذمہ ہوتی ہین خواہ شرط لگائی ہو
یا نہ لگائی ہو اسوجہ سے کہ عرف یہی ہی اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ہمارے دیار مین یہی صحیح ہی اور شیخ ابو بکر محمد بن
الفضل رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ آپ سے جب اس مسئلہ پر فتوے طلب کیا جاتا تو فرماتے تھے کہ اسمین عرف ظاہر ہی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ از انجملہ یہ ہی کہ جسکی طرف سے بیج نہ تھا اُسکے واسطے بھوسے کی شرط کرنا۔ از انجملہ یہ ہی کہ
مالک زمین کا کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط لگاوے جسکا اثر و منفعت مدت مزارعت کے بعد باقی رہے جیسے چہار

دیواری بنانا و کنگرہ درست کر دینا اور نہر کھود کر تیار کر دینا اور کاریز بنانا اور اسکے مثل کام جنکا اثر و منفعت مدت مزارعت
گذرنے کے بعد باقی رہتا ہے۔ سہ از مین گوڑنا (ہل چلانا) پس اگر عقد مین دونون نے بغیر صفت تثنیہ یعنے دوبار گوڑنے
کی مطلقاً شرط کیا تو عامہ مشائخ نے فرمایا کہ مزارعت فاسد نہو گی اور یہی صحیح ہے اور اگر دوبار گوڑنا شرط کیا تو مزارعت
فاسد ہو گی کیونکہ دوبار گوڑنے کے یا تو یہ معنی ہین کہ ایک دفعہ زراعت کے واسطے گوڑے اور دوسری دفعہ کھیتی کٹنے
کے بعد گوڑ دے تاکہ گوڑی ہوئی زمین اپنے مالک کے پاس واپس پہونچے تو ایسی شرط بلاشک مفسد ہے کیونکہ بعد کھیتی
کٹنے کے گوڑنا اس سال کے کامون مین سے نہین ہے اور یا یہ معنی ہین کہ قبل زراعت کے دوبار گوڑ کر زراعت کرے
اور یہ کام ایسا ہے کہ اسکا اثر و نفع مدت مزارعت کے بعد بھی باقی رہتا ہے تو یہ شرط مفسد ہو گی حتے کہ جہان کہین اسکا
اثر و نفع باقی نہین رہتا ہو وہان یہ شرط مفسد نہو گی۔ اور رہے احکام مزارعت سو از انجملہ یہ ہے کہ اصلاح زراعت کے
واسطے جن کامون کی ضرورت پڑتی ہے وہ کاشتکار پر واجب ہین اور جو کام زراعت کی ضرورت کے ایسے ہین کہ
انہین خرچہ پڑتا ہے جیسے کھاد ڈالنا اور نکائی وغیرہ تو یہ خرچہ دونون پر ہر ایک کے حصہ کے موافق پڑیگا۔ اور یہی حال
کھیتی کاٹنے اور کھلیان مین لیجانے اور روندنے کا ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ پیداوار غلہ دونون مین موافق شرط عقد کے
مشترک ہو گا اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا تو دونون مین سے کسی کو کچھ نہ ملیگا یعنے نہ کاشتکار کو اپنے کام
کی اجرت ملیگی اور نہ زمیندار کو زمین کا پوتہ ملیگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہون یا زمیندار کیطرف
سے ٹھہرے ہون یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر تیار و پختہ ہونے سے پہلے کھیتی پر کوئی آفت پڑ گئی تو دونون مین سے
کسی کا دوسرے پر کچھ حق واجب نہو گا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ بیج دینے والے کیطرف یہ عقد لازم نہین
ہوتا ہے اور دوسرے عاقد کی طرف لازم ہوتا ہے حتے کہ اگر بیج والے نے بعد عقد مزارعت قرار دینے کے اس سے
انکار کر دیا اور کہا کہ مین اس زمین کی زراعت نہین چاہتا ہون تو اسکو اختیار ہے خواہ اُسنے کسی عذر سے انکار کیا یا بلا عذر
انکار کیا ہو اور اگر دوسرے عاقد نے انکار کیا تو اسکو بدون عذر کے ایسا اختیار نہین ہے یہ بدائع مین ہے اور اگر زمین
مین تخم ریزی کر دی تو عقد مزارعت دونون جانب لازم ہو جائیگا حتے کہ بدون عذر کے دونون مین سے کوئی
اسکے بعد فسخ عقد نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے اور منتقی مین امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی سے روایت ہے کہ اگر بیج مالک
زمین کی طرف سے ٹھہرے ہون اور اُسنے کاشتکار کو سپرد کیے تو دونون مین سے کسی کو مزارعت باطل کرنے
کا اختیار نہو گا اور اگر اُسنے بیج کاشتکار کو نہ دیے ہون تو مالک زمین کو عقد مزارعت باطل کرنے کا اختیار ہو گا اور
کاشتکار کو نہو گا یہ ذخیرہ مین ہے اور از انجملہ یہ کہ کاشتکار کو زمین جوتنے پر مجبور کرنے کی ولایت حاصل ہونا یا حاصل
نہونا ہے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دونون نے عقد مین زمین جوتنے کی شرط کر لی ہو یا اس شرط سے
سکوت کیا ہو پس اگر جوتنے کی شرط کر لی ہو تو کاشتکار اسپر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے سکوت کیا ہو تو دیکھا جائیگا
کہ اگر زمین ایسی ہو کہ اسمین بدون جوتنے کے زراعت معتاد کہ جیسے عرف مین لوگون کا مقصود ہوتا ہے پیدا ہوتی
ہو تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی ہو کہ بدون جوتنے کے اسمین بالکل پیداوار نہوتی ہو یا ہوتی
ہو مگر ایسی قلیل کہ اسکے مثل کاشتکاری سے مقصود نہین ہوتی ہے تو کاشتکار پر جوتنے کے واسطے جبر کیا جائے گا
اور علی ہذا اگر کاشتکار نے سینچنے سے انکار کیا پس اگر زمین ایسی ہو کہ بارش کا پانی اسکو کافی ہوتا ہو اور بدون

سینچنے کے کہ اُسمین زراعت متعارف پیدا ہوتی ہو تو کاشتکار پر سینچنے کے واسطے جبر نہ کیا جائیگا اور اگر ایسی زمین ہو
کہ اُسکو فقط بارش کا پانی کافی نہوتا ہو تو کاشتکار پر جبر کیا جاوے گا۔ ازانجملہ یہ ہے کہ پیداوار غلہ مین جو باہم شرط ٹھیرا
پائی ہے اُسپر زیادہ کرنا یا گھٹانا جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ جو مقدار ایسی ہے کہ ابتداے عقد اُسپر قرار پاسکتا ہے وہ محتمل
زیادت بھی ہے (یعنے حصہ شائع مثلاً چھٹا حصہ وتہائی و چوتھائی وغیرہ) اور جو مقدار ایسی ہے کہ عقد اُسپر قرار نہین
پاسکتا ہے وہ محتمل زیادت بھی نہین ہے جیسے دس من جیا رن وغیرہ) اور گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہے
اور مزارعت مین گھٹانا و بڑھانا دو طرح پر ہوتا ہے۔ یا تو کاشتکار کی طرف سے ہوگا یا مالک زمین کی طرف سے
ہوگا اور ضرور ہے کہ بیج یا تو کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے ہونگے یا مالک زمین کی طرف سے ٹھہرے ہونگے۔ اور اگر
کھیتی کاٹنے کے بعد درصورتیکہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور مزارعت مثلاً آدھے کی بٹائی پر ہو اور کاشتکار
نے اپنے حصہ مین سے ایک چھٹا حصہ مالک زمین کے واسطے بڑھا دیا اور مالک زمین کے واسطے دو تہائی کر دیا
اور مالک زمین اسپر راضی ہو گیا تو ایسی زیادتی جائز نہین ہے اور حاصلات غلہ دونون مین موافق شرط کے مشترک رہیگی
اور اگر مالک زمین نے کاشتکار کو اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھا دیا اور دونون راضی ہو گئے تو بڑھانا جائز
ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ صورت اول مین کاشتکار نے جو چیز اجارہ پر لی تھی اُس سے معقود علیہ یعنے منفعت پوری
حاصل کرکے اپنا کام تمام کرنے کے بعد پوتہ پر بڑھایا ہے اور ایسا بڑھانا (بوجہ معقود علیہ قائم نہونے کے) جائز نہین ہے
اور دوسری صورت مین جو پوتہ کاشتکار پر واجب ہوا تھا اُسمین سے کمی کر دی اور ایسی کمی کرنا معقود علیہ کے قائم ہونے
کو نہین چاہتا ہے (پس معقود علیہ قائم نہونے کی حالت مین بھی جائز ہے) اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے
ہووے اور مالک زمین نے زیادتی کر دی تو جائز نہین ہے اور اگر کاشتکار نے بڑھایا تو جائز ہے۔ یہ سب اُس صورت
مین ہے کہ کھیتی کاٹنے کے بعد دونون مین سے کسی نے زیادتی کر دی ہو۔ اور اگر کھیتی کاٹنے سے پہلے دونون مین
سے کسی نے زیادہ کیا تو چاہے کوئی زیادہ کرے جائز ہے کذا فی البدائع

دوسرا باب۔ انواع مزارعت کے بیان مین۔ اصل یہ ہے کہ زمین کی بعضی پیداوار غلہ کے عوض زمین کو اجارہ
لینا جائز ہے اسی طرح زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض کاشتکار کو اجارہ پر لینا جائز ہے اور ان دونون کے سوا
دوسری چیز کو زمین کی بعض پیداوار غلہ کے عوض اجارہ پر لینا جائز نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ پھر جو شخص مزارعت
کو جائز رکھتا ہے اُسکے قول پر مزارعت کی دو قسمین ہین اول یہ کہ زمین دونون مین سے کسی ایک کی ہووے اور
دوم یہ کہ زمین دونون کی ہووے۔ پس اگر زمین ایک ہی کی ہو تو اُسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج ایک ہی
کی طرف سے ہو اور دوسری یہ کہ بیج دونون کی طرف سے ہو۔ پس اگر زمین ایک ہی کی ہو اور بیج ایک ہی کی
طرف سے ہو تو اسمین چھ صورتین ہین جنمین سے تین صورتین جائز ہین اور تین صورتین فاسد ہین۔ پس تینون
جائز صورتون مین سے ایک یہ ہے کہ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور کار زراعت دوسرے کی طرف سے
ہو اور دونون نے مالک زمین کے واسطے پیداوار غلہ سے کوئی حصہ معلوم شرط کیا تو جائز ہے کیونکہ اس صورت
مین جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ بعض معلوم حاصلات زمین کے عوض زمین کا اجارہ پر لینے والا قرار
پاویگا۔ اور دوسری یہ ہے کہ دونون مین سے ایک کی طرف سے کار زراعت ہو اور باقی سب دوسرے کیطرف

سے ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہیں وہ اپنی زمین مین اپنے بیل اور بیج سے کار زراعت کرنے کے
واسطے بعض پیداوار معلوم کے عوض دوسرے کا اجارہ پر لینے والا قرار پاویگا اور تیسری یہ صورت ہے کہ زمین اور بیج
دونون مین سے ایک کی طرف سے ہو اور بیل اور کار زراعت دوسرے کیطرف سے ہو تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ مالک مین
اس غرض سے دوسرے کا اجارہ پر لینے والا ٹھہریگا تاکہ دوسرا اپنے بیل اور اپنے کام سے مالک زمین کی زمین مین
اُسکے بیج بووے۔ اور تینون فاسد صورتون مین سے ایک یہ ہے کہ زمین اور بیل ایک کی طرف سے ہو اور باقی دوسرے
کی طرف سے ہو تو یہ فاسد ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ جائز ہے بسبب اسکے کہ عرف پایا
جاتا ہے مگر فتوے ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اسواسطے کہ زمین کی منفعت ہمجنس منفعت گاو نہین ہے کیونکہ زمین کی
منفعت یہ ہے کہ اپنی طبعی قوت سے بیج اُگاوے اور بیل کی منفعت یہ ہے کہ زراعت کے کام مین آوے پس جب بیل
کی منفعت ہمجنس منفعت زمین نہوئی تو بیل عقد مین زمین کے تابع نہوگا پس بیل کا اجارہ مقصود بعض حاصلات
زمین کے عوض قرار پایا اور یہ فاسد ہے چنانچہ اگر ایک کی طرف سے فقط بیل ہی ہو تو فاسد ہوتا ہے اور دوسری
صورت یہ ہے کہ بیج ایک کی طرف سے ہو اور باقی دوسرے کی طرف سے ہو تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ اس
صورت مین جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہیں وہ زمین کو اجارہ پر لینے والا قرار پائیگا پس اُسکے اور زمین کے
درمیان تخلیہ ہونا ضرور ہے حالانکہ اُسکے قبضہ مین نہ آئیگی بلکہ جو شخص تخم ریزی وغیرہ کار زراعت انجام دیگا اُسکے پاس
رہیگی۔ اور سے علی ہذا اگر تین یا چار آدمی نے شرکت کی اور ایک کی طرف سے فقط بیل ہوا یا فقط بیج ہوئے تو عقد
فاسد ہوگا اور تیسری صورت یہ ہے کہ بیج اور بیل ایک کی طرف سے ہوا اور زمین اور کار زراعت دوسرے
کی طرف سے ٹھہرے تو یہ بھی فاسد ہے یہ سب اس صورت مین ہے کہ دونون مین سے ایک کی طرف سے زمین
ہو اور بیج دوسرے کی طرف سے ہون۔ اور اگر زمین ایک کی ہو اور یہ شرط ٹھہری کہ بیج دونون کیطرف
سے ہون پس اگر زراعت کا کام کرنا مالک زمین کے سواے دوسرے کے ذمہ دونون نے شرط کیا اور
دونون نے یہ بھی شرط کی کہ پیداوار غلہ دونون مین برابر تقسیم ہو تو عقد فاسد ہوگا اسلیے کہ اس صورت مین مالک
زمین نے عامل سے گویا یہ کہا کہ تو میری زمین مین میرے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار
غلہ میرا ہوگا اور اپنے بیجون سے زراعت کر اس شرط سے کہ تمام پیداوار غلہ تیرا ہوگا تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ یہ
مزارعت بعوض پوری حاصلات کے بدین شرط ہے کہ عامل کو آدھی زمین عاریت دے اسیطرح اگر دونون نے یہ
شرط لگائی کہ پیداوار غلہ دونون مین تین تہائی مشترک ہو جسمین سے ایک تہائی عامل کی ہو اور دو تہائی مالک
زمین کی ہو یا اسکے برعکس شرط کی تو بھی فاسد ہے کیونکہ یہان بھی زمین مین سے کچھ عاریت دینا ہے اور جب مزارعت
فاسد ہوئی تو جو کچھ پیداوار ہے وہ دونون مین ہر ایک کے بیجون کی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا پھر مالک
زمین نے پیداوار زمین سے جو کچھ لیا ہے وہ اُسکے پاس مسلم رہیگا کیونکہ اُسکی زمین مین اُسکی ملک سے پیدا ہوا
اور دوسرے پر اُسکی آدھی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ دوسرے نے اُسکی زمین سے بطور عقد فاسد
کے پوری منفعت حاصل کی ہے اور جو کچھ اُسنے پیداوار مین سے لیا ہے اُس مین سے بقدر بیجون کے اُسکو حلال ہوگا اور
باقی مین سے آدھی زمین کا کرایہ اور جو کچھ اُسکا خرچ پڑا ہے وہ بھی نکال کر باقی کو صدقہ کر دیگا اسواسطے کہ یہ زیادتی

اُسکو دوسرے کی زمین سے بطور عقد فاسد حاصل ہوئی ہے۔ اور اگر زمین و بیج دونون کی طرف سے ہون اور
کار زراعت کی دونون نے دونون پر شرط لگائی ہے قرار داد یہ کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف
مشترک ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ ہر ایک عاقد نصف زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کرنے والا ہو گیا پس
اس عقد مین نصف زمین کا عاریت دینا پایا گیا مگر اس شرط سے نہین کہ مستعیر اُسکے واسطے زراعت کا کام کرے
اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے یہ شرط کی کہ بیج اور کار زراعت ایک کی طرف سے ہو اس
قرار داد پر کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف مشترک ہو تو یہ نہین جائز ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج
نہین ٹھہرے ہین وہ دوسرے سے گویا یہ کہنے والا ہو گیا کہ تو میری زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے
زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہو گی اور میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار
ہو گی وہ میری ہو گی پس اُسکے حق مین یہ مزارعت اشتراط پوری حاصلات لے لینے کے ہوئی ہے پس جائز نہو گی اور اگر
بیج ایک نے دیے اور عمل دوسرے کے ذمہ شرط کیا اور شرط لگائی کہ تمام پیداوار دونون مین نصفا نصف مشترک
ہو تو بھی نہین جائز ہے کیونکہ بیج دینے والے نے اپنے واسطے نصف زمین مین دوسرے کی طرف سے کار زراعت
انجام دینے کے مقابلہ مین آدھے بیج کا ہبہ کرنا یا قرض دینا شرط کیا اور یہ باطل ہے ایضاح اگر دو تہائی حاصلات عامل
کے واسطے اور ایک تہائی بیج دینے والے کے واسطے شرط کیا یا بیج دینے والے کے واسطے دو تہائی اور عامل
کیواسطے ایک تہائی شرط کیا تو بھی نہین جائز ہے اسواسطے کہ بیج دینے والے نے محض بیجون کی وجہ سے اپنے واسطے
حاصلات مین سے زیادہ حصہ کی شرط لگائی ہے۔ اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے دو تہائی
پیداوار عامل کے واسطے شرط لگائی تو جائز ہے اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ اپنی زمین اس شرط سے
مزارعت پر دینے والا ہوا کہ کاشتکار اُسکو اپنے بیجون سے بو دے بدین شرط کہ دو تہائی پیداوار کاشتکار کی ہو گی
اور یہ جائز ہے۔ اور اگر زمین اور بیج دونون کی طرف سے ہون اور دونون نے ایک شخص کے ذمہ کار زراعت
انجام دینے کی شرط لگائی اور آدھے کی بٹائی کی شرط لگائی تو جائز ہے پس جسنے کام نہین کیا ہے اُسنے گویا اپنے حصہ کے
واسطے کار زراعت مین دوسرے سے استعانت چاہی ہے۔ اور اگر زمین دونون مین برابر مشترک ہو اور بیج برابر
دونون کیطرف سے ہون اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار کو (یعنی جو شخص کام زراعت کا کریگا) دو تہائی پیداوار اور دوسرے کو ایک تہائی ملیگی۔ تو دو
روایتون مین سے اصح روایت کے موافق یہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ تمام پیداوار دونون کے بیجون سے پیدا
ہوئی ہے اور بیج برابر دونون کے مشترک ہین تو پیداوار بھی دونون مین برابر مشترک ہو گی پس دو تہائی والے نے
جو زیادہ لیا وہ اپنے کام ہی کے مقابلہ مین لیا ہے حالانکہ جو شخص محل مشترک مین کام انجام دیتا ہے وہ مستحق اجرت
نہین ہوتا ہے۔ اور اگر اس صورت مین جسکے بیج نہین ہین اُسکے واسطے دو تہائی پیداوار کی شرط لگائی ہو تو بھی نہین جائز
ہے اسواسطے کہ اس شخص نے کاشتکار کے حصہ مین سے جسقدر زیادتی اپنے واسطے شرط کی وہ بغیر زمین و بغیر تخم و بغیر
کام کے شرط کی ہے (پس جائز نہو گی) اور اگر زمین دونون مین مشترک ہو اور دونون نے سوائے کاشتکار کے
دوسرے کے ذمہ دو تہائی بیج دینے شرط کیے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک ہو گی تو
جائز نہین ہے اسواسطے کہ اسنے کاشتکار کے کام کے مقابلہ مین چھٹا حصہ بیج قرض دینے کی شرط کی ہے۔ اور اگر دونون

نے کاشتکار کے ذمہ دو تہائی بیج دینے اس شرط سے شرط کیے کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین برابر مشترک
ہوگی تو بھی جائز نہین ہی کیونکہ غیر کاشتکار نے گویا درواقع کاشتکار سے یون کہا کہ اپنی زمین مین اپنے بیجون سے
اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار تیری ہوگی اور میری زمین مین اپنے اور میرے بیجون سے اس شرط سے
زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی پس یہ مزارعت بشرط تمام حاصلات لے لینے کے ہی اور یہ جائز نہین ہی یہ فتاویٰ
قاضی خان مین ہی۔ ایک شخص کے پاس زمین ہی اُسنے چاہا کہ دوسرے شخص سے بیج لیکر زراعت کرے اور جو
پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف مشترک رہے تو اس بات مین اُسکے لیے حیلہ یہ ہی کہ اُس شخص سے آدھے
بیج خریدے پھر بائع اُسکو ان نصف بیجون کے ثمن سے بری کردے پھر اُس سے کہے کہ اپنی زمین مین ان تمام
بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ جو پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی یہ خزانۃ المفتین
مین ہی۔ اور مزارعت فاسدہ کے احکام چند طرح کے ہین از انجملہ یہ کہ کاشتکار پر کار زراعت مین سے کوئی کام واجب
نہین ہوتا ہی کیونکہ اسکا واجب ہونا تو عقد کی وجہ سے ہوتا ہی اور عقد صحیح نہین ہی اور از انجملہ یہ ہی کہ جو کچھ پیداوار ہو
وہ سب اسکی ہوتی ہی جسکی طرف سے بیج تھے خواہ مالک زمین کے بیج ہون یا کاشتکار کے بیج ہون اور اسپر کچھ
صدقہ کرنا واجب نہین ہوتا ہی۔ اور از انجملہ یہ ہی کہ اگر بیج زمیندار کے ہون تو اُسپر کاشتکار کے واسطے اجر المثل
واجب ہوگا اور اگر بیج کاشتکار کے ہون تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ زمیندار کو اسکی زمین کا اجر المثل ادا کرے اور
از انجملہ یہ کہ جب بیج زمیندار کی طرف سے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور اُسنے کاشتکار کو اُسکا اجر المثل ضمان دیا تو
تمام پیداوار اُسکے واسطے حلال ہوگی اور اگر بیج کاشتکار کے ہون اور تمام پیداوار کا مستحق ہوا اور زمیندار کو اُسکی زمین کا
اجر المثل ادا کردیا تو تمام پیداوار اُسکے حق مین حلال نہوگی بلکہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور بقدر زمین کے اجر المثل
کے لے لیگا اور یہ اُسکو حلال ہوگی اور زیادتی کو صدقہ کردیگا اور از انجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین اجر المثل
واجب نہین ہوتا ہی تا وقتیکہ زمین کو استعمال مین لانا نہ پایا جاوے اور از انجملہ یہ ہی کہ مزارعت فاسدہ مین زمین کو استعمال مین
لانے کے بعد اجر المثل واجب ہوجاتا ہی اگرچہ زمین مذکور مین کچھ پیداوار نہوئی ہو۔ اور از انجملہ یہ ہی کہ مزارعت
فاسدہ مین جو اجر المثل واجب ہوتا ہی اُسکے ساتھ یہ شرط ہی کہ مقدار مسمّٰی سے زیادہ نہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے
کے نزدیک پورا اجر المثل واجب ہوگا اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہی کہ عقد مین اجرت یعنے دونون مین
سے ہر ایک کا حصہ بیان کردیا گیا ہو اور اگر بیان نہ کیا گیا ہو تو بالاجماع پورا اجر المثل واجب ہوگا یہ بدائع
مین ہی اور جس صورت مین صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مزارعت فاسد ہوگئی یا جس صورت مین
صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہوتی ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہوگئی اور کاشتکار یا زمیندار
نے چاہا کہ ہمکو زراعت حلال ہوجاوے تو اسکے واسطے حیلہ وہ ہی جو شیخ اسمعیل الزاہد رحمہما اللہ تعالے
سے نقل کیا گیا ہی کہ زمیندار و کاشتکار دونون کا حصہ الگ کیا جاوے پھر زمیندار کاشتکار سے یون
کہے کہ میرا تجھپر زمین کا اجر المثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہی اور تیرا مجھپر تیرے کام اور تیرے بیلون
کے کام کا اجر المثل و تیرے بیجون کا مثل واجب ہوا ہی پس آیا تو اسقدر گیہون پر اُس حق سے جو تیرا
مجھپر واجب ہوا ہی اُس سے جو میرا تجھپر واجب ہوا ہی باہمی صلح کرتا ہی پس کاشتکار کہے کہ مین نے صلح کرلی یا

یا کاشتکار زمیندار سے کہے کہ میرا تجھپر میرے اور میرے بیلون کے کام کا اجر المثل واجب ہوا ہے اور تیرا مجھپر تیری زمین کا اجر المثل یا نقصان زمین واجب ہوا ہے پس آیا تو نے اُس حق سے جو تیرا مجھپر واجب ہوا اس سے جو میرا تجھپر واجب ہوا ہے صلح کی پس مالک زمین کہے کہ مین نے صلح کر لی پھر جب دونوں اس بات پر راضی ہو گئے تو صلح جائز ہو اور جو حصہ جسکو پہونچا وہ اُسکو حلال ہوگا اسواسطے کہ حق انہین دونون مین دائر ہے ان دونون سے باہر کسی کا حق نہین ہے پس جب دونون باہم راضی ہو گئے تو حرمت کا سبب دور ہو گیا یہ نہایہ مین ہے پس جس صورت مین مزارعت فاسد ہو اگر ایسی صورت مین بیل ایک کے ذمہ شرط کیے تو باوجود اسکے کہ ایک کے ذمہ بیل کرایہ لینا شرط کیا ہے مزارعت فاسد نہو گی۔ اگرچہ عقد مزارعت مین ایک دوسرا عقد شرط کیا یعنے بیل کرایہ پر لینا پس مشروط صفقہ در صفقہ ہوا جاتا ہے مگر مزارعت فاسد نہونا اس وجہ سے ہے کہ بیل کرایہ لینے سے مراد فقط اس بات کا اظہار ہے کہ کسکے ذمہ بیل واجب ہین اور درحقیقت بیلون کو کرایہ پر لینا مقصود نہین ہے اور اسپر دلیل یہ ہے کہ جسپر بیل کرایہ لینے کی شرط کیجاتی ہے اگر اُسنے بیل کرایہ پر نہ لیے بلکہ خود ہی زمین کو گوڑ دیا یا ایسے بیل سے جو اُسکو ہبہ مین ملا ہے یا میراث مین ملا ہے زمین کو جوتا یا کوئی بیل خرید کر اُس سے زمین جوتی تو یہ جائز ہے اگرچہ اُسنے بیل کرایہ پر نہین لیے پس معلوم ہوا کہ بیل کرایہ لینے کے ذکر سے مقصود فقط یہ ہے کہ ہل جوتنے کے بیل دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کر دیے اور حقیقۃً بیل کرایہ پر لینا مقصود نہین ہے (تاکہ صفقہ در صفقہ لازم آوے۔ اور مزارعت فاسد ہو جاوے) کذا فی المحیط۔

تیسرا باب۔ مزارعۃ مین شرطین پائی جانے کے بیان مین۔ زید نے عمرو کو زمین اور بیج اس شرط سے دیے کہ خود آپ اور اپنے بیل اور اپنے نوکرون سے زراعت کرے پس اگر دونون نے یہ شرط کی کہ تمام پیداوار زید کی ہوگی تو یہ جائز ہے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے جائز کہنے سے یہ مراد نہین رکھی ہے کہ مزارعت جائز ہے کیونکہ یہ عقد مزارعت نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ مزارعت مین جو کچھ پیداوار ہو وہ دونون مین مشترک ہوتی ہے حالانکہ اس صورت مین پیداوار مشترک نہین ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ پوری پیداوار زید کے واسطے شرط کرنا جائز ہے۔ اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ پوری پیداوار کاشتکار یعنے عمرو کے واسطے ہے تو یہ بھی جائز ہے اور مراد امام محمد رحمہ اللہ تعالے کی یہ ہے کہ عمرو کے واسطے پوری پیداوار کی شرط لگانا جائز ہے۔ اور اگر بیج کاشتکار یعنے عمرو کی طرف سے ہوان تو اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ مالک زمین نے مثلاً عمرو سے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے ایک کر گیہون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ اس صورت مین عمرو پورے پیداوار کے بدلے زمین کا اجارہ پر لینے والا ہو گیا اور شرع نے زمین کو بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لینا خلاف قیاس جائز فرمایا ہے پس پوری پیداوار کی عوض زمین اجارہ لینا اصل قیاس پر رہا (اور قیاس اسکو جائز ہی نہین رکھتا ہے) اور جب یہ عقد فاسد ہوا تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی اور عمرو پر مالک زمین کے واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پھر عمرو کے حق مین اس پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے اور جو کچھ اُسنے اجر المثل دیا ہے حلال ہوگا اور باقی زیادتی کو صدقہ کر دیگا۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر دے بشرطیکہ تمام پیداوار میری ہوگی تو یہ شرط جائز ہے

اور کاشتکار مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہوجائیگا اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اس کام مین ازراہ احسان مالک زمین کا معین قرار دیا جائیگا اور اگر کاشتکار سے یون کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے بدین شرط زراعت کردے کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر اُسکے بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے اور اُسکے کام کے مثل کام کی جو اجرت ہو وہ واجب ہوگی۔ اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یہ کہا کہ میری زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ تمام پیداوار تیری ہوگی تو یہ جائز ہے اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور مالک زمین اپنی زمین اسکو عاریت دینے والا قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر کاشتکار سے مالک زمین نے یون کہا کہ میرے واسطے میری زمین مین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کر کہ تمام پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ مزارعت جائز ہے اور تمام پیداوار دونون مین آدھون آدھ مشترک ہوگی اور مزارع اپنے بیج مالک زمین کو قرض دینے والا قرار دیا جائیگا بمقتضائے حکم مالک زمین کے کہ اُسکو حکم دیا کہ میرے واسطے زراعت کر پس مالک زمین حکماً ان بیجون کا قابض ہوگیا اسوجہ سے کہ اُسکی ملک سے یہ بیج متصل ہوگئے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے سو درم قرض دے پھر اُنکے عوض میرے واسطے ایک کُر گیہون خرید کر میری زمین مین اس شرط سے بو دے کہ تمام پیداوار ہم دونون مین آدھون آدھ مشترک ہوگی تو یہ جائز ہے پس ایسے ہی اس صورت مین بھی جائز ہے اور اگر کاشتکار نے مالک زمین کو مزارعت پر بیج دیے مثلاً مالک زمین کو ایک کُر گیہون اس شرط سے دیے کہ اس سال زراعت کرکے انکو اپنی زمین مین بو دے بدین شرط کہ اللہ تعالی جو کچھ پیداوار کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی ایسا ہی مزارعۃ الاصل مین مذکور ہے اور کتاب الماذون کے اوائل مین یون ذکر فرمایا کہ تمام پیداوار مزارع یعنی مالک زمین کی ہوگی اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ مین فرمایا کہ دونون مسئلون مین فرق نہین ہے لیکن جو ہمنے کتاب الماذون سے نقل کیا ہے اُسکی تاویل یہ ہے کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے یون کہا کہ اسکو اپنے واسطے بو دے اور پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہو اور اس صورت مین تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی کیونکہ بیجون کا مالک اس صورت مین مالک زمین کو بیج قرض دینے والا ہوگیا اور یہ امر اُسکے اس کہنے سے معلوم ہوا کہ انکو اپنے واسطے بو دے پھر جب مزارعت فاسد ہوئی تو یہ کھیتی مالک زمین کے واسطے رہگئی اور ہشام نے بھی مسئلہ ماذون کو اپنے نوادر مین ایسا ہی ذکر کیا ہے جیسا ہمنے بیان کیا اور کتاب المزارعۃ مین یہ ذکر نہ کیا کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے کہا کہ اپنے واسطے انکی زراعت کرلے بلکہ یہ ذکر کیا ہے کہ بیجون کے مالک نے مالک زمین سے یون کہا کہ انکو بو دے تاکہ پیداوار ہم دونون مین مشترک ہو اور اس صورت مین مالک زمین بیجون کا قرض لینے والا نہوگا بلکہ بیج اپنے مالک کی ملک مین رہینگے پس فساد مزارعت کی صورت مین بیجون کا منافع اُنکے مالک کا ہوگا اور اگر یون کہتا کہ ان بیجون کو تو اپنی زمین مین اپنے واسطے زراعت کرلے بدین شرط کہ تمام پیداوار ہم دونون مین مشترک ہوگی اور باقی مسئلہ بحالہا رہتا تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوتی جیسا کہ کتاب الماذون کے مسئلہ مین مذکور ہے یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص نے دوسری کو اپنے بیج دیکر کہا کہ انکو اپنی زمین مین بو دے تاکہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو یا کہا کہ اپنی زمین مین

میرے بیجون سے زراعت کرتا کہ تمام پیداوار تجھے حاصل ہو تو یہ جائز ہے اور بیجون والا مالک زمین کو یہ بیج قرض دینے
والا ہو جائیگا تاکہ وہ اپنی زمین مین ایسی زراعت کرے اور مالک زمین کا اُسپر قبضہ حقیقۃً ہاتھ سے پایا گیا ہے۔ اور اگر بیجون
کے مالک نے اُس سے کہا ہو کہ میرے واسطے اپنی زمین مین میرے بیجون سے زراعت کر اور تمام حاصلات پیداوار
تیری ہوگی تو یہ فاسد ہے اور تمام پیداوار بیجون والے کو ملیگی۔ اور اگر بیجون کے مالک نے اپنے بیج مالک زمین کو دیے
کہ اپنی زمین مین بووے بدین شرط کہ تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور بیجون کا مالک زمین
کے مالک سے اُسکی زمین عاریت لینے والا ہو جائیگا اور اُس سے بونے کے کام مین استعانت چاہنے والا ہو جائیگا
کہ اُسکے بیج اس مستعار زمین مین بووے اور یہ سب جائز ہے اور اگر یون کہا کہ ان بیجون کو لے اپنے واسطے اپنی زمین مین
بووے بدین شرط کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالے کے فضل سے ہو وہ سب میری ہوگی تو تمام پیداوار مالک زمین کی
ہوگی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ بیجون والے کو اُسکے بیجون کے مثل ادا کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے
اپنی زمین زراعت کے واسطے دوسرے کو اس شرط سے دی کہ جو کچھ پیداوار اللہ تعالے کے فضل سے اس زمین
مین ہو وہ ہم دونون مین آدھی آدھی مشترک ہوگی اور دونون نے بیل کاشتکار کے ذمہ شرط کرنے سے سکوت کیا
یا کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو بہر حال بیل کاشتکار کے ذمہ ہونگے خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین
کی طرف سے ہون اسواسطے کہ بیل آلات زراعت مین سے ہے پس اُسی کے ذمہ چاہئیے جسکے ذمہ زراعت کا کام ہے
یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر عقد مزارعت مین کسیقدر پیداوار سواے مالک زمین و کاشتکار کے کسی غیر شخص کے واسطے
شرط کی گئی تو دیکھا جاوے کہ اگر اس غیر کے ذمہ کار زراعت کرنا مشروط نہین ہے تو اس سے عقد مزارعت مین فساد
نہ آویگا اور جسقدر اس غیر کے واسطے شرط کیا گیا ہے وہ اُسکو ملیگا جسکی طرف سے بیج ہین۔ اور اگر مزارعت کا کام اس غیر کے
ذمہ مشروط ہو پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون مثلاً ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اسواسطے دی کہ اپنے
بیجون اور بیل سے اسمین زراعت کرے اور یہ تیسرا شخص غیر بھی کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے
پیداوار ہو اُسمین سے ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی کاشتکار کی جسکی طرف سے بیج ہین اور تہائی اس کارگزار
کی جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو ایسی مزارعت فاسد ہے اور مراد یہ ہے کہ مزارعت اس دوسرے شخص کارگزار کے حق مین
فاسد ہے اور یہ نہین مراد ہے کہ شخص اول کے حق مین فاسد ہے اسواسطے کہ دوسری مزارعت پہلی مزارعت مین شرط نہین
ہوسکتی کہ اگر دوسری مزارعت پہلی مزارعت مین مشروط ہو مثلاً یون کہا کہ بدین شرط کہ یہ شخص کارگزار اُسکے ساتھ مزارعت
کا کام کرے تو بعضے مشائخ کے نزدیک مزارعت اولی بھی فاسد ہو جائیگی اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالے اسی پر فتوی
دیتے تھے۔ اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہا ہے تو یہ مزارعت جائز ہوگی اسلیے کہ بیج جب
زمیندار کیطرف سے ہوئے تو زمیندار ان دونون کام کرنے والون کو بعض پیداوار کی عوض اجارہ لینے والا ہو گیا اور
یہ جائز ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر عقد مزارعت مین بعض پیداوار دونون مین سے کسی کے غلام کے واسطے شرط کی گئی
تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور تہائی مالک زمین کے واسطے اور تہائی پیداوار
کاشتکار کے واسطے اور تہائی مالک زمین کے غلام کے واسطے شرط کی گئی تو یہ مزارعت جائز ہے خواہ غلام پر قرضہ ہو
یا نہو خواہ غلام پر بھی مزارعت کا کام کرنا شرط کیا ہو یا نکیا ہو یہ حکم اسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور مالک

زمین یا غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو اور اگر کاشتکار کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی گئی ہو تو
بھی مزارعت جائز ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو خواہ کاشتکار کے ساتھ اُسکے غلام کا کار زراعت انجام دینا مشروط ہو یا نہو
یہ اُسوقت ہے کہ جب بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون پس اگر مالک زمین کے غلام کے واسطے
تہائی پیداوار کی شرط کی گئی تو مزارعت جائز ہے بشرطیکہ غلام مذکور پر قرضہ نہو اور نہ اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو اور جسقدر غلام کے
واسطے شرط کیا گیا ہے وہ ابتدا سے مولی کیواسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا اور اگر غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط ہوا اور اسپر قرضہ نہو
تو ظاہر الروایۃ کے موافق مزارعت فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہو تو پس اگر غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط نہو تو مزارعت جائز
ہے اور جسقدر غلام کیواسطے مشروط ہے وہ ابتدا سے اُسکے مولی کیواسطے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا گویا دونون نے ابتدا سے یہ شرط کر لی تھی کہ پیداوار
مین سے دو تہائی مالک زمین کو اور ایک تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اگر باوجود اسکے غلام مذکور کے ذمہ کار زراعت مشروط ہو تو ظاہر الروایۃ کے
موافق مزارعت فاسد ہوگی اور اگر اس صورت مین کاشتکار کے غلام کے واسطے تہائی پیداوار مشروط ہو پس اگر غلام پر قرضہ نہو اور نہ
اُسکے ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو تو یہ جائز ہے اور دو تہائی پیداوار کاشتکار کی اور ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور اگر
اسکے ساتھ غلام کا کار زراعت انجام دینا بھی دونون نے شرط کیا ہو پس اگر عقد مزارعت مین غلام کا کار زراعت انجام دینا
شرط کیا ہو تو مزارعت دونون کے حق مین فاسد ہوگی اور اگر غلام کے ذمہ کار زراعت انجام دینا اصل عقد مین مشروط
نہو بلکہ گفتگو سے مزارعت سے پیشتر بھی بطور عطف ملا دی ہو تو مالک زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز
ہوگی اور غلام کے حق مین فاسد ہوگی اور اگر غلام مذکور پر قرضہ ہو پس اگر غلام کا کار زراعت شرط نہ کیا گیا ہو تو مزارعت
جائز ہوگی اور جسقدر غلام کے واسطے مشروط ہے وہ کاشتکار کے واسطے ابتدا سے مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا اور اگر اُسکے
ذمہ کار زراعت شرط کیا گیا ہو تو اس صورت مین وہی حکم ہے جو حکم درصورت غلام پر قرضہ نہونے اور اسکے ذمہ کار
زراعت مشروط ہونے کے مذکور ہوا ہے اور اگر دونون مین سے ایک کے بیل کے واسطے بعض پیداوار شرط کی
گئی تو اسکا وہی حکم ہے جو حکم درصورت کسی کے غلام کے واسطے درصورت غلام پر قرضہ نہونے کے بعض پیداوار
شرط کرنے مین مذکور ہوا ہے اور اگر مساکین کے واسطے تہائی پیداوار شرط کی گئی تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر مساکین
کے واسطے شرط کیا ہے وہ اُس شخص کے واسطے ابتدائً مشروط ہونا اعتبار کیا جائیگا جسکی طرف سے بیج ہون پس
بیج والے کو ملیگا مگر بیج والے پر فیما بینہ وبین اللہ تعالے واجب ہوگا کہ یہ اناج مساکین پر صدقہ کر دے لیکن
قاضی ایسا کرنے کے واسطے اُسپر جبر نہین کر سکتا ہے اور نہ موجب فساد مزارعت ہوگا۔ اور جو حکم ہمنے دونون مین
سے کسی کے غلام کے واسطے بعض پیداوار شرط کیے جانے کی صورت مین بیان کیا ہے وہی حکم دونون مین سے
کسی کے مدبر یا ایسے مملوک کے واسطے جسکی کمائی کا مولی مالک ہوتا ہے بعض پیداوار شرط کیے جانے کی صورت
مین ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک کے مکاتب یا اُسکے قریب کے واسطے یا کسی اجنبی کے
واسطے تہائی پیداوار کی شرط کی پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور دونون نے اس شخص کے کار زراعت
انجام دینے کی شرط کی تو جائز ہے اور یہ شخص اس عقد مزارعت مین کاشتکار کے ساتھ ہوگا اور اسکو تہائی
پیداوار ملیگی اور اگر دونون نے اُسکے کار زراعت انجام دینے کی شرط نہ کی تو مزارعت جائز ہے اور یہ مشروط
باطل ہے اور دو تہائی پیداوار مالک زمین کو ملیگی اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر شخص ثالث کے کار زراعت

انجام دینے کی شرط نہ کی ہو تو مزارعت جائز ہے اور جسقدر اس ثالث کے واسطے شرط کیا گیا ہے وہ کاشتکار کا ہوگا
اور شخص ثالث کو کچھ نہ ملیگا اور اگر شخص ثالث کے کار زراعت انجام دینے کی شرط کی ہو اور اُسنے کام کیا تو اُسکا
اجر المثل کاشتکار پر واجب ہوگا اور جسقدر حصہ پیداوار اُسکے واسطے شرط کیا گیا تھا وہ کاشتکار کو ملیگا کیونکہ مالک
زمین و کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہے اور کاشتکار اور اس شخص ثالث کے درمیان جسکی نسبت کار
زراعت انجام دینا شرط کیا گیا ہے مزارعت باطل ہے اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دو شخصون
کو زراعت کے واسطے اس شرط سے دی کہ دونون مین سے ایک اپنے بیجون سے زراعت کرے اور دوسرا
فقط زراعت کا کام کرے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ آپ اپنے بیجون
اور اپنے عمل سے تہائی بٹائی پر زراعت کرے اور تہائی مالک زمین کی ہوگی بدین قرار داد کہ ہمکو فلان شخص
کے بیل سے جوتے و سرا وسے بدین شرط کہ تہائی پیداوار فلان شخص کی ہوگی اور فلان شخص اس امر پر راضی ہوگیا
تو کاشتکار پر فلان شخص کے واسطے اُسکے بیل کا اجر المثل واجب ہوگا کیونکہ اُسنے بیل والے سے تہائی پیداوار
پر بیل کرایہ لیا حالانکہ بیل عقد مزارعت مین بالمقصود داخل نہین کیا جاتا ہے پس ان دونون مین عقد فاسد ہوگا
اُسنے بیل والے کے بیل سے منفعت پوری حاصل کر لی ہے پس اُسکے واسطے اجر المثل واجب ہوگا اور پیداوار مین سے
ایک تہائی مالک زمین کو ملیگی اور دو تہائی کاشتکار کو ملیگی اور اُسکے حق مین حلال ہوگی کیونکہ اُسکے اور مالک زمین کے
درمیان عقد فاسد نہین ہوا ہے۔ اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو دو تہائی پیداوار اُسکو
ملیگی اور بیل کا اجر المثل اُسی پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمل کو تہائی پیداوار پر اجارہ لیا اور یہ جائز ہے مگر بیل کو تہائی
پیداوار پر بالمقصود اجارہ لینا فاسد ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہو تو مالک زمین اور
کاشتکار کے درمیان مزارعت جائز ہے اور بیل والے کے ساتھ فاسد ہے اور مالک زمین پر بیل والے کے بیل کا اجر
المثل واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر دونون نے باہم یون شرط لگائی کہ جو کچھ اس گوشہ مین پیدا ہو وہ ایک کا ہے اور
باقی پیداوار دوسرے کی ہے تو یہ نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر زمین خراجی ہو اور دونون نے
یہ شرط لگائی کہ خراج دیکر باقی کو نصفا نصف بانٹ لینگے تو یہ فاسد ہے مگر یہ حکم اُسوقت ہے کہ خراج موظف ہو اور فاسد
اسوجہ سے ہے کہ شاید زمین مین فقط اسیقدر پیدا ہو جس سے خراج موظف ادا ہو سکے اور اگر خراج مقاسمہ ہو جیسے
تہائی پیداوار یا چوتھائی پیداوار وغیرہ تو جائز ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے جسکے بیج ہین اُسکے
واسطے یہ شرط لگائی کہ پیداوار مین سے دسوان حصہ جسکے بیج ہین اُسکو دیکر باہم تقسیم کر لینگے تو مزارعت صحیح ہے اسواسطے
کہ اس شرط سے پیداوار مین شرکت منقطع نہین ہوتی ہے کیونکہ پیداوار اگرچہ کیسی ہی قلیل ہو اُسکا دسوان حصہ نکل سکتا
ہے اور جسکی طرف سے بیج ہین اگر اُسنے چاہا کہ اپنے بیجون کے قدر مجھے ہو نج جاوے پھر باقی مین بٹائی ہو تو اُسکے واسطے
یہی حیلہ ہے کہ اپنے واسطے دسوان یا تہائی وغیرہ کوئی حصہ ابتداء بیجون کے شرط کر لے اور باقی دونون مین بٹائی پر مشروط
رکھے کذا فی النہایہ اور اگر ایسے شخص کے واسطے جسکی طرف سے بیج نہین دیے گئے ہین دسوان حصہ شرط کیا اور
باقی باہم دونون مین بٹائی پر مشروط رکھا تو یہ جائز ہے۔ اور اگر زمین عشری ہو اور دونون نے شرط لگائی کہ عشر
نکالکر باقی بٹائی پر رہے پس اگر یون کہا کہ اگر یہ زمین کسی کھودی ہوئی نہر سے سینچی گئی تو عشر نکالکر اور اگر نہ اس سے

سینچی گئی تو آدھا عشر نکالکر باقی غلہ ہم دونون مین برابر مشترک ہوگا تو یہ جائز ہے پس اگر پیداوار ہوئی تو سلطان وقت عشر یا نصف عشر اپنا حق لے لیگا اور باقی دونون مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا پس اگر سلطان نے ان دونون سے کچھ نہ لیا یا اہل کار سلطان نے ان لوگون سے تھوڑا سا اناج سلطان کے سے پوشیدہ لے لیا اور سلطان کو اطلاع بھی نہ ہوئی تو عشر جو سلطان کو دینا شرط کیا گیا تھا وہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول مین بقیاس جائز دہندہ مزارعت کے مالک زمین کو ملیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک وہ بھی دونون مین موافق شرط بٹائی کے تقسیم ہوگا۔ اور اگر مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ مجھے نہین معلوم کہ سلطان ہم سے پورا عشر لیگا یا نصف عشر لیگا بہر حال مین تجھسے اس طرح معاملہ کرتا ہون کہ جو کچھ سلطان ہے لے اسکے لینے کے بعد زمین کی پیداوار مین سے آدھا میرا اور آدھا تیرا ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول کے قیاس پر یہ فاسد ہے اور امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک جس طرح دونون نے کہا اسی طرح جائز ہوگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب بارش زیادہ ہوتی ہے تو زمین کو فقط بارش کا پانی کافی ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بارش کم ہونے کی صورت مین پانی سے سینچنے کی ضرورت پڑتی ہے پس سلطان ایسی صورت مین اپنا عشر لینے یا نصف لینے کے واسطے اغلب کا اعتبار کرتا ہے پس دونون نے گویا یہ کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ اس سال بارش کیسی ہوگی اور سلطان ہم سے پیداوار زمین سے کیا لیگا پس دونون نے اس طریقہ سے باہم معاملہ کیا پھر امام اعظم رحمہ کے نزدیک عشر یا نصف عشر مالک زمین پر واجب ہوتا ہے پس اس شرط سے دونون نے پیداوار مین سے مالک زمین کے واسطے ایک جزو مجہول یعنی عشر یا نصف عشر شرط کیا اور ایسی جہالت مفسد عقد ہے اور صاحبین کے نزدیک عشر یا نصف عشر پیداوار مین سے واجب ہوتا ہے اور پیداوار دونون مین برابر مشترک ہے پس ایسی شرط لگانے کے معنی گویا یہ ہوے کہ پوری پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہے اور یہ مفسد عقد نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مزارعت مین دونون نے باہم اس طرح شرط کی کہ جسقدر گیہون پیدا ہون وہ دونون مین برابر مشترک ہون اور جسقدر جو پیدا ہون وہ ہم دونون مین سے خاص کسکے ہون یا یون شرط لگائی کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاص دوسرے کے ہون حالانکہ بیج جانب ... سے ہون تو یہ جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر زمین خراجی ہو اور مالک زمین نے کاشتکار سے کہا کہ ہمکو نہین معلوم کہ سلطان اس سال ہم سے خراج موظف لیگا یا خراج مقاسمہ لیگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ بعض اراضی پر خراج موظف مقرر ہوتا ہے مگر بعضے سال یہ اراضی اس خراج موظف کو برداشت نہین کرسکتی ہے پس ایسی حالت مین سلطان کو روا نہین ہے کہ خواہ مخواہ خراج موظف وصول کرے بلکہ خراج مقاسمہ لے سکتا ہے اور خراج مقاسمہ آدھی پیداوار تک ہوتا ہے۔ سو مالک یہی کہتا ہے کہ مجھے نہین معلوم کہ اس سال اراضی کو خراج موظف برداشت کرنے کی طاقت ہوگی کہ سلطان خراج موظف لے لے بنا بر ین کاشتکار سے کہتا ہے کہ مین تیرے ساتھ اس طور پر معاملہ کرتا ہون کہ اسمین سے حصہ سلطان خواہ خراج موظف ہو یا خراج مقاسمہ ہو دیکر باقی ہم دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگا تو ایسی مزارعت فاسد ہے۔ اور اگر اپنی زمین دو شخصون کو اس شرط سے دی کہ دونون اپنے بیج سے اسمین زراعت کرین بدین شرط کہ دونون مین سے ایک کو تہائی پیداوار ملیگی اور دوسرے کو دو تہائی پیداوار ملینگے تو امام رحمہ کے قیاس کے موافق پوری مزارعت فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک تہائی والے کے حق مین

اگر دونون ... نصف عشر ... زمین ... پیداوار ... ہوا پیداوار ... مشترک ... نزد ... بیچ اگر دونون مین ... ۱۲

جائز ہے اور جسکے واسطے نوٹ سے نفع پیدا ہو اور مشروط ہوا اُسکے حق مین فاسد ہے یہ کافی مین ہے اگر عقد مزارعت مین زمین
جوتنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت فاسد ہے اور اگر بیج مالک
کیطرف سے ہون تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے اور اگر کاشتکار کے ذمہ نہر آگارنا اور کاریزین درست کرنا شرط کیا یہان
تک کہ عقد فاسد ہوگیا پس اگر زراعت کے بیج کاشتکار کے طرف سے ہون تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی
کیونکہ اُسی کے بیجون سے پیدا ہوئی ہے اور مالک زمین کا اُسپر اُسی زمین کا کرایہ مثل واجب ہوگا اور کاشتکار کا نہر و کاریز کے
درستی کے کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا پس دونون باہم مقاصہ کرلین اور جسکا کچھ بقیہ نکلے وہ لے
لے۔ اور اگر نہر آگارنا عقد مزارعت مین کاشتکار کے ذمہ شرط نہ کیا گیا ہو مگر کاشتکار نے خود ہی نہر آگاری تو مزارعت
جائز ہوگی اور کاشتکار کے واسطے نہر آگارنے کی کچھ اجرت واجب نہ ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون
اور عقد مزارعت مین کاشتکار کے ذمہ نہر آگارنا و مسناۃ درست کرنا شرط کیا گیا تو عقد فاسد ہوگا اور تمام پیداوار مالک
زمین کی ہوگی اور عامل کے واسطے مالک زمین پر کار زراعت کا و اصلاح کاریز و نہر دونون کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر
دونون نے مالک زمین کے ذمہ نہر آگارنا و کاریز درست کر دینا شرط کیا تا کہ زمین مین پانی آوے تو مزارعت دونون
کی شرط کے موافق جائز ہوگی خواہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے ہون یہ فتاوے قاضی خان
مین ہے۔ اگر عقد مزارعت مین دونون مین سے کسی کے ذمہ کھاد ڈالنا شرط کیا لیا پس اگر کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت
فاسد ہوگی چاہے بیج دونون مین سے کسی کیطرف سے ہون پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو تمام پیداوار اُسکی ہوگی
اور اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور کاشتکار نے جو کھاد زمین مین ڈالی ہے اُسکی قیمت کی بابت مالک زمین پر کاشتکار
کو کچھ دینا واجب نہوگا۔ اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون تو تمام پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر کاشتکار کا اجر المثل و جو
کھاد ڈالی ہے اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر کھاد ڈالنا مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون
تو مزارعت فاسد ہے اور تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور کاشتکار پر زمین کا اجر المثل اور کھاد کی قیمت واجب ہوگی اور
اگر بیج زمیندار کی طرف سے ہون تو مزارعت جائز ہوگی اور اگر عقد مزارعت سے علیحدہ کھاد ڈالنا شرط کیا گیا تو اسکا حکم کتاب
مین مذکور نہین ہے اور قاضی امام عبد الواحد شیبانی رحمہ اللہ تعالی سے منقول ہے کہ اُنہون نے فرمایا کہ اگر
عقد سے خارج کھاد ڈالنا کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو مزارعت جائز ہوگی چاہے بیج دونون مین سے کسی کی طرف سے
ہون اور اگر مالک زمین کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو جائز نہین ہے جیسا کہ بیج کاشتکار کیطرف
سے ہونے کی صورت مین مالک زمین کے ذمہ زمین جوتنے کی شرط نہین جائز ہے اور اگر بیج بھی مالک زمین کیطرف
سے ہون تو جائز ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہونے کی صورت مین مالک زمین نے یہ شرط کی کہ زمین
مین کھاد ڈالے تو بعض نے فرمایا کہ متقدمین کے نزدیک مزارعت فاسد ہے اور متاخرین کے نزدیک مزارعت فاسد
نہین ہوتی ہے اور فتوے متاخرین کے قول پر ہے یہ شیخ خجندی اور عزیز ابن ابی سعید نے فرمایا ہے کذا فی جواہر
الاخلاطی۔ ایک شخص نے اپنا باغ انگور یا زمین معاملۃ یا مزارعۃ پر کسی شخص کو دیا اور یہ شرط کی کہ کھاد ڈالے اور کاریز درست
کرنے اور نہر آگارنے اور گڑھے وغیرہ پاٹنے کا التزام کرتا ہے پس اگر یہ امور اُسکے ذمہ شرط کیے تو عقد فاسد ہوگا اور
اگر سکوت کیا تو یہ امور اُسکے ذمہ لازم نہونگے اور اگر اُسنے وعدہ کرلیا تو شاید یہ وفا کرے تو اسکی صورت یہ نکلتی ہے کہ

عامل کو تھوڑی سی اجرت پہ آگاہ کرکے بدون عقد مین مشروط کرنے کے ان کامون کے واسطے اجارہ پر لے لے
پس یہ صحیح اور اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور عقد بھی فاسد نہوگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے۔ اور اگر چرخ وچرس دونون مین
سے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا تو مثل بیل کے شرط کرنے کے ہے اسواسطے کہ چرخ وچرس سینچنے کے آلات
مین سے ہے اور سینچنا کاشتکار پر واجب ہے پس اگر چرخ وچرس کاشتکار کے ذمہ مشروط ہو تو یہ جائز ہے خواہ بیج دونون
مین سے کسی کی طرف سے ہون اور اگر مالک کے ذمہ مشروط ہون حالانکہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہین تو فاسد
ہے اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون تو جائز ہے جیسا کہ بیل کی شرط لگانے کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر
سینچنے کا جو یا بیع جارہ کے ایک کے ذمہ شرط کیا گیا پس اگر جو یا بیع جارہ کے کاشتکار کے ذمہ شرط کیا گیا تو جائز
ہے بیج دونون مین سے جسکی طرف سے ہون جیسا کہ بیل کے شرط لگانے کی صورت مین مذکور ہوا ہے اور اگر
مالک زمین کے ذمہ اسکی شرط لگائی پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو فاسد ہے اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے
ہون تو جائز ہے جیسا کہ بیل شرط کیے جانے کی صورت مین مذکور ہوا ہے اور اگر جو یا بیع جارہ کے مالک کے سوائے
کسی شخص غیر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مالک زمین نے یون شرط لگائی کہ اگر
کاشتکار نے زمین جوت کر زراعت کی تو اُسکو تہائی ملیگا اور اگر بغیر جوتے زراعت کی تو چوتھائی ملیگا تو مزارعت
جائز ہے بعینہ جو اصل مین مذکور ہے اسکو جس طرح ابو حفص رحمہ اللہ تعالے نے روایت کیا ہے اُسکے بہ نسبت
ابو سلیمان رحہ کی روایت مین کچھ زیادتی یہ ہے کہ مالک نے کہا کہ اور اگر کاشتکار نے زراعت کی اور دو بار زمین کو
جوتا تو اُسکو آدھا ملیگا اور ذکر کیا کہ اگر کاشتکار نے دو بار جوتا اور زراعت کی تو موافق شرط کے پیداوار
دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ اور شیخ عیسے بن ابان نے اسپر طعن کیا اور کہا کہ یہ جو ذکر کیا ہے کہ اگر اُسنے
دو بار جوتکر زراعت کی تو پیداوار موافق شرط کے دونون مین برابر تقسیم ہوگی اِسکے صحت کی صورت نظر
نہین آتی ہے کیونکہ مالک زمین نے اُسکو تین عقدون مین خیار دیا ہے اور جب وہ ان تینون مین سے کسی عقد
کی جانب میل کریگا تو ایسا ہو جائیگا کہ گویا ابتدا سے سوائے اُسکے اور کوئی عقد نہ تھا اور ظاہر ہے کہ اگر ابتدا سے
دونون نے یہ شرط لگائی ہوتی کہ دو بارہ گوڑکر زراعت کرے اور اُسکو نصف پیداوار ملیگی تو مزارعت فاسد تھی
(پس ایسا ہی اس صورت مین بھی فاسد ہونی چاہیے) اور اسی طرف شیخ ابو القاسم الصفار بلخی رحہ نے میل کیا ہے
فقیہ ابو بکر بلخی رحہ نے فرمایا کہ امام محمد رحہ نے جو بروایت ابو سلیمان ذکر کیا ہے وہ صحیح ہے اور فقیہ ابو بکر ان دونون
صورتون مین فرق کرتے تھے کہ اگر ابتدا سے فقط دو بارہ جوتنے پر عقد مزارعت قرار دیا تو مزارعت جائز نہین ہے اور
اگر دو بار جوتکر زراعت کرنے کے ساتھ اور عقود بھی ہون تو دو بارہ جوتنے کی شرط سے مزارعت جائز ہے یہ محیط مین ہے
اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ دانہ وبھوسا دونون مین نصفا نصف ہو تو جائز ہے اور دانہ وبھوسہ دونون
مین موافق شرط کے تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ ثلث یا ربع یا خاص ہم دونون مین برابر
مشترک ہو تو جائز ہے اور موافق شرط کے سب دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر دونون نے اسی طرح شرط کی
کہ دانہ فقط ایک کا ہو اور بھوسہ دوسرے کا ہو تو اسمین آٹھ صورتین ہین جنمین سے چھ فاسد ہین اور دو جائز
مین پس فاسد چھ صورتون مین ایک یہ ہے کہ دونون نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا اور بھوسہ کاشتکار کا ہو

ع [illegible] مطبع [illegible] ۱۲/۱۲

دوسری یہ کہ بھوسہ مالک زمین کا اور دانہ کاشتکار کا ہو اور تیسری یہ کہ دونون نے شرط کی کہ دانہ مالک زمین کا
ہو اور بھوسہ دونون مین مشترک ہو اور چوتھی یہ کہ دونون نے شرط لگائی کہ دانہ کاشتکار کا اور بھوسہ دونون
مین مشترک ہو۔ پانچوین یہ صورت ہو کہ دونون نے یون شرط لگائی کہ دانہ دونون مین مشترک ہو اور بھوسہ مالک
زمین کا اور اس صورت مین اگر بھوسہ ایسے شخص کے واسطے شرط کیا جسکی طرف سے بیج ہین تو جائز ہو۔ اور
اگر اُسکے واسطے شرط کیا ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو جائز نہین ہو اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ
یہ بالکل نہین جائز ہو اور بعضے مشائخ سے مروی ہو کہ اگر دونون نے اس طرح سے شرط لگائی کہ دانہ دونون مین
مشترک ہو اور بھوسے کے بیان سے سکوت کیا تو عرف و رواج کے موافق بھوسہ بھی دونون مین مشترک
ہوگا اور چھٹی صورت یہ ہو کہ دونون نے یہ شرط کی کہ بھوسہ دونون مین مشترک ہو اور غلہ کے بیان سے سکوت
کیا تو جائز نہین ہو پس ان صورتون مین مزارعت صحیح نہین ہو اسواسطے کہ یہ ایسی شرط ہو کہ اصل مقصود کی شرکت کو قطع
کرتی ہو بوجہ اسکے کہ احتمال ہو کہ دونون مین سے ایک چیز حاصل ہو دوسری حاصل نہو اور اگر اپنی زمین زراعت
کے واسطے دی اور اسکی کھیتی ساگا ہو گئی تھی اور دونون نے یہ شرط لگائی کہ غلہ دونون مین برابر مشترک ہو
اور بھوسہ مالک زمین کو ملے تو نہین جائز ہو اور اگر دونون نے یہ شرط کی ہو کہ غلہ دونون مین برابر مشترک ہو اور
بھوسے کے بیان سے سکوت کیا ہو تو عقد جائز ہوگا اور بھوسہ مالک زمین کو ملیگا اور اگر دونون نے بھوسہ
کاشتکار کے واسطے شرط کیا ہو تو فاسد ہو کیونکہ ایسی کھیتی جو ساگا ہو چکی ہو مزارعت پر دینا مین بیج مزارعت پر دینے
کے مانند ہو اور اس صورت مین اگر بیج والے کے واسطے بھوسہ شرط کیا جاوے تو جائز ہو سکتا ہو اور اگر دوسرے
کے واسطے شرط کیا جاوے تو نہین جائز ہوتا ہو۔ (پس یہ ایسا ہی صورت مذکورہ مین بھی ہو) یہ فتاوی قاضیخان
مین ہو اگر کاشتکار کے ذمہ شرط لگائی کہ کسم بووے اور دونون نے کسم اور کرڑا اور ڈنڈیون مین شرکت شرط کر لی تو جائز ہو اور اگر
کسم و کرڑہ دونون نے مشترک ہونے کی شرط کر لی اور ڈنڈیان کسی ایک کیواسطے ہونے کی شرط کی پس اگر ڈنڈیان اسکے واسطے
مشروط کین جسکی طرف سے بیج ہین تو جائز ہو اور اگر اُسکے واسطے شرط کین جسکی طرف سے بیج نہین ہین تو نہین جائز ہو اور
اگر یون شرط کی کہ کسم و کرڑا ایک کی ہو اور ڈنڈیان دوسرے کی ہون تو نہین جائز ہو اور اگر یون شرط کی کہ کسم ایک کا اور کرڑ دوسرے کی
ہو تو بھی نہین جائز ہو اسیطرح اگر اپنی زمین دوسرے کو گُٹ بونے کیواسطے دی اور دونون نے شرط کی کہ گُٹ ایک کی اور بیج
دوسرے کے ہون تو بھی یہی حکم ہو کہ عقد جائز نہین ہو یہ محیط مین ہو اگر اپنی زمین زراعت کیواسطے دی کہ اسمین گیہون بووے بدین شرط
کہ گیہون خاص ایک کے اور جو خاصةً دوسرے کے ہون تو فاسد ہو اسی طرح ہر شی جسکی حاصلات مین دو نوع
حاصل ہون جنمین سے ہر ایک مقصود ہو سکتی ہو انمین یہی حکم ہو جیسے بذر کتان و کتان کہ اگر ایک کے واسطے
خاصةً کتان شرط کی اور دوسرے کے واسطے خاصةً بذر کتان شرط کی تو نہین جائز ہو۔ اور خربزہ و ککڑی کے
بیج خاصةً ایک کے واسطے شرط کرنا بمنزلہ بھوسے کے شرط کرنے کے ہو بخلاف رُطبہ و تخم رطبہ یا کسم و کرڑ کہ یہ نہین
ایسا نہین ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اصل یہ ہو کہ مالک زمین و کاشتکار دونون نے اگر عقد مزارعت مین
شرط فاسد لگائی تو اس شرط کو دیکھنا چاہیے پس اگر ایسی شرط ہو کہ ہر دو متعاقدین مین سے کسی کو اس شرط سے
کچھ فائدہ نہین ہو مثلاً دونون نے ایک کے ذمہ یہ شرط لگائی کہ اپنا حصہ پیداوار فروخت نہ کرے یا نہ کھاوے تو

تو مزارعت جائز ہے اور اگر سر دو متعاقدین میں سے کسی کے واسطے اس شرط میں کوئی فائدہ ہو تو اسکی دو صورتین ہین یعنے اگر یہ شرط صاحب عقد میں داخل ہو بدین طور کہ اُسکے واسطے کچھ بدل مقرر ہو کیونکہ عقود معاوضات مین صاحب عقد کے مقابلہ مین جب تک بدل نہو تب تک عقد جائز نہین ہوتا ہے پس اگر شرط اس طرح داخل ہو تو ایسی مزارعت مشروطہ فاسد ہوگی اور کبھی عود کرکے جائز نہو جائیگی اگرچہ وہ شخص جسکے واسطے مفاد شرط تھا شرط کو باطل کر دے مثلاً عقد مزارعت مین دونون نے ایک کے واسطے نصف پیداوار کے ساتھ بیس درم شرط کیے پھر جسکے واسطے بیس درم شرط کیے گئے تھے اُسنے قبل عمل کے شرط باطل کر دی یا مثلاً دونون نے کھیتی کاٹنا اور روندنا دونون مین سے ایک کے ذمہ شرط کیا حتے کہ حکم مذکورہ کتاب کے موافق فاسد ہوا پھر جسکے واسطے یہ شرط تھی اُسنے یہ شرط باطل کر دی تو عقد مذکور جائز نہو جائیگا۔ اور اگر ایسی شرط صلب عقد مین داخل نہو بلکہ عقد سے مستفاد ہو بدین اسلوب ہے کہ اُسکے واسطے بدل مین سے کچھ حصہ نہو مثلاً مزارعت مین دونون مین سے ایک کے واسطے غبار بھوسہ یا معاد مجہول کی شرط کی پھر جسکے واسطے شرط تھی اُسنے مفسد متقرر ہونے سے پہلے شرط مذکورہ ساقط کر دیا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک عقد مزارعت منقلب ہوکر جائز ہو جائیگا اور اگر ایسی شرط دونون کے واسطے مشروط ہو تو تقرر مفسد سے پہلے جب تک دونون اسکے ابطال پر متفق نہون تب تک عقد منقلب ہوکر جائز نہو جائیگا اور فقط ایک کے باطل کرنے سے یہ نہین ہو سکتا ہے کہ منقلب ہوکر جائز ہو جاوے اسلیے کہ شرط مفسد دوسرے کے واسطے باقی رہیگی اور اسقدر فساد عقد کے واسطے کافی ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ ایک شخص اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر بائع نے یا مشتری نے اس شرط کو باطل کیا تو عقد جائز نہو جائیگا ہان اگر دونون نے متفق ہوکر باطل کر دی تو عقد منقلب ہوکر جائز ہو جائیگا۔ اور اگر ایک نے دوسرے پر یہ شرط لگائی کہ پیداوار زمین سے اپنا حصہ مجھے ہبہ کر دے تو مزارعت فاسد ہوگی پھر اگر موہوب لہ نے قبل عمل کے یہ شرط باطل کر دی تو عقد جائز ہو جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ فقط موہوب لہ کے باطل کرنے سے واجب ہے کہ عقد مزارعت جائز نہو جاوے لیکن اصح وہی ہے جو کتاب مین مذکور ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی اور بعضے کام کاشتکار پر یا اپنے اوپر شرط کیے تو اس مین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون پس اسمین تین صورتین ہین یا تو اُسنے کاشتکاری کے بعض کام کاشتکار کے ذمہ شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا ایسے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے اور باقی سے سکوت کیا یا بعضے کار مزارعت اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس اگر بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کرکے باقی سے سکوت کیا ہو مثلاً زمین جوتنا و زراعت کرنا اُسکے ذمہ شرط کرکے سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو اسمین چھ صورتین ہین یا تو زمین ایسی ہوگی کہ بدون سینچے اسمین کچھ پیدا نہو یا کچھ پیدا ہو مگر ایسا نہو جیسا ایسی زمین سے پیداوار ہونے کی اُمید ہے اور ان دونون صورتون مین مزارعت فاسد ہوگی اسیطرح اگر اس زمین سے بدون سینچنے کے ایسی کھیتی اُگے جیسی اس زمین سے امید ہے لیکن بدون سینچنے کے خشک ہو جاتی ہے تو بھی مزارعت فاسد ہوگی۔ اور اگر اس زمین سے جیسی اُمید ہے ویسی کھیتی اُگے اور بدون سینچنے کے خشک نہو مثلاً یہ زمین ایسے شہر مین واقع ہو جہان بارش کثرت سے ہوتی ہے تو مزارعت جائز ہوگی اسیطرح اگر سینچنے سے اتفا

فائدہ ہو کہ پیداوار جید ہو جاوے تو بھی مزارعت جائز ہو گی اسیطرح اگر یہ معلوم ہو کہ آیا سینچنے سے پیداوار جید ہو گی
یا یوں ہی ہو گی بایں طور کہ یہ معلوم ہو کہ بارش زیادہ ہو گی یا کم ہو گی تو بھی یہی حکم ہے دوسری صورت یہ کہ جب مالک
زمین نے بعضے کام مثلاً سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا تو اسکا حکم اسی بنا پر ہے جیسا ہمنے ذکر کیا
ہے کہ اگر یقیناً معلوم ہو کہ پیداوار میں اس سینچنے کی کچھ تاثیر نہیں ہے تو مزارعت جائز ہو گی اگرچہ یہ مزارعت میں مالک زمین
کے ذمہ کار زراعت مشروط ہے اور اسکے اسواے سب صورتوں میں مزارعت فاسد ہے اور اگر مالک زمین نے سینچنا
اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کاشتکار پر رکھا تو یہ صورت اور جبکہ سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور باقی کے ذکر سے سکوت کیا ہے
دونوں یکساں ہیں تیسری صورت کہ بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں اور مالک زمین نے بعضے کام کاشتکار کے ذمہ
شرط کیے مثلاً تخم ریزی اسکے ذمہ شرط کی اور مثلاً سینچنے کے ذکر سے سکوت کیا تو مزارعت جائز ہے اور اگر بعضے کام مالک
زمین نے اپنے اوپر شرط کیے اور بعضے کاشتکار کے ذمہ شرط کیے تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا حکم کہ مالک زمین کیطرف
سے بیج ہونے کی صورت میں جب مالک زمین نے بعضے کام اپنے اوپر شرط کیے ہیں یا بعضے اپنے اوپر اور بعضے
کاشتکار پر شرط کیے ہیں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے اگر ایک شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے کو دیے اور مزارعت اس
شرط سے قرار دی کہ جو بیج تو نے زمین جوت کر بوئے انہیں میں یہ بٹائی اور جو بغیر جوتے بو دیے انہیں میں یہ بٹائی اور اگر
جوت کر اور پھر دوبارہ جوت کر بوئے انہیں میں حساب بٹائی کا ہو گا تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر یوں کہا کہ اس زمین میں سے
جو زمین تو نے جوت کر زراعت کی انہیں میں یہ بٹائی اور جس میں سے جو زمین بغیر جوتی ہوئی زراعت کی انہیں میں یہ بٹائی ہو گی
تو بھی جائز ہے اور جو کام کاشتکار نے ان میں سے اختیار کیا اسکی بٹائی میں وہی ملیگا جو اسکے مقابلہ میں شرط کیا گیا ہے اور
مشائخ نے فرمایا کہ مسائل ثلثہ میں جو حکم مذکور ہے وہ خطا ہے اسکے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور جب کہ اسنے
(اس زمین میں سے) کہا تو مزارعت کا فاسد ہونا واجب ہے کیونکہ جب اسنے (اس زمین میں سے) یہ لفظ کہا
تو یہ لفظ تبعیض پر بولا جاتا ہے پس اسنے یہ شرط لگائی کہ بعض زمین جوت کر بووے اور بعض بغیر جوتی بووے اور یہ بعض
ٹکڑا مجہول ہے اسکی مقدار معلوم نہیں ہے پس یہ مزارعت کے فاسد ہونے کا موجب ہوا اور یہ جو ہمنے کہا ہے اسکی صحت
کی دلیل چند مسائل ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب الاصل میں ذکر فرمائے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ اگر مالک
زمین نے کہا کہ اس زمین میں سے جس میں تو نے گیہوں کی زراعت کی تو تجھے یہ حصہ بٹائی ملیگا اور اس زمین میں سے
جسمیں تو نے جو بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملیگی۔ اور اس زمین میں سے جسمیں تل بوئے تو تجھے یہ بٹائی ملیگی تو ان صورتوں
میں مزارعت فاسد ہے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین میں سے جتنی تو نے جمادی
الاولے میں بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمیں جتنی تو نے جمادی الآخر میں بوئی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی تو یہ مزارعت
فاسد ہے اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ اس زمین میں سے جتنی تو نے بارش کے پانی سے
تیار کی تو تجھے یہ بٹائی ملیگی اور اسمیں سے جتنی تو نے چرس و ڈول سے سینچکر تیار کی انہیں تجھے یہ بٹائی ملیگی تو
مزارعت فاسد ہے اور شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے فرماتے تھے کہ جو حکم مسئلہ سابقہ یعنی جوتنے
کے مسئلہ میں مذکور ہوا ہے وہ صاحبین رحمہ اللہ تعالے کا قول ہے اور ان مسائل میں جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا
ہے یہ بنا بر قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے ہے یعنے اگر امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت جائز ہوتی تو ایسے مسائل

مین یہ حکم دیتے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ کلمہ منہا مین مِن جسکا ترجمہ اسمین سے ہی امام اعظم رح کے نزدیک تبعیض کے واسطے
ہی اور صاحبین کے نزدیک صلہ کے واسطے بولا گیا ہی پس صاحبین کے موافق حاصل جواب ان سب مسائل مین
یہ نکلا کہ مزارعت جائز ہی جیسا کہ جوتنے کے مسئلہ مین مذکور ہی اور لفظ مِن کو شیخ موصوف نے سب مسائل مین صلہ
کے واسطے قرار دیا ہی اور سوائے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ ان مسائل مین جو حکم مذکور ہی وہ
بھی صاحبین کا قول ہی اور جوتنے کے مسئلہ مین جو حکم مذکور ہی وہ بھی صاحبین کا قول ہی اور یہ مشائخ لفظ مِن کو سب مسائل
مین تبعیض کے واسطے قرار دیتے ہین اسوجہ سے کہ حقیقۃً از روے لغت یہ کلمہ تبعیض کے واسطے ہی ہان صلہ کیواسطے آتا ہی
مگر مجازاً آتا ہی اور مدار کلام اسکے معنی حقیقی مین ہی اور بربن تقدیر مسئلہ مین جہالت ضرور ثابت ہوگی لیکن جوتنے کے
مسئلہ مین یہ جہالت یعنی مقدار زمین کا مجہول ہونا موجب فساد مزارعت اسوجہ سے نہوگا کہ تا کہ مزارعت کے وقت
یہ جہالت زائل ہوگئی اور جب یہ جہالت وقت تا کہ مزارعت کے زائل ہوئی تو بمنزلہ اسکے ہوا کہ گویا وقت
عقد مزارعت کے زائل تھی مگر جو و گیہون کے مسئلہ مین وقت تا کہ عقد مزارعت کے بھی یہ جہالت قائم
رہیگی کیونکہ گیہون بویا ہوا ٹکڑا اور جو بویا ہوا ٹکڑا جب معلوم ہوگا کہ جب وہ تخم ریزی کر چکے مگر تخم ریزی
کرنے کے وقت جو تا کہ عقد کا وقت ہی یہ معلوم نہوگا پس تا کہ عقد کے وقت جہالت قائم ہوگی اور یہی صورت
جمادی الاولے و جمادی الاخری کے مسئلہ مین ہی اور یہی بات سینچنے کے مسئلہ مین بھی ہی کیونکہ سینچنے سے
اسکی مراد وہ سینچنا ہی جو اُن لوگون مین معتاد تھا یعنی تخم ریزی کے بعد پانی دینا پس تا کہ عقد کے وقت جہالت
باقی رہیگی حتے کہ اگر اس سینچنے سے زراعت سے پہلے سینچنا مراد ہو تو مثل جوتنے کے مسئلہ کے اسمین بھی مزارعت
صحیح ہوگی کیونکہ تا کہ عقد کے وقت جہالت زائل ہوگئی۔ اور اگر عقد مین بعض کے لفظ سے تصریح کر دی ہو مثلاً
یون کہا کہ اگر اس زمین مین سے بعض ٹکڑا تو نے جوت کر بویا اسمین سے تجھے یہ بٹائی ملیگی اور جو بعض ٹکڑا تو نے بغیر
جوتے اس زمین مین سے بویا اسمین تجھے یہ بٹائی ملیگی پس آیا عقد فاسد ہوگا سو اسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے
کتاب مین نہین ذکر فرمایا اور بقیاس قول امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے کے مزارعت فاسد ہونا چاہیے
یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین اسواسطے دی کہ امسال اسمین اپنے بیجون سے اور اپنی کاشت
سے زراعت کرے بدین شرط کہ اگر اُسنے جمادی الاول کی پہلی تاریخ کھیتی بوئی تو تمام پیداوار دونون
مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر جمادی الثانی کی پہلی تاریخ کھیتی بوئی تو دو تہائی پیداوار مالک زمین کی
اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو جس عالم نے کو مزارعت کو جائز رکھا اُسکے نزدیک بنا بر قیاس قول امام اعظم
کے شرط اول جائز ہی اور شرط دوم فاسد ہی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے قول مین دونون شرطین جائز ہین
پس بنا بر قیاس قول امام اعظم رح کے اگر اُسنے جمادی الاول مین زراعت کی تو پیداوار دونون مین نصفا نصف
مشترک ہوگی۔ اور اگر اُسنے جمادی الثانی مین زراعت کی تو پوری پیداوار اُسکی ہوگی جسکی طرف سے بیج ہون
پس اگر عامل کیطرف سے ہون تو اُسپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر مالک زمین کی طرف سے ہون تو
اُسپر کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور صاحبین کے نزدیک چونکہ دونون شرطین جائز ہین لہذا اگر اُسنے
جمادی الثانی مین زراعت کی تو تمام پیداوار دونون مین تین تہائی ہوگی۔ اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ جو کچھ

اس زمین مین سے فلان روز بوسے اسکی پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور جو کچھ اس زمین مین سے
فلان روز بوئے اسکی پیداوار ہم دونون مین اس طرح ہوگی کہ دو تہائی مالک کی اور ایک تہائی کاشتکار کی ہوگی تو یہ سب
فاسد ہو۔ اور اگر مسئلہ اونسے مین کاشتکار نے نصف زمین اول تاریخ جمادی الاول مین بوئی اور نصف زمین اول
تاریخ جمادی الثانی مین بوئی تو جسقدر اُسنے وقت اول مین بوئی ہو اسکی پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا
نصف ہوگی اور جسقدر وقت دوم مین بوئی ہو وہ بقیاس قول امام اعظم رح بیجون والے کی ہوگی اور موافق قول صاحبین
رح کے دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی بخلاف اسکے جس طرح اُسنے مسئلہ ثانیہ مین کہا ہو کہ جو کچھ اس زمین
مین سے تو بوئے اسکی آخیرہ کہ اس صورت مین ایسا حکم نہین ہو اور اگر یون کہا کہ بدین شرط کہ اگر کاشتکار نے کھیتی کو
چرس یا دولاب سے سینچا تو کاشتکار کی دو تہائی اور مالک زمین کی ایک تہائی ہوگی اور اگر اسکو نہر کے پانی یا بارش کے
پانی سے سینچا تو پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہو اور یہ حکم امام اعظم رح کے
دوسرے قول کے قیاس پر ہو اور امام اعظم رح کے اول قول کے قیاس پر دونون شرطین فاسدہ ہونگی اور اگر
یون کہا کہ جسقدر اس زمین مین سے چرس سے سینچکر تیار کی اسکی پیداوار مین سے ایک تہائی مالک کی اور دو تہائی
کاشتکار کی ہوگی اور اگر اسکو نہر کے پانی سے سینچا تو پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ مزارعت فاسد ہو
یعنی بالاتفاق فاسد ہو یہ قول جمہور المشائخ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو یہ قول الامام ابی بکر محمد بن
الفضل رحمہ اللہ تعالیٰ (المترجم) کذا فی المبسوط۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے شخص کو اس شرط پر دی کہ اگر
اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اُسنے جو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی ہوگی
تو یہ جائز ہو کیونکہ مالک نے اسکو مزارعت اور اعارہ مین مختار کر دیا ہو پس اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون
مین نصفا نصف مشترک ہوگی اور اگر جو بوئے تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر زمین اس شرط سے دی کہ اگر
کاشتکار نے گیہون بوئے تو دونون مین نصفا نصف ہونگے اور اگر جو بوئے تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی تو یہ عقد گیہون
کے حق مین جائز ہو یعنی اگر گیہون بوئے تو دونون مین برابر مشترک ہونگے اور اگر جو بوئے تو تمام پیداوار کاشتکار کی
ہوگی اور کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو زمین کا اجر المثل دیوے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو
اپنی زمین اور ایک کُر گیہون اور ایک کُر جو اس شرط سے دیے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک
ہوگی اور جو مالک کو واپس کرنے واجب ہونگے اور اگر اُسنے جو بوئے تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار اُسکے
سب گیہون اسکو واپس کر دیگا تو یہ سب موافق دونون کے شرط کرنے کے جائز ہو اور اگر جو کی تمام پیداوار کاشتکار کے
واسطے مشروط کی ہو تو بھی جائز ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ تخم اپنے
بیجون سے بدین شرط زراعت کرے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر جو بوئے
تو پوری پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اگر تل بوئے تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد گیہون اور جو کے حق مین
جائز ہو اور تلون کے حق مین فاسد ہو اور اگر اس صورت مین بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور باقی مسئلہ
بحالہ رہے تو یہ جائز ہو کیونکہ مالک نے اسکو تینون باتون مین مختار کیا کہ چاہے مزارعت کرے یا استعانت کرے یا
زمین عاریت قبول کرے اور بیج قرض قبول کرے اور ایسا کرنا اجارۂ محضہ مین جائز ہو یہ محیط مین ہو ایک شخص نے

دوسرے کو اپنی زمین دی کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے اس شرط سے زراعت کرے کہ اگر اُسنے گیہون بوئے تو
پیداوار دونون مین برابر مشترک ہوگی اور اگر اسمین جو بوئے تو مالک زمین کے واسطے تہائی ہوگی اور اگر تل بوئے تو
دو تہائی مالک زمین کی ہوگی تو یہ عقد موافق دونون کے اشتراط کے جائز ہے اسلیے کہ مالک زمین کے حق مین بیج
ڈالنے کے وقت عقد کا تاکد ہوگا اور اس حالت مین معلوم ہوجائیگا کہ کون بیج بوئے ہین اور اگر بعض ٹکڑے مین
جو بوئے اور بعض مین تل بوئے تو بھی موافق اشتراط کے جائز ہے جس قسم کے بیج مین جو شرط ٹھہرائی ہے اُسیکے موافق
رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے اگر تیس برس کے واسطے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون یا جو یا جو غلہ
ربیع و خریف کا بویا وہ دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اس زمین مین سے جہان درخت لگایا یا انگور لگائے یا بویا
کے درخت جمائے وہ دونون مین تین تہائی ہونگے کہ مالک زمین کی ایک تہائی اور عامل کی دو تہائی ہوگی تو یہ عقد
موافق اشتراط باہمی کے جائز ہے خواہ اُسنے کل زمین مین دونون قسم مین سے ایک ہی قسم کو لگایا یا بعض زمین مین
زراعت کی اور بعض مین تاک انگور وغیرہ لگائے یہ ظاہر الروایۃ کے موافق جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے ایک شخص نے
اپنی زمین دوسرے شخص کو ٹھہرا اُسکے بیجون اور اُسکے بیل سے اس شرط پر زراعت کرنے کے واسطے دی کہ بعض ٹکڑے
مین گیہون بووے اور بعض ٹکڑے مین جو بووے اور بعض مین تل بووے پس زمین سے جسقدر ٹکڑے مین سے گیہون
بووے کا اُس مین آدھے کی بٹائی اور جسقدر ٹکڑے مین جو بوویگا اسمین مالک کی ایک تہائی اور جسقدر ٹکڑے مین تل
بوویگا اسمین مالک زمین کی دو تہائی ہوگی تو یہ سب فاسد ہے اور جب عقد فاسد ٹھہرا تو پوری پیداوار بیج والے کی ہوگی
یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہے اگر اپنی زمین ایک شخص کو اس سال لیے بیجون و بیل و اپنے کام سے بدین قرارداد
کر کار زراعت کے واسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرے مزارعت پر دی تو یہ جائز ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی
کہ مالک زمین کے مال سے مزدور مقرر کرے تو یہ مزارعت فاسد ہے کیونکہ مالک زمین کے مزدور کے ساتھ کام کرنا شرط کرنا
مثل مالک زمین کے ساتھ کام کرنے کے ہے حالانکہ یہ مفسد مزارعت ہے اسی طرح اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال
سے بدین شرط مزدور مقرر کرے کہ کاشتکار پیداوار زمین سے پہلے یہ مال مزدوری واپس نکال لے پھر جو باقی رہے
اُسکی دونون مین بٹائی ہو تو یہ بھی فاسد ہے کیونکہ پیداوار زمین سے جسقدر کاشتکار کے واسطے واپس نکال لینا شرط کیا
وہ ایسا ہوگا کہ گویا کاشتکار کے واسطے زیادہ مشروط کیا اور چونکہ یہ مقدار معلوم ہے اسواسطے ایسا ہوگیا کہ گویا کاشتکار کے
یعنی استحقاق ارشاد الخ
واسطے پیداوار زمین سے کچھ قفیز معلوم مشروط کر دیں حالانکہ یہ ناجائز ہے اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون
اور دونون نے یہ شرط کی کہ کاشتکار اپنے مال سے مزدورون کی مزدوری دے تو جائز ہے اور اگر مالک زمین کے مال
سے مزدورون کی مزدوری شرط کی تو نہین جائز ہے کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہے کہ مالک بیج و زمین کا کاشتکار کے ساتھ
کام کرنا شرط کیا۔ اسی طرح اگر دونون نے مزدوری کاشتکار کے ذمہ مشروط کی مگر بدین شرط کہ کاشتکار اس مال مزدوری
کو پیداوار زمین سے واپس لے تو بھی فاسد ہے جیسا کہ کاشتکار کے واسطے پیداوار مین سے اتنی مقدار معلوم شرط کرنا
فاسد ہے پس ایسے واقعہ مین عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پوری پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور کاشتکار کے واسطے
اُسکے کام اور اُسکے مزدورون کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہے

چوتھا باب مزارعت و معاملت مین مالک زمین و باغ کے خود متولی کار ہوجانے کے بیان مین و اسمین

محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی زمین دوسرے کو آدھے کی بٹائی پر دی پھر مالک زمین نے کار زراعت خود
انجام دیا تو اسکی دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون دوسرے اسکی بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ کاشتکار کے حکم
سے اُسنے کار زراعت انجام دیا اور اسمین تین صورتین ہین ایک یہ کہ کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے کام مین مدد لی دراسی صورت
مین تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے نصفا نصف ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم جو امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے اسی صورت
مین ہے کہ زراعت کے وقت مالک زمین نے یہ نہ کہا ہو کہ مین اپنے واسطے اس زمین مین زراعت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ کہدیا ہو
تو پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مزارعت ٹوٹ جاویگی لیکن امام محمد رح نے حکم کو مطلقاً بیان فرمایا ہے اور شیخ
الاسلام نے فرمایا کہ جیسا حکم مطلقاً امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے وہی صحیح ہے دوسری صورت یہ کہ کاشتکار نے کچھ درہمون
معلوم پر مالک زمین کو مزدور کر لیا کہ کار زراعت انجام دے پس ایسی صورت مین اجارہ باطل ہوگا اور مزارعت اپنے
حال پر رہیگی اور تیسری صورت یہ ہے کہ کاشتکار نے مالک زمین کو یہ زمین اپنے حصہ مین سے کچھ بٹائی دینے کی شرط پر مزارعت
کے واسطے دی تو ایسی صورت مین یہ دوسرا عقد مزارعت فاسد ہوگا اور پہلی مزارعت اپنے حال پر رہیگی - یہ سب
اس صورت مین کہ مالک زمین نے بحکم مزارع کار زراعت خود انجام دیا ہو - اور اگر بیج مالک کی طرف سے ہون اور
مالک نے بدون حکم کاشتکار خود کار زراعت انجام دیا ہو تو وہ مزارعت کا توڑنے والا ہو جائیگا اور اگر بیج کاشتکار کی
طرف سے ہون تو ایسی صورت مین کاشتکار کے حکم سے زراعت کرنے اور بلا حکم زراعت کرنے مین ویسا ہی حکم ہے جیسا
پہلی صورت مین مذکور ہوا مگر ایک بات سے فرق ہے وہ یہ ہے کہ اس صورت مین اگر مالک زمین نے کاشتکار کے حکم سے
یا بلا حکم زراعت کی تو کاشتکار کے واسطے اُسکے بیجون کے مثل بیجون کا ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے کاشتکار کے بیج اُسکے
پاس سے برباد کیے ہین اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہون یا کاشتکار کی طرف سے ہون اور کاشتکار نے
مالک زمین کو حکم دیا کہ اس کام کے واسطے ایک مزدور مقرر کرلے تو تمام پیداوار مالک زمین و کاشتکار کے درمیان باہمی
شرط کے موافق ہوگی اور مزدور کی مزدوری مالک زمین کاشتکار سے واپس لیگا بخلاف اسکے اگر کاشتکار نے مالک
زمین سے استعانت لی اور اُسکو کسی مزدور مقرر کرنے کے واسطے حکم دیا کہ ایسی صورت مین مالک زمین مزدوری
کاشتکار سے واپس نہین لے سکتا ہے - اور جیسا حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہے ویسا ہی معاملت یعنی درختون کو بٹائی دینے
کی صورت مین ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنا درخت خرما آدھے کی بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اُسکی نمادی
لگاوے اور اُسکی حفاظت کرے اور اُسکو سینچے پھر عامل نے مالک درخت سے اس کام مین استعانت لی اور مالک
درخت نے یہ کام کر دیا تو پھلون کی حاصلات دونون کی شرط کے موافق دونون مین مشترک ہوگی اور اگر مالک
درخت نے بغیر حکم عامل کے درخت پر قبضہ کر لیا اور یہ کام اپنے آپ انجام دیے تو تمام حاصلات مالک درخت کی
ہوگی اور عقد معاملہ ٹوٹ جائیگا اگرچہ مالک درخت بلا عذر عقد معاملہ توڑنے کا اختیار نہین رکھتا ہے - اور اگر مالک
درخت خرما نے شگوفہ خرما برآمد ہونے کے بعد اپنے عامل کی بلا اجازت خود اُسکی پرداخت کی تو پھلون کی حاصلات
دونون مین مساوی مشترک ہوگی - اور اگر مالک نے شگوفہ برآمد ہونے سے پہلے درخت مذکور کو لے لیا اور اُسکی
پرداخت کی پھر مالک سے عامل نے لیکر اُسکی پرداخت کی یہان تک کہ پھل پورے چھوہارے ہوگئے تو یہ سب
پھل مالک درخت کے ہونگے - اور اگر کسی نے اپنی زمین اور بیج کسی دوسرے کو آدھے کی بٹائی دیے پھر کاشتکار

نے زمین پر قبضہ کرنے کے بعد مالک زمین کو مزارعت پر اس شرط سے دی کہ پیداوار زمین سے ایک تہائی کاشتکار
کی اور دو تہائی مالک زمین کی ہو گی تو دوسری مزارعت فاسد ہے اور جو کچھ پیداوار ہو گی وہ دونوں میں نصفا
نصف ہو گی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے
پھر جب کاشتکار نے اُس میں کھیتی بوئی اور سینچی اور وہ اُگی تو اسکے بعد کاشتکار کی بلا اجازت مالک زمین آپ
خود اور اپنے مزدوروں کو لیکر اُسکی پرداخت کرنے لگا اور اُسکو سینچا یہاں تک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو تمام
پیداوار مالک و کاشتکار کے درمیان موافق باہمی شرط کے مشترک ہو گی۔ اور اگر کاشتکار نے تخم ریزی کردی
مگر ہنوز اُسنے پانی نہ دیا اور نہ کھیتی اُگی تھی کہ مالک زمین نے کاشتکار کی بلا اجازت اُگنے سے پہلے اُسکو سینچا تو بدلیل
قیاس تمام پیداوار مالک زمین کی ہونی چاہیے کیونکہ بیج اُگنے سے پہلے درحقیقت زمین کے اندر رکھا ہوتا ہے آیا
تو نہیں دیکھتا ہے کہ بکلف اُسکو مٹی سے صاف کرسکتے ہیں پس اُسکا زمین کے اندر ہونا مانند زمین کے اوپر ہونے
کے ہوا اور زمین کے اوپر سے اگر مالک زمین بیج لیکر لو وے اور سینچے یہاں تک کہ بیج جم آوے تو
مزارعت کا توڑنے والا ٹھہرایا جاتا ہے پس ایسا ہی زمین کے اندر بیج ہونے کی صورت میں یہی حکم ہونا چاہیے
لیکن بدلیل استحسان یہ حکم ہے کہ تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط مزارعت کے مشترک ہو گی کیونکہ ایسی حالت
میں مالک زمین کا سینچنا دلالۃً کاشتکار کی اجازت سے ہوا ہے یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ کاشتکار نے تخم ریزی کی
اور مالک نے بدون اُسکی اجازت کے پانی دیا اور اگر کاشتکار کی بلا اجازت مالک نے تخم ریزی کردی اور
ہنوز اُگی نہ تھی کہ پھر کاشتکار نے اُسکو سینچا اور تمام اُسکی پرداخت کی یہاں تک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو ذکر فرمایا
کہ تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط کے مشترک ہو گی اور اس صورت میں قیاس و استحسان کو ذکر نفرمایا۔ اور
اگر بیج زمین کے اوپر رکھے ہوں اور مالک نے آکر یہ بیج لیکر خود زراعت کردی اور کاشتکار سے اجازت نہیں
لی تو مزارعت کا توڑنے والا ہوگا اور اگر کاشتکار نے آکر مالک کی بلا اجازت تخم ریزی کی اور سینچا تو پیداوار دونوں
میں موافق شرط باہمی کے قیاساً و استحساناً مشترک ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور بیج دوسرے
شخص کو امسال مزارعت کے واسطے بدین شرط دی کہ جو کچھ پیداوار ہو وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہو گی
اور کاشتکار نے اُسمیں تخم ریزی کر کے پانی دیا یہاں تک کہ کھیتی اُگی پھر بغیر اجازت کاشتکار کے مالک زمین نے
خود مع اپنے مزدوروں کے اُسکی پرداخت کی اور اُسکو سینچا یہاں تک کہ کھیتی تیار ہو کر کاٹی گئی تو تمام پیداوار
دونوں میں نصفا نصف ہو گی اور مالک زمین اپنے کام میں متطوع قرار دیا جائیگا (یعنی احسان کیا ۱۲)۔ اور اگر مالک زمین نے جو کام
خود کر دیا ہے اسکے واسطے کوئی مزدور مقرر کر کے اُس سے یہ کام کروایا ہو تو اسکے مزدور کا کام کرنا مثل اسکے کام
کرنے کے ہے اور مزدور کی مزدوری مالک کے ذمہ ہو گی کیونکہ اُسنے خود ہی مزدور مقرر کیا ہے اور اگر کاشتکار نے
تخم ریزی کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہیں اور نہ کاشتکار نے اُس میں پانی دیا تھا کہ اُگنے سے پہلے اسکے مالک نے سینچا
اور اُگی اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہاں تک کہ تیار ہو کر کاٹی گئی تو استحساناً تمام پیداوار دونوں میں موافق شرط کے
مشترک ہو گی اور مالک زمین اس کام میں متبرع قرار دیا جائیگا اور قیاساً یوں ہونا چاہیے کہ تمام پیداوار مالک
زمین کی ہو گی کیونکہ اُگنے سے پہلے جو بیج کے گیہوں زمین کے اندر ہیں وہ ایسے ہیں کہ گویا زمین کے باہر

ع
واضح ہو کہ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
و [illegible] و آن
ظاہر است
۱۲ منہ

بوردون میں بھرے ہیں مگر فتوے اس مسئلہ میں حکم استحسان کے موافق ہے کیونکہ زمین میں بیج ڈالنا اُسکے کام کا سبب
ہوتا ہے اور اسی وجہ سے قصداً مزارعت فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مالک زمین
نے تخم ریزی کی اور پانی نہ دیا اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ کاشتکار نے اُسکو پانی دیا اور برابر اُسکی پرداخت کرتا رہا یہانتک
کہ تیار ہوکر کاٹی گئی تو موافق شرط کے تمام پیداوار دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر مالک زمین نے اُسکو اپنی زمین
میں تخم ریزی کردی اور سینچا اور کھیتی اُگی پھر کاشتکار اُسکو پانی دیتا رہا اور پرداخت کرتا رہا یہانتک کہ کھیتی تیار ہوکر کاٹی
گئی تو تمام پیداوار مالک کی ہوگی اور کاشتکار اپنے کام میں متطوع قرار دیا جائیگا اور اُسکے واسطے کچھ اجرت نہوگی کذا فی المبسوط

پانچواں باب - کاشتکار کا کسی غیر کو مزارعت پر دینے کے بیان میں - اگر کاشتکار نے چاہا کہ زمین کسی دوسرے
شخص کو مزارعت پر دیدے پس اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہوں تو کاشتکار کو یہ اختیار نہوگا کہ زمین دوسرے
شخص کو مزارعت پر دیدے لیکن اگر مالک زمین نے اُسکو صریحاً اس بات کی اجازت دیدی ہو یا دلالۃً اجازت
دی ہو مثلاً یوں کہا کہ اس کام میں تو اپنی رائے پر عمل کر تو ایسا کرسکتا ہے اور کاشتکار کو اختیار ہے کہ مزارعت
انجام دینے کے واسطے اپنے مال سے مزدور مقرر کرے بشرطیکہ مالک زمین نے یہ شرط نہ کی ہو کہ کاشتکار خود
ہی کام زراعت کرے اور اگر کاشتکار نے کسی غیر کو آدھے کی بٹائی پر زمین مزارعت کے واسطے دیدی حالانکہ
مالک زمین نے اُسکو صریحاً یا دلالۃً کسی طرح اُسکو اس کام کی اجازت نہ دی تھی تو زمین کو ہوکہ کاشتکار اول و کاشتکار
ثانی کے درمیان مزارعت جائز ہوگی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور مالک زمین و بیج کو اختیار ہوگا کہ اپنے بیج
دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان لے لیں اگر اُسنے کاشتکار اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے کاشتکار
سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ پہلے کاشتکار سے واپس لیگا اور اگر زمین
مذکور میں نقصان آگیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک اور آخر قول پر امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکا نقصان دوسرے
کاشتکار پر ہوگا اور کاشتکار اول پر نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے پھر دیکھنا چاہیے کہ جسقدر کاشتکار اول کے حصہ میں آیا ہے
یعنی نصف پیداوار زمین میں سے کاشتکار اول کو صرف اُسیقدر حلال ہوگا جسقدر اُسنے مالک زمین کو تاوان دیا ہے
اور زیادتی کو صدقہ کرے کیونکہ اُسنے یہ زیادتی زمین مغصوبہ سے حاصل کی ہے اور جسقدر دوسرے کاشتکار کے
حصہ میں آیا اُسکی بابت مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ سب اُسکو حلال ہے اور اگر مالک زمین و بیج نے کاشتکار کو صریحاً یا
دلالۃً اس بات کی اجازت دیدی ہو مثلاً کہدیا ہو کہ اپنی رائے سے کام کر اور مالک زمین نے اُسکے ساتھ
آدھی بٹائی کی شرط کی تھی پھر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی تو دوسری مزارعت
جائز ہوگی اور زمین میں جو کچھ پیداوار ہوگی اُسمیں سے نصف مالک زمین کی اور نصف دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور
پہلا کاشتکار درمیان سے نکل جائیگا۔ اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے سے یہ شرط کی ہو کہ آدھی پیداوار تو مالک
زمین کی ہوگی اور آدھی ہم دونوں میں تین تہائی یا آدھوں آدھ ہوگی تو یہ بھی جائز ہے اور تمام پیداوار
سب میں موافق شرط کے تقسیم ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی زمین اور بیج اس شرط سے دیے
کہ اس سال اُسمیں آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے اور یہ نہ کہا کہ اُسمیں اپنی رائے سے کام کرے پھر کاشتکار
نے دوسرے کاشتکار کو یہ زمین اس شرط سے دی کہ اس سال اُسمیں بیجوں سے اُسمیں بدین شرط

زراعت کرے کہ دوسرے کی پیداوار مین سے ایک تہائی ہوگی اور اول کی دو تہائی ہوگی پس دوسرے نے اس شرط سے زراعت کی تو تمام پیداوار دونون مین اس شرط کے موافق جو ان دونون کے باہمی عقد مین ٹھہری ہے تقسیم ہوگی اور پہلا کاشتکار بغیر رضامندی مالک زمین کے دوسرے کاشتکار کو پیداوار مین شریک کرنے کی وجہ سے خلاف کرنے والا ہوگیا پس مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے اپنے بیجون کا تاوان لے اور اسی طرح قول امام محمد اور اول قول امام ابویوسف رح کے موافق نقصان زمین کا تاوان بھی دونون مین سے جس سے چاہے لے پس اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو یہ سب تاوان کاشتکار اول سے واپس لیگا اور اگر اُسنے اول سے تاوان لیا تو وہ دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے اور آخر قول امام ابویوسف رح کے موافق نقصان زمین کا تاوان فقط دوسرے کاشتکار سے لے سکتا ہے پھر دوسرا اسکو اول سے واپس لیگا پھر کاشتکار اول اپنے حصہ پیداوار مین سے جسقدر اُسنے بیجون کی ضمان دی اور تاوان دیا نکال لیگا اور باقی کو صدقہ کر دیگا اور دوسرا کاشتکار اپنے حصہ مین سے کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول سے یہ کہا ہو کہ اسمین اپنی راے سے عمل کر اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو دوسرے کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی اسوجہ سے کہ کاشتکار اول نے عقد صحیح کے ساتھ اُسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کر دی پس یہ پیداوار خاصۃً اُسیکے حصہ مین سے رکھی جائیگی پس یہ پیداوار کاشتکار اول کے حصہ کی دو تہائی ہوئی اور مالک زمین نصف پیداوار کا مستحق ہوگا جیسا کہ اُسنے اپنے واسطے شرط کر لی تھی اور کاشتکار اول کے حصہ مین سے باقی ایک تہائی حصہ یعنے تمام پیداوار کا چھٹا حصہ وہ اس کاشتکار اول کو ملیگا کہ اُسنے کار زراعت کے انجام دہی کی ضمانت کر لی تھی اور اگر اس طرح واقع ہوا کہ مالک زمین نے بیج اور زمین اس شرط پر کاشتکار کو دیے کہ اس سال اسمین زراعت کرے سو جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا اور کہدیا کہ اس بات مین اپنی راے پر عمل کرے پھر کاشتکار نے اسکو کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیا تو جائز ہے اور تمام پیداوار مین سے نصف اس دوسرے کو ملیگی اور باقی نصف پیداوار مالک زمین اور کاشتکار اول کے درمیان نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ اس صورت مین مالک نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط نہین کیا بلکہ فقط یہ شرط کی ہے کہ کاشتکار اول کو جو کچھ خدا تعالے روزی کرے اُسکا نصف میرا ہوگا پس یہ پیداوار کاشتکار دوم کا حصہ نکالکر جو باقی رہے وہ ہے پس وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور صورت سابقہ مین یہ تھا کہ مالک زمین نے اپنے واسطے تمام پیداوار کا نصف شرط کر لیا تھا پس کاشتکار اول کا دوسرے کے ساتھ عقد مزارعت کرنے سے مالک کا حق کم نہوگا اسیطرح اگر مالک زمین نے کاشتکار سے یون شرط کیا ہو کہ اسمین جو کچھ پیداوار تجھے اللہ تعالے دے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا جو کچھ اسکی پیداوار مین سے تیرے ہاتھ آوے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ قول اور قول مذکور کہ جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کرے دونون یکسان ہین اور اگر مالک نے اُس سے یہ نہ کہا ہو کہ اسمین اپنی راے پر عمل کر اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو دوسرے کاشتکار سے زراعت کرنے کے وقت کاشتکار اول خلاف کرنے والا اور ضامن ہو جائیگا اور تمام پیداوار دونون کاشتکارون مین نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا۔ اور مالک زمین اپنا بیج دونون مین سے

یہ اجازت بھی شامل ہو فافہم ۱۲

جس سے چاہے تاوان لے اور نقصان زمین کے تاوان لینے مین اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور
اگر دوسرے نے ہنوز زراعت نہ کی ہو کہ اُسکے پاس بیج تلف ہو گئے یا زمین غرق ہو گئی اور فاسد ہو گئی اور زمین
ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے زمین مین نقصان آگیا تو اس سے ان دونون مین سے کسی پر تاوان لازم نہوگا
اسلیے کہ پہلا کاشتکار زمین بیج دوسرے کاشتکار کو فقط دیدینے سے ضامن نہین ہو جاتا ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ
اگر اُسنے زمین و بیج کسی دوسرے شخص کو دیکر اُس سے کار زراعت مین استعانت چاہی یا اُسکو کار زراعت کے
واسطے اجیر مقرر کیا تو مخالف نہین ہوتا ہے یہ مبسوط مین ہے اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کاشتکار سے مفت
لی ہو تو تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان مشترک ہوگی اور اگر کاشتکار اول نے دوسرے کو
یہ زمین عاریت دیدی تاکہ اپنے واسطے اسمین زراعت کرے تو عاریت دینا جائز ہے اور جب اسمین زراعت کریگا
تو تمام پیداوار اُسیکو دیجائیگی اور پہلا کاشتکار تمام زمین کا اجر المثل اُسکے مالک کو تاوان دیگا کیونکہ اُسنے آدھی پیداوار
دینے پر مالک زمین سے زمین اجارہ پر لی تھی حالانکہ مالک زمین کو پیداوار مین سے کچھ نہ دیا اور اس صورت مین اور
اس دوسری صورت مین کہ کاشتکار نے زمین کسی کو عاریت نہ دی اور نہ خود زراعت کی یا عاریت دی مگر مستعیر نے
اسمین زراعت نہ کی ان دونون مین فرق ہے کہ اس صورت ثانیہ مین کاشتکار پر مالک زمین کے واسطے زمین کے
اجر المثل مین سے کچھ واجب نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو زمین دی کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے
بدین شرط زراعت کرے کہ تمام پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کہدیا کہ اس مین اپنی رائے سے کام کرے
یا یہ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور اُسکے ساتھ بیج بھی کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے
تو یہ جائز ہے پھر جب پیداوار حاصل ہوگی تو اس مین سے آدھی دوسرے کاشتکار کی اُسکے کام کے مقابلہ
مین ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول یعنے بیجون کے مالک نے شرط کردی تھی اور آدھی مالک زمین کے منافع عوض ہوگی
جیسے کہ بیجون کے مالک یعنے کاشتکار اول نے شرط کردی تھی اور کاشتکار اول کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر دوسرے
کاشتکار کے واسطے دونون مسئلون مین تہائی پیداوار کی شرط کی ہو تو جائز ہے اور دوسرے کو ایک تہائی اور مالک زمین کو آدھی
ملیگی اور چھٹا حصہ کاشتکار اول کا ہوگا اور اسکو حلال ہوگا۔ اور اگر کاشتکار اول کو اس شرط سے زمین دی کہ اسمین
اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پر زراعت کرے پھر کاشتکار اول نے دوسرے کو اس شرط سے کہ اسمین اپنے بیجون
سے اس شرط سے زراعت کرے کہ دو تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور ایک تہائی کاشتکار اول کی ہوگی
اور اُسنے اسی شرط سے زراعت کی تو پیداوار مین سے دو تہائی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ جو کچھ پیدا ہوا ہے
وہ اسکے بیجون سے پیدا ہوا ہے پس اُسکے بیجون کی پیداوار مین سے کوئی غیر کچھ نہین لے سکتا ہے الا شرط کے ساتھ
اور شرط مین اُس نے فقط تہائی پیداوار کاشتکار اول کے واسطے مشروط کی ہے پھر یہ تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی
اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہون تو دو
تہائی پیداوار دوسرے کاشتکار کی ہوگی جیسے کہ کاشتکار اول نے شرط کی ہے اور تہائی پیداوار مالک زمین کی ہوگی
اور مالک زمین کا کاشتکار اول پر اپنی تہائی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا کذا فی المبسوط فی باب تولیۃ المزارع ومشارکۃ
والبذر من قبلہ اور اگر کسی شخص کو اپنی زمین اور بیج بدین شرط مزارعت پر دی کہ پیداوار مین سے معین قفیز کاشتکار کی

اور باقی پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور کاشتکار سے یہ کہدیا کہ آپ اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے یہ زمین اور بیج کسی دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدیے اور اُسنے زراعت کی تو تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کا اپنے کام کا اجر المثل پہلے کاشتکار پر اور پہلے کاشتکار کا اپنے اس کام کا اجر المثل مالک زمین پر واجب ہوگا اسی طرح اگر اس زمین میں کچھ نہ پیدا ہوا تو بھی یہی حکم ہے- اور اگر کسی کاشتکار کو اپنی زمین اور بیج آدھے کی بٹائی پر دیے اور کہا کہ آپ اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا پھر کاشتکار نے دوسرے کاشتکار کو اس شرط سے کہ اُسکو پیداوار میں سے بیس[۲۰] قفیز ملینگے مزارعت پر دی تو اول وثانی کے درمیان مزارعت فاسد ہے اور دوسرے کا اول پر اپنے کام کا اجر المثل واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول اور مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر کاشتکار کو زمین اس شرط سے دی کہ اپنے کام اور اپنے بیجوں سے بدین شرط زراعت کرے کہ بیس قفیز پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور باقی کاشتکار کی ہوگی یا بیس[۲۰] قفیز کاشتکار کی اور باقی مالک زمین کی ہوگی- پھر کاشتکار نے یہ زمین دوسرے کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دیدی اور بیج کاشتکار اول کی طرف سے ٹھہرے یا کاشتکار دوم کی طرف سے ٹھہرے پس دوسرے کاشتکار نے زراعت کی تو تمام پیداوار دونوں کاشتکاروں میں نصفا نصف ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اُسکی زمین کا اجر المثل کاشتکار اول پر واجب ہوگا- اور اگر دونوں کاشتکاروں کی عقد مزارعت واقع ہوجانے کے بعد قبل اسکے کہ کاشتکار دوم بیج کی زراعت شروع کرے مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین لے لے اور جو عقد مزارعت دونوں میں ہوا ہے اُسکو توڑ دے تو اُسکو ایسا اختیار ہے پس اگر عقد دوم میں بیج کاشتکار دوم کی طرف سے ہو تو اُسکے اور کاشتکار دوم کے درمیان نقض عقد ہوگا کیونکہ عقد اول بسبب فاسد ہونے کے مستحق نقض تھا اور اگر بیج کاشتکار اول کیطرف سے ہو تو کاشتکار اول کا دوسرے کاشتکار کو کار زراعت کے واسطے اجارہ لینا توڑا جائیگا یہ بھی بسبب اسکے کہ عقد اول فاسد تھا اور اگر دوسرے کاشتکار نے کار زراعت شروع کردیا ہو یعنے بیج بودیا ہو تو مالک زمین کو زمین لینے کا اختیار نہوگا یہانتک کہ کھیتی کاٹی جاوے- اور اگر مالک زمین نے کاشتکار اول کو آدھے کی بٹائی پر زمین دیدی اور کہا کہ آپ اپنی رائے سے کام کرے یا یہ لفظ نہ کہا ہو پھر کاشتکار اول نے کاشتکار دوم کو زمین اور اُسکے ساتھ بیج بھی بیس[۲۰] قفیز پیداوار پر مزارعت کے واسطے دی تو دوسرا عقد فاسد ہوگا اور دوسرے کاشتکار کا اجر المثل کاشتکار اول پر واجب ہوگا اور تمام پیداوار کاشتکار اول و مالک زمین کے درمیان نصفا نصف ہوگی- اور اگر اس صورت میں بیج دوسرے کاشتکار کیطرف سے ہو تو تمام پیداوار اُسکی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اول کاشتکار کو زمین کا اجر المثل دے اور کاشتکار اول پر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے کذا فی المبسوط فی باب مشارکۃ العامل مع الآخر- مالک زمین مثلاً زید نے اپنی زمین کاشتکار مثلاً عمرو نامے کو اسواسطے دی کہ ہم دونوں کے بیجوں سے زراعت کرے اور بیل عمرو کی طرف سے ٹھہرے بدین شرط کہ جو کچھ پیدا ہو وہ ہم دونوں میں نصفا نصف ہوگا پھر عمرو نے اپنے حصہ میں ایک شخص خالد کو شریک کرلیا جسنے اُسکے ساتھ کار زراعت انجام دیا تو مزارعت اور شرکت دونوں فاسد ہیں اور تمام کھیتی زید و عمرو کے درمیان دونوں کے بیجوں کی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگی اور زید کا آدھی زمین کا اجر المثل عمرو پر واجب ہوگا اور خالد کا اپنے کام کا اجر المثل بھی عمرو پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے

بطور اجارہ فاسدہ کے کام کیا ہے اور عمرو کا اسکے کام کا اجر المثل زید پر واجب ہوگا کیونکہ اُسنے ایسی چیز مین کام کر دیا ہے جسمین وہ شریک تھا پس شرکت کی وجہ سے مستحق اجرت نہوگا اور عمرو پر لازم ہوگا کہ اپنے خرچہ اور بیجون کی مقدار اور تاوان کی مقدار حاصلات مین سے نکالکر جو کچھ بڑھے اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ یہ زیادتی اُسکو غیر شخص کی زمین سے اجارہ فاسدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے یہ فتاوے کبرے مین ہے ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون اور بیل سے اس دوسرے شخص کے ساتھ زراعت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیداوار ہوگی وہ تین تہائی اسطرح ہوگی کہ ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک تہائی بیجون اور بیل والے کی اور ایک تہائی دوسرے شخص کارگزار کی ہوگی پس یہ مزارعت مالک زمین اور پہلے کاشتکار کے حق مین صحیح ہے اور عامل کارگزار کے حق مین فاسد ہے پس پیداوار مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دو تہائی کاشتکار اول کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کا اجر المثل واجب ہوگا حالانکہ اس صورت مین یہ واجب تھا کہ مزارعت سب کے حق مین فاسد ہو جاوے کیونکہ بیجون کے مالک یعنے کاشتکار اول نے زمین کا اجارہ لینا اور عامل یعنے کارزراعت انجام دینے والے کا اجارہ لینا ایک مین جمع کر لیا ہے اور اس مسئلہ مین اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت سب کے حق مین صحیح ہوگی اور تمام پیداوار ان سب مین موافق شرط کے مشترک ہوگی کذا فی البدائع

چھٹا باب

ایسی مزارعت کے بیان مین جسمین معاملہ مشروط ہو۔ اگر مزارعت مین معاملہ مشروط ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون تو مزارعت اور معاملت دونون فاسد ہونگی اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت اور معاملت دونون جائز ہونگی اور اگر مزارعت مین معاملہ مشروط نہو بلکہ بطور عطف بیان کیا گیا ہو تو مزارعت جائز ہے خواہ بیج دونون مین سے کسیکی طرف سے ہون۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جسمین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو اس شرط سے دی کہ اُسکو اپنے بیجون سے زراعت اور درختون مین کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین حاصلات ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور چند سال معلومہ کے واسطے یہ عقد مشروط قرار دیا تو یہ عقد فاسد ہے اسواسطے کہ زمین کے حق مین کاشتکار اس زمین کو نصف پیداوار پر اس شرط سے اجارہ لینے والا ہے کہ اپنے بیجون اور اپنے کام سے زراعت کرے اور درختون کے حق مین درختون کا مالک کاشتکار کو آدھی حاصلات پر اجارہ لینے والا ہے پس یہ دونون عقد بوجہ اسکے کہ ہر ایک مین معقود علیہ مختلف ہے باہم مختلف ہوئے حالانکہ ایک عقد دوسرے مین مشروط ہوا اور یہ امر مفسد عقد ہے کذا فی المحیط پھر جو کچھ حاصلات ہوگی اسمین زمین کی تمام پیداوار بیجون کے مالک کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دے اور بیجون کی مقدار اور تاوان کو پیداوار مین سے نکالکر جسقدر بڑھے اُسکو صدقہ کرے کیونکہ یہ زیادتی اُسنے غیر شخص کی زمین سے بذریعہ عقد فاسد حاصل کی ہے اور درختون کی پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور سب حاصلات اُسکے واسطے پاک و حلال ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ عامل کو اُسکے کام کا اجر المثل دے اور اگر درختون کی حاصلات کی بابت دونون مین تہائی دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو یا کھیتی کی بابت تہائی دو تہائی کی شرط ٹھہری ہو تو بھی حکم یہی ہوگا۔ اور اگر زراعت سے

بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عقد مذکور جائز ہوگا کیونکہ اس صورت مین مالک زمین و درختان نے کاشتکار کو اس غرض سے اجارہ لیا کہ میری زمین و درختون کا کام انجام دے پس عقد دونون مین واحد ہوگا بدین وجہ کہ معقود علیہ[۱] واحد ہے یعنے کاشتکار کی ذات سے منفعت حاصل کرنا۔ اسی طرح اگر مالک نے کاشتکار سے شرط کر لی کہ درختون کے پھلوان مین سے نو دسوین حصے پر[۲] اور زراعت مین سے نصف پر بٹائی ہوگی تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ تخم مشروط کی مقدار مختلف ہونے سے عقد مختلف نہین ہوتا ہے بلکہ معقود علیہ مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے اور اگر اپنی زمین و باغ انگور اسی طور سے شرط کرکے دوسرے شخص کو دیا تو اسکا حکم بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ درختان خرما کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین مزروعہ جسمین درختان خرما ہین دوسرے شخص کو دی اور کہا کہ مین تجھے یہ زمین دیتا ہون کہ تو اپنے بیجون اور اپنے کام سے اسمین زراعت کر بدین شرط کہ جو کچھ اسمین پیدا وار ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور مین تجھے یہ درخت معاملت پر اس شرط سے دیتا ہون کہ تو ان درختون کو سینچا کر اور نر ما دی لگا اور جو کچھ اسمین سے حاصلات ہوگی وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی یا تجھے تہائی ملیگی اور مجھے دو تہائی اور اس عقد کے واسطے چند سال معلومہ کا پٹہ دیدیا تو یہ جائز ہے کیونکہ اس صورت مین اُسنے ایک عقد کو دوسرے مین مشروط نہین کیا ہے بلکہ معطوف کیا ہے اسی طرح اگر اپنی زمین اور باغ انگور دوسرے شخص کو دیا اور کہا کہ تو اس زمین مین اپنے بیجون سے زراعت کر اور اس باغ انگور کا جو کام ہے اسکو انجام دے کہ اسکو پیراستہ کر اور پانی دیا کر تو یہ عقد صحیح ہے کیونکہ اُسنے ایک عقد کو دوسرے مین مشروط نہین کیا ہے کذا فے المبسوط

ساتوان باب

مزارعت مین خلاف شرط عمل کرنے کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اسمین گیہون کی زراعت کرے تو کاشتکار کو سوائے گیہون کے دوسری چیز کا اختیار نہین ہے اگرچہ دوسری قسم کا اناج زمین کے لحاظ سے اُگنا آسان ہو اور بہ نسبت گیہون کے زمین کے حق مین کم مضر ہو اسی طرح اگر یون کہا خذ ہذہ الارض تزرعہا حنطۃ او لتزرعہا حنطۃ او قال فازرعہا حنطۃ بالفا یعنی یہ زمین لے کہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا تاکہ تو اسمین گیہون کی زراعت کرے یا لیکر اسمین گیہون کی زراعت کر تو یہ سب شرط ہین حتے کہ اگر اُسنے سوائے گیہون کے دوسری چیز بوئی تو مخالف ہو جائیگا کذا فی خزانۃ المفتین اور اگر یون کہا کہ وازرعہا حنطۃ بالواو یعنی یہ زمین لے اور اسمین گیہون کی زراعت کر تو اس کے قائل نے اس مسئلہ کو کتاب المزارعۃ مین ذکر نہین فرمایا اور کتاب المضاربۃ مین یون ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے ہزار درم دوسرے شخص کو مضاربت پر دیئے اور کہا کہ تو یہ درم آدھے کی مضاربت پر لے اور اسنے کوفہ مین کار کرنا تو یہ مشورہ ہے حتے کہ اگر اُسنے سوائے کوفہ کے دوسری جگہ کام کیا تو خلاف کرنے والا نہوگا۔ پس ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ مزارعت مین بھی یہی حکم ہو وے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ تعالے فرماتے تھے کہ مزارعت مین یہ لفظ شرط قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اسکی شرط قرار دینے کی صورت مین یہ کلام تخم کی قسم کا بیان ہو جائیگا پس مزارعت قیاساً و استحساناً دونون طرح جائز ہو جائیگی اور اگر ہم اس لفظ کو مشورہ قرار دین تو تخم کی قسم کا بیان نہوا پس مزارعت قیاساً جائز نہوگی بخلاف مضاربت کے کیونکہ اگر ایک سال کے میعادی کاشتکار نے زمین

[illegible]

[۱] معقود علیہ جب ایک ہو عقد ایک ہوگا ۱۲

[۲] دس حصے مین سے نو حصے دونگا ۱۲ منہ

مین مزارعت کی پس سب کھیتی ٹڈیان کھا گئین یا اکثر کھیتی کھا گئین اور کچھ تھوڑی سے بچ رہی پس کاشتکار نے چاہا کہ باقی مدت مین زمین کوئی دوسری چیز بووے مگر مالک زمین نے اُسکو منع کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونون مین کسی قسم معین کے بیج بونے کی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو کاشتکار کو اسکے سواے دوسرے قسم کے بیج بونے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد مزارعت عام ہو کہ جو چاہے بووے یا مزارعت مطلقہ ہو تو کاشتکار کو اختیار ہوگا کہ باقی مدت مین جو چاہے بووے۔ اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اگر دونون مین کسی خاص قسم کے بیج بونے کی شرط پر مزارعت ٹھہری ہو تو بھی چاہیے کہ اُسکو اختیار ہو کہ جو تخم زمین کے حق مین تخم مشروط کے مثل ہو یا اُسکی بہ نسبت ضرر مین کم ہو وہ بووے کذا فی فتاوے قاضی خان

آٹھوان باب۔ مالک زمین و درخت کی طرف سے یا کاشتکار و عامل کیطرف سے کمی و بیشی کرنے کے بیان مین

اصل یہ ہے کہ اگر معقود علیہ ایسی حالت مین ہو کہ ابتدا سے مزارعت اسپر جائز ہو تو اُسپر بڑھانا بھی جائز ہوگا اور اگر ایسی حالت مین ہو کہ ابتدا سے عقد مزارعت اُسپر جائز نہو تو اُسپر زیادہ کرنا بھی جائز نہوگا کیونکہ بدل بڑھانے کا اصل یہ ہے اور اصل کسی معقود علیہ کی مقتضی ہے تاکہ اُسکے مقابلہ مین ہو پس اسی طرح زیادت بھی کسی معقود علیہ کی مقتضی ہوگی تاکہ اُسکے مقابلہ مین ہو۔ اور کمی کرنا دونون حالتون مین جائز ہے کیونکہ کمی کرنا بعض بدل کا ساقط کرنا ہے پس قیام بدل کو چاہتا ہے قیام معقود علیہ کو نہین چاہتا ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے حصہ پیداوار مین کچھ بڑھایا پس اگر کھیتی پوری تیار ہوجانے اور خرما کی کیریون کی باڑھ پوری ہوجانے سے پہلے بڑھایا تو جائز ہے کیونکہ پیداوار غلہ پر عقد مزارعت ابتدا سے جائز ہے جب تک کہ پیداوار ابھرتی اور بڑھتی جاتی ہو پس عقد مین اُسکی زیادتی بھی جائز ہے جیسا کہ بیع و اجارہ مین ہوتا ہے اور اگر کھیتی پوری تیار ہوجانے اور خرما کی کیریان پوری بڑھجانے کے بعد بڑھایا تو جسکی طرف سے بیج اور جسکے درخت ہین اُسکی طرف سے نہین جائز ہے اور جسکی طرف سے بیج نہین ہین اُسکی طرف سے جائز ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ بیجون کے مالک کی طرف سے زیادہ کرنا ایسی حالت مین ہے کہ ابتدا سے مزارعت ایسی پیداوار پر نہین جائز ہے پس بدل مین زیادہ کرنے کی تصحیح نہین ممکن ہے اسواسطے کہ معقود علیہ یعنی منافع فوت ہوچلے ہین اور یہ بھی تجویز کرنا کہ یہ حط ہے نہین ممکن ہے کیونکہ جسکی طرف سے بیج ہین وہ مستاجر ہے اور مستاجر گویا مثل کے مشتری ہے اور مشتری کی طرف سے زیادتی کو گھٹانا تجویز نہین کیا جا سکتا ہے اسواسطے کہ ثمن اُسپر ہوتا ہے اُسکا نہین ہوتا ہے پس ثمن کے مانند اس صورت مین پیداوار ہے پس اسکا حط تجویز کرنا ممکن نہوگا اور رہا وہ شخص جسکی طرف سے بیج نہین ہین وہ مواجر ہے اور مواجر کیطرف سے اجرت کا گھٹانا متصور ہے پس اُسکی طرف سے بیجون والے کو پیداوار مین سے کچھ بڑھانا یون تجویز کیا جا سکتا ہے کہ اُسنے اپنی اجرت مین سے کچھ گھٹا دیا حالانکہ گھٹا دینا معقود علیہ کے فوت ہوجانے کی حالت مین بھی جائز ہے اور بسبب اسکے کہ کھیتی گھٹانے کے وقت مال عین تھی اور عین مال مین گھٹانا نہین صحیح ہوتا ہے لیکن عقد کے وقت کھیتی عین نہ تھی پس بلحاظ عقد کے گھٹانا صحیح ہوا اور جسقدر اپنے حصہ مین سے گھٹا کر دوسرے کے واسطے بڑھایا ہے وہ دوسرے کی ملک ہوگیا جیسا کہ بائع نے اگر ثمن پر قبضہ کر لیا پھر مشتری کے واسطے بعض ثمن گھٹا دیا تو صحیح ہے اگرچہ گھٹانے کے وقت ثمن مال عین ہوگیا تھا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے۔ اگر دو آدمیون نے آدھے کی بٹائی پر مزارعت یا معاملت کی اور عامل نے اپنا کام انجام دیا یہان تک کہ

جو کچھ پیدا ہوا تھا وہ حاصل ہوا پھر دونون مین سے ایک نے دوسرے کے واسطے اپنے حصہ مین سے چھٹا حصہ بڑھایا
کہ دوسرے کی دو تہائی ہو گئی اور دوسرا اس بات پر راضی ہو گیا پس اگر یہ امر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون
کی باڑھ پوری ہونے سے پہلے واقع ہوا تو جائز ہے اور اگر کھیتی پوری تیار ہونے اور پھلون کی باڑھ پوری تیار
ہونے کے بعد واقع ہوا پس اگر بڑھانے والا مالک زمین ہو یا مالک درختان نے معاملہ مین بڑھایا ہو تو باطل ہے
اور اگر دوسرے یعنی عامل نے ایسا کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر مالک زمین نے جسکی طرف سے بیج نہون اُسنے عامل کے
واسطے جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہین بڑھایا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر معاملہ یا مزارعہ مین آدھے کی بٹائی کی شرط کی اور دونون
نے ایک کے ذمہ بیس درم شرط کیے تو مزارعت و معاملت فاسد ہو گی بیج چاہے جسکی طرف سے ٹھہرے
ہون یا کسی نے شرط کر دی ہو۔ پھر مزارعت کی صورت مین تمام پیداوار بیج والے کی ہو گی اور معاملت مین
تمام حاصلات مالک درختان کی ہو گی۔ اسی طرح اگر ایک نے دوسرے کے واسطے بیس قفیز بڑھا دینے کی
شرط کی تو بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے

نوان باب کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے یا درختون کے پھل کیری ہونے کی حالت مین مالک

زمین کے مرجانے یا مدت گذر جانے کے بیان مین اور جو اسکے متصلات ہین کہ کاشتکار یا عامل کے مرجانے
یا مدت عقد کے اندر مرجانے کے بیان مین اور اس باب مین کھیتی کے خرچہ کے بعضے مسائل داخل ہین۔ اگر
ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین مزارعت پر دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ٹھہرے ہین پھر کھیتی تیار ہو کر
کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے اسکے اُگنے کے بعد مالک زمین مرگیا تو بدلیل قیاس یہ حکم ہے کہ عقد مزارعت
ٹوٹ جائے اور وارثان مالک کو یہ اختیار ہو کہ اپنی زمین لے لین اور استحساناً یہ حکم ہے کہ کھیتی کاٹنے کے وقت تک
عقد مزارعت باقی رہیگا اور یہ نہو گا کہ از سر نو اجارہ ثابت ہو جاوے اور وارثان مالک زمین کو تین طرح کا
اختیار حاصل ہو جاتے چاہین تو کھیتی کو اُکھاڑین اور اُکھاڑی ہوئی کھیتی ان لوگون مین مشترک ہو گی یا چاہین
تو قاضی کے حکم سے زراعت کا خرچہ اُٹھاوین حتے کہ تمام خرچہ حصہ رسد کاشتکار سے واپس لینگے یا چاہین تو
کاشتکار کو اسکا حصہ زراعت تاوان دیدین پس کھیتی وارثون کی ہو جائیگی یہ سب اُس صورت مین ہے کہ کھیتی کرنے
کے بعد مالک زمین مرگیا اور اگر کھیتی بونے سے پہلے مرگیا مگر کاشتکار نے زمین مین کچھ درستی کر دی تھی مثلاً زمین
کو گوڑ دیا تھا اور اسکی نہرین کھود دی تھین اور پشتہ درست کر دی تھین پھر مالک مرگیا تو مزارعت ٹوٹ جائیگی اور کاشتکار
کے ان کامون کی نگاہداشت کے واسطے یہ نہو گا کہ عقد باقی رہے اور اگر مالک زمین کھیتی بونے کے بعد اُگنے
سے پہلے مرگیا پس آیا مزارعت باقی رہیگی یا نہین سو اسمین مشایخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر اس صورت
مین مالک زمین نے انتقال نہ کیا لیکن یہ صورت ہوئی کہ کاشتکار نے بونے مین تاخیر کی یہان تک کہ سال کے
آخر مین اُسنے کھیتی بوئی اور سال گذر گیا حالانکہ کھیتی ہنوز ساگ تھی قابل کاٹنے کے نہ تھی پھر مالک زمین نے چاہا
کہ کھیتی کو اُکھاڑ ڈالے اور کاشتکار نے روکا تو مالک زمین کو اُکھاڑ ڈالنے کا اختیار نہو گا اور کھیتی مین کاشتکار
کے حق کی نگاہداشت کے واسطے ان دونون کے درمیان آدھی کھیتی مین کھیتی کاٹے جانے کے وقت تک
حکماً اجارہ ثابت ہو جائیگا حتے کہ کاشتکار مالک زمین کو اس زمین کا آدھا اجر المثل دیگا اور درصورتیکہ مالک زمین

نے پٹہ کی میعاد کے درمیان مین انتقال کیا اور کاشتکار نے کہا کہ مین کھیتی نہین اُکھاڑونگا تو از سر نو اجارہ ثابت ہو جائیگا بلکہ عقد مزارعت باقی رہیگا بسبب اسکے کہ کاشتکار وارثان مالک زمین کو اجر المثل کچھ نہ دیگا اور کھیتی کاٹنے کے قابل ہونے کے وقت تک دونون پر اُسکا کام آدھا آدھا لازم ہوگا اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے حکم کے ہو کہ مالک زمین نے سال کے بیچ مین انتقال کیا حالانکہ اُسوقت تک کھیتی ساگا تھی تو پورا کام کاشتکار پر واجب ہوگا بسبب اسکے کہ اُسپر کھیتی اُکھاڑ لینا لازم نہین ہو بلکہ زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا۔ اور یہ حکم اس صورت مین ہو کہ کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑ لینے کا ارادہ نکیا اور اگر کاشتکار نے کھیتی اُکھاڑنے کا ارادہ کیا تو مالک زمین کو وہی تین اختیارات حاصل ہونگے جو ہمنے صورت اول مین وارثان مالک زمین کے حق مین بیان کیے ہین۔ اور واضح ہو کہ درصورتیکہ کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین مالک زمین نے درمیان میعاد مین انتقال کیا اور درصورتیکہ کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین مدت مزارعت گذر گئی ان دونون صورتون مین فرق ہو چنانچہ موت کی صورت مین فرمایا ہو کہ اگر وارثون نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اُٹھایا تو حصہ رسد تمام خرچہ کاشتکار سے واپس لینگے اور مدت گذر جانے کی صورت مین حکم فرمایا ہو کہ اگر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کا خرچہ اُٹھایا تو کاشتکار سے بقدر حصہ رسد نصف قیمت واپس لیگا۔ اور اگر عقد معاملہ کی صورت مین پھل کچے ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی اور عامل نے کچے پھل توڑنے سے انکار کیا تو بغیر اجارہ کے یہ درخت اُسکے پاس چھوڑ دیے جاوینگے بخلاف اسکے اگر عقد مزارعت کی صورت مین کھیتی ساگا ہونے کی حالت مین پٹہ کی میعاد گذر گئی تو یہ زمین کاشتکار کے پاس باجرت چھوڑ دی جاویگی یہ محیط مین ہو اور اگر مزارعت مین بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور کاشتکار نے زراعت کی پھر کھیتی کے تیار ہو کر کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کاشتکار مر گیا اور اُسکے وارثون نے کہا کہ ہم لوگ سابق دستور کار زراعت انجام دینگے تو اُنکو یہ اختیار ہو اسواسطے کہ وہ لوگ اپنے مورث کے قائم مقام ہین اور اُنکے واسطے کچھ اُجرت نہو گی اور نہ اُنپر کچھ اُجرت واجب ہوگی۔ اور اگر اُنھون نے کہا کہ ہم کام نہین کرتے ہین تو اُنپر جبر نہ کیا جائیگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا کہ تو کھیتی اُکھاڑ لے وہ تیرے اور وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی یا اِن لوگون کو اِنکے حصہ زراعت کی قیمت دیدے یا کھیتی مین اِنکے حصہ کا خرچہ اُٹھا اور تیرا خرچہ ان لوگون کے حصہ پیداوار مین سے وصول ہوگا۔ اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور جب کھیتی ساگا ہوئی تب ہی مزارعت کی میعاد گذر گئی تو دونون مین سے جو شخص دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین کھیتی کی بابت کچھ خرچ کریگا وہ اُس خرچہ مین متطوع قرار دیا جائیگا اور مالک زمین کا کاشتکار کے ذمہ کچھ لوٹنا واجب نہوگا اور اگر مالک زمین کے غائب ہونے کی حالت مین کاشتکار نے یہ امر قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ اپنے دعوے کے گواہ پیش کرے پھر اگر گواہ پیش کرنے مین تاخیر ہوئی اور کھیتی خراب ہو جانے کا خوف ہوا تو قاضی اُس سے فرماویگا کہ اگر تو سچا ہو تو مین نے تجھے کھیتی کی درستی مین خرچ کرنے کا حکم دیا پس اس طرح حکم دینے سے نظر اصلاح حاصل ہو جائیگی اسواسطے کہ اگر کاشتکار مذکور سچا ہوگا تو حکم مذکور اپنے موقع پر ہوا اور اگر جھوٹا ہوگا تو قاضی کی طرف سے کوئی حکم ثابت نہوا۔ اور قاضی کاشتکار پر نصف زمین کا اجر المثل

لازم کریگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین اور اپنے بیج کسی کاشتکار کو دیے کہ اس سال اسمین بدین شرط
زراعت کرے کہ پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی پس کاشتکار نے زراعت کی اور ہنوز کھیتی کاٹنے کے لائق
نہوئی تھی کہ کاشتکار چھوڑکر بھاگ گیا پھر مالک زمین نے بحکم قاضی کھیتی کے کام مین خرچ کیا یہان تک کہ کھیتی تیار
ہوگئی پھر کاشتکار آیا تو جب تک مالک زمین کو اُسکا پورا خرچہ نہ دے تب تک کاشتکار کو کھیتی مین سے لینے کی کوئی
راہ نہوگی اور یہ واضح ہو کہ قاضی مالک زمین کو خرچہ کا حکم نہ دیگا جب تک کہ مالک زمین اپنے قول کے گواہ پیش نہ کرے
کیونکہ مالک نے مین ایسا دعوی کرتا ہی کہ قاضی کو لازم آتا ہی کہ اس کھیتی کی بابت بنظر صلاح خرچ کرنے کا حکم فرما دے حالانکہ
قاضی اسکا باعث نہین جانتا ہی پس اسکو اس بات کے واسطے گواہ پیش کرنے کا حکم دیگا اور حال کھلنے کے
واسطے ایسے گواہ آپ مدعی کیطرف سے بغیر خصم کے قبول کریگا یا خود قاضی معین خصم ہوگا جیسا کہ ودیعت اور
لقطہ کی صورت مین خرچہ نفقہ کے دعوی مین ہوتا ہی ۱۲ پھر جب اُسنے گواہ قائم کیے تو قاضی کا اُسکو خرچہ کا حکم دینا مثل
مستودع کو خرچہ اور نفقہ کا حکم دینے کے ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہی وہ سب واپس لے
کذا فی المبسوط اور اگر دونون نے مقدار خرچہ مین اختلاف کیا تو مزارع کا قول قبول ہوگا مگر مزارع سے اُسکے
علم پر قسم لیجائیگی کذا فی المحیط اور اگر کاشتکار بھاگ نہ گیا بلکہ یہ صورت ہوئی کہ کھیتی پوری تیار ہونے سے پہلے مزارعت
کی میعاد گذر گئی حالانکہ کاشتکار غائب ہی تو قاضی مالک زمین سے فرمائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو تو اپنے خرچہ سے
کھیتی کو تیار کر پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہو جائیگی تو کاشتکار جب تک تیرا خرچہ نہ دیگا تب تک کھیتی کو ہاتھ نہین
لگا سکیگا اور اگر اُسنے تیرا خرچہ دینے سے انکار کیا تو مین اُسکا حصہ زراعت فروخت کر کے اُسکے ثمن مین سے تیرا
خرچہ دیدونگا اور اگر اُسکا حصہ زراعت تیرا خرچہ ادا ہونے کے واسطے کافی نہوگا تو تیرا اس سے زیادہ اُسپر
کچھ نہوگا پھر اگر کاشتکار نے مالک زمین کو اُسکا خرچہ دینے سے انکار کیا تو قاضی اُسکا حصہ فروخت کریگا بعض
مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم بنابر قول صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک قاضی اُسکا حصہ زراعت
فروخت نکریگا اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ حکم بالاجماع سب کے نزدیک ہی اور ان مسائل مین دونون
مین سے کوئی شخص جو کچھ کھیتی اُسکے حصہ مین آئی ہی اُسمین سے کچھ صدقہ نکریگا کیونکہ جس سبب سے ہر ایک کو اپنا
حصہ ملا ہی اُسمین کوئی خباثت و فساد متمکن نہین ہوا ہی یہ مبسوط مین لکھا ہی اگر مزارعت کی میعاد گذر گئی حالانکہ ہنوز
کھیتی ساگ ہی اور کاشتکار یا مالک دونون مین سے کوئی غائب ہی پس اگر مالک زمین غائب ہو اور کاشتکار نے
قاضی کے سامنے مرافعہ کیا تاکہ قاضی اُسکو حکم دے کہ کھیتی کی درستی مین اپنے پاس سے خرچ کرے تو قاضی
اُسکو حکم نہ دیگا جب تک کہ اس دعوے کے گواہ نہ لاوے کہ یہ کھیتی میرے اور فلان غائب کے درمیان
مشترک ہی پس جب اُسنے اس دعوے کے گواہ قائم کیے تب اُسکو خرچ کرنے کا حکم دیگا اور ان گواہون
کی سماعت کرنا اسواسطے نہین ہی کہ غائب پر حکم فرما دے چنانچہ اگر مالک زمین نے حاضر ہو کر شرکت سے انکار
کیا اور کہا کہ یہ زمین اور کھیتی سب میری ہی تو نے مجھ سے غصب کر لی ہی تو کاشتکار کو اس سے اپنا خرچہ واپس
لینے کا حق حاصل نہوگا جب تک کہ دوبارہ اس بات کے گواہ پیش نہ کرے کہ یہ کھیتی ہم دونون مین مشترک ہی
بلکہ اس گواہی کی سماعت فقط اسوجہ سے ہی کہ حفاظت قاضی کے ذمہ واجب ہی کیونکہ مدعی نے جو دعوے

کیا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی پر حفاظت واجب ہے اسو جہ سے کہ غائب کے مال کی حفاظت کرنا قاضی پر واجب
ہے پس قاضی کو اختیار رہا کہ مدعی کے محض دعوے پر یہ بات اپنے ذمہ لازم نہ کرے تاوقتیکہ مدعی اپنے دعوی
کے گواہ قائم نہ کرے پھر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو اختیار ہے چاہے اسکو اس طرح حکم دیدے کہ اگر یہ واقعہ
ایسا ہی ہے جیسا تو بیان کرتا ہے تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا اور گواہ قائم کرنے کے بعد اسکو مطلقاً خرچ
کرنے کا حکم دیگا اور فرمایگا کہ تو خرچ کر۔ اور اگر گواہ قائم کرنے سے پہلے قاضی کو کھیتی خراب ہو جانے کا خوف ہوا
تو قاضی اسکو شرطیہ خرچ کرنے کا حکم دیگا جیسا کہ ہمنے بیان کیا ہے (یعنے اگر بات یون ہے جیسی تو بیان کرتا ہے تو مین نے
تجھے خرچ کرنے کا حکم دیا) اور واضح ہو کہ قاضی نے جو فرمایا کہ اگر یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا تو بیان کرتا ہے اسکی مراد یہ ہے
کہ اگر یہ کھیتی فلان شخص اور تیرے درمیان مشترک ہے تو مین نے تجھے خرچ کرنے کا حکم کیا یہ ذخیرہ مین ہے اور فتاوی
عتابیہ مین لکھا ہے کہ اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور کاشتکار پر آدھی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا
اسی طرح اگر غائب نے حاضر ہو کر اسکے خرچ کرنے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مدت مزارعت گذرنے سے
پہلے کاشتکار غائب ہو گیا تو قاضی کے حکم سے جو شخص حاضر ہے یعنے مالک زمین خرچ کریگا اور جو کچھ خرچ کیا ہو وہ سب
کاشتکار سے واپس لیگا خواہ کھیتی رہے یا تلف ہو جاوے۔ اسی طرح اگر کاشتکار تنگدست ہو گیا کہ اسکے پاس خرچ کرنے
کو نہو تو بھی یہی حکم ہے جو ہمنے بیان کیا ہے اور اگر اسنے بغیر حکم قاضی خرچ کیا تو متبرع قرار دیا جائیگا اور اگر کاشتکار خوش
حال ہو تو خرچ کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر مزارعت کی مدت گذر گئی حالانکہ کھیتی ساگ ہے اور
مالک زمین نے کھیتی اکھاڑ لنی چاہی اور کاشتکار نے انکار کیا تو جو اختیارات کہ مالک زمین کو حاصل ہوتے ہین وہ
کاشتکار کو حاصل نہونگے چنانچہ اگر کاشتکار نے کہا کہ مین مالک زمین کے حصہ زراعت کی قیمت اسکو دیئے دیتا ہون تو
بدون رضامندی مالک زمین کے ایسا اختیار نہین رکھتا ہے اور اگر کاشتکار نے اکھاڑ لنی چاہی اور مالک زمین نے اسکو
اسکے حصہ کی قیمت دینی چاہی تو بدون رضامندی کاشتکار کے اسکو یہ اختیار ہے اور فرق یہ ہے کہ مالک زمین صاحب
اصل ہے اور کاشتکار صاحب تبع ہے اور مالک اصل بدون رضامندی صاحب تبع کے تابع کا مالک ہو جا سکتا ہے
اور صاحب تبع بدون رضامندی صاحب اصل کے اصل کا مالک نہین ہو سکتا ہے کذا فی الکافی

دسوان باب

شریکون مین سے ایک کی زمین مشترک مین مزارعت کرلے اور غاصب کی زراعت
کرنے کے بیان مین۔ اگر اراضی چند لوگون مین مشترک ہوا اور بعض نے بعض زمین بقصد خود لینے لیا
سے زراعت کی اور بعض نے سب کے مشترک پانی مین سے سینچنے کے واسطے لیا اور اسی طرح چند سال
تک زمین مشترک رہی اور یہ سب باتین شریکون کے بغیر اجازت واقع ہوئین پس اگر یہ زمین جو اسنے اپنی
کھیتی مین لگا لی ہے اتنی ہو کہ اگر بالفرض مہایاۃ واقع ہوتی تو اتنی ہی زمین اسکے حصہ مین آتی یا اس سے
پہلے مہایاۃ کرتے ہون اور اسکے شریکون نے تقسیم کی درخواست نہ کی ہو تو جسقدر زمین اسنے اپنے کام مین
لگائی ہے اسکی بابت اسپر ضمان واجب نہو گی اور جو کچھ اسنے اس زمین شرکت مین حاصل کیا ہے اسمین اسکے شریک
لوگ شرکت نہین کرسکتے ہین یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اگر کسی
مسلمان کاشتکار کو اپنی زمین دی (یعنی عاریۃً دی ۱۲) اور اجازت دیدی کہ اسمین کھیتی کرے پس اسنے زراعت کی پھر مالک زمین سے

چاہا کہ کاشتکار کو نکال دے تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ مسلمان کو تغریر دینا حرام ہی اور اگر اُس سے مالک زمین نے
کہا کہ اپنا بیج اور خرچہ لے لے اور کھیتی میری ہو جائیگی اور کاشتکار اُسپر راضی ہو گیا پس اگر کھیتی اُگنے سے پہلے
ایسا ہوا تو جائز نہین ہی اسواسطے کہ اُگنے سے پہلے کھیتی کی بیع نہین جائز ہی خواہ بیج زمین مین موجود ہون یا تلف ہو گئے ہون
دونون صورتون مین کچھ فرق نہین ہی یہ وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین زراعت کی اور
مالک زمین کو پہلے معلوم نہوا اور اُسوقت معلوم ہوا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق تھی پھر جسوقت معلوم ہوا وہ اُسوقت راضی
ہو گیا یا ایک مرتبہ یہ کہا کہ مین نہین راضی ہوتا ہون پھر کہدیا کہ مین راضی ہو گیا تو کاشتکار کے واسطے کھیتی حلال ہو گی
اسکو خانیہ مین صریح بیان فرمایا ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہی اور ہم اسکو لیتے ہین یہ جواہر اخلاطی
مین ہی۔ اگر تین آدمیون نے ایک زمین آدھے کی بٹائی پر زراعت کیواسطے لبشرکت لی اور اُنمین سے ایک غائب ہو گیا
پھر باقی دونون نے تھوڑی زمین مین گیہون کی زراعت کی پھر تیسرا حاضر ہوا اور اُسنے باقی زمین مین جَو بوئے
پس اگر ان لوگون نے ہر ایک کی اجازت سے ایسا کیا تو گیہون اِن سب مین مشترک ہونگے مگر مالک زمین کا حصہ نکال لینے کے
بعد جن دونون نے گیہون بوئے ہین وہ تیسرے سے مقدار بیج مین سے بقدر تہائی کے اُسکے حصہ پیداوار
مین سے لے لینگے اسی طرح جَو بھی ان سب مین مشترک ہونگے اور مالک زمین کا حصہ نکال لینے کے بعد تیسرا
شخص دونون کے حصہ پیداوار مین سے بیجون کا حصہ بقدر دو تہائی کے لے لیگا۔ اور اگر ان لوگون
نے اس طرح زراعت باہمی اجازت سے نہ کی ہو تو گیہون مین سے ایک تہائی مالک زمین کی ہو گی اور دو
تہائی دونون کاشتکارون کی اور دونون کاشتکار تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دینگے اور
تہائی پیداوار دونون کے واسطے حلال ہو گی اور باقی تہائی مین سے اپنا خرچہ نکالکر باقی کو صدقہ کر دینگے
اسواسطے کہ اُنمین سے بقدر دو تہائی کے اُنکا حصہ تھا جسکو اُنھون نے بویا ہی پس وہ تو موافق شرط کے
حلال رہا اور باقی ایک تہائی مین دونون غاصب ہوئے پس اس مغصوب کی پوری پیداوار انھین دونون
کی ہو گی۔ رہا تیسرا کاشتکار پس اُسکو جَو کی پیداوار مین سے پانچ چھٹے حصے ملینگے اور چھٹا حصہ مالک زمین کو
ملیگا کیونکہ اُسنے اسمین سے دو تہائی بطور غصب کے بوئی ہی پس اسکی پیداوار اُسیکی ہو گی اور ایک تہائی اُسنے
حق طور سے بوئی ہی پس اسمین سے بھی آدھا موافق شرط کے اُسکا ہو گا اور جتنی زمین اُسنے بوئی ہی اسمین سے دو
تہائی زمین کا نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا پس اُسکی پیداوار مین سے بقدر تاوان و خرچہ کے نکالکر باقی کو
صدقہ کر دیگا یہ تتارخانیہ مین ہی۔ اگر غاصب کے زراعت کرنے سے زمین مغصوبہ مین نقصان آگیا پھر مالک
زمین کے فعل سے یہ نقصان زائل ہو گیا تو غاصب بالکل بری نہو گا۔ اور اگر بدون مالک کے فعل کے
زائل ہو گیا ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ اگر مالک زمین کو واپس دینے
سے پہلے زائل ہو گیا ہو تو غاصب بری ہو گا اور اگر واپس دینے کے بعد زائل ہوا ہو تو بری نہو گا۔ اور
بعضون نے فرمایا کہ دونون صورتون مین بری ہو جائیگا اور اسی پر فتوے ہی جیسا کہ مبیع کے عیب
زائل ہو جانے کی صورت مین حکم ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے ایک زمین دوسرے کو مزارعت پر دی
اور بیج کاشتکار کے ذمہ شرط کیے پس مزارع نے اُسمین زراعت کی پھر ایک شخص نے آکر استحقاق ثابت

تفصیل اسکی یہ ہے کہ ایک تہائی مین دونون شریک ہین تو نصف تہائی زمین ایک چھٹا حصہ ہی اسکو نکالکر باقی پانچ ملینگے ۱۲

کرکے زمین سے لی تو زمین کو بدون زراعت کے لیگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ کھیتی اُکھاڑنے کے واسطے حکم کرے اگرچہ زراعت مذکور ہنوز سا گا ہوا اور یہ نہوگا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے تک زمین مذکور کاشتکار کے پاس اجارہ پر چھوڑی جاوے اور اُکھڑی ہوئی کھیتی اُس دینے والے اور کاشتکار کے درمیان نصفا نصف ہوگی پھر کاشتکار کو اختیار ہو چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہوجاوے اور اس سے زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی اُس شخص کو جسنے زمین دی تھی دیدے اور اُس سے اپنے حصہ کی قیمت اس حساب سے کہ اسقدر زراعت اُسکی زمین میں ثابت ہے نہ غیر کی زمین میں ہو لے لے اور اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ایسی کھیتی میں سے جسکو زمین میں برقرار رہنے کا حق ثابت ہو اپنے حصہ کی قیمت لے لے کذا فی المحیط۔ پھر امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے قول کے موافق جس نے استحقاق ثابت کیا ہو وہ اس زمین کا نقصان فقط کاشتکار سے لیگا اور کاشتکار یہ تاوان اُس شخص سے جسنے اُسکو یہ زمین دی ہو واپس لیگا اور یہی امام ابو یوسف رحمہ کا دوسرا قول ہو اور اول قول امام ابو یوسف کے موافق اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے قول کے موافق صاحب استحقاق کو اختیار ہو چاہے زمین دینے والے سے نقصان لے یا کاشتکار سے لے پس اگر اُسنے کاشتکار سے لیا تو کاشتکار اسکو زمین دینے والے سے واپس لیگا اور یہ غصب[له] العقار کے مسئلہ پر مبنی ہو کذا فی المبسوط۔ اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں اور اگر زمین دینے والے کیطرف سے بیج ٹھہرے ہوں اور صاحب استحقاق نے زمین لے لی اور ان دونوں کو اُسنے کھیتی اُکھاڑنے کا حکم کیا اور دونوں نے کھیتی اُکھاڑی تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُکھڑی ہوئی آدھی کھیتی لینے پر راضی ہوجاوے اور اسکے سوا اُسکو کچھ نہ ملیگا یا چاہے تو اُکھڑی ہوئی کھیتی دینے والے کو دیدے اور فقیہ ابو بکر بلخی رحمہ اللہ تعالے کے قول پر اُس سے اپنا اجر المثل لے لے اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کے قول پر اُس سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور اگر صاحب استحقاق نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اس صورت کو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب الاصل میں ذکر نہیں فرمایا ہو اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الاصل میں ذکر فرمایا کہ اسکا حکم تفصیل کے ساتھ ہو یعنے اگر بیج زمین دینے والے کی طرف سے ہوں تو صاحب استحقاق کی اجازت کچھ کارآمد نہوگی اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو مزارعت کے پہلے اُسکی اجازت صحیح ہوگی اور بعد مزارعت کے اُسکی اجازت صحیح نہوگی اور یہ صورت ایسی ہوگئی کہ ایک شخص نے دوسرے کا دار کرایہ پر دیدیا پھر مالک دار نے اجارہ کی اجازت دیدی پس اگر مدت اجارہ گذرنے سے پہلے اجازت دی تو جائز ہو اور اگر مدت گذرنے کے بعد اجازت دی تو نہیں جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ منتقی میں مذکور ہو کہ ابو سلیمان نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرکے ایک شخص کو ایک سال کے واسطے مزارعت پر دی پس اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں اور کاشتکار نے اُسمیں زراعت کی اور ہنوز کھیتی اُگی نہ تھی کہ مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی تو اُسکی اجازت جائز ہو اور جو کچھ زمین میں پیدا ہو وہ مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان اُسی شرط سے جو غاصب نے ٹھہرائی ہو مشترک ہوگا اور

[له] قوله غصب العقار یعنی مسئلہ غصب العقار ... غصب ... زمین ... ۱۲

پھر کچھ ضمان واجب نہوگی لیکن اگر مالک زمین کی اجازت سے پہلے کچھ نقصان آیا ہو تو بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ کے کاشتکار یہ نقصان مالک زمین کو تاوان دیگا اور بقول امام محمد رح کے مالک زمین کو اختیار ہے چاہے کاشتکار سے یہ نقصان تاوان لے یا غاصب سے اور اگر کھیتی اُگی سے تھے کہ ایسی ہو گئی کہ اُسکی کچھ قیمت ہے پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہو جائیگی اور پھر مالک کو بعد اجازت دینے کے مزارعت توڑنے کا اختیار نہوگا لیکن مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اور جو کچھ اُسمین غلہ پیدا ہوگا وہ سب کاشتکار و غاصب کے درمیان مشترک ہوگا اور قولہ پھر مالک زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہو جائیگی اسکے یہ معنی ہین کہ اجازت دینے کے بعد مالک زمین کو یہ اختیار نہوگا کہ کاشتکار سے کھیتی اُکھاڑ لینے اور زمین خالی کر دینے کا مطالبہ کرے اور قبل اجازت دینے کے اُسکو ایسا اختیار تھا اور یہ معنی نہین ہین کہ کھیتی مالک زمین کی ہو جائیگی اور نیز منتقی مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے کسی کو آدھے کی بٹائی پر دی اور بیج غاصب کی طرف سے ٹھہرے پھر مالک زمین نے مزارعت کی اجازت دیدی اور یہ اجازت قبل زراعت کے یا بعد زراعت کے واقع ہوئی تو اجازت باطل ہو سکتے کہ مالک زمین کو زراعت مین سے کچھ نہ ملیگا اور موافق اشارہ شیخ الاسلام کے اسکے معنی یہ ہین کہ جب بیج غاصب کی طرف سے ہو سکے تو عقد مزارعت بحق مستحق واقع ہوا اور منتقی مین فرمایا کہ زمین مذکور بعد اجازت کے غاصب و کاشتکار کے پاس بمنزلہ عاریت کے ہوگی اور اگر اجازت دینے کے بعد مالک نے چاہا کہ اپنی اجازت سے پھر جاوے اور زمین لے لے پس اگر کاشتکار نے ہنوز زراعت نہ کی ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور اگر کاشتکار قبل اجازت کے زراعت کر چکا ہو اور بعد اجازت کے اُگی ہو یا اُسنے بعد اجازت کے زراعت کی اور وہ اُگی ہو یا بعد اجازت کے زراعت کی اور ہنوز نہ اُگی ہو تو ان صورتون مین مالک کو ایسا اختیار نہوگا کیونکہ اُسکے رجوع کر جانے مین مسلمان کے حق مین تغریر ہے اور یہ حرام ہے اسیطرح اگر کھیتی مین بالیان آجانے کے بعد مالک نے مزارعت کی اجازت دی ہو حالانکہ ہنوز کھیتی قابل کاٹنے کے نہوئی تھی پھر مالک نے اپنی اجازت سے رجوع کرنا چاہا تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا و لیکن غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی جب تک کاٹنے کے قابل ہو تب تک تو اسکی زمین کے اجر المثل کا ضامن ہو اور غاصب و کاشتکار مین جس طرح عقد مزارعت تھا اسیطرح رہیگا۔ اور اگر غاصب نے کہا کہ مین فقط اپنے حصۂ زراعت کے حساب اجر المثل تاوان دینے کا ضامن ہونگا تو اس سے زیادہ کے واسطے مجبور نکیا جائیگا اور کاشتکار سے کہا جائیگا کہ تو بقدر اپنے حصۂ زراعت کے اجر المثل کا ضامن ہو پس اگر دونون نے تاوان اجر المثل قبول کیا اور دونون راضی ہوگئے تو کھیتی کاٹنے کے قابل ہونے تک کار زراعت غاصب و کاشتکار دونون کے ذمہ ہوگا اس واسطے کہ جسوقت غاصب نے پوری اجرت دینے سے انکار کیا تو ایسا ہو گیا کہ گویا دونون نے کسی غیر کی زمین مین یہ زراعت کی ہے اور اگر غاصب نے کہا کہ مین اجر المثل کچھ نہ دونگا اور مین اپنی کھیتی اُکھاڑے لیتا ہون تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ساتھ اپنا حصہ بھی اُکھاڑ لے یا زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کرکے خود مع اپنے مزدورون کے زراعت کا کام کرے پھر جب کھیتی کاٹی جاوے تو غاصب کا حصہ نکالکر اسمین سے جسقدر کاشتکار نے غاصب

سکے حصہ کا اجر المثل اور مزدوروں کی مزدوری دی ہے وہ کاشتکار سے لیگا اور جو بڑھیگا وہ غاصب کا
ہوگا اور اسمین سے عاملوں کی اجرت نہ لیگا۔ اور اگر کاشتکار نے کہا کہ مین کچھ تاوان اجر المثل نہین اٹھاتا ہون
اور نہ اسمین کوئی کام کرونگا بلکہ مین کھیتی اکھاڑے لیتا ہون پس اگر غاصب نے بھی اسکے ساتھ اتفاق کیا تو دونون
کھیتی اکھاڑ کر خالی زمین اسکے مالک کو سپرد کر دین اور اگر غاصب نے اس سے انکار کیا تو غاصب کو اختیار ہوگا
کہ زمین کا اجر المثل اپنے مال سے ادا کرے اور اس سے کہا جائیگا کہ تو خود اپنے مزدورون کے ساتھ کار
زراعت انجام دے یہان تک کہ کھیتی کاٹی جاوے پھر تو وہ کاشتکار مین سے جسقدر تو نے اسکی طرف
سے تاوان زمین اور مزدورونکی مزدوری کا دیا ہے لیتا اور یہ تیرے حق مین سب باتین ہونگی جو ہم نے صورت
مین کاشتکار کے واسطے مذکور ہوئی ہین اور یہ سب اس صورت مین ہے کہ ایسا اتفاق ہوا اور اگر دونون
مین سے کسی نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت دوسرے کے ایسا کیا تو وہ متطوع قرار دیا جائیگا اور دوسرے
کو اسکا حصہ زراعت پورا دیا جائیگا۔ اور دونون مین سے کسی پر یہ واجب ہوگا کہ جسقدر اسکو زراعت مین سے
حصہ ملا ہے اسمین سے صدقہ کر دے لیکن غاصب کے واسطے مالک کی اجازت سے پہلے جو کچھ حصہ زراعت
واجب ہوا ہے وہ حاصلات غصب ہے اسکا یہ حکم نہین ہے اور اگر تخم ریزی سے پہلے مالک زمین نے مزارعت
کی اجازت دیدی پھر کاشتکار نے تخم ریزی کی لیکن بیج نہ اگے اور اسی حال مین مالک زمین نے اپنی زمین
لینی چاہی پس کاشتکار نے کہا کہ مین مزارعت چھوڑے دیتا ہون اور یہ کام کرنے کی ضرورت نہین ہے
اسواسطے کہ بیج نہین اگے اور غاصب نے کہا کہ مین مزارعت باقی رکھونگا اسواسطے کہ جب بیج زمین مین
ڈالا گیا تو فاسد ہو گیا ہے تو غاصب سے کہا جائیگا کہ کھیتی کاٹنے تک تجھپر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پس
اگر وہ اسپر راضی ہو گیا تو کاشتکار پر واجب ہوگا کہ مزارعت کو موافق شرائط غاصب کے پورا کرے اور تمام اجرت
غاصب پر واجب ہوگی اور حصہ کاشتکار مین سے کچھ اجرت واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر غاصب نے کہا
کہ مین زمین کا اجر المثل نہ دونگا اور اپنا بیج لے لونگا جیسے مالک زمین سے لے لونگا۔ تو کاشتکار سے کہا جائیگا
کہ تجھے اختیار ہے چاہے مزارعت باطل کر کے غاصب کو اسکا بیج دیدے اور مالک زمین کو اسکی زمین کا اجر
المثل دیدے اور اگر چاہے تو تجھپر زمین کا اجر المثل کھیتی کاٹنے کے وقت تک واجب ہوگا پس اگر وہ
اسپر راضی ہو گیا تو مزارعت جائز ہوگی اور بیجون والے کو اپنے بیج لینے کی کوئی راہ نہوگی اور کاشتکار نے
جو کچھ زمین کا اجر المثل تاوان دیا ہے اسمین متطوع قرار دیا جائیگا اور مزارعت اپنی حاصلات زراعت دونون مین اتفاق
شرط کے مشترک ہوگی اور جسقدر نتائج دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین آویگا اسمین سے کوئی کچھ تصدق نہ کریگا
یہ محیط و ذخیرہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے بیج غصب کر کے اپنی زمین مین بوئے تو ان بیجون کے اگنے سے پہلے
بیجون کے مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کے فعل کی اجازت دیدے اسواسطے کہ بیج اگنے سے پہلے زمین مین قائم
ہے پس اسکا اعتبار اسی طرح ہوگا کہ گویا زمین کے اوپر رکھا ہے۔ اور بیج اگنے کے بعد اگر اسنے اجازت دی تو
اسکی اجازت کارآمد نہوگی یہ محیط مین ہے ایک زمین غصب کر کے اسمین زراعت کی پھر اسکی زراعت پر کسی دوسرے
شخص نے کھیتی بوئی تو کھیتی دوسرے کاشتکار کی ہوگی اور پہلے کو اسکے بیجون کے مثل بیج تاوان دیگا اور

اگر زمین میں نقصان آیا تو نقصان کا تاوان غاصب اول پر واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے اُسمین گیہوں بوئے پھر دونوں نے خصومت کی حالانکہ ہنوز بیج ویسے ہی ستھے اُگے نہ ستھے تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے اُگنے تک چھوڑ دے پھر اُگنے کے بعد اُس سے کہے کہ اپنی کھیتی اُکھاڑ لے یا بیجوں کی وجہ سے جو کچھ زیادتی ہوگئی ہے وہ غاصب کو دیدے اور امام محمد رح سے اسکی تفسیر یون مروی ہے کہ ایک مرتبہ زمین بغیر تخم ریختہ اندازہ کیجاوے اور ایک بار زمین مذکور تخم ریختہ اندازہ کیجاوے پس جو تفاوت ہو وہ زیادتی ہے اور مختار یہ ہے کہ مالک اُسکو اُسکے بیجوں کی قیمت تاوان دیگا مگر یہ بیج اس حساب سے اندازہ کیے جاوینگے کہ غیر کی زمین میں ریختہ ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین میں تخم ریزی کی اور دانہ اُگی اور اُسکو ایک اجنبی نے سینچا پس اُگی تو قیاس چاہتا ہے کہ کھیتی سینچنے والے کی ہو مگر استحساناً یہ حکم ہے کہ کھیتی مالک زمین کی ہوگی اسواسطے کہ مالک زمین از روے دلالت ایسے سینچنے پر راضی ہے بخلاف تخم ریزی سے پہلے سینچنے کے کہ اُسمین ایسا نہیں ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور خلاصہ میں بنا بر حکم قیاس کے ذکر فرمایا کہ کھیتی سینچنے والے کی ہوگی اور اُسپر بیجوں کی قیمت اس حساب سے کہ ایسی زمین میں ریختہ ہیں جنمیں اُنکو برقرار رہنے کا حق حاصل ہے واجب ہوگی بشرطیکہ بیج مذکور کے زمین میں خراب ہوجانے سے پہلے اُسنے سینچا ہو اور اگر خراب ہوجانے کے بعد اس طرح اُگنے سے پہلے کہ اُسکی کچھ قیمت ہو اُسنے پانی دیا اور اُسکے سینچنے سے بیج اُگے تو بحکم قیاس اُسپر نقصان زمین واجب ہوگا یعنے ایک بار یہ زمین اس طرح اندازہ کیجائیگی کہ اسمین تخم ریزی ہوئی اور بیج خراب ہوگئے ہیں اور ایک بار اس طرح اندازہ کیجاوے کہ اس زمین میں تخم ریزی نہین ہوئی ہے پس جو کچھ تفاوت ہو وہ نقصان تاوان ہے اور یہ کھیتی بھی سینچنے والے کی ہوگی اور اگر کھیتی اُگ کر کچھ قیمت دار ہوجانے کے بعد سینچنے والے نے اُسمین پانی دیا تو جسدن اُسنے پانی دیا ہے اُسدن جو کھیتی کی قیمت تھی وہ سینچنے والے پر واجب ہوگی اور کھیتی سینچنے والے کی ہوگی۔ اور اگر کھیتی کو ایسے وقت میں سینچا کہ اُسوقت سینچنے کی حاجت کامل نہ تھی لیکن سینچنے سے کھیتی عمدہ جید ہوگئی تو کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور سینچنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور یہ جواب فقیہ ابو جعفر رح کا ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے یون جواب فرمایا ہے کہ بہرحال جنبی سینچنے والا متطوع ہے اور اُسکو کچھ نہ ملیگا کذا فی الخلاصہ مترجم کہتا ہے کہ اس دیار میں بھی موافق حکم فقیہ ابو اللیث رح کے فتوی واجب ہے فافہم۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں تخم ریزی کی پھر مالک زمین نے اُسکو سینچا یہانتک کہ کھیتی تیار ہوئی تو اس صورت میں حکم قیاس لیا گیا ہے یعنے پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر مالک زمین نے کھیتی کو ایسی حالت میں پانی دیا کہ دانہ زمین میں ویسا ہی تھا تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیج والے کو اُسکے بیجوں کی قیمت اس حساب سے کہ دوسرے کی زمین میں بغیر حق القرار ریختہ ہیں تاوان دے اور اگر بیج زمین میں خراب ہوجانے کے بعد اُسنے پانی دیا اور کھیتی جمی حالانکہ اگر پانی نہ دیتا تو بھی جمتی یا جمتی مگر اُسکی کچھ قیمت نہوتی تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی اور اُسپر بیجوں والے کے واسطے کچھ ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر بیج مالک زمین کے سوائے کسی دوسرے شخص کیطرف سے ہون اور پانی بھی مالک زمین کے سوائے کسی دوسرے شخص نے دیا تو اس مسئلہ میں پانی دینے والے کے واسطے وہی حکم ہوگا جو مالک زمین کیطرف سے بیج ہونے کی صورت میں پانی دینے والے کے حق میں مذکور ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین میں بیج بوئے پھر

غیر کی زمین ہو اور اگر مالک نے ایسا کیا تو حق القرار حاصل ۱۲

دوسرے شخص نے اگر زمین لینے بیج ڈالے پھر کھیتی اُگی پس اگر یہ کھیتی بدون پانی دینے کے اُگی تو پوری کھیتی دوسرے
شخص یعنی غیر مالک زمین کی ہوگی اور قیاس قول امام اعظم رح اسپر واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے بیجون کی قیمت
بدین حساب کہ یہ بیج ایسی زمین مین ریختہ ہین جنکو برقرار رہنے کا استحقاق حاصل ہو ادا کرے - اور اگر مالک زمین
کے بیج زمین ہی مین خراب ہوجانے کے بعد اُسنے اپنے بیج ڈالے ہون پھر سب بیج اُگے تو اس دوسرے شخص پر
واجب ہوگا کہ مالک زمین کو نقصان زمین اس حساب سے کہ زمین ایسے تخم سے مزروعہ ہے جنکو اس زمین مین
برقرار رہنے کا استحقاق ہو ادا کرے اور پوری کھیتی دوسرے شخص کی ہوگی اور اگر مالک زمین کی کھیتی اُگنے
اور قیمت دار ہوجانے کے بعد دوسرے شخص نے اپنے بیج اس زمین مین ڈالے پھر یہ سب کھیتی ملی ہوئی جمکر تیار
ہوئی تو دوسرے شخص پر واجب ہوگا کہ جسروز اُسکی کھیتی کا مالک زمین کی کھیتی کے ساتھ ملنا ظاہر ہوا ہے اُسدن
مالک زمین کی کھیتی کی جو کچھ قیمت تھی وہ اس حساب سے قیمت لگا کر کہ اس کھیتی کو اس زمین مین برقرار رہنے کا
استحقاق ہو مالک زمین کو ادا کرے اور یہ سب امام اعظم رح کا قول ہے - اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ
ان سب صورتون مین یہ سب کھیتی ان دونون مین مشترک ہوگی - یہ سب حکم اس صورت مین ہے کہ جب یہ کھیتی
بدون سینچنے کے تیار ہوئی ہو یا دوسرے شخص کے سینچنے سے تیار ہوئی ہو - اور اگر مالک زمین کے سینچنے سے
تیار ہوئی ہو تو پوری کھیتی مالک زمین کی ہوگی پھر اگر دوسرے شخص کے بیج خراب ہونے سے پہلے مالک زمین
نے پانی دیا ہو تو مالک زمین پر لازم ہوگا کہ دوسرے شخص کو اُسکے بیجون کی قیمت دے اور اگر دوسرے
شخص کے بیج خراب ہوجانے کے بعد اُسنے پانی دیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی کذا فی المحیط - اور اس قسم کے
مسائل ہمنے کتاب الغصب کے گیارھوین باب مین ذکر کر دیے ہین قال المترجم یعنے اختلاط مال غیر یہ مسائل زراعت کا تمام

گیارھوان باب

جو زمین مزارعت پر دی ہو اُسکے فروخت کرنے کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے
کو اپنی زمین ایک سال مزارعت کے واسطے بدین شرط دی کہ اسمین اپنے بیجون و آلات سے زراعت کرے اور جب
کاشتکار نے اسمین کھیتی بو لی تو مالک زمین نے زمین مذکور کو فروخت کر دیا تو اسمین دو صورتین ہین - اول یہ کہ
بیع کے وقت کھیتی ساگ ہو اور اس صورت مین یہ بیع کاشتکار کی اجازت پر موقوف ہوگی خواہ مالک زمین نے
کھیتی کے ساتھ زمین فروخت کی ہو یا بدون کھیتی کے فقط زمین فروخت کی ہو پس اگر کاشتکار نے زمین و کھیتی
دونون کی بیع کی اجازت دے دی تو بیع نافذ ہوجائیگی اور اُسکا ثمن زمین پر اور کھیتی کی بیع کے روز کی قیمت پر تقسیم
ہوگا پس جسقدر زمین کے پڑتے مین آئے گا وہ مالک زمین کا ہوگا اور جسقدر کھیتی کے پڑتے مین
آئیگا وہ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا - یہ اس صورت مین کہ کاشتکار نے بیع کی اجازت
دیدی اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے کھیتی تیار ہونے تک انتظار کرے
یا چاہے بیع کو فسخ کر دے یہ اس صورت مین کہ مالک نے زمین اور کھیتی ایک ساتھ فروخت کر دی ہو - اور اگر
مالک زمین نے فقط زمین فروخت کی کھیتی فروخت نہ کی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو زمین
مشتری کی ہوگی - اور کھیتی بائع اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے آدھی آدھی ہوگی
اور اگر کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی تو جس طرح ہمنے بیان کیا ہے مشتری کو خیار حاصل ہوگا اور اگر مالک نے

زمین اور اپنا حصہ زراعت فروخت کیا اور کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو مشتری پورے ثمن میں زمین کو
اور مالک زمین کے حصہ زراعت کو لے لیگا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی تو اُسکو مثل مذکورہ بالا اختیار حاصل
ہوگا اور اگر اس صورت میں کاشتکار نے چاہا کہ بیع فسخ کردے تو صحیح یہ ہے کہ اُسکو یہ اختیار نہوگا صورت دوم یہ ہے
کہ مالک زمین نے زمین ایسے وقت فروخت کی کہ جب کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تھی پس اگر زمین بدون کھیتی
کے فروخت کی تو بلاتوقف بیع جائز ہوگی - اور اگر زمین کو تمام کھیتی کے ساتھ فروخت کیا تو یہ بیع زمین اور مالک
کے حصہ زراعت کے حق میں نافذ ہوگی اور کاشتکار کے حصہ زراعت کے حق میں موقوف رہیگی پس اگر
کاشتکار نے بیع کی اجازت دیدی تو کاشتکار کو ثمن میں سے اُسکے حصہ زراعت کے حساب سے حصہ ملیگا اور
باقی سب ثمن مالک زمین کا ہوگا اور اگر کاشتکار نے اجازت ندی پس اگر مشتری کو خریدنے کے وقت مزارعت
سے آگاہی نہ تھی تو چونکہ مشتری کے حق میں صفقہ متفرق ہوتا ہے مشتری کو اختیار ہوگا چاہے لے یا نہ لے
اور اگر کھیتی سبز ہونے کی حالت میں مالک نے زمین اور کھیتی فروخت کردی اور کاشتکار نے بیع کی اجازت
ندی اور مشتری کو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہوا اگر اُسنے بیع فسخ نکی یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور
زمین اور مالک زمین کے حصہ زراعت کے حق میں نافذ ہوجائیگی لیکن مشتری کو اختیار ہوگا چاہے زمین و
مالک کا حصہ زراعت بعوض ان دونوں کے حصہ ثمن کے لے یا ترک کردے اور اگر مالک نے زمین مع اپنے
حصہ زراعت کے فروخت کی ہو اور کاشتکار نے بیع کی اجازت نہ دی اور مشتری نے بیع فسخ نہ کی یہانتک کہ کھیتی کاٹنے
کے لائق ہوگئی تو بیع مذکور نافذ ہوجائیگی اور مشتری زمین اور مالک کے حصہ زراعت کو پورے ثمن میں لیگا
اور مشتری کو نہ لینے کا اختیار نہوگا اسی طرح اگر مالک نے زمین کو بدون زراعت کے فروخت کیا اور کاشتکار نے
بیع کی اجازت ندی اور مشتری نے بیع فسخ نکی یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو زمین کی بیع نافذ
ہوجائیگی اور مشتری کو خیار حاصل نہوگا یہ محیط میں ہے فتاویٰ فضلی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی زمین مزارعت پر
دی پھر کاشتکار کے زراعت کرنے سے پہلے اُسکو فروخت کیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین
کی طرف سے ہوں پس اس صورت میں مشتری کو اختیار ہوگا چاہے کاشتکار کو زراعت سے منع کرے پھر اگر
کاشتکار نے کام شروع نہ کیا ہو اور کار کاشتکاری میں سے کوئی کام نکیا ہو تو کاشتکار کے واسطے حکماً و دیانۃً کچھ
لازم ہوگا اور اگر اُسنے بعضے کارہاے زراعت جیسے نہر گارنا و کاریز درست کرنا انجام دیے ہوں تو بھی
قضاءً یہی حکم ہے لیکن دیانۃً مالک زمین پر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ لازم ہوگا کہ جو کام اُسنے کیا ہے اُسکی بابت اُسکو
راضی کرے اگرچہ شرعاً قضاءً حکم نہیں ہے دوم یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں پس اس صورت میں مشتری کو
اختیار نہوگا کہ کاشتکار کو زراعت سے منع کرے یہ ذخیرہ میں ہے - ایک شخص نے اپنا باغ انگور دوسرے شخص کو
بٹائی پر دیا اور عامل نے باغ مذکور میں تھوڑا کام انجام دیا پھر عامل مذکور کی رضامندی سے مالک نے باغ
مذکور فروخت کیا پس اگر باغ انگور یا درختان خرما میں سے کچھ پھل وغیرہ حاصلات نہوئے ہوں تو عامل کو ثمن
میں سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ عامل کی طرف سے فقط عمل پایا جاتا ہے اور خالی عمل کی کچھ قیمت نہیں ہے - اور اگر مالک
نے باغ انگور میں پھل آنے کے بعد زمین کو مع اپنے حصہ کے فروخت کیا پس اگر عامل نے اجازت دیدی تو بیع جائز

ہر اور پھلون مین سے بائع کا حصہ مشتری کا ہوگا اور عامل کا حصہ عامل کا ہوگا اور اگر پھل برآمد ہونے سے پہلے
ایسی بیع واقع ہوئی تو حکم قضا کی راہ سے عامل کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ پھل آنے سے پہلے وہ کسی چیز کا مالک نہین وہ تو
پھل آنے کے بعد البتہ مالک ہوتا ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ ایک زمین جسمین تخم ریزی ہو چکی ہو مگر ہنوز اگی نہین
ہے فروخت کی پس اگر تخم مذکور زمین مین خراب ہوگیا ہو تو وہ مشتری کا ورنہ بائع کا ہوگا اور اگر مشتری نے زمین
مین پانی دیا یہان تک کہ کھیتی اگی اور بیع کے وقت بیج زمین مین بگڑا نہ تھا تو بھی کھیتی بائع کی ہوگی اور مشتری
نے جو کام کر دیا اسمین متطوع قرار دیا جائیگا۔ اسی طرح اگر بیج جم آیا ہو مگر ہنوز اسکی کچھ قیمت نہوئی ہو تو بھی یہی حکم
ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے کہ سب صورتون مین کھیتی بائع کی ہوگی لیکن اگر اسنے زمین کے ساتھ
اس تخم کو صریحاً یا دلالۃً فروخت کیا ہو تو ایسا نہین ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الکبری

بارھوان باب

مزارعت و معاملت مین عذر واقع ہونے کے بیان مین۔ جو امور مزارعت
کی فسخ کے واسطے عذر ہوتے ہین وہ چند انواع ہین بعضے مالک زمین کی طرف راجع ہین اور بعضے کاشتکار
کی طرف پس اول یعنے جو مالک زمین کیطرف راجع ہین وہ دین فادح ہے کہ بدون اس زمین کے ثمن کے
ادا نہین ہوسکتا ہے یعنے یہ زمین اس دین مین فروخت کیجاوے پس ایسے عذر سے عقد مزارعت فسخ کیا جائیگا بشرطیکہ
فسخ ممکن ہو باین طور کہ یا تو قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے کھیتی تیار ہو کر قابل درو ہو جانے کے
بعد ہو اسوجہ سے عقد کو باقی رکھنا اور پورا کرنا اُسے بدون ضرر برداشت کرنے کے ممکن نہین ہے پس
اُسپر ضرر برداشت کرنا لازم نہین ہے پس قاضی پہلے زمین کو اُسکے قرضہ مین فروخت کریگا پھر مزارعت فسخ کر دیگا
اور فقط عذر پیش آنے سے مزارعت خود فسخ نہو جائیگی۔ اور اگر فسخ ممکن نہو باین وجہ کہ کھیتی تیار ہو کر قابل درو
نہوئی ہو تو قرضہ مین فروخت نکیجاویگی اور عقد فسخ نکیا جائیگا یہان تک کہ کھیتی کاٹنے کے قابل ہو جاوے اور مالک
زمین مذکور قید سے رہا کیا جائیگا اگر قرضخواہ نے اسکو قید کرایا ہو یہان تک کہ کھیتی پک کر تیار ہو جاوے اسواسطے
کہ قید سزا ہے نادہندی کی اور یہ شخص کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے نادہند نہین ہوسکتا اس
واسطے کہ زمین فروخت کرنے سے یہ شخص شرعاً ممنوع ہے اور شخص ممنوع معذور ہے پھر جب کھیتی کاٹنے کے لائق
ہو جاوے تو دوبارہ بدین غرض قید کیا جائیگا کہ اپنی زمین فروخت کر کے خود ہی قرضہ ادا کرے ورنہ قاضی
اُسکی طرف سے فروخت کریگا۔ اور دوم جو کاشتکار کی طرف راجع ہین وہ عذر مثل مرض کے کہ کاشتکار
کام کرنے سے معذور ہو اور مثل سفر کے کیونکہ وہ محتاج الیہ ہے اور جیسے ایک حرفہ چھوڑ کر دوسرا اختیار
کرنا اسوجہ سے کہ بعض پیشہ ایسا ہوتا ہے جس سے اُسکا پیٹ نہ بھرے اور جیسے کوئی ایسا مانع پیش آوے
جو اُسکو کام کرنے سے باز رکھے کذا فی البدائع۔ اور معاملہ مین یعنے درختون کی بٹائی مین اگر دونون مین
سے کسی نے موافق مقتضاے عقد کے کارروائی کرنے سے انکار کیا تو بدون کسی عذر کے اسکو یہ اختیار
نہوگا پس معاملہ دونون طرف سے لازم ہوتا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر بیج کاشتکار
کی طرف سے ہون اور اُسنے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ اس سال مزارعت کو چھوڑ دون یا کہا کہ مین چاہتا ہون
کہ اس سال اس زمین کے سواے دوسری زمین مین زراعت کرون تو اُسکو اختیار ہے اور مزارعت کو فسخ

کر سکتا ہی یہ محیط مین ہی اور ایضاح مین لکھا ہی کہ مرض کی صورت مین بھی سفر کے قیاس پر تفصیل ہونا واجب ہی کہ اگر اُسنے درختون کی نگہبانی اس شرط سے لی کہ خود اور اپنے مزدورون سے کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر نہوگا اور اگر عقد معاملہ اس شرط سے کیا کہ خود ہی کام کرے تو اُسکا بیمار ہونا عذر ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور مالک درختان و مالک زمین کی طرف سے منجملہ عذر کے یہ ہی کہ اُسکے ذمہ ایسا قرضہ لاحق ہوجاوے جو سوا ثمن درختان و ثمن زمین کے کسی طرح ادا نہین ہو سکتا ہی۔ اور ایسی حالت مین فسخ عقد صحیح ہونے کے واسطے موافق روایت کتاب الزیادات کے حکم قاضی یا طرفین کی باہمی رضامندی ضرور ہی اور موافق روایت کتاب المزارعۃ و اجارات اور جامع صغیر کے حکم قضا و کاشتکار یا عامل کی رضامندی کی احتیاج نہین ہی پس ہمارے بعضے مشائخ متاخرین نے روایت زیادات کو لیا ہی اور بعضون نے کتاب الاصل و جامع صغیر کی روایت کو لیا ہی۔ اور اگر اُسنے قبل فروخت کرنے کے قاضی سے عقد مزارعت یا عقد معاملت فسخ کرنے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نکریگا پس اُسکو چاہیے کہ خود فروخت کرے اور قاضی کے سامنے قرضہ ہونا ثابت کردے تاکہ قاضی اس بیع کو تمام کردے اور عقد مذکور حکماً ٹوٹ جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جن چیزون سے عقد مزارعت بعد واقع ہونے کے فسخ ہوجاتا ہی اُسکے چند انواع ہین ازانجملہ فسخ ہی اور وہ دو طرح کا ہوتا ہی ایک فسخ صریح اور وہ اس طرح ہوتا ہی کہ بلفظ فسخ یا اقالہ ہو اور دوسرا بدلالت اور وہ دو طرح کا ہی اول یہ کہ جسکی طرف سے بیج ٹھہرے ہون وہ مقتضاے عقد کے موافق کارروائی کرنے سے انکار کرے پس اگر اُسنے کہا کہ مین اس زمین کی مزارعت نہین چاہتا ہون تو عقد فسخ ہوجائیگا اسواسطے کہ عقد مذکور اُسکے حق مین لازمی نہین ہی پس اُسکو بمقتضاے عقد کارروائی کرنے سے بلاعذر انکار کرنے کا اختیار باقی ہی دوم یہ کہ ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو مزارعت پر دیے پھر اُسکو اُسکے مولے نے مجبور کردیا تو عقد فسخ ہوجائیگا ازانجملہ یہ کہ مدت مزارعت منقضی ہوجاوے ازانجملہ یہ کہ مالک زمین مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے مرے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوگئی ہو یا ہنوز سبزہ ہو۔ ازانجملہ یہ کہ کاشتکار مرجاوے خواہ زراعت سے پہلے مرجاوے یا بعد زراعت کے خواہ اُسوقت کھیتی تیار ہوکر کاٹنے کے لائق ہوگئی ہو یا ہوئی ہو کذا فی البدائع

تیرھوان باب۔

اُن صورتون کے بیان مین کہ کاشتکار یا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی یا پھل کیا کیے ہین۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کاشتکار مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اُسنے کھیتی کے ساتھ کیا کیا تو زراعت مین سے مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے مال مین دین قرار دیا جائیگا اور اگر وارثون نے دعوی کیا کہ کھیتی چوری ہوگئی ہو تو اُنکے قول پر التفات نکیا جائیگا اور یہ حکم اسوجہ سے ہی کہ مالک زمین کا حصہ کاشتکار کے پاس بدین دلیل امانت تھا کہ اگر تمام کھیتی کاشتکار کے پاس تلف ہوجاتی تو مالک زمین کے واسطے کچھ ضامن نہوتا پس جب ثابت ہوا کہ اُسکے پاس امانت تھا حالانکہ وہ بدون امانت کا حال بیان کیے ہوئے مرگیا تو یہ شخص ایسا امین ہوگیا جو امانت کو مجہول یعنے بلابیان چھوڑ کر مرجاتا ہی پس ضامن ہوجائیگا اور اگر وارثان کاشتکار و مالک زمین نے اس امر مین اختلاف کیا کہ کاشتکار کی موت کے قبل زراعت کی قیمت کسقدر تھی تو وارثان کاشتکار کا قول قبول ہوگا۔ اسی طرح اگر درختون کا عامل مرگیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ اُسنے پھلون کے ساتھ کیا کیا ہی تو

[illegible] … پچھوڑ دی نا مفصل بیان ہوا ۱۱ در دو صفحات ۱۲

بھی اسی طرح حکم ہے - اور یہ سب اُس صورت مین ہے کہ کھیتی کا جمنا اور پھلون کا نکلنا معلوم ہو جاوے اور اگر یہ امر معلوم نہو تو کاشتکار یا عامل مذکور ضامن نہوگا - اور اگر عامل نے اپنے ترکہ مین درم و دینار چھوڑے حالانکہ اُسپر حالت صحت کے قرضے موجود ہین تو ایسی صورت مین مالک زمین و درخت باقی قرضخواہون کے ساتھ شریک کر دیا جائیگا - اور اس قول سے امام محمد رح کی مراد یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ عقد مزارعت و عقد معاملت حالت صحت مین واقع ہوا ہے اور اگر عقد مزارعت و معاملت کا واقع ہونا فقط باقرار مریض یعنے عامل و کاشتکار کی حالت مرض کے اقرار سے معلوم ہو تو یہ قرضہ بمنزلہ ایسے قرضہ کے ہوگا جو حالت مرض مین مریض کے اقرار سے واجب ہوتا ہے پس دیون الصحۃ سے مؤخر ہوگا کذافی الذخیرہ

چودھوان باب - مریض کے مزارعت ومعاملت کرنے کے بیان مین - اس باب کے مسائل ایک

قاعدہ پر مبنی ہین وہ یہ ہے کہ جو شخص مریض مرض الموت ہے اُسکا تصرف ایسے امور مین جن سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق نہین ہے مثل صحیح تندرست کے تصرف کے ہے اور جن امور سے قرضخواہون یا وارثون کا حق متعلق ہے اُس مین تصرف دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اس تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل نہو جاوے بلکہ اُنکا حق ایک محل سے منتقل ہوکر دوسرے ایسے محل مین جاوے جو مالیت مین مثل محل اول کے ہے جیسے بیع و اُسکے اشباہ پس ایسا تصرف مریض کا اور تندرست صحیح کا یکسان ہے اور دوسرے یہ کہ تصرف سے قرضخواہون و وارثون کا حق باطل ہوتا ہو وے اور اس قسم کا تصرف مریض سے صحیح ہے جیسے تبرعات کے طور پر تصرف کرنا پھر واضح ہو کہ قرضخواہون و وارثون کا حق اُسی مال سے متعلق ہوتا ہے جسمین میراث جاری ہو جیسے اعیان ترکہ اور جسمین میراث نہین جاری ہوتی ہے جیسے منافع اُس سے اُن لوگون کا حق متعلق نہین ہوتا ہے اسیطرح جسمین میراث جاری ہوتی ہے مگر وہ مال نہین ہے اور نہ وہ مال کے حکم مین ہے اس سے بھی ان لوگون کا حق متعلق نہین ہوتا ہے امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اگر کسی مریض مرض الموت نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسیکو کاشتکاری کے واسطے دی تو اس مین دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور اس صورت مین مزارعت جائز ہے خواہ کاشتکار اجنبی ہو یا وارث ہو اور خواہ مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہے یا نہو اور خواہ مریض کے واسطے پیداوار مین سے اسقدر مشروط ہو جو زمین کے اجر المثل کے برابر ہے یا اس سے کم مشروط ہو اور خواہ مریض کا سوائے اس زمین کے کچھ مال ہو یا نہو دوم یہ کہ بیج بھی مریض کی طرف سے ہون اور مریض کے پاس سوائے اس زمین و بیج کے کچھ مال نہو تو اس صورت مین دو صورتین ہین اول یہ کہ کاشتکار شخص اجنبی ہو اور میت پر قرضہ نہو پس اس صورت مین زراعت مین سے زراعت کے جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت کو اور کاشتکار کے اجر المثل کو دیکھا جائیگا پس اگر زراعت مین سے زراعت جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز حصہ کاشتکار کی قیمت اور اُسکا اجر المثل برابر ہو یا حصہ کاشتکار کی قیمت بنسبت اجر المثل کے کم ہو تو کاشتکار کو اُسکا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر زراعت جمکر قیمت دار ہو جانے کے روز زراعت مین سے حصہ کاشتکار کی قیمت بنسبت اُسکے اجر المثل کے زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر حصہ کاشتکار میت کی تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ دیا جائیگا بعض

بطور وصیت کے اور بعض بطریق معاوضہ کے اور اگر زراعت سے حصہ کاشتکار میت کے تہائی مال سے نہ نکل
سکتا ہو پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہے کہ کاشتکار کو اُسکا پورا حصہ زراعت دیا جائیگا اور اگر وارثون
نے اجازت ندی تو کاشتکار کو اُسمین سے بقدر اُسکے اجر المثل کے بطور معاوضہ دیا جائیگا پھر سب جسقدر اُسکے
واسطے مشروط تھا اُسکے باقی مین سے ایک تہائی اُسکو بطور وصیت دیدیا جائیگا اور باقی دو تہائی وارثون کا
ہوگا۔ اور جسقدر اجر المثل سے بڑھا ہے اُسمین وصیت کا اعتبار یوم حصاد پر ہوگا یعنے جسقدر اجر المثل سے بڑھا ہے اُسکی
قیمت کھیتی کاٹنے کے روز کی معتبر ہوگی۔ یہ اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار اجنبی ہو اور میت پر قرضہ نہو اور اگر اُسپر
اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو خواہ قرضہ صحت یا قرضہ مرض تو ایسی صورت مین زراعت مین سے
جسروز اُسکے اُگنے کے بعد قیمت دار ہوگئی ہے قیمت حصہ کاشتکار اور اُسکے کام کے اجر المثل کیطرف دیکھا جائیگا پس
اگر زراعت اُگنے اور قیمت دار ہونے کے روز زراعت سے حصہ کاشتکار کی قیمت اُسکے اجر المثل کے برابر ہو یا
کم ہو تو جسقدر کاشتکار کے واسطے مشروط ہے وہ کاشتکار کو دیا جائیگا بلکہ جسقدر اُسکے قبضہ مین ہے اُسمین مریض کے قرضخواہ
لوگ شریک ہونگے اور یہ مقبوضہ ان سب مین موافق ہر ایک کے حصہ کے تقسیم ہوگا بشرطیکہ سوائے اسکے
مریض کا کچھ مال نہو پس کاشتکار کے حصہ مین وہ قیمت لگائی جائیگی جو اُس حصہ زراعت کے لائق درو ہونیکے
وقت تک بڑھکر ہوگئی ہے اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے اور اگر زراعت مین
سے اُسکے اُگنے اور قیمت دار ہونے کے وقت حصہ کاشتکار کی قیمت کاشتکار کے اجر المثل سے زائد ہو تو کاشتکار
فقط اپنے اجر المثل کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور جسقدر زیادہ ہے وہ نہ لگایا جائیگا اور قرضخواہ لوگ اپنے اپنے
حقوق کے ساتھ شریک کیے جاوینگے اور کاشتکار کے اجر المثل سے جسقدر اُسکا حصہ زائد ہے اُس زیادتی مین
سے اُسکو کچھ نہ دیا جائیگا لیکن یہ ہوگا کہ جسقدر اس تقسیم مین کاشتکار کے حصہ مین پڑیگا وہ اُسکو زراعت مین سے
لیگا اور جو قرضخواہون کے حصہ مین پڑیگا وہ فروخت کر کے اُنکے قرضے ادا کیے جاوینگے۔ یہ سب جو ہمنے ذکر
کیا ہے اُس صورت مین ہے کہ کاشتکار کوئی اجنبی ہو اور اگر کاشتکار وارث ہو پس اگر امام اعظم رحمہ اللہ جواز مزارعت
کے قائل ہوتے تو اُنکے قیاس پر یہ حکم ہے کہ مزارعت فاسد ہے حتے کہ وارث کاشتکار پیداوار مین سے کچھ مستحق نہین
ہے بلکہ فقط اُسکو اُسکے اجر المثل مین درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا خواہ مریض پر قرضہ ہو یا نہو اور خواہ زراعت مین سے
حصہ وارث کی قیمت اُسکے کام کی اُجرت مثل کے برابر ہو یا زائد ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول
پر یہ حکم ہے کہ اگر مریض پر قرضہ نہو تو زراعت کے جبکہ قیمت دار ہونے کے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی
قیمت اور اُسکے اجر المثل کو دیکھا جاویگا پس اگر زراعت مین سے اُسکے اُگنے اور قیمت دار ہونے کے روز حصہ وارث
کی قیمت اُسکے کام کی اجرت مثل کے برابر یا کم ہو تو اُسکو اپنا حصہ مشروط ملیگا اور اس دن کے بعد کھیتی تیار ہونے
اور کاٹنے کے روز تک جسقدر زیادہ ہو جاوے اُسمین وہی حکم ہے جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر
زراعت جبکہ قیمت دار ہونے کے روز زراعت مین سے حصہ وارث کی قیمت اُسکے اجر المثل سے زائد ہو تو اُسکو
پیداوار مین سے بقدر اپنے اجر المثل کے ملیگا اور حصہ مشروط جسقدر اس اجر المثل سے زائد ہے اُسمین سے وارث کو
بالکل کچھ نہ ملیگا کیونکہ اگر اُسمین سے اُسکو کچھ ملنے کا استحقاق ہو تو یہ استحقاق بطریق وصیت ہو سکتا ہے حالانکہ وارث کے

واسطے وصیت نہین ہے۔ اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو محیط ہو تو اس صورت مین وہی حکم ہے جو اجنبی کی صورت مین مذکور ہوا ہے یہ محیط مین لکھا ہے۔ ایک صحیح نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی مریض کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ٹھہرے حالانکہ کاشتکار کا اُسکے سوائے کچھ مال نہین ہے پھر زمین مذکور مین کھیتی پیدا ہوئی پھر مریض کاشتکار مرگیا تو اسکا حکم وہی ہے جو اس صورت مین مذکور ہوا ہے کہ ایک مریض نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین یعنے مریض کی طرف سے ٹھہرے ہین اسواسطے کہ اس صورت مین مریض مذکور کا کاشتکار کا بعوض بعض پیداوار کے اجارہ پر لینے والا اقرار پایا ہے اور جو صورت ہمنے یہان بیان کی ہے اسمین کاشتکار مریض بعوض بعض پیداوار کے زمین اجارہ پر لینے والا اقرار پایا ہے یہ مبسوط سرخسی مین ہے اور اگر کسی مریض نے اپنی زمین جسمین کھیتی ہے مگر منوز رسا نگا ہے قابل درو نہین ہوئی ہے یا درختان خرما جسمین گفر نکلے ہین یا اور درخت جسمین پھل ہری کیریان ہین ابھی نہین ہین کہ انکی کچھ قیمت اندازہ کیا وے کسی شخص کو اس شرط سے دی کہ اسمین سے جو کچھ اللہ تعالے نصیب کرے وہ ہم دونون مین نصفانصف ہوگا تو اسکا حکم وہی ہے جو ہمنے مزارعت کی صورت مین جبکہ بیج مریض مالک زمین کی طرف سے ہون بیان کیا ہے۔ اور اگر کسی مریض نے اپنا باغ درخت خرما بٹائی پر اس سال کے واسطے اس شرط سے دیا کہ اسکی پرداخت کرے اور پانی دے اور نر مادہ لگا دے اور جو کچھ اسمین اللہ تعالے روزی کریگا وہ ہم دونون مین نصفانصف ہوگا پھر درخت خرما مین گفر نکلین کہ اسمین آدھی گفر عامل کے اجر المثل کے برابر یا اس سے کم قیمت تھین پھر عامل اُسکی برابر پرداخت کرتا رہا اور پانی دیتا رہا یہان تک کہ یہ گفر گدر ہوگئین کہ انکی قیمت مال کثیر ہے پھر یہ گدر خرما خراب ہو کر حشف ہوگئے کہ انکی قیمت گفر جب نکلی تھین انکی قیمت سے بھی کم ہوگئی پھر درخت کا مالک مرگیا حالانکہ اُسپر بہت قرضہ ہے کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہے تو جو کچھ میت نے چھوڑا ہے وہ عامل اور قرضخواہون مین اس طرح تقسیم کیا جائیگا کہ قرضخواہ لوگ اپنے اپنے قرضہ کی مقدار سے شریک کیے جاوینگے اور عامل آدھے حشف کی قیمت کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور خرما کی بربادی کا عامل ضامن نہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عامل کو آدھے خرماے تباہ شدہ ملینگے اور آدھے وارثون کو ملینگے

کذا فی المحیط۔

اس باب کے متصل فصل دربیان اقرار مریض درمعاملہ ومزارعہ۔

امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک کاشتکار بیمار ہوا اور اسکے پاس کسی شخص کی زمین ہے جسمین وہ زراعت کرتا ہے اور اسپر حالت صحت کا قرضہ ہے پس مریض مذکور نے اقرار کیا کہ بیج اُسکی طرف سے تھا اور اُسنے مالک زمین سکو واسطے دو تہائی پیداوار شرط کی تھی پھر مرگیا اور قرضخواہون نے اس سے انکار کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مریض نے کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانے کے بعد ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق نکیجائیگی اور پہلے قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر جب قرضخواہان صحت کا قرضہ ادا ہوگیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر دو تہائی پیداوار مین سے کچھ بچا تو مالک زمین کو اسمین سے بقدر اسکی زمین کی اجر المثل کے دیا جائیگا اور اس سے زیادہ پوری دو تہائی پیداوار تک جو رہا وہ بطور وصیت کے مالک زمین کو دیا جائیگا بشرطیکہ مال میت کا تہائی ہوتا ہو۔ اور اگر مریض نے ایسا اقرار ایسی حالت مین کیا کہ اُسوقت کھیتی ہری تھی تو قرضخواہان صحت کے حق مین بھی اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی۔ اور اگر قرضہ ادا کر دیا گیا اور مال مین

سے کچھ باقی رہا تو باقی مال میت کی تہائی مین سے مالک زمین کو اُسکا حق مشروط پورا کر دیا جائیگا یہ اُسوقت
ہو کہ مریض مذکور پر قرضہ صحت ہو- اور اگر مریض پر ایسا قرضہ مرض ہو کہ حالت مرض مین اُسکے اقرار ہی سے
ثابت ہوا ہو پھر مریض نے جس طرح ہمنے بیان کیا ہو مزارعت مین اقرار کیا پس اگر اُسنے کھیتی ساگا ہونے کی
حالت مین ایسا اقرار کیا تو پہلے مالک زمین کا حق ادا کرنا شروع کیا جائیگا پس دو تہائی پیداوار مین سے
اُسکی زمین کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا اگر دو تہائی پیداوار اُسکی اجر المثل سے زیادہ ہو اور اگر مریض نے یہ
اقرار ایسی حالت مین کیا کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تھی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اقرار مزارعت بہ نسبت اقرار قرضہ
کے پہلے واقع ہوا ہو تو پہلے مالک زمین کو اُسکی زمین کا اجر المثل دیا جائیگا پھر مریض کا حالت مرض کا اقراری
قرضہ ادا کیا جائیگا اور اگر اقرار قرضہ اقرار مزارعت سے پہلے ہو تو مالک زمین اُس شخص کے ساتھ جسکے واسطے
قرضہ کا اقرار کیا ہو بقدر زمین کے اجر المثل کے حصہ دار کر دیا جائیگا یہ جب اُسوقت مین ہو کہ جب کاشتکار کیطرف
سے بیج ہونے کی صورت مین کاشتکار نے ایسا اقرار کیا ہو- اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے
ہونے کی صورت مین کاشتکار مریض نے ایسا اقرار کیا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی خواہ اُس نے
کھیتی قابل درو ہونے سے پہلے ایسا اقرار کیا ہو یا قابل درو ہونے کے بعد ایسا اقرار کیا ہو اور
اگر مسئلہ مذکورہ مین مالک زمین مریض ہو اور اُسنے ایسا اقرار کیا تو اُسکا حکم سب صورتون مین وہی ہے جو
کاشتکار کے اقرار کرنے کی صورتون مین بیان کیا گیا ہے- اگر کسی شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو بٹائی پر دیا
پھر جب باغ کے پھل پورے ثمر یعنے خرما ہو گئے تو عامل بیمار ہو گیا اور کہا کہ مالک باغ نے میرے واسطے
چھٹا حصہ شرط کیا ہے اور مالک باغ نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی مگر قرضخواہون و وارثون نے تکذیب
کی تو عامل کا قول قبول ہوگا پھر اگر اُسکے وارثون یا قرضخواہون نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین
کہ مالک باغ نے اُسکے واسطے نصف حاصلات کی شرط کی ہے تو اُنکے گواہون کی سماعت نہوگی اور اگر انھون نے
اپنے دعوے پر مالک باغ سے قسم طلب کی تو قاضی اُنکے دعوے پر مالک مذکور سے قسم نہ لیگا اور مشائخ نے فرمایا
کہ یہ جو کتاب مین مذکور ہے کہ اُنکے اس دعوے پر کہ مالک باغ نے عامل کے واسطے نصف حاصلات شرط کی
ہے مالک باغ سے قسم نہ لیجائیگی یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے قول پر قسم لیجائیگی اسی طرح اگر عامل زندہ
رہا اور وہ اقرار کر چکا تھا کہ میرے واسطے مالک باغ نے چھٹا حصہ شرط کیا تھا پھر دعوی کیا کہ مالک باغ نے میرے
واسطے نصف شرط کیا ہے اور مین نے چھٹا حصہ شرط کرنے کا جھوٹا اقرار کیا تھا اور درخواست کی کہ مالک باغ
سے قسم لیجاوے تو مالک باغ سے قسم لینا چاہیے یہ اُسوقت ہے کہ عامل کوئی اجنبی ہو- اور اگر عامل مالک باغ
کا وارث ہوا اور عامل نے اقرار کیا کہ مالک باغ نے میرے واسطے چھٹا حصہ شرط کیا ہے اور یہ اقرار خرما ہوجانے
کے بعد واقع ہوا تو اُسکے اقرار کی تصدیق کیجائیگی اور اگر وارثان عامل اور اُسکے قرضخواہون نے کہا کہ ہم
اس امر کے گواہ پیش کرتے ہین کہ مالک باغ نے عامل کے واسطے نصف شرط کیا ہے تو اُنکے گواہونکی سماعت
ہوگی اور اگر اُنھون نے مالک باغ سے اس دعوے پر قسم لینی چاہی تو مالک باغ سے قسم لیجائیگی اور اگر ایک
مریض نے اقرار کیا کہ مین نے اپنا باغ خرما اپنے فلان وارث کو بٹائی پر دیا ہے حالانکہ ہنوز اُسکے پھل پختہ نہوئے

ستے پھر مریض مذکور نے حالت مرض مین قرضہ کا اقرار کیا پھر مرگیا تو پہلے عامل کا قرضہ ادا کیا جائیگا پس اُسکے کام کا اجر المثل اُسکو دیا جائیگا پھر وہ قرضہ ادا کیا جائیگا جسکا اُسنے مرض مین اقرار کیا ہے ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہے اور شاید یہ قول صاحبین رحمہ اللہ کا ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر یہ مسئلہ صحیح نہونا چاہیے۔ پھر اگر وارث عامل نے کہا کہ میرا پورا حق مجھے نہین ملا ہے کچھ باقی رہگیا ہے اور باقی وارثون نے کہا کہ تیرا کچھ حق باقی نہین رہا ہے اسواسطے کہ تیرا حق اجر المثل تھا اور وہ سب تجھے پہونچ گیا پس عامل نے چاہا کہ باقی وارثون سے قسم لے پس آیا قسم لے سکتا ہے تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر وارث عامل نے اقرار کیا ہو کہ عقد حالت صحت مین واقع ہوا اور اقرار حالت مرض مین تو اسکو قسم لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اُسنے کہا کہ عقد حالت مرض مین واقع ہوا ہے تو قسم نہین لے سکتا ہے کذا فی المحیط

پندرھوان باب ۔ رہن مین مزارعت و معاملہ کرنے کے بیان مین۔ ایک شخص نے اپنی زمین و باغ غیر بار رہن کیا اور مرتہن کو سپرد کرنے کے بعد مرتہن سے کہا کہ اُسکو پانی دے اور زراعت لگا اور اسکی حفاظت کر بدین شرط کہ جو کچھ حاصلات ہو وہ نصفا نصف ہوگی اور مرتہن نے اسکو قبول کیا تو عقد معاملہ جائز ہے اور مرتہن کو زراعت لگانے اور سینچنے کا اجر المثل ملیگا اور حفاظت کرنے کا کچھ نہین ملیگا اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ رہن رہیگا۔ اسی طرح اگر کھیتی بوئی ہوئی زمین رہن کی مگر ہنوز سا گا تھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کوئی زمین بلا زراعت یعنی خالی کھیت رہن ہوا اور راہن نے اُسکو مزارعت پر دیا اور مرتہن نے قبول کیا اور بیج مرتہن کی طرف سے ہین تو مزارعت جائز ہے اور جو حاصلات ہو وہ موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور زمین مذکور رہن سے نکل جاویگی اور بدون تجدید رہن کے رہن کیطرف عود نکریگی اور اگر بیج راہن کی طرف سے ہون تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ بعد زراعت کے اُسکو رہن مین کرلے اور اگر کسی شخص نے خالی کھیت جسمین درخت خرما ہین رہن کیا پھر مرتہن کو حکم دیا کہ اس سال اسمین اپنے بیجون سے آدھے کی بٹائی پر کار زراعت کرے اور درختون کی پرداخت کرے اور سینچے اور حفاظت کرے اور آدھے کی بٹائی شرط کردی تو مزارعت جائز ہے اور معاملہ فاسد ہے کیونکہ اگر تنہا مزارعت زمین کا عقد قرار دیتا تو جائز تھا اور یہ زمین رہن سے باہر ہو جاتی اور اگر تنہا عقد معاملہ قرار دیتا تو جائز نہ تھا پس اسی طرح جبکہ دونون کو جمع کیا تو جو تنہا جائز تھا وہ جائز ہوا اور جو تنہا جائز نہ تھا وہ ناجائز ہوا اور معاملہ کا فاسد ہونا موجب فساد مزارعت اسوجہ سے نہین ہوا کہ مزارعت پر معاملہ معطوف ہے مشروط نہین ہے کذا فی محیط السرخسی

سولھوان باب ۔ ایسے عتق و کتابت کے بیان مین جسمین مزارعت و معاملت ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو اس شرط سے آزاد کیا کہ میری زمین مین بدین شرط زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین پیدا کرے وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس غلام اسپر راضی ہوگیا تو اسمین دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین مولے کی طرف سے ہے اور بیج اور کام غلام کی طرف سے ہو تو ایسی صورت مین مزارعت فاسد ہوا اور عتق جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایسی مزارعت فاسد ہے جسمین عتق مشروط ہے اور ایسا عتق ہے جسمین مزارعت مشروط ہے لیکن مزارعت ایسا عقد ہے جسمین دوسرا عقد شرط کرلینے سے باطل ہو جاتا ہے

اور عتق باطل نہین ہوتا ہے۔ اور اگر ایسے عقد پر غلام مذکور نے زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی غلام کی ہوگی اور غلام پر موسلے کے واسطے اُسکی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا جس طرح تمام مزارعات فاسدہ مین ہوا کرتا ہے اور غلام پر یہ بھی لازم ہوگا کہ اپنی قیمت جسقدر ہو ادا کرے دوم یہ کہ زمین و بیج مولی کی طرف سے ہو اور غلام کی طرف سے خالی کام ہو اور ایسی صورت مین بھی مزارعت فاسد ہے اور عتق جائز ہے اور اس صورت مین تمام پیداوار مولی کی ہوگی اور موسے پر غلام کے کار زراعت کا اجر المثل جسقدر ہو غلام کے واسطے واجب ہوگا اور موسے کے واسطے غلام پر غلام کی قیمت جسقدر ہو واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنا غلام اس شرط سے مکاتب کیا کہ اس سال مکاتب اپنے مولی کی زمین مین اس شرط سے زراعت کرے کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین پیدا کرے وہ دونون[1] مین مشترک ہو تو اس مسئلہ کی بھی دو صورتین ہین اول یہ کہ زمین و بیج مولی کیطرف سے ہو اور مکاتب کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو اس صورت مین مزارعت فاسد ہے اور کتابت بھی فاسد ہے اور جب کتابت فاسد ہوئی تو موسلے کو اُسکے توڑ دینے کا اختیار ہوگا جیسا کہ غلام مذکور کو بعوض شراب و سور کے مکاتب کرنے کی صورت مین ہے پس اگر موسلے نے کتابت کو نہ توڑا یہانتک کہ مکاتب نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین کھیتی پیدا ہوئی تو پوری کھیتی مولی کی ہوگی اور موسے پر مکاتب کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور مکاتب آزاد ہو جائیگا[2] اسواسطے کہ مکاتب نے وہ شرط پوری کی جسپر عقد کتابت مشروط تھا یعنی اس سال اس زمین کی زراعت کرنا اور اس سال زراعت زمین تک تعلیق عقد کے معلوم[3] تھی اور جس امر کے ساتھ کتابت فاسدہ کی تعلیق ہے جب وہ وقت عقد کے معلوم ہوا اور مکاتب اسکو پورا کردے تو عتق ہو جاتا ہے جیسے کہ اُسکو شراب یا سور پر مکاتب کیا اور مکاتب نے اُسکو ادا کردیا تو یہی حکم ہے پس موسے کے واسطے مکاتب پر مکاتب کی قیمت واجب ہوئی اور موسے پر مکاتب کے واسطے مکاتب کے کام کا اجر المثل واجب ہوا پس اگر دونون برابر ہون تو مقاصہ واقع ہو جائیگا اور اگر مکاتب کی قیمت اُسکے کام کے اجر المثل سے زیادہ ہو تو بقدر زیادت کے موسے اُس سے لے لیگا۔ اور اگر اُسکے کام کا اجر المثل اُسکی قیمت سے زیادہ ہو تو وہ موسے سے کچھ نہین لے سکتا ہے دوم یہ کہ زمین مولی کی طرف سے اور بیج اور کام مکاتب کی طرف سے ہو اور اس صورت مین بھی کتابت اور مزارعت دونون فاسد ہین اور موسے کو اختیار ہوگا کہ کتابت کو توڑ دے اور اگر اُسنے کتابت نہ توڑی اور مکاتب کے کام سے زمین مین کثیر زراعت پیدا ہوئی یا کچھ بھی نہ پیدا ہوئی تو مکاتب آزاد ہو گا اور جو حکم مزارعت مین مذکور ہوا ہے جب کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون ویسا ہی عقد معاملت[4] کی صورت مین حکم ہے کذا فی المحیط۔

سترھوان باب۔ عقد مزارعت و معاملہ مین تزویج و خلع و عمداً خون سے صلح واقع ہونے کے بیان مین۔

فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اپنی زمین اس سال زراعت کرنے پر بدین شرط نکاح کیا کہ یہ عورت اس سال اپنے بیجون اور کام سے اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین پیداوار ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو نکاح جائز ہے اور مزارعت فاسد ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت مذکورہ کا مہر اس زمین کی اجرت کے نصف کے مثل ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک اُسکا مہر اُسکے مثل عورتون کے مہر اور زمین کے اجر المثل دونون مین سے کم مقدار ہوگی پس اگر عورت مذکورہ نے زمین مین زراعت کی اور پیداوار ہوئی یا نہوئی اور

[1] یعنی دونون مین مشترک ہو ۱۲
[2] پیداوار اسکی نصفا نصف ... دونون مین ...
[3] معلوم ... ۱۲ منہ
[4] عقد معاملت یعنی اگر درختون کی ... آزادی ... ۱۲ منہ

مالک زمین نے اُسکو طلاق نہ دی تو تمام پیداوار عورت کی ہوگی اور اُسپر زمین کا نصف اجر المثل لازم ہوگا اور شوہر
پر اُسکا مہر کچھ واجب نہوگا یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اُسپر پوری زمین کا اجر
المثل واجب ہوگا اور شوہر پر اُسکا مہر یعنی مہر المثل و زمین کی اجرت دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی پس
اگر اُسکا مہر المثل زمین کی اجرت کے برابر ہو یا زیادہ ہو تو اُسنے اپنا حق جو کچھ شوہر پر واجب ہوا تھا بھر پایا پس
مقاصہ واقع ہو جائیگا اور اگر مہر المثل کم ہو تو پوری اجرت زمین سے جسقدر کم ہے اُسقدر شوہر کو واپس دے
کذا فی محیط السرخسی اور اگر اسکے بعد شوہر نے اُسکو طلاق دیدی پس اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق دی
پس اگر یہ طلاق قبل زراعت کے واقع ہوئی تو بنابر قول امام ابو یوسف رح کے عورت کے واسطے شوہر پر
زمین کے اجر المثل کا چوتھائی واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے اُسپر کچھ واجب نہوگا اور بنابر قول
امام محمد رح کے عورت کے واسطے متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد زراعت کے واقع ہوئی تو امام ابو یوسف کے
قول پر عورت کے واسطے زمین کے اجر المثل کا چوتھائی حصہ واجب ہوگا اور شوہر کا اُسپر بسبب مزارعت کے
فاسد ہونے کے تمام زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا پس بقدر چوتھائی کے مقاصہ ہو جائیگا اور باقی تین
چوتھائی اجر المثل زمین کا عورت اُسکو واپس دیگی اور بنابر قول امام محمد رح کے چونکہ شوہر نے قبل دخول
کے اُسکو طلاق دی ہے اسواسطے شوہر پر متعہ واجب ہوگا اور شوہر کا اُسپر زمین کا پورا اجر المثل واجب ہوگا
اور باہم مقاصہ نہوگا۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ شوہر نے عورت کے ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی
اور اگر بعد دخول کے اُسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو بنابر قول امام ابو یوسف رح کے
عورت کے واسطے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت مذکورہ
پر کچھ واجب نہوگا اور بنابر قول امام محمد رح کے عورت کا بوجہ نکاح کے شوہر پر مہر مثل اور تمام زمین کے اجر المثل
سے جو کم مقدار ہو واجب ہوگی اور شوہر کا عورت پر بسبب مزارعت کے کچھ واجب نہوگا اور اگر بعد زراعت
کے طلاق دی تو بنابر قول امام ابو یوسف رح کے شوہر کا عورت مذکورہ پر بسبب فساد مزارعت کے پوری زمین کا اجر
المثل واجب ہوا اور عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر نصف زمین کا اجر المثل واجب ہوا پس بقدر نصف کے
مقاصہ واقع ہو جائیگا اور باقی نصف زمین کا اجر المثل عورت پر شوہر کو واپس دینا واجب ہوگا اور بنابر قول امام
محمد رح کے عورت کا بسبب نکاح کے شوہر پر مہر المثل و زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ بطور مہر واجب
ہوگی اور شوہر کی عورت پر زمین کی پوری اجرت مثل واجب ہوئی پس اگر اُسکا مہر مثل پوری زمین کی اجرت
کے برابر یا زیادہ ہو تو وہ شوہر کو کچھ واپس نہ دیگی اور مقاصہ واقع ہو جائیگا۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بیج و کار زراعت
عورت کی طرف سے ہو اور مرد کی طرف سے فقط زمین ہو اور اگر اسکا الٹا ہو کہ عورت کی طرف سے زمین ہو اور
مرد کی طرف سے بیج و کار زراعت ہو اور باقی مسئلہ بحالہا رہے تو نکاح جائز ہے اور مزارعت فاسدہ ہے اور اگر
اسکے بعد شوہر نے زراعت کی تو پوری پیداوار شوہر کی ہوگی اور شوہر پر بسبب مزارعت کے عورت کے
واسطے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور عورت کے واسطے شوہر پر بسبب نکاح کے بالاجماع مہر المثل چاہیے جسقدر
ہو واجب ہوگا اسواسطے کہ شوہر نے اُسکے بضع کے مقابلہ میں نصف پیداوار بدل ٹھہرائی ہے حالانکہ یہ مجہول ہے اور

بالاجماع جب مقابلہ بضع میں تسمیہ مجہول ہو تو مہر المثل واجب ہوتا ہے بخلاف اسکے اگر بیج عورت کی طرف سے ہوں تو امام ابو یوسف رح کے قول پر جہالت اس وجہ سے نہیں ہے کہ شوہر نے اس صورت میں عورت کی بضع کے مقابلہ میں منفعت زمین قرار دی ہے اور یہ معلوم ہے پس وجوب مہر المثل سے مانع ہوئی پھر اگر شوہر نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے ہو تو عورت کے واسطے شوہر پر بسبب نکاح کے متعہ واجب ہوگا اور شوہر کا بسبب مزارعت کے عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر بعد زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے متعہ واجب ہوگا اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر شوہر نے عورت مذکورہ سے دخول کے بعد اسکو طلاق دی پس اگر قبل زراعت کے طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل واجب ہوگا اور بسبب زراعت کے شوہر پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر زراعت کے بعد طلاق دی تو عورت کا شوہر پر بسبب نکاح کے مہر المثل اور بسبب مزارعت کے زمین کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر بیج و زمین شوہر کی طرف سے ہو اور عورت کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت میں کہ بیج و کار زراعت دونوں شوہر کی طرف سے مذکور ہوئے ہیں دونوں کا حکم یکساں ہے اور اگر زمین و بیج عورت کی طرف سے ہو اور شوہر کی طرف سے فقط کار زراعت ہو تو یہ صورت اور جس صورت میں کہ بیج و کام عورت کی طرف سے ہو دونوں یکساں ہیں کذا فی المحیط اور اگر ایک عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ اسکو اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو عورت کے واسطے مہر المثل واجب ہوگا کیونکہ شوہر نے اسکے بضع اور اسکے عمل کے مقابلہ میں نصف حاصلات قرار دی ہے اور یہ مجہول ہے پس مہر المثل واجب ہوگا بنابر قول الثانی رحمہ اللہ) اور اگر عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ عورت اسکو ایک باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دے تو اس مسئلہ میں اختلاف ہے اسواسطے کہ شوہر نے اسکے بضع اور آدھی حاصلات کے مقابلہ میں اپنے کام انجام دینے کا التزام کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے مسائل خلع سو واضح ہو کہ باب خلع میں عورت اور باب نکاح میں مرد ایک دوسرے کی نظیر ہے کیونکہ باب خلع میں جس سے بدل کی توقع ہے وہ عورت ہے چنانچہ باب نکاح میں جس سے بدل کی توقع ہوتی ہے وہ مرد ہوتا ہے پس اگر عورت نے اپنی منفعت بضع کے مقابلہ میں منفعت زمین قرار دی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک شوہر کا عورت پر بسبب خلع کے زمین کا نصف اجر المثل واجب ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک شوہر نے جسقدر مہر عورت کا قرار دیا ہے اُس سے اور زمین کے اجر المثل سے جو مقدار کم ہو وہ مرد کے واسطے واجب ہوگی۔ اور اگر عورت نے منفعت بضع کے مقابلہ میں نصف پیداوار قرار دی تو بالاجماع سب کے نزدیک شوہر کے واسطے وہ مہر واجب ہوگا جو اُسنے نکاح کے وقت عورت کے واسطے مقرر کیا تھا اور عمداً خون سے صلح واقع ہونے کا حکم نظیر اس حکم کا ہے جو خلع میں مذکور ہوا ہے کہ جس سے بدل کی توقع ہے یعنی قاتل نے اگر اپنی زمین یا اپنے نفس کے منفعت کو بدل قرار دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ولی قتیل کو زمین کے اجر المثل کا نصف اور قاتل کے کام کا نصف اجر المثل ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک مقتول کے وارث کو مقتول کی دیت اور تمام زمین کے اجر المثل سے جو کم مقدار ہو وہ ملیگی اور اگر قاتل نے اندریں صورت کہ بیج اسکی طرف سے ہوں نصف پیداوار کو بدل قرار دیا تو سب کے نزدیک بالاتفاق ولی قتیل کے واسطے قاتل پر مقتول کی پوری دیت واجب ہوگی اور عفو ہر حال میں مثل نکاح کے صحیح ہے کیونکہ عفو ایسی چیز ہے۔ جو شروط فاسدہ سے مثل خلع و نکاح کے باطل نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ عمداً خون سے صلح

واقع ہوئی ہو اور اگر قتل خطا سے یا ایسے قتل عمد سے جسمیں قصاص نہیں لیا جا سکتا ہے صلح واقع ہوئی حتے کہ مال ہی واجب ٹھہرا تو مزارعت وصلح دونوں فاسد ہونگی اور ولی مقتول کا حق ارش جنایت لینے میں قاتل کی طرف ویساہی باقی رہیگا جیسا صلح سے پہلے تھا اور جب صلح فاسد ہوئی تو اُسکا وجود و عدم یکساں ہوا پس ولی مقتول کا حق ارش جنایت لینے میں یوں ہی رہا جیسا ہمنے بیان کیا ہے کذا فی المبسوط

اٹھارھواں باب

مزارعت اور معاملت میں وکیل کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص کو حکم دیا کہ میری زمین مزارعت پر یا میرا باغ خرما معاملت پر دیدے اور اس سے زیادہ نہ کہا تو جائز ہے بشرطیکہ زمین و باغ خرما کو توکیل میں معین کر دیا ہو اور اگر مدت بیان نہ کی تو اس سال کی اول زراعت کی طرف منصرف ہوگا اور اگر پیداوار کا حصہ بیان نہ کیا تو صاحبین کے نزدیک عُرف کے ساتھ متقید کیا جائیگا اور ایسا ہی امام اعظم رحمہ اللہ کے قیاس پر ہے اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہوں اور ایسا ہی حکم باغ خرما کی بٹائی میں ہے اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بقلیل و کثیر دینا جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک متقید بعرف ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کے حکم سے مخالفت کی تو غاصب ہو جائیگا اور اگر اُسکے حکم کے موافق کاربند ہوا تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق موکل کو حاصل ہوگا بشرطیکہ بیج اُسکی طرف سے ہوں اور یہی حکم درختوں کی بٹائی میں ہے اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہوں تو پیداوار پر قبضہ کرنے کا حق وکیل کو حاصل ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین معین مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے وہ زمین کسی شخص کو مزارعت پر دی اور اس سے شرط کر لی کہ اسمیں گیہوں بووے یا جَو بووے یا تِل بووے یا جوار بووے تو یہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اور اسکے ساتھ بیج مزارعت پر لے پس وکیل نے زمین کو گیہوں کے بیج یا جَو وغیرہ اقسام حبوب میں سے کسی کے ساتھ لیا تو موکل کے حق میں جائز ہے۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے پس اُسنے مالک زمین سے اپنے موکل کے واسطے اس شرط سے لی کہ اسمیں گیہوں کی زراعت کرے یا جَو کی زراعت کرے یا اسکے سوائے اور کسی قسم کے اناج کی شرط کی۔ تو موکل اس زمین میں سوائے اس بیج کے جسکی مالک زمین نے شرط کی ہے کوئی بیج نہیں بو سکتا ہے۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میری زمین اس سال مزارعت پر دیدے پس وکیل نے گیہوں یا جَو بونے کے واسطے بعوض ایک کُر درمیانی گیہوں یا ایک کُر کھرے جَو یا تِل یا چاول وغیرہ کے جو زمین میں پیدا ہوتے ہیں زمین نوکر دیدی تو یہ استحساناً جائز ہے اور قیاساً وکیل مخالف ہے اسواسطے کہ موکل تو اسی امر پر راضی ہوا تھا کہ میری زمین مزارعت پر دیدے تاکہ موکل اُسکی پیداوار میں شریک ہو اور وکیل نے اسکے برخلاف فعل کیا کہ اُسنے اُجرت معینہ پر اجارہ پر دیدی ولیکن امام رحمہ اللہ نے استحسان کیا اور فرمایا کہ وکیل کے فعل سے موکل کا مقصود بطور انفع حاصل ہوا کیونکہ اگر وکیل مزارعت پر دیتا پھر کاشتکار اسمیں زراعت نکرتا یا کھیتی پر کوئی آفت آجاتی تو مالک زمین کو کچھ نہ ملتا اور جو فعل وکیل نے کیا ہے اسمیں موکل کا حق بطور دین کے مستاجر کے ذمہ ثابت ہو گیا جبکہ مستاجر کو زراعت کرنے کا قابو ملا اگرچہ مستاجر زراعت نکرے یا کھیتی پر آفت آجاوے اور جب وکیل ایسا فعل کرے جو اسی جنس سے ہو جسکا موکل نے حکم کیا ہے اور جس خاص فعل کا موکل نے نام لیا ہے اُسکی بہ نسبت موکل کے حق میں زیادہ نافع ہو تو وکیل مخالف نہوگا اور جب

وکیل مخالف نہ ٹھہرا تو اُسکا عقد کرنا ایسا ہوگا گویا موکل نے خود ہی عقد کیا ہے پس مستاجر کو اختیار رہیگا کہ جو اُسکی رائے مین آسے زراعت کرے کیونکہ گیہون یا جو وغیرہ کی تقیید اس صورت مین مالک زمین کے حق مین کچھ مفید نہین ہے کیونکہ پیداوار مین اُسکی شرکت نہین ہے بخلاف مزارعت پر دینے کے کہ اُس مین شرکت ہوتی ہے۔ اور اگر وکیل نے زمین مذکور کو بعوض درمون و کپڑون وغیرہ مالون کے ساتھ جنکی زراعت نہین ہوتی ہے اجارہ پر دیا ہو تو یہ عقد اجارہ موکل کے واسطے جائز نہوگا کیونکہ اُس نے جنس مین اختلاف کیا کہ رب الارض نے صریح حکم دیا کہ مزارعت پر دے اور اسکے یہ معنی ہین کہ زمین کا ایسی چیز کے عوض اجارہ دینا جو زمین مین پیدا ہوتی ہے پس جب وکیل نے ایسی چیز کے عوض اجارہ پر دی جو زمین مین نہین پیدا ہوتی ہے تو اسنے اس چیز کی جنس مین خلاف کیا جسکا موکل نے صریح حکم دیا تھا پس یہ وکیل بمنزلہ ایسے وکیل کے ہے جو ہزار درم کے عوض فروخت کرنے کا وکیل کیا گیا اور اُس نے سو دینار کے عوض فروخت کی کہ یہ بیع موکل کے حق مین نافذ نہوگی بخلاف اسکے اگر اُسنے دو ہزار درم کے عوض فروخت کی تو استحساناً نافذ ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین مزارعت پر لے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس وکیل نے ایک کُر گیہون وغیرہ اناج کے عوض اجارہ پر لی تو جائز نہین ہے لیکن اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور وکیل نے زمین مذکور اس شرط سے لی کہ تمام پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ کاشتکار کو ایک کُر گیہون دے یا جو زمین مین پیدا ہوتا ہے شرط کیا تو جائز ہے اور اگر وکیل نے مالک زمین کے ذمہ درم یا کپڑے شرط کیے تو جائز نہین ہے لیکن اگر موکل اس سے راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ لو وکلہ بان یاخذ لہ المزارعۃ بالثلث اگر وکیل کو اسواسطے وکیل کیا کہ یہ زمین میرے واسطے تہائی کے ساتھ بٹائی دینے پر لے پس وکیل نے اُسکو اس شرط سے لیا کہ کاشتکار اسمین زراعت کرے اور تہائی پیداوار کاشتکار کی اور دو تہائی مالک زمین کی ہو تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین جائز نہوگا اسواسطے کہ جو کلام کاشتکار نے کہا ہے اُسکا موقع یہ ہے کہ مالک زمین کے واسطے تہائی ہو کیونکہ ہمنے بیان کردیا کہ مالک زمین ہی اپنی زمین کی منفعت کے عوض پیداوار کا مستحق ہے پس جس لفظ پر حرف بار داخل ہے وہ پیداوار مین سے اُسیکا حصہ ہوگا حالانکہ وکیل نے اُسکے ضد و برخلاف کیا۔ اور اگر موکل نے اُسکو یون حکم کیا کہ یاخذ الارض و اُ... کہ زمین اور تہائی لے اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو یہ عقد کاشتکار کے حق مین جائز ہوگا کیونکہ اسمین معقود علیہ کاشتکار کا عمل ہے اور وہ بمقابلہ اپنے کام کے پیداوار کا مستحق ہے جب وکیل نے اُسکے واسطے تہائی کی شرط کی تو اُس کے حکم کا فرمان بردار ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری زمین اس سال ایک کُر درمیانی گیہون کے عوض اجارہ پر دیدے اور وکیل نے اُسکو آدھے کی بٹائی پر دیدیا بدین شرط کہ کاشتکار اسمین گیہون کی زراعت کرے اور کاشتکار نے زراعت کی تو وکیل مخالف ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر اسواسطے وکیل کیا کہ میری زمین تہائی کی بٹائی کے ساتھ مزارعت پر دیدے اور وکیل نے اس شرط سے دیدی کہ تہائی مالک زمین کی ہو تو یہ جائز ہے اور اگر مالک زمین نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ کاشتکار کے واسطے تہائی ہو تو اُسکی تصدیق نہ کیجائیگی لیکن اگر بیج اُسکی طرف سے ہون تو ایسی صورت مین قول

اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہی

اُنیسوان باب - کاشتکار پر ضمان واجب ہونے کے بیان مین - اگر کاشتکار نے باوجود قدرت سینچنے کے زمین کا سینچنا ترک کیا یہان تک کہ کھیتی خشک ہوگئی تو اُگی ہوئی کھیتی کا ضامن ہوگا اور قیمت اندازہ کرنے مین وہ وقت معتبر ہی کہ جب کھیتی ایسی حالت مین تھی کہ اسکو پانی نہ دینا مضر تھا پس اگر ایسی حالت مین کھیتی کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت لگائی جاوے پس جسقدر دونون اندازون مین فرق ہوا اُسکے نصف کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی - کاشتکار نے پانی دینے مین تاخیر کی پس اگر یہ تاخیر معتاد ہو کہ ایسا لوگ کرتے ہون تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی - اگر کاشتکار نے کھیتی کی حفاظت چھوڑ دی حتی کہ اُسکو کوئی آفت جیسے جانورون کا چرجانا وغیرہ پہونچی تو ضامن ہوگا - اور اگر اُسنے ٹیڑیون کو نہ ہانکا حتی کہ ٹیڑیون نے کھیتی چاٹ لی تو دیکھا جائیگا کہ اگر ٹیڑیان اس کثرت سے تھین کہ اُنکا ہانکنا اور دفع کرنا اُس سے ممکن نہ تھا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی - اور حاصل یہ ہی کہ جس صورت مین کاشتکار نے حفاظت باوجود قادر ہونے کے چھوڑ دی ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی ورنہ واجب نہوگی - یہ اُسوقت ہی کہ کھیتی پختہ نہوئی ہو اور اگر پختہ ہوگئی ہو تو کاشتکار پر حفاظت چھوڑ دینے سے ضمان واجب نہوگی کذا فی الذخیرۃ قال المترجم وا مانی بلادنا فینبغی ان یجب فلا فرق فی ذلک فیما اذا کان الزرع بقلا او مدرکا للعرف - ذکر ہی نے اگر کھیتی کی حفاظت رات مین چھوڑ دی تو ضامن ہوگا بشرطیکہ رات مین اُسکے ذمہ حفاظت کرنے کا رواج ہو یہ قنیہ مین ہی - فتاوی ابو اللیث مین ہی کہ اگر کاشتکار نے بدون اجازت اُس شخص کے جسنے زمین مزارعت پر دی ہی یعنی زمین دہندہ کی کھیتی کو کاٹا اور کھلیان کیا اور روندا اور پیامر دہندہ نے اُسکے ذمہ شرط نہ کیا تھا تو دہندہ کا حصہ کاشتکار مذکور کے ذمہ مضمون ہوگا اور اگر دہندہ نے یہ امر اُسکے ذمہ شرط کیا ہو پھر کاشتکار نے اس فعل مین تاخیر کی یہان تک کہ کھیتی تلف ہوگئی تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا - اور فقیہ ابو اللیث نے ذکر کیا کہ اگر کاشتکار مذکور نے بقدر تاخیر کی کہ اُسکے مثل لوگ تاخیر نہین کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر ایسی تاخیر کی کہ اُسکے مثل لوگ تاخیر کرتے ہین تو ضامن نہوگا اور یہ بنابر مختار ائمہ بلخ کے ہی کہ ان کامون کا کاشتکار کے ذمہ شرط کرنا صحیح ہی کذا فی المحیط - اسی طرح کپاس کی روئی جب پھول جاوے تو اُسکے چُن لینے مین بھی یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - کاشتکار نے جز رو بر گیہون میدان صحرا مین نہ ڈالے حالانکہ عقد مین یہ فعل اُسکے ذمہ مشروط تھا تو ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہی مجموع النوازل مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہی اُنمین سے ایکسانے اُسکو پانی دینے سے انکار کیا تو اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر حاکم کے پاس اس امر کے مرافعہ کرنے سے پہلے کھیتی خراب ہوگئی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر قاضی کے پاس مرافعہ کرنے اور قاضی کے سینچنے کا حکم دینے کے بعد اُسنے سینچنے سے انکار کیا اور کھیتی خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ والخلاصہ - فتاوی نسفی مین ہی کہ مالک زمین کا بیل کاشتکار کے پاس ہی کاشتکار نے اُسکو چرواہے کے پاس چراگاہ بھیجا تو کاشتکار ضامن نہوگا اور نہ چرواہا ضامن ہوگا اور جو بیل مستعار ہو یا کرایہ پر لیا گیا ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین مشائخ سے روایات مضطرب

ہیلنے مؤلف ١٢

آ لی ہین اور فتوے اس روایت مذکورہ پر ہر کیونکہ مستودع مال ودیعت کو مثل اپنے مال کے حفاظت کرتا ہو اور
وہ اپنے بیل کو چراگاہ مین محفوظ جانتا ہو پس ایسی ہی ودیعت کے بیل کے ساتھ ہو - اور اگر اُسنے بیل کو چرتا
چھوڑ دیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوے اسپر ہو کہ وہ ضامن نہوگا یہ
خلاصہ مین ہو امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس شرط سے دی کہ اس
سال اسمین زراعت کرے اور معاوضہ مین ایک کر گیہون جو کاشتکار کے پاس موجود ہین قرار دیے تو جائز
ہو پس اگر پورے اسسال کاشتکار مذکور نے زراعت کی پھر جب سال گذر گیا اور کھیتی کاٹنے کے لائق ہوگئی تو کاشتکار
نے وہ کر جسکے عوض زمین اجارہ پر لی تھی تلف کر دیا تو کاشتکار کے ذمہ زمین کا اجر المثل واجب ہوگا چاہے
جسقدر ہو اور اس اناج کے مثل اناج اُسپر واجب نہوگا کہ جب اجارہ فاسد ہوا تو کاشتکار پر لازم آیا کہ منفعت زمین
جو اُسنے پوری حاصل کی ہو واپس کرے مگر چونکہ منفعت بعینہ واپس کرنا متعذر رہی اسواسطے اُسکے ذمہ قیمت
منفعت یعنی اجر المثل واپس کرنا واجب ہوا یہ محیط مین ہے ایک شخص کا شرب تلف کر دیا یعنے غیر شخص کے
شرب یعنے پانی سے اپنی زمین سینچی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ ضامن
نہوگا اور اسی پر فتوے ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو بذریعہ فتوے دریافت کیا گیا کہ رواج یہ ہو کہ باغبان گرمیون
مین رہتے ہین اگر کوئی باغبان گرمیون مین باغ مین نرہا اور باغ کو ضائع چھوڑ دیا حتے کہ کسی نے درخت
کاٹ لیا یا چوب و اریج لے گئے تو بالاتفاق جواب استفتا مشائخ نے یہی دیا کہ باغبان پر ضمان واجب
ہوگی اور اسی جنس کا یہ مسئلہ ہو کہ اہل سمرقند کا رواج یہ ہو کہ جاڑون مین باغبان محلون مین رہتے ہین باغون مین
نہین رہتے ہین لیکن گرمیون مین باغون مین جاتے ہین اور اُسکو دیکھ بھال آتے ہین اور اس دیکھ بھال کو منجملہ
حفاظت کے سمجھتے ہین اور اگر جاڑون مین کوئی شخص باغ مین آیا اور چوب و اریج لے گیا یا درخت کاٹ لیا تو یہ حکم
ہو کہ اگر باغبان نے معمولی دیکھ بھال کر لی ہو تو ضامن نہوگا اور اگر معمولی دیکھ بھال نکی ہو تو ضامن ہوگا کذا فی المحیط

بیسوان باب - مزارعت و معاملت مین کفالت کے بیان مین

اگر مزارعت و معاملت مین کفالت بالزراعۃ شرط کی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ہو تو دونون فاسد ہوجاوینگے اور اگر مزارعت مین کفالت مشروط نہو
تو کفالت باطل ہوگی اور مزارعت صحیح ہوگی اور وجہ یہ ہو کہ ہرگاہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہو تو کام کرنا اُسکے
ذمہ مضمون نہین ہو چاہے کام زراعت انجام دے یا مزارعت ترک کرے اور غیر مضمون کی کفالت فاسد ہوتی ہو
پس جب مزارعت مین ایسی کفالت شرط کی تو ایسی شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین ہو پس مثل بیع و اجارہ کے عقد
فاسد ہوگا اور اگر عقد مین ایسی کفالت مشروط نہو تو عقد شرط مفسد سے خالی ہوگا پس عقد صحیح رہیگا اور اگر
بیج مالک زمین کی طرف سے ہو پس دو حال سے خالی نہین یا تو مزارعت مین کاشتکار کا اپنے ہاتھون کام انجام دینا
مشروط ہو یا ایسی شرط نہین ہو پس اگر مشروط نہین ہو تو کفالت و مزارعت دونون صحیح ہونگی خواہ یہ امر عقد مین مشروط
کیا ہو یا بعد عقد کے شرط کر لیا ہو کیونکہ کفیل نے ایسے مضمون کی کفالت کی جسکا استیفا کفیل سے ممکن ہو کیونکہ یہ
کام کاشتکار کے ذمہ مضمون ہو کہ اُسکے ایفا پر مجبور کیا جا سکتا ہو اور بحکم مزارعت اُسکے ذمہ لازم ہو گیا اُسکا
استیفا کفیل سے ممکن ہو اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو کام کے واسطے پکڑا اور کفیل نے یہ کام انجام دیا تو کاشتکار پر

کفیل کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر کاشتکار پر بذات خود کام انجام دینا مشروط ہو پس اگر کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو دونون فاسد ہو جائینگی اور اگر عقد مین مشروط نہو تو مزارعت صحیح ہوگی اور کفالت باطل ہوگی اور وجہ یہ ہو کہ کفیل نے ایسے فعل کی کفالت کی جسکا استیفا کفیل سے ممکن نہین ہو کیونکہ جس طرح کاشتکار کے ہاتھون سے کام ہوگا وہ غیر سے ممکن نہین ہو پس یہ کفالت باطل ہوگی جیسا کہ اجارہ مین ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو اور عقد معاملہ مین اگر مالک باغ نے عامل سے ایسے کام کا کفیل لیا تو اسکا حکم نظیر حکم مزارعت ہو جبکہ مزارعت مین مالک زمین کی طرف سے بیج ہون۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر دی اور مالک زمین نے کاشتکار سے اپنے حصہ کا کفیل لیا یا کاشتکار نے مالک زمین سے اپنے حصہ کا کفیل لیا تو یہ کفالت فاسد ہو پس اگر عقد مزارعت مین مشروط ہوگی تو مزارعت فاسد ہوگی اور اگر مشروط نہوگی تو مزارعت فاسد نہوگی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ کی بابت اس امر کا کفیل لیا کہ دوسرا میرا حصہ تلف نکرے تو ضامن ہو پس اگر ایسی کفالت عقد مزارعت مین مشروط ہو تو مزارعت فاسد اور کفالت جائز ہوگی۔ اور اگر مزارعت مین مشروط نہو تو مزارعت و کفالت دونون جائز ہونگی۔ اور اگر مزارعت فاسد ہو اور ہر ایک نے دوسرے سے اپنے حصہ زراعت کی بابت کفیل لیا تو کفالت باطل ہوگی کذا فی المحیط

اکیسوان باب۔ نابالغ و ماذون کی مزارعت کے بیان مین۔ غلام ماذون نے اگر اپنی زمین شرائط کے ساتھ مزارعت پر دی تو مزارعت جائز ہو بنا بر قول اُس مجتہد کے جو جواز مزارعت کا قائل ہو خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا ماذون کی طرف سے۔ اسی طرح اگر اُسنے مزارعت پر کوئی زمین بشرائط مزارعت لی تو بھی جائز ہو اور اسی طرح جس نابالغ لڑکے کو اپنے باپ یا وصی کی طرف سے تجارت کی اجازت حاصل ہو وہ زمین کو مزارعت پر لینے و دینے کا اختیار رکھتا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ماذون نے ایک زمین مزارعت پر دی پھر اُسکے مولے نے اُسکو محجور کر دیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو بیج غلام کیطرف سے ہونگے یا کاشتکار کیطرف سے ہونگے پس اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی خواہ مولے نے اُسکو قبل زراعت کے محجور کیا ہو یا بعد زراعت کے اور اگر بیج ماذون کیطرف سے ہون پس اگر بعد زراعت کے محجور کیا ہو تو مزارعت باقی رہیگی اور اگر قبل زراعت کے محجور کیا تو مزارعت ٹوٹ جائیگی۔ اور اگر ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی پھر مولے نے اُسکو محجور کر دیا پس اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو مزارعت باقی رہیگی اسواسطے کہ غلام کی طرف مزارعت لازم ہوگی پس اُسکے حق مین محجور کرنا کارآمد نہوگا اور اگر بیج ماذون کی جانب سے ہون تو بعد زراعت کے محجور کرنے کی صورت مین یہی حکم ہو کیونکہ مزارعت لازم ہوگئی اور قبل زراعت کے مزارعت باطل ہو جائیگی کیونکہ مولے کو اختیار ہو کہ اُسکو کار زراعت سے منع کرے کیونکہ زراعت اُسپر لازم نہین ہو پس حجر کارآمد ہوا اور باوجود حجر کے کار زراعت انجام دینا متعذر ہوا پس معقود علیہ فوت ہو گیا پس عقد فسخ ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر غلام ماذون نے اپنی زمین و بیج کسی شخص کو امسال آدھے کی بٹائی پر مزارعت کے واسطے دی پھر مولے نے زراعت سے منع کر دیا اور مزارعت فسخ کر دی لیکن اُسنے اپنے غلام کو محجور نہین کیا تو مزارعت بحال

خود باقی رہیگی اور مولے کی ممانعت کارآمد نہوگی اور کاشتکار کو زراعت کرنے کا اختیار رہوگا کیونکہ یہ حجر خاص
اذن عام پر واقع ہوا ہے پس صحیح نہوگا اسی طرح اگر غلام ماذون نے کوئی زمین مزارعت پر لی اور بیج ماذون کی
طرف سے ہین پس مولے نے اسکو منع کیا اور محجور نکیا تو اسکی ممانعت کارآمد نہوگی اور ماذون زراعت کرسکتا ہے
اور وہی ہے جو ہمنے بیان کردی ہے یہ محیط مین ہے۔ نابالغ یا غلام محجور نے اپنی زمین آدھے کی بٹائی پر کسی
کاشتکار کو دی تو یہ باطل ہے پس اگر کاشتکار نے کام کیا اور کھیتی پیدا ہوئی اور مزارعت سے نقصان نہوا تو استحساناً
پیداوار دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اگر زراعت سے زمین مین نقصان آیا تو کاشتکار نقصان کا ضامن
ہوگا اور پیداوار پوری اُسکی ہوگی اور جب غلام آزاد ہوجائیگا تو کاشتکار نے جو مال نقصان اُسکے مولے کو دیا
ہے وہ غلام مذکور سے واپس لیگا اور نابالغ سے بعد بالغ ہونے کے بھی واپس نہین لے سکتا ہے پھر غلام اُس کاشتکار
سے نصف پیداوار لے لیگا نہین سے غلام کو اُسیقدر ملیگا جسقدر اُسنے کاشتکار کو تاوان دیا ہے اور اگر کچھ باقی رہا
تو وہ زیادتی مولے کی ہوگی اور اگر مولے نے کہا کہ مین نقصان زمین نہین دیکھتا ہون اور آدھی پیداوار
لینے پر راضی ہون تو غلام کی آزادی سے پہلے اور بعد اُسکو یہ اختیار ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر بیج ماذون
کی طرف سے ہون تو مزارعت صحیح نہین ہے خواہ مزارعت سے زمین مین نقصان آیا ہو یا نہ آیا ہو۔ اور اگر
شخص آزاد نے اپنی زمین بشرائط مزارعت کسی غلام محجور کو یا طفل محجور کو جو مفاد عقد کو جانتا ہے مزارعت پر دی
پس اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور غلام کاشتکار عمل سے زندہ بچ رہا تو قیاس سے یہ حکم ہے کہ مزارعت
باطل ہے اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی اور استحساناً مزارعت صحیح ہے اور تمام پیداوار دونون مین موافق
شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانے کے بعد غلام یا طفل مرگیا تو نہین دو صورتین ہین
یا تو اپنی موت سے مرا یعنی مشقت کار زراعت سے نہین مرا تو مالک زمین غلام کی صورت مین غلام کی قیمت تاوان
دیگا اور لڑکے کی صورت مین کچھ ضامن نہوگا اور جب اُسنے غلام کی قیمت تاوان دیدی تو پوری پیداوار مالک
زمین و بیج کی ہوگی اور طفل کی صورت مین پیداوار مالک زمین و وارثان طفل کے درمیان موافق شرط کے
مشترک ہوگی وجہ دوم یہ کہ دونون مشقت کار زراعت سے مرگئے تو غلام کی صورت مین مالک زمین اُسکی قیمت
کا ضامن ہوگا خواہ ایسے کام سے مرا ہو جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہے یا ایسے
فعل سے جو اُسنے کھیتی کاٹنے کے لائق ہونے سے بعد کیا ہو اور پوری پیداوار مالک زمین کی ہوگی۔ غلام کے مولے
کو نہین سے کچھ نہ ملیگا اور طفل کاشتکار ہونے کی صورت مین اگر طفل مذکور ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی
کاٹنے کے لائق ہونے سے پہلے کیا ہے تو مالک زمین کی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی اور
اگر ایسے کام سے مرا جو اُسنے زمین مین کھیتی کاٹنے کے لائق ہوجانے کے بعد کیا ہے تو ضمان واجب نہوگی اور اگر
مسئلہ مذکورہ مین بیج غلام یا طفل کیطرف سے ہون تو پوری پیداوار طفل و غلام کی ہوگی اور مالک زمین کو
نہین سے کچھ نہ ملیگا اور ان دونون پر کچھ اجرت زمین واجب نہوگی اور نہ تاوان نقصان زمین لازم ہوگا پس
تاوان نقصان اسوجہ سے لازم نہوگا کہ دونون نے زراعت مالک زمین کی اجازت سے کی ہے اور اجرت
زمین واجب نہونا جو فرمایا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ غلام پر فے الحال اجرت واجب نہوگی مگر بعد آزاد ہونے کے واجب

ہوگی اور لڑکے کی صورت مین لڑکے پر فی الحال و بعد بلوغ کے دونون وقتون مین اجرت واجب ہوگی پس غلام محجور تو لینے اقوال کی ضمانت مین بعد آزاد ہونے کے پکڑا جاتا ہے اور قبل آزاد ہونے کے نہین پکڑا جاتا ہے اور طفل محجور کبھی ماخوذ نہین ہوتا ہے محیط مین ہے ایک وصی نے یتیم کا وصی تھا اُسکی زمین خود مزارعت پر لیا کرتا تھا پس مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے کسی دوسرے کو مزارعت پر دینے کا حکم ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہے کیونکہ اُسنے اسحال اُسکے بیجون کا اتلاف ہے اور اگر بیج وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہے کیونکہ وصی اُسکی زمین کا اجارہ لینے والا ہو جائیگا پس یہ بمنزلہ ایسکے ہوا کہ وصی نے خود یتیم کو اجارہ پر مقرر کیا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے کہ یہ یتیم کے حق مین بہتر ہو اور مختار یہ ہے کہ اگر اجر المثل یا ضمان المثل یا ضمان نقصان و تخم یتیم کے حق مین بنسبت اُس حصہ پیداوار کے جو اُسکو ملتا ہے بہتر ہو تو مزارعت جائز نہوگی یا سینے اُسکو یہ تاوان دلایا جائیگا اور تمام پیداوار وصی کی ہوگی) اور اگر حصہ پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی اسواسطے کہ پوری نظر شفقت یتیم کے حق مین یون ہی ہے اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر وصی نے یتیم کے بیج لیکر اُسکی زمین مین بوئے اور مزارعت پر گواہ کرلیے تو اُسنے بیج قرض لیے اور زمین اجارہ پر لی پس اگر پیداوار یتیم کے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو پیداوار ملیگی اور اگر اجرت زمین اُسکے حق مین بہتر ہوگی تو اُسکو اجرت ملیگی یہ فتاوے کبری مین ہے

بائیسوان باب۔ مالک زمین و کاشتکار کے درمیان اختلاف واقع ہونے کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ جو اختلاف مالک زمین و کاشتکار کے درمیان واقع ہوتا ہے وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ دونون جواز مزارعت و فساد مزارعت مین اختلاف کرین سو اگر ایک شخص اس طرح مدعی جواز ہو کہ مزارعت آدھی یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصے کی شرط سے جو پیداوار مین موجب قطع شرکت نہین ہے واقع ہوئی ہے اور دوسرا شخص ایسی شرط کا دعوے کرے جو پیداوار مین شرکت کو قطع کرتی ہے اور اسکی چند صورتین ہین ایک یہ کہ چند قفیز معلومہ پر مزارعت واقع ہونے کا دعوے کرے دوم یہ کہ نصف پیداوار پر پس قفیز زیادتی کا دعوے کرے سوم یہ کہ نصف پیداوار سے دس قفیز کم کا دعوے کرے چنانچہ اگر ایک نے نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ حصہ پیداوار پر مزارعت ہونے کا دعوے کیا اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ پر مزارعت مشروط ہونے کا دعوے کیا تو یہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون پس اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف ہوا تو مدعی فساد کا قول قبول ہوگا خواہ وہ مدعی فساد مالک زمین ہو یا کاشتکار ہو اور دونون سے ایک دوسرے کے دعوے پر باہم قسم لیجائیگی اور اگر قبل زراعت کے ایسا اختلاف کرکے دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہ اُسکے مقبول ہونگے جو جواز مزارعت کا دعوے کرتا ہو اور اگر ایسا اختلاف زراعت کے بعد پڑا تو سب کے بیج مین اُنکا قول قبول ہوگا خواہ وہ جواز کا مدعی ہو یا فساد کا مدعی ہو خواہ زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو یا نہ اُگی ہو اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مدعی جواز کے گواہ قبول ہونگے دوم یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اس

صورت مین مالک زمین ویسا ہی ہے جیسا صورت اول مین کاشتکار تھا پس صورت اول مین جو احکام کاشتکار کے واسطے مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین مالک زمین کے واسطے ثابت ہونگے یہ بیان اس صورت کا ہے کہ ایک نے نصف و ثلث وغیرہ حصہ کا دعوے کیا ہے اور دوسرے نے چند قفیز معلومہ کا دعوے کیا ہے اور اگر ایک نے نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوی کیا اور دوسرے نے نصف پیداوار کے ساتھ زیادہ دس قفیز مشروط ہونے کا دعوے کیا تو یہان دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اس صورت مین اگر دس قفیز کے زیادہ ہونے کا مدعی بیجون کا مالک ہو یعنے مالک زمین ہو تو کاشتکار کا قول جو فقط نصف پیداوار مشروط ہونے کا دعوے کرتا ہے مقبول ہوگا خواہ ایسا اختلاف قبل زراعت کے ہو یا بعد زراعت کے واقع ہو۔ اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوی کرتا ہے اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور اگر دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا مدعی وہ شخص ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار پس اگر دونون نے قبل زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو مدعی جواز کا قول قبول ہوگا یعنے جسکی طرف سے بیج ہین اور اگر بعد زراعت کے ایسا اختلاف کیا تو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے گواہ قائم کیے تو جو شخص دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کو ثابت کرتا ہے اُس کے گواہ قبول ہونگے یہ اُسوقت ہے کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہون اور اگر کاشتکار کی طرف سے ہون تو اس صورت مین کاشتکار ویسا ہی ہوگا جیسا صورت اول مین مالک زمین ہے پس جو احکام مالک زمین کے واسطے اُس صورت مین مذکور ہوئے ہین وہ سب اس صورت مین کاشتکار کے واسطے ہونگے۔ یہ اُسوقت ہے کہ ایک نے نصف حصہ مشروط ہونے کا اور دوسرے نے نصف کے ساتھ دس قفیز زیادہ مشروط ہونے کا دعوے کیا ہو۔ اور اگر دوسرے نے نصف سے دس قفیز کم مشروط ہونے کا دعوے کیا ہو تو یہان دو صورتین ہین اول یہ کہ بیج مالک زمین کی طرف سے ہو اور یہان بھی دو صورتین ہین ایک یہ کہ اختلاف بعد زراعت کے ہو پس اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی ہو اور نصف مشروط ہونے کا مدعی وہ ہو جسکی طرف سے بیج نہین ہین یعنے کاشتکار تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے اور اگر زمین مین کچھ کھیتی اُگی نہو تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسیکے جسکی طرف سے بیج ہین یعنے مالک زمین کے قبول ہونگے۔ یہ اُسوقت ہے کہ بعد زراعت کے دونون نے اختلاف کیا اور دوم یہ کہ دونون نے قبل زراعت اختلاف کیا تو یہان بھی دو صورتین ہین کہ مدعی صحت وہ شخص ہو جسکی طرف سے بیج ہین پس قول اُسی کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی اُسی کے قبول ہونگے اور اگر مدعی صحت کاشتکار ہو تو قول مالک زمین کا اور گواہ کاشتکار کے قبول ہونگے کذا فی الذخیرہ۔ یہ سب جو مذکور ہوا ہے اسی صورت مین ہے کہ دونون نے عقد مزارعت کے جائز ہونے و فاسد ہونے مین اختلاف کیا ہو اور اگر دونون نے عقد جائز ہونے پر اتفاق کیا مگر مقدار مشروط مین اختلاف کیا مثلاً جسکی طرف سے بیج ہین اُسنے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہے اور دوسرے

سے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے میرے واسطے نصف پیداوار شرط کی ہے تو اس میں دو صورتیں ہیں اول یہ کہ بیج
مالک زمین کی طرف سے ہوں اور اس صورت میں اگر قبل زراعت کے اختلاف واقع ہوا اور دونوں
میں سے کسی ایک کے پاس یا دونوں کے پاس گواہ نہیں ہیں تو دونوں سے ہر ایک کے دعوے پر قسم
لیجاویگی اور پہلے کاشتکار سے قسم لینی شروع کیجائیگی اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف
رحمہ اللہ تعالے کا پہلا قول ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا یہ ہے کہ پہلے مالک زمین سے قسم لینی شروع
کیجائیگی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کا دوسرا قول یہ ہے کہ پہلے کاشتکار سے قسم لیجائیگی
اور یہی امام محمد رح کا قول ہے پھر اگر دونوں نے قسم کھالی تو قاضی دونوں کے درمیان عقد فسخ کر دیگا بشرطیکہ
دونوں میں سے کوئی فسخ کی درخواست کرے اور اگر دونوں کے قسم کھا لینے کے بعد کسی ایک نے گواہ
قائم کیے پس اگر قاضی دونوں کے درمیان سے عقد کو فسخ کر چکا ہو تو اُسکے گواہوں کی طرف التفات
نکریگا اور اگر ہنوز قاضی نے عقد فسخ نکیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے اور باہمی قسم واقع ہونے سے
پہلے دونوں میں سے جسنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے اُسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر دونوں نے
گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے یہ اُسوقت ہے کہ قبل زراعت کے دونوں نے اختلاف کیا اور
اگر زراعت کے بعد دونوں نے اختلاف کیا پس اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اُسکے
گواہ قبول ہونگے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو کاشتکار کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونوں
کے پاس گواہ نہوں تو دونوں سے باہم قسم نہ لیجائیگی یہ سب اُس صورت میں ہے کہ بیج مالک زمین کیطرف
سے ہوں اور اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہوں تو اس صورت میں کاشتکار ویسا ہی ہے جیسا کہ صورت اول
میں مالک زمین ہے پس اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے مقبول ہونگے اور اگر دونوں
کے پاس گواہ نہوں پس اگر بعد زراعت کے اختلاف ہو تو دونوں سے باہمی قسم نہ لیجائیگی اور اگر قبل
زراعت کے اختلاف ہو تو دونوں سے باہمی قسم لیجائیگی اور پہلے مالک زمین سے قسم شروع
کیجائیگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو کتاب میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں دونوں سے باہمی قسم لیجائیگی یہ محمول
ایسی صورت پر ہے کہ بیجوں کے مالک نے یہ کہا ہو کہ میں مزارعت کو نہیں توڑتا ہوں اور اگر اُسنے کہا
کہ میں مزارعت کو توڑتا ہوں تو باہمی قسم کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ یہ سب جو ہمنے ذکر کیا اُس صورت میں ہے
کہ دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ بیج اس شخص کی طرف سے ہیں کذا فی المحیط۔ اور اگر دونوں میں
سے ایک یا دونوں مر گئے اور دونوں کے وارثوں نے حصص کی شرط میں اختلاف کیا تو مالک
زمین کے وارثوں کا قول اور کاشتکار کے وارثوں کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر دونوں نے اس طرح
اختلاف کیا کہ بیج کس کی طرف سے ہیں تو قول کاشتکار اُسکے وارثوں کا قبول ہوگا اور گواہ مالک زمین
یا اُسکے وارثوں کے قبول ہونگے۔ اور اگر دونوں نے بیجوں اور شرط میں اختلاف کیا اور دونوں نے گواہ
قائم کیے تو گواہ مالک زمین کے قبول ہونگے کیونکہ وہی خارج ہے اور کاشتکار صاحب الید ہے یعنی فی الحال قابض
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کی زمین میں زراعت کی پھر جب کھیتی کاٹی تو مالک زمین نے کہا

کہ تو میرا اجیر تھا تو نے میرے بیجون سے زراعت کی تھی اور کاشتکار نے کہا کہ مین کاشتکار تھا مین نے اپنے بیجون سے زراعت کی ہی تو قول کاشتکار کا قبول ہوگا کیونکہ دونون نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ بیج کاشتکار کے قبضہ مین تھے پس اس صورت مین قول قابض کا قبول ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج دو شخصون کو اس شرط سے دیے کہ دونون اس زمین مین اس سال زراعت کرین اور جو کچھ زمین اللہ تعالے پیدا کرے تمہین سے اس شخص کا تہائی ہوگا اور مالک زمین کا دو تہائی ہوگا اور دوسرے کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر سو درم ہونگے تو یہ مزارعت موافق شرط کے جائز ہی کیونکہ مالک زمین نے دونون مین سے ایک کو بعوض بدل معلوم یعنی سو درم کے کسیقدر مدت معلومہ کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور دوسرے کو حصہ پیداوار کے عوض مدت معلومہ تک کام کرنے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا جائز ہی پس دونون کو جمع کر دینے کی صورت مین بھی جائز ہی پھر اگر زمین مین بہت پیداوار ہوئی اور دونون عاملون نے باہم اختلاف کیا اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ مالک نے جسکے واسطے تہائی پیداوار شرط کی ہی وہ مین ہون تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا - اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ میرے واسطے تہائی مشروط تھی تو جسکے واسطے مالک زمین نے تہائی کا اقرار کیا ہی وہ مالک زمین کے اقرار سے تہائی پیداوار لے لیگا اور دوسرا اپنے گواہون سے تہائی پیداوار لے لیگا مگر اسکو اجرت مین سے کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ تہائی پیداوار کے استحقاق کے ساتھ ضرور ہی کہ اجرت منتفی ہو جسکا مالک زمین نے اقرار کیا ہی اور اگر زمین مین کچھ نہ پیدا ہوا اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے مالک نے اجرت قرار دی ہی وہ مین ہون تو قول مالک زمین کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین پر ہر ایک کے واسطے سو درم اجرت واجب ہوگی پس ایک کے واسطے اس وجہ سے کہ مالک نے اسکے واسطے اقرار کیا ہی اور دوسرے کے واسطے اس وجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کی ہی اور اس صورت مین اور نیز صورت اول مین ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین مالک زمین کے گواہون کیطرف التفات نکیا جائیگا اور اگر مالک زمین نے اپنی زمین دو کاشتکارون کو اس شرط سے دی کہ دونون اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرین اور جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اسمین سے خاص اس ایک کے واسطے نصف پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اُسپر سو درم اُجرت واجب ہوگی اور دوسرے کے واسطے تہائی پیداوار ہوگی اور مالک زمین کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ اُسنے اپنی زمین دونون کو اجارہ پر دی یعنی نصف زمین خاص ایک کاشتکار کو بعوض سو درم اجرت کے دی اور نصف زمین دوسرے کو اس نصف کی پیداوار مین سے تمام زمین کی پیداوار کی تہائی کے حساب سے بٹئی پر دی اور ان دونون عقدون مین سے ہر ایک تنہا صحیح ہی پس باجتماع بھی صحیح ہی پھر اگر دونون نے زمین مذکور مین زراعت کی اور زمین مین کچھ پیدا نہوا پس دونون مین سے ایک نے مالک زمین سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے چھٹا حصہ زراعت شرط کیا ہی پس دونون مین سے ہر ایک اپنے زعم مین جسقدر شرط کرنے کا زعم کرتا ہی اُسمین اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے اور اگر زمین مین زراعت کثیر پیدا ہوئی اور دونون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا

کہ جسقدر اجرت زمین دینے کی شرط کی تھی وہ بیان ہون اور مالک زمین نے دونون مین سے ایک پر اجرت
کا دعوے کیا اور دوسرے پر چھٹے حصہ پیداوار کا دعوے کیا تو مالک زمین نے جسپر اجرت کا دعوے کیا ہے
اُس سے اجرت لیگا کیونکہ دونون نے اُسپر اجرت مشروط ہونے پر اتفاق کیا ہے اور دوسرے پر مالک نے چھٹے
پیداوار کا دعوے کیا حالانکہ وہ منکر ہے تو قول منکر کا قبول ہوگا اور مالک زمین سے کہا جائیگا کہ تو نے اسپر چھٹے حصہ
پیداوار کا دعوے کیا ہے اُسکے گواہ پیش کر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے
اور اگر دو شخصون نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون و کام سے زراعت کرے اور
جو کچھ اسمین پیدا ہوگا اُسمین سے دو تہائی کاشتکار کا اور ایک تہائی خاص ہر مالک زمین کا ہوگا اور دوسرے
مالک کے واسطے اُسکے حصہ کی بابت کاشتکار پر سو درم واجب ہونگے تو یہ جائز ہے پھر اگر زمین مذکور مین بہت
پیداوار ہوئی اور دونون مالکون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے تہائی پیداوار مشروط ہے وہ
مین ہون تو کاشتکار کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون مالکون مین سے ہر ایک نے اپنے اپنے دعوے کے
گواہ قائم کیے تو ہر ایک کو تہائی پیداوار ملیگی اور ان دونون کے گواہون کے مقابلہ مین کاشتکار کے گواہ مقبول
ہونگے۔ ایک شخص نے دو کاشتکارون کو اپنی زمین و بیج اس شرط سے دی کہ خاص ایک کاشتکار کو تہائی
پیداوار ملیگی اور دوسرے کو پیداوار زمین سے بیس قفیز ملینگے۔ اور باقی مالک زمین کی ہوگی پس دونون نے
زراعت کی اور زمین مین پیداوار بہت ہوئی تو جس کاشتکار کے واسطے تہائی شرط کی تھی اُسکو تہائی ملیگی اور
باقی دو تہائی مالک زمین کی ہوگی اور دوسرے کاشتکار کے واسطے اُسکے کام کا اجر المثل واجب ہوگا خواہ
زمین مین کچھ پیدا ہو یا نہو اسواسطے کہ عقد مزارعت مالک اور اُس کاشتکار کے درمیان جسکے واسطے تہائی مشروط
تھی صحیح ہے اور مالک اور دوسرے کاشتکار کے درمیان فاسد ہے لیکن ایک کے ساتھ جو عقد ہے وہ بحرف عطف دوسرے
کے عقد پر معطوف ہے اُسمین مشروط نہین ہے۔ اور اگر دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ
میرے واسطے تہائی مشروط ہے تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو ہر ایک
کاشتکار کو تہائی پیداوار ملیگی پس ایک کاشتکار کو اسوجہ سے کہ مالک زمین نے اُسکے واسطے اقرار کیا ہے
اور دوسرے کو اسوجہ سے کہ اُسنے اپنے گواہون سے ثابت کیا ہے۔ اور اگر زمین مین کچھ پیداوار نہوئی اور
دونون کاشتکارون مین سے ہر ایک نے دعوے کیا کہ جسکے واسطے اجر المثل ہونا چاہیے وہ مین ہون
تو مالک زمین کا قول قبول ہوگا کہ یہ شخص ہے جسکے واسطے اجر المثل چاہیے ہے اور اگر دونون نے اپنے اپنے
دعوے پر گواہ قایم کیے تو مالک زمین کے گواہ قبول ہونگے کیونکہ مالک زمین اپنے گواہون سے اپنے
اور دوسرے کاشتکار کے درمیان عقد صحیح ہونا ثابت کرتا ہے اور دوسرا کاشتکار اپنے گواہون
سے اُسکی نفی کرتا ہے پس جسکے گواہون سے شرط صحت عقد ثابت ہوتی ہے اُسکو ترجیح ہے۔ اور اگر
دو مالکون نے اسی شرط سے اپنی زمین ایک کاشتکار کو دی اور بیج کاشتکار کیطرف سے ہین۔ تو ان سب صورتون
مین جو ہمنے بیان کردی ہین کاشتکار کے واسطے وہی احکام ثابت ہونگے جو مسئلہ مذکورہ بالا مین مالک زمین کے حق
مین جس کی طرف سے بیج ہین مذکور ہوئے ہین کیونکہ یہ دونون فی المعنی یکسان ہین کذا فی المبسوط

تیئیسواں باب - بغیر عقد کے اراضی کی زراعت کے بیان مین - ایک شخص نے اپنی زمین ایک کاشتکار کو ایک سال مزارعت کے واسطے اس شرط سے دی کہ اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرے پس کاشتکار نے اسمین زراعت کی پھر سال گذرنے کے بعد بدون اجازت مالک زمین کے اسمین زراعت کی پھر مالک زمین کو یہ بات معلوم ہوئی خواہ کھیتی اُگنے سے پہلے یا اُسکے بعد مگر اُسنے اجازت نہ دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس گانون کے لوگون مین یہ عادت جاری ہو کہ ایک بار کے بعد مکرر بدون تجدید عقد کے زراعت کرتے ہین - تو یہ جائز ہو اور جو پیداوار ہوئی ہو وہ سال گذشتہ کے عقد کی شرط کے موافق دونون مین مشترک ہوگی - اور شیخ امام اسمعیل زاہد رحمہ سے منقول ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ کتاب مین یہ مسئلہ ذکر کر کے فرمایا کہ یہ جائز نہین ہو اور کاشتکار پر لازم ہو کہ مثل صورت غصب کے پیداوار مین سے بقدر اجرت اپنے کام اور اپنے بیلون کے اور اپنے بیجون کے لیکر باقی صدقہ کرے اور ہمارے مشائخ اسی حکم کے موافق جو کتاب مین مذکور ہو فتوے دیتے تھے مگر مین نے بعض کتب مین دیکھا کہ یہ جائز ہو اور ایسا ہو کہ جیسے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی اور کہا کہ مین نے یہ زمین تجھے اُسی طور پر دی جسطرح فلان کاشتکار کے پاس پہلے سال تھی تو یہ جائز ہو پس صورت مسئلہ بدرجہ اولے جائز ہونا چاہئے اور مولف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حکم یون ہو کہ اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے رکھی گئی ہو اور پیداوار مین سے کاشتکار کا حصہ اس گانون کے لوگون کے عرف سے معلوم ہو اور کبھی مختلف نہوتا ہو پھر کسی شخص نے ایسی زمین مین زراعت کر لی تو استحسانًا جائز ہو اور اگر یہ زمین مزارعت پر دینے کے واسطے نہ رکھی گئی ہو یا پیداوار مین سے کاشتکار کا حصہ اس موضع مین یکسان نہو بلکہ ہر ایک کے قرارداد کے موافق مختلف ہوتا ہو تو جائز نہین ہو اور کاشتکار غاصب قرار دیا جائیگا اور واضح ہو کہ عادت کی طرف اُسوقت لحاظ کیا جائیگا جب یہ معلوم نہو کہ کاشتکار نے براہ غصب اسمین کھیتی کی ہو - اور اگر یہ معلوم ہو کہ اس شخص نے براہ غصب زراعت کی ہو مثلًا وقت زراعت کے کاشتکار نے یون اقرار کیا کہ مین اس زمین مین اپنے واسطے زراعت کرتا ہون مزارعت پر زراعت نہین کرتا ہون یا یہ شخص ایسا ہو جو زمین کو مزارعت پر نہین لیتا ہو اُسکو عار جانتا ہو تو یہ شخص غاصب ہوگا اور پیداوار اُسیکی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان واجب ہوگا اسی طرح اگر اُسنے بعد زراعت کے اقرار کیا کہ مین نے اس زمین مین براہ غصب زراعت کی ہو تو قول اُسیکا قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ پیداوار مین غیر کا کچھ استحقاق ہونے سے انکار کرتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو - مین نے بعض فتاوے مین یون لکھا دیکھا کہ زمینین جو دیہات مین ہین یا وقف یا ملک اور اس مواضع کی عادت یہ ہو کہ جسکا جی چاہتا ہو ان زمینون مین زراعت کرتا ہو اور متولی وقف سے اجازت نہین مانگتا ہو اور نہ مالک زمین سے اور متولی و مالک لوگ اُنکو منع نہین کرتے ہین اور کاشتکار لوگ غلہ تیار ہونے پر بٹائی و دہقانی[ف] کا حصہ دیدیتے ہین اور یہ لوگ انکار نہین کرتے ہین اگر ایسی زمینون مین کوئی شخص کھیتی کرے بدون اسکے کہ متولی یا مالک سے مزارعت پر لے تو یہ زراعت بطور مزارعت کے ہوگی - اور اگر کوئی ایسا موضع ہو کہ جسمین زراعت کے واسطے مالک شخص کی اجازت ضرور ہوتی ہو اور اگر کوئی مالک کی بلا اجازت زراعت کرے تو مالک اُسکو منع کرتا ہو یا مالک زمین خود کاشت کرتا ہو اور کبھی کاشتکار کو دیدیتا

ہو پس ایسے موضع میں اگر کسی نے بلا اجازت مالک کے یا بے اجازت متولی وقف کے زمین ملکی یا وقفی میں زراعت کی تو زمین وقفی میں مزارعت پر مستعمل کرینگے اور زمین ملکی میں نصیبین کذا فی المحیط کاشتکار نے زمین سے پیداوار غلہ اٹھا لیا اگر زمین مذکور میں گیہوں کے دانے بکھرے رہگئے اور وہ اُگے اور کھیتی تیار ہوگئی تو کاشتکار و مالک زمین کے درمیان بحساب ہر ایک کے حصہ پیداوار کے تقسیم ہوگی اسواسطے کہ دونوں کے مشترک بیج سے اگی ہے مگر کاشتکار کو چاہیے کہ لینے حصہ سے زائد کو صدقہ کردے اور اگر مالک زمین نے اسکو سینچا ہو اور پرداخت کی ہو حتیٰ کہ وہ اگی تو یہ اسیکی ہوگی کیونکہ جب اسنے پانی دیا تو اسکا مالک ہوگیا پس اگر ان دانون کی قیمت ہو تو مالک زمین اسکا ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔ اور اگر اسکو کسی اجنبی نے پانی دیا اگر بطور تطوع تو یہ اگی ہوئی کھیتی کاشتکار و مالک زمین کے درمیان مشترک ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین میں اپنی کسی کے بوئے ہوئے کوئی درخت یا کھیتی اگی تو وہ مالک زمین کی ہوگی کیونکہ اسکی زمین سے پیدا ہوئی ہے پس زمین کا جزو ہوگی پس مالک زمین کی ہوگی کذا فی المحیط۔

چوبیسوان باب متفرقات میں اگر اپنی زمین و بیج کسی کو اس شرط سے دی کہ امسال اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اسمین سے اللہ تعالیٰ روزی کریگا وہ ہم دونون میں نصفا نصف ہوگا پس کھیتی قصیل ہوگئی پھر دونون نے چاہا کہ اسکو کاٹ کر فروخت کردین تو اسکا کاٹنا و فروخت کرنا دونون کے ذمہ ہوگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا مالک زمین کی طرف سے۔ اور اگر کھیتی قابل درو ہوگئی مگر سلطان نے انکو اسکے کاٹنے سے منع کیا خواہ براہ ظلم منع کیا یا کوئی مصلحت دیکھکر منع کیا یا اس غرض سے منع کیا کہ اپنا خراج وصول کرے تو اسکی حفاظت ان دونون پر لازم ہوگی یہ مسئلہ باب الفساد المزارعۃ میں ہے اگر کوئی زمین کسی کے پاس رہن ہو اور کسی غیر شخص نے چاہا کہ یہ زمین رہن سے مزارعت پر لے تو اسکو چاہیے کہ مرتہن کی اجازت سے زمین رہن سے مزارعت پر لے۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی زمین ایک سال یا دو سال کے واسطے مزارعت پر دی اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہیں پھر مالک زمین نے چاہا کہ اپنی زمین کاشتکار کے ہاتھ سے نکال لیوے پس اسنے کاشتکار سے کہا کہ تیرا جی چاہے تو اپنے بیجون سے زراعت کر یا میرے پاس چھوڑ دے پس کاشتکار نے کہا کہ مجھے میرے کام کا اجر المثل دیدے پس مالک زمین نے کہا کہ تجھے دیدونگا۔ پھر مالک زمین نے چاہا کہ خود اسمین زراعت کرے پھر جب کاشتکار کو یہ بات معلوم ہوئی تو اسنے جاکر زمین میں زراعت کی پھر کھیتی تیار ہوگئی پس اگر مالک زمین نے اسکے اس فعل کی اجازت دیدی ہو تو پیداوار دونون میں مشترک ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتویٰ ہے یعنی ایسا واقعہ ہوا تھا اور اسی پر یون فتوے دیا گیا ہے۔ اور اگر ایک کاشتکار مرگیا اور مستاجر نے وارثان کاشتکار کو بیج دیکر کہا کہ اسنے اس زمین میں زراعت کرو پس انھون نے زراعت کی تو پیداوار اسکی ہوگی اور یہ مسئلہ واقعۃ الفتویٰ ہے پس تمام مفتیون کے جواب میں اس امر پر اتفاق تھا کہ پیداوار وارثان کاشتکار کی ہوگی اسواسطے کہ عقد مزارعت کاشتکار کے مرنے سے فسخ ہوگیا پس یہ فعل مستاجر کی طرف سے وارثان کاشتکار کو بیج قرض دینے میں

ہمارا ہی اسواسطے کہ مستاجر کے قول میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ اُسنے پیداوار میں سے اپنے واسطے کچھ شرط کر لیا ہے مثلاً یون کہا ہو کہ ان بیجون سے اس زمین میں میرے واسطے زراعت کر دے یا یون کہا ہو کہ تا کہ کھیتی ہمارے وتمہارے درمیان مشترک ہو اور مستاجر کے واسطے وارثان کاشتکار پر ان بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے یہ محیط میں ہے۔ قاضی بدیع الدین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے بالغ پسر کی زمین معاملہ پر دیدی اور بیٹا آتا جاتا تھا تو فرمایا کہ یہ رضامندی نہیں ہے اور نیز قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک مستاجر نے کاشتکار کو اپنا باغ انگور ایک سال کے واسطے ہزار من انگور قالنسی پر بعقد معاملہ دی تو فرمایا کہ نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص سے ایک سال یا دو سال کے واسطے اجرت معلومہ پر ایک زمین اجارہ لی پھر یہ زمین کسی کاشتکار کو مزارعت پر دیدی پس اگر بیج مستاجر کی طرف سے ہون تو جائز ہے اور اگر کاشتکار کی طرف سے ہون تو نہیں جائز ہے ایسا ہی حاکم احمد بن سمرقندی نے اپنے شروط میں ذکر فرمایا ہے اور ابن رستم نے اپنے نوادر میں یہ مسئلہ ذکر کیا اور اسکو امام محمد رحمہ کا اول قول قرار دیا اور بنا بر دوم قول امام محمد رحمہ کے یہ حکم ہے کہ کاشتکار کو یہ زمین مزارعت پر دینا نہیں جائز ہے خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہون یا اجارہ لینے والے کی طرف سے ہون یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاوے عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی نے اپنا باغ انگور یا زمین حرام یا نجس پانی سے سینچا تو جو کچھ پیدا ہو وہ حلال ہے جیسے کسی نے اپنے گدھے کو غیر کی گھاس چرائی پھر جو اسکا کرایہ آوے وہ اسکو حلال ہے یہ تاتارخانیہ میں ہو زید نے عمرو سے ایک زمین اجارہ لی پھر وہ زمین عمرو کی جورو یا بیٹے کو مزارعت پر دیدی اور بیج کاشتکار کی طرف سے ہیں اور یہ بیٹا اپنے باپ کی عیال میں ہے پس باپ یعنے عمرو نے اسمین زراعت کی پس اگر بیٹے کی اعانت کے طور پر زراعت کر دی باین طور کہ بیج اپنے بیٹے کو قرض دیے تو پیداوار غلہ اس بیٹے اور زید کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگا اور اگر عمرو نے اپنے واسطے زراعت کر لی باین طور کہ بیٹے کو بیج قرض نہ دیے تو پوری پیداوار عمرو کی ہوگی جسنے کاشت کی ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے ایک زمین اجارہ پر لیکر قبضہ کرنے کے بعد یہ زمین عورت مذکورہ کے شوہر کو مزارعت یا معاملت یا مقاطعت[ا] پر دیدی تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اولاد صغار و کبار[ا] و زوجہ چھوڑی اور یہ اولاد بالغ اسی عورت سے ہے یا میت کی کسی دوسری زوجہ سے ہے پس اولاد بالغ[ا] نے کھیتی کا کام شروع کیا اور اپنے درمیان مشترک زمین میں یا غیر کی زمین میں بطریق کاشتکارون کے جیسا لوگ کیا کرتے ہیں زراعت کی اور یہ سب اولاد و زوجہ زندہ کی عیال ہیں یہی عورت انکے احوال کی نگران ہے اور یہ اولاد کبار زراعت کرتے ہیں اور ایک ہی بیت میں سب غلہ جمع کرتے ہیں اور سب اسمین سے خرچ کرتے ہیں پس یہ تمام غلہ اس عورت اور اولاد کے درمیان مشترک ہوگا یا فقط زراعت کرنے والون کا ہوگا یہ مسئلہ واقعۃ الفتوے تھا یعنے ایسا واقعہ ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تھا پس علمائے مفتین کے جواب اس بات پر متفق ہوئے کہ اگر زراعت کرنے والون نے اپنے سب لوگون کے باہمی مشترک بیجون سے باقیون کی خود اجازت سے اگر وہ لوگ بالغ ہیں یا انکے وصی کی اجازت سے اگر نابالغ ہیں زراعت کی ہے تو یہ سب غلہ سب میں مشترک ہوگا اور اگر زراعت کرنے والون نے اپنے ذاتی

یعنی ... حلال ہو فافہم ۱۲

بیجون سے زراعت کی ہو تو یہ سب غلہ فقط زراعت کرنے والون کا ہوگا- اور اگر زراعت کرنے والون نے باہمی
مشترک بیجون سے یا تیمون کی بلا اجازت یا اُنکے وصی کی بلا اجازت زراعت کی ہو تو یہ سب غلہ زراعت کرنے
والون کا ہوگا کیونکہ زراعت کرنے والے بیج کے غاصب ہوگئے اور جو شخص غصب کے بیج سے زراعت کرے
تو غلہ غاصب کا ہوتا ہے یہ محیط میں ہے- ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو مزارعت پر دی حالانکہ زمین مذکور
مین کپاس کے ٹھونٹھ ہین تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر یہ ٹھونٹھ زراعت سے مانع نہون تو مزارعت
جائز ہے اور اگر مانع ہون تو مزارعت فاسد ہوگی لیکن اگر عقد مزارعت ایسے وقت کی طرف مضاف کیا جسوقت
زمین مذکور بالکل خالی ہوجاوے تو عقد جائز رہیگا اور اگر اس سے سکوت کیا تو جائز نہوگا یہ فتاوی قاضی خان
مین ہے- زید نے عمرو کو ایک زمین بشرائط مزارعت مزارعت پر دی اور عمرو نے اُسمین زراعت کی اور غلہ پیدا ہوا
پھر خالد آیا اور کہا کہ مین نے یہ زمین زید سے خریدی ہے اور یہ زمین اُسکی ملک تھی پس نصف غلہ بٹائی کا مجھے
چاہیے ہے پھر اُسنے نصف غلہ لے لیا پھر زید آیا پس اگر اُسنے خالد کے قول کی تصدیق کی اور عمرو سے مخاصمہ کیا
تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسنے خالد کی تکذیب کی اور عمرو سے مخاصمہ کیا پس اگر خالد نے نصف غلہ براہ تغلب لے لیا
ہے تو زید کو اختیار ہوگا کہ باقی نصف مین عمرو کے ساتھ شرکت کرے کیونکہ جسقدر مال مشترک مین سے
تلف ہوا وہ شرکت مین گیا اور جو باقی رہا وہ شرکت مین رہا پھر دونون ملکر مدعی یعنے خالد سے جو اُسنے لیا
ہے واپس لینگے اگر اُسکو پاوین- اور اگر خالد نے تغلب کی راہ سے نہ لیا ہو بلکہ عمرو نے باختیار خود اُسکو دیا ہو
تو زید کو اختیار ہوگا کہ عمرو سے باقی نصف لے لے- اور اگر خالد نے جس وقت نصف غلہ لیا ہے عمرو سے کہا
ہو کہ یہ زمین میری طرف سے مزارعت پر لے اور اسنے لے لی پس آیا یہ مزارعت صحیح ہوگی اور مزارعت اولے
فسخ ہوجائیگی تو حکم یہ ہے کہ اگر بیج عمرو کی طرف سے نہون تو یہ مزارعت صحیح نہوگی اور نہ مزارعت اولے
فسخ ہوگی اور اگر بیج عمرو کی طرف سے ہون حتے کہ اُسکو فسخ کا اختیار ہو تو باوجود اسکے بھی اس مقام پر
چاہیے کہ مزارعت فسخ نہو بخلاف اسکے اگر اُسنے ابتداءً فسخ کی تو فسخ ہوسکتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے- اگر ایک شخص نے اپنا
باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور عامل نے باغ مذکور مین کچھ کام نہ کیا تو باغ کے پھلون مین اُسکا کچھ استحقاق
نہوگا اسی طرح اگر اُسنے کام ترک کیا اور درختون و پھلون کی حفاظت نہ کی حتے کہ پھل ضائع ہوگئے تو کچھ مستحق نہوگا اسواسطے
کہ حفاظت کرنا بھی عامل کے ذمہ مین منجملہ عمل کے ہے مگر کاشتکار نے اگر زراعت مین مثل تشذیب وسقی کے
نہ کیا یہانتک کہ زراعت مین نقصان آیا پس آیا پیداوار مین کچھ استحقاق رکھتا ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا
کہ حکم تبفصیل ہے یعنے اگر بیج اُسکی طرف سے ہون تو مستحق ہوگا بخلاف عامل کے کہ اگر اُسنے باغ انگور مین کچھ
کام نہ کیا اور پھل کسی شخص نے توڑ لیے یا خراب ہوگئے تو کچھ مستحق نہوگا اور اگر بیج مالک زمین کی طرف
سے ہون تو چاہیے کہ کچھ مستحق نہو اسواسطے کہ پیداوار اُسکی ملک سے نہین اُگی ہے یہ محیط مین ہے- ایک شخص
نے ایک سال کی مزارعت پر ایک زمین دی پھر کھیتی سال گذرنے کے تمام ہونے سے پہلے تیار ہوکر کاٹ لی گئی
تو مزارعت ٹوٹ جائیگی بشرطیکہ جب باقی سال کسی دوسری چیز کی زراعت کے واسطے کافی نہو یہ
تاتارخانیہ مین ہے- اگر ایک شخص کو اپنی زمین دی کہ اس مین خرما کی گٹھلیان بو دے اس شرط سے

کہ انکو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرے اور حاصلات دونون مین مشترک ہوگی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ موضع تحویل معین کردیا مثلاً یون کہا کہ یہان سے اس دوسری زمین مین منتقل کرے یا کہا کہ اسی زمین کے اس جانب سے دوسری جانب منتقل کرے تو اس صورت مین عقد فاسد ہوگا خواہ بیج کاشتکار کی طرف سے ہو یا مالک زمین کی طرف سے اور اگر اُسنے موضع تحویل معین نکیا تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ جائز نہو اور استحساناً عقد جائز ہو اور جو چیز ایسی ہو کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر تحویل کیجاتی ہو اُسکا یہی حکم ہو اور بعض نسخون مین مثالاً بیان کیا کہ جیسے بادنجان وغیرہ کے درخت۔ قال المترجم یہ وہان کا عرف ہو اور دیار ہند مین امید ہو کہ یہ حکم نہو واللہ اعلم ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین کھنڈل اس شرط سے دی کہ کاشتکار اسکی تعمیر کرے اور کاشتکار مع مالک زمین کے دونون کے بیجون سے تین برس تک زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہو اسواسطے کہ کاشتکار کے ذمہ تعمیر کی شرط مفسد عقد ہو پس اگر مالک و عامل نے دونون کے بیجون سے ایک سال بویا تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ زمین کو لے لے اور تمام کھیتی دونون مین بقدر ہر ایک کے بیج کے مشترک ہوگی اور کاشتکار کے واسطے مالک زمین پر اپنے کام لینے تعمیر زمین کا اجر المثل واجب ہوگا اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اپنی اُسقدر زمین کا جتنی کاشتکار کے بیجون کی زراعت مین گھری تھی اجر المثل واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے نہر کے کنارے کی زمین مین زراعت کی اور کھیتی تیار ہوگئی پھر ایک قوم نے آکر دعوے کیا کہ زمین ہماری ہو تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کھیتی تو بیجون والے کی ہوگی اور رقبہ زمین مزروعہ کا یہ حکم ہو کہ اگر قوم مذکور نے اُسپر اپنا استحقاق ثابت کیا تو اُنکا ہوگا ورنہ اُسکا ہوگا جسنے اُسکو احیاء کیا ہو کذا فی الحاوی۔ ایک بند آب دو زمینون کے درمیان ہو ایک زمین بہ نسبت دوسری زمین کے اونچی ہو اور کاریز مذکور پر درخت لگے ہین کہ اُنکا لگانے والا معلوم نہین ہوتا ہو تو شیخ الاسلام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ اگر نیچی زمین مین بدون کاریز کے پانی ٹھہرا رہتا ہو اور امساک آب مین کاریز کی احتیاج نہین ہو تو کاریز کے مقدمہ مین قسم کے ساتھ اونچی زمین والے کا قول قبول ہوگا اور جب کاریز کے مقدمہ مین اُسکا قول قبول ہوا تو اُسپر جو درخت ہین وہ بھی اُسی کے ہونگے تا وقتیکہ دوسرا اپنے گواہ قائم نکرے۔ اور اگر نیچی زمین امساک آب مین کاریز کی محتاج ہو تو کاریز اور جو درخت اُسپر ہین سب دونون مین مشترک ہونگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اور اگر دونون مین سے کسی نے دعوے کیا کہ خاصۃً میری ہو تو بدون گواہون کے اُسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی مگر دونون مین سے ہر ایک کو دوسرے سے قسم لینے کا اختیار ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر دو شخصون نے مزارعت پر ایک زمین اس شرط سے لی کہ دونون اس زمین مین مالک زمین کے بیجون سے زراعت کرین بشرطیکہ جو کچھ پیدا وار ہو وہ تین تہائی ہوگی ایک تہائی مالک زمین کی اور ایک ایک تہائی ہر ایک کاشتکار کی پھر دونون نے اُسمین زراعت کی مگر کوئی ایسی آفت کھیتی کو پہونچی کہ کچھ پیدا نہوا پھر دونون مین سے ایک کاشتکار نے کہا کہ مین اسمین فصل خریف کی زراعت نکرونگا پھر ایک نے بدون علم دوسرے کے اُسمین فصل خریف بوئی اور پیداوار

حکم زمین ... قابل زراعت کرنا ۱۲

حاصل ہوئی پس آیا دوسرے کاشتکار کو اس فصل خریف کی پیداوار مین سے بسبب اُس کام کے جو اُسنے اس زمین مین گذشتہ فصل مین کیا ہے کچھ ملیگا تو فرمایا کہ نہین ملیگا لیکن اگر کچھ دیکر اُسکو رضامند کرے تو افضل ہے یہ تو فیصل ہے اور ایسے مسائل مین اصل یہ ہے کہ بدون عقد کے عمل کی کچھ قیمت نہین ہوتی ہے پس بدون عقد کے شخص عمل کی وجہ سے کچھ مستحق ہوگا لیکن امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب المزارعۃ مین اسیکے مثل مسئلہ مین ذکر فرمایا ہے کہ دوسرا عامل کچھ رضامند کرے یہ ذخیرہ مین ہے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک زمین بعقد بیع بالوفا واقع ہوئی اور ہر دو متعاقدین نے ہر دو عوض مین قبضہ کر لیا اور مشتری نے اس زمین مین چند سال تک زراعت کی اور غلہ لے لیا تو خراج کس پر واجب ہوگا فرمایا کہ بائع پر اگر زمین مذکور مین بوجہ زراعت کے نقصان آیا ہو پھر پوچھا گیا کہ اگر بائع نے اُس سے ضمان نقصان کا مطالبہ کیا تو بھی اُسپر خراج لازم ہوگا فرمایا کہ ہاں۔ آدھے بھوسے کی شرط پر زمین کو دینی نہین جائز ہے کیونکہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہے اور تعالی یا جو تھائی پر کرایہ دینے کے مسئلہ مین ذکر کیا کہ مشائخ بلخ رحمہم اللہ نے لوگون کے تعامل کی وجہ سے حکم جواز اختیار کیا ہے اور مشائخ بخارا نے حکم کتاب کے موافق کہ یہ قفیز الطحان کے معنی مین ہے جائز نہین ہے اختیار کیا ہے علی ہذا پنبہ تخمیدن و دادن کو نتن وگندم و ... دادن مین بھی یہی اختلاف ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر کسی مرتد نے اپنی زمین و بیج کسی کاشتکار کو آدھے کی بٹائی پر دی اور اُسنے اسی شرط پر زراعت کی اور کھیتی پیدا ہوئی پھر اگر مرتد مذکور مسلمان ہو گیا تو یہ زراعت دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور بیج دینے والے کو بیجون اور نقصان زمین کا تاوان دیگا یہ اُسکا قول ہے جسنے بقیاس قول امام اعظم رحمہ مزارعت کی اجازت دیکر اختیار کیا ہے اور یہ تاوان ہر حال مین کاشتکار پر واجب ہوگا خواہ زمین مین کچھ ... ہو یا نہو اور بنابر قول صاحبین رحمہ اللہ کے یہ مزارعت صحیح ہے اور پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر بیج کاشتکار کی طرف سے ہون اور مرتد حالت ردت مین قتل کیا گیا پس اگر زمین مین نقصان آیا ہو تو کاشتکار نقصان زمین کا تاوان دیگا اور پوری زراعت اُسکی ہوگی۔ اور اگر زمین مین نقصان نہ آیا ہو تو قیاس چاہتا ہے کہ پوری پیداوار اُسیکی ہو مگر استحساناً تمام پیداوار کاشتکار و وارثان مرتد کے درمیان مشترک ہوگی اور یہ قیاس و استحسان بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ مزارعت صحیح ہے اور اگر کاشتکار مرتد ہو اور بیج اُسیکی طرف سے ہون پس اگر مرتد مذکور اپنی حالت ردت پر قتل کیا گیا تو امام اعظم رحمہ کے قول پر تمام پیداوار اُسیکی ہوگی اور مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو بالاجماع سبکے نزدیک تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور اگر دونون مرتد ہون اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہون تو پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ بیج اور نقصان زمین تاوان دے اسواسطے کہ کاشتکار کے حق مین مالک زمین کا حکم بالمزارعۃ صحیح نہوا تو کاشتکار مثل غاصب کے ہو گیا کہ اُسنے زمین و بیج غصب کیے ہین اور اگر دونون مسلمان ہو گئے یا بیجون کا مالک مسلمان ہو گیا تو تمام پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی جیسا کہ اگر وقت عقد کے مسلمان ہوتا تو یہی حکم تھا۔ اور اگر بیج کاشتکار کی طرف

سے ہون حالانکہ وہ حالت ردت مین قتل کیا گیا تو پیداوار اُسیکی ہوگی اور اُسپر نقصان زمین کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ مالک زمین کا حکم بالزراعت وارثون کے حق مین صحیح نہین ہی۔ اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو مثل غصب کے وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر مالک زمین مسلمان ہوگیا تو یہ ایسا ہی کہ جیسے وقت عقد کے مسلمان تھا یعنے حکم یہی ہی۔ اور اگر دونون مسلمان ہوگئے یا کاشتکار مسلمان ہوا اور مالک زمین حالت ردت مین قتل کیا گیا تو کاشتکار وارثان مقتول مذکور کو نقصان زمین تاوان دیگا اسواسطے کہ مالک مذکور کا کاشتکار کو زراعت کے واسطے حکم دینا وارثون کے حق مین صحیح نہین ہی اور اگر زمین مین کچھ نقصان نہ آیا ہو تو قیاس یہ ہی کہ پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور وارثان مالک زمین کو کچھ نہ ملیگا مگر استحساناً پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر دونون قتل کیے گئے یا دونون مسلمان ہوگئے یا دونون دارالحرب مین جاملے یا دونون مرگئے تو پیداوار دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی۔ اور مرتدہ عورت کی مزارعت و معاملت مین بھی امام اعظم کا یہی قول ہی یہ مبسوط مین ہی اور مسلمان و حربی کے درمیان دارالاسلام یا دارالحرب مین عقد مزارعت صحیح ہی اسی طرح دو حربیون یا دو مسلمانون کے درمیان دارالحرب مین عقد مزارعت جائز ہی خواہ یہ دونون مسلمان امان لیکر دارالحرب مین گئے ہون۔ یا وہین مسلمان ہوئے ہون۔ اور اگر دارالحرب پر مسلمان غالب ہوگئے اور انھون نے فتح کرلیا تو یہ سب اراضی فئی و مال غنیمت ہوگی پس جو حصہ زراعت حربی کا ہی وہ بھی فئی ہوگا اگر جو حصہ مسلمان کا ہی وہ فئی نہو گا۔ اور اگر امام نے ان حربیون کی اراضی اُنکے پاس چھوڑدی اور انپر منت و احسان کیا یا یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو جو معاملات اُنکے درمیان جس طرح تھے بحالہ باقی رہینگے لیکن جو معاملہ دو مسلمانون مین فاسد ہوتا ہی وہ فاسد ہوجائیگا۔ اگر مسلمانون نے حربی کے واسطے عقد مزارعت مین دس قفیز پیداوار شرط کی تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین صحیح ہی۔ اور اگر ایسا عقد مزارعت ایسے دو مسلمانون مین جو دارالحرب مین مسلمان ہوئے ہین واقع ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنی زمین و بیج بطور مزارعت فاسدہ دی اور مزارع نے زمین جوتی اور نہرین آگا رہین پھر بیجون کے مالک نے مزارعت باقی رکھنے سے انکار کیا تو اُسپر کاشتکار کے کام کا اجر المثل واجب ہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ ایک کاشتکار نے ایک زمیندار سے درخواست کی کہ اپنی زمین مجھے خوشنائی کی بٹائی پر دیدے پس زمیندار نے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اس شرط سے زراعت کر کہ تہائی میری ہوگی ورنہ نہین پھر جب اُسنے بعد زراعت کے کھیتی کاٹی تو دونون نے اختلاف کیا تو مذکور ہی کہ تہائی زمیندار کی ہوگی اور باقی پیداوار کاشتکار کی ہوگی اور نیز مجموع النوازل مین ہی جبکہ ایک کھیتی دو آدمیون مین مشترک ہی انمین سے ایک غائب ہوگیا اور دوسرے نے کھیتی کو کاٹا تو یہ متبرع قرار دیا جائیگا کذا فی المحیط

کتاب المعاملہ

اسمین دو باب ہین

باب اول

معاملہ کی تفسیر و شرائط و احکام کے بیان مین ۔ معاملہ کی تفسیر یہ ہی کہ معاملہ عبارت ہی کام کے اوپر بعوض بعض حاصلات کے عقد قرار دینے سے مع تمام شرائط جواز معاملہ کے ۔ اور معاملہ کے واسطے چند شرطین ہین ازانجملہ یہ ہی کہ عاقدین معاملہ دونون عاقل ہون پس جو شخص عقد معاملہ کو نہ سمجھتا ہو اُسکا عقد جائز نہوگا اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور ایسی ہی حریت یعنے آزاد ہونا بھی شرط نہین ہی ۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ جسنے معاملہ کو جائز رکھا ہی اُسکے نزدیک بقیاس قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے یہ چاہیے کہ دونون عقد کرنے والے مرتد نہون حتے کہ اگر دونون مین سے کوئی مرتد ہو اور عقد معاملہ واقع ہوا پس اگر مالک درخت مرتد ہو پھر وہ اسلام لایا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہونگی اور اگر حالت ردت مین قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب مین جا ملا تو پوری حاصلات مالک کی ہوگی کیونکہ اُسیکی ملک سے پیدا ہوئی ہی اور عامل کو اگر اُسنے کام کیا ہو تو اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا اور صاحبین رح کے نزدیک دونون صورتون مین تمام حاصلات عامل مسلمان اور وارثان مالک مرتد کے درمیان مشترک ہوگی جیسا کہ اگر دونون مسلمان رہے تو یہی حکم ہی اور اگر عامل مرتد ہو پس اگر وہ مسلمان ہوگیا تو بالاجماع جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ اُس صورت مین کہ عقد معاملہ ایک مسلمان اور ایک مرتد کے درمیان واقع ہوا ۔ اور اگر وہ مسلمان مین واقع ہوا پھر دونون مرتد مرگئے یا ایک مرتد ہوگیا تو حاصلات دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی اور عقد معاملہ عورت مرتدہ کا بالاجماع بلا خلاف جائز ہی ۔ ازانجملہ یہ شرط ہی کہ اگر ایسا درخت جسمین پھل موجود ہین معاملہ پر دیا تو پھل ایسی حالت مین ہون کہ ہنوز عامل کے کام سے زیادتی ہو ۔ پس اگر ایک خرما درخت جسمین طلع یا بسر ہین کہ سرخ یا سبز ہوگئے ہین مگر انکا بڑھنا پورا نہین ہوگیا ہی تو معاملہ جائز ہوگا ۔ اور اگر انکا بڑھنا پورا ہوگیا مگر ہنوز وہ رطب نہوئے ہون تو معاملہ فاسد ہوگا اور پوری حاصلات مالک درخت خرما کی ہوگی ۔ ازانجملہ یہ ہی کہ حاصلات دونون کے واسطے مشروط ہو پس اگر دونون نے ایک کے واسطے حاصلات مشروط کی تو معاملہ فاسد ہوگا ۔ اور ازانجملہ یہ ہی کہ بعض حاصلات جو ہر ایک کے واسطے مشروط ہی وہ مشترک ہے و معلوم القدر ہو یعنے تہائی و چوتھائی وغیرہ مقدار حصہ مشترک معلوم ہو اور ازانجملہ یہ ہی کہ جسمین عقد معاملہ قرار پایا ہی وہ عامل کے سپرد کرے یعنے اُسکے اور عامل کے درمیان تخلیہ کردے کوئی مانع اور کچھ لگاؤ نرکھے حتے کہ اگر دونون کے ذمہ اسمین کام کرنا عقد مین مشروط ہو تو معاملہ فاسد ہوگا اور واضح ہو کہ مدت کا بیان کرنا جواز معاملہ کے واسطے استحسانًا شرط نہین ہی کیونکہ بدون بیان مدت کے لوگون مین اسکا تعامل جاری ہی پس پہلا پھل جو سال کے اول مین آتا ہی اُسپر عقد معاملہ کا وقوع ہوگا یعنے اُسی پر مدت قرار دیجائیگی ۔ اور اگر کوئی زمین دی کہ اسمین رطاب کی کاشت کرے یا ایسی زمین دی جسمین جڑ رطبہ باقی تھین اور مدت بیان نکی پس اگر ایسی شی ہو کہ اُسکے جمنے و کاٹنے کی ابتدا و انتہا کا وقت معلوم نہو تو

معاملہ فاسد ہوگا اور اگر اُسکے کاٹنے کا وقت معلوم ہو تو معاملہ جائز ہے اور پہلی کٹائی جو واقع ہو اسی پر مدت کی انتہا قرار دیجائیگی جیسا پھلدار درختون مین ہوتا ہے۔ اور شرائط مفسدہ کے چند انواع ہین آز انجملہ یہ کہ تمام حاصلات دونون مین سے ایک کے واسطے مشروط ہو پس یہ شرط مفسد عقد ہے۔ از انجملہ یہ کہ دونون مین سے ایک کے واسطے کسیقدر قفیز معلومہ مشروط ہون۔ از انجملہ یہ کہ مالک زمین کے ذمہ کام مشروط ہو۔ از انجملہ یہ کہ حاصلات تقسیم ہونے کے بعد اُسکا اُٹھالانا اور حفاظت کرنا شرط کیا گیا ہو۔ از انجملہ یہ کہ اگر خرما کے پھل توڑنا یا انگور کے پھل توڑنا عامل کے ذمہ شرط کیے تو بلا خلاف یہ شرط مفسد ہے۔ از انجملہ کاشتکار کے ذمہ ایسے کام کی شرط کرنا جسکی منفعت مدت معاملہ گذرنے کے بعد باقی رہے جیسے کھاد ڈالنا و انگورون کی ٹٹیان کھڑی کرنا یا درخت جمانا و زمین گوڑنا اور جو اسکے مانند کام ہون کیونکہ یہ امور بمقتضائے عقد نہین ہین اور نہ ایسے ہین کہ ضرورات معقود علیہ اور اُسکے مقاصد مین سے ہون۔ از انجملہ یہ ہے کہ جسمین عامل کا کام بعقد معاملہ قرار دیا گیا ہے اُسمین معاملہ پر دینے والا شرکت رکھتا ہو تو معاملہ فاسد ہے چنانچہ اگر ایک باغ خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک شریک نے دوسرے شریک کو مدت معلومہ کے واسطے معاملہ پر دیا بدین شرط کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین تین تہائی ہو اس طرح کہ دو تہائی اُس شریک کی جسنے کام کیا ہے اور ایک تہائی اُس شریک کی جسنے کام نہین کیا ہے۔ تو ایسا معاملہ فاسد ہے اور تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی مگر جس شریک نے کام کیا ہے اُسکے واسطے دوسرے شریک پر کام کا اجر المثل واجب ہوگا۔ اور اگر دونون یون شرط کرتے کہ تمام حاصلات دونون مین بحساب ہر ایک کی ملک کے تقسیم ہوگی۔ تو معاملہ جائز ہوتا اور اگر شریک ساکت نے شریک عامل کو حکم دیا کہ جس سے درخت خرما کی نرمادی لگائی جاتی ہے وہ خرید کرے اور اُسنے خرید کی تو جسقدر دام اُسنے دیے ہین اُسکے آدھے دام اُس سے واپس لیگا۔ اور معاملہ جائز ہے خواہ عامل ایک شخص ہو یا زیادہ ہون چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دو شخصون کو بٹائی پر دیا تو جائز ہے خواہ اُسنے دونون عاملون کا حصہ برابر رکھا ہو یا کم زیادہ رکھا ہو پھر واضح ہو کہ معاملہ صحیحہ کے احکام چند انواع ہین آز انجملہ یہ کہ عقد معاملہ مین جن کامون کی ضرورت درختون و باغ انگور و رطبہ و اصول بادنجان وغیرہ کو اس قسم کی ہے جیسے سینچنا و نہر درست کرنا و حفاظت کرنا و درختان خرما کی نرمادی لگانا تو ایسے کام سب عامل کے ذمہ ہین اور جو کام ایسے ہین کہ اُنمین درختون و باغ انگور و زمین مین خرچ پڑتا ہے جیسے زمین مین کھاد دینا اور ایسی زمین گوڑنا جسمین انگور وغیرہ کے درخت و رطبہ ہے اور انگور کی ٹٹیان کھڑی کرنا اور اُسکے مثل کام جنمین خرچ ہے وہ دونون پر بقدر ہر ایک کے حق کے واجب ہوگا اور خرما کے پھل توڑنا اور انگور کے خوشہ چننا بھی اسمین داخل ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جو حاصلات ہو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگی از انجملہ یہ ہے کہ اگر درختون مین کچھ نہ آوے تو دونون مین سے کسیکو کچھ نہ ملیگا۔ از انجملہ یہ ہے کہ عقد معاملہ طرفین سے لازم ہوتا ہے حتے کہ دونون مین سے کسی کو انکار کا یا فسخ عقد کا بدون دوسرے کی رضامندی کے اختیار نہین ہے لیکن اگر کوئی عذر پیش آوے جسکا شرع مین اعتبار ہے تو فسخ کرسکتا ہے۔ از انجملہ یہ کہ عامل پر کام کے واسطے جبر کرسکتا ہے لیکن اگر عامل معذور

ہو تو ایسا نہین کر سکتا ہی ازانجملہ یہ کہ جو حصہ شرط کیا گیا ہی اسپر بڑھانا یا اس سے گھٹانا جائز ہی مگر اصل یہ ہی کہ بڑھانے مین بڑھانا اُسی صورت مین جائز ہوگا جب ابتداء سے عقد قرار دینا ہوسکے ورنہ نہین ہان گھٹانا دونون صورتون مین جائز ہی چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما آدہے کی بٹائی پر دیا اور پھل نکلے پس اگر انکا بڑھنا پورا نہو گیا ہو تو دونون مین سے ہر ایک کی طرف سے دوسرے کے حق مین حصہ مشروط پر کچھ حصہ بڑھا دینا جائز ہی اور اگر کیریون کا بڑھنا پورا ہو گیا تو عامل کیطرف سے مالک باغ کے واسطے بڑھانا جائز ہی اور مالک کیطرف سے عامل کے واسطے کچھ بڑھانا نہین جائز ہی ازانجملہ یہ ہی کہ عامل کو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسرے عامل کو معاملہ پر دیدے لیکن اگر مالک نے عامل سے یہ کہدیا ہو کہ اپنی رائے پر عمل کر تو دیسکتا ہی - اور واضح ہو کہ حکم معاملہ فاسدہ کے چند انواع ہین - ازانجملہ یہ کہ عامل پر کام کرنے کے واسطے جبر نہین کیا جا سکتا ہی - ازانجملہ یہ کہ پوری حاصلات مالک کو ملیگی اور مالک مین سے کچھ صدقہ نکر یگا ازانجملہ یہ کہ عامل کے کام کا اجر المثل پھلون کے پیدا ہونے پر نہین ہی بلکہ اجر المثل واجب ہوگا خواہ پھل پیدا ہون یا کچھ نہ پیدا ہو ازانجملہ یہ ہی کہ اجر المثل مقدار شئے پر مقدر ہوگا اُس سے زیادہ نہین دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اور امام محمد رح کے نزدیک پورا واجب ہوگا - یہ اختلاف اُس صورت مین ہی کہ عقد معاملہ مین دونون مین سے ہر ایک کا حصہ بیان کیا گیا ہو اور اگر بیان نکیا گیا ہو تو بلا خلاف پورا اجر المثل واجب ہوگا - اور واضح ہو کہ جو امور فسخ معاملہ مین عذر ہوتے ہین ازانجملہ یہ کہ عامل چور ہو یعنی مشہور ہو کہ اُسکی ذات سے پھلون کی نسبت خوف کیا جاوے اور جن امور سے عقد معاملہ خود فسخ ہو جاتا ہی وہ اقالہ کرنا ہی اور مدت معاملہ گذر جانا اور متعاقدین کا مرجانا کذا فی البدائع اور عقد معاملہ عامل کے بیمار ہونے سے فسخ ہو جاتا ہی بشرطیکہ کام کرنا اُسکو اس طرح مضر ہو کہ وہ کام سے ضعیف ہوتا ہو - اور اگر عامل نے چاہا کہ مین کام نکرون تو صحیح قول کے موافق اُسکو قابو نہ دیا جائیگا یہ تبیین مین ہی

دوسرا باب

متفرقات مین - اگر درختون مع انکی زمین کے یا انگورون مین بعض پھلون کے عوض معاملہ پر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک فاسد ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہی بشرطیکہ مدت معلوم ہو اور جزو مشاع لیئے مثلاً تہائی و چوتھائی وغیرہ کے بیان کر دیا ہو اور فتوے اس امر پر ہی کہ معاملہ جائز ہی اگرچہ مدت بھی بیان نہ کی ہو یہ مضمرات مین ہی اور رطبات و اصول بادنجان مین مساقات جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی - اگر باغ خرما یا اور درخت یا باغ انگور کسی شخص کو چند ماہ معلوم کے واسطے معاملہ پر دیا حالانکہ یقیناً یہ بات معلوم ہی کہ نخل یا شجر یا انگور مین اتنی مدت مین پھل نہ آویگا تو معاملہ فاسد ہی اور اگر اتنی مدت ہو کہ کبھی پھل آجاتا ہی اور کبھی نہین آتا ہی تو عقد معاملہ موقوف رہیگا پس اگر اس مدت مقررہ مین پھل آگیا تو معاملہ صحیح ہو جائیگا اور اگر نہ آیا تو فاسد ہو جائیگا اور یہ اسوقت ہی کہ اس مدت مین ایسا پھل آگیا ہو جیسا اس معاملہ مین امید ہی اور اگر ایسا پھل آیا کہ جیسا ایسے معاملہ مین مرغوب نہین ہوتا ہی تو معاملہ جائز نہوگا کیونکہ جو مرغوب نہین ہی اُسکا وجود و عدم یکسان ہی اور اگر اس مدت مقررہ مین درخت خرما مین پھل نہ آئے تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اس مدت کے بعد اس سال بھر مین ان درختون مین کچھ پھل پیدا نہوئے

یا کسی علت سے نہ آسکے تو معاملہ جائز ہی اور اگر اس مدت گذرنے کے بعد ہی سال مین انہین پھل آ گئے تو
معاملہ فاسد ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور اگر کوئی زمین پانچ سو برس کے واسطے معاملہ پر دی تو نہین جائز ہی اور اگر
سو برس کے واسطے دی حالانکہ دینے والے کی عمر بیس برس کی ہی تو جائز ہی اور اگر بیس سے زیادہ ہو تو نہین
جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر باغ خرما کسی شخص کو بعقد معاملہ اس شرط سے دیا کہ درخت و پھل دونون مین نصفا
نصف ہون پس اگر یہ درخت حد نمو و زیادتی کی حالت مین ہون تو عقد معاملہ درختون و پھلون دونون
کے حق مین جائز ہوگا اور اگر یہ درخت حد نمو و زیادت سے خارج ہو گئے ہون تو معاملہ فاسد ہی اور یہ
درختون کا حد نمو و زیادت سے خارج ہونا یون پہچانا جاتا ہی کہ جب پورے ہو جاوین اور پھل آجاوین
یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک باغ انگور معاملہ پر دیا حالانکہ انہین جو درخت ہین وہ سوائے
حفاظت کے کسی کام کے محتاج نہین ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ اگر اسکی حفاظت نہ کیجاوے
تو اسکے پھل پکنے سے پہلے ہاتھ سے جاتے رہین تو معاملہ جائز ہوگا اور اس صورت مین یہ حفاظت نمو و زیادت
کے واسطے کار معاملہ شمار ہوگی اور اگر ایسی حالت ہو کہ پکنے سے پہلے اگر حفاظت نکیجاوے تو کچے پھل ہاتھ
سے نہ جاوینگے تو معاملہ جائز نہوگا اور عامل کو ان پھلون مین سے کچھ حصہ نملیگا۔ اور اگر درختان جوز کسی
شخص کو معاملہ پر دیے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ انکا معاملہ جائز ہی اور عامل کو اسمین سے
حصہ ملیگا کیونکہ یہ سینچنے یا حفاظت کے محتاج ہوتے ہین حتے کہ اگر ان دونون باتون مین سے کسی کے
محتاج نہون تو معاملہ جائز نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور مختصر شیخ الاسلام خواہرزادہ رح مین
لکھا ہی کہ اگر کسی شخص نے باغ خرما دو شخصون کو بدین شرط معاملہ پر دیا کہ ایک عامل کے واسطے چھٹا حصہ
اور دوسرے کے واسطے نصف اور مالک کے واسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر کسی
شخص نے اپنا درخت خرما دو عاملون کو بدین شرط دیا کہ دونون اپنے پاس سے اسکی تلقیح کرین اس شرط سے
کہ پیداوار ہم سب مین تین تہائی ہوگی تو یہ جائز ہی اور اگر یون شرط لگائی کہ مالک درخت کے واسطے ایک
تہائی اور خاص اس عامل کے واسطے دو تہائی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے
واسطے دو تہائی حاصلات مشروط ہی سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہی اور جب معاملہ فاسد ہوا تو
پوری حاصلات مالک درخت کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے واسطے
دو تہائی حاصلات مشروط تھی اجر المثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمی یعنے سو درم سے زائد نکیا جائیگا پھر یہ عامل جسکے
واسطے دو تہائی مشروط تھی مالک زمین سے اپنے کام کا اجر المثل اور دوسرے عامل کے کام کا اجر المثل پورا
چاہے جسقدر ہو لے لیگا اور اگر مالک باغ نے عامل کے ذمہ بعضے کارہاے معاملہ کی شرط لگائی اور باقی کامون
سے سکوت کیا مثلاً سینچنے کے کام سے سکوت کیا پس وہ کام جس سے سکوت کیا ہی اگر ایسا کام ہو کہ پھلون کے
حاصل ہونے کے واسطے یہ کام ضروری ہی یعنے بدون اس کام کے مثلاً بدون سینچنے کے بالکل پھل نہ آوین یا کچھ
پھل آوین مگر ایسے نہ آوین کہ جیسی اس باغ سے امید تھی یا ایسے ہی پھل آوین جیسی اس باغ سے امید ہی لیکن
بدون سینچنے کے خشک ہو جاوین تو ان سب صورتون مین معاملہ فاسد ہوگا۔ اور اگر وہ کام جس سے

سکوت کیا ہے ایسا کام ہو کہ پھلوں کی پیدائش میں بالکل موثر یا پھلوں کے جید ہونے میں موثر ہو اور یہ بات
فی الحال معلوم ہو یا نہ فی الحال یہ معلوم ہو کہ یہ کام پھلوں کے جید ہونے میں موثر ہوگا یا نہوگا تو معاملہ جائز ہوگا اور
اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلوں کی پیدائش میں موثر نہیں ہے تو معاملہ جائز
ہوگا اگرچہ اسمیں مالک باغ کے ذمہ کام مشروط ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ سینچنا پھلوں کی پیدائش میں موثر ہے خواہ
اس طرح کہ بدون سینچنے کے بالکل پھل پیدا نہونگے یا پیدا ہونگے مگر سینچنے سے جید ہو جاوینگے تو معاملہ فاسد ہے اور اگر
یہ معلوم نہو کہ سینچنا پھلوں کی پیدائش میں کچھ موثر ہوگا یا نہوگا تو بھی معاملہ فاسد ہے اور اگر مالک باغ نے سینچنا اپنے
ذمہ شرط کیا اور باقی کام عامل کے ذمہ شرط کیے تو اس طرح کا معاملہ اور وہ معاملہ کہ جسمیں سینچنا اپنے ذمہ شرط کیا اور
باقی کام سے سکوت کیا ہے دونوں یکسان ہیں۔ اور اگر مالک باغ کے ذمہ حفاظت کرنا شرط کیا گیا پس اگر درختان
باغ ایسی جگہ میں واقع ہوں کہ وہاں حفاظت کی ضرورت نہیں ہے مثلاً باغ کے گرد چار دیواری ہے اور یہ چار دیواری
ایسی ہو کہ اس سے پوری حفاظت ہے تو اسکا حکم وہی ہے جو مالک زمین کے ذمہ سینچنے کی شرط میں جبکہ سینچنا پھلوں کی پیدائش
میں بالکل موثر نہ ہو مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما معاملہ پر اس شرط سے دیا کہ حاصلات
(یعنی پیداوار) دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور اس شرط سے کہ عامل سو درم کے عوض فلاں شخص کو کام کے واسطے
مزدور کرے تو یہ فاسد ہے بخلاف اسکے اگر یہ شرط لگائی کہ عامل سو درم پر کسی شخص کو اجیر مقرر کرے اور اجیر کو خود
معین نکیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک باغ خرما دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے باغ مذکور ایک عامل کو
دیا کہ اس سال اسکی پرداخت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا اسکا نصف عامل کا ہوگا اس نصف میں سے دو تہائی ایک کے
حصہ میں سے اور ایک تہائی دوسرے کے حصہ میں سے ہوگی اور باقی حاصلات دونوں مالکوں کے
درمیان اس طرح ہوگی کہ دو تہائی اس مالک کی ہوگی جسکے حصہ میں سے عامل کے واسطے تہائی مشروط ہے اور ایک
تہائی باقی دوسرے مالک کے واسطے ہوگی تو یہ جائز ہے اور اگر دونوں نے یوں شرط لگائی کہ باقی کی دو تہائی
اس مالک کی جسکے حصہ میں سے عامل کے واسطے دو تہائی مشروط ہے تو معاملہ فاسد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک
باغ خرما دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے اسکو مدت معلومہ کے واسطے ایک شخص کو اس شرط سے معاملہ
پر دیا کہ آدھی پیداوار عامل کی ہوگی اور آدھی دونوں مالکوں کے درمیان نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہے
اور یہ تو ظاہر ہے اور اگر دونوں نے یوں شرط لگائی کہ نصف حاصلات دونوں میں سے خاص اس مالک کی
ہوگی اسمیں کچھ کمی نہووے اور باقی آدھے میں عامل و دوسرا مالک نصفا نصف کے شریک ہونگے یا شرط کی کہ تین
تہائی کے شریک ہونگے تو یہ فاسد ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر باہم یوں شرط ٹھہرائی کہ عامل کی نصف حاصلات
ہوگی جسمیں سے ایک تہائی ایک مالک کے حصہ میں سے اور دو تہائی دوسرے کے حصہ میں سے ہوگی
اور باقی نصف دونوں مالکوں میں نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے
اپنا باغ خرما دو شخصوں کو دیا کہ دونوں اسکی پرداخت کریں۔ بدین شرط کہ خاص اس عامل کے واسطے
نصف پیداوار ہوگی اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہوگی اور مالک کے واسطے تہائی ہوگی تو یہ جائز
ہے کیونکہ اسنے دو عاملوں کو اس طرح اجیر کیا کہ ایک کو نصف پر اور دوسرے کو چھٹے حصے پر مقرر کیا

اسی طرح اگر مالک نے ایک عامل کے واسطے تہائی حاصلات شرط کی اور اپنے واسطے دو تہائی اور دوسرے عامل کے واسطے لینے اوپر سو درم مزدوری شرط کی تو بھی جائز ہے کیونکہ اسنے دونوں مزدوروں کو مختلف مزدوری پر مزدور مقرر کیا ہے اور یہ طور علیحدہ علیحدہ جائز ہے پس بحالت اجتماع بھی جائز ہوا اور اگر سب نے باہم یون شرط لگائی کہ مالک باغ کے واسطے تہائی حاصلات ہو اور خاص اس عامل کے واسطے دو تہائی ہو اور دوسرے عامل کے واسطے اس عامل پر جسکے واسطے دو تہائی مشروط ہے سو درم اجرت ہو تو عقد فاسد ہوگا کیونکہ یہ ایسی شرط ہے جسکو عقد معاملہ مقتضی نہین ہے کیونکہ معاملہ اس امر کو مقتضی ہوتا ہے کہ عاملون کی اجرت مالک باغ پر واجب ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر نصف باغ خرما معاملہ پر دیا تو نہین جائز ہے۔ اور اگر ایک شخص نے معاملہ پر باغ خرما اس شرط سے دیا کہ عامل اسمین کام کرے پھر درختان باغ و انکی حاصلات دونون مین نصفا نصف ہونگی تو یہ معاملہ فاسد ہے اور یہ واضح ہو کہ اس صورت مین اور کھیتی کی صورت مین فرق ہے یعنے اگر دوسرے کو ایسی زمین وہی جسمین کھیتی ہے جو ہنوز سبزا گا ہے اس شرط سے کہ اسکی پرداخت کرے اور سینچے یہان تک کہ کاٹنے کے لائق ہو جاوے اور جو کچھ اللہ تعالے کے فضل سے پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو درخت لگانے کے لائق زمین پودے جمانے کو اس شرط سے دی کہ درخت اور انکے پھل دونون مین مشترک ہونگے تو یہ جائز ہے اور اگر یہ شرط لگائی کہ درخت ایک کے ہونگے اور پھل دوسرے کے ہونگے تو یہ جائز نہین ہے کیونکہ اس شرط سے قطع شرکت ہوتی ہے کہ شاید اس مدت مین ان درختون مین پھل نہ آوین پس عامل کو کچھ حاصل نہوگا۔ اور اگر دونون نے یون شرط لگائی کہ پھل دونون مین نصفا نصف ہون اور درخت خالصۃً ایک کے ہون پس اگر یہ اس شخص کے واسطے شرط کیے جسکے پودے تھے تو یہ جائز ہے اور اگر اس شخص کے واسطے شرط کیے جسکے اپنے مال سے نہین خریدے تھے تو یہ فاسد ہے حالانکہ بدلیل قیاس یہ حکم ہے کہ دونون صورتون مین جائز نہو اور امام ابو یوسف رح سے بھی نوادر مین یہ روایت مروی ہے اور اگر دونون نے یہ شرط لگائی کہ پھل دونون مین مشترک ہون اور درختون کے ذکر سے سکوت کیا تو درخت اسکے ہونگے جسنے اپنے پاس سے دیے ہین یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی شخص نے اپنی زمین جو درخت جمانے کے لائق ہے دوسرے شخص کو چند سال معلومہ کے واسطے بدین شرط دی کہ اسمین درخت یا انگور کے درخت یا خرما کے درخت لگاوے اس شرط سے کہ اللہ تعالے کے فضل سے درخت یا درختان خرما یا درختان انگور جو تیار ہونگے وہ دونون مین نصفا نصف ہونگے اور اس شرط سے کہ زمین بھی دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ فاسد ہے اور جب ایسا معاملہ فاسد ہوا حالانکہ عامل نے اسی معاملہ پر زمین اپنے قبضہ مین لیکر اسمین نخل یا شجر یا درختان انگور لگائے اور انہین پھلون کی بہت حاصلات ہوئی تو سب درخت و شجر و درختان انگور مالک زمین کے ہونگے اور مالک زمین پر واجب ہوگا کہ عامل کو جتنے پودے لگائے ہین ان پودون کی قیمت اور اسکے کام کا اجر مثل ادا کرے اسی طرح اگر مالک زمین نے عامل کے واسطے زمین مین سے کچھ دینا شرط نہ کیا مگر یہ کہا کہ تو اس زمین مین شجر یا درختان خرما یا انگور لگا بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے اسمین سے پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور بدین شرط کہ تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے

[illegible]

یا ایک کر گیہون ہونگے یا اس زمین کے سواے جسمین پودے لگائے ہین دوسری زمین مین سے نصف
زمین اسکی واجب ہوگی تو یہ سب فاسد ہین یہ محیط مین ہے اور اگر پودے مالک زمین کیطرف سے ہون اور اُسنے اور مالک
زمین نے باہم یہ شرط کی کہ جو کچھ اسمین سے پیدا ہو وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ عامل کے
واسطے مالک زمین پر سو درم واجب ہونگے تو یہ فاسد ہے اور اگر اُسنے اسی قرارداد پر کام کیا تو حاصلات
دونون مین نصفا نصف ہوگی اور اگر پودے عامل کیطرف سے ہون اور دونون نے یون شرط کی کہ حاصلات
دونون مین نصفا نصف ہوگی اور یہ شرط کی کہ مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر سو درم واجب ہونگے تو یہ
فاسد ہے پس سب حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے اسی زمین کا اجر المثل واجب
ہوگا اور اگر پودے اور بیج مالک زمین کیطرف سے ہون اور باقی سب کلہ بحالہ ہو تو بھی فاسد ہے اور سب
حاصلات عامل کی ہوگی اور مالک زمین کے واسطے کاشتکار پر اُسکی زمین کا اجر المثل اور پودون کی قیمت واجب
ہوگی اور اُسکے بیجون کے مثل بیج واجب ہونگے اسی طرح اگر عامل نے بجاے سو درم کے گیہون یا جو اُن
مین سے کوئی جانور معین یا غیر معین مالک کے واسطے شرط کیا ہو تو یہ شروط بھی سب مفسد عقد کے معنی
مین ہین یہ مبسوط مین ہے۔ فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر کسی شخص نے کریا پھل آنے کے بعد اپنا باغ خرما دوسرے
کو معاملہ پر دیا پس اگر عامل کے کام سے ان پھلون مین زیادتی ہوتی کہ عامل انمین شریک ہوجاوے تو جائز
ہے اور اگر یہ استحقاق مین لے لیے گئے تو عامل مذکور اُس شخص سے جسنے اُسکو دیا تھا اپنا اجر المثل لے لیگا و یہ
یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اس غرض سے دی کہ اسمین اپنی طرف سے اشجار لیکر یا شاخہاے
کرم لیکر انگور لگا دے اور اسکے واسطے کوئی مدت مقرر نہ کی پس شخص مذکور نے پودے جما دیے پھر درختان انگور
تیار ہوگئے اور اشجار بڑے ہوگئے اور مالک زمین نے زمین سالانہ کسیقدر اجرت معلومہ کے عوض کرایہ پر لی پھر
مالک زمین نے شخص مذکور سے ایام بیع مین نوروز سے پہلے کہا کہ اس زمین سے اپنے درخت دور کر دے
تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر اُسنے پھل نکلنے کے وقت ایسا کہا تو اُسکو اختیار ہے اسواسطے کہ ایسے وقت مین لگانے
والے کو اپنے درخت اُکھاڑنے مین زیادہ ضرر ہوگا مؤلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر سال
پورا ہونے سے پہلے ایسا کہا حالانکہ شخص مذکور نے مالک زمین سے یہ زمین سالانہ اجارہ پر لی ہے تو مستاجر پر درخت
اُکھاڑنے کے واسطے جبر نہین کیا جاسکتا ہے اگرچہ وہ انکار کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ زید نے اپنے
ایک فرزند عمرو نامے کو ایک زمین دی تاکہ اسمین اپنی طرف سے درخت لگا دے بدین شرط کہ درختون سے
جو کچھ حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور کوئی مدت مقرر نہ کی پس عمرو نے اسمین درخت لگائے
پھر زید مر گیا اور عمرو کے ساتھ اور بھی وارث چھوڑے پھر باقی وارثون نے چاہا کہ زمین تقسیم کرنے کے واسطے
عمرو سے یہ زمین خالی کرا دین اور اُس سے کہین کہ اپنے درخت اسمین سے دور کرے تاکہ زمین تقسیم کیجاوے
تو شیخ رح نے فرمایا کہ اگر یہ زمین محتمل قسمت ہو تو ان سب مین موافق حصہ کے تقسیم کیجائیگی پس جسقدر عمرو کے
حصہ مین پڑے وہ زمین مع اُسکے درختون کے اُسکی ہوگی اور جسقدر غیرون کے حصہ مین آوے
اُسکی بابت عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ اپنے درخت اُکھاڑ کر زمین برابر کرے بشرطیکہ ان لوگون مین باہم صلح نہو جاوے

اور اگر یہ زمین محتمل تقسیم ہو تو عمرو کو حکم دیا جائیگا کہ سب درخت اُکھاڑ لے لیکن اگر زمین باہم کسی طور سے صلح ہو جاوے
تو ایسا نہیں ہے ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو اس شرط سے دی کہ اسمین درخت لگا دے بدین شرط کہ جو پیدا
ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا پھر مدت مقررہ گذر گئی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا چاہے درختون کی نصف
قیمت اُسکے بونے والے کو دیکر سب درخت اپنی ملک مین لے لے یا اُنکو اُکھاڑ دے یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے
اپنی زمین کسی عامل کو دی اُسنے مالک کے حکم سے اُسمین درخت لگا دیے پس اگر پودے مالک کے ہون تو درخت
مالک کے ہونگے اور اگر مالک نے عامل مذکور سے کہا ہو کہ میرے واسطے پودے لگا دے تو بھی یہی حکم ہے اور
عامل کے واسطے مالک پر اُسکے پودون کی قیمت لازم ہوگی - اور اگر یہ کہا ہو کہ اسمین پودے لگا دے اور یہ نہ کہا کہ
میرے واسطے لگا دے پس عامل نے اپنے پاس سے اسمین پودے لگائے تو یہ سب پودے عامل کے ہونگے
اور مالک اُس سے کہ سکتا ہے کہ انکو اُکھاڑ لے اور اگر یون کہا ہو کہ اسمین اس شرط سے پودے لگا دے کہ سب درخت
نصفا نصف مشترک ہونگے تو جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے - ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زمین اسواسطے دی
کہ اسمین درخت لگا دے اور پودے اُسکو دیدیے پھر مالک زمین نے کہا کہ پودے مین نے دیے ہین پس درخت
میرے ہین اور بونے والے نے کہا کہ وہ پودے تو میرے پاس سے چوری گئے اور مین نے اپنے پاس سے
پودے جمائے ہین پس درخت میرے ہین تو مشائخ نے فرمایا کہ درختون کے باب مین مالک زمین کا قول قبول
ہوگا کیونکہ یہ درخت اُسکی زمین سے متصل ہین اور جو پودے اُسنے جمانے والے کو دیے تھے اُنکی بابت عامل کا قول
مقبول ہوگا کہ چوری گئے یہان تک کہ عامل ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ امین تھا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
ایک شخص نے اپنی زمین دوسرے کو دی تا کہ وہ باغ انگور لگا دے تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور لگانے والے
کو جو اُسنے پودے وغیرہ لیے ہین اُنکی قیمت اور اُسکے کام کا اجر المثل ملیگا یہ جواہر الفتاوی مین ہے اگر ایک شخص
نے اپنا باغ انگور دوسرے کو معاملہ پر دیا اور ایک مدت تک عامل نے اُسکے کامون کی انجام دہی مین کوشش
کی پھر اُسکو چھوڑ کر چلا گیا پھر پھل پختہ ہونے کے وقت آیا اور حصہ شرکت طلب کیا پس اگر اُسنے مالک کو یہ
باغ انگور پھل برآمد ہونے کے بعد ایسی حالت مین واپس کیا کہ اگر یہ پھل اندازہ کیے جاتے تو کچھ قیمت
ہوتی تو اُسکی شرکت باطل نہوگی اور شرط سابق کے موافق وہ شریک ہوگا اور اگر پھل نکلنے سے پہلے اُسنے
واپس کیا یا بعد پھل نکلنے کے ایسے وقت واپس کیا کہ اگر اُسوقت قیمت اندازہ کیجاتی تو کچھ قیمت نہوتی تو
عامل مذکور ان پھلون مین شریک نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے - اگر ایک شخص نے اپنا رطبہ جو لینے کاٹنے کی میعاد پر
پہونچ گیا ہے دوسرے کو اس شرط سے دیا کہ یہ شخص اُسکی پرداخت کرے اور اُسکو سینچے یہان تک کہ اُسکے
بیج برآمد ہون بدین شرط کہ اللہ تعالے اُسکے بیجون مین سے جسقدر نصیب کریگا وہ ہم دونون مین مشترک ہونگے
تو استحساناً یہ جائز ہے اگرچہ دونون نے اسکا وقت نہین بیان کیا ہے - اسواسطے کہ بیج پک جانے کا وقت معلوم
ہے پس اُسکے بیج دونون مین مشترک ہونگے اور رطبہ فقط اُسکے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے یہ شرط
لگائی ہو کہ رطبہ دونون مین مساوی مشترک ہو تو معاملہ فاسد ہوگا کذا فی الظہیریۃ اگر شجر یا کرم یا نخل کے پودے
بوئے ہوئے جو زمین مین جم گئے ہین - مگر ہنوز اُنمین پھل نہین آئے ہین کسی دوسرے کو اس شرط سے دیے

کہ انکی پرداخت کرے اور پانی دے اور اُسکے نخل کی تلقیح کرے اور جو کچھ اسمین حاصلات ہوگی وہ دونون
مین نصفا نصف ہوگی تو ایسا معاملہ فاسد ہے لیکن اگر چند سال معلوم بیان کر دیے تو ہو سکتا ہے کیونکہ یہ نہین معلوم کر سکتے
کہ دونون مین نخل یا شجر یا کرم بارور ہونگے کیونکہ ایک ہی قسم کے درختون مین زمین کی قوت و ضعف کی وجہ سے
تفاوت ہو جاتا ہے یعنے کسی درخت کی زمین قوی ہوتی ہے اور کسی کی ضعیف پس اگر دونون سنے مدت معلومہ بیان
کر دی تو مقدار معقود علیہ یعنے عامل کے عمل کی مقدار معلوم ہو جائیگی پس معاملہ جائز ہوگا اور اگر انھون سنے
اسکو بیان نکیا تو جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی سنے اپنے درخت خرما کو تہائی پر دیا اور عامل سے چاہا کہ درختونا
مین پیوند کرے تو شاخ پیوند مالک کے ذمہ ہوگی پھر پیوند کا کام یعنے درخت مین آلہ سے شگاف کرنا جسمین شاخ
پیوند کرے اور جو اسکے مانند کام جس سے پیوند تمام ہو سب عامل کے ذمہ ہین اور مسئلہ ۲ انگور کا باغ لگانے مین
وہ شاخ جس سے دبہ لگایا جاوے مالک کے ذمہ ہے اور وہ کام جس سے دبہ لگ جاوے یعنے دبہ لگا دینا
عامل کے ذمہ ہے اسی طرح ستون مالک کے ذمہ اور انکا نصب نا باغ انگور مین عامل کے ذمہ ہے ایسے ہی ہمارے
دیار مین عرف و عادت جاری ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (یعنے انگور کے بیلات دینے کے واسطے ۱۲) یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک کاشتکار سنے ایک زمین مین بدون
حکم مالک زمین کے درختون کے پودے بو دیے پھر جب بڑے درخت ہو گئے تو دونون سنے ان درختون
کی بابت جھگڑا کیا پس اگر مالک نے یعنی اس امر کا مقر ہو کہ کاشتکار سنے یہ درخت میری زمین مین لگا دیے ہین تو
وہ کاشتکار کے ہونگے لیکن کاشتکار کے حق مین از راہ دیانت فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ سے حلال ہونگے اگر اُسنے
مالک کی بلا اجازت لگائے ہون اور اگر اُسنے مالک کی اجازت سے بدون شرط شرکت کے لگائے ہین تو اُسکے
حق مین حلال ہونگے یہ فتاویٰ کبریٰ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک پودا دیا تا کہ اسکو ایک گانون
والون کے نہر کے کنارے لگا دے اور اُسنے لگا دیا پھر جب وہ پودا درخت ہو گیا تو دینے والے سنے لگانے
والے سے کہا کہ تو میرا خادم تھا اور میرے عیال مین تھا مین سنے تجھے یہ پودا دیا تھا تا کہ تو اسکو میرے
واسطے جما دے پس درخت میرا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پودا اس جمانے والے کا
تھا تو درخت اُسیکا ہوگا۔ اور اگر پودا جسنے دیا ہے اُسکا ہو پس اگر جمانے والا اس دینے والے کے عیال مین
ہو کہ اُسکے واسطے ایسے کام کرتا ہو تو درخت اس دینے والے کا ہوگا کیونکہ ظاہر حال اُسکے واسطے شاہد ہے اور
اگر اُسکے واسطے ایسے کام نکرتا ہو اور نہ اُسکی اجازت و حکم سے یہ پودا جما دیا ہو تو درخت اس جمانے والے
کا ہوگا اور اُسپر واجب ہوگا کہ دینے والے کو پودے کی قیمت ادا کرے اسی طرح اگر کسی پودا لگانے والے
نے کسی شخص کی زمین سے کوئی پودا اُکھاڑ لیا پھر اُسکو زمین مین جما دیا تو یہ جمانے والے کا ہوگا اور اُسپر
واجب ہوگا کہ مالک زمین کو اُسکے پودے کی وہ قیمت جو اُسکے اُکھاڑ لینے کے روز تھی ادا کرے یہ فتاویٰ
قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص سنے اپنا باغ انگور کسی شخص کو معاملہ پر دیا پھر اسمین پھل آ گئے اور دینے والا
و اُسکے گھر کے لوگ ہر روز اس باغ مین جاتے اور پھل کھاتے اور اپنے ساتھ لاتے تھے اور عامل باغ مذکور
مین فقط کبھی کبھی جاتا تھا پس اگر دینے والے کے گھر کے لوگون سنے بلا اجازت اس دینے والے کے
پھل کھائے یا باندھ لائے ہین تو تاوان انھین لوگون پر لازم ہوگا دینے والے پر واجب نہوگا جیسے اجنبی

کی صورت مین حکم ہے یعنے اگر اجنبی نے بلا اجازت مالک ایسا کیا تو یہی حکم ہے۔ اور اگر ان لوگون نے دینے والے
کی اجازت سے ایسا کیا ہے حالانکہ یہ لوگ ایسے ہین کہ انکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہے تو دینے والا
حصہ عامل کا ضامن ہوگا جیسا کہ اگر وہ خود لیکر ان لوگون کو دیتا تو یہی حکم تھا اور اگر یہ لوگ ایسے نہون کہ
جنکا نفقہ اس دینے والے پر واجب ہے تو دینے والے پر ضمان واجب نہوگی کیونکہ وہ اس صورت مین سبب ہوا
تو یہ لازم آویگا کہ دینے والے نے لوگون کو مال غیر تلف کرنے کی راہ بتائی حالانکہ ایسی صورت مین ضمان
لازم نہین آتی ہے (پس اس صورت مین بھی ضمان لازم نہ آویگی لیکن یہ لوگ ضامن ہونگے) یہ فتاوے
کبرے مین ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا باغ خرما بٹائی پر اس شرط سے دیا کہ اُسکی پرداخت کرے اور پانی دے
اور سہاین نرمادی لگاوے پس جو کچھ اسمین اللہ تعالےٰ پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس
عامل نے اُسکی پرداخت کی اور اسمین نرمادی لگائی حتے کہ پھل آئے اور کیریان سبز ہوگئین پھر مالک مین مرگیا
تو قیاساً یہ حکم ہے کہ عقد معاملہ ٹوٹ جائیگا اور پھل جس حالت سے موجود ہین وہ وارثان مالک اور عامل کے
درمیان نصفا نصف ہونگے کیونکہ مالک نے عامل کو بعوض بعض حاصلات کے اجارہ پر لیا ہے حالانکہ اگر بعوض
کسی قدر دراہم معلومہ کے اجارہ پر لیتا تو دونون مین سے کسی کے رضا سے اجارہ ٹوٹ جاتا پس ایسا
ہی اس صورت مین بھی کہ بعض حاصلات کے عوض اجارہ پر لیا ہے اجارہ ٹوٹ جائیگا پھر یہ ٹوٹ جانا بوجہ کسی ایک
عاقد کے مرنے کے ایسا ہے کہ گویا دونون نے اپنی زندگی مین باہمی رضامندی سے توڑ لیا حالانکہ اگر یہ
زندگی مین باہمی رضامندی سے ایسی حالت مین کہ کیریان کچی ہین دونون اجارہ توڑتے تو یہ حاصلات دونو
مین نصفا نصف ہوتی پس ایسا ہی اس صورت مین ہے لیکن امام رحمہ اللہ تعالےٰ نے استحساناً فرمایا کہ عامل کو اختیار
ہوگا چاہے اس باغ کی پرداخت جیسے پہلے کرتا تھا کیے جاوے یہان تک کہ پھل پک جاوین اگرچہ
وارث لوگ اس بات کو مکروہ جانین۔ اسواسطے کہ مالک زمین کے مرنے سے عقد معاملہ ٹوٹ جانے مین عامل
کے حق مین ضرر رسانی اور اُسکے اُس حق کا ابطال ہے جسکا بسبب عقد معاملہ کے وہ مستحق ہوا تھا یعنے پھل
درختون پر پکنے کے وقت تک چھوڑ دینا حالانکہ اگر معاملہ ٹوٹ جاوے تو فی الحال اُسکو توڑ لینے لازم ہونگے
اور اسمین عامل کے واسطے ضرر ہے اور جس طرح نقض اجارہ ضرر دفع کرنے کی غرض سے جائز ہے اجارہ
باقی رکھنا بھی دفع ضرر کی غرض سے جائز ہے۔ اور جیسے دفع ضرر کی غرض سے ابتداءً انعقاد عقد ہو جانا جائز
ہے تو اس عقد کا باقی رکھنا تاکہ ضرر دور ہو بدرجہ اولےٰ جائز ہے اور اگر عامل نے کہا کہ مین آدھی کیریان لیے
لیتا ہون تو اُسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اُسکی ذات سے ضرر دور کرنے کے واسطے تھا
پھر جب اُسنے اپنے اوپر ضرر کا التزام کر لیا تو مالک زمین کے مرنے سے عقد ٹوٹ جائیگا لیکن عامل کو یہ اختیار
نہین ہے کہ مالک زمین کے وارثون کو ضرر لاحق کرے پس وارثون کو اختیار حاصل ہوگا چاہین ان کیریون
کو توڑ کر عامل کے ساتھ نصفا نصف بٹوارہ کر لین اور اگر چاہین تو عامل کو کیریون کی نصف قیمت دیدین۔ اور
تمام کیریان اُنکی ہو جائینگی۔ اور اگر چاہین تو کیریان پختہ ہونے تک جو کچھ خرچ پڑے وہ اُٹھاوین پھر عامل
کے حصہ کے ثمن سے اپنا نصف خرچ واپس لین اور اگر عامل مرگیا تو اُسکے وارثون کو اختیار ہے۔ کہ

معاملہ کے باغ وغیرہ پر سابق دستور دستی سے کام کرین اگرچہ مالک زمین اس پر راضی نہو کیونکہ یہ لوگ
عامل کے قائم مقام ہین - اور اگر عامل کے وارثون نے کہا کہ ہم ان کیریون کو توڑ کر تقسیم کیے لیتے ہین تو
مالک زمین کو وہی اختیارات حاصل ہونگے جو پہلی صورت مین ہمنے مالک کے وارثون کے واسطے
بیان کیے ہین - اور اگر دونون مرگئے تو درختون کی پرداخت کرنے یا نکرنے مین عامل کے وارثون کا اختیار
ہے کیونکہ عامل کو اپنی زندگی مین مالک زمین کے مرجانے کی صورت مین ایسا اختیار تھا اور وارث
لوگ اُسکے قائم مقام ہین پس انکو بھی یہی اختیار ہوگا اور یہ امر از باب توریث اختیار نہین ہے بلکہ از باب
خلافت ہے کہ جو حق مورث کو باستحقاق حاصل تھا یعنی پھل پختہ ہونے تک پھلون کو درخت پر لگا رکھنا
وہ وارثون کو بطور خلافت حاصل ہوگا اور اگر ان وارثون نے درختون کی پرداخت کرنے سے انکار کیا تو
وارثان مالک زمین کو ویسے ہی اختیارات حاصل ہونگے جیسے ہمنے صورت اولیٰ مین بیان کیے ہین
اور اگر دونون مین سے کوئی نہ مرا لیکن معاملہ کی مدت گذر گئی حالانکہ اُسوقت تک کیریان ابھی سبز کچی ہین تو
یہ صورت اور موت کی صورت دونون یکسان ہین یعنی اختیار عامل کو حاصل ہوگا اگر چاہے تو بدستور سابق
کام کرتا رہے یہانتک کہ پھل پختہ ہو جاوین اور پھر دونون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے لیکن اس صورت
مین یہ بات ہے کہ اگر عامل نے پھلون کا درخت پر لگا رکھنا اختیار کیا تو اُسوقت سے پختہ ہونے تک اپنے حصہ
کا نصف اجر المثل واجب ہوگا یہ مبسوط مین ہے اگر ایک شخص نے اپنا باغ انگور بٹائی پر دیا پھر عامل سال کے
اندر مرگیا اور مالک نے بدون حکم قاضی پھلون کے پختہ ہونے تک خرچ اٹھایا تو متبرع نہوگا بلکہ پھلون سے
وصول کر لیگا اور عامل کو پھلون مین سے اپنے حصہ لینے کی کوئی راہ نہوگی جب تک کہ مالک کا خرچ ندیدے اور
یہی حکم مزارعت مین ہے - اور اگر عامل غائب ہوگیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مالک زمین اپنا خرچ واپس نہین
لے سکتا ہے یہ سراجیہ مین ہے - اگر مرد آزاد نے اپنا باغ خرما کسی غلام مجبور یا طفل مجبور کو بٹائی پر دس سال کے واسطے
دیا بدین شرط کہ اسکے کامون کی پرداخت کرے اور اسکو سینچے اور نرمادہ کی لگاوے اور جو کچھ
اللہ تعالیٰ اسمین پیدا کریگا وہ ہم دونون مین نصفا نصف ہوگا پس عامل مذکور نے اسی معاملہ پر کام کیا تو
استحسانًا اگر غلام و طفل مذکور کام کرنے سے صحیح سالم بچ رہا تو سب حاصلات اُسکے و مالک کے درمیان
نصفا نصف ہوگی اور اگر عامل مذکور اس کام سے غلام مذکور یا طفل مذکور مرگیا پس غلام کی صورت مین
تمام حاصلات مالک باغ کی ہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ غلام کے مالک کو غلام کی قیمت ادا کرے اور اگر طفل
مجبور عامل ہو تو حاصلات مالک اور طفل کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور مالک باغ کی مددگار
برادری پر اسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے - غلام ماذون یا طفل ماذون نے اپنا باغ خرما کسی کو بٹائی پر
دیا اور ہنوز عامل نے کام نکیا تھا کہ دینے والا مجبور کیا گیا تو معاملہ نہ ٹوٹیگا اسواسطے کہ معاملہ طرفین سے لازم
ہوتا ہے حتے کہ غلام کو قبل عامل کے کام کرنے کے معاملہ توڑنے کا اختیار نہین ہے پس معاملہ ٹوٹنے کے حق مین
اُسکا مجبور ہونا کارآمد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر غلام مجبور یا طفل مجبور نے جسکے قبضہ مین ایک باغ خرما ہے دوسرے
کو آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے کام کیا تو پوری حاصلات مالک باغ کی ہوگی پھر اگر دینے والا طفل

محجور رہو تو عامل کو کبھی کچھ اجرت نہ ملیگی نہ فی الحال اور نہ طفل مذکور کے بالغ ہونے کے بعد اور اگر غلام محجور ہوا تو فی الحال نہیں مل سکتی ہے مگر غلام آزاد ہو جانے کے بعد اُس سے اپنی اجرت کا مواخذہ کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے ایک کاشتکار نے زمیندار کی زمین میں درخت جمائے پھر مدت معاملہ منقضی ہو گئی پس اگر اُسنے زمیندار کے واسطے جمائے ہوں تو کاشتکار متبرع ہو گا اور اگر زمیندار نے اُسکو حکم دیا ہو کہ انکو میرے لیے خرید کر میرے واسطے جما دے تو بھی یہ درخت زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہو گا کہ کاشتکار نے جتنے داموں کو یہ درخت خریدے ہیں وہ کاشتکار کو دیدے اور اگر کاشتکار نے اپنے واسطے زمیندار کی اجازت سے لگائے ہیں تو کاشتکار کے ہونگے اور زمیندار کو اختیار ہو گا کہ اُس سے کہے کہ یہاں سے اُکھاڑ لے اور زمین برابر کر دے ایک گانوں کے لوگوں نے متفق ہو کر ہر ایک نے تھوڑا تھوڑا بیج لا کر ایک معلم کے واسطے بویا تو جو کچھ پیداوار ہو وہ بیج والوں کی ہو گی اسواسطے کہ اُن لوگوں نے بیج معلم کو نہیں سپرد کیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک نہر دو آدمیوں میں مشترک ہے اُسکے کنارے درخت لگے ہوئے ہیں پھر دونوں میں سے ہر ایک نے ان درختوں کا دعوے کیا کہ خاصۃً میرے ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر انکا لگانے والا معلوم ہو جاوے تو اُسکے ہونگے اور اگر نہ معلوم ہو تو جسقدر درخت دونوں میں سے کسی کی خاص ملک میں ہوں وہ اُسکے ہونگے اور جسقدر دونوں کی مشترک جگہ میں ہوں وہ دونوں میں مشترک ہونگے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے باغ انگور کو ایک شخص سے باجارہ طویلہ اجارہ پر لیا پھر اُسنے درختوں و زراعتوں کو خریدا پھر درختوں و زراعتوں کو بعقد معاملہ دوسرے شخص کو دیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک کاشتکار نے بٹائی پر پیاز بویا اور تھوڑا اکھاڑا اور تھوڑا ویسا ہی بغیر اکھاڑا چھوڑ دیا پھر مدت معاملہ گذر جانے کے بعد کاشتکار نے پانی دیئے اور اُگانے سے وہ اُگا تو جسقدر ایسا اُگا ہے جو زمین میں تھا اکھاڑا نہیں گیا تھا وہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان اُس شرط کے موافق جو باہم قرار پائی تھی مشترک ہو گا اور جو ایسا اُگا ہے جو اُکھاڑ لیا گیا تھا پھر زمین سے بھی اُکھڑ گیا تھا تو وہ اُس کاشتکار کا ہو گا جسنے اُسکو سینچکر اُگایا ہے اور اُسپر ضمان استہلاک واجب ہو گی اور اگر بدون سینچنے کے اُگا ہو تو چاہیے کہ دونوں کے درمیان اِس حساب سے تقسیم ہو کہ جسقدر ہر ایک کا بیجوں میں حق تھا اُسی حساب سے یہ پیداوار ہر ایک کو ملے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے گانوں کے حوض کے کنارے ایک درخت جما دیا پھر اسکے بعد اُسکو کاٹ لیا پھر اُسکی جڑ پھوٹی اور درخت ہوا تو یہ بھی اُسیکا ہو گا جسنے پودا جما دیا تھا کیونکہ اُسی کی ملک کی شاخ ہے یہ وجیز کردری میں ہے نوازل میں ہے کہ خربوزوں کے ایک فالیز میں کچھ بقیہ رہگیا تھا اُسکو لوگوں نے لوٹ کھایا پس اگر وہ بقیہ اسی واسطے چھوڑا گیا تھا کہ جسکا جی چاہے لے لے تو اسمیں کچھ خوف نہیں ہے جیسا کہ اگر کھیتی کاٹ لی اور کھیت میں کچھ بالیاں رہگئیں تو اُسکے چن لینے میں ڈر نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے عامل پر واجب ہے کہ اپنے آپ کو حرام سے بچاوے اور اُسکے حق میں جائز نہیں ہے کہ ہانڈی پکانے میں درختوں و خشک شاخوں میں سے کچھ جلا دے اور نہ دعائم و عریش میں سے نکالکر جلانا جائز ہے اور جب وقت بیچ کے خشک شاخیں دور کی گئیں اور باغ انگور سے باہر نکالی گئیں تو اُسکے حق میں ان خشک شاخوں میں سے لے لینا حلال نہیں ہے اور بدون اجازت

مالک باغ سے کہ اپنے مہمان وغیرہ کے واسطے باغ میں سے انگور یا اور پھل باہر لانا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ
قاضی خان میں ہے ایک مریض نے اپنا باغ خرما آدھے کی بٹائی پر دیا اور عامل نے اسکی پرداخت کی اور
نگہداشت کی اور سینچا یہاں تک کہ پھل آئے پھر مالک باغ مرگیا اور سوائے اس باغ و اسکے پھلوں
کے کچھ مال نہ چھوڑا تو ان پھلوں کو دیکھا جائیگا کہ شگوفہ برآمد ہو کر کفرے ہو جانے کے روز انکی کیا قیمت
تھی پس اگر انکی نصف قیمت عامل کے اجر المثل کے برابر یا کم ہو تو عامل کو آدھے پھل ملینگے اور اگر
اسکے اجر المثل سے زیادہ ہو تو جس روز عقد واقع ہوئی ہے اس روز عامل کے اجر المثل کی طرف
لحاظ کر کے بقدر اسکے اجر المثل کے دیا جائیگا پھر بعد اسکے پورے حصہ تک رہا ہے وہ میت کے
تہائی ترکہ میں سے عامل کو بطور وصیت دیا جائیگا لیکن اگر عامل مذکور وارث ہو تو اسکو وصیت میں کچھ
نہ ملیگا۔ اور اگر مریض پر اسقدر قرضہ ہو کہ اسکے تمام مال کو محیط ہے پس اگر نصف کفرے کی قیمت وقت طلوع
کے اسکے اجر المثل کے برابر ہو تو قرضخواہوں کے ساتھ تمام پھلوں کے نصف کے ساتھ
شریک کیا جائیگا۔ اور اگر نصف کفری کی قیمت اسکے اجر المثل سے زائد ہو تو قرضخواہوں کے ساتھ بقدر اپنے اجر
المثل کے شریک کیا جائیگا اور اگر تندرست آدمی نے مریض کو اپنا باغ خرما اس شرط سے بٹائی پر دیا کہ عامل کو سو اور اسکے
ہزار حصوں میں سے ایک حصہ ملیگا پس مریض نے اپنے مزدوروں و مددگاروں سے باغ مذکور میں کام
کیا اور سینچا اور نگہداشت کی یہاں تک کہ پھل پیدا ہوا ہے پھر عامل مریض مرگیا اور سوائے اس عمل معاملات
کے کچھ مال نہ چھوڑا حالانکہ اسپر قرضہ ہے اور مالک باغ اسکے وارثوں میں سے ہے اور عامل مذکور کے کام کا اجر
المثل اسکے حصہ سے زائد ہے تو اسکو فقط اسی قدر مل سکتا ہے جسقدر اسکے واسطے شرط ہے کیونکہ مریض کا تصرف
اس صورت میں ایسی چیز میں ہے جس سے وارثوں کا اور قرضخواہوں کا کچھ حق متعلق نہیں ہے یعنی منافع بدن
یہ مبسوط میں ہے۔ ایک قوم کی مشترک نہر کے کنارے کچھ درخت لگے ہیں اور یہ نہر ایک کوچہ غیر نافذہ
میں جاری ہے اور بعض درخت اس محلہ کے درمیانی میدان میں لگے ہیں پھر اس کوچہ کے آدمیوں میں
سے بعض نے دعوےٰ کیا کہ ان درختوں کا لگانے والا فلان شخص ہے اور میں اسکا وارث موجود ہوں
اور اہل محلہ مذکور نے اس سے انکار کیا تو مدعی سے اسکے دعوے کے گواہ طلب کیے جاوینگے پس اگر اسکے
پاس گواہ نہوں تو جسقدر درخت اس نہر کے حریم سے باہر لگے ہوں وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک
ہونگے اور جسقدر حریم نہر پر واقع ہوں تو وہ سب نہر والوں میں مشترک ہونگے کیونکہ جب درخت لگانے
والا معلوم نہوا اور نہ پودوں کا مالک معلوم ہوا تو یہ زمین حکم قرار دی جائیگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں
ہے فتاویٰ ابواللیث رحمہ اللہ میں ہے کہ ایک درخت ایک شخص کی زمین میں ہے اسکی بعضی جڑیں جاکر
دوسرے کی زمین میں اُگیں پس اگر دوسری زمین والے نے پانی دیکر اُگایا ہو تو اُگا یا ہوا اسیکا ہوگا اور
اگر خود اُگا ہو تو درخت کے مالک کا ہوگا بشرطیکہ دوسرا زمین والا اس امر کی تصدیق کرے کہ یہ اسکے درخت
کی جڑ پھوٹی ہے اور اگر اُسنے تکذیب کی تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص
کی گٹھلی کو ہوا دوسرے کے باغ انگور میں اُڑا لیگئی اور وہاں اُس سے درخت اُگا تو مالک باغ کا ہوگا

اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہین ہے اسیطرح اگر کسی کا اخروٹ دوسرے کے باغ انگور مین جا پڑا اور
وہان اُگا تو یہ درخت مالک باغ کا ہوگا اسواسطے کہ گویا ضائع ہوجانے کے بعد گٹھلی سے یہ درخت
اُگا ہے پس یہ صورت اور صورت اول دونون یکسان ہین یہ فتاوے کبرے مین ہے۔ اگر باغ خرما مین
پھل برآمد ہونے کے بعد زمین و درخت سب استحقاق مین لے لیے گئے تو یہ سب صاحب استحقاق کے
ہونگے اور عامل اُس شخص سے جسنے اُسکو معاملہ پر باغ مذکور دیا تھا اپنا اجر المثل لے لیگا اور اگر کچھ پھل
برآمد نہوئے ہون تو عامل کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین عتابیہ سے منقول ہے۔ ایک شخص کے درخت کی
دوسرے کی ملک مین جاکر جڑین پھوٹین اور پودے پیدا ہوئے پھر مالک درخت نے یہ پودے
کسی شخص غیر کو سوا اُس زمین کے مالک کے ہبہ کر دیے پس اگر یہ پودے ایسے ہون کہ درخت
اصل قطع کیے جانے پر خشک ہوجاوین تو ہبہ جائز نہوگا اور اگر خشک نہون تو ہبہ جائز ہوگا یہ فتاوی کبرے
مین ہے۔ اگر عامل نے مدت معاملہ کے اندر زمیندار کے باغ انگور مین پودے لگائے پھر مدت معاملہ گذر گئی
تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے زمیندار کے واسطے لگائے ہین تو درخت زمیندار کے ہونگے اور عامل متبرع ہوگا
اور اگر زمیندار نے اُسکو حکم دیا ہو کہ پودے میرے واسطے خرید کر میرے باغ مین لگا دے تو بھی یہ درخت
زمیندار کے ہونگے مگر زمیندار پر واجب ہوگا کہ جتنے درمون کو اُسنے خریدے ہین وہ عامل کو دیدے
اور اگر اُسنے زمیندار کی اجازت سے اپنے واسطے لگائے ہون تو درخت اُسکے ہونگے مگر زمیندار اُسکو
اُکھاڑ لینے کے واسطے حکم دیسکتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایسے شخص نے جسکے پاس باغ انگور بٹائی پر تھا
شہتوت کے پتے کسی کے ہاتھ فروخت کر دیے حالانکہ مالک باغ سے اجازت نہ لی تو دیکھا جائیگا کہ
اگر پتے باقی موجود ہونے کی حالت مین مالک باغ نے بیع کی اجازت دیدی تو ثمن اُسکو ملیگا اور
اگر مشتری نے یہ پتے تلف کر دیے پھر مالک نے اجازت دی یا نہ دی تو اُسکو ثمن مین سے کچھ نہ ملیگا ہان
اُسکو اختیار ہوگا چاہے عامل سے تاوان لے یا مشتری سے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے درخت
بٹائی پر لیے مگر درختون مین بالکل پھل نہ آیا پھر مالک نے یہ درخت فروخت کر دیے تو بیع نافذ ہوجائیگی
اور معاملہ فاسد ہوجائیگا کیونکہ عامل نے اُنکو بعوض پیداوار کے اجارہ پر لیا تھا اور جب اُنمین کچھ پیدا نہوا
تو عامل کا حق اس سے متعلق نہوا پس بیع صحیح ہوگئی اور اگر اُسنے درختون کی حفاظت کی اور سینچا ہے
تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے واسطے ایسا کیا تھا اور اُسکا حق پھلون سے متعلق تھا اور پھل پیدا
نہوئے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلان باغ خرما معاملہ پر لے پس
وکیل نے ایسی شرط سے لیا کہ جسکے اندازہ مین لوگ خسارہ برداشت کرتے ہین تو یہ معاملہ موافق شرط کے
موکل کے حق مین جائز ہوگا اور مالک درخت ہی اپنے حصہ کے وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اگر وکیل نے
عامل کے حق مین اسقدر کم حصہ شرط کیا کہ جسقدر لوگ انداز قیمت مین خسارہ برداشت نہین کرتے ہین تو عامل
کے ذمہ لازم نہوگا لیکن اگر چاہے تو قبول کر لے پھر اگر اُسنے کام کیا خواہ اپنا حصہ جانتا ہو یا نجانتا ہو تو اُسکو
وہی حصہ ملیگا جو اُسکے واسطے شرط کیا گیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما دوسرے کو دیکر وکیل

کیا کہ اسکو اس سال کے واسطے بٹائی پر دیدے پس وکیل نے اسقدر خسارہ پر دیا کہ لوگ اندازِ قیمت مین اتنا
خسارہ نہین اٹھاتے ہین اور عامل نے اُسمین کام کیا تو پوری حاصلات درختون کے مالک کی ہوگی اور عامل
کے واسطے وکیل پر اپنے کام اجر المثل واجب ہوگا۔ اور مزارعت مین اگر ایسا واقع ہو تو جو کچھ پیداوار کاشتکار و وکیل
کے درمیان موافق شرط کے مشترک ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے درخت دوسرے کو اس شرط
سے دیئے کہ انکی پرداخت کرے اور جنمین باندھنے کی ضرورت ہو انکو باندھے اور جنمین تشذیب کی ضرورت
ہو انکی تشذیب کرے پھر عامل نے درختون کے باندھنے مین تاخیر کی یہانتک کہ انکو پالا مار گیا حالانکہ یہ درخت
ایسے تھے کہ اگر باندھے نجاتے تو انکو پالا مار جاوے تو پالے سے جسقدر نقصان ہوا ہے اسکا عامل مذکور
ضامن ہوگا یہ فتاوی کبری مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کو باغ خرما یا درختون کے معاملہ مین وکیل
کیا پس اگر عامل کی طرف سے وکیل ہو تو باتفاق روایات حصہ عامل وصول کرنے کا وہی متولی ہوگا
اور اگر درختون کے مالک کی طرف سے وکیل ہو تو کتاب المعاملہ کی روایت کے موافق وکیل کو مالک باغ کے
حصہ وصول کرنے کا اختیار نہین ہے اور کتاب الوکالہ کی روایت کے موافق اختیار ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے
اگر عامل نے زمین مین زمین دینے والے کی اجازت سے درخت خرما یا انگور یا اور قسم کے درخت لگائے پھر
جب وہ بڑے ہو کر پھل لائے تو کسی دوسرے شخص نے اپنا استحقاق ثابت کیا تو وہ اپنی زمین لیگا اور
درختان خرما و انگور وغیرہ جو درخت اُسمین لگائے گئے ہین اُکھڑوا دیگا اور جب دونون ان درختان کو اکھاڑینگے
تو دونون سے بالاتفاق وہ نقصان جو اُکھاڑنے سے زمین مین پیدا ہو گیا ہے تاوان لیگا اور درخت جمانے
والا اسکو نقصان غرس بھی دیگا یہ امام اعظم رح کا اور آخر قول امام ابو یوسف رح کا ہے اور عامل نے اُکھاڑنے اور
درخت جمانے کا جو کچھ نقصان تاوان دیا ہے وہ اس شخص سے جسنے زمین اسکو دی تھی واپس لیگا اور اول
قول امام ابو یوسف رح کے موافق اور یہی قول امام محمد رح کا ہے استحقاق ثابت کرنے والے کو اختیار ہے کہ یہ سب
نقصان اُس شخص سے لے جسنے عامل کو زمین دیدی تھی امام محمد رح کے نزدیک غصب کرنے والا مثل تلف
کرنے والے کے ضامن ہے اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک استحقاق ثابت کرنے والا یہ
تاوان تلف کرنے والے سے لے سکتا ہے نہ غصب کرنے والے سے پھر جسنے درخت لگائے ہین یعنی تلف
کرنے والا وہ اس مال تاوان کو اُس شخص سے جسنے اسکو زمین دی ہے یعنے غاصب سے واپس لیگا کیونکہ
اُسنے درخت جمانے والے کو باہمی عقد معاوضہ مین دھوکا دیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا باغ خرما
آدھے کی بٹائی پر دیا اور یہ نہ کہا کہ اپنی رائے پر عمل کرے پھر عامل نے دوسرے عامل کو بٹائی پر دیدیا اور اُسنے کام
کو انجام دیا تو جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ مالک باغ کی ہوگی اور دوسرے عامل کے واسطے پہلے عامل پر اپنے
کام کا اجر المثل جاہے جسقدر ہو واجب ہوگا اور پہلے عامل کو کچھ اُجرت نہ ملیگی اور واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ اجر المثل
جاہے جسقدر ہو یہ امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح و امام اعظم رح کے قول مین یہ ہے کہ اجر المثل بقدر مسمی
سے زیادہ نہ کیا جائیگا کذا فی المحیط۔ اور اگر دوسرے عامل کے پاس تمام پھل جو درختون پر لگے تھے درختون
پر خراب ہو گئے بدون اسکے کہ دوسرے عامل کے فعل کا اسمین کچھ دخل ہو تو دونون مین سے کسی پر

تاوان لازم نہوگا اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جسمین اُسنے عامل اول کے حکم کے برخلاف کیا ہی خراب ہوگئے تو مالک کے واسطے اسکا تاوان دوسرے عامل پر واجب ہوگا نہ عامل اول پر۔ اور اگر عامل ثانی کے فعل سے جسمین اُسنے عامل اول کے حکم کے برخلاف نہین کیا ہی خراب ہوگئے تو باغ کے مالک کو اختیار ہی کہ دونو مین سے جس سے چاہے تاوان لے پس اگر اُسنے عامل اول سے تاوان لینا پسند کیا تو اول یہ مال تاوان دوسرے عامل سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر اُسنے دوسرے سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان عامل اول سے واپس لیگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ مالک نے عامل اول سے یہ نہ کہا ہو کہ آئین اپنی راے سے عمل کرے اور اگر یہ کہا ہوا ور اُسکے واسطے آدھی حاصلات شرط کردی ہو اور اُسنے دوسرے کو تہائی پیداوار پر دیدیا تو یہ جائز ہی اور جو کچھ پھل پیدا ہون اُنمین سے آدھے مالک باغ کے اور چھٹا حصہ عامل اول کا ہوگا اور تہائی دوسرے کی اور امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر مالک نے عامل سے یہ نہ کہا کہ آئین اپنی راے سے عمل کرے اور اُسکے واسطے کچھ شئی معلوم شرط کردی اور عامل اول نے دوسرے کے واسطے بھی یون ہی شرط کی تو دونون فاسد ہین اور عامل اول پر تاوان لازم نہوگا کذا فی البدائع

کتاب الذبائح

آسمین تین باب ہین

باب اول - ذکوۃ کے رکن و شرائط و حکم و انواع کے بیان مین

قال المترجم ذکوۃ بذال معجمہ در اصل لغت معنی گردن کاٹنا و مراد شرعی طور سے جس سے شرع مین جانور حلال ہوجاوے گردن کاٹنا ہی قال - ذکوۃ دو قسم کی ہوتی ہی ایک اختیاری دوسری اضطراری پس جو جانور ذبح کیے جاتے ہین انمین ذکوۃ اختیاری کا رکن ذبح کرنا ہی جیسے بکری و گاے وغیرہ اور جو جانور نحر کیے جاتے ہین انمین نحر کرنا ذکوۃ اختیاری کا رکن ہی جیسے اونٹ مگر ذبح یا نحر کا رکن ہونا اُسوقت ہی کہ جب ذبح و نحر پر قادر ہو پس بدون ذبح و نحر کے یہ جانور حلال نہونگے - اور ذبح یعنے بریدن رگہاے گلواے گردن کی رگین کاٹنا اور اسکا محل اوپر کی گردن کے کنارہ اور دونون جبڑون کے بیچ مین ہی اور نحر یعنے بریدن رگہاے گلواے گردن کی رگین کاٹنا مگر اسکا محل آخر حلق ہی اگر کسی نے جو جانور ذبح کیا جاتا ہی اُسکو نحر کیا یا جو نحر کیا جاتا ہی اُسکو ذبح کیا تو حلال ہوگیا کیونکہ گردن کی رگین کٹ گئین - مگر یہ مکروہ ہی اسواسطے اونٹ کے حق مین سنت یہ ہی کہ نحر کیا جاوے اور سواے اونٹ کے دوسرے جانورون مین ذبح کرنا مسنون ہی یہ بدائع مین ہی اور جامع صغیر مین لکھا ہی کہ ذبح کرنے مین اوپر کی گردن یا بیچ کی گردن یا نیچے کی گردن مین جہان ذبح کرے کچھ ڈر نہین ہی اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک بز قصاب نے اندھیری رات مین ایک بکری ذبح کی اس طرح کہ حلقوم سے اوپر یا حلقوم سے نیچے کاٹ دیا تو اُسکا کھانا حرام ہی کیونکہ اُسنے ذبح یعنے حلقوم کے سواے دوسری جگہ سے ذبح کی - اور اگر اُس صورت مین قصاب مذکور بعض مقام کاٹنے پایا تھا کہ اُسکو معلوم ہوگیا پس نیچے دوبارہ گردن کاٹی قبل اسکے کہ پہلے کاٹنے سے بکری مرجاوے تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر اُسنے پہلی دفعہ

پورا کاٹ دیا تھا تو ایسی صورت مین وہ بکری حلال ہوگی کیونکہ پہلے زخم سے بنسبت دوسرے کے وہ بکری جلد مرجاویگی اور اگر اُسنے پہلی دفعہ تھوڑا کاٹا تھا تو اس صورت مین دوبارہ گردن کاٹنے سے حلال ہو جاویگی یہ ذخیرہ و محیطین مین ہے اور ذکوۃ اضطراری کا رکن یہ ہے کہ عقر یعنے جرح پایا جاوے خواہ کسی جگہ ہو اور یہ بات صید مین ہوتی ہے اسی طرح اونٹ یا گاے یا دُنبہ بکری مین سے جو اس طرح بدک جاوے کہ اُسکا مالک اُسپر قدرت نپاوے اُنمین بھی ذکوۃ اضطراری ہوتی ہے کیونکہ وہ صید کے معنی مین ہے اگرچہ پہلے مستانس تھی اور اونٹ و گاے و بیل خواہ جنگل مین اس طرح بدک جاوے یا شہر مین بہرحال اسکی ذکوۃ بھی عقر ہے ایساہی امام محمد رہ سے مروی ہے اور بکری اگر جنگل مین اس طرح بدک جاوے تو اُسکا حلال کرنا عقر سے ہوگا اور اگر شہر مین بدک جاوے تو عقر سے اُسکا حلال کرنا روا نہین ہے اسی طرح جو جانور زمین سے کنوئین وغیرہ مین گر پڑے اور اُسکا مالک اُسکے نکالنے پر یا اُسکے ذبح کرنے کی جگہ یا نحر کرنے کی جگہ چھری چلانے پر قابو نپاوے تو عقر سے وہ بھی ذبح ہو جائیگا منتقی مین مذکور ہے کہ اگر اونٹ نے کسی شخص پر حملہ کیا اور اس شخص نے حلال کرنے کی نیت سے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکا کھانا حلال ہے کیونکہ جب وہ شخص اُسکے پکڑنے پر قادر نہوا تو وہ بمنزلہ صید کے ہو گیا۔ اور شرائط ذکوۃ چند انواع ہین بعض تو ذکوۃ اختیاری و ذکوۃ اضطراری دونون کو شامل ہین اور بعض خاص ایک کے ساتھ مخصوص ہین نہ دوسرے کے ساتھ پس جو شرائط دونون کو شامل ہین از انجملہ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا عاقل ہو پس مجنون کا یا جو لڑکا ذبح کو نہین سمجھتا ہے اُسکا ذبیحہ نہ کھایا جائیگا اور اگر لڑکا ذبح کو سمجھتا ہو اور ذبح کرنے پر قادر ہو تو اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا اور سکران یعنے جو شخص نشہ مین ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے از انجملہ یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی ہو پس مشرکون کا ذبیحہ اور مرتدون کا ذبیحہ نکھایا جائیگا کیونکہ مرتد جس دین کی طرف منتقل ہو گیا ہے اُسکا معتبر نہین ہے۔ اور اگر مرتد ایک طفل مراہق یعنے قریب بلوغ ہو تو امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کھایا جائیگا بنا بر مین کہ طرفین کے نزدیک اُسکی ردت صحیح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نہین صحیح ہے۔ اور اہل کتاب کا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ اہل حرب ہون یا غیر ہون خواہ نصارای بنی تغلب ہون یا غیر ہون کیونکہ نصارای بنی تغلب نصارای عرب کے دین پر ہین۔ اگر کوئی کتابی اپنا دین چھوڑ کر کسی غیر کتابی کافرون کے دین پر ہو گیا تو اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا اور اگر کوئی غیر کتابی کافر اپنا کفر چھوڑ کر کسی اہل کتاب کے دین مین آگیا تو اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا۔ اور اصل یہ ہے کہ ذبح کرنے والے کا حال در دین اُسکے ذبح کرنے کے وقت کا دیکھا جائیگا اُسکے ماسوا کا کچھ اعتبار نہین ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے اصول مین سے ہے کہ جو شخص کفر کے ملتون مین سے کسی ملت کو چھوڑ کر دوسری ملت کفر مین جو اُسکے قریب قریب ہے داخل ہو گیا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اصل وہ اُسی ملت کے لوگون مین سے ہے۔ اور جو شخص کتابی و غیر کتابی سے پیدا ہوا ہے اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا خواہ باپ کتابی ہو یا ماں کتابی ہو یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور صابیہ فرقہ کا ذبیحہ امام اعظم کے نزدیک کھایا جائیگا اور امام ابو یوسف رہ و امام محمد رہ کے نزدیک نہین کھایا جائیگا۔ پھر واضح ہو کہ اہل کتاب کا ذبیحہ جبھی کھایا جائیگا کہ جب اُسکے ذبح کرنے کے وقت وہان حاضر نہو اور نہ اُس سے کچھ سنا ہو یا حاضر ہو اور راس

سے فقط اللہ تعالیٰ کا نام سُنا ہو کیونکہ جب اُس سے کوئی لفظ نہیں سُنا تو بحسن ظن اسی امر پر محمول کیا
جائیگا کہ اُسنے فقط اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے جیسا مسلمان کے ساتھ حسن ظن کیا جاتا ہے اور اگر اُسکی زبان سے
اللہ تعالیٰ کا نام سُنا گیا مگر اُسنے اللہ تعالیٰ عز و جل کے لفظ سے مسیح علیہ السلام کو مراد لیا ہے تو مشائخ نے
فرمایا کہ اُسکا ذبیحہ کھایا جائیگا لیکن اگر اُسنے صریح اس طرح بیان کیا کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثۃ یعنی ایسے
اللہ کے نام پر ذبح کرتا ہوں جو تین میں سے ایک ہے تو اُسکا ذبیحہ حرام ہے اور اگر اُسکی زبان سے فقط مسیح
علیہ السلام کا نام سُنا گیا یا اُسنے اللہ سبحانہ تعالیٰ کا نام اور مسیح علیہ السلام کا نام لیا تو اُسکا ذبیحہ نکھایا جائیگا
از انجملہ ہمارے نزدیک شرط ہے کہ ذکوۃ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا نام لے خواہ کوئی نام ہو خواہ نام کے
ساتھ کوئی صفت ملاوے جیسے اللہ اکبر۔ اللہ اعظم۔ اللہ اجل۔ اللہ الرحمن۔ اللہ الرحیم وغیرہ یا نہ ملاوے
جیسے فقط اللہ یا رحمن یا رحیم وغیرہ کہے اور یہی حکم تہلیل و تسبیح و تحمید کا ہے اور خواہ تسمیہ معہودہ یعنی بسم اللہ
الرحمن الرحیم کو جانتا ہے یا نہ جانتا ہو اور خواہ تسمیہ زبان عربی میں ہو یا فارسی وغیرہ کسی زبان میں ہو اور
خواہ وہ عربی الفاظ اچھی طرح ادا کر سکتا ہو یا نہ ادا کر سکتا ہو ایسا ہی بشر رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح
سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے ذبیحہ پر بزبان رومی یا فارسی تسمیہ کہا خواہ وہ عربی اچھی طرح ادا
کر سکتا ہے یا نہیں تو یہ تسمیہ کافی ہے اور تسمیہ کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ذبح کرنے والا تسمیہ کہے حتی کہ اگر
غیر نے تسمیہ کہا اور ذبح کرنے والا خاموش رہا حالانکہ بھولا نہیں ہے یاد ہے تو ذبیحہ حلال نہوگا اور از انجملہ
یہ ہے کہ تسمیہ سے یہ قصد کرے کہ ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور اگر اُسنے تسمیہ سے شروع کام پر اللہ تعالیٰ
کا نام لینا مراد لیا ہو تو ذبیحہ حلال نہوگا اور علی ہذا اگر الحمد للہ کہا اور اس سے تسمیہ کی نیت نہ کی بلکہ اُسنے بطریق
شکر کے اللہ تعالیٰ کے حمد کرنے کی نیت کی تو ذبیحہ حلال نہوگا اسی طرح اُسنے تسبیح یا تہلیل یا تکبیر کہی اور اس سے
ذبیحہ پر تسمیہ کہنے کی نیت نہ کی بلکہ فقط یہ نیت تھی کہ صفات مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے اور اُسکی
وحدانیت کے وصف کو بیان کرے تو ذبیحہ حلال نہوگا کذا فی البدائع اور اگر اُسکو چھینک آئی پس اُسنے الحمد للہ
کہا یعنی چھینک پر تحمید کی نیت کی پھر ذبح کر دیا تو یہ جانور حلال نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ از انجملہ یہ ہے
کہ غیر کے ناموں سے اللہ تعالیٰ کے نام کی تجرید کرے یعنی فقط اللہ تعالیٰ کا نام زبان سے کہے کسی غیر کا نام
نہ ملاوے اگرچہ نبی علیہ السلام کا نام کیوں نہو۔ از انجملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ذکر کرنے سے خالص اُسکی
تعظیم کا قصد کرے انھیں معنی دعا کا شائبہ نہو حتی کہ اگر اُسنے کہا کہ اللہم اغفرلی تو یہ تسمیہ نہوگا کیونکہ یہ دعا ہے اور
دعا میں محض تعظیم ہی مقصود نہیں ہوتی ہے۔ (وقت بیان تسمیہ کا) پس ذکوۃ اختیاری میں وقت ذبح کے بیان
کرنے اس سے مقدم کرنا جائز نہیں ہے مگر یوں ہی کچھ پہلے نہایت تھوڑی سی دیر کہ جس سے بچاؤ نہیں
ہو سکتا ہے اور ذکوۃ اضطراری میں تیر پھینکنے اور سکھایا ہوا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت تسمیہ کہے
اور جو شرط مذبح کی طرف یعنی جسکی ذکوۃ مطلوب ہے راجع ہے وہ یہ ہے کہ یہ جانور حلال ہو اور یہ ذکوۃ اضطراریہ
میں ہے نہ اختیاریہ میں۔ اور جو قسم شرط کہ محل ذکوۃ کی طرف راجع ہے از انجملہ یہ ہے کہ ذکوۃ اختیاری کے ساتھ
وقت تسمیہ کا محل معین کرے اور یہی سے اس صورت کا حکم نکلتا ہے کہ اگر تسمیہ کہکر ایک جانور ذبح کیا

پھر دوسرا ذبح کیا اور گمان کیا کہ پہلا تسمیہ اسکے حق مین بھی کافی ہو گیا ہے تو یہ جانور نہ کھایا جائیگا اور فرض یہ ہو کہ ہر
جانور کے واسطے علیحدہ تسمیہ کہے از انجملہ یہ ہو کہ جو جانور شکار نہو اُسمین وقت ذبح کے اصل حیات باقی ہو خواہ قلیل
ہو یا کثیر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اصل حیوۃ کافی نہین ہو
بلکہ حیوۃ مستقرہ ہونا چاہیے کذا فی البدائع اور متردیہ و منخنقہ و موقوذہ اور بکری مریضہ و نطیحہ و مشقوقۃ البطن
اگر ذبح کی گئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسمین حیوۃ مستقرہ باقی ہو تو ذبح سے بالاجماع حلال ہو جائیگی اور اگر اُسمین حیوۃ مستقرہ
نہو تو بھی ذبح سے حلال ہو جائیگی خواہ زندہ رہ سکتی ہو یا نہ رہ سکتی ہو یہ امام اعظم رح کا مذہب ہو اور یہی صحیح ہو اور
اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی مین ہو اور جو جانور بدون ذبح کے حلال نہین ہوتے ہین اُنمین بعد ذبح کے خون
کا نکلنا آیا حلال ہونے کی شرائط مین سے ہو یا نہین تو اسمین کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین آئی
اور بعضے فتاوی مین مذکور ہو کہ دو باتون مین سے ایک بات ہونا چاہیے یا تو ذبح حرکت کرے یا خون نکلے
اور اگر کوئی بات نہ پائی گئی تو حلال نہوگا یہ بدائع مین ہو اگر کوئی گائے یا بکری ذبح کی گئی اور اُس سے خون نکلا
مگر اُسنے حرکت نکی اور خون ایسا نکلا جیسا زندہ سے نکلا کرتا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بے تامل کھائی جائیگی اور
ہم اسی کو اختیار کرتے ہین۔ ایک شخص نے ایک بیمار بکری ذبح کی اور اُسکے منھ کے سوائے کسی جز و
بدن نے حرکت نہ کی پس اگر اُسنے منھ کھول دیا تو نہ کھائی جائیگی اور اگر بند کر لیا تو کھائی جائیگی۔ اور اگر
آنکھ کھول دی تو نہ کھائی جائیگی اور اگر آنکھ بند کر لی تو کھائی جائیگی اور اگر اُسنے پاؤن پھیلا دیے تو نہ کھائی
جائیگی اور اگر کھینچ لیے تو کھائی جائیگی اور اگر اُسکے بال نہ کھڑے ہوے تو نہ کھائی جائیگی اور اگر کھڑے ہوگئے
تو کھائی جائیگی اور یہ سب ایسی بکری مین ہو جسکا ذبح کے وقت زندہ ہونا معلوم نہوتا کہ ان علامات سے
اسکا زندہ ہونا پہچانا جائے اور اگر وقت ذبح کے یقیناً اُسکا زندہ ہونا معلوم ہو تو ہر حال مین کھائی جائیگی یہ سراج
الوہاج مین ہے اور ذکوٰۃ کا حکم یہ ہو کہ جو جانور ذبح کیا گیا ہو وہ طاہر ہو جاتا ہو پس اگر حلال جانورون مین سے
ہو تو اُسکا کھانا بھی حلال ہو جاتا ہو اور اگر حلال جانورون مین سے نہو تو سوائے کھانے کے اُس سے اور طرح
پر نفع اُٹھانا جائز ہو جاتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اور غنیہ اور خنثیٰ کا ذبیحہ جائز ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہو آدمی کا
ذبح کرنا اور روٹی و ہانڈی پکانا مکروہ نہین ہو مگر اُسکے سوا اسے اگر وہ سلیقہ کام کرنے کو واسطے ہو یہ غرائب
مین ہو عورت مسلمہ و کتابیہ ذبح کرنے مین مثل مرد کے ہو اور لونڈے کا ذبیحہ خواہ مسلمان ہو یا کتابی ہو کھایا
جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہو اور محرم نے جو صید ذبح کیا خواہ حل مین ذبح کیا ہو یا حرم مین وہ حلال نہین ہو
اور جو جانور حرم مین ذبح کیا گیا وہ حلال نہین ہو اسی طرح حرم مین جو صید ذبح کیا گیا خواہ حلال نے ذبح کیا یا محرم
نے وہ حلال نہین ہو بخلاف اسکے اگر محرم نے سوائے صید کے ذبح کیا تو اُسکا یہ حکم نہین ہو کیونکہ یہ فعل مشروع
ہو یہ کافی مین ہو ایک نصرانی نے حرم مین ایک صید ذبح کیا تو حلال نہین ہو یہ سراجیہ مین ہو ایک مسلمان نے
ایک مجوسی کی بکری اُسکے آتشکدہ کے واسطے ذبح کی یا کافر کی بکری اُسکے آلہہ کے واسطے ذبح کی تو اُسکا کھانا جائز
ہو کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالےٰ کا نام لیا ہو مگر مسلمان کے حق مین ایسا فعل کرنا مکروہ ہو یہ تاتارخانیہ مین
جامع الفتاوے سے منقول ہو مشکل مین لکھا ہو کہ اگر کسی نے مہمان کے پیش نظر اُسکی تعظیم کے واسطے

کوئی جانور ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہے اسیطرح اگر کسی امیر وغیرہ کی آمد میں اُسکی تعظیم کے واسطے ذبح
کیا تو بھی اُسکا کھانا حلال نہیں ہے ہاں اگر مہمان کی غیبت میں اُسکی ضیافت کے واسطے ذبح کیا تو کچھ ڈر نہیں
ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ تجرید میں ہے کہ اگر مسلمان نے جانور ذبح کیا پھر بعد ذبح کے مجوسی نے اُسکے گلے پر
چھری پھیر دی تو حرام نہو جائیگا اور اگر مجوسی نے ذبح کیا بعد اُسکے ذبح کے مسلمان نے اُسکے گلے پر چھری
پھیر دی تو حلال نہو جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ واضح ہو کہ ذکوٰۃ میں جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں ایک
حلقوم یعنے سانس کی آمد و رفت کا راستہ دوسری مری یعنی کھانے پانی کا راستہ تیسرے و چوتھے دو
وداجین یعنے گردن کے منکے کی دونوں طرف دو رگیں ہیں جنمیں خون کی آمد و رفت ہے پس اگر یہ چاروں
کٹ گئیں تو ذبیحہ حلال ہو گیا اور اگر اکثر کٹ گئیں تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رح نے
فرمایا کہ حلقوم و مری و دونوں وداجین میں سے ایک کا کٹ جانا ضرور ہے مگر صحیح قول امام اعظم رح کا ہے کیونکہ
جو حکم کل کا ہوتا ہے وہی اکثر کا ہوتا ہے یہ مضمرات میں ہے۔ اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر نصف حلقوم و نصف مری (حلقوم و مری و ایک وداج ۱۲)
و نصف وداج کٹ گئی تو ذبیحہ حلال نہو گا کیونکہ علامت کل یا اکثر کے قطع ہونے پر ہے اور موضع احتیاط میں نصف
کو کل کا حکم نہیں دیا گیا ہے کذا فی الکافی اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر حلقوم و مری و اکثر ہر دو نون
وداجین میں سے کٹ گئیں تو جانور حلال ہو جائیگا ورنہ حلال نہو گا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ سب جوابات
میں سے یہ جواب صحیح ہے۔ اور اگر گدی کی طرف سے بکری ذبح کی گئی پس اگر اُسکے مرنے سے پہلے ان رگوں
میں سے اکثر کٹ گئیں تو حلال ہو جائیگی اور اگر اکثر یہ رگیں کٹ جانے سے پہلے وہ مر گئی تو حلال نہو گی اور یہ فعل
مکروہ ہے اسوجہ سے کہ ایک تو خلاف سنت ہے اور دوسرے اسمیں زیادہ تکلیف دہی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک گائے
یا بکری بچہ جننے پر آگئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکا ذبح کرنا مکروہ ہے کہ اسمیں بچہ کی تضییع ہے اور یہ امام اعظم کا قول ہے
اسواسطے کہ اُنکے نزدیک ماں کے حلال کرنے سے بچہ پیٹ کا حلال نہیں ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے
اگر کسی شخص نے اُونٹنی یا گائے حلال کی پھر اُسکے پیٹ میں سے مردہ بچہ نکلا تو وہ نہ کھایا جائیگا خواہ اُسکو اس
بات کا شعور ہوا ہو یا نہوا ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا
کہ اگر اُسکی خلقت پوری ہو گئی ہو تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایۃ۔ اور اگر جنین یعنے پیٹ کا بچہ زندہ نکلا اور
اتنی مہلت نہ تھی کہ اُسکو ذبح کیا جا سکے پس وہ مر گیا تو کھایا جائیگا اور یہ تفریع بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام (یعنے اتنی دیر زندہ نہ رہا کہ اُسکو ذبح کیا جا سکے ۱۲ منہ)
محمد رح کے ہے نہ بنا بر قول ابی حنیفہ رح کے کذا فی النہایہ ایک شخص نے بکری کا پیٹ پھاڑ کر زندہ بچہ نکالکر اُسکو
ذبح کیا پھر بکری کو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بکری اس زخم سے زندہ نہ رہ سکے تو حلال نہو گی اسواسطے
کہ اُسکی موت پہلے زخم سے ہو گی اور یہ زخم ذکوٰۃ نہیں ہے اور اگر ایسی ہے کہ زندہ رہ سکے تو ذبح سے حلال ہو جائیگی
کیونکہ ذکوٰۃ یہ دوسرا یعنے ذبح ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص کی گائے پر بچہ پیدا ہونے میں بہت
تکلیف پیش آئی اور پیدا ہونا مشکل ہو گیا پس اُسنے گائے کی فرج میں ہاتھ ڈالکر پیٹ ہی میں اُسکا بچہ (رحم ۱۲)
ذبح کر دیا خواہ مذبح سے اُسکو ذبح کیا یا ذبح کرنے کی جگہ کے سوائے دوسری جگہ سے ذبح کر دیا پس اگر ذبح کی
جگہ سے ذبح کیا تو حلال ہے اور اگر غیر جگہ سے ذبح کیا پس اگر وہ شخص ذبح کرنے کی جگہ سے ذبح نہیں کر سکتا

تھا تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کی جگہ سے ذبح کر سکتا تھا مگر اُسنے غیر جگہ سے ذبح کیا تو حلال نہوگا یہ ذخیرہ کردری
مین ہے۔ ایک بلی نے مرغی کی گردن کاٹ دی تو وہ ذبح کرنے سے حلال نہوگی اگرچہ پھڑکتی رہے یہ ملتقط
مین ہے اور آلہ دو طرح کا ہوتا ہے قاطعہ و فاسخہ پس قاطعہ دو طرح کا ہوتا ہے دھاردار اور کند پس دھاردار سے بلا کراہت
ذبح کرنا جائز ہے خواہ لوہے کا ہو یا نہو جیسے کسی نے نرکل کے پوست سے یا سنگ مروے یا عصا کی کھپاچ سے
یا ہڈی کی کھپاچ سے ذبح کیا تو جائز ہے اور کند آلہ سے ذبح کرنا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر اکھڑے
ہوئے دانت یا ناخن سے ذبح کیا تو حلال ہے مگر یہ فعل مکروہ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور جو آلہ فاسخہ ہوتا ہے
وہ ناخن قایم و دندان قایم ہے کہ اس سے بالاجماع ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ذبح کیا تو جانور مردار ہوجائیگا
یہ بدائع مین ہے۔ اور اونٹ کے ذبح کرنے مین سنت طریقہ یہ ہے کہ اُسکا بایان پانو مع ساق باندھ کر کھڑا
کر کے نحر کرے یعنی آخر حلق سے ذبح کرے پس اگر اونٹ کو کروٹ سے لٹا کر نحر کیا تو جائز ہے مگر طریقہ
اول افضل ہے۔ اور بکری گاے مین سنت یہ ہے کہ اُسکو کروٹ سے لٹا کر ذبح کرے کیونکہ اس طریقہ سے
رگون کا کاٹنا اچھی طرح ممکن ہے اور سب صورتون مین اپنے ساتھ جانور کو قبلہ رخ رکھے یہ جوہرہ نیرہ
مین ہے مستحب یہ ہے کہ دن مین ذبح کرے اور ذبح اختیاری مین مستحب ہے کہ لوہے کے تیز آلہ سے جیسے
چھری و تلوار وغیرہ سے ذبح کرے اور غیر حدید سے اور رات مین حدید سے مکروہ ہے اور مستحبات
مین سے ہے کہ رگون کو اچھی طرح کاٹے اور تکیہ لگا نا اس حال مین مکروہ ہے اور حلقوم کی طرف سے ذبح کرنا
مستحب ہے اور گدی کیطرف سے مکروہ ہے اور منجملہ مستحبات کے یہ ہے کہ رگین سب کاٹے اور بعض کا کاٹنا
مکروہ ہے اور یہ مستحب ہے کہ فقط رگین کاٹنے پر اقتصار کرے اور سر کو جدا نہ کرے اور اگر ایسا کیا تو مکروہ
ہے اور ذبح کے وقت یہ کہنا کہ اللھم تقبل عن فلان مکروہ ہے ہان یہ لفظ ذبح سے فارغ ہونے کے بعد کہے یا اس
سے پہلے کہے لیکن اگر اُسنے ذبح کے وقت کہا تو ذبیحہ حرام نہوگا اور ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے
پہلے ذبیحہ کی کھال کھینچنا مکروہ ہے اور اگر ذبیحہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے اُسکی نخاع تک چھری پہونچی یا کھال
کھینچی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین ہے۔ اور ذبح کی طرف جانور کو پانون پکڑ کے کھینچ لیجانا مکروہ ہے اور اُسکو
لٹا کر اُسکے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہے مگر یہ سب باتین ایسی ہین کہ ان سے ذبیحہ حرام نہین ہوجاتا ہے یہ
بدائع مین ہے اور جس جانور کو نحر کرنا چاہیے اگر اُسکو ذبح کیا یا جسکو ذبح کرنا چاہیے اُسکو نحر کیا تو جائز ہے مگر مکروہ
ہے کہ اُسنے سنت کو ترک کیا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر کسی نے اونٹ یا گاے یا بکری کی گردن ماری اور سر
جدا کر دیا مگر تسمیہ کہا پس اگر حلقوم کی طرف سے گردن ماری ہے تو وہ کھائی جائیگی مگر اس شخص نے
بہت برا کیا اور اگر اُسنے درنگی و توقف کے ساتھ گردن ماری تو نہ کھائی جائیگی کیونکہ وہ ذکوۃ سے پہلے
مر گئی پس مردار ہوگئی اور اگر اُسکے مرجانے سے پہلے اُسکی رگین کاٹ دین تو کھائی جائیگی کیونکہ ذکوۃ مین
جو فعل چاہیے ہے وہ اُسکی زندگی مین پایا گیا لیکن یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ اُسنے بلا حاجت اُسکی تکلیف
بڑھا دی اور اگر اُسنے اپنا فعل بلا توقف پورا کر دیا تو کھائی جائیگی کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ ذکوۃ سے مری
ہے یہ بدائع مین ہے۔ اگر جانور کو بدون قبلہ کی طرف توجہ کے ذبح کیا تو حلال ہوگا مگر مکروہ ہے یہ جواہر اخلاطی

لوہا ۔۔۔ دوسری چیز ۱۲

مین ہی - ایک شخص کا بیل مرنے لگا اور مالک کے پاس کوئی آلہ نہین ہی سوائے ایسی چیز کے جس سے
اُسکے مذبح مین جرح کر سکے اور اگر وہ ذبح کرنے کا آلہ تلاش کرتا ہی تو اتنی دیر مین وہ مر جائیگا اسکو حلال
کرنا نہ ملیگا پس اُسنے بیل مذکور کے مذبح کو مجروح کر دیا تو حلال ہوگا لیکن اگر رگین کاٹ دین تو حلال
ہو جائیگا یہ قنیہ مین ہی - اور نخع مکروہ ہی یعنے اُسکی نخاع تک چھری پہونچانا مگر ذبیحہ کھایا جائیگا اور نخاع
رقبہ کی ہڈی مین ایک سپید رگ ہی (جسکو حرام مغز کہتے ہین) اور بعض نے فرمایا کہ نخع کے یہ معنی ہین کہ اُسکا
سر کھینچے تاکہ اُسکا مذبح پھیل جاوے اور بعض نے فرمایا کہ نخع اسکو کہتے ہین کہ تڑپنے سے ٹھنڈا
ہونے سے پہلے اُسکی گردن توڑ دے بہر حال یہ سب مکروہ ہی اسواسطے کہ یہ بلا ضرورت حیوان کی تعذیب ہی
اور حاصل یہ ہی کہ جو بات ذکوۃ مین محتاج الیہ نہین ہی مگر اُسمین جانور کے حق مین زیادہ تکلیف ہی وہ مکروہ ہی یہ کافی
مین ہی - بقالی نے فرمایا کہ مستحب یہ ہی کہ یون کہے بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ مکروہ
ہی کہ واو سے فی الفور تسمیہ ہونا منقطع ہو جاتا ہی کذا فے المحیط ایک ذبح کرنے والے نے اللہ تعالے
کے نام کے ساتھ ملا ہوا بغیر واو کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک ذکر کیا تو اسمین
تین صورتین ہین یا تو لفظ محمد کو نصب کے ساتھ ذکر کیا یا جر کے ساتھ یا رفع کے ساتھ اور ان سب
صورتون مین ذبیحہ حلال رہا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بطریق عطف کے نہین
مذکور ہی پس مبتدا ہوگا لیکن مکروہ ہی اسواسطے کہ صورت مین وصل پایا جاتا ہی - اور اگر اُسنے واو کے ساتھ
ذکر کیا پس اگر جر کے ساتھ ذکر کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کیونکہ یہ شخص ان دونون نامون کے ساتھ ذبح کرنیوالا
ہو گیا اور اگر اُسنے رفع سے ذکر کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ لفظ محمد مبتدا ہوگا اور اگر لفظ محمد نصب کے ساتھ
ذکر کیا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی اور علی ہذا القیاس اگر اللہ تعالی کے نام پاک کے ساتھ کوئی نام دوسرا
ذکر کیا تو اسمین یہی حکم ہی یہ نہایہ مین ہی - وقال المترجم اللہ تعالے کے نام کے ساتھ دوسرا نام ذکر کرنے
مین دو صورتین ہین یا بلا واو ذکر کیا یا بواو ذکر کیا پس صورت اولے مین یعنے جب بلا واو ذکر کیا پس یا تو
بزبان عربی تسمیہ کہا سو اسکا حکم وہی ہی جو کتاب مین مذکور ہی اور اگر بزبان اُردو بیان کیا تو شاید وہی
حکم ہو جو عربی زبان مین ہی مگر اُردو والے کبھی حرف عطف دور کر دیتے ہین جیسے ہم تم ملکر یہ
کام کرین حالانکہ عطف مقصود ہی مگر بنظا ہر بنا ر حکم شرعی بلفوظ پر ہوگی اور اگر بواو ذکر کیا تو میرے نزدیک
بہر حال ذبیحہ حرام ہی کیونکہ اسمین نصب وجر وغیرہ شقوق کا احتمال نہین ہی فان حلت اراقۃ الدم انما یجوز
بذکر اسم اللہ تعالے وحدہ فلا یحل ادخال اسم مع اسمہ تعالے وان کان من اسماء الانبیاء والاولیاء
ولا عبرۃ بما لفعلہ الجہلۃ وان کانوا فے صورۃ المشائخ والعلماء واللہ تعالے اعلم بالصواب اور اگر
کسی نے بسم اللہ بغیر ہاء کہا پس اگر اُس سے تسمیہ کا ارادہ کیا تو ذبیحہ حلال ہوگا ورنہ نہین کیونکہ عرب
کے لوگ کبھی ترخیم کر کے حذف کر دیتے ہین اسی طرح اگر یون کہا کہ بسم اللہ تقبل من فلان تو ذبیحہ حلال
ہوگا مگر فعل مکروہ ہی اور اگر ذبح کرنے سے پہلے یا بعد یون کہا کہ اللہم تقبل من فلان تو کچھ ڈر نہین ہی یہ
محیط سرخسی مین ہی اگر ذبح کے وقت کہا کہ لا الہ الا اللہ اور دونون رگین حلق و مری مین سے

قولہ ... ایک معنی ... عبارت ہی ۱۲ منہ

نصف قطع کیا پھر کہا محمد رسول اللہ پھر باقی قطع کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا کہ تسمیہ کو مجرد اللہ تعالےٰ کے نام کے
کہنا فرض ہے یہ قنیہ میں ہے اور اگر کہا بسم اللہ وصلی اللہ علی محمد یا کہا صلی اللہ علی محمد بدون واو کے
تو ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہے اور اقبال میں لکھا ہے کہ ذبیحہ حلال ہوگا اگر یہ اتفاق تسمیہ ہو اور
بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسنے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے اشتراک فی التسمیہ مراد لیا ہے
تو ذبیحہ حلال نہوگا۔ اور اگر اسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے تبرک بفعل ذبح قصد کیا تو
ذبیحہ حلال ہوگا ولیکن یہ فعل مکروہ ہے یہ محیط میں ہے اور جس شخص نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہے اسکا ذبیحہ حلال
نہوگا اور اگر اسنے بھولے سے چھوڑ دیا ہے تو حلال ہوگا اور مسلمان و کتابی دونوں تسمیہ چھوڑنے کے
حکم میں یکسان ہیں کذا فی الکافی اور فتاوے عتابیہ میں ہے کہ لڑکا اور بالغ بھی اسکے حکم میں یکسان ہیں
یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر کسی قصاب سے اپنا جانور ذبح کرایا اور اسنے کہا کہ تسمیہ کہنا اسنے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا ہے تو جانور
حلال نہوگا اور قصاب اُس جانور کی قیمت تاوان دیگا۔ یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر اسنے بسم اللہ
کہا مگر اسکے دل میں نیت نہ آئی تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ ذبیحہ کھایا جاویگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے قاضیخان
میں ہے۔ اگر ایک شخص نے بکری کو لٹایا اور چھری ہاتھ میں لی اور تسمیہ کہا پھر اسکو چھوڑ کر دوسری
بکری کو ذبح کیا اور عمداً اسپر تسمیہ نکہا تو وہ حلال نہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ایک بکری کو لٹایا تاکہ
ذبح کرے اور چھری ہاتھ میں لی۔ اور تسمیہ کہا پھر یہ چھری چھوڑ کر دوسری چھری لیکر اس سے بکری ذبح
کردی تو وہ حلال ہوگی۔ اور اگر شکار میں ایک تیر لیا اور تسمیہ کہا پھر یہ تیر رکھدیا اور دوسرا تیر لیکر چلایا تو شکار
اسی تسمیہ کی وجہ سے حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اگر ذبح کرنے کے واسطے ایک بکری کو لٹایا اور
تسمیہ کہا پھر کسی شخص سے کچھ کلام کیا یا پانی پیا یا چھری تیز کی یا ایک لقمہ کھا لیا اور اسکے مثل کوئی کام
جو عمل کثیر نہیں ہے کیا تو ذبیحہ اسی تسمیہ سے حلال ہوجائیگا اور اگر بہت کلام کیا یا بہت عمل کیا تو اس ذبیحہ کا
کھانا مکروہ ہوگا اور عمل کثیر کے واسطے اس مقام پر کوئی لفظ مقرر نہیں بیان واقع ہوا بلکہ وہاں کے
لوگوں کی عادت کو دیکھا جائیگا پس اگر لوگ اپنی عادت میں اس کام کو کثیر سمجھتے ہوں تو کثیر ہوگا
اور اگر قلیل گنتے ہوں تو قلیل ہوگا پھر واضح ہو کہ اس صورت میں کراہت کا لفظ ذکر فرمایا ہے اور مشائخ
نے اس کراہت میں اختلاف کیا ہے۔ اور امام حسن زعفرانی نے کہا ہے کہ اگر اسنے چھری تیز کی تو تسمیہ قطع ہوجائیگا
کچھ تفصیل نہیں ہے کہ عمل کثیر ہو یا قلیل ہو یہ محیط میں ہے اگر ایک شخص تسمیہ کہہ چکا تھا پھر بکری ہاتھ سے
چھوٹ گئی اور لیٹے سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر اسنے اسکو لٹا دیا تو تسمیہ منقطع ہوگیا یہ ہدایہ میں ہے ایک
شخص نے شکار وحشی کا ایک گلہ دیکھکر تسمیہ کہکر اپنا کتا چھوڑا اور اسنے کوئی گدھا پکڑا تو وہ حلال ہے
یہ وجیز کردری میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی بکریوں کو دیکھا پس کہا کہ بسم اللہ پھر ایک کو پکڑ کر لٹایا
اور ذبح کر دیا اور عمداً تسمیہ اس گمان پر چھوڑ دیا کہ وہی تسمیہ کافی ہوگا تو یہ بکری نکھائی جائیگی یہ بدائع
میں ہے۔ اگر ایک بکری کو دوسری بکری پر لٹایا پس اگر دونوں کو ایکبار چھری چلانے میں ذبح کر ڈالا
تو ایک ہی تسمیہ کافی ہے جیسے کہ اگر گنجشک ایک شخص کے ہاتھ میں ہیں پس اسنے تسمیہ کہکر ایک کو ذبح کیا

پھر اُسکے پیچھے ہی دوسرے کو ذبح کیا مگر تسمیہ کہا تو دوسری حلال نہو گی۔ اور اگر اُسنے سب پر ایکبارگی چھری
چلائی تو ایک ہی تسمیہ کافی ہی کذا فی خزانۃ المفتین

دوسرا باب۔ اُن حیوانون کے بیان مین جنکا کھانا جائز ہی اور جنکا کھانا نہین جائز ہی حیوان دراصل
دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو پانی مین جیتے ہین اور دوسرے وہ جو خشکی مین جیتے ہین پس جو پانی
مین جیتے ہین اُن سب حیوانون کا کھانا حرام ہی سواے مچھلی کے کہ خاصۃً مچھلی کا کھانا حلال ہی لیکن
مچھلیون مین سے بھی جو مچھلی مرکر اوپر اترا اوے وہ حرام ہی اور جو حیوانات خشکی مین جیتے ہین وہ تین طرح
کے ہین ایک وہ جنمین بالکل خون نہین ہی دوم وہ کہ جنمین خون سائل نہین ہی سوم وہ کہ جنمین خون سائل
ہی پس جن جانورون مین بالکل خون نہین ہی جیسے ٹڈی اور شہد کی مکھی و بھڑ اور مکھیان و مکڑی و جُندب و
بچھو وغیرہ یہ سب حلال نہین ہین سواے ٹڈی کہ فقط ٹڈی حلال ہی اسیطرح دو جانور جنمین خون سائل نہین ہی
جیسے سانپ و وزغ و سام ابرص و تمام حشرات و ہوام الارض جیسے چوہا و قنفذ و ضب و یربوع
و ابن عرس وغیرہ سب حلال نہین ہین اور ان جانورون کی حرمت مین کسی نے خلاف نہین کیا ہی مگر فقط گوہ مین
کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال ہی۔ اور جن جانورون مین خون سائل ہی وہ دو طرح کے ہوتے
ہین ایک متانس اور دوسرے متوحش پس بہائم یعنے چوپایہ مین سے جو متانس ہین وہ مثل اونٹ
و گاے و بکری سب کے بالاجماع حلال ہین اور جو متوحش ہین جیسے ہرن و نیل گاے و حمار وحشی و اونٹ
وحشی پس باجماع مسلمین حلال ہین۔ اور درندون مین سے جو متانس ہین یعنے کتا و چیتا و پالو بلی پس یہ
حلال نہین ہین اسیطرح سباع مین جو متوحش ہین جنکو سباع وحشی کہتے ہین اور سباع الطیر اور سباع مین سے
ہر ذی ناب اور طیر مین سے ہر ذی مخلب حلال نہین ہی پس سباع وحشی مین سے ذی ناب مثل شیر و
بھیڑیا و کفتار و پلنگ و چیتا و لومڑی و سنور بری و سنجاب و سمور و دلق و ریچھ و بندر و فیل و اُسکے امثال
پس ان سبکی حرمت مین کسی کا خلاف نہین ہی سواے کفتار کے کہ وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلال
ہی اور طیور مین سے جو ذی مخلب ہین جیسے باز و باشہ و جرّہ و شقرا ہین و چیل و بغاث و نسر طائر و عقاب و
اُسکے امثال یہ سب حرام ہین۔ اور طیور مین سے جنکی مخلب نہین ہوتی ہی اور وہ متانس ہین جیسے مرغی و
بط یا متوحش ہوتے ہین جیسے کبوتر و فاختہ و گرگریا و کبک و کلنگ و زاغ زراعت یعنے جو کوا دانہ و کھیتی
وغیرہ اور ایسی چیزین کھاتا ہی یہ سب بالاجماع حلال ہین یہ بدائع مین ہی۔ اور قمری و سوداینہ و زرزور کے
کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور ابل جلالہ کا گوشت مکروہ ہی اور جلالہ وہ ابل
ہی جسکی بیشتر غذا نجاست ہو اسواسطے کہ وہ اکثر نجاست کھائیگا تو اُسکا گوشت متغیر ہوکر بدبو دار ہو جائیگا پس
اُسکا کھانا مثل طعام بدبودار کے مکروہ ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہی کہ اُس سے کام وغیرہ
کا انتفاع حلال نہین ہی مگر جبکہ چند روز قید رکھا جاوے اور اُسکو چارہ کھلایا جاوے تو پھر اُس سے
انتفاع حلال ہی اور جو قدوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی وہ اجود ہی پھر واضح ہو کہ اُسکے قید رکھنے کے واسطے
ظاہر روایت مین کوئی مدت مقرری نہین ہی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ انھون نے

فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح اُسکے قید رکھنے کی کوئی میعاد نہیں مقرر فرماتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہاں تک قید رکھی جاوے کہ نظیف ہوجاوے اور امام ابو یوسف رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کی کہ وہ تین روز تک قید رکھی جاوےگی اور ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ اونٹنی اور بکری و بیل جب جلالہ ہوں کہ جب اُس سے بدبو آنے لگے اور متغیر ہوجاوے اور اُس سے بدبو پہونچے تو اسوقت وہ جلالہ ہوگی کہ اُسکا دودھ نہ پیا جائیگا اور اُسکا گوشت نہ کھایا جائیگا مگر اُسکا بیچ کرنا اور ہبہ کرنا جائز ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب وہ نجاست میں کچھ اور نہ ملاتی ہو بلکہ اکثر خالص نجاست کھاتی ہو۔ اور اگر اُسنے غلہ ملاکے نجاست کھائی تو جلالہ نہوگی پس کھانا مکروہ نہوگا کیونکہ اُسمیں بدبو نہ آویگی۔ اور جو مرغی چھوٹی پھرتی ہے اُسکا گوشت وغیرہ مکروہ نہیں ہے اگرچہ وہ نجاست کھاتی ہو کیونکہ نجاست اُسکی غذا میں غالب نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا دیتی ہے یعنے دانہ بھی کھاتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ مرغی قید رکھی جاوے تاکہ اُسکے پیٹ سے جو کچھ نجاست ہے وہ جاتی رہے پھر اُسکو کھاوے یہ بدائع میں ہے۔ ابابیل و چمگادڑ کے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ یہ پرندہ ذی مخلب نہیں ہوتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ رح سے پوچھا عقعق کا کھانا کیسا ہے تو فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ہے پھر میں نے کہا کہ وہ نجاسات کھاتا ہے تو فرمایا کہ وہ نجاست کو دوسری چیز سے ملا لیتا ہے پھر کھاتا ہے پھر اصل امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو جانور نجاست کو دوسری چیز سے ملا لے جیسے مرغی اُسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور مرغ زندہ ہو اور اُسمیں جب تک کہ جان نہ ڈالی جاوے تب تک اُسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے کذا فی الظہیریہ۔ اور شیخ خلف رح سے مروی ہے کہ زنبوروں کا چھتہ کھانا مکروہ ہے یہ ملتقط کے باب الکراہیۃ میں ہے۔ اور رُوسی کہ جانور ہے یعنے اُسکا کھانا روا ہے اور چمگادڑ کے حق میں بعض جگہ مذکور ہے کہ اُسکا کھانا روا ہے اور بعض جگہ مذکور ہے کہ نہیں روا ہے کیونکہ اُسکے دانت ہوتے ہیں یعنے وہ ذی ناب ہے۔ اور بعضے مشایخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شقراق کا کھانا روا نہیں ہے اور بوم کا کھانا روا ہے۔ قال المؤلف رح کہ یہ میں نے اپنے والد رحمہ اللہ کے خط سے لکھا ہوا دیکھا ہے اور شقراق ایک سبز پرندہ ہوتا ہے جسمیں قدرے سرخی کا میل ہوتا ہے کہ ہر چیز پر حملہ کرتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ ابراہیم سے مروی ہے کہ ائمہ رحمہم اللہ پرندوں میں سے ہر ذی مخلب کو اور جو نجس و مردار خوار ہے وہ جانتے تھے اور ہم اسیکو اختیار کرتے ہیں کیونکہ جو پرندہ نجس و مردارخوار ہے جیسے دیسی کالا کوا و جنگلی کوا اُسکو طبیعت پاکیزہ پلید و خبیث جانتی ہیں۔ جو کوا کہ جنگل میں کھیتی اور دانہ چُن چُن کر کھاتا ہے وہ مباح و پاک ہے اور اگر کوا کھانے کو مخلوط کرتا ہو کہ کبھی نجاست کھاتا ہو اور کبھی دانہ کھاتا ہو تو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ وہ مکروہ ہے اور امام اعظم رح سے مروی ہے کہ اُسکے کھانے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور مرغی کے قیاس پر یہی صحیح ہے یہ مبسوط میں ہے۔ پالتو گدھے کا گوشت حرام ہے اور اسی طرح اُسکا دودھ و اُسکی چربی بھی حرام ہے۔ اور سوا کھانے کے اور طور پر اُسکی چربی استعمال کرنے میں مشایخ نے اختلاف کیا ہے پس بعضوں نے اُسکو کھانے پر قیاس کرکے حرام کہا ہے اور بعضوں نے اُسکو مباح کہا ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور حمار وحشی اگر پالا ہوجاوے

سے لیئے اُسکو پالو کرلین اور اسیطرح اگر اُلٹا شروع کرین یعنے مثل پالو کے ہوجاے تو وہ کھایا جائیگا اور اگر پالو گدھا
وحشی ہوجاوے تو بھی نہین کھایا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک گھوڑون کا گوشت
مکروہ ہی مگر صاحبین نے اسمین خلاف کیا ہی اور مشائخ نے کراہت کے معنی مین اختلاف کیا ہی مگر صحیح یہ ہی کہ امام اعظم رح
نے مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد لیا ہی اور گھوڑی کے دودھ کا حکم اُسکے گوشت کے مثل ہی کذا فی فتاوے
قاضی خان اور شیخ امام سرخسی نے فرمایا کہ امام اعظم رح نے جو حکم دیا ہی وہ احوط ہی اور صاحبین نے جو حکم دیا
ہی وہ اوسع ہی کذا فی السراجیہ اور بغل یعنے خچر سو امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین اُسکا گوشت مکروہ ہی اور صاحبین
کے نزدیک بھی یہی حکم ہی در صورتیکہ اسپ نر و مادہ خر سے پیدا ہوا ہو اور اگر نر گدھے اور مادہ گھوڑی سے
پیدا ہوا ہو تو بعض نے فرمایا کہ صاحبین رح کے نزدیک مکروہ نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اگر بکری کا بچہ گدھی یا سورنی
کا دودھ پلا پلا کر پالا گیا پس اگر چند روز تک اسکو گھاس کھلائی گئی ہو تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ وہ
بمنزلہ جلالہ کے ہوگا اور جلالہ مین یہ حکم ہی کہ اگر چند روز تک اُسکو خالی گھاس کھلائی جاوے تو اُسکے کھانے مین
کچھ ڈر نہین ہی پس ایسا ہی اس صورت مین بھی حکم ہی یہ فتاوے کبرے مین ہی ۔

تیسرا باب متفرقات مین ۔ ایک بکری نے کتے کی صورت کا بچہ دیا پس اسکی حالت مین اشکال پیش
آیا پس اگر کتے کی طرح آواز کرتا ہو تو نکھایا جائیگا اور اگر بکری کی طرح آواز کرتا ہو تو کھایا جائیگا اور اگر دونون کی
طرح آواز کرتا ہو تو اُسکے سامنے پانی رکھا جاوے پس اگر زبان سے پیئے تو نہ کھایا جاوے کیونکہ وہ کتا ہی اور اگر
منہ سے پیئے تو کھایا جاوے کہ وہ بکری ہی اور اگر دونون طرح سے پیئے تو بھوسا اور گوشت اُسکے سامنے
رکھا جاوے پس اگر اُسنے بھوسا کھایا تو بکری ہی کھائی جائیگی اور اگر گوشت کھایا تو کتا ہی نہ کھایا جاوے اور اگر
اُسنے دونون کو کھایا تو ذبح کیا جاوے پس اگر امعا یعنی آنتین نکلین تو نہ کھایا جاوے اور اگر کرش یعنے اوجھ نکلا
تو کھایا جاوے یہ جواہر اخلاطی مین ہی - اور اجزاء حیوان مین سے جنکا کھانا حرام ہی وہ سات ہین اول دم
مسفوح یعنے خون جو تیزی کے ساتھ رگون سے آوے اور دوم ذکر یعنے نر کا خایہ سوم دونون خصیہ چہارم
قبل یعنے مادہ کی پیشاب گاہ پنجم غدہ ششم مثانہ ہفتم مرارہ یعنے پتا یہ بدائع مین ہی قال المترجم بال و کھر و
سینگ وغیرہ کو بسبب ظہور کے بیان نکیا حالانکہ انمین حرمت یا کراہت بنفسہ نہین ہی - اگر کسی نے کوئی بکری
ذبح کی اور وہ تڑپ کر پانی مین گر کر مری یا اونچے سے نیچے گر پڑی تو اُسکی ذکوۃ مین کچھ ضرر نہین ہی کیونکہ فعل
ذکوۃ اسمین مستقر ہوا پس اُسکا انزہاق روح اسی فعل سے ہوا اور بعد استقرار فعل ذکوۃ کے اُسکے اضطراب کا کچھ
اعتبار نہین ہی پس یہ گوشت ہی کہ پانی مین گر پڑا - یا اونچے سے نیچے گر پڑا ہی یہ مبسوط مین ہی - ایک شخص کی مرغی
کسی درخت مین اُڑ کر لٹک گئی حالانکہ اُسکا مالک اُس تک نہین پہونچ سکتا ہی پس اگر مالک کو اُسکے ہاتھ سے
جاتے رہنے یا مرجانے کا خوف نہین ہی اور باوجود اسکے اُسنے اُسکو تیر وغیرہ مارا تو وہ نکھائی جائیگی اور اگر
اُسکو اُسکے جاتے رہنے کا خوف ہو پس اُسنے تیر پھینک مارا تو کھائی جائیگی - اور کبوتر اگر مالک کے پاس
سے اُڑ گیا اور اُسکو مالک نے یا غیر نے تیر پھینک مارا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر آنا جانتا ہو تو اُسکا کھانا حلال
ہی خواہ یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا ہو یا اور جگہ لگا ہو کیونکہ یہ شخص ذکوۃ اختیاری سے عاجز ہی اور اگر گھر آنا جانتا ہو پس

اگر یہ تیر اُسکے مذبح پر لگا تو حلال ہے اور اگر دوسری جگہ لگا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ حلال
نہوگا یہی امام اعظم رح سے مروی ہے کیونکہ جب وہ کبوتر ایسے گھر آتا جاتا ہے تو شخص مذکور اسکا ذبح کرنے پر قادر ہے اور
اگر مرغی گھر میں ہل گئی ہو پھر وہ جنگل میں نکل گئی پھر اسکو کسی شخص نے تیر مارا پس اگر اُسکی مذبح پر پہونچا
تو حلال ہے ورنہ نہیں حلال ہے لیکن اگر وہ وحشی ہو گئی ہو کہ بدون شکار کے ہاتھ نہ آوے تو حلال ہو گی یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بکری ذبح کی اور حلقوم و رگیں کاٹ ڈالیں مگر ہنوز اسمیں
جان باقی تھی کہ کسی شخص نے اُسکے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا تو یہ کٹا ہوا ٹکڑا کھانا حلال نہیں ہے یہ ذخیرہ میں
ہے۔ ایک شخص نے زید کو حکم دیا کہ میری بکری ذبح کر دے اور اُسنے ذبح نکی یہانتک کہ مالک نے وہ
بکری عمرو کے ہاتھ فروخت کر دی پھر زید نے اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنے
حکم دینے والے سے یہ مال تاوان واپس نہیں لے سکتا ہے خواہ اُسکو بیع کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو۔ یہ
فتاوے کبرے میں ہے۔ اگر بھیڑیے نے بکری کی چکتی کاٹ لی تو یہ کٹی ہوئی چکتی کھانا روا نہیں ہے اور
زمانہ جاہلیت کے عرب لوگ اسکو کھا لیتے تھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
زندہ جانور میں سے جو ٹکڑا جدا کر لیا جاوے وہ مردار ہے اور اسکا رستہ یہ دیکھا جائیگا کہ اگر جانب مذکور بدون
اس جدا کیے ٹکڑے کے زندہ رہ سکے تو اسکا کھانا روا نہیں ہے اور اگر بدون اسکے زندہ نرہ سکے
جیسے سر تو جدا کیا ہوا اور باقی دونوں کا کھانا روا ہے۔ اور اگر بھیڑیے نے کسی بکری کی کھوپڑی اُتار لی
تو جب تک وہ زندہ ہے تب تک اُسکے لبے اور پیٹ کے کنارہ گردن اور جبڑے ملکے درمیان چھری
چلا کر ذبح کر لینے سے حلال ہو جائیگی یہ وجیز کردری میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک اونٹ ایک کنوئیں
میں گر پڑا جانتا ہے کہ اُس سے نمریگا حالانکہ وہ مر گیا تو نہ کھایا جائیگا اور اگر مشکل ہو تو کھایا جائیگا یہ محیط کی کتاب
الصید میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی بکریاں ایک چرواہے کے سپرد کیں اُسنے ان بکریوں میں سے
ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ میں نے اسکو ایسی حالت میں ذبح کیا ہے کہ جب یہ مُردہ تھی اور مالک نے
کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اسکو زندہ ہونے کی حالت میں ذبح کیا ہے تو قسم سے چرواہے کا قول قبول
ہوگا اور اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوے کبرے میں ہے۔ ایک بھیڑیے نے ایک بکری کی رگہائے
گردن کاٹ ڈالیں اور ہنوز وہ زندہ موجود تھی تو اُسکی ذکوۃ یعنے ذبح کر کے حلال کرنے کی کوئی
صورت نہیں ہے کیونکہ محل ذبح جاتا رہا ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے ایک بکری کے دو ٹکڑے کر دیے پھر دوسرے
نے اُسکی رگہائے گردن کاٹ دیں در حالیکہ اُسکا سر حرکت کرتا تھا یا ایک شخص نے اُسکا پیٹ پھاڑ کر
جو کچھ اُسکے پیٹ میں تھا باہر نکال دیا پھر دوسرے نے اُسکی رگہائے گردن کاٹ دیں تو یہ بکری نکھائی
جائیگی کیونکہ پہلے شخص کا فعل قاتل ہے اور امام قدوری رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اسمیں دو صورتیں ہیں کہ
اگر پہلے شخص کی ضرب اُسکے پٹھے کے متصل واقع ہوئی ہو تو یہ بکری نکھائی جائیگی اور اگر سر کے متصل واقع
ہوئی ہو تو کھائی جاویگی کذا فی البدائع

سلہ اسواسطے کہ قول اسکا ہوا کیونکہ وہ امانت دار ہے ۱۲

کتاب الاضحیہ

اس کتاب مین نو باب ہین

باب اول - اضحیہ کی تفسیر و رکن و صفت و شرائط و حکم کے بیان مین اور جس شخص پر یہ واجب ہوتا ہے اور جسپر نہین ہوتا ہے اُسکے بیان مین شرع مین حیوان مخصوص کا جو بہ نیت قربت وقت مخصوص مین ذبح کیا جاوے اضحیہ کہتے ہین یہ تبیین مین ہے اور جس جانور کا قربانی کرنا جائز ہے اُسکو قربانی کی نیت سے قربانی کے دنون مین ذبح کرنا اضحیہ کا رکن ہے کیونکہ رکن الشئے وہ ہے جس سے اُس شئے کا تقوم ہو اور اضحیہ کا تقوم اس فعل سے ہے پس یہ رکن ہوا کذا فی النہایہ – اور صفت تضحیہ کا بیان سو تضحیہ دو طرح کا ہوتا ہے واجب و تطوع پھر واجب کے چند انواع ہین ازانجملہ یہ کہ غنی و فقیر دونون پر واجب ہو ازانجملہ یہ کہ فقیر پر واجب ہو نہ غنی پر ازانجملہ یہ کہ غنی پر واجب ہو نہ فقیر پر پس جو غنی و فقیر دونون پر واجب ہوتا ہے وہ منذور بہ ہے یعنے نذر کی ہو مثلاً کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھپر واجب ہے کہ مین ایک بکری یا ایک بدنہ یا یہ بکری یا یہ بدنہ قربانی کرون – اسی طرح اگر اُسنے ایسا کلام اپنی تنگدستی کی حالت مین کہا پھر وہ ایام نحر مین فراخ حال ہوگیا تو اسپر دو بکریان قربانی کرنی واجب ہونگی کیونکہ نذر کے وقت اُسپر کوئی قربانی واجب نہ تھی پس یہ کلام محتمل اخبار نہین ہو سکتا ہے تو حقیقت شرعیہ پر محمول کیا جائیگا پس ایک اضحیہ اسپر اپنی نذر کی وجہ سے واجب ہوگا اور دوسرا بایجاب شرع واجب ہوگا – اور اضحیہ تطوع وہ ہے جو مسافر یا فقیر کرے جسکی طرف سے قربانی کرنے کی نذر نہین پائی گئی اور نہ اضحیہ کی خرید ثابت ہوئی ہے اور تطوع اسوجہ سے ہوگا کہ سبب و شرط وجوب معدوم ہے – اور جو اضحیہ کہ فقیر پر واجب ہوتا ہے نہ غنی پر وہ ایسا اضحیہ ہے جسکو فقیر نے اضحیہ کے واسطے خرید کیا مثلاً ایک فقیر نے ایک بکری بدین نیت خریدی کہ مین اسکی قربانی کرونگا اور اگر غنی ہو تو اسپر خریدنے سے واجب نہوگی اور اگر کسی شخص کی ملک مین ایک بکری ہو پس اُسنے نیت کی کہ مین اسکی قربانی کرونگا یا کسی نے ایک بکری خریدی مگر خریدنے کے وقت اُسکی قربانی کرنے کی نیت نکی پھر نیت کی کہ اسکی قربانی کرون تو قربانی اُسپر واجب نہو جائیگی خواہ یہ شخص فقیر ہو یا غنی ہو – اور جو اضحیہ کہ فقط غنی پر واجب ہوتا ہے نہ فقیر پر [illegible] ہے کہ بدون نذر و بدون نیت اضحیہ خرید کرنے کے واجب ہو یعنی بشکر نعمت حیات اور طریقہ موروثی حضرت خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام زندہ کرنے کی غرض سے واجب ہو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان ایام مین ایک مینڈھا ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا یہ بدائع مین ہے اور قربانی واجب ہونے کے شرائط ازانجملہ یہ ہے کہ فراخ دستی ہو اور فراخ دستی وہ مراد ہے جس سے صدقہ فطر واجب ہوتا ہے ایسی فراخ دستی نہین مراد ہے جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور بلوغ و عقل شرط نہین ہے حتی کہ اگر نابالغ کا مال ہو تو اُسکی طرف سے اُسکا باپ یا باپ کا وصی اُسکے مال سے خرید کر قربانی کر دیگا مگر گوشت صدقہ نکریگا اور امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ان دونون مین سے کوئی ضامن نہوگا اور اگر گوشت صدقہ کر دیا تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور ازانجملہ یہ کہ اسلام شرط ہے پس کافر پر واجب نہوگی اور واضح ہو کہ تمام وقت مین

اول سے آخر تک اسلام شرط نہیں ہے حتےٰ کہ اگر اول وقت میں کافر ہو پھر آخر وقت میں اسلام لایا تو اُسپر
قربانی واجب ہوگی۔ از انجملہ حریت ہے پس غلام پر قربانی واجب نہو گی اگرچہ غلام ماذون التجارۃ یا مکاتب ہو
اور یہ شرط نہین ہے کہ اول وقت سے آزاد ہو بلکہ اگر اخیر وقت مین آزاد ہو گیا تو کافی ہے چنانچہ اگر آخر وقت
مین آزاد ہوا۔ اور نصاب کا مالک ہوا تو اُسپر ضحیہ واجب ہوگا از انجملہ یہ شرط ہے کہ مقیم ہو پس مسافر پر واجب نہین
ہے اور پورے وقت مین مقیم ہونا شرط نہین ہے حتےٰ کہ اگر اول وقت مین مسافر ہو پھر آخر وقت مین مقیم ہو گیا
تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر اول وقت مین مقیم تھا گر سفر کیا پھر آخر وقت مین مقیم ہوا تو اُسپر قربانی واجب
ہوگی۔ یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے قربانی کا جانور خریدنے سے پہلے سفر کیا ہو اور اگر قربانی کے واسطے بکری خریدی پھر
سفر کیا تو منتقی مین مذکور ہے کہ اُسکو اختیار ہے کہ یہ بکری فروخت کر دے قربانی نہ کرے اور ایسا ہی امام محمد رح
سے مروی ہے کہ وہ اُسکو فروخت کرے اور بعضے مشائخ نے تنگدست و فراخ دست مین فرق کیا ہے یعنے
فرمایا کہ اگر فراخ دست ہو تو یہی حکم ہے اور اگر تنگدست ہو تو چاہیے کہ اُسپر واجب ہو اور سفر کی وجہ سے اُس سے
ساقط نہو۔ اور اگر اُسنے وقت آجانے کے بعد سفر کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ ایسا ہی حکم ہونا چاہیے ہے اور سب
شرطین جو ہمنے ذکر کر دی ہین انمین مرد و عورت یکسان ہین یہ بدائع مین ہے۔ اور قربانی کا حکم یہ ہے کہ دنیا مین
جو امر اُسکے ذمہ واجب ہوا تھا اُس سے ادا ہو گیا اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے عقبےٰ مین اُسکو ثواب ملیگا یہ تبیین
مین ہے۔ اور موسر یعنے فراخ دست ظاہر الروایہ کے موافق وہ شخص ہے جو اپنے مسکن و متاع خانہ و سواری و
خادم وغیرہ سے جنکی اُسکو حاجت ہے کہ انسے بے پروا نہین ہو سکتا ہے انکے سوائے دو سو درم یا بیس مثقال
یا اتنی قیمت کی کوئی چیز رکھتا ہو اور ضروری چیزین جو مذکور ہوئین انکے سوائے اگر اُسکے پاس سوائم یا رقیق
یا گھوڑے یا متاع تجارت وغیرہ ہون تو وہ سب اُسکی فراخ دستی مین شمار ہونگے۔ اور اگر اُسکے پاس
عقار و کرایہ پر چلانے کی ملک ہو تو مشائخ متاخرین نے اختلاف کیا ہے پس شیخ زعفرانی و شیخ علی رازی
(گھر وغیرہ ۱۲)
نے اُسکی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور شیخ ابو علی دقاق رحمہ اللہ وغیرہ نے آمدنی کا اعتبار کیا ہے پھر باہم اختلاف
کیا کہ شیخ ابو علی دقاق رح نے فرمایا کہ اگر اس سے اُس شخص کو ایک سال کھانے کی آمدنی حاصل ہوتی ہو تو اُسپر
قربانی واجب ہوگی اور بعضے مشائخ مین سے بعض نے کہا کہ ایک مہینہ کھانے کی آمدنی حاصل ہوتی ہو اور
ہر گاہ کہ اسمین سے دو سو درم یا زیادہ بچے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر کوئی عقار اُسپر وقف ہو تو دیکھا
(یعنی مل گئے ۱۲)
جائیگا کہ اگر قربانی کے ایام مین اُسکے واسطے دو سو درم یا زیادہ واجب ہوئے ہین تو اُسپر قربانی واجب
ہوگی ورنہ نہین یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اگر مال سے جو قرضہ مین صرف کیا جاوے تو نصاب
پورا نہ ہو کم ہو جاوے تو اُسپر قربانی واجب نہو گی اسیطرح اگر اُسکا مال ہو مگر اُسکے پاس نہو غائب ہو
کہ ایام قربانی مین اُسکو نہ ملے تو اُسپر قربانی واجب نہو گی اور یہ شرط نہین ہے کہ یہ شخص ہر وقت مین غنی ہو
حتےٰ کہ اگر اول وقت قربانی مین فقیر ہو پھر آخر وقت مین غنی ہو گیا تو اُسپر واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکے
پاس دو سو درم ہون پھر اُسپر سال گذر گیا اور اُسنے پانچ درم زکوۃ مین دیدیے پھر قربانی کے ایام آئے
اور اُسکا مال ایک سو پچانوے درم ہین تو اُسمین ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہے۔ اور شیخ

زعفرانی نے ذکر کیا کہ اُسپر اضحیہ واجب ہوگا کیونکہ مال ہین کی ایسے طریق سے آئی ہے کہ وہ خود قربت ہے پس یہ مال
تقدیراً موجود قرار دیا جائیگا حتے کہ اگر اُسنے اسمین سے پانچ درم نفقہ مین خرچ کر دیئے ہون تو اُسپر قربانی
واجب نہوگی۔ اور اگر فراخ دست آدمی نے قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی وہ ضائع ہوگئی پھر
اسکے نصاب مین کمی آگئی اور وہ فقیر ہوگیا پھر ایام نحر آگئے تو اُسپر یہ واجب نہوگا کہ دوسری بکری خریدے
اور اگر اُسنے قربانی کے دنون مین وہی بکری جو ضائع ہوگئی تھی پائی حالانکہ وہ تنگدست ہے تو اُسپر اُسکی قربانی
کرنی واجب نہوگی اور اگر پہلی بکری ضائع ہوگئی پھر اُسنے فراخ دستی کی حالت مین دوسری بکری خریدکر
قربانی کی پھر تنگدست ہوگیا اور تنگدستی کی حالت مین اُسنے پہلی بکری پائی تو اُسپر کچھ صدقہ کر دینا واجب
نہوگا۔ یہ بدائع مین ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے نزدیک مہر کی وجہ سے عورت کی تو انگری کا اعتبار
جبھی ہوگا۔ کہ جب اُسکا خاوند تو انگر ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرے قول کے موافق اس سے
عورت تو انگر نہین شمار ہوتی ہے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ائمہ مین یہ اختلاف مہر مؤجل مین ہے جسکو فارسی
مین دست پیمان کہتے ہین اور اگر مہر معجل ہو جسکو فارسی مین کابین کہتے ہین تو ایسی مہر کی وجہ سے عورت
بالاجماع تو انگر نہین شمار ہوگی۔ اور اجناس مین لکھا ہے کہ اگر کسی باورچی کے پاس دوسو درم قیمت کے
گیہون ہون جس سے تجارت کرتا ہو یا دوسو درم قیمت کا نمک ہو یا کُندی گر کے پاس دوسو درم قیمت
کا صابون یا اشنان ہو تو اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی کے پاس دوسو درم کا
مصحف مجید ہو اور یہ شخص ایسا ہو کہ اُسکو اچھی طرح پڑھ سکتا ہو تو اُسپر قربانی واجب نہوگی خواہ وہ شخص
اس مصحف سے پڑھتا ہو یا سستی کرتا ہو نہ پڑھتا ہو۔ اور اگر وہ شخص اس مصحف سے نہ پڑھ سکتا ہو تو اُسپر
قربانی واجب ہوگی اور اگر اسکا چھوٹا لڑکا ہو اُسکے واسطے اُسنے قرآن شریف کی جلد رکھ چھوڑی ہے کہ ذرا
بڑا ہووے تو اسکو دیکر اُستاد کے سپرد کرے تو اُسپر قربانی واجب ہوگی اور کتب علم وحدیث اس حکم مین
مثل مصحف مجید کے ہین کذا فی الظہیریہ اور فتاوے صغری مین ہے کہ کتابون کی وجہ سے غنی نہین شمار
ہوتا ہے الا اس صورت مین کہ اُسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ایک ہی شیخ سے ایک ہی روایت سے ہون
اور اگر ایک ہی شیخ سے دو روایتون سے ہون جیسے شیخ ابو حفص سے اور شیخ ابو سلیمان سے امام محمد سے
روایت کی ہے تو ایسے کے نسخے ہونے سے اُسپر قربانی واجب نہوگی اور وہ غنی شمار نہوگا اگر اُسکے پاس احادیث
کی کتابین اور تفسیر کی کتابین ہون اگرچہ اسکے پاس ہر قسم کی دو کتابین ہون۔ اور جسکے پاس طب و نجوم
و ادب کی کتابین ہون پس اگر اُنکی قیمت نصاب کو پہونچے تو وہ غنی شمار ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اجناس
مین لکھا ہے کہ ایک شخص لنگ کرتا ہے اُسنے دوسو درم قیمت کا ایک گدھا خرید اُسکے ذریعہ سے سوار ہوکر اپنی
حاجتون مین آتا جاتا ہے تو اُسپر قربانی واجب نہوگی حالانکہ ہنوز اُسکی وہی قیمت ہے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک
دار ہو جسمین دو بیت ہون ایک جاڑے کا اور ایک گرمی کا یا فرش جاڑے و گرمی کا ہو تو اسکی وجہ سے غنی
نہوگا اور اگر اس دار مین تین بیت ہون اور تیسرے بیت کی قیمت دوسو درم ہون تو اُسپر قربانی واجب ہوگی
اسی طرح اگر تیسرا فرش ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور غازی بیٹھ جہاد کرنے والا و گھوڑے ان سے غنی نہین ہوتا ہے

تیر سے ہو سکتا ہے اور غازی ہتھیاروں سے غنی نہیں ہوتا ہے الا اس صورت میں کہ اُسکے پاس ہر قسم کے دو ہتھیار ہوں کہ ایک جوڑ کی قیمت دو سو درم ہوں تو غنی شمار ہوگا اور فتاوے میں ہے کہ ایک گھوڑے یا ایک دستے سے غنی نہیں ہوتا ہے اور اگر اُسکے پاس دو گھوڑے یا دو گدھے ہوں اور ایک کی قیمت دو سو درم ہوں تو وہ غنی صاحب نصاب قرار دیا جائیگا۔ اور کاشتکار دو بیلوں اور آلات کاشتکاری سے غنی نہیں ہوتا ہے اور ایک گائے سے غنی ہوتا ہے اور اگر تین بیل ہوں کہ ایک بیل کی قیمت یا گائے کی قیمت دو سو درم ہو تو وہ صاحب نصاب ہے اور کرایہ والا اگر تین دستہ کرشت سے ایک تیر کے بیٹھنے کے دوسرے درمیانی تیر سے ذرا اونچے ہوں تین بیٹھنے کے تیر سے غنی نہیں ہوتا ہے ہاں اگر چوتھا دستہ ہو تو غنی ہو سکتا ہے اور جسکے پاس باغ انگور ہو وہ غنی ہے اگر اُسکی قیمت دو سو درم ہو یہ خلاصہ میں ہے اور کسی شخص پر یہ واجب نہیں ہے کہ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا اپنی زوجہ کی طرف سے قربانی کرے لیکن اگر انہوں میں سے کسی نے اسکو اذن دیا ہو تو قربانی کردے اور نابالغ فرزند کی طرف سے قربانی کرنے میں امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں ظاہر الروایۃ میں ہے کہ واجب نہیں ہے بخلاف صدقہ فطر کے کہ وہ واجب ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اسپر واجب ہے کہ اپنے نابالغ فرزند کی طرف سے اور اپنے بیٹے کے بیٹے کی طرف سے جسکا باپ مرگیا ہے قربانی کرے اور فتوے ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اگر نابالغ کا مال ہو تو ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ باپ پر اسکی طرف سے قربانی کرنی واجب ہے کذا فی فتاوے قاضی خان اور یہی اصح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہے کہ مال صغیر سے اسکی طرف سے قربانی کرے جیسا کہ صدقہ فطر کے مگر وصی اسکا گوشت صدقہ نہ کریگا بلکہ صغیر اسکو کھائیگا پھر اگر اسقدر بچ رہا کہ اُسکا کھلانا ممکن نہیں ہے تو اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدے جس سے نفع اٹھائے کذا فی فتاوی قاضی خان اور اصح یہ ہے کہ یہ واجب نہیں ہے اور وصی اُسکے مال سے ایسا کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہے کذا فی الہدایہ۔ اور ظاہر الروایت سے یہی مذکور ہے کہ مال صغیر میں قربانی واجب نہیں ہوتی ہے باپ و وصی کو اسکے مال سے اسکی طرف سے قربانی کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر باپ نے ایسا کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک کچھ ضامن نہوگا اور اسی پر فتوے ہے اور اگر وصی نے ایسا کیا تو امام محمد رح کے قول کے موافق ضامن ہوگا اور امام اعظم رح کے قول کے موافق مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے فرمایا کہ جیسے باپ ضامن نہیں ہوتا ہے ویسے ہی وصی بھی ضامن نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر حاکم نے کیا ہو تو ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا اور معتوہ و مجنون اس حکم میں مثل نابالغ کے ہیں مگر جو مجنون ایسا ہو کہ کبھی اسکو جنون رہتا ہو اور کبھی افاقہ رہتا ہو وہ مثل صحیح کے ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور کسی شخص پر واجب نہیں ہے کہ اپنے رقیق یعنی ہر قسم لونڈی و غلام کی طرف سے قربانی کرے اور نہ یہ واجب ہے کہ اپنی ام ولد کی طرف سے قربانی کرے یہ ملتقط میں ہے مگر مستحب ہے کہ اپنے مملوکوں کی طرف سے قربانی کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جو نابالغ کہ ایام قربانی میں بالغ ہو گیا حالانکہ وہ تونگر ہے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک بالاجماع اُسپر قربانی واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے

اور مسافرون پر قربانی واجب نہین ہوتی ہے اور نہ حاجیون پر جبکہ وہ احرام مین ہون اگرچہ اہل کہ مین سے
ہون یہ شرح طحاوی مین ہے اور رہا بیان کیفیت وجوب سو از انجملہ یہ ہے کہ قربانی اپنے ایام مین بطور موسع واجب
ہوتی ہے یعنے تمام وقت مین کسی وقت قربانی کرے کوئی وقت معین نہین ہے پس جس پر قربانی واجب ہوئی اگر
اُسنے ایام قربانی مین سے کسی وقت قربانی کردی تو واجب ادا ہو جائیگا خواہ اُسنے اول وقت قربانی کی ہو یا
درمیان مین یا آخر وقت مین اور اسی سے نکلتا ہے کہ اگر اول وقت مین قربانی واجب ہونے کی اہلیت نہ رکھتا
ہو پھر آخر وقت اسکا اہل ہوگیا مثلاً اول وقت مین کافر یا غلام یا فقیر یا مسافر تھا پھر آخر وقت مین اہل ہوگیا یعنی
مسلمان آزاد تونگر و مقیم ہوگیا تو اُسپر قربانی واجب ہو جائیگی اور اگر اول وقت مین اہلیت رکھتا تھا پھر آخر وقت
مین نااہل ہوگیا مثلاً مرتد ہوگیا یا فقیر ہوگیا یا مسافر ہوگیا تو اُسپر واجب نہوگی اور اگر کسی نے اول وقت مین قربانی
کردی حالانکہ وہ فقیر تھا پھر آخر مین تونگر ہوگیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ دوبارہ قربانی کرے اور یہی صحیح ہے اور اگر تمام
وقت مین تونگر رہا مگر قربانی نہ کی پھر فقیر ہوگیا تو قربانی کے لائق ایک بکری کی قیمت اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی کہ جب
اُسکو قیمت ہاتھ آجاوے تو اُسکو صدقہ کردے اور اگر قربانی کے ایام مین تونگر مر گیا اور ہنوز اُسنے قربانی ادا
نکی تھی تو اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی از انجملہ یہ ہے کہ قربانی کے ایام مین جب تک وقت باقی ہے تب تک قربانی
کرنے کے قائم مقام دوسری چیز نہین ہوسکتی ہے حتے کہ اگر اُسنے بعینہ بکری یا بکری کی قیمت ایام قربانی مین صدقہ
کردی تو اُسکی قربانی ادا نہوگی۔ از انجملہ یہ ہے کہ قربانی کرنے مین نیابت جاری ہوتی ہے پس جائز ہے کہ آدمی خود
ذبح کرے یا اُسکی اجازت سے دوسرا اُسکی طرف سے ذبح کرے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ یہ قربت مال سے
متعلق ہے پس اُسمین نیابت ہوسکتی ہے خواہ وہ شخص جسکو اجازت دی ہے مسلمان ہو یا کتابی ہو۔ از انجملہ یہ ہے کہ اگر قربانی
اپنے وقت پر ادا نہوئی تو اُسکی قضا ہوتی ہے پھر اُسکی قضا کبھی اس طرح ہوتی ہے کہ بکری کی قیمت صدقہ کرے اور
اگر اُسنے کسی خاص بکری کا قربانی کرنا اپنے اوپر واجب کرلیا تھا مگر قربانی کے ایام گذر گئے اور اُسنے قربانی نکی
تو اُس بکری کو بعینہ زندہ صدقہ کرے خواہ یہ شخص تونگر ہو یا تنگدست ہو اسی طرح اگر اُسنے کوئی بکری اسواسطے
خریدی کہ اُسکی قربانی کرے مگر اُسکی قربانی نہ کی یہان تک کہ قربانی کے ایام گذر گئے تو بھی یہی حکم ہے اور از انجملہ
یہ ہے کہ اسکے وجوب نے ہر ذبح کو جو اس سے پہلے تھا جیسے عقیقہ و رجبیہ و عتیرہ وغیرہ سبکو منسوخ کردیا ہے کذا فی البدائع

دوسرا باب - بوجہ نذر کے یا جو اسکے معنی مین ہے قربانی واجب ہونے کے بیان مین۔ ایک شخص نے
قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی اور اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کرلی پھر دوسری خریدی تو امام
اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اُسکو پہلی بکری فروخت کرنے کا اختیار ہے اور اگر دوسری بکری بہ نسبت پہلی بکری
کے اغراب یعنے کم قیمت ہو اور اُسنے دوسری بکری ذبح کی تو جسقدر دونون بکریون کی قیمت مین تفاوت ہے
وہ صدقہ کرے کیونکہ جب اُسنے پہلی بکری کو اپنی زبان سے واجب کرلیا تو پہلی بکری کی مالیت کی قدر اسنے
اوپر اللہ تعالے کے واسطے واجب کرلیا پس اُسکو روا نہوگا کہ اپنے واسطے کچھ بچا رکھے اسیواسطے دوسری
کی قیمت سے جسقدر پہلی کی قیمت زائد ہے وہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم نے فرمایا کہ یہ بات
ہے کہ یہ شخص خریدنے والا فقیر ہو اور اگر تونگر ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہے کہ بڑھتی قیمت صدقہ کرے اور شمس الائمہ

سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہے پس اُسپر واجب ہے کہ بعینہ قیمت صدقہ کر دے
خواہ توانگر ہو یا فقیر ہو اسواسطے کہ غنی پر قربانی کا وجوب اگرچہ ذمہ ہوتا ہے مگر تعیین اُسکے معین کرنے سے ہوجاتا
ہے پس یہ بکری جو اُسنے معین کی بقدر اُسکی مالیت کے متعین ہو گئی اسواسطے کہ تعیین مین اسی کا اعتبار کیا جائیگا
اگر کسی توانگر نے قربانی کا جانور خریدا یعنے بکری پھر وہ گم ہو گئی پھر اُسنے دوسری خریدی پھر پہلی گم شدہ کو
ایام قربانی مین پایا تو اُسکو اختیار ہے کہ دونون مین سے جسکو چاہے قربانی کرے اور اگر تنگدست ہو اور اُسنے
ایک بکری خریدا اُسکی قربانی واجب کر لی پھر گم ہو جانے سے دوسری خریدی پھر پہلی کو پایا تو مشائخ نے فرمایا
کہ اُسپر دونون کا قربانی کرنا لازم ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کسی نے دس جانور کی قربانی اپنے اوپر
واجب کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسپر سوا دو کے کوئی واجب نہوگی اسواسطے کہ آثار مین دو ہی کا بیان آیا ہے ایسا
ہی کتاب مین مذکور ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسپر سب واجب ہونگی یہ ظہیریہ مین ہے اگر کسی نے قربانی کے واسطے ایک بکری
خریدی پھر اُسکو فروخت کر دیا اور ایام قربانی مین دوسری خریدی تو تین صورتین ہین اول آنکہ قربانی کی نیت سے ایک
بکری خریدی دوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے بکری خریدی پھر قربانی کی نیت کی سوم یہ کہ بغیر نیت قربانی کے خریدی پھر اپنی زبان سے
اُسکی قربانی واجب کر لی یعنی یہ کہا کہ اللہ تعالی کیواسطے مجھپر واجب ہے کہ اس سال مین اسکی قربانی کرون پس اول صورت مین موافق
ظاہر الروایۃ کے وہ بکری اضحیہ نہو جائیگی تاوقتیکہ اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب نکرے اور امام ابو یوسف نے امام اعظم رح سے
روایت کی کہ وہ بکری مجرد نیت سے اضحیہ ہو جائیگی جیسا کہ زبان سے اُسکی قربانی واجب کرنے مین ہوجاتی ہے اور اسی کو امام ابو یوسف
رحمہ اللہ نے اور بعض متاخرین نے لیا ہے اور امام محمد رح سے منتقی مین مروی ہے کہ ایک شخص نے قربانی کے واسطے ایک بکری
خریدی اور خریدنے کے وقت قربانی کی نیت دل مین کی تو وہ نیت کے موافق اضحیہ ہو جائیگی پھر اگر ایام قربانی
سے پہلے اُسنے سفر کیا تو اُسکو فروخت کر سکتا ہے اور بوجہ مسافرت کے قربانی اُس سے ساقط ہو جائیگی اور صورت
دوم یعنے بغیر نیت قربانی کے خریدی پھر قربانی کی نیت کی یہ ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہے اور منتقی مین ہے کہ امام اعظم رح
سے روایت کی ہے کہ وہ اضحیہ نہو جائیگی حتے کہ اگر اُسنے یہ بکری فروخت کر دی تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور ہم اسی کو
لیتے ہین۔ اور تیسری صورت مین یعنے خریدنے کے بعد اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کی تو بالاتفاق سب
کے نزدیک اضحیہ ہو جائیگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ایک شخص نے ایک بکری جسکو اُسنے بہ نیت قربانی
خریدا تھا بلا نیت قربانی ذبح کیا تو جائز ہے کہ خریدنے کے وقت کی نیت کافی ہے یہ جنیس کردری مین ہے ایک
شخص نے قربانی کی نیت سے ایک بکری خرید کر فروخت کر دی پھر دوسری خرید کر قربانی کی اور پہلی بکری
اُسنے بیس درم کو فروخت کی اور مشتری کے پاس اُسمین زیادتی ہو گئی یہانتک کہ وہ تیس درم کی ہو گئی تو امام
اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک پہلی بکری کی بیع جائز ہے اور اُسپر واجب ہوگا کہ دوسری سے پہلی مین جسقدر
مشتری کے پاس زیادتی ہو گئی ہے زیادتی کی مقدار صدقہ کر دے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلی
بکری کی بیع باطل ہے پس پہلی بکری مشتری سے لے لیجائیگی یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص نے تجارت کے
واسطے ایک بکری خریدی پھر اپنی زبان سے اُسکی قربانی واجب کر لی تو اُسپر واجب ہے کہ ایسا ہی کرے اور اگر ایسا
نکیا یہانتک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو بعینہ صدقہ کر دے یہ حاوی مین ہے اور اگر وہ بکریان قربانی کین تو صحیح یہ ہے

کہ دونون سے قربانی ہوگی کیونکہ حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہر کہ کچھ ڈر نہین ہر کہ ایک بکری سے قربانی
کرے یا دو بکریون سے قربانی کرے یہ محیط سرخسی مین ہر۔ ایک شخص نے ضحیہ تیس درم کو خریدا تو دو بکریان بنسبت ایک کے
افضل ہین بخلاف اسکے اگر بیس درم کو خریدے تو ایک بکری بنسبت دو بکریون کے بہتر ہر کیونکہ تیس درم مین قربانی کے
واسطے جیسی سن کی اور جتنی بڑی چاہیے ہر اچھی پوری دو بکریان آتی ہین اور بیس درم مین نہین آتی ہین جتنے
کہ اگر کہین آتی ہون تو دو بکریان خریدنا بہتر ہوگا اور اگر بیس درم مین دو بکریان ایسی نہ ملین تو ایک بکری خریدنا
افضل ہوگا یہ فتاوے کبری مین ہر۔ ایک شخص نے ایک بکری قربانی کرنے کی نیت کی اور کسی بکری کو معین نہ کیا
تو اسپر ایک بکری واجب ہوگی اور اسمین سے کھا نہین سکتا ہر اور اگر کچھ کھایا تو اسقدر کی قیمت صدقہ کرنی
ہوگی یہ وجیز کردری مین ہر۔ ایک شخص نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مجھپر واجب ہر کہ مین ایک بکری قربانی
کرون پھر اسنے بدنہ یا گاے قربانی کی تو جائز ہر کذا فی السراجیہ

تیسرا باب۔ قربانی کے وقت کے بیان مین۔ قربانی کا وقت تین روز تک ہر یعنے ذیحجہ کی دسوین
و گیارھوین و بارھوین اور اول تاریخ افضل ہر اور آخر تاریخ ادون ہر اور دسوین تاریخ طلوع فجر سے
لیکر بارھوین تاریخ غروب آفتاب تک ان ایام کے دن مین و رات مین قربانی جائز ہر لیکن رات مین ذبح کرنا
مکروہ ہر اور اگر یوم اضحیے مین شک ہوا تو مستحب ہر کہ تیسرے روز تک تاخیر کرے اور اگر تاخیر کردی تو مستحب
یہ ہر کہ اسمین سے کچھ نہ کھاوے اور سب صدقہ کرے اور جس جانور کو ذبح کیا ہر اسکی ذبح کی ہوئی حالت
مین جو قیمت اندازہ کی جاوے اور جسقدر اسکے زندہ ہونے کی حالت مین قیمت اندازہ کیجاوے ان دونون
قیمتون مین جسقدر فرق ہو اسقدر دام بھی صدقہ کردے کیونکہ اگر قربانی غیر وقت مین واقع ہوئی تو یہ شخص عہدہ
سے اسکے خارج نہین ہوسکتا ہر یہ محیط سرخسی مین ہر ایام النحر تین دن ہین اور ایام التشریق تین دن ہین اور
دونون چار ہین پورے ہوتے ہین کہ ان چار مین سے اول روز فقط یوم النحر ہر اور ان چار مین سے آخر
روز فقط یوم تشریق ہر اور بیچ کے دونون روز یوم نحر بھی ہین اور یوم تشریق بھی ہین اور ان ایام مین قربانی
کرنا بنسبت قربانی کے دام صدقہ کرنے کے افضل ہر کیونکہ اگر اسنے قربانی کی تو واجب ادا ہوا یا سنت ادا ہوئی
اور اگر دام صدقہ کیے تو محض تطوع ہر پس اسپر اسکو فضیلت ہر یہ ہدایہ مین ہر اور دیہات و شہر والون کے واسطے
مستحب طلوع آفتاب کے بعد ہر اور اہل شہر کے حق مین خطبہ کے بعد ہر یہ ظہیریہ مین ہر۔ اور اگر کسی نے ایسی حالت
مین ذبح کیا کہ امام نماز مین تھا تو نہین جائز ہر اسی طرح اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے
قعدہ نہین کیا تھا تو بھی یہی حکم ہر اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے بقدر تشہد کے قعدہ کر لیا تھا مگر ہنوز سلام
نہین پھیرا تھا تو مشایخ نے فرمایا کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے نہین جائز ہر جیسا کہ نماز مین ہونے کی حالت
مین ایسا کرنا نہین جائز ہر کیونکہ امام رح کے نزدیک اپنی حرکت سے نماز سے باہر ہونا فرض ہر کذا فی البدائع اور یہی
صحیح ہر یہ خزانۃ المفتین مین ہر۔ اور اگر ایسی حالت مین ذبح کیا کہ امام نے ایک سلام پھیرا تھا تو بالاتفاق قربانی جائز
ہر یہ فتاوے قاضی خان مین ہر۔ اور اگر امام نماز سے فارغ ہو گیا اور ہنوز خطبہ نہین پڑھا ہر تو ذبح کرنا جائز ہر یہ محیط
سرخسی مین ہر۔ اور تشہد کے بعد جب تک امام نے سلام نہ پھیرا ہو تب تک قربانی کرنا نہین جائز ہر اور یہی صحیح ہر

یہ خزانۃ المفتیین مین ہے۔ امام نے نماز پڑھی پھر لوگون نے قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بلا وضو نماز پڑھی ہے تو
قربانی جائز ہو گی اور اگر لوگون کے متفرق ہونے سے پہلے امام کو یاد آگیا کہ مین نے بلا وضو نماز پڑھی ہے تو
نماز کا اعادہ کیا جائیگا اور قربانی کا اعادہ نہین کیا جائیگا اور بعضے لوگون نے کہا کہ لوگ نماز کا اعادہ نہ کرینگے
فقط امام اعادہ کریگا اور اگر امام نے لوگون مین منادی کرا دی کہ نماز کا اعادہ کرین تو جس شخص نے اس بات کے
واقف ہونے سے پہلے ذبح کیا ہے اُسکی قربانی جائز ہو گی اور جس نے بعد جاننے کے ذبح کیا اُسکی قربانی جائز نہو گی
اور اگر قبل زوال کے ذبح کیا یا بعد زوال کے ذبح کیا تو جائز ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور اگر دسوین تاریخ
بسبب عذر کے یا بلا عذر نماز ترک کی تو جب تک زوال آفتاب نہو تب تک قربانی نہین جائز ہے اور اُسکے دوسرے روز
یا تیسرے روز نماز سے پہلے قربانی جائز ہے کیونکہ پہلے روز زوال آفتاب سے نماز کا وقت فوت ہو گیا
اور دوسرے روز جو نماز ادا کی جائیگی وہ قضا ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ واقعات مین ہے کہ اگر
کسی شہر مین فتور واقع ہوا کہ اُس مین کوئی والی نہ رہا جو لوگون کو بقرعید کی نماز پڑھاوے پس
لوگون نے بعد طلوع فجر کے قربانی کر دی تو جائز ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ شہر مذکور اس حکم کے حق مین مثل
سواد شہر کے ہو گیا کذا فی الفتاوے الکبرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ سراجیہ مین ہے اگر کسی نے عرفہ کے روز
یہ جانکر کہ یہ روز عرفہ ہے بعد زوال آفتاب کے اپنی قربانی کے جانور کو ذبح کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ یوم النحر تھا
یعنی دسوین تاریخ تھی تو اُسکی قربانی جائز ہو جائیگی۔ اور اگر کسی نے یہ جانکر کہ یہ یوم النحر ہے یعنے دسوین تاریخ ہے
نماز سے پہلے قربانی کر دی پھر ظاہر ہوا کہ یہ دوسرا روز یعنے گیارھوین تاریخ تھی تو بھی اُسکی قربانی ادا ہو جائیگی
یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر امام نے ایک شخص کو خلیفہ مقرر کیا کہ ضعیف لوگون کو جامع مسجد مین نماز پڑھا دے اور خود
قوی آدمیون کو لیکر صحرا کی طرف یعنی عیدگاہ مین گیا پھر عیدگاہ والون کی نماز تمام ہونے سے پہلے جامع مسجد
والون کی نماز تمام ہو جانے کے بعد ایک شخص نے قربانی کر دی تو قیاساً یہ ہے کہ جائز نہو گر استحساناً قربانی جائز ہے
اور اگر عیدگاہ والون کے فارغ ہونے کے بعد اہل مسجد کے فارغ ہونے سے پہلے اُسنے قربانی کر دی تو قیاساً
و استحساناً جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ دونون صورتون مین قیاس و استحسان ایک ہی ہے اور شمس الائمہ
حلوائی نے فرمایا کہ یہ اُس صورت مین ہے کہ جس فریق نے نماز پڑھی ہے اُس فریق کے آدمی نے قربانی کی ہو اور
اگر اُس فریق کے آدمی نے جسنے نماز نہین پڑھی ہے قربانی کر دی تو قیاساً و استحساناً اُسکی قربانی جائز نہو گی اور
امالی زعفرانی مین ہے کہ اگر بڑے شہر کے ٹکڑون مین سے کسی شخص نے جو ایسی طرف کے لوگون مین سے
ہے جنھون نے نماز پڑھ لی ہے قربانی کی یا دوسری جانب کے لوگون مین سے ہے جنھون نے نہین پڑھی ہے تو اُسکی
قربانی جائز ہو گی یہ محیط مین ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو دن مین ذبح کرے نہ رات مین کیونکہ دن مین اُسکی سب
رگین اچھی طرح کاٹنا ممکن ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ اگر امام نے عرفہ کے روز نماز عید پڑھی پھر لوگون
نے اسکے بعد قربانی کر لی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اُسکے سامنے لوگون نے ذی الحجہ کے چاند دیکھنے کی گواہی
دی تھی یا نہین دی تھی پس اول صورت مین نماز و قربانی دونون جائز ہین اور دوسری صورت مین نماز و قربانی
دونون جائز نہین ہین اور اس ناجائز صورت مین اگر دوسرے روز لوگون نے قربانی کی تو اسمین دو صورتین ہین

یا تو امام دوسرے روز نماز پڑھیگا یا نہ پڑھیگا پس پہلی صورت مین قربانی جائز نہوگی اور دوسری صورت مین مسئلہ دو طرح پر ہی یا تو قبل زوال کے قربانی کی یا بعد زوال کے قربانی کی پس اگر قبل زوال کے قربانی کی پس اگر اسکو امید تھی کہ امام نماز پڑھیگا تو قربانی جائز نہوگی اور اگر اسکے نماز پڑھنے کی امید نہ تھی تو قربانی جائز ہوگی اور اگر لوگون نے بعد زوال کے قربانی کی ہو تو ادا ہو جائیگی۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ روز عرفہ ہی اور اگر یہ ظاہر نہوا ولیکن لوگون نے اسمین شک کیا تو صورت اول مین یعنی جب لوگون نے امام کے سامنے گواہی دی ہو لوگون کو اختیار ہوگا چاہین دوسرے روز زوال کے بعد ذبح کرین یا زوال سے پہلے اور دوسری صورت مین کہ جب لوگون نے اُسکے سامنے گواہی نہ دی ہو تو احتیاط یہ ہی کہ دوسرے روز زوال کے بعد قربانی کرین یہ ذخیرہ مین ہی۔ فتاوے عتابیہ مین ہی کہ اگر لوگون نے بعد زوال کے یون گواہی دی کہ یہ دن یوم اضحی ہی یعنے دسوین تاریخ ذی الحجہ ہی تو لوگ قربانی کرین اور اگر لوگون نے قبل زوال کے ایسی گواہی دی تو قربانی جائز نہوگی مگر جبکہ آفتاب ڈھل جاوے اور تجنیس خواہر زادہ مین ہی کہ اگر ایک شخص نے مسافرت اختیار کی ہو اور اپنے اہل کو حکم دیا کہ میری طرف سے شہر مین قربانی کرین تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب تک اُسکی طرف سے قربانی ادا نہوگی کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب ۔ اُن صورتون کے بیان مین جو متعلق بزمان و مکان ہین اگر سواد شہر کے لوگون مین کوئی شخص نماز بقرعید کے واسطے شہر مین آیا اور اپنے اہل سے کہ آیا کہ قربانی کردین تو اُن لوگون کو اختیار ہی کہ اُسکی طرف سے بعد طلوع فجر کے قربانی کر دین امام محمد رحہ نے فرمایا کہ ہم اس باب مین قربانی کے مقام کو دیکھتے ہین اُسکی طرف لحاظ نہین کرتے ہین جسکی طرف سے قربانی ہی کذا فی الظہیریہ اور حسن بن زیاد سے بخلاف اسکے مذکور ہی مگر قول اول صحیح ہی اور ہم اُسی کو اختیار کرتے ہین حاوی مین ہی اور اگر ایک شخص سواد شہر مین ہو اور اُسکے اہل شہر مین ہون تو جب تک امام نماز سے فارغ نہو تب تک اُسکی طرف سے قربانی جائز نہوگی اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحہ سے مروی ہی۔ اور صاحبین رحہ سے یہ بھی مروی ہی کہ اگر ایک شخص ایک شہر مین ہو اور اُسکے اہل دوسرے شہر مین ہون پس اُسنے اپنے اہل کو لکھا کہ میری طرف سے قربانی کردین تو جس جگہ قربانی واقع ہو وہ معتبر ہوگی یعنی اُسکے اہل پر لازم ہوگا کہ جس شہر مین اُسکی طرف سے قربانی کرتے ہین وہان کے امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُسکی طرف سے قربانی کرین اور ابو الحسن رحہ سے مروی ہی کہ قربانی جائز نہوگی جب تک دونون شہرون مین نماز نہو جاوے یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور شہر سے باہر نکالا اور نماز عید سے پہلے اسکو ذبح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شہر سے اتنی دور نکل گیا ہو کہ وہان مسافر کو نماز قصر کرنا جائز ہی تو نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور فقیری و توانگری و موت و ولادت مین آخر ایام النحر کا اعتبار ہی اگر کسی نے اپنی ذات سے یا اپنے فرزند سے ایک بکری خریدی پھر قربانی نہ کی یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہوگا کہ یہ بکری یا اسکی قیمت صدقہ کردے اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور اگر کسی خاص بکری کی قربانی واجب کرلی ہو یا قربانی کی نیت سے کوئی بکری خریدی ہو پھر ایسا نہ کیا یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسکو زندہ صدقہ کردے اور اُسمین سے کھانا جائز نہین ہی اور اگر اُسکو

فروخت کیا تو اُسکے دام صدقہ کرے اور اگر اسکو ذبح کرکے اسکا گوشت صدقہ کر دیا تو جائز ہے مگر اس بکری کے
زندہ ہونے کے حالت کی قیمت اگر ذبح کی ہوئی سے زائد ہو تو جسقدر زائد ہو وہ بھی صدقہ کرے اور
اگر اسمیں سے کچھ کھایا ہو تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر اُسنے ایسا نہ کیا یہان تک کہ دوسرے سال
مین قربانی کے ایام آگئے اور اسکو سال گذشتہ کی قربانی مین ذبح کیا تو یہ جائز نہین ہے پس اگر اسکو بعد ایام قربانی کے فروخت
کیا تو اُسکا ثمن صدقہ کرے پس اگر اسکو اُسنے دامون سے فروخت کیا اور لوگ ایسے اندازہ مین خسارہ اٹھا لیتے ہین
یعنے کوئی اندازہ کرنے والا اسقدر کو اندازہ کرتا ہے تو خیر کافی ہے اور اگر اُسنے کو فروخت کی کہ لوگون مین سے کوئی
اسقدر کم قیمت نہین اندازہ کرتا ہے تو جتنی کمی ہے اسکو بھی صدقہ کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے وصیت کی
کہ میری طرف سے قربانی کر دینا ہے اور قربانی کا جانور بکری یا گاے وغیرہ نہ بتلایا اور نہ اسکا ثمن بیان
کیا تو یہ جائز ہے اور یہ وصیت بکری پر واقع ہوگی بخلاف اسکے اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری طرف سے قربانی کر دے
اور کوئی جانور نہ بتلایا اور نہ اسکے دام بتلائے تو یہ نہین جائز ہے یہ بدائع مین ہے اگر ایک شخص ایام نحر مین تونگر ہو
مگر اُسنے قربانی نہ کی یہان تک کہ قربانی کے ایام تین کے اندر مر گیا قبل اسکے کہ ایام قربانی گذر جاوین تو اُسکے ذمہ سے
قربانی ساقط ہو جائیگی حتے کہ اُسپر اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت واجب نہوگی۔ اور اگر ایام قربانی
گذرنے کے بعد مرا تو اُسکے ذمہ سے بکری کی قیمت صدقہ کرنی ساقط نہوگی حتے کہ اُسپر واجب ہوگا کہ اسقدر قیمت
صدقہ کرنے کی وصیت کرے یہ ظہیریہ مین ہے شہر کے رہنے والے نے ایک وکیل کیا کہ میری بکری قربانی کر دے
اور خود سواد شہر مین چلا گیا پھر وکیل یہ جانور قربانی کا شہر سے نکال کر ایسی جگہ لے گیا جو شہر مین سے نہین گنا جاتا
ہے اور وہان ذبح کر دیا پس اگر موکل سواد شہر مین ہو تو وکیل کا اُسکی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوگا اور اگر شہر مین
لوٹ آیا ہو اور وکیل کو اُسکے واپس آنے کا حال معلوم ہو تو بلا خلاف وکیل کا قربانی کرنا موکل کیطرف سے جائز نہوگا
اور اگر وکیل کو موکل کا شہر مین واپس آنا معلوم نہو تو امام ابو یوسف و امام محمد نے اختلاف کیا ہے اور امام ابو یوسف
رحمہ اللہ کا قول کہ یہ قربانی موکل کیطرف سے جائز ہوگی مختار ہے کذا فی الکبرے

پانچوان باب

محل اقامۃ الواجب کے بیان مین۔ یعنے جس جانور کا قربانی کرنا ضحیہ واجبہ سے جائز ہے اور
اس باب مین جنس واجب و اُسکے نوع و سن و قدر و صفت کا بیان ہے۔ واضح ہو کہ جنس واجب مین یہ چاہیے
کہ قربانی کا جانور اونٹ و گاے و غنم تین جنس سے ہو اور ہر جنس مین اسکی نوع و نر و مادہ و خصی و فحل سب
داخل ہین کیونکہ اسم جنس ان سب پر اطلاق کیا جاتا ہے اور معز نوع غنم ہے اور جاموش نوع بقر ہے اور قربانی کے
جانورون مین سے کوئی وحشی نہین جائز ہے اور اگر کوئی جانور ایک وحشی اور ایک انسی سے پیدا ہو تو مادہ کا اعتبار ہے پس اگر مادہ پالو ہو
تو بچہ کی قربانی جائز ہوگی ورنہ نہین حتے کہ اگر گاے وحشی ہو اور بیل پالو ہو تو اِن دونون کا بچہ قربانی کرنا جائز نہین ہے اور بعض نے
فرمایا کہ اگر ہرن نے کسی پالو بکری سے جفتی کھائی پس اگر اس سے بکری پیدا ہوئی تو اُسکی قربانی جائز ہوگی اور اگر ہرن پیدا ہوا
تو جائز نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر گھوڑی نے جنگلی گدھے سے گابھا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر گھوڑا جنا تو اُسکا حکم مثل گھوڑے
کے ہے۔ اور اگر کسی شخص نے وحشی ہرن کی جو مانوس ہو گئی ہے یا وحشی گاے کی جو مانوس ہو گئی قربانی کی تو جائز نہین ہے اور جو جانور
قربانی ہو سکتا ہے اسکے سن کا بیان یہ ہے کہ اونٹ و گاے و بکری مین سے ہر جنس کے ثنی سے کم قربانی کرنا نہین جائز ہے

اگر خاصۃً ضان میں سے جذع جائز ہے جبکہ موٹا تازہ ہو اور ان الفاظ کے معانی کا بیان امام قدوری نے یون ذکر
فرمایا کہ غنم کے چھ مہینہ کے بچہ کو جذع کہتے ہیں اور ایک سال کا بچہ ثنی ہوتا ہے اور گاے کا ایک سال کا بچہ جذع ہوتا
ہے اور دو برس کا گاے کا بچہ ثنی ہوتا ہے اور اونٹ کا چار برس کا بچہ جذع ہوتا ہے اور پانچ برس کا ثنی ہوتا ہے اور یہ
جو سنین مقرر کرکے ہر ایک جنس میں بیان کیا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اس سے کم عمر کا قربانی کرنا نہیں جائز ہے اور اگر زیادہ
عمر کا ہو تو قربانی ہو سکتی ہے یعنی کہ اگر اس عمر سے کچھ بھی کم عمر کا قربانی کیا تو نہیں جائز ہے اور اگر اس سے کچھ زیادہ
عمر کا ذبح کیا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ اور حمل یعنی جدی و عجول و فصیل کسی کا قربانی کرنا نہیں جائز ہے۔ اور مقدار واجب کا
بیان یہ ہے کہ بکری اور بھیڑ فقط ایک آدمی کی طرف سے جائز ہے اگرچہ وہ بڑی اور موٹی ہو کہ ایسی دو بکریوں کی برابر ہو جنمیں
سے ہر ایک کی قربانی ہو سکتی ہے۔ اور ایک گاے کی یا ایک اونٹ کی قربانی سات آدمی سے زیادہ کی طرف سے نہیں
جائز ہے پس سات آدمی شریک ہوں یا کم ہوں تو انکی طرف سے ہو سکتی ہے اور یہ عامہ علماء کا قول ہے اور صفت واجب
یہ ہے کہ عیوب فاحشہ سے سالم ہو کذا فی البدائع اور جسکے سینگ نہوں یا سینگ ٹوٹا ہوا اسکی قربانی جائز ہے کذا فی الکافی
اور اگر مشاش میں شکستگی ہو تو کافی نہیں ہے اور مشاش ہڈیوں کے سرون کو کہتے ہیں جیسے گھٹنے و کہنیاں یہ بدائع میں ہے
اور مجبوب کی یعنی جو جماع کرنے سے عاجز ہے اسکی قربانی اور جسکو کھانسی آتی ہو اور جو بڑھاپے کے سبب سے بچہ جننے
سے عاجز ہو اور جسکو داغ دیا گیا ہو اور جسکا دودھ بدون کسی علت کے نہ اترتا ہو اور جسکا بچہ موجود ہو سب کی قربانی
جائز ہے اور اجناس میں ہے کہ اگر اسکا الیہ چھوٹا ہو کہ پیدائشی دم گزہ کے مشابہ ہو وہ جائز ہے اور اگر اسکی پیدائشی الیہ نہو تو امام محمد
نے فرمایا کہ جائز ہے کذا فی الخلاصہ اور تاریک چشم اور عوراء جسکا ایک چشم ہونا کھلا ہوا ہو اور لنگ جسکا لنگڑا ہونا کھلا ہو اور جو
قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں سے نہ چل سکے اور مریضہ جسکا بیمار ہونا کھلا ہوا ہو اور وہ جسکی دونوں کان والیہ
و دم بالکلیہ کٹی ہوئی ہو اور وہ جسکے پیدائشی کان نہوں سبکی قربانی جائز نہیں ہے اور جسکے کان چھوٹے ہوں وہ
جائز ہے۔ اور جسکا پورا ایک کان کٹا ہوا ہو یا جسکا پیدائشی ایک ہی کان ہو وہ جائز نہیں ہے اور اگر کان والیہ و دم و آنکھ
ان اعضا میں تھوڑا گیا ہو اور تھوڑا رہگیا ہو تو جامع صغیر میں مذکور ہے کہ جسقدر جاتا رہا ہے اگر وہ بہ نسبت باقی کے زیادہ
ہو تو قربانی جائز نہیں ہے اور اگر کم ہو تو جواز قربانی سے مانع نہیں ہے۔ اور ہمارے اصحاب نے قلیل و کثیر کی تعداد
میں اختلاف کیا ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے چار روایتیں ہیں اور امام محمد رح نے امام اعظم رح سے اصل اور جامع
میں روایت کی کہ اگر تہائی عضو یا اس سے کم جاتا رہا ہو تو قربانی جائز ہے اور اگر تہائی سے زیادہ گیا ہو تو نہیں جائز ہے
اور صحیح یہی ہے کہ اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو قلیل ہے اور اگر تہائی سے زیادہ ہو تو کثیر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے۔ اور آنکھ میں سے آدھی یا تہائی کا جاتا رہنا اس طرح پہچانا جاوے کہ بکری کو ایک یا دو روز
تک چارہ نہ دیا جاوے پھر اسکی عیب دار آنکھ پر پٹی باندھ دی جاوے اور تھوڑی تھوڑی گھاس اسکے قریب کیجاوے
پس جس جگہ سے وہ آنکھ سے دیکھے اس مقام پر نشان کر دیا جاوے پھر صحیح آنکھ باندھ دی جاوے اور تھوڑی
تھوڑی گھاس اسکے قریب کیجاوے پس عیب دار آنکھ میں سے جس جگہ سے نظر کرے وہ نشان کر دیا جاوے
پھر پہلے نشان و اس نشان دونوں کے درمیان کی مسافت اندازہ کیجاوے پس اگر بقدر تہائی کے مسافت ہو تو تہائی
آنکھ جاتی رہی اور دو تہائی باقی ہے اور اگر آدھی ہو تو آدھی گئی اور آدھی باقی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور جس بکری کی

۳ مراد جسکی ایک آنکھ جاتی رہی ہو [illegible]

دانت ہون پس اگر وہ چرتی اور چارہ کھا سکتی ہو تو جائز ہی ورنہ نہین کذا فی البدائع اور یہی صحیح ہی یہ محیط سرخسی مین
ہی اور مجنونہ جائز ہی لیکن اگر ایسا ہو کہ اُسکے چرنے اور چارہ کھانے سے مانع ہو تو نہین جائز ہی اور خارشتی جائز ہی الا ایسی کہ
موٹی تازی ہو اور اگر دُبلی ہو تو نہین جائز ہی اور شرقا یعنی جسکا کان طول مین پھٹا ہوا ہو اور مقابلہ یعنی جسکا کان
آگے سے کٹا ہوا لٹکتا ہو بالکل الگ نہوا ہو اور مدابرہ یعنی جسکا کان پیچھے کی طرف سے کٹا ہوا لٹکتا ہو یہ سب
جائز ہین اور یہ جو روایت کیا گیا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرقا اور مقابلہ و مدابرہ و خرقا
کی قربانی کرنے سے ممانعت فرمائی ہی پس شرقا و مقابلہ و مدابرہ کی ممانعت تو استحباب پر محمول ہی کہ بطریق ندب منع فرمایا ہی
اور خرقا کی ممانعت اسپر محمول ہی کہ جسکی خرق کثیر ہو اُس سے منع فرمایا ہی اور خرق کثیر کی تعریف مین اقوال مختلف
ہین یہ بدائع مین ہی۔ اور جسکی ناک کٹی ہو وہ جائز نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور جو احول ہو یعنی جسکی آنکھ بھینگی ہو وہ
جائز ہی اسی طرح جسکی پشم اتار لی گئی ہو وہ بھی جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جسکے تھن کٹے ہوئے
ہون وہ نہین جائز ہی اور جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکتی ہو اور جسکے تھن خشک ہو گئے ہون وہ نہین جائز
ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور یتیمیہ مین لکھا ہی کہ مین نے شیخ ابو الحسن علی المرغینانی کو لکھا کہ اگر بکری کی زبان کٹی
ہوئی ہو تو اسکی قربانی جائز ہی تو جواب مین فرمایا کہ ہان جائز ہی بشرطیکہ ایسی نہو کہ اسکے چارہ کھانے مین خلل آتا
ہو اور اگر چارہ کھانے مین خلل آتا ہو تو اسکی قربانی نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر زبان کٹا ہوا بیل
ہو تو قربانی نہین ہو سکتا ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر غنم مین سے کسی کے زبان نہو تو اسکی قربانی جائز ہی اور
اگر بقر مین سے ہو تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور شیخ عمر بن الحافظ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر قربانی
کے جانور کے دونون کانون مین سے ہر ایک کا چھٹا حصہ جاتا رہا ہو پس آیا یہ جمع کیا گیا ہی جیسے کہ امام اعظم کے
قول پر تہائی ہو کر قربانی سے مانع ہو جیسا کہ بدن پر جو نجاست تھوڑی تھوڑی لگی ہون وہ جمع کیجاتی ہین تاکہ
دریافت ہو کہ قدر درم ہین یا زائد ہین آیا یہ قیاس کر کے اسکو بھی جمع کرینگے یا جس طرح دونون موزون کے
شگاف کو جمع نہین کرتے ہین بلکہ ہر ایک موزہ کا علیحدہ اعتبار ہی اسی طرح ایسی بھی جمع نہ کیا جائیگا پس قربانی جائز
رہیگی تو فرمایا کہ جمع نہین کیا جائیگا۔ اور یہ بھی دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے قربانی کے جانور کی تہائی سے
زیادہ زبان کاٹ ڈالی پس آیا امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کے موافق اُسکی قربانی جائز ہی فرمایا کہ نہین جائز
ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور جلالہ نہین جائز ہی یعنی وہ جانور جو فقط نجاست کھاتا ہی اور کچھ نہین کھاتا ہی یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور جو جانور اسقدر دُبلا ہو کہ جسکی ہڈیون مین گودہ نہو نہین جائز ہی یہ مبسوط مین
ہی اگر دُبلی ہو مگر اسمین کسی قدر چربی ہو تو جائز ہی یہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی اور اگر خریدنے کے
وقت دُبلی تھی پھر بعد خریدنے کے موٹی ہو گئی تو جائز ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور جسکے تھنون
کے سرے کٹے ہوئے ہون وہ نہین جائز ہی اور اگر ایک تھن مین سے آدھے سے کم سر کٹا ہوا ہو تو اسمین
ویسا ہی اختلاف ہی جیسا آنکھ و کان مین ہی۔ اور اگر دنبہ و بکری کے کسی ایک تھن کی گھنڈی پیدائشی نہو یا
کسی آفت سے جاتی رہی ہو اور ایک باقی ہو تو نہین جائز ہی اور اونٹ و گائے مین اگر ایک گھنڈی جاتی رہی ہو تو
جائز ہی اور اگر دو جاتی رہی ہون تو نہین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی اور اگر چوپایہ کے چارون پاؤن مین سے

ایک کٹا ہوا ہو تو نہین جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور خنثیٰ بکری کی قربانی نہین جائز ہی کیونکہ اُسکا گوشت نہین گلتا ہی قربانی کے جانور کے بال غیر وقت قربانی مین گر گئے تو وہ جائز ہی بشرطیکہ اُسکی ٹہریون مین گودہ موجود ہو یہ قنیہ مین ہی اور مشطور نہین جائز ہی اور مشطور بکریون مین سے اُسکو کہتے ہین جسکے دونون تھنون مین سے ایک کا دودھ خشک ہو جاوے اور گاے واونٹ مین سے اُسکو کہتے ہین جسکے دو تھنون کا دودھ خشک ہو جاوے کیونکہ ان دونون کے چار چار تھن ہوتے ہین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور مشائخ مین سے بعض نے اس فصل عیوب مین ایک اصل ذکر فرمائی اور فرمایا کہ جو عیب ایسا ہو کہ منفعت کو پورا پورا زائل کر دے یا جمال کو پورا پورا زائل کر دے وہ قربانی سے مانع ہوتا ہی اور جو ایسا نہو وہ مانع نہین ہوتا ہی پھر جو عیب کہ قربانی سے مانع ہی وہ توانگر کے حق مین بہرحال یکسان ہی خواہ وہ قربانی کے جانور کو ایسا ہی عیب دار خریدے یا خریدنے کے وقت صحیح وسالم خریدے پھر وہ اس عیب کے ساتھ عیب دار ہو جاوے ہر حال مین جائز نہین ہی اور تنگدست کے حق مین ہر حال مین جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے قربانی کی بکری خریدی حالانکہ وہ موٹی تازی تھی پھر اُسکے پاس اسقدر دبلی ہو گئی کہ اگر وہ ایسی حالت پر خریدتا تو جائز نہوتی پس اگر خریدنے والا توانگر ہو تو اُسکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اور اگر تنگدست ہو تو ادا ہو جائیگی اسواسطے کہ قربانی توانگر پر اُسکے ذمہ واجب ہوتی ہی پس اگر اس بکری کو قربانی کے واسطے خریدا ہو تو نیت کی وجہ سے یہ بکری متعین ہو جائیگی سے کہ اگر فقیر نے اپنے اوپر قربانی واجب کر لی ہو تو اُسکی طرف سے بھی یہ بکری جائز نہوگی اور اگر قربانی کا جانور خریدا اور اُسوقت اُسکی دونون آنکھین صحیح سالم تھین پھر مشتری کے پاس وہ اعور ہو گئی یا اُسکا کان پورا یا الیہ یا دُم کاٹی گئی یا اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا کہ چل نہین سکتی حالانکہ مشتری توانگر ہی تو قربانی اُسکی طرف سے ادا ہونے کافی نہوگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ بجاے اُسکے دوسری قربانی کرے بخلاف فقیر کے کہ اُسکے حق مین ایسا حکم نہین ہی۔ اسی طرح اگر اُسکے پاس مر گئی یا چوری گئی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اضحیہ کو قربانی کے واسطے آگے بڑھایا اور اُسنے اُس جگہ جہان ذبح کرنا چاہا تھا مضطربانہ حرکت کی کہ جس سے اُسکا پاؤن ٹوٹ گیا پھر اُس شخص نے اُسکو اُسی جگہ ذبح کر دیا تو قربانی ادا ہو گئی اسی طرح اگر گاے اُسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُسکی آنکھ مین ایسا صدمہ پہونچا جس سے اُسکی آنکھ جاتی رہی مگر اُسنے پکڑ کر وہین ذبح کر دی تو بھی یہی حکم ہی مگر قیاس کی دلیل سے یہ حکم ہی کہ جائز نہوگی اور وجہ قیاس یہ ہی کہ یہ ایسا عیب ہی کہ اُس جانور کے ساتھ قربت متعین ہونے سے پہلے اُس جانور مین پیدا ہو گیا ہی پس ایسا ہوا کہ گویا حالت ذبح سے پہلے اُسمین ایسا عیب تھا اور وجہ استحسان یہ ہی کہ یہ ایسی بات ہی کہ جس سے احتراز ممکن نہین ہی کیونکہ بکری وغیرہ کا قاعدہ ہی کہ اضطرابی حرکتین کرتی ہین جس سے اُسمین عیوب پیدا ہو جاتے ہین اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ اگر اُسنے ضحیہ کی ٹانگین پکڑین تا کہ اُسکو ذبح کرے پس اس سے اُسکی ٹانگ ٹوٹ گئی یا وہ کانی ہو گئی پھر اُسکو اسی روز یا دوسرے روز ذبح کر دیا تو قربانی ادا ہو جائیگی یہ بدائع مین ہی۔ سات آدمیون نے ایک گاے پچاس درم کو قربانی کے واسطے خریدی اور دوسرے سات آدمیون نے سات بکریان سو درم کو خریدین تو مشائخ نے باہم گفتگو کی ہی کہ دونون مین سے کون افضل ہی اور مختار یہ ہی کہ دوم افضل ہی یہ فتاوے کبرے مین ہی۔ دس آدمیون نے ایک شخص سے دس بکریان ایکبارگی خریدین اور بائع نے کہا کہ مین نے یہ دس بکریان تم لوگون کے ہاتھ ہر بکری

دس درم کے حساب سے فروخت کین اور ان لوگون نے کہا کہ ہم نے خریدین پس یہ سب بکریان ان لوگون
مین مشترک ہوگئین اور ہر ایک نے انھین سے ایک بکری لیکر اپنی طرف سے قربانی کردی تو جائز ہے پھر اگر ان
بکریون مین سے ظاہر ہوا کہ کوئی کانی تھی اور سب شریکون مین سے ہر ایک نے اس بات سے انکار کیا کہ یہ کانی
بکری اسکی ہو تو ان سب لوگون کی قربانی ناجائز ہوگی کیونکہ نو بکریان دس آدمیون کیطرف سے جائز قربانی نہین
ہوسکتی ہین یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور خصی بنسبت فحل کے افضل ہوتا ہے کیونکہ اسکا گوشت عمدہ ہوتا ہے
یہ محیط مین ہے۔ اور مشائخ نے باہم اختلاف کیا ہے کہ بدنہ افضل ہے یا ایک بکری سو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر
بکری کی قیمت بنسبت بدنہ کے زیادہ ہو تو بکری افضل ہے کیونکہ بکری پوری فرض ہوگی اور بدنہ کا ساتوان حصہ
فرض ہوگا اور باقی نفل ہوگا اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بدنہ افضل ہے کیونکہ اسمین بنسبت بکری کے
گوشت زیادہ ہوتا ہے اور یہ جو مشائخ نے کہا کہ بدنہ کا باقی حصہ نفل ہوگا سو ایسا نہین ہے بلکہ جب ایک ہی شخص نے
قربانی کیا تو پورا فرض ہوگا اور اسکو نماز کی قرأت کے ساتھ مشابہ کیا ہے کہ اگر نماز مین صرف اسیقدر قرأت پر
اقتصار کیا جس سے نماز جائز ہوجاتی ہے یعنے تین آیت پر تو جائز ہے لیکن اگر اس سے زیادہ پڑھی تو سب فرض
ہوگی اور شیخ امام ابو حفص الکبیر نے فرمایا کہ جب بکری اور بدنہ کی قیمت برابر ہو تو بکری افضل ہے کیونکہ اسکا گوشت
عمدہ ہوتا ہے کذا فی الظہیریہ اگر بکری اور ساتوان حصہ گاے کا قیمت اور گوشت دونون مین برابر ہون تو
بکری افضل ہے کیونکہ بکری کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور اگر گاے کا ساتوان حصہ مقدار گوشت مین زیادہ ہو تو
ساتوان حصہ گاے کا افضل ہے اور اسمین حاصل یہ ہے کہ جب دونون قیمت و مقدار گوشت مین برابر ہون تو
دونون مین جسکا گوشت عمدہ ہے وہ افضل ہے اور گوشت و قیمت مین مختلف ہون تو جو فاضل ہے وہ بہتر ہے جیسا
فحل بیس درم کا ہے وہ پندرہ درم کے خصی سے افضل ہے اور اگر دونون کی قیمت برابر ہو مگر فحل مین گوشت زیادہ
ہو تو فحل افضل ہے۔ اور اگر گاے اور بیل قیمت اور گوشت مین برابر ہون تو بیل کی بنسبت گاے افضل ہے کیونکہ
گاے کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور ایک گاے چند بکریون سے بھی بہتر ہے اگر دونون برابر ہون اور سات
بکریان ایک گاے سے اچھی ہین یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور مینڈھا اور بھیڑی اگر دونون قیمت
و گوشت مین برابر ہون تو مینڈھا اچھا ہے اور اگر بھیڑی قیمت یا گوشت مین زیادہ ہو تو وہی افضل ہے یہ خیرہ مین
ہے۔ دس درم مین اضحیہ خرید کر قربانی کردینا بنسبت ہزار درم صدقہ کردینے کے افضل ہے یہ فتاوے
کبرے مین ہے۔ امام صفار کے اصول التوحید مین لکھا ہے کہ اگر ایام قربانی مین ایسے شخص نے جس پر بسبب تنگدستی کے
قربانی واجب نہین ہے کوئی مرغا یا مرغی ذبح کی تا کہ قربانی کرنے والون کے ساتھ مشابہت ہو تو یہ مکروہ ہے کیونکہ
یہ مجوسیون کی رسوم مین سے ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور مستحب یہ ہے کہ اضحیہ کا جانور خوب فربہ و خوبصورت و بڑا ہو
اور افضل الشاۃ مینڈھا کبود رنگ سینگون والا ہے اور مستحب ہے کہ ذبح کرنے کا آلہ خوب تیز ہو اور مستحب ہے کہ بعد
ذبح کے اتنا انتظار کرے کہ ذبیحہ ٹھنڈا ہوجاوے اور تمام اعضا اُسکے ساکن ہوجاوین اور تمام بدن سے
روح نکلجاوے اور یہ مکروہ ہے کہ ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اسکی کھال کھینچنا شروع کرے یہ بدائع مین
ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ اگر خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو خود ہی اپنے ہاتھ سے ذبح کرے کیونکہ قربات مین خود بنفسہ متولی ہونا

او سکے ہی اور اگر اچھی طرح ذبح نکر سکتا ہو تو افضل یہ ہی کہ دوسرے سے استعانت لے لیکن چاہیے کہ خود بھی قربانی کے وقت حاضر رہے یہ کافی مین ہی اور فرمایا کہ اگر اُسنے کسی مجوسی کو حکم دیا کہ میرا اضحیہ ذبح کرے اُسنے ذبح کیا تو جائز نہیں ہی اسوجہ سے کہ لیفساد و تقرب نہین ہی کیونکہ مجوسی کا ذبح کیا ہوا جانور نہین کھایا جاتا ہی اور اگر اُسنے کسی یہودی یا نصرانی کو ایسا حکم دیا تو اُسکا ذبیحہ قربانی ہوجائیگا کیونکہ یہ دونون ذبح کی اہلیت رکھتے ہین ولیکن یہ مکروہ ہی کیونکہ قربانی عمل قربت ہی اور یہودی و نصرانی کا فعل قربت نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور مستحب ہی کہ اپنی قربانی مین سے خود کھاوے اور دوسرے کو بھی کھلاوے اور افضل یہ ہی کہ تہائی صدقہ کرے اور تہائی اپنے اقارب و دوستون کی ضیافت کے واسطے قرار دے اور تہائی رکھ لے اور غیر کو کھلانے مین غنی و فقیر کی خصوصیت نہین ہی دونون کو کھلاوے یہ بدائع مین ہی۔ اور اُسمین سے جسقدر چاہے غنی و فقیر و مسلمان و ذمی کو ہبہ کرے یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر اُسنے کل صدقہ کر دیا تو جائز ہی اور اگر سب اپنے واسطے رکھ لیا تو جائز ہی اور اُسکو اختیار ہی کہ اسکو اپنے واسطے تین روز سے زیادہ تک رکھ چھوڑے لیکن اُسکا کھا دینا اور صدقہ کر دینا افضل ہی لیکن اگر وہ شخص ذی عیال ہو اور فراخ حال نہو تو اُسکے حق مین افضل یہ ہی کہ اُسکو اپنے عیال کے واسطے چھوڑ دے اور اُسکے ذریعہ سے اُنکو فراخی دے یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر قربانی بوجہ نذر کے واجب ہوئی ہو تو نذر کرنے والا نہ خود اُسمین سے کھا سکتا ہی اور نہ کسی غنی کو کھلا سکتا ہی خواہ نذر کرنے والا غنی ہو یا فقیر ہو کیونکہ وہ تو صدقہ کرنے کے واسطے ہی اور صدقہ کرنے والے کو یہ روا نہین ہی کہ اپنے صدقہ مین سے خود کھاوے یا کسی غنی کو کھلاوے یہ تبیین مین ہی۔ بشر بن الولید نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی کہ ایک شخص کے نو عیال ہین اور دسوان آپ ہی پس اُسنے دس دنبہ اپنے اور اپنے عیال کی طرف سے قربانی کیے اور کوئی دنبہ کسی کے واسطے معین نکیا بلکہ دسون اپنے اور اپنے عیال کی طرف سے قربانی کی نیت کی تو استحسانًا جائز ہی اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کا قول ہی یہ محیط مین ہی

چھٹا باب

ضحیہ کے حق مین جو مستحب ہی اور جو اُس سے انتفاع حاصل کر سکتا ہی اُسکے بیان مین مستحب ہی کہ ایام النحر کے چند روز پہلے ضحیہ کو باندھ رکھے اور اُسکی تقلید و تجلیل کرے پھر اُسکو قربانی کی جگہ تک خوبی کے ساتھ ہانک لیجاوے اُسکے ہانکنے مین سختی نہ کرے اور نہ اُسکی ٹانگ پکڑ کے وہان تک کھینچ لیجاوے یہ بدائع مین ہی۔ اور جب اُسکو ذبح کر چکے تو اُسکی جھولین اور رسیان وہ سب صدقہ کر دے یہ ملتقط مین ہی اور اگر قربانی کے واسطے ایک بکری خریدی تو مکروہ ہی کہ اُسکا دودھ دوہ لے یا اُسکی پشم نوچ لے اور اس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ یہ بکری اُسنے قربت کے واسطے معین کر دی ہی پس اقامت قربت سے پہلے اُسکے کسی جزو کے ساتھ اُسکو نفع لینا حلال نہین ہی جیسے کہ قربانی کے وقت سے پہلے اُسکو ذبح کر کے اُسکے گوشت سے نفع نہین اُٹھا سکتا ہی۔ اور مشائخ مین سے بعض نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی بکری کا ہی جسکی قربانی کی فقیر یا غنی نے معین کر کے نذر کی ہو اور ایسی بکری کا ہی جسکو تنگدست نے قربانی کے واسطے خریدا ہو۔ اور اگر غنی نے قربانی کے واسطے خریدی ہو تو اُسکے دودھ دوہ لینے اور اُسکی پشم نوچ لینے مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی البدائع مگر صحیح یہ ہی کہ اُسکا دودھ دوہ لینے اور پشم اُتار لینے مین غنی و فقیر دونون کا حکم یکسان ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور اگر ذبح

کرنے سے پہلے اضحیہ کا دودھ دوہا یا اُسکی پشم اُتار لی تو اُسکو صدقہ کریے اور اُس سے انتفاع نہ لے یہ ظہیریہ
مین ہی۔ اور جب اُسنے ایام قربانی مین اُسکو ذبح کیا تو اُسکو جائز ہی کہ اُسکا دودھ دُوہ لے اور اُسکی پشم اُتار لے
اور اُس سے نفع اُٹھاوے کیونکہ ذبح کرنے سے قربت پوری ہوچکی اور قربت پوری ہونے کے بعد اُس سے
نفع اُٹھانا مثل اُسکے گوشت کھانے کے ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکے تھنون مین دودھ بھرا ہوا اور اُس مین سے
خوف بیماری ہو تو اُسکے تھنون پر ٹھنڈا پانی چھڑکین پس اگر اس سے سمٹ جاوین تو خیر ورنہ دُودھ دُوھکر
اُسکو صدقہ کریے اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اُسکو کسی کام مین لگانا مکروہ ہی اور اگر اُسنے ایسا کیا اور جانور
مذکور مین نقصان آگیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جسقدر نقصان آیا ہی اُتنے دام صدقہ کریے اور اگر اُسکو کرایہ پر دیا
تو کرایہ صدقہ کریے اور اگر دودھار گاے خریدی اور اُسکی قربانی واجب کر لی پھر اُسکے دودھ سے مال حاصل
کر لیا تو جسقدر حاصل کیا ہی اُسکے مثل مال صدقہ کریے اور اُسکا گوبر صدقہ کریے اور اگر اُسکو چارہ دیتا ہو تو جو
کچھ مال اُسکے دودھ سے کمایا ہی یا اُسکے گوبر سے نفع اُٹھایا ہی وہ اُسکا ہی کچھ صدقہ نہ کریے یہ محیط سرخسی مین ہی
اور اُسکی کھال صدقہ کریے یا اُس سے چھلنی وتھیلا وغیرہ کے مثل بنا لے اور اگر اُسکے عوض ایسی کوئی چیز خریدی
جسکے عین سے اس طرح نفع اُٹھا سکتا ہی کہ وہ چیز بعینہ باقی رہے جیسے چھلنی وغیرہ تو استحسانًا اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور
ایسی چیز نہین خرید سکتا ہی جس سے بدون استہلاک عین کے نفع حاصل نہ کر سکے جیسے گوشت و اناج وغیرہ اور کھال
کو بعوض درمون کے نہین فروخت کر سکتا ہی تاکہ اُنکو اپنے اور اپنے عیال کے خرچ مین لاوے اور قربانی کا
گوشت صحیح قول کے موافق بمنزلۂ کھال کے ہی حتے کہ اُسکو ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین
کے نفع نہ اُٹھا سکے فروخت نہین کر سکتا ہی اور اگر کھال و گوشت کو درمون کے عوض اس غرض سے فروخت
کیا کہ درمون کو صدقہ کریگا تو جائز ہی کیونکہ یہ بھی قربت ہی جیسے اُسکا صدقہ کر دینا ہی یہ تبیین مین اور ایسا ہی
ہدایہ و کافی مین ہی۔ اور اگر قربانی کے گوشت کے عوض ایک چمڑے کا تھیلا خریدا تو نہین جائز ہی اور اگر اُسکے
گوشت کے عوض حبوب یعنے اناج خریدا تو جائز ہی اور اگر اُسکے گوشت کے عوض گوشت خریدا تو جائز ہی اور
مشائخ نے فرمایا کہ اشبہ حکم اس باب مین یہ ہی کہ کھانے کی چیز کی بیع بعوض کھانے کی چیز کے اور بے کھانے کی
چیز کی بعوض بے کھانے کی چیز کے جائز ہی اور غیر ماکول کی بیع بعوض ماکول کے نہین جائز ہو اور ماکول کی بیع بعوض
غیر ماکول کے بھی نہین جائز ہی یہ ظہیریہ و فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور اگر قربانی کی کھال ایک قرطالہ مین
لگائی یا اُسکی تھیلی بنائی پس اگر تھیلی کو اپنے گھر کے کامون مین استعمال کیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے
دی تو جائز نہین ہی اور اُسپر واجب ہوگا کہ کرایہ صدقہ کر دے۔ اور قرطالہ کو اگر اپنے گھر کے کامون مین
استعمال کیا یا عاریۃً دے دیا تو جائز ہی اور اگر کرایہ پر دے دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائیگا کہ اگر قرطالہ جدید
ہو تو اُسپر کرایہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی اور اگر پرانا پھٹا ہوا ہو تو اُسپر فقط آدھا کرایہ صدقہ کرنا لازم
ہوگا چنانچہ اگر دو دانگ کو کرایہ پر دیا تو ایک دانگ صدقہ کرے کیونکہ جب قرطالہ جدید ہوگا تو
اُس سے نفع اُٹھانے مین کھال کی احتیاج نہوگی پس کھال اُسکے تابع ہوگی اور پوری اجرت بمقابلہ قرطالہ
کے ہوگی اور اگر قرطالہ کہنہ ہوگا تو اُس سے نفع اُٹھانے مین کھال کی ضرورت ہوگی پس نصف کرایہ بمقابلہ

قرطالہ کے اور نصف بمقابلہ کھال کے ہوگا اور قرطالہ کوارہ کہتے ہین یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور قربانی کے جانور کی چربی کا یا پائے یا سری یا صوف یا وبر یا بال یا اس دودھ کا جو اُسنے ذبح کرنے کے بعد دوھ لیا ہے کسی کو درم یا دینار یا ماکولات و مشروبات وغیرہ کسی ایسی چیز کے عوض جس سے بدون استہلاک عین کے نفع نہین اُٹھا سکتا ہے بیع کرنا حلال نہین ہے اور نہ ان چیزون کو بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کرنے والے کی اجرت مین دینا حلال ہے اور اگر ان چیزون مین سے کسی کو بعوض اُسکے جو ہمنے بیان کیا ہے فروخت کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک بیع نافذ ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نافذ نہو گی اور اُسکا ثمن صدقہ کر دے یہ بدائع مین ہے اور اگر قربانی کے جانور کے کسی طرف سے تھوڑا سا صوف ایام نحر مین پہچان کے واسطے نوچ لیا تو اُسکے واسطے یہ جائز نہین ہے کہ یہ صوف پھینک دے اور نہ یہ جائز ہے کہ کسی کو ہبہ کر دے بلکہ اسکو فقیرون پر صدقہ کر دے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اضاحی زعفرانی مین لکھا ہے کہ اگر ضحیہ کے بچہ پیدا ہوا تو اُسکے ساتھ اُسکا بچہ بھی ذبح کرے ہمارے بعضے اصحاب نے فرمایا کہ یہ حکم تنگدست کے حق مین ہے جسکے واجب کر لینے سے قربانی اُسپر واجب ہو گئی ہے اور غنی کے حق مین یہ حکم ہے کہ قربانی کے روز اُسپر بچہ کا ذبح کرنا لازم نہین ہے پس اگر اُسنے بچہ کو قربانی کے روز اسکی ماں سے پہلے یا بعد ذبح کر دیا تو جائز ہے اور اگر نہ ذبح کیا اور ایام قربانی مین اُسکو زندہ صدقہ کر دیا تو جائز ہے اور منتقی مین یون لکھا ہے کہ اگر بچہ کو ایام قربانی مین زندہ صدقہ کر دیا تو اُسپر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہو گی اور اگر اُسنے ایام قربانی مین اُسکا بچہ فروخت کر دیا تو اُسکا ثمن صدقہ کر دے اور اگر اُسنے بچہ کو ذبح نہ کیا یہان تک کہ ایام قربانی گذر گئے تو اُسپر واجب ہو گا کہ بچہ کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر اُسنے بچہ کو ماں کے ساتھ ذبح کیا تو ماں و بچہ دونون کے گوشت مین سے کھا سکتا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بچہ کے گوشت مین سے نہ کھاوے اور اگر کھا لیا تو جسقدر کھایا ہے اُسکی قیمت صدقہ کر دے اور میرے نزدیک بچہ کو زندہ صدقہ کر دینا بہتر ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر قربانی کے جانور کو فروخت کر دیا تو جائز ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نہین جائز ہے پھر اُسکی قیمت سے دوسرا خریدے اور جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو وہ صدقہ کر دے اور قربانی کے جانور کے بچہ کے صوف و بال کاٹ لینا بھی اُسکی ماں کے مانند نہین جائز ہے کذا فی السراجیہ اور اگر یہ بچہ اُسکے پاس رہا یہان تک کہ بڑا ہو گیا اور اُسنے دوسرے سال کی قربانی مین دوسرے سال کے واسطے ذبح کیا تو جائز نہین ہے اور اس سال کے واسطے دوسرا جانور قربانی کرے اور جسکو ذبح کیا ہے اُسکو ایسا ہی ذبح کیا ہوا صدقہ کر دے اور ذبح کرنے سے جسقدر اسکی قیمت مین نقصان آیا ہے وہ نقصان بھی اُسکے ساتھ صدقہ کرے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی فتاوے قاضی خان

ساتوان باب۔

غیر کی طرف سے قربانی کرنے کے بیان مین اور غیر کی بکری کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کے بیان مین۔ فتاوے ابو اللیث رح مین ہے کہ اگر غیر کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کر دی خواہ اس غیر کے حکم سے کی یا بغیر حکم کی تو یہ نہین جائز ہے کیونکہ غیر کی طرف سے کسی بکری کی قربانی جائز تجویز کرنا بدون اسکے ممکن نہین ہے کہ غیر کی ملکیت اس بکری مین ثابت کی جاوے اور ملکیت غیر اس بکری مین بدون اسکے ثابت نہو گی کہ غیر کا قبضہ پایا جاوے اور اس صورت مین غیر کا قبضہ اس بکری پر نہ اُسکی ذات سے پایا گیا ہے

نہ اُسکے نائب کی ذات سے پایا گیا یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر غیر شخص کا قربانی کا جانور مالک کی طرف سے بدون اُسکے حکم صریح کے ذبح کر دیا تو قربانی مالک کی طرف سے واقع ہوگی اور استحساناً ذبح کرنے والے پر ضمان واجب نہوگی اور اس مقام پر مطلقاً فرمایا کہ ضمان واجب نہوگی اس طرح مقید نہ کیا کہ اگر مالک نے اسکو قربانی کے واسطے لٹایا ہو تو ایسا کرنے سے ضمان واجب نہوگی اور اجناس مین یہ قید لگائی ہے لیکن مختار وہی ہے جو اس مقام پر مذکور ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور اگر ایک بدنہ اپنی طرف سے اور اپنی جورو و اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کیا تو فتاویٰ مین یہ ذکر کیا ہے اور اسکا ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہے اور حسن بن زیاد نے کتاب الاضحیہ مین ذکر کیا کہ اگر اُسکی اولاد نابالغ ہون تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اور اُسکی اولاد سب کی طرف سے جائز ہوگی اور اگر بالغ ہون پس اگر اُن سب کے حکم سے ایسا کیا تو بھی امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب کی طرف سے جائز ہوگی اور اگر اُن سب کے بلا حکم یا بعض کے بلا حکم ایسا کیا تو کسب کی طرف سے ناجائز ہوگی نہ اُسکی طرف سے جائز ہوگی اور نہ اولاد کی طرف سے اسواسطے کہ جسنے اُسکو حکم نہین دیا تھا اُسکا حصہ محض گوشت ہوگیا پس سب گوشت ہوگیا اور حسن بن زیاد کا یہ قول ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ یا بالغ اولاد کی طرف سے اور اپنی ام الولد کی طرف سے اُسکی باجازت یا بلا اجازت ایک بدنہ قربانی کیا تو نہ اُسکی طرف سے جائز ہوگی اور نہ اُن لوگون کی طرف سے جائز ہوگی اور شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اسکی طرف سے قربانی جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے ایک شخص نے غیر کا ضحیہ بدون اسکے حکم کے اپنی طرف سے ذبح کیا پس اگر مالک نے اُس سے اس ضحیہ کی قیمت کی ضمان لی تو قربانی اس ذبح کرنے والے کی طرف سے جائز ہوگی نہ مالک کی طرف سے اسوجہ سے کہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ قربانی اسکی ملک پر واقع ہوئی ہے اور اگر مالک نے اُسی طرح مذبوحہ لے لی تو مالک کی طرف سے قربانی جائز ہو جائیگی یعنی بدون ضمان لئے اگرچہ لیکن کیونکہ مالک نے اُسکی قربانی کی نیت کی تھی پس غیر کا اُسکو ذبح کر دینا کچھ مضر نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اگر دو آدمیون نے اس طرح غلطی کھائی کہ ہر ایک نے دوسرے کا ضحیہ ذبح کر دیا تو قربانی دونون کی طرف سے صحیح ہو جائیگی اور استحساناً دونون پر ضمان واجب نہوگی اور ہر ایک دوسرے سے اپنی کھال کھنچی ہوئی بکری دوسرے سے لیگا اور اُس سے ضمان نہ لیگا اور اگر دونون نے ضحیہ مین سے کھا لیا ہو پھر دونون کو یہ بات معلوم ہوئی تو چاہیئے کہ دونون مین سے ہر ایک شخص دوسرے سے تحلیل کرا لے یعنی مجھے جو مین نے کھایا ہے معاف کر کے حلال کر دے اور قربانی دونون کی طرف سے جائز ہو جائیگی اور اگر دونون نے جھگڑا کیا تو ہر ایک دوسرے سے اپنی بکری کی قیمت تاوان لیگا پھر اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو اس قیمت کو صدقہ کر دیگا کیونکہ یہ قیمت تاوان گوشت کا بدل ہے یہ کافی مین ہے دو شخصون نے اپنی اپنی بکری ایک اصطبل مین داخل کین پھر دونون غلطی مین پڑے پس دونون نے ایک ہی بکری پر اپنا اپنا دعوےٰ کیا اور دوسری بکری کی نسبت دونون نے دعویٰ نکیا یون ہی چھوڑ دی تو جس بکری کی نسبت دونون نے دعویٰ ترک کیا ہے وہ بیت المال کے واسطے ہوگی اور جس پر دونون دعوے کرتے ہین وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور دونون کی طرف سے اسکی قربانی جائز نہوگی اور اگر اونٹ یا گائے ہوتی تو دونون کی طرف سے ادا ہو جاتی اور یہی اصح ہے چار آدمی ہین اور ہر ایک کے پاس ایک ایک بکری اور چارون نے اپنی اپنی بکریان ایک ہی کوٹھری

پوری تفصیل بر فعل عدم مذکور نہین بیان قربانی ہے

بدون نیت کی تعیین

مین بلد کر دین پھر اُنمین سے ایک بکری مرگئی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ یہ کسکی بکری تھی تو یہ سب بکریان فروخت
کی جاوین اور اُنکے دامون سے ان سب کے واسطے چار بکریان ہر ایک کے واسطے ایک بکری خریدی جاوے
پھر ان لوگون مین سے ہر ایک دوسرے کو ان سب بکریون مین سے ہر ایک کے ذبح کے واسطے وکیل
کردے پھر ہر ایک شخص باقیون مین سے تحلیل بھی کرالے پس سب کی طرف سے قربانی جائز ہو جاویگی خلاصہ
مین ہی۔ اگر تین آدمیون نے تین بکریان قربانی کی ایک ہی مربط مین باندھ دین پھر اُنمین سے ایک بکری
عیب دار پائی گئی کہ جسمین ایسا عیب ہی کہ اُسکی قربانی نہین ہو سکتی ہی پس ان سب نے باہم جھگڑا کیا اور ہر ایک
نے انکار کیا کہ یہ عیب دار بکری میری نہین ہی تو عیب دار بیت المال مین داخل کی جائیگی اور باقی دونون بکریون
کی ڈگری تینون کے نام تین تہائی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد ایک بکری
خریدی پھر اُسکی قربانی کر دی تو جائز ہی مگر بائع کو خیار حاصل ہوگا سو اگر اُسنے قربانی کرنے والے سے زندہ بکری
کی قیمت تاوان لی تو قربانی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور اگر بائع نے ذبح کی ہوئی واپس لے لی تو
بعض نے فرمایا ہی کہ قربانی کرنے والا اس بکری کے زندہ ہونے کی حالت کی قیمت صدقہ کرے اسواسطے کہ
جب بائع نے اُسکو ذبح کی ہوئی لے لیا تو اسکے ذمہ سے قیمت ساقط ہو گئی پس گویا اسنے اس بکری کو بائع
کے ہاتھ اُسی قیمت کے عوض جو اُسپر واجب ہوئی تھی فروخت کر دیا ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ قربانی کرنیوالے
پر مذبوحہ کی قیمت سے زیادہ صدقہ کرنا واجب نہین ہی اور یہی صحیح ہی۔ اور اگر بائع نے مذبوحہ بکری نہ لی بلکہ مشتری
نے اُس قیمت سے جو اُسپر واجب ہوئی ہی اسی مذبوحہ بکری پر بائع کے ساتھ صلح کر لی یا اسی قیمت کے عوض اُسکے
ہاتھ فروخت کر دی تو کچھ صدقہ نہ کریگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو ایک بکری بطور ہبہ فاسدہ کے ہبہ کی گئی اور
اُسنے اُسکی قربانی کر دی تو واہب کو اختیار ہی چاہے موہوب لہ سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے پس
قربانی جائز ہو جائیگی اور موہوب لہ اُسمین سے کھا سکتا ہی۔ اور اگر چاہے تو مذبوحہ کو واپس کر لے اور نقصان
کی قیمت لے لے پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو شخص یعنی موہوب لہ بقدر اُسکی قیمت کے صدقہ کر دیگا
اسی طرح اگر مرض الموت کے مریض نے حالت مرض مین کسی کو ایک بکری ہبہ کی حالانکہ مریض پر اسقدر قرضہ ہی کہ
اُسکا سب مال قرضہ مین ڈوبا ہوا ہی پھر موہوب لہ نے اس بکری کی قربانی کر دی تو قرضخواہون کو اختیار ہی چاہین
یہ مذبوحہ بعینہ واپس کر لین پس قربانی کرنے والے پر اُسکی قیمت صدقہ کرنی واجب ہوگی اور اگر چاہین تو اُس
سے بکری مذکور کی قیمت تاوان لین پس قربانی جائز ہو جائیگی اور وجہ یہ ہی کہ یہ بکری اُسکے ذمہ مضمون تھی
تو جب اُسنے واپس دی تو اپنے ذمہ سے ضمان ساقط کر دی یہ بدائع مین ہی۔ اگر ایک بکری بعوض ایک کپڑے
کے خریدی پھر اُسکی قربانی کر دی پھر بائع نے کپڑے مین کوئی عیب پا کر واپس کر دیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے بکری
کی قیمت تاوان لے لے پس قربانی کرنے والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور بکری کے گوشت مین سے کھا سکتا ہی اور
اگر چاہے تو مذبوحہ بکری واپس کر لے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر کپڑے کی قیمت زیادہ ہو تو کپڑا صدقہ کر دیگا گویا اُسنے
کپڑے کے عوض فروخت کی ہی اور اگر کپڑے سے بکری کی قیمت زیادہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کریگا کیونکہ بکری
اُسکے ذمہ مضمون تھی پس اُسکے واپس کر دینے سے اُسنے اپنے ذمہ سے ضمان ساقط کی گویا اُسنے جو اُسکی قیمت

ایک کو ایک ہی ذبح کریگا ۱۲

ہو اسقدر ثمن کے عوض اُسکو فروخت کیا ہے۔ اور اگر قربانی کرنے والے نے مذبوحہ بکری مین بائع
کے پاس کا کچھ عیب پایا تو بائع کو اختیار ہو چاہے بکری کو اُسی طرح قبول کرے اور ثمن واپس کرے پھر مشتری
اس ثمن کو صدقہ کر دیگا مگر انمین سے حصہ نقصان کو صدقہ نہ کریگا کیونکہ اُسنے بقدر حصہ نقصان کے اپنے ذمہ نہین
واجب کیا ہے اور اگر بائع چاہے تو مذبوحہ بکری کو نہ قبول کرے اور حصہ عیب کے قدر ثمن واپس کردے
اور مشتری اسقدر حصہ کو صدقہ نہ کریگا اسوجہ سے کہ اسقدر حصہ قربت مین داخل نہین ہوا ہے قربت مین تو اسیقدر
داخل ہوا ہے جو اُسنے ذبح کیا ہے حالانکہ اُسنے ناقص بکری ذبح کی ہے لیکن جزاے صید مین ایسا نہین ہے بلکہ اسصورت
مین دیکھا جائیگا کہ اگر اس عیب کے ساتھ صید کے واسطے کوئی عدل و مساوی نہ پایا جاوے تو اُسپر زیادتی
صدقہ کرنی واجب ہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے
اُسکو قربانی کیا یا متعہ حج مین جو قربانی لازم آتی ہے اُسمین ذبح کیا یا جزاے صید مین ذبح کیا پھر واہب نے
ہبہ سے رجوع کیا تو رجوع صحیح ہے اور قربانی و متعہ جائز ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہبہ
رجوع کرنا نہین صحیح ہے اگر موہوب لہ پر قربانی و متعہ کی صورت مین کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک
مریض نے ایک شخص کو ایک بکری ہبہ کی پھر موہوب لہ نے اُسکی قربانی کردی پھر مریض اسی مرض مین مرگیا اور
سوائے اس بکری کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو وارثون کو اختیار ہوگا کہ موہوب لہ سے اُسکی دو تہائی قیمت زندہ ہونے
کی حالت کی تاوان لین یا دو تہائی مذبوحہ واپس لین اور موہوب لہ پر لازم ہوگا کہ اُسکی دو تہائی کی قیمت
مذبوحہ حالت کی صدقہ کردے اور دونون صورتون مین اُسکی قربانی جائز ہوجائیگی کیونکہ اُسنے اپنی ملک کا جانور
ذبح کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایام قربانی مین پانچ بکریان خریدین
اور انمین سے ایک بکری کی قربانی کا ارادہ کیا مگر اُسنے کوئی معین نہ کی پھر قربانی کے روز کسی شخص نے انمین سے
ایک بکری بدون حکم مالک کے مالک کی طرف سے قربانی کی نیت سے ذبح کردی تو وہ شخص ضامن ہوگا کیونکہ
جب مالک نے اُسکو قربانی کے واسطے معین نہ کیا تھا تو بعینہ اُسکے ذبح کرنے کی اجازت بطور
دلالت کے بھی مالک کی طرف سے ثابت نہوئی یہ ذخیرہ مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے
کی قربانی کا جانور غصب کرکے اپنی طرف سے قربانی کردیا اور مالک کو اُسکی قیمت تاوان دیدی تو جو اُسنے کیا
ہے وہ ادا ہوگیا کیونکہ قیمت تاوان لینے سے وہ غصب کے وقت سے مالک ہوگیا یہ خلاصہ مین ہے اور اگر
ایک شخص کی بکری غصب کرکے اُسکی قربانی کردی تو جائز نہین ہے اور مالک کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو مذبوحہ لے لے
اور تاوان نقصان لے لے اور اگر چاہے تو اُس سے زندہ بکری کی قیمت تاوان لے لے پس غصب کے
وقت سے یہ بکری غاصب کی ملک ہوجائیگی پس استحساناً قربانی جائز ہوجائیگی۔ اسی طرح اگر ایک بکری خریدی اور
اُسکی قربانی کردی پھر کسی شخص نے بکری پر اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر مستحق نے بیع کی اجازت دیدی تو قربانی
جائز ہے اور اگر مذبوحہ بکری واپس لی تو جائز نہوگی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے پاس ایک
بکری ودیعت رکھی اور عمرو نے قربانی کے روز اُسکی قربانی کردی پھر زید نے اُسکی قیمت تاوان
لینی اختیار کی یا مذبوحہ واپس کرلی بہرحال عمرو کی قربانی ادا نہوگی۔ اور جو حکم ودیعت مین معلوم ہوا

وہی عاریت و اجارہ مین ہو مثلاً ایک اونٹنی یا بیل یا گاے مستعار لیا یا اجارہ پر لیا پھر اسکی قربانی کردی تو اُسکی قربانی ادا نہوگی خواہ اُسکا مالک اس مذبوحہ کو لے لے یا قیمت تاوان لے لے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر کوئی بکری رہن ہو اُسکی قربانی کردی اور اسکی قیمت ضمان مین دیدی تو نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان و خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے قصاب کو بلایا تاکہ میرے واسطے یہ جانور قربانی کردے اور قصاب نے اپنی طرف سے قربانی کردیا تو یہ قربانی مالک کی طرف سے ادا ہوگی یہ سراجیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ضحیہ خریدا اور غیر کو حکم دیا کہ اسکو ذبح کردے پس اُسنے ذبح کیا اور کہا کہ مین نے عمداً تسمیہ کہنا چھوڑ دیا ہے تو ذبح کرنے والا مالک کے واسطے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور مالک اس قیمت سے دوسری بکری خرید کر قربانی کرکے اُسکا سب گوشت صدقہ کردیگا اور کچھ نہ کھائیگا اور یہ اسوقت ہے کہ جب ایام قربانی باقی ہون اور اگر گذر گئے ہون تو اُسکی قیمت فقیرون کو صدقہ کردیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میری یہ بکری ذبح کردے پھر مامور نے اُسکو ذبح نہ کیا یہانتک کہ مالک نے وہ بکری فروخت کردی پھر مامور نے اسکو ذبح کردیا تو مامور اُسکی قیمت مشتری کو تاوان دیگا اور جسنے اسکو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اس سے واپس نہین لے سکتا ہے خواہ مامور کو بیع کا علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ اگر اُسکو بیع کا علم ہوگیا تھا تو یہ حکم ظاہر ہے اور اگر نہوا تھا تو اس وجہ سے کہ حکم دہندہ نے اسکو دھوکا نہین دیا ہے کیونکہ جسوقت اُسنے اس شخص کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا اُسوقت یہ بکری اُسکی ملک تھی یہ واقعات ناطفی مین ہے۔ اجناس مین ہے کہ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زید نے عمرو کو ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا حالانکہ زید اُسکو فروخت کرچکا تھا پس عمرو نے اُسکو ذبح کردیا باوجودیکہ عمرو کو فروخت ہوجانے کا علم تھا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن بائع کو دیکر عمرو سے اُسکی قیمت تاوان لے اور عمرو کو یہ اختیار نہوگا کہ زید سے تاوان واپس لے اور اگر عمرو کو اُسکی بیع کا علم نہو تو مشتری کو عمرو سے تاوان قیمت لینے کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ اگر مشتری اُس سے تاوان لے تو عمرو یہ مال تاوان زید سے واپس لیگا پس ایسا ہوگا کہ گویا زید نے خود الیا کیا ہے تو بیع ٹوٹ جائیگی یہ ذخیرہ و محیط مین ہے۔ اور اگر تین آدمیون نے تین بکریان خریدین پھر ذبح کرنے کے وقت سب کو شبہہ پڑ گیا کہ کونسی کسکی ہے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ چاہیے کہ ہر ایک آدمی دوسرون کو ذبح کرنے کے واسطے وکیل کردے تاکہ اگر ذبح کرنے والے نے اپنی بکری ذبح کردی تو جائز ہوگی اور اگر دوسرے کی ذبح کی تو اُسکی اجازت کی وجہ سے جائز ہوگی۔ ایک شخص نے قربانی کرنی چاہی پس اُسنے قصاب کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ بھی لگایا تاکہ دونون کی مدد سے اچھی طرح ذبح ہوجاوے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک پر تسمیہ واجب ہوگا حتے کہ اگر دونون مین سے ایک نے تسمیہ چھوڑ دیا تو جائز نہوگی یہ ظہیریہ مین لکھا ہے۔

آٹھوان باب

اُن مسائل کے بیان مین جو قربانی کے جانورون مین شرکت ہونے سے متعلق ہین۔ جاننا چاہیے کہ بکری اگرچہ بڑی ہو مگر فقط ایک آدمی کے سوا اسے زیادہ کی طرف سے نہین جائز ہے اور اونٹ و گاے سات آدمی کی طرف سے جائز ہے بشرطیکہ یہ سب لوگ اللہ تعالے کی رضامندی کے واسطے قربانی کرنے کی نیت رکھتے ہون اور سات کی تعداد مقرر کرنے سے یہ مراد ہے کہ سات سے زیادہ آدمیون کیطرف

سے جائز نہیں ہو اور کم ہونے میں قربانی ادا ہو گی یہ خلاصہ میں ہو۔ اور قربانی کرنے والا ایسے جانور میں
شرکت ہو سکتی ہو ایسے شخص کو جو سوا سے کسی قربت کا قصد نہیں رکھتا ہو شریک نہ کرے اور اگر شریک کر لیا تو
اُسکی قربانی ادا نہو گی اور یہی حکم تمام قربات میں ہو کہ اگر قربت چاہنے والے نے ایسے شخص کو جو قربت نہیں چاہتا
ہو شریک کر لیا تو قربت ادا نہو گی اور اگر سب نے قربانی کا ارادہ کیا یا قربانی کے سوا سے دوسری قربت کا قصد
کیا تو سب کی مراد ادا ہو جائیگی خواہ یہ قربت واجبہ ہو یا نفل ہو یا بعض پر واجب اور بعض نے نفل ادا کی ہو اور
خواہ جہات قربت ایک ہی ہوں یا مختلف ہوں جیسے بعض نے ہدی احصار کا اور بعض نے احرام میں کسی جرم
کے کفارہ کا اور بعض نے ہدی التطوع کا اور بعض نے دم متعہ یا قران کا ارادہ کیا اور یہ ہمارے صحاب ثلثہ رح کا
قول ہو۔ اسی طرح اگر بعض نے اپنے فرزند کے عقیقہ کا جو پیشتر پیدا ہوا ہو قصد کیا تو بھی جائز ہو ایسا ہی امام
محمد نے نوادر الضحایا میں ذکر کیا اور اگر کسی نے ولیمہ کا یعنی نکاح کی ضیافت کا قصد کیا تو یہ صورت مذکور نہیں
ہو مگر چاہیے کہ جائز ہووے۔ اور امام ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہو کہ انھوں نے جہات قربت مختلف ہونے
کی صورت میں شرکت کو مکروہ فرمایا ہو۔ اور امام اعظم رح سے یہ بھی مروی ہو کہ اگر یہ اشتراک ایک ہی نوع قربت میں
ہو تو مجھے زیادہ پسند ہو اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہو۔ اور اگر ہر شریک نابالغ ہو یا ساتویں حصہ کا
شریک ایسا شخص ہو جو فقط گوشت چاہتا ہو یا نصرانی وغیرہ ہو تو دوسروں کی قربانی بھی جائز نہو گی یہ سراجیہ میں ہو اور
اگر کوئی شریک ذمی ہو خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی ہو اور خواہ وہ گوشت کی غرض سے شریک ہو یا اپنے دین
کے موافق کسی قربت کا قصد رکھتا ہو تو سب کی قربت جو انھوں نے نیت کی ہو ادا نہو گی یہ ہمارے نزدیک حکم
اسواسطے کہ کافر کی طرف سے قربت متحقق نہیں ہوتی ہو تو اُسکی نیت کالعدم ہو گی پس ایسا ہو گا کہ جیسے اپنے
گوشت کی غرض سے شرکت کی اور مسلمان اگر گوشت کی غرض سے شرکت کرے تو ہمارے نزدیک جائز
نہیں ہو۔ اسی طرح اگر کوئی شریک غلام یا مدبر ہو کر وہ قربانی کی نیت رکھتا ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ بدائع میں ہو۔ اگر قربانی
کے ارادہ سے ایک گائے خریدی پھر چھ آدمیوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہو مگر قربانی سب کی طرف سے ادا
ہو جائیگی کیونکہ حکماً یہ بمنزلہ بکریوں کی بیع کے ہو لیکن اگر اُسنے خریدنے کے وقت یہ قصد کیا ہو کہ اپنے لوگوں کو
شریک کر لیگا تو مکروہ نہیں ہو اور اگر ایسا کیا تو احسن ہو گا۔ اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب یہ شخص غنی ہو اور اگر فقیر تنگدست
ہو تو اُسنے خریدنے سے اپنے اوپر قربانی واجب کر لی پس اُسکے حق میں یہ جائز نہیں ہو کہ اس گائے میں دوسروں
کو شریک کرے اسی طرح اگر اُسنے صریح اپنے اوپر اسکی قربانی واجب کر لینے کے بعد چھ آدمیوں کو شریک
کر لیا تو اسکی گنجایش نہیں ہو کیونکہ اُسنے پوری گائے اللہ تعالی کے واسطے قربانی کرنی واجب کر لی ہو پھر اگر اُسنے
شریک ہی کر لیا تو قربانی جائز ہو جائیگی اور گائے مذکور کے چھ ساتویں حصے کا ضامن ہو گا یعنی صدقہ کرنے
اور غنی کے حق میں کہا گیا ہو کہ غنی ثمن کو صدقہ کرے تین آدمی ایک گائے میں شریک ہوئے کہ ایک کے
سات حصوں میں سے تین حصے ہیں اور باقی دونوں میں سے ہر ایک کے دو دو حصے ہیں پھر جسکے تین حصے
ہیں وہ مر گیا اور اُسنے یہ حصے ملا کر چھ سو درم چھوڑے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی دونوں نابالغ چھوڑے پھر وصی
نے گائے میں سے میت کا حصہ ان دونوں کی طرف سے قربانی کر دیا تو قربانی سب شریکوں کی طرف سے ادا

نہو گی اسواسطے کہ لڑکی کا حصہ محض گوشت ہوگیا کیونکہ بیٹی فقیر ہو اسلیے کہ باپ کی میراث سے اُسکو دوسو درم سے کم ملا ہو اور
اگر میت نے گاے کے حصے کے سواے چھ سو درم چھوڑے ہون تو قربانی سب کیطرف سے جائز ہو جائیگی اسواسطے
کہ لڑکی اس صورت مین غنی ہو گی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ پانچ آدمیون نے ایک گاے مین شرکت کی پھر ایک شخص آیا
اور اُسنے درخواست کی کہ مجھے بھی شریک کرلو پس چار نے منظور کیا اور ایک نے انکار کیا پھر سبھون نے اس گاے
کی قربانی کی تو جائز ہو کیونکہ جسکا حصہ قربانی چار کے حصون مین سے قرار دیا گیا ہو وہ گاے کے ساتوین حصے سے
زیادہ کا مالک ہوا پس گاے کے پچیس حصے لینے چاہیے کیونکہ ہمکو حساب کے واسطے ایسے عدد کی ضرورت
ہو جسکا پانچوان حصہ نکلے اور پھر اسکے چار پانچوین حصہ کا پانچوان حصہ نکلے پس پانچوان حصہ نکالنے کی اسوجہ
سے ضرورت ہو کہ پانچ شریک ہین پس ہر واحد کا پانچوان حصہ ہوا اور چار پانچوین کا پانچوان اسوجہ سے نکالنے
کی ضرورت ہو کہ چار شریکون نے اُسکی درخواست منظور کی ہو پس اُسکو اپنے حصون مین برابر شریک کرلیا اور
اُنکے حصے چار پانچوین ہین پس چار پانچوین حصون کو پانچ آدمیون مین برابر مشترک کرلیا پس کمتر ایسا عدد پچیس
ہو پس پانچ شریکون مین سے ہر ایک کے پانچ حصے ہوے پھر چار نے درخواست منظور کر کے اُسکو اپنے
ساتھ اپنے بیس حصون مین مشترک کیا یعنے پانچ آدمی مین مشترک کردیا کہ جنمین سے ہر ایک کے چار حصے ہوے
اور بیس مین سے چار حصے پچیس کے ساتوین سے زائد ہین اور اسکی پہچان بسط وتحلیل کے ساتھ آسان
ہوتی ہو کذا فے الظہیریہ۔ اور اگر چھ شریک ہون پھر ساتوین کی درخواست کو پانچ نے منظور کیا اور ایک نے
نامنظور کیا تو اس صورت مین قربانی جائز نہو گی کیونکہ گاے کے ساتوین حصہ سے اسکا حصہ کم پڑتا ہو کیونکہ
اس صورت مین چھتیس حصے کرنے چاہیے ہین کہ جنمین سے ہر ایک کے چھ حصے ہوے پس پانچ شریکون
کے تیس حصے ہوے کہ جنکو انھون نے سائل کی درخواست منظور کر کے چھ آدمیون مین مشترک کردیا پس
ہر ایک کے پانچ حصے ہوئے اور چھتیس مین سے پانچ حصے چھتیس کے ساتوین حصہ سے کم ہین۔ ایک گاے
مین تین آدمی شریک ہین پس انہین سے ایک آدمی نے ایک شخص غیر کو تہائی کا شریک کرلیا تو جائز ہو کہ تہائی
ان دونون مین نصفا نصف مشترک ہو گی اسوجہ سے کہ اُسنے اس شخص غیر کو ہر ایک شریک کے برابر کردیا اگر ایسا
کرنا شریکون کے حصہ مین صحیح نہوا پس خاصتہً اسی کے تہائی حصہ مین صحیح ہوا یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر تین آدمیون
نے گاے خریدی پھر ایک نے کسی کو اپنے حصہ مین شریک کرلیا تو تہائی دونون مین مشترک ہو گی (یعنی تہائی مین اسکا برابر شریک ہوگا) اور قربانی جائز
ہو جائیگی۔ اور اگر اُسکو ساتوین حصہ کا شریک کیا پس اگر اُسکے شریکون نے اجازت دیدی تو قربانی جائز ہو جائیگی
اور اگر شریکون نے اجازت نہ دی تو اس غیر کے لیے شریک کرنے والے کے حصہ مین سے ساتوان حصہ
ہو گا پس قربانی جائز نہو گی اور اگر فقط ایک شریک نے اجازت دیدی تو اس غیر کو ان دونون کے حصون
مین سے ساتوان حصہ ملیگا تو بھی قربانی جائز نہو گی اگر ایک شخص نے ایک گاے خریدی اور سات آدمی
شریک کرلیے تو قربانی جائز نہین ہو پس اگر ایام قربانی گذر گئے ہون تو ساتوین حصہ کی قیمت صدقہ کرے
اور اُسکے شریکون پر کچھ صدقہ کرنا لازم نہوگا۔ اور اگر اُسنے چھ آدمیون سے کہا کہ مین نے تمکو شریک کیا پس انکے
نے قبول کیا تو اُسکو ساتوان حصہ ملیگا اور قربانی جائز ہو جائیگی اور اگر نصف گاے ایک کی ہوا اور باقی

نصف میں دو شریک ہوں پھر وہ ضائع ہوگئی پھر ان لوگوں نے دوسری گاے تین تہائی کی شرکت پر
خریدی پھر پہلی گاے مل گئی پس اگر دوسری گاے بہ نسبت پہلی گاے کے تین ساتویں حصے سے کم ہو تو
جسقدر اسکے مابین ہے اسکو سب صدقہ کریں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر قربانی کے واسطے ایک گاے خریدی اور
اسمین سے ایک ساتواں حصہ اس سال کی قربانی کی نیت سے اور باقی چھ ساتویں حصے سالہاے گذشتہ کی قربانی کی
نیت سے ذبح کی تو اس سال کی قربانی جائز ہوجائیگی اور سالہاے گذشتہ کی ادا نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اور اگر بعضے شریکوں نے نفل قربانی کی اور بعض نے سال گذشتہ کی قربانی سے جو اسکے ذمہ دین ہوگئی ہے
اور بعض نے اسی سال کی قربانی واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی تو سب جائز ہے مگر جسنے اس سال کی قربانی
واجبہ سے ذبح کرنے کی نیت کی ہے اسکی اس سال کی قربانی واجب ادا ہوگی اور جسنے قضاے سال گذشتہ
کی نیت کی ہے اسکی نفل قربانی اس سال ادا ہوگی اور قضا جو اسکے ذمہ واجب ہے وہ ادا نہوگی اسکے واسطے
درمیانی بکری کی قیمت صدقہ کرے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اونٹ یا گاے میں آٹھ آدمی شریک
ہوں تو کسی کی قربانی ادا نہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں حصے سے کم پڑتا ہے اسی طرح اگر شریک لوگ آٹھ
سے کم ہوں لیکن کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو مثلاً ایک شخص مرگیا اور اسنے ایک جورو و
بیٹا دو گاے چھوڑی پس وارثوں نے گاے کی بقرعید کے روز قربانی کردی تو جائز نہوگی اسواسطے کہ عورت
کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے پس اسکے حصہ کی قربانی ناجائز ہوئی اور جب اسکے حصہ کی ناجائز ہوئی تو بیٹے
کے حصے کی بھی جائز نہوئی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اضاحی زعفرانی میں ہے کہ اگر اونٹ یا گاے دو آدمیوں میں مشترک
ہو اور دونوں نے اسکی قربانی کی تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ یہ قربانی جائز ہوگی اور
نصف حصہ ہفتم تابع ہوگا پس گوشت محض ہوگا اور صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام والد نے یہ
اختیار کیا ہے اور یہی فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختار ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے ساڑھے
تین دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی دینار دیے اور تیسرے نے ایک دینار دیا تو قربانی ان سب
کی طرف سے جائز ہوگی کیونکہ کمتر حصہ قربانی ساتواں حصہ ہے اسی طرح اگر پانچ آدمیوں نے شرکت کی اس طرح
کہ ایک نے دو دینار دیے اور دوسرے نے اڑھائی دینار دیے اور تیسرے نے تین دینار دیے اور چوتھے نے
بھی تین دینار دیے اور پانچویں نے ساڑھے تین دینار دیے تو بھی سب کی طرف سے جائز ہے کیونکہ حصہ قربانی کمتر ساتواں
حصہ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر سات آدمیوں نے ایک گاے قربانی کرنے کے واسطے خریدی پھر ساتوں میں
سے ایک مرگیا اور اسکے بالغ وارثوں نے کہا کہ تم لوگ اسکو اپنی طرف سے اور میت کی طرف سے قربانی کردو
تو استحساناً جائز ہے اور اگر باقیوں نے بلا اجازت وارثوں کے ذبح کردی تو انکی طرف سے قربانی ادا نہوگی
کیونکہ حصہ میت قربت نہوگا کیونکہ وارثوں کی طرف سے اجازت نہیں پائی گئی پس پوری گاے قربت میں
مذبوح نہوگی کیونکہ تجزی نہ تھی یہ کافی میں ہے۔ اگر تین آدمیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک بکری قربانی
کے واسطے خریدی ایک نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو اور تیسرے نے تیس
درم کو خریدی اور ہر ایک بکری کی قیمت اسکے ثمن کے مثل ہے پھر یہ بکریاں باہم مختلط ہوگئیں کہ ہر ایک شخص

اپنی بکری پہچان نہیں سکتا ہے پھر سبھوں نے اُنکی قربانی کر دی تو سب کی طرف سے ادا ہو جائیگی مگر تیس درم کا خریدنے والا بیس درم صدقہ کر دے اور بیس درم والا دس درم صدقہ کرے اور دس والا کچھ صدقہ نہ کریگا اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو اجازت دیدی کہ بکری کو اُسکی طرف سے ذبح کرے تو سب کی طرف سے قربانی ادا ہو جائیگی اور اُنپر کچھ صدقہ کرنا لازم نہو گا یہ ینابیع میں ہے۔ اور اگر دس آدمیوں نے دس بکریاں مشترک خریدیں پھر ہر ایک نے ایک بکری ذبح کر دی تو جائز ہے اور سب گوشت ان سب میں وزن سے تقسیم کیا جائیگا اور اگر انھوں نے ڈھیری لگا لگا کر بانٹ لیا تو جائز ہے بشرطیکہ ہر ایک نے پائے اور سری اور کھال میں سے کچھ کچھ لیا ہو۔ اسی طرح اگر ہر ایک نے علیحدہ خریدی ہو مگر پھر سب مختلط ہو گئیں پھر ہر ایک نے ایک ایک بکری ذبح کر دی اور اُسپر سب نے باہم رضامندی کر لی تو بھی جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اضاحی زعفرانی میں ہے کہ سات آدمیوں نے باہم مشترک سات بکریاں خریدیں تاکہ ان بکریوں کو سب لوگ قربانی کریں اور ہر ایک کے واسطے کوئی بکری معین نہ کی پھر یوں ہی بلا تعین ذبح کر دیا تو قیاس یہ ہے کہ جائز نہو مگر استحساناً جائز ہے واضح ہو کہ یہ جو فرمایا کہ باہم مشترک سات بکریاں خریدیں اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس طور سے خریدیں کہ ہر بکری ان سب میں مشترک ہو اور دوسرا یہ ہے کہ سات بکریاں اس طور سے خریدیں کہ ہر ایک کے واسطے ایک بکری ہو مگر غیر معین نہ معین۔ پس اگر دوسرے طور سے خریدنا مراد ہے تو وہ باتفاق جائز ہے کیونکہ ہر ایک نے پوری بکری قربانی کی اور اگر اول مراد ہے تو جو حکم ذکر فرمایا ہے وہ دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق ہے کیونکہ اگر بکری دو شخصوں میں مشترک ہو اور دونوں نے اسکی قربانی کی تو بعض مقام پر مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر دو بکریاں دو شخصوں میں مشترک ہوں اور دونوں نے اپنے نسک سے اُنکی قربانی کر دی تو دونوں کا نسک ادا ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر دو غلام دو شخصوں میں مشترک ہوں اور دونوں نے اپنے اپنے کفارہ سے اُنکو آزاد کیا تو جائز نہیں ہے اگر اونٹ دو شخصوں میں مشترک ہے دونوں نے اسکو قربانی کر دی پس اگر دونوں میں سے کسی کا ساتواں حصہ یا دو ساتویں حصے ہوں اور باقی دوسرے کا ہے تو جائز ہے اور اگر دونوں میں نصفا نصف ہو تو بھی اصح قول کے موافق جائز ہے کذا فی خزانۃ المفتین

نواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔ اگر قربانی کی غرض سے دو بکریاں خریدیں پھر دونوں میں ایک ضائع ہو گئی اور اُسنے دوسری کو قربانی کر دیا پھر ضائع شدہ کو ایام قربانی میں یا اُسکے بعد پایا تو اُسپر کچھ واجب نہو گا خواہ یہ بکری اُسکی بنسبت جو قربانی کی ہے برتر ہو یا کمتر ہو یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے کالی گائے قربانی کے واسطے خرید دے اُس نے کبری گائے جسمیں سیاہی و سپیدی تھی خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑ گئی اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے مینڈھا سینگوں دار فراخ چشم خرید دے اُسنے مینڈھا سپید سینگوں والا غیر فراخ چشم خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگا کیونکہ یہ وصف ایسا ہے کہ لوگ قربانی کے لئے ایسی وصف کے مرغوب رکھتے ہیں پس وکیل نے موکل کے حکم کی مخالفت کی اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے گائے کا دوسرے برس کا بچہ خرید دے اور اُسکا کچھ ثمن بیان نہ کیا اور وکیل نے مسنہ خرید دیا تو اسمین دو صورتین ہیں کذا اگر ثنیہ بچہ بہ نسبت مسنہ کے کم داموں کو آتا ہو تو مسنہ موکل کے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر ثنیہ و مسنہ دونوں یکسان

داموں کو آتے ہیں تو مشتبہ موکل کے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ وکیل نے موکل کا حکم چھوڑ کر اُسکے حق میں بہتر چیز کی طرف
خلاف کیا ہے اور اگر وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک بکری قربانی کے لیے خرید دے پس وکیل نے خرید دی اور ایک
شخص کو مزدور کیا جو اسکو ایک درم اجرت پر ہانک لایا تو یہ موکل کے ذمہ لازم نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اگر کہا اللہ کے
واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ایک بکری ہدی بھیجوں یا ایک بکری قربانی کروں پھر اُسنے گائے یا اونٹ کی ہدی بھیجی یا
گائے یا اونٹ قربانی کر دیا تو جائز ہوگا۔ ایک شخص نے نوے درم کی بکری کی قربانی کی اور دوسرے نے ستر درم
کی گائے کی قربانی کی اور تیسرے نے سو درم صدقہ کر دیے تو بکری والے کی قربانی بہ نسبت گائے والے کے بہتر ہے (یعنی افضل ہوگا ۱۲)
کیونکہ بکری کی قیمت گائے سے زیادہ ہے اور جسنے گائے قربانی کی ہے اُسکا ثواب بہ نسبت صدقہ کرنے والے کے بہ نسبت
زیادہ ہے۔ ایک شخص نے فقیری کی حالت میں ایام قربانی میں ایک بکری قربانی کے واسطے خرید کر اُسکی قربانی کر دی
پھر ایام قربانی ہی میں غنی ہو گیا تو شیخ فقیہ ابو محمد حرمینی رحمہ نے فرمایا کہ قربانی کا اعادہ کرے اور اُنکے سوا
دوسرے متاخرین نے فرمایا کہ اعادہ نہ کرے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے
واسطے ایک شاۃ قربانی کے لیے خرید دے تو جاننا چاہیے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان و معز دونوں کو شامل ہے۔ اور اگر
کسی کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ضان خرید دے اُسنے معز خرید دی یا اسکے برعکس اتفاق ہوا تو موکل کے ذمہ لازم
نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے قربانی کر دیجاوے اور کوئی جانور بیان نہ کیا تو وصیت
جائز ہے اور بکری پر واقع ہوگی۔ اسی طرح اگر وصیت نہیں کی بلکہ کسی شخص کو حکم دیا کہ میری طرف سے قربانی کر دے
اور کوئی جانور بیان نہیں کیا تو بھی جائز ہے اور اگر یوں وصیت کی کہ تمام میرے مال متروکہ سے ایک گائے خرید
کر میری طرف سے قربانی کیجاوے پھر مرگیا اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے بلا خلاف وصیت
جائز ہے پس تہائی مال سے بکری خرید کر اُسکی طرف سے قربانی کیجائیگی۔ اور اگر یوں وصیت کی کہ میرے مال سے
بیس درم کو ایک گائے خرید کر میری طرف سے قربانی کر دی جاوے پھر مرگیا اور اُسکا تہائی مال بیس درم سے
کم ہے تو ہمارے مذہب کے موافق جسقدر رہو اُسکی بکری خرید کر قربانی کر دی جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر
ایک شخص نے وصیت کی کہ اگر میں مرجاؤں تو میرے ان بیس درموں سے ایک بکری خرید کر میری طرف
سے قربانی کر دیجاوے پھر مرگیا اور ان درموں سے ایک درم جاتا رہا تو باقی سے اُسکی طرف سے
قربانی کرنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ
نے اُس مملوک پر جو آزاد کرنے کے واسطے خریدا جاوے قیاس کر کے فرمایا کہ باقی اُنیس درم سے
اُسکی طرف سے جانور خرید کر قربانی کیا جائیگا۔ ایک شخص نے ایک گائے خریدی اور دوسرے شخص سے کہا کہ اے
فلاں شخص میں نے تجھے اسکی دو تہائی کا شریک کیا تو اُسکی دو تہائی ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اسکے پورے
کا شریک کیا تو نصف اُسکی ہوگی کیونکہ اگر ہم اسکو پوری گائے دیں تو شرکت نہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اسکا حصہ یا ٹکڑا
تیرے واسطے کر دیا تو یہ باطل ہے ہر چند کہ اسی قول سے کہ میں نے تیرے واسطے اسکا ایک سہم کر دیا امام اعظم کے نزدیک چھٹا
حصہ ہونا چاہیے کیونکہ امام کے نزدیک سہم کی تفسیر چھٹا حصہ ہے جیسا کہ کتاب الوصایا میں معلوم ہوا ہے لیکن چونکہ
سہم سے چھوٹے حصے سے کم مراد ہونے کا بھی احتمال ہے اسواسطے باطل قرار دیا گیا ایک شخص نے دس دینار کو ایک

گاے خرید کر قبضہ کرکے دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے اسمین دو دینار کا شریک کیا اور اُسنے قبول کر لیا تو وہ شخص پانچوین حصہ کا شریک ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی ایک شخص نے ایک بکری خرید کر اُسکی قربانی کر دی پھر اُسمین کوئی ایسا عیب پایا کہ جس سے اُسکی قیمت مین نقصان آتا ہی مگر ایسا نہین ہی کہ اُسکی قربانی نہو سکے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بائع سے نقصان عیب واپس لے اور جو کچھ واپس لیا اُسکا صدقہ کر دینا اُسپر واجب نہوگا کیونکہ وہی معیوبہ بکری کی قربانی ادا ہو گئی ہی اور اس سے زیادہ اُسپر کچھ واجب نہین ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مین مذبوحہ بکری واپس کیے لیتا ہون اور ثمن واپس کر دیا تو مشتری پر واجب ہوگا کہ یہ سب ثمن سواے حصہ نقصان عیب کے صدقہ کر دے اور اگر اُسکا ثمن بائع پر ڈوب گیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کچھ وصول ہوا اور کچھ ڈوب گیا تو جسقدر وصول ہوا ہی اسمین سے بھی جتنا حصہ نقصان عیب کے پرتے مین پڑتا ہو اُسکو نکال کر باقی صدقہ کر دے مثلاً ثمن دس درہم تھے اور حصہ عیب ایک درہم تو ثمن وصول شدہ مین سے نو دسوین حصے صدقہ کر دے یہ ذخیرہ مین ہی اور درہم کے ساتھ شتم مستقبل بائع مین معتبر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی اگر کسی کا قربانی کیا ہوا جانور غصب کر لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا کیونکہ یہ غیر کا مال مملوک بدون اُسکی اجازت کے لے لیا ہی اور جب قربانی کرنے والے کو اُسکی قیمت وصول ہو جاوے تو اُسکو صدقہ کر دے کیونکہ غاصب اُسکی قیمت تاوان دینے سے اُسکا مالک ہو گیا پس ایسا ہوا کہ گویا قربانی کرنے والے نے اُسکے ہاتھ فروخت کر دیا اور فروخت کرنے کی صورت مین ثمن صدقہ کرنا واجب ہوتا ہی ویسا ہی اس صورت مین واجب ہوگا اور یہ جائز نہین ہی کہ ضحیہ مذبوحہ کی قیمت کو کسی غیر کو ہبہ کر دے اور اگر اُسنے غاصب کو قیمت واپس کر دی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ ضحیہ مذکور بدون اُسکے فعل کے تلف ہوا ہی۔ اور اگر قربانی کرنے والے نے غاصب کو اُسکی قیمت سے بری کر دیا حالانکہ قربانی کرنیوالا غنی ہی یا فقیر ہی تو اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا اسواسطے کہ ابتدا مین اُسکو اختیار تھا کہ اصل کو غاصب کو ہبہ کر دے پس ایسا ہی اُسکے بدل کو غاصب کی ملک کر دینے کا بھی اختیار ہی اسی طرح اگر مذبوحہ اضحیہ کی قیمت سے کم پر غاصب کے ساتھ صلح کر لی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسکی قیمت اُسکے ہاتھ آئی ہی اُسکو صدقہ کر دے اس سے زیادہ صدقہ کرنا لازم نہین ہی کیونکہ یہ صلح ابراء بعض و استیفاء بعض ہوا اور اگر کسی کھانے کی یا متاع پر صلح کر لی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ یہ کھانے کی چیز کھاوے یا متاع سے نفع اُٹھاوے اسواسطے کہ استحساناً بدل بھی بر نہج در صفت اصل ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک تنگدست نے ایک بکری خریدی اور وہ ایام قربانی مین مر گئی اور اُسکے پیٹ مین سے ایک بچہ نکلا تو استحساناً بچہ کو صدقہ کر دے یہ وجیز کردری مین ہی اگر ضحیہ کو سیم گداختہ کے عوض جو معین تھی خریدی اور اُسکی قربانی کر دی پھر بائع نے کسی عیب کی وجہ سے سیم یہ سکہ اچاندی کا واپس کیا اور مذبوحہ جانور کو لے لیا تو مشتری ثمن مذکور کو صدقہ کر دے اور قربت ادا ہو جائیگی اور اگر دو شخصون نے مینڈھا و بھیڑی کے مبادلہ پر بیع کی اور دونون نے اپنی خریدی ہوئی کو قربانی کیا پھر مینڈھا خریدنے والے نے اسمین ایسا عیب پایا جس سے اسکی قیمت مین دسوین حصہ کا نقصان آتا ہی پس اگر چاہے تو بھیڑی بیع کی ہوئی کا دسوان حصہ واپس لے لے اور اُسپر کچھ صدقہ واجب نہوگا مگر دسوا اُسقدر گوشت کی قیمت جتنا اس سے واپس لیا گیا ہی صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو زندہ بھیڑی کے

۹۱ دس حصے ... نو حصے صدقہ ۱۲

۹۲ گلائی ہوئی چاندی کے سکے ۱۲

دسوین حصہ کی قیمت تاوان لے اور اُسپر کچھ صدقہ کرنا واجب نہوگا اور اگر مینڈھا بیچنے والے نے ذبح کیا ہوا مینڈھا واپس لینا پسند کیا تو اُسکے مشتری کو اختیار ہے چاہے اُس سے اپنی بھیڑی کی قیمت تاوان لے اور اِس سب کو صدقہ کرے سوائے حصہ عیب کے بشرطیکہ عیب ہو اور اگر چاہے تو مذبوحہ بھیڑ بھی اپس لے اور بیستا تا اُسکو صدقہ نہ کرے اسی طرح جسنے بھیڑی واپس دی ہے وہ اس مینڈھے کو بھی صدقہ کرے جسکے لینے پر راضی ہوگیا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک عورت کا ایک دار ہے کہ اُسکی قیمت نصاب کو پہونچتی ہے اور یہ اُسین خود مع اپنے شوہر کے رہتی ہے۔ تو اُسپر قربانی و صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اُسکا شوہر ساکن کرنے پر قادر ہے تو اُسپر قربانی و صدقہ فطر واجب نہوگا خواہ شوہر غنی ہو یا فقیر ہو۔ شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اِس باب مین اختلاف ائمہ اِس بات پر دال ہے کہ اگر عورت مذکورہ اُسین نہ رہتی ہو تو بالاتفاق واجب ہونا چاہیے اور ہمین نے یہی فتوے دیا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ شیخ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص ہے جسکا ایک مفلس پر قرضہ ہے پس آیا اُسکے واسطے زکوۃ حلال ہے فرمایا کہ نہین پھر دریافت کیا گیا کہ آیا اُسپر قربانی واجب ہے فرمایا کہ نہین جب تک کہ اُسکو وصول نہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص کا قرضہ خواہ ایسا جو فی الحال واجب الادا ہے یا میعادی ہے کسی پر ہے تو اگر یہ تا ہی حالانکہ بدرست اُسکے پاس اتنا نہین ہے کہ جس سے قربانی کے واسطے جانور خرید سکے تو اُسپر لازم نہین ہے کہ قرض لیکر قربانی کرے اور یہ بھی لازم نہین ہے کہ جسوقت اُسکو یہ قرضہ وصول ہو تو بقدر قیمت اضحیہ کے صدقہ کرے مگر یہ واجب ہے کہ اگر اُسکو گمان غالب ہو کہ قرضدار دیدیگا تو اُس سے ضحیہ کے دام مانگے ایک شخص کا مال کثیر ہے مگر غائب ہے کہ اُسکے شریک کے ہاتھ مین ہے یا مضارب کے قبضہ مین ہے اور خود اُسکے پاس درہم و دینار یا متاع مین سے اسقدر ہے کہ اُس سے اضحیہ خرید سکتا ہے تو اُسپر قربانی کرنا واجب ہے یہ قنیہ مین ہے۔ مجموع النوازل مین ہے کہ چار آدمیون نے چار بکریان ہر ایک نے ایک بکری خریدی کہ جسکا رنگ و موٹائی یکسان ہے پھر اُنھون نے اُنکو ایک جگہ بند کر دیا پھر صبح کو جو دیکھا تو ایک بکری مرگئی تھی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ کسکی بکری مرگئی تو یہ بکریان سب فروخت کر دی جاوینگی اور ثمن سے چار بکریان خریدی جائینگی پھر ہر ایک شخص دوسرے کو ہر ایک کی ذبح کی اجازت دے اور ہر ایک دوسرے سے تحلیل بھی کرا لے تاکہ سب کی طرف سے قربانی جائز ہو جاوے یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرا مہر اسقدر جو تیرے اوپر ہے اُسین سے ہر سال میری طرف سے قربانی کرے پھر اُسنے کر دی تو اُسین اختلاف ہے۔ قربانی کے ایام گذر جاوین و قربانی نہ کرے تو اُسکی قیمت صدقہ کریگا لیکن اگر عورت نے یہ قیمت اپنے شوہر فقیر کو صدقہ مین دی تو نہین جائز ہے اور اگر شوہر نے اپنی عورت فقیر کو صدقہ دی تو نہین جائز ہے یہ خاصۃً اُنھین دونون کے حق مین امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور اگر اپنی باندی کو صدقہ بنا دی تو نہین جائز ہے۔ اور اگر کسی فقیر کو قربانی کا گوشت زکوۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایت کے موافق ادا نہوگی اور اگر کسی شخص نے اپنے شہر یا گانون مین قربانی کا جانور نہ پایا تو اُسپر لازم ہے کہ جہان لوگ شہر سے بکریان خریدنے جاتے ہون وہان تک جاوے کذا فی القنیہ

کتاب الکراہیۃ

واضح ہو کہ مشائخ نے مکروہ کے معنی مین گفتگو کی ہو اور امام محمد رح سے صریح یون مروی ہو کہ ہر مکروہ حرام ہو لیکن چونکہ انھون نے اسمین کوئی نص قاطع نہین پائی اسواسطے اُسپر حرام کا لفظا اطلاق نہین کیا اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ مکروہ قریب بحرام ہوتا ہو کذا فی الہدایۃ اور یہی مختار ہو یہ شرح الو الکارم مین ہو یہ وہ مکروہ ہو جو مکروہ تحریمی ہوتا ہو رہا مکروہ تنزیہی سو حلال سے زیادہ قریب ہو یہ شرح وقایہ مین ہو - اور حاصل فاصل دونون مین یہ ہو کہ مکروہ کی اصل کو دیکھا جاوے پس اگر اصل کو استحقاق اثبات حرمت ہو مگر حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط کی گئی ہو تو عارض کو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا عارض جسمین عام بلوی ہوا ور ضرورتا سب کے حق مین ثابت ہو تو کراہت تنزیہی ہو گی اور اگر ضرورت اس درجہ تک نہ پہونچی ہو تو کراہت تحریمی ہو گی پس اپنی اصل کیطرف راجع ہو گی اور درصورت اولے اسکے برعکس ہو - اور اگر اصل کو استحقاق اباحت ہو مگر کوئی عارض محرم پیش آیا پس اگر گمان غالب ہو کہ عارض موجود ہو تو کراہت تحریمی ہو گی اور اگر گمان غالب نہو تو کراہت تنزیہی ہو گی اول کی مثال جیسے بلی کا جھوٹا - اور دوم کی مثال جیسے مادہ خر کا دودھ و گوشت - اور سوم کی مثال جیسے بقرہ جلالہ و شکاری پرندون کا جھوٹا ہو یہ خزانۃ الفتاوے مین ہو

[12] اس کتاب مین تیس باب ہین

باب اول - خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین - اور اس باب مین دو فصلین ہین -

فصل اول - امر دینی سے خبر دینے کے بیان مین مثلاً کسی پانی کی طہارت و نجاست کی خبر دینا یا کسی چیز کی حرمت یا اباحت کی خبر دینا اور اسکے متصلات جیسے مثلاً پانی کی طہارت و نجاست مین دو خبرین متعارض واقع ہونے کے بیان مین یا کسی چیز کی حرمت و اباحت کی دو خبرین متعارض ہونے کے بیان مین دینی امور مثل حلت و حرمت و طہارت و نجاست مین خبر واحد مقبول ہوتی ہو بشرطیکہ شخص واحد مسلمان عادل ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ کسی پاک کو تہمت لگانے مین محدود ہوا ہو یا ایسا نہو اور شہادت کا لفظ و عدد و شرط نہین ہو یہ جز کردری مین ہو اور یہی مبسوط سرخسی و ہدایہ مین ہو - دینی باتون مین کافر کا قول قبول نہین ہوتا ہو لیکن معاملات مین کافر کا قول قبول ہوتا ہو سو معاملات مین قبول ہونا اگر اس بات کو متضمن ہو کہ دینی بات مین قبول ہووے تو بضرورت دینی بات مین بھی قبول ہوگا یہ تبیین مین ہو - اگر ایک شخص نے اپنے مجوسی اجیر یا خادم کو بازار بھیجا اور اسنے گوشت خریدا اور کہا کہ مین نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہو تو اس شخص کو اسکے کھانے کی گنجایش ہو اور اگر اسکے سوا کسی سے خریدنا بیان کرے تو کھانے کی گنجایش نہو گی اور اسکے معنی یہ ہین کہ اگر سواے اہل کتاب یا مسلمان کے کسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو تو نہین کھا سکتا ہو اسواسطے کہ جب حلت مین اسکا قول قبول ہوا تو حرمت مین بدرجہ اولے قبول ہوگا یہ ہدایہ مین ہو - اور مستور کا قول دیانات مین موافق ظاہر الروایات کے قبول نہوگا اور یہی صحیح

ہے کافی میں ہے سلطان کے منادی کی خبر مقبول ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہے امام محمدؒ نے
فرمایا کہ اگر مسافر کو نماز کا وقت آگیا مگر اُسنے پانی نہ پایا سوائے ایک برتن کے کہ جسمیں پانی تھا اور ایک شخص نے
جو اُسکے نزدیک مسلمان پسندیدہ ہے یعنے عادل نے اُسکو یہ خبر دی کہ یہ نجس ہے تو مسافر مذکور اُس سے وضو کرے
اسی طرح اگر اس مخبر نے کسی ثقہ سے یہ بات سننا بیان کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر مخبر مذکور غلام یا باندی یا
آزاد عورت ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سب اُسوقت ہے کہ خبر دینے والا عادل ہو اور اگر مخبر فاسق یا مستور ہو تو خبر میں
نظر کرے پس اگر اُسکی غالب رائے یہ ہو کہ یہ سچا ہے تو تیمم کرے اس سے وضو نہ کرے اور اگر پہلے اس پانی کو
بہا دے پھر تیمم کرے تو یہ زیادہ احتیاط ہے اور اگر اُسکی رائے غالب میں یہ شخص جھوٹا ہو تو اُس سے وضو
کرلے اور اسکے قول پر التفات نہ کرے اور یہ اسکے حق میں کافی ہوگا اور اُسپر تیمم کرنا ضروری نہیں ہے اور یہ جواب حکمی
ہے مگر احتیاطی یوں ہے کہ اسکے حق میں افضل یہ ہے کہ وضو کے بعد تیمم کرلے یہ محیط میں ہے اور اگر پانی کے نجس ہونے
کی خبر دینے والا کوئی شخص ذمی ہو تو اُسکا قول قبول نہ ہوگا اور اگر اسکے دل میں اس صورت میں یہ آیا کہ اس
خبر میں یہ ذمی سچا ہے تو کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ ہے کہ پہلے پانی کو بہا کر پھر تیمم کرے اور اگر اُس سے
وضو کرکے اُسنے نماز پڑھ لی تو نماز ادا ہو جائیگی اور اگر پانی کے نجس ہونے کی خبر دینے والا کوئی نابالغ
یا معتوہ ہو مگر دونوں ایسے ہیں جو کہتے ہیں اُسکو سمجھتے ہیں تو صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کی خبر اس باب میں
مثل خبر ذمی کے ہے کیونکہ ان دونوں کو ولایت الزامی حاصل نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص
نے گوشت خریدا پھر جب اُسپر قبضہ کرلیا تو اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ اسمیں سور کا گوشت مخلوط ہو گیا
تو مشتری کو اُسمیں سے کھانا روا نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک مسلمان نے گوشت خرید کر قبضہ کرلیا پھر اُسکو
ایک مسلمان ثقہ نے خبر دی کہ یہ مجوسی کا ذبیحہ ہے تو مشتری کو اُسمیں سے کھانا نہیں چاہیے اور نہ دوسرے
کو کھلانا چاہیے کیونکہ مخبر نے اُسکو حرمۃ العین و بطلان الملک کی خبر دی اور حرمۃ العین حق اللہ تعالیٰ ہے
پس ایک شخص کی خبر سے ثابت ہو جائیگا کہ یہ حرام ہے اور ملک باطل ہونا ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں
ہوتا ہے اور حرمت ثابت ہونے کے واسطے بطلان ملک ضرور نہیں ہے اور جبکہ اس مقام پر حرمت باوجود
اسکے کہ عین شئی مشتری کی ملک میں باقی رہی ثابت ہوئی تو اپنے بائع کو واپس نہیں کرسکتا ہے اور نہ یہ اختیار ہے
کہ بائع کو ثمن دینا روک لے کہ بیع باطل نہیں ہوئی اور اگر مشتری نے ہنوز گوشت خریدا نہ ہو ولیکن جسکے
ہاتھ میں گوشت تھا اُسکو اُسنے تناول کرنے کی اجازت دی پس اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ خبر دی کہ یہ
ذبیحہ مجوسی ہے تو اُسکو کھانا حلال نہیں ہے۔ اور اگر اُسنے تناول کی اجازت دی پھر اُسکے ہاتھ یہ گوشت فروخت
کردیا یا خریدنے والا کسی اور سبب سے بوجہ میراث یا ہبہ کے مالک ہوا پھر اُسکو ایک مسلمان ثقہ نے یہ
خبر دی کہ یہ حرام العین ہے تو اُسکا کھانا حلال نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے طعام یا
باندی خریدی یا بوجہ میراث یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت کے اسکا مالک ہوا پھر ایک مسلمان ثقہ نے اگر
گواہی دی کہ یہ چیز زید مغصوبہ کی ہے کہ جس سے بائع یا واہب یا میت نے غصب کرلی تھی تو میرے نزدیک
پسندیدہ ہے کہ اس طعام کے کھانے و پینے و باندی کی وطی سے پرہیز کرے اور اگر پرہیز نہ کیا تو اسمیں گنجایش

ہو اسی طرح اگر طعام و شراب کسی شخص کے قبضہ مین ہو اسنے ایک شخص کو انمین سے تناول کرنے کی اجازت دی پس ایک ثقہ مسلمان نے اُس سے کہا کہ یہ چیز اسکے پاس فلان شخص سے مغصوبہ ہو اور جسکے قبضہ مین ہو وہ اس بات سے انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ میری ہو حالانکہ یہ شخص متہم ہو ثقہ نہین ہو تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہو کہ اسکے کھانے سے پرہیز کرے اور اگر اُسکو کھا لیا یا پانی لیا یا اُس سے وضو کر لیا تو گنجایش ہو اور اگر اسکے سواے پانی نہ پایا حالانکہ وہ سفر مین ہو تو وضو کرے تیمم نہ کرے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ اور امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل مین یہ صورت ذکر نہ فرمائی کہ جسکے ہاتھ مین کھانا یا پانی ہو کہ جسنے دوسرے کو تناول کرنے کی اجازت دی ہو اگر وہ ثقہ عادل ہوا اور یہ بھی خبر دی ہو کہ مین نے اسکو کسی سے غصب نہین کیا ہو تو کیا حکم ہو اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہو پس شیخ فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ پرہیز نہ کریگا کیونکہ خبرین ساقط ہو گئین بوجہ باہمی تعارض کے پس اباحت اصلی معتبر ہو گی بخلاف اسکے جبکہ قابض فاسق ہو تو ایسا نہین ہو۔ اور انکے سواے دوسرے مشائخ نے فرمایا کہ پرہیز کرے اور یہی صحیح ہو۔ اور علی ہذا اگر ایک شخص نے گوشت خریدنا چاہا اور اُس سے ایک ثقہ مسلمان نے کہا کہ اسکو نہ خرید کہ یہ ذبیحہ مجوسی کا ہو اور قصاب نے کہا کہ تو خرید لے یہ مسلمان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو اور قصاب ایک ثقہ آدمی ہو تو بنا بر قول شیخ ابو جعفر رح کے قصاب کے قول سے کراہت جاتی رہیگی اور انکے سواے دوسرے مشائخ کے قول پر کراہت نہ جائیگی یہ محیط مین ہو کسی مقام پر چند مسلمان کھانا کھاتے اور پانی پیتے تھے وہان ایک مسلمان گیا ان لوگون نے اُسکو کھانے پینے کے واسطے بلایا پس اس سے ایک مسلمان ثقہ نے جسکو یہ پہچانتا تھا یون کہا کہ یہ گوشت مجوسی کے ہاتھ کا ذبیحہ ہو اور اس پانی مین شراب مل گئی ہو اور جن لوگون نے اُسکو کھانے کے واسطے بلایا تھا اُنھون نے کہا جیسا یہ کہتا ہو یہ بات نہین ہو بلکہ یہ حلال ہو تو ان لوگون کی حالت دیکھے پس اگر یہ لوگ عدول و ثقات ہون تو اس ایک شخص کے قول پر التفات نہ کرے اور اگر یہ لوگ متہم ہون تو شخص واحد کے قول کو اختیار کرے اور اُسکو یہ روا نہو گا کہ اُس کھانے پانی کے قریب جاوے اور فرمایا کہ اسمین کچھ فرق نہین ہو کہ یہ مخبر جسنے حرمت کی خبر دی ہو مسلمان آزاد ہو یا مملوک ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو۔ اور اگر قوم مین دو آدمی ثقہ ہون تو اُنکا قول اختیار کریگا اور اگر ایک ثقہ ہو گا تو اسمین اپنی راے غالب پر عمل کریگا اور اگر کسی طرف اُسکی راے غالب نہو بلکہ دونون باتین یکسان ہون تو اسکے کھانے پینے مین کچھ ڈر نہین ہو اسی طرح اُس سے وضو کرنے مین بھی کچھ ڈر نہین ہو کہ جب کسی طرف اُسکی راے غالب نہو تو اصلی طہارت کو لے سکتا ہو اور اگر حلت کی خبر دینے والے دو ثقہ مملوک ہون اور حرام کہنے والا ایک آزاد ثقہ ہو تو کھا لینے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر وہ شخص جسکے قول مین وہ حرام ہو دو ثقہ مملوک ہون اور جو حلال کہتا ہو وہ ایک ثقہ آزاد ہو تو اسکو نہ کھانا چاہیے اسی طرح اگر حلت و حرمت مین سے ایک بات کی ایک ثقہ غلام نے خبر دی اور دوسری بات کی ثقہ آزاد نے خبر دی تو اپنی غالب راے پر عمل کرے اور اگر دونون باتون مین سے ایک بات کی دو ثقہ غلامون نے اور دوسری بات کی دو آزاد ثقہ نے خبر دی تو دونون آزاد کے قول کو اختیار کرے یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر ایک طرف دو آزاد

عادل ہون اور دوسری جانب تین غلام ہون تو غلامون کا قول لیا جائیگا۔ اور اگر ایک جانب دو آزاد عادل ہون اور دوسری جانب چار غلام ثقہ ہون تو چارون غلامون کی خبر کو ترجیح دیجائیگی اور حاصل یہ ہے کہ اگر غلام و آزاد دونون ثقاہت مین یکسان ہون تو امر دینی کے خبر دینے مین دونون یکسان ہین پس ترجیح پہلے تو باعتبار عدد کے رکھی جائیگی پس اگر عدد مین برابر ہون تو احکام مین فی الجملہ حجت ہونے کے ساتھ ترجیح دیجائیگی اور اگر اسمین بھی یکسان ہون تو ترجیح بوجہ تحری لینے غالب رائے سے رکھی جائیگی اسی طرح اگر دونون مین کسی امر کی خبر ایک مرد و دو عورتون نے دی اور دوسرے کی خبر دو مردون نے دی تو ایک مرد و دو عورتون کا قول لیا جائیگا کیونکہ اسمین تعداد کی زیادتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک مسلمان ثقہ نے ایک مشتری کے سامنے گواہی دی کہ یہ باندی جو اس بائع کے پاس ہے فلان شخص کی باندی ہے اس سے بائع نے غصب کر لی ہے حالانکہ باندی مذکورہ بائع کی مملوکہ ہونے کا اقرار کرتی ہے اور جس شخص کے پاس ہے وہ غصب سے انکار کرتا ہے مگر وہ غیر مامون ہے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اسکو نہ خریدے اور اگر اسکو خرید لیا اور اس سے وطی کی تو اسکو اسکی گنجائش ہے اور اگر مشتری کو یہ خبر دی کہ یہ باندی اصلی حرہ ہے یا اسی قابض کی باندی تھی مگر اسنے آزاد کر دیا ہے اور مخبر مسلمان ثقہ ہے تو یہ صورت اور صورت اولی دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہے۔

دوسری فصل معاملات مین خبر واحد پر عمل کرنے کے بیان مین۔ معاملات مین ایک شخص کا قول مقبول ہوتا ہے خواہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو مذکر ہو یا مونث ہو مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج و ضرورت دفع ہو اور منجملہ معاملات کے وکالات و مضاربات اور ہبہ کے رسالات و اذن فی التجارات ہے یہ کافی مین ہے اور جب معاملات مین خبر واحد صحیح ہوئی خواہ عادل ہو یا غیر عادل ہو تو اسمین یہ ضرور ہے کہ اسکی غالب رائے مین یہ ہو کہ یہ شخص اپنی خبر مین سچا ہے پس اگر اسکی رائے مین یہ امر غالب ہو تو اسکی خبر پر عمل کرے ورنہ عمل نکرے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر ایک باندی کسی شخص کی ہو اور اسکو دوسرے شخص نے لیا اور چاہا کہ اسکو فروخت کرے تو جو شخص اسکو پہلے شخص کی مملوکہ پہچانتا ہو اسکے واسطے اس باندی کا خریدنا مکروہ ہے جب تک یہ معلوم نہ کرے کہ اسنے پہلے مالک کی طرف سے کسی سبب سے باندی کی ملک حاصل کی ہے خواہ کوئی سبب ہو یا مالک نے اسکو اس باندی کے فروخت کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر اسنے خرید لی تو جائز ہوگی مگر مکروہ ہے اور اگر اسکو معلوم ہے کہ مالک سے اسنے کسی سبب سے اپنی ملک مین لی ہے یا مالک نے اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے تو اس سے خرید لینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور یہ خرید بدون کراہت کے جائز ہوگی اور اگر اس شخص نے کہ بالفعل جسکے قبضہ مین ہے یہ کہا کہ مین اسنے مالک سے اسکو خریدا ہے یا اسنے مجھے ہبہ کی ہے یا مجھے صدقہ دی ہے یا مجھے اسکو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا ہے تو اس شخص کو اس قابض سے خرید لینا حلال ہے بشرطیکہ بائع خبر دینے والا مسلمان عادل ہو اور واضح ہو کہ امام محمد رح نے اس مسئلہ مین یون شرط لگائی کہ جو شخص بالفعل قابض ہے وہ عادل مسلمان ہو حالانکہ عادل ہونا تو شرط ہے مگر اسلام شرط نہین ہے اور حاکم شہید رح نے اپنی مختصر مین فقط عدالت کا ذکر کیا اور اسلام کا ذکر نہین کیا اور جو حاکم شہید رح نے ذکر کیا اس سے ظاہر ہوا کہ جو امام محمد رح نے اسلام کا لفظ ذکر کیا ہے یہ اتفاقی ہے شرط نہین ہے اور اگر باندی کا قابض ایک مرد فاسق ہو تو فقط اسکی خبر پر اسکے ساتھ معاملہ

مباح ہونا ثابت نہوگا بلکہ اسکے ساتھ اپنے دل سے تحری کریگا پس اگر اُسکے دل مین یہ غالب ہوا کہ یہ سچا ہے تو
اُس سے خرید لینا حلال ہے اور اگر اُسکے دل مین یہ آیا کہ یہ اپنے قول مین کاذب ہے تو اُس سے خریدنا حلال (گمان غالب ۱۲)
نہین ہے اور اگر اس باب مین اُسکی راے کسی طرف نہو تو جو چیز جس حال پر تھی اُس حال پر رہیگی جیسا دیانات مین
حکم ہے اسی طرح اگر یہ شخص مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی اس قابض کے سوائے دوسرے شخص کی ہے حتے کہ
اُسکو قابض نے یہ خبر دی کہ یہ باندی فلان شخص کی ملک ہے اور فلان شخص نے مجھے اُسکے فروخت کے واسطے
وکیل کیا ہے تو مشتری کو اس سے خرید لینا حلال نہین ہے تا وقتیکہ اُسکو معلوم نہو کہ فلان شخص یعنے مالک نے اسکی
ملک مین دی ہے یا اسکو باندی فروخت کرنے کی اجازت دی ہے اور اگر مشتری یہ نہ جانتا ہو کہ یہ باندی کسی
غیر کی ملک ہے اور نہ قابض نے اس بات کی اُسکو خبر دی تو کچھ ڈر نہین ہے کہ مشتری اُس سے خرید لے اگرچہ
بائع کوئی فاسق ہو لیکن درصورتیکہ ایسی چیز ہو کہ ایسا شخص غالباً ایسی چیز کا مالک نہین ہوتا ہے مثلاً نفیس موتی
ایک ایسے فقیر کے قبضہ مین ہو جسکے پاس ایک دن کا رزق نہین ہے یا مثلاً کسی جاہل کے پاس ایسی کتاب
ہو جسکے باپ دادا مین کوئی اس لیاقت کا نہین گذرا ہے تو ایسی صورت مین مستحب ہے کہ پرہیز کرے اور نہ اُس سے
خریدے اور نہ بطور ہبہ و صدقہ کے قبول کرے اور اگر ایسی چیز کو کوئی آزاد عورت لائی تو اُسکا حکم
مثل مرد کے ہے اور اگر کوئی باندی یا غلام لایا تو جب تک باندی یا غلام سے اسکا حال استفسار نہ کرے تب تک
اُسکو باندی یا غلام سے خریدنا نہین چاہیے اور بطور ہبہ و صدقہ کے بھی لینا نہین چاہیے پس اگر غلام سے
یہ حال دریافت کیا اور غلام نے خبر دی کہ میرے مولے نے مجھے اسکے فروخت کرنے کی اجازت دی ہے (مثلاً ۱۲)
یا اسکے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے پس اگر یہ غلام ثقہ ہو تو اُس سے یہ چیز خرید لینے مین
کچھ ڈر نہین ہے اور اگر فاسق ہو تو لینے والا اپنے دل مین تحری کرے پس اگر تحری مین اُسکی راے کسی طرف جمی تو خیر اور
نہ جمی تو جو چیز جس حال پر تھی ویسی ہی رہیگی جیسا کہ آزاد کی صورت مین حکم ہے اور اگر اُسکے پاس کوئی لڑکا صغیر یا
لڑکی صغیرہ لائی خواہ آزاد تھی یا مملوک تھی تو بدون اسکے دریافت کرنیکے خریدنے کی گنجایش نہین ہے پس اگر
صغیر نے کہا کہ مجھے تجارت کی اجازت ہے تو یہ شخص جو خریدنے کا قصد رکھتا ہے تحری کرے اگرچہ یہ لڑکا عادل ہو
پس اگر اُسکی تحری مین کچھ نہ آیا تو جو جس حال پر تھی ویسی ہی باقی رہیگی جیسے تحری سے پہلے تھی اسی طرح اگر صغیر کوئی چیز
لایا اور کسی کو بطور ہبہ یا صدقہ دینی چاہی تو اس شخص کو چاہیئے کہ جبتک اُس سے دریافت نہ کرلے تب تک
اُسکا ہبہ و صدقہ قبول نہ کرے پس اگر صغیر مذکور نے بیان کیا کہ مجھے صدقہ یا ہبہ کرنے کی اجازت ہے تو قابض
اسمین تحری کرے اور جس طرف اُسکی تحری ہو اسی پر حکم کی بنیاد رکھے۔ اور اگر اُسکے دل مین کسی طرف گمان غالب
نہوا تو جیسا کہ تحری سے پہلے تھا ویسا ہی رہیگا۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر اس شخص نے تحری کی اور تحری
مین آیا کہ یہ صغیر اپنے قول مین صادق ہے تو بھی صغیر کے قول کی جبھی تصدیق کی جائیگی کہ جب اُسنے یہ کہا کہ یہ مال
میرے باپ کا یا فلان اجنبی کا یا میرے مولی کا ہے اُسنے مجھے اسکے ساتھ تیرے پاس تجھے صدقہ یا ہبہ کرکے
بھیجا ہے اور اگر صغیر نے کہا کہ یہ ہمارا مال ہے ہمارے باپ نے ہمین اجازت دے دی ہے کہ ہم تجھے اسکو صدقہ
دین یا ہبہ دین تو اُسکو نہ چاہیے کہ اُسکو قبول کرے یہ ذخیرہ مین ہے اگر کسی فقیر کے پاس کوئی باندی یا غلام

[illegible] ۱۲

اپنے مولی کی طرف سے صدقہ لیکر آیا تو فقیر کو چاہیے کہ تحری کرے یہ محیط میں ہے اگر کسی شخص کے غلام اُسکے
صغیر بیٹے نے ایک شخص کو گھر میں آنے کی اجازت دی تو قیاس یہ ہے کہ تحری کرے لیکن لوگوں میں یہ عادت
جاری ہوگئی ہے کہ اس سے انکار نہیں کرتے ہیں اسوجہ سے جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عاقل لڑکا کسی
بقال وغیرہ دوکاندار کے پاس آیا تاکہ اُس سے کوئی چیز خریدے (یعنے بدون تحری ۱۲) اور اُسکو خبر دی کہ میری ماں نے مجھے
اسکے خریدنے کا حکم دیا ہے تو شیخ امام حلوائی رح نے فرمایا کہ اگر صابون وغیرہ کے مثل کوئی چیز طلب کی تو اُسکے
ہاتھ بیچنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور کشمش و باقلا و قبیطا وغیرہ کی قسم سے جنکی کھانے کی اکثر لڑکوں کو عادت
ہوتی ہے طلب کیا تو بقال کو چاہیے کہ اُسکے ہاتھ نہ فروخت کرے (قسم حلوا ۱۲) یہ ملتقط میں ہے۔ ایک باندی ایک شخص کے
پاس آئی اور کہا کہ میرے مولی نے مجھے تیرے پاس یہ ہدیہ دیکر بھیجا ہے۔ تو اس شخص کو گنجایش ہے کہ اُس سے
لے لے اسواسطے کہ خبر واحد معاملات میں مقبول ہوتی ہے خواہ کیسا ہی ہو یعنے عادل ہو یا فاسق ہو لیکن عاقل
ہونا ضرور ہے اور اسپر اجماع ہے یہ جامع صغیر و سراج وہاج و عینی شرح ہدایہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کو
دیکھا کہ وہ ایک باندی کا دعوی کرتا ہے کہ یہ باندی میری ہے اور باندی اُسکے قول کی تصدیق کرتی ہے کہ میں
اسی شخص کی ہوں پھر اس شخص نے وہی باندی کسی دوسرے شخص کے پاس دیکھی اور یہ شخص یہ کہتا تھا کہ یہ
باندی فلان شخص کی ہے اور فلان شخص دعوے کرتا تھا کہ یہ میری ہے اور یہ باندی بھی اُسکے قول کی تصدیق کرتی
تھی کہ اِن میں اسی کی ہوں حالانکہ یہ سب اسوجہ سے تھا کہ میں نے ایک بھید پوشیدہ کی وجہ سے فلان شخص
کو ایسا حکم کر دیا تھا اور باندی مذکورہ نے اس قائل کے قول کی بھی تصدیق کی اور یہ شخص مدعی مسلمان ثقہ ہے تو
سامع کو روا ہے کہ باندی کو اُس سے خرید لے اور اگر سامع کی غالب راے میں آوے کہ یہ شخص جھوٹا ہے تو سامع کو
اُس سے خریدنا نچاہیے اور اُسکا ہبہ و صدقہ بھی قبول کرنا نہ چاہیے اور اگر قابض حال نے ایسا نہ کہا بلکہ یہ
دعوے کیا کہ فلان شخص نے مجھسے (یعنے باندی کو بطور غصب کے ۱۲) براہ ظلم غصب کر لی تھی پھر میں نے اُس سے چھین لی تو سامع کو نہیں چاہیے
کہ اُس سے خریدے اور نہ اُس سے بطور ہبہ یا صدقہ کے قبول کرے خواہ یہ شخص مدعی غصب مرد ثقہ ہو یا
غیر ثقہ ہو بخلاف اسکے اگر اُسنے غصب کرنے کا دعوے نہ کیا فقط تلجیہ کا اقرار کیا ہو تو ایسا نہیں ہے کیونکہ غصب
ایک امر مستنکر ہے پس اسمیں اُسکا قول قبول نہوگا اور تلجیہ کی صورت میں اُسنے امر مستنکر کی خبر نہیں دی پس اُسکا
قول قبول ہوگا۔ اور اگر قابض حال نے کہا کہ فلان شخص نے میرے اوپر ظلم کیا اور میری باندی غصب
کر لی پھر اُسنے اس ظلم سے توبہ کی اور اقرار کیا کہ یہ باندی تیری ہے اور یہ مجھے واپس دیدی پس اگر قابض حال ثقہ ہو
تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اُسکا قول قبول کرکے باندی اس سے خرید لے۔ اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ فلان شخص نے مجھسے غصب
کر لی تھی پس میں نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے میرے نام بوجہ ایسی گواہی کے جسکو میں نے
اپنے دعوی پر پیش کیا تھا یا غاصب کو قسم سے انکار کرنے کی وجہ سے ڈگری کر دی ہے تو سامع کو جائز
ہے کہ اگر یہ شخص ثقہ ہو تو اسکا قول قبول کر لے اور اگر ان سب صورتوں میں سامع کی غالب راے میں یہ قائل یعنی
قابض حال جھوٹا ہو تو سب صورتوں میں اُس سے خریدنا نچاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرے۔ اور اگر کہا
کہ میرے نام قاضی نے باندی کی ڈگری کر دی اور باندی اُس سے لیکر مجھے دیدی یا کہا کہ قاضی نے میرے

نام باندی کی ڈگری کردی پھر مین نے غاصب کے گھر سے باجازت یا بلا اجازت لے لی پس اگر ثقہ ہو تو
سامع کو اُسکا قول قبول کرنا جائز ہی اور اگر کہا کہ قاضی نے میرے نام ڈگری کی مگر غاصب مذکور نے اس حکم قضاء
سے انکار کیا پس مین نے اُس سے لے لی تو سامع کو اُسکا قول قبول کرنا نہ چاہیے اگرچہ ثقہ ہو چنانچہ اگر کہا کہ مین
نے فلان شخص سے یہ باندی خریدی ہی اور اُسکو ثمن دے دیا تھا پھر اُسنے بیع سے انکار کیا پس مین نے اُس سے
لے لی تو ایسی صورت مین اُسکا قول قبول کرنا نہین چاہیے ہی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے یہ باندی
فلان شخص سے خریدی ہی اور اُسکو ثمن نقد دے دیا اور اُسکی اجازت سے اسپر قبضہ کر لیا ہی اور یہ قائل سننے
والے کے نزدیک مامون ثقہ ہی اور سامع سے دوسرے شخص نے کہا کہ وہ فلان شخص اس بیع سے انکار کرتا
ہی اور کہتا ہی کہ مین نے اس مشتری کے ہاتھ کچھ نہین بیچا ہی اور دوسرا قائل بھی سامع کے نزدیک ثقہ ہی تو سامع
کو اُسکا قول قبول نہ کرنا چاہیے اور اُس سے باندی نہ خریدنی چاہیے اور اگر دوسرا مخبر غیر ثقہ ہو لیکن سامع کی رائے
غالب مین یہ دوسرا مخبر سچا ہی تو بھی یہی حکم ہی اور اگر اُسکی رائے غالب مین دوسرا مخبر جھوٹا ہو تو قابض سے خریدنے
مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر دونون غیر ثقہ ہون اور سامع کی رائے غالب مین دوسرا مخبر سچا ہو تو سامع کو قابض
سے خریدنا نہ چاہیے اور نہ اُسکا قول قبول کرنا چاہیے یعنے یہ صورت بمنزلہ اُس صورت کے ہی کہ دوسرا مخبر ثقہ ہو
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زید نے عمرو کو دیکھا کہ ایسی باندی فروخت کرتا ہی جسکو وہ خالد کی باندی
پہچانتا ہی پس زید کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ باندی کے مولے نے عمرو کو اُسکے فروخت
کرنے کے واسطے وکیل کیا ہی پس زید نے خرید کر عمرو کو اُسکا ثمن دے دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا پھر باندی کا مولی
آیا اور اُسنے وکالت و حکم دینے سے انکار کیا تو مشتری کو گنجایش کہ اُسکو نہ دے یہانتک کہ وہ قاضی کے سامنے نالش
کرے اور جب قاضی نے مالک کے نام باندی مذکور کی ڈگری کی تو مشتری یعنے زید کو اُسکے روکنے کا اختیار
نہوگا لیکن اگر قاضی کے سامنے وکالت کے گواہ اعادہ کرے اور قاضی بطور شرعی اس وکالت کے ثبوت کا حکم
دے دے تو زید کو اختیار ہوگا کہ لینے ثمن کے واسطے روکے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص زید نے کہا کہ
مجھے عمرو نے اپنی باندی جو اُسکی حویلی مین ہی فروخت کرنے اور مشتری کو دیدینے کا حکم دیا ہی تو اسمین کچھ ڈر
نہین ہی کہ مشتری مثلاً خالد اس باندی کو زید سے خرید لے اور عمرو کی حویلی مین سے اُسکو لیکر خواہ زید کی اجازت
سے یا بلا اجازت لیکر اُسپر قبضہ کرے جبکہ باندی کا ثمن اُسکو ادا کر چکا بشرطیکہ زید ثقہ ہووے یا غیر ثقہ ہو لیکن خالد
کی رائے غالب مین وہ سچا ہووے۔ اور اگر خالد کی رائے غالب مین بائع جھوٹا ہو خواہ خریدنے کے پہلے اُسکے
دل مین اُسکے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہوا ہو یا خریدنے کے بعد ایسا گمان غالب ہوا ہو مگر ہنوز قبضہ نہین
ہوا ہی تو خالد کو اُس سے تعرض کرنا روا نہین ہی جب تک کہ عمرو یعنے باندی کے مولے سے اُسکے حکم دینے کو
دریافت نہ کرے اسی طرح اگر خالد نے باندی پر قبضہ کر کے اُس سے وطی کر لی ہو پھر اُسکے دل مین ایسا گمان
غالب ہوا کہ بائع کاذب ہی تو خالد اُسکی وطی سے الگ رہے یہان تک کہ اسکی خبر کے راست و دروغ ہونے
کو پہچانے اور یہی لوگون کا دستور ہی تاوقتیکہ ایسے شخص کیطرف سے جو باندی کا مالک تھا یعنے عمرو کیطرف سے
وکالت کا انکار ظاہر نہو اور جب ایسا انکار ظاہر ہو تو اُسوقت سے باندی کی وطی کرنے سے رو رہے

اُسکے قریب نجاوے اور باندی اُسکو واپس کردے اور بائع سے اپنا ثمن وصول کرے اور مشتری کو چاہیے
کہ باندی کے مولے کو باندی کا عقر بھی دے یہ مبسوط مین ہے اور اگر زید نے کہا کہ مین عمرو کا وکیل ہون اور مین نے
عمرو کی بیٹی گواہون کے سامنے تیرے نکاح مین دی ہے حالانکہ وہ لڑکی صغیرہ یا مجنونہ ہے تو جس سے خطاب کرتا ہے
اُسکو اس لڑکی سے وطی کرنا جائز ہے اور اگر باپ مر گیا ہو اور وہ لڑکی اپنے بھائی کی پرورش مین ہو تو جب تک
اُسکا بھائی ایسا اقرار نہ کرے تب تک اُس سے وطی کرنا نہین جائز ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے اگر زید نے ایک
عورت سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ کہین غائب ہو گیا پھر اُسکو کسی مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتد
ہو گئی ہے پس اگر مخبر اُسکے نزدیک ثقہ ہو خواہ وہ آزاد ہو یا مملوک ہو یا محدود القذف ہو تو زید اُسکی تصدیق کر سکتا ہے اور
اُس عورت کے سوائے اور چار عورتون سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مخبر ثقہ نہو مگر زید کی رائے غالب مین وہ سچا
معلوم ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسکی رائے غالب مین وہ کاذب ہو تو تین سے زیادہ عورتون سے نکاح نہین کر سکتا
ہے اور اگر ایسی مخبر نے عورت مذکورہ کو بھی خبر دی کہ اسکا شوہر مرتد ہو گیا تو اصل کے استحسان مین ہے کہ عورت مذکور
اس شوہر کے سوائے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ فرمایا کہ مرد و عورت دونون یکسان ہین۔ اور سیر مین
مذکور ہے کہ جب تک اُسکے پاس دو مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی نہ دین تب تک دوسرے شوہر سے نکاح
نہین کر سکتی ہے اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ نے ذکر فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت مذکورہ دوسرے سے نکاح
کر سکتی ہے اسواسطے کہ اس خبر سے مقصود یہ ہے کہ جو رو خصم مین جدائی ہو گئی اور جدائی ہو جانا دونون کے مرتد ہونے
سے یکسان ہوتا ہے خواہ عورت مرتد ہو جاوے یا خاوند مرتد ہو جاوے اسی طرح اگر عورت صغیرہ ہو اور شوہر کو کسی نے
خبر دی کہ اُسنے تیری مان یا بہن کا دودھ پی لیا تو یہ خبر صحیح ہے اور اگر شوہر کو کسی شخص نے خبر دی کہ جس دن تو نے
اپنی عورت سے نکاح کیا ہے اُس زمانہ مین وہ عورت مرتد تھی یعنی تو نے اُس سے ایام ارتداد مین نکاح کیا
ہے یا یہ خبر دی کہ وہ تیری رضاعی بہن ہے اور مخبر ثقہ آدمی ہے تو اس شخص کو یہ نہ چاہیے کہ اُسکے سوائے چار
عورتون کو نکاح مین لاوے جب تک کہ دو عادل گواہ اُسکے سامنے ایسی گواہی نہ دین کیونکہ اُسنے ایسے عقد کے
فاسد ہونے کی خبر دی جسپر ظاہر الصحت کا حکم تھا پس ایک شخص کے خبر دینے سے باطل نہوگا بخلاف اول صورت
کے کہ اُسمین عقد ایسا نہین ہے پس اگر اُسکے سامنے دو عادل گواہون نے ایسی گواہی دی تو مرد مذکور کو روا ہے کہ
اس جورو کے سوائے چار عورتون سے نکاح کر لے اور اگر عورت کے پاس ایک شخص نے آکر اُسکو خبر دی
کہ تیرا اصل نکاح فاسد واقع ہوا یا تیرا شوہر تیرا رضاعی بھائی ہے یا وقت نکاح کے مرتد تھا تو عورت مذکورہ کو یہ گنجایش
نہین ہے کہ اُسکی خبر پر دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اگرچہ مخبر ثقہ ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کسی
شخص کی جورو مشتہاۃ ہو اور اُسکو کسی نے خبر دی کہ تیری جورو کا تیرے باپ نے یا تیرے بیٹے نے
شہوت سے بوسہ لے لیا اور اُسکے دل مین آیا کہ یہ سچا ہے تو اُسکو اختیار ہے کہ عورت مذکورہ کی بہن سے نکاح
کرے یا اس عورت کے سوائے چار عورتون سے عقد کرے بخلاف اسکے اگر اس شخص کو نکاح سے سابق
رشتہ رضاعت یا مصاہرت کی خبر دی تو ایسا نہین ہے اسواسطے کہ اس صورت مین شوہر خود اُسکا منازع
ہے اور باپ یا بیٹے کا چومنا عارض ہو جانے مین منازع نہین ہے اسوجہ سے کہ شوہر کو اسکا علم نہین ہے

پس جب اُسکے دل مین یہی غالب گمان ہوا کہ سچا ہے تو ایسی خبر کا قبول کرنا واجب ہوا یہ وجیز کردری مین ہے
ایک عورت کا شوہر غایب ہو گیا پھر اُس عورت کے پاس ایک مسلمان غیر ثقہ ایک خط لایا جو اُسکے شوہر کی
طرف سے اُس عورت کے نام تھا جسمین اُسنے اس عورت کو طلاق دی تھی اور اُس عورت کو یقین نہین ہے کہ یہ خط
اُسی کا ہے یا نہین ہے مگر ہان غالب گمان اُسکا یہی ہے کہ یہ خط اُسی کا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے کہ عورت مذکورہ عدت مین بیٹھکر
عدت پوری کرنے کے بعد اپنا نکاح کر لے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک عورت کا شوہر غائب ہو گیا پھر ایک مسلمان
عادل نے اگر اُس عورت کو خبر دی کہ تیرے شوہر نے تجھے تین طلاق دین یا وہ مر گیا ہے تو عورت مذکورہ کو اختیار
ہوگا کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور اگر مخبر فاسق ہو تو تحری کرے پھر واضح ہو کہ
اگر عادل مسلمان نے اُسکو خبر دی کہ تیرا شوہر مر گیا ہے تو جبھی اُسکی خبر پر اعتماد کرے کہ جب اُسنے یون خبر دی کہ مین
نے اُسکو مردہ معائنہ کیا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کسی نے خبر دی ہے تو اُسکی
خبر پر اعتماد نہ کرے اور اگر عورت کو ایک نے شوہر کے مرنے کی خبر دی اور دو آدمیون نے اُسکے زندہ ہونے
کی خبر دی پس اگر موت کی خبر دینے والے نے کہا کہ مین نے اُسکو مردہ دیکھا یا مین اُسکے جنازہ مین شریک ہوا ہون
تو عورت مذکورہ کو بعد عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہے اور جن دونون نے اُسکے زندہ ہونے
کی خبر دی ہے اگر اُنھون نے موت کی خبر دینے سے پیچھے کی تاریخ بیان کی ہے تو اُن دونون کا قول مقدم ہے اور اگر
دو شخصون نے اُسکے مرنے یا قتل ہونے کی گواہی دی اور دو شخصون نے اُسکے زندہ ہونے کی خبر دی تو
موت کی گواہی اولے ہے یہ محیط مین ہے اور اگر دو عادل گواہون نے عورت کے سامنے گواہی دی کہ تیرے
شوہر نے تجھکو تین طلاق دی ہین حالانکہ شوہر اس سے انکار کرتا ہے پھر قاضی کے پاس گواہی ادا کرنے سے
پہلے دونون غائب ہو گئے یا مر گئے تو عورت کو گنجایش نہین ہے کہ اس شوہر کے ساتھ رہے اگرچہ مرد اُسکو قربت
کے واسطے بلاتا ہو اور یہ گنجایش بھی نہین ہے کہ نکاح کر لے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دو گواہون نے عورت کے
سامنے طلاق کی گواہی دی پس اگر اُسکا شوہر غائب ہے تو اُسکو گنجایش ہے کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے
نکاح کر لے اور اگر حاضر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے ولیکن اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ شوہر کو اپنے ساتھ جماع کرنے کا
قابو دے اسی طرح اگر عورت نے خود سُنا ہو کہ شوہر نے اُسکو تین طلاق دیدی ہین مگر شوہر نے اس سے انکار
کیا اور قسم کھا گیا پس قاضی نے عورت مذکورہ کو شوہر کے پاس واپس کر دیا تو بھی عورت مذکورہ کو اُسکے ساتھ رہنے
کی گنجائش نہین ہے اور چاہیے کہ اپنا مال دے کر اپنے تئین اُس سے چھڑا دے یا اُسکے پاس سے بھاگ جاوے
اور اگر اُسپر قابو نہ پایا تو اُسکو قتل کرے۔ اور اگر بھاگ گئی تو اُسکو عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کرنیکی
گنجائش نہین ہے۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہ جو ذکر فرمایا کہ اگر بھاگ گئی تو اُسکو پوری عدت کرکے
دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کی گنجائش نہین ہے یہ جواب قضاءً ہے اور دیانۃً فیما بینہ وبین اللہ تعالے
اُسکو اختیار ہے کہ عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کر لے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک عورت نے ایک شخص
سے کہا کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق دی تھین پس میری عدت گذر گئی تو اس شخص کو اختیار ہے کہ اگر
یہ عورت عادلہ ہو تو اُس سے نکاح کر لے اور اگر فاسقہ ہو تو تحری کرے اور جسطرف اُسکا دل غالباً جھکے اُسپر

عمل کرے یہ ذخیرہ مین ہی ایک عورت کو اُسکے شوہر نے تین طلاق دی پھر بعد چندے اُس سے نکاح کرنا چاہا
پس عورت مذکورہ نے کہا کہ تیرے طلاق دینے کے بعد عدت گذر جانے کے بعد مین نے دوسرے شخص سے
نکاح کیا اور اُسنے میرے ساتھ دخول کیا پھر اُسنے مجھے طلاق دیدی اور میری عدت گذر گئی ہی تو اُسکے پہلے
شوہر کو اختیار ہی کہ اُسکے ساتھ نکاح کر لے بشرطیکہ یہ عورت اُسکے نزدیک ثقہ ہو یا اس شخص کے دل مین گمان
غالب ہو کہ یہ عورت اس خبر مین سچی ہی اور واضح ہو کہ ایسی نقل مین اس بات کا بیان ہی کہ اگر عورت مذکورہ نے
اپنے شوہر سے یون کہا کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون تو اس شخص کو یہ حلال نہو گا کہ اتنے کہنے پر
اُسکے ساتھ نکاح کر لے جب تک کہ اس سے استفسار نہ کرے کہ مفصل کیا واقع ہوا ہی اسوجہ سے کہ حلالہ مین
لوگون مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک فقط عقد کرنے سے بدون دخول کے حلال ہو جاتی ہی تو اُسکو
سمجھا ہے کہ بدون مفصل بیان کرنے کے عورت کی اتنی خبر دینے پر کہ مین تیرے واسطے حلال ہو گئی ہون
اعتماد کر لے یہ اگر ایک نابالغ چھوٹی لڑکی جو اپنی ذات سے تعبیر نہین کر سکتی ہی ایک شخص کے ہاتھ مین ہو اور
وہ دعوی کرتا ہو کہ یہ میری ملک ہی پھر جب یہ بڑی ہو گئی تو دوسرے شہر مین اسے ایک شخص ملا پس اس باندی
نے اس سے کہا کہ مین اصلی آزاد ہون تو اس شخص کو اختیار نہین ہی کہ اس باندی سے نکاح کرے اور اگر باندی
مذکورہ نے یون کہا کہ مین باندی تھی پھر اُسنے مجھے آزاد کر دیا اور یہ باندی اس سامع کے نزدیک ثقہ ہو یا اسکے
دل مین غالب گمان ہوا کہ یہ سچی ہی تو میرے نزدیک اس مین کچھ خوف نہین ہی کہ اس باندی کے ساتھ نکاح کر لے یہ
مبسوط مین ہی یہ عورت آزاد نے اگر ایک شخص سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے کہا کہ میرا نکاح فاسد تھا یا
میرا شوہر دین اسلام کے سوائے کسی دوسری ملت پر تھا تو مخاطب کو روا نہین ہی کہ اُسکا قول قبول کرے اور
اس سے نکاح کرے کیونکہ عورت مذکورہ نے فساد نکاح کی خبر دی ہی اور اگر یون کہا کہ اُسنے بعد نکاح کے مجھے طلاق دیدی
یا اسلام سے مرتد ہو گیا تو مخاطب کو اُسکی خبر پر اعتماد کرنے اور اس سے نکاح کرنے کی گنجایش ہی اسواسطے کہ اُسنے
امر محتمل کی خبر دی ہی اگر عورت نے بطلان نکاح اول کی خبر دے تو اُسکا قول قبول ہو گا اور اگر نکاح ہونے کے بعد کسی امر
واقع ہو جانے رضاعت وغیرہ کی خبر دی اور کسی شے سے حرام ہو جانے کی خبر دے پس اگر عورت مذکورہ ثقہ ہو یا ثقہ نہو مگر مخاطب
کے دل مین اُسکے صادق ہونے کی رائے غالب ہو تو اس سے نکاح کر لینے مین کچھ ڈر نہین ہی کذا فی
فتاوی قاضیخان

دوسرا باب ۔ غالب رائے پر عمل کرنے کے بیان مین جاننا چاہیے کہ باب دیانات و باب معاملات
مین غالب رائے کے موافق عمل کرنا جائز ہی اسی طرح حقوق خون مین موافق رائے غالب کے عمل کرنا جائز
ہی یہ محیط مین ہی اگر رات مین ایک شخص دوسرے کے گھر مین داخل ہوا حالانکہ وہ تلوار کھینچے ہوئے یا نیزہ تانے
ہوئے ہی تاکہ حملہ کرے اور مالک حویلی کو معلوم نہین کہ یہ چور ہی یا چور نہین ہے بھاگا ہی تو اُسکو چاہیے کہ اپنی رائے
سے حکم لے پس اگر غالب رائے مین یہ آیا کہ یہ چور ہی اُسنے یہ قصد کیا ہی کہ میرا مال لے لے اور اگر مین اُسکو منع کرون تو
مجھے قتل کر دے اور اگر مین نے اسکو دھمکایا یا پڑوسیون کو آواز دی تو جب تک کچھ کام نکلے اس سے پہلے
ہی یہ مجھے قتل کر ڈالیگا تو ایسی حالت مین کچھ ڈر نہین ہی کہ مالک حویلی تلوار نکالکر اسپر قتل کے واسطے حملہ کرے اور

اگر اسکی غالب راسے مین یہ آوسے کہ یہ شخص چورون سے بھاگا ہوا آیا ہی تو مالک حویلی کو اسکے حق مین جلدی کرنے
اور اسکو قتل کر ڈالنے کی گنجایش نہین ہی اور واضح ہو کہ اس داخل ہوجانے والے کے حق مین غالب راے
حاصل ہونے کی صورت یہ ہی کہ اس شخص کے لباس وہیئت کو دیکھے پس اگر نیکون کے مانند ہو یا اس حرکت سے
پہلے اسکو پہچانتا ہو اور نیک لوگون کے پاس بیٹھا دیکھتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ یہ شخص چورون کے
خوف سے بھاگا ہو اور اگر اسکو چورون کے ساتھ ہمنشین پاتا ہو تو اس سے استدلال کریگا کہ چور ہی یہ مبسوط مین ہی
اور مشایخ نے فرمایا کہ اگر مسلمانون کے سامنے دار الحرب مین ایک گروہ آوے اور مسلمانون پر انکا حال مشتبہ
ہوجاوے کہ یہ مسلمان لوگ ہین یا کافرون مین سے ہین تو مسلمانون کو اپنی راے غالب پر عمل کرنا چاہیے یہ
محیط مین ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو اپنی عورت کے ساتھ پایا کیا یہ جائز ہی
آیا اسکو قتل کرسکتا ہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ جانتا ہی کہ یہ مرد اجنبی دھمکانے یا کھینچنے سے زنا سے باز
رہیگا یا ہتھیار سے کم کسی ضرب سے باز رہیگا تو اسکو قتل نہ کرے اور ہتھیار کے ساتھ اس سے مقابلہ نکرے
اور اگر جانتا ہی کہ بدون قتل یا ہتھیار سے لڑائی کے باز نہ رہیگا تو اسکا قتل کرنا حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر کسی نے
اپنی جورو یا باندی کے ساتھ ایک شخص کو پایا کہ جو یہ بات چاہتا ہی کہ اس عورت کے اوپر غالب ہو کر اس سے
زنا کرے تو فرمایا کہ اسکو اختیار ہی کہ اس مرد فاجر کو قتل کر ڈالے اور اگر اسنے ایسے شخص کو اپنی جورو یا کسی عورت
محرم کے ساتھ پایا حالانکہ یہ عورت بھی اسکی فرمانبرداری مین تھی تو اس مرد فاجر وعورت دونون کو قتل کر ڈالے اسی
طرح اگر جنگل مین کسی شخص نے اسکو روکا اور اسکا مال لینا چاہا پس اگر اسکا مال دس یا دس سے زیادہ ہو تو
روکنے والے کو قتل کرسکتا ہی اور اگر دس سے کم ہو تو اس سے لڑائی کرے مگر اسکو قتل نکرے - اگر کسی شخص نے
کسی آدمی کو دیکھا کہ یہ آدمی اسکی عورت یا کسی غیر کی عورت سے زنا کرتا ہی حالانکہ وہ محصن ہی پس یہ شخص چلایا مگر زنا
کرنے والا نہ گیا اور نہ زنا سے باز رہا تو اسکو حلال ہوگا کہ زانی کو قتل کر ڈالے اور اسپر قصاص نہین ہی اور اسیطرح
اگر ایک چور کو دیکھا کہ اسکا مال چراتا ہی پس چور پر چلایا اگر وہ نہ گیا یا کسی شخص کو دیکھا کہ اسکی دیوار یا غیر کی دیوار مین
نقب لگاتا ہی حالانکہ یہ شخص مشہور چور ہی پس وہ چلایا مگر چور نہ گیا تو اسکا قتل کرنا حلال ہی اور قاتل مذکور پر قصاص نہ
آویگا - اگر کسی شخص نے چاہا کہ لڑکے یا عورت کو فاحشہ بات پر مجبور کرے تو آن دونون پر واجب ہی کہ زبردستی
کرنے والے سے قتال کرین پس اگر انھون نے اسکو قتل کر ڈالا تو اسکا خون ہدر ہوگا بشرطیکہ اس شخص کو بدون
اسکے قتل کرنے کے منع نکرسکے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی اگر کسی شخص نے ایسی عورت سے نکاح کیا جسکو اسنے
کبھی نہین دیکھا ہی پھر ایک شخص اس عورت کو رات مین لایا اور اسکے پاس داخل کر گیا کہ یہ تیری جورو ہی تو
اسکو گنجایش ہی کہ مخبر کا قول قبول کرے بشرطیکہ مخبر اسکے نزدیک ثقہ ہو یا اسکی راے غالب مین مخبر سچا ہو
اور اس سے وطی کرے ۱۲
کذا فی فتاوے قاضی خان

تیسرا باب اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ اسکے باپ کو قتل کرتا ہی تو اسکے واسطے جو احکام ہین
اور اسکے متعلقات کے بیان مین - اگر ایک شخص نے دوسرے کو دیکھا کہ عمدًا اسکے باپ کو قتل کرتا ہی مگر قاتل نے
اس امر سے انکار کیا اور کہا کہ مین نے اسکو نہین قتل کیا ہی یا فرزند سے مخفی اس امر کو کہہ دیا کہ مین نے اسکو قتل

کیا ہو اس وجہ سے کہ اُسنے میرے باپ فلان شخص کو عمداً قتل کیا تھا یا دین اسلام سے مرتد ہو گیا تھا حالانکہ یہ
فرزند ان باتون مین سے جو قاتل کہتا ہو کچھ نہین جانتا ہو اور مقتول کا سوائے اس فرزند کے کوئی وارث نہین
ہو تو فرزند کو گنجائش ہو کہ قاتل کو عمداً قتل کر ڈالے اگر زید نے مثلاً کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ
کو قتل کر ڈالا ہو اور قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا تو زید کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہو اور اگر زید کے
پاس دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو تو زید کو فقط اس گواہی پر اُس
قاتل کے قتل کرنے کی گنجائش نہین ہو تا وقتیکہ حکم قاضی نہوا سواسطے کہ خالی گواہی حق کو واجب نہین کرتی
ہو جب تک کہ اُسکے ساتھ حکم قاضی متصل نہو اور جو حکم جو از ہمنے مقتول کے فرزند کے حق مین بیان کیا ہو
ویسا ہی غیر فرزند کے حق مین ہو کہ اگر غیر نے قاتل کا قتل کرنا اپنی آنکھ سے دیکھا یا قاتل کی زبان سے اقرار
سنا کہ مین نے اُسکو قتل کیا ہو یا دیکھا یا کہ قاضی نے قاتل پر قصاص کا حکم دیدیا ہو تو اس غیر کو بھی روا ہو کہ
فرزند مقتول کی قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے اور اگر غیر کے سامنے دو عادل گواہون نے گواہی دی
ہو کہ اس قاتل نے فلان شخص کے باپ کو قتل کیا ہو تو اس غیر کو روا نہین ہو کہ قاتل کے قتل کرنے پر فرزند
مقتول کی مدد کرے ستے کہ جب قاضی فرزند مقتول کے واسطے قصاص کا حکم دے تو مدد کر سکتا ہو اور اگر
قاتل نے فرزند مقتول کے سامنے دو عادل گواہ پیش کیے کہ تیرے باپ نے میرے باپ کو عمداً قتل
کیا تھا سو جب سے مین نے تیرے باپ کو قتل کیا ہو تو فرزند مقتول کو چاہیے کہ قاتل کے قتل کرنے مین جلدی
نہ کرے یہان تک کہ اس بات کو خوب دریافت کر لے اسی طرح غیر شخص کو بھی نہ چاہیے کہ مقتول کے فرزند کی
قاتل کے قتل کرنے پر مدد کرے درصورتیکہ غیر شخص کے سامنے دو عادل گواہ ایسی گواہی دیوین جیسی ہمنے بیان
کی ہو یا اگر قاتل نے جسکو قتل کیا ہو اُسکے مرتد ہونے کے دو گواہ عادل پیش کیے تو بھی جب تک اس بات
مین خوب چھان پھٹک نہ کر لے تب تک قاتل کے قتل مین جلدی نہین چاہیے اور اگر ایسی گواہی ایسے دو
گواہون نے ادا کی جو محدود القذف ہین یا دو غلام ہین یا فقط عورتین ہین اُنکے ساتھ کوئی مرد نہین ہو مگر
عورتین عادل ہین یا دو فاسق گواہ ہین تو ایسی صورت مین مقتول کے فرزند کو قاتل کا قتل کرنا روا ہو یا غیر
کو اُسکی مدد کرنا روا ہو لیکن اگر اس خبر کی چھان پھٹک کرنے کے بعد ایسا کرے تو اُسکے حق مین بہتر ہو اور اگر
ایک ہی عادل گواہ نے جسکی گواہی جائز ہو ایسی گواہی دی پھر قاتل نے کہا کہ میرے پاس ایسا ہی دوسرا گواہ بھی
ہو تو استحسانا یہ حکم ہو کہ اُسکے قتل مین جلدی نہ کرے بلکہ اتنا انتظار کر دے کہ دیکھے کہ آیا دوسرا ایسا گواہ لاتا ہو یا نہین لاتا
ہو یہ مبسوط مین ہو اگر فرزند کے پاس دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ اس قاتل نے تیرے باپ
کو قتل کیا ہو یا قاتل نے ایسا اقرار کیا ہو تو فرزند اُسکو قتل نہین کر سکتا ہو اور نہ غیر شخص اس فرزند کی مدد
کر سکتا ہو جب تک کہ اس گواہی کے ساتھ حکم قاضی موجود نہ ہو۔ اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیا
پھر دو عادل گواہون نے گواہی دی کہ مقتول نے اس قاتل کے [illegible] کو عمداً قتل کیا ہو یا مقتول مرتد
تھا تو از راہ دیانت صاحب قصاص کو نہ چاہیے کہ قاتل کے قتل مین جلدی کرے یہ محیط سرخسی مین ہو
زید کے پاس کچھ مال ہو اور عمرو کے سامنے دو عادل گواہون نے یون گواہی دی کہ یہ مال تیرے

باپ کا ہو اُس سے زید نے غصب کر لیا ہو اور عمرو کے سوائے عمرو کے باپ کا کوئی وارث نہین ہو تو عمرو ایسی
گواہی سے زید پر مال کا دعوی کر سکتا ہو مگر جبتک گواہ قائم کر کے قاضی کا حکم حاصل نہ کرے تب تک زید سے یہ مال نہین
لے سکتا ہو اسی طرح جبتک اسطرح حکم قاضی اس گواہی کے ساتھ نہ پایا جاوے تب تک غیر شخص کو بھی نہین جائز ہو کہ فقط ایسے
گواہ ہو نیز عمرو کی اس مال لینے پر مدد کرے اور اگر عمرو نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو کہ زید نے یہ مال میرے باپ سے لے لیا ہو تو
ایسی صورت مین عمرو کو اُس سے لینے کا اختیار ہو اسی طرح اگر زید نے اُسکے سامنے اقرار کیا ہو کہ مین نے تیرے باپ سے غصب
کر لیا ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اسی طرح اگر غیر نے اپنی آنکھ سے غاصب کا لینا مشاہدہ کیا ہو تو اُسکو بھی وارث کی مدد کرنیکا اختیار
ہو حاصل آنکہ گواہی مین حکم قاضی کی ضرورت ہو معائنہ مین نہین اور اگر وہ ایسی جگہ ہو کہ جہان ایسا کوئی حاکم نہین پاتا ہو
جو غاصب سے اُسکو مال دلا دے اور غاصب دینے سے انکار کرتا ہو تو اُسکو اختیار رہو کہ اُس سے اپنا مال لے لے یہ مبسوط
مین ہو۔ اگر زید کے پاس دو گواہون نے گواہی دی کہ عمرو نے تیرے باپ سے یہ مال غصب کرنے کا اقرار کیا ہو تو زید کو اُس سے
مال لے لینے کا اختیار نہین ہو جبتک کہ قاضی کے سامنے اسکو ثابت نہ کرا دے اور اگر کسی شخص نے غاصب سے مال غصب
کرنیکا اقرار سنا پھر سننے والے کو دو عادل گواہون نے خبر دی کہ جس مال کا اُسنے اقرار کیا تھا وہ اُسکے حق مین ہبہ ہو گیا ہو تو
سننے والے کو اختیار رہو چاہے اقرار کرنیوالے پر مال کی بابت اقرار کی گواہی دے یا نہ دے اور اگر نکاح یا رقیت کا گواہ ہو پھر اُسکو
دو عادل شخصون نے طلاق یا عتاق واقع ہونیکی خبر دی تو گواہ مذکور نکاح و رقیت کے گواہی نہ دے اور قصاص سے عفو کرنے کا
بھی یہی حکم ہو اور حسن ابن زیاد سے روایت ہو کہ وارث نے اگر اپنے مورث پر کسی شخص کا قرضہ معلوم کیا ہو پھر اُسکو دو عادل
آدمیون نے خبر دی کہ اُسنے ادا کر دیا ہو تو وارث مذکور کو روا نہین ہو کہ قاضی کے سامنے اسطرح قسم کھا جاوے کہ مجھے معلوم ہو
کہ میرے مورث نے اسکا قرضہ ادا کر دیا ہو۔ اسی طرح اگر میت نے اُسکو خبر دی کہ مین نے ادا کر دیا ہو یا میت نے کسی
عادل مرد یا عورت کے ساتھ ایسی خبر دی ہو تو بھی افضل یہ ہو کہ اپنے علم پر قسم نہ کھاوے کذا فی الغیاثیہ

چوتھا باب صلوٰۃ اور تسبیح اور قراۃ القرآن و ذکر و دعا اور قرآن پڑھتے وقت آواز بلند کرنیکے بیان مین

اگر کسی نے کمر باندھے ہوے نماز پڑھی تو مکروہ نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر مسلمان سے ایک کپڑا یا فرش خریدا
تو اُسپر نماز پڑھے اگرچہ بائع شراب خوار ہو اسواسطے کہ ظاہر حال مسلمان یہ ہو کہ وہ نجاست سے اجتناب
کرتا ہو اور اگر مجوسی کے تہ بند سے نماز پڑھی تو جائز ہو مگر مکروہ ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر چھپر کے سامنے
نماز پڑھی تو کچھ ڈر نہین ہو بشرطیکہ اُسکے قریب نہو اور عین الائمہ کرابیسی سے فرمایا کہ جس بیت مین بالوعہ ہو
اُسمین نماز مکروہ نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ مشائخ نے تصویر کے سر مین بلا جنبہ کے اختلاف کیا ہو کہ اسکا اختیار
اُسکے پاس نماز پڑھنا کیسا ہو اور کپڑے اور بیت مین تصویر کا رکھنا سوائے وقت نماز کے دو طور کا ہوتا ہو
ایک وہ کہ جسکا مرجع اُس تصویر کی تعظیم ہو یعنی بغرض تعظیم رکھے تو وہ مکروہ ہو اور دوم یہ کہ اُسکا مرجع اس
تصویر کی تحقیر ہو تو وہ مکروہ نہین ہو اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر تصویر دار فرش بچھا ہوا ہو تو مکروہ نہین ہو اور اگر
لٹکا ہوا ہو تو مکروہ ہو یہ محیط مین ہو۔ کلام مین سے بعض کلام تو موجب ثواب ہوتا ہو جیسے تسبیح و تحمید و قرأت
قرآن و احادیث نبوی و علم فقہ مگر کبھی ایسے کلام سے بھی گنہگار ہوتا ہو جبکہ اُسکو جان بوجھ کر مجلس فسق مین
بولا کیونکہ اسمین استہزاء و مخالفت ہو لیکن اگر اُسنے مجلس فسق مین اس غرض سے سبحان اللہ کہا کہ لوگ عبرت پاوین

یا اُس مجلس کو بُرا جانکر کہا یا اس غرض سے کہ جس بحالت فسق مین وہ لوگ ہین اُس سے مُنہ موڑکر اس طرف مشغول ہون تو یہ بہتر ہے اسی طرح اگر بازار مین کسی نے بدین نیت تسبیح پڑھی کہ لوگ غافل دُنیا کے کامون مین مشغول ہین اور وہ تسبیح مین مشغول ہے تو یہی افضل ہے اور بیامر اسکے بازار کے سوائے تنہا پڑھنے سے بہتر ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ ایک شخص ایک تاجر کے پاس کپڑا لینے گیا پس جب تاجر نے کپڑا کھول کر دکھانا چاہا تو اُسنے اللہ تعالےٰ کی تسبیح پڑھی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا مگر نیت یہ ہے کہ مشتری کو آگاہ کرے کہ کپڑا کتنا عمدہ ہے تو یہ مکروہ ہے یہ محیط مین ہے ایک شخص نے شراب پی پس کہا الحمد للہ تو اُسکو ایسی جگہ یہ الحمد للہ نہ کہنا چاہیے اور اگر کسی شخص نے غصب کی ہوئی چیز کھائی پس کہا کہ الحمد للہ تو شیخ امام اسمٰعیل زاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے ایک چوکیدار لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ وہ اس کے دام لیتا ہے بخلاف عالم کے کہ اگر اُسنے مجلس مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجو یا قاری نے کہا کہ تکبیر کہو تو اُنکو ثواب ہوگا۔ اور اگر فقاعی نے اپنی فقاع کھولنے کے وقت بقصد اُسکی ترویج و تحسین کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا یا تسبیح پڑھی یا قصہ گو نے ان دونون کلامون کو بنظر گرمی ہنگامہ پڑھا تو گنہگار ہوگا اور اسی سے منع کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجلس مین آیا پس اُسکی آمد کے واسطے تسبیح پڑھی گئی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا گیا کہ لوگ اسکی آمد سے خوش ہوکر جگہ چھوڑ دین یا تعظیماً کھڑے ہو جاوین تو گنہگار ہوگا یہ درمختار مین ہے۔ ایک قاضی کے پاس ایک جماعت عظیم بلند آواز سے تسبیح و تہلیل کرتی ہے تو کچھ ڈر نہین ہے مگر چپکے پڑھنا افضل ہے۔ اور اگر لوگ اللہ تعالےٰ کے ذکر و تسبیح و تہلیل کے واسطے جمع ہون تو چپکے پڑھین اور کشتی مین خوف پیدا ہونے کے وقت اور تلوارون سے ملاعبت کرنے کے وقت بھی چپکے پڑھنا افضل ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجنے کا بھی یہی حکم ہے یہ قنیہ مین ہے یہ مستحب ہے کہ یون کہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اور یون بلا تعظیم نہ کہے کہ اللہ نے فرمایا یعنی اسکے ساتھ کوئی وصف اللہ تعالےٰ کا جو صالح تعظیم ہے بھلے لگا دے یہ جواہر کی مین ہے کسی شخص نے اللہ تعالےٰ کے نامون مین سے کوئی نام سُنا تو اُسپر واجب ہے کہ اُسکی تعظیم کرنے اور یون کہے کہ سبحان اللہ یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے اور اگر اُسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام سُنا تو اُسپر واجب ہے کہ درود بھیجے اور ایک ہی مجلس مین چند بار سُنا تو اُس مین اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اُسپر فقط ایک ہی مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے کذا فی فتاوے قاضی خان۔ اور اسی پر فتوے ہے کذا فی القنیہ اور امام طحاوی رحمہ نے فرمایا کہ اُسپر ہر بار سننے کے وقت درود بھیجنا واجب ہے اور امام طحاوی کا قول مختار ہے کذا فی الولوالجیہ اور اگر اللہ تعالےٰ کا نام چند بار سُنا تو ہر بار اُسپر تعظیم کرنی واجب ہے اور ہر بار کہے کہ سبحان اللہ و تبارک اللہ یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ اور اگر سننے والے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام مبارک سننے کے وقت درود نہ بھیجا تو درود بھیجنا اُسکی گردن پر قرضہ رہا بخلاف ذکر اللہ تعالےٰ کے کہ ہر دم اُسکے واسطے محل ادا ہے پس محل قضا نہوگا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بجاے صلوٰۃ کے اگر سلام پہونچایا تو کافی ہے یہ غرائب مین ہے اگر سواے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کسی غیر پر تنہا درود

بھیجا مثلاً یون کہا کہ اللھم صل علے فلان تو مکروہ ہو اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے کو جمع کرکے
یون کہا کہ اللھم صل علی محمد و علے آلہ و صحابہ تو جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہو اور صحابہ کا نام ذکر کرنے کے وقت
رضی اللہ عنہ کہنا واجب نہین ہی یہ قنیہ مین ہو۔ اور اگر قرآن شریف پڑھتے وقت اسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ و
سلم کا نام سنا تو اسپر درود پڑھنا واجب نہین ہی لیکن اگر قرآن شریف کی قرأت سے فارغ ہونے کے بعد اُسنے
درود بھیجا تو بہت بہتر ہی یہ ینابیع مین ہو۔ اور اگر قرآن شریف پڑھنے مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا
نام آیا یعنے قرآن مین آیا تو ایسے وقت مین قرآن مجید کا اُسکی تالیف و نظم پر پڑھنا بہ نسبت اسکے کہ بیچ مین درود پڑھنے
لگے افضل ہی پھر بعد فراغت کے اگر اُسنے درود پڑھا تو افضل ہو اور اگر نہ پڑھا تو اُسپر کچھہ گناہ نہوگا یہ ملتقط مین ہو شیخ
بقالی سے دریافت کیا گیا کہ قرآن پڑھنا افضل ہی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا تو فرمایا کہ طلوع آفتاب
کے وقت اور اُن اوقات مین جنمین نماز سے ممانعت ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا و دعا و
تسبیح بہ نسبت قرآن مجید پڑھنے کے اولے ہو اور سلف رحمہم اللہ ان اوقات مین تسبیح کرتے تھے قرآن مجید نہین
پڑھتے تھے یہ غرائب مین ہو قال المترجم رحمہ اللہ تعالے البقالی قد اتی بجواب حسن لایرجی کلام فصل ابلغ
من ہذا من ذہن فطن واللہ تعالے اعلم اور بعض سورتون اور آیتون کو مثل آیۃ الکرسی وغیرہ کے تفضیل دیجاسکتی
ہی۔ اور فضیلت کے یہ معنی ہین کہ اسکی قرأت کا ثواب کثیر ہو اور بعض نے یہ معنی فرمائے کہ ان سے قلب زیادہ
بیدار رہتا ہی۔ اور یہی معنی اقرب الے الصواب ہو اور بدین معنی یہ کہا جاتا ہی کہ تمام آسمانی کتابون سے
قرآن مجید افضل ہو۔ اور افضل یہ ہی کہ بعض قرآن کو بعض پر بالکل تفضیل نہ دیجاوے اور یہی مختار ہی یہ جواہر
اخلاطی مین ہی۔ جسنے قرآن پڑھنے کا قصد کیا اسکو چاہیے کہ اپنے احوال مین سے اچھے حال کے ساتھہ
بیٹھے یعنے اپنے شائستہ کپڑے پہن کر عمامہ باندھ کر قبلہ رُخ ہو بیٹھے اسواسطے کہ قرآن مجید کی تعظیم اور رفعت
کی واجب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنا چاہا پس اگر کوئی کام شروع کرنا
چاہتا ہی تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نہ پڑھے اور قراۃ قرآن چاہتا ہی تو تعوذ پڑھے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور
محمد بن مقاتل سے مروی ہی کہ اگر کسی نے قرآن مجید کی سورت یا آیت پڑھنی چاہی تو اُسپر واجب ہی کہ اللہ تعالے
سے پناہ مانگے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور اس کے پیچھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور اگر کسی
نے سورۂ انفال کی قرأت شروع کرنے کے وقت تعوذ و تسمیہ پڑھ لیا اور برابر سورۂ انفال سے سورہ توبہ تک
پڑھتا چلا گیا اور سورۂ توبہ پڑھی تو پہلا تعوذ و تسمیہ اُسکے حق مین کافی ہوگا۔ اور اُسکو چاہیے کہ جن بزرگون
نے باہم اتفاق کرکے مصاحف جو لوگون کے پاس ہین لکھے ہین اُنکی مخالفت کرے اور اگر اُس نے
سورۂ انفال پڑھ کر قرأت چھوڑدی پھر سورۂ توبہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اُسکے واسطے وہی چاہیے جو ابتدا
مین سورۂ انفال شروع کرنے مین چاہیے تھا یعنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن
الرحیم پڑھے اور یہی حکم باقی سب سورتون مین ہی یہ محیط مین ہو۔ شیخ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ تعوذ کیونکر
پڑھے تو فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہی کہ یون کہے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تاکہ قرآن مجید کی موافقت
ہو اور اگر یون کہا اعوذ باللہ العظیم یا اعوذ باللہ السمیع العلیم تو جائز ہو اور یہ چاہیے کہ تعوذ قرأت سے موصول

ہو یہ حاوی میں ہے۔ اور سوار یا پیادہ چلنے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ یہ جگہ
نجاست کے واسطے مقرر نہو اور اگر ہوگی تو مکروہ ہے یہ قنیہ میں ہے حمام میں قرآن مجید پڑھنا دو طرح پر ہے اگر
اُسنے آواز سے پڑھا تو مکروہ ہے اور اگر آواز سے نہ پڑھا تو مکروہ نہیں ہے اور یہی مختار ہے اور تسبیح وتہلیل کرنے
میں کچھ ڈر نہیں ہے اگرچہ باواز ہو یہ فتاوے کبرے میں ہے (یعنی باواز تاکہ کانوں کو سنائی دے ١٢ منہ) اور اگر حمام سے باہر ایسی جگہ جہاں لوگوں کا
دھونا نہیں ہوتا ہے قرآن مجید پڑھا جیسے حمامی کے بیٹھنے کی جگہ میں یا ٹہابی یعنی کپڑوں کے نگاہبان
کی جگہ میں بیٹھ کر پڑھا تو ہمارے علما نے اسمیں اختلاف کیا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مکروہ
نہیں ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے سے اسمیں کوئی
صریح روایت نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اور حمام میں قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ موضع نجاست ہے اور بیت الخلا میں
بھی نہ پڑھے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور پیخانہ وغسلخانہ وحمام میں قرآن مجید نہ پڑھے لیکن اگر ایک ایک
حرف توڑ توڑ کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ بھی مکروہ ہے مگر اول اصح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور
طواف کعبہ کی حالت میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اور جو لوگ کاموں میں مشغول ہوں اُنکے پاس
جہر سے قرآن نہ پڑھے اور قرآن کی تعظیم وحرمت میں سے یہ ہے کہ بازاروں اور جہاں لغو ہوتا ہو وہاں قرآن
مجید نہ پڑھے یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر مجلسوں میں دنیا کی طمع سے پڑھا تو پڑھنا مکروہ ہے اور اگر اللہ تعالے کے
کے واسطے پڑھا تو نہیں مکروہ ہے اور اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے کہ جب
کہیں جمع ہوتے تھے تو انہوں میں سے کسی سے کہتے تھے کہ قرآن مجید کی کوئی سورت پڑھے یہ
غرائب میں ہے۔ چند لوگ مصاحف سے دیکھ دیکھ کر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے یا ایک ہی شخص ایسا
کرتا تھا کہ اتنے میں بزرگ واشراف آدمیوں میں سے کوئی آیا پس قاری اُسکے واسطے کھڑا ہو گیا تو مشائخ
رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ اگر عالم آیا یا قاری کا باپ یا اُسکا اُستاد جسنے اُسکو علم پڑھایا ہے آیا تو اس کے
واسطے قاری کا کھڑا ہو جانا جائز ہے اور اُنکے سوائے اگر کوئی ہو تو اُسکے واسطے نہیں جائز ہے یہ فتاوے
قاضی خان میں ہے اگر اُسنے اپنا بازو زمین پر رکھ کر قرآن پڑھا تو کچھ ڈر نہیں ہے ولیکن چاہیے کہ ایسی حالت
میں ملنے دونوں پاؤں اپنی طرف کھینچ کر ملا لے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کروٹ سے لیٹے لیٹے قرأت کی تو
کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ سر کو اُس کپڑے سے جو اوڑھے ہوے ہے نکال لے ورنہ نہیں یہ قنیہ میں ہے۔ اور
استماع سے قرآن پڑھنا جائز ہے مگر مصحف سے دیکھکر پڑھنا مستحب ہے اسواسطے اسماع محدثات میں
سے ہے یہ محیط میں ہے۔ نماز سے باہر قرآن پڑھنا جہر سے افضل ہے اور فریضہ نمازوں کے بعد جماعت کے
واسطے فاتحہ یعنی سورۂ الحمد آواز سے یا نیچے سے پڑھنا جماعت کے ساتھ مکروہ ہے۔ مگر قاضی بدیع الدین
نے یہ اختیار کیا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور قاضی جلال الدین نے یہ اختیار کیا ہے کہ اگر فریضہ کے بعد نماز
سنت ہو تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور قل یا ایہا الکافرون پوری سورت
جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے یہ محیط
میں ہے۔ چند لوگ جمع ہو کر آواز سے دعا کے واسطے سورۂ الحمد پڑھتے ہیں تو عادۃً منع نہ کیے جاوینگے

ولیکن اولے یہ ہی کہ چپکے پڑھی جاوے خجندی مین ہو کہ ایک امام کی عادت ہو کہ ہر روز صبح کو جماعت کے ساتھ آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ وشہد اللہ واسکے مثل آیات جہر سے پڑھتا ہو تو ہمین کچھ ڈر نہین ہو مگر چپکے پڑھنا افضل ہی یہ قنیہ مین ہو عیون مین ہو کہ اگر کسی جنب نے بطور دعا کے سورہ فاتحہ پڑھی تو کچھ ڈر نہین ہو اور غایۃ البیان مین ذکر کیا کہ یہی مختار ہو ولیکن شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین اسپر فتوے نہین دیتا ہون اگرچہ امام اعظم رح سے مروی ہو اور مثل سورۂ فاتحہ مین یہی قول ظاہر ہے بحر الرائق کی کتاب الطہارۃ مین ہی مصحف سے دیکھکر قرآن مجید پڑھنا بہ نسبت حفظ پڑھنے کے اولے ہو۔ اگر کسی نے قرآن حفظ کیا پھر بھول گیا تو گنہگار ہوگا اور بھول جانے کی تفسیر یہ ہو کہ مصحف سے دیکھکر نہ پڑھ سکے اور اگر اُسکے پاس پارۂ کلام مجید ودیعت رکھا گیا ہو تو اُس مین سے تلاوت کرنا نہ چاہیے اور غصب کیے ہوے پارہ سے بالاجماع تلاوت جائز نہین ہو۔ اور مستعار پارہ سے اگر بالغ آدمی نے اپنی ملک مستعار دیا ہو تو اس سے تلاوت کرنا جائز ہو اور اگر نابالغ کا ہو تو ایسا نچاہیے یہ غرائب مین ہو ایک شخص ایک روز مین پورا کلام اللہ پڑھتا ہو اور دوسرا شخص ایک روز مین پانچ ہزار دفعہ سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھتا ہو پس اگر کلام اللہ تعالے پڑھسکتا ہو تو کلام اللہ تعالے کی تلاوت کرنا افضل ہو یہ محیط مین ہو۔ اچھی تلاوت یہ ہو کہ قرآن کے معنی مین تدبر کرے یعنی خوب سوچے و سمجھے حتے کہ بعضون نے فرمایا کہ ایک روز مین قرآن ختم کرنا مکروہ ہو اور قرآن کی تعظیم کے واسطے تین روز سے کم مین ختم نہ کرے اور قرأت وہ پڑھے جس پر اجماع ہو کذا فے القنیہ اور حافظ قرآن کے واسطے مندوب ہو کہ ہر چالیس روز مین ختم کرے ہر روز ایک حزب و تہائی حزب پڑھا کرے یا اس سے کم پڑھے یہ تبیین مسائل شتے مین ہو جسنے سال مین ایک مرتبہ بھی قرآن ختم کر لیا وہ چھوڑ دینے والا نہو گا یہ قنیہ مین ہو اور مستحب ہو کہ گرمیون مین اول دن مین ختم کرے اور جاڑون مین شروع رات مین ختم کرے یہ سراجیہ مین ہی اور ختم کے بعد تین بار قل ہو اللہ احد پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن نہین جانا ہو اور اکثر مشائخ نے اسکو مستحسن جانا ہو تاکہ اگر بعض کی قرأت مین کمی ہو گئی ہو تو پوری ہو جاوے لیکن اگر فریضہ نماز مین قرآن ختم کیا تو ایکبار سے زیادہ نہ پڑھے یہ غرائب مین ہو۔ اور ختم قرآن کے وقت لوگون کے جہر سے قل ہو اللہ احد مجتمع ہو کر پڑھنے مین کچھ ڈر نہین ہو اور اگر ایک شخص پڑھے اور باقی لوگ سنین تو یہ اولے ہو یہ قنیہ مین ہو اور قرآن کے ختم کے وقت یہ مستحب ہو کہ اپنے اہل و اولاد کو جمع کرے اور اُنکے واسطے دعا کرے یہ ینابیع مین ہو۔ اور یہ مکروہ ہو کہ لوگ ایکبارگی آواز سے قرآن کی تلاوت کرین کیونکہ قرأت قرآن کا سننا اور اسکو خاموش رہنا کہ جنکا حکم کیا گیا ہو دونون کا ترک کرنا لازم آتا ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور ترجیع سے قرآن پڑھنا بعض نے کہا کہ مکروہ نہین ہو اور اکثر مشائخ نے کہا کہ مکروہ ہو حلال نہین ہو اسواسطے کہ اسمین فاسقون کی فسق کے فعل سے مشابہت ہو۔ اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ یہ ترجیع جسمین ایسا اختلاف ذکر کیا گیا ہو اس سے مراد لحن ہو یعنی گانا کیونکہ لحن بلاخلاف حرام ہو پس اگر کسی شخص نے لحن کے ساتھ قرأت کی اور دوسرے نے اسکو سنا پس اگر جانتا ہو کہ تلقین صواب سے اسکو وحشت نہو گی تو اُسکو راہ صواب تلقین کرے اور اگر جانتا ہو کہ وحشت ہو گی تو اُسکو تلقین نہ کرنے کی گنجایش ہو اسواسطے کہ بعض امر معروف کے ضمن مین فعل منکر پیدا ہوتا ہو

اسکا وجوب ساقط ہو جاتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر نماز سے باہر کسی نے الحان کے ساتھ قرآن پڑھا پس اگر کلمہ کو متغیر کیا اور بجاے وقف کے وصل و وصل کے وقف کیا تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے اور جولاہہ و موزہ دوز وغیرہ اہل حرفہ کو حالت کام مین قرآن کی تلاوت جائز ہے بشرطیکہ اسکا کام اُسکے قلب کو قرآن سے اپنی طرف مشغول نہ کرے ورنہ نہین۔ اور اگر مکتب مین ایک قاری ہو کہ پڑھ رہا ہو تو جو لوگ راہ سے گذرتے مین اُنپر سُننا واجب ہوگا اور اگر زیادہ ہون اور سماعت مین خلل پڑتا ہو تو گذرنے والون پر سُننا واجب نہوگا ایک لڑکا گھر مین پڑھ رہا ہے اور اُسکے اہل کام کاج مین مشغول ہین تو سُننا ترک کرنے مین معذور ہونگے بشرطیکہ اُنھون نے اسکی قرأت سے پہلے کام شروع کر دیا ہو ورنہ نہین اور فقہ کی قرأت کا قرأت قرآن مجید کے وقت بھی یہی حکم ہے۔ ایک مدرس مسجد مین درس دیتا ہے اور ایک قاری مسجد مین قرآن پڑھتا ہے کہ اگر مدرس اُسکے پڑھانے سے رُکے تو اُسکی تلاوت کو سُن سکتا ہے تو مدرس مذکور ترک سماع مین معذور ہوگا اور قرآن کے وقت سبق مکروہ ہے کہ یہ ریا ہے جو شیطانی فعل ہے اور صحابہؓ و تابعین و سلف صالحین نے قرأت قرآن کے وقت تعلیق و زعق و صیاح سے ممانعت کرنے مین تشدد کیا ہے یہ قنیہ مین ہے اور محمد بن مقاتلؒ نے اگر قرآن مجید کے اوراق قلم یا چھری سے لوٹ کر تلاوت کی تو کچھ ڈر نہین ہے یہ غرائب مین ہے اور ابن مسلمہ سے مروی ہے کہ کہا کہ نابالغ لڑکے سے یہ کہنا کہ یہ مصحف میرے پاس اُٹھا لا جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ فتاوے مین ہے کہ شیخ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ جو شخص فقیہ ہے اُسکو قرآن کی تلاوت کرنا افضل ہے یا فقہ پڑھانا تو فرمایا کہ ابومطیع سے منقول ہے کہ ابومطیع نے کہا کہ ہمارے اصحاب کی کتابون کو بغیر سماع کے دیکھنا رات کے قیام سے افضل ہے یہ خلاصہ مین ہے اور قول فی ثبوت الروایۃ قال البعض وعن اصحابنا ان القول مثل ہذا فانہ یشبہ لاشی فاستقم ایک شخص فقہ کی تکرار کرتا ہے اور دوسرا قرآن کی قرأت کرتا ہے تو سُننا واجب نہین ہے۔ وہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مجلس مین وعظ ہوتا ہے اور قرأۃ قرآن ہے تو وعظ سُننا اولی ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص فقہ لکھتا ہے اُسکے پہلو مین دوسرا شخص قرآن پڑھنے لگا کہ لکھنے والا اُسکو سن نہین سکتا ہے تو گناہ اُس قاری پر ہوگا اور کاتب پر کچھ نہوگا علے ہذا اگر رات کو چھت پر آواز سے پڑھا تو گنہگار ہوگا یہ غرائب مین ہے۔ ایک شخص اپنا قرآن وغیرہ کا ورد تمام کرنے کے وقت یون کہتا ہے واللہ اعلم یا۔ وصلی اللہ علے محمد وآلہ آگاہ کرنے کے واسطے کہ ورد ختم ہو گیا ہے تو مکروہ ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص قرآن پڑھنا چاہتا ہے مگر خوف کرتا ہے کہ میرے دل مین ریا نہ آ جاوے تو اس خوف کی وجہ سے قرأت کو ترک نہین کر سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اس طرح دعا مین کہنا کہ اللہم انی اسئلک بمعقد العز من عرشک مکروہ ہے اور یون دعا کرنے مین دو عبارتین ہین ایک معقد العز دوسرے مقعد العز پس پہلا لفظ عقد سے ماخوذ ہے اور دوسرا قعود سے پس دوسرے کے مکروہ ہونے مین تو کوئی شک نہین ہے کیونکہ وہ اللہ تعالے کی شان سے مستحیل ہے اور اسی طرح اول بھی مکروہ ہے مگر امام ابویوسف رحمہ سے مروی ہے کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث رحمہ نے اختیار کیا ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین فرماتے تھے کہ اللہم انی اسئلک بمعقد العز من عرشک مگر احوط یہی ہے کہ منع کیا جاوے اسواسطے کہ یہ خبر واحد معارض

القطعی ہی اور اگر اپنی دعا میں بحق فلان یا بحق انبیائک یا اولیائک یا بحق رسلک یا بحق بیت اللہ یا بحق مشعر
الحرام کہے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ مخلوق کا کچھ حق اللہ تعالے پر نہیں ہی کذا فی التبیین - اور یہ جائز ہی کہ یون کہے کہ
بدعوۃ نبیک کذا فی الخلاصۃ اور دعاے ماذون و ماثور وہ ہی جو اللہ تعالے کے اس کلام پاک سے مستفاد
ہی قال اللہ تعالے وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا یہ محیط میں ہی اور دعا کرنے میں یہ افضل ہی کہ اپنی دونون ہتھیلیان
پھیلاوے اور دونون کے درمیان جگہ کشادہ رکھے اگرچہ بہت قلیل ہو اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ
رکھے اور اگر عذر یا سخت سردی کے وقت فقط کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا تو دونون ہتھیلیان پھیلانے کے
قائم مقام ہی اور مستحب ہی کہ دعا کے وقت دونون ہاتھون کو اٹھا کر سینے کے مقابل رکھے یہ قنیہ میں ہی اور
دعا سے فارغ ہوکر اپنے ہاتھون کو منھ پر مل لینا بعض مشائخ نے کہا کہ کچھ نہیں ہی اور بہت مشائخ نے اسکو
معتبر رکھا ہی اور یہی صحیح ہی یون ہی خبر میں وارد ہی یہ غیاثیہ میں ہی اور ابن ابی عمران رض سے منقول ہی کہ فرماتے
تھے کہ استغفر اللہ واتوب الیہ کہنا مکروہ ہی لیکن یون کہے کہ استغفر اللہ واسالہ التوبۃ اور طحاوی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی
کہ وہ جائز ہی یہ قنیہ میں ہی - ماہ رمضان میں ختم قرآن کے وقت دعا مکروہ ہی لیکن ایسی چیز ہی کہ اسپر فتوی نہ دیا جائیگا
کذا فی خزانۃ المفتاوے جماعت کے ساتھ قرآن ختم ہونے کے وقت دعا مکروہ ہی اسواسطے کہ اس طرح دعا
کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہی - مصلی کو چاہیے کہ جو دعا اسکے دل میں آتی جاوے
اسکو مانگے بلکہ یہ چاہیے کہ نماز میں دعا مانگنے کے واسطے کوئی دعا یاد کرلے اور نماز کے سواے حالت میں
جو دعا دل میں آتی جاوے وہ دعا کرے اور کوئی دعا یاد نہ رکھے اسواسطے کہ دعا یاد کر لینے سے قلب کی رقت
جاتی رہتی ہی یہ محیط میں ہی - اگر زید نے عمرو سے کہا کہ تجھے اللہ کی قسم تو ایسا کرے تو عمرو پر شرعاً یہ فعل کرنا واجب
نہیں ہی اگرچہ یہ فعل کر دینا اولی ہی یہ کافی میں ہی - اگر کہا کہ بحق اللہ تعالے یا بحق محمد علیہ السلام تو مجھے یہ دیدے
تو شرعاً اسپر دیدینا واجب نہیں ہی مگر بنظر مروت نہایت بہتر ہی کہ اسکو دیدے اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ میں ہی محمد
بن الحنفیہ سے مروی ہی کہ دعا چار طرح کی ہی دعاے رغبت و دعاے رہبت و دعاے تضرع و دعاے خفیہ پس
دعاے رغبت میں اپنی ہتھیلیان آسمان کی طرف کرے اور دعاے رہبت میں اپنی ہتھیلیون کی پشت
اپنے منھ کی طرف رکھے اور دعاے تضرع میں چھنگلیا اور اسکے پاس کی انگلی بند کرلے اور بیچ کی
انگلی اور انگوٹھے کے سرے ملا کر حلقہ بناوے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اور دعاے خفیہ
وہ ہی کہ جو آدمی اپنے دل میں دعا کرتا ہی یہ مجموع الفتاوے میں حاکم شہید کی مختصر کی شرح سرخسی سے منقول ہی
اگر کسی نے دعا کی حالانکہ اسکا قلب بھولا ہوا ہی تو اگر وہ رقت قلب کے ساتھ دعا کرے تو افضل ہی - اور
اسی طرح اگر بدون غفلت دل کے دعا نہ کرسکتا ہو تو بھی ترک دعا سے دعا کرنا افضل ہی یہ فتاوے قاضیخان
میں ہی اگر کوئی امام اس غرض سے کہ اسکے ساتھ کی قوم سیکھ جاوے دعاے ماثورہ کے ساتھ بلند آواز سے
دعا کرتا ہی تو کچھ ڈر نہیں ہی اور جب وہ لوگ سیکھ جاوین تو اسوقت قوم کا جہر کرنا بدعت ہوگا یہ وجیز کردری میں
ہی - اگر کسی واعظ نے منبر پر کسی دعاے ماثورہ کے ساتھ دعا کی اور قوم کے لوگ بھی اسکے ساتھ ہی دعا
کرتے ہیں پس اگر قوم کی تعلیم کے واسطے ایسا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہی اور اگر اس غرض سے نہو تو مکروہ ہی یہ ذخیرہ میں ہی

آواز سے تکبیر کہنا سواے ایام تشریق کے کسی ایام مین مسنون نہین لیکن بمقابلہ دشمنون و چورون کے مشروع ہے اور بعضے مشائخ نے آتشزدگی اور تمام مخاوف کو انھین دونون پر قیاس کیا ہے یہ تلبیہ مین ہے۔ فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم نے اپنا ورد پڑھکر اسکے بعد با آواز سے تکبیر کہی تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر انھون نے اس تکبیر سے اداے شکر کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہے اور فرمایا کہ اگر نماز شام ہوتے ہی معاً اسکے بعد تکبیر کہی تو مکروہ ہے اور یہ بدعت ہے اور اگر رباطات مین تکبیر کہی تو مکروہ نہین ہے بشرطیکہ اس سے اظہار قوت مقصود ہو اور یہ مقام خوف کی جگہ ہو۔ اور اگر رباطات کی مسجد وان مین تکبیر کہی اور یہ جگہ خوفناک نہین ہے تو مکروہ ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ مین نے اپنے شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالے سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ ابراہیم رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایام تشریق مین آواز سے بازار مین تکبیر کہنا کیسا ہے تو فرمایا کہ یہ جولاہون کی تکبیر ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جائز ہے اور فقیہ کہتے ہین کہ مین بھی لوگون کو اس سے منع نہین کرتا ہون محیط مین ہے اللہ تعالے کے واسطے وعظ کہنے کی نیت سے اگر بیٹھے تو کچھ ڈر نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ واعظ نے اگر مجلس وعظ مین اپنے واسطے لوگون سے کچھ سوال کیا تو اُسکو یہ حلال نہین ہے اسواسطے کہ اُسنے علم سے دُنیا حاصل کی یہ تاتارخانیہ مین خلاصہ سے منقول ہے۔ اور قرآن و وعظ سُننے کے وقت آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور جو لوگ وجد و محبت کا دعوے کرکے ایسا کرتے ہین اُسکی کچھ اصل نہین ہے اور صوفی لوگ آواز بلند کرنے سے اور کپڑے پھاڑنے سے منع کیے جاوینگے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کافر نے دعا کی تو اُسکی دعا کی نسبت کیا یہ کہسکتے ہین کہ اللہ تعالے اُسکی دعا قبول کرے یا نہین تو فتاوے اہل سمرقند مین اس بارہ مین مشائخ کا اختلاف مذکور ہے کہ بعض نے کہا نہین جنہین سے ابو الحسن رستغفینی بھی ہین فرمایا کہ نہین جائز ہے اور بعضے مشائخ جنہین سے ابو القاسم حاکم و ابو نصر الدبوسی ہین فرمایا کہ جائز ہے اور صدر الشہید نے کہا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے اور نوادر مین امام رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جنون کے لیے ثواب نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے اور اگر میت پر نماز کے واسطے لوگ مجتمع ہو گئے ہون پھر اُس وقت ایک شخص کھڑا ہو کر میت کے حق مین دعا کرے اور اپنی آواز بلند کرے تو یہ مکروہ ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کے لوگ جنازہ پر حالت موجودہ کے موافق باتین کرنے مین جو میت کی تعریف مین حد سے زیادہ افراط کرتے تھے ویسا کرنا مکروہ ہے اور میت کی تعریف مکروہ نہین ہے بلکہ مکروہ یہ ہے کہ اُسکی تعریف مین حد سے تجاوز کرکے ایسی باتین بیان کی جاوین جو اُسمین نہ تھین یہ ذخیرہ مین ہے ایک شخص نے میت کی طرف سے صدقہ دیا اور اُسکے حق مین دعا کی تو جائز ہے اور میت کو اُسکا ثواب پہونچیگا

خزانۃ المفتاوے مین ہے

پانچوان باب

مسجد و قبلہ و مصحف مجید و جسمین قرآن مجید لکھا ہو جیسے درم و کاغذ یا اللہ تعالے کا نام لکھا ہوا ان سب کے آداب کے بیان مین۔ مسجد کو گچ و ساج سے اور سونے کے پانی سے منقوش کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے مگر یہ مال فقیرون کی حوائج مین صرف کرنا اس سے افضل ہے کذا فی السراجیہ اور اسی پر فتوے ہے کذا فی المضمرات و المحیط اور مسجد مین گچ کاری کرنا اچھا ہے کیونکہ اسمین عمارت مسجد کی مضبوطی ہے کذا فی الاختیار شرح المختار اور ہمارے بعضے مشائخ نے محراب و دیوار قبلہ کو منقش کرنے کو

مکروہ جانا ہی کیونکہ یہ امر مصلی کے دل کو اپنی طرف مشغول کریگا اور فقیہ ابوجعفر نے شرح سیر کبیر مین ذکر کیا کہ دیوارون کو منقش کرنا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو مکروہ ہی اور چھت مین قلیل نقش کی اجازت ہی مگر کثیر مکروہ ہی یہ محیط مین ہی اگر نقش کی غرض سے سپیدی پر سیاہی پھیرے یا سیاہی پر سپیدی تو آہین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ اپنے مال سے ہو اور اگر مال وقف سے ایسا کیا تو مستحسن نہین ہی کیونکہ یہ تضییع مال ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی اور مسجد مین ایسی مٹی سے کہگل کرنا جو نجس پانی سے تر کی گئی ہو مکروہ ہی بخلاف اسکے اگر مٹی مین گوبر ڈالا گیا ہو تو ایسا نہین ہی بوجہ اسکے کہ اسمین ضرورت خاص ہی یعنے اس سے جو مطلب نکلتا ہی وہ دوسری چیز سے نہین حاصل ہو سکتا ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اپنے گھر کی چھت مین سونے و چاندی کے لگانے مین کچھ ڈر نہین اور مسجد مین اپنے مال سے چاندی کے پانی سے نقش کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور خواب وغیرہ کی حالت مین عمداً قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا مکروہ ہی اسی طرح کتب شریعت کی طرف پاؤن پھیلانا بھی مکروہ ہی اسی طرح اپنی عورت سے جماع کرتے وقت ایسا کرنا بھی مکروہ ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر قبلہ بجانب متوضی ہو تو مکروہ ہی یعنے مسجد کے قبلہ رخ آنکھون کے سامنے وہ جگہ ہو جہان وضو کا پانی مجتمع ہوتا ہی کذا فی السراجیہ مع توضیح امام محمد نے فرمایا کہ قبلۂ مسجد اگر بجانب مخرج و حمام و قبر ہو تو مین مکروہ جانتا ہون اور یہ جو امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مین قبلۂ مسجد کا حمام کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہون اسکے معنی مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ امام محمد رح کی مراد دیوار حمام نہین ہی بلکہ مراد حمام ہی یعنے وہ جگہ جسمین گرم پانی ریختہ ہوتا ہی اور اگر دیوار حمام کیطرف نماز پڑھی تو استقبال نجاسات نہین ہوتا ہی بلکہ پتھر یا مٹی جسکی دیوار ہی وہ سامنے ہوتی ہی اسی طرح جو امام محمد رح نے فرمایا کہ مخرج کیطرف قبلۂ مسجد ہونا مکروہ جانتا ہون اسمین بھی مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ نفس مخرج مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ دیوار مراد ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ جب مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین کوئی دیوار یا سترہ نہو اور اگر ہوگا تو مکروہ نہین ہی دیوار فاصل ہو جائیگی پھر اگر مصلی اور ان جگہون کے درمیان مین سترہ نہو تو ان چیزون کو سامنے کرکے نماز پڑھنا فقط جماعت کی مسجدون مین مکروہ ہی اور گھرون کی مسجدون مین مکروہ نہین ہی یہ محیط مین ہی قال المترجم گھر کی مسجد سے یہ مراد ہی کہ نیک لوگ اپنے اپنے گھرون کو قبرستان نہین بناتے بلکہ نوافل ادا کرنے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر لیتے ہین کہ اسکو پاک صاف رکھتے ہین مگر اسکو مسجد جماعت کا حکم حاصل نہین ہوتا ہی یعنے اسمین نماز پڑھنے سے پچیس یا ستائیس رکعت کا ثواب ملے یا اسمین جنابت کے ساتھ داخل نہو سکے وغیر ذلک کذا صرحوا بہ بلا خلاف فاحفظہ اور ہمارے مشائخ نے اس بات کو مکروہ جانا ہی کہ کوئی مرد یا عورت اپنے مقام پیشاب کو سورج یا چاند کے سامنے کرے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ قبلہ کی طرف نشانہ رکھکر تیر اندازی کرنا مکروہ ہی یہ تتمہ مین ہی اگر مصلاے عید و جنائز مین تیر اندازی کے واسطے کوئی نشانہ بنایا جاوے تو جائز ہی یہ قنیہ مین ہی ہر مسلمان کے واسطے مندوب ہی کہ اپنے گھر مین ایسی جگہ بنا لے جسمین نماز پڑھا کرے مگر اس جگہ کو علے الاطلاق حکم مسجد حاصل نہین ہوتا ہی کیونکہ وہ اسکی ملک مین باقی رہتی ہی یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر کوئی زمین غصب کرکے اسکو مسجد یا حمام یا دکان بنایا تو اس مسجد مین نماز کے واسطے یا حمام مین نہانے

کے واسطے یا دوکان مین خریدنے کے واسطے جاتے ہین کچھ ڈر نہین ہے مگر حمام یا دوکان کو اجارہ پر لینا
جائز نہین ہے قال المترجم صریح بعض نے کہا کہ یہ مسجد بھی مالک کو اختیار ہے کہ زمین کو لیکر اپنی ملک مین داخل
کرے یعنی مسجد کا حکم نہ دے فالترجمۃ بالظاہر اور اگر کسی کا دار غصب کرکے اُسکو مسجد بنایا تو کسی شخص کو
اُسمین نماز کے واسطے جانا اور نماز پڑھنا روا نہین ہے اور اگر اُسکو مسجد جامع بنایا تو اُسمین جمعہ نہ پڑھا جائیگا
اور اگر اُسکو راستہ بنایا تو کسی کو اس راستے گذرنا جائز نہین ہے یہ مضمرات مین ہے۔ ایک شخص نے جنگل مین ایسی
جگہ مسجد بنائی کہ جہان کوئی نہین رہتا ہے اور مسافر بھی کبھی کوئی بہت کم اُسطرف گذرتا ہے تو وہ مسجد نہو جائیگی کیونکہ
اُسکے مسجد ہو جانے کی کوئی ضرورت نہین ہے یہ غرائب مین ہے قال المترجم فیہ نظر اگر دار وقف مین سے مسجد
مین جانے کا دروازہ ہو تو امام کو اس دروازہ مین سے ہو کر مسجد مین جانے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ قنیہ مین ہے
اور جو حجرہ مسجد کے واسطے وقف ہوا اُسمین موذن کو رہنا جائز ہے یہ غرائب مین ہے ایک مدرس مسجد مین درس
دیتا ہے اُسکا گھر دیوار مسجد سے متصل ہے خواہ یہ گھر مدرس کی ملک ہو یا کرایہ پر ہو پس آیا مدرس کو اختیار ہے کہ دیوار مسجد
توڑکر اپنے مال سے دروازہ خریدکر اُسمین لگادے کہ مسجد کیطرف آمد و رفت کا دروازہ ہو جاوے تو مشائخ نے فرمایا
کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہے اگرچہ اُسنے یہ کہدیا ہو کہ اگر دیوار مسجد مین کوئی نقصان ہوگا تو مین اُسکا ضامن ہون یہ جواہر
اخلاطی مین ہے مسجد مین درس دینا جائز ہے اگرچہ اُسمین یہ لازم آتا ہے کہ جو بوریا و فرش مسجد کے واسطے وقف ہے وہ مستعمل
ہوتا ہے یہ قنیہ مین ہے شیخ خجندی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک محلہ کا ہے جہان فنائے مسجد لوگون کی تجارت
کے واسطے مباح کرتا ہے پس آیا اُسکو اس طرح مباح کرنے کا اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اسمین مسجد کے واسطے کوئی مصلحت
ہو تو انشاء اللہ تعالے اسمین کچھ ڈر نہین ہے پھر شیخ موصوف رح سے دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مذکور نے فنائے
مسجد مین تخت رکھے اور اُنکو لوگون کو اجارہ پر دیا کہ اُنپر بیٹھکر تجارت کرین اور اس مسجد کی فنا اُنکے واسطے مباح کردی
پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے تو فرمایا کہ اگر اسمین مصلحت مسجد ہو تو کچھ ڈر نہین ہے بشرطیکہ رہگذر عوام مسلمین نہو اور شیخ رحمہ اللہ
سے دریافت کیا گیا کہ آیا فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو اُسکی دیوار کے سامنے ہے یا فقط اُسکے دروازہ کا ظلہ ہے تو
فرمایا کہ ظلہ مسجد کے سایہ مین جو جگہ ہے وہی فنائے مسجد ہے بشرطیکہ عام مسلمانون کی گذرگاہ نہو۔ شیخ رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ اگر متولی مسجد نے فنائے مسجد مین کرسی و تخت رکھے اور لوگون کو اجارہ پر دیے تاکہ لوگ اُنپر
تجارت کرین اور یہ کرایہ اپنی ذات پر صرف کیا یا امام مسجد کے واسطے دیا پس آیا اُسکو یہ اختیار ہے فرمایا کہ نہین اور کوف
رحمہ اللہ تعالے نے کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک اُسکو اختیار ہے کہ کرایہ جہان چاہے خرچ کرے کذا فی التاتارخانیہ
نقلا عن التتمہ قال المترجم المختار عندی ما قال شمس الائمۃ الخجندی۔ صلوۃ الآثار مین ہے کہ مین نے امام محمد رح سے
دریافت کیا کہ ایک مسجد کے واسطے ایک دوکان لی گئی حالانکہ مسجد اور اس دوکان مین فاصلہ ہے بیچ مین راستہ
ہے اور اسواسطے یہ دوکان لی گئی کہ گرمیون مین اس دوکان مین نماز پڑھی جاوے پس آیا اس دوکان مین نماز
پڑھنے سے بھی اتنے گونہ ثواب ہوگا جتنے گونہ مسجد مین پڑھنے سے ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہان کذا فی الذخیرہ اہل
محلہ نے مسجد کو تقسیم کرلیا اور بیچ مین دیوار بنالی اور ہر گروہ نے علیحدہ اپنا امام مقرر کرلیا مگر موذن دونون کا ایک ہی رہا
تو کچھ ڈر نہین ہے مگر اولے یہ ہے کہ ہر گروہ کا موذن بھی الگ الگ ہو اور رکن الصباغی نے فرمایا کہ جس طرح یہ

جائز ہی کہ محلے والے ایک مسجد کو دو مسجدین کر لین اسی طرح یہ بھی جائز ہی کہ اقامت جماعت کے واسطے دو مسجد دن کو ایک کر لین مگر وعظ و درس کے واسطے ایسا نہین کر سکتے ہین اگرچہ وعظ و درس مسجد مین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک دوکان ایک امام مسجد کے واسطے وقف کی گئی ہی وہ امام تین مہینے تک غائب رہا اور اپنی طرف سے ایک خلیفہ کر گیا کہ وہ لوگون کو نماز پڑھاتا تھا پھر آیا تو جتنی مدت تک غائب رہا ہی اتنی مدت کا کرایہ دوکان اسکو لینا جائز ہی یا نہین تو فرمایا کہ اگر اُسنے یا اُسکے آدمی نے اُسکی اجازت سے دوکان مذکور کرایہ پر دی ہو تو کرایہ وصول کر لے سکتا ہی مگر اُسکو صدقہ کر دے یہ تاتارخانیہ مین فتاویٰ سے نقل ہی۔ امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ کسی معتکف کو فصد و حجامت کی حاجت ہوئی پس آیا وہ مسجد سے باہر آوے فرمایا کہ نہین اور ذالی مین ہی کہ جو شخص مسجد مین آہستہ سے پادتا ہی اُسکے بارہ مین اختلاف ہی بعضون نے فرمایا کہ خیر کچھ ڈر نہین ہی اور بعضون نے فرمایا کہ مسجد مین نہ پادوے بلکہ جب ضرورت ہو تو باہر آجاوے اور یہی اصح ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور محدث کو مسجد کے اندر جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی اصح القولین ہی اور جو شخص معتکف نہو اُسکے واسطے مسجد مین سونا و کھانا مکروہ ہی لیکن جب ایسا کرنا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ اعتکاف کی نیت کرکے اسمین داخل ہو اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرے جتنا چاہے یا نماز پڑھے پھر جو چاہے وہ کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور مسافر و صاحب دار کو روا ہی کہ مسجد مین سووے اور یہی مذہب صحیح ہی **قال المترجم** و ہو الاوفق بالحدیث یعنے جسکا گھر موجود ہو وہ بھی مسجد مین خواب کرسکتا ہی و کان ابن عمر رضی اللہ عنہما الفعل فی ذلک کما فی صحیح البخاری اور احسن یہ ہی کہ تورع و پرہیزگاری اختیار کرے یعنے ایسا نہ کرے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ مسجد مین جو سوکھی گھاس مجتمع ہو اُس سے پاؤن رگڑ لینے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الصلوۃ مین ذکر فرمایا کہ جو ہمارے زمانہ مین لوگ مسجدون مین ہرا دھی ڈال رکھتے ہین اور اُس سے قدم رگڑ لیتے ہین یہ اماموں کے نزدیک مکروہ ہی یہ محیط مین ہی۔ محراب کے اندر جو جگہ ہی وہ مسجد کے حکم مین ہی یہ غرائب مین ہی۔ اگر مسجد مین ابابیل یا چمگادڑ کے گھونسلے ہون کہ یہ جانور مسجد مین پلید بیٹ گراتے ہون تو روا ہی کہ اُنکے گھونسلے مع اُنکے بچون کے نکال کر پھینکدے یہ ملتقط مین ہی۔ **قال المترجم** اصل کتاب مین عش کا لفظ مذکور ہی اور وہ ایسے گھونسلے کو کہتے ہین جو لکڑیان جمع کرکے شاخ درخت پر لگاتا ہی۔ و بنا بریں یہ حکم ایسے گھونسلے سے متعلق ہوگا جو مسجد مین کسی درخت پر ہو مگر ابابیل و چمگادڑ اس طرح گھونسلا نہین لگاتا ہی پس ظاہر اوکر یعنے سوراخ دیوار وغیرہ کا گھونسلا مراد ہی پس کچھ اشکال نہین ہی اور اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ان دونون جانورون کی بیٹ نجس غلیظ ہی ولکن فیہ و فیما ذکر من الحکم نظر فلیرجع الی المعتبرات اور صلوۃ جلالی مین مذکور ہی کہ مسجد مین راستہ نہ بنالے بایں طور کہ مسجد کے دو دروازہ ہون ایک دروازہ سے گھسکر دوسری طرف دروازے سے نکل جاوے یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور جوتا پہنے ہوئے مسجد مین جانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور خاک مسجد کی کچھ حرمت نہین ہی جبکہ مجتمع ہو اور اُسکی حرمت ہی جبکہ بچھی ہوئی ہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص کو راہ مین سخت سردی پہونچی پس وہ ایک مسجد مین داخل ہوا جسمین غیر کی لکڑیان رکھی ہوئی ہین اور یہ شخص سرما زدہ اگر آگ جلاکر نہین تاپتا ہی تو مرا جاتا ہی تو غیر شخص کی لکڑیان

جلانے سے مسجد کی لکڑیان جلانا اولیٰ ہی۔ اور عام فتنہ مین خوف کی وجہ سے اناج و دیگر اثاث البیت کو مسجد مین داخل کرنا جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ فروخت کرتا ہی اور ان تعویذون مین توریت و انجیل و قرآن لکھتا ہی اور کہتا ہی کہ مجھے مال ہدیہ دے دو اور تعویذ لے لو تو اسکو حلال نہین ہی یہ کبری مین ہی اور دُنیا کا ہر کام مسجد مین مکروہ ہی اور اگر معلم یا کاتب نے مسجد مین نشست اختیار کی پس اگر معلم حسبۃً للہ ثواب کے واسطے تعلیم دیتا ہی اور کاتب نا کورا سکے واسطے دین کے امور لکھتا ہی تو انمین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر یہ دونون اجرت پر ایسا کرتے ہون تو مکروہ ہی لیکن اگر دونون کو ضرورت پیش آئی ہو تو ایسا نہین ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ مسجد مین نکاح کا عقد باندھنا مستحب ہی مگر امام ظہیر الدین نے اسکے برخلاف اختیار کیا ہی۔ اور جسکے بدن پر نجاست لگی ہو وہ مسجد مین داخل نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص رہگذر کے طور پر مسجد مین داخل ہوا یعنے تاکہ مسجد سے ہوکر چلا جاوے پھر جب بیچ مسجد مین پہونچا تو اپنے فعل سے نادم ہوا تو بعض نے فرمایا کہ جس دروازے سے نکلنے کا قصد کیا تھا اُسکے سواے دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض نے فرمایا کہ نماز پڑھے پھر اُسکو اختیار ہی جدھر سے چاہے نکل جاوے اور صدر الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ اگر محدث ہو تو جدھر سے آیا ہی اُسی راہ سے نکلے تاکہ جو جرم کیا ہی اُسپر اعلام ہو یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے مسجد مین درخت جمایا پس اگر اسواسطے ہو کہ لوگ اُسکے سایہ سے نفع اُٹھاوین اور لوگون کو مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صفین متفرق ہوتی ہون تو کچھ ڈر نہین ہی۔ اور اگر اُس شخص نے اُسکے پتون پھلون سے خود نفع اُٹھانے کے واسطے بویا ہو یا صفونکی تفریق لازم آتی ہو یا ایسی جگہ ہو جہان اس فعل سے مسجد کی مشابہت بیعہ و کنیسہ سے ہوئی جاتی ہو تو مکروہ ہی یہ غرائب مین ہی۔ مسجدون مین سے سب سے زیادہ حرمت مسجد الحرام یعنے کعبہ معظم کی ہی اُسکے بعد مسجد مدینہ یعنے مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی پھر بیت المقدس کی پھر جامع مسجدون کی پھر محلون کی مسجدون کی پھر شارع عام مسجدون کی کہ انکا رتبہ کم ہی حتے کہ اگر عام کی مسجدون کے واسطے کوئی امام معلوم و موذن نہو تو انمین کوئی اعتکاف نہین کر سکتا ہی پھر گھرون کی مسجدون کی حرمت ہی کہ ان مین کسی کو اعتکاف کرنا جائز نہین ہی لیکن عورتون کو جائز ہی یہ قنیہ مین ہی۔ فقیہ نے تنبیہ مین ذکر فرمایا کہ مسجد کی حرمت کی پندرہ باتین ہین اوّل یہ کہ جب مسجد مین داخل ہو پس اگر لوگ بیٹھے ہون پڑھنے و پڑھانے مین یا یاد الٰہی مین مشغول نہون تو اُنکو سلام کرے اور اگر لوگ نماز مین ہون یا اُسمین کوئی نہو تو یون کہے السلام علینا من ربنا و علی عباد اللہ الصالحین دوم یہ کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ سوم یہ کہ اسمین خرید و فروخت کی گفتگو نکرے۔ چہارم یہ کہ اسمین تلوار نہ کھینچے پنجم یہ کہ اسمین گمشدہ کی جستجو نہ کرے۔ ششم یہ کہ سواے ذکر اللہ تعالےٰ کے اُس مین آواز بلند نہ کرے۔ ہفتم یہ کہ اسمین دنیا کی باتین نہ کرے ہشتم یہ کہ کسی جگہ جا بیٹھنے کے واسطے لوگون کے سرون پر پھاند کر نہ جاوے نہم یہ کہ جگہ کے واسطے کسی سے جھگڑا نہ کرے دہم یہ کہ صف مین کسی شخص پر جگہ کی تنگی نہ کرے یازدہم یہ کہ کسی نمازی کے سامنے ہو کر نہ گذرے دوازدہم یہ کہ مسجد مین تھوک نہ پھینکے سیزدہم یہ کہ اسمین

ف یعنی اتنی دہوپ کی حالت مین غیر کی لکڑیان جلانا بھی جائز ہی لیکن تاوان دیدے ۱۲

م یعنی اسقدر حکم ... [illegible]

اپنی انگلیان نہ چٹکاوے چہارم یہ کہ مسجد کو نجاستون اور چھوٹے بچون اور مجنون اور اقامت حدود سے
پاک رکھے پانچم یہ کہ اسمین اللہ تعالے کی یاد زیادہ کرے یہ غرائب مین لکھا ہی مسجد مین باتین کرنے کے
واسطے بیٹھنا بالاتفاق مباح نہین ہے کیونکہ مسجد امور دنیا کے واسطے نہین بنائی گئی ہے اور خزانۃ الفقہ مین ایسی
عبارت ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کی باتون مین جو کلام مباح ہے وہ بھی مسجد مین حرام ہے اور فرمایا کہ
اُسمین دُنیا کا کلام بالکل نہ کرے اور صلوۃ جلالی مین لکھا ہے کہ دُنیا کی مباح باتین مسجد مین جائز ہین اگرچہ اوسے
یہی ہے کہ اللہ تعالے کی یاد مین مشغول ہو کذا فی التمرتاشی ۔ قال المترجم وھو الصحیح المختار عندی واللہ اعلم
اگر مسجد مین جگہ تنگ ہو گئی تو مصلی کو اپنے جو نماز مین داخل ہونا چاہتا ہے یہ اختیار ہے کہ جو شخص اسمین بیٹھا ہے
اُسکو اپنی نماز پڑھنے کے واسطے اُسکی جگہ سے اُٹھا دے اگرچہ وہ شخص یاد الٰہی یا درس یا قراۃ قرآن مین
مشغول ہو یا معتکف ہو یہ [illegible] مین ہے ۔ اسی طرح اگر محلہ والے نمازیون کے واسطے مسجد محلہ نے تنگی کی یعنی محلہ کی
مسجد مین محلہ والے نہین سماتے ہین تو محلہ والون کو اختیار ہے کہ جو شخص اس محلہ کا نہین ہے اُسکو اس مسجد
مین نماز پڑھنے سے منع کرین یہ قنیہ مین ہے ۔ اور مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اسی وجہ سے شدت گرمی مین
مسجد کے اوپر جاکر جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد تنگ ہو اور مصلی نیچے نہ سماوین تو ضرورت
کی وجہ سے اُسکی چھت پر چڑھنا مکروہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے ۔ اور وقف کی آمدنی سے مسجد کا منارہ بنانے
مین یہ حکم ہے کہ اگر منارہ کی تعمیر مین مسجد کے واسطے مصلحت ہو مثلاً سب لوگون کو اذان کی آواز منارہ پر سے سنائی
دیوے تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر مصلحت نہو مثلاً سب اہل مسجد بدون منارہ کے آواز اذان سنتے ہون تو نہین
جائز ہے یہ تمرتاشی مین ہے ۔ اور متولی وقف کو جائز نہین ہے کہ استوانون مین لٹکانے کے واسطے مصلیات
خریدے اور نماز کے واسطے جائز ہے مگر استوانون مین لٹکائے نہ جاوینگے اور دوسری مسجد کے واسطے اُنکا
عاریت دینا جائز نہین ہے ۔ مین کہتا ہون کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب وقف کرنے کا حال معلوم نہو اور اگر یہ
معلوم ہو کہ اُسنے حکم دیا ہے کہ مصلیات استوانون مین لٹکائے جاوین اور اُس مین درس کی اجازت دی ہے اور
درس کے واسطے اُسکو بنایا ہو اور عادت جاری معائنہ کی گئی ہو کہ جن مسجدون مین درس دیا جاتا ہے اُنمین
استوانون سے لٹکائے جاتے ہین تو متولی کو جائز ہے کہ جب مصلیات کی ضرورت ہو تو مسجد کی مصلحت کے واسطے
اُنکو مال وقف سے خریدے اور انشاء اللہ تعالے ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہے ۔ مسجد کے چراغ سے کتاب پڑھنا
جائز ہے یا نہین پس حکم یہ ہے کہ اگر چراغ نماز پڑھنے کے واسطے جل رہا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر یون ہی جلتا ہو
نماز کے واسطے نہ جلتا ہو مثلاً وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ہون پس اگر تہائی رات گذرنے تک
جلتا رکھا تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر کی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے یہ کتاب الہبہ مضمرات مین ہے
ایک متعلم یعنی طالب علم نے مسجد کی کولان مین سے لیکر اپنی کتاب مین نشانی رکھی تو یہ عفو ہے یہ قنیہ مین ہے اور
جس کاغذ مین اللہ تعالے کا نام لکھا ہوا اُسمین کوئی چیز لپیٹ کر باندھنا مکروہ ہے خواہ نام لکھا ہوا اندر کی طرف
ہو یا باہر کی طرف ہو بخلاف ایسی تھیلی کے کہ جسپر اللہ تعالے کا نام ہو کہ اُسمین درم وغیرہ رکھنا مکروہ نہین ہے یہ
ملتقط مین ہے ۔ اگر اللہ تعالے کا نام لکھا پھر اُسکو اپنے نہالچہ کے نیچے جسپر لوگ بیٹھتے ہین رکھ دیا تو بعض نے

[illegible] مشغولون کی باتین جائز ہین اور وقف [illegible] قال المترجم اگر وقف [illegible] چار دوسری مسجد مین پڑھے تو اوسے ہو کیونکہ نماز کے ... اگرچہ یہان ضرورت داعی ہے ۱۲ منہ

فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے یون کہا کہ مکروہ نہین ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر بیت مین رکھا تو اُسکی چھت پر سونا روا ہی پس ایسا ہی یہان ہے کذا فی المحیط قال المترجم انما العبرۃ فی الادب للعرف وما ذکر من مسئلۃ البیت لیس فی العرف مثل ما نحن فیہ فی حق الادب فالمختار عندی ہو الاول واللہ اعلم۔ اور ایسے کاغذ مین جسمین کچھ فقہ لکھی ہو کوئی چیز لپیٹنا نہین جائز ہے اور اگر علم کلام مین سے کچھ لکھا ہو تو اولے یہ ہے کہ نہ لپیٹے اور اگر طب لکھی ہو تو لپیٹنا جائز ہے اور اگر اسمین اللہ تعالے کا نام یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام ہو تو لپیٹنے کے واسطے اُس نام کا محو کرنا جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور اگر کسی تختہ لوح سے جسمین قرآن لکھا تھا قرآن محو کر دیا اور اُسکو دنیا کے کام مین استعمال کیا تو جائز ہے اور اللہ تعالے کا نام تھوک سے مٹانے سے ممانعت آئی ہے یہ غرائب مین ہے اور کچھ تھوڑی تحریر کا تھوک سے مٹانا جائز ہے یہ قنیہ مین ہے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ اکثر اوراق لوگ ایسے کاغذ سے جسمین اخبار و تعلیقات ہین دفتی بناتے ہین تو فرمایا کہ اگر قرآن شریف کی یا کتب فقہ و تفسیر کی دفتی بنائے ہون تو ڈر نہین ہے اور اگر ادب و نجوم کی کتابون کی دفتی بناتے ہون تو اُنکے حق مین یہ مکروہ ہے یہ غرائب مین ہے حاکم رحمہ اللہ نے امام رح سے نقل کیا کہ امام رح ولیمہ کی دعوت مین انگلیان صاف کرنے مین کاغذ کا استعمال مکروہ جانتے تھے اور اسمین تشدد کرتے تھے اور لوگون کو اس فعل سے بہت جھڑکتے تھے یہ محیط مین ہے۔ ایک طالب علم کے خریطہ مین حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ہے۔ یا امام ابو حنیفہ یا غیر کی فقہ کی کتاب ہے اُسکو وہ سر کے نیچے رکھتا ہے پس اگر اُس نے بقصد حفاظت سر کے نیچے رکھکر سونا اختیار کیا ہے تو مکروہ نہین ہے ورنہ مکروہ ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور ایسی کتاب کا جس مین احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہین سر کے نیچے تکیہ بنانا نہین جائز ہے الا اُس صورت مین کہ اُسکی حفاظت کے قصد سے ایسا کیا ہو یہ ملتقط مین ہے۔ اور سفر مین قرآن شریف کو سر کے نیچے رکھنا اگر بقصد حفاظت ہو تو ڈر نہین ہے اور اگر بقصد حفاظت نہو تو مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ اور جس کوٹھری مین قرآن شریف پردہ کے ساتھ رکھا ہے اُسمین عورت سے جماع کرنا جائز ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک شخص نے قرآن شریف اپنے گھر مین رکھ لیا ہے اُسکو پڑھتا نہین ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے خیر و برکت کی نیت سے ایسا کیا ہے تو گنہگار نہو گا بلکہ اُمید ہے کہ اُسکو ثواب ملے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر سواری کے جانور پر جوال مین مصحف مجید یا شریعت کی کتابین رکھکر لادی ہین اور جوال پر آپ سوار ہو بیٹھا تو مکروہ نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ مصحف مجید کیطرف ٹانگین پھیلانا مکروہ نہین ہے بشرطیکہ مصحف واُسکی ٹانگون مین محاذات نہو یعنے مقابل نہون اسی طرح اگر مصحف مجید کھونٹی مین لٹکا ہو اور اُسنے اسی طرف ٹانگین پھیلائین تو بھی مکروہ نہین ہے یہ غرائب مین ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک بورا ہے جسمین ایسے درم ہین جنمین قرآن مجید کی آیت لکھی ہے یا اُسمین فقہ یا تفسیر کی کتابین یا مصحف مجید ہے اور وہ شخص اس بورے پر بیٹھا یا سو رہا پس اگر بقصد حفاظت اُسنے ایسا کیا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے قرآن شریف پر اپنا پانون رکھا پس اگر بطریق استخفاف ہے تو کافر ہو جائیگا ورنہ کفر کا فتوے نہ دیا جائیگا یہ غرائب مین ہے درمون پر اللہ تعالے کا نام لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہے اسواسطے کہ صاحب درم کا قصد علامت ہے نہ اہانت کذا فی جواہر الاخلاطی قلت ہذا التوجیہ لیس بشئی لان غایۃ ما یلزم

انہ لا یکفر لعدم الاستخفاف والاہانۃ واما انہ لا یاثم بذلک فلیس فیہ ما یدل علیہ فافہم۔ اگر اپنی انگوٹھی پر اپنا نام یا
اللہ تعالے کا نام یا اللہ تعالے کے ناموں میں سے کوئی نام جیسے حسبی اللہ و نعم الوکیل یا ربی اللہ یا نعم القادر
اللہ نقش کیا تو اسمیں کچھ ڈر نہیں ہے۔ اور جن پیسوں پر اللہ تعالے کا نام ہو اُنکو ہاتھ میں پکڑنا ایسے شخص کے حق
مین مکروہ ہے جو طہارت کے ساتھ نہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں ہے کہ اگر کسی شخص
بے وضو کے پاس ایسے درم کسی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہوں تو کچھ ڈر نہیں ہے یہ حاوی میں ہے فقیہ ابو
جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی آستین میں کتاب ہے وہ پیشاب کرنے کو بیٹھ گیا پس آیا یہ مکروہ
ہے فرمایا کہ اگر کتاب کو پیخانہ میں لیکر ساتھ لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسیطرح
اگر اُسکے پاس اللہ تعالے کے نام لکھے ہوئے درم ہوں یا کچھ قرآن کی آیت انپر لکھی ہوں پس اگر اپنے ساتھ پیخانہ
میں لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر کسی پاک جگہ پیشاب کرنے کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح اگر اُسکے پاس انگوٹھی میں
قرآن کی آیت یا اللہ تعالے کا نام لکھا ہو پس اگر اُسکو پیخانہ میں لے گیا تو مکروہ ہے اور اگر پاک جگہ پیشاب کرنے
کو بیٹھا تو مکروہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر قرآن کو چہار دیواری و دیواروں پر لکھا تو بعضوں نے فرمایا کہ امید ہے کہ
جائز ہووے اور بعضوں نے مکروہ جانا ہے بدین خوف کہ شاید گر پڑنے کے بعد لوگوں کے قدموں کے
نیچے آویگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ جو چیز فرش و بچھونا بنائی جاتی ہے اُسپر قرآن شریف لکھنا مکروہ ہے یہ غرائب
میں ہے۔ بچھونا یا مصلے جسپر یہ لفظ لکھا ہو کہ الملک للہ اُسکا بچھانا و اُسپر بیٹھنا و استعمال کرنا مکروہ ہے و علی ہذا مشائخ
نے فرمایا کہ ورقوں کے بیچ میں سفید ٹکڑا کاغذ کا جسمیں اللہ تعالی کا نام لکھا ہے نشانی بنا کر رکھنا مکروہ ہے کہ اسمیں اللہ تعالی کے
نام پاک کی بے توقیری ہے اور اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے کاٹ دیا اور بچھونے یا مصلے میں سیا حتے کہ کلمہ متصل نہ رہا تو کراہت
ساقط نہوگی اسی طرح اگر ان دونوں پر فقط الملک ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر تنہا الف و تنہا لام ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ
کبری میں ہے۔ اگر فرعون یا ابو جہل کا نام کسی نشانہ پر لکھ کر اُسپر تیراندازی کی تو مکروہ ہے کیونکہ ان حروف کی
حرمت ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ حسن نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی کہ مصحف کو چھوٹا کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ
ہے اور یہی امام ابو یوسف رحمہ کا قول ہے اور حسن نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں مولف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شاید امام
رحمہ اللہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور جو شخص قرآن شریف لکھنا
چاہے اُسکو چاہئے کہ اچھے خط سے اچھے ورق پر سپید کاغذ پر موٹے قلم سے چمکدار روشنائی سے لکھے اور ہر دو
سطر میں زیادہ جگہ چھوڑے اور حروف پُر کار لکھے اور مصحف مجید کی ضخامت بڑھاوے اور سوا اسکے کلام مجید کے
اور باتوں سے جیسے تعشیر و ذکر آیات و علامات وقف سے مجرد رکھے تا کہ نظم کلمات میں خلل نہو محفوظ رہے
جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مصحف مجید تھا کذا فی القنیہ۔ اور تعشیر کے یہ معنی ہیں کہ ہر دس
آیت کے بعد نشان دے اور بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں تعشیر سو تیئس عاشرہ ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے
اور سورتوں کے نام اور آیتوں کی تعداد کے لکھنے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہ اگرچہ محدث ہے مگر بدعت حسنہ
ہے اور بہت چیزیں محدث ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں اور بہت چیزیں بوجہ اختلاف مکان و زمان کے مختلف
ہوتی ہیں یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔ اور ابو الحسن فرماتے تھے کہ تراجم سورہ میں جنکے لکھنے کی عادت جاری ہے لیکے

یعنی تعشیر یہ ہے کہ ہر دس آیات کے بعد علامت یا آیتوں کی علامت یا سورت کی علامت ہو اور متاخرین نے نظر عوام کے بدلے رواج حال کے جائز رکھا ہے ۱۲

سے لکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی جیساکہ سورتون کے اول مین فصل کے واسطے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھتے ہین یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور مصحف کو شہرا اور روپہلا کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ یہ سب مکروہ ہی اور مشایخ نے امام محمد کے قول مین اختلاف کیا ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین نصرانی کو فقہ و قرآن سکھلاؤنگا شاید وہ راہ راست پر آجا رہے مگر مصحف کو نصرانی نہ چھوویگا اور اگر اُسنے غسل کیکے چھوا تو کچھ ڈر نہین ہی۔ یہ ملتقط مین ہی۔ مصحف مجید اگر کہنہ ہوجاوے کہ اُس سے تلاوت نہ کی جاسکے اور اُسکی اضاعت کا خوف ہو تو پاک کپڑے مین لپیٹکر دفن کردیا جاوے اور دفن کرنا بنسبت ایسی جگہ رکھنے کے جہان اُسپر نجاست پڑجانے کا خوف ہو یا اسکے مثل کوئی بات کا خوف ہو بہتر ہی اور دفن کرنے کے واسطے لحد بنائی جاوے کیونکہ اگر شق بنائی جاویگی اور دفن کیا جاویگا تو مٹی ڈالنے مین مٹی اُسپر پڑیگی اور اسمین ایک گونہ تحقیر ہی لیکن اگر پہلے چھت رسے کرینے تختے لگاکر دفن کیا جاوے تاکہ مٹی اُسپر نہ پہونچے تو یہ بھی اچھا ہی یہ غرائب مین ہی۔ مصحف اگر کہنہ ہوگیا کہ اُس سے تلاوت نہین کرسکتے ہین تو اُسکو آگ سے نہ جلایا جاوے اس حکم کی طرف امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر مین اشارہ کیا ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الذخیرہ۔ اور جو مصحف کہنہ ہوگیا ایسا نہ ہو کہ اُس سے تلاوت ممکن ہو تو یہ نہین جائز ہی کہ اُس سے دوسرے قرآن کی دفتی بنائی جاوے یہ قنیہ مین ہی۔ لغت و نحو قسم واحد ہی پس ایک کو دوسرے پر رکھنا روا ہی اور کتاب تعبیران دونون سے بلند مرتبہ ہی اور کلام اس سے بلند مرتبہ ہی اور فقہ اس سے بلند ہی اور کتب اخبار یعنی احادیث و مواعظ و دعوات مروی ہیں اس سے بلند مرتبہ ہین اور تفسیر جس مین آیات لکھی ہوئی ہین کتب قراءت سے بلند مرتبہ ہی۔ جھانوبت یا تابوت جس مین کتابین ہین تو ادب یہ ہی کہ اُسپر کپڑے نہ رکھے۔ نیا کلک کا نیزہ جو استعمال مین نہ آیا ہو اُسکو تیر اندازی سے کے طور پر پھینکنا مباح ہی اور جو مستعمل ہو اُس سے تیر اندازی نہ کرے کیونکہ وہ لائق احترام ہی جیسے مسجد کی خشک گھاس اور اُسکا جھاڑا ہوا کوڑا ایسی جگہ نہ ڈالنا چاہیئے جو مخل تعظیم ہو یہ قنیہ مین ہی۔ اور حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کی کہ امام رحمہ اللہ مکہ کا جوار اور مکہ مین اقامت اختیار کرنا مکروہ جانتے تھے کذا فی الذخیرہ

چھٹا باب

مسابقہ کے بیان مین۔ قال المترجم مسابقہ لغت مین بمعنی باکسے پیشی گرفتن در دویدن یعنی دوڑنے مین کسی سے آگے نکل جانا مگر یہان عام معنی مراد ہین خواہ آدمی ہو یا غیر ہو وسیعلم فیما سیاتی۔ عالمگیری سباق چار چیزون مین جائز ہی خف یعنی اونٹ مین یعنی اونٹ دوڑانے مین اور حافر یعنی گھوڑے و خچر مین اور نصل یعنی تیر اندازی مین اور قدم چلنے یعنی دوڑ مین اور اسکا جواز جبھی ہی کہ جب بدل ایک ہی طرف سے ہو اور معلوم ہو مثلاً یون کہا کہ اگر تو مجھسے سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر مین تجھسے سبقت لے گیا تو میرا تجھپر کچھ نہوگا یا اسکے برعکس شرط لگائی اور اگر دونون طرف سے بدل قرار دیا تو یہ جوا ہی حرام ہی لیکن اگر دونون نے تیسرے محلل کو داخل کرلیا مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ اگر مین سبقت لے گیا تو میرے واسطے تجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر تو سبقت لے گیا تو تیرے واسطے مجھپر اسقدر مال ہوگا اور اگر یہ تیسرا شخص یعنی خالد مثلاً سبقت لے گیا تو اسکے واسطے کچھ نہوگا اور اس مقام پر جائز سے یہ مراد ہی کہ بدل حلال ہوگا اور یہ مراد نہین ہی کہ استحقاق حاصل ہوگا

یہ نصلا صہ مین ہی۔ اور جبکہ مسابقہ مین مال دونون طرف سے مشروط ہوا ور دونون نے تیسرے شخص کو بیچ مین
داخل کرلیا اور دونون نے تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونون پر سبقت لے گیا تو یہ دونون مال تیرے واسطے ہونگے
اور اگر ہم دونون تجھپر سبقت لے گئے تو ہمارے واسطے کچھ نہوگا تو یہ استحسانا جائز ہی پس اگر تیسرا شخص دونون سے
سبقت لے گیا تو اُسکو دونون مال ملینگے اور اگر یہ دونون اُسپر سبقت لے گئے پس اگر دونون ساتھ ہی سبقت
لے گئے تو دونون مین سے ایک کا دوسرے پر کچھ مال نہوگا اور اگر آگے پیچھے سبقت لے گئے تو جو شخص پہلے
سبقت لے گیا ہی وہ دوسرے سے مال کا استحقاق رکھتا ہی اور دوسرا اُس سے مال کا استحقاق نہین رکھتا ہی
اور امام محمد رحمہ نے کتاب مین فرمایا کہ تیسرے شخص کا داخل کرنا جواز کا حیلہ جبھی ہوسکتا ہی کہ جب تیسرے شخص کی
شان سے اس امر کا گمان ہو کہ یہ شخص سابق اور مسابق ہوسکتا ہوا ور اگر یہ امر یقینی ہو کہ یہ شخص ان دونون سے ضرور سبقت
لیجائیگا یا ان دونون سے ضرور پیچھے رہجائیگا تو جائز نہین ہی۔ اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل سے نقل کیا گیا ہی کہ شیخ نے فرمایا
کہ اگر دو شخص فقہ جاننے والون مین کسی مسئلہ کے حکم مین باہم اختلاف ہوا اور دونون نے چاہا کہ اُستاد کی خدمت مین رجوع
کرین اور باہم یون شرط کرلی کہ ایک نے کہا کہ اگر حکم وہی ہوگا جو تو کہتا ہی تو مین تجھے اسقدر مال دونگا اور اگر وہ ہی
جو مین کہتا ہون تو مین تجھسے کچھ نہ لونگا تو گھوڑ دوڑ مین بطور مذکور بازی لگانے پر قیاس کرکے یہ صورت
بھی جائز ہونی چاہیے اسی طرح اگر کسی فقیہ نے اپنے مثل فقیہ سے کہا کہ آؤ ہم تم ایک دوسرے سے مسائل
دریافت کرین پس اگر تو نے صحیح جواب دیا اور مین نے خطا کی تو مین تجھے اسقدر دونگا اور اگر تو نے خطا
کی اور مین نے صحیح جواب دیا تو مین تجھسے کچھ نہ لونگا تو بھی جائز ہونا چاہیے اور اسی کو شیخ امام شمس الائمہ حلوائی
نے لیا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور امیر لوگ جو کیا کرتے ہین کہ دو شخصون سے کہتے ہین کہ جو شخص تم مین سے بڑھ کر رہیگا
اُسکو اسقدر دینگا تو یہ بھی جائز ہی قال المترجم واضح ہو کہ امیر لوگ دو شخصون سے ایسے کام مین یون کہین جو کام
شرع مین منع نہین ہی تو یہ حکم ہی اور یہی مراد ہی اور جو ممنوع کام مین جائز نہین ہی مثلاً ننگے بدن ناجائز طور پر
کشتی کے لڑنے مین ایسا کہتے ہین سو وہ جائز نہین ہی واللہ اعلم۔ طالب علمون نے اگر سبق مین جھگڑا کیا
ہر ایک نے چاہا کہ میرا سبق مقدم ہو تو جو شخص پہلے آیا ہی اُسکا سبق مقدم ہوگا اور اگر پہلے آنے مین اختلاف
کیا پس اگر کسی کے پاس گواہ ہون تو اُسکے گواہ لیے جاوینگے اور اگر گواہ نہون تو انمین قرعہ ڈالا جائیگا۔ اور
یون قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ساتھ ہی آئے ہین جیسا کہ مسئلہ فرائض مین حرق یعنے جل جانے اور غرق یعنے
ڈوب جانے مین ہوتا ہی کہ اگر دو شخص جنمین باہم توارث ہوا ور دونون جل مرے یا ڈوب مرے اور یہ
دریافت نہین ہوتا ہی کہ اول کون جلا یا ڈوبا ہی تو یون قرار دیا جاتا ہی کہ گویا ساتھ ہی مر گئے ہین یہ فتاوی
قاضی خان مین ہی۔ اور اخروٹ کے ساتھ کھیل جو عید کے روز لڑکے کھیلتے ہین اُنکا کھانا جائز ہی مگر یہ
حکم اُسوقت ہی کہ ایک نے دوسرے سے بطور قمار نہ لیے جوے کے نہ جیتا ہو ورنہ اگر ایسا ہو تو فعل
حرام ہی کذا فی خزانۃ المفتین واللہ اعلم

ساتوان باب۔ سلام وچھینک کے جواب کے بیان مین۔

اگر کوئی شخص کسی کے دروازہ پر آیا تو
واجب ہی کہ سلام کرنے سے پہلے اجازت طلب کرے پھر جب اجازت حاصل ہونے کے بعد اندر جاوے

ع [illegible] سے [illegible]
ع [illegible]
سلام کرنا السلام علیکم کہنا ہی [illegible]
سلام مقدم ہی اور فقہ کی نظر سے سابق یہ کہ جہان سلام کی آواز مکان مین پہنچے وہان سلام مقدم ہی فتح و ظہیریہ کتاب مین مذکور ہی ۱۲ منہ

تو پہلے سلام کرے پھر او ر بات کرے اور اگر گھر کے باہر میدان مین کسی سے ملاقات ہو وے تو پہلے سلام کرے پھر بات چیت کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ سلام کرنے والا افضل ہے یا جواب دینے والا پس بعض نے فرمایا کہ سلام کا جواب دینے والا افضل ہے اور بعض نے فرمایا کہ سلام کرنے والا افضل ہے یہ محیط مین ہے۔ جو شخص کسی کو سلام کرنا چاہے اُسکو چاہیئے کہ لفظ جمع کے ساتھ سلام کرے اسی طرح جواب سلام بھی لفظ جمع کے ساتھ چاہیے یہ سراجیہ مین ہے سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یون کہے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور جواب سلام دینے والا بھی یون ہی جواب دے اور برکاتہ سے زیادہ بڑھانا نہ چاہیے چنانچہ ابن عباس نے فرمایا کہ ہر چیز کا منتہے ہوتا ہے اور سلام کا منتہے لفظ برکاتہ ہے کذا فی المحیط اور جواب سلام مین واو عطف کے ساتھ کہے یعنے وعلیکم السلام اور اگر واو حذف کیا یون کہا علیکم السلام تو کافی ہے اور اگر پہل کرنے والے نے کہا کہ سلام علیکم یا کہا کہ السلام علیکم تو جواب سلام دینے والے کو دونون صورتون مین جائز ہے کہ یون کہے سلام علیکم اور یہ بھی اختیار ہے کہ یون کہے السلام علیکم لیکن الف و لام کے ساتھ کہنا یعنے السلام علیکم کہنا اولے ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک جماعت ایک قوم کے پاس گئی پس اگر سب نے سلام کرنا ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر انہین سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائیگا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ افضل ہے اور جواب سلام کو اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر انہین سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائیگا ایسا ہی حدیث مین آیا ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اختیار کیا ہے اور اگر سب نے جواب سلام دیا تو یہ افضل ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فتاوے آہو مین ہے کہ ایک شخص ایک قوم کے پاس آیا اور اُسنے سب کو سلام کیا تو ان لوگون پر جواب سلام واجب ہے پھر اگر اُسنے اسی مجلس مین دوبارہ ان لوگون کو سلام کیا تو دوبارہ ان لوگون پر جواب دینا واجب نہین ہے اسی طرح تشمیت یعنے چھینک کا جواب دینا بھی دوبارہ مین واجب نہین ہوتا ہے مگر مستحب ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ زید مثلاً ایک قوم کے ساتھ بیٹھا ہے پھر خالد آیا اور کہا کہ السلام علیک پس قوم مین سے کسی شخص نے جواب دے دیا تو یہ جواب اُسکی طرف سے جسکو اُسنے سلام کیا ہے نائب ہوگا اور زید کے ذمہ سے جواب سلام ساقط ہو جائیگا اور مراد یہ ہے کہ خالد نے ان لوگونکی طرف اشارہ کرکے سلام کیا ہے خاص زید کا نام نہین لیا ہے تو ایسا حکم ہے کیونکہ اس صورت مین خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک جماعت کو بلفظ واحد خطاب کرے یہ سب اُس صورت مین ہے کہ خالد نے زید کا نام نہ لیا ہو اور اگر خاص نام لیکر یون کہا کہ السلام علیک یا زید پس سوائے زید کے دوسرے شخص نے خالد کو جواب سلام دیا تو زید کے ذمہ سے فرض ساقط نہوگا اور اگر اُسنے خاص زید کا نام نہ لیا ہو مگر زید کیطرف اشارہ کرکے سلام کیا ہو تو ایسی صورت مین زید کے ذمہ سے جواب ساقط ہو جائیگا کیونکہ خالد کی نیت سب کو سلام کرنے کی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص ایک قوم کی طرف گذرا کہ وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے پس اگر احتیاج رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ لوگ بلاوینگے تو سلام کرے ورنہ نہین یہ وجیز کردری مین ہے۔ سائل نے اگر سلام کیا تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے سائل اگر کسی شخص کے دروازہ پر آیا اور کہا کہ السلام علیک تو اُسکے سلام کا جواب دینا واجب نہین ہے اسی طرح اگر کچہری مین قاضی کو سلام کیا تو بھی یہی حکم ہے

یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔اور مشائخ نے شہری و دیہاتی مین اس طرح اختلاف کیا ہے کہ بعضون نے فرمایا کہ
جو شخص شہر سے آتا ہو وہ اُس شخص کو جو گانؤن والون مین سے اُسکے سامنے پڑے سلام کرے اور
بعضون نے اسکے برعکس کہا ہے اور سوار آدمی پیدل کو سلام کرے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوے کو اور قلیل لوگ
کثیر جماعت کو اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے کذا فی الخلاصۃ۔اور جو شخص پیدل جاتا ہو وہ بیٹھے ہوے کو سلام
کرے اور جو شخص پیچھے سے آتا ہو وہ آگے والے کو سلام کرے یہ محیط مین ہے۔عورت و مرد سے اگر ملاقات
ہو وے تو پہلے مرد سلام کرے کذا فی فتاوے قاضی خان بہت مرد و بہت عورتین ایک مرد کے سامنے
آئے تو حکماً یہ مرد ان سب کو سلام کرے نہ دیانۃً یہ وجیز کردری مین ہے۔جب دو شخص باہم ملے تو دونون مین
سے جو شخص سلام کرنے مین پہل کرے وہی دونون مین سے افضل رہا پس اگر دونون نے ساتھ ہی سلام
کیا تو ہر واحد جواب دے۔اور جواب سلام دینے کے واسطے وضو کے ساتھ ہونا افضل ہے اور اگر تیمم کر لیا تو بھی
کافی ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔اگر کوئی شخص اپنے گھر مین داخل ہو تو اپنے اہلخانہ کو سلام کرے اور اگر گھر مین کوئی نہو تو
یون کہے السلام علینا وعلے عباد اللہ الصالحین کذا فی المحیط اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے یہ تاتارخانیہ
مین صیرفیہ سے نقل ہے۔لڑکون کو سلام کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ لڑکون کو
سلام نہ کرے اور یہی قول حسن رح کا ہے اور بعضون نے کہا کہ اگر یہ شخص لڑکون کو سلام کرے تو افضل ہے اور یہی
قول شریح رح کا ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے۔ذمیون کو سلام کرنے مین مشائخ نے اختلاف
کیا ہے بعضون نے کہا کہ ذمیون کو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور بعض نے کہا کہ اُنکو سلام نہ کرے اور یہ
سب اُس صورت مین ہے کہ سلام کرنے والے کو ذمی سے کوئی حاجت متعلق نہو اور اگر ذمی سے کوئی غرض
ہو تو اُسکو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے۔اور ذمیون کے سلام کے جواب دینے مین کچھ ڈر نہین ہے لیکن اس
سے زیادہ جواب مین نکہا جاوے وعلیکم۔فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایک قوم کی طرف
ہو کر گذرا اور قوم مین کافر لوگ بھی تھے تو اُسکو اختیار ہے چاہے مسلمانون کی نیت کرکے یہ کہے السلام علیکم اور
اگر چاہے تو یون کہے السلام علی من اتبع الہدی یہ ذخیرہ مین ہے۔سلام کرنا زائرین کا تحیہ ہے یعنی جو کسی کی
زیارت کو جاوے تو سلام کرے اور جو لوگ مسجد مین تلاوت قرآن و تسبیح کے لیے یا نماز کے انتظار مین
بیٹھے ہین وہ لوگ اسواسطے نہین بیٹھے ہین کہ زیارت کرنے والے لوگ یعنی ہمارے ملاقات چاہنے والے
لوگ ہمارے پاس آوین پس ایسے وقت مین سلام کا وقت نہین ہے پس ایسے لوگون کو سلام نہ کرے اور
اسی وجہ سے مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر مسجد مین کسی آنے والے نے اُنکو سلام کیا تو اُنکو روا ہے کہ اُسکا جواب
نہ دین یہ قنیہ مین ہے۔اگر آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو اُسکو سلام کرنا مکروہ ہے اور ایسے ہی مذاکرۂ علم کے
وقت بھی یہی حکم ہے اور اذان دینے و اقامت کہنے کے وقت بھی یہی حکم ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان صورتون مین
جواب سلام بھی نہ دے یہ غیاثیہ مین ہے۔اگر حالت تلاوت مین کسی نے سلام کیا تو مختار یہ ہے کہ جواب
دینا واجب ہے کذا فی وجیز الکردری۔اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہے اور ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رح
نے اختیار کیا ہے یہ محیط مین ہے۔اور جمعہ وعیدین کے روز خطبہ کے وقت اور جب لوگ نماز مین مشغول

ہون کہ آمین کوئی ایسا ہو جو نماز نہ پڑھتا ہو تو ایسے وقت مین سلام نہ کرے یہ خلاصہ مین ہے اصل مین ہے کہ قوم کو نہ چاہیے کہ ایسے وقت یعنے وقت خطبہ کے چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہکر جواب دینا یا سلام کا جواب دین صلوۃ الاثر مین ہے کہ امام محمد رحمہ نے امام ابو یوسف رحمہ سے یون روایت کی کہ لوگ سلام کا جواب دینگے اور چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہینگے پس یہ قول جو صلوۃ الاثر سے نقل ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اصل مین جو مذکور ہے وہ امام محمد رحمہ کا قول ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کا آپس مین خلاف اس بنا پر ہے کہ اگر اسنے فی الحال جواب نہ دیا پس آیا خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد جواب دیگا تو امام محمد رحمہ کے قول پر جواب دیگا و امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر نہین دیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک قوم مین سب لوگ علمی مذاکرہ کرتے ہون یا ایک ذکر کرتا ہو اور باقی لوگ اسکا کلام سنتے ہون تو ان لوگون کو سلام نہ کرے اور اگر کریگا تو گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے فقہ سیکھنے والا اپنے استاد کو سلام نہ کرے اور اگر سلام کیا تو اسکا جواب دینا واجب نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہما اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ جو شخص ذکر کرنے کی غرض سے بیٹھا خواہ کسی قسم کا ذکر ہو پھر اسکے پاس کوئی آیا اور سلام کیا تو اسکو روا ہے کہ جواب نہ دے یہ محیط مین ہے۔ بڑے سے دل لگی بازی کرنیوالا یا کذاب یا بیہودہ گو اور جو لوگون کو برا کہتا رہتا ہو اور جو بازار مین عورتون کو گھورتا ہو ایسے لوگون کو سلام نہ کرے بشرطیکہ ان لوگون کا توبہ کر لینا معلوم نہوا ہو یہ قنیہ مین ہے۔ اور جو شخص گاتا ہے یا پیشاب کرتا ہو اور جو کبوتر اڑایا کرتا ہو اسکو سلام نہ کرے اور حمام مین سلام نکرے اور ننگے آدمی کو جیسے قوم کو ٹھٹھا سنانے کے لیے یہ حالت بنائی ہے سلام نہ کرے اور ان لوگون پر جواب دینا بھی واجب نہین ہے یہ غیاثیہ مین ہے اور فاسقون کو سلام کرنے مین اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ انکو سلام کرنے مین پہل نہ کرے یہ تمرتاشی مین ہے اگر کسی شخص کے پڑوسی بیوقوف لوگ ہون کہ اگر شخص ان لوگونکو سلام کرتا ہے تو اس سے شرمندہ ہو کر شرارت و بدی چھوڑ دیتے ہین اور اگر سلام نہین کرتا ہے تو فواحش پر کمر باندھتے ہین تو ظاہرا اس مسئلہ مین یہ شخص معذور ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اور جو شخص بطور لہو و لعب کے شطرنج کھیلتا ہو اسکو سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر بطریق تادیب و زجر کے اسکو سلام نکیا تا کہ ایسا کام چھوڑ دے تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر یہ شخص شطرنج کو تشحیذ خاطر یعنے تیزی ذہن کے واسطے کھیلتا ہو تو اسپر سلام کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے اور مستزاد مین لکھا ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ نے شطرنج کھیلنے والے کو سلام کرنے مین کچھ باک نہین خیال فرمایا بدین غرض کہ جس فعل مین مبتلا ہے اس سے دوسری طرف مشغول ہو دیا وے مگر امام ابو یوسف رحمہ نے ان لوگون کی تحقیر کی غرض سے انکو سلام کرنا مکروہ جانا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص پیخانہ مین پیخانہ پھرتا ہے یا پیشاب کرتا ہے اسکو کسی نے سلام کیا تو سلام کرنے والے کو ایسی حالت مین سلام نہ کرنا چاہیے لیکن اگر اسنے سلام کیا تو پیخانہ والے کے حق مین امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ اپنے دل سے اسکے سلام کا جواب دے زبان سے نہ دے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ نہ دل سے جواب دے نہ زبان سے اور فارغ ہونے کے بعد بھی جواب نہ دے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد جواب دے اور اگر اجنبی عورت نے کسی مرد کو سلام کیا پس اگر وہ عورت بڈھی ہو تو یہ مرد اسکو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سن لے

اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اُسکا جواب دیدے اور اگر مرد اجنبی نے کسی عورت کو سلام کیا تو اِسکے برعکس
حکم ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو میرا سلام کہدے تو اُسپر واجب ہوگا
یہ غیاثیہ مین ہو۔ اور امام محمد رح نے کتاب السیر کی باب الجعائل مین ایک حدیث روایت کی جو اس امر پر دلالت کرتی
ہو کہ اگر شخص غائب کا سلام کسی نے کسی کو پہونچایا تو اُسکو چاہیے کہ پہلے اُسکو جسنے سلام پہونچایا ہو سلام کرے پھر
اُس غائب کو سلام کرے کذا فی الذخیرہ قال المترجم یہ حدیث بہت صحیح ہو اور صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو کا سلام
بکر کو پہونچایا تو بکر کو چاہیے کہ زید سے یون کہے وعلیک وعلیہ السلام ہکذا روی فی الحدیث فاحفظ۔ جواب سلام کی
فرضیت بدون اسکے ساقط نہین ہوتی کہ جسنے سلام کیا تھا اُسکو جواب سُنا دے جیسا کہ جواب واجب نہین ہوتا
ہو جب تک کہ سلام کو نہ سنا وے یہ غیاثیہ مین ہو۔ اور اگر سلام کرنے والا بہرا ہو تو چاہیے کہ اپنے لبونکی جنبش
اُسکو دکھلاوے اور یہی حکم چھینک کے جواب کا ہو یہ کبری مین ہو اور کلمہ کی انگلی سے سلام کرنا مکروہ ہو یہ غیاثیہ
مین ہو۔ چھینکنے والے کو جواب دینا واجب ہو اگر خود چھینکنے والے نے الحمد للہ کہا پس تین مرتبہ تک اُسکو جواب
دے پھر اسکے بعد اُسکو اختیار ہو چاہے جواب دے یا نہ دے یہ سراجیہ مین ہو۔ اور چھینکنے والے کے
پاس جو شخص حاضر ہو اُسکو چاہیے کہ چھینکنے والے کو تین بار تک اگر وہ ایک ہی مجلس مین مکرر چھینکے تو جواب
دے پھر اگر اُسنے تین بار سے زیادہ چھینکا تو چھینکنے والا ہر بار الحمد للہ کہیگا اور جو اُسکے پاس ہو وہ اگر ہر بار اُسکا
جواب دے تو اچھا ہو اور اگر نہ دے تو بھی اچھا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ امام محمد رح سے مروی
ہو کہ اگر ایک شخص نے کئی بار چھینکا اور مرد حاضر نے اُسکو ہر بار جواب دیا تو بہتر اور اگر تاخیر کردی پھر آخر مین جواب
دیا تو ایک ہی جواب کافی ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر خارج نماز کسی شخص نے چھینکا تو اُسکو چاہیے کہ
اللہ تعالے کی حمد یون کرے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ یا یون کہے۔ الحمد للہ علی کل حال۔ اسکے سوائے اور
کچھ نہ کہے اور جو شخص حاضر ہو اُسکو جواب دینا چاہیے اسطرح کہ یرحمک اللہ۔ پھر چھینکنے والا کہے یغفر اللہ لنا ولکم
یا یون کہے۔ یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اسکے سوائے اور کچھ نہ کہے یہ محیط مین ہو۔ ایک عورت نے چھینکا پس اگر بڈھی
ہو تو اُسکو جواب دے اور اگر جوان ہو تو دل مین اُسکا جواب دے یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر کسی مرد نے چھینکا تو
عورت اُسکو جواب دیگی پھر اگر یہ عورت بڈھی ہو تو مرد اُسکو جواب دیدے اور اگر جوان ہو تو دل سے اُسکا
جواب دیدے یہ ذخیرہ مین ہو۔ جوان خوبصورت عورت نے چھینکا تو سوائے اُسکے محرم مردون کے
کوئی اُسکو آواز سے چھینک کا جواب نہ دے یہ غرائب مین ہو۔ اگر اذان کی حالت مین کسی نے چھینکا تو حمد کرے
اور حاضر آدمی اُسکو جواب دیگا اور قاضی عبد الجبار معتزلی نے کہا کہ وہ حمد نہ کرے یہ قنیہ مین ہو۔ اگر نماز پڑھنے والے
نے چھینکا اور کسی نے اُسکا جواب دیا کہ یرحمک اللہ پھر نمازی نے کہا کہ غفر اللہ لی ولک تو جواب ہو جائیگا اور
اُسکی نماز فاسد ہو جائیگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔

آٹھوان باب۔ آدمی کا جسکو دیکھنا اور چھونا حلال ہو اور جسکا حلال نہین ہو اُسکے بیان مین جاننا چاہیے
کہ نظر کے مسائل چار قسم ہین اول مرد کا مرد کو دیکھنا دوم عورت کا عورت کو دیکھنا سوم عورت کا مرد کو دیکھنا
چہارم مرد کا عورت کو دیکھنا۔ پس ہم قسم اول کا بیان کرتے ہین کہ مرد کو مرد کی طرف نظر کرنا سوائے اُسکے مقام

ستر کے سب جگہ جائز ہو کذا فی المحیط اور اسی پر اجماع ہو کذا فی الاختیار شرح المختار اور مقام ستر مرد کا اُسکے ناف سے لیکر آخر گھٹنے تک ہو یہ ذخیرہ مین ہو ناف سے نیچے بال جمنے کی جگہ تک ظاہر الروایۃ کے موافق مقام ستر ہو یہی واضح ہو کہ انکی بہ نسبت گھٹنے کا ستر ہونا کم ہو اور سب شرمگاہ کی بہ نسبت ران کا ستر ہونا کم ہو پس اگر کسی شخص نے دوسرے کو گھٹنا کھلا ہوا دیکھا تو اُسکو نرمی کے ساتھ منع کرے (یعنی مقام پوشیدہ دیکھنا ۱۲) اور اگر وہ مبالغہ اصرار جھگڑے پر آمادہ ہو تو اُسکے ساتھ جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو سختی سے منع کرے اور اگر وہ جھگڑے پر آمادہ ہو تو اُسکو نہ مارے۔ اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھے تو اُسکو حکم کرے کہ اُسکو چھپا وے اور اگر وہ جھگڑا کرنے لگے تو اُسکو ادب کے واسطے مارے یہ کافی مین ہو۔ ابانہ مین لکھا ہو کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک آئین کچھ ڈر نہین ہو کہ حمامی کسی نہانے والے مرد کا مقام ستر دیکھے یہ تاتارخانیہ مین ہو مترجم کہتا ہو کہ ظاہر مراد ستر سے سوائے شرمگاہ کے ہو پس سوائے شرمگاہ کے باقی ران و گھٹنا علما کے نزدیک مختلف فیہ ہو چنانچہ مذہب مشہور امام مالک وحمیدی وغیرہ سے ران ستر نہین ہو اگرچہ بروایت حدیث ترمذی کہ جسکی امام ترمذی نے تحسین کی ہو ران مقام ستر مین سے ہو پس امام اعظم رح نے بسبب مختلف فیہ ہونے کے بضرورت اسکو جائز رکھا ہو واللہ تعالیٰ اعلم اور مرد کا جسقدر جسم دوسرے مرد کو دیکھنا مباح ہو اسکا چھونا بھی مباح ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ اور اسمین ڈر نہین ہو کہ حمام والا کسی مرد کے پشم کے بال نورہ لگا کر اپنے ہاتھ سے صاف کر دے بشرطیکہ اپنی آنکھین بند کیے رہے۔ مگر فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ بات فقط ضرورت کے وقت ہو بغیر ضرورت کے نہین ہو اور نورہ لگا کر پشم کے بال صاف کرنے مین ہر شخص کو اپنے ہاتھ سے صاف کرنا چاہئے یہ محیط مین ہو۔ اور قسم ثانی کو ہم اسلیے بیان کرتے ہین کہ جہان جہان مرد کو مرد دیکھ سکتا ہو وہین عورت کو عورت دیکھ سکتی ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور یہی اصح ہو یہ کافی مین ہو۔ اور کسی عورت کو یہ جائز نہین ہو کہ شہوت سے دوسری عورت کا پیٹ دیکھے یہ سراجیہ مین ہو۔ اور نیک پارسا عورت کو سزاوار ہے کہ کسی بدکار عورت کو اپنے آپ کو دیکھنے دے کیونکہ بدکار عورت اُسکا حال و وصف مردون سے بیان کریگی پس اپنی اوڑھنی و خمار اُسکے پاس نہ رکھے (تا کہ اپنے تئین بچا رکھے ۱۲) اور مومنہ عورت کو یہ حلال نہین ہو کہ مشرکہ باندی یا کتابیہ عورت کے سامنے کپڑے اُتار ڈالے (بطور یکہ بدن کھلا ہو ۱۲) لیکن اگر یہ عورت اُسکی باندی ہو تو یہ حکم نہین ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور قسم سوم کا بیان یہ ہو کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا ایسا ہو جیسے مرد کا مرد کو دیکھنا کہ اُسکے تمام بدن کو سوائے ناف سے لے کر گھٹنے کے آخر تک دیکھنا روا ہو اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ عورت مذکورہ یہ بات قطعاً و یقیناً جانتی ہو کہ اگر مین نے مرد اجنبی کے بعض بدن کو جو مرد کو دیکھنا جائز ہو دیکھا تو میرے دل مین شہوت جوش نہ کریگی اور اگر یہ جانتی ہو کہ شہوت جوش کریگی یا اسمین شک ہو یعنی دونون باتون کا کہ جوش کریگی یا نہ کریگی گمان برابر ہو تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہو کہ عورت اپنی آنکھ کو بند کر لے ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا ہو پس امام محمد رح نے یہ استحسان ایسی صورت مین ذکر فرمایا کہ جب اجنبی مرد کو دیکھنے والی عورت ہو تو یہ حکم ہو اور جس صورت مین مرد کسی اجنبی عورت کو دیکھنے والا ہو تو فرمایا کہ فلیجتنب بجہدہ یعنی واجب ہو کہ اپنی کوشش سے نظر ڈالنے سے اجتناب کرے اور یہ قول اس امر کی دلیل ہو کہ دیکھنا حرام ہو اور صحیح حکم (یعنی) دونون صورتون مین ایک ہی ہو اور عورت اجنبی مرد کا بدن کسی جگہ سے نہ چھوئے بشرطیکہ کوئی اُنمین سے جوانی کی نوبت پر حد شہوت پر ہو اگرچہ دونون

اپنی ذات پر شہوت بجوش کرنے سے بے خوف ہون - اور باندی کے حق مین روا ہو کہ اجنبی مرد کے تمام بدن کو سوائے
ناف سے گھٹنے کے نیچے تک دیکھے اور اسقدر بدن جسکا دیکھنا جائز ہو اُسکو چھو سکتی ہو بشرطیکہ دونون شہوت
جوش کرنے سے بے خوف ہون اگر ایسا نہو تو نہین حیکھتا ہو کہ لوگون مین بدون کسی منکر کے انکار کی یہ عادت جاری
ہو کہ باندی اپنے مولاۃ کے شوہر کے پاؤن دابتی ہو اور یہ بات دلالت کرتی ہو کہ چھونا جائز ہو یہ محیط مین ہو
قسم چہارم کا بیان یون ہو کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا چار طرح پر ہو اول یہ کہ مرد اپنی جورو یا باندی کو دیکھے
دوم مرد ایسی عورتون کی طرف دیکھے جو ہمیشہ کے واسطے اُسپر حرام ہین جنکو محرمات کہتے ہین - سوم مرد کسی
اجنبی آزاد عورت کو دیکھے چہارم مرد کسی غیر کی باندی کو دیکھے - پس مرد کا اپنی عورت یا باندی کو سر سے پیر تک
دیکھنا حلال ہو خواہ شہوت سے ہو یا بلاشہوت ہو اور یہ بات ظاہر ہو لیکن اولے یہ ہو کہ ان دونون مرد و
عورت مین سے کوئی دوسرے کے مقام ستر کو نہ دیکھے کذا فی الذخیرہ - اور باندی سے اس مقام پر وہ باندی
مراد ہو جسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور اگر ایسی باندی ہو جسکے ساتھ وطی حلال نہین ہو مثلاً مجوسیہ یا مشرکہ باندی اُسکی
ملک ہو یا اُسکی مان یا بہن رضاعی ہو یا اُسکی جورو کی مان یا بیٹی ہو تو اس مرد کو اُسکی شرمگاہ کا دیکھنا حلال
نہین ہو - اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ اولے یہ ہو کہ جماع کے وقت اپنی جورو کی فرج دیکھے تاکہ
لذت پوری پوری حاصل ہو یہ تبیین مین ہو - امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح
سے دریافت کیا کہ ایک شخص اپنی عورت کی فرج کو مس کرتا ہو اور عورت اُسکے آلہ تناسل کو مس کرتی ہو تاکہ
اُسکا آلہ تناسل کھڑا ہو جاوے پس آیا آپ کے نزدیک اسمین کوئی برائی ہو فرمایا کہ نہین اور مجھے اُمید ہو کہ اُسکو
ثواب ملیگا یہ خلاصہ مین ہو - اگر کوٹھری چھوٹی ہو پانچ سے دس گز تک تو اپنی جورو کو جماع کے واسطے ننگا کرسکتا
ہو اور مجد الائمہ ترجمانی و رکن الصباغی اور حافظ ساعلی نے فرمایا کہ بیت مین اگر دونون ننگے ہو جاوین
تو کچھ ڈر نہین ہو یہ قنیہ مین ہو - اگر مرد و اُسکی عورت دونون لیٹے ہون وطی نکرتے ہون تو ایسی حالت مین کچھ
ڈر نہین ہو کہ اُنکے محارم پکار کر اُنکے پاس جاوین مگر بلا اجازت کوئی نجاوے اور یہی خادم کا حکم ہو جبکہ
مرد و عورت خلوت مین ہون یا مرد اپنی باندی کے ساتھ خلوت مین ہو یہ غیاثیہ مین ہو - ایک شخص
نے اپنی باندی کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو کوٹھری مین لے گیا اور کواڑ بند کر لیے کہ لوگون نے معلوم کیا
کہ اس باندی سے وطی کرنا چاہتا ہو تو یہ مکروہ ہو - ایک شخص نے اپنی جورو سے اُسکی سوت کے
سامنے یا اپنی باندی کے سامنے وطی کی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک یہ مکروہ ہو اور اسی وجہ
سے اہل بخارا نے چھت پر سونا مکروہ جانا ہو یہ ملتقط مین ہو - کسی مرد کا اپنی محرمات ابدی کو دیکھنا سو اُسکا
بیان اس طرح ہو کہ ہر مرد ایسی عورت کا جو اُسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو سر مقام زینت ظاہرہ باطنہ کو دیکھ
سکتا ہو اور مواضع زینت یہ ہین سر - بال - گردن - سینہ - کان - بازو - ہاتھ - ہتھیلی - پنڈلی - پاؤن - چہرہ
پس سر کی زینت تاج واکلیل سے ہوتی ہو - اور بال کی زینت عقاص سے - اور گردن مین قلادہ
ہوتا ہو اور سینہ بھی ایسا ہی ہو اور قلادہ و حمائل ہو کہ کبھی سینہ تک پہونچتی ہو - کان گوشوارہ کے واسطے
ہو - اور بازو مقام دملج ہو - اور ہاتھ مقام کنگن ہو - اور ہتھیلی مقام انگوٹھی و مہندی وغیرہ سے

رنگین کرنے کا ہی اور پنڈلی مین خلخال ہوتی ہی اور قدم مین رنگ مہندی ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور کچھ
ڈر نہین ہی کہ آدمی اپنی مان و بالغہ بیٹی و بہن و ہر ایسی عورت کے جو اسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو جیسے نانی
و دادی و پرنانی و پردادی وغیرہ علے ہذا القیاس اور اولاد کی اولاد و اولاد وغیرہ اور پھوپھیان و خالاؤن
کے بالون کو دیکھے یا سینہ و گیسو و سر و پستان و بازو و ہاتھ کی طرف نظر کرے مگر ان لوگون کی پیٹھ و
پیٹ کو اور جسقدر بدن ناف سے لیکر گھٹنے کے نیچے تک ہی وہ نہ دیکھے اور یہی حکم اس عورت کا ہی جو
عورت بسبب رضاعت کے یا بسبب دامادی قرابت کے اسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو گئی ہو جیسے باپ یا سگے
دادا و پردادا وغیرہ کی جورو و بیٹے یا سگے پوتے و پرپوتے وغیرہ کی جورو و جیسے اس عورت کی بیٹی جس سے
اسنے نکاح کرکے وطی کر لی ہی اور اگر اس عورت سے وطی نکی ہو تو اسکی بیٹی بمنزلہ اجنبی عورت کے ہی یعنی جو
حکم اجنبی عورت کی صورت مین مذکور رہوا ہی وہی اسکا حکم ہی۔ اور اگر حرمت مصاہرہ یعنے دامادی کی وجہ
سے جو عورتین دائمی حرام ہو جاتی ہین بسبب زنا کے ہو تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعضون نے
فرمایا کہ زنا کی وجہ سے جو حرمت مصاہرہ ہو اسمین دیکھنا و چھونا مباح نہین ہوتا ہی یعنے جس عورت سے
زنا کیا اسکی مان کو مثلاً دیکھنا و چھونا مثل مذکورہ بالا کے جائز نہین ہی اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ نے فرمایا
کہ اس سے بھی دیکھنا و چھونا مباح ہو جاتا ہی کیونکہ اس سے دائمی حرمت ثابت ہو جاتی ہی یہ فتاوے قاضیخان
مین ہی اور یہی صحیح ہی یہ محیط مین ہی اقول وفیہ خلاف الشافعی وغیرہ واحد بنا علی ما رواہ البخاری فی جامعہ
الصحیح ولیس ہذا مقامہ نقلہ ان شئت فلتراجعہما اور واضح رہے کہ یہ دیکھنا جو حلال بیان کیا گیا ہی اسی صورت
مین ہی کہ جب اپنی ذات سے شہوت جوش کرنے سے بیخوف ہو اور اگر اسکو اپنی ذات پر شہوت کا خوف
ہو تو مباح نہین ہی اور یہی حال چھونے کا ہی کہ چھونا جبھی مباح ہی کہ جب اپنے اوپر اور اس عورت پر جو
محرمات ابدیہ مین سے ہی شہوت کا خوف نہو اور اگر اپنی ذات پر یا اس عورت کی ذات پر جو دائمی حرام ہی
شہوت کا خوف ہو تو اسکو اس عورت کا چھونا مباح نہین ہی۔ اور یہ حلال نہین ہی کہ کسی محرمات ابدیہ کے
پیٹ کو یا پیٹھ کو یا پہلو کو دیکھے اور نہ ان چیزون مین سے کسی کا چھونا حلال ہی یہ محیط مین ہی۔ اور بیٹے کو روا
ہی کہ اپنی مان کی خدمت کی غرض سے اپنی مان کا پیٹ ملے یا پیٹھ دباوے بشرطیکہ کپڑے کے اوپر سے
ہو یہ قنیہ مین ہی شیخ ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مین نے شیخ امام ابو بکر سے سنا کہ فرماتے تھے کہ اگر مرد
پنڈلیون تک پانون دباوے تو کچھ ڈر نہین ہی اور اگر ران کو دباوے تو مکروہ ہی مگر کپڑے کے باہر
سے چھو سکتا ہی اور فرماتے تھے ہر مرد اپنے والدین کے پانون داب سکتا ہی اور والدین کی ران نہین داب
سکتا ہی اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ اس امر کو مباح جانتے تھے کہ ران کو دباوے اور اسکو چھووے خواہ
کپڑے کے اوپر سے ہو یا نہو یہ غرائب مین ہی۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مرد کو جائز ہی کہ ایسی عورت کے
ساتھ جو اسپر ہمیشہ کے واسطے حرام ہی سفر کرے اور اسکی خلوت مین بیٹھے بشرطیکہ اپنی ذات پر شہوت سے
بےخوف ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے اسکے ساتھ سفر کیا یا خلوت مین بیٹھا تو مجھکو شہوت ہوگی
یا اسکو شہوت ہوگی پس اگر اسکا غالب گمان یہ ہو یا شک تھے اسے ایسا کرنا مباح نہین ہی اور اگر سفر مین

مرد کو ضرورت پیش آئی کہ محرمات اپنی مین سے کسی عورت کو اُٹھا کر سوار کرے یا سواری پر سے اُتارے
تو کچھ ڈر نہین ہی کہ کپڑے کے اوپر سے اُسکا پیٹ یا پیٹھ پکڑ کر سوار کرے یا اُتارے اور اگر اُسکو اپنی ذات پر
یا اُسکی ذات پر شہوت کا خوف ہو تو کوشش کے ساتھ اس سے پرہیز کرے اور اسکی صورت یہ ہی کہ اگر اُس
عورت سے خود سوار ہو جانا یا اُتر آنا ممکن ہو سکے تو بالکل اس سے دور رہے اور اگر اُس سے یہ بات ممکن
نہو تو یہ مرد اس امر مین بہت تکلف کرے یعنے بہت سے کپڑے کے اوپر سے اُسکو پکڑے تاکہ اُسکے بدن کی
حرارت اُسکو نہ پہونچے اور اگر یہ ممکن نہو تو اپنے دل سے شہوت دور کرنے کے واسطے تکلف کرے یعنے اُسکے
ساتھ ایسے فعل کا جس سے قضائے شہوت ہوتی ہی ہرگز قصد نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور غیر شخص کی باندی
کی طرف نظر کرنے مین وہی حکم ہی جو محرمات کی طرف نظر کرنے مین ہی اور غیر کی باندی کے پیٹ و پیٹھ کو دیکھنا
حلال نہین ہی جیسا کہ محرمات کے حق مین ہی۔ اور محمد بن مقاتل رازی یون فرماتے تھے کہ غیر کی باندی کے
ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہین ہی اور اسکے سوائے تمام بدن کی طرف نظر کرنے مین کچھ ڈر
نہین ہی اور جو باندی کہ مدبرہ ہی یا مکاتبہ ہی یا ام ولد ہی وہ مثل باندی کے ہی اور جو باندی مستسعاۃ ہی یعنے
سعایت کر رہی ہی کہ مقدار معلوم مال کما کر دیدے تو آزاد ہو جاوے وہ مثل مکاتبہ کے ہی یہ امام اعظم رح کے
نزدیک ہی یہ کافی مین ہی۔ اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہی اُسکا چھونا بھی حلال ہی بشرطیکہ اپنی ذات پر اور
اُسکی ذات پر شہوت سے بیخوف ہووے یہ محیط مین ہی اور ہمارے بعضے مشائخ کے نزدیک غیر کی باندی کو
سوار کرنے و اُتارنے مین پکڑنا و دبوچنا روا نہین ہی مگر اصح یہ ہی کہ اگر اپنی ذات پر اور اُسکی ذات پر شہوت
سے بےخوف ہو تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ اور امام محمد رح نے کسی کتاب مین غیر کی باندی کے
ساتھ سفر کرنے اور خلوت کرنے کا حکم ذکر نہین فرمایا اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعضون نے فرمایا کہ حلال
نہین ہی اور اسی طرف حاکم شہید رحمہ اللہ نے میل کیا ہی کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی کذا فی الاختیار شرح المختار اور
بعضون نے فرمایا کہ حلال ہی اور اسی پر شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوے دیتے تھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر باندی کو
خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سوائے اُسکے پیٹ و پیٹھ کے جہان جہان دیکھنا حلال ہی اُسکو چھو سکتا ہی اگرچہ شہوت
ناک ہو جانے کا خوف کرتا ہو یہ سراج الوہاج و ہدایہ مین ہی۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر کسی شخص نے کوئی باندی
خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ اُسکی پنڈلیان و سینہ و دونون ہاتھ پورے چھووے اور کھلے ہوئے
اعضا کی طرف دیکھے یہ کافی مین ہی اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ان اعضا کا دیکھنا بسبب
ضرورت کے مباح ہی اگرچہ اُسکو شہوت ہو جاوے مگر چھونا درصورتیکہ اُسکو شہوت ہو جانے کا خوف ہو مباح
نہین ہی یا اُسکا غالب گمان ہو کہ مجھے شہوت ہوگی تو بھی مباح نہین ہی کیونکہ چھونا ایک نوع کا استمتاع ہی اور حالیکہ
خرید کا قصد نہ رکھتا ہو تو چھونا و دیکھنا اس شرط سے مباح ہی کہ شہوت سے مامون ہو یہ ہدایہ مین ہی۔ اور بالغہ
باندی ایک ازار مین فروخت کے واسطے نہ پیش کیجاوے اور ازار سے وہ کپڑا مراد ہی جو اُسکے ناف سے
گھٹنے تک ڈھانکتا ہو یہ اسوجہ سے ہی کہ باندی مذکور کا پیٹ و پیٹھ ستر عورت ہی پس اُسکے پیٹ و پیٹھ کا کھولنا جائز
نہین ہی۔ اور جو باندی حد شہوت کو پہونچگئی ہو یعنے اُسپر شہوت ہوتی ہو تو وہ مثل بالغہ باندی کے ہی کہ ایک ازار

مین پیش نہ کیجائیگی یہ امام محمد رح سے مروی ہی بدین وجہ کہ اشتہا موجود ہو یہ تبیین مین ہی اور اجنبی عورتون کیطرف
نظر کرنے کے بیان مین ہم کہتے ہین کہ اجنبی عورتون کے ظاہری مواضع زینت کی طرف نظر مباح ہی اور جو جگہ ظاہری زینت
کی ہی وہ ظاہر الروایۃ کے موافق چہرہ اور ہتھیلی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر دیکھنے والے کے دل مین غالب گمان یہ
ہو کہ مجھے شہوت ہو جائیگی تو اسکا دیکھنا بھی حرام ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اجنبی عورت کے چہرہ کا دیکھنا اگر شہوت سے
نہو تو حرام نہین ہی لیکن مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہی کہ اجنبیہ کے قدم دیکھنا بھی
مباح ہی اور دوسری روایت مین امام اعظم سے مروی ہی کہ اجنبیہ کے قدم کی طرف نظر کرنا جائز نہین ہی جامع
البرامکہ مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اجنبیہ کے ہاتھون کا دیکھنا دھونے اور پکانے کے وقت جائز ہی اور
بعض نے فرمایا کہ اسی طرح اُسکے دونون اگلے دانتون کا دیکھنا بھی مباح ہی اور یہ سب اُس صورت مین ہی کہ یہ دیکھنا
بہ نظر شہوت نہو ورنہ یہ محیط مین ہی۔ اسی طرح اگر شہوت ہو جانے مین شک ہو تو بھی نظر مباح ہی کذا فی الکافی اور بعض
نے فرمایا کہ اسی طرح اجنبیہ عورت کی ساق یعنی پنڈلی کیطرف نظر مباح ہی بشرطیکہ شہوت سے نہو اور اگر جانتا ہو کہ دیکھنے
سے مجھے شہوت ہوگی یا گمان غالب ہو کہ شہوت ہو جائیگی تو کوشش اجتناب کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جس عضو کا
دیکھنا جائز نہین ہی اُسکا بدن سے جدا ہو جانے کے بعد بھی اصح قول کے موافق دیکھنا جائز نہین ہی جیسے سر کے
بال اور قدم کے کاٹے ہوئے ناخن اور پشم کے بال یہ زاہدی مین ہی۔ اور اجنبیہ کے چہرہ و ہتھیلی کا چھونا حلال
نہین ہی اگرچہ شہوت سے مامون ہو اور یہ اُس صورت مین ہی کہ عورت اجنبیہ جوان لائق اشتہا ہو اور اگر وہ عورت
ایسی نہو کہ اُسکی طرف خواہش و شہوت ہو تو اُسکے ساتھ مصافحہ کرنے اور اُسکا ہاتھ چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین
ہی۔ اسی طرح اگر مرد بڈھا ہو کہ اپنی ذات پر اور اُس عورت اجنبیہ کیطرف سے شہوت سے بے خوف ہو تو اجنبیہ سے
مصافحہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر اپنی ذات پر یا اُسکی طرف سے شہوت ہونے سے بے خوف نہو تو
اس سے اجتناب کرے یہ صحیح و اصح ہو کہ امام محمد رح نے درصورتیکہ مرد چھونے والا ہو فقط یہ شرط لگائی کہ عورت بڈھی
ہو اور یہ شرط نہین فرمائی کہ مرد ایسا ہو کہ وہ لائق جماع کرنے کے نہین ہی۔ اور درصورتیکہ عورت چھونے والی ہو فرمایا
کہ جب دونون بڈھے ہون کہ مرد بھی قابل جماع کرنے کے نہو اور عورت بھی جماع کرنے کے لائق نہو تو باہم مصافحہ
کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی پس فتوے کے وقت تامل کے ساتھ فتوے دینا چاہیے یہ محیط مین ہی۔ اور بڈھی اجنبیہ
عورت سے کپڑے کے اوپر سے معانقہ کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی لیکن اگر کپڑے اُسکے ایسے ہون کہ اُنکے کپڑون
کے نیچے کا حال مل جاوے تو جائز نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر کسی عورت کے بدن پر کپڑے ہون تو کچھ ڈر نہین
ہی کہ اُسکے کینڈے کی طرف نگاہ کرے کیونکہ اُسکی نظر کپڑون پر ہوگی نہ جسم پر پس یہ ایسا ہوا کہ جیسے عورت مذکورہ
کوٹھری مین ہی اور مرد اجنبی نے دیوارون پر نظر ڈالی۔ یہ اُسوقت ہی کہ اُسکے کپڑے اُسکے بدن سے ایسے چسپیدہ
نہون کہ بدن کا حال صاف معلوم ہوتا ہو جیسے ترکی قبا اور نہ ایسے باریک ہون کہ نیچے بدن کا حال معلوم ہوتا ہو
اور اگر کپڑے ایسے ہون تو اپنی آنکھ بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ لباس بدین معنی کہ اُسکے بدن کے واسطے ستر نہین ہی
ایسا ہی کہ جیسے اُسکے اوپر جال پڑا ہی۔ اور یہ اُسوقت ہی کہ یہ عورت اجنبیہ حد شہوت تک پہونچ گئی ہو اور اگر نابالغہ
ہو کہ اُسکے مثل عورت سے خواہش جماع نہین ہوتی ہی تو اُسکے دیکھنے و چھونے مین کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اُسکے بدن

بدن کو حکم عورت حاصل نہین ہی اور نہ اُسکے دیکھنے وچھونے مین خوف فتنہ ہی۔ پھر واضح ہو کہ کبھی اجنبیہ آزاد عورت
کی طرف دیکھنا بسبب ضرورت کے جائز ہوجاتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اجنبیہ عورت خواہ کافرہ ہو یا مسلمہ ہو دونون
یکسان ہین اور ایک روایت مین یہ ہی کہ کافرہ کے بال دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور قاضی نے
اگر کسی اجنبیہ پر کوئی حکم جاری کرنا چاہا یا گواہ نے اُسپر گواہی دینی چاہی تو ان دونون کو اسکا منھ دیکھنا جائز ہی اگرچہ
یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہو جائیگی مگر یہ چاہیے کہ اس سے ادائے شہادت کا یا اُسپر حکم دینے کا قصد ہو نہ قصد
شہوت رانی کے واسطے اُسکو دیکھ لین اور کسی اجنبی کی گواہی اُٹھانے مین یعنے اسکے گواہ ہوجاوین اُسکے
چہرہ کا دیکھنا درصورتیکہ دیکھنے سے شہوت ہوگی بعض مشائخ نے فرمایا کہ مباح ہی جیسا کہ گواہی ادا کرنے کے
وقت مباح ہی مگر اصح یہ ہی کہ مباح نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کرنے
کا ارادہ کیا تو اُسکو دیکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ یہ خوف ہو کہ دیکھنے سے شہوت ہوگی یہ تبیین مین ہی۔ اور جو لڑکا
کہ حد شہوت تک پہونچ گیا ہو وہ مثل بالغ کے ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ لڑکا اگر مردون کی حد تک پہونچ گیا تو اُسکا
حکم مثل مردون کے ہی اور اگر ملیح ہو تو اُسکا حکم مثل عورتون کے ہی وہ سر سے قدم تک عورت ہی شہوت (داڑھی موچھ والا ہوگیا ۱۲)
سے اُسکی طرف دیکھنا حلال نہین ہی۔ اور بدون شہوت کے دیکھنا اور اُسکے ساتھ خلوت مین بیٹھنا روا ہی (سادہ رو ۱۲)
اسی وجہ سے اُسکو نقاب ڈالنے کا حکم نہین دیا جاتا ہی کذا فی الملتقط۔ لیکن نماز کے حق مین مثل مردون کے
ہی یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور فرج کی طرف دیکھنا ختنہ کنندہ اور قابلہ (دائی) کو بیچ وقت معالجہ کے جائز ہی مگر جہان تک
طبیب سے ممکن ہو چشم پوشی کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اور مرد کو حقنہ کے واسطے دوسرے مرد کی فرج کا دیکھنا جائز
ہو ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہی اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اگر کسی مرد پر دُبلاپن بہت ہو اور
طبیب نے کہا کہ حقنہ سے تیرا دُبلاپن زائل ہوجائیگا تو کچھ ڈر نہین ہی کہ حقنہ کی جگہ حقنہ کے واسطے کھول دے اور
یہ صحیح ہی اسواسطے کہ بہت دُبلاپن ایک قسم کا مرض ہی کہ انجام کار منجر بہ دق وسل ہوجاتا ہی۔ اور شمس الائمہ حلوائی
نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ حقنہ فقط ضرورت کے وقت جائز ہی اور اگر حقنہ کی کوئی ضرورت نہو مگر اُسکا نفع ظاہر
ہو مثلاً حقنہ سے اُسکو جماع کی تقویت حاصل ہوجاوے تو ہمارے نزدیک نہین جائز ہی اور اگر دُبلاپن ہو
پس اگر ایسا دُبلاپن ہو جس سے خوف تلف ہو تو حلال ہی ورنہ حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ امام اعظم رحمہ اللہ
و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہی کہ ماں و بہن و بیٹی کے پاس جب تک اجازت طلب نہ کر لیوے (بلا اجازت ۱۲)
تب تک نہ جاوے۔ اور اپنی جورو کے پاس بدون اجازت لینے کے چلا جاوے فقط سلام کرے یہ تاتار
خانیہ مین ہی۔ ایک عورت کے ایسی جگہ قرحہ ہوگیا جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین ہی تو یہ حلال نہین کہ اُس جگہ کو دیکھے (پھر سلام کرے ۱۲)
مگر کسی عورت کو سکھلا دے کہ وہ علاج کر دے اور اگر کوئی ایسی نہ ملے جو اُسکا علاج کرے یا ایسی عورت نہ
ملے جو بتلانے سے علاج کرنا سیکھ جاوے اور عورت مریضہ کے حق مین بلا یا درد یا ہلاک کا خوف ہو تو عورت
مذکور اس جگہ کے سوائے سب جگہ چھپا لے پھر مرد اُسکا علاج کرے اور سوائے اس جگہ کے جہان قرحہ ہی
باقی سب سے جہان تک ہو سکے چشم پوشی کرے اور اس حکم مین محرمات ابدیہ و غیر محرمات ابدیہ مین کچھ فرق
نہین ہی اسواسطے کہ جو جگہ عورت تھی یعنے اُسکا چھپانا واجب ہی اُسکی طرف بسبب محرمیت کے نظر کرنا حلال نہین

ہو جاتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایسا غلام جس سے اپنی مولاۃ حرہ سے قرابت محرمیت نہین ہی اُسکا اپنی
ولاۃ مذکورہ کی طرف دیکھنے کا حکم مثل مرد اجنبی کے ہی کہ اُسکے چہرہ و ہتھیلیون کو دیکھ سکتا ہی اگر جوان مرد اجنبی آزاد
عورت اجنبیہ کو نہین دیکھ سکتا ہو وہان نہ دیکھے خواہ یہ غلام خصی ہو یا فحل ہو لیکن مردان کی حد تک پہونچ گیا ہو
اور وہ مجبوب جسکا پانی خشک ہو گیا ہو سو ہمارے بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے عورتون کے ساتھ اُسکا خلط
ملط ہونا جائز رکھا ہی اور اصح یہ ہو کہ اجازت نہ دیجائیگی بلکہ منع کیا جائیگا۔ اور غلام اپنی مولاۃ کے پاس بلا اجازت
لینے کے بالاجماع جا سکتا ہی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ غلام کے ساتھ اُسکی مولاۃ سفر نہ کرے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہی۔ اور جو غلام خصی ہین وہ جب تک حد بلوغ تک نہ پہونچے ہون تب تک عورتون کے پاس
چلے جانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور حد بلوغ کی مدت پندرہ سال کی مقرر کی گئی ہی اسواسطے کہ خصی کو احتلام
نہین ہو سکتا ہی۔ اور ایک خصی ہو یا زیادہ ہون سب کا حکم یکسان ہی کہ سب جا سکتے ہین یہ کبرے مین ہی حسن
بن علی مرغینانی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا مستحاضہ یا حائضہ پر لازم ہی کہ نماز کے وقت اپنی فرج کو دیکھ
لے فرمایا کہ نہین۔ اور بھی شیخ رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ عورت کے مرنے کے
بعد اُسکی ہڈیون کی طرف مثل جسم کے دیکھنا جائز ہی فرمایا کہ نہین دیکھنا جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین
یتیمیہ سے منقول ہی۔ اپنے غلام یا اپنی باندی یا اپنی جورو سے لواطت کرنا حرام ہی۔ اگر کسی کی جورو کا
وہ پردہ جو اُسکی فرج اور مقعد کے درمیان ہی پھٹ گیا ہو تو شوہر کو اُسکے ساتھ وطی کرنا جائز نہین ہی
لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ آلہ تناسل فقط سوراخ فرج مین جائیگا سوراخ مقعد مین نہ پڑیگا تو جائز ہی اور
اگر شک ہو تو وطی نہین کر سکتا ہی کذا فی الغرائب۔

نوان باب۔ اُن لباسون کے بیان مین جنکا پہننا مکروہ ہی اور جنکا مکروہ نہین ہی۔ سیاہ رنگ کا پہننا
اور عمامہ کا چھور پشت پر آدھی پیٹھ تک دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا مندوب ہی یہ کنز مین ہی۔ اور
مشائخ نے عمامہ کی چھور کی مقدار مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایک بالشت ہو اور بعض نے کہا
کہ آدھی پیٹھ تک ہو اور بعض نے کہا کہ موضع جلوس تک ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور جب عمامہ کو از سر نو باندھنا
چاہین تو چاہیے کہ عمامہ کے پیچون کو جس طرح باندھا تھا اُسی طرح کھول لے اور ایکبارگی زمین پر نہ ڈال دے
یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور ٹوپی پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور تحقیق صحیح ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ٹوپی پہنتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ جاننا چاہیے کہ امام اعظم رح کے نزدیک حریر کا پہننا جسکا بانا اور تانا دونون
ریشم ہوتا ہی مردون کو ہر حال مین حرام ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ لڑائی کی حالت مین مکروہ نہین ہی یہ شرح
قاضی امام اسبیجابی مین لکھا ہی کہ صاحبین کے نزدیک مردون کو حریر پہننا لڑائی کی حالت مین جبھی مکروہ نہین ہی
کہ جب ایسا گندہ ہو کہ ہتھیار کے زخم سے بچا سکے کذا فی المحیط اور اگر باریک ہو کہ اس لائق نہ ہو تو یہ بالاجماع مکروہ
ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہو تو بلا خلاف اُسکے پہننے مین کچھ ڈر نہین ہی اور یہی
صحیح ہی اور عامہ مشائخ کا یہی قول ہی اور شیخ الاسلام نے شرح السیر مین ذکر کیا کہ اگر بانا سوت کا ہو اور تانا
ریشم کا ہو پس اگر ریشم دکھلائی دیتا ہو تو مردون کو اُسکا پہننا مکروہ ہی اور اگر نہ دکھلائی دیتا ہو تو نہین

مکروہ ہی اور یہ حکم غیر حالت جنگ کا ہی - اور حالت حرب کا یہ حکم ہی کہ جسکا تانا ریشم ہو اور بانا غیر ریشم کا ہو تو حالت جنگ مین اُسکا پہننا مباح ہی کیونکہ جب غیر حالت جنگ مین اسکا پہننا مباح ہی تو حالت جنگ مین ایسی چیز کا پہننا باوجود شرعاً گنجایش کے بدرجہ اولی مباح ہوگا اور جسکا بانا ریشم اور تانا غیر حریر ہو تو بالاجماع حالت جنگ مین اُسکا پہننا مباح ہی یہ محیط مین ہی مردون کو دیبا کا پہننا مکروہ ہی اور اُسکے تکیہ بنالے اور اُسپر سونے مین کچھ ڈر نہین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور امام ابو یوسف رح کا قول مثل قول امام محمد کے ہی اسکو صدر الشہید رح نے ذکر کیا ہی یہ خلاصہ مین ہی منتقی مین ابن سماعہ کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہی کہ دیبا و حریر پر بیٹھنا کراہت کے حق مین ایسا نہین ہی جیسا ان دونون کا پہننا ہی پس اگر اس قول سے کہ دونون پر بیٹھنا مثل پہننے کے نہین ہی یہ مراد ہی کہ بالکل کراہت نہین ہی تو دیبا پر بیٹھنے مین امام محمد رح سے دو روایتین ہوگئین کیونکہ ظاہر مذہب اُنکا یہ ہی کہ دیبا پر بیٹھنا مکروہ ہی اور اگر قول مذکور سے اثبات کراہت مراد ہی تو مسئلہ مین دو روایتین نہونگی بلکہ دونون باتین یعنے بیٹھنا و لیٹنا دونون مکروہ ہونگی لیکن پہننا زیادہ مکروہ ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی - اور لڑائی مین حریر و دیبا پہننے مین ڈر نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہی اور یہی اصح ہی یہ تتمہ لفقیہ مین ہی - عیون مین ہی کہ مردون کو خز پہننے مین امام اعظم رح کچھ باک نہین جانتے تھے اگرچہ اسکا تانا ابریشم یا حریر ہو یہ خلاصہ مین ہی - اور بعض کپڑون مین ریشم زیادہ ہوتا ہی جیسے خز وغیرہ تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور جس کپڑے مین ظاہر ریشم ہو وہ مکروہ ہی اسی طرح جسکا ایک خط خز اور ایک خط ریشم ہو اور وہ ظاہر ہو تو اسمین خیر نہین ہی یہ قنیہ مین ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مردون کے حق مین خز پہننے مین کچھ باک نہین سمجھتے تھے اگرچہ اُسکا تانا حریر ہو مگر یہ بندۂ ضعیف کہتا ہی کہ اُنکے زمانہ مین خز اسی حیوان آبی کے بالون سے جنکو عربی مین خز و قصا مد اور ترکی مین قندز کہتے ہین بنا یا جاتا تھا اور اس زمانہ مین ریشم عفن سے تیار ہوتا ہی پس مثل قز کے مکروہ ہونا قرا عب ہی یہ ملتقط مین ہی - امام محمد رح سے مروی ہی کہ خز مین کچھ ڈر نہین ہی بشرطیکہ شہرت کی نیت نہو ورنہ اسمین خیر نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی - اور جس چیز کا پہننا مردون کو مکروہ ہی وہ غلمان یعنی غلامون و لڑکون کو بھی مکروہ ہی اسواسطے کہ نص مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونا و ریشمی کپڑا اپنی امت کے مذکرون پر بدون قید بلوغ و آزادی کے حرام کیا ہی پس گناہ اُس شخص پر ہوگا جسنے اُنکو پہنایا کیونکہ ہم لوگ اُنکی حفاظت کے واسطے مامور ہین یہ تمرتاشی مین ہی - ریشم کا لحاف نہین جائز ہی کیونکہ یہ ایک طرح کی پوشش ہی اور اگر بچہ کے گہوارہ پر ریشمی پہلا دیر ڈالی جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی کہ یہ پہننا نہین ہی اسی طرح ریشمی کلاہ مردون کے واسطے مباح ہی کیونکہ وہ مثل بیت کے ہی یہ قنیہ مین ہی اور ابو القاسم صفار بلخی سے منقول ہی کہ حریر کا غلاف بنانے مین ڈر نہین ہی کذا فی التمرتاشی اور فتاوی عصر یہ و فتاوی ابو الفضل کرمانی مین ہی کہ مردون کے واسطے حریر کا غلاف بنانا مکروہ ہی کہ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا ہی کہ نہین جائز ہی یہ قنیہ مین ہی - اور حریر کا پردہ بنانے اور دروازہ پر لٹکانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور شمس الائمہ حلوانی رح نے فرمایا کہ مکروہ ہی یہ افتیار شرح مختار مین ہی - ایک دلال حریر کا کپڑا فروخت کرنے کے واسطے اسطرح کندھون پر ڈالے ہی تو جائز ہی بشرطیکہ اپنے ہاتھ کے آستینون مین نہ ڈالے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مشایخ کے درمیان اس امر مین گفتگو ہی یہ قنیہ مین ہی - عامۂ علماء نے فرمایا کہ عورتون کو حریر خالص پہننا حلال ہی یہ محیط مین ہی - اور جس کپڑے پر ریشم کا کام ہو یا ملفوف بحریر ہو وہ عامہ فقہاء کے نزدیک حلال ہی یہ ذخیرہ مین ہی - اور بشر رحمہ اللہ نے امام

ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ کپڑے میں ریشمی کام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے بشرطیکہ چار انگل یا اس سے
کم ہو اور اسمیں کوئی اختلاف بیان نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح السیر میں ذکر کیا کہ ریشم سے کام کرنے میں
کچھ ڈر نہیں ہے مگر کوئی مقدار بیان نہ کی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے- ایک عمامہ کا طرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
انگل سے چار انگل ہے جو ہمارے بالشت کے برابر ہے تو اسقدر روا ہے اور نجم الائمہ بخاری رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا
کہ رخصت میں چار انگل اس طرح معتبر ہیں کہ نہ بالکل مضموم ہوں اور نہ بالکل منشور ہوں اور ظہیر الدین تمرتاشی نے
فرمایا کہ چار انگل جیسے ہیں اپنی ہیئات پر معتبر ہیں اہل سلف کے انگل نہیں ضرور ہیں اور فتاوے ابو الفضل
کرمانی میں چار انگل منشورہ لکھے ہیں اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ منشورہ چار انگل کی مقدار سے احتراز
کرنا اولے ہے- فتاوے ابو الفضل کرمانی میں لکھا ہے کہ اگر عمامہ میں کئی جگہ ریشمی کام ہو تو وہ جمع کرکے دیکھا جائیگا کہ
کسقدر ہے اور شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ جمع نہیں کیا جائیگا اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ متفرق کام میں جمع کرنے
میں و نہ کرنے میں اختلاف ہے اور نجم الائمہ بخاری نے فرمایا کہ متفرقات کام میں ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع نہ
کیا جاوے- لیکن اگر یوں ہو کہ کپڑے کا ایک خط ریشمی ہو اور دوسرا غیر ریشمی ہو جسکے سب ریشمی نظر آتا ہو تو جائز
نہیں ہے جیسا کہ بقالی سے جمع التفاریق میں مذکور ہے- اور اگر ہر ایک علیحدہ علیحدہ نظر آتا ہو جیسے عمامہ میں طرہ
ہوتا ہے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ جمع کرکے اسکا اندازہ نہ کیا جائیگا یہ قنیہ میں ہے- اگر ایسی پٹی ہو جسکے دونوں کنارے
جو اسمیں ملائے جاتے ہیں چاندی کے ہوں تو اسکے استعمال میں ڈر نہیں ہے- اور منقشہ کو بعض
نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ کچھ ڈر نہیں ہے- اور اگر وسط منقشہ میں جامہ ہو تو بعض نے فرمایا کہ
اسکے استعمال میں ڈر نہیں ہے بشرطیکہ چار انگل عرض نہو اور بعض نے فرمایا کہ مردوں کو اسکا استعمال کرنا جائز نہیں
ہے یہ غرائب میں ہے- مردوں کو حریر کی ٹوپی اور سونا و چاندی پہننا مکروہ ہے اور جس کپڑے پر ریشم کشیدہ یا کچھ
سونا و چاندی سیا ہو بشرطیکہ چار انگل کی مقدار سے زیادہ ہو وہ بھی مکروہ ہے اور اگر ٹوپی کے کنارے
میں یہ چار انگل ہو تو کچھ ڈر نہیں اسی طرح اگر عمامہ کے کنارے میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر جبہ پر ایسا
کام ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سراجیہ میں ہے- فتاوے آہو میں ہے کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ اگر
ریشم سے گنڈھے میں چکن بنائی گئی یا کاڑھا گیا تو مرد کو اسکا پہننا کیسا ہے تو فرمایا کہ چاہیے کہ مکروہ نہو کیونکہ وہ
مستہلک ہو گیا پس تابع ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی اشارہ کیا ہے کہ وہ تابع ہوگا یہ تاتارخانیہ
میں ہے- ایک شخص کو برف میں چلنا پڑتا ہے اور اسکو ہمیشہ برف کی طرف نظر کرنا بینائی کو ضرر ہوتی ہے تو
کچھ ڈر نہیں ہے کہ وہ اپنی آنکھ پر ابریشم کے غبار سیاہ ڈالے- میں کہتا ہوں کہ چشمہ ٹھنڈک میں بدرجہ اولے یہ
جائز ہوگا یہ قنیہ میں ہے- اور ایسا جبہ جسمیں خز بطور استر ہو اسکے پہننے میں کچھ ڈر نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے
سیر کبیر میں ہے کہ اگر مرد کی ازار دیبا کی یا سونے کے تاروں کی ہو تو بغیر حالت جنگ ہوں بھی اسکے پہننے
میں کچھ ڈر نہیں ہے کذا فی الذخیرہ قال المترجم ہکذا فی النسخۃ الموجودۃ فلو کان کذلک لم توخذ بہذہ الروایۃ والترجم
کانہ لم یحصل جداً بعض مشائخ کی شرح جامع صغیر میں ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک مرد کے واسطے حریر
کے تکیہ میں کچھ ڈر نہیں ہے اور صدر الشہید رح نے ابانۃ الواقعات میں ذکر کیا کہ صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ

ہی اور صدر الشہید رح کے حاشیہ شرح جامع صغیر مین اُنکے خط سے مرقوم ہی کہ تکہ حریر مین ہمارے اصحاب
مین اختلاف ہی کذا فی المحیط ریشم کا بنا یا ہوا تکہ مکروہ ہی اور یہی صحیح ہی اسی طرح ریشمی ٹوپی کا اگرچہ عمامہ کے
نیچے ہو اور ریشمی ہمیانی کا جو لٹکائی جاتی ہی یہی حکم ہی کذا فی القنیہ ریشمی تکہ مین اختلاف ہی اور بعض نے فرمایا
کہ بالاتفاق مکروہ ہی اسی طرح فصد لینے والے کی پٹی ریشمی مکروہ ہی اگرچہ چار انگل سے کم ہو کیونکہ وہ خود
اصل ہی کذا فی التمرتاشی اور جامع الفتاوے مین محمد بن سلمہ رح سے روایت ہی کہ جسنے ریشمی تکہ کے ساتھ نماز
پڑھی تو نماز جائز ہی مگر وہ شخص گنہگار ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی اگر کسی نے قز کو قبا کے اندر بھرا تو ڈر نہین
ہی کیونکہ وہ تابع ہوگیا اور اگر قبا کا استر یا ابرہ قز کا بنایا تو مکروہ ہی کیونکہ ابرہ و استر دونون مقصود ہوتے
ہین یہ محیط سرخسی مین ہی شرح قدوری مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ قز کا کپڑا جو قزا اور ابرے کے
درمیان ہوتا ہی مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط مین ہی امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ ٹوپی کا ریشمی استر
مکروہ ہی یہ تمرتاشی مین ہی عورتون کے واسطے سونے کے تارون کا کارچوبی بنا ہوا کپڑا پہننے مین کچھ ڈر
نہین ہی مگر مردون کے واسطے فقط چار انگل تک روا ہی اس سے زیادہ مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی مردون
کے واسطے کسم - زعفران - ورس کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور امام ابی حنیفہ
رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ سرخ رنگ و سیاہ رنگ مین کچھ ڈر نہین ہی یہ ملتقط مین ہی مجموع النوازل مین ہی کہ دریافت
کیا گیا کہ دُنیا مین زینت و تجمل کا کیا حکم ہی تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے
اُسوقت آپ کے بدن مبارک پر ہزار درم قیمت کی ایک چادر تھی اور گاہ گاہ آپ چار ہزار درم کی چادر
اوڑھے ہوئے نماز کو کھڑے ہوتے تھے اور آپ کے صحابہ مین سے ایک شخص ایک روز چادر خز اوڑھے
ہوئے داخل ہوئے پس آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جب کبھی بندہ کو نعمت عطا فرماتا ہی تو پسند کرتا ہی کہ اپنی نعمت
کا اثر اُسکے بدن پر دیکھے اور امام ابو حنیفہ چار سو دینار کی قیمت کی چادر اوڑھتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی صوف و
بالون کا پہننا انبیا علیہم السلام کی سنت ہی کیونکہ یہ تواضع کی نشانی ہی اور پہلے پہل اسکو حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ
السلام نے پہنا ہی - اور حدیث مین ہی کہ اپنے دلون کو لباس صوف پہنکر روشن کرو کیونکہ یہ دنیا مین مذلت ہی
اور آخرت مین نور ہی اور لوگون کی تعریف و بڑائی سے اپنا دین بگاڑنے سے بچے رہو یہ غرائب مین ہی - اچھے
کپڑے پہننا مباح ہی بشرطیکہ تکبر نہ کرے اور اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایسے کپڑے پہنکر ویسا ہی رہے جیسا پہلے تھا یہ جنیس
مین ہی کسی کی موت پر تاسف کرنے کے واسطے کپڑون کا سیاہ و اکہب رنگنا جائز نہین ہی اور صدر الحسام رحمہ اللہ نے
فرمایا کہ منزل میت مین کالے کپڑے کرنا جائز نہین ہی یہ قنیہ مین ہی امام سرخسی نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ عام اوقات
مین دُھلے ہوئے کپڑے پہننا چاہیے اور بعض اوقات مین اللہ تعالے کی نعمت ظاہر کرنے کے واسطے
احسن لباس پہنے مگر ہر وقت نہ پہنے کہ اسمین محتاج مسلمانون کو ایذا ہوتی ہی یہ خلاصہ مین ہی - اسی طرح اگر
ایک جبہ سے جاڑا جاتا رہے تو نہ چاہیے کہ دو تین جبہ لادکر ظاہر کرے کیونکہ اسمین محتاجون کے حق مین ایذا
دہی ہی پس اس لباس سے بسبب ایذاے غیر کے ممانعت ہی یہ محیط مین ہی - اور رفتارہ بلاخلاف مکروہ ہی یہ غیاثیہ
مین ہی اور مرد کو ایسا پائجامہ جو لشت پا تک لٹکتا ہو مکروہ ہی یہ فتاوے عتابیہ مین ہی اور بعض مشایخ سے

روایت ہے کہ مرقع اور موٹا کپڑا پہننا سنت اسلام میں سے ہے پائجامہ پہننا سنت ہے اور یہ لباس مرد و عورت کے واسطے بہت پردہ پوش ہے یہ غرائب میں ہے عورت کو لے لینے کے گر نہیں تکمیل لمبا روا ہے پس بدرجہ اولے یہ روا ہے کہ اپنے محارم کے سامنے ایسی خمار اوڑہے جس سے اُسکے نیچے کا بدن معلوم ہو یہ قنیہ میں ہے۔ لباس میں کپڑے کو کمی کے ساتھ رکھنا سنت ہے۔ اور ازار و قمیص کا لٹکانا بدعت ہے ازار کو چاہیے کہ ٹخنوں سے اونچی رکھے بلکہ نصف ساق تک رکھے مگر یہ حکم مردوں کے واسطے ہے اور عورتیں اپنے ازار کو مردوں سے زیادہ لٹکائے رہیں تاکہ اُنکے قدموں کی پیٹھ ڈھکی رہے اگر کسی مرد نے اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائی پس اگر براہ تکبر نہ ہو تو اسمیں تنزیہی کراہت ہے یہ غرائب میں ہے اقول فیہ نظر فافہم سوائے نماز کے غیر وقت میں سدل میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے پس بعض نے فرمایا کہ بدون قمیص کے مکروہ ہے اور قمیص و ازار کے ساتھ مکروہ نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ مکروہ ہے جیسا کہ نماز میں مکروہ ہے اور صحیح قول شیخ ابو جعفر کا ہے کہ مکروہ نہیں ہے یہ قنیہ میں ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہننے میں ڈر نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رح کے بدن شریف پر سنجاب تھا اور ضحاک رح کے سر شریف پر سمور کی ٹوپی تھی یہ ینابیع میں ہے امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ سب درندوں کی اور اسکے سوائے مردار کی کھال کی دباغت کی ہوئی و ذبح کی ہوئی کی پوستین بنانے میں ڈر نہیں ہے اور فرمایا کہ دباغت کرنا ہی اُسکی ذکوۃ ہے یہ محیط میں ہے۔ جیتے و تمام درندہ جانوروں کی کھال سے دباغت کرنے کے بعد مصلی یا زین کا میسرہ بنانے میں ڈر نہیں ہے یہ ملتقط میں ہے۔ اگر وضو کے واسطے یا ناک کی میل کے واسطے کوئی کپڑا بنالے تو کچھ ڈر نہیں ہے اور جامع صغیر میں ہے کہ اگر کوئی کپڑا اپنا پسینہ پونچھنے کے واسطے اپنے ساتھ رکھے تو مکروہ ہے کیونکہ یہ نئی نکالی ہوئی بات بدعت ہے اور صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ اگر کسی نے اُنمیں سے کوئی بات براہ تکبر کی تو مکروہ ہے اور اگر کسی نے از راہ ضرورت و احتیاج کی تو مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں ہے ہشام نے اپنی نوادر میں فرمایا کہ میں نے امام ابو یوسف رح کے پاؤں میں دو نعلین دیکھیں جنمیں گرداگرد لوہے کی کیلیں جڑی ہوئی تھیں تو میں نے پوچھا کہ آیا آپ اس لوہے سے باک کرتے نہیں فرمایا کہ نہیں تو میں نے اُنسے کہا کہ سفیان و ثور بن یزید دونوں اسکو مکروہ جانتے ہیں کیونکہ راہبوں کے ساتھ مشابہت ہے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسی پاپوش پہنتے تھے جنمیں بال لگے ہوتے تھے حالانکہ یہی راہبوں کا لباس ہے پس امام ابو یوسف رح نے اس قول میں یہ اشارہ کیا کہ جن باتوں میں بندوں کے واسطے بہتری ہے اُنمیں صورت کی مشابہت کچھ مضر نہیں ہے اور پاپوش میں ایسی مضبوطی کرنے میں بہتری ہے کیونکہ بعض میں ایسی ہوتی ہے کہ اُسکی مسافت بعیدہ بدون ایسی مضبوطی کے طے نہیں ہو سکتی ہے یہ متفرقات محیط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس ایک صندلی ہے جسکے قدم کی جگہ ایک پتلی چاندی کے تاروں کی بنی ہوئی ہے اور یہ تار ایسے ہیں کہ علیحدہ کر لیے جا سکتے ہیں تو عورت مذکور کو اُسکا استعمال کرنا جائز ہے اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور شرح طحاوی میں ہے کہ اسکا عیب میں چاندی کا لانا ایک روایت میں امام ابو یوسف رح سے مکروہ ہے اور امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک مکروہ نہیں ہے کذا فی القنیہ۔ اگر کسی شخص کی کوٹھری میں دیبا کا فرش بچھا ہو اور دروازہ پر دیبا کا پردہ لٹکا ہو یہ سب تجمل کی غرض سے ہو و شخص اس فرش پر نہ بیٹھتا ہو اور نہ سوتا ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے

اسکو امام محمد رح نے صریح بیان فرمایا ہے اسواسطے کہ دیباے انتفاع حرام ہے اور فرش دیبا سے انتفاع یون ہے کہ آپ بیٹھے یا اُسپر سوئے یہ کبری مین ہے۔ لکڑی کی جوتی بنانا بدعت ہے اور ابو القاسم صفار سے مروی ہے کہ سرخ چمڑے کا موزہ فرعون کا تھا اور سپید چمڑے کا موزہ ہامان کا تھا اور سیاہ موزہ علما رکھا ہے اور مین نے بڑے بڑے فقیہون کی فقہاے بلخ سے ملاقات کی مگر مین نے کسی کے پاس سُرخ یا سپید موزہ نہ دیکھا اور نہ مین نے کسی کو سُنا کہ اُسنے کبھی اپنے پاس رکھا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ موزہ پہنا کہ آپ کو دو سیاہ موزے ہدیہ بھیجے گئے تھے پس آپنے لیکر پہنے تھے قنیہ مین ہے

دسوان باب۔ سونے وچاندی کے استعمال کے بیان مین۔ عورتون و لڑکون و مردون کو سونے و چاندی کے برتن مین کھانا و پینا و اُس سے تیل ڈالنا و خوشبو لگانا مکروہ ہے کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسنے چاندی یا سونے کے برتن سے اپنے سر و بدن پر تیل ڈالا ہو اور اگر اُسنے برتن کے اندر ہاتھ ڈالکر اُس مین سے تیل نکال کر اپنے ہاتھ سے استعمال کیا تو کچھ ڈر نہین ہے۔ اسی طرح اگر چاندی و سونے کے پیالے مین سے کھانا نکال کر روٹی وغیرہ کسی چیز پر رکھ لیا پھر کھایا تو بھی کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین ہے اگر چاندی کی کُپّی سے تیل اپنے سر پر ڈالا تو مکروہ ہے اسی طرح اگر اُس سے اپنی ہتھیلی پر ڈالا پھر اپنے سر پر یا داڑھی مین ملا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر غالیہ ہو تو ڈر نہین ہے کیونکہ غالیہ جب برتن مین ہوتا ہے اُس سے سر پر نہین ڈالا جاتا ہے۔ اور چاندی و سونے کے چمچے ایک[۱۲] سے کھانا مکروہ ہے اور چاندی و سونے کے خوان پر کھانا مکروہ ہے و چاندی و سونے کے طشت سے وضو کرنا مکروہ ہے اسی طرح اگر چاندی و سونے کا آفتابہ ہو اُس سے وضو کرنا بھی مکروہ ہے اسی طرح چاندی و سونے کے مجمر مین خوشبو دار وغیرہ چیز جلا کر دھونی لینا مکروہ ہے لیکن فقط تجمل کے واسطے ہو تو ایسا نہین ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اسی طرح سونے و چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا یا سرمہ[۱۲] دانی بنانا بھی مکروہ ہے اسی طرح سونے و چاندی کی ہر ایسی چیز جس سے بدن کو نفع پہونچے مکروہ ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور سونے و چاندی کے طشت مین وضو کرنا مکروہ ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ سونے و چاندی کی کرسی پر بیٹھنا مکروہ ہے اس حکم مین مرد و عورت یکسان ہین۔ اور آئینہ جو سونے یا چاندی کا بنایا گیا ہو اُسمین دیکھنا اور سونے و چاندی کے قلم سے لکھنا مکروہ ہے اور سونے و چاندی کی دوات کا بھی یہی حکم ہے اور اسمین مرد و عورت یکسان ہین یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے گھر مین سونے کے کٹورے تجمل کے واسطے ہون اُس سے وہ شخص پانی نہ پیتا ہو تو ڈر نہین ہے اسکو صریح امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے اسواسطے کہ انتفاع حرام کیا گیا ہے اور ان ظروف سے انتفاع[۱۲] پینے کے کام مین لانا ہے یہ کبری مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ چاندی کے ظروف سے جو چیز ہاتھ ڈالکر نکال کر استعمال کیجاوے اُسمین ڈر نہین ہے اور جو چیز برتن سے بہتہ کیجاوے جیسے اشنان و روغن و غالیہ وغیرہ کے مانند تو مکروہ ہے یہ حاوی مین ہے۔ اور ظرف مذہب یا مفضض سے کھانے و پینے مین ڈر نہین ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے و چاندی پر نہ رکھے اور اسی طرح ظروف و کرسیون و سریر[۱۲] مین سے جو مضبب ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ نشست اُسکی سونے و چاندی پر نہو اسی طرح اگر آئینہ کا حلقہ سونے و چاندی کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح لگام و زین و ثفر و رکاب کا بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ سونے و چاندی پر نشست نہو اور امام ابو یوسف

رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ آنحضرت نے ان سب کو مکروہ فرمایا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ انھین کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ ہین کذا فی التمرتاشی اور ینابیع مین ہو کہ صحیح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہی یہ مضمرات مین ہی۔ اور جن کپڑون پر سونے وچاندی سے لکھا گیا ہو اُنکا پہننا مکروہ نہین ہی اسی طرح ہر مموہ کا استعمال یعنے سونے وچاندی سے ممّوہ ہو مکروہ نہین ہی کیونکہ اگر وہ چیز گلائی جاوے تو اُسمین سے کچھ نہ نکلیگا یہ ینابیع مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جس کپڑے مین سونے وچاندی سے لکھا ہو تو مرد کو پہننا نہ چاہیے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور اگر چھری کے پھل مین یا تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر وہ جگہ جہان چاندی ہی گرفت کی ہو تو مکروہ ہی ورنہ نہین اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مطلقا مکروہ ہی اور ملمع کہ اگر جدا کرین تو کچھ نہ نکلے اُسکے استعمال مین بالاجماع کچھ ڈر نہین ہی یہ کافی مین ہی۔ سیر مین لکھا ہی کہ تلوار کو سونے سے محلی نکرنا چاہیے اگرچہ لڑائی وجہاد مین ہو اسواسطے کہ لڑائی مین حلیہ سے کچھ نفع نہین ہوتا ہی حلیہ فقط زینت کے واسطے ہوتا ہی مؤلف عفا اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ حکم تلوار کے حق مین ہی تو تلوار کی حمائل کے حق مین بدرجۂ اولے یہی حکم ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ تلوار واُسکی حمائل وپیٹی کو چاندی سے محلی کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی سونے سے محلی کرنا نہین جائز ہی یہ وجیز کردری مین ہی اگر کوئی چھری پوری فضض ہو اور سونے یا چاندی سے بندھی ہوئی ہو تو اُس سے انتفاع مکروہ ہی لیکن اگر سونا یا چاندی مقام گرفت سے ایک طرف ہو کہ اُسکا ہاتھ سونے یا چاندی پر نہ پڑے تو ایسا نہین ہی کذا فی محیط السرخسی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ جواب چاندی کی صورت مین دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ہی اور تتمہ مین لکھا ہی کہ قلم تراش ومہنہ ومقراض ومقلمہ ودوات وآئینہ کا سونے سے محلی کرنا جائز نہین ہی اور چاندی سے محلی کرنے مین دو صورتین ہین اور لڑائی کے واسطے جو چھری ہو اُسکا محلی کرنا مباح ہی اور ملتقط مین چاندی ہونا مکروہ ہی یہ امام ابو یوسف سے مروی ہی اور امام اعظم وامام محمد رح کا قول اسکے برخلاف ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور سونے وچاندی کی کیل میخین بنانے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اسکا دروازہ مکروہ ہی۔ اور جس ہاتھ کی چھنگلیان مین سونے کی انگوٹھی ہو اُس سے پانی پینے مین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور کھانے وپینے وتیل لگانے مین سونے وچاندی کے استعمال کرنے یا سونے وچاندی پر بیٹھنے مین سوائے زیور کے سب باتون مین عورتین ومرد یکسان ہین یہ فتاوے قاضیخان مین ہی۔ واضح ہو کہ جو برتن اس طرح مضبب ہو کہ اسکے ٹونٹی یا دہانہ پر چاندی یا سونے کا تاردار چوڑا حلقہ ہو اُس سے پانی پینے وغیرہ مین ہمارے بعض مشائخ نے اس طرح تفصیل کی ہی کہ پیالہ کا ضباب اگر اسواسطے ہو کہ اُسکی وجہ سے پیالہ کا تقوّم رہے واسطے زینت کے نہو تو موضع ضباب پر منھ رکھنے مین کچھ ڈر نہین ہی اور اگر زینت کے واسطے ضباب ہو پیالہ کے تقوم کے واسطے نہو تو ضباب پر منھ رکھنا مکروہ ہی اور اس قائل نے ایک مسئلہ سے استدلال کیا ہی جسکو امام محمد رح نے سیر کی باب الانفال مین ذکر فرمایا ہی جسکی صورت یہ ہی کہ سردار لشکر نے غازیون سے کہا کہ جو شخص سونا یا چاندی پاوے وہ اُسیکا ہی پس ایک شخص کو ایک پیالہ سونے یا چاندی سے مضبب ہاتھ لگا یا قدح مضبب ہاتھ لگا پس اگر اُسکا ضباب زینت پیالہ کے واسطے ہو اسواسطے نہو کہ پیالہ کا تقوم ہے تو یہ ضباب اُس شخص کا ہوگا جسنے اُسکو پایا ہی اور اگر یہ ضباب اسواسطے ہو کہ پیالہ

ف قال المترجم عفا اللہ عنہ علت تو چاندی مین بھی جاری ہی اور [illegible] کی [illegible] چاندی مین [illegible] فافہم ۱۲ منہ

کا تقوم رہے جیسا کہ اگر یہ ضباب الگ کر دیا جاوے تو پیالہ باقی نہین رہتا ہی تو ضباب اُس شخص کو نہ ملیگا جسنے پایا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ لڑائی مین سونے وچاندی کے خود یا جوشن پہننے مین ڈر نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی ہتھیارون پر سونے وچاندی کا ملمع کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی عقیق وبلور وشیشہ وزبرجد ورانگ کے ظروف مین کچھ ڈر نہین ہی۔ کذا فی خزانۃ المفتین اور یاقوت کے برتنون کے استعمال مین مضائقہ نہین ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ سونے وچاندی سے ملمع کیے ہوے برتنون کے استعمال مین بالاجماع کچھ ڈر نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور نابالغ کو موتی پہنانے مین ڈر نہین ہی اور یہی حکم بالغ کا ہی اور بچہ کو اگر مذکر ہو تو خلخال وکڑے پہنانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی اور مرد کو چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہی کہ جب ایسی صفت پر بنی ہوئی ہو جیسی مرد پہنتے ہین اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طور پر ہو تو مکروہ ہی یعنے اُسمین دو نگینہ ہون یہ سراج الوہاج مین ہی اور چاندی کی انگوٹھی جبھی جائز ہی جب مردون کی انگوٹھیون کے طرز پر بنی ہو اور اگر عورتون کی انگوٹھیون کے طرز پر ہو مثلاً اُسمین دو یا تین نگینہ ہون تو مرد کو اُسکا استعمال مکروہ ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور سواے چاندی کے دوسری چیز کی انگوٹھی پہننا مرد کو مکروہ ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اور سونے کی انگوٹھی پہننا صحیح مذہب کے موافق مرد کو حرام ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ خجندی مین ہی کہ لوہے۔ پیتل۔ تانبے۔ رانگے کی انگوٹھی پہننا مرد وعورت دونون کو مکروہ ہی۔ اور عقیق کی انگوٹھی پہننے مین مشائخ کا اختلاف ہی اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ جائز نہین ہی اور قاضی خان مین لکھا ہی کہ صحیح یہ ہی کہ جائز ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور یشب کے مانند چیزون کی انگوٹھی پہننے مین مثل عقیق کے کچھ ڈر نہین ہی یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی۔ اور یہی صحیح ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ہڈی کی انگوٹھی پہننا جائز ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور لوہے کی انگوٹھی پہننے مین بشرطیکہ اُسپر چاندی لپیٹی گئی ہو یا ملمع کی گئی ہو حتے کہ لوہا نظر نہ آوے کچھ ڈر نہین ہی یہ محیط مین ہی اور انگوٹھی مین فقط حلقہ معتبر ہی کیونکہ انگوٹھی کا قوام اُسی سے ہی اور نگینہ کا کچھ اعتبار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ کہ نگینہ پتھر کا ہو یا کسی اور چیز کا ہو یہ سراج الوہاج مین ہی اور نگ کے چھید کو سونے کی کیل میخوان سے بند کرنے مین ڈر نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ انگوٹھی کی چاندی ایک مثقال تک ہونی چاہیے اسپر زیادہ نہ کیجائیگی اور بعض نے فرمایا کہ پورا مثقال بھی نہونے پاوے اور یہی اثر مین وارد ہی یہ محیط مین ہی۔ اور چاندی کی انگوٹھی پہننا اُسی شخص کو مسنون ہی جسکو مہر کرنے کی ضرورت ہوتی ہی۔ جیسے سلطان وقاضی وغیرہ اور جسکو مہر کرنے کی حاجت نہو اُسکو ترک کرنا افضل ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔ اور فقیہ ابواللیث نے ذکر فرمایا کہ بعضے لوگون نے سواے صاحب حکومت کے غیر شخص کے واسطے انگوٹھی پہننا مکروہ جانا ہی مگر عامۂ علماء نے جائز فرمایا ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور جب انگوٹھی پہنے تو چاہیے کہ اُسکا نگینہ اپنی ہتھیلی کی طرف رکھے اوپر کی طرف نہ رکھے بخلاف عورتون کے کہ عورتین اوپر رکھینگی اسلیے کہ عورتین زینت کے واسطے پہنتی ہین اور مرد مہر کرنے کے واسطے پہنتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور فتاوے مین ہی کہ اولے یہ ہی کہ انگوٹھی کو بائین چھنگلیا مین پہنے دائین چھنگلیا اور باقی انگلیون مین نہ پہنے اسواسطے کہ دائین چھنگلیا مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہی حالانکہ دائین وبائین دونون مین پہنا جائز ہونا ثابت ہوا

ہر اور دونون طرح پہنا اثر مین وارد ہی یہ ذخیرہ مین ہر امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے جامع صغیر مین فرمایا کہ سونے سے دانت نہ باندھے اور چاندی سے باندھے اور امام محمد رح کی یہ مراد ہر کہ جب دانت ہلنے لگین اور اُنکے گر جانے کا خوف ہوا اور اُس شخص نے چاہا کہ مین اِنکو باندھون تو چاہیے کہ چاندی سے باندھے اور سونے سے نہ باندھے مگر یہ امام اعظم کا قول ہر اور خود امام محمد رح نے فرمایا کہ سونے سے بھی باندھ سکتا ہی۔ اور جامع صغیر مین امام ابو یوسف رح کا قول ذکر نہین کیا بعض مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح امام محمد رح کے ساتھ ہین اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے ساتھ ہین اور حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر کسی کے دانت ہلنے لگے اور اُسکو گر جانے کا خوف ہو پس اُسنے سونے یا چاندی سے باندھا تو امام اعظم و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسمین کچھ ڈر نہین ہی۔ اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہر کہ دانت و ناک مین فرق ہر پس دانت کے حق مین فرمایا کہ سونے سے باندھنے مین کچھ ڈر نہین ہر اور ناک کے حق مین اسکو مکروہ جانا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہر کہ اپنا اُکھڑا ہوا دانت پھر اپنے منھ مین جما کر باندھ دے اور اگر دوسرے کے دانت کو اُسنے اس طرح اپنے منھ مین لگایا تو مکروہ ہر کذا فی التلخیص الوہاج لبشر رحمہ اللہ نے کہا کہ امام ابو یوسف رح نے دوسری مجلس مین فرمایا کہ مین نے امام اعظم رح سے اسکو دریافت کیا تو امام اعظم رح نے اسکے دوہرانے و اعادہ کرنے مین فرمایا کہ کچھ ڈر نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہر کسی شخص کی انگلیون کی پورین کاٹ ڈالی گئین تو اُسکو روا ہی کہ سونے و چاندی کی پورین بنا کر لگا دے بخلاف اسکے اگر ہاتھ یا پوری انگلی کاٹ ڈالی گئی تو ایسا نہین کرسکتا ہی یہ تمرتاشی مین ہی۔

گیارھوان باب۔ کھانا کھانے مین کراہت و اُسکے متصلات کے بیان مین۔

کھانے کے چند مراتب ہین ایک فرض ہر کہ جس سے مر نجاوے پس اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہان تک کہ مر گیا تو عاصی مرا دوم جسپر ثواب ملتا ہی یعنی مقدار فرض سے اسقدر زیادہ کھاوے جس سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھنا اُسپر آسان ہو جاوے سوم مباح ہر یعنی اس سے بھی زیادہ کھاوے اور اسکی انتہا سیری تک ہر اس غرض سے کہ بدن کی قوت بڑھ جاوے اور اسمین نہ ثواب ہر نہ عذاب ہر اور آخرت مین اسقدر کا حساب آسان ہی بشرطیکہ طعام حلال ہو چہارم حرام ہی وہ یہ ہر کہ سیری سے بھی زیادہ کھاجاوے لیکن اگر اس غرض سے ہو کہ کل کے روز کے روزہ مین تقویت رہے یا مہمان کو کھانے مین شرم نہو تو سیری سے زیادہ کھانے مین کچھ ڈر نہین ہر اور ریاضت کے واسطے کھانے مین ایسی کمی کرنا کہ آخر کار ادائے فرائض سے عاجز ہو جاوے جائز نہین ہی۔ ہان نفس کو اسقدر بھوکا رکھنا کہ ادائے عبادت سے عاجز نہو جاوے مباح ہر اور اسمین نفس کے واسطے ریاضت بھی ہر اور اسمین طعام کی خواہش و گوارائی بھی ہو جاتی ہر بخلاف صورت اول کے کہ اسمین نفس کا ہلاک کرنا ہر اسی طرح جو نوجوان جوش شہوت سے خوفناک ہر اُسکو مضائقہ نہین کہ اپنے تئین کھانے سے روکے تاکہ بھوک سے اُسکی شہوت ٹوٹ جاوے بشرطیکہ اس طرح نہو کہ ادائے عبادات سے عاجز نہو جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے بدن کی اصلاح کے واسطے بقدر حاجت کے یا حاجت سے زیادہ کھایا تو کچھ ڈر نہین ہر یہ حاوی مین ہی۔ اگر کسی شخص نے

حاجت سے زیادہ اسواسطے کھایا کہ قے کرے تو حسن رحمہ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہی اور کہا کہ مین نے انس بن
مالک رضہ کو دیکھا کہ طرح طرح کا کھانا کھاتے اور زیادہ کھاتے پھر قے کر دیتے تھے اور یہ انکو نافع ہوتا تھا یہ فتاوے
قاضی خان میں ہی۔ اور سالنون مین جسکے ساتھ روٹی کھائی جاوے کثرت کرنا اسراف مین سے ہی لیکن اگر حاجت
ہو تو روا ہی مثلاً ایک ہی سالن سے جی گھبرا گیا پس چند طرح کا پکوائے تا کہ ہر ایک مین سے تھوڑا
تھوڑا کھائے تا کہ مجموعہ اسقدر ہو جاے کہ طاقت پر قادر ہو یا اسنے یہ قصد کیا کہ ضیافت کے واسطے لوگون کو
گروہ گروہ بلائے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا پڑ جاوے تو اسمین کچھ ڈر نہین ہی
یہ خلاصہ مین ہی۔ چند طرح کا طعام پکوانا اور دسترخوان پر حاجت سے زائد روٹیان رکھنا اسراف ہی لیکن اگر یہ قصد ہو کہ
ضیافت کے واسطے لوگون کے گروہ ایک بعد دوسرے کے بلاتا جاوے یہان تک کہ کھانا پورا ہو جاوے
تو کچھ ڈر نہین ہی کیونکہ اسمین فایدہ ہی اور یہ بھی اسراف مین سے ہی کہ روٹی بیچ بیچ مین سے کھالے اور کنارے
چھوڑ دیوے یا ایک روٹی مین سے پھولی ہوئی کھالے اور باقی چھوڑ دے کیونکہ اسمین ایک طرح کا
تجبر ہی لیکن اگر دوسرا شخص اسکو کھالیتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہی چنانچہ اگر روٹیون مین سے کوئی روٹی چھانٹ کے
کھائی کوئی نہ کھائی تو جائز ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اسکا ترک کر دینا
اسراف مین سے ہی بلکہ چاہیے کہ اسکو پہلے اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھاوے یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور روٹی
کی تعظیم مین سے ایک یہ ہی کہ جب روٹی سامنے آوے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نکرے یہ اختیار شرح
مختار مین ہی۔ اور کھانے سے پہلے و پیچھے دونون ہاتھ دھونا سنت ہی اور کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے
مین یہ ادب ہی کہ پہلے جوان لوگ شروع کرین پھر بڈھے لوگ ہاتھ دھوین اور بعد کھانے کے اسکے
برعکس چاہیے کذا فی الظہیریہ اور نجم الائمہ بخاری وغیرہ نے فرمایا کہ اگر کھانے سے پہلے کسی شخص نے ایک ہاتھ یا دونون
ہاتھون کی انگلیان دھو ڈالین تو دونون ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہو گی اسواسطے کہ طریقہ سنت یون
مذکور ہی کہ دونون ہاتھ دھووے اور ہاتھ کا اطلاق پہونچے تک ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور کھانے سے پہلے ہاتھ
دھو کر انکو رومال سے نہ پونچھے تا کہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے اور بعد کھانے
کے ہاتھ دھو کر پونچھ ڈالے تا کہ طعام کا اثر بالکلیہ زائل ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور یتیمہ مین ہی کہ میرے والد
رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کھانے کے وقت کلی کرنا بھی مثل ہاتھ دھونے کے سنت ہی تو فرمایا کہ نہین
یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر چوکرے کسی نے ہاتھ دھوئے یا سر دھویا یا اسکو جلایا پس اگر اسمین کچھ لگاو آٹے
کا نہین رہا تھا بلکہ فقط چوکر ہی یا وُن سے کے کھانے کے لائق تھا تو کچھ ڈر نہین ہی یہ فتاوے قاضی خان مین
ہی۔ اور نوادر ہشام مین ہی کہ مین نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ کھانے کے بعد آٹے یا ستو سے ہاتھ دھونا
کیسا ہی جیسا اشنان سے ہاتھ دھوتے ہین تو امام محمد رحمہ نے مجھے خبر دی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اسمین کچھ باک
نہین جانتے تھے اور ایسے ہی امام ابو یوسف رحمہ بھی اور یہی میرا قول ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور جنب کو خواہ مرد ہو یا
عورت دونون ہاتھ دھونے و کلی کرنے سے پہلے کھانا پینا مکروہ ہی مگر حائض کو غسل کے واسطے مکروہ نہین
ہی اور ہر صورت مین منھ کا پاک رکھنا مستحب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور چاہیے کہ پانی برتنے سے

اشنان ایک قسم گھاس ہی ۱۲
یعنی جس عورت کو حیض آیا ہو ۱۲

نظر ظاہر رضی اللہ عنہ کو یہین دیکھا پس مراد حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ہابجی مشہور ہین واللہ اعلم

اپنے ہاتھ پر خود ڈالے کسی دوسرے سے استعانت نہ لے چنانچہ ہمارے بعضے مشائخ سے منقول ہو کہ فرمایا کہ یہ امر مثل وضو کے ہو اور جو لوگ وضو میں کسی غیر سے استعانت نہیں لیتے ہیں یہ محیط میں ہو۔ اور سنت طعام یہ ہو کہ اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اور اگر اول میں بسم اللہ بھول جاوے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ وآخرہ یہ اختیار شرح مختار میں ہو اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ آواز بلند سے کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہین انکو بھی تلقین ہو جاوے یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اگر طعام حلال ہو تو بسم اللہ کہکر شروع کرے اور فارغ ہونے کے بعد الحمد للہ کہے چاہے جیسا ہو یعنے حلال ہو یا مشتبہ ہو یا حرام ہو یہ قنیہ میں ہو۔ اور الحمد للہ کے ساتھ آواز بلند نہ کرنا چاہیے لیکن اگر ساتھی لوگ فارغ ہو گئے ہون تو خیر یہ تاتارخانیہ میں ہو۔ اور نمک کے ساتھ شروع کرنا اور نمک ہی پر ختم کرنا سنت ہے یہ خلاصہ میں ہو اور کھانا کم کھاوے یہ غرائب میں ہو۔ نوادر میں ہو کہ فضل بن غانم کہتے ہین کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ طعام کو پھونکنا کیا مکروہ ہو فرمایا کہ نہیں لیکن اگر پھونک آواز سے مثل اُف کے ہو تو مکروہ ہو اور نفخ کی ممانعت کے یہی معنی ہین۔ اور جلتا ہوا کھانا نہ کھاوے اور کھانے کو نہ سونگھے اور کھانے کی چیز یا پینے کی چیز مین نہ پھونکے۔ اور یہ بھی سنت ہے کہ کھانا شروع کرنے مین درمیان میں سے کھانا نہ شروع کرے یہ خلاصہ میں ہو۔ اور سنت ہو کہ رومال سے پونچھنے سے پہلے انگلیون کو خوب چاٹ لے یہ ذخیرہ میں ہو۔ اور پیالہ کا چاٹنا سنت ہو یہ خلاصہ میں ہو اور جو طعام خوان سے گرے اسکو کھا لینا سنت ہو یہ محیط میں ہو۔ اور تکیہ لگا کر کھانے مین کچھ ڈر نہیں ہو بشرطیکہ تکبر کی راہ سے نہو اور ظہیریہ مین لکھا ہو کہ یہی مختار ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہو۔ اور تکیہ لگا کر کھانا پینا یا بایان ہاتھ زمین پر رکھ کر یا ٹیک لگا کر مکروہ ہو یہ فتاوے عتابیہ مین ہو۔ سر راہ کھانا مکروہ ہو اور سر کھلے ہوئے کھانے مین کچھ ڈر نہیں ہو اور یہی مختار ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ بھوک سے جب مخمصہ کی حالت پہونچ جاوے تو مردار چیزون سے اسقدر کھا لینا کہ جس سے ہلاکت کا خوف جاتا رہے روا ہو کذا فی السراجیہ۔ اور مشائخ نے اضطرار کی تعریف مین گفتگو کی ہو یعنے وہ حالت مخمصہ جسمین مردار حلال ہو جاتی ہو وہ کب ہوتی ہو سو بعض نے فرمایا کہ جب ایسی حالت پہونچ جاوے کہ اسکو جان جاتی رہنے کا خوف ہو اور ابن المبارک رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ جب ایسی حالت ہو کہ اگر بازار مین داخل کیا جاوے تو کسی مال واسباب پر کیسا ہی عمدہ ہو نظر نہ ڈالے سوائے اس مردار کے۔ اور بعض نے فرمایا کہ جب فرائض اداکرنے سے عاجز ہو جاوے اور بعض نے فرمایا کہ تین دن لغایت اور صحیح یہ ہو کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مقرر نہیں ہو اسواسطے کہ لوگون کے طبائع مختلف ہوتے ہین۔ اور مشائخ رح نے مردارخواری کی کیفیت مین اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ اسکا کھانا حرام ہو مگر مضطر سے اسکا گناہ دور کر دیا گیا ہو اور بعض نے فرمایا کہ وہ حلال ہو جاتا ہو مضطر کو اسکا ترک کرنا روا نہیں ہو یہ غرائب مین ہو۔ اگر بھوک سے اپنی جان جاتی رہنے کا خوف کرے اور اسکے رفیق کے پاس کھانا ہو تو ... مذکور ہو کہ ضمانت شرط کرلے اس سے اسقدر طعام کہ بھوک دفع ہونے کے ... اور جو شخص ... اور اسکے پاس رفیق کا طعام ہو مگر اُسنے اُس سے اکراہاً بقیمت نہ لیا بلکہ ... یہانتک کہ بھوک سے مرگیا تو ثواب

ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر پیاس سے جان جانے کا خوف ہوا حالانکہ اُسکے رفیق کے پاس پانی ہے تو اسکو جائز ہے
کہ رفیق کے ساتھ بدون ہتھیار کے لڑائی کرکے بقدر دفع تشنگی کے پانی لے لے اور اگر رفیق کی نسبت بھی
موت کا خوف ہو تو کچھ پانی لے لے اور کچھ چھوڑ دے اور اگر بھوک سے مضطر ہوا اور طعام کا مالک اسکو دینے
سے روکتا ہے تو اسکو لے لینا روا ہے مگر اس سے قتال نہ کرے اور اگر نہ لیا یہان تک کہ مرگیا تو گنجائش ہے۔ یہ خلاصہ
مین ہے۔ اور اگر کوئی شخص پیاس سے مضطر ہوا اور ایک کنوئین مین پانی ہے۔ مگر وہان کوئی شخص اسکو پانی
لینے سے منع کرتا ہو تو اس شخص کو جائز ہے کہ منع کرنے والے سے مقاتلہ کرے یہ تہذیب مین ہے۔ اور شیخ
ابونصر رحمہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جو چیز ایسی ہو کہ اُسکو کسی شخص نے اپنی ملک و حیازت مین کرلیا ہے جیسے طعام
یا وہ پانی جو اُسنے اپنے برتن مین بھرلیا ہے یا اپنی ملک مین کرلیا ہے پس اگر وہ شخص مضطر کو نہ دے تو مضطر کو
اُس سے سوائے ہتھیارون کے اور طرح لڑائی کرکے لینا جائز ہے اور کنوئین وغیرہ کے مانند کسی مقام
کے پانی سے اگر کوئی روکے تو مضطر کو اُس سے ہتھیار سے و بدون ہتھیار کے سب طرح مقاتلہ کرنا جائز ہے
یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کو پیاس سے مرجانے کا خوف ہوا اور اُسکے پاس شراب موجود ہے پس اگر اُسکو علم
ہو کہ شراب پینے سے پیاس بجھ جائیگی تو شراب کو بقدر پیاس دور کرنے کے پی سکتا ہے یہ وجیز کردری مین ہے
ایک مضطر نے مردار بھی کھانے کو نہ پایا اور مرجانے کا خوف ہوا پس ایک شخص نے اُس سے کہا کہ میرا ہاتھ
کاٹ کر کھالے یا کہا کہ میرے بدن مین سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کھالے تو مضطر کو ایسا کرنا روا نہین ہے اور حکم
دہندہ کو ایسا حکم کرنا بھی صحیح نہین ہے جیسا کہ مضطر کو یہ روا نہین ہے کہ اپنے بدن سے کوئی ٹکڑا قطع کرکے کھاوے
یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ باپ کو اگر اپنے فرزند کا مال کھانے کی حاجت پڑی پس اگر شہر مین ہوا اور بسبب
فقر کے اسکی ضرورت ہو تو مفت کھاوے اور اگر جنگل مین ہوا اور بسبب کھانا نہونے کے اسکی ضرورت ہوئی
پس اگر غنی ہو یعنے اُسکو صدقہ حلال نہو تو بقیمت کھاوے یہ خلاصہ مین ہے۔ باپ کو اپنے بخیل بیٹے کا مال لینا
حلال نہین ہے الا جبکہ ضرورت ہوا اور اگر بیٹا سخی ہو تو بغیر ضرورت کے وقت بھی لینا جائز ہے یہ ملتقط مین ہے
اور اگر حالت مخمصہ مین کسی نے مردار کھانے سے انکار کیا یا روزہ رکھا اور نہ کھایا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار ہوگا
یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور اگر بھوکا ہوا اور نہ کھایا باوجودیکہ قادر تھا یہان تک کہ مرگیا تو گنہگار
ہوگا یہ کبرے مین ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کتاب الکسب مین فرمایا کہ محتاج جس وقت نکلنے
و طلب کرنے سے عاجز ہو اُسوقت لوگون پر اُسکو کھانا کھلانا فرض ہے اور اس مسئلہ مین تین
صورتین ہین ایک یہ کہ محتاج جسوقت باہر نکلنے سے عاجز ہوا تو ہر شخص پر جو اُسکے حال سے آگاہ ہوا
یہ فرض ہے کہ بشرط قدرت اُسکو اسقدر کھانا کھلاوے جس سے وہ نکلنے و ادائے عبادت پر قادر ہو جاوے
حتی کہ اگر اُسکے حال سے واقف لوگون مین سے کسی نے اُسکو کھانا نہ دیا اور وہ مرگیا تو گناہ سب پر ہوگا
اسی طرح اگر اُس شخص کے پاس جو اُسکے حال سے آگاہ ہوا اسقدر نہو کہ اُس محتاج کو کھلاوے ولیکن اُسکو یہ
قدرت ہو کہ نکل کر لوگون کو اُسکے حال سے آگاہ کرے تاکہ وہ لوگ خبرگیری کرین تو اُسپر ایسا کرنا فرض
ہوگا پھر اگر لوگون نے خبرگیری نہ کی تو جسقدر لوگ واقف ہوئے تھے سب لوگ اگر محتاج مذکور بھوک

سے مرجاوے تو گنہگار ہونگے لیکن اگر ایک نے اُسکے حال کی خبرگیری کرلی تو باقی سب کیطرف سے ساقط ہوجائیگی دوم
یہ کہ محتاج نکلنے پر قادر ہو مگر کسب پر قادر نہین ہو تو اُسپر واجب ہو کہ نکلے اور جو شخص اُسکے حال سے واقف ہو پس اگر
اُسپر محتاج کا کچھ حق واجب ہو تو اُسپر واجب ہو کہ اُسکو اُسکا حق ادا کردے اور اگر محتاج مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو تو اُسپر
واجب ہو کہ کمائی کرے اور سوال کرنا اُسکے حق مین حلال نہین ہو۔ سوم یہ کہ اگر محتاج کمائی سے عاجز ہو مگر
اُسپر قادر ہو کہ نکلکر لوگون کے دروازون پر جاوے تو اُسپر ایسا کرنا فرض ہو پس اگر اُسنے ایسا نکیا اور مرگیا
تو اللہ تعالے کے نزدیک گنہگار ہوگا پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ دینے والا بہ نسبت لینے والے کے افضل ہو اور
اسمین بھی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دینے والے نے حق واجب ادا کیا حالانکہ لینے والا کمائی کرنے پر قادر
ہو مگر محتاج ہو تو اس صورت مین بالاتفاق دینے والا افضل ہو دوم یہ کہ دینے والا اور لینے والا دونون
متبرع ہون چنانچہ دینے والے کا متبرع ہونا ظاہر ہو اور لینے والے کے تبرع کی یہ صورت ہو کہ لینے والا کمائی پر قادر ہو تو اس
صورت مین دینے والا افضل ہو سوم یہ کہ دینے والا متبرع ہو اور لینے والے پر لینا فرض ہو مثلاً وہ کمائی سے عاجز
ہو تو اس صورت مین لینے والا اہل فقہ کے نزدیک افضل ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ جب فلان
شخص نے میرے مال مین سے لیا تو اُسکو حلال ہو پھر فلان شخص نے بدون اس بات کے علم کے کہ اُس نے مباح
کردیا ہو اُسکا کچھ مال لے لیا تو جائز ہو اور ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ
سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے حلال کیا تو وہ مال اُسکو حلال ہوگا اور اگر یون
کہا کہ سب جسقدر تو میرے مال مین سے کھاوے مین نے تجھے اُس سے بری کردیا تو بری نہوگا۔ اور صدر
الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صواب یہ ہو کہ بنابر قول محمد بن سلمہ رح کے بری ہوجائیگا یہ وجیز کردری مین ہو ایک
شخص نے دوسرے سے کہا انت فی حل من مالی حیثما اصبتہ فخذ ما شئت یعنے تجھے میرا مال حلال ہو تجھے جہان سے
جسقدر چاہے لے لے تو امام محمد رح نے فرمایا کہ خاصۃً درم و دینار سے اُسکو حلت ہوگی اور اسکو یہ اختیار نہوگا
کہ قائل کی زمین سے فواکہ یا اُسکی بکریون کے گلہ مین سے کوئی بکری یا ایسی کوئی اور چیز لے لے۔ اور اگر کوئی
درخت خرما دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اسمین سے جسقدر چاہے کھالے اور جسکو
چاہے ہبہ کردے تو اُسکو ایسا کرنا جائز ہو اور یہ کہنا مباح کرنا ہو یہ سراج الوہاج مین ہو ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ تو نے میرے چھوارے کسقدر کھالئے ہین اُسنے کہا کہ پانچ حالانکہ اُسنے دس چھوارے کھائے تھے
تو جھوٹا نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ تو نے یہ کپڑا کتنے کو خریدا ہو اُسنے کہا کہ پانچ کو حالانکہ دس درم کو خریدا تھا تو بھی کاذب
نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ مری ہوئی مردار مرغی کے پیٹ مین سے اگر انڈا نکلا تو کھایا جاسکتا ہو۔ اسی طرح اگر مردار بکری
کے تھنون سے دودھ برآمد ہوا تو پیا جاسکتا ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ ریشم کے کیڑون کے بچے کھانے مین انمین جان
پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہو۔ اور بھڑون کے بچون کے کھانے مین جان پڑنے سے پہلے کچھ ڈر نہین ہو یہ سراجیہ
مین ہو۔ بزغالہ و برہ اگر گدھی کا دودھ پلاکر پالا گیا تو امام محمد رح نے ذکر کیا کہ اُسکا کھانا حلال ہو مگر مکروہ ہو۔ اور
اگر کوئی بکری شراب پلائی گئی ۱۲ اور اسی وقت ذبح کی گئی تو مکروہ نہین ہو اور اگر دیر ہوگئی تو مثل چھٹی ہوئی مرغی کے
حبس کیجائیگی۔ گوشت کا کیڑا شوربے مین گر پڑا تو شوربا نجس نہوگا مگر کیڑا کھایا نجائیگا اور اسی طرح شوربا بھی کھایا
کرم گوشت ۱۲

جائیگا بشرطیکہ یہ کیڑا انمین گر کر پھٹ گیا ہو۔ اور اگر آدمی کا پسینا یا ناک کی رینٹھ یا آنسو شوربے مین گر پڑے تو اس شوربے
کا کھانا حلال ہے اور اسی طرح اگر پانی مین گرے اور پانی غالب رہا تو اُسکا پینا بھی حلال ہے لیکن طبیعت ایسی چیز کو پلید
سمجھکر پرہیز کرتی ہے یہ قنیہ مین ہے۔ ایک عورت ہانڈی پکاتی ہے کہ اتنے مین اُسکا شوہر ہاتھ مین ایک شراب کا پیالہ
لیے آیا اور شراب کو ہانڈی مین ڈال دیا پھر عورت نے ہانڈی مین سرکہ ڈال دیا یہانتک کہ شوربے مین سرکہ
کے مانند کھٹائی ہوگئی تو اُسکے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک ہانڈی مین نجاست گر پڑی تو شوربا
کھانا روا نہین ہے اور اگر ہانڈی مین اُبال کے وقت نجاست گری ہو تو گوشت بھی کھانا روا نہین ہے اور اگر غلیان کی
حالت نہو تو گوشت دھوکر کھانا روا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ مستعمل پانی سے آٹا گوندھنے مین
ڈر نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ بلی کے جھوٹے پانی سے اگر آٹا گوندھکر روٹی پکائی گئی تو آدمی کو اُسکا کھانا مکروہ نہین
ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور یہ بات مکروہ ہے کہ آدمی میدہ نکال کر اُسکی روٹی خود کھاوے اور چوکر لیٹھ ملوکون کے کھانے کے
واسطے چھوڑ دے۔ اگر گوبر کے اندر کوئی روٹی پائی گئی پس اگر گوبر خشکی کے ساتھ ہو تو گوبر دور کرکے روٹی کھائی جائیگی
کیونکہ وہ نجس نہین ہوئی ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک اگر گوبر کی تری سے
گو مراد ہے تو یہی حکم ہے اور اگر بالکل خشک نہو تو محل تامل ہے فلیتامل اگر روٹی کا ٹکڑا گوہ مین دیکھا تو اُسکے چھوڑ دینے
مین معذور ہے اُسپر اُسکا دھونا لازم نہوگا یہ متفرقات قنیہ مین ہے۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک
چوہا اپنے منھ سے روٹی کو کترتا ہے تو اُسکا کھانا جائز ہے فرمایا کہ ہان بسبب ضرورت کے جائز ہے یہ تاتارخانیہ
مین ہے۔ آدمی کا دانت ایک ٹوکری گیہون کے ساتھ پیسگیا تو آٹا نہ کھایا جائیگا اور نہ جانورون کو کھلایا جائیگا بخلاف
اسکے اگر اُسکی ہتھیلی کی کھال مکھی کے پر کے برابر چھلکر طعام مین مخلوط ہوگئی تو یہ طعام کھایا جائیگا کیونکہ اسمین عام بلوے
و ضرورت ہے اسی طرح اگر آٹا گوندھنے مین پسینا گر پڑا تو قلیل پسینا کھانے سے مانع نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر اونٹ
یا بکری کی مینگنی مین جو نکلا تو اُسکو دھوکر کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر گاے کے گوبر اور گھوڑے کی لید مین
نکلا تو نہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جوار و مسور و ماش و اسکے مثل چیزون کا ایسے پیچ مین دھونا جنمین یہ چیزین
چھلک کر گرتی جاتی ہون مکروہ ہے یہ قنیہ مین ہے۔ گوشت جب بدبودار ہو جاوے تو اُسکا کھانا حرام ہے اور گھی و دودھ
و روغن زیتون و تیل جب بدبودار ہو جاوے تو حرام نہین ہوتا ہے اور طعام جب متغیر ہوکر اوس گیا تو نجس ہو جاتا ہے
اور پینے کی چیزین متغیر ہونے سے حرام نہین ہوتی ہین یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے جس جانور کا گوشت کھایا جاتا
ہے اُسکا بچہ دان اگر وقت ذبح کے اُسکے ساتھ متصل ہو تو حلال ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اگر گرمی کے دنون مین کوئی شخص
کسی کے پھلون مین گذرا اور پھل درختون کے نیچے گرے پڑے ہین اور اُسنے انکو کھانا چاہا پس اگر شہر مین
ہو تو کھانا روا نہین ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اُنکے مالک نے صریح مباح کر دیا ہے یا بدلالت عادت مباح کرنا جانتا
ہو تو کھا سکتا ہے۔ اور اگر باہر شہر کے باغ مین ہو پس اگر یہ پھل ایسے ہون کہ باقی رہتے ہین جیسے اخروٹ وغیرہ
تو بھی نہین کھا سکتا ہے الا اُس صورت مین کہ مالک کے مباح کرنے سے آگاہ ہو اور اگر ایسے پھل ہون کہ باقی
نہین رہ سکتے ہین تو مشائخ نے انمین اختلاف کیا ہے اور صدر الشہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مختار یہ
ہے کہ تناول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے جب تک صریحاً یا عادۃً ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور غیاثیہ مین لکھا

ہو کہ مختار یہ ہو کہ جب تک یہ معلوم نہو کہ پھلون کا مالک کھا لینے پر راضی ہو تب تک نہین کھا سکتا ہو اسنتے اور
اگر گانون مین ہو پس اگر ایسے پھل ہون جو باقی رہتے ہین تو نہین لے سکتا ہو الا اُس صورت مین کہ اجازت
سے آگاہ ہوا ور اگر ایسے پھل ہون جو نہین باقی رہ سکتے ہین تو مختار یہ ہو کہ تناول کر لینے مین ڈر نہین ہو
جب تک ممانعت ظاہر نہو کذا فی المحیط اور ساتھین سے کچھ باندھ لانا نہین جائز ہو کذا فی التاتارخانیہ عن جامع
الجوامع۔ اور اگر پھل درخت پر لگے ہون تو افضل یہ ہو کہ کسی جگہ سے نہ لے الا باجازت لیکن اگر ایسا موضع
ہو جہان یہ پھل بہت ہون یہ معلوم ہو کہ مالکون پر کھا لینا کچھ گران نہ گذریگا تو کھا سکتا ہو مگر یہ روا نہین کہ باندھ
لادے **قال المترجم** د ہو الصحیح لما ورد فی الحدیث الصحیح۔ اور اگر پت جھاڑ مین درخت کے پتے راہ مین
گرے ہون اور کسی شخص نے بدون اجازت مالک درخت کے کچھ پتے اُٹھا لئے پس اگر مثل شہتوت وغیرہ
کسی ایسے درخت کے پتے ہون جنسے انتفاع حاصل کیا جاتا ہو تو اُسکو لینا جائز نہین ہو اور اگر لے لیے تو
ضامن ہوگا اور اگر ایسے پتے ہون جو کام مین نہین آتے ہین تو لے سکتا ہو اور اگر اُٹھا لیے تو ضامن نہوگا یہ
محیط مین ہو۔ اور اگر دوست کے گھر مین گیا اور دیگچی گرم کرکے کچھ کھایا تو جائز ہو اور اگر اپنے دوست کے باغ
انگور مین سے کچھ لیا اور وہ جانتا ہو کہ مالک باغ کو گران نہ گذریگا تو کچھ ڈر نہین ہو مگر آدمی کو چاہیے کہ خوب غور
کرلے کہ طمع کرنے والا اکثر غلطی کرتا ہو یہ ملتقط مین ہو۔ دریاے جاری مین سے پھل نکال لینا اور کھانا جائز ہو
اگرچہ کثیر ہون کیونکہ اگر چھوڑ دیے جاوین تو بگڑ جاوینگے پس اُٹھا لینے کی اجازت بدلالت ثابت ہوگی محیط
سرخسی مین ہو۔ ہیزم جو پانی مین سے نکال لیا وے اگر بوقت نکالنے کے اُسکی کچھ قیمت نہو تو حلال ہو اور
اگر قیمت ہو تو حلال نہین ہو۔ یہ سراجیہ و خلاصہ و محیط سرخسی مین ہو۔ فتاوے مین ہو کہ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے
دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک اخروٹ پایا پھر دوسرا پھر تیسرا یہان تک کہ دس ہوگئے اور اُنکی
قیمت ہوگئی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے مقام واحد مین پائے تو اُنکا حکم مثل لقطہ کے ہو اور اگر مواضع
متفرقہ مین پائے تو اسکو حلال ہین جیسے کہ اگر ایک شخص نے خرما کی گٹھلیان مقامات متفرقہ سے جمع کین
یہان تک کہ اُنکی قیمت ہوگئی تو یہ اُسکو حلال ہین اور فقیہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ حکم ہو کہ اخروٹ
خواہ اُسنے ایک ہی جگہ سے پائے ہون یا مقامات متفرقہ سے پائے ہون بہرحال وہ مثل لقطہ کے اسکو حلال
نہین ہین اگر وہ غنی ہو بخلاف خرما کی گٹھلیون کے کیونکہ خرما کی گٹھلیان لوگ پھینک دیتے ہین پس پھینک
دینے کی وجہ سے وہ مباح ہو جاتی ہین اور اخروٹ کو نہین پھینکتے ہین لیکن اگر اخروٹون کو اُسنے اخروٹ کے
درخت کے نیچے پایا تو چن لے جیسے بالیان اگر زمین مین باقی رہی ہون تو چن لے سکتا ہو یہ حاوی مین ہو اگر
چند لوگون نے ایک بھٹا خریدا پھر آپس مین کہا کہ جو شخص پوست اُتار کر دانہ ظاہر کرے اُسپر واجب ہوگا
کہ اسکے مثل دوسرا بھٹا خرید کر کھاوے پس ایک نے ایسا کیا اور موافق شرط کے جو لوگون نے اُسپر لازم کی
تھی دوسرا بھٹا خریدا تو اُسکا کھانا مکروہ ہو کیونکہ یہ تعلیق بالشرط ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک درخت ایک مقبرہ
مین لگا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ درخت اس زمین مین مقبرہ بنائے جانے سے پہلے اُگا ہو تو مالک زمین
اس درخت کا مستحق ہو جو چاہے کرے اور اگر زمین موات ہو اُسکا کوئی مالک نہو اور اُس زمین کو اس محلہ و

گاتون کے لوگون نے مقبرہ بنالیا ہو تو درخت مذکور کا اور جسقدر جگہ مین اُگا ہوا تھا اُس زمین کا وہی حکم ہوگا جو قدیم
وقت مین تھا اور اگر مقبرہ بنائے جانے کے بعد اُگا ہو پس اگر جمانے والا کوئی شخص معلوم ہو تو اُسی کا ہوگا مگر اُسکو
چاہیے کہ درخت مذکور کا ثمن صدقہ کرے اور اگر یہ درخت خود اُگا ہو تو اُسکا حکم قاضی کی رائے پر ہے اگر قاضی
کی رائے مین اُسکا قطع کرکے مقبرہ کے مصرف مین لانا مصلحت ہو تو ایسا کرسکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
اگر کسی توانگر نے ایسی چیز مین سے جو فقیر کو صدقہ دیگئی ہو کھایا پس اگر فقیر نے اُسکو کھانا مباح کیا تو اُسکا کھانا حلال
ہونے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اگر فقیر نے وہ چیز غنی کی ملک مین دیدی تو اُسکے کھانے مین ڈر نہین
ہے۔ ابن السبیل کو اگر کچھ مال صدقہ دیا گیا پھر ابن السبیل اپنے مال تک پہونچ گیا اور ہنوز صدقہ مذکور موجود ہے
تو اُسکو اس صدقہ کے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے اسی طرح اگر فقیر کو صدقہ دیا گیا پھر وہ غنی ہوگیا حالانکہ صدقہ مذکور
موجود ہے تو اُسکو بھی اس صدقہ مین سے کھانے مین ڈر نہین ہے۔ مٹی کھانا مکروہ ہے یہ فتاوے ابو اللیث مین
مذکور ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی نے شرح کتاب الصوم مین ذکر کیا کہ اگر اُسکو اپنی جان پر یہ خوف ہو کہ اگر مین نے
اُسکو کھایا تو اس سے بیماری یا آفت پیدا ہوجائیگی تو اُسکا کھانا مباح نہین ہے اسی طرح سوائے مٹی کے ہر چیز مین
یہی حکم ہے اور اگر اُسمین سے بہت کم کھاتا ہے یا کبھی کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ دریافت کیا گیا کہ جو مٹی مکہ
معظمہ سے لاتے ہین جسکو طین حمزہ کہتے ہین اُسکے کھانے مین بھی ویسی ہی کراہت ہے جیسے اس مٹی کے کھانے
کے بارہ مین حدیث شریف مین وارد ہے فرمایا کہ کراہت سب مین یکسان ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے بعض فقہائے
دریافت کیا کہ بخاری مٹی یا اُسکے مانند مٹی کھانا کیسا ہے تو فرمایا کہ جب تک مضر ہونے کا گمان نہو تب تک
کچھ ڈر نہین ہے اور مٹی کھانے کی کراہت اس وجہ سے نہین ہے کہ مٹی حرام ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ بیماری اُبھارتی ہے۔ اور
امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ ابن ابی لیلے خریدی ہوئی باندی کو مٹی کھانے کی وجہ سے
واپس کرتے تھے اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ مٹی کھانا کیسا ہے فرمایا کہ عاقل کا کام نہین ہے یہ حاوی
مین ہے۔ عورت اگر مٹی کھانے کی عادت کرے تو اُسکو ممانعت کیجا سکتی ہے۔ اگر اس سے اُسکے جمال مین نقصان
آتا ہو یہ محیط مین ہے۔ اور فالودہ اور اقسام اقسام کے کھانے مرغوب کھانے مین ڈر نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے
اور طرح طرح کے فواکہ کے ساتھ اُنکے کھانے مین ڈر نہین ہے مگر ترک کرنا افضل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے کھڑے
ہوکر پانی پینے مین ڈر نہین ہے اور چلتے ہوئے پانی نہ پیئے لیکن مسافرون کے واسطے رخصت ہے۔ اور ایک
سانس سے اور سقایہ کی ٹونٹی یا مشک کے دہانہ سے منہ لگا کر پانی نہ پیئے کیونکہ اسمین یہ خوف ہے کہ حلق مین کوئی
مضر چیز چلی جاوے یہ غیاثیہ مین ہے۔ سقایہ کا پانی پینا غنی و فقیر دونون کو جائز ہے کذا فے الخلاصہ سقایہ
مین سے برف نکال لینا اور اپنے گھر لانا مکروہ ہے کیونکہ سقایہ اسواسطے بنایا جاتا ہے کہ اُسمین سے پانی پیا جاوے
یہ اجازت نہین ہوتی ہے کہ اپنے گھر بھی لیجاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ سقایہ کا پانی اپنے گھر والون کے واسطے
لیجانا جائز ہے بشرطیکہ لیجانے کی اجازت ہو اور اگر اجازت نہو تو نہین لیجاسکتا ہے یہ متفرقات وجیز کردری
مین ہے۔ شراب کا ایک قطرہ سرکہ کے ایک گھڑے مین گر پڑا تو بدون تھوڑی دیر گذرنے کے اُسکا پینا حلال نہین ہے
اور اگر ایک کوزہ شراب ایک مٹکے سرکہ مین ڈالا گیا اور شراب کا مزہ و بدبو نہ پائی گئی تو سرکہ کا پینا فے الحلال

حلال ہے یہ ملتقط باب اول مین ہے بیٹے کا فرباپ کو شراب نہین پلا سکتا ہے اور نہ اُسکو شراب کا پیالہ دے اور نہ اُسکے ہاتھ سے لے اور نہ اُسکو بیعہ مین لیجاوے اور نہ وہان سے واپس لاوے اور اگر اُسکی ہانڈی مین مردار یا سور کا گوشت نہو تو اُسکی ہانڈی کے نیچے آگ روشن کر دے اور بس دسترخوان پر مردار کھائی جاتی ہو یا شراب پی جاتی ہو اُسپر مسلمان نہ بیٹھے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے پیالے اور رکابی کو روٹی پر رکھنا جائز نہین ہے یہ قنیہ مین ہے امام صفار نے فرمایا کہ مین ضیافت مین جاتے وقت اپنے دل مین کچھ نیت سواے اسکے نہین پاتا ہون کہ نمک دانی کو روٹی پر سے اُٹھا لون یہ خلاصہ مین ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر ملحہ سے روٹی زیادہ کھائی جاوے تو مکروہ نہین ہے یہ ینابیع مین ہے اور جب کہ غذا مین نمک ہو اسکا روٹی پر رکھنا اور ایسے ہی بقول کا روٹی پر رکھنا جائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ سب جائز ہے اور فرمایا کہ خوان انہین چیزون کے واسطے ہوتا ہے اور ایسا ہی علاء الترجمانی و علاء الحمامی نے فرمایا ہے اور ہم نے بخارا و سمرقند مین بڑے بڑے ائمہ کے سامنے لوگون کو ایسا کرتے دیکھا اور انھون نے منع نہ کیا مولف رحمہ اللہ کہتے ہین کہ اسکے سواے اور کھانے کی چیزین جیسے زماورد و میوہ سبز و غیرہ کا روٹی پر رکھنا سو سب کے نزدیک جائز ہے یہ قنیہ مین ہے خوان سے روٹی لٹکا کر رکھنا مکروہ ہے بلکہ اس طرح رکھی جاوے کہ لٹکتی نہو وے یہ ظہیریہ مین ہے خوان کے نیچے برابر کرنے کے واسطے روٹی کا ٹکڑا رکھنے کے جواز مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ زاہدی مین ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی نمکدان روٹی پر رکھنا اور خوان سے روٹی لٹکانا اور پیالہ کے نیچے روٹی رکھنا مکروہ ہونے کا فتوے نہین دیتے تھے اور انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑ دینا مکروہ ہونے کا فتوے بھی نہین دیتے تھے بشرطیکہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے اور ہمارے بعضے مشائخ نے انگلی یا چھری کو روٹی سے رگڑنا مکروہ ہونے کا فتوے دیا ہے اگرچہ رگڑنے کے بعد اس روٹی کو کھاوے یہ محیط مین ہے اور شیخ علاء الترجمانی نے فرمایا کہ روٹی چھری سے کاٹنا مکروہ ہے اور شیخ ابو الفضل کرمانی و شیخ ابو حامد نے فرمایا کہ مکروہ نہین ہے یہ قنیہ مین ہے اور یہ مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ اگر کہ کے مثل روغنی روٹی یعنی دودھ سے گوندھی ہوئی ہو تو مکروہ نہین ہے اور کچھ ڈر نہین ہے اور اگر ایسی روٹی نہو تو مجوسیون کی عادات مین سے ہے یہ تاتارخانیہ مین یتیمہ سے منقول ہے امام ثوری رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا کہ غیر کی روٹی سے تھوڑا لینا کیسا ہے فرمایا کہ وہ غیر کا مال ہے اُس سے اجازت لینی چاہیے اور اگر بدون اجازت کے لیوے بدون آشنائی کے ایسا کرے تو مین پسند نہین کرتا ہون اور جب تک ممکن ہو درخواست اجازت بھی نہ کرے کیونکہ یہ سوال ہے لیکن اگر دونون مین انبساط ہو تو مضائقہ نہین ہے یہ ملتقط مین ہے بڑوسی لوگ جو باہم ایک دوسرے سے خمیر لیا کرتے ہین اور اٹکل سے اُنکا معاوضہ دیا کرتے ہین تو یہ جائز ہے یہ جواہر الفتاوے مین ہے مسافرون نے اگر اپنا زاد راہ خلط کر دیا یا ہر ایک نے رفیقون کی تعداد پر درم دیے اور ہر ایک نے سب کا کھانا خرید کر سب نے کھایا تو یہ جائز ہے اگرچہ ہر ایک کے کھانے کی مقدار مین تفاوت ہو کذا فی الوجیز للکردری

بارھوان باب ہدایا و ضیافات کے بیان مین

ایک شخص نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا اُسکی ضیافت کی پس اگر اُسکا غالب مال حلال ہے تو قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ یہ

ہدیہ یا ضیافت مال حرام سے ہو تو قبول نہ کرے اور اگر غالب مال اُسکا حرام ہو تو چاہیے کہ ہدیہ قبول نہ کرے اور طعام
ضیافت نہ کھاوے لیکن اگر وہ شخص اسکو خبر دے کہ یہ مال حلال ہے کہ مین نے ورثہ مین پایا ہے یا کسی شخص سے قرض لیا
ہے تو جائز ہے یہ ینابیع مین ہے ظالم امیرون کا ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہے اسواسطے کہ اکثر مال اُنکا حرام ہوتا ہے
لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اسکا اکثر مال حلال ہے مثلاً یہ امیر صاحب تجارت یا زراعت ہو تو کچھ ڈر نہین ہے کیونکہ لوگون کا مال
قلیل حرام سے خالی نہین ہوتا ہے پس اعتبار غالب کا ہے اور یہی حکم ایسے امیرون کے کھانے کا ہے یعنی دعوت قبول
کرنے کا یہ اختیار شرح مختار مین ہے اور ہمارے زمانہ کے امیرون کے ہدیہ کا حکم کیا ہے سو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل (یعنی اکثر مال کسیکا ہو ۱۲ منہ)
بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ ہمارے زمانے کے امیرون کے
ہدیہ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ جسنے ہدیہ دیا ہے اُسی کو واپس دیا جاوے اور شیخ نے فرمایا کہ مجھکو یہ بات محمد رحمہ سے بھی دریافت
کیا گیا تو فرمایا کہ بیت المال مین رکھا جاوے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا ہے اور یہ بات شیخ ابوبکر
محمد ابن الفضل رحمہ اللہ کے سامنے بھی ذکر کی گئی تھی تو فرمایا کہ مین جانتا تھا کہ مذہب یہی ہے کہ بیت المال مین جمع کیا جاوے
لیکن مین نے اس روایت پر اس خوف سے فتوے نہ دیا کہ بیت المال مین رکھا جائیگا اور ہمارے لوگ پھر اسکو اپنی
نفسانی خواہشون و لہو و لعب مین خرچ کرینگے اور یہ بات تو ہمکو معلوم ہے ہمارے زمانہ کے حاکم لوگ بیت المال
کو اپنی شہوات کے واسطے رکھتے ہین جماعت مسلمین کے واسطے نہین رکھتے ہین یہ محیط مین ہے اور فقیہ ابواللیث
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سلطانی جائزہ قبول کرنے مین علما نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ لینا جائز ہے جبتک کہ
یہ معلوم نہو کہ یہ حرام مین سے دیتا ہے امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین لینے لے لینگے جبتک ہمکو
کوئی شے بعینہ حرام معلوم نہو جاوے اور یہی قول امام ابوحنیفہ و اُنکے اصحاب کا ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور شرح حیل الخصاف
مین شمس الائمہ رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ شیخ ابوالقاسم حکیم جائزہ سلطانی لیتے تھے اور اُنکا یہ طریقہ تھا کہ اپنی ضرورتون
کے واسطے قرض لیتے تھے پھر سلطانی جائزہ لیکر اُس سے اپنا قرضہ ادا کر دیتے تھے اور ایسے مسائل مین حیلہ یہ ہے
کہ ادھار خریدے پھر جس مال سے چاہے دام ادا کر دے اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ مین نے امام
اعظم رحمہ سے ایسے مسائل کا حیلہ دریافت کیا تو مجھکو یہی جواب دیا جو ہمنے ذکر کیا ہے یہ خلاصہ مین ہے اور لوگون
کو نچاہیے کہ ظالمون کا کھانا کھاوین اس غرض سے کہ اُنپر اُنکے افعال کی تقبیح و مرتکبات سے زجر ثابت ہو اگرچہ
کھا لینا حلال ہے یہ غرائب مین ہے اور شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو صدقہ لینا حلال نہین ہے اسکے
حق مین یہ افضل ہے کہ سلطان سے جائزہ لیکر ایسے لوگون کو جنکو صدقہ حلال ہے بانٹ دے یا یہ کہ قبول نہ کرے
تو فرمایا کہ قبول نہ کرے کیونکہ یہ امر صدقہ لینے کے مشابہ ہے پھر شیخ رحمہ اللہ تعالے سے کہا گیا کہ کیا یہ بات نہین ہے
شیخ ابونصیر رحمہ نے اسحق بن احمد سمعیل رحمہ کا جائزہ نہ لے لیا ہے تو شیخ نے جواب دیا کہ ہان لیکن ان دونون کے
پاس ایسا مال بھی تھا جو دونون نے اپنے باپ سے میراث پایا تھا پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر
کسی فقیر نے سلطان سے جائزہ قبول کر لیا باوجود علم اس بات کے کہ سلطان نے اسکو غصب کیا ہے پس آیا اسکو
حلال ہے تو فرمایا کہ اگر سلطان نے مال مغصوب دوسرے درمون مین ملا دیا ہے تو کچھ ڈر نہین ہے اور اگر بعینہ مال
مغصوب بدون خلط کرنیکے اس فقیر کو دیا تو نہین جائز ہے اور فقیہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ جواب ظاہر

قیاس قول امام اعظم رح کے تخریج کیا ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جو دراہم کسی شخص سے غصب
کرلیے اگر انکو دوسرے درمون مین خلط کر دیا تو غاصب ان درمون کا مالک ہوجاتا ہی اور غاصب پر اُسکے مثل
دوسرے درم مالک کو تاوان دینے واجب ہوتے ہین اور صاحبین رح کی اصل پر یہ حکم ہی کہ غاصب اُنکا مالک
نہین ہوتا ہی بلکہ یہ دراہم غصب بعینہ اپنے مالک کی ملک رہتے ہین پس جواب یہ ہوگا کہ فقیر مذکور کو ایسا جائزہ سلطانی
لینا حلال نہین ہی یہ حاوی مین ہی۔ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص سلطان کے پاس گیا اور سلطان
نے کھانے کی کوئی چیز اُسکے سامنے کی پس اگر سلطان نے یہ چیز دامون سے خریدی ہی یا خریدی نہو مگر یہ
شخص نہ جانتا ہو کہ یہ چیز بعینہ مغصوب ہی تو اُسکو کھا لینا حلال ہی ایسا ہی مذکور ہی مگر صحیح یہ ہی کہ یہ شخص سلطان کے
مال پر نظر کرے کہ غالب مال کیسا ہی اُسپر حکم کی بنا رکھے کذا فی الذخیرہ یعنی اگر غالب مال سلطان حلال ہو
تو کھا لے ورنہ کھانا نچاہیے کذا فہمہ المترجم۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہو تو زید کو
عمرو کی دعوت قبول کرنے مین ڈر نہین ہی اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ جواب حکما ہی اور دیانت کی راہ
سے یہ افضل ہی کہ اگر قرضخواہ کو معلوم ہو کہ قرضہ کی وجہ سے دعوت کرتا ہی یا اُسکے نزدیک شبہہ ہو صاف معلوم
نہو تو دعوت قبول نکرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اشتباہ کی حالت مین بھی یہ پرہیز کرنا چاہیے
کہ جب یہ دیکھے کہ قرض لینے سے پہلے مثلاً ہر بیس دن بعد دعوت کیا کرتا تھا اور بعد قرض لینے کے اُسنے
یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہر دس روز بعد دعوت کرنے لگا یا کھانون کے اقسام مین بڑھا کر کئی رنگ کا کھانا کر دیا اور
اگر بعد قرض لینے کے بھی اُسنے وہی طریقہ رکھا کہ بیس روز بعد دعوت کرتا رہا یا کھانون مین کچھ نہ بڑھایا تو
پرہیز نکرے لیکن اگر وہ صاف ظاہر کر دے کہ مین قرض کی وجہ سے دعوت کرتا ہون تو پرہیز کرنا واجب
ہی یہ محیط مین ہی۔ دعوت قبول کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ واجب ہی اُسکا ترک
کرنا روا نہین ہی اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ سنت ہی اور افضل یہ ہی کہ قبول کرے اگر دعوت ولیمہ ہو اور اگر
ولیمہ نہو تو اُسکو اختیار ہی مگر قبول کر لینا افضل ہی کیونکہ قبول کرنے مین مومن کے دل کو خوشی پہونچتا ہی یہ تمرتاشی
مین ہی اگر کسی دعوت مین بلایا جاوے تو واجب ہی کہ قبول کرے اور واجب جبھی ہی کہ جہان دعوت ہی وہان
کچھ بدعت و معصیت نہو اور اگر قبول کرنے سے انکار کیا تو گنہگار ہوگا اور ہمارے زمانہ مین اسلم طریقہ
ہی کہ قبول کرنے سے انکار کرے لیکن اگر یقیناً جانتا ہو کہ وہان کچھ بدعت و معصیت نہین ہی تو قبول کرنا اسلم
ہی یہ ینابیع مین ہی۔ اعلم العلما الشیخ علاء الدین سمرقندی نے فرمایا کہ جو شخص ایسی دعوت مین مبتلا ہوا جسمین
حرام کا شبہہ ہی تو حیلہ یہ ہی کہ صاحب ضیافت سے کہے کہ تو یہ مال فلان فقیر کی ملک کر دے پس جب اُسنے
فلان فقیر کی ملک کر دیا تو وہ فقیر کی ملک ہوگیا اور جب فقیر کی ملک ہوا تو جائز ہی کہ وہ دوسرے کی ملک
کر دے اور یہ جو جامع صغیر مین مذکور ہی کہ فقیر کا مال کھانا مکروہ ہی اس سے یہ مراد ہی کہ جو مال اُسنے صدقہ سے
حاصل کیا ہی اُسکا کھانا مکروہ ہی نہ یہ کہ جو مال فقیر نے دوسرے طور سے حاصل کیا ہی وہ مکروہ ہی یہ جواہر الفتاوی
مین ہی۔ آدمی کو چاہیے کہ جو فاسق اعلان کے ساتھ فسق کرتا ہو اُسکی دعوت قبول نکرے تاکہ وہ جان لے
کہ تو اُسکے فسق سے راضی نہین ہی۔ اسی طرح جسکا غالب مال حرام ہو اُسکی دعوت بھی قبول نکرے جب تک

له جیسا کہ اس زمانہ کی دعوتین اکثر ان امور سے خالی نہین ہوتی ہین ۱۲

وہ آگاہ نہ کرے کہ یہ مال دعوت حق حلال ہی اور اگر بالعکس ہو یعنے غالب مال حلال ہو تو قبول کرے جبتک
اُسکے نزدیک ظاہر نہو وے کہ یہ حرام ہی یہ تمرتاشی مین ہی اور روضہ مین لکھا ہی کہ فاسق کی دعوت قبول
کرے مگر پرہیزگاری یہ ہی کہ نہ قبول کرے اور جو شخص زمین کو مزارعت پر لیتا ہی یا دیتا ہی اُسکی نسبت بھی یہی حکم ہی یہ
وجیز کردری مین ہی سود خوار یا حرام کمائی والے نے کسی کو ہدیہ بھیجا یا ضیافت کی اور اُسکا اکثر مال حرام ہی
تو قبول نہ کرے اور نہ کھاوے جب تک کہ وہ خبر نکرے کہ اس مال کی اصلیت حلال ہی کہ مین نے ورثہ مین
پایا ہی یا قرض لیا ہی اور اگر اُسکا غالب مال حلال ہو تو اُسکے ہدیہ قبول کرنے و دعوت کھانے مین ڈر نہین
ہی یہ ملتقط مین ہی اور دعوت عامہ مثل دعوت عرس یعنے طعام ولیمہ و ختنہ وغیرہ سے تخلف کرنا نچاہیے یعنے
انکار نہ کرے اور جب اُسنے قبول کر لی اور چلا گیا تو حق واجب ادا کر دیا خواہ کھاوے یا نکھاوے پس
اگر نہ کھایا تو ڈر نہین ہی اور افضل یہ ہی کہ کھاوے اگر روزہ دار نہو یہ خلاصہ مین ہی اگر ایک شخص دعوت ولیمہ
مین بلایا گیا اور اُسنے وہان گانا یا کسی قسم کا لہو پایا تو بیٹھ کر کھانے مین ڈر نہین ہی پس اگر اُن لوگون کی ممانعت
کی قدرت رکھتا ہو تو منع کرے اور اگر نہ قدرت رکھتا ہو تو صبر کرے اور یہ حکم ایسے شخص کے واسطے ہی جو مقتدی
نہو یعنے لوگ اُسکی پیروی نہ کرتے ہون اور اگر ایسا ہو کہ لوگ دینی باتون مین اُسکی پیروی کرتے ہون اور
وہ ان لوگون کے منع کرنے پر قادر نہو تو وہ مجلس سے نکل جاوے وہان نہ بیٹھے اور اگر ایسا فعل ممنوع دسترخوان
پر ہوتا ہو تو بیٹھنا نچاہیے اگرچہ ایسا شخص نہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون۔ اور یہ سب اُس صورت
مین کہ اُسکو وہان حاضر ہو جانے کے بعد معلوم ہوا ہو۔ اور اگر حاضر ہونے سے پہلے ایسا معلوم ہو گیا
ہو تو حاضر نہووے کیونکہ اُسپر حق دعوت لازم نہین ہوا بخلاف اِسکے جبکہ وہ ناگاہ وہان چلا گیا اور اُسکے
سامنے یہ معاملہ ظاہر ہوا تو ایسا نہین ہی کیونکہ حق دعوت اُسپر لازم ہو چکا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی اگر ایک
شخص مقتدی ہو کہ لوگ دین مین اُسکی پیروی کرتے ہون اور وہ لوگون کے نزدیک محترم ہو یہ جانتا
ہو کہ جب مین جاؤنگا تو لوگ اس فعل ممنوع کو ترک کر دینگے تو اُسپر جانا واجب ہی ورنہ نجاوے یہ تمرتاشی مین
ہی ایک شخص نے بوجہ قرابت یا ولیمہ کے دعوت کی مجلس قرار دی یا فسق و فجور کے واسطے مجلس جمائی اور
ایک مرد صالح کو ولیمہ کے واسطے بلایا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر یہ شخص ایسا ہو کہ اسکے انکار کرنے پر وہ
لوگ اپنے فسق سے باز رہین تو اسکو دعوت قبول کرنا مباح نہین ہی بلکہ اُسپر واجب ہی کہ قبول نہ کرے
کیونکہ یہ نفی منکر ہی (اور نہی از منکر واجب ہی) اور اگر یہ شخص ایسا نہو کہ اسکے انکار سے وہ لوگ اپنے فسق سے
باز رہین تو کچھ ڈر نہین ہی کہ دعوت قبول کرے اور کھانا کھاوے اور اُنکے فسق و فجور کا بطور وعظ ذکر کرے
کیونکہ یہ اجابت دعوت ہی اور اجابت دعوت واجب ہی یا مندوب ہی پس ایسے فعل ممنوع کی وجہ سے جو
اس دعوت مین ہو انکار نہ کرے اور ولیمہ سنت ہی اور اسمین ثواب عظیم ہی اور ولیمہ اُسکو کہتے ہین کہ جب کوئی
شخص نکاح کر کے لاوے اور اپنی جورو کے ساتھ سوئے تو چاہیے کہ اپنے پڑوسیون و قرابت دارون
و دوستون کو بلاوے اور جانور ذبح کر کے اُنکے واسطے کھانا پکاوے اور جب وہ ضیافت تیار کرے تو
ان لوگون کو چاہیے کہ اُسکی دعوت قبول کرین اور اگر نہ مانینگے تو گنہگار ہونگے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جسنے دعوت قبول نکی اُسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی کی پس اگر روزہ دار ہو تو
دعوت مین جاوے مگر نہ کھاوے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہو تو کھاوے اور دعا کرے اور اگر نہ کھایا
تو گنہگار و جفاکار ہوگا یہ خزانۃ المفتیین مین ہے اور بعض نے کہا کہ جسروز نکاح کر کے لایا اور سُنایا ہے اُس روز
دعوت کرے یا اُسکے دوسرے روز یا تیسرے روز دعوت کرے پھر عرس و ولیمہ ختم ہوجاتا رہتا ہے کذا
فی الظہیریہ لیکن تین روز تک تو حکم عرس باقی رہتا ہے اور دعوت ولیمہ ہوسکتی ہے پھر نہین ہوتی ہے کذا فی غرائب المسائل
اور جن لوگون کے یہان موت ہوگئی ہو تو اول روز اُنکے یہان کھانا لیجانا اور اُنکے ساتھ کھانا جائز ہے کیونکہ وہ لوگ
تجہیز و تکفین مین مشغول ہوتے ہین اور اُسکے بعد پھر مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور ایام مصیبت و موت مین
تین روز تک ضیافت کرنا مباح نہین اور اگر تیار کی تو اُسمین سے کھانے مین کچھ ڈر نہین ہے یہ خزانۃ المفتیین مین ہے
اور اگر اہل مصیبت نے فقیرون کے واسطے کھانا تیار کیا تو بہتر ہے بشرطیکہ سب وارث بالغ ہون اور اگر وارثون مین
سے کوئی نابالغ ہو تو ترکہ مین سے فقیرون کے واسطے کھانا اکرنا جائز نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر ایک شخص دعوت
کے دسترخوان پر بیٹھا اور اُسنے کھانے مین سے کچھ نکال کر غیر شخص کو دیا پس اگر جانتا ہے کہ صاحب دعوت اسپر راضی
نہوگا تو اُسکو دینا حلال نہین ہے اور اگر جانتا ہے کہ راضی ہوگا تو دینے مین کچھ ڈر نہین ہے اور اگر اُسکے نزدیک
مشتبہ ہو تو از خود نہ دے اور نہ کسی کے مانگنے سے دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کھانے والے
دو دسترخوانون پر ہون تو ایک دوسرے کو کچھ نہ دے لیکن اگر اس بات پر یقین ہو کہ صاحب دعوت اسپر راضی
ہوگا تو مضائقہ نہین ہے اور کتاب الہبہ مین مذکور ہے کہ ایک دعوت مین چند دسترخوان بچھائے گئے ہین اپس اگر
دسترخوان والون مین سے کسی شخص نے دوسرے دسترخوان والے کو یا اسی دسترخوان والے کو کچھ دے
دیا تاکہ کھاوے تو یہ جائز ہے یہ ملتقط مین ہے۔ اگر مہمان نے کھانے مین کچھ کھانا دوسرے مہمان کو جو اُسی
دسترخوان پر اُسکے ساتھ مہمان ہے دیا تو مشائخ رحمہم اللہ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُسکو ایسا کرنا
حلال نہین ہے اور جسنے لیا ہے اُسکو کھانا حلال نہین ہے بلکہ لیکر اسی دسترخوان پر رکھدے پھر دسترخوان سے
کھاوے اور اکثر مشائخ نے اسکو جائز رکھا ہے کیونکہ مہمان مذکور ایسے فعل کے واسطے عادۃً ماذون ہے۔ اور جو
شخص دسترخوان پر ہو اُسکو یہ جائز نہین ہے کہ جو شخص وہان کسی آدمی کو بلانے آیا یا اور کسی کام کو آیا ہے اُسکو کھانے
مین سے کچھ دیدے کذا فی فتاوی قاضی خان اور صحیح اس باب مین یہ ہے کہ عرف عادت کی طرف نظر
کرے دوستی و محبت پر حکم لگاوے کذا فی الینابیع۔ اسیطرح صاحب دعوت کے فرزند یا اُسکے
غلام و اُسکے کُتے و بلی کو نہ دے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر مہمان نے دسترخوان پر سے مالک مکان
یا غیر کی بلی کو نوالہ روٹی یا ٹکڑا روٹی یا تھوڑا قلیل دیدے تو استحساناً جائز ہے کیونکہ عادۃً اسکی اجازت ہے اور اگر مہمانون
کے پاس مالک مکان یا غیر کا کتا ہو وے تو مہمان کو گنجائش نہین ہے کہ بدون اجازت مالک مکان کے کچھ روٹی
یا گوشت دیدے کیونکہ عادۃً ایسی اجازت نہین ہے اور اگر جلی ہوئی یا جلی ہوئی روٹی دیدے تو دیسکتا ہے یہ ظہیریہ
و ذخیرہ و کبری مین ہے۔ ایک شخص نے چند لوگون کو دعوت کے واسطے بلایا اور کئی دسترخوان بچھاکر ان لوگون کو
علٰحدہ علٰحدہ بٹھایا تو ایک دسترخوان والون مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہے کہ دوسرے دسترخوان سے کوئی چیز

اٹھا کر کھاوے اسواسطے کہ صاحب دعوت نے ہر خوان والے کے واسطے وہی کھانا مباح کیا ہی جو اُسکے دسترخوان پر ہو نہ دوسرے دسترخوان کا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ قیاساً یہی حکم ہی مگر استحساناً یہ حکم ہی کہ اگر اسی ضیافت کے دوسرے دسترخوان والے کو دیدیا تو جائز ہی۔ اور اگر بعضے خادموں کو جو وہان خدمت کر رہے تھے کچھ دیدیا تو بھی استحساناً جائز ہی اسی طرح اگر مہمان نے دسترخوان پر سے ذراسی روٹی یا تھوڑا گوشت رکھ لیا تو بھی استحساناً جائز ہی اور اگر بلّا کھانا یا جلی روٹی دیدی تو بالاتفاق جائز ہی کیونکہ ایسی اجازت اُسکے واسطے ثابت ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ نزلہ ربائی یعنی دسترخوان پر سے کچھ کھانا اُٹھا کر گھر لیجانا بلا خلاف حرام ہی لیکن اگر مضیف یعنے میزبان یعنے صاحب دعوت کی طرف سے اجازت و اطلاق حاصل ہو تو مضائقہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ ایک شخص اپنے اہل و عیال کے ساتھ روٹی کھایا کرتا ہی اور روٹی کے ٹکڑے بچ رہتے ہین پس جمع ہو کر بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور اُسکے اہل و عیال ان ٹکڑون کی خواہش نہین رکھتے ہین تو اُسکو اختیار ہی کہ مرغی و بکری و گاے وغیرہ کو کھلا وے اور یہ افضل ہی اور یہ بھی جائز ہی کہ ان ٹکڑون کو نہر مین یا راہ مین ڈالدے لیکن اگر چیونٹیون کے واسطے راہ مین ڈالے تاکہ چیونٹیان کھا جاوین تو جائز ہی ایسا ہی سلف رحمہم اللہ نے کہا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور کسی کو روا نہین ہی کہ مجنون کو مردار کھلا وے ہان بلّی کو کھلا وے تو روا ہی اور اگر روٹی یا طعام نجس ہو جاوے تو جائز نہین ہی کہ نابالغ یا معتوہ کو یا ایسے جانور کو جسکا گوشت کھایا جاتا ہی کھلاوے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مردار سے کسی طرح انتفاع جائز نہین ہی اور نہ مردار کو سکھیے ہوے کتے و باز و جرہ وغیرہ شکاری جانورون کو کھلاوے یہ قنیہ مین ہی۔ اور مہمان کے واسطے یہ مستحب ہی کہ جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ مہمان پر چار چیزین واجب ہین اول جہان بٹھایا جاوے وہان بیٹھے دوم جو کھانا اُسکے سامنے پیش کیا جاوے اُسپر راضی ہو۔ سوم بدون اجازت مالک مکان کے نہ اُٹھے چہارم جب نکلے تو اُسکے واسطے دعا کرے اور میزبان کے حق مین مستحب ہی کہ بدون الحاح کے کبھی کبھی کہے کہ اور کھاؤ اور مہمانون کے سامنے کثرت سے خاموشی اختیار نہ کرے اور مہمانون کی نظر سے غائب ہو جاوے اور خادمون پر مہمانون کے سامنے غصہ نہ کرے اور مہمانون کی مہمانداری کی وجہ سے اہل و عیال کے روزینہ مین تنگی نہ کرے یہ ظہیریہ مین ہی۔ افضل یہ ہی کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال پر اور جو فاضل بچے اُسکو صدقہ کر دے اور فاسق کو اُسکی قوت سے زیادہ نہ دے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ کھاتے وقت سکوت کرنا مکروہ ہی کیونکہ یہ مجوسیون کی مشابہت ہی کذا فی السراجیہ اور کھانے کے وقت ساکت نہ رہے لیکن جو باتین کرے وہ نیک باتین و نیکون کی حکایتین ہون یہ غرائب مین ہی **قال المترجم** یہی باتین جس سے انسان کسی فکر مین پڑجاوے یا کھانے سے بالکل کسی دوسری طرف مشغول ہو جاوے ہرگز اچھی ہو جاتا ہی کذا الاطبار فالوجہ فی الکراہیۃ علی التفصیل فوق ما فصلوہ فتامل۔ اور میزبان دعوت کرنے والے کو چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کی عادت شریف کی پیروی کرکے خود مہمانون کی خدمت کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اگر تو نے چند لوگون کو دعوت مین بلایا پس اگر تھوڑے لوگ ہون اور تو بھی اُنکے ساتھ بیٹھ گیا تو ڈر نہین کیونکہ دسترخوان پر سیرا اُنکی خدمت کرنا مروت کی بات ہی اور اگر بہت لوگ ہون تو اُنکے ساتھ نہ بیٹھ بلکہ خود

الاصح ... یہ طحطاوی کا قول ہی لہٰذا مسئلہ مین زیادہ تفصیل کی ضرورت ۱۲

اُنکی خدمت کرو اور مہمانون کے سامنے خادم پر غصہ نہ کرو اور یہ سچا ہے کہ اُنکے ساتھ ایسا شخص بٹھلاوے جو اُن پر گران گذرے اور جب مہمان لوگ کھانے سے فراغت پاوین اور اجازت مانگین تو اُنکو روکنا سچا ہے اور جب قوم مین سے چند لوگ آگئے اور تھوڑے لوگون نے دیر کی تو جو لوگ پہلے آگئے ہین اُنکے مقدم کرنے کا استحقاق ہو بہ نسبت اُن لوگون کے جو پیچھے رہگئے ہین۔ اور صاحب دعوت کو چاہیے کہ جب تک پہلے ہاتھ دھونے کو پانی نہ لاوے تب تک پہلے ہی سے کھانا لاکر پیش نہ کرے اور قیاس یہ ہو کہ جو شخص آخر مجلس مین بیٹھا ہو اُس سے ہاتھ دھولانا شروع کرے اور اخیر مین اُس شخص کے ہاتھ دھلاوے جو صدر نشین ہو لیکن لوگون نے استحسانًا یہ طریقہ رکھا ہو کہ سب سے پہلے جو شخص صدر نشین ہو اُسکی طرف سے ہاتھ دھولانا شروع کرتے ہین پس اگر ایسا کیا تو ڈر نہین ہو۔ اور جب کھانے کے بعد مہمانون کے ہاتھ دھولانے چاہے تو مشائخ نے فرمایا کہ ہر بار طشت کا پانی پھینکنا مکروہ ہو اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسمین کچھ ڈر نہین ہو اسواسطے کہ جب چکنائی طشت مین اکٹھا ہو گئی تو بسا اوقات دھولانے مین اُسکی چھینٹین اُڑ کر کپڑے پر پڑتی ہین پس اُسکے کپڑے خراب ہونگے اور اگلے وقت کے لوگون کا کھانا اکثر روٹی وچھوارے ہوتے تھے یا کم چکنائی کا ہوتا تھا اور اس زمانہ مین طرح طرح کے کھانے وسالن ہوتے ہین جنکو وہ کھاتے ہین اور ہاتھون مین چکنائی بھر جاتی ہو پس طشت کا پانی ہر بار پھینکنے مین کچھ ڈر نہین ہو۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دانتون مین خلال کی پس جو کچھ دانتون سے نکل کر زبان پر رہا پس اگر اُسنے نگل لیا تو جائز ہو اور اگر پھینک دیا تو جائز ہو اور ریحان و آس و انار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہو اور سیاہ بید کی لکڑی کا خلال مستحب ہو اور یہ نہ چاہیے کہ خلال اور جو کچھ دانتون سے نکالا ہو وہ لوگون کے قریب پھینکے اسواسطے کہ اُس سے اُنکے کپڑے خراب ہونگے بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے پاس رکھے پس جب ہاتھ دھونے کے لیے طشت آوے تو اُسمین ڈالدے پھر ہاتھ دھووے کہ یہ فعل عمدہ اخلاق مین سے ہو یہ تاتارخانیہ مین لباب سے منقول ہو

سترھوان باب - درم وشکر لٹانے اور لوٹے ہوے مال کے اور جو چیز اُسکا مالک پھینکدے اُسکے لینے کے بیان مین۔ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہو کہ جب لٹانے والے نے لوٹنے کی اجازت دیدی تو لوٹ لینا جائز ہو۔ اگر کسی شخص نے کچھ شکر و کچھ درم چند لوگون کے سامنے رکھے اور کہا کہ جو چاہے اسمین سے لے یا یون کہا کہ جو شخص اسمین سے جو کچھ لے وہ اُسی کی ہوگی پس جسنے اُنمین سے کچھ لیا وہ اُسی کا ہو جائیگا اور دوسرے کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسے لیلے واضح ہو کہ لٹانے والے نے جو شخص کو لیا اُسے ... یہ ذخیرہ مین ہو۔ جن درمون و دینارون و پیسون پر اللہ تعالے کا نام لکھا ہو اُنکا لٹانا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ ہو اور بعض کے نزدیک مکروہ نہین ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی جواہر الاخلاطی

وقال المترجم ہمارے زمانہ مین صحیح یہ ہو کہ مکروہ ہو اور یہی حکم کلمہ کے روپیہ وغیرہ کا ہو واللہ اعلم۔ اور جن درمون و دینارون و پیسون پر کلمہ شہادت لکھا ہو اُنکے لٹانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے اسکو مکروہ نہین جانا ہو اور یہی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور دعوت نکاح مین شکر و درم لٹانے مین ڈر نہین ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اگر شکر لٹانے کے واسطے پھینکی گئی اور ہنوز موجود لوگون نے اُسکو لوٹا نہ تھا کہ ایک شخص آیا جو لٹانے کے وقت موجود نہ تھا اور اُسنے بھی لوٹنی چاہی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ اُسکو لوٹ لینے کا اختیار ہو اور فقیہ ابو جعفر رحمہ نے فرمایا کہ نہین اختیار ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اگر شکر لٹانے کے واسطے

پھینکی گئی اور نہ وہ کسی شخص کے دامن یا آستین میں گری اور غیر شخص نے لے لی تو لینے والے کی ہوگی
منتقی میں ہی اور یہی مسئلہ فتاوےٰ اہل سمرقند میں لکھا ہی اور جواب میں تفصیل ہی یعنے یون بیان فرمایا کہ اگر
اُسنے اپنا دامن یا آستین اسواسطے پھیلائی تھی کہ اُسمین شکر گری تو جسنے نکال لی ہی وہ نہین لے سکتا ہی اُسکی
نہوگی بلکہ دامن و آستین والے کو اُس سے واپس لینے کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر نکاح مین شکر لٹائی گئی
اور وہ کسی شخص کے گود مین گری اور دوسرے نے لے لی تو جائز ہی بشرطیکہ اُسنے اپنی گود شکر لینے کے
واسطے نہ پھیلائی ہو اور اگر ایک شخص نے لوٹ کی چیز اپنے ہاتھ مین لی پھر اُسکے ہاتھ سے چھوٹ پڑی اور
دوسرے نے اُٹھا لی تو وہ چیز پہلے والے کی ہوگی یہ ینابیع مین ہی۔ اگر ایک شخص جامع مسجد کے مقصورہ مین
گیا اور اُسمین شکر رکھی پائی تو اُسکا لے لینا جائز ہی مگر فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ نہین قال المترجم وہو الصحیح سنے
زمانا اور اگر سوق فانیذ مین گذرا اور وہان شکر پائی تو نہین لے سکتا ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ فتاوےٰ ابو اللیث
مین ہی کہ اگر زید نے عمرو کو دولھن پر لٹانے کے واسطے شکر یا درم دیے اور عمرو نے چاہا کہ اُسمین سے کچھ اپنے
واسطے رکھ لے تو درمون کی صورت مین اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور یہ بھی اختیار نہین ہی کہ عمرو یہ درم مثلاً خالد
کو دیدے کہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والون کے ساتھ لوٹے اور شکر کی صورت مین اُسکو اختیار ہی کہ
جسقدر عادت کے موافق لوگ رکھ لیتے ہین اُسقدر رکھ لے ایسا ہی مختار فقیہ ابو اللیث رح بیان کیا گیا ہی
اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ عمرو کو یہ بھی اختیار ہی کہ یہ
شکر خالد کو دیدے تاکہ وہ لٹا دے اور خود عمرو لوٹنے والون کے ساتھ لوٹے اور بعضے مشائخ نے فرمایا
کہ درمون کے مانند شکر مین بھی اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ نوادر ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے
مروی ہی کہ ایک شخص کا گدھا مر گیا اُسنے راہ مین ڈالدیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکی کھال کھینچ لی پھر گدھے کا مالک
آیا تو اُسکو کھال لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر اُسنے مردہ گدھے کو راہ مین نہ ڈالا ہو بلکہ کسی شخص نے مالک کے گھر
مین سے لیکر اُسکی کھال کھینچی ہو تو مالک کو اختیار ہی کہ اُس سے کھال لے لے اور جسقدر دباغت سے اُسمین زیادتی
ہوگئی ہو اُسقدر دیدے اور بھی امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ بکری کے مالک نے مردار بکری پھینکدی پھر ایک
شخص نے آکر اُسکے صوف و کھال لے لی اور دباغت کر ڈالی تو یہ کھال اُسی کی ہوجائیگی پھر اسکے بعد اگر مالک آیا تو اُسکو
کھال واپس لینے کا اختیار ہی مگر دباغت سے اُسمین جو کچھ زیادتی ہوگئی ہی وہ واپس دے پس بکری کے مسئلہ
کا حکم گدھے سے مخالف ہی اور جائز ہی کہ دونون مین سے ہر ایک مسئلہ دوسرے پر قیاس کیا جاوے پس ایک مسئلہ
مسئلہ مین دو دو روایتین ہوجاوینگی یہ محیط مین ہی۔ اگر فالیز کے پھل توڑ لیے گئے اور کچھ بقیہ بچ گیا اُسکو لوگون
نے لوٹ لیا پس اگر مالک نے اسی واسطے چھوڑ دیا ہو کہ لوگ لیجاوین تو اُسمین ڈر نہین ہی اور یہ مسئلہ بمنزلہ
اسکے ہوا کہ ایک شخص اپنی کھیتی اُٹھا لیگیا اور کچھ بالیان باقی رکھیں پس اگر اُسنے عادت کے موافق لوگون کے
لیجانے کے واسطے چھوڑ دی ہون تو لیجانے مین ڈر نہین ہی اسی طرح اگر ایک شخص نے زراعت کے واسطے زمین کرایہ
پر لی اور کھیتی بوئی پھر اپنی کھیتی اُٹھا لیگیا اور کچھ بقیہ چھوٹ رہا جیسا کہ لوگ عادت کے موافق چھوڑ جاتے ہین پھر مالک
زمین نے اُسکو سینچا اور اُسکے سینچنے سے کھیتی اُگی تو وہ سب مالک زمین کی ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔

چودھوان باب۔ ذمیون اور ان احکام کے بیان مین جو ذمیون کی طرف عود کرتے ہین اگر ذمی لوگ مسجد الحرام یا باقی مساجد مین جاوین تو کچھ ڈر نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے تتمہ مین لکھا ہے کہ مسلمان کو بیعہ و کنیسہ مین جانا مکروہ ہے اور کراہت اس راہ سے نہین ہے کہ مسلمان کو اُسکے اندر داخل ہونے کا استحقاق نہین ہے بلکہ اس راہ سے مکروہ ہے کہ وہان مجمع شیاطین ہوتا ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ذمیون نے شہر کے اندر مسلمانون سے ایک دار خرید کر اُسکو مقبرہ بنایا تو شیخ رحنے جواب دیا کہ جب ذمی لوگ اس دار کے مالک ہوگئے تو اُنکو اختیار ہے جو چاہین کرین اگرچہ پڑوسیون کے حق مین مضر ہو بخلاف اسکے اگر اُنھون نے دار مذکور کو بیعہ یا کنیسہ یا آتشکدہ بنایا تو شہر مین یہ اختیار اُنکو حاصل نہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ نصرانی کے ہاتھ زنار بیچنے اور مجوسی کے ہاتھ قلنسوہ بیچنے مین ڈر نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیون سے یہ عہد لیا جاوے کہ وہ لوگ کستیج باندھا کرین **قال المترجم** کستیج ایک موٹا ڈورا ہوتا ہے کہ ذمی اہل کتاب لوگ کپڑون کے اوپر مثل زنار کے باندھتے ہین کذا فی اللغۃ تو ایک دفعہ شیخ رحنے جواب دیا کہ یہ عہد لیا جائیگا اور ایک دفعہ یون جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہون تو اُنسے یہ عہد لیا جائیگا تاکہ پہچان پڑین یہ حاوی مین ہے۔ جو شخص مقتدیٰ و مشہور ہو اُسکو اہل باطل و شریرون سے کسی شخص سے زیادہ اختلاط کرنا مکروہ ہے الا بقدر ضرورت روا ہے کیونکہ اس سے ابطال شر کی بات لوگون کی نظر مین باعظمت ہوگی اور اگر کوئی شخص معروف کہ وہ شریر کے پاس اس غرض سے زیادہ جاتا آتا ہے کہ بدون گناہ کے اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو کچھ ڈر نہین ہے یہ ملتقط مین ہے قدوری رحنے فرمایا ہے کہ اگر مسلمان کے پاس نصرانیہ عورت ہو تو مسلمان اُسکے گھر مین صلیب نصب نکرے مگر اُسکے گھر مین جہان چاہے نماز پڑھ سکتی ہے یہ محیط مین ہے۔ امام ابو یوسف رحکی کتاب الخراج مین ہے کہ مسلمان کو اختیار ہے کہ اپنی کتابیہ باندی کو جنابت سے غسل کرنے کا حکم کرے اور اُسپر اس کام کے واسطے جبر کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ واجب ہے کہ آزاد کتابیہ عورت کا بھی حکم اسی قیاس پر ہو یہ تاتارخانیہ مین تتمہ سے منقول ہے اور امام محمد رحسے مروی ہے کہ فرمایا کہ مین کسی مشرک کو نہ چھوڑونگا کہ بربط بجایا کرے اور امام محمد رحنے فرمایا کہ جن باتون سے مسلمان کو منع کرونگا اُن سب باتون سے مشرک کو بھی منع کرونگا سوائے شراب و سور کے یہ ملتقط مین ہے امام محمد رحنے فرمایا کہ مشرکون کے برتنون مین قبل دھونے کے کھانا پینا مکروہ ہے باوجود اسکے اگر دھونے سے پہلے اُنکے برتن مین کھایا یا پیا تو جائز ہے اور حرام کھانے والا یا پینے والا قرار نہ دیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ برتن کو یہ نجانتا ہو کہ نجس ہے اور اگر جانتا ہو کہ نجس ہے تو دھونے سے پہلے اُنمین کھانا پینا جائز نہین ہے اور اگر کھایا یا پیا تو حرام کھانے والا اور پینے والا قرار دیا جائیگا اور یہ مسئلہ مرغی کے جھوٹے کی نظیر ہے کہ جب یہ جانتا ہو کہ مرغی کی چونچ مین نجاست لگی تھی تو اُسکے جھوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہے اور مشرکون کا پائجامہ پہنکر نماز پڑھنے کا ویسا ہی حکم ہے جو اُنکے برتنون مین کھانے پینے کا حکم بیان ہوا ہے یعنے اگر یہ جانتا ہو کہ اُنکے پائجامہ نجس ہین تو اُن سے نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست نجانتا ہو تو مکروہ ہے لیکن اگر پڑھ لی تو جائز ہو جائیگی اور یہود و نصاریٰ کا طعام تناول کرنے مین خواہ ذبیحہ ہو یا اور کسی قسم کا کھانا ہو کچھ ڈر نہین ہے اور خواہ یہودی یا نصرانی اہل حرب مین سے ہو یا غیر اہل حرب مین سے ہو حکم دونون یکسان ہے اور خواہ یہودی و نصرانی بنی اسرائیل مین سے ہو یا غیر بنی اسرائیل سے ہو جیسے نصارائے عرب اور

مجوسیون کے کھانے مین ڈر نہین ہی سب طعام اُنکا جائز ہی سوا ے ذبیحہ کے کہ اُنکا ذبیحہ حرام ہی اور امام محمد رح
نے یہ ذکر نہ فرمایا کہ مجوسی وغیرہ کسی مشرک کے ساتھ کھانا کیسا ہی اور حاکم عبدالرحمن کاتب رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہی
کہ اگر کوئی مسلمان آہین ایک دو بار مبتلا ہو جاوے تو کچھ ڈر نہین ہی لیکن اسپر مداومت کرنا مکروہ ہی یہ محیط مین ہی
اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدی رح نے فرمایا کہ اگر مجوسی کھاتے وقت زمزمہ نکرتا ہو تو اُسکے ساتھ کھانے
مین ڈر نہین ہی اور اگر زمزمہ کرتا ہو تو اُسکے ساتھ نہ کھاوے کیونکہ کفر و شرک ظاہر کرتا ہی اور جسوقت کفر و شرک
ظاہر کرتا ہی اُسکے ساتھ نہ کھاوے اور ذمی کی ضیافت قبول کرنے مین کچھ ڈر نہین ہی اگرچہ دونون مین سوا ے
شناسائی کے کچھ نہو یہ ملتقط مین ہی۔ اور تتارخانیہ مین ہی کہ کچھ ڈر نہین ہی کہ کسی کافر کی بوجہ قرابت کے یا حاجت کے
ضیافت کرے یہ تمرتاشی مین ہی اور ذمیون کی ضیافت مین جانے مین ڈر نہین ہی ایسا ہی امام محمد رح نے
ذکر کیا ہی اور صحیحۃ النوازل مین ہی کہ اگر مجوسی یا نصرانی نے کسی مسلمان کو لپنے یہان دعوت طعام مین بلایا تو
قبول کرنا مکروہ ہی اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے گوشت بازار سے خریدا ہی پس اگر نصرانی دعوت کرتا ہو تو ڈر نہین
ہی پس جو حکم نوازل مین نصرانی کے حق مین مذکور ہی وہ اُس روایت کے مخالف ہی جو ہمنے سابق مین امام
محمد رح سے نقل کی ہی یہ ذخیرہ مین ہی اگر مسلمان کسی مشرک کو بطور صلہ رحم کے کچھ دیوے خواہ مشرک مذکور اُسکا
قریب ناتے دار ہو یا بعید ہو خواہ حربی ہو یا ذمی ہو تو کچھ ڈر نہین ہی اور حربی سے وہ کافر مراد ہی جو امان لیکر
داخل ہوا ہو اور اگر غیر مستامن ہو تو مسلمان کو سزا ہے کہ اُسکو صلہ رحم مین کچھ دے یہ محیط مین ہی۔ اور قاضی امام
رکن الاسلام علی سغدی رح نے ذکر کیا کہ اگر مشرک حربی دارالحرب مین ہو اور زمانہ ایسا ہو کہ اسوقت مسلمانون
و ان حربیون مین مصالحت و مسالمت ہو تو مسلمان کو حربی مشرک کو کوئی چیز صلہ رحم کے طور پر دینے مین ڈر
نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی یہ سب جو مذکور ہوا اُس صورت مین ہی کہ مسلمان نے مشرک کو صلہ رحم مین کچھ
دیا اور اگر مشرک نے مسلمان کو صلہ رحم مین کچھ دیا تو امام محمد رح نے سیر کبیر مین متعارض حدیثین روایت کی ہین
بعض احادیث مین یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کا ہدیہ قبول فرمایا ہی اور بعض احادیث
مین یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہین قبول فرمایا پس ان احادیث مین توفیق ضرور ہی اور وجہ
توفیق مین مشائخ کی عبارات مختلف ہین پس فقیہ ابو جعفر ہندوانی رح نے یون توفیق دی ہی کہ جس روایت
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ مشرک قبول نکرنا مذکور ہی وہ اس بات پر محمول ہی کہ ایسے مشرک کا ہدیہ قبول
نکیا جسکی طرف سے آنحضرت صلعم کے دل مین یہ گمان غالب ہوا کہ وہ شخص یہ سمجھتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اُس شخص سے بطمع مال لڑائی کرتے ہین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرنے کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص
سے ہمارے زمانہ مین ہدیہ قبول کرنا نہین جائز ہی اور جس روایت مین ہدیہ قبول کرنا مذکور ہی وہ اس بات پر
محمول ہی کہ آنحضرت صلعم کے غالب گمان مین یہ بات تھی کہ یہ شخص دل مین سمجھتا ہی کہ آنحضرت صلعم اُس
سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے و دین کی بڑائی کے واسطے لڑتے ہین مال کے واسطے نہین لڑتے ہین اور ایسے شخص
سے ہمارے زمانہ مین بھی ہدیہ قبول کرنا جائز ہی۔ اور بعضے مشائخ نے دوسرے طور سے توفیق دی ہی کہ فرمایا کہ
ایسے شخص کا ہدیہ قبول نکیا جسکی نسبت جانتے تھے کہ قبول کرنے سے میری سختی و عزت اُسکے حق مین کم ہو جائیگی اور بسبب

قبول ہدیہ کے نرمی کرنی ہوگی اور بعض شیخوں سے یہ جانتے تھے کہ قبول کرنے سے اُسکے حق مین اپنی سختی و عزت کی بکی ہوگی اور بدنرمی کرنی ہوگی اسکا ہدیہ قبول کر لیتے تھے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مسلمان و ذمی کافر کے درمیان معاملہ ہو پس اگر ایسا ہو کہ اُس سے معاملت رکھنے سے چارہ نہین تو کچھ مضائقہ نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کسی عورت یا مرد کے ماں و باپ کافر ہوں تو اُسپر اُن دونوں کو نفقہ دینا و اُنکے ساتھ احسان کرنا و دونوں کی خدمت و زیارت کرنا لازم ہے اور اگر اُسکو خوف ہو کہ دونوں مجھے کفر کی طرف کھینچ لینگے اگر اُنکی زیارت کریگا تو یہ جائز ہے کہ دونوں کی زیارت ترک کردے یہ خلاصہ مین ہے۔ اور ذمی کے حق مین مغفرت کی دعا نہ کیے اور اگر اُسکے ہدایت کی دعا کی تو جائز ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یون دعا فرمائی ہے کہ اللھم اہد قومی فانہم لایعلمون کذا فی التبیین۔ اگر کسی یہودی یا مجوسی سے کہا کہ اے کافر تو گنہگار ہوگا اگر اُسپر گران گذرے یہ قنیہ مین ہے اگر ذمی سے کہا کہ اطال اللہ بقاءک یعنے اللہ تعالےٰ تجھے دیر تک جیتا رکھے پس اگر اُسکی نیت مین یہ بات ہو کہ اسواسطے دیر تک رکھے کہ یہ مسلمان ہوجاوے یا ذلت و خواری کے ساتھ جزیہ ادا کرتا رہے تو مضائقہ نہین ہے اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو مکروہ ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ذمی کے واسطے طول عمر کی دعا کی تو بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہے کیونکہ اسمین تمادی علی الکفر ہے اور بعض نے فرمایا کہ جائز ہے کہ اُسکی طول عمر مین ادا ے جزیہ سے مسلمانوں کا نفع ہے پس یہ دعا واقع مین مسلمانوں کے واسطے ہوئی اور ذمی کے واسطے عافیت کی دعا کرنے مین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ تبیین مین ہے اور ربما ہر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کافر کو کسی ضرورت کے واسطے خط لکھے تو یون لکھے کہ السلام علے من اتبع الہدی یعنے سلام ایسے شخص پر جسنے حق کی تابعداری کی ہے اور کافر و مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملے ذمی سے مصافحہ مکروہ ہے اور اگر بار د ضرورت سے مصافحہ کیا تو اپنا ہاتھ دھو ڈالے یہ غرائب مین ہے۔ اگر مسلمان کا پڑوسی نصرانی سفر سے واپس آوے اور مصافحہ نہ کرنے سے اُسکو اذیت و رنج پہونچے تو مسلمان کو اُس سے مصافحہ کر لینے مین مضائقہ نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ یہودی و نصرانی کی عیادت کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور مجوسی مین اختلاف ہے یہ تہذیب مین ہے اور ذمی کی عیادت کرنی جائز ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور مشائخ نے فاسق کی عیادت کرنے مین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اُسکی عیادت مین ڈر نہین ہے۔ اور اگر کافر مر گیا تو اُسکے والد یا قریب سے اُسکی تعزیت مین یون کہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے بدلے تجھے اُس سے بہتر دے اور تیری اصلاح کردے یعنی نیت کہ تیری اصلاح اسلام لانے سے کردے اور اُسکی جگہ تجھے مسلمان بیٹا عنایت کرے کیونکہ بہتری انہی کی ذات سے ظاہر ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ ابن سماعہ رہ نے امام محمد رہ سے روایت کی ہے کہ اگر ذمی میت پر ایک مسلمان نے گواہی دی کہ مسلمان مرا ہے تو نماز پڑھی جائیگی اور اگر مسلمان میت پر ایک نے گواہی دی کہ مرتد مرا ہے تو نماز ترک نہ کیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے ایک شخص نے ایک غلام مجوسی خرید اُسنے اسلام لانے سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تو نے مجھے مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا گویا مجھے قتل کر ڈالا تو اسکو اختیار ہے کہ غلام مذکور کو مجوسی کے ہاتھ فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہے۔ کوئی مسلمان مملوک کسی ذمی کے ملک مین نچھوڑا جائیگا بلکہ اُسپر جبر کیا جائیگا کہ اُسکو فروخت کر دے بشرطیکہ وہ محل بیع ہو یہ غرائب مین ہے۔ مجموع النوازل مین ہے کہ ایک یہودی حمام مین گیا پس آیا مسلمان حمامی

کو اُسکی خدمت کرنا مباح ہو فرمایا کہ اگر اُسنے یہودی سے پیسے لینے کی طمع سے خدمت کی تو ڈر نہین ہو اور اگر اُسکی تعظیم کرکے خدمت کی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نظر سے ایسا کیا تھا کہ یہودی کا دل اسلام کی طرف میل کرے تو کچھ ڈر نہین ہو اور اگر یہودی کی تعظیم کرنے کو خدمت کی بدون اسکے کہ جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہو انمین سے کچھ اُسکی نیت مین ہو تو مکروہ ہو اور یہی حکم ہو اگر ذمی حمام مین داخل ہوا اور حمامی مسلمان ہو اُسنے ذمی مذکور کی خدمت کی پس اگر اس نظر سے خدمت پر آمادہ ہوا کہ شاید مسلمان ہو جاوے تو ڈر نہین ہو اور اگر بدون امور مذکورہ کے نیت کے اُسکی تعظیم کے واسطے خدمت پر آمادہ ہوا یا اُسکی تو انگری کی نظر سے آمادہ ہوا تو مکروہ ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور کسی مسلمان کو نچاہیے کہ یہودی یا نصرانی سے توریت و انجیل و زبور کا حکم دریافت کرے اور نہ ان کتابون کو سیکھے اور نہ پڑھے اور نہ اپنے مطالب کے اثبات مین ان کتابون کی آیات سے استدلال نہ کرے اور مسلمان عالم لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ان آیات سے جو کتب توریت و صحف انجیل مین مذکور رہین ثابت کرتے ہین سو یہ اسواسطے ہو کہ جو بات خود ان کافرون کے پاس ہو اُس سے اُنپر الزام ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔

پندرھوان باب

کسب کے بیان مین۔ کسب چند طرح کا ہوتا ہو ایک فرض ہو پس فرض اسقدر کمائی ہو کہ جو اُسکی ذات کو و اُسکے عیال کو و اُسکے قرضون کے اداکے واسطے اور جسکا نفقہ اُسپر واجب ہو اُسکے نفقہ کے واسطے کفایت کرے اور اس سے زیادہ کمائی کو اگر ترک کرے تو روا ہو اور اگر اسقدر مال کما یا کہ اپنے اہل و عیال کے واسطے ذخیرہ رکھہ چھوڑا تو اُسکو گنجایش ہو کذا تحقیق یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عیال کا روزینہ ایک سال کا جمع کر لیا یہ خزانۃ المفتین مین ہو اسی طرح اگر کسی کے والدین تنگدست ہون تو اُسپر فرض ہو کہ بقدر کفایت اُنکے روزینہ کے واسطے کماوے یہ خلاصہ مین ہو۔ اور ایک کمائی مستحب ہو اور وہ اس مقدار سے جو بیان ہوئی ہو زیادہ ہو تاکہ فقیر کی مواسات کرسکے اور عزیز و اقارب کی مجازات کرسکے اور ایسی کمائی مین کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہو اور ایک کمائی مباح ہو اور وہ اس مقدار سے بھی زیادہ بغرض تجمل و زیادتی کے کماوے اور ایک کمائی مکروہ ہو وہ ایسی کمائی جو تفاخر و تکاثر کی غرض سے جمع کرے اگرچہ مال حلال ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو **قال المترجم** اس بیان سے ثابت ہوا کہ کوشش کرکے کمانا شخص پر بشرائط فرض ہو پھر کتاب مین فرمایا کہ۔ اور ایسے لوگون کے حال پر التفات نکرنا چاہیے جو مسجدون و خانقاہون مین بیٹھے کسب سے انکار کرتے ہین آنکھین اُٹھائے لوگون کا مال تاکتے ہین اور لوگون کے مال کی طرف ہاتھ پھیلائے ہین اور اپنے آپ کو متوکل کہتے ہین حالانکہ درحقیقت ایسے نہین ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ یہ مکروہ ہو کہ ایک قوم جمع ہو کر کسی جگہ گوشہ گیر ہو جاوے اور یہ لوگ وہین اللہ تعالے کی عبادت کیا کرین اور اچھی پاک چیزون سے پرہیز کرین (یعنے لباس و طعام سے) اور اپنے نفوس کو اونہی کام سے فارغ کرین حالانکہ کسب حلال و شہر مین جمعہ و جماعات کی پابندی احب و الزم ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور بعض مشایخ نے کہا ہو کہ جو قاری کسب کو چھوڑ دیتا ہو وہ اپنے دین کو کھاتا ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اور کمائی کے اسباب مین سے افضل جہاد ہو پھر تجارت ہو پھر زراعت ہو پھر صناعت ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور بعض کے نزدیک تجارت بہ نسبت زراعت کے افضل ہو اور اکثرون کے نزدیک زراعت افضل ہو یہ وجیز کردری

مین ہر ایک اجنبیہ عورت ایک مرد کے گھر مین گوشہ نشین ہو گئی اُسکو وہ شخص روز روز روٹی دیتا ہو تو سوت
اس شخص کے حق مین حلال ہر بشرطیکہ اُسنے عورت کے ذمہ سوت کاتنا شرط نہ کیا ہو یہ قنیہ مین ہر۔ مرد اگر عورت
کے مثل سوت کاتے تو مکروہ طریقہ ہر کہ یہ عورتون کے ساتھ مشابہت ہر یہ قنیہ مین ہر جس شخص کے پاس ایک
دن کا روزینہ ہو اُسکو سوال حرام ہر یہ اختیار شرح مختار مین ہر۔ اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ ناپاک
خبیث ہر یہ ینابیع مین ہر۔ منتقی مین بروایت ابراہیم رحمہ اللہ امام محمد رح سے مروی ہر کہ اگر نوحہ کرنے والی
عورت نے رونے سے مال جمع کیا یا طبلچی یا مزمار والے نے طبلہ و مزمار سے مال جمع کیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ان
افعال کے بجالانے پر مال شرط کر کے لیا ہر تو جن لوگون سے لیا ہر اُنکو واپس کر دے اگر پہچانے اور امام محمد رح کے
اس قول سے کہ مال شرط کر کے لیا ہر یہ معنی ہین کہ دینے والے نے رونے والی عورت سے رونے سے پہلے بمقابلہ
رونے کے مال ٹھہرا دیا ہو یا بمقابلہ گانے کے مال شرط کر دیا ہو کہ اگر گا دے تو اسقدر مال دینگے اور یہ حکم اسوجہ
سے ہر کہ جب لینا شرطیہ ہوا تو یہ مال بمقابلہ معصیت کے ہوا پس مال لینا بھی معصیت ہوگا اور ایسے مال سے چھٹکارے
کی یہی راہ ہوتی ہر کہ واپس دیدے سوا اس مقام پر بھی یہی ہر کہ جو کچھ لیا ہر وہ واپس کر دے اگر واپس کر سکے یعنی جس سے
لیا ہر اُسکو پہچانے اور اگر اُسکو نہ پہچانے تو اُسکی طرف سے صدقہ کر دے تاکہ اُسکے مال کا اُسکو نفع پہونچ جاوے جبکہ
عین مال اُسکو نہین پہونچ سکتا ہر اور اگر لینا شرطیہ نہو یعنی شرط نہ کی ہو کہ اگر ان افعال کو بجالاوے تو یہ دینگے تو لینا
معصیت نہوگا کیونکہ مالک مال نے رضامندی سے خود دیدیا ہر پس اُسکا ہو گا اور یہ حلال ہوگا۔ اور امام محمد رح سے
روایت ہر کہ اگر گانے والی عورت نے گانے کی کمائی سے قرضہ ادا کیا تو قرضخواہ کو یہ مال لینا حلال نہین ہر لیکن حکم قضا
مین قاضی اُسکو لینے پر مجبور کریگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ کہا جا سکتا ہر کہ اگر گانے والی نے بدون شرط کے کمایا ہر تو
قرضخواہ کو لے لینے کی گنجائش ہر۔ اور امام محمد رح نے کتاب الکسب مین ذکر فرمایا ہر کہ خصی کی کمائی مکروہ ہر اور اس سے
یہ مراد نہین ہر کہ جو مال خصی کما دے وہ مکروہ ہر بلکہ یہ غرض ہر کہ خصی کرنے پر جو مال لیوے وہ مال مکروہ ہر اور اُسکا
خصی کرنا مکروہ ہر یہ محیط مین ہر۔ ایک شخص جامع مسجد مین تعویذ بیچتا ہر اور تعویذون پر توریت و انجیل و فرقان لکھا ہر
اور ان تعویذون کے عوض مال لیتا ہر اور کہتا ہر کہ مین ہدیہ دیتا ہون تو اُسکو حلال نہین ہر یہ کبریٰ مین ہر۔ اگر
ایک شخص مر گیا اور اُسکی کمائی حرام ہر تو اُسکے وارثون کے حق مین یہ اولے ہر کہ یہ مال اُسکے مالکون کو واپس
کر دین اور اگر مالکون کو نہین پہچانتے ہین تو صدقہ کر دین اور اگر کمائی بعض ایسی وجہ سے ہو جو حلال نہین ہر اور بیٹا اس
بات کو جانتا ہو پھر باپ مر گیا اور بیٹا اسکو بعینہ نہین پہچانتا ہر تو شرعاً اُسکے حق مین حلال ہر مگر پرہیزگاری یہ ہر کہ اس
نیت سے صدقہ کر دے کہ میرے باپ کے خصوم کی طرف سے صدقہ ہر یہ ینابیع مین ہر۔ امام ابو یوسف رح سے
روایت ہر کہ ایک قوم مسلمان نے شراب میراث پائی تو ان وارثون مین تقسیم نکیجائیگی لیکن شراب سرکہ کر ڈالی جائیگی بعد ان
لوگون مین تقسیم ہوگی یہ خلاصہ مین ہر قال المترجم شراب کو سرکہ کر ڈالنا بعض کے نزدیک نہین جائز ہر شاید یہ اصح ہو
واللہ اعلم ایک شخص کے پاس مال ہر اُسمین شبہہ ہر پس اُسنے اپنے باپ کو صدقہ مین دیدیا تو کافی ہر اور یہ شرط
نہین ہر کہ اجنبی کو صدقہ دیدے اسی طرح اگر ایک شخص خرید فروخت کرتا ہو اور اس حالت مین اُسکا بیٹا اُسکے ساتھ ہو
اور اس تجارت مین بہت سی بیوع فاسدہ واقع ہوئی ہین پھر اُسنے تمام مال اپنے بیٹے کو ہبہ کر دیا تو عہدہ سے

سُئل کیا یہ قنیہ مین ہے فقیہ ابو جعفر رحہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے سلطان کے حکم سے مال حاصل کیا اور حرام تاوانون وغیرہ سے مال جمع کیا پس آیا کسی شخص کو جو یہ بات جانتا ہو ایسے شخص کا کھانا حلال ہے تو فقیہ رحہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اسکے دین کے واسطے یہ احب ہے کہ اُسکا کھانا نہ کھاوے مگر حکماً کھانا روا ہے بشرطیکہ یہ کھانا اُس شخص کے ہاتھ مین جو کھانا چاہتا ہے غصب کا یا رشوت کا نہ آیا ہو یہ محیط مین ہے۔ تو انگری پر شکر کرنے کی نسبت فقیری پر صبر کرنا افضل ہے اور کمائی مین اس قصد سے مشغول ہو جانا کہ ہم نیک راہ مین اسکو خرچ کرینگے اسکی نسبت کمائی سے باز رہنا اولے ہے کذا فے السراجیہ۔ اقول یہ حکم کسب مباح کا ہے۔

سولھوان باب - زیارت قبور و مقابر مین قرأت قرآن و میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے و اُسکے متصلات کے بیان مین - زیارت قبور مین کچھ مضائقہ نہین ہے یہی امام ابو حنیفہ رحہ کا قول ہے اور ظاہر قول امام محمد رحہ کا اس امر کو مقتضی ہے کہ عورتون کے واسطے بھی زیارت قبور جائز ہے چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے مردون کی تخصیص نہین فرمائی ہے اور کتاب الاثر مین ہے کہ مشائخ نے عورتون کے واسطے قبرون کی زیارت کرنے مین اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ عورتون کے واسطے زیارت قبور مین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ تہذیب مین لکھا ہے کہ زیارت قبور مستحب ہے کیفیت زیارت از قرب بعد بقیاس زندگی میت سکے ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے اور جب زیارت قبور کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ اپنے گھر مین دو رکعتین پڑھے ہر رکعت مین سورۂ الحمد اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے پھر اُسکا ثواب میت کو پہونچاوے تو اللہ تعالے میت کی قبر مین ایک نور بھیجتا ہے اور مصلی کو ثواب کثیر عطا فرماتا ہے پھر مقابر کی طرف روانہ ہو اور راہ مین لا یعنی باتون مین مشغول نہو جاوے پھر جب مقبرہ مین پہونچے تو اپنی جوتیان اُتار دے اور قبلہ کیطرف پشت کرکے میت کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو کر یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر - یہ غرائب مین ہے - اور جب دعا کرنا چاہے تو قبلہ کی طرف متوجہ ہو یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے اور اگر شہید کی زیارت کو گیا ہو تو یون کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور اگر مسلمانون کا فرون کی قبرین مختلط ہون تو یون کہے السلام علی من اتبع الہدی پھر سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی پڑھے پھر سورت اذا زلزلت اور الہٰکم التکاثر پڑھے یہ غرائب مین ہے اور شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا کہ مقابر مین اخفا کے ساتھ بدون جہر کے قرآن شریف پڑھنا مکروہ نہین ہے اور ڈر نہین ہے - اور مقبرہ مین قرآن پڑھنا جبھی مکروہ ہے کہ جب جہر سے ہو اور اخفا کے ساتھ پڑھنا روا ہے کچھ ڈر نہین ہے اگرچہ ختم کر دے اور صدر ابو سعید الحافظ نے اپنے اُستاد شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے نقل کیا کہ سورۃ الملک کا مقابر مین پڑھنا روا ہے خواہ اخفا کرے یا جہر کرے اور سوائے سورۃ الملک کے مقابر مین قرآن نہ پڑھے اور جہر و اخفا کی تفصیل نہین فرمائی یہ ذخیرہ کی فصل قرأۃ القرآن مین لکھا ہے اگر کسی نے قبرون کے پاس قرآن پڑھا پس اگر یہ نیت ہے کہ اُسکو آواز قرآن سے استیناس ہوگا تو پڑھے اور اگر یہ قصد نہین ہے تو اللہ تعالے قرأت قرآن کو سنتا ہے جہان کہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارث نے اُسکی قبر کے پاس ایک شخص کو بٹھلایا جو قرآن پڑھے تو راجح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہین ہے اور یہی قول امام محمد رحہ کا ہے یہ مضمرات مین ہے۔ زیارت قبور

کے واسطے چار روز افضل ہین دوشنبہ پنجشنبہ جمعہ شنبہ پس جمعہ کے روز بعد نماز کے زیارت کا وقت اچھا ہے
اور سنیچر کو طلوع آفتاب تک اور پنجشنبہ کے روز دن مین اول وقت اور بعض نے فرمایا کہ آخر وقت اسی طرح جو راتین
متبرک ہین انہین زیارت افضل ہے خصوصاً شب برات مین اسی طرح متبرک زمانون مین زیارت افضل ہے جیسے
دس دن ذی الحجہ کے اور دونون عیدین اور یوم عاشورا و باقی مواسم مین یہ غرائب مین ہے۔ اگر مقبرہ کے پاس
ہوکر گذرا اور اہل قبور کے واسطے اُنکے ثواب پہونچانے کی نیت سے کچھ قرآن پڑھا تو ڈر نہین ہے یہ سراجیہ
مین ہے اور ابو بکر بن سعید رح سے منقول ہے فرمایا کہ زیارت قبور کے وقت سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا
مستحب ہے کیونکہ مجھے روایت پہونچی ہے کہ جس شخص نے سات مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ دی تو اگر میت غیر مغفور
ہوگی تو اُسکی مغفرت کیجائیگی اور اگر میت مغفور ہو تو پڑھنے والے کی مغفرت کیجائیگی اور ثواب قرأت اُس میت
کو ہبہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے دس بار سورۂ اخلاص پڑھی تو بہت بہتر ہے اور جو شخص خوب
پورا کرنا چاہے اُسکو چاہیے کہ اسقدر سورۂ اخلاص پڑھنے پر بتضرع دعا عاجزی کے ساتھ دوسری سورتین بڑھاوے
اور جو شخص کسی قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو اللہ تعالے اُس میت کے سر سے عذاب تنگی و تاریکی چالیس
برس تک دور کر دیتا ہے یہ غرائب مین ہے۔ اور ابو یوسف ترجمانی نے کہا کہ قبر پر ہاتھ رکھنے کو ہم سنت نہین جانتے
ہین اور نہ ہمکو اُسکا مستحب ہونا معلوم ہے مگر ہم اسمین کچھ مضائقہ نہین دیکھتے ہین۔ اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا
کہ ہمنے سلف لوگون سے بلا انکار ایسا ہی پایا اور شمس الائمہ مکی رح نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور قبر کو
مسح کرنا نچاہیے اور نہ اُسپر بوسہ دے کہ یہ نصرانیون کی عادت ہے مگر والدین کی قبر کو بوسہ دینے مین مضائقہ
نہین ہے یہ غرائب مین ہے۔ تتمہ مین ہے کہ شیخ خجندی رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے والدین کی قبر اور قبرون کے
بیچ مین ہے پس آیا جائز ہے کہ وہ شخص مسلمانون کی قبرون سے دعا و تسبیح کرتا ہوا اپنے والدین کی قبرون تک
پہونچکر اُنکی زیارت کرے تو فرمایا کہ ہان جائز ہے بشرطیکہ بدون اور قبرون کے روندے ہوئے پہونچ سکتا ہو
اور بھی شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ کسی شخص کا قطعہ زمین ملوکہ قبرون کے بیچ مین ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنی
زمین مین تصرف کرے اور اُسکا راستہ سوائے قبرون کے اوپر سے اور طرف [illegible] نہین ہے پس آیا
اُسکو اختیار ہے کہ قبرون پر قدم رکھکر وہان جایا کرے تو فرمایا کہ اگر ان قبرون مین میت کو تابوت
مین دفن کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر تابوت مین مدفون نہین تو بھی کچھ مضائقہ
نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے مقبرہ مین راستہ دیکھا تو تحری کرے پس اگر اُسکے دل مین آئے
کہ یہ نیا راستہ لوگون نے قبرون کے اوپر سے نکال لیا ہے تو اس راستہ مین ہوکر نہ گذرے اور اگر اُسکے دل مین ایسا
نہ پڑے تو چلا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ قبر پر [illegible] ہے اور شیخ
وبری رح ہمین گنجائش دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبور کی چھتین بمنزلہ گھر کی چھتون کے ہین پس اُنپر چڑھنے
مین ڈر نہین ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مکروہ ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر
مین انگارون پر روندتے چلون تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ مین قبر کو روندتا چلون اور علاء
الترجمانی نے کہا کہ قبر کو روندنے سے گنہگار ہوگا اسلیے کہ قبر کی چھت حق میت ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور شمس الائمہ

حلوائی سے روایت ہو کہ بعض علماء نے قبرون پر چلنا روا رکھا ہو اور ان لوگون نے کہا ہو کہ قبر کی چھت پر چلے یہ
خزانۃ الفتاوے مین ہو اور میت کے چہرہ سے چادر اُٹھانا بغرض اُسکے مُنھ دیکھنے کے اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو
اور اس فعل مین کراہت جبھی ہو کہ جب بعد دفن کے ایسا کرے یہ قنیہ مین ہو۔ ایک شخص دوسرے کی زمین مین دفن
کیا گیا تو مالک کو اختیار ہو چاہے اُسکو اُکھاڑ ڈالے یا چھوڑ دے مگر قبر کو برابر کرکے اُسکے اوپر زراعت کرے یا
وارث سے گڈھے کی قیمت لے لے یہ وجیز کردری مین ہو۔ ایک حاملہ عورت کو سات مہینہ کا حمل ہو گیا تھا اور بچہ
اُسکے پیٹ مین پھڑکتا تھا پھر وہ عورت مرگئی اور دفن کر دی گئی پھر خواب مین دکھلائی دی کہ وہ کہتی ہو کہ میرے
بچہ پیدا ہوا ہو تو اُسکی قبر نہ کھودی جائیگی یہ سراجیہ مین ہو۔ کوچون و بازارون مین مقبرہ بنانا مکروہ ہو اور اگر کوئی کاشانہ
اسواسطے بنایا کہ اسمین بہت سے مُردے دفن کرین تو بھی مکروہ ہو اسواسطے کہ مقابر پر عمارت بنانا مکروہ ہو۔ اور موت
سے پہلے اپنے واسطے تابوت تیار کر رکھنا مکروہ ہو اور تابوت کے اندر رکھکر نماز جنازہ مکروہ ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور
گلاب کے پھول و ریاحین قبرون پر رکھنا اچھا ہو اور اگر پھول کی قیمت صدقہ کرے تو بہت اچھا ہو یہ غرائب مین ہو
اور پہلی راتون مین قبرون پر چراغ لیجانا بدعت ہو یہ سراجیہ مین ہو جنازے کا کپڑا پھاڑ دیا جاوے اس طرح کہ جس کام
مین پہلے استعمال کیا جاتا تھا اُس کام مین مستعمل نہو سکے اور متولی کو اُسکا صدقہ کرنا جائز نہین ہو لیکن اُسکو فروخت
کرکے اُسکے دامون مین کچھ مال زیادہ ملاکر دوسرا کپڑا خریدے کذا فی جواہر الفتاوی واللہ اعلم

سترھوان باب - غناء و لہو و تمام معاصی و امر بالمعروف کے بیان مین۔ **قال المترجم** غناء گانا لہو مثل
غناء و مزامیر وغیرہ کے باقی معاصی باقی گناہ کے کام امر بالمعروف جو کام شرع مین کرنا چاہیے اُسکا حکم دینا اور جو
نہ کرنا چاہیے اُس سے منع کرنا نہی از منکر ہو خالی گانے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ غناء مطلقاً
حرام ہو اور اُسکی طرف کان لگانا معصیت ہو اور اسی کو شیخ الاسلام نے اختیار کیا ہو اور اگر اچانک سُن لیا
تو اُسپر گناہ نہین ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر اس غرض سے گاوے کہ اُس سے قافیہ و فصاحت سمجھ جاوے تو
کچھ مضائقہ نہین ہو اور بعض نے کہا کہ اگر تنہا ہو اور دفع وحشت کے واسطے گاوے تو جائز ہو مگر بطریق لہو کے
نہو اور اسی طرف شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہو اور اگر شعر مین حکمت کی بات یا عبرت کی بات یا فقہ ہو تو مکروہ نہین
ہو یہ تبیین مین ہو۔ اور جو اشعار مباح ہین اُنکے پڑھنے مین مضائقہ نہین ہو۔ اور اگر شعر مین کسی عورت کی تعریف
ہو پس اگر کوئی عورت خاص ہو اور وہ زندہ موجود ہو تو مکروہ ہو اور اگر مر گئی ہو تو مکروہ نہین ہو اور اگر فرضی
ہو تو نہین مکروہ ہو اور نوازل مین ہو کہ ادیب کا شعر پڑھنا جنمین ذکر فسق و شراب و امرد کا ہو مکروہ ہو اور امرد
مین اعتبار اسی طور پر ہو جیسا ہم نے عورت کے باب مین بیان کیا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ شعر
مین کراہت کے یہ معنی ہین کہ آدمی اُسمین ایسا مشغول ہو جاوے کہ اُسکو قرأت قرآن و ذکر اللہ تعالے سے
غافل کردے اور اگر ایسا نہو تو مضائقہ نہین ہو جبکہ اُسکی نیت یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے علم تفسیر و حدیث مین مدد
ملیگی یہ ظہیریہ مین ہو۔ تتمہ مین ہو کہ شمس الائمہ حلوائی سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ اپنے تئین صوفی کہتے ہین
اور اُنھون نے اپنا لباس ایک طرح کا خاص کر لیا ہو اور لہو و رقص مین مشغول ہوتے ہین اور اپنے واسطے
منزلت کے مدعی ہین تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ افتراء کیا انھون نے اللہ تعالے پر اور بہتان باندھا

ہو پھر دریافت کیا گیا کہ جب یہ لوگ سیدھی راہ سے ترچھے ہین پس آیا عام لوگون کے فتنہ مین پڑجانیکا خوف
دور کرنے کے واسطے ایسے لوگ شہر سے دور کر دیے جاوین فرمایا کہ رنج دہندہ چیز کو راہ سے دور کرنا گناہ شست
کے واسطے کمل ہو اور دیانت کے واسطے اشل ہو اور پاک سے پلید کو الگ کرنا پاکیزہ داوسطے ہو یہ تاتارخانیہ
مین ہو قال رحہ گانا و قوالی و رقص جو ہمارے زمانہ کے صوفی لوگ کرتے ہین وہ حرام ہو اور اسکی طرف قصد
کرکے جانا و وہان بیٹھنا جائز نہین ہو اور یہ اور رغنا و مزامیر یکسان ہو اور اہل تصوف نے اسکو جائز رکھا ہو اور اگلے
مشائخ کے فعل کو حجت لاتے ہین پھر شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک حق بات یہ معلوم ہوتی ہو کہ اگلے
مشائخ رحہ نے ایسا نہین کیا ہو کہ جیسا یہ لوگ کرتے ہین چنانچہ اُنکے زمانہ مین بسا اوقات کسی شخص نے ایک شعر
پڑھا جو اُنکے حال کے موافق پڑا جسنے اُنکے دل کو نرم کر دیا اور جسکا قلب رقیق ہوتا ہو وہ جب ایسا لفظ سنتا ہو
جو اُسکی حالت کے موافق پڑتا ہو تو اکثر اُسکی عقل پر غشی طاری ہو جاتی ہو اور بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہو اور اُس
سے حرکات بے اختیاری صادر ہوتی ہین اور ایسی بات کچھ بعید نہین ہو کہ یہ بمعنی روا ہو اور اُسپر مواخذہ نہ
کیا جاوے اور اگلے مشائخ کی نسبت یہ گمان نہین کیا جاسکتا ہو کہ وے لوگ ایسے فعل کرتے تھے جیسے اس زمانہ
کے فاسق لوگ جو بُری باتون کو مباح کرتے ہین اور جنکو احکام شرعی کا علم نہین جاہل ہین کرتے ہین اور
طرہ یہ ہو کہ دیندار و پرہیزگار لوگون کے افعال سے تمسک کرتے ہین یہ جواہر الفتاوے مین ہو۔ اور ابو یوسف رحہ
سے دریافت کیا گیا کہ سوائے نکاح کے اگر عورت دف کو بدون فسق کے مثلاً بچے کے واسطے بجاوے پس آیا
آپ کے نزدیک مکروہ ہو فرمایا کہ مین مکروہ نہین جانتا ہون اور فرمایا کہ جس سے لعب فاحش گانے کا پیدا ہوتا
ہو اُسکو مین مکروہ جانتا ہون یہ محیط سرخسی مین ہو **قال المترجم** اس زمانہ مین عورتون کا ڈھول بجانا اسی سے
متعلق ہو جسکو امام ابو یوسف رحہ نے مکروہ فرمایا ہو پس وہ بھی مکروہ ہو واللہ اعلم۔ عید کے روز دف بجانے مین
مضائقہ نہین ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو قاست و فیہ نظر۔ اور مزاح کرنے مین مضائقہ نہین ہو بشرطیکہ انسان
ایسا کلام نکرے جس سے گنہگار ہو یا یہ قصد ہو کہ ہم جلیس لوگ ہنسین یہ ظہیریہ مین ہو کشتی لڑنا بدعت ہو اور آیا
نوجوانون کے واسطے اجازت ہو تو شیخ رحہ نے فرمایا کہ بدعت نہین ہو اور کشتی لڑنے مین ایک اثر روایت کیا گیا
ہو لیکن غور کرنا چاہیئے کہ اگر نوجوان نے بغرض لہو ایسا کیا ہو تو مکروہ ہو اور اُسکو ممانعت کیجاویگی اور اگر بدین غرض
ایسا کرتا ہو کہ قوت حاصل ہو تاکہ کافرون سے اچھی طرح قتال کر سکے تو جائز ہو اور اُسکو ثواب ملیگا پس اس کا
حال مثل شراب مثلث کے ہو کہ اگر شراب مثلث کے استعمال مین سرور و لہو مقصود ہو تو منع کیا جائیگا اور
جھڑکا جائیگا اور اگر جہاد کرنے والا ہو اور اُسکی غرض یہ ہو کہ جہاد مین قوت و طاقت حاصل ہو تو جائز ہو یہ جواہر
الفتاوے مین ہو۔ قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا کہ ایام گرما مین نوجوان لوگ جو خربزون سے
کھیلتے ہین یعنی ایک دوسرے کو خربزون سے مارتا ہو تو یہ مباح غیر مستنکر ہو یہ جواہر الفتاوے کے باب
سادس مین ہو شطرنج و نرد و سترہ گوٹی و چہاردہ گوٹی کھیلنا مکروہ ہو اور یہ سب کھیل سوائے شطرنج کے
بالاجماع حرام ہین اور رہی شطرنج تو اُسکا کھیلنا ہمارے نزدیک حرام ہو اور جو شطرنج کھیلتا ہو آیا اُسکی عدالت
ساقط ہوتی ہو یا گواہی قبول ہوگی سو اگر اُسنے شطرنج سے جوا کھیلا تو عدالت ساقط ہو جائیگی اور اُسکی گواہی قبول

نہو گی اور اگر جوا نہ کھیلا تو عدالت ساقط نہو گی اور گواہی قبول ہو گی اور امام اعظم رحمہ اللہ نے شطرنج کھیلنے والون کو سلام کرنے مین مضائقہ نہین سمجھا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ نے انکی تحقیر کے واسطے انکو سلام کرنا مکروہ فرمایا ہے یہ جامع صغیر مین ہے جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن لڑائی و جہاد مین روا ہے تاکہ کافرکو دھوکا دیوے اور دو شخصون مین صلح کرانے مین روا ہے اور اپنی جورو کو راضی کرنے مین روا ہے اور ظلم ظالم دفع کرنے مین روا ہے اور جھوٹ کے ساتھ تعریض مکروہ ہے الا بضرورت مثلاً تو نے کسی سے کہا کہ کھانا کھا اسنے کہا کہ مین نے کھایا ہے اور مراد یہ ہے کہ مین نے کل کے روز کھایا تھا تو یہ جھوٹ ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور جو شخص گناہ کا قصد کرے اور عزم کرلے یعنے ضرور کرونگا اور اصرار کرے یعنے اسپر جمارہے تو گنہگار ہوگا یہ ملتقط مین ہے قال المترجم میرے نزدیک اگرچہ یہ بات اچھی نہین ہے اور قلب کے میل پر دلالت کرتی ہے لیکن گنہگار ہونا منظور فیہ ہے بسبب اسکے کہ صادر نہو یا دوسرا اسکی وجہ سے مبتلا نہو جاوے واللہ تعالے اعلم امر بالمعروف مین پہلے یہ چاہیے کہ پہلے مہربانی و نرمی کے ساتھ ہو تاکہ موعظت و نصیحت پوری پوری اثر کرے پھر اگر نہ مانے تو زبان سے سختی کے ساتھ ہو مگر بدزبانی و فحش نہ نکالے پھر اگر نہ مانے تو ہاتھ سے مثلاً شراب بہاوے اور معازف تلف کر ڈالے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے کتاب البستان مین ذکر فرمایا ہے کہ امر بالمعروف چند طرح کا ہوتا ہے اگر اپنی غالب رائے مین یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے امر بالمعروف کیا تو یہ لوگ قبول کرکے بُری بات سے باز رہینگے تو اسپر امر بالمعروف واجب ہوگا اسکو ترک نہین کرسکتا ہے اور اگر اپنی غالب رائے سے یہ جانتا ہو کہ اگر مین نے انکو بُرے کام چھوڑنے کا حکم کیا تو مجھے بُرا کہینگے اور گالیان دینگے تو امر بالمعروف نہ کرنا افضل ہے اسی طرح اگر یہ جانتا ہو کہ میرے امر بالمعروف سے یہ لوگ مجھے مارینگے اور مین صبر نہ کرونگا اور باہم عداوت پیدا ہو جائیگی اور قتال اُٹھ کھڑا ہوگا تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ جانتا ہو کہ مین صبر کرونگا اگرچہ وہ مارینگے اور کسی سے شکوہ نہ کرونگا تو کچھ مضائقہ نہین ہے کہ اُن لوگون کو منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہوگا یعنی جہاد کا ثواب پاویگا اور اگر یہ جانتا ہو کہ یہ لوگ قبول نکرینگے مگر انکی طرف سے مارپیٹ و گالی گفتاری کا بھی خوف نہو تو اسکو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نکرے لیکن منع کرنا افضل ہے جیسے اپنی ہے اگر کسی کے سامنے امر بالمعروف پیش آیا یعنے ایسا موقع پیش آیا کہ وہان امر بالمعروف کرنے کی ضرورت ہوئی اور اسکو خوف ہوا کہ اگر مین نے امر بالمعروف کیا تو قتل کیا جاؤنگا پس اگر اسنے امر بالمعروف کیا اور قتل کیا گیا تو شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ ہاتھ سے امر بالمعروف کرنا امراء پر واجب ہے اور زبان سے علماء پر واجب ہے اور دل سے امر بالمعروف یعنے دل سے بُرا جاننا عوام پر واجب ہے حاکمون پر نہین اور یہی کو امام زندویسی نے اختیار کیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ امر بالمعروف کے واسطے پانچ باتون کی ضرورت ہے اول آنکہ علم چاہیے کیونکہ جاہل سے امر بالمعروف بخوبی نہین ہوسکتا ہے دوم آنکہ امر بالمعروف سے اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرنا و ثواب مقصود ہو سوم آنکہ جسکو امر بالمعروف کرتا ہے اُسکے حال پر شفقت کی نظر ہو پس اُسکو نرمی و مہربانی سے منع کرے چہارم آنکہ امر بالمعروف کرنے والا صبور و حلیم آدمی ہو پنجم آنکہ جس بات کے کرنے کا حکم کرتا ہے اُسکو خود کرتا ہو تاکہ اللہ تعالے کے اس حکم مین داخل نہو جاوے کہ لم تقولون ما لا تفعلون یعنے کیون ایسے کام کو کہتے ہو جسکو تم خود نہین کرتے ہو اور عوام مین سے کسی کو نچاہیے کہ قاضی یا مفتی یا عالم مشہور کو امر بالمعروف کرے کیونکہ اسمین ترک ادب ہے اور

اسوجہ سے کہ ایسا اوقات یہ بات ہوتی ہو کہ اُسکو بسبب ضرورت کے یہ بات مباح ہوا ور عامی آدمی بسبب لاعلمی کے
اس سے واقف نہو یہ غرائب مین ہو قلت توضیح ذلک فی تفسیر المترجم ایک شخص نے کسی کو جو ایسا کام جو شرع مین روا
نہین ہو کرتے دیکھا اور یہ دیکھنے والا خود یہ بُری بات کرتا ہو تو اُسکو منع کرنا لازم ہو اسواسطے کہ اُسپر دو باتین
واجب ہین ایک یہ کہ خود بُری بات نہ کرے دوم یہ کہ بُری بات سے منع کرے پس اگر اُسنے ایک واجب ادا کیا
تو دوسرا اُسکے ذمہ سے ساقط نہوگا یہ خزانۃ المفتین و ملتقط و محیط مین ہو۔ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ زید برا کبر
بُری بات کیے جاتا ہو پس آیا اُسکو روا ہو کہ زید کے باپ کو یہ امر لکھ بھیجے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسکے علم مین یہ
بات ہو کہ اگر مین نے زید کے باپ کو لکھا تو اُسکا باپ اُسکو منع کرنے اور باز رکھنے پر قادر ہوگا تو اُسکو لکھ بھیجنا
حلال ہو اور اگر یہ جانتا ہو کہ اگر اُسکے باپ نے منع کرنا چاہا تو اُسکے باز رکھنے پر قادر نہوگا تو اُسکو لکھنا نچاہیے اور یہی
حکم زوجین یعنے جورو و خصم مین ہو اور یہی حکم سلطان و رعیت و حشم یعنے لشکر سلطانی مین ہو اور امر بالمعروف جبھی
واجب ہوتا ہو کہ جب یہ جانے کہ یہ لوگ سماعت کرینگے یہ فتاوے قاضی خان مین ہو اگر باپ نے اپنے بیٹے
کو کسی کام کرنے کا حکم دینا چاہا اگر خوف کرتا ہو کہ اگر مین نے حکم کیا تو شاید میرے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے
تو یون کہے کہ (خوب آید اے پسر اگر این کار کنی یا نکنی) اے بیٹے اگر تو یہ کام کرے تو اچھا ہو یا نکر اور حکم نہ دے
تاکہ اُسپر نافرمانی کا عذاب نہ پڑے یہ قنیہ مین ہو۔ ایک شخص نے ایک فحش بات کی پھر توبہ کرکے اللہ تعالے
کی طرف رجوع ہوگیا تو کسی کو یہ بات نچاہیے کہ جو شخص مسلمانون کا امام یعنی سردار نہو اُسکو اُسکے فعل کی خبر کر دے
تاکہ اُسپر حد ماری جاوے اسواسطے کہ عیب پوشی مندوب ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے
کو دیکھا کہ کسی شخص کا مال چُراتا ہو تو فرمایا کہ اگر اُسکی طرف سے ظلم کا خوف نہو تو خبر کر دے اور اگر خوف ہو
تو سکوت کرے یہ حاوی مین ہو۔ ایک شخص یعنے شیخ نے اُسنے گھر مین فسق ظاہر کیا تو چاہیے کہ پہلے اُس سے جاکر کہے
تاکہ عذر پورا ہو جاوے پس اگر وہ باز رہے تو اُس سے تعرض نہ کرے اور اگر باز نہ رہے تو امام کو اختیار ہی
چاہے اُسکو قید کرے اور چاہے زجر کرے اور چاہے ادب کے واسطے کوڑے مارے اور چاہے اُسکو
گھر سے نکال دے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اُنھون نے شراب بنانے والے کا گھر پھونک
دیا اور امام زاہد صفار سے مروی ہو کہ اُنھون نے فاسق کے فسق کے باعث سے اُسکا گھر اُجاڑ دینے کا حکم دیا
اور فتاوے نسفی مین ہو کہ شراب کے خم توڑ دے اور شراب مین نمک ڈال دینے سے اُسکا قابض نہوگا اور
توڑنے والے پر ان مین سے کسی بات کی ضمان واجب نہوگی یہ خلاصہ مین ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر مٹکے
مین نصرانی یا مسلمان کی شراب ہو تو مین اُسکو پھاڑ ڈالونگا اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر اُس سے کسی طور پر انتفاع
ممکن ہو تو ایسا کرنا جائز نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر مسلمان تنہا کسی گروہ کفار پر حملہ کرے
تو کچھ مضائقہ نہین ہو اگرچہ اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ مین قتل کیا جاؤنگا بشرطیکہ اُسکی راے غالب مین یہ ہو کہ
میرے حملہ کرنے سے ان کافرون کو گزند پہونچیگا خواہ قتل کا گزند پہونچے یا زخمی ہونیکا یا ہزیمت یعنی بھاگ
جانے و شکست کھانے کا گزند پہونچیگا اور اگر اُسکی غالب راے مین یہ ہو کہ میرے تنہا حملہ کرنے سے مین ہی
قتل کیا جاؤنگا ان مشرکون کو قتل یا زخمی ہونے یا شکست کھانے کا کچھ گزند نہ پہونچیگا تو اُسکو تنہا حملہ کرنا مباح

نہین ہو اور قیاس کی دلیل سے اُنکو تنہا حملہ کرنا ہر حال مین مباح ہو اگرچہ جانتا ہو کہ مین قتل کیا جاؤنگا یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے فاسق مسلمانون کی ایک قوم کو منکر شرعی سے منع کرنا چاہا اور اسکی غالب رائے مین یہ ہو کہ مین اس ممانعت سے قتل کیا جاؤنگا اور ان لوگون کو مار پیٹ[۱۲] کے مانند کسی بات کا ضرر نہ پہونچیگا تو اسکو ممانعت پر اقدام کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو اور یہ عزیمت ہو اگرچہ اُسکے حق مین یہ رخصت ہو کہ سکوت کرے یہ ذخیرہ مین ہو گھوڑے و بیل کی گردن مین جرس لٹکانے مین مضائقہ نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ اور چوپاؤن کی گردن مین جرس ڈالنے مین علمار نے اختلاف کیا ہو پس بعض نے کہا کہ جرس لٹکانا تمام سفرون مین مکروہ ہو خواہ جہاد ہو یا غیر جہاد ہو اور یہ قائل جیسا سفر مین مکروہ کہتا ہو ویسا ہی حضر مین بھی مکروہ کہتا ہو اور نابالغ کے پاؤن مین جلاجل ڈالنے کو بھی مکروہ کہتا ہو اور امام محمد رہ نے سیر کبیر مین ذکر فرمایا کہ غازیون کو دار الحرب مین جرس کو استعمال مین رکھنا[جھانجھ ۱۲] جو ہمارے علمار کے نزدیک مکروہ ہو وہ اسوجہ سے مکروہ ہو کہ اگر دار الحرب مین چوپاؤن کی گردنون مین جرس ہوگا تو دشمن لوگ واقف ہو جاوینگے کہ مسلمان لوگ وہان ہین جہان سے جرس کی آواز آتی ہو پس اگر مسلمان[منتہیٰ] لوگ تھوڑے ہونگے تو مبادرت کر کے اُنپر لوٹ پڑینگے اور مسلمانون کو قتل کرینگے اور اگر مسلمان لوگ بہت ہونگے تو کافر لوگ اُنسے بچاؤ کر کے اپنے اپنے قلعون مین پناہ گیر ہو جاوینگے اور اسی قیاس پر مشائخ نے فرمایا کہ اگر دار الاسلام مین قافلہ سوارون کا جنگل مین ہو اور اُنکو چور راہزنون سے کھٹکا ہو تو اُنکو بھی چوپاؤن کی گردنون مین جرس لٹکانا مکروہ ہو تاکہ چور راہزن ان لوگون سے واقف ہو کر اُنکے قتل کرنے و مال چھین لینے پر آمادہ نہو جاوین۔ اور جو حکم ہمنے جرس مین بیان کیا ہو وہی جلاجل کا حکم ہو۔ امام محمد رہ نے کتاب السیر مین فرمایا کہ پھر جس صورت مین کہ دار الاسلام مین جرس سے اہل قافلہ والے کا نفع ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو اور فرمایا کہ جرس مین بھرپور نفع ہوتا ہو چنانچہ ایک یہ ہو کہ اگر قافلہ مین سے کوئی شخص بھٹک گیا تو وہ جرس کی آواز سے جا ملتا ہو اور ایک یہ ہو کہ جرس کی آواز سے ہوام اللیل یعنے موذی جانور مثل بھیڑیا سانپ بچھو وغیرہ رات مین قافلہ سے دور بھاگ جاتے ہین اور ایک یہ ہو کہ جرس سے چوپاؤن کو چلنے مین خوشی ہوتی ہو پس جرس بمنزلۂ حدی کے ہو یہ محیط مین ہو محتسب نے اگر روئی والے کو عام راستہ پر روئی رکھنے سے منع کیا مگر اُس نے نہ مانا پس محتسب نے اُسکی روئی مین آگ لگا دی اور وہ جل گئی تو محتسب ضامن ہوگا لیکن اگر روئی رکھنے مین فساد معلوم ہوا و جلا دینے مین مصلحت معلوم ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہو

اٹھارھوان باب — تداوی و معالجات کے بیان مین اور اس باب مین عزل و اسقاط ولد کا بھی بیان ہو۔

دوا کرنے مین مشغول ہونے مین کچھ مضائقہ نہین ہو بشرطیکہ یہ اعتقاد ہو کہ صحت دینے والا اللہ تعالے ہو اور اُسنے دوا کو سبب مقرر کر دیا ہو اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہو تو نہین جائز ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ ہڈی سے دوا کرنا روا ہو جبکہ بکری یا گائے یا اونٹ یا گھوڑے وغیرہ کسی چوپایہ کی ہڈی سوائے آدمی و سور کے ہو کہ آدمی و سور کی ہڈی سے دوا کرنا مکروہ ہو پس امام محمد رہ نے سوائے آدمی و سور کی ہڈی کے سب حیوانات کی ہڈی سے دوا کرنا مطلقاً جائز کر دیا ہو کوئی تفصیل اسکی نفرمائی کہ جانور مردار ہو یا ذبح کیا ہوا ہو اور ہڈی خشک ہو یا تر ہو پس یہ حکم علی الاطلاق ایسے حیوان کی ہڈی مین جاری ہو جو ذبح کیا ہوا ہو کیونکہ اُسکی ہڈی طاہر ہو خواہ تر ہو یا خشک ہو اُس سے ہر طرح کا انتفاع تری کے ساتھ و خشکی کے ساتھ سب طرح جائز ہو پس اُس سے دوا کرنا بھی ہو

حال مین جائز ہو اور اگر حیوان مردار کی ہڈی ہو تو اُس سے خشک ہونے کی حالت مین انتفاع جائز ہو اور جب تر ہو تو انتفاع نہین جائز ہو اور کتے کی ہڈی سے دوا کرنا جائز ہو ایسا ہی ہمارے مشائخ نے فرمایا ہو اور حسن بن زیاد نے فرمایا کہ اُس سے دوا کرنا نہین جائز ہو یہ ذخیرہ مین ہو قال المترجم وہو الاصح۔ اور اجزائے آدمی سے انتفاع نہین جائز ہو بعضون نے کہا کہ بوجہ نجاست کے نہین جائز ہو اور بعض نے فرمایا کہ بوجہ کرامت کے استعمال کرنا نہین جائز ہو اور یہی صحیح ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ سور کی کھال وغیرہ کسی چیز سے انتفاع نہین جائز ہو لیکن سور کے بالون سے اساکفہ یعنے موزہ دوزون کو انتفاع لینا جائز ہو اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ بالون سے بھی نفع اُٹھانا نہین جائز ہو مگر قول امام اعظم رحمہ کا اولیٰ ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی شخص کو کوئی بیماری ظاہر ہوئی اور اُس سے طبیب نے کہا کہ تجھکو خون نکلوانا چاہیے مگر اُسنے نہ نکلوایا یہانتک کہ مرگیا تو گنہگار نہوگا اسواسطے کہ اُسکو یہ یقین نہ تھا کہ یہین میرے حق مین شفا ضرور ہی یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو ہر شخص کے واسطے پچھنے لگانا مستحب ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور حاملہ عورت کو جب تک بچہ نہ پھڑکے تب تک پچھنے لگانا و فصد لینا جائز ہو اور جب بچہ پھڑکنے لگے تو جب تک قریب ولادت زمانہ ہو تب تک جائز ہو اور قریب ولادت کے بنظر حفاظت حمل نہین جائز ہو لیکن اگر پچھنے و فصد کے ترک سے اسکو کھلا ضرر پہونچنا نظر آوے تو جائز ہو یہ قنیہ مین ہو۔ ایک عورت کو ایک مہینہ کا حمل ہو اُسنے خون نکلوانے کے واسطے پیٹھ پر جونک لگانے کا قصد کیا تو طبیب سے دریافت کرے پس اگر اُسنے کہا کہ حمل کو ضرر پہونچیگا تو ایسا نکرے یہ کبریٰ مین ہو۔ اگر حاملہ عورت نے اپنی صحت نفس کے واسطے دوا پی تو کچھ مضائقہ نہین ہو اور یہ اولے ہی اور اگر بچہ مردہ یا زندہ ساقط ہوگیا تو اُس عورت پر کچھ عذاب نہوگا یہ ینابیع مین ہو۔ اور آدھا مہینہ چاند کا گذر جانے کے بعد چاند کے روز پچھنے لگانا بہتر اور خوب نافع ہو اور آدھا مہینہ گذرنے سے پہلے مکروہ ہو یہ فتاویٰ عتابیہ مین ہو اگر کوئی شخص بیمار ہوا یا رمد چشم کی بیماری ہوئی (یعنے ملتحمہ پر ورم ہوگیا) اور اُسنے علاج نہ کیا یہانتک کہ مرگیا تو گنہگار نہوگا یہ ملتقط مین ہو۔ اگر کسی شخص کو دست شروع ہوے یا اُسکی دونون آنکھون مین رمد کی بیماری ہوگئی اور اُسنے علاج نہ کیا یہانتک کہ مرض نے اُسکو ضعیف و ناتوان کردیا اور وہ مرگیا تو گنہگار نہوگا اور اِس صورت مین اور بھوک کی صورت مین مرجانے مین فرق ہو کہ اگر بھوکا ہوا اور باوجود قدرت کے اُسنے غذا نہ کھائی اور مرگیا تو گنہگار ہوگا اور فرق یہ ہو کہ بھوک مین مقدار قوت کے کھانا آدمی کو یقیناً سیر کردیتا ہو پس نہ کھانا اپنے نفس کا ہلاک کرنا ہوا اور معالجہ و دوا کرنا ایسا نہین ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ گدھی کا دودھ مرض وغیرہ کے واسطے مکروہ ہو اسی طرح اُسکا گوشت بھی مکروہ ہو اور ہر حرام چیز سے دوا کرنے کا بھی یہی حکم ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو۔ اور دوا کرنا اونٹ کے پیشاب اور گھوڑے کے گوشت سے مکروہ ہو یہ جامع صغیر مین ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ اسباب مزیل ضرر چند طرح کے ہین ایک وہ جنپر یقین ہوتا ہو جیسے پانی پیاس کے ضرر کو دور کرتا ہو اور روٹی بھوک کے ضرر کو دفع کرتی ہو اور ایک وہ جنپر گمان ہوتا ہو جیسے فصد و پچھنے لگانا و مسہل پینا و باقی طب کے علاج یعنے برودت کا علاج حرارت سے و حرارت کا علاج برودت سے اور یہ اسباب طب مین ظاہر ہین۔ اور ایک موہوم ہوتے ہین جیسے داغ دینا و رقیہ کرنا پس جو اسباب ایسے ہین کہ اُنپر یقین ہوتا ہو تو اُنکا ترک کرنا توکل نہین ہو بلکہ خوف موت کے وقت اُنکا ترک کرنا حرام ہو اور جو اسباب موہوم ہین اُنکا ترک کرنا شرط توکل ہو کہ اسکے ساتھ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے متوکلون کا وصف بیان کیا ہے۔ اور جو اسباب مظنون ہین یعنی بیچ بیچ مین ہین جیسے اُن اسباب کے
ساتھ جو اطبا کے نزدیک ظاہر ہین علاج کرنا سو یہ توکل کے منافی نہین ہے بخلاف موہوم اسباب کے اور انکا
چھوڑنا حرام نہین ہے بخلاف اُن اسباب کے جنمین یقین ہوتا ہے مگر بعض اشخاص کے حق مین اور بعض حالتون
مین اسکے کرنے کی بہ نسبت اُسکا چھوڑنا افضل ہوتا ہے پس اسکا درجہ دو درجون کے بیچ مین ہے یہ فصول عمادیہ
فصل چونتیس[۳۴] مین ہے۔ اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے مین مضائقہ نہین
ہے اور بلاضرورت بالغ مرد کو کسی عورت کے دودھ پینے مین متاخرین مشایخ نے اختلاف کیا ہے یہ قنیہ مین
ہے۔ اگر کسی مریض سے طبیب نے شراب پینے کے علاج کو کہا تو ایک جماعت ائمہ بلخ سے مروی ہے کہ انھون نے
فرمایا کہ دیکھے کہ اگر وہ یقیناً جانتا ہے کہ اچھا ہو جاویگا تو اُسکو شراب پینا حلال ہوگا اور فقیہ عبدالملک نے اپنے
استاد رح سے نقل کیا کہ پینا نہین حلال ہے کذا فی الذخیرہ قال المترجم وہو الصحیح عند بعض المحققین واختارہ المترجم
فی الہدایۃ اور نہین جائز ہے کہ شراب سے کسی جراحت کا علاج کرے یا چوپایہ کی پیٹھ لگی ہو اُسکا علاج کرے اور
نہین جائز ہے کہ کسی ذمی کو پلاوے اور نہین جائز ہے کہ بچہ کو بطور دوا کے پلاوے اور اگر پلاوے گا تو اُسکا وبال
پلانے والے پر ہوگا انتفے اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفا خون یا پیشاب پینے یا مردار کھانے
مین ہے اور اُسنے مباح چیزون مین سے اسکے قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اسکو پینا و کھانا جائز ہے اور اگر طبیب نے
کہا کہ اس سے تجھے جلد ہی شفا ہو جائیگی تو اسمین دو وجہین ہین۔ اور اگر دوا کی تاثیر مین شراب کے قائم مقام دوسری
چیز ملے تو تھوڑی سی شراب بطور دوا کے پینا آیا حلال ہے یا نہین سو اسمین بھی دو وجہین ہین یہ تمرتاشی مین ہے اگر
ایک شخص سے طبیب حاذق نے کہا کہ تیری بیماری بغیر سانپ کھائے یا سانپ کھائے یا بغیر ایسی دوا کھائے جسمین
سانپ ڈالا گیا ہے نجائیگی تو بیمار کو اُسکا کھانا حلال نہین ہے یہ قنیہ مین ہے۔ اور تریاق کھانا مکروہ ہے بشرطیکہ اسمین سانپ
کا جزو ہو اور تریاق فروخت کرنا جائز ہے اور اگر یہ جانتا ہو کہ اسمین سانپ کا جزو ہے تو تریاق کھانا روا ہے یہ خلاصہ
مین ہے۔ اور دوا کے واسطے کبوتر کی بیٹ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ علک چابنے
مین عورتون کے واسطے بلاخلاف کچھ مضائقہ نہین ہے اور مردون کے واسطے چبانے مین اختلاف ہے اور شمس الائمہ
حلوائی نے فرمایا کہ عورتون و مردون دونون کے حق مین کچھ مضائقہ نہین ہے بشرطیکہ کوئی غرض صحیح ہو اور یہی صحیح ہے
یہ جواہر اخلاطی مین ہے شیخ ابو مطیع سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت موٹی ہونے کے واسطے فتیت سے کہ مانند چیزون
کھاتی ہے تو فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین ہے جب تک سیری سے زیادہ نہ کھاوے اور اگر اُسنے سیری سے زیادہ کھائی تو
اسکو حلال نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر عورت اپنے شوہر کے واسطے اپنے آپکو موٹا کرنا چاہے تو مضائقہ نہین ہے اور
مرد کے واسطے یہ مکروہ ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے مرارہ یعنی پتا دوا کی غرض سے اپنی انگلی مین پہنا تو امام اعظم
رح نے فرمایا کہ نہین جائز ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خلاصہ مین ہے اسکی
کی لبدی اگر جراحت پر باندھی پس اگر اسمین شفا سمجھتا ہو تو مضائقہ نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر بچون کو کوئی بیماری لگ
گئی ہو تو انکے داغ دینے مین مضائقہ نہین ہے اسی طرح نشان کے واسطے بہائم کو داغ دینے مین مضائقہ نہین
ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور چہرہ پر داغ دینا مکروہ ہے یہ فتاوی عتابیہ مین ہے۔ قرآن کے ساتھ [illegible]

ہو مثلاً قرآن کو کسی مریض پر یا اسکو بچھوٗ نے کاٹا ہو پڑھکر پھونکنے یا ورق پر لکھکر اُسکی گردن وغیرہ مین لٹکادے
یا طشت مین لکھکر اسکو دھوکر مریض کو پلادے پس اسکو عطاء و مجاہد و ابو قلابہ نے مباح فرمایا ہو اور نخعی و بصری نے
مکروہ فرمایا ہو یہ خزانۃ الفتاوی مین ہو اور اس طرح رقیہ کرنا مشاہیر مین بلا انکار ثابت ہوا ہو۔ اور جس شخص کی نکسیر
پھوٹی اور اُسکا خون بند نہین ہوتا ہو پس چاہا کہ اُسکے خون سے اُسکی پیشانی پر کوئی آیت قرآنی لکھے تو شیخ
ابو بکر اسکاف رحمہ نے فرمایا کہ جائز ہو اسی طرح اگر مردار کی کھال پر لکھے تو بھی یہی حکم دیا ہو بشرطیکہ اسمین شفا ہو یہ خزانۃ
المفتین مین ہو قال المترجم اور شیخ ابو المکارم سے نقل کیا کہ ایک جماعت ائمہ رحمہ نے اسکو مکروہ جانا ہو واللہ
اعلم۔ تعویذ لٹکانے مین مضائقہ نہین ہو لیکن پیخانے جانے کے وقت اور جماع کرنے سے اُسکو الگ کردے یہ
غرائب مین ہو۔ اگر کسی عورت کا خاوند اسکو مبغوض رکھتا ہو پس اُسنے چاہا کہ مین تعویذ رکھون تاکہ مجھے دوست
رکھے تو جامع صغیر مین لکھا ہو کہ یہ حرام ہو حلال نہین ہو یہ حاوی مین ہو اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اُسکے خون سے اُسکا
لتھاڑنا مکروہ ہو یہ فتاوے عتابیہ مین ہو۔ شہاب الدین آمالی سے کہا کہ سہ استہ کی پڑھی ہوئی قینا اُٹھا کر جلانے
اور جسکو نظر لگی ہو اُسکے سر کے گرد پھرانے مین مضائقہ نہین ہو اور اسکی نظیر یہ ہو کہ خائف بچہ کے سر پر موم گھلا کر
جما دیتے ہین اور شیخ لبادی نے فرمایا کہ یہ بھی جائز ہو کہ جب اس سے شفا کا اعتقاد نہو یہ قنیہ مین ہو۔ کھیتون
و نالیزون مین کھوپڑی کی ہڈیان نظر نہ لگنے کے واسطے رکھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ بات اثار سے ثابت ہوئی ہو
کذا فی فتاوے قاضی خان قال المترجم فیہ نظر۔ ایام نوروز مین پرچہ لکھکر بھوت پریت کے خوف سے دروازون
پر چپکانا مکروہ ہو کذا فی السراجیہ اور ایام نوروز مین پرچے لکھنا مکروہ ہو اور دروازون پر چپکانا
حرام ہو کیونکہ اسمین اسم اللہ تعالے کی اہانت و مجوسیون کے ساتھ مشابہت ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو قال
المترجم یہ وہی مسئلہ سراجیہ ہو۔ اور شاید ہوام کا لفظ ہو لیس ہوام سے اگر سانپ بچھو وغیرہ ہوام الارض مراد
ہین تو یہ معنی ہوئے کہ ان جانورون کے واسطے دروازون پر پرچے چپکائے و فیہ ما فیہ و تحقیق مترجم کے نزدیک
یہ معلوم ہوتا ہو کہ کفار عرب بعض ارواح کی نسبت یہ قائل ہوتے تھے کہ وہ آگر ستاتے ہین اور اُسکے ایام وہی ہوتے
ہین جو نوروز کے ہین یا ہندوستان مین دیوالی کے ہین پس میرے نزدیک یہی مراد ہو اور مفصل تحقیق ہوام حدیث
کے بعض شراح نے بیان کی ہو فلیراجع الیہ۔ اگر خوشبو وغیرہ جلائی تو بعض نے فتوی دیا ہو کہ یہ فعل عوام جہال کا ہو یہ
سراجیہ مین ہو ایک شخص نے اپنی عورت آزاد کی بلا اجازت اُس سے عزل کیا یعنے جب انزال ہونے کو ہوا تو فرج
سے باہر انزال کیا بدین وجہ کہ زمانے کے خیال سے جیسا اولاد نالائق ہونے کا خوف کرتے ہین وہ خوف
اسکو بھی ہوا تو ظاہر جواب کتاب یہ ہو کہ اسکو یہ گنجائش نہین ہو اور اس مقام پر مذکور ہو کہ روا ہو کیونکہ زمانہ
خراب ہو یہ کبری مین ہو اور اسکو اختیار ہو کہ اپنی عورت کو عزل سے منع کرے یہ وجیز کردری مین ہو اگر عورت
نے بچہ کو پورے اعضا ظاہر ہونے کے بعد گرادیا تو ایک باندی یا غلام واجب ہو گا یہ فتاوے قاضیخان
مین ہو۔ پیٹ مین بچہ کی پوری خلقت مانند بال و ناخن وغیرہ ظاہر ہونے کے بعد اسقاط کے واسطے علاج کرنا نہین
جائز ہو اور اگر خلقت پوری ظاہر نہوئی ہو تو جائز ہو اور ہمارے زمانہ مین ہر حال مین جائز ہو اور اسی پر فتوی
ہو یہ جواہر اخلاطی مین ہو۔ یتیمہ مین لکھا ہو کہ مین نے شیخ علی بن احمد سے بچہ کی صورت بن جانے سے پہلے

اُسکے اسقاط کا مسئلہ پوچھا تو فرمایا کہ آزاد عورت کے بچہ مین نہین جائز ہو بالاتفاق یہی ایک قول ہو اور باندی کے بچہ مین اختلاف ہو اور صحیح یہ ہو کہ ممنوع ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو قال المترجم ہو الصحیح المختار۔ مرضعہ کو یعنے جو عورت دودھ پلاتی ہو اُسکو دوا کے واسطے اپنا دودھ دینا نہین جائز ہو بشرطیکہ بچہ کے حق مین مضر ہوئے یہ قنیہ مین ہو۔ ایک عورت جو دودھ پلاتی ہو اُسکے حمل ظاہر ہوا اور اُسکا دودھ منقطع ہو گیا اور عورت مذکور کو اپنے بچہ کے حال پر مر جانے کا خوف ہوا اور اس بچہ کے باپ کو اتنی گنجائش نہین ہو کہ کوئی دائی نوکر رکھے تو اس عورت کو مباح ہو کہ جب تک پیٹ مین نطفہ یا مضغہ یا علقہ ہو اُسکا کوئی عضو نہین بنا ہو تب تک خون بہانے کا علاج کرے اور جنین کی خلقت بغیر ایک سو بیس روز کے نہین ظاہر ہوتی ہو کہ چالیس روز تک نطفہ رہتا ہو اور چالیس روز تک علقہ اور چالیس روز تک مضغہ رہتا ہو یہ خزانۃ المفتین و فتاوے قاضی خان مین ہو

اُنیسوان باب

ختنہ کرنے و خصی کرنے اور ناخن کاٹنے اور مونچھین کاٹنے اور سر منڈانے اور عورت کے اپنے بال منڈانے اور عورت کے اپنے بالون مین بال وصل کرنے کے بیان مین۔ ختنہ مین مشائخ کا اختلاف ہو بعض نے فرمایا کہ ختنہ سنت ہو اور یہی صحیح ہو یہ غرائب مین ہو۔ ختنہ کے واسطے وقت مستحب سات برس سے لیکر بارہ برس تک ہو اور یہی مختار ہو کذا فی السراجیہ اور بعض نے کہا کہ وقت ولادت سے سات روز کے بعد سے جائز ہو یہ جواہر الفتاوے مین ہو۔ اور عورتون کے ختنہ کے بارہ مین مختلف روایات ہین بعض مین مذکور ہو کہ سنت ہو اور ایسا ہی بعض مشائخ سے منقول ہو اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح ادب القاضی للخصاف رحمہ اللہ تعالے مین ذکر کیا کہ عورتون کا ختنہ مکرمت ہو یہ محیط مین ہو ایک لڑکے کا ختنہ کیا گیا مگر پوری کھال نہ کٹی پس اگر نصف سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ کیا ہوا ہوگا اور اگر نصف یا نصف سے کم کٹی ہو تو نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہو اور صلوۃ النوازل مین لکھا ہو کہ اگر لڑکا بے ختنہ رہگیا پھر ایسا ہو گیا کہ ختنہ کے واسطے اُسکی کھال نہین کھینچی جا سکتی ہو الا تشدید یعنے شدت سے کھینچنے سے کھینچ سکتی ہو اور اُسکا حشفہ یعنے سر ذکر ظاہر ہو کہ اگر اُسکو دیکھنے والا دیکھے تو اُسکو معلوم ہو کہ گویا ختنہ کیا ہوا ہو تو ایسے شخص کو ثقہ و ہوشیار حجامون کو دکھلایا جاوے پس اگر وہ لوگ کہین کہ اُسکا ختنہ نہین ممکن ہو سکتا ہو تو پھر سختی نہ کیجائیگی بلکہ چھوڑ دیا جائیگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ بوڑھا ضعیف اگر اسلام لایا اور وہ ختنہ کی تکلیف نہین برداشت کر سکتا پس اگر ہوشیار آدمیون نے کہا کہ یہ نہین برداشت کر سکتا ہو تو چھوڑ دیا جائیگا اسواسطے کہ عذر کی وجہ سے واجب کا ترک کرنا جائز ہو تو سنت کا ترک کرنا بدرجہ اولے جائز ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ بالغ کا ختنہ اگر وہ خود کر سکے تو کر لے ورنہ نہ کیا جائیگا لیکن اگر وہ ایسی عورت سے نکاح کر سکے یا ایسی باندی خرید سکے جو اُسکا ختنہ کر دے تو کرے اور کرخی رحمہ اللہ نے جامع صغیر مین ذکر کیا ہو کہ حمامی اُسکا ختنہ کر دے یہ فتاوے عتابیہ مین ہو ایک بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر اُسکی کھال بڑھ گئی پس اگر اُسنے حشفہ کو چھپا لیا تو اُسکو کاٹ ڈالی جائیگی ورنہ نہین یہ محیط مین ہو اور باپ کو اختیار ہو کہ اپنے نابالغ فرزند کا ختنہ کرے اور اُسکے پچھنے لگاوے اور اُسکی دوا کرے اور اسی طرح باپ کے وصی کو بھی یہ اختیار ہو اور ماموں و چچا کے وصی کو یہ اختیار نہین ہو کہ ایسا کرے لیکن اگر یہ لڑکا اُسکے عیال مین ہو تو ہو سکتا ہو پس اگر وہ لڑکا اس سے مر گیا تو استحسانًا اُسپر ضمان

واجب نہو گی اسی طرح اگر ماں نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور ذواقعات ناطفی میں ہی کہ ماموں و چچا کے وصی کو ایسا اختیار نہیں ہی اگرچہ طفل اُسکے عیال میں ہو یہ تمرتاشی میں ہے۔ اور باپ کا باپ یعنے سگا دادا اور اسکا وصی بمنزلہ باپ کے ہی اور ماں کے وصی کو ایسا کرنا نہیں جائز ہی اگرچہ لڑکا اُسکے عیال میں ہو یہ فتاوے قاضی خان و ملتقط میں ہے۔ اور اگر اُسنے طفل مذکور کے پچھنے لگائے یا ختنہ کیا یا اُسکا قرحہ باندھا تو وہ ضامن ہی اسواسطے کہ وہ ولی نہیں ہی یہ حاوی میں ہی اور عورتوں کے کان چھیدانے میں مضائقہ نہیں ہی یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور لڑکیوں کے کان چھیدانے میں مضائقہ نہیں ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسا کرتے تھے حالانکہ ممانعت نہیں پائی گئی یہ کبریٰ میں ہے۔ بنی آدم کا خصی کرنا باتفاق حرام ہی اور گھوڑے کا خصی کرنا سو شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں ہی اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ حرام ہی اور سوائے گھوڑے کے اور بہائم میں اگر کچھ منفعت ہو تو مضائقہ نہیں ہی اور اگر خصی کرنے میں منفعت نہو اور کچھ دفع ضرر نہو تو حرام ہی یہ ذخیرہ میں ہے۔ بلی کے خصی کرنے میں اگر کچھ نفع یا دفع ضرر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہی یہ کبریٰ میں ہے۔ روضہ زندویسی میں ہی کہ سر کے بالوں میں دو طریقہ سنت ہین یا تو مانگ نکالے بشرطیکہ بال رکھے یا منڈاوے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ سر منڈانا سنت ہی اور اسکو علمائے ثلثہ کی طرف منسوب کیا کذا فی التاتارخانیہ وانما صح عند المترجم الفرق فقط ولم یصح ان الحلق سنۃ وغایۃ ما ثبت الجواز الا ان یقال السنۃ ہہنا تعم فعل الصحابۃ رضی اللہ عنہم فافہم واللہ اعلم۔ ہر جمعہ کو سر منڈانا مستحب ہی کذا فی الغرائب وقال المترجم فیہ نظر۔ اگر مرد نے بیچ میں سے سر منڈاوے اور بالوں کو سیدھا لٹکتا چھوڑے چیدہ نکرے تو مضائقہ نہیں ہی قال المترجم اصح یہ ہی کہ یہ مکروہ ہی فاحفظ۔ اور اگر چیدہ کیا تو یہ مکروہ ہی کیونکہ اس میں بعضے کافروں و مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہی۔ اور ہمارے ملک میں بالوں کو بدون چیدہ کیے ہوئے چھوڑ دیتے ہین ولیکن درمیان سے سر نہیں منڈاتے ہین بلکہ کناروں سے کاٹ دیتے ہین یہ ذخیرہ میں ہی۔ سر منڈانا اور دونوں طرف سے چھوڑ دینا جائز ہو بشرطیکہ لٹکتا چھوڑا ہو اور اگر سر پر باندھا تو نہیں جائز ہی یہ قنیہ میں ہے۔ اور قزع مکروہ ہی یعنے تمام سر منڈاوے اور بعض چھوڑ دے بقدر تین انگل کے جسکو چوٹیا کہتے ہین یہ غرائب میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہی کہ گدی منڈانا مکروہ ہو لیکن پچھنے لگانے کے وقت منڈا دینا مکروہ نہیں ہی یہ ینابیع میں ہی قال المترجم یہ روایت شاہد ہی کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک بال رکھنا سنت ہی فافہم۔ اور ناخن کاٹنا سنت ہی لیکن دار الحرب میں نہ کاٹنا اور چھوڑ رکھنا مندوب ہی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور افضل یہ ہی کہ ناخن کاٹے اور مونچھوں کو خوب کترے اور زیر ناف یعنے عانہ کے بال مونڈے اور ہر ہفتہ میں ایک بار نہا کر اپنے بدن کو صاف کرے اور نہیں تو پندرہ روز میں ایک بار ایسا کرے اور نہیں تو چالیس روز بعد ضرور کرے پھر اُسکا عذر قبول نہو گا پس ہفتہ وار تو افضل ہی اور پندرہ روز درمیانی مدت ہی اور چالیس روز انتہا ہی کہ چالیس روز بعد اُسکا عذر مقبول نہو گا اور مستحق وعید ہو گا یہ قنیہ میں ہے۔ اور بغل کے بالوں کا منڈانا جائز ہی مگر اُکھاڑنا اولے ہی اور عانہ کے بالوں کو زیر ناف سے مونڈنا شروع کرے اور اگر اُسنے نورہ لگا کر عانہ کے بال گرا دیے تو جائز ہی یہ غرائب میں ہی جامع الجوامع میں ہی کہ موئے زیر ناف کو

سلہ مترجم کہتا ہے نزدیک مین نفطی کہ بال درمیان سے انکی کرا رکھے اور منڈانا سنت ہی لیکن جواز ... ثبوت ...

خود مونڈے اور اگر حجام نے مونڈا تو جائز ہی بشرطیکہ اپنی آنکھ بند کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے
اپنے ناخن کاٹنے یا سر منڈانے کے واسطے جمعہ کا روز مقرر کر لیا تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ اگر سوائے جمعہ کے
اور دنون مین وہ جائز سمجھتا ہی مگر اُسنے جمعہ تک تاخیر دی مگر تاخیر حد سے گذر گئی یعنے مثلاً ناخن بہت بڑھے
تھے اور اُسنے نہ کاٹے اور جمعہ کا انتظار کرتا رہا تو یہ مکروہ ہی کیونکہ جسکے ناخن بڑھے ہوتے ہین اُسکی روزی
تنگ ہوتی ہی اور اگر اسنے حد سے تجاوز نہ کیا بلکہ جو اخبار جمعہ کی فضیلت مین ہین اُنکے اعتقاد پر تبرک سمجھکر جمعہ تک
تاخیر کی تو مستحب ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور چاہیے کہ ناخن کاٹنا دائین ہاتھ سے شروع کرے اور
دائین ہاتھ پر ختم کرے یعنے دائین ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے پھر دوسرے بائین کے کاٹتا ہوا دائین
کے انگوٹھے پر ختم کرے اور پاؤن کے ناخن مین دائین پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پاؤن
کی چھنگلیا پر ختم کرے اور حکایت ہی کہ ہارون رشید خلیفۂ وقت نے امام ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا کہ رات
مین ناخن کاٹنا کیسا ہی فرمایا کہ ہان روا ہی تو ہارون رشید نے پوچھا کہ اسکی دلیل کیا ہی فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ الخیر لا یؤخر یعنے بھلے کام مین دیر نچاہیے کذا فی الغرائب اور جب اپنے بال کترواوے
یا ناخن کٹوائے تو چاہیے کہ تراشا ناخن و بال کو دفن کرے اور اگر پھینکدیا تو مضائقہ نہین ہی لیکن اگر پاخانہ یا غسلخانہ
مین پھینکے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی چار چیزین دفن
کیجاوین ناخن و بال و خرقۂ حیض و خون یہ فتاوے عتابیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے بال منڈائے اُسمین جوئین
بھری ہوئی تھین تو اُنکو دفن کر دے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اپنے مونچھون کو یہان تک کتروا لے کہ مثل بھوؤن کے
ہو جاوین یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور بعض اگلے بزرگ لوگ مونچھون کے کنارے چھوڑ دیتے تھے کذا فی الغرائب ہمارے
ملک مین بھی یہی دستور ہو گیا قال المترجم طحاوی نے شرح آثار مین ذکر فرمایا ہی کہ مونچھون کا کترنا اچھا ہی اور کترنے
کی یہ صورت ہی کہ اسقدر کاٹ دے کہ اوپر کے ہونٹھ کے اوپنچے کنارے سے اوپر ہو جاوے اور فرمایا کہ مُنڈانا
سنت ہی اور یہ کترنے سے بہت اچھا ہی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و صاحبین رح کا قول ہی یہ محیط سرخسی مین
ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ غازیون کے واسطے مونچھین بڑھانے مین مضائقہ نہین ہی تاکہ دشمنون کی آنکھون مین
ہیبت ناک معلوم ہون یہ غیاثیہ مین ہی۔ اگر کسی کی ڈاڑھی بڑھ جاوے تو اُسکے کنارے چھانٹ لینے مین
مضائقہ نہین ہی اور اگر اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑ کر جسقدر مٹھی سے بڑھی ہو کتر دے تو کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن
اگر مٹھی سے بڑھی ہوئی بہت دراز ہو تو چھوڑ دے یہ ملتقط مین ہی۔ اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہی یعنے آدمی
اپنی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی سے پکڑے پھر جسقدر اسکی مٹھی سے بڑھی رہے اُسکو کتر دے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ نے
کتاب الآثار مین امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا ہی اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی اور حلق کے
بال نہ منڈاوے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ کچھ مضائقہ نہین ہی۔ اور بھوؤن کے بال لے لینے
مین مضائقہ نہین ہی اور چہرہ کے بال لینے مین مضائقہ نہین ہی جب تک کہ مخنث کی سی صورت نہو جاوے
یہ ینابیع مین ہی۔ اور فنیکتین کا نوچنا بدعت ہی اور واضح ہو کہ نیچے کے ہونٹھ کے بیچ مین ڈاڑھی تک جو بال
ہین اُسکے دونون طرف اگر بال سجے ہون تو وہ فنیکتین ہین یہ غرائب مین ہی اور ناک کے بال نہ نوچے

کیونکہ اس سے آکلہ پیدا ہو جاتا ہے **قال المترجم** یعنے ایک دانہ نکلتا ہے اور وہ بدبو ہوتا ہے بڑھتا جاتا ہے اور سڑتا جاتا ہے اور بدبو دار ہوتا ہے کذا قیل۔ اور سینہ اور پیٹھ کے بال منڈانا ترک ادب ہے یہ قنیہ مین ہے۔ دانت سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے کہ اس سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اور بحالت جنابت مین بال منڈانا اور ناخن کاٹنا مکروہ ہے یہ غرائب مین ہے اگر عورت نے اپنے سر کے بال منڈا ڈالے پس اگر کسی بیماری کی وجہ سے جو اسکو عارض ہو گئی ہے بال منڈائے ہین تو مضائقہ نہین ہے اور اگر مردون کی مشابہت کے واسطے ایسا کیا ہے تو مکروہ ہے یہ کبری مین ہے ایک مجنونہ کے سر مین درد وغیرہ کی بیماری پیدا ہوئی اور اسکا کوئی ولی نہین ہے تو جو شخص اسکے سر کے بال مونڈ دے وہ محسن ہے بشرطیکہ عورتون و مردون کی تمیز کے واسطے کوئی علامت عورت کے مناسب چھوڑ دے یہ ملتقط مین ہے آدمی کے بال مین بال جوڑنا حرام ہے خواہ اسی کے بال ہون یا غیر کے ہون یہ اختیار شرح مختار مین ہے اگر عورت نے اپنے گیسو ذوقرون مین کچھ اونٹ کے بال رکھے تو مضائقہ نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کسی عورت نے غیر کے بال اپنے بالون مین وصل کیے ہون تو انکے ساتھ اسکی نماز جائز ہے یا نہین جائز ہے اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ جائز ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور فرمایا کہ اگر کسی غلام کی پیشانی پر بال ہون تو تاجرون کو روا ہے کہ اسکی پیشانی پر بال معلق لٹکا دین کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اسکو بیچنا مقصود نہو تو اسکے ساتھ ایسا نہ کرے یہ محیط مین ہے **قال المترجم** ہذا مسألت احصلہ کیف وان المشتری اذا اشتراہ للخدمۃ لا بدلہ ان ینزع عنہ ذلک فلیس فیہ بالوجیب حسناو ظنی انہ تصحیف والصحیح من الروایۃ فی تلک المسئلۃ ما قال فی فتاوے قاضی خان اور اگر غلام کی پیشانی پر بال ہون تو تاجر کو روا ہے کہ اسکی پیشانی کے بال منڈا دے کیونکہ اس سے ثمن مین زیادتی ہو جاتی ہے اور اگر غلام خدمت کے واسطے ہو اسکے فروخت کی نیت نہو تو اسکے ساتھ ایسا کرنا مستحب نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے

بیسوان باب۔ زینت و خدمت کے واسطے خادم رکھنے کے بیان مین

مشائخ نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ مردون کے واسطے سرخی سے خضاب کرنا سنت ہے اور یہ مسلمانون کے نشان و علامات مین سے ہے اور رہا سیاہی سے خضاب سو اگر غازیون مین سے کسی نے کیا تاکہ دشمنون کی نظرون مین مہیب ہو تو مشائخ نے اتفاق کیا ہے کہ یہ اچھا ہے اور اگر کسی شخص نے اسواسطے کیا کہ عورتون کی نظرون مین اسکی زینت ہو اور عورتین اسکو پسند کرین تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور بعض نے اسکو بلا کراہت جائز رکھا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے کہ فرمایا کہ جیسا مجھے پسند ہے کہ عورت میرے واسطے زینت کرے ویسا ہی اسکو پسند ہے کہ مین اسکے واسطے زینت کرون یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور امام رحمہ سے مروی ہے کہ خضاب اچھا ہے لیکن حنا و کتم و وسمہ سے ہو اور مراد امام کی داڑھی و سر کے بال ہین اور غیر حالت جنگ مین بھی خضاب کرنے مین اصح قول کے موافق کچھ مضائقہ نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور سر و داڑھی مین غالیہ ملنے مین مضائقہ نہین ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے اور سپید بال اکھاڑ ڈالنا بغرض زینت مکروہ ہے نہ بغرض آنکہ دشمنون کی نظرون مین جہاد مین ہیبت پیدا ہو ایسا ہی امام سے منقول ہے یہ جواہر اخلاطی مین ہے۔ اور مذکر بچہ کے ہاتھ اور پاؤن رنگنا نچاہیے الا اس حالت مین کوئی ضرورت پیش آوے اور عورتون اور مؤنث کے واسطے یہ جائز ہے یہ ینابیع مین ہے ایسے مرد نے جسپر غسل واجب

حاشیہ (بین السطور): یعنی بال جوڑنا — ایک قسم کی خوشبو مرکب ۱۲ — جانے لڑکی ہو۱۲

حاشیہ (کنارہ): ۱۵ آدمی کے — ابن عباس — رضی اللہ عنہما

ہوئے لیئے جنبی نے خضاب لگایا اور اسی خضاب کو پھر ایک عورت نے لگایا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اسمین
کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن عورت اس خضاب کے ساتھ نماز نہین پڑھ سکتی ہی اور اگر مرد جنبی نے موضع خضاب
کو دھو کر خضاب لگایا تو عورت اس سے نماز پڑھ سکتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور اگر عورت زینت
کے لیے اپنے بالون مین پیتل یا تانبے یا لوہے وغیرہ کی مہرہ گر یہ بنا کر لٹکاوے یا ان چیزون کے
کنگن پہنے تو مضائقہ نہین ہی اور اگر بچہ کی پنڈلیون مین باندھے یا اُسکے بہلانے کو اُسکے گہوارہ مین باندھے
تو بھی مضائقہ نہین ہی یہ قنیہ مین ہی- مردون کو سرمۂ اثمد لگانے مین بالاتفاق کچھ مضائقہ نہین ہی اور سیاہ سرمہ اگر
زینت کے واسطے ہو تو بالاتفاق مکروہ ہی اور اگر زینت مقصود نہو تو اختلاف ہی اور عامہ مشائخ کے نزدیک
مکروہ نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر لوگون مین تجمل کے واسطے کوئی مرد اپنے
گھر مین سونے وچاندی کا تخت رکھے اور اُسپر دیبا کا فرش بچھاوے مگر کبھی اُسپر سوتا و بیٹھتا نہو تو کچھ مضائقہ
نہین ہی کیونکہ ایسا بزرگان سلف صحابہ وتابعین سے منقول ہی یہ محیط مین ہی اور جسقدر عمارت کی ضرورت ہوتی
عمارت بنانے مین مضائقہ نہین ہی اور مکروہ یہی ہی کہ جب ایسی عمارت بناوے جسکی اُسکو احتیاج نہین ہی یہ
وجیز کردری مین ہی- اور فقیہ ابو جعفر نے شرح سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نقشی نمدون سے اپنے بیت
کی دیوارون مین دیوارگیری لگائی ہیں اگر جاڑا دور کرنا مقصود ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر مقصود زینت
ہو تو مکروہ ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی شرح السیر مین فرمایا کہ دیوارون کی دیوارگیری نمدہ سے لگانا اگر بقصد
دفع سردی ہو تو مکروہ نہین ہی اور اسقدر زیادہ کیا کہ اسی طرح اگر گرمی دور کرنے کے واسطے دیوارون مین خیش یعنی
گھاس (مثل خس وغیرہ کے) لگائی تو بھی مکروہ نہین ہی اور مکروہ ان باتون مین سے وہی ہی جو بقصد
زینت ہو یہ ذخیرہ مین ہی- اور دروازون پر پردہ ڈالنا مکروہ ہی اسکو صریح امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے
سیر کبیر مین فرمایا ہی کیونکہ اسمین زینت وتکبر ہی اور حاصل یہ ہی کہ جو فعل بغرض تکبر کے ہو وہ مکروہ ہی اور اگر حاجت
وضرورت کی وجہ سے ہو تو مکروہ نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی اور کسی جگہ ایسی چیز لٹکانا جسمین ذیروح
کی تصویر ہو جائز نہین ہی اور جسمین غیر ذیروح کی تصویر ہو اُسکا لٹکانا جائز ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور آدمی کے
واسطے جائز ہی کہ اپنے بیت مین صوف وکتان وروئی کے جیسے کپڑے چاہے فرش بچھاوے خواہ وہ دبیز
ہون خواہ سادے ہون خواہ نقشی ہون یا بے نقشی ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی- اور اگر کسی شخص کے
ساتھ خدمت کے واسطے خادم ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی لیکن یہ چاہیے کہ خادم سے اسی قدر خدمت لے جسکی وہ طاقت
رکھتا ہی اور اسی سے ہمنے کہا کہ اگر آدمی سوار ہو کر غلام کو جلو مین لیکر جاوے تو جہان چاہے جاوے بشرطیکہ
غلام پاپیادہ ساتھ چل سکتا ہو اور اگر اُس سے یہ برداشت نہو سکے تو ایسا کروہ ہی یہ محیط مین ہی- اور ابن عمر رضی اللہ
عنہ سے مروی ہی کہ پیادون کو ساتھ لیکر سوار ہو کر چلنا جبھی مکروہ ہی کہ جب ریا وتکبر مقصود ہو یہ ملتقط مین ہی اور یہ
مستحب ہی کہ نماز عشا کے بعد غلام وباندی کو چھٹی دیدے تا کہ وہ سو رہے یا آرام لے لے اور مالک پر واجب
ہی کہ مملوک کو نماز کے وقتون مین کام مین نہ پھنساوے کیونکہ مملوک آدمی نماز کے حق مین اصلی آزادی پر ہوتا
ہی یہ تاتارخانیہ مین حجہ سے منقول ہی- اور مولی پر واجب ہی کہ مملوک کو اسقدر فرصت دے کہ وہ قرآن شریف

مین سے اسقدر رہ سکے جس سے نماز صحیح ہوجاتی ہو اور یہی حکم زوجہ کا ہے یہ قنیہ مین ہے اور اپنے غلام کی گردن مین لوہے کا طوق ڈالنا مکروہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہے کیونکہ اس زمانہ مین اکثر غلام خصوصاً ہندو غلام بھاگ جاتے ہین اور پاؤن مین بیڑی ڈالنا مکروہ نہین ہے یہ تمرتاشی مین ہے

اکیسوان باب - اس بیان مین کہ بنی آدم مین اور حیوانات مین کن کن جراحات کی گنجائش ہے اور حیوانات مین کسکا قتل کرنا روا ہے اور کسکی گنجائش نہین ہے - فتاوے ابواللیث مین مذکور ہے کہ ایک عورت مرگئی اور وہ حاملہ تھی اور یقین ہوا کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو عورت مذکورہ کا پیٹ بائین طرف سے چاک کیا جاوے اسی طرح اگر گمان غالب یہ ہو کہ اسکے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مین ہے - اور منقول ہے کہ ایسا فعل امام اعظم رحمہ کی اجازت سے کیا گیا تھا پھر اسکا بچہ زندہ رہا یہ سراجیہ مین ہے اور بچہ وارث نہوگا اگر ماں کے پیٹ مین پھڑکتا ہو کیونکہ پھڑکنا کبھی بائی و خون مجتمع کیوجہ سے ہوتا ہے یہ فتاوے عتابیہ مین ہے اگر باکرہ عورت سے فرج کے سوائے دوسری جگہ سے جماع کیا گیا اور اُسکو حمل رہگیا بایں طور کہ نطفہ اُسکے فرج مین ٹپک گیا پھر جب ایام ولادت قریب آئے تو اُسکا پردہ بکارت انڈا اڈال کر یا درم کے کنارے سے توڑ دیا جائیگا کیونکہ بدون اسکے بچہ نہین نکلیگا اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ مین بچہ معترض ہوگیا یعنے بینڈا ہوکر ہو تران مین پڑگیا اور لوگون کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سوائے اسکے کہ بچہ کے عضو عضو جدا کیئے جاوین اور اگر ایسا نہین کرتے ہین تو ماں کی جان کا خوف ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مرگیا ہو تو ایسا کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور اگر زندہ ہو تو ہم اسکو جائز نہین دیکھتے ہین کہ اُسکا عضو عضو جدا کیا جاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر کسی عضو مین آکلہ پھیل گیا تو اُس عضو کے کاٹ ڈالنے مین مضائقہ نہین ہے تاکہ آگے نہ پھیلے یہ سراجیہ مین ہے - آکلہ کی وجہ سے ہاتھ کاٹ ڈالنے اور پیٹ مین جو چیز ہو اُسکے باعث سے پیٹ چاک کرنے مین مضائقہ نہین ہے یہ ملتقط مین ہے اگر کسی مرد نے چاہا کہ زائد انگلی یا کوئی عضو دیگر قطع کرے تو شیخ نصیر رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو کہ جس شخص سے ایسا قطع کیا جاوے وہ اکثر ہلاک ہوجاتا ہو تو ایسا نہین کرسکتا ہے اور اگر اکثر بچ جاتا ہو تو اسکو قطع کرنے کی گنجائش ہوگی مرد یا عورت نے اپنے فرزند کی زائد انگلی قطع کی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور ماں و باپ کو یہ ولایت حاصل ہے کہ اپنے بچہ کا معالجہ کرین اور یہی مختار ہے اور اگر سوائے ماں و باپ کے کسی دوسرے نے ایسا کیا اور بچہ مرا تو وہ ضامن ہوگا اور ماں و باپ بھی جبھی ایسا کرنے کے مختار ہونگے کہ جب اس فعل سے ہاتھ مین سستی آجانے یا شل متعدی ہوجانے کا خوف نہو یہ ظہیریہ مین ہے - ایک شخص کے بدن پر سلعہ زائدہ ہے وہ اُسکا قطع کرنا چاہتا ہے پس اگر اکثر اسکے قطع کرنے سے آدمی مرجاتا ہو تو ایسا نہ کرے ورنہ کچھ مضائقہ نہین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک جراح نے ایسی باندی خریدی جسکے سوائے سوراخ پیشاب کے دوسرا سوراخ نہین ہے تو اُسکو رتق پھاڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ باندی مذکور دردناک ہوجاوے یہ قنیہ مین ہے - اگر مثانہ مین پتھری پیدا ہوجاوے تو مثانہ چاک کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور کیسانیات مین ہے کہ جراحات خوفناک و قروح عظیمہ و سنگ مثانہ وغیرہ ایسی چیزون مین اگر کہا جاوے کہ آدمی کبھی بچ جاتا ہے اور کبھی مرجاتا ہے یا یہ کہا جاوے کہ بچ جاتا ہے مرتا نہین ہے تو چیر پھاڑ کا معالجہ کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور اگر کہا جاوے کہ بالکل نہین بچتا ہے تو ایسا علاج نہ کیا جاوے بلکہ چھوڑ دیا جاوے

یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر کسی شخص کے پاس کٹہا کتا ہو جو اُسطرف سے گذرتا ہی اُسکو کاٹ کہاتا ہی تو اُس گانون والون کو
اختیار ہی کہ اس کتے کو قتل کر ڈالین اور اگر گانون والون نے کتے والے سے اطلاع کر دی مگر اُسنے اس کتے
کو قتل نہ کیا پھر اُسنے کسی آدمی کو کاٹا تو کتے والا ضامن ہوگا اور اگر کتے والے کو آگاہ کرنے سے پہلے اُس
کتے نے کسی کو کاٹا ہو تو وہ ضامن نہوگا یہ ینابیع و خلاصہ مین ہی۔ ایک گانون مین بہت کتے ہین اور گانون
والون کو اُنسے ضرر پہونچتا ہو تو وہ لوگ کتے پالنے والون سے کہین کہ انکو قتل کر دالو۔ اگر وہ انکار کرین تو قاضی
سے نالش کرین کہ قاضی ان لوگون پر یہ لازم کر دیگا کہ اپنے اپنے کتے کو قتل کرین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور ضعیہ
نوازل مین لکھا ہی کہ ایک شخص کے پاس ایک کتا ہی حالانکہ اُسکو اس کتے کی کوئی حاجت نہین ہی اور اس کے
پڑوسیون کو کتے سے ضرر پہونچتا ہی پس اگر شخص مذکور نے اس کتے کو اپنے ملک مین باندھ رکھا تو پڑوسیون کو
اُسکے منع کرنے کا اختیار نہین ہی اور اگر اُسنے کوچہ مین چھوڑ دیا ہی تو وہ لوگ منع کر سکتے ہین پس اگر اُسنے مان لیا
تو خیر ورنہ قاضی یا محتسب سے نالش کرین کہ وہ اُسکو اس سے منع فرماوے اسی طرح اگر کسی نے گانون مین مرغی
یا گدہی کا بچہ یا گاے کا بچہ پالا ہو تو اسمین بھی یہی دو صورتین ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اجناس مین ہی کہ سزاوار نہین ہے کہ
آدمی کتا پالے الا اس صورت مین کہ اُسکو چورون وغیرہ سے خوف ہو اسی طرح شیر و چیتا و کفتار و سب درندہ
جانورون کا یہی حکم ہی اور یہ بقیاس قول امام ابو یوسف ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ اور جاننا چاہیے کہ حراست کے واسطے
کتا رکھنا شرعاً جائز ہی اسی طرح شکار کرنے کے واسطے مباح ہی یہی طرح حفاظت زراعت و مواشی کے واسطے جائز
ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا کتا ذبح کیا یا گدہا ذبح کیا تو اسمین سے اپنی بلّی کو کھلانا جائز ہی اور اُسکو
یہ اختیار نہین ہی کہ اپنے سور یا مردار مین سے اُسکو کھلاوے یہ سراجیہ مین ہی۔ بلّی اگر موذی ہو تو نہ ماری جاوے
اور نہ اُسکی گوشمالی کیجاوے بلکہ تیز چھری سے ذبح کر دی جاوے یہ وجیز کردری مین ہی۔ ایک شخص نے کسی
چوپایہ سے وطی کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اگر یہ چوپایہ اُسی کی ملک ہو تو اُس سے کہا جائیگا
کہ اُسکو ذبح کرکے جلادے اور اگر اُسکی نہو تو چوپایہ کے مالک کو اختیار ہی کہ وطی کرنے والے کو بقیمت دیدے
پھر وطی کرنے والا اُسکو ذبح کرکے جلا دیگا اور یہ اُسوقت ہی کہ وہ ایسے جانورون سے ہو جنکا گوشت کھایا
جاتا ہی اور اگر ایسے جانورون مین سے ہو جنکا گوشت کھایا جاتا ہی تو ذبح کی جاویگی اور جلائی نجاویگی یہ فتاوے
قاضی خان مین ہی۔ اور اجناس مین ہمارے صحاب سے مروی ہی کہ ذبح کرکے استحساناً جلا دیجاویگی لیکن اس فعل
سے جسکا گوشت کھایا جاتا ہی وہ جانور حرام نہین ہو جاتا ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ اور ٹیڑی کو قتل کرنے مین
مضائقہ نہین ہی کیونکہ وہ شکار ہی کھانے کے واسطے اُسکا مار ڈالنا روا ہی تو دفع ضرر کے واسطے بدرجہ اولے
روا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی مگر اُسکا جلانا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور چیونٹی کے قتل مین اختلاف ہی
اور مختار یہ ہی کہ اگر اُسنے ایذا رسانی شروع کی یعنے جسوقت اُسنے ایذا پہونچائی تو اُسکے قتل مین کچھ مضائقہ نہین ہی
اور اگر اُسنے ایذا رسانی نہ کی ہو تو اُسکا قتل مکروہ ہی۔ اور بالاتفاق اُسکا پانی مین ڈالنا مکروہ ہی اور جون کا
مارنا ہر حال مین جائز ہی یہ خلاصہ مین ہی اور جون و بچھو کا آگ سے جلانا مکروہ ہی اور جون کو زندہ پھینک دینا
مباح ہی لیکن براہ ادب مکروہ ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر غازیون نے دار الحرب مین بچھو پایا تو اُسکو قتل کرین لیکن

اسکا ڈنک اپنے بچاؤ کے واسطے نکال ڈالیں اور قتل نہ کریں کہ اُسکے قتل کرنے میں اُنکی نسل جاتی رہیگی اور کفار سے ضرر دفع ہوجائیگا اور ہمیں کفار کا فائدہ ہوا محیط میں ہے اگر دار الحرب میں اپنے فرودگاہ میں سانپ پاویں اگر اُنکے دانت کو توڑ سکیں تو دانت توڑ کر چھوڑ دیں تاکہ اپنے حق میں ضرر نہ پہونچے اور اُسکو قتل نہ کریں کہ ہمیں قطع نسل ہوا اور ہمیں کافروں کو منفعت ہے حالانکہ ہم لوگ اُنکی ضرر رسانی کیواسطے مامور ہیں اور زنبور و حشرات الارض کا قتل کرنا آیا ابتداءً بدون اُنکی ایذا رسانی کے شرعاً مباح ہے اور آیا ثواب پائیگا تو فرمایا کہ ثواب نہیں پائیگا لیکن درصورت ایذا انکو قتل کرنا روا ہے اور بدون ایذا کے قائل ہو ایسا ولی ہے کہ انہیں کبھی کسی کے قتل سے تعرض نہ کرے یہ جواہر الفتاوے میں ہے۔ اور ایک چیونٹی کی وجہ سے تمام چیونٹیوں کا گھر پھونکنا مباح نہیں ہے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے پیلہ آفتاب میں ڈالنا تاکہ کیڑے مرجاویں روا ہے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس میں آدمیوں کا نفع ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ مچھلی آفتاب میں ڈالدی جاتی ہے تاکہ مرجاوے حالانکہ مکروہ نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور دنبہ کی چکتی کاٹ ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے جبکہ اُسکی دُم سے چھوٹ کر لٹک پڑی ہو اور دُنبہ کو چلنے سے باز رکھتی ہو کہ جلد چل کر گلہ سے ملجاوے اور پیچھے رہنے میں بھیڑیے کا خوف ہو۔ اسی طرح اگر گدھا بیمار ہوا اور اس سے نفع حاصل کرنے کے لائق نہ رہا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اُسکو ذبح کرے تاکہ اُسکی تیمار داری سے راحت پاوے یہ فتاوے عتابیہ میں ہے کشتی میں آگ لگ گئی اور لوگوں نے گمان غالب کیا کہ اگر ہم لوگ دریا میں کود پڑیں تو تیر کر نجات پاوینگے تو انپر واجب ہے کہ کود پڑیں اور اگر یہ پیش آیا کہ اگر کشتی میں رہتے ہیں تو جلینگے اور اگر دریا میں کود پڑتے ہیں تو ڈوبینگے تو انکو اختیار ہے چاہیں کشتی میں ٹھہرے رہیں یا دریا میں کود پڑیں۔ اور جس شخص نے اپنے آپ کو قتل کیا اُسکا گناہ بہ نسبت دوسرے کو قتل کرنے کے زیادہ ہے یہ سراجیہ میں ہے۔ اعوان یعنی سلطانی سرہنگوں کو اور سعاۃ کو یعنی جو لوگ سلطان و سرہنگوں سے لوگوں کا مال ناحق لینے پر لگائی بجھائی کرتے ہیں اور ظلمہ یعنی ظالم حاکموں کو ایام فترت یعنی فتور حکومت ہو بوجہ غدر وغیرہ کے ایسے وقت میں قتل کرنا کیسا ہے تو بہت سے مشائخ نے ان لوگوں کے قتل مباح ہونے کا فتوی دیا ہے اور امام صفار رہ سے منقول ہے کہ شیخ جصاص رہ نے احکام القرآن میں یہ فقرہ وارد کیا ہے کہ جو شخص لوگوں پر ضریبہ باندھے یعنی ناحق محصول مقرر کردے اُسکا خون حلال ہے۔ اور سید امام ابو شجاع سمرقندی فرماتے تھے کہ ان لوگوں کا قتل کرنے والا ثواب پاویگا اور فتوی دیتے تھے کہ سرہنگ سلطانی کافر ہوجاتے ہیں اور ایسا ہی قاضی عماد الدین بھی اُنکے کفر کا فتوی دیتے تھے مگر ہم اُنکے کفر کا فتوے نہیں دیتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رہ سے روایت ہے کہ اگر فتنہ واقع ہو یعنی غدر و قتال وغیرہ تو آدمی کو چاہیے کہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے پھر اگر اُسکے گھر میں کوئی شخص گھس گیا اور اُسکو قتل کرکے اُسکا مال لے لینا چاہا تو اُس سے قتال کرے اور اگر مارا گیا تو ہم امید کرتے ہیں کہ وہ شہید ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور باز کو زندہ پرندے سکھلانا کہ وہ زندہ کو پکڑ کر کھا جاوے مکروہ ہے اور اگر ذبح کرکے اُس سے سکھاوے تو مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے

بائیسواں باب۔ اولاد کا نام و کنیت رکھنے اور عقیقہ کے بیان میں۔

اللہ تعالے کے نزدیک ناموں سے عبد اللہ و عبد الرحمن دو نام بہت پسند ہیں **قال المترجم** ہذا لفظ الحدیث۔ لیکن اس زمانہ میں ان ناموں کے سوائے دوسرے نام رکھنا اولے ہے کیونکہ عوام لوگ پکارنے میں ان ناموں کی تصغیر کرتے ہیں اور جو نام اللہ تعالے کی کتاب میں پائے جاتے ہیں جیسے علی و کبیر و رشید و بدیع وغیرہ

ان نامون پر نام رکھنا جائز ہی کیونکہ یہ نام مشترک ہین اور بندون کے حق مین ان نامون سے جو مراد ہوتی ہی وہ معنی نہین مراد ہوتے ہین جو اللہ تعالے پر اطلاق کرنے مین مراد ہوتے ہین یہ سراجیہ مین ہی اور فتاوے مین لکھا ہی ایسا نام رکھنا جسکو اللہ تعالے نے اپنے بندون مین سے کوئی اس نام کا نہین ذکر فرمایا اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہی اور نہ مسلمانون نے استعمال کیا ہی مختلف فیہ ہی اور اولے یہ ہی کہ ایسا نام نہ رکھے یہ محیط مین ہی۔ اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اسکا نام نہ رکھا جاوے اور امام محمد رحمہ نے خلاف کیا ہی اور جس شخص کا نام محمد ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہی کہ وہ ابو القاسم اپنی کنیت رکھے اور یہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو سو یہ منسوخ ہی اسواسطے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے محمد بن الحنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی تھی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کسی نے اپنے نابالغ بیٹے کی کنیت ابو بکر وغیرہ رکھی تو صحیح یہ ہی کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی کہ لوگ اسمین تفاول نیک یون سمجھتے ہین کہ یہ لڑکا عنقریب ثانی الحال مین بکر کا باپ ہو جائیگا اور یہ مراد نہین ہوتی ہی کہ وہ فے الحال ایسا ہی ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور یہ مکروہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کو نام لیکر پکارے یا عورت اپنے شوہر کو نام لیکر پکارے یہ سراجیہ مین ہی پسر و دختر کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنی ولادت سے ساتوین روز بکری ذبح کرکے لوگون کی ضیافت کرنا اور بچہ کے بال اُتروا دینا سو یہ مباح ہی نہ سُنّت ہی نہ واجب ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے عقیقہ کے حق مین ذکر کیا ہی کہ جسکا جی چاہے کرے جسکا جی چاہے نہ کرے اور اس سے مباح ہونے کی طرف اشارہ ہی پس سنّت ہونے سے مانع ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ نہ پسر کی طرف سے عقیقہ کیا جاوے اور نہ دختر کی طرف سے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہی[۱] یہ بدائع کی کتاب الاضحیہ مین ہی

[۱] اور صحیح یہ ہی کہ سنت ہی ۱۲

تینتیسوان باب ۔ غیبت اور حسد اور نمیمہ و مدح کے بیان مین۔ ایک شخص نے کسی شخص کی برائیان غمخواری کے ساتھ بیان کین تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اُسنے اس سے بدگوئی و نقصان حرمت کا قصد کیا تو مکروہ ہی اور اگر کسی نے غیبت مین اہل نواح و اہل قریہ کی غیبت کی تو یہ غیبت نہین ہی جبتک کہ کسی قوم معروف کا نام نہ لے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر ایک شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو مگر لوگون کو اپنے ہاتھ و زبان سے تکلیف دیتا ہو تو جس حالت مین وہ ہی اُسکا ذکر کرنا غیبت نہو گی اور اگر سلطان کو اُسکی خبر کر دی تا کہ سلطان اُسکو زجر کرے تو خبر دینے والے پر گناہ نہو گا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ زید نے عمرو کو ایک کپڑا عاریت یا کچھ درہم قرض تین روز کے وعدے پر دیے مگر عمرو نے اُسکو چند روز تک نہ دیا اور بہت تاخیر کی پس زید نے لوگون کے سامنے اُسکو خائن و کذاب بیان کیا تو اسمین معذور رکھا جائیگا یہ قنیہ مین ہی۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نہین روا ہی الا دو مین ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے مال دیا ہی اور وہ اسکو اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین خرچ کرتا ہی اور ایک وہ شخص جسکو اللہ تعالے نے علم دیا ہی اور وہ لوگون کو سکھلاتا ہی اور اُسکے ساتھ حکم دیتا ہی یہ حدیث بظاہر اس بات کی دلیل ہی کہ ان دو مین حسد مباح ہی کیونکہ یہ تحریم سے استثنا ہی اور تحریم سے استثنا اباحت ہوتا ہی

اور شیخ الاسلام نے کہا کہ ایسا نہین ہو جیسا مقتضائے ظاہر حدیث ہو اور حسد ان دو مین بھی حرام ہی جیسا ان
دونون کے سوائے اور باتون مین حرام ہو اور معنی حدیث کے یہ ہین کہ انسان کو سزاوار ہے کہ غیر پر حسد کرے
اور اگر حسد ہی کرے تو ان دونون مین حسد کرے نہ اسوجہ سے کہ ان دونون مین حسد مباح ہو بلکہ ایک اور
بات کی وجہ سے وہ یہ ہو کہ انسان دوسرے پر عادۃً جبھی حسد کرتا ہو جب دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھتا
ہو پس اپنے واسطے اس نعمت کی تمنا کرتا ہو اور ماسوائے ان دونون کے اور امور دنیا نعمت نہین ہین اسلیے
کہ انکا مآل اللہ تعالے کی نارضامندی ہو اور نعمت وہ ہو جسکا مآل اللہ تعالے کی رضامندی ہو اور یہ دونون ایسے
ہین جنکا مآل اللہ تعالے کی رضامندی ہی پس یہ دونون نعمت ہین اور ان دونون کے سوائے جو ہین وہ نعمت نہین
ہین اور واضح ہو کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ حسد جسکی برائی حدیث مین بیان فرمائی ہو وہ یہ ہو کہ غیر کے
پاس کوئی نعمت دیکھکر یہ تمنا کرے کہ اُس سے یہ نعمت زائل ہو جاوے اور میرے پاس آجاوے اور اگر اُسنے
فقط یہ تمنا کی کہ میرے پاس یہ نعمت آجاوے تو اسکو حسد نہین کہتے ہین بلکہ غبطہ ہو اور شیخ الاسلام فرماتے
تھے کہ اگر بعینہ یہ نعمت اپنے واسطے تمنا کرے تو یہ حرام مذموم ہو اور اگر اسکے مثل اپنے واسطے تمنا کرے
تو مضائقہ نہین ہی۔ اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ حدیث کے یہ معنی ہین کہ حسد مذموم ہی حسد کرنے والے
کو ضرر پہونچاتا ہی سوائے ان دونون کے جنکو حدیث مین استثنا کیا ہو کہ انہین محمود ہی کیونکہ درحقیقت حسد نہین
ہو بلکہ غبطہ ہو اور حسد یہ ہو کہ حاسد یہ تمنا کرے کہ جس پر حسد کرتا ہو اُس سے یہ نعمت جاتی رہی اور اسکے واسطے
تکلیف کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ یہ نعمت بیموقع لینے سے لیے جگہ ہو اور غبطہ کے یہ معنی ہین کہ اپنے واسطے
اسکے مثل نعمت کی تمنا کرے بدون اسکے کہ تکلف کرے اور غیر سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا
کرے یہ محیط مین ہو کسی شخص کی تعریف کرنا تین طرح پر ہو اول یہ کہ اُسکے برو تعریف کرے اور اسی سے
ممانعت کی گئی ہو دوم یہ کہ اُسکے سامنے تعریف نہ کرے مگر یہ جانکر کہ میری تعریف کی خبر اُسکو پہونچ جائیگی
پس یہ بھی ممنوع ہو اور سوم یہ کہ اُسکے پیٹھ پیچھے تعریف کرے اور یہ پروا نہو کہ اُسکو یہ خبر پہونچیگی یا نہ پہونچیگی
اور تعریف بھی اُسی قدر کرے جو بات اُسمین موجود ہو تو اسمین کچھ مضائقہ نہین ہی۔ یہ غرائب مین ہی

چوبیسوان باب

حمام مین داخل ہونے کے بیان مین۔ عورتون کے حمام مین داخل ہونے
مین کچھ مضائقہ نہین ہو بشرطیکہ فقط عورتین ہی ہون کیونکہ عام بلوی ہو اور جب داخل ہون تو ازار کے ساتھ
داخل ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور بدون ازار کے عورتون کا حمام مین داخل ہونا حرام ہی یہ سراجیہ مین
ہو اگر مرد بدون ازار کے حمام مین داخل ہو تو حرام ہو اور اگر یہ امر اُسکی عادت ہو تو گواہی مین اُسکی تعدیل نہو گی
اور اس سے یہ مراد ہو کہ اسکا اس فعل سے رجوع کرنا و توبہ کرنا ثابت نہوا ہو ورنہ سقوط عدالت کے واسطے
عادت ہونا ضرور نہین ہی بلکہ اگر ایک مرتبہ بھی حمام مین بلا ازار داخل ہوا تو عدالت ساقط ہو جانے کے واسطے
کافی ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور اگر کسی نے نہانا چاہا تو لنگی دور کرکے ننگا نہو جاوے اگرچہ تنہا ہو اور اگر ایسا
کیا تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اور شیخ ابو نصر دبوسی رح نے فرمایا کہ اگر آب روان وغیرہ مین حالت تنہائی مین
اُسنے ننگے ہوکر غسل کیا تو مکروہ نہین ہی یہ غرائب مین ہو اور تنہا کے حمام مین جانا آدمیت سے نہین ہی۔ یہ

وغیرہ کر دی ہین ہی۔ حمام مین اعضا کا دبوانا بلاضرورت مکروہ ہی اور فتاوے اہل سمرقند مین ہی کہ مجموع النوازل مین لکھا ہی کہ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے دبوانا مباح ہی اور ناف و گھٹنے کے بیچ مین مباح نہین ہی اور ہمارے بعضے مشایخ نے کہا کہ دو شرطون کے ساتھ اسمین مضائقہ نہین ہی ایک یہ کہ خادم اُسکی ڈاڑھی نہ دھووے اور دوم اُسکے پاؤن نہ دابے یہ متفرقات ذخیرہ مین ہی۔ اگر حمام مین ازار کھول کر ننگے ہونے کی کوئی جگہ مقرر ہو تاکہ ازار کو دھوکر نچوڑے پس اگر جگہ ایسا کیا تو مضائقہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی اور عین الائمہ کرابیسی نے فرمایا کہ اگر کسی نے حمام مین اپنی لنگی نچوڑنے کا قصد کیا اور اُسکے پاس دوسری ازار نہین ہی تو اُسپر نچوڑنا واجب نہین ہی لیکن اُسپر پانی بہا دے اور اسی قدر اُسکے واسطے کافی ہوگا اور یہ حکم امام ابو یوسف رح سے روایت کیا گیا ہی قنیہ مین ہی۔ اگر حمام کے بیت صغیر مین ازار نچوڑنے کے واسطے ننگا ہو گیا یا ناف کے بال مونڈنے کے واسطے ننگا ہوا تو بعض نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہی اور بعض نے کہا کہ گنہگار ہوگا اور بعض نے کہا کہ ذرا دیر کے واسطے جائز ہی یہ غرائب مین ہی

ستائیسوان باب

بیع اور غیر کے مول ٹھہرانے پر خود مول ٹھہرانے کے بیان مین۔ آدمی کو چاہیے کہ جبتک خرید و فروخت کے احکام نجانے کہ کون صورت اسمین جائز ہی اور کون نہین جائز ہی تب تک تجارت مین مشغول نہو یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اُسکو حلال نہین ہی کہ اپنے شریک سے دریافت کرنے سے پہلے فروخت کرے بلکہ شریک کو آگاہ کرے خواہ وہ لے یا نہ لے اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہ ندب پر محمول ہی اور شریک کو آگاہ کرنے سے پہلے بیچنا مکروہ ہی یعنے یہ جو فرمایا کہ حلال نہین ہی اس سے یہ مراد ہی کہ مندوب نہین ہی قال المترجم وعلے ہذا مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہوگا واللہ اعلم۔ اور مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ جو چیز بازار سے خریدی جاتی ہی اور یقین معلوم ہی کہ بازاری لوگ ترکون سے اور ایسے لوگون سے جنکا اکثر مال حرام ہی خرید فروخت کرتے ہین اور ان لوگون مین باہم سود و عقود فاسدہ جاری ہین تو اسکا کیا حال ہی تو فرمایا کہ یہان تین صورتین ہین جس مال موجود کی نسبت اسکا غالب گمان یہ ہو کہ اسکو ان لوگون نے ظلم کے ساتھ غیر سے لیا ہی اور بازار مین فروخت کرتے ہین تو اسکو خریدنا نچاہیے اگرچہ وہ دست بدست ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین چند بار خرید فروخت ہو کر پہونچ گیا ہو دوم یہ کہ یون جانے کہ مال حرام بعینہ قائم ہی لیکن وہ مال غیر سے مخلوط ہو گیا ہی اسطرح کہ اُسکی تمیز نہین ہو سکتی ہی تو بنابر قول امام اعظم رح کے خلط کی وجہ سے اُسکی ملک مین داخل ہو جائیگا لیکن اُس سے خریدنا نچاہیے جب تک کہ وہ اپنے خصم کو عوض دیکر راضی نکرے اور اگر اُس سے خرید لیا تو کراہت کے ساتھ اُسکی ملک مین آجاویگا اور سوم یہ کہ یہ معلوم ہو کہ غصب کیا ہوا یا بطور سود وغیرہ کے لیا ہوا مال عین باقی نہین رہا بلکہ بایع دوسری چیز کو فروخت کرتا ہی تو جو شخص ایسا جانتا ہو اُسکو ایسے بائعون سے خریدنا جائز ہی اور یہ سب جو بیان ہوا فتوے کے واسطے طریقہ بیان ہوا ہی۔ اور اگر کسی سے ممکن ہو سکے کہ ان لوگون سے کچھ نخریدے تو اولے یہ ہی کہ ان لوگون سے کچھ نخریدے اور شاید یہ بات بلاد عجم مین متعذر ہو یہان ہو سکتی ہی۔ اور مین نے سُنا کہ بلاد عرب مین ایک خاص بازار ہوتا ہی جسمین فقط حلال فروخت ہوتا ہی اور ایک بڑا بازار ہوتا ہی جسمین ہر چیز فروخت ہوتی ہی پس جو شخص خریدار حلال مین سے کچھ خریدنا چاہے تو وہ لوگ اسکے ہاتھ فروخت نہین کرتے ہین الا اُس صورت مین کہ اسکا

مال حلال ہو اور اگر عوام مین سے کسی شخص نے اُنکے ساتھ تجارتی معاملہ کرنا اور اُنکے ساتھ خرید و فروخت
چاہی تو وہ لوگ اُسکو حکم کرتے ہین کہ اپنا سب مال صدقہ کر دے پھر اُسکو زکوٰۃ کے مال سے دیتے ہین اور
کہتے ہین کہ اس مال سے ہمارے ساتھ تجارت کرے اور اُسکا نام کتاب مین لکھ لیتے ہین کہ اسکا اصل مال حلال
ہر اسنے فلان فلان سے زکوٰۃ کا مال لیا ہے پھر اُسکے ساتھ معاملہ کرتے ہین اور فی الجملہ بات یہ ہے کہ بلاد عجم مین طلب
حلال بہت دشوار ہے چنانچہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین تو اپنے اوپر یہ لازم کر لے کہ حرام محض کو
چھوڑ دے کیونکہ شبہہ سے خالی تو تجھکو کوئی چیز نہ ملیگی یہ جواہر الفتاوے مین ہے۔ زید کا گمان غالب یہ ہے کہ بازار
والون کی بیع کے اکثر معاملات فاسد ہونے سے خالی نہین ہین پس اگر غلبہ حرام کو ہو تو اُسکے خریدنے سے
پرہیز کرے ولیکن باوجود اسکے اگر اُسنے خریدا تو بائع کے نے جو چیز بطور فاسد خریدی تھی وہ اس مشتری کو حلال
ہوگی جبکہ اسکا عقد اخیر صحیح ہو یہ قنیہ مین ہے۔ اگر کوئی چیز خریدی پھر اُسنے بعد خرید کے واپس لی تو جس صورت
مین مخالف عادت و رسم نہو وے جائز ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتے
تھے کہ بیع کے وقت کوئی شخص اپنے سلعہ یعنے مال و متاع کی تعریف کرے یہ ملتقط مین ہے۔ اور تاجر کے
واسطے مستحب ہے کہ اُسکو اُسکی تجارت اداے فرائض سے غافل نہ کرے پس جب نماز کا وقت آوے
تو تجارت کو چھوڑ دینا چاہیے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نجس کپڑا بیچنے و بیان نہ کرنے مین
مضائقہ نہین ہے اور اگر اسکا گمان یہ ہو کہ مشتری اس سے نماز پڑھیگا تو مستحب یہ ہے کہ اُسکو بیان کر دے
یہ غرائب مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ شیخ نصیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہودی یا نصرانی
یا غلامون کے بدن کی پرانی پوستین خریدی اور اسپر کوئی اثر نجاست کا نہین دیکھتا ہے پھر اُسکو اُسنے بغیر
دھوئے ہوئے استعمال کیا تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اسکو یہ گنجایش ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ قاضی خان
مین ہے کہ چرمی مارے عصا فرخرید کر اُنکا چھوڑنا جائز ہے بشرطیکہ یہ کہدے کہ جو شخص پکڑے اسی کی ہین اور چھوڑ کر
اپنے ملک سے باہر نہ کر دے اور شیخ برہان الدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہین جائز ہے کیونکہ اسمین
مال کا ضائع کرنا ہے یہ قنیہ مین ہے۔ باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو اُسکا استبرا نکریگا یا جس جگہ جماع
کرنا چاہیے یعنے فرج کے سواے بے جگہ یعنے دُبر سے جماع کریگا روا ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ ایک
شخص نے ایک باندی خریدی اور اُسکے دودھ ہے پس اُسکو دائی گیری پر اجرت پر دیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ
اس باندی کو مرابحہ سے فروخت کرے ایک شخص نے ایک باندی فروخت کی پھر مشتری نے خریدنے
سے انکار کیا و بائع کے پاس گواہ نہین ہین تو باندی مذکور سے وطی نکریگا الا اس صورت مین کہ خصومت
ترک کر کے مشتری کی قسم پر راضی ہو جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے بطور بیع فاسد کے
ایک باندی خریدی تو مشتری پر اُس سے وطی کرنا حرام نہین ہے لیکن مکروہ ہے یہ خزانۃ الفتاوے مین ہے۔ یتیمہ
مین ہے کہ شیخ علی بن احمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر یا گانون والون نے اُن باٹون کو جنسے درم و دینار
تولا جاتا ہے بڑھا دیا مگر ایسا بڑھایا کہ اور شہرون کے باٹون سے موافق نہ رہے اُنکے برخلاف زیادتی کر دی
اور خود باہم ان باٹون سے خرید فروخت کرنے پر مدار رکھا مگر بعضے ان گانون والون مین سے اُنکے

موافق ہوگئے اور بعضون نے موافقت نہ کی پس آیا زیادتی کرنے والون کو ہن زیادتی کا اختیار ہی تو فرمایا کہ نہین
پھر دریافت کیا گیا کہ اگر سب لوگ اس زیادتی پر جو اور شہرون کے باٹون سے مخالف ہی اتفاق کرلین تو کیا حکم
ہی فرمایا کہ پھر بھی یہی حکم ہی ایک شخص کو اناج خریدنے کے واسطے وکیل کیا اُسنے شکستہ سو درم کو خرید کر موکل
کو اس سے آگاہ کر دیا اگر موکل نے اُسکو درست سو درم دیے پس وکیل نے اُنکے عوض شکستہ دراہم
خرید کر سو درم بائع کو دیدیے تو جسقدر زیادتی باقی رہگئی وہ وکیل کو حلال ہی اور اگر بجاے وکیل کے مضارب
ہو تو اُسکو حلال نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور رفقیہ سے منقول ہی کہ ایک شخص نے دس درم کو ایک کپڑا
خریدا اور ایک دانگ اسنے دیا تو فرمایا کہ بائع کو قبول کرنا نہ چاہیے جب تک مشتری یہ نہ کہے کہ تجھے حلال ہی یا
تجھے دیا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے گوشت یا مچھلی یا پھلون مین سے کچھ خریدا اور مشتری چلا گیا اور اُسنے آنے
مین دیر لگائی اور بائع کو خوف ہوا کہ یہ چیز بگڑ جائیگی تو بائع کو اختیار ہی کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے اور دوسرے
کو اس سے خریدنا حلال ہوگا اگر ایک شخص بیمار ہوا اور اُسکے بیٹے یا باپ نے بدون اُسکے حکم کے مرض کی
ضرورت کی چیز اُسکے لیے خریدی تو جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور جلالہ یعنے اُتنی جسکی پلیدی کھانے کی عادت
ہی اور چھوٹی مرغی کی بیع جب تک انہین بدبو باقی ہو مکروہ ہی۔ اور شہاب الدین آمالی نے فرمایا کہ ایک شخص کے
پاس صاف بے مٹی کے گیہون ہین پس اُسنے چاہا کہ مین فروخت کے واسطے انہین اسقدر مٹی ملا دون جیسے
عادت کے موافق گیہون مین ہوا کرتی ہی تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک بائع
سے ایک باندی خریدی مگر وہ بائع کے سواے دوسرے کی ہی یا کپڑا خریدا جو بائع کے سواے دوسرے
کا ہی پھر مشتری نے اُس باندی سے وطی کی یا وہ کپڑا پہنا حالانکہ اُسکو اسکا علم نہین ہی پھر معلوم ہوا پس آیا مشتری
پر کچھ گناہ ہوگا تو امام محمد رح سے مروی ہی کہ جماع کرنا و پہننا حرام ہی لیکن مشتری کے ذمہ سے گناہ ساقط ہوگا اور
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ وطی حلال ہی اور اُسکو باندی سے جماع کرنے مین ثواب ملیگا
اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غیر کی منکوحہ ہی حالانکہ شوہر ثانی نے اُس سے وطی کر لی ہی تو
اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور واجب ہی یہ محیط مین ہی۔ لوہے و پیتل وغیرہ ایسی چیزون کی انگوٹھی بیچنا مکروہ
ہی اور کھانے کی مٹی بیچنا مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی شہر والون نے روٹی و گوشت کا بھاؤ مقرر کر لیا اور یہ بات
اس شہر والون مین شائع ہوگئی پھر ایک شخص نے شہر والون مین سے ایک درم کا روٹی یا گوشت خریدا
اور بائع نے اُسکو بھاؤ سے کم دیا اور مشتری کو یہ معلوم نہین پھر اُسکو معلوم ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بقدر
نقصان کے واپس لے کیونکہ جو بات معروف ہو وہ مثل مشروط کے ہی اور اگر مشتری اس شہر والون
مین سے نہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ روٹی کا نقصان واپس لے مگر گوشت کا نقصان نہین لے سکتا ہی

یہ تبیین مین ہی

چھبیسوان باب

اس بیان مین کہ ایک شخص سفر کرنا چاہتا ہی اور اُسکو اُسکے دونون والدین
نے یا ایک نے یا اُنکے سواے دوسرے اقارب نے منع کیا یا قرضخواہون نے روکا یا غلام نکلنا چاہتا
ہی اُسکو اُسکے مولی نے منع کیا یا عورت سفر کرنا چاہتی ہی اُسکو اُسکے شوہر نے منع کیا بالغ بیٹا اگر ایسا فعل کرنا

ع یعنی ... اُس کو ثواب ملتا ہی ... دیسی ہی بیان ہی ۱۲ منہ

چاہتا ہو کہ جسمین دین کی راہ سے ضرر نہین اور نہ والدین کا کوئی گناہ ہی مگر اُسکے والدین اس فعل کو مکروہ جانتے
ہین یعنے بُرا سمجھتے ہین تو اجازت لینا ضرور ہی بشرطیکہ اُسکو اس فعل کے نکرنے کا چارہ ہو قال المترجم یعنے اگر ایسا
فعل ہو کہ ناچار کرنا پڑے تو بلا اجازت بھی کریگا فافہم۔ اگر دونون والدین کے پورے حقوق کی مراعات
متعذر ہو مثلاً اُسکے ماں مین و باپ مین رنجش ہو کہ ایک کی مراعات سے دوسرا رنجیدہ ہو تو جو امور تعظیم و احترام
کی طرف راجع ہین اُنمین باپ کو ترجیح دے اور جو امور خدمت و انعام کی طرف راجع ہین اُنمین ماں کی رعایت رکھے
اور علاء الائمہ حمامی سے منقول ہی کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ احترام مین باپ کو ماں سے مقدم رکھے اور
ماں کو خدمت مین مقدم رکھے پس اگر وہ بیت کے اندر بیٹھا ہوا اور دونون اُسکے پاس آئے تو باپ کی تعظیم کے
واسطے کھڑا ہو جاوے اور اگر دونون نے اُس سے پانی طلب کیا اور دونون مین سے کسی نے خود اُسکے
ہاتھ سے نہ لے لیا تو پہلے ماں کو دیوے یہ قنیہ مین ہی۔ امام محمد رح نے سیر کبیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے سوائے
جہاد کے تجارت یا حج یا عمرہ وغیرہ کے واسطے سفر کرنے کا قصد کیا اور اُسکے والدین نے اسکو مکروہ جانا پس اگر دونون
کے ضائع ہونے اور بربادی کا خوف ہو مثلاً دونون تنگدست ہون اور دونون کا نفقہ اسی کے ذمہ ہو اور
مال اُسکا اسقدر نہین ہی کہ ان دونون کا نفقہ بھیجے اور زاد و راحلہ بھی دے تو یہ شخص بدون اُن دونون کی
اجازت کے سفر نہین کرسکتا ہی خواہ اس سفر کرنے والے لڑکے کی نسبت اس سفر مین ہلاکت کا خوف ہو مثلاً دریا مین
کشتی پر جانا چاہتا ہی یا سخت سردی مین جنگل مین پڑ کر خشکی خشکی جانا چاہتا ہی یا اس سفر مین فرزند مذکور کی نسبت ہلاکت
کا خوف نہو۔ اور اگر فرزند کو اپنے والدین کے ضائع ہونے کا خوف نہو مثلاً دونون خوشحال ہون اور انکا نفقہ اسکے ذمہ
نہ ہو پس اگر ایسا سفر ہو کہ اسمین فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو فرزند کو اختیار ہوگا کہ بدون دونون کی
اجازت کے سفر کو چلا جاوے اور اگر ایسا سفر ہو کہ اسمین فرزند کی نسبت ہلاکت کا خوف ہو تو بدون انکی اجازت
کے نہین جاسکتا ہی اجازت لیکر جاوے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اسی طرح اگر طلب فقہ کے واسطے پردیس کو جانا چاہا تو بھی ایسا ہی حکم ہی
کہ اگر اس سفر مین اُسکی نسبت ہلاکت کا خوف نہو تو بمنزلہ سفر تجارت کے ہی اور اگر اُسکی ہلاکت کا خوف ہو تو بمنزلہ سفر جہاد کے ہی
یہ حکم اُسوقت ہی کہ تجارت کے واسطے اسلام کے شہرون مین سے کسی شہر کو جانا چاہا ہو اور اگر دشمن کے ملک یعنی دارالحرب مین امان
لیکر جانا چاہا اور والدین نے اُسکے سفر کو مکروہ جانا پس اگر کوئی بات ایسی نہو کہ جسکی وجہ سے اُسکی نسبت خوف کیا جاتا ہو اور جن
کفار کے ملک مین جانا چاہتا ہی وہ لوگ وفاے عہد مین معروف ہون اور فرزند کے حق مین اس سفر مین منفعت ہو تو
کچھ مضائقہ نہین ہی کہ والدین کے خلاف رائے عمل کرے اور اگر مسلمانون کے لشکر کے ساتھ دارالحرب مین تجارت کی نیت
سے جانا چاہتا ہی اور اُسکے دونون والدین یا ایک نے اسکو مکروہ جانا اور جس لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہی وہ زبردست
بڑا لشکر ہی کہ غالب رائے کے موافق اُسپر دشمن کے ضرر کا خوف نہین ہوتا ہی تو بغیر دونون کی اجازت لیے جاسکتا ہی اور اگر
غالب رائے مین کافرون کی طرف سے اس لشکر پر غلبہ کا خوف ہو تو بلا اجازت نجاوے اسی طرح اگر سریہ یعنے چھوٹا لشکر
کسی سردار کی ماتحتی مین جاوے یا لشکر سوارون کا ہو یا اسکے مثل تو بھی بغیر دونون کی اجازت کے نہین جاسکتا ہی
اسواسطے کہ سرایا مین اکثر ہلاکت کا خوف ہوتا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص بدون والدین کی اجازت کے طلب
علم کے واسطے نکلا تو مضائقہ نہین ہی۔ اور ایسی نافرمانی حقوق مین شمار نہین ہی اور بعض نے فرمایا

کریہ حکم اسوقت ہی کہ فرزند ڈاڑھی والا ہوا ور اگر امرد سادہ رو ہو تو باپ کو اختیار ہی کہ اسکو اس خروج سے منع کرے یہ فتاوے قاضیخان مین ہی اور اگر تعلیم کیواسطے نکلا پس اگر تعلیم وحفاظت عیال دونون پر قادر ہو تو دونون کا اجتماع افضل ہی اگرچہ بقدر کفایت ہی حاصل ہو و لو حصل مقدار مالا بد منہ الی القیام بامر العیال ولا یخرج الخ اور اگر اولاد کا خوف ہو تو تعلیم کیواسطے سفر نہ کرے یہ تاتارخانیہ مین بیناہیع سے منقول ہی اور اگر بحر مین تجارت وغیرہ کیواسطے کشتی پر سوار ہو کر سفر کا قصد کیا پس اگر ایسا ہو کہ درصورت کشتی غرق ہونے کے اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جس سے غرق سے آدمی بچتا ہی بچا سکے تو اُسکو کشتی کی سواری حلال ہی اور اگر اپنے آپ کو غرق سے کسی سبب سے جنسے غرق سے آدمی بچتا ہی نہ بچا سکے تو اُسکو کشتی کی سواری حلال نہین ہی اور اسی مسئلہ پر ہمارے مشائخ نے دارالحرب مین امان لیکر جانے کا مسئلہ قیاس کیا ہی یعنے فرمایا کہ اگر ایسی حالت ہو کہ درصورت مشرکون کے اُسکے قتل کا قصد کرنے کے کسی سبب سے جنسے قتل سے آدمی بچتا ہی اپنے آپ کو قتل سے بچا سکے تو اُسکو دارالحرب مین اسطرح جانا حلال ہی اور اگر اُس سے مشرکون کا قصد قتل دفع نہو سکے تو حلال نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کوئی عورت تین روز یا زیادہ کا سفر بلا محرم نہ کرے اور تین روز سے کم مین مختلف روایات ہین امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین مکروہ جانتا ہون کہ عورت بلا محرم ایک روز کا سفر کرے اور ایسا ہی امام اعظم رح سے مروی ہی اور فقیہ ابوجعفر رح نے کہا کہ تین روز کے حق مین روایات متفق ہین اور رہا تین روز سے کم سو فقیہ ابوجعفر رح نے کہا کہ یہ بنسبت تین دن کے خفیف ہی یہ محیط مین ہی۔ اور شیخ حماد رح نے فرمایا کہ اگر عورت بدون محرم کے صالحین یعنے پرہیزگار لوگون کے ساتھ سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہی۔ اور نابالغ ومعتوہ بحکم محرم مین نہین ہین اور بالغ عاقل محرم ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور باندی وام ولد کو اس زمانہ مین بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اور فتوے اسی پر ہی کہ اس زمانہ مین باندی وام ولد کا بلا محرم سفر کرنا مکروہ ہی یہ سراجیہ مین ہی

ستائیسوان باب۔ قرض و دین کے بیان مین قرض کے یہ معنی ہین کہ کوئی شخص درم یا دینار یا کوئی مثلی چیز لے جسکا مثل ثانی الحال مین دے سکے اور دین یہ ہی کہ اُسکے ہاتھ کوئی چیز اجرت معلومہ کے عوض مدت معلومہ کے وعدہ پر فروخت کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ لینا کسی ضروری حاجت کے واسطے کچھ مضائقہ نہین رکھتا ہی درحالیکہ اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین اسکو ادا کر دونگا اور اگر کسی نے اس نیت سے قرضہ لیا کہ ندونگا تو یہ حرام خواری ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہی تو ناطفی رح نے ذکر کیا کہ ہمکو اُمید ہی کہ اگر اُسکی نیت مین یہ ہو کہ مین ادا کر دونگا تو عاقبت مین ماخوذ نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کا حق ہی مثلاً زید پر عمرو کا حق آتا ہی اور عمرو کہین غائب ہو گیا کہ نہ اُسکا پتہ ٹھکانا معلوم ہی اور نہ یہ معلوم ہی کہ وہ جیتا ہی یا مر گیا تو زید پر یہ واجب نہین ہی کہ شہرون شہرون اُسکو ڈھونڈے یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ نصیر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ سے انکار کیا پس آیا قرضخواہ اُس سے قسم لے یا نہین تو فرمایا کہ اُسکو قسم لینے کا اختیار ہی پھر اگر قرضخواہ طالب مر گیا تو وہ قرضہ وارثون کا ہو گیا پھر اگر قرضدار نے وارثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہو گیا مگر اُسپر درنگی وانکار کا گناہ ہوگا اور اگر نہ ادا کیا تو اُسکا ثواب قرضخواہ کو ہوگا وارثون کو نہوگا یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر قرضدار انکار کرتا چلا جاتا ہی اسی حالت مین طالب یعنے قرضخواہ مر گیا تو اُسکا ثواب آخرت مین قرضخواہ

کو ہوگا وارثون کو نہوگا خواہ اُسنے قرضدار سے قسم لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر قرضدار نے پھر قرضہ دار ثون کو ادا کر دیا تو قرضہ سے بری ہوگیا اور اگر قرضدار اقرار کرتا ہو اور قرضخواہ مرگیا تو اکثر مشایخ نے فرمایا کہ آخرت مین حق خصومت میت کو حاصل نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ میت کو حاصل ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ قرضہ اول کا یعنے میت کا ہوگا یہ خزانۃ الفتاوے مین ہو۔ اگر میت کے قرضدارون سے جو میت کا قرضہ آتا تھا کسی ظالم نے وصول کر لیا تو میت کے قرضہ اُنپر باقی رہینگے یہ ملتقط مین ہو۔ ایک شخص پر لوگون کے غصوب یعنے اموال غصب ہین اور مظالم یعنے ایسے اموال ہین جو اُسنے ایسے طور پر حاصل کیے ہین جنکا اُسپر مظلمہ ہو اور جبایات ہین یعنے ناحق لوگون کو تاوان دار کرکے وصول کیے ہین پس اُسنے اللہ تعالے کے حضور مین توبہ کی اور وہ ان لوگون کو جنکے اموال اُسپر اس طرح دین ہو رہے ہین نہین پہچانتا ہو پس اُسنے اسقدر مال بہ نیت ادا الفقیرون کو صدقہ کر دیا تو معذور ہو جائیگا اور اگر اسقدر مال والدین و مولودین کے صرف مین کر دیا تو بھی معذور ہوگا اسی طرح اگر اُسنے مالون کو حرمت سے پاک کرنا چاہا تو بھی یہی طریقہ ہو ایک شخص پر متفرق لوگون کے حقوق ہین بدین طور کہ اُسنے لینے مین زیادتی کی اور دینے مین کم دیا پھر اُسنے اُن حقوق کی مقدار کو اپنے دل سے انداز کیا اور جسقدر اُسکے دل مین جما اُسقدر کے عوض ایک کپڑا جسکی قیمت بھی اسی قدر انداز کی گئی تھی صدقہ کر دیا تو عہدہ سے چھوٹ جاویگا اور شیخ مؤلف رح نے فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی صورتون مین اُسی جنس سے صدقہ کرنا جو اُسپر واجب ہو چھٹکارے کے واسطے شرط نہین ہو کذا فی القنیہ وقال المترجم وظنی ان ہذا فیما اذا لم یعرف الجبر والنقصان بخصوصہ ایضاً فیما وقع فیہ معنی الاعیان کما لا یعرف اہل الحقوق فلیتامل فیہ۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہو اور وارث کو حال معلوم نہوا پس اُسنے سب اُسکی میراث کھالی تو شداد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹا اُسکے قرضہ مین ماخوذ نہوگا اور اگر وارث کو مورث کے قرضہ کا حال معلوم ہوگیا تو اُسپر واجب ہو کہ مورث کے ترکہ سے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اگر جاننے کے بعد بیٹے کو فراموش ہوگیا تو وہ عاقبت مین ماخوذ نہوگا اسی طرح اگر ودیعت ہو اور وہ بھول گیا یہان تک کہ مرگیا تو بھی عاقبت مین ماخوذ نہوگا۔ زید کا عمرو پر قرضہ ہو اور دونون راہ مین چلے جاتے ہین پس استنے مین چور رہزن لوگ نکلے اور اُنھون نے ان دونون کے اموال لینے کا قصد کیا پس قرضدار نے اس حالت مین قرضخواہ کا قرضہ دینا چاہا تو بعض مشایخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہو کہ ادا کرے اور قرضخواہ کو یہ اختیار نہین ہو کہ نہ لیوے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک ایسی حالت مین قرضخواہ کو نہ لینے کا اختیار ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو۔ اگر ایک شخص قرضہ کے مواخذہ مین قید کیا گیا اور اُسکے قرضے لوگون پر آتے ہین تو قاضی اُسکو قید سے نکالیگا تاکہ وہ لوگون پر دعوے کرے پھر اگر اُسکو لوگون سے کچھ حاصل نہو تو قاضی اُسکو دوبارہ قید کریگا یہ صنوان القضا مین ہو۔ ایک مسلمان کا نصرانی پر قرضہ آتا ہو پس نصرانی نے شراب نکال کر فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مسلمان قرضخواہ کا قرضہ ادا کیا تو مسلمان کو لے لینا جائز ہو کیونکہ نصرانی کو شراب بیچنا مباح ہو اور اگر مسلمان کا دوسرے مسلمان پر قرضہ ہو اور مسلمان قرضدار نے شراب فروخت کرکے اُسکے دام لیکر اس سے قرضخواہ کا قرضہ دیا تو قرضخواہ کو یہ مال اپنے قرضہ کے ادا مین لینا مکروہ ہو یہ سراج الوہاج مین ہو ایک شخص کو ایسے شخص نے جسکو درم کی شناخت ہو عدالی درم اسوجہ سے واپس دیئے کہ چونکہ یہ کھوٹے

ہین مین انکو نہ لونگا تو اب اسکو روا نہین ہی کہ کھرے درمون کے مقدار کو یہ کھوٹے درم بجائے کھرے درمون
کے دیوے اور وہ ناروا تنگی مین سے لیے لیتا ہی اسواسطے کہ یہ غدر و تلبیس ہی یہ قنیہ مین ہی۔ زادہ مین لکھا ہی کہ زید
کا عمرو پر قرضہ آتا ہی اُسنے عمرو سے اپنے قرضہ کے مثل درم لے لیے اور اپنی ضرورت مین خرچ کر ڈالے
پھر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ دراہم زیوف تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسپر کچھ نہین ہی اور صاحبین رح نے فرمایا
کہ وہ زیوف کے مثل قرضدار کو دیکر اُس سے کھرے درم واپس لے اور جامع صغیر مین امام اعظم رح کا قول مع امام
محمد رح کا قول بیان کیا ہی اور یہی صحیح ہی یہ مضمرات مین ہی۔ ایک شخص کے قرضے لوگون پر آتے ہین اور وہ لوگ
غائب ہین پس قرضخواہ نے کہا کہ میرا جسپر کچھ آتا ہی وہ حلت مین ہی یعنے اُسکو حلال کر دیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اُسکو
اختیار باقی رہیگا کہ اُن لوگون سے اپنا مال جو اُنپر آتا ہی وصول کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایسی
تحلیل جائز ہی اور وہ لوگ حلت مین ہو جاوینگے جبکہ اُنپر قرضہ ہوا اور اگر کوئی معین چیز ہو تو وہ چیز اُنسے لے سکتا ہی
اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو اور اُسنے دوسرے کو بدین شرط بری کیا کہ مجھے خیار ہی تو بری کرنا صحیح
ہوگا اور خیار باطل ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے سب قرضدارون کو بری کیا
اور زبان سے اُنکے نام بیان نہ کیے اور نہ دل مین اُن سب کی یا کسی ایک کی نیت کی تو شیخ ابو القاسم رح نے
فرمایا کہ ابن مقاتل نے ہمارے علما سے روایت کی کہ قرضدار لوگ بری نہونگے اور اگر کہا کہ میرا جسپر قرضہ ہی حلت مین
ہی تو ابن مقاتل نے کہا کہ ہمارے علما کے قول کے موافق اُسکے قرضدار لوگ بری نہونگے اسی طرح اگر کہا کہ شہر
رے مین میرا کچھ نہین ہی پھر دوسرے روز ایک دار کی نسبت جو شہر رے مین واقع ہی یہ دعوی کیا کہ میں برس سے میرا
ہی تو بھی ہمارے علما کے نزدیک اُسکو یہ اختیار ہی اور ابن مقاتل نے کہا کہ میرے نزدیک دونون مسئلون مین
اُسکے قرضدار لوگ بری ہو جاوینگے اور اُسکے دعوے کی سماعت نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے حکم دیا
کہ تم لوگ فلان شخص کے بیٹے کو پانچ درم دیدو کہ مین نے اُسکے مال مین سے کچھ کھا لیا تھا اور اگر ابن فلان یعنے
فلان کا بیٹا نہ پاؤ تو اُسکے وارثون کو دیدو اور اگر وارثون کو نہ پاؤ تو اُسکی طرف سے صدقہ کر دو پھر ان لوگون نے
ابن فلان کی بی بی کو پایا اور کسی کو نہ پایا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ عورت اُسپر اپنے مہر کا دعوی کرتی ہو اور
اُسکے سوا سے کوئی اور وارث معلوم نہوتا ہو تو مہر مین اُسکو دیدین اور اگر مہر کا دعوے نہ کرتی ہو پس اگر کہتی ہو کہ
ابن فلان یعنے اُسکے شوہر کے کوئی اولاد نہین تھی تو اُسکو ان درمون کی چوتھائی ملیگی یہ قنیہ مین ہی۔ اگر کسی نے
بقال کے پاس ایک درم رکھا کہ جو چاہیگا اُس سے لے لیگا تو یہ مکروہ ہی اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ ایک مرد فقیر کے
پاس ایک درم ہی وہ ڈرتا ہی کہ اگر میرے پاس رہا تو برباد ہو جائیگا یا مین اسکو اپنی ضرورت مین اُٹھا ڈالونگا لیکن
اور کامون کی نسبت اُسکو بقال کی طرف حاجت زیادہ ہوتی ہی چنانچہ نمک مصالحہ وغیرہ چیزین خریدنے کی ضرورت
پڑتی ہی اور اُسکے پاس اتنے پیسے نہین ہین کہ ہر وقت جس چیز کی ضرورت پیش آوے اُسکو خرید لے پس اُسنے
بقال کو درم دیدیا تاکہ جسوقت جو ضرورت پیش آتی جاوے اُسکو تھوڑا تھوڑا اُسکے حساب سے اسی درم مین
سے لیتا جاوے یہان تک کہ درم پورا ہو جاوے یعنے بمقابلہ پورے درم کے چیزین لے لے تو یہ فعل مکروہ ہی اسواسطے
کہ اس فعل کا حاصل یہ نکلتا ہی کہ یہ ایسا قرض ہی جس سے نفع حاصل ہوتا ہی پس مکروہ ہوا لیکن اس باب مین حیلہ

یہ ہے کہ جب ایسا قصد ہو تو درم بقال کو ودیعت دیدے پھر اُس سے جو چاہے لیتا جاوے لیکن اگر یہ درم ضائع ہو جاوے تو بقال پر کچھ واجب نہوگا کیونکہ یہ ودیعت تھا پھر جب بقال سے تھوڑا تھوڑا لیا تو جو اُسنے تھوڑا تھوڑا بمقابلہ اُس چیز کے جو اُس سے لی ہے دیا ہے اسکا مالک ہوتا جائیگا پس جو مقصود ہے وہ بلا کراہت حاصل ہو جائیگا یہ نہایہ میں ہے۔ تجرید میں لکھا ہے کہ اگر کسی سُونار کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک درم وزن کی انگوٹھی اپنے پاس سے بناوے اور ایک دانگ مزدوری مقرر کی پس اُسنے بنائی تو درم وزن سے زیادہ لینا نہیں جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ قرض مشاع جائز ہے چنانچہ اگر دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ اسکا نصف تیرے پاس آدھے نفع پر مضاربت پر ہے اور نصف میں نے تجھے قرض دیا تو جائز ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ سرکہ و مربا و رب و شیرہ انگور و شہد و تیل و گھی کا قرض لینا پیمانہ سے جائز ہے اور لوہے کا اور اسی طرح تانبے و پیتل کا وزن سے قرض لینا جائز ہے اور بالچہ اور کولھاڑی اور آرہ و منشرہ و مٹی کا برتن و مٹکون اِن سب کا قرض لینا نہیں جائز ہے۔ سوت کا وزن سے قرض لینا جائز ہے اور شیشہ کا قرض لینا نہیں جائز ہے اور گڈیون سے فواکہ کا قرض لینا نہیں جائز ہے اور کٹ و انجیر کا ٹوکرون کے حساب سے قرض لینا نہیں جائز ہے اور ہمارے نزدیک کسی قرض پر میعاد نہیں ثابت ہوتی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے نوازل میں ہے کہ ایک پر قرض تھا اور قرضخواہ اُسکے وصول کرنے پر آیا پس قرضدار نے اُسکو درم قرض کے دیئے اور کہا کہ انکو پرکھ لے اور وہ طالب کے ہاتھ میں تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور اگر قرضدار نے کچھ نہ کہا ہو اور طالب نے لے لیا پھر مطلوب کو دیا کہ اسکو پرکھ دے اور وہ تلف ہو گئے تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے

اٹھائیسوان باب ۔ ملوک سے ملاقات کرنے اور اُنکے ساتھ تواضع سے پیش آنے اور اُنکے ہاتھون کو بوسہ دینے اور ملوک کے سوائے غیر کے ہاتھون کو بوسہ دینے اور مرد کو غیر مرد کا مُنہ چومنے و اُسکے متصلات کے بیان میں۔ ابو اللیث حافظ سے روایت ہے کہ سلاطین کے پاس جانا مکروہ ہے اور وہ یہی فتوے دیتے تھے پھر اس سے رجوع کیا اور فتوی دیا کہ مباح ہے یہ غیاثیہ میں ہے۔ ایک شخص کو حاکم امیر نے بلایا اور اس سے چند باتین دریافت کین پس اگر وہ ان باتون میں موافق حق کے کہتا ہے تو اُسکی طرف سے بُرائی پہونچتی ہے تو اس شخص کو نہیں چاہیے کہ خلاف حق بات کہے اور یہ اُس صورت میں ہے کہ اپنے نفس کے قتل یا اتلاف عضو یا اتلاف عضو غیر یا اپنے مال کے اتلاف کا خوف نہو اور اگر ایسا خوف ہو تو خلاف حق کہدینے میں مضائقہ نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کے واسطے تواضع حرام ہے یہ ملتقط میں ہے اگر کسی شخص نے سلطان کے واسطے بطور تحیہ کے سجدہ کیا اور اُسکے سامنے زمین چوم لی تو کافر نہ کہا جائیگا لیکن گنہگار ہوگا کہ وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور یہی مختار ہے اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے سلطان کو بہ نیت عبادت سجدہ کیا یا اُسکے دل میں کچھ نیت نہ تھی تو ضرور کافر ہو گیا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر مسلمان سے کہا گیا کہ تو بادشاہ کو سجدہ کر ورنہ ہم تجھکو قتل کر دینگے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُس مرد مسلمان سے عبادت کا سجدہ کرنے کو کہتے ہین تو اُسکے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ نہ کرے جیسے کوئی شخص کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا تو اُسکے حق میں صبر کرنا افضل ہے۔ اور اگر ظالمون نے تحیہ و تعظیم کا سجدہ کرنے کو کہا ہے عبادت کا سجدہ کرنے کو نہین کہا ہے تو اُسکے حق میں افضل یہ ہے کہ سجدہ کر دے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ... زمین کا چومنا حرام ہے اور فاعل و راضی دونون

سخت گنہگار ہین یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ علماء و زاہدون کے سامنے زمین چومنا فعل جہال ہی اور فاعل و راضی دونون
سخت گنہگار ہین یہ غرائب مین ہی۔ اور سلطان وغیرہ کے سامنے جھکنا مکروہ ہی کہ یہ مجوس کے ساتھ مشابہت
ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور سلام کے وقت جھکنا مکروہ ہی اسکی حدیث مین ممانعت آئی ہی یہ تمرتاشی مین ہی اللہ تعالے
کے غیر کی خدمت کرنا کھڑے ہوکر ہاتھ پکڑ کر اور جھک کر جائز ہی اور سجدہ سواے اللہ تعالے کے کسی کے واسطے
نہین جائز ہی یہ غرائب مین ہی رہا کلام ہاتھ کو بوسہ دینے مین سو اگر اُسنے اپنے ہاتھ کو غیر کے واسطے چوما تو مکروہ
ہی اور اگر غیر کا ہاتھ چوما پس اگر عالم یا سلطان عادل کے ہاتھ کو بوجہ اُسکے علم و عدل کے بوسہ دیا تو مضائقہ
نہین ایسا ہی فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی اور اگر سواے عالم و سلطان عادل کے کسی مسلمان کا ہاتھ
چوما پس اگر اس سے مسلمان کی تعظیم و اکرام مقصود ہو تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اس سے عبادت مقصود ہو
یا یہ غرض ہو کہ دنیاوی مال و متاع کچھ اس سے مل جائیگا تو مکروہ ہی اور شیخ صدر الشہید رح اس فصل مین بلاتفصیل
کراہت کا فتوے دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہی۔ عالم و سلطان عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہی اور ان دونون
کے سواے کسی کے ہاتھ کو بوسہ دینے کی رخصت نہین ہی اور یہی مختار ہی یہ غیاثیہ مین ہی کسی عالم یا زاہد سے یہ
درخواست کی کہ اپنا قدم بڑھا دے تاکہ اُسکو بوسہ دے تو یہ رخصت نہین ہی اور نہ وہ شخص اس بات کو قبول کرے
یہ بعض کے نزدیک ہی اور بعض کے نزدیک یہ درخواست قبول کرے (اجازت دیدے ۱۲) اسی طرح اگر اُسنے اُسکا سر یا ہاتھ چومنے کی
اجازت مانگی تو بھی یہی حکم ہی یہ غرائب مین ہی اور اپنے دوست سے ملاقات کے وقت اپنا ہاتھ چومنا جیسا
جہال لوگ کیا کرتے ہین یہ بالاجماع مکروہ ہی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی۔ رہا کلام منھ چومنے مین سو فقیہ ابوجعفر
ہندوانی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ اگر کوئی مرد دوسرے مرد کا جو فقیہ یا عالم یا زاہد ہو منھ چومے
بغرض اعزاز دین کے تو کچھ مضائقہ نہین ہی اور جامع صغیر مین مذکور ہی کہ اگر ایک مرد دوسرے مرد کا منھ یا پیشانی
یا سر چومے تو مکروہ ہی یہ محیط مین ہی **قال المترجم** ہذا ہو المختار اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ
مکروہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے منھ کو یا ہاتھ کو یا کسی جگہ کو بوسہ دے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تقبیل
ومعانقہ ازار واحد مین روا ہی کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر معانقہ قمیص یا جبہ کے اوپر سے ہو یا منھ چومنا بطور برّ ہو
نہ از راہ شہوت تو سب کے نزدیک جائز ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر لقاء یا وداع کے وقت
ایک عورت دوسری عورت کا منھ یا گال چومے تو مکروہ ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک بوڑھا سفر سے آیا (پہنچے ۱۲ یا رخصت کرنے ۱۲) اور اُسنے
اپنی بہن کا جو بوڑھی ہی بوسہ دینا چاہا تو فرمایا کہ اگر اُسکو اپنے نفس پر خوف ہو تو نہین جائز ہی ورنہ جائز ہی ایسا
ہی خلف رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہی یہ حاوی مین ہی۔ فقیہ ابو اللیث رح نے ذکر کیا ہی کہ
بوسہ دینا پانچ طرح کا ہوتا ہی بوسہ رحمت جیسے باپ اپنے بچہ کو بوسہ دے و بوسہ تحیت جیسے بعض مومن
بعض مومن کو بوسہ دے و بوسہ شفقت جیسے بچہ اپنے باپ کو بوسہ دے و بوسہ مودت جیسے کوئی شخص اپنے
بھائی کی پیشانی پر بوسہ دے و بوسہ شہوت جیسے مرد اپنی عورت یا اپنی باندی کو بوسہ دے اور بعض نے
ایک بوسہ اور بڑھایا ہی یعنی بوسہ دیانت یعنی حجر اسود کو بوسہ دینا یہ تبیین مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے
باپ کی جورو کو جو پانچ یا چھ برس کی ہی شہوت سے بوسہ دیا تو شیخ ابو بکر رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ وہ

معانقہ گلے لپٹنا اور ازار واحد یعنی فقط ایک لنگی یا پاجامہ پہنے ہو ۱۲ منہ

لڑکی اُسکے باپ پر حرام نہین ہو جائیگی کیونکہ وہ مشتہات نہین ہی اور اس پسر نے اگر اُسکو مشتہات تصور کرلیا تو اُسپر لحاظ نکیا جائیگا اور اگر اُسکے باپ کی جورو اسقدر بڑھی ہو کہ حد شہوت سے خارج ہوگئی ہو اور اس پسر نے اُسکو شہوت سے بوسہ دیا تو وہ اسکے باپ پر حرام ہو جائیگی یہ حاوی مین ہی۔ اور مصافحہ جائز ہی اور مصافحہ کا سنت طریقہ یہ ہی کہ ایک مرد دوسرے مرد کے دونون ہاتھون مین اپنے دونون ہاتھ رکھے اور درمیان مین کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہووے یہ خزانۃ الفتاوی مین ہی

انتیسوان باب

اشیاے مشترکہ سے نفع لینے کے بیان مین۔ امام محمد رح نے شروط الاصل مین ذکر فرمایا کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک شریک غائب ہو اور دوسرے نے چاہا کہ اُسمین کسی شخص کو رکھے یا کسی کو کرایہ پر دیدے تو فرمایا کہ فیما بینہ و بین اللہ تعالے یعنے از راہ دیانت اُسکو یہ نہین ہی اور حکم قضا مین اُسکو ممانعت نکیجائیگی پس اگر اُسنے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو دوسرے شریک کا حصہ دیکھا جائیگا کہ اُسمین سے کسقدر ہی پس اسقدر حصہ اگر شریک مذکور کو کسی طور سے دے سکتا ہو تو دیدے ورنہ صدقہ کر دے اور اُسکا حال مثل غاصب کے ہوگا کہ اگر غاصب نے غصب کرکے کرایہ پر دیا اور کرایہ وصول کیا تو اُسکو صدقہ کریگا یا مغصوب منہ کو دیدیگا اور جسقدر کرایہ خاص شریک مذکور کے حصہ مین آیا ہی وہ اُسکو حلال ہی یہ اُسوقت ہی کہ اُسنے دوسرے کو بسایا ہو اور اگر خود اُسمین رہا در حالیکہ اُسکا شریک غائب ہی تو قیاساً فیما بینہ و بین اللہ تعالے یعنے از راہ دیانت اُسکو یہ اختیار نہین ہی جیسا کہ دوسرے کو بسانے مین ہی اور استحساناً اُسکو یہ اختیار ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو اور دونون مین سے ایک غائب ہو تو حاضر کو گنجائش ہی کہ بقدر اپنے حصے کے سکونت کرے اور پورے دار مین سکونت کرے اسی طرح اگر ایک خادم دو شخصون مین مشترک ہو اور ایک غائب ہو گیا تو حاضر کو اختیار ہی کہ بقدر اپنے حصہ کے خادم سے خدمت لے اور اگر دابہ ہو یعنے سواری کا جانور ہو تو حاضر اُسپر سواری نہین لے سکتا ہی اور اجارات النوازل مین محمد بن مقاتل سے روایت ہی کہ شریک حاضر دار مین سے بقدر اپنے حصہ کے سکونت کرے اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ حاضر کو اختیار ہی کہ اگر بشرط عدم سکونت دار مذکور کے خراب ہو جانے کا خوف ہو تو پورے دار مین سکونت کرے اور ابن ابی مالک رح نے امام اعظم و امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ زمین مشترک کی صورت مین حاضر کو بقدر اپنے حصہ کے زراعت کرنے کا اختیار نہین ہی اور دار کی صورت مین اختیار ہی اور نوادر ہشام مین یون مذکور ہی کہ اُسکو دونون صورتون مین یہ اختیار ہی یہ محیط مین ہی اگر ایک دابہ یعنے چوپایہ دو شخصون مین مشترک ہو اُسکو ایک شریک بدون دوسرے کی اجازت کے سواری یا اسباب لادنے کے کام مین لایا تو حصہ شریک کا ضامن ہوگا یہ صغری مین ہی اور اگر ایک دار ایک قوم مین مشترک ہو تو بعض کو اختیار ہی کہ اُسمین اپنا چوپایہ باندھے اور اُسمین وضو کرے اور اُسمین اپنی لکڑیان رکھے اور اگر اس سے کوئی شخص مرگیا تو وہ ضامن نہوگا اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون اجازت شریکون کے اُسمین کنوان کھودے یا عمارت بنائے اور اگر بنائی یا کنوان کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور عمارت توڑ دینے کا حکم دیا جائیگا یہ فتاوے عتابیہ مین ہی شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے چاہا کہ ایک کوچہ غیر نافذہ کی طرف اپنی ملک مین بسبب ضرورت

کے دیوار پھوڑ کر ایک دروازہ لگا وے تو فرمایا کہ قاضی اس میں یہ لحاظ کریگا کہ اگر اہل کوچہ کو کچھ ضرر
نہ پہونچتا ہو اور اُسنے یہ دروازہ مضبوط لگایا ہے کہ مثل دیوار کے ہو گیا تو اُسکو منع نہ کریگا یہ حاوی
میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عام راستہ پر سایہ بنانا چاہا یعنے چھتا بنانا چاہا اور اس میں عوام کا کچھ ضرر نہیں
ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کا صحیح مذہب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں سے ہر شخص کو یہ اختیار ہے کہ منع کرے
اور دور کرے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہر ایک کو ممانعت کا اختیار ہے دور کرنے کا اختیار
نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ کسی کو دور کرانے اور گرانے کا اختیار نہیں ہے اور اگر
اُسنے کوچہ غیر نافذہ میں سایہ چھتا ایجاد کیا تو ہمارے نزدیک اُسمیں ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہیں ہے بلکہ شریکوں
کی اجازت معتبر ہے اور آیا عام راستہ پر چھتا سایہ بنانا مباح ہے سو فقیہ ابو جعفر طحاوی نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور
گنہگار نہو گا بشرطیکہ کسی کی خصومت کرنے سے پہلے اُسنے ایجاد کیا ہے اور اگر کسی نے خصومت کی پھر بھی اُسنے
بنایا تو بنانا مباح نہیں ہے اور نہ اُس سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے اور اگر چھوڑ رکھا تو گنہگار ہو گا اور امام ابو یوسف
و امام محمد رح نے فرمایا کہ انتفاع مباح ہے بشرطیکہ اس سے عام مسلمانوں کو ضرر نہ پہونچتا ہو یہ محیط میں ہے امام
ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی دیوار پر کھنگل لگا کر مسلمانوں کی ہوا کو شاغل کر دیا تو قیاسا
یہ ہے کہ اسکو دور کرا دیا جاوے اور استحسانا دور نہ کرائی جاوے اور اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی۔ اور نصر بن محمد
مروزی تلمیذ امام اعظم رح سے مروی ہے کہ جب وہ اپنی دیوار کو جو جانب کوچہ ہوتی کھنگل کراتے تو اُسکو کھرچ کر کھنگل
لگاتے تھے تاکہ ہوا میں سے کچھ نہ لے اور شیخ نصیر بن یحیے سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہتیر کوچہ سے خارج
ہے یا شریک کی دیوار پر رکھا ہے اور اُسنے چاہا کہ اُسکو اکھاڑ لے یا قطع کر لے تو فرمایا کہ اگر کوچہ نافذہ ہو تو اُسکو یہ اختیار
ہے کہ اکھاڑ لے اور جب اکھاڑ دیا تو پھر اُسکو اسی طرح بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی اور شہتیر والے کو اُسکے برقرار رکھنے
کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر کوچہ غیر نافذہ ہو پس اگر شہتیر کی یہ صورت قدیمی ہو تو اُسکے مالک کو حق القرار حاصل ہو گا
اور شریک کو اُسکے اکھاڑنے کا استحقاق نہو گا اور اگر اُسنے توڑ دیا تو اُسکو دوبارہ بنا دینے کی اجازت دیجائیگی اور اگر قدیمی
نہو تو اُسکے مالک کو توڑ لینے کا استحقاق ہے اور جب اُسنے اکھاڑ لیا تو دوبارہ بنانے کی اجازت نہ دیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں
ہے منتقی میں تحریر ہے کہ اگر عام راستہ پر پاےخانہ یا چھتا بنانا چاہا تو میں اس سے اسکو منع کرونگا اور اگر اُسنے بنا لیا پھر لوگوں نے نالش کی
کی تو میں اُسمیں غور کرونگا پس اگر اُسمیں ضرر ہو گا تو حکم دونگا کہ اسکو توڑ لے اور اگر اُسمیں ضرر نہو گا تو اپنے حال پر چھوڑ دونگا
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے پاےخانہ اپنے احاطہ مکان سے خارج رکھا داخل دار نہ کیا اور اُسمیں ضرر کچھ نہیں ہے
تو چھوڑ دونگا اور اگر اُسنے دار میں داخل کیا تو اس سے منع کیا جائیگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ میں
ایک شخص کا چھتا ہو تو اہل کوچہ کو اُسکے ڈھا دینے کا اختیار نہیں ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ اُسکی بنا کیا ہوئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ
اُسنے کوچہ ہو جانے کے بعد بنا لیا ہے تو منہدم کیا جا سکتا ہے اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو دونوں صورتوں میں منہدم کیا جا سکتا
ہے اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ اگر اُسمیں ضرر ہو گا تو منہدم کیا جائیگا ورنہ نہیں اور حاصل یہ ہے کہ جو چھتا عام راستہ
پر واقع ہو پس اگر اُسکا حال دریافت نہو تو بنا بر قول امام محمد رح کے وہ جدید قرار دیا جائیگا حتے کہ امام المسلمین کو اختیار ہو گا
کہ اُسکو دور کرا دے اور اگر کوچہ غیر نافذہ میں ہو اور اُسکا حال دریافت نہو تو وہ قدیمی قرار دیا جائیگا حتے کہ کوئی

شخص اُسکو دور نہین کرسکتا ہی۔ اور شیخ الاسلام یعنے خواہرزادہ نے فرمایا کہ کوچہ غیر نافذہ مین ایسے حکم کی تاویل یون
ہی کہ ایک دار یا ایسا زمین ایک قوم کے درمیان مشترک ہو جنہین ان لوگون نے لیئے اپنے رہنے کے گھر و حجرے بنا لیے
اور ایک کوچہ اپنی آمد و رفت کا چھوڑ دیا ہے کہ وہ راستہ انکی ملک رہا تو یہ حکم ہی اور اگر در اصل کوچہ احاطہ کیا گیا ہو مثلاً
ان لوگون نے دار بنایا اور یہ راستہ آمد و رفت کے واسطے چھوڑ دیا تو ایسے راستہ پر چھتا واقع ہونے کا وہی حکم ہی جو عام راستہ
پر چھتا واقع ہونے کا حکم ہی۔ اور شیخ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا کہ کوچہ خاص اُسکو کہتے ہین کہ جسمین اتنے
لوگ ہون جنکی تعداد معلوم ہو اور اگر اُسمین اتنے لوگ ہون جنکی تعداد بطور احصا معلوم نہین ہی تو وہ کوچہ عامہ ہی پس ایسے
کوچہ مین جو چھتا ہو اُسکا حکم وہی ہی جو عام راستہ پر چھتا ہونے کا حکم ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ
کوچہ غیر نافذہ کے وسط مین ایک گھورا ہی پس اہل کوچہ مین سے کسی ایک نے چاہا کہ اپنا پاخانہ دور کرکے اُسکو
اِن گھورے پر منتقل کرے حالانکہ اس سے پڑوسیون کو ایذا پہونچتی ہی تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اختیار ہی کہ شخص
مذکور کو اس سے منع کرین اور اسی طرح ہر ایسی بات سے جس سے اُنکو سخت ایذا پہونچتی ہو منع کرسکتے ہین یہ
حاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ نافذہ مین پڑوسیون کی رضامندی سے پاخانہ بنانا چاہا پھر ہنوز
اُسکی عمارت تمام نہوئی تھی کہ پڑوسیون نے اُسکو ممانعت کی حالانکہ اُسمین اُنکا کوئی کھلا ضرر نہین ہی تو اُنکو اختیار
ہی کہ منع کرین یہ غرائب مین ہی۔ فتاوے ابواللیث رحمہ اللہ مین ہی کہ ایک شخص نے کوچہ غیر نافذہ مین اپنے
دار کے دروازہ پر مربط بنایا جسمین اپنا چوپایہ باندھا کرتا تھا تو اہل کوچہ مین سے ہر ایک کو یہ اختیار ہی کہ اُسکا یہ مربط
توڑ دے مگر اُسکو دروازہ پر چوپایہ باندھنے سے منع نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ جب کوچہ غیر نافذہ ہی۔ تو ایسا ہی
جیسے ایک دار دو آدمیون مین مشترک ہی کہ ہر ایک کو اُسکے نصف مین سکونت رکھنے کا اختیار ہی مگر کچھ عمارت بنانے
یا کنوان کھودنے کا اختیار نہین ہی اور مربط بنانا عمارت بنانے مین سے ہی اور دروازہ پر چوپایہ باندھنا از قبیل
سکونت ہی اور ہمارے ملک مین یہ رسم ہی کہ اپنے گھرون کے دروازون پر جانور چوپایہ باندھتے ہین۔ اور اگر
کوچہ نافذہ ہو تو بشرط سلامتی ہر ایک کو اپنے دروازہ پر اپنا چوپایہ باندھنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک
شخص نے اپنا بیت جو ایک کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہی اور بیت مذکور کا جناح بھی ہی منہدم کر دیا تو اُسکو اختیار
ہی کہ جیسا تھا ویسا ہی بنا لے اور پڑوسی اُسکو منع نہین کرسکتے ہین بشرطیکہ قدیمی ہو اور اگر کوچہ نافذہ ہو تو ہر
ایک کو اس جناح کے توڑ دینے کا اختیار ہی اگرچہ قدیمی ہو اور قدیم و جدید کا فرق فقط کوچہ غیر نافذہ مین
ہوتا ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ ایک شخص نے اپنا بیت منہدم کر دیا
اور بنایا نہین حالانکہ پڑوسیون کو اس سے ضرر ہوتا ہی پس اگر شخص مذکور کو وسعت ہو یعنے بنانے پر قادر ہو
تو پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار ہی اور مختار یہ ہی کہ پڑوسیون کو اُسپر جبر کرنے کا اختیار نہین ہی یہ ذخیرہ
مین ہی۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک بڑا دار جسکا پرنالہ ایک جگہ گرتا تھا وہ ایک جماعت کے ہاتھ شرکت مین فروخت
کیا گیا پھر ہر ایک نے اپنا اپنا حصہ دار مذکور علیحدہ کرکے ہر ایک نے اپنا پرنالہ اسی جگہ پر گرایا جہان مشترک کا
پرنالہ گرتا تھا پس اُس نہرہ پر بہت سے پرنالے گرنے لگے پس آیا پڑوسیون کو اس سے منع کرنے کا
اختیار ہی تو ہمارے زمانہ کے بعضے مفتیون نے یہ فتوی دیا تھا کہ انکو ممانعت کا اختیار نہین جیسا کہ اگر بائع نے اُسمین

لوگون کی جماعت کو بسایا یا جیسے ایک شخص سے ایک جماعت نے ایک دار خریدکر اُسمین سکونت اختیار کی اور ان سب لوگون کے استعمال کا پانی اُسکے پرنالہ سے بہا تو پڑوسی منع نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ بہت سے پرنالہ ہوجانے سے سوائے اِسکے کہ پانی کی کثرت ہوا ور کچھ ضرر نہین ہوا اور پانی کی کثرت سے ممانعت نہین ہوسکتی ہی یا جیسے اگر کوچہ غیر نافذہ مین اپنا دار ایک جماعت کے ہاتھ فروخت کیا تو اہل کوچہ اُسکو منع نہین کرسکتے ہین اگرچہ اہل کوچہ کو ضرر لازم آتا ہی کہ راستہ مشترکہ مین گذرنے والون کی کثرت ہوگئی۔ پھر یہ فتوے اور جواب ہمارے شیخ نجم الائمہ حلیمی کے پاس آیا پس اُنھون نے توقف فرمایا اور اپنے شاگردون و ہم عصرون سے چندروز تک بحث کی پھر اُنکی یہ راے قرار پائی کہ پڑوسی اُسکو منع کرسکتے ہین بخلاف مثالون مذکورہ کے کہ اُنمین ضرر لازمی و دائمی نہین ہی اور صورت مذکورہ اسکے برخلاف ہی اور شداد رحہ سے مروی ہی کہ ایک شخص نے عام نہر پر مسلمانون کے نفع کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو یہ اختیار ہی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک کوچہ غیر نافذہ مین اپنے فناے دار مین ایک درخت جمایا اور اس کوچہ مین سواے اسکے اور بھی درخت ہین پھر اہل کوچہ مین سے ایک نے یہ چاہا کہ اسکو اکھاڑ دے اور دوسرے درختون سے تعرض نہ کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اسی طرح اگر جناح جو جادہ راستہ مین دار سے باہر نکلا ہوا ہی اُسکے توڑنے کا قصد کیا تو بھی یہی حکم ہی لیکن اگر مرد محتسب ہو کہ ان سب چیزون سے تعرض کرے تو حکم ایسا نہین ہی یہ ذخیرہ مین ہی فقیہ ابونصر رحہ نے فرمایا کہ اگر عام نہر کے کنارے ایک درخت جمایا جو آنے جانے والون کے حق مین کچھ مضر نہین ہی تو اُسکو مباح ہی اور مسلمانون مین سے ہر شخص کو یہ اختیار ہی کہ اُس سے مواخذہ کرے کہ اسکو دور کردے اور اگر اُسنے وقف کردیا تو وقف ہوجائیگا اور ہمارے اصحاب کے مذہب کے موافق اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور محمد بن سلمہ رحہ سے منقول ہی کہ اُنھون نے اپنے دروازہ پر دوکان اور اپنے چوپایہ کا مربط بنایا پس شیخ ابونصر سے دریافت کیا گیا کہ آپ اِس بارہ مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ مین اسکو راہِ صواب سے دور نہین جانتا ہون کذا فی المحیط اور فتاوے قاضیخان مین ایسی صورت مین یہ حکم لکھا ہی کہ بنانے والے کو ایسا اختیار نہین ہی آ انتہے[لینے جائز ہی ۱۲] اور شیخ ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دروازہ کے نہر کے کنارے درخت جمائے[لینے ناجائز ہی ۱۲] اور ان درخت واُسکے درمیان میان جادہ رستہ ہی پس یہ مکروہ ہی فرمایا کہ اگر یہ درخت نہر کو یا اہل نہر کو ضرر نہ پہونچاتے ہون تو مجھے امید ہی کہ لگانے والے کو لگانے مین گنجائش ہی اور جو شخص اُسکی موت کے بعد وارث ہو وہ ان درختون کے حق مین بجاے میت کے قرار دیا جائیگا یہ حاوی مین ہی[لینے جائز ہی ۱۲]۔ نوازل مین ہی کہ ایک شخص نے نہر عام کے کنارے درخت لگایا پھر ایک شخص جو اس نہر مین شریک نہین ہی آیا اور اُسنے درخت لگانے والے سے اس درخت کے اُکھاڑ لینے کا مواخذہ کیا پس اگر درخت مذکور اکثر لوگون کو ضرر دیتا ہو تو اُسکو مواخذہ کا اختیار ہی مگر اوسلے یہ ہی کہ یہ بات حاکم کے سامنے دائر کرے تاکہ حاکم اُسکو اُکھاڑ لینے کا حکم دے یہ ذخیرہ مین ہی فتاوے ابوالیث مین ہی کہ اگر خاک یا کیچڑ مسلمانون کے عام راستہ سے اُٹھائی تو کیچڑ کے دنون مین جائز ہی بلکہ اوسلے ہی اور جب کیچڑ کے دن نہون اور یہ خاک و مٹی مثل زمین کے نہو لینے ضرر دیتی ہو تو بھی یہی حکم ہی اور اگر زمین کے مثل ہوا اور اُٹھانے والے کو اُسکے کھودنے کی ضرورت پڑے پس اگر راہ چلنے والون کو مضرت پہونچے تو اُسکو یہ روا نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ بیچ راستہ سے کیچڑ یا نہر عام کے کنارے سے مٹی لے لینا نہین

جائز ہو کیونکہ وہ عام لوگون کا حق ہو لیکن والی کی اجازت سے روا ہو اور نوازل مین ہو کہ اگر مین راستہ خراب نہوتا ہو تو اُٹھا لینے مین مضائقہ نہین ہو اور والی یعنے امام وقت کی اجازت کا ذکر نہین کیا کذا فی القنیہ- اور شیخ ابو بکر رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک زقیقہ غیر نافذہ مین مٹی سانی تو فرمایا کہ اگر راستہ مین اتنا چھوڑ دیا کہ لوگون کی آمد و رفت ہو سکے اور جلدی اُسکو اُٹھا لیتا ہو اور کبھی کبھی ایسا ہوتا ہو تو اُسکو منع نہ کیا جائیگا اور شیخ محمد بن سلمہ زقیقہ غیر نافذہ مین مثل مربط و دوکان وغیرہ بنانے کے واسطے مٹی سانا جائز رکھتے تھے یہ حاوی مین ہو۔ شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ شہر پناہ کی دیوار کی مٹی کا حکم کیا ہو فرمایا کہ اُسکا اُٹھا لیجانا جائز نہین ہو پھر پوچھا گیا کہ اگر دیوار مین سے کوئی ٹکڑا ٹوٹ پڑا جسکی کچھ احتیاج نہین ہو فرمایا کہ اُسکا اُٹھا لیجانا مضائقہ نہین رکھتا ہو یہ غرائب مین ہو ایک سبیل کی حوض ہو اُس سے ایک شخص نے پانی کی مٹکا بھری تو اُسکو یہ نچاہیے کہ حوض مذکور کے کنارے رکھے اور اگر ایسا کیا اور حوض کے کنارے مین نقصان پہونچا تو وہ شخص ضامن ہوگا کذا فی الذخیرہ

تیسوان باب متفرقات کے بیان مین

ایک شخص کی جورو فاسقہ یعنے بدکارہ ہو کہ جھگڑے کرنے سے باز نہین آتی ہو تو اُسکا طلاق دیدینا واجب نہین ہو یہ قنیہ مین ہو نوازل مین ہو کہ اگر مرد نے اپنی عورت کے منہ مین اپنا آلہ تناسل داخل کردیا تو بعض نے فرمایا ہو کہ مکروہ ہو اور بعض نے اسکے برخلاف کہا ہو یہ ذخیرہ مین ہو ایک عورت اپنے خاوند کی باندی یا غیر کی باندی کو مارتی ہو اور سمجھانے سے نہین مانتی ہو تو اُس مرد کو عورت مذکور کے مارنے کا اختیار ہو یہ قنیہ مین ہو- اور شیخ رحمہ اللہ سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ آیا شافعیہ مذہب کی عورت کو یہ اختیار ہو کہ حیض سے گیارھوین دن اپنے شوہر کو جو حنفی مذہب ہو اپنے آپ سے وطی کرنے دے تو فرمایا کہ فتوے دینے والا اپنے مذہب کے موافق فتوے دیگا جو شخص فتوے مانگتا ہو اُسکے مذہب کے موافق نہ دیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو- ایک باندی مرض الموت مین بیمار ہوئی تو اُسکا آزاد کردینا اولے ہو تاکہ آزاد مرے یہ قنیہ مین ہو- ایک عورت بدون اپنے شوہر کی اجازت کے کسی بچہ کو دودھ پلاتی ہو تو اُسکے حق مین یہ بات مکروہ ہو لیکن اگر اُس دودھ پینیے بچے کے مرجانے کا خوف کرتی ہو تو ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہو- ایک شخص نے حرام چیز مثل شراب وغیرہ کے دوسرے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی پس اگر ایسے شخص کے واسطے رکھ چھوڑی ہو جو اُسکے حرام ہونے کا معتقد ہو مثلاً مسلمان کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ نہین ہو اور اگر ایسے شخص کے واسطے رکھے جو اباحت کا معتقد ہو مثلاً کافر کے واسطے شراب رکھ چھوڑی تو مکروہ ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو- اور اگر سرکہ بنانے کے واسطے اپنے گھر مین شراب رکھ چھوڑی تو جائز ہو گنہگار نہوگا- اور اگر طبلہ طنبور وغیرہ ان معازف و ملاہی کی چیزون مین سے کوئی رکھی تو مکروہ ہو گنہگار ہوگا اگرچہ اُنکو استعمال نہ کرتا ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو- ترکون و امراء وغیرہ مین سے چند لوگ ایک مجلس فسق و فساد مین مجتمع ہوے اور شیخ الاسلام نے اُنکو فعل منکر سے منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے پھر محتسب اور سید امام اجل کے دروازے سے چند لوگ اسواسطے گئے کہ اُنکو متفرق کرکے اُنکی شراب بہادین اور فقہاء کی ایک جماعت کو ساتھ لے گئے پھر کچھ شراب پاکر بہادی اور بعض مٹکون مین سرکہ کرنے کے واسطے نمک ڈالا پھر شیخ کو اسکی خبر پہونچی تو فرمایا کہ کچھ شراب نہ چھوڑو سب بہادو اور خم توڑ ڈالو اور باقی شراب

بھی بہادو اگرچہ انہین نمک ڈالا گیا ہو اور فرمایا کہ عیون المسائل مین مذکور ہو کہ اگر کسی نے محتسبانہ مسلمانون
کی شراب بہادی اور اُنکے خم شراب توڑ ڈالے اور مشکیزہ جنمین شراب تھی پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہین ہو اسی طرح اگر
ذمیون نے شراب کو مسلمانون مین ظاہر کیا اور کسی نے بطور امر بالمعروف کے ذمیون کی شراب بہادی و شراب
کے خم توڑ ڈالے اور مشکیزہ پھاڑ ڈالے تو اُسپر ضمان نہین ہو یہ تاتارخانیہ مین تتمیہ سے منقول ہو اور بوڑھے
جاہل کو نچاہیے کہ نوجوان عالم کے آگے چلنے و بیٹھنے و کلام مین پیش قدمی کرے یہ سراجیہ مین ہو اور نوجوان عالم بوڑھے
غیر عالم سے اور عالم شخص غیر عالم قریشی سے پیش قدم ہوگا اور زندویسی نے فرمایا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا
شاگرد پر دونون برابر یکسان ہین یعنے جاہل کو نچاہیے کہ عالم کے سامنے گفتگو مین پیش قدمی کرے اور مجلس مین اُسکی جگہ
پر نہ بیٹھے اگرچہ وہ اسوقت غائب ہو اور اُسکی بات کو رد نکرے اور چلنے مین اُسکے آگے نہو اور شوہر کا حق جورو پر اس سے
بھی بڑھکر ہو اور عورت اپنے خاوند کے ہر مباح فعل مین جسکے کرنے کا خاوند اُسکو حکم کرے تابعداری کرے اور اپنی
ذات پر شوہر کے منافع مقدم کرے یہ وجیز کردری مین ہو نجم الائمہ حلیمی سے منقول ہو کہ ایک شخص نے دار وقف مین حجرہ کو
اجارہ پر لیا ہو تا پاخانہ بنایا اور اسمین روشندان رکھا اور پڑوسی مقابل کہتا ہو کہ جب ہم لوگ اپنی چھت پر یا پاخانہ یا
دروازہ مین ہوتے ہین تو اُسکے شاگرد لوگ ہمکو جھانکتے ہین پس یہ روشندان بند کرا دے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو اور
ایک شخص نے اپنی زمین مین جوار بوئی اور اُسکے اُکھاڑنے مین پڑوس والے کُھلا ضرر اُٹھاتے ہین تو اُنکو اُسکے
ممانعت کرنے کا اختیار نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ شاعے جو راہ مین بنی ہوتی ہین اُنکی نسبت کسی کو خصومت کرنے
کا اور اُنکے دور کرنے کا اختیار نہین اور اسی پر فتوے ہو یہ ملتقط مین ہو۔ ربض شہر کی مٹی اُٹھا لیجانا کسی کو روا
نہین ہو کیونکہ وہ حصن ہو اور اس سے عام کا حق متعلق ہو ہان اگر دیوار شہر کی گرے اور اُسکی کچھ حاجت نہو تو اُٹھا
لیجانا جائز ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور تجنیس ملتقط مین ہو کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی چھت اور اُسکے
پڑوسی کی چھت برابر ہو اور چھت پر چڑھنے مین پڑوسی کے گھر مین نظر پڑتی ہو تو پڑوسی کو اختیار ہو کہ جبتک
وہ اپنی چھت پر پردہ نہ بنادے تب تک اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع کرے اور اگر نظر پڑوسی کے گھر مین نہ پڑتی
ہو لیکن اگر پڑوسی لوگ چھت پر ہون تو اُنپر نظر پڑتی ہو تو پڑوسی اُسکو چھت پر چڑھنے سے منع نہین کرسکتا ہو اور امام
ناصر الدین نے فرمایا کہ یہ ایک طرح کا استحسان ہو اور قیاساً یہ حکم ہو کہ وہ اس فعل سے منع کیا جاویگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ یتیمیہ
مین ہو کہ مین نے شیخ ابو حامد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص کے کھیت کی زمین اونچی ہو پس اُسکو روا ہو کہ نہر کو
کھول کر ایک روز یا آدھا روز پانی بہا کر اپنی زمین سیراب کرے اگرچہ نیچے والے لوگ راضی نہون یعنے نہر کے بہاو
پر اس شخص کی زمین سے جو لوگ نیچے کی طرف ہین وہ راضی نہون تو فرمایا کہ ہان اور ایسی شیخ حمیر الوبری رح
نے تصریح فرمائی ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو ایک شخص نہ راستہ مین جاتا تھا راہ مین پانی تھا پس اُسکو راہ نہ ملی سوا اسکے
ایک شخص غیر کی زمین مین کہ اُسمین ہو کر راہ تھی تو اُس زمین مین ہو کر چلے جانے مین کچھ مضائقہ نہین ہو اور فتاوے
اہل سمرقند مین غیر کی زمین مین ہو کر گذر جانے کے مسئلہ مین تفصیل مذکور ہو یعنے اگر زمین غیر مین چہار دیواری یا کوئی
اور چیز حائل ہو تو اُس زمین سے ہو کر نہ گذرے اور اگر چہار دیواری نہو تو اُسمین ہو کر گذرنے مین مضائقہ نہین ہو اور
حاصل یہ ہو کہ اس باب مین لوگون کی عادت کا اعتبار ہو یہ محیط مین ہو۔ اور نوازل مین مذکور ہو کہ اگر کسی شخص نے

غیر کی زمین مین ہوکر گذرنا چاہا پس اگر سواے اسکے دوسری راہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہوکر نہ گذرے اور
اگر نہ نکلتی ہو تو غیر کی زمین مین ہوکر گذر سکتا ہی جب تک کہ مالک اُسکو منع نہ کرے اور جب منع کرے تو نہین گذر سکتا ہی
اور یہ حکم اکیلے آدمی کے حق مین ہی اور اگر ایک جماعت ہو تو یہ لوگ بدون اُس شخص غیر یعنے مالک زمین کی رضامندی
کے اُسکی زمین سے ہرگز نہین گذر سکتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی فتاوے مین ہی کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت
کیا گیا کہ جو راستہ نیا بنا لیا گیا ہو اُسمین چلنا کیسا ہی تو فرمایا کہ اگر صاحب ملک نے اسکو نکالا ہو تو اُسمین چلنا جائز ہی
جب تک یہ ظاہر نہو کہ یہ غصب ہی اور شیخ ابوبکر رح نے فرمایا کہ شاذان بن ابراہیم بازار قطائین مین گذرتے تھے
اور کوچہ ضمائنیہ کے سرے پر اپنا خچر باندھتے تھے اور ایسا ہی شیخ نصیر رح کرتے تھے اور شیخ ابوبکر رح نے فرمایا کہ اکثر میری
راہ یہی ہی اور مین اسکی آمد و رفت مین مضائقہ نہین جانتا ہون اور فقیہ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس کوچہ کے لوگ
جنازہ دوسرے راستہ سے نکالتے تھے اور اس بازار مین آمد و رفت مکروہ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جور کی ہی لیکن
ان علمار کے قول کو لینا بنسبت ان عوام کے قول کے اولی ہی پس اس سے گذرنا اور وہان سے جنازہ نکالنا کچھ مضائقہ
نہین رکھتا ہی یہ حاوی مین ہی۔ ایک شخص کی نہر کا مجری دوسرے شخص کے دار مین ہی اور صاحب نہر بیچ نہر مین سے
یا نہر کی کارینہ مین ہوکر نہین جا سکتا ہی اور اسکو منظور ہوا کہ نہر مذکور کی اصلاح کرے حالانکہ مالک دار اُسکو اپنے
دار مین داخل ہونے سے منع کرتا ہی تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اجازت دیدے کہ وہ اپنی نہر درست کرلے
یا اپنے مال سے تو خود درست کر دے اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہین اور دیوار مستقف کی صورت مین بھی
یہی حکم ہی اور اسکی صورت یون ہی کہ ایک شخص کی دیوار کا رخ دوسرے شخص کے دار کیطرف ہی اور اُسنے دیوار پر کہگل لگانی چاہی
مگر مالک دار نے اپنے دار مین آنے سے اُسکو روکا حالانکہ سواے دار مین ہوکر کسی اور طور سے وہ اپنی دیوار میں کہگل نہین
لگا سکتا ہی تو شیخ بلخی رح نے فرمایا کہ مالک دار اُسکو اپنی دیوار مین کہگل لگانے سے منع نہین کرسکتا ہی ہان یہ اختیار ہی کہ اُسکو
اپنے دار مین داخل ہونے سے منع کرے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر دیوار مذکور گر پڑی اور مالک دیوار نے اپنی دیوار
کی مٹی منتقل کرلینی چاہی اور بدون دار مین داخل ہونے کے کسی طور سے نہین اُٹھا سکتا ہی تو فرمایا کہ مالک دار کو اختیار
دیکر اپنے دار مین داخل نہونے دے پھر دریافت کیا گیا کہ آیا وہ شخص اپنا مال اُسکے دار مین چھوڑدے تو فرمایا کہ مالک دار
اُسکو اپنا مال لینے سے منع نہین کرسکتا ہی لیکن اپنے دار مین آنے دینے سے ممانعت کرسکتا ہی اور اسکے معنی یہ ہین کہ مالک
دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین آنے کی اجازت دیدے یا خود اُسکی مٹی باہر نکالدے یہ ذخیرہ مین ہی واقعات
ناطفی مین لکھا ہی کہ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین ہوکر گذری ہی اور مالک نہر نے چاہا کہ زمین مین ہوکر اپنے نہر تک
جا کر اُسکی اصلاح کرے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی ہان اپنی نہر کے اندر اندر ہوکر جا سکتا ہی اور اگر نہر تنگ ہو کہ اُسمین چلنا ممکن
نہو تو بھی غیر کی زمین مین ہوکر نہین جا سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم بنا بر قول امام اعظم رح کے ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کے
واسطے حریم کچھ نہین ہوتا ہی اور موافق قول صاحبین رح کے نہر کے واسطے حریم ہوتا ہی پس صاحب نہر اپنے نہر کے حریم
پر چل سکتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم سب کے قول کے موافق ہی اور تاویل مسئلہ یہ ہی کہ مالک نہر نے اپنے نہر کا حریم
مالک زمین کے ہاتھ فروخت کر دیا ہی پھر ایسا واقع ہوا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص کسی غیر کی زمین مین بدون اسکی اجازت
کے گذرا پس اگر اسکے چلنے سے زمین مذکور مین ضرر ہوا ہو مثلاً مزروعہ ہو یا رطبہ ہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ اس سے استحلال کرالے

سے اپنے معاف کرا لے ورنہ نہین لیکن اگر مالک زمین نے اُسکو گذرتے دیکھ لیا ہو تو استحلال واجب ہوگا کیونکہ اسنے اُسکو
اس فعل سے ایذا دی ہی اور اگر کسی کو غیر کی زمین مین آمد و رفت کا حق حاصل ہو پھر حجت یعنی گواہون کے ساتھ قاضی
سے ثابت کرانے سے پہلے گھوڑے یا گدھے سمیت گذرا تو اُسکو ایسا اختیار نہین ہی کذا فی القنیہ ایک شخص نے پیلیہ
ابریشم سے ریشم نکالنے کے واسطے منوال کھڑی کی تو پڑوسیون کو منع کرنے کا اختیار ہی بشرطیکہ اُن لوگون
کو دخان وکیڑون کی بدبو سے ضرر پہونچتا ہو اور نجم الائمہ بخاری رح سے مروی ہی کہ اگر کسی شخص نے اپنے والدین
کے گھر مین اُنکی رضامندی سے عنابیات ستّے کا کارخانہ کھڑا کیا تو جار ملاصق کو ممانعت کا اختیار نہین ہی اور اگر
اپنے واسطے طاحونہ بنایا تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر کرایہ پر چلانے کے واسطے بنایا تو پڑوسی منع کر سکتے ہین اور جو
سُنار بعد عشا کے طلوع فجر تک سونے کا کام کھٹ کھٹ کوٹا کرتا رہتا ہو اُسکو پڑوسی منع کر سکتے ہین بشرطیکہ اُنکو
اس کام سے ضرر پہونچتا ہو کذا فی القنیہ ایک شخص نے ایک بستان بنایا اور اپنے پڑوسی کی دیوار کے نیچے درخت جمائے
تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا ہی کہ اسکے واسطے کوئی تقدیر نہین ہی کہ کتنی دور ہٹا کر لگا دے مگر یہ واجب ہی کہ پڑوسی
کی دیوار سے اتنی دور ہٹا کر جما دے کہ اُسکی دیوار کو مضرت نہ پہونچے کذا فی فتاوی قاضی خان ایک شخص کا مجمدہ ہی یعنے
جسمین برف رہتی ہی پھر اُسکے پڑوسی نے چاہا کہ اُسکے پہلو مین الاؤ آگ کا بنا دے تو اس سے منع نہ کیا جائیگا مگر
اولے یہ ہی کہ ایسا نہ کرے یہ مضمرات مین ہی۔ شیخ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے دار مین اصطبل
بنایا حالانکہ پہلے وہ مسکن تھا اور اس سے اُسکے پڑوسی کو ضرر پہونچتا ہی پس اگر چوپایون کا منہ پڑوسی کے دیوار کی
طرف ہو تو وہ منع نہین کر سکتا ہی اور اگر چوپایون کی پچھاڑی اُسکی دیوار کی طرف ہو تو اُسکو ممانعت کا اختیار ہو
یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک نانوائی نے بزازون کے بیچ مین اپنی دوکان جمائی تو اس سے منع کر دیا جائیگا اسی طرح
جو ضرر عام ہو اُسکا یہی حکم ہی اور ایسا ہی شیخ ابو القاسم رح نے فتوے دیا ہی یہ ملتقط مین ہی۔ اور جو شخص شوربا پکا کر یا
جلیبی بنا کر فروخت کرتا ہو اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی کیونکہ اُسمین خوشبو ہی ہر شخص کے واسطے اُسمین ضرر نہین ہی بلکہ بعض
کو اُسمین لذت ملتی ہی لیکن اگر اُسکی دوکان کا دھوان ہمیشہ رہتا ہو تو ممانعت ہو سکتی ہی یہ قنیہ مین ہی۔ شیخ محمد بن مقاتل
سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کا پانی چورا کر اپنی زمین یا باغ انگور کو دیا تو فرمایا کہ جو پیداوار ہو وہ اُسکے
واسطے حلال ہوگی بمنزلہ اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے کے جَو یا بھوسا غصب کر کے اپنے جانور
کو کھلائے اور اُسکو موٹا کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ جو غصب کیا ہی اُسکی قیمت دے اور جانور مین جسقدر موٹائی آئی ہی وہ
حلال ہی اور واضح ہو کہ قیمت کا ذکر سہو سے واقع ہوا اور صحیح یون ہی کہ جو غصب کیا ہی اُسکے مثل دینا واجب ہوگا
اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعضے زاہدون کا قصہ منقول ہی کہ بغیر وقت نوبت یعنی باری کے خلاف وقت مین
پانی اُسکے باغ انگور مین چلا آیا تو اُسنے حکم کیا کہ میرے انگور کے درخت کاٹ ڈالے جاوین مگر ہم انگور کو قطع کرنے کا حکم
نہین دیتے ہین لیکن اگر انگور کے پھل جو پیدا ہوئے وہ صدقہ کر دے تو اچھا ہی مگر اُسپر صدقہ کرنا باعتبار حکم کے واجب
نہین ہی یہ محیط مین ہی اور فقیہ ابو القاسم رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کی زمین مین بدون اُسکی
اجازت کے زراعت کی اور مالک زمین کو معلوم نہوا یہانتک کہ کھیتی کاٹنے کے لائق ہو گئی پھر مالک زمین کو معلوم ہوا
اور وہ رضامند ہو گیا پس آیا کاشتکار کو پیداوار حلال ہی فرمایا کہ ہان پھر دریافت کیا گیا کہ اگر مالک زمین نے کہا کہ مین راضی

[illegible] کارخانہ [illegible] بدبو سے لوگون کو ایذا ہو اور اسکی ضرر عام کی ممانعت [illegible] روایت ملتقط مین منصوص ہی ۱۲

نہین ہون پھر کہا کہ مین راضی ہوا ہون یا کاشتکار کو پیداوار حلال ہی فرمایا کہ ہان اس صورت مین بھی حلال ہی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے کہا کہ یہ حکم بدلیل استحسان ہی اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے زمین جور کو اسکے متصرفین سے مزارعت پر لیا تو شیخ ابو القاسم رحمہ نے فرمایا کہ کاشتکارون کا حصہ اُن لوگون کو حلال ہی اگر انھون نے زمین مذکور مزارعت پر لی ہو یا اجارہ پر لی ہو اور اگر جور مین درختان انگور یا اور قسم کے درخت ہون پس اگر ان درختون کا مالک معلوم ہو تو کاشتکارون کو حلال نہین ہی اور اگر نہ معلوم ہو تو حلال ہی کیونکہ ایسی زمین کی تدبیر کا اختیار جسکا مالک معلوم نہو سلطان کو ہی اور ایسی زمین بمنزلۂ زمین موات کے ہو گی مگر سلطان پر لازم ہو گا کہ نصف پیداوار مساکین کو صدقہ دیدے اور اگر ایسا نہ کریگا تو گنہگار ہو گا اور کاشتکارون کو اپنا اپنا حصہ حلال ہو گا اور جو شخص اُنکی رضامندی سے اُنمین سے کچھ کھائیگا اسکو بھی کھانا حلال ہی اگرچہ ایک نوع کے شبہ سے خالی نہین ہی مگر مشائخ نے فرمایا ہی کہ اس زمانہ مین غالبًا جو ہاتھ آتا ہی اسمین شبہ ہوتا ہی پس مسلمان پر یہی واجب ہی کہ جسکو حرام معائنہ کر لے فقط اُس سے دور بھاگے ایک عورت کا شوہر دیوان جور مین ہی اُسکے پاس مال ہی جو سلطان کیطرف سے حاصل کرتا ہی اور وہ عورت کہتی ہی کہ مین زمین جور مین تیرے ساتھ نہین رہونگی تو فقیہ ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ اگر عورت مذکورہ نے اپنے شوہر کا کھانا کھایا اور یہ کھانا بعینہ مال غصب نہین ہی تو عورت مذکورہ کو اس کھانے کی گنجائش ہی اسی طرح اگر شوہر مذکور نے اُس عورت کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے جسکی اصل حلال نہین ہی خرید کیا تو عورت مذکورہ کو اس جامہ و نان کے استعمال کی شرعًا گنجائش ہی اور گناہ شوہر پر ہو گا۔ واضح ہو کہ ارض حوز اُس زمین کو کہتے ہین کہ جسکا مالک اس بات پر قادر نہو کہ اُسمین زراعت کرے کے خراج ادا کرے پس وہ شخص امام المسلمین یعنے خلیفۂ وقت کو دیدیتا ہی تاکہ اُسکی منفعت بجائے خراج کے مسلمانون کے واسطے ہو اور اصل زمین اُسکے مالک کی ملک رہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک جماعت پر ناحق کی جبایت باندھی گئی یعنی کچھ مال بطور ٹکس وغیرہ کے ناحق مقرر کیا گیا پس اگر اُنمین سے کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنے اوپر سے اس جبایت کو دور کر سکتا ہی تو بقدر اپنے حصہ کے اپنے اوپر سے دور کرے بشرطیکہ ایسا نہو کہ اسکا حصہ باقیون پر ڈالا جاوے ورنہ اولی یہ ہی کہ وہ اپنے اوپر سے بھی دور نہ کرے ایک شخص نے دوسرے کی ذات پر کوئی ظلم ہوتا تھا اسکو دفع کر دیا پس اس مظلوم نے اس مدد کرنے والے کو بیس دینار دیے پھر مدد کرنے والے نے اُسکے ہاتھ ایک درم بعوض ان بیس دینار کے فروخت کیا تاکہ یہ دینار اسکو حلال ہو جاوین تو حلال نہین ہی اور مجد الائمہ ترجمانی نے فرمایا کہ یہ موافق قول امام محمد رحمہ کے ہی اور شیخین کے قول کے موافق اسمین مضائقہ نہین ہی لیکن اگر بائع نے بطور تلجیہ بیع کی ہی تو بیع نہو گی یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص کے پاس مال ہی یعنے امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک عیال ہین اور لوگ راہ کی حفاظت کرنے اور قافلہ کی پیش روی کرنے مین اُسکے محتاج ہین پس اگر اُس سے ممکن ہو کہ راہ کی حفاظت کرے اور اُسکے عیال ضائع نہون تو حفاظت کرنا افضل ہی اور اگر دونون باتون کا سرانجام اُس سے نہو سکے تو عیال کی پرداخت کرنا افضل ہی اور اگر اُسنے راہ کی حفاظت کا سرانجام کیا پھر اُسکو کچھ ہدیہ دیا گیا پس اگر اُسنے نہ لیا تو افضل ہی اور اگر لے لیا تو لینا حرام نہین ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ شیخ ابو الفضل متکلم نے کہا کہ اگر موذی کو اس شخص نے جسکو موذی نے ایذا دی ہی بار ہا سلام کیا اور موذی کے سلام کا جواب بھی دیتا رہا اور موذی کے ساتھ احسان کرتا رہا یہان تک کہ موذی کا گمان غالب یہ ہوا کہ اسکے دل سے وہ بات ایذا کی جاتی رہی ہی اور میری طرف سے کشادہ دل ہو گیا ہی تو موذی معذور نہو گا اور اسپر واجب ہی

کہ اُس سے معاف کرادے آور اسمٰعیل متکلم نے کہا کہ موذی نے ایک شخص کو ایذا دی اور فی الحال اُس سے معاف نہ کرایا اسوجہ سے کہ وہ کہتا ہو کہ یہ شخص مجھسے ابھی غصہ مین ہو مجھے معاف نہ کریگا تو معاف کرانے مین دیر کرنے مین معذور نہوگا یہ قنیہ مین ہو- ایک شخص نے امیردن وغیرہ کے چرواہے کو روٹی دی تاکہ میری بکریان اُسکے حظیرہ یا زمین مین رات کو رکھا کرے جیسی کہ عادت جاری ہو تو یہ جائز نہین ہو اسی طرح اگر دوسری بکریان خود چرواہے کی ملک ہون تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ یہ رشوت ہو ہہی طرح اگر اُسنے روٹی دینے مین یہ شرط صریح نہ لگائی کہ رات مین میری بکریان وہان رکھا کرے تو بھی جائز نہین ہو کیونکہ یہ امر رواج کی راہ سے مشروط ہو پس دینے والے کو اختیار ہو کہ جو اُسنے دیا ہو وہ واپس کرلے اور بعضی حیلہ یہ ہو کہ بکریون کو اُسکے مالک سے عاریت لے پھر بکریون کا مالک چرواہے کو حکم دے کہ ان بکریون کو رات مین مستعیر کے پاس رکھے پھر قدر دیتا ہو وہ اُسکو بطور احسان کے دیدے نہ بطور اجرت کے اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چرواہا بدون کچھ لیے ہوئے فقط اُسکے حکم سے بکریان رات کو وہان نہ رکھے تو بھی دینا رشوت ہوگا یہ قنیہ مین ہو- قیلولہ کرکے راحت حاصل کرنا مستحب ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان قیلولہ نہین کرتا ہو یہ غیاثیہ مین ہو- اور قیلولہ کہ بین المنجلین مستحب ہو یعنی میان راس الشعیر و میان راس الحنطہ اور مستحب ہو کہ آدمی پہلے چت لیٹے پھر ایک ساعت داہنی کروٹ پر قبلہ رخ لیٹے پھر بائین کروٹ پر سووے کذا فی الظہیریہ اور طلوع آفتاب کے بعد سونا اور مغرب و عشار کے درمیان سونا مکروہ ہو اور مین نے بعض مقام پر لکھا دیکھا ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک عشار کی نماز کے بعد سونے سے کوئی سونا پسندیدہ تر نہ تھا اور چاہیے کہ ایسے بچھونے پر سووے جو نہ زیادہ نرم ہو اور نہ زیادہ کڑا ہو درمیانی ہو اور اپنے گال کے نیچے اپنی داہنی ہتھیلی رکھے اور یاد کرے کہ عنقریب ہین اسی طرح قبر مین تنہا لیٹونگا کہ میرے ساتھ سوا اسکے میرے اعمال کے کچھ نہوگا- اور لکھا گیا ہو کہ داہنی کروٹ پر لیٹنا مومن کی لٹائی ہو اور بائین کروٹ پر لیٹنا بادشاہون کی لٹائی ہو اور چت آسمان کی طرف منھ کرکے لیٹنا انبیار علیہم السلام کی لٹائی اور اوندھا منھ کے بل لیٹنا فرعون کی لٹائی ہو اور اگر کسی کا پیٹ خوب بھرا ہوا ہو اُسکو پیٹ مین درد ہو جانے کا خوف ہو تو کچھ مضائقہ نہین ہو کہ اپنے پیٹ کے نیچے تکیہ رکھ لے اور اُسپر سووے اور سوتے وقت تہلیل و تحمید و تسبیح کے ساتھ اللہ تعالے کی یاد کرتا رہے یہان تک کہ اُسکو نیند آجاوے اسواسطے کہ سونے والا اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا جسپر سویا تھا یعنے برابر اُسکو ثواب ملتا رہیگا اور میت قیامت کے روز اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا جسپر مرا تھا- پھر صبح سے پہلے اپنی خوابگاہ سے اُٹھ کھڑا ہو کہ زمین اللہ تعالے سے شکایت کرتی ہو یعنے ایک تو جو شخص زنا کرکے زمین پر غسل کرتا ہو اور پانی جو خون ناحق زمین پر بہاتا ہو اور ایک جو صبح کے بعد سوتا ہو اُسکی اللہ تعالے سے شکایت کرتی ہو اور جب خواب سے جاگے تو اللہ تعالے کا ذکر کرتا ہوا اور عزم مصمم کیے ہوئے کہ جسکو اللہ تعالے نے حرام کیا ہو اُس سے بچونگا اور نیت کیے ہوئے کہ بندگان خدائے تعالے مین سے کسی پر ظلم نہ کرونگا اس حالت سے جاگے یہ غرائب مین ہو- فتاوے آہو مین لکھا ہو کہ قاضی برہان الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہاڑ سے سل چکی کا پتھر کاٹا مگر سبب نہین کٹا تھا کچھ رہگیا تھا کہ چھوڑ کر چلا آیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے باقیماندہ پتھر کاٹ لیا تو فرمایا

اگر وہ پتھر دو من سے کا ہوگا سو جب سے کہ پہلے شخص نے اُسکو اپنے احراز مین نہین کر لیا تھا یہ تاتارخانیہ مین ہو اناج
کی ایک ڈھیری ہو اُسکے کسی جانب کچھ نجاست پہونچی اور بطور معین نہین معلوم کہ کہان پہونچی ہو پھر اُسنے اُسمین سے
ایک قفیز یا دو قفیز جدا کر کے اُسکو دھو ڈالا یا بیع و ہبہ کر کے اپنی ملک سے نکال دیا تو باقی ڈھیری کی طہارت کا
حکم دیا جائیگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور ہمارے اصحاب سے اس مسئلہ مین کوئی روایت نہین ہو اور ہمارے
مشائخ نے اسکو ایک مسئلہ سے جو سیر کبیر مین مذکور ہو استخراج کیا ہو وہ مسئلہ اس صورت سے مذکور ہو کہ دار
الحرب مین مسلمانون نے کافرون کے قلعہ کا محاصرہ کیا اس قلعہ مین مسلمانون کا کوئی ذمی داخل ہوا پھر مسلمانون
نے وہ قلعہ فتح کر لیا اور قلعہ کے مرد گرفتار کیے اور یہ بات یقینا جانتے ہین کہ ذمی انھین لوگون مین گرفتار ہو لیکن
مسلمان لوگ یہ نہین پہچانتے ہین کہ بعینہ یہ ذمی ہو مگر گرفتارون مین سے ہر شخص یہ دعوے کرتا ہو کہ وہ ذمی مین ہون
تو مسلمانون کو اُنکا قتل کرنا حلال نہین ہو اور اگر ذمی کے قلعہ مین داخل ہونے کے بعد اہل قلعہ مین سے کوئی شخص
قتل کیا گیا ہو یا مر گیا ہو یا باہر نکل گیا ہو تو مسلمانون کو اُنکا قتل کرنا حلال ہوگا اسواسطے کہ جب ایک قتل کیا گیا یا
مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا تو یہ یقین نہ رہا کہ انھین وہ شخص ضرور ہی جسکا قتل کرنا حرام ہو کیونکہ جائز ہو کہ جسکا قتل حرام
تھا وہی قتل ہو گیا یا مر گیا یا قلعہ سے نکل گیا ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر مردار کی پگھلائی ہوئی چربی تیل مین مل گئی تو اُس
سے چراغ روشن کرنا یا دباغت مین خرچ کرنا جائز ہو بشرطیکہ تیل زیادہ ہو یہ سراجیہ مین ہو۔ اگر کوئی دستاویز کسی
نابالغ کے سامنے پڑھی گئی یعنے اُسکو پڑھکر سنائی گئی حالانکہ وہ نہین سمجھتا ہو کہ اسمین کیا مضمون ہو پھر وہ بالغ
ہوا تو اُسکو روا نہین ہو کہ جو کچھ اسمین ہو اُسکی گواہی دے آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر بالغ کو دستاویز پڑھکر سنائی جائے
اور وہ اُسکے مضمون کو نہ سمجھتا ہو تو بالغ کو یہ روا نہین ہو کہ جو کچھ اسمین ہو اُسکی گواہی دے فقیہ رحمہ نے فرمایا کہ
عشاء کے بعد سمر یعنے افسانہ کی باتین کرنے کو بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے مکروہ کہا ہو اور بعض نے اجازت
دی ہو اور فقیہ نے فرمایا کہ سمر تین طرح کا ہوتا ہو ایک یہ کہ علمی مذاکرہ ہو تو یہ سو رہنے سے افضل ہو دوم یہ کہ اگلے
لوگون کے جھوٹے قصے اور دروغ باتین اور مسخرہ پن کی باتین اور مضحکہ ہو تو یہ مکروہ ہو اور سوم یہ کہ انسیت
کی باتین ہون مگر جھوٹ سے اجتناب ہو اور باطل باتین نہون تو اسمین مضائقہ نہین ہو مگر اسکا ترک افضل ہو اور
اگر ایسا کرین تو چاہیے کہ آخر کار اللہ تعالے کے ذکر و تسبیح و استغفار کی طرف رجوع کرین کہ اس ذکر کا خاتمہ بخیر ہو
اور جو باتین شہرون وغیرہ مین نئی پیدا ہوتی ہین اُنکی خبر دریافت کرنے مین مختار یہ ہو کہ خبر دریافت کرنے
اور خبر دینے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اسمین کچھ مضائقہ نہین ہو کہ عالم اپنے حق سے اس طرح باتین
کرے کہ مین عالم ہون تاکہ اُسکا علم ظاہر ہو اور اُس سے لوگ مستفید ہون مگر ضرور چاہیے کہ یہ باتین اللہ تعالے
کی نعمت کا بیان ہو یعنی یون باتین کرے کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی ہو کذا فی الغرائب فقیہ
نے فرمایا کہ علم کے اقسام ہین اور سب اللہ تعالے کے نزدیک اچھے ہین مگر فقہ کے مانند نہین پس آدمی کو چاہیے کہ
اُسکے نزدیک فقہ کا سیکھنا سب سے زیادہ لائق اہتمام ہو اور جب وہ فقہ مین سے اچھا حصہ حاصل کر پاوے تو اُسکو
چاہیے کہ اسی پر قناعت نکرے بلکہ علم زہد و کلام حکمت حکما و شمائل صالحین کو دیکھے اور آدمی پر علم کا طلب کرنا اسقدر فرض ہو کہ اُسکو شرائع و امر
معاش جو ضروری ہین معلوم ہو جاوین جیسے وضو و نماز وغیرہ باقی شرائع و امور معاش اور اسکے سوائے فرض نہین ہو پس اگر اُسنے

علم اُنکا بھی حاصل کیا تو افضل ہی اور اگر ترک کیا تو ایسے گناہ نہین ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اور نوازل مین ابو عاصم رحمہ اللہ سے
روایت ہی کہ انھون نے فرمایا کہ احادیث کی طلب و جستجو کرنا مفلسون کا پیشہ ہی اور مراد یہ ہی کہ جب اُسنے حدیث کو طلب
کیا اور حدیث سے فقہ حاصل نہ کی کذا فی التاتارخانیہ اقول قصر و کسر و لا آخذ بہ فافہم۔ اور علم نجوم اسقدر حاصل کرنا
جس سے قبلہ و اوقات نماز پہچانے مضائقہ نہین ہی اور اس سے زیادہ حرام ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ علم کلام
سیکھنا و سکھانا اور اُسمین نظر کرنا و مناظرہ کرنا سواے قدر و حاجت کے مکروہ ہی اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ مین جواب اسطرح
ہی کہ کثرت سے مناظرہ کرنا اور مجادلہ مین مبالغہ کرنا مکروہ ہی کیونکہ ایسا کرنا اشاعت بدع و فتن و تشویش عقائد کی
جانب موڈی ہوتا ہی اور یہ ضرور ممنوع ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی اور مسئلہ کلامیہ کو اگر ٹھیک طور پر سمجھاتا ہو تو اُسمین
مناظرہ نہ کرے اور امام محمد مسئلہ کلامیہ مین مناظرہ کرتے تھے یہ ملتقط مین ہی۔ اور شیخ امام ابو الیسر صدر الاسلام فرماتے
ہین کہ مین اُن کتابون کو جنکو متقدمین نے علم توحید مین تصنیف کیا ہی ملاحظہ کیا پس بعض کو مین نے فلاسفہ مثل
اسحاق کندی و استقراری وغیرہما کی تصنیف سے دیکھا یہ سب دین مستقیم سے خارج و طریقہ قویم سے برگشتہ ہین ان
کتابون کو دیکھنا جائز نہین ہی اور انکا رکھنا جائز نہین ہی کیونکہ یہ کتابین شرک و گمراہی سے بھری ہوئی ہین اور فرمایا
کہ مین نے اس فن مین بہت سے معتزلہ مثل عبد الجبار رازی و جبائی و کعبی و نظام وغیرہ کی تصانیف پائی ہین سوان
کتابون کا دیکھنا اور انکا رکھنا بھی جائز نہین ہی تاکہ شکوک نہ پیدا ہون اور عقائد مین ضعف و سستی نہ آجاوے
اسی طرح فرقہ مجسمہ مثل محمد بن ہیثم وغیرہ نے بھی اس فن مین کتابین تصنیف کی ہین ان کتابون کا دیکھنا اور رکھنا
بھی حلال نہین ہی کہ یہ لوگ بدعتیون مین سے زیادہ بدتر ہین۔ اور ابو الحسن اشعری نے مذہب معتزلہ کی تصحیح کے واسطے
بہت سی کتابین تصنیف کین پھر جب اللہ تعالے عز و جل نے اپنے فضل سے اُسکو ہدایت عطا کی تو اُسنے ایک کتاب
تصنیف کی جس سے اُسکو توڑا جو معتزلہ کے مذہب کی تصحیح مین تصنیف کیا تھا لیکن ہمارے اصحاب اہل سنت و جماعت
نے ابو الحسن اشعری کے بعضے مسائل مین غلطی ثابت کی ہی جسمین ابو الحسن اشعری نے خطا کی ہی سو جو شخص ان مسائل
پر واقف ہوا اور اُسکی خطا کو پہچانے تو اُسکو اُسکی کتابون مین نظر کرنے مین مضائقہ نہین ہی اور جماعہ اصحاب
شافعی نے اسی کو اختیار کیا ہی جسپر ابو الحسن اشعری جما ہی حالانکہ اُن مسائل کی تعداد جنمین ابو الحسن اشعری نے خطا
کی ہی طویل ہی اسی طرح اُن کتابون کے رکھنے مین جنکو ابو محمد عبد اللہ بن سعید القطان نے تصنیف کیا ہی مضائقہ
نہین ہی اور یہ شیخ ابو الحسن اشعری سے مقدم ہی اور اسکے اقوال اہل سنت و جماعت کے اقوال سے موافق ہین سواے
چند مسئلون کے جنکی تعداد دس تک نہین پہونچتی ہی پس اسقدر مسائل مین اُسنے البتہ اہل سنت سے اختلاف
کیا ہی لیکن ان کتابون مین نظر کرنا اسی شرط سے حلال ہی کہ جس جس مسئلہ مین مصنف نے خطا کی ہی اُسپر وقوف
ہو یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور علوم مذمومہ مین سے علوم فلاسفہ ہین چنانچہ جو شخص علم مین متبحر نہو اور جو برا ہین اہل
سنت ہین یعنے جس دلائل سے وہ مغلوب ہوتے ہین وہ سب نجانتا ہو اور جس قسم کے وہ لوگ اعتراض کرتے
ہین اُنکے شبہات کے رفع کرنے اور اُنکے اشکالات کے جواب سے واقف نہو اُسکو اُنکی کتابون مین نظر کرنا
جائز نہین ہی۔ علوم تین طرح کے ہوتے ہین ایک علم نافع اُسکی تحصیل واجب ہی اور وہ اللہ تعالے کی معرفت و
اسواے اللہ تعالے کے اور چیزون کی پیدائش کا علم ہی اور اسکے بعد علم حلال و حرام و امر و نہی اور وہ احکام جسکے

ساتھ انبیا علیہم السلام بھیجے گئے ہین اور ایک علم جس سے اجتناب واجب ہی اور وہ سحر و علم فلاسفہ و طلسمات ہی
اور علم نجوم سوائے قدر حاجت کے کہ جس سے اوقات نماز و طلوع فجر و توجہ بقبلہ و راہ کی شناسائی ہوا اور ایک علم
جسمین کوئی ایسا نفع نہین ہی جسکو جاننے والا آخرت مین لیجاوے اور وہ علم جدل از مناظرات ہی پس ایسے علم کیطرف
مشغول ہونا ایک ایسی چیز کے واسطے عمر برباد کرنا ہی جسکا آخرت مین کچھ نفع نہین ہی اور اس علم مین تو اسی واسطے
مشغول ہوتے ہین کہ اپنے خصوم کو مغلوب کرین یہ غرض نہین ہوتی ہی کہ حق ظاہر کرین اور مسائل مین جو
فرق ہی اسپر وقوف ہو اور احکام سے تناقض دور کرین پس اگر اسکو چھوڑ کر کسی دوسرے علم مین جو اسکے حق
مین دنیا یا آخرت مین مفید ہو مشغول ہووے اور عمر ضائع نہ کرے تو اولی ہی کذا فی جواہر الفتاوے اگر دو شخصون
نے علم نماز وغیرہ سیکھا مگر ایک کی نیت یہ ہی کہ سیکھ کر دوسرون کو تعلیم کرے اور دوسرے کی نیت یہ ہی کہ سیکھکر خود عمل
کرے تو اول افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ تمویہ وحیلہ مناظرہ مین آیا حلال ہی پس اگر اس شخص سے کوئی شاگرد
رشید یعنے نیک راہ وغیرہ بالانصاف بلا تعنت گفتگو کرتا ہی تو اسکے ساتھ تمویہ وحیلہ حلال نہین ہی اور اگر کوئی ایسا شخص
گفتگو کرتا ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اسکو زیر کرے و براہ تعنت گفتگو کرتا ہی تو اسکو حلال ہی کہ جس حیلہ سے اپنے نفس کو
بچا سکے عمل مین لاوے اسواسطے کہ تعنت کو دفع کرنا جس طور سے ممکن ہو مشروع ہی یہ محیط مین ہی۔ جامع
الجوامع مین ہی کہ عاصی کو بدین غرض تعلیم دینا کہ عصیان سے پرہیز کرے جائز ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ عربی زبان باقی
تمام زبانون سے افضل ہی اور یہی اہل جنت کی زبان ہی پس جو شخص سیکھے یا دوسرے کو سکھلاوے اسکو ثواب ہی
یہ سراجیہ مین ہی۔ فقیہ ابو اللیث رحہ نے فرمایا کہ علم ایسے ہی شخص سے حاصل کرے جو امین ہو یعنے ثقہ ہو یہ غرائب
مین ہی۔ علم اور فقہ کا حاصل کرنا اگر نیت خیر ہو تو آدمی کے تمام نیک کامون سے افضل ہی اسی طرح صحت نیت کے
ساتھ علم کا پڑھانا بھی یہی حکم رکھتا ہی کیونکہ یہ اعم ہی لیکن شرط اسکے ساتھ یہ ہی کہ آدمی پر جو باتین فرض ہین انمین کسی
طرح کا نقصان نہ آنے پاوے اور صحت نیت سے یہ مراد ہی کہ علم کو اللہ تعالے کے واسطے آخرت کی نیت سے
تحصیل کرے دنیا و جاہ کا طلب کرنا مقصود نہو اور اگر اسنے جہالت سے نکل جانا اور خلق کو نفع پہونچانا اور احیائے
علم کی نیت کی تو بھی کہا گیا ہی کہ اسکی نیت صحیح ہی یہ و جیز کردری مین ہی۔ اور جو شخص تصحیح نیت پر قادر نہو اسکو
ترک کرنے کی بہ نسبت علم سیکھنا افضل ہی یہ غرائب مین ہی۔ اور متعلم یعنی طالب علم کو چاہیے کہ اپنے علم مین بخیل
نہو اگر اس سے کوئی شخص کتاب عاریت مانگے یا کسی مسئلہ کی فہم مین مدد لے یا اسکے مثل تو اسمین بخل کرنا چاہیے
کیونکہ وہ علم حاصل کرنے سے خلق کی منفعت چاہتا ہی پس سے فی الحال منفعت کو روکنا سخا ہیے اور امام عبد اللہ بن المبارک
نے فرمایا کہ جو شخص اپنے علم مین بخل کرے وہ تین مین سے ایک بات مین مبتلا ہوگا یا مر جائیگا پس اسکا علم
جائیگا یا سلطان کے مواخذہ مین مبتلا ہوگا یا جو علم جانتا ہی وہ بھلا دیا جائیگا۔ اور طالب علم کو چاہیے کہ علم کی توقیر
کرے اور یہ نہ چاہیے کہ کتاب کو خاک پر رکھے اور جب بیتانہ سے نکلے اور کتاب کو چھونا چاہے تو مستحب ہی کہ وضو
کرے یا دونون ہاتھ دھوڈالے پھر کتاب کو لے اور طالب علم کو چاہیے کہ تھوڑی معیشت پر راضی ہو اور
عورتون سے ایک گوشہ مین رہے مگر یہ نہ کرے کہ کھانے پینے وسونے سے اپنے نفس کی حفاظت ترک کرے
اور طالب علم کو چاہیے کہ لوگون سے معاشرت و مخالطت کم رکھے اور لایعنی باتون مین مشغول نہو اور طالب علم

کو چاہیے کہ ہمیشہ درس رکھے اور اپنے ساتھیون سے یا تنہا خود مسائل کا ذکر کیا کرے اور طالب علم کو چاہیے کہ اگر اُس سے اور کسی شخص سے منازعت و خصومت واقع ہو تو اُس سے نرمی کا برتاو کرے اور انصاف سے چلے تاکہ اُسکے و جاہل کے درمیان فرق ہوا ور آدمی کو چاہیے کہ اپنے اُستاد کے حقوق و آداب کا لحاظ رکھے کسی مال کی اسکے ساتھ تنگی نہ کرے اور اگر اُس سے سہو ہو جاوے تو سہو مین اُسکی اقتدا نہ کرے یہ غرائب مین ہی۔ اور معلم کا حق اپنے والدین اور باقی تمام لوگون کے حق پر مقدم رکھے اور اگر اپنے اُستاد کو کہا کہ یا مولانا تو مضائقہ نہین ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اپنے مولانا کے سامنے کھڑا ہو یعنے اُستاد کے سامنے اسی طرح اگر اپنے سے افضل کو یہ لفظ کہا تو مضائقہ نہین ہی اور جسنے اُسکو بھلائی کی تعلیم کی اگرچہ ایک حرف ہو اُسکے ساتھ تواضع سے پیش آوے اور یہ چاہیے کہ اُسکو خوار سمجھے اور چاہیے کہ اُس سے بڑھکر کسی دوسرے کو برگزیدہ کرے اور اگر ایسا کیا تو کرنے والے نے گویا اسلام کی ہتھیون مین سے ایک ہتھی توڑ ڈالی اور اُستاد کی تعظیم مین سے ایک یہ ہی کہ اُسکا دروازہ نہ بجاوے بلکہ اُسکے برآمد ہونے کا منتظر رہے اور جسکو تعلیم دے وہ ایسا شخص ہونا چاہیے جو اہلیت علم رکھتا ہو اور جو اہلیت رکھتا ہو اُس سے علم کو پوشیدہ نہ کرے اور اگر اُسنے علم ایسے کو سکھلایا جو اسکا اہل نہین ہی تو اُسنے ضائع کیا اور اگر ایسے شخص سے جو علم کی اہلیت رکھتا ہی علم کو دریغ رکھا تو ظلم و جور کیا اور ابن مقاتل سے مروی ہی کہ علم مین نظر کرنا پانچ ہزار دفعہ قل ہو اللہ احد پڑھنے سے افضل ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے تھوڑا قرآن پڑھا پھر چھوٹ گیا پھر اُسکو فراغ حاصل ہوا تو پورا قرآن ختم کرلے اور پورے قرآن پڑھنے سے فقہ پڑھنا افضل ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر ایک شخص سے ممکن ہو کہ رات مین نماز پڑھے یا دن مین علم دیکھے تو اگر وہ شخص ذہین ہو تو اسکا علم پر نظر کرنا افضل ہی اور زیادہ حاصل کرے کیونکہ علم مین نظر کرنا نماز سے افضل ہی اور تمام قرآن کا پڑھنا نفل نماز سے افضل ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر معلم چاہے کہ مجھے ثواب حاصل ہو اور میرا عمل انبیا علیہم السّلام کے عمل کی طرح ہو تو اُسکو چاہیے کہ پانچ باتون کو یاد رکھے اول آنکہ اجرت نہ ٹھہراوے اور نہ تقاضا کرے بلکہ جو شخص اُسکو دیدے اُس سے لے لے اور جو نہ دے اُسکو چھوڑ دے اور اگر حروف تہجی یعنے الف بے وغیرہ اور بچون کی حفاظت کرنے پر اجرت شرط کرلی تو جائز ہی دوم یہ کہ ہمیشہ باوضو رہے سوم یہ کہ پوری کوشش تعلیم مین صرف کرے اور اس کام مین متوجہ رہے چہارم آنکہ لڑکے جب جھگڑا کرین تو اُنین عدل سے کارروائی کرے اور ایک کا دوسرے سے انصاف دلاوے اور یہ نہ کرے کہ امیرون کے لڑکون کی طرف میل کرے اور فقیرون کے لڑکون کی طرف توجہ نہ کرے پنجم یہ کہ دُکھ دینے والی مار نہ مارے اور حد سے تجاوز نہ کرے کیونکہ اُس سے قیامت کے روز حساب لیا جائیگا۔ ایک گانون کے لوگون نے بیج جمع کرکے امام مسجد کے واسطے زراعت کردی تو مشائخ نے فرمایا ہی کہ جو کچھ پیداوار حاصل ہو وہ امام کو دینے سے پہلے بیج کے مالکون کی ہوگی یہ خزانۃ الفتاوے مین ہی فقیہون کے واسطے بیت المال مین سے کچھ حصہ نہین ہی لیکن اگر کسی فقیہ نے اپنے تئین سب کام سے فارغ کرکے اسی کام مین لگا دیا ہو کہ لوگون کو فقہ و قرآن سکھلاوے تو اُسکو ملیگا یہ حاوی مین ہی۔ کتاب القاضی مین ہی کہ قاضی کو مال یتیم مین تبرع کرنے کا اختیار نہین ہی الا خاصۃً قرض دینے مین بدین وجہ کہ یتیم کا مال قرض اُسکے

قرضداروں پر بحفاظت رہیگا۔ اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ بعضے لوگوں نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے اور بعضوں نے اسکو مکروہ کہا ہے الا اُس صورت مین کہ عذر ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہین یہ محیط مین ہے اور اپنی نعلین پھاڑ کر پانی مین پھینک دینا مکروہ ہے اسواسطے کہ یہ بے فائدہ مال کا ضائع کرنا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص موت کی تمنا کرتا ہے آیا مکروہ ہے فرمایا کہ اگر روزی کی تنگی یا دشمن کی طرف سے رنج پہونچنے یا مال جاتے رہنے کے خوف سے یا اسکے مثل کسی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر اسوجہ سے تمنا کرتا ہے کہ اہل زمانہ کی حالتین بدل گئین ہین پس اسکو بھی خوف ہے کہ مین گناہ مین مبتلا ہو جاؤن تو مضائقہ نہین ہے یہ حاوی مین ہے۔ ایک شخص ایک کوٹھری مین تھا کہین زلزلہ آیا تو میدان کی طرف اُسکا بھاگ جانا مکروہ نہین ہے بلکہ مستحب ہے بدین وجہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک جھکی ہوئی دیوار کی طرف گذرے پس آپ نے چلنے مین جلدی فرمائی پس آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ قضاء اللہ تعالیٰ سے بھاگتے ہین فرمایا کہ قضاء اللہ تعالیٰ سے قضاء اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہون اور حضرت عبد الرحمن بن عوف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی زمین مین وبا پھیلے تو تم اُسمین داخل نہو اور اگر ایسی زمین مین وبا پھیلے جسمین تم موجود ہو تو اُسمین سے نہ نکلو۔ اور شیخ طحاوی رحمہ نے مشکل الآثار مین اس حدیث کو روایت کرکے کہا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ وہ شخص اپنے حال کو دیکھے اگر اُسکی حالت یہ ہو کہ اگر مین اس زمین مین جسمین وبا ہے گیا اور مبتلا ہو گیا تو میرے دل مین بیٹھ جائیگا کہ مین یہین آنے کی وجہ سے مبتلا ہوا ہون اور اگر وہان موجود ہوا اور جانتا ہے کہ اگر مین نکلا اور بچ گیا تو میرے دل مین یہ آویگا کہ مین اپنے نکل جانے کی وجہ سے بچ گیا ہون تو ایسے شخص کو داخل ہونا اور نکلنا نچاہیے تا اُسکا اعتقاد ایمانی محفوظ رہے اور اگر ایسا شخص ہو کہ جانتا ہے کہ ہر بات اللہ تعالے کی تقدیر سے ہوتی ہے اور سوائے اُس بات کے جو اللہ تعالے نے میری تقدیر مین لکھی ہے مجھے کچھ آفت نہ پہونچیگی تو داخل ہونے یا باہر نکلنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور فقیہ نے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ لوگون سے مدارات رکھے اور چاہیے کہ نرمی سے بات کرے اور چاہیے کہ ہر نیک و بد و سنی و مبتدع سے کشادہ پیشانی خندہ روئی سے ملے مگر اُسکے ساتھ یہ ضرور ہے کہ کچھ مداہنت نہ کرے اور نہ ایسی کوئی بات کہے کہ جس سے وہ سمجھے کہ میرے مذہب سے یہ شخص راضی ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور آدمی نے جس مکان کو کرایہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا ہو اُسکو اختیار ہے کہ اُسکی حالت دیکھنے کے واسطے اور جہان قابل مرمت ہو اُسکی مرمت کرنے کی غرض سے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک باجازت مستاجر و بلا اجازت مستاجر داخل ہو اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک بدون اجازت مستاجر کے داخل نہین ہو سکتا ہے کذا فی التاتارخانیہ **قال المترجم** ہمارے زمانہ مین امام اعظم رحمہ کے قول پر فتوی ہونا چاہیے واللہ اعلم۔ اگر کوئی شخص دوسرے کی کوئی چیز لیکر بھاگا اور اپنے گھر مین گھس گیا تو اُس شخص کے حق مین مضائقہ نہین ہے کہ اُسکا پیچھا کرے اور اُسکے گھر مین گھسکر اُس سے چھین لاوے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے شخص کے گھر مین جا پڑے اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر مالک مکان کو آگاہ کرتا ہون تو مجھے منع کریگا اور مجھے میرا مال نہ دیگا پس آیا بدون اُسکی اجازت کے اُسکے گھر مین چلا جاوے تو شیخ بن مقاتل

نے فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ پرہیزگار لوگون کو اس سے آگاہ کردے اور اگر وہان کوئی اہل صلاح نہو پس اگر یہ ممکن ہو کہ اُسکے گھر مین بدون کسی کے آگاہ کرنے کے داخل ہوکر اپنا مال لے لے تو ایسا کرے اور یہ حکم اسوقت ہی کہ مالک مکان کی طرف سے اُسکو خوف ہو اور اگر خوف نہو تو بدون اُسکی اجازت کے داخل ہونا حلال نہین ہی بلکہ مالک مکان کو آگاہ کرے تاکہ وہ اسکو داخل ہونے کی اجازت دیوے یا اسکا مال اسکو نکال لادے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی یتیمیہ مین ہی کہ شیخ ابو الفضل کرمانی سے دریافت کیا گیا کہ جو لاہے جو آٹا مانڈھی مین استعمال کرتے ہین اور دھوبی جو نشاستہ کلف مین استعمال کرتے ہین آیا اسمین یہ لوگ معذور ہونگے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین ہی اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اسکو نہین پسند کرتا ہون اور اس سے پرہیز کرنا میرے نزدیک پسندیدہ ہی اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ جو روئی اہداب المنفعۃ مین لگائی جاتی اور چبا کر استعمال کیجاتی ہی پس آیا جائز ہی فرمایا کہ ہان جائز ہی اور یہی مسئلہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ فعل مکروہ ہی اور مین نے شیخ ابو حامد سے دریافت کیا کہ اگر ابابیل نے کوٹھری مین گھونسلا بنایا اور اسکی بیٹ کپڑے و بوریہ وغیرہ پر گرتی ہی پس آیا اگر صاحب مکان نے اُسکو دور کردیا اور اُسکا گھونسلا جسمین چھوٹے چھوٹے بچہ ہین نکال کر زمین پر پھینکدیا تو معذور ہوگا تو فرمایا کہ نہین بلکہ صبر کرے اور فقیہ ابو اللیث رح نے کتاب الاستحسان مین ذکر فرمایا کہ وہ شخص باز رہے یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص نے ایک قوم کے مکان کے فنا مین ایک کنوان کھودا تو ابن رستم نے روایت کی ہی کہ اُسکو حکم دیا جائیگا کہ پاٹ کے برابر کردے اور نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر کسی نے مسجد کی دیوار گرادی تو بھی اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درست کردے اور نقصان کا ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کے مکان کی دیوار جو اسکی ناک ہی گرادی یا اُسکے مکان مین کنوان کھودا تو نقصان کا ضامن ہوگا اور یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ دیوار بنادے یا کنوان پاٹ کر برابر کردے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور روٹی کرنے کے وقت کلام کرنا مکروہ ہی اور بعد طلوع فجر کے نماز تک سواے نیک بات کے کچھ کلام نہ کرے اور بعض نے فرمایا کہ نماز کے بعد طلوع آفتاب تک بھی یہی حکم ہی اور سوتے وقت ہنسنا مکروہ ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی اور مین نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ بہت لوگ ماہ صفر مین سفر نہین کرتے ہین اور نہ اس مہینہ مین کوئی کام مثل نکاح و دخول وغیرہ کے شروع کرتے ہین اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانے کی خوشخبری سُنادے مین اُسکو جنتی ہونے کی خوشخبری دونگا پس آیا یہ حدیث صحیح ہی اور اس مہینہ مین کچھ نحوست اور کام شروع کرنے سے ممانعت ہی اور اسی طرح جب چاند برج عقرب مین ہوتا ہی تب بھی سفر نہین کرتے ہین اسی طرح جب چاند برج اسد مین ہوتا ہی تب کپڑا قطع نہین کرتے ہین اور نہ سیتے ہین پس آیا بات یون ہی جیسا ان لوگون نے زعم کیا ہی تو فرمایا کہ صفر کے حق مین جیسا یہ لوگ کہتے ہین یہ وہ بات ہی جو زمانہ اسلام سے پہلے حالت جاہلیت و کفر مین عرب لوگ اس مہینہ کے حق مین کہتے تھے اور برج عقرب و برج اسد مین چاند ہونے کی صورت مین جو بات یہ لوگ کہتے ہین یہ نجومیون کی باتین ہین کہ وہ لوگ اپنی باتین رواج دینے کے واسطے افترا کرتے و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہین یہ محض جھوٹ ہی کذا فی جواہر الفتاوے **قال المترجم** شیخ رحمہ اللہ نے صحیح جواب فرمایا ان باتون مین سے کسی بات

یعنی رات کو سوتے وقت ۱۲ منہ

کی اصل نہین ہی اور جو بات بلفظ حدیث ذکر کی کہ جو شخص مجھکو صفر کا مہینہ نکل جانے کی آہ یہ حدیث محض موضوع ہی
اسکی کچھ اصل نہین ہی نص علیہ النقاد من اہل الحدیث فاستفہم اگر کسی نے اچھا خواب دیکھا تو اللہ تعالے کی حمد وثنا کرے
کہ یہ نعمت ہی پھر چاہے کسی ثقہ آدمی سے بیان کرے یا بیان نکرے یہ جوہر کردری مین ہی۔ اور یہ مکروہ ہی کہ کوئی شخص
کہے کہ ہم لوگون پر ستارہ ثریا سے بارش ہوئی قال المترجم کانت جہلۃ العرب تقول مطرنا بنوء کذا کما فی حدیث
مسلم فلما من اللہ تعالے بالاسلام انکروا ذلک لمقالۃ ولکن اذا صدر عن المسلم قیل کرہ لہ لما انہ ینبغی من حسن الظن
بالمسلم والا فہو کفر یا یون کہے کہ طلع سہیل فبرد اللیل یعنے سہیل ستارہ نکلا سو رات مین سردی ہونے لگی اسواسطے
کہ سہیل کچھ سردی وگرمی نہین لاتا ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ یون نکہے اللہ تعالے نے میرا
فلان عمل برگزیدہ کیا اور شیخ نخعی رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہی کہ کوئی یہ نکہے کہ قرأۃ فلان یا سنت ابو بکر کیونکہ سنت فقط
اللہ تعالے واسکے رسول کی ہی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ کوئی یہ نکہے کہ اسلمت فی کذا یعنے مین
نے اس بارہ مین اسلام کیا بلکہ یون کہے کہ اسلفت فی کذا کیونکہ اسلام اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی یہ فتاوے
عتابیہ مین ہی قال المترجم قولہ اسلمت فی کذا یعنے مثلاً مین نے سو درم کے عوض دس من گیہون کی بیع سلم کی مگر
لفظ اسلام کی شرکت کی وجہ سے اسکو منع کردیا واسلفت فی کذا اسی معنی مین ہی والتفصیل قد اسلفنا فتذکر اور چاند
دیکھنے کے وقت چاند کی تعظیم کے واسطے اسکی طرف اشارہ کرنا مکروہ ہی ہان اگر اپنے ساتھی کو دکھلانے کے واسطے
اسکی طرف اشارہ کرے تو مضائقہ نہین ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ فتاوے مین ہی کہ شیخ نصیر رحمہ نے فرمایا کہ مین نے
حسن بن ابی مطیع سے دریافت کیا کہ نہر مغصوب سے وضو کرنا یا پانی پینا کیسا ہی فرمایا کہ اگر وہ نہر وہین ہو جہان
تھی تو مضائقہ نہین ہی اور اگر اسکو اپنی جگہ سے تحویل کردیا ہو تو مین مکروہ جانتا ہون کہ اس سے کوئی شخص نفع اٹھاوے
اور شیخ ابو بکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پن چکی نصب کی اور اسکا پانی غیر شخص کی زمین مین بدون
اسکی رضامندی کے بہایا تو فرمایا کہ حلال نہین ہی اور جو شخص اسکے غصب سے واقف ہو اسکو حلال نہین ہی کہ
یہ طاحونہ خریدے اور نہ یہ حلال ہی کہ اسکو اجرت پر لے اور نہ یہ حلال ہی کہ وہان کچھ اناج لیجاوے کہ باجرت
پسا دے یا بطور عاریت پسے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر کسی شخص نے اپنی گواہی لکھی اور لوگون نے جنکی
دستاویز ہی ادائے شہادت کی درخواست کی اور دستاویز مین سوائے اسکے جماعت گواہان نہین ہی
یا اسکی گواہی جلد قبول ہونے والی ہی تو اسکو ادائے شہادت کا ترک کرنا روا نہین ہی اور اگر دستاویز
مین اسکے سوائے ایک جماعت ہو کہ وہ لوگ گواہی ادا کرتے ہین تو اسکو ادائے شہادت سے انکار کرنے
کی گنجائش ہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک شخص کے قبضہ مین ایک آزاد ہی پھر دوسرے شخص نے جو مقبوض
کے آزاد ہونے کو نہین جانتا ہی اسکے ساتھ یون قرارداد کی کہ تو مجھے اسکو ہبہ کردے اور مین بھی اسکا ثمن
تجھے ہبہ کردون پس قابض نے قبول کرکے ایسا ہی کیا اور اس شخص نے اسپر قبضہ کرلیا پھر آزاد مذکور اسکے
قبضہ مین مرگیا تو قابض اول پر ثمن واپس کردینا واجب ہوگا اور بارہ دیانت وہ معذور نہوگا کہ مشتری مذکور
کو ثمن واپس ندے یہ غرائب مین ہی تتمہ مین ہی کہ شیخ علی بن احمد رح سے دریافت کیا گیا کہ سرہنگان سلطانی
مین سے کوئی سرہنگ ایک کوچہ مین گیا اور اسکے پاس ایک خط ہی جسمین یہ لکھا ہی کہ اہل کوچہ اسکو اسقدر زر بدین

ف قال المترجم شاید مطلب یہ ہو کہ [illegible] کرنا عربی کی نہیں مین [illegible] اجازت [illegible] لیکن [illegible] کلام [illegible]

پس سرہنگ مذکور نے ایک شخص محلہ والے کو پکڑ کر مسجد مین یا کسی دوسری جگہ قید کیا پس آیا گرفتار کو یہ کہنا چاہیے کہ فلان و فلان یعنے میرے پڑوسیون کو بھی مین وجہ سے لے آؤ کہ یہ خط سب کے نام ہی اور حال یہ ہو کہ یہ شخص جو گرفتار ہوا اسقدر مال جو اُسمین لکھا ہو اکیلا ادا کرنے پر قادر نہین ہو یا اُسکو یہ چاہیے کہ سکوت کرے اور جو تکلیف اُسپر ہوئے اُسپر صبر کرے تو فرمایا کہ صبر کرنا اولے ہو۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد و حمیر الوبری وعمر الحافظ سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی اولاد ہو وہ اُنکے واسطے لباس بنا لایا پس اُسنے دیتے وقت اُنسے کہا کہ یہ لباس ان اولاد کے پاس میری طرف سے عاریت ہو تاکہ اگر وہ ایک سے لیکر دوسرے کے لباس مین صرف کرے تو اُسپر ضمان واجب ہو پس آیا اسکو یہ اختیار ہو یا اُسپر یہ واجب ہو کہ اُنکی ملک کردے یا یہ واجب ہو کہ اُنکی حاجت کو دفع کرے حالانکہ وہ عاریت دینے سے دفع ہوئی جاتی ہو تو ان مشایخ نے فرمایا کہ اُسپر واجب یہی ہو کہ اُنکی حاجت کو دفع کرے اور وہ عاریت دینے سے دفع ہو جائیگی پھر مین نے یہی مسئلہ شیخ ابو الحسن رحمہ بن علی المرغینانی کو لکھا تو فرمایا کہ جیسا ان لوگون نے جواب دیا ہو اسی کے موافق شخص مذکور کو اختیار ہو کہ اولاد کو اُنکا لباس بطور عاریت دیدے۔ اور مین نے شیخ ابو الفضل کرمانی و یوسف بن محمد سے دریافت کیا کہ زوجہ کے حق مین بھی یہی حکم ہو فرمایا کہ ہان کذا فے التاتارخانیہ۔ ایک شخص کی کئی اولاد ہین اُسنے اپنے تمام مال کا کسی ایک اولاد کے واسطے اقرار کر دیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر کسی قاضی نے اُسکا اقرار باطل کیا پس اگر کسی تاویل سے جو شرع مین معتبر ہو باطل کیا حالانکہ وہ قاضی فقیہ ہو تو جائز ہو ورنہ نہین جائز ہو ایسا ہی ذکر کیا گیا ہو اور یہ سب اُس صورت مین ہو کہ جب اُسکی اولاد سب صالح ہون اور اگر بعضے فاسق ہون پس اُسنے سب مال کا اقرار اولاد صالح کے واسطے کر دیا تو گنہگار نہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہو اور غبار بٹھلانے کے واسطے راستہ مین پانی چھڑکنے مین مضائقہ نہین ہو مگر حاجت سے زیادہ چھڑکنا حلال نہین ہو یہ ملتقط مین ہو اگر کسی نے پنجرے مین بند کر کے بلبل لٹکائی تو جائز نہین ہو یہ قنیہ مین ہو۔ بعضے مشایخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے زمین موات کو زندہ کرے پس وکیل نے اُس زمین کو زندہ کیا یعنے مزروعہ و آباد کیا آیا وہ وکیل کی ہوگی جیسے لکڑیان و گھاس لانے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت مین ہوتا ہی یا وہ زمین موکل کی ہوگی جیسے کہ بیع و اجارہ وغیرہ تصرفات مین وکیل کرنے مین ہوتا ہو تو فرمایا کہ اگر امام وقت نے موکل کو اس زمین کی احیا کے واسطے اجازت دی ہو تو موکل کی ہوگی یہ غرائب مین ہو۔ شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ زید نے عمرو کو وکیل مطلق کیا یعنے کسی خاص کام کی تقیید نہین کی اُسنے وکالت قبول کی پھر زید نے کسی شخص کو حکم دیا کہ وثیقہ نامہ لکھدے اُسنے لکھکر عمرو کو دیا پھر یہ وثیقہ عمرو کے پاس سے ضائع ہو گیا یا پھٹ گیا یا کسی شخص نے اُسکو پھاڑ ڈالا پس آیا عمرو کو اختیار ہو کہ بعینہ ایسا وثیقہ دوسرا بدون کمی و بیشی کے لکھدے تو فرمایا کہ ہان جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ جو شخص خناق ہو یعنے لوگون کو گلا گھونٹ کر راہ مین مار ڈالتا ہو یا پھانسی لگا کر مار ڈالتا ہو اور ساحر یعنے جو شخص جادو کرتا ہو یہ دونون قتل کر ڈالے جاوینگے کیونکہ یہ دونون زمین مین فساد کرتے پھرتے ہین اور اگر دونون توبہ کرین تو انکی طرف سے قبول نکیجائیگی یعنے امام وقت قبول نکرکے انکو قتل کردیگا اور اگر دونون پکڑے گئے پھر دونون نے توبہ

کی تو اُنکی طرف سے قبول نہو گی بلکہ دونون قتل کیے جاوینگے اور یہی حکم زندیق کا ہی جو اپنی طرف لوگون کو بلانے مین معروف ہو اور اسی پر فتوے ہی کذا فی خزانۃ المفتین

کتاب التحری

یعنی مشتبہ چیزون مین بحالت ضرورت دلی جزم ویقین پر عمل کرنا

اسمین چار باب ہین

باب اوّل - تحری کی تفسیر ورکن وشرط وحکم کے بیان مین - جب کسی شی کا حقیقت حال دریافت ہونا متعذر ہوا سوقت اُسکو غالب رای سے طلب کرنے کو تحری کہتے ہین یہ مبسوط مین ہی - تحری کا رکن یہ ہی کہ قلب سے طالب صواب ہو اسواسطے کہ تحری کا قیام اسی کے ساتھ ہی اور جواز تحری کی شرط یہ ہی کہ مطلوب مشتبہ ہونے کی حالت مین تمام دلائل وقوف معدوم ہون کیونکہ تحری جبھی حجت قرار دیگئی ہی کہ جب حالت مشتبہ ہو اور دلیل موجود نہو اسواسطے کہ ایسی حالت مین ضرورت تحری بدین وجہ ہی کہ مطلوب تک پہونچنے سے عاجز ہی اور حکم تحری یہ ہی کہ تحری سے جو کام واقع ہو وہ شرعاً براہ صواب واقع ہوتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی - دو شخصون نے تحری کی اور در حقیقت ایک شخص تحری کر کے مصیب ہوا دوسرا نہوا تو ثواب مین دونون برابر ہونگے اسواسطے کہ جو مصیب ہوا ہی ثواب مصیب ہونے کا خاصتہً اسی کو ملیگا یہ مجموعۃ الفتاوے مین ہی - ایک شخص کے نزدیک نماز کے وقت مین اشتباہ ہوا پس اگر اُسکو وقت کے ہو جانے مین شک ہی تو تحری نکرے بلکہ صبر کرے یہانتک کہ وقت ہو جانے کا یقین ہو جاوے اور اگر وقت نکلجانے مین شک ہی تو اس روز کی اس نماز کی نیت کر لے یہ جواہر الفتاوے مین ہی - ایک شخص نے جنگل مین تحری کر کے ایک طرف کو نماز پڑھی حالانکہ آسمان صاف ہی لیکن وہ نجوم نہین پہچانتا ہی پھر اُسکو معلوم ہو کہ مین نے قبلہ رخ نہین پڑھی ہی مجھسے خطا ہو گئی تو ہمارے اُستاد شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ اُسکی نماز جائز ہو گئی اور سوا شیخ رحمہ کے اور مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ جائز نہو گی اسواسطے کہ مثل چاند وسورج وغیرہ کے جو دلیلین معتاد ظاہر ہین اُنمین کسی کا عذر بحالت مقبول نہو گا ہان دقائق علم ہیئات وصور نجوم ثوابت کے پہچاننے مین وہ معذور رکھا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی - ایک عورت پردہ دار لباس مین لپٹی ہوئی ہی وہ ایسے کسی کو نہین پاتی ہی جو اُسکو قبلہ کیطرف متوجہ کر دے پس اگر وقت تنگ ہو گیا اور اُسنے کسی کو نپایا تو وہ تحری کر کے نماز پڑھ لے یہ جواہر الفتاوے مین ہی - اصل کے باب صلوٰۃ المریض مین ایک مسئلہ لکھا ہی جو اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ قبلہ کی جہت کے بارہ مین جیسے شہر سے باہر تحری کرنا جائز ہی ویسے شہر کے اندر بھی جائز ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ چند لوگ مریض ایک مکان مین ہین اُنھون نے رات کو جماعت کی نماز پڑھی کہ ایک اُنمین سے امام ہو گیا یا بعض نے قبلہ کیطرف پڑھی اور بعض نے غیر قبلہ رخ پڑھی حالانکہ یہ سب گمان کرتے ہین کہ ہمنے بطریق صواب کام کیا ہی یعنے ان لوگون نے تحری سے ایسا کیا تو ان لوگون کی نماز جائز ہی کیونکہ حالت اشتباہ مین اس طرح تحری کر لینا تندرست لوگون سے جائز ہی تو مریضون کو بدرجہ اولے جائز ہی اور اس مسئلہ سے ہمارے استدلال کی وجہ یون ہی کہ امام محمد رحمہ نے ان لوگون کی نماز جائز ہونیکا حکم دیدیا

بدون اس تفصیل کے کہ مکان مذکور داخل شہر ہی یا خارج شہر ہی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر کوئی شخص مہمان ہو اور رات کا وقت ہوا اور اُسکو کوئی ایسا نتھا جس سے دریافت کرلے اور اُسنے نفل نماز کا قصد کیا تو اُسکو تحری کرلینا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے اپنی شرح مین مسئلہ مہمان کو ذکر کیا کہ اگر آدمی کسی شخص کے گھر مین مہمان ہوا اور لوگ سو رہے اور مہمان نے رات مین تہجد کی نماز کا قصد کیا اور لوگون کا جگانا جانب قبلہ دریافت کرنے کے واسطے اُسکو ناگوار معلوم ہوا تو ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر فریضہ نماز پڑھنے کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور اگر تہجد کی نماز کا قصد کرتا ہی تو اُسکو تحری کرنا جائز ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ صحیح روایت ہمارے مشائخ سے یہی ہی کہ شہر مین اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم نماز مریض کے بارہ مین مذکور ہی وہ اس بات پر محمول کیا گیا ہی کہ جس مکان مین مریض لوگ ہین وہ مکان کسی رباط مین ہی اور وہان رہنے والے اور لوگ نہین ہین کذا فی المحیط - ایک شخص ایک قوم کی مسجد مین گیا پس اگر اہل مسجد سے وہان کوئی ہو تو اُسکو تحری کرنا جائز نہین ہی بلکہ دریافت کرلینا واجب ہی اور اگر اُسنے تحری کرکے نماز پڑھی تو جائز نہو گی لیکن اگر تحری کرنے مین اُسکو قبلہ کی جہت ٹھیک مل گئی ہی تو نماز ہوگئی اور اگر اہل مسجد مین سے کوئی نہو اور اُسنے تحری کرکے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ اُسنے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہی تو نماز جائز ہوگئی اور اگر بدون تحری کیے ہوے نماز پڑھ لی تو ایسی صورت مین نماز جائز نہو گی اور اگر اپنی مسجد مین اُسکو ایسا اتفاق ہوا تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اسکا حکم مثل بیت کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ غیر کی مسجد کے مانند اسکا بھی حکم ہی اور فتاوے حجتہ مین لکھا ہی کہ دو شخص جنگل کو گئے اور ہر ایک نے تحری کی اور ہر ایک کی تحری دوسرے کی تحری کے برخلاف واقع ہوئی تو دونون کی نماز جائز ہو گی اور اگر دونون مین سے کسی کی رائے مین درمیان نماز مین یہ آیا کہ دوسرے کی جہت قبلہ کی طرف پھر جاوے اور اُسکی اقتدا کرلے پس اگر اُسنے تکبیر کا استقبال کرلیا تو جائز ہی ورنہ نہین یہ تاتارخانیہ مین ہی اور قبلہ کی جہت کے تحری کرنے کے بہت سے مسائل کتاب الصلوٰۃ مین گذر چکے ہین

باب دوم زکوٰۃ مین تحری کرنے کے بیان مین اگر تحری کرنے کے بعد اُسکو اُس شخص کے حال مین جسکو زکوٰۃ دی ہی اشتباہ ہوا اور اُسکی غالب رائے مین یہ آیا کہ وہ فقیر ہی یا جسکو دی ہی اُسنے خبر دی کہ مین فقیر ہون یا کسی دوسرے عادل نے اُسکو خبر دی کہ یہ فقیر ہی یا اُسنے اُسکو فقیرون کے لباس مین دیکھا یا فقیرون کی صف مین بیٹھا دیکھا یا دیکھا کہ وہ لوگون سے سوال کرتا ہی اور اُسکے دل مین آیا کہ یہ فقیر ہی تو ان سب صورتون مین اگر اُسکو معلوم ہوگیا کہ یہ فقیر یا اُسکی رائے غالب مین وہ فقیر نظر آیا یا اُسکو کچھ معلوم نہو یا اُسکی غالب رائے مین وہ غنی معلوم ہوا یا اُسکو معلوم ہوگیا کہ یہ غنی ہی تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول مین جائز ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہی لیکن سوائے ایک صورت کے کہ جب اُسکو معلوم ہوگیا کہ یہ غنی ہی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس صورت مین جو دیا ہی وہ اُسکے مال کی زکوٰۃ ادا ہونے کے واسطے کافی نہین ہی پھر جس صورت مین یہ ظاہر ہوا کہ جس شخص کو دیا ہی وہ غنی ہی اور امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک صدقہ جائز ہوگیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے قول کے موافق آیا لینے والے کو بھی لینا حلال ہی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا

ہی بعض نے فرمایا کہ حلال نہین ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ مال مدعی کو بطریق تملک واپس دے پھر آیا دینے والے کو بھی ثواب ملیگا تو بعضے مشایخ نے فرمایا کہ لوگون کے ساتھ نیکو کاری و نیکوئی کرنے کا ثواب ملیگا صدقہ کا ثواب نہ ملیگا اور کتاب التحری امام ابو یوسف مین سے مسئلہ مختلف فیہا مین شاہ پیش کیا ہی کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہی کہ اُسنے کسی پانی سے وضو کرکے نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ طاہر نہ تھا تو ذکر فرمایا کہ جب تک اُسکو معلوم نہوا تب تک کافی ہی اور جب معلوم ہو گیا تو نماز کو اعادہ کرے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اس بیان سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہی وہ یہ ہی کہ امام ابو یوسف رح نے اس نماز کو ادا سے کافی فرمایا ہی جب تک اُسکو درحقیقت فاسد ہونے کا علم نہین ہوا ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ اسی طرح ہر نماز جو فاسد واقع ہوئی ہی حالانکہ مصلی گمان کرتا ہی کہ جائز واقع ہوئی ہی اور وہ فاسد جاننے سے پہلے مرگیا تو اُسپر عتاب نہوگا کیونکہ اعتبار اُس گمان کا ہی جو اُسکے نزدیک ہی اس حقیقت حال کا اعتبار نہین ہی جو اللہ تعالے کے نزدیک ہی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ حکم نظر اُس روایت کا ہی جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی کر اُس سے بارہا وطی کی پھر وہ باندی استحقاق مین لے لیگئی تو اُسکی وطی اِس مشتری کے حق مین حلال تھی اور اُسکا احصان ساقط نہوگا اور بنابر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رح کے وطی حرام ہی لیکن مشتری پر گناہ نہوگا یہ محیط مین ہی۔

تیسرا باب

کپڑوں و مسالیخ و ظروف و مواشی مین تحری کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی شخص کے پاس دو یا زیادہ کپڑے ہون اور بعض نجس اور بعض طاہر ہون لیس اگر کسی علامت سے دونون کی تمیز ممکن ہو تو تمیز کر لی جاوے اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار پیش آوے یعنے مثلاً ایسا کوئی کپڑا نپاوے جو یقین طاہر ہو اور اُسکو نماز کی ضرورت ہی اور اُسکے پاس ایسی چیز نہین ہی کہ جس سے دونون یا زیادہ کپڑون مین سے کوئی کپڑا دھو ڈالے تو وہ شخص تحری کر لے یعنے اپنے قلب سے توجہ کرکے جو اُسکو اپنی کوشش سے پاک نظر آوے اُس سے نماز پڑھ لے اور اگر حالت اختیاری ہو یعنے ایسی ضرورت پیش نہ آوے پس طاہر غالب ہون تو تحری کرے اور اگر نجس غالب ہون یا دونون برابر ہون تو تحری نہ کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر دو کپڑون مین اُسنے تحری کی اور اُسکی تحری مین آیا کہ یہ کپڑا دونون مین سے طاہر ہی پس اُسنے اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اُسکی غالب رائے مین یہ آیا کہ وہ دوسرا طاہر ہی پس اُسنے اُس سے عصر کی نماز پڑھی تو نہین جائز ہی کیونکہ جب ہمنے ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا تو جس کپڑے سے ظہر پڑھی ہی وہی طاہر ٹھہرا اور اس حکم کی ضروریات مین سے یہ بات ہی کہ دوسرے کی نجاست کا حکم ہو پس دوسرے کی نجاست کا حکم جاری ہونے کے بعد اس کے برخلاف اُسکی غالب رائے کا اعتبار نہوگا پھر اگر اُسکو اس بات کا یقین ہوا کہ جس سے مین نے ظہر کی نماز پڑھی ہی وہی نجس ہی تو نماز ظہر کا اعادہ کرے اسی طرح اگر اُسکے دل مین تحری نہ آئی ہو بلکہ اُسنے دونون مین سے ایک کپڑا لیکر اُس سے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ صورت اور جس صورت مین اُسنے تحری سے ایسا کیا ہی دونون یکسان ہین اسواسطے کہ مسلمان کا فعل صحت پر محمول کیا جائیگا جب تک اُسمین فساد ظاہر نہو پس یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پاک یہی کپڑا ہی اور اُسکی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جائیگا جب تک اسکے برخلاف ظاہر نہو اور اگر کسی کے پاس تین کپڑے ہون اور اُسنے تحری کرکے ایک سے ظہر کی نماز پڑھی اور دوسرے سے عصر کی نماز

نماز پڑھی اور تیسرے سے مغرب کی نماز پڑھی پھر پہلے سے عشاء کی نماز پڑھی تو ظہر و عصر کی نماز جائز ہی و
مغرب و عشاء کی نماز فاسد ہی کیونکہ جب اُسنے پہلے و دوسرے کپڑے سے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور بذریعہ جواز ہر
دو نماز کے دونون کپڑون کی پاکی کا حکم دیا گیا تو تیسرا کپڑا متعین ہوگیا کہ نجس ہی پس اُس سے مغرب کی نماز جائز
نہوئی پھر عشاء کی نماز اُسنے پاک کپڑے سے پڑھی مگر ایسی حالت مین پڑھی کہ اُسپر مغرب کی قضاء واجب تھی
پس بسبب ترتیب کی رعایت کے عشاء بھی جائز نہوئی اور دوسری روایت کے موافق عشاء کی نماز جائز ہوگی
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ نوادر مین ہی کہ اگر دو کپڑون مین سے ایک نجس ہو پس اُسنے ایک کپڑے سے بدون تحری
کیے ظہر کی نماز پڑھی پھر دوسرے سے عصر کی نماز پڑھی پھر اُسکی تحری مین یہ آیا کہ پہلا کپڑا پاک ہی تو امام ابوحنیفہ
رحمہ نے فرمایا کہ اس شخص نے کوئی نماز نہین پڑھی اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز جائز ہی یہ محیط مین ہی
دو شخص سفر مین ہین اور دونون کے پاس دو کپڑے ہین ایک نجس ہی اور دوسرا طاہر ہی لیکن ایک شخص نے
تحری کرکے ایک کپڑے سے نماز پڑھی اور دوسرے کی تحری مین دوسرا کپڑا پاک نظر آیا اُسنے اُس سے
پڑھی تو دونون مین سے ہر ایک کی نماز جائز ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک امام ہوگیا اور دوسرے نے
اُسکی اقتدا کی تو امام کی نماز جائز ہوگی مقتدی کی جائز نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ دو شخص کھیلتے تھے پس ایک شخص سے
ایک قطرہ خون کا ٹپکا اور ہر ایک نے انکار کیا کہ مجھسے نہین ٹپکا ہی پھر ہر ایک نے تنہا نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی
اور اگر ایک نے دوسرے کی اقتدا کی تو مقتدی کی نماز جائز نہوگی اور اسی جنس کا دوسرا مسئلہ ہی وہ یہ ہی کہ تین
آدمی کھیلتے تھے پھر ایک شخص سے ایک قطرہ خون کا ٹپکا یا ایک نے آہستہ سے یا زور سے پادا پھر سب نے
اس سے انکار کیا پھر تینون مین سے ایک شخص ظہر مین امام ہوا اور دوسرا عصر مین اور تیسرا مغرب مین تو ظہر کی
نماز سب کی جائز ہی اور عصر کی نماز اُس شخص کی جو مغرب مین امام ہوا ہی نہین جائز ہی اور مغرب کی نماز اُن دونون
شخصون کی جو ظہر و عصر مین امام ہوے ہین نہین جائز ہی یہ تو ایک روایت ہی اور امام مغرب کے حق مین دو
روایتین ہین اور شیخ ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ سب نمازین جائز ہین یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص سفر مین ہو
اور اُسکے پاس چند برتن ہین بعضے پاک ہین اور بعضے نجس ہین پس اگر پاک برتن زیادہ ہون تو حالت اختیار
و حالت اضطرار دونون صورتون مین پینے و وضو کرنے سب کے واسطے تحری کر لینا روا ہی اور اگر نجس زیادہ
ہون یا مساوی ہون تو حالت اختیار مین پینے یا وضو کرنے کسی کے واسطے تحری کرنی جائز نہین ہی اور اگر
حالت اضطراری ہو تو پینے کے واسطے بالاجماع تحری کرے اور وضو کے واسطے ہمارے نزدیک تحری
نہ کرے بلکہ تیمم کرے یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر پاک اور نجس پانی مین نجاست کا غلبہ ہو تو سب کو بہا دے پھر تیمم کرے
اور یہ احتیاط ہی واجب نہین ہی پس اگر اُسنے سب پانی بہا کے تیمم کیا تو احوط ہی تاکہ پانی نہونے کی حالت مین اُسکا
تیمم یقینی ہو اور اگر اُسنے نہ بہایا تو بھی کافی ہی اور طحاوی رحمہ نے اپنی کتاب مین فرمایا کہ دونون پانی باہم مخلوط کرکے
پھر تیمم کرے اور یہی زیادہ احتیاط ہی اسواسطے کہ بہا دینے سے اُسکی منفعت بالکل جاتی رہیگی اور ملا دینے سے
نجاست ہوگی اسواسطے کہ مخلوط کر دینے کے بعد اپنے چارپایہ سواری کو پلا سکتا ہی اور جسوقت عاجز ہو اُسوقت خود بھی پی
سکتا ہی پس ایسا کرنا اولے ہی اور ائمہ بلخ مین سے بعض متاخرین نے یون فتوے دیا ہی کہ احتیاطاً دونون برتنون

کے پانی سے وضو کرے اسواسطے کہ زوال حدث یقینی ہو گا مگر ہم ایسے نہیں ہین کہ اس فتوی کو اختیار کرین اسواسطے
کہ اگر اُسنے ایسا کیا تو ایسے پانی سے وضو کرنے والا ہوا جسکے نجس ہونے کا اُسکو یقین ہوا اور اُسکے اعضا نجس ہو جاوینگے
خصوصاً اُسکا سر کہ وہ نجس پانی سے مسح کرنے سے نجس ہو جائیگا پھر وہ طاہر نہوگا اگرچہ پاک پانی سے اُسپر مسح
کرے پس ایسا حکم دینے کے کچھ معنی نہیں ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر دونون پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی تو
اُسکی نماز جائز ہو جائیگی اگر اُسنے سر مین دو جگہ سے مسح کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر سفر مین کسی شخص کا برتن اسکے
برتنون مین مل گیا حالانکہ وہ لوگ اُسوقت موجود نہ تھے تو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ تحری کرے اور ایک برتن
لیکر اُس سے وضو کرے اور یہ بمنزلہ طعام مشترک کے ہی کہ اگر چند لوگون کا طعام مشترک ہوا اور اہل شرکت غائب
ہون اور ایک شخص حاضر ہو اُسکو اپنے حصہ طعام کی ضرورت ہوئی تو بقدر اپنے حصہ کے لے لے اسی طرح اگر کسی
کی گردہ روٹی اُسکے ساتھی کی روٹی مین مختلط ہو گئی تو بعض نے فرمایا کہ تحری کرکے لے لے اور بعض نے فرمایا
کہ پانی کے برتن اور گردہ روٹی دونون صورتون مین تحری نہ کرے بلکہ ساتھیون کے آنے تک انتظار
کرے اور یہ سب حالت اختیار کا حکم ہی اور حالت اضطرار مین سب صورتون مین تحری جائز ہی یہ ذخیرہ مین ہی
اگر ایک شخص کے پاس پوست کشیدہ بکریان ہون انمین بعضی مردار ہون پس اگر علامت سے تمیز ممکن ہو تو
ہر حال مین تمیز کر لے اور کھاوے وہ مباح ہی اور اگر علامت سے تمیز متعذر ہو پس اگر حالت اضطرار ہو یعنی اُسکو
ایسی جو یقینی ذکوۃ دی ہوئی یعنے شرع مین جس طرح سے حلال ہو جاتی ہی ویسی حلال کی ہوئی نہ ملی اور وہ کھانے
کی طرف مضطر ہوا تو ہر حال مین تحری کرکے کھاوے اور اگر حالت اختیاری ہو پس اگر حرام غالب ہون یا حلال
و مردار دونون برابر ہون تو تحری کرکے کھانا جائز نہین ہی اور اگر حلال غالب ہون تو تحری کرکے تناول کر سکتا
ہی یہ محیط مین ہی۔ اور واضح ہو کہ مردار و حلال کی شناخت مین سے ایک یہ ہی کہ مردار جب پانی مین ڈالی جاوے تو
اُسمین جو خون باقی رہجاتا ہی وہ پانی پر تیر آتا ہی اور حلال کی ہوئی پانی مین بیٹھ جاتی ہی اور لوگ کبھی اس بات
کو اسطور سے پہچانتے ہین کہ مردار مین روح و رطوبت زیادہ باقی رہجاتی ہی اور جلد فاسد ہو جاتی ہی لیکن یہ سب
اس صورت مین معدوم ہو گا کہ جب مردار اسوجہ سے مردار ہو کہ اُسکو مجوسی نے ذبح کیا ہی یا مسلمان نے عمداً
تسمیہ چھوڑ کر ذبح کیا ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر مردار چربی کے ساتھ ملا ہوا روغن یا روغن زیتون یا تیل غالب ہو
تو اُسکا کھانا حلال نہین ہی مگر سواے کھانے کے اَور طور سے نفع لینا حلال ہی اسواسطے کہ جب حلال غالب
ہو تو حرام جو مغلوب ہی وہ حکماً اُسمین ہالک ہو جاتا ہی یعنے معدوم ہو جاتا ہی پس ہمنے کھانے کے سواے اور طور سے
نفع اُٹھانے مین حرام کو جو مغلوب ہی مثل ہالک یعنی کالمعدوم اعتبار کیا اسلیے کہ کھانے کے سواے اور طور سے
نفع اُٹھانے مین نجاست مانع نہین ہوتی ہی چنانچہ کھیتون مین گوبر مٹی ملا ہوا اور کھاد ڈالنا جائز ہی مگر کھانے
کے حق مین ہمنے احتیاطاً حرام کو حقیقۃً و موجوداً اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی

چوتھا باب – متفرقات مین – ایک شخص کی چار باندی ہین اُسنے انمین سے ایک باندی کو آزاد
کر دیا پھر یہ مجہول گیا کہ کسکو آزاد کیا ہی تو وطی کے واسطے اُسکو تحری کرنے کا اختیار نہین ہی اور جسطرح اس صورت مین
اُسکو وطی کرنے کے واسطے تحری کا اختیار نہین ہی ویسے ہی بیع کے واسطے تحری کرنے کا اختیار نہین ہی اور حاکم اس شخص اور

ان باندیون کے درمیان تخلیہ ندیگا یعنے اسکو اختیار مطلق کا موقع کہ جو چاہے اسنے کرے حاکم نہ دیگا یہان تک کہ وہ باندی جو آزاد کی ہوئی ہی معلوم ہوجاوے اور اگر اُسنے انہین سے تین باندیان فروخت کر دین اور حاکم نے انکی بیع جائز ہونے کا حکم دیدیا اور جو باقی رہی ہی اُسی کو آزاد قرار دیا پھر ان باندیون مین سے جن کو اُس نے فروخت کیا ہی کوئی بوجہ پھر خرید لینے یا ہبہ یا میراث کے اُسکی ملک مین آئی تو اُسکو روا نہین ہی کہ اُس سے وطی کرے اسواسطے کہ قاضی نے جو حکم دیا ہی وہ جہالت کے ساتھ بغیر علم حکم دیا ہی اور جو حکم قضاء بغیر علم ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہی لیکن اگر اُسنے اس باندی سے نکاح کر لیا تو وطی کرنا حلال ہی کیونکہ اگر وہی آزاد ہو گی تو اُسکے اور اُسکے درمیان نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد نہین تھی تو اُسکی مملوکہ ہو گی تو بھی بوجہ ملک کے حلال ہو گی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک قوم مین ہر ایک کے پاس ایک ایک باندی ہی پھر ایک نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا پھر اُن لوگون نے آزاد کی ہوئی کو نہ پہچانا کہ کون ہی تو انہین سے ہر ایک کو اپنی باندی سے وطی کرنے کا اختیار ہی یہان تک کہ یہ معلوم ہو کہ یہ باندی اُس شخص کی آزاد کی ہوئی ہی تب پھر اُس سے وطی نہین کر سکتا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر ان لوگون مین سے کسی کی غالب راے مین یہ ہو کہ یہ باندی وہی ہی جسکو آزاد کرنے والے نے آزاد کیا ہی تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہی کہ اُس سے نزدیکی نہ کرے اور اگر اُسکے ساتھ وطی کی تو جب تک اُسکو یقین نہو جاوے تب تک یہ فعل حرام نہوگا۔ اور اگر اس قوم کی سب باندیون کو ایک ہی شخص نے خرید کیا ہو اس حال کو جانتا ہی تو اُسکو کسی باندی سے قربت کرنے کا اختیار نہین ہوگا یہان تک کہ آزاد کی ہوئی باندی کو پہچانے اور اگر سب باندیون کو سواے ایک باندی کے خرید کیا تو ان خریدی ہوئی باندیون سے اُسکو وطی کرنا حلال ہی پھر اگر اُسنے باقی باندی بھی خریدی تو پھر انہین سے کسی باندی سے وطی نہین کر سکتا ہی اور نہ انہین سے کسی باندی کو فروخت کر سکتا ہی یہان تک کہ انہین سے آزاد کی ہوئی باندی کو جانے اسی طرح اگر مشتری انہین باندیون کے مالکون مین سے ایک ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ مبسوط مین ہی ایک شخص کے پاس گھر کے دس مٹکے ہین انہین سے ایک مٹکے مین اُسنے ایک چوہا مرا ہوا پایا اور نکال کر پھینکدیا پھر وہ بھول گیا کہ مین نے کس مٹکے مین سے نکالا تھا تو وہ بلّی کو چھوڑے سو بلّی جس مٹکے پر بیٹھے وہی نجس ہی اور باقی مٹکے پاک ہین کذا فی القنیہ ذخیرۃ الفتاوی ۱۲

کتاب احیاء الموات

اور اسمین دو باب ہین

باب اول ۔ موات کی تفسیر اور موات مین جن تصرفات کا امام المسلمین کو اختیار ہی انکے بیان مین اور جس وجہ سے موات مین ملک ثابت ہوتی ہی اور جس سے ملک نہین فقط حق ثابت ہوتا ہی اُسکے بیان مین اور موات کے حکم کے بیان مین۔ ارض موات اُس زمین کو کہتے ہین جو آبادی مثلاً شہر وغیرہ سے باہر ہو اور خاص کسی کی ملک نہو اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص متعلق ہو۔ پس جو زمین داخل آبادی ہو وہ بالکل موات نہو گی اور اسی طرح جو بلدہ سے خارج ہی لیکن بلدہ کے مرافق مین سے ہی مثلاً آبادی کے لوگ وہان سے لکڑیان لاتے ہین یا اُنکی چراگاہ ہی وہ بھی موات نہو گی حتے کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہین ہی کہ یہ قطعات زمین کسی کو عطا کرے

اسی طرح جس زمین سے نمک اور قار وغیرہ ایسی چیزین نکلتی ہین جس سے مسلمان لوگ بے پروا نہین ہو سکتے
ہین یعنے بہر حال اُسکے حاجتمند ہین وہ بھی موات نہین ہین حتے کہ امام کو یہ اختیار نہین ہی کہ ایسی زمین کسی کو اقطاع
دیدے یعنی اُسکے واسطے یہ قطعہ زمین علیحدہ کردے پھر آیا یہ شرط ہی کہ ارض موات آبادی سے دور ہو سو امام طحاوی
رحمہ نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی ہی کہ وہ آبادی سے دور ہو اور ظاہر الروایۃ کے موافق یہ شرط نہین ہی حتے
کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جسکا پانی خشک ہو گیا یا بڑا نیستان ہو جسکا پانی خشک ہو گیا اور کسی کی ملک نہو تو ظاہر
الروایۃ کے موافق وہ ارض موات ہی اور موافق روایت امام ابو یوسف رحمہ کے اور یہی قول طحاوی کا ہی وہ ارض
موات نہو گی مگر جواب ظاہر الروایۃ کا صحیح ہی اسواسطے کہ موات ایسی زمین کا نام ہی جس سے انتفاع حاصل نکیا جاوے
پس جب وہ کسی کی ملک نہین اور نہ اُسمین کسی کا حق خاص ہی تو وہ منتفع نہو گی پس زمین موات ہو گی خواہ آبادی
سے قریب ہو یا بعید ہو یہ بدائع مین ہی- اور قدوری نے فرمایا کہ جو زمین قدیم سے اُجاڑ ہو اُسکا کوئی مالک
نہو یا مملوک ہو مگر زمانۂ اسلام مین اُس کا کوئی معین مالک معلوم نہوتا ہو اور وہ قریہ سے اسقدر دور
ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہا سے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے تو وہان آواز سُنائی ندے
تو وہ موات ہی اور قاضی فخر الدین نے فرمایا کہ موات کی تعریف مین جو اقوال ہین اُنمین سے صحیح یہ ہی کہ آدمی آبادی
کے کنارہ پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہان تک آواز پہونچے وہ فناے قریہ ہی کہ اُسکی طرف لوگون کو
اپنے مویشی چرانے اور اسکے سوا اور کامون کی ضرورت ہوتی ہی اور اسکے بعد جو زمین ہی وہ موات ہی بشرطیکہ
اُسکا کوئی مالک معلوم نہو اور قریہ سے دور ہونا جو اس قول مین مذکور ہی موافق شرط امام ابو یوسف رحمہ کے
ہی اور امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ اعتبار ہی کہ اہل قریہ کا ارتفاق درحقیقت اُس سے منقطع ہو اگرچہ قریہ سے قریب ہو اور
شمس الائمہ رحمہ نے مختار امام ابو یوسف رحمہ پر اعتماد کیا ہی یہ کافی مین ہی- اور امام کو اختیار ہی کہ قطعہ موات کسی کو عطا کرے پس
اگر امام نے موات مین سے کوئی قطعہ کسی شخص کو دیا مگر اُسنے اُسکو آباد نہ کرایا چھوڑ دیا تو تین سال تک اُس سے تعرض نہ کریگا
پھر جب تین سال گذر جاوین تو پھر وہ عود کرکے موات ہو گی اور امام کو اختیار ہو گا کہ وہ قطعہ کسی دوسرے کے نام کردے
اور زمین موات مین امام اعظم رحمہ کے نزدیک امام المسلمین کی اجازت سے آباد وغیرہ کرنے سے ملک ثابت ہوتی ہی اور
امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک فقط احیاء سے یعنے آباد کرنے سے مالک ہو جاتا ہی اور ذمی بھی مثل مسلمان کے
موات کو احیاء کرنے سے مالک ہو جاتا ہی یہ بدائع مین ہی- اور اگر کسی شخص نے بدون اجازت امام المسلمین کے ارض
موات کو زندہ کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکا مالک نہو گا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ اُسکا مالک ہو جائیگا اور ناطفی نے
ذکر کیا کہ قاضی اپنی ولایت مین مثل امام المسلمین کے ہی یہ فتاوے قاضیخان مین ہی اور اگر کسی شخص نے
ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد ترک کر دیا اور اُسکو دوسرے شخص نے اُسکی زراعت کی تو بعض نے کہا کہ دوسرا شخص
اُسکا مستحق ہو اور اصح یہ ہی کہ پہلا ہی اُسکا مستحق ہی اسواسطے کہ وہ احیاء کرنے کی وجہ سے اُسکا مالک ہوا ہی پس چھوڑ دینے
سے اُسکی ملک سے خارج نہو جائیگی- اور اگر زمین کی تحجیر کی تو اُسکا مالک نہو گا اسواسطے کہ صحیح قول کے موافق یہ کام احیاء
نہین ہی کیونکہ احیاء اسکو کہتے ہین کہ زمین کو قابل زراعت کردے اور تحجیر یہ ہی کہ اُسمین پتھر رکھکر علامت کردے یا جو کچھ
اُسمین گھاس اور کانٹے وغیرہ ہین اُسکو کاٹ کر کوڑے کرکٹ وغیرہ سے پاک کرکے کانٹے وغیرہ کو اسکے گرداگرد

یا جو کچھ اُسمین کانٹے وغیرہ لگے ہین سب کو جلا کر صاف کردے اور ان سب مین سے کوئی بات مفید ملک نہین ہی لیکن جسنے
ایسا کیا ہی وہ بہ نسبت دوسرون کے اس قطعہ زمین کے حق مین اولے ہی پس تین برس تک اُسکے ہاتھ سے نہ
لی جائیگی پس کسی کو نہ چاہیے کہ تین سال گذرنے سے پہلے اس زمین کی احیاء کرے اور یہ حکم از راہ دیانت ہی
اور از راہ حکم یہ ہی کہ اگر تین سال گذرنے سے پہلے کسی نے اُسکو زندہ قابل زراعت کیا تو اُسکا مالک ہو جائیگا تبیین
مین ہی اور اگر ارض موات مین کسی نے بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اُس زمین کی احیاء ہی اسواسطے کہ اس طرح پتھر
جمانا بمنزلہ عمارت کے ہی اور اگر اُسکے گرد چہار دیواری بنائی یا اُسکو اس طرح مستحکم کر دیا کہ پانی سے محفوظ رہے تو
یہ بھی احیاء ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور احیاء کے معنی یہ ہین کہ اُسمین عمارت بنا دے یا درخت لگا دے یا جوتے یا
سینچے کذا فی الخلاصہ اور ماوراء النہر و خوارزم کی اراضی موات نہین ہی اسواسطے کہ وہ قسمت مین داخل ہی پس وہ اسلام
مین انتہا پر جو مالک یا بالغ ہو یا اُسکے وارث ہون اُنکو دیجائیگی اور اگر اُنمین سے کوئی معلوم نہو تو ایسی صورت مین حاکم کو تصرف
کا اختیار ہی یہ وجیز کردری مین ہی اور جو اراضی مملوکہ ہی جب اُسکے مالک مین سے کوئی باقی نہ رہے تو اُسکا حکم مثل لقطہ کے ہی اور
بعض نے فرمایا کہ مثل زمین موات کے ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر زمین موات مین کسی جگہ مین عمارت بنائی یا کسی قدر مین کھیتی بوئی
یا اس زمین کیواسطے کاریز وغیرہ بنائی تو اُسکے لیے وہ جگہ جہان عمارت بنائی ہو یا کھیتی کی ہی بطور ملک ہو گی و رباقی نہو گی
اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر نصف سے زیادہ کی احیاء کی تو پوری زمین کا احیاء قرار دیا جائیگا اور اگر آدھی زمین کو زندہ کیا
تو اُسکو اُسیقدر ملیگی جسقدر زندہ کی ہی باقی نہ ملیگی پس امام ابو یوسف رح نے کثرت کا اعتبار کیا ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور امام محمد رح
نے فرمایا کہ جسقدر اُسنے نہین زندہ کی ہی یعنی ہنوز موات ہی اگر وہ زندہ کی ہوئی کے بیچ مین ہو تو کیون قرار دیا جائیگا کہ اُسنے کل کو
زندہ کیا ہی اور اگر زمین موات ایک کونہ مین چھوٹ رہی ہو تو اسقدر باقی کا احیاء نہ قرار دیا جائیگا یعنی اسقدر اُسکی ملک نہو گی یہ تاتار
خانیہ مین ہی اور ابن سماعہ رح نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہی کہ اگر زمین موات مین کنوان کھود کر زمین
مذکور مین پانی دیا تو اُسکی احیاء کر دی خواہ اُسمین زراعت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر زمین مذکور مین نہرین کھودین تو احیاء
نہوگا لیکن اگر ان نہرون مین پانی جاری کر دیا تو احیاء ہی اور اگر زمین موات کی گھاس جلا دی تو احیاء نہین ہی یہ محیط
سرخسی مین ہی اور اگر نیستان یا جنگل ہو پس اُسنے نرکل کاٹ کر یا درخت کاٹ کر زمین برابر کی تو یہ احیاء ہی یہ غیاثیہ مین ہی
ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس قطعہ زمین کی میرے واسطے احیاء کرے پس وکیل نے احیاء کی تو وہ قطعہ
موکل کا ہوگا بشرطیکہ امام المسلمین نے موکل کو اسکے احیاء کی اجازت دی ہو یہ قنیہ مین ہی اور جو زمین خراب آبادی
کے قریب ہو اُسکی احیاء ہمارے نزدیک نہین جائز ہی کذا فی الکنز یعنی اگر اُسکو کسی نے احیاء کیا تو اُسکا مالک نہوگا و
احیاء کا حکم ثابت نہوگا علی ما مر من التفصیل فتذکر اور دجلہ و فرات نے جو زمین چھوڑ دی ہی یعنی پانی کی دھار ہٹ کر یہ
زمین چھوڑ کر بہنے لگی ہی پس اگر ایسا نظر آوے کہ شاید دھار پھر اسی جگہ بہنے لگے تو اُسکی احیاء نہین جائز ہی کیونکہ اُسکے نہر
ہو جانے کی حاجت عام لوگون کو ہی اور اگر ایسا نظر نہ آوے کہ پھر دھار یہان عود کریگی تو وہ موات ہی یہ سراج الوہاج
مین ہی ایک زمین غرق ہو کر بحر ہو گئی پھر اُسمین سے پانی جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے خراب ہو گئی پھر ایک شخص آیا اور
اُسنے اس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا کہ یہ زمین مالک قدیم کی ہو گی قال المترجم ہو الاصح اور بعض نے کہا کہ جسنے احیاء
کی ہی اُسکی ہو گی قال المترجم لم یوخذ ہذا کذا فی القنیہ امام نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تیرا جی چاہے فلان زمین موات

کو زندہ کرکے اُس سے انتفاع حاصل کرے مگر تیری ملک نہو گی پس اُسنے احیاء کی تو اُسکا مالک نہو گا کیونکہ یہ شرط امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہی کیونکہ امام رح کے نزدیک بدون اجازت امام المسلمین کے موات کا مالک نہین ہوتا ہو پس جب امام نے اُسکو مالک ہونے کی اجازت نہ دی تھی تو احیاء کرنے سے وہ مالک نہو گا یہ مضمرات مین ہو۔ ایک شخص نے ارض موات کو زندہ کیا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکی گرد کی زمین کا احیاء کیا یہان تک کہ شخص اول کی زمین کے چارون طرف اُسنے احاطہ کر لیا تو شخص اول اختیار ہو گا کہ دوسرے کی زمین سے جو اُسنے زندہ کی ہو اپنی زمین مین آمد و رفت کیا کرے اور اگر اُس شخص کی زمین زندہ کردہ کے گرد چار آدمیون نے اگر چار جانب سے زمین موات کو زندہ کرکے اُسکی زمین کو سب طرف سے گھیر لیا تو اُسکو اختیار ہو گا کہ جسکی زمین سے چاہے اپنی زمین مین آمد و رفت کیا کرے بشرطیکہ چارون نے ساتھ ہی چار جانب سے احیاء کیا ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر کسی شخص نے زمین موات مین زندہ کرنے کی غرض سے کنوان کھودا اور پانی نکلنے مین ایک ہاتھ باقی رہگیا تھا کہ دوسرے شخص نے آکر اُسی زمین مین کنوان کھودا تو اس زمین کا شخص اول مستحق ہو لیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ اُسنے احیاء کو ترک کر دیا ہو اور ترک کی مقدار ایک مہینہ مقرر کی گئی ہو یعنے اگر اُسنے ایک مہینہ تک ترک کیا تو البتہ دوسرا مستحق ہو گا اور اگر اس مسئلہ مین شخص اول نے فقط ایک ہاتھ کھودا ہو تو اُسکا حکم وہ ہی جو تحجیر کا حکم ہو احیاء نہین ہو یہ غیاثیہ مین ہو۔ اور اگر مثل دجلہ کے کوئی دریا ہو اُسپر چراگاہ ہو اور ایسی جگہ ہو جہان سے جلانے کی لکڑیان لائی جاتی ہین تو یہ سب اُس شخص کی ہونگی جسنے اُس زمین کو زندہ کیا ہو لیکن اگر یہ زمین کسی قریہ کی فناء ہو اور احیاء سے اُنکی فناء فاسد ہوئی جاتی ہو تو وہ شخص احیاء سے منع کیا جائیگا اور والی کو اختیار ہو کہ جس زمین مین پگ ڈنڈی کا راستہ ہو اُسکو احیاء کے واسطے کسی کے نام کر دے بشرطیکہ اس سے مسلمانون کے حق مین ضرر نہو اور فرمایا کہ ایسا اختیار فقط خلیفہ کو ہو یا جسکو خلیفہ نے متولی مقرر کیا ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر پہاڑ کی جڑ مین کنوان کھودا تو اُسکے اعلیٰ تک مالک ہو جائیگا یہ غیاثیہ مین ہو۔ اور واضح ہو کہ ارض موات کے حق مین دو حکم ہوتے ہین ایک حکم حریم دوم حکم وظیفہ پس حکم حریم مین دو طرح بیان ہو اول اصل حریم کا بیان دوم مقدار حریم کا بیان پس اس مین کچھ اختلاف نہین ہو کہ جسنے زمین موات مین کنوان کھودا اُس کنوئین کے واسطے اصل حریم ضرور ہو حتے کہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے حریم مین کنوان کھودنا چاہا تو اُسکو اختیار ہو گا کہ اسکو منع کرے اسی طرح چشمہ کے واسطے بالاجماع حریم ہو۔ دوم مقدار حریم کا بیان سو چشمہ کے حریم کی مقدار بالاجماع پانچ سو گز ہو کذا فی البدائع۔ پھر بعض نے فرمایا کہ یہ پانچ سو گز چارون طرف سے ہین یعنی ہر طرف سے ایک سو پچیس گز ہین اور اصح یہ ہو کہ ہر طرف سے پانچ سو گز مراد ہین اور گز سے گز مکسر جو چھہ مٹھی کا ہوتا ہو مراد ہو یہ تبیین مین ہو۔ اور بیر العطن یعنے جو کنوان ایسا ہوتا ہو جس سے جانورون کو پانی پلا کر اُسکے گرد آرام دیتے ہین اُسکا حریم چالیس گز ہوتا ہو کذا فی البدائع اور بعض نے فرمایا کہ چالیس گز چارون طرف سے ہر طرف سے دس دس گز مراد ہو اور صحیح یہ ہو کہ ہر طرف سے چالیس چالیس گز ہوتا ہو یہ تبیین مین ہو اور سینچنے کے کنوئین کا حریم سو صاحبین رح کے قول کے موافق اُسکا حریم ساٹھ گز ہوتا ہو اور امام اعظم رح نے فرمایا کہ مین سوائے چالیس گز کے اور زیادہ نہین جانتا ہون اور اسی پر فتویٰ ہو اور صدر الشہید نے قضاء جامع صغیر کی شرح مین فرمایا ہو کہ اگر کسی شخص نے احیاء ارض موات کے سبب زمین مذکور مین نہر بنائی تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے واسطے حریم کا مستحق نہو گا اور صاحبین رح کے نزدیک مستحق ہو گا اور صحیح یہ ہو کہ بالاجماع اُسکے واسطے حریم کا مستحق ہو گا اور

نوازل مین مذکور ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک نہر کا حریم ہر دو طرف اُسکے عرض کا نصف ہی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا
کہ بقدر عرض نہر کے ہی اور فتوی امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر ہی یہ فتاوے کبری مین ہی - اور رہا بیان حکم وظیفہ کا سو
اگر مسلمان نے زمین موات کو زندہ کیا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر اُسنے زمین عشریہ کے تحت کی زمین موات کو زندہ
کیا ہی تو یہ بھی عشری ہو گی اور اگر زمین خراجی کے تحت کی زمین موات زندہ کی ہی تو وہ خراجی ہو گی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر
اُسنے عشر کے پانی سے زندہ کیا ہی تو وہ عشری ہی اور اگر خراجی پانی سے زندہ کی ہی تو خراجی ہی اور اگر زمین موات کو کسی ذمی نے
زندہ کیا تو بہر حال وہ خراجی ہی کیسے ہی ہو یہ بالاجماع ہی اور یہ مسائل کتاب العشر والخراج کا مسئلہ ہی یہ بدائع مین ہی اور امام
محمد رحمہ سے نوادر مین یہ روایت ہی کہ سینچنے کے کنوئین کا حریم ساٹھ گز ہی لیکن اگر اُسمین ساٹھ گز رسی لگتی ہو تو رسی کی قدر اُسکا
حریم ہو گا تاکہ وہ کنوئین سے انتفاع حاصل کر سکے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر امام المسلمین کی اجازت سے کسی شخص نے جنگل
مین کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اُسکے حریم مین کنوان کھودا تو شخص اول کو اختیار ہو گا کہ جو دوسرے شخص نے
کھودا اُسکو پاٹ دے اسی طرح اگر اُسنے اس مقام پر کوئی عمارت بنائی یا زراعت کی یا اور کوئی بات کی تو شخص اول کو اس
سے ممانعت کر دینے کا اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس مقام کا مالک ہو گیا ہی اور اگر پہلے شخص کے کنوئین سے کوئی چیز گر کر
تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہو گا کیونکہ وہ متعدی و ظالم نہین ہی اور اگر دوسرے شخص کے کنوئین مین گر کر کوئی
چیز مر جاوے تو وہ ضامن ہو گا کیونکہ یہ کنوان جو اُسنے کھودا ہی کہ جو باعث اُسکی ہلاکت کا ہوا ہی اسمین دوسرے شخص کھودنے
والے نے تعدی و ظلم کیا ہی اور اگر دوسرے شخص نے بھی امام المسلمین کے حکم سے شخص اول کے کنوئین کے قریب اُسکے حریم
مین دوسرا کنوان کھودا پھر پہلے شخص کے کنوئین کا پانی ٹوٹ گیا اور یہ معلوم ہوا کہ اسکا پانی دوسرے شخص کے کنوان کھودنے
کی وجہ سے ٹوٹا ہی تو پہلے شخص کا اُسپر کچھ استحقاق نہو گا یہ مبسوط مین ہی اگر کسی نے ارض موات مین کاریز نکالی تو بالاجماع اُسکے
حریم کا مستحق ہی - رہا اُسکے مقدار کا بیان سو امام محمد رحمہ نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ کاریز بمنزلہ کنوئین کے ہی پس اُسکا حریم بھی
اسی قدر ہو گا جسقدر کنوئین کا ہوتا ہی پس امام محمد رحمہ نے فقط اسیقدر ذکر کیا ہی اس سے زیادہ کچھ نہین فرمایا ہی اور ہمارے
مشائخ نے اسپر زیادہ کیا اور فرمایا کہ کاریز اگر ایسے موقع پر ہو کہ جہان پانی روے زمین پر ظاہر بہتا ہی تو کاریز بمنزلہ چشمہ
جوشندہ کے ہی کہ اُسکا حریم مثل چشمہ کے پانچ سو گز ہو گا بالاجماع اور جس جگہ کاریز کا پانی روے زمین پر نہ جاری ہو تو
کاریز بمنزلہ نہر کے ہو گی مگر فرق یہ ہی کہ وہ زمین کے نیچے بہتی ہی یہ محیط مین ہی - اور اراضی موات مین حریم کا استحقاق ہر
طرف سے حاصل ہونا ایسی ہی جگہ مین ہی جہان دوسرے کسی کا حق متعلق نہو اور اگر دوسرے کسی کا حق متعلق ہو تو ایسا
نہین ہی چنانچہ اگر زمین موات مین کسی شخص نے کنوان کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اس شخص کے کنوئین کے
ایک طرف حریم کی انتہا پر اپنا کنوان کھودا تو جس طرف پہلے شخص کے کنوئین کی حریم ہی اُس جانب سے اس دوسرے
شخص کو اُسکے کنوئین کے واسطے حریم نہ ملیگی ہان باقی تین طرفون مین جنمین کسی کا حق متعلق نہین ہی اُسکو حریم
ملیگی یہ نہایہ مین ہی - ایک کاریز دو شخصون مین مشترک ہی پھر دونون مین سے ایک شخص نے ایک زمین موات کو زندہ
کیا تو اُسکو اختیار نہین ہی کہ زمین مذکور کو اس کاریز سے سینچے یا اُسکا پانی اس کاریز سے مقرر کرے کیونکہ وہ چاہتا
ہی کہ اپنے شریک سے زیادہ لیوے کیونکہ اس زمین کا پانی اس کاریز سے نہ تھا حالانکہ شریک کو یہ اختیار نہین ہی کہ بدون
اجازت شریک کے اس سے زیادہ پانی لے لے یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر کسی شخص نے زمین موات مین درخت

لگائے اگر باجازت امام ہوں تو سب کے نزدیک یا بلا اجازت امام المسلمین تو صاحبین رحمہ کے نزدیک آیا وہ شخص ان
درختون کے واسطے حریم کا مستحق ہے حتے کہ اگر دوسرا شخص آیا اور اُسنے ان درختون کے برابر پہلو مین اپنے درخت لگانے
چاہے تو اسکو ممانعت کا اختیار ہے یا نہین تو امام محمد رحمہ نے یہ صورت کتاب مین ذکر نہین فرمائی اور ہمارے مشائخ رحمہ نے
فرمایا کہ بقدر پانچ گز کے حریم کا مستحق ہوگا اور یہی حدیث مین وارد ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر دو شخصون نے زمین موات مین
ایک کنواں دونون نے اپنے خرچ سے اس شرط سے کھودا کہ کنواں دونون مین سے ایک کا اور حریم دوسرے
کا ہوگا تو یہ جائز نہین ہے اسواسطے کہ دونون نے خلاف موجب شرع باہم صلح قرار دی ہے اسواسطے کہ شرع نے حریم کو
بدین غرض کنوئین کے تابع کیا ہے کہ کنوئین کا مالک اُس سے انتفاع حاصل کرے پس حریم مالک چاہ کا ہوگا
سو جب کنواں ایک کے واسطے مشروط ہوا تو حریم بھی اُسی کا ہوگا اور اگر کنواں دونون مین مشترک ہے تو حریم بھی دونون
مین مشترک ہوگا اور اگر دونون نے یہ شرط کی کہ کنواں و اُسکا حریم دونون مین برابر مشترک ہو لیکن بشرطیکہ دونون مین
سے فلان شخص نسبت ایک کے زیادہ خرچ کرے تو بھی نہین جائز ہے پس جسنے زیادہ دیا ہے وہ زیادتی کی مقدار
مین سے نصف مقدار دوسرے سے واپس لیگا کیونکہ ان دونون نے ایک شی مباح کے احراز مین شرکت کی ہے
تاکہ یہ مباح دونون مین مشترک ہو اور احراز مباح کی شرکت اس امر کو مقتضی ہے کہ خرچہ بقدر ملک ہو پس جب
ایک کے ذمہ زیادہ خرچہ کی شرط لگائی تو شرط صحیح نہین ہے اور جسقدر اُسکی طرف سے زیادہ خرچ کیا ہے وہ واپس
لیگا اسواسطے کہ اُسکی طرف سے اُسکے حکم سے خرچ کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر دو شخصون نے باہم یہ شرط لگائی
کہ ایک نہر کھودین و ایک زمین موات کو زندہ کرین اور نہر ایک شخص کی ہو اور زمین دوسرے کی ہو تو یہ
جائز نہین ہے کیونکہ یہ سب ان دونون شخصون مین مشترک رہیگی اور جب دونون مین مشترک ہوئی تو دونون
مین سے کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر مذکور سے اپنی خاص زمین سینچے اور اگر شریکون نے باہم کسی ایک شریک کے
ذمہ زیادہ خرچہ شرط کیا تو جائز نہین ہے اور زیادہ واپس لیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ دو نہرین دو گانون کے
ایک ہی جگہ واقع ہین اُن دونون کے درمیانی حریم مین اختلاف واقع ہوا پس جتنی جگہ دونون نہرون
مین سے کسی ایک نہر کی مٹی مین گھری ہو یعنے ایک نہر کی مٹی نکالکر ڈالی گئی ہو اور وہ جگہ اس نہر والون کے قبضہ
مین ہو تو اُس جگہ کے باب مین اُسی نہر والون کا قول قبول ہوگا اور دوسری نہر والون کا دعوئے شرکت اتنی جگہ مین
زبانی تصدیق نہ کیا جائیگا۔ الا اُس صورت مین کہ وہ لوگ اپنے دعوے کے گواہ پیش کرین اور جتنی جگہ دونون
نہرون کے بیچ مین خالی پڑی ہو یعنے دونون نہرون مین سے کسی نہر کی مٹی سے گھری نہوا اور دونون گانون
والون کو اسمین تنازع ہو تو وہ دونون گانون والون کے درمیان نصفا نصف ہوگی لیکن اگر کسی گانون والون نے
اپنے گواہ پیش کیے کہ یہ خاص ہماری ہے تو اُنکی ہوگی اور اسی طرح کا مسئلہ آخر کتاب المزارعۃ مین گذر چکا ہے یہ کبری
مین ہے۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکے واسطے حریم نہوگا
الا اُس صورت مین کہ حریم ہونے کے گواہ قائم کرے اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اُسکو بقدر
مسناۃ کے ملیگا جسپر چل سکے اور نہر کی مٹی اُسپر ڈالے یہ شرح قدوری مین ہے۔ اگر کسی شخص نے جنگل مین
مکان بنایا تو اُسکے حریم کا مستحق نہوگا اگرچہ کوڑا ڈالنے کے واسطے حریم کی حاجت رکھتا ہے اسوجہ سے کہ قصے

وہان حریم کے انتفاع ممکن ہو اور کنوئین پر اسکا قیاس نکیا جائیگا کیونکہ کنوئین والے کو جسقدر ضرورت ہوتی ہی اُسکی بہ نسبت اُسکو حریم کی ضرورت کم ہی کافی وتبیین مین ہی اگر ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین ہو تو جب یہ شخص اپنا کنوان اُگروا دے تو اُسکی مٹی اس شخص کے دار مین ڈالنے کا استحقاق نہین رکھتا ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی کسی شخص نے چاہا کہ کسی مسجد مین یا محلہ مین کنوان کھود دے پس اگر اسمین کسی وجہ سے ضرر نہوا اور ہر وجہ سے نفع ہو تو اسکو یہ اختیار ہی اسمقام پر یون ہی ذکر فرمایا ہی اور کتاب الصلوۃ سے پہلے باب المسجد مین ذکر فرمایا کہ مسجد مین کوئی کنوان نہ کھودا جاوے اور جو شخص کھود دے وہ ضامن ہوگا اور فتوی اسی قول پر ہی جو باب المسجد مین ذکر فرمایا ہی یہ کبری مین ہی

دوسرا باب - نہرون کے اُگارنے اور اُنکی اصلاح کے بیان مین - تین طرح کی نہرین ہوتی ہین بعضے ایسی نہرین ہین جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہی اور بعض ایسی ہین کہ انکا اُگارنا نہر والون کے ذمہ اس طرح ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ انکا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہی لیکن اگر وہ لوگ انکار کرین تو مجبور نکیے جاوینگے پس اول یعنے جنکا اُگارنا سلطان کے ذمہ ہی وہ نہرین ہین جو بڑی بڑی ہین اور مقاسم مین داخل نہین جیسے دجلہ و فرات و سیحون و جیحون و نیل پس اگر ان نہرون مین اگارنے کی ضرورت ہو تو اُگارنا و اُسکے کنارے کی درستی سلطان پر واجب ہی کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال مین مال نہو تو مسلمانون کو اُسکے اگارنے پر مجبور کریگا اور اس کام کے واسطے اُنکو گھرون سے باہر نکالکر لیجاویگا پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا کہ ان دریاؤن مین سے کوئی نہر کاٹکر اپنی زمین کو لیجاوے تو اُسکو اختیار ہوگا بشرطیکہ عام کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر عام کو ضرر ہو مثلاً نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے اور اُس سے غرق کا خوف ہو تو اُسکو ایسی نہر کاٹنے سے ممانعت کیجائیگی اور دوم یعنے جنکا اُگارنا و اصلاح اہل نہر پر اسطرح لازم ہی کہ اگر وہ انکار کرین تو اُنپر جبر کیا جاوے یعنے امام المسلمین اُنپر جبر کرے پس ایسی نہرین وہ ہین جو بڑی بڑی نہرین کہ قسمت مین داخل ہین اور اُنپر گانون آباد ہین پس اگر ایسی نہرون مین اُگارنے و اصلاح کی ضرورت ہوئی تو یہ اہل نہر پر لازم ہی اور اگر اُنھون نے اس سے انکار کیا تو امام المسلمین اُنکو اس امر پر مجبور کریگا اسواسطے کہ اسکا ضرر عام ہی اور نہ اگارنے مین جتنے لوگ اس سے پانی پاتے ہین اُنکے حق مین پانی کی قلت ہی اور دور نہین ہی کہ اسکے وجہ سے اناج کی پیداوار مین بہت کمی آجاوے اور گران ہو جاوے پس جب ایسی صورت ہی کہ پانی کی زیادتی کا نفع اُن لوگون کو پہونچیگا اور نہ اگارنے کا ضرر عام کو ہوگا تو اُن لوگون کو جنکی تقسیم مین داخل ہی اسکے اُگارنے پر مجبور کیا جائیگا اور کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ ایسی نہر سے اپنے واسطے نہر کاٹ کر لیجاوے خواہ یہ بات اہل نہر کے حق مین مضر ہو یا نہو اور ایسی نہر کے پانی مین استحقاق شفعہ نہین ہی یعنے پانی سے سیراب ہونے کا استحقاق نہین ہی اور جس نہر کا اُگارنا اہل نہر کے ذمہ ہی اور بصورت انکار کے اُنپر جبر نہ کیا جائیگا وہ نہر خاص ہی اور نہر خاص مین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اگر دس آدمیون کی یا اس سے کم لوگون کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گانون ہو کہ اُسکا پانی ان گانون والون مین تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہی اسمین شفعہ کا استحقاق ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر چالیس آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر سو آدمیون سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر ہزار سے کم کے واسطے ہو تو خاص ہی اور اصح قول یہ ہی کہ یہ رائے مجتہد کے

ہے یعنی کہ وہ جس قول کو ان اقوال میں سے چاہے اختیار کرے پھر نہر خاص کی صورت میں اگر بعضے شریکوں نے
اسکا اگارنا چاہا اور باقیوں نے انکار کیا تو شیخ ابو بکر بن سعید بلخی رح نے فرمایا کہ امام ان لوگوں کو جو انکار کرتے
ہیں مجبور نہ کریگا اور اگر ان لوگوں نے جو اگارنا چاہتے ہیں اگارا تو متطوع قرار دیے جاوینگے اور شیخ ابو بکر اسکاف
رحمہ نے فرمایا کہ ان لوگوں پر اسواسطے جبر کیا جائیگا اور خصاف رحمہ نے نفقات میں ذکر فرمایا کہ قاضی ان لوگوں کو
حکم دیگا کہ تم لوگ یعنے جنکو اگارنے کی خواہش ہے اسکو اگر والو اور جب ان لوگوں نے ایسا کر لیا تو انکو اختیار
ہوگا کہ باقیوں کو اس نہر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنے سے منع کریں یہانتک کہ یہ لوگ حصہ رسدی کے
موافق اگارنے کا خرچہ انکو دیدیں اور ایسا ہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ اور اگر سب حصہ
داروں نے اگارنے سے انکار کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق امام المسلمین انکو مجبور نہ کریگا اور بعضے متاخرین
نے فرمایا کہ مجبور کریگا۔ اور اگر حصہ دار لوگ نہر کو اگارنے پر متفق ہوئے تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا
کہ نہر اوپر کی طرف سے اگارنی شروع کیجائیگی پھر جب کسی شخص کی زمین سے تجاوز کر جاوے تو اگارنے کا
خرچہ اسکے ذمہ سے دور ہو جائیگا اور جو باقی ہیں انپر رہیگا۔ اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگارنے
کے خرچہ کا مجموعہ اول سے آخر تک ان سب پر حساب زمین کے مقدار پر پھیلایا جائیگا اور پانی پینے
والوں پر خرچہ میں سے کچھ لازم نہوگا کیونکہ وہ حصہ دار نہیں ہیں مگر فتوے کے واسطے مشائخ نے امام
اعظم رح کا قول لیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اس صورت کا بیان یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک دس
ہوں پس ابتداے نہر سے اگارنے کا خرچہ ہر ایک کے ذمہ دسواں حصہ ہوا یہانتک کہ ایک کی زمین سے
جب تجاوز کر جاوے تو باقیوں پر نو حصہ ہوکر ہر ایک پر نواں حصہ ہوگا یہانتک کہ دوسرے کی زمین سے تجاوز
کر جاوے پھر باقی لوگوں پر خرچہ آٹھ حصہ ہوکر ہر ایک پر آٹھواں حصہ ہوگا علی ہذا القیاس آخر نہر تک یہی صورت
ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک اول نہر سے آخر تک سب خرچہ دس حصے ہوکر ہر ایک پر دسواں حصہ ہوگا
یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی زمین میں نہر سے پانی آنے کا دہانہ وسط زمین میں ہو پھر اس نے نہر کو اپنے دہانے
اپنی وسط زمین تک اگار دیا پس آیا امام اعظم رح کے موافق اسکے ذمہ سے اگارنا ساقط ہو جائیگا تو بعض نے فرمایا
کہ ساقط نہوگا جب تک اسکی زمین سے تجاوز نہ کر جاوے اور یہی صحیح ہے۔ اور جب اگارنا اسکی زمین سے تجاوز کریگا
پس آیا اسکو اختیار ہے کہ نہر کا دہانہ کھول کر اپنی زمین سینچے تو بعض نے فرمایا کہ اسکو کھول لینے کا اختیار ہے اور بعض
نے فرمایا کہ نہیں کھول سکتا ہے جب تک پوری نہر اگارنے سے فراغت نہو جاوے کیونکہ اگر اسنے قبل اس کے
کھول لی تو شریکوں سے پہلے اسکو پانی ملجائیگا جو فقط اسی کو ملیگا اور اسی وجہ سے بعضے متاخرین نے فرمایا ہے
کہ اسفل نہر سے اگارنا شروع کیا جاوے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ کے خاص راستہ کے اول سے آخر
تک اصلاح کرنے کی ضرورت پڑی تو اول راستہ کی اصلاح بالاجماع سب اہل کوچہ پر ہوگی پھر جب درست
کرتے ہوئے کسی شخص کے دار تک پہونچیں پس آیا اس سے خرچہ اصلاح دور کیا جائیگا یا نہیں سو اس مسئلہ
کے واسطے کوئی روایت نہیں ہے اور شیخ الاسلام نے اپنی شرح میں فقیہ ابو جعفر سے حکایت کی ہے کہ میں نے
مشائخ رح کی بعض کتب میں دیکھا ہے کہ بالاتفاق اس شخص سے خرچہ دور کیا جائیگا۔ اور اگر نہر عظیم ہو اور

اُسمیں چند گانون آباد ہون جنکو اُس نہر سے پانی ملتا ہو اور ایسی نہر کو فارسی مین کام کہتے ہین پس اہل نہر نے اس نہر کے اُگارنے پر اتفاق کیا اور اُگارتے ہوئے ایک گانون کے نہر کے دہانہ تک پہونچے پس آیا ان لوگون کے ذمہ سے اُگارنے کا خرچہ دور کیا جائیگا سو اس مسئلہ کی بھی کوئی روایت اصل مین نہین ہو اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نوادر مین مذکور ہو کہ ان لوگون سے خرچہ اُگرائی بالاتفاق دور کیا جائیگا اور نہر خاص کے قیاس پر چاہیے کہ اس گانون والون سے خرچہ اُگرائی دور نہ کیا جاوے جب تک کہ اس گانون کی زمین سے بالکل تجاوز نہ کرے یہ محیط مین ہو

کتاب الشرب

اور اسمین پانچ باب ہین

باب اول - شرب کی تفسیر و اسکے رکن و شرط حل و حکم کے بیان مین - شرب کی تفسیر شرعی یہ ہو کہ شرب اُس حصہ پانی کو کہتے ہین جو اراضی کے واسطے ہو نہ غیر اراضی کے واسطے اور رکن شرب پانی ہو اسواسطے کہ شرب کا قیام اسی سے ہو - اور شرب کی شرط حلت یہ ہو کہ شرب کا حصہ دار ہو اور حکم شرب یہ ہو کہ سیرابی حاصل ہو اسلیے کہ حکم شی کا وہ ہوتا ہو جسکے واسطے یہ شی کیجاوے اور زمین کو اسواسطے پانی دیا جاتا ہو کہ سیراب ہو جاوے یہ محیط سرخسی ہو - پانی چند انواع ہین اول بحر کا پانی اور وہ تمام خلق کے واسطے عام ہو چنانچہ اس سے پانی پینے یا زمین سینچنے یا نہرین پانی لیجاوین سبکو حق ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے بحر کے پانی سے نہر کے ذریعہ سے کاٹ کر اپنی زمین مین پانی لیجانا چاہا تو اُسکو ممانعت نہ کیجائیگی - اور بحر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہو جیسے سورج و چاند و ہوا سے نفع لینا پس جس طرح جی چاہے نفع اُٹھاوے اُسکو منع نہ کیا جائیگا دوم بڑے بڑے دریاؤن کا پانی جیسے جیحون و سیحون و دجلہ و فرات و نیل پس ایسے دریاؤن سے لوگون کو علی الاطلاق پانی پینے کا استحقاق ہو اور زمین سینچنے کا حق ہو مثلاً کسی نے زمین موات کو زندہ کیا اور اُسکے سینچنے کے واسطے ان دریاؤن مین سے کسی سے نہر کاٹ کر لیگیا پس اگر عام لوگون کو اس سے ضرر نہ ہو اور نہ وہ نہر کسی کی ملک مین ہو تو اُسکو اختیار ہو اور لوگون کو یہ بھی اختیار ہو کہ اُسپر اپنی پن چکیان و دوالیہ نصب کرین بشرطیکہ عام کو مضرت نہ پہونچتی ہو اور اگر عام لوگون کو اسمین ضرر ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو اسواسطے کہ عام ضرر دفع کرنا واجب ہو اور ضرر پہونچنے کی صورت یہ ہو کہ مثلاً یہ خوف ہو کہ نہر کاٹنے سے پانی اسطرف جھک پڑیگا اور نہر کا کنارہ ٹوٹ جائیگا اور اراضی و دیہات غرق ہو جاوینگے اسی طرح ساقیہ و دوالیہ اس دریا سے کاٹ کر نکالنے مین بھی یہی حکم ہو - سوم وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص مین جاری ہو پس اسمین غیر لوگون کو حق شفعہ حاصل ہو یعنی خود پی سکتے ہین اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتے ہین اور چہارم وہ پانی جو کسی نے اپنے مٹکے وغیرہ کسی ظرف مین بھر کر اپنے احراز مین کر لیا ہو پس ایسے پانی مین سے کسی کو یہ جائز نہین ہو کہ بدون اُسکی اجازت کے کچھ لے لے اور بھر لینے والے کو یہ اختیار ہو کہ اُسکو فروخت کرے کیونکہ احراز سے اُسکا مالک

ہو گیا پس وہ مثل شکار و گھاس کے ہو گیا لیکن ایسے پانی کی چوری میں ہاتھ نہ کاٹا جائیگا کیونکہ یہاں شرکت کا شبہہ ہی جیسے کہ احراز کرنے والے کی عدم موجودگی میں کسی شخص نے یہ پانی چورا یا حالانکہ وہ پورا نصاب ہی یعنی اس پانی کی قیمت اسقدر دو درم ہین جتنے درہمون کی چوری سے ہاتھ کاٹا جاتا ہی تو بھی اُسکا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ اور جو پانی کسی شخص کے کنوئین یا حوض میں ہی اُسمین غیر کو ایک طرح کی شرکت ہی بایطور کہ خود وہ پانی پی سکتا ہی اور اپنے چوپاؤن کو پلا سکتا ہی جیسے کہ اگر کسی شخص نے غیر کے کنوئین یا حوض سے پانی پینے کے واسطے لیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس شخص سے پانی واپس لے اور ایسی صورت پیش آتی ہی کہ شفہ سے پینے اور جانورون کو پلانے سے تمام پانی ٹوٹا جاتا ہی تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق کنوئین یا حوض کا مالک منع نہین کر سکتا ہی اور شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس صورت مین مشائخ کا اختلاف ہی اور اکثرون کے نزدیک اُسکو منع کرنے کا اختیار ہی یہ ذخیرہ میں ہی۔ اور عیون مین لکھا ہی کہ ایک شہر مین اہل اسلام نے شفہ یعنی لوگون کے پینے و چوپاؤن کے پلانے کے واسطے ایک نہر جاری کی پھر بعضے آدمیون نے چاہا کہ نہر مذکور پر اپنی بستان لگاوین پس اگر عام لوگون کی شفہ مین ضرر نہو تو انکو گنجایش ہی اور اگر ضرر ہو تو بستان لگانے والون کو یہ گنجایش نہین ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ ایک قوم کی نہر ہی اور اُسکے پہلو مین غیر شخص کی زمین ہی جسکا شرب اس نہر مین سے نہین ہی تو مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اس نہر مین سے پانی پئے اور اپنے چوپاؤن کو پلاوے اور وضو کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ اس نہر سے اپنی زمین یا درخت یا کھیتی کو پانی دیوے اور نہ یہ اختیار ہی کہ اپنی زمین کے واسطے اس نہر پر دولاب قائم کرے اور اگر یہ چاہا کہ مشک یا برتن کے ذریعہ سے اس نہر سے پانی اُٹھا اُٹھا کر اپنی کھیتی یا درخت کو سینچے تو اسمین مشائخ رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہی اور اصح یہ ہی کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اہل نہر کو اختیار ہی کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ فتاوے قاضی خان وغیرہ مین ہی بعض نے فرمایا کہ زمین والا اس سے منع نہ کیا جائیگا اور یہی اصح ہی یہ ہدایہ و کافی و تبیین و نہایہ مین ہی اور اگر چند لوگون نے چاہا کہ اس نہر سے اپنے چوپاؤن کو پانی پلاوین تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر ایسی حالت مین کہ ان لوگون کے پانی پلانے سے اس نہر کا پانی منقطع و فنا نہو جاوے تو اہل نہر کو یہ اختیار نہین ہی کہ ان لوگون کو منع کرین اور اگر ان لوگون کے پلانے سے پانی منقطع ہو جاوے مثلاً بہت اونٹ ہون تو اہل نہر کو ممانعت کرنے کا اختیار ہوگا اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پانی پلانے سے نہر کا کنارہ ٹوٹ جاوے یا خراب ہو جاوے تو اہل نہر کو منع کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ نہین اسی طرح چشمہ اور وہ حوض جسمین بدون احراز کسی کرنے کے پانی آ گیا ہی وہ بھی بمنزلہ نہر خاص کے ہی۔ اور سقایہ کے پانی سے یعنی جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہی وضو کرنے مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی پس بعضون نے جائز رکھا ہی اور بعضون نے فرمایا کہ اگر پانی بہت ہو تو وضو جائز ہی ورنہ نہین۔ اور اسی طرح جو پانی کہ پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسمین بھی یہی حکم ہی جیسے کہ مشائخ رح نے فرمایا کہ حوض جو پینے کے واسطے رکھا گیا ہو اُسکے پانی سے وضو کرنا جائز نہین ہی اور وضو کرنے والا منع کیا جائیگا اور یہی صحیح ہی۔ اور یہ جائز ہی کہ سقایہ کا پانی اس غرض سے اسمین

ایجاوے کہ اُسکے اہل وعیال ہیں اور کسی کو یہ اختیار نہیں ہی کہ غیر کے نہر یا چشمہ یا کاریز سے اپنی زمین یا کھیتی
کو سینچے خواہ ایسا کرنے پر مضطر ہو یا نہو اور اگر بدون اجازت مالک نہر کے کسی نے نہر کے پانی سے اپنی زمین
یا کھیتی سینچی تو جسقدر اُسنے پانی لیا ہی اُسکا تاوان اُسپر واجب نہوگا لیکن اگر اُسنے کئی بار اس طرح پانی لیا پس
اگر سلطان کی راے میں آوے تو ایسے شخص کو مارنے و قید کرنے کی سزا دے یہ فتاوے قاضیخان
میں ہی۔ اگر نہر خاص یا کسی شخص کے حوض یا کنوئیں میں سے کسی اجنبی نے چاہا کہ وضو یا کپڑے دھونے
کے واسطے گھڑے سے پانی بھرلے تو امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اُسکو یہ اختیار ہی اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہی
یہ ذخیرہ میں ہی۔ اگر کوئی چشمہ یا کنوان یا حوض یا نہر کسی شخص کی ملک کے اندر ہو تو جو شخص اسمین سے پانی
پینا چاہتا ہی صاحب ملک کو اختیار ہی کہ اُسکو اپنی ملک میں آنے سے منع کرے بشرطیکہ اُس شخص کو اس پانی سے
قریب دوسرا ایسا پانی جو کسی کی ملک میں نہیں ہی مل سکتا ہو اسواسطے کہ صاحب ملک اپنی ملک میں دوسرے
کے داخل ہونے سے ضرر اُٹھاتا ہو اور اگر دوسرا شخص جو پیاسا ہی قریب ایسا پانی نپاتا ہو تو صاحب نہر سے
کہا جائیگا کہ یا تو اسکو نہر سے پانی لادے یا اسکو نہر تک جانے دے تاکہ خود پی لے بشرطیکہ نہر کا کنارہ
نہ توڑے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جو پانی اُسکے حوض وغیرہ میں ہی اُسمین اس شخص پیاسے کا حاجت کے
وقت حق متعلق ہوگیا ہی۔ اور بعضے مشائخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب صاحب نہر نے
اسکو اپنی ملک میں کھودا ہو اور اگر زمین موات میں کھودا ہو تو نہر والے کو یہ اختیار نہیں ہی کہ اُس
پیاسے کو منع کرے اسواسطے کہ زمین موات مشترک تھی اور نہر کھودنا حق مشترک کے احیاء کے واسطے
ہی یعنی عشر و خراج کے واسطے پس احیاء سے شفعہ کی شرکت قطع نہوگی اور اگر اُسنے اس شخص کو منع کیا
حالانکہ وہ شخص پیاس کے سبب سے اپنی جان یا اپنے جانور کی جان تلف ہونے کا خوف کرتا ہی تو
اُسکو اختیار ہی کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے اور اگر پانی کسی شخص کے ظروف میں محرز ہو
تو جو شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف کرتا ہی اُسکو یہ اختیار نہیں کہ پانی کے مالک سے منع کرنے کی صورت
میں ہتھیار سے لڑائی کرے ہان بغیر ہتھیار کے لڑائی کر سکتا ہی یہ کافی میں ہی۔ اور یہ حکم اُس صورت میں
ہی کہ پانی کے مالک کے پاس بہت پانی ہو اور اگر بہت نہو تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ پانی اسقدر ہو
کہ دونون کی جان بچا سکتا ہو دوم یہ کہ ایک ہی کی جان بچانے کے واسطے کافی ہو پس اگر دونون کی
جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہیے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے اور اگر فقط ایک کے
واسطے ہو تو مالک کے واسطے چھوڑ دے یہ نہایہ میں ہی۔ اور گھاس میں چند صورتین ہین اول آنکہ
گھاس زمین مباح میں ہو پس اسمین سب لوگ شریک ہین یعنے اسمین سے گھاس چھیل لاوین و چراوین
جیسے بحر کے پانی میں شریک ہوتے ہین دوم یہ کہ کسی شخص کی مملوکہ زمین میں بدون اُگاے ہوے
خود اُگی ہو تو مالک زمین قبل احراز کے یعنی جب تک اُسکو اپنے حرز میں نہ لاوے تب تک کسی کو منع
نہین کر سکتا ہی لیکن اُسکو یہ اختیار ہی کہ لوگون کو گھاس کے لیے اپنی زمین میں داخل ہونے سے منع کرے
اور ہمارے مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جو شخص اس گھاس کو لینا چاہتا ہی۔ اگر اُسمین او مالک

زمین مین جھگڑا ہوا پس اگر گھاس کا طالب اس گھاس سے قریب کسی زمین مباح مین گھاس پا سکتا ہو تو
مالک زمین کو اختیار ہی کہ اسکو منع کرے اور اگر نہ پا سکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو گھاس
دیدے یا اسکو آنے کی اجازت دے تاکہ وہ خود کاٹ لے یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر مالک زمین نے
گھاس اُگائی ہو مثلاً زمین کو جوت کر اسمین پانی دیا ہو تاکہ اُسکے جانوروں کے واسطے گھاس جمے تو
وہ اس گھاس کا زیادہ مستحق ہی یعنے اسی کو ملیگی اور کسی کو یہ اختیار نہوگا کہ بدون اُسکی اجازت کے اسمین
سے کچھ گھاس لے سکے کیونکہ یہ اُسکی کمائی ہی اور کمائی کمانے والے کی ہوتی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر
کوئی شخص اُسکی زمین مین بدون اُسکی اجازت کے داخل ہوا اور گھاس چھیل لی تو اُسکو واپس لینے
کا استحقاق نہوگا خواہ اُسنے سینچی اور اسکی پرداخت کی ہو یا نہ کی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہی اور
اُسکی بیع بھی جائز نہین ہی اور ہمارے مشائخ متاخرین سے مروی ہی کہ اگر مالک زمین نے اُسکو سینچا و
اُسکی پرداخت کی تو اُسکا مالک ہو گیا پس بیع جائز ہی اور اگر اُسکی بلا اجازت کسی نے گھاس چھیل لی تو اسکو
واپس لینے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح چراگاہون کا اجارہ دینا بھی جائز نہین ہی اور اسکے جواز کا حیلہ یہ ہی کہ
مالک زمین سے قطعہ زمین معلومہ اجارہ لے پھر اُسکی گھاس اُسکو مباح ہوگی یہ مضمرات مین ہی۔ پھر واضح
ہو کہ گھاس سے وہ نبات مراد ہی جو ساق دار نہو اور زمین پر منتشر اور پھیلی ہوئی ہو اور جو ساق دار ہو وہ درخت
ہی اسی وجہ سے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خار سپید و سرخ جسکو عربی مین غرقد کہتے ہین درخت کی قسم
سے ہی گھاس نہین ہی حتے کہ اگر کسی کی زمین مین غرقد اُگی اور کسی شخص نے کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار
ہوگا کہ اُس سے واپس لے اور خارہائے سبز نرم جسکو اونٹ کھاتے ہین اُسکے باب مین امام محمد
رحمہ اللہ سے نوادر مین دو روایتین ہین ایک روایت مین اُسکو منجملہ گھاس کے قرار دیا ہی۔ اور دوسری روایت
مین اُسکو منجملہ درخت کے قرار دیا ہی سو یہ اختلاف الروایۃ نہین ہی بلکہ جسکو بمنزلہ گھاس کے قرار دیا ہی
وہ خار سبز وہ ہی جو زمین پر پھیلا ہوا ہو اور اسمین ساق نہو اور جسکو درختون کی قسم قرار دیا ہی وہ ہی جو
ساق دار ہو پس حاصل یہ ہی کہ جو نباتات ساق پر قائم ہو اگر وہ کسی کی زمین پر اُگے تو وہ اُسکی ملک ہوگی
اور لوگون مین مشترک نہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور کاسنے مثل گھاس کے ہین اور قیر و فروزہ و زرنیخ
مثل درخت کے پس اگر کسی نے ان چیزون مین سے کچھ لے لیا تو ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی
اور منتقی مین ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر چراگاہون مین جلانے کے واسطے لکڑی ہو اور
یہ چراگاہین کسی کی ملک ہون تو کسی کو اختیار نہوگا کہ اسمین سے لکڑیان لاوے الا مالک کی اجازت سے
لا سکتا ہی اور اگر اُسکی ملک مین نہون تو لکڑیان لے لینے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اگرچہ یہ لکڑیان یا جس مقام
پر لکڑیان ہین کسی قریہ یا اہل قریہ کی طرف منسوب ہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور کبرے مین ہی کہ اگرچہ یہ لکڑیان
یا مقام جسمین لکڑیان ہین کسی گانوءن یا اُسکے لوگون کی طرف منسوب ہو تاہم یہ لکڑیان لے لینے مین کچھ
مضائقہ نہین ہی جب تک یہ نجانے کہ کسی کی ملک ہی اور یہی حکم زرنیخ و کبریت کا اور اُن پھلون کا ہی
جو چراگاہون و جنگلون مین ہوتے ہین یہ مضمرات مین ہی اور لکڑیان چننے والا فقط لکڑیون کے

سے چننے سے لکڑیوں کا مالک ہو جاتا ہی اسکی احتیاج نہیں رہتی ہو کہ اُنکے بوجھ باندھے اور جمع کرلے تب اُنکی ملک ثابت ہو اور کنوئین سے پانی بھرنے والا فقط ڈول کو بھر لینے سے اُسکا مالک نہیں ہوتا ہی جب تک کہ ڈول کو کنوئین کے مُنھ سے ایک طرف نہ کرلے یہ قنیہ مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی زمین مملحہ ہو یعنے نمک کی جھیل ہو پس اِس پانی مین سے کسی نے لے لیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی جیسے اگر اُسکے حوض مین سے پانی لیتا تو ضمان واجب نہوتی اور اگر یہ پانی جھیل کا نمک ہو گیا تو بھر کسی شخص کو اُسکے لینے کی راہ نہیں ہی اسی طرح اگر نہر پھیلے حتے کہ اُسکی زمین مین ایک گز یا زیادہ گارا مٹی ہو گئی تو کسی کو اس مٹی مین سے مٹی لینے کا اختیار نہیں ہو اور اگر لے لی تو ضامن ہوگا یہ مضمرات مین ہی۔ اور آگ مین شرکت کا بیان اس طرح ہی کہ اگر کسی شخص نے جنگل مین آگ جلائی تو اُسمین کسی کا حق نہیں ہو مگر ہر شخص کو یہ اختیار ہو کہ جہان آگ جلتی ہی وہان سے روشن کرلے اور گرمی سے اپنے کپڑے خشک کرلے اور اُسکی روشنی مین کام کرے لیکن اگر یہ چاہا کہ اُسمین سے کوئی انگار لیجاوے پس اگر آگ کے مالک نے منع کیا تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ آگ کیا ہی لکڑی ہی یا کوئلہ ہی جسکو آگ روشن کرنے والے نے اپنی حرز مین کرلیا ہو پس وہ اُسکی ملک ہی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نفقط نار مین شرکت ثابت رکھی ہی اور نار حرارت کا جوہر ہی نہ لکڑی و کوئلہ پس اگر اُسنے انگارے مین سے تھوڑا سا لیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسقدر ہو کہ اگر آگ کا مالک اُسکو کوئلہ کر ڈالے تو اُسکی کچھ قیمت ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کرلے اور اگر اسقدر کم ہو کہ کوئلہ کر ڈالنے کی صورت مین اُسکی کچھ قیمت نہو تو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہو اور ہر شخص کو اختیار ہو کہ اسقدر خفیف بے قیمت کو بدون اجازت مالک کے بھی لے لے اسواسطے کہ لوگ اسقدر سے عادۃً منع نہیں کرتے ہین اور جو منع کرے وہ متعنت ہو اور ہمنے بیان کر دیا ہو کہ تعنت کرنے والا شرعاً تعنت سے منع کیا گیا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور دوسری جگہ ذکر فرمایا کہ اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو کوئلہ ہو جاوے تو کسی کو اُسمین سے انگار لینے کا اختیار نہیں ہو اسواسطے کہ اُسکی لامحالہ کچھ قیمت ہوگی اور اگر آگ ایسی ہو کہ اگر بجھ جاوے تو راکھ ہو جاوے تو اُسکو اختیار ہو کہ اُسمین سے انگار لے لیے اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ آگ مباح لکڑی سے جلائی ہو مثلاً کھڑا درخت سُلگا دیا جیسا کہ جنگلون مین کرتے ہین بدون اسکے کہ پہلے اُسکو اپنے حرز مین کرکے تب آگ جلائی ہو تو ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ اُسمین سے انگار لیجاوے اگرچہ ایسی صورت ہو کہ درصورت بجھ جانے کے وہ کوئلہ ہو جاوے اور اگر جلانے والے نے لکڑی کو پہلے لینے حرز مین کرکے پھر جلائی ہو حتے کہ لکڑی اُسکی ملک ہو گئی ہو تو اُسمین وہی تفصیل ہی جو ہم نے بیان کی

یہ محیط مین ہی۔

دوسرا باب۔ شرب کی بیع و اُسکے متصلات کے بیان مین

قال المترجم مسیل جس راہ سے پانی کا سیلان ہو یعنے بہے۔ مجری جس راہ سے جاری ہو۔ قال فی الکتاب اگر کسی شخص نے ایک زمین مع دوسری زمین کے شرب کے اجارہ دی تو نہیں جائز ہو اور اگر کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی اور تیرے ہاتھ اسکا شرب فروخت کیا پس آیا شرب کی بیع جائز ہی سو مشائخ رحمہ اللہ نے

اسمین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی اسواسطے کہ شرب بیع مین مقصود ہو گیا ہی اور بعض
نے فرمایا کہ جائز ہی اسواسطے کہ شرب مقصود نہین ہوا بلکہ تابع رہا ہی بدین وجہ کہ اُسنے شرب کا کچھ ثمن نہین بیان
کیا ہے کہ اگر شرب کا ثمن بیان کرتا مثلاً یون کہتا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درم کو فروخت کی
اور یہ اسکا شرب سو درم کو فروخت کیا تو بلاخلاف جائز نہوگی کیونکہ اس صورت مین شرب ہر وجہ سے
مقصود ہو گیا یہ ذخیرہ مین ہی اور بعض مسائل شرب کے کتاب البیوع مین گذر چکے ہین اگر کسی شخص نے
زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحساناً اجارہ مین داخل ہو جائیگا اور اگر زمین خریدی
اور اُسکے شرب یا پانی کی مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل کوئی بیع مین داخل نہوگی اور اگر بیع مین شرب
کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہوگا اور مسیل نہین۔ اور اگر زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکے
واسطے ثابت ہی خرید کیا تو بیع مین شرب و مسیل دونون داخل ہو جاوینگی اسی طرح اگر زمین کو مع
اُسکے مرافق کے خرید کیا تو بھی یہی حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی شخص سے کہا کہ ایک روز تو مجھے اپنی نہر سے
پانی پلا دے کہ مین اپنی نہر سے تجھے ایک روز پانی پلاؤنگا تو یہ جائز نہین ہی اسی طرح اگر پانی پلانے کے مقابلہ
مین کپڑا یا غلام قرار دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر دوسرے نے پانی پلا کر کپڑا یا غلام لے لیا تو واپس کر دے
اور پینے والے پر بمقابلہ اس انتفاع کے کچھ لازم نہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ اور اگر کہا کہ مجھے ایک روز پانی پلا
بعوض اسکے کہ میرا یہ غلام ایک مہینہ تیری خدمت کریگا یا میرے اس جانور پر ایک مہینہ سوار ہونا یا اسی
قبیل سے اور معاوضات مقرر کیے تو یہ سب باطل ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا پانی مع اُسکی مجاری
کے فروخت کیا مگر زمین فروخت نکی اور اس گانون کا رواج یہ ہی کہ پانی پر خراج پڑتا ہی اور پانی مع اُسکی
مجاری کے فروخت کیا جاتا ہی تو بیع جائز ہی اور مشتری پر خراج لازم نہوگا اور اگر بیع مین دونون نے مشتری
پر خراج کی شرط کر لی ہو تو بیع فاسد ہونا چاہیے اور اگر شرط نہ کی ہو تو خراج بائع پر بحالہ باقی رہیگا اور
خراج مین ہم عرف کا اعتبار نہین کرتے ہین اسواسطے کہ خراج کے معاملہ مین امام کی طرف سے ایسا حکم
ہی پس عرف سے اسکا توڑنا ممکن نہین ہی۔ ایک شخص نے بدون زمین کے شرب خرید کیا اور اُسپر قبضہ
کر کے اپنی زمین کے ساتھ فروخت کیا تو شرب کی بیع جائز نہین ہی الا اُس صورت مین کہ بائع اول
جائز رکھے کیونکہ مشتری خالی شرب کو خرید کر قبضہ کرنے سے اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ بیع کسی شئی موجود
پر واقع نہین ہوئی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اُسنے زمین و شرب کو فروخت کیا تو بیع جائز ہی اگرچہ بیع کے
وقت پانی منقطع ہو اسواسطے کہ بیع اُسپر واقع ہوئی ہی جو وقتاً فوقتاً حادث ہوتا جائیگا پس مسئلہ مذکورہ
مین بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ شرب بائع اول کی ملک مین باقی ہی اور بعض نے فرمایا کہ بدون
زمین کے فقط شرب کی بیع کا حکم بیع فاسد کے مثل ہی پس جب اُسنے قبضہ کر کے شرب کو فروخت کیا تو جائز
ہونا واجب ہی اور یہی صحیح ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی دونون مین سے
ایک شخص نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو مین ہی فروخت کی اور نہر کے اُسطرف ایک راستہ ہی اور
بعینہا مدین زمین مبیعہ کی جانب نہر کی حد مین راستہ بیان کیا تو شیخ ابو نصر رح نے فرمایا کہ نہر بیع مین

داخل نہو گی اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ داخل ہو گی اور اسی پر فتوے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
اور اگر شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اُسکو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کرکے اُسکو آزاد کر دیا
تو عتق جائز ہے اور غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر باندی ہو اور اُس سے وطی کر لی اور وہ حاملہ ہوگئی
تو باندی مذکورہ اُسکی ام ولد ہو جاویگی اور اُسپر اُسکی قیمت و عقر لازم ہوگا اور کتاب البیوع کی روایت کے
موافق عقر لازم نہوگا اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر ایک زمین کو دوسری زمین کے شرب
کے ساتھ فروخت کیا تو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی فتاوے قاضی خان اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہین ہے
یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ شرب جب زمین کے ساتھ فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ
ہوگا یہ معراج الدرایہ مین ہے۔ فتاوی فضلی رحمہ اللہ مین ہے کہ ایک شخص کے پاس دو قطعہ باغ انگور ہین اُسنے ایک قطعہ
ایک شخص کے ہاتھ اور دوسرا دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور دونون قطعون کا مجری ایک ہے پھر
قطعہ اعلیٰ کے مشتری نے نیچے کے قطعہ کے خریدار کو اس مجری سے روکا پس یہ مسئلہ فتاوے مذکور مین
ذکر کیا مگر جواب ذکر نہ کیا اور درحقیقت اس مسئلہ مین دو صورتین ہین یا تو دونون قطعون کا مالک ایک ہی
شخص ہوگا یا مختلف ہونگے پس اگر ہر دو قطعات کے مالک مختلف ہون پس اگر شرب کو بیع مین ذکر نہ کیا نہ صریحاً
نہ دلالۃً تو شرب بیع مین داخل نہوگا اور اگر ذکر کیا ہو خواہ صریحاً خواہ دلالۃً تو ہر مشتری کو اپنے قطعہ مین پانی
جاری کرنے کا استحقاق ہوگا اور ہر مشتری اپنے بائع کا قائم مقام ہوگا اور اسمین تاخر و تقدم کا کچھ اعتبار
نہوگا اور اگر مالک ایک ہی شخص ہو پس اگر شرب کو بیع مین ذکر نہ کیا نہ صریحاً نہ دلالۃً تو شرب بیع مین داخل
نہوگا اور اگر ذکر کیا پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعہ کے واسطے پانی جاری کرنے
کا استحقاق نہوگا لیکن اگر بائع نے قطعہ بالا فروخت کرنے کے وقت یہ شرط کر لی ہو کہ میرے واسطے اس
مجری سے اپنے قطعہ زیرین مین پانی لیجانے کا استحقاق ہوگا تو استحقاق باقی رہیگا اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے
فروخت کیا ہو تو دونون قطعہ کے خریدارون کو اپنے اپنے قطعہ مین پانی جاری کرنے کا استحقاق ہوگا
یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص کے دو مکان ہین اُنمین سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے کی مکان کی
چھت پر ہو کر بہتا ہے پس جس مکان کی چھت پر پانی بہتا ہے اُسکو مالک نے ایک شخص کے ہاتھ مع ہر حق
کے جو اُسکو ثابت ہے فروخت کیا پھر دوسرا مکان دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کیا پھر مشتری اول نے
چاہا کہ دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اُسکے چھت کے پانی بہانے سے منع کرے تو اُسکو یہ اختیار ہے
لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے مشتری اول سے یہ شرط کر لی ہو کہ جو مکان مین نے نہین فروخت کیا
ہے اُسکے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کی چھت پر ہو کر رہیگا تو اس صورت مین منع نہین کر سکتا ہے نوازل
مین ہے کہ دو دوار باہم متلاصق ہین اُنمین سے ایک کی عمارت بنی ہوئی ہے اور دوسرا خراب ہے پس اُسنے
خراب کو فروخت کیا اور بنے ہوئے مکان کے پرنالہ کی گرنے کی جگہ اور اُسکے برف کے ڈالنے کی جگہ
اسی خراب کھنڈل کے مکان مین ہے اور مشتری اسپر راضی ہو گیا تھا پھر اُسنے ممانعت کرنی چاہی تو اُسکو
ممانعت کا اختیار ہے لیکن اگر بائع نے وقت فروخت کے اپنے واسطے پانی کی مسیل و برف ڈالنے کا حق

استثنار کر لیا ہو تو پانی کی مسیل کا استثنار جائز ہی مگر برف ڈالنے کا استثنا نہین جائز ہی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ اگر اُسکے مکان کا پرنالہ اس دار مین ہو اور اُسکے چھت کی مسیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم ہو گیا کہ
یہ قدیم ہی تو اُسکی مسیل اپنے حال پر رہیگی اگرچہ شرط نہ کر لی ہو اسی طرح اگر اُسکے چھتون کی مسیل دوسرے شخص
کے دار کی طرف ہو اور اُسطرف اُسکا قدیمی پرنالہ ہو تو مالک دار کو یہ اختیار نہو گا کہ اُسکو منع کرے
اور فتوے فقیہ ابو اللیث رح کے قول پر ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی - نوازل مین ہی کہ ایک شخص کی چھت کا
پانی اُسکے پڑوسی کی چھت پر باستحقاق بہتا تھا پھر پڑوسی کی چھت گر پڑی تو اُسکی درستی کرنا یعنی بنانا
پڑوسی کے ذمہ ہی اور وہ اُسکے بنانے پر مجبور نکیا جائیگا جیسا کہ علو اور سفل مین ہوتا ہی اور جسکو پانی بہانے
کا استحقاق تھا اُس سے کہا جائیگا کہ پڑوسی کی چھت پر جس جگہ سے پانی جاری ہوتا تھا وہان ایک ناوق
رکھ لے تاکہ پانی اُسکی راہ سے بہکر گرے نکسی جگہ پر گرے یہ خلاصہ مین ہی - اور بقالی مین ہی کہ ایک شخص نے
اپنی زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کی قدر کفایت پانی ملیگا وہ سب نہ ملیگا جو بائع
کے لیے تھا یہ ذخیرہ مین ہی - ایک شخص کی زمین ہی اور اس زمین مین نہر خاص ہی - پس اُسنے نہر مذکور
کسی شخص کے ہاتھ فروخت کی تو اصل مین مذکور ہی کہ بدون ذکر کے نہر کا حریم مثل راستہ کے بیع مین داخل
نہو گا پھر اگر مشتری نے چاہا کہ اس زمین مین ہو کر اپنے اطراف نہر پر اصلاح کرنے کے واسطے جاوے
تو بدون رضامندی مالک زمین کے نہین جا سکتا ہی ہان بیچ نہر مین ہو کر جاوے اور اگر نہر عامہ کے کنارے
کسی شخص کی زمین ہو تو عامہ کو اس زمین مین ہو کر نہر پر پانی پینے پلانے اور جنگل کی اصلاح کے واسطے
جانے کا اختیار ہی مالک زمین اُنکو منع نہین کر سکتا ہی بشرطیکہ عامہ کے واسطے اس زمین کے سوا سے دوسرا
راستہ نہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی - ایک زمین مین ایک کنوان ہی اور زمین و کنوان دونون دو شخصون مین
مشترک ہین پھر ایک نے اپنے کنوئین کا حصہ مع اُسکے راستہ کے جو زمین مین ہو کر ہی فروخت کیا اور اپنا
حصہ زمین فروخت نہ کیا تو یہ جائز نہین ہی کیونکہ اُسنے قطعہ معلومہ مین سے اپنا حصہ ایسے مقام سے جو اُسکے
اور اُسکے شریک کے درمیان مشترک ہی فروخت کیا پس بدون اجازت اُسکے شریک کے جائز نہو گا
جیسا کہ مشائخ نے دو شخصون کے درمیان مشترک دار مین فرمایا کہ اگر ایک نے اپنے حصہ کو بیت معین
مین سے فروخت کیا تو بدون رضامندی شریک کے نہین جائز ہی پس ایسا ہی اس مقام پر ہی اور اصل
مین یہ مسئلہ اسی طرح مذکور ہی اور یہ تفصیل نہین فرمائی کہ کنوئین اور راستہ دونون کی بیع ناجائز ہی یا فقط راستہ
کی بیع جائز نہین ہی پس بعضے مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ بالاجماع کنوئین کی بیع جائز اور راستہ
کی بیع ناجائز ہی اور شیخ الاسلام نے شرح مین کہا کہ یہی قول اصح ہی یہ محیط مین ہی - اور اگر نصف کنوان بغیر
راستہ کے فروخت کیا تو جائز ہی اور مشتری کے واسطے زمین سے ہو کر راستہ نہو گا اور اگر اُسنے کنوئین و
زمین دونون مین سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین مین اُسکا حصہ آدھا ہی تو پوری بیع جائز ہی اسواسطے
کہ مبیع معلوم ہی اور مشتری بائع کے قائم مقام ہو جائیگا اور اس بیع کے صحیح ہونے مین شریک کا کچھ ضرر
نہین ہی یہ مبسوط مین ہی اور شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مشتری نے پانی کا وہ حصہ خریدا جسکو اُسکا

مالک اپنے شریکون کے ساتھ گانون کے نیچے کی طرف لیجاتا تھا حالانکہ خریدار کی زمینین گانون کے اوپر کیطرف ہین اور انہین ضرر ہے تو فرمایا کہ اگر بائع نے بیع اُسکی مجاری کے فروخت کیا ہو تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ اپنی زمین جسکا شرب اس نہر مین سے ہے سینچے لیکن مشتری کو بائع کی نوبت کے روز پانی لینے کا اختیار دیا جائیگا اور باقی شریکون کے پانی لینے کی حاجت کے واسطے نہر بھری ہوئی رہیگی یہ حاوی مین ہے

تیسرا باب۔ اُن چیزون کے احکام مین جنکو انسان نئی بناوے اور جنسے منع کیا جائیگا اور جنسے نہین منع کیا جائیگا اور جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہین ہے۔ واضح ہو کہ نہرین تین طرح کی ہین ایک نہر عام جو کسی کی مملوک نہو جیسے فرات و جیحون دوم نہر عام جو عام لوگون کی مملوک ہو جیسے نہر مرو و بلخ سوم نہر خاص جو خاص جماعت کی مملوک ہو پس جو نہر عامہ کسی کی مملوک نہو اُسمین سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ نہر کھود کر اپنی زمین مین لیجاوے بشرطیکہ دریاے مذکور کو ضرر نہ پہونچتا ہو اور اگر ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے اسواسطے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بنسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولے ہے اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر عظیم مین سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے یا کوہ بڑھاوے پس اگر عام لوگون کو مضر ہو تو نہین جائز ہے اور اگر اُنکو مضر نہو تو جائز ہے۔ ایک شخص نے نہر عظیم کے بہاؤ پر اپنی زمین مین ایک پن چکی قائم کی اور کسی کو اس سے ضرر نہین پہونچتا ہے مگر اُسکے بعض پڑوسیون نے منع کرنا چاہا تو اُنکو یہ اختیار نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور نہر مملوک جسکا پانی بٹائی مین آچکا ہے نکی شرکت عام ہے اور شرکت عام کے یہ معنی ہین کہ اُسمین سو یا زیادہ شریک ہین تو اُسکا حکم یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اُسمین سے نہر کھود کر اپنی زمین موات مین جسکو اُسنے زندہ کیا ہے لیجاوے تو وہ اس سے منع کیا جائیگا خواہ یہ امر اہل نہر کے واسطے مضر ہو یا نہو اور جو نہر مملوک کہ اُسکا پانی بٹائی مین آچکا ہے مگر اُسمین شرکت خاصہ ہے اور شرکت خاص کے معنی یہ ہین کہ اُسمین سو سے کم شریک ہون تو اُسکا بھی یہی حکم ہے جو ہمنے نہر مشترک عامہ مین بیان کیا ہے کہ اگر اُسمین سے نہر کاٹ کر کوئی شریک اپنی زندہ کی ہوئی زمین مین لیجاوے تو منع کیا جائیگا خواہ اہل نہر کو مضر ہو یا نہو۔ اور اگر اہل نہر نے چاہا کہ نیچے والے لوگون کی طرف پانی جانے سے روک دین پس اگر پانی بکثرت ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے اور بند نہ کیا جاوے تو ہر شخص کو اپنا حصہ شرب بخوبی پہونچ جاوے تو اوپر والون کو بند کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر نہر مین پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے بدون نہر بند کیے اپنا حق شرب نہین پاسکتے ہین تو اسمین دو صورتین ہین کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جاوے تو نیچے والون کو اُس سے بالکل انتفاع حاصل نہو سکے نہر ہی اس پانی کو چوس جاوے تو اوپر والون کو روکنے و بند کرنے کا استحقاق ہوگا اور اگر اتنا پانی ہو کہ درصورت نہر کے چھوڑ دینے کے نیچے والے بھی انتفاع حاصل کرین تو اوپر والے بند نہین کر سکتے ہین بلکہ پہلے یہی کیا جائیگا کہ نہر چھوڑ کر نیچے والے سیراب کیے جاوینگے پھر اُسکے بعد اوپر والون کو اختیار ہوگا کہ نہر کو بند کر لین تاکہ پانی اُنکی اراضی پر چڑھ جاوے اور امام خواہرزادہ نے فرمایا کہ اس صورت مین ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے استحسان کیا ہے کہ درصورتیکہ نیچے والے نہر بند کیے جانے سے انکار کرین تو امام المسلمین دن تقسیم کردیگا پھر اوپر والے اپنے باری کے دنون مین جو چاہین کرین تاکہ نیچے والون سے ضرر دور رہے اور واضح ہو کہ جس

صورت مین اوپر والون کے واسطے نہر بند کرنا روا ہی آئین اُنکے واسطے ہی روا ہی کہ نہر کو مثل لوح وغیرہ کسی چیز سے بند کرین اور یہ روا نہین ہی کہ مٹی سے بند کرین یہ محیط مین ہی- اور اگر باہم سب اسپر راضی ہوے کہ اہل نہر اُسکو یہان تک بند کرلین کہ اُنکی اراضی سیراب ہوجاوین تو جائز ہی اور اگر باہم اس طرح صلح کی کہ ہر شخص اپنی باری کے روز نہر کو بند کرلے تو بھی جائز ہی اسوجہ سے کہ نہر مین کبھی پانی اسقدر قلیل ہوتا ہی کہ ہر شخص کو سینچنے کے واسطے بند کرنے کی ضرورت ہوتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی- اور جو پانی پہاڑ سے گرتا ہی اور جنگل مین روان ہوتا ہی اُسمین اختلاف ہی بعض نے فرمایا کہ اوپر والون کو اختیار ہی کہ اس پانی کو بند کرلین اور نیچے والون کی طرف جانے سے روک دین لیکن اُنکو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنی حاجت سے زائد بقصد ضرر رسانی اہل زیرین کے پانی کو روکین اور اسی کو امام سرخسی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اختیار کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ جب وہ پانی جنگل مین آگیا تو مثل نہر مشترک کے ہوگیا تو اُسکا حکم وہی ہوگا جو نہر مشترک مین کور ہوا ہی ہان اگر کوئی بہیا پہاڑ سے نیچے آئی اور جنگل کے روے زمین پر پھیل گئی تو اُس پانی پر جسکا ہاتھ پہلے پڑا اُسی کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی- اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اور اُسپر اُنکی اراضی ہون اور قوم مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اس نہر مین سے کاٹ کر ایک نہر اپنی ایک زمین مین جسکا شرب اُس نہر سے تھا یا ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہ تھا لیجاوے تو بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہین ہی- پس ایسی زمین مین جسکا شرب اس نہر سے نہین ہی کاٹ لیجانے کی صورت کا اسوجہ سے اختیار نہین ہی کہ وہ شریکون کی بہ نسبت زیادہ پانی لینا چاہتا ہی اور اسوجہ سے کہ وہ مشترک کنارہ کہ نہر کو توڑنا چاہتا ہی اور جس صورت مین کہ ایسی زمین مین لیجانا چاہے جسکا شرب اسی نہر سے ہی تو عدم جواز کی یہ وجہ ہی کہ وہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہی- اسی طرح اگر ایک نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بدون رضامندی شریکون کے اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر وہ جگہ جہان پن چکی قائم کرنا چاہتا ہی اُسکی ملک ہو مثلاً نہر کے دونون کنارے یا بطن نہر اُسکی ملک ہو اور اُسکے غیرون کو پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر پن چکی قائم کرنے مین پانی کے اجرا مین ضرر ہوتا ہی تو وہ شخص منع کیا جائیگا اور اگر ضرر نہوتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر نہر مذکور پر دالیہ یا سانیہ قائم کرنا چاہے تو اُسکا بھی وہی حکم ہی جو ہمنے پن چکی کی صورت مین بیان کیا ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر نہر خاص پر ہر ایک کا بندان ہو تو کسی کو یہ اختیار نہین ہی کہ اپنا کوہ بڑھا لے اگرچہ اہل نہر کے حق مین مضر نہو اور اگر نہر اعظم مین کوہ ہو پھر اُسنے اپنی ملک مین ایک یا دو دہانے بڑھا لیے حالانکہ اس سے اہل نہر کو کچھ ضرر نہین ہی تو اُسکو اختیار ہی یہ کافی مین ہی- اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک قوم کی نہر خاص ہی اُسمین نہر اعظم سے پانی آتا ہی اور قوم مین سے ہر ایک کا اس نہر مین معین کوہ ہی پھر ایک نے چاہا کہ اپنا کوہ بند کرکے دوسرا کھول لے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی- اور اگر ایک شخص کی نہر خاص ہو جسمین وادی کبیر سے پانی آتا ہو جیسے فرات و دجلہ و سیحان و جیحان اور یہ نہر خاص اُسکی خاص ایک زمین کے سینچنے کے واسطے ہی اُسمین اُسکا شریک نہین ہی اور وادی کبیر پر اور نہرین واقع ہین پھر شخص مذکور نے اپنی اُس زمین کو خفیف سمجھکر چاہا کہ اپنی نہر کا پانی اپنی دوسری

زمین کی طرف لیجاوے تو کتاب مین فرمایا کہ اگر یہ امر اُسنے پانی کی بڑھاو کی حالت مین کیا اور وادی کا پانی
بہت کثرت سے ہی کہ نہرون والے اس پانی کے جو یہ شخص لیے جاتا ہی محتاج نہین ہین اور اُنکو مضر نہین ہی
تو اس نہر والے کو اختیار ہوگا کہ پانی جہان چاہے لیجاوے اور اگر وادی کے نہرون والون کو ضرر
پہونچتا ہو اور وہ لوگ اس پانی کے محتاج ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس زمین کے سواے دوسری
زمین کی طرف پانی لیجاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کا کوہ ایک قوم کی
مشترک نہر مین ہو پھر اُسنے چاہا کہ اُسکو پست کر دے اور زمین اُگار دے تاکہ پست ہوکر پانی زیادہ
بھرے تو کتاب مین مذکور ہی کہ اُسکو یہ اختیار ہی اسواسطے کہ وہ اس اُگارنے مین اپنی ملک مین یعنی کوہ مین
تصرف کرتا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی رحمہ اللہ تعالے سے روایت ہی کہ یہ حکم اُسوقت ہی کہ جب یہ معلوم
ہو کہ یہ کوہ پست تھا اور ریت آجانے سے پٹ کر بلند ہو گیا تھا پس وہ اُگارنے کو پست کرنے مین یہ چاہتا
ہی کہ اُسکو حالت سابقہ پر لاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ یہ کوہ ایسا ہی بلند بنا ہوا تھا اور اب اُسکو پست کرنا چاہتا ہی
تو اس سے منع کیا جائیگا کیونکہ وہ اس فعل سے یہ چاہتا ہی کہ زیادہ پانی لے یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ایک
شخص نے چاہا کہ اپنا کوہ جو پست ہی اُسکو بلند کرے تاکہ اُسکی زمین مین پانی کم آوے تو اُسکو یہ اختیار
ہی اور بنابر قول ہمارے شیخ امام کے یہ حکم اُسوقت ہی کہ وہ بلند کرنے سے یہ چاہتا ہو کہ جیسا در اصل
تھا ویسا کر دے اور اگر یہ چاہتا ہو کہ جس حالت پر اصل مین تھا اُس سے متغیر کر دے تو منع کیا جائیگا اور
شیخ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ وہ کسی حال مین منع نہ کیا جائیگا یہ مبسوط
مین ہی۔ اور اگر شریکون مین سے ایک شخص نے اپنا کوہ چوڑا کرنا چاہا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی فرمایا کہ اسوجہ
سے کہ اُنہین اسکے حق سے زائد پانی جائیگا پس اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر نیچا ؤ نہر کا اُگارنا چاہا تو جائز ہی
اور اگر نہر کا چوڑاؤ زیادہ کرنا چاہا تو نہین جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت
ہی کہ امام ابو یوسف رحمہ سے پوچھا گیا کہ نہر مرو جو ایک بڑی نہر ہی اور مرو مین اہل مرو کے اس نہر مین
حصص کے کوسے ہین اور وہ معروف ہین پھر ایک شخص نے ایک نہین موات کو زندہ کیا اور اُسکا شرب
اس نہر سے نہین ہی پس اُس شخص نے مرو کے اوپر سے ایسی جگہ سے جسکا کوئی مالک نہین ہی ایک نہر
کھودی اور اس نہر عظیم سے اُسمین پانی پہونچایا تو فرمایا کہ اگر یہ نہر جو اُسنے نئی تیار کی ہی اہل مرو کے
پانی کے حق مین کھلا ہوا ضرر پہونچتی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور وہ اس بات سے منع کیا جائیگا سلطان
اُسکو منع کر دے اور اسی طرح ہر شخص اُسکو منع کر سکتا ہی اسواسطے کہ نہر عظیم کا پانی حق عامہ ہی اور عوام
مین سے ہر شخص کو اختیار ہی کہ اپنی ذات سے ضرر دفع کرے اور اگر یہ امر اہل مرو کے حق مین مضر نہو تو
اُسکو ایسا کرنے کا اختیار ہی منع نہ کیا جائیگا۔ اسواسطے کہ وادی عظیم مین جو پانی ہی وہ اصلی اباحت پر
رہیگا اور جب تک تقسیم مین داخل نہو تب تک کسی کا حق نہوگا اسی واسطے مسئلہ کو اس طرح مفروض کیا کہ اُسنے
مرو کے اوپر سے نہر کھودی ہی اور اگر اُن لوگون کے حق مین مضر ہو تو ہر شخص اس بات سے منع کیا گیا
ہی کہ دوسرے کو ضرر نہ پہونچاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک

قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پس اُسنے چاہا کہ اُسپر پل باندھکر اُسکو مضبوط کرے تو اسکو اختیار ہی اور اگر اُسپر پل بندھا ہوا ہو مضبوطی ہو پس اُسنے چاہا کہ کسی سبب سے یا بلا سبب اُسکو توڑ دے پس اگر اُسکے توڑنے سے اُنمین پانی زیادہ نہ آتا ہو تو اُسکو اختیار ہی کیونکہ وہ اپنی خالص ملک کی عمارت دور کرتا ہی اور اگر اس سے پانی زیادہ آتا ہو تو بوجہ حق شرکا کے اُسکو ممانعت کیجائیگی یہ کافی مین ہے۔ اور شیخ سے دریافت کیا کہ دو شخصون کی مشترک نہر جسکو نہر عظیم سے پانچ کوہ ایک قوم مین مشترک ہر ایک کی ایک نہر جنمین سے بعض کے دو دو بعض کے تین کوے ہین پس نیچے والون نے اوپر والون سے کہا کہ تم لوگ اپنے حق سے زیادہ پانی لیتے ہو اسواسطے کہ پانی کے چڑھاؤ اور کثرت کی وجہ سے تمھارے دہانون مین پانی زیادہ جاتا ہی اور ہمارے یہان تک جسقدر پانی پہونچتا ہی وہ تھوڑا اور نیچا کو ہوتا ہی پس ہم چاہتے ہین کہ تم لوگ بھی اُسیقدر بکمی کرلو اور ہم تمھارے سینچنے کیواسطے چند ایام معلومہ مقرر کردین کہ اُن دنون ہم اپنے کوے بند رکھا کرین اور تم ہمارے واسطے اسی طرح ایام معلومہ مقرر کردو کہ ان دنون تم اپنے کوے بند رکھا کرو تو فرمایا کہ اُنکو یہ اختیار نہین ہو اور جسطرح چلا آتا ہی اُسی حال پر چھوڑا جائیگا کیونکہ ایکبارہ اسکی تقسیم ہوچکی پس بعض کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری تقسیم کی درخواست کرے پھر اصل یہ ہی کہ جو امر قدیمی پایا جاتا ہو وہ اُسیطرح چھوڑدیا جائیگا اور اُسمین تغیر بدون کسی حجت کے نکیا جائیگا۔ اسیطرح اگر نیچے والے لوگون نے کہا کہ ہم چاہتے ہین کہ نہر کا دہانہ چوڑا کردین اور اُسمین زیادہ کوے بناوین اور اوپر والون نے کہا کہ اگر تم لوگون نے ایسا کیا تو پانی کی کثرت ہوجائیگی حتے کہ ہماری زمین مین سیلان ہوگا اور ہماری اراضی نمناک ہوجاویگی تو بھی نیچے والون کو کوئی نئی بات پیدا کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر اُنمین سے کسی شخص نے ہر روز کے حساب کوئی کوہ بعوض کسی قدر معاوضہ کے فروخت کیا یا اجارہ پر دیا تو نہین جائز ہی یہ مبسوط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی تجاوز کرکے اُسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا پس اگر اُسنے پانی اسطور سے جاری کردیا تھا کہ پانی اسکی زمین مین نہین ٹھہرتا تھا بلکہ جاکر پڑوسی کی زمین مین قرار پکڑتا تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین ٹھہر کر وہان سے کچھ دیر بعد تجاوز کرکے پڑوسی کی زمین مین جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اُس سے کہدیا ہو کہ درمیان مین مضبوطی و بندش کرلے تاکہ میری زمین مین پانی نہ آنے پاوے مگر اسنے بندش نہ کی تو استحسانًا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پیشتر نہین کہا تھا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین اُونچائی پر ہوا اور پڑوسی کی نچائی مین ہو اور وہ جانتا ہی کہ اگر مین نے اپنی زمین مین پانی دیا تو پڑوسی کی زمین مین تجاوز کرجائیگا تو ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ درمیان مین بندان باندھ لے تاکہ پانی تجاوز نہ کرے اور جب تک بندان نہ باندھے تب تک اُسکو سینچنے سے ممانعت کیجائیگی اور اگر اُسکی زمین اُونچائی پر نہو تو منع نہ کیا جائیگا اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عامہ کتب مین یون مذکور ہی کہ اگر اُسنے غیر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن ہوگا اور اگر معتاد سینچنا سینچا تو ضامن نہوگا اور اگر اسکی زمین مین سوراخ و چھید ہون پس اگر اُسنے چھیدون کو جانکر نہ بند کیا ہو یہان تک کہ پڑوسی کی زمین خراب ہوگئی تو ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اگر کسی شخص نے بغیر حق زمین کو سینچا یا اپنی باری کے سوائے دوسرے وقت مین سینچا یا اپنے حق سے زیادہ سینچا یا نہر مین نہر کی برداشت سے زیادہ

پانی جاری کردیا یا پانی کو کسی نہر یا موضع کیطرف روان کردیا جہان روان کرنے کا استحقاق اسکو نہین ہے یا ایسی صورت
مین نہر کو بند کردیا جسمین اسکو بند کرنے کا استحقاق نہین ہے اور پانی چڑھ آیا اور نہر کے کنارے سے بہنا شروع ہوا
یا اسنے نہر کا کنارہ خراب کردیا یہانتک کہ پانی نہر کے کنارہ سے بہنا شروع ہوا اور اسنے کسی شخص کی کھیتی کو خراب کردیا
تو ان سب صورتون مین یہ شخص ضامن ہوگا کہ اسنے تعدی کی ہے یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین کو سینچا اور پھر دیا
پھر اسکا پانی دوسرے شخص کی زمین مین تجاوز کر گیا اور اسکو غرق کردیا یا وہ نمناک ہوگئی تو اسپر ضمان واجب نہوگی اور فقیہ ابو جعفر
رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ اسنے معتاد سینچنا سینچا ہو کہ لوگ عادت کے موافق ایسا سینچتے ہون اور اگر اسنے غیر معتاد سینچا
ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اسکی زمین مین جوہے کے بل ہون کہ وہ پڑوسی کی زمین تک تجاوز کر گئے ہون پس ان سوراخون
کی راہ سے پانی گیا اور اسکی زمین غرق ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس شخص کو جوہون کے بل سے آگاہی نہ تھی تو ضامن نہوگا
کیونکہ اسنے تعدی نہین کی ہے اور اگر جانتا تھا تو ضامن ہوگا کیونکہ اسنے تعدی کی اور یہی قیاس پر مشایخ نے فرمایا کہ اگر کسی نے
نہر کا دہانہ کھولا اور نہر مین سے پانی بہکر اسکے پڑوسی کی زمین مین پہونچا اور وہ غرق ہوگئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر اسنے نہر مین اسقدر
پانی روان کیا جسقدر عرف وعادت کے موافق ایسی نہر مین جاری کیا جاتا ہے تو ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی روان کردیا
جسقدر ایسی نہر مین عرف وعادت کے موافق نہین روان کیا جاتا ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے
اپنی زمین مین گھانس یا کٹے ہوے ٹھٹھے جلائے پھر آگ دائین بائین چھٹک گئی اور اسنے کسی غیر کے مال مین سے کچھ
جلادیا تو یہ شخص ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ اس سبب کے برانگیختہ کرنے مین متعدی وظالم نہین ہے اسواسطے کہ ہر شخص کو
اختیار ہے کہ اپنی ملک مین مطلقاً آگ جلاوے اور اپنی ملک مین مالک کا تصرف کرنا بشرط السلامت مقید نہین ہوتا ہے
اور ہمارے بعضے مشایخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب آگ جلانے کے وقت ہوا بند ہو اور اگر ایسے وقت آگ جلائی
کہ ایسی ہوا چل رہی تھی کہ جانتا تھا کہ ہوا اس آگ کو غیر کی ملک مین اڑا لیجائیگی تو یہ شخص ضامن ہوگا بمنزلہ اس صورت
کے کہ اسنے غیر کی ملک مین آگ جلائی کہ اس صورت مین ضامن ہوتا ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے اپنے
پرنالہ مین کوئی چیز بہائی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ پرنالہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہے پس یہ چیز جو اسنے بہائی ہے اس شخص
کے کپڑون پر پڑی تو جسنے بہائی ہے وہ ضامن ہوگا اگرچہ اسنے اپنی ملک مین بہائی ہے یہ مبسوط مین ہے لہذا نوازل مین
ہے کہ ایک نہر ایک قوم کی زمین مین جاری ہے پھر وہ نہر شق ہوگئی اور قوم کی بعض زمین خراب کردی تو زمین کے مالکون
کو اختیار ہے کہ اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کرین کہ نہر کی عمارت درست کرو اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہین
کرسکتے ہین یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک شخص نے پن چکی کی نہر مین ایک بکری مردار ڈال دی پھر پانی اسکو
طاحونہ مین بہا لیگیا پس اگر نہر کو اگارنے کی احتیاج نہ پڑے تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اگارنے کی احتیاج
پڑے تو وہ ضامن ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ اسی وجہ سے نہر خراب ہوگئی ہے اور واضح ہو کہ دو صورت پہلی
نہر اگارنے کی احتیاج نہین پڑی ہے مردار بکری ڈالنے والے کو متعدی نہین قرار دیا اسواسطے کہ یہ اسکی
قوت کی تسبیل ہے اور چاہیے کہ یون کہا جاوے کہ جیسے اسنے بکری مردار ڈالی ہے ویسے ہی پانی مین بیٹھ
گئی اور ٹھہری پھر بہائی تو ہر حال مین اسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ وکبرے مین ہے۔ ایک شخص
نے اپنی زمین سینچی اور پھر پانی کو نہر مین برداشت رہنے دیا یہانتک کہ اسکی زمین سے آگے تجاوز کرگیا

اور حال یہ تھا کہ پیچے کی طرف نہر مین کسی شخص نے مٹی ڈالدی ہو پس پانی رک کر ایک طرف کو جھکا اور کنارہ توڑکر پانی تجاوز کر گیا اور ایک شخص کی رُوئی کا کھیت خراب کر دیا تو ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے نہر مین مٹی ڈالدی ہے۔ اور جسنے نہر مین پانی چھوڑ دیا ہے اُسپر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ نہر مین اُسکا حق ہو یہ خلاصہ مین ہے ایک شخص کی نہر ایک شخص کے دار کے قریب ہے پس اُسنے نہر مین پانی جاری کیا اور پانی ایک بل مین ہوکر پڑوسی کے گھر مین داخل ہوگیا تو مشائخ رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اگر اُسنے اسقدر پانی جاری کیا جسکو نہر برداشت کر سکتی ہے اور بل چھپا ہوا تھا اور اگر بل ہوتا تو پڑوسی کے گھر مین پانی نجاتا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اسقدر پانی ہوا یا جسکو نہر برداشت نہین کر سکتی ہے اور پانی تجاوز کر کے اُسکے پڑوسی کے دار مین چلا گیا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر بل ظاہر ہوا ور وہ جانتا ہو کہ پانی تجاوز کر کے اس بل سے پڑوسی کے گھر مین چلا جائیگا تو ضامن ہوگا۔ یہ فتاوے قاضی خان مین لکھا ہے۔ ایک شخص نے اپنا درخت جو نہر کے کنارے لگا ہو قلع کیا اور مٹی نہر مین گری اور اُسکو بند کر دیا پس مالکان نہر نے ایک شخص کو مزدور مقرر کیا تا کہ وہ نہر مین پانی جاری کر دے کہ مٹی تر ہو جاوے اور اُسکا اُکھاڑنا آسان پڑے پھر مزدور سو گیا یہان تک کہ نہر بھر گئی اور پانی نے تجاوز کر کے ایک شخص کا کھلیان غرق کر دیا تو مزدور پر ضمان واجب نہوگی اور رہا درخت کاٹنے والا سو اگر درخت نے بڑھکر نہر کے دونون جانب گھیر لیے اور راہ تنگ کر دی ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نہر کے دونون کنارے تک نہ پہونچا ہو بلکہ راہ کھلی ہو تو کاٹنے والا ضامن ہوگا۔ ایک شخص نے نہر بند کر دی اور پانی سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہوگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ فتاوے بقالی مین ہے کہ اگر کسی شخص نے نہر کا پانی کھولکر چھوڑ دیا پس پانی بڑھ گیا یا نہر کو کھولا اور اُسمین پانی نہ تھا پھر پانی آگیا تو ضامن نہوگا اور اسی پر اعتماد ہے اور اگر شریکون کی نہر بند کر دی یہان تک کہ نہر بھر گئی اور کنارہ شق ہو گیا اور ایک شخص کا رُوئی کا کھیت غرق ہو گیا یا ایک شخص نے نہر مین پانی چھوڑ دیا اور اس نہر سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین نکلی ہوئی ہین جنکے دہانہ کھلے ہین پس ان دہانون سے پانی بھرا اور کسی شخص کا کھیت برباد ہو گیا تو دونون صورتون مین ضامن ہوگا اور فتاوے صغری مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا شرب تلف کر دیا بایں طور کہ اُسکے شرب سے اپنی زمین سینچ لی تو امام بزدوی نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور شرب الاصل کی شرح مین امام سرخسی نے ضمان شرب کی صورت یون ذکر فرمائی ہے کہ دیکھا جاوے کہ اگر شرب کی بیع جائز ہوتی تو یہ شرب کتنے کو خریدا جاتا پس وہی مقدار ضمان ہے اور امام خواہرزادہ رحمہ نے فرمایا کہ وہ شخص ضامن نہوگا اور یہی پر فتوے ہے یہ خلاصہ مین ہے شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کے دار مین پانی کا مجری ہے اُسنے اُسکو تحویل کر کے اپنے دار کے ایک کنارہ پر کر دیا پس اسوجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار منہدم ہو گئی تو فرمایا کہ وہ شخص ضامن ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے مجری و پڑوسی کے دیوار کے درمیان کشادہ جگہ چھوڑ دی ہو مگر پانی کی وجہ سے اُسکے پڑوسی کی دیوار نمناک ہو گئی تو فرمایا کہ وہ ضامن ہے خواہ اُسنے جگہ چھوڑی ہے یا چھوڑی ہو اسلیے کہ اُسنے مجری کی تحویل کرنے مین ظلم کیا کیونکہ غیر کے حق مین تصرف کیا پس جو خرابی اس سے پیدا ہوا اُسکا وہ

ضامن ہی اور اگر اُسنے مجری اول کو اپنے حال پر چھوڑ دیا مگر اُسنے یہ دوسرا مجری بنایا تو فرمایا کہ اگر اُسنے جدید مجری و ٹیڑہی کی دیوار کے درمیان بقدر دو گز کے جگہ چھوڑی ہو تو ضامن نہوگا کیونکہ یہ ایسی چیز ہی جو اُسنے اپنی ملک مین پیدا کی ہی اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ یعنی جو ہمنے ذکر کیا ہی اُسوقت ہی کہ جب اُسنے نہر سے پانی ایسی جگہ سے نکالا ہو جہان سے نکالنے کا اُسکو استحقاق نہین ہی اور اگر اُسنے ہر دو کنارہ نہر کو ایسی جگہ سے شق کیا ہو جہان اُسکو استحقاق ہی اور وہان سے دوسری جگہ پانی جاری کیا ہو تو وہ دونون صورتون مین ضامن نہوگا بشرطیکہ مجری و دیوار کے درمیان جگہ چھوڑی ہو یہ محیط مین ہی۔ ایک زمین ایک نہر عام کے کنارہ واقع ہی یا دریاے فرات کے کنارے واقع ہی اور عام لوگون کو اس زمین مین ہوکر سینچنے و اصلاح نہر کے واسطے آمد و رفت کا استحقاق حاصل ہی تو مالک زمین کو یہ اختیار نہین ہی کہ اُنکو منع کرے بشرطیکہ سواے اس زمین کے اُنکا کوئی راستہ نہو یہ جواہر اخلاطی مین ہی ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہی اُسکا شرب اسی نہر سے ہی پھر اُسنے دوسری زمین خریدی جسکا شرب اس نہر سے ہی اُسکے زمین اول کے پہلو مین واقع ہی نہین ہی تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی پہلی زمین مین سے دوسری زمین کی طرف پانی جاری کرے یا دوسری زمین کو بجاے پہلی زمین کے قائم کرے اور اُسکو یہ اختیار نہین ہی کہ دوسری زمین مین جو درخت ہین یا کھیتی ہی اُنکو سیراب کرے الا یہ کہ پہلی زمین پانی سے بھر جاوے اور اُس سے پانی روک دے پھر دوسری زمین کیطرف پانی کھولدے پھر ایسا ہی مرۃ بعد اخری کئی بار کرے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اگر ایک شخص کی نہر دوسرے کی دار مین واقع ہو اور صاحب نہر کو اُسکے اُگارنے کی ضرورت ہوئی پس اگر وہ شخص نہر کے اندر اندر جاسکے تو جاوے اور اگر نہ جاسکے تو مالک دار سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو اپنے دار مین آنے کی اجازت دے یا تو اسکے مال سے اسکی نہر اگرا دے یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین واقع ہی اُسنے نہر کی اصلاح کے واسطے دوسرے کی زمین مین داخل ہونا چاہا اور مالک زمین نے منع کیا تو اُسکو اختیار نہین ہی لیکن اگر وہ نہر کے اندر اندر جاسکتا ہو تو جاوے اور یہی حکم کاریز کا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم امام اعظم رح کے قول کے موافق ہی کہ اُنکے نزدیک نہر کے واسطے حریم نہین ہی پس نہر کے کنارے جو بند آب ہی وہ مالک زمین کا ہوگا پس اُسکو منع کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بقدر بند آب کے حریم نہر ہوتا ہی پس بند آب صاحب نہر کا ہوگا پس اُسکو اختیار ہوگا کہ نہر کی درستی کے واسطے اس بند آب پر ہوکر جاوے بخلاف اسکے اگر مسلمانون نے چاہا کہ مشرع سے پانی لینے کے واسطے کسی شخص کی زمین مین ہوکر جاوین اور سواے اسکے اُنکے واسطے کوئی راستہ نہین ہی تو اُنکو اختیار ہی اور نوازل مین مذکور ہی کہ اگر نہر تنگ ہو کہ وہ شخص نہر کے اندر اندر ہوکر سما سکے تو مالک زمین کو اختیار دیا جائیگا چاہے اُسکو اجازت دیدے کہ وہ اسکی زمین سے ہوکر اپنی نہر کو درست کرے یا مالک زمین اسکی نہر کو خود درست کرے یہ محیط سرخسی مین ہی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی پس ایک نے انمین بندش بنادی یعنی پانی روک دیا پس اُسکے شریک کی بعضی کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہوگئی اور بعضی پانی کی کثرت سے تباہ و غرق ہوگئی تو فرمایا کہ جو ڈوب کر تباہ ہوگئی اُسکا ضامن ہوگا اور جو پانی نہ ملنے سے تباہ ہوئی ہی اُسکا ضامن نہوگا۔ اور اگر اپنی زمین سینچنے کے واسطے نہر عامہ کو بند کر دیا اور اپنی زمین سینچ کر بند کو ویسا ہی چھوڑ دیا پس بند ہونے کے سبب سے پانی چڑھا اور ایک شخص کی زمین مین پہونچکر اُسکی کھیتی خراب کر دی تو مسئلہ مین دو صورتین ہین یا کسی شخص نے پانی جاری کر دیا ہی یا پانی خود جاری ہوگیا ہی پس اول صورت مین پانی جاری

کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور دوسری صورت مین بند کرنے والے پر ضمان واجب ہوگی ایک شخص نے نہر
عامہ سے اپنی زمین سینچی اور اس نہر عامہ سے اور چھوٹی چھوٹی نہرین لوگون کی نکالی ہوئی ہین جنکے دہانے کھلے ہوئے
تھے پس ان دہانون سے چھوٹی نہرون مین پانی گیا اور اسوجہ سے ایک قوم کی اراضی خراب ہوگئیں تو یہ شخص ضامن
ہوگا گویا اُسنے ان نہرون مین خود پانی جاری کیا ہی یہ محیط مین ہی نوادر مین ہی کہ ایک ساقیہ پر ایک قوم کی اراضی
واقع ہین ہر ایک کی زمین جو بیچ ہی اور اُس سے ایک شخص نے اپنے حصے کے موافق اصلی زمین کی ضرورت سے زائد پانی ہی اور شریکون
کو اس مقدار زائد سے حاجت ہی تو اُسکے شریک لوگ اس زائد کے مستحق ہین تو اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اس پانی کو اپنی دوسری
زمین کیطرف روان کرے اور یہ مسئلہ مشابہ اس صورت کے نہین ہی کہ اگر ایک قوم کے درمیان مشترک پانی ہین سے
ایک شخص کا چھٹا حصہ یا دسوان حصہ یا اس سے کم و بیش حصہ ہو اور اُسنے اپنا اسقدر حصہ اپنی خاص نہر مین سے لیا تو اس
صورت مین اُسکو اختیار ہی کہ اس پانی کو جاہے اپنی جسقدر زمینون مین پہونچاوے اور اگر اُسکو اس پانی کیطرف حاجت
نہو تو اُسکے شریکون کو اس پانی کے لینے کی کوئی راہ نہین ہی ایک نہر چار آدمیون مین مشترک ہی مثلاً زید و عمرو و بکر و خالد کے
درمیان مشترک ہی اور اس نہر مین سے ہر ایک کا پانی لینے کا دہانہ اُسکی زمین مین ہی اور زید کے پانی لینے کے دہانہ
سے قریب عمرو کا دہانہ ہی اور عمرو کے دہانہ سے قریب بکر کا دہانہ ہی اور بکر کے دہانہ سے قریب خالد کا دہانہ ہی پس اگر
خالد نے اپنی زمین کو خشک رکھا تو اُسکا پانی بکر کے واسطے ہوگیا اور اگر خالد و بکر دونون نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا
چاہا تو ان دونون کا پانی عمرو کے لیے ہوگیا اور اگر خالد و بکر و عمرو سب نے اپنی اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو سب
کا پانی زید کے واسطے ہوگیا اور اگر فقط بکر نے اپنی زمین کو خشک رکھا باقیون نے نہین تو بکر کا پانی فقط خالد کے
واسطے ہوگا اور اگر فقط عمرو نے اپنی زمین کو خشک رکھنا چاہا تو اُسکا پانی بکر و خالد دونون کے واسطے بحساب ہر ایک
کی مساحت جریبی زمین کے ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی ایک مجری پانی کا ڈھانک دیا گیا تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا
کہ اگر یہ بات قدیمی نہو یعنی کسی شخص نے جدید ڈھانکا ہو تو اہل مجری کو اختیار ہوگا کہ جسنے ڈھانکا ہی اُس سے اسکے
کھولنے و ڈھانپ دور کرنے کا مواخذہ کرین یہ حاوی مین ہی کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ مین جاری ہی ہر سال
مین دو بار اُگاری جاتی ہی اور کوچہ مین بہت مٹی جمع ہوجاتی ہی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر پہنچی ہو اُس سے تجاوز نکرتی
ہو تو اہل کوچہ کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اُٹھا لینے کی تکلیف دین اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل
کوچہ کو اختیار ہوگا کہ اہل نہر کو مٹی اُٹھا لینے کی تکلیف دین ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہی پس
اہل نہر نے اُسکو اُگروایا اور مٹی زمین پر ڈالی پس اگر یہ مٹی حریم نہر پر ہو تو اُس شخص کو اختیار نہوگا کہ اہل نہر کو مٹی یہان
سے منتقل کرنے کا حکم دے بارش کا پانی جمع ہونے کا ایک گڈھا ایک محلہ مین ایک شخص کے دروازہ
کے پاس ہی پس وہ بھر گیا اور صاحب مکان کو اس سے ضرر پہونچتا ہی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُسکو اختیار
ہی کہ اس کنوئین کو پاٹ دے **قال المترجم** ہو الصحیح اور مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جواب مین تفصیل ہونی چاہیے
ہو کہ اگر یہ کنوان قدیمی ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی اور اگر جدید ہو تو اُسکو اختیار ہی **قال المترجم** خوف تلف کے مقابلہ
مین جواب وہی ہی جو بعض مشائخ نے فرمایا ہی فافہم ایک شخص کا کنوان دوسرے کے دار مین واقع ہی اس سبب
وہ شخص اپنا کنوان اُگروا وے تو اُسکو دوسرے کے دار مین مٹی ڈالنے کا استحقاق نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہی

ایک شخص سنے نہر کا کنارہ خراب کر دیا اور اُسوقت مین پانی منقطع تھا پھر پانی آگیا اور یہان سے اُس شخص نے کنارہ
خراب کر دیا ہو وہان سے ایک شخص کی زمین مین گیا اور زمین کو ضرر پہونچایا یا زمین مین کھیتی تھی اُسکو خراب کر دیا تو
فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ اگر پانی خود جاری ہو گیا ہو تو خراب کرنے والا ضامن ہو گا جبکہ یہ نہر عامہ ہو اسواسطے کہ وہ
شخص نہر کا کنارہ توڑنے مین جو اس بربادی کا سبب ہو ظالم ٹھہرا ہو اور اگر کسی دوسرے شخص نے پانی جاری
کیا اور تیسرے شخص نے نہر کے سرے کا دہانہ کھولا ہو تو کنارہ توڑنے والا ضامن نہوگا بلکہ جاری کرنے والا اور
کھولنے والا دونون ضامن ہونگے یہ ذخیرہ مین ہو۔ فتاوی ابو اللیث مین لکھا ہو کہ ایک بڑی نہر ہو ایک گانون والون
کی اُسمین سے دو نہرین پھوٹی ہین اور ان دونون مین سے ہر ایک پر ایک پن چکی خانہ ہو پھر ایک پن چکی گھر خراب
ہو گیا یعنی گر گیا اور اُسکے مالک نے چاہا کہ جب تک اپنا پن چکی گھر تیار کرے تب تک اس نہر کا سب پانی دوسری نہر
مین پھیر دے تاکہ دوسرا جو اپنی پن چکی خانہ ہو روان کرے حالانکہ اس سے دوسری پن چکی گھر کو ضرر پہونچیگا تو اُسکو یہ
اختیار نہین ہو اسواسطے کہ وہ چاہتا ہو کہ اپنا ضرر اس طرح دور کرے کہ دوسرون کو ضرر پہونچے اور یہی فتاوے
مذکورہ مین لکھا ہو کہ ایک شخص کے بستان مین ایک حوض ہو جسمین ایک قوم کا روزمرہ کے استعمال کا پانی ہوکر جمع ہوتا ہو
اور وہ شخص ان لوگون کی مجری کا مقر ہو یعنی اقرار کرتا ہو کہ ان لوگون کا مجری اس طرح ہو اور یہ بھی اقرار کرتا ہو
کہ ان لوگون کا پانی اُسمین آکر جمع ہونے کا قدیمی حق ہو اور حال یہ پیش آیا کہ اس حوض سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچا
پس اُسنے چاہا کہ ان لوگون کو حوض مذکور مین پانی بہانے سے منع کرے یہان تک کہ یہ لوگ حوض کو درست کرین
پس اگر حوض مین کوئی ایسا عیب ہو جسکی وجہ سے اُسکی عمارت کو ضرر پہونچتا ہو تو اُسکو ایسا اختیار ہو یہ محیط مین ہو
اور اگر نہر کا کنارہ شق ہو گیا اور اُس سے پانی بہتا ہو کہ لوگون کو اُس سے ضرر پہونچتا ہو تو اہل نہر کو حکم دیا جائیگا
کہ اُسکو درست کرین یہ خزانۃ المفتین مین ہو فتاوے ابو اللیث مین ہو کہ اگر ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری
ہو اور اہل کوچہ مین سے ایک شخص نے چاہا کہ اُسمین سے پانی اپنے دار مین لیجاوے اور اپنے بستان مین جاری
کرے تو پڑوسیون کو اختیار ہو کہ اُسکو اس کام سے منع کرین اور اُسکو بھی اختیار ہو کہ اگر پڑوسی ایسا کرنا چاہین تو اُنکو
منع کرے اور اگر کسی نے اس سے پہلے ایسا کر لیا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مین نے ایسا جدید کیا ہو تو اہل کوچہ
کو اُسکی ممانعت کا اختیار ہو اور اگر یہ حق اُسکو قدیمی حاصل ہو تو وہ منع نکیا جائیگا جیسا کہ کوچہ مذکور مین اگر ظلہ یعنی
چھتا قدیمی ہو تو اُسکا حکم ہو۔ اور یہی فتاوے ابو اللیث مین ہو کہ ایک گانون مین ایک شخص کو متفرق مقامات پر
پانی روک کر بمقدار معلوم لینے کا استحقاق ہو پس اُسنے چاہا کہ مین اس سب کو جمع کر لون اور ایک رات دن مین لیا
کرون تو اُسکو یہ اختیار ہو اسواسطے کہ جمع کرنے مین وہ اپنے حق مین تصرف کرتا ہو اور ایسا کرنے مین شریکون کا
کچھ ضرر نہین ہو اسی طرح اگر گانون مین دو شخصون کے واسطے ایک نہر دیہ سے ایک روز کا شرب ہو اور دونون نے
چاہا کہ ہم دونون اپنا پانی ایک ہی روز مین لے لیا کرین تو دونون کو یہ اختیار ہو اور شریکون کو اختیار نہین ہو کہ
ان دونون کو منع کرین یہ محیط مین ہو۔ پانی پینے یا چوپاؤن کو پلانے کے واسطے ایک نہر ہو اُسپر ایک شخص
کا قدیمی چہبچہ ہو وہ ایک کوچہ غیر نافذہ مین داخل ہو گیا تو شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ اسمین قدیم و جدید کا کچھ اعتبار
نہین اُسکو حکم دیا جائیگا کہ اسکو دور کر دے اور اگر اُسنے نہ مانا تو محتسب کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ دور

کر او سے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو سینچنا چاہا پھر اُسکو زبردستی کسی نے روکا یہان تک کہ کھیتی ضائع ہو گئی تو منع کرنیوالا ضامن نہوگا جیسا کہ اگر چرانے والے کو کسی نے اپنے مویشی تک پہونچنے سے روک لیا یہان تک کہ مویشی ضائع ہو گئین تو وہ ضامن نہوگا یہ وجیز کردری مین ہے زید و عمرو کے درمیان ایک دیوار مشترک ہے اُسپر دونون کا لدان ہے پھر زید نے برضامندی عمرو کے یہ دیوار دور کر دی پھر عمرو نے برضامندی زید کے یہ دیوار اپنے مال سے بدین شرط بنائی کہ زید کے دار مین جو نہر ہے وہ مجھے عاریت دیدے تاکہ مین اپنے دار مین اُس سے پانی جاری کرون اور اُس سے اپنا پائین باغ سینچون پس زید نے ایسا ہی کیا اور نہر عاریت دیدی پھر زید کی راے مین آیا کہ اُسکو پھر نہ دے تو اُسکو یہ اختیار ہوگا اسواسطے کہ عاریت عقد لازمہ نہین ہے لیکن اس صورت مین یہ لازم ہوگا کہ عمرو کو جسنے دیوار بنائی ہے عمارت دیوار کا نصف مالک خرچہ دیدے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے عیون مین لکھا ہے کہ ایک شہر مین ایک نہر ہے جسکو امام المسلمین نے لوگون کے پانی پینے و جانورون کے پلانے کے واسطے جاری کیا ہے پھر بعض لوگون نے چاہا کہ اس نہر پر باغ لگادین پس اگر اس بات سے اہل شفہ کو ضرر نہ پہونچے تو روا ہے اور اگر اہل شفہ یعنی پانی پینے و پلانے والون کو ضرر پہونچے تو روا نہین ہے اور اگر اس نہر پر کسی نے درخت لگانے چاہے اور یہ نہر راستہ پر ہے پس اگر راستہ کے حق مین مضرت نہو تو روا ہے مگر لوگون کو اختیار ہے کہ اُسکو اس سے منع کرین یہ محیط مین ہے ایک نہر جس سے ایک قوم پانی لیتی ہے ایک شخص کے باغ مین ہو کر گذرتی ہے تو باغ والے کو اختیار ہے کہ نہر مذکور کے دونون کنارون پر درخت جما دے لیکن اگر ان درختون کے بڑھنے و موٹے ہونے کے سبب سے اس قوم کی نہر تنگ ہو جا ویگی تو اسوقت اُسکو حکم دیا جائیگا کہ ان درختون کو جڑ سے قطع کرے لیکن اگر نہر مذکور کو وہ شخص دوسری طرف سے اسقدر کشادہ کر دے کہ جتنی تھی بدین طریق کہ صحاب نہر کے حقوق مین تفاوت نہ آوے تو ہو سکتا ہے کہ یہ حکم نہ دیا جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور شیخ شداد رحمہ سے روایت ہے کہ اگر نہر عام پر کسی شخص نے مسلمانون کی منفعت کے واسطے درخت جمانا چاہا تو اُسکو اختیار ہے یہ محیط مین ہے ایک نہر ایک شخص کے دار مین ہو کر جاری ہے اور صاحب دار اس نہر سے اپنے باغ کو پانی دیتا ہے پھر اُسنے اس نہر کے کنارے سے درخت جمائے پس اس نہر کا پانی ان درختون کی جڑون کی راہ سے دوسرے شخص کے دار کیطرف پہونچا اور رفتہ رفتہ اُس دار کی خرابی کا باعث ہوا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اُسنے یہ درخت حریم نہر پر نہین جمائے ہین تو اُسکو ان درختون کے قطع کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر درختون کی جڑین پڑوسی کے دار مین داخل ہو گئین ہون تو اسپر اُنکا قطع کرنا واجب ہوگا اور اگر اُسنے قطع نکیے تو پڑوسی کو بدون مرافعہ قاضی کے خود اختیار ہوگا کہ انکو قطع کرے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر نہر خراب ہو گئی اور اہل نہر کو ایک شخص کی زمین مین گڈھا کھودنے کی ضرورت ہوئی تاکہ اس گڈھے سے اپنی نہر کی درستی کرین تو وہ شخص اپنی زمین فروخت کرنے پر کسی حال مین مجبور نہ کیا جائیگا یہ غیاثیہ مین ہے۔ اور اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین مین جاری ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اس نہر سے اپنی زمین سینچے بشرطیکہ اہل نہر کو ضرر نہ پہونچے اور اہل نہر کو اختیار ہے کہ اُسکو منع کر دین اور اگر بطن نہر دونون جانب اُسیکے اس شخص کے ہون تو اُسکو سینچنے کا اختیار ہے اگرچہ اہل نہر کے حق مین ضرر پہونچتا ہو کذا فی المحیط

چوتھا باب شرب کے مقدمہ مین دعوی و اُسکے متصلات و گواہی کی سماعت کے بیان مین۔ اگر کسی

شخص نے دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعوی کیا تو قیاساً سماعت نہوگی اور استحساناً سماعت ہوگی یہ محیط
سرخسی مین ہی اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین مین ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اُسمین پانی جاری
کرنے سے منع کرے پس اگر وقت خصومت [یعنی جھگڑی ۱۲] کے مالک نہر کی زمین کیطرف نہر مین پانی جاری ہو یا یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے
اس نہر سے پانی جاری ہو کر اسکی زمین مین جاتا تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کیجائیگی الا اُس صورت مین کیجائیگی
کہ مالک زمین اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی اور اگر وقت خصومت کے اُسمین پانی جاری نہو اور نہ
یہ معلوم ہو کہ قبل اسکے صاحب نہر کی زمین مین اس سے پانی جاری ہوتا تھا تو مالک زمین کے دعوی پر ڈگری کیجائیگی
الا اس صورت مین نہ کیجائیگی کہ صاحب نہر اس امر کے گواہ قائم کرے کہ نہر میری ملک ہی منتقی مین ہی کہ ہشام نے کہا کہ مین نے
امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک نہر عظیم سے ایک گانون والون کا شرب ہی اور یہ گانون والے داخل شمار نہین ہین
نہر کے اوپر کیطرف ایک قوم نے نہر کو روک لیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہی اور ہمارے قبضہ مین ہی اور نیچے والون نے
کہا کہ نہین بلکہ وہ سب ہماری ہی تمھارا اُسمین کچھ حق نہین ہی تو فرمایا کہ اگر خصومت کے روز نیچے والون کی طرف اُسمین
پانی جاری ہو تو اپنے حال پر چھوڑ دیجائیگی جیسی جاری ہی ویسی ہی جاری رہیگی اور اوپر والون اور نیچے والون سبکا
شرب اسی نہر سے رہیگا جیسا کہ پہلے تھا اور اوپر والون کو یہ اختیار نہوگا کہ نہر بند کو رکھو نیچے والون کی طرف جاری ہونے
سے بند کر لین۔ اور اگر خصومت کے روز نیچے والے لوگون سے پانی منقطع ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ پہلے نیچے والون کی
طرف پانی جاری ہوتا تھا اور اب اوپر والون نے نیچے والون کی طرف جاری ہونے سے بند کر دی ہی یا نیچے
والون نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر ہماری طرف جاری تھی اُسکو اوپر والون نے بند کیا ہی تو اوپر والون کو حکم
دیا جائیگا کہ روک توڑ دین اور نیچے والون کی طرف جاری ہونے دین۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ اس نہر سے اوپر والون
و نیچے والون کا شرب کیونکر تھا مگر اسقدر علم ہی کہ سبکا شرب اسی نہر سے تھا اور ہر فریق نے نہر پر پورے اوپر سے
اپنے قبضہ کا دعوے کیا اور کسی فریق کو دوسرے پر گواہی یا اور کسی وجہ سے کوئی ترجیح نہین پائی جاتی ہی تو یہ نہر
ان سب مین مشترک قرار دیجائیگی اور شرب کی تقسیم باعتبار مساحت اراضی کے ہوگی۔ سیر مین ہی امام محمد رح سے
کہا کہ اگر یہ لوگ جو شمار مین داخل نہین ہین اگر انہین سے ایک شخص نے اس نہر کا دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص
دیہات معلومہ کے واسطے ہی جسکے لوگ شمار مین داخل نہین ہین پس آیا آپ کے نزدیک ایسے دعوی و گواہی
سے اس نہر کی ان گانون والون کے نام ڈگری کر دیجائیگی حالانکہ مدعا علیہ اسقدر ہین کہ وہ شمار مین داخل نہین
ہین اُنہین سے بعضے مدعا علیہ حاضر ہوے ہین حالانکہ اُنہین بالغ و نابالغ سب ہین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر یہ نہر بڑی
مسلمانون کے کوچہ نافذہ کے ہو اور ایک قوم نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ نہر خاص ہماری ہی اوروں کی
نہین ہی تو یہ لوگ اُسکے مستحق ہو جاوینگے اور وہ نہر عام جماعت مسلمانون کی نہر ہو جانے سے خارج ہو جائیگی اور
قاضی ایک مدعی اور ایک مدعا علیہ کے حاضر ہونے پر اکتفا کریگا اور اگر نہر کسی خاص قوم معروف کی ہی جو شمار
مین داخل ہین تو اُنہین سے ایک شخص کے حاضر ہونے پر سب پر ڈگری نکریگا بلکہ جو شخص حاضر ہوا ہی فقط اسی پر
ڈگری کریگا یہ محیط مین ہی ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین جاری ہی دونون نے اُسکے مسناۃ یعنی بند آب
یعنی کنارے کی پٹری مین جھگڑا کیا پس ہر ایک نے اُسکا دعوی کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ کس کے قبضہ مین ہی تو مالک

زمین کے نام اسکی ڈگری کیجائیگی اُسکو اختیار ہوگا کہ اُنہین جو کچھ اُسکا جی چاہیے درخت لگاوے و زراعت کرے اور مالک نہر کو ممانعت کیجائیگی کہ اُسپر اپنی نہر کی مٹی نہ ڈالے اور نہ اُسپر آمد و رفت رکھے گر مالک زمین اُسکو منہدم نہین کر سکتا ہے اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک وہ مالک نہر کی قرار دیجائیگی کہ اُسپر وہ اپنی نہر کی کیچڑ ڈالے اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس بنا پر ہے کہ صاحبین کے نزدیک نہر کا مالک اپنی نہر کے حریم کا مستحق ہے پس اُسکا حریم اسی کے قبضہ مین ہوگا کیونکہ وہ نہر کے تابع ہے پس اُسی کا ہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک نہر کا حریم نہین ہوتا ہے پس مسناۃ کسی کے قبضہ مین نہین قرار دیجا سکتی ہے لیکن مسناۃ بہ نسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہے اسواسطے کہ مسناۃ درخت لگانے و زراعت کے لائق ہے جیسے زمین ہوتی ہے اور نہر اس کام کے لائق نہین ہے اور جب دو آدمی ایسی چیز مین تنازع کرین جو دونون مین سے کسی کے قبضہ مین نہو مگر دونون مین سے ایک کے قبضہ مین ایسی چیز جو اس چیز کے مشابہ ہے جسمین جھگڑا ہے موجود ہے تو جسکے قبضہ مین جھگڑے کی چیز سے مشابہ چیز موجود ہے اُسکے نام اس چیز کی ڈگری کردیجائیگی چنانچہ اگر دروازہ کا ایک کواڑ ایک شخص کے دروازہ پر رکھا ہوا اور اُسکے اور دوسرے آدمی کے لگے ہوئے مین جھگڑا کیا پس اگر ایسی صورت ہو جو ہمنے بیان کی ہے تو لگے ہوے کی ڈگری اُس شخص کے نام ہوگی جسکے پاس اسکے جوڑ کا کواڑ موجود ہے اور بعض نے فرمایا کہ ایسا اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ آگے بیان آتا ہے کہ ارض موات مین نہر کا حریم ہوتا ہے پس اختلاف اس مقام پر ایسی صورت مین ہے کہ جب مسناۃ مالک نہر کے قبضہ مین نہو باین طور کہ زمین سے متصل و برابر ہو زمین سے اونچی نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ظاہر حال اس امر کا شاہد ہے کہ یہ مسناۃ نہین ہے بلکہ زمین کے ہے اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اونچی ہوتی تاکہ اُسپر نہر کی کیچڑ ڈالی جاوے اور صاحبین کے نزدیک صاحب نہر کے حریم ہونے کے واسطے ظاہر حال اس امر کا شاہد ہے کہ یہ نہر والے کی حریم ہے پس اماموں مین یہ اختلاف باعتبار ترجیح کے واقع ہوا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص کی نہر ہے اور نہر کے کنارے سے دوسرے کی زمین ہے اور دونون نے مسناۃ مین جھگڑا کیا پس اگر نہر و زمین کے درمیان مثل دیوار وغیرہ کے کوئی چیز حائل ہو تو مسناۃ مالک نہر کی ہوگی ورنہ مالک زمین کی ہوگی مگر مالک نہر کا اُسمین حق ہے حتے کہ اگر مالک زمین نے اُسکو دور کردینا چاہا تو مالک نہر اُسکو منع کرسکتا ہے اور مالک زمین کو اختیار ہوگا کہ اُسپر اپنی کیچڑ ڈالے اور درخت لگاوے اور اُسمین آمد و رفت رکھے یہ سراجیہ مین ہے اور اگر نہر کے رقبہ مین دونون نے اختلاف کیا پس اگر اُسمین پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا قبول ہوگا کیونکہ اسکے استعمال کیوجہ سے اُسکے قبضہ مین ہے اور اگر اُسمین پانی نہو تو بدون حجت کے اُسکا قول قبول نہوگا اور اگر اُسنے یون گواہ قائم کیے کہ اسکے واسطے نہر مین مجری ہے تو ایسی گواہی سے اُسکو پانی جاری کرنے کا حق حاصل ہوگا رقبہ نہ ملیگا اسیطرح اگر تنازع مین یون گواہ پیش کیے کہ اسکے واسطے اس نہر مین یا اس اجمہ مین پانی کا مصب ہے تو بھی اُسکو رقبہ نہ ملیگا صرف حق مصب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہے ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین مین ہے پھر زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز کے شرب کا دعوی کیا اور اسکے گواہ قائم کیے تو اُسکے نام ڈگری ہوگی اور یہی حکم پانی کی مسیل مین ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر مدعی نے مہینہ مین دو دن شرب کا دعوی کیا اور دونون گواہون مین سے ایک نے مہینہ مین ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ مین دو روز شرب کی گواہی دی تو مذکور ہے کہ بقیاس قول امام اعظم رح کے کچھ ڈگری نہوگی اور بقیاس قول صاحبین کے اُسکے نام ایک روز شرب کی ڈگری ہوگی اور یہ اس کتاب کے بعض نسخون مین مذکور ہے اور بعض مین نہین ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین اختلاف جب ہوگا کہ جب ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک روز کے شرب کے اقرار پر اور دوسرے نے مدعا علیہ کے دو روز

کے شرب کے اقرار پر گواہی دی اسواسطے کہ جسکی گواہی دی ہو وہ اقرار ہو اور دونون اقرارون مین سے کسی اقرار پر سوائے ایک گواہ کے دوسرا نہین ہو اور اگر دونون نے اقرار پر نہین بلکہ نفس شرب پر اس طرح گواہی دی کہ اسکے واسطے ایک روز کا شرب ہو اور دوسرے نے دو روز کے شرب کی گواہی دی تو واجب ہو کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہو بالاتفاق گواہی مقبول ہو اور اگر دونون گواہون نے ایک روز کے شرب کی گواہی دی مگر ایام نہ تبلائے مثلاً یون نہ کہا کہ مہینہ مین سے ایک روز کا شرب یا سال مین سے یا ہفتہ مین سے اور نہ اُسکے واسطے رقبہ نہر مین کچھ ملک ہونے کی گواہی دی تو بلا خلاف گواہی مقبول نہو گی اسواسطے کہ مشہود بہ مجہول ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر کسی نے دسوین حصہ نہر یا کاریز کا دعوے کیا اور ایک گواہ نے دسوین حصے کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام اعظم رح کے نزدیک گواہی باطل ہو اگرچہ دونون نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہو اسواسطے کہ دونون گواہ لفظاً و معنیً مختلف ہین اور صاحبین کے نزدیک استحساناً کمتر مقدار پر مقبول ہو گی اور اگر ایک گواہ نے پانچوین حصہ کی گواہی دی تو گواہی باطل ہو کیونکہ گواہ نے مدعی کے دعوے سے زیادہ مقدار کی گواہی دی ہو۔ اور اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہو اور اُسکا شرب اسی نہر سے ہو دعوی کیا اور گواہ قائم کیے کہ یہ زمین مدعی کی ہو مگر گواہون نے اُسکے شرب کا کچھ ذکر نہ کیا تو مین مدعی کے نام زمین کی اور اُسکے حصہ شرب کی ڈگری کرونگا اور اگر گواہون نے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اُسکے نام کچھ زمین کی ڈگری نہو گی یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اسنے یہ زمین ہزار درم مین خریدی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے یہ زمین مع اسکے شرب کے ہزار درم مین خریدی ہو تو گواہی جائز نہو گی اور اگر دوسرے گواہ نے یون گواہی دی ہو کہ اسنے یہ زمین مع اسکے ہر حق کے جو اس زمین کو ثابت ہو ہزار درم مین خریدی ہو تو جائز ہو اسواسطے کہ دونون گواہ اس امر پر متفق ہین کہ اسنے زمین و شرب خریدا ہو اسواسطے کہ شرب حقوق زمین سے ہو پس جسنے یون گواہی دی کہ اُسنے زمین کو مع ہر حق کے جو اُسکو ثابت ہو خریدا ہو تو اُسنے زمین و شرب دونون کی گواہی دی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو اُن لوگون کی اراضی اُسپر واقع ہون اور بعض اراضی کے واسطے اس نہر سے ساقیہ ہین اور بعض کے واسطے دالیہ ہین اور بعض زمینون کے واسطے نہ ساقیہ ہین نہ دالیہ ہین اور نہ ان زمینون کا شرب اس نہر سے معروف ہو اور بغیر اس نہر کے دوسری جگہ سے معروف ہو پھر ان لوگون نے اس نہر مین اختلاف کیا پس مالک زمین نے جسکا شرب معروف نہین ہو دعوے کیا کہ میری زمین کا شرب اس نہر سے ہو حالانکہ یہ زمین کنارہ نہر پر واقع ہو تو قیاساً یہ حکم ہونا چاہیے کہ یہ نہر اُنھین لوگون مین مشترک ہو جنکے ساقیہ و دالیہ ہین نہ اُنکے واسطے جنکی زمینین بلا شرب ہین لیکن امام رحمہ اللہ نے استحساناً یہ حکم دیا ہو کہ نہر ان سب لوگون مین بقدر انکی اراضی کے جو کنارہ نہر پر واقع ہین باہم مشترک ہو گی اسواسطے کہ نہر کھودنے سے زمینین سینچنا مقصود ہوتا ہو ساقیہ و دالیہ نہر پر لگانا مقصود نہین ہوتا ہو پس جو امر مقصود ہو اُسمین قبضہ ثابت ہونے سے سب کا حال یکسان ہو پس اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ سابق مین ان لوگون مین شرب کا یہ طریقہ تھا تو اُسی طریقہ سے اُنکا شرب مقرر ہو گا اور اگر یہ بات معلوم نہو وے تو نہر مذکور کا شرب اِن لوگون مین بحساب مقدار انکی اراضی کے منقسم ہوگا اور اگر ان زمینون مین سے کسی زمین کا شرب کسی دوسری نہر سے ثابت ہو تو اس زمین کا شرب اُسی دوسری

نہر سے ہوگا پس اس نہر سے اسکا کچھ شرب نہوگا اور اگر اس زمین کا شرب دوسری نہر سے معروف نہو اور زمین نے
اس زمین کے واسطے اسی نہر سے شرب ہونے کی ڈگری کی اور مالک زمین مذکور کی اس زمین کے پہلو مین
دوسری زمین ہی اُسکا شرب بھی معلوم نہین ہی تو مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی سب زمینون کا شرب جو باہم
متصل ہین اسی نہر سے ہوگا اور قیاساً دوسری زمین کے واسطے اس نہر سے شرب کا بدون حجت کے مستحق نہوگا
اور اگر اس شخص کی زمین کے پہلو مین دوسرے شخص کی زمین ہوا اور اول شخص کی زمین اور دوسرے کی زمین
اور نہر کے بیچ مین ہو اور دوسرے شخص کی زمین کا شرب بھی معلوم نہو اور پتہ نہ لگے کہ اُسکا شرب کہان سے تھا
تو مین اُسکا شرب بھی اسی نہر سے قرار دونگا لیکن اگر یہ نہر کسی خاص قوم کی معروف ہوا اور یہ شخص اس قوم مین
سے نہو تو سوائے اس قوم کے غیر کے واسطے بدون حجت و گواہون کے اس نہر سے شرب مقرر نہ کرونگا اور
اگر یہ نہر کسی اجمہ مین گرتی ہوا اور اُسپر اقوام مختلف کی زمینین ہون اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ اسکی حالت کیا تھی اور
اصل مین یہ کسکی تھی پھر اہل اراضی و اہل اجمہ نے اسمین تنازع کیا تو مین اہل اراضی کے درمیان تخصیص مشترک
ہونے کی ڈگری کرونگا مگر ان لوگون کو یہ اختیار نہوگا کہ اہل اجمہ سے اسکا پانی روکین اور اہل اجمہ کو یہ اختیار
نہوگا کہ اپنے اجمہ مین روان ہونے سے مانع ہون یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کی دو زمینین ایک نہر پر واقع
ہین ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف ہی اور اُسنے دعوے کیا کہ ان دونون کا شرب اسی نہر سے ہی اور
شریکون نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا پس اگر یہ زمین کسی دوسری نہر سے پہنچی جاتی ہو تو
قول مالک زمین کا قبول ہوگا۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی اسکے
کنارہ پر درخت لگے ہین اور دونون مین سے ہر ایک ان درختون کا مدعی ہی تو فرمایا کہ اگر ان درختون کا
جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت اُسکے ہونگے اور اگر یہ تحقیق یہ معلوم نہو کہ ان درختون کا جمانے والا اصل
مین کون شخص ہی تو جسقدر درخت دونون مین سے کسی کے خاص مملوک مقام پر ہین وہ اسی کے ہونگے
اور جسقدر مقام مشترک مین ہین وہ دونون مین مشترک ہونگے یہ از راہ حکم ہے۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت
کیا گیا کہ ایک شخص کے کچھ درخت نہر ماذیانات کے کنارہ لگے ہین اور ان درختون کی جڑون سے نہر کی دوسری
طرف اور درخت اُگے اور اُسطرف ایک شخص کا باغ انگور ہی اور باغ انگور اور اُس کنارہ کے بیچ مین رستہ ہے
پس دونون مین سے ہر ایک نے ان درختون کا دعوے کیا تو فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو جاوے کہ یہ درخت
اُن درختون کی جڑون سے اُگے ہین تو درختون کے مالک کے ہونگے اور اگر یہ بات معلوم نہووے اور
ان درختون کا جمانے والا معلوم ہو تو یہ درخت غیر مملوک ہونگے انکا مستحق نہ باغ انگور والا ہی اور نہ درختون کا
مالک ہی۔ اور شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ نہر ماذیانات کے کنارہ ایک شخص کی زمین ہی اور نہر مذکور کے کنارہ
پر درخت لگے ہین پس مالک مین نے اُنکا فروخت کرنا چاہا تو فرمایا کہ اگر یہ درخت بدون کسی شخص جمانے والے
کے اُگے اور اہل نہر اسقدر لوگ ہون جو شمار مین داخل نہین ہین تو یہ درخت اُسکے ہونگے جسنے انکو کاٹ
لے لیا اور مین پسند نہین کرتا ہون کہ مالک زمین بدون قطع کر لینے کے اُنکو فروخت کرے اور اگر اُنکا جمانے والا
کوئی شخص ہو مگر وہ معلوم نہوتا ہو کہ کون ہی تو یہ مثل لقطہ کے ہین اور نیز شیخ رحمہ اللہ تعالے سے دریافت کیا گیا

کہ ایک قوم کی ایک نہر ایک کوچہ غیر نافذہ مین جاری ہو اور اس نہر کے کنارے درخت لگے ہوئے ہین اور بعضے درخت محلہ کے میدان مین ہین پھر ایک شخص نے دعوے کیا کہ ان درختون کا لگانے والا فلان شخص ہی اور مین اُسکا وارث ہون تو فرمایا کہ اُسپر واجب ہی کہ گواہ لاوے اور اگر اُسکے پاس گواہ نہون تو ان درختون مین سے جسقدر درخت حریم نہر پر ہون وہ اہل نہر کے ہونگے اور جسقدر میدان محلہ مین ہون وہ سب اہل کوچہ کے درمیان مشترک ہونگے کذا فی المحیط

پانچوان باب متفرقات کے بیان مین اگر ایک شرب کا مالک مرگیا اور اسپر قرضہ ہی تو اُسکا شرب بدون زمین کے اُسکے ادا سے قرضہ کے واسطے فروخت نہ کیا جائیگا اِلا اِس صورت مین کہ اُسکے ساتھ زمین ہو تو زمین کے ساتھ فروخت کرکے اُسکا قرضہ ادا کیا جائیگا پھر امام المسلمین خالی اس شرب کو کیا کریگا تو بعض نے فرمایا کہ ایک حوض بناکر تمین باری کا پانی جمع کریگا پھر جو پانی حوض مین جمع ہوا ہی اُسکو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کرکے اسکا قرضہ ادا کرتا جائیگا اور اصح یہ ہی کہ زمین مع شرب کی قیمت اندازکرے اور زمین بدون شرب کی قیمت اندازکرے پس جسقدر تفاوت ہو اُسقدر ثمن دین میت کے ادا کرنے مین صرف کردے اور اگر اُسنے اسقدر ثمن نہ پایا تو اس میت کے ترکہ پر ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ یہ شرب ملاکر فروخت کردے پس اُسکے ثمن سے زمین خرید کردہ شدہ کا ثمن ادا کرے اور جو بچے وہ قرضخواہون کا ہی یہ کافی مین ہی۔ نقالی مین ہی کہ اگر زمین مع اُسکے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس شرب مین سے بقدر کفایت ملیگا وہ سب بائع کے واسطے سقایہ ملیگا اور ایسے شرب مین جو بدون زمین کے ہو میراث جاری ہوتی ہی اور شرب کی وصیت جائز ہی مگر تہائی مال سے معتبر ہوگی یعنے اگر یہ شرب وصیت کرنے والے کا تہائی مال متروکہ ہو تو وصیت مین دیا جائیگا اور مشائخ نے تہائی مال سے اعتبار کرنے کی کیفیت مین اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ اسکی صورت یہ ہی کہ اس موضع مین جو لوگ آنکنے والے ہین اُنسے دریافت کیا جاوے کہ اگر تمام علما اِس امر پر متفق ہوجاوین کہ بدون زمین کے خالی شرب کی بیع جائز ہی تو تم لوگ اس شرب کو کتنے کو خریدوگے پس اگر اُن لوگون نے کہا کہ سو درم کو خریدینگے تو اس طرح حساب کرلین کہ یہ اُسکا تہائی مال ہی یا زیادہ ہی اور اکثر مشائخ نے یہ طریقہ بیان کیا ہی کہ اِس شرب سے جو زمین نہایت قریب ہو اُنمین سے ایک جریب زمین اس شرب مین ملاکر اندازہ کرین کہ اسقدر زمین مع شرب کے کتنی قیمت کی ہی اور بدون شرب کے کتنے کی ہی پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو وہی شرب کی قیمت ہی پس حساب کرلین کہ یہ تہائی ترکہ میت ہی یا نہین ہی اور اگر ایک نہر ایک قوم کے درمیان مشترک ہو اور ہر ایک کا شرب معلوم ہو پھر والی نے شخص خاص کا شرب غصب کرلیا تو باقی تمام شریکون مین منقسم ہوگی اور غصب کا اعتبار سبب کے حق مین ہوکر تقسیم جدید ہوگی اگرچہ والی نے کہا ہو کہ مین فقط ایک شخص کا شرب غصب کرتا ہون ایسا ہی یہ مسئلہ اصل مین مذکور ہی یہ محیط مین ہی۔ اگر امیر خراسان نے ایک شخص کی زمین و شرب ضبط کرکے دوسرے کے نام عطیہ کردی تو جائز نہین ہی اور پہلے شخص یا اُسکے وارثون کو واپس دیجاویگی اور مین نے امام ابو یوسف سے دریافت کیا کہ امیر خراسان نے اس نہر اعظم مین ایک شخص کے واسطے شرب مقرر کیا حالانکہ یہ شرب سابق مین نہ تھا یا اُسکا شرب دو کوٹہ تھے پھر اُسنے اسی قدر اُس شخص کے واسطے اور بڑھاکر اُسکے نام عطیہ کردیا اور اُسکا مفتح

ایک زمین مین جسکا وہ شخص مالک ہو یا نہین ہو قرار دیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر عام لوگون کے حق مین مضر ہو تو نہین جائز
ہو اور اگر مضر نہو تو جائز ہو بشرطیکہ یہ امر کسی غیر کی ملک مین واقع نہوا ہو اسلیے کہ سلطان کو اس امر کا اختیار ہو کہ جو عام کے
فائدہ مند ہو نہ وہ جو عامہ کے حق مین مضر ہو اور اگر ایک شخص نے اپنے پتھرون سے ایک حاطہ فرات مین بنایا اور یہ اسمین
پن چکی نصب کی تو میدان فرات مین اسکو ایسا کرنا جائز نہین ہو اور اگر کسی نے اُس سے اس بارہ مین خصومت کی تو اسکو
گرا دے اسواسطے کہ موضع فرات مین مثل عام راستہ کے عامہ کا حق ہو اور عام راستہ پر اگر کوئی شخص عمارت بنا دے تو ہر
شخص کو اُس سے مخاصمہ کرنے اور ڈھا دینے کا اختیار ہو اور یہ حکم قضاءً ہو اور فیما بینہ وبین اللہ تعالے یعنی براہ دیانت
سو اگر یہ عمارت جو اُسنے فرات مین بنائی ہو کشتی یا پانی کے مجری کو مضر ہو تو اسکو روا نہین ہو اور وہ گنہگار ہوگا اور اگر
کسی بات کو مضر نہو تو اُسکو اس سے نفع حاصل کرنا روا ہو جیسا کہ عام راستہ پر عمارت بنانے کا حکم ہو کہ اگر آنے جانے والون
کو ضرر پہونچتا ہو تو وہ گنہگار ہوگا اور اگر انکو ضرر نہ پہونچتا ہو تو اسکو اس سے نفع اُٹھانے کی گنجائش ہو اور اگر کسی مسلمان یا
ذمی نے اُس سے مخاصمہ کیا تو قضاءً اُسپر حکم جاری کیا جائیگا کہ اسکو منہدم کر دے اسی طرح اگر مکاتبون یا عورتون مین سے کسی
نے جھگڑا کیا تو بھی یہی حکم ہو اور رہا غلام سو اس معاملہ مین خصومت نہین کر سکتا ہو اور نابالغ بھی تابع ہو بمنزلہ غلام کے
وہ بھی خصومت نہین کر سکتا ہو اور مغلوب العقل و معتوہ بھی ایسا ہی ہو لیکن اُسکی طرف سے اسکا باپ یا وصی بدر خصومت
کر سکتا ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر کسی شخص نے نہر عام پر بدون اجازت امام المسلمین کے یا نہر خاص پر بدون اجازت
شریکون کے پل باندھا اور مضبوطی سے باندھا کہ برابر اُسپر آدمی و جانور آتے جاتے تھے پھر وہ ٹوٹ گیا یا دہل
گیا اور اُس سے کوئی آدمی یا جانور تلف ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایسے شکستہ پل پر دیکھ بھال کر عمداً کوئی
گذرا یا عمداً اُسنے اپنا چوپایہ اُسپر سے ہانکا تو مرجانے کی صورت مین پل بنانے والا ضامن نہوگا یہ فتاوے
قاضی خان مین ہو منتقی مین ہو کہ ہشام رح نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک گاؤن
مین ایک نہر جاری ہو اور اس گاؤن والون کو اس نہر سے خود پانی پینے و اپنے چوپاؤن کو پلانے کا استحقاق
حاصل ہو اور اُسپر اُنکے درخت لگے ہین لیکن ان لوگون کا کوئی حق اصل نہر مین نہین ہو پھر اگر اہل نہر نے اس گاؤن
سے اپنی نہر کی تحویل چاہی حالانکہ اسمین اہل دیہ کی خرابی ہو تو فرمایا کہ اہل نہر کو یہ اختیار ہو پھر مین نے پوچھا
کہ ایک شخص کی کاریز خالصہ ہو اُسپر ایک قوم کے درخت ہین پھر کاریز کے مالک نے چاہا کہ اپنی کاریز اس نہر
سے تحویل کر کے دوسری جگہ کھووے تو فرمایا کہ اُسکو یہ اختیار نہین ہو اور اگر کاریز والے نے اُسکو فروخت کرنا چاہا
تو درختون کا مالک اُسکا شفیع جوار ہوگا یہ محیط مین ہو ہشام رح سے روایت ہو کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے کہا
کہ ایک نہر ایک قوم مین مشترک ہو ان سب نے سواے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دیدی کہ اپنی زمین
سینچ لے مگر ایک نے اجازت نہ دی یا شریکون مین ایک نابالغ لڑکا ہو تو فرمایا کہ اُس شخص کو روا نہین ہو کہ جب تک
سب کے سب اجازت نہ دین تب تک اپنی زمین سینچے یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر ایک قوم نے باہم اتفاق
سے مشترک نہر اس شرط سے کھودی کہ نہر مذکور انمین بقدر ہر ایک کے مساحت اراضی کے مشترک ہو اور
خرچہ بھی ہر ایک پر اسی حساب سے پڑے پھر اُن لوگون نے ایک شخص سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اس
سے زیادہ خرچہ غلطی سے وصول کیا تو بقدر زیادتی کے وہ شخص ان لوگون سے واپس لیگا اور اگر

غلطی سے جسقدر اُسپر لازم آیا تھا اُس سے کم وصول کیا تو جسقدر باقی رہا وہ بھی یہ لوگ اُس سے لے سکتے ہین یہ مبسوط
مین ہے۔ اور اگر صاحب کاریز و صاحب ارض نے اس شرط سے صلح کی کہ کاریز والا اپنی کاریز دوسرے گوشہ مین تحویل کرلے
تو اسمین رجوع نہین ہوسکتا ہے بشرطیکہ اول کو باطل کر دینے پر صلح قرار پائی ہو یہ غیاثیہ مین ہے۔ ایک نہر ایک قوم
مین مشترک ہے اُنھون نے اس امر پر باہمی صلح ٹھہرائی کہ ہر ایک کے واسطے شرب تقسیم کر دین اور اسمین سے ایک شخص غائب
ہے پھر وہ آیا پس اگر ان لوگون نے اسکا حق پورا نہ دیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ اپنا حق پورا کرنے کے واسطے تقسیم کو
توڑ دے اور اگر اُسکا حق پورا دیدیا ہو تو اُسکو تقسیم توڑنے کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ تقسیم توڑنے سے کچھ فائدہ نہوگا
اور یہ حکم برخلاف تقسیم دور و اراضی کے ہے کہ اگر شریکون مین سے کوئی غائب ہو اور غائب کی طرف سے کوئی خصم حاضر
نہو تو جب وہ حاضر ہوا اور راضی نہو تو اُسکو باقی شریکون کی تقسیم توڑ دینے کا اختیار ہے اگرچہ اُن لوگون نے اُسکا پورا حق
دیدیا ہو۔ ایک نہر کبیر ہے دوسری صغیر ہے ان دونون کے بیچ مین مسناة یعنے بند آب ہے اور بند آب کی اصلاح کی
ضرورت ہوئی تو اسکی اصلاح دونون نہرون والون پر ہوگی اور خرچہ دونون پر آدھا آدھا پڑیگا اگرچہ یہ دونون
نہرون کا حریم ہوا اور کمی و بیشی پانی کا کچھ اعتبار نہین ہے جیسے کہ ایک دیوار دو شخصون کے درمیان مشترک ہو اور
ایک کا لدان بنسبت دوسرے کے اس دیوار پر زائد ہو اور دیوار مذکور کی درستی کی ضرورت ہوئی تو جو کچھ خرچہ ہووہ
دونون پر برابر تقسیم ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک نہر کبیر مین سے دوسری نہر صغیر نکلی ہے پھر نہر صغیر کا دہانہ خراب ہوگیا اور
یہ حاجت ہوئی کہ پختہ اینٹون سے گچکاری کرکے اُسکا دہانہ مضبوط بنایا جاوے تو یہ سب خرچہ نہر صغیر کے مالک پر پڑیگا
یہ خزانة المفتین مین ہے۔ کسی شخص نے بطور معین ایک کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کیا اور یہ نہر ایک دریہ سے
گرنا شروع تھی اُس سے اُوپر ایک محلہ اور تھا جسمین وہ نہر بہتی ہوئی پھر اُس سے اوپر اس محلہ موقوف علیہا
مین وہ نہر جاری تھی اور اسی کوچہ کی نہر کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے پس نہر مذکور کو اس
کوچہ تک مرمت کر دیگئی پھر لوگون نے چاہا کہ آگے بھی اسی وقف کے حاصلات سے نہر مذکور کی مرمت کرین تو
جہان تک اس کوچہ مین بہتی ہے جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اس سے زیادہ اس وقف سے
مرمت نکیجائیگی اور اگر یہ نہر ایک بڑی نہر سے جاری ہو کر ایک میدان مین بہتی ہو جہان کوئی اہل تنقه مین سے مستحق
نہین ہے پھر اُس میدان سے روان ہو کر اس کوچہ مین آتی ہو جہان کی مرمت کے واسطے وقف کرنے والے نے
وقف کیا ہے تو یہ نہر اوپر سے برابر یہان تک کہ جہان تک کے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے مرمت کیجائیگی
یہان تک کہ اس کوچہ کی حد سے تجاوز کر جاوے اور ان دونون صورتون مین فرق یہ ہے کہ پہلی صورت مین نہر
مذکور دو کوچون کیطرف منسوب ہے اور دوسری صورت مین بیچ مین کوئی کوچہ نہین ہے جسکی طرف نہر منسوب ہو
پس نہر مذکور ابتدا سے اس کوچہ کی انتہا تک جسکے واسطے وقف کرنے والے نے وقف کیا ہے اسی کوچہ کیطرف منسوب
ہوگی۔ اسی طرح اگر نہر مذکور کے اُگارنے کی ضرورت ہو تو اسی وقف کے حاصلات سے نہ اُگاری جاویگی۔ اور فقیہ
ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر درصورت نہ اُگارے جانے کے نہر مذکور کے مسناة یعنے بند آب کے خراب ہوجانے
کا خوف ہو تو حاصلات وقف مذکور سے اُگارنا جائز ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ شیخ ابو القاسم سے
دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی زمین مین مجری یعنی نہر ہے پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو صاف کرکے اُسکی مٹی کو ڈال اسکی

زمین مین ڈالا پس آیا اس شخص کو اختیار ہو کہ ان لوگون سے یہ خاک کوڑا اپنی زمین سے دور کرانے کا مواخذہ کرے
تو فرمایا کہ اگر اُنھون نے حریم نہر پر ڈالنے کا قصد کیا ہو تو جسقدر حریم سے تجاوز کر کے اُسکی زمین مین آگیا ہو اُسکے دور
کرانے کا مواخذہ کر سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک نے اپنی دیوارین سے نصف دیوار فروخت کر دی پھر مشتری نے
چاہا کہ اپنی نصف دیوار سے نہر عام کی طرف ایک دروازہ پھوڑے پس جب اُسنے اپنی ملک مین ایسا کرنا چاہا اور
عام لوگون کو اس سے ضرر نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اختیار ہو اور اگر عام لوگون کو مضرت پہونچتی ہو مثلاً نہر ٹوٹی جاتی ہو
تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان ہو اور اگر کسی نے یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ
دیدیا جاوے تو یہ باطل ہو اسواسطے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہو ایسے پانی کی جس سے زمین سینچی جاوے
کچھ ضرورت نہین ہو کہ شرب کی احتیاج اسی کو ہوتی ہو جسکے پاس زمین ہو اور مساکین کے پاس یہ نہین ہو اور شرب
کا کچھ بدل نہین ہو جو شرب کے عوض مساکین کو تقسیم کر دیا جاوے کیونکہ وہ بیع و اجارہ کے قابل نہین ہو پس وصیت
باطل ہوئی اور اگر یہ وصیت کی کہ فلان مسکین معین کو اُسکی زندگی مین پانی دیا جاوے تو یہ جائز ہو باعتبار اُسکے
معین ہونے کے یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا جاوے
تو یہ باطل ہو اسواسطے کہ جسکی تملیک کا وہ حالت زندگی مین اختیار نہین رکھتا ہو اُسکی تملیک کا بعد وفات کے بھی
جواز نہین ہو اور اگر یون وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلان شخص کی زمین اتنے برس تک سینچی جاوے
تو اُسکے تہائی مال سے یہ وصیت جائز ہو کیونکہ اگر وہ ہمیشہ کے واسطے اس طرح اُسکو پانی دینے کی وصیت کرتا تو جائز
ہوتا پس جب اُسنے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک ایسی وصیت کی تو بھی جائز ہو اور اگر وہ شخص جسکے حق مین
وصیت ہو اس میعاد سے پہلے مر گیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ شراب اگرچہ حقیقۃً عین ہو لیکن معنی منفعت
ہو کہ وہ زمین کی تابع ہو جیسے اور منافع اور جو منافع کی وصیت ہوتی ہو وہ موصی لہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی
ہو اور اگر کسی کے واسطے شرب کی مطلقاً وصیت کی اُسکے واسطے کوئی وقت مقرر نکیا پھر جسکے واسطے شرب
کی وصیت تھی وہ مر گیا پس آیا وصیت باطل ہو گی یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو فقیہ ابو جعفرؒ نے
فرمایا کہ وصیت باطل نہو گی اور شرب کو موصی لہ کے وارثون کو ملیگا اور یہی اصح ہو اور اگر کسی نے تعلیقاً کہا کہ
اگر مین ایسا کرون تو یہ شرب مساکین کے واسطے صدقہ ہو تو یہ باطل ہو اور اگر کسی نے اپنی تہائی شرب کی
بدون زمین کے فی سبیل اللہ تعالے یا حج یا مملوک کے آزاد کرانے یا فقیرون کے واسطے وصیت کی تو
یہ باطل ہو اسواسطے کہ یہ وصیت بیع شرب کی وصیت ہو اسواسطے کہ حج کرانا یا مملوک کی گردن آزاد کرانا عین
شرب سے ممکن نہین ہو اور یہ امر شرب کے ثمن سے ہو سکتا ہو اور بدون زمین کے شرب کے بیع کی وصیت
کرنا باطل ہو اور فقیرون کے واسطے شرب کی وصیت کرنا اُنکو صدقہ دینے کی وصیت ہو اور بدون زمین کی شرب کے
صدقہ کرنے کی وصیت جائز نہین ہو اور اگر نہر مین سے اپنے تہائی حق کی وصیت کی تو فی سبیل اللہ و حج کرانے وغیرہ سب
باتون مین جو مذکور ہوئی ہین جائز ہو اسواسطے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کے صدقہ کرنے کی وصیت ہو پس جائز ہو اور شرب
اسمین تبعاً داخل ہو گیا یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر خالی شرب یہ بدون زمین کے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز
ہو اور عورت مذکورہ کو شرب مین سے کچھ نہ ملیگا مگر اُسکا مہر المثل واجب ہوگا یہ کافی مین ہو۔ اور اگر کسی عورت نے

اپنے شوہر سے شرب پر بدون زمین کے خلع کیا تو یہ باطل ہے اور شوہر کو شرب میں سے کچھ نہ ملیگا ولیکن خلع صحیح ہے اور عورت پر واجب ہوگا کہ وہ مہر جو اُسنے لیا ہے واپس کردے۔ اور شرب کے دعوی سے اگر صلح کی تو باطل ہے پس اگر اس شرب سے اُسنے مدت دراز تک زمین سینچی ہو تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگی اور اگر شرب پر قصاص قتل نفس سے یا جان کے تلف سے کم یعنے جراحت سے جسمین قصاص ہے صلح کی تو صلح باطل ہے اور عفو جائز ہے اور قاتل پر جیج کرنیوالے پر دیت اور ارش جراحت واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک عورت کے پاس نو جریب زمین ہے پس سیل نے اس اراضی کی نہر خراب کردی اور عورت مذکورہ نے ایک قوم کو اس نہر کی درستی کے واسطے بدین شرط اجارہ لیا کہ مین تمکو زمین میں سے تین جریب زمین دونگی پس اُن لوگون نے نہر مذکور کو درست کیا تو شیخ علی بن احمد سے مروی ہے کہ شیخ موصوف نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ اجارہ جائز ہوا اور عورت مذکورہ کو اختیار نہیں ہے کہ تین جریب زمین دینے سے انکار کرے اور شیخ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ یہ جواب صاحبین کے قول کے موافق ہے اور بقیاس قول امام اعظم رح کے نہیں جائز ہے اور اسی پر فتوے ہے (اسواسطے کہ تین جریب مجہول ہیں) پس علے ہذا اگر عورت مذکورہ نے اجارہ پر مقرر کرنے کے وقت اراضی مذکورہ سے تین جریب زمین معین کردی ہو تو بالاجماع اجارہ جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کا پانی کا مجری[1] دوسرے کے دار میں ہے پھر مجری خراب ہوگیا اور مالک دار نے مالک مجری سے اصلاح مجری کا مواخذہ کیا تو صاحب مجری لینے مجری کی اصلاح پر مجبور نکیا جائیگا اور یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک شخص کا مجری دوسرے کی چھت پر ہے پھر چھت خراب ہوگئی تو چھت کے مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ صاحب مجری سے اپنی چھت کی درستی کا مواخذہ کرے پھر اگر نہر صاحب مجری کی ملک ہو تو وہ اُسکی درستی کے واسطے ماخوذ ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہر کی درستی مالک مجری کے (یعنی اپنے رقبہ نہر ۱۲) ذمہ ہے اور یہ مثل چھت کے نہیں ہے اسواسطے کہ پانی جو نہر میں جاری ہوتا ہے وہ اُسکی ملک ہے یعنی وہ اس نہر کو اپنی ملک سے استعمال کرتا ہے پس اُسکی اصلاح اُسی کے ذمہ ہوگی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور ہمارے اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ فتوی قول اوّل پر ہے اسواسطے کہ صاحب ملک پر اپنی ملک کی درستی لازم ہے یہ فتاوے کبرے میں ہے۔ ایک شخص کے دار میں ایک نہر ہے جسکے پانی سے پڑوسی کی دہلیز کو کھلا ضرر پہونچتا ہے پھر دہلیز سے ایک عورت کے دار تک پہونچتا ہے اور اُسمین ضرر فاحش ہے پس اگر نہر مذکور کسی شخص کی ملک نہو صرف نہر کا مجری اس شخص کے دار میں ہے اور پانی میں اہل شفہ یعنے پینے والون و جانورون کو پلانے والون کا استحقاق ہے تو جس جس کو اس نہر سے مضرت پہونچتی ہے اُسپر اس نہر کی اصلاح اور اپنے اوپر سے ضرر دور کرنا لازم ہے ایسا ہی حکم فقیہ ابو بکر الاعمش سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم رح سے روایت ہے کہ اس نہر کی درستی اہل مجری پر لازم ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو دارون میں سے ہر دار کا علیحدہ مالک ہو اور ہر واحد نے اپنا دار ایک شخص غیر کے ہاتھ مع اُسکے حقوق کے فروخت کیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے دار کے مشتری کو اپنی چھت پر پانی بہنے سے منع کرے اسی طرح اگر دو حائط یعنے چہار دیواری کے باغ وغیرہ ہون اور دوسرے حائط کا مجری پہلے حائط میں ہو تو اسمین بھی ایسا ہی حکم ہے یہ غیاثیہ میں ہے فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ ایک شخص کے پانی کی نالی یعنے مع رقبہ کے دوسرے کے دار میں ہے پھر مالک دار نے اپنا دار مع اُس نالی

سے کے فروخت کیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی ہو گیا تو وہ ثمن مین بقدر حصہ نالی کے شریک ہو گا اور اگر اُسکا فقط مجری ہو یعنی پانی بہانے کا استحقاق ہو نالی کا رقبہ نہو تو اُسکو ثمن مین سے کچھہ نہ ملیگا اور اصل کی کتاب الشرب مین ایک مسئلہ لکھا ہی کہ جو اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ شرب کے واسطے حصہ ثمن ہوتا ہی چنانچہ کتاب الاصل مین یون فرمایا کہ دو گواہون مین سے ایک نے یون گواہی دی کہ مدعی نے فقط زمین ہزار درم مین خریدی ہی اور دوسرے گواہ نے یون گواہی دی کہ اسنے زمین کو مع شرب کے ہزار درم مین خریدا ہی تو گواہی مقبول نہو گی اسواسطے کہ جس گواہ نے زمین مع شرب خریدنے کی گواہی دی ہی اُسنے بعض ثمن کو بمقابلہ شرب کے قرار دیا ہی پس اس روایت سے ہمارے بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے یہ گمان کیا کہ جو کچھہ فتاوے اہل سمرقند مین لکھا ہی وہ خطا ہی حالانکہ جیسا انھون نے گمان کیا ہی ویسا نہین ہی اسواسطے کہ کتاب الشرب کے مسئلہ کا موضوع یہ ہی کہ زمین و شرب کا مالک ایک ہی شخص ہی اور یہ کہ زمین مع شرب کے فروخت کی گئی ہی اور جب شرب مع زمین کے فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن مین سے حصہ ہوتا ہی اور اس مسئلہ کا موضوع یہ ہی کہ شرب مالک رقبہ کے سواے غیر شخص کا ہی پس شرب کی بیع صاحب شرب کے حق مین تنہا شرب کی بیع ہوئی اور جب تنہا شرب فروخت کیا جاوے تو شرب کے واسطے ثمن سے کچھہ حصہ نہین ہوتا ہی اور اگر مالک دار نے اپنا دار فروخت نکیا ولیکن مالک مسیل نے یہ کہا کہ مین نے اپنا حق جو مسیل مین ہی باطل کر دیا پس اگر اُسکو پانی بہانے کا حق حاصل ہو رقبہ اُسکی ملک نہو تو اُسکا حق باطل ہو جائیگا۔ اور اگر رقبہ اُسکی ملک ہو تو اُسکا حق باطل نہوگا اسواسطے کہ اعیان مین جو ملک ثابت ہو وہ لبطلان قبول نہین کرتی ہی یہ محیط مین ہی۔ عیون مین لکھا ہی کہ ایک نہر دو شخصون مین مشترک ہی اور دونون نے چاہا کہ ہم مین سے ایک شخص ایک روز اپنے واسطے اسکو جاری کرلے اور دوسرا دوسرے روز جاری کرلے تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ یہ امر دونون کے حق مین نافع ہی اور ان دونون کے سواے کسی غیر کے حق مین مضر نہین ہی۔ اور اگر دونون مین ہر شخص کے واسطے ایک نہر خاص ہو اور دونون نے باہم اس بات پر قرار داد کی کہ ہم مین سے یہ شخص دوسرے کی نہر سے سینچے اور دوسرا شخص اسکی نہر سے سینچے تو نہین جائز ہی جیسے مکان سکونت کا اجارہ اس طرح لینا نا جائز ہی اور وجہ یہ ہی کہ یہ بیع ہی اور شرب کی بیع جائز نہین ہی کذا فی الذخیرہ

کتاب الاشربہ

اسمین دو باب ہین

باب اول اشربہ کی تفسیر و اُن اعیان کے بیان مین جنسے اشربہ بنائے جاتے ہین و اشربہ کے نام و ماہیات و احکام کے بیان مین۔ **قال المترجم** اشربہ جمع شراب لغت مین و نیز اصطلاح طب مین ہر پینے کی چیز پر بولی جاتی ہی۔ مگر شرع مین یہ لفظ باصطلاح خاص اطلاق کیا جاتا ہی چنانچہ کتاب مین اُسکی تفسیر یون فرمائی کہ شراب کا لفظ پینے کی ایسی چیز پر اطلاق کیا جاتا ہی جو حرام ہی اور شرابون کے نام بارہ ہین جنمین سے سات انگور سے بنائی جاتی ہین یعنے خمر و باذق و طلا و منصف و بختج و جمہوری و حمیدی۔ اور دو مویز سے بنتی ہین

یعنی نقیع و نبیذ اور تین چھوہارے سے بنتی ہین یعنی سکر۔ فضیخ۔ نبیذ۔ اور انکی ماہیات کا بیان یون ہی کہ جو شرابین انگور سے بنتی ہین سو انمین سے اول خمر کی یہ ماہیت ہی کہ وہ آب انگور خام کہ جوش آجانے و اشتداد پیدا ہو کر جھاگ اُٹھنے اور پھر جوش سے بیٹھ جانے سے تین خمر کہلاتا ہی یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور صاحبین رح کے نزدیک جوش آنے و اشتداد ہونے کے بعد وہ خمر ہی اگرچہ جھاگ نہ اٹھین دوم باذق وہ پختہ آب انگور ہی کہ دو تہائی سے کم پکایا جاوے خواہ ایک تہائی پکے یا نصف یا خفیف جوش دیا جاوے مگر ایسا ہو جاوے کہ اُسکے پینے سے نشہ ہو اور جوش سے بیٹھ جاوے سوم طلا یعنے مثلث وہ آب انگور ہی کہ پکایا جاوے یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہجاوے پھر مسکر ہو جاوے چہارم منصف یعنی آب انگور کہ پکانے مین نصف جلجاوے اور نصف باقی رہجاوے اور پنجم سختج یعنے طلا مثلث مین پانی ڈال دیا جاوے کہ وہ رقیق ہو جاوے اور چھوڑ دیا جاوے یہان تک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اُسکو شراب ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسوجہ سے کہ امام ابو یوسف اسکو اکثر استعمال کرتے تھے ششم جمہوری یعنے آب انگور خام جسمین پانی ملا دیا جاوے کہ ایک تہائی جل جاوے اور دو تہائی باقی رہے۔ اور جو شراب مویز سے بنائی جاتی ہی اور وہ دو طرح کی ہی ایک نقیع سو اسکی ماہیت یہ ہی کہ مویز کو پانی مین بھگویا جاوے یہان تک کہ اُسکی شیرینی پانی مین آجاوے پھر اُسمین اشتداد و جوش آوے اور جھاگ اُٹھین تب وہ نقیع ہی دوم نبیذ یعنی آب مویز خام جو پکایا جاوے اور جو شراب چھوہارے سے بنائی جاتی ہی اور وہ تین طرح کی ہوتی ہی ایک سکر یعنے خام آب تمر جبکہ اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ سکر ہی اور اسی پر اکثر اہل لغت کا فتوے ہی دوم فضیخ یعنی خام آب تمر مذنب جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین سوم نبیذ یعنی خام آب تمر جبکہ خفیف جوش دیا جاوے وہ اُسمین ابال و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو نبیذ ہی اسی طرح نبیذ اُسکو بھی کہتے ہین کہ جس پانی مین چھوارے بھگوے جاوین اور اُسمین شیرینی نکل آوے اور جوش و اشتداد آکر جھاگ اُٹھین۔ اور ان اشربہ کے احکام پانچ وجہ پر ہین ایک وجہ مین بالاجماع حلال ہی اور ایک وجہ مین بالاجماع حرام ہی اور ایک وجہ مین عامہ علماء کے نزدیک حرام ہی اور ایک وجہ مین ہمارے نزدیک حلال ہی مگر بعض لوگون نے خلاف کیا ہی اور ایک وجہ مین حلال ہی مگر امام محمد رح نے خلاف کیا ہی سو جو بالاجماع حلال ہی وہ شراب شیرین ہی جسمین اشتداد نہ آیا ہو اور جو بالاجماع حرام ہی وہ خمر و سکر ہی جیسین سے ہو۔ اور خمر کے واسطے چھ حکم ہین ایک یہ ہی کہ خمر مین سے تھوڑا پینا و بہت پینا سب حرام ہی اور اُس سے دوا وغیرہ کے طور پر انتفاع بھی حرام ہی دوم یہ اُسکی حرمت کا منکر کافر ہی سوم یہ کہ جس طور پر لوگ متاع حاصل کرتے ہین مثل بیع و ہبہ وغیرہ کے خمر کا مالک ہونا یا دوسرے کو مالک کرنا حرام ہی چہارم یہ کہ خمر کا تقوم باطل ہو گیا ہی حتے کہ خمر کا تلف کرنے والا ضامن نہوگا کذا فی محیط السرخسی لیکن مشائخ نے اُسکی مالیت ساقط ہو جانے مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ وہ مال ہی سو اسواسطے کہ اُسمین حرص و بخل جاری ہی یہ کافی مین ہی اور پنجم یہ کہ خمر مثل پیشاب و خون کے نجس غلیظ ہی اور ششم یہ کہ اُسکے تھوڑا یا بہت پینے سے حد شرعی واجب ہوتی ہی اور شراب کو سرکہ کر ڈالنا مباح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اسکا ناشرع مین کچھ موثر نہین ہی اسواسطے کہ پکانا شرع مین اس غرض سے ہوتا ہی کہ حرمت ثابت ہونے سے مانع ہو اور اس غرض سے نہین ہی کہ حرمت ثابت ہونے کے بعد پکانے سے باطل ہو جاوے اسلیے کہ پکانے کا اثر صفت نشہ کو زائل کرتا ہی اور جب وہ خمر

ہوگئی ہی تو پھر موثر نہو گا پھر بعض نے فرمایا کہ ایسی خمر مین جب تک نشہ نہ آوے تب تک حد نہ ماری جائیگی اسواسطے کہ قلیل خمر سے حد واجب ہونا خام آب انگور کے ساتھ مخصوص ہی اور یہ خام نہین رہی بلکہ پختہ ہوگئی ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ ایسی خمر کے پینے مین بھی حد واجب ہوگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو یہ کافی مین ہی۔ اور اگر شراب سرکہ ہوگئی اور اسمین کچھ ترشی آگئی لیکن اسمین کچھ تلخی بھی ہی تو وہ امام اعظم رح کے نزدیک سرکہ نہوگی یہان تک کہ بالکل اسکی تلخی جاتی رہے اور صاحبین کے نزدیک تھوڑی ترشی آجانے سے بھی حلال ہو جاتی ہی اور یہ اسوقت ہی کہ شراب خود بخود سرکہ ہوگئی ہو اور اگر آدمی نے اسکو نمک وغیرہ کے ذریعہ سے سرکہ کر ڈالا ہو تو ایسی صورت مین بالاجماع سب کے نزدیک حلال ہو جائیگی شرح طحاوی مین ہی اور شرح شافی مین ہی کہ اگر سرکہ شراب مین ڈال دیا گیا تو اسکا کھانا روا ہی خواہ شراب غالب ہو یا کہ سرکہ غالب ہو مگر اسمین ترشی آگئی ہو اور یہ قیاس قول امام ابو یوسف رح کے اگر شراب غالب ہو تو یہی حکم ہی اور اگر سرکہ غالب ہو تو مجموع النوازل مین مذکور ہی کہ اسی وقت حلال نہوگی جب تک اتنی دیر نہ گذرے کہ جسمین یہ گمان ہو جاوے کہ شراب سرکہ ہوگئی ہی یہ خلاصہ مین ہی۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ اگر شراب خمر مین گل سوسن خوشبودار ڈالے گئے تھے کہ شراب مین اسکی خوشبو آگئی تو اس شراب سے نہ بیع و تطلیب پہنچتا ہی اور نہ اسکی بیع جائز ہی اگرچہ سوسن ڈالدینے سے اسکی بو متغیر ہوگئی ہی اسواسطے کہ شراب سرکہ نہین ہوئی اور شراب جب تک سرکہ نہو جاوے تب تک اس سے انتفاع جائز نہین ہی اور کوئی عورت ایسی شراب سے کنگھی نکرے اور بعض عورتون کی عادت ہوتی ہی اور بعض نے کہا کہ اس سے بالون کی چمک زیادہ ہو جاتی ہی اور ایسی شراب سے اپنے بدن کی کسی جراحت کی دوا نہین کر سکتا ہی اور اپنے چوپایہ کی پیٹھ لگی ہوئی کی بھی اس شراب سے دوا نہین کر سکتا ہی اور نہ ایسی شراب سے حقنہ لے سکتا ہی اور نہ احلیل مین ٹپکا سکتا ہی یہ محیط مین ہی۔ اور شراب خمر سے مٹی کا گارہ کرنا اور چوپایون کو پلانا مکروہ ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنا سور کا جانور شراب کیطرف بڑھالے گیا تو مضائقہ نہین ہی اور اگر شراب کو اٹھا کر جانور مذکور کی طرف لایا تو مکروہ ہی اور ایسا ہی حکم مشائخ نے ایسے شخص کے حق مین دیا ہی جو شراب کو سرکہ کرنا چاہتا ہی کہ اسکو چاہیے کہ سرکہ کو شراب کی طرف اٹھا لیجا کر اسمین ڈالدے اور اگر شراب کو اٹھا کر سرکہ کے پاس لایا تو مکروہ ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ دونون صورتون مین کچھ مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ شراب کا اٹھانا جبھی مکروہ ہو کہ پینے کے واسطے اٹھالیجاوے اور اگر پینے کے واسطے ایسا نکرے تو مضائقہ نہین ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر اسنے شراب کو سرکہ کرنے کے واسطے دھوپ سے سایہ مین اور سایہ سے دھوپ مین اٹھا کر رکھا تو مکروہ نہین ہی حالانکہ اس صورت مین شراب کا اٹھانا متحقق ہوا ہی شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ قول اول ہی صحیح ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور خمر شراب کسی نابالغ و ذمی کو نہ پلاوے اور جسنے پلا یا گناہ اسی پر ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی اور خمر کو بطور سرمہ آنکھ مین لگانا یا خمر کی ناس لینا مکروہ ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر خمر سے آٹا گوندھا اور اسکی روٹی پکائی تو وہ نکھائی جائیگی اور اگر کسی نے کھائی تو اسکو حد نہ ماری جائیگی اسی طرح اگر گیہون خمر مین گر پڑے تو دھونے سے پہلے نہ کھائے جاوینگے پھر اگر دھوئے گئے خواہ پیسے گئے یا نہ پیسے گئے اور اسمین خمر کی بو و مزہ نپایا گیا تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب یہ گیہون خمر کے اندر پھول نہ گئے ہون اور اگر پھول گئے تو امام محمد رح کے قول پر ہمیشہ کے واسطے ناپاک رہے کبھی پاک نہونگے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر تین بار دھوے جاوین اور ہر بار خشک کیے جاوین

پھر کھاوے جاوین علی ہذا اگر خمر مین گوشت پکایا گیا تو امام محمد کے قول پر ہمیشہ کے واسطے اُسکا کھانا حلال نہوگا اور
امام ابو یوسف کے قول پر تین بار پاک پانی مین جوش دیا جاوے اور ہر بار ٹھنڈا کر لیا جاوے پھر کھایا جاوے
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر شوربے مین سرکہ کی جگہ خمر ڈالدی اور شوربا پکایا گیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ شوربا نجس ہے
اور اگر اُسمین سے کوئی گھونٹ پی لیا تو حد نہ ماری جائیگی جب تک کہ نشہ نہ آوے اور اگر مچھلی یا نمک یا سرکہ مین خمر ڈالی
گئی اور مری کیا گیا حتے کہ ترش ہو گیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہے یہ مسئلہ اصل مین بدون تفصیل کے مذکور
ہے اور امام ابو یوسف رح سے اس مسئلہ مین تفصیل مروی ہے یعنے امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ اگر مچھلی یا نمک بنسبت
خمر کے کم ہو تو ترش ہونے کے وقت پاک ہو جائیگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر مچھلی یا نمک غالب یعنی زیادہ
ہو تو پاک نہوگا اور اُسکا کھانا حلال نہوگا اگرچہ ترش ہو جاوے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر خمر کے مٹکے مین ایک چوہا
گر کر مر گیا پھر چوہا نکال کر پھینک دیا گیا پھر وہ خمر سرکہ ہو گئی تو پاک ہو جائیگی اور اگر چوہا اُسمین سڑ کر پھوٹ گیا ہو
تو سرکہ نجس ہوگا اسواسطے کہ جسقدر اُسمین چوہے کے اجزا رہین وہ سرکہ نہین ہوے ہین یہ فتاوے قاضیخان
مین ہے اور لہو کی نظر سے خمر کو دیکھنا حلال نہین ہے یہ وجیز کردری مین ہے۔ فتاوے ماوراء النہر مین ہے کہ خمر کا ایک
قطرہ ایک مشک پانی مین گر پڑا پھر یہ پانی ایک مٹکے سرکہ مین ڈالدیا گیا تو شیخ ابو نصر الدبوسی نے فرمایا کہ سرکہ خراب
ہو جائیگا اور سواے شیخ موصوف کے اور مشائخ نے فرمایا کہ فاسد نہوگا اور اسی پر فتوے ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی صحیح
ہے اسواسطے کہ پانی اپنے نجس نہ تھا بلکہ خمر کے مجاورت سے نجس ہوا پس جب یہ قطرہ خمر سرکہ مین پڑ کر سرکہ ہو گیا تو مجاورت
جاتی رہی پس پانی پھر پاک ہو جائیگا جیسے کہ وہ روٹی کا اگر خمر مین گر پڑا پھر سرکہ مین تو پاک ہو جائیگا اسی طرح اگر گردہ
روٹی کا خمر سے پکایا گیا پھر سرکہ مین گر پڑا یا گیہون اگر خمر مین گر پڑا پھر سرکہ مین تو پاک ہو جائیگا بخلاف آٹے کے کہ اگر آٹا
شراب سے گوندھکر پکایا گیا تو روٹی نجس ہوگی پاک نہوگی اسواسطے کہ گوندھے ہوے آٹے مین جو اجزاء خمر
کے ہین وہ روٹی پکانے سے سرکہ نہین ہوسکے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کسی بکری کو خمر پلائی تو اُسکا
دودھ اور گوشت مکروہ نہین ہے اسواسطے کہ خمر اگرچہ اُسکے معدے مین باقی رہی لیکن اُسکے گوشت سے مختلط نہین
ہوئی اور اگر خمر مستحیل ہو کر لحم ہو گئی ہو تو بھی جائز ہے جیسے کہ مستحیل ہو کر سرکہ ہو جانے کی صورت مین جائز ہوتی لیکن
اگر اُس بکری کو اسقدر کثرت سے خمر پلائی ہو کہ اُسکے گوشت مین شراب کی بدبو آگئی ہو تو اُسکا گوشت مکروہ ہوگا جیسے کہ
اگر اُسکو پلیدی کھانے کی عادت ہو گئی ہو تو مکروہ ہوتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کسی آکل اللحم نے شراب یعنی خمر
پینے کی عادت کر لی اور یہ حالت پہونچی کہ اُسکے جسم سے خمر کی بدبو پائی جاتی ہے اگر بکری کی ایسی عادت ہو گئی ہو تو
دس روز اور اگر گاے ہو تو بیس روز اور اونٹ ہو تو تیس روز اور مرغی ہو تو ایک روز قید رکھی جاوے کذا فی المحیط یعنے
شراب سے بچائی جاوے اور جو اُسکی پاک غذا ہے وہ دیجاوے **قال المترجم** اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اُس سے انتفاع
مکروہ ہے اور اگر اُسکو پی لیا مگر نشہ نہ چڑھا تو اُسپر حد واجب نہوگی یہ حکم ہمارے نزدیک ہے اور اُسکو سرکہ مین ڈالدینے کا
مضائقہ نہین ہے اسواسطے کہ وہ سرکہ ہو جاتی ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص کو پیاس کی وجہ سے اپنی جان جاتی رہنے
کا خوف ہوا تو ہمارے نزدیک اتنی شراب جس سے اُسکی پیاس دفع ہو پی لینا مباح ہے بشرطیکہ خمر اُس پیاس کو دور
کر سکتی ہو جیسا کہ مضطر کے حق مین مردار و سور کا تناول مباح ہے اسی طرح اگر اُسکو سانپ وغیرہ نے کاٹا کہ اسکو اپنی جان

اور تمام تحقیق فتح القدیر مین ہے ۱۲

کا خوف ہوا اور اس ضرر کو دفع کرنے والی سوائے خمر کے کوئی چیز نہین پاتا ہے تو اُسکو شراب پینا مباح ہے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہے اور فتاوے مین ہے کہ اگر ایسے شخص نے جو پیاس سے مرا جاتا ہے اسقدر سیرابی کے شراب خمر پی
لی اور بیہوش ہو گیا تو اُسپر حد واجب نہو گی اسواسطے کہ نشہ یہ مباح ہو گیا ہے اور اگر سیرابی سے کچھ زیادہ پی لی اور نشہ
بھی نہوا تاہم چاہیے کہ اُسپر حد لازم آوے جیسا کہ حالت اختیار مین اسقدر پینے و نشہ نہ آنے مین یہی حکم ہے یہ وجیز کردری
مین ہے۔ اور اشربہ مین سے جو عامہ علمار کے نزدیک حرام ہین تو وہ یہ ہین باذق و منصف و نقیع مویز و تمر جو غیر مطبوخ
ہوا اور سکر ان شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہے اور اصحاب ظواہر کہتے ہین کہ انکا پینا مباح ہے مگر صحیح قول
عامہ علماء کا ہے لیکن ان شرابون کی حرمت خمر کی حرمت سے گھٹکر ہے حتے کہ ان شرابون کا پینے والا جب تک اُسکو نشہ نہ
آوے تب تک اُسکو حد نہ ماری جاویگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منصف و باذق کی نجاست غلیظہ ہے یا خفیفہ سو امام
محمد رح نے کتاب مین ذکر فرمایا کہ جس شراب کا پینا حرام ہے اگر وہ قدر درہم سے زیادہ کپڑے مین لگ جاوے تو
نماز جائز نہو گی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے ہشام رح نے روایت کیا ہے اور شیخ فضلی رح
سے منقول ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے قول پر واجب ہے کہ انکی نجاست خفیفہ ہو مگر
فتوے اسی پر ہے کہ انکی نجاست غلیظہ ہے اور باذق و منصف و سکر و نقیع مویز کی بیع جائز ہے اور انکا تلف کر دینے والا
ضامن ہو گا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح نے اسمین خلاف کیا ہے اور بیع کی صورت مین امام اعظم رحمہ اللہ
کے قول پر فتوے ہے اور ضمان کی صورت مین اگر تلف کرنے والے نے حسبہ کا قصد کیا یعنے منکر چیز سے منع کرنے
اور دفع کرنے کا قصد کیا اور یہ قصد حالات و قرائن کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاتا ہے تو فتوے صاحبین رح کے قول
پر ہے اور اگر اُسنے حسبہ کا قصد نکیا ہو تو ضمان واجب ہونے مین بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوے ہے یہ ظہیریہ مین
ہے اور اشربہ مین سے جو عامہ علمار کے نزدیک حلال ہے وہ طلار ہے یعنے مثلث اور نبیذ تمر و مویز ہے کہ انکا پینا اسقدر جسکے
پینے سے نشہ نہو بغرض گوارائے طعام و اللہ تعالے کی عبادت کے واسطے تقویت حاصل کرنے کے لئے جائز ہے اور اگر بغرض
لہو ہو تو نہین جائز ہے اور انہین سے اسقدر پینا کہ جس سے نشہ آجاوے حرام ہے اور یہ قول عامہ علمار کا ہے اور جب انکے
پینے والے کو نشہ آجاوے تو اُسپر حد شرعی واجب ہو گی اور انکی بیع جائز ہے اور انکے تلف کرنے والے پر ضمان واجب
ہو گی یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہے و امام محمد رحمہ اللہ سے دو روایتین ہین مگر دونون
مین سے اصح روایت موافق قول شیخین کے ہے اور دوسری روایت امام محمد رحمہ اللہ سے یون مروی ہے کہ ان
شرابون مین سے قلیل و کثیر سب حرام ہے لیکن انکے پینے والے کو حد نہ ماری جائیگی جب تک اُسکو نشہ نہو جاوے
یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور ہمارے زمانہ مین فتوے امام محمد رح کے قول پر ہے حتے کہ جو شخص حبوب و شہد و دودھ
و انجیر سے بنائی ہوئی شراب کو پیئے اور اُسکو نشہ آجاوے تو اُسپر حد شرعی واجب ہو گی اسواسطے کہ ہمارے زمانہ
مین فاسق لوگ ان شرابون کے گرد ہوتے ہین اور انکا قصد انکے پینے سے نشہ و لہو ہوتا ہے یہ تبیین مین ہے اور شیرہ
انگور اگر دھوپ مین رکھا گیا یہان تک کہ اُسمین سے دو تہائی اڑ گیا تو امام ابو یوسف رح و امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے
نزدیک اُسکا پینا حلال ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاوے کبرے مین ہے اور نوازل مین ہے کہ مین نے شیخ ابو سلیمان سے
پوچھا کہ ایک مثلث مین شیرہ انگور ملا دیا گیا تو فرمایا کہ پھر دوبارہ وہ پکائی جاوے یہان تک کہ اُسمین سے دو تہائی اڑ جاوے

اور ایک تہائی باقی رہجاوے اور یہی امام محمد رح کا قول ہی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور بختج کی تفسیر مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی حاکم ابو محمد الکھینی نے فرمایا کہ بختج یون نبتی ہی کہ شیرۂ انگور مین پانی ڈال دیا جاتا ہی پھر جوش آنے سے پہلے اُسکو پکاتے ہین یہان تک کہ اُسمین سے دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی باقی رہے پس شیرۂ انگور مین سے دو تہائی سے کم جاتا ہی اور جب تک وہ شیرین ہو تب تک اُسکا پینا حلال ہی اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تب اُسکا پینا تھوڑا و بہت سب حرام ہی اور بعض نے فرمایا کہ بختج وہی حمیدی ہی اور وہ یون نبتی ہی کہ مثلث مین پانی ڈال کر چھوڑ دیا جاوے یہان تک کہ اُسمین اشتداد آجاوے اور اُسکو ابو یوسفی بھی کہتے ہین اور منقول ہی کہ امام ابو یوسف اُسکو بکثرت استعمال کرتے تھے اور آیا اُسکی اباحت کے واسطے یہ بھی شرط ہی کہ پانی ڈال دینے کے بعد جوش و اشتداد آنے سے پہلے اُسکو خفیف پکایا جاوے یا یہ شرط نہین ہی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی جیسا کہ مثلث مین اُنکا اختلاف ہی پھر اگر اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو اُسکا پینا اُسیقدر حلال ہی جس سے نشہ نہ آوے اور اگر نشہ آگیا تو پینے والے کو حد ماری جائیگی اور شراب جمہوری یعنی آب انگور خام جسمین پانی ڈالدیا جاوے اور خفیف پکایا جاوے سو وہ جب تک شیرین رہے تب تک اُسکا پینا سب کے نزدیک حلال ہی اور جب اُسمین جوش و اشتداد آجاوے اور جھاگ اُٹھین تو اُسکا اور باذق کا ایک حکم ہی پھر اگر اسکے بعد اُسکے عصارہ پر پانی ڈالا جاوے اور عصارہ مل کر پانی نکالا جاوے اور اُسمین جوش و اشتداد آجاوے تو وہ سب احکام مین مثل خمر کے ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل خمر کے نہین ہی یہ ظہیریہ مین ہی

دوسرا باب متفرقات مین۔ اگر ایک شخص نے نو پیالے نبیذ تمر کے پیے پھر دسوان پیالہ اُسکے منھ مین ڈالا گیا پس نشہ مین ہوگیا تو اُسکو حد ماری جائیگی اسواسطے کہ سکر اُسکے اقرب کی طرف مضاف ہوتا ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر عصارۂ انگور کو عصارۂ تمر یا نقیع مویز مین خلط کیا پھر اُسکو پکایا تو حلال نہوگا پینا جبتک کہ دو تہائی جلجاوے اسی طرح اگر مطبوخ مین ایک پیالہ انگور کا عصارہ یا گدر چھوہارے کا عصارہ یا نبیذ تمر یا نقیع مویز ڈالدیا جائے حالانکہ یہ سب خام ہی پھر دوبارہ پکایا نے سے پہلے اُسمین جوش و اشتداد آگیا تو وہ حلال نہوگا اور اگر اشتداد آجانے سے پہلے اُسکو دوبارہ پکالیا پس شیرۂ انگور خام ڈالا ہو تو جب تک پکایا جاوے کہ اُسکا دو تہائی جل نجاوے تب تک حلال نہوگا اور اگر اشتداد والا ہین سے کسی کا ایک قدح ڈالدیا ہو تو فقط پکانا کافی ہی یعنے حلال ہوجائیگا اور اگر مطبوخ مین انگور یا چھوہارے یا مویز ڈالدیے پھر اُسمین اشتداد آگیا تو معلے نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہی کہ اگر ڈالا ہوا اسقدر قلیل ہو کہ اُس سے شراب نہین بن سکتی ہی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہی مطبوخ مذکور کا پینا حلال رہیگا اور اگر کثیر ہو کہ اس سے شراب بن سکتی ہی اور اُسمین دوبارہ پکائی جانے سے پہلے اشتداد آگیا تو مطبوخ حلال نرہیگا یہ غیاثیہ مین ہی۔ اور اگر انگور ہوں شیرہ نکالے جیسے ہین ویسی پکائے جاوین پھر اُنکا شیرہ نکال لیا جاوے تو خفیف جوش دینا کافی ہی ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کیا ہی اور امام ابو یوسف رح سے یون روایت کی کہ جب تک پکانے سے اُسکی دو تہائی نہ جلجاوے تب تک نہین جائز ہی اور یہی حکم صحیح ہی اسواسطے کہ انگور مین اُسکا شیرہ موجود ہوتا ہی پس شیرہ نکالنے سے پہلے پکانا یا شیرہ نکال کر اُسکو پکانا دونون کا یکسان حکم ہونا چاہیے ہی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر نبیذ تمر یا نبیذ عسل مین انگور ڈالدیا جائے تو جب تک مثل شیرۂ انگور کے اسقدر نہ پکائی جاوے کہ اُسمین سے دو تہائی جلجاوے تب تک حلال نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر انگور و چھوہارے یا انگور و مویز

کو خلط کرکے جوش دیا تو جب تک دو تہائی نہ جلجاوے تب تک حلال نہین ہو جیسا کہ شیرہ انگور کو نبیذ تمر یا نقیع مویز
مین ملانے کا حکم مذکور ہوا ہی مبسوط مین ہی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر نبیذ مطبوخ ایسی ہو کہ
دس روز تک یا زیادہ رکھے جانے سے بگڑ نجاوے تو وہ حرام ہی اور اگر بگڑ جاوے تو حلال ہی یہ تہذیب مین ہی۔ اگر تمر
مطبوخ یعنے پکاے ہوئے چھوہارے کے ساتھ غیر مطبوخ انگور یا پانی ڈالکر بھگوئے جاوین اور دونون مین جوش آجاوے
تو فرمایا کہ اسکا پینا مکروہ ہی اور جب تک اسکے پینے والے کو نشہ نہ آوے تب تک اسکو حد نہ ماری جائیگی بشرطیکہ تمر مطبوخ
غالب ہون اور اگر انگور خام غالب ہون تو حد ماری جائیگی جیسا کہ خمر مین پانی ملا دینے کی صورت مین جو غالب ہو
اسکا اعتبار ہی پس ایسا ہی اس صورت مین ہی اور اگر شیرہ انگور پکایا گیا یہان تک کہ اُسمین سے تہائی جل گیا پھر اُسکو ٹھنڈا کر دیا
پھر اُسکو دوبارہ پکایا یہان تک کہ باقی کا نصف جل گیا پس اگر عصیر مذکور جسوقت دوبارہ پکایا ہی جوش آنے اور متغیر الحال
ہو جانے سے پہلے دوبارہ پکایا تو اس مطبوخ کے پینے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ غلیان و اشتداد کی وجہ سے حرمت ثابت
ہونے سے پہلے اُسکا پکانا پایا گیا اور اگر اُسنے مطبوخ مین جوش و اشتداد آ لینے و متغیر ہو جانے کے بعد اُسکو پکایا ہو تو اُسمین خیر
نہین ہی یعنے مکروہ تحریمی ہی اسواسطے کہ ثبوت حرمت کے بعد پکانا پایا گیا پس نافع نہوگا۔ اور اگر شیرہ انگور دس رطل پکایا
گیا یہان تک کہ اُسمین سے ایک رطل جل گیا پھر اُسمین سے تین رطل بہا دیا گیا پھر چاہا کہ اُسکو پکاوے تا کہ دو تہائی
جل جاوے تو اسقدر پکاوے کہ اُسمین سے دو رطل و دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاوین اسواسطے کہ جو رطل
پکانے مین جل گیا تھا وہ نو جزو مین داخل ہی اسواسطے کہ وہ اجزاء سے باقی مین داخل ہی اُس سے دو نوین ہوا ہی
کیونکہ بوجہ جوش دینے کے جو باقی رہا ہی وہ اگرچہ بظاہر نو رطل ہی لیکن بمعنی دس رطل ہی پس دسوان رطل باقی نو رطل
پر تقسیم کیا تو ہر رطل کے ساتھ ایک نوان حصہ رطل آیا اسواسطے کہ دسوان رطل انھین مین داخل ہی پھر جب اُسمین سے تین
رطل بہا دیے گئے تو تین رطل و تین نوین حصے رطل کے بہ گئے اور چھ رطل اور چھ نوین حصے رطل کے باقی رہے پس
باقی کو اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو نوین حصے رطل کے باقی رہجاوین۔ اور اگر جوش دینے سے دو رطل جل گئے
پھر اُسمین سے دو رطل بہا دیے گیے تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و نصف رطل باقی رہے۔ اور اگر جوش دینے
سے پانچ رطل اڑ گئے پھر اُسمین سے ایک رطل بہا دیا گیا تو باقی اسقدر پکایا جاوے کہ دو رطل و دو تہائی رطل باقی رہجاوے
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دیگ مین دس پیمانہ شیرہ انگور اور بیس پیمانہ پانی ڈالا پس اگر یہ حالت ہو کہ جوش
دینے مین پانی بہ نسبت شیرہ انگور کے پہلے اڑ جاویگا تو وہ اُسکو اسقدر پکاوے کہ آٹھ نوین حصے جل جاوین اور ایک
نوان حصہ باقی رہجاوے اسواسطے کہ جب اُسکی دو تہائی جوش دینے سے جاتی رہی تو فقط پانی ہی جل گیا ہی پس اُس پر واجب
ہی کہ اسکے بعد پھر پکاوے یہان تک کہ اُسکی دو تہائی جلجاوے۔ اور اگر شیرہ انگور سے پہلے پانی نہ جلے تو وہ شخص اُسکو
اسقدر پکاوے کہ اُسمین سے دو تہائی جلجاوے اور اگر شیرہ انگور و پانی دونون ساتھ ہی جل جاتے ہون تو وہ اُسکو
اسقدر پکاوے کہ اُسکی دو تہائی جل جاوے اسواسطے کہ پکانے سے دو تہائی شیرہ انگور و دو تہائی پانی جل جائیگا
اور ایک تہائی شیرہ انگور و ایک تہائی پانی رہجائیگا پس یہ اور جبکہ شیرہ انگور تہائی یا دو تہائی تک پکا کر اُسمین پانی ملایا
جاوے دونون یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی۔ اور جو اشربہ کہ جو و چینہ و دانہ و سیب و شہد سے بنائی جاتی ہین جبکہ انمین اشتداد آجاوے
خواہ وہ مطبوخ ہون یا غیر مطبوخ ہون تو انکا پینا اسقدر کہ نشہ نہ آوے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز

ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اُنکا پینا حرام ہی اور فقیہ رح نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کذا فی الخلاصہ قال المترجم
وہو الصحیح الموافق بالاخبار الصحیحۃ اور اگر ان اشربہ کے پینے سے اُسکو نشہ آیا تو نشا اور قدح اخیر جس سے نشہ آیا ہی بالاجماع حرام ہی
اور نشہ مین ہونے کی صورت مین وجوب حد مین مشائخ نے اختلاف کیا ہی فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ جو چیز اصل خمر یعنے
تمر و انگور سے نہین ہی اُس مین حد نہ ماری جائیگی جیسا کہ بنج و خرما دیان کے دودھ سے نشہ ہو جانے مین حد نہین ماری جاتی
ہی اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی رح نے ذکر کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو حد ماری جاویگی اور بعض نے کہا کہ یہ حسن بن زیاد
کا قول ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اگر کسی شخص نے ایسا پانی جسمین خمر ہی پی لیا پس اگر پانی غالب ہو کہ اُسمین خمر کا
مزہ و رنگ و بو نہ پائی جاوے تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر خمر غالب ہو کہ اُسمین خمر کا مزہ و بدبو و رنگ ظاہر ہو تو بین اُسکو حد نہ
ماریگا اور اگر اُسمین خمر کی بدبو نہ پائی گئی مگر مزہ پایا گیا تو حد ماری جائیگی - اور اگر کسی شخص نے اپنے منہ مین خمر بھر لی پھر اُسکو کلی
کر دیا اور اُسکے پیٹ مین حلق سے اندر خمر مین سے کچھ نہین گیا تو اُسپر حد واجب ہو گی یہ مبسوط مین ہی ابن سماعہ نے امام
ابو یوسف رح سے روایت کی ہی اگر کسی شخص نے خمر مین روٹی چور کر مثل ثرید بنائی اور پھر اس روٹی کو کھایا پس اگر مزہ
پایا جاتا ہو اور رنگ ظاہر ہو تو بین اُسکو حد ماریگا اور اگر شراب خمر سپید ہو اُسکا رنگ نظر نہ آتا ہو تو جب اُسکا مزہ پایا
گیا تو بین اُسکو حد ماریگا - اور بقالی مین ہی کہ اگر دوا مرکب کرکے شراب خمر مین معجون بنائی تو غالب کا اعتبار ہوگا
یعنے حد مارے جانے کے واسطے اور اگر اُسنے اکراہ کا دعوے کیا تو بدون گواہ کے اُسکے دعوی کی تصدیق نہو گی اور اگراہ
معتبر ہی کذا فی المحیط - اور اس فصل کے متصلات سے تصرفات سکران کا بیان ہی یعنے جو شخص شراب کے نشہ مین ہو اور
اُسنے کوئی تصرف کیا تو کیا حکم ہی سو جاننا چاہیے کہ جو شخص نشہ مین ہی یعنی مست کے تمام تصرفات نافذ ہوتے ہین سوا
ردت کے یا جو حد و خالص اللہ تعالے ہین اُنکا اقرار کہ یہ نافذ نہین ہین یہ ذخیرہ مین ہی - جو شخص خمر سے یا اُن شرابون
سے جو تمر و مویز سے بنائی گئی ہین مثل نبیذ و مثلث وغیرہ کے پینے سے مست ہوا اُسکے تمام تصرفات مثل طلاق و عتاق و
اقرار بقرضہ و اقرار بعین اور یہ کہ اُسنے اپنے نابالغ بیٹی کا یا بیٹے کا نکاح کر دیا اور قرض لینا و قرض دینا اور ہبہ و صدقہ جبکہ
موہوب لہ و متصدق علیہ قبضہ کرلے یہ سب نافذ ہین اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہی اور شیخ ابو بکر بن الاجید سے روایت
ہی کہ شیخ نے فرمایا کہ مست کے وہ سب تصرفات جو ہزل کے ساتھ نافذ ہو جاتے ہین اور اُسکو شروط فاسدہ باطل نہین کرتے
ہین نافذ ہونگے پس بیع و شرا نافذ نہو گی اور طلاق و عتاق و اقرار بالدین و العین اور ہبہ و صدقہ و تزویج صغر و صغیرہ
سب نافذ ہونگے اور مست کی ردت ہمارے نزدیک استحسانًا نہین صحیح ہی اور قیاسًا صحیح ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ کفر کی نفی
والعزم واجب ہی تحقق واجب نہین ہی اسی وجہ سے اگر کسی کی زبان پر غلطی سے کلمہ کفر روان ہو گیا تو اُسکو تکفیر نکیجاویگی
اور یہ حکم مست کا اُسوقت ہی کہ جب وہ ایسی شراب سے مست ہو جو اصل خمر سے مثل تمر و انگور و مویز کے بنائی گئی ہو اور
اگر شہد و سیب وغیرہ پھلون اور جینہ دانہ وغیرہ حبوب سے بنائی ہوئی شراب سے مست ہو تو اُسکے حق مین مشائخ نے اختلاف
کیا ہی اور یہ اختلاف مثل اُس اختلاف کے ہی کہ اُسپر حد واجب ہو گی یا نہین جسکے نزدیک ان شرابون سے نشہ ہونے سے
حد واجب ہوتی ہی اُسکے نزدیک مست کے تصرفات نافذ ہو جاوینگے بنظر اُسکے زجر کے اور جسکے نزدیک اُسپر حد نہین ہی اور
وہ فقیہ ابو جعفر و شمس الائمہ سرخسی ہین اُنکے نزدیک اُسکے تصرفات بھی نافذ نہونگے اسواسطے کہ تصرف کا نفاذ اُسکے زجر کے
واسطے تھا پس جب ان دونون کے نزدیک اُسکے زجر کے واسطے اُسپر حد واجب نہوئی تو زجر کے واسطے اُسکے تصرفات

بھی نافذ ہونگے اور اگر بنگ و خر مادہ کے دودھ سے کسی کی عقل زائل ہو گئی تو اُسکے تصرفات نافذ ہونگے اسی طرح اگر کسی نے شراب
شیرین پی مگر اُسکے مزاج کو موافق نہوئی اور اسکی عقل کم ہو گئی اور اُسنے طلاق دیدی تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی طلاق واقع
نہوگی اور اسی پر فتوی ہوا اور سبب اس مست شراب کا حکم ہو جسنے برغبت خود شراب پی ہو اور اگر کسی نے مجبور و مکرہ ہو کر شراب پی
پھر اُسنے مست ہو کر طلاق دی تو مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ جسطرح اُسپر حد واجب نہیں ہو اُسی طرح اُسکی طلاق بھی
واقع نہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ واقع ہوگی مگر قول اول ہی صحیح ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہو اگر کسی نے دوسرے
کو وکیل کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق دیدے پھر وکیل نے شراب سے مست ہو کر طلاق دی تو شداد رح نے فرمایا کہ واقع نہوگی اور
صحیح یہ ہو کہ واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہو۔ بنگ و مادیان خر کے دودھ کا نشہ بالاجماع حرام ہو یہ جواہر اخلاطی میں ہو اگر کسی شخص
نے خمر کو نبیذ میں مخلوط کر کے پی لیا اور اُسکو نشہ نہ آیا پس اگر خمر غالب ہو تو بھی اُسکو حد ماریں گا اور اگر نبیذ غالب ہو تو حد
نہ ماریں گا یہ مبسوط میں ہو۔ اگر شیرہ انگور کو جوش دیکر تہائی جلا دینے کے بعد اُس سے علیق بنایا پس اگر اپنی حالت سے متغیر
ہو جانے سے پہلے علیق بنایا تو مضائقہ نہیں ہو۔ اور اگر اُسمیں جوش آنے و حالت عصیر متغیر ہو جانے کے بعد لیا
گیا تو اُسمیں خیر نہیں ہو اسواسطے کہ جب اُسمیں جوش و اشتداد آگیا تو وہ حرام ہو گیا اور حرام سے جو علیق بنایا
گیا ہو وہ مثل خمر سے بنا لیے ہوئے کے حلال نہوگا اور قبل اشتداد آجانے کے وہ حلال ہو اور عصیر یعنی شیرہ انگور سے علیق بنانا
حلال ہو یہ مبسوط میں ہو جیسے دیگ میں شیرہ انگور پکایا جاتا ہو پس دیگ کا قاعدہ مسطح ہوتا ہو اُسمیں گہراؤ نہیں ہوتا ہو اور اُسکے
گرد کے محیط جو مثل دیواروں کے ہوتی ہیں وہ سیدھی بلند ہوتی چلی جاتی ہیں پس اُسکی بلندی دیوار کے تین ٹکڑے برابر
تقسیم کر کے اُنپر نشان دیتے ہیں پس اوپر کے نشان تک بھر کر اُسکو پکاتے ہیں یہان تک کہ دو تہائی جل جاوے
اور نیچے کی علامت تک باقی رہجاوے اور یہ لازم ہو کہ اُسکو علی الاتصال پکاتے رہیں بیچ میں انقطاع نہو اور اگر دو
تہائی جل جانے سے پہلے بیچ میں پکانے میں انقطاع ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اسمیں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مطبوخ
کے متغیر ہونے اور اسمیں تلخی وغیرہ پیدا ہو جانے سے پہلے اُسنے پھر پکانا شروع کیا تو وہ حلال ہو جائیگا کیونکہ ایسا پکانا
بمنزلہ علی الاتصال پکانے کے ہو اور اگر مطبوخ میں تلخی وغیرہ تغیر پیدا ہو جانے کے بعد اُسنے پکانا شروع کیا تو وہ حرام
ہوگا کیونکہ اسکو بمنزلہ علی الاتصال پختہ کرنے کے اعتبار کرنا متعذر ہو یہ ظہیریہ میں ہو۔ اور رساوق لیتے جو باقی ثقول سے
پانی ڈالکر بطور شیرہ نکال لینے سے نکلتا ہو اگر اُسمیں جوش و اشتداد آجاوے و جھاگ اُٹھیں تو بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم مثل
خمر کے ہو اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا حکم بمنزلہ الثلث کے ہو یہ محیط سرخسی میں ہو خمر کا ایک مٹکا دریاے عظیم میں مثل فرات وغیرہ
کے پاس سے چھوٹے میں بہادیا گیا اور اس سے نیچے ایک شخص وضو کرتا ہو یا پانی پیتا ہو پس اگر اُسکو پانی میں خمر کا مزہ
یا رنگ یا بدبو آئی تو پینا و وضو کرنا حلال ہو اور اگر اسمیں سے کوئی بات پائی گئی تو نہیں مباح ہو یہ فتاوی قاضیخان
میں ہو۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ چند دانہ انگور نبیذ میں گر پڑے اور بھیگ گئے فرمایا کہ اگر علیحدہ اسقدر دانہ
انگور بھیگ گئے ہوتے اور اُنمیں جوش آتا تو نبیذ میں بھیگ جانے اور جوش آجانے کے بعد نبیذ کا پینا بھی حلال نہوگا اور اگر ان
دانوں میں تنہا بھیگنے میں جوش و غلیان نہ آتا تو نبیذ مذکور کے پینے میں مضائقہ نہیں ہو یہ محیط سرخسی میں ہو اور
ایک پیالہ پانی یا آب راکد میں خمر ڈالدی گئی کہ جسکا پانی بعض بعض سے خلط ہوتا ہو تو اس پانی کا پینا حلال نہیں
ہو اسواسطے کہ یہ پانی قلیل ہو یعنی اسمیں نجاست گر گئی پس نجس ہو جائیگا اور اگر اُسنے اس پانی کو پیا پس اگر اسمیں خمر کا مزہ و

ورنگ وبو نہین پائی جاتی ہو تو اُسکو حد نہ ماری جائیگی اور اگر انہین سے کوئی چیز پائی جاتی ہو تو حد ماری جائیگی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ حاکم نے منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایک سرکہ کے مٹکے مین پڑگئی تو فرمایا کہ اسمین خیر نہین
ہی یعنے مکروہ ہی اور حاکم نے اسکے بعد منتقی مین ذکر کیا کہ اگر خمر ایسی چیز مین ملائی گئی جو آنکھونسے نظر آتی ہی پس اگر
یہ چیز غالب ہو تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور فرمایا کہ اگر ایک رطل خمر ایک مٹکا بھر سرکہ مین ڈالدی گئی
تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی پس ان دونون مسئلون مین غالب کا اعتبار کیا ہی اور امام ابو یوسف رح و امام
اعظم رح سے مروی ہی کہ خمر اگر نبیذ شدید مین جو اُنکے نزدیک حلال ہی گر پڑے تو فرمایا کہ خمر اُسکو فاسد کردیگی یہ محیط
مین ہی۔ اور خمر کسی ظرف مین ڈالی گئی تو ظرف نجس ہو جائیگا اور اگر خمر اسمین سے نکالی گئی تو ظرف مذکور تین بار دھویا
جاوے پس پاک ہو جائیگا بشرطیکہ پرانا ہو اور اگر ظرف جدید ہو اور اُسمین خمر ڈالی گئی تو امامون نے اختلاف کیا ہی امام
ابو یوسف رح نے فرمایا کہ تین بار دھویا جاوے اور ہر بار خشک کیا جاوے پس پاک ہو جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا
کہ کبھی پاک نہوگا اور بعضے مشائخ رح نے بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے فرمایا کہ ظرف اگر ہر بار خشک نکیا جاوے
لیکن پے در پے اسمین پانی بھر گیا تو جب تک پانی اسمین سے رنگ بدلا ہوا نکلے تب تک پاک نہوگا اور جب اسمین سے
پانی صاف غیر متغیر نکلے تو اُسکی طہارت کا حکم دیا جائیگا اور اسی پر فتوے ہی۔ اور اگر شراب اس ظرف سے نہ نکالی گئی
باقی رہی یہان تک کہ سرکہ ہو گئی تو امام محمد رحمہ اللہ نے اس صورت مین ظرف کا حکم کتاب مین ذکر نہین فرمایا اور حاکم
ابو نصیر مہرویہ سے منقول ہی کہ فرمایا کہ جو ظرف سرکہ کے موازی ہی وہ پاک ہوگا اور اوپر کے کنارہ جہان سے شراب
گھٹتی ہوئی اُترتی گئی ہی قبل اسکے کہ سرکہ ہو جاوے وہ ناپاک ہی پس چاہیے کہ اُسکو سرکہ سے دھو ڈالا جاوے
تاکہ وہ بھی پاک ہو جاوے اور اگر ایسا نکیا گیا اور اسمین شیرہ انگور لبریز بھر دیا گیا تو شیرہ مذکور نجس ہو جائیگا اور اُسکا
پینا حلال نہوگا اسواسطے کہ اس عصیر مین خمر مخلوط ہو گئی۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے منقول ہی کہ جسقدر اُس ظرف
مین خمر ہی جب وہ سرکہ ہو گئی تو پورا برتن پاک ہو جائیگا اور اس تکلف کی حاجت نہین ہی اور اسی کو فقیہ ابو اللیث
رحمہ اللہ نے لیا ہی اور اسی کو صدر الشہید رح نے اختیار کیا ہی اور اسی پر فتوے ہی۔ اور شیرہ انگور ایسے شخص کے
ہاتھ جو اُس سے شراب بناویگا فروخت کرنے مین امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مضائقہ نہین ہی اور صاحبین رح
نے کہا کہ یہ مکروہ ہی اور بعضے مشائخ رح نے کہا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر بھی مکروہ نہین ہی کہ جب اُسنے شیرہ
انگور ذمی کے ہاتھ اتنے دامون کو بیچا کہ کوئی مسلمان اُس سے اتنے دامون کو نہ لیگا اور اگر کوئی مسلمان اتنے
دامون کو لیتا ہوا پایا جاوے تو ذمی کے ہاتھ جو اُسکو شراب بناویگا فروخت کرنا مکروہ ہی اور یہ ایسا کہ جیسے کسی شخص
نے باغ انگور فروخت کیا حالانکہ وہ جانتا ہی کہ مشتری انگورون سے شراب بناویگا تو کچھ مضائقہ نہین ہی بشرطیکہ
اُسکا قصد ثمن حاصل کرنا ہووے اور اگر شراب کا حاصل ہونا اُسکا مقصود ہو تو مکروہ ہی اور انگور کے درخت
لگانے مین بھی یہی تفصیل سے حکم ہی یعنے اگر انگور کے درخت لگانے سے یہ مقصود ہو کہ خمر حاصل ہو تو
مکروہ ہی اور اگر انگور حاصل ہونا مقصود ہو تو مکروہ نہین ہی مگر افضل یہ ہی کہ ایسے شخص کے ہاتھ شیرہ انگور
نہ بیچے جو اُس سے خمر بناویگا کذا فی فتاوے قاضی خان رحمہ اللہ تعالے

کتاب الصّید

قال المترجم صید جانور جو شکار کیا جاوے۔ ماکول اللحم جسکا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اصطیاد صید کرنا۔ صائد شکار کرنے والا۔ معلم سکھلایا ہوا کتا و باز وغیرہ و سیاتی تفسیر بعض ہذہ الالفاظ فی الکتاب

اسمین سات باب ہین

باب اوّل ۔ صید کی تفسیر و رکن و حکم کے بیان مین۔ جو حیوان متوحش کہ آدمی کے قبضہ سے ممتنع ہو وہ صید ہے خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور فعل اصطیاد ایسے شخص سے جو اسکی اہلیت رکھتا ہے اپنے محل مین کہ شرط کے ساتھ صادر ہونا صید کا رکن ہے اور حکم صید یہ ہے کہ حقیقۃً یا تقدیراً گرفتار کرنے کے وقت صید مین ملک ثابت ہوتی ہے اور تقدیراً گرفتار کر لینے سے ہماری مراد یہ ہے کہ صید کو حیز امتناع سے خارج کر دے یعنی قبضہ سے ممتنع نرہے اور صید کھانے کی حلت پندرہ شرطون سے ثابت ہوتی ہے۔ پانچ شکار کرنے والے مین ہین ایک یہ کہ وہ ذبح کی اہلیت رکھتا ہو دوم یہ کہ اُس سے ارسال پایا جاوے سوم یہ کہ ارسال مین اُسکے ساتھ ایسا شخص شریک نہو جسکا شکار حلال نہین ہے چہارم آنکہ عمداً تسمیہ چھوڑے پنجم یہ کہ جسنے جانور چھوڑا ہو وہ ارسال اور شکار پکڑنے کے بیچ مین کسی اور کام مین مشغول نہوجاوے اور پانچ شرطین کتے مین ہین اول آنکہ معلّم ہووے دوم آنکہ طریقہ ارسال پر چلا جاوے سوم آنکہ اُسکے ساتھ شکار پکڑنے مین ایسا جانور شریک نہوجاوے جسکا شکار حلال نہین ہے چہارم آنکہ زخم سے اسکو قتل کرے پنجم آنکہ اُسین سے نہ کھاوے اور پانچ صید مین ہین اول آنکہ حشرات الارض مین سے نہو دوم یہ کہ جانوران آبی مین سے نہو سوائے مچھلی کے سوم آنکہ اپنے آپ کو اپنے پرون یا اپنے ہاتھ پانون کے ذریعہ سے بچاوے چہارم آنکہ اپنے دانتون سے یا اپنے چنگل سے نہ کھاتا ہو پنجم آنکہ ذبح تک پہونچنے سے پہلے شکاری جانور کی گرفت سے مر جاوے کذا فی النہایہ

باب دوم ۔ اُن صورتون کے بیان مین جنسے صید کا مالک ہوجاتا ہے اور جنسے مالک نہین ہوتا ہے صید گرفتار ہونے سے ملک مین آجاتی ہے اور گرفتار کرنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک حقیقی دوسرا حکمی پس حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع ہے خواہ شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو حتے کہ اگر کسی شخص نے جال پھیلایا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا تو جال والا اسکا مالک ہوجائیگا خواہ اُسنے جال پھیلانے سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو اسواسطے کہ جال شکار ہی کے واسطے پھیلایا جاتا ہے حتے کہ اگر کسی شخص نے خشک کرنے کے واسطے پھیلایا اور اُسمین شکار پھنس گیا تو اُسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ وہ جال سے اُسکا پکڑنے والا نہوگا۔ اور حکماً گرفتار کرنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہے جو شکار کرنے کے واسطے موضوع نہین ہے اُسکو بغرض شکار پکڑنے کے کام مین لایا چنانچہ اگر کسی نے خیمہ گاڑا اور اُسمین کوئی شکار پھنس گیا پس اگر شکار پکڑنے کے واسطے خیمہ کو گاڑا ہو تو اسکا مالک ہوجائیگا اور اگر اس غرض سے نہ گاڑا ہو تو مالک نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک جال لگایا اور اُسمین شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو چھوٹکر اڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو وہ شکار جال والے کا ہوگا اسواسطے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول سے

واسطے ہوا ہے اسواسطے کہ جال اسی واسطے موضوع ہے اور سبب ہنوز منتقض نہیں ہوا تھا جبکہ اگر دوسرے شخص نے اُسکے
چھوٹ کر اڑ جانے کے بعد اُسکو پکڑ لیا ہو تو وہ دوسرے کا ہو جائیگا اسواسطے کہ دوسرے شخص کے گرفتار کرنے سے پہلے
شخص اوّل کا سبب گرفتاری منتقض ہو گیا تھا کبری میں ہے۔ اور اگر جال والے نے اُسکو پکڑ لیا ہو پھر وہ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ
بھاگے پھر دوسرے نے اُسکو پکڑ لیا تو وہ اول کی ملک ہے کیونکہ وہ پکڑنے سے اُسکا مالک ہو گیا ہے اور اُسکا ہاتھ سے چھوٹ
بھاگنا بمنزلہ غلام کے اباق کے یا اونٹ کی سرکشی کرکے بھاگ جانے کے ہے اور اس سے ملک زائل نہیں ہوتی
ہے یہ محیط سرخسی میں ہے حاکم شہید نے منتقی میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک جگہ ایسی بنا دی کہ جس سے پانی اُسکی زمین
میں آتا ہے تاکہ وہ مچھلیوں کا شکار کرے پھر اس راہ سے اُسکی زمین میں پانی مع بہت سی مچھلیوں کے آ گیا پھر پانی
خشک ہو گیا اور مچھلیاں زمین میں باقی رہ گئیں یا پانی خشک نہوا مگر کم ہو گیا ایسا ہو گیا کہ بدون شکار کرنے کے مچھلیاں پکڑی
جا سکتی ہیں تو کسی شخص کو ان مچھلیوں کے پکڑ لینے کی راہ نہیں ہے۔ یہ مچھلیاں مالک زمین کی ہو گئی ہیں اور جو شخص
پکڑ لیگا وہ ضامن ہوگا اور اگر پانی بہت باقی ہو کہ جسمیں سے بدون شکار کیے مچھلیوں کا پکڑنا ممکن نہو تو جس شخص نے
شکار کرکے اُسمیں مچھلیاں پکڑیں تو وہ اُسی کی ہونگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی نے پانی میں جال ڈالا اور دوسرے نے
اُسمیں شست ڈالی پھر جال میں مچھلی آگئی اور شست میں پھنس گئی پس اگر جال کے تنگ چھیدوں میں ہے تو وہ
جال والے کی ہوگی یہ غیاثیہ میں ہے۔ اگر کسی شخص نے پانی میں شست پھینکی اور اُسمیں کوئی مچھلی پھنسی پس اگر اُسکو خشکی میں جہاں سے
پکڑ سکتا تھا کھینچ کر ڈال دیا ہے پھر وہ تڑپ کر پانی میں جا پڑی تو اُسکا مالک ہوگا اور اگر اُسکو پانی سے باہر نکال لانے سے
پہلے شست کی ڈوری ٹوٹ گئی تو اُسکا مالک نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین میں کسی غرض سے گڑھا
کھودا اور اُسمیں کوئی شکار گر پڑا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو پکڑ لیا تو فرمایا کہ وہ شکار اُس پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر مالک زمین
نے یہ گڑھا اسی غرض سے کھودا ہو کہ اُسمیں شکار پھنسے تو اُس شکار کا وہی حقدار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر
ایک شخص کی زمین میں کسی شکاری پرند نے انڈے دیے یا اُسمیں کسی ہرن نے گھر بنایا اور دوسرے شخص نے آکر
اُسکو لے لیا تو وہ اُسی کی ہوگی اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ مالک زمین شکار سے اسقدر دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو
اُسکو پکڑ نہ سکے اور اگر اسقدر قریب ہو کہ ہاتھ پھیلا کر اُسکو پکڑ سکتا ہو تو وہ مالک زمین کی ملک ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر
کسی شخص نے ایک گڑھا کھودا مگر شکار کرنے کے واسطے نہیں کھودا تھا پس اُسمیں کوئی شکار گر پڑا پھر دوسرے شخص نے
آکر اُسکو پکڑ لیا پس اگر گڑھا کھودنے والا شکار سے اسقدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلاوے تو اُسکو پکڑ لے تو یہ شکار اُسی کا ہوگا
یہ محیط میں ہے۔ اور عیون میں مذکور ہے کہ اگر شکار کسی شخص کے دار میں داخل ہوا اور اُسنے دروازہ بند کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ بدون
شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے پر قادر ہے پس اگر اُسنے دروازہ شکار کے پکڑنے کے واسطے بند کیا ہے تو اُسکا مالک ہو گیا اور
اگر اور کسی غرض سے بند کیا ہو تو مالک نہوگا حتیٰ کہ اگر اُسکو کسی شخص نے پکڑ لیا تو پہلی صورت میں وہ مالک دار کا ہوگا اور
دوسری صورت میں پکڑنے والے کا ہوگا۔ اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ قولہ بدون شکار کرنے کے اُسکے پکڑنے
پر قادر ہو اُسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اُسکے پکڑنے میں کچھ چارہ و ہاتھ پاؤں ہلانے کی حاجت نہو بلکہ یہ معنی ہیں کہ اُسکے پکڑنے
کے واسطے جال وغیرہ لگا کر پکڑنے کی ضرورت نہو ذرا سی تدبیر سے ہاتھ آ سکتا ہو اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے
جال لگایا اور اُسمیں شکار پھنسا پھر تڑپ کر اُسکو کاٹ دیا اور چھوٹ بھاگا پھر دوسرے شخص نے آکر اُس شکار کو پکڑ لیا

توجسنے پکڑا ہے اُسی کا ہوگا اور اگر جبالہ لگانے والا اپنے جبالہ کے پاس پہونچ گیا ہو اور اسقدر نزدیک ہوگیا ہو کہ اگر
چاہتا تو پکڑ لیتا پھر وہ تڑپ کر چھوٹ بھاگا اور اُسکو دوسرے نے پکڑ لیا تو وہ جبالہ والے کا ہوگا اسی طرح شکاری کتے
و باز کے شکار کا بھی حکم اسی تفصیل سے ہوا ور جبالہ حلقہ وار ڈورا ہوتا ہے جسمین شکار کا سر یا پاؤن پھنس جاتا ہے کذا فی
النظیریہ **قال المترجم** اور لغت مین بمعنی دام لکھا ہو ظاہرا وہ دام اسی طرح کا ہوگا۔ اگر کسی شخص نے شہر یا سواد شہر مین
ایک باز پکڑا جسکے پاؤن مین چمڑے کے تسمہ تھے یا جلاجل پڑے تھے اور پہچان پڑتا تھا کہ یہ پالو باز ہے تو اُسپر واجب ہے
کہ مثل لقطہ کے اُسکی شناخت کیواسطے پکار دے تا کہ اُسکے مالک کو واپس دیوے اسیطرح اگر کوئی ہرن پکڑا جسکی گردن مین پٹہ وغیرہ
پڑا تھا یعنی پالو معلوم ہوتا تھا اُسکا بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر کسی نے کبوترون کے بیچ بنائے اور اسمین لوگون کے پالو کبوترون
نے گھونسلے رکھے تو جسقدر اُنکے بچے پکڑے وہ اُسکو حلال نہونگے اسواسطے کہ بچے اُنکے ماں باپ کے مالک ہونے پر حلال
ہوسکتے ہین پس اُنکا حکم مثل لقطہ کے ہے لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اُسکو حلال ہے کہ اپنی حاجت مین انکو کھاوے اور اگر
غنی ہو تو اُسکو چاہیے کہ کسی فقیر کو صدقہ دیدے پھر اُس سے کسی قدر دام کو خرید لے اور تناول کرے اور ہمارے
شیخ امام شمس الائمہ ایسا ہی کرتے تھے اور اُنکو کبوترون کے گوشت سے بہت رغبت تھی یہ مبسوط مین ہے۔ ابن سماعہ نے
امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور اُسکو گرادیا اور وہ غش ہوکر ایک دم پڑا رہا گر
اُسمین کہین جراحت نہ تھی پھر اُس سے غشی جاتی رہی اور وہ چل دیا یا پرند تھا کہ اُڑ گیا پھر دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر
گرادیا اور پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور اگر شخص اول نے اُسکو غشی کی حالت مین پکڑ لیا ہو اور دوسرے نے بھی اُسکو اُسی
حالت مین پکڑ لیا اور ہنوز وہ شکار نہ بھاگا اور نہ اُڑا تھا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مار کر گرایا اور ایسا
زخم آیا کہ وہ اُٹھ نہین سکتا تھا پھر جبتک اللہ تعالے نے چاہا ایسا ہی پڑا رہا پھر وہ چنگا ہوگیا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا
اور پکڑ لیا تو وہ پہلے شخص کا ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور زخم کاری دیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین
کر سکتا تھا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ اُسکے لگا اور وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حلال نہین ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب معلوم ہو کہ دوسرے
تیر سے مرا ہے یا یہ معلوم نہو کہ دونون مین سے کس تیر سے مرگیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پہلے تیر سے مرا ہے تو حلال ہوگا اور
حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے شکار کو تیر مارا اور
اُسکے لگا مگر اُسکو ایسا نہین کر دیا کہ حیز امتناع سے خارج کر دے یعنی ہنوز وہ تیر انداز کے قبضہ سے باہر تھا یعنی بھاگ
جا سکتا تھا پھر دوسرے نے اُسکو تیر مارا اور قتل کر دیا تو وہ دوسرے کا ہوگا اور کھایا جائیگا اور اگر اول نے زخم کاری
دیا ہو کہ سست کر دیا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر قتل کر دیا تو وہ شخص اول کا ہے اور نہ کھایا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہے
کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اُس سے شکار بدون نجات پا سکتا ہو تا کہ اُسکی موت دوسرے تیر کی جانب مضاف ہو اور اگر پہلا تیر
ایسا لگا ہو کہ اُس سے نجات نہ پا سکتا ہو مثلاً اُسمین اسقدر حیات رہگئی جیسے مذبوح مین رہجاتی ہے یا اُسکا سر الگ ہوگیا تو
حلال ہوگا اور اگر پہلا تیر ایسا لگا کہ اُس سے شکار زندہ نہین رہسکتا ہے لیکن اُسمین حیوۃ بہ نسبت مذبوح کے زیادہ رہگئی مثلاً وہ
کم و بیش ایک روز زندہ رہسکتا ہے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہوگا اسواسطے کہ اسقدر
حیوۃ کا کچھ اعتبار نہین ہے اور امام محمد رح کے نزدیک حرام ہوگا اسواسطے کہ اسقدر حیات کا اعتبار ہے پس امام محمد رح کے نزدیک
اس صورت کا حکم اور اس صورت مین کہ تیر اول سے صید نجات پا سکتا ہو یکسان ہے یعنی حلال نہوگا اور دوسرا شخص پہلے شخص

کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا سوائے اسقدر کے جتنا اُسکی جراحت نے نقصان کر دیا ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے
کہ جب دوسرے تیر سے اُسکا مرنا معلوم ہو مثلاً تیر اول کے زخم سے اُسکی نجات ممکن معلوم ہو اور دوسرے تیر کے زخم
سے اُسکی نجات ناممکن معلوم ہو تا کہ قتل دوسرے کی طرف منسوب ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ دونون زخمون سے مرگیا یا کچھ معلوم
و ثابت نہوتا ہو تو دوسرا شخص اُسکے واسطے جو اُسکے جراحت سے نقصان آیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر
کے مملوک حیوان کو مجروح کر کے ناقص کر دیا پس جسقدر ناقص کیا ہے اُسکا ضامن ہوگا پھر دو زخمون سے جو جانور
مجروح ہوا اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اسوجہ سے کہ اُسکی موت دونون زخمون سے ہوئی ہے پس اُسکے نصف کا
تلف کرنے والا ہوا حالانکہ وہ غیر کا مملوک ہے پس دو زخمون سے مجروح کی نصف قیمت کا ضامن ہوا اسواسطے کہ
اول نے باختیار خود نہین کیا اور ثانی نے اُسکو ایکبار اُسکی ضمان دیدی ہے پس دوبارہ ضمان نہ دیگا پھر اُسکے آدھے گوشت
حلال کیے ہوئے کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شکار مذکور تیر اول سے ایسی حالت مین تھا کہ ذکوۃ اختیاری سے حلال ہوسکتا
تھا اگر اُسکو دوسرا شخص تیر نہ مارتا پس جب دوسرے نے تیر مار کر آدھا گوشت برباد کر دیا پس اُسکا ضامن ہوگا اور باقی
آدھے کا ضامن نہوگا کیونکہ اُسنے ایکبار آدھے کی ضمان دیدی ہے پس اُسمین گوشت کی ضمان بھی داخل ہوگئی یہ کافی مین
ہے۔ اور اگر پہلے شخص کے تیر پہونچنے سے پہلے دوسرے شخص نے اُسکو تیر مار کر قتل کر دیا ہو تو اُسکا کھانا حرام نہوگا اور دوسرا
شخص پہلے شخص کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر پہلے شخص کے تیر مارنے کے بعد شکار کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے پیرون بھاگتا
ہو یا اُڑتا ہو پھر دوسرے نے اُسکو تیر مار کر گرا کر قتل کیا تو وہ دوسرے کا ہے اور حلال ہے یہ فتاوےٰ قاضی خان مین
ہے۔ اور اگر دو آدمیون نے ایک شکار کو تیر مارا پھر ایک کا تیر دوسرے شخص سے پہلے پہونچ کر اُسکے لگا اور زخم
کاری دیا تھا کہ وہ صید نہ رہا پھر دوسرے کا تیر پہونچکر لگا تو وہ اُس شخص کا ہے جسکا تیر پہلے لگا ہے اگرچہ دونون نے
ساتھ ہی تیر پھینکے ہون۔ اور اگر دونون تیر ساتھ ہی لگے ہون تو وہ دونون کا ہے اسواسطے کہ ملک ثابت ہونے کے
حق مین تیر لگنے کی حالت کا اعتبار ہے تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار نہین ہے اور حلال ہونے کے حق مین تیر پھینکنے کی
حالت کا اعتبار ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر پہلے شخص کا تیر شکار کے لگا اور اُسکو نیم مردہ کر دیا پھر اُسکو دوسرے کا تیر لگا
اور قتل کر دیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ شکار مذکور پہلے شخص کا ہے اور کھایا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے
ایک شکار کو تیر مارا اُسکے بعد دوسرے نے تیر مارا پھر دوسرا تیر پہلے تیر پر پڑا اور اُسکو لیے ہوئے چلا گیا یہان تک
کہ پہلا تیر شکار کے لگا اور اُسکو مجروح کر کے قتل کیا پس اگر تیر اول ایسے حال مین ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ بدون
دوسرے تیر کے شکار تک نہ پہونچتا تو شکار دوسرے کا ہوگا اسواسطے کہ وہی اُسکا پکڑنے والا قرار دیا جاویگا حتے کہ اگر
دوسرا شخص مجوسی ہو یا احرام باندھے ہوئے ہو تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اگر تیر اول ایسی حالت مین ہو کہ معلوم
ہو کہ وہ بدون دوسرے تیر کے شکار تک پہونچیگا تو شکار مذکور اول شخص کا ہوگا اسواسطے کہ پکڑنے مین وہ سابق ہے
حالانکہ اُسکا تیر خود کافی ہے لیکن اگر دوسرا شخص احرام مین ہو یا مجوسی ہو تو شکار کھانا حلال نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور
منتقی مین حاکم شہید رح نے ذکر فرمایا کہ امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار مین داخل ہوا
یا اُسکی چہار دیواری کے باغ مین داخل ہوا یا بجائے ہرن کے حمار وحشی اس طرح داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کرنے
کے پکڑا جا سکتا ہو تو وہ مالک دار کا ہے۔ اسی طرح اگر مچھلیون کے حظیرہ مین اس طرح مچھلیان داخل ہوئین تو اُنکا بھی

یہی حکم ہے مگر یہ حکم جو یہان مذکور ہے اُس حکم سے جو اصل مین ذکر فرمایا ہے مخالف ہے چنانچہ اصل مین مذکور ہے کہ اگر اپنا شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اُسکا پیچھا کیا یہان تک کہ اُسکو کسی شخص کی زمین یا دار مین داخل کر دیا تو وہ شکار کتے والے کا ہوگا اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہان تک کہ اُسکو بھگا کر کسی شخص کے دار مین داخل کیا تو وہ اسی شخص کا ہے جو اُسکے پیچھے دوڑکر اُسکو لایا ہے کیونکہ جب اُسنے اُسکو بھگا لاکر مضطر کر دیا تو گویا اپنے ہاتھ مین پکڑ لیا یہ ذخیرہ مین ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے دار سے ایک پرند شکار کیا پس اگر دونون ایسے امر پر متفق ہون کہ جس سے وہ پرند اصلی اباحت پر باقی ہو تو وہ شکار کرنے والے کا ہوگا خواہ اسنے ہوا مین سے پکڑا ہو یا اُسکے دار کے درخت پر سے شکار کیا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور مالک مکان نے کہا کہ مین نے تجھسے پہلے اسکا شکار کیا ہے اور شکاری نے اس سے انکار کیا پس اگر اسنے ہوا مین سے پکڑا ہے تو اسکا ہوگا اور اگر اُسکے دار مین یا اُسکے درخت پر سے پکڑا ہے تو قول مالک مکان کا قبول ہوگا اور اگر ہوا مین سے پکڑنے اور دیوار پر سے پکڑنے مین اختلاف کیا تو مالک مکان کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اصل مین فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی بہاری نہر مین سے مچھلیان پکڑین جو بدون شکار کے نہین پکڑی جا سکتی ہین تو پکڑنے والے کی ہونگی اسیطرح اگر اجمہ ہو جسکی مچھلیان بدون شکار کیے ہوے نہین پکڑی جا سکتی ہین تو اُنکا بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ اجمہ کا مالک ان مچھلیون کا محرز نہین ہے بلکہ محرز وہ ہوا جسنے پکڑی ہین اور اگر اجمہ کے مالک نے اسکے واسطے کوئی حیلہ کیا کہ اجمہ کا پانی نکال دیا اور مچھلیان باقی رہگئین تو وہ اجمہ کے مالک کی ہونگی اور شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اجمہ کے مالک نے پانی نکالدیا مگر مچھلیون کی غرض سے ایسا نہین کیا ہے تو بھی وہ مچھلیان پکڑنیوالے کی ہونگی اور اگر اجمہ کا پانی زمین مین پیوستہ ہو گیا پس اگر اجمہ والے کا قصد مچھلیان پکڑنے کا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر بدون شکار کے وہ نہین پکڑی جا سکتی ہین تو وہ شکار کرنے والے کی ہونگی اور اگر بدون شکار کے اُنکا پکڑنا ممکن ہو تو وہ مچھلیان اجمہ کے مالک کی ہونگی یہ محیط مین لکھا ہے منتقی مین داؤد بن رشید کی روایت سے امام محمد رح سے مروی ہے کہ شہد کی مکھیون نے ایک شخص کی زمین مین چھتے لگائے اور ان مین سے بہت سا شہد نکالا تو یہ سب مالک زمین کا ہوگا اور کسی کو اُسکے لینے کی راہ نہو گی اور فرمایا کہ اُسکی زمین مین یہ شہد مشابہ اسکے نہین ہے کہ اُسکی زمین مین ہرن وغیرہ کوئی شکار رہتا ہے یا کسی پرند شکار نے انڈے دیے اور فرق کیطرف اسطرح اشارہ کیا کہ صید تو زمین مذکور مین آتا ہے اور چلا جاتا ہے اور انڈے مین سے بچے نکلکر اڑ جاتے ہین ہان یہ صید و اُسکے انڈے خود شہد کی مکھیون سے مشابہ ہین پس اگر شہد کی مکھیان کسی نے پکڑلین تو اُسی کی ہونگی اور شہد نہ کبھی صید تھا اور نہ کبھی صید ہوگا اور منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے شہد کی مکھیون کے چھتے رکھے اور ان مین شہد پیدا ہوا تو ان چھتون کے مالک کا ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور ملتقط مین لکھا ہے کہ دو شخصون مین سے ایک شخص کی کبوتری ہے اور دوسرے کا کبوتر نر ہے تو جو بچے پیدا ہون وہ کبوتری والے کے ہونگے کذا فی التاتارخانیہ

تیسرا باب شرائط اصطیاد کے بیان مین۔ شکار کرنے والا اہل ذکوۃ مین سے ہونا چاہیے یعنی ذبح کو اور تسمیہ کو جانتا ہو پس جو نا بالغ و مجنون کہ ذبح و تسمیہ کو سمجھتا ہو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور یہ چاہیے کہ ملت توحید پر ہو خواہ دعویٰ و اعتقاد دونون طرح سے جیسے مسلمان یا فقط دعوی سے جیسے کتابی کذا فی الظہیریہ اور اسکے باوجود یہ بھی شرط

بسم اللہ پڑھنا ۱۲ اہل کتاب مین سے ۱۲

مالک زمین... [illegible]

ہی کہ وہ احرام مین نہو اور نہ حرم کا شکار کھیلا ہو۔ حتی کہ محرم کا شکار نہ کھایا جائیگا اور نہ جو شکار حلال نے حرم مین شکار
کیا ہی۔ اور باقی شکار جو مسلمان یا کتابی نے شکار کیا ہو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی یہ محیط مین ہی اور تیر سے شکار کرنے
مین تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور کتے و باز وغیرہ سے شکار کرنے مین انکے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہی اور ہمارے
نزدیک انکے چھوڑنے مین یہ شرط نہین ہی کہ کسی شکار معین پر چھوڑے حتی کہ اگر تسمیہ پڑھکر کتے یا باز کو کسی شکار پر چھوڑا
پس اُسنے یہ شکار یا دوسرا شکار پکڑا یا چند شکار پکڑے تو اسی تسمیہ سے سب شکار ہمارے نزدیک حلال ہونگے جبتک وہ
اس چھوٹ کی روش پر باقی رہے اور اگر تیر پھینکنے یا کتا وغیرہ چھوڑنے کے وقت عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا
اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا ہی تو شکار کا کھانا حلال ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ اور مجوسی یعنی آتش پرست اور بت
پرست اور مرتد کا شکار نکھایا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ ذکوۃ اختیاری کی اہلیت نہین رکھتے ہین پس ایسے ہی ذکوۃ اضطراری
کی اہلیت بھی نہین رکھتے ہین کافی مین ہی اور اگر کسی اعرابی نے کتا وغیرہ چھوڑا یا تیر مارا اور اُسنے بجائے بسم اللہ کے مسیح کا نام لیا تو یہ شکار نہ
کھایا جائیگا۔ باز و کتے وغیرہ مین ارسال یعنی باختیار چھوڑنا شرط ہی حتی کہ اگر سکھایا ہوا کتا مالک سے چھوٹ بھاگا اور اُسنے
کسی شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے اُسکو بسمت آواز دی اور تسمیہ پڑھا پس
اگر اُسکے زجر کرنے سے منزجر نہوا یعنی شکار پکڑنے پر حرص و طلب زیادہ نکی پھر شکار پکڑا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر اُسکی آواز
سے منزجر ہوگیا یعنی شکار کی جستجو و پکڑنے پر زیادہ حریص ہوگیا ہو تو یہ شکار کھانا کھایا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر مسلمان نے
اپنا کتا چھوڑا پھر اُسکو ایک مجوسی نے زجر کیا پس اُسکے زجر کرنے سے وہ منزجر ہوگیا یعنی شکار کا طالب و حریص زیادہ ہوگیا
تو جو شکار پکڑے اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور زجر سے یہ مراد ہی کہ بلند آواز سے اُسکو شکار پر غرہ کرے اور اگر مجوسی نے
اپنا کتا چھوڑا اور مسلمان نے اُسکو زجر کیا اور وہ منزجر ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور جس شخص کا ذبیحہ نہین جائز ہی جیسے مرتد
و محرم یعنی جو شخص احرام باندھے ہو اور عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اس حکم مین بمنزلہ مجوسی کے ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور
شمس الائمہ سرخسی رح نے شرح کتاب الصید مین اس مسئلہ مین کہ مسلمان نے اپنا کتا چھوڑا و مجوسی نے اُسکو زجر کیا اور
وہ منزجر ہوگیا یون ذکر فرمایا ہی کہ اُس کتے کے شکار کھانے مین جبھی مضائقہ نہوگا کہ جب مجوسی نے اُسکو زجر کیا ہی تو ایسی
حالت ہو کہ کتا برابر شکار کیطرف جارہا ہو اور اگر وہ روش ارسال سے ٹھہر گیا پھر اسکے بعد اُسکو مجوسی نے زجر کیا اور اُسکے
زجر کو مان گیا اور شکار کا طالب و حریص ہوگیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا کذا فی المحیط اور یہی مختار ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی
اور اگر کتے کو کسی نے نہ چھوڑا ہو مگر وہ خود اُٹھکر یا باز خود اُڑکر شکار کے پیچھے ہوا پھر اُسکو کسی مسلمان نے زجر کیا اور تسمیہ پڑھ
دیا) اور وہ اسکے زجر کو مان گیا اور شکار کو پکڑا تو حلال ہی اور قیاس چاہتا ہی کہ حلال نہو یہ کافی مین ہی۔ اور اگر وہ منزجر
نہوا ہو تو حلال نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اور اگر کتا چھوڑا اور عمداً تسمیہ چھوڑ دیا پھر جب کتا شکار کے پیچھے چلدیا تو تسمیہ پڑھکر
اُسکو زجر کیا اور اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا خواہ زجر کرنے سے وہ منزجر ہوا ہو یا نہوا ہو یہ ینابیع مین ہی اور
شکار کھیلنے کے شرائط مین سے ایک یہ ہی کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑنے و تیر مارنے مین کوئی ایسا شخص اُسکے ساتھ
شریک نہو جسکا ذبیحہ حلال نہین ہی جیسے آتش پرست و بت پرست و عمداً تسمیہ ترک کرنے والا اور اسیطرح یہ بھی شرط ہی کہ
تیر پھینکنے و شکاری جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام مین مشغول نہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو جاوے اور کتے کے پیچھے ہو جاوے
اور اگر کتا اس چھوڑنے والے کی نظر سے اسطرح غائب ہوا کہ اسکو نظر نہین آتا ہی پھر اُسکو دیر کے بعد پایا کہ اُسنے شکار کو قتل

کیا تھا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو اُسنے پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہو یہان تک کہ شکار کو اسطرح پایا اور کتا اُسکے پاس موجود تھا تو
اسصورت مین قیاساً وہ شکار نہ کھایا جاوے اور استحساناً کھایا جائیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ جو استحسان ہے یہ شرط ہے کہ کتا اُسکے
پاس موجود ہو ضروری ہے حتے کہ اگر شکار کو مردہ پایا اور کتا اُسکے پاس سے ہٹ گیا تھا تو قیاساً و استحساناً وہ شکار نہ
کھایا جائیگا۔ اور اگر کسی دوسرے کام مین مشغول ہو گیا یہانتک کہ جب رات قریب آئی تو اُسکی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا
اور کتا اُسکے پاس موجود تھا اور شکار مین ایک جراحت تھی کہ معلوم نہین ہوتا تھا کہ اسکو کتے نے مجروح کیا ہے یا دوسرے
نے تو کتاب مین فرمایا کہ مین اُسکا کھانا مکروہ جانتا ہون اور شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی نے تصریح کر دی کہ وہ نہ کھایا
جائیگا مگر شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ مکروہ سے مکروہ تنزیہی مراد ہے لیکن صحیح قول اول ہے کذا فی الظہیریہ اور
یہ سب اسصورت مین ہے کہ شکار کو ایک جراحت سے مجروح پایا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتے کی جراحت ہے اور اگر علامت
سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ یہ کتے کے سوائے دوسرے کی جراحت ہے یا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ جراحت کتے کی ہے لیکن اُسمین
دوسری جراحت بھی ہو جو کتے کی جراحت نہین ہے تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا خواہ اُسنے جستجو اور پیچھا کرنا چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا
ہو اور اول سے آخر تک یہی حکم باز و چرخ و شاہین وغیرہ مین ہے اور تیر کا یہ حکم ہے کہ اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اُسکے لگا پھر
شکار مذکور اُسکی نظر سے پوشیدہ ہو گیا پھر اُسکو مردہ پایا اور اُسمین سوائے تیر کے دوسری جراحت ہے تو وہ نہ کھایا جائیگا
اگرچہ جستجو مین برابر اُسکے پیچھے رہا ہو اور اگر مردہ پایا مگر اُسمین سوائے تیر کے دوسری جراحت نہ تھی پس اگر جستجو چھوڑ کر
دوسرے کام مین مشغول نہوا ہو تو یہ شکار استحساناً کھایا جاوے اور اگر دوسرے کام مین مشغول ہوا ہو تو قیاساً و استحساناً
نہ کھایا جاوے یہ محیط مین ہے۔ فتاوی آہو مین ہے کہ ایک شخص نے پانی مین ایک پرند کو تیر مارا اور مجروح کر دیا پھر
تیر انداز موزہ اُتارنے مین مشغول ہوا پھر موزہ اُتار کر پانی مین گیا اور پرند مذکور کو جو تیر سے مجروح تھا مردہ پایا تو فرمایا کہ اُسکا
کھانا حلال ہے اور قاضی بدیع الدین نے فرمایا کہ تیر انداز کا موزہ اُتارنے مین مشغول ہونا عذر نہین ہے پس اُسنے طلب
کو ترک کیا ہے اسواسطے اُسکا کھانا حرام ہو گیا اور یہ بھی سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے تیر مارا اور دوسرے کو اُسکے پیچھے جستجو کا حکم
کیا تو فرمایا کہ جائز ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر کتا چھوڑا اور تسمیہ نہ پڑھا بھول گیا پھر قبل اسکے کہ کتا شکار تک پہونچے تسمیہ
پڑھا و یا گرید کتے کو آواز دیکر نہ للکارا یہانتک کہ اُسنے شکار پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور تیر مین ایسا شکار کھایا
جائیگا اسواسطے کہ کتے کی صورت مین تدارک اسطرح ممکن ہے کہ اُسکو للکارے اور تیر مین ممکن نہین ہے کذا فی التاتارخانیہ

چوتھا باب شرائط صید کے بیان مین۔ آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک جماد جیسے تیر و دھار دار و بلے ہیر وغیرہ اسکے مانند
دوم حیوان جیسے کتا وغیرہ شکاری جانور و باز و چرخ وغیرہ شکاری پرند پس اگر آلہ شکار حیوان ہے تو اُسکی شرطین
سے یہ ہے کہ وہ سکھا ہوا ہو اور کتا سکھا ہوا نہو گا تاوقتیکہ اُسمین یہ بات نہو کہ وہ شکار کو پکڑے واسطے مالک کے چھوڑے خود
نہ کھا جاوے اور جب مالک اُسکو بلاوے تو چلا آوے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ روان ہو جاوے
پس کتے وغیرہ شکاری درندہ کے سکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ شکار مین سے نہ کھاوے اور امام اعظم رح
اسکے واسطے کوئی حد نہین قرار دیتے تھے اور کوئی وقت نہین مقرر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر شکاری درندہ
سکھا ہوا ہو تو اُسکا شکار کھالے اور بسا اوقات فرماتے تھے کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان مین وہ سکھا ہوا ہو
تو وہ سکھا ہوا ہے اور بارہا فرماتے تھے کہ جو شکار کھیلنے والے دانا ہین انکے قول کیطرف رجوع کیا جاوے پس جب وہ کہدین

کہ یہ کتا سیکھا ہوا ہو گیا ہو تو وہ سیکھا ہوا ہوگا اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ جب تین بار وہ شکار کو پکڑ کر
کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہو اور یہی قول ابو یوسف رح و امام محمد رح کا ہو کذا فی المحیط اور یہی اصح ہو کذا فی جواہر الاخلاطی
پھر صاحبین رح سے ظاہر الروایۃ کے موافق اسکا تیسری بار کا چھوڑا ہوا شکار حلال نہین ہو بلکہ چوتھی بار کا چھوڑا ہوا حلال
ہو اور صاحبین رح سے یہ بھی روایت ہو کہ تیسری بار والا شکار بھی جو اسنے چھوڑ دیا ہو حلال ہو یہ ظہیریہ مین ہو اور باز وغیرہ
شکاری پرند کے حق مین شکار کو چھوڑ دینا کھانا اسکے سیکھے ہوئے ہونیکی علامت نہین ہو اسکے سیکھے ہونے کی علامت یہی
ہو کہ جب اسکا پالنے والا اسکو بلاوے تو وہ مان لے حتی کہ اگر باز وغیرہ نے شکار مین سے کھا لیا تو اسکا شکار کھایا
جائیگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے باز کے حق مین فرمایا کہ جب سیکھا ہوا معلوم ہوگا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے
پکارنے سے آجاوے بدون اسکے کہ گوشت کی طمع سے ایسا کرے اور اگر اسکی یہ حالت ہو کہ پالنے والے کی آواز
سے نہ آوے الا بطمع گوشت تو وہ سیکھا ہوا نہوگا اور جب یہ حکم لگایا گیا کہ یہ باز سیکھا ہوا ہو پھر وہ باز اپنے پالنے
والے کے پاس سے فرار کر گیا اور بلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اسکا شکار حلال
نہوگا۔ اسی طرح اگر کتے وغیرہ نے شکار مین سے کھا لیا تو سیکھے ہوئے ہونے کے حکم سے خارج ہوگیا اور امام اعظم رح
کے نزدیک جتنے شکار اس سے پہلے کے پکڑے ہوئے اسکے مالک کے پاس ہون انکا کھانا حرام ہوگا اور صاحبین رح
کے نزدیک جن شکارون کو اسکے مالک نے اپنے حرز مین کر لیا ہو اور نہین کھایا ہو وہ حرام نہونگے اور بعض مشائخ
نے کہا کہ یہ اختلاف اسوقت ہو کہ جب ان شکارون کی گرفتاری کا زمانہ قریب ہو اور اگر بعید زمانہ ہو مثلاً ایک مہینہ کے
برابر گذر گیا ہو اور کتے کے مالک نے ان شکارون کا قدید بنا لیا ہو تو بلا خلاف حرام نہونگے اور شمس الائمہ سرخسی رح
(گوشت خشک)
نے فرمایا کہ اظہر یہ ہو کہ اختلاف دونون صورتون مین ہو اور اسپر اتفاق ہو کہ ایسے کتے کے جتنے شکارون کو اسکے
مالک نے اپنے حرز مین نہین کیا ہو وہ حرام ہونگے ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو اور ایسے کتے کے شکارون کی قدید
بنائے ہوئے کو اگر اسکے مالک نے فروخت کر دیا ہو تو شک نہین ہو کہ صاحبین کے قول پر اسکی بیع نہ ٹوٹیگی اور بنا بر
قول امام اعظم رح کے جبکہ بائع و مشتری نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کتا جاہل تھا سیکھا ہوا نہ تھا تو بیع ٹوٹ جانی چاہیئے
اور فرمایا کہ پھر اسکے بعد اس کتے کا شکار حلال نہوگا یہان تک کہ وہ سیکھ جاوے اور اسکے سیکھنے کی حد وہی ہو جو ہمنے
پہلے اول اسکے سیکھے ہوئے ہونے کی پہچان مین باقوال مختلفہ بیان کر دی ہو۔ اسی طرح اگر باز اپنے مالک سے
فرار ہو گیا اور بلانے سے نہ آیا حتی کہ اسکے جاہل بغیر سیکھے ہوئے ہونے کا حکم دیا گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف
ہوا اور پھر اگر اسکے بعد سے پے در پے تین بار اپنے پالنے والے کے آواز دینے پر فرمانبرداری کی تو اسکے
سیکھے ہوئے ہو جانے کا حکم دیا جائیگا یہ صاحبین کے قول کے موافق ہو اور اگر اسنے شکار کا خون پی لیا تو شکار کھایا
جائیگا یہ محیط مین ہو۔ اگر سیکھے ہوئے کتے نے شکار پکڑا اور اس سے اسکے مالک نے لے لیا پھر مالک نے اسمین
سے ایک ٹکڑا کاٹ کر کتے کے سامنے ڈال دیا اور کتے نے کھایا تو کتا اپنے حال سابق کے موافق سیکھا ہوا رہیگا
اسی طرح اگر مالک نے کتے کے پاس سے وہ شکار لے لیا پھر کتے نے اچک کر مالک کے پاس سے شکار مین سے
ایک ٹکڑا لیکر کھایا حالانکہ وہ مالک کے ہاتھ مین ہو تو یہ کتا سیکھا ہوا رہیگا اسی طرح مشائخ نے فرمایا کہ اگر کتے نے شکار
مالک کو دینے کے بعد اسمین سے چرا لیا تو بھی کتا سیکھا ہوا رہیگا۔ اور اگر سیکھے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اسنے

م ۱ مسئلہ ... اسکا مالک کی غذا نہیں ۱۲

حملہ کر کے شکار مین سے ایک لوتھڑا گوشت دانتون سے نوچ لیا اور شکار بھاگ گیا پس کتے نے وہ لوتھڑا کھایا
پھر شکار کے پیچھے دوڑا اور اُسکو پاکر قتل کر ڈالا اور کچھ نہ کھایا تو یہ شکار نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت
مین اسکا شکار مین سے کھا لینا اُسکے جاہل ہونے کی علامت ہے۔ اور اگر کتے نے حملہ کر کے اُسکا گوشت نوچ لیا اور شکار
بچ کر بھاگا پھر کتے نے اُسکا پیچھا کیا اور پکڑ کر قتل کر ڈالا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ کتے
سے کوئی ایسا فعل نہین پایا گیا جو اُسکے بے سیکھے ہوئے ہونے پر دلالت کرتا ہو اسواسطے کہ کتے نے شکار کو زخمی
کرنے کے واسطے ایک ٹکڑا اسی واسطے نوچ لیا کہ زخم کاری لگے تاکہ اس سے اُسکے پکڑ لینے پر قادر ہو جاوے پس یہ امر منجملہ زخمی
کرنے کے ہے۔ اور اگر کتے کے مالک نے شکار کو اُس کتے سے لے لیا اور کتا اُسکو قتل کر چکا تھا پھر اسکے بعد کتا واپس ہوا
اور جو ٹکڑا نوچ کر ڈال آیا ہے اُسکے پاس گذرا اور اُسکو کھا لیا تو اُسکا شکار کھایا جائیگا۔ اور اگر کتے نے شکار کا پیچھا کیا اور اسکی
بوٹی نوچ لی اور کھائی حالانکہ شکار ہنوز زندہ تھا وہ کتے کے پاس سے اُچک بھاگا پھر کتے نے اُسی وقت اُسکا
دوبارہ پیچھا کر کے پکڑ کر قتل کیا اور اُسمین سے کچھ نہ کھایا تو اصل مین اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ مین اس شکار کا کھانا مکروہ
جانتا ہون اسواسطے کہ شکار پکڑنے کی حالت مین اُسمین سے کھانا اُسکے بے سیکھے ہوئے ہونے کی دلیل ہے۔ کذا فی البدائع

قال المترجم بنابر تصریح شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی مکروہ سے تحریمی مراد ہے اور بنابر تقریر شیخ الاسلام
تنزیہی مراد ہے والاول اصح۔ ایک شخص نے کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے اُسکو نہ پکڑا اور دوسرا شکار پکڑا پس اگر اسی ارسال
کی روش پر چلا گیا ہو تو یہ شکار حلال ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اگر کسی نے اونٹ کو تیر مارا اور وہ شکار کے لگا اور یہ معلوم
نہین ہوتا ہے کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا یا نہین تو جب تک یہ معلوم نہو کہ وہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا تب تک شکار مذکور
نکھایا جائیگا اسواسطے کہ اونٹ کے حق مین اصلیت یہی ہے کہ وہ پلا ہوا ہو پس اصل کے موافق لیا جائیگا یہان تک کہ
خلاف اصل ثابت ہو یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے باز کو خرگوش پر چھوڑا اور اُسنے اسی ارسال مین دوسرے
شکار کو پکڑا حالانکہ یہ باز سوائے خرگوش کے کچھ شکار نہین کرتا ہے تو جو اُسنے شکار کیا ہے وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر
اُسنے سور یا بھیڑیے کی طرف چھوڑا اور اُسنے ہرن کا شکار کیا تو اُسکا کھانا حلال ہے یہ ینابیع مین ہے اور اگر باز کو
ہرن پر چھوڑا حالانکہ وہ ہرن کا شکار نہین کرتا ہے پس اُسنے کسی شکار کو پکڑا تو نہ کھایا جائیگا یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر اپنا
کتا ایک شکار پر تسمیہ پڑھکر چھوڑا اُسنے اسی ارسال مین بہت سے شکار ایک بعد دوسرے کے پکڑے تو سب حلال ہین
اسی طرح اگر اُسنے ایک شکار کو تیر مارا وہ اُسکے لگ کر پار ہو گیا اور پھر کر دوسرے کے لگا اور پار ہو کر جا کر تیسرے کے
لگا ہو تو ہمارے نزدیک سب حلال ہونگے فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اُسنے شکار کو پکڑا اور دیر تک دابے پڑا رہا
پھر اُسکے پاس سے دوسرا شکار گذرا اور اُسنے اُسکو پکڑ کر قتل کیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائیگا الا اس صورت مین کہ دوبارہ
ارسال ہو یا جسمین زجر ممکن ہے اُسکو تسمیہ کیساتھ للکار دیا ہو کہ وہ منزجر ہو گیا ہو یعنی شکار کی جستجو زیادہ کرنے لگا ہو اور
یہ اسوجہ سے ہے کہ فی الفور صید کرنا باطل ہو گیا ہے اسی طرح اگر کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا اور وہ شکار سے دائین بائین
ہو کر سوائے طلب شکار کے کسی بات مین مشغول ہو گیا اور اس ارسال مین فتور ہو گیا پھر اُسنے کسی صید کا پیچھا کیا
اور پکڑ کر قتل کیا تو وہ نہ کھایا جائیگا الا اس صورت مین کہ ارسال جدید پایا جاوے یا شکاری جانور کو اُسکا مالک
زجر کرے یعنی للکارے اور تسمیہ پڑھ دے اور وہ منزجر ہو جاوے یہ ایسے جانور مین جسکا زجر کرنا ممکن ہو اور جہ

نہ کھانے جانے کی یہ ہے کہ جب شکاری جانور سوائے طلب شکار کے دوسرے امر میں مشغول ہو گیا تو ارسال کا حکم منقطع ہو گیا پھر جب اسکے بعد وہ کوئی شکار کریگا تو خود وہ شکار پر دوڑا ہے پس اُسکا شکار حلال نہوگا الا اُس صورت میں کہ جس جانور کا اُسکا بنا ممکن ہے اُسکو اُسکا مالک تسمیہ پڑھکر للکارے تو یہ بدائع میں ہے۔ ایک شخص نے ایک شکار پر اپنا کتا چھوڑا اگر وہ خطا کر گیا اور اُسکے سامنے دوسرا شکار پیش آ گیا اُسکو اُسنے قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اور اگر کتا لوٹا اور لوٹنے میں اُسکے سامنے کوئی شکار آ گیا اُسکو اُسنے قتل کر دیا تو نہ کھایا جائیگا اسواسطے کہ ارسال کا حکم اُسکے لوٹنے سے باطل ہو گیا اور بدون ارسال کے شکار حلال نہیں ہوتا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر کسی نے کسی شی کو شکار گمان کر کے اُسپر کتا چھوڑا پھر وہ چیز شکار نکلی پھر اُسکے سامنے شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتا ایک چیز کو آدمی گمان کر کے چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پھر آدمی نہ تھا بلکہ شکار نکلا تو کھایا جائیگا اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ یہ امر ظاہر ہوا کہ اُسنے شکار پر چھوڑا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر چیتا شکار پر چھوڑا اور اُسنے کمین گاہ میں گھات لگائی اور شکار کا پیچھا نہ کیا جیسے اُسکی عادت ہوتی ہے تا کہ شکار پر قابو پاوے پس ایک ساعت درنگ واقع ہوا پھر اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر کتا چھوڑا اور اُسنے مثل چیتے کے داؤں گھات کیے تو وہ بھی جو شکار کرے اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ یہ حکم ارسال مثل نسبت کرنے دوڑنے کے ہے اسی طرح اگر باز چھوڑا اور وہ کسی چیز پر گر پڑا پھر وہاں سے اُڑ کر شکار کو پکڑ لیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اسی طرح تیر انداز نے اگر کسی شکار کو تیر مارا جیسے شکار کو اس روش میں اسی ہیئت میں تیر لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر ایک شکار کے لگ کر پار ہو کر دوسرے کے لگا اور پار ہو کر تیسرے چوتھے وغیرہ کے لگے تو سب کھائے جاوینگے اور اگر تند ہوا نے تیر کو اُسکے رخ سے کسی جانب داہنے یا بائیں پھیر دیا اور وہ کسی شکار کے لگا تو کھایا جائیگا اور اگر ہوا نے اُسکو اس رخ سے نہ پھیرا ہو تو جس شکار کے لگے وہ کھایا جائیگا اور اگر تیر مذکور کسی دیوار یا پتھر پر پڑا اور لوٹ کر کسی شکار کے لگا تو وہ شکار نہ کھایا جائیگا اور اگر تیر درخت سے ہو کر گذرا اور برابر درخت سے رگڑتا جاتا تھا لیکن تیر اپنی راہ سے سیدھا جا رہا تھا اور کسی شکار کے لگا اور اُسکو مار ڈالا تو وہ کھایا جائیگا اور اگر درخت کے صدمہ سے تیر مذکور داہنے یا بائیں کسی رخ کو پھر کر کسی شکار کے لگا ہو تو وہ نہ کھایا جائیگا۔ اور اگر تیر مذکور کسی دیوار کو چھوتا ہوا اپنی راہ پر سیدھا نکل گیا اور کسی شکار کو قتل کیا تو کھایا جائیگا یہ بدائع میں ہے۔ اگر مسلمان نے اپنا سکھایا ہوا کتا کسی شکار پر چھوڑا پھر اُسکے ساتھ بے سکھا ہوا کتا یا ایسا کتا جسپر عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا ہے یا مجوسی کا کتا شریک ہو گیا تو شکار مذکور نہ کھایا جائیگا اور اگر دوسرے کتے نے مذکور شکار کو اول کتے کیطرف لوٹایا اور اول کتے کے مجروح کرنے میں شریک نہوا اور شکار مذکور اول کتے کی جرح سے مر گیا تو اُسکا کھانا مکروہ ہے بعض نے فرمایا کہ کراہت تنزیہی ہے اور بعض نے فرمایا کہ تحریمی ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رحمہ نے اختیار کیا ہے۔ کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے محیط میں ہے۔ اور اگر کسی مجوسی نے شکار کو کتے کیطرف لوٹایا یہانتک کہ اُسنے پکڑ لیا تو اُسکے کھانے میں مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ مجوسی کا فعل کتے کے فعل کی جنس سے نہیں ہے پس مشارکت ثابت نہوگی اور اگر دوسرے کتے نے شکار کو پہلے کتے کیطرف نہ لوٹایا ہو لیکن اُسنے پہلے کتے سے دوڑ میں آگے نکل جانا چاہا جسکے کہ اول کتا بھی تیز دوڑا اور پہونچکر تنہا شکار کو قتل کر ڈالا تو حلال ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر مجوسی نے کسی مسلمان کے ساتھ ملکر کمان کھینچی اور شکار کو تیر لگا تو اُسکا کھانا حلال نہیں ہوا اور منجملہ شرط کلب وغیرہ کے یہ ہے کہ ارسال کے بعد اُس سے پیشاب کرنے یا کھانے کا فعل صادر نہوا اور اگر کتے وغیرہ کی

حاشیہ: یعنی اگر راہ بند ... حلال شکار ... زیادہ ہو جاوے ۱۲ منہ

طرف سے ایسا فعل پایا گیا یا اُسنے بہت توقف کیا تو اُسکا شکار نہ کھایا جائیگا اور منجملہ انکی شرائط کے یہ بھی ہو کہ اُسکا زخم جارح یعنی جرح کرنیوالا ہووے حتی کہ اگر اُسنے بدون جرح کے قتل کیا تو حلال نہوگا یہ زیادات و مختصر عصام مین مذکور ہو اور اصل مین اسطرف اشارہ کیا کہ وہ حلال ہو چنانچہ اصل مین یون فرمایا کہ جب اُسنے شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو حلال ہو اور اسکی تفصیل نفرمائی کہ جرح سے قتل کیا یا مخنوق یعنے گردن دبا کر مار ڈالا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم و امام ابو یوسف رح سے سواے روایت اصول کے روایت کی ہو کہ شکار حلال ہو اگرچہ کتے نے جرح سے قتل نہ کیا ہو پس بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ امام محمد رح نے جو حکم اصل مین ذکر فرمایا ہو وہ امام اعظم و ابو یوسف کا قول ہو اور جو زیادات مین ذکر فرمایا ہو وہ اپنا قول ہو اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل مین مذکور ہو وہ کوتاہی کے ساتھ ہو یعنی مفصل ذکر نہ کیا اور جو زیادات مین مذکور ہو وہ درازی کے ساتھ مفصل ہو اور صحیح وہی ہو جو زیادات مین ہو اور امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ اگر اُسنے شکار کا کوئی عضو توڑ دیا جس سے وہ مرگیا تو اُسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہو اسواسطے کہ توڑنا جراحت باطنی ہو پس جراحت ظاہری کے اسکا اعتبار و قیاس کیا گیا کذا فی المحیط

قال المترجم فعلے ہذا الخنق ایضا کذلک و ہذا یشہد لظاہرہ لمن ذہب الے ما اشیر الیہ فی الاصل فتامل۔ اگر مسلمان نے اپنا کتا کسی شکار پر چھوڑا اور تسمیہ پڑھ دیا پس کتا اُس شکار تک پہونچ گیا اور اُسکو زخم دیا اور سست کر دیا پھر دوبارہ زخم دیا اور قتل کر دیا تو وہ شکار کھایا جائیگا اور اسی طرح اگر اُسنے دو کتے چھوڑے پس ایک نے اُسکو زخمی کر کے سست کر دیا پھر دوسرے نے اُسکو قتل کر ڈالا تو کھایا جائیگا اسواسطے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح کرنا تعلیم مین داخل نہین ہو پس عفو قرار دیا گیا اور اگر دو آدمیون سے ہر ایک نے اپنا اپنا کتا چھوڑا اور شکار کو ایک کتے نے مجروح کر کے سست کر دیا پھر دوسرے نے اسکو قتل کر دیا تو شکار مذکور کھایا جائیگا اور وجہ یہی ہو جو ہمنے بیان کر دی ہو مگر شکار مذکور پہلے کتے والے کی ملک ہوگا یہ ہدایہ مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنا سکھلایا ہوا کتا ایک شکار پر چھوڑا اُسنے ٹانگ توڑ دی یا اسطرح اسکی کونچین کاٹ دین کہ وہ شکار بیٹھ رہا پھر دوسرے شخص نے اسی شکار پر اپنا کتا چھوڑا اُسنے اسکی دوسری ٹانگ توڑ دی یا خوب کونچین کاٹ ڈالین یعنے پھر دونون کونچین کاٹنے سے شکار مذکور مر گیا تو ہم کہتے ہین کہ شکار مذکور شخص اول کا ہوگا مگر اسکا کھانا حلال نہین ہو اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب دوسرے شخص نے اپنا کتا اُسوقت چھوڑا ہو کہ جب پہلے شخص کے کتے نے شکار کو پا کر بہت زخمی کر دیا ہو اور اگر پہلے شخص کے کتے نے زخمی کیا ہو مگر خوب زخم کاری نہ پہونچایا ہو اور اسکو صید ہونے سے باہر نہ کیا ہو پھر دوسرے شخص نے اپنا کتا چھوڑ دیا اور اُسکے کتے نے پہونچکر اُسکو زخمی کر دیا اور زخم کاری لگایا کہ جس سے وہ صید نہ رہا تو وہ شکار دوسرے شخص کا ہوگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر دونون کتون کا زخم علیحدہ علیحدہ ایسا ہو کہ جس سے وہ شکار صید ہونے سے خارج نہین ہوتا ہی لیکن دونون کا زخم ملا کر ایسا ہو کہ جس سے وہ جانور صید نہین رہتا ہو تو وہ شکار دونون کا ہوگا اسی طرح اگر دونون کتون نے اُس شکار کو ایک ہی ساتھ پکڑ پایا ہو تو بھی شکار مذکور دونون کا ہوگا اور دونون صورتون مین حلال ہو اور اگر دوسرے شخص نے اپنا کتا پہلے شخص کے کتے کے شکار پکڑ پانے سے پہلے چھوڑا ہو تو جسکا کتا پہلے شکار کو پکڑ لے یہ شکار اُسی کا ہوگا جیسا کہ دو تیرون کی صورت مین حکم ہو اور حلت ثابت ہوگی اور اگر دونون نے اپنا اپنا کتا ایک ہی ساتھ چھوڑا پس ایک کے کتے نے دوسرے کے کتے سے پہلے شکار کو پکڑ کر اُسکو زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر دوسرے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار اُسکا ہو جسکے کتے نے اُسکو پہلے پکڑا ہو اسی طرح اگر دونون نے آگے پیچھے چھوڑا اگر دوسرے کے

سکتے نے اسکو پہلے پکڑ کر زخم کاری سے مجروح کر دیا پھر پہلے کے کتے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دوسرے کا ہوگا اور اگر دونون نے اسکو ایکبارگی پکڑ لیا یا ایک نے اُسکو پہلے پکڑا اگر زخم کاری نہ دیا تھے کہ دوسرے نے اُسکو پکڑا تو یہ شکار دونون کا ہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور مجنیس خواہر زادہ مین لکھا ہے کہ اگر کسی نے اپنا کتا ایسے شکار پر چھوڑا جسکو وہ آنکھو لنسے نہین دیکھتا ہے یا ایسے شکار کو تیر مارا اور وہ شکار مر گیا اور یہ شخص اُسکی جستجو مین پیچھے ہے پس اسکو پایا تو وہ حلال ہے یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے
اگر باز نے اپنی منقار یا چنگل سے شکار کو زخمی کیا اور پس پاکر دیا یا کتے نے اُسکو زخم کاری سے مجروح کیا پھر اُسکا مالک آیا اور اتنا قابو پایا کہ اُسکو پکڑ لے مگر اُسنے نہ پکڑا یہان تک کہ باز یا کتے نے دوسری ضرب سے اُسکا کام تمام کر دیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک اُسکا کھانا حلال ہے یہ محیط مین ہے۔ اور جو جانور معراض کے عرض کے صدمہ سے ہلاک ہو اور جو جانور گلولہ کے صدمہ سے مرجاوے وہ نہ کھایا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اسیطرح اگر اُسکو پتھر سے پھینک مارا اور پتھر بھاری ہے اور اُسمین دھار ہے تو بھی یہی حکم ہے اگرچہ شکار کو مجروح کیا ہو اسواسطے کہ اسمین احتمال ہے کہ شاید پتھر کے بوجھ سے مر گیا ہو اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسمین دھار ہو تو حلال ہوگا اسواسطے کہ اسکا مرجانا پتھر کی جراحت سے ہوگا اور اگر پتھر ہلکا ہو اور اُسکو لنبا مثل تیر کے بنایا اور اُسمین دھار ہے تو شکار حلال ہوگا اور اگر شکار کو مروہ دھار دار پھینک مارا اور اُسنے پارہ گوشت جراحت سے جدا نہ کیا تو حرام ہے اسیطرح اگر سنگ مروہ پھینک مارا اور شکار کا سر جدا کر دیا یا اُسکی شہ رگین وغیرہ کاٹ ڈالین تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ لکڑی سے مارا یہان تک کہ اُسکے بوجھ کی وجہ سے شکار مذکور مر گیا مجروح ہو کر نہین مرا تو بھی حرام ہے الا اُس صورت مین کہ جب ایسی لکڑی مین دھار ہو کہ پارہ گوشت جدا کر دے تو اس صورت مین حلال ہوگا کیونکہ یہ لکڑی مثل تلوار و تیر کے ہوگی اور اصل یہ ہے کہ جب شکار کا مرنا قطعاً جرح کی طرف مضاف ہو تو حلال ہوگا اور اگر یقیناً گرانی کی طرف منسوب ہو یعنی بسبب ثقل کے مر گیا تو حرام ہوگا اور اگر شک واقع ہوا یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ شکار مذکور بسبب جراحت کے ہلاک ہوا ہے یا بسبب بوجھ کے مرا ہے تو احتیاطاً حرام ہے اور اگر شکار کو تلوار سے یا چھری سے پھینک کر مارا اور دھار کی طرف سے اُسکے لگی اور اُسکو مجروح کر دیا تو حلال ہے اور اگر چھری کی پشت کی طرف سے یا تلوار قبضہ کی طرف سے اُسکے لگی ہو۔ تو حرام ہے اور اگر شکار کو پھینک مارا اور وہ مجروح ہو گیا پھر جراحت سے مر گیا پس اگر جراحت خون بہتی ہو تو بالاتفاق حلال ہے اور اگر خون نہ بہتی ہو تو بعضے متاخرین کے نزدیک حلال ہے خواہ جراحت صغیر ہو یا کبیر ہو اور بعض متاخرین کے نزدیک خون دینا شرط ہے اور بعض متاخرین کے نزدیک اگر جراحت کبیر ہو تو بدون خون دینے کے حلال ہے اور اگر صغیر ہو تو حلال نہین ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک تیر مارا پھر دوسرے شخص کا تیر اُسکے معارض ہو گیا اور اسکو اُسکی سیدھی راہ سے رد کر دیا اور ایک شکار کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا ایسا ہی اصل مین ہے اور زیادات مین مذکور ہے کہ وہ شکار کھایا جائیگا اور شمس الائمہ ابو محمد عبدالعزیز احمد الحلوائی نے فرمایا کہ جو اصل مین لکھا ہے اُسکی تاویل یہ ہے کہ دوسرے تیر مارنے والے کا قصد شکار کو تیر مارنا نہ تھا بلکہ غرض اُسکی تیر اندازی کا کھیل یا تیر اندازی سیکھنا تھا یا اُسنے عمداً تسمیہ ترک کیا تھا حتی کہ اگر اُسنے شکار مارنے کا قصد کیا ہو تو موافق روایت اصل کے حلال ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص مسلمان نے شکار کو تیر مارا اور وہ رکھے ہوے تیر کے لگا اور اُسکو اُٹھا لیگیا اور شکار کے تیر جا کر لگا اور اُسکو جراحت سے قتل کیا تو کھایا جائیگا اسی طرح اگر معراض یا پتھر یا گلولہ پھینکا اور وہ ایک تیر پر پہونچا اور

[illegible]

اسکو اٹھا لیگیا اور پھر ایک مکار کے لگا اور اسکو قتل کیا تو حلال ہی یہ محیط سرخسی مین ہی- ایک مجوسی نے بعد مسلمان کے تیر
پھینکنے کے اپنا تیر مارا پس اسکا تیر اول کے تیر پر پڑا (اور لگا چلا گیا یہان تک کہ مسلمان کا تیر شکار کے لگا پس اگر یہ معلوم
ہو کہ اگر مجوسی کا تیر نہوتا تو شکار تک نہ پہونچتا تو شکار حرام ہی اسی طرح اگر مجوسی کے تیر نے مسلمان کے تیر کو اسکے روانگی
کے رخ سے پھیر دیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر مجوسی کے تیر نے اسمین قوت بڑھادی ہو اور اسکے روش کے رخ سے پھیر
نہ کیا ہو تو شکار مسئلہ کا نہوگا لیکن استحسانا حلال ہوگا یہ سراجیہ مین ہی- مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اسکے تیر سے شکار
فرار ہو گیا یا اپنا کتا چھوڑا اور اسکے کتے سے شکار فرار ہو گیا پھر مسلمان نے اسکو تیر مارا یا اپنا کتا چھوڑا تو شکار حلال ہوگا الا
اس صورت مین کہ مسلمان کے تیر مارنے وکتا چھوڑنے سے پہلے مجوسی کا تیر زمین پر گر پڑا ہو یا اسکا کتا واپس ہو گیا
ہو یہ محیط سرخسی مین ہی- اگر حلالی شخص اور ایک شخص احرام باندھے ہوئے دونون ایک شکار کے تیر مارنے مین شریک
ہوئے تو اسکا کھانا حلال نہین ہی جیسا کہ اگر مسلمان ومجوسی ایک شکار کے قتل مین شریک ہوئے تو اسکا کھانا حرام
ہی یہ مبسوط مین ہی- تیر پھینکنے وشکاری جانور چھوڑنے کے وقت اسلام ہونا حلال ہونے کے واسطے شرط ہی حتے کہ
اگر حالت اسلام مین ایک شخص نے تیر مارا یا شکاری جانور چھوڑا پھر مرتد ہو گیا تو شکار حلال ہی اور اگر اسکے عکس
ہو تو حلال نہین ہی یہ غیاثیہ مین ہی مجوسی اگر یہودی یا نصرانی ہو گیا تو اسکا شکار وذبیحہ کھایا جائیگا اور نصرانی اگر
مجوسی ہو گیا تو اسکا شکار وذبیحہ نہ کھایا جائیگا- اور مسلمان اگر مرتد ہو گیا تو اسکا شکار وذبیحہ نہ کھایا جائیگا اسی طرح اگر
یہودی یا نصرانی ہو گیا تو بھی یہی حکم ہی یہ شرح طحاوی مین ہی- اگر چند لوگ مجوسیون نے ایک شکار کو اپنے اپنے تیر مارے
پھر شکار انکے تیرون سے فرار ہو کر مسلمان کیطرف آیا اسنے تسمیہ پڑھکر تیر مارا اور مسلمان کا تیر اسکے لگا اور اسکو قتل
کیا تو مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ اگر مجوسی کا تیر ہنوز زمین پر نہین گرا تھا کہ مسلمان نے اسکو تیر مارا تو اسکا کھانا حلال
نہین ہی الا اس صورت مین کہ مسلمان اسکو زندہ پاکر حلال کرڈالے تو حلال ہوگا اسوجہ سے کہ مجوسیون نے تیر مارنے
مین اسکی اعانت کی ہی حقیقۃ ذبح کرنے مین اعانت نہین کی ہی اور حقیقۃ حلال کرڈالنے کے ہوتے ہوئے تیرون
سے اعانت کا کچھ اعتبار نہین ہی اور اگر مجوسیون کے تیر زمین پر گرجانے کے بعد پھر مسلمان نے تیر مارا ہو اور باقی
مسئلہ بحالہ رہے تو اسکا کھانا حلال ہی اسی طرح اگر مجوسیون نے شکار پر اپنے کتے چھوڑے اور شکار انکے کتون سے فرار
ہو کر مسلمان کیطرف آیا اور مسلمان نے اسکو تیر مارکر قتل کیا یا اپنا کتا یا باز یا چرغ وغیرہ اسپر چھوڑا اور کتے نے اسکو گرفتار کر
قتل کیا پس اگر مسلمان کا تیر مارنا ایسی حالت مین تھا کہ جب مجوسی کا چرغ وباز وغیرہ شکار مذکور کے پیچھے تھا تو وہ حلال
نہوگا اور اگر اسکے واپس ہونے کے بعد تھا تو حلال ہوگا اسی طرح اگر شکار کے پیچھے کوئی بے سیکھا ہوا کتا یا بے سیکھا ہوا
باز وغیرہ ہو پھر شکار اسکے سامنے سے بھاگتا ہوا مسلمان کیطرف آیا اور مسلمان نے اسکو تیر مارا یا اپنا کتا یا باز اسپر
چھوڑا اور اسنے پاکر قتل کیا تو اسمین بھی اسی تفصیل سے حکم ہی جو ہمنے بیان کی ہی یہ ذخیرہ مین ہی- اور صید مین یہ
شرط ہی کہ اسکی موت مین سواے جراحت تیر یا کتے و باز وغیرہ کے کوئی اور سبب شریک نہو جیسے کسی مقام سے گر پڑنا
یا پانی مین گر پڑنا یا کوئی جراحت موجود ہو یا جس سے وہم ہو کہ شاید اس جراحت سے مرا ہی یہ محیط مین ہی- اگر شکار کے تیر لگا
اور وہ زمین پر گرا یا زمین پر پختہ اینٹین بچھی ہوئی تھین انپر گرا اور مر گیا تو وہ حلال ہی اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن
نہین ہی- اور اگر پانی مین گرا یا پہاڑ پر یا اونچے پتھر کے ٹیلہ پر یا درخت یا دیوار پر یا گاڑے ہوئے نیزے کی بو رہی

پر یا گڑی ہوئی اینٹون پختہ یا خام کی نوک پر گر کر پھر زمین پر گرا تو حلال نہین ہو اسواسطے کہ ان چیزون سے احتراز ممکن ہو چنانچہ تر دیلی سے اصطیاد منفک ہی ہو لیس اُسکا اعتبار واجب ہوا اور احتمال پیدا ہوا کہ اُسکی موت شاید پانی یا تر دی کی وجہ سے ہوئی ہو تو مبیح و محرم مجتمع ہوے پس احتیاطاً وہ حرام رکھا گیا حتی کہ اگر پانی کا پرند ہوا اور وہ پانی مین گرا اور اُسکا زخم پانی مین منغمس نہین ہوا تو اُسکا کھانا حلال ہو اسواسطے کہ پانی سے اُسکی موت کا احتمال نہین ہو اور اگر اُسکا زخم پانی مین غموس ہو گیا تو نہ کھایا جائیگا بسبب احتمال اس امر کے کہ شاید اُسکی موت پانی کیوجہ سے ہوئی ہو اور یہ سب ایسی صورت مین ہو کہ جب شکار کے ایسا زخم لگا ہو جس سے اُسکی زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ جس سے اُسکی زندگی کی امید نہو تو حلال ہو بشرطیکہ اُسمین اتنی حیات رہی جیسے ذبح کرنے کے بعد مذبوح مین رہجاتی ہو مثلاً اُسکا سر جدا ہو گیا ہو پھر پانی مین گرا ہو جبسے کہ اسصورت مین احتمال مذکور معدوم ہو اور اگر ان چیزون مین سے کسی چیز پر گر کر مرا اور وہان سے زمین پر نگرا اور یہ شی ایسی ہو کہ اُس سے قتل نہین ہوتا ہو مثلاً چھت ہو یا پہاڑ ہو تو وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ برابر ہوتی چیز پر گرنا مثل زمین پر گرنے کے ہو کیونکہ اس سے احتراز متعذر ہو اور اگر ایسی چیز ہو جس سے قتل ہو جاتا ہو جیسے نیزے کی دھار یا کھڑے ہوے نرکل و لکڑی ہوئی اینٹین پختہ و خام کی دھار یا ایسی کسی چیز پر گرا تو حلال نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہو کہ شکار کھیلنے والے کے پہونچنے سے پہلے وہ مرجاوے تاکہ بلاشبہہ خلاف اُسکا ثابت ہو کیونکہ اگر شکار کرنے والا اُس تک پہونچا اور وہ زندہ موجود تھا تو اُسمین اقوال مختلفہ ہین۔ اور منجملہ شرائط صید کے یہ ہو کہ متنفر و متوحش ہو بالوف نہو جیسے وحوش دو آجین ہوتے ہین کذا فی المحیط

پانچوان باب

جو حیوان ذکوۃ قبول کرسکتے ہین اور جو قابل ذکوۃ نہین ہوتے ہین اُنکے بیان مین اگر کتا وغیرہ شکاری درندہ چھوڑنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اُسپر واجب ہو کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر اُسنے ذبح نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اُسکا کھانا حرام ہوگا اور یہی حکم باز وغیرہ پرند شکاری اور تیر مین ہو اور وجہ یہ ہو کہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو باوجود اُسپر قادر ہونے کے ترک کیا اور یہ اُسصورت مین ہو کہ جب اُسکے ذبح کر دینے پر قادر ہو اور اگر شکار ہاتھ آیا گر یہ اُسکے ذبح کرنے پر قادر نہین ہو حالانکہ اُسمین زندگی بنسبت مذبوح جانور کے زائد موجود ہو تو ظاہر الروایۃ مین وہ نکھایا جائیگا کذا فی الکافی اور اسی پر فتوی ہو کذا فی التبیین اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ وہ حلال ہو اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ذبح کرنے پر اسوجہ سے قادر نہوا کہ اُسکے پاس آلہ ذبح موجود نہ تھا تو وہ نہ کھایا جاوے اور اگر بسبب ضیق وقت کے قادر نہوا تو ہمارے نزدیک کھایا جاوے اور حسن بن زیاد و محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ استحساناً حلال ہو اور استحسان ہی کو قاضی فخر الدین نے اختیار کیا ہو اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب اس جراحت کے ساتھ شکار مذکور کے زندہ رہنے کا وہم ہو اور اگر اُسکے زندہ باقی رہنے کا وہم نہو مثلاً کتے نے اُسکا پیٹ پھاڑ دیا اور آنتین وغیرہ نکال دی ہین پھر زندہ شکار کھیلنے والے کے ہاتھ آیا اور مرگیا تو اُسکا کھانا حلال ہو اسواسطے کہ اُسکے ہاتھ آنے سے پہلے اُسمین فعل ذکوۃ یعنی اضطراری خوب مستقر ہو چکا ہو اور اضطراب خفیف جو اُسمین باقی ہو وہ مذبوح کے مانند ہو اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک وہ حلال نہوگا اور یہ قیاس ہو اسواسطے کہ شکار مذکور زندہ اُسکے ہاتھ آیا پس بدون ذبح کے حلال نہوگا جیسے متردیہ مین ہو اور یہ اُسوقت ہو کہ اُسنے ذبح کرنا ترک کیا ہو اور اگر ذبح کر دیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بھی حلال ہوگا اسواسطے کہ اگر حیات مستقرہ باقی ہو تو ذبح کرنا اپنے موقع پر ہوا بالاجماع اور اگر اُسمین

حیات مستقرہ نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ذکوۃ تو فقط ذبح ہی وہ پایا گیا اور صاحبین رح کے نزدیک اگرچہ ذکوۃ کیواسطے
حیات مستقرہ چاہیے علی نحو ما مر لیکن بدون ذکوۃ کے حلال ہی اسیطرح متردیہ و نطیحہ و موقوذہ مین اور جسکے پیٹ کو بھیڑیے
نے پھاڑ دیا ہو اور ابھی زندگی خفیہ یا ظاہر رہگئی ہو تو اگر اسکو ذبح کردے تو حلال ہو جائیگی یہ کافی مین ہی۔ اور اگر اسکو زندہ
پایا گرفتہ لیا پس اگر اتنا وقت ہو کہ اگر پکڑ لیتا تو ذبح کر سکتا تھا تو وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر ذبح نکر سکتا تو کھایا جائیگا کذا فی الہدایہ
ایک شخص نے بیمار بکری ذبح کی حالانکہ اسمین صرف اسقدر زندگی رہگئی تھی جیسے مذبوح مین ذبح کیے جانے کے بعد رہجاتی
ہی تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ نہین رہی ہی اور مشائخ نے امام اعظم رح کے قول پر اس صورت مین
اختلاف کیا ہی اور قاضی اسبیجابی نے شرح طحاوی مین تصریح کی کہ امام اعظم رح کے نزدیک وہ قابل ذکوۃ ہی اور اسی پر فتوے
ہی یہ ظہیریہ مین ہی اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہونچنے سے پہلے کسی دوسرے سبب سے صید نہ رہا پھر اسکے تیر لگا تو
وہ حلال ہی اسواسطے کہ جسوقت اسنے تیر مارا ہی اسوقت وہ شکار تھا اور حلت کے حق مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہی
سوائے ایک مسئلہ کے جسکو امام محمد رح نے آخر کتاب الصید مین ذکر کیا ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا
اور تیر مارنے والا و شکار دونون حل مین موجود ہین اور ہنوز وہ تیر اس شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرم مین داخل ہوا اور یہ تیر
اسکے پیچھے تھا یہان تک کہ حرم مین اسکے لگا اور وہ مر گیا یا حل مین آکر مر گیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہی پس اس صورت مین
تیر کا اسکے پہونچنے کے وقت کا اعتبار کیا ہی اور سوائے اسکے تمام مسائل مین تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہی یہ محیط مین ہی
ایک حلال نے ایک شکار کو تیر مارا اور اسکے لگا اور یہ سب حل مین موجود ہین پھر شکار مذکور حرم مین جاکر مر گیا یا حرم سے
اسکو تیر مارا اور حل مین اسکے لگا اور حل مین وہ مر گیا تو دونون صورتون مین نہین حلال ہی اسواسطے کہ اول صورت مین
پورا کام حرم مین ہوا ہی اور دوسری صورت مین حرم سے ابتدا ہوئی ہی اور دوسری صورت مین اس شکار کھیلنے
والے پر جزا واجب ہوگا نہ اول مین۔ اسیطرح اگر حرم سے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اسنے حرم سے باہر حل مین اسکو قتل کیا
تو شکار مذکور حلال نہوگا اور اسپر جزا نہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ مین ہی اگر ایک شکار کو تیر مارا اور اسکے لگا اور وہ ایک مجوسی کے
پاس اتنی دیر تک پڑا رہا کہ وہ اسکے ذبح کرنے پر قادر تھا پھر مر گیا تو حلال نہوگا کیونکہ مجوسی مذکور اسلام لاکر اسکے
ذبح کرنے پر قادر تھا۔ اور اگر کسی سوتے ہوئے کے پاس گرا اور حالت یہ تھی کہ اگر یہ سوتا ہوا شخص جاگتا ہوتا تو ذبح
کر سکتا تھا پھر وہ مر گیا تو امام اعظم رح سے روایت ہی کہ وہ حلال ہوگا اسواسطے کہ چند مسائل مین سوتا ہوا امام اعظم
رحمہ اللہ کے نزدیک مثل جاگتے ہوئے کے ہی اور منجملہ ان چند مسائل کے یہ مسئلہ بھی ہی۔ اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ وہ حلال
ہی اور اگر ایسے نابالغ کے پاس جو ذبح کرنے کو نہین جانتا ہی گرا ہو تو حلال ہوگا اور اگر ذبح کو جانتا ہو تو حلال نہوگا یہ محیط مین ہی

چھٹا باب مچھلی کا شکار کھیلنے کے بیان مین

مچھلی اور ٹیڑی دونون حلال ہین فرق یہ ہی کہ ٹیڑی خواہ کسی
علت سے مرے یا بلا علت مرے کھائی جائیگی اور مچھلی اگر بغیر علت مر جاوے تو نہ کھائی جاویگی یہ ظہیریہ مین ہی اگر
ایک مچھلی پکڑی اور اسکے پیٹ مین دوسری مچھلی پائی گئی تو اسکے کھانے مین مضائقہ نہین ہی اور اگر اسکو کتے
نے کھایا اور پھر کتے کا پیٹ پھاڑ ا گیا اور مچھلی نکلی تو کھائی جائیگی بشرطیکہ پوری ثابت ہو اور اگر کسی پرند نے بیٹ کی
اسمین مچھلی نکلی تو نہ کھائی جائیگی۔ اور اگر کسی مچھلی کو مارا کہ کچھ کٹ گئی تو کھائی جاویگی اور اگر کٹا ہوا ٹکڑا الگ جاوے تو وہ بھی
کھایا جاویگا اور اصل یہ ہی کہ مچھلی جب کسی سبب حادثہ سے مر جاوے تو اسکا کھانا حلال ہی اور اگر اپنی موت سے بدون

کسی ایسے سبب کے جو ظاہر ہو مجاوے تو نہ کھائی جائیگی اور اگر مچھلی کو پانی کے مٹکے مین ڈال دیا اور وہ مرگئی تو اُسکے کھانے
مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ سبب حادث سے مری ہی یعنے تنگی مکان کیوجہ سے اسی طرح اگر انکو کسی حظیرہ مین جسمین سے
نکل نہین سکتی ہین جمع کردیا اور وہ بدون شکار کے اُنکے پکڑنے پر قادر ہی پھر یہ مچھلیان اس حظیرہ مین مرگئین تو اُنکے
کھانے مین کچھ مضائقہ نہین ہی اور اگر بدون شکار کے پکڑی نجا سکتی تو اُنکے کھانے مین خیر نہین ہی یعنے مکروہ ہی اور
اگر ایک مری ہوئی مچھلی پائی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی مین ہی تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر اُسکا سر خشکی مین ہو تو اُسکے
کھانے مین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ وہ کسی آفت سے مری ہی اور اگر اُسکا سر پانی مین ہو تو دیکھا جاوے کہ جسقدر
خشکی مین ہی اگر نصف یا نصف سے کم ہو تو نکھائی جائیگی اسواسطے کہ سانس کا مقام پانی مین ہی پس موت کسی آفت
سے نہوگی پس بمنزلہ اُترائی ہوئی مردہ مچھلی کے ہوگی اور اگر نصف سے زیادہ خشکی مین ہو تو کھائی جائیگی اسواسطے
کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی پس ایسی صورت ہوگی جیسے کل مچھلی خشکی مین مری ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اگر
ایک مچھلی پکڑی اور اُسکو باندھکر پانی مین ڈالدیا اور وہ مرگئی تو کھائی جائیگی اسواسطے کہ آفت سے یعنی تنگی مکان کیوجہ
سے مری ہی اسی طرح اگر جال مین مچھلی مری ہو پس اگر وہ جال سے نکلسکتی ہو تو حلال نہوگی اسواسطے کہ وہ ایسی ہی جیسے
دریا مین مری ہوئی مچھلی ورنہ حلال ہوگی اسواسطے کہ وہ آفت سے مری ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر پانی منجمد ہو گیا
اور تمام مچھلیان برف کے نیچے مرگئین تو فرمایا کہ چاہیے کہ سب کے نزدیک کھائی جاوین اور اگر پانی کے اندر شست
کی ڈوری مین پھنسی ہوئی مچھلی خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا پھر ڈورا بائع کو دیدیا اور کہا کہ اسکو دیکھے رہنا پھر ایک دوسری
مچھلی نے آکر خریدی ہوئی مچھلی کو نگل لیا تو امام محمد رہ نے فرمایا کہ نگلنے والی مچھلی بائع کی ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکا شکار
کیا ہی اسواسطے کہ ڈورا اُسکے ہاتھ مین ہی تو جو ڈورے مین پھنسی وہ اُسکے قبضہ مین آئی پس اُسی کی ہوگی پس خریدی
ہوئی مچھلی اُسکے پیٹ سے نکالکر مشتری کے سپرد کر دیجائیگی اور مشتری کو خیار نہوگا اگرچہ خریدی ہوئی مچھلی بسبب نگلے جانیکے ناقص ہوگئی ہو اور
اگر خریدی ہوئی مچھلی نے خود کسی مچھلی کو نگل لیا تو یہ دونون مشتری کی ہونگی اسواسطے کہ اُسکا شکار مشتری کی مچھلی نے کیا ہی پس
وہ مشتری کی ہوگی اور اگر پانی مین کسی مچھلی کو سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ مرگئی یا پانی خشک ہو گیا پھر جال مین مچھلی مرگئی
تو کھائی جاسکتی ہی لیکن جو مچھلی بلا سبب اپنی موت سے مرجاوے وہ نکھائی جائیگی اسواسطے کہ وہ مردہ اُترائی ہوئی ہی یہ
فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور جو مچھلی پانی کی حرارت یا برودت یا کدورت سے مرگئی اُسمین دو روایتین ہین امام اعظم رہ و
امام ابو یوسف رہ سے مروی ہی کہ نکھائی جاوے اسواسطے کہ مچھلی بسبب پانی کی سردی و گرمی کے اکثر نہین مرتی ہی پس بدون
کسی آفت ظاہری کے مری پس مثل اُترائی ہوئی کے نہ کھائی جائیگی اور امام محمد رہ سے مروی ہی کہ وہ کھائی جاویگی اسواسطے
کہ وہ آفت سے مری کیونکہ مچھلی پانی کی سردی و کدورت سے مرجاتی ہی پس اسکا مرنا اسی پر محمول کیا جائیگا اور یہ حکم
لوگون کے حق مین آسانی ہی کذا فی المحیط السرخسی اور اسی پر فتوی ہی یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور امام محمد رہ سے مروی
ہی کہ اُترائی مچھلی نکھائی جائیگی اسوجہ سے نہین کہ وہ حرام ہی بلکہ اسوجہ سے کہ متغیر ہو جاتی ہی پس اُس سے طبیعت نفرت
کرتی ہی پس وہ خبائث مین سے ہوگی اور اگر پانی مین مرجاوے مگر اوپر نہ اُتراوے تو کھائی جائیگی اسی طرح ہر مچھلی جو
کسی سبب سے مرجاوے حلال ہی مثلاً اُسکو لکڑی وغیرہ سے مارا یا مچھلی کو دوسری مچھلی یا دوسری جنس نے ٹکڑے کر دیا
یہ غیاثیہ مین ہی۔ ایک شخص نے آدھی مچھلی پانی مین پائی تو حلال ہی کیونکہ وہ کسی آفت سے مری ہی اور یہ حکم اُسوقت ہی

کہ جب یہ معلوم ہو کہ وہ پتھر وغیرہ کسی چیز سے ٹکڑے ہو گئی ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُسکو کسی آدمی نے تلوار وغیرہ سے کاٹ دیا ہے تو یہ اُسکی ملک ہو چکی ہے پس اُسکو نہ کھاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جریث و مارماہی کو بلا ذبح کیے ہوئے کھانے مین مضایقہ نہین ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ شیخ رہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دریا یا جیحون سے ایک ٹکڑا نکالا اور اُسکے مین پانی و مچھلی تھی پھر مچھلی مر گئی تو آیا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہان اور شیخ رہ سے دریافت کیا گیا کہ دریا کے برف پر نمک کا بورا گیا پھل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی مین مل گیا پس اس باعث سے دریا کی مچھلیان مر گئین پس آیا انکا کھانا حلال ہے فرمایا کہ ہان یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہے

ساتوان باب

متفرقات کے بیان مین۔ اگر کسی شخص کو کچھ آہٹ معلوم ہوئی اُسنے گمان کیا کہ شکار ہے پس کتا چھوڑا پھر کتے نے ایک شکار پکڑا اگر پیچھے ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی وہ آدمی یا گاے یا بکری تھی تو شکار مذکور نکھایا جائیگا اسی طرح اگر اُسنے آہٹ پائی اور یہ نجانا کہ یہ آہٹ شکار کی ہے یا دوسری چیز کی ہے اور کتا چھوڑا تو بھی یہی کہ ہے کیونکہ صحت ارسال مین شک واقع ہوا پس شک کے ساتھ صحت ثابت نہو گی۔ اور اگر آہٹ سنکر شکار گمان کیا اور کتا چھوڑ دیا پس ظاہر ہوا کہ وہ شکار ماکول اللحم یا غیر ماکول اللحم کی آہٹ تھی مگر کتے نے دوسرا شکار مارا تو وہ کھایا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کتے نے اسی کو مارا جسکی آہٹ معلوم ہوئی تھی حالانکہ کتے کے مالک نے اُسکو آدمی گمان کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ وہ شکار ہے تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ جب اُسکا صید ہونا متیقن ہو گیا تو اُسکے گمان کا اعتبار نہ رہا یہ ہدایہ مین مذکور ہے اور منتقی مین ذکر فرمایا کہ اگر رات مین کسی کی آہٹ سنکر اُسکو آدمی یا چوپایہ پالو یا سانپ گمان کیا اور اُسکو تیر مارا پھر ظاہر ہوا کہ جسکی آہٹ سنی تھی وہ شکار ہے اور اُسکا تیر اُسی کو لگا جسکی آہٹ سنی تھی یا دوسرے شکار کے لگا اور قتل کیا تو وہ نکھایا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارنے کے وقت شکار کا قصد نہین کیا تھا پھر فرمایا کہ شکار مذکور حلال نہین ہے الا دو وجہون سے ایک یہ کہ شکار کو قصد کر کے تیر مارے دوم یہ کہ جسکی آہٹ سنی اور اُسکا قصد کر کے اُسکو تیر مارا ہے وہ شکار ہو خواہ ماکول اللحم ہو یا نہو اور یہ حکم اُس کا مناقض ہے جو ہدایہ مین مذکور ہے اور راوجہ یہی ہے سواسطے کہ مثل آدمی وغیرہ کو تیر مارنا اصطیاد نہین ہے پس اس اعتبار سے اُسکی تغییر ممکن نہین ہے اگرچہ اُسکا تیر کسی شکار کے لگے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر ایسی چیز کی طرف جسکو درخت یا آدمی گمان کرتا ہے چھوڑا پھر وہ شکار نکلا اور اُسنے اُسکو پکڑا تو وہ کھایا جائیگا اور یہی مختار ہے اسواسطے کہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اُسنے شکار کی طرف چھوڑا ہے اور اگر اس گمان سے کہ یہ صید ہے چھوڑا پھر وہ صید نہ نکلا اور اُسکے سامنے کوئی دوسرا شکار پیش آیا اُسکو اُسنے قتل کیا تو نہ کھایا جائیگا یہ فتاوے غیاثیہ مین ہے۔ اگر ہرن یا کسی پرند کو تیر مارا مگر دوسرے کے لگا اور جسکو مارا تھا وہ فرار ہو گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالو تھا تو یہ شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ صید کے باب مین اصل توحش و تنفر ہے پس اصل پر گرفت کیجائیگی یہان تک کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پالو تھا اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ اگر دیکھنے کے وقت اُسکو شکار گمان کیا پھر اُسکی راے بدل گئی اور اُسکی راے غالب مین آیا کہ جسکو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ پالو تھا تو جس شکار کو تیر لگا ہے وہ حلال ہے اسواسطے کہ جو فرار ہو گیا ہے وہ ہمارے نزدیک اپنی اصل کے حکم سے صید ہے تا آنکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ صید نہین تھا اگر ایسے اونٹ کو جو وحشی نہین ہو گیا ہے تیر مارا اور وہ تیر کسی دوسرے شکار کے لگا اور اونٹ چلا گیا اور یہ معلوم نہوا کہ وہ وحشی ہو گیا تھا یا نہین تو شکار مذکور نکھایا جائیگا جبتک یہ معلوم نہو جاوے کہ اونٹ وحشی ہو گیا تھا اسواسطے کہ اُسکے حق مین اصل یہ ہے کہ پالو ہو و مستانس ہو نہ متنفر اسی طرح اگر بندھے ہوئے ہرن کو شکار گمان

کر کے تیر مارا اور وہ دوسرے ہرن کے لگا تو وہ نہ کھایا جائیگا کیونکہ جسکو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوئے ہونے
کیوجہ سے شکار نہیں رہا تھا اسی طرح اگر اپنا کتا ایسے شکار پر جو اُسکے قبضہ میں مضبوط مقید ہو چھوڑا اور اُسنے دوسرے شکار
کو پکڑ کر قتل کیا تو نکھایا جائیگا اسی طرح اگر اپنا چیتا ایک ہاتھی پر چھوڑا اور اُسنے ہرن کو شکار کیا تو ہرن نکھایا جائیگا اور اگر
مچھلی یا ٹیڑی کو تیر مارا اور کسی شکار کے لگا تو امام ابو یوسف رحمہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت کے موافق کھایا
جاوے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اصل یہ ہے کہ پالو جانور جب وحشی ہو جاوے اور ذکوۃ اختیاری سے حلال
کرنا ممکن نہو تو ذکوۃ اضطراری سے حلال ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر تیر شکار کے کھر یا سینگ پر لگا پس اگر خون آلود
کر دیا تو کھایا جاوے اور اگر خون آلود نکیا تو نکھایا جاوے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر شکار کو تلوار پھینک کر مارا اور
اُسکا کوئی عضو جدا کر دیا تو پورا شکار کھایا جاوے سوائے اُس ٹکڑے کے جو جدا ہو گیا ہے اور اگر یہ عضو جدا نہو گیا ہو تو
یہ عضو بھی کھایا جائیگا اور اگر یہ عضو بذریعہ کھال کے اُسکے بدن پر لٹکتا ہو پس اگر ایسا ہو کہ کسی علاج سے اُسکے جڑ
جانے کا گمان نہو تو وہ اور بالکل جدا دونوں یکسان ہیں اور اگر یہ گمان ہو تو بالکل جدا نہو گا اور پورا شکار کھایا جائیگا
اور اگر شکار مذکور کے طول میں دو ٹکڑے کر دیے ہوں تو پورا شکار کھایا جائیگا اسواسطے کہ ایسا ہو جانے کے بعد شکار
مذکور کے زندہ رہنے کا کچھ وہم نہیں ہو سکتا ہے اور یہ بمنزلہ ذبح کے قرار دیا جائیگا اور اگر چوتڑ کیطرف سے تہائی بدن اُسکا کاٹ دیا
ہو تو یہ جدا کر دینے کے حکم میں ہے تو سر کے متصل سے دو تہائی کھایا جائیگا اور ایک تہائی جو چوتڑ کیطرف سے ملا ہوا تھا اور جدا
ہو گیا ہے وہ نہ کھایا جائیگا اور اگر سر کی طرف سے ایک تہائی کاٹ دیا تو پورا کھایا جائیگا اسواسطے کہ نصف سے لیکر گردن تک
مذبح ہے اسواسطے کہ اوداج قلب سے دماغ تک ہوتی ہیں اور درصورتیکہ اُسنے چوتڑ کے متصل سے تہائی کاٹا ہے تو ذکوۃ
پوری نہیں ہوئی ہے اسواسطے کہ اُسنے اوداج کو نہیں کاٹا ہے بخلاف اسکے جب اُسنے سر کے متصل سے تہائی کاٹ کر الگ
کر دیا ہے تو اوداج کو کاٹ دیا پس ذکوۃ پوری ہو جائیگی اور شکار پورا کھایا جائیگا اسی وجہ سے اگر اُسنے اُسکے دو ٹکڑے
کر دیے تو ذکوۃ پوری ہو جاتی ہے کہ اوداج کٹ جاتی ہیں پس پورا شکار کھایا جاتا ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اگر تسمیہ کہکر ایک
شکار کو مارا اور اُسکے سر کا ایک ٹکڑا جدا کر دیا پس اگر یہ ٹکڑا آدھے سر سے کم ہو تو جسقدر جدا ہے وہ نکھایا جائیگا اسواسطے کہ اسقدر
کٹ جانے کے بعد شکار کی زندگی کا وہم ہے اور اگر جدا کیا ہوا نصف سر یا زیادہ ہو تو پورا شکار کھایا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک
شخص نے ایک بکری کو ذبح کیا اور اُسکی حلقوم و اوداج کاٹ ڈالیں لیکن ہنوز حیات باقی تھی کہ ایک شخص نے اُسکے
بدن سے ایک ٹکڑا قطع کر لیا تو ٹکڑا حلال ہو گا یہ تاتارخانیہ میں ہے کتاب الصید میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کا سکھایا
ہوا کتا یا باز مار ڈالا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہو گی اسیطرح اگر کسی کی بلی مار ڈالی تو بھی یہی حکم ہے اور جس چیز کی بیع ہمنے جائز ذکر
کی ہے اُسکے تلف کرنے سے ضمان واجب ہو گی اور سکھے ہوئے کتون کا ہبہ کرنا و وصیت کرنا بالاجماع جائز ہے یہ محیط میں ہے۔
اگر کسی نے سلطان کی طرف سے کسی جنگل کو قبول کر لیا اور اُسمین غیر شخص نے شکار کیا تو شکار اُسکا ہو گا جسنے شکار پکڑا ہے
اور یہ قبول صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور فرمایا کہ میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ زندہ پرند سے باز کو سکھلاوے کہ چڑیا
کو پکڑ کر اُسکو مار کر دے تاکہ باز اُسپر ٹوٹے اور فرمایا کہ ذبح کی ہوئی چڑیا سے سکھلاوے یہ ذخیرہ کی فصل چھبیس کتاب الکراہیۃ میں
ہے اور اگر شکار کو تیر مارنے میں ایک شخص حلال اور دوسرا محرم دونوں شریک ہو گئے تو شکار مذکور کا کھانا حلال نہو گا یہ
مبسوط میں ہے۔ ایک مسلمان اس بات سے عاجز ہوا کہ تنہا اپنی کمان کو کھینچے پس ایک مجوسی نے اُسکو اُسکی کمان کھینچنے

ہین مدد دی تو شکار کا کھانا حلال نہوگا اسواسطے کہ محرم و محلل دونون جمع ہوے ہین پس حرام ہوگا جیسے کہ اگر ایک مجوسی نے مسلمان کا ہاتھ پکڑا اور چھری مسلمان کے ہاتھ مین ہی اُسنے ذبح کیا تو اُسکا کھانا حلال نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ صید کار ہا کر دینا آیا حلال ہی تو ہمارے اُستاد رحمہ اللہ نے سیر کبیر سے نقل کیا ہی کہ صید کا چھوڑ دینا مطلقاً حلال نہین ہی ہان اگر اُسکو اس طرح چھوڑا کہ جو شخص اسکو پکڑے اسکو مباح ہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی یہ فتاوی صغری مین ہی

کتاب الرہن

اسمین بارہ باب ہین

باب اول۔ رہن کی تفسیر رکن و شرائط و حکم کے بیان مین اور کیونکر رہن واقع ہوجاتا ہی اور کن الفاظ سے نہین واقع ہوتا ہی اور کس وجہ سے رہن لینا جائز ہی اور کس سے نہین جائز ہی اور کس چیز کا رہن جائز ہی اور کس کا نہین جائز ہی اور باپ و وصی کے رہن کرنیکے بیان مین

اور اس باب مین پانچ فصلین ہین

فصل اول۔ رہن کی تفسیر و رکن و شرائط و حکم کے بیان مین

واضح ہو کہ شرع مین کسی چیز کو ایسے حق کے عوض گرو کر دینا جسکا وصول پانا اس چیز سے ممکن ہو ویسے رہن کہتے ہین جیسے دیون حتی کہ بدون ظاہری و باطنی دین و اجب کے رہن صحیح نہین ہی پس دین معدوم کے عوض رہن صحیح نہین ہی اسواسطے کہ رہن کا حکم یہ ہی کہ بھر پا لینے کی قدرت حاصل رہے اور استیفا متصل وجوب ہی یہ کافی مین ہی اور رہن کا رکن ایجاب و قبول ہی اُسکی یہ صورت ہی کہ راہن کہے کہ مین نے یہ چیز بعوض اُس دین کے جو تیرا مجھپر آتا ہی رہن دی یا کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہی یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہون کہے اور مرتہن کہے کہ مین نے رہن کر لی یا مین نے قبول کی یا مین راضی ہوا یا اور الفاظ جو اسکے قائم مقام ہون کہے اور لفظ رہن شرط نہین ہی حتی کہ اگر کوئی چیز بعوض درمون کے خریدی پھر مشتری نے بائع کو ایک تھان دیا اور کہا کہ اسکو تو اپنے قبضہ مین رکھ یہان تک کہ مین تجھے اسکا ثمن دیدون تو یہ تھان رہن ہوگا اسواسطے کہ مشتری نے مذکورہ عقد رہن کو اُسکے معنی مین بیان کیا اور عقود مین معانی کا اعتبار ہوتا ہی یہ بدائع مین ہی۔ اور شرائط رہن کے چند انواع ہین بعضے نفس رہن کی طرف راجع ہین وہ یہ ہین کہ رہن معلق بشرط نہو اور نہ کسی وقت کیطرف مضاف ہو اور بعضے راہن و مرتہن کیطرف راجع ہین سوان دونون کا عاقل ہونا شرط ہی حتی کہ مجنون و نابالغ لڑکے کا جو عاقل نہو رہن کرنا اور رہن لینا صحیح نہین ہی اور بالغ ہونا شرط نہین ہی اور حریت بھی شرط نہین ہی حتی کہ نابالغ ماذون و غلام ماذون کا عقد رہن صحیح ہی اسیطرح سفر بھی جواز رہن کے واسطے شرط نہین ہی پس سفر و حضر دونون جگہ رہن صحیح ہی اور کچھ شرطین مرہون کیطرف راجع ہین وہ چند انواع ہین از انجملہ یہ کہ محل قابل بیع ہو یعنی وقت عقد کے موجود ہو مال مطلق قیمت دار ہو مملوک ہو معلوم ہو مقدور التسلیم ہو پس ایسی چیز کا رہن کرنا جو وقت عقد کے موجود نہو جائز نہین ہی اور نہ ایسی چیز کا رہن کرنا جسمین وجود و عدم دونون کا احتمال ہو جیسے کہا کہ جو پھل اس سال میرے باغ مین آوین یا جسقدر میری بکریان اس سال بچہ جنین یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ مین ہی وہ رہن ہی اور مردار و خون کا رہن کرنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ ان

دونون کی مالیت بالکل نہین ہی اور حرم کے شکار و حالت احرام کے شکار کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ وہ مردار ہی اور آزاد کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اس واسطے کہ وہ ہرگز مال نہین ہی ف چونکہ رہن مین مال ہونا شرط ہی لہذا تفریع فرمائی کہ جس مین اصلی مالیت نہو مانند آزاد و خون و مردار کے یا عارضی نہو مانند حرم و احرام کے شکار کے تو رہن باطل ہی م اور ام ولد و مدبر مطلق و مکاتب کا رہن کرنا بھی جائز نہین ہی اسواسطے کہ یہ لوگ ایک وجہ سے آزاد ہین پس مال مطلق نہونگے اور مسلمان کو شراب و سور کا رہن جائز نہین ہی خواہ دونون یعنی راہن و مرتہن مسلمان ہون یا ایک مسلمان ہو اسواسطے کہ مسلمان کے حق مین شراب و سور کی مالیت معدوم ہی اسواسطے کہ رہن سے یہ غرض ہوتی ہی کہ راہن کیطرف سے ایفاے دین یعنی اداے دین اور مرتہن کیطرف سے استیفاء دین یعنی دین بھر پانا ہو اور مسلمان کیطرف سے شراب و سور سے نہ اداے دین جائز ہی نہ دین کا وصول کرنا لیکن اگر راہن ذمی ہو اور مسلمان نے اس سے شراب رہن لی تو یہ شراب مسلمان کے ذمہ مضمون ہوگی اسواسطے کہ جب رہن صحیح نہوا تو یہ شراب مسلمان کے قبضہ مین بمنزلہ مال مغصوب کے ہوگی حالانکہ اگر مسلمان کسی ذمی کی شراب غصب کرے تو اُسکے ذمہ مضمون ہوتی ہی اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن ذمی ہو تو یہ شراب اُسکے ذمہ مضمون نہوگی اسواسطے کہ مسلمان کی شراب کسی کے ذمہ مضمون نہین ہوتی ہی۔ اور اہل ذمہ یعنی ذمیون کو شراب و سور کا رہن کر دینا اور ذمیون سے رہن کر لینا جائز ہی اسواسطے کہ اُنکے حق مین یہ چیزین مال متقوم ہین جیسے ہم مسلمانون کے واسطے سرکہ و بکری ہی اور مباحات کا رہن بھی جائز نہین ہی جیسے شکار و جنگل کے ایندھن کی لکڑیان و گھاس وغیرہ جو عام کے واسطے مباح ہین اسواسطے کہ یہ چیزین فی نفسہا کسی کی مملوک نہین ہین اور رہن جائز ہونے کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ مال مرہون راہن کی ملک ہو حتے کہ غیر کا مال بدون اُسکی اجازت کے بولایت شرعی رہن رکھنا جائز ہی جیسے نابالغ کا مال اُسکا باپ یا وصی اُسکے قرضہ مین یا اپنے قرضہ مین رہن رکھے تو جائز ہی پھر اگر باپ کے فک رہن کرانے سے پہلے وہ مال مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر دین کے عوض رہن ہوا ہی اور جو اُسکی قیمت تھی اِن دونون مین سے جو کم ہی اُسکے عوض مین تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس جسقدر قرضہ اُسکے تلف ہونیکے عوض ساقط ہوا ہی اُتنے کا باپ ضامن ہوگا اسلیے کہ باپ نے اپنا ذاتی قرضہ اپنے فرزند کے مال سے ادا کیا ہی ضامن ہوگا اور اگر یہ فرزند صغیر بالغ ہو گیا اور اُسوقت تک مال مرتہن کے پاس موجود ہی تو قضاء قاضی سے پہلے اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ مرتہن کے قبضہ سے واپس کر لے لیکن قاضی اُسکے باپ کو حکم دیگا کہ قرضہ ادا کرکے اپنے فرزند کا مال اُسکو چھڑا دے اور اگر فرزند بالغ مذکور نے اپنے باپ کا قرضہ خود ادا کرکے اپنا مال فک رہن کر لیا تو متبرع نہوگا یعنی جو کچھ اُسنے قرضہ کے ادا کرنے مین دیا ہی سب اپنے باپ سے واپس لے سکتا ہی اور جو حکم ہمنے باپ کی صورت مین ذکر کیا ہی یہی سب وصی کی صورت مین ہی۔ اسی طرح غیر کا مال اُسکی اجازت سے رہن کر لینا جائز ہی مثلاً کسی سے کوئی چیز عاریت اس غرض سے لی کہ مستعیر پر جو قرضہ ہی اُسکے عوض رہن کریگا تو رہن جائز ہی یہ بدائع مین ہی۔ جواز رہن کی شرط یہ ہی کہ مال مرہون مقسوم محوز مشغول شے سے فارغ ہو اور یہ ہی کہ ایسے حق کے عوض ہو جسکا وصول کرنا رہن سے ممکن ہو حتے کہ اگر ایسے حق کے عوض رہن کیا جسکا استیفاء رہن سے نہین ہو سکتا ہی جیسے حدود و قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہی۔ یہ سراج الوہاج مین ہی۔ امام محمد رح نے کتاب الرہن مین فرمایا کہ رہن جائز نہین ہی الا مقبوضۃ (یعنی رہن بدون قبضہ کیے ہوے جائز نہین ہی) پس امام محمد رح نے اس کلام مین یہ اشارہ فرمایا کہ جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہی مگر

شیخ الاسلام خواہرزادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن جائز ہو جاتا ہے لیکن لازمی نہیں ہوتا ہے اور راہن
کے حق میں لازمی جبھی ہوتا ہے کہ جب قبضہ مرتہن ہو جاوے پس قبضہ شرط لزوم ٹھہرا نہ شرط جواز جیسے ہبہ میں قبضہ کا حکم
ہے لیکن اصح وہی ہے جو اول مذکور ہوا کذا فی المحیط اور ظاہر الروایۃ کے موافق عقد رہن میں تخلیہ سے قبضہ ثابت ہو جاتا ہے
جیسے بیع میں حکم ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ مال منقولہ میں بدون نقل کے قبضہ ثابت نہیں ہوتا ہے مگر اول اصح
ہے اور جب تک مرتہن نے قبضہ نہ کیا ہو تب تک راہن کو اختیار ہے چاہے سپرد کرے یا رہن سے رجوع کرے اور جب
مرتہن کو مال مرہون سپرد کر دیا اور اُسنے قبضہ کر لیا تو وہ قبضہ کرنے سے اُسکی ضمان میں ہو گیا یہ کافی میں ہے اور صحت قبضہ
کے شرائط چند اقسام کے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ راہن اجازت دے اور اجازت دو طرح کی ہے ایک صریح یا جو صریح کے قائم مقام ہو
دوسری بدلالت پس اول قسم کی صورت یہ ہے کہ مثلاً راہن کہے کہ میں نے تجھکو قبضہ کی اجازت دیدی یا میں راضی ہوا
یا تو قبضہ کر لے اور علی ہذا جو اسکے قائم مقام ہوں پس مرتہن کا قبضہ جائز ہوگا خواہ اسی مجلس میں قبضہ کرے یا دونوں
کے جدا ہو جانے کے بعد قبضہ کرے یہ استحساناً ہے اور بدلالت اجازت دینے کی یہ صورت ہے کہ مثلاً مرتہن راہن کے سامنے مال
مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اسکو منع نہ کرے تو استحساناً قبضہ صحیح ہوگا اور اگر ایسی چیز رہن کی جو متصل ہے بعوض
ایسی چیز کے جسکے عوض رہن واقع نہیں ہوتا ہے مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھل یا اسکے مانند کوئی چیز جسکا رہن کرنا بدون جدا
کرکے قبضہ کرنے کے نہیں جائز ہے پس اگر بدون اجازت راہن کے اُسنے قبضہ کیا تو قبضہ جائز نہوگا خواہ مجلس عقد میں
جدا کرکے قبضہ کیا ہو یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد ایسا کیا ہو اور اگر باجازت قبضہ کیا ہو تو قیاساً جائز نہیں ہے اور استحساناً
جائز ہے از انجملہ ہمارے نزدیک مال مرہون کی حیازت شرط ہے پس غیر مقسوم کا قبضہ صحیح نہوگا۔ خواہ وہ غیر مقسوم ایسا ہو
جو محتمل قسمت ہے یا ایسا نہو اور خواہ اُسنے اجنبی کے پاس رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے پاس اور خواہ یہ شرکت حالت
عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہو گئی ہو یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ مال مرہون ایسی چیز سے فارغ ہو جو
مرہون نہیں ہے پس اگر فارغ نہوگا مثلاً ایک دار رہن کیا اور اُسمیں راہن کا اسباب بھرا ہے پس دار کو مرتہن کے سپرد کیا مگر اُسکا
اسباب بھرا رہنے دیا تو قبضہ جائز نہیں ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ مرہون اُس چیز سے جو رہن نہیں ہے جدا متمیز ہو پس اگر متصل
و غیر متمیز ہوگا تو اُسکا قبضہ صحیح نہوگا۔ اور از انجملہ قبضہ کرنے کی اہلیت یعنی عقل موجود ہو اور قبضہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک قبضہ بطور
اصالت دوسرا قبضہ بطریق نیابت پس جو قبضہ بطریق اصالت ہوتا ہے اُسکا یہ طریقہ ہے کہ آپ اپنی ذات کے واسطے
قبضہ کرے اور جو قبضہ بطریق نیابت ہو وہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ قابض کیطرف رجوع کرتا ہے اور دوم وہ کہ اُسکا مرجع
نفس قبضہ ہے پس جو قبضہ بطریق نیابت کہ قابض کیطرف رجوع کرتا ہے وہ مثل باپ و وصی کے قبضہ کے ہے کہ باپ و وصی
کا قبضہ کرنا نابالغ کیطرف سے جائز ہے اسیطرح عادل کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضہ کے قائم مقام ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر مال مرہون مرد
عادل کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ قرار دیا جائیگا اور جو قبضہ بطریق نیابت کہ نفس قبضہ کیطرف راجع
ہوتا ہے اُسکا بیان یہ ہے کہ اگر مال مرہون وقت عقد رہن کے مرتہن کے قبضہ میں موجود ہو پس آیا یہ قبضہ موجودہ قبضہ رہن کا نائب
ہو جائیگا یا نہیں۔ سو قاعدہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہوں تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائیگا
اور اگر دونوں مختلف ہوں تو اعلےٰ ادنےٰ کا نائب ہوگا۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک دوام قبضہ چاہیے پس اگر
شیوع ہوگا تو دوام قبضہ رکھنے اور روکنے سے مانع ہوگا پس رہن بھی جائز نہوگا خواہ شیوع ایسی چیز میں ہو جو قابل

قسمت ہی یا ایسی چیز میں ہو جو قابل قسمت نہیں ہی اور خواہ یہ شیوع حالت عقد میں موجود ہو یا پیچھے طاری ہو جاوے یہی ظاہر الروایۃ ہی اور خواہ اُسنے اس غیر مقسوم کو کسی اجنبی کے ہاتھ رہن کیا ہو یا اپنے شریک کے ہاتھ رہن کیا ہو یہ بدائع میں ہی۔ اور حکم رہن کا بیان یہ ہی کہ مال عین مرہون کو مرتہن اپنے قبضہ میں رکھکر راہن سے روکنے کا مالک ہوتا ہی حتی کہ اپنا قرضہ وصول پانے تک اُسکے روکنے کا مستحق ہی اور اگر راہن مر گیا تو اُسکے قرضخواہوں کی بنسبت مرتہن اس مال مرہون کا مستحق ہی پس اس مال مرہون سے اپنا قرضہ پورا لے لینے کے بعد جو باقی بچے وہ باقی قرضخواہوں و وارثوں کو واپس دیگا وہ نکا ہوگا اور اگر راہن مر گیا اور وہ مفلس مر گیا اور اُسپر بہت لوگوں کا قرضہ ہی تو مرتہن اس مال مرہون کا بنسبت باقی قرضخواہوں سے زیادہ مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی اگر مال مرہون میں از راہ عین نقصان آجاوے تو بلا اختلاف اُسیقدر قرضہ ساقط ہو جانے کا موجب ہی اور اگر از راہ نرخ کمی آجاوے تو ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہی یہ غیاثیہ میں ہی

فصل دوم۔ اُن صورتوں کے بیان میں جنسے رہن واقع ہو جاتا ہی اور جنسے نہیں واقع ہوتا ہی۔ ایک شخص نے ایک بیت خریدا اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھے ثمن دیدوں تو ہمارے اصحاب ثلاثہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک رہن ہی یہ خلاصہ میں ہی۔ زید پر عمرو کا قرضہ آتا ہی پس زید نے عمرو کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اسکو رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھکو تیرا مال دیدوں تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ یہ رہن ہی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن نہیں ہی ودیعت ہی اور اگر یوں کہا کہ اپنے مال کے عوض اسکو رہنے دے یا کہا کہ اسکو رہن رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے تیرا مال دیدوں تو بالاجماع رہن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہی۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم غلہ کے آتے ہیں اُسنے قرضخواہ سے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے بعوض اپنے حق کے لے لے اور مجھے اپنے قبضہ کرنے کے گواہ کرادے تو فرمایا کہ یہ اداے قرض ہی اسی طرح اگر قرضدار نے کہا کہ مجھے اپنے قبضہ کرنیکے گواہ کرادے پس قرضخواہ نے کہا کہ مجھے دیدے تاکہ میں تیرے واسطے گواہ کرادوں پس قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے لے لے اور میرے واسطے گواہ کرادے تو بھی یہی حکم ہی اور اگر قرضدار نے کہا کہ یہ ہزار درم کھرے رکھ لے یہانتک کہ میں تجھے تیرا حق لادوں اور میرے واسطے اُن درموں کے قبضہ کرنیکے گواہ کرادے پس قرضخواہ نے یہ درم لے لیے تو یہ رہن ہوا اداے قرضہ نہیں ہی یہ فتاوی قاضی خان میں ہی۔ اگر کہا کہ میں نے تیرے پاس یہ دار یا یہ زمین یا یہ گانوں رہن کیا اور مرہون میں کچھ تخصیص نہ کی مطلق رکھا تو عمارت داخل ہو جائیگی اور زمین کے رہن میں درخت و باغ انگور جو اس زمین میں ہی داخل ہوگا اور رطبہ و زراعت بھی داخل ہو جائیگی یہ ینابیع میں ہی۔ اگر قرضدار نے قرضخواہ کو قرضہ ادا کیا پھر اُسکو کچھ مال دیا اور کہا کہ اسکو بطور رہن اسکے بعوض زیوف و ستوق درموں کے جو اداے قرض کے درموں میں تجھے ملے لے تو یہ رہن بعوض اُن درموں کے جو ستوق ہوں جائز ہی اور جو زیوف ہوں اُنکے عوض یہ رہن جائز نہوگا اسواسطے کہ زیوف درموں کو اداے قرضہ میں لے لینا استیفاء قرضہ ہی پس بعد استیفاء قرضہ کے رہن متصور نہیں ہو سکتا ہی بخلاف ستوق کے یہ فتاوی قاضیخان میں ہی۔ اگر ایک شخص نے کچھ دراہم قرض لیے اور قرض دینے والے کو اپنا گدھا دیا تاکہ دو مہینہ تک جب تک قرض کے درم ادا کرے اسکو استعمال میں لاوے یا ایک دار دیا کہ تا مدت اداے قرض دو مہینہ تک اس میں سکونت رکھے تو یہ رہن نہوگا بلکہ بمنزلہ اجارۂ فاسدہ کے ہی اگر قرض دینے والے نے اسکو استعمال کیا تو اُسپر اجر المثل واجب ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہی۔ قفاعی نے اگر زنبیل و کوزوں کے عوض رہن لیا تو رہن نہوگا یہ سراجیہ میں ہی۔ ایک شخص نے

دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تاکہ راہن کو آٹھ سو دینار قرضہ دے پس فقط اُسنے تین سو دینار دیے اور باقی کے دینے سے
انکار کیا تو مال مذکور اسی قدر کے عوض رہن ہوگا کذا فی التتمہ

فصل سوم ۔ جسکے عوض رہن جائز ہوتا ہے اور جسکے عوض نہیں جائز ہوتا ہے اُسکے بیان میں

جاننا چاہیے کہ رہن جبھی صحیح ہوتا ہے کہ جب قرضہ واجب ہو یا اُسکے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے اجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہے اور جو قرضہ واجب نہوا اور نہ اُسکا سبب وجوب پایا جاوے جیسے درک کے عوض میں دیا تو صحیح نہیں ہے پھر واضح ہو کہ قرضہ واجب کا درحقیقت واجب ہونا صحت رہن کیواسطے لامحالہ شرط نہیں ہے بلکہ ظاہر میں اُسکا واجب ہونا کافی ہو جاتا ہے درحقیقت وہ واجب نہوا اور اسکا بیان اُن چند مسائل میں جنکو امام محمدرہ نے جامع میں ذکر فرمایا ہے موجود ہے ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعا علیہ نے اُس سے اِس دعوے سے پانچسو درم پر صلح کی اور دراہم صلح کے عوض اسکو پانچ سو درم قیمت کا مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پھر دونون نے راستی کے ساتھ اس امر پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ نہ تھا تو مرتہن پر راہن کے واسطے مال مرہون کی قیمت پانچسو درم واجب ہونگے اور جاننا چاہیے کہ یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہے جو ازراہ ظاہر واجب تھا کیونکہ انکار کے ساتھ صلح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بدل صلح ہمارے نزدیک واجب ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر دونون یہ مقدمہ قاضی کے سامنے لیجاوین اور سب واقعہ بیان کریں تو قاضی مدعا علیہ کے ذمہ بدل الصلح ادا کرنا لازم کریگا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرے تو مدعی کی درخواست پر اُسکو قید کریگا پس معلوم ہوا کہ جس قرضہ کے عوض رہن واقع ہوا ہے وہ ازراہ واجب ہوا اور جب رہن تلف ہو گیا تو مال مرہون تلف ہو جانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضہ کا وصول پانے والا قرار دیا گیا پس ایسا ہے گویا اُسنے درحقیقت ہاتھ سے اپنا قرضہ وصول کر لیا اور درحقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی صورت میں اگر راستی کے ساتھ دونون باتفاق اقرار کریں کہ مال واجب نہ تھا اور دعوے دروغ واقع ہوا ہے تو مدعی یعنی مال لینے والے پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے واپس کرے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے یہ ذخیرہ میں ہے کفالت بالنفس کے عوض رہن نہیں جائز ہے اور قصاص نفس یا نفس سے کم کسی عضو کے قصاص کے عوض رہن نہیں جائز ہے اور اگر جنایت خطا سے واقع ہوئی ہو تو رہن جائز ہوگا اور شفعہ کے عوض رہن نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور خراج کے عوض رہن جائز ہے اسواسطے کہ خراج مثل تمام قرضون کے قرضہ ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر کسی عورت سے کسی قدر دراہم معین یا دینارہائے معین پر نکاح کیا اور عورت مذکورہ نے اس مال معین کے عوض رہن لے لیا تو ہمارے نزدیک نہیں صحیح ہوا اور اگر خون سے کسی شی معین پر صلح کر لی اور اُسکے عوض رہن لیا تو نہیں جائز ہے یہ ینابیع میں ہے اور اگر کوئی دار یا اور کوئی چیز کرایہ پر لی اور کرایہ کے عوض کچھ مال رہن دیا تو جائز ہے پھر اگر مستاجر کی پوری منفعت حاصل کر لینے کے بعد مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو وہ اجرت کا وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اور اگر منفعت حاصل کر لینے سے پہلے رہن مذکور تلف ہو گیا ہو تو رہن باطل ہو جائیگا اور مرتہن پر واجب ہوگا کہ رہن کی قیمت واپس دے اور اگر کسی درزی کو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ میرا ایک کپڑا سی دے اور سلائی کر دینے پر درزی مذکور سے رہن لے لیا تو جائز ہے اور اگر اسی درزی کے خود ہی سلائی کر دینے پر رہن لیا ہو تو نہیں جائز ہے اسیطرح اگر اونٹ مکہ تک کرایہ کر لیا اور اونٹ والے سے باربرداری پر رہن لیا تو جائز ہے اور اگر اس شخص معین کے خود اُٹھانے یا کسی چوپایہ معین سے اُٹھانے کے

عوض رہن لیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر ایسی چیز جسکے واسطے باربرداری وخرچہ پڑتا ہے کسی شخص سے عاریت لی اور
دینے والے نے عاریت لینے والے سے اس شے کے واپس دینے پر رہن لیا یعنی مستعار کو بعد فراغ کے واپس کر دے
تو یہ جائز ہے اور اگر خود مستعیر ہی کے واپس کر جانے پر رہن لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مستعار چیز ہی کے عوض رہن لیا
تو نہیں جائز ہے اسواسطے کہ مال مستعار امانت ہوتا ہے اور اگر نوحہ کرنے والی عورت یا گانے والی عورت کو اجرت پر مقرر
کیا اور اجرت کے عوض رہن دیا تو نہیں جائز ہے اور یہ باطل ہوگا اسی طرح قمار کی وجہ سے جو قرضہ ہوا اسکے عوض رہن
باطل ہے یا مردار وخون کے ثمن کے عوض مسلمان کیطرف سے کسی مسلمان یا ذمی کے واسطے شراب کے ثمن کے عوض یا سور
کے ثمن کے عوض رہن باطل ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور جس غلام نے جنایت کی ہو یا جو غلام قرضدار
ہو اسکے عوض رہن نہیں صحیح ہے اسواسطے کہ وہ غلام خود اپنے مولے کے حق میں مضمون نہیں ہے چنانچہ اگر ہلاک ہو جاوے
تو مولے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر کسی شخص سے معین درمون کے عوض کوئی چیز خریدی اور ان درمون
کے عوض کچھ رہن دیا تو باطل ہوگا اسواسطے کہ دراہم متعین نہیں ہوتے ہیں بلکہ فقط انکے مثل ذمہ لازم آتے ہیں اور
رہن کی اضافت ایسے درمون کی طرف جو ذمہ واجب ہوئے ہیں نہیں ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ رہن العیون
میں لکھا ہے کہ اعیان کے عوض رہن دینا تین طرح پر ہے ایک یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو امانت ہیں اور ایسا
رہن باطل ہے دوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہیں یعنی دوسری چیز کے عوض ضمان میں
ہیں جیسے مبیع بائع کے قبضہ میں (کہ ثمن کے عوض ضمان میں ہے) اور ایسا رہن بھی نہیں جائز ہے حتے کہ اگر مال مرہون تلف
ہو جاوے تو بلامعاوضہ تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور یہ شیخ ابو الحسن الکرخی رح کا قول ہے اور سوم یہ کہ ایسے اعیان کے عوض
رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہیں جیسے غصب کیا ہوا مال عین یا ایسا مال عین جو نکاح میں مہر قرار دیا گیا یا اور اسکے
مثل تو ایسے مال عین کے عوض رہن دینا صحیح ہے اور اگر رہن تلف ہو جاوے پس اگر مرتہن کے قبضہ میں تلف ہو تو وہ مال
مرہون اور مال عین ان دونون کی قیمتون میں سے جو مقدار کم ہو اسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا مال عین لے لیگا
اور اگر مال مرہون تلف ہونے سے پہلے مال عین تلف ہو گیا تو مال مرہون بعوض قیمت کے رہن ہوگا یہ خلاصہ میں ہے

فصل چہارم۔ جسکا رہن جائز ہے اور جسکا نہیں جائز ہے اسکے بیان میں جس چیز کی بیع جائز ہے اسکا رہن بھی جائز ہے اور
جسکی بیع نہیں جائز ہے اسکا رہن نہیں جائز ہے یہ تہذیب میں ہے۔ اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اسپر قبضہ کر لیا پھر زمین
مذکور میں سے کسی قدر زمین پر کسی مدعی نے اپنا استحقاق ثابت کیا پس اگر غیر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو
باقی کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر معین ٹکڑے پر استحقاق ثابت کیا ہو تو باقی کا رہن جائز رہیگا اور مرتہن کو باقی رکھنے یا بابت خیار
حاصل نہوگا اور دوسرے مال کے رہن کر دینے کے مطالبہ کا اختیار اسکو حاصل نہوگا بلکہ جسقدر زمین باقی رہ گئی ہے وہ
پورے قرضہ کے عوض رہن رہیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر دو شخصون نے تیسرے شخص سے جسپر ان دونون کا قرضہ آتا ہے
کچھ مال رہن لیا اور وہ دونون باہم شریک ہیں یا ان دونون میں شرکت نہیں ہے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ دونون نے قبول
کیا ہو اور اگر ایک نے بدون دوسرے کے قبول کیا ہو تو صحیح نہیں ہے اور اگر دونون مرتہنون نے قبول کیا پھر راہن نے
دونون میں سے ایک کا قرضہ ادا کر دیا تو اسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مال مرہون واپس کر لے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اگر ایک شخص نے دو شخصون سے جنپر اسکا قرضہ آتا ہے ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہے اور یہ مال مرہون پورے قرضہ

کے عوض رہن ہوگا اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اُسکو نہ چھوڑے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر کسی شخص کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض دو غلام رہن کیے پھر اُسکو پانچ سو درم ادا کر دیے پھر اگر یہ چاہا کہ ایک غلام چھوڑا لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا اور اگر رہن کرنے کے وقت یون کہا ہو کہ مین نے یہ دونون غلام تجھے رہن دیے ہر ایک ان دونون مین سے بعوض پانچسو درم کے پھر اُسکو پانچسو درم ادا کر دیے اور چاہا کہ ایک غلام مرتہن سے چھوڑا کر اپنے قبضہ مین کرے تو کتاب الزیادات کی روایت کے موافق اُسکو یہ اختیار ہے اور رہن کتاب الاصل کے موافق جبتک پورا قرضہ ادا نکرے تب تک یہ اختیار نہوگا بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو زیادات مین مذکور ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے اور جو اصل مین مذکور ہے وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اسی طرح اگر قرضہ دو جنس مختلف پانچسو درم اور پانچ سو دینار ہون اور راہن نے ایک جنس خواہ دینار یا درم ادا کر دیے تو بھی اُسکو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہوگا یہ خلاصہ مین ہے اور اگر ایک غلام دو شخصون کے پاس اس تفصیل سے کہ ہر ایک کے پاس نصف غلام رہن کیا تو نہین جائز ہے اور اگر دونون کے پاس مطلقاً رہن کیا (اور دونون نے قبول کیا) تو جائز ہے اور اگر ایک ہی غلام کا آدھا پانچسو درم کو اور آدھا پانچسو درم کو بتفصیل رہن کیا تو نہین جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر چھوہارے بدون درخت خرما کے یا درخت خرما بدون لگے ہوے چھوہارون کے یا درخت خرما و عمارت و کھیتی بدون زمین کے یا زمین بدون ان چیزون کے رہن کی تو نہین جائز ہے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ زمین بدون درخت خرما کے رہن کرنا جائز ہے اور اگر راہن نے رہن مین استثنا نہ کیا تو زمین اُسکے رہن مین درخت خرما و چھوہارے لگے ہوے اور کھیتی جمی ہوئی و عمارت داخل ہو جائیگی یہ تہذیب مین ہے۔ اور اگر درخت خرما و شجر و درختان انگور رہن کیے تو اُنکے جمنے کی مقدار زمین کے رہن کیا تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ثلث قطعہ زمین رہن کیے پھر ظاہر ہوا کہ اُنمین سے ایک ٹکڑا وقف ہے اور دوسرا اشاع غیر مقسوم ہے تو باقی کا رہن صحیح ہوگا یہ قنیہ مین ہے ایک شخص نے دو بکریان بعوض بیس درم کے ایک بعوض دس درم کے اور دوسری بعوض بیس درم کے رہن کی اور تعیین نکی کہ کون بعوض دس کے ہے اور کون بعوض بیس کے ہے تو جائز نہین ہے اسواسطے کہ بکری تلف ہو جانے کے وقت دونون مین نزاع واقع ہوگا کیونکہ جب کوئی بکری تلف ہو گئی تو معلوم نہوگا کہ قرضہ مین سے کسقدر اُسکے مقابلہ مین ساقط ہوا اور اگر بیان کے ساتھ تعیین کر دی ہو تو جو بکری تلف ہو گی اُسکے مقابلہ مین جسقدر معین کیا تھا اُسقدر ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن کرنا جائز ہے مگر بعضے علماء نے اسمین خلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ حیوان ہلاکت کا نشانہ ہے پس بمنزلہ ان چیزون کے ہے جو جلد بگڑ جاتی ہین جیسے روٹی وغیرہ جو جلد بگڑ جاتی ہین اُنکا رہن کرنا جائز نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک دار وارثان بالغ و نابالغ مین مشترک ہے اُسکو وصی اور بالغون نے رہن کیا بعوض خراج ایک زمین کے جو ان سب مین مشترک ہے تو ایسا ہی صفقہ کے ساتھ رہن کرنا صحیح ہے۔ ایک شخص نے اپنا دار رہن کیا اور اسمین ایک دیوار مشترک ہے تو صحیح نہین ہے اور اگر دیوار مشترک کو مستثنیٰ کر لیا تو صحیح ہے لیکن اگر دیوار مشترک کے ساتھ اُسکی کوئی دیوار متصل ہو تو صحیح نہوگا۔ ایک دار رہن کیا اور دیوارین مالک دار و ہمسایون کے درمیان مشترک ہین تو صحن و چھت و اُن دیوارون کا رہن جو خاصۃً بدون کسی کی شرکت کے ہین صحیح ہے اور دیوار ہاے مشترکہ کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہین ہے اسواسطے کہ چھت تابع ہے یہ قنیہ مین ہے اور اگر اپنے دار مین سے کوئی بیت معین یا کوئی ٹکڑا معین رہن کر کے سپرد کر دیا تو جائز ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص

نے دوسرے کی ملک کی چیز فروخت کردی اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے ان دونون عقدون
کی اجازت دیدی تو صحیح نہین ہی۔ اور اگر مریض نے اپنے کسی قرضخواہ کو کوئی مال رہن دیا تو صحیح ہی اگرچہ اسکی قیمت بنسبت قرضہ کے زیادہ
ہو جیسے اُسکا ودیعت دینا صحیح ہو ولیکن اسکا حکم باقی قرضخواہون کے حق مین ظاہر و موثر نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ ایک شخص نے اپنا
دار جسمین اُسکا اسباب ہی خواہ قلیل یا کثیر جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہی بدون اسباب کے رہن کیا یا بورے جنمین اسکا اسباب
ہی جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہی بدون اسباب کے رہن کیا اور سب کو مرتہن کے سپرد کردیا تو یہ جائز نہین ہی لیکن اگر
دار یا بورون کو اسباب مذکور سے خالی کر کے سپرد کرے تو جائز ہی۔ اور اگر اسباب دار بدون دار کے یا بورون کی متاع
بدون بورون کے رہن کی اور سب سپرد کیا تو جائز ہی اور صورت اولے مین جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ہی کہ دار مین
یا بورون مین جو متاع ہی وہ پہلے بطور ودیعت [۱۲ یعنی دار و بورہ] دیدے پھر دار و بورہ جو رہن کیا ہی مرتہن کے سپرد کرے تو رہن و قبضہ
دونون صحیح ہونگے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن
دونون اُس دار کے اندر موجود ہین پس راہن نے کہا کہ مین نے اسکو تیرے سپرد کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو
رہن تمام نہوگا یہانتک کہ راہن اُس دار مین سے باہر نکلکر پھر مرتہن سے کہے کہ مین نے یہ دار تیرے سپرد کیا یہ محیط سرخسی مین
ہی۔ ایک شخص نے عمارت و دُکان جو زمین سلطانی پر بنی ہوئی ہی رہن کر کے مرتہن کے سپرد کردی اور مرتہن اُسکو اپنے
قبض و تصرف مین لایا اور برسا برس اُسکو اجارہ پر دیا اور اُسکا کرایہ لیتا رہا تو رہن صحیح نہین ہی اور مرتہن نے جو کچھ اُسکا
کرایہ لیا ہی وہ اُسکو حلال نہوگا یہ جواہر اخلاطی مین ہی۔ اور اگر گھوڑے پر پڑی ہوئی زین یا اُسکے منھ مین دی ہوئی لگام یا
اُسکے گلے مین بندھے ہوئے گلوبند کی رسی رہن کی اور مرتہن کو گھوڑا مع زین و لگام و گردن بند سپرد کردیا تو رہن پورا نہوگا
یہانتک کہ گھوڑے سے جدا کر کے مرتہن کے سپرد کرے اور اگر کسی چوپایہ پر لدان لدا ہو پس چوپایہ بدون بار کے رہن کر کے
سب سپرد کیا تو رہن تمام نہوگا یہانتک کہ چوپایہ مذکور پر سے بار اُتار کر مرتہن کے سپرد کرے اور اگر چوپایہ کا لدان بدون
چوپایہ کے رہن کر کے سب سپرد کیا تو لدان کا رہن پورا ہو جائیگا اسواسطے کہ صورت اولی مین چوپایہ لدے ہوئے بار مین
مشغول ہی فارغ نہین ہی اور صورت ثانیہ مین لدان چوپایہ کے ساتھ مشغول نہین ہی یہ بدائع مین ہی۔ ایک شخص نے شوہر دار
باندی رہن لی اور اُسکے شوہر سے اجازت نہ لی تو رہن جائز ہی اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے ساتھ وطی
کرنے سے منع کرے پھر اگر وہ باندی اپنے شوہر کے وطی کرنے سے مرگئی تو ایسا ہوگا کہ گویا آسمانی آفت سے مری ہی
کہ استحساناً مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا حالانکہ قیاساً ساقط نہوگا۔ اور اگر رہن کرنے کے وقت وہ باندی شوہر
دار نہو پھر رہن کر لینے کے بعد مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ صورت اور صورت اولی دونون
یکسان ہین اور اگر بدون اجازت مرتہن کے اُسکا نکاح کردیا تو نکاح جائز ہوگا مگر مرتہن کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکے شوہر کو اُسکے
ساتھ وطی کرنے سے منع کرے اور اگر اُسکے شوہر نے اُسکے ساتھ وطی کرلی تو باندی کے ساتھ اُسکا مہر بھی رہن ہو جائیگا
اور وطی کرنے سے پہلے اُسکا مہر رہن نہوگا اور اس صورت مین اگر شوہر کے وطی کرنے سے باندی مذکورہ مرگئی تو مرتہن کو اختیار
ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا اُسکے شوہر سے تاوان لے جیسا کہ اگر شوہر نے اُسکو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہی پھر اگر شوہر کو
یہ معلوم نہ تھا کہ یہ باندی رہن ہی تو جو کچھ اُسنے تاوان دیا ہی وہ راہن سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ فتاوی عتابیہ مین ہی کہ اگر باندی
کے پیٹ مین جو بچہ ہی اُسکو آزاد کردیا پھر باندی کو رہن کیا تو جائز ہی اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہوگا بخلاف اسکے

اگر پیٹ کا بچہ آزاد کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو بقدر نقصان ساقط ہو جائیگا لیکن اگر بچہ اسکو پورا کرتا ہو تو ساقط نہو گا یہ تاتارخانیہ
مین ہی۔ ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہو گئی تو رہن باطل ہوا اور سرکہ اُسکے ہاتھ مین امانت
ہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکو لیکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اُسکے پاس چھوڑ دے
بشرطیکہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو بخلاف اسکے اگر کافر نے کسی مسلمان کی شراب رہن لی تو یہ جائز نہین
ہوا اور وہ شراب مرتہن کے پاس امانت ہوگی اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے شیرۂ انگور رہن لیا پھر وہ شراب
ہوگیا تو مرتہن کو اُسکے سرکہ کرڈالنے کا اختیار ہے اور وہ سرکہ اُسکے پاس رہن رہیگا اور جسقدر کیل و وزن مین گھٹ گیا اُسکے
حساب سے رہن باطل ہو جائیگا اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور لے لیگا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا اور مرتہن کو اُسکے
سرکہ کرڈالنے کا اختیار نہوگا اور اگر سرکہ کرڈالے تو سرکہ کرڈالنے کے روز جو کچھ اُسکی قیمت ہو اُسقدر قیمت کا ضامن ہوگا اور
اپنا قرضہ واپس لیگا بخلاف اسکے اگر راہن مسلمان ہوا اور مرتہن نے اُسکو سرکہ کرڈالا تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو اگر
کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن کی اور مرتہن نے اُسکی دباغت کی تو وہ رہن نہوگی اور راہن
کو اختیار ہوگا کہ اُسکو لیکر مرتہن کو دباغت کی قیمت دیدے بشرطیکہ اُسنے ایسی چیز سے اُسکی دباغت کی ہو جسکی کچھ قیمت ہو اور یہ ایسا
ہوگا جیسے کسی نے مردار کی کھال غصب کرکے اُسکو مدبوح کیا اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر
دونوں مسلمان ہوگئے تو شراب مذکور رہن نرہی پھر اگر مرتہن نے اُسکو سرکہ کرڈالا تو وہ رہن ہو جائیگی اسی طرح اگر دونون مین سے
ایک خواہ راہن یا مرتہن مسلمان ہوگیا پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن ہو جاویگی اور جسقدر پیمانہ مین سے کم ہو جاوے اُسی کے حساب سے
رہن باطل ہو جاویگی اور اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور کسی مسلمان عادل کے پاس رکھی اُسنے
قبضہ کرلیا تو رہن جائز ہوا اور جو حربی کہ امان لیکر دارالاسلام مین آیا ہو رہن لینے و رہن دینے مین اُسکا حکم مثل ذمی کے
ہو اور اگر کوئی حربی مستامن اپنا کچھ مال کسی کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسپر آتا ہو رہن رکھکر دارالحرب مین لوٹ گیا
پھر مسلمان اُسکے ملک پر غالب آئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہوگیا اور جو مال اُسنے مرتہن کو رہن دیا تھا وہ مرتہن
کے قرضہ کے عوض مرتہن کا ہوگیا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائیگا اور اُسکے
ثمن سے مرتہن اپنا قرضہ پورا وصول کرلیگا اور جسقدر باقی رہے وہ اُس شخص کو ملیگا جسنے حربی مذکور یعنی راہن کو قید کیا ہو اور
اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان یا ذمی کا مال بعوض ایسے قرضہ کے جو حربی مذکور کا اُس مسلمان یا ذمی پر آتا ہو رہن ہو
تو وہ مال مرہون اُسکے مالک یعنی راہن کو واپس دیا جائیگا اور حربی کا قرضہ سب اماموں کے نزدیک بالاتفاق باطل
ہو جائیگا یہ مبسوط مین ہی۔ ذمی وغیرہ کسی کی طرف سے مردار یا خون کا رہن کرنا صحیح نہین ہو یہ کافی مین ہو فتاوے
عتابیہ مین ہو کہ اگر غاصب نے مال مغصوب کو رہن کیا پھر اُسکو مالک سے خرید کیا تو روایت کیا گیا ہو کہ رہن
جائز ہو جائیگا اور اگر مشتری نے مبیع مین عیب پایا اور بائع نے عیب کے عوض اُسکو رہن دیا تو جائز نہین ہو اور اگر
مشتری نے بائع کو مال عین دیا کہ مبیع کے ساتھ بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے پس اگر یہ مال تلف ہو جاوے
تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور راہن یا مرتہن یا دونوں کے مرجانے سے
رہن باطل نہین ہوتا ہو اور وارثوں کے پاس مرہون بطور رہن باقی رہتا ہو۔ کذا فی خزانۃ الفتاوے۔

فصل پنجم باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان مین۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال اُسکے قرضہ مین رہن کردیا

تو نہیں جائز ہی اسواسطے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہیں ہی یہ وجیز کردری مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے نابالغ فرزند کا مال عین بعوض ایسے قرضہ کے جو اُسنے اپنے واسطے یا فرزند نابالغ کے واسطے لیا ہی رہن کیا تو جائز ہی بخلاف اسکے اگر مال عین مذکور فرزند نابالغ اور بالغ کے درمیان مشترک ہو تو یہ جائز نہیں ہی جب تک کہ فرزند بالغ اُسکو تسلیم نہ کرے اور اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو باپ بقدر حصہ فرزند بالغ کے ضامن ہوگا اور باپ کے مرنے کے بعد اُسکے وصی کا حکم اس باب مین مثل باپ کے ہی اور اگر باپ کا وصی نہو تو باپ کا باپ یعنی سکے دادا کا بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ از راہ ولایت تصرف کرنے مین وہ باپ کا قائم مقام ہی مگر فرق یہ ہی کہ باپ کو یہ اختیار ہی کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کے واسطے رہن کرے اور وصی کو یہ اختیار نہین ہی جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہین لے سکتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کی متاع کسی شخص کے پاس رہن کی پھر فرزند مذکور بالغ ہوا اور باپ مرگیا تو جب تک فرزند مذکور قرضہ ادا نکرے تب تک اُسکو متاع مرہون واپس لینے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ یہ تصرف رہن ایسا تصرف ہی جو فرزند مذکور کے حق مین اُسکے باپ کی طرف سے ایسی حالت مین لازم ہوا جسوقت باپ کی ولایت اسکے اوپر قائم تھی اور اُسکا باپ اس معاملہ مین قائم مقام اس فرزند کے ہی اگرچہ یہ فرزند بالغ نہو وے پس اگر باپ نے اُس مال کو اپنے ذاتی قرضہ مین رہن کیا ہو اور فرزند مذکور نے وہ قرضہ ادا کیا تو بمقدار قرضہ کو باپ کے مال سے واپس لیگا اسی طرح اگر فک رہن سے پہلے متاع مذکور تلف ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر بھائی نے اپنے فرزند نابالغ کا مال رہن کیا تو جائز نہین ہی لیکن اگر ماں ایسے شخص کی طرف سے جو اس فرزند کا ولی ہو وصی مقرر کی گئی ہو یا اُسکو رہن کی اجازت ملی ہو تو جائز ہوگا اور اگر حاکم نے فرزند مذکور کی ماں کو اُسکا مال رہن کرنے کی اجازت دیدی ہو تو جائز ہی اور مرتہن کو حبس و اختصاص کا استحقاق حاصل ہوگا۔ بیع کرنے کا استحقاق حاصل نہوگا اور اگر طفل مذکور کی ماں نے رہن کیا اور مرتہن کو بیع کر لینے کا وکیل کیا پھر حاکم نے وکالت و بیع کی اجازت دیدی تو مرتہن مذکور حاکم کیطرف سے وکیل ہو جائیگا اور حاکم یعنے قاضی جسنے رہن کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا حالانکہ مرتہن مال مرہون کو فروخت کر چکا ہی پس اگر دوسرے قاضی کے نزدیک قاضی اول کا بیع کی اجازت دینا ثابت ہو تو وہ اس بیع کو نافذ کریگا اور اگر اُسکے نزدیک قاضی اول کی اجازت توکیل ثابت نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ بیع مذکور کو رد کر دے جبکہ بیع کا رد کر دینا طفل مذکور کے حق مین بہتر ہو یہ جواہر الفتاوی مین ہی۔ اگر باپ کا یا اُسکے نابالغ فرزند کا یا اُسکے غلام ماذون التجارۃ کا جسپر قرضہ نہین ہی اُسکے کسی دوسرے نابالغ فرزند پر قرضہ آتا ہو پس باپ نے قرضدار فرزند کی کچھ متاع اس قرضہ کے عوض اپنے پاس یا دوسرے اپنے طفل قرضخواہ کے پاس یا اپنے غلام ماذون کے پاس رہن کی تو جائز ہی یہ محیط مین ہی۔ باپ کو جائز ہی کہ اپنا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس بعوض ایسے قرضہ کے جو فرزند مذکور کا اُسپر آتا ہی رہن کرے اور اس مال کو اپنے فرزند مذکور کے واسطے اپنے قبضہ مین رکھیگا اور وصی کے واسطے ایسا کرنا نہین جائز ہی یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر وصی نے یتیم کا کوئی خادم اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کر لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو جائز نہین ہی اسی طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو بھی جائز نہین ہی لیکن اگر یتیم کا وصی اُسکے اس معاملہ کی اجازت دیدے تو عقد رہن جائز ہو جائیگا جیسے یتیم کے خرید و فروخت کرنے مین حکم ہی اسی طرح اگر دو وصی ہون اور ایک نے ایسا کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین جائز ہی الا اُسصورت مین کہ دوسرا وصی بھی اجازت دیدے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی اور اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل

نا بالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ نہیں ہی رہن کیا تو مثل اپنے پاس رہن کر لینے کے نہین جائز ہی اور
اگر اپنے بالغ بیٹے یا بیٹے کے بالغ بیٹے یا اپنے مکاتب یا غلام تاجر کے پاس جسپر قرضہ ہی رہن کیا تو جائز ہی یہ مبسوط مین
ہی اور اگر وصی نے یتیم کے کھانے کپڑے کی بابت قرضہ کر لیا اور اس قرضہ کے عوض یتیم کا کچھ مال رہن کیا تو جائز ہی اسی طرح
اگر اُسنے یتیم کے واسطے تجارت کی اور معاملہ تجارت مین رہن کیا یا رہن لیا تو جائز ہی یہ کافی مین ہی۔ اگر وصی نے
وارثون کے واسطے قرضہ لیا اور انکا مال عین رہن کیا تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُنکے نفقہ و حوائج و خراج وغیرہ
کسی نوائب کے واسطے قرضہ لیا ہی یا اُنکے مملوکون و چوپاؤن کے نفقہ کے واسطے لیا اور ہر صورت اس سے خالی نہین
کہ یا تو وارث سب بالغ ہونگے یا نا بالغ ہونگے یا بالغ و نا بالغ دونون ہونگے پس اگر وارث بالغ ہون خواہ غائب ہون
یا حاضر ہون اور وصی نے اُنکے نفقہ کے واسطے قرضہ لیکر رہن کیا تو نہین جائز ہی اور اگر وارث نا بالغ ہون تو جائز ہی
اور اگر بالغ و نا بالغ دونون ہون تو فقط نا بالغون کے حق مین اسکا قرضہ لینا و رہن کرنا جائز ہی بالغون کے حق مین نہین
جائز ہی بخلاف اسکے اگر مال منقول کو ترکہ مین سے وصی نے فروخت کیا تو سب کے حق مین روا ہوگا۔ اور اگر اُسنے وارثون
کے مملوکون و چوپاؤن کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیا پس اگر سب وارث بالغ ہون اور حاضر ہون تو وصی کا قرضہ لینا اور اُنکا
مال عین رہن دینا جائز نہوگا اور اگر غائب ہون تو جائز ہوگا اور اگر بعضے حاضر ہون اور بعضے غائب ہون یا وارثون
مین صغیر و کبیر حاضر ہون تو امام اعظم رح کے نزدیک قرضہ جائز ہی اور صاحبین رح کے نزدیک فقط بالغان غائب اور
نا بالغون کے سوا سے قرضہ لینا باقیون کے حق مین نہین جائز ہی اور اُسکا رہن کرنا سب کے حق مین جائز نہین ہی
یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر میت پر قرضہ ہو اور اُسکے وصی نے اُسکے ترکہ مین سے کچھ مال عین اُسکے کسی قرضخواہ کے پاس
رہن کیا تو جائز نہین ہی اور باقی قرضخواہون کو اختیار ہوگا کہ اُسکو رد کرین اور اگر وصی نے اُنکے رد کرنے سے پہلے
اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا۔ اور اگر میت کا ایک کے سوا سے دوسرا قرضخواہ نہو تو رہن مذکور جائز ہوگا اور
اسکے قرضہ مین فروخت کر سکتا ہی۔ اور اگر وصی نے کسی شخص سے جسپر میت کا قرضہ آتا ہی رہن لیا تو جائز ہی۔ اسی طرح اگر میت
نے خود ہی اُس قرضدار سے رہن لیا ہو تو اُسکا وصی اس مرہون کے روک رکھنے مین اُسکا قائم مقام ہوگا لیکن وصی
اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہین کر سکتا ہی اور وصی کو اختیار ہی کہ میت پر جو قرضہ ہی اُسکے عوض رہن دیدے اسواسطے
کہ جو امور میت کے حوائج مین سے ہین اُنمین وصی اُسکا قائم مقام ہی اور قرضہ کا ادا کرنا اُسکے حوائج مین سے ہی پس وصی
اداے قرضہ میت کا اختیار رکھتا ہی پس اسی طرح اُسکے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن
مر گیا تو اُسکا وصی مال مرہون کو فروخت کر کے مرتہن کا قرضہ ادا کریگا اور اگر اُسکا کوئی وصی نہو تو قاضی اُسکی طرف سے
وصی مقرر کریگا اور اُسکو حکم دیگا کہ مرہون کو فروخت کرے یہ سراجیہ مین ہی۔ اگر میت کے وارث بالغ نے متاع میت مین سے
کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہی اور اس وارث کے سوا سے اُسکا کوئی وارث نہین ہی پس اگر قرضخواہ نے
نالش کی تو قاضی اس رہن کو باطل کر دیگا اور مال مرہون اُسکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر وارث مذکور نے
اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہوگا اور اگر میت پر قرضہ نہو اور وارث بالغ نے میت کی متاع مین سے کوئی مال عین ایسے
قرضہ کے عوض جسکو لیکر اُسنے اپنی ذات پر خرچ کیا ہی رہن کیا یا یہ وارث نا بالغ ہو کہ اُسکے وصی نے ایسا کیا پھر ایک ایسا
اسباب جسکو میت نے اپنی حیات مین فروخت کیا تھا بسبب عیب کے اُنکو واپس دیا گیا اور وہ اُنکے پاس تلف ہو گیا اور مشتری

کا ثمن مال میت پر قرضہ ہوگیا اور میت کا مال کچھ نہین ہی سوائے اس مال کے جو نفقہ کے عوض رہن رکھا گیا ہی تو وہ رہن جائز رہیگا اسواسطے کہ جسوقت مرتہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا ہی اسوقت مال میت پر قرضہ نہ تھا اور یہ مال مرہون وارث کے ملک غیر کے حق سے فارغ تھا پس تمامی مرتہن کا حق لازم ہوجائیگا پھر قرضہ کا لحوق اسکے بعد بوجہ عیب کے اسباب فروخت کردہ واپس دیے جانے کے ہوا ہی پس یہ مرتہن کو باطل نکریگا اور یہ بخلاف اسصورت کے ہی کہ جب میت کے فروخت کیے ہوے غلام پر استحقاق ثابت کیا گیا یا وہ آزاد ثابت ہوا اسلیے کہ اسصورت مین رہن باطل ہوجائیگا کیونکہ یہ ظاہر ہوا کہ جسوقت وارث نے ترکہ مین سے مال عین کو رہن کیا ہی اسوقت میت پر قرضہ تھا اسواسطے کہ آزاد عقد بیع کی تحت مین داخل ہی نہین ہوتا ہی اور نہ اسکا ثمن مملوک ہوتا ہی اور استحقاق ثابت ہونے سے جڑ سے عقد بیع باطل ہوجاتا ہی لیکن راہن اسکی قیمت کا ضامن ہوگا تاکہ اسکو میت کے قرضہ مین ادا کرے خواہ راہن وصی ہو یا وارث ہو اسواسطے کہ جب میت پر ایسا قرضہ لاحق ہوا کہ اسکا ادا کرنا ترکہ میت سے واجب ہی اور وارث نے اپنے تصرف سے اس سے باز رکھا تو تلف کردینے والے کے حکم مین ٹھہرایا گیا پس اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وصی کی صورت مین بھی یہی بات ہی لیکن وصی اس مال ضمان کو میت کے ترکہ سے واپس لیگا علی ہذا اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کردیا اور اسکا مہر لے لیا پھر اسکے مرنے کے بعد وارث نے اس باندی کو اسکے شوہر کے دخول کرنے سے پہلے آزاد کردیا اور باندی مذکورہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر مذکور کے ساتھ اسکے نکاح مین رہنا نچاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ مین قرضہ ہوگیا تو بھی رہن وارث جائز ہوگا اور وارث اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر میت نے اپنی حیات مین راستہ مین کنوان کھودا ہو پھر اسکے مرنیکے بعد اسمین کوئی شخص تلف ہوگیا حتے کہ اسکی ضمان میت کے مال پر قرضہ ہوئی تو وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال مین پورا ہوگیا ہی اس سے باطل نہوگا لیکن وارث اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اسنے مال عین متروکہ مین اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کردیا ہی یہ مبسوط مین ہی- اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جو اسنے یتیم کے واسطے لیا ہی رہن کیا اور مرتہن نے اسپر قبضہ کیا پھر وصی نے یتیم کی حاجت کیواسطے اس مال مرہون کو مرتہن سے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس ضائع ہوگیا تو وہ رہن سے باہر ہوگیا اور یتیم کا مال گیا پس جبکہ مرہون مذکور تلف ہوجانے سے قرضہ ساقط نہوا تو مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لیگا جیسا کہ رہن کرنے سے پہلے لے سکتا تھا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا اور اگر اس مرہون کو وصی نے اپنی حاجت کے واسطے مستعار لیا ہو تو یتیم کے واسطے اسکا ضامن ہوگا اور اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اسکو غصب کرکے اپنی ضرورت کے کام مین لایا یعنی اپنی حاجت مین صرف کیا یہانتک کہ مرہون مذکور اسکے پاس تلف ہوگیا تو وصی اسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر اسکی قیمت بنسبت قرضہ کے زیادہ ہو تو اگر میعاد آگئی ہو تو اسکی قیمت سے قرضہ ادا کردیگا اور باقی یتیم کی ہوگی اور اگر قیمت بنسبت قرضہ کے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ادا کریگا اور جسقدر باقی رہا وہ مال یتیم سے لیکر ادا کریگا اور اگر اسکی قیمت قرضہ کے برابر ہو تو مرتہن کو ادا کردے اور یتیم سے کچھ نہین لے سکتا ہی اور اگر قرضہ کی میعاد نہ آئی ہو تو یہ قیمت رہن رہیگی اسواسطے کہ وہ مال مرہون کے قائم مقام ہی پھر جب میعاد آویگی تو اسکا حکم اسی تفصیل سے ہوگا جو ہم نے بیان کردی ہی- اور اگر وصی نے اسکو غصب کرکے یتیم کی ضرورت مین استعمال کیا یہانتک کہ اسکے پاس وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کے واسطے اسکا ضامن ہوگا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہوگا پس اگر قرضہ کی میعاد آگئی ہو تو مرتہن اس سے قرضہ لے گا اور وصی اسقدر یتیم سے واپس لیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو تو مال ضمان مرتہن کے پاس رہن رہیگا پھر جب میعاد آویگی تو مرتہن

دراکثر اصل ہا موافق رہن کا لفظ ہو [illegible] ۱۲ [illegible] قیمت کا ضامن ہوگا [illegible] ۱۲

اُس سے اپنا قرضہ لے لیگا پھر وصی اسقدر مال یتیم سے لیگا یہ کافی میں ہے

دوسرا باب۔ ایسے رہن کے بیان میں جسمیں کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اُسکو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونوں اسکو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھیں اور عادل نے اسکو منظور کر لیا اور رہن مذکور پر قبضہ کر لیا تو رہن پورا ہو جائیگا حتی کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اس حکم کے حق میں عادل مذکور مرتہن کا نائب ہے اور حق ضمان میں راہن کا نائب ہے حتی کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے عادل سے اُسکا تاوان لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے واپس لیگا نہ مرتہن سے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ مرتہن اسپر قبضہ کر لے پھر دونوں نے اسکو عادل کے پاس رکھ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ جب عادل ابتدا میں مرتہن کا قائم مقام ہو سکتا ہے تو حالت بقا میں بھی ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور عادل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون راہن کو دیدے الا اُس صورت میں کہ مرتہن راضی ہو اور اگر اُسنے مال مرہون کو راہن و مرتہن دونوں میں سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کرا کر پھر عادل مذکور کے پاس رکھا دے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو عادل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اُسکی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اسپر قادر نہوگا اسواسطے کہ قیمت اُسکے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہے سو اگر ہم اُس قیمت کو رہن قرار دیں تو ایک ہی شخص قاضی و مقتضی علیہ ہوا جاتا ہے پھر اسکے بعد یا تو راہن و مرتہن دونوں اتفاق کر لینگے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کر کے دونوں اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھینگے یا دونوں میں سے کوئی اس مقدمہ کو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی قیمت کو لیکر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھے گا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رح نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونوں میں سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اُس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جائیگی اور اگر اُسنے دینے میں خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہو سکتی ہے تو اُس سے قیمت لیکر پھر اُسی کے پاس رکھی جاویگی بشرطیکہ اُس سے کوئی خیانت ثابت نہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا ہو یہ محیط میں ہے پھر اگر قیمت مذکورہ عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے ضمان قیمت اسوجہ سے دی ہے کہ اُسنے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکورہ عادل مذکور کے پاس مسلم دیدی جاویگی کہ وہ اپنی قیمت کو وصول لے اور اگر عادل اسوجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیدیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ اُس سے یہ قیمت لے لے پھر اسکے بعد آیا عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہو اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے خود تلف کر دیا ہو تو واپس لے سکتا ہے اسوجہ سے کہ عادل مذکور ادائے ضمان سے اسکا مالک ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنا مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اُسکے پاس خود تلف ہو گیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر تلف کر دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر عادل نے اسکو مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنی مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہے تو اسکو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت میں عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لیگا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یا اُسنے خود تلف کر دیا ہو کیونکہ عادل نے اسکو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ

میں ہے۔ اور اگر دونوں نے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ میں رکھا اور دونوں نے اُسکو مرہون مذکور کی بیع کر دینے پر مختار کر دیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اُسکی بیع کا مختار کر دیا یا راہن نے خود مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کر دیا تو یہ سب جائز ہے اور جسکو مختار کیا ہے اُسکے معزول کرنے کا دونوں میں سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار نہیں رکھتا ہے اور جب اُسنے فروخت کیا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اور اگر مرتہن نے راہن کو اُسکے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ جائز نہیں ہے لیکن اگر راہن و مرتہن جائز کر دے تو جائز ہو جائیگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسقدر خسارہ سے فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں برداشت کر جاتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہو گی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضائے مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن میں مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکو معزول کرنے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسف رح کی روایت میں اختیار نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر راہن و مرتہن دونوں نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے معزول کر کے دوسرے کو اُسکی بیع پر قادر کر دیا یا کسی کو قادر نکیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائیگا بشرطیکہ عادل مذکور اپنی معزولی سے آگاہ ہو جاوے اور اگر آگاہ نہوا تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے الا اسی صورت میں کہ عقد رہن میں یہ امر مشروط ہو یا بعد تمام ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جاوے پس جب حالت اختیار کے موافق اُسنے فروخت کیا تو ثمن اُسکے پاس رہن ہو گا اور اگر یہ ثمن اُسکے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہے اسی طرح اگر ثمن بایں وجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنے وصول نہو سکا تو بھی یہ تاہی مرتہن کے ذمہ ہوگی کیونکہ ثمن قائم مقام عین تھا اور رہن جسوقت تمام ہو جاوے اُسکے بعد تباہی جسکے قبضہ میں ہو مرتہن کے ذمہ قرار دیجاتی ہے اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا جائیگا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جبر کیا جائیگا اور اسی کو بعضے مشائخ نے اختیار کیا ہے کذا فی الوجیز کردری اور یہی صحیح ہے کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نکیا جائیگا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اختیار کیا ہے اور جبر کی تفسیر یہ ہے کہ عادل چند روز قید کیا جاوے پس اگر اُسنے اصرار کیا یعنی نمانا تو راہن پر جبر کیا جاوے کہ وہ بیع کر دے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کر دیگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ صاحبین رح کا قول ہے بنا بریں کہ اُنکے نزدیک قیاس ہے کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کر کے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کر دیتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اُسنے بیع کر دی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہوگی اسواسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہے کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتیٰ کہ اگر اُسنے بغیر اسکے دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہو گا اور بیع تو اُسکے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے یہ تبیین میں ہے۔ درمیانی عادل

اُس سے اپنا قرضہ لے لیگا پھر وصی بقدر مال یتیم سے لیگا یہ کافی میں ہے

دوسرا باب - ایسے رہن کے بیان میں جسمیں کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو - امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اسکو اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونوں اسکو کسی شخص ثالث عادل کے پاس رکھیں اور عادل نے اسکو منظور کر لیا اور رہن مذکور پر قبضہ کر لیا تو رہن پورا ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اس حکم کے حق میں عادل مذکور مرتہن کا نائب ہے اور حق ضمان میں راہن کا نائب ہے حتے کہ اگر مال مرہون مذکور پر عادل کے پاس کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے عادل سے اسکا تاوان لے تو عادل یہ مال ضمان کو راہن سے واپس لیگا نہ مرتہن سے یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے یہ شرط کی کہ مرتہن اسپر قبضہ کر لے پھر دونوں نے اسکو عادل کے پاس رکھ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ جب عادل ابتدا میں مرتہن کا قائم مقام ہو سکتا ہے تو حالت بقا میں بھی ہو سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور عادل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون راہن کو دیدے الا اُسصورت میں کہ مرتہن راضی ہو اور اگر اُسنے مال مرہون کو راہن و مرتہن دونوں میں سے کسی ایک کو بدون رضامندی دوسرے کے دیدیا تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے واپس کرا کے پھر عادل مذکور کے پاس رکھا دے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو عادل اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر اگر عادل نے چاہا کہ اُسکی قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو ہر گز مرتہن قادر نہوگا اسواسطے کہ قیمت اُسکے ذمہ قرضہ واجب ہوئی ہے سوا اگر ہم اُس قیمت کو رہن قرار دیں تو ایک ہی شخص قاضی و مقتضی علیہ ہوا جاتا ہے پھر اسکے بعد یا تو راہن و مرتہن دونوں اتفاق کرینگے کہ اس قیمت کو عادل مذکور سے وصول کر کے دونوں اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھینگے یا دونوں میں سے کوئی اس امر کو قاضی کے سامنے پیش کریگا تاکہ قاضی قیمت کو لیکر اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی رح نے ذکر کیا کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونوں میں سے کسی ایک کو دیا ہو تو قیمت اس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جائیگی اور اگر اُسنے دینے میں خطا کی ہو اور ایسا شخص ہو کہ جس سے ایسی خطا ہو سکتی ہو تو اُس سے قیمت لیکر پھر اُسی کے پاس رکھی جاویگی بشرطیکہ اُس سے کوئی خیانت ثابت نہوئی ہو اور اپنے حال پر عادل باقی رہا ہو یہ محیط میں ہے پھر اگر قیمت مذکورہ عادل مذکور کے پاس رکھی گئی اور راہن نے قرضہ مرتہن ادا کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے ضمان قیمت اس وجہ سے دی ہو کہ اُسنے مرہون کو راہن کے حوالہ کیا تھا تو قیمت مذکورہ عادل مذکور کے پاس مسلم دیدی جاویگی کہ وہ اپنی قیمت نہو وصول لے اور اگر عادل اس وجہ سے ضامن ہوا ہو کہ اُسنے مرہون کو مرتہن کو دیدیا تھا تو راہن کو اختیار ہوگا کہ اُس سے یہ قیمت لے لے پھر اسکے بعد آیا عادل یہ مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر عادل نے یہ مال مرہون مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہو اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے خود تلف کر دیا ہو تو واپس لے سکتا ہے اسوجہ سے کہ عادل مذکور بادا ضمان اُسکا مالک ہو گیا اور ظاہر ہوا کہ اُسنے اپنا مملوک مال عاریت یا ودیعت دیا تھا پس اگر اُسکے پاس خود تلف ہو گیا ہو تو ضامن نہوگا اور اگر تلف کر دیا ہو تو ضامن ہوگا اور اگر عادل نے اسکو مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یعنی مرتہن سے مثلاً کہا کہ یہ تیرا رہن ہے تو اسکو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے تو ایسی صورت میں عادل یہ مال ضمان کو مرتہن سے واپس لیگا خواہ وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو یا اُسنے خود تلف کر دیا ہو کیونکہ عادل نے اسکو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ

مین ہی۔ اور اگر دونون نے مال مرہون ایک عادل کے قبضہ مین رکھا اور دونون نے اسکو مرہون مذکور کی بیع کر دینے
پر مختار کر دیا یا عادل مذکور کے سوائے دوسرے کو اُسکی بیع کا مختار کر دیا یا راہن نے خود مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا
مختار کر دیا تو یہ سب جائز ہی اور جسکو مختار کیا ہی اُسکے معزول کرنے کا دونون مین سے ایک خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو اختیار نہین
رکھتا ہی اور جب اُسنے فروخت کیا تو اسکا ثمن رہن رہیگا اور اگر مرتہن نے راہن کو اُسکے فروخت کا مختار کیا تو بھی جائز ہی یہ
خزانۃ الاکمل مین ہی۔ اور اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے فرزند یا زوجہ کے ہاتھ فروخت کیا تو یہ جائز نہین ہی لیکن اگر
راہن و مرتہن جائز کر دے تو جائز ہو جائیگا یہ امام اعظم رحمہ اللہ کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسقدر خسارہ سے
فروخت کیا ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے مین برداشت کر جاتے ہین تو جائز ہی اور اگر ایسی بیع کی راہن یا مرتہن
فقط ایک نے اجازت دی تو جائز نہو گی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر راہن نے عادل اختیار دادہ شدہ کو بدون رضامندی
مرتہن کے معزول کرنا چاہا پس اگر بیع کرنے کا اختیار عقد رہن مین مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار
نہوگا اور اگر عقد رہن مین مشروط نہو تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہی شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہی صحیح ہی اور
شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ ظاہر الروایۃ کے موافق اسکو معزول کرنے کا اختیار ہی اور امام ابو یوسف رح کی روایت
مین اختیار نہین ہی یہ مضمرات مین ہی اور اگر راہن و مرتہن دونون نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے
معزول کر کے دوسرے کو اُسکی بیع پر قادر کر دیا یا کسی کو قادر نکیا تو عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائیگا بشرطیکہ
عادل مذکور اس معزولی سے آگاہ ہو جاوے اور اگر آگاہ نہوا تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہیگا یہ مبسوط مین
ہی۔ اور عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہین ہوتا ہی الا اسی صورت مین کہ عقد رہن مین یہ امر مشروط
ہو یا بعد تمام ہونے عقد رہن کے یہ اختیار دیا جاوے پس جب حالت اختیار کے موافق اُسنے فروخت کیا تو ثمن اُسکے
پاس رہن ہوگا اور اگر یہ ثمن اُسکے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے
ساقط ہوتا ہی اسی طرح اگر ثمن باینوجہ تلف ہوا کہ مشتری پر ڈوب گیا یعنے وصول نہو سکا تو بھی یہ تباہی مرتہن کے ذمہ ہوگی
کیونکہ ثمن قائم مقام عین تھا اور رہن جسوقت تمام ہو جاوے اُسکے بعد تباہی جسکے قبضہ مین ہو مرتہن کے ذمہ قرار
دیجاتی ہی اور اگر عادل نے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن مین مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا
جائیگا اور اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ جبر کیا جائیگا اور اسی کو بعضے
مشائخ نے اختیار کیا ہی کذا فی الوجیز کردری اور یہی صحیح ہی کذا فی محیط السرخسی اور بعض نے فرمایا کہ جبر نکیا جائیگا
اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اختیار کیا ہی اور جبر کی تفسیر یہ ہی کہ عادل چند روز قید کیا جاوے پس اگر
اُسنے اصرار کیا یعنی نمانا تو راہن پر جبر کیا جاوے کہ وہ بیع کر دے اور اگر اُسنے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کر دیگا
اور بعضے مشائخ نے فرمایا ہی کہ یہ صاحبین رح کا قول ہی بنا برین کہ اُنکے نزدیک قیاس ہی کہ جب مدیون اپنا مال فروخت
کر کے قرضہ ادا کرنے سے انکار کرے تو حاکم فروخت کر دیتا ہی اور بعض نے فرمایا کہ یہ سب کا قول ہی اور یہی صحیح ہی
یہ وجیز کردری مین ہی۔ پھر جب راہن بیع کے واسطے مجبور کیا گیا اور اُسنے بیع کر دی تو یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد
نہوگی اسواسطے کہ جبر کرنا ادائے قرضہ پر واقع ہوا ہی کہ جس طریقہ سے چاہے قرضہ ادا کرے حتیٰ کہ اگر اُسنے بغیر اسکے
دوسرے طریقہ سے ادا کیا تو صحیح ہوگا اور بیع تو اُسکے طریقون مین سے ایک طریقہ ہی یہ تبیین مین ہی۔ درمیانی عادل

مرتد ہوگیا پھر اُسنے رہن کو فروخت کیا پھر اپنی حالت ردت مین قتل کیا گیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی اور اگر عادل مذکور مرتد ہوکر
دارالحرب مین چلا گیا پھر مسلمان ہوکر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہو کہ قاضی کیطرف
سے اُسکے دارالحرب مین جا ملنے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر ایسا حکم ہونے کے بعد واپس آیا تو امام
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک پھر وکیل نہو جائیگا اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ہو جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق وکیل
ہو جائیگا اور یہی اصح ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر راہن و مرتہن دونون مرتد ہوگئے اور دارالحرب مین جا ملے یا ردت پر قتل
کیے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اُسکی بیع جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہو اور اگر راہن و مرتہن دونون یا ایک مر گیا
تو عادل کو مال مرہون اپنے پاس محبوس رکھنے و اُسکے بیع کرنے کا اختیار باقی رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر راہن گیا
تو عادل کو مال مرہون فروخت کر دینے کا اختیار باطل نہوگا بشرطیکہ یہ اختیار عقد رہن مین مشروط ہو اور اگر مشروط نہو تو بھی
بعضے مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہو اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل ہو اُسکا حکم بیع
مفرد کے وکیل سے چار باتون مین اختلاف رکھتا ہو ایک یہ ہو کہ عادل اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہو دوسرے
یہ کہ فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا بالاتفاق یا باختلاف تیسرے یہ کہ راہن کے معزول کرنے سے معزول ہوگا بالاتفاق یا باختلاف
چوتھے راہن کے مرنے سے معزول ہوگا بالاتفاق یا باختلاف اور بیع مفرد کے وکیل کے واسطے یہ احکام ثابت نہین ہین اور ان
احکام کے سواے باقی احکام مین عادل اور وکیل بیع مفرد دونون یکسان ہین یہ ذخیرہ مین ہو اور عادل کے مرجانے
سے وکالت باطل ہو جاتی ہو خواہ عقد رہن مین وہ مشروط ہو یا عقد کے بعد ہو اور عادل کا وارث یا اُسکا وصی اُسکے
قائم مقام نہوگا یہ بدائع مین ہو اور اگر عادل کی سواے دوسرے شخص کو مال مرہون فروخت کرنے پر قادر کیا گیا ہو اور وہ
مر گیا تو وکالت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہو اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ راہن کے مرنے کے بعد بدون حاضری اُسکے
وارثون کے مال مرہون فروخت کرے جیسا کہ راہن کی زندگی مین بدون حاضری راہن کے فروخت کر سکتا تھا یہ کافی
مین ہو جو عادل کہ مال مرہون کے فروخت پر مختار کیا گیا ہو اگر اُسنے بعض مرہون کو فروخت کیا تو باقی کا رہن باطل ہو جائیگا
یہ مسئلہ جنیبہ مین ہو اور اگر عادل نے مرہون فروخت کرنے کے واسطے اپنی طرف سے وکیل کر دیا پس اگر اُسنے عادل کے سامنے
فروخت کیا تو جائز ہو اور اگر اُسکے پیٹھ پیچھے فروخت کیا تو جائز نہین ہو الا اُسصورت مین کہ وہ بیع کی اجازت دیدے
اور اگر عادل نے مقدار ثمن مقرر کر دی ہو اور وکیل نے اسی قدر دامون کو فروخت کیا تو جائز ہو یہ خزانۃ المفتین مین
ہو اور اگر عادل دو آدمی ہون اور دونون مرہون فروخت کرنے کے مجاز کیے گئے ہون پھر دونون مین سے ایک
نے اُسکو فروخت کیا تو جائز نہین ہو اسواسطے کہ بیع مین راے کی حاجت ہو اور ایک کی راے مثل دو کی راے کے نہین
ہوتی ہو پھر اگر دوسرے نے بھی اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہو جائیگی اسی طرح اگر راہن و مرتہن نے اس بیع کی اجازت
دیدی تو بھی جائز ہو جائیگی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال مرہون فروخت کیا اور راہن و مرتہن نے اجازت دیدی تو جائز ہوتی
ہو اور اگر فقط راہن یا فقط مرتہن نے اجازت دیدی تو بیع جائز نہوگی اسیطرح اگر کسی اجنبی نے فروخت کیا اور دونون مین سے
فقط ایک نے اجازت دی تو بیع جائز نہوگی اور اگر دونون نے اس بیع کی اجازت دی مگر عادل نے انکار کیا تو بیع جائز ہو جائیگی
اسواسطے کہ حق انھین دونون کا ہو یہ مبسوط مین ہو ایک شخص نے میعادی قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونون نے ایک
عادل کو مختار کیا کہ میعاد آجانے پر اسکو فروخت کرے پھر عادل نے مرہون پر قبضہ کیا یہانتک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہو اور بیع

کے واسطے وکالت باقی رہیگی یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دار رہن لیا اور راہن نے ایک شخص کو اسکو فروخت کرنے اور اسکا ثمن مرتہن کو دینے پر قادر کر دیا مگر مرتہن نے ہنوز اس پر قبضہ کیا یہان تک کہ ادائے قرضہ کی میعاد آگئی تو وہ رہن نہوگا اور عادل نے اگر اس دار کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت کے جائز ہوگی نہ بوجہ رہن کے اور یہی حکم حصہ دار وخادم مین ہے اور جب عادل نے اسکو فروخت کیا تو اسکا ثمن راہن کو دیگا نہ مرتہن کو اور اگر عادل نے مرتہن کو دیا تو ضامن ہوگا اور اگر راہن نے اسکو بیع سے منع کر دیا تو پھر اسکی بیع جائز نہوگی اسی طرح اگر راہن مر گیا تو اسکے مرنے کے بعد عادل کو اسکے فروخت کرنیکا اختیار نہوگا اور مرتہن اس مال مرہون کے حق مین مثل اور قرضخواہون کے ہوگا اور اگر غلام مرہون کو کسی غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم مین قاتل مذکور دیدیا گیا یا اسکی آنکھ پھوڑ دی اور اس جرم مین غلام مجرم دیدیا گیا تو عادل اس غلام مدفوع کی بیع کا بھی مختار ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقاً مختار کیا گیا تو اسکو اختیار ہے کہ درم یا دینار وغیرہ جس جنس کے عوض چاہے فروخت کرے اور جسقدر کے عوض چاہے خواہ اسکی قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ اندازہ کرنے مین اتنا خسارہ اٹھا جاتے ہین فروخت کرے اور چاہے نقد یا اودھار فروخت کرے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور اگر ایسے مال کے عوض جسکے واسطے بیع سلم ہوئی ہے یعنی مسلم فیہ کے عوض رہن دیا اور اسکو مرہون کی بیع کے واسطے مختار کر دیا کہ میعاد آنے پر فروخت کرے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکو اختیار ہوگا چاہے مسلم فیہ کی جنس کے عوض یا دوسری جنس کے عوض فروخت کرے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ مطلقاً بیع کی صورت مین ایسے خسارہ سے فروخت کرے جتنا خسارہ اندازہ کرنے مین لوگ برداشت کر جاتے ہین اور نہ اودھار فروخت کر سکتا ہے اور نہ سوائے درم و دینار کے دوسری جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہے لیکن صاحبین رح نے بیع سلم کی صورت مین جنس مسلم فیہ کے عوض بیچنا جائز رکھا ہے۔ اور اگر راہن نے اسکو اودھار بیچنے سے منع کیا پس اگر رہن کے وقت منع کیا ہو تو اسکو اودھار بیچنے کا اختیار نہوگا اور اگر عقد رہن کے بعد منع کیا ہو تو منع کرنا صحیح نہوگا یہ بدائع مین ہے اور اگر عادل نے اودھار بیچا تو اصل مین فرمایا کہ جائز ہے اور اسمین کوئی تفصیل اور کچھ اختلاف ذکر نہین کیا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت مین ہے کہ اسنے اتنی مدت کے اودھار پر فروخت کیا جو لوگون مین معہود ہوا ور نہ اگر غیر معہود میعاد پر مثلاً دس برس کے اودھار پر یا اسکے مثل کسی مدت کے اودھار پر فروخت کیا تو صاحبین رح کے نزدیک جائز نہونا چاہیے اور قاضی امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ اگر راہن کیطرف سے کوئی ایسا امر مقدم ہو چکا ہو جو اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ نقد فروخت کرے مثلاً راہن نے اس سے کہا ہو کہ مرتہن مجھے تنگ کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے پس تو اسکو فروخت کر دے تاکہ مین اس سے نجات پاؤن پھر عادل نے اسکو اودھار فروخت کیا تو جائز نہین ہے بمنزلہ ایسی صورت کے کہ کہا کہ میرا غلام فروخت کر دے کہ مجھے نفقہ کی ضرورت ہے اور اگر مال مرہون مرتہن کے قبضہ مین ہو اور درمیان کوئی عادل نہو اور راہن نے مرتہن کو اسکو فروخت کرکے اپنا قرضہ وصول کر لینے کا اختیار دیدیا پس اسنے اودھار فروخت کیا تو بیع جائز ہے چاہے نقد فروخت کرے یا اودھار یہ محیط مین ہے اگر عقد رہن مین مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو یہ اختیار دیا گیا ہو کہ اسکو فروخت کرکے اسکے ثمن سے قرضہ ادا کرے پس عادل نے اسکو بعوض درمون کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا یا اسکے برعکس یعنی قرضہ درم تھا اور عادل نے دینارون کے عوض اسکو فروخت کیا تو عادل کو اختیار ہوگا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور بیع صرف کے بدل کرلے اسیطرح اگر اسنے درمون کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گیہون تھے تو اسکو اختیار ہوگا کہ درمون کے عوض گیہون خرید کرکے قرضہ ادا کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ مین نے (لوٹنے)

درم کو فروخت کیا ہے اور قرضہ سو درم ہے پھر مرتہن نے اسکا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائیگا پس اگر اُسنے اقرار کیا کہ عادل نے
فروخت کیا ہے مگر نوے سے زیادہ درمون کے عوض فروخت کرنے کا دعوے کیا تو مقدار ثمن میں عادل و مرتہن کا قول قبول
ہوگا اور راہن مدعی کے گواہ آویں اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نکیا اور کہا کہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہوگیا ہے پس اگر اسکی قیمت
قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا اور اگر راہن نے بیع کا اقرار کیا مگر کہا کہ عادل نے اسکو سو درم کے عوض بیچا
ہے اور عادل نے کہا کہ میں نے نوے درم کو بیچا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تو نے اسکو اسی درم کو بیچا ہے حالانکہ بائع و مشتری کا باہمی
قبضہ ہو چکا ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا اور وہ راہن سے بیس درم لے لیگا اور گواہون میں سے گواہ راہن کے قبول ہونگے
اور اگر عادل نے اس امر کے گواہ دیے کہ میں نے مرہون بعوض نوے درم کے فروخت کر کے ثمن مرتہن کو دیدیا ہے اور راہن نے
کہا کہ تو نے اسکو فروخت نہیں کیا ہے اور گواہ دیے کہ عادل نے اسکو فروخت نہیں کیا ہے اور وہ عادل کے پاس فروخت کرنے سے
پہلے تلف ہوگیا ہے تو اس امر پر راہن کے گواہ مقبول ہونگے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عادل اس شرط سے مرہون کی بیع پر مختار
کیا گیا ہو کہ جب فلان وقت آوے تو عادل اسکو بیع کرے پھر مرتہن نے دعوی کیا کہ میعاد ماہ رمضان تک تھی اور ماہ رمضان
آگیا ہے اور راہن نے کہا کہ میعاد کا مہینہ ماہ شوال تھا تو عادل کو بیع کا اختیار دینے کے وقت کے باب میں راہن کا قول قبول
ہوگا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ میعاد ادائے قرضہ مرتہن کیطرف سے
مقرر ہوئی ہے پس اسکے باب میں مرتہن کا قول قبول ہوگا اور مرہون فروخت کرنے کے اختیار کا وقت عادل کو راہن
کی طرف سے تھا پس اسکے وقت کے باب میں راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ میعاد
ایک مہینہ ہوا اور اُسکے گذرنے میں اختلاف کیا تو راہن کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر راہن غائب ہوگیا اور مال مرہون
ایک عادل کے پاس ہے اور مرتہن نے اس سے کہا کہ مجھے راہن نے اسکے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے
کہا کہ مجھے اسکی بیع کا علم نہیں دیا ہے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میں اس دعوی پر مرتہن کے گواہ قبول نکرونگا یہ ظہیریہ میں ہے
اور اگر راہن یا مرتہن کی عقل جاتی رہی اور اچھے ہونے سے مایوسی ہوگئی تو عادل اپنی وکالت پر باقی رہیگا یہ مبسوط میں
ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ اگر عادل کو ایسا جنون ہوگیا کہ اُسکے افاقہ کی امید نہ رہی تو اسکا فروخت کرنا صحیح نہوگا خواہ
وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور چاہیے یہ تھا کہ اگر وہ خرید فروخت کی سمجھ رکھتا ہو تو اسکی بیع صحیح ہو اسواسطے کہ اگر
راہن اسکو ایسی حالت میں بیع کے واسطے وکیل کرتا اور وہ بیع کرتا تو بیع جائز ہوتی لیکن اُسپر بیع کا عہدہ لازم نہ آتا یہ حکم کتاب الوکالۃ
میں صحیح بیان فرمایا ہے پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم کتاب الوکالۃ میں مذکور ہے اسپر قیاس کر کے ایسی حالت میں عادل
کی بیع بھی صحیح ہونی چاہیے اور اسی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میل کیا ہے اور بعضے مشائخ نے فرق کیا ہے اور اسیطرف شیخ الاسلام
نے میل کیا ہے۔ کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ جب اُسنے عادل کو صحیح العقل ہونے کی حالت میں وکیل کیا تو اُسکی
راے کامل ہی کے ساتھ بیع کرنے پر راضی ہوا ہے اور ایسی راے کامل اُسکے مجنون ہونے کیوجہ سے معدوم ہوگئی ہے اور جب
اُسنے حالت جنون ہی میں اُسکو وکیل کیا ہے تو اُسکی ایسی ہی راے پر راضی ہوا ہے پس جب اُسنے بیع کی تو اُسکے حکم کا ذمہ دار ہوا یہ
مبسوط میں ہے اور املاء میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر عادل درمیانی مرگیا حالانکہ وہ بیع مرہون کا وکیل تھا اور اُسنے
کسی کو اُسکی بیع کے واسطے وصیت کردی تو وصی کی بیع جائز نہوگی الا اُسصورت میں کہ راہن نے اس سے اصل وکالت میں
یون کہا ہو کہ میں نے تجھے بیع مرہون کا وکیل کیا اور تجھے اجازت دیدی کہ جو فعل تو چاہے اسکی بابت کرے تو ایسی صورت میں

وصی کی بیع جائز ہوگی مگر اسکے وصی کو یہ اختیار نہوگا کہ کسی سبب سے شخص کو اُسکے فروخت کے واسطے وصی کرے اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ عادل کا وصی بیع کے حق مین اُسکا قائم مقام ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر عادل کے وارث نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز ہوگی یہ مبسوط مین ہو اور اگر راہن و مرتہن نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مال مرہون دوسرے عادل کے پاس رکھا جاوے یا مرتہن کے قبضہ مین رکھا جاوے حالانکہ عادل اول مر گیا ہو تو یہ جائز ہو اسواسطے کہ حق انھین دونون کا ہو اور اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہوگا چاہے دوسرے عادل کے پاس یا مرتہن کے پاس رکھدے اور اگر قاضی کو معلوم ہو گیا کہ جو شخص مرتہن ہو وہ عدالت مین مثل عادل کے ہو تو اُسکے قبضہ مین دیدیگا اگرچہ راہن اسکو مکروہ جانے اور اگر قاضی نے چاہا کہ مال مرہون کو راہن کے قبضہ مین رکھے تو بعض روایات مین ہو کہ قاضی کو ایسا اختیار ہو اور بعض مین ہو کہ نہین یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر عادل اول مر گیا اور مال مرہون دوسرے عادل کے پاس خواہ برضامندی راہن و مرتہن رکھا گیا یا دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے دوسرے عادل کے پاس رکھدیا تو دوسرے عادل کو یہ اختیار نہین ہو کہ اُسکو فروخت کرے اگرچہ عادل اول کو یہ اختیار دیا گیا ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر درمیانی عادل دو شخص ہون اور مال مرہون ایسی چیز ہو کہ قابل تقسیم نہین ہو اور دونون نے اسکو ایک کے پاس رکھا تو جائز ہو اور دونون ضامن نہونگے اور اگر وہ قابل قسمت ہو تو قبضہ مین رکھنے والا بالاجماع ضامن نہوگا اور دوسرے کے قبضہ مین دینے والا امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور صاحبین نے اسمین خلاف کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو اور مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار نہوگا ہر درحالیکہ رستہ خوفناک ہو اور اگر رستہ بےخوف ہو پس اگر یہ قید پائی جاوے کہ مرہون شہر ہی مین رہے تو اسکو ساتھ لیکر سفر کا اختیار نہوگا اور اگر شہر ہی مین رکھنے کی قید نہ پائی جاوے تو اُسکو لیکر سفر کرسکتا ہو اور غیر روایۃ اصول مین مذکور ہو کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق جب رستہ بےخوف ہو تو ہر صورت مین اسکو لیکر سفر کرسکتا ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ نہین ہو تو لیکر سفر کرسکتا ہو اور امام محمد رح کے قول کے موافق اگر ایسا سفر ہو جسمین اُسکو ساتھ نہ لیجانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو ہر حال مین ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور عادل نے مال (مرہون مثلاً غلام) فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو ادا کر دیا پھر اُس غلام مین کوئی عیب پایا گیا تو اُسمین خصم یہی عادل ہوگا پس اگر گواہون کی گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس دیا گیا تو وہ اُسکے ثمن کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ وہی ثمن کا لینے والا ہو پھر اُسکو مرتہن سے واپس لیگا اور مال مرہون بدستور سابق رہن رہیگا کہ عادل اُسکو فروخت کرسکیگا اور اگر عیب پر گواہ قائم نہوے مگر عادل نے اُسکا اقرار کر لیا حالانکہ وہ عیب ایسا تھا کہ اُسکے مثل پیدا نہین ہو سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نہ کیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا پس قاضی نے بسبب انکار کے اُسکو واپس دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہو اور اگر اُسنے عیب کا اقرار کر لیا تو یہ غلام خاص اُسی کے ذمہ پڑیگا اور اگر مشتری نے اُس سے اقالہ کر لیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب کے خواہ وہ عیب ایسا ہو کہ مثل اُسکے پیدا نہو سکتا ہو یا ہو سکتا ہو عادل مذکور کو واپس کر دیا تو خاص اسی عادل کے ذمہ لازم ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیا پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا یا بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لیگا پھر عادل کو اختیار ہو چاہے مرتہن

سے واپس لے اور مرتہن کا قرضہ بدستور سابق راہن پر عود کریگا یا جاے تو راہن سے واپس لے اور اگر عادل نے مرہون
کو فروخت کرکے اسکا ثمن مرتہن کو دیدیا یہانتک کہ غلام استحقاق میں لیا گیا یا بحکم قاضی بسبب عیب کے اسکو واپس دیا
گیا تو عادل اسکا ثمن مرتہن سے نہیں لے سکتا ہے یہ اسوقت ہے کہ بیع کا اختیار دینا عقد رہن میں مشروط ہوا اور اگر
بیع پر مختار کرنا عقد رہن کے بعد ہوا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عادل ایسی صورت میں وکیل راہن ہوگا اور عہدہ بیع
جو امر اسکے ذمہ لاحق ہوا اسکو راہن سے واپس لیگا خواہ اسنے ثمن مرہون مرتہن کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر صورت اولی
میں عادل نے کہا کہ میں نے فروخت کرکے ثمن وصول کرکے مرتہن کو دیدیا ہے اور مرتہن نے اسکا انکار کیا تو عادل
کا قول قبول ہوگا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا پھر ثمن
وصول کرنے سے پہلے اسکو مشتری کو ہبہ کردیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ جائز ہے اور عادل اسقدر ثمن کا
ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ بمنزلہ وکیل بیع کے ہے کہ جب اسنے مشتری کو ثمن سے بری
کردیا اور اگر عادل نے کہا کہ میں نے ثمن وصول کیا تھا وہ میرے پاس تلف ہوگیا ہے تو اسکے قول کی تصدیق
کیجائیگی اور یہ مرتہن کا مال گیا اور اگر اسنے کہا کہ میں نے ثمن مرتہن کو دیدیا ہے تو قسم سے اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی
اور ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ عادل مذکور کے اقرار سے مرتہن کو ثمن وصول ہونا ثابت ہوجاتا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مرتہن کا
حق ساقط ہوجائیگا اور اگر ثمن پر قبضہ کرلیا پھر کل یا بعض مشتری کو ہبہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ میں نے ثمن میں سے
اسقدر اسکے ذمہ سے گھٹا دیا تو یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے پس اسپر واجب ہوگا کہ یہی قدر مشتری کو اپنے
مال سے تاوان دے اور جو کچھ وصول کیا تھا وہ سب مرتہن کو مسلم دیا ہوا رہیگا اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے
ہے کہ جب اسنے وصول کیے ہوئے ثمن کو ہبہ کیا ہو اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کرکے اسکے ثمن پر قبضہ کرلیا اور ثمن مقبوضہ
اسکے پاس تلف ہوگیا پھر مبیع اسکے پاس بسبب عیب کے واپس کردیگئی اور اسکے پاس مرگئی یا استحقاق میں لے لیگئی
یا اسکے پاس باقی رہی اور عادل مذکور سے ثمن کا مواخذہ کیا گیا یہانتک کہ اسنے ادا کردیا تو ان سب صورتوں میں اسکو
اختیار ہوگا کہ راہن سے واپس لے اور اسکو مرتہن سے واپس لینے کا اختیار نہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مرہون کا نرخ
گھٹ گیا پھر عادل نے اسکو فروخت کیا تو ثمن کا اعتبار ہے اور جسقدر نرخ کے کم ہونے سے مقدار میں کمی آئی ہے اسقدر
قرضہ میں سے ساقط نہوگا بخلاف اسکے اگر نرخ گھٹنے کے بعد مرہون تلف ہوگیا تو روز رہن کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اگر
راہن نے کہا کہ مرہون نرخ گھٹنے کے بعد بیع سے پہلے تلف ہوگیا ہے تو اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور مرتہن یا عادل
کے گواہ کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہے مقبول ہونگے اور اگر نرخ گھٹنے کے بعد راہن نے اسکو قتل کرڈالا تو اسکی قیمت کا ضامن ہوگا
اور جسقدر نرخ کی گھٹی سے کمی آئی ہے اسقدر قرضہ میں سے ساقط ہوجائیگا اور اگر عادل نے اسکو دو ہزار کو فروخت کیا اور
اسکی قیمت ایک ہزار ہے اور قرضہ بھی ایک ہزار ہے پھر ایک ہزار یا پانسو درم تلف ہوگئے تو نصف قرضہ ساقط ہوجائیگا اور اگر رہن
کے دن اسکی قیمت دو ہزار درم ہوں اور تین ہزار درم کو فروخت ہوا پھر دو ہزار درم تلف ہوگئے تو باقی راہن و مرتہن کے
درمیان نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ تاتارخانیہ میں غیاثیہ سے منقول ہے اور اگر عادل نے مرہون کسی اجنبی کو بلا ضرورت
ودیعت دیا تو وہ ضامن ہوگا اور اسیطرح اگر مرتہن قابض نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور عادل کو اختیار ہے
کہ مرہون ایسے شخص کو دیدے جو اسکے عیال میں ہے جیسے جورو و خادم و فرزند و اسکے نوکر جو اسکے مال میں متصرف

ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہی اور مرتہن کو اختیار ہی کہ راہن سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرے اور قرضہ کے واسطے
مرہون کو روک سکے پس اگر حاکم سے نالش کی تو حاکم راہن پر قرضہ دینا واجب کریگا پھر اگر اُسنے انکار کیا تو اُسکو قرضہ کیواسطے
قید کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ہو تو اُسپر یہ واجب نہین ہی کہ راہن کو اُسکے فروخت کرنے کا اختیار دیدے تاکہ
اُسکے ثمن سے قرضہ ادا کرے اور اگر راہن نے اُسکا بعض قرضہ ادا کردیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ
کے واسطے روک رکھے پھر جب راہن نے اُسکا قرضہ ادا کردیا تو اُسکو حکم دیا جائیگا کہ راہن کا مال مرہون راہن کو دیدے
یہ سراج الوہاج مین ہی۔ ایک شخص نے قرضہ کے عوض ایک باندی رہن کی اور ایک عادل کے قبضہ مین دی اور حکم کیا کہ اُسکو
فروخت کرے پس عادل نے اُسکو فروخت کرکے اُسکے ثمن سے مرتہن کا قرضہ دیدیا پھر وہ باندی مرہونہ استحقاق مین لے
لیگئی تو یہان دو صورتین ہین یا تو وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہوگی یا تلف ہوگئی ہوگی پس اگر وہ موجود ہو اور مستحق نے مشتری
سے اُسکو لے لیا ہو تو مشتری کا ثمن عادل پر ہوگا پھر عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے اُسکی قیمت لے یا مرتہن سے اسقدر
ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہی واپس لے پھر اگر اُسنے مرتہن سے ثمن لے لیا تو مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر مال مرہون
تلف ہوگیا ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری سے تاوان لے یا عادل سے تاوان
لے اور اُسکو مرتہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہین ہی الا اُس صورت مین کہ مرتہن نے بیع کی اجازت دیکر ثمن لیا ہو تو ایسی
صورت مین اُسکو مرتہن سے تاوان لینے کا بھی اختیار ہوگا پس اگر اُسنے راہن سے ضمان لینا اختیار کیا تو رہن تمام ہوگیا اور
اگر اُسنے مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہوجائیگی اور مشتری اپنا ثمن عادل سے واپس لیگا۔ اور اگر اُسنے عادل سے تاوان
لیا ہی تو عادل کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے وہ ثمن جو اُسنے مرتہن کو دیا ہو واپس کرے یہ تاتارخانیہ مین ہی اور
فرمایا کہ اگر عادل درمیانی غلام محجور ہو پس اگر راہن و مرتہن نے مال مرہون اُسکے پاس اُسکے مولی کی اجازت سے رکھا تو جائز ہی
اور اگر بدون اُسکے مولی کی اجازت کے اُسکے پاس رکھا تو بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین بیع کا عہدہ اُسکے ذمہ نہوگا اسواسطے
کہ اس سے مولی کو ضرر پہونچیگا کہ اُسکی مالیت اُسمین ڈوبجائیگی بلکہ عہدہ بیع اُسی شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بیع کا مختار کیا ہی اسیطرح اگر
آزاد لڑکے کو جو عقد کو سمجھتا ہی عادل قرار دیا تو اُسکا اور غلام محجور کا حکم یکسان ہی پس اگر طفل مذکور کے باپ نے اُسکو اجازت دیدی ہو
تو اُسکی بیع کا عہدہ اُسپر ہوگا اور عہدہ سے جو تاوان اُسپر لازم آویگا اُسکو بیع پر مختار کرنیوالے سے وصول لیگا اور اگر اُسکے باپ نے اجازت
نہ دی ہو اور مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق مین لیلیگئی تو مشتری اپنا ثمن مرتہن سے واپس لیگا جسنے مال پر قبضہ کیا ہی اسواسطے
کہ جب ثمن اُسی کو دیا گیا تو اس عقد سے اُسی کو انتفاع حاصل ہوا ہی اور جب مشتری نے اُس سے واپس لیا تو وہ اپنے قرضہ کا مال راہن سے
واپس لیگا اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن واپس لے اسواسطے کہ بائع اُسی کیطرف سے مامور تھا اور اُسکا بیع کرنا اور ثمن وصول
کرنا اُسی کے واسطے ہوا تھا یہ مبسوط مین ہی۔ باب اس امر کا بیان کہ کون شخص رہن مین عادل ہونے کے لائق ہوتا ہی اور کون نہین
ہوتا ہی۔ تو واضح ہو کہ اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اُسکا مولے عادل ہونے کے لائق نہوگا حتے کہ اگر غلام ماذون
نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ مال مرہون اُسکے مولے کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن جائز نہوگا خواہ اس غلام پر قرضہ ہو یا
نہو اور اگر مولے نے کچھ مال رہن کیا تو اسکا غلام درمیانی عادل ہوسکتا ہی حتے کہ اگر کسی شخص نے کچھ مال رہن کیا بدین شرط کہ مال
مرہون اُسکے غلام ماذون کے قبضہ مین رکھا جاوے تو رہن صحیح ہی اور اگر کسی شخص کے مکاتب نے مال رہن دیا تو اُسکا مولے
عادل ہوسکتا ہی اور مکاتب بھی اپنے مولے کے رہن کرنے مین عادل ہوسکتا ہی اور اگر کفیل نے کچھ مال رہن کیا تو اُسکا مکفول

عنہ عادل نہیں ہوسکتا ہی اور اسیطرح مکفول عنہ کے رہن کرنے مین کفیل عادل نہیں ہوسکتا ہی اور رجن دونون مین شرکت مفاوضہ ہو انہین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو قرضہ تجارت کے عوض ہی عادل نہین ہوسکتا ہی اسیطرح جن دونون مین شرکت عنان ہو انہین سے کوئی دوسرے کے رہن مین جو بعوض قرضہ تجارت ہو عادل نہین ہوسکتا ہی اور اگر رہن قرضہ تجارت کے سواے دوسرے قرضہ کے عوض ہو تو دونون قسم کے شریکون مین ہر ایک عادل ہوسکتا ہی اسواسطے کہ سواے قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ مین ہر ایک دوسرے کے حق مین اجنبی ہی پس اسکا قبضہ مثل اسکے شریک کے قبضہ کے نہوگا۔ اور مضارب کے رہن کرنے مین رب المال اور رب المال کے رہن مین مضارب عادل نہین ہوسکتا ہی اور اگر باپ نے اپنے فرزند نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض رہن دیا تو باپ عادل نہین ہوسکتا ہی پس اگر باپ نے لپنے نابالغ کے واسطے کوئی چیز خریدی اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط سے رہن دی کہ وہ میرے پاس رکھی جاوے تو خرید جائز ہی اور رہن باطل ہی۔ اور رہن کے واسطے راہن خود عادل ہوسکتا ہی یا نہین سو اگر مرتہن نے اُسکے پاس سے مرہون لیکے قبضہ مین نہ لیا ہو تو صحیح نہین ہی حتے کہ اگر عقد رہن مین یہ شرط لگائی ہو کہ راہن کے قبضہ مین رہے تو عقد فاسد ہوگا اور اگر مرتہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر اُسکو راہن کے قبضہ مین رکھدیا ہو تو راہن کی بیع جائز ہوگی یہ بدائع مین ہی۔ اگر عادل درمیانی نابالغ لایعقل ہو اور مرہون اُسکے قبضہ مین رکھا گیا تو جائز نہین ہی اور رہن نہوگا اور اگر اُس طفل لایعقل نے بالغ عاقل ہو کر مرہون کو فروخت کیا تو بیع جائز ہوگی جبکہ راہن نے اُسکو بیع کرنے کا مختار کر دیا ہو اور امام خصاف رح نے ذکر فرمایا کہ یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اور امام اعظم رح کے نزدیک بالغ ہونے کے بعد اُسکی بیع جائز نہین ہی۔ اور اگر درمیانی عادل کوئی ذمی یا حربی مستامن ہو اور راہن و مرتہن دونون مسلمان ہون یا دونون ذمی ہون تو یہ جائز ہی اسواسطے کہ حربی مستامن معاملات مین بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہی اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کی اہلیت رکھتا ہی اور وہ اسبات کی اہلیت رکھتا ہی کہ مالک کے مختار کرنے سے اُسکی بیع نافذ ہو جاوے جیسے اُسکی ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہی پھر اگر وہ حربی اپنے دار الحرب مین چلا گیا تو جبتک وہ دار الحرب مین موجود ہی تب تک اُسکو اس مرہون کے فروخت کا اختیار نہین ہی پھر جب واپس آوے تو اپنی وکالت بیع پر ہوگا اور اگر دار الحرب مین جو حربی واپس گیا ہی وہ راہن ہو یا مرتہن ہو اور عادل ایک شخص ذمی ہو یا حربی ہو مگر وہ امان کے ساتھ دار الاسلام مین مقیم ہی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ مرہون کو فروخت کر دے یہ مبسوط مین ہی

تیسرا باب مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان مین۔ اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضہ مین تلف ہو گیا تو دیکھا جائیگا کہ قرضہ کسقدر ہی اور مال مرہون کی قبضہ کے روز کیا قیمت تھی پس اگر دونون برابر ہون تو اُسکے تلف ہو جانے پر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر زیادتی ہی اُسکے حق مین وہ امین قرار دیا جائیگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت کے ساقط ہو جائیگا اور جسقدر قرضہ باقی رہا اُسکو مرتہن راہن سے لے لیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر دس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا قرضہ ساقط ہو گیا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درم ہون تو مرتہن پانچ درم راہن سے لے لیگا اور اگر اُسکی قیمت پندرہ درم ہون تو قرضہ ساقط ہو کر جسقدر زیادہ تلف ہوا ہی وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا ہی یہ کافی مین ہی۔ اور یہ حکم رہن صحیح کا ہی اور رہن فاسد مین بھی یہی حکم ہی مگر کرخی رح نے ذکر کیا کہ رہن فاسد مین مرہون مقبوض مضمون نہین ہوتا ہی اور اول قول اصح ہی اور رہن باطل مین جو مرہون مقبوض ہو وہ بالکل مضمون نہین ہوتا ہی اسکو

امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے اور رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہو جیسے بیع باطل اور رہن فاسد وہ ہے جو بصفت فساد منعقد ہو جیسے بیع فاسد اور انعقاد رہن کی شرط یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جسکے عوض رہن کیا ہے مضمون ہو لیکن بعضے شرائط جواز نپائے جانے کے وقت رہن کا انعقاد بسبب شرائط انعقاد پائے جانے کے ہو جائیگا لیکن بسبب فقدان بعضے شرائط جواز کے بصفت فساد انعقاد ہوگا اور جس صورت میں کہ مرہون مال نہو یا جسکے عوض رہن ہے وہ مضمون نہو تو جڑ سے رہن کا انعقاد نہوگا پس اسی قیاس پر تخریج مسائل ہے اور یہ بیان ہلاک مرہون کا ہوا اور اگر مرہون میں فقط نقصان آگیا پس اگر عین مرہون میں نقصان آگیا ہو تو اسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر از راہ نرخ نقصان آیا ہو تو ہمارے علمائے ثلثہ رح کے نزدیک قرضہ میں سے کچھ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر راہن بدون ادائے قرضہ و ایفا کے قرضہ سے بری ہو گیا بطور ابراء کے یا بطور ہبہ کے پھر مال مرہون مرتہن کے پاس بدون اسکے کہ وہ راہن کو دینے سے روکے تلف ہو گیا تو قیاساً اس طرح تلف ہوا کہ مرتہن اسکا ضامن ہوگا اور استحساناً امانت میں تلف ہوا اور اسی کو ہمارے علماء نے اختیار کیا ہے اور اگر راہن ایفاء قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرتہن کے پاس مال مرہون تلف ہو گیا تو اس طرح تلف ہوا کہ اسکا تاوان مرتہن پر واجب ہے حتے کہ مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اسنے بھر پایا ہے وہ راہن کو واپس کر دے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا اور اسکے ثمن کے عوض رہن دیا اور وہ بائع کے پاس تلف ہو گیا پھر مبیع آزاد نکلا یا کسی نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو مرتہن ضامن ہوگا یہ سراجیہ میں ہے ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہیں اور انکے عوض قرضخواہ کے پاس ایک مال رہن ہے پھر تیسرے شخص نے راہن پر جو قرضہ ہے تطوعاً ادا کر دیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور مطلوب یعنی راہن کو اختیار ہے کہ اپنا مال مرہون واپس لے پس اگر اسنے واپس نہ لیا یہانتک کہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ احسان کے طور پر ادا کرنے والے کو جو کچھ اس سے لیا ہے واپس کر دے اور جو کچھ اس سے لیا تھا وہ واپس ہو کر احسان کرنے والے کے پاس آویگا متطوع علیہ یعنی راہن کو نملیگا یہ ظہیریہ میں ہے اگر راہن نے مرتہن کو اسکے مال کا کسی شخص پر حوالہ کر دیا یعنی اُتار دیا پھر اسکے بعد مال مرہون تلف ہوا تو قیاساً و استحساناً قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور کتاب الاصل میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اُتار دینے کے بعد اگر راہن نے مال مرہون لینا چاہا تو اسکو ایسا اختیار ہے یا نہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الزیادات میں دو جگہ مذکور ہے ایک جگہ فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور دوسری جگہ فرمایا کہ یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ راہن کے ذمہ کچھ قرضہ نہ تھا اور یہ اتفاق مرہون کے تلف ہو جانے کے بعد واقع ہوا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ راہن کو ہزار درم واپس دے اور اگر رہن تلف ہونے سے پہلے دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ راہن پر کچھ نہ تھا پھر مال مرہون تلف ہو گیا پس آیا وہ مضمون تلف ہوا یا امانت میں تلف ہوا ہے تو شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رح نے جامع میں صریح بیان فرمایا ہے کہ وہ امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے مرتہن کو ایک مال معین رہن دیا پھر بجائے اسکے دوسرا مال معین رہن دیا اور مرتہن نے اسکو لے لیا تو جائز ہے لیکن جبتک مال اول کو واپس نہ دے تب تک مال مرہون وہی اول ہوگا اور بعد واپس کر دینے کے دوسرا مال رہن ہو جائیگا پھر مرتہن کو اختیار ہے کہ جب تک اپنا پورا قرضہ وصول نہ کر لے تب تک رہن کو روک رکھے اگرچہ ایک درم رہا ہو اور اگر اسنے بعض قرضہ ادا کیا ہو اور کچھ باقی ہو پھر مرتہن کے

پاس مال مرہون تلف ہو گیا تو وہ قرضہ سے جسقدر زیادہ ہو واپس لیگا یہ جامع مضمرات میں ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کا غلام
رہن دیا پھر ایک باندی لایا اور کہا کہ اسکو لے لے اور غلام مجھے واپس دیدے تو یہ جائز ہے اور جبتک غلام کو واپس نہ دے
تب تک اسکی ضمان ساقط نہ ہوگی اور جبتک اول کو واپس نہ کرے تب تک دوسرا مال مرہون اسکے پاس امانت میں رہیگا
پھر جب اول کو واپس دیا تو دوسرا اسکے پاس ضمان میں ہو جائیگا پس اگر مال اول کی قیمت پانچ سو درم ہوں اور دوسرے
کی قیمت ہزار درم ہوں اور قرضہ بھی ہزار درم ہو پھر مرہون تلف ہوا تو بعوض ہزار درم کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا
اور اگر دوسرے کی قیمت پانچ سو درم اور اول کی قیمت ہزار درم ہو اور دوم اسکے پاس تلف ہوا تو پانچ سو درم کے عوض
تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ ایک شخص نے گیہوں رہن دیے پھر کہا کہ بجائے گیہوں کے جو لے لے
اور مرتہن نے لے لیے اور آدھے گیہوں واپس دیے پھر تمام جو اور باقی آدھے گیہوں تلف ہو گئے تو باقی گیہوں بعوض
نصف قرضہ کے تلف شدہ ہونگے اور جو کا ضامن ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی ہزار درم
کے عوض رہن دی اور وہ مرتہن کے پاس مر گئی تو قرضہ بطریق استیفاء کے ساقط ہو گیا اسی طرح بیع سلم میں مسلم فیہ کے
عوض جو مال رہن ہوا اور وہ تلف ہو جاوے تو سلم باطل نہ ہو جائیگی یہ فتاوی قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے شخص سے قرضہ کے برابر قیمت کا کپڑا رہن لیکر قبضہ کر لیا پھر کسی نے اسکو استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو صاحب استحقاق کو
مرتہن سے لے لیگا اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لیگا اور اگر وہ کپڑا مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو صاحب استحقاق
کو اختیار ہوگا چاہے جس سے ضمان لے کیونکہ استحقاق ثابت ہونے سے ظاہر ہو گیا کہ راہن غاصب تھا اور مرتہن
غاصب الغاصب تھا پس اگر اسنے راہن سے تاوان لیا تو رہن کا تلف ہونا بعوض اس قرضہ کے ہوگا جسکے عوض رہن تھا
اور اگر اسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن راہن سے قیمت مذکورہ واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس لیگا اور اگر رہن میں غلام
ہو اور وہ بھاگ گیا اور صاحب استحقاق نے مرتہن سے اسکی قیمت تاوان لی اور مرتہن نے مقدار قیمت راہن سے واپس
لی اور قرضہ لے لیا پھر اسکے بعد غلام مذکور ظاہر ہوا تو وہ راہن کا ہوگا اور اب رہن نہ ہوگا اسواسطے کہ تاوان کا استقرار
راہن پر ہو چکا ہے اور اگر رہن میں باندی ہو اور وہ مرتہن کے پاس بچہ جنی پھر وہ اور اسکا بچہ دونوں مر گئے پھر کسی شخص نے اپنا
اپنا استحقاق ثابت کیا تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ باندی کی قیمت کا ضمان چاہے راہن سے لے یا مرتہن سے لے
اور اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دونوں میں سے کسی سے اسکے اولاد کی قیمت تاوان لے یہ مبسوط میں ہے اگر کسی شخص نے دوسرے
سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اسکو اسقدر قرضہ دیگا پھر قبل قرضہ دینے کے مال مذکور اسکے پاس تلف ہو گیا تو جسقدر
مقدار قرضہ بیان کی ہے اور جسقدر اسکی قیمت تھی ان دونوں میں سے کم مقدار کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ
اسنے بسوم رہن قبضہ کیا ہے دلیل مثل ایسے مقبوضہ کے جو خریدنے کے واسطے قبضہ میں لیا جاتا ہے مقبوض مضمون ہوگا یہ سراج
الوہاج میں ہے۔ راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون دلال کو دیدے تاکہ وہ فروخت کرے اور تو اسکے ثمن سے اپنے دراہم
لے لے پس مرتہن نے دلال کو دیدیا اور اسکے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور اگر تین
آدمیوں نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جسکا ان تینوں میں سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہے رہن کیا تو صحیح ہے اور اگر غلام مذکور
مر گیا تو غلام میں سے ہر ایک کا جسقدر حصہ آتا ہے اسی قدر اسکے قرضہ میں سے ساقط ہو جائیگا اور یہ سب باہم ایک دوسرے
سے رجوع کر لینگے حتی کہ اگر قرضخواہ کا ایک پر ایک ہزار پانچ درم قرضہ ہو اور دوسرے پر ہزار درم ہو اور تیسرے پر پانچ

سو درم ہو اور ان سبھون نے اپنے مشترک غلام کو جسمین انکی تین تہائی شرکت تھی اور اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی
رہن کیا پھر وہ تلف ہو گیا تو مرتہن ہر ایک سے دو تہائی قرضہ وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ مال مرہون
اپنی قیمت اور قرضہ سے کم مقدار کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت رہن کم ہے اسواسطے کہ قرضہ تین ہزار درم ہے اور
غلام کی قیمت دو ہزار درم ہے پس مرتہن قرضہ مین سے بقدر قیمت غلام کے بھر پانے والا قرار دیا گیا اور قیمت اُسکی
دو ہزار درم ہے اور تین ہزار مین سے دو ہزار اُسکا دو تہائی ہے پس ڈیڑھ ہزار کے قرضدار سے ہزار وصول
پانیوالا قرار دیا گیا اور ہزار درم والے سے چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶⅔) درم و دو تہائی درم بھر پانے والا اور پانچ سو درم والے
سے تین سو تینتیس (۳۳۳⅓) درم و ایک تہائی درم بھر پانے والا قرار دیا گیا اور ہر ایک قرضدار پر اُسکے قرض کا ایک تہائی حصہ
باقی رہا پھر ڈیڑھ ہزار درم کا قرضدار باقی دونوں قرضدارون مین سے ہر ایک کو تین سو تینتیس (۳۳۳⅓) درم و ایک تہائی
درم دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ مین سے ایک ہزار درم دینے والا قرار دیا گیا ہے جسمین سے ایک تہائی اُسی کا
حصہ ہے یعنی تین سو تینتیس (۳۳۳⅓) درم و تہائی درم اُسکا حصہ ہے اور ایک تہائی یعنے اسی قدر ہزار درم والے قرضدار کا اور اسیقدر
ایک تہائی پانچ سو درم والے قرضدار کا ہے پس جسقدر اُسنے اِن دونوں کے حصہ سے اپنا قرضہ دیا ہے اُسقدر کا ان دونوں کے
واسطے ضامن ہوگا اور جس قرضدار پر ہزار درم تھے وہ اپنے دونوں شریکون مین سے ہر ایک کو دو سو بائیس (۲۲۲⅔) درم و
دو نواں حصہ درم ضمان دیگا اسواسطے کہ وہ اپنے قرضہ مین سے چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶⅔) درم و دو تہائی درم ادا کر نیوالا قرار دیا
گیا ہے جسمین سے ایک تہائی حصہ اُسکا ہے یعنی دو سو بائیس (۲۲۲⅔) و دو نواں حصہ درم اُسکا ہے اور ایک تہائی یعنی اسیقدر ڈیڑھ
ہزار درم والے کا حصہ ہے اور اسیقدر ایک تہائی پانچ سو درم والے کا حصہ ہے پس جسقدر اُن دونوں کے حصہ سے اُسنے
اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا اُن دونوں کے واسطے ضامن ہوگا اور جس پر پانچسو درم قرضہ ہے وہ اپنے قرضہ سے تین سو تینتیس
درم و تہائی درم کا ادا کرنے والا ہوا جسمین سے تہائی اُسکا حصہ ہے یعنی ایکسو گیارہ درم و نواں حصہ درم اُسکا ہے اور دوسرا
ایک تہائی ڈیڑھ ہزار والے قرضدار و ہی قدر ہزار درم والے قرضدار کا ہے پس ان دونون کے حصہ سے جسقدر اُسنے
اپنا قرضہ ادا کیا ہے اُسقدر کا ضامن ہوگا پھر چونکہ حق ایک ہی جنس کا ہے سو اسواسطے باہم مقاصہ واقع ہو جائیگا اگرچہ یہ لوگ
مقاصہ نکرین پس پانچ سو درم والے قرضدار کا ڈیڑھ ہزار درم والے پر تین سو تینتیس (۳۳۳⅓) درم و تہائی درم واجب ہوا ہے
اور اُسکا پانچ سو درم والے پر ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ درم واجب ہوا ہے پس اسقدر مقاصہ ہو کر پانچ سو درم
والا اُس سے باقی یعنی دو سو بائیس (۲۲۲⅔) و دو نواں حصہ درم واپس لیگا۔ اسیطرح پانچ سو درم والے کا ہزار درم والے قرضدار پر
دو سو بائیس (۲۲۲⅔) درم و دو نواں حصہ درم واجب ہوا ہے اور ہزار والے کا پانچ سو والے پر ایک سو گیارہ (۱۱۱⅑) درم و نواں حصہ درم واجب
ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر پانچ سو درم والا اُس سے ایکسو گیارہ (۱۱۱⅑) درم و نواں حصہ درم واپس لیگا اسی طرح ہزار درم والے کا
ڈیڑھ ہزار والے پر تین سو تینتیس (۳۳۳⅓) و تہائی درم واجب ہوا ہے اور اُسکا ہزار درم والے پر دو سو بائیس (۲۲۲⅔) درم و دو نواں حصہ درم واجب
ہوا ہے پس اسقدر کا مقاصہ ہو کر ہزار درم والا باقی یعنی ایک سو گیارہ درم و نواں حصہ واپس لیگا یہ کافی مین ہے اور بیع سلم مین
راس المال و مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور ثمن بیع الصرف کے عوض دینا صحیح ہے پس اگر بیع سلم مین راس المال کے عوض
رہن دیا اور مال مرہون اُسی مجلس مین تلف ہو گیا تو مرتہن یعنی مسلم الیہ راس المال کا وصول پانے والا قرار دیا جائیگا جبکہ مال مرہون
اسقدر مقدار کو وفا کرتا ہو اور بیع سلم بحالہ جائز رہیگی اور اگر مرہون کی قیمت اس سے زیادہ ہو تو بقدر زیادتی کے امانت مین تلف

شدہ قرار دیجائیگی اور اگر اُسکی قیمت راس المال سے کم ہو تو بقدر قیمت کے بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور مسلم الیہ رب السلم سے باقی واپس لیگا اور اگر مال مرہون اُسی مجلس مین تلف نہوا یہان تک کہ دونون جدا ہو گئے تو بیع سلم باطل ہو جائیگی اور مسلم الیہ پر واجب ہوگا کہ مال مرہون واپس کر دے اور اگر واپس کرنے سے پہلے اُسکے پاس تلف ہوا تو بعوض راس المال کے تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور بیع سلم منقلب ہو کر جائز نہو جائیگی اور اسی طرح بدل الصرف کے عوض اگر رہن لیا جاوے تو اُسمین بھی یہی حکم ہے اور اگر دونون کے افتراق و جدائی ہو جانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا پس اگر وہ وفاے ثمن کے واسطے کافی ہو تو ثمن بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور اگر کم ہو تو بقدر اُسکی قیمت کے مستوفی[۱] قرار دیا جائیگا اور اگر زیادہ ہو تو استیفا کے بعد جسقدر زیادتی رہے وہ امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر مرہون تلف ہونے سے پہلے دونون جدا ہو گئے اور بعد جدائی کے مال مرہون تلف ہوا تو بیع صرف باطل ہو گئی اور جسقدر کے عوض رہن تھا اسقدر واپس دینا واجب ہوگا اور باقی (اگر زیادہ قیمت ہو) امانت مین تلف شدہ قرار دیجائیگی اور اگر مسلم فیہ کے عوض رہن لیا ہو اور وہ مجلس ہی مین تلف ہو گیا تو رب السلم مسلم فیہ کا بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور زیادتی کے حق مین امین قرار دیا جائیگا یعنی امانت مین تلف ہوئی اور اگر اُسکی قیمت کم ہو تو جسقدر اُسکی قیمت ہو اُسکی مقدار بھر وصول پانے والا قرار دیا جائیگا اور باقی کو مسلم الیہ سے لے لیگا یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر بعد افتراق کے مال مرہون تلف ہوا تو جسقدر بمقدار مضمون تھی وہ اُسپر واجب ہو گی اور بیع سلم عود کر کے جائز نہو جائیگی یہ ینابیع مین ہے اور اگر دونون نے بیع سلم کو فسخ کر لیا حالانکہ مسلم فیہ کے عوض کچھ مال رہن تھا تو وہ راس المال کے عوض رہن ہو جائیگا حتے کہ رب السلم کو راس المال کے عوض اُسکے روک لینے کا اختیار ہوگا حالانکہ قیاس یہ ہے کہ راس المال کے عوض اُسکو نہ روک سکے اور اگر بعد باہمی فسخ کرنے کے مال مرہون تلف ہو گیا تو مسلم فیہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا راس المال کے عوض تلف شدہ قرار نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ درحقیقت وہ مسلم فیہ یعنی مثلاً اناج کے عوض وہ مرہون ہے اور اُسکا اثر راس المال کے حق مین فقط حبس و روک رکھنے مین ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ بدل اُسکا قائم مقام ہے پس جب مرہون تلف ہو تو اصل جسکے واسطے مرہون ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا جیسے کہ ایک شخص نے ایک غلام فروخت کر کے سپرد کیا اور ثمن کے عوض مال رہن لیا پھر دونون نے بیع کا اقالہ کر لیا تو بائع کو مبیع لینے تک اُس مرہون کے روک رکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر مال مرہون تلف ہو جاوے تو ثمن کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ کافی مین ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو پانچ سو درم بیع سلم مین کسی خاص مسلم اناج کے واسطے دیے اور اسقدر اناج کے عوض ایک غلام جسکی قیمت اسی قدر ہے رہن ہوا پھر اُس نے اپنے راس المال سے صلح کر لی تو قیاساً اُسکو غلام پر قبضہ کر لینے کا اختیار ہوا اور مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ مرہون کو راس المال کے واسطے روک رکھے مگر استحساناً رب السلم کو اختیار ہے کہ راس المال پورا وصول پانے تک غلام مرہون کو روک رکھے اور اگر مرتہن کے پاس وہ غلام بدون اسکے کہ مسلم الیہ کو دینے سے انکار کرے ہلاک ہو گیا تو مرتہن پر واجب ہوگا کہ جو طعام مسلم الیہ پر واجب تھا اُسکے مثل اناج مسلم الیہ کو دیکر اُس سے اپنا راس المال لے لے اسی طرح اگر راس المال سے صلح کر لینے کے بعد مسلم الیہ کو راس المال ہبہ کر دیا پھر غلام مرہون تلف ہو گیا تو رب السلم پر اُس اناج کے مثل اناج واجب ہوگا امام محمدؒ نے فرمایا کہ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی شخص نے ایک کر گیہون قرض دیے اور اُس سے ایک کپڑا جسکی قیمت اُن گیہون کی قیمت کے برابر ہے رہن لیا پھر جسقدر قرض کا کر آتا ہے اُسنے ذکر جو یا ہاتھون ہاتھ یعنی نقد دینے پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ کپڑے پر اپنا قبضہ کر لے یہان تک کہ جو کے دونون کر اُسکو دیدے اور اگر مال مرہون یعنی کپڑا

[۱] مستوفی یعنی اپنا حق بھر پانے والا قرار دیا جائیگا اور زیادتی کی حفاظت مین امانت ...
[۲] [illegible]

اُسکے پاس تلف ہو گیا تو اُسکا اناج باطل ہو جائیگا اور اُسکو جو لینے کی کوئی راہ نہو گی اور اگر درموں کے عوض اُسکے ہاتھ
کُر قفیز فروخت کر دیا اور ان درموں کے وصول کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ افتراق
از دین بدین پایا گیا اور قرضدار پر کُر قرض ویسا ہی باقی رہا اور کپڑا اسکے عوض رہن رہا بخلاف جَو کے کہ دو کُر جَو مال عین
ہیں پس یہاں افتراق از عین بدین ہے حتے کہ اگر جَو بھی غیر معین ہوں اور اُسپر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو یہاں
بھی بیع باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ افتراق از دین بدین ہو جائیگا ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور اس مقام پر چاہیے کہ بالکل
بیع صحیح نہو وے اسواسطے کہ غیر متعین جَو کہ بمقابلہ گیہوں کے قرار دیے گئے ہیں مبیع ہونگے اور ایسی چیز کی بیع کرنا جو آدمی کے
پاس نہو جائز نہیں ہے مبسوط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیے اور کہا کہ ان میں سے جو کپڑا تیرا جی چاہے اُن سو درم کے
عوض جو تیرے مجھپر آتے ہیں لے لے پس اُسنے دونوں کو لیا اور دونوں اُسکے پاس ضائع ہو گئے تو امام محمد رح سے
مروی ہے کہ فرمایا کہ قرضہ میں سے کچھ نجائیگا اور امام محمد رح نے اس صورت کو بمنزلہ اسکے قرار دیا کہ ایک شخص پر دوسرے
کے بیس درم آتے تھے اُسنے قرضخواہ کو سو درم دیے اور کہا کہ ان میں سے بیس درم لینے لے لے اُسنے ان سب پر قبضہ کر لیا اور
ہنوز اپنے بیس درم نہیں لیے تھے کہ سب اُسکے پاس سے ضائع ہو گئے تو قرضدار کا مال گیا اور قرضہ اُسپر بحالہ باقی رہیگا۔ اور
اگر اُسکو دو کپڑے دیے اور کہا کہ ان میں سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض میں رکھ لے پس اُسنے دونوں پر قبضہ کر لیا اور
دونوں کی قیمت برابر ہے تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر ایک میں سے نصف قیمت قرضہ میں جائیگی اگر قرضہ کے برابر
(اگر دونوں تلف ہو گئے ۱۲) (لیکے ۱۲)
ہو وسے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے ایک شخص نے پانچ دینار کا کپڑا العوض پانچ دینار قرضہ کے رہن کیا پھر دو
دینار ادا کیے اور کہا کہ مال مرہون باقی قرضہ کے عوض رہن رہیگا تو وہ پانچ دینار کے عوض رہن رہیگا حتے کہ اگر
تلف ہو گیا تو راہن اُس سے دو دینار واپس لیگا یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے دس درم کے عوض ایک کپڑا خریدا
اور مشتری نے خریدے ہوئے کپڑے پر قبضہ نکیا اور بائع کو ایک کپڑا دیا کہ یہ ثمن کے عوض رہن رہے تو امام محمد رح
نے فرمایا کہ یہ ثمن کے عوض رہن نہوگا اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ یہ اپنا کپڑا واپس کر لے اور اگر یہ کپڑا جو اُسنے بطور
رہن دیا تھا بائع کے پاس تلف ہو گیا اور دونوں کی قیمت برابر ہے تو پانچ درم کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا
اسواسطے کہ وہ پانچ درم کے عوض مضمون تھا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور کبریٰ میں لکھا ہے کہ اگر قرضدار نے
قرضخواہ کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ یہ کپڑا تیرے بعض حق کے عوض رہن ہے پھر وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو تلف
کے عوض مرتہن چاہے جسقدر کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ابن سماعہ
رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہے پس قرضدار نے اُسکو بعض مال ادا کر دیا پھر اُسکو
ایک غلام دیا اور کہا کہ یہ غلام تیرے پاس بعوض تیرے باقی مال کے رہن ہے یا کہا کہ یہ غلام تیرے پاس رہن ہے کسی قدر
کے عوض اگر تیرا کچھ باقی رہا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ تیرا کچھ مال باقی رہا ہے یا نہیں رہا ہے تو یہ رہن جائز ہے اور وہ غلام
بعوض باقی کے رہن ہوگا اگر کچھ باقی رہا ہو۔ اور اگر کچھ باقی نہ رہا ہو اور مرتہن کے پاس وہ غلام مرگیا تو مرتہن پر اُسکی ضمان
واجب نہوگی اور بشر رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ اگر مبیع میں عیب کے عوض بائع نے کچھ مال عین رہن دیا
یا مشتری نے جو درم ادا کیے ہیں انہیں عیب کے عوض مشتری نے کچھ مال رہن دیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص سے
پچاس درم قرض طلب کیے اور اُسنے کہا کہ اسقدر تجھے کفایت نکرینگے تو میرے پاس کوئی مال رہن بھیجدے تاکہ میں

تجھے تیری کفایت کے لائق بھیجدون پس اُسنے رہن بھیجدیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اُسپر رہن کی قیمت اور پچاس درم دونون مین کم مقدار واجب ہوگی پس حاصل یہ ہے کہ جب قرض طلب کرنیوالے نے کسی مقدار کو بیان کر دیا اور رہن دیدیا اور وہ مال قبل اسکے کہ قرض دینے والا قرضہ دے تلف ہو گیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار بیان کی ہے ان دونون سے کم مقدار پر مضمون ہوگا اور اگر اُسنے کوئی مقدار بیان نکی تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے باہم اختلاف کیا ہے یہ محیط مین ہے فتاوے عتابیہ مین ہے کہ اگر اُس سے کہا کہ اسکو دراہم کے عوض رکھ لے تو وہ مرہون اپنی قیمت اور تین درم ان دونون مین سے کم مقدار کے عوض رہن ہوگا (قال المترجم یہ اسواسطے کہ عربی مین دراہم جمع درہم ہے اور کمتر مصداق جمع تین ہے کہ جو یقینی ہے واقول بنابرین اگر درمون کے عوض کہا تو یقینی کمتر جمع زبان اُردو مین دو ہے پس دو وسچاسے تین کے مسئلہ مین ہونا چاہیے واللہ اعلم) اور محیط مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مال رہن دیا تا کہ اُسکو دس درم قرض دے مگر اُسنے قرضہ ندیا اور یہ دعوے کیا کہ مین نے مرہون اُسکو واپس دیا ہے اور قسم کھالی تو دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے نقصان کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے نقصان کے عوض رہن دیا پس اگر نقصان ظاہر ہوا تو مرہون مذکور رہن ہوگا اور اگر نہ ظاہر ہوا مثلاً بیع وغیرہ ثابت نہوا تو تلف ہو جانے کی صورت مین اسکی قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اُسقدر کا ضامن ہوگا اور اگر کہا کہ یہ دس لیئے درم کے عوض رہن لے حالانکہ وہ پانچ تھے تو اُس مرہون کا تلف ہونا بعوض نصف درم کے قرار دیا جائیگا اور اگر دس درم رہن دیے حالانکہ قرضہ مین پانچ درم ستوقہ تھے جو ایک درم کے برابر تھے تو یہ چھٹے حصہ قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پاوینگے اور اگر ایک غلام باین شرط کہ وہ صحیح سالم ہے رہن کیا حالانکہ وہ عیب دار تھا اور سمین قرضہ کی وفا تھی یعنی وفاے قرضہ کے واسطے کافی تھا تو تلف ہو جانے کی صورت مین پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے ایک شخص پر دوسرے کا قرضہ ہے اور اُسکا کوئی کفیل ہے پھر قرضخواہ نے کفیل سے مال رہن لیا اور اصیل سے بھی رہن لیا اور ایک بعد دوسرے کے لیا اور دونون رہن ایسے ہین کہ ہر ایک وفاے قرضہ کے واسطے کافی ہے پھر دونون مین سے ایک رہن مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر رہن ثانی تلف ہوا پس اگر راہن ثانی کو رہن اول کا حال معلوم تھا تو رہن ثانی بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اگر اُسکو رہن اول کا حال معلوم نہ تھا تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور کتاب الرہن مین ذکر فرمایا کہ دوسرا رہن بعوض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور حال جاننے و نجاننے کا کچھ ذکر نہین فرمایا ہے اور صحیح یہی ہے جو کتاب الرہن مین مذکور ہے اسواسطے کہ کفیل و اصیل ہر ایک سے پورے قرضہ کا مطالبہ ہو سکتا ہے پس دوسرا رہن پہلے رہن پر زیادتی قرار دیا جائیگا پس تمام قرضہ پہلے رہن اور دوسرے رہن دونون کی مقدار قیمت پر تقسیم ہوگا پس جو رہن تلف ہوگا وہ نصف قرضہ کے عوض تلف ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے مجموع النوازل مین ہے کہ ہشام نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر ایک تیسرے آدمی نے بدون اجازت و علم قرضدار کے اپنا ایک غلام قرضخواہ کے پاس بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر ایک چوتھے شخص نے بھی کہ اپنا ایک غلام اسی قرضہ کے عوض بدون حکم قرضدار کے رہن کیا تو یہ جائز ہے اور غلام اول بعوض ہزار کے اور دوسرا بعوض پانچسو درم کے رہن ہوگا اور اصل کے آخر کتاب الرہن مین مذکور ہے کہ ایک شخص قرضخواہ نے قرضدار سے ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کا غلام رہن لیا پھر ایک شخص فضولی نے آکر رہن مین ہزار درم قیمت کی چیز زیادہ کر دی تو یہ جائز ہے اور اگر راہن نے چاہا کہ نصف مال ادا کر کے دونون رہنون مین سے ایک رہن چھوڑالے تو اُسکو یہ اختیار نہ ہوگا

ط یعنی رہن اول وثانی دونون کی قیمت پر تمام قرضہ تقسیم ہوگا اور

پس دونون مال مرہون مین سے جو مرہون تلف ہو وہ نصف قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور ابراہیم رح نے
امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ جب قرضدار کا مال مرہون تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور
جب فضولی کا رہن کیا ہوا تلف ہو تو نصف کے عوض تلف ہوگا یہ محیط مین ہی ایک شخص پر قرضہ آتا ہی اور قرضدار کی جانب
سے ایک آدمی نے اُسکی کفالت کر لی پھر قرضدار نے قرضخواہ کو اس مال کے عوض رہن دیا پھر کفیل نے قرضخواہ کو یہ قرضہ ادا کر دیا پھر
مال مرہون قرضخواہ کے پاس تلف ہو گیا تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا ہی اصیل سے واپس لیگا اور قرضخواہ سے واپس
نہ لیگا اور قرضدار قرضخواہ سے قرضہ واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کر گیہون مثلاً
قرض دیا اور قرضدار سے اس اناج کے عوض کچھ مال رہن لیا پھر قرض لینے والے نے یہ اناج بعوض درہمون کے قرضخواہ
سے خرید لیا اور درہم دیدیے اور اناج کے قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرتہن کے پاس وہ رہن تلف ہو گیا تو وہ اُس
اناج کے عوض جو قرضہ لیا تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا بشرطیکہ مال مرہون کی قیمت اناج قرضہ کے برابر ہو اور مرتہن
پر واجب ہوگا کہ جسقدر درہم اُسنے لیے ہین واپس دے یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ ایک شخص نے ایک ہزار درہم کے
عوض دو غلام رہن کیے پس ایک غلام استحقاق ثابت کر کے لے لیا گیا یا وہ آزاد ظاہر ہوا اور راہن نے مرتہن سے
کہا کہ اگر احتیاج دونون مین سے ایک کے واپس کی ہو تو مجھے واپس کر دے پس مرتہن نے اُسکو واپس دیا تو باقی
غلام بعوض اپنے حصہ کے رہن ہوگا لیکن راہن اُسکو بدون پورا قرضہ ادا کرنے کے چھوڑا نہین سکتا ہی یہ وجیز کردری
مین ہی۔ ایک شخص نے ایک غلام خرید کر اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف
ہو گیا پھر وہ غلام آزاد پایا گیا یا اُسپر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہوگا یہ سراجیہ مین ہی۔ ایک شخص
نے سرکہ بعوض ایک درم کے یا بکری باین شرط کہ وہ ذبح کی ہوئی ہی بعوض ایک درم کے خریدی اور ثمن کے عوض مال
رہن دیا اور وہ تلف ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ سرکہ نہین ہی شراب ہی یا بکری مذبوحہ نہین ہی مردار ہی تو مال رہن ضمانت مین
تلف شدہ قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ ایسے مال کے عوض تھا جو بظاہر قرضہ تھا بخلاف اسکے اگر شراب یا سور یا مردار یا آزاد
خرید کر اُسکے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ رہن باطل ہی فاسد نہین ہی یہ
وجیز کردری مین ہی ایک شخص نے دوسرے سے ایک کر گیہون قرضہ کے عوض ایک غلام رہن لیا اور وہ مرتہن کے پاس
مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ اس شخص پر قرضہ کا کر نہ تھا تو مرتہن پر غلام کی قیمت نہین بلکہ کر کی قیمت واجب ہوگی یہ کافی و خزانۃ المفتین مین ہی
اگر راہن نے مرتہن کو مال قرضہ کسی شخص پر اُتروا دیا پھر واپس کرنے سے پہلے غلام مرہون مرتہن کے پاس مر گیا تو جس مال کے عوض
رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور حوالہ باطل ہوگیا یہ خزانۃ الاکمل مین ہی۔ ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا
مانگا تا کہ دوسرے کو دکھلا کر اسکو خریدے پس بزاز نے کہا کہ مین بدون رہن کے نہ دونگا پس اُسنے کچھ مال اُسکے پاس رہن
رکھدیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہو گیا اور کپڑا ابھی قائم ہی خواہ راہن کے ہاتھ مین یا مرتہن کے ہاتھ مین تو بزاز
ضامن نہوگا یہ قنیہ مین ہی۔ فتاوے ابواللیث مین ہی کہ ایک شخص نے شہتوت کا درخت رہن کیا جو مع پتون کے
بیس درم کا ہی پھر اُسکے پتون کا وقت نکل گیا اور ثمن اسکا گھٹ گیا تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ قرضہ مین سے بقدر حصہ
نقصان کے ساقط ہو جائیگا اور یہ مثل نرخ گھٹ جانے کے نہین ہی اور فقیہ ابواللیث رح نے فرمایا کہ میرے نزدیک قرضہ مین سے
ساقط نہوگا الا اُسصورت مین کہ ثمن مین نقصان بوجہ شجر کی ذات مین نقصان آجانے یا پتے جھڑ جانے کیوجہ سے ہو تو ایسی

صورت مین البتہ اُسکے حساب سے قرضہ مین سے ساقط ہو جائیگا اور قول فقیہ ابو بکر رح کا اشبہ و اقرب بصواب ہے اسواسطے کہ وقت نکلجانے کے بعد تیون کی کچھ قیمت نہین رہتی ہے اور اُسکا کچھ معاوضہ نہین ہوتا ہے کذا فی المحیط اور فتوی شیخ ابو بکر اسکاف رح کے قول پر ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اگر قرضدار کا عمامہ بدون اُسکی رضامندی کے اُتار لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو رہن نہوگا بلکہ غصب ہوگا یہ سراجیہ مین ہے۔ اور اگر قرضدار کا عمامہ لے لیا تاکہ اُسکے پاس رہن رہے تو اُسکا لینا جائز نہین ہے اور اگر تلف ہوا تو مثل مرہون مال کے تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا یہ ملتقط مین ہے اور ایک کا دوسرے پر قرضہ تھا ہے اُسنے تقاضا کیا اور مدیون نے نہ دیا پس قرضخواہ نے اُسکے سر سے اُسکا عمامہ اُتار لیا کہ قرضہ کے عوض رہن رہے اور اُسکو چھوٹا رومال دیدیا کہ اپنے سر پر لپیٹ لے اور کہا کہ میرا قرضہ لا دے تاکہ تیرا عمامہ تجھے واپس کر دون پس قرضدار چلا گیا اور چند روز بعد اُسکا قرضہ لایا حالانکہ عمامہ اُسوقت تلف ہو چکا تھا تو اُسکا تلف ہونا مثل مال مرہون کے تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا نہ مثل تلف ہونے مال مغصوب کے اسواسطے کہ قرضخواہ نے اُسکو اپنے قرضہ کے عوض بطور رہن کے رکھ لیا تھا اور قرضدار اُسکے پاس چھوڑ کے چلے جانے سے رہن رہنے پر راضی ہو گیا پس وہ رہن ہوگا یہ جواہر الفتاوے مین ہے ایک شخص نے غلام رہن دیا وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہو گیا پھر اگر مل گیا تو عود کر کے رہن ہو جائیگا اور اگر اُس غلام کا بھاگنا پہلے سے ہو تو جسقدر اُسکی قیمت مین نقصان آگیا اُسی حساب سے قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر پہلے بھی بھاگا ہو تو قرضہ مین سے کچھ کم نہوگا ایسا ہی مجموع النوازل مین مذکور ہے اور ملتقی مین ذکر کیا کہ قرضہ سے اسیقدر کم ہو جائیگا جسقدر اُسکو عیب ہونے سے نقصان آیا ہے اور تفصیل نہین فرمائی اور ایسا ہی مجرد مین امام اعظم رح سے مروی ہے اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اُس مال کے جسکے عوض رہن تھا قرار دیدیا درحالیکہ وہ بھاگا ہوا تھا پھر وہ مل گیا تو بحال خود رہن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے ایک زمین مرہون پر پانی چڑھ آیا تو وہ بمنزلہ بھاگے ہوئے غلام کے ہے اسواسطے کہ بسا اوقات پانی جذب ہو جاتا ہے اور زمین لائق انتفاع ہو جاتی ہے پس زمین کے لائق انتفاع ہو جانے کا احتمال باقی ہے پس قرضہ ساقط ہو جائیگا اور حاکم نے مختصر مین ذکر فرمایا کہ مرتہن کا راہن پر کچھ حق نہین رہا اسواسطے کہ رہن کا مال تلف ہو گیا اسلیے کہ چیز کا تلف ہو جانا یہی ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے خارج ہو جاوے مثل بکری کے کہ جب مر گئی تو قابل انتفاع نہین رہتی ہے اسواسطے زمین خریدکردہ قبضہ سے پہلے اگر بحر ہو جاوے یعنی دریا برد ہو جاوے تو بیع باطل ہو جائیگی پھر اگر پانی جذب ہو جاوے تو بحال خود رہن ہوگی اور اگر پانی چڑھ آنے سے زمین خراب ہو گئی یا اُسمین سے کوئی درخت اُکھڑ پڑا تو اُسی حساب سے قرضہ مین سے ساقط ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر شیرۂ انگور رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر سرکہ ہو گئی تو بحال خود رہن رہیگا اور قرضہ مین سے بقدر نقصان ساقط ہو جائیگا اور امام محمد رح سے روایت ہے کہ راہن کو اختیار ہے کہ اُسکو بعوض قرضہ کے مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور اگر بکری مرہونہ مر گئی اور اُسکی کھال لی دباغت کی گئی تو وہ کھال بقدر اپنے حصہ کے رہن ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہے ایک شخص نے شیرہ انگور دس درم قیمت کا بعوض دس درم قرضہ کے رہن کیا پھر وہ شراب ہو گیا پھر وہ سرکہ ہو گئی کہ جسکی قیمت دس درم ہے تو وہ دس درم قرضہ کے عوض رہن ہوگا کہ راہن اُسکو پورے دس درم دیکر چھوڑا لیگا یہ سراجیہ مین ہے ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس شراب رہن کی پھر وہ سرکہ ہو گئی مگر اصلی قیمت مین کچھ نقصان نہ آیا تو وہ رہن رہیگا پھر امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر اُسکو چھوڑا لے یا مرتہن سے مثل اپنی شراب کے شراب تاوان لے پس وہ سرکہ مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کر کے فک رہن کرا لے یا پورے قرضہ کے عوض اُسکو مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے یہ محیط سرخسی

ف مین کہتا ہون کہ نوازل مین جو تفصیل مذکور ہے وہی ٹھیک معلوم ہوتی ہے اور اسی جانب ملتقی مین اشارہ ہے [illegible]

[illegible]

میں ہے۔ اگر ایک بکری رہن کی اور وہ مرگئی تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکی کھال کی دباغت کرائی تو وہ رہن کی
اور یہ حکم بخلاف خریدی ہوئی بکری کے ہے کہ اگر قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے قبضہ میں مرگئی اور بائع نے اُسکی کھال کی دباغت
کرائی تو ایسی صورت کچھ بھی ثمن کے واسطے رہن نہوگا پس اگر قرضہ دس درم ہو اور بکری کی قیمت دس درم ہو اور اُسکی کھال
ایک درم کی ہو تو وہ ایک درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر رہن کے روز بکری کی قیمت بیس درم ہو اور قرضہ دس درم ہو
اور کھال روز دباغت کے ایک درم کی ہو تو وہ نصف درم کے عوض رہن ہوگی اور اگر مسلمان یا کافر سے شراب رہن لی
اور وہ اُسکے پاس سرکہ ہوگئی تو رہن جائز نہوگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ سرکہ کو لے لے اور اُسکو کچھ اُجرت نہ دیگا اور قرضہ جیسا
تھا ویسا ہی رہیگا بشرطیکہ راہن مسلمان ہو اور اگر راہن کافر ہو اور شراب کی قیمت رہن کے روز کی اور قرضہ دونوں برابر
ہوں تو اُسکو اختیار ہوگا کہ سرکہ مرتہن کے ذمہ چھوڑ دے اور قرضہ باطل ہوگیا بعض نے فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اصح
یہ ہے کہ یہ سب کا قول ہے اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب مرتہن ذمی ہو یعنے جب مرتہن ذمی ہو تو حکم اسکے برخلاف ہے یہ مبسوط
میں لکھا ہے فتاوی دیناری میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال مرہون
مرتہن کے پاس تلف ہوگیا تو اُسکے تلف ہونے سے تاوان لازم نہ آویگا اور ایسا رہن باطل ہے اور مرہون اُسکے پاس امانت
ہوگا اور اُسکو اختیار ہے کہ مرتہن سے واپس لے اور اگر تلف ہوگیا تو دونوں میں سے کسی کا دوسرے پر کچھ نہوگا اور اگر مرتہن مسلمان
ہو اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ رہن باطل ہے اور راہن کو اختیار ہے کہ اپنا رہن واپس لے اور مرتہن کو کچھ نہ ملیگا اور
اگر دونوں کافر ہوں تو دونوں میں رہن صحیح ہے اور فک رہن یا تو شراب کے مثل شراب دیکر کریگا یا اگر قرضہ کی شراب بدلی
تو اُسکے دام دیکر کریگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا یہ فصول عمادیہ
میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درم کو ایک باندی خریدی اور بائع نے اُسکو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب
تک ثمن نہ لیلوں تب تک نہ دونگا اور مشتری نے کہا کہ جبتک مجھے نہ دیگا تب تک میں تجھے ثمن نہ دونگا پھر دونوں نے
اس بات پر صلح کی کہ مشتری اُسکا ثمن ایک مرد عادل کے پاس رکھے یہاں تک کہ بائع باندی کو مشتری کے سپرد کردے پھر
وہ ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہوگیا تو وہ مشتری کا مال گیا اور اگر بائع نے کہا کہ تو ثمن کے عوض اس مرد عادل کے پاس رہن
رکھدے تاکہ میں باندی تجھے دیدوں پس اُسنے ثمن کے عوض رہن رکھدیا تو بائع کا مال گیا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر سو درم
قرضہ کے عوض دو سو درم قیمت کا غلام رہن رکھا پس مرتہن کے پاس اُسکی آنکھ جاتی رہی تو امام اعظم رح کے نزدیک و امام
محمد رح کے نزدیک سو درہم میں سے نصف قرضہ جاتا رہا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور صحیح سالم اندازہ
کیا جاوے اور یکانا اندازہ کیا جاوے پس جسقدر دونوں میں تفاوت ہو اُسیقدر کے حساب سے قرضہ میں سے ساقط کیا جاتا ہے
ینابیع میں ہے اور اگر مرتہن کے پاس چوپایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ چوپایہ مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط
ہو جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کردیا پھر اُس باندی کو رہن کیا تو امام ابو
یوسف رح سے روایت ہے کہ رہن جائز ہے پھر اگر اُسکے بچہ پیدا ہوا اور ولادت سے باندی مذکورہ میں نقصان آگیا تو نقصان
ولادت کی وجہ سے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے
ہزار درم قرضہ کے عوض اپنا غلام دو ہزار درم قیمت کا رہن کیا اس شرط سے کہ مرتہن زیادتی کا یعنے جسقدر اُسکی قیمت
بنسبت قرضہ کے زائد ہے اُسکا ضامن ہے یا مرتہن نے یوں شرط لگائی کہ اگر غلام میرے پاس مرجاوے تو قرضہ میں سے

کچھ ساقط نہ ہوگا تو ایسا رہن فاسد ہے اور کبریٰ میں ہے کہ قاضی امام فخرالدین رح نے فرمایا کہ جب عقد میں لفظ رہن ذکر کیا پھر مرہون کی قیمت کی زیادتی کی ضمان شرط کر لی یا یہ شرط کی کہ رہن میرے پاس امانت ہے تو ایسی صورت میں رہن جائز ہوا اور شرط باطل ہوا اور اگر لفظ رہن ذکر نکیا ہو تو رہن فاسد ہے تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنی مہر مسمّٰی کے عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اُسکے مہر کے برابر ہے پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا مہر اُسکو ہبہ کر دیا اور مرہون کو دینے سے روکا یہان تک کہ مرہون اُسکے پاس تلف ہو گیا تو استحساناً وہ ضامن نہوگی اسی طرح اگر دخول سے پہلے اپنے شوہر سے اپنے مہر کے عوض خلع کرا لیا پھر مرہون اُسکو شوہر سے روکا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بیان نکیا (یعنی کہ مہر المثل قرار پایا) پھر عورت مذکورہ کو مہر المثل کے عوض رہن دیا تو ایسے نکاح میں جسمین مہر بیان نکیا گیا ہو مہر المثل بمنزلہ مہر مسمّٰی کے ہے ایسے نکاح میں جسمین مہر بیان کیا گیا ہو پس اگر عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائیگا اور عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر قیاساً اُس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کا روکنا جائز نہیں ہے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور دوسرا قول امام ابو یوسف رح کا بھی یہی ہے یہ مبسوط میں ہے

چوتھا باب ۔ مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہے اُسکے بیان میں ۔ اصل اس باب میں یہ ہے کہ رہن کی ذاتی اصلاح اور اُسکے باقی رہنے میں جس چیز کی احتیاج ہو وہ راہن کے ذمہ ہے خواہ مال مرہون میں بنسبت قرضہ کے زیادتی ہو یا نہو اسواسطے کہ عین مرہون راہن کی ملک میں باقی ہے اور اسیطرح اُسکے منافع بھی راہن کی ملک ہیں پس مرہون کی اصلاح اور اُسکا باقی رکھنا بھی اُسی کے ذمہ ہے اور اُسکی مثال ایسی ہے جیسے مرہون کے خور و نوش کا خرچہ اور اسی جنس سے رقیق کا کپڑا یعنی لباس اور رقیق مرہون کی دائی کی اجرت اور نہر کا اُگارنا اور باغ کا سینچنا اور باغ کے درختان خرما کی نر بادہ لگانا اور اُسکے پھل کی توڑ والی اور اُسکے درختون کے کام ہیں اور جو خرچہ مرہون کی حفاظت میں پڑے کہ صحیح سالم راہن کو واپس ملے یا اُسکے کسی جزو کی حفاظت میں پڑے جیسے اُسکے زخم کا علاج کرنا تو وہ مرتہن کے ذمہ ہے جیسے نگہبان کی اجرت یہ تبیین میں ہے مرہون کا کفن راہن کے ذمہ ہے خواہ مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہو یا عادل کے قبضہ میں ہو یہ محیط میں ہے اور جو خرچہ راہن پر واجب ہے اگر اُسکو مرتہن نے انجام دیدیا تو وہ متطوع یعنی احسان کرنیوالا ہوگا بشرطیکہ بلا اجازت و حکم راہن ایسا کیا ہو اسی طرح اگر راہن نے وہ خرچہ جو مرتہن پر واجب ہے بدون حکم مرتہن کے خود انجام دے دیا تو وہ بھی متطوع ہوگا اور اگر وہ خرچہ جو راہن پر واجب ہے مرتہن نے بحکم راہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہے راہن نے بحکم مرتہن یا بحکم قاضی اُٹھایا تو وہ مرتہن سے واپس لے سکتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر راہن غائب ہو گیا اور مرتہن نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا اگر وہ غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو واپس نہ لیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں صورتون میں واپس لیگا اور یہی فتوی اس بات پر ہے کہ اگر راہن حاضر ہو اور اُسنے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور اُسنے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لیگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور جب راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو یہ اختیار نہوگا کہ نفقہ وصول کرنے کے واسطے مال مرہون کو راہن کو دینے سے روک لے اور اگر مال مرہون راہن کے پاس تلف ہو گیا تو نفقہ اپنے حال پر رہیگا یعنی راہن سے واپس لے سکتا ہے یہ مضمرات میں ہے اور نفقہ دینے پر مرتہن کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی جبتک گواہ پیش نہ کرسکے اور اگر گواہ اُسکے پاس نہون تو راہن سے اُسکے علم پر قسم لیجائیگی اسواسطے کہ مرتہن نے اُس پر ایک قرضہ کا دعوی کیا

ہی اور وہ منکر ہی اور غیر کے فعل سے سبب قسم لیجاتی ہو تو علم پر لیجاتی ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور دوا کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ نفقہ و پس کتاب الرہن مین ایک جگہ یہ مسئلہ اسی طرح مطلق مذکور ہی اور دوسری جگہ کتاب الرہن مین یون فرمایا کہ جراحات و قروح کی دوائی و امراض کے معالجہ کا خرچ اور جنایت یعنی جرم کا فدیہ بحساب مرہون کی قیمت کے ہو پس جسقدر اُسکی قیمت کا مضمون ہو اُسکے حصہ مین جو خرچ پڑے وہ مرتہن کے ذمہ ہی اور جسقدر امانت ہو اُسکے حصہ کا خرچ راہن کے ذمہ ہی اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح مین ذکر فرمایا ہی اور بعضے مشایخ نے فرمایا کہ دوا کے دام اور طبیب کا خرچ مرتہن کے ذمہ جبھی واجب ہوگا کہ جب جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ مرتہن کے ذمہ ہوگا اور بعضے مشایخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہی بلکہ ہر حال مین مرتہن کے ذمہ ہوگا اور کتاب مین امام محمد رح کا مطلقاً چھوڑ دینا ایسی تفصیل نکرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہی کذا فی المحیط اور یہی اظہر ہی یہ محیط سرخسی مین ہی اور فقیہ ابو جعفر ہندوانی سے روایت ہی کہ جو جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اُسکی دوائی کے دام اور طبیب کی اجرت مرتہن کے ذمہ ہوگی اور جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو پس اگر مرتہن کے پاس زیادہ نہو گیا حتی کہ اُسکی زیادہ مداوات کی ضرورت نہو تو مداوات کا خرچہ راہن کے ذمہ ہی اور اگر مرتہن کے پاس اُسمین زیادتی ہو گئی حتے کہ اُسمین زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو اُسکی مداوات مرتہن کے ذمہ ہی لیکن مرتہن پر اُسکی مداوات کے واسطے جبر نکیا جائیگا بلکہ اُس سے کہا جائیگا کہ یہ مرض تیرے پاس پیدا ہوا ہی پس اگر تجھکو اپنے مال کی اصلاح منظور ہو تاکہ تیرا مال ڈوب نجاوے تو تو اُسکی دوا کر یہ محیط مین ہی شرح طحاوی مین لکھا ہی کہ مرہون کی حفاظت بذمہ مرتہن ہی حتے کہ اگر راہن نے مرتہن کے واسطے حفاظت کرنے کے عوض کچھ اجرت شرط کر دی تو صحیح نہین ہی اور مرتہن اُسکا مستحق نہوگا اور اگر مال مرہون ایسا جانور ہو جسکے چرانے کی حاجت ہی تو چرواہے کی اجرت بذمہ راہن ہی اور جس جگہ وہ جانور رات کو رہتا ہی اور رات گذارتا ہی اُسکا کرایہ بذمہ مرتہن ہی یہ ذخیرہ مین ہی اور بھاگے ہوئے غلام مرہون کے واپس لے آنے والے کی مزدوری بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن ہی اور قرضہ کے حساب سے جو زائد قیمت ہی اُسقدر کی مزدوری بذمہ راہن ہی حتے کہ اگر غلام مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہو یا قیمت کم ہو تو پوری مزدوری بذمہ مرتہن ہوگی اور اگر قرضہ سے اُسکی قیمت زیادہ ہو تو مزدوری بقدر قرضہ کے بذمہ مرتہن اور بقدر زیادتی کے بذمہ راہن ہوگی اور اگر مرہون باغ انگور ہو تو اُسکی عمارت و علاج بذمہ راہن ہی اسواسطے کہ یہ ملک پر خرچہ ہی اور عشر سو پیداوار راہن سے امام المسلمین لے لیگا اور باقی پیداوار کا رہن باطل نہوگا بخلاف اسکے اگر بعض مرہون شائع یعنی غیر مقسوم پر کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن باطل ہو جاتا ہی اور اگر رہن کے مال مین نمو ہوا اور راہن نے چاہا کہ وہ نفقہ جو ہم نے اُسپر واجب بیان کیا ہی وہ اس نمار کے عوض مین دے یعنی نفقہ مذکورہ دے اور یہ نمار مرتہن کو دیدے تو اُسکو یہ اختیار نہین ہی یہ بدائع مین ہی

پانچوان باب اُس حق کے بیان مین جو مرتہن کا مرہون مین واجب ہوتا ہی

اگر راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہین تو مرتہن اُس مرہون کا مستحق ہی یہ محیط مین ہی یعنی مال مرہون سے پہلے وہ اپنا قرضہ وصول کریگا پھر باقی مین تمام قرضخواہ شریک ہونگے فافہم اور مرتہن کو اختیار ہی کہ جس قرضہ کے عوض اُسنے مال مرہون رہن لیا ہی اُسکے واسطے مرہون کو روک رکھے اور یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکا و دیگر قرضہ جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے کا یا پیچھے کا ہو اُسکے واسطے بھی مال مرہون کو روک لے اور اگر راہن نے اُس قرضہ مین سے جسکے عوض رہن دیا ہی تھوڑا ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار ہی کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے تک مال مرہون کو روک لے خواہ باقی قلیل ہو یا کثیر ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درم قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے رہن کیا اور باہمی قبضہ ہو گیا پھر دونون نے بوجہ فساد کے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا

بیان رہن بر قرضہ دین

چاہا تو اسکو یہ اختیار نہوگا جبتک کہ مرتہن کو جو اُسنے دیا ہو واپس نکرے اسواسطے کہ مرتہن نے جو کچھ دیا ہو وہ بمقابلہ اُس مرہون کے دیا ہو جبکہ اُسنے قبضہ کیا ہو یعنی راہن کو قبضہ مرتہن توڑ دینے کا اختیار نہوگا جبتک مرتہن کا ادا کیا ہوا مال اُسکو واپس ندے پھر اگر اس صورت میں راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں تو مرتہن اس مرہون کا حقدار رہوگا کہ اس مرہون سے وصول کرنے میں بہ نسبت دوسرے قرضخواہوں کے اُسکا استحقاق مقدم ہو جیسا کہ راہن کی زندگی میں تھا اور اگر ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ آتا ہو پھر قرضدار نے قرضخواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض بطور فاسد رہن دیا اور اُسکے سپرد کر دیا پھر دونوں نے رہن کو توڑ لیا اور راہن نے مال مرہون واپس لینا چاہا قبل اسکے کہ مرتہن کا قرضہ ادا کرے تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور اگر اس صورت میں راہن مرگیا اور اُسپر بہت قرضے ہیں تو مرتہن اس مال مرہون کا بہ نسبت دوسرے قرضخواہوں کے زیادہ مستحق نہوگا بلکہ سب قرضخواہ برابر ہونگے جیسا کہ راہن کی زندگی میں مرتہن اسکا بہ نسبت راہن کے زیادہ مستحق نہ تھا یہ محیط میں ہے اور اگر راہن نے مدبرہ غلام یا باندی یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہیں ہو سکتی ہے رہن کی تو راہن کو ادائے قرضہ سے پہلے اُسکے واپس لے لینے کا اختیار ہوگا خواہ بعوض قرضہ سابقہ کے رہن کیا ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے رہن کیا ہووے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی شخص کے پاس چند مال معین رہن کیے اور مرتہن نے اُنپر قبضہ کر لیا پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کرکے چاہا کہ اعیان مرہونہ میں سے کوئی مال معین لیلے تو دیکھا جائیگا کہ اگر اُسنے ہر ایک مال معین کا حصہ بیان نکیا ہو تو اُسکو ایسا اختیار نہوگا اور اگر بیان کر دیا ہو تو زیادات میں مذکور ہے کہ اُسکو ایسا اختیار ہوگا اور اصل کی کتاب الرہن میں مذکور ہے کہ اُسکو ایسا اختیار نہوگا پس بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو حکم اصل میں مذکور ہے وہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمد رح کا قول ہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام محمد رح سے بھی ایسا ہی حکم روایت کیا ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے چاہا کہ مرہون کو روک رکھے تو اسکو اختیار رہیگا اور رہن باطل نہوگا جب تک کہ بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نکر دے یہ سراج الوہاج میں ہے

چھٹا باب۔ راہن کی طرف سے مرہون میں زیادہ کر دینے کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ ہمارے علمائے ثلثہ رحمہم اللہ کے نزدیک عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت میں مرہون میں زیادہ کرنا استحساناً صحیح ہے اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قرضہ کے مقابلہ میں ایک غلام رہن لیا پھر راہن نے اُسکو ایک کپڑا بڑھا دیا تاکہ وہ بھی غلام مذکور کے ساتھ بعوض اس قرضہ کے جسکے مقابلہ میں غلام رہن ہے مرہون رہے تو استحساناً زیادتی صحیح ہے اور یہ زیادتی اصل عقد میں لاحق ہو جائیگی اور یوں قرار دیا جائیگا کہ گویا عقد رہن اس اصل اور زیادتی دونوں پر وارد ہوا ہے حتی کہ غلام مع کپڑے کے اس قرضہ کے عوض جسمیں غلام رہن تھا مرہون ہو جاوینگے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس سو درم قرضہ کے عوض سو درم قیمت کا غلام رہن کیا پھر دوسرا غلام سو درم قیمت کا رہن میں بڑھا دیا پھر دونوں میں سے ایک غلام مرگیا تو اُسکے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوگا اور نصف غلام مذکور امانت میں تلف ہوا یہ ینابیع میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر اُسکے جسم میں خوبی زیادہ ہو گئی یا نرخ بڑھ گیا یہانتک کہ وہ دو ہزار درم کی ہو گئی پھر اگر اُسکو مولے نے آزاد کر دیا حالانکہ مولی تنگدست ہے تو باندی مذکورہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی نہ پورے قرضہ کے واسطے اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی بلکہ اُسنے ہزار درم قیمت کا ایک بچہ جنا پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو دونوں ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے بقدر قیمت دونوں کے اور اگر اُسکی قیمت نہ بڑھی اور نہ اُسکے بچہ ہوا بلکہ اُسکو

ایک غلام نے جو دو ہزار درم کا ہی قتل کیا اور اس جرم مین غلام مذکور باندی کے مولی کو دیدیا گیا پس مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو وہ بھی ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے ہزار درم کے عوض ایک باندی رہن کی اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مرگئی پس راہن نے ایک غلام بڑھا دیا اور ہر ایک مان و بیٹے و غلام کی قیمت ہزار درم ہی تو قرضہ پہلے مان و بچہ کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس مان کے مرنے سے نصف قرضہ ساقط ہوجائیگا اور بچہ بعوض نصف قرضہ کے رہیگا پس اُسکے ساتھ غلام لگایا گیا تو باقی ان دونون پر نصفا نصف تقسیم ہوگا بشرطیکہ فک رہن کے وقت تک بچہ باقی رہے حتی کہ اگر فک رہن سے پہلے بچہ ہلاک ہوگیا تو ظاہر ہوگا کہ بچہ کے مقابلہ مین کچھ قرضہ نہ تھا اور مان بعوض پورے قرضہ کے ہلاک ہوئی اور زیادتی یعنی غلام کا زیادہ کرنا صحیح نہین ہوا ہی حتے کہ اگر غلام بھی بچہ کے ہلاک ہونے سے پہلے یا پیچھے ہلاک ہوگیا تو امانت مین ہلاک ہوگا اور اگر بچہ ہلاک نہوا بلکہ اُسکی قیمت بڑھگئی یہان تک کہ فک رہن کے روز اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی تو پہلے قرضہ تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ مان کے جو اُسکے ہلاک ہونے سے ساقط ہوگیا پھر باقی اس بچہ و زیادتی پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ بچہ کے اور ایک تہائی بمقابلہ غلام کے ہوگا اور اگر بچہ کی قیمت گھٹ گئی یہان تک کہ پانچ سو درم رہگئی تو پہلے قرضہ مان و بچہ پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے دو تہائی بمقابلہ مان کے جو اُسکے مرنے کی وجہ سے ساقط ہوگیا اور ایک تہائی باقی اس بچہ اور زیادہ کیے ہوئے غلام پر تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے اور دو تہائی بمقابلہ زیادہ کیے ہوئے غلام کے ہوگا یہ کافی مین ہی۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کیا پھر اُسکے جسم کی خوبی یا نرخ بڑھجانے سے وہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولے نے اُسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہی تو غلام مذکور پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر مدبر مذکور نے ہنوز کچھ سعایت نہ کی ہو کہ مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو بھی پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا درحالیکہ مولے تنگدست ہی سواسطے کہ بقدر مال وصول کر لینا اُسکے رقبہ سے اسطرح متعلق ہو کہ اُسکی کمائی سے پورا حاصل کیا جاوے پس ساقط نہوگا اور اگر مدبر ہونے کی حالت مین اُسکی قیمت مین زیادتی ہوگئی کہ دو ہزار درم کا ہوگیا پھر مولے نے اُسکو آزاد کر دیا تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ ظہیریہ مین ہی اور قرضہ مین زیادہ کر دینا امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک نہین صحیح ہی بخلاف امام ابو یوسف رح کے حتی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے قرضہ مین اُسکو ایک غلام رہن دیا پھر راہن کے مرتہن سے قرض لینے یا کوئی چیز خریدنے یا اور کسی سبب سے راہن پر اُسکا اور قرضہ جدید پیدا ہوگیا پھر اُسنے قدیمی قرضہ کے رہن کے غلام کو قدیمی و جدید دونون قرضون مین رہن کر دیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قرضہ جدید مین رہن نہوگا حتے کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہوگیا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہوگا قرضہ جدید کے عوض تلف نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک قدیم و جدید دونون قرضہ کے عوض رہن ہوجاویگا اور اگر ہلاک ہو تو دونون کے عوض ہلاک ہوگا اور واضح ہو کہ جب مرہون مین مال زیادہ کر دینا صحیح ٹھہرا تو مرہون اسیقدر قرضہ کے عوض رہن ہوگا جو زیادہ کیے ہوئے مال کے زیادہ کرنے کے وقت قائم ہو نہ اُس قرضہ کے عوض جو ساقط ہوگیا ہی یا مرتہن نے اُسکو بھر پایا ہی کیونکہ رہن ایفا ہی اور قرضہ ساقط کا یا جو بھر پایا ہی اُسکا ایفا متصور نہین ہی اور اصل اور زیادتی پر دونون کی مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائیگا لیکن اصل کی قیمت وہ معتبر ہوگی جو عقد رہن کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت تھی اور زیادتی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت ہی پھر جو مرہون اسکے بعد تلف ہو وہ اُسقدر قرضہ کے عوض تلف ہوگا جسکے عوض وہ رہن ہی اور جو باقی ہی وہ اُسقدر کے عوض رہن رہیگا جسکے عوض رہن تھا اور پھر جو رہن

دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا ہے اور وہ ایسا نمو ہے جو اصل عین سے پیدا نہوا اور نہ اجزائے
عین رہن سے کسی جزو کا بدل ہو جیسے کرایہ و ہبہ کیا ہوا یا صدقہ دیا ہوا مال اور اسکے امثال اور ایک قسم وہ ہے جو رہن میں داخل
ہوا اور وہ ایسا نمو ہے جو عین مرہون کی ذات سے متولد ہو جیسے بچہ اور پھل و صوف اور ریشم یا اجزائے عین رہن سے کسی جزو کا
بدل ہو جیسے ارش و عقر اور اس قسم کے نمو کے رہن میں داخل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ یہ مثل عین کے محبوس ہوتے ہیں
یعنی رُوکے جاتے ہیں لیکن مضمون نہیں ہوتے ہیں اور نہ انکے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہے حتی کہ اگر فک رہن
سے پہلے ایسا نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اور جب اس قسم کے نمو رہن میں اصل
کے ساتھ بمعنی مذکور داخل ہوے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلہ میں ہے وہ اصل اور اس نمو دونوں پر باعتبار
دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ بدون مقابلہ قرضہ کے رہن نہیں ہوتا ہے پس قرضہ کا دونوں پر تقسیم کرنا واجب
ہوا لیکن بایں شرط کہ فک رہن کے وقت تک یہ نمو باقی رہے پس جب فک رہن کے وقت تک نمو باقی ہو تو تقسیم مذکور متقرر ہو جائیگی
اور اگر فک رہن سے پہلے نمو تلف ہو جاوے تو اُسکے مقابلہ میں کچھ قرضہ ساقط نہوگا اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا نمو کا وجود نہ
تھا اور پورا قرضہ بمقابلہ اصل مرہون تھا یہ محیط میں ہے اور قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی
کی قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے تقسیم ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ جب اصل کی قیمت ایک ہزار درم ہوں اور بچہ کی قیمت ہزار
درم ہوں تو قرضہ بلحاظ ان دونوں پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر بچہ مرگیا تو مفت گیا اور اُسکی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہیگی
اور اگر ماں مرگئی اور بچہ باقی رہا پس اگر راہن نے فک رہن کرلیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کرلے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ
مرگیا تو مفت مرگیا اور ایسا ہوگیا کہ گویا اُسکا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اُسکی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا اور اگر دونوں میں سے
کوئی نہیں مرا لیکن نرخ بدل جانے کی وجہ سے ماں کی قیمت میں نقصان آگیا کہ وہ پانچ سو درم قیمت کی رہگئی یا زیادتی ہوگئی
کہ وہ دو ہزار درم قیمت کی ہوگئی اور بچہ وہی ایک ہزار درم قیمت کا رہا تو قرضہ دونوں پر نصفا نصف رہیگا جیسا پہلے تھا
اُس سے متغیر نہوگا اور اگر ماں اپنے حال سابق پر رہی اور بچہ کی قیمت بسبب عیب پیدا ہو جانے یا نرخ بدل جانے کے گھٹ گئی
کہ پانچ سو درم رہگئی تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی ہوگا کہ دو تہائی ماں کے مقابلہ میں اور ایک تہائی بچہ کے مقابلہ میں ہوگا
اور اگر بچہ کی قیمت بڑھ گئی کہ دو ہزار درم کا ہوگیا تو تہائی قرضہ بمقابلہ ماں کے اور دو تہائی قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہوگا حتی کہ اگر
اُسکی ماں مرگئی تو بچہ بمقابلہ دو تہائی قرضہ کے مرہون رہیگا اور یہ حکم بنا بر اُس اصل کے جو ہمنے بیان کی ہے کہ اصل کی قیمت روز
قبضہ کی اور زیادتی کی قیمت روز انفکاک رہن کی معتبر ہوتی ہے مطرد ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جب یہ قسم نمو کی اصل کے ساتھ
مرہون ٹھہری تو اُسکی وجہ سے جو قرضہ ساقط ہوگیا ہے اُسمیں سے بعض عود کر آتا ہے چنانچہ اگر مرہون ایک باندی ہوا اور وہ
کانی ہوگئی حتی کہ نصف قرضہ ساقط ہوگیا پھر اسکے بعد اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا تو بعض قرضہ ساقط عود کریگا اور کانی ہونیکے بعد
عند الاعظم
بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا کانی ہونے سے پہلے بچہ جنی ہے اور جو زیادتی کہ مشروط ہوتی ہے جب وہ اصل کے ساتھ مرہون
ہو جاتی ہے تو اُسکی وجہ سے قرضہ ساقط میں سے کچھ عود نہیں کرتا ہے اور مرہون باندی کے کانی ہونے کے بعد زیادتی ایسی نہیں قرار
دیجائیگی کہ جیسے کانی ہونے سے پہلے زیادتی مشروط ہوتی ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی ہزار درم قیمت
کی بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کی پھر وہ کانی ہوگئی تو نصف قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ آدمی کی آنکھ اُسکا نصف
ہے پھر اگر ایک غلام پانچ سو درم قیمت کا بڑھا دیا تو زیادتی صحیح ہے کیونکہ جس مال مرہون پر زیادہ کیا ہے وہ موجود ہے پس باقی

نصف قرضہ ان دونون پر نصفا نصف تقسیم ہوگا یعنے بقدر ہر ایک کی قیمت کے برابر تقسیم ہوگا پھر اگر وہ کانی باندی ایک بچہ
جنی جو ہزار درم قیمت کا تھا تو پورا قرضہ اس باندی اور اُسکے بچہ پر برابر تقسیم ہوگا اور تقسیم قرضہ کے واسطے کانی ہونے کے بعد جو بچہ ہوا ہے وہ ایسا
قرار دیا جائیگا کہ گویا کانی ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہے اسواسطے کہ بچہ اصل عقد سے مستحق ہوتا ہے پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وقت عقد کے
موجود تھا پس باندی کے کانی ہونے کیوجہ سے جسقدر قرضہ کے مقابلہ مین باندی پڑی ہے اُسکا نصف ساقط ہوگا اور یہ مقدار پورے
قرضہ کا چوتھائی حصہ ہے اور باندی کے مقابلہ مین چوتھائی حصہ اور بچہ کے مقابلہ مین نصف قرضہ رہا لیکن بچہ مین سے نصف بچہ
اصل ہوگیا بسبب اسکے کہ نصف باندی فوت ہوگئی ہے اور نصف بچہ تابع رہگیا اس سبب سے کہ نصف باندی باقی ہے اور نصف بچہ جو تابع
ہے اسکے مقابلہ کا چوتھائی قرضہ علاوہ زائد کردہ شدہ تقسیم کرنے کے حق مین ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ باندی مین ہے اسواسطے کہ جو مال
زیادہ کیا گیا ہے وہ بچہ کے اس نصف کے تابع نہوگا جو ان کا تابع ہے پس باندی کے مقابلہ مین پانچ سو درم ہوے اور بچہ کے مقابلہ مین
دو سو پچاس (۲۵۰) درم رہے پس زیادتی کا غلام ان دونون پر تین تہائی تقسیم ہوگا (یعنی اسکا دو تہائی حصہ باندی کے ساتھ مرہون
ہوگا اور ایک تہائی حصہ نصف بچہ کے ساتھ جو اصل ہے مرہون ہوگا) پھر پورے قرضہ کا چوتھائی حصہ جو نصف بچہ کے مقابلہ
مین جو اصل ہوگیا ہے اس نصف بچہ اور تہائی زیادتی پر بحساب ہر ایک کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور نصف بچہ اصل کی قیمت پانچ سو درم
ہے اور تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سو درم کی تہائی ہے پس ہمنے پانچ سو کی تہائی کو ایک سہم قرار دیا پس تہائی زیادتی سہم ہوا اور
نصف بچہ کے تین سہم ہوے (جسکا مجموعہ چار سہم ہوا) پس چوتھائی قرضہ چار پر تقسیم ہوا اور کمتر ایسا عدد جسکی چوتھائی کا چہارم
حصہ نکلے سولہ ہے پس ہمنے قرضہ کے سولہ حصے کیے جسکا چوتھائی چار ہوے پس یہ چار نصف بچہ اور تہائی زیادتی کے درمیان
چار پر تقسیم کیا گیا اور باندی کے حصہ مین نصف قرضہ آٹھ ہوا پس اسقدر اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان بقدر ان
دونون کی قیمت کے تقسیم کیا گیا اور دو تہائی زیادتی کی قیمت پانچ سو درم کی دو تہائی ہے اور باندی کی قیمت پانچ سو درم ہے پس
تفاوت دونون مین پانچ سو کی تہائی ہے پس ہمنے پانچ سو درم کی تہائی کو ایک سہم مقرر کیا تو ان سب سہمون کا مجموعہ پانچ
سہم ہوے پھر اگر نصف قرضہ یعنی آٹھ ان دونون پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہو تو پورا نہین پڑتا ہے اسواسطے ہمنے اصل مسئلہ یعنی سولہ (۱۶)
کو پانچ مین ضرب دیا تاکہ اسی ہوگئے (یعنی قرضہ اسی قرار دیا) اور اس سے مسئلہ کا استخراج کیا سو باندی کانی ہوجانے کی وجہ
سے چہارم یعنی بیس ساقط ہوے اور نصف بچہ اصل کے مقابلہ مین چہارم یعنی بیس ہوے جو اس نصف اصل اور تہائی زیادتی کے
درمیان چار پر تقسیم ہوے پس ایک چوتھائی یعنے پانچ بمقابلہ تہائی زیادتی کے اور تین پانچوین یعنی پندرہ (۱۵) بمقابلہ نصف بچہ کے
ہوئے پھر جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے یعنے چالیس وہ اس باندی اور دو تہائی زیادتی کے درمیان پانچ ہی پر تقسیم ہوا جسمین سے دو پانچوین
حصے یعنی سولہ بمقابلہ دو تہائی زیادتی کے اور تین پانچوین یعنی چوبیس (۲۴) بمقابلہ باندی کے ہوئے اور یہ جو چوبیس جو باندی کے مقابلہ مین
ہے درحقیقت باندی کے اور نصف بچہ تابع کے درمیان ہر ایک کے واسطے بارہ بارہ ہین کہ مجموعہ ہوکر باندی کے حق مین چوبیس
پڑے ہین پس زیادتی کے واسطے ایک مرتبہ پانچ پڑے اور ایک دفعہ سولہ ہوے پس مجموعہ اکیس ہوا اور پورے بچہ کے مقابلہ مین
ستائیس ہوے اور باندی کے مقابلہ مین بارہ ہوے پس باندی اور اسکے بچہ کا مجموعہ انتالیس ہوا اور یہی معنی امام محمد رح کے
اس قول کے ہین کہ راہن جب فک رہن چاہے تو کانی باندی اور اسکے بچہ کو تمام قرضہ کے اسی جزون مین سے انتالیس جز کے
عوض فک رہن کرالیگا اور زیادتی کا فک رہن بعوض اکیس جزو کے کرالیگا اور بیس جزو تمام قرضہ سے ساقط ہوجاوینگے اور
یہ مسئلہ بلقب مسئلہ عور اور شمائین کہلاتا ہے یہ کافی مین ہے ۲ اور اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درم قرضہ مین سے پانچ سو درم ادا کردیے پھر

اُسکو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک غلام دو ہزار درم قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی باقی پانچ سو درم کے ساتھ ملتحق ہوگی پس باندی کی نصف قیمت یعنی پانچ سو درم اور غلام زائد کردہ شدہ کی قیمت یعنی دو ہزار درم پر تین تہائی تقسیم ہوگا جنمیں سے دو تہائی بمقابلہ غلام کے اور ایک تہائی بمقابلہ باندی کے رکھا جائیگا حتےٰ کہ اگر غلام مرگیا تو بعوض پانچ سو درم کی دو تہائی کے تلف ہوگا یعنی تین سو تینتیس (۳۳۳) درم و تہائی درم قرضہ کے عوض تلف ہوگا اور اگر باندی تلف ہوئی تو تہائی قرضہ کے عوض یعنے بعوض ایکسو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم کے عوض تلف ہوگی اور اگر راہن نے پانچ سو درم ادا کیے پھر مرہون میں زیادتی کرنے سے پہلے باندی مذکورہ کانی ہوگئی پھر ہزار درم کا ایک غلام بڑھا یا تو ڈھائی سو پچاس (۲۵۰) درم قرضہ آدھی کانی باندی اور پوری زیادتی پر پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جنمیں سے چار حصے بمقابلہ زیادتی کے اور ایک حصہ بمقابلہ کانی باندی کے ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے درختان مرہونہ کے پھل کھالیے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا اسی طرح اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے بالفعل لیکر کھالیے یا ان دونوں کی اجازت سے کسی اجنبی نے کھالیے تو بھی قرضہ میں سے کچھ ساقط نہوگا لیکن اسکا حصہ قرضہ جانب اصل عود کریگا بخلاف تلف ہوجانے کی صورت کے اسواسطے کہ خود تلف ہوجانے کی صورت میں ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا یہ پھل پیدا ہی نہوئے تھے اور یہ صورت تو تلف کرنیکی ہے لیکن چونکہ باجازت ہے اسواسطے موجب ضمان نہیں ہے لہذا اگر اسکے بعد اصل یعنے درختان مرتہن کے پاس تلف ہوجاویں تو اپنے حصہ قرضہ کے عوض تلف ہونگے یعنی قرضہ ان درختوں کے قبضہ کے روز کی قیمت پر اور نمو یعنی پھلوں کے تلف کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جسقدر ان درختوں کے مقابلہ میں پڑے اُسکے عوض تلف شدہ قرار پاوینگے اسی طرح اگر پہلے اصل تلف ہوئے حالانکہ اُسکی نمو ہنوز قائم تھی پھر اُسکو مرتہن نے باجازت راہن یا راہن نے باجازت مرتہن یا اجنبی نے ان دونوں کی اجازت سے کھا لیا تو جسقدر اس نمو کے مقابلہ میں قرضہ پڑا تھا وہ ساقط نہوگا اور مرتہن اسکو راہن سے لے لیگا بخلاف خود بخود تلف ہوجانے کی صورت کے اور اگر اس نمو کو راہن نے بلا اجازت مرتہن کے یا مرتہن نے بلا اجازت راہن کے یا اجنبی نے بلا اجازت ان دونوں کے کھا لیا تو کھانے والا اُسکی قیمت تاوان دیگا جو اسکے مقام پر قائم کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر دو باندیاں دو ہزار درم قیمت کی ہر ایک کی ایک ایک ہزار ہے بعوض دو ہزار درم کے رہن کیں پھر ایک باندی کے بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر اُسکی ماں مرگئی اور بچہ زندہ رہا تو پہلے قرضہ دونوں باندیوں پر تقسیم کیا جائیگا پھر جسقدر اس بچہ کی ماں کے برتے میں پڑا ہے وہ اُسکے اور اُسکی ماں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا پس ماں کے مرجانے سے چوتھائی قرضہ ساقط ہوجائیگا اور بچہ کے مقابلہ میں چوتھائی قرضہ باقی رہیگا اور نصف قرضہ زندہ باندی کے مقابلہ میں رہیگا پھر اگر ہزار درم قیمت کا غلام زیادہ کردیا تو یہ غلام باقی باندی اور بچہ پر بقدر دونوں کے مقابل قرضہ کے تین تہائی تقسیم ہوگا پس زیادتی کا تہائی حصہ بچہ کے تابع ہوکر رہن ہوگا پھر جسقدر قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ بچہ اور اُسکے ساتھ جسقدر حصہ غلام زیادہ کردہ شدہ مرہون ہے دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور بچہ کی قیمت ہزار درم ہے اور تہائی حصہ غلام زائد کی قیمت ہزار درم کی تہائی ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم قرار دیا جائیگا پس جو قرضہ بمقابلہ بچہ کے ہے وہ چار پر تقسیم ہوکر ایک چوتھائی بمقابلہ تہائی غلام زائد کے اور تین چوتھائی بمقابلہ بچہ کے ہوگا اور دو تہائی غلام زائد باقی باندی کے ساتھ مرہون ہوگا پس جو قرضہ بمقابلہ باندی کے تھا وہ ان دونوں پر بحساب دونوں کی قیمت کے تقسیم ہوگا اور دو تہائی غلام زائد کی قیمت ہزار کی دو تہائی ہے اور باندی زندہ کی قیمت ہزار درم ہے پس ہزار کی تہائی ایک سہم مقرر کرکے جو قرضہ بمقابلہ باندی کے ہے پانچ پر تقسیم ہوگا جنمیں سے دو پانچویں حصے بمقابلہ دو تہائی غلام زائد کے اور تین پانچویں حصے بمقابلہ زندہ باندی کے رہینگے پھر اگر غلام یا زندہ باندی تلف ہو تو جسقدر کے مقابلہ میں

ف یعنی درختان کے ثمر پیدا ہونے سے قرضہ اصل اور نمو یعنی پھلوں پر تقسیم ہوگا اور جب پھل رہن تلف ہوگئے...

مرہون ہوا اسیقدر کے عوض تلف شدہ قرار پاویگی اور اگر بچہ تلف ہو جاوے تو یہ ظاہر ہوگا کہ اُسکی ماں بعوض ہزار درم کے
تلف ہوئی اور بچہ کے مقابلہ مین گویا کچھ قرض نہ تھا اور جو غلام زیادہ کیا گیا ہو وہ زندہ باقی کے ساتھ مین زیادہ ہوا
ہو اور اگر بچہ کی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو جسقدر قرضہ اُسکی ماں کے مقابلہ مین ہو یعنے ہزار
درم وہ ان دونون پر جتنا انکی قیمت کے تین تہائی تقسیم ہوگا جسمین سے ایک تہائی نصف قرضہ مین سے اُسکی ماں کے مرنے سے
ساقط ہو گیا اور ہزار کی دو تہائی قرضہ بمقابلہ اُسکے بچہ کے باقی رہا اور غلام زائد کردہ شدہ اس بچہ اور دوسری زندہ باندی پر
بقدر ان دونون کی قیمت کے پانچ پر تقسیم ہوگا جسمین سے دو پانچوین حصے اس بچہ کے ساتھ مرہون رہینگے اور تین پانچوین حصے
زندہ باقی کے ساتھ مرہون ہونگے پھر جسقدر قرضہ کے عوض بچہ مرہون ہے یعنے ایک ہزار درم کی دو تہائی وہ اس بچہ اور
دو پانچوین حصہ غلام زائد پر بقدر دونون کی قیمت کے تقسیم ہوگا پس چھ حصہ ہو کر پانچ حصہ بمقابلہ بچہ کے اور ایک چھٹا حصہ بمقابلہ
دو پانچوین حصہ غلام زائد کے ہوگا سو اسواسطے کہ دو پانچوین حصہ غلام کی قیمت چارسو درم ہین اور بچہ کی قیمت دو ہزار درم ہین پس
ہر چارسو کا ایک سہم قرار دیا گیا کہ کل چھ سہام ہوئے اور غلام زائد کے تین پانچوین حصے زندہ باندی کے ساتھ مرہون ہین پھر
پس جسقدر قرضہ بمقابلہ زندہ باندی کے ہو وہ باندی اور تین پانچوین حصہ غلام زائد پر بحساب دونون کی قیمت کے آٹھ پر تقسیم ہوگا
اور تین پانچوین حصہ زائد کی قیمت چھ سو درم ہین اور باندی کی قیمت ہزار درم ہین پس ہر دوسو کا ایک سہم قرار دیا گیا
پس سب کے آٹھ سہام ہوئے جسمین سے پانچ سہام بمقابلہ باندی کے اور تین سہام بمقابلہ حصہ غلام زائد کے ہونگے یہ کافی
مین ہے اور اگر باندی مرہونہ کے ایک ساتھ دو بچہ یا تین بچہ پیدا ہوئے یا متفرق پیدا ہوئے تو دونون صورتین یکسان
ہین یعنے تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور ان بچون کے فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم
ہوگا اور اگر باندی کے بیٹی ہوئی پھر اس بیٹی کے بچہ ہوا تو یہ دونون حکماً دو بچون کے مانند ہین یہ تاتارخانیہ مین ہے

ساتوان باب ۔ مال قرضہ وصول پانے کے وقت مال مرہون سپرد کرنے کے بیان مین۔ امام محمد رحمہ نے زیادات مین
ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم قرضہ کے عوض ہزار درم قیمت کی باندی رہن کی پھر مرتہن نے
راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا کہ جبتک مرہونہ باندی کو نہ لائیگا تب تک نہ دونگا حالانکہ راہن و مرتہن اپنے شہر مین موجود ہین
تو مرتہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے باندی کو حاضر کرے اور اگر راہن و مرتہن سے اس شہر کے سوائے جسمین رہن واقع ہوا ہی
دوسرے شہر مین ملاقات ہوئی اور مرتہن نے اُس سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے انکار کیا کہ جبتک مال مرہونہ نہ
لاویگا تب تک نہ دونگا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اور مرتہن کو مال مرہونہ حاضر کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا
خواہ مال مرہون ایسی چیز ہو جسکی بار برداری و خرچہ پڑتا ہی یا ایسی چیز ہو جسکے واسطے بار برداری و خرچہ نہین ہے۔ اور
ہمارے بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسے مال مرہون کے حق مین جسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہے حکم قیاسی
ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ مرتہن کو پر مال مرہونہ پہلے حاضر کرنے کے واسطے جبر کیا جائیگا اور بعضے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ حکم
جو امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے قیاساً و استحساناً دونون طرح یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی المحیط۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مرہونہ
باندی میرے گھر مین ہے تو مجھکو میرا قرضہ دیدے اور میرے ساتھ چلکر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اُسکو اختیار نہوگا
بلکہ اُسکو باندی مذکورہ حاضر کرنے کا حکم دیا جائیگا پھر جب مرتہن اُسکو حاضر لایا تو راہن کو حکم دیا جائیگا کہ پہلے اسکا قرضہ ادا
کرے یہ خلاصہ مین ہے اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قسط وار ادا کرنیکی شرط پر قرض ہین پھر قرضدار نے تمام مال قرضہ کے عوض کچھ

مال جسکی قیمت مقدار قرضہ کے برابر ہو رہن دیا پھر ایک قسط کا وقت آیا اور مرتہن نے اس قسط کے قدر مال کا مطالبہ کیا اور راہن
نے دینے سے انکار کیا کہ جب تک مال مرہون کو حاضر نکریگا تب تک نہ دونگا تو مرتہن پر مال مرہون حاضر کرنے کے واسطے جبر نکیا
جائیگا اسواسطے کہ اسکے حاضر کرنے مین کوئی فائدہ نہین ہو اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون تلف ہوگیا ہو اور مرتہن اسنے
مال کا پھر پانے والا ہوگیا اور مجھپر اُسکے قرضہ مین سے کچھ بھی ادا کرنا واجب نہین ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن کو حکم
دے کہ مرتہن اُسکو حاضر کرے تاکہ اُسکا حال معلوم ہوجاوے تو قیاساً یہ حکم ہو کہ قاضی اُسکو حاضر لانے کا حکم نہ دیگا اور استحساناً یہ حکم ہو
کہ اگر دونون اُسی شہر مین ہون جہان رہن واقع ہوا ہو تو قاضی اُسکو حکم دیگا کہ حاضر کرے اور اگر قاضی کی راے مین یہ آوے
کہ باوجود اُسی شہر مین ہونے کے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم نہ دے بلکہ مرتہن سے اس امر پر قطعی قسم لے کہ واللہ
مال مرہون ضائع نہین ہوا اور نہ ہلاک ہوا ہو اور راہن کو حکم دے کہ جسقدر قسط کی میعاد آگئی ہو اُسقدر مرتہن کو ادا کردے
تو قاضی کو ایسا کرنے کا اختیار ہو یہ محیط مین ہو۔ اور اگر مال مرہون ایک شخص عادل کے پاس ہو اور اُسکی اجازت ہو کہ دوسرے کے
پاس ودیعت رکھے اور عادل نے ایسا کیا ہو پھر مرتہن نے آکر اپنا قرضہ طلب کیا تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنیکی تکلیف
نہ دیجائیگی اور راہن کو مال قرضہ دیدینے کا حکم کیا جائیگا اسواسطے کہ راہن قبضہ مرتہن پر راضی نہین ہوا ہو پس مرتہن کے ذمہ
ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم نہین ہوگا جو اُسکے قبضہ مین نہین آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر مال مرہون کو مرتہن نے عادل سے لے لیا
تو غاصب ضامن قرار دیا جائیگا پس کیونکر اُسکے ذمہ ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم ہوگا جسکے لے لینے سے وہ غاصب ٹھہرتا ہو اور
اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا جو اُسکے عیال مین ہو اور خود کہین غائب ہوگیا اور مرتہن نے
اپنا قرضہ طلب کیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلان شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہو مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ کسکا مال ہو
یا عادل مذکور مال مرہون لیکر کہین غائب ہوگیا اور یہ پتا نہین معلوم ہوتا ہو کہ کہان گیا ہو تو مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کی
تکلیف نہ دیجائیگی مگر راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اسواسطے کہ مرتہن مال مرہون سپرد کرنے سے عاجز ہو اور اگر
مودع نے اس مال کے ودیعت ہونے سے انکار کرکے کہا کہ یہ مال میرا ہو تو مرتہن مال قرض وصول نہین کرسکتا ہو اسواسطے
کہ ایسے انکار سے مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائیگا پس استیفاء قرض ثابت ہوگا پس جب تک مرتہن اس امر کو ثابت نکرائے
کہ یہ مال مرہون ہو تب تک اپنا مال قرض وصول نہین کرسکتا ہو یہ کافی مین ہو۔ ایک دوسرے کے پاس ایک باندی رہن
کرکے ایک شخص عادل کے قبضہ مین رکھائی پھر عادل مذکور مرگیا اور ایسے شخص کے پاس جو اُسکی عیال مین ہو باندی کو
ودیعت رکھ گیا پھر مرتہن نے آکر راہن سے اپنا قرضہ طلب کیا اور راہن نے کہا کہ جب تک تو مال مرہون حاضر نکریگا تب تک
مین تجھے نہ دونگا اور مودع نے کہا کہ یہ باندی میرے پاس فلان شخص نے ودیعت رکھی ہو مگر مین یہ نہین جانتا ہون کہ یہ باندی
کس شخص کی ہو تو راہن پر ادائے قرض کے واسطے جبر کیا جائیگا پھر اگر وہ باندی عادل کے پاس تلف ہوگئی تو جو کچھ راہن نے
مرتہن کو دیا ہو اُس سے واپس لیگا یہ محیط مین ہو اور اگر راہن نے یہ دعوی کیا کہ مال مرہون تلف ہوگیا ہو تو مرتہن سے اُسکے علم پر قسم
لیجائیگی پس اگر وہ قسم کھا گیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائیگا اور اگر قسم سے انکار کرگیا تو جبر نکیا جائیگا اور اگر غلام
رہن ہو اور اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کرڈالا اور قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت تین سال مین واجب ہوئی پھر اگر مرتہن
نے اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نکیا جائیگا اور اگر تہائی قیمت کی میعاد آگئی تو جب تک راہن کو پوری قیمت
نہ ملجاوے تب تک راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نکیا جائیگا پس اگر قیمت بجنس قرضہ سے ہو تو جو کچھ قیمت مین

ملتا جاوے اُس کو مرتہن اپنے قرضہ میں وصول کرتا جائیگا اور اگر اُسکی قیمت میں اونٹ یا بکریاں ہوں اور قاضی نے قیمت میں اِن جانوروں کے دینے کا حکم کیا ہو تو یہ جانور بعوض قرضہ کے رہن ہونگے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کر دیا اور عادل نے اُسکو نقد یا اُدھار فروخت کیا تو جائز ہے پھر اگر مرتہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرتہن کو مال مرہون یا اُسکے بدل یعنے ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اسواسطے کہ وہ اُسکے حاضر لانے پر قادر نہیں ہے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو اُسکی بیع کے واسطے حکم دیا ہو اور مرتہن نے فروخت کر کے ہنوز اُسکے ثمن پر قبضہ نکیا ہو تو بھی مرتہن اُسکے ثمن حاضر کرنے پر مجبور نکیا جائیگا مگر راہن اُسکے قرضہ ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر مرتہن نے اُسکا ثمن وصول کر لیا ہو تو ثمن حاضر لانے پر مجبور کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتیین میں ہے اگر مرتہن نے یا عادل نے بحکم راہن مال مرہون کو فروخت کیا اور مشتری کے واسطے ثمن کی تاخیر دیدی یا ثمن کسی میعاد تک اُدھار ٹھہرا تھا تو مرتہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہے اسواسطے کہ ثمن مذکور راہن کے مختار کر دینے سے قرضہ ہو گیا ہے پھر اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جاوے تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہے وہ راہن کو واپس دیگا یہ تاتارخانیہ میں ہے

آٹھواں باب مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کرنے کے بیان میں قرضہ ساقط ہونے سے پہلے

مال مرہون میں راہن کا تصرف یا تو ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ ہوتا ہے جیسے بیع وکتابت و اجارہ و ہبہ و صدقہ و اقرار وغیرہ یا ایسا تصرف ہوگا جو محتمل فسخ نہیں ہوتا ہے جیسے عتق و تدبیر و استیلاد وغیرہ پس اگر ایسا تصرف ہو جو محتمل فسخ ہوتا ہے تو بغیر رضامندی مرتہن کے منعقد نہوگا اور مرتہن کا حق حبس یعنے مرہون کو روک رکھنے کا استحقاق باطل نہوگا پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کر دیا اور مرتہن کا روکنے کا استحقاق باطل ہو گیا تو سب تصرفات نافذ ہو جائینگے اور اگر مرتہن نے تصرف راہن کی اجازت دیدی تو تصرف نافذ ہو جائیگا اور مال مرہون رہن ہونے سے نکل جائیگا اور قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور بیع کی صورت میں مرہون کا ثمن بجائے مرہون کے رہن ہوگا۔ اسی طرح اگر ابتدا میں راہن نے باجازت مرتہن تصرف کیا تو بھی یہی حکم ہے اور جو تصرف محتمل فسخ نہیں ہے وہ نافذ ہو جاتا ہے اور رہن باطل ہو جاتا ہے پھر واضح ہو کہ اگر غلام مرہون کو راہن نے آزاد کیا اور وہ آزاد ہو گیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو تو غلام پر کمائی و سعایت لازم نہوگی اور راہن پر ضمان بحالہ رہیگی اگر قرضہ فی الحال ادا کرنے کی قرارداد پر ہو تو راہن اُسکے ادا کرنے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر ادائے قرضہ کی کچھ میعاد مقرر ہو گی اور وہ میعاد آ گئی ہو گی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہنوز میعاد نہ آئی ہو گی تو عتق نافذ ہو جائیگا اور مرتہن غلام مذکور کی قیمت راہن سے لیکر بجائے غلام کے اُسکو رہن کر لیگا پھر جب میعاد آ وے گی تو دیکھا جائیگا کہ اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ سے ہو گی تو اس قیمت سے اپنا قرضہ پورا لے لیگا اور اگر کچھ بچا تو وہ راہن کو واپس کر دیگا اور اگر جنس قرضہ سے برخلاف دوسری جنس ہو تو جیسا میعاد آنے سے پہلے تھا اسی طرح اپنا قرضہ حاصل کرنے تک اُسکو روک رکھیگا اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام کے رہن کے وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے جو کم مقدار ہو اُسکو ادا کرنے کے واسطے غلام مذکور سے سعایت کراوے خواہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو یا میعادی ہو پھر جب راہن کو توانگری و خوشحالی حاصل ہو تو غلام مذکور نے بحالت اضطرار جو کچھ اُسکا قرضہ سعایت کر کے ادا کیا ہو اُس سے واپس لیگا اور مرتہن بھی اگر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہ گیا ہو راہن سے لیگا مثلاً ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم کے رہن کیا پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی پھر راہن نے اُسکو آزاد کیا تو غلام مذکور وقت رہن کی قیمت ایک ہزار درم قیمت کے واسطے سعایت کریگا اسواسطے کہ

مر جاوے تو اُسی قدر قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر راہن نے اُسکو آزاد نہ کیا بلکہ مدبّر کر دیا تو مدبّر کرنا نافذ ہو جائیگا اور رہن
باطل ہو جائیگا اور بعد مدبر کیے جانیکے مرتہن کو اُسکے روکنے کا اختیار نہو گا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر راہن خوشحال ہو اور قرضہ
فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ اُس سے لے لیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت اُس سے لیکر بجائے مدبر
مذکور کے رہن رکھیگا جیسا عتق کی صورت میں ہے اور اگر راہن تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن مذکور
سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے جسقدر ہو سعایت کرا دیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو غلام مذکور سے اُسکی پوری
قیمت کے واسطے سعایت کرا کے اُس قیمت کو بجائے مدبر مذکور کے رہن رکھیگا پس آزاد کرنے کی صورت اور مدبر کرنے کی
صورت میں دو باتوں میں فرق ہوا ایک یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جب راہن تنگدست ہو تو غلام پر اُسکے وقت رہن کی
قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوتی ہے اور مدبر کرنے کی صورت میں اُسپر پورے
قرضہ کے واسطے جسقدر ہو سعایت کرنی واجب ہے جبکہ قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو اور اُسکی قیمت کیطرف لحاظ نکیا جائیگا اور اگر
قرضہ میعادی ہو تو اُسپر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور دوم یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جو کچھ غلام
نے کما کر ادا کیا ہے وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لیگا اور مدبر کرنے کی صورت میں نہیں لیگا اور اسکی
وجہ یہ ہے کہ مدبر ہو جانے سے اُسکی کمائی مولے کی ملک رہنے سے خارج نہیں ہوئی پس اُسکو مولے سے واپس نہیں لے
سکتا ہے اور پورے قرضہ کے واسطے سعی کریگا اور آزاد ہونے سے اُسکی کمائی مولے کی ملک ہونے سے خارج
ہو گئی ۔ اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہو گئی اور راہن نے دعوے کیا کہ یہ حمل میرا ہے پس اگر وضع
حمل سے پہلے ایسا دعوے کیا ہو تو اُسکا دعوے صحیح اور بچہ کا نسب اُس سے ثابت ہو جائیگا اور وہ بچہ رہن میں داخل
ہونے سے پہلے آزاد ہو گا اور وہ باندی اُسکی اُم ولد ہو کر رہن سے خارج ہو جائیگی اور بچہ پر کچھ سعایت لازم نہو گی
مگر اُسکی ماں کا حکم سب صورتوں میں وہی ہو گا جو ہمنے غلام مدبر کے واسطے ذکر کر دیے ہیں ۔ اور اگر باندی مذکور نے
وضع حمل کیا پھر اسکے بعد راہن نے اُسکے بچہ کے نسب کا دعوے کیا تو بھی دعوے صحیح ہو گا اور بچہ کا نسب اُس سے
ثابت ہو جائیگا اور رہن میں داخل ہونے کے بعد وہ بچہ آزاد ہو جائیگا اور اُسکے مقابلہ میں قرضہ میں سے ایک
حصہ ہو جائیگا اور یہ باندی مذکور اُسکی ام ولد ہو جائیگی اور رہن ہونے سے خارج ہو جائیگی پس تمام قرضہ باندی کے
رہن ہونے کے روز کی قیمت اور بچہ مذکور کے راہن کے دعوے کرنے کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر حصہ
باندی کے مقابلہ میں آیا ہے اُسکی بابت باندی کا حکم وہی ہو گا جو مدبر کا پورے قرضہ کی بابت مذکور ہوا ہے اور بچہ کا حکم
اپنے حصہ قرضہ کی بابت سب وہی ہو گا جو ہمنے آزاد شدہ کے حق میں ذکر کیا ہے لیکن اس صورت میں یہ ہو گا کہ راہن کے دعوے
کرنے کے روز کی بچہ کی قیمت کو اور اُسکے پڑنے میں جسقدر قرضہ کا حصہ آیا ہے اُسکو دیکھا جائیگا پس ان دونوں میں سے جو مقدار کم ہو
اُسکے واسطے بچہ مذکور سعایت کریگا اگر راہن تنگدست ہو اور جسقدر کما کر ادا کریگا وہ راہن سے واپس لیگا شرح طحاوی میں ہے ایک باندی
ہزار درم قیمت کی بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن کر دی گئی پھر وہ نرخ بڑھ جانے سے دو ہزار درم کی ہو گئی یا ہزار درم قیمت کا
بچہ جنی تو وہ دو ہزار درم دینکر دونوں کو فک رہن کریگا اور اگر باندی ہلاک ہو جاوے تو دو ہزار درم کے عوض ہلاک ہو گی اور
اگر مولے نے اُس باندی کو آزاد کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ ہزار درم کے واسطے سعایت کریگی اسی طرح اگر دونوں کو آزاد
کر دیا تو دونوں ہزار درم کے واسطے سعایت کرینگے اور جسقدر ادا کرینگے پھر مولے سے واپس لینگے اور مرتہن اپنا باقی قرضہ راہن

سے لے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا پھر اسکا نرخ گھٹ کر پانچ سو درم کا رہ گیا پھر راہن نے اسکو حالت تنگدستی میں آزاد کر دیا تو غلام مذکور آزاد ہونے کے روز کی قیمت یعنی پانچ سو درم کے واسطے سعایت کریگا پورے قرضہ کے واسطے سعایت نکریگا۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض دو ہزار درم قرضہ کے رہن دیا پھر اسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہو گئی پھر مولے نے اسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہے تو وہ پورے قرضہ کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اسنے ہنوز سعایت نکی ہو یہانتک کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو وہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا جبکہ آزاد کرنا بعد مدبر کرنے کے واقع ہوا ہو اور اگر اسکو مدبر کیا پھر اسکی قیمت بڑھگئی تو دو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا پھر اگر اسکو اسکے بعد آزاد کر دیا تو ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ہزار درم قیمت کی باندی بعوض ہزار درم کے رہن کی پھر اسکے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر پیدا ہونے کے بعد راہن نے اسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ خوشحال ہے تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر تنگدست ہو تو باندی نصف قرضہ کے واسطے اور بچہ نصف قرضہ کے واسطے سعایت کرینگے اور اگر بچہ نے سعایت کر کے ہنوز کچھ ادا نکیا ہو یہانتک کہ اسکی ماں سعایت سے فارغ ہونے سے پہلے مرگئی تو اسکا بچہ اپنی نصف قیمت اور نصف قرضہ سے جو کم مقدار ہو اسکے واسطے سعایت کریگا اور اسکی ماں کے مرنے سے اسکے ذمہ کچھ زائد نہ کیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ دو شخصوں نے ایک غلام رہن کیا پھر اسکو دونوں میں سے ایک نے آزاد کر دیا تو ضرور ہے کہ یا تو دونوں خوشحال ہونگے یا دونوں تنگدست ہونگے یا ایک خوشحال اور دوسرا تنگدست ہوگا اور قرضہ یا فی الحال واجب الادا ہوگا یا میعادی ہوگا پس اگر دونوں خوشحال ہوں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو اور غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہو تو آزاد کرنے والے پر بقدر اسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا اور اسی طرح اسکے شریک پر بھی بقدر اسکے حصہ کے قرضہ لازم ہوگا بدیں وجہ کہ وہ قرضدار ہونہ بدیں وجہ کہ عتق ثابت ہوا ہے ہوا اسواسطے کہ مال مرہون بوجہ دونوں میں سے ایک کے آزاد کرنے کے تلف ہو گیا اور وہ دونوں خوشحال ہیں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے پس وہ دونوں سے اپنے اپنے حصہ کے قدر قرضہ کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنے والا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اسنے اپنا حصہ تلف کر دیا پس مرتہن اس سے لے لیگا اور وہ میعاد آنے تک اسکے پاس رہن رہیگی پھر دیکھا جائیگا کہ اسکا شریک جسنے آزاد نہیں کیا بلکہ خاموش رہا ہے کیا بات اختیار کرتا ہے پس اگر اسنے تاوان لینا اختیار کیا یا غلام سے سعایت کرائی تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ مال اس سے لے لے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پس اسکے پاس رہن رہیگا پھر جب قرضہ کی میعاد آوے تب مرتہن اسکو اپنے قرضہ میں جو ان دونوں پر آتا ہے لے لیگا اسواسطے کہ یہ قیمت اسکے قرضہ کی جنس سے ہے اور اگر شریک خاموش نے بھی اپنا حصہ آزاد کر دینا اختیار کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے تاوان لے کیونکہ اسنے آزاد کر کے اسکا حق تلف کر دیا ہے اور چاہے شریک خاموش سے جسنے پیچھے آزاد کیا ہے تاوان لے اسوجہ سے کہ اسنے مرہون کے بدل سے مرتہن کا حق تلف کر دیا اسلیے کہ آزاد کرنے والے پر تاوان یا غلام پر سعایت کرنا واجب ہوا تھا اگر اسکے آزاد کرنے سے وہ دونوں بری ہو گئے اور اگر دونوں تنگدست ہوں اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن کو غلام سے پورے ہزار درم قرضہ کے واسطے سعایت کرانے کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ صاحبین رحمہما اللہ تعالے کے مذہب کے موافق ایک شریک کے آزاد کرنے پر غلام مذکور پورا آزاد ہو گیا پس غلام مذکور پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور امام اعظم رحمہ کے مذہب کے موافق جسنے آزاد نہیں کیا ہے اسکا حصہ مکاتب ہو گیا اور مکاتب رہن ہونے کے لائق نہیں رہتا ہے اسواسطے کہ وہ اپنی ہیئت قدرت کی راہ سے آزاد کا حکم رکھتا ہے اور آزاد کرنے والا تنگدست ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام سے سعایت کرا دے

اور جب اُسنے غلام سے سعایت کراکے مال لے لیا تو جو کچھ اُسکا قرضہ دونون پر ہے اُسکے عوض اُسنے لیا اسواسطے کہ یہ کمائی مال مرہون کا بدل ہے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو بھی یہی حکم ہے لیکن اس صورت مین میعاد آنے تک یہ مال اُسکے پاس رہن رہیگا اور اگر آزاد کرنے والا خوشحال اور خاموش تنگدست ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو آزاد کرنیوالا اپنا حصہ قرضہ تاوان دیگا اور شریک خاموش کے حصہ مین لحاظ کیا جائیگا کہ اگر اُسنے غلام سے سعایت کرانا یا شریک سے تاوان لینا اختیار کیا تو اس مال کو مرتہن لے لیگا اسواسطے کہ یہ بدل الرہن ہے اور اگر اُسنے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا تو آزاد کرنے والا شریک خاموش کے حصہ کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مرہون سے حق مرتہن تلف کیا ہے پھر آزاد کرنے والا شریک خاموش سے یہ مال تاوان واپس لیگا اسی طرح اگر قرضہ میعادی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو اور خاموش خوشحال ہو اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو مرتہن آزاد کنندہ کے حصہ کے واسطے غلام سے سعایت کرا دیگا اور شریک خاموش سے نصف قرضہ لے لیگا اسواسطے کہ مال مرہون تلف ہو گیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مرتہن غلام سے پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کرا دیگا پھر جب ادائے قرضہ کی میعاد آجاوے پس اگر خاموش نے اپنے حصہ کے واسطے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو مرتہن اس مال کو اپنے قرضہ مین جو دونون پر آتا ہے لے لیگا پھر اپنے آزاد کرنے والے سے جو حصہ اُسکے پرتے مین پڑتا ہے وہ واپس لیگا اور شریک خاموش سے کچھ نہ لیگا اور اگر شریک خاموش نے بھی آزاد کر دینا اختیار کیا پھر اگر اُسنے اپنا قرضہ ادا کر دیا تو آدھا کمائی کا مال غلام سے واپس لیگا اور اگر اُسنے ادا نہ کیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ یہ سب مال اپنے قرضہ مین لے لے اسواسطے کہ یہ رہن کا بدل ہے پھر غلام آدھی کمائی کو شریک خاموش سے اور آدھی کمائی کو آزاد کرنے والے سے واپس لیگا اور اگر ایک شریک نے اُسکو آزاد کیا اور دوسرے نے اُسکو مدبر کر دیا حالانکہ وہ تنگدست ہین تو غلام سے مرتہن پورے ہزار درم کے واسطے سعایت کرا دیگا پھر غلام مذکور آزاد کرنیوالے سے نصف کمائی واپس لیگا اسواسطے کہ اُسنے مجبور ہو کر اپنے مال سے اُسکا قرضہ ادا کیا ہے پھر اگر مدبر کرنے والے نے آزاد کر دینا اختیار کیا ہے تو اُس سے بھی آدھی کمائی واپس لیگا اور اگر اُسنے سعایت کرانا اختیار کیا تو مدبر ہونے کے حالت کی اُسکی نصف قیمت اور محض مملوک ہونیکے حالت کی اُسکی نصف قیمت مین جسقدر تفاوت ہو اُسقدر واپس لیگا مثلاً کہ اگر محض مملوک ہونے کے حالت کی اُسکی نصف قیمت پانسو درم ہون اور مدبر ہونے کے حالت کی نصف قیمت چارسو درم ہون تو اُس سے سو درم واپس لیگا اور اگر دونون شریک خوشحال ہون تو مرتہن کے واسطے ہزار درم کے ضامن ہونگے پھر غلام مدبر اُس شخص کے واسطے جسنے اُسکو مدبر کیا ہے اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور دونون شریکون مین سے کوئی شریک دوسرے شریک سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ رہن دونون مین سے ایک کے آزاد کرنے سے تلف ہو گیا اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہے پس دونون ادائے قرضہ کیواسطے ماخوذ ہونگے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو آزاد کرنیوالا اپنے حصہ کی قیمت کا ضامن ہوگا اور مدبر کرنے والے کے حصہ مین مرتہن کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کرنے والے سے اُسکے حصہ کی ضمان لے یا مدبر کرنے والے سے اُسکے حصہ کی قیمت کا تاوان لے اسواسطے کہ اُسنے مدبر کرنے سے مرتہن کا حق جو بدل الرہن مین تھا تلف کر دیا ہے کیونکہ مدبر کرنے والے کو حالت خاموشی مین یہ اختیار تھا کہ آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی قیمت کی ضمان لے مگر مدبر کرنے سے آزاد کرنیوالا اُسکے حصہ کے تاوان سے بری ہو گیا یہ محیط سرخسی مین لکھا ہے اور مرتہن کو یہ اختیار نہین ہوتا ہے کہ مال مرہون کسی دوسرے کے پاس رہن رکھے پس اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے رہن رکھا تو راہن اول کو اختیار ہوگا کہ دوسرے عقد رہن کو باطل کر دے اور مرہون مذکور کو مرتہن کے پاس اعادہ کرا دے اور اگر مرتہن اول کے پاس اعادہ کرانے سے پہلے مال مرہون مرتہن ثانی کے پاس تلف ہو گیا تو

راہن اول کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن اول سے تاوان لے یا مرتہن ثانی سے ضمان لے پس اگر اُسنے مرتہن اول سے تاوان لیا
تو یہ مال تاوان مرتہن اول کے پاس رہن رہیگا اور مرتہن اول تاوان دیکر مرہون کا مالک ہوگیا پس ایسا ہوا کہ گویا اُسنے اپنے مملوکہ
مال کو رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہو پس مرتہن ثانی کے پاس بعوض قرضہ کے جسکے عوض رہن تھا تلف شدہ قرار دیا جائیگا
اور اگر اُسنے دوسرے مرتہن سے تاوان لینا اختیار کیا تو جو کچھ مال تاوان ملے وہ مرتہن اول کے پاس رہن ہوگا اور دوسرا عقد رہن
باطل ہوگیا پھر دوسرا مرتہن اپنا مال ضمان جو اُسنے ادا کیا ہے مرتہن اول سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی لیگا۔ اور اگر مرتہن اول نے
اُسکو راہن کی اجازت سے دوسرے کے پاس رہن رکھا تو دوسرا رہن صحیح ہے اور رہن اول باطل ہوگیا پس ایسا ہوگیا کہ گویا
مرتہن اول نے راہن کا مال اُس سے مستعار لیکر رہن کردیا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر ایک شخص نے ایک چوپایہ جانور رہن لیا
اور اُسپر قبضہ کرنے کے بعد اُسکو راہن سے کرایہ پر لیا تو اجارہ صحیح نہین ہے اور مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُسکو اعادہ کرکے مرہون کرلے اور اپنے
قبضہ مین کرلے اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے کسی دوسرے کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن ہونے سے خارج ہوجائیگا اور اُسکی اُجرت
راہن کو ملیگی اور اگر اُسنے بدون اجازت راہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اُسکی اُجرت مرتہن کو ملیگی مگر اُسکو صدقہ کردے اور مرتہن کو اختیار
ہوگا کہ اعادہ کرکے اُسکو رہن کرلے اور اگر مرتہن کی اجازت سے راہن نے اُسکو کسی شخص اجنبی کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن سے نکل جائیگا اور
کرایہ راہن کو ملیگا اور اگر بغیر اجازت مرتہن کے اجارہ پر دیا ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے رہن کرسکتا ہے اور
اگر کسی اجنبی نے بدون اجازت راہن ومرتہن کے اُسکو اجارہ پر دیدیا پھر راہن نے اجارہ کی اجازت دیدی تو کرایہ راہن کو ملیگا
اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے رہن کرلے سکتا ہے اور اگر مرتہن نے اجازت دی راہن نے نہ دی ہو تو اجارہ باطل ہوگا اور کرایہ اُسکا
ہوگا جسنے اجارہ پر دیا ہے مگر اُسکو صدقہ کردے اور مرتہن اُسکو اعادہ کرکے مرہون کرسکتا ہے اور اگر دونون نے اُسکی اجازت دیدی
تو کرایہ راہن کو ملیگا اور وہ رہن ہونے سے خارج ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر مرتہن نے اُسکو بدون اجازت
راہن کے ایک سال کے واسطے اجارہ پر دیا اور سال گذر گیا پھر راہن نے اجازت دیدی تو صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اجازت ایسے
عقد سے لاحق ہوئی جو گذر کر منسوخ ہوچکا ہے پس مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اُس مرہون کو لیلے تاکہ اُسکے پاس رہن رہے جیسا پہلے
تھا اور اگر راہن نے چھ مہینے گذرنے کے بعد اجازت دی تو صحیح ہے اور آدھا کرایہ مرتہن کو ملیگا مگر اُسکو صدقہ کردے اور آدھا کرایہ باقی راہن
کو ملیگا اور مرتہن کو یہ اختیار نہ رہیگا کہ دوبارہ اُسکو رہن کرلے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ عین مال مرہون مرتہن کے پاس
امانت ہوتا ہے بمنزلہ ودیعت کے پس جہان کہین ایسا ہوتا ہے کہ اگر مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے وہ
ضامن نہووے تو ایسی صورت مین اگر مرتہن مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ بھی ضامن نہوگا لیکن فرق یہ ہے کہ ودیعت
اگر تلف ہوجاوے تو مودع کچھ ضامن نہوگا اور اگر رہن کا مال تلف ہوجاوے تو قرضہ ساقط ہوجائیگا۔ اور جہان ایسا ہوتا ہے کہ اگر
مودع مال ودیعت سے ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن ہو تو ایسی صورت مین اگر مرتہن بھی مال مرہون سے ایسا فعل کریگا تو وہ
بھی ضامن ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ ودیعت کے مال کو مودع دوسرے اجنبی کے پاس ودیعت نہین رکھ سکتا ہے اور نہ
مستعار دیسکتا ہے اور نہ اجرت پر دیسکتا ہے اسی طرح رہن کو بھی مرتہن اجارہ پر نہین دیسکتا ہے اور اگر اُسنے بدون اجازت
راہن کے اجارہ پر دیکر مستاجر کے سپرد کیا پس اگر وہ مستاجر کے پاس تلف ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن سے
اُسکی وہ قیمت جو مستاجر کے سپرد کرنے کے وقت تھی تاوان لے اور وہ قیمت بجائے عین مال مرہون کے مرتہن کے پاس رہن ہوگی
اور اگر چاہے مستاجر سے تاوان لے لیکن اگر اُسنے مرتہن سے ضمان لی تو وہ مستاجر سے مال تاوان واپس نہین لے سکتا ہے مگر بال

مرہون تلف ہونے تک جسقدر مستاجر نے اُس سے نفع حاصل کیا ہے اُسقدر اجرت کو مستاجر سے لے سکتا ہے اور یہ وہ آمدنی کی
ہوگی مگر حلال نہو گی اور اگر اسنے مستاجر سے تاوان لیا تو وہ مال تاوان کو مرتہن سے واپس لیگا اور اگر مال مستاجر کے پاس سلامت
رہا اور مرتہن نے اُسکو واپس لیا تو وہ مثل سابق کے مرتہن کے پاس عود کر کے رہن رہیگا۔ اسی طرح اگر راہن نے بلا اجازت
مرتہن کے اسکو کرایہ پر دیا تو جائز نہیں ہے اور مرتہن کو اجارہ باطل کر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے باجازت
دوسرے کے اسکو اجارہ پر دیا یا ایک نے بدون اجازت دوسرے کے اجارہ پر دیا پھر دوسرے نے اجازت دیدی تو اجارہ
صحیح ہوگا اور رہن باطل ہو جائیگا اور کرایہ راہن کا ہوگا اور کرایہ وصول کرنے کی ولایت اسکو ہوگی جسنے عقد اجارہ قرار دیا ہے
اور بعد میعاد اجارہ گذرنے کے بعد پھر وہ عود کر کے رہن نہو جائیگا الا جبکہ دوبارہ عقد رہن قرار دیا جاوے اسی طرح اگر مرتہن نے اسکو اجارہ
پر لیا تو اجارہ صحیح ہوگا بشرطیکہ اجارہ کے واسطے جدید قبضہ کرے اور رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسکے پاس مدت اجارہ گذرنے کے بعد
یا اس سے پہلے وہ تلف ہو گیا اور بعد مدت اجارہ گذرنے کے اُسکو راہن کے دینے سے روکا نہ تھا تو امانت میں تلف شدہ قرار دیا
جائیگا اور اُسکے ہلاک ہو جانے سے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہو گا اور اگر بعد مدت اجارہ گذر جانے کے بعد اسکو راہن کو دینے سے روکا ہو تو
غاصب ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اور اگر مرتہن نے رہن کے چوپایہ پر سواری لی یا غلام مرہون سے خدمت لی یا لباس
مرہون کو پہنا یا تلوار مرہون کو باندھا حالانکہ سب بلا اجازت راہن کیا تو وہ ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے راہن کی ملک کو بلا
اجازت راہن کے استعمال کیا ہے پس مثل غاصب کے ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر اُسنے ایک تلوار یا دو تلوار پر تلوار مرہون کو باندھا
تو ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ یہ فعل حفاظت کرنے میں داخل ہے از قبیل استعمال نہیں ہے اور اگر اُسنے ایسا فعل راہن کی اجازت سے
کیا ہو تو اُسپر تاوان واجب نہو گا اسواسطے کہ ضمان واجب ہونا بسبب تعدی کے ہوتا ہے اور مالک کی اجازت سے استعمال
کرنا تعدی نہیں ہے اور جب مرتہن چوپایہ مذکور پر سے اُتر پڑا یا کپڑا اُتار دیا یا غلام سے خدمت لینے سے باز رہا تو وہ اپنے
حال پر رہن ہوگا پس اگر تلف ہو جاوے تو جسکے عوض رہن ہے اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر راہن کی
اجازت سے استعمال کرنے کی حالت میں تلف ہو تو مفت تلف شدہ قرار پائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اجنبی نے راہن
کی اجازت سے مرہون کو عاریت پر دیا یا راہن نے باجازت مرتہن اُسکو عاریت دیا اور وہ مستعیر کے قبضہ میں تلف ہوا
تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہو گا و لیکن مرتہن کو یہ اختیار رہیگا کہ جب چاہے اپنے قبضہ میں لے لے اور اگر مستعیر کے پاس
مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا خواہ وہ راہن ہو یا مرتہن ہو یا کوئی اجنبی ہو تو بچہ رہن ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اجارہ
و رہن کا قبضہ ثابت ہونے سے عقد رہن باطل ہو جاتا ہے اور قبضہ ودیعت سے عقد رہن باطل نہیں ہوتا ہے
اگر مال مرہون کو راہن نے باجازت مرتہن ودیعت پر دیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ اپنے قبضہ میں واپس لے لے یہ محیط
میں ہے اور اگر رہن کوئی کتاب یا مصحف مجید ہو تو مرتہن کو بلا اجازت راہن کے اُس سے پڑھنے کا اختیار نہوگا پس اگر راہن نے
اجازت دیدی تو جب تک مرتہن اُس میں سے پڑھتا رہے تب تک وہ مرتہن کے پاس عاریت ہوگا پھر جب قرأت سے فارغ
ہوا تو مرہون کے حکم میں داخل ہو جائیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ ایک شخص نے مصحف رہن کیا اور مرتہن کو اُس سے تلاوت کرنے کی
اجازت دیدی پس اگر اُس سے تلاوت کرنے کی حالت میں وہ تلف ہوگا تو قرضہ ساقط نہو گا اسواسطے کہ رہن کا حکم فقط محبوس
رکھنا یعنے روک رکھنا ہے اور جب مرتہن نے باجازت راہن اسکو استعمال کیا تو حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر قرأت سے فارغ
ہونے کے بعد تلف ہوا تو قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا یہ وجیز کردری میں ہے اگر کسی نے رہن کی انگوٹھی ایک انگوٹھی کے

اور پہنی اور وہ تلف ہوئی تو اہین عرف و عادت کی طرح رجوع کیا جاوے پس اگر مرتہن مذکور ایسا شخص ہو جو تجمل کے واسطے دو انگوٹھیان پہن سکتا ہو تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے مال مرہون کو استعمال کیا ہو اور اگر ایسا شخص ہو کہ دو انگوٹھیان پہن کر تجمل نہین کر سکتا ہو تو جس قرضہ کے عوض رہن تھی اُسکے عوض تلف شدہ قرار پائیگی اسواسطے کہ اُسنے حفاظت کی غرض سے اُسکو پہنا ہو اور انگوٹھی کے بعضے مسائل ہمنے کتاب العاریۃ مین ذکر کر دیے ہین اور اگر طیلسان یا قبا رہن ہو پس اُسنے اُسکو اس طرح پہن لیا جیسے لوگ استعمال کرتے ہین تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حفاظت کے واسطے کندھے پر ڈال لیا ہو تو تلف ہونے سے بطور مال مرہون تلف ہونے کے قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ اول صورت مین استعمال ثابت ہوا اور دوسری صورت مین جو فعل ہو حفاظت کیواسطے ہو یہ بدائع مین ہے اور اگر دونون نے اس بات کا ارادہ کیا کہ مرتہن کو مال مرہون سے نفع حاصل ہو اور رہن بھی صحیح رہے تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ اگر مال مرہون مثلاً دار ہو تو مرتہن کو راہن اُسمین سکونت رکھنا مباح کر دے بدین شرط کہ ہرگاہ راہن اُسکو اس نفع سے منع کرے تو مرتہن کو باجازت جدیدہ آیندہ کے واسطے بھی اختیار حاصل رہیگا تا وقتیکہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ ادا نکرے اور مرتہن اُسکی ایسی اجازت مشروطہ کو قبول کر لے اسی طرح اگر مال مرہون زمین ہو اُسکی زراعت کے واسطے اجازت دیدے یا درخت و باغ انگور ہو اُسکے پھلون کو مباح کر دے یا بہائم مین سے کوئی جانور ہو اُسکا دودھ مباح کر دے باین طور کہ راہن نے اُسکو یہ نفع مباح کیا بدین شرط کہ جب کبھی راہن اُسکو منع کر دے تو مرتہن راہن کیطرف سے باجازت جدیدہ آیندہ کے واسطے مختار ہو جائیگا یہان تک کہ راہن اُسکو اُسکا قرضہ دیدے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر راہن یا مرتہن نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو فروخت کیا تو وہ رہن سے خارج ہو جائیگا اسی طرح اگر کسی نے بدون دوسرے کی اجازت کے اُسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو بھی وہ رہن سے خارج ہو جائیگا پس اُسکا ثمن بجاے اُسکے مرہون ہوگا خواہ مشتری سے وصول پایا ہو یا نہ پایا ہو پھر اگر اُسکا ثمن مشتری کے پاس ڈوب جاوے یا مشتری سے وصول کر لینے کے بعد تلف ہو جاوے تو اُسکا تلف ہونا مرتہن کے ذمہ پڑیگا اور مرتہن کو اُسکا ثمن روک رکھنے کا استحقاق اسی طرح حاصل ہوگا جیسا اصل مرہون کے روک رکھنے کا استحقاق تھا یہان تک کہ ادا ے قرضہ کی میعاد آجاوے ایسا ہی امام کرخی رح نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہو اور امام قدوری رح نے فرمایا کہ یہین دو صورتین ہین اگر عقد رہن مین بیع مشروط ہو تو ثمن رہن ہوگا اور اگر مشروط نہو تو امام محمد رح کے نزدیک بیع موقوف ... انتقال حق بجانب ثمن ہو اور امام طحاوی نے اختلاف العلماء مین ذکر کیا کہ ہمنے اس حکم مین کوئی اختلاف نہین پایا اور قدوری نے امام ابو یوسف رح سے بروایت بشر رح یون ذکر کیا کہ اگر مرتہن نے اجازت مین یہ شرط کی ہو کہ ثمن رہن ہوگا تو رہن ہوگا ورنہ وہ رہن سے خارج ہو جائیگا اور شرح طحاوی مین لکھا ہو کہ بلا تفصیل کے ثمن رہن ہوگا اور یہی صحیح ہو یہ محیط مین ہو اگر بیس درم قیمت کا کپڑا بعوض دس درم کے رہن کیا پھر اُسکو راہن کی اجازت سے پہنا اور اُسمین چھ درم کا نقصان آیا پھر دوبارہ اُسکو بدون اجازت راہن کے پہنا اور اُسمین چار درم کا نقصان آیا پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور تلف ہونے کے وقت اُسکی قیمت دس درم تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ راہن سے مرتہن ایک درم واپس لیگا اور اُسکے قرضہ مین سے نو درم ساقط ہو جاوینگے اسواسطے کہ جب قرضہ دس درم تھا اور رہن کے روز کپڑے کی قیمت بیس درم تھی تو آدھا کپڑا قرضہ کے عوض مضمون اور آدھا امانت تھا پھر جب راہن کی اجازت سے اُسکو پہننے سے اُسمین چھ درم کا نقصان آیا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن کا پہننا مثل راہن کے پہننے کے ہو پس مرتہن کے ذمہ اُسکی ضمان لازم نہوگی اور جسقدر مرتہن سے بدون اجازت راہن کے نقصان آیا ہو یعنے چار درم کا اُسکی ضمان مرتہن پر ہوگی پس چار درم جو مرتہن پر واجب ہوے ہین وہ اسی قدر قرضہ کے ساقط ہونے سے قصاص ہو جاوینگے پھر

پھر جب کپڑا تلف ہوا بعد ناقص ہونے کے اور اُسکی قیمت دس درم ہے جسمین سے پانچ درم مضمون اور پانچ درم امانت ہیں پس
بعقدر مضمون ہے اُسیقدر قرضہ سے ساقط ہو جائیگا پس ایک درم باقی رہا اسواسطے مرتہن ایک درم اُس سے لیگا یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ اگر باغ خرما یا باغ انگور مین پھل آئے حالانکہ وہ مرتہن کے پاس رہن ہے اور مرتہن کو اُسکے پھلون کے
ضائع ہو جانے کا خوف ہوا پس اُسنے بغیر حکم قاضی اُسکو فروخت کر دیا تو اُسکی بیع جائز نہوگی اور مرتہن ضامن ہوگا اور اگر بحکم
قاضی فروخت کیا یا قاضی نے خود فروخت کر دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی اور مرتہن پر ضمان واجب نہوگی اور اگر مرتہن نے پختہ ہو جانے
کے بعد پھل توڑ لیے یا انگور جھاڑ لیے اور یہ فعل بدون حکم قاضی کے کیا تو استحساناً ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل از قبیل حفاظت ہے اور
حفاظت مرہون کا مرتہن کو استحقاق حاصل ہے یہ مبسوط میں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اُسنے
پھلون کو اس طرح توڑا ہو جسطرح توڑے جاتے ہین اور کچھ نقصان نہ آیا ہو اور اگر اُسکے فعل سے کچھ نقصان آگیا ہو تو وہ ضامن
ہوگا اُسیقدر قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اُسنے بکری یا اونٹنی کا دودھ دوہ لیا تو استحساناً ضامن نہوگا اور اگر گلے
یا بکری رہن ہوا اور مرتہن کو اُسکے مرنے کا خوف ہوا پس اُسنے فروخت کر ڈالی تو قیاساً و استحساناً ضامن ہوگا اور حاصل یہ ہے کہ جو ایسا
تصرف ہے جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل ہوتی ہے جیسے بیع و اجارہ وغیرہ تو ایسے تصرف کا مرتہن کو اختیار نہین ہے
اور اگر کریگا تو ضامن ہوگا اگرچہ رہن فاسد ہو جانے سے ایک طرح کی حفاظت ہو الا اُس صورت میں کہ یہ تصرف اُسنے قاضی کے
حکم سے کیا ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور جو تصرف ایسا ہو کہ جس سے عین مرہون سے ملک راہن زائل نہوتی ہو تو ایسے
تصرف کا مرتہن کو اختیار ہے اگرچہ بدون حکم قاضی ہو بشرطیکہ رہن خراب ہو جانے سے حفاظت اور نگہداشت ہو علی ہذا ہی
یہ مسائل نکلتے ہیں کہ اگر دس درم قیمت کی بکری دوسرے کے پاس بعوض دس درم قرضہ کے رہن کی اور راہن نے
مرتہن کو اجازت دی کہ اسکا دودھ دوہ کر پیے اور مرتہن نے ایسا کیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسواسطے کہ راہن کی اجازت
سے مرتہن کا فعل مثل راہن کے فعل کے ہے پس اگر راہن خود یہ فعل کرتا تو اُسپر ضمان لازم نہ تھی اسی طرح مرتہن کے اُسکی اجازت سے
کر لینے سے بھی ضمان لازم نہوگی پھر اگر اسکے بعد راہن چھوڑانے آوے تو پورا قرضہ دیکر چھوڑا سکتا ہے پھر اگر راہن کے فک رہن کے
واسطے آنے سے پہلے بکری مرتہن کے پاس تلف ہو گئی تو فرمایا کہ تمام قرضہ بکری کے قبضہ کے روز کی قیمت اور دودھ کے پینے
کے روز کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا پس قرضہ میں سے بکری کے مقابلہ مین جو حصہ پڑتا ہو وہ ساقط ہو جائیگا اور جسقدر دودھ کے
مقابلہ مین پڑتا ہو اُسکو راہن ادا کریگا اسی طرح اگر بکری کے بچہ پیدا ہوا اور مرتہن نے راہن کی اجازت سے اُسکو کھا لیا تو اُسمین
بھی حکم جو دودھ کی صورت مین مذکور ہوا ہے اسی طرح اگر راہن و مرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے دودھ یا اُسکا بچہ کھا لیا
تو اسمین بھی وہی حکم ہے جو راہن کی اجازت سے مرتہن کے کھا لینے کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ اور اگر مرتہن نے بدون
اجازت راہن کے دودھ یا بکری کا بچہ کھا لیا تو اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہ مال ضمان بکری کے ساتھ قرضہ کے عوض رہن
ہو جائیگا پھر اگر اسکے بعد بکری مر گئی تو بقدر حصہ قرضہ مین سے بکری کے مقابلہ مین پڑتا ہے وہ ساقط ہوگا اور یہ راہن مال
ضمان کو اُسکے حصہ کا قرضہ دیکر چھوڑا سکتا ہے اور اگر راہن نے دودھ یا بچہ بدون اجازت مرتہن کے کھا لیا تو اُسکی قیمت کا ضامن
ہوگا اور یہ قیمت رہن بکری کے مرتہن کے پاس رہن رہیگی پھر اگر یہ مال ضمان تلف ہو جاوے تو مفت تلف ہوگا اسواسطے کہ یہ
قیمت دودھ و بچہ کے قائم مقام ہے اور دودھ و بچہ اگر تلف ہوتا تو مفت تلف ہوتا اسی طرح اُسکا قائم مقام بھی مفت تلف
ہوگا پھر اگر اسکے بعد بکری تلف ہو تو پورے قرضہ کے عوض تلف ہوگی جیسا کہ دودھ و بچہ کے تلف ہونے کے بعد بکری کے تلف

ہونے کا حکم ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی رہن کی اُسنے مرتہن کے بچہ کو دودھ پلایا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ آدمی کا دودھ متقوم نہین ہوتا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔

نوان باب ۔۔ رہن مین راہن و مرتہن کے اختلاف کرنے اور شہادت گواہی دینے کے بیان مین۔ اگر قرضہ ہزار درہم ہو اور راہن و مرتہن نے جسقدر کے عوض رہن ہو اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ وہ پانچ سو درہم کے عوض رہن ہو اور مرتہن نے کہا کہ ہزار درہم کے عوض رہن ہو تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اور اگر راہن نے کہا کہ مین نے پورے قرضہ کے عوض جو تیرا مجھپر آتا ہو اور وہ ہزار درہم ہین رہن کیا ہو اور مال رہن ہزار درہم قیمت کا موجود ہو اور مرتہن نے کہا کہ مین نے اسکو پانچ سو درہم کے عوض رہن لیا ہو اور مال مرہون قائم ہو تو امام اعظم رہ سے مروی ہو کہ راہن کا قول قبول ہوگا پھر قسم کھاکر عقد کو توڑکر دونون باہم واپس کر لینگے اور اگر مال مرہون دونون کے باہم قسم کھانے سے پہلے تلف ہوگیا تو قول مرتہن کا لیا جائیگا۔ اور اگر دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ رہن بعوض ہزار درہم کے تھا اور باندی کی قیمت مین اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہو۔ اسیطرح اگر دو کپڑے رہن ہون پھر ان مین سے ایک تلف ہوگیا اور تلف شدہ کی قیمت مین دونون نے اختلاف کیا تو بھی اسکی مقدار قیمت مین مرتہن کا قول قبول ہوگا اور زیادتی قیمت کے بارہ مین راہن کے گواہ قبول ہونگے اسیطرح اگر مقدار رہن مین اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تونے میرے پاس یہ دونون کپڑے بعوض ہزار درہم کے رہن کیے ہین اور راہن نے کہا کہ مین نے یہ ایک کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہو تو دونون مین سے ہر ایک سے دوسرے کے دعوے پر قسم لیجائیگی اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون تیرے پاس تلف ہوا ہو اور مرتہن نے کہا کہ تونے مجھسے اپنے قبضہ مین لے لیا تھا پھر وہ تیرے پاس تلف ہوا ہو تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے کہ دونون کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان مین داخل ہوچکا ہو مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعوی کرتا ہو اور راہن اس سے انکار کرتا ہو پس قول منکر کا قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہون سے قرضہ کا استیفا یعنی بھرپایا ثابت ہوتا ہو اور مرتہن کے گواہون سے اسکی نفی ہوتی ہو پس جو گواہ مثبت ہین وہ اولے ہین۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ میرے قبضہ کرنے سے پہلے وہ راہن کے پاس تلف ہوگیا ہو تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ راہن یہ دعوے کرتا ہو کہ مرہون مذکور ضمان مین داخل ہوا ہو اور مرتہن داخل ہونے سے انکار کرتا ہو پس منکر کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُنسے ضمان ثابت ہوتی ہو یہ بدائع مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ہزار درہم قیمت کی باندی بعوض ہزار درہم قرضہ میعادی کے رہن رکھی اور ایک شخص عادل کو مختار کیا کہ میعاد آنے پر اُسکو فروخت کردے پھر جب میعاد آگئی تو مرتہن اُس باندی کو لایا اور عادل سے درخواست کی کہ اسکو بیع کرے اور راہن نے انکار کیا کہ یہ وہ باندی نہین ہو پس اگر راہن و مرتہن دونون نے اس بات پر اتفاق کیا کہ مرہونہ باندی کی قیمت ہزار درہم تھی اور قرضہ ہزار درہم تھا اور مرتہن جس باندی کو لایا ہو اُسکی قیمت بھی ہزار درہم ہو لیکن راہن اس بات سے انکار کرتا ہو کہ یہ وہ باندی نہین ہو تو راہن کے حق مین مرتہن کا قول قبول ہوگا پھر اسکے بعد اگر عادل نے انکار کیا اور کہا کہ یہ وہ باندی نہین ہو یا کہا کہ مین نہین جانتا ہون تو اُسکے علم پر اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو اُسکی بیع کے واسطے مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا اسواسطے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہوگیا ہو یعنے مرتہن کا حق متعلق

ہے پس عادل مجبور کیا جائیگا اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمہ ہوگا لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن ہو تو راہن سے
واپس لے سکتا ہے اور اگر عادل قسم کھا گیا تو بیع پر مجبور کیا جائیگا تو قاضی راہن کو حکم دیگا کہ خود فروخت کرے اور اگر اُسنے انکار کیا
تو قاضی اُسکو مجبور نہ کریگا بلکہ خود فروخت کر دیگا لیکن اُسکا عہدہ راہن کے ذمہ ہوگا جیسا کہ عادل کے مرجانے کی صورت میں ہے
اور اگر مرتہن پانچ سو درم قیمت کی باندی لایا اور راہن نے کہا کہ یہ میری باندی نہیں ہے اور مرتہن نے کہا کہ یہی باندی ہے مگر
اُسکا نرخ گھٹ گیا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور اُس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھائی تو باندی مرہونہ اُسکے زعم کے
موافق قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی پھر عادل کیطرف رجوع کیا جائیگا پس اگر عادل نے مرتہن کے قول کی تصدیق کی تو
اُس سے کہا جائیگا کہ اِسکو مرتہن کے واسطے فروخت کر دے پھر جب وہ فروخت کر دے تو اُسکا ثمن مرتہن کو دیدیگا پس اگر ثمن بہ
نسبت قرضہ کے کم ہو تو باقی قرضہ کو راہن سے مرتہن نہیں لے سکتا ہے الا اُس صورت میں کہ اپنے دعوے پر گواہ قائم کرے تو البتہ
باقی قرضہ کو راہن سے لے سکتا ہے یہ حکم اُسوقت ہے کہ دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا ہو کہ مرہونہ کی قیمت ہزار درم تھی اور اگر دونوں
نے باہم اختلاف کیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے مجھے فقط پانچ سو درم قیمت کی رہن دی تھی اور راہن نے کہا کہ ہزار درم قیمت کی تھی
اور یہ باندی وہ نہیں ہے تو مرتہن کا قول قبول ہوگا پس اگر عادل نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو باندی مذکورہ کے فروخت کرنے پر
مجبور کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن قرضہ سے کم آیا تو باقی قرضہ کو راہن سے واپس لیگا اور اگر عادل نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو
راہن اُسکے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائیگا یا قاضی اُسکو فروخت کریگا اور بیع کا عہدہ راہن پر ہوگا اور باقی قرضہ بھی راہن کے ذمہ
ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر غلام رہن ہوا اور دونوں نے اختلاف کیا پس راہن نے کہا کہ رہن کے روز اسکی قیمت
ہزار درم تھی پھر کانا ہو جانے سے قیمت کم ہو کر پانچ سو درم رہگئی ہے اور مرتہن نے کہا کہ نہیں بلکہ رہن کے روز اسکی قیمت پانچسو
درم تھی پھر اسکے بعد البتہ بڑھ گئی تھی پس میرے حق میں سے صرف دوسو پچاس درم گئے ہیں تو قول راہن کا قبول ہوگا اسواسطے
کہ وہ فی الحال کو حال ماضی پر دلیل دیتا ہے پس ظاہر حال اُسی کے واسطے شاہد ہے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ بھی
راہن کے قبول ہونگے اسواسطے کہ اُسکے گواہوں سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے پس وہی لائق قبول ہیں یہ بدائع میں ہے
عیسی بن ابان نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر رہن ایک کپڑا ہو اور راہن نے مرتہن کو اُسکے پہننے کی اجازت دیدی ہو
اُسنے پہنا پس وہ تلف ہو گیا پھر دونوں نے اختلاف کیا کہ پہننے کی حالت میں تلف ہوا ہے یا اُتارنے کے بعد رہن ہو کر تلف ہوا ہے تو مرتہن
کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ دونوں نے اسپر اتفاق کیا ہے کہ وہ رہن سے خارج ہو گیا تھا پھر راہن کے اس دعوے کی کہ وہ عود کر کے
رہن ہو گیا تھا تصدیق نہ کیجائیگی اور امام محمد رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن
کیا اور راہن نے مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا مختار کر دیا پس مرتہن نے کہا کہ میں نے اسکو پانچسو درم میں فروخت کیا ہے اور راہن
نے کہا کہ تو نے اسکو فروخت نہیں کیا بلکہ وہ تیرے پاس مرگیا ہے تو راہن سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ مرتہن نے اسکو پانچ
سو درم کو فروخت کیا ہے اور اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُس سے یوں قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ وہ غلام مرتہن کے قبضہ میں مرگیا ہے یہ ذخیرہ میں
ہے۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کپڑے پہننے کے واسطے ایک روز کے لیے اجازت دیدی پھر مرتہن اُسکو پھٹا ہوا لایا اور کہا کہ اسی
روز کے پہننے سے پھٹ گیا ہے اور راہن نے کہا کہ تو نے اُس روز نہیں پہنا اور نہ اُس روز یہ پھٹا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا اور
اگر راہن نے اُس روز پہننے کا اقرار کیا لیکن یہ کہا کہ پہننے سے پہلے یا اُتار دینے کے بعد پھٹ گیا ہے تو مرتہن کے اس قول کی کہ
پہننے کی حالت میں پھٹا ہے تصدیق ہوگی کیونکہ دونوں اس امر پر متفق ہوے کہ وہ ضمان سے خارج ہوا [illegible]

مرتہن پر عاید ہوتی ہو اسکے باب مین مرتہن کا قول قبول ہوگا یہ وجیز کردری مین ہو اگر غلام رہن ہو اور راہن نے گواہ قائم
کیے کہ یہ مرتہن کے پاس سے بھاگا ہو اور مرتہن نے گواہ قائم کیے کہ راہن کو واپس دینے کے بعد راہن کے پاس سے بھاگا ہو
تو ہمارے مشایخ رحمہم نے کہا کہ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مین مرتہن کے گواہ قبول کرونگا یہ محیط مین ہو۔ اگر راہن نے کہا کہ مین نے تیرے
پاس یہ کپڑا رہن کیا تھا اور تو نے مجھسے لیکر اپنے قبضہ مین کر لیا اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا
تھا اور مین نے تجھسے لیکر اپنا قبضہ کر لیا ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو غلام و کپڑے کے مرتہن کے پاس موجود ہونے کی صورت
مین مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر غلام و کپڑا دونون تلف ہو گئے ہون اور جسکے رہن کا راہن دعوے کرتا ہو اُسکی قیمت
زیادہ ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہو اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ان دونون کو رہن لیا ہو اور راہن نے کہا کہ مین
نے فقط یہ مال اکیلا رہن کیا ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے
پاس یہ غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور مین نے تجھسے لیکر اسپر اپنا قبضہ کر لیا ہو اور میرے تجھپر سواے اسکے دو سو دینار ہین
جنکے عوض تو نے مجھے کچھ رہن نہین دیا ہو اور راہن نے کہا کہ تو نے مجھسے یہ غلام غصب کر لیا ہو اور تیرے مجھپر ہزار درم بغیر رہن کے
قرض ہین اور مین نے تیرے دو سو دینار قرضہ کے عوض تجھے ایک باندی جسکا فلانہ نام ہو رہن دیدی ہو اور تو نے
مجھسے لیکر اسپر قبضہ بھی کر لی ہو اور مرتہن نے کہا کہ مین نے تجھسے فلان باندی رہن نہین لی ہو وہ تیری باندی ہو اور غلام
مذکور و باندی مذکورہ دونون مرتہن کے پاس موجود ہین تو راہن سے مرتہن کے دعوی پر قسم لیجاویگی اسواسطے کہ عقد رہن
بجانب راہن لازم ہوتا ہو اور مرتہن اسپر ایسے حق ذاتی کا دعوی کرتا ہو کہ اگر وہ اُسکا اقرار کرے تو اُسپر لازم ہووے پس جب
اُسنے انکار کیا تو اس سے قسم لیجائیگی پس اگر اُسنے قسم کھالی تو غلام کا رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو غلام ہزار
ہزار درم کے رہن ہوگا اور مرتہن سے باندی کی بابت کچھ قسم نہ لیجائیگی ولیکن مرتہن اُسکو راہن کو واپس دیگا اسواسطے کہ عقد
رہن بجانب مرتہن لازم نہین ہوتا ہو پس باندی کے رہن سے اُسکا انکار کرنا بمنزلہ راہن کو باندی واپس دینے کے ہو اور اُسکو
اختیار حاصل ہو کہ باندی راہن کو واپس دیدے پس اگر وہ باندی اُسکے پاس مرہونہ ہوئی تو قسم لینا کچھ مفید نہوگا اور اگر دونون
نے گواہ قائم کیے تو مرتہن کے گواہون پر حکم دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ گواہ ملزم ہین کہ بجانب راہن حق مرتہن کو لازم کرتے ہین
اور راہن کے گواہ مرتہن کے ذمہ باندی کے مرہونہ ہونے کو کچھ لازم نہین کرتے ہین پس اُن گواہون کے موافق حکم دینے کے
کچھ معنی نہین ہین الا اسصورت مین کہ مرتہن کے پاس وہ باندی مر گئی ہو تو ایسی صورت مین راہن کے گواہون کے
موافق حکم دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر مرہونہ باندی کے بچہ کی بابت راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن نے
کہا کہ میرے پاس بچہ جنی ہو تو اُسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ بچہ اُسکے قبضہ مین موجود ہو اور مرتہن نے غیر سے لیکر
اُسپر قبضہ کرنے کا اقرار نہین کیا ہو۔ اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نے ماں و بچہ دونون کو رہن لیا ہو اور راہن نے کہا کہ نہین
بلکہ فقط ماں کو لیا ہو تو راہن کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہو۔ اور اگر مرتہن نے رہن مع قبضہ کا دعوی
کیا تو دونون باتون پر اسکے گواہ قبول ہونگے اور اگر فقط رہن کا دعوی کیا ہو تو قبول نہونگے اسواسطے کہ
فقط عقد لازم نہین ہوتا ہو اور اگر مرتہن نے رہن سے انکار کیا تو رہن ثابت کرنے پر راہن کے گواہون کی سماعت
نہوگی اسواسطے کہ عقد رہن (یعنی عقد بدون قبضہ کے ۱۲) بجانب مرتہن لازم نہین ہوتا ہو خواہ گواہون نے معائنہ قبضہ کی گواہی ادا کی ہو یا قبضہ
پر اقرار راہن کی گواہی دی ہو یہ آخری قول امام اعظم رح کا اور یہی قول صاحبین رح کا ہو یہ وجیز کردری مین ہو۔ اور اگر

راہن سے گواہ دیے کہ مین نے دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن کیا ہو اور مرتہن نے رہن سے انکار کیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہو کہ اُسنے غلام کو کیا کیا ہو تو غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور سہمین سے بقدر قرضہ کے محسوب کر کے باقی کو راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن و راہن نے اقرار کیا کہ مرتہن کے پاس مر گیا ہو تو جسکے عوض رہن تھا اُسکے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور مرتہن مقدار زائد کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ زیادتی اُسکے پاس امانت تھی اور اسکی طرف سے کوئی انکار ثابت نہین ہوا پس زیادتی کا ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے

دسوان باب - چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کرنے کے بیان مین

درم و دینار و کیلی و وزنی چیزون کا رہن رکھنا جائز ہو پس اگر اپنے جنس کے عوض رہن ہوا اور تلف ہو جاوے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دیا جاویگی اگرچہ باعتبار جودت کے اختلاف ہو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے خلاف جنس سے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور وہ قیمت بجائے اُسکے مرہون ہوگی لیس اصل امام اعظم رح کے نزدیک یہ ہو کہ حالت تلف لامحالہ حالت استیفا ہو اور استیفاء وزن ہی سے ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اصل یہ ہو کہ حالت تلف جبھی حالت استیفاء ہو کہ سبب ضرر کی جانب مفضی نہو سکا بیان یون ہو کہ ایک شخص نے دس درم وزن کے قُلّی کی چاندی کی کچھ بعوض دس درم قرضہ کے رہن رکھی اور وہ تلف ہو گئی پس اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد ہو تو بھی بالاتفاق قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے کم ہو تو بھی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہی حکم ہو اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن اُسکی قیمت کا اُسکے خلاف جنس سے ضامن ہوگا - اور اگر وہ ٹوٹ گئی اور اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر دس درم ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہو چاہے اسی طرح ٹوٹی ہوئی ناقص کو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے اور چاہے تو مرتہن سے اُسکی قیمت اُسکے جنس سے یا اُسکے خلاف جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان بجائے مرہون اول کے مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور مرہون اول تاوان دینے کے بعد مرتہن کی ملک ہو جائیگا اور راہن پر فک رہن کرانے کے واسطے جبر نکیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک راہن کو اختیار ہو چاہے اُسکو اسی طرح ناقص پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے اور اگر چاہے تو پورے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کر دے اور راہن کو یہ اختیار نہین ہو کہ مرتہن سے اُسکی قیمت کی ضمان لے اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے کم مثلاً آٹھ درم ہو تو راہن اُس سے مرہون مذکور کے کھرے کے حساب سے دوسری جنس سے اُسکی قیمت تاوان لے تاکہ سود سے بچ جاوے یا ردی کے حساب سے اُسی کی جنس سے تاوان لے اور یہ مال تاوان مرتہن کے پاس رہن ہوگا اور یہ حکم بالاتفاق ہو اور اگر اُسکی قیمت اُسکے وزن سے زائد بارہ درم ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک چاہے اُسکو پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرا لے یا مرتہن سے اُسکی پوری قیمت اُسکے غیر جنس سے اچاہے مستقر ہوے لے اور وہ مرتہن کے پاس رہن رہیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک پانچ چھٹے حصے اُسکی قیمت کے تاوان لیگا پس اُس طرف شکستہ مین سے پانچ چھٹے حصے بعد ضمان دینے کے مرتہن کی ملک ہو جاوینگے اور ایک چھٹا حصہ الگ کر لیا جائیگا تاکہ رہن شائع نرہے اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق شیوع طاری مثل شیوع مقارن کے ہو اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ شیوع طاری مانع نہین ہوتا ہو پس بنابر اس روایت کے ششم حصہ کے الگ کرنے کی ضرورت

نہین ہی اور یہ حصہ مع پانچ چھٹے حصے کی قیمت کے مرتہن کے پاس قرضہ کے عوض مرہون رہیگا اور امام محمد رح کے نزدیک
اگر ٹوٹ جانے سے انکی قیمت مین ایک یا دو درم کا نقصان آیا تو راہن پر جبر کیا جائیگا کہ پورا قرضہ ادا کرکے انفکاک رہن کرلے
اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کی ملک کردے اور چاہے
پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرے اور اگر اسکا وزن آٹھ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو مرتہن کے قرضہ مین سے آٹھ درم
ساقط ہوجاوینگے خواہ اسکی قیمت اسکے وزن سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اسواسطے کہ امام کے
نزدیک وزن کا اعتبار ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر اسکی قیمت اور وزن برابر ہو تو یہی حکم ہی اور اگر اسکی قیمت بنسبت وزن
کے کم یا زیادہ ہو چنانچہ سات درم یا نو درم یا دس درم ہو تو خلاف جنس سے اسکی قیمت کی ضمان لے پس اگر مثلاً بارہ درم ہو
تو پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے اور اگر وہ ٹوٹ گئی پس اگر اسکی قیمت بھی آٹھ درم ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے
نزدیک چاہے پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرلے یا مرتہن سے اسکی خلاف جنس سے اسکی ضمان لے چنانچہ پہلے بیان ہوچکا ہی اور امام
محمد رح کے نزدیک چاہے پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرالے اور چاہے ٹوٹنے کو تلف ہونے پر قیاس کرکے اسکو آٹھ درم
قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ ڈالے اور اگر اسکی قیمت کم ہو چنانچہ سات درم ہو یا زیادہ چنانچہ نو درم یا دس درم ہو تو راہن کو اختیار
ہی کہ چاہے پورے قرضہ کے عوض فک رہن کرالے یا خلاف جنس سے اسکی قیمت تاوان لے یہ بالاتفاق ہی اسیطرح اگر بارہ ہو تو بھی امام اعظم کے نزدیک
یہی حکم ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اس سے اسکی قیمت کے پانچ چھٹے حصے کی ضمان لے یا پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کرادے
اور یہی حکم امام محمد رح کے نزدیک ہی اگر کمی دو درم سے زائد ہو اور راہن پورے قرضہ کو دے کر فک رہن کرنے پر مجبور کیا جائیگا
اور اگر اسکا وزن مرتہن کے قرضہ سے زائد پندرہ درم ہو اور وہ تلف ہوگئی تو دو تہائی سے اُسنے اپنا قرضہ بھرپایا اور ایک
تہائی اسکے پاس امانت مین تلف ہوئی خواہ اسکی قیمت زائد ہو یا کم ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر اسکے وزن کے برابر
یا زیادہ ہو تو یہی حکم ہی اور اگر اس سے کم ہو پس اگر قرضہ سے بھی کم ہو یا برابر ہو دس درم ہو تو خلاف جنس سے اسکی قیمت
تاوان لیگا اور اگر بارہ درم ہو تو پانچ چھٹے حصے قیمت کے تاوان لیگا جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہی۔ اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو راہن
کو اختیار ہی چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرالے یا اسکی دو تہائی کی قیمت تاوان لے خواہ اسکی قیمت قرضہ سے کم ہو یا زیادہ ہو یہ امام
اعظم رح کے نزدیک ہی اور یہی حکم امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہی اگرچہ اسکی قیمت اسکے وزن سے برابر ہو اور امام محمد رح کے نزدیک
چاہے اسکو پورا قرضہ دیکر چھوڑالے یا اسمین سے دو تہائی مرتہن کے ذمہ بعوض اسکے قرضہ کے ڈالے اور ایک تہائی واپس
کرلے اور اگر زیادہ بیس درم ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کراوے اور چاہے اسکی قیمت
نصف قرضہ سے تاوان لے اسواسطے کہ اسکی نصف کی قیمت قرضہ کے برابر ہی اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے پانچ درم کا نقصان
آیا ہو تو راہن پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کرانے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر اس سے زیادہ نقصان آیا تو اسکو اختیار ہوگا چاہے
پورے قرضہ کو دیکر چھوڑاوے یا چاہے دو تہائی اسکی بعوض قرضہ مرتہن کے اسکے ذمہ ڈالے اور ایک تہائی واپس لے اور اگر
اسکی قیمت بارہ درم ہون تو چاہے صاحبین رح کے قول کے موافق پورے قرضہ کو دیکر فک رہن کراوے یا اسکے پانچ چھٹے
حصے کی قیمت تاوان لے اور اگر اسکی قیمت قرضہ کے برابر دس درم ہو یا کم ہو نو درم ہو تو صاحبین رح کے نزدیک چاہے
پورے قرضہ کو ادا کرکے فک رہن کراوے یا پورے برتن کی قیمت خلاف جنس سے تاوان لے پس تمام اقسام سولہ ہوے
اسواسطے کہ قسم اول مین یعنے جب کہ مذکورہ کا وزن قرضہ کے برابر ہو تو چھ صورتین ہین اسواسطے کہ اس صورت مین یا تو اسکی قیمت

یا اسکے خلاف جنس سے ۱۲ منہ

اُسکے وزن کے برابر ہوگی یا کم ہوگی یا زیادہ ہوگی پھر یہ تین صورتین اسکے تلف ہوجانے مین اور تین ہی اسکے ٹوٹ جانے مین سب چھ صورتین ہوئین اور دوسری قسم مین جبکہ اسکا وزن آٹھ درم ہو دس صورتین ہین ہوا سطے کہ اُسکی قیمت یا تو اُسکے وزن کی ایک کم سات ہوگی یا برابر ہوگی یا ایک زیادہ نو ہوگی یا دس ہوگی یا بارہ ہوگی اور تیسری قسم مین بھی جبکہ اسکا وزن نو درم ہو دس صورتین ہین اسواسطے کہ اُسکی قیمت اُسکے وزن کے برابر یا زیادہ ہوگی یا وزن سے کم اور قرضہ سے زائد ہوگی یا وزن کم و قرضہ کے برابر ہوگی یا وزن سے کم و قرضہ سے بھی کم ہوگی پس پانچ بر تقدیر تلف ہونے کے اور پانچ بر تقدیر اسکے ٹوٹ جانیکے سب دس ہوئین کافی مین ہے امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک انگوٹھی رہن لی جسمین ایک درم چاندی ہے اور نو درم قیمت کا نگینہ ہے اور دس درم قرضہ کے عوض رہن رکھی پھر وہ تلف ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ہر حال مین جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیجائیگی اور امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک اگر انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ایک درم یا زیادہ ہو تو یہی جواب ہے جو امام اعظم رح کا مذہب مذکور ہوا اور اگر چاندی کی قیمت ایک درم سے کم ہو پس اگر مثلاً آدھا درم ہو تو نگینہ تلف ہونے سے نو درم قرضہ ساقط ہوجائیگا اور چاندی کے حق مین راہن کو اختیار رہیگا چاہے اُسکا تلف ہونا قرضہ کے عوض قرار دے یا چاہے تو مرتہن سے چاندی کی قیمت یعنے نصف درم تاوان لے پھر مرتہن اُس سے اپنا ایک درم قرضہ واپس لیگا اور اگر نگینہ فقط ٹوٹ گیا اور انگوٹھی کا حلقہ درست رہا تو نگینہ کے مقابلہ مین جسقدر قرضہ تھا اُسمین سے بالاجماع اُسقدر قرضہ ساقط ہوجائیگا جسقدر نگینہ مین نقصان آیا ہو اور اگر حلقہ ٹوٹ گیا تو بالاجماع راہن کو اختیار ہوگا پس اگر حلقہ کی قیمت ایک درم یا کم ہو پس اگر راہن نے اُسکو چھوڑ دینا اختیار کیا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک مرتہن کے پاس اسکو قیمت پر چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک قرضہ کے عوض چھوڑ دیگا اور اگر اُسکی قیمت ایک درم سے زائد مثلاً ڈیڑھ درم ہو پس اگر اُسنے چھوڑنا اختیار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی پوری قیمت ڈیڑھ درم تاوان لیگا اگر قیمت سونے سے لیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک دو تہائی حلقہ بعوض اُسکی قیمت کے جو سونے سے لیگا مرتہن کے پاس چھوڑ دیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اگر ٹوٹنے سے بقدر نصف درم کے نقصان ہوا ہے جسقدر اسکی قیمت ہو تو راہن پورا قرضہ دیکر چھوڑانے پر مجبور کیا جائیگا اور اسکو اختیار نہوگا اور اگر ٹوٹنے سے نصف درم سے زیادہ نقصان ہوا تو راہن کو اختیار ہوگا اور جب اُسنے مرتہن کے پاس چھوڑنا اختیار کیا تو قرضہ کے عوض چھوڑ دیگا قیمت کے عوض نہین چھوڑیگا یہ محیط مین ہے ایک شخص نے سیف محلی یعنے تلوار جسپر حلیہ ہے اور تلوار کی قیمت پچاس درم اور حلیہ پچاس درم ہے بعوض سو درم کے رہن کردی پھر وہ تلف ہوگئی تو جسقدر کے عوض رہن تھی اُسی کے عوض تلف شدہ ہوگی کیونکہ اُسکی مالیت مین وفا ہے قرضہ ہے اور اگر اُسکا پھل ٹوٹ گیا اور حلیہ تو قرضہ مین سے بحساب نقصان پھل کے ساقط ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہے اور اگر فلوس رہن کیے اور وہ کاسد ہوگئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر اُنکا بھاؤ گھٹ گیا تو اسکا اعتبار نہین ہے اور اگر ٹوٹ گئے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا لیکن اگر قیمت زائد ہو تو اُسمین سے بقدر قرضہ کے ضامن ہوگا۔ اور جس صورت مین مرتہن ضامن ہو کہ بعض کنگن کا مالک ہوجاوے تو اُسقدر جدا کرکے باقی مع مال ضمان کے مرہون رہیگی الا ایک روایت کے موافق جو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے۔ اور اگر فلوس رہن ہون اور اُنکا بھاؤ بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہین ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے اصل مین فرمایا کہ اگر کسی نے طشت یا کوزہ بعوض ایک درم کے رہن کیا اور یہ رہون سے وفا ے دین ہوسکتی ہے اور اُسمین دین کی نسبت کچھ زیادتی ہو پس اگر وہ تلف ہوجاوے تو جسکے عوض رہن ہے اُسی کے عوض تلف شدہ قرار پائیگا اور اگر ٹوٹ گیا پس اگر ایسی چیز ہو جو موزون نہین ہے تو قرضہ مین سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہوجائیگا اور اگر موزون ہو تو راہن کو اختیار ہوگا

چاہے قرضہ دیکر فک رہن کرائے یا چاہے تو امام اعظم رہ کے نزدیک قیمت لیکر اسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے و امام محمد رہ
کے نزدیک باب قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ سکتا ہے اور امام ابو یوسف رہ کا قول اس مسئلہ مین امام اعظم رہ کے ساتھ
ذکر کیا ہے مگر شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ جس صورت مین مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو بنابر ظاہر روایت
کے امام ابو یوسف رہ کو امام اعظم رہ کے ساتھ ذکر کرنا درست نہین معلوم نہین ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک کر گیہون
دو سو درم قیمت کا بعوض سو درم کے رہن دیا پس اگر وہ تلف ہو جاوے تو قرضہ کا بھر پانا اسکے نصف سے ہو جائیگا اور اگر اسکو
پانی پہونچا جس سے وہ متعفن ہو کر پھول گیا تو راہن کو اختیار ہے چاہے قرضہ ادا کر کے اسکا فک رہن کرالے اور اسکو اس سے زیادہ کچھ
نہ ملیگا اور چاہے گیہون کے آدھے کر کے مثل تاوان لے اور نصف فاسد تو ملک مرتہن ہو جائیگا اور نصف فاسد باقی مع مال ضمان کے مرتہن کے
پاس مرہون رہیگا یہ امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رہ کے نزدیک راہن کو اختیار ہے چاہے اسکا نصف بعوض قرضہ
کے مرتہن کی ملک کر دے اور جب مرتہن اس نصف کا مالک ہو پس اگر اس مین کچھ زیادتی ہو تو بقدر زیادتی کے صدقہ کر دیگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے

گیارھوان باب

متفرقات کے بیان مین۔ زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن کیا اور وہ عمرو کے پاس مر گیا
پھر خالد نے گواہون سے اس غلام پر اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے ضمان
لے پس اگر اسنے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے پہلے اداے ضمان کی وجہ سے اسکا مالک قرار دیا جائیگا پس ظاہر
ہوا کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا پس راہن سے
اپنا قرضہ نہین لے سکتا ہے اور اگر اسنے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اسقدر مال تاوان راہن سے واپس لیگا اور اپنا قرضہ بھی واپس
لیگا اگر راہن و مرتہن نے وقت عقد کے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل ہووے اور رہن کا مال اسی کے پاس رہے کہ میعاد
آنے پر اسکو فروخت کرے تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین اول یہ کہ عقد رہن مین دونون ایسی شرط لگا دین پس اس صورت مین
رہن صحیح نہوگا خواہ مرتہن نے اسپر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو دوم یہ کہ تمام عقد رہن کے بعد دونون نے ایسی شرط قرار دی پس اگر
مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہوگا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو صحیح ہے پھر جس صورت مین کہ قبضہ کر لیا ہے اور راہن نے اسکو
فروخت کیا پس اگر مرتہن کے قبضہ مین ہونے کی حالت مین فروخت کیا ہو تو ثمن مرتہن کا ہوگا اور اگر مرتہن سے لیکر فروخت کیا ہو تو
ثمن راہن کا ہوگا اور مرتہن بہ نسبت راہن کے اور قرضخواہون کے اسکا زیادہ مستحق نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مرہون پر کسی شخص نے جنایت
کی تو ضرور ہے کہ یہ جنایت یا تو نفس کا تلف ہوگی یا نفس سے کم ہوگی اور ہر ایک ان دونون مین سے ضرور ہے کہ یا تو عمداً ہوگی
یا خطاء سے یا جو خطا کے معنی مین ہے اور جنایت کرنے والا ضرور ہے کہ آزاد ہوگا یا غلام ہوگا پس اگر جنایت نفس کا تلف ہو یعنی مرہون کو
قتل کر ڈالا اور عمداً قتل کیا اور قاتل آزاد ہے تو امام اعظم رہ کے نزدیک اگر راہن و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق کرین تو
راہن کو اختیار ہوگا کہ قاتل سے قصاص لے اور امام محمد رہ نے فرمایا کہ اسکو قصاص لینے کا اختیار نہوگا اگرچہ دونون اتفاق کرین اور
امام ابو یوسف رہ سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایسا ہی امام کرخی نے یہ اختلاف نقل کیا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی
مین ذکر کیا کہ قاتل پر قصاص علی حدہ نہوگا اگرچہ راہن و مرتہن قصاص لینے پر اتفاق کرین اور کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور
جب قاتل سے قصاص لیا گیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا یہ سب اس صورت مین ہے کہ دونون نے قصاص لینے پر اتفاق کیا ہو اور
اگر دونون نے اختلاف کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا اور قاتل پر لازم ہوگا کہ مقتول کی قیمت تین سال مین اپنے
مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن رہیگی اور اگر دونون نے اختلاف کیا اور قاضی نے قصاص باطل کر دیا پھر راہن نے اسکا

قرضہ ادا کر دیا تو پھر قصاص نہین لے سکتا ہو اور اگر جنایت خطا سے ہو یا شبہ عمد ہو تو قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مرتہن اُسکو لیکر رہن رکھیگا پھر اگر رہن میعادی ہو تو میعاد آنے تک اُسکے قبضہ مین رہیگی پھر جب میعاد آجاوے پس اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو اپنا قرضہ اُسمین سے پورا وصول کر لیگا پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ راہن کو واپس کر دیگا اور اگر قیمت اُس سے کم ہو تو جسقدر ہو اُسقدر دین وصول کر لیگا اور باقی راہن سے لیگا۔ اور اگر قیمت مذکور خلاف جنس قرضہ سے ہو تو فک رہن کے وقت تک اُسکو اپنے پاس روک رکھیگا اور اگر قرضہ فی الحال واجب الادا ہو تو اُسکا حکم اور میعادی قرضہ ہونے کی صورت مین میعاد آجانے کا جو حکم مذکور ہوا ہے دونون یکسان ہین اور تلف کر دینے کی ضمان لینے کے واسطے غلام کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو تلف کر دینے کے روز تھی اور ضمان رہن مین قبضہ کے روز کی قیمت معتبر ہوتی ہے اور بوجہ سبب کی حالت مین اعتبار ہوگا چنانچہ اگر ہزار درم قرضہ ہوا اور رہن کے روز غلام کی قیمت بھی ہزار درم ہو پھر اُسکی قیمت گھٹ گئی اور پانچسو درم رہگئی پھر وہ قتل کیا گیا تو قاتل پانچسو درم اُسکی قیمت تاوان دیگا اور قرضہ مین سے پانچسو درم ساقط ہوجاوینگے اور جو کچھ اُسنے تلف کر دینے مین تاوان دیا ہے وہ اُنکے مثل قرضہ کے عوض رہن رہیگا یعنے باقی قرضہ ساقط ہوجائیگا اسیطرح اگر مرتہن نے اُسکو قتل کیا تو وہ بھی تاوان دیگا اور اُسکا وجنبی کا حکم یکسان ہوگا۔ اور اگر قتل کرنے والا کوئی غلام یا باندی ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو قاتل کو دیدے یا مقتول کی قیمت فدیہ دے پس اگر مقتول کی قیمت مدفوع قاتل کے برابر یا مدفوع کی قیمت زیادہ ہو تو مدفوع پورے قرضہ مین مرہون رہیگا اور بلا اختلاف اُسپر جبر کیا جائیگا کہ اپنا قرضہ ادا کر کے اُسکو چھڑا لیوے اور اگر مدفوع کی قیمت مقتول کی قیمت سے کم ہو مثلاً مقتول کی قیمت ایک ہزار اور قرضہ ایک ہزار اور مدفوع کی قیمت سو درم ہو تو بھی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہی وہ پورے قرضہ کے عوض مرہون ہوگا اور راہن پر جبر کیا جائیگا کہ غلام مدفوع کو پورا قرضہ دیکر چھوڑا لیوے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر قاتل کی قیمت مین وفات قیمت مقتول ہو تو راہن کو اختیار ہوگا چاہے اُسکا فک رہن کرا لیوے یا مرتہن کے قرضہ کے عوض مرتہن کے ذمہ چھوڑ دیوے اسیطرح اگر غلام مرہون کا نرخ گھٹ گیا یہانتک کہ سو درم کا رہگیا پھر اُسکو سو درم قیمت کے غلام نے قتل کیا اور وہ غلام قاتل دیدیا گیا تو اسمین بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ سوقت ہے کہ قاتل کے مولے نے قاتل کا دینا اختیار کیا ہو اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو وہ مقتول کی قیمت فدیہ دیگا اور وہ قیمت رہن رہیگی پھر دیکھا جاتا ہے کہ اگر قیمت جنس قرضہ سے ہو تو مرتہن اُسمین سے اپنا قرضہ پورا وصول کر لیگا اور جنس قرضہ سے خلاف ہو تو مرتہن اُسکو روک رکھیگا یہانتک کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لے اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے پورا قرضہ دیکر فک رہن کرا لیوے یا مرتہن کے لیے اُسکے قرضہ کے عوض چھوڑ دیوے یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جنایت قتل نفس ہو۔ اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر مجرم آزاد ہو تو اُسکا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا نہ اُسکی مددگار برادری پر خواہ جنایت عمداً ہو یا خطا سے ہوا اور یہ مال ارش مع غلام کے رہن رہیگا اور اگر مجرم غلام ہو تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ یا اُسکو دیدے یا جنایت کا فدیہ دے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو یہ فدیہ مع غلام کے جسپر جنایت واقع ہوئی ہو دونون مرہون رہینگے اور اگر اُسنے مجرم کا دینا اختیار کیا تو مجرم مع اُس غلام کے جسپر جرم کیا ہے دونون مرہون رہینگے۔ اور اگر مرہون نے کسی دوسرے پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ اُسکا جرم یا تو بنی آدم پر ہوگا یا سواے بنی آدم کے دوسری شئے پر ہوگا پس اگر بنی آدم پر ہو تو ضرور ہے کہ عمداً ہوگا یا خطا سے یا جو خطا کے معنی مین ہین پس اگر جرم عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائیگا جیسا کہ مرہون نہونے کی صورت مین ہے خواہ اُسنے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن کو یا مرتہن کو اور جب وہ قصاص مین قتل کیا گیا تو قرضہ ساقط ہوجائیگا۔ اور اگر اُسنے خطا سے جرم کیا تو خطا کے معنی مین ہو اور اُسکے

سا تھ ملحق ہو مثلاً شبہ عمد ہو یا عمداً ہو لیکن قاتل ایسا نہین ہی کہ اُسپر قصاص واجب کیا جاوے تو ہمین مرہون کا دینا یا فدیہ دینا واجب ہوگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام ضمانت مین ہو مثلاً اُسکی قیمت قرضہ کے برابر یا کم ہو جیسے کہ غلام کی قیمت ایک ہزار درم ہوا ور قرضہ بھی ہزار درم ہو یا قرضہ ڈیڑھ ہزار درم ہوا ور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہو تو مرتہن سے اوّلاً فدیہ دینے کے واسطے کہا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مجرم کو چھوڑا لیا اور جرم سے پاک کر لیا اور ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے کبھی جرم نہین کیا تھا اور بدستور سابق رہن رہیگا اور جو مال مرتہن نے فدیہ مین دیا ہو اُسکو راہن سے واپس نہین لے سکتا ہی اور مرتہن کو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہین اور اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن سے کہا جائیگا کہ غلام مجرم دیدے یا فدیہ دے پس اگر اُسنے غلام مجرم دینا اختیار کیا تو رہن باطل ہو جائیگا اور قرضہ ساقط ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو بھی یہی حکم ہی اسواسطے کہ راہن نے جو کچھ فدیہ مین دیا ہی اُس سے حق مرتہن ادا کرنے والا ہو اکیونکہ مرتہن کی ضمانت مین جرم واقع ہونے کیوجہ سے اُسکا فدیہ مرتہن پر واجب تھا پس لحاظ کیا جائیگا کہ فدیہ کسقدر ہی اور غلام کی قیمت کیا ہی اور قرضہ کسقدر ہی پس اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر ہو اور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ ساقط ہو جاویگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ سے کم ہوا ور غلام کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہو تو قرضہ مین سے بقدر فدیہ کے ساقط ہو جائیگا اور باقی کے عوض غلام مذکور رہن پڑا رہیگا اور اگر مقدار فدیہ قرضہ کے برابر یا زیادہ ہوا ور غلام کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو قرضہ مین سے بقدر قیمت غلام کے ساقط ہو جائیگا اور اس سے زیادہ ساقط نہو گا۔ اور اگر بعض غلام ضمانت مین ہو اور تھوڑا امانت مین ہو مثلاً غلام کی قیمت دو ہزار درم ہوا ور قرضہ ایک ہزار درم ہو تو راہن اور مرتہن دونون پر فدیہ لازم ہوگا و مرتہن سے غلام مجرم دینے کے واسطے کہنے کے یہ معنی ہین کہ وہ دینے پر راضی ہو اسلیے اُسکو دیدینے کا اختیار نہین ہی پھر جب اُس سے فدیہ دینے کے واسطے کہا گیا پس یا تو دونون شخص مجرم کے دینے پر اتفاق کرینگے یا اختلاف کرینگے پس اگر دونون نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کا دینا اختیار کیا اور دوسرے نے فدیہ دینا اختیار کیا اور پھر دو صورت ہی کہ دونون یا تو حاضر ہونگے یا غائب یا ایک حاضر اور ایک غائب ہوگا پس اگر دونون حاضر ہون اور دونون نے مجرم دینے پر اتفاق کیا اور دیدیا تو قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر دونون نے فدیہ دینے پر اتفاق کیا تو دونون مین سے ہر ایک شخص آدھا فدیہ دیدیگا اور جب دونون نے فدیہ دیدیا تو غلام کی گردن جرم سے پاک ہو جائیگی اور بدستور سابق رہن رہیگا اور دونون مین سے ہر ایک اس مال کے دینے مین متبرع ہوگا یعنی جو کچھ دیا ہو اُسکو دوسرے سے واپس نہین لے سکتا ہی اور اگر دونون نے اختلاف کیا کہ ایک نے مجرم کو دینا چاہا اور دوسرے نے فدیہ دینا چاہا پس جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہی اُسکا اختیار اولے ہی پس جسنے فدیہ اختیار کیا ہی وہ غلام کا پورا ارش جنایت دیگا اور پھر دوسرا اُس غلام کے دینے کا اختیار نہین رکھتا ہی پھر جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہی اگر وہ مرتہن ہوا ور اُسنے پورا ارش دیدیا تو غلام مذکور مثل سابق کے رہن رہیگا کیونکہ فدیہ دینے سے غلام کی گردن جرم سے پاک ہو جائیگی پس ایسا ہو جائیگا کہ گویا اُسنے جرم نہین کیا ہی اور مرتہن راہن سے اپنا پورا قرضہ لے لیگا۔ اور آیا جسقدر اُسنے حصہ امانت کے عوض جرمانہ دیا ہی وہ واپس لے سکتا ہی یا نہین سو کرخی نے ذکر کیا کہ اسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین واپس نہین لے سکتا ہی بلکہ متبرع ہوگا اور ایک روایت مین واپس لے سکتا ہی اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی مین ذکر کیا ہی کہ سوائے خاص اپنے قرضہ کے اور کچھ واپس نہین لے سکتا ہی اور اختلاف روایت کا کچھ ذکر نہین کیا اور اگر وہ شخص جسنے فدیہ دینا اختیار کیا ہی وہ راہن ہوا ور اُسنے پورا ارش دیدیا تو وہ متبرع نہوگا بلکہ آدھے فدیہ سے قرضہ مرتہن ادا کرنیوالا قرار دیا جائیگا۔ پھر دیکھا جائیگا کہ اگر آدھا فدیہ مثل پورے قرضہ کے ہو تو پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اور اگر کم ہو تو

(حاشیہ: ... یعنی ... احسان سے ... پر یہ کام نہین ٹھہرایا جائیگا ۱۲)

اُسکے قدر قرضہ ساقط ہوگا اور باقی قرضہ کو مرتہن راہن سے واپس لیگا اور غلام کو اُسکے واسطے روک رکھیگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ دونوں حاضر ہوں اور اگر فقط ایک شخص حاضر ہو تو اُسکو غلام مجرم دیدینے کا اختیار نہیں ہے خواہ راہن ہو یا مرتہن ہو پس اگر مرتہن حاضر ہوا اور اُسنے پورا ارش فدیہ میں دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک آدھے فدیہ میں متبرع نہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ راہن سے اپنا قرضہ اور آدھا فدیہ واپس لے ولیکن اُسکو اپنے قرضہ کیواسطے مرہون کو روکنے کا اختیار ہوگا اور آدھے فدیہ کے واسطے بعد ادا ے قرض کے روکنے کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک آدھے فدیہ کے حق میں مرتہن متبرع ہوگا پس راہن سے خالص اپنا قرضہ واپس لے سکتا ہے جیسا کہ راہن کی حاضری کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر راہن ہی حاضر ہوا اور اُسنے ارش تمام ادا کر دیا تو بالاجماع آدھے فدیہ میں متبرع نہوگا بلکہ آدھے کے دینے سے بھی قدر قرضہ مرتہن ادا کرنیوالا شمار ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہے کہ مال مرہون نے کسی اجنبی پر جنایت کی ہو اور اگر اُسنے راہن یا مرتہن پر جنایت کی ہو تو راہن کی جان پر اُسکی جنایت موجب بال ہوا اور اُسکے مال پر جنایت ہدر ہے اور اُسکی جنایت نفس مرتہن پر سوا امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک معتبر ہو کہ اُسکے عوض غلام مذکور خود دیدیا جائیگا یا اُسکا فدیہ دیا جائیگا بشرطیکہ اِس سے مرتہن راضی ہوا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ میں جنایت کا جرمانہ نہیں چاہتا ہوں اسواسطے کہ میرا حق ساقط ہوا جاتا ہے تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور جنایت باطل ہو جائیگی اور غلام مذکور بحال خود رہن رہیگا ایسا ہی امام کرخی نے علی الاطلاق بیان فرمایا ہے اور قاضی نے شرح مختصر الطحاوی میں ذکر کیا اور اُسمیں تفصیل فرمائی یعنے اگر پورا غلام قرضہ کے عوض مضمون ہو تو یہی اختلاف ہے اور اگر تھوڑا ضمانت میں و تھوڑا امانت میں ہو تو اُسکی جنایت بالاتفاق معتبر ہو پس راہن سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر راہن نے اُس غلام مجرم کو دیا اور مرتہن نے اُسکو قبول کیا تو پورا قرضہ باطل ہو جائیگا اور پورا غلام مرتہن کا ہو جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف راہن پر اور نصف مرتہن پر پڑیگا پس جسقدر مرتہن کے حصہ کا ہے وہ باطل ہوگا اور جسقدر راہن کے حصہ کا ہے اُسکو راہن ادا کریگا اور غلام مرہون بحالہ رہن رہیگا یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے مرتہن کے نفس پر جنایت کی ہو۔ اور اگر مال مرتہن پر کوئی جرم کیا پس اگر اُسکی قیمت اور قرضہ برابر ہوا اور اُسکی قیمت میں کچھ زیادتی نہو تو بالاجماع اُسکا جرم ہدر ہوگا اور اگر اُسکی قیمت قرضہ سے زائد ہو تو امام اعظم رح سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں ہے کہ بقدر امانت کی جنایت معتبر ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ بالکل جنایت معتبر نہوگی اور اگر مرہون نے راہن یا مرتہن کے بیٹے یا بیٹی وغیرہ پر کوئی جرم کیا تو کچھ شک نہیں ہے کہ ایسی جنایت معتبر ہوگی یہ سب جو مذکور ہوا بنی آدم پر جنایت کرنے کا حکم تھا اور اگر مرہون نے بنی آدم کے سوا اور اموال پر کچھ جرم کیا مثلاً اسقدر مال تلف کر دیا جو اُسکے رقبہ کو محیط ہو تو اسکا حکم اور سوا ے مرہون کے غیر کی جنایت کا حکم یکسان ہو یعنے جسقدر مال تلف کیا ہو وہ اِس مرہون کی گردن پر ہوگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا جاسکتا ہے اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکا قرضہ ادا کر دیا پس جب دونوں میں سے کسی نے ادا کیا تو اسکا حکم اور بنی آدم پر اُسکی جنایت کرنے اور فدیہ دیے جانے کا حکم یکسان ہے اور اسصورت میں جب مرتہن نے قرضہ ادا کیا ہو تو مرتہن کا جو قرضہ راہن پر ہو وہ بحالہ باقی رہیگا اور یہ غلام بحالہ رہن رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اُسکا فدیہ دیکر اُسکی گردن کو بار قرضہ سے خلاص کر لیا ہو اور پاک کر لیا ہے پس مثل سابق کے غلام مذکور رہن رہیگا جیسا کہ جنایت سے فدیہ دینے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر مرتہن نے جو مال غلام پر قرضہ ہو کر عائد ہوا ہے ادا کرنے سے انکار کیا اور راہن نے اُسکو ادا کیا تو مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اگر دونوں نے اِس قرضہ کے ادا کرنے سے انکار کیا تو غلام مذکور اِس

یعنی اگر غلام مرہون نے راہن کا مال تلف کیا تو یہ بالاتفاق ہدر ہوگا

سے [illegible]

مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن سے وہ مال جسکو غلام نے تلف کیا ہے ادا کیا جائیگا پھر جب غلام فروخت کیا گیا اور اُسکے
ثمن سے قرضہ ادا کیا گیا تو ضرور ہے کہ یا تو اُسکے ثمن سے وفاے قرضہ مذکور ہوگی یا نہوگی پس اگر اُسکے ثمن سے وفاے قرضہ کی
ہو جاوے تو ضرور ہے کہ یا تو اُسکا قرضہ مساوی قرضہ مرتہن ہوگا یا اُس سے زیادہ ہوگا یا اُس سے کم ہوگا پس برابر ہو یا زیادہ
ہو تو مرتہن کا پورا قرضہ ساقط ہو جائیگا اسواسطے کہ غلام مذکور ملک راہن سے ایسے سبب سے زائل ہوا جو مرتہن کی ضمانت مین پایا
گیا ہے پس ایسا ہوا کہ گویا وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے اور جسقدر غلام کا ثمن قرضہ جنایت ادا کرکے باقی ہے وہ راہن کا ہوگا اسواسطے
کہ وہ اُسکی ملک کا بدل ہے اور اُسمین کسی کا حق نہین ہے پس خاصۃً اُسی کا ہوگا اور اگر قرضہ مذکور بہ نسبت قرضہ مرتہن کے کم ہو تو قرضہ مرتہن
مین سے اسی قدر ساقط ہوگا اور جو کچھ ثمن مرہون بعد اداے قرضہ مذکور کے باقی رہے وہ مرتہن کے پاس باقی قرضہ کے واسطے رہن
رہیگا اسواسطے کہ مرتہن نے اسی پر قرضہ دیا تھا پس وہ رہن رہیگا پھر اگر اداے قرضہ کا وقت آگیا ہو پس اگر یہ مال جنس قرضہ سے
ہو تو مرتہن اُسکو قرضہ مین سے لیگا اور اگر خلاف جنس قرضہ سے ہو تو باقی قرضہ وصول کرنے تک اُسکو روک رکھیگا اور اگر میعاد نہ آئی ہو
تو میعاد آنے تک باقی قرضہ کے لیے اُسکو رہن رہنے دیگا یہ اُسوقت ہے کہ پورا غلام مرہون ہوا اور اگر نصف مضمون ہوا اور نصف امانت
مین ہو تو جسقدر ثمن بعد اداے قرضہ مذکور کے باقی رہا ہے وہ سب مرتہن کے قبضہ مین نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکا نصف دیا جائیگا اور نصف
راہن لے لیگا۔ اسی طرح اگر مضمون و امانت مساوی نہو بلکہ گھٹا بڑھا ہو تو اسی کمی بیشی کے حساب سے باقی ثمن دونون مین سے
ہر ایک کو دیا جائیگا اور اگر ثمن غلام مین قرضہ مذکور کے واسطے وفا نہو تو قرضہ مذکور کا طالب اس غلام کا سب ثمن لے لیگا اور جو کچھ
اُسکا قرضہ باقی رہا وہ موخر ہو جائیگا یہانتک کہ جب کبھی غلام مذکور آزاد ہو جاوے تو اُس سے وصول کرسکتا ہے اور فی الحال باقی کو
کسی سے نہین لے سکتا ہے اور جب کبھی غلام نے آزاد ہوکر باقی قرضہ مذکور ادا کیا تو اسقدر ادا کردہ شدہ کو کسی شخص سے واپس
نہین پاسکتا ہے اور اسی طرح اگر بجاے غلام کے مسئلہ مذکورہ مین باندی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر مرہونہ باندی کے بچہ نے
کسی غیر کے مال پر جنایت کی تو اُسکا حکم مثل حکم اُسکی ماں کے ہے یعنے مثل ماں کے یہ قرضہ ہو کر اُسکی گردن سے متعلق ہوگا کہ اُسکے
واسطے وہ فروخت کیا جائیگا لیکن اس صورت مین فرق یہ ہے کہ مرتہن سے قرضخواہ کے مال ادا کرنے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ راہن
کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اُس مرہونہ کے بچہ کو فروخت کرے یا طالب کا قرضہ دیکر اُسکو خلاص کرلے پس اگر راہن نے قرضہ دیدیا
تو بچہ مثل سابق کے رہن رہیگا اور اگر قرضہ کے عوض فروخت کیا گیا تو مرتہن کے قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہے
غلام رہن کا راہن وغیر راہن پر جنایت کرنے کا حکم تھا اور اگر رہن نے رہن پر جنایت کی تو اُسمین دو قسمین ہین ایک تو رہن
کی جان پر جنایت کرنا دوم اُسکی جنس پر جنایت کرنا پس اگر جان پر جنایت کی تو اُس جنایت سے تلف ہونا اور آفت آسمانی سے
تلف ہونا دونون کا حکم یکسان ہے پھر دیکھا جائیگا کہ اگر پورا غلام مضمون ہو تو قرضہ مین سے بقدر نقصان کے ساقط ہوگا اور
اگر تھوڑا مضمون اور تھوڑا امانت مین ہو تو جسقدر حصہ مضمون مین نقصان ہوا اُسی قدر قرضہ ساقط ہوگا اور جو نقصان
حصہ امانت مین پڑتا ہے وہ ساقط نہوگا اور دوسری قسم دوم سو اُسکی دو صورتین ہین ایک بنی آدم کا اپنی جنس پر جنایت کرنا دوم بہائم
کا بہائم پر و غیر بہائم پر جنایت کرنا پس اگر بنی آدم نے اپنی جنس پر جنایت کی مثلاً دو غلام رہن تھے اُنمین سے ایک نے دوسرے
پر جنایت کی تو ضرور ہے کہ یا تو دونون غلام ایک ہی صفقہ مین رہن تھے یا دو صفقون مین مرہون ہوے
تھے پس اگر دونون ایک ہی صفقہ مین رہن ہون اور ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہم کہتے ہین کہ یہ
چار صورتون سے خالی نہین ایک مشغول کا مشغول پر جنایت کرنا دوم مشغول کا فارغ پر جنایت کرنا سوم فارغ کا مشغول

پر جنایت کرنا چہارم فارغ کا فارغ پر جنایت کرنا اور یہ سب جنایتیں ہدر ہوتی ہین سوائے ایک صورت کے کہ جب فارغ نے مشغول پر جنایت کی تو یہ معتبر ہو گی اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ تحویل ہو کر فارغ کے ذمہ پڑ جائیگا اور بجائے مشغول کے فارغ مجرم رہن ہو جائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ اگر قرضہ دو ہزار درم ہوا اور دو غلام رہن ہون کہ ہر ایک کی قیمت ایک ایک ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا اُسپر کوئی ایسی جنایت کی جسکا قلیل یا کثیر ارش ہو تو اُسکی جنایت ہدر ہو گی اور سبب جنایت کی ہوا اُسپر سے اُسیقدر قرضہ ساقط ہو کر دوسرے پر سبب جنایت کی ہو تحویل ہو جائیگا اور مشغول کی مشغول پر جنایت ہدر ہوتی ہی پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ آسمانی آفت سے مرگیا ہے اور اگر قرضہ ہزار درم ہوا اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو مجرم دینا و فدیہ دینا کچھ نہوگا مگر قاتل بعوض سات سو پچاس (۷۵۰) درم کے رہن ہو جائیگا اسواسطے کہ ہر ایک بعوض پانچ سو (۵۰۰) درم کے رہن تھا پس نصف ہر ایک کا فارغ تھا اور نصف مشغول تھا اور جب ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو قاتل کے ہر ایک نصف حصے نے مقتول کے نصف مشغول و نصف فارغ پر جنایت اور مقدار مشغول کی جنایت مشغول پر اور مشغول کی فارغ پر اور فارغ کی فارغ پر ہدر ہو لیکن جسقدر فارغ نے مشغول پر جنایت کی وہ قاتل کے ذمہ پڑ جاویگی اور یہ نصف ہے اور نصف کے دو سو پچاس درم ہوئے اور قاتل کیطرف پانچ سو درم تھے پس سب مجموعہ سات سو پچاس درم کے عوض رہن ہو جائیگا اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہو تو جو قرضہ آنکھ کی طرف تھا اُسکا نصف آنکھ پھوڑنے والے کیطرف تحویل ہو جائیگا پس آنکھ پھوڑنے والا بعوض چھ سو پچیس (۶۲۵) درم کے رہن رہیگا اور دوسرا بعوض دو سو پچاس درم کے رہن رہجائیگا اور اگر دونون غلام دو صفقون مین مرہون ہون پس اگر دونون کی قیمت بنسبت قرضہ کے زائد ہو مثلاً قرضہ ہزار درم ہوا اور ہر ایک کی قیمت ہزار ہزار درم ہو پھر ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو جنایت کا اعتبار کیا جائیگا بخلاف پہلی صورت کے اور جب جنایت کا اعتبار کیا گیا تو راہن و مرتہن کو اختیار دیا جائیگا چاہین تو اس قاتل کو بجائے مقتول کے قرار دین پس جو کہ قرضہ قاتل کے ذمہ تھا وہ باطل ہو جائیگا اور اگر چاہین تو قاتل کیطرف سے مقتول کی قیمت فدیہ دین اور وہ بجائے مقتول کے رہن ہو گی اور قاتل بحال خود رہن رہیگا اور اگر اُنکی قیمت مین قرضہ سے زیادتی نہو مثلاً قرضہ دو ہزار درم ہوا اور ہر ایک کی قیمت ایک ہزار ہو اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا پس اگر دونون نے قاتل کو جرم مین دیدیا تو یہ مدفوع بجائے مقتول کے قائم ہوگا اور قاتل کے مقابلہ مین جو قرضہ تھا وہ باطل ہوگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم اسکا فدیہ دینگے تو پورا فدیہ بذمہ مرتہن ہوگا پھر جب ادا کرے قرضہ کی میعاد آوے تو راہن فقط ایک ہزار درم مرتہن کو دیدیگا اور دوسرے ہزار درم اس ہزار درم کے ساتھ جو مرتہن کو فدیہ مین دینے پڑے ہین اور اُسکے پاس ہین ہین قصاص ہو جاوینگے۔ اور اگر ایک نے دوسرے کی آنکھ پھوڑ ڈالی تو دونون سے کہا جائیگا کہ چاہو اس مجرم کو دیدو یا اُسکا فدیہ دیدو پس اگر اُنھون نے فدیہ دینا اختیار کیا تو فدیہ نصفا نصف دونون پر ہوگا اور اگر دونون نے مجرم کو دیدیا تو جسقدر قرض اُسکے مقابلہ مین تھا باطل ہو جائیگا اور یہ مجرم اُس غلام کے ساتھ جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہے رہن ہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین فدیہ نہین دیتا ہون بلکہ رہن کو اسی طرح چھوڑے دیتا ہون تو اُسکو اختیار ہے اور آنکھ پھوڑنے والا اپنے حال پر مثل سابق رہن رہیگا اور جسکی آنکھ پھوٹ گئی ہے اُسکے مقابلہ کے قرضہ مین سے نصف جاتا رہیگا اسواسطے کہ جنایت کا اعتبار کرنا بلحاظ حق مرتہن تھا نہ بلحاظ حق راہن اور جب مرتہن اس جنایت سے راضی ہوا تو جنایت ہدر ہوگی اور اگر راہن نے کہا کہ مین فدیہ دونگا اور مرتہن نے کہا کہ مین نہین دونگا تو راہن کو فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب مرتہن نے اس جنایت کا حکم طلب کیا ہو کذا فی البدائع اور اگر راہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا اور مرتہن نے کہا کہ مین پورا ارش فدیہ دونگا تو فدیہ دیدے مگر متطوع ہوگا کہ اس مال فدیہ مین سے راہن کے ذمہ کچھ لاحق نہوگا اسواسطے

کہ اُسنے بلا مجبوری کے غیر کی ملک کی طرف سے تبرعاً مال دیا ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر راہن کے فدیہ ادا کر دینے کے بعد مرہون قبضہ مرتہن مین تلف ہو گیا تو راہن کو فدیہ واپس کرے اسواسطے کہ راہن وتا کر دینے سے اُسکے قرضہ سے بری ہو گیا اسواسطے کہ مرتہن فدیہ سے اپنا قرضہ بھر پانے والا ہو گیا ہی پھر ہمارے مشائخ رہ نے اختلاف کیا ہی کہ مرتہن وہ ہزار درم فدیہ کے جن سے اپنا قرضہ بھر پایا ہی واپس کرے یا مرہون ہلاک ہونے سے جن ہزار درم سے بھر پایا ہی وہ واپس کرے سو فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ ہلاک کے ہزار درم جنسے بھر پایا ہی واپس دے اسواسطے کہ فدیہ سے بھر پانے کے بعد ہلاک سے بھر پانا پایا گیا ہی اور دیگر مشائخ نے فرمایا کہ فدیہ کے ہزار درم واپس کرے جیسا کہ راہن کے قرضہ ادا کرنے کے بعد مرتہن کے پاس مال مرہون مرجانے کی صورت مین حکم ہی کہ مرتہن نے جو کچھ وصول کیا ہی واپس دے یہ محیط سرخسی مین ہی اگر مرہونہ باندی کے بچہ پیدا ہوا پھر اُسنے کسی آدمی کو قتل کر ڈالا تو مرتہن پر ضمان نہوگی اور اُسکی ضمان راہن پر ہی کہ اُسکو اختیار دیا جائیگا چاہے بچہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر فدیہ دیا تو وہ بر حال خویش اپنی ماں کے ساتھ رہن رہیگا اور اگر اُسنے طفل مجرم کو دینا اختیار کیا پھر مرتہن نے کہا کہ مین فدیہ دونگا تو اُسکو اختیار ہی اسی طرح اگر اُس لڑکے نے کسی شخص کا مال تلف کر دیا اور راہن سے کہا گیا کہ فروخت کرے یا قرضہ ادا کرے تو بھی یہی حکم ہی یہ ظہیریہ مین ہی اور اگر ہزار درم قرضہ کے عوض باندی رہن ہو جو ہزار درم قیمت کی ہی پھر اُسکے ایک بچہ ہزار درم قیمت کا پیدا ہوا پھر بچہ نے راہن یا اُسکی ملک پر کچھ جنایت کی تو اسمین کچھ نہین ہی اور اگر مرتہن پر جنایت کی تو ضرور ہی کہ وہ دیا جاوے یا اُسکا فدیہ دیا جاوے پس اگر دیدیا گیا تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا بمنزلہ مرجانے کی صورت کے ہی اور اگر فدیہ دینا اختیار کیا تو نصف فدیہ راہن کے ذمہ ہوگا یہ مبسوط مین ہی ایک باندی ہزار درم قیمت کی بعوض ہزار درم قرضہ کے مرہون ہی پھر اُسکے پانچ سو درم قیمت کا ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں کو ہزار درم قیمت کے ایک غلام نے قتل کیا اور وہ دونوں کے عوض دیدیا گیا پھر وہ کانا ہو گیا تو راہن اُسکو چار ساتوین حصہ کے عوض فک رہن کرا دیگا اور سات حصون مین سے تین حصے ساقط ہو جاوینگے کیونکہ جسوقت باندی کے بچہ ہوا تو قرضہ ان دونوں پر تین تہائی بر تقدیر صحیح وسلامت رہنے کے تقسیم ہوا پھر جب اُسکو ایک غلام نے قتل کیا اور اُنکے عوض دیا گیا تو یہ اُن دونوں کے قائم مقام ہوا یعنے تین تہائی ہو کر دو تہائی بمقابلہ باندی کے اور ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے قائم ہوا پھر جب وہ کانا ہو گیا تو ہر ایک مین سے نصف جاتا رہا اور باندی کے مقابلہ مین چھ سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم تھا پس تین سو تینتیس درم و ایک تہائی درم رہگیا اور اُسکا ایک تہائی بمقابلہ بچہ کے تھا اور اُسمین سے نصف جاتا رہا تو چھٹا حصہ باقی رہا اور یہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ہی اور یہ حاصل باقی ہی اور باندی کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو عقد رہن کے روز تھی یعنے ہزار درم اور بچہ کی وہ قیمت جو اُسکا فک کے روز تھی یعنے ہزار درم کا چھٹا حصہ کہ ایک سو چھیاسٹھ درم و دو تہائی درم ہی اسواسطے کہ قرضہ مین سے اُسکے مقابلہ مین تہائی حصہ تھا جو کانا ہونے سے آدھا یعنے تہائی کا آدھا ایک چھٹا رہگیا مگر قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ قرضہ مین سے اُسکے مقابلہ مین بھی حصہ ہوگا جب وہ موجود رہے پس بچہ ایک حصہ اور ماں چھ حصہ قرار دیکر کل سات حصہ کیے جاوینگے مگر ان مین سے کانا ہونے سے نصف یعنے تین حصے ساقط ہوے اور تین حصے باقی رہے اور ایک حصہ بچہ کا باقی رہا تو یہ چار حصے کل سات حصون سے ہوے اور تین حصے سات حصون مین سے جاتے رہے اسی واسطے امام محمد رح نے فرمایا کہ جب اُسکو فک رہن کراوے تو چار ساتوین حصے کے عوض فک رہن کرا سکتا ہی یہ کافی مین ہی اگر کسی شخص نے ایک شخص کے غلام پر جنایت کی پھر مولے نے اُسکو رہن کیا پھر فک رہن کرا لیا اور وہ اس جنایت سے مر گیا تو مولے کو اختیار ہوگا جنایت کرنے والے سے پوری قیمت لے لے اور اگر عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو ہبہ کر دیا ہو

پھر ہبہ سے رجوع کر لیا ہو یا فروخت کیا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس دیا گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے
اگر دو شخصوں نے ایک چیز رہن کی حالانکہ دونوں میں سے ایک شخص قرضہ میں اُسکا شریک ہے تو جائز نہیں ہو لیکن اگر وہ شخص
دوسرے شخص کا کفیل ہو تو جائز ہے اور اگر دو شخصوں نے کوئی مال عین رہن لیا پھر ایک نے اُسکو واپس کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر
دو مرتہنوں میں سے ایک نے یوں اقرار کر دیا کہ یہ حقیقی رہن نہ تھا بلکہ بطور تلجیہ تھا تو امام ابو یوسف کے نزدیک رہن باطل ہوگا
اور امام محمد رحمہ نے دوسرے کے حصہ کے حق میں خلاف کیا ہے اگر دو شخصوں پر ایک شخص کا قرضہ ہو اور ہر ایک پر برابر نہیں
ہے بلکہ مختلف ہو پھر دونوں نے اپنے مساوی مشترک غلام کو رہن دیا تو ہر ایک کا حصہ بعوض اُسکے شریک کے قرضہ اور اُسکے
قرضہ کے رہن ہوگا پھر اگر وہ مر جاوے تو باہم کمی و بیشی ایک دوسرے سے واپس لینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر شریک مفاوض
نے بدون اجازت دوسرے شریک کے رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق میں جائز ہے اور اگر اُسنے کچھ جرم
کر کے رہن دیا تو صحیح ہے مگر اپنے شریک کے واسطے ضامن ہوگا لیکن اُسکے شریک کو اختیار نہیں ہے کہ اُسکا رہن توڑ دے اور اگر
مفاوض نے کوئی مال کسی کو مستعار دیا اور مستعیر نے اُسکو رہن کر دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ اُسکے شریک پر بھی جائز ہوگا
اور صاحبین رحمہ نے اسمیں خلاف کیا ہے یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لیکر اُسکو اپنے شریک کے پاس
رکھا اور وہ ضائع ہو گیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن پڑتا تھا اُسی کے عوض گیا اور اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے ایسے
قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ رہن کا ضامن ہوگا اور اگر ایسے قرضہ کے عوض جسکو دونوں نے
دیا ہے ایک نے کچھ مال قرضدار سے رہن لیا تو اُسکے شریک کے حق میں جائز نہوگا پس اگر مرتہن کے پاس مرہون تلف ہوا تو خاص مرتہن
کا حصہ گیا اور اُسکا شریک اپنا حصہ قرضدار سے واپس لیگا اور راہن کو اختیار ہوگا کہ مرتہن سے اُسکی نصف قیمت واپس لے اور شریک
کو بھی اختیار ہے کہ چاہے اپنے شریک سے اپنا حصہ لے لے اور اگر دو شخصوں کی شرکت اس شرط سے ہو کہ اس شرکت میں دونوں میں
سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن کیا یا رہن رکھا وہ دوسرے پر جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے اگر مضارب
نے مضاربت میں رب المال کی اجازت سے قرضہ لیکر اُسکے عوض رہن دیا تو جائز ہے اور دونوں پر قرضہ ہوگا اور اگر رب المال نے
اجازت نہ دی ہو تو وہ سب قرضہ خاصکر مضارب پر ہوگا اور اگر اُسنے مضاربت کے قرضہ میں کچھ مال رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہے اور اگر
رب المال مر گیا اور مال مضاربت عروض ہے اور مضارب نے اُنمیں سے کوئی مال رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے اور وہ ضامن ہوگا اور
اگر رب المال نے کوئی مال مضاربت میں سے جسکی قیمت راس المال میں سے زائد ہو رہن کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر زائد نہو تو
جائز ہے اور رب المال اُسکا ضامن ہوگا گویا رب المال نے اُسکو تلف کر دیا یا بحکم اُسکے دام کھا گیا ہو یہ خزانۃ الاکمل میں ہے۔ ایک شخص نے
دوسرے سے ایک کپڑا اس غرض سے مستعار لیا کہ اُسکو اپنے قرضہ کے عوض جو اُسپر آتا ہے رہن دیدے پھر رہن دینے سے پہلے اُسکو
استعمال کیا پھر اُسکو رہن دیدیا تو بری ہو جائیگا اور اگر اُسکو رہن سے چھوڑا کر پھر استعمال کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے استعمال کرنا
چھوڑ دیا پھر وہ کسی آفت سے خود تلف ہو گیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی ایک شخص نے اپنے قرضہ میں رہن دینے کے واسطے ایک کپڑا
مستعار لیکر سو درم قرضہ کے عوض سال بھر کے واسطے رہن کر دیا پھر صاحب ثوب یعنی کپڑے کے مالک نے مستعیر سے مواخذہ کیا
کہ میرا کپڑا مجھے واپس دے تو اُسکو یہ اختیار ہے اگرچہ مستعیر نے اُسکو آگاہ کر دیا ہو کہ میں سال بھر کے واسطے اُسکو رہن دیتا ہوں
اور اگر کپڑے کے مالک نے اُسکو اپنے مال سے فک رہن کرا لیا تو متطوع نہوگا بلکہ راہن سے اُسکو واپس لیگا اور اگر راہن غائب ہو
اور مرتہن نے کپڑے کے مالک کے قول کی تصدیق کی کہ یہ کپڑا اسی کا ہے تو مرتہن اُسکو دیکر اپنا قرضہ لے لے گا اور کپڑے کا مالک

متطوع نہوگا اور اگر مرتہن نے کہا کہ مین نہین جانتا ہون کہ یہ تیرا کپڑا ہی تو مالک کو کپڑے کی لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی
ایک شخص نے دوسرے کو اپنا کپڑا دیا تاکہ وہ رہن رکھے تو ضرور ہی کہ یا تو اُس سے کچھ بیان نکیا ہوگا یا اُس سے کوئی مال بیان
کردیا ہوگا یا اُس سے کوئی جگہ مقرر کرکے بیان کردی ہوگی یا کوئی متاع یا کوئی شخص بیان کردیا ہوگا پس اگر کپڑا عاریت دیا
تاکہ اُسکو وہ رہن رکھے مگر جسکے عوض رکھے اُسکو کچھ بیان نکیا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے جسقدر کے عوض اور جس نوع کے عوض
رہن رکھدے اور اگر اُس سے کوئی مقدار بیان کردی ہو اور اُسنے اُس مقدار سے کم یا زیادہ کے عوض رہن رکھا یا دوسری
جنس کے عوض رہن رکھا تو ضرور ہی کہ کپڑے کی قیمت یا تو قرضہ کے برابر ہوگی یا زیادہ یا کم ہوگی پس اگر کپڑے کی قیمت قرضہ کے
برابر یا زیادہ ہو تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ اُسنے اسطور پر مخالفت کی کہ وہ مضر ہی اسواسطے کہ جب اُسنے مقدار بیان کردہ سے
کم کو رہن دیا اور کپڑے کی قیمت قرضہ کے برابر یا زیادہ ہی تو اس سے معیر کو ضرر پہونچا اسلیے کہ مرتہن کے پاس تھوڑا کپڑا ضمانت
مین رہا اور تھوڑا امانت مین رہا اور وہ اس امر سے راضی نہ تھا بلکہ یہ چاہا تھا کہ پورا کپڑا مضمون رہے اور زیادہ کے عوض
رہن کرنے کی صورت مین یہ وجہ ہی کہ کبھی معیر کو اُسکی ضرورت پڑتی کہ اُسکی مملوکہ چیز اُسکے پاس پہونچے تو وہ خود فک رہن
کرالیتا ہی اور مقدار بیان کردہ سے زیادہ ہونے کی صورت مین بسا اوقات ایسا ہوسکتا ہی کہ اُسپر فک رہن کرلینے
مین دشواری پڑے - اور اگر کپڑے کی قیمت کم ہو تو ضامن نہوگا مثلاً اپنا کپڑا دیا کہ اُسکو دس درم کے عوض رہن
کرلے حالانکہ اُسکی قیمت نو درم ہی پس اُسنے نو درم کے عوض رہن رکھا تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے جنس بیان کردہ کے سوائے
دوسری جنس کے عوض رہن رکھا تو سب صورتون مین ضامن ہوگا - اور اگر اُسکو عاریت اس قرار داد سے دیا تھا کہ
اُسکو فلان شخص کے پاس رہن رکھے اُسنے دوسرے کے پاس رہن کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو مستعار دیا کہ کوفہ مین اُسکو
رہن رکھے اُسنے بصرہ مین رہن کردیا تو ضامن ہوگا - اگر معیر و مستعیر نے مرتہن سے واپس لینے سے پہلے یا اُسکے بعد مستعار
تلف ہوجانے یا ناقص ہوجانے مین جھگڑا کیا تو قول مستعیر کا اور گواہ معیر کے قبول ہونگے اور اگر راہن نے دعوی کیا کہ معیر
سے قبل فکاک کے رہن کو واپس لیا ہی اور مرتہن نے اُسکی تصدیق کی تو راہن کے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے
کہ راہن و مرتہن نے فسخ رہن پر اتفاق کیا ہی اور عقد رہن انھین دونون کے درمیان قائم ہوا تھا پس اس باب مین
کہ اُن دونون نے اُسکو فسخ کیا ہی انھین دونون کا قول قبول ہوگا اور معیر نے جو کچھ ادا کیا ہی وہ راہن سے واپس لیگا
اسواسطے کہ وہ اپنے حق و ملک کی احیا کے واسطے اُسکے ادا کرنے مین مجبور تھا اگر مال مستعار رہن کرنے سے پہلے یا اُسکے
چھوڑا لینے کے بعد مستعیر کے پاس تلف ہوگیا تو وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اگر راہن و مرتہن نے اختلاف کیا اور مرتہن
نے کہا کہ مین نے تجھسے اپنا مال وصول کرکے کپڑا تجھے دیدیا ہی اور گواہ قائم کیے اور راہن نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے مال دیا
ہی اور کپڑا تلف ہوگیا ہی اور گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے پس اگر وہ کپڑا عاریت ہو اور مالک نے کہا کہ
مین نے تجھے پانچ درم کے عوض رہن کرنے کا حکم کیا تھا اور مستعیر نے کہا کہ دس درم کے عوض کیا تھا تو مالک کا قول قبول
ہوگا اسواسطے کہ اجازت اسی کیطرف سے مستفاد ہی اور اگر اُسنے انکار کیا تو اسی کا قول قبول ہوتا ہی پس اسی طرح جب اُسنے
کسی صفت کے ساتھ اجازت کا اقرار کیا تو بھی اسی کا قول قبول ہوگا اور گواہ مستعیر کے قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہی اگر
ایک کپڑا مستعار لیا کہ اُسکو دس درم کے عوض رہن کرے اور اُسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہی اور وہ مرتہن کے پاس تلف
ہوگیا تو راہن کے ذمہ سے مال ساقط ہوگیا اور اُسکے مثل راہن پر مالک کپڑے کے واسطے واجب ہوگا اسی طرح اگر اُسنے کوئی

عیب آگیا تو بقدر نقصان کے مرتہن کا قرضہ جاتا رہا اور مالک کا اسی قدر راہن پر واجب ہوا یہ خزانۃ الاکمل مین ہو قلت
عتابیہ مین ہو کہ اگر مستعیر نے عاریت کا کپڑا مع دوسری چیز کے رہن کیا تو معیر اُسکو مرتہن سے نہین لے سکتا ہو یہانتک کہ پورا
قرضہ ادا کر دے اور اگر راہن نے دو آدمیون سے مستعار لیا ہو پھر اُسنے نصف قرضہ ادا کیا تو اُسکو یہ اختیار نہین ہو کہ اُسکو دونون
معیرون مین سے ایک کے حصہ مین ڈالدے اور اگر مرتہن نے اُسکو راہن کی اجازت سے اجارہ پر دیا تو کرایہ راہن کا ہوگا اور
رہن باطل ہو جائیگا اور اگر اجارہ مین تلف ہو گیا تو معیر کو اختیار ہوگا چاہے راہن سے ضمان لے اور چاہے مرتہن سے پھر
مرتہن راہن سے واپس لیگا اور اگر راہن نے مرتہن کا قرضہ ادا کر دیا پھر رہن عاریت اُسکے پاس تلف ہوا تو جو کچھ مرتہن نے
وصول کیا ہو واپس کر دیگا اور راہن معیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر راہن نے مال قرضہ ادا کر دیا پھر غلام
پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل بھیجا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو راہن نے جس سے مستعار لیا تھا اُسکو تاوان دیگا لیکن
اگر وکیل اُسکے عیال مین سے ہو تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر راہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اپنے وکیل کے ہاتھ معیر کے پاس بھیجا تو
بھی یہی حکم ہو یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر رہن کرنے کے واسطے ایک باندی مستعار لی اور اُسکو رہن کر دیا پھر اُس سے راہن
و مرتہن نے وطی کی تو حد زنا ان دونون سے دور کیجائیگی لیکن وطی کرنے والے پر مہر واجب ہوگا اسواسطے کہ غیر مملوکہ
مین جب وطی ہوتی ہو تو دو حال سے خالی نہین یا تو وطی کنندہ پر حد شرعی لازم ہوتی ہو یا مہر واجب ہوتا ہی اور مہر بمنزلہ
زیادتی منفصلہ کے ہو جو عین سے متولد ہو اسواسطے کہ وہ اُس بات کا بدل ہو جسکا واطی نے استیفا کیا ہو اور وہ مستوفی حکماً
جزو عین ہو پس اُسی کے ساتھ رہن رہیگا پھر جب راہن اُسکو چھڑاوے تو باندی مع مہر کے اُسکے مولے کو سپرد کیجائیگی جیسا
کہ اگر بچہ جنتی تو بھی یہی حکم تھا اور اگر اُسنے کوئی کمائی کر کے کچھ کمایا یا اُسکو کچھ ہبہ کیا گیا تو یہ اُسکے مولے کا ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔
ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی مستعار لی تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور ایسا ہی کیا پھر مستعیر مر گیا اور کچھ مال نچھوڑا
پھر مرتہن نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو میرے قرضہ مین فروخت کرے اور باندی کے مولے نے اس سے انکار کیا تو
قاضی اُسکو فروخت نہ کریگا و لیکن مرتہن سے کہا جائیگا کہ اسکو اپنے پاس روک رکھو یہانتک کہ معیر تجھکو تیرا حق دیدے اور
اگر معیر یعنی باندی کے مالک نے قاضی سے کہا کہ قرضہ کے عوض اُسکو فروخت کر دے اور مرتہن نے اس سے انکار کیا تو دیکھا
جائیگا کہ اگر اُسکے ثمن مین وفاے قرضہ ہو تو انکار مرتہن پر التفات نکیا جائیگا اگرچہ ثمن مرہون سے مرتہن کے قبضہ کا
ازالہ ہوا اور اگر اُسکے ثمن مین وفاے قرضہ نہو تو بدون رضامندی مرتہن کے فروخت نہوگی اور اگر اُسکے ثمن مین وفاے
قرضہ ہو پس وہ قرضہ کے واسطے فروخت کی گئی اور مرتہن نے اُسکے ثمن سے اپنا قرضہ بھر پایا پھر مستعیر یعنے راہن کا کچھ مال ظاہر ہوا
تو جو کچھ مرتہن نے لیا ہو معیر اُسکو واپس لیگا اور اگر مستعیر نہ مرا بلکہ معیر مر گیا اور اُسپر بہت قرضے ہین پس اگر مستعیر تنگدست ہو تو باندی
بحال خویش رہن رہیگی پھر اگر معیر کے قرضخواہ لوگ اور اُسکے وارث لوگ ادائے قرضہ کے واسطے اُس باندی کے فروخت
پر متفق ہوے اور مرتہن نے انکار کیا تو اُسکا جواب اُسی تفصیل سے ہو جو ہمنے معیر کی زندگی مین معیر کے ایسے قصد ہونے
اور مرتہن کے انکار کرنے کی صورت مین ذکر کر دی ہو یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کر کے دوسرے
کے پاس قرضہ مین رہن کیا پھر وہ غلام مرتہن کے پاس مر گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے غاصب سے تاوان لے یا مرتہن سے
تاوان لے پس اگر غاصب سے تاوان لیا تو رہن پورا ہو گیا اسواسطے کہ ادائے ضمان سے غاصب وقت غصب سے اُسکا مالک
ہو گیا پس اپنے مال کا رہن کرنیوالا ہوگا اور اگر مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ جسقدر اُسنے تاوان دیا ہو وہ

راہن سے واپس لے اور رہن باطل ہوگا اسواسطے کہ مرتہن سے ضمان کا سبب یہی قبضہ ہوا اور عقد رہن اُس سے پہلے واقع ہوا تھا پس عقد سے پیچھے ملک ہونے سے رہن نافذ نہوگا اور اگر غاصب نے غلام مغصوب کسی کے پاس ودیعت رکھا پھر اسکے بعد جسکو ودیعت دیا تھا اُسی کے پاس رہن رکھا پھر وہ رہن تلف ہوگیا پھر مالک غلام آیا پھر اُسنے غاصب سے یا جسکو غاصب نے دیا تھا تاوان اس سے لیا اور راہن سے مرتہن نے واپس لیا تو دونوں صورتون مین رہن جائز ہوگا اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا پھر مستودع نے اُسکو کسی شخص کے پاس رہن رکھا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا پھر مالک نے اگر راہن یا مرتہن کسی سے تاوان لیا تو کسی صورت مین رہن نافذ نہوگا اسواسطے کہ اول سبب دینے کے ضامن ہوا اور عقد رہن دینے سے پہلے قرار پایا تھا پس وقت رہن کے اُسکا مالک نہوگا پس رہن جائز نہوگا یہ تبیین ایک شخص نے دوسرے کا غلام کسی شخص کے پاس رہن کیا یعنے عقد رہن قرار دیا مگر ہنوز مرتہن کو دیا نہ تھا کہ مالک سے اُسکو خرید لیا پھر مرتہن کو دیا تو وہ مرتہن کے پاس رہن نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے مرتد کا رہن دار رتھان مثل باقی تصرفات کے امام اعظم رح کے نزدیک موقوف رہیگا پس اگر مرتد حالت ردت مین قتل کیا گیا اور مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوا اور مرہون کی قیمت اور قرضہ برابر ہو اور قرضہ ردت سے پہلے کا ہو اور مرہون بھی ایسا مال ہو جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا یا قرضہ اُسکی حالت ردت کا ہو خواہ اُسنے خود اقرار کیا ہو یا گواہ قائم ہو کر اُسپر ثابت ہوا ہو اور رہن بھی ایسا مال ہو جو اُسنے حالت ردت مین کمایا ہو تو مرہون جسکے عوض ہو اُسی کے بدلے گیا اور اگر مال مرہون مین بہ نسبت قرضہ کے زیادتی ہو تو مرتہن مقدار زیادتی کا ضامن ہوگا اگر مرتد نے حالت ردت مین کچھ قرضہ لیا اور اُسکے عوض ایسا اسباب جسکو اُسنے ردت سے پہلے کمایا تھا رہن کیا پھر حالت ردت مین قتل کیا گیا تو رہن باطل ہوا اور مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اگر وہ تلف ہوگیا اور قیمت مذکور اُسکے وارثون کو واپس دیگا اور اُسکا قرضہ اُسکی ردت کی کمائی مین شمار ہوگا اور اگر قرضہ ردت سے پہلے کا ہو اور مرہون اُسکی ردت کی کمائی ہو تو مرتہن اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہ قیمت اور جو کچھ اُسنے ردت مین کمایا ہے سب غنیمت مین شمار ہوگا پس مرتہن اپنا قرضہ اُسکے اُس مال سے جو اُسنے ردت سے پہلے کمایا ہو لے لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام رہن کیا اور غائب ہوگیا پھر مرتہن نے اُسکو آزاد پایا پس اگر غلام نے وقت رہن کے اپنی رقیت کا اقرار کیا ہو تو مرتہن اُس سے اپنا قرضہ نہین لے سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اگر ایک عورت سے ہزار درم مہر پر نکاح کیا اور مہر کے عوض ہزار درم قیمت کا اسباب رہن دیدیا پھر وہ مال مرہون عورت کے پاس تلف ہوگیا بعد اسکے کہ اُس عورت سے دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دے چکا ہو تو عورت پر کچھ واجب نہوگا اور اگر رہن تلف ہوگیا پھر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دیدی تو عورت پر آدھا مہر واپس دینا واجب ہوگا اگر ایک عورت نے نکاح کیا اور مہر بیان نہوا پھر اُسکے مہر المثل کے عوض اُسکو کچھ مال رہن دیا اور وہ اُسکے پاس تلف ہوا حالانکہ اُس مال سے وفا ہے مہر المثل تھی تو عورت مذکور اپنے مہر المثل کی بھر پانے والی ہوگی اور اگر اُسکے ساتھ دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکور اُسکے متعۃ المثل سے زائد کا واپس نا واجب ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے ایک شخص سرائے مین گیا اور سرائے والے نے کہا کہ مین تجھے اُسوقت تک ندونگا یہان تک کہ مجھے کچھ دے اُسنے کچھ چیز دی اور اُسکے پاس تلف ہوئی پس اگر بعینہ لے واسطے رہن ہو تو اُسکا تلف ہونا اُسی کے عوض ہوگا اور اگر اس سبب سے کہ وہ سارق تھا تو ضامن ہوگا اور فقیہ نے فرمایا کہ دونوں صورتون مین ضامن نہوگا اسواسطے کہ اُسنے یہان پھر اکراہ ثابت نہین ہوا ہے یہ وجیز کردری مین ہے منتقی مین ہشام رح نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ غصب مین جس چیز کی ضمان غاصب

دیتی بڑھتی ہے جب وہ رہن ہوگی تو مرتہن کا قرضہ بھی اسی حساب سے ساقط ہوگا اور جس چیز کا تاوان غصب مین نہین ہوتا ہے رہن
کی صورت مین بھی اس چیز کی وجہ سے مرتہن کا کچھ قرضہ ساقط نہوگا چنانچہ اگر غلام نوجوان غصب کیا اور وہ غاصب کے قبضہ مین
بڈھا ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا اسی طرح رہن کی صورت مین اسی حساب سے قرضہ ساقط ہوجائیگا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر امرد
ہو پھر وہ ڈاڑھی والا ہوگیا تو ضامن نہوگا بخلاف اسکے اگر ایسی باندی جسکے کوچون کا ابھار ہے غصب کی پھر اسکی چھاتیان لٹک
گئین تو ضامن ہوگا اسواسطے کہ یہ نقصان ہے یہ ذخیرہ مین ہے اگر ایک شخص نے چالیس درم کی پوستین بعوض دس درم
کے رہن کی پھر اسمین سوس پڑ گئی جنھون نے اسکو چاٹ لیا حتے کہ اسکی قیمت دس درم رہگئی تو راہن اسکو ڈھائی درم مین چھڑا
سکتا ہے یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم ہون اسنے اس قرضہ کے عوض دو ہزار درم کا غلام رہن دیا
اور مرتہن نے اسپر قبضہ کرلیا پھر مرتہن نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے اس سے راہن نے غصب کرلیا ہے تو راہن کے حق مین
مرتہن کے قول کی تصدیق نہوگی اور راہن قرضہ ادا کرکے غلام مذکور لے لیگا اور مقرلہ کو اسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور نہ اس
مال کے لینے کی کوئی راہ ہوگی جسکو مرتہن نے وصول کیا ہے اور اگر غلام مذکور مرتہن کے پاس مرگیا تو باعتبار ظاہر کے مرتہن اپنا
قرضہ بھر پانے والا ہوگا اسواسطے کہ مرہون کی قیمت مین وفاے قرضہ ہے بلکہ اور کچھ زیادتی ہے پس مرتہن اسکی پوری قیمت کا
مقرلہ کے واسطے ضامن ہوگا کیونکہ اسنے بدون اسکی اجازت کے اسپر قبضہ کیا تھا اور مرتہن کا اقرار خود مرتہن پر حجت ہے پس پوری
قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ عین کا واپس دینا بسبب جاتے رہنے کے متعذر ہوگیا ہے اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے شخص کے
مملوک ہونے کا اقرار نکیا بلکہ یہ کہا کہ اسپر فلان شخص کے ہزار درم قرضہ ہین کہ جنکو اس غلام نے تلف کردیا ہے اور وہ غلام مرتہن کے
پاس مرگیا تو مقرلہ ہزار درم مرتہن سے لے لیگا اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور راہن
نے عقد رہن مین اپنے درمیان ایک شخص کو عادل قرار دیا ہے اور اسکو مختار کردیا ہے کہ اس غلام مرہون کو فروخت کرکے اس سے
مرتہن کا قرضہ دیدے پھر عادل نے اسکو دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری کو دیدیا اسنے قبضہ کرلیا اور مرتہن نے اسکا تمام ثمن
وصول کرکے اسمین سے ہزار درم مرتہن کو دیدیے اور ہزار درم راہن کو دیدیے لیکن مقرلہ نے بیع کی اجازت دیدی تو جو ہزار درم مرتہن
نے لیے ہین انکو لے لیگا اور اگر اسنے بیع کی اجازت نہ دی تو مقرلہ کو مرتہن سے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مرتہن نے غلام کی نسبت
دوسرے کے مملوک ہونے کا اقرار نکیا بلکہ یہ اقرار کیا کہ اسنے فلان شخص کے دو ہزار درم تلف کیے ہین اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو مرتہن
نے جو ہزار درم وصول کیے ہین انکو مقرلہ کو دیدیگا خواہ اسنے بیع کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام بعوض ہزار
درم کے رہن کیا پھر غلام نے مرتہن کے پاس راہ مین ایک کنوان کھودا پھر راہن نے فک رہن کراکر غلام لے لیا تو اسمین چار صورتین
ہین اول آنکہ اسمین ایک چوپایہ گرا پھر دوسرا چوپایہ گرا دوم اسمین انسان گرا پھر ایک آدمی گرا سوم اسمین ایک آدمی گرا پھر ایک چوپایہ
گرا چہارم اسمین چوپایہ گرا پھر ایک آدمی گرا پس اگر اسمین چوپایہ گرکر تلف ہوا جسکی قیمت ہزار درم تھی تو غلام مذکور فروخت
کیا جائیگا اور قرضہ ادا کیا جائیگا الا اس صورت مین کہ مولے اسکا فدیہ دیدے تو ایسا نہوگا پھر اگر ہزار درم کو فروخت کیا گیا
اور انکو چوپایہ کے مالک نے لے لیا تو مرتہن سے جو کچھ اسنے اداے قرضہ مین لیا ہے اسکو راہن واپس کرلیگا پھر اگر اسمین دوسرا
چوپایہ گرا جسکی ہزار درم قیمت ہے تو وہ پہلے چوپایہ کے مالک کے ساتھ شریک ہوکر جو کچھ اسنے لیا ہے اسکا نصف لے لیگا
اور پہلا چوپایہ والا راہن سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور اگر اس کنوئین مین کوئی آدمی تلف ہوا اور غلام اسکے عوض
دیدیا گیا تو راہن نے جو مال مرتہن کو اداے قرضہ مین دیا ہے اس سے واپس کرلیگا اور اگر غلام دیدیے جانے کے بعد

اسمین دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو دوسرے شخص کا ولی پہلے شخص کے ولی کے ساتھ غلام مین شریک ہو جائیگا اور اگر اسمین
کوئی چوپایہ گرا اور غلام فروخت کر کے اُسکے ثمن سے چوپایہ کے مالک کو اُسکی قیمت ادا کی گئی پھر دوبارہ اسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا
تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور اس جنایت مین غلام مذکور ولی میت کو دیا گیا پھر اسمین کوئی چوپایہ
گر کر مر گیا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ یا تو اپنے غلام کو فروخت کر یا فدیہ ادا کر اسواسطے کہ دونون جرم دفعتاً چاہ کندن کیطرف
مستند ہین پس ایسا ہوا کہ گویا وہ آدمی اور یہ چوپایہ دونون ساتھ ہی گرے ہین اور اگر دونون ساتھ گرتے اور ولی جنایت
کو غلام مجرم دیدیا جاتا تو ولی جنایت اُسکے فروخت کرنے یا اُسکا فدیہ دینے مین مختار کیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت مین
بھی ہوگا دو غلامون نے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اسمین غلام مرہون گر کر مر گیا اور وہ دونون اس جرم مین دیدیے
گئے پھر ان دونون مین سے بھی ایک غلام اسمین گر کر مر گیا تو آدھا قرضہ باطل ہو جائیگا اور اُسکا خون ہدر ہوگا اسلیے کہ
یہ دونون غلام اول کے قائم مقام ہو کر اُسکے حکم مین ہین اور اگر غلام اول کنوئین مین اس طرح گرتا کہ جس سے اُسکا نصف
زائل ہوتا مثلاً اُسکی آنکھ جاتی رہتی یا ہاتھ شل ہو جاتا تو نصف قرضہ ساقط ہوتا پس ایسا ہی اس صورت مین بھی ہے یہ محیط سرخسی مین
لکھا ہے اگر غصب کیے ہوئے غلام مرہون نے راہ مین ایک کنوان کھودا یا ایک پتھر ڈال دیا پھر غاصب نے وہ غلام مرتہن
کو واپس کر دیا پھر راہن نے اُسکا فک رہن کر لیا اور قرضہ دیدیا پھر اُس کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو راہن سے کہا
جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس ان دونون مین سے جو بات وہ کرے بہر حال اس غلام کی قیمت غاصب سے واپس
لیگا اور اگر غاصب مفلس یا غائب ہو گیا پس جسقدر مرتہن کو ادا کیا ہے وہ اس سے واپس لیگا بشرطیکہ قرضہ اور رہن دونون برابر
ہون تاکہ فدیہ مال مرتہن سے ہو جاوے اگر ولی مقتول کو غلام مذکور دیدینے کے بعد اُسکے پتھر ڈالے ہوئے سے
کوئی آدمی تلف ہوا تو ولی مقتول سے کہا جائیگا کہ اُسکا نصف دیدے یا دس ہزار درم فدیہ دے اور اگر مرتہن نے اُسکو
اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو اور اسمین راہن یا دوسرا شخص گر کر مر گیا تو مرتہن کی مددگار برادری پر اُسکی
دیت واجب ہوگی اور اگر راہن نے اُسکو اپنے ذاتی میدان مین کنوان کھودنے کا حکم دیا ہو تو راہن کی مددگار برادری پر دیت
واجب ہوگی اور اگر راہن یا مرتہن نے اُسکو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دینے والے پر اُس غلام
کی قیمت واجب ہوگی و بجاے اُس غلام کے رہن رہیگی اسی طرح اگر اُسکو کسی چوپایہ کے پانی پلانے کو بھیجا اور اُس چوپایہ
نے کسی آدمی کو روندکر مار ڈالا تو راہن یا مرتہن مین سے جسنے دوسرے کی اجازت سے اُسکو بھیجا ہے اُسی سے اُس غلام
کے دیدینے کا مواخذہ کیا جاویگا یہ خزانۃ الاکمل مین ہے۔ اگر ہزار درم قیمت کے غلام نے جو ہزار درم قرضہ کے عوض
رہن ہے راہ مین ایک کنوان کھودا اور اُس کنوئین مین کوئی غلام گرا جس سے اُسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو غلام
مرہون دیدیا جاویگا یا اُسکا فدیہ دیا جاویگا بمنزلہ ایسی صورت کے کہ اگر وہ غلام اُسکی دونون آنکھین اپنے ہاتھ سے نکالڈالتا
تو یہی حکم تھا اور پورا فدیہ مرتہن پر واجب ہو گیا پھر اگر اُسنے فدیہ دیدیا تو غلام مرہون اپنے حال پر رہن رہیگا اور اس اندھے
غلام کو اُس فدیہ کے عوض جو مرتہن نے دیا ہے لے لیگا اور وہ اُسی کا ہوگا اور اگر اُسنے غلام مرہون کو دیدیا اور اندھا غلام
لے لیا تو بجاے مرہون کے بعوض ہزار درم کے رہن ہوگا۔ اور اگر اُس کنوئین مین دوسرا آدمی گر پڑا تو اولیاے مقتول
اپنے حصہ کے حساب سے کنوان کھودنے والے غلام مین شریک ہو جاوینگے یا جسکے پاس وہ غلام ہے وہ ہزار درم اُسکا
فدیہ دیگا اور اندھے غلام کے ذمہ اس جرمانہ مین سے کچھ بھی لاحق نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا

جو کچھ تو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کریگا اسکی قیمت مجھپر ہی اور باہمی غیر یہ فروخت سے پہلے اسکے عوض کچھ اسکو رہن دیا تو یہ جائز نہیں ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی۔ زید نے عمرو کی اجازت سے اسکے ذات کی کفالت اس شرط پر قبول کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز تجھسے نہ ملا دون تو جو قرضہ اسپر ہی وہ مجھپر ہوگا پھر عمرو نے مال مکفول بہ کے عوض زید کو کوئی مال عین رہن دیا تو یہ رہن صحیح نہیں ہی اسواسطے کہ کفالت بمال کا ہنوز وقت نہیں آیا ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اسکی طرف سے قرضہ کی کفالت کرلی پھر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے کفیل کو قرضہ مذکور کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہی دو شخصون مین سے ہر ایک شخص کے ہزار درم ایک شخص پر قرض ہین پھر دونون نے اس سے اپنے قرضہ کے عوض ایک زمین رہن لیکر دونون نے اسپر قبضہ کرلیا پھر دونون مرتہنون مین سے ایک نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہین ہی اور یہ زمین ہمارے قبضہ مین بطور تلجیہ کے ہی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ رہن باطل ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ رہن باطل نہوگا بلکہ اپنے حال پر رہیگا مگر اس اقرار کرنے والے کے حصہ سے بری ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ ہزار درم قیمت کی باندی کے جو ہزار درم قرضہ کے عوض رہن ہی ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر اس باندی کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کر ڈالا اور قاتلہ اس جرم مین دیدی گئی پھر اس دی ہوئی باندی کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا پھر یہ دی ہوئی باندی کانی ہو گئی تو قرضہ کے چوالیس حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہو جائیگا یعنی بائیس (۲۲) درم اور تین چوتھائی درم ساقط ہونگے مگر انمین سے ایک درم کا چوالیسوان حصہ کم ہوگا اور باقی کو راہن ادا کریگا یعنی نوسو ستتر (۹۷۷) درم و چوتھائی درم و ایک درم کا چوالیسوان حصہ ادا کریگا اور اسکا بیان یہ ہی کہ مرہونہ کے ہزار درم قیمت کا بچہ پیدا ہوا ہی اور قرضہ ان دونون پر آدھا آدھا منقسم ہوگا کیونکہ مرہونہ کی روز عقد کی قیمت معتبر ہی اور وہ ہزار درم ہی اور بچہ کی روز فکاک کی قیمت معتبر ہی اور وہ بھی ہزار درم ہی پھر جب اس مرہونہ کو سو درم قیمت کی باندی نے قتل کیا اور وہ اسکے عوض دیدی گئی تو جو قرضہ باقی رہا ہی وہ اسکے مقابلہ مین رہیگا کیونکہ گوشت پوست کی راہ سے یہ اسکے قائم مقام ہی گویا پہلی باندی کا نرخ گھٹ گیا ہی پھر جب اس قاتلہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اسپر تو قرضہ اسکے مقابلہ مین ہی یعنی پانچ سو درم وہ اس قاتلہ کی قیمت یعنی سو (۱۰۰) درم پر اور اسکے بچہ کی قیمت یعنی ہزار درم پر منقسم ہوگا پس نصف قرضہ کے گیارہ حصہ ہوئے تو پہلے بچہ کے مقابلہ مین جو نصف قرضہ ہی اسکے بھی گیارہ حصہ کیے جائینگے پس سب بائیس (۲۲) حصہ ہوئے جنمین سے ایک حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہی جسمین سے آدھا بوجہ کانی ہوجانے کے جاتا رہا پس کسر ہوجانے سے اسکا دو چند کرنے سے چوالیس (۴۴) حصہ ہو گئے جسمین سے بیس (۲۰) حصہ بمقابلہ دوسرے بچہ کے ہین اور دو حصہ بمقابلہ قاتلہ کے ہین جسمین سے ایک حصہ اسکے کانی ہوجانے کی وجہ سے جاتا رہا پس یہی معنی امام محمد رح کے قول کے ہین کہ قرضہ کے چوالیس (۴۴) حصون مین سے ایک حصہ ساقط ہوگا یہ کافی مین ہی۔

بارھوان باب

رہن مین دعوے اور خصومات واقع ہونے اور اسکے متعلقات کے بیان مین۔ اگر ایک ہی مال مرہون کا دو شخصون نے ایک ہی شخص پر اسطرح دعوے کیا کہ ہر ایک نے کہا کہ مین نے یہ مال اس شخص کے پاس سے بعوض ہزار درم قرضہ کے رہن لیا ہی اور مین نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہی تو اس مسئلہ کی دو صورتین ہین اول یہ کہ راہن کی زندگی مین ایسا دعوے واقع ہوا ہو پس اسمین تین صورتین ہین اول یہ کہ مال مرہون دونون مدعیون مین سے ایک کے قبضہ مین تھا اور اس صورت مین اگر دونون نے تاریخ نہ لکھی ہو یا تاریخ لکھی ہو مگر دونون کی تاریخ برابر ہو تو قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہوگی۔ اور اگر تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ بہ نسبت دوسرے کے سابق ثابت

ہو تو سابق والے کے نام ڈگری ہوگی خواہ وہ قابض ہو یا غیر قابض ہو جیسا کہ دعوی خرید کی صورت میں ہوتا ہے
دوم یہ کہ مال مرہون دونوں کے قبضہ میں ہو سوم یہ کہ مال رہن راہن کے قبضہ میں ہو اور ان دونوں صورتوں میں
اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ
لکھی ہو تو قیاساً کسی کے نام رہن میں سے کچھ بھی ڈگری نہ کیجائیگی اور استحساناً ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری
ہوگی بمقابلہ اسکے نصف حق کے مگر ہم قیاسی حکم کو اختیار کرتے ہیں ایسا ہی روایت ابوسلیمان میں مذکور ہے اور روایت ابوحفص
میں یہ ہے کہ قیاساً و استحساناً دونوں میں سے کسی کے نام رہن میں سے کچھ ڈگری نہوگی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ جو حکم روایت
ابوسلیمان میں مذکور ہے وہی صحیح ہے۔ وجہ دوم یہ کہ راہن کے مرنے کے بعد دعوی واقع ہوا اور اسمیں بھی تین صورتیں ہیں اور
سب صورتوں میں اگر دونوں نے تاریخ لکھی اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہوگی اور اگر تاریخ
نہ لکھی یا ایک ہی تاریخ دونوں نے لکھی ہو تو جب رہن دونوں کے قبضہ میں ہو یا راہن کے قبضہ میں ہو تو قیاساً یہ حکم ہے کہ دونوں
میں سے کسی کے نام کچھ استحقاقی ڈگری نہوگی اور یہ دونوں بھی راہن کے اور قرضخواہوں کے برابر تصور کیے جاوینگے اور قیاسی
حکم کو امام ابو یوسف رح نے اختیار کیا ہے اور استحساناً ہر ایک کے نام اسکے نصف حق کے عوض مال مرہون نصفا نصف کی ڈگری
کیجائیگی کہ مال مرہون فروخت کرکے ہر ایک کا نصف قرضہ ادا کر دیا جائیگا پھر اگر ثمن میں سے کچھ بچ رہا تو بچا ہوا باقی
قرضخواہوں اور راہن کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا اور حکم استحسانی کو امام ابوحنیفہ رح نے اختیار کیا ہے اور امام محمد رح کا قول
کتابوں میں مضطرب ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ ایک ہی راہن سے رہن لینے کا دونوں نے دعوی کیا ہو اور اگر
دو شخصوں سے رہن لینے کا دعوی کیا ہو اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے اور مال مرہون دونوں میں سے ایک
مدعی کے قبضہ میں ہے تو اس مسئلہ میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ قابض و غیر قابض دونوں مدعیوں کے دونوں راہن غائب
ہوں تو اس صورت میں قابض کے نام ڈگری ہوگی اگرچہ دونوں نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق ہو اور اگر دونوں
راہن حاضر ہوں تو غیر قابض کے نام مال مرہون کی ڈگری ہوگی اور اگر ایک راہن حاضر اور دوسرا غائب ہو تو غیر قابض کے
نام جبتک دوسرا راہن نہ حاضر ہو تب تک ڈگری نہوگی اور جب وہ آجاوے تو غیر قابض کے نام ڈگری ہوگی یہ محیط
میں ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک غلام ہے دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے میں نے اسکو فلاں شخص کے پاس
جو غائب ہے بعوض ہزار درم کے رہن کیا تھا اور اسنے مجھسے لیکر قبضہ کر لیا تھا اور قابض کہتا ہے کہ یہ میرا غلام ہے تو مدعی کے
نام غلام مذکور کی ڈگری ہوگی اسواسطے کہ قابض اسکا خصم یعنی مدعا علیہ مقرر ہوگا کیونکہ غلام کی نسبت ہر ایک مدعی اپنی ملک
کا دعوے کرتا ہے پھر جب مدعی کے نام ڈگری ہوئی تو مذکور ہے کہ اس سے لیکر ایک عادل کے پاس رکھا جائیگا اور اگر راہن غائب
ہو اور مرتہن نے دعوے کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہے میں نے فلاں شخص سے اسکو بعوض اسقدر قرضہ کے رہن لیا ہے اور اس
قابض نے مجھسے غصب کر لیا ہے یا مستعار لیا ہے یا اجارہ پر لیا ہے اور اس دعوی پر گواہ قائم کیے تو میں اس غلام کو مدعی
کو دیدونگا ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ قاضی مدعی کے نام غلام کی
ڈگری نکریگا اسواسطے کہ اسمیں غائب پر قرضہ کی ڈگری ہوئی جاتی ہے حالانکہ اس مقدمہ میں اسکی طرف سے کوئی خصم نہیں
ہے ولیکن یہ ڈگری کریگا کہ قابض مدعا علیہ کو یہ غلام مدعی کی طرف سے بطریق غصب یا اجارہ یا استعارہ کے ملا ہے جیسا کہ
اسکے گواہوں نے گواہی دی ہے پس مدعی کے نام واپس لینے کے استحقاق کی ڈگری کریگا اور قابض اس مقدمہ میں

اُسکا خصم ہو اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہو کہ جب مدعی نے قابض پر اپنے قبضہ سے لینے کا دعوی نکیا ہو کہ اس صورت
مین قابض اُسکا خصم نہین ہو سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ حیل الخصاف مین ہو کہ ایک شخص کے قبضہ مین مال مرہون ہو اور
راہن غائب ہو اور مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے نزدیک رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُسکے نام اسکا سجل عطا کرے اور
حکم دے کہ یہ مال اُسکے قبضہ مین رہن ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مرتہن ایک شخص غریب کو حکم دے کہ تو اس غلام کے رقبہ کا دعوی کر اور
مرتہن کو قاضی کے پاس لے جا پس مرتہن قاضی کے سامنے گواہ پیش کریگا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہو پس قاضی اُسکے رہن
ہونے کے گواہون کی سماعت کریگا اور اُسکے پاس رہن ہونے کی ڈگری کر دیگا اور اجنبی کی خصومت اُسکے ذمہ سے دفع کریگا پس
یہ حکم خصاف کیطرف سے اس امر کی تنصیص ہو کہ رہن پر گواہی کی سماعت ہوتی ہو اگرچہ راہن غائب ہو اور ایسا ہی امام
محمد رح نے دعوے الجامع اور بعض مواضع اصل مین ذکر کیا ہو اور بعض مواضع رہن الاصل مین ایسی گواہی کی سماعت کے
واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہو اور مشائخ رح اسمین اختلاف کرتے ہین بعضے کہتے ہین کہ رہن الاصل مین جو راہن کا حاضر ہونا
شرط کیا ہو سو وہ کاتب کی غلطی ہو اور صحیح یہ لفظ ہو کہ راہن کا حاضر ہونا شرط نہین ہو اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ اس
مسئلہ مین دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق ایسی گواہی کی سماعت کے واسطے حاضری راہن شرط نہین ہو اور دوسری
روایت کے موافق قاضی بدون حاضری راہن کے قبول نکریگا شمس الائمہ سرخسی نے شرح کتاب الحیل مین لکھا ہو کہ یہی صحیح ہو مولف
کہتے ہین کہ امام محمد رح نے سیر کبیر مین اسکے نظائر مین یون فرمایا ہو کہ اگر غلام مرہون قید کیا گیا اور وہ تقسیم کے مال غنیمت مین
آیا اور تقسیم سے پہلے مرتہن نے اسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ غلام میرے پاس فلان شخص کیطرف سے رہن ہو اور
اسکو لے لیا تو یہ حکم غائب پر رہن کرنے کا ہوگا اگر راہن نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا تیرے پاس رہن کیا اور تو نے مجھسے لیکر قبضہ
کر لیا ہو اور مرتہن نے کہا کہ تو نے میرے پاس یہ غلام رہن کیا اور مین نے تجھسے لیکر قبضہ کر لیا ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے
تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے بشرطیکہ کپڑا و غلام دونون مرتہن کے پاس موجود ہون اور اگر دونون تلف ہو گئے ہون اور
جس چیز کے رہن کرنے کا راہن دعوی کرتا ہو اُسکی قیمت زیادہ ہو اور دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے
اور اگر مرتہن نے کہا کہ تو نے غلام و کپڑا دونون میرے پاس رہن کیے اور مین نے تجھسے لیکر دونون پر اپنا قبضہ کیا ہو اور راہن نے کہا
کہ نہین بلکہ مین نے فقط کپڑا تیرے پاس رہن کیا ہو تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور اگر راہن نے دعوے کر کے گواہ قائم کیے کہ مین نے
اس شخص کے پاس دو ہزار درم قیمت کا غلام بعوض ہزار درم کے رہن کیا اور اسنے میرے پاس سے لیکر قبضہ کیا ہو اور مرتہن نے اس
سے انکار کیا اور یہ نہین معلوم کہ اُسنے رہن کے ساتھ کیا کیا ہو تو مرتہن غلام کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اور جب وہ قیمت کا ضامن ہوا
تو اُسکے لیے اس قیمت مین سے ہزار درم محسوب کر لیے جاوینگے اور باقی راہن کو واپس دیگا اور اگر مرتہن نے اقرار کر لیا مگر دعوی کیا
کہ وہ مر گیا ہو تو اُسپر ضمان واجب ہوگی اسواسطے کہ قرضہ سے زائد کے بارہ مین وہ امین تھا اور اسکی طرف سے انکار ثابت نہین ہوا
تاکہ ضامن ہو اور اگر اُسنے رہن سے انکار نکیا مگر پانچ سو درم قیمت کا غلام لایا اور کہا کہ مرہون یہ غلام ہو تو اُسکے قول کی تصدیق
نکیجائیگی اسواسطے کہ گواہون سے ثابت ہو چکا ہو کہ مرہون دو ہزار درم قیمت کا ہو اور جسکو وہ لایا ہو وہ ایسا نہین ہو تو ظاہر
حال اُسکی تکذیب کرتا ہو پس اُسکا قول قبول نہوگا اگر اُسنے اس سے انکار کیا یہ محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار
درم قرضہ ہون اور وہ اسکا مقر ہو پھر قرضخواہ نے دعوے کیا کہ مدیون نے مجھے اپنا ایک غلام اس قرضہ کے عوض
رہن دیا تھا اور مین نے اُسپر قبضہ کیا تھا اور قرضدار اس سے انکار کرتا ہو تو قرضخواہ کے گواہون پر رہن کی

ڈگری کیجائیگی اور اگر قرضدار رہن کا قرضخواہ پر دعوی کرتا ہوا ور قرضخواہ اس سے انکار کرتا ہو پس اگر مرتہن کے پاس رہن قائم ہو تو کتاب الرہن کی روایت کے موافق قرضخواہ کے گواہون پر قاضی رہن کی ڈگری نکریگا اور روایت کتاب الرجوع عن الشہادات کے موافق ڈگری کریگا اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ہو تو باتفاق الروایات موافق گواہان مدیون کے ڈگری کریگا اسواسطے کہ بعد ہلاک رہن کے مرتہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہین ہوسکتا ہے پس اصل سے انکار عقد پر محمول کیا جائیگا پس گواہون سے راہن اسکو ثابت کرسکیگا اور اگر راہن نے مرتہن پر گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکو رہن دیا ہو اور قبضہ کرا دیا ہو مگر گواہون نے رہن کی تعیین نہ کی اور نہ اسکو پہچانا تو مرتہن سے رہن کو دریافت کیا جائیگا اور مشائخ بلخ کے نزدیک اسی کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب گواہون نے اقرار مرتہن کی گواہی دی کہ اسنے میرے پاس رہن کیا اور مین نے قبضہ کیا ہو اور اگر انھون نے نفس معہول رہن کرنے و قبضہ کرنے کی گواہی دی او معائنہ رہن و قبضہ کی گواہی دی تو قاضی ایسی گواہی قبول نہ کریگا اگر ایک شخص نے گواہ دیے کہ مین نے یہ کپڑا اس قابض کے پاس ودیعت رکھا ہو اور قابض نے گواہ دیے کہ مین نے یہ کپڑا اس سے رہن لیا ہو تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اسنے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہو کیونکہ رہن کا ورود ایداع پر ہوتا ہو اگرچہ رہن پر ایداع کا ورود نہین ہوتا ہو الا برضاء مرتہن اور اگر راہن نے گواہ قائم کیے کہ مین نے اسکے ہاتھ فروخت کیا ہو اور مرتہن نے رہن پر گواہ قائم کیے تو اسکو بیع قرار دونگا اور رہن باطل کرونگا اور یون قرار دیا جائیگا کہ گویا پہلے اسنے رہن کیا پھر بیع کیا ہو اسواسطے کہ بیع کا ورود رہن پر ہوسکتا ہو یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر راہن نے رہن کا دعوے کرکے گواہ قائم کیے اور مرتہن نے گواہ دیے کہ اسنے مجھے ہبہ کیا اور مین نے قبضہ کر لیا ہو تو مین ہبہ کے گواہ قبول کرونگا اگر ایک شخص نے خریدنے و قبضہ کرنے کا دعوی کیا اور دوسرے نے رہن اور قبضہ کرنے کا دعوے کیا اور دونون نے گواہ پیش کیے حالانکہ وہ راہن کے قبضہ مین ہو تو مشتری کے گواہ قبول ہونگے لیکن اس صورت مین قبول نہونگے کہ جب یہ معلوم ہوجاوے کہ رہن ہونا خرید سے پہلے تھا اور اگر وہ مرتہن کے قبضہ مین ہو تو اسکو رہن قرار دونگا الا اس صورت مین ایسا نکرونگا جب مشتری گواہون سے ثابت کرادے کہ خریدنا پہلے واقع ہوا تھا اور اگر راہن کے پاس ہو اور ایک نے رہن کا دعوی کیا اور دوسرے نے صدقہ کا دعوے کیا اور دونون مدعیون نے راہن پر گواہ قائم کیے اپنے اپنے دعوے اور قبضہ کے تو رہن کے مدعی کے گواہ قبول ہونگے الا اس صورت مین قبول نہونگے کہ جب دوسرا گواہون سے ثابت کرادے کہ صدقہ وہبہ کی وجہ سے قبضہ کرنا رہن سے پہلے واقع ہوا ہو یہ مبسوط مین ہو اور اگر مستودع یا مضارب کے مال تلف ہوجانے کا دعوی کیا اور رب المال نے ان دونون کے ذمہ تلف کرڈالنے کا دعوی کیا اور دونون نے باہم صلح کی اور مدعا علیہ نے رب المال کو اسکے عوض رہن دیا اور وہ تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے پہلے قول کے موافق ضامن نہوگا اور دوسرے کے موافق ضامن ہوگا اور یہی امام محمد رح کا قول ہو چنانچہ یہ مسئلہ تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہو اگر ایک شخص کے پاس کپڑا ودیعت رکھا پھر اسکو وہی کپڑا رہن دیا پھر مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہ تلف ہوگیا تو وہ امانت مین تلف ہوا اسواسطے کہ مستودع کا قبضہ مثل مودع کے قبضہ کے ہو پس جب تک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نہ کیا ہو تب تک اسپر قبضہ رہن ثابت نہوگا اور بدون گواہون کے عدم قبضہ کے باب مین اسی کا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہو اور اگر راہن نے گواہ دیے کہ اسنے بحکم رہن اسپر قبضہ کرلیا ہو اور اسکے بعد وہ مال تلف ہوا ہو اور مرتہن نے گواہ دیے کہ میرے پاس بحکم قبضہ ودیعت تلف ہوا ہو قبل اسکے کہ اسپر قبضہ رہن ثابت ہو تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اسواسطے کہ اسنے استیفاء قرضہ

ثابت ہوتا ہی یہ مبسوط مین ہی اور اگر راہن دو شخص ہون اور مرتہن نے دونون پر رہن کا دعوے کیا اور دونون مین سے ایک پر گواہ قائم کیے کہ اُسنے میرے پاس رہن کیا اور میرے قبضہ مین دیا ہی اور مرہون اُن دونون کی ملک ہی اور وہ دونون اس سے انکار کرتے ہین تو مدعی رہن کو اختیار ہوگا کہ جسپر اُسنے گواہ قائم نہین کیے ہین اُس سے قسم لے پس اگر اُسنے قسم سے انکار کیا تو دونون پر دو سبب مختلف سے رہن ثابت ہوجائیگا یعنے قسم سے انکار کرنے والے پر بسبب انکار قسم کے اور دوسرے پر بسبب گواہون کے اور اگر اُسنے قسم کہالی تو اسکے حق مین رہن ثابت نہوگا اور اُسکے حق مین رہن کی ڈگری نہ کیجائیگی اور دوسرے کے حصہ مین بھی رہن کی ڈگری نہین کیجائیگی اسواسطے کہ اگر اُسکے حق مین رہن کی ڈگری کرین تو مشاع کے رہن کی ڈگری ہوئی جاتی ہی یہ محیط مین ہی اگر راہن ایک ہو اور مرتہن دو ہون پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے اور میرے ساتھی نے یہ کپڑا تجھسے سو درم کو رہن لیا ہی اور گواہ قائم کیے اور ساتھی مرتہن نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے رہن نہین کیا ہی حالانکہ دونون نے اُس کپڑے پر قبضہ کیا ہی اور راہن نے رہن سے انکار کیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال مرہون راہن کو واپس دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکے رہن ہونے کی ڈگری کرونگا اور جس مرتہن نے اُسکے مرہون ہونے پر گواہ قائم کیے ہین اُسکے قبضہ مین اور عادل کے قبضہ مین رکھونگا پھر اگر راہن نے مرتہن کو جسنے گواہ قائم کیے تھے قرضہ ادا کردیا تو مال مرہون لے لیگا پس اگر مرہون تلف ہوگیا تو جسنے گواہ قائم کیے تھے اُسکا حصہ مال گیا اور رہا دوسرے کا حصہ سو بالاتفاق ثابت نہوگا اسواسطے کہ اُسنے گواہون کی تکذیب کی ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک کپڑا استعار لیا تاکہ اپنے قرضہ مین رہن کرے اور قبضہ کرکے اُسکو رہن کیا پھر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا حالانکہ کپڑا تلف ہوچکا ہی پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ فک رہن ہونے سے پہلے تلف ہوا ہی اور راہن نے کہا کہ بعد فک رہن کے تلف ہوا ہی تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا اسیطرح اگر راہن نے کہا کہ میرے رہن کرنے سے پہلے ہی تلف ہوگیا ہی اور مالک نے کہا کہ رہن کرنے کے بعد فک رہن کرنے سے پہلے تلف ہوا ہی۔ تو بھی یہی حکم ہی کہ قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو مالک کے گواہ قبول ہونگے۔ اور اگر مرتہن کے پاس کپڑا تلف ہوجانے کے بعد اس مسئلہ مین راہن و مرتہن و مالک نے کپڑے کی قیمت مین اختلاف کیا تو مرتہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر کپڑے کے مالک اور راہن نے اختلاف کیا پس کپڑے کے مالک نے کہا کہ مین نے تجھے یہ اجازت دی تھی کہ بعوض پانچ درم کے رہن کردے اور راہن نے کہا کہ تونے مجھے دس درم کے عوض رہن کرنے کی اجازت دی تھی تو مالک کپڑے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اور وہ ضمان قیمت سے بری ہوجائیگا۔ اور اگر دو گواہون مین سے ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسو درم کے عوض کی گواہی دی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُنکی گواہی باطل ہی اور بالکل رہن ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سو درم کے عوض رہن ہونے کا حکم دیا جائیگا اور اگر ایک گواہ نے سو درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے ڈیڑھ سو (۱۵۰) درم کے عوض رہن ہونے کی گواہی دی پس اگر مرتہن سو درم کا مدعی ہو تو دونون کی گواہی قبول نہوگی اور اگر مرتہن ڈیڑھ سو (۱۵۰) درم کا دعوے کرتا ہو تو سو (۱۰۰) درم پر اُنکی گواہی قبول ہوگی اور سو (۱۰۰) درم کے عوض رہن ہونے کی ڈگری کیجائیگی اور یہ مسئلہ دونون کے نزدیک بالاتفاق ہی یہ محیط مین ہی

کتابُ الجنایات

اور اسمین ستّرہ باب ہین

باب اول - جنایت کی تعریف و اُسکے انواع و احکام کے بیان مین - جنایت شرع مین فعل محرم کا نام
ہے خواہ مال مین ہو یا نفس مین ہو لیکن فقہا کے عُرف مین ہم جنایت کا اطلاق نفس و اطراف مین تعدی کرنے
پر ہوتا ہے کذا فی التبیین اور جنایت نفس ہو تو اُسکو قتل کہتے ہین اور وہ بندون کیطرف سے ایک فعل ہے جس سے
حیات زائل ہو جاتی ہے اور جنایت اطراف کو قطع و جرح کہتے ہین یہ غیاثیہ مین ہے جنایت کی دو قسمین ہین ایک
موجب قصاص ہے وہ جنایت عمد ہے اور دوسری موجب قصاص نہین ہے اور یہ جو موجب قصاص ہے اسکی دو قسمین ہین
ایک جو نفس مین ہو اور دوسری جو نفس سے کم مین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے قتل پانچ طرح پر ہوتا ہے عمد و
شبہ عمد و خطا و قائم مقام خطا و قتل بسبب اور ان سے مراد وہ انواع قتل ہین جو بغیر حق ہون جس سے احکام متعلق
ہوتے ہین پس عمد وہ ہے جو تعمداً ہتھیار کی ضرب سے ہو یا جو چیز اجزاء جسم جدا کر ڈالنے مین ہتھیار کے قائم مقام ہے جیسے
دھاردار لکڑی و پتھر و نرکل کی کھپاچ و آگ یہ کافی مین ہے - اور اسکا نتیجہ گناہ ہے اور قصاص ہے الا اُس صورت مین قصاص
نہین ہے کہ جب اولیاء مقتول معاف کر دین یا صلح کر لین اور ہمارے نزدیک اسمین کفارہ نہین ہوتا ہے کذا فی الہدایہ اور
اُسکے احکام مین سے یہ ہے کہ قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے اور باہمی رضامندی کے وقت مال واجب ہوتا ہے یا شبہہ
کی وجہ سے قصاص متعذر ہونے کی وجہ سے مال واجب ہوتا ہے یہ شرح مبسوط مین ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ عمداً ایسی چیز سے مارے
جو ہتھیار نہین ہے اور نہ قائم مقام ہتھیار کے ہے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر
بڑے پتھر یا بھاری لکڑی سے مارا تو وہ قتل عمد ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے مارے جس سے غالباً مقتول نہین ہوتا ہے
مگر امام اعظم رح کا قول صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے اور اسکا نتیجہ ہر دو قول کے موافق گناہ اور کفارہ ہے اور اسکا کفارہ یہ ہے کہ مسلمان باندی کو آزاد
کرے پس اگر نہ پاوے تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور مددگار برادری پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے کذا فی الکافی
اور یہ تغلیظ جبھی ظاہر ہوتی ہے کہ جب اونٹون سے دیت واجب ہو دوسری چیز مین نہین ظاہر ہوتی ہے اور شبہ عمد مین بھی
قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یہ شرح مبسوط مین ہے اور نفس تلف کرنے سے کم مین شبہ عمد نہین ہوتا ہے امام قدوری نے اپنی
کتاب مین فرمایا کہ جان تلف کرنے مین جو شبہ عمد قرار دیا گیا ہے وہ جان تلف کرنے سے کم مین عمد ہے یہ محیط مین ہے - اور خطا سے
قتل کرنا دو طرح پر ہے ایک قصد مین خطا ہونا وہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کو شکار گمان کر کے تیر مار دیا پھر وہ آدمی نکلا یا حربی
سمجھکر اُسکو مار دیا پھر وہ مسلمان نکلا دوم فعل مین خطا ہونا اور وہ یہ ہے کہ نشانہ کو تیر مارا اور وہ کسی آدمی کے لگ گیا کذا
فی الہدایہ اور اُسکا نتیجہ کفارہ اور مددگار برادری پر دیت اور میراث سے محروم ہونا ہے اور کفارہ واجب ہونے اور
دیت واجب ہونے مین ذمی اور مسلمان کا قتل کرنا یکسان ہے اور دونون صورتون مین گناہ نہین ہے خواہ قصد مین خطا
ہوئی ہو یا فعل مین ہوئی ہو یہ جوہرہ نیرہ مین ہے منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص پر [illegible]
قصد کیا پھر اُسکی جس جگہ کا قصد کیا اُسکے سوائے دوسری جگہ پر زخم لگا تو یہ شخص عمد ہے اور اگر [illegible]

آدمی کے لگا تو یہ خطا ہی اور ہشام نے فرمایا کہ اسکی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص نے عمداً قصد کیا کہ کسی شخص کے ہاتھ مین ضرب لگا دے پس ہاتھ چوک گیا اور اُس شخص کی گردن پر زخم پڑا اور گردن الگ ہو گئی اور وہ قتل ہو گیا تو یہ قتل عمد ہی اور اسمین قصاص لازم ہوگا اور اگر اسنے اس شخص کے ہاتھ کاٹنے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور دوسرے کی گردن پر زخم پڑا جس سے وہ قتل ہو گیا تو یہ خطا ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ بقالی مین ہی کہ اگر عصا سے کسی شخص کے سر پر ضرب لگانے کا قصد کیا مگر چوک گیا اور ضرب اُسکی آنکھ پر پڑی تو اس مجرم پر اُسکے مال سے ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسنے عمداً ضرب کا قصد کیا ہی اور اگر کسی شخص کا دوسرے پر قصاص آیا ہو کہ اُسکو جائز ہو کہ اُسکا قصاص مین ہاتھ کاٹ ڈالے پس اُسنے قصد کیا کہ اُسکے ہتھیلی پر تلوار مارے پس تلوار اُسکے مونڈھے پر پڑی اور مونڈھے سے جدا کر دیا تو اسکی ضمان اُسکے مال سے واجب ہوگی کیونکہ محض عمد ہی مگر اسمین قصاص نہوگا کیونکہ اُسکو روا تھا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالے اور اگر ایک شخص کے سر کی ٹوپی پر تیر لگایا مگر تیر خطا کر کے اُس شخص کے لگا تو یہ خطا ہی اور ہشام کہتے ہین کہ مین نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کو تیر مارا مگر تیر خطا کر گیا اور ایک دیوار پر پڑا پھر یہ تیر لوٹ کر اُس کے لگا اور اُسکو قتل کیا تو فرمایا کہ یہ خطا ہی اور اگر کوئی کپڑا مر طور کر کسی شخص کے سر پر مارا جس سے موضحہ زخم آیا تو وہ عمداً ہی اور اگر اس زخم سے وہ مر گیا تو خطا ہو جائیگا یہ عیون مین مذکور ہی کذا فی المحیط اور جو خطا کے قائم مقام ہی وہ ایسا ہی جیسے ایک شخص سوتا ہوا حالت خواب مین کروٹ لیکر کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو یہ بمنزلہ خطا کے ہی کذا فی الکافی جیسے کوئی شخص کوٹھے پر سے کسی شخص پر گرا اور وہ مر گیا یا اُسکے ہاتھ سے کوئی اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور کسی شخص پر گری اور وہ مر گیا یا کسی سواری کے جانور پر سوار تھا اور جانور نے کسی آدمی کو کچل ڈالا کذا فی المحیط اور اسکا حکم وہی ہی جو خطا سے قتل کرنے کا حکم ہی کہ قصاص ساقط ہوتا ہی اور دیت اور کفارہ واجب ہوتا ہی اور میراث سے محروم ہوتا ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور قتل بسبب کی یہ صورت ہی کہ جیسے راہ مین کنوان کھودا یا اپنی ملک کے سوائے غیر جگہ ایک پتھر ڈال دیا یہ کافی مین ہی اور اگر ایک شخص کے چوپایہ نے کسی شخص کو کچل ڈالا حالانکہ یہ شخص اُسکو ہانکے لیے جاتا تھا یا آگے سے اُسکی ڈوری کھینچے لیے جاتا تھا تو یہ بھی قتل بسبب ہی یہ مضمرات مین ہی اور اسکا نتیجہ و حکم ہمارے نزدیک یہ ہی کہ اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو تسبیب کنندہ کے مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسمین کفارہ و میراث سے محروم ہونا نہین ہوتا ہی یہ کافی مین ہی

باب دوم - کون شخص قصاص مین قتل ہو سکتا ہی اور کون نہین۔ آزاد کے قصاص مین آزاد قتل کیا جاوے یہ کنز مین ہی۔ اور مذکر کے قصاص مین مذکر اور مونث کے قصاص مین مونث قتل کیا جائیگا یہ خلاصہ مین ہی۔ اور آزاد کے قصاص مین آزاد اور غلام کے قصاص مین غلام قتل کیا جائیگا یہ محیط کی آٹھوین فصل مین ہی۔ اور مسلمان کے قصاص مین کافر قتل کیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور ذمی کے قصاص مین مسلمان اور ذمی کے قصاص مین ذمی قتل کیا جائیگا یہ کافی مین ہی۔ اگر ذمی نے کسی ذمی کو قتل کیا پھر قاتل مسلمان ہو گیا تو بلا خلاف قتل کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر حربی کو جو امان لیکر دار الاسلام مین آیا ہی کسی مسلمان یا ذمی نے قتل کیا تو قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا یہ تبیین مین ہی۔ اور جو حربی امان لیکر آیا ہی اگر اُسنے دوسرے حربی کو جو امان لیکر آیا ہی قتل کیا تو قاتل سے ظاہر الروایۃ کے موافق قصاص نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد مرد یا عورت کو قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب نہوگا اور اگر دو مسلمان امان لیکر دار الحرب مین داخل ہوئے اور ایک نے دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان کو جو کفار کے قبضہ مین قید ہو گیا ہی دار الحرب مین قتل کیا تو سب کے نزدیک

قاتل پر قصاص نہوگا اور امام اعظم رح کے نزدیک دیت بھی نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اُسکے مال میں دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور صغیر کے عوض کبیر اور اندھے اور لنجے کے عوض تندرست قتل کیا جائیگا یہ کافی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو جو نزع کی حالت میں ہے قتل کیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اگرچہ یہ معلوم ہو کہ مقتول زندہ نرہیگا یہ خلاصہ میں ہے۔ اور لڑکون نابالغون کے باہمی قتل میں قاتل پر قصاص نہیں ہے اور لڑکے کا عمد وخطا ہمارے نزدیک یکسان ہے کہ دونوں صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے پس یہ دیت اس لڑکے کے مال میں واجب ہوگی اگر اُسنے عمداً بھی قتل کیا ہے اور خطا کی صورت میں ہمارے نزدیک اُسپر کفارہ نہین ہے اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر معتوہ یا مجنون نے حالت جنون میں کسی کو قتل کیا تو اُسکا حکم بھی لڑکے نابالغ کے حکم کے موافق ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جو شخص حالت صحت میں ہو اور بیمار جسکا تندرست ہو وہ مریض کے عوض اور ایسے شخص کے عوض جسکے اعضا میں صورت نقصان ہو یا معنی نقصان ہو جیسے شل ہوگیا یا اسکے مثل کچھ ہوگیا ہو اور عاقل بعوض مجنون کے قتل کیا جائیگا اور مجنون بعوض عاقل کے قتل نکیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ قاضی نے اگر قاتل کے قصاص کا حکم دیا پھر قبل اسکے کہ ولی مقتول کے سپرد کیا جاوے قاتل مجنون ہوگیا تو استحساناً اُسپر قصاص نرہیگا اور دیت واجب ہوجائیگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر قاتل پر قصاص کا حکم ہوجائے اور ولی مقتول کے دیے جانے کے بعد قاتل مجنون ہوگیا تو قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ عیون میں ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ولی ہے پھر جب قاضی نے قصاص کا حکم دیا تو قاتل نے کہا کہ میرے پاس حجت ہے پھر وہ مجنون ہوگیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور استحساناً اُس سے دیت لیجائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ فتاوی صغرے میں ہے کہ جو شخص کبھی مجنون ہوجاتا ہے اور کبھی اُسکو افاقہ ہوجاتا ہو اگر اُسنے حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا تو مثل صحیح سالم آدمی کے قصاص میں قتل کیا جائیگا پھر اگر وہ بعد قتل کرنے کے مجنون ہوگیا پس اگر جنون مطبق ہوجاوے تو اُسکے ذمہ سے قصاص ساقط ہوجائیگا اور اگر غیر مطبق ہو تو ساقط نہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔ منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر وہ معتوہ ہوگیا اور اُسپر گواہون نے قتل کرنے کی گواہی دی مگر ایسی حالت میں کہ وہ معتوہ تھا تو میں استحساناً قصاص کا حکم ندونگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلاؤنگا یہ محیط میں ہے۔ اور جسپر قصاص واجب ہوا اگر وہ مرجاوے تو قصاص ساقط ہوجائیگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر فرزند نے والد یا والدہ یا سگے دادا و پردادا وغیرہ یا سگی دادی و پردادی وغیرہ یا سگے نانا و پرنانا وغیرہ یا سگی نانی و پرنانی وغیرہ کو قتل کیا تو قصاص میں قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے باپ نے اگر اپنے بیٹے کو قتل کیا تو قتل نہ کیا جائیگا اور سگا دادا و پردادا وغیرہ و سگا نانا و پرنانا وغیرہ اس حکم میں بمنزلہ باپ کے ہیں اسی طرح اگر والدہ یا سگی دادی و پردادی وغیرہ و نانی و پرنانی وغیرہ نے قتل کیا خواہ نزدیک کی ہو یا دور کی ہو یعنی نانی ہو یا پرنانی ہو یا لکڑنانی ہو اُسنے فرزند کو قتل کیا تو قتل نہ کیجائیگی کذا فی الکافی پھر آبا و اجداد و جب اُنھوں نے فرزند کو عمداً قتل کیا ہے لنکے مال سے تین سال میں دیت واجب ہوگی اور اگر والد نے خطا سے فرزند کو قتل کیا ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور ہمارے نزدیک قتل عمد میں اُسپر کفارہ نہیں ہے اور اگر فرزند نے کسی شخص کے مملوک کو قتل کیا پھر اُسکو اُسکے باپ نے عمداً قتل کیا تو مولاے مقتول کے واسطے اُسپر قصاص نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے اور اگر وارثان مقتول میں قاتل کا بیٹا یا پوتا یا پرپوتا وغیرہ ہو تو قصاص باطل ہوجائیگا اور دیت واجب ہوگی یہ فتاوی

قاضی خان میں ہے۔ ایک ماں و باپ سے دو سگے بھائی ہیں انمین سے ایک نے عمداً اپنے باپ کو اور دوسرے نے
عمداً اپنی ماں کو قتل کیا تو امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ دونون مین سے کسی پر قصاص نہوگا اور ہر ایک پر اُسکے
مقتول کی دیت تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی بشرطیکہ مقتولین کے واسطے کوئی دوسرا وارث سوائے ان دونون
کے نہووے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی نے اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب یا اپنے فرزند کے غلام کو قتل کیا تو اُس
سے قصاص نہ لیا جائیگا اسی طرح اگر ایسے غلام کو قتل کیا جسکے تھوڑے سے حصہ کا مالک ہوا ہے تو بھی قصاص نہوگا یہ بدائع
مین ہے اور اگر غلام نے اپنے مولے کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے
غلام وقف کو قتل کیا تو قصاص واجب نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جس پر قصاص نہین ہے کوئی
اجنبی شریک قتل ہو تو اُس پر بھی قصاص واجب نہوگا جیسے باپ و اجنبی عمداً قتل کرنے والا و خطا سے قتل کرنے والا صغیر و کبیر
كذا في التاتارخانية عن التهذيب اور جیسے اجنبی نے کسی شخص کے ساتھ اُسکی زوجہ کے قتل مین شرکت کی حالانکہ اُسکا
اس عورت سے ایک فرزند ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر دو شخص ایک شخص کے قتل مین شریک ہوے کہ
ایک نے اُسکو عصا سے مارا اور دوسرے نے دھاردار سے مارا تو دونون مین سے کسی پر قصاص واجب نہوگا اور
دونون پر آدھا آدھا مال دیت واجب ہوگا اور پھر ہر ایک پر جسقدر دیت لازم آئی ہے یعنی نصف دیت اُسکے حق مین
وہ مثل منفرد کے قرار دیا جائیگا پس دھاردار سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور عصا
سے قتل کرنے والے پر نصف دیت اُسکی مددگار برادری پر لازم ہوگی یہ شرح مبسوط مین ہے۔ ہر محقون الدم کے
قتل سے برابر قصاص واجب ہوگا بشرطیکہ اُسکو عمداً قتل کیا ہو یہ ہدایہ مین ہے۔ اور قصاص لیا جاوے تو تلوار سے
یا جو تلوار کے مثل ہے اُس سے قصاص لیا جاویگا یہ کافی مین ہے حتے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو آگ سے جلا دیا یا
پانی مین غرق کر دیا تو اُسکی گردن پر تلوار ماری جائیگی اسی طرح اگر کسی شخص کا کوئی عضو کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو
پشت کی طرف سے اُسکی گردن پر تلوار مار کر قطع کیجائیگی اور اُسکا عضو نہ کاٹا جائیگا اسی طرح اگر اُسکے سر پر زخم لگا کر کھوپڑی
توڑ ڈالی اور وہ مر گیا تو تلوار سے اُسکی گردن قطع کر دیجائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا سر خود زخمی کیا
پھر دوسرے نے اُسکا سر زخمی کیا پھر شیر نے اُسکو زخمی کیا پھر اُسکو سانپ نے کاٹا اور ان سب سے وہ مر گیا تو اجنبی
پر جسنے اُسکے سر کو زخمی کیا ہے تہائی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو قتل کیا اور اولیاء مقتولین
حاضر ہوے تو سب کی طرف سے وہ قتل کیا جائیگا اور ان لوگون کو سوائے اسکے کچھ استحقاق نہوگا اور اگر ایک ولی حاضر ہوا
تو اُسکے قصاص مین قاتل قتل کیا جائیگا اور باقیون کا حق ساقط ہو جائیگا یہ ہدایہ مین ہے اور اگر ایک جماعت نے ایک
شخص کو قتل کیا تو ایک کے قصاص مین یہ جماعت قتل کیجائیگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو مروہ پتھر
سے مارا پس اگر دھار کی طرف سے لگا اور وہ قتل ہو گیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور اگر ڈنڈی سے چوٹ کھائی ہو تو
قاتل پر دیت واجب ہوگی اور مولف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب دھار کی تیزی کی طرف سے لگا ہو اور
قتل کیا ہو اور اگر دھار کی پشت کی طرف سے لگا تو صاحبین رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا اور یہی امام اعظم رح سے
بھی مروی ہے اور امام اعظم سے ایک روایت مین یہ ہے کہ قصاص جب واجب ہوگا کہ جب جرح سے زخم آیا ہو اور یہی اصح ہے اسی
طرح ترازو کے باٹون سے جو پتھر کے ہون مارنے مین یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو مجروح کیا

عہ یعنی جلا دیا یا پانی مین غرق کیا

اور وہ برابر زخمی ہو کر چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ آزاد ہو گیا تو اُسپر قصاص واجب ہو گا یہ کافی مین ہی اگر کسی شخص کو مانند سوئی وغیرہ کے کسی چیز سے عمداً زخمی کیا اور وہ مرگیا تو اسمین قصاص نہین ہی اور یہی صحیح ہی اور اگر بمانند سوجا وغیرہ کے کسی چیز سے زخمی کر کے مار ڈالا تو قصاص لازم ہو گا اور بعض نے فرمایا کہ اگر ایسی جگہ سوئی گڑو ئی جہان سے آدمی قتل ہو جاتا ہی تو قاتل پر قصاص ہو گا ورنہ نہین یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور اگر کسی شخص کو دانتون سے کاٹ کہایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اجناس مین ہی کہ جس آلہ سے بہائم حلال ہو جاتے ہین اگر ایسے آلہ سے آدمی کو مار ڈالا تو قصاص لازم ہو گا اور جو ایسا نہو اُس سے قصاص نہو گا یعنے دانتون سے کاٹ کہانے سے قصاص واجب نہو گا اور اگر کسی شخص کو پے درپے کوڑے مارے یہانتک کہ وہ مرگیا تو قصاص واجب نہو گا یہ خلاصہ مین ہی چہوٹے عصا سے اگر پے درپے مارا یہان تک کہ وہ مرگیا تو ہمارے نزدیک قصاص واجب نہو گا یہ شرح مبسوط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سو کوڑے مارے اور وہ ننانوے کوڑون سے چنگا ہو رہا اور دس کوڑون سے مرگیا تو اُسپر ایک ہی دیت واجب ہو گی اور ننانوے کوڑون کے واسطے اُسپر کچھ واجب نہو گا اور جو جراحت بھر آئی اور اُسکا اثر زائل ہو گیا اُسکی بابت ظاہر حکم یہ ہی کہ اُسمین کچھ واجب نہو گا اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے حکومت عدل واجب کی ہی اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے طبیب کی اجرت اور دواؤن کے دام واجب کیے ہین اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ ایسی صورت پر محمول ہی کہ جب ننانوے کوڑون سے اچھا ہو گیا اور اُسکا اثر بالکل زائل ہو گیا اور اگر اُسکا اثر کچھ باقی رہا تو ننانوے کوڑون کے واسطے حکومت عدل ہو گی اور قتل کے واسطے دیت واجب ہو گی اور اگر ایک شخص کو سو کوڑے مارے اور زخمی کیا اور مجروح اچھا ہو گیا مگر اثر باقی رہا تو حکومت عدل بوجہ اثر باقی رہنے کے واجب ہو گی یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی شخص کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا تو قصاص مین قتل نکیا جائیگا لیکن اگر قاتل اس فعل مین معروف ہو کہ اُسنے ایک سے زیادہ بہتون کے گلے گھونٹے ہون تو براہ سیاست قتل کیا جائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ پھر اگر اُسنے اس فعل سے توبہ کر لی پس اگر امام کے قابو مین آنے سے پہلے توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول کیجائیگی اور اگر امام کے قابو مین آنے کے بعد توبہ کی تو اُسکی توبہ قبول نہ کیجائیگی اور یہ حکم ویسا ہی ہی جیسا ساحر کے حق مین ہی کہ جب اُسنے توبہ کی تو اُسکے حق مین یہی تفصیل ہی اور شیخ الاسلام نے شرح زیادات و اصل مین ذکر فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے آدمی کو پانی مین غرق کر دیا پس اگر پانی اسقدر قلیل ہو کہ غالباً اسقدر پانی مین آدمی نہین مرجاتا ہی اور اکثر اُسمین سے پیر کر نجات پاسکتا ہی مگر وہ شخص مرگیا تو قاتل پر قصاص واجب نہو گا اور یہ بالاتفاق خطا مشابہ عمد ہی اور اگر پانی بہت ہو پس اگر ایسی حالت ہو کہ پیر کر اُس سے نجات ممکن ہو مثلاً جسکو پانی مین ڈالا ہی وہ بندہا ہوا نہو اور نہ اُسکو گرانبار کر دیا ہو اور وہ پیرنا اچھی طرح سے جانتا ہو تو بھی مرجانے کی صورت مین شبہ عمد ہی قصاص نہو گا اور اگر ایسی حالت ہو کہ نجات ممکن نہ معلوم ہوتی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ شبہ عمد ہی قصاص نہو گا۔ اور صاحبین رح کے نزدیک یہ محض عمد ہی قصاص واجب ہو گا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی شخص کو پکڑ کر اُسکے ہاتھ پاؤن باندھ کر اُسکو دریا مین ڈالدیا اور وہ نیچے بیٹھ گیا اور مرگیا پھر مردہ اُترایا تو قصاص نہو گا اور قاتل پر دیت واجب ہو گی مگر دیت مغلظہ ہو گی اور اگر کسی شخص کو سمندر یا فرات مین برابر غوطہ دیتا رہا یہانتک کہ وہ اس صدمہ سے مرگیا تو بھی یہی حکم ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو سمندر یا فرات و دجلہ مین کشتی پر سے ڈہکیل دیا اور وہ پیرنا سخا نتا تھا پس تہ مین بیٹھ گیا اور مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قصاص واجب نہو گا اور قاتل پر دیت واجب ہو گی اور اگر ایک ساعت اُترایا اور پھر ابہر غرق ہو کر مرگیا تو امام اعظم رح نے کہا کہ گرانے والے پر دیت و قصاص کچھ واجب نہو گا اسی طرح جو شخص اچھی طرح پیرنا جانتا ہی اور اُسنے گرتے ہی پیرنا شروع کیا تاکہ کنارے سے لگ جاوے اور

بچ جاوے مگر تھک کر ڈوب گیا اور مر گیا تو بھی قصاص و دیت کچھ واجب نہوگی اور اگر دریا مین گرانے کے بعد اُسکا حال کچھ معلوم
نہوا کہ مر گیا یا نکل گیا اور اُسکا کچھ پتا نہ لگا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہان تک کہ معلوم ہو جاوے کہ وہ مر گیا ہے اور اگر وہ دریا مین
دفعۃً اُچھلا اور ڈوبا اور ہنوز اُسمین جان باقی تھی پھر معلوم نہوا کہ اُسکا کیا حال گذرا اور کہین وہ پایا نہ گیا تو گرانے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ
مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے تنور گرم کر کے اُسمین کسی آدمی کو ڈالدیا یا ایسی آگ مین ڈالدیا جسمین سے
وہ نکل نہین سکتا ہے اور آگ نے اُسکو جلا دیا تو قصاص واجب نہوگا اور موضوع مسئلہ اس امر پر اشارت کرتا ہے کہ تنور کا گرم
ہونا کافی ہے اگرچہ اُسمین آگ نہو اور بقالی نے اپنے فتاوی مین فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ محیط مین ہے اور اگر اُسکو آگ مین ڈالا پھر اُسکو
نکال لیا اور اُسمین قدرے جان باقی تھی پھر وہ چند روز چارپائی پر زندہ پڑا رہا آخر کار مر گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ آتا جاتا
ہو پھر مر گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پانون باندھکر اُسکے واسطے ایک دیگ
مین پانی گرم کیا حتے کہ پانی جب مثل آگ کے گرم ہو گیا تو اُسکو پانی مین ڈالدیا پس ڈالتے ہی اُسکے بدن کی کھال اُتر گئی اور مر گیا
تو اُسکے عوض قتل کیا جائیگا اور اگر پانی نہایت گرم ہو مگر جوش شدید اُسمین نہوا اور اُسمین اُسکو ڈالدیا پھر تھوڑی دیر تک رہنے کے
بعد وہ مر گیا حالانکہ اُسکے جسم پر چھالے پڑ گئے تھے یا وہ پانی مین اُبل گیا تھا تو قاتل اُسکے قصاص مین قتل کیا جائیگا ورنہ قتل نہ کیا جائیگا
اور اگر ان صورتون مین ڈالنے والے نے اُسکو دیگ مین سے نکال لیا حالانکہ اُسکا پوست اُتر گیا اور اُسی وقت یا اُسی
روز مر گیا یا کئی روز زندہ رہا مگر اُسپر اُس صدمہ کی وجہ سے مر جانے کا خوف رہا اور وہ مر گیا تو قاتل قتل کیا جائیگا اور
اگر وہ کسیقدر اچھا ہو کر آنے جانے لگا پھر اُسی صدمہ سے مر گیا تو قاتل قتل نہ کیا جائیگا بلکہ اُسپر دیت واجب ہوگی اور یہ قیاس
قول امام اعظم ہے۔ اور اگر ایک شخص کو سخت جاڑے مین سرد پانی مین ڈالدیا اور وہ اُسی وقت ٹھٹھر کر مر گیا تو فاعل
پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو ننگا کر کے سخت سردی کے دن چھت پر لٹا دیا اور برابر اسی طرح رکھا یہانتک
کہ وہ سردی سے مر گیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر اُسکے ہاتھ پانون باندھکر برف مین ڈالدیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ مین ہے
اور اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پانون باندھکر دھوپ مین سورج کے سامنے ڈالدیا اور نہ کھولا یہانتک
کہ وہ حرارت آفتاب سے مر گیا تو فاعل پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کو چھت یا
پہاڑ سے نیچے گرا دیا یا کنوئین مین ڈال دیا تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے یہ خطائے عمد ہے اور صاحبین رح کے قول
کے موافق اگر ایسی جگہ ہو جس سے غالباً نجات کی امید ہو تو خطائے عمد ہے اور اگر اُس سے نجات کی اُمید نہو تو
یہ فعل عمد ہے اُسمین صاحبین رح کے نزدیک قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کو زہر پلایا اور وہ اُسکے
پینے سے مر گیا پس اگر زبردستی اُسکے منہ مین ڈالکر نگلا یا ہے یا پہلے اُسکو دیکر پھر اُسکے پینے پر اُسکو مجبور کیا ہے یہانتک
کہ اُسنے پی لیا یا بغیر اکراہ کرنے کے اُسکو دیدیا ہے پس اگر زبردستی نگلا یا ہے یا دیکر اُسکے پینے پر مجبور کیا ہے تو مجبور کرنے
والے پر قصاص نہوگا ولیکن اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسکو دیدیا اور بدون اکراہ کرنے کے
اُسنے پی لیا تو دینے والے پر نہ قصاص اور نہ دیت ہوگی خواہ پینے والا جانتا ہو کہ یہ زہر ہے یا نہ جانتا ہو یہ ذخیرہ مین ہے
اور جسنے زہر پلایا ہے وہ مقتول کا وارث ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو یہ کھانا کھالے
کہ یہ پاکیزہ ہے پس اُسنے کھالیا لیکن وہ زہریلا ہوا تھا پس کھانے والا مر گیا تو کہنے والا ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اگر
ایک شخص نے دوسرے کو پکڑ کر بیڑیان ڈالکے ایک کوٹھری مین قید کیا یہانتک کہ وہ بھوک سے مر گیا تو امام محمد رح نے

فرمایا کہ مین ایسے شخص کو سزا دیکر درد ناک کرونگا اور میت کی دیت اسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی مگر امام اعظم رح نے فرمایا کہ قید کرنے والے پر کچھ نہوگا اور یہی پر فتوی ہے اور اگر کسی شخص کو زندہ پکڑ کر قبر مین دفن کردیا اور وہ مر گیا تو دفن کرنے والا قصاص مین قتل کیا جاویگا اور یہ امام محمد رح کا قول ہے مگر فتوی اس بات پر ہے کہ اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص سوتے ہوئے یا نابالغ یا ایسے شخص کو جو معتوہ ہو گیا ہے اپنی کوٹھری مین لیگیا پھر کوٹھری اسپر گر پڑی تو نابالغ اور معتوہ کی صورت مین ضامن ہوگا اور سوتے ہوئے کی صورت مین ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہے جنایات المنتقی مین ہے کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پانون باندھکر ایک درندہ کے آگے ڈالدیا اور درندہ نے اسکو ہلاک کیا تو ایسا کرنے والے پر قصاص اور دیت کچھ نہوگی ولیکن اسکو سزا دیجائیگی اور مارا اور قید کیا جائیگا یہانتک کہ توبہ کرے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین شرع کے موافق یہ سمجھتا ہون کہ برابر قید رکھا جاوے یہانتک کہ مر جاوے کذا فی المحیط۔ فصل اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک کوٹھری مین داخل کیا اور اسکے ساتھ ایک درندہ جانور بھی داخل کیا اور کوٹھری کا دروازہ بند کردیا پھر درندہ نے اس آدمی کو مار ڈالا تو بند کرنے والا قصاص مین قتل نکیا جائیگا اور اسپر کچھ واجب نہوگا اسیطرح اگر اس شخص کو سانپ یا بچھو نے کاٹا تو بھی کچھ نہوگا خواہ سانپ یا بچھو کو اسی آدمی کے ساتھ کوٹھری مین داخل کردیا ہو یا یہ دونون کوٹھری مین پہلے سے موجود ہون اور اگر اسنے ایسا فعل کسی نابالغ لڑکے کے ساتھ کیا تو اسپر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑکر اسکی آنتین نکال دین پھر ایک شخص نے اسکی گردن پر تلوار ماری تو قاتل وہی ہے جسنے گردن ماری پس اگر اسنے عمداً ایسا کیا ہو تو قصاص لیا جاویگا اور اگر خطاءً ایسا کیا ہو تو دیت واجب ہوگی اور جس شخص نے پیٹ پھاڑا ہے اسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر اسکے پھاڑنے کا شگاف دوسری جانب کو اٹھ گیا ہو تو دو تہائی واجب ہوگی۔ اور یہ اس صورت مین ہے کہ جب پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص پورے دن بھر یا دن سے کم زندہ رہ سکتا ہو اور اگر زندہ نرہ سکتا ہو اور ایسے زخم کے باوجود اسکے جینے کا وہم نہو اور سوائے موت کے اضطراب کے اسمین کچھ باقی نرہا ہو تو قاتل وہی ہوگا جسنے پیٹ پھاڑا ہے پس اگر عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور اگر خطاءً ہو تو دیت واجب ہوگی اور جسنے گردن ماری تھی اسکو سزا دیجائیگی اور اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایسا سخت مجروح کیا کہ اس زخم کے ساتھ اسکی زندگی کا گمان نرہا پھر ایک شخص نے اسکو دوسرے زخم سے مجروح کیا تو قاتل وہی پہلا ہے جسنے زخم کاری سے مجروح کیا ہے اور یہ اس صورت مین ہے کہ دونون زخم آگے پیچھے واقع ہوئے ہون اور اگر دونون ایک ساتھ واقع ہوئے ہون تو دونون قاتل ہونگے اور اسی طرح اگر ایک نے دس زخم لگائے ہون اور دوسرے نے ساتھ ہی ایک ہی زخم لگایا ہو تو بھی دونون قاتل ہونگے یہ خلاصہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی گردن کاٹ ڈالی مگر ذراسی حلقوم لگی رہگئی اور ہنوز اسمین روح باقی ہے کہ دوسرے نے اسکو قتل کر ڈالا تو دوسرے پر قصاص واجب نہوگا اسواسطے کہ یہ میت ہے اور اگر ایسی حالت مین اسکی روح نکلنے سے پہلے اسکا بیٹا مر جاوے تو بیٹا اسکا وارث ہوگا اور یہ اپنے بیٹے کا وارث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ منتقی مین ہے کہ بشر ابن الولید نے امام ابو یوسف رح سے اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے عمداً دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ہاتھ کٹے ہوئے نے کاٹنے والے کے بیٹے کو عمداً قتل کر ڈالا پھر ہاتھ کٹا ہوا اسی زخم سے مر گیا تو ہاتھ کٹے ہوئے کے وارث کے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص

ابو یعلی الموصلی و بغوی وغیرہ نے حدیث فی از دارقطنی سے ... کہا کہ وہ ثقہ ہو ۱۲ میزان وغیرہ

واجب ہوگا اور یہی مسئلہ منتقی میں دوسرے مقام پر امام محمد رح سے مروی ہے اور اس میں قیاس و استحسان مذکور ہے یعنی فرمایا کہ قیاساً ہاتھ کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص واجب نہوگا بلکہ اُسکے مال سے اُسپر دیت واجب ہوگی یہ نے بکر کے بیٹے کو عمداً قتل کیا پھر بکر نے خطا سے زید کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید اس زخم سے مرگیا تو بدلا ہو جائیگا اور زید کے وارث کے واسطے بکر پر دیت واجب نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے فلاں شخص کو تلوار مار کر قتل کیا ہے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ خطا پر محمول کیا جائیگا جب تک یوں نہ کہے کہ عمداً ایسا کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی تلوار ماری پس فلاں شخص کو قتل کیا یا کہا کہ میں نے چھری بھونک دی پس فلاں شخص کو قتل کیا پھر کہا کہ میں نے اس مقتول کے سوا دوسرے کا قصد کیا تھا مگر چوک کر اسکو زخم پہونچا ہے تو اُسکے ذمہ سے قتل دور کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں نے عمداً فلاں شخص کو تلوار ماری اور میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ اسی زخم سے مرا ہو لیکن ہاں مرگیا ہے اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تیری ضرب سے مرا ہے تو قاتل سے قصاص لیا جائیگا۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ میری ضرب اور سانپ کے کاٹ کھانے سے یا دوسرے شخص کے لاٹھی مارنے سے مرا ہے اور وارث نے کہا کہ تیری ہی ضرب سے مرا ہے تو مارنے والے کا قول قبول ہوگا اور اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر قاتل کو کسی اجنبی نے قتل کیا پس اگر قتل عمد ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو اجنبی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر اجنبی کے قتل کرنے کے بعد وارث نے کہا کہ میں نے اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا حالانکہ اُسکے پاس اس بات کے گواہ نہیں ہیں تو اُسکے قول کی تصدیق نہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک صف مسلمانوں کی اور ایک صف کافروں کی دونوں لڑائی میں باہم ملگئیں پس ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو مشرک گمان کر کے قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر کفارہ اور دیت واجب ہوگی یہ صدر الشہید کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ دیت جبھی واجب ہوگی کہ جب دونوں باہم مختلط ہوں اور اگر مسلمان مقتول مشرکون کی صف میں ہو تو انکی جماعت کی تکثیر کرنے کی وجہ سے عصمت ساقط ہوکر دیت بھی واجب نہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو اُسکا قتل کر دینا واجب ہے اور اُسکے قتل کر دینے سے کچھ نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک مسلمان پر ہتھیار اُٹھایا اور مسلمان نے اُسکو قتل کر ڈالا یا مسلمان کے سوا دوسرے نے مسلمان سے ضرر دور کرنے کے واسطے اُسکو قتل کر ڈالا تو اُسکے قتل سے کچھ لازم نہوگا خواہ رات میں ایسا واقعہ ہو یا دن میں خواہ شہر میں ہو یا شہر سے باہر ہو یہ تبیین میں ہے۔ اگر رات میں شہر کے اندر یا دن میں شہر کے باہر ایک شخص نے مسلمان پر لاٹھی اُٹھائی پھر مسلمان نے اس لاٹھی اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر ڈالا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اگر شہر کے اندر دن میں اُسنے لاٹھی اُٹھائی اور جس پر اُٹھائی تھی اُسنے اُٹھانے والے کو عمداً قتل کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک اُسپر قصاص نہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر مجنون نے غیر مجنون پر ہتھیار اُٹھایا اور غیر مجنون نے اُسکو عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر اپنے مال سے دیت واجب ہوگی اور نابالغ اور چوپائے کی صورت کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک ہاتھ مارا پھر منہ پھیر کر چلا پھر اُس زخمی نے اس مارنے والے کو ضرب کاری سے قتل کیا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا مگر یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ پہلے شخص نے ایک زخم لگا کر اسطرح منہ پھیرا ہو کہ دوبارہ مارنے کا قصد نہ رکھتا ہو یہ کافی میں ہے۔ اگر شہر میں ایک شخص نے دوسرے پر ہتھیار اُٹھا کر ایک

ہاتھ مار کر پھر بارنے والے کو ذخمی کے سوا دوسرے نے قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اور اسکے معنی یہ ہین کہ ہتھیار اُٹھانے والے نے ایک ہاتھ مار کر مُنھ پھیر لیا تھا دوبارہ مارنے کا قصد نہ تھا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اگر ایک شخص کے یہان رات مین دوسرا شخص گیا اور چُرانے کے واسطے مال نکالا پھر مالک نے اُسکا پیچھا کرکے اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ نہوگا اور اس مسئلہ کی تاویل یہ ہی کہ یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ جب بدون قتل کیے اپنا مال واپس نہ لے سکتا ہو کذا فی الہدایہ اور اگر ایسا ہو کہ اگر وہ چیخے تو چور اُسکا مال چھوڑ کر بھاگ جائیگا مگر اُسنے ایسا نکیا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا یہ عینی شرح ہدایہ مین ہی

تیسرا باب۔ قصاص حاصل کرنے والون کے بیان مین

باپ کو اختیار ہی کہ اپنے نا بالغ بیٹے کا مال تلف کرنے یا جان تلف کرنے سے کم کا قصاص لیوے اور ہر شخص جو اللہ تعالے کے فرائض کے موافق مستحق میراث ہی وہ قصاص کا مستحق ہوتا ہی پس اسمین شوہر اور جورو بھی داخل ہین اور دیت کا بھی یہی حکم ہی اور جب وارث لوگ بالغ ہون تو جبتک سب وارث متفق نہون تب تک بعض وارثون کو یہ اختیار حاصل نہوگا کہ قصاص لیوین اور سب وارثون یا کسی وارث کو یہ اختیار نہین ہی کہ قصاص حاصل کرنے کے واسطے کسی شخص کو وکیل کرے یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور مستحق قصاص اصل مین مقتول ہوتا ہی پھر اُسکا وارث اُسکا قائم مقام ہو جاتا ہی یہ ہدایہ مین ہی اگر ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکا ایک ہی وارث ہی تو اُسکو جائز ہی کہ قاتل کو قصاص مین قتل کر ڈالے خواہ قاضی نے اسکا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور تلوار سے قتل کرے اور گردن جدا کرے اور اگر اُسنے سوا تلوار کے دوسری چیز سے قتل کرنا چاہا تو اس سے منع کیا جائیگا اور اگر اسنے ایسا کیا تو تعزیر دیجائیگی لیکن اُسپر ضمان واجب نہوگی اور چاہیے جس طرح سے قتل کرے بہر صورت اپنا حق پورا لینیوالا ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر معتوہ کا ولی قتل کیا گیا تو اُسکے باپ کو اختیار ہی کہ قاتل کو قصاصاً قتل کرے یا اُس سے صلح کر لے مگر یہ اختیار نہین ہی کہ اُسکو معاف کر دیوے اسی طرح عمداً اگر معتوہ کا ہاتھ کاٹا گیا تب بھی یہی حکم ہی اور باپ کا وصی ان سب صورتون مین بمنزلہ باپ کے ہی لیکن وہ قتل نہین کر سکتا اور اس حکم مطلق کی بحث مین جان سے صلح کرنا اور کسی عضو پر قصاص حاصل کرنا بھی مندرج ہی اور نا بالغ لڑکا اس حکم مین بمنزلہ معتوہ کے ہی اور قاضی صحیح مذہب کے موافق بمنزلہ باپ کے ہی یہ ہدایہ مین ہی اور اس بات پر اجماع ہی کہ جب قصاص کا پورا استحقاق نا بالغ کے واسطے ہو تو برادر بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر استحقاق قصاص بالغ اور نا بالغ کے درمیان مشترک ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کو اُسکے حاصل کرنے کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ بالغ کو یہ اختیار نہین ہی الّا اُسصورت مین کہ یہ بالغ اُس نا بالغ کا باپ ہو تو حاصل کر سکتا ہی اسی طرح اگر بالغ کا شریک کوئی معتوہ یا مجنون ہو اور بالغ اُسکا بھائی ہو تو بھی یہی اختلاف ہی اور اسی طرح امام اعظم رح کے نزدیک بالغ کے ساتھ سلطان کو قصاص حاصل کرنے کا اختیار ہی اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہی اور اگر سب وارث نا بالغ ہون تو بعض نے فرمایا کہ قصاص حاصل کرنے کا استحقاق سلطان کو ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ وارثون یا کسی وارث کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکا کوئی ولی نہین ہی تو سلطان کو اور نیز قاضی کو اُسکا قصاص لینے کا اختیار ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اگر کوئی غلام عمداً قتل کیا گیا تو اُسکے قصاص کا استحقاق اُسکے مالک کو ہی اور مدبر اور مدبرہ و ام ولد اور اُسکا بچہ بمنزلہ غلام کے ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص کے دو غلام ہین انہین سے ایک نے دوسرے کو عمداً قتل کیا تو مولے کو اختیار ہی کہ قاتل سے مقتول کا قصاص لے یہ محیط مین ہی اور مبسوط مین لکھا ہی کہ اگر بالغ اور نا بالغ کا مشترک غلام قتل کیا گیا تو

بالاجماع نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے بالغ کو اُسکا قصاص لے لینے کا اختیار نہین ہے یہ عینی شرح ہدایہ مین ہے اگر
ایک غلام دو یا تین آدمیون مین مشترک ہو تو اُسکے قصاص کا استحقاق ان سب کو متفق ہوکر حاصل ہو سکتا ہے تنہا
کسی ایک کو نملیگا اور اگر انہین سے کسی ایک نے عفو کیا تو باقیون کا حق مال سے متعلق ہوکر غلام کی قیمت کی طرف
منقلب ہوگا جیسا کہ آزاد کی صورت مین دیت کی طرف منقلب ہوتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص
نے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ اس زخم سے مرگیا پس اگر مولی کے سوا
اُسکا کوئی وارث نہو تو مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکے قاتل کو قصاصاً قتل کرے اور اگر سوائے مولے کے کوئی
اور اُسکا وارث ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک قاتل پر قصاص نہوگا کذا فی الکافی۔ اور نوادر
ہشام مین امام ابو یوسف رح سے اس طرح مروی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قتل کیا پھر ایک شخص نے اگر دعوے
کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور گواہ قائم کیے مگر گواہون نے یہ گواہی دی کہ یہ مدعی کا غلام تھا لیکن مدعی نے اُسکو آزاد کردیا اور وہ
مقتول ہونے کے روز آزاد تھا پس اگر کوئی اسکا وارث ہو تو قتل عمد کی صورت مین اُسکے وارث کے واسطے استحقاق قصاص
کا حکم دونگا اور خطا کی صورت مین دیت کا حکم دونگا اور اگر کوئی اُسکا وارث نہو تو قتل خطا اور قتل عمد دونون صورتون
مین اُسکے مولے کو اُسکی قیمت ملیگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مکاتب قتل کیا گیا اور سوائے مولے کے اُسکا کوئی وارث نہین ہے اور
اُسنے ادائے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک اُسکے مولے کو قصاص ملیگا
اور اگر اُسنے وفائے کتابت کے لائق مال چھوڑا اور سوائے مولے کے اُسکا کوئی وارث دوسرا ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ وہ
مولے کے ساتھ اتفاق کرین اور اگر اُسنے وفائے کتابت کے لائق مال نچھوڑا اور اُسکے آزاد وارث موجود ہین تو سب
اماموں کے نزدیک بالاتفاق مولے کے واسطے قصاص کا استحقاق ہوگا یہ ہدایہ مین ہے اور اگر ایسا غلام جسکا تھوڑا حصہ آزاد ہوچکا
ہو باقی کی ادا سے عاجز ہونے کی حالت مین قتل کیا گیا تو منتقی مین لکھا ہے کہ قصاص واجب نہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین
ہے اور اگر مکاتب نے اپنے غلام کو قتل کیا تو قصاص نہین ہے اور اگر اپنے مکاتب کے غلام کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح
اگر اُسکے بیٹے کو عمداً قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح اگر غلام ماذون عمداً قتل کیا گیا اور اُسپر قرضہ ہے تو قصاص نہوگا اگرچہ مولے
اور اُسکے قرضخواہ لوگ قصاص لینے پر اتفاق کرین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام مرہون قتل کیا گیا تو جب تک راہن
و مرتہن دونون قصاص لینے پر اتفاق نکرین تب تک قصاص واجب نہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن نے اتفاق
کیا تو قصاص حاصل کرنے کا استحقاق راہن کو ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر اجارہ کا غلام قتل کیا گیا تو موجر
کے واسطے استحقاق قصاص حاصل ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اگر غلام مبیع مشتری کے قبضہ سے پہلے عمداً قتل کیا گیا تو مشتری کو بیع
پورا کرنے اور بیع رد کرنے مین اختیار ہوگا پس اگر اُسنے بیع کو پورا کیا تو اُسکو قصاص لینے کا اختیار ہوگا لیکن بائع کو ثمن
ادا کرنے کے بعد اُسکو قصاص پھر پانے کا اختیار ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ مین ہے اور اگر مشتری بیع توڑ دے تو بائع
کو اختیار ہوگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر مشتری نے بیع کو پورا
کیا تو بھی حکم ہے اور اگر فسخ کیا تو بائع کو قصاص نہ ملیگا بلکہ اُسکے واسطے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ
کے نزدیک دونون صورتون مین قیمت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر مشتری کے پاس مبیع قتل ہوا
اور خیار اُسی کا ہے تو قصاص کا استحقاق اُسی کو ہوگا خواہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر

بغیاب بائع کا ہو تو قاتل کا پیچھا کرکے چاہے اُسکو قتل کرے یا چاہے مشتری سے اُسکی قیمت تاوان لے یہ محیط سرخسی میں ہے
اور جب مشتری سے قیمت تاوان لے تو مشتری کو حق قصاص حاصل نہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اور جو غلام مہر
قرار دیا گیا ہے اور ہنوز شوہر کے قبضہ میں ہے یا جو خلع کا عوض قرار دیا گیا ہے اور وہ ہنوز عورت کے قبضہ میں ہے یا جو بدل
صلح قرار دیا گیا ہے اور ہنوز اُس پر قبضہ نہیں ہوا ہے اگر ایسا غلام قتل کیا گیا تو یہ بمنزلہ مبیع کے ہے جبکہ مبیع قبضہ سے پہلے قتل
ہوئی ہو یعنی اگر مستحق نے قاتل کا پیچھا کرنا اختیار کیا تو اسکی ملک پوری ہو گئی اور تمام ہو گئی پس اُسکے واسطے قصاص
واجب ہوگا اور اگر اُسنے قیمت طلب کی تو غلام مذکور کی ملکیت فسخ ہو گئی پس دوسرے کے واسطے قصاص واجب ہوگا یہ ظہیریہ
میں ہے۔ غلام مغصوب اگر عمداً غاصب کے قبضہ میں قتل کیا گیا تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے قاتل سے قصاص لے اور چاہے
غاصب سے اپنے غلام کی قیمت تاوان لے پھر غاصب نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ قاتل سے واپس لیگا اور غاصب کو
یہ اختیار نہوگا کہ قاتل کو قتل کراوے اور جو غلام کہ اسکے رقبہ کے کسی کے نام وصیت کی گئی ہے اور دوسرے کے نام اسکی
خدمت کی وصیت کی گئی ہے اگر وہ عمداً قتل کیا گیا تو انہیں قصاص نہیں ہے الا اُس صورت میں کہ دونوں اتفاق کرلے
اور اتفاق کرنے کی صورت میں جسکے واسطے رقبہ کی وصیت کی گئی ہے وہ قصاص کو حاصل کریگا اور اگر خدمت
کا مستحق قصاص پر راضی نہوا تو قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا اور اسکا حال مثل حال اول
کے ہوگا یہ محیط کی فصل آٹھ میں ہے۔ اور اگر اپنے غلام کی دوسرے کے نام وصیت کی اور موصی لہ کے وصیت قبول کرنے
سے پہلے وہ غلام عمداً قتل کیا گیا اور موصی مرگیا ہے اور اُسنے وارث چھوڑا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ غلام مذکور وصیت
کرنے والے کی موت سے پہلے مرا ہے یا پیچھے مرا ہے تو ایک کے واسطے قصاص بھر پانے کا استحقاق نہوگا اور اگر اس بات
میں اتفاق کیا گیا کہ موصی پہلے مرا ہے پھر غلام قتل کیا گیا ہے تو بھی دونوں میں سے ایک کے واسطے استحقاق استیفار
قصاص نہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر موصی لہ نے وصیت قبول کی تو اُسکو اختیار ہوگا کہ قاتل سے غلام مقتول
کی قیمت لے لے اور اگر اُسنے وصیت رد کردی تو اسکی قیمت وارثان موصی کو ملیگی یہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔ اور اگر
دو شخصوں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر ولی نے دونوں میں سے ایک کو معاف کردیا تو اُسکو اختیار رہیگا کہ دوسرے
کو قتل کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو قتل کیا پھر ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کیا تو دوسرے
مقتول کے ولی کو قاتل کے قتل کرنے کا اختیار ہوگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے

چوتھا باب

جان تلف کرنے سے کم میں قصاص لینے کے بیان میں۔ جان سے کم میں قصاص و بدلا لینے میں مساوات
معتبر ہے پس دایاں بائیں کے عوض قطع نہ کیا جائیگا اور بایاں دائیں کے عوض قطع نہوگا اور نہ صحیح سالم ہاتھ بعوض شل
ہاتھ کے اور نہ عورت کا ہاتھ بعوض مرد کے ہاتھ کے اور نہ مرد کا ہاتھ بعوض عورت کے ہاتھ کے اور نہ آزاد کا ہاتھ بعوض
غلام کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض آزاد کے ہاتھ کے اور نہ غلام کا ہاتھ بعوض غلام کے ہاتھ کے قطع کیا جائیگا اسواسطے
کہ غلام کے ہاتھ میں اسکی نصف قیمت واجب ہوتی ہے اور قیمت باہم مختلف ہوتی ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے
اور اعضا کے قصاص میں مسلمان و ذمی کے درمیان قصاص واجب ہوتا ہے اسی طرح دو آزاد عورتوں کے
درمیان و مسلمان عورت و کتابیہ عورت کے درمیان واجب ہوتا ہے اور نیز دو کتابیہ عورتوں کے درمیان واجب
ہوتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور بالوں میں بالکل قصاص نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور سر یا بدن کی کھال اگر کھینچ

قطع کیا جاوے تو قصاص نہوگا اور اسی طرح اگر دونوں گالوں و پیٹھ و پیٹ کے گوشت میں سے اگر کچھ قطع کیا جاوے تو بھی قصاص نہیں ہے اور ایسا ہی ٹھوڑی میں بھی قصاص نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور لطمہ و لکمہ و وجاءہ و وکزہ میں قصاص نہیں ہوتا ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور ہڈی میں قصاص نہیں ہوتا ہے سوائے دانتوں کے یہ کافی میں ہے اور ہر قطع جو مفصل (جوڑ بند) سے ہو تو بھی اسی موضع میں قصاص ہوگا اور جو قطع مفصل سے نہو بلکہ ہڈی ٹوٹ جانے سے ہو تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ میں مارا جس سے اسکی روشنی جاتی رہی حالانکہ آنکھ کا ڈھیلا سلامت ہے تو اسپر قصاص ہوگا بایں طور کہ ایک آئینہ گرم کیا جائیگا اور وہ گرم آئینہ اسکی آنکھ سے قریب کیا جائیگا اور اسکی دوسری آنکھ پر پٹی باندھی جائیگی اور اسکے چہرہ پر بھیگی روئی رکھی جائیگی اور اسکی آنکھ اس گرم آئینہ سے مقابل کیجائیگی پس اسکی روشنی جاتی رہیگی یہ کافی میں ہے اور مشائخ نے روشنی جاتی رہنے کی پہچان میں گفتگو کی ہے محمد بن مقاتل رازی نے فرمایا کہ اسکی آنکھ کھولکر سورج کے سامنے کیجاوے پس اگر آنسو بھر آویں تو سمجھنا چاہیئے کہ روشنی باقی ہے اور اگر آنسو نہ بھریں تو سمجھنا چاہیے کہ روشنی جاتی رہی ہے اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اسکے سامنے سانپ ڈالا جاوے پس اگر سانپ سے بھاگے اور ڈرے تو معلوم ہوگا کہ روشنی باقی ہے اور محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل بصارت کو دکھلایا جاوے اور اگر یہ معلوم نہووے تو بھی دعوے و انکار کا اعتبار کیا جاویگا اور قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے کا قول قبول ہوگا اگر قسم قطعی لیجائیگی یہ ظہیریہ میں ہے اور کرخی نے ذکر کیا کہ اگر آنکھ منقور و منخسف ہو جاوے تو قصاص واجب ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے کی آنکھ میں عمداً مارا اور وہ سپید ہوگئی ایسی کہ اس سے کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا تو عامہ علماء کے نزدیک قصاص واجب نہوگا اور جس صورت میں قصاص واجب ہوتا ہے اس صورت میں خواہ ہتھیار مارے یا انگلی وغیرہ کسی چیز سے مارے کچھ فرق نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ تعالے نے فرمایا کہ حدقہ چشم کے قلع کرنے میں قصاص نہیں ہے پس اگر کسی آدمی کا حدقہ چشم قلع کیا اور اُسنے کہا کہ میں اس بات پر راضی ہوتا ہوں کہ اس مجرم کی آنکھ منخسف کر دی جاوے اور اسکا حدقہ چشم اکھاڑا نہ جاوے میں اپنے حق سے کمی بدلا لے لونگا تو منتقی میں مذکور ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کی داہنی آنکھ تلف کر دی اور مجرم کی بائیں آنکھ کانی ہے اور اسکی داہنی آنکھ درست ہے تو اسکی داہنی آنکھ سے قصاص لیا جاویگا یعنی پھوڑ کر اندھا چھوڑ دیا جاویگا یہ ظہیریہ میں ہے امام حسن سے روایت ہے کہ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوڑ دی گئی حالانکہ اسکی آنکھ احول تھی لیکن اس سے اسکی بصارت میں کچھ ضرر نہ تھا اور نہ کچھ نقصان تھا پس اگر اسکی آنکھ کو ایک شخص نے عمداً پھوڑ ڈالا تو اس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر بھینگا پن سخت ہو کہ بصارت میں ضرر ہو اور وہ پھوڑی گئی تو اس میں حکومت عدل کا حکم ہوگا اور اگر ایک شخص کی آنکھ میں حول زیادہ ہو کہ اسکی آنکھ کی بصارت میں ضرر ہو اور اسنے ایسی آنکھ پھوڑی جس میں بھینگا پن نہیں ہے تو جسپر ظلم ہوا ہے اسکو اختیار ہوگا چاہے قصاص لے لے اور ناقص پر راضی ہو جاوے اور چاہے مجرم سے اسکے مال سے نصف دیت تاوان لے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے اگر ایک شخص کی داہنی آنکھ میں سپیدی ہو اور اسنے ایک دوسرے شخص کی داہنی آنکھ ضائع کر دی تو اس شخص کو اختیار ہوگا چاہے مجرم کی ناقص آنکھ سے قصاص لے جبکہ قصاص ممکن ہو سکتا ہو مثلاً کچھ دکھلائی دیتا ہو اور چاہے اپنی آنکھ کی دیت لے اور اگر اسکی آنکھ بالکل چندھی سپید ہو کہ اس سے بالکل دکھلائی نہ دیتا ہو تو اس میں بالکل قصاص نہوگا

اور اگر اُسنے ہنوز کچھ اختیار نکیا ہو یہانتک کہ پھوڑنیوالے کی دائین آنکھ کسی شخص نے پھوڑ ڈالی تو اول کا حق جو اُسکی آنکھ سے متعلق تھا باطل ہو جائیگا اور اگر اُس شخص نے جسکی آنکھ پہلے پھوڑی گئی ہے دیت لینا اختیار کیا پھر ایک شخص اجنبی نے مجرم کی آنکھ پھوڑ ڈالی پس اگر اول شخص کا اختیار کرنا صحیح ہو تو آنکھ کے تعلق سے اُسکا حق منتقل ہو کر دیت کی طرف آجائیگا اور عین مذکور فوت ہو جانے سے اُسکا حق باطل نہوگا اور اگر اُسکا اختیار کرنا صحیح نہو تو حق باطل ہو جائیگا اور اختیار صحیح ہونے کی بنا یہ ہے کہ جنایت کرنے والا اُسکو اختیار دے ورنہ اگر اُسنے خود ہی یہ اختیار کیا تو اختیار صحیح نہوگا۔ اور جس صورت میں اُسکا اختیار صحیح نہ ٹھہرے تو جب آنکھ کی سپیدی جاتی رہے تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ قصاص کیطرف رجوع کرے اور جس صورت میں اُسکا اختیار صحیح ہو گیا ہے اُس صورت میں رجوع بقصاص نہیں کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر ہشام میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص کی دائین آنکھ سپید ہو اور اُسنے دوسرے شخص کی دائین آنکھ ضائع کر دی پھر اُسکی آنکھ سے سپیدی جاتی رہی تو جس مجروح کیا ہے اُسکو اختیار ہوگا کہ مجرم سے قصاص لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں مارا اور وہ اس ضرب سے سپید ہو گئی پھر سپیدی جاتی رہی تو مارنے والے پر کچھ نہوگا لیکن یہ اُسوقت ہے کہ آنکھ کی بینائی ایسی ہی ہو گئی ہو جیسی تھی اور اگر پہلے کی بنسبت کم آتی ہو تو اسمیں حکومت عدل ہو گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ جسمیں سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے جنایت کی اور جنایت کرنے والے کی آنکھ میں بھی سپیدی ہے اور اُس سے نظر آتا ہے تو دونوں میں قصاص ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی آنکھ میں ایک ضرب لگائی جس سے تھوڑی پتلی سپید ہو گئی یا اُسمیں قرحہ پڑ گیا یا سبل آگئی یا اور کوئی ایسی چیز جو آنکھ کو خراب کرتی ہے پیدا ہو گئی اور اسمیں نقصان آگیا تو اسکا قصاص نہوگا بلکہ اسمیں حکومت عدل واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ بارونی میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر ایک عورت کے پیٹ سے ولادت کے وقت فقط بچہ کا سر نکلا تھا اور ہنوز سر سے زیادہ کچھ نہیں نکلا تھا کہ اسنے میں ایک شخص نے اُس بچہ کی آنکھ پھوڑ دی تو اُسپر دیت قرار دونگا اور آنکھ کا قصاص واجب نکرونگا جب تک کہ سر کے ساتھ آدھا دھڑ یا زیادہ برآمد ہوا ہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک بچہ کی آنکھ ولادت کے وقت یا چند روز بعد پھوڑ ڈالی پس اگر کہا کہ اُس سے اُسکو دکھلائی نہیں دیتا تھا یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ دکھلائی دیتا تھا یا نہیں تو اُسی کا قول قبول ہوگا اور اُسپر عادل لوگوں کا تجویز کیا ہوا ارش واجب ہوگا اور اگر معلوم ہو جاوے کہ اُس آنکھ سے اُسکو دکھلائی دیتا تھا مثلاً دو گواہ اُس آنکھ کے صحیح سالم ہونے کی گواہی دین پس اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہو تو اُسپر قصاص ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور بائین آنکھ کا قصاص دائین سے یا دائین کا بائین سے نہ لیا جائیگا اور اگر کوئی آنکھ جنایت کرنے والے کی آنکھ کی بنسبت مظلوم کی آنکھ کے بڑی یا چھوٹی ہو تو یہ کچھ فرق نہیں ہے دونوں برابر ہیں اور قصاص لے لیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر پورا کان کاٹا گیا پس اگر عمداً ہے تو اسمیں قصاص ہے اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو اسمیں بھی قصاص ہے بشرطیکہ اسکی استطاعت ہو اور پہچانا جاوے یہ کرخی کی عبارت ہے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ کان میں مفاصل نہیں ہیں جب کان تھوڑا کاٹا جاوے پس اگر معلوم ہو جاوے کہ مفصل سے قطع کیا گیا ہے تو قصاص لیا جائیگا اور مفصل کی پہچان کا مرجع اہل بصارت ہیں پس اگر اہل بصارت نے کہا کہ کان کے واسطے مفاصل ہیں اور اسنے مفصل سے قطع کیا ہے تو اسی مفصل سے مجرم سے قصاص لیا جائیگا

اور اگر انھون نے کہا کہ اسکے مفصل نہین ہے تو کاٹنے والے کے کان سے اسی قدر کاٹ لیا جاویگا جسقدر
اُسنے کاٹا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اجناس مین لکھا ہے کہ اگر کاٹنے والے کے کان کا حلقہ چھوٹا ہو اور جسکا کان کاٹا
ہے اُسکے کان کا حلقہ بڑا ہو تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے نصف دیت لے لے اور چاہے اُسکی چھوٹائی کے اندازہ
پر کاٹے اور اگر کان پھٹا ہوا تھا فدا ہے پس اگر یہی کان کاٹا گیا تو اُسمین حکومت عدل ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک
شخص کا کان کھینچا اور اُسکی گدیا[1] نوچ لی تو قصاص نہوگا مگر مجرم پر اُسکے مال سے اسکا ارش واجب ہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر پورا حلقہ عمداً کاٹ لیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا اور اگر
ناک کا بانسا تھوڑا کاٹ لیا تو بالاتفاق قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور بعض مشائخ نے
ارنبہ بینی کے حق مین فرمایا کہ حکومت عدل ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کاٹنے والے کی آنکھ
چھوٹی ہو تو جسکی ناک کاٹی ہے اُسکو اختیار ہوگا چاہے اُسکی ناک کاٹ لے یا اپنی ناک کا ارش لے لے یہ محیط مین
ہے۔ اور اگر ناک کاٹنے والا اخشم ہو یعنے اُسکو بو نہ معلوم ہوتی ہو یا اخرم ہو یا کسی صدمہ پہونچنے سے اُسکی ناک مین نقصان
ہو تو ناک کٹے ہوے کو اختیار ہوگا چاہے کاٹنے والے کی ناک کاٹے یا اپنے ناک کی دیت لے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر
ناک کی ہڈی مین سے کچھ کاٹ لیگیا تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ وہ ہڈی ہے مفصل نہین ہے اور اگر بچہ کی ناک ہڈی کی جڑ سے
کاٹی گئی تو کاٹنے والے پر قصاص واجب ہوگا خواہ وہ بو پاتا ہو یا نہین اور اگر اُسنے خطا سے ایسا کیا تو دیت واجب ہوگی
اور اس سے مراد مارن[2] و جو حصہ نرم ہے وہ ہے جیسا کہ بالغ مین گذرا ہے اسواسطے کہ بچہ کی ناک کی ہڈی اگرچہ مثل غضروف
کے ہوتی ہے لیکن اسکا اعتبار نہین ہے جیسا کہ اُسکی باقی ہڈیون مین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے طحاوی نے اپنی شرح مین
ہشام سے روایت کر کے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کا ہونٹھ اوپر کا یا نیچے کا کاٹا گیا پس اگر کاٹنے والے سے قصاص ممکن
ہو تو اوپر کے عوض اوپر کے ہونٹھ سے اور نیچے کے عوض نیچے سے قصاص لیا جائیگا اور قدوری مین لکھا ہے
کہ اگر پورا ہونٹھ کاٹا گیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا گیا تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور زبان کاٹنے
مین قصاص نہین ہے عمداً ہو یا نہو خواہ کل کاٹی ہو یا تھوڑی اور یہی فتوے کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتین و ظہیریہ
مین ہے اور دانت مین قصاص ہے اگرچہ جس سے قصاص لیا جاتا ہے اُسکا دانت مظلوم کے دانت سے بڑا ہو اور سوائے
دانت کے کسی ہڈی مین قصاص نہین ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور بڑھے ہوے دانت مین قصاص نہین ہے ہان حکومت عدل
واجب ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور دانت کے قصاص لینے مین توڑنے والے اور جسکا دانت توڑا گیا ہے اُسکے
دانت کی مقدار و صغیر و کبیر کا اعتبار نہین ہے بلکہ قصاص مین اُسی قدر حصہ توڑا جائیگا جسقدر اُسنے توڑا ہے یعنے نصف
یا تہائی یا چوتھائی جسقدر توڑا ہے اُسی قدر دوسرے کا دانت توڑا جائیگا یہ وجیز کردری مین ہے۔ اور دائین کے
عوض بایان اور بائین کے عوض دایان نہ توڑا جائیگا اور اگلے دو دانت بعوض اگلے دو دانتون کے اور دانت بعوض دانت
کے اور ڈاڑھین بعوض ڈاڑھون کے توڑی جاوینگی اور نیچے والے کے عوض اوپر والے یا اوپر والون کے
عوض نیچے والے نہ لیے جاوینگے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اگر ایک دانت مین سے آدھا یا تہائی یا چوتھائی مستوی توڑا
ہو کہ اُسمین قصاص لیا جاسکتا ہے تو سوہان سے قصاص لیا جائیگا اور اگر اُسنے بطور مستوی نہ توڑا ہو کہ اُسمین قصاص لینا
ممکن نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا بلکہ ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر اُسنے اکھاڑ لیا تو اُسکا دانت اُکھاڑا جائیگا

[1] یعنی کان کا وہ حصہ جسکو کپا اور لو کہتے ہین ۱۲
[2] مارن یعنی بیچ کی پتلی ... حصہ

بلکہ سوہان سے ریت لیا جائیگا یہان تک کہ گوشت تک پہونچ جاوے اور اس سے زیادہ ساقط ہو جائیگا یہ فتاوے
صغریٰ مین ہے اور اگر تھوڑا دانت توڑا پھر باقی سیاہ یا سرخ یا سبز پڑگیا اور کسی طرح کا عیب توڑنے کی وجہ سے آگیا
تو قصاص نہوگا اور دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر مظلوم نے جسکا دانت توڑا گیا ہے یون کہا کہ مین بقدر ٹوٹے
ہوئے کے قصاص لونگا اور جسقدر سیاہ ہو گیا ہے اسکا ترک کرونگا تو اسکو یہ اختیار نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
اگر ایک شخص کے دانت مین سے کسی قدر توڑا گیا تو ایک سال انتظار کیا جائیگا اگر سال پورا ہو جانے پر تغیر نہ آیا
تو توڑنے والے پر قصاص واجب ہوگا کہ اسکا دانت سوہان سے ریتا جائیگا اور اسکے واسطے ایک طبیب عالم تلاش
کیا جائیگا اور اُس سے دریافت کیا جائیگا کہ ہمسے بیان کر کہ اسکے دانت مین سے کسقدر جاتا رہا ہے پس اگر آدھا
جاتا رہا تو توڑنے والے کے دانت سے نصف ریتا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کے دانت کا ٹکڑا توڑ دیا
اور باقی خود گر گیا تو مشہور مذہب کے موافق قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ دو شخص کھیل کی جگہ کھڑے ہوے
تاکہ ایک دوسرے کو گھونسا مارے جیسا کہ عادت ہے پس ایک نے دوسرے کو گھونسا مارا اور اُسکا دانت توڑ دیا تو مارنے
والے پر قصاص ہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا جسپر فتوے طلب کیا گیا تو سب فتوے کے جواب اس حکم پر متفق تھے اور
اگر ایک نے دوسرے سے کہا ہو کہ (اگا اگا) اور اُسنے گھونسا لگایا اور دانت توڑ دیا تو اُسپر کچھ قصاص وغیرہ
نہوگا اور یہی صحیح ہے بمنزلہ ایسے قول کے کہ میرا ہاتھ کاٹ اُسنے کاٹ دیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کے
اگلے دو دانت توڑے اور توڑنے والے سے قصاص لیا گیا پھر توڑنے والے کے دونون دانت جو قصاص مین
رہتے گئے ہین اُگ آئے تو جسکے واسطے قصاص لیا گیا تھا اُسکو دوبارہ جمے ہوے دانتون کے اُکھڑوانے کا اختیار
نہین ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا دانت اُکھاڑ لیا پھر جسکا دانت اُکھاڑا گیا ہے اُسنے اُکھاڑنے والے
کا دانت قصاص مین اُکھاڑا پھر اول کا دانت جم آیا تو دوسرے کو اُکھاڑنے والے پر پہلے اُکھاڑنے والے کے
واسطے پانچ سو درم اُسکے دانت کا ارش واجب ہوگا اور اگر اسکا دانت ٹیڑھا اُگا تو اُسمین حکومت عدل ہوگی اور
اگر آدھا دانت جم آیا تو آدھا ارش واجب ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر کسی شخص کے دانت مین مارا اور
دانت گر گیا تو اُسکی جگہ اچھے ہو جانے تک انتظار کیا جائیگا اور ایک سال تک انتظار نہ کیا جائیگا مگر روایت نوادر کے موافق
اور وجہ عدم انتظار کی یہ ہے کہ بالغ کا دانت دوبارہ جمنا نادر ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر بالغ کا دانت اُکھاڑا ہو تو
انتظار کیا جائیگا یہ سراجیہ مین ہے اور چاہیے کہ مجرم سے کفیل لیا جاوے پس اگر نابالغ کے دانت کی جگہ دوسرا
دانت جم آوے تو مجرم پر کچھ نہوگا اور اگر نابالغ مذکور سال گذرنے سے پہلے اور دانت جمنے سے پہلے مر گیا تو مجرم پر کچھ
نہوگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسمین حکومت عدل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کے
دانت مین مارا جس سے اُسکا دانت ہلنے لگا تو اصل مین مذکور ہے کہ ایک سال تک انتظار کیا جائیگا خواہ وہ شخص جسکے
دانت مین چوٹ لگی ہے بالغ ہو یا نابالغ ہو پھر ایک سال پورا ہونے کے بعد دیکھا جاوے کہ اگر وہ دانت نہین گرا ہے
تو مارنے والے پر کچھ نہوگا اور اگر اسی ضرب سے سال مین وہ دانت گر گیا پس اگر ضرب عمداً ہو تو قصاص لیا جائیگا اور
اگر خطا سے ہو تو دانت کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر قاضی نے اسکو دانت جنبش کرنے کی حالت مین مہلت
دی پھر سال گذرنے سے پہلے مضروب آیا اور اُسکا دانت گرا ہوا تھا اور کہا کہ اسی ضرب سے گر گیا ہے اور ضارب نے

کہا کہ تجھے دوسرے شخص نے مارا تھا اسکی مار سے گرا ہے تو مضروب کا قول قبول ہوگا اور اگر سال گذرنے کے بعد آیا ہو تو ضارب کا قول قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اکھاڑا پھر آدھا دانت جم آیا تو پھر آدھا ارش واجب ہوگا اور اسمین قصاص نہوگا اور اگر پورا سپید دانت جم آیا پھر اس دانت کو دوسرے نے اکھاڑا تو ایک سال تک انتظار کیا جائیگا پس اگر جم آیا تو خیر ورنہ دوسرے سے قصاص لیا جائیگا اور اول ضارب پر کچھ واجب نہوگا اور اگر چھوٹا جما تو اسمین حکومت عدل ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص کا دانت توڑ لیا اور توڑنے والے کا دانت سیاہ یا زرد یا سرخ یا سبز ہے تو مظلوم کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص دانت کا قصاص لے لے یا اسکے دانت کا ارش پانچ سو درم لے لے اور اگر مظلوم کے دانت میں عیب ہو تو حکومت عدل ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مظلوم نے ہنوز کچھ اختیار نکیا ہو کہ جنایت کرنے والے کا عیب دار دانت ساقط ہوگیا اور سبب سے اسکے اچھا دانت جم آیا تو مظلوم کا حق باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر زید نے عمرو کے اگلے دو دانت اکھاڑ ڈالے اور زید کے اگلے دونون دانت اکھڑے ہوئے ہیں پھر بعد اکھاڑنے کے زید کے دونون دانت جم آئے تو قصاص واجب نہوگا اور عمرو کے واسطے زید پر اپنے دانتون کا ارش واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ دانتون سے چبایا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور کھینچنے میں زید کا دانت توڑا تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ظلم سے ایسے مقام پر توڑنا چاہا جہان لوگ تیری فریاد کو نہیں پہنچ سکتے ہیں تو تجھے اُسکا قتل کر دینا جائز ہے اور اگر اُسنے تیرا دانت ریت دینا چاہا ہو تو اُسکو قتل نکر اگر ایسی جگہ پر ہو جہان لوگ تیری فریاد کو پہنچ سکتے ہون یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ جوڑ پر سے عمداً کاٹ دیا تو اُسکا ہاتھ بھی کاٹا جائیگا اگرچہ اُسکا ہاتھ مظلوم کے ہاتھ سے بڑا ہو اور یہ حکم اچھا ہو جانے کے بعد ہے اور قبل اچھے ہو جانے کے قصاص نہوگا یہ جوہرۃ نیرہ میں ہے۔ اور اسی طرح انگلیون میں بھی قصاص ہوتا ہے بشرطیکہ جوڑ پر سے قطع کی گئی ہو اور اگر جوڑ پر سے قطع نہ کی گئی ہو تو قصاص نہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور عمداً پانون کاٹنے میں قصاص ہے جبکہ مفصل قدم یا مفصل ورک سے قطع کیا جاوے اور اگر غیر مفصل سے قطع کیا جاوے تو حکم اسکے برخلاف ہے۔ اسی طرح پانون کی انگلیون میں بھی اگر جوڑ پر سے کاٹی جاوین تو قصاص ہے جبکہ عمداً کاٹے اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹے تو قصاص واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور ہاتھ بعوض پانون کے یا ہاتھ کی انگلی بعوض پانون کی انگلی کے قطع نکیجائیگی اور ہمارے نزدیک ایک ہاتھ کے بدلے دو ہاتھ قطع نکیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے۔ اور داہنی کلمہ کی انگلی سوائے داہنی کلمہ کی انگلی کے عوض دوسری کے قصاص میں نہ کاٹی جاویگی اور بائین کلمہ کی انگلی سوائے بائین کلمہ کی انگلی کے دوسری کی کے عوض نہ کاٹی جاویگی اسی طرح انگوٹھا بعوض کلمہ کی انگلی کے یا کلمہ کی انگلی بعوض انگوٹھے کے نہ کاٹی جاویگی اور حاصل یہ کہ قطع کرنے والے کے اعضا میں سے سوائے قتل کے دوسرا عضو نہ لیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور جس ہاتھ کی انگلیون میں کمی ہو اُسکے عوض پوری انگلیون والا نہ کاٹا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا حالانکہ کاٹنے والے کے ہاتھ میں ایک ناخن سیاہ ہے یا زخم ہے پس اگر اسمین سیاہ ناخن ہو تو قصاص واجب ہوگا اور اگر سیاہ ناخن نہو لیکن اگر اسمین ایسی جراحت ہو جس سے ہاتھ کی دیت میں نقصان نہیں آتا ہے مثلاً ایسا زخم ہو جس سے گرفت میں سستی نہیں آتی ہے تو یہ وجوب قصاص مانع نہیں ہے اور ایسے عیب کا

وجود وعدم یکسان قرار دیا جائیگا اور اگر ایسا نقصان ہو جس سے گرفت مین سستی آتی ہو تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی نہ نصف دیت تو یہ بمنزلہ شل ہاتھ کے ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے زائد انگلی کاٹ ڈالی اور کاٹنے والے کے ہاتھ مین بھی ایسی ہی انگلی ہو تو امام اعظم رح و ابو یوسف رح کے نزدیک اسپر قصاص نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور اگر ہتھیلی کو کاٹ ڈالا اور اسمین ایک انگلی زائد ہے جو ہتھیلی کو سست کرتی ہے تو اسمین قصاص نہوگا اور اگر ہتھیلی کو سست نکرتی ہو تو قصاص واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ آدھے ساعد سے کاٹ ڈالا یا پاؤن آدھی پنڈلی سے کاٹ ڈالا اور عمداً ایسا فعل کیا تو اسپر قصاص نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ہاتھ کاٹے ہوئے کا ہاتھ درست کاٹا گیا ہے اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہے یا اسمین انگلیان کم ہین تو ہاتھ کٹے ہوئے کو اختیار ہے چاہے قصاص مین عیب دار ہاتھ کٹوائے اور اسکے سوائے اسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے پورا ارش لے لے یہ کافی مین ہے۔ اور صدر الشہید برہان الائمہ صورت مین ہاتھ کٹے ہوئے کے واسطے جبھی خیار ثابت کرتے تھے کہ جب ایسا شل ہو کہ اس سے کام کاج کرسکتا ہو اور اگر محض بیکار ہو تو وہ محل قصاص نہین ہے پس ہاتھ کٹے ہوئے کو خیار نہوگا بلکہ اسکو اچھے ہاتھ کی دیت ملیگی جیسا کہ اگر کاٹنے والے کا یہ ہاتھ ہی بالکل نہو تو یہی حکم ہے اور اسی پر فتوے ہے یہ محیط مین ہے اگر مجرم کا عیب دار ہاتھ مظلوم کے اختیار کرنے سے پہلے تلف ہوگیا یا کسی نے ظلم سے قتل کر ڈالا تو ہمارے نزدیک مظلوم اول کا حق باطل ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر ظالم کا ہاتھ کسی حق واجب کی وجہ سے کاٹا گیا ہو مثل قصاص و سرقہ وغیرہ کے تو اسپر مظلوم کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے اور یہ حکم اسوقت ہے کہ جب ہاتھ کاٹنے کے وقت اسکا ہاتھ ناقص ہو اور اگر کاٹنے کے بعد ناقص ہوگیا تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ نقصان بدون کسی کے فعل کے پیدا ہو گیا مثلاً آسمانی آفت سے اسکی کوئی انگلی گر گئی تو اسکا حکم وہی ہوگا جو کاٹنے کے وقت ناقص ہونے کا حکم ہے اور اگر نقصان کسی کے فعل سے پیدا ہوا مثلاً کسی نے ظلم سے اسکی انگلی کاٹ دی یا خود اسنے اپنی انگلی کاٹ دی یا کسی حق واجب سے اسپر انگلی کاٹنے کا حکم جاری ہوا تو اسکا حکم وہی ہے جو آفت آسمانی سے تلف ہونے کا حکم ہے ایسا ہی شیخ الاسلام خواہرزادہ نے ذکر فرمایا ہے اور شیخ الاسلام احمد الطواویسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا کہ اگر ظالم کا ہاتھ قصاص مین ناقص کیا گیا اور کاٹا گیا تو مظلوم کو خیار ہوگا اور اگر ظلم سے یا آفت آسمانی سے ناقص کیا گیا تو خیار نہوگا اور فرق کی طرف یون اشارہ کیا کہ جب قصاص مین قتل کیا گیا تو وہ محسوب ہو پس گویا اسنے منع کیا پس یہ امر موجب خیار ہوگا اور جب آفت آسمانی سے تلف ہوا تو ایسا نہین ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر عمداً ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا یہان تک کہ قصاص واجب ہوا پھر قاطع کا ہاتھ کسی ظالم نے ناحق کاٹ ڈالا یا بوجہ بیماری آکلہ کے کاٹا گیا تو قصاص باطل ہو جائیگا اور منتقل بارش نہوگا اور اگر قاطع کا ہاتھ دوسرے کے قصاص یا سرقہ مین کاٹا گیا تو اس قاطع پر مظلوم کے واسطے ارش واجب ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع کا داہنا ہاتھ نہین ہے تو مظلوم کا استحقاق اسکے مال سے دیت کا ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی دو انگلیان کاٹ ڈالین اور قاطع کی فقط ایک انگلی ہے تو اسکو یہ اختیار ہوگا کہ ایک انگلی قصاص مین کٹوائے اور دوسرے کا ارش لے لے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ ایک شخص نے جوڑ پر سے دوسرے کا ہاتھ کاٹا اور قاطع سے قصاص لیا گیا اور وہ اچھا ہوگیا پھر ان دونون مین سے ایک نے دوسرے کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو قصاص نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ دو ہاتھ کٹے ہین یا دونون شل ہین قصاص نہین ہے

اور یہی امام حسن رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا یا پہلے بکر کا ہاتھ کاٹا پھر عمرو کی انگلی کاٹی پھر دونون مظلوم حاضر ہوئے تو پہلے مجرم کی انگلی بعوض انگلی کے کاٹی جاویگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ کا قصاص لے لے یا اپنے ہاتھ کی دیت لے لے اور اگر بکر پہلے آیا تو اسکے قصاص مین ہاتھ کاٹا جائیگا پھر جب عمرو آوے تو اسکی انگلی کے ارش کا حکم دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی مین سے اوپر کے جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر بکر کی اسی انگلی مین سے درمیانی جوڑ سے پور کاٹ ڈالا پھر خالد کی اسی انگلی مین سے نیچے کے جوڑ سے باقی پور کاٹ ڈالے پھر اگر سب مظلوم حاضر ہوئے اور انھون نے قاضی سے دادخواہی کی تو قاضی عمرو کے واسطے زید کی انگلی مین سے اوپر کا پور کاٹ دیگا اور بکر و خالد کے واسطے درمیانی و نیچے کا پور نہ کاٹیگا اگرچہ بکر و خالد کا استحقاق اوپر کے پور مین بھی ثابت ہے پھر بکر کو مختار کیا جائیگا چاہے زید کی انگلی مین سے بیچ کا پور قصاص لے لے اور اسکے سوائے اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر چاہے تو قصاص نہ لے بلکہ انگلی کی تہائی دیت لے لے پس اگر اسنے قصاص لینا اختیار کیا اور انگلی کا پور کاٹ لیا تو پھر خالد کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے قصاص مین انگلی کاٹ ڈالے اور اسکے سوائے اسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر قصاص نہ لیا تو اسکو زید کے مال سے انگلی کی پوری دیت ملیگی۔ اور اگر تینون مین سے ایک حاضر ہوا اور باقی دونون حاضر نہوئے پس اگر عمرو حاضر ہوا تو اسکے واسطے اوپر کا پور قصاصا کاٹا جائیگا پھر کاٹنے کے بعد اگر باقی دونون حاضر ہوئے تو دونون کو اختیار دیا جائیگا پس اگر دونون نے قصاص لینا اختیار کیا تو سوائے قصاص کے کسی کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے اور اگر پہلے فقط خالد حاضر ہوا باقی دونون حاضر نہوئے تو خالد کے نام پوری انگلی کے قصاص کا حکم ہوگا پھر اگر باقی دونون حاضر ہوئے تو دونون کے واسطے ارش کا حکم ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی ہتھیلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر بکر کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا پھر دونون ساتھ ہی حاضر ہوئے تو ہتھیلی والے کے واسطے ہتھیلی کاٹی جائیگی پھر بکر کو اختیار دیا جائیگا چاہے باقی کا قصاص لے اور چاہے ارش لے یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر دونون مین سے ایک حاضر ہوا دوسرا غائب رہا تو جو شخص پہلے حاضر ہوا اسی کا حق دلایا جائیگا خواہ کوئی ہو یہ محیط مین ہے۔ اور اگر زید نے عمرو کی انگلی جوڑ پر سے کاٹ ڈالی پھر عمرو نے اسکا ہاتھ جوڑ پر سے کاٹ ڈالا تو زید کو اختیار دیا جائیگا چاہے ناقص ہاتھ قصاص مین لے یا ارش لے اور عمرو کا حق باطل ہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ زید نے عمداً عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے زید کی ایک انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے کسی دوسرے خالد کا درست ہاتھ کاٹ ڈالا تو خالد کو اختیار ہوگا چاہے عمرو اور خالد دونون زید کا ناقص ہاتھ کاٹین یا خالد اپنے ہاتھ کی دیت اس سے لے لے اور اگر خالد نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی ہو تو اسکا خیار باطل ہو جائیگا اور اسکے واسطے اور عمرو دونون کے واسطے زید کا ناقص ہاتھ قصاص مین کاٹ دیا جائیگا پھر جب زید کا ہاتھ دونون کے واسطے کاٹا گیا تو زید پر عمرو کے واسطے اسکے ہاتھ کا آدھا ارش دو سال مین دینا واجب ہوگا کہ جسمین سے دو تہائی سال اول مین اور ایک تہائی دوسرے سال مین ادا کرے اور خالد کے واسطے بھی تین آٹھوین حصے اسکے ہاتھ کی دیت واجب ہونگے کہ اسکو بھی موافق مذکورہ بالا کے دو سال کی میعاد مین ادا کرے یہ محیط مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ درست ہے پھر عمرو نے اسکی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے خالد کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر خالد نے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر زید نے بکر کا

ہاتھ کاٹ ڈالا اور بکر نے بھی زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر سب قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو انہیں سے کسی کو دیت لینے کا اختیار نہوگا اور زید کا باقی ہاتھ سب کے قصاص میں کاٹا جائیگا پھر زید پر عمرو کے واسطے تین پانچویں حصے اُسکی ہاتھ کی دیت کے اور پانچویں حصے کی تہائی واجب ہوگی اور خالد کے واسطے ہاتھ کی نصف دیت اور چوتھائی کی تہائی دیت واجب ہوگی اور بکر کے واسطے چار نویں حصے اُسکے ہاتھ کی دیت کے واجب ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کا داہنا ہاتھ اور بکر کا بایاں ہاتھ کاٹا تو اُسکے دونوں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹے جاوینگے اسی طرح اگر ایک شخص کے دونوں ہاتھ کاٹے ہوں تو بھی اُسکے دونوں ہاتھ کاٹے جاوینگے اور اگر ایک شخص نے دو شخصوں کا دایاں ہاتھ کاٹا تو اُسکا دایاں ہاتھ ان دونوں کے قصاص میں کاٹا جائیگا اور وہ دونوں کے واسطے ایک ہاتھ کی دیت کا ضامن ہوگا جو دونوں میں برابر مشترک ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے خواہ اُسنے دونوں کے ہاتھ ایک ہی ساتھ کاٹے ہوں یا آگے پیچھے کاٹے ہوں۔ اور اگر وقوع قصاص سے پہلے ایک نے اُسکو عفو کردیا تو اُسکا ہاتھ باقی کے واسطے کاٹا جاویگا اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ نہوگا اور اگر ایک مظلوم حاضر ہوا اور دوسرا غائب ہو تو اُسکا انتظار نہ کیا جائیگا اور حاضر کے واسطے قصاص دلایا جائیگا پھر جب دوسرا آوے تو اُسکو ارش ملیگا۔ اور اگر دونوں جمع ہوئے اور دونوں کے واسطے قصاص اور دیت کا حکم دیا گیا اور دیت لے لی پھر دونوں میں سے ایک نے اُسکو قصاص سے عفو کردیا تو عفو جائز ہے اور دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار نرہیگا بلکہ اُسکو فقط آدھی دیت ملیگی اور اگر دونوں نے دیت وصول نپائی ہو یہاں تک کہ ایک نے اُسکو قصاص عفو کردیا بعد ازانکہ حکم قاضی ہوچکا ہو تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وامام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دوسرے کو قصاص لینے کا اختیار ہوگا اور یہ قیاس ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک استحساناً دوسرا شخص قصاص نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر دونوں نے مال دیت نہ لیا ہوا اور اُسکا کفیل لے لیا ہو پھر ایک نے اُسکو عفو کیا تو بھی مسئلہ میں اختلاف ہے اور اگر دونوں نے مال دیت کے عوض رہن لیا ہو تو یہ بمنزلہ مال وصول پانے کے ہے پھر اگر ایک نے اسکے بعد اُسکو عفو کیا تو استحساناً دوسرے کو قصاص لینے کا استحقاق نہوگا یہ شرح مبسوط میں ہے۔ زید نے عمرو کا ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا اور بکر کا بھی یہی ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا پھر دونوں میں سے ایک نے زید کا ہاتھ کہنی پر سے کاٹ ڈالا تو زید کے ذمہ سے ایک ہاتھ ساقط ہوجائیگا اور اسپر ایک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی جو عمرو و بکر کے درمیان برابر مشترک ہوگی پھر زید کو اختیار ہوگا چاہے اُسکا ہاتھ کاٹنے سے اُسکی ذراع سے قصاص لے اور چاہے اپنے ہاتھ کی دیت کی ضمان لے اور حکومت عدل ذراع میں ہوگی اور دیت اُسکو دو سال میں ملیگی کہ دو تہائی سال اول میں اور ایک تہائی سال دوم میں لیکن اگر یہ مقدار دو تہائی دیت سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے تیسرے سال میں واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ سے عمداً کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہوگیا اور ہنوز قصاص نہ لیا گیا تھا کہ اُسنے اسی انگلی کا پور دوسرے جوڑ سے عمداً کاٹا تو عمرو کے واسطے قصاص میں زید کا اوپر کا پور جوڑ سے کاٹا جائیگا بیچ والا نہ کاٹا جائیگا اور بیچ والے کا ارش اُسکو ملیگا اسی طرح اگر دوسرا اچھا ہوگیا پھر اُسنے تیسرا پور کاٹا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دوسری دفعہ کاٹنے تک پہلا زخم اچھا نہوا ہو تو زید پر پوری انگلی کا قصاص واجب ہوگا کہ ایک دفعہ اُسکی پوری انگلی جڑ سے کاٹ ڈالی جائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر زید نے عمرو کی انگلی کا اوپر کا پور جوڑ پر سے کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہوگیا پھر کسی دوسرے سبب سے مر گیا اور اُسکا بیٹا خالد چھوڑا جسکا اوپر کا پور اسی انگلی کا کٹا ہوا ہے پھر زید نے آکر خالد کا دوسرا پور جوڑ پر سے کاٹا تو زید پر عمرو کے واسطے

پہلے اوپر کے پور کا قصاص واجب ہوگا پھر اُسکا بقیہ دوسرے جوڑ کا ارش لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور کاٹا اور اچھا ہوگیا اور قاطع سے قصاص لیا گیا پھر اُسنے دوبارہ دوسرے جوڑ سے کاٹا اور اچھا ہوگیا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر آدھا پور کاٹا اور ٹکڑے کر کے کاٹا اور وہ اچھا ہوگیا پھر باقی جوڑ تک کاٹا اور اچھا ہوگیا تو ان مین سے کسی مین قصاص نہوگا اور اگر درمیان مین زخم اچھا نہوگیا ہو تو جوڑ سے قصاص واجب ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر عمداً ایک شخص کی انگلیان کاٹین پھر اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے اُسکی ہتھیلی کاٹی تو قاطع کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹی جاویگی اُنگلیان نہ کاٹی جاوینگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر درمیان مین انگلیون کا زخم اچھا ہوگیا ہو تو انگلیون مین قصاص واجب ہوگا اور ہتھیلی کے حق مین حکومت عدل ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر جوڑ سے اوپر کا پور انگلی کا کاٹا اور اچھے ہونے سے پہلے دوبارہ دوسرے پور کا آدھا کاٹا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اچھا ہوجانے کے بعد دوبارہ زخمی کیا تو پہلے زخم کا قصاص واجب ہوگا اور باقی ارش واجب ہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہی کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی مین عمداً مارا اور ہتھیلی سے ساقط ہوگیا پس اگر جوڑ سے کاٹا اور جوڑ سے ساقط ہوا ہو تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر کوئی مفصل بیچ سے نہو تو قصاص نہ لیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین فقط سقوط کی طرف دیکھتا ہون اصل جراحت کیطرف نہین دیکھتا ہون پس اگر سقوط جوڑ پر سے ہو تو قصاص لیا جائیگا ورنہ نہین اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اسمین قصاص نہین ہی اور اسی پر فتوے ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر عمداً ایک شخص کی انگلی قطع کی پس ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہوگا اور ہمارے اصحاب کے نزدیک ہاتھ کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر انگلی کا جوڑ قطع کیا اور ہتھیلی شل ہوگئی تو جسقدر شل ہوگئی ہی اُسکی دیت واجب ہوگی اور بالاتفاق قصاص نہوگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر ایک انگلی قطع کی اور اُسکے پہلو کی انگلی شل ہوگئی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ انمین سے کسی بات مین قصاص نہوگا اور اُسپر دونون انگلی کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کا ارش واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص کی انگلی کاٹی اور اُسکے پہلو کی دوسری انگلی گر گئی تو امام اعظم رح کے نزدیک انمین سے کسی مین قصاص نہین ہی ولیکن دونون انگلیون کی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی اور امام محمد رح سے روایت ہی کہ دونون کا قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہی اگر ایک شخص نے دوسری کی انگلی عمداً کاٹ ڈالی پھر چھری دوسری انگلی پر اگر پڑی تو بلاخلاف پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی منتقی مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر کلمہ کی انگلی کا جوڑ کاٹا اور ضرب سے بیچ کی انگلی ساقط ہوگئی تو بیچ کی انگلی اور جوڑ کلمہ کی انگلی کا کاٹا جائیگا اور اگر کلمہ کی باقی انگلی شل ہوگئی اور بیچ کی انگلی گر گئی تو مین بیچ کی انگلی کا قصاص لونگا اور کلمہ کی انگلی کا قصاص نہ لونگا یہ ذخیرہ مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور زید سے اُسکا قصاص لیا گیا پھر عمرو زخم مذکور سے مرگیا تو زید اُسکے قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر زید اُس قصاص سے مرگیا تو اُسکی دیت عمرو کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام اعظم کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹا پس اُسکو قتل کیا تو اُس سے دونون کا مواخذہ کیا جائیگا خواہ دونون جرم عمداً ہون یا خطاءً ہون یا ایک

عمداً دوسرا خطاء ہو خواہ اول زخم اچھا ہوجانے کے بعد دوسرا فعل ہوا ہو یا اچھا نہ ہوا ہو الا اُس صورت مین کہ دونون خطاء سے ہون کہ اُنکے درمیان مین زخم سے صحت نہوئی ہو تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ عمداً کاٹا پھر اچھا ہونے سے پہلے اُسکو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہے چاہے یون حکم دے کہ اسکا ہاتھ کاٹکر پھر اسکو قتل کرو یا یون حکم فرماوے کہ اسکو قتل کردو اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قتل کیا جائیگا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے اگر ایک ہی شخص پر دو جنایتین کین پس اگر دونون کی جنس واحد ہو مثلاً دونون عمداً ہون یا دونون خطاءً ہون اور مظلوم مرگیا تو ہم ان دونون جنایتون کو ایک ہی اعتبار کرینگے اور اگر دونون جنایتون مین بیچ مین صحت ہوگئی ہو یا دونون مختلف ہون مثلاً ایک عمداً ہو دوسری خطاءً ہو اور جنایت کرنے والا ایک ہو یا دو ہون تو ہر ایک پر اُسکے ذاتی فعل کا حکم ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک ظالم نے کسی شخص کا ہاتھ یا انگلی کاٹی پھر دوسرے ظالم نے اُسکا باقی ہاتھ کاٹا اور وہ مرگیا تو جان تلف کرنے کا قصاص دوسرے ظالم پر ہوگا اول پر نہوگا اور اول کا ہاتھ یا انگلی کاٹی جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور خصیے عمداً کاٹ ڈالنے مین قصاص واجب ہونا یا نہونا کتب ظاہرہ مین نہین پایا گیا یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر پورا حشفہ عمداً کاٹ ڈالا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر تھوڑا کاٹا تو قصاص نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر تھوڑا ذکر کاٹ ڈالا تو قصاص نہین ہے اور اگر پورا ذکر کاٹ ڈالا تو اصل مین مذکور ہے کہ اسمین قصاص نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ اسمین قصاص ہے کذا فی الظہیریہ مگر ظاہر الروایۃ کا حکم صحیح ہے یہ مضمرات مین ہے۔ اصل مین فرمایا کہ اگر مولود کا ذکر کاٹ ڈالا پس اگر اُسکی صلاحیت ظاہر ہونے لگی تھی یعنی جنبش ہوتا اگر کرتا تھا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اگر قصداً سے کاٹا ہووے اور اگر خطاء سے کاٹا تو پوری دیت واجب ہوگی اور جنبش سے مراد ہو کہ پیشاب کرنے کے واسطے جنبش ہوتی ہو یہ محیط مین ہے اور اگر جنبش نہو تو حکومت عدل ہوگی جیسے خصی اور عنین کے آلہ مین ہوتی ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام الدین رحمہ اللہ تعالی

پانچوان باب - واقعہ قتل مین گواہی اور اقرار قتل اور مدعی یعنے ولی جنایت کے قاتل کی طرف سے تصدیق و تکذیب کے بیان مین - اگر ایک شخص پر دو شخصون نے عمداً قتل کی گواہی دی تو وہ قید کیا جائیگا یہان تک کہ گواہون کا حال دریافت کیا جاوے اور اگر ایک شخص عادل نے گواہی دی تو بھی چند روز قید رکھا جائیگا پس اگر دوسرا گواہ لایا تو ثابت ہوگا ورنہ رہا کیا جائیگا اور اس حکم مین قتل عمد و خطا و شبہ عمد سب برابر ہین یہ شرح مبسوط مین ہے۔ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اسنے خطاء سے میرے باپ کو قتل کر ڈالا ہے اور دعوے کیا کہ میرے گواہ شہر مین موجود ہین - اور درخواست کی کہ مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تاکہ مین اُسکے روبرو لیجا کے گواہ پیش کردون تو مدعا علیہ کو قاضی حکم فرمائیگا کہ تین روز کے واسطے کفیل دے اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین اور درخواست کی کہ جب تک گواہ لاؤن تب تک مدعا علیہ سے کفیل لیا جاوے تو قاضی اُسکے کفیل لینے کی درخواست قبول نفرمائیگا اور اگر عمداً قتل کرنے کا دعوے کیا اور کفیل لینے کی درخواست کی تو قاضی اس درخواست کو منظور نکریگا نہ گواہ قائم کرنے سے پہلے اور نہ اُسکے بعد لیکن گواہ قائم کرنے سے پہلے مدعی اُسکے ساتھ ساتھ رہیگا اور گواہ قائم کرنے کے بعد قاضی زجراً اُسکو قید رکھیگا پھر جب گواہون کی عدالت ثابت ہوجاوے اور اُنہون نے ایسے قتل کی گواہی دی جس سے قصاص واجب ہوتا ہے تو مدعی کی درخواست سے قاضی قصاص کا حکم فرمائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسکے دو بیٹے ایک

حاضر اور دوسرا غائب ہے پس حاضر نے اسکے مقتول ہونے کے گواہ قائم کیے تو قبول ہونگے اور اقدام قصاص نہ ہوگا لیکن قاتل قید رکھا جائیگا پھر جب غائب آجاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اسکو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تکلیف دیجائیگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ یہ تکلیف نہ دیجائیگی۔ اور اگر قتل خطا ہو یا دونون کے باپ کا کسی شخص پر قرضہ ہو تو ایسی صورت مین غائب بالاجماع دوبارہ گواہ پیش نکریگا اور اس بات پر اجماع ہے کہ قاتل قید رکھا جائیگا اور اسپر بھی اجماع ہے کہ جب تک غائب نہ آجاوے تب تک قصاص کا حکم نہوگا۔ اسی طرح اگر ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہو اور وہ عمداً قتل کیا گیا اور ایک شریک غائب ہے تو اسمین بھی یہی تفصیلی حکم ہے یہ کافی مین ہے اور اگر سب وارث ہون اور انھون نے دو شخصون پر جنمین سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے اپنے باپ کے خون کا دعوے کیا اور ان دونون پر قتل عمد کے گواہ قائم کیے تو حاضر پر گواہون کی سماعت ہوکر اُسپر قصاص کا حکم دیا جائیگا اور غائب کے حاضر ہونے سے پہلے وہ قتل کیا جائیگا اور غائب پر یہ گواہ قبول نہونگے پھر اگر اُسنے حاضر ہوکر قتل سے انکار کیا تو وارثون کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے ایک شخص کو تلوار سے مارا اور وہ برابر چارپائی پر پڑا رہا یہان تک کہ مرگیا تو اُسپر قصاص کا حکم ہوگا اور قاضی کو نچاہیے نہ قتل عمد مین نہ قتل خطا مین کہ گواہون سے یون دریافت کرے کہ آیا اسی زخم سے مرا ہے یا نہین لیکن اگر وہ لوگ یون گواہی ادا کرین کہ وہ اسی زخم سے مرا ہے تو انکی شہادت باطل نہوگی جائز ہوگی جبکہ گواہ عادل ہون۔ اور اگر دونون نے یون گواہی دی کہ اسنے اسکو تلوار سے مارا یہان تک کہ وہ مرگیا اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو یہ قتل عمد ہوگا لیکن اگر قاضی دریافت کرلے کہ آیا عمداً ایسا کیا ہے تو اوثق ہے۔ اسی طرح اگر یون گواہی دی کہ اسنے اسکو نیزہ سے یا تیر کلان یا خنجر سے مارا ہے تو بھی قتل عمد ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے[1] اور اگر دونون گواہون نے کہا کہ خطاءً تلوار سے اسکو قتل کیا ہے تو دونون کی گواہی قبول ہوگی اور قاتل کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے کہا کہ ہم یہ نہین جانتے ہین کہ اسکو خطا سے قتل کیا ہے یا عمداً قتل کیا ہے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور دیت کا حکم قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور گواہی مقبول ہونے کا حکم استحساناً ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک گواہ نے ایک شخص پر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی اور دوسرے نے یون گواہی دی کہ قاتل نے ایسا اقرار کیا ہے تو یہ باطل ہے۔ اسی طرح اگر دونون نے قتل کی گواہی دی مگر جگہ اور وقت مین اختلاف کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ امام خواہرزادہ نے شرح زیادات الاصل مین فرمایا کہ اگر دونون نے مکان مین اختلاف کیا پس اگر مکان مثل چھوٹی کوٹھری کے ہو پس ایک نے گواہی دی کہ مین نے قاتل کو اس جانب قتل کرتے دیکھا ہے اور دوسرے نے دوسری جانب قتل کرتے ہوے دیکھنے کی گواہی دی تو استحساناً گواہی قبول ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر مقتول کے بدن مین جس جگہ زخم آیا ہے اسمین اختلاف کیا تو گواہی باطل ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے پتھر سے قتل کرنے کی گواہی دی حتے کہ آلہ قتل مختلف ہوگیا تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر ایک نے تلوار سے قتل کرنے کی اور دوسرے نے چھری سے قتل کرنے کی یا ایک نے پتھر سے اور دوسرے نے لاٹھی سے قتل کرنے کی گواہی دی تو گواہی قبول نہوگی اور اگر ایک نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اسکو تلوار سے قتل کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مین نے عمداً اسکو چھری سے قتل کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے یون ہی اقرار کیا ہے جیسا گواہ بیان کرتے ہین لیکن درواقع مدعا علیہ نے نیزہ مارکر قتل کیا ہے

[1] زیادہ احتیاط ۱۲

تو گواہی جائز ہو اور قاتل سے قصاص لیا جائیگا اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رح سے ذکر کیا کہ اگر دونون مین سے ایک گواہ نے کہا کہ اُسنے تلوار سے یا لاٹھی سے قتل کیا ہو اور دوسرے نے کہا کہ قتل کیا ہو مگر مجھے معلوم نہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہو تو ایسی گواہی قبول ہو گی اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اُسنے قتل کیا ہو اور کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ کس چیز سے قتل کیا ہو تو قیاساً ایسی گواہی مقبول ہو گی اور استحساناً مقبول ہو گی مگر قصاص کا حکم نہ دیا جائیگا بلکہ اُسکے مال سے دیت دلائی جاویگی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر دونون گواہون نے دو شخصون پر یون گواہی دی کہ ان دونون نے قتل کیا ہو ایک نے تلوار سے اور دوسرے نے لاٹھی سے مگر گواہ یہ نہین جانتے ہین کہ کسنے تلوار سے اور کس نے لاٹھی سے قتل کیا ہو تو دونون کی گواہی ناجائز ہو گی اسی طرح اگر دونون نے ایک شخص پر ایک انگلی کاٹنے کی اور دوسرے پر اسی ہاتھ کی دوسری انگلی کاٹنے کی گواہی دی مگر اُنکو یہ تمیز نہین ہو کہ اس انگلی کا کاٹنے والا کون ہو اور دوسری کا کون ہو تو بھی گواہی ناجائز ہو اسی طرح اگر دونون نے خطا سے جنایت کرنے کی گواہی دی تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اسنے عمداً جوڑ پر سے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسنے عمداً جوڑ پر سے اُسکا پاؤن کاٹ ڈالا ہو پھر بالاتفاق گواہی مین بیان کیا کہ مجروح اس زخم سے برابر چارپائی پر لگ گیا یہانتک کہ مر گیا اور ولی اس سب کا مدعی ہو تو مین قاتل پر اُسکے مال سے نصف دیت کی ڈگری کرونگا اسی طرح اگر پاؤن کاٹنے پر دو گواہون نے گواہی دی مگر دونون گواہون کی عدالت ثابت نہوئی تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر ہاتھ کے دونون گواہون اور پاؤن کے دونون گواہون مین سے ایک ایک گواہ کی عدالت ثابت ہوئی تو قاتل سے کچھ مواخذہ نکیا جائیگا اور اگر دونون فریق گواہان مین سے سب گواہون کی عدالت ظاہر ہو گئی تو قاطع پر قصاص کا حکم دونگا اور اگر ولی نے یہ درخواست کی کہ ہاتھ و پاؤن کا قصاص لیوے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا یہ حاوی مین ہو۔ اور اگر اُسپر دو گواہون نے یون گواہی دی کہ اسنے جوڑ پر سے عمداً اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمداً اُسکو قتل کیا تو وارث کو اختیار ہوگا کہ پہلے اُس سے ہاتھ کا قصاص لے پھر اُسکو قتل کرے اور اگر قاضی نے اُسکو حکم دیدیا کہ اسکو قتل کردے ہاتھ کا قصاص نہ لے تو یہی بہتر ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اُسکو ہاتھ کا قصاص لینے کی اجازت نہ دیگا بلکہ اُسکو قتل کر ڈالنے کا حکم دیگا اور اگر دونون جنایتون مین سے ایک خطا سے ہوا اور دوسری عمداً ہو تو دونون کے واسطے ماخوذ ہوگا پس اگر ہاتھ کاٹنا خطا سے ہو تو ہاتھ کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہو گی اور وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر دوسری خطا سے ہو تو ہاتھ کا اُسپر قصاص واجب ہوگا اور جان تلف کرنے کی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہو گی یہ شرح مبسوط مین ہو۔ اگر دو گواہون نے ایک شخص پر خطا سے ایک آدمی کے قتل کرنے کی گواہی دی اور دیت کا حکم دیا گیا پھر جسکے مقتول ہو جانے کی گواہی دی ہو وہ زندہ نظر آیا تو مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے ولی سے تاوان لے یا گواہون سے پھر گواہ اُسکو ولی سے واپس لینگے اور اگر عمداً قتل کی گواہی دی ہو اور جسپر گواہی دی ہو وہ قتل کیا گیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی ہو وہ زندہ موجود ہوا تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین ولی سے دیت تاوان لین یا گواہون سے پس اگر گواہون سے تاوان لی تو امام اعظم رح کے نزدیک ولی سے واپس نہین لے سکتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک جیسے خطا کی صورت مین ہو ویسے ہی واپس لینگے یہ کافی مین ہو اور اگر خطا یا عمد کی صورت مین گواہون نے اس طرح گواہی دی ہو کہ اس قاتل نے ایسا اقرار کیا ہو تو مقتول کے زندہ موجود ہونے کی صورت مین گواہون پر

ضمان نہوگی فقط ولی پر دونون صورتون مین ضمان ہوگی اسیطرح اگر دو گواہون نے قتل خطا کی دو گواہون کی گواہی پر گواہی
دی اور قاضی نے مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو فروع پر ضمان واجب نہوگی لیکن ولی اُس
دیت کو مددگار برادری کو جس سے لی ہے واپس کریگا اور اگر گواہان اصول نے اگر فروع کو گواہ کرنے سے انکار کیا تو ایسا
انکار فروع کے حق مین صحیح نہوگا حتےکہ انپر ضمان واجب نہوگی اور اصول پر بھی ضمان واجب نہوگی اور اگر اصول نے
کہا کہ ہمنے ان فروع کو جھوٹی بات پر گواہ کیا تھا حالانکہ ہم اُسوقت جانتے تھے کہ ہم جھوٹے ہین تو امام ابو حنیفہ رح و
امام ابو یوسف رح کے نزدیک دونون ضامن نہونگے اور امام محمد رح کے نزدیک مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے
گواہان اصول سے تاوان لے یا ولی سے ضمان لے پس اگر اصول سے تاوان لیا تو وہ ولی سے واپس نہ لینگے اور
اگر ولی سے تاوان لیا تو کسی سے واپس نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ اسنے میرے موضحہ
کو موضحہ زخم پہونچایا اور وہ اس زخم سے مرگیا ہے پس دو گواہون نے موضحہ زخم کی اور اُس سے اچھے ہو جانے کی گواہی دی
تو مقبول ہوگی اور موضحہ کے قصاص کا حکم دیا جائیگا اسیطرح اگر ایک گواہ نے موضحہ زخم کی اثبات کی اور دوسرے
نے صحت کی گواہی دی تو بھی موضحہ زخم پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونون اس بات پر متفق ہین کہ اگر مدعی نے
صحت کا دعوی کیا تو جسنے سرایت کی گواہی دی ہے اُسکی گواہی باطل ہوگی یہ شرح زیادات عتابی مین ہے اور اگر زخم سر
بہ نسبت موضحہ کے کم ہو تو بدون سرایت پائی جانے کے مددگار برادری اُسکے ارش کی متحمل نہوگی جیسے سمحاق وغیرہ ہوتا ہے
پس اگر ولی نے دعوی کیا کہ وہ اس زخم سے مرگیا ہے اور میرے واسطے مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور دو
گواہ لایا جنمین سے ایک نے ویسے ہی گواہی دی جیسا مدعی دعوے کرتا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس سے
اچھا ہوگیا ہے تو زخم سر ثابت ہونے کے واسطے گواہی مقبول ہوگی اور جنایت کنندہ کے مال سے ارش دینے کا حکم دیا
جائیگا اسیطرح اگر میت کسی شخص کا غلام ہو اور اُسکے مولے نے دعوے کیا کہ جنایت کنندہ نے اُسکے سر مین عمداً زخم لگایا
اور وہ اس زخم سے مرگیا ہے اور میرا اُسپر قصاص واجب ہوا ہے اور دو گواہ لایا جنمین سے ایک نے ایسی گواہی دی جیسا مدعی
دعوے کرتا ہے اور اگر دوسرے نے گواہی دی کہ وہ اس زخم سے اچھا ہوگیا ہے تو قاضی اس زخم سر کے ارش کو جنایت کرنے
والے کے مال سے ادا کرنے کا حکم دیگا یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے دو بیٹے چھوڑے پس ایک بیٹے
نے ایک شخص پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے اُس شخص پر اور ایک دوسرے
شخص پر گواہ پیش کیے کہ ہمارے باپ کو ان دونون نے عمداً قتل کیا ہے تو قصاص نہوگا اور پہلے مدعی نے جسپر گواہ قائم
کیے ہین اُس سے نصف دیت پاویگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمد رح نے زیادات مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور
اُسنے دو بیٹے چھوڑے جنمین سے ایک نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے
بیٹے نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو خطا سے قتل کیا ہے تو دونون مین سے کسی پر قصاص کا حکم
نہوگا اور قاتل عمد کے مدعی کے واسطے جسپر اُسنے گواہ قائم کیے ہین اُس مدعا علیہ کے مال سے آدھی دیت تین
سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا اور جو شخص قتل خطا کا مدعی ہے اُسکے واسطے اُسکے مدعا علیہ کی مددگار برادری پر
آدھی دیت تین سال مین ادا کرنے کا حکم ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص مرا اور اُسنے دو بیٹے اور ایک موصی لہ
چھوڑا پھر ایک بیٹے نے دعوی کیا کہ زید نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور اُسپر گواہ قائم کیے اور دوسرے نے

فروع وہ گواہ کہلاتے ہین جو اصلی گواہون کی

نے اجنبی زید پر یا دوسرے شخص پر دعوے کیا کہ اسنے خطا سے میرے باپ کو قتل کیا ہے اور اسپر گواہ قائم کیے پس اگر موصی لہ
نے مدعی خطا کی تصدیق کی تو مدعی خطا اور موصی لہ کے نام دو تہائی دیت کا قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں
ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا اور قتل عمد کے مدعی کے نام مال قاتل سے تہائی دیت تین سال میں ادا کرنے کا حکم دیا جائیگا
اور اگر موصی لہ نے مدعی عمد کی تصدیق کی ہو تو مدعی خطا کے نام قاتل کی مددگار برادری پر تہائی دیت تین سال میں
ادا کرنے کا حکم ہوگا اور نصف کی تہائی موصی لہ کے نام اور نصف کی دو تہائی دیت کا مدعی عمد کے نام مال قاتل سے ادا
کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر موصی لہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو اسکو کچھ نہ ملیگا اسی طرح اگر دونوں کی تصدیق کی تو
بھی یہی حکم ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ مجھے نہیں معلوم ہے کہ عمداً قتل کیا گیا ہے یا خطا سے تو اسکا حق باطل نہوگا حتی کہ اگر اسنے کسی ایک میں
کی تصدیق کی تو اسکے نام بھی ڈگری ہوگی جس طرح کہ ہمنے ذکر کیا ہے اور اگر سوائے موصی لہ کے تیسرا بیٹا ہو تو بھی یہی حکم ہے جو ہمنے ذکر کیا
ہے سب صورتوں میں وہی حکم ہوگا سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہے کہ تیسرے بیٹے نے اگر مدعی عمد کے قول کی تصدیق
کی تو دونوں کے نام دو تہائی دیت کا حکم ہوگا اور موصی لہ کی صورت میں دونوں کے نام نصف دیت کا حکم دیا گیا تھا پھر
جس صورت میں ایک کے واسطے مددگار برادری پر اور دوسرے کے واسطے مال قاتل سے ادا کرنے کا حکم ہوا ہے اگر ایک
کا حق وصول ہو جاوے اور دوسرے کا ڈوب جاوے تو جسکا ڈوب گیا ہے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ جسکا حق وصول ہوا ہے
اسمیں شریک ہو جاوے یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ ایک شخص مر گیا ہے اسکے دو بیٹے ہیں انمیں سے بڑے نے
چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا
ہے تو بڑے کے نام چھوٹے پر نصف دیت کی اور چھوٹے کے نام اجنبی پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے
نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قتل خطا کا دعوے ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر دیت کا اور اگر
عمداً قتل کا دعوی ہو تو بڑے کے واسطے چھوٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اور اگر ہر ایک بیٹے نے دوسرے پر گواہ قائم کیے
تو ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور دونوں مساوی ہیں مقتول کی میراث دونوں بیٹوں کو
ملیگی یہ کافی میں ہے۔ اگر تین بیٹے ہوں اور فرض کرو کہ ان تینوں کے نام عبداللہ و زید و عمرو ہیں پس عبداللہ نے زید
پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور عمرو نے عبداللہ پر
گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا تو سب کے گواہ بالاجماع قبول ہونگے اور بالاجماع کسی پر قصاص واجب نہوگا
پھر امام اعظم رح کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر اسکے مال سے تہائی دیت کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا ہو
اگر قتل خطا ہو تو اسکی مددگار برادری پر تہائی دیت کا حکم ہوگا۔ اور میت کی میراث ان سب میں تین تہائی تقسیم ہوگی اور
امام ابو یوسف رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ہر ایک کے واسطے اسکے مدعا علیہ پر نصف دیت کا حکم ہوگا
اور میت کی میراث صاحبین رحمہ اللہ کے قول پر بھی ان سب میں تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر عبداللہ نے زید و
عمرو دونوں پر گواہ قائم کیے کہ ان دونوں نے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہے اور زید و عمرو نے عبداللہ پر گواہ
قائم کیے کہ اسنے باپ کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہے تو صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں فریق کی گواہیاں ساقط کر دی
جاوینگی اور میراث ان سب میں تین تہائی رہیگی۔ اور بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ کے عبداللہ کے واسطے زید و عمرو
پر بصورت قتل عمد کے ان دونوں کے مال سے نصف دیت کی اور بصورت دعوے خطا کے دونوں کی مددگار

برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور زید و عمرو کے واسطے عبداللہ پر درصورت قتل عمد کے اُسکے مال سے نصف
دیت کی اور درصورت قتل خطا کے اُسکی مددگار برادری پر نصف دیت کی ڈگری ہوگی اور جسقدر میراث ہے وہ نصف
عبداللہ کو اور نصف زید و عمرو کو ملیگی۔ اور اگر عمرو نے زید پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور زید نے عمرو پر
گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہے اور ان دونون مین سے کسی نے عبداللہ پر کچھ گواہ پیش نکیے تو عبداللہ سے کہا
جائیگا کہ تو اس مقدمہ مین کیا کہتا ہے پس اس مسئلہ مین تین صورتین ہین یا تو عبداللہ ان دونون مین سے کسی خاص شخص
قتل کا دعوے کریگا یا دونون مین سے کسی پر دعوے نکریگا یا دونون پر دعوے کریگا کہ ان دونون نے باپ کو قتل کیا
ہے پس اگر خاص ایک پر قتل کا دعوے کیا اور فرض کرو کہ عمرو پر دعوے کیا تو امام اعظم رح کے قول پر عمرو پر تین چوتھائی
دیت کی ڈگری ہوگی اور یہ مال زید و عبداللہ کے درمیان نصفا نصف ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو عمرو کے مال سے اور اگر
خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری سے دیجائیگی اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کی ڈگری ہوگی پس اگر قتل عمد ہو
تو زید کے مال سے اور اگر خطا ہو تو اُسکی مددگار برادری سے دلائی جائیگی۔ اور میراث مین سے نصف عبداللہ کو اور
نصف زید و عمرو کو ملیگی پھر جو زید کے واسطے واجب ہوا ہے وہ اُس مال مین جو عبداللہ کے واسطے واجب ہوا ہے
ملایا جائیگا اور دونون مین تقسیم کیا جائیگا اور امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر عبداللہ کے واسطے عمرو پر
قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہو اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور یہ مال زید و عبداللہ
کے درمیان مساوی تقسیم ہوگا اور میراث بھی ان دونون کے درمیان مساوی تقسیم ہوگی۔ اور اگر عبداللہ نے
ان دونون مین سے کسی پر قتل کا دعوے نکیا مثلاً کہا کہ ان دونون مین سے کسی نے قتل نہین کیا ہے تو بنا بر قول امام
اعظم رح کے زید کے واسطے عمرو پر چوتھائی دیت کا اور عمرو کے واسطے زید پر چوتھائی دیت کا حکم دیا جائیگا پس اگر
قتل عمد ہو تو ہر ایک کے مال سے ہوگا اور اگر قتل خطا ہو تو ہر ایک کی مددگار برادری پر ہوگا اور دیت مین سے عبداللہ کو
کچھ نہ ملیگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک ایسی صورت مین
کچھ حکم نہ دیا جائیگا نہ دیت کا اور نہ قصاص کا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور اگر عبداللہ نے ان دونون پر
قتل کا دعوے کیا کہ تم دونون نے باپ کو قتل کیا ہے تو بنا بر قول امام اعظم رح کے عبداللہ کے واسطے کچھ دیت کا حکم نہوگا اور
ان دونون مین سے ہر ایک کے واسطے دوسرے پر چوتھائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث مین سے نصف عبداللہ کو اور نصف
زید و عمرو کو ملیگی اور صاحبین رح کے قول پر زید و عمرو کی گواہیان ساقط کر دیجاوینگی اور عبداللہ کے گواہ نہین ہین پس سکے
نام کچھ حکم دیت کا نہوگا اور میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر بیٹا و بھائی چھوڑا اور ہر ایک نے دوسرے
پر دعویٰ کیا تو بھائی کے گواہ لغو ہونگے اور اُسپر ڈگری کیجائیگی اور اگر یہان دو بیٹے ہون اور ہر ایک نے دوسرے پر گواہ قائم کیے
اور بھائی نے کسی ایک کی تصدیق کی تو اُسپر التفات نہ کیا جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ہر ایک بیٹے کے دوسرے پر قاتل ہونے
کے گواہ قائم کرنے کے بعد بھائی نے گواہ دیے کہ ان دونون نے قتل کیا ہے تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک
بھائی کے گواہ قبول ہونگے اور میراث اُسی کو ملیگی پس اگر قتل عمد ہو تو دونون بیٹے قتل کیے جاوینگے اور اگر قتل خطا ہو تو
اُنکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اس مسئلہ مین امام اعظم رح کا قول ذکر نہین کیا اور اُنکے قول کے بنا پر چاہیے
کہ بھائی کے گواہ قبول نہون اور میراث دونون بیٹون مین مشترک ہو اور ہر ایک کے واسطے دوسرے پر نصف دیت

واجب ہوا اور اگر اُسنے تین بیٹے چھوڑے جنمین سے دو بیٹون نے تیسرے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل کیا ہی
اور تیسرے نے کسی اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی تو امام ابو یوسف و امام محمد رہ کے نزدیک تو
دونون بیٹون کے گواہ قبول ہونگے اور تیسرے بیٹے پر قصاص کا حکم ہوگا اگر قتل عمد ہوا اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار
برادری پر دیت کا حکم ہوگا اور تیسرے بیٹے کو میراث مین سے کچھ نہ ملیگا اور تمام میراث دونون بیٹون مین جو مدعی
تھے تقسیم ہوگی اور امام اعظم رہ کے نزدیک دونون بیٹون کے گواہون کو تیسرے بیٹے کے گواہون پر ترجیح نہوگی پس
دونون سگے واسطے تیسرے پر دو تہائی دیت کا حکم ہوگا پس اگر قتل عمد ہو تو اُسکے مال اور اگر قتل خطا ہو تو اُسکی مددگار
برادری سے وصول کیجائیگی اور تیسرے کے واسطے اجنبی پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور میراث ان تینون مین تین تہائی ہوگی
اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اُسنے تین بیٹے چھوڑے پس بڑے بیٹے نے درمیانی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے باپ کو قتل
کیا ہی اور درمیانی نے چھوٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے میرے باپ کو قتل کیا ہی اور چھوٹے نے ایک اجنبی پر گواہ قائم کیے کہ اسنے
میرے باپ کو قتل کیا ہی تو امام اعظم رہ کے نزدیک ہر ایک مدعی کے واسطے اُسکے مدعا علیہ پر تہائی دیت کا حکم ہوگا اور
میراث ان سب مین تین تہائی ہوگی اور بنا بر قول صاحبین رہ کے بڑے بیٹے کیواسطے درمیانی پر نصف دیت کا اور
درمیانی کے واسطے چھوٹے پر نصف دیت کا حکم ہوگا اور چھوٹے کے واسطے اجنبی پر کچھ حکم نہوگا اور میراث بڑے اور درمیانی
کے واسطے نصفا نصف ہوگی اور چھوٹے کو محروم کیا جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اگر دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا کہ مین نے
فلان شخص کو قتل کیا ہی اور ولی مقتول دعوی کرتا ہی کہ تم دونون نے اُسکو قتل کیا ہی تو اسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو
قصاص مین قتل کرے اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اسنے مقتول کو قتل کیا ہی اور دوسرے گواہون نے ایک شخص دیگر پر
مقتول کے قتل کرنیکی گواہی دی اور ولی نے دعوے کیا کہ تم سب نے اُسکو قتل کیا ہی تو یہ سب باطل ہو گیا یہ ہدایہ مین
ہی۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف سے مروی ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی پس اُسنے
تصدیق کرکے اُسکو قتل کیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے کہا کہ مین نے اُسکو عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہی کہ اسکو بھی قصاصاً قتل
کرے اور اگر ایسا ہو کہ اول کے اقرار کے وقت ولی نے کہا ہو کہ تو نے تنہا اُسکو قتل کیا ہی پھر اسکو قصاص مین مار ڈالا
پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے کہا کہ بلکہ مین نے اُسکو تنہا قتل کیا ہی تو اُسپر اُس شخص کی جسکو اُسنے قتل کیا ہی دیت واجب ہوگی
اور دوسرے پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص نے زید کو خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اور زید کے
ولی نے عمداً قتل کا دعوی کیا تو ولی کو استحساناً قاتل کے مال سے دیت دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر قاتل نے قتل عمد کا
اقرار کیا اور ولی مقتول نے خطا سے قتل کرنے کا دعوی کیا تو وارثان مقتول کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہی
پھر اسکے بعد اگر ولی نے قاتل کی تصدیق کی اور کہا کہ تو نے اُسکو عمداً قتل کیا ہی تو قاتل پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین
ہی ایک شخص نے دو آدمیون پر دعوے کیا کہ ان دونون نے میرے مورث کو عمداً دھاردار آلہ سے قتل کیا ہی پھر
ایک نے اُسکے عمداً قتل کرڈالنے کا اقرار کیا اور دوسرے پر دو گواہون نے تنہا عمداً قتل کرنے کی گواہی دی گواہی
قبول نہوگی اور ولی کو اختیار رہیگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر قتل خطا ہو تو مقر پر نصف دیت واجب ہوگی اور
جسپر گواہون نے گواہی دی ہی اُسپر کچھ نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اگر دو مدعا علیہ مین سے ایک نے اقرار کیا
کہ مین نے اُسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی اور دوسرے نے قتل سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ نہین ہین تو مدعی کو مقر

کے قتل کا اختیار ہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر دو شخصون پر قتل عمد کا دعوی کیا اور ایک نے عمداً قتل کرنے کا اور دوسرے
نے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا تو دونون پر دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ امام محمدؒ نے زیادات مین فرمایا
کہ ایک شخص نے دو شخصون پر دعوی کیا کہ ان دونون نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور میرا ان دونون پر قصاص
چاہیے ہی پس دونون مین سے ایک نے کہا کہ تو نے سچ دعوی کیا ہی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اسکو خطاءً لاٹھی
سے مارا ہی تو ولی مقتول کے واسطے دونون پر دونون کے مال سے تین سال مین دیت کا حکم ہوگا۔ اور یہ جو اس مقام
پر مذکور ہی یہ استحسان ہی۔ اور اگر اس صورت مین ولی نے خطا کا دعوے کیا اور مدعا علیہ نے قتل عمد کا اقرار کیا تو کچھ دیت وغیرہ
کا حکم نہ دیا جائیگا اور اگر ولی نے اس صورت مین قتل خطا کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے دعوے کے موافق قتل خطا
کا اقرار کیا تو دیت واجب ہوگی اور اگر ولی نے دونون پر اس صورت مین خطا سے قتل کرنے کا دعوے کیا اور ایک مدعا علیہ
نے قتل عمد کا اور دوسرے نے قتل خطا کا اقرار کیا تو یہ صورت اور جس صورت مین دونون نے قتل خطا کا اقرار کیا ہی
دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر دونون پر قتل عمد کا دعوی کیا پس ایک نے کہا کہ ہم نے اسکو عمداً قتل کیا ہی اور
دوسرے نے بالکل قتل کرنے سے انکار کیا تو اقرار کرنے والا قصاصاً قتل کیا جائیگا اور اگر اس صورت مین مدعی
قتل خطا کا دعوے کرتا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ
مین نے اور فلان شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہی اور فلان شخص نے کہا کہ ہمنے اسکو خطا سے قتل کیا ہی اور
ولی نے مقر قتل عمد سے کہا کہ تو نے اسکو تنہا عمداً قتل کیا ہی تو ولی کو اختیار ہوگا کہ مقر کو قصاصاً قتل کرے اور اگر ولی نے
اس صورت مین خطا سے قتل کا دعوی کیا ہو تو کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے
عمداً اسکا ہاتھ کاٹا اور فلان شخص نے عمداً اسکا پاؤن کاٹا پس اس صدمہ سے وہ مرگیا اور ولی نے کہا کہ نہین بلکہ
تو نے ہی عمداً اسکا ہاتھ و پاؤن کاٹا ہی اور دوسرے نے شرکت سے انکار کیا تو مقر کو ولی قتل کرسکتا ہی اور اگر ولی
نے کہا کہ نہین بلکہ تو نے عمداً اسکا ہاتھ کاٹا ہی اور مین نہین جانتا ہون کہ اسکا پاؤن کس نے کاٹا ہی تو مقر قتل نکیا جائیگا
لیکن اگر ابہام زائل ہو جاوے مثلاً اسنے کہا کہ مجھے یاد آگیا کہ فلان شخص نے عمداً اسکا پاؤن کاٹا ہی تو اسکو مقر کے
قتل کر دینے کا اختیار ہوگا اور یہ عذر ہوگا حتے کہ اگر مبہم کر دینے کے وقت قاضی نے اسکے حق باطل ہونے کا حکم
دیدیا پھر اسنے یاد کر کے بیان کیا تو اسکا حق عود نکریگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہی۔ ایک شخص مقتول کے
دونون ہاتھ کٹے ہوئے ہین اسکے وارث نے دعوی کیا کہ فلان شخص نے اسکا دایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور فلان
شخص نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور دونون کے زخم سے وہ مرگیا ہی پس جس پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوے ہی
اسنے کہا کہ مین نے عمداً اسکا بایان ہاتھ کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مرگیا ہی اور دوسرے نے اسکے قطع
کرنے سے انکار کیا تو مدعی کو مقر کے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے اسکا بایان
ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور مجھے دریافت نہین ہی کہ اسکا دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ وہ بھی عمداً کاٹا گیا ہی
اور مقتول ان دونون زخمون سے مرگیا ہی اور جس مدعا علیہ پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوے ہی اسنے کہا کہ مین
نے اسکا بایان ہاتھ عمداً کاٹا ہی اور وہ اسی زخم سے خاصۃً مرگیا تو مقر پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ولی نے کہا کہ فلان شخص نے
اسکا بایان ہاتھ عمداً اور فلان شخص نے دایان ہاتھ عمداً کاٹ ڈالا ہی اور جس پر بائین ہاتھ کاٹنے کا دعوی ہی اسنے کہا

کہ مین نے عمداً اُسکے بائین ہاتھ کو کاٹا ہی اور مین یہ نہین جانتا ہون کہ دایان ہاتھ کسنے کاٹا ہی لیکن یہ جانتا ہون کہ دایان بھی عمداً کاٹا گیا ہی اور وہ انہی سے مرگیا ہی تو مقر پر قصاص نہو گا اور استحساناً اُسپر نصف دیت واجب ہوگی اور قیاساً اُسپر کچھ دیت بھی لازم نہونی چاہیے یہ محیط مین ہی۔

چھٹا باب صلح وعفو و اِنہین اداے شہادت کے بیان مین۔ باپ کو اختیار ہی کہ اپنے بیٹے کی جان تلف ہونے سے کم جنایت مین صلح کرلے اور جان تلف ہونے سے صلح کرنے مین روایات مختلف ہین یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر قاتل و اولیاء مقتول نے کسی قدر مال پر باہم صلح کرلی تو قصاص ساقط ہوجائیگا اور مال واجب ہوگا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور اگر اُنھون نے میعاد سے ادا کرنے یا فی الحال ادا کرنے کا کچھ ذکر نکیا تو وہ مال فی الحال واجب الادا ہوگا یہ ہدایہ مین ہی اور اگر قتل خطا ہو اور کہا کہ مین نے تجھسے ہزار دینار یا دس ہزار درم پر صلح کی اور اُسکے ادا کے واسطے کوئی میعاد مقرر نکی پس اگر ایسی صلح قبل حکم قاضی کے اور قبل اِسکے کہ دونون باہم کسی نوع دیت پر راضی ہون واقع ہوئی ہو تو یہ مال موجل یعنے میعادی ہوگا یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر قاتل ایک آزاد اور ایک غلام ہو اور آزاد نے اور غلام کے مولے نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اِن دونون پر جو خون ہی اُس سے ہزار درم پر صلح کرلے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ ہزار درم مولاے غلام و آزاد پر نصفا نصف ہونگے یہ ہدایہ مین ہی۔ سمجھ واضح ہو کہ قتل خطا کی صورت مین جب صلح واقع ہوئی پس اگر کسی نوع دیت کا حکم ہونے یا کسی نوع دیت پر دونون کی باہمی رضامندی ہونے کے بعد صلح ہوئی پس اگر اُسی نوع دیت پر صلح ہوئی جسکا قاضی نے حکم دیا یا جسپر دونون باہم راضی ہوچکے یا صلح مقدار دیت سے زائد پر واقع ہوئی تو جائز نہین ہی۔ اور اگر جسقدر قاضی نے حکم دیا ہی اُس سے کم مقدار پر صلح واقع ہوئی تو جائز ہی خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو اور جس نوع کا حکم قاضی نے دیا ہی اگر اُسکے خلاف جنس پر صلح واقع ہوئی حالانکہ جسقدر کا حکم قاضی نے دیا ہی اُس سے زیادہ پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہی لیکن اگر قاضی نے دراہم کا حکم دیا ہو اور باہم دیناروں پر صلح کرلی تو صلح جبھی جائز ہوگی جب ہاتھون ہاتھ نقد ہو اور اگر گھوڑے یا گدھے یا غلام پر صلح کرلی پس اگر وہ غیر معین ہو تو نہین جائز ہی اور اگر معین ہو تو جائز ہی اگرچہ مجلس صلح مین اُسپر قبضہ نہووے اور جسقدر کا حکم ہوا ہی اگر اُس سے کم پر صلح کی پس حکم قضا و مال صلح مین کوئی درم و کوئی دینار ہو تو جب تک نقد ہاتھون ہاتھ نہ دے تب تک صلح جائز نہوگی اور اگر وہ مال جسکا حکم ہوا ہی وہ دراہم ہون اور جسپر صلح ٹھہری ہی وہ عروض ہون پس اگر اُدھار ہو تو نہین جائز ہی اور اگر معین ہو تو جائز ہی خواہ اُسی مجلس مین قبضہ ہوجاوے یا نہو یہ سب جو ہم نے ذکر کیا ہی اُس وقت ہی کہ جب دونون نے بعد حکم قاضی و باہمی رضامندی کے صلح کی ہو اور اگر حکم قضاء و باہمی رضا سے پہلے دونون نے صلح ٹھہرائی پس اگر ایسے مال پر صلح ٹھہرائی جو دیت مین مفروض کیا گیا ہی پس اگر وہ مال مقدار دیت سے زائد ہو تو صلح جائز نہین ہی اگرچہ ہاتھون ہاتھ دیا جاوے اور اگر دس ہزار درم یا ہزار دینار یا سو اونٹ سے کم پر صلح واقع ہوئی تو یہ جائز ہی خواہ نقد ہو یا اُدھار ہو۔ اور اگر کسی دوسری جنس پر جو دیت مین مفروض نہین ہی صلح واقع ہوئی پس اگر غیر معین اُدھار ہو تو نہین جائز ہی اور اگر معین ہو تو جائز ہی یہ محیط مین ہی ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اُسکے دو ولی ہین پس دونون مین سے ایک نے قاتل سے پچاس ہزار درم پر پورے خون سے صلح کی تو بقدر اُسکے حصہ کے پچیس ہزار درم پر صلح جائز ہوگی اور دوسرے کو نصف دیت ملیگی تو پانچ ہزار درم ملینگے اور امام اعظم رحسے روایت ہی کہ دیت سے زیادہ مال پر صلح کرنا باطل ہی اور ہر ایک کے واسطے نصف دیت کے پانچ ہزار

درم واجب ہونگے۔ مگر مشہور روایت وہی ہے جو ہمنے پہلے ذکر کی ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور وارثان مقتول مین سے مرد یا
عورت یا مان یا دادی یا نانی وغیرہ یا انکے سوائے عورتون مین سے جسنے قصاص معاف کردیا یا مقتول عورت ہے اور
اسکے شوہر نے قصاص معاف کردیا تو پھر قصاص کی کوئی راہ نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر شریکون مین سے کسی وارث
نے اپنے حصے سے کسی قدر مال پر صلح کرلی یا عفو کردیا تو قصاص سے باقیون کا حق ساقط ہوگیا مگر انکو دیت مین سے انکا حصہ ملیگا
اور عفو کرنے والے کے واسطے کچھ مال واجب نہوگا اور اگر حق قصاص دو شخصون مین مشترک ہوا اور ایک نے قاتل کو عفو
کردیا تو دوسرے کو تین سال مین مال قاتل سے نصف دیت ملیگی یہ کافی مین ہے اور اگر دو وارثون مین سے ایک نے عفو
کیا اور دوسرے کو معلوم ہوا کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے مگر اُسنے قتل کیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور قاتل کے مال سے اسکو
نصف دیت ملیگی اور اگر حرام ہونے سے آگاہ نہوا تو اُسکے مال سے اسپر دیت واجب ہوگی خواہ عفو سے واقف ہوا ہو یا نہوا ہو یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو عمداً قتل کیا اور دونون کا ولی ایک شخص ہے پس اُسنے ایک کا قصاص معاف
کردیا تو اسکو دوسرے کے عوض قاتل کو قتل کرنے کا اختیار رہیگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ ولیکن محیط سرخسی مین لکھا ہے کہ دو
قاتلون مین سے اگر ایک کو ولی نے عفو کیا تو دوسرے کو قتل کرسکتا ہے انتہی قال المترجم وہو الظاہر۔ اور اگر ایک
شخص نے دو آدمیون کو قتل کیا اور ہر ایک کا ایک ولی ہے پس ایک ولی نے اسکو معاف کیا تو دوسرے ولی کو اختیار ہوگا
کہ اسکو قصاصاً قتل کرے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر مجروح کے مرجانے سے پہلے ولی نے قاتل کو عفو کیا تو استحساناً جائز ہے اور
قیاساً وہ قتل کیا جائیگا اور اگر ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو معاف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے ہاتھ کی دیت
کا ضامن ہوگا اور صاحبین اس مین خلاف کرتے ہین یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور ولی کے واسطے قاتل سے
قصاص لینے کا حکم دیا گیا پھر ولی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کرے پھر ایک شخص نے ولی سے درخواست
کی کہ قاتل کو عفو کردے پس اُسنے عفو کیا پھر مامور نے قاتل کو قتل کردیا اور اسکو عفو کرنے کا حال معلوم نہوا تو فرمایا کہ مامور
پر دیت واجب ہوگی اور وہ مال دیت کو حکم دہندہ سے واپس لیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر نابالغ کا خون اُسکے ولی یا
وصی نے معاف کیا تو جائز نہین ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص عمداً قتل کیا گیا اور اسکے بھائی نے گواہ قائم کیے
کہ مین اسکا وارث ہون میرے سواے کوئی اُسکا وارث نہین ہے اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا
موجود ہے تو قاضی اُسکے بھائی کے گواہون پر حکم نہ دیگا بلکہ تاخیر کریگا اور اگر قاتل نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کا ایک بیٹا ہے
وہ اسکا وارث ہوا اور اُسنے مجھسے دیت پر صلح کرکے وصول کرلی ہے یا اس امر کے گواہ دیے کہ بیٹے نے مجھے معاف کردیا
ہے تو قاتل کے گواہ قبول ہونگے پھر اگر اسکے بیٹے نے آکر صلح سے اور عفو سے انکار کیا تو قاتل کو حکم دیا جائیگا کہ بیٹے کے
روبرو گواہ دوبارہ سناوے اور فقط ان گواہون پر جو قاتل نے بمقابلہ بھائی کے پیش کیے تھے بیٹے پر حکم نہ دیگا اور
اگر مقتول کے دو بھائی ہون اور قاتل نے دونون مین سے ایک بھائی پر گواہ قائم کیے کہ جو بھائی غائب ہے اُسنے
مجھسے پانچ ہزار درم پر صلح کرلی ہے تو یہ جائز ہے پھر اگر غائب نے حاضر ہوکر صلح سے انکار کیا تو قاتل کو دوبارہ گواہ
پیش کرنے کی تکلیف نہ دیجائیگی اور جبکہ قاتل کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کا حکم نہ دیا گیا تو حاضر کو نصف دیت ملیگی اور
غائب کو کچھ نہ ملیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مقتول کے دو ولی ہون اور ایک غائب ہو پس قاتل
نے دعوے کیا کہ غائب نے مجھے خون معاف کردیا ہے اور اس دعوے پر گواہ پیش کیے تو مین اُسکے گواہون پر

غائب کی طرف سے عفو جائز رکھونگا اور جب علیہ کا حکم دیا گیا پھر غائب آیا تو اُسکے روبرو دوبارہ گواہوں کا اعادہ
نکریگا اور اگر اُسنے غائب کیطرف سے عفو کا دعویٰ کیا اگر اُسکے پاس گواہ نہ تھے اور اُسنے چاہا کہ حاضر سے قسم لے تو اُسمین
تاخیر دیجائیگی یہاں تک کہ غائب آجاوے تو اُس سے قسم لیگا پھر اگر اُسنے حاضر ہوکر عفو نکرنے پر قسم کھائی تو قاتل سے
قصاص لیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاتل نے کہا کہ غائب کے عفو کرنے کے میرے پاس گواہ ہیں وہ شہر
میں موجود ہیں تو اُسکو تین روز کی مہلت دیجائیگی اور فی الحال اُس سے قصاص نہ لیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام
نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ قاضی کو اختیار ہے کہ عفو کے دعوے میں جسقدر اُسکی رائے
میں آوے مہلت دے اور فرمایا کہ جو کتاب میں تین روز کی مہلت مذکور ہے یہ مقدار لازمی نہیں ہے پس اگر اُسنے تین
روز کے بعد کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں یا ابتدا سے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو قیاس چاہتا ہے کہ اُس سے
قصاص لے لیا جاوے اور تاخیر نہ دی جاوے لیکن استحساناً اُس سے قصاص فی الفور نہ لیا جاویگا
الا اُس صورت میں کہ قاضی کے علم میں یہ بات آوے کہ اگر اسکے پاس گواہ ہوتے تو اُنکو پیش کرتا یہ محیط میں ہے۔ دو
ولیوں میں سے ایک نے دوسرے کے حق میں گواہی دی کہ اُسنے قاتل کو عفو کر دیا ہے۔ تو یہاں پانچ صورتیں ہیں اول یہ
کہ شریک نے اُس کے قول کی تصدیق اور قاتل نے بھی تصدیق کی دوم شریک و قاتل دونوں نے تکذیب کی سوم
شریک نے تکذیب اور قاتل نے تصدیق کی چہارم شریک نے تصدیق اور قاتل نے تکذیب کی پنجم شریک و قاتل دونوں
نے سکوت کیا۔ پس ان سب صورتوں میں قصاص سے عفو ہوگا اور رہی دیت پس اگر صورت اول ہو تو مدعی کو
نصف دیت ملیگی۔ اور دوم ہو تو مدعی کو کچھ نہ ملیگا اور ساکت کو نصف دیت ملیگی اور تیسری صورت ہو تو قاتل
پوری دیت دیگا جو ان دونوں میں مشترک ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قاتل نے شاہد کے قول کی تکذیب کی
اور شریک نے تصدیق کی تو قصاص عفو ہوگا اور قیاساً قاتل پر کچھ دیت واجب نہوگی مگر استحساناً شریک شاہد کے
واسطے مال قاتل سے نصف دیت واجب ہوگی اور استحسان ہی کو ہمارے علماء ثلثہ نے اختیار کیا ہے۔ اور اگر قاتل و
مشہود علیہ نے شاہد کے قول کی نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی بلکہ دونوں خاموش رہے تو اسکا وہی حکم ہے جو دونوں
کی تکذیب کرنے کا حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے پر عفو کرنے کی شہادت دی تو
ضرور ہے کہ یا تو دونوں نے ایک ساتھ شہادت دی ہوگی یا آگے پیچھے پس اگر ساتھ ہی شہادت دی پس اگر قاتل نے
دونوں کی تکذیب کی تو دونوں کا حق باطل ہوگا اور اسی طرح اگر قاتل نے معاً دونوں کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم
ہوا اور اگر آگے پیچھے دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو پوری دیت ملیگی۔ اور اگر اُسنے دونوں میں سے ایک کی تصدیق
اور دوسرے کی تکذیب کی تو جسکی تصدیق کی ہے اُسکے واسطے نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر دونوں نے آگے پیچھے
گواہی دی پس اگر قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو پچھلے دفعہ گواہی دینے والے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ
نہ ملیگا اسی طرح اگر اسنے ساتھ ہی دونوں کی تصدیق کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور دوم کو نصف دیت ملیگی۔ اور اگر آگے پیچھے
دونوں کی تصدیق کی تو اُسپر دونوں کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ایک کی تصدیق کی پس اگر
اول کی تصدیق اور دوم کی تکذیب کی تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر اول کی تکذیب اور دوسرے
کی تصدیق کی تو دوسرے کو نصف دیت ملیگی اور اول کو کچھ نہیں ملیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر خون ہیں تین

آدمیون کا اتفاق ہو پھر دو آدمیون نے ان شریکون مین سے تیسرے شریک پر گواہی دی کہ اُسنے عفو کیا ہو تو تین
چار صورتین ہین اول آنکہ قاتل اور مشہود علیہ دونون آدمی ان دونون شاہدون کی تصدیق کرین اوراس صورت مین
مشہود علیہ کا حصہ باطل ہو جائیگا اور شاہدین کا حق قصاص منقلب ہوکر مال ہو جائیگا اور اگر دونون نے دونون کی تکذیب
کی تو دونون شاہدین (یعنی گواہون ۱۲) کو کچھ نہ ملیگا اور مشہود علیہ کا حق مال کیطرف منقلب ہو جائیگا اور اگر دونون شاہدین کی فقط
مشہود علیہ نے تصدیق کی تو قاتل تہائی دیت یعنے حصہ مشہود علیہ کا ضامن ہوگا اور یہ مال دونون شاہدین کو ملیگا۔
اور اگر فقط قاتل نے دونون کی تصدیق کی تو قاتل پوری دیت کا ضامن ہوگا جو ان سب مین مشترک ہوگی محیط
مین ہے اگر وارثون مین سے دو وارثون نے بعض وارثون پر قتل خطا کی صورت مین گواہی دی کہ ان بعض نے اپنا
حصہ دیت عفو کر دیا ہے تو گواہی جائز ہوگی بشرطیکہ ہر دو شاہدین نے اپنا حصہ دیت وصول نہ پایا ہو وے یہ محیط سرخسی
مین ہے ایک قوم نے مجتمع ہوکر ایک کنٹے کو تیر مارنے شروع کیے پس ایک تیر خطا کر کے ایک نابالغ جاریہ کے لگا
یعنے چھوٹی لڑکی کے لگا اور وہ مر گئی اور ایک قوم نے گواہی دی کہ یہ فلان شخص کا تیر تھا اور یہ گواہی نہ دی کہ اسکو
فلان شخص نے مارا ہے پھر لڑکی مذکورہ کے باپ نے تیر والے سے ایک بلغ انگور پر صلح کی پھر صاحب صلح نے صلح کرنے
والے سے مطالبہ کیا پس اگر معلوم ہو کہ صلح کرنے والا ہی زخمی کرنے والا ہے اور لڑکی اسی زخم سے مری ہے تو صلح جائز ہوگی
اور اگر اس مقدمہ مین سوائے تیر کی شناخت کے اور کچھ معلوم نہو تو صلح باطل ہوگی۔ اور اگر یون دریافت ہو کہ تیر والے
نے تیر مارا اور لڑکی کے باپ نے لپک کر اس لڑکی کو تھپڑ مار کر بیٹھا یا اور وہ گر کر مر گئی اور یہ دریافت نہین ہوتا ہے کہ تیر
سے مری ہے یا تھپڑ سے پس اگر باپ نے باقی وارثون کی اجازت سے صلح کی ہو تو جائز ہے اور بدل الصلح باقی وارثون
کو ملیگا باپ کو نہین ملیگا اور اگر بدون انکی اجازت کے صلح کی تو باطل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ عفو مین ضرور ہے کہ یا جنایت عمد
مین معاف کیا یا جنایت خطا مین عفو کیا اور ہر ایک صورت ان احوال سے خالی نہین کہ یا تو جنایت سے ہوگا یا زخم
سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے یا ہاتھ وغیرہ کاٹنے سے اور جو اس سے نتیجہ پیدا ہوتا ہے یا فقط ہاتھ وغیرہ کا
سے یا فقط زخم سے عفو کیا ہو اور اگر جنایت عمداً ہو پھر قاطع سے مقطوع نے کہا کہ مین نے تجھے جنایت سے یا قطع سے
اور جو اس سے پیدا ہوتا ہے یا زخم سے اور جو اس سے پیدا ہوتا ہے عفو کیا تو وہ قطع سے اور جو اسکی سرایت سے پیدا ہوتا ہے
بری ہو جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے تجھے قطع سے یا زخم سے معاف کیا تو سرایت سے یعنی جو نتیجہ اس سے پیدا ہو مثلاً زخم سر کی وجہ سے
دائم المرض ہو کر مر جاوے تو اس نتیجہ سے بری نہوگا حتے کہ اگر مجروح مر جاوے تو قیاساً قصاص واجب ہوگا اور
امام اعظم رح کے نزدیک استحساناً دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک وہ سرایت سے بھی بری ہو جائیگا اور
اگر جنایت خطا ہو اور اسنے قطع یا زخم سے عفو کیا پھر اُسکا اثر ساری ہو گیا اور وہ مر گیا تو یہان بھی ایسا ہی اختلاف
ہے۔ اور اگر جنایت سے یا قطع سے اور جو اثر اُس سے پیدا ہو اُس سے عفو کیا تو مثل عمداً جنایت کرنے کی صورت کے
ان سب مین عفو صحیح ہے لیکن عمداً کی صورت مین پورے مال سے دیت کا اعتبار ہوگا اور خطا کی صورت مین تہائی
سے اعتبار ہوگا اور وہ مددگار برادری کو وصیت ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ
ڈالا اور اس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اسی پر نکاح کیا پس اگر عمداً قطع کیا ہوا اور مرد نے اسی پر اُس سے نکاح کیا پس
اگر وہ مرد اس زخم سے اچھا ہو گیا (جتنے کہ اسکا ارش اس عورت پر واجب ہوا) تو مہر کا تسمیہ صحیح ہو جائیگا اور بالاجماع

اسکا ارش اُس عورت کا مہر ہو جائیگا۔ پھر اگر دخول کے بعد اُس عورت کو طلاق دی یا مرد اُسکو چھوڑ کر مر گیا تو پورا ارش
عورت کو مسلم رہیگا اور اگر دخول سے پہلے اسکو طلاق دی تو دو ہزار پانچ سو درم عورت مذکورہ کو مسلم رہینگے اور باقی
دو ہزار پانچ سو درم شوہر کو واپس کریگی اور اگر مرد مذکور اس زخم سے مر گیا تو بالاجماع تسمیہ باطل ہوا اور عورت مذکورہ
کو مہر مثل ملیگا پس اگر دخول سے پہلے اُسکو طلاق دی تو عورت مذکورہ کے واسطے متعہ واجب ہوگا پھر امام اعظم رح کے
نزدیک قیاساً عورت مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور استحساناً قصاص نہوگا بلکہ فقط عورت کے مال سے عورت
پر دیت واجب ہوگی اور اگر عورت مذکورہ سے جنایت پر یا قطع اور اُسکے اثر سے جو پیدا ہو اسپر نکاح کیا پس اگر
اس زخم سے وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش عورت مذکورہ کا مہر ہو جائیگا یہ بالاجماع ہے۔ اور وہ اسکے سپرد
رہیگا اگرچہ مال ارش بہ نسبت اُسکے مہر مثل کے زائد ہو اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو تسمیہ باطل ہو گیا اور عورت
مذکورہ کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا اور قصاص مفت بے عوض ساقط ہو گیا اور اگر جنایت بخطا ہو اور مرنے
اس سے قطع پر نکاح کیا ہو پس اگر اس زخم سے اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہو گیا اور اگر اُسنے عورت مذکورہ
کے ساتھ دخول کر کے طلاق دی یا مر گیا تو عورت مذکورہ کو پورا ارش سپرد رہیگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور
اگر دخول سے پہلے طلاق دی تو عورت کو اہین سے نصف دیا جائیگا یعنے دو ہزار پانچ سو درم اور باقی دو ہزار
پانچ سو درم اُسکی مددگار برادری اُسکے شوہر کو ادا کریگی اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تسمیہ
باطل ہوگا اور اُسکو مہر مثل ملیگا اور عورت کی مددگار برادری پر شوہر کی دیت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک
تسمیہ صحیح ہوگا اور شوہر کی دیت اُسکا مہر ہوگا۔ اور اگر جنایت بخطا پر یا قطع بخطا پر اور جو اس سے پیدا ہووے نکاح
کیا پس اگر وہ اچھا ہو گیا تو اُسکے ہاتھ کا ارش اسکا مہر ہو گیا اور اُسکی مددگار برادری کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا
اور اگر وہ اس زخم سے مر گیا تو اُسکی دیت اُسکا مہر ہوگا اور عاقلہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگی پھر اُسکے مہر مثل اور مقدار
دیت پر لحاظ کیا جائیگا پس اگر دونوں مساوی ہوں تو بلاشک پوری دیت اُسکے سپرد رہیگی خواہ قطع کرنے کے
بعد ایسے حال میں نکاح کیا ہو کہ جب وہ چلتا پھرتا تھا یا ایسے حال میں کہ جب وہ چارپائی پر پڑ گیا تھا۔ اور اگر اُسکا مہر
المثل دیت سے کم ہو پس اگر ایسی حالت میں نکاح کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا تو بھی سب دیت اُسکو ملیگی۔ اگرچہ اُسکے مہر مثل سے
زائد دینے میں تبرع پایا گیا ہے اور اگر ایسی حالت میں نکاح کیا کہ جب وہ چارپائی پر پڑ چکا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر مہر مثل سے
زائد پوری دیت تک اسقدر ہو کہ شوہر کے مال کی تہائی سے نکلتا ہو تو عورت کی مددگار برادری دیت سے بری ہوگی اور
یہ مقدار مہر المثل سے زائد ہو وہ اُسکی مددگار برادری کے حق میں وصیت قرار دیجائیگی اور اگر اسقدر کثیر ہو کہ یہ مہر المثل سے
زائد مقدار شوہر کے مال کی تہائی سے زائد ہو تو جسقدر تہائی مال سے نکل سکتی ہو اسقدر مددگار برادری سے ساقط ہوگی اور
یہ مددگار برادری کے حق میں وصیت شمار ہوگی اور باقی کو مددگار برادری شوہر کے وارثوں کو ادا کریگی یہ اُس صورت
میں ہے کہ شوہر نے عورت مذکورہ کو قبل اپنی موت کے طلاق نہ دی ہو یہاں تک کہ وہ مر گیا اور اگر دخول سے پہلے
قبل موت کے اُسکو طلاق دیدی تو عورت مذکورہ کو اس دیت میں سے پانچ ہزار دیے جاوینگے بشرطیکہ پانچ ہزار درم
اُسکا مہر مثل ہو اور اسیقدر مددگار برادری سے ساقط ہو جائیگا اور اگر اُسکا مہر مثل پانچ ہزار سے کم ہو پس اگر مہر مثل
سے پانچ ہزار تک جو زیادتی ہے وہ شوہر کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی مددگار برادری سے پورے پانچ ہزار

درم ساقط ہونگے اور اگر یہ زیادتی کی مقدار تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو توجسقدر اُسکا تہائی مال ہوسکتی ہو اُسقدر مددگار برادری سے بطور وصیت کے (یعنی) ساقط ہو گی اور باقی کو مددگار برادری وارثان شوہر کو واپس دیگی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کے سر مین دو موضحہ زخم پہونچائے پھر زخمی نے ایک زخم موضحہ اور جو اُس سے پیدا ہو اُس سے معاف کر دیا پھر زخمی مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا تو فرمایا کہ اگر یہ امر زخمی کرنے والے کے فقط اقرار سے ثابت ہوتا ہو تو اُسپر پوری دیت واجب ہو گی اور اُسکے مال سے لیجاویگی اور عفو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہ قاتل کے واسطے وصیت ہوگی اور اگر یہ امر گواہون سے ثابت ہو تو یہ مددگار برادری کے واسطے وصیت ہوگی پس جائز ہوگی اور مددگار برادری سے نصف دیت ساقط ہو جائیگی بشرطیکہ یہ مقدار مال زخمی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو۔ اور اگر یہ دونون زخم عمدًا ہون اور باقی مسئلہ بحالہٖ ہے تو زخمی کرنے والے پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ ایک زخم سے عفو کرنا دونون سے عفو ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ ایک شخص نے دوسرے کو موضحہ زخم سر سے عمدًا زخمی کیا پھر زخمی نے اُس سے اور جو اُس سے پیدا ہووے عفو کر دیا پھر ظالم نے اُسکو دوسرے زخم سر سے عمدًا زخمی کیا پھر زخمی نے اُسکو یہ زخم معاف نکیا تو قاتل پر در صورت ان دونون زخمون سے مرجانے کے اُسکے مال سے پوری دیت تین سال مین واجب ہو گی اور اُسپر قصاص واجب نہو گا اور عفو صحیح نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر زید نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمدًا زخمی کیا پھر عمرو نے اِس موضحہ زخم اور جو اس سے پیدا ہو سب سے کسی قدر مال معین پر زید سے صلح کی اور یہ مال سپرد کر دیا پھر دوسرے شخص خالد نے عمرو کو موضحہ زخم سر سے عمدًا زخمی کیا اور وہ دونون زخمون سے مرگیا تو خالد پر قصاص واجب ہوگا اور زید پر کچھ واجب نہوگا اِسی طرح اگر زید سے بعد خالد کے زخمی کرنے کے صلح واقع ہوئی ہو تو بھی صورت مذکورہ مین یہی حکم ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ زید نے عمرو کو عمدًا موضحہ زخم سر سے زخمی کیا پھر عمرو نے اُس زخم اور اُسکے اثر سے زید سے دس ہزار درم پر صلح کر لی اور وصول کر لیے پھر خالد نے اُسکا سر خطا سے زخمی کیا پھر عمرو ان دونون زخمون سے مرگیا تو خالد کی مددگار برادری پر پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور زید مقتول کے مال سے پانچ ہزار درم واپس لیگا یہ محیط مین ہی

ساتوان باب۔ حالت قتل کے اعتبار کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے ایک مسلمان کو تیر مارا اور مسلمان مذکور تیر پہونچنے سے پہلے مرتد ہو گیا پھر تیر اُسکے لگا اور وہ مرا تو مارنے والے پر اسکی دیت وارثان مرتد کے واسطے واجب ہوگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر ایک شخص کو تیر مارا اور وہ مرتد تھا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہو ا پھر اُسپر تیر لگا اور وہ مرگیا تو مارنے والے پر بالاتفاق کچھ واجب نہوگا۔ یہی طرح اگر کسی حربی کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اگر ایک غلام کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے اُسکو اُسکے مولے نے آزاد کیا پھر اُسکے تیر لگا اور وہ مرگیا تو مارنے والے پر امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک غلام مذکور کی قیمت اُسکے مولی کو دینی واجب ہوگی یہ کافی مین ہی۔ اگر قاضی نے ایک شخص پر رجم کا حکم دیا پھر ایک شخص نے اُسکو پتھر مارا اور ہنوز پتھر نہین لگا تھا کہ ایک گواہ نے گواہی سے رجوع کیا پھر پتھر اُسکے لگا تو پتھر مارنے والے پر کچھ واجب نہوگا یہ تبیین مین ہی۔ اور اگر مجوسی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے مجوسی مذکور مسلمان ہوگیا پھر تیر لگا تو یہ شکار نکھایا جائیگا۔ اور اگر ایک مسلمان نے شکار کو تیر مارا پھر تیر لگنے سے پہلے نعوذ باللہ وہ مسلمان

حلال ہوگیا پھر تیر لگا تو وہ شکار کھایا جائیگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور اگر محرم نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہوگیا پھر شکار کے تیر لگا تو محرم مذکور پر جزا واجب ہوگی اور اگر حلال نے شکار کو تیر مارا اور تیر پہونچنے سے پہلے وہ محرم ہوگیا تو اُسپر کچھ واجب نہو گا یہ کافی میں ہے

آٹھوان باب دیتون کے بیان مین۔ دیت اُس مال کو کہتے ہین جو جان تلف کرنے کے بدلے واجب ہوتا ہے۔ اور جان تلف کرنے سے کم زخم کے بدلے جو واجب ہوتاہے وہ ارش کہلاتا ہے یہ کافی مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ قتل بخطا مین اور جو اُسکے قائم مقام ہے اور شبہ عمد مین اور قتل بسبب مین اور نابالغ و مجنون کے قتل کرنے مین دیت واجب ہوتی ہے اور یہ سب دیتین مددگار برادری پر واجب ہوتی ہین سوائے باپ کے بیٹے کو عمداً قتل کرنے کے کہ یہ دیت باپ کے مال سے تین سال مین ادا کرنی واجب ہوتی ہے اور مددگار برادری پر واجب نہین ہوتی ہے یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور جس قتل عمد مین بسبب شبہ کے قصاص ساقط ہو جاتا ہے اُسکی دیت مال قاتل سے ادا کرنی واجب ہوگی۔ اور جو ارش بسبب صلح کے واجب ہو وہ قاتل کے مال مین ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ دیت مذکور تو تین سال مین دینی پڑتی ہے اور ارش مذکور فی الحال دینا پڑتا ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور جو دیت بسبب نفس قتل کے واجب ہوتی ہے وہ امام اعظم رح کے نزدیک تین چیزون سے ادا کیجاتی ہے اونٹ و سونا و چاندی یہ شرح طحاوی مین ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ اونٹ مین سے سو اونٹ اور سونے مین سے ہزار دینار اور چاندی مین سے دس ہزار درم اور قاتل کو اختیار ہے جس قسم مین سے چاہے ادا کرے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ اور بھی گایون مین سے دو سو گائے اور بکریون مین سے ہزار بکریان اور حلّون مین سے دو سو حلّے اور ہر حلہ دو کپڑے ہونگے یہ ہدایہ مین ہے۔ پھر واضح ہو کہ اونٹون مین سے سب اونٹ ایک ہی سن کے واجب نہونگے بلکہ اسنان مختلفہ کے واجب ہونگے پس خطاے محض کی صورت مین پانچ سن کے سو اونٹ واجب ہونگے جسمین بیس بنت مخاض اور بیس ابن مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور شبہ عمد مین سو اونٹ چار قسم کے واجب ہونگے یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رح کا قول ہے کہ پچیس بنت مخاض و پچیس بنت لبون و پچیس حقہ و پچیس جذعہ واجب ہونگے کذا فی المحیط **قال المترجم** ان الفاظ کی تفسیر کتاب الزکوۃ مین مفصل گذر چکی ہے فتذکر اور واضح ہو کہ مسلمان اور ذمی اور حربی جو امان لیکر آیا ہے سب کی دیت برابر ہے یہ کافی مین ہے۔ اور عورت کی جان اور جان سے کم زخم و قطع کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے اور جو جنایت ایسی ہوتی ہے کہ اُسکا کوئی ارش معین نہین ہے اور اُسمین حکومت عدل واجب ہے تو اس مین مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُسمین مرد و عورت برابر ہین اور بعض نے فرمایا کہ مرد کی آدھی دیت عورت ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر قتل بخطا ہوا اور شریک دیت ایک نابالغ اور دوسرا بالغ ہو پس اگر بالغ باپ ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ پوری دیت وصول کرے جسمین سے اپنا حصہ بوجہ ملک کے اور نابالغ کا حصہ بوجہ ولایت کے اور اگر بالغ بھائی یا چچا ہوا اور نابالغ کا کوئی وصی نہو تو وہ صرف اپنا حصہ وصول کرسکتا ہے نابالغ کا نہین لے سکتا ہے یہ محیط مین ہے اگر کسی نے دوسرے کے سر کے بال زبردستی مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ اُگے تو اُسمین پوری دیت واجب ہوگی اور اُسمین مرد و عورت بالغ و نابالغ برابر ہین لیکن ظالم سے اُسوقت دیت لینے کے واسطے نہ کہا جائیگا بلکہ ایک سال کی مہلت دیجائیگی اور اگر ظالم کو سال کی مہلت دیگئی اور مظلوم سال کے اندر مرگیا اور ہنوز اُسکے بال نہین اُگے تھے تو امام اعظم رح کے نزدیک ظالم پر کچھ

واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور حاجبین کو اگر اس طرح مونڈا کہ منبت
یعنے جہان بال جمتے ہین وہ جگہ خراب و فاسد کردی یا اس طرح اُکھاڑا کہ منبت کو خراب کردیا تو دونون مین پوری دیت
اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہی اور دو پلکون مین آدھی دیت اور ایک مین چوتھائی دیت اور سب پلکون کے
واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی اگر ایک شخص نے ڈاڑھی مونڈ ڈالی اور بجائے اُسکے دوسری نہ جمی تو پوری مین پوری
دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور سر کے بال اور ڈاڑھی مونڈ ڈالنے مین عمداً مونڈنا یا خطا سے مونڈنا دونون یکسان ہین یہ کافی
مین ہی اور اگر آدھی ڈاڑھی یا آدھا سر مونڈا تو بعضے اصحاب نے فرمایا آدھی دیت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ پوری دیت واجب
ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اور اگر آدھی ڈاڑھی مونڈی تو آدھی دیت واجب ہوگی جبکہ یہ معلوم ہوجاوے کہ نصف ہی اور اگر یہ معلوم نہوا
کہ کسقدر مونڈی ہی تو حکومت عدل واجب ہوگی اور فتاوی فضلی مین ہی کہ اگر تھوڑی ڈاڑھی کھاڑی تو اُکھڑی ہوئی اور باقی ڈاڑھی
دونون پر دیت تقسیم کیجائیگی پس جسقدر اُکھاڑی ہوئی کے حصہ مین پڑے اُسقدر واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہی اور مشائخ نے کوسہ کی ڈاڑھی
مین گفتگو کی ہی اور سہین اصح وہ تفصیل ہی جو شیخ ابو جعفر نے بیان فرمائی ہی کہ اگر کوسہ کی ٹھوڑھی پر گنتی کے چند بال جمے ہون تو اُسکے مونڈ ڈالنے
مین کچھ واجب نہوگا اور اگر اُس سے زائد ہون اور ٹھوڑھی و گال دونون پر بال ہون مگر وہ متصل نہون تو اسمین حکومت عدل
واجب ہوگی اور اگر متصل ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ اُگے اور جیسے تھے اُسی کے برابر ہوگئے تو
اسمین کچھ واجب نہوگا لیکن مونڈنے والے کو اُسکی حرکت پر تنبیہ و ادب دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہی اور اگر بجائے سیاہ بالون کے
سپید جمے تو ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین ہی اور غیر روایۃ اصول مین مذکور ہی کہ امام اعظم رح نے فرمایا کہ اگر آزاد ہو تو اُسپر کچھ
واجب نہوگا اور اگر غلام ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ دونون صورتون مین حکومت عدل واجب
ہی یہ محیط مین ہی اور فقیہ ابو اللیث صاحبین کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ خلاصہ مین ہی اور شمس الائمہ حلوائی سے امام
ابو یوسف و امام محمد رح سے اس مسئلہ مین آزاد کی صورت مین حکومت عدل کی تقدیر اس طرح روایت کی ہی کہ اُس آزاد کو غلام
فرض کرکے اندازہ کیا جاوے کہ سیاہ بال ہونے کی حالت مین اُسکی کیا قیمت ہی اور سپید ہونے کی حالت مین کیا قیمت
ہی۔ پس جسقدر دونون مین تفاوت ہو اُسی قدر نقصان تاوان لیا جاوے یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک شخص کی ڈاڑھی
مونڈ ڈالی پھر تھوڑی جمی اور تھوڑی نہین جمی تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی اور ینابیع
ناطفی مین ہی۔ کہ اگر اپنی عورت یا غیر کی عورت کا ضفیرہ کاٹ ڈالا تو فی الحال اسمین کچھ واجب ہونا نہین چاہیے ہی
اور ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت کے قرون یعنے گیسو کاٹ ڈالے یا
کسی باندی کا سر مونڈ ڈالا حالانکہ اس سے اسمین نقصان آگیا تو فرمایا کہ اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن اُسکو تادیب کیجائیگی
یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر ایک شخص کو مجبوب کیا یعنے اُسکے آلہ تناسل کو کاٹ دیا یہان تک کہ اُسکی ڈاڑھی گر گئی تو ڈاڑھی کے
واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر مونچھ کو مونڈ ڈالا اور وہ پھر نہ جمی تو حکومت عدل واجب ہوگی
یہ فتاوے قاضی خان مین ہی اور یہی اصح ہی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ جنایات الحسن مین ہی کہ اگر ڈاڑھی کے
ساتھ مونچھ مونڈ ڈالی تو ڈاڑھی کے ضمان مین مونچھ داخل نہوگی یہ محیط مین ہی۔ ہارونی مین مذکور ہی کہ اگر
ایک شخص نے زبردستی دوسرے کا سر مونڈ ڈالا پھر بال نہ اُگے اور ظالم نے کہا کہ یہ شخص اصلع تھا تو جسقدر مونڈنے
والے کے زعم مین اُسکے سر پر بال تھے اُسقدر کا ضامن ہوگا اسی طرح اگر ڈاڑھی کو مونڈا اور پھر کہا کہ یہ شخص کوسہ تھا

ف کوسہ کا اطلاق بالکل بے ریش پر بھی اور ڈاڑھی والے پر بھی اور بہت خفیف ڈاڑھی والے پر آتا ہے اور صاحبین سے بھی روایت ہے

ع اصلع بیان ۱۲

۱۲

اُسکے کانون پر بال نہ تھے تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح حاجبین و اشفار عینین بھی یہی حکم ہو کہ قسم کے ساتھ جنایت کرنے والے
کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وہ شخص جسپر ظلم ہوا ہی گواہ قائم کرے کہ یہ صحیح سالم تھا تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ محیط
سرخسی مین ہی۔ اور نکلے ہوے کانون مین خطا کی صورت مین پوری دیت دونون کی اور ایک کی نصف دیت واجب
ہوگی اور جو خشک ہوگئے ہون یا دھنسے ہوے ہون تو ان مین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اگر ایک
شخص کے کان کو صدمہ پہونچایا جس سے اُسکی سماعت جاتی رہی تو دیت واجب ہوگی اور سماعت جاتی رہنے کی پہچان
کا یہ طریقہ ہی کہ غفلت کی حالت ڈھونڈھکر اُسکو حالت غفلت مین پکارا جاوے پس اگر جواب دے تو معلوم ہوجائیگا کہ سماعت
نہین گئی ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اگر خطا سے دونون آنکھین پھوڑی گئی ہون تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدھی
دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر نہ پھوٹی ہون لیکن وہ دھنس گئین یا اُنکی بینائی جاتی رہی حالانکہ ڈھیلے ویسے ہی موجود
ہین تو بھی دونون مین پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ کانے آدمی کی آنکھ کے واسطے
نصف دیت ہی یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر پلکون سمیت پپوٹے کاٹ ڈالے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور
جن پپوٹون مین پلکین نہین ہین اُنکے کاٹنے مین حکومت عدل ہی اور اگر پلکون پر ستم کرنے والا ایک شخص ہو اور
پپوٹون پر ستم کرنے والا دوسرا ہو تو پلکون پر ستم کرنے والے پر پوری دیت اور پپوٹے کاٹنے والے پر حکومت
عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور ناک کاٹنے مین جان تلف کرنے کی دیت واجب ہی اسی طرح اگر ناک کا نرمہ
کاٹ ڈالا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر ناک کا بانسا کاٹ ڈالا تو اسمین قصاص نہین ہی مگر جان تلف کرنے کی دیت واجب
ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ منتقے مین ہی کہ اگر ناک پر ایسا ستم کیا کہ مظلوم ناک سے سانس نہین لے سکتا
مگر مُنھ سے سانس لیتا ہی تو اسمین حکومت عدل واجب ہی یہ ذخیرہ مین ہی۔ شرح طحاوی مین ہی کہ اگر ناک کا نرمہ کاٹا
پھر ناک کاٹی پس اگر اچھے ہونے سے پہلے دوسرا زخم دیا ہی تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر اچھے ہونے کے بعد
ایسا کیا تو نرمہ کے واسطے دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اصل مین ہی کہ اگر کسی شخص
کی ناک توڑ دی تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص کی ناک مین ایسا صدمہ پہونچایا کہ جس سے
اُسکو خوشبو و بدبو کچھ نہین معلوم ہوتی ہی تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ نوادر ابن رستم مین امام محمد رحمہ اللہ تعالےٰ
سے مروی ہی اور جنایات ابی سلیمان مین ہی کہ اگر مارنے والے نے اقرار کیا کہ اسکی ناک سے سونگھنے کی قوت
جاتی رہی ہی تو اسمین دیت واجب ہوگی اور اسکا حکم مثل سماعت کے ہی۔ ایسا ہی قدوری نے بھی ذکر کیا ہی اور
اسی پر فتوے ہی اور سونگھنے کی قوت جاتی رہنے کی پہچان کا یہ طریقہ ہی کہ بدبو دار چیزون کی بو سے دریافت کیا جاوے
یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور دونون ہونٹون کے واسطے پوری دیت ہی اور ایک کے واسطے نصف دیت ہی اوپر کا
اور نیچے کا اس حکم مین دونون یکسان ہین یہ محیط مین ہی۔ نابالغ کے کان و ناک کے واسطے پوری دیت
ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور ہر دانت کے واسطے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہی اور اس حکم مین انیاب و ضواحک
و نواجذ و طواحن سب یکسان ہین یہ مبسوط مین ہی۔ آدمی کے بدن مین اعضا مین سے کوئی ایسا نہین ہی جسکی دیت
اُسکے نفس کی دیت سے زائد ہوجاتی ہو سواے دانتون کے یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ حتے کہ اگر اٹھائیس دانت
ہون تو چودہ ہزار درم واجب ہونگے اور اگر تیس دانت ہون تو پندرہ ہزار درم ہونگے۔ یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور

بتیس[۳۲] دانت ہون تو سولہ ہزار درم واجب ہونگے اور یہ مقدار ایک دیت کامل اور تین پانچوین حصے ایک دیت کی ہے اور یہ تین سال مین ادا کیجائیگی یعنے سال اول مین چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) درو تہائی درم اور دوسرے سال مین چھ ہزار تین سو تینتیس (۶۳۳۳) و تہائی درم اور تیسرے سال مین تین ہزار درم اور اس تفصیل کے ساتھ اسکو منتقی مین ذکر فرمایا ہے یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا دانت اکھاڑ ڈالا اور پھر اسکے دوسرا جم آیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ارش ساقط ہو جائیگا اور صاحبین نے فرمایا کہ اسپر پورا ارش واجب ہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے اور اگر دوبارہ جو دانت اُگا ہے وہ سیاہ ہو تو ارش اپنے حال پر واجب رہیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر دوسرے کا دانت اکھاڑ ڈالا اور مظلوم نے اُس دانت کو اپنی جگہ جما دیا اور اُسپر گوشت جم آیا تو ظالم پر پورا ارش واجب ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کے دانت کو صدمہ پہونچایا اور وہ ہلنے لگا تو میعاد دیجائیگی پھر اگر وہ سبز یا سرخ ہو گیا تو دانت کی دیت پانچسو درم واجب ہونگے اور اگر زرد ہو گیا تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسمین کچھ واجب نہوگا اور اگر سیاہ ہو گیا تو دانت کی دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کا کام نہ دے سکے اور اگر یہ نفع نہ جاوے لیکن وہ دانت ایسا ہے کہ دکھلائی دیتا ہے کہ جس سے اس شخص کا جمال جاتا رہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ان دونوں باتوں مین سے کوئی بات نہو تو امین و درریتائین ہین اور صحیح یہ ہے کہ ظالم پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مارنیوالے نے کہا کہ یہ دانت میرے مارنے کے بعد دوسرے آدمی کی چوٹ سے سیاہ پڑ گیا ہے اور مضروب نے اس سے انکار کیا تو قسم سے مضروب کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مارنیوالا اپنے دعوی کے گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہ قبول ہونگے یہ مبسوط مین ہے اور اگر مملوک کا دانت زرد پڑ جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک زرد پڑنے مین خواہ مملوک ہو یا آزاد ہو حکومت عدل واجب ہے اور اگر ایک شخص کے دانت مین صدمہ پہونچایا کہ جس سے وہ سیاہ پڑ گیا پھر دوسرے نے آکر اسکو اکھاڑ ڈالا تو پہلے شخص پر پورا ارش واجب ہوگا اور دوسرے پر حکومت عدل لازم ہوگی یہ محیط مین ہے اور زبان کیواسطے دیت واجب ہے اسیطرح اگر تھوڑی زبان کاٹ ڈالی کہ گفتگو سے مانع ہوئی تو بھی پوری دیت واجب ہے اور اگر بعض حروف بولنے کی قدرت باقی ہو تو بعض نے فرمایا کہ اعداد حروف پر دیت تقسیم ہو کر بحساب واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ جسقدر حروف کا زبان سے تعلق ہے فقط انھین حروف پر تقسیم کیجائیگی اور بعض نے کہا کہ اگر اکثر حروف ادا کر سکتا ہو تو حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر اکثر حروف ادا کرنے سے عاجز ہو تو پوری دیت واجب ہوگی یہ کافی مین ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اول اصح ہے کذا فی المحیط اور اول ہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مظلوم نے دعوی کیا کہ مین کلام نہین کر سکتا ہون تو غفلت کی تاک کیجاوے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کلام کر سکتا ہے یا نہین کر سکتا ہے۔ اور گونگے کی زبان کے واسطے حکومت عدل واجب ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی بچہ کی زبان کاٹ ڈالی پس اگر وہ حرف بچون کے مانند ستہلاک کرتا ہو یعنی آواز لگاتا ہو جیسا پیدا ہونے کے وقت کرتا ہے تو حکومت عدل واجب ہے اور اگر بات بولتا ہو تو دیت واجب ہوگی یہ شرح جامع صغیر شیخ حسام الدین مین ہے۔ اور دونون جبڑون مین پوری دیت اور ایک کے واسطے آدھی دیت ہے یہ محیط مین ہے۔ اور ہر دو دست مین اگر خطا سے کاٹ ڈالے گئے ہون۔ تو پوری دیت اور ایک مین آدھی دیت واجب ہوگی اور داہنے کو بائین پر دیت کی راہ سے فضیلت نہوگی اگرچہ منفعت گرفت داہنے ہاتھ مین بہ نسبت بائین کے زیادہ ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اصل اطراف مین یہ قرار پائی ہے کہ اگر جنایت کرنے والے

نے کسی عضو کی جنس منفعت پوری پوری زائل کردی یا جو جمال آدمی میں مقصود ہوتا ہے وہ تمام وکمال زائل کردیا تو
پوری دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور خنثے کے ہاتھ کاٹنے میں امام اعظم رح کے نزدیک اُسقدر دیت واجب
ہوگی جو عورت کے ہاتھ میں واجب ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک مرد کی آدھی اور عورت کی آدھی واجب
ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں میں سے ہر ایک انگلی کے
واسطے دیت کا دسواں حصہ واجب ہوگا اور انگلیاں سب یکساں ہیں اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں اُسکے ہر جوڑ کے
واسطے انگلی کی دیت کی تہائی واجب ہوگی اور جسمیں دو جوڑ ہیں اُسکے ہر جوڑ کے واسطے پوری انگلی کی دیت کا آدھا واجب
ہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اور زائد انگلی کے واسطے حکومت عدل واجب ہے یہ جوہرہ نیرہ میں ہے۔ اور شل ہاتھ کے واسطے حکومت
عدل ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ہتھیلی مع تھوڑی انگلیوں یا پوری انگلیوں کے کاٹ ڈالی تو بالاجماع اگر اُسنے ہتھیلی کو
اسطرح کاٹا ہے کہ اُسمیں سب انگلیاں لگی ہیں تو ہتھیلی انگلیوں کی تابع کیجائیگی حتے کہ انگلیوں کا ارش واجب ہوگا اور ہتھیلی
کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ اگر اُسنے ہتھیلی کو کاٹا اور اُسکے ساتھ اُسمیں لگی ہوئی تین انگلیاں
کٹ گئیں تو انگلیوں کا ارش تین ہزار درم یا تین سو دینار واجب ہونگے اور ہتھیلی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اور اگر ہتھیلی
میں دو انگلیاں یا ایک انگلی یا انگلی کا ایک پور ہو تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک یہی حکم ہے کہ ہتھیلی انگلی کی تابع ہوگی اور صحیح امام ابوحنیفہ
کا قول ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ میں مارا اور ہاتھ شل ہوگیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین
میں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کی انگلی کا اوپر کا پور کاٹ ڈالا پس باقی انگلی یا پورا ہاتھ شل ہوگیا تو اسمیں سے کسی چیز میں اُسپر
قصاص نہوگا اور یہ چاہیے ہے کہ اوپر کے پور کے واسطے دیت واجب ہو اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہو اور اگر
ساعد کو توڑ ڈالا تو حکومت عدل واجب ہوگی اور یہی حکم ہندوست کے توڑ دینے میں بھی ہے کہ حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ
میں ہے اور اگر نصف ساعد سے ہاتھ کاٹا گیا تو ہاتھ کی دیت اور ہتھیلی سے ساعد تک کے واسطے حکومت عدل واجب
ہوگی اور اگر تا مرفق ہو تو ہاتھ کی دیت کے بعد ذراع کیواسطے حکومت عدل واجب ہوگی مگر وہ نصف ساعد کی نسبت
زیادہ ہوگی اور یہ ابوحنیفہ رح کا قول ہے یہ مبسوط میں ہے امام محمد رح نے جامع میں فرمایا ہے کہ زید نے عمرو و بکر دونوں کا
داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر عمرو نے زید کا انگوٹھا کاٹ ڈالا پھر خالد نے اُسکی باقی انگلیاں کاٹ ڈالیں پھر بکر نے اُسکی
بے انگلیوں کی ہتھیلی کاٹ ڈالی پھر یہ سب قاضی کے پاس جمع ہوئے تو قاضی زید پر ایک ہاتھ کی دیت یعنی پانچہزار
درم کا حکم دیگا جو عمرو اور بکر کے درمیان پانچ حصہ ہوکے تقسیم ہوگی اور خالد چار ہزار درم زید کو دیگا اور اگر عمرو اور
بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی ہو پھر ہاتھ کی دیت لی ہو تو یہ دیت دونوں کے درمیان پانچ حصہ ہوکر تقسیم
ہوگی جنمیں سے تین حصہ بکر کو اور دو حصہ عمرو کو ملینگے اور اگر خالد نے پہلے زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر
اسکے بعد عمرو نے مثلاً زید کی کوئی انگلی کاٹ ڈالی پھر دوبارہ خالد نے کوئی اُسکی انگلی کاٹ ڈالی پھر بکر نے اُسکی
ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیاں لگی ہیں تو قاضی زید پر ایک دیت کا حکم دیگا جسمیں سے چوتھائی بکر کو اور تین
چوتھائی عمرو کو ملیگی اور اگر عمرو اور بکر نے متفق ہوکر زید کی ہتھیلی کاٹی حالانکہ اُسپر دو انگلیاں لگی ہیں تو جو دیت زید
سے اُنھوں نے لی ہے وہ ان دونوں میں آٹھ حصہ ہوکر تقسیم ہوگی جنمیں سے تین حصہ عمرو کو اور پانچ حصہ بکر کو ملینگے یہ
محیط میں ہے۔ انگلی کے سرے کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور ناخن اگر جیسا تھا ویسا ہی جم آیا تو مثل اور اعضا کے

انمین کچھ واجب نہوگا اور اگر نہ جما تو حکومت عدل ہوگی اور اگر عیب دار جما تو حکومت بہ نسبت اول کے کم ہوگی یہ خزانۃ المفتین
مین ہے۔ اور دونون پاؤن مین خطا کی صورت مین پوری دیت واجب ہوگی اور ایک کے واسطے آدھی دیت
واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ بچے کے ہاتھ اور پاؤن کے واسطے حکومت عدل ہے بشرطیکہ وہ نہ چلتا اور نہ بیٹھتا ہو ورنہ ان دونون
کو حرکت دیتا ہو اور اگر حرکت دیتا ہو تو دونون کے واسطے پوری دیت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے۔ لنگڑا پاؤن
کاٹ ڈالنے مین حکومت عدل ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر نصف ساق سے پاؤن کاٹ ڈالا تو قدم کی دیت
اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی کی ران توڑ ڈالی پھر وہ اچھا ہوگیا اور ران سیدھی
ہوگئی تو امام اعظم رح کے نزدیک اسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسپر حکومت عدل واجب ہوگی اور
ابو سلیمان رح نے امام محمد رح سے کتاب الحج مین روایت کی کہ امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی ہڈی
ہاتھ یا پاؤن وغیرہ کی توڑ ڈالی اور وہ اچھا ہوگیا اور جیسا تھا ویسا ہی ہوگیا تو اسمین دیت نہین ہے اور اگر اسمین نقصان یا
کجی رہگئی ہو تو کجی کے نقصان کے حساب سے اسمین دیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور پسلی مین اور ہنسلی مین حکومت عدل
واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور پستان مرد مین حکومت عدل ہے اور مرد کی پستان کی بونڈی مین بہ نسبت پستان کے کم حکومت
عدل ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور مرد کی ایک پستان مین اسکا نصف ہے۔ یہ محیط مین ہے۔ اور عورت کی چھاتیون مین دیت ہے
اور اسی طرح اسکی چھاتی کی بونڈیون مین بھی اور ایک چھاتی مین نصف دیت ہے اور کتب ظاہرہ مین یہ نہین پایا گیا کہ اگر عورت
کی چھاتی عمداً کاٹی جاوے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ ہو قصاص واجب ہوتا ہے۔ یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور خنثی کی چھاتیون مین
امام اعظم رح کے نزدیک وہی ہے جو عورت کی چھاتی کے واسطے ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عورت کی چھاتی اور مرد کی
چھاتی کا نصف واجب ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کی پیٹھ مین ایسی ضرب لگائی جس سے وہ جماع سے
عاجز ہوگیا یا کبڑا ہوگیا تو جان کی دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر جماع سے عاجز نہوا اور نہ
کبڑا ہوا پس اگر جراحت کا اثر باقی رہا تو اسمین حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اسمین چوٹ کا اثر نہو تو کچھ
واجب نہوگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ طبیب کی اجرت واجب ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ عورت کا سینہ اگر توڑ دیا
اور وہان سے منی کی آمد منقطع ہوگئی تو دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ ذکر مین پوری دیت واجب ہوگی اور
خصی کے ذکر کے واسطے ہمارے نزدیک حکومت عدل ہے۔ خواہ اسمین جنبش ہو یا نہو خواہ وہ جماع پر قادر ہو یا
نہو اور عنین کے ذکر مین بھی یہی حکم ہے اور بوڑھے آدمی کے ذکر مین یہ حکم ہے کہ اگر وہ جماع پر قادر نہو تو اسکا حکم مثل
عنین و خصی کے ذکر کے ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر حشفہ کاٹ ڈالا تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر دوبارہ باقی
ذکر بھی کاٹ ڈالا پس اگر اول زخم سے صحت پانے سے پہلے کاٹا ہے تو ایک ہی دیت واجب ہوگی اور ایسا
قرار دیا جائیگا کہ گویا اُسنے ایک مرتبہ پورا ذکر کاٹ ڈالا ہے اور اگر درمیان مین اچھا ہوگیا ہو تو حشفہ کے واسطے
پوری دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور دونون خصیون مین پوری
دیت ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر تندرست آدمی کے خصیے اور ذکر دونون خطا سے کاٹے پس اگر پہلے ذکر کاٹا
ہو تو اسمین دو دیت ہونگی۔ اور اگر پہلے دونون خصیے کاٹے پھر ذکر کاٹا تو خصیون کی پوری دیت واجب
ہوگی اور ذکر مین حکومت عدل ہوگی اور اگر دونون کو ران کی طرف سے ایکبارگی کاٹ ڈالا ہو تو اسپر دو دیت

واجب ہونگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک خصیہ کاٹ ڈالا اور اسکی منی منقطع ہوگئی تو آدہی دیت واجب ہوگی اور یہ بات معلوم
نہو گی الا اس صورت مین کہ جنایت کرنے والا ایسا اقرار کرے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر دونون ہونٹ خطا سے کاٹ
ڈالے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک مین آدہی دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے پیٹ
مین نیزہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسمین کھانا نہین ٹھہر سکتا ہے تو آدہی دیت واجب ہوگی یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر مقعد
مین نیزہ وغیرہ مارا اور ایسا ہوگیا کہ اُسکے جوف مین کھانا نہین ٹھہر سکتا ہے تو پوری دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر ایسا زخم لگایا
جس سے پیشاب کا استمساک نہین ہوسکتا ہے بلکہ جاری رہتا ہے تو آدہی دیت واجب ہوگی یہ فتاوے قاضی خان مین
ہے۔ اور اگر ایک عورت کی فرج کاٹ ڈالی اور ایسی ہوگئی کہ اُس سے جماع نہین ہوسکتا ہے تو آدہی دیت واجب
ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک عورت کو مارا جس سے وہ صدمہ اُٹھا کر مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال تک انتظار کیا
جائیگا پس اگر اچھی ہوگئی تو خیر ورنہ دیت کا حکم دیا جائیگا اور پیشاب جاری ہوجانے کے مسئلہ مین بھی ایک سال تک انتظار
واجب ہے بخلاف پیٹ مین نیزہ مارنے کے مسئلہ کے یہ محیط مین ہے۔ اگر عورت کا سوراخ پیشاب و مقعد ایک کردیا کہ وہ پیشاب
نہین روک سکتی ہے تو دیت واجب ہوگی اور اگر رُکتا ہو تو جائفہ ہوگی پس تہائی دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضی خان
مین ہے۔ ایک شخص نے ایسی نابالغہ سے جو لائق جماع نہین ہے جماع کیا پس وہ مرگئی پس اگر وہ نکاحی نہو اجنبی ہو تو زناکار
کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر منکوحہ ہو تو مددگار برادری پر دیت اور شوہر پر مہر واجب ہوگا یہ خلاصہ
مین ہے۔ ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے جسکا سن اسقدر ہے کہ ایسی عورت
سے جماع کیا جاتا ہے جماع کیا اور وہ اس حرکت سے مرگئی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر اپنی
جورو سے جماع کیا اور اُسکی آنکھ جاتی رہی یا اُسکا مقام پیشاب و مقعد کا سوراخ ایک کردیا پس وہ مرگئی تو وہ ضامن
ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس سب مین ضامن ہوگا سوائے پیشاب گاہ و مقعد کا سوراخ ایک کردینے اور جماع
سے مرنے کے کہ اس صورت مین ضامن نہوگا اور فرمایا کہ یہی امام اعظم رح کا قول ہے اور ہشام نے امام محمد رح سے یہ
بھی روایت کی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ فقیہ ابو نصر الدبوسی سے روایت
ہے کہ اگر اجنبیہ عورت کو اُٹھایا اور وہ گر پڑی جس سے اُسکا پردہ بکارت زائل ہوگیا تو اُٹھانے والے پر اُسکا مہر مثل واجب
ہوگا اور اُسکو تعزیر دیجائیگی اور ابو حفص سے روایت ہے کہ مرد مذکور پر اُسکے مال سے مہر واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے
اور اگر اپنی عورت کو اُٹھایا اور ہنوز اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہے پس اُسکی بکارت زائل ہوئی پھر اُسکو طلاق دی
تو نصف مہر واجب ہوگا اور اگر غیر کی جورو کو اُٹھایا اور اُسکا پردہ زائل ہوا پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ
دخول کیا تو دو مہر واجب ہونگے یہ محیط مین ہے۔

فصل۔ شجاج کے بیان مین۔ قال المترجم شجاج جمع شجہ کی ہے اور اصطلاح فقہاء مین شجہ سے مراد وہ ہے جو
کتاب مین فرمایا کہ شجہ کی جگہ سر اور چہرہ تا ٹھوڑھی ہے اور ٹھوڑھی سے نیچے شجہ کی جگہ نہین ہے۔ یہ خزانۃ المفتین مین ہے
اور دونون جبڑے ہمارے نزدیک چہرہ مین داخل ہین یہ ہدایہ مین ہے۔ شجاج دس ہوتے ہین خارصہ وہ ہے جو
کھال کو خرص کرے یعنے چھیلے اور خون برآمد نہو دامعہ جس سے خون جھلک آوے مگر بہے نہین جیسے آنکھ مین آنسو
ڈبڈباتے ہین دامیہ جس سے خون بہے باضعہ جس سے کھال کٹ جاوے متلاحمہ جو گوشت مین پہونچ گیا ہو

سمحاق جو سمحاق تک پہونچا ہو اور سمحاق ایک باریک کھال سر کی ہڈی اور گوشت کے درمیان ہے۔ موضحہ جس سے ہڈی کھل جاوے ہاشمہ جو ہڈی کو توڑ دے منقلہ جو ہڈی توڑنے کے بعد اسکو جگہ سے بےجگہ کر دے آمہ جو ام الراس تک پہونچ جاوے اور ام الراس اُس ہڈی کو کہتے ہیں جسمیں بھیجا رہتا ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ اور ایک جائفہ ہے جو کھال پھاڑ کر دماغ تک پہونچ جاوے اور اسکو امام محمد رح نے ذکر نہیں فرمایا ہے اسواسطے کہ ایسے زخم سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور سوائے موضحہ کے دوسرے شجون میں قصاص نہیں ہے اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے اور بنا بر ظاہر الروایۃ کے موضحہ سے کم میں بھی قصاص ہوتا ہے اسکو امام محمد رح نے اصل میں ذکر فرمایا ہے اور یہی اصح ہے کذا فی التبیین اور اسی کو عامہ مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اور زخم موضحہ میں قصاص واجب ہوتا ہے جبکہ عمداً ہو یہ تبیین میں ہے۔ اور جو شجاج موضحہ سے بڑھکر ہیں انمیں بالاجماع قصاص نہیں ہے اگرچہ عمداً ہوں جیسے ہاشمہ و منقلہ یہ جوہرہ نیرہ میں ہے اور جن شجاج میں ہمنے ذکر کیا کہ قصاص نہیں ہے انکے عمداً و خطاءً دونوں کا یکسان حکم ہے پس اُن زخموں کے عمداً ہونے کی صورت میں جو واجب ہے وہی خطا ہونے کی صورت میں واجب ہے یہ محیط میں ہے۔ اور موضحہ میں اگر خطا سے ہو تو دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ اور منقلہ میں دسواں حصہ و بیسواں حصہ واجب ہوگا اور آمہ کے واسطے تہائی دیت اور جائفہ کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر وار پار ہو جاوے تو دو جائفہ ہونگے پس دو تہائی دیت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ اور ان سب میں اگر اچھا ہو جاوے اور اُسکا کچھ اثر باقی نہ رہے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن امام محمد رح کے نزدیک اچھے ہونے تک جسقدر اُسنے خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو منقلہ زخم پہونچایا اور وہ اچھا ہو گیا مگر بعد اچھے ہونے کے اُسکا کچھ اثر رہ گیا اگرچہ قلیل ہی رہ گیا ہو تو بھی منقلہ کا ارش واجب ہوگا اسواسطے کہ ارش جب واجب ہوتا ہے تو وہ ساقط نہیں ہوتا ہے جب تک کہ سبب وجوب بالکل زائل نہو جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اسی پر فتوی ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور جو شجہ جو موضحہ سے اول مذکور ہوے ہیں اگر خطا ہوں تو حکومت عدل واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور حکومت عدل کی تفسیر میں مشائخ رحمہم اللہ نے اختلاف کیا ہے۔ طحاوی رح نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اُسکو مملوک فرض کر کے اس زخم کے ساتھ اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور بدون اس زخم کے اندازہ کیجاوے پس اگر تفاوت قیمت اصل قیمت کا بیسواں حصہ ہو تو دیت کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر چالیسواں حصہ ہو تو چالیسواں حصہ دیت واجب ہوگا اور اسی پر فتوی ہے یہ کافی میں ہے۔ اور زخم آمہ سوائے سر کے یا سوائے چہرہ کے ایسی جگہ جہاں سے دماغ تک پہونچ جاوے کہیں نہیں ہوتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے کان میں نیزہ مارا جو دوسرے کان سے نکل گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمیں حکومت عدل واجب ہے اور اگر منھ میں نیزہ مارا اور وہ دماغ میں جا نکلا حتی کہ منھ سے دماغ تک سوراخ ہو گیا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ اسمیں حکومت عدل ہے اور اگر دماغ سے کھوپڑی تک سوراخ ہو گیا تو دماغ سے کھوپڑی تک کیواسطے تہائی دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کسی شخص کی آنکھ میں نیزہ یا تیر مارا اور اسکی گدی کیطرف سے نکلا تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور باقی کے واسطے حکومت عدل واجب ہوگی اور اگر دماغ تک پہونچکر کھوپڑی سے پار ہو گیا ہو

تو آنکھ کے واسطے نصف دیت اور وہان سے دماغ تک کے واسطے حکومت عدل اور دماغ سے کھوپڑی تک
کے واسطے تہائی دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جو جراحات سر و چہرہ کے سوائے دوسری جگہ ہون پس
اگر اُنسے ہڈی کھل گئی یا ٹوٹ گئی تو حکومت عدل واجب ہوگی بشرطیکہ اُنکا اثر باقی رہا ہو اور اگر اُس جراحت کا اثر باقی
نہ رہا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظالم پر کچھ واجب نہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مجروح نے اچھے
ہونے تک جو کچھ خرچ کیا ہے وہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جائفہ وہ ہے جو جوف تک پہونچے جیسے جوف شکم یا
پشت یا سینہ یا جو گردن سے ایسی جگہ تک پہونچے کہ وہان اگر شراب پہونچے تو شراب پہونچنے سے مفطر ہو جاوے
تو یہ سب جائفہ ہے اور اُس سے اوپر جائفہ نہین ہے اور ذکر[۱] و دونون ہاتھون اور دونون پائون و ران و منہ و سر مین جائفہ
نہین ہوتا ہے اور اگر خصیے اور ذکر کے درمیان زخم لگے یہان تک کہ جوف تک پہونچ جاوے تو وہ جائفہ ہے یہ
سراج الوہاج مین ہے۔ اور شجہ کا قصاص اس طرح لیا جائیگا کہ شجہ کی مساحت طول و عرض کے موافق قصاص لیا
جائیگا پس اگر مقدم سر[۱] یا موخر سر یا درمیان مین یا سر کے دونون پہلو مین کسی طرف ہو تو زخم کرنے والے کے بھی
سر مین سے اسی جگہ سے اتنا ہی زخم کر دے اور اگر زید نے عمرو کے سر مین موضحہ زخم لگایا جس سے عمرو کے ہر دو
کنارہ سر کے بیچ کی ہڈی کھل گئی اور اسقدر طول و عرض کا زخم زید کا سر مین ہر دو کنارہ تک نہین پڑتا ہے یعنی زید کا
سر بہت بڑا ہے تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے قصاص لے اور جس کنارے سے چاہے زخم لگانا شروع کرے
یہانتک کہ اُسکے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جہان عمرو کے زخم لگا ہے اپنے زخم کے برابر جہان تک پہونچ سکے لگاتا جاوے
پھر جہانتک طول مین اُسکا زخم تھا اگرچہ ہر دو کنارہ تک نہ پہونچا ہو لیکن آئندہ باز رہے اور چاہے قصاص
چھوڑ کر اُس سے دیت لے لے اور اگر عمرو کا زخم زائد ہو اور زید کا سر چھوٹا ہو کہ ہر دو کنارہ سر زید سے مقدار مساحت[۲]
زخم عمرو کے زائد ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے ارش لے لے اور چاہے زید کے ہر دو کنارہ سر کے بیچ مین جسقدر
وسعت ہو اُسقدر قصاص لے لے اور اس سے زیادہ نہین بڑھا سکتا ہے اگرچہ عمرو کا زخم طول و عرض مین زائد ہے۔ اور اگر زخم مذکور
عمرو کے سر کے طول مین ہوا اور وہ زید کے سر مین پیشانی سے گدی تک پہونچتا ہو تو چاہے ارش لے لے یا زید کے
سر مین سے اُسی جگہ تک جہان عمرو کے زخم آیا ہے قصاص لے اور اس سے زیادہ نہین لے سکتا ہے اور اگر عمرو کے سر مین
پیشانی سے گدی تک ہووے اور زید کے سر مین اُسکے نصف ہی تک پہونچتا ہو تو عمرو کو اختیار ہے چاہے ارش لے لے
یا جہان تک طول مین اُسکا زخم زید کے سر مین پہونچ سکے وہان تک قصاص لے لے اور جس جانب سے چاہے
زخم دینا شروع کرے یہ ذخیرہ مین و محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے سر مین بیس موضحہ زخم لگائے پس اگر درمیان
مین اچھا نہوتا گیا ہو تو پوری دیت تین سال مین واجب ہوگی اور اگر درمیان مین اچھا ہوتا گیا ہو تو پوری
دیت ایک سال مین واجب ہوگی یہ کافی مین ہے۔ اگر ایک شخص کے موضحہ زخم لگایا پس اُسکی عقل جاتی رہی یا پورے
سر کے بال گر گئے پھر نہ جمے تو موضحہ کا ارش دیت مین داخل ہو جائیگا اور ان دونون کے سوائے ارش موضحہ دیت
مین داخل نہین ہوا ہے۔ اور اگر کوئی حصہ بالون کا یا بہت کم کسی قدر بال گر گئے تو اُسپر موضحہ کا ارش واجب ہوگا
اور بالون کی دیت اُسمین داخل ہوگی اور یہ اُسوقت ہے کہ اُسکے سر کے بال نہ جمے ہون اور اگر موافق سابق کے
جم آئے ہون تو اُسپر کچھ لازم نہوگا یہ جوہرہ نیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک شخص کی بھون مین موضحہ زخم لگایا اور بال

[۱] مقدم سر پیشانی کی جانب اور موخر سر گدی کی جانب ۱۲
[۲] یعنی پیمائش باعتبار طول و عرض ۱۲

اگر گئے اور پھر نہ جمے تو اُسپر آدھی دیت واجب ہوگی اور موضحہ کا ارش اسمین داخل ہو جائیگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور
اگر اُسکی سماعت یا بصارت یا کلام کی قوت اُس سے جاتی رہی تو اُسپر موضحہ کا ارش مع دیت کے واجب ہوگا اور مشائخ
نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ سماعت و کلام کی دیت میں زخم
مذکور داخل ہو جائیگا اور بصارت کی دیت میں داخل نہوگا یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے عمداً دوسرے کو موضحہ زخم
پہونچایا جس سے اُسکی آنکھیں جاتی رہیں تو امام اعظم رح کے نزدیک اسمین کچھ قصاص نہیں ہے اور دونوں آنکھوں کی دیت
واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ موضحہ کا قصاص ہوگا اور آنکھوں کی دیت واجب ہوگی اور ابن سماعہ نے
امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ موضحہ اور دونوں آنکھوں کا قصاص واجب ہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص اصلع[1]
جسکے سر کے بال بوڑھاپے سے جاتے رہے تھے اُسکو ایک شخص نے عمداً موضحہ زخم پہونچایا تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قصاص
نہوگا اور مجرم پر ارش واجب ہوگا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں راضی ہوتا ہوں کہ مجھ سے قصاص لیا جاوے تو نہیں
ہو سکتا ہے اور اگر مجرم بھی اصلع ہو تو اُسپر قصاص لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ واقعات ناطفی میں ہے کہ اصلع کا موضحہ
بہ نسبت موضحہ غیر اصلع کے ناقص ہوتا ہے تو ارش بھی ناقص ہوگا اور ہاشمہ میں دونوں برابر ہیں منتقی میں ہے کہ
ایک شخص نے اصلع کے سر میں خطا سے موضحہ زخم پہونچایا تو خطا کار پر موضحہ کے ارش سے کم مال اُسکے مال میں
واجب ہوگا اور اگر ہاشمہ زخم پہونچایا تو ہاشمہ کے ارش سے کم مال اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے

نوان باب ۔ جنایت کے واسطے حکم کرنے اور جنایات کو دکان و اُسکے اسباب کے بیان میں۔ ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ اُسکو قتل کرے پس اُسنے تلوار سے اُسکو قتل کیا تو قصاص نہوگا اور امام اعظم رح سے اصح
الروایتین کے موافق دیت بھی واجب نہوگی اور یہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر اُسکو حکم دیا کہ
اُسکا ہاتھ کاٹ دے یا اُسکی آنکھ پھوڑ دے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو دونوں صورتوں میں ضمان واجب نہوگی[2]
یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا ہاتھ اس شرط پر کاٹ دے کہ تو مجھے یہ
کپڑا دیدے یا یہ درم دیدے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ پانچ ہزار درم واجب ہونگے
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسہ کو فروخت کیا پس اُسنے قتل کر ڈالا تو قصاص واجب
ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ زید نے عمرو سے کہا کہ میرے پسر کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے حالانکہ وہ نابالغ ہے تو
قصاص واجب ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ میں اسمین استحساناً یوں حکم
دیتا ہوں کہ وہ دیت دیگا۔ اور اگر کہا کہ میرے غلام کو قتل کر دے یا اُسکا ہاتھ کاٹ دے پس عمرو نے
ایسا ہی کیا تو عمرو پر کچھ واجب نہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ اور اگر کہا کہ میرے بھائی کو قتل کرے اور حکم دہندہ
اُسکا وارث ہو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ استحساناً قاتل سے دیت لیجائیگی۔ اور اگر اُسکو حکم کیا کہ اُسکا سر یا
چہرہ زخمی کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو فاعل پر کچھ واجب نہوگا لیکن اگر وہ مر گیا تو قاتل پر دیت واجب ہوگی
یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے باپ کو قتل کر دے اُسنے قتل کر دیا تو قاتل پر واجب ہوگا کہ
اُسکے بیٹے کو دیت مقتول ادا کرے اور اگر کہا کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ ڈال اُسنے کاٹا تو اُسپر قصاص
واجب ہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے آپ کو قتل کرے اُسنے

[1] اصلع وہ شخص ہے کہ جسکے مقدم سر کے بال نہوں (؟)

ایسا ہی کیا تو حکم دہندہ پر اُسکی قیمت واجب ہوگی کذا فی الظہیریہ اقول وفیہ نظر منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ تو میرے اوپر جنایت کریں اُسنے ایک پتھر پھینک مارا اور اُس سے ایسا زخم آیا کہ ایسے زخم سے آدمی
زندہ رہ سکتا ہے تو وہ شخص جانی یعنے جنایت کنندہ کہلائیگا قاتل نہ کہلائیگا پھر اگر وہ شخص مجروح مر گیا تو جانی پر کچھ
نہ ہوگا۔ اور اگر ایسا زخم آیا جس سے آدمی زندہ نہیں رہتا ہے تو وہ قاتل ہوگا نہ جانی پس مجروح کے مرجانے کی
صورت میں اُسپر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کہا کہ مجھپر کوئی جنایت کریں پس مامور نے اُسکو تلوار سے قتل کر ڈالا تو
مامور سے قصاص نہ لیا جائیگا اور اُسپر اُسکے مال سے دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک لڑکے نے
دوسرے لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے قتل کیا تو قتل کنندہ کی مددگار برادری پر اُسکی
دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری یہ مال حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس نہیں لے سکتی ہے یہ
فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر مامور کوئی غلام ہو تو اُسکے مولے نے جو کچھ تاوان دیا ہے وہ حکم دہندہ سے
واپس لے لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم کیا کہ فلان شخص کو قتل کر دے اُسنے
قتل کیا تو لڑکے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اس مال کو حکم دہندہ کی مددگار
برادری سے واپس لیگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر مامور ایک غلام محجور ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو تو اُسکے مولے
کو اختیار دیا جائیگا۔ کہ چاہے اس غلام مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہر حال جو مقدار
دونوں میں کم ہو خواہ فدیہ یا غلام کی قیمت اُسکو حکم دہندہ کے مال سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی میں
ہے۔ اور اگر بالغ نے دوسرے بالغ کو ایسا حکم دیا تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور حکم دہندہ پر کچھ نہوگا یہ فتاوی
قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ فلان شخص کا چوپایہ مار ڈال یا اُسکا کپڑا پھاڑ ڈال اُسکے لئے یا
اُسکا کھانا کھا لینے کا حکم دیا اور اُسنے حکم کے موافق کیا تو اُسکا تاوان لڑکے کے مال میں واجب ہوگا اور اس مال
تاوان کو حکم دہندہ سے واپس لیگا اور اگر لڑکے نے بالغ کو ان افعال کا حکم دیا اور اُسنے ایسا فعل کیا تو لڑکے
پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر غلام ماذون نے کسی لڑکے کو ایک شخص کا کپڑا پھاڑ ڈالنے کا حکم
دیا یا لڑکے کو اپنے کسی کام میں لگایا جس سے وہ مر گیا تو امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حکم دہندہ ضامن ہوگا
اور اگر اُسنے لڑکے کو کسی شخص کے قتل کا حکم دیا اور اُسنے قتل کیا تو حکم دہندہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ غلام ماذون نے جو صغیر ہو یا کبیر ہو کسی غلام محجور یا ماذون کو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو ایک شخص کے
قتل کرنے کا حکم دیا اور مامور نے قتل کر دیا اور مولے کو اختیار دیا گیا کہ مجرم کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے
تو مولے اُسکی فدیہ و قیمت دونوں میں سے کم مقدار کو حکم دہندہ کے رقبہ سے وصول کر لیگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر
حکم دہندہ غلام محجور ہو اور مامور بھی ایسا ہی ہو اور قاتل کے مولے نے اُسکا دینا یا اُسکا فدیہ دینا کچھ اختیار کیا تو
مولے اس مال تاوان کو حکم دہندہ سے فی الحال واپس نہیں لے سکتا ہے ولیکن محجور مذکور کے آزاد ہونے کے
بعد اُس سے مواخذہ کر سکتا ہے۔ اور اگر اس صورت میں حکم دہندہ نابالغ ہو تو بعد آزاد ہونے کے بھی اُس سے مواخذہ
نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر مامور آزاد صغیر ہو اور حکم دہندہ غلام محجور ہو تو نابالغ کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی
اور مددگار برادری کے لوگ اُسکو محجور کے مولے سے فی الحال یا محجور سے بعد آزاد ہونے کے واپس نہیں لے سکتے ہیں۔

شرح زیادات عتابی مین ہے۔ مکاتب صغیر یا کبیر نے غلام محجور یا ماذون کو جو صغیر ہو یا کبیر ہو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا
اور اسنے قتل کیا اور مولے نے اسکو یا اسکا فدیہ دیدیا تو یہ کاتب سے اسکی قیمت واپس لیگا لیکن اگر اسکی قیمت دس ہزار
درم سے زائد ہو تو اس صورت مین دس ہزار درم مین سے دس درم کم کرکے واپس لیگا اور اگر مکاتب عاجز ہو گیا تو
مولاے قاتل کو مولاے مکاتب سے مطالبہ کا اختیار ہوگا اور مطالبہ کریگا کہ اسکو فروخت کرے اور اگر عاجز ہونے کے بعد
یا اس سے پہلے وہ آزاد کیا گیا تو مولائے قاتل کو اختیار ہوگا چاہے آزاد کنندہ سے اس غلام کی قیمت اور اپنے غلام
کی قیمت دونون مین سے کم مقدار کو لے لے یا غلام آزاد شدہ سے اپنے غلام کی پوری قیمت واپس لے یہ محیط مین ہے اور
اگر حکم دہندہ مکاتب نابالغ یا بالغ ہو اور مامور قاتل طفل آزاد ہو تو طفل کی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب
ہوگی اور اسکی مددگار برادری مکاتب سے اسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار واپس لیگی سو اسطے کہ یہ حکماً جنایت مکاتب
ہے یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر مکاتب عاجز ہو کر رقیق ہو گیا پس اگر قبل اسکے کہ قاضی مددگار برادری کے واسطے
اسکی قیمت کا حکم دے ایسا ہوا ہو تو مددگار برادری کا استحقاق مکاتب سے باطل ہو گیا اور اگر مکاتب کی قیمت مددگار
برادری کو دینے کا حکم قاضی کیطرف سے ہو جانے کے بعد ادا کرنے سے پہلے مکاتب عاجز ہو گیا تو امام اعظم رح کے قول
کے موافق سے فی الحال مددگار برادری کا مواخذہ کا استحقاق باطل ہوا اور اسقدر تاخیر ہوئی کہ وہ لوگ مکاتب مذکور کے
آزاد ہو جانے کے بعد اس سے مواخذہ کر سکتے ہین اور صاحبین رح کے نزدیک باطل نہوگا بلکہ فی الحال اس مکاتب عاجز
شدہ کو ماخوذ کر سکتے ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قاضی کا حکم ہو جانے کے بعد تھوڑا مکاتب نے ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک جسقدر ادا کیا ہے وہ مددگار برادری کو دیا ہوا رہیگا اور جسقدر نہین ادا کیا ہے اسکا استحقاق فی الحال
باطل ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل نہوگا بلکہ باقی کے واسطے مکاتب عاجز شدہ فی الحال فروخت کیا جائیگا الا اس
صورت مین فروخت نہوگا کہ مولے اسکا فدیہ دیدے یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور اگر اسپر قاضی نے اسکی قیمت کا حکم دیا
پھر مولے کے عاجز ہونے کے بعد اسکو آزاد کر دیا تو قاتل کی مددگار برادری کو اختیار ہوگا چاہے مکاتب مذکور کے مولی سے
فقط اسکی قیمت واپس لے اور باقی کو آزاد شدہ سے لے سکتے ہین اور چاہے غلام آزاد شدہ سے پوری ضمان لین اور یہ جو
مذکور ہوا کہ مددگار برادری کو غلام سے یا اسکے مولے سے تاوان لینے کا اختیار ہے یہ صاحبین رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے
نزدیک مددگار برادری کو مولے سے تاوان لینے کا اختیار نہین ہے اسواسطے کہ انکو غلام سے فی الحال تاوان لینے
کا اختیار جب نہوا تو مولے نے غلام مدیون کو آزاد نہین کیا پس ضامن نہوگا اور اگر وہ عاجز نہوا بلکہ ادا کر کے آزاد
ہو گیا اور یہ امر اسوقت ہوا کہ قاضی اسپر قیمت کا حکم دے چکا ہے یا اس سے پہلے ہوا تو مددگار برادری فی الحال اس سے قیمت
نہ لیگی لیکن وہ لوگ اس سے اسطرح قیمت وصول کرینگے جسطرح انھون نے ادا کی ہے یعنے انھون نے تین سال مین
ہر سال مین تہائی دیت ادا کی ہے اسی طرح مکاتب آزاد شدہ سے تین سال مین ہر سال مین تہائی قیمت واپس لے سکتے ہین
یہ محیط مین ہے اور اگر حکم دہندہ اور جسکو حکم دیا ہے دونون مکاتب ہون تو قاتل پر ضمان واجب ہوگی اور مامور سے واپس
نہین لے سکتا ہے یہ شرح زیادات عتابی مین ہے ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اسکے غلام کو ایک کوڑا مارے اسنے
ایک کوڑا مارا اور اسکے سر کو موضحہ زخم سے زخمی کیا یا اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے وہ مر گیا تو مارنے والے سے نصف جنایت
نفس ساقط ہو گئی اور نفس جنایت نفس کی دیت اسکے ذمہ واجب ہوگی یہ مختصر جامع کبیر مین ہے ایک شخص کا ایک غلام

ہو اُسنے زید کو حکم دیا کہ اِسکو ایک کوڑا مارے اُسنے غلام کو دو کوڑے مارے پھر مولے نے اِسکو ایک کوڑا مارا پھر
خالد نے اِسکو ایک کوڑا مارا پھر ان سب سے وہ مر گیا تو زید کی مددگار برادری پر دوسرے کوڑے کا ارش ایک کوڑا کھائے
ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی قیمت کا چھٹا حصہ واجب ہوگا مگر قیمت اس طرح اندازہ کیجاوے کہ چار کوڑے
کھائے ہوئے کی کیا قیمت ہو پس جسقدر قیمت ایسے زخمی کی اندازہ کیجاوے اُسکا چھٹا حصہ واجب ہوگا اور خالد کی مددگار
برادری پر چوتھے کوڑے کا ارش بدین حساب کہ تین کوڑے کھائے ہوئے ہو واجب ہوگا اور چار کوڑے کھائے
ہوئے کی قیمت کی تہائی واجب ہوگی اور اسکے سوا سب باطل ہوگا اور اگر زید نے اُسکو تین کوڑے مارے اور باقی
مسئلہ بحالہ ہو تو اسمین بھی یہی حکم ہے لیکن زید کی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے کا ارش بھی واجب ہوگا اور خالد پر
پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور پانچ کوڑے کھائے ہوئے کی
تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو پھر مثلاً زید نے عمرو کو
حکم دیا کہ اسکو ایک کوڑا مارے اُسنے ایک کوڑا مارا پھر دو کوڑے مارے پھر غلام کے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا پھر اُسکے ایک
کوڑا مارا پھر ان سب سے وہ مر گیا تو عمرو پر دوسرے کوڑے کے مارنے کا ارش ایک کوڑا کھائے ہوئے کا اُسکے مال سے
واجب ہوگا اور نیز اگر وہ خوشحال ہو تو اُسکی نصف قیمت دو کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے اپنے شریک
کے واسطے ضمان دیگا اور اسپر تیسرے کوڑے کا ارش بھی دو کوڑے کھائے ہوئے کا اپنے مال سے واجب ہوگا
اور اپنے مال سے اُسکی نصف قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور باوجود اس سب کے
آزاد کرنے والا وہ نصف جسکا احالہ شریک کے واسطے ہو وصول کریگا اور باقی وارثان غلام کو ملیگی اور اگر اُسکا
کوئی وارث نہو تو اسمین سے آزاد کرنے والا کچھ وارث نہوگا اور جو شخص آزاد کرنے والے کے عصبات مین سب
سے قریب ہو وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کرنے والا تنگدست ہو تو مارنے والے پر دوسرے کوڑے کا نصف
ارش اُسکے مال سے ایک کوڑا کھائے ہوئے کے حساب سے واجب ہوگا اور اُسکی مددگار برادری پر تیسرے کوڑے
کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے کے واجب ہوگا اور اُسکی نصف قیمت تین کوڑے کھائے ہوئے کے حساب سے
واجب ہوگی اور جس مولے نے اُسکو آزاد نہین کیا ہے وہ اسمین سے نصف بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے لیگا
اور جو باقی رہا اسمین سے نصف وہ مولے لے لیگا جسنے آزاد نہین کیا ہے اور نصف آزاد کنندہ کے عصبہ کو ملیگی یہ
مختصر الجامع مین ہے۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے اُنمین سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اِسکو ایک کوڑا
مار اور اگر تو نے زیادہ کیا تو وہ آزاد ہے پس مامور نے اُسکو تین کوڑے مارے اور وہ اس سبب سے مر گیا تو مارنیوالے
پر دوسرے کوڑے کا نصف ارش بحساب ایک کوڑا کھائے ہوئے کے اُسکے مال سے واجب ہوگا اور آزاد
کنندہ پر اگر خوشحال ہو اپنے شریک کے واسطے اُسکی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی
اور مارنے والے پر تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور اُسکی نصف
قیمت بحساب تین کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری پر ہوگا پس اولیاء غلام اسکو
وصول کرینگے اور اسمین سے آزاد کنندہ اسقدر لے لیگا جسقدر اُسنے تاوان دیا ہے اور باقی وارثان غلام میں مشترک
ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو جسنے شرطیہ قسم سے اُسکو آزاد کیا ہے وہ وارث ہوگا اور اگر آزاد کنندہ تنگدست

ہو تو تیسرے پر ضمان واجب نہ ہوگی اور مارنے والے پر جیسا ہمنے بیان کیا ہے ضمان واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور تیسرے
کوڑے کا ارش واجب ہوگا کذا فی مختصر الجامع اور یہ تینون سے نصف اسکے مال مین سے اور نصف اسکی مددگار برادری
سے لیا جائیگا پھر تینون سے مارنے والا غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے مارے ہوے کے لے لیگا اور پھر اگر کچھ
باقی رہا تو وارثان غلام کو ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر اسکا کوئی وارث نہو تو اسکا نصف مولاے آزاد کنندہ اور
باقی مارنے والے کے قریب تر عصبہ کو ملیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے کذا فی مختصر الجامع اور اگر مسئلہ مذکورہ بحالہ ہو
پھر حکم دہندہ نے اسکو ایک کوڑا مارا پھر ایک اجنبی نے اسکو ایک کوڑا مارا اور ان سب سے وہ مرگیا تو مامور پر دوسرے
کوڑے کا نصف ارش اسکے مال سے بحساب ایک کوڑا کھائے ہوے کے اپنے شریک کے واسطے واجب ہوگا اور
مامور کی مددگار برادری پر بشرطیکہ آزاد کنندہ خوشحال ہو تیسرے کوڑے کا ارش بحساب دو کوڑے کھائے ہوے کے
واجب ہوگا اور اسکی قیمت کا چھٹا حصہ بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوئے کے واجب ہوگا اور حکم دہندہ پر چوتھے کوڑے
کا ارش بحساب تین کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے اسکے مال سے
واجب ہوگا اور اجنبی کی مددگار برادری پر پانچوین کوڑے کا ارش بحساب چار کوڑے کھائے ہوے کے اور تہائی قیمت
بحساب پانچ کوڑے کھائے ہوے کے واجب ہوگی اور اجنبی کی مددگار برادری اور حکم دہندہ اور مامور سے جو
کچھ وصول کیا گیا ہے وہ غلام کا ہوگا اور مامور اپنے حکم دہندہ سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو کوڑے کھائے
ہوے کے لے لیگا اور حکم دہندہ اسقدر مال کو مال غلام سے واپس لیگا۔ اور جو کچھ غلام کا مال باقی رہا وہ عصبات حکم
دہندہ کو ملیگا بشرطیکہ غلام کا کوئی عصبہ نہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر حکم دہندہ تنگدست ہو تو مامور پر دوسرے کوڑے
کا نصف ارش اسکے مال سے واجب ہوگا اور تیسرے کوڑے کا ارش اور چھٹا حصہ قیمت بحساب پانچ کوڑے
کھائے ہوے کے واجب ہوگا جسمین سے نصف اسکے مال پر اور نصف اسکی مددگار برادری کے اوپر ہوگا اور حکم دہندہ
پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے اسکے خوشحال ہونیکی حالت مین بیان کر دیا ہے لیکن یہ اسکی مددگار برادری سے وصول
کیا جائیگا اور اجنبی پر وہی واجب ہوگا جو ہمنے بیان کر دیا ہے اور مامور ان سب مین سے غلام کی نصف قیمت بحساب دو
کوڑے کھائے ہوے کے لے لیگا اور جو باقی رہا وہ دونون مولاؤن کے عصبات کو ملیگا یہ مختصر الجامع الکبیر مین
ہے۔ اور عیون مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دو آدمیون سے کہا کہ تم دونون میرے اس مملوک کو سو کوڑے مارو
تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہین ہے کہ پورے سو کوڑے مارے اور اگر ایک نے اسکو ننانوے کوڑے مارے
اور دوسرے نے فقط ایک کوڑا مارا تو قیاساً زیادہ مارنے والا ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہوگا یہ تاتارخانیہ
مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے کو ایک ہتھیار دیدیا تاکہ لیے رہے اور اس سے لڑکا ہلاک ہوگیا تو دینے والے
کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اسنے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے اسکو لیے رہ تو بھی مختار یہی ہے کہ وہ
ضامن ہوگا اور اگر کسی لڑکے کو ہتھیار دیدیا اور اسنے اپنے آپ یا دوسرے کو ہلاک کیا تو بالاجماع دینے والا ضامن
نہوگا کذا فی الخلاصہ اور قولہ اور اس سے لڑکا ہلاک ہوگیا اس قول سے یہ مراد نہین ہے کہ لڑکے نے اپنے تئین قتل
کر ڈالا کیونکہ اس صورت مین دینے والے پر ضمان نہین ہے بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ہتھیار لڑکے کے ہاتھ
سے اسکے بعض اعضا پر گرا جس سے وہ ہلاک ہوگیا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ ایک شخص نے ایک لڑکے مجبور سے

یہ کہا کہ تو اس درخت پر چڑھکر میرے واسطے اسکے پھل توڑدے پس وہ لڑکا چڑھا اور وہان سے گرکر ہلاک ہوگیا تو حکم دہندہ کی مددگار برادری پر لڑکے مذکور کی دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اسکو لینے واسطے کسی بوجھ اُٹھانے یا لکڑی توڑنے کا حکم دیا ہو تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر طفل مذکور سے یون کہا کہ اس درخت پر چڑھجا اور پھل توڑ اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے توڑ پس اور لڑکے نے ایسا ہی کیا اور ہلاک ہوا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا خواہ اُسنے یہ کہا ہو کہ میرے واسطے توڑدے یا فقط یہ کہا ہو کہ پھل توڑ یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور جامع صغیر مین لکھا ہے کہ اگر دوسرے شخص کے غلام سے کہا کہ اس درخت پر چڑھکر پھل توڑ تاکہ تو کھاوے اور اُسنے ایسا کیا اور اگر ہلاک ہوگیا تو کہنے والا ضامن نہوگا اور اگر یون کہا کہ تاکہ مین کھاؤن اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر غیر کے غلام کو لکڑیان توڑنے یا کسی اور کام کے واسطے حکم دیا تو جو نتیجہ اس سے پیدا ہو اُسکا ضامن ہوگا یہ خلاصہ مین ہے اگر ایک شخص نے ایک طفل کو اپنے سواری کے جانور پر چڑھایا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو تھامے رہنا اور اس کام کے واسطے اُسکو کوئی راہ نہ تھی پھر وہ جانور پر سے گرپڑا اور مرگیا تو جسنے اسکو سوار کیا ہے اُسکی مددگار برادری پر طفل مذکور کی دیت واجب ہوگی خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے بڑے لڑکے سوار ہوتے ہین یا ایسا نہو۔ اور اگر طفل مذکور نے جانور کو چلایا یہانتک کہ اُسکی رفتار مین کوئی آدمی دبکر قتل ہوگیا اور طفل مذکور اُسکو تھامے ہوئے بیٹھا تھا تو مقتول کی دیت طفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور جسنے چڑھایا ہے اُسکی مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ اتنے چھوٹے لڑکے جانور کو نہین چلا سکتے ہین اور نہ بیٹھکر تھام سکتے ہین تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اور اگر جانور کی رفتار مین وہ لڑکا اُسکے اوپر سے گرکر مرگیا تو اُسکی دیت سوار کرنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ جانور کے روان ہونے کے بعد گرا ہو یا پہلے گرا ہو خواہ طفل مذکور ایسا ہو کہ اسکو تھام سکتا ہو یا نہ تھام سکتا ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور اگر ایک شخص ایک طفل کو ساتھ لیکر ایک جانور پر سوار ہوا اور لڑکا ایسا ہے کہ نہ چلا سکتا ہے اور نہ اُسپر جم سکتا ہے پھر جانور مذکور نے کسی شخص کو تلف کردیا تو اُسکی دیت خاصکر مرد مذکور کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسی پر کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر طفل مذکور ایسا ہو کہ جانور کو چلاتا ہوا اور اُسپر سوار ہوتا ہو تو مقتول کی دیت دونون کی مددگار برادری پر واجب ہوگی پھر طفل کی مددگار برادری اس دیت کو مرد کی مددگار برادری سے واپس لیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر ایک غلام نے ایک آزاد طفل کو ایک جانور پر سوار کیا اور طفل مذکور اُسپر سے گرکر مرگیا تو اُسکی دیت غلام کی گردن پر ہوگی کہ مولا اُسکے غلام اُسکو دیگا یا اُسکا فدیہ دیگا اور اگر طفل کے ساتھ غلام بھی اُس جانور پر سوار ہوا اور دونون روان ہوئے پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا اور وہ مرگیا تو طفل کی مددگار برادری پر نصف دیت اور غلام کی گردن پر نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر آزاد بالغ نے ایک غلام صغیر کو جانور پر سوار کیا حالانکہ اتنا بڑا غلام اُسکو چلا سکتا اور تھام سکتا ہے کہ اُسپر جا بیٹھے پھر اُسکو حکم کیا کہ اُسپر روان ہو پھر جانور مذکور نے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی چاہے اُسکا مولے اس غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پھر اُسکا مولی ارش و اُسکی قیمت سے کم مقدار کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر مرد مذکور نے غلام کو چڑھایا حالانکہ ایسا چھوٹا غلام جانور کو نہین چلا سکتا ہے اور نہ اُسپر جمکر بیٹھ سکتا ہے اور جانور مذکور روانہ ہوا اور اُسنے کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ جانور وہین کھڑا ہو جہان اُسنے کھڑا کیا ہے تو وہ خالی نہوگا حتے کہ اگر جانور نے اپنے ہاتھ یا لات سے کسی کو مارا یا کچل ڈالا یا روند ڈالا تو

غلام صغیر پر کچھ واجب نہوگا اور مقتول یا مجروح کی ضمان اُس شخص کی مددگار برادری پر واجب ہوگی جسنے اُسکو کھڑا کیا ہے لیکن اگر اُسنے اپنی ملک میں کھڑا کیا ہو تو اُسپر بھی ضمان نہوگی یہ شرح مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے ایک طفل کو دیوار یا درخت پر دیکھکر بلند آواز سے کہا کہ گرنہ پڑنا پس وہ گر کر مرگیا تو مرد آواز دہندہ ضامن نہوگا اور اگر کہا کہ گر پڑا اور وہ گر کر مرگیا تو آواز دینے والا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک لڑکا اپنے باپ کی گود میں ہے اُسکو ایک غیر شخص نے کھینچا حالانکہ اُسکا باپ اُسکو پکڑے رہا یہانتک کہ اُسکے کھینچنے میں وہ مرگیا تو طفل مذکور کی دیت اُس کھینچنے والے پر ہوگی اور باپ اُسکا وارث ہوگا اور اگر دونوں نے اُسکو کھینچا ہو اور وہ مرگیا تو اُسکی دیت دونوں پر واجب ہوگی اور باپ اُسکا وارث نہوگا یہ واقعات حسامیہ میں ہے۔ ایک لڑکا پانی میں گر کر یا چھت سے گر کر مرگیا پس اگر ایسا ہو کہ اپنی حفاظت خود کرسکتا ہے تو ماں باپ پر کچھ نہوگا اور اگر اپنی حفاظت خود نہ کرسکتا ہو تو ماں و باپ پر کفارہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونوں کی گود میں پرورش پاتا ہو اور اگر دونوں میں سے ایک کی گود میں پرورش پاتا ہو تو فقط اُسی پر کفارہ واجب ہوگا ایسا ہی شیخ نصیر سے مروی ہے اور شیخ ابو القاسم سے حق والدین میں منقول ہے کہ اگر دونوں نے بچہ کا لحاظ نہ کیا یہانتک کہ وہ چھت سے گر کر مرگیا یا آگ سے جلکر مرگیا تو دونوں پر سوائے توبہ و استغفار کے کچھ واجب نہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے یہ اختیار کیا ہے کہ دونوں پر کچھ واجب نہوگا اور نہ ایک پر کچھ واجب ہوگا الا اُس صورت میں کہ اُسکے ہاتھ سے گر پڑے اور فتوی اسی پر ہے جسکو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے کذا فی الظہیریہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ بچہ کی ماں نے اگر بچہ باپ کے پاس چھوڑ دیا اور چلی گئی حالانکہ وہ بچہ سوائے ماں کے دوسری عورت کی چھاتی لیتا ہے مگر باپ نے اُسکے واسطے کوئی دائی نہ لگائی یہانتک کہ وہ بھوک سے مرگیا تو باپ گنہگار ہوگا اور اُسپر کفارہ و توبہ واجب ہے اور اگر وہ دوسری عورت کی چھاتی نہ لیتا ہو اور اُسکی ماں یہ بات جانتی ہو تو ماں گنہگار ہوگی کیونکہ اُسی نے اُسکو ضائع کیا ہے اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ حکم شیخ نصیر سے مروی ہے اور چاہیے کہ یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہو جیسے مسئلہ اولے میں اختلاف ہے یہ محیط میں ہے۔ چھ برس کی لڑکی کو بخار آتا تھا اور وہ آگ کے قریب بیٹھی تھی پھر باپ کے چلے جانے کے بعد اُسکی ماں بھی اُسکو چھوڑ کر کسی پڑوسی کے یہاں گئی پھر وہ لڑکی جل گئی اور مرگئی تو ماں پر دیت واجب نہوگی لیکن اگر اُسکے پاس مال ہو تو مجھے نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان باندی آزاد کرے ورنہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے اور ہمیشہ تاسف و ندامت میں رہے اور استغفار کرتی رہے امید ہے کہ اللہ تعالے اُسکو عفو کردے اور یہ حکم مستحب ہے اور رہا وجوب کفارہ سو اُسکا حال بیان ہو چکا ہے یعنے کفارہ واجب نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اصل میں ہے کہ اگر کسی شخص نے آزاد بچہ کو غصب کر لیا اور لیگیا اور وہ مرگیا تو اسمیں دو صورتیں ہیں اول آنکہ کسی ایسے سبب سے مرگیا جس سے احتراز و حفاظت ممکن نہیں ہے مثلاً اُسکو بخار آنے لگا اور اس صورت میں بالاجماع غاصب پر ضمان نہیں ہے اور دوم آنکہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز و حفاظت ممکن ہے مثلاً وہ قتل کیا گیا یا اُسکے پتھر لگا یا اُسپر دیوار گر پڑی یا آسمان سے بجلی گری اور وہ صدمہ اُٹھا کر مرگیا یا اُسکو سانپ نے کاٹا یا درندہ نے پھاڑا یا دیوار یا پہاڑ سے گر پڑا تو ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک غاصب ضامن ہوگا اور اسپر اجماع ہے کہ اگر بچہ مذکور نے اپنے آپکو قتل کیا تو غاصب پر ضمان نہوگی اور اگر غلام غصب کیا ہو تو بہرحال ضامن ہوگا خواہ ایسے سبب سے مرا جس سے احتراز ممکن ہے یا ایسے سبب سے جس سے احتراز ناممکن ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک طفل غصب کر کے مہالک کے قریب کر دیا یعنے ایسی چیزوں سے قریب کر دیا جس سے آدمی مرجاتا ہے اور وہ مرگیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اگر وہ آزاد ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے

اگر طفل مغصوب نے کسی کو قتل کیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر طفل کے پاس ایک غلام ودیعت رکھا گیا ہو اُسکو طفل نے قتل کر ڈالا تو اُسکی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر طعام ودیعت رکھا گیا اُسکو طفل نے کھا لیا تو ضامن نہوگا یہ امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں ضامن ہوگا اور علی ہذا اگر غلام محجور کو مال ودیعت دیا گیا اور اُسنے تلف کر دیا تو امام اعظم و امام محمد رح کے نزدیک فی الحال وہ ماخوذ نہوگا اور بعد آزاد ہونیکے اُس سے تاوان مال کا مواخذہ کیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک فی الحال ماخوذ ہوگا اور اقراض و اعارہ اور بیع و تسلیم اگر طفل یا غلام محجور کے ساتھ ہو تو اُسمیں بھی ایسا ہی اختلاف ہوگا اور صحیح قول کے موافق یہ اختلاف طفل عاقل میں ہے حتے کہ غیر عاقل بالاجماع ضامن نہوگا اور اگر بدون ایداع کے کچھ مال تلف کر دیا تو ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر باپ نے بیٹے کو یا وصی نے یتیم کو تادیباً مارا اور وہ مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وہ ضامن ہوگا اور اگر معلم نے اُسکو مارا پس اگر ان دونوں کے بغیر اجازت ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر شوہر نے زوجہ کو تادیباً مارا کہ وہ مر گئی تو ضامن ہوگا اور باپ پر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور ادب سکھلانے والے پر کفارہ واجب ہوگا دیت نہوگی اور شوہر پر کفارہ و دیت دونوں واجب ہونگے یہ اقتات حسامیہ میں ہے۔ والدہ نے اگر اپنے نابالغ فرزند کو تادیب کے واسطے مارا اور وہ مر گیا تو بنابر قول امام اعظم رح کے بلاشک والدہ ضامن ہوگی اور صاحبین رح کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ والدہ ضامن نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے نابالغ فرزند کو تعلیم قرآن مجید میں مارا اور وہ مر گیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ والد اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اُسکا وارث نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ والد اُسکا وارث ہوگا اور ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ پچھنے لگانے والے یا فصد کھولنے والے یا جراح یا ختنہ کرنے والے نے اگر پچھنے لگائے یا فصد کھولی یا نشتر دیا یا ختنہ کیا اور جیسکے ساتھ کیا ہے اُسکی اجازت سے کیا پھر یہ زخم بجانب نفس سرایت کر گیا اور وہ مر گیا تو ضامن نہوگا کذا فی السراجیہ جراح یا فصد کھولنے والے یا پچھنے لگانے والے نے اگر مولے کی اجازت سے غلام کے ساتھ یا ولی کی اجازت سے طفل کے ساتھ ایسا کیا اور جراحت بجانب نفس سرایت کر گئی اور وہ مر گیا تو ان میں سے کسی پر ضمان نہوگی اور یہی حکم ختنہ کرنے والے کا ہے اور بلاخلاف یہ لوگ سرایت زخم سے ضامن نہیں ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے اگر ختنہ کرنے والے نے باپ کی اجازت سے اُسکے بیٹے کا ختنہ کیا اور ہاتھ چل گیا کہ جس سے حشفہ کٹ گیا اور طفل مر گیا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر آدھی دیت واجب ہوگی اور اگر طفل زندہ رہا تو ختنہ کرنے والے کی مددگار برادری پر پوری دیت ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور یہ حکم ایسی صورت میں ہے کہ جب حشفہ کٹ گیا اور طفل مر گیا تو ہمنے ذکر کیا کہ آدھی دیت واجب ہوگی یہ امام محمد رح نے روایت کی ہے اور یہ روایت مجموع النوازل میں مذکور ہے اور اصل میں ذکر فرمایا کہ اگر مر گیا تو کچھ واجب نہوگا اور ایسا ہی جنایات العتاق میں مذکور ہے کذا فی الذخیرہ

دسواں باب جنین کے بیان میں۔

اگر مرد نے ایک عورت حاملہ کے پیٹ میں خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو مارا جس سے اُسکے پیٹ سے مردہ بچہ آزاد گر پڑا خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو تو مارنے والے کی مددگار برادری پر غرہ واجب ہوگا اور غرہ غلام ہے یا باندی ہے یا گھوڑا ہے جسکی قیمت پانچ سو درم ہو اور یہ مال اس جنین کی میراث ہوتا ہے

اور اگر مارنے والا اُسکا وارث ہو تو اب وارث نہوگا اور نہ اُسپر کچھ کفارہ نہین ہے یہ سراجیہ مین ہے اور اگر ضرب
مذکور سے دو بچہ گرے تو دو غرہ واجب ہونگے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور جس جنین کی بعض خلقت مثل ناخن
و بال کے ظاہر ہوگئی ہو تو وہ بمنزلہ پورے جنین کے ہوگا یعنے تمام احکام مین مثل پورے جنین کے ہے یہ کافی
مین ہے۔ اور اگر ضرب کے بعد جنین زندہ ساقط ہوا پھر مرگیا تو اُسکی پوری دیت اور کفارہ واجب ہوگا یہ مبسوط مین
ہے۔ اور اگر عورت مذکورہ کے پیٹ کا بچہ مردہ گر پڑا پھر وہ عورت مرگئی تو مارنے والے پر عورت کے قتل کرنے کی
دیت اور بچہ گرانے کا غرہ واجب ہوگا اور اگر چوٹ کھا کر پہلے عورت مذکورہ مرگئی پھر اُسکے پیٹ سے جنین زندہ پیدا
ہوا پھر مرگیا تو اُسپر عورت مذکورہ کے قتل کی دیت اور جنین کی دیت واجب ہوگی اور اگر وہ مرگئی پھر مردہ بچہ گرا تو اُسپر
عورت کے واسطے دیت واجب ہوگی اور جنین کے واسطے کچھ واجب نہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر بچہ کا سر نکلا اور وہ آواز
سے رویا پھر ایک شخص نے آکر اُسکو ذبح کر ڈالا تو اُسپر غرہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ جنین ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک
مرد نے کسی عورت کے پیٹ مین مارا کہ جس سے دو جنین گر پڑے ایک زندہ اور دوسرا مردہ پھر زندہ بھی اسی چوٹ
کیوجہ سے بعد پیدا ہو جانے کے مرگیا تو مارنے والے پر جنین میت کا غرہ اور زندہ کی پوری دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین
ہے یہ ملتقط مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی جورو کے پیٹ مین مارا جس سے زندہ جنین گر پڑا پھر وہ مرگیا پھر دوسرا جنین مردہ گرا
پھر اسکے بعد عورت مذکورہ مرگئی اور مرد مارنے والے کے اور بیٹے ہین جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت کے
پیٹ سے ہین اور اس عورت سے سوائے اس اولاد کے جو مارنے کے وقت پیدا ہوئی ہے اور کوئی اولاد نہین ہے اور
اس عورت کے ایک ماں باپ کے سگے بھائی موجود ہین تو مرد مذکور کی مددگار برادری پر زندہ جنین کی دیت واجب
ہوگی جسمین سے اُسکی ماں چھٹا حصہ میراث پاویگی اور جو باقی رہے وہ اُسکے باپ کی اولاد یعنے اُسکے سوتیلے علاتی
بھائیون کو ملیگی اور باپ پر دو کفارہ واجب ہونگے ایک کفارہ زندہ جنین کا اور ایک کفارہ اُسکی ماں کا۔ اور جو بچہ
مردہ گر پڑا ہے اُسکے واسطے باپ کی مددگار برادری پر پانچ سو درم کا ایک غرہ واجب ہوگا اور اسمین سے اُسکی ماں کا
چھٹا حصہ ہوگا اور باقی اس بچہ کا ہوگا جو زندہ ساقط ہوا ہے اسواسطے کہ غرہ بسبب ضرب کے واجب ہوا ہے اور جنین زندہ
اُسوقت زندہ تھا پھر اسمین سے بھی جنین زندہ کی ماں چھٹے حصے کی وارث ہوگی پھر جسقدر رہے سب ماں کو میراث ہو کیا
ہو یا ماں کے بھائیون کو ملیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکے پیٹ مین دو جنین ہون پھر ایک اُسکے مرنے سے پہلے نکلا اور
دوسرا اُسکے مرنے کے بعد نکلا حالانکہ دونون مردہ تھے پھر جو بچہ اُسکی موت سے پہلے نکلا ہے اُسکے واسطے غرہ پانچ سو
درم ہونگے اور جو بعد موت کے نکلا ہے اُسکے لیے کچھ نہوگا پھر جو مرنے سے پہلے مردہ نکلا ہے وہ اپنی ماں کی میراث سے
وارث نہوگا اور ماں اُسکی میراث سے وارث ہوگی اور جو بچہ اُسکے مرنے کے بعد اُسکے پیٹ سے نکلا ہے اگر وہ زندہ نکلا پھر
مرگیا ہو تو اُسکے واسطے دیت واجب ہوگی اور وہ اپنی ماں کی دیت سے وارث ہوگا اور جسقدر اُسکی ماں نے اُسکے
بھائی کے غرہ سے میراث پائی ہے اسمین سے بھی وارث ہوگا اور اگر اُسکے بھائی کا باپ زندہ ہو تو اُسکے بھائی کی
میراث سبھی اُسی کو ملیگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کی باندی کے پیٹ مین مارا اور اُسکے پیٹ سے
مردہ بچہ ساقط ہوا اور باندی مذکورہ زندہ رہی تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ بچہ آزاد ہو مثلاً باندی کے مولی کا نطفہ ہو تو غرہ
واجب ہوگا خواہ مؤنث ہو یا مذکر ہو اور اگر بچہ مذکور رقیق ہو تو ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایۃ مین یون مذکور ہے کہ جس

حیات ولون کے ساتھ خارج ہوا ہو زندہ فرض کرکے اُسکی قیمت اندازہ کیجائیگی پھر جب اُسکی قیمت معلوم ہوجاوے تو دیکھا جائیگا
اگر مذکر ہو تو ضارب پر بیسوان حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر مؤنث ہو تو دسوان حصہ قیمت واجب ہوگا اور اگر بچہ مذکور ضائع
ہوگیا اور اُسکی قیمت کا اندازہ کرنا ممکن نہو سکا کہ زندہ فرض کرکے اسکے حیات و رنگ پر اُسکی قیمت اندازہ کیجاوے اور
ضارب و باندی کے مولے کے درمیان اُسکی قیمت کی بابت جھگڑا ہوا تو قول ضارب کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے اور
جو مال کہ باندی کے جنین کے عوض واجب ہو وہ مال ضارب سے فی الحال لے لیا جائیگا اسکو حسن نے روایت کیا ہے
اور جو مال آزاد عورت کے جنین کی بابت واجب ہو وہ ضارب کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ ایک سال میں ادا
کرے یہ شرح طحاوی میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے ایک باندی کے پیٹ میں مارا اور وہ مردہ جنین ڈال گئی اور
خود مرگئی تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ مارنے والے پر تین سال میں ماں کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک
باندی کے پیٹ میں مارا پھر اُسکے مولی نے جو کچھ اُسکے پیٹ میں ہے آزاد کردیا پھر اُس سے زندہ جنین ساقط ہوا پھر مرگیا تو ضارب
پر اُسکے زندہ کی قیمت واجب ہوگی اور دیت واجب نہوگی اگرچہ بعد آزاد ہونے کے مرا ہو یہ کافی میں ہے۔ اور اگر باندی کو چوٹ
کھانے کے بعد فروخت کیا پھر اُسکے پیٹ سے بچہ ساقط ہوا تو غرہ بائع کو ملیگا اور اگر ضرب کے وقت باپ غلام ہو پھر
آزاد کیا گیا پھر جنین ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اُسوقت کی حالت معتبر ہے جسوقت ضرب واقع ہوئی ہے یہ
خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر بشر میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جو اُسکی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد
کیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ میں مارا جس سے مردہ بچہ ساقط ہوگیا اور اُسکا باپ آزاد ہے تو ضارب پر وہی واجب ہوگا
جو جنین حرہ یعنے آزاد عورت کے بچہ کے حق میں واجب ہوتا ہے یعنے غرہ واجب ہوگا اور وہ باپ کو ملیگا مولے کو نہ ملیگا
یہ محیط میں ہے۔ اور اگر جنین کا باپ یا ماں قبل ضرب کے آزاد کی گئی تو وہ مولے کی بہ نسبت جنین کے معاوضہ کے
حقدار ہونگے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی باندی
سے کہا کہ دو بچہ جو تیرے پیٹ میں ہیں اُنمیں سے ایک آزاد ہے پھر مرگیا پھر ایک شخص نے اُس باندی کے پیٹ میں
مارا جس سے دو جنین مردہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی اُسکے پیٹ سے ساقط ہوگئے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ضارب
پر مذکر بچہ کے واسطے نصف غرہ یعنی ڈھائی سو درم اور نیز اُسکے زندہ فرض کرنے کی قیمت کی چوتھائی واجب ہوگی اور
اُسپر مونث جنین کے واسطے ڈھائی سو درم اور بیسوان حصہ قیمت واجب ہوگا یہ محیط میں ہے۔ عورت نے اگر اپنے پیٹ
میں مارکر صدمہ پہونچایا یا کوئی دوا پی لی تاکہ عمداً بچہ کو ساقط کردے یا اپنی فرج میں کوئی ایسا دستی فعل کیا کہ جس سے
بچہ ساقط ہوگیا تو اُسکی مددگار برادری غرہ کی ضامن ہوگی بشرطیکہ اُس نے شوہر کی بلا اجازت ایسا کیا ہو اور اگر
شوہر کی اجازت سے ایسا کیا تو کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ ایک عورت نے ایک دوا پی مگر اُس سے عمداً
بچہ گرانے کا قصد نہین کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ فتاوی نسفی میں لکھا ہے کہ جس عورت نے خلع کرالیا
ہے اور وہ حاملہ ہے اُسنے عدت ساقط کرنے کی غرض سے پیٹ کا اسقاط کیا تو فرمایا کہ اگر اُسنے اپنے فعل سے ساقط کیا تو
اُسپر غرہ واجب ہوگا اور یہ شوہر کو ملیگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے ہزار درم کی باندی خریدکر اُس سے وطی کی اور
وہ اُس سے حاملہ ہوگئی پھر باندی مذکور نے اپنے پیٹ کو عمداً صدمہ ضرب پہونچایا یا کوئی دوا پی تاکہ بچہ ساقط
کردے پھر مردہ جنین ساقط ہوا پھر وہ باندی استحقاق میں لیگئی تو قاضی نام مستحق اُس باندی اور اُسکے عقر کا حکم

وہ مال جو عوض وطی شبہہ کے واجب ہو ۱۲

دیگا اور مشتری اپنا ثمن بائع سے واپس لیگا پھر مستحق سے کہا جائیگا کہ تیری باندی نے اپنے بچہ کو قتل کیا حالانکہ وہ آزاد تھا
اسواسطے کہ وہ مشتری مغرور کا بچہ تھا اور جنین آزاد مضمون ہوتا ہے کہ غرہ اُسکے ضمان مین واجب ہوتا ہے پس تجھکو
اختیار ہے کہ چاہے غرہ مین باندی دیدے یا اسکا فدیہ دیدے پھر جب اُسنے باندی دی یا فدیہ دیا تو مشتری سے
کہا جائیگا کہ ہرگاہ تونے غرہ لے لیا تو تجھکو بچہ کے بدلے مال دیا گیا اور اگر تجھکو بچہ دیا جاتا یا زندہ ساقط ہو کر مرنے
کی صورت مین قیمت دیجاتی تو تجھپر مستحق کے واسطے پوری قیمت واجب ہوتی پس جب تجھکو غرہ دیا گیا تو اسی حساب
سے تجھپر قیمت دینی واجب ہے اور آزاد بچہ کی قیمت دس ہزار ہے اگر مذکر ہو اور پانچ ہزار ہے اگر مونث ہو پس دیت
مذکر مین سے پانچ سو درم اُسکا بیسوان حصہ ہے اور مونث کی دیت مین سے دسوان حصہ ہے پس اس حساب سے
مشتری ضمان دیگا اور مستحق نے جب باندی دی یا اُسکا فدیہ دیا تو قیمت و مال مضمون سے کمتر کو چاہے بائع سے واپس لے
یا مشتری سے پس اگر بائع سے لی تو مشتری سے بائع واپس لیگا اور اگر مشتری سے لی تو وہ بائع سے واپس نہ لیگا پھر
مشتری نے جسقدر قیمت بچہ تاوان دی وہ بحکم غرور اپنے بائع سے واپس لیگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اگر حاملہ باندی
خریدی اور ہنوز اسپر قبضہ نکیا تھا کہ جو اُسکے پیٹ مین تھا اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص نے اُسکے پیٹ مین مارا اور اُسکے
پیٹ سے مردہ بچہ ساقط ہوا تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے پورے ثمن مین باندی لیکر ضارب کا دامنگیر ہو کر ارش جنین
مین آزاد جنین کا ارش لے اور جسقدر زیادتی ہو وہ اُسکو حلال ہوگی اور چاہے بیع باندی فسخ کردے اور اسکا بچہ لیکر اُسکا
لیٹے حصہ کے اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر جنین کا باپ آزاد ہو یا کوئی وارث مولی العتاقہ سے رتبہ مین مقدم ہو تو دونون
صورتون مین جنین کا ارش اُسی کو ملیگا اور مشتری کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے ایک حاملہ کے پیٹ مین
چھوٹی ماری اور وہ اُسکے پیٹ کے بچہ کے ہاتھ پر پہونچی اور ہاتھ کاٹ دیا پھر وہ عورت اس بچہ کو زندہ جنی تو نصف
دیت اس مارنے والے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ خطا ہے۔ کذا فی الظہیریہ

گیارھوان باب۔ دیوار و جناح و پاسخانہ کی جنایت اور اسکے سوائے اور چیزون کی جنکو انسان راستہ پر بناتا ہے اور اُسکے مناسبات کے بیان مین۔

جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے ابتداء سے جھکی ہوئی دیوار بنائی ہو پھر وہ کسی
شخص پر گر پڑی اور وہ قتل ہو گیا یا کسی شخص کا مال تلف ہو گیا تو دیوار مذکور کا مالک ضامن ہوگا خواہ پیشتر اس سے
توڑنے کے واسطے کہدیا گیا ہو یا نہ کہا گیا ہو اور اگر اُسنے ابتداء سے سیدھی بنائی تھی پھر مدت دراز گذرنے سے وہ
جھک گئی اور کسی آدمی یا کسی مال پر گری اور وہ تلف ہو گیا پس اگر مالک دیوار سے پیشتر گرنے سے نکہا گیا ہو تو ہمارے
علماء ثلثہ کے نزدیک مالک دیوار ضامن نہوگا اور اگر پیشتر اس سے کہدیا گیا ہو پھر وہ دیوار گری حالانکہ اطلاع
دینے کے بعد مالک کو ایسا موقع تھا کہ وہ دیوار مذکور توڑ سکتا تھا مگر اُسنے نہ توڑی تو قیاساً ضامن نہوگا اور استحساناً ضامن
ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے پھر ایسی دیوار سے جو جان تلف ہو جاوے اُسکی ضمان مالک دیوار کی مددگار برادری پر ہوگی اور
جو مال تلف ہو اُسکا خود ضامن ہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اور دیوار کے مالک سے دیوار توڑنے کی اطلاع دینا
اُسکے ٹوٹے ہوے کے حق مین بھی وہی اطلاع کافی ہوگی حتے کہ اگر اُسکی دیوار بعد اطلاع کے ٹوٹ گری اور اُسکی
ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مر گیا تو اُسکی دیت مالک دیوار پر ہوگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اصحاب املا
نے امام ابو یوسف رح سے یون روایت کی ہے کہ مالک دیوار پر ضمان نہوگی مگر امام محمد رح کا قول صحیح ہے یہ ذخیرہ

مین ہو اور اگر دیوار ایک شخص پر گری اور وہ مرگیا پھر دیوار کے ڈھیر سے ایک شخص ٹھوکر کھا کر مرگیا پھر ایک شخص اُس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو دیوار والے کی مددگار برادری پر ضمان نہوگی اور اگر بجاے دیوار کے جناح ہو کہ جسکو اُسنے راستہ کی طرف بڑھایا تھا پھر وہ راہ مین ٹوٹ پڑا اور اُسکے ڈھیر سے ایک آدمی ٹھوکر کھا کر مرگیا اور دوسرا شخص اِس مقتول سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو دونون مقتولون کی دیت اس جناح کے مالک پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور مالک کو اطلاع دینا کرنا سلطان وغیر سلطان سب کے نزدیک صحیح ہے یہ کافی مین ہے۔ اور پیشتر اطلاع دہی کی تفسیر یہ ہو کہ صاحب حق مالک دیوار سے کہے کہ تیری دیوار خوفناک ہے یا کہے کہ جھکی ہوئی ہے پس تو اسکو توڑ دے تاکہ گر کر کچھ تلف نکرے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک سے کہا گیا کہ تیری دیوار جھکی ہوئی ہے تجھے چاہیے ہے کہ تو اُسے منہدم کرا دے تو یہ مشورہ ہے طلب نہین ہے کذا فی فتاوی قاضی خان۔ اور طلب شرط ہے اور گواہ کر دینا شرط نہین ہے حتے کہ اگر توڑ کر صاف کر دینے کی طلب کی اور گواہ نکیے مگر مالک دیوار نے مثلاً اُسکو دور نکیا حالانکہ اُسکے دور کرنے پر قادر تھا یہان تک کہ وہ کسی شخص پر یا مال پر گری اور اُسکو تلف کر دیا اور مالک دیوار طلب مذکور کا اقرار کرتا ہو تو وہ ضامن ہوگا اور گواہ کر لینے کا فائدہ یہ ہو کہ وقت انکار مالک کے اُسپر ثابت کیا جاوے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر طلب پر دو گواہ مرد یا ایک مرد و دو عورتین گواہی دین تو مطالبہ ثابت ہو جائیگا اور اس طرح بھی ثابت ہوتا ہو کہ ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے نام ہو۔ اور اگر جھکی ہوئی دیوار کے مطالبہ پر دو غلام یا دو کافر یا دو لڑکے گواہ کر دیے گئے پھر دونون غلام آزاد ہوگئے یا دونون کافر مسلمان ہوگئے یا دونون لڑکے بالغ ہوگئے پھر وہ دیوار گری اور کوئی آدمی تلف ہوگیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا اسی طرح اگر ہر دو غلام کی آزادی و کافرون کے اسلام اور لڑکون کے بلوغ سے پہلے دیوار مذکور گری پھر دونون نے گواہی دی تو گواہی جائز ہوگی اسواسطے کہ دونون اہل ادا شہادت ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور رہل جانے اور جھکنے سے پہلے گواہ کر لینا صحیح نہین ہے۔ اسواسطے کہ اسوقت تک کوئی تعدی نہین ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ پیشتر اطلاع دہی کے صحیح ہونے کیواسطے یہ بھی شرط ہو کہ ایسے شخص کو اطلاع دے اور مطالبہ کرے کہ جسکو اُسکے دور کرنے و فارغ کرنے کا اختیار حاصل ہو حتے کہ اگر ایسے شخص سے مطالبہ کیا جو اُس مکان مین اجارہ پر یا بطور عاریت رہتا ہو اور اُسنے دیوار گرا کر صاف نکیا یہان تک کہ وہ کسی آدمی پر گری تو کوئی ضامن نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور یہ بھی شرط ہو کہ اختیار و ولایت گرنے کے وقت تک برابر باقی رہے حتے کہ اگر صاحب ولایت کے ہاتھ سے بعد مطالبہ و اشہاد کے نکل گئی بایطور کہ اُسنے مکان فروخت کر دیا تو وہ ضمان سے بری ہو جائیگا یہ تبیین مین ہے۔ اور مشتری پر ضمان نہوگی ہان اگر مشتری کے خریدنے کے بعد مشتری سے بھی مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہو اور اگر مطالبہ و اشہاد کے بعد مالک و ولی کو جنون مطبق ہوگیا یا نعوذ باللہ مرتد ہو کر دار الحرب مین چلا گیا اور قاضی نے اُسکے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم دیدیا پھر مجنون کو افاقہ ہوگیا یا مرتد مذکور مسلمان ہو کر دار الحرب سے واپس آیا اور اُسکا مکان اُسکو دیدیا گیا پھر اسکے بعد دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو وہ ہدر ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے مکان کو فروخت کر دیا حالانکہ اِس سے پہلے اُس سے دیوار کا مطالبہ و اشہاد رہ چکا ہو پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بغیر عیب کے بسبب مشتری کے خیار رویت یا خیار شرط کے بائع کو واپس دیا گیا پھر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو بعد واپس ہونے کے جب تک از سر نو مطالبہ و اشہاد پایا نجاوے تب تک وہ شخص ضامن نہوگا اور اگر خیار بائع کا ہو پس اگر اُسنے بیع توڑ دی اور پھر دیوار گری اور کچھ تلف کیا تو بائع ضامن ہوگا

یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر مکان خریدنے والے سے اُس مکان کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا حالانکہ مشتری
کو بیع مین تین دن کا خیار بشرط حاصل ہے پھر اُسنے بسبب خیار کے بیع رد کردی تو اشہاد باطل ہو جائیگا اور اگر بیع پوری
کر لی تو باطل نہوگا اور اگر ایسی حالت مین بائع سے مطالبہ و اشہاد واقع ہوا ہو تو وہ ضامن نہوگا۔ اور اگر بائع کا خیار
ہو اور اُس سے دیوار مذکورہ کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا پس اگر اُسنے بیع توڑ دی ہو تو اشہاد صحیح رہیگا اور اگر اُسنے بیع پوری
کر دی تو اشہاد باطل ہو جائیگا اور اگر بائع کا خیار ہونے کی صورت مین مشتری سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا ہو تو صحیح
نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور ضمان واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ بعد مطالبہ و اشہاد کے اُس شخص کو اتنا موقع
ملے کہ اُتنے مین وہ دیوار مذکور کو منہدم کر کے صاف کر سکتے تھے کہ اگر اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا اور اُسی وقت وہ دیوار
گر پڑی اتنا موقع نہ ملا کہ وہ گرا کر میدان خالی کر سکے تو جو چیز تلف ہوئی اُسکا ضامن نہوگا یہ تبیین مین ہے۔ اور یہ شرط
ہے کہ مطالبہ ایسے شخص کیطرف سے ہو جو صاحب حق ہو اور عام راستہ کے حقدار سب عام لوگ ہین حتی کہ اگر ایک
شخص نے عام لوگون مین سے مطالبہ کیا ہو تو کافی ہے یہ ذخیرہ مین ہے اور مسلمان مطالبہ کرے یا ذمی مطالبہ کرے
دونون اس حکم مین یکسان ہین یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر دیوار عام راستہ کی طرف جھکی ہو تو مطالبہ کا استحقاق
تمام لوگون کو حاصل ہے خواہ مسلمان ہو یا غلام ہو بشرطیکہ وہ آزاد بالغ عاقل ہو یا صغیر ہو مگر اُسکو اُسکے ولی نے
اِس معاملہ مین خصومت کا اختیار دیا ہو یا غلام ہو کہ اُسکو اُسکے مولی نے اِسمین خصومت کا اختیار دیا ہو یہ کفایہ
مین ہے۔ اور خاص کوچہ مین اصحاب کوچہ کو استحقاق مطالبہ ہے پس ایک کا مطالبہ کرنا کافی ہے اور دار کی صورت مین
مالک یا ساکن کا مطالبہ شرط ہے یہ ذخیرہ مین ہے جامع مین لکھا ہے کہ ایک شخص کی دیوار دوسرے کے دار کیطرف
جھکی ہوئی تھی پس اُسپر مالک دار نے اُسکی طلب و اشہاد کیا پس مالک دیوار نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے دو
یا تین روز یا اسکے مثل کچھ قلیل روز مہلت دیجاوے اور قاضی نے اس درخواست کو منظور کر لیا پھر وہ دیوار مال
یا کسی آدمی پر گری تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مالک دار نے یا ساکنان دار
نے اُسکو مہلت دی یا مطالبہ سے بری کیا تو یہ صحیح ہے اور دیوار سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن نہوگا کذا فی الکافی
اور اگر ایام معلومہ مہلت کے بعد دیوار گری تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر راستہ کیطرف جھکی ہوئی ہونے کی
صورت مین اُسنے قاضی سے مہلت کی درخواست کی اور قاضی نے مہلت دی تو باطل ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اسی طرح
اگر قاضی نے اُسکو مہلت نہ دی بلکہ جسنے اُسپر اشہاد کیا ہے اُسنے مہلت دی تو بھی صحیح نہین ہے نہ اپنے حق مین اور نہ دوسرے
کے حق مین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دیوار رہن ہو اور اسکے بابت مرتہن سے پیشتر اطلاع دیگئی تو نہ مرتہن ضامن
ہوگا اور نہ راہن اور اگر راہن سے اطلاع دیگئی ہو تو راہن ضامن ہوگا یہ شرح مبسوط مین ہے منتقی مین ہے کہ زید
نے عمرو کے مقبوضہ دار پر دعوی کیا اور اُسمین ایک جھکی ہوئی دیوار ہو تو جب تک مدعی کے گواہون کا تزکیہ ثابت نہو
تب تک اُسکے توڑنے کی اطلاع کسکو اور اشہاد کسکو ہوگا تو فرمایا کہ جسکے قبضہ مین دار مذکور ہے اُس سے دیوار کے
توڑنے کا مواخذہ اور اشہاد کیا جائیگا اور جب تک مدعی کے گواہون کی تعدیل نہو تب تک بمنزلہ اُسیکے
دار کے قرار دیا جائیگا کہ جسپر کچھ دعوی نہین ہوا ہے اور اگر قابض نے اُس دیوار کو گروا دیا پھر گواہون کی عدالت ثابت
ہوئی تو جسنے توڑا ہے وہ مدعی کو دیوار کی قیمت تاوان دیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی نابالغ کا مکان ہو پس اُسکے

باپ یا وصی پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہے پس اگر دیوار گری اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی ضمان نا بالغ پر واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور اس صغیر کی ماں پر بھی اشہاد صحیح ہے کذا فی الکافی اور اگر دیوار ساقط نہوئی یہانتک کہ صغیر مذکور بالغ ہوگیا پھر ساقط ہوئی اور کوئی آدمی دب گیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر نابالغ کی نابالغی میں اُسکا باپ یا وصی مرگیا پھر دیوار گری اور کوئی آدمی مرگیا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر صغیر کے بالغ ہونے کے بعد اُس سے جدید مطالبہ و اشہاد کیا گیا پھر دیوار کسی آدمی پر گری تو اُسکی مددگار برادری پر مقتول کی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے ایک مسجد کی دیوار جھکی تو اشہاد اُس شخص پر ہوگا جسنے اُسکو بنایا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا دار مساکین کے واسطے وقف کرکے اپنے قبضہ سے نکالکر ایک شخص کے قبضہ میں دیا کہ اسکا کرایہ مساکین پر خرچ کیا کرے پھر اُسکی ایک دیوار جھکی کا مطالبہ وکیل سے کیا گیا پھر وہ کسی آدمی پر گری تو اُسکی دیت وقف کرنے والے کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُن لوگوں پر جنپر وقف کیا گیا ہے یعنے مساکین پر اشہاد کیا گیا تو ضمان نہوگی یہ محیط میں ہے ایک غلام ماذون کے مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے پس اُسپر اشہاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوگیا تو ماذون کے مولے کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی خواہ غلام مذکور پر قرضہ ہو یا نہو اور اگر دیوار سے مال تلف ہوا تو ضمان مال اس غلام کی گردن پر ہوگی جسکے واسطے وہ فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسکے مولے پر اشہاد کیا گیا تو اشہاد صحیح ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے اور اگر مکان ترکہ کی دیوار مائل کا اشہاد کسی وارث پر کیا گیا تو قیاساً وارثون میں سے کسی پر ضمان واجب نہوگی مگر میں استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ جس وارث پر اشہاد کیا گیا ہے اُسکے حصہ میں جسقدر دیوار پڑتی ہے اُسکے حساب سے تلف شدہ کا تاوان اُسپر عائد ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک دیوار پانچ آدمیون میں مشترک ہو پھر ایک شریک پر مطالبہ کیا گیا کہ جھکی ہوئی ہے اور اشہاد کردیا گیا پھر وہ دیوار گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو جسپر اشہاد ہوا ہے اُسکی مددگار برادری سے دیت کا پانچوان حصہ ضمان لیا جائیگا۔ اسیطرح اگر ایک دار تین آدمیون میں مشترک ہو اُنمین سے ایک نے اُسمین کنوان کھودوایا یا دیوار بنائی اور اپنے دونون شریکون سے اجازت نہ لی پھر اُسمین کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اُسپر تہائی دیت واجب ہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ ہر دو مسئلہ میں اُسپر نصف دیت واجب ہوگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الشہید حسام رح اور اگر کنوان کھودنا یا دیوار بنانا دونون باقیون کی اجازت سے ہو تو یہ جنایت نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک بیٹا اور ایک دار چھوڑا اور میت پر اسقدر قرضہ ہے کہ تمام دار کی قیمت اُسمین مستغرق ہے اور اُسمین ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اور عام راستہ کیطرف جھکی ہے اور میت مذکور کا سوائے اس بیٹے کے کوئی وارث نہین ہے تو دیوار مذکور کا مطالبہ اُسی بیٹے سے کیا جائیگا اگرچہ وہ اس دار کا مالک نہین ہے اور اگر اُس سے مطالبہ کرنے کے بعد دیوار مذکور گر پڑی تو اُسکی دیت باپ کی مددگار برادری پر ہوگی بیٹے کی مددگار برادری پر نہوگی یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک مکاتب کی دیوار جھکی ہوئی کا مطالبہ مکاتب سے کیا گیا پس اگر اُسکے منہدم کرانے کا قابو پانے سے پہلے گر گئی تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے اُسکے منہدم کرنے کا قابو پایا مگر منہدم نکرایا اور وہ گر گئی تو ضامن ہوگا اور یہ استحسان ہے۔ اور ولی مقتول کو اُسکی قیمت اور دیت سے کم مقدار کی ضمان دیگا اور اگر مکاتب کے آزاد ہوجانے کے بعد دیوار گری تو اُسکی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی اور اگر وہ عاجز ہوکر رقیق ہوگیا پھر دیوار گری تو اُسپر ضمان نہوگی اور نیز اُسکے مولے پر ضمان نہوگی اسیطرح اگر اُسنے دیوار کو فروخت کردیا پھر گری تو کسی پر ضمان نہوگی اور اگر فروخت کیا

اور وہ گر پڑی پھر اُسکی ٹوٹن سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو مولے اُسکے دینے اور اُسکا فدیہ دینے میں مختار کیا جائیگا۔ اور اگر دیوار سے دیگر سرے ہوے سے کسی آدمی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان نہوگی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر اُسنے پاخانہ وغیرہ راہ پر بنایا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا وہ آزاد ہو گیا اور وہ گر پڑا اور کسی آدمی کو تلف کیا تو قیمت اور دیت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا ہے تو مولے اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے میں مختار کیا جائیگا اور اگر پاخانہ کی ٹوٹن سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مر گیا تو پاخانہ کا باہر بنانے والا ضامن ہوگا اور اگر اِس مقتول سے ٹھوکر کھا کر کوئی آدمی مرا تو بھی باہر بنانے والا ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص کی ماں کسی کی مولی آزاد کی ہوئی ہو اور اُسکا باپ غلام ہو لیکن اس شخص پر ایک جھکی دیوار کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا اور اُسنے دیوار نہ گرائی یہانتک کہ اُسکا باپ آزاد کیا گیا پھر دیوار گری اور ایک آدمی قتل ہوا تو اُسکی دیت اُسکے باپ کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے دیوار گری تو ماں کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے راہ پر پاخانہ بنایا پھر باپ آزاد کیا گیا پھر پاخانہ گرنے سے کوئی آدمی مرا تو اُسکی دیت ماں کی مددگار برادری پر ہوگی اسواسطے کہ راہ پر پاخانہ بنانا خود جرم ہوا اور اِس جرم کی بنیاد کے وقت ماں کی مددگار برادری اُسکی عاقلہ تھی یہ محیط میں ہے اگر ایک شخص اپنی جھکی ہوئی دیوار یا بغیر جھکی ہوئی دیوار پر چڑھا ہو پھر دیوار اُسکو لیکر گری اور بدون اُس کے فعل کے کسی آدمی کو صدمہ پہونچا اور وہ قتل ہو گیا تو شخص مذکور جھکی ہوئی دیوار کی بابت ضامن ہوگا بشرطیکہ اُس سے پیشتر اطلاع دہی و مطالبہ کیا گیا ہو اور سوا اسکے اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر خود بدون دیوار کے گرا اور کوئی آدمی مر گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر گرنے والا مر گیا تو نیچے کی جگہ کو دیکھا جاوے اگر اُسکی ملک نہو پس اگر وہ شخص راہ میں چلا جاتا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اگر راستہ میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو یا سوتا ہو تو جسپر گرا ہے اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور اوپر والے پر ان حالات میں نیچے والے کی ضمان ہوگی اسی طرح اگر اوپر والا غافل ہو گیا اور گر پڑا یا سویا اور کروٹ لیکر گر پڑا تو جو صدمہ نیچے والے کو پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا اسی طرح اگر پہاڑ کے اوپر سے کسی شخص پر گرا اور وہ قتل ہو گیا تو اُسپر اُسکی ضمان واجب ہوگی خواہ نیچے کی جگہ اُسکی ملک ہو یا نہو اسی طرح اگر ایک کنوئیں میں جسکو اُسنے اپنی ملک میں کھودا ہے گر پڑا اور اُسمیں کوئی آدمی تھا وہ مر گیا تو اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر کنواں راستہ پر ہو تو گرنے والے اور جسپر گرا ہے دونوں کی ضمان اُس شخص پر واجب ہوگی جسنے کنواں کھودا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک گھڑا دیوار پر رکھدیا اور وہ ایک شخص پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو ضامن نہوگا اسواسطے کہ گھڑا دیوار پر رکھدینے سے اُسکے فعل کا اثر منقطع ہو گیا اور وہ اس رکھنے میں متعدی نہیں ہے پس آدمی کا تلف کرنا اُسکی طرف مضاف نہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دیوار پر کوئی چیز رکھی اور یہ چیز کسی آدمی پر گری اور وہ مر گیا تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ اُسنے لنبان میں رکھی ہو اور اگر چوڑان میں رکھی کہ اُسکا ایک کنارہ راستہ کی طرف نکل گیا اور وہ گری پس اگر اُسکا نکلا ہوا کنارہ اُس شخص کے لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دوسرا کنارہ لگا ہے تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہو اور شہتیر اُسپر لنبان میں رکھا ہو حتے کہ اُسمیں سے کچھ راہ باہر کی طرف نہ نکلا پھر شہتیر کسی آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو وہ ضامن نہوگا ایسا ہی کتب میں مذکور ہے اور حکم مطلق مذکور ہے اور ہمارے بعض مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب دیوار خفیف جھکی ہوئی ہو بہت نہو اور اگر دیوار خوب

جھکی ہوئی ہو تو وہ ضامن ہوگا خواہ پیشتر اُس سے دیوار مذکور دور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہیں اور بعض نے فرمایا کہ
حکم یہی ہے جیسا امام محمد رح نے مطلقاً بیان فرمایا ہے کہ دونوں حالتوں میں ضامن نہوگا اور اگر پہلے اُسکو دیوار گرانے
کے واسطے اطلاع دیگئی ہو پھر اُسنے شہتیر رکھا پھر شہتیر گر گیا اور کوئی آدمی مرا تو فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے
ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت اشہاد کیا گیا پھر دیوار کے مالک یا دوسرے نے اُسپر گھڑا رکھا پھر دیوار گری اور اسنے
گھڑا کسی شخص پر پھینکا اور وہ مرگیا تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہوگی اور اگر گھڑے سے یا دیوار کی ٹوٹن سے کسی
شخص نے ٹھوکر کھائی پس اگر وہ گھڑا مالک دیوار کے سوائے دوسرے کا ہو تو کوئی ضامن نہوگا اور اگر وہ گھڑا
مالک دیوار کا ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ کافی میں ہے منتقی میں ہے کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے
اُسکے منہدم کرنے کا پیشتر مواخذہ کر دیا گیا مگر اُسنے منہدم نکیا یہانتک کہ ہوا نے اُسکو گرا دیا تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے
اگر ایک شخص کے مقبوضہ دار کی ایک دیوار جھکی ہوئی ہے کے واسطے اُس سے مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے منہدم نکرائی
یہانتک کہ وہ ایک آدمی پر گری اور وہ مرگیا اور اُسکی مددگار برادری نے یہ دار اُسکی ملک ہونے سے انکار کیا یا کہا
کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ دار اُسکا ہے یا غیر کا ہے تو جب تک گواہوں سے یہ بات ثابت نکرائی جاوے کہ یہ دار اُسی کا
ہے تب تک مددگار برادری ضامن نہوگی اور اگر قابض نے اقرار کیا کہ یہ دار میرا ہے تو اُسکے قول کی مددگار برادری کے
حق میں تصدیق نہوگی اور قیاساً اُسپر ضمان واجب نہوگی اور استحساناً اُسپر مقتول کی دیت واجب ہوگی بشرطیکہ اُسنے
مطالبہ متقدمہ کا اقرار کیا ہو یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ ایک شخص کی جھکی ہوئی دیوار کی نسبت اُس سے مواخذہ کیا
گیا مگر اُسنے منہدم نکرائی یہانتک کہ اُسکے پڑوسی کی دیوار پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو وہ پڑوسی کی دیوار کا ضامن ہوگا
اور پڑوسی کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے اپنی دیوار کی قیمت تاوان لے تو ٹوٹن اُس ضامن کا ہو جائیگا اور چاہے
ٹوٹن لیکر اس سے بقدر نقصان کے ضمان لے اور اگر اُسنے چاہا کہ بجبر اُس سے ویسی بنوا لے جیسی تھی تو اُسکو یہ اختیار
نہوگا اور اگر کوئی شخص دیوار اول کی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو اُسکے مالک سے یعنی جس سے پیشتر اُسکے توڑنے کا
مطالبہ کیا گیا ہے پس مقتول کی دیت کی ضمان لیجائیگی اور یہ امام محمد رح کا قول ہے اور اگر دوسری دیوار کی ٹوٹن سے
ٹھوکر کھا کر مرا خواہ پڑوسی کے تاوان لینے سے پہلے مرا ہو یا اُسکے بعد مرا ہو بہرحال کوئی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور
اگر دوسری دیوار بھی مالک دیوار اول کی ملک ہو تو دوسری دیوار کی ٹوٹن سے جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے مالک دیوار
اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ دو دیواریں جھکی ہوئی ہیں دونوں کے مالکوں سے مواخذہ و اشہاد
کیا گیا پھر ایک دیوار دوسرے پر گری اور اُسکو منہدم کر دیا تو جو کچھ اول یا ثانی کے گرنے یا اول کی ٹوٹن سے تلف ہو اُسکا
ضامن مالک دیوار اول ہوگا اور جو کچھ دیوار ثانی کی ٹوٹن سے تلف ہو وہ ہدر ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بجائے دیوار
کے جناح ہے جسکو کسی شخص نے راستہ کیطرف بڑھا لیا ہو اور وہ ایک جھکی دیوار پر جو دوسرے شخص کی ہے اور اُس سے
اس دیوار کی بابت مواخذہ و اشہاد کر دیا گیا ہے۔ گر پڑا اور وہ دیوار اس صدمہ سے ایک شخص پر گری اور وہ مرگیا
یا دیوار کی ٹوٹن سے کوئی شخص ٹھوکر کھا کر مرگیا تو یہ سب مالک جناح پر ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص کی دیوار
جھکی جسمیں سے تھوڑی عام راستہ کیطرف اور تھوڑی ایک قوم کے دار کیطرف جھکی ہے پھر اہل دار نے اس سے
مواخذہ کر لیا پھر اُس دیوار کا وہ حصہ ساقط ہوا جو راہ پر تھا تو وہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر اہل راہ میں سے کسی نے مواخذہ

کر لیا ہو پھر دار کیطرف جھکی ہوئی دیوار اہل دار پر گری تو وہ ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے ایک دیوار طول میں سے
تھوڑی سی ڈہلی ہوئی اور باقی نہین ڈہلی ہے پھر ڈہلی ہوئی اور بے ڈہلی ہوئی سب گر گئی اور ایک آدمی مر گیا تو دیوار کا مالک
جسقدر ڈہلی ہوئی کے صدمہ سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور جسقدر بے ڈہلی ہوئی سے نقصان ہوا ہے اُسکا
ضامن نہوگا اور اگر دیوار چھوٹی ہو یعنے طول مین کم ہو تو سب کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک دیوار جھکی ہوئی ہے اگر
اُسکے منہدم کرانے کا اُسکے مالک سے قاضی نے مواخذہ کیا پھر ایک شخص نے مالک کی اجازت سے اُسکے گرانے
کی ضمانت کر لی تو یہ جائز ہے اور ضامن کو اختیار ہوگا کہ بدون اجازت مالک کے اُسکو منہدم کرا دے کذا فی الملتقی یہ
محیط مین ہے۔ اگر ایک جھکی ہوئی دیوار پر مواخذہ کرنے کے دو گواہ کیے گئے پھر وہ دیوار ایک گواہ یا اُسکے باپ یا غلام
یا مکاتب پر گری اور مالک دیوار پر انہدام دیوار کے مواخذہ کے سوائے ان دو گواہون کے کوئی گواہ نہین ہے تو اس
گواہ کی گواہی جسکا نفع اُسکے نفس کو ہے یا ایسے شخصون کے حق مین ہے جنکے واسطے اُسکی گواہی جائز نہین ہے جائز نہوگی
یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص سے اُسکی ایک جھکی ہوئی دیوار کی بابت جسکے خود راستہ پر گرنے کا خوف نہین ہے بلکہ یہ خوف
ہے کہ وہ مالک دیوار کے دوسری اچھی دیوار پر گرے اور وہ راستہ پر گرے منہدم کرانے کا مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر وہ
جھکی ہوئی نگری بلکہ اچھی دیوار راستہ پر گر پڑی اور کوئی آدمی تلف ہوا یا اُسکی ٹوٹن سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مر گیا
تو خون ہدر ہوگا یہ محیط مین ہے۔ ایک لقیط کی دیوار جھکی ہوئی ہے اور اُس سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد کیا گیا پھر وہ
گری اور ایک آدمی تلف ہوا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اُسکی موالات
کسی کے ساتھ نہین ہے تو وہ بھی مثل لقیط کے ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک دیوار اوپر سے ایک شخص کی
اور نیچے سے دوسرے شخص کی ہے پھر وہ جھکی اور دونون مین سے ایک شخص سے اُسکی بابت مواخذہ و اشہاد
کیا گیا تو سب دیوار گر پڑنے کی صورت مین جس سے مواخذہ کر لیا گیا تھا وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر
کا حصہ گرا اور اُسکے مالک سے پہلے مواخذہ کیا گیا تھا تو اوپر کے حصہ کا مالک ضامن ہوگا نیچے والا ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی
مین ہے۔ اگر ایک شخص نے چند مزدورون کو اپنی دیوار منہدم کرنے کیواسطے مقرر کیا پھر ٹوٹن نے اُنکے فعل سے اُنہین سے
کسی شخص کو یا کسی اجنبی کو قتل کیا تو ضمان و کفارہ انہین لوگون پر واجب ہوگا مالک دیوار پر واجب نہوگا یہ مبسوط مین
ہے۔ ایک شخص کی دیوار جھکی ہوئی ہے اُس سے مواخذہ و اشہاد نہ کیا گیا یہانتک کہ گر پڑی پھر ٹوٹن کی بابت راہ
سے اُٹھا لینے کا مطالبہ و اشہاد کیا گیا مگر اُسنے نہ اُٹھایا یہانتک کہ کوئی آدمی یا جانور ٹھوکر کھا کر مر گیا تو وہ ضامن
ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے منتقی مین فرمایا کہ ایک شخص نے دیوار سے افریز نکالا پس اگر بڑا ہو تو جسقدر اس
سے صدمہ پہونچے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا خفیف ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص سے جھکی
ہوئی دیوار کی بابت جسپر جناح ہے جسکو بائع دار نے نکالا ہے مواخذہ کیا گیا پھر وہ دیوار مع جناح گر گئی پس اگر دیوار
ہی نے جناح کو گرایا ہو تو دیوار کا مالک جو کچھ اس سے صدمہ ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر خالی جناح گر گیا ہو تو اُسکا
تاوان اُس بائع پر پڑیگا جسنے اُسکو ایجاد کیا ہے یہ مبسوط مین ہے سفل ایک شخص کا ہے اور علو دوسرے کا ہے اور دونون سے
خوف ہے پس اگر دونون کے مالکون سے مواخذہ کیا گیا مگر دونون نے نگرایا یہانتک کہ سفل گرا اور اُسنے علو کو اچھالا
اور وہ ایک آدمی پر گرا اور وہ مر گیا تو اُسکی دیت صاحب سفل کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور سفل کی ٹوٹن سے

جو شخص ٹھوکر کھا کر مرے اُسکی ضمان بھی اُسکے مالک پر ہوگی اور جو شخص حلوکی ٹوٹن سے ٹھوکر کھا کر مرے اُسکا تاوان کسی پر نہوگا یہ محیط مین ہے سفل ایک شخص کا اور علو یعنے بالاخانہ دوسرے کا ہے اور سقف ہل گیا پھر دونون سے اسکی بابت مواخذہ کر دیا گیا پھر بالاخانہ گرا اور اُسنے ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی ضمان مالک علو پر ہوگی یہ فتاوی قاضیخان مین ہے جامع صغیر مین ہے کہ ایک شخص نے عام راستہ پر پائخانہ یا پرنالہ نکالا یا دوکان یا حوض بنایا تو ہر ایک شخص کو جسکے سامنے پیش آوے اختیار ہوگا کہ اسکو منہدم کرڈالے بشرطیکہ بنانے والے نے بدون اجازت امام کے اسکو بنایا ہو خواہ یہ عامہ مسلمین کے حق مین مضر ہو یا نہو اور اِس حکم مین مسلمان و کافر و مرد و عورت سب برابر ہین لیکن غلام کو راستہ پر سے بنے ہوئے مکان کے گرا دینے کا اختیار نہین ہے یہ خلاصہ مین ہے اور اگر یہ چیزین قدیمی ہون تو کسی کو اِنکے دور کرنے کا استحقاق نہوگا اور اگر انکا حال معلوم نہو تو جدید قرار دیجائینگی حتے کہ امام کو اختیار ہوگا کہ انکو دور کردے کذا فی المحیط اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ عام راستہ پر اپنی ذاتی کوئی چیز بنائی ہو اور اگر عام کے نفع کے واسطے کوئی چیز بنائی جیسے مسجد وغیرہ اور اُس سے کچھ ضرر نہو تو وہ نہ توڑا جائیگا ایسا ہی امام محمد رح سے مروی ہے یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر ایک کوچہ غیر نافذہ کے راستہ خاص مین بنایا تو اہل کوچہ مین سے ہر ایک کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہے بشرطیکہ ان چیزون کے نیچے سے اُسکا مرور ہوا اور اگر اُسکا مرور نہو تو اُسکو توڑنے کا استحقاق نہین ہے اور اگر یہ چیزین قدیمی ہون تو کسی کو اُسکے توڑنے کا اختیار نہین ہے اور اگر انکا حال دریافت نہو تو یہ قدیمی قرار دیجائینگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص نے عام راستہ پر چھتا بنانا چاہا حالانکہ اس سے عام لوگون کو کچھ ضرر نہین ہے تو امام ابو حنیفہ رح کا مذہب صحیح یہ ہے کہ مسلمانون مین سے ہر ایک شخص کو اسکی ممانعت کرنے اور دور کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر کوچہ غیر نافذہ مین چھتا ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو ہمارے نزدیک اسمین ضرر و عدم ضرر کا اعتبار نہین ہے۔ بلکہ اہل کوچہ کی اجازت کا اعتبار ہے اور عام راستہ پر چھتا ایجاد کرنا آیا مباح ہے سو طحاوی رح نے ذکر کیا کہ مباح ہے اور گنہگار نہوگا مگر قبل اسکے کہ کوئی مخاصمہ کرے اور اگر مخاصمہ کرنے کے بعد اُسکا بنا۱ اور اُس سے انتفاع اُٹھانا کچھ مباح نہین ہے اور اگر اُسنے بنا ہوا چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہے۔ اور اہل دربہ غیر نافذہ مین سے کسی کو یہ اختیار نہین ہے کہ بدون اجازت تمام اہل دربہ کے پائخانہ باہر نکالے یا پرنالہ بہاوے خواہ اُنکے حق مین ضرر ہوتا ہو یا نہوتا ہو یہ خلاصہ مین ہے۔ اصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے عام راستہ پر پتھر رکھا یا کوئی عمارت بنائی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر راستہ کیطرف باہر نکالا یا باہر کیطرف پائخانہ یا جناح یا پرنالہ یا ظلہ بنایا یا راستہ مین شہتیر ڈالدیا یا پس اگر اُس سے کوئی چیز صدمہ پاکر تلف ہوجاوے تو وہ ضامن ہوگا لیکن اگر آدمی تلف ہوگیا تو اُسکی ضمان اُسکی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر آدمی مجروح ہوا تلف نہوا تو اگر اُسکا ارش موضحہ کے ارش کے برابر ہو تو وہ بھی اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اِس سے کم ہو تو اُسکے مال سے ہوگا اور اُسپر کفارہ نہوگا اور نہ وہ میراث سے محروم ہوگا اگر یہ آدمی مجروح یا مقتول اُسکا مورث ہو اور اگر کسی مال کو صدمہ پہونچا اور تلف ہوا تو اُسکی ضمان اُسکے مال سے واجب ہوگی اور واضح ہو کہ اِس مسئلہ کو اصل مین مطلقاً ذکر فرمایا ہے حالانکہ اسمین تفصیل ہے یعنے اگر اُسنے یہ افعال بدون امام المسلمین کی اجازت کے کیے ہون تو اِس طرح ضامن ہوگا اور اگر باجازت کیے ہون تو ضامن نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام المسلمین کو ایسے فعل کی اجازت دینا جبھی جائز ہے کہ جب عام لوگون کو اِس سے ضرر نہ پہونچتا ہو مثلاً راستہ چوڑا ہو اور اگر عام کے حق مین ضرر ہو مثلاً راستہ تنگ ہو تو امام المسلمین کو ایسی اجازت دینا مباح

نہیں ہے پھر جو جواب کتاب میں مذکور ہے ایسی حالت میں ہے کہ جب اُسنے یہ افعال عام بڑے راستہ یا کوچہ نافذہ کے راستہ پر کیے ہوں اور اگر اُسنے کوچہ غیر نافذہ میں ایسا کیا اور اُس سے کوئی آدمی مرگیا تو دیکھا جائیگا کہ جو کچھ اُسنے کیا ہے منجملہ امور سکونت کے نہیں ہے تو بقدر اپنے حصہ کے ضامن نہوگا اور باقی شریکوں کے حصہ کی قدر ضامن ہوگا اور اگر منجملہ امور سکونت کے ہو تو قیاساً یہی حکم ہے لیکن استحساناً کچھ ضامن نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں ہے کہ ایک غلام تاجر نے جسپر قرضہ ہے یا نہیں ہے اپنے دار سے پاخانہ یا پرنالہ راہ پر بنایا اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسکی دیت غلام مذکور کی گردن پر ہوگی اور امام اعظم رح کے قول پر اگر اُسنے ایسا فعل باجازت مولی کیا ہے تو ضمانت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کیا ہے تو ضمان غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر غلام مذکور نے اُس دار کے اندر کوئی کنواں کھودا یا کوئی عمارت بنائی اور اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر مولے نے ایسا فعل بغیر اجازت غلام کے کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے قول میں کچھ ضمان نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا یہ قیاس ہے مگر ہم قیاس کو چھوڑ کر استحساناً حکم دیتے ہیں کہ ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر راہن نے دار مرہونہ میں بغیر اجازت مرتہن کے کوئی عمارت بنائی یا اُسمیں کنواں کھودا یا چوپایہ باندھا تو وہ بھی ضامن نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر مالک مکان نے باہری جناح یا ظلہ بنانے کے واسطے مزدوروں و کاریگروں کو مقرر کیا پھر قبل اسکے کہ وہ لوگ بناکر فارغ ہو جاویں بیچ ہی میں وہ گر پڑا اور کوئی آدمی اس سے مرگیا تو ضمان انہیں کاریگروں پر ہوگی مالک مکان پر نہوگی لیکن انپر کفارہ و دیت واجب ہوگی اور اگر مقتول انہیں سے کسی کا مورث ہو تو وہ اسکی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اُنکے فارغ ہو جانے کے بعد گرا ہو تو قیاساً یہ مثل اول کے ہے لیکن استحساناً مالک مکان پر ضمان واجب ہوگی یہ کافی و مبسوط و سراج الوہاج و جوہرہ نیرہ میں ہے اور اگر کاریگروں میں سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی یا پتھر گرا جس سے کوئی آدمی مرگیا تو جسکے ہاتھ سے گرا ہے اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی شخص نے راہ پر پرنالہ نکالا اور وہ گرا اور کوئی آدمی قتل ہوگیا پس اگر پرنالہ کا اندر کا کنارہ جو دیوار میں لگا ہوا ہے اُس سے آدمی مذکور تلف ہوا تو ضمان نہوگی اور اگر آدمی مذکور کو باہری نکلا ہوا کنارہ لگا تو ضامن ہوگا اور اگر دونوں کنارے اُسکے لگے اور یہ معلوم ہو جاوے تو آدھی ضمان واجب ہوگی اور نصف ہدر ہو جائیگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ کون کنارہ اُسکے لگا ہے تو استحساناً نصف ہدر ہوگا اور نصف کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر راہ کی طرف جناح نکالا پھر مکان فروخت کر دیا پھر جناح مذکور گرا اور اُسکے صدمہ سے کوئی آدمی قتل ہوا یا راہ میں کوئی لکڑی ڈالی پھر اُسکو فروخت کیا اور مشتری نے اُس سے برارت کر لی کہ اگر کسی کے لگ جاوے تو میں بری ہوں پھر مشتری نے اُسکو چھوڑ دیا یہانتک کہ اُس سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو بائع پر ضمان واجب ہوگی اور مشتری پر کچھ واجب نہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر راہ میں لکڑی ڈالدی اور کوئی شخص اُسمیں پھنسا اور اُسکا گھٹنا پھوٹ گیا تو وہ ضامن ہوگا اور اگر جانے والا اُس لکڑی کے اوپر پاؤں رکھتا ہوا چلا اور گر کر مرگیا پس اگر وہ عمداً نہیں پھسلا ہے تو لکڑی ڈالنے والا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جب وہ لکڑی اس لائق ہو کہ ایسی لکڑی پر لوگ چلا کرتے ہیں اور اگر چھوٹی لکڑی ہو جسپر نہیں چلتے ہیں تو وہ ضامن نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے راستہ جھاڑا تو اُسمیں اُسپر کچھ ضمان نہوگی اگر اُس سے کوئی آدمی مرجاوے لیکن اگر اُسنے سب جھاڑا ہوا کوڑا راہ میں ایک جگہ جمع کر دیا اور کوئی شخص اُسمیں پھنسا اور مرا تو جسنے جھاڑا ہے وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر راہ میں پانی چھڑکا

یا وضو کیا تو ضامن ہوگا اور اس مسئلہ میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی اور مشائخ رح نے فرمایا کہ چھڑکنے والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب گذرنے
والا ایسی جگہ ہو کر گذرا ہے جہاں اسنے پانی چھڑکا ہے حالانکہ اسکو معلوم نہ تھا مثلاً رات تھی یا راہ گیر اندھا تھا پس ٹھوکر کھا کر مر گیا اور
اگر راہ گیر کو وہاں پانی چھڑکنے و بہانے کا حال معلوم تھا تو ضامن نہ ہوگا اسیطرح اگر عمداً وہ پتھر یا لکڑی پر چلا اور ٹھوکر کھا کر پھسلکر
گر کر مر گیا تو رکھنے والا ضامن نہ ہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم موقت ہے کہ اُسنے تھوڑے راستہ میں پانی
ڈالا یا تھوڑے راستہ میں پتھر یا لکڑی رکھی ہو اور اگر پورے راستہ میں پانی چھڑک دیا یعنی چوڑان راستہ کا بالکل تر
ہو گیا یا لکڑی و پتھر سے راستہ بالکل گھیر دیا اور راہ گیر اُسپر سے گذرا اور پھسل گرا تو چھڑکنے والا اور رکھنے والا ضامن ہوگا
یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر چوپایہ گذرا اور ہلاک ہوا تو ہر حال میں ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ اگر دوکاندار
کی اجازت سے دوکان کے آگے پانی چھڑکا اور کوئی منہ کے بھل گرا تو قیاساً چھڑکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اور
استحساناً صاحب دوکان پر واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں پانی چھڑک دیا اور ایک شخص دو گدھے
لایا تھا اُنمیں سے ایک کو اپنے ہاتھ میں پکڑے تھا اور دوسرا اُسکے پیچھے تھا پھر پیچھے والا پھسلا اور اُسکا پاؤں ٹوٹ گیا
پس اگر گدھے والا دونوں کو ہانکے لاتا ہو تو کوئی ضامن نہ ہوگا اور اگر دونوں کا ہانکنے والا نہو تو چھڑکنے والا ضامن
ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے راہ میں پانی ڈالدیا اور وہ کسی گڈھے میں بھر گیا اور جمکر
برف ہو گیا پھر اس برف سے کوئی آدمی پھسل گرا تو فرمایا کہ جسنے پانی ڈالا ہے وہ ضامن ہوگا اسیطرح اگر برف مذکور پگھل گیا اور اس سے
کوئی آدمی پھسل گرا یا کسی نے راہ میں برف ڈالا اور وہ پگھلا اور کوئی آدمی پھسل گرا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ امام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر راستہ غیر نافذ ہو تو اس راہ کے لوگوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اُس راہ میں لکڑی رکھے و اپنا چوپایہ
باندھے اور وضو کرے اور اگر اس سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو وہ ضامن نہ ہوگا اور اگر اُسنے اُس راہ میں کوئی عمارت بنائی یا
کنواں کھودا جس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ ضامن ہوگا اور ہر گھر والے کو اختیار ہے کہ اپنے فناے دار میں مٹی و لکڑی
ڈالے و چوپایہ باندھے دوکان بناوے و تنور بناوے بشرطیکہ سلامتی کے ساتھ ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر راہ میں پھینکے
ہوئے برف سے کوئی آدمی یا جانور مر جاوے تو امام محمد رح نے آخر جنایات العیون میں ذکر فرمایا کہ اگر کوچہ غیر نافذہ ہو تو پھینکنے والے پر
ضمان نہوگی اور اگر نافذہ ہو تو جسنے پھینکا ہے وہ ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ جو حکم امام محمد رح نے ذکر فرمایا یہ قیاسی
حکم ہے اور ہم استحساناً کہتے ہیں کہ ضمان واجب نہوگی خواہ کوچہ نافذہ ہو یا غیر نافذہ ہو اور عیون میں ہے کہ اسمیں شرط
سلامت کی قید ہے اور ہمارے زمانہ کے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں نے یہ امر امام المسلمین کی اجازت سے
کیا ہے یا کوچہ ایسا ہو کہ انکو برف اُٹھا ڈالنے میں حرج عظیم پیش آوے تاکہ یہ بچا نہ جاوے کہ دلالةً انکو برف ڈال رکھنے
کی اجازت ہے تو حکم وہی ہوگا جو فقیہ ابو اللیث رح نے ذکر کیا ہے وہ یہ حکم وہ ہے جو امام محمد رح نے بیان فرمایا ہے اور جو
فقیہ ابو القاسم سے منقول ہے اسی کی تائید کرتا ہے یعنی فقیہ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شہر میں برف بہت
ہوتا ہے کہ راہ میں بہت کیچڑ ہو جاتی ہے پس ہر ایک نے اپنے فناء دار میں یا قریب دار کے ایک ایک پتھر ڈالا پھر
اُنمیں کوئی آدمی پھسلکر ٹھوکر کھا کر گرا تو فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ لوگ امام المسلمین کی اجازت سے
پتھر ڈالیں اور اگر بدون اجازت امام کے ایسا کیا تو قیاس یہ ہے کہ اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر
ایک پتھر میں ٹھوکر کھا کر دوسرے پتھر پر گر کر مر گیا تو پہلے پتھر کے ڈالنے والے پر ضمان ہوگی اور اگر پہلے پتھر کا

ڈالنے والا نہو تو دوسرے پتھر ڈالنے والے پر ضمان واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ مین کوئی ناجائز چیز ایجاد کی اور اس سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور دوسرے آدمی پر گرا اور وہ مرگیا تو جسنے ٹھوکر کھائی ہے وہ ضامن نہوگا بلکہ جسنے وہ چیز ایجاد کی ہے وہ ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے پتھر و لکڑی وغیرہ راہ مین پڑی ہوئی کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا پھر اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوا تو جسنے اپنی جگہ سے ہٹایا ہے وہ ضامن ہوگا اور شخص اول ضمان سے نکل جائیگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے راہ مین تلوار ڈالی اور کسی شخص نے اس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور ٹھوکر کھانے والا اُسکی تلوار کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر ٹھوکر کھانے والا تلوار پر گرا اور تلوار ٹوٹ گئی اور وہ شخص مرگیا تو تلوار کا مالک اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور مقتول تلوار ٹوٹنے کا ضامن نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اگر کسی شخص نے راہ مین درندہ کھڑا کیا تو جو کچھ وہ تلف کرے اُسکا ضامن ہوگا بشرطیکہ وہ بندھا ہوا ہو اور بندھے ہوئے ہونے کی حالت مین اُسنے صدمہ پہونچایا ہو۔ اور اگر کھل گیا اور کھلجانے کے بعد اُسنے اپنی جگہ سے ہٹ کر صدمہ پہونچایا تو باندھنے والا ضامن نہوگا۔ اسی طرح اگر ہوام مثل سانپ و بچھو وغیرہ مین سے کسی کو کسی شخص پر ڈالا اور اُسنے اس شخص کو کاٹ کھایا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کٹھنے کتے کو کسی شخص پر لہکارا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر راہ مین انگارا آگ کا ڈالدیا اور اُس سے کچھ جل گیا تو ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر ہوا اُسکو اُڑا کر اپنی جگہ سے دوسری جگہ لیگئی اور کوئی چیز اُسنے جلائی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب پورا انگارا اپنی جگہ سے ہوا اُڑا لیگئی ہو۔ اور اگر اُسکے شرارے لیگئی اور کچھ جلگیا تو بھی ضمان واجب ہوگی اور امام شمس الائمہ سرخسی فرماتے تھے کہ اگر دن ایسا ہو کہ اُسدن ہوا تیز چلتی ہو تو ڈالنے والا بہرحال ضامن ہوگا اگرچہ پورے انگارے کو ہوا اڑالیجاوے اور شمس الائمہ حلوائی اس تفصیل کے ضمان واجب ہونا نہین فرماتے تھے یہ ذخیرہ مین ہے۔ لوہار نے اپنی دوکان مین اگر بھٹی سے سوختہ لوہا نکالکر قلاب پر رکھکر ہتوڑے سے مارنا شروع کیا اور اُسکے شرارے عام راستہ کی طرف اُڑے اور کسی شخص کو جلایا یا اُسکی آنکھ پھوڑدی تو اُسکی ضمان لوہار کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی شخص کا کپڑا جلایا تو اُسکی قیمت لوہار کے مال سے واجب ہوگی اور اگر لوہار نے اُسکو ہتوڑے سے نہ مارا بلکہ ہوا سے اُسکے شرارے اڑے اور نقصان مذکور اُس سے واقع ہوا تو وہ ہدر ہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر لوہار نے اپنی دوکان مین کنارے دوکان کے راہ کیطرف جہان سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا اشتعال راہ مین پہونچیگا اور آگ نے کچھ جلایا تو وہ ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص آگ لیکر اپنے ملک یا غیر ملک مین جاتا تھا اور اُسمین سے ایک شرارہ ایک شخص کے کپڑے پر گرا اور کپڑا جل گیا تو نوادر مین مذکور ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور اگر ہوا کوئی چنگاری اڑا لیگئی اور کسی شخص کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور بعض علما رنے فرمایا کہ اگر آگ لیکر ایسی جگہ سے گذرا جہان اُسکو گذرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اُسمین سے کوئی شرارہ کسی شخص کے ملک مین گرا یا ہوا نے گرا دیا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر اس شخص کو اس جگہ سے گذرنے کا استحقاق نہو اور کوئی چنگاری اسکے ہاتھ سے گری تو ضامن ہوگا اور اسکو ہوا لیگئی تو ضامن نہوگا اور یہ اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص حج وغیرہ کے واسطے راہ مین بیٹھا اور کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی پس اگر باجازت سلطان بیٹھا ہو تو وہ ضامن نہوگا ورنہ ضامن ہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک شخص ایک سوتے ہوئے کے پاس گذرا اور اُسکے پاؤن سے ٹھوکر کھائی کہ اُسکی پنڈلی ٹوٹ گئی اور اُسپر گرا کہ اُسکی آنکھ کانی ہوگئی اور گرنے والا مرگیا تو گرنے والے پر سوتے ہوئے کے پاؤن کا ارش واجب ہوگا کیونکہ اُسکے فعل سے تلف ہوا

ہو اور سونے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر دونون مرگئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت اور گرنے والے
پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ بقالی مین ہے کہ اگر راہ مین سوتے ہوے سے ایک شخص نے
جو جاتا تھا ٹھوکر کھائی پس اُسکی انگلی اور سوتے ہوے کی انگلی ٹوٹی پھر دونون مرگئے تو دونون مین سے ہر ایک کی مددگار
برادری پر جو صدمہ اُسکی ذات سے دوسرے کو پہونچا ہے اُسکی ضمان واجب ہوگی اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا تو زندہ
کی مددگار برادری پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر اُسنے ٹھوکر کھائی اور منہ کے بل سوتے ہوے کے منھ پر گرا اور اُسکا سر سوتے
ہوے کے سر پر گرا اور دونون زخمی ہوے اور دونون کی انگلی ٹوٹی تو سوتا ہوا اُسکی انگلی و زخم سر کا ضامن ہوگا اور گرنے والا
اُسکی انگلی کا ضامن ہوگا زخم سر کا ضامن نہوگا اور اگر دونون مرگئے تو سونے والے کی مددگار برادری پر گرنے والے کی دیت واجب
ہوگی اور گرنے والے کی مددگار برادری پر سونے والے کی نصف دیت واجب ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر ایک شخص راہ مین
جاتا تھا کہ ناگاہ مردہ ہوکر گرا اور کسی شخص نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت نہین کی اور اسکے گرنے سے ایک شخص کچل کر مرگیا تو کوئی
ضامن نہوگا نہ میت مذکور اور نہ اُسکی مددگار برادری یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا کہ ناگاہ اُسکو بیماری نے پکڑا
کہ وہ بیہوش ہوکر گرا یا ضعف طاری ہوا کہ وہ چل نسکا اور گرا اور ایک آدمی پر گرا کہ وہ کچل کر مرگیا یا شخص مذکور زندہ زمین پر گر
کے مرگیا پھر کسی آدمی نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُس شخص کی مددگار برادری پر ضمان واجب ہوگی پس جس صورت
مین کہ وہ کسی آدمی پر گرا ہے اور وہ آدمی مرگیا تو اس شخص پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر یہ شخص جسپر گرا ہے اُسکا مورث ہو تو
اُسکی میراث سے بھی محروم ہوگا اور اگر جس صورت مین کہ زمین پر گرا ہے اور دوسرے نے ٹھوکر کھاکر جان دی تو اُسپر کفارہ نہوگا
اور نہ میراث سے محروم ہوگا اور یہ امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کا قول ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک غلام راہ مین بیٹھا یا سویا
اور برابر سوتا یا بیٹھا رہا یہان تک کہ آزاد کیا گیا پھر ایک شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور گر کر مرگیا تو اُسکی دیت غلام کی
مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری اُسکے مولے کی مددگار برادری ہے اور اگر اُس غلام کا پاؤن کٹا
گیا ہو کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش نہین کرسکتا ہے پھر اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر کسی شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی تو اُسکے
مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام نے راہ مین ایک چوپایہ کھڑا کیا پھر اُسکے مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک
شخص نے اُس سے ٹھوکر کھائی اور مرگیا تو اُسکا مولے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اگر زید نے عمرو کے غلام
کے ہاتھ پاؤن باندھکر راہ مین ڈالدیا پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر گرا اور مرگیا تو اُسکی
دیت زید پر واجب ہوگی اور اگر غلام مذکور باوجود دست و پابستہ ہونے کے چلے جانے کی طاقت رکھتا ہو پھر عمرو نے اُسکو
آزاد کردیا اور وہ چلا نگیا یہان تک کہ اُس سے کسی نے ٹھوکر کھائی تو جنایت کا ارش اُسکے مولے یعنی عمرو پر واجب ہوگا اور
اگر زید نے اُس غلام کو راہ مین بٹھلایا ہو مگر اُسکو باندھا اور ہاتھ پاؤن سے جکڑا نہین ہے پھر عمرو نے اُسکو آزاد کردیا پھر وہ
اپنی جگہ سے چلا نگیا یہان تک کہ ایک شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر مرگیا تو اُسکی جنایت کا ارش اُسکے مولے پر واجب ہوگا
یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص بوجھ لیے ہوے راستہ مین چلا جاتا تھا پھر اُسکا بوجھ کسی شخص پر گر پڑا اور وہ مرگیا تو بوجھ والا
ضامن ہوگا اور اگر گرے ہوے بوجھ سے کسی نے ٹھوکر کھائی اور مرا تو اُسکا بھی ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
ایک شخص راہ مین چلا جاتا تھا اور وہ اپنے بدن پر ایسی چیز پہنے تھا جسکو لوگ پہنتے ہین پس اُس سے کوئی شخص مرگیا یا
وہ کسی آدمی پر گری یا راہ مین گری اور کوئی شخص اُس سے ٹھوکر کھاکر مرگیا تو ان سب صورتون مین سے کسی صورت

میں اُس پر ضمان نہوگی اور اگر ایسی چیز نہو جسکو لوگ اُٹھاتے ہیں تو وہ بمنزلہ ایسے شخص کے ہوگا جو بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے اور
جو شخص اُس سے تلف ہوا اُسکا ضامن ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی چوپایہ کا سائق یا قائد ہو یا سوار ہو پھر اُس سے اُسکے
بعض آلات مثل لگام و زین وغیرہ کے کسی آدمی پر گر پڑے اور وہ مر گیا یا کوئی چیز چوپایہ پر سے راہ میں گر گیا یا اُسکا بعض اسباب راہ
میں گر گیا اور اُس سے کسی شخص نے ٹھوکر کھائی تو سائق و قائد و سوار اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص مثلاً زید نے
راہ میں اپنا گھڑا رکھا اور دوسرے شخص مثلاً عمرو نے بھی اسی راہ میں اپنا گھڑا رکھا پس زید کا گھڑا لڑھکا اور عمرو کے گھڑے
سے لگا اور عمرو کا گھڑا ٹوٹ گیا تو زید جسکا گھڑا لڑھکا ہے ضامن ہوگا اور اگر زید کا گھڑا ٹوٹا ہو تو عمرو جسکا گھڑا رکھا ہے ضامن ہوگا
اسی طرح اگر راہ میں زید نے اپنا گھوڑا کھڑا کیا اور عمرو نے بھی اپنا گھوڑا کھڑا کیا پھر ایک کا گھوڑا بدکا اور دوسرے سے صدمہ کھایا
تو جسکا گھوڑا بدکا ہے وہ ضامن نہوگا اور اگر بدکا ہوا گھوڑا دوسرے سے صدمہ کھا کر مر گیا تو دوسرا ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان
میں ہے۔ زید نے راہ میں اپنا خالی گھڑا یا تیل سے بھرا ہوا رکھا اور عمرو نے بھی اُسی راہ میں اپنا گھڑا رکھا پھر ایک کا گھڑا لڑھکا
اور اُسنے دوسرے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹ گئے تو فرمایا کہ جسکا گھڑا نہیں لڑھکا ہے وہ دوسرے کے گھڑے کا اور
تیل کے مثل تیل کا ضامن ہوگا اور جسکا گھڑا لڑھکا ہے وہ کچھ ضامن نہوگا اور اگر دونوں لڑھکے ہوں تو دونوں میں سے
کوئی ضامن نہوگا اور اگر ایک گھڑا جھکا اور بدون اسکے کہ اپنی جگہ سے ہٹ جاوے دوسرے گھڑے سے ٹکر کھائی اور
دونوں ٹوٹے یا جھکنے والا ٹوٹا یا برقرار رہا ہوا ٹوٹا تو ہر ایک پر جسقدر اُسکے گھڑے سے نقصان ہوا ہے اُسکا ضامن ہوگا یہ محیط
میں ہے۔ اگر ایک شخص نے بڑے حوض سے ایک گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا اور دوسرا شخص آیا اُسنے بھی اپنا گھڑا بھر کر کنارے پر رکھا
پھر دوسرا گھڑا لڑھکا اور پہلے گھڑے سے ٹکر کھائی اور دونوں ٹوٹ گئے تو دوسرے گھڑے کا مالک پہلے گھڑے کے مالک کے گھڑے
کی قیمت کا ضامن ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کے گھڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے
اور بعض نے فرمایا کہ جسکا گھڑا رکھا رہا ہو اُسی پر ہر حال میں ضمان واجب ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص نے کوئی چیز راہ
میں رکھدی پھر اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو رکھنے والے پر ضمان واجب نہوگی بشرطیکہ اُسنے
وہ چیز اُس چوپایہ سے ملائی نہو۔ اسی طرح اگر جھکی ہوئی دیوار کے مالک سے پیشتر اسکی بابت مطالبہ کیا گیا ہو پھر وہ دیوار
زمین پر گری اور اُس سے کوئی چوپایہ بدک گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک دیوار ضامن نہوگا مالک دیوار یا راہ میں
کوئی چیز رکھنے والا جبھی ضامن ہوگا کہ جب اُسکی دیوار سے یا رکھنے والے کی چیز سے کسی چیز کو صدمہ پہونچا ہو پس وہ تلف ہو گئی
ہو یہ محیط میں ہے۔ امام محمد رحمہ نے کتاب الاصل میں فرمایا اگر اہل مسجد نے اپنی مسجد میں بارش کے پانی کے واسطے ایک کنواں کھودا
یا اُسمیں قندیلیں لٹکائیں یا اُسمیں مٹکے رکھے کہ جنمیں پانی بھرا جاتا تھا یا اُسمیں بڑی چٹائی ڈالی یا اُسمیں دروازہ لگایا یا اُسمیں
بوریا بچھایا یا اُسمیں سائبان بنایا پس اگر ایسے کوئی شخص تلف ہو جائے تو اہل مسجد پر ضمان نہوگی اور اگر سوائے اہل محلہ
کے کسی دوسرے شخص نے یہ چیزیں ایجاد کیں اور اُس سے کوئی شخص مر گیا پس اگر اُسنے اہل محلہ کی اجازت سے انکو بنایا ہے
تو ضامن نہوگا اور اگر اُسنے بدون اجازت اہل محلہ کے اُنکو بنایا ہو پس اگر کوئی عمارت یا کنواں بنایا اور اُس سے کوئی تلف ہوا
تو بالاجماع ضامن ہوگا اور اگر اُسنے پانی پینے کے واسطے مٹکا رکھا یا چٹائی یا بوریا بچھایا یا قندیلیں لٹکائیں تو اگر
اہل محلہ سے اجازت نہ لی پھر چٹائی سے کوئی شخص اُلجھکر گرا اور مر گیا یا قندیل گر پڑی اور اُسنے کسی آدمی کا کپڑا جلایا یا خراب کر دیا
تو امام ابوحنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ وہ ضامن ہوگا اور امام ابویوسف رح اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ضامن نہوگا شمس الائمہ حلوائی

فرماتے تھے کہ ہمارے اکثر مشایخ نے اس مسئلہ مین صاحبین کا قول اختیار کیا ہو اور یہی پر فتوی ہو یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر اہل مسجد مین سے کوئی شخص مسجد مین بیٹھا اور اُس سے کوئی آدمی ٹھوکر کھا کر مرگیا لیں اگر نماز مین ہو تو ضامن نہوگا اور اگر نماز مین ہو تو ضامن نہوگا اور یہ حکم امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کسی حال مین ضامن نہوگا کذا فے الکافی اور صدر الاسلام نے فرمایا کہ صاحبین رح کا قول اظہر ہو کذا فی التبیین اور اگر عبادت کیواسطے بیٹھا مثلاً نماز کا انتظار کرتا تھا یا پڑھانے کے واسطے یا فقہ سکھلانے کے واسطے بیٹھا یا اعتکاف کے واسطے بیٹھا یا بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتا یا تسبیح یا قرآن پڑھتا تھا پھر کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھا کر مرگیا تو کتاب مین اسکی کوئی روایت نہین ہو۔ اور مشایخ متاخرین نے اس مین اختلاف کیا ہو بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے نزدیک ضامن ہوگا اور شیخ ابو بکر رازی اسی طرف گئے ہین اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور شیخ ابو عبد اللہ جرجانی کا یہی مذہب ہو یہ محیط مین ہو اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ صحیح مذہب امام اعظم رح کا یہ ہو کہ جو شخص نماز کے انتظار مین بیٹھا ہو وہ ضامن نہوگا اور خلاف ایسے عمل مین ہو جسکی خصوصیت مسجد کے ساتھ نہین ہو جیسے قرأت قرآن و درس فقہ و حدیث وغیرہ اور فقیہ ابو جعفر نے کشف الغوامض مین ذکر کیا کہ مین نے شیخ ابو بکر سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر قرأت قرآن یا اعتکاف کی غرض سے بیٹھا ہو تو بالاجماع ضامن نہوگا اور فخر الاسلام و صدر الشہید نے ذکر کیا کہ اگر حدیث کیواسطے بیٹھا تو بالاجماع ضامن ہوگا یہ تبیین مین ہو اور اگر مسجد مین چلتا تھا اور چلنے مین اسنے کسی آدمی کو روندڈالا یا سویا اور کروٹ لیکر کسی آدمی پر گرا اور اسکو ہلاک کیا تو اُسکے ضامن ہونے مین کچھ اختلاف نہین ہو یہ شرح مبسوط مین ہو۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے بلا اجازت امام المسلمین کے ایک نہر پر پل باندھا پھر اُسپر عمداً ایک شخص گذرا اور وہ پل گرا اور وہ شخص مرگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ مسئلہ اس مقام پر یون مذکور فرمایا ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہو کہ اگر نہر اسکی ملک ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکی ملک نہو لیں اگر وہ کسی خاص قوم کی نہر ہو تو اُسپر ضمان نہوگی بشرطیکہ گذرنے والا اُسپر عمداً گذرا ہووے اور اگر وہ عمداً اُسپر نہ گذرا ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اور بقیاس پانی چھڑکنے کے مسئلہ کے چاہیے کہ اگر گذرنیوالے نے کوئی راہ گذرنے کی نہ پائی ہو یا بغیر نہر کے کوئی جگہ نہ پائی ہو تو بنانے والا ضامن ہوگا اگرچہ وہ عمداً پل پر سے گذرا ہو اور اگر وہ جماعت مسلمانون کے واسطے نہر عام ہو اور پل بنانے والے نے بدون اجازت امام کے پل باندھا تو اسکا جواب ویسا ہی ہو جیسا کہ قوم خاص کی نہر پر بڑا یا چھوٹا پل بنانے کا حکم ہو ایسا ہی ظاہر الروایۃ مین مذکور ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا اور ایک شخص نے آکر عمداً اپنے تئین اُس کنوین مین ڈالدیا تو کھودنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہو۔ اگر ایک شخص نے عام رستہ پر اپنے فناے مملوک سے علیحدہ کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گرکر مرگیا تو بالاجماع کھودنے والے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا اور ہمارے نزدیک وہ میراث سے محروم نہوگا اور اگر اُسنے فناے دار مین کھودا لیں اگر فنا دوسرے کی ملک مین ہو تو وہ ضامن ہوگا اور اگر فنا اُسکی ملک ہو یا اُسکو وہان کھودنے کا قدیمی حق حاصل ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسکی ملک نہو بلکہ جماعت مسلمانون کی ملک ہو یا مشترک ہو مثلاً کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص آیا اور اُسمین گر پڑا اور مرگیا خواہ بھوک کی وجہ سے یا پیاس کی وجہ سے یا کسی رنج و غم کی وجہ سے تو امام اعظم رح کے نزدیک کھودنے والے پر ضمان واجب نہوگی یہ ظہیریہ مین ہو۔ ایک شخص نے جنگل مین ایسی جگہ جہان گذرگاہ نہین ہو اور نہ کسی کی آمد و رفت کا رستہ ہو بدون اجازت امام کے کنوان کھودا پھر اُسمین کوئی آدمی گر پڑا تو کھودنے والا ضامن

[illegible] وہان دیکھنا چاہیے ۱۲ م

ہوگا اسی طرح اگر جنگل میں کوئی شخص بیٹھا یا خیمہ گاڑا اور کوئی آدمی اُس سے ٹھوکر کھا کر گر کر مر گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ گاڑنیوالا
ضامن نہوگا اور اگر ایسا فعل راستہ میں کیا ہو تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے راہ میں کنواں
کھودا پھر دوسرے شخص نے اُسکے اسفل میں کھودا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور امام محمدؒ
نے فرمایا کہ یہ قیاس ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر دوسرے نے آکر اُسکا مُنھ چوڑا کر دیا پھر
اُسمیں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ضمان دونوں پر نصفا نصف واجب ہوگی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور جواب میں اطلاق ہے
اور فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں تفصیل فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ معلوم ہوتا ہے
کہ گرنے والے کا قدم دونوں کے کھوداو پر پڑا تو دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی اور اگر دوسرے نے بہت کم چوڑا کیا
کہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم دوسرے کے کھوداؤ سے ملاقی نہیں ہوا بلکہ پہلے کھوداؤ سے ملاقی ہوا تو صرف پہلا شخص ضامن
ہوگا دوسرا ضامن نہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرنے والے کا قدم پہلے شخص کے کھوداؤ سے ملاقی نہیں
ہوا بلکہ دوسرے ہی کے کھوداؤ سے ملاقی ہوا تو دوسرا ہی ضامن ہوگا اور اگر دوسرے نے اسقدر چوڑا کیا کہ ہو سکتا ہے کہ گرنیوالے کا
قدم دونوں کے کھوداؤ پر پڑے اور ہو سکتا ہے کہ فقط ایک کے کھوداؤ پر پڑے تو ایسی صورت میں دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب
ہوگی اور شیخ امام زاہد احمد طواویسی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوداؤ کی چوڑان میں قدم
نہیں سما سکتا ہے پس ایک شخص نے آکر بیچ کنوئیں میں اپنا قدم رکھا اور گر پڑا تو ضمان فقط اول پر واجب ہوگی اور اگر کنارہ کنوئیں
کے قدم رکھا تو ضمان دونوں پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُسنے اسقدر چوڑا کیا کہ اُسکے کھوداؤ کے چوڑان میں قدم سما سکتا
ہے پس اگر گرنے والے نے بیچ کنوئیں میں قدم رکھا تو اول پر ضمان واجب ہوگی اور اگر کنوئیں کے کنارے سے قدم رکھا تو فقط
دوسرے پر ضمان واجب ہوگی اور اگر قدم رکھنے کا حال معلوم نہوا تو دونوں پر نصفا نصف ضمان واجب ہوگی یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر راہ میں کنواں کھودا پھر اُسکو پاٹ دیا پس اگر اُسکو مٹی یا گچ وغیرہ ایسی چیز سے جو اجزاے زمین سے ہے پاٹا ہے پھر
دوسرے نے آکر اُسکو خالی کر دیا پھر اُسمیں کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا تو دوسرا شخص ضامن ہوگا اور اگر ایسی چیز سے جو اجزاے زمین
سے نہیں ہے مثل انلج وغیرہ کے پاٹا ہو تو شخص اول ضامن ہوگا اسی طرح اگر راہ میں کنواں کھودکر اُسکا مُنھ ڈھانک دیا پھر دوسرے
نے آکر اُسکا ڈھکن کھول دیا پھر اُسمیں کوئی شخص گر گیا تو شخص اول ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان میں ہے اور
اگر ایک شخص راہ میں رکھے ہوئے پتھر سے لڑکھڑا کر پھر کنوئیں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا کنواں کھودنے
والا ضامن نہوگا اور اگر پتھر کو کسی نے نہ رکھا ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور
اگر ایک شخص نے کنوئیں میں پتھر یا دھار دار لوہا وغیرہ رکھدیا پھر اُسمیں ایک شخص گر پڑا اور پتھر و دھار دار چیز کی
وجہ سے وہ قتل ہو گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص نے بیچ راہ عام پر کنواں کھودا اور دوسرا
کسی شخص نے پانی بہایا پھر ایک شخص آیا اور وہ پانی میں پھسل کر کنوئیں میں گر کر مر گیا تو ضمان اُسپر واجب ہوگی جس نے
پانی بہایا ہے اور اگر یہ پانی آسمانی پانی ہو تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک کنواں ایسا
شخص کی ملک ہو یا عام راستہ پر ہو اُس شخص نے ایک شخص کو اُس کنوئیں میں ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا
یہ مبسوط میں ہے۔ اگر ایک شخص راہ سے کنوئیں میں گر گیا اور مر گیا پھر کھودنے والے نے کہا کہ گرنے والا اس میں
عمداً گر پڑا ہے اور مجھپر ضمان واجب نہیں ہے اور گرنے والے کے وارثوں نے کہا کہ اُسنے اپنے تئیں عمداً کنوئیں میں نہیں

ڈالا ہے بلکہ بدون قصد و ارادہ کے گر پڑا ہے اور تجنیس ضمان واجب ہو تو امام ابو یوسف رح فرماتے تھے کہ گرنے والے کے وارثون
کا قول قبول ہوگا اور کھودنے والا ضامن ہوگا اسپر قیاس ہے پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ کھودنے والے کا قول
قبول ہوگا اور اسپر ضمان واجب نہوگی اور یہ استحسان ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر شارع عام پر ایک کنوان کھودا اور اسمین ایک
شخص گر پڑا اور مرا نہین بلکہ بچ گیا اور اسمین سے نکلنا چاہا پھر جب درمیان کنوین تک چڑھ آیا تھا کہ ناگاہ ان
سے گر پڑا اور مر گیا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر گرنے والا کنوین کی تہ مین چلا گیا اور اسمین ایک پتھر سے صدمہ کھا کر
مر گیا پس اگر وہ پتھر جس جگہ زمین مین تھا اسی جگہ جما ہوا تھا کنوان کھودنے والے نے اسکو ہٹایا نہ تھا تو ضمان
واجب نہوگی اور اگر کنوان کھودنے والے نے اسکو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر کنوین کے اندر کسی طرف کو جما دیا تھا تو
کھودنے والے پر ضمان واجب ہوگی ایسا ہی منتقی مین مذکور ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر راہ کے کنوین مین ایک آدمی گر پڑا
پھر ایک شخص نے کہا کہ یہ کنوان مین نے کھودا ہے تو اسکے اقرار کی تصدیق اسکی ذات پر کیجائیگی اسکی مددگار برادری پر
تصدیق نہ کیجائیگی اور گرنے والے کی دیت اس اقرار کنندہ کے مال سے تین سال مین دلائی جائیگی یہ مبسوط مین ہے۔
ایک شخص نے دوسرے کی ملک مین ایک کنوان کھودا اور اسمین ایک آدمی گر گیا پس مالک زمین نے اقرار کیا کہ مین نے کھودنے
والے کو کھودنے کا حکم دیا تھا اور گرنے والے کے ولی نے اس سے انکار کیا تو قیاساً مالک زمین کے اقرار کی تصدیق
نہ کیجائیگی اور استحساناً تصدیق کیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر کسی شخص نے عام رستہ یا عام بازار مین باجازت سلطان
کنوان کھودا یا اپنا چھجا یا یہ کھڑا کیا یا عمارت بنائی تو ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان
کھودا پھر اسمین ایک آدمی گرا اور کنوین مین ایک آدمی موجود تھا یا اسمین چہ یا یہ گرا اور گرنے والے کے صدمہ سے جو آدمی
اسمین تھا وہ مر گیا تو گرنے والا اس شخص کے خون کا جو اسمین تھا ضامن ہوگا اور اگر یہ کنوان راہ مین ہو تو گرنیوالے کو
اور جسپر گرا ہے اسکو جو کچھ مصیبت پہونچے ان دونون کا ضامن کنوان کھودنے والا ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے
امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے دار مین بدون اسکی اجازت کے اناج کے واسطے ایک کھتا کھودا
اور اسمین ایک گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر راہ مین ایک کنوان کھودا اور
اسمین ایک شخص گرا اور اسکا ہاتھ اکھڑ گیا پھر اسمین سے نکلا پھر اسکو دو آدمیون نے شجہ سے زخمی کیا پھر وہ ان سب
زخمون سے مریض ہو کر مر گیا تو ان سب پر اسکی دیت تین تہائی ہو کر واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اگر تین آدمی ایک
کنوین مین گرے اور باہم ایک دوسرے سے کھینچتے تھے یعنی ایک کے بعد دوسرا اسکو پکڑے تھا پس اگر یہ لوگ
گرنے سے مر گئے اور بعض بعض پر نہین گرا تو پہلے کی دیت کنوان کھودنے والے پر اور دوسرے کی اول پر اور تیسرے
کی دوسرے پر واجب ہوگی اور اگر گرنے سے مرے مگر بعض بعض پر گرا ہے اور یہ بات معلوم ہو گئی مثلاً یہ لوگ
زندہ نکالے گئے اور انھون نے اپنے حال سے خبر دی پھر سب مر گئے تو اول شخص کا مرنا سات وجہ سے خالی نہین
ہو سکتا ہے اول یہ کہ اپنے گرنے ہی سے مر گیا اور کوئی بات نہین ہے تو اسکی دیت کنوان کھودنے والے
پر ہوگی دوم یہ کہ دوسرے آدمی کے اسپر گرنے سے وہ مر گیا تو اسکا خون ہدر ہوگا سوم اگر تیسرے شخص کے
اسپر گرنے سے مرا ہے تو اسکی دیت دوسرے پر ہوگی چہارم اگر دوسرے و تیسرے کے اسپر گرنے سے مرا ہے تو نصف
خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی پنجم اگر اپنے گرنے اور دوسرے کے اسپر گرنے سے مرا ہے تو

اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت کھودنے والے پر واجب ہوگی ششم اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے گرنے
سے مرا ہو تو اُسکی نصف دیت کھودنے والے پر اور نصف دیت دوسرے پر واجب ہوگی ہفتم اگر اپنے گرنے اور
دوسرے و تیسرے شخص کے اُسپر گرنے سے مرا ہو تو اُنمین سے ایک تہائی خون ہدر ہوگا اور تہائی دیت کھودنے
والے پر اور تہائی دیت دوسرے شخص پر واجب ہوگی۔ اور دوسرے شخص کا مرنا تین حال سے خالی نہین اگر اپنے
گرنے سے مرا ہو تو اُسکی دیت شخص اول پر ہوگی۔ اور اگر تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہو تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور
اگر اپنے گرنے اور تیسرے کے اُسپر گرنے سے مرا ہو تو اُسکا نصف خون ہدر ہوگا اور نصف کی دیت شخص اول پر واجب
ہوگی اور تیسرے شخص کے مرنے مین فقط ایک صورت ہے یعنے اپنے گرنے سے مرگیا ہے پس اُسکی دیت دوسرے شخص پر
واجب ہوگی۔ اور اگر ان لوگون کی موت کا حال دریافت نہوا تو قیاس یہ ہے کہ اول کی دیت کھودنے والے کی مددگار
برادری پر اور دوسرے کی اول کی مددگار برادری پر اور تیسرے کی دوسرے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی
اور یہ امام محمد رہ کا قول ہے اور استحساناً یہ حکم ہے کہ اول کی تہائی دیت ہدر ہوگی اور تہائی کھودنے والے پر اور تہائی
دوسرے پر واجب ہوگی اور دوسرے شخص کی دیت مین سے آدھی ہدر ہوگی اور آدھی اول پر واجب ہوگی
اور تیسرے کی دیت دوسرے پر واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان نہ فرمایا کہ یہ استحسان کسکا
قول ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام اعظم رہ و امام ابو یوسف رہ کا قول ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اگر ایک
شخص نے ایک مزدور مقرر کیا کہ میرے واسطے کنوان کھود دے پس مزدور نے کنوان کھودا اور اُسمین ایک
آدمی گر کر مرگیا پس اگر اُسنے مسلمانون کے عام راستہ مین جسکو ہر شخص جانتا ہے کنوان کھودا ہے تو مزدور پر
ضمان واجب ہوگی خواہ مستاجر نے اس سے اُسکو آگاہ کر دیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر مزدور نے مسلمانونکے
غیر مشہور راستہ مین کنوان کھودا اگر مستاجر نے اُسکو آگاہ کر دیا تھا کہ یہ رستہ عام مسلمانون کا رستہ ہے تو بھی یہی حکم
ہے اور اگر مستاجر نے مزدور کو اس سے آگاہ نہ کیا ہو تو ضمان مستاجر پر واجب ہوگی اور یہ بخلاف ایسی صورت
کے ہے کہ ایک شخص کو مزدور کیا کہ یہ بکری ذبح کر دے اور اُسنے ذبح کر دی پھر معلوم ہوا کہ یہ بکری مستاجر کے سوائے دوسرے
شخص کی ہے تو اس صورت مین مزدور ضامن ہوگا خواہ مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا ہو کہ یہ بکری غیر شخص کی ہے یا آگاہ نہ کیا
ہو لیکن درصورتیکہ آگاہ نہ کیا ہو تو مزدور کو جو کچھ تاوان دینا پڑا ہے اُسکو مستاجر سے واپس لیگا۔ اور اگر مزدور نے فناء دار
مین کنوان کھودا پس اگر فناء مذکور غیر شخص کی ہو اور مزدور اس بات کو جانتا ہو یا مستاجر نے اُسکو اس بات سے آگاہ کر دیا ہو
تو مزدور پر ضمان واجب ہوگی اور اگر مزدور کو یہ بات معلوم نہوئی کہ یہ فناء مذکور مستاجر کے سوائے دوسرے شخص کی ہے اور
مستاجر نے اُسکو آگاہ کیا تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی۔ اور اگر فناء مذکور مستاجر کی ہو یا اگر اُسنے اجیر سے کہا کہ مجھے کھودنے
کا قدیمی حق حاصل ہے تو مستاجر پر ضمان واجب ہوگی اور اگر اُسنے کہا کہ مجھے کھودنے کا قدیمی حق حاصل نہین ہے مگر یہ میرے
دار کی فناء ہے۔ تو استحساناً مستاجر پر ضمان واجب ہوگی یہ محیط مین ہے اگر ایک شخص نے چار مزدور اپنے واسطے کنوان
کھودنے کے لیے مقرر کیے اور اُنکے کھودنے مین وہ کنوان اُنپر گر پڑا اور ایک مرگیا تو باقی تین مین سے ہر ایک پر اُسکی
چوتھائی دیت واجب ہوگی اور چوتھائی ہدر ہوگی اور اسیطرح اگر باقی تین آدمی مزدور نہون بلکہ مقتول کے مددگار
ہون تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کھودنیوالا ایک ہی شخص ہو اور اُسکے کھودنے مین کنوان ڈہل گیا اور وہ دبکر مرگیا تو اُسکا خون

مدر ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو حکم کیا کہ راہ مین کنوان کھودے پس اگر اُسکے فناے مین ہو
تو کسی شخص کے تلف ہونے مین اسکی دیت مولی کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اسکے فنا مین نہو تو ضمان غلام کی گردن
پر ہوگی خواہ غلام کو یہ بات معلوم ہو یا معلوم نہو یہ تاتارخانیہ نقلا عن التجرید مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین ایک نہر
کھودی اوسمین کوئی آدمی یا چوپایہ تلف ہوا تو وہ ضامن نہوگا اور اگر غیر ملک مین نہر کھودی تو مثل کنوان کھودنے
کے ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے غیر ملک مین ایک نہر کھودی اور اُس سے پانی پھوٹ
نکلا اور کوئی زمین یا گانون غرق ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر اپنی ملک مین کھودی ہو تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہے اگر ایک
شخص نے اپنی زمین کو پانی دیا اور پانی پھوٹ نکلا اور اُسکی زمین سے باہر جا کر اُسنے کسی مال کو یا زراعت یا باغ انگور کو
خراب کر دیا تو وہ شخص ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنی زمین کی گھاس جلائی یا کٹے ہوئے پولے یا اجمہ کے نرکل جلائے
پھر آگ اُسکی زمین سے نکلکر غیر کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کچھ جلا دیا تو ضامن نہوگا اور بعض مشائخ رحمہم اللہ نے
فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ جب اسنے ایسے روز جلائی کہ جب ذرا ہوا ٹھہری ہوئی تھی اور اگر ہوا کے روز جلائی کہ معلوم ہوتا ہے
کہ ہوا اِس آگ کو دوسرے پڑوسی کی زمین مین اُڑا لیجائیگی تو استحساناً ضامن ہوگا جیسے ایک شخص نے اپنے پرنالہ مین پانی
بہایا اور پرنالہ کے نیچے غیر شخص کا مال رکھا ہو وہ خراب ہو گیا تو ضامن ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنے دار یا تنور مین آگ
جلائی تو کچھ اُس سے جل جاوے وہ ضامن نہوگا اسی طرح اگر اپنے دار مین نہر یا کنوان کھودا اور اُس سے پڑوسی کی زمین
نمناک ہو گئی تو ضامن نہوگا اور حکم قضا مین اُسکو یہ حکم نہ دیا جائیگا کہ اُسکو اس جگہ سے تحویل کرے مگر فیما بینہ وبین اللہ
تعالی اُسپر واجب ہے کہ جب دوسرے کو ضرر پہونچتا ہے تو اِس فعل سے باز رہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے اور مشائخ رحمہم اللہ نے
فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ پانی پھوٹ کر اتنا پانی نکلا کہ جسکو عرف و عادت کے موافق اُسکے مالک کی زمین برداشت
کر سکتی ہو اور اگر اُسکی ملک برداشت نکر سکتی ہو تو وہ ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی ملک مین
پانی جاری کیا اور اُسکے پانی جاری کرنے سے یہ پانی غیر کی زمین کیطرف پھوٹ نکلا اور کچھ چیز خراب کر دی تو قیاساً
وہ ضامن نہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنی ملک مین پانی بہایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ پانی غیر کی زمین کی
طرف پھوٹ نکلیگا تو وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین سینچی اور پانی اُسکے پڑوسی کی زمین
مین پھوٹ گیا پس اگر اسنے اپنی زمین مین اس طرح پانی جاری کیا کہ اسکی زمین مین ٹھہرتا نہین بلکہ پڑوسی کی زمین مین جا کر
ٹھہرتا ہے تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکی زمین مین ٹھہر کر پھر پھوٹ کر پڑوسی کی زمین مین گیا پس اگر پڑوسی نے پیشتر اس سے
بندش اور مضبوطی کر لینے کے واسطے کہدیا تھا مگر اُسنے نکیا تو ضامن ہوگا اور اگر پیشتر اس سے نکہا ہو تو ضامن نہوگا اور
اگر اسکی زمین اونچی اور پڑوسی کی زمین نیچی ہو کہ جس سے یہ بات معلوم ہو کہ اگر اپنی زمین سینچیگا تو پڑوسی کی زمین
مین پانی جائیگا تو وہ ضامن ہوگا اور اُسکو حکم دیا جائیگا کہ بندان باندھے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اسکی زمین سے
کوئی چھید یا چوہے کا بِل ہو پس اگر اُسکو یہ بات معلوم ہو اور اُسنے بند نکیا یہان تک کہ پڑوسی کی زمین مین پانی گیا اور
خراب کیا تو ضامن ہوگا اور اگر نجانتا ہو تو ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ ایک شخص نے اپنی زمین نہر عام
سے سینچی اور اس نہر عام سے کئی اور چند نہرین چند قومون کی نکلی ہین جنکے دہانے کھلے ہوئے ہین پس ان دہانون سے
چھوٹی نہرون مین پانی بھرا اور اقوام مذکورہ کی زمینین خراب ہو گئین تو یہ شخص ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔

ایک شخص مملوک نے راہ مین کنوان کھودا پھر اُسمین ایک آدمی گر گیا اور اُسکے مولے نے غلام مذکور کا فدیہ دیدیا پھر اُسمین دوسرا آدمی گر پڑا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مولی کو اختیار ہے چاہے پورا غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر غلام نے مسلمانون کے راستہ مین ایک کنوان کھودا اور اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مولے نے کہا کہ مین نے اُسکو اُسکے کھودنے کا حکم دیا تھا تو مولے کی مددگار برادری اُسکی دیت کی ضامن نہوگی اور مولے کے قول کی برادری کے حق مین تصدیق نہوگی لیکن اگر گواہ قائم کرے تو تصدیق ہوگی پس بدون گواہون کے مقتول کی دیت اُسکے مال مین ہوگی یہ مبسوط مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک غلام نے شارع عام پر کنوان کھودا پھر اُسمین ایک شخص گر پڑا اور مقتول کے ولی نے اُسکو معاف کردیا پھر اُسمین دوسرا شخص گر کر مر گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے پورے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مولے اُسکا نصف دیگا گویا دونون آدمی ایکبارگی اُسمین گرے پھر ایک کے ولی نے معاف کیا ہے۔ یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام نے بلا اجازت اپنے مولے کے راہ مین کنوان کھودا پھر مولے نے اُسکو آزاد کردیا پھر اُسکو معلوم ہوا کہ غلام نے کنوان کھودا ہے پھر اُسمین ایک آدمی گر کر مر گیا تو مولے پر ولی مقتول کے واسطے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین دوسرا آدمی گرا تو دونون مقتولون کے ولی اس قیمت مین شریک ہوجاوینگے اور اگر اس کنوئین مین وہی غلام گر پڑا تو اُسکے وارث بھی اس قیمت مین شریک ہونگے اور امام محمد رح سے یہ روایت ہے کہ غلام کا خون ہدر ہوگا۔ اور اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ غلام نے راہ مین کنوان کھودا پھر مولے نے اُسکو آزاد کیا پھر وہی غلام اس کنوئین مین گر کر مر گیا تو امام محمد رح کے نزدیک اُسکا خون ہدر ہوگا اور ظاہر الروایۃ کے موافق اُسکے وارثون کے واسطے مولی پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے نے پہلے اس غلام کو آزاد کردیا پھر اُس غلام نے راہ مین کنوان کھودا اور خود اُسمین گر کر مر گیا تو بالاختلاف مولی پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُس کنوئین مین کوئی آدمی گر جانے کے بعد مولے نے اُس غلام کو آزاد کیا پس اگر مولی اُس کنوئین مین آدمی گرنے سے خبردار نہو تو اُسپر غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر آدمی گر جانے کا حال جانتا ہو تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی پھر اگر اُسمین دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو وہ پہلے مقتول کے وارثون سے دیت بٹوالیگا پس امام اعظم رح کے نزدیک پہلا بقدر دیت کے اور دوسرا بقدر قیمت غلام کے اِس دیت مین شریک ہونگے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مولے پر دوسرے کے واسطے نصف قیمت واجب ہوگی اور وہ پہلے کا دیت مین شریک نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام نے راہ مین بلا اجازت مولے کے کنوان کھودا پھر کسی کو خطا سے قتل کیا اور مولے نے اُسکو ولی مقتول کو دیدیا پھر کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے نصف غلام دیدے اور چاہے اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر گرنے والے کے ولی نے عفو کیا تو کچھ غلام مولے کی طرف واپس نہوگا اور اس مسئلہ مین گرنے والے کے ولی اور مولا سے غلام کے درمیان کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت اُسکے ساتھ ہوگی جسکے قبضہ مین بالفعل وہ غلام ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر پہلے اُس کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور مولے نے اُسکے ولی کو غلام مذکور دیدیا پھر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ولی ساقط نے بھی غلام وارث مقتول کو دیا پھر کنوئین مین دوسرا آدمی گر کر مر گیا تو ولی مقتول کو اختیار ہوگا چاہے تہائی غلام گرنے والے کے وارث کو دیدے یا اُسکے فدیہ مین دیت دیدے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام نے باجازت مولے کے کنوان کھودا پھر اگر بلا ... مولے مین کھودا ہو تو گرنے والے کی ضمانت

۱۵ مسئلہ قیمت غلام ایک ہزار اور دیت [illegible]

موسے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر غیر ملک معدلی مین ہو تو غلام کی گردن پر نشان ہوگی خواہ غلام اسکو جانتا ہو
یا نجانتا ہو یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر کنوین مین کوئی آدمی گر گیا اور مرگیا پھر اسمین دوسرا آدمی گر گیا کہ اسکی آنکھ جاتی رہی اور غلام
جسنے کنوان کھودا ہے بعینہ موجود ہے تو موسے اسکو دونون کو دیدیگا کہ دونون کے درمیان تین تہائی لبقدر ہر ایک کے حق کے
تقسیم ہوگا اور اگر اسکا فدیہ دینا چاہے تو پندرہ ہزار درم اسکا فدیہ دیگا کہ دس ہزار درم ولی مقتول کو اور پانچ ہزار
آنکھ والے کو ملینگے اور اگر دونون کا حال جاننے سے پہلے اسنے غلام کو آزاد کر دیا تو اسکی قیمت دونون کو دیگا جو تین
تہائی دونون مین تقسیم ہوگی اور اگر قتل کو جانتا ہوا اور آنکھ پھوٹنے کو نجانتا ہو تو اسپر ولی مقتول کے واسطے دس ہزار درم
اور آنکھ والے کے واسطے تہائی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر اسنے غلام کو قبل اسکے کہ کنوین مین کوئی گرے فروخت کیا
پھر اسمین کوئی گر گیا اور مر گیا تو بائع پر اسکی قیمت واجب ہوگی اسیطرح اگر غلام نے خود اپنے تئین اسمین ڈالدیا تو ظاہر الروایۃ کے
موافق بائع پر اسکی قیمت مشتری کو دینی واجب ہوگی اور بروایت امام محمد رح کے اسکا خون ہدر ہوگا جیسا کہ اسنے آزاد کر دینے
کی صورت مین بیان کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی مدبر نے راہ مین کنوان کھودا پھر اسکو موسے نے آزاد کیا یا
موسے مر گیا پس مدبر آزاد ہو گیا پھر مدبر نے اپنے تئین اس کنوین مین ڈالدیا اور مرگیا تو اسکے وارثون کے واسطے
مولی کے ترکہ مین سے اسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ مدبر نے ایک کنوان کھودا اور اسمین اسکا موسے گر گیا یا
ایسا شخص گر جسکا موسے وارث ہوگا تو اسکا خون ہدر ہوگا اور اگر اسمین موسے کا مکاتب گرا تو قیمت کا ضامن ہوگا
پس موسے سے مدبر کے کھودنے کے روز کی قیمت اور مکاتب کے گرنے کے روز کی قیمت دونون مین سے کم
مقدار کا مواخذہ کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مدبر یا ام الولد نے راہ مین کنوان کھودا اور اسکی قیمت ہزار درم
ہو پھر اسمین ایک آدمی گر کر مر گیا تو موسے پر اسکی قیمت واجب ہوگی پھر اگر اسمین ایک بعد دوسرے کے گر گیا اور جتنے
گرے سب مر گئے اور مملوک کی قیمت اس درمیان مین متغیر ہو کر ناقص یا زائد ہو گئی تو موسے پر ایک ہی اسکی قیمت جبا
ہوگی جو کھودنے کے روز تھی یعنے ہزار درم اور کچھ واجب نہوگا کہ وہی ان سب مین برابر تقسیم ہوگی اسی طرح اگر اسمین کوئی
آدمی گرنے سے پہلے مدبر مر گیا یا موسے نے اسکو آزاد یا مکاتب کیا یا کسی آدمی کے گر کر مرنے کے بعد موسے نے اسمین سے
کوئی فعل کیا تو بھی موسے پر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے
کہ ایک مکاتب نے راہ مین کنوان کھودا پھر ایک شخص کو قتل کیا اور اسپر مکاتب کی قیمت دینے کی ڈگری کی گئی پھر کنوین
مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو فرمایا کہ گرنے والے کا ولی مکاتب کی قیمت مین اسکا شریک ہو جاتے جسنے قیمت لی ہے اور
فرمایا کہ مدبر کا بھی یہی حکم ہے اور فرمایا کہ جب گرے ہوئے کا ولی آیا اور اسنے اس شخص سے جسنے مدبر کی قیمت اسکے
مولی سے لی ہے قیمت کی بابت مواخذہ کیا تو اسکے اور جسنے قیمت لی ہے دونون کے درمیان خصومت نہوگی
اور مین اسکے گواہ قیمت لینے والے پر قبول نکرونگا بلکہ مولا سے مدبر پر اسکے گواہ قبول کرونگا پھر جب اسنے پیش
کیے گواہون کی تعدیل ہو جاتے تو البتہ جسنے قیمت لی ہے اس سے نصف قیمت واپس لیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک
مدبر نے کنوان کھودا اور اسمین کوئی آدمی گر کر مر گیا اور موسے نے بحکم قاضی اسکی قیمت ہزار درم دیدی پھر ولی
مذکور جسنے قیمت لی ہے مر گیا اور ایک ہزار درم ترکہ چھوڑا اور اسپر دو شخصون کے دو ہزار درم قرضہ ہین ہر ایک
کے ہزار درم قرضہ ہین پھر کنوین مین دوسرا شخص گر گیا اور مر گیا تو ہزار درم جنکو پہلے ولی جنایت نے چھوڑا ہے

اُسکے قرضخواہون اور دوسرے ولی جنایت کے درمیان پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے یعنی قرضخواہون کو چار حصے
اور اُسکو ایک حصہ ملیگا پس اگر بحکم قضا اُنھون نے اس طرح حصہ تقسیم کر لیا پھر اور ایک آدمی کنوئین مین گر کر مرگیا
تو دوسرے ولی جنایت سے اُسکا وارث آدھا مال جو اُسکے پاس جرمانہ کا وصول کیا ہوا ہو لے لیگا اور دونون ملکر دونون قرضخواہون
کا دامن پکڑ کر اُنسے جو کچھ اُنھون نے لیا ہو اُسمین سے ہزار درم کی چوتھائی یعنی بحسب قدر ان دونون کا حصہ ملا کر کم ہو وہ
بھی لے لینگے - اور اگر اخیر جنایت کا ولی پہلے ولی جنایت سے نہ ملا بلکہ ایک قرضخواہ سے ملاقات ہوئی تو جو کچھ اُسنے میت
کے مال سے لیا ہو اُسمین سے چوتھائی لے لیگا پھر جب یہ قرضخواہ دوسرے قرضخواہ سے ملے تو دونون اپنے پاس کا
مال جمع کر کے نصفا نصف تقسیم کر لینگے اور دونون ولی جنایت جب باہم ملاقی ہون تو اپنے پاس کا مال جمع کر کے
باہم آدھا آدھا تقسیم کر لینگے اور اگر ایسے ہوئے کہ سب باہم مجتمع ہوے تو جو کچھ انکے پاس ہو سب آٹھ حصون پر تقسیم ہوگا اُنمین
سے دونون ولی جنایت کو چوتھائی اور قرضخواہون کو تین چوتھائی دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مولے نے پانچسو
درم بلا حکم قاضی ولی اول کو دیدیے پھر اُسنے جو کچھ لیا ہے وہ مولی کو ہبہ کر دیا تو دوسرے کے ولی کو اختیار ہوگا چاہے
مولے سے نصف تاوان لے یا مولے سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی تاوان لے اور اگر مولے نے ولی اول
کو بحکم قاضی دیا ہو تو ولی ثانی کو دو طرح کا خیار نہوگا بلکہ مولے سے چوتھائی اور ولی اول سے چوتھائی لے لیگا یہ کافی مین ہے اگر
ایک شخص نے ایک غلام محجور اور ایک آزاد کو مزدور مقرر کیا کہ دونون اُسکے واسطے کنوان کھودین پھر کنوان دونون
پر گر پڑا اور دونون مرگئے تو مستاجر پر غلام کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے واجب ہوگی پھر یہ قیمت وارثان آزاد کو ملیگی بشرطیکہ
نصف دیت سے کم ہو پھر مولے اُسکو مستاجر سے واپس لیگا پھر مستاجر چونکہ ادا سے ضمان سے غلام کا مالک ہوا اور آزاد
شخص اُسکے نصف پر جنایت کرنیوالا ہوگیا پس آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت مستاجر کے لیے واجب
ہوگی اور اگر غلام ماذون ہوتا تو مستاجر پر کچھ واجب نہوتا اور آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت ہوگی پھر یہ وارثان
آزاد کو ملیگی یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ایک غلام محجور و ایک آزاد اور ایک مکاتب کو اپنے واسطے کنوان کھودنے کے لیے مزدور
مقرر کیا پھر کنوان ان سب پر گر پڑا اور مرگئے تو مستاجر پر آزاد و مکاتب کی ضمان واجب نہوگی اور غلام کی قیمت اُسکے مولے
کو دیگا پھر جب مولے کو قیمت دیدی تو مولے اُسکو وارثان آزاد و مکاتب کو دیدیگا پس وارثان آزاد اُسمین بقدر تہائی دیت کے اور
وارثان مکاتب بقدر قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے پھر مولا سے غلام مستاجر سے دوبارہ غلام کی قیمت لے لیگا اور وہ اُنہی
کو سپرد کیجائیگی - اور مستاجر کو اختیار ہوگا کہ آزاد کی مددگار برادری سے غلام کی تہائی قیمت واپس لے اور وارثان مکاتب
بھی آزاد سے مکاتب کی تہائی قیمت واپس لینگے پھر مکاتب کے ترکہ سے بقدر اُسکی قیمت کے لیجائیگی اور وہ وارثان آزاد
و مستاجر کے درمیان مشترک ہوگی اُسمین وارثان آزاد بقدر تہائی دیت کے اور مستاجر بقدر تہائی قیمت غلام کے شریک
ہونگے یہ حاوی مین ہے اور یہی تاتارخانیہ مین تجرید سے منقول ہے - اور اگر آزاد و مکاتب و مدبر و غلام کو مزدور مقرر کیا
کہ میرے واسطے کنوان کھودین پھر چارون کے کھودنے مین وہ کنوان چارون پر گر پڑا اور سب مرگئے اور مدبر و غلام کو
کام کی اجازت نہ تھی تو ہم کہتے ہین کہ اُنمین سے ہر ایک اپنے فعل اور اپنے ساتھیون کے فعل سے تلف ہوا ہے پس
اُسکی ذات کا چوتھائی حصہ ہدر ہوگا اور اُسکے ساتھیون کی جنایت اُسکی تین چوتھائی حصہ مین معتبر ہوگی پھر مستاجر پر
غلام و مدبر کی قیمت اُسکے مولے کو دینی واجب ہوگی پھر وارثان آزاد کے واسطے آزاد کی چوتھائی دیت اُنمین سے

ہر آدمی کی گردن پر واجب ہوگی اور ولی مکاتب کے واسطے مکاتب کی چوتھائی قیمت انہین سے ہر شخص کی گردن
پر واجب ہوگی۔ پس ان دونون قیمتون مین وارثان آزاد اور وارثان مکاتب بقدر نصف قیمت مکاتب کے شریک
کئے جاوینگے پھر اسی حساب سے باہم تقسیم کر لینگے پھر دونون کے مولی اسکو مستاجر سے واپس لینگے پھر مستاجر کے
واسطے آزاد کی مددگار برادری پر ان دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی اور نیز اسکے واسطے مکاتب
کی گردن پر ان دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی حالانکہ مکاتب کے واسطے بھی ان دونون مین سے
ہر ایک کی گردن پر اسکی چوتھائی قیمت جسکو ہر ایک نے چھوڑ رکھا ہی واجب ہوئی ہی پس بعض بعض کا بدلا ہو جاویگا
اور آپس مین جسکا جو کچھ زیادہ نکلے وہ لے لیگا اور مکاتب کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار برادری پر ہوگی پھر یہ
قیمت وارثان آزاد لے لینگے یہ بنابر اعتبار کہ مکاتب نے چوتھائی آزاد پر جنایت کی ہی لیکن اگر بحساب قیمت بنسبت
چوتھائی دیت کے زائد ہو تو بقدر چوتھائی دیت کے لیکر باقی کو مولاے مکاتب کو واپس دینگے۔ مگر یہ حکم ایسے شخص
کے قول پر درست ہوگا جو کہتا ہی کہ جنایت مین مملوک کی قیمت جہانتک پہونچے معتبر ہوتی ہی اور دونون مین
سے ہر غلام کی قیمت کی چوتھائی دوسرے غلام کی قیمت مین واجب ہی لیکن چونکہ یہ مستاجر کے ذمہ ہی سو اسواسطے
اسکا اعتبار کرنا مفید نہین ہی پس اگر دونون غلام کام کے واسطے ماذون ہون تو مستاجر پر ضمان واجب نہوگی اور
ہر ایک کی چوتھائی قیمت دوسرے کی گردن پر ہوگی اور دونون مین سے ہر ایک کی چوتھائی قیمت آزاد کی مددگار
برادری پر ہوگی اسی طرح مکاتب کی چوتھائی قیمت بھی آزاد کی عاقلہ پر ہوگی اور آزاد کی تین چوتھائی دیت انہین سے
ہر ایک پر ایک چوتھائی ہوگی پھر جب آزاد کی مددگار برادری نے ہر ایک کی چوتھائی قیمت دیدی اور ہر ایک نے اسکو
لے لیا تو ہم کہتے ہین کہ مولاے مدبر سے پوری قیمت لیجائیگی جبکہ یہ قیمت جو اسکو چاہیے اسکے برابر یا کم ہو پھر یہ قیمت
باقیون مین اسطرح تقسیم ہوگی کہ وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر اسکی چوتھائی قیمت کے
اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے اور اگر مکاتب نے بقدر اداے کتابت کے چھوڑا
ہو تو اسکے ترکہ سے تمام قیمت لے لیجائیگی بشرطیکہ یہ قیمت جسقدر اسپر واجب ہی اُس سے کم ہو پھر اسمین وارثان آزاد
بقدر چوتھائی دیت کے اور مولاے غلام بقدر چوتھائی قیمت کے اور مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت کے شریک کیے
جاوینگے پھر مولاے غلام سے سب جو کچھ اُسنے لیا ہی لے لیا جائیگا اور اسمین وارثان آزاد بقدر چوتھائی دیت کے اور
مولاے مدبر بقدر چوتھائی قیمت مدبر کے اور مولاے مکاتب بقدر چوتھائی قیمت مکاتب کے شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط مین ہی

بارھوان باب۔ بہائم کی جنایت اور بہائم پر جنایت کرنے کے بیان مین۔ جاننا چاہیے کہ چوپایہ کی جنایت
تین حال سے خالی نہین یا تو مالک چوپایہ کی ملک مین ہوگی یا غیر مالک کے ملک مین ہوگی یا مسلمانون کی راہ
مین ہوگی۔ پس اگر اسکی جنایت اُسکے مالک کی ملک مین واقع ہوئی اور مالک اُسکے ساتھ نہ تھا تو اُسکا مالک ضامن
نہوگا خواہ چوپایہ جنایت کے وقت کھڑا ہو یا چلتا ہو خواہ اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤن سے روند ڈالا ہو یا ہاتھ یا پاؤن
سے مار دیا ہو یا دُم ماری ہو یا دانت سے کاٹ کھایا ہو۔ اور اگر اُسکا مالک اُسکے ساتھ ہو پس اگر اُسکا قائد یا
سائق ہو تو بھی ان سب صورتون مین ضامن نہوگا اور اگر سوار ہو اور چوپایہ پر سوار ہو پس اگر ہاتھ یا پاؤن
سے روند ڈالا تو ضامن ہوگا اور اسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اسپر کفارہ لازم ہوگا اور وہ میراث

سے محروم ہوگا اور اگر کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پاؤن یا دم سے مارے یا تو ضمان واجب نہوگی اور اگر غیر مالک چوپایہ کی
ملک مین نہ ہو پس اگر بدون مالک کے داخل کرنے کے دوسرے کی ملک مین داخل ہو گیا ہو مثلاً چھوٹ بھاگا ہو تو اُسکے
مالک پر ضمان واجب نہوگی اور اگر اُسکے مالک کے داخل کرنے سے داخل ہوا ہو تو مالک سب صورتون مین ضامن ہوگا
خواہ چوپایہ کھڑا ہو یا روان ہو خواہ اُسکا مالک اُسکے ساتھ اُسکا سائق یا قائد یا سوار ہو وخواہ اُسکے ساتھ نہو یہ ذخیرہ
مین ہے۔ اور اگر اُسکے مالک کی اجازت سے ہو تو وہ ایسا ہے جیسے اُسکی ملک مین ہو یہ تبیین مین ہے اور اگر اُسکی جنایت
مسلمانون کے راستہ مین ہو پس اگر چوپایہ راستہ مین کھڑا ہوا اور اُسکے مالک نے کھڑا کیا ہو تو سب صورتون مین جو کچھ اُسکے
فعل سے تلف ہو اُسکا مالک تلف شدہ کا ضامن ہوگا اور اگر چوپایہ روان ہو اور اُسکا مالک اُسکے ساتھ نہو پس اگر اُسکے
مالک کے روان کر دینے سے روان ہو گیا ہو تو جب تک اُسی رُخ روان رہے دائین بائین نہ گھوم جاوے تب
تک اُسکا مالک جس نے اُسکو روان کیا ہے ضامن رہیگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر دائین یا بائین مڑ گیا پس اگر اُسکا راستہ
سوا اسکے دوسرا نہو تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکے چلنے کا دوسرا راستہ بھی ہو تو روان کرنے والا ضامن
نہوگا اور اگر چوپایہ ٹھہر گیا پھر روانہ ہوا تو ہانکنے والا ضمان سے بری ہو گیا اور اگر کسی پھیرنے والے نے اُسکو
لوٹایا پس اگر وہ نہ پھرا اور اپنی سیدھ پر چلا گیا تو روان کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پھرا پھر ٹھہر کر روانہ ہوا تو کوئی
ضامن نہوگا اور اگر پھرا مگر نہ ٹھہرا اور اسی سیدھ پر روانہ ہوا تو پھیرنے والا ضامن ہوگا اگر اُسنے کچھ تلف کیا یہ محیط
سرخسی مین ہے۔ اور اگر چوپایہ بدون اپنے مالک کے روا کیے ہوے چلا جاتا ہے مثلاً وہ مالک کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا
ہے تو سب صورتون مین اُسکے مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے اگر چوپایہ نے روندا یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے
صدمہ پہونچایا یا کاٹ کھایا یا ہاتھ یا پاؤن مارے تو اُسکا سوار ضامن ہوگا اسی طرح اگر کسی چیز سے ٹکرایا تو بھی ضامن
ہوگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر لات ماری یا دم ماری تو اُسکے نقصان کا ضامن نہوگا اور اگر قائد ہو تو اُسکا بھی وہی حکم
ہے جو سوار کا حکم ہے اور سائق یعنے پیچھے سے ہانکنے والے کا حکم لات مارنے کی صورت مین کیا ہے سو اسمین مشائخ نے
اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ضامن ہوگا اور یہ مذہب شیخ ابوالحسن قدوری و مشائخ عراق مین سے ایک جماعت کا
ہے اور بعض نے فرمایا کہ ضامن نہوگا اور اسطرف ہمارے مشائخ رح نے میل کیا ہے کذا فی الذخیرہ اور صحیح یہ ہے کہ ہانکنے
والا اُسکے لات مارنے سے ضامن نہوگا یہ کافی مین ہے اور روند ڈالنے کی صورت مین سوار پر کفارہ واجب ہوگا سائق
و قائد پر واجب نہوگا اسی طرح روند ڈالنے کی صورت مین سوار کے حق مین میراث سے محروم ہونا اور وصیت سے
محروم ہونا لازم ہوتا ہے سائق و قائد کے حق مین ایسا نہین ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر چوپایہ کے ساتھ ایک شخص سوار
ہو۔ اور ایک سائق ہو تو بعض نے فرمایا کہ چوپایہ جو کچھ روند ڈالے سائق اُسکا ضامن نہوگا بلکہ سوار ضامن ہوگا اور
بعض نے فرمایا کہ دونون پر تاوان لازم ہوگا یہ نہایہ مین ہے منتقی مین ہے کہ ایک شخص ایک چوپایہ سواری پر سوار
ہوا اور اُسکے پیچھے ایک شخص ردیف ہے اور چوپایہ کے پیچھے سائق ہے اور آگے قائد ہے پھر چوپایہ مذکور نے ایک آدمی
کو روند ڈالا تو اُسکی دیت ان لوگون پر چار چوتھائی ہو کر واجب ہوگی اور سوار و ردیف پر کفارہ بھی واجب ہوگا
یہ محیط مین ہے۔ اور اگر چوپایہ نے چلتے ہوے راہ مین لید یا پیشاب کیا اور اس سے کوئی شخص پھسلکر یا اور کسی
طرح تلف ہو گیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر چوپایہ کو بسبب ضرورت کے واسطے کھڑا کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج مین ہے

اسی طرح اگر خود چوپایہ لید کرنے یا پیشاب کرنے کے واسطے کھڑا ہو گیا یا اُسکا لعاب بہا اور اُسکے ذریعہ سے کوئی آدمی تلف
ہوا تو بھی ضامن نہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ کو کسی اور غرض سے کھڑا کیا پھر کوئی آدمی اُسکی لید یا پیشاب سے
تلف ہوا تو ضامن ہو گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے ہاتھ یا پاؤں سے کنکریاں یا خرمے کی گٹھلیاں اُڑا
کر اڑائیں یا غبار یا سنگریزے اڑائے اور کسی شخص کی آنکھ پھوڑ دی یا اُسکے کپڑے خراب کیے تو ضامن نہو گا اور اگر بڑا
پتھر ہو تو ضامن ہو گا اور سوار و ردیف و سائق و قائد سب حکم میں یکسان ہیں یہ کافی میں ہے۔ اگر ایک شخص اپنے جانور
سواری پر سوار ہو کر راہ میں چلا جاتا تھا پھر اُسنے ایک پتھر سے جسکو ایک شخص نے راہ میں رکھا ہے یا ایک دکان سے
جسکو کسی نے راہ میں بنایا ہے ٹھوکر کھائی یا پانی سے جسکو کسی نے راہ میں ڈالا ہے پھسلکر کسی آدمی پر گرا اور وہ مر گیا
تو ضمان اُس شخص پر واجب ہو گی جسنے ان چیزوں کو راہ میں پیدا کیا ہے اور مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ سوار
اس چیز کو جو راہ میں پیدا کی گئی ہے نہ جانتا ہو اور اگر جانتا ہو پھر قصداً اُسنے جانور کو اسی جگہ چلایا تو ضمان اُسی پر ہو گی
یہ مبسوط میں ہے۔ قدوری میں ہے کہ اگر کسی شخص نے مسلمانوں کی بڑی مسجد یا کسی مسجد کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا
اور اُسنے کسی آدمی کو لات ماری تو وہ ضامن ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر امام نے دروازہ مسجد کے پاس جانوران سواری
کے کھڑے ہونے کے واسطے کوئی جگہ مقرر کر دی ہو تو وہاں کھڑے ہونے سے جو حادثہ جانوروں سے پیش آوے
اُسکی ضمان نہو گی یہ تبیین میں ہے لیکن جب جانور سواری کو آگے سے چلایا یا پیچھے سے ہانکا یا اُس مقام میں سوار چلا گیا
تو نقصان کا ضامن ہو گا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپاؤں کے بازار میں اپنا چوپایہ کھڑا کیا اور اُسنے لات ماری تو اُسکے
مالک پر ضمان واجب نہو گی اور جو کشتی کنارے پر بندھی ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے۔ منتقی میں امام محمد رحمۃ اللہ سے روایت
ہے کہ اگر سلطان کے دروازہ پر اپنا گھوڑا کھڑا کیا حالانکہ اُسکے دروازہ پر سواری کے جانور کھڑے کیے جاتے
ہیں تو فرمایا کہ جو صدمہ اُس سے پہونچے اُسکا ضامن ہو گا یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر جنگل میں اپنا چوپایہ کھڑا کر دیا تو ضامن
نہو گا الا اُس صورت میں کہ پگ ڈنڈی پر کھڑا کر دیا ہو یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا چوپایہ
کسی زمین میں جو اُسکے اور غیر کے درمیان مشترک ہے کھڑا کیا پھر اُسنے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کوئی ضرر پہونچایا
تو قیاس یہ ہے کہ وہ نصف کا ضامن ہو گا اور استحساناً کچھ ضامن نہو گا اور ہمارے بعضے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت
ہے کہ ایسے مقام پر کھڑا کیا جہاں چوپایہ کھڑے کیے جاتے ہیں اور اگر ایسی جگہ کھڑا کیا جہاں چوپایہ نہیں کھڑے
کیے جاتے ہیں تو قیاساً و استحساناً فعل چہارپایہ سے جو کچھ تلف ہوا اُسکا ضامن ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر کسی نے
اپنا چوپایہ مسلمانوں کی راہ میں کھڑا کیا اور اُسکو نہ باندھا پھر وہ اس جگہ سے چلا گیا اور کوئی چیز تلف کی تو مالک ضامن
نہو گا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور اگر اُسکو راستہ میں باندھکر کھڑا کیا اور وہ کھونٹے میں بندھا ہوا گھوما
اور کسی چیز کو تلف کیا پس اگر رسی کھل جانے کے بعد اپنی جگہ سے ہٹکر اُسنے تلف کی تو اُسکے مالک پر ضمان نہو گی
اور اگر رسی اپنے حال پر رہی اور اُسنے کچھ تلف کیا تو اُسکی جنایت کا ضامن ہو گا اگرچہ جہاں کھڑا کیا تھا وہاں سے
جنبش کر جاوے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر گھوڑے نے سرکشی کر کے اُڑنا شروع کیا اور مالک نے اُسکو مارا یا لگام
کھینچی پس اُسنے لات یا دم سے کسی کو مارا تو مالک ضامن نہو گا اسی طرح اگر مالک اُسکی پیٹھ پر سے گر پڑا اور
گھوڑا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور اُسنے کسی آدمی کو مار ڈالا تو مالک پر کچھ واجب نہو گا یہ حاوی میں ہے۔ اگر

ایک گدھا کرایہ کیا اور راہ میں چند لوگ بیٹھے تھے وہاں کھڑا کرکے اُن لوگون کو سلام کیا پھر اسکے مالک نے اُسکو انگلی سے ٹھیلا یا مارا یا ہانکا اور اُسنے کسی کو لات ماری تو دونون ضامن ہونگے اور وہ مثل ہانکنے کا حکم کرنیوالے کے ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر جانور چلا جاتا ہو اور اُسپر ایک آدمی سوار ہو پس اُسکو کسی شخص نے انگلی سے ٹھیلا اور چوپایہ نے سوار کو گرا دیا تو انگلی چونکنے والے پر کچھ واجب نہوگا بشرطیکہ اُسنے مالک کی اجازت سے یہ فعل کیا ہو اور اگر اُسکی بلا اجازت ایسا کیا تو اُسپر پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چوپایہ نے ٹھیلنے والے کو مارا تو اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر کسی دوسرے شخص کو دم یا لات سے یا اور کسی طرح صدمہ پہونچایا پس اگر بدون اجازت سوار کے ہو تو ٹھیلنے والا ضامن ہوگا اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو دونون پر ضمان واجب ہوگی سوا اسے دم سے مارنے یا لات مارنے کے کہ یہ دونون ہدر ہین یہ خلاصہ و محیط و فتاوی قاضی خان مین ہے۔ لیکن اگر سوار اپنے غیر ملک مین کھڑا ہوا اور ایک شخص کو حکم دیا کہ اُسکو انگلی سے ٹھیلے پس چوپایہ نے اسکے ٹھیلنے سے کسی شخص کو لات ماری تو دونون ضمان واجب ہوگی اور اگر سوار کی اجازت نہو تو پوری ضمان ٹھیلنے والے پر واجب ہوگی اور اُسپر کفارہ واجب نہوگا کذا فی الخلاصہ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ چوپایہ نے بفور انگلی سے ٹھیلنے کے لات ماری ہو اور اگر فی الفور نہ ماری ہو تو اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کوئی شخص گھوڑے کو آگے سے پکڑے ہوئے لیے جاتا ہو اور کسی شخص نے اسکے بدن پر انگلی سے چونکا اور وہ بدک کر قائد کے ہاتھ سے چھوٹ بھاگا اور فی الفور کسی کو تلف کیا تو انگلی چونکنے والے پر ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر چوپایہ مذکور کا کوئی سائق ہو اور کسی شخص نے اُسکو انگلی سے چبھو دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ ایک چوپایہ کا ایک سائق و ایک قائد ہے اور ان دونون مین سے کسی کے بغیر اجازت ایک شخص نے اُسکو انگلی سے ٹھیلا اور اُسنے کسی کو لات ماردی تو چبھونے والے پر خاصۃً ضمان واجب ہوگی اور اگر انگلی سے ٹھیلنا ان دونون مین سے کسی کی اجازت سے ہو تو کسی پر ضمان واجب نہوگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر انگلی سے چونکنے والا کوئی غلام ہو تو چوپایہ کی جنایت غلام کی گردن پر ہوگی اور اگر لڑکا ہو تو وہ مثل مرد کے ہے یہ حاوی مین ہے۔ اگر ایک شخص کا چوپایہ رواں ہو اور وہ اُسپر سوار ہو پھر اُسنے کسی غلام کو حکم دیا کہ اسکو چونک دے اور چوپایہ نے چونکنے سے کسی شخص کو لات ماردی تو ان دونون مین سے کسی پر ضمان واجب نہوگی اور اگر چونکنے کے ساتھ ہی کسی آدمی کو روند ڈالا تو اُسکی ضمان ان دونون پر نصفا نصف واجب ہوگی پس نصف سوار کی مددگار پر ادا کی پر اور نصف غلام کی گردن پر کہ جسکے عوض وہ غلام دیا جائیگا یا اُسکا مولے اُسکا فدیہ دیگا پھر مولا سے غلام اس سوار سے غلام کی قیمت لے لیگا بشرطیکہ اُسکی قیمت نصف دیت سے کم ہو بشرطیکہ یہ غلام جسکو چونکنے کا حکم دیا ہے غلام مجحور ہو وے اور اگر یہ غلام ماذون ہو تو اُسکا مولے جو کچھ اُسکو تاوان دینا پڑا ہے وہ حکم دہندہ سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر سوار نے چوپایہ کے پیچھے سے ہانکنے یا آگے سے لے چلنے کا حکم دیا تو مثل چونکنے کے حکم دینے کے اسکا بھی جواب ہے اور اگر سوار غلام ہو اور اُسنے دوسرے غلام کو حکم دیا کہ چوپایہ کو پیچھے سے ہانک دے اور چوپایہ نے کسی شخص کو روند ڈالا پس اگر دونون ماذون ہون تو ضمان ان دونون کی گردن پر آدھی آدھی ہوگی کہ جسکے عوض یہ دونون غلام دیدیے جاوینگے یا انکے مولے انکا فدیہ دینگے اور غلام مامور کا مولے غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر غلام مامور مجحور ہو اور حکم دہندہ ماذون ہو تو بھی ضمان ان دونون

سائق جانور کو کسی کے چھیڑنے والے کو قاعدہ کیسے ۱۲ منہ

کی گردن پر ہوگی اور جب مولا سے مامور نے وہ غلام دیدیا یا اُسکا فدیہ نصف دیت دیدی تو غلام حکم دہندہ سے اپنے
غلام کی قیمت واپس لیگا۔ اور اگر دونوں مجحور ہوں تو بھی ضمان اِن دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولی
نے اُسکو دیا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیا تو فی الحال غلام حکم دہندہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے پھر جب وہ آزاد
ہو جاوے تو اُس سے اپنے غلام کی قیمت واپس لے سکتا ہے اور اگر حکم دہندہ مجحور اور مامور ماذون ہو تو بھی ضمان
اِن دونوں کی گردن پر ہوگی اور جب غلام مامور کے مولے نے اپنا نصف غلام دیا یا اُسکا فدیہ دیا تو غلام حکم دہندہ
سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے نہ فی الحال اور نہ بعد اُسکے آزاد ہو جانے کے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ سوار ہی راہ
میں ایسی چیز کے پاس گذرا جو راہ میں کھڑی کی گئی تھی پس اس چیز کی خلش اُسکے بدن میں لگی یعنے یہ چیز چبھی پس اُسنے
لات ماری اور کوئی آدمی مرگیا تو جسنے اس چیز کو کھڑا کیا ہے اُسپر ضمان واجب ہوگی یہ حاوی میں ہے منتقی میں ہے کہ
ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار راہ میں کھڑا ہے پس اُسنے ایک شخص کو حکم دیا کہ اِس جانور کو چونک دے اُسنے
چونکا پس اُسنے ایک آدمی کو ہلاک کیا اور حکم دہندہ کو گرا دیا تو مرد اجنبی کی دیت اُس چونکنے والے اور حکم کرنے والے
دونوں پر واجب ہوگی اور جسنے حکم کیا تھا اُسکا خون ہدر ہوگا اور اگر وہ گھوڑا بعد حکم کے اپنی جگہ سے روانہ ہوگیا پھر
مامور نے چونکا اور فی الفور اُسنے لات ماری تو ضمان چونکنے والے پر ہوگی حکم دہندہ سوار پر نہوگی اور اگر روانہ ہوا اگر
چونکنے والے اور ایک اجنبی کو لات مارکر دونوں کو مار ڈالا تو اجنبی کی دیت چونکنے والے پر اور سوار پر ہوگی اور
چونکنے والے کی نصف دیت سوار پر ہوگی۔ اور اگر سوار نے اُسکو راہ میں کھڑا کیا لیکن گھوڑے نے حرکت کی اور
ٹھہر گیا پس اُسنے یا غیر نے اُسکو چونکا تا کہ چلے اور اُسنے کسی شخص کو لات ماردی تو دونوں میں سے کسی پر ضمان واجب
نہوگی۔ ایک شخص نے راہ میں اپنا گھوڑا کھڑا کردیا تھا اُسپر دوسرا شخص سوار ہوگیا پس اُسنے لات مارکر کسی کو تلف
کیا تو اُسکی دیت گھوڑے کے مالک اور سوار دونوں پر نصفا نصف ہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے دوسرے کا چوپایہ راہ
میں کھڑا کرکے باندھ دیا اور خود غائب ہوگیا پھر مالک نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اسکے چونک دے پس اُسکے چونکنے سے
اُسنے لات ماری خواہ کسی غیر کو یا حکم دہندہ کو تو اُسکی دیت چونکنے والے پر ہوگی اور اگر حکم دہندہ نے اُسکو راہ میں
کھڑا کیا ہو پھر ایک شخص کو اُسکے چونکنے کا حکم کیا اور چوپایہ نے کسی کو قتل کیا تو اُسکی دیت چونکنے والے اور حکم دہندہ
دونوں پر نصفا نصف ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چوپایہ ایک پتھر سے جسکو کسی نے راہ میں رکھا ہو بدک گیا تو پتھر رکھنے
والا ضامن ہوگا نہ چونکنے والا کذا فی محیط السرخسی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنا گدھا چھوڑا اور وہ ایک شخص کے کھیت میں
گیا اور اُسکی کھیتی خراب کردی پس اگر چھوڑنے والے نے اُسکو چھوڑا اور اُسکو کھیتی کی طرف ہانکا ہو مثلاً اُسکے پیچھے
ہو تو ضامن ہوگا اور اگر پیچھے نہو لیکن وہ گدھا اپنی سیدھ پر چلا گیا اور دائیں یا بائیں نہیں مڑا اور فوراً چلا گیا اور اُسنے
کوئی کھیت پاکر اُسکو خراب کیا تو بھی ضامن ہوگا اور اگر دائیں یا بائیں سمت کو گیا پھر کھیتی کو پاکر خراب کیا پس اگر
یہی ایک ہی راہ نہو تو ضامن نہوگا اور اگر ایک ہی راہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر مالک نے اُسکو چھوڑا اور وہ ایک
ساعت ٹھہر گیا پھر کھیت میں گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والا ضامن نہوگا یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور شیخ
امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے گانو سے اپنی گائے اپنی زمین کی طرف
چھوڑی اور اُسنے دوسرے کے کھیت میں گھسکر اُسکا کھیت کھا لیا پس اگر سوا اُس راہ کے اُسکا دوسرا راستہ ہو

تو ضامن نہوگا اور اگر راستہ ہی ایسا ہو تو ضامن ہوگا۔ اور اگر چوپایہ سواری اپنے مکان سے نکلا اور اُسنے کسی شخص کا کھیت خراب کیا یا چراگاہ مین چھوڑا اور اُسنے وہان سے کھیت آکھاڑا تو ضمان واجب نہوگی اسی طرح کتّے اور بلیون کا حکم ہے کہ اگر اُنھون نے لوگون کے مالون مین سے کچھ خراب کیا تو مالک پر ضمان واجب نہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر ایک شخص نے بہائم مین سے کسی بہیمہ کو چھوڑ دیا اور اُسکا ہانکنے والا ہے اور فی الفور اُسنے کسی مال یا آدمی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن ہوگا۔ اور اگر پرند کو چھوڑا اور اُسکو ہانکا اور فی الفور اُسنے کسی کو صدمہ پہونچایا تو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہے۔ ایک شخص نے اپنا کتّا ایک بکری پر چھوڑا پس اگر وہ ٹھہر گیا پھر اُسنے جاکر بکری کو مار ڈالا تو ضامن نہوگا اور اگر فوراً چھوڑتے ہی جاکر بکری کو مار ڈالا تو جامع صغیر مین مذکور ہے کہ ضامن نہوگا اگر وہ سائق نہو یعنے اُسکے پیچھے نہو اور ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے اور امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ وہ ضامن ہوگا اور مشائخ نے امام ابو یوسف رح کا قول اختیار کیا ہے اور فقیہ ابو اللیث رح نے شرح جامع صغیر مین ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنا کتّا چھوڑا اور فی الفور اُسنے کسی آدمی کو قتل کیا یا اُسکے کپڑے پھاڑ ڈالے تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔ اور ناطفی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنے کتّے کو ایک شخص پر للکارا اور اُسنے اُسکو کاٹا یا اُسکے کپڑے پھاڑے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول مین ضامن نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ضامن ہوگا اور فتوی کے واسطے امام ابو یوسف کا قول مختار ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کا کتا کٹہا ہو کہ جو اُسطرف گذرتا ہے اُسکو کاٹ کھاتا ہے تو اہل شہر کو اُسکے قتل کر ڈالنے کا اختیار ہے اور اگر اُسنے آدمی کو تلف کیا پس اگر اس سے پہلے اُسکے مالک کو اس سے اطلاع دیکہی اور مطالبہ کیا گیا تھا تو وہ ضامن ہوگا ورنہ ضامن نہوگا جیسا کہ جھکی ہوئی دیوار کا حکم ہے یہ تبیین مین ہے۔ اور اگر شکاری اپنا کتا چھوڑا اور اُسنے کسی آدمی کو پکڑ کر صدمہ پہونچایا اور مالک اُسکے پیچھے اُسکا سائق نہ تھا تو روایت ظاہرہ کے موافق ضامن نہوگا اور روایات ظاہرہ ہی پر اعتماد ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنا مست اونٹ دوسرے کے دار مین داخل کیا اور دار مین اُسکا اونٹ ہے پس مست اونٹ اُسکے اونٹ پر چڑھ بیٹھا اور اُسکو مار ڈالا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مست اونٹ کے مالک پر ضمان نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر مست اونٹ کے مالک نے اُسکو مالک مکان کی اجازت سے دار مین داخل کیا ہے تو ضمان نہوگی اور اگر بدون اجازت داخل کیا ہے تو ضامن ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ محیط مین ہے۔ اور راہ مین جو قطار کا قائد ہو یعنے آگے سے ناتھہ پکڑے ہوے لیے جاتا ہو وہ اول قطار و اخیر قطار سب کا ضامن ہے اگرچہ قطار بہت بڑھی ہو کہ قائد سے اُسکے آخر تک کا ضبط ممکن نہو۔ اور اگر اُسکے ساتھ سائق ہو پیچھے سے ہانکتا ہو تو دونون پر ضمان واجب ہوگی اور اگر دو سائق ہون تو دونون پر ضمان واجب ہوگی اور اگر تیسرا درمیان قطار مین ہو تو سب تینون تہائی کے ضامن ہونگے اور اس قول سے یہ مراد ہے کہ دوسرا شخص قطار کے کسی جانب ہانکتا جلتا تھا پس بعض کا ہانکنا مثل کل کے ہانکنے کے ہوگا بدینوجہ کہ اتصال ہے اسوجہ سے ضمان دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر اُسنے درمیان قطار مین ہوکر اونٹ کی نکیل پکڑلی تو جسقدر اونٹ اُسکے پیچھے ہین اُنسے جو صدمہ پہونچیگا اُسکا خاص یہی ضامن ہوگا اور جو اُسکے آگے کے اونٹون سے صدمہ پہونچیگا وہ دونون پر نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر کبھی درمیان مین ہو جاتا ہو اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے تو وہ سائق ہوگا اور ضمان دونون پر نصفا نصف رہیگی یہ خزانۃ المفتین

مین ہی- اگر وہ شخص جو درمیان قطار مین ہی- اونٹ کی نکیل پکڑے ہوے اپنے پیچھے کے اونٹون کو کھینچے لیے جاتا ہوا اور سامنے کے اونٹون کو نہ ہانکتا ہو لیس جو نقصان اسکے پیچھے کے اونٹون سے ہو اُسکی ضمان قائد اول پر نہو گی اور جو اسکے آگے والے اونٹون سے ہو اُسکی ضمان اسپر نہو گی بلکہ قائد اول پر ہو گی اسوجہ سے یہ اگلے اونٹون کا سائق نہین ہی یہ محیط مین ہی- اور اگر درمیان قطار مین ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہوا اور ان اونٹون مین سے کسی کا سائق نہو یعنے پیچھے سے نہ ہانکتا ہو تو سامنے والے اونٹون سے جو نقصان پہونچے اُسکا یہ ضامن نہو گا لیکن جسپر یہ سوار ہی اُس سے یا اُسکے پیچھے والے اونٹون سے جو نقصان پہونچے اُسکی ضمان مین یہ بھی باقی قائد و سائق کا شریک ہوگا اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہی کہ جب پچھلے اونٹون کی مہارا سکے ہاتھ مین ہو کہ یہ انکا قائد ہو- اور اگر اپنے اونٹ پر سوتا یا بیٹھا ہوا ایسا کوئی فعل نکرتا ہو جس سے پچھلے اونٹون کا قائد ہو تو اُسپر پچھلے والون کی ضمان بھی کچھ نہو گی اور وہ پچھلے اونٹون کے حق مین ایسا ہی جیسے ایک اونٹ پر اسباب لدا ہوا ہی یہ مبسوط سے نہایہ مین منقول ہی ملتقی مین فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہوا اور قطار کے پیچھے سائق ہوا اور آگے ایک شخص ایک اونٹ پر سوار ہو پھر سوار کے اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کر دیا تو دیت ان سب پر تین تہائی ہو گی اسیطرح اگر سوار کے پچھلے اونٹون مین سے کسی اونٹ نے ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہی اور اگر سوار کے اگلے اونٹون مین سے کسی نے ایسا کیا تو اُسکی ضمان قائد و سائق پر نصفا نصف ہو گی اور سوار پر کچھ نہو گی یہ محیط مین ہی- اور اگر ایک شخص ایک قطار کا قائد ہوا اور ایک شخص نے اپنا اونٹ بھی اس قطار مین باندھ دیا اور قائد مذکور کو معلوم نہوا پھر اس باندھے ہوے اونٹ نے یہ جنایت کی کہ ایک آدمی کو مار ڈالا تو اُسکی دیت قائد کی مددگار برادری پر ہو گی پھر قائد کی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس لیگی اور اگر قائد کو اُسکا باندھنا معلوم ہو تو اُسکی مددگار برادری مال دیت کو باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی- اور اگر اونٹ کی قطار کھڑی ہو اور اس حالت مین ایک شخص نے اپنا اونٹ قطار مین باندھ دیا پھر قائد اپنی قطار کو لیچلا پھر اِس اونٹ نے کسی آدمی کو تلف کیا تو قائد کی مددگار برادری ضامن ہو گی اور باندھنے والے کی مددگار برادری سے واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی- اور اگر کوئی چوپایہ چھوٹ بھاگا اور اُسنے کسی آدمی یا مال کو تلف کیا خواہ دن ہو یا رات ہو تو اُسکے مالک پر ضمان نہو گی یہ ہدایہ مین ہی- نوازل مین ہی کہ اگر کھیتی کے مالک نے چوپایہ کے مالک سے کہا کہ تیرا چوپایہ میری کھیتی مین ہی پس چوپایہ کے مالک نے اُسکو نکالا اور نکال لینے کی حالت مین اُسنے کھیتی کو برباد کیا پس اگر کھیتی کے مالک نے اُس سے یہ کہا ہو کہ اپنے چوپایہ کو نکال لے تو چوپایہ کا مالک ضامن ہو گا اور اگر نکال لینے کا حکم دیا ہو تو ضامن نہو گا اور اسی کو فقیہ ابواللیث رحمہ نے اختیار کیا ہی اور فقیہ ابو نصر نے فرمایا کہ دونون صورتون مین وہ ضامن ہو گا یہ ذخیرہ مین ہی- ایک نے اپنی کھیتی مین رات کے وقت دو بیل گھسے ہوے دیکھے اور گمان کیا کہ یہ میرے گانون والون کے ہین پس اگر دونون کسی دوسرے گانون والون کے ہون اور اُسنے چاہا کہ دونون کو مربط مین داخل کرے پھر ایک بیل مربط مین داخل ہو گیا اور دوسرا فرار ہو گیا اور اُسنے پیچھا کیا مگر نہ پایا اور بیل کا مالک آیا اور اُسنے اِس سے ضمان لینی چاہی تو امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ اگر پکڑنے کے وقت اُسکی نیت یہ ہو کہ اُسکے مالک کو ندے تو ضامن ہو گا اور اگر یہ نیت ہو کہ پکڑ لے تاکہ اُسکے مالک کو واپس کر دے لیکن اُسکو گواہ کر لینے کا موقع نہ ملا اور نہ کسی گواہ کو پایا تو ضامن نہو گا کذا فی فتاوی قاضیخان

پہنچتا ہو ۱۲

پھر شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر یہ امر دن مین واقع ہو تو فرمایا کہ اگر بیل دوسرے گانون والون کا ہووے تو
اُسکا حکم لقطہ کا حکم ہوگا کہ اگر اُسنے باوجود قدرت کے اس امر پر گواہ نکیے کہ مین اسواسطے اسکو پکڑ کر مربط مین باندھتا ہون
کہ اُسکے مالک کو واپس کردون تو ضامن ہوگا اور اگر اُسنے گواہ بنائے تو یہ امر اُسکے واسطے عذر ہوگا اور اگر بیل اُسکے
گانون کا ہو اور اُسنے اپنی کھیتی سے نکال دیا اور اس سے زیادہ کچھ نکیا تو ضامن نہوگا اگرچہ ضائع ہو جاوے اور اگر اپنی
کھیتی سے باہر نکال لینے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی کھیتی مین کوئی چوپایہ
پاکر اُسکو کھیتی سے باہر نکال دیا پھر پیچھے سے اُسکو کتا لگا تو مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ضامن ہوگا
اور بعض نے کہا کہ اگر کھیتی سے باہر نکال کر پھر اُسکو نہ ہانکا تو ضامن نہوگا اور اگر نکال لینے کے بعد اُسکو ہانکا تو ضامن
ہوگا اور امام ابو بکر محمد بن الفضل اور شیخ علی سغدی اسی پر فتوے دیتے تھے اور فقیہ ابو نصر الدبوسی فرماتے تھے
کہ اگر اُسکو کھیتی سے نکال لینے کے بعد ایسی جگہ تک جہان سے اپنی کھیتی مین دوبارہ آجانے سے مامون ہو جاوے
ہانک دیا تو ضامن نہوگا اور اگر اس سے زیادہ ہانکا تو ضامن ہوگا اور فتوے اسی پر ہے جسکو امام فضلی نے اختیار
کیا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکو اسواسطے ہانکا کہ اُسکے مالک کو واپس کردے اور وہ راہ مین مرگیا یا اُسکا پاؤن
ٹوٹ گیا تو ضامن ہوگا یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ پھر اُسنے اگر اپنی چراگاہ مین اجنبی گاے دیکھی اور
اُسکو اتنی دور تک ہانک دیا کہ اُسکی چراگاہ سے نکلجاوے تو اُسپر ضمان نہو گی یہ محیط مین ہے۔ ایک کاشتکار نے
خاص یا مشترک چرواہے سے بکریان مانگین بدین معنی کہ میری زمین مین رات کو رہا کرے جیسے کہ عادت
جاری ہے پس چرواہے مذکور نے منظور کیا اور رات کو بکریان اُسکی زمین مین رکھین اور سو گیا پس بکریان اُسکے
پڑوسی کی کھیتی مین چلی گئین تو کسی پر ضمان واجب نہو گی یہ قنیہ مین ہے۔ اگر اپنی کھیتی یا باغ انگور مین دوسرے
کا چوپایہ پایا اور اُسنے کچھ خراب کردیا تھا پس مالک باغ یا کھیتی نے اُسکو قید کرلیا اور وہ مرگیا تو مالک باغ یا کھیتی
اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر کسی شخص کے دار مین بدون اُسکی اجازت کے اپنا چوپایہ داخل کردیا
پھر مالک دار نے اُسکو نکالدیا اور وہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ اور اگر کسی شخص کی کوٹھری مین بدون اُسکی اجازت
کے اپنا کپڑا رکھا اور کوٹھری کے مالک نے اُسکو پھینک دیا حالانکہ یہ امر کپڑے کے مالک کی غیبت مین کیا تو کپڑے کی
قیمت کا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص لکڑی لدا ہوا گدھا ہانکتا تھا اور کہتا تھا (گوشت گوشت) اور اُسکے
آگے ایک شخص تھا جسنے اُسکا کلام نہین سنا پس اُسکے کپڑے مین صدمہ پہونچا کہ وہ پھٹ گئے تو سائق ضامن ہوگا
اسی طرح اگر جسنے اُسکا آواز دینا سنا مگر اُسکو اُسقدر فرصت نملی کہ کنارہ ہو جاوے تو بھی یہی حکم ہے اور اس حکم مین
خواہ بہرا یا نہو کچھ فرق نہین ہے اور اگر اُسکو کنارے ہو جانے کی فرصت ملی ہو مگر سُننے کے بعد وہ کنارے نہوا
تو سائق ضامن نہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ فتاوے فضلی مین ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کے
چوپایہ کا ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالا پس اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت نکھایا جاتا ہو تو جنایت کنندہ پر اُسکی
قیمت واجب ہوگی اور مالک کو یہ اختیار نہوگا کہ اُس چوپایہ کو رکھ لے اور جنایت کنندہ سے نقصان لے لے
اور اگر وہ جانور ایسا ہو کہ اُسکا گوشت کھایا جاتا ہو جیسے بکری و گاے و اونٹ وغیرہ تو بھی ظاہر الروایۃ کے
موافق یہی حکم ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھولدیا اور چڑیا اُڑ گئی

یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا اور سواری کا جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ضامن ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور منتقی مین لکھا ہے کہ جسکی پیٹھ پر بوجھ لادا جاتا ہے اُسکی آنکھ کے نقصان مین اُسکی چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ ہاتھی اور اونٹ و گدھے و خچر کی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز گائے جزار و جذور جزار کے بھی آنکھ کے واسطے چوتھائی قیمت واجب ہوتی ہے اور نیز فصیل و جحش کی آنکھ کے واسطے بھی یہی حکم ہے۔ اور بکری و باربرداری کے جانوروں و چڑیا و کتے و بلی کی ایک آنکھ کے واسطے اُسقدر واجب ہوگا جسقدر اُسکی قیمت مین کمی آجاوے اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جمیع بہائم مین جو نقصان واجب ہوتا ہے وہی واجب ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔

تیرھوان باب۔ مملوکون کی جنایت کے بیان مین اور اسمین چند فصلین ہین۔ فصل اول رقیق کی جنایت کے بیان مین اور جس سے مولی فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جاتا ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ نے اصل مین فرمایا کہ اگر غلام نے کسی آدمی پر ایسی جنایت کی جو موجب مال ہے تو اُسکے مولی کو اختیار ہوگا چاہے اس جنایت کے عوض اُس غلام کو دیدے اور چاہے غلام کا فدیہ یعنی ارش دیدے اور بہر حال جو کچھ اختیار کرے وہ فی الحال لیا جائیگا اُسکی میعاد مقرر نہوگی اور جب تک وہ شخص جسپر جرم واقع ہوا ہے اچھا نہو جاوے تب تک ڈگری نکیجائیگی اور سوے قتل نفس کے اس سے کم جرم مین غلام کا عمداً جرم و خطائً دونون یکسان ہین کہ دونون سے مال واجب ہوتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولے نے ہنوز کچھ اختیار نکیا تھا کہ وہ غلام جس سے جنایت واقع ہوئی تھی مرگیا تو جسپر جنایت واقع ہوئی تھی اُسکا حق باطل ہو جائیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر وہ نہین مرا لیکن اُسکے مولے نے اُسکو قتل کرڈالا تو مولے ارش کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو مولے نے قتل نہین کیا بلکہ اُسکو کسی اجنبی نے قتل کر دیا پس اگر عمداً قتل کیا تو حق جنایت اول باطل ہو جائیگا اور مولے کو اُس سے قصاص لینے کا اختیار ہے اور اگر خطا سے قتل کیا ہو تو مولے اُس سے قیمت لیکر وہی قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکو اختیار نرہیگا حتے کہ اگر اس قیمت کو صرف کرڈالے تو اُس سے وہ ارش کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا پھر وہ غلام مرگیا تو غلام مذکور کے مرنے سے اُسکا مولے بری نہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غلام نے خطا سے جرم کیا اور مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا حالانکہ اُسکے پاس اسقدر نہین ہے جس سے فدیہ ادا کرے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فدیہ کا اختیار کرنا بحالہ باقی رہیگا اور وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اُسنے اختیار کیا ہے اُسکو توڑ دین اور اپنا استحقاق غلام کی گردن پر اعادہ کرا دین مگر ہان اُنکو یہ اختیار ہے کہ مولے سے اپنے قرضہ کا مطالبہ کرین یہان تک کہ مولے اُس غلام کو فروخت کرکے اُنکا قرضہ یعنے دیت اُسکے ثمن سے ادا کرے اور جو کچھ باقی رہجاوے وہ اُسپر قرضہ رہیگی۔ اور اگر مولے نے غلام کو خود فروخت نکیا تو قاضی اُسکی طرف سے فروخت نکریگا بلکہ اُسکو قید کریگا یہان تک کہ وہ خود فروخت کرے یا دوسرے شخص کو اُسکے فروخت کرنے کا حکم دے۔ اور بنابر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے اگر مولی نے فدیہ ادا کر دیا تو اُسکا اختیار کرنا پورا ہو جائیگا اور اپنے حال پر رہا اور اگر فدیہ دینے سے عاجز ہوا تو وارثان جنایت کو اختیار ہوگا چاہین مولے کا اختیار توڑ دین تاکہ اُنکا حق غلام کی گردن پر عود کرے یا مولی نے جو اختیار کیا ہے اُسکو نہ توڑین بلکہ قاضی سے درخواست کرین کہ جو ان کا قرضہ مولے کے ذمہ ہے اُسکے واسطے مولے کے غلام کو اُسکی طرف سے فروخت

کر دے اور اُسکے ثمن سے ہمارا حق ادا کر دے پھر جو باقی رہجائیگا وہ مولی پر قرضہ رہیگا یہ محیط مین ہے۔ اور غلام محض نے
اگر ایک مرتبہ مولے کے فدیہ دیدینے کے بعد پھر جنایت کی تو مولے کو اُسکے دیدینے یا اُسکا فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا
جیسا کہ جنایت اول مین تھا اسی طرح فدیہ دینے کے بعد جب کبھی جنایت کریگا تب ہی مولے کو اختیار دیا جائیگا کہ چاہے
اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر پہلی جنایت کی بابت مولی نے ہنوز کچھ اختیار نہ کیا تھا کہ غلام مذکور نے پھر جنایت
کی یا دونون جنایتین ایک ہی ساتھ کین یا چند جنایتین ایکبار گی کین تو اُسکے مولے سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو
سب جنایتون کے بدلے دیدے یا ہر جنایت کا ارش اسکا فدیہ دے پھر اگر اُسنے غلام کو سب اہل جنایت کو دیدیا
تو وہ لوگ اُسکو اپنے مقدار حصون کے موافق باہم تقسیم کر لینگے اور ہر ایک کا حق اُسی قدر ہوگا جتنا اُسکی جنایت کا ارش
ہے یہ تبیین مین ہے۔ پس اگر غلام نے ایک کو قتل کیا ہو اور دوسرے کی آنکھ پھوڑدی ہو تو دونون اُسکی قیمت کو تین تہائی
تقسیم کر لینگے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اسی طرح اگر تین آدمیون کو تین زخم شجاج یعنی تین زخم سر و چہرہ سے زخمی کیا اور تینون
مختلف ہین تو یہ سب باہم اُسکی قیمت کو بقدر اپنی اپنی جنایت کے تقسیم کر لینگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام نے کوئی
جنایت کی اور مولی کو اُسکے دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار دیا گیا پس اُسنے آدھا غلام دینا اور آدھے کا فدیہ دینا
اختیار کیا تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ ولی جنایت ایک شخص ہو مثلاً ایک شخص کو اُسنے قتل کیا اور اُسکا ایک
بیٹا ہو یا غلام نے ایک شخص کا خطا سے ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس صورت مین اگر مولے نے نصف غلام کا فدیہ دینا
اختیار کیا تو پورے کا فدیہ دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر نصف غلام دینا اختیار کیا تو کل غلام
دینے کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اور یہ حکم باتفاق الروایات ہے دوم یہ کہ مقتول دو شخص ہون مثلاً غلام نے دو
شخصون کو خطا سے قتل کیا اور ہر ایک کا ایک بیٹا ہے پس مولے نے ایک کو غلام دینا یا فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے
کے حق مین اُسکو خیار رہیگا اور یہ بھی باتفاق الروایات ہے سوم یہ کہ مقتول ایک ہو اور اُسکے دو ولی ہون پس مولے
نے ایک کو فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کے لیے بھی عامہ روایات کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا
اور کتاب الدور کی دو روایتون مین سے ایک کے موافق فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر غلام
نے چند جنایتین کین پھر اُسکو کسی غاصب نے غصب کر لیا پھر اُسنے غاصب کے پاس چند جنایتین کین پھر اُسکے
پاس مر گیا تو اُسکی قیمت اولیاء جنایت کے درمیان مثل اُسکے رقبہ کے تقسیم ہوگی اور مولے کو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی مین
ہے اور اگر باندی نے خطا سے جنایت کی پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے
اہل جنایت کو باندی مذکور مع اُسکی نصف قیمت کے دیدے اور چاہے اُسکو مع اُسکے بچہ کے دیدے اور چاہے
دونون کو رکھ لے اور ارش جنایت دیدے خواہ ارش جنایت اُسکی نصف قیمت سے کم ہو یا برابر ہو یہ مبسوط مین ہے
ایک باندی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اپنی ماں کو قتل کر دیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے
بچہ کو دیدے اور چاہے اُسکا فدیہ دیدے اور فدیہ ہاتھ کی دیت اور باندی کی قیمت دونون مین سے کم مقدار ہوگی یہ
محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے کی ایک باندی نے اس غلام کو خطا سے قتل کیا
تو مولے سے کہا جائیگا کہ باندی کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا
اور باندی نے ایک شخص کو قتل کیا اور یہ دونون ایک ہی شخص کے ہین پھر غلام نے باندی کو خطا سے قتل کیا تو مولے

کو اختیار ہوگا چاہے غلام دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو اُسمین وارثان آزاد بقدر دیت آزاد
کے اور اولیاء جنایت باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پس غلام دونون مین اِسی حساب سے تقسیم
کیا جائیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دونون اولیاء جنایت کو اس طرح فدیہ دیگا کہ آزاد کے وارثون کو آزاد کی دیت
اور وارثان باندی کو اُسکی قیمت دیگا۔ اور اگر باندی نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر ایک لڑکی جنی اور لڑکی نے ایک
شخص کو خطا سے قتل کیا پھر لڑکی نے اپنی ماں کو قتل کیا پھر مولی نے اس لڑکی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے مقتول کے
وارث اُسمین بقدر قیمت باندی کے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اُسمین شریک ہونگے اور اگر مولے
نے لڑکی کا فدیہ دینا چاہا تو اُسکے مقتول کی دیت اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارثون
کو ماں کی قیمت دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر لڑکی نے ماں کی آنکھ پھوڑ دی اور اُسکو قتل نہین کیا تو اسمین چار صورتین ہین
یا تو مولے نے دونون کا دینا اختیار کیا یا دونون کا فدیہ دینا اختیار کیا یا ماں کا فدیہ اور لڑکی کا دینا اختیار کیا یا
لڑکی کا فدیہ اور ماں کا دینا اختیار کیا پس اگر دونون کا دینا اختیار کیا تو ماں کو اُسکے مقتول کے وارثون کو دیگا اور
لڑکی کو مقتول باندی اور مقتول دختر دونون کے وارثون کو دیگا پھر مقتول دختر کے وارث اُسمین بقدر دیت
کے اور مقتول مادر کے وارث بقدر نصف قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے اور اگر دونون کا فدیہ
دینا اختیار کیا تو ہر فریق کو پوری دیت دیگا اور لڑکی نے جو جنایت اپنی ماں پر کی ہے وہ ساقط ہو جائیگی۔ اور اگر
ماں کا دینا اور لڑکی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو ماں کو اُسکے قتیل کے وارثون کو مع اُسکی نصف قیمت کے دیگا اور لڑکی
کے قتیل کے وارثون کو پوری دیت دیگا۔ اور اگر لڑکی کا دینا اور اُسکی ماں کا فدیہ دینا اختیار کیا تو لڑکی کو اُسکے
مقتول کے وارثون کو دیدے اور اُسکی ماں کے مقتول کے وارثون کو فدیہ دیت دیدے یہ حاوی مین ہے
اور اگر لڑکی نے اپنی ماں کی جب آنکھ پھوڑی ہو اُسکے بعد ماں نے بھی لڑکی کی آنکھ پھوڑی ہو اور مولے نے
دونون کا دینا اختیار کیا تو وہ لڑکی کو دیدیگا تو اُسمین اُسکے مقتول کے وارث بقدر دیت کے اور اُسکی ماں کے مقتول
کے وارث بقدر نصف قیمت ماں کے شریک کیے جاوینگے اور یہ مقدار جو ماں کو لڑکی مین سے اُسکی آنکھ کا ارش
ملی ہے ماں کے ساتھ ملائی جائیگی اور ماں مع اسقدر ارش کے اپنے مقتول کے ولی کو دیجائیگی مگر اُسمین سے بمقدار اُسکو
لڑکی مین سے آنکھ کا ارش ملا ہے وہ فقط اُسکے مقتول کے وارثون کا ہوگا پھر خالی باندی مذکورہ مین اُسکے مقتول
کے وارث باقی دیت کے حساب سے اور لڑکی کے مقتول کے وارث بقدر نصف قیمت لڑکی کے شریک
کیے جاوینگے پس اِسی حساب سے اِسمین تقسیم ہوگی اور اگر مولے نے دونون کو رکھکر دونون کا فدیہ دینا اختیار
کیا تو ہر دو فریق وارثون کو پوری پوری دیت دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام مجرم کو کسی شخص کے غلام نے
قتل کیا تو دوسرے غلام کا مولے اُسکے دینے یا فدیہ دینے مین مختار کیا جائیگا پس اگر اُسنے مقتول کی قیمت فدیہ مین دی
اختیار کی تو یہ قیمت وارثان جنایت اولے کے درمیان بقدر اُنکے حقوق کے تقسیم ہوگی اور مولے کو خیار ہوگا
کہ چاہے یہ قیمت دے یا ارش دے اور اگر دوسرے کے مولے نے اُسی کو دینا اختیار کیا اور غلام مقتول کے مولی
کو دیا تو مولائے مقتول کو اختیار ہوگا چاہے لیے ہوئے غلام کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے یہ حاوی مین ہے
اور اگر آزاد مرد کے قاتل غلام کو کسی غلام نے قتل کیا اور وہ دیدیا گیا پھر جدید مولے نے اُسکو آزاد کیا یا فروخت

کیا تو آزاد مقتول کی دیت دینا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر باندی نے کسی پر جنایت کی پھر اس باندی پر کسی نے جنایت کی اور مولے نے اس جنایت کا ارش لے لیا تو باندی کو مع ارش کے دیدے (اگر دینا اختیار کرے) اور اگر باندی کی جنایت کرنے سے پہلے اسپر کسی نے جنایت کی ہو تو مولے اس ارش کو باندی کے ساتھ نہ دیگا اور اگر باندی کے جنایت کرنے کے بعد ارش واجب ہوا ہو پھر مولے نے باندی کا فدیہ دینا اختیار کیا تو اسکو روا ہے کہ اس ارش کی مد سے اسکا فدیہ دے اور اگر اسنے فدیہ دینا اختیار نکیا یہان تک کہ اسنے ارش کو تلف کر ڈالا یا جسنے اسپر جنایت کی تھی اسی کو ہبہ کیا تو کچھ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا بلکہ اسکو اختیار ہوگا کہ باندی کو دیدے لیکن اسپر واجب ہوگا کہ جو کچھ اسنے تلف کیا ہے اسکے مثل باندی کے ساتھ ملاکر دیدے اور اگر باندی پر جنایت کرنے والا کوئی غلام ہوا اور وہ غلام دیدیا گیا تو مولی کو اختیار ہوگا کہ چاہے دونون کو دیدے یا دونون کو رکھ لے اور فدیہ مین پوری دیت دیدے اور اگر مولے نے دیے ہوئے غلام کو آزاد کر دیا تو یہ فعل اسکی طرف سے دیت کا اختیار کرنا ہے پس باندی رکھ لے اور واجب ہے کہ دیت دیدے اسی طرح اگر اسنے باندی کو آزاد کیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر اسنے غلام مدفوع کو آزاد کیا اور اسکو باندی کے جنایت کرنے سے آگاہی نہ تھی پھر اسنے باندی کا دینا اختیار کیا تو باندی کے ساتھ غلام کی قیمت ملا کر دیدے۔ اور اگر اس غلام نے باندی کی آنکھ پھوڑ دی اور باندی نے اسکی آنکھ پھوڑ دی پس غلام دیا گیا اور باندی لی گئی تو یہ غلام بجاے باندی کے ہو جائیگا چاہے مولے اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیت دیدے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر باندی پر کسی نے جنایت کی اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے باندی پر جنایت ہوئی ہے یا اسکے بعد ہوئی ہے پس اگر باہم دونون نے اتفاق کیا کہ باندی کے جنایت کرنے سے پہلے اسپر جنایت ہوئی ہے تو جسپر دونون نے اتفاق کیا ہے اسی کے موافق حکم دیا جائیگا اور اگر دونون نے اتفاق کر کے کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ باندی پر جو جنایت واقع ہوئی ہے اسکی خود جنایت کرنے سے پہلے ہوئی یا بعد ہوئی ہے تو دونون صورتون مین مولے اسکا دینا اختیار کرے ارش کیا لیا جائیگا تو مشائخ نے فرمایا کہ کتاب الوکالۃ کے بعض نسخون مین لکھا ہے کہ ارش مذکور اسکے مولے اور صاحب جنایت کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر دونون نے اختلاف کیا پس جسپر جنایت ہوئی ہے اسنے کہا کہ مجھپر جنایت کرنے کے بعد باندی کا ارش واجب ہوا ہے اور جب تو نے باندی کا دینا اختیار کیا تو یہ ارش بھی مجھے ملیگا اور مولے نے کہا کہ نہین بلکہ باندی کی جنایت کرنے سے پہلے ارش واجب ہوا ہے اور درصورتیکہ مین نے باندی دینا اختیار کیا ہے یہ ارش مجھے ملیگا تو مذکور ہے کہ قسم سے مولے کا قول قبول ہوگا اور ارش اسی کو ملیگا الا اس صورت مین کہ جسپر جنایت واقع ہے وہ گواہ قائم کرے کہ جنایت کے بعد ارش واجب ہوا ہے یہ محیط مین ہے اور اگر غلام نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پھر غلام نے خطا سے دوسرے کو قتل کیا پھر مولے نے اسکا دینا اختیار کیا تو اسکی آنکھ کا ارش جو اسنے وصول کیا ہے وہ وارثان اول کو دیگا پھر غلام مذکور دونون فریق وارثون مین مشترک ہوگا یعنی وارثان اول بقدر دیت کے سواے مقدار ارش کے شریک کیے جاوینگے اور وارثان ثانی بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے حتی کہ اگر اسکی قیمت ہزار درم ہو اور آنکھ کا ارش پانچ سو درم ہو تو غلام دونون مین انتالیس حصون پر تقسیم ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ شخص جسنے غلام کی آنکھ پھوڑی تھی غلام ہو اور اس مجرم مین دیا گیا تو وارثان اول اس غلام مدفوع کے حقدار ہونگے پھر غلام مجرم مین دوسرے مقتول کے وارثون کے ساتھ بقدر دیت کے شریک کیے جاوینگے لیکن انکی مقدار دیت مین سے اسقدر حصہ جسقدر غلام مدفوع کی قیمت ہے کم کر دیا جائیگا

یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر غلام مجرم نے کچھ کمایا یا مجرمہ باندی کے بچہ ہوا اور مولے نے اُسکا دینا اختیار کیا تو کمائی یا بچہ کو
نہ دیگا یہ حاوی مین ہی۔ فرمایا کہ اگر غلام نے جنایت کی پھر اُسمین آسمانی آفت سے عیب پیدا ہو گیا تو مولے کو اختیار دیا جائیگا
کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے اور اس عیب کی وجہ سے اُسپر کچھ واجب نہوگا اسی طرح اگر اُسکو مولے نے کسی کام کے واسطے
بھیجا یا کچھ خدمت لی اور وہ مرگیا یا نقصان آگیا تو جو کچھ اُس وجہ سے اُسکو لاحق ہوا اُسکا مولے ضامن نہوگا اور اگر اُسکے
جنایت کرنے کے بعد مولے نے اُسکو تجارت کی اجازت دی پھر اُسکی گردن کو قرضہ نے گھیر لیا تو مولی اُسکی قیمت کا اہل
جنایت کے واسطے ضامن ہوگا اور ارش کا ضامن نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک
غلام کو تجارت کی اجازت دیگئی پھر اُسپر ہزار درم قرضہ ہو گیا پھر اُسنے خطا سے کوئی جنایت کی پھر مولے نے اُسکو آزاد
کر دیا پس اگر مولی آگاہ ہو تو اصحاب جنایت کے واسطے اُسپر ارش واجب ہوگا اور قرضخواہون کے واسطے غلام کی قیمت
واجب ہوگی اور قرضہ و جنایت دونون سے آگاہ نہو تو اُسپر دو قیمتین واجب ہونگی ایک قیمت اولیاء جنایت کے واسطے اور
ایک قیمت قرضخواہون کے واسطے پھر واضح ہو کہ اصحاب جنایت کو قیمت جبھی دیگا کہ جب ارش سے قیمت کم ہو اور اگر
ارش کم ہو تو ارش دیکر چھوٹ جائیگا بخلاف اسکے اگر مولے نے اُسکو آزاد نکیا تو غلام مذکور کو اولیاء جنایت کو دیدیگا
پھر اُنکو اختیار دیا جائیگا چاہین قرضخواہون کو غلام دیدین یا قرضہ ادا کر دین یہ محیط مین ہی۔ اور اگر کسی اجنبی نے خطا سے
ایسے غلام کو قتل کیا تو فقط ایک قیمت مالک کو دیگا پھر یہ قیمت مولے قرضخواہون کو دیدیگا یہ کافی مین ہی۔ غلام ماذون نے
اگر جنایت کی تو مولے کو اُسکے دینے اور اُسکے فدیہ دینے مین اختیار دیا جائیگا پس اگر اُسکو جنایت مین دیدیا تو وہ
قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکا ثمن بعد قرضہ دینے کے بچ رہا تو وہ اصحاب جنایت کو ملیگا
یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر قرضہ سے اُسکا ثمن کم پڑا تو قرضخواہون کو مولے یا کسی سے لینے کی کوئی راہ نہوگی یہان تک کہ غلام
خود آزاد کیا جاوے تب اُسکے دامنگیر ہوکر باقی قرضہ وصول کرینگے اور مشائخ رح نے فرمایا ہی کہ اگر مولے نے غلام مذکور کو
بدون حکم قاضی اولیاء جنایت کو دیدیا تو قرضخواہون کے واسطے قیاساً اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور استحساناً کچھ ضامن
نہوگا اور اگر مولے نے قرضخواہون کو غلام دیدیا کہ باہم بانٹ لین پس اگر جنایت سے آگاہ ہو تو مختار جنایت ہو جائیگا اور اُسپر
ارش جنایت لازم ہوگا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر قیمت غلام لازم ہوگی۔ اور اگر قاضی نے اُسکو قرضہ کے واسطے بوجہ گواہ قائم ہونے
کے فروخت کر دیا اور اُسکو جنایت کا حال معلوم نہ تھا پھر ولی جنایت حاضر ہوا اور ثمن مین قرضہ دیکر کچھ نہین بچتا ہی تو ولی
جنایت کا حق ساقط ہو گیا یہ حاوی مین ہی۔ غلام مرہون نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مرہون کی قیمت قرضہ کے
برابر ہی تو مرتہن کو اختیار رہوگا کہ اُسکا فدیہ دیدے اور یہ اختیار نہوگا کہ مجرم غلام کو دیدے اور اگر اُسنے فدیہ دینے سے
انکار کیا تو راہن کو اختیار رہوگا کہ جنایت مین اُس غلام کو دیدے اور اگر اُسنے آزاد کر دیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا
ہو جائیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر ایسے غلام کو جسنے جنایت کی ہی مولے نے فروخت کیا یا آزاد یا مدبر یا مکاتب کر دیا
حالانکہ وہ جانتا ہی کہ اسنے جنایت کی ہی تو وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر جنایت سے آگاہ نہو تو مختار فدیہ
نہوگا اور اُسکی قیمت و مقدار ارش دونون مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا کذا فی محیط السرخسی اور ہبہ کرنے اور
باندی کا ام ولد بنانے مین بھی یہی حکم ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر باندی نے جنایت کی اور مولے نے کہا کہ مین نے
اُسکو جنایت کرنے سے پہلے آزاد کر دیا تھا یا مدبر کر دیا تھا یا مدبرہ یا ام ولد تھی تو اولیاء جنایت کے حق مین اُسکی

تصدیق ہوگی اور وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسنے یہ بات کہی ہو اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے سے پہلے ایسا کہا تو اُسپر قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اُسکو بیع کیواسطے پیش کیا یا اجارہ پر دیا یا رہن کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوجائیگا اور اگر بطور بیع فاسد کے فروخت کیا تو بھی مختار فدیہ نہو جائیگا تاوقتیکہ سپرد نہ کرے اور اگر بطور کتابت فاسدہ کے مکاتب کیا تو فقط عقد کتابت سے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے بعد اُسکو قطعی بیع کرکے فروخت کیا پھر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس کیا تو بائع فدیہ دیت کا اختیار کرنیوالا ہوگیا اسی طرح اگر فروخت کیا اور بیع میں مشتری کا خیار ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر خیار بائع کے واسطے ہو اور اُسنے بیع توڑ دی حالانکہ وہ حال جنایت سے آگاہ ہے یا نہیں ہے تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا اور اُس سے کہا جائیگا کہ اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر اُسکو بیع قطعی کے ساتھ فروخت کیا حالانکہ اُسکو جنایت کے حال سے آگاہی نہیں ہے اور ہنوز جنایت کے مقدمہ میں اُسکے ساتھ خصومت نہیں کی گئی تھی کہ وہ غلام بسبب عیب کے بحکم قاضی یا بخیار رویت یا بخیار شرط اُسکو واپس دیا گیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ چاہے اس غلام کو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اُسپر ارش لازم نہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ املا میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر غلام نے اُسکے قبضہ میں جنایت کی اور وہ مبیع ہے پس اُسنے بیع کی اجازت دیدی تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا نہیں ہے یہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام نے دو جنایتیں کیں پھر ایک کا حال معلوم ہوا اور دوسری جنایت کا حال نہ معلوم ہوا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا یا آزاد کیا یا اِسکے مثل کوئی تصرف کیا تو جس جنایت کا حال معلوم ہوچکا ہے اُسکے حق میں فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا اور جسکا حال نہیں معلوم ہوا ہے اُسکے واسطے غلام کی قیمت میں سے بقدر اُسکے حصہ کے مولے کے ذمہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مولے اپنے تصرف سے اُسکا حق تلف کرنے والا ہوگیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر مجرم کوئی باندی ہو اور مولے نے اُس سے وطی کی تو فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا الا اُس صورت میں کہ اُسکے حمل رہگیا یا وہ باکرہ تھی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مولے نے اُسکا نکاح کردیا تو یہ اختیار فدیہ نہیں ہے یہ حاوی میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر مولے نے غلام مجرم کو باوجود جنایت سے آگاہی کے یا بدون آگاہی جنایت کے اُسی شخص کو جسپر اُسنے جنایت کی ہے ہبہ کردیا تو پھر مولی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر اُسکے ہاتھ فروخت کیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود فروخت کیا تو مولے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بغیر آگاہی کے فروخت کیا تو غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر اُسکو مکاتب کردیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہے پھر وہ عاجز ہوگیا پس اگر عاجز ہونے سے پہلے مقدمہ جنایت میں خصومت کی گئی ہو اور قاضی نے دیت کا حکم دیدیا ہے پھر وہ عاجز ہوگیا تو حکم قضا دور نہوگا یعنے دیت واجب ہوگی اور اگر مقدمہ جنایت کی نالش ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے فدیہ دیدے یا غلام کو دیدے یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر دو غلاموں نے ایک شخص کو قتل کیا پھر مولے نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کردیا تو پوری دیت کا اختیار کرنیوالا نہوجائیگا بلکہ نصف دیت کا اختیار کرنے والا ہوگا۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر مولے نے اُسکو فروخت کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ نہیں ہے پھر اُسکو خرید لیا پھر فروخت کیا درحالیکہ اُسکی جنایت سے آگاہ ہوگیا تھا تو پہلی بیع کی وجہ سے اُسپر

قیمت واجب ہوگی اور یہ ہوگا کہ دوسری بیع کے موافق اُسپر دیت واجب ہو۔ اور اگر بیع اول کے بعد اُسکو بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس دیا گیا ہو پھر اُسنے جنایت سے آگاہ ہو کر اُسکو فروخت کیا تو اُسنے فدیہ اختیار کیا اور اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو مکاتب کیا اور وہ جنایت سے آگاہ نہ تھا پھر عاجز ہوگیا پھر مولے نے اُسکو باوجود جنایت سے آگاہ ہونے کے فروخت کیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر اُسکو جنایت سے بے علمی کی حالت میں ہبہ کیا اور موہوب لہ نے قبضہ کر لیا پھر اپنے ہبہ سے رجوع کیا پھر اُسکو فروخت کیا حالانکہ جنایت سے آگاہ ہو گیا تھا تو بھی دیت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر زید کے قبضہ میں ایک غلام نے جنایت کی اور ولی جنایت نے کہا کہ یہ تیرا غلام ہے اور زید نے کہا کہ یہ عمرو کی ودیعت ہے یا عاریت ہے یا بطور اجارہ کے ہے یا رہن ہے پس اگر زید نے اس امر کے گواہ قائم کیے تو اس مقدمہ میں تاخیر کیجائیگی یہان تک کہ عمرو حاضر ہو۔ اور اگر زید نے گواہ قائم نکیے تو اُس سے کہا جائیگا کہ اِسکو دیدے یا اِسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دیا پھر عمرو حاضر ہوا تو مفت اپنا غلام لے لیگا اور اگر اُسنے دیدیا ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے اسی کو برقرار رکھے اور چاہے غلام کو لیکر اُسکا ارش دیدے پس اگر اُسنے زید کے دیدینے کو برقرار رکھا تو گویا اُسنے ابتدا سے خود دینا اختیار کیا ہے اور اگر ارش دینا اختیار کیا تو غلام کو لے سکتا ہے اور اگر عمرو نے آکر اپنا غلام ہونے سے انکار کیا تو زید نے اُسکی بابت جو کچھ کیا ہے وہ جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہے تو یہ دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ پہلے جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کے ملک ہونے کا اقرار کیا دوم یہ کہ پہلے غیر کے ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا اور ہر قسم میں ضرور ہے کہ یا تو یہ بات معروف ہوگی کہ یہ غلام فلان مقر لہ کا ہے یا مجہول ہوگی۔ پس اگر جنایت کا اقرار کیا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا اور غیر کی ملک اس غلام میں معروف ہے پس اگر مقر لہ نے ملک اور جنایت دونون میں اُسکے قول کی تصدیق کی تو مقر لہ سے کہا جائیگا کہ یہ غلام دیدے یا اِسکا فدیہ دیدے اور اگر دونون باتون میں اُسنے تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر ملک میں اُسکی تصدیق کی اور جنایت میں تکذیب کی تو اقرار کرنے والا فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر پہلے غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا پس اگر مقر لہ نے جسکی ملک اس غلام میں معروف ہے دونون باتون میں اُسکے قول کی تصدیق کی تو خصم اس مقدمہ میں وہی مقر لہ ہوگا اور اگر دونون باتون میں مقر کی تکذیب کی تو مقر خود وہی خصم ہوگا اور اگر اقرار ملک کی تصدیق اور جنایت کی تکذیب کی تو جنایت ہدر ہوگی اسی طرح اگر غلام مجہول ہو یعنی معلوم نہو کہ وہ مقر کا ہے یا غیر کا ہے پس مقر نے جنایت کا پھر غیر کی ملک ہونے کا اقرار کیا یا غیر کی ملک ہونے کا پھر جنایت کا اقرار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کے قبضہ میں ایک غلام ہے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ زید کا ہے یا غیر کا ہے اور زید نے یہ دعوی نہیں کیا کہ یہ میرا غلام ہے اور نیز غلام کی طرف سے بھی کوئی اقرار نہیں سنا گیا کہ میں قابض یعنے زید کی ملک ہون لیکن وہ اپنے غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر اس غلام نے جنایت کی اور یہ امر گواہون سے یا زید کے اقرار سے ثابت ہوگیا پھر زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام عمرو کا ہے اور عمرو نے اُسکے قول کی تصدیق کی مگر جنایت سے تکذیب کی پس اگر جنایت گواہون سے ثابت ہوگئی ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر جنایت کا ثبوت باقرار زید ہو تو عمرو اپنا غلام لے لیگا اور جنایت باطل ہوگی اور زید پر جنایت کی بابت کچھ واجب نہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولے نے کہا کہ میں نے جنایت سے پہلے اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور

[illegible] اقرار کیا ہو ۱۲

فلان شخص نے اسکے قول کی تصدیق کی تو مشتری سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر فلان شخص
نے اسکی تکذیب کی تو مولی سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولے نے اُس شخص
کو جسپر غلام نے جنایت کی ہے حکم دیا کہ میرے اس غلام کو آزاد کر دے اُسنے آزاد کر دیا تو مولے فدیہ کا اختیار کرنے
والا ہو گیا بشرطیکہ جنایت سے آگاہ ہو یہ کافی مین ہے۔ نوادر ابن سماعہ مین ہے کہ اگر مولے نے ولی جنایت کی اجازت سے
غلام مجرم کو آزاد کیا تو یہ فدیہ کا اختیار کرنا ہے اور اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر مولی نے غلام مجرم کو قتل کیا
خواہ عمداً یا خطاءً حالانکہ اُسکو غلام کی جنایت کرنے کا حال نہین معلوم ہے تو اُسپر غلام کی قیمت فی الحال اپنے مال سے دینی
واجب ہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اور اگر اُس غلام مجرم کو مارا کہ جس سے چوٹ کا اثر اُسمین آیا اور اُس مین نقصان پیدا ہوگیا
حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے تو اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا اور اگر آگاہ نہو تو اُسپر ارش جنایت اور اُسکی قیمت سے جو مقدار
کم ہو وہ واجب ہوگی لیکن اگر ولی جنایت اُسکے ناقص لینے پر راضی ہوجاوے تو ہوسکتا ہے اور مولے پر ضمان نہوگی
اور اگر مولے نے اُسکی آنکھ مین مارا جس سے اُسکی آنکھ سپید ہوگئی حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہے پھر مقدمہ جنایت کی نالش
سے پہلے اُسکی آنکھ کی سپیدی جاتی رہی تو اُسکو غلام دینے یا اُسکا فدیہ دینے کا اختیار ہوگا اور اگر آنکھ سپید ہونے کی حالت
مین نالش ہوگئی اور قاضی نے مولے پر دیت کا حکم دیدیا پھر سپیدی جاتی رہی تو حکم قاضی رد نہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر
ایک باندی نے عمداً ایک شخص کو قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین پھر مولے نے دونون مین سے ایک کے ساتھ باندی
مذکورہ کے بدلے پر صلح کی تو دوسرے کے حق مین دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا پس اُسکو نصف دیت دیگا اور کتاب
الدار مین لکھا ہے کہ فدیہ کا اختیار کرنے والا نہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک سے تہائی باندی پر صلح کی تو باقی مین
اُسکو اختیار ہوگا چاہے باندی دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور جامع دوابہ مین ہے کہ اُسکو خیار نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے
املا مین لکھا ہے کہ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے اُسنے کوئی جنایت کی پھر دونون مولاؤن مین سے ایک
نے دوسرے پر گواہی دی کہ اسنے اسکو آزاد کر دیا ہے تو اُسکی گواہی دوسرے پر جائز نہوگی اور جب اُسنے ایسی گواہی دی
تو وہ مانع ہوا پس اُسپر نصف دیت لازم ہوگی اور دوسرے پر نصف قیمت واجب ہوگی۔ اور نیز املا مین ہے کہ ایک
غلام خریدا یا میراث پایا پھر اُسنے جنایت کی اور مولے نے اُسکی جنایت کے بعد زعم کیا کہ جسنے میرے ہاتھ بیچا تھا اُسنے
بیچ سے پہلے اسکو آزاد کر دیا ہے یا یہ زعم کیا کہ اُسکے باپ نے اُسکو آزاد کر دیا ہے تو وہ اس اقرار سے مانع و فدیہ کا اختیار
کرنے والا ہو جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام نے جنایت کی مگر قتل نفس سے کم ہے پھر مولے نے مجروح کے اچھے ہونے
سے پہلے اُس غلام کو جنایت سے آگاہ ہو کر آزاد کر دیا پھر وہ جراحت پھوٹ گئی حتے کہ مجروح مر گیا تو مختار فدیہ ہوا اور اُسپر دیت
واجب ہوگی اور اگر غلام نے کسی کو مجروح کیا اور مولی نے بحکم قاضی اُسکا ارش دیدیا پھر زخم پھوٹ گیا حتی کہ مجروح مر گیا
تو استحساناً مولی کو از سر نو خیار حاصل ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رح کا پہلا قول اور یہی قول امام محمد رح کا ہے پھر امام ابو یوسف رح نے
استحسان سے رجوع کیا اور قیاس کو اختیار کیا اور امام محمد رح نے استحسان ہی کو لیا ہے لیکن امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ انھون
نے درصورتیکہ بغیر حکم قاضی ارش دیا اور درصورتیکہ بحکم قاضی ارش دیا ہے دونون صورتون مین فرق کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ اگر اُسنے بحکم قاضی
ارش دیا پھر مجروح مر گیا تو اُسکو از سر نو خیار ہوگا بخلاف اسکے اگر بغیر حکم قاضی دیا ہے تو اُسکی طرف سے خوشی دیت کا اختیار کرنا ہے یہ مبسوط مین
ہے اگر زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو عمرو کو قتل کرے یا تیر مارے یا شجہ سے زخمی کرے تو تو آزاد ہے پس اُسنے انمین سے کوئی فعل کیا تو مولے

اُسکے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوا اور اگر غلام کی جنایت ایسی ہو جس سے قصاص لازم آتا ہو مثلاً اُس سے کہا کہ اگر تو عمرو کو تلوار سے مار ڈالے تو تو آزاد ہو تو مولی پر نہ قیمت اور نہ دیت کچھ واجب نہو گی یہ کافی مین ہو۔ ایک غلام نے جنایت کی اور مولی کے بیٹے نے زعم کیا کہ وہ آزاد ہو پھر مولے مر گیا اور یہ بیٹا اُسکا وارث ہوا تو اُسکے اقرار پر یہ غلام آزاد ہوگا اور اُس بیٹے وارث پر دیت واجب ہو گی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک حاملہ باندی نے جنایت کی اور جو کچھ اُسکے پیٹ مین ہو مولی نے اُسکو آزاد کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہو تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اگرچہ صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے آیا یا پیچھے آیا ہو اور اگر جنایت سے آگاہ نہو اور صاحب جنایت اُسکے وضع حمل سے پہلے حاضر ہوا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مولی نے اُسکی قیمت بر تقدیر حاملہ ہونے کے لے لے اور چاہے تو حاملہ مذکورہ کو جنایت مین لے لے پس وہ حاملہ اُسکی ہو گی اور بچہ آزاد ہو گا اور اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد آیا تو مولے کو اختیار ہو گا چاہے باندی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے اور ولی جنایت کو بچہ کے لینے کی کوئی راہ نہو گی یہ ظہیریہ مین ہو۔ نوادر ابی سلیمان مین ہو کہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے جو کچھ اُسکی باندی کے پیٹ مین ہو آزاد کر دیا پھر اُسنے کوئی جنایت کی اور مولے نے باندی کو جنایت مین دیدیا تو جائز ہو یہ محیط مین ہو۔ ایک باندی فروخت کی اور وہ مشتری کے پاس چھ مہینے سے کم مین بچہ جنی پھر بچہ نے کوئی جنایت کی پھر بائع نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے آگاہ ہو تو اُسپر اولیاء جنایت کے واسطے دیت واجب ہو گی اور اسی پر فتوی ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہو اُسکے بچہ پیدا ہوا اور اُس بچہ نے جنایت کی پھر دونون شخصون مین سے ایک نے اُسکے نسب کا دعوی کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہو تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اُسپر دیت واجب ہو گی اور اگر واقف نہو تو اُسپر قیمت واجب ہو گی یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر مولے نے کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہو پھر دونون مین سے ایک نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولی نے اُسی جنایت کرنے والے کو آزادی کے واسطے معین کیا تو فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور اگر دوسرے کو معین کیا تو اُسکو اختیار ہو گا چاہے جنایت کرنے والے کو دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ کافی مین ہو اور اگر مولی کے مبہم آزاد کرنے کے بعد دونون مین سے ہر ایک نے جنایت کی پھر مولی نے بیان مین ایک کو معین کیا تو اُسپر اُسکی قیمت و مقدار دیت دونون مین سے جو کم ہو وہ لازم ہو گی اور دوسرا اُسکی ملک ہو سو اُسکی نسبت کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیت دیدے اور اسی صورت مین بیان سے پہلے کسیکو آزاد کیا ہو معین کرنے سے فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا اسی طرح اگر ایک نے قتل نفس کیا اور دوسرے نے اس سے کم فقط ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی حکم مختلف نہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر اپنی صحت مین اپنے دو غلامون سے جنمین سے ہر ایک کی قیمت ہزار درم ہو کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہو پھر دونون مین سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر بیان و تعیین سے پہلے مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہو گا اور نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعی کریگا اور ولی جنایت کے واسطے مال مولی مین سے جنایت کنندہ کی قیمت واجب ہو گی بشرطیکہ اُسکی قیمت ارش سے کم ہو اور اسکا اعتبار مولے کے پورے مال سے ہوگا اور مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک آدمی کو خطا سے قتل کیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہر ایک غلام اپنی نصف قیمت کے واسطے سعی کریگا اور ہر مقتول کے ولی کے واسطے مال مولے مین سے اپنے مجرم کی قیمت واجب ہو گی اور مولی فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے خطا سے کسی کو قتل کیا پھر مولے نے اپنی صحت مین جنایت

سے آگاہ ہو کر کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر بیان کرنے سے پہلے مولی مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے ہر ایک سعایت کریگا اور جنایت کنندہ کے بارہ میں مولے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوجائیگا پس بقدر اُسکی قیمت کے مولے کے تمام مال سے لیجائیگی اور قیمت سے زیادہ پوری دیت تک جسقدر باقی رہے وہ تہائی مال سے معتبر ہوگی۔ اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے جنایت کی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو جسطرح ہمنے بیان کیا ہے ہر ایک سعایت کریگا اور مولی دونوں کے حق میں فدیہ کا اختیار کرنے والا ہوا ولیکن مولی کے مال میں دیت واجب ہوگی پس پوری قیمت ایک غلام کی مولی کے پورے مال سے واجب ہوگی اور قیمت سے زائد پوری دیت تک تہائی مال سے اعتبار کیجائیگی پھر جسقدر پورے مال سے اور جسقدر تہائی مال سے واجب ہوا یہ سب دونوں جنایتوں کے وارثوں کو نصفا نصف ملیگا اسواسطے کہ کوئی ولی جنایت بہ نسبت دوسرے کے ترجیح نہیں رکھتا ہے یہ محیط میں ہے۔ زید کے دو غلام بنام سالم و غانم ہیں پس مولے کی صحت میں سالم نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور مولے سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر غانم نے صحت مولے میں قبل مولے کے بیان و تعیین کرنے کے دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر مولے مر گیا تو ہر ایک کا نصف آزاد ہوگا اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا پھر مولے پر سالم کے مقتول کی دیت لازم آویگی لیکن بقدر قیمت سالم کے مولے کے تمام مال سے واجب ہوگی اور باقی یعنے قیمت سے زائد پوری دیت تک جسقدر ہے وہ تہائی مال سے واجب ہوگا اور مولے پر غانم کے مقتول کی دیت لازم نہوگی بلکہ غانم کی قیمت واجب ہوگی اور یہ اُسکے پورے مال سے دلائی جاویگی۔ اور اگر مولے نہیں مرا بلکہ مولے نے بیان کیا کہ سالم مراد ہے یعنے سالم کو میں نے آزاد کیا ہے تو مقتول سالم کی دیت کا اختیار کرنے والا ہوگیا اور اگر غانم کا عتق بیان کیا تو اُسپر غانم کی قیمت لازم آویگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام نے کوئی جنایت کی پھر مولے نے اپنے مرض میں اُسکے آزاد کرنے کی وصیت کی حالانکہ وہ اُسکی جنایت کو جانتا تھا پھر اُسکے مرنے کے بعد وارث یا وصی نے اُسکو آزاد کر دیا تو اُسپر دیت واجب ہوگی جسمیں سے بقدر قیمت غلام کے مولے کے تمام مال سے دیجائیگی اور قیمت سے جسقدر زائد ہو وہ تہائی مال سے دلائی جائیگی۔ اور اگر اُسکو جنایت کا حال معلوم نہو تو اُسکی قیمت میت کے مال سے دلائی جائیگی یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام زفر رحمہ اللہ کا ہے ایسا ہی فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے عیون میں ذکر کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر جنایت کرنے سے پہلے مولے نے اُسکے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر مولے کے مرنے کے بعد اُس نے جنایت کی پھر وصی نے اُسکو آزاد کر دیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف تھا تو وصی اس جنایت کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو وصی غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اور وارثوں سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے ایسی جنایت کی جسکا ارش ایک درم ہے پھر میت کی موت کے بعد وارثوں نے کہا کہ ہم اُسکا فدیہ نہ دینگے تو اُنکو یہ اختیار ہے اور جب اُنھوں نے فدیہ نہ دیا تو جنایت میں وہ غلام دیا جائیگا اور وصیت باطل ہوجائیگی الا اُس صورت میں باطل نہوگی کہ جب غلام خود اس ارش کو ایسے مال سے جو اُسنے کمایا نہیں ہے ادا کر دے مثلاً کسی شخص سے کہے کہ تو میری طرف سے ایک درم ادا کر دے اور اُسنے ادا کیا تو صحیح ہے اور یہ درم اُس غلام کی گردن پر قرضہ ہوجائیگا کہ بعد آزادی کے اُس سے اس درم کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرا غلام آزاد کر دے پھر غلام نے کوئی جنایت کی پھر وکیل نے

باوجود جنایت کے حال سے واقف ہونے کے آزاد کر دیا تو مولے اس غلام کی قیمت کا ضامن ہوگا اگرچہ وہ جنایت
سے آگاہ نہو یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے اس غلام کو مکاتب کر دے پھر غلام نے ایک شخص کو خطا سے
قتل کر ڈالا پھر وکیل نے اُسکو مکاتب کر دیا خواہ وہ غلام کی جنایت کرنے سے آگاہ تھا یا نہ تھا تو مولے پر اُسکی قیمت واجب
ہوگی نہ دیت یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے مولاے غلام کو آگاہ کر دیا پھر مولے
نے اُسکو آزاد کیا اور کہا کہ مین نے اُسکی خبر کی تصدیق نہین کی تھی تو مولے اُسکے فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا اسی
طرح اگر ولی جنایت کے ایلچی نے مولی کو اس سے آگاہ کیا ہو خواہ فاسق ہو یا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مولے کو
کسی اجنبی نے اُسکی خبر دی ہو پس اگر مولے نے اس اجنبی کی خبر کی تصدیق کر کے پھر اُسکو آزاد کر دیا تو بھی وہ فدیہ کا اختیار
کرنے والا ہو جائیگا اور اگر اُسکی تکذیب کی یا نہ تصدیق کی اور نہ تکذیب کی یہان تک کہ غلام کو آزاد کیا پس اگر خبر دینے
والا عادل ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فاسق ہو تو امام اعظم رح کے قول پر فدیہ کا اختیار کرنے والا نہو جائیگا ولیکن اُسپر
غلام کی قیمت واجب ہوگی کیونکہ اُسنے غلام کو گویا تلف کر دیا ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ فدیہ
کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر اُسکو دو فاسقون نے خبر دی تو دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق
اُنمین بھی یہی حکم ہے اور دوسری روایت کے موافق وہ فدیہ کا اختیار کرنے والا ہو جائیگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر مولی کو
خود اُسکے غلام نے اپنی جنایت کرنے کی خبر دی پھر مولی نے اُسکو آزاد کر دیا اور کہا کہ مین نے اُسکے قول کی تصدیق نہین کی
تھی تو امام اعظم رح کے نزدیک ضامن نہوگا جب تک اُسکو مرد آزاد عادل خبر نہ دے اور صاحبین رح کے نزدیک دیت کا ضامن
ہوگا اگرچہ مخبر فاسق یا غلام یا کافر ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ابن سماعہ نے نوادر میں ذکر کیا کہ مین نے امام محمد بن الحسن رح کو
لکھا کہ ایک غلام نے ایک شخص کو قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین کہ اُنمین سے ایک غائب ہے پھر حاضر نے نالش
کی تو کیونکر حاکم کو چاہیے کہ مولاے غلام کو اختیار دے تو امام محمد رح نے جواب مین لکھا کہ جو وارث حاضر ہو وہی خصم
ہوگا اور مولے جو کچھ اختیار کرے وہ اُسپر اور دوسرے کے واسطے واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر غلام نے کسی کو خطا سے
قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہین پھر مولے نے بحکم قاضی غلام مجرم دونون مین سے ایک کو دیدیا پھر غلام مذکور نے
اُسکے پاس دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر پہلے جنایت کا شریک اور دوسرے مقتول کا ولی دونون حاضر ہوئے تو پہلے
مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ تو نصف غلام اپنے حصہ کا اس دوسرے مقتول کے ولی کو دیدے یا نصف دیت فدیہ
دے پس اگر اُسنے نصف غلام دیدیا تو نصف دیت سے بری ہو گیا اور نصف ثانی مولی کو واپس دیگا پھر مولے سے
کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دس ہزار درم دے کہ پانچ ہزار درم دوسرے مقتول کے ولی کو اور پانچ
ہزار درم ولی اول کو جسنے کچھ نہین لیا ہے دیدے پس اگر اُسنے غلام دیدیا تو ہر ایک دونون مین سے اسمین شریک
کیا جاویگا اور یہ ولی جسکے قبضہ مین دوسری جنایت واقع ہوئی ہے اُسکی چوتھائی قیمت مولے کو دیگا اور مولے اسکو
اوسط کو دیدیگا اور جب تک مولی اس چوتھائی قیمت کو اول سے نہ وصول پاویگا تب تک اوسط کے واسطے کچھ ضامن
نہوگا۔ اور اگر مولی نے دونون مین سے ایک ولی جنایت کو وہ غلام مجرم بغیر حکم قاضی دیدیا تو اوسط کو اختیار ہوگا چاہے مولی
سے اس چوتھائی قیمت کی ضمان لے بدین وجہ کہ اُسنے بدون حکم قاضی اُسکے شریک کو دیا ہے اور چاہے اپنے شریک
سے اسکی ضمان لے پس اگر اُسنے مولے سے ضمان لی تو مولی اُسکو اول مدفوع الیہ سے واپس لیگا۔ اور اگر غلام نے

دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر موے نے ایک کے ولی کو وہ غلام بدون حکم قاضی دیدیا پھر غلام نے اُسکے پاس ایک
شخص کو خطا سے قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے دینا اختیار کیا تو پہلے مدفوع الیہ سے کہا جائیگا کہ نصف غلام دوسرے
کو دیدے اور باقی نصف مولی کو واپس دیگا پھر موے اُسکو اوسط و آخر کو دیدیگا کہ اوسط اُسمین بحساب دس ہزار درم کے اور
آخر بحساب پانچ ہزار درم کے شریک کیے جاوینگے پس یہ نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی اوسط کا اور
ایک تہائی آخر کا ہوگا پھر موے غلام کی قیمت کا چھٹا حصہ اوسط کو دیگا اور یہ وہ ہے جو اس نصف مین سے ولی جنایت اخیرہ کو
دیا گیا ہے اور اسکو اول جسکے پاس غلام تھا واپس لیگا اور اوسط کو اختیار ہے چاہے وہ چھٹا حصہ تاوان لے جو اُسکے قبضہ
مین تھا ایسا ہی ہمارے عراقی مشائخ فرماتے ہین اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اُسکو اس امر کا اختیار اِس صورت مین
نہین ہے اور نہ صورت اول مین ہے اور اگر مولی نے بحکم قاضی غلام مجرم دیا ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے لیکن مولی اس صورت
مین اوسط کے واسطے کچھ ضامن نہوگا مگر مدفوع الیہ اول سے چھٹا حصہ قیمت لیکر اوسط کو دیدیگا اور بنا بر قول مشائخ عراقین
رہ گئے خود اوسط اس چھٹے حصہ قیمت کو مدفوع الیہ اول سے واپس لیگا اور اگر غلام نے ایک شخص کو خطا سے قتل
کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑی پھر موے نے اُسکو اُس شخص کو جسکی آنکھ پھوڑی ہے دیدیا اور غلام نے اُسکے پاس دوسرے
کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے اور سب نے غلام کو دینا اختیار کیا تو آنکھ کا حقدار اُسکا تہائی دوسرے آخر کو دیدیگا اور دو
تہائی موے کو واپس دیگا پھر موے اُسکو دونون مقتولون کے وارثون کو دیدیگا کہ اُسمین اول کا ولی بحساب دس ہزار
درم کے اور آخر کا ولی بحساب دو تہائی دیت کے شریک کیا جائیگا پس اسقدر غلام دونون مین پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمین
سے تین حصے اول والے کو اور دو حصے اخیر والے کو ملینگے پھر اول کے واسطے موے اس غلام کی دو تہائی قیمت کے سولہ
جزو و دو تہائی جزو مین چھ جزو و دو تہائی جزو کا ضامن ہوگا اور اسکا حاصل یہ ہے کہ اُسکی دو تہائی قیمت مین سے دو پانچوین
حصے کا ضامن ہوگا یہ اُسکا بدل ہے جو اخیر مقتول کے وارث کو اس دو تہائی مین سے دیا گیا ہے اور پھر اُسکو موے اُس
شخص سے جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہے واپس لیگا یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر غلام پر قتل خطا کے گواہ قائم ہوے اور غلام
نے اُسپر دوسرے شخص کے قتل کا اقرار کیا تو موے اُسکو دونون کو نصفا نصف دیگا پھر اول کے واسطے اُسکی نصف
قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر اُسنے تیسرے کے قتل کا اقرار غلام کی نسبت کیا تو سب کو تین تہائی دیدیگا پھر اول کے
واسطے اُسکی دو تہائی قیمت کا اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ قیمت کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور اگر زید
کا غلام ہو اور عمرو نے اقرار کیا کہ اُسکے موے نے اُسکو آزاد کیا ہے پھر خطا سے اِس غلام نے عمرو کے کسی مورث کو قتل
کیا تو اُسکو کچھ نہ ملیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور ولی جنایت نے اقرار کیا کہ یہ غلام آزاد ہے تو مسئلہ مین تین
صورتین ہین یا تو ولی جنایت نے یہ اقرار کیا کہ یہ غلام اصلی آزاد ہے یا اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے یا اقرار کیا کہ موے نے اُسکو
آزاد کر دیا ہے پس اگر اقرار کیا کہ وہ اصلی آزاد ہے تو ولی جنایت کی ضمان کسی پر نہوگی نہ غلام پر اور نہ موے پر اسی طرح
اگر اقرار کیا کہ وہ آزاد ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اقرار کیا کہ موے نے اُسکو آزاد کر دیا ہے پس اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے
پہلے اُسکو آزاد کر دیا ہے تو اسکا وہی حکم ہے جو اصلی آزاد ہونے کے اقرار کا ہے۔ اور اگر یہ اقرار کیا کہ اُسنے جنایت کے بعد اُسکو
آزاد کر دیا ہے تو غلام کے برات کا اقرار کیا اور موے پر فدیہ کا دعوی کیا اگر یہ اقرار کیا کہ موے نے جنایت سے آگاہ ہوکر
آزاد کیا ہے یا موے پر نقصان قیمت کا دعوی کیا اگر بدون آگاہی کے آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے مگر موے نے جو کچھ اُسپر

ضمان قیمت یا فدیہ کا دعوی کرتا ہے اُس سے انکار کیا تو قسم سے مولے کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر گواہ لانے
واجب ہیں۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ غلام لینے سے پہلے ولی جنایت نے ایسا اقرار کیا اور اگر مولے نے اُسکو غلام دیدیا
پھر اُسنے اقرار کیا کہ یہ اصلی آزاد ہے یا یہ آزاد ہے تو مولے و غلام کسی پر اُسکی کوئی راہ نہیں ہے لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور غلام
کی ولاء کسی کی نہوگی اور اگر اقرار کیا کہ اُسنے جنایت سے پہلے اُسکو آزاد کیا ہے تو اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور اُسکی ولاء
موقوف رہیگی یہ محیط میں ہے۔ اور غلام کا جنایت کا اقرار کرنا جائز نہیں ہے خواہ ماذون ہو یا محجور ہو اور بعد عتق کے ایسے
اس اقرار پر ماخوذ نہوگا یہ حاوی میں ہے۔ اگر غلام نے آزاد ہو جانے کے بعد اقرار کیا کہ میں نے اپنی رقیت کی حالت میں عمداً
یا خطاءً جنایت کی تھی تو اُسپر کچھ واجب نہوگا لیکن عمداً قتل کرنے کے اقرار میں قصاص ہو سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے۔ ایک
غلام نے خطا سے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اچھا ہو گیا پھر مولے نے اُسکو بسبب جنایت کے دیدیا پھر وہ زخم
پھوٹ نکلا اور مجروح اس سے مر گیا اور یہ غلام موجود ہے تو وہ مجروح میت کے وارثوں کا ہوگا اور اگر مولے
نے اُسکے ہاتھ کی پوری دیت پانچ ہزار درم فدیہ دیکر اختیار کیا ہو پھر غلام مذکور کو آزاد کر دیا پھر مجروح کا زخم پھوٹا
اور وہ مر گیا تو فرمایا کہ وہ غلام کی قیمت دیگا اگرچہ سو درم ہوں اور فدیہ کے پانچ ہزار درم واپس لیگا یہ محیط میں ہے
ایک غلام آزاد کیا گیا پس اُسنے ایک شخص سے کہا کہ میں نے خطا سے تیرے بھائی کو جس حالت میں میں غلام تھا
قتل کیا تھا اور اس شخص نے کہا کہ تو نے اُسکو اپنے آزاد ہونے کی حالت میں قتل کیا ہے تو بالاجماع غلام کا قول قبول
ہوگا اسی طرح اگر اُسنے بعد آزادی کے اپنے مولے سے کہا کہ میں نے رقیت کی حالت میں تیرا مال لے لیا ہے یا تیرا ہاتھ
کاٹ ڈالا ہے اور مولے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے بعد آزادی کے ایسا کیا ہے تو بالاجماع غلام کا قول قبول ہوگا یہ کافی
میں ہے اور اگر ایک شخص نے باندی کو آزاد کیا پھر اس سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے درحالیکہ تو میری باندی تھی
اور باندی نے کہا کہ تو نے میرے آزاد ہونے کی حالت میں میرا ہاتھ کاٹا ہے تو باندی کا قول قبول ہوگا اسی طرح جو چیز اُس
سے لی ہو اُسکے بارہ میں بھی ایسے اختلاف کی صورت میں یہی حکم ہے سوائے جماع کے یا کمائی کے کہ ان میں استحساناً
مولے کا قول قبول ہوگا یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کچھ ضامن
نہوگا الا ایسی چیز کا جو مال عین ہو کہ اُس میں یہ حکم دیا جائیگا کہ باندی کو واپس کر دے یہ ہدایہ میں ہے۔ اگر ایک غلام خریدا اور
اُسپر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے کہا کہ میں نے تیرے خریدنے سے پہلے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے اور مشتری نے کہا
کہ تو نے میرے خریدنے کے بعد اسکا ہاتھ کاٹا ہے تو مشتری کا قول قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔ اگر غلام نے کسی شخص کا ہاتھ
عمداً کاٹ ڈالا اور اس جرم میں خواہ بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی اُسکو دیدیا گیا پھر اُسنے اُسکو آزاد کر دیا پھر وہ ہاتھ کے زخم
کی وجہ سے مر گیا تو یہ غلام جنایت کے مصالحہ میں قرار دیا جائیگا اور اگر اُسنے آزاد نکیا ہو تو مولے کو واپس دیگا پھر وارثان
مقتول سے کہا جائیگا کہ چاہو اُسکو قتل کرو یا اُسکو عفو کرو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اُسکے دو
وارث ہیں پس دونوں میں سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو مولے سے کہا جائیگا کہ جس نے معاف نہیں کیا ہے اُسکو
نصف غلام دیدے یا نصف دیت فدیہ دے اور عفو کرنے والے کا کچھ استحقاق نہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام
نے عمداً دو شخصوں کو قتل کیا اور ہر ایک مقتول کے دو دو ولی ہیں پھر ہر ایک کے دو وارثوں میں سے ایک نے
معاف کیا تو باقی دونوں کو مولے نصف غلام دیگا یا دس ہزار درم فدیہ دیگا اور اگر غلام نے ایک کو عمداً اور دوسرے کو

کو خطا سے قتل کیا ہو اور عمداً مقتول کے دونون وارثون مین سے ایک نے عفو کیا پس اگر مولے اُسکا فدیہ دینا چاہے
تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیگا جسمین سے دس ہزار درم وارثان مقتول بخطا کو اور پانچ ہزار درم دوسرے وارث
مقتول بعمد کو دیگا۔ اور اگر اُسنے غلام دیا تو تین تہائی دونون کو دیگا یعنے دو تہائی وارثان مقتول بخطا کو اور ایک تہائی
وارث مقتول عمد کو جسنے معاف نہین کیا ہے یہ امام اعظم رح کے نزدیک بطریق عول کے ہے کہ دونون وارث خطا اُسمین تہائی
دیت کے حساب سے اور وارث عمد اُسمین نصف دیت کے حساب سے شریک ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک
بطریق منازعت کے چار حصے ہونگے جسمین سے تین چوتھائی ہر دو وارثان خطا کو اور ایک چوتھائی ایک وارث
عمد کو ملیگا یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غلام نے دو شخصون کو خطا سے قتل کیا پھر دونون مقتولون مین سے ایک کے ولی نے
اُسکو معاف کر دیا تو آدھا غلام دوسرے کو دیدیگا یا دیت سے اُسکا فدیہ دیگا اور اگر دونون مین سے ایک نے اُسکا
ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو درصورتیکہ مولے نے اُسکو دونون کو دیدیا ہو وے ہاتھ کاٹنے والا اُسمین نو ہزار پانچ سو درم کے
حساب سے شریک کیا جائیگا کیونکہ اُسنے ہاتھ کاٹ کر پانچ سو درم بھر پائے ہین اور دوسرا بحساب دس ہزار درم کے
اُسمین شریک کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر اُسنے ایک شخص کو قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی پس یا یہ
جرم عمداً ہوگا یا خطا سے ہوگا پس اگر عمداً ہو تو مولے سے کہا جائیگا کہ تیرا جی چاہے یہ غلام اُسکو جسکی آنکھ پھوڑی گئی ہے
دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو آنکھ کی جنایت کا فدیہ پانچ ہزار درم دیگا اور غلام مذکور اس
جنایت سے پاک ہو جائیگا پھر ولی مقتول اُسکو قصاص مین قتل کریگا اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو وارثان قتیل اگر اُسکو
قصاص مین قتل کرینگے پھر جسکی آنکھ پھوڑی ہے وہ مولے سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر قتل بخطا ہو تو مولے
کو دونون کے حق مین اختیار دیا جائیگا کہ چاہے اُسکو دونون کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار
کیا تو پندرہ ہزار درم فدیہ دیدے جنمین سے دس ہزار درم وارث مقتول کے اور پانچ ہزار درم اُسکے جسکی آنکھ
پھوڑی ہے اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام مذکور دونون مین تین تہائی ہوگا جسمین سے دو تہائی وارث مقتول
کی اور ایک تہائی آنکھ پھوٹی ہوئی کی ہوگی یہ محیط مین ہے۔ ایک مملوک نے دوسرے مملوک کو خطا سے قتل کر ڈالا پھر
اپنے مولے کے بھائی کو خطا سے قتل کیا اور بھائی کا وارث سوائے اسکے مولے کے کوئی نہین ہے تو نصف قاتل مقتول
مملوک کے مولے کو دیا جائیگا یا مولا سے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور باقی آدھا اپنے مولے کا ہوگا۔ اور اگر اُسنے اپنے مولے
کے بھائی کو پہلے قتل کیا تو پورا قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا جائیگا یا مولائے قاتل اُسکا فدیہ دیگا اور اگر اُسنے
اپنے مولے کے بھائی کو پہلے قتل کیا اور بھائی کے ایک لڑکی ہے تو تین چوتھائی قاتل مملوک مقتول کے مولے کو دیا
جائیگا اور چوتھائی اس لڑکی کو دیا جائیگا اور اگر اُسنے دونون کو ایک ہی ضرب سے قتل کیا ہو اور بیٹی نہو تو قاتل
دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے اُسنے دونون کے قریب
یعنے مورث کو عمداً قتل کیا پھر دونون مین سے ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا پورا خون معاف
ہو جائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ عفو کرنے والا اُسکا آدھا حصہ دوسرے کو دیگا یا چوتھائی دیت فدیہ دیگا اور
بعضے نسخون مین امام محمد رح کا قول امام اعظم رح کے ساتھ مذکور ہے اور اشہر یہ ہے کہ امام محمد رح کا قول مثل قول امام
ابو یوسف رح کے ہے۔ اور اگر ایک غلام نے اپنے مولے کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو بیٹے ہین پھر ایک نے اُسکو عفو کر دیا تو

امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک پوراخون باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک پہلے مسئلہ کے موافق یہان
بھی حکم ہی یہ کافی مین ہی و منتقی مین ہی کہ ایک غلام نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا پھر موسلے نے اُسکو آزاد کر دیا پھر ہر دو وارثان
مقتول مین سے ایک نے اُسکو معاف کر دیا تو غلام مذکور اپنے نصف قیمت کے واسطے جسنے معاف نہین کیا اُسکے لیے سعایت
کریگا اور موسلے پر کچھ واجب نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اگر کسی نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اُسکو کسی نے غصب کر لیا اور وہ
غاصب کے پاس اسی زخم قطع سے مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوے کے حساب سے واجب ہوگی اور اگر موسلے
نے غاصب کے پاس اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ اس زخم سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر کچھ واجب نہوگا
یہ ہدایہ مین ہی۔ جامع کبیر مین ہی کہ ایک شخص نے اپنے غلام کو موضحہ زخم سر یا چہرہ سے زخمی کیا پھر ایک شخص کے پاس ہزار
درم قرضہ کے عوض رہن کیا اور اس غلام زخمی کی قیمت باوجود اس زخم کے ہزار درم ہی پھر وہ غلام مرتہن کے پاس
اسی زخم سے مرگیا تو جسقدر قرضہ کے عوض رہن ہی اُسی کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائیگا اور اگر رہن کرنے کے
بعد موسلے نے اُسپر جنایت کی ہو تو مرہون واپس کرنے والا ہو جائیگا حتے کہ اگر وہ اس زخم سے مرجاوے تو قرضہ مین سے
کچھ ساقط نہوگا۔ اسی طرح اگر اجنبی نے اُسکے ساتھ کوئی جنایت کی تو رہن سے پہلے جنایت کرنے اور رہن کے
بعد جنایت کرنے مین ان دونون صورتون مین ابطال رہن کے حق مین فرق ہوگا جیسا کہ مذکور ہوا ہی۔ اور نیز
جامع کبیر مین ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو موضحہ شجہ سے زخمی کیا اور وہ غلام بیمار پڑا پھر اُسکو غاصب
نے غصب کر لیا اور وہ اس جنایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو مولا کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کنندہ
سے غلام تندرست کی قیمت تین سال مین وصول کرلے یعنے اُسکی مددگار برادری ضامن ہوگی پھر اُسکی مددگار
برادری غاصب سے اس غلام کی قیمت جو روز غصب کے تھی وصول کریگی۔ اور اگر چاہے تو غاصب سے غلام مذکور
کی روز غصب کی قیمت فی الحال اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کنندہ سے موضحہ زخم کا ارش اور جو نقصان
اُس سے غاصب کے غصب کرنے کے روز تک پیدا ہوا ہو تاوان لے اور یہ سب جنایت کرنے والے
کے مال مین سے دلایا جائیگا۔ اور اگر غاصب نے ادائے ضمان کے بعد چاہا کہ جنایت کرنے والے یا اُسکی
مددگار برادری سے ضمان لے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر اُسکو غاصب نے غصب نکیا بلکہ موسلے نے اُسکو
بعد جنایت کے کسی شخص کے ہاتھ اس شرط سے کہ بائع کو تین روز تک خیار حاصل ہی فروخت کر دیا اور وہ مشتری
کے پاس مرگیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہی جیسا ہمنے غاصب کی صورت مین بیان کیا ہی۔ اور اگر موسلے نے اس غلام
کو بطور بیع فاسد کے اُسکے ہاتھ فروخت کیا اور وہ اسی جنایت سے مشتری کے پاس مرگیا تو موسلے جنایت
کرنے والے سے موضحہ کا ارش اور جو کچھ اس جراحت سے مشتری کے قبضہ کرنے کے روز تک نقصان پیدا ہوا ہی
تاوان لیگا اور یہ مال تاوان جنایت کرنے والے کے مال مین فی الحال واجب ہوگا اور مشتری پر اُسکے قبضہ
کرنے کے روز کی قیمت فی الحال اُسکے مال مین واجب ہوگی اور اگر موسلے نے اُسکو فروخت نکیا ولیکن اپنے قرضہ
کے عوض جو اُسپر آتا ہی اور وہ قیمت غلام کے برابر ہی رہن کیا اور وہ مرتہن کے پاس اس جنایت سے مرگیا تو
وہ بعوض قرضہ میت قرار دیا جائیگا اور مرتہن کو جنایت کنندہ سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہین ہی اور راہن
ارش جنایت کو جنایت کرنے والے سے لے لیگا اور بقدر نقصان تا وقت قبضہ مرتہن جو اُسمین آیا ہی وہ بھی لے لیگا

اور جنایت کرنے والے سے تاوان قیمت باطل ہوگی اور اگر غلام کی قیمت قرضہ سے زائد ہو مثلاً قیمت غلام دو ہزار درم اور قرضہ ایک ہزار درم ہو اور وہ مرتہن کے پاس مرگیا تو حکم وہی ہے جو ہمنے قرضہ کے برابر قیمت ہونے کی صورت مین بیان کیا ہے کہ مرتہن کو جنایت کرنے والے سے تاوان لینے کا اختیار نہوگا اور مولا سے غلام اُس جنایت کرنیوالے سے موضحہ کا نصف ارش لیگا اور نصف اُس نقصان کا جو وقت رہن تک ہوا ہے لیگا اور یہ سب جنایت کرنے والے کے مال سے ہوگا اور نیز مولا سے غلام اُس جنایت کرنے والے سے غلام کے مرنے کے روز کی نصف قیمت اور نصف ارش موضحہ اور نصف نقصان جنایت لے لیگا اور یہ مال اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مین نے زید کے غلام کا ہاتھ خطا سے کاٹا ہے اور اُسکی مددگار برادری نے اس سے انکار کیا یعنے تکذیب کی پھر ایک شخص نے اُسکو غصب کیا اور اقرار کیا کہ مین نے اُسکے مولے سے غصب کر لیا ہے اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو مولے کو اختیار ہوگا چاہے جنایت کرنے والے سے اُسکی قیمت اُسکے مال سے تین سال مین وصول کرے اور جنایت کرنے والا غاصب سے اُس غلام کے ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے جو قیمت ہو فی الحال اُسکے مال سے لے لیگا اور چاہے مالک غاصب کے مال سے فی الحال اُسکی قیمت ہاتھ کٹے ہوئے کے حساب سے لے لے اور جنایت کرنے والے سے اُسکے ہاتھ کا ارش یعنے اُسکی نصف قیمت اُسکے مال سے لے لے اور جنایت کرنے والا نصف غلام کا ضامن نہوگا۔ اور یہ چاہیے ہے کہ جنایت کرنے والا وقت غصب تک کے نقصان کا بھی ضامن ہو لیکن اسکو کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہے پس یا تو ذکر نہین فرمایا یا مسئلہ کی صورت اس طور پر واقع ہوئی کہ فوراً قطع کرنے کے بعد ہی غصب واقع ہوا ہے۔ اور اگر عمداً قطع کیا ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو ہم کہتے ہین کہ مولے کو اختیار ہو چاہے قاتل سے قصاص لے پھر غاصب سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی نہ مولے کو اور نہ وارثان جنایت کنندہ کو اور چاہے ابتدا سے اس غلام کے ہاتھ کٹے ہوئے کی قیمت غاصب سے تاوان لے پھر ہاتھ کاٹنے والے سے مولے قصاص نہین لے سکتا ہے لیکن جنایت کنندہ پر ہاتھ کا ارش اُسکے مال سے واجب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر غاصب نے اُسکو واپس دیدیا پھر اُسنے دوسری جنایت کی تو مولے اُسکو دونون فریق جنایت کو دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیکر اول کو دیدیگا پھر یہ قیمت غاصب سے واپس لیگا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غاصب سے نصف قیمت لے لیگا کہ وہ اُسی کو دیجائیگی یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مرگیا تو غاصب پر اُسکی قیمت واجب ہوگی پھر مولے یہ قیمت ولی جنایت کو دیدیگا پھر دوبارہ غاصب سے اُسکی قیمت واپس لیگا۔ اور اگر غلام نہ مرا ہو لیکن اُسکی آنکھ جاتی رہی پھر غاصب نے مولے کو کانا واپس کردیا پھر اُسنے مولے کے پاس دوسرے شخص کو قتل کیا پھر سب جمع ہوے پھر مولے نے اُسکو دونون جنایتون مین دیدیا تو وہ غاصب سے اُسکی نصف قیمت لیگا بدین اعتبار کہ اُسکی ایک آنکھ جاتی نہین رہی ہے پس یہ نصف قیمت وارث اول کو دیگا اور جب اُسکو یہ نصف قیمت ملی تو وہ غلام مدفوع بہ دیت مین سے اس قدر کم کرکے باقی کے حساب سے شریک کیا جائیگا اور اسلئے کہ جسقدر اُسنے قیمت لی ہے وہ اُسی کی رہیگی پس اُسکے قدر حصہ کا شریک نہ کیا جائیگا بلکہ باقی حق کے واسطے شریک کیا جائیگا اور دوسرے مقتول کا وارث پوری دیت کے واسطے شریک کیا جائیگا پھر مولے نصف قیمت

کو اُس سے لے لیگئی ہو غاصب سے واپس لیگا اور نیز وارث مقتول اول کو جو کچھ غلام کا نے مین سے حصہ رسد ملا ہو
وہ بھی مولے غاصب سے لیگا اور جو کچھ دوسرے مقتول کے وارث کو ملا ہو وہ واپس نہین لے سکتا ہو پھر وارثان
اول مولے سے جو اُسنے لیا ہو غلام کی پوری قیمت تک جسقدر رہا ہو لے لینگے اور چاہیے کہ یہ حکم خاص امام اعظم رح و امام
ابو یوسف رح کا قول ہو پھر مولے غاصب سے اُسکے مثل جو اُس سے لیا گیا ہو واپس لے لیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اگر ایک شخص
نے دوسرے سے ایک غلام غصب کر لیا پھر اُسکے پاس غلام نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مولے و وارثان مقتول مجتمع
ہوے تو وہ غلام اُسکے مولے کو واپس دیا جائیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دے پس اگر اُسنے دیا
یا اُسکا فدیہ دیا تو غاصب سے غلام کی قیمت و ارش دونون مین سے کم مقدار واپس لیگا اور اگر غاصب کے پاس غلام مین زیادت
متصلہ پیدا ہو گئی اور مولے نے دینا اختیار کیا تو مع زیادتی دیدیگا خواہ یہ زیادتی قبل جنایت کے پیدا ہوئی ہو یا اُسکے بعد
پیدا ہوئی ہو پھر غاصب سے اس زیادت کی قیمت واپس نہین لے سکتا ہو اگرچہ وہ زیادت کسی ایسے سبب سے ہو
جو غلام نے غاصب کے پاس کیا ہو استحقاق مین لے لیگئی ہو۔ اور اگر غاصب کے پاس غلام کانا ہو گیا اور اُسکے
پاس اُسنے کوئی جنایت کی ہو پس اگر بعد جنایت کے کانا ہوا ہو اور مولے نے دینا اختیار کیا تو ولی جنایت کو کانا
دیدیگا پھر غاصب سے اُسکی تندرست صحیح سالم کی قیمت واپس لیگا اور جب اُسنے تندرست کی قیمت لے لی تو ولی جنایت
مولے سے اُسکی نصف قیمت واپس لیگا پھر مولے یہ نصف قیمت دوبارہ غاصب سے لے لیگا تاکہ اُسکے پاس غلام
کی پوری قیمت پہونچ جاوے اور اگر جنایت سے پہلے کانا ہو گیا اور مولے نے دینا اختیار کیا تو کانا غلام دیدیگا پھر غاصب
سے اُسکے صحیح سالم کی قیمت لے لیگا اور یہ سب قیمت مولے کو مسلم ملیگی اور ولی جنایت اسمین سے کچھ نہین لے سکتا ہو یہ
محیط مین ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کا غلام غصب کیا اور اُسنے خطا سے اپنے مولے کو یا اپنے مولے کے غلام
کو قتل کیا حالانکہ غلام مقتول کی قیمت قاتل سے زائد ہو یا اپنے مولے کا مال تلف کر دیا تو غاصب غلام مغصوب کی
قیمت اُسکے مولے کو دیدیگا اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو۔ اور اگر غلام مغصوب نے غاصب پر یا اُسکے مال
پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہو اور صاحبین رح کے نزدیک معتبر ہو کہ مالک غلام سے کہا جائیگا کہ تو
یہ غلام غاصب کو اگر وہ زندہ ہو یا اُسکے وارثون کو دیدے یا اُسکی دیت فدیہ دے اگر غاصب کو قتل کیا ہو یا اُسکے
مال کی قیمت دے اگر مال تلف کیا ہو یہ حاوی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام و ایک باندی کسی شخص سے
غصب کر لی اور ہر ایک نے اُنمین سے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام مذکور نے باندی مذکورہ کو قتل کیا پھر
غاصب نے وہ غلام مولے کو واپس کر دیا اور مولے نے اُسکا فدیہ دینا اختیار کیا تو اُنمین وارثان مقتول غلام بقدر
دیت کے اور وارثان مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے شریک کیے جاوینگے پھر مولے غاصب سے غلام کی
قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر مقتول غلام کے وارث اُسکی قیمت مین اسقدر لے لینگے کہ جو کچھ اُنکے
پاس اُسکے ساتھ ملا کر غلام کی پوری قیمت ہو جاوے اور جسقدر اُنھون نے اپنا حق پورا کرنے کے واسطے مولے
سے غلام کی قیمت مین سے لے لیا ہو اسقدر مولے غاصب سے پھر واپس لیگا اور نیز وارثان مقتول باندی
بھی باندی کی قیمت سے اپنا حق بقدر اُسکی قیمت کے پورا کر لینگے اور اسقدر کو بھی مولے غاصب سے واپس لیگا
اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے مقتول کی دیت دیدیگا اور مقتول باندی کے وارث کو باندی کی

قیمت دیدیگا پھر غاصب سے غلام و باندی کی قیمت واپس لیگا اور جو حکم اس مسئلہ مین مذکور ہو اسکی تاویل یہ ہو کہ یہ حکم
اُس صورت مین ہو کہ غاصب تنگدست یا غائب ہو اور اگر حاضر ہو اور مولی اُس سے باندی کی قیمت لے سکتا ہو تو
مسئلہ کی تخریج دوسرے طور پر ہو جیسا کہ اسکے بعد ذکر فرمایا ہو اور یہ مسئلہ ابو حفص رح کے نسخہ مین ہو اور ابو سلیمان کے نسخہ مین
مسئلہ طویلہ مذکور ہو اور حکم مین تفصیل ہو چنانچہ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے ایک غلام و باندی جنمین سے ہر ایک کی قیمت
ہزار درم ہو غصب کی اور ہر ایک نے غاصب کے پاس ایک ایک شخص کو قتل کیا پھر غلام نے باندی کو قتل کیا پھر
غاصب نے غلام کو واپس کر دیا تو غاصب اُس غلام کے ساتھ باندی کی قیمت بھی واپس دیگا پھر مولے یہ قیمت مقتول
باندی کے وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے دوبارہ قیمت واپس لیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح کے
نزدیک اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دیت مقتول غلام اُسکے وارث کو دیدیگا اور غلام کی قیمت غاصب سے واپس
نہین لے سکتا ہو اور اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو غلام کو اُسکے مقتول کے وارث اور غاصب کو دیگا جنمین سے گیارہ حصون
مین سے دس حصے وارث مقتول غلام کے اور ایک حصہ غاصب کا ہوگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت اُسکا مولے لے لیگا
جسمین سے گیارہ حصون مین سے ایک حصہ وارث مقتول غلام کو دیدیگا پھر غاصب سے یہ حصہ بھی واپس لیگا - اور
اگر غاصب تنگدست ہو اور اُس سے باندی کی قیمت لینی ممکن نہو سکے اور مولے نے دینا اختیار کیا پس اگر مقتول باندی
کے وارث نے کہا کہ مین غلام مین بقدر قیمت باندی کے شرکت نہین کرونگا بلکہ انتظار کرونگا پھر جب باندی کی قیمت وصول
ہو جائیگی تو اُسکو لے لونگا تو اُسکو یہ اختیار ہوگا پھر بقیاس قول امام ابو حنیفہ رح کے پورا غلام مقتول غلام کے وارث کو
دیدیگا اور بعد دیدینے کے غاصب سے غلام کی قیمت اور باندی کی قیمت لے لیگا پھر باندی کی قیمت اُسکے مقتول کے
وارث کو دیدیگا پھر غاصب سے بھی قیمت دوبارہ لے لیگا پس اُسکے قبضہ مین دو قیمتین آوینگی اور بقیاس قول امام ابو یوسف
رح و امام محمد رح کے غلام مین سے گیارہ حصون مین سے دس حصے اُسکے مقتول کے وارث کو دیگا اور ایک حصہ اپنے
پاس رکھیگا یہان تک کہ جب باندی کی قیمت وصول ہو تو مولے اُسکو لیکر اُسکے مقتول کے وارث کو دیگا پھر اس قیمت کو
کو غاصب سے واپس لیگا پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ جزو غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اِسکا فدیہ دے پس اگر یہ
جزو دیدیا تو اُس سے غلام کی قیمت لے لیگا پھر اس قیمت مین سے گیارہ جزون مین سے ایک جزو وارث مقتول غلام کو
بعوض اُس جزو غلام کے جو وارث مذکور کو نہین دیا گیا ہو دیدیگا اور پھر اس جزو قیمت کو غاصب سے واپس لیگا - اور اگر
اُسکا فدیہ دیا تو باندی کی قیمت اُسکا فدیہ ہووے لیکن غلام کی قیمت اس صورت مین بھی غاصب سے لے لیگا لیکن چونکہ
دونون قیمتین برابر ہین اسواسطے ایک دوسرے کا قصاص ہو جائیگی اور وارث مقتول غلام کو بجاے اس جزو کے اُسکی
قیمت کا گیارھوان حصہ دیدیگا پھر اسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا - اور اگر مقتول باندی کے وارث نے کہا کہ مین بقدر
قیمت باندی کے غلام مین شریک ہو جاؤنگا تو غلام مذکور دونون کو دیا جائیگا جنمین سے وارث مقتول غلام بقدر دیت
کے اور وارث مقتول باندی بقدر قیمت باندی کے حصہ دار ہوگا پس دونون مین گیارہ حصون پر تقسیم ہوگا جیسا کہ
ہمنے بیان کیا ہو پھر جب غاصب پر قابو پایا یا وہ خوشحال ہو گیا تو مولے کو غلام اور باندی کی قیمت ادا کریگا پھر غلام
کی قیمت مین سے گیارھوان حصہ وارث مقتول غلام کو بجاے اُس حصہ غلام کے جو اسکو نہین ملا ہو دیدیگا اور پھر غاصب
سے اسقدر حصہ واپس لیگا اور مقتول باندی کے وارث کو سواے اسکے جو کچھ اسکو ہمین سے مل چکا ہو باندی کی

قیمت مین سے کچھ نہ ملیگا - اور اس سے پہلے ایک چھوٹے مسئلہ مین بیان فرمایا ہے کہ باندی کی قیمت مین سے اُسکے مقتول کے وارث کو اسقدر دیدیا جائیگا کہ جوکچھ اُسکو ملا ہے اُسمین ملاکر باندی کی پوری قیمت ہو جاوے پس اس حکم مین دو روایتین ہین - اور اگر مولے نے فدیہ دینا اختیار کیا تو غلام کے دس ہزار درم فدیہ اور باندی کی قیمت دیگا پھر غاصب سے غلام کی قیمت لیگا اور باندی کی دو قیمتین لیگا جنمین سے ایک قیمت بجائے اُس قیمت کے ہوگی جو اُسنے باندی کے مقتول کے وارث کو دی ہے اور دوسری قیمت بوجہ غصب کے ہوگی جو مولے کو بجائے باندی کے مسلم ملیگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور بقیاس قول صاحبین رح کے جب غاصب نے غلام کی قیمت اور دونوں قیمتین باندی کی ادا کردین تو ایسا ہوگیا کہ گویا باندی اُسکی ہوگئی بسبب اسکے کہ اُسپر ضمان متقرر ہوئی ہے پس مولے سے کہا جائیگا کہ غلام کے گیارہ جزون مین سے ایک جزو غاصب کو ملا ہے یا اُسکا فدیہ دے اور فدیہ باندی کی قیمت ہے اور جوکچھ اُسنے کیا ہر حال غاصب سے کچھ واپس نہ لیگا - بدینوجہ کہ جو ہر ایک کو دوسرے سے پانا ہے اُسمین مقاصہ واقع ہوگا جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہے یہ مبسوط مین ہے - اور اگر ایک غلام غصب کیا پھر اُسکو حکم کیا کہ اس شخص کو قتل کردے اُسنے قتل کردیا پھر غاصب نے اُسکے مولے کو واپس کردیا پھر اُسکے پاس غلام نے خطا سے دوسرے آدمی کو قتل کیا پھر مقتول اول کے ولی نے خون معاف کیا تو مولے پر واجب ہوگا کہ نصف غلام ولی مقتول دیگر کو دیدے یا دیت اُسکا فدیہ دے اور غاصب سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر عفو سے پہلے دونون فریق وارثون کو دیدیا پھر ولی اول نے اُسکو عفو کیا تو مولے غاصب سے نصف قیمت واپس لیگا پھر ولی اول کو اس نصف قیمت کے لینے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ اُسنے عفو کردیا ہے پس یہ قیمت مولے کو مسلم رہیگی اور دوبارہ غاصب سے کچھ نہین لے سکتا ہے یہ حاوی مین ہے - اگر زید نے عمرو کا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے پاس اپنی ایک باندی ودیعت رکھی پھر غلام نے زید کے پاس کسی کو قتل کیا پھر غلام کو باندی نے قتل کیا تو غاصب پر اُسکے پاس غلام کے مرجانے سے غلام کی قیمت واجب ہوگی پھر جب مولے اُسکو وصول کرلے تو یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدیگا پھر غاصب دوبارہ اُسکی قیمت مولا سے غلام کو دیدیگا تاکہ بجائے غلام کے اُسکے پاس مسلم رہے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اپنی ودیعت کی باندی غاصب کو دیدے یا غلام کی قیمت اُسکا فدیہ دیدے - اور اگر اس مسئلہ مین غلام نے باندی کو قتل کیا ہو باوجودیکہ آزاد کو قتل کیا ہے اور مولے نے غلام دینا اختیار کیا تو یہ غلام مقتول کی دیت اور باندی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے پس وارثان مقتول اُسمین سے بسقدر بمقابلہ دیت کے پڑے وہ لینگے اور جسقدر باندی کی قیمت کے پڑتے مین پڑے وہ مولے لے لیگا پھر غاصب مولا کے کنیز کو باندی کی پوری قیمت دیدیگا اور نیز مولے اُس سے اُسکے مثل جو وارثان مقتول نے غلام مین سے لیا ہے غلام کی قیمت مین سے لے لیگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر غلام مین مولے اپنی باندی کی قیمت کے قدر بالکل شریک نکیا جائیگا بلکہ پورا غلام وارثان مقتول کو دیدیگا اور اُسکی قیمت غاصب سے واپس لیگا - اور اگر ایک باندی غصب کی اُسنے غاصب کے پاس خطا سے کسی کو قتل کیا پھر ایک بچہ جنی اور بچہ نے اُسکو قتل کیا تو غاصب پر واجب ہوگا کہ بچہ اور باندی کی قیمت مولے کو واپس کردے پھر مولے سے کہا جائیگا کہ یہ قیمت وارثان مقتول کو دیدے پھر غاصب سے اسی قدر واپس لے کہ وہ تبری ہوگی پھر اُس سے کہا جائیگا کہ یہ بچہ غاصب کو دیدے یا باندی کی قیمت اُسکا فدیہ دے یہ مبسوط مین ہے - غلام مرہون نے اگر راہن پر جنایت کی یا راہن کے مملوک یا مال پر جنایت

کی تو آیا اُسکی جنایت معتبر ہوگی سو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ کتاب الرہن مین مذکور ہوا اور یہ حکم مذکور ہی کہ جنایت ہدر ہوگی اور اسمین کوئی اختلاف مذکور نہین ہو لیکن مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ ہدر ہونے کا حکم جو کتاب الرہن مین مذکور ہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہوا اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اُسکی جنایت راہن پر بقدر قرضہ کے معتبر ہوگی اسواسطے کہ وہ بقدر قرضہ کے مضمون ہو حاصل آنکہ مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائیگا۔ اور اگر اُسنے مرتہن پر جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک یہ جنایت بقدر قرضہ کے معتبر نہوگی اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معتبر ہوگی یہ محیط مین ہو۔

فصل دوم ام الولد و مدبر کی جنایت کے بیان مین۔ اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولے اُسکی قیمت وارش جنایت سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اور یہ ام ولد مین اُسکی تہائی قیمت ہوا اور مدبر کی صورت مین دو تہائی ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ دو آدمیون کے مشترک مدبر نے جنایت کی تو دونون مولے مین سے ہر ایک پر اُسکی قیمت کا بقدر حصہ واجب ہوگا جتنی اسمین سے ہر ایک کی ملک ہو۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے اُسکو مدبر کیا اور اُسنے جنایت کی تو امام اعظم رح کے نزدیک دونون پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک مدبر کرنے والا ضمان دیکر اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور مدبر کی جنایت اُسکے مولی کے مال مین فی الحال واجب ہوگی اُسکی مددگار برادری پر نہوگی اور یہی حکم ام ولد کا ہو یہ شرح الوہاج مین ہو۔ اور اگر مدبر کی قیمت کثیر ہو تو مولے پر دس ہزار درہم سے دس کم کے سوا سے زیادہ واجب نہوگی اور مدبر کی جنایت جان تلف کرنے کی ہو یا اس سے کم ہو یکسان حکم ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر ایک زمانہ کے بعد ولی جنایت اور مولے نے باہم اُسکی قیمت مین اختلاف کیا اور ولی جنایت نے کہا کہ جسدن اُسنے جنایت کی ہو اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی اور مولے نے کہا کہ پانچ سو درم تھی تو قسم سے مولے کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر مدبر بعد جنایت کرنے کے فوراً بلا فصل مرگیا تو مولے کے ذمہ سے قیمت ساقط نہوگی اسیطرح اگر وہ اندھا ہو جاوے تو بھی مولے پر پوری قیمت واجب ہوگی یہ حاوی مین ہو۔ اور اگر اُسکے مرنے کے بعد دونون نے اُسکی قیمت مین اختلاف کیا تو مولے کا قول قبول ہوگا اور ولی جنایت پر واجب ہوگا کہ جو اُسنے دعوے کیا ہو اُسکو گواہون سے ثابت کرے یہ مبسوط مین ہو۔ اور ام ولد کی قیمت کا ایک ہی مرتبہ ضامن ہوگا چنانچہ اگر اُسنے ایک مرتبہ جنایت کی پھر اُسکے بعد جنایت کی تو دوسری جنایت کا وارث پہلے کے ساتھ شریک ہو جانے کا خواہ دوسری جنایت قبل اسکے کہ اول کے واسطے قیمت کی ڈگری ہو وے پائی گئی ہو یا اُسکے بعد پائی گئی ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر مدبر نے چند جنایتین کین تو اُسکی قیمت سب جنایات کے وارثون کے درمیان مشترک ہوگی خواہ باہم جنایات کے درمیان تھوڑی تھوڑی مدت ہو یا مدت دراز ہو۔ اگر مدبر نے ایک کو خطا سے قتل کیا اور دوسرے کی آنکھ پھوڑ دی تو مولے پر دونون جنایت والون کے واسطے اُسکی قیمت واحدہ واجب ہوگی جو تین تہائی تقسیم ہوگی یعنے دو تہائی مقتول کے وارث کو اور ایک تہائی آنکھ والے کو ملیگی اور اگر مدبر مذکور کو کچھ مال ہبہ کیا گیا یا اُسنے کچھ مال کمایا تو صاحبان جنایت کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیون کو قتل کیا ایک کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً تو مولے پر واجب ہوگا کہ اُسکی قیمت مقتول بخطا کے وارث کو دیدے۔ پس اگر مقتول عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے اُسکو عفو کیا

تو قیمت مذکور بقول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہر دو فریق مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگی اور بقول امام اعظم رح کے
تین حصے ہوکر تقسیم ہوگی یہ حاوی مین ہے۔ اور ہر صاحب جنایت کے واسطے مدبر کی وہ قیمت معتبر ہوگی جو اُسکی قیمت
جنایت کرنے کے روز تھی اور مدبر کیے جانے کے روز کی قیمت کا اعتبار نہوگا پس اگر اُسنے ایک شخص کو خطا سے
قتل کیا اور روز قتل کے اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی اور ڈیڑھ ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے دوسرے
شخص کو خطا سے قتل کیا تو دوسری جنایت کا وارث مولے سے پانچ سو درم لے لیگا یعنی جسقدر پہلی قیمت کی بنسبت زیادتی
ہوگئی ہے پھر باقی یعنے ہزار درم دونون جنایتون کے وارثون مین اُنتالیس حصے ہوکر تقسیم ہوگی پس ہر پانچ سو درم کا ایک
حصہ قرار دیا جائیگا پس جنایت اول کے وارث کو بیس حصے اور دوسرے جنایت کے وارث کو انیس حصے چاہییے
ہین پس اسی حساب سے ہزار درم باہم تقسیم کر لینگے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو قتل کیا درحالیکہ مدبر
کی قیمت ہزار درم تھی پھر ایک شخص نے مدبر کی آنکھ پھوڑ دی پس اُسنے پانچ سو درم تاوان دیے پھر مدبر مذکور نے
دوسرے شخص کو قتل کیا تو آنکھ کا ارش خاص مولے کا ہوگا وارثان جنایت کا اُسمین کچھ نہوگا اور مولے پر اُسکی قیمت
کے ہزار درم جو مقتول اول کے قتل کرنے کے روز تھی واجب ہونگے اُسمین سے پانچ سو درم خاصکر مقتول اول کے
وارث کو ملینگے اور باقی پانچ سو درم مین دونون شریک ہونگے جسمین دوسرا پانچ سو درم کم پوری دیت کے حساب
سے شریک کیا جائیگا اور اگر آنکھ پھوڑنے والا غلام ہوا اور وہ جنایت مین دیا گیا تو وہ بھی مولی کا ہوگا یہ مبسوط مین
ہے۔ اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا درحالیکہ اُسکی قیمت ہزار درم تھی پھر اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درم ہوگئی پھر اُسنے
دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکی قیمت گھٹ کر پانچ سو درم رہگئی پھر اُسنے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا تو مولے پر
دو ہزار درم کی ڈگری کیجائیگی پس دوسرے مقتول کا وارث اُسمین سے ہزار درم لے لیگا اور باقی ہزار درم مین
سے پانچ سو درم مین حق اول و دوم جمع ہوا اور حق اول دس ہزار کا اور حق دوم نو ہزار کا ہے پس پانچ سو درم دونون
مین انیس حصون پر تقسیم ہونگے جسمین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملینگے اور باقی پانچ سو درم مین
سب تینون کا حق جمع ہوا پس وہ سب مین بقدر ہر ایک کے حق کے تقسیم ہونگے پس تیسرا اُسمین بحساب دس ہزار
اور دوسرا بھی بقدر دس ہزار کے سوا اُسقدر کے جسکو وہ مرتبہ لے چکا ہے اور اول بقدر دس ہزار کے سوا اُسقدر
کے جسکو ایک مرتبہ لے چکا ہے شریک کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو دیدی اور اُسمین کچھ عیب
نہین پیدا ہوا ہے پھر اُسنے دوسرے شخص کو خطا سے قتل کیا پس اگر یہ قیمت اول کو بحکم قاضی دی ہے تو دوسرے کو مولے سے
لینے کی کوئی راہ نہوگی لیکن اول کا دامنگیر ہوکر اُس سے نصف قیمت لے لیگا اور اگر اول کو قیمت بغیر حکم قاضی دی ہے تو
نزدیک امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر یہی حکم ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے کو خیار ہوگا چاہے
اول سے نصف قیمت لے لے اور چاہے مولے سے لے اور اگر اُسنے مولے سے نصف قیمت لے لی تو مولے اُسکو اول
سے واپس کر لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اسی طرح اگر مولے کی بلا اجازت مدبر نے عام مسلمانون کی راہ مین کنوان کھودا اور اُسمین
کوئی آدمی گر گیا اور مر گیا پھر مولے نے اُسکی قیمت ولی جنایت کو بغیر حکم قاضی دیدی پھر اُسمین دوسرا آدمی گر گیا پس آیا دوسرے
کے وارث کو مولے کے دامنگیر ہونے کا اختیار ہے یا نہین ہے سو اس مسئلہ مین بھی ایسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا۔ اور
اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کنوان کھودنے والا غلام محض ہو اور مولے نے وہ غلام وارث مقتول کو دیدیا پھر اُسمین

دوسرا گر گیا اور مر گیا تو دوسرا مولے سے کچھ نہین لے سکتا ہی خواہ مولے نے غلام مذکور اول کو بحکم قاضی دیا ہو یا بغیر
حکم قاضی دیا ہو اور یہ بھی اجماع ہی کہ اگر مولے نے مقتول اول کے وارث کو مدبر کی قیمت ندی یہانتک کہ دوسرا آدمی اس
کنوین مین گر کر مر گیا پھر مولے نے اسکی قیمت بغیر حکم قاضی کے اول کو دیدی تو مقتول دوم کے وارث کو اختیار ہوگا کہ مولے
کا دامنگیر ہو کر اس سے مدبر کی نصف قیمت لے لے پھر مولے اسکو وارث اول سے واپس لیگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر
مدبر نے راہ مین پتھر رکھدیا یا پانی بہا دیا یا جانور سطح بانکا کہ کوئی تلف ہوا تو یہ بمنزلہ کنوان کھودنے کے ہی یہ محیط سرخسی
مین ہی۔ مدبر نے اگر خطا سے جنایت کی اور اسکی قیمت بلا حکم قاضی دیگئی پھر وہ مکاتب کردیا گیا پھر اسنے جنایت کی اور
قیمت دینے کا حکم دیا گیا اور پھر نہ دیگئی پس اسنے دوسری جنایت کی پھر مکاتب سو درم چھوڑ کر مر گیا تو سو درم دوسرے
مقتول کے وارث کو ملینگے اور تیسرے کو اختیار ہوگا چاہے اول کے ساتھ شریک ہو جاوے یا مولی کا دامنگیر
ہو یہ کافی مین ہی۔ اور اگر مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اسکی قیمت اسوقت ہزار درم ہی پس بحکم قاضی مولے نے
قیمت اسکو دیدی پھر اسکی قیمت پانچسو درم رہگئی پھر اسنے دوسرے کو قتل کیا تو ہزار درم جو اول نے وصول کیے ہین
انمین سے پانچسو درم خاص اول کے ہونگے اور پانچسو درم باقی مین دونون شریک ہونگے پس اول پانچسو درم کم
دس ہزار کے حساب سے اور دوسرے مقتول کا ولی پورے دس ہزار کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس یہ دراہم
دونون مین انتالیس حصون پر ہر پانچسو درم کا ایک حصہ قرار دیکر تقسیم ہونگے پس انیس ۱۹ حصہ اول کو اور بیس ۲۰ حصے دوم
کو ملینگے یہ مبسوط مین ہی۔ اصل مین فرمایا کہ اگر مدبر نے اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو اسکی جنایت ہدر ہوگی اور اسپر واجب
ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے بسبب رد وصیت کے اور اگر مدبر نے اپنے مولی کو عمداً قتل کیا تو اسپر اپنی قیمت
کے واسطے سعایت کرنا واجب ہوگا اور قصاص واجب ہوگا اور جب سعایت و قصاص دونون واجب ہوئے تو وارثون کو
اختیار ہوگا چاہین اسکی قیمت کے واسطے اس سے سعایت کرا کر پھر اسکو قتل کرین یا فی الحال اسکو قتل کردین اور اپنا حق
سعایت باطل کردین۔ اور اگر مولے کے دو بیٹے ہون کہ انکے سوا اسکا کوئی وارث نہو پس ایک نے اسکو عفو کیا تو
مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے پس پوری قیمت مین بوجہ رد وصیت
کے سعایت کریگا کہ وہ دونون مین برابر تقسیم ہوگی اور نصف قیمت خاص اس وارث کے واسطے جسنے عفو نہین کیا ہی
یہ محیط مین ہی۔ ایک غلام تاجر نے جسپر قرضہ ہی اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو اسپر اپنی قیمت کے واسطے جو قرضخواہون
کو ملیگی سعی کرنی واجب ہی پھر اگر اس قیمت کے بعد بھی قرضہ رہجاوے تو بحالہ باقی رہیگا۔ اسی طرح اگر غلام ماذون نے
جسپر قرضہ ہو اپنے مولے کو مجروح کیا کہ وہ چارپائی پر پڑ گیا اور برابر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا حالانکہ اسنے بیماری مین
اس غلام کو آزاد کردیا ہی اور اس غلام کے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہی تو بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر اسنے ایسی حالت مین
آزاد کیا کہ جب چلتا پھرتا تھا پس اگر کچھ مال چھوڑا ہو تو قرضخواہون کو اختیار ہوگا چاہین مولے کے ترکہ سے اسکی قیمت وصول
کرین اور باقی قرضہ کو غلام سے لین یا پورا قرضہ غلام سے وصول کرین۔ اور غلام پر وارثان مولے کے واسطے سعایت
واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر اسکو مولے نے اپنے مرض مین آزاد کیا اور اسکے سوائے اسکا کچھ مال نہین ہی پھر اسنے
اپنے مولے کو خطا سے قتل کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک دو قیمتون کے واسطے سعایت کریگا اور صاحبین رح کے نزدیک
ایک قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور مولے کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر مولے کا مال ہو اور

یہ غلام اُسکی تہائی سے نکل سکتا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مدبر نے اپنے مولیٰ کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین ایک مدبر کا بیٹا ہے تو مدبر پر دو قیمتون کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوگی ایک قیمت بسبب رد وصیت کے اور دوسری بسبب جنایت کے یہ مبسوط مین ہے۔ مدبرہ باندی نے جو حاملہ ہے اپنے مولےٰ کو خطا سے قتل کیا پھر مولے کی موت کے بعد اُسکے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کچھ سعایت نکریگا اور اگر اُسنے مولے کو مجروح کیا پھر بچہ جنی پھر مولے اُس زخم سے مرگیا تو مدبرہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور بچہ مولے کے تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مدبر دو آدمیون مین مشترک ہو اور اُسنے ایک مولے کو قتل کیا اور ایک اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مولے سے پہلے اجنبی کے خون کا تصفیہ کیا جائیگا پس زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی اور مولاے مقتول کے مال سے نصف قیمت واجب ہوگی پھر اس پوری قیمت مین سے مولاے مقتول کے وارث کو چوتھائی حصہ ملیگا اور اجنبی کے وارث کو تین چوتھائی۔ اسوجہ سے کہ مولاے مقتول نے جو کچھ تاوان دیا ہے اُسمین اُسکا کچھ حق نہین ہے کیونکہ خطا سے مدبر کی جنایت اپنے مولے پر ہدر ہوتی ہے پس نصف قیمت وارث اجنبی کو مسلم رہیگی پھر دوسرے نصف مین وارث مقتول وارث اجنبی کے ساتھ شریک ہوگا پس پانچ ہزار کے حساب سے یہ اور پانچ ہزار کے حساب سے وہ اس نصف قیمت مین شریک ہونگے پس دونون مین نصفا نصف ہوگی پھر مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کرے جسمین سے نصف وارثان مولاے مقتول کو اور نصف مولاے زندہ کو ملیگی۔ اور اگر اُسنے مولے کو عمداً قتل کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہٖ رہے تو مولاے مقتول کے مال سے اور مولاے زندہ سے اُسکی پوری قیمت وارث مقتول اجنبی کو دلائی جائیگی پھر مدبر اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا وہ دونون مولاؤن مین نصفا نصف ہوگی اور غلام مذکور قصاص مین قتل کیا جائیگا اور اگر مقتول عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کیا تو جسنے عفو نہین کیا ہے اُسکے واسطے نصف قیمت کی سعایت کریگا اور قصاص ساقط ہوگا۔ اور اگر مدبر نے کسی کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو ولی ہین پس دونون مین سے ایک نے عفو کیا پھر ہر دو مولے مین سے ایک کو خطا سے قتل کیا تو زندہ مولے پر اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی پس اس نصف کے دو حصہ ہو کر ایک حصہ وارث مولاے مقتول کو اور ایک حصہ مین سے آدھا وارث مولاے مقتول کو اور آدھا وارثان عمد کے اُس وارث کو جسنے عفو نہین کیا ہے ملیگا اور مال قتیل سے چوتھائی قیمت مدبر اُس وارث عمد کو دلائی جائیگی جسنے عفو نہین کیا ہے پھر مدبر اپنی پوری قیمت کے واسطے سعایت کریگا جو مولاے زندہ اور وارثان مولاے مقتول کے درمیان مشترک ہوگی۔ اور اگر مدبر نے اپنے دونون مولاؤن کو خطا سے قتل کیا تو رد وصیت کی وجہ سے اپنی پوری قیمت کے واسطے دونون کے وارثون کے لیے سعایت کریگا اور ہر دو فریق وارث مین سے ایک کا دوسرے پر کچھ نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک مدبر چھوڑا اور سواے اِسکے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر مدبر نے کوئی جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ جنایت اور اپنی قیمت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مدبر اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور صاحبین رح کے نزدیک یہ مدبر گویا آزاد قرضدار ہے پس جرمانہ اُسکی مددگار برادری پر ہوگا اور اگر میت کا کچھ مال ہو جسمین سے تہائی مال سے یہ غلام برآمد ہوتا ہو تو بالاتفاق جرمانہ مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر اسنے مرض الموت مین کسی غلام کو آزاد کیا تو ایسی صورت مین مدبر اور ایسے غلام دونون کا حکم یکسان ہے لیکن مولے پر جنایت کرنے مین دونون کے حکم مین فرق ہے تو مدبر خطا

سے اپنے مولے پر جنایت کرنے سے سعایت نکریگا اور دوسرا امام اعظم رہ کے نزدیک مکاتب ہو کہ جسنے اپنے مولے پر جنایت
کی ہو اور مکاتب اپنے مولے پر خطا سے جنایت کرنے سے سعایت کرتا ہو پس اگر سعایت کرنے سے پہلے مرگیا اور مال
چھوڑا اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوا تو اُسکے مال مین سے اُسکی قیمت اور ارش جنایت سے کم مقدار دلائے جانے کا
حکم ہوگا اور اگر اُسنے کوئی بچہ چھوڑا ہو تو وہ اس سب کے واسطے یعنی قرضہ و جنایت و حق وارثان سب کے واسطے
سعایت کریگا اور اگر اُسنے حصہ وارثان کے واسطے سعایت کی اور ہنوز حصہ جنایت کے واسطے سعایت نکی تھی کہ مرگیا اور ایک بچہ
چھوڑا تو اُسکے بچہ پر کچھ واجب نہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے جنایت کی تو وارثان
کو اختیار ہے چاہین بعوض جنایت کے دیدین پس عتق باطل ہو جائیگا اور چاہے بطور احسان کے اُسکا فدیہ دیدین پھر
اُسکو آزاد کردین خواہ تہائی مال میت سے نکلتا ہو یا نہین پس اگر تہائی مال سے نکلتا ہو تو اپنی قیمت کی دو تہائی کیواسطے
وارثون کے لیے سعایت کریگا اور اگر اُسکو جنایت مین دینے یا اُسکا فدیہ دینے سے پہلے وارثون نے اُسکو میت کی طرف سے
آزاد کردیا تو اسکو امام محمد رح نے ذکر نہین کیا ہو اور فقیہ ابو جعفر رح نے فرمایا کہ جب اُنھون نے جنایت کا حال معلوم کیا تو وے
فدیہ اختیار کرنے والے ہوگئے اور اگر نجانتے تھے تو ارش جنایت اور اُسکی قیمت سے کم مقدار کے ضامن ہونگے یہ محیط سرخسی
مین ہو۔ ایک مدبرہ کے ایک بچہ پیدا ہوا اور ہر ایک کی قیمت تین سو درم ہو پھر مدبرہ نے ایسی جنایت کی جسنے اُسکی گردن کو
گھیر لیا اور اُسکا مولے مرگیا اور سوائے ان دونون کے کچھ مال نچھوڑا تو دونون صاحب جنایت اور وارثون کے واسطے دو
تہائی قیمت یعنی دو سو درم کی سعایت کرینگے اور ایک تہائی یعنی سو درم انہین کو مسلم رہینگے یہ کافی مین ہو۔ اور اگر مدبر نے
کسی کو خطا سے قتل کیا اور مال تلف کردیا تو مولے پر وارثان مقتول کے واسطے اُسکی قیمت واجب ہوگی اور مدبر پر واجب
ہوگا کہ جو مال اُسنے تلف کیا ہو وہ سعایت کرکے ادا کرے اور کوئی فریق حقدار دوسرے کے ساتھ جو اُسنے لیا ہو شریک
نہوگا اور اگر انہین سے کسی مقدمہ کی بابت حکم ہونے سے پہلے مولے مرگیا اور سوائے اس مدبر کے اُسکا کچھ مال نہین ہو تو مدبر
اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور صاحب جنایت اس قیمت کے مستحق نہونگے بلکہ قرضخواہون کو جنکا مال تلف کیا ہو اس
مال کے لینے کی ترجیح ہوگی اور اگر مال قرضہ بہ نسبت قیمت کے زائد ہو تو وہ زیادتی کے واسطے بھی سعایت کریگا۔ اور اگر
قیمت کی بہ نسبت قرضہ کم ہو تو قرضہ سے جسقدر زائد ہو وہ وارثان جنایت کو ملیگا اور اس سے زیادہ وارثان جنایت کا اُسپر
کچھ حق نہوگا اسی طرح اگر مولے پر قاضی نے وارثان جنایت کے واسطے اُسکی قیمت کی ڈگری کی اور مدبر پر مال کے واسطے سعایت
کرنے کا حکم کیا ہو اور ہنوز مولے زندہ ہو تو بھی حکم یہی ہو اور ام ولد صاحب جنایت کے واسطے کچھ سعایت نکریگی یہ مبسوط مین
ہو۔ اور اگر مدبر نے دو آدمیون کا مال تلف کیا اور ایک کے نام مدبر پر سعایت قیمت کا حکم دیا گیا تو دوسرا حقدار بھی اس مین
شریک ہو جائیگا اور اگر سعایت کرنے سے پہلے مدبر مرگیا تو باطل ہوگیا اور اگر اسکو مال ہبہ کیا گیا تو بہ نسبت مولے کے اُسکے
قرضخواہ اسکے حقدار ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر مدبر نے ہزار درم کسی کا مال تلف کردیا پھر اُسکو مولے نے
آزاد کردیا تو صاحب قرض کے واسطے کچھ ضامن نہوگا اور اگر مولے نے اُسکو آزاد نکیا بلکہ مدبر کو کسی شخص نے قتل کر ڈالا
اور اُسکی قیمت تاوان ادا کردی حالانکہ مدبر نے بھی اپنی زندگی مین جنایت کی تھی پھر مولے مرگیا اور اُسکا مال سوائے
اس قیمت کے نہین ہو تو قرضخواہ کو بہ نسبت صاحب جنایت کے قیمت پانے مین ترجیح ہو یہ شرح مبسوط مین ہو
اور اگر مدبر کو کسی نے غصب کرلیا اور اُسنے غاصب کے پاس جنایت کی تو مولی اُسکی قیمت اور ارش دونون مین سے

کم مقدار کا ضامن ہوگا اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ مبسوط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کسی مدبر کو غصب کیا اور اسکے پاس مدبر
نے ایک شخص کو عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور کہا کہ یہ قتل مولے کے پاس ہوا ہے تو مولے کے پاس یہ قتل ہونا یا غاصب
کے پاس ہونا دونون طرح کا اقرار یکسان ہے اور جب مولے کے پاس واپس دیے جانے کے بعد وہ قصاص مین قتل
کیا جاوے تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی اور اگر دو ولی عمد مین سے ایک نے عفو کیا تو دوسرے کو کچھ نملیگا
اور اگر اسنے غاصب کے پاس چوری کا اقرار کیا یا اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مولے کو واپس دینے کے بعد وہ ردت
پر قتل کیا گیا تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی یا اگر ہاتھ کاٹا گیا تو غاصب پر نصف قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔
ایک شخص نے ایک مدبر کو غصب کیا اور اسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر اسنے مولے کو واپس دیا پھر دوبارہ
غصب کیا پھر اسنے غاصب کے پاس دوسری جنایت کی تو مولے پر اسکی قیمت واجب ہوگی جو دونون صاحب جنایت
کے درمیان نصفا نصف ہوگی پھر غاصب سے اسکی قیمت لیکر نصف قیمت اول کو دیدیگا پھر اسکو دوبارہ غاصب سے
واپس لیگا اور وہ مولے کو مسلم ہوگی کذا فی شرح الجامع الصغیر للصدر الحسام رحمہ اللہ تعالے اگر ایک شخص نے ایک مدبر
غصب کیا اسنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولے کو واپس دیا پھر اسنے مولے کے پاس دوسری جنایت کی
تو مولے پر اسکی قیمت دونون فریق جنایت کے واسطے نصفا نصف واجب ہوگی پھر مولے اسکی قیمت دونون کو ادا
کرنے کے بعد نصف قیمت غاصب سے لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر اسکو دوبارہ غاصب سے واپس لیگا یہ امام اعظم رح و امام
ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف قیمت غاصب سے لیگا اور وہ مولے کو مسلم ہوگی
اور اگر اسنے پہلے مولے کے پاس جنایت کی ہو پھر غاصب کے پاس جنایت کی تو مولے اسکی قیمت ہر دو فریق وارثان
جنایت کے درمیان نصفا نصف دیدیگا پھر غاصب سے نصف قیمت واپس لیکر ولی اول کو دیدیگا پھر بالاتفاق اسکو
غاصب سے واپس نہ لیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر مدبر نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا پھر اسکو ایک شخص نے غصب
کر لیا اور غاصب کے پاس اسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا پھر اسنے مولے کو واپس کیا تو وہ غلام قصاص مین
قتل کیا جائیگا اور مولے پر واجب ہوگا کہ جو جنایت خطا سے اسنے مولے کے پاس کی تھی اسکے عوض اسکی قیمت
مقتول کے وارث کو دے پھر غاصب سے اسکی قیمت واپس لیگا اور اگر دو وارثان عمد مین سے ایک نے خون
معاف کیا تو ایک وارث عمد و وارث خطا کے درمیان اسکی قیمت چار حصے ہو کر تقسیم ہوگی یہ امام ابو یوسف رح و
امام محمد رح کا قول ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک تین تہائی تقسیم ہوگی پھر جسقدر وارث عمد نے اس سے لیا ہے اسکو
غاصب سے لیکر وارث خطا کو دیدیگا۔ اور اگر اسنے پہلے غاصب کے پاس عمداً قتل کیا پھر غاصب نے مولے
کو واپس دیا اور مولے کے پاس اسنے خطا سے ایک آدمی قتل کیا بعد ازانکہ ہر دو وارث عمد مین سے ایک
وارث اسکو خون معاف کر چکا ہے تو مولے پر ہر دو فریق کے مستحق وارثون کے درمیان اسکی قیمت اسی حساب سے واجب ہوگی
جیسے ہمنے بیان کی ہے پھر غاصب سے اسقدر قیمت جو وارث عمد نے جسنے معاف نہین کیا ہے وصول کی ہے تو
لیکر اسی وارث کو جسنے معاف نہین کیا ہے آدھی قیمت غلام پوری کردیگا پھر جسقدر مین نصف قیمت پوری کر دی ہے
اسکے مثل غاصب سے دوبارہ واپس لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی کو قتل کیا اور مولے
نے اسکی قیمت تاوان دیدی اور اسکو غاصب سے لے لیا پھر اسکو دوسرے غاصب نے غصب کیا اور اسکے

پاس بھی اُسنے کسی کو قتل کیا تو اُسکا وارث بھی اُسی قیمت مین جسکو پہلے نے وصول کیا ہو شریک ہو جائیگا پھر موے دوسرے
غاصب سے نصف قیمت لیکر ولی مقتول اول کو دیدیگا یہ محیط سرخسی مین ہو- اگر مدبر نے غاصب کے پاس کسی شخص کو
خطا سے قتل کیا اور مال تباہ کر دیا پھر اسکو کسی آدمی نے خطا سے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر واجب ہوگا کہ اسکی
قیمت اس شخص کو جسکا مال تباہ کیا ہو دیدے اور موے پر واجب ہوگا کہ بسبب جنایت کے اسکی قیمت وارث جنایت کو
دیدے پھر اس سب کو غاصب سے واپس لیگا- اور اگر مدبر یا غلام غصب کیا اور اُسنے غاصب کے پاس مال تلف کیا پھر
اُسنے موے کو واپس کیا اور وہ مرگیا تو جسکا مال تلف کیا ہو اُسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ اسکے حق کا محل فوت ہو گیا ہو اور محل حق
کمائی ہوئی ہو یا رقبہ کی مالیت اور موے کا بھی غاصب پر کچھ واجب نہوگا- اور اگر واپس دینے سے پہلے وہ غاصب کے
پاس مرگیا تو غاصب پر اسکی قیمت واجب ہوگی پھر جب موے اُسکو وصول کرلے تو قرضخواہون کو دیدیگا پھر اسکے مثل موے
دوبارہ غاصب سے واپس لیگا اور اگر وہ موے کے پاس خطا سے قتل کیا گیا تو قاتل کی مددگار برادری پر قرضخواہون کے
واسطے اسکی قیمت واجب ہوگی جسکو مولی وصول کر کے قرضخواہون کو دیدیگا پھر اس قیمت کو غاصب سے واپس لیگا اور اگر
مدبر نے موے کے پاس مال تلف کر دیا پھر اُسکو غاصب نے غصب کر لیا اور اُسکے پاس مدبر نے راہ مین کنوان کھودا پھر اُسنے
موے کو واپس کر دیا پھر اُسکو کسی شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکی قیمت مولی کو تاوان دیدی اور اس قیمت کو قرضخواہون
نے لے لیا پھر کنوین مین ایک چوپایہ گر کر مرگیا تو اُسکا مالک صاحب قرض کے ساتھ جسنے قیمت وصول کی ہو قیمت مین حصہ
رسد شریک ہو جائیگا پھر مولی اسکو غاصب سے واپس لیکر اسکو صاحب قرضہ کو دیدیگا پھر اگر دوسرا آدمی کنوین مین گر کر مرگیا تو
مولی پر مدبر کی قیمت واجب ہوگی اور اسکو غاصب سے واپس لیگا یہ مبسوط مین ہو- اور اگر مدبر نے غاصب کو یا اُسکے مملوک
کو یا ایسے شخص کو جسکا غاصب وارث ہو سکتا ہو قتل کیا تو خون ہدر رہیگا یہ محیط سرخسی مین ہو- اور اگر مدبر کے دو مولاؤن مین سے
ایک نے اُسکو غصب کر لیا اور اُسکے پاس مدبر نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر اُسکو واپس کر دیا پھر اُسنے کسی شخص کو عمداً قتل کیا
اور مقتول کے دو وارث ہین انہین سے ایک نے خون معاف کیا تو دونون پر اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی جسمین سے تین
چوتھائی وارث مقتول خطا کو اور ایک چوتھائی اُس وارث عمد کو جسنے خون معاف نہین کیا ہو ملیگی پھر جس موے نے غصب
نہین کیا ہو وہ غصب کرنے والے سے تین چوتھائی قیمت مدبر کا نصف لے لیگا یعنی جسقدر اُسنے وارث مقتول خطا کو تاوان دیا
ہو لے لیگا پھر اسمین سے وارث خطا کو آٹھوان حصہ غلام کی قیمت کا دیدیگا اور پھر مولا سے غاصب سے اسکو واپس لیگا یہ
شرح مبسوط مین ہو اور ذمی کا مدبر غلام ان سب احکام مین مثل مدبر غلام مسلمان کے ہو اور ذمی کے غلام مدبر کی جنایت اُسکے
موے پر ہوگی لیکن موے کے مسلمان ہونے کی وجہ سے مدبر ذمی مذکور پر سعایت کا حکم دیا جائیگا حتی کہ اُسکا حکم مثل حکم مکاتب کے
ہوگا- اسی طرح حربی مستامن کے مدبر کا بھی یہی حکم ہو- لیکن اگر حربی مذکور نے اُسکو دارالاسلام مین مدبر کیا پھر دو دارالحرب مین
واپس گیا اور وہان مسلمانون نے ملک فتح کر کے اُسکو قید کیا تو مدبر آزاد ہو جائیگا اور وہ فئی مسلمانان ہوگا اور مدبر نے
جو جنایت اُسکے قید ہو جانے کے بعد کی ہو اُسکا وہ ضامن نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو- اور اگر ام ولد نے عمداً اپنے موے کو
قتل کیا پس اگر موے کا اُس سے کوئی بچہ نہو تو ام ولد مذکورہ پر قصاص واجب ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی بسبب
اسکے کہ وہ آزاد ہو گئی ہو اور اگر موے کی اُس سے اولاد ہو تو اُسپر قصاص واجب نہوگا پھر وہ اپنی پوری قیمت کیواسطے
سعایت کریگی یہ محیط مین ہو- اور اگر موے کو اسکے ام ولد نے عمداً قتل کیا اور وہ موے سے حاملہ ہو اور اُسکا کوئی بچہ نہین

جو تو اسپر قصاص واجب نہوگا پس اگر ام ولد پیٹ کے بچہ کو زندہ جنی تو تمام وارثون کے واسطے ام ولد مذکورہ پر اُسکی
قیمت واجب ہوگی اور اگر مردہ بچہ جنی تو اُسپر قصاص واجب ہوگا اور اگر کسی شخص نے اسکے پیٹ مین صدمہ پہونچایا کہ وہ
بچہ مردہ ساقط ہوا تو مارنے والے پر غرہ واجب ہوگا اور ام ولد کو اس غرہ مین سے میراث ملیگی اور وہ اپنے مولے کے
قصاص مین قتل کیجائیگی پھر غرہ مین سے جو اُسکی میراث تھی وہ اُسکے مولے کے بیٹون کو میراث ملیگی اور وہ لوگ اسکی
میراث سے محروم نہونگے اسواسطے کہ اُنھون نے اسکو حق پر قتل کیا ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولے کو اور ایک
اجنبی کو عمداً قتل کیا اور مولے سے اُسکے کوئی اولاد نہین ہے پھر مولی کے دو وارثون مین سے ایک نے اور اجنبی کے دو
وارثون مین سے ایک نے اس ام ولد کو ساتھ ہی خون معاف کیا تو ام ولد پر اُسکی نصف قیمت ہر دو وارثان باقی کے
واسطے واجب ہوگی اور یہ قیمت اسی کے مال سے واجب ہوگی مولے پر واجب نہوگی اور اگر دونون معاف کرنے والون نے
آگے پیچھے معاف کیا تو بالاتفاق اپنی تین چوتھائی قیمت کے واسطے سعایت کریگی پھر امام اعظم رح کے نزدیک یہ تین چوتھائی
قیمت بطریق عول و مضاربت کے تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک بسبیل منازعت کے تقسیم ہوگی اور واضح ہو
کہ بسبیل منازعت کے اس مسئلہ کی تخریج اس طرح پر ہے کہ ہر دو ولی مولے مین سے ایک ولی کے واسطے جو نصف قیمت واجب
ہوئی ہے اُسمین سے چوتھائی قیمت ہر دو ولی اجنبی مین سے ایک ولی کے تعلق حق سے فارغ ہے پس وہ ولی مولے کو بلا منازعت
دیدی جائیگی اور چوتھائی قیمت جو نصف واجب سے زائد ہے وہ مستحق ولی اجنبی کو بلا منازعت دیدی جائیگی اور باقی رہی
ایک چوتھائی قیمت اسمین دونون منازعت یکسان ہین پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی پس ہر دو مستحق مین سے
ہر ایک کا حصہ قیمت کا تین آٹھوان حصہ ہوے۔ اور بطریق عول و مضاربت کے اسکی تخریج اس طرح ہے کہ نصف قیمت جو اول
کے واسطے واجب ہوئی اُسمین دو حق مجتمع ہوئے ایک حق مولے اُسکے پورے کے حساب سے اور حق دیگر اُسکے نصف کے
حساب سے پس اسمین ہر ایک بمقدار اپنے حق کے شریک کیا جائیگا پس اُسکے تین حصے ہوکر دو حصہ اول کو اور ایک حصہ
دوسرے کو ملیگا اور پھر وہ چوتھائی قیمت کا مستحق ہوا ہے اور یہ چھٹا حصہ اور چھٹے حصہ کا نصف ہے پھر اسکو پہلے حصہ کیطرف ملانے
سے اُسکے واسطے دو تہائی قیمت اور بارھوان حصہ قیمت ہوگیا۔ اور اگر ام ولد نے اپنے مولی کو قتل کیا اور مولی کا اس سے کوئی بچہ ہے
اور ایک اجنبی کو بھی قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو عفو کیا تو ام ولد مذکورہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگی
جسمین سے دو تہائی وارثان مولی کو ملیگی اور ایک تہائی اجنبی کے وارث کو جسنے عفو نہین کیا ہے ملیگی یہ امام اعظم رح کے نزدیک
ہے اور صاحبین رح کے نزدیک تین چوتھائی وارثان مولے کو ملیگی اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے سے پہلے وارثان مولے
نے قیمت بحکم قاضی لے لی تو وارثان اجنبی کو اُسمین شرکت کرنے کا اختیار ہے اور ام ولد مذکورہ کے دامنگیر نہونگے اسواسطے کہ جو کچھ
اُسپر واجب تھا اُسنے ادا کر دیا اور اسی طرح اگر بغیر حکم قاضی لے لی ہو تو بھی صاحبین رح کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام اعظم رح کے نزدیک
اُنکو اختیار ہوگا۔ اور اگر اجنبی کے وارث کے عفو کرنے کے بعد اُنھون نے لے لی ہو تو صحیح ہے کہ وارث اجنبی کو اختیار ہوگا
چاہے وارثان مولی نے بحکم قاضی لی ہو یا بدون حکم قاضی وصول کر لی ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے
بحکم قاضی لینے کی صورت اور بغیر حکم قاضی لینے کی صورت دونون صورتون مین فرق کیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر مدبر و مکاتب
و ام ولد و غلام سب نے متفق ہوکر ایک شخص کو قتل کیا پس ہر ایک نے چوتھائی جان تلف کی ہے پس مولا سے غلام سے کہا جائیگا
کہ اسکو دیدے یا چوتھائی دیت اسکا فدیہ دے اور مکاتب اپنی قیمت اور چوتھائی دیت دونون مین سے کم مقدار کیواسطے سعی

کریگا اور مولاے مدبر وام ولد پر ہر ایک کی قیمت اور جو تہائی دیت ہین سے کم مقدار واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے

فصل سوم ۔ مکاتب کی جنایت وجنایت کا اقرار کرنے کے بیان مین ۔ مکاتب نے اگر ایسی جنایت کی جس سے مال واجب ہوتا ہے تو وجوب مال مکاتب ہی پر ہوگا اُسکے موے پر نہوگا یہ بالاجماع ہے ہمارے علما رمین ہمین اختلاف نہین ہے یہ ذخیرہ مین ہے ۔ اگر مکاتب نے خطا سے جنایت کی تو اُسپر واجب ہے کہ اپنی قیمت جو جنایت کے روز تھی اور مقدار ارش جنایت مین سے جو کم مقدار ہوا داکرے یہ شرح مبسوط مین ہے ۔ اگر مکاتب نے جسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہے کسی شخص کو قتل کیا تو دس درم کم دس ہزار درم کے واسطے سعایت کریگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر وارث جنایت اور مکاتب نے مکاتب کے روز جنایت کی قیمت مین اختلاف کیا تو مکاتب کا قول قبول ہوگا یہ حاوی مین ہے اسی طرح اگر مکاتب کی آنکھ پھوڑی گئی پس مکاتب نے کہا کہ میری آنکھ پھوڑی جانے کے بعد مین نے جنایت کی ہے تو قول اُسی کا قبول ہوگا یہ مبسوط مین ہے ۔ مکاتب کے نفس جنایت کرنے سے امام اعظم رح وامام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق یہی واجب ہوتا ہے کہ وہ دیدیا جاوے اور اس واجب کی تحویل مال کی جانب تین باتون مین سے ایک بات کے پائے جانے سے ہوتی ہے یا تو قاضی نے مال کا حکم دیا ہو یا مال پر صلح ہوگئی ہو یا بسبب عتق کے یا وفاے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مکاتب کے مرنے سے اسکے دیے جانے سے یاس ہو جاوے پس اگر مکاتب نے جنایت کی اور عاجز ہو کر پھر رقیق ہوگیا پس اگر قاضی کے مال کا حکم دینے سے یا مال پر باہمی صلح ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا ہو تو موے سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دیدے اور اگر بعد قاضی کے مال کا حکم دینے یا باہمی مال پر صلح کرنے کے وہ عاجز ہوا تو امام اعظم رح وامام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کے موافق وہ اس مال کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور خود دیا نجائیگا یہ محیط مین ہے ۔ اور اگر حاکم نے جنایت کے عوض مال کا حکم دیا تو مکاتب کے ذمہ بطور قرضہ ہو جائیگا اور اُسکی گردن پر سے ساقط ہو جائیگا اور قبل ایسے حکم کے اُسکی گردن پر ہوگا یہ حاوی مین ہے ۔ اور اگر مکاتب نے چند جنایتین کین پھر اُسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو مکاتب پر اُسکی قیمت وارش جنایت سے کم مقدار اُسکے ذمہ قرضہ ہو جائیگی ۔ اور اگر اُسپر اس مال کا حکم دیا گیا اور اُسنے بعض کا حق ادا کیا تو جو اُسنے کیا ہے وہ جائز ہوگا اور دوسرے والیان جنایت اُسکے اس مال مین شریک نہونگے اور اگر اُسپر جنایت کی ڈگری نہوئی یہانتک کہ وہ عاجز ہوگیا پھر موے نے اُسکو آزاد کر دیا پس اگر جنایت سے آگاہ ہوکر آزاد کیا تو وہ فدیہ اختیار کرنے والا ہوا اور اگر آگاہ نہ تھا تو اُسنے اُسکے رقبہ کو تلف کیا اسواسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہے ۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کچھ ڈگری نکی گئی یہانتک کہ وہ عاجز ہوگیا اور اُسپر قرضہ ہے اور موے نے اُسکو جنایت مین دیدیا تو قرضخواہ اُسکو قرضہ مین فروخت کرا سکتا ہے اور اگر موے نے اُسکا فدیہ دیدیا تو قرضہ مین فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے ۔ اور اگر مکاتب نے خطا سے دوسری جنایت کی پس اگر قاضی نے دوسری جنایت کرنے سے پہلے اُسپر اُسکی قیمت وارش جنایت مین سے کم مقدار کا حکم دیا ہو تو اُسپر دوسرے مقتول کے وارث کے واسطے بھی اُسی قدر واجب ہوگا بمقدار پہلے کے واسطے واجب ہے یہ ذخیرہ مین ہے ۔ اسی طرح جو جنایت پہلی جنایت کے واسطے حکم ہو جانے کے بعد اُس سے صادر ہو اُسکا یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے ۔ اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت اول کے واسطے حکم نہ دیا ہو یہانتک کہ اُسنے دوسری جنایت کی تو اُسپر واجب ہوگا کہ دونون کے واسطے اپنی قیمت اور ہر دو جنایت کے ارش سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور یہ قیمت دونون مین مشترک ہوگی

اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح و دوم قول امام ابو یوسف رح کا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور ہر جنایت میں مکاتب کے روز جنایت کی
قیمت کی طرف لحاظ کیا جائیگا اور بعد جنایت کے اگر اسکی قیمت زیادہ ہو جاوے تو اسکا لحاظ و اعتبار نہو گا اور اگر مکاتب نے
ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور راہ میں ایک کنوان کھودا اور راہ میں کوئی امر ناجائز پیدا کر دیا پھر کنوین میں ایک آدمی گر کر
مرگیا پھر قاضی نے اُسپر کنوین میں گرنے والے اور مقتول کے واسطے اسکی قیمت کی ڈگری کی اور دونون کے واسطے اُسنے
سعایت کی پھر جو اُسنے راہ میں پیدا کر دیا ہے اُس سے کوئی آدمی تلف ہوا تو وہ بھی پہلے والون کے ساتھ اس قیمت میں شریک
ہو جائیگا اور اسی طرح اگر کنوین میں دوسرا آدمی گر کر مرگیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اُسنے دوسرا کنوان کھودا اور اُسمین کوئی آدمی گر کر
مرگیا تو قاضی اُسپر دوسری قیمت کی ڈگری کریگا اور اگر پہلے کنوین میں کوئی گھوڑا گر کر مرگیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہو گی
وہ اُسکے ذمہ قرضہ رہیگی کہ اُسکے واسطے وہ سعایت کریگا چاہے جسقدر ہو اور صاحبان جنایات اُسکے ساتھ شریک نہین ہو سکتے
ہین یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مکاتب نے کسی کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی اور ہنوز اُسپر کچھ حکم نہ دیا
گیا تھا کہ اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اور اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا
تو وہ مکاتب پر حکم کریگا کہ دو ہزار درم کے واسطے سعایت کرے جسمین سے ایک ہزار درم جو قیمت میں بڑھ گئے ہین خاصۃً مقتول
ثانی کے وارث کے ہونگے اور ایک ہزار درم جنایت اولی کے وقت کی قیمت میں اول و ثانی دونون کے ولی بقدر اپنے اپنے
حق کے شریک ہونگے اور ولی مقتول ثانی کا حق نو ہزار درم ہو گا اسواسطے کہ ایک ہزار درم اُسکو مل چکے ہین اور ولی اول کا
حق پورا دس ہزار درم کا ہو گا پس ہزار درم کے اُنیس حصے کیے جاوینگے جسمین سے دس حصے اول کو اور نو حصے دوم کو ملینگے
پس سعایت سے جو کچھ حاصل ہو اُسکا نصف خاصۃً دوسرے کا ہو گا اور باقی ایک نصف میں ۱۹ اُنیس حصے ہو کر اول و دوم بقدر
اپنے اپنے حق کے لے لینگے یہ محیط میں ہے۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت دو ہزار درم تھی پھر کانا ہو گیا
پھر اُسنے دوسرے کو خطا سے قتل کیا اُسوقت اُسکی قیمت ہزار درم تھی تو اُسپر دو ہزار درم کی ڈگری ہو گی جنمین سے ایک ہزار
درم خاصۃً اول کے ہونگے اور باقی ہزار درم دونون میں اپنے اپنے حق کے موافق مشترک ہونگے اور اول کا حق بحساب
نو ہزار درم کے اور دوسرے کا بحساب دس ہزار درم کے ہو گا پس ہزار درم دونون میں ۱۹ اُنیس حصے ہو کر تقسیم ہونگے جسمین سے
دس حصے دوسرے کے اور نو حصے اول کے ہونگے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا
پھر دوسرے کو خطا سے قتل کیا پھر اُسپر ایک جنایت کے مقدمہ میں حکم دیا گیا پھر اُسنے تیسرے کو خطا سے قتل کیا تو جسکے نام
ڈگری ہوئی ہے اُسکے واسطے نصف قیمت جسکی ڈگری ہوئی ہو ہو گی پھر تیسرے کے واسطے غلام کی نصف قیمت کی ڈگری
ہو گی وہ خاصۃً اُسکی ہو گی پھر جسکے نام کچھ ڈگری نہین ہوئی ہے اُسکے نام نصف قیمت کی ڈگری اس طرح ہو گی کہ وہ اُسکے
اور تیسرے کے درمیان تین تہائی ہو کہ جسمین سے دو تہائی دوسرے کو اور ایک تہائی تیسرے کو ملیگی یہ مبسوط میں
ہے۔ اور اگر مکاتب نے دو آدمیون کو خطا سے قتل کیا پس ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کی گئی اور دوسرا
غائب ہے پھر مکاتب نے تیسرے کو خطا سے قتل کیا پھر عاجز ہو کر رقیق کر دیا گیا تو مولے کو اختیار دیا جائیگا چاہے
اُسکو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر اُسنے دینا اختیار کیا تو مذکور ہے کہ نصف ولی مقتول ثالث کو دیدیگا پھر نصف
بعوض اُس نصف قیمت کے جسکی ڈگری ولی مقتول اول کے نام ہوئی فروخت کیا جائیگا اور دوسرا آدھا قتیل ثالث
اور ثانی کے وارثون کے درمیان بقدر اُن دونون کے حقوق کے تقسیم ہو گا اور دوسرے کا حق بحساب دس ہزار

مال جو ابتدا وجہ تھا حاصل کردیا ۱۲

کے ہوا ور تیسرے کا بحساب پانچ ہزار کے ہو پس دوسرا نصف ان دونون مین تین تہائی ہوگا کہ نصف کا دو تہائی دوسرے
کے وارث کو اور ایک تہائی تیسرے کے وارث کو ملیگا اور اگر اُسنے فدیہ دینا اختیار کیا تو دوسرے کو دس ہزار درم
اور تیسرے کو بھی دس ہزار درم فدیہ دیگا اور غلام مذکور دوم وسوم کے حق سے پاک ہو جائیگا اور اول کیواسطے
غلام کی نصف قیمت غلام پر قرضہ رہیگی پس مولے سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکا قرضہ ادا کرے یا غلام تیری طرف سے
فروخت کیا جائیگا پھر جب مولے نے قرضہ ادا نکیا حتے کہ بیع کرنا واجب ہوا تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ پورا غلام اُسکے
قرضہ مین فروخت کیا جائیگا نہ آدھا بخلاف اسکے اگر دوسرے کیواسطے نصف قیمت کا حکم دیا گیا اور مولے نے باقی دونون
کو فدیہ دیدیا کہ اس صورت مین اگر مولے نے قرضہ غلام ادا نکیا حتے کہ قرضہ کے عوض غلام کا فروخت کرنا لازم آیا تو
نصف غلام فروخت کیا جائیگا پورا نہین فروخت کیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اگر مکاتب نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور اُسکے
دو وارث ہین پس اُسپر قاضی نے ایک کے واسطے نصف قیمت کی ڈگری کر دی اور دوسرے کے واسطے کچھ حکم نکیا پھر
اُسنے دوسرے کو قتل کیا اور دوسرے نے آکر قاضی سے نالش کی اور مکاتب ہنوز مکاتب ہے تو اُسکے واسطے تین چوتھائی
قیمت کی ڈگری کریگا پھر اگر مکاتب عاجز ہو گیا اور دریافی شخص آیا تو مولے اُسکو چوتھائی غلام دیدیگا یا نصف دیت اُسکا فدیہ دیگا
یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے جنایت کی پھر مرگیا پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو کر مرا ہے اور سو درم چھوڑے
ہین حالانکہ کتابت کا مال اس سے زیادہ ہے تو جنایت باطل ہوگی اور سو درم جو اُسنے چھوڑے ہین وہ مولے کو ملینگے اور اگر اُسپر
جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد مرا ہے تو جسقدر اُسنے چھوڑا ہے اُنھین سے جنایت کا حق ادا کیا جائیگا۔ اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانیکے
بعد یا اس سے پہلے وہ اسقدر مال چھوڑ مرا جس سے کتابت ادا ہو جاوے تو جنایت باطل نہوگی بلکہ پہلے اس مال سے جنایت پھر کتابت
ادا کیجائیگی پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کو ملیگا یہ حکم اُسوقت ہے کہ مکاتب پر سوائے جنایت کے اور قرضہ نہو اور اگر سوائے
جنایت کے اُسپر اور قرضہ ہو اور اُسنے اسقدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرض جنایت وکتابت ادا ہو سکتی ہو پس اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانے
کے بعد مرا ہے تو ولی جنایت قرضخواہون کی راہ پر اُنکا شریک ہوگا اور قرضے جنایت پر مقدم نہونگے پس پہلے سب قرضے
مع جنایت ادا کیے جاوینگے پھر اگر کچھ باقی رہا تو وارثان مکاتب کا ہوگا اور اگر قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم نکیا ہو یہانتک کہ
وہ مرگیا تو جنایت پر قرضے مقدم ہونگے اور یہ سب اُسوقت ہے کہ جب مکاتب نے اسقدر چھوڑا ہو کہ جس سے قرضہ وجنایت وکتابت
سب ادا ہو سکتے ہین اور اگر کتابت ادا نہو سکے بلکہ فقط قرضے اور جنایت ادا ہو سکتی ہو پس اگر مکاتب کی موت سے پہلے
قاضی نے اُسپر جنایت کا حکم دیدیا ہو تو جنایت باطل نہوگی اور اُسکی کمائی سے قرضے وجنایت سب ادا کیے جاوینگے
اور اگر قاضی نے اُسپر قبل موت کے جنایت کا حکم ندیا ہو تو جنایت باطل ہو جائیگی اور اُسکی کمائی سے قرضہ ادا کیے جاوینگے یہ محیط
مین ہے۔ اور اگر مکاتب مرگیا اور اُسنے ایسی اولاد چھوڑی جو کتابت کی حالت مین اُسکی باندی سے پیدا ہوئی ہے اور اُسپر قرضہ
ہے اور جنایت ہو خواہ جنایت کا حکم قاضی نے دیدیا ہو یا نہین دیا ہو تو اُسکا فرزند قرضہ وجنایت وکتابت سب کے واسطے
سعایت کریگا اور انھین سے کسی کے ادا کرنے کی بابت اُسپر جبر کیا جائیگا اور اگر اُسپر جنایت کا حکم ہو جانے کے بعد
اُسکا فرزند عاجز ہو گیا اور رقیق کر دیا گیا تو فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن قرضخواہون و اولیاء جنایت کے درمیان حصہ رسد
تقسیم ہوگا اگر جنایت کا حکم ہونے سے پہلے عاجز ہو گیا تو جنایت باطل ہو جائیگی پھر قرضہ کیواسطے فروخت کیا جائیگا اور اگر
مکاتب کی موت کے وقت اُسکی ام الولد زندہ ہو اور مکاتب پر قرضہ ہو اور اُسپر جنایت کا حکم ہو گیا ہو یا نہین ہوا ہو تو مان

بچہ دونون پر مکاتب کی قیمت و ارش جنایت مع بدل کتابت مین سے جو کم مقدار ہو اُسکے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اگر دونون پر اسکا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو حتے کہ انہین سے کسی نے خطا سے کسی کو قتل کیا تو اس جنایت کرنے والے پر وارثان مقتول کے واسطے اُسکی قیمت کا حکم ہوگا سواے اُس مال کے جو دونون پر جنایت مکاتب کے ولی کا واجب ہو پھر اسکے بعد اگر دونون عاجز ہوگئے تو ہر ایک اپنی جنایت کے واسطے خاصتہً فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے اُسکی جنایت کے ولی کو دیکر کچھ باقی رہا تو مکاتب کی جنایت کے ولی کو ملیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک مکاتبہ نے جنایت کی پھر اسکے بچہ پیدا ہوا پھر وہ عاجز ہوگئی اور ہنوز اُسپر جنایت کا حکم نہین کیا گیا ہے تو وہ اکیلی دیدی جائیگی اور اگر مکاتبہ پر ڈگری کی گئی ہو پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ فروخت کیجائیگی پس اگر اُسکے ثمن مین جنایت کا پورا پڑا تو خیر ورنہ اُسکا بچہ بھی فروخت کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مکاتبہ مرگئی اور اُسنے سو درم اور ایک بیٹا جسکو وہ حالت کتابت مین جنی ہے چھوڑا اور مکاتبہ پر قرضہ ہے اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا ہے خواہ جنایت کا حکم اُسپر ہوچکا ہے یا نہین ہوا ہے تو اُسکے بیٹے پر حکم دیا جائیگا کہ جنایت اور کتابت کے واسطے سعایت کرے پھر یہ سو درم اہل جنایت و اہل قرضہ کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہونگے اور اگر بیٹے نے کچھ قرضہ لیا اور کوئی جنایت کی اور اُسپر اسکا مع اُسکے جو اُسپر اُسکی مان کی جنایت و قرضہ کا حکم دیا گیا ہے حکم کیا گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اس سب کے واسطے سعایت کرے پھر اگر وہ عاجز ہوگیا تو خاصتہً اپنے قرضہ و جنایت کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن سے کچھ بچ رہا تو اُسکی مان کے قرضہ و جنایت مین حصہ رسد دیا جائیگا اور اگر اُسپر اُسکے جنایت کا حکم ہونے سے پہلے وہ عاجز ہوگیا تو اُسکا مولے اس جنایت کے عوض اُسکو دیدیگا یا اُسکا فدیہ دیدیگا اور اگر اُسکو دیدیا تو فقط اُسکے قرض خواہ پیچھا کرکے اُسکو فروخت کراوینگے اور اُسکی مان کے قرضخواہ و اہل جنایت اُسکا پیچھا نہین کرسکتے ہین پھر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی مان کے قرضخواہ و اہل جنایت کو اُسکے لینے کی کوئی راہ نہوگی اور اگر مولے نے اُسکے فدیہ دیدیا تو وہ جنایت سے پاک ہوگیا پس اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ باقی رہا تو اُسکی مان کے قرضہ و جنایت مین دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک مکاتب نے تین آدمیون کو خطا سے قتل کیا پھر ایک کے وارث نے اُسکو اپنا حصہ ہبہ کیا پھر وہ عاجز ہوا تو تہائی غلام مولے کو دیا جائیگا اور دو تہائی غلام کو چاہے مولے دیدے یا اُسکا فدیہ دے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مکاتب نے ایک شخص کو عمداً قتل کیا اور اُسکے دو وارث ہین پس ایک نے اُسکو معاف کردیا تو دوسرے کے واسطے نصف قیمت کے لیے سعایت کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک غلام دو شخصون مین مشترک ہے پھر ایک نے اُسکو بدون اجازت دوسرے شریک کے مکاتب کردیا پھر اُسنے جنایت کی تو اپنے نصف کے واسطے سعایت کریگا اور شریک اُسکے نصف اور نصف ارش سے کم مقدار کا ضامن ہوگا اگر اُسنے کتابت ادا کی ہو یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہو پھر ایک نے اپنا حصہ بدون اجازت دوسرے کے مکاتب کردیا پھر اُسنے جنایت کی پھر ادا کرکے آزاد ہوگیا تو مکاتب پر اُسکی نصف قیمت و نصف ارش مین سے کم مقدار کا حکم دیا جائیگا اور جس شریک نے اُسکو مکاتب نہین کیا ہے وہ مکاتب کی کمائی سے جو اُسنے مکاتب کرنے والے شریک کو دی ہے نصف لے لیگا پھر مکاتب کرنے والا اسقدر مکاتب سے واپس لیگا پھر جسنے مکاتب نہین کیا ہے اُسکو اختیار ہے آزاد کردے اور چاہے غلام سے سعایت کراوے اور چاہے شریک سے ضمان لے اور

ان صورتون مین سے جو اُسنے اختیار کی اور قبضہ کیا تو وہ مکاتب کی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے
کم مقدار کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح اگر اُسنے شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہو تو بھی یہی حکم ہی لیکن اس صورت مین شریک
مکاتب کنندہ پر ضمان نہین ہو سکتی ہی یہ امام اعظم رح کا قول ہی۔ اور اگر مکاتب سے قبل اُسکے آزاد ہو جانے کے جنایت
کی خصومت کی گئی اور اُسپر نصف ارش جنایت کا حکم دیا گیا پھر وہ کتابت سے عاجز ہوا تو جسقدر مال کی اُسپر ڈگری
ہوئی ہی اُسکے واسطے اُسکا نصف فروخت کیا جائیگا اور وہ نصف اُسکا حصہ ہی جسنے مکاتب کیا ہی اور جسنے مکاتب نہین
کیا ہی اُس سے کہا جائیگا کہ اتنا حصہ جرمانہ جنایت مین دیدے یا نصف ارش اُسکا فدیہ دے یہ حاوی مین ہی۔ اور اگر
ہر دو شریک مین سے ایک نے اُسکو بقدر اپنے حصہ کے مکاتب کیا پھر مکاتب نے ایک غلام خریدا پھر غلام نے کوئی
جنایت کی پھر مکاتب نے مال کتابت ادا کر دیا اور آزاد ہو گیا تو مکاتب خرید کرنے والے کو اور جسنے مکاتب نہین کیا
ہی دونون کو اختیار دیا جائیگا چاہین اُسکو دیدین اور چاہین اُسکے فدیہ مین دیت دین اور اگر یہ غلام مجرم مکاتب کا بیٹا ہو
یا اُسکی باندی سے اُسکے پاس پیدا ہوا ہو تو مجرم مذکور پر واجب ہوگا کہ اپنی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت مین سے
کم مقدار کے واسطے سعایت کرے اور جس شریک نے مکاتب نہین کیا ہو اُسپر جبتک آزاد نکرے یا سعایت کرا کے
وصول نکر لے تب تک کچھ واجب نہوگا ہان بعد اسکے اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی نصف قیمت اور نصف ارش جنایت
مین سے کم مقدار کی ضمان دے۔ اور اگر اس بیٹے نے اپنے باپ پر جنایت کی ہو اور پھر باپ ادا کر کے
آزاد ہو گیا تو بیٹے پر نصف قیمت واجب ہوگی پس اسکے واسطے جسنے مکاتب نہین کیا ہی سعایت کریگا اور مکاتب کرنے
والے پر اسکی ضمان نہوگی بخلاف ماں کے کہ مکاتب کرنے والا اُسکی نصف قیمت کا جسنے مکاتب نہین کیا ہی اسکے واسطے
ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اگر مشترک باندی کو بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے
نے اپنا حصہ ولد مکاتب کیا پھر فرزند نے ماں پر یا ماں نے اُسپر جنایت کی یعنی قتل کیا تو ہر ایک پر دونون مین سے
مقتول کی تین چوتھائی قیمت امام اعظم رح کے نزدیک واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو شخصون کے درمیان
ایک باندی مشترک ہو انہین سے ایک نے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر انہین ایسی کوئی بات پیدا
ہو گئی جس سے قیمت بڑھ جاتی ہی یا کسی عیب سے انہین نقصان ہو کر پھر زیادتی آ گئی پھر وہ آزاد ہو گئی پھر شریک
نے مکاتب کرنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو جس روز آزاد ہوئی ہی اُسکی اس روز کی نصف قیمت تاوان لیگا
اور شریک مذکور کو جسنے مکاتب نہین کیا ہی یہ اختیار ہوگا کہ بچہ سے اُسکی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرا دے اور
اگر ایک نے اُس باندی مین سے اپنا حصہ مکاتب کر دیا پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا پھر دوسرے نے بچہ مین سے اپنا حصہ مکاتب
کر دیا پھر بچہ نے اپنی ماں پر یا ماں نے بچہ پر ایسی جنایت کی جو قتل نفس سے کم ہی پھر دونون مال کتابت ادا کر کے
آزاد ہو گئے اور دونون مولے خوشحال ہین تو جس شریک نے بچہ کو مکاتب کیا ہی اُسکو اختیار ہوگا کہ جس نے
ماں کو مکاتب کیا ہی اُس سے ماں کی نصف قیمت ضمان لے اور چاہے اُس سے سعایت کرا دے اور چاہے
اُسکو آزاد کر دے اور جس نے ماں کو مکاتب کیا ہی اُسکو بچہ کے مکاتب کرنے والے سے بچہ کی بابت ضمان لینے
کا کچھ استحقاق نہین ہی یہ مبسوط مین ہی۔ زید و عمرو مین ایک غلام مشترک ہی اُسنے دونون مین سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی
مثلاً زید کی آنکھ پھوڑ دی پھر زید نے انہین سے اپنا حصہ مکاتب کیا پھر غلام نے زید کو زخمی کیا کہ جس سے زید مر گیا

تو مکاتب مذکور اپنی نصف قیمت و چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کریگا اور عمرو جسنے مکاتب نہیں کیا ہے وہ غلام کی نصف قیمت وارثان مقتول یعنے زید کو تاوان دیگا لیکن اگر غلام مذکور مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا ہو تو عمرو پر یہ نصف قیمت اسوقت تک واجب نہو گی کہ جبتک وہ اپنے حصہ کا مال بطور تاوان کے یا غلام کی سعایت سے حاصل نکر لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہوا اور اسنے دونوں میں سے ایک کی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر دوسرے نے اپنا آدھا حصہ اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کیا حالانکہ وہ اس جنایت سے آگاہ ہے پھر غلام نے اسپر جنایت کی پھر جسنے اپنا آدھا حصہ فروخت کیا ہے اسنے یہ حصہ خرید لیا پھر اسپر جنایت کی ہے اسنے اپنا آدھا حصہ مکاتب کر دیا پھر غلام نے اسپر کوئی جنایت کی پھر غلام ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر مکاتب کرنے والا مولے اسکی سب جنایتوں سے مر گیا تو مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہو گی اور جسنے مکاتب نہیں کیا ہے اسپر اپنے شریک کی دیت کا چھٹا حصہ اور چھٹے کا چوتھائی حصہ واجب ہو گا اور غلام کی نصف قیمت اور چھٹے حصہ دیت و چھٹے کی چوتھائی حصہ دیت میں سے جو کم مقدار ہو واجب ہو گی یہ مبسوط میں ہے۔ زید و عمرو کے درمیان ایک غلام مشترک ہے اسنے عمرو پر جنایت کی پھر عمرو نے جنایت سے آگاہ ہونے کے باوجود اسکو مکاتب کر دیا پھر غلام نے اسپر دوبارہ جنایت کی پھر زید نے اسکو مکاتب کیا پھر غلام نے عمرو پر جنایت کی پھر وہ ان سب جنایتوں سے مر گیا تو ہم کہتے ہیں کہ غلام کے دو حصے ہیں اور ہر نصف حصہ نے نصف نفس کو حقیقۃً تین جنایتوں سے اور حکماً دو جنایتوں سے تلف کیا پس عمرو کے حصہ نے نصف نفس کو ایک جنایت سے قبل کتابت کے تلف کیا اور وہ ہدر ہے اور دو جنایتوں سے بعد کتابت کے تلف کیا اور دونوں کا جرمانہ ایک ہے یعنی مکاتب پر اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت سے کم مقدار واجب ہے۔ اور رہا زید کا نصف حصہ کہ اسنے بھی قبل کتابت کے آدھے نفس کو دو جنایتوں سے تلف کیا اور انکا حکم یہ ہے کہ انکا جرمانہ مولے پر واجب ہے پس زید کے ذمہ غلام مذکور کی نصف قیمت و چوتھائی دیت میں سے کم مقدار واجب ہو گی اور بعد کتابت کے جو اسنے ایک جنایت کی ہے وہ مثل اول کے مکاتب کی گردن پر ہو گی۔ اور اگر غلام مذکور نے کسی اجنبی پر جنایت کی پھر زید یا عمرو میں سے کسی نے اسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر اسنے اجنبی پر جنایت کی پھر دوسرے شریک نے اسکو مکاتب کیا حالانکہ وہ جنایت سے واقف ہے پھر غلام نے اجنبی پر جنایت کی اور وہ ان سب جنایتوں سے مر گیا پس شریک اول کے نصف حصہ میں نصف اجنبی کو تین جنایتوں سے تلف کیا اور یہ تین جنایتیں حکماً دو جنایتیں ہیں پس پہلی جنایت کے واسطے شریک اول بسبب مکاتب کرنے کے چوتھائی دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا اور باقی جنایت کی جزا مکاتب کی گردن پر ہے یعنے چوتھائی دیت اور نصف قیمت سے کم مقدار کا ضامن ہو گا۔ اور دوسرے شریک کے نصف حصہ نے کتابت سے پہلے دو جنایتیں کیں جنکا حکم ایک ہے یعنی ایک جنایت کے حکم میں ہیں پس حکم یہ ہے کہ انکا جرمانہ مولے پر واجب ہے کہ چوتھائی دیت اور نصف قیمت غلام میں سے کم مقدار کا ضامن ہو گا اور رہی تیسری جنایت سو وہ مکاتب کی گردن پر ہو کہ اسکے جرمانہ میں اپنی نصف قیمت اور چوتھائی دیت میں سے کم مقدار کا ضامن ہو گا۔ اور اگر ہر دو مولے کتابت کے وقت غلام کی جنایت سے واقف نہوتے ہوں تو دونوں اسکی قیمت اور نصف دیت میں سے کم مقدار کے ضامن ہونگے اور مکاتب بھی اپنی قیمت اور نصف دیت میں سے کم مقدار کا ضامن ہو گا یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی نصف باندی کو مکاتب کیا پھر اسکے ایک بچہ پیدا ہوا پھر بچہ نے کوئی جنایت

کی تو وہ اپنی نصف جنایت کیواسطے سعایت کریگا اور نصف جنایت باقی مولے کے ذمہ ہوگی اسواسطے کہ اسکا دینا بدیں وجہ
متعذر ہو کہ عقد کتابت اس جنایت سے پہلے واقع ہوگیا ہے پس اسپر نصف قیمت واجب نہوگی پھر اگر مولے نے ماں کو بعد بچہ کی
جنایت کرنے کے آزاد کر دیا تو آدھا بچہ آزاد ہوجائیگا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے مولی کے لئے سعایت کریگا اور نصف جنایت
اُس بچہ پر ہوگی اور نیز اگر مولے نے بچہ کو آزاد کر دیا تو بھی حکم جنایت ایسا ہی ہے لیکن اس صورت میں بچہ پر سعایت لازم نہوگی اور
اگر دونوں میں سے کوئی آزاد نکیا گیا اور نہ دونوں نے کسی اجنبی پر جنایت کی بلکہ ایک نے دوسرے پر جنایت کی تو ہر ایک پر اپنی
جنایت کیوجہ سے اپنی قیمت اور نصف جنایت دونوں سے کم مقدار واجب ہوگی باعتبار آنکہ کتابت نصف میں ہے اور نصف اسکا
مولے پر ہوگا بدینوجہ کہ نصف حصہ اسکی ملک ہے اور اُسنے کتابت سابقہ سے اسکو تلف کر دیا ہے اور نیز اسکا نصف مولے کے واسطے
جنایت کرنیوالے پر ہوگا اسواسطے کہ جسپر اُسنے جنایت کی ہے اُس میں سے آدھا مولے کی ملک ہے وہ مکاتب نہیں ہے پس بعض کا قصاص
ہوجائیگا اور اگر باندی مذکورہ نے جنایت کی اور قبل اسکے کہ اسپر اس جنایت کی بابت حکم دیا جاوے وہ مرگئی اور کوئی چیز نچھوڑی تو اسکا
بچہ بمنزلہ اُسکے ہوگا اور نصف جنایت اور مکاتبت کے واسطے سعایت کریگا اور مولے پر نصف جنایت واجب ہوگی خواہ اسپر جنایت
کا حکم دیا گیا ہو یا نہ دیا گیا ہو پھر اگر اسکے بعد بچہ نے بھی جنایت کی پھر عاجز ہوگیا حالانکہ اُسپر ماں کی جنایت کی ڈگری ہوچکی ہے تو جسقدر ماں
کی جنایت کی بابت اُسپر ڈگری ہوچکی ہے وہ اُسکے نصف پر قرضہ ہوگا لیکن مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکی جنایت کے بدلے میں اُسکو دیدے پس
مولے کو اختیار ہوا چاہیے اُسکی جنایت میں اُسی کو دیدے یا اُسکا فدیہ دیدے پس اگر فدیہ دیا تو اُسکا نصف حصہ اُسکی ماں کے قرضہ
میں فروخت کیا جائیگا اور اگر اُسی کو دیا تو اس قرضہ میں اُسکا نصف فروخت نکیا جائیگا یہ شرح مبسوط میں ہے - اور اگر مکاتب نے کسی جنایت
کے عمداً یا خطاءً اس سے صادر ہونے کا اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم ہوگی اور اگر خطاء سے جنایت صادر ہوئی اور اُسپر اُس جنایت کی ڈگری
ہوگئی پھر وہ عاجز ہوگیا تو یہ جنایت امام اعظم رح کے نزدیک ہدر ہوگی اس بنا پر کہ اگر مکاتب نے ایسی جنایت کا جو موجب مال ہے
اقرار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک بعد عاجز ہونے کے وہ اس جنایت کی بابت ماخوذ نہوگا خواہ اسپر اس جنایت کا مال قرضہ
ہوگیا ہو یا نہوا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اُسکے واسطے ماخوذ ہوگا اور فروخت کیا جائیگا جبکہ ڈگری ہونے سے اُسکے ذمہ قرضہ ہوگیا
ہو اور اگر وہ آزاد کر دیا جاوے تو ماخوذ ہوگا خواہ اسپر اس مال جنایت کی ڈگری ہوگئی ہو یا نہوئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے - اور اگر وہ عاجز
نہوا بلکہ کتابت کا مال ادا کر کے آزاد ہوگیا تو یہ مال اُسپر قرضہ ہوجائیگا یہ حاوی میں ہے - اور اگر مکاتب نے کسی کو عمداً قتل کیا پھر اپنے نفس سے
کسی قدر مال پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور مال اُسپر لازم ہوگا جبتک کہ عاجز نہوجاوے اور اگر ادا سے مال سے پہلے عاجز ہوگیا تو
امام اعظم رح کے نزدیک یہ مال اُسکے ذمہ سے باطل ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک لازم رہیگا کہ اُسکے واسطے فروخت کیا
جائیگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر مکاتبہ نے اپنے بچہ پر کچھ اقرار کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہوگا خواہ بچہ آزاد ہوجاوے یا عاجز ہوجاوے
اور اگر وہ بچہ مرگیا اور ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑا تو اُسکے مال میں قیمت اور ارش دونوں میں سے کم مقدار کی ڈگری
کیجائیگی - اور اگر بچہ نے اپنی ماں پر جنایت کا اقرار کیا تو ثابت نہوگا پھر اگر ماں مرگئی تو اُسکے ذمہ قیمت اور ارش سے کم مقدار اور
کتابت لازم ہوگی پھر اگر اسکے بعد عاجز ہوگیا تو اُسکے ذمہ کچھ لازم نہوگا اور اگر اُسنے مقر لہ کو ادا کر دیا پھر عاجز ہوگیا تو مقر لہ سے
وہ مال واپس نلیا جائیگا اور اگر ماں نے اپنے بچہ پر جنایت کا اقرار کیا پھر بچہ خطا سے قتل ہوا اور اُسکی قیمت لے لیگئی تو قیمت
میں سے وہ مقدار کہ جسکا ماں نے اقرار کیا ہے لیجائیگی اسی طرح اگر ماں نے اپنے بیٹے پر قرضہ کا اقرار کیا اور بیٹے کے قبضہ
میں مال ہے اور اُسپر قرضہ نہیں ہے تو ماں کا اقرار اُسکے بیٹے کے مال میں سے جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر مکاتب کے بیٹے

نے کسی کو خطا سے قتل کیا پھر مکاتب نے اپنے اس بیٹے کو قتل کیا اور وہ غلام ہے اور ایک شخص اجنبی کو خطا سے قتل کیا تو مکاتب پر اسکی قیمت واجب ہوگی جسمین اجنبی کے وارث بقدر دیت اور بیٹے کے وارث بقدر بیٹے کی قیمت کے حصہ رسد شریک کیے جاوینگے یہ مبسوط میں ہے خطا سے مولیٰ کا مکاتب پر جنایت کرنا یا مکاتب کا مولیٰ پر جنایت کرنا بمنزلہ جنایت اجنبی کے ہے اور عمداً قتل کرنے مین اگر مولیٰ نے کیا ہو تو اسپر قصاص واجب نہوگا بلکہ مکاتب کی قیمت واجب ہوگی اور اگر مکاتب نے عمداً مولیٰ کو قتل کیا تو اُس سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مولیٰ نے مکاتب کے مملوک یا مال پر یا مکاتب نے مولیٰ کے مملوک یا مال پر جنایت کی تو دونون مین سے ہر ایک پر وہی حکم ہوگا جو اجنبی پر ہوتا ہے یہ حاوی مین ہے اور جو شخص مکاتب کی کتابت پر مکاتب ہوگا تو وہ جنایت کے حکم مین بمنزلہ مکاتب کے ہے کہ اُسی طرح اسپر سعایت لازم آویگی اسی طرح اُسکی ام ولد جو اُس سے جنی ہو اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے اور مکاتب کے غلام کی جنایت مثل آزاد کے غلام کی جنایت کے ہے لیکن اگر مکاتب نے اُسکا فدیہ دینا چاہا حالانکہ فدیہ بہ نسبت اُسکی قیمت کے حد سے زائد ہو یا مکاتب نے اُسکو دینا چاہا حالانکہ اُسکی قیمت بہ نسبت ارش جنایت کے حد سے زائد ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک مکاتب کا ایسا تصرف صحیح ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک صحیح نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر مکاتب مر گیا اور اُسپر قرضہ ہے اور اُسنے ایک غلام ماذون للتجارۃ چھوڑا اور اُسپر بھی دوسرا قرضہ ہے تو یہ غلام خاص اپنے قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر اُسکے ثمن مین سے کچھ بچ رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ مین دیا جائیگا اور اگر اس غلام پر قرضہ نہو مگر اُسنے کوئی جنایت کی ہو جسکا جرمانہ واجب ہو اور مکاتب کا سوا اُسکے کچھ مال نہو تو مولیٰ کو اختیار دیا جائیگا چاہے مولیٰ اور اُسکے تمام قرضخواہ اُسکو خوشی سے وارث جنایت کو دیدین پھر اُنہین قرضخواہون کا کچھ استحقاق نرہیگا جبکہ اُنکی رضامندی سے اُسکو دیدیا ہو اور اگر یہ لوگ چاہین اُسکا فدیہ دیدین یعنی وارث مقتول کو دیت دیدین تو پھر وہ غلام اُنکے قرضہ مین فروخت کیا جائیگا اور اگر اس غلام پر بھی قرضہ ہو تو مولیٰ کو اختیار دیا جائیگا چاہے اس غلام کو دیدے پھر جو قرضہ اُسپر ہو وہ اُسکے پیچھے ہوگا کہ وارث جنایت کے پاس سے قرضخواہ اُسکو فروخت کرا کر اپنا قرضہ لے لیگا اور قرضخواہان مکاتب کو کچھ نملیگا اور اگر چاہے تو اُسکا فدیہ دیدے پھر وہ غلام اپنے خاص قرضہ کیواسطے فروخت کیا جائیگا پھر اگر کچھ باقی رہا تو وہ مکاتب کے قرضہ مین دیا جائیگا یہ مبسوط مین ہے ایک غلام نے ایک آزاد کو شجہ موضحہ سے زخمی کیا پھر اُسکے مولیٰ نے اُسکو مدبر کر دیا پھر غلام مذکور نے دوسرے موضحہ زخم سے زخمی کیا پھر مولیٰ نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسکو شجہ سے زخمی کیا پھر وہ ادا کر کے آزاد ہو گیا پھر اُسنے اس زخمی کو اور شجہ سے زخمی کیا اور ایک اجنبی نے بھی شجہ سے اُسکو زخمی کیا پس وہ زخمی مر گیا اور مولیٰ ان سب جنایتون سے واقف تھا تو اجنبی کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور باقی نصف کو غلام نے چار جنایتون سے تلف کیا ہے اور ان جنایتون کے احکام مختلف ہین اور جنایات مین اعتبار احکام کا ہے پس اول جنایت کا حکم یہ ہے کہ مولیٰ اُسکو دیدے یا فدیہ دیدے اور دوم کا حکم یہ ہے کہ مولیٰ پر قیمت واجب ہے اور سوم کا حکم یہ ہے کہ مکاتب پر قیمت واجب ہے اور چہارم کا حکم یہ ہے کہ مددگار برادری پر قیمت واجب ہے پس اس نصف کے چار حصے ہوے پس کل کے آٹھ حصے ہوے جنمین سے چار کو اجنبی نے تلف کیا اور چار کو غلام نے تلف کیا پس غلام کے چار حصون مین سے اول کی بابت بسبب اسکے کہ مولیٰ نے جنایت سے واقف ہو کر اُسکو مدبر کیا ہے مولیٰ دیت کا اختیار کرنیوالا ہو گیا پس دیت کا آٹھوان حصہ مولیٰ پر لازم آیا اور حصہ دوم مین چونکہ جنایت سے پہلے ایسا فعل واقع ہوا جس سے غلام کا دینا ممتنع ہو گیا ہے اسواسطے مولیٰ کے حق مین یہ ثابت نہوا کہ وہ دیت کا اختیار کرنے والا ہو گیا ہے پس مولیٰ پر قیمت غلام کا آٹھوان حصہ واجب ہو لیکن اگر دیت کا آٹھوان حصہ اس سے کم ہوگا تو وہی واجب ہوگا اور سوم مکاتب سے صادر ہوئی

ہے اسواسطے یہی ہے اُسکی قیمت اور آٹھواں حصہ دیت دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور چہارم اسوقت واقع ہوئی کہ جب مکاتب آزاد ہو گیا ہے پس دیت اُسکی مددگار برادری پر ہوگی۔ اور اگر غلام مذکور مدبر کیا گیا ہوا اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو نصف دیت اجنبی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی نصف غلام کی تین جنایتوں سے تلف ہوا پس اس نصف کے تین حصہ ہوئے پس کل کے چھ حصہ ہوئے جنمیں سے تین حصہ اجنبی کے فعل سے تلف ہوئے اور تین بسبب جنایت غلام کے تلف ہوئے پس اول حصے کی بابت مولی پر چھٹا حصہ دیت کا واجب ہوگا اور دوم کی بابت مکاتب پر چھٹے حصے کی دیت اور چھٹا حصہ قیمت میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور سوم کی بابت اُسکی مددگار برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا یہ کافی میں ہے

چودھواں باب۔ مالیک غیر پر جنایت کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص نے ایک غلام کو خطا سے قتل کیا تو اُسپر اُسکی قیمت واجب ہوگی پس اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم یا زیادہ ہو تو قاتل پر دس کم دس ہزار درم دینے کا حکم کیا جائیگا اور یہ مال قاتل کی مددگار برادری پر تین سال میں دینا واجب ہوگا اور یہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کا قول ہے اور اگر بجائے غلام کے باندی ہوا اور اُسکی قیمت بنسبت دیت کے زائد ہو تو قاتل پر پانچ درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ دس درم کم پانچ ہزار درم واجب ہونگے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر بیس ہزار درم قیمت کا غلام غصب کیا اور وہ غاصب کے پاس مرگیا تو اُسکی قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو جاوے یہ بالاجماع ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر غلام ماذون کو خطا سے قتل کیا تو مالک کو فقط ایک قیمت تاوان دیگا پھر اگر وہ ماذون قرضدار ہو تو مولی یہ قیمت اُسکے قرضخواہوں کو دیدیگا یہ کافی میں ہے نوادر بن سماعہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے غلام پر بدون مولی کی اجازت کے ایک گون لادی اور دوسرے شخص نے بھی اسیطرح دو گونیں لادیں پھر وہ غلام اس سبب گران سے مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک گون والے پر تہائی قیمت اور دو گون والے پر دو تہائی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور مالیک ہے جسنے خطا سے سوائے قتل نفس کے جو جنایت کی اُسکی ضامن مددگار برادری نہیں ہوتی ہے اگرچہ جنایت کرنے والا مرد آزاد ہو اور جب جنایت قتل نفس تک پہونچ جاوے تو مددگار برادری تین سال میں دیت کی ضامن ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اطراف غلام پر جو جنایت ہو اُسکی نسبت امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ آزاد کے جس عضو میں دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں قیمت واجب ہوگی اور آزاد کے جس عضو میں نصف دیت واجب ہوتی ہے غلام کے اُس عضو میں نصف قیمت واجب ہوگی لیکن اگر غلام کی قیمت دس ہزار یا زیادہ ہو تو امام کے نزدیک دس ہزار میں سے دس درم یا پانچ درم کم کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک غلام صحیح سالم کی قیمت اندازہ کیجاوے اور جنایت سے عیب دار ناقص کی قیمت اندازہ کیجاوے جسقدر دونوں قیمتوں میں فرق ہو وہ واجب ہوگا اور یہی امام ابویوسف رح نے امام اعظم رح سے بھی روایت کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب اُس عضو کے زائل ہونے سے منفعت مقصودہ زائل ہو جاوے جیسے آنکھ و ہاتھ وغیرہ اور اگر ایسا عضو ہو جس سے زینت و جمال مقصود ہوتا ہے جیسے گوش و ابرو وغیرہ تو امام اعظم کے پہلے قول کے موافق یہی حکم ہے اور دوسرے قول کے موافق ہے نہوگا بلکہ مجرم قدر نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور غلام کے ہاتھ کے واسطے نصف قیمت غلام واجب ہوگی مگر پانچ درم کم پانچ ہزار سے زائد نہ کیجاویگی کذا فی الہدایۃ **قال المترجم** اور ایک مقام پر ہدایہ میں لکھا ہے کہ دس درم کم اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اسواسطے کفایہ میں فرمایا کہ یہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ صحیح حکم کے موافق اُسکی نصف قیمت واجب ہوگی چاہے جسقدر ہو اور یہی نہایہ و کافی میں ہے۔ اور جس جنایت کی بابت آزاد کے حق میں کوئی ارش مقرر نہیں ہے اُسمیں غلام میں

نقصان قیمت واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ اگر مملوک کی پلکیں کسی آدمی نے
نوچ ڈالیں تو امام محمد رح نے مجھے خبر دی کہ امام اعظم رح فرماتے تھے کہ مملوک کی پلکوں و بھوؤں اور کانوں کے واسطے بقدر نقصان کے
واجب ہوگا اور یہی میرا قول ہے اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ داڑھی کے حق میں امام ابو حنیفہ رح کا کوئی
قول مجھے یاد نہیں ہے لیکن سر کے بالوں کا یاد ہے کہ اُسکے مولے کو اختیار ہے چاہے غلام کو دیدے اور مجرم سے اُسکی قیمت لے لے
اور چاہے ندے اور مجرم سے نقصان قیمت لے لے اور رسائل میں لکھا ہے کہ غلام کے بالوں و داڑھی کے حق میں حکومت عدل واجب
ہے اور شاید یہ امام اعظم رح کا دوسرا قول ہے جیسا کہ قدوری نے ذکر کیا ہے اور حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی کہ غلام کے کان
و ناک و ڈاڑھی کی بابت اگر وہ نہ جمے تو نقصان قیمت ہے جیسا کہ امام محمد رح نے کہا ہے بنا بر ذکر شیخ ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ کے اور
مختلفات میں امام ابو یوسف و امام محمد رحہما اللہ سے ان صورتوں میں نقصان قیمت کا حکم مذکور ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور مجرد میں لکھا
ہے کہ اسی پر فتوی ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر کسی شخص کے غلام کے گھونگھر والے بال مونڈ ڈالے اور بجائے اُنکے سپید بال جمے تو اُسپر
نقصان لازم ہوگا اور اس صورت میں نقصان پہچاننے کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ غلام گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے اور غلام
بے گھونگھر والے بال کی قیمت اندازہ کیجاوے بلکہ یہ طریقہ ہے کہ غلام کو مع سیاہ بالوں کے اندازہ کیا جاوے اور غلام کو مع سپید بالوں کے
اندازہ کیا جاوے پس جو فرق ہو اُسی قدر نقصان کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور اگر غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو مولے کو
اختیار ہے چاہے مجرم کو دیکر اُسکی قیمت لے لے اور چاہے رکھ لے اور اُسکو کچھ نقصان نہ ملیگا یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح
نے فرمایا کہ چاہے رکھ لے اور نقصان لے لے اور چاہے غلام دیکر پوری قیمت لے لے یہ ہدایہ میں ہے۔ امام اعظم رح نے فرمایا کہ ایک
شخص نے غلام کی آنکھ پھوڑ دی پس وہ مر گیا مگر اُس آنکھ کے صدمہ سے نہیں مرا تو آنکھ پھوڑنے والے پر کچھ واجب نہوگا اور
اگر نہیں مرا بلکہ اُسکو کسی آدمی نے قتل کر دیا تو آنکھ پھوڑنے والے پر بھی نقصان قیمت لازم آویگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونوں
صورتوں میں نقصان قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر زید نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں اور عمرو نے اُسکا
ہاتھ کاٹ ڈالا تو زید پر بقدر نقصان قیمت کے لازم ہوگا اور عمرو پر دو آنکھ پھوٹے ہوئے کی قیمت آدھی واجب ہوگی اور امام
ابو یوسف رح نے روایت کی ہے یہ بنا بر قول امام اعظم رح کے استحسان ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ فتاوے اہل سمرقند میں ہے کہ دو آدمیوں نے
ساتھ ہی ایک غلام کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے ایک نے دایاں ہاتھ اور دوسرے نے بایاں کاٹا تو دونوں میں سے ہر ایک
پر اُسکی نصف قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ غلام ایسی حالت میں ہے کہ اُسکا ہاتھ کاٹا جاویگا پس ایسا غلام جس قیمت میں خریدا جاوے
اُسکا نصف واجب ہوگا اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ میں حجت ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام کیطرف تیر مارا اور ہنوز
تیر نہ پہنچا تھا کہ اُسکو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر غلام کی قیمت اس حساب سے واجب ہوگی کہ ایسا غلام جسکی طرف تیر
لگایا گیا ہے اور ہنوز نہیں پہنچا ہے کیا قیمت ہے پس جو قیمت اندازہ کیجاوے وہی واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک غلام کا ہاتھ
کٹا ہوا ہے پس زید نے اسی طرف کا پاؤں جسطرف کا ہاتھ کٹا ہوا ہے کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی قیمت میں زید کے فعل
سے جو نقصان آیا اُسکا ضامن ہوگا اور اگر دوسری طرف کا پاؤں کاٹ ڈالا تو ہاتھ کٹے ہوئے غلام کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا
اور علی ہذا اگر بائع نے غلام مبیع کا ہاتھ کاٹا تو نصف ثمن ساقط ہوگا اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا ہوا اور اُسنے دوسرا کاٹ ڈالا تو نقصان
کا اعتبار کیا جائیگا اور بقدر نقصان کے مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا حتی کہ اگر تہائی قیمت کا نقصان ہو تو تہائی ثمن ساقط
ہوگا اسی طرح اگر بجائے ہاتھ کاٹنے کے آنکھ پھوڑتا ہو تو بھی یہی حکم ہوگا یہ تتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر غلام ہاتھ کٹا ہوا اور ایک آدمی

نے اُسکا دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا تو اُسپر ہاتھ کٹے ہوسے کی قیمت مین جو نقصان آگیا ہو وہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ مین ہو منتقی مین امام ابوحنیفہ
رحمہ سے روایت کی ہو کہ زید نے ایک شخص کے غلام کا بایان ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے اُسکا دایان ہاتھ کاٹ ڈالا اور وہ ان
دونون زخمون سے مرگیا تو اول پر نصف قیمت اور دوسرے پر بقدر نقصان کے واجب ہوگا اور جسقدر باقی رہی یعنی پوری قیمت
مین سے جو کچھ باقی رہگیا وہ دونون پر آدھا آدھا واجب ہوگا اور یہ امام ابو یوسف رحمہ کا قول ہو یہ محیط مین ہو۔ اگر زید نے ایک
غلام کا ہاتھ کاٹا جسکی قیمت ہزار درم ہو پھر کاٹنے کے بعد ہنوز اچھا نہوا تھا کہ اُسکی قیمت ہزار درم ہوگئی جیسے کاٹنے سے پہلے تھی پھر عمرو
نے دوسری جانب کا اُسکا پانون کاٹ ڈالا پھر وہ ان دونون زخمون سے مرگیا تو زید چھ سو پچیس درم کا ضامن ہوگا اور عمرو سات سو
پچاس درم کا ضامن ہوگا اور اگر ہاتھ کٹا ہوا دو ہزار درم کا ہوگیا تو زید چھ سو پچیس درم اور عمرو پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہونگے
یہ محیط سرخسی مین ہو۔ نوادر بن رشید مین ہو کہ زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر سال بھر تک کچھ جھگڑا نہوا پھر زید و عمرو نے اختلاف
کیا زید نے کہا کہ جس روز مین نے اُسکا ہاتھ کاٹا ہو اُسدن اُسکی قیمت ہزار درم تھی پس مجھپر پانچ سو درم واجب ہین اور عمرو نے کہا کہ دو
ہزار درم تھی اور جسدن جھگڑا ہوا ہو اُسدن غلام کی قیمت ہزار درم ہو اور اگر ہاتھ درست ہوتا تو دو ہزار درم ہوتی تو زید کا قول قبول
ہوگا پھر اگر زید نے تاوان دیا ہو یا نہ دیا ہو حتے کہ اُسکا ہاتھ پھوٹ نکلا اور وہ زخم مذکور سے مرگیا تو زید کی مددگار برادری پر دیت واجب
ہوگی پس ہاتھ کا ارش وہی ہوگا جو زید کہتا ہو اور تلف نفس مین دونون مین سے کسی کے قول کی تصدیق نہوگی پس جس روز جان
تلف ہوئی ہو اُسکی اُسدن کی قیمت کا زید ضامن ہوگا پس مددگار برادری پر ایک ہزار پانچ سو درم واجب ہونگے جسمین سے پانچسو
درم ہاتھ کا ارش ہو یہ محیط مین ہو۔ اور غلام کے زخم موضحہ مین اُسکی قیمت کے دسوین حصے کا آدھا واجب ہوگا لیکن اگر آزاد کے
زخم موضحہ کے ارش سے یہ مال زائد ہوتا ہو تو زیادہ نہ دیا جائیگا بلکہ آدھا درم اُس سے کم کردیا جائیگا یہ مضمرات مین ہو۔ نوادر
بن سماعہ مین امام محمد رحمہ سے روایت ہو کہ اگر زید نے عمرو کے غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُسکے غلام کو شجہ سے زخمی کیا پھر عمرو نے
اُسکو فروخت کردیا پھر بسبب عیب کے بحکم قاضی اُسکو واپس پاگیا یا عمرو نے اُسکو ایک شخص کو ہبہ کردیا پھر بحکم قاضی یا بدون حکم قاضی
اپنے ہبہ کو واپس لے لیا پھر وہ غلام زخم مذکور سے مرگیا تو عمرو اُسکی پوری قیمت زید سے لے لیگا۔ نوادر بشر رحمہ مین امام ابو یوسف
رحمہ سے روایت ہو کہ اگر باندی کا ہاتھ خطا سے کاٹا گیا اور مولے نے اُسکو فروخت کردیا بدین شرط کہ بائع کو خیار ہو یا مشتری
کو خیار ہو پھر بسبب خیار کے بیع توڑ دیگئی اور باندی بائع کو واپس ملی اور زخم مذکور سے بائع کے پاس مرگئی تو کاٹنے والے پر
اُسکی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر عمداً ہاتھ کاٹ ڈالا ہو تو استحساناً قصاص ساقط کردونگا یہ محیط مین ہو۔ اگر زید نے اپنے
دو غلامون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہو پھر دونون زخم شجہ سے زخمی کیے گئے پھر زید نے اپنے بیان سے ظاہر کیا کہ فلان
غلام کا عتق میری مراد ہو تو دونون کا ارش مولے کو ملیگا اور وہ دونون مملوک اعتبار کیے جاوینگے۔ اور اگر
ایک ہی وقت مین ایک ساتھ دونون کو ایک شخص نے قتل کیا تو قاتل پر آزاد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب ہوگی
پس یہ سب مولے اور آزاد شدہ کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی اور اگر دونون کی قیمت مختلف ہو تو قاتل
پر ہر ایک کی نصف قیمت اور آزاد کی پوری دیت واجب ہوگی اور وہ بھی پہلی صورت کے موافق تقسیم ہوگی اور اگر
اُسنے دونون کو آگے پیچھے قتل کیا تو قاتل پر پہلے کی قیمت اُسکے مولے کے واسطے اور دوسرے کی دیت اُسکے وارثون کے
واسطے واجب ہوگی اور اگر ہر ایک کو ایک ایک شخص نے ساتھ ہی قتل کیا تو دونون مملوکون کی قیمت واجب ہوگی اور یہ
سب مولے اور غلام کے وارثون کے درمیان نصفا نصف ہوگی پس مولے ہر ایک کی قیمت کا آدھا لے لیگا

اور آدھا وارثون کے واسطے چھوڑ دیگا اور اگر دونون کو آگے پیچھے قتل کیا ہو تو قاتل اول پر اُسکی قیمت اُسکے مولے
کے واسطے واجب ہوگی اور قاتل ثانی پر اُسکی دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور اگر یہ معلوم نہو کہ دونون مین
سے پہلے کون قتل کیا گیا تو ہر ایک قاتل پر اُسکے مقتول کی قیمت واجب ہوگی اور ہر ایک قیمت مین سے مولی کو نصف
ملیگا یہ تبیین مین ہے - ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ دین اور دوسرے شخص نے اُسکا ہاتھ یا پاؤن کاٹ
ڈالا اور دونون نے ایک ساتھ اپنا اپنا فعل کیا پھر وہ غلام اچھا ہو گیا تو دونون پر اُسکی قیمت تین تہائی واجب ہوگی اور
دونون اُس غلام کو لے لینگے اور وہ دونون مین اِسی مقدار کے حساب سے مشترک ہوگا اسی طرح جو جراحت دو
آدمیون سے ایک ساتھ واقع ہو کہ ایک آدمی ہر عضو کو مجروح کرے اور دوسرا آدمی دوسرے عضو کو مجروح کرے
کہ یہ سب زخم اُسکی سب قیمت کو گھیر لین تو مولی اِس غلام مجروح کو دونون خطا کارون کو دیدیگا اور دونون مین سے ہر ایک
بقدر اپنی خطا کے اُسکے ارش کا ضامن ہوگا اور غلام اِسی حساب سے انہین مشترک ہوگا اور اگر غلام ان دونون جراحتون
سے مرگیا اور جراحت خطا سے واقع ہوئی تھی تو ہر ایک پر اپنی اپنی جراحت کا ارش علیحدہ علیحدہ غلام تندرست کی قیمت مین واجب
ہوگا اور جسقدر قیمت ارش جراحت کا حساب کر کے باقی رہجاوے وہ دونون پر نصفا نصف ہوگی اور اگر یہ معلوم ہوجاوے
کہ ایک جراحت دوسرے سے پہلے واقع ہوئی ہے تو اول زخمی کرنیوالے پر غلام تندرست کی قیمت مین سے بقدر ارش
جراحت کے واجب ہوگی اور دوم پر غلام مجروح بزخم اول کی قیمت مین سے بقدر اُسکے ارش جراحت کے واجب ہوگی
اور جو کچھ قیمت باقی رہگئی وہ دونون پر نصفا نصف ہوگی - اور اگر دونون زخمون سے اچھا ہو گیا اور جراحت دوم ایسی
ہو کہ غلام کی تمام قیمت کو گھیرے ہوے ہو یعنی اُسکا ارش بقدر ہو کہ غلام کی تمام قیمت ہے اور اول جراحت تمام قیمت کو محیط
نہین ہے تو شخص اول پر اُسکی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور دوم پر غلام مجروح بجرح اول کی قیمت واجب ہے اور مولے
یہ غلام اُسکو دیدیگا اور اگر جراحت اول اُسکی قیمت کو محیط ہو تو دوسرے شخص پر اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اور اول پر
اپنی جراحت کا ارش واجب ہوگا اسواسطے غلام مذکور اُسکو ملین دیگا یہ محیط مین ہے - اور اگر آزاد نے کسی مدبر پر جنایت کی تو
اُسکا حکم مثل محض مملوک پر جنایت کرنے کے ہوتی کہ اگر اُسکو کسی آزاد نے قتل کیا تو اُسکی مددگار برادری پر قیمت واجب ہوگی اور
اگر اُسکا ہاتھ کاٹا تو اُسکی نصف قیمت کا ضامن ہوگا لیکن دونون مین ایک بات مین فرق ہے وہ یہ ہے کہ آزاد نے اگر مدبر کے
دونون ہاتھ یا دونون پاؤن کاٹ ڈالے یا آنکھین پھوڑ دین تو فقط نقصان کے ضامن ہوگا اور اگر قن یعنی محض مملوک کے
ساتھ ایسا کیا تو پوری دیت واجب ہے یہ محیط سرخسی مین ہے - اگر ایک شخص نے مدبر کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اُسکی قیمت ہزار درم
ہے اور وہ اچھا ہو گیا پھر اُسکی قیمت بڑھ گئی یہان تک کہ دو ہزار درم ہو گئی پھر دوسرے شخص نے آنکھ پھوڑ دی پھر اُسکا زخم جو اچھا
ہو گیا تھا پھوٹ گیا اور مدبر مذکور ان دونون زخمون سے مرگیا حالانکہ مدبر دو آدمیون مین مشترک ہے پھر دونون مین سے
ایک نے ہاتھ کی جنایت کو عفو کر دیا اور جو نتیجہ اُس سے پیدا ہوا اُسکو بھی عفو کیا اور دوسرے نے آنکھ کے زخم سے اور جو
اُس سے نتیجہ پیدا ہوا ہو معاف کر دیا تو جس نے ہاتھ کے زخم سے عفو کیا ہے اُسکے واسطے آنکھ پھوڑنے والے پر ساتسو پچاس درم
اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے بشرطیکہ یہ زخم خطا سے ہوا اور اگر عمداً ہو تو زخمی کرنے والے کے مال سے واجب ہونگے
اور جسنے آنکھ کا زخم عفو کیا ہے اُسکے واسطے ہاتھ کاٹنے والے پر تین سو بارہ درم و آدھا درم اُسکے مال سے واجب ہونگے اگر زخم
عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو اُسکی مددگار برادری پر واجب ہونگے یہ مبسوط مین ہے ایک شخص نے دوسرے کے غلام کو زخم شجہ سے کیا

پھر اُسکے مالک نے اُسکو مدبر کر دیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو دوبارہ دوسرے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر مالک نے اُسکو مکاتب کر دیا پھر اُسنے تیسرے زخم سے اُسکو زخمی کیا پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہوگیا پھر زخمی کرنے والے نے اُسکو چوتھے زخم شجہ سے زخمی کیا پھر وہ سب زخموں سے مر گیا تو پہلے شجہ کے واسطے اُسکے تندرست کی قیمت کے بیسوین حصہ کا ضامن ہوگا اور دوسری جنایت کرنے تک جو اول شجہ کے نقصان کا بھی ضامن ہوگا اور دوسرے شجہ کیواسطے زخمی شجہ دار مدبر کی قیمت کے بیسوین حصہ کا ضامن ہوگا اور اُسکے نقصان کا بھی تا وقت مکاتب کیے جانے کے ضامن ہوگا اور تیسرے شجہ کیواسطے مدبر مکاتب زخمی دو شجہ کی قیمت کے بیسوین حصے اور وقت آزادی تک کے نقصان کا ضامن ہوگا اور تہائی قیمت ابتداے موت تک کا ضامن ہوگا اور چوتھے شجہ کے عوض تہائی دیت کا ضامن ہوگا اور بعد آزادی کے جو زخم شجہ ہوا اُسکے ارش اور نقصان کا ضامن نہوگا یہ کافی مین ہے اور اصل یہ ہے کہ جنایت کے بعد اگر مدبر کیا جاوے تو مدبر کرنا زخم جنایت کے سرایت کرنے سے جو نقصان پیدا ہوا اُسکو دور نہین کرتا ہے بلکہ اس سرایت سے جو نقصان پیدا ہوا اُسکا ضامن جنایت کرنے والا ہوتا ہے اور جنایت کے بعد اگر عتق یا کتابت واقع ہو تو یہ سرایت کو باطل کر دیتی ہے حتے کہ جنایت کرنے والے پر سرایت زخم کی ضمان واجب نہین ہوتی ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔

پندرھوان باب۔ قسامت کے بیان مین

قسامت وہ قسمین ہین کہ اُن اہل محلہ سے لیجاتی ہین جنمین مقتول پایا جاوے کذا فی الکافی اور اُسکا سبب قتیل کا پایا جانا محلہ مین یا جو محلہ کے معنی مین ہے جیسے دار و وہ موضع متصل شہر جہان سے آواز سنائی دیوے یہ نہایہ مین ہے۔ اگر ایک قوم کے محلہ مین ایک قتیل پایا گیا اور ولی قتیل نے اہل محلہ پر دعوے کیا کہ انہین سب نے اسکو خطا سے یا عمداً قتل کیا ہے اور اہل محلہ نے انکار کیا تو انہین سے پچاس آدمیون سے قسم لیگا ہر واحد قسم کھائیگا کہ واللہ مین نے اسکو قتل نہین کیا ہے اور نہ مین اُسکے قاتل کو جانتا ہون اور اس طرح قسم نہ لیجائیگی کہ واللہ ہمنے قتل نہین کیا ہے پس اگر اہل محلہ پچاس سے زائد ہون تو ولی مقتول کو اختیار ہے کہ انہین سے پچاس آدمی جنکو چاہے چھانٹ لے چھانٹنے کا اختیار اُسی کو ہوگا اور اگر کم ہون تو اختیار ہوگا کہ بعض سے مکرر قسم لیوے کہ قسمین پچاس ہوجاوین پس اگر ان لوگون نے قسم کھالی تو دیت کے ضامن ہونگے اور اگر انکار کیا تو قید کیے جاوینگے یہان تک کہ وہ قسم کھاوین اور مدعی سے قسم نہ لیجائیگی کہ میرے مورث کو انہین اہل محلہ نے قتل کیا ہے خواہ ظاہر حال مدعی کے واسطے شاہد ہو کہ اُسکے مورث اور اہل کے درمیان عداوت ظاہرہ ہو یا شاہد نہو کہ اُسکے مورث و اہل محلہ کے درمیان عداوت ظاہرہ نہو بہر حال دیت اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال مین واجب ہوگا اور اگر مدعی نے بعض اہل محلہ غیر معین پر دعوی کیا کہ بعض لوگون نے انہین سے قتل کیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ قسامت اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگی اور اگر اُسنے اہل محلہ مین سے بعض معین پر دعوی کیا تو بھی استحساناً یہی حکم ہے اور اگر اُسنے غیر اہل محلہ مین سے ایک شخص پر قتل کرنے کا دعوی کیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی پھر مدعی سے کہا جائیگا کہ تیرے پاس تیرے دعوی کے گواہ ہین پس اگر اُسنے کہا کہ ہان تو گواہ قائم کریگا اور گواہون سے اُسکا دعوے ثابت ہوجائیگا اور اگر گواہ نہون تو مدعی علیہ سے ایک قسم لیجائیگی اور پچاس قسمین نہ لیجائینگی اور وارثان مقتول کو اختیار ہوگا کہ جنمین مقتول پایا گیا ہے وہان محلہ سے یا شہر سے یا قرابت دارون سے پرہیزگار لوگ قسم کے واسطے معین کرلے اور قرابت دارون مین سے پرہیزگارون کو چن لینا یہ استحسان ہے پس اگر محلہ مین پچاس آدمی پرہیزگار نہ پائے جاوین۔ اور وارث مقتول نے چاہا کہ جسقدر پائے گئے ہین انہین سے مکرر قسم لیوے یہان تک کہ پچاس قسمین پوری ہوجاوین آیا اُسکو یہ اختیار ہے یا قرابت دارون مین سے فاسق لوگ ملاکر پچاس آدمی پورے

کریگا سو اس صورت کو امام محمد رح نے کتاب مین ذکر نہین فرمایا ہی اور ظاہر روایۃ الاصول مین مروی ہی کہ ولی مقتول کو یہ اختیار نہین ہو لیکن باقی اہل محلہ مین سے چھانٹ کر پچاس پورے کرلے یہ محیط مین ہی۔ اور اُسکو اختیار ہو جاتا ہے اُنہین سے نوجوان و فاسقون کو اختیار کرے اور چاہے بڈھون اور پرہیزگارون کو چھانٹ لے کذا فی الکافی اور یہ اختیار وارث مقتول کو ہی امام کو نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور قسامت مین لڑکا اور مجنون داخل نہین ہوتا ہی اور اندھا و محدود فی القذف و کافر داخل ہوسکتا ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اور قسامت مین عورتین اور مملوک مثل مکاتب وغیرہ کے داخل نہین ہوتے ہین اور معتق البعض امام اعظم رح کے نزدیک مثل مکاتب کے ہی یہ مبسوط مین ہی۔ اور مقتول وہ ہی جسمین قتل کا اثر موجود ہو اور میت وہ ہی جسمین قتل کا اثر نہو یہ ذخیرہ مین ہی۔ اور اگر کوئی میت پایا گیا کہ جسمین قتل کا کوئی اثر نہین ہی تو قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اور اثر یہ ہی کہ جراحت ہو یا چوٹ کا نشان ہو یا گلا گھونٹے جانے کا نشان ہو یا آنکھ یا کان سے خون نکلا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر مُنھ سے خون بہا ہو وے پس اگر پیٹ سے آیا ہو تو وہ قتیل ہوگا اور اگر سر کیطرف سے آیا ہو تو قتیل نہوگا یہ محیط مین ہی۔ اور اگر اُسکے دُبر یا ذکر سے خون بہا ہو وے تو وہ مقتول نہین ہی یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اور اگر کسی محلہ مین مقتول کا بدن یا نصف بدن سے زائد یا نصف بدن مع سر کے پایا گیا تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر طول مین آدھا چرا ہوا یا نصف سے کم مع سر کے یا اُسکا ہاتھ یا سر پایا گیا تو ہمین اہل محلہ پر کچھ نہوگا یہ مبسوط مین ہی۔ اور اگر محلہ مین جنین یا ساقط شدہ بچہ جسمین ضرب کا کچھ اثر نہین ہی پایا گیا تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور اگر اُسمین چوٹ کا اثر ہو حالانکہ اُسکی خلقت پوری ہو تو اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خلقت ناقص ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر یا ام ولد یا ایسا مملوک جو اپنی تھوڑی قیمت کیواسطے سعایت کرتا ہی کسی محلہ مین مقتول پایا گیا تو اُنپر قسامت واجب ہوگی اور اہل محلہ کی مددگار برادری پر تین سال مین مقتول کی قیمت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط مین ہی۔ اور اگر بہائم یا سواری کے چوپاؤن مین سے کوئی مقتول پایا گیا تو ہمین کچھ نہین ہی یہ فتاوی قاضیخان مین ہی۔ اور کرایہ وغیرہ پر رہنے والے مالکون کے ساتھ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسامت مین داخل نہونگے یہ تبیین مین ہی۔ اور یہ قسامت اُن لوگون پر واجب ہوگی جنکو وہ زمین اول فتح کے وقت عطا ہوئی ہی اگر اُنہین سے کوئی باقی رہا ہو اور جنھون نے اُنسے خریدی ہی اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی اور اگر اُنہین سے کوئی باقی نہ رہا ہو چنانچہ سب نے فروخت کردی تو یہ قسامت اُسکے خریدنے والے مالکون پر واجب ہوگی اور جو لوگ وہان کرایہ وغیرہ پر رہتے ہین اُنپر واجب نہوگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہی یہ سراج الوہاج مین ہی۔ اگر ایک محلہ مین جو اجاڑ و خراب ہوگیا ہی ایک شخص مقتول پایا گیا اور اُس محلہ مین کوئی نہین ہی۔ اور اس محلہ سے قریب ایک محلہ آباد ہی جسمین بہت لوگ ہین تو آباد محلہ کے لوگون پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہی اگر چند لوگ تلوار باندھے ہوئے باہم ملاقی ہوئے پھر جب وہ لوگ جدا ہوگئے تو ایک مقتول وہان پایا گیا تو اسکی قسامت وغیرہ اہل محلہ پر ہوگی لیکن اگر وارثان مقتول نے ان لوگون پر جو تلوار باندھے تھے یا اُنہین سے کسی خاص آدمی پر اُسکے قتل کا دعوی کیا پس اگر اُنکے پاس گواہ ہون تو گواہون سے ثابت کرے اور اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور جبتک گواہ قائم نکرین تب ان لوگون پر بھی کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہی۔ اگر کسی شخص کے دار مین ایک مقتول پایا گیا تو دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور قسامت اُسپر اور اُسکی قوم پر واجب ہوگی اگر وہ لوگ حاضر ہون اور اگر وے لوگ نہون بلکہ غائب ہون تو قسامت اُسی شخص پر جو مالک دار ہی واجب ہوگی کہ مکرر اُس سے قسمین لی جاوینگی یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ہی یہ ہدایہ مین ہی۔ اور اگر مشتریون مین سے کسی کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسی پر قسامت اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی جیسے کہ محلہ

ھماری گی ۱۲ ... یعنی ارکان مکانات و اراضی محلہ ۱۲

مین ایسے لوگ ہون جنکو اول فتح مین وہ زمین عطا ہوئی ہو اور زمین مین سے کسی کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت اُسی
مالک دار پر ہوگی اور دیت اِسی کی مددگار برادری پر ہوگی اور باقی ایسے لوگ جنکو اول فتح مین یہ ملک ملی ہو اس قسامت سے
بری ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے محلہ مین سے کسی خاص شخص پر قتل کا دعویٰ کیا پھر محلہ کے دو آدمیون سے نے
مدعا علیہ پر دعوے مدعی کی گواہی دی تو بالاجماع اُنکی گواہی مقبول نہوگی یہ سراج الوہاج مین ہے اگر ایک محلہ مین ایک شخص مقتول پایا
گیا اور وارث مقتول نے غیر اہل محلہ مین سے کسی شخص پر دعویٰ کیا اور اس محلہ کے لوگون کے سوائے دوسرے دو گواہون
نے دعویٰ مدعی کی گواہی دی تو اُنکی گواہی مقبول ہوگی اور اہل محلہ قسامت اور دیت سے بری ہو جائینگے اور اگر اس محلہ کے
دو آدمیون نے جنمین مقتول پایا گیا ہے دعوے مدعی کی گواہی دی تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ اُنکی گواہی مقبول نہوگی لیکن اہل محلہ
قسامت و دیت سے بری ہو جاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ مدعا علیہ پر قاتل ہونیکا حکم ہونے کے واسطے
دونون کی گواہی قبول ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ پھر امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر ولی مقتول نے اُنمین سے جنسے قسم لیتا ہے دو گواہ
اختیار کیے تو دونون سے فقط یہ قسم لیگا کہ ہم نے اُسکو قتل نہین کیا ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون اس طرح قسم کھاوین کہ
ہمنے اُسکو قتل نہین کیا اور نہ ہمنے اُسکا کوئی قاتل سوائے فلان شخص کے جانا ہے یہ کافی مین ہے۔ نوادر مین مذکور ہے کہ اگر کسی محلہ مین
ایک شخص مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے زعم کیا کہ ہم مین سے ایک شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور ولی مقتول نے اُنمین سے کسی
خاص شخص پر دعوے نہین کیا تو قسامت و دیت سب اہل محلہ پر واجب ہوگی پھر امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قسم کی
کیفیت یون ہوگی کہ اِس طرح قسم لیجائیگی کہ واللہ ہمنے نہین قتل کیا اور نہ اسکا کوئی قاتل سوائے فلان شخص کے ہمنے جانا ہے۔ اور یہی
احوط ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر محلہ مین کوئی مقتول پایا گیا اور اہل محلہ نے دعویٰ کیا کہ فلان شخص نے سوائے
ہمارے اسکو قتل کیا ہے اور اِس امر پر سوائے اپنے محلہ کے غیر لوگون کو گواہ کرکے پیش کیا تو اُنکی گواہی جائز ہوگی اور اہل محلہ قسامت
و دیت سے بری ہونگے خواہ ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ ذخیرہ مین ہے۔ نوادر ہشام مین ہے کہ مین نے امام محمد رح
سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ اگر ایک محلہ مین ایک مقتول پایا گیا اور اولیاے مقتول نے ان لوگون پر دعوے کیا اور اہل محلہ نے
گواہ پیش کیے کہ فلان شخص نے جو اُنکے محلہ کا نہین ہے اسکو قتل کیا ہے یا یہ شخص مجروح اس محلہ مین آیا اور گر کر مر گیا تو فرمایا
کہ اہل محلہ دیت سے بری ہو جائینگے اور اگر اولیاے مقتول نے کسی خاص شخص پر قتل کا دعویٰ کیا اور اسپر گواہ قائم کیے اور
مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ فلان شخص نے اسکو قتل کیا ہے تو فرمایا کہ مین اس گواہی کو قبول کرونگا یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص ایک
قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور زخمی ہو کر وہان سے اپنے لوگون مین اُٹھا گیا پھر اس زخم سے مر گیا پس اگر چارپائی پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو قسامت
و دیت اُس قبیلہ پر واجب ہوگی اور اگر صاحب فراش نرہا ہو تو اُنپر قسامت و دیت کچھ نہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دونون صورتون
مین قسامت و دیت نہین ہے اور علی ہذا اگر ایک شخص کی پشت پر مجروح پایا گیا کہ وہ اسکو اُسکے گھر کی طرف اُٹھائے لیے جاتا تھا پھر وہ
ایک دو روز کے بعد مر گیا پس اگر وہ چارپائی پر بیمار پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو اسکا جرم اُسپر ہوگا جو اُسکو پیٹھ پر لادے ہوئے
تھا جیسا کہ اگر اسکی پیٹھ پر مر جانے کی صورت مین حکم ہے اور اگر وہ چلتا پھرتا تھا تو لادنے والے پر کچھ نہوگا اور اسمین بھی امام
ابو یوسف رح کا خلاف ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر کسی محلہ یا قبیلہ مین مجروح کیا گیا اور وہان سے مجروح اُٹھا یا گیا اور اِسی زخم سے
دوسرے محلہ مین آکر مر گیا تو قسامت و دیت اُسی محلہ والون پر ہوگی جسمین مجروح کیا گیا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ جامع مین فرمایا
کہ محلہ یا مسجد تین قبیلون نے اول فتح مین پایا ہے ایک قبیلہ بکر بن وائل اور دوسرے میں آدمی ہین دوم بنو قیس اور دوسرے

بیس آدمی ہین اور سوم مین بیس اور دوسرے مین پچاس آدمی ہین پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی
دیت تینون قبیلون پر تین تہائی واجب ہوگی یعنے ہر قبیلہ پر ایک تہائی واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک قبیلہ مین
صرف ایک ہی شخص ہو تو بھی تہائی دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر یہ شخص ہر دو قبائل مین سے نہو
بلکہ غیرون مین سے ہو لیکن ان دونون قبیلون مین سے ایک کا حلیف ہو تو دیت ان دونون قبیلون پر انصافاً نصف
ہوگی اور حلیف قبیلہ پر کچھ نہوگا۔ اور نیز جامع مین فرمایا کہ ایک محلہ کو اول فتح مین تین قبیلون کے عطیہ پایا اور اُسمین
انھون نے ایک مسجد بنائی پھر ایک شخص نے جو ان تین قبیلون کے سوائے غیر قبیلہ کا ہے ان تین قبیلون مین سے
ایک قبیلہ کے سب گھر خرید لیے یہانتک کہ اس قبیلہ بائعہ مین سے کوئی نرہا پھر اس محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو دیت
تین تہائی ہوگی جسمین سے ایک تہائی مشتری کی مددگار برادری پر اور دو تہائی باقی دونون قبیلون پر ہوگی اور اگر قبیلہ
بائعہ کے مکانات خریدنے والا ہر دو قبیلہ باقیہ مین سے کوئی شخص ہو تو دیت ہر دو قبیلہ باقیہ پر نصفا نصف ہوگی اور اگر
ان تینون قبیلون کے سوائے غیر قبیلہ مین سے ایک شخص نے دو قبیلون کے تمام گھر خرید لیے اور باقی مسئلہ بحالہ رہے
تو دیت مین سے نصف مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور نصف باقی ایک قبیلہ کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر کسی
مشتری نے جو ان تینون قبیلون مین سے نہین ہے تینون قبیلون کے مکانات سب خرید لیے پھر اُسنے ایک قبیلہ کے سب
مکانات اقوام متفرقہ کے ہاتھ فروخت کیے تو مقتول کی دیت مشتری اول پر ہوگی جبتک ان مکانون مین سے اُسکی کچھ
جگہ باقی ہے اور اگر سب گھر خریدنے والے نے ایک قبیلہ کے گھر جن لوگون کے ہاتھ فروخت کیے تھے سابق مین یہ گھر
تھے یا اُنکے ساتھ بیع کا اقالہ کر لیا یا بغیر حکم قاضی کے بسبب عیب کے اُنکو واپس کر دیے پھر محلہ یا مسجد مین کوئی مقتول پایا
گیا تو اُسکی دیت مشتری کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر اُسنے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کیے ہون تو مشتری کی
مددگار برادری پر نصف دیت اور جن لوگون کو گھر واپس کیے ہین اُنکی مددگار برادری پر نصف دیت ہوگی یہ محیط مین ہے
اور اگر بازار یا جماعت کی مسجد مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی بشرطیکہ یہ بازار عام ہو یا سلطانی ہو اور
اگر کسی قوم خاص کی مملوک ہو تو قسامت و دیت اُنھین پر واجب ہوگی اور واضح ہو کہ مسجد سے جامع مسجد مراد ہے یا ایسی مسجد
جماعت جو بازار مین عام مسلمانون کی ہو اور اگر مسجد محلہ مین پایا جاوے تو دیت و قسامت اہل محلہ پر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور
اگر شارع اعظم یعنے بڑے عام راستہ پر کوئی مقتول پایا گیا تو اُسمین قسامت کسی پر نہین ہے اور اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی
یہ کافی مین ہے اور اگر مسجد الحرام مین بدون اسکے کہ لوگون کا مسجد مین ازدحام ہو یا عرفہ مین یا غیر عرفہ مین کوئی مقتول پایا گیا
تو بغیر قسامت کے اُسکی دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہے اور اگر زمین یا دار وقف مین جو چند معلوم لوگون پر وقف ہے کوئی
مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت اُنھین معلوم لوگون پر واجب ہوگی اور اگر یہ زمین یا دار اخراجات مسجد کے واسطے وقف ہو تو
ایسا ہو جیسے مسجد مین مقتول پایا گیا کہ اہل محلہ پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مسجد کے وقف مین
کوئی مقتول پایا گیا تو دیت بیت المال پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر گانون مین ایک مقتول پایا گیا اور در اصل وہ گانون
اقوام متفرقہ کی ملک ہے جسمین مسلمان و کافر دونون مذہب کے مالک ہین تو گانون والون پر قسامت ہوگی مسلمان و
کافر سب برابر ہین پھر اُنپر دیت واجب ہوگی سو جسقدر مسلمانون کے حصہ مین پڑے وہ اُنکی مددگار برادری پر ہوگی اور
جسقدر ذمیون کے حصہ مین پڑے پس اگر اہل ذمہ کی مددگار برادری ہو تو اُسپر ورنہ ذمیون کے ذاتی مالون سے وصول

کیجائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر مسلمانوں کے محلہ میں کوئی مقتول پایا گیا اور وہاں اُنکے یہاں کوئی ذمی اُترا ہوا تھا تو ذمی مذکور سے قسم نلیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو گانؤں یا دو کوچوں کے بیچ میں کوئی مقتول پایا گیا تو مقتول سے جو قریہ و کوچہ زیادہ قریب ہو اُسی کے لوگوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جہاں مقتول پایا گیا ہے وہاں دونوں گانؤں یا دونوں کوچوں کی آواز پہونچتی ہو اور اگر نہ پہونچتی ہو تو کسی گانؤں والے پر کچھ واجب نہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے منتقی میں ہے کہ اگر دو گانؤں کے بیچ میں مقتول پایا گیا کہ دونوں کی زمین اور دونوں کا راستہ ایک قوم کی ملک ہے کہ اپنی زمین و راستہ فروخت کرتے ہیں تو دیت عدد رؤس پر تقسیم ہوگی اور فرمایا کہ یہ امام محمد رح کا قول ہے اور نیز منتقی میں ہے کہ اگر ایک گانؤں کی زمین میں ایک مقتول پایا گیا حالانکہ وہ دوسرے گانؤں کی آبادی کے گھر سے قریب تر ہے پس اگر وہ زمین جسمیں قتیل پایا گیا ہے مملوک ہو تو مالک ماخوذ ہوگا اور اگر مملوک نہو تو جو گانؤں مقتول سے بہت قریب ہے اُس سے مواخذہ ہوگا۔ اور نیز منتقی میں ہے کہ امام محمد رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک مقتول دو گانؤں کے بیچ میں پایا گیا پس آیا اُسکا مواخذہ اُس گانؤں والوں سے ہوگا جسکی آبادی مکانات سے زیادہ قریب ہے یا زمین سے قریب والوں سے مواخذہ ہوگا تو فرمایا کہ اگر اراضی اُنکی ملک نہو بلکہ صحرا کے مثل اُس گانؤں کیطرف منسوب ہو تو جسکی آبادی سے قریب تر ہے اُس سے مواخذہ کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر دو گانؤں کے بیچ میں کوئی مقتول پایا گیا اور وہ دونوں گانؤں کے ٹھیک بیچ میں ہے۔ کہ دونوں طرف فاصلہ برابر ہے اور ایک گانؤں میں ہزار آدمی ہیں اور دوسرے میں اُس سے کم ہیں تو بالاتفاق اُسکی دیت دونوں گانؤں پر نصفا نصف ہوگی اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ ایک مقتول تین دار کے ٹھیک بیچ میں کہ سب سے اُسکا فاصلہ برابر ہے پایا گیا اور ایک دار تمیمی کا اور دو دار ہمدانیوں کے ہیں تو دیت دونوں پر نصفا نصف ہوگی پس قریب کا اعتبار نکیا بلکہ قبیلہ کا اعتبار کیا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدا اور ہنوز قبضہ نہیں ہوا ہے کہ اُسمیں مقتول پایا گیا اور بیع میں کسی کے واسطے خیار نہیں ہے تو بائع کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر بیع میں خیار ہو تو قابض کی مددگار برادری پر ہوگی اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر بیع میں خیار نہو تو مشتری کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اگر خیار ہو تو انجام کار وہ دار جسکا ہو جائیگا اُسی کی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص کے قبضہ میں دار ہو اور اُسمیں ایک مقتول پایا گیا تو مددگار برادری اُسوقت تک دیت کی ضامن نہوگی کہ جبتک گواہ یہ گواہی نہ دیں کہ یہ دار اِسکی ملک ہے اور جب گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جاوے تو ضامن ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص کے دار میں مقتول پایا گیا اور اِس دار میں اُسکے خادم و غلام لوگ و آزاد لوگ ہیں تو قسامت و دیت فقط مالک دار پر واجب ہوگی اُن لوگوں پر کچھ نہوگا یہ اسبیجابی سے تاتارخانیہ میں منقول ہے۔ اور اگر ملک مشترک میں مقتول پایا گیا تو مالکوں پر قسامت و اُنکی مددگار برادری پر بحساب رؤس مالکوں کے دیت واجب ہوگی یعنی جو تعداد مالکوں کی ہے دیت کے اُسیقدر برابر حصے ہونگے بتعداد حصہ واجب نہوگی چنانچہ اگر ایک شخص کا حصہ تہائی دار ہو اور دوسرے کا دو تہائی ہو تو دیت ہر ایک کی مددگار برادری پر آدھی آدھی واجب ہوگی اسیطرح اگر چند اقوام کے درمیان ایک نہر مشترک ہو اور اُسمیں کوئی مقتول پایا جاوے تو اُسمیں بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے جامع میں فرمایا کہ ایک دار گیارہ آدمیوں میں مشترک ہے جنمیں سے دس آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے ہیں اور ایک آدمی بنو قیس میں سے ہے پس اُسمیں ایک شخص مقتول پایا گیا تو اُسکی دیت کے گیارہ جزو ہونگے اُنمیں سے دس جزو بنی بکر بن وائل کی مددگار برادری پر ہونگے اور ایک جزو بنو قیس کی مددگار برادری پر ہوگا اسی طرح اگر ایک بنی بکر کا ہو اور دو بنی قیس کے ہوں

اور دار اُن سب مین تین تہائی ہو تو دیت تین تہائی ہو کر اُنکی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ امام محمد رح کا قول ہے جسکو امام محمد رح نے امام ابوحنیفہ رح سے روایت کیا ہے اور امام ابو یوسف رح سے اُسکے برخلاف روایت کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ ایک دار ایک تمیمی اور دو ہمدانیون مین مشترک ہے جسمین ایک مقتول پایا گیا تو نصف دیت تمیمی پر اور نصف دیت دونون ہمدانیون پر واجب ہوگی۔ اور فرمایا کہ یہ حکم عدد قبائل پر ہے جسقدر قبائل ہون دیت کے اُسی قدر حصے مساوی کیے جاوینگے بمنزلہ دو گانون کے بیچ مین جہان سے دونون گانون کا فاصلہ برابر ہے ایک مقتول پایا گیا تو ہر گانون والون پر نصف دیت واجب ہوگی اور گانون والون کی تعداد پر لحاظ نکیا جائیگا اور ایسا ہی اگر ایک دار ایک تمیمی اور چار ہمدانیون مین مشترک ہو اور اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف رح کا قول ہے کہ دیت دونون پر نصفا نصف ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دیت کے پانچ حصے ہونگے یہ محیط مین ہے منتقی مین ہے کہ امام محمد رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ ایک دار مین دو آدمی تھے کہ اُنکے سوا اسے تیسرا نہ تھا پھر اُنمین سے ایک مقتول پایا گیا تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ دوسرا اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مین اُسکو دیت کا ضامن نکرونگا اسواسطے کہ شاید مقتول نے اپنے آپ کو خود قتل کر ڈالا ہو یہ خلاصہ مین ہے۔ ایک دار تین نفر مین مشترک ہے اُسمین ایک مقتول پایا گیا تو دیت ان سب کی مددگار برادری پر تین تہائی ہوگی اور قسامت بھی ان سب کے گروہ پر ہوگی پس ہر ایک کے گروہ مددگار برادری کے سولہ سولہ آدمی ہوے اور رہے پچاس کی کسر مین دو آدمی سو ولی مقتول کو اختیار ہے چاہے جسکی مددگار برادری مین سے چھانٹ لے اور یہ اُسکو اختیار نہین ہے کہ سب پچاس کسی ایک نفر کی مددگار برادری سے چھانٹ لے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص اپنے دار مین مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکی مددگار برادری پر اُسکی دیت اُسکے وارثون کے واسطے واجب ہوگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور بنابر قول امام اعظم رح کے قسامت واجب ہونے مین مشایخ نے اختلاف کیا ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے یہ اختیار کیا ہے کہ ایسی صورت مین قسامت نہوگی یہ کافی مین ہے اور اگر مکاتب اپنے دار مین مقتول پایا گیا تو یہ بالاجماع ہدر ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر مکاتب اپنے مولے کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت اُسکے مولے پر تین سال مین ادا کرنی واجب ہوگی اُسمین سے اُسکی کتابت کا مال ادا کیا جائیگا اور اُسکی آزادی کا حکم دیا جائیگا اور جو کچھ باقی رہیگا وہ اُسکے وارثون کو اُسکی میراث ملیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ اور اگر مکاتب کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اُسکی دیت اور اپنی قیمت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کر کے تین سال مین ادا کرے اور اُسکو اُسکی مددگار برادری نہ اُٹھا دیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور آیا مکاتب پر قسامت واجب ہوگی سو یہ کتاب مین مذکور نہین ہے اور کچھ شک نہین ہے کہ بنابر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے قسامت واجب ہوگی اور بنابر قول امام ابو یوسف رح کے مشایخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُنکے دوسرے قول پر قسامت واجب نہوگی اور بعض نے فرمایا کہ واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اگر مکاتب کے دار مین اُسکا مولے مقتول پایا گیا تو مکاتب پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت اور مولے کی دیت دونون مین سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرے یہ سراج الوہاج مین ہے اور اگر غلام اپنے مولے کے دار مین مقتول پایا گیا تو اُسمین کچھ واجب نہوگا اور مشایخ رح نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ جب غلام پر قرضہ نہو اور اگر غلام پر قرضہ ہو تو مولے اُسکی قیمت اور مقدار قرضہ مین سے کم مقدار کا ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اسی طرح اگر غلام نے کسی پر کوئی جنایت کی پھر اپنے مولے کے دار مین مقتول پایا گیا تو بھی یہی حکم ہے کہ مولے بطریق مذکور ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے اگر غلام ماذون التجارۃ کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے کہ اگر اُسپر قرضہ ہو

توقسامت اُسکے مولے پراور دیت مولے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی یہ حکم قیاساً واستحساناً ہر اور اگر اُسپر قرضہ ہو تو بھی صاحبین
رح کے نزدیک یہی حکم ہر اور استحساناً امام اعظم رح کے نزدیک بھی یہی حکم ہر یہ ذخیرہ مین ہر۔ اور اگر غلام ماذون کے دار مین اُسکا
مولے مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مولے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی خواہ غلام پر قرضہ ہو یا نہو یہ فتاوی قاضیخان
مین ہر۔ اور اگر دار راہن یا مرتہن مین غلام مرہون مقتول پایا گیا تو اُسکی قیمت مالک دار پر واجب ہوگی نہ مددگار برادری پر یہ
خزانۃ المفتین مین ہر۔ اگر کوئی شخص ایسے قرابت دار کے گھر مین مقتول پایا گیا جسکی گواہی مقتول کے حق مین مقبول
نہین ہوسکتی ہر یا عورت اپنے شوہر کے دار مین مقتول پائی گئی تو آہین قسامت و دیت لازم ہر اور میراث سے محروم نہوگا یہ
محیط سرخسی مین ہر۔ اگر شہر مین ایک عورت کے مکان مین کوئی شخص مقتول پایا گیا حالانکہ اُس گھر مین اُسکے قرابت دارون مین
سے کوئی نہین ہر تو عورت مذکورہ سے مکرر پچاس قسمین لیجائینگی پھر جو قبیلہ اُسکی قرابت مین سب سے قریب ہو اُسپر مقتول کی دیت
واجب ہوگی اور یہ امام اعظم رح کا قول ہر اور یہی قول امام محمد رح کا اور اول قول امام ابو یوسف رح کا ہر یہ شرح مبسوط مین ہر اور
اگر اُسکے عشیرہ مین سے یعنی خویش و یگانون مین سے وہان حاضر ہون تو قسامت مین اُسکے ساتھ شریک کیے جاوینگے یہ
کفایہ مین ہر اور اگر عورت کے گانون مین کوئی مقتول پایا گیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک اُس عورت پر قسامت
واجب ہوگی مکرر اُس سے قسمین لیجاوینگی اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور اُسکی مددگار برادری وہ قبیلہ ہوگا جو
نسب مین سب سے زیادہ اُسکا قریب ہو اور ہمارے متاخرین اصحاب نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین دیت اُٹھانے مین مددگار
برادری کے ساتھ یہ عورت بھی شریک ہوگی یہ کافی مین ہر۔ اور اگر نابالغ کے دار مین کوئی شخص مقتول پایا گیا تو بالاجماع یہ حکم ہر
کہ اُسپر قسامت واجب نہوگی بلکہ قسامت و دیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور مجنون کے دار مین بھی بالاجماع یہی حکم
ہر یہ ذخیرہ مین ہر اگر یتیمون کے دار یا قریہ مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر اُنمین کوئی بالغ ہو تو اُسپر قسامت واجب ہوگی اور
دیت ان سب کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر بالغ نہو تو قسامت و دیت اِن سب کی مددگار برادری پر ہوگی یہ محیط سرخسی
مین ہر اگر ذمی کے دار مین کوئی مقتول پایا گیا تو اُسپر قسامت واجب ہوگی کہ اُس سے مکرر پچاس قسمین لیجاوینگی پھر جب
اُسنے قسم کھالی پس اگر اُسکی مددگار برادری ہو کہ باہم ایسے معاملات مین مددگاری کرتے ہون تو دیت اُسکی مددگار برادری
پر ہوگی ورنہ اُسکے مال سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہر۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹے و بیٹی کے دار مین جو دونون مین نصفا نصف
مشترک ہر مقتول پایا گیا پھر ہر ایک نے دوسرے پر اُسکے قتل کا دعوے کیا تو پسر کے واسطے تہائی دیت دختر کی مددگار
برادری پر واجب ہوگی اور دختر کی مددگار برادری پسر کی مددگار برادری ہوگی اور دختر کے واسطے اپنے بھائی کی مددگار
برادری پر چھٹا حصہ دیت واجب ہوگا۔ اور اگر پسر نے اپنی بہن کے شوہر پر باپ کے قتل کا دعوے کیا تو پسر کے
واسطے کچھ واجب نہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہر۔ مجموع النوازل مین ہر کہ اگر ایک شخص اپنے پسر کے گھر مین مقتول پایا
گیا حالانکہ اُسنے اپنے مجروح ہونے کی حالت مین موت سے پہلے یہ کہا کہ مجھے فلان شخص نے قتل کیا ہر تو اُسنے پسر کی
مددگار برادری کو دیت سے بری کردیا لیکن اس سے جو اُسکے پسر پر لازم آیا ہر وہ باطل نہوگا اگر اہل عطا مین سے
ہر تو پانچ درہم یا اس سے کم اور نیز مجموع النوازل مین ہر کہ اگر مہمان اپنے دار کے گھر مین مقتول پایا گیا تو اُسکا مواخذہ
مالک مکان سے ہوگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہر اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وہ علیحدہ کوٹھری مین اُترا ہوا ہو تو دیت
و قسامت کچھ نہوگی اور اگر متسلط ہو تو مالک مکان پر دیت و قسامت واجب ہوگی یہ محیط مین ہر۔ اگر اپنے وارث کے مکان مین

مقتول پایا گیا اور اُسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو تو اس وارث کے واسطے مددگار برادری دیت نہ بھریگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر ایک شخص ایک نہر مین جسمین پانی بہتا ہے مقتول پایا گیا پس اگر نہر عظیم ہو جیسے فرات وغیرہ پس اگر پانی اُس مقتول کو بہائے لاتا ہو اور اس دریا کا نکاس دار الحرب سے ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا خواہ وہ بیچ دھار مین بہتا ہو یا کنارے بہتا ہو اور اگر دریا کا نکاس دار الاسلام سے ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر مقتول مذکور بہتا نہو بلکہ کسی کنارہ لگا ہوا ہو تو اُسکی دیت وہان سے جو گانؤن سب سے زیادہ نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ جو گانؤن سب سے زیادہ قریب ہو وہان کی آواز یہان تک پہونچتی ہو اور اگر آواز نہ پہونچتی ہو تو انپر بھی کچھ واجب نہوگا بلکہ فقط بیت المال پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر نہر صغیر اقوام معروف کی ہو تو صحاب نہر پر قسامت اور اُنکی مددگار برادریون پر اُسکی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور نہر صغیر وکبیر مین یہ فرق ہے کہ جس نہر سے استحقاق شفعہ ثابت ہوتا ہے وہ صغیر ہے۔ اور جس سے استحقاق شفعہ ثابت نہو وہ کبیر ہے جیسے فرات وغیرہ جیسا کہ کتاب الشفعہ مین معلوم ہو چکا ہے یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اگر کشتی مین کوئی مقتول پایا گیا تو کشتی کے سوار لوگ وملاح لوگ جو اُسمین ہین سب پر قسامت واجب ہوگی اور یہ لفظ ارباب کشتی کو بھی شامل ہے حتے کہ جو ارباب اُسمین موجود ہین سب پر قسامت واجب ہوگی اور سکان پر اور جو اُسکو کھینچتے ہین اُنپر واجب ہوگی اور اسمین مالک وغیر مالک سب یکسان ہین اور گردون کا بھی یہی حکم ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اگر ایک سواری کے چوپایہ پر ایک شخص مقتول پایا گیا اور جانور مذکور کے ساتھ سائق یا قائد یا راکب ہے تو مقتول کی دیت اُسی کی مددگار برادری پر ہوگی اہل محلہ پر نہوگی اور اگر سائق وقائد وراکب سب اس جانور کے ساتھ ہون تو سبھون پر دیت واجب ہوگی اور یہ شرط نہین ہے کہ یہ لوگ جانور مذکور کے مالک ہون بخلاف دار کے کہ دار مین یہ شرط ہے۔ اور اگر جانور سواری کے ساتھ کوئی نہو صرف اُسپر مقتول پایا گیا تو جس محلہ مین چوپایہ پر وہ مقتول پایا گیا ہے اُس محلہ والون پر دیت وقسامت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہے اگر ایک سواری کا جانور مقتول کو لادے ہوے دو گانؤن کے بیچ مین ہو کر گذرا تو جو گانؤن وہان سے بہت قریب ہو اُسپر دیت وقسامت واجب ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ جب اس سب سے قریب والے گانؤن والون کو آواز یہان کی پہونچتی ہو اور اگر اتنا فاصلہ ہو کہ یہان کی آواز وہان والون کو نہ سُنائی دیتی ہو تو اُنپر کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے اگر بیابان مین کوئی مقتول پایا گیا پس اگر وہ زمین کسی کی ملک ہو تو مالک پر قسامت ودیت اُسکی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور اگر کسی کی ملک نہو پس اگر کسی آبادی تک وہان کی آواز سُنائی دیتی ہو تو انھین پر قسامت واجب ہوگی اور اگر وہان کی آواز کہین نہ سُنائی دیتی ہو پس اگر اُس جنگل سے مسلمانون کو جلانے کی لکڑیان یا ہری یا سوکھی گھاس کی منفعت ہو تو دیت بیت المال سے واجب ہوگی اور اگر اُس سے مسلمانون کی منفعت بھی منقطع ہو تو مقتول کا خون ہدر ہوگا اسی طرح جس میدان جنگل مین جسکے قریب آبادی نہو مقتول پایا جاوے اُسکا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور منتقی مین ہے کہ اگر چھوٹے یا بڑے پل پر کوئی مقتول پایا گیا تو بیت المال پر اُسکی دیت ہوگی اور نیز منتقی مین ہے کہ اگر مثل شہر ابوجعفر کے خندق مین کوئی مقتول پایا گیا تو یہ بمنزلہ بڑے راستہ کے ہے کہ جو محلہ والے اس سے سب سے زیادہ قریب ہوگا اُسی پر قسامت ودیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر لشکرگاہ مین کوئی مقتول پایا گیا حالانکہ یہ لوگ ایک جنگل بیابان مین اُترے ہین جو مباح ہے کسی کی ملک نہین ہے پس اگر چھوٹی چھولداری یا بڑے خیمہ مین پایا گیا تو قسامت ودیت اُسی پر واجب ہوگی جو اُسمین رہتا ہے اور اگر اُس سے باہر پایا گیا اور یہ لوگ ہر یہ قبیلہ جدا جدا اُترے ہین تو

اُس قبیلہ پر واجب ہوگی جسمین وہ مقتول پایا گیا ہر اور اگر دو قبیلون کے بیچ مین پایا گیا تو جو مقتول سے نزدیک ہو اُسپر واجب ہوگی اور اگر فاصلہ برابر ہو تو دونون قبیلون پر واجب ہوگی یہ تبیین مین ہر اور اگر ایک جگہ سب مجتمع مختلط اُترے ہون پس اگر کسی شخص کے خیمہ یا ڈیرے خیمہ مین پایا گیا تو خیمہ والے پر دیت و قسامت واجب ہوگی اور اگر خیمون سے باہر پایا گیا تو تمام اہل لشکر پر واجب ہوگی یہ محیط مین ہر اور اگر لشکر کسی شخص کی زمین مملوکہ مین ہو تو اُسی پر قسامت و دیت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہر۔ اور اگر اہل لشکر اپنے کافر دشمنون سے ملاقی ہوئے ہون پھر جب جدا ہوئے تو ایک مسلمان مقتول پایا گیا تو مقتول کے واسطے قسامت و دیت کچھ واجب نہوگی اگرچہ یہ معلوم نہو کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہر اسیطرح اگر دونون گروہ مسلمان ہون لیکن ایک گروہ باغی ہو اور دوسرا عادل ہو اور اہل عدل مین سے ایک شخص اُنکے جدا ہونے کے بعد مقتول نظر آیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہر کہ اُسکو کسنے قتل کیا ہر تو اُسکے واسطے دیت و قسامت واجب نہوگی یہ محیط مین ہر۔ اور اگر قیدخانہ مین مقتول نظر آیا تو دیت بیت المال پر واجب ہوگی اور بنابر قول امام ابو یوسف رحمہ کے دیت و قسامت قیدخانہ والون پر واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہر۔ اور اگر خالی گھر مین قفل لگا ہوا ہو پھر اُسمین کوئی مقتول پایا گیا تو قسامت و دیت مالک مکان کی مددگار برادری پر واجب ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ سب کا قول ہر کذا فی المحیط

سولھوان باب۔ معاقل کے بیان مین۔ معاقل جمع معاقلہ بمعنی دیت ہر کذا فی الہدایہ۔ عاقلہ اُن لوگون کو کہتے ہین جو دیت ادا کرتے ہین اور دیت کو عقل و معقل اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ خونریزی سے روکتی ہر یہ کافی مین ہر ہر شخص کے عاقلہ ہمارے نزدیک اُسکے اہل دیوان ہوتے ہین کذا فی المحیط اور اہل دیوان اہل رایات ہین یعنے وہ لشکری لوگ جنکے نام دیوان مین لکھے ہین یہ ہدایہ مین ہر اگر قاتل اہل دیوان مین سے ہو پس اگر غازی ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ وہان سے لڑائی کے واسطے روزینہ پاتا ہو تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو غازیون مین سے اُسکے دیوان مین درج ہین اور اگر وہ منشی ہو اور اُسکا دیوان ہو کہ اُسمین سے روزینہ پاتا ہر تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہونگے جو دیوان کتابت سے روزینہ پاتے ہین بشرطیکہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہون۔ اور اگر اُسکا دیوان نہو تو اُسکے مددگار لوگ اُسکے عاقلہ ہونگے پس اگر اُسکی مدد از جانب محلات و دیہات ہو تو دیت اُنپر ڈالی جائیگی اور اگر قاتل گانون کا رہنے والا ہو اور اُسکی مدد اہل دیہ سے ہو تو دیت اُنھین پر ڈالی جائیگی یہ محیط مین ہر۔ اور حاصل یہ ہر کہ اس معاملہ مین اعتبار باہمی مددگاری کا اور بعض کا بعض کے کام آنے کا ہر پس اگر اہل محلہ و اہل بازار و اہل دیہ و خویشان و بیگانگان باہم ایسے ہون کہ اگر ایک پر کچھ مصیبت پڑے تو سب اُسکی مددگاری و کفایت کار مین شریک ہو جاتے ہون تو وے لوگ عاقلہ ہونگے ورنہ اگر اُسکی مددگار اہل دیوان اور خویشان و بیگانگان و اہل محلہ و اہل بازار ہون تو اہل دیوان کو ترجیح ہوگی پس اگر اہل دیوان نہون تو خویشان و بیگانگان اولے ہین پھر اسکے بعد اہل محلہ و بازار مددگار قرار دیے جاوینگے یہ ذخیرہ مین ہر اور اگر بعض مددگار بعض نہون تو اُسکے عاقلہ وہ خویش و بیگانہ ہونگے جو اُسکے باپ کی طرف کے رشتہ دار ہین کذا فی المحیط اور دیت ان لوگون پر تین سال مین پھیلائی جائیگی کہ ہر واحد سے ہر سال مین سوا ایک درم کے یا ایک درم و تہائی درہم کے نلیا جائیگا اور پوری دیت مین سے تین سال مین ہر واحد پر تین درم یا چار درم سے زیادہ نکیا جائیگا۔ اور اگر پورے قبیلہ مین پھیلانے سے یہ گنجائش نہو تو اُس قبیلہ کے ساتھ اُسکے کسی قبائل مین سے جو سب سے قریب ہو وہ ملایا جائیگا پھر بھی اگر پورا نہ پڑے تو دوسرا جو باقی سب سے قریب ہر وہ ملایا جائیگا اسی طرح عصبات کی ترتیب سے قریب بقریب

ملائے جاوینگے کہ پہلے بھائی پھر اُنکی اولاد پھر چچا پھر اُنکی اولاد ملائے چلے جاوینگے اور رہے آبا و ابنا یعنی باپ و دادا و پردادا وغیرہ و بیٹا و پوتا و پرپوتا وغیرہ سو بعض نے فرمایا کہ یہ لوگ داخل کیے جاوینگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین داخل کیے جاوینگے یہ کافی مین ہے۔ اور خاوند اپنی جورو کا عاقلہ نہین ہوتا ہے اسیطرح جورو بھی خاوند کی عاقلہ نہین ہوتی ہے اور بیٹا اپنی مان کا عاقلہ نہین ہوتا ہے الا اسصورت مین ہوتا ہے کہ جب اُسکی مان کا شوہر یعنے اُسکا باپ اُسکی مان کے باپ کی طرف سے نسبی رشتہ دارون مین سے ہو یہ محیط مین ہے۔ پھر قاتل بھی ایک عاقلہ مین سے ہوتا ہے کہ جو ہر ایک پر عاقلہ مین سے لازم آتا ہے وہی اُسپر بھی لازم آویگا یہ ہمارے نزدیک ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور عورتون و ذریات مین سے جسکے نام عطیہ دیوان مین لکھا ہو اُسپر عقل لازم نہین ہے اور علی ہذا اگر قاتل کوئی لڑکا نابالغ یا عورت ہو تو ان دونون پر دیت مین سے کچھ واجب نہوگا یہ کافی مین ہے اور مجنون و غلامون و باندیون سے کچھ نہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر عاقلہ قلیل ہون یہان تک کہ ہر ایک کے حصہ مین تین سال مین چار درم سے زیادہ آتے ہون تو دوسرے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ ملائے جاوینگے اور اس شہر کے دیوان مین سے جو اقرب ہون وہ بہ نسبت ابعد کے اولے ہین یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور قاتل کے دیوان سے اقرب وہ دیوان ہوگا جو قائد اس دیوان کا ہووے اُس دیوان کے قائد کے ہاتھ سے جسمین قاتل کا نام درج ہے پھر اگر اس شہر کے اقرب دیوان کو قاتل کے دیوان سے ملانے سے کافی نہوا تو اس شہر کے ابعد دیوان کو دیوان قاتل کے اقرب کے ساتھ ملاوینگے اور دیوان ابعد وہ ہے جسکا قائد اُس قائد کے ہاتھ سے ہو جسمین قاتل کا نام درج ہے یعنی اُسکا قائد والی ملک کے ہاتھ سے ہو پھر اگر ابعد دیوان کے ملانے سے بھی کافی نہوا تو اُسکے خویش جو باپ کیطرف سے ہین ملائے جاوینگے اور اگر اس شہر کے دیوانون مین سے ایک دیوان اقرب بدیوان قاتل ہو لیکن یہ لوگ اجنبی ہون اور ایک دیوان ابعد از دیوان قاتل ہو لیکن وہ سب لوگ اُسکے خویش ہین اور باپ کیجانب سے خویش ہین تو دیوان قاتل کے ساتھ اقرب دیوان کے لوگ ملائے جاوینگے اگرچہ وہ لوگ اجنبی ہون یہ محیط مین ہے۔ اور اگر دو دیوان از راہ قرب کے برابر ہون اور ایک دیوان قاتل کے باپ کی جانب سے خویش ہین اور دوسرے مان کی جانب سے خویش ہین تو اُسکے ساتھ اُسکے خویشون کا دیوان ملایا جائیگا اور نسب کی راہ سے ترجیح کا اعتبار ہوگا اور ترجیح پہلے تو قربت دیوان کی راہ سے معتبر ہوگی اور جب اس قرب مین برابر ہون تو نسب کی راہ سے ترجیح معتبر ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور شیخ ابوجعفر سے منقول ہے کہ اگر قاتل ایسا شخص ہو جسکا نام دیوان مین درج ہے اور اُسکے اقربا کے بھی دیوان ہون تو اُسکی مددگاری دیت ادا کرنے مین اُسکے اُن خویشون پر ہوگی جو اُسکے دیوان مین ہین پس اگر یہ کافی نہون تو اُسکے سب اقربا پر ہوگی خواہ اُسکے دیوان مین سے ہون یا غیر دیوان مین سے ہون۔ اور اگر قاتل کا نام دیوان مین درج نہو لیکن اُسکے اقربا کا نام دیوان مین درج ہو تو اُسکی دیت ادا کرنے کی مددگاری اُسکے اُن اقربا دیوانیان پر ہوگی جنکا رشتہ قاتل سے بہت قریب ہے پس اگر کافی نہون تو اُسکے سب اقربا پر ہوگی اور اگر قاتل کا نام دیوان مین درج ہو لیکن اُسکے بعض اقارب کا نام دیوان شہر مین درج ہو اور بعض کا نام درج نہو اور وہ لوگ دیہات مین رہتے ہون تو دیکھا جائیگا کہ اگر قاتل بھی دیہہ مین رہتا ہو تو اُسکی مددگاری اُن اقاربون پر ہوگی جو دیہات مین رہتے ہین اور اگر یہ لوگ کافی نہون تو اُسکی مددگاری مین اُسکے خویشان بھائی بھی دشہری جنکا نام دیوان مین درج ہے شامل کیے جاوینگے پھر اگر کچھ مال زائد رہے تو خاص قاتل کے مال سے دیا جائیگا اور اگر قاتل شہر مین رہتا ہو تو اُسکی مددگاری مین وہ لوگ لیے جاوینگے جو شہر مین ہین کہ اُنکا نام دیوان مین درج ہے پھر اگر کفایت نہ کرے تو باقی خاص اُسکے مال سے دیجائیگی اور اُسکے ان

قرابت دارون پر جو دیہات مین رہتے ہین کہ انکا نام دیوان مین درج نہین ہے کچھ دیت کا حصہ واجب نہوگا۔ اور اگر اُسکا اور اُسکے قرابت دارون کا دیوان نہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر وہ اہل حرفہ سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مددگاری اہل حرفہ پر واجب ہوگی اور جو کچھ زائد ہو وہ خاص اُسکے مال سے دلائی جائیگی اور اگر اہل محلہ سے مددگاری لیتا ہو تو اُسکے جرم کی دیت کی مددگاری اہل محلہ پر ہوگی اور باقی اپنے مال سے دیگا اور اگر اہل شہر سے مدد لیتا ہو تو اُسکی مددگاری اہل شہر پر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور جن لوگون کا نام دیوان مین درج نہین ہے جیسے شہر سے باہر دیہاتی لوگ وغیرہ تو اُنکی باہمی مددگاری باعتبار نسب کے ہوگی اگرچہ اُنکے رہنے کے ٹھکانے دور دور اور دیہات مختلفہ ہون یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر دیہاتی آدمی شہر مین اُترا اور اُسکا گھر شہر مین نہین ہے تو اہل مصر جنکو دیوان سے عطیہ ملتا ہے وہ اُسکی مددگاری مین دیت ادا نکرینگے جیسے کہ شہری لوگون مین سے اگر کوئی شخص دیہات مین گیا ہو تو دیہاتی لوگ اُسکی مددگاری ادائے دیت مین نکرینگے یہ کافی مین ہے۔ اور جس شخص کے قرابت دار نہون اور نہ اُسکا نام دیوان مین درج ہو تو امام ابو حنیفہ رح سے روایت ہے کہ اُسکی دیت اُسکے مال سے دیجائیگی اور اسی کو عصام رح نے اختیار کیا ہے ظاہر الروایۃ کے موافق بیت المال پر واجب ہوگی اور اسی پر فتوے ہے۔ اسکو صدر الشہید حسام الدین رح نے ذکر کیا ہے یہ سراجیہ مین ہے۔ اور کتاب الولاء مین ذکر فرمایا کہ بیت المال ایسے شخص کیطرف سے دیت نہین ادا کرتا ہے جسکے خویش موجود ہون یا وارث ہو خواہ وارث مذکور مستحق میراث ہو مثلاً آزاد مسلمان ہو یا نہو مثلاً کافر یا غلام ہو حتی کہ فرمایا اگر حربی مستامن نے ایک مسلمان غلام خریدا پھر اُسکو آزاد کر دیا پھر مستامن مذکور دار الحرب کو لوٹ گیا پھر وہان مسلمانونکے ہاتھ قید ہو کر دار الاسلام مین لایا گیا پھر غلام آزاد کردہ شدہ مر گیا تو اُسکی میراث بیت المال مین رہیگی اسواسطے کہ اُسکا آزاد کرنے والا رقیق ہے اور اگر اس غلام آزاد شدہ نے جنایت کی تو ادائے دیت مین اُسکی مددگاری اُسی پر ہوگی بیت المال پر نہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ نہایہ مین ہے۔ اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ سوائے عرب کے باقی ملک عجم کے واسطے عاقلہ نہین ہے اور یہی قول فقیہ ابو بکر بلخی اور ابو جعفر ہندوانی کا ہے اسواسطے کہ عجم نے اپنے انساب کی حفاظت نہین رکھی ہے اور نہ باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہین اور نہ اُنکے واسطے دیوان ہے اور دیت کا بار دوسرے غیر پر ڈالنا عرب کے حق مین برخلاف قیاس ثابت ہوا ہے کہ اُنھون نے اپنے نسبون کو ضائع نہین کیا ہے اور باہم ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہین پس عجم لوگ اُنکے ساتھ نہین ملائے جاوینگے۔ اور بعض نے فرمایا کہ عجم کے واسطے بھی عاقلہ ہے وقت باہمی مدد کی ضرورت کے اور کسی کے ساتھ لڑائی کرنے کے شریک ہوتے ہین جیسے موزہ دوز اور ٹھٹھیرے اور بخارا کے دریہ و کلاباد کے بڑھئی پس اگر انہین سے کسی نے خطا سے قتل کیا اور دیت واجب ہوئی تو اُسکے اہل محلہ و دیہاتی عزیز اُسکے عاقلہ ہونگے اور یہی حال طالب علمون کا ہے اور اسی کو شمس الائمہ حلوائی رح نے اور بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ اور امام ظہیر الدین مرغینانی فقیہ ابو جعفر کا قول اختیار کرتے تھے اسواسطے کہ باہمی مددگاری برادرانہ کا اعتبار ہے اور موزہ دوزون و طالب علمون وغیرہ کا جمع ہو جانا کچھ اسواسطے نہین ہے پس انپر یہ واجب نہوگا کہ غیر کا بار اپنے ذمہ پر برداشت کرین یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر کے لوگون کی دیت ادا کرنے مین مددگاری نکرینگے جبکہ ہر اہل شہر کے واسطے علیحدہ دیوان ہو اور اگر انمین باہمی مددگاری باعتبار نزدیکی سکونت کے ہو تو دوسرے شہر کے بہ نسبت اہل شہر زیادہ قریب ہین کذا فی الہدایہ اور اگر سگے دو بھائی ایک مان و باپ سے ہون اور ایک کا دیوان کوفہ مین اور دوسرے کا بصرہ مین ہے تو ایک بھائی

دوسرے کا عاقلہ نہوگا بلکہ اُسکے عاقلہ اُسکے وارثون کے لوگ ہونگے یہ مبسوط مین ہے۔ اور ہر شہر والے کے عاقلہ اُسکے اہل
شہر اور دیہاتی ہونگے اور جسکا گھر بصرہ مین ہو اور اُسکا نام کوفہ کے دیوان مین درج ہو تو اہل کوفہ اُسکے عاقلہ ہونگے یہ کافی مین
ہے۔ اور اگر ایک شخص نے خطا سے قتل کیا اور اُسکا مرافعہ برسون قاضی کے سامنے نہوا پھر قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو
قاضی قاتل کی مددگار برادری پر تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم دیگا کہ جس روز سے قضیہ فیصل ہوا ہے اُسدن سے تین
سال مین ادا کیجاوے پس اگر اُسکے عاقلہ اُسکے اہل دیوان ہون تو اُنکے عطیات مین مال دیت دینے کا حکم جاری کریگا اور
ایک تہائی اُنکے اول عطا مین قرار دیگا کہ جو اول عطا بعد اس حکم کے ہو اُنہین سے ایک تہائی دیت وہ لوگ ادا کرین اگرچہ قتل اور
اُسکا قضیہ فیصل ہونے مین اور اُنکے عطیات ملنے مین فقط ایک مہینہ یا اس سے بھی کم ہو۔ اور دوسری تہائی کے واسطے حکم
دیگا کہ جب دوسرا عطیہ وصول ہو خواہ سال گذر جانے اور دیر ہو جانے کے بعد وصول ہو یا سال سے پہلے وصول ہو جاوے
اور اسی طرح تیسری تہائی کے واسطے بھی یون ہی حکم کریگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر بعد فیصلہ مقدمہ قتل کے قاتل کے اہل دیوان
کو اُنکا عطیہ تین سال کا پیشگی ایکبارگی عطا کیا گیا تو پوری دیت انہین سب عطیہ میں سے فی الحال وصول کر لیجائیگی۔ اور اگر
عاقلہ کا عطیہ جو حکم دیت جاری ہونے سے پہلے کا تھا بعد فیصلہ مقدمہ کے عطا ہو تو انہین سے کچھ دیت نہ لیجائیگی بلکہ بعد حکم دیت
کے جو عطایا واجب ہون جب وہ وصول ہون تو انہین سے دیت لیجائیگی اور اگر ہر ششماہی مین عطیہ ملتا ہو تو انہین چھٹا
حصہ دیت واجب ہوگا اور اگر ہر چہار ماہ کے بعد ملتا ہو تو انہین نوان حصہ دیت واجب ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر
قاتل کے عاقلہ مددگار برادری اہل رزق ہون جنکو روزینہ ماہواری ملتا ہو تو اُنکے روزینہ مین سے دیت ادا کرنے کا حکم
دیا جائیگا پس اگر دیت ادا کرنے کا حکم ہونے سے پہلے مہینون کا روزینہ وصول ہوا تو انہین سے کچھ نہ لیا جائیگا اور اگر حکم
دیت ہونے کے بعد مہینون کا روزینہ وصول ہو تو انہین سے بقدر حصہ کے دیت لیجائیگی پس دیکھا جائیگا کہ اگر انکو ماہواری
روزینہ ماہ بماہ وصول ہوتا ہے تو ہر مہینہ کے روزینہ مین سے چھتیسوان حصہ لیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر قاضی کے حکم دینے کے
ایک یا دو روز کے بعد روزینہ وصول ہوا تو اس مہینہ کے روزینہ کے بقدر ایک ماہ کے حصہ کی دیت لیجائیگی۔ اور اگر اُسکی مددگار برادری
کیواسطے ماہواری روزینہ اور سالانہ عطیہ مقرر ہو تو اُنکے عطیات مین سے دیت دینا لازم کیا جائیگا روزینہ مین سے دینا لازم نکیا جائیگا
یہ کافی مین ہے۔ اور رزق و عطا مین فرق یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو لوگون کے واسطے بقدر حاجت و کفایت کے کہ اُسکو روزانہ
مہینہ مین کافی ہو بیت المال سے مقرر کیا جاتا ہے اور عطیہ وہ ہے کہ سالانہ مقرر کیا جاتا ہے بلحاظ تنگی و تکلیف درباب قرضہ کے
نہ بلحاظ حاجت و کفایت کے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر قاتل اہل کوفہ مین سے ہو اور وہان اُسکا عطیہ تھا مگر اُسپر دیت
کی ڈگری نہوئی یہانتک کہ اُسکا دیوان بصرہ مین بدل گیا تو اہل بصرہ مین سے اُسکے عاقلہ یہ دیت ادا کرنے کی مددگاری
واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر اُسکے عاقلہ کوفہ پر تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم ہو گیا ہو اور اُس سے تہائی
دیت لیگئی ہو یا نہ لی گئی ہو پھر اُسکا نام بدل کر اہل بصرہ کے دیوان مین داخل کیا گیا تو دیت ادا کرنے کی مددگاری اہل کوفہ
پر رہیگی اور اہل بصرہ کیطرف تحویل نکیجائیگی لیکن بصرہ کے قاتل کے عطیہ سے اُسکا حصہ دیت لے لیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر
اُسکا مسکن کوفہ مین ہو اور اُسکا کچھ عطیہ نہو اور اُسنے خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر قاضی کا حکم نہین ہوا تھا کہ اُسنے کوفہ
چھوڑ کر بصرہ مین وطن اختیار کیا تو اُسکے عاقلہ بصرہ پر دیت کا حکم دیا جائیگا اور اگر اُسکے عاقلہ کوفہ پر دیت کا حکم ہو گیا ہو پھر اُسنے
کوفہ چھوڑ کر بصرہ مین وطن اختیار کیا تو عاقلہ کوفہ سے دیت منتقل نہوگی۔ اسی طرح اگر دیہاتی نے قتل کیا اور حکم دیت ہونے سے

پہلے وہ شہر مین رہنے لگا اور اُسکا نام دیوان مین درج ہوگیا تو اہل دیوان اُسکے عاقلہ ہوکر دیت مین مددگار ہونگے اور اگر
اُسکے دیہاتی عاقلہ پر دیت کا حکم ہوجانے کے بعد وہ شہر مین آکر دیوان مین درج ہوا تو عاقلہ دیہات سے دیت منتقل نہوگی
یہ کافی مین ہے۔ اگر بدوی نے کسی شہری کو خطا سے قتل کر ڈالا تو اُسکے خویش و برادری مین سے وہین سو اونٹ جو اسپر واجب ہوے
ہین جمع کیے جاوینگے اور اُسکے نشناسا لوگ اُنکو جمع کرینگے پھر ولی مقتول کو حکم دیا جائیگا کہ اُنھین کے مقامات سکونت مین جاکر
اُنسے یہ مقدار دیت وصول کرلے یہ محیط مین ہے اور اگر کسی بدوی نے کوئی جنایت کی اور ہنوز اُسکی بابت حکم نہین ہوا تھا کہ
امام المسلمین نے اُسکو و اُسکی قوم کو بادیہ سے منتقل کرا کے شہر مین بسایا اور اُنکا عطیہ بنا مقرر کیے پھر مقدمہ جنایت قاضی کے پاس
پیش ہوا تو قاضی اُنپر دیت مین دینار دینے کا حکم دیگا اونٹون کا حکم نہ دیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اُنپر سو اونٹ کا حکم ہوگیا پھر امام المسلمین
نے اُسکو اور اُسکی قوم کو منتقل کرکے اُنکا عطیہ بنا مقرر کیے تو اُنسے اونٹون یا اُنکی قیمت کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر سوا عطیہ
کے اُسکا کچھ مال نہو تو اونٹون کی قیمت اُنکے عطیات سے لیجائیگی خواہ قیمت کم ہو یا زیادہ ہو یہ شرح مبسوط مین ہے۔ اور اگر اوقوم
کے اہل عطا مین سے ایک شخص نے جنایت کی اور اُسکی مددگار برادری پر جنایت کی دیت کا حکم ہوگیا پھر اُسکی قوم مین ایک
قوم دیہاتی یا شہری جنکا عطیہ مقرر نہین ہوا ملگئی تو اُسکی قوم کے ساتھ یہ لوگ بھی مددگاری مین داخل کیے جاوینگے اور جسقدر
ادا کیا ہے اور جسقدر باقی ہے سب مین شامل کیے جاوینگے اور اس معاملہ سے پہلے اگر کوئی دیت اُنھون نے ادا کی ہو تو اُسمین یہ لوگ
جو شامل ہین شامل نہ کیے جاوینگے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کسی نے قتل بخطا کا اقرار کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ نکیا گیا الا
بعد چند سال کے تو قاضی اُسکے مال سے روز حکم سے تین سال مین دیت ادا کرنے کا حکم دیگا اور اگر قاتل و وارث مقتول
دونون نے باتفاق بیان کیا کہ فلان شہر کے قاضی نے گواہون کی گواہی پر اسکے کوفہ کی مددگار برادری پر دیت کا حکم
دیا تھا اور مددگار برادری نے ان دونون کے قول کی تکذیب کی تو مددگار برادری پر کچھ واجب نہوگا اور اُسکے مال مین سے
اُنکا کچھ نہوگا الا اُس صورت مین کہ اُسکا عطیہ اُنکے ساتھ ہو تو اُسپر بقدر اُسکے حصہ کے لازم ہوگا یہ کافی مین ہے۔ اور عاقل
مین ذکر فرمایا کہ ایسے قتل کے گواہ جس سے مددگار برادری پر دیت واجب ہوتی ہے مددگار برادری کی غیبت مین مقبول
نہونگے یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص کو خطا سے قتل کیا ہے پھر وارث
مقتول نے گواہ قائم کیے کہ مدعا علیہ نے اسکو قتل کیا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا جائیگا
اور مدعا علیہ کا اقرار قتل ایسی گواہی کے قبول کیے جانے سے مانع نہین ہے اسواسطے کہ گواہی سے وہ بات ثابت ہوتی ہے جو باقرار
مدعا علیہ ثابت نہ تھی اور اسکے نظائر بہت ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر ولی مقتول نے بعد اقرار مدعا علیہ کے بیان کیا
کہ مین کوئی گواہ نہین جانتا ہون پس میرے واسطے دیت کا حکم قاتل کے مال سے جاری کردے پس قاضی نے مال مقر سے
دیت دینے کا حکم دیدیا پھر وارث مقتول نے گواہ پائے اور چاہا کہ دیت کو عاقلہ پر منتقل کرادے تو اُسکو یہ اختیار نہوگا۔ اور اگر ولی
نے کہا کہ ابھی حاکم دیت کا مال قاتل پر حکم نہ دے شاید مجھے گواہ دستیاب ہوجاوین پس قاضی نے حکم مین تاخیر کی پھر وارث نے
گواہ پائے تو قاضی اُنکی گواہی پر مددگار برادری پر دیت کا حکم دیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور مملوک آزاد شدہ کا عاقلہ اُسکے مولے
کی مددگار برادری ہے اور مولے الموالات کی مددگار برادری اُسکا مولے اور مولی کا قبیلہ ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک عورت
آزاد ہو اور وہ بنی تمیم کی موالات ہو اور اسکا خاوند اہل ہمدان مین سے ایک شخص کا غلام ہو پھر اُسکے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اُس
لڑکے کے عاقلہ اُسکے مان کے عاقلہ ہین اور اگر لڑکے نے کوئی جنایت کی اور ہنوز قاضی نے اُسکی دیت کا حکم نہین دیا ہے کہ اُسکا باپ بھی آزاد

کیا گیا تو قاضی اُسکی ولا اُسکے باپ کے موالی کیطرف منتقل کر دیگا پھر جو جنایت اُسنے کی ہے اُسکی دیت کا حکم اُسکی ماں کی مددگار برادری پر جاری کر یگا اُسکی ماں کی مددگار برادری سے اسکو منتقل نکریگا۔ اسی طرح اگر باپ کے آزاد ہونے سے پہلے اُسنے کنوان کھودا اور باپ کے آزاد ہونے کے بعد اُسمین کوئی شخص گر کر مر گیا تو دیت کا حکم ہونے کے وقت اسکی مدعا علیہ اسکی ماں کی مددگار برادری ہوگی بشرطیکہ جنایت کرنے والا بالغ ہو اور اگر نابالغ ہو تو اُسکا باپ ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے موالات پیدا کی پھر کسی شخص کو خطا سے قتل کیا پھر دیت ادا کرنے سے پہلے اُسکے موالات کو چھوڑ کر دوسرے شخص سے موالات پیدا کی تو دوسرا اُسکا عاقلہ ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک حربی مسلمان ہو گیا اور اُسنے دار الاسلام مین ایک مسلمان سے موالات کر لی پھر اُسنے کوئی جنایت کی تو جس سے موالات پیدا کی ہے اُسکی مددگار برادری اسکی دیت کے واسطے عاقلہ ہوگی پھر بعد مددگاری ادائے دیت کے اسکو یہ اختیار نہوگا کہ جس سے موالات کی ہے اُسکے موالات کو چھوڑ دے اور اگر ان لوگون نے اُسکی طرف سے مددگاری کرکے دیت ادا کی یا ہنوز قاضی نے ادائے دیت کا حکم نہین کیا ہے کہ دار الحرب سے اُسکا باپ قید کرکے دار الحرب مین لایا گیا اور اُسکو ایک شخص نے خرید کرکے آزاد کر دیا تو وہ اپنے بیٹے کی ولا اپنی جانب کھینچ لیجائیگا پھر جس سے موالات پیدا کی تھی اُسکی مددگار برادری اُسکے باپ کے آزاد کرنے والون کی مددگار برادری سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین۔ اسی طرح اگر اُسنے باپ کے قید کیے جانے سے پہلے کنوان کھودا پھر اُسکے باپ کے آزاد کیے جانے کے بعد اُسکے کنوئین مین کوئی آدمی گر کر مر گیا تو اسکی دیت اُس شخص کی مددگار برادری پر ہوگی جس نے اُس سے موالات کی تھی اُسکے باپ کی مددگار برادری پر نہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ایک ذمی مسلمان ہو گیا اور اُسنے کسی سے موالات نہی یہان تک کہ خطا سے کسی کو قتل کیا اور ہنوز اُسپر کوئی حکم نہ دیا گیا تھا کہ اُسنے بنی تمیم مین سے ایک شخص سے موالات کی پھر دوسری جنایت کی تو دونون جنایتون کا حکم بیت المال پر ہوگا اور اُسکی موالات باطل ہوگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر کنوان کھودا پھر کسی شخص سے موالات پیدا کی پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور بیت المال اُسکی طرف سے دیت ادا نکریگا بخلاف اسکے اگر اُسنے تیر پھینکا یا پتھر پھینکا اور پہونچنے سے پہلے اُسنے ایک شخص سے موالات کر لی پھر تیر یا پتھر پہونچا اور اُسنے ایک شخص کو قتل کیا تو بیت المال پر اُسکی طرف سے دیت ادا کرنی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک مسلمان عورت نے جو مولے بنی تمیم کی ہے کوئی جنایت کی یا کنوان کھودا اور ہنوز جنایت کی بابت حکم نہین ہوا تھا کہ عورت مذکورہ مرتد ہو کر دار الحرب مین چلی گئی پھر وہان سے مسلمان لشکر نے جہاد مین اُسکو قید کیا پھر ہمدان کے ایک شخص نے اُسکو آزاد کر دیا پھر کنوئین مین ایک آدمی گر کر مر گیا تو اُسکی دیت کا حکم بنی تمیم پر ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر ایک بدوی نے راہ مین کنوان کھودا پھر امام نے بدویون کو شہر مین بلا لیا اور شہر مین متفرق ہو کر صاحب عطیات ہو گئے پھر اس کنوئین مین ایک شخص گر کر مر گیا تو میت اسکی اُس روز کی مددگار برادری پر ہوگی جس روز وہ گرا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے کنوان کھودا اور وہ صاحب عطیہ تھا پھر امام نے اُسکا عطیہ باطل کر دیا اور اُسکو اُسکے نسبی رشتہ داروں کی طرف واپس کر دیا کہ انھون نے زمانہ دراز تک اُسکے ساتھ مددگاری کی پھر کنوئین مین گر کر ایک آدمی مر گیا تو جس روز مال واجب ہوا ہے اُس روز کی اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ ملاعنہ کے بیٹے کی مددگار برادری اُسکی ماں کی مددگار برادری ہوگی پس اگر ماں کی مددگار برادری نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی پھر باپ نے اپنی تکذیب کی اور دعوےٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو ماں کی مددگار برادری نے جسقدر مال ادا کیا ہے وہ باپ کی مددگار

برادری سے واپس لینگے اور تین سال مین جس روز سے قاضی باپ کی مددگار برادری پر حکم کرے کہ اُسکی مان کی مددگار برادری کو واپس دیوین واپس لینگے - اسی طرح اگر مکاتب ادائے کتابت کے لائق مال چھوڑ کر مرگیا اور اُسکا بیٹا آزاد ہوا اور ہنوز مکاتب کی کتابت ادا نہ کی گئی تھی کہ اُسکے بیٹے نے جنایت کی اور بیٹا ایک آزاد عورت مولاۃ بنی تمیم کے پیٹ سے ہوا اور مکاتب ایک شخص ہمدان کا مکاتب ہو پس مان کی قوم نے اُسکی طرف سے دیت ادا کی پھر اُسکے باپ کی کتابت ادا کی گئی تو مان کی مددگار برادری یہ مال دیت کو باپ کی مددگار برادری سے واپس لیگی - اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک نابالغ کو حکم دیا کہ اس شخص کو قتل کردے اُسنے قتل کردیا پس لڑکے کی مددگار برادری نے دیت ادا کی تو حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی بشرطیکہ حکم دینا گواہوں سے ثابت ہوا اور اگر حکم دینا اُسکے اقرار سے ثابت ہو تو مددگار برادری کے لوگ اس مال کو حکم دہندہ کے مال سے تین سال مین واپس لینگے یعنی جس روز سے قاضی اُسپر حکم دے کہ واپس دے یا اُسکی مددگار برادری پر واپس دینے کا حکم دے یہ کافی مین ہے - اور اگر ابتدائے مقدمہ مین یہ سب مجتمع ہوئے ہون تو قاضی وارثان مقتول کے واسطے لڑکے کی مددگار برادری پر اور لڑکے کی مددگار برادری کے واسطے حکم دہندہ کی مددگار برادری پر حکم دیدیگا پس جب وارث مقتول لڑکے کی مددگار برادری سے کچھ لیگا اُسیقدر لڑکے کی مددگار برادری حکم دہندہ کی مددگار برادری سے واپس لیگی - اور اگر ملاعنہ کے بیٹے نے ایک شخص کو خطا سے قتل کیا اور قاضی نے مان کی مددگار برادری پر دیت کا حکم دیا اور اُنھون نے تہائی دیت ادا کردی پھر باپ نے اُس لڑکے کے نسب کا دعوے کیا پس سب حاضر ہوئے تو مان کی مددگار برادری کے واسطے باپ کی مددگار برادری پر تہائی دیت کا جو اُنھون نے ادا کی ہو دینے کا حکم دیگا اور آئندہ سال مین پہلے ابتدا انھین سے کیجائیگی کہ وارثان جنایت سے پہلے اُنکو تہائی دیت جو اُنھون نے ادا کی ہو ادا کردیجائیگی پھر مان کی مددگار برادری کے ذمہ سے باقی دیت باطل ہوجائیگی پھر باقی دو تہائی دیت دو سال مین بعد پہلے سال کے باپ کی مددگار برادری پر ادا کرنی واجب ہوگی اور وارثان جنایت نے جسقدر مان کی مددگار برادری سے لیا ہو وہ واپس نہ لیا جائیگا پھر پہلے سال مین مان کی مددگار برادری کو ادا کردینے کے بعد وارثان جنایت کو یہ اختیار نہوگا کہ باپ کی مددگار برادری سے کچھ وصول کرین - اور مکاتب کے بیٹے کا بھی یہی حکم ہے یہ مبسوط مین ہے - اور مسلمان کسی کافر کیطرف سے یا کافر کسی مسلمان کیطرف سے دیت ادا کرنے مین مددگار نہوگا اور کفار باہم ایک دوسرے کی مددگار برادری ادائے دیت مین ہونگے اگر اُنھون نے تعاقل اور ادائے دیت کی مددگاری کا طریقہ اختیار کیا ہو اگرچہ اُنکی ملتین مختلف ہون یہ محیط مین ہے - اور مشائخ رح نے فرمایا کہ یہ اُسوقت ہے کہ باہم اُنمین عداوت ظاہرہ نہو اور اگر عداوت ظاہرہ ہو جیسے یہود و نصاری تو چاہیے کہ بعض کا بعض عاقلہ نہووے اور ایسا ہی امام ابویوسف رح سے روایت ہے یہ کافی مین ہے - اور اگر ہمارے لوگ باہم دیت ادا کرنے کی مددگاری کا طریقہ نہ اختیار کرتے ہون تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور اگر اُنمین تعاقل کا طریقہ ہو لیکن جنایت کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو جنایت کرنیوالے کے مال سے دیت واجب ہوگی اور بیت المال سے واجب نہوگی یہ محیط مین ہے

فصل - اگر خطا سے قتل کرنے والے کی کوئی مددگار برادری نہو تو دیت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور محض قتل عمد مین جب دیت واجب ہوئے تو قاتل کے مال سے واجب ہوگی خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم جرم ہوا ور خطا کی صورت مین خواہ قتل نفس ہو یا اس سے کم ہو دونون حالتون مین عاقلہ پر واجب ہوگی اور شبہ عمد مین قتل نفس مین مددگار برادری پر دیت واجب ہوگی اور نفس سے کم مین جنایت کرنے والے پر واجب ہوگی اگرچہ جرمانہ بقدر پوری دیت کے ہو جاوے

یہ خلاصہ میں ہے۔ اور اگر دیت کے بیسویں حصہ سے کم ہو تو عاقلہ اُسکو ادا نکریگی اور بیسواں حصہ یا اس سے زیادہ کے عاقلہ
متحمل ہونگے یہ کافی میں ہے۔ اور جس قتل عمد میں شبہہ واقع ہو جاوے اُسمیں جو کچھ واجب ہو یا جنایت سے صلح کرنے میں مال
واجب ہو یا اپنی ذات پر خطا سے قتل کرنے کے اقرار کرنے سے واجب ہو یا ارش موضحہ سے کم واجب ہو یا غلام کی جنایت
سے واجب ہو تو وہ عاقلہ پر واجب نہوگا بلکہ جنایت کرنے والے کے مال میں واجب ہوگا اور غلام کی جنایت کا مال مولے
پر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور مولے کی مددگار برادری پر اُسکے غلام یا مدبر یا ام ولد کی جنایت کی دیت وغیرہ میں
سے کچھ واجب نہوگا یہ مبسوط میں ہے۔ اور جنایت کرنے والے کے خود ہی اقرار سے جو لازم آوے اُسکے عاقلہ متحمل نہونگے الّا
اُس صورت میں کہ اُسکے اقرار کی تصدیق کریں یہ ہدایہ میں ہے۔ اور حکومت عدل سے جو واجب ہو پس اگر ارش موضحہ سے کم
یا برابر ہو تو مددگار برادری اُسکی متحمل نہو گی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہیں ہے اور متاخرین
نے اسمیں اختلاف کیا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مددگار برادری اُسکو اُٹھاویگی اور جوڑ بند کے ارش بلا خلاف
نہ اُٹھاویگی یہ محیط میں ہے۔ اور جو دیت بنفس قتل واجب ہوئی قتل خطا میں یا شبہہ عمد میں یا عمد میں جسمیں شبہہ واقع
ہو گیا ہو تو جس پر واجب ہوئی اُسپر تین سال میں ادا کرنی واجب ہو گی کہ ہر سال میں ایک تہائی واجب ہو گی اسی طرح
جسنے خطا سے قتل کرنے کا اقرار کیا اُسکے مال سے دیت تین سال میں واجب ہو گی اور اگر جنایت سے مال پر صلح کر لی تو وہ
مال جنایت کرنے والے کے مال سے فی الحال واجب ہوگا الّا اُس صورت میں کہ میعاد و شرط کر لی تو موافق شرط کے میعاد پر واجب
ہوگا اور امام قدوری نے فرمایا کہ جو جزو دیت مددگار برادری پر یا مال جنایت کنندہ میں سے واجب ہو وہ جزو تین سال میں
ادا کرنا واجب ہوگا چنانچہ اگر دس آدمیوں نے خطا سے ایک آدمی کو قتل کیا تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دیت کا دسواں حصہ
تین سال میں واجب ہوگا اسی طرح اگر اُنھوں نے عمداً قتل کیا لیکن ان دس میں سے ایک آدمی مقتول کا باپ ہے تو بھی ہر
واحد کے مال سے دسواں حصہ دیت تین سال میں واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر فعل مجرمانہ کی وجہ سے تہائی دیت نفس واجب
ہو یا اس سے کم واجب ہو تو ایک سال میں ادا کرنی واجب ہو گی اور تہائی سے زائد دو تہائی تک جسقدر ہو وہ دوسرے
سال میں اور دو تہائی سے زائد جسقدر پوری دیت تک ہو وہ تیسرے سال میں واجب ہو گی کذا فی الہدایہ

ستر ھواں باب متفرقات کے بیان میں۔ نوادر ہشام میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا
اور دوسرے شخص نے آکر دعوے کیا کہ یہ میرا غلام تھا اور گواہ قائم کیے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص مقتول اس مدعی
کا غلام تھا پھر مدعی نے اُسکو آزاد کر دیا اور وہ روز قتل کے آزاد تھا پس اگر مقتول کے وارث ہوں تو قتل عمد کی صورت میں
اُسکے وارثوں کے واسطے قصاص کا حکم دیا جائیگا اور قتل خطا کی صورت میں دیت کا حکم ہوگا اور اگر اُسکا کوئی وارث نہو تو
مولے کو عمد و خطا دونوں صورتوں میں اُسکی قیمت ملیگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک شخص عمداً مجروح کیا گیا پھر مجروح نے اپنے اوپر گواہ
کر دیے کہ مجھے فلاں شخص نے مجروح نہیں کیا ہے پھر مجروح اس زخم سے مرگیا پس آیا ایسا اشہاد صحیح ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ
اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو فلاں شخص کا مجروح کرنا لوگوں اور قاضی کو معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے پس اگر معلوم ہو تو اس طرح
گواہ کر لینا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر فلاں کا مجروح کرنا قاضی اور لوگوں کے نزدیک معلوم و معروف نہو تو ایسا اشہاد صحیح ہوگا
پھر اگر بعد اُسکے وارث نے فلاں شخص کے مقابلہ میں اُسکے مجروح کرنے کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہونگے یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک
شخص مجروح کیا گیا اور اُسنے کہا کہ مجھے زید نے قتل کیا ہے پھر مرگیا پھر اُسکے وارثوں نے زید کے سوا دوسرے شخص پر قتل

کرینگے گواہ قائم کیے کہ اسنے قتل کیا ہی تو ایسے گواہ قبول نہونگے ایک شخص مجروح کیا گیا پس کہا کہ مجھے فلان شخص نے مجروح کیا ہی پھر مرگیا پھر اُسکے بیٹے نے گواہ قائم کیے کہ مقتول کے اس دوسرے بیٹے نے اُسکو خطا سے مجروح کیا ہی تو گواہ مقبول ہونگے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر دو سوار باہم ٹکرا گئے اور ہر ایک کے صدمہ سے دوسرا مرگیا پس اگر خطا سے واقع ہوا پس اگر دونون آزاد ہون تو انمین سے ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور یہ استحسان ہی اور اگر دونون غلام ہون تو ہر ایک کے ہونے کے واسطے دوسرے کے مولی پر کچھ واجب نہوگا اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو مقتول آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی قیمت واجب ہوگی پس اُسکو وارثان آزاد لینگے اور آزاد مقتول کی دیت جسقدر اس قیمت کی نسبت زائد باقی رہے وہ باطل ہوجائیگی۔ اور اگر یہ فعل عمداً واقع ہوا پس اگر دونون آزاد ہون تو ہر ایک کی مددگار برادری پر نصف دیت واجب ہوگی اور اگر دونون غلام ہون تو جنایت ہدر ہوجائیگی اور اگر ایک آزاد اور دوسرا غلام ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور آزاد کی نصف دیت غلام کے رقبہ گردن پر واجب ہوگی پھر چونکہ غلام مرگیا اسواسطے یہ حق جاتا رہا مگر اپنے نصف کا بدل چھوڑ گیا ہی یعنی نصف قیمت جو آزاد کی مددگار برادری پر واجب ہی پس آزاد کا وارث آزاد کی مددگار برادری سے آزاد کی نصف دیت مین سے بقدر نصف قیمت غلام کے لے لیگا اور باقی اُسکا حق باطل ہوجائیگا اسیطرح اگر دونون پیدل ہون اور ٹکرا کر صدمہ کھا کر مرگئے تو بھی ایسے ہی تفصیل سے حکم ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک سوار چلا جاتا تھا اُسکے پیچھے سے ایک سوار آیا اور اُس سے ٹکرایا اور ٹکرانے والا صدمہ کھا کر مرگیا تو جو سوار چلا جارہا ہی اُسپر کچھ ضمان واجب نہوگی اور اگر سوار جو چلا جاتا تھا اِس صدمہ سے مرگیا تو جو شخص پیچھے سے آیا اور ٹکرایا ہی اُسپر ضمان واجب ہوگی اور یہی حکم دو کشتیون مین ہی یہ فتاوی قاضی خان مین ہی۔ ایک سوار کھڑا ہوا اور دوسرا روان ہوا اور دونون ٹکرائے یا ایک شخص پیدل جاتا ہی اور دوسرا کھڑا ہوا ہی۔ دونون ٹکرائے تو سوار روان یا پیدل جانے والے پر کفارہ واجب ہوگا اور سوار یا پیادہ جو کھڑا ہوا ہی اُسپر کفارہ نہوگا اور باہم وارث ہونگے اگر استحقاق میراث ہو۔ یہ محیط سرخسی مین ہی۔ اور اگر دو کشتیان ٹکرائین پس اگر سوار یا ملاح کے فعل سے ہو تو وہی ضامن ہوگا اور نفوس کا ضامن نہوگا اور مال کا ملاح ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور اگر دو شخص ایک رسی کو کھینچتے تھے پس رسی ٹوٹی اور دونون گر کر مرگئے تو فرمایا کہ اگر ہر ایک چت گرا ہی تو ہر ایک کا خون ہدر ہوگا اور اگر دونون منھ کے بل گر کر مرے ہین تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی دیت واجب ہوگی اور اگر ایک چت گرا اور دوسرا منھ کے بل گرا ہی تو چت گرنے والے کا خون ہدر ہوگا اور منھ کے بل گرنیوالے کی دیت چت گرنیوالے کی مددگار برادری پر واجب ہوگی۔ اور اگر کسی اجنبی نے آکر رسی کو کاٹ دیا یہانتک کہ دونون گر کر مرگئے تو اجنبی کی مددگار برادری پر دونون مین سے ہر ایک کی دیت واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔ ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہی کہ ایک آزاد کے پاس تلوار ہی اور ایک غلام کے پاس عصا ہی دونون ملاقی ہوے اور ہر ایک نے دوسرے کو مارا یہانتک کہ دونون مرگئے اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ پہلے چوٹ کس نے ماری ہی تو وارثان آزاد کیواسطے مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا اور اگر غلام کے ہاتھ مین تلوار و آزاد کے ہاتھ مین عصا ہو تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام کی نصف قیمت واجب ہوگی اور وارثان آزاد کے واسطے مولاے غلام پر کچھ واجب نہوگا اور اگر دونون کے ہاتھ مین لاٹھی ہو اور ہر ایک نے دوسرے کو لاٹھی مار کر موضحہ زخم شجہ پہونچایا پھر دونون مرگئے اور یہ معلوم نہین ہوتا ہی کہ کسنے پہلے چوٹ لگائی ہی تو آزاد کی مددگار برادری پر غلام صحیح سالم کی نصف قیمت اُسکے مولے کو دیگی پھر مولے سے کہا جائیگا کہ اِس قیمت مین سے ارش شجہ وارثان آزاد کو دیکے

ف یعنی اسکا [illegible]

اور یہ استحسان ہو یہ محیط مین ہو۔ زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا پس عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اسکا ہاتھ پس اسکا ہاتھ اُکھڑ گیا پس اگر زید نے اسکا ہاتھ مصافحہ کے واسطے پکڑا تھا تو زید پر ہاتھ کا کچھ ارش واجب نہوگا اور اگر زید نے اسکا ہاتھ دبایا اور اُسنے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا اور اُسکو یہ صدمہ پہونچا تو زید اُسکے ہاتھ کے ارش کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پکڑا اور عمرو نے اپنا ہاتھ کھینچا اور جھٹکے سے گرکر مرگیا تو مین دیکھونگا کہ اگر زید نے مصافحہ کے واسطے پکڑا ہو تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر پکڑ کر دبایا تھا کہ عمرو نے اذیت پاکر ہاتھ کھینچا تو زید اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اِس صورت مین زید کا ہاتھ ٹوٹ جاوے تو عمرو ضامن نہوگا یہ سراج الوہاج مین ہو۔ اور اگر زید نے عمرو کو پکڑا یہان تک کہ بکر نے اُسکو قتل کر ڈالا تو جو قاتل ہو وہ قصاص مین قتل کیا جائیگا اور زید برابر قید رکھا جائیگا اور اُسکو عذاب دیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اگر زید نے عمرو کو پکڑ لیا یہان تک کہ بکر نے آکر اُسکے درم لے لیے تو ہمارے نزدیک درہمون کا ضامن بکر ہوگا اور زید ضامن نہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص دوسرے کے کپڑے پر بیٹھ گیا اور جان بوجھ کر نہین بیٹھا ہو پھر کپڑے والا اُٹھا اور کپڑا اوا ہوا بیٹھنے والے کے نیچے دبنے سے پھٹ گیا تو وہ آدھے کپڑے کا ضامن ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ زید عمرو کے پاس گیا اور اُسنے زید کو ایک مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی پس زید اُسپر بیٹھ گیا اور اُسکے پہلو مین ایک تیل بھری شیشی رکھی تھی زید کو معلوم نہ تھا پس وہ ٹوٹ گئی اور تیل بہہ گیا تو زید اُس تیل کا اور جسقدر مسند بھیگی اور خراب ہوئی ہو اُسکا ضامن ہوگا۔ اور اگر شیشہ کسی چادر کے نیچے ڈھنکا ہوا ہو اور عمرو نے زید کو اس چادر پر بیٹھنے کی اجازت دی تو زید پر ضمان نہوگی اور اگر زید کو ایک چھت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ چھت زید کو لیکر گری اور عمرو کا کوئی مملوک دب گیا تو زید ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مثل چادر کی صورت کے مسند پر بیٹھنے مین بھی ضمان واجب نہوگی اور کہا کہ یہی اقرب الی القیاس ہو اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ اجارات قدوری مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے ایک قوم کو اپنے گھر مین بلایا پس وہ لوگ اُسکے فرش بچھے ہوے پر چلے یا اُسکی مسند پر بیٹھے اور وہ پھٹ گئی تو ضامن نہونگے اور اگر اُنھون نے کوئی برتن یا ایسا کپڑا جو بچھایا نہین جاتا ہو روند کر پھاڑ ڈالا یا توڑ ڈالا تو ضامن ہونگے اور اگر اُسکا کوئی برتن انھون ہاتھ ایک دوسرے کو اُٹھاویا اور وہ ٹوٹ گیا تو ضامن نہونگے اور اگر کوئی شخص تلوار باندھے ہو اور تلوار سے بچھونا پھٹ گیا تو ضامن نہوگا یہ محیط مین ہو متفرقات فقیہ ابو جعفر مین لکھا ہو کہ ایک آدمی دوسرے کے یہان مہمان گیا اور میزبان نے اُسکو مسند پر بیٹھنے کی اجازت دی اور بچھونے کے نیچے میزبان کا ایک لڑکا چھوٹا تھا کہ وہ مہمان کے بیٹھنے سے دبکر مرگیا تو مہمان بیٹھنے والے پر اُسکی دیت واجب ہوگی اور اگر بچھونے کے نیچے مالک مکان کا کوئی مملوک نابالغ ہو تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر بچھونے کے نیچے غیر شخص کا شیشہ کا برتن ہو تو اُسمین بھی مثل مالک مکان کے لڑکے کے حکم ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص نے ایک سوتے ہوے آدمی کی فصد کھول دی پس خون یہان تک بہا کہ وہ مرگیا تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ قنیہ مین ہو منتقی مین ہو کہ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان شخص کو قتل کیا ہو اور یہ بیان نکیا کہ عمداً یا خطاءً کسطرح قتل کیا ہو تو فرمایا کہ مین استحساناً یہ حکم دیتا ہون کہ اُسکی دیت اقرار کرنے والے کے مال مین سے واجب ہوگی یہ ذخیرہ مین ہو فتاوے مین خلف رحمہ سے روایت ہو کہ مین نے اسد بن عمرو سے پوچھا کہ ایک شخص نے دوسرے کو لینے ہاتھ یا پاؤن سے مارا پس وہ مرگیا تو فرمایا کہ یہ شبہ عمد ہو اور حسن بن زیاد نے بھی یون ہی فرمایا ہو جبکہ اُسنے مارنے مین اصرار و سختی کی ہو اور وہ مرگیا تو یہی حکم ہو اور اگر اُسکو زجر کے طور پر مارا کہ ایسی مار سے مرجانے کا خوف نہین ہوتا ہو اور باوجود اسکے وہ

مرگیا تو یہ خطا ہی اور فقیہ ابو اللیث الکبیر نے فرمایا کہ میرے نزدیک صدر حر کا قول پسندیدہ ہے یہ محیط مین ہے منتقی مین امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو تلوار مارنے کا قصد کیا اور دوسرے نے تلوار پکڑ لی پس اُسنے تلوار دوسرے کے ہاتھ سے کھینچی پس تلوار پکڑنے والے کی انگلیان کاٹ گئی تو فرمایا کہ اگر جوڑون پر سے نہ کٹی ہون تو تلوار کھینچنے والے پر دیت واجب ہوگی اور اگر جوڑون پر سے کٹ گئی ہون تو اُسپر قصاص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے زید نے عمرو کا غلام عمداً قتل کیا پس عمرو نے کہا کہ مین نے اپنے غلام سے تجھے بری کیا تو زید اُسکی قیمت سے بری نہوگا بلکہ زید پر اُسکی قیمت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے اگر زید نے اپنے دانت مین کسی قسم کے درد پیدا ہو جانے کی وجہ سے عمرو کو اُسکے اکھاڑنے کا حکم دیا اور عمرو کو معین طور پر بتلا دیا کہ یہ دانت اکھاڑے اور عمرو نے اُسکے سوائے دوسرا دانت اکھاڑا پھر دونون نے اختلاف کیا تو زید کا قول قبول ہوگا مگر قسم کے ساتھ پس جب زید قسم کھا جاوے کہ مین نے اکھاڑے ہوے دانت کے اکھاڑنے کا نہین بلکہ دوسرے دانت کے اکھاڑنے کا حکم دیا تھا تو عمرو کے مال سے اُسکی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمرو نے عمداً ایسا کیا ہی مگر قصاص اسوجہ سے ساقط ہوا کہ شبہ پیدا ہو گیا ہی یہ قنیہ مین ہی اگر کسی نے اپنے مکاتب پر جنایت کی تو جنایت کرنے والے کے مال پر دیت واجب ہوگی خواہ جنایت تلف نفس ہو یا اس سے کم ہو اور اگر غیر کے مکاتب پر جنایت کی پس اگر تلف نفس ہو تو جنایت کرنے والے کی مددگار برادری پر ہوگی اور اگر تلف نفس سے کم ہو تو جنایت کرنے والے کے مال پر واجب ہوگی جیسا کہ قن یعنی محض غلام کی صورت مین ہی یہ محیط مین ہی دو آدمیون نے ایک شخص کا دانت خطا سے اکھاڑ ڈالا تو دیت دونون کے مال پر واجب ہوگی اسواسطے کہ جسقدر ہر ایک پر واجب ہوتا ہی وہ ارش موضحہ سے کم ہی یہ قنیہ مین لکھا ہی۔ اگر کسی شخص کے مکاتب پر کوئی جنایت کی پھر مکاتب مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو زخم مذکور اگر سرایت کر کے مکاتب کو ہلاک کرے تو سرایت ہدر نہوگی مگر جنایت کرنے والے پر مکاتب کی قیمت واجب نہوگی نہ دیت اگرچہ وہ آزاد ہو کر مرا ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے گھر مین آگ جلائی پھر اُس سے پڑوسی کا گھر جل گیا پس اگر اس طرح جلائی جیسے جلائی جاتی ہی تو ضامن نہوگا۔ ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہی اور شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا کہ مطلقاً ضامن نہوگا یہ فصول عمادیہ مین ہی۔ فتاوی اہل سمرقند مین لکھا ہی کہ اگر اپنے تنور مین اسقدر لکڑیان ڈال دین کہ تنور انکو برداشت نہین کر سکتا ہی پس اُسکا گھر جل گیا اور آگ نے متعدی ہو کر غیرون کے گھر جلا دیے تو ضامن ہوگا یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے پسر کو حکم دیا کہ میری زمین مین آگ جلا دے اُسنے ایسا ہی کیا اور آگ اُسکے پڑوسی کی زمین کی طرف متعدی ہوئی اور کسی چیز کو جلا کر تلف کر دیا تو باپ ضامن ہوگا اسواسطے کہ حکم صحیح ہوا پس لڑکے کا فعل باپ کی طرف منتقل ہوا پس ایسا ہو گیا کہ گویا باپ نے خود ایسا کیا ہی یہ قنیہ مین ہی منتقی مین فرمایا کہ زید مدعی کے واسطے دو گواہون نے عمرو پر یہ گواہی دی کہ عمرو نے اس مدعی کا فلان بیٹا قتل کیا ہی اور دوسرے دو گواہون نے بھی زید کیواسطے عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے زید کا فلان بیٹا ایک دوسرے بیٹے کا نام لیا سوائے اُسکے جسکی بابت پہلے گواہون نے گواہی دی ہی قتل کیا ہی پس پہلے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی اور دوسرے گواہون کی ثابت نہوئی پس عمرو اُس مدعی یعنی زید کو دیا گیا کہ اُسکو قصاص مین قتل کرے پس زید نے کہا کہ مین تجھکو اپنے اُس بیٹے کے عوض قتل کرتا ہون جسکے قتل کے گواہون کی عدالت ثابت نہین ہوئی اور جسکے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہی اُسکے عوض قتل نہین کرتا ہون پھر اُسکو قتل کیا تو اُسپر کچھ واجب نہوگا اور اگر کہا کہ تو نے میرے اُس بیٹے کو نہین قتل کیا ہی جسکے مقدمہ کے گواہون کی عدالت ثابت ہوئی ہی بلکہ تو نے میرے دوسرے بیٹے کو قتل کیا ہی پھر اُس کو قصاص مین قتل کر ڈالا تو استحساناً اُسپر دیت واجب ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور کنز الرؤس مین ہی کہ اگر

کسی شخص نے گھر کے دروازہ سے جھانکا پس مالک مکان نے اُسکی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا بشرطیکہ اُسکا دفع کرنا بدون
آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے ممکن ہو تو ضامن ہوگا اور اگر اُس اجنبی نے اپنا سر اندر کیا اور مالک مکان نے
کچھ پھینک مارا اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی تو بالاجماع ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ اور منتقی میں بروایت حسن بن مالک از امام ابو یوسف
از امام ابو حنیفہ رح مذکور ہے کہ ایک شخص کی اولاد دو بیٹے ہیں انہیں سے ایک نے ایک شخص پر دعوے کیا کہ اسنے میرے
باپ کو فلان سنہ میں بقرعید کے روز مکہ میں قتل کیا ہے اور دوسرے نے اسی شخص پر یا دوسرے شخص پر دعویٰ کیا کہ اسنے
میرے باپ کو اسی روز جو اول مدعی نے دعوے کیا ہے کوفہ میں قتل کیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کیے تو ہر ایک
کے واسطے نصف دیت کا حکم ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور اگر چار آدمیوں نے ایک شخص کو گھونسے مارے اور انکے مارنے سے اُس
شخص کا دانت گر گیا اور دوسرا دانت ٹوٹ گیا پس اگر یہ معلوم ہو کہ آخر چوٹ مارنے والا کون ہے تو اُسی پر دیت واجب ہوگی ورنہ
ان پر کچھ واجب نہوگا یہ قنیہ میں ہے منتقی میں امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ زید کی باندی نے عمرو کے پسر کو عمداً قتل کیا پس
زید نے وہ باندی عمرو کو دیدی پس عمرو نے اُس سے وطی کی اور اُس سے بچہ پیدا ہوا پس زید نے کہا کہ میں نے تجھکو وہ باندی
اسواسطے دی تھی کہ تو اُسکو قتل کر دے اور عمرو نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھ سے اس باندی پر خون سے صلح کر لی ہے تو عمرو اُس
باندی کو مع اُسکے عقر کے واپس کر دیگا اور بچہ غلام ہوگا اور عمرو کو اُس باندی کیطرف کوئی راہ نہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر ایک کپڑا
بل دیکر اس سے ایک شخص کے سر میں مارا اور موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر اس سے وہ مرگیا تو قصاص
واجب نہوگا اور یہ اس صورت کی مثال ہے کہ سبب میں قصاص ہے اور مسبب میں نہیں ہے۔ اور اسکے برعکس یعنے جسکے سبب
میں قصاص نہیں ہے اور مسبب میں قصاص ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ دھاردار چیز سے شکستہ کر دیا تو قصاص واجب نہوگا اور اگر اس
سے وہ مرگیا تو قصاص واجب ہوگا اور جس میں سبب و مسبب دونوں میں قصاص واجب ہوتا ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ دھاردار چیز
سے کسی کو موضحہ زخم پہونچایا تو قصاص واجب ہوگا اور اگر وہ اس زخم سے مرگیا تو بھی قصاص واجب ہوگا اور اسکے برعکس یعنے
سبب و مسبب دونوں میں قصاص واجب نہیں ہوتا ہے اُسکی مثال یہ ہے کہ بڑی لکڑی سے کسی کو زخم پہونچایا تو قصاص نہیں ہے
اور اگر وہ اس سے مرگیا تو بھی قصاص نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک نابالغ عاقل نے دوسرے کی بکریوں پر کتا
لدکار دیا کہ وہ بکریاں متنفر ہو کر بھاگ گئیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کہاں گئیں تو وہ ضامن نہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ دو شخصوں
نے ایک درخت کو کھینچا پس وہ ان دونوں پر گر پڑا اور دونوں مرگئے تو ہر ایک کی مددگار برادری پر دوسرے کی نصف
دیت واجب ہوگی اور اگر ایک ہی مرا تو دوسرے کی مددگار برادری پر اُسکی نصف دیت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان
میں ہے۔ ایک شخص کا چوپایہ دوسرے کی کھیتی میں گھس گیا کہ اُسکو تباہ کرتا ہے پس اگر یہ شخص اُسکو نکالنے جاتا ہے تو اس سے
بھی کھیتی خراب ہوتی ہے لیکن بہ نسبت چوپایہ مذکور کے خراب کرنے کے کم خراب ہوتی ہے تو اُسپر واجب ہے کہ گھس کر اسکو
نکال دے اور جو کچھ نقصان ہوا اُسکا ضامن ہوگا اور اگر غیر کا چوپایہ ہو تو اُسپر نکالنا واجب نہوگا لیکن اگر نکال دیا اور
وہ چوپایہ تلف ہوگیا تو ضامن نہوگا۔ ایک شخص نے اپنے گدھے کو دیکھا کہ دوسرے کے گیہوں کھاتا ہے پس اُسکو
منع نہ کیا یہاں تک کہ اُسنے کھا لیے تو اسمیں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ضامن ہوگا یہ قنیہ میں ہے۔ ایک
شخص نے دوسرے کے غلام کو بدون اجازت اُسکے مالک کے اپنے کام کے واسطے بھیجا پھر غلام نے لڑکوں کو کھیلتے
دیکھا پس اُنکے پاس چلا گیا اور ایک کوٹھری کی چھت پر چڑھا اور وہاں سے گر پڑا تو بھیجنے والے پر ضمان واجب ہوگی

اسواسطے کہ وہ غلام کو اپنے کام مین لگانے کی وجہسے غاصب ہوگیا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کے انٹھین مین
صدمہ ضرب پہونچایا پس ایک خصیہ یا دونون پھول گئے تو انمین حکومت عدل واجب ہو یہ قنیہ مین ہو۔ جامع اصغر مین لکھا ہو
کہ ایک شخص نے دوسرے کا مربط غصب کرکے اسمین اپنے چوپایہ باندھے پس انکو مالک مربط نے نکال دیا تو ضامن ہوگا
اور عیون مین لکھا ہو کہ امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کے گدھے یا خچر کو اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے
تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہو چاہے یہ ناقص جانور اسکو دیکر اس سے تاوان لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور رکھے تاوان نہین
لے سکتا ہو اور اسی پر فتوے ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو

کتاب الوصایا

اور اسمین دس باب ہین

باب اول ۔ وصیت کی تفسیر و شرط جواز و حکم کے بیان مین اور جسکے واسطے وصیت جائز اور جسکے واسطے ناجائز ہو اور جو
امر وصیت سے رجوع کرنا نہین ہوتا ہو اُسکے بیان مین۔ **قال المترجم** الایصاء وصیت کرنا و وصیت معروف ہو موصی بہ
جس چیز کی وصیت کی ہو۔ موصی وصیت کرنے والا اور جسکے حق مین وصیت کی ہو اُسکو موصی لہ کہتے ہین اور وصی وہ
ہوتا ہو جو میت کے قائم مقام اسکا خلیفہ ہو۔ قال فی الکتاب شرع مین ایصاء ایسی تملیک کو کہتے ہین جو مرنے کے بعد کیطرف
مضاف ہو اور مراد اس سے تملیک بطریق تبرع ہو یعنے بطور احسان کے مرنے کے بعد مالک کر دینا اور جس چیز کا مالک کرتا
ہو خواہ وہ عین ہو یا منفعت ہو کذا فی التبیین۔ اور رکن اسکا یہ قول ہو کہ اوصیت بکذا لفلان و اوصیت الی فلان یعنے
یون کہنا کہ مین نے اس چیز کی فلان شخص کیواسطے وصیت کی یا فلان شخص کے لیے اس چیز کی وصیت کی یہ محیط سرخسی
مین ہو۔ اور وصیت مستحب ہو اور مستحب ایسی صورت مین ہو کہ جب اُسپر اللہ تعالے کا کوئی حق واجب نہو اور اگر اللہ
تعالے کا کوئی حق واجب ہو جیسے زکوٰۃ و روزے رمضان کے اور حج و نماز فریضہ جنکو اُسنے ترک کیا ہو تو ایسی حالت
مین وصیت واجب ہوگی یہ تبیین مین ہو۔ اور وصیت مین موصی لہ کا صریحًا یا دلالۃً قبول کرنا شرط ہو اور دلالۃً قبول کرنے
کی یہ صورت ہو کہ موصی لہ صریح قبول کرے یا رد کرنے سے پہلے مرجاوے تو اُسکا مرنا وصیت کا قبول کرنا ہو پس اُسکے وارث
اس وصیت سے میراث پاوینگے یہ دجیز کردری مین ہو۔ اور یہ اصح ہو کہ قبول وصیت موصی کے مرنے کے بعد ہی ہوتا ہو
پس اگر موصی کی زندگی مین اُسنے وصیت قبول کی یا رد کی تو یہ باطل ہو اسکا کچھ اعتبار نہین ہو حتے کہ موصی کے مرنے
کے بعد اُسکو قبول کر لینے کا اختیار ہوگا یہ سراجیہ مین ہو۔ بفعل قبول کرنا جیسے وصیت نافذ کرنا یا وارثون کے واسطے
کوئی چیز خریدنا یا ادا سے قرضہ کرنا مثل بقول قبول کرنے کے ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور شرط وصیت یہ ہو کہ موصی
تملیک یعنی مالک کر دینے کی اہلیت رکھتا ہو اور موصی لہ تملک یعنے مالک ہو جانے کی اہلیت رکھتا ہو اور بعد موصی
کے موصی بہ ایسا مال ہو جو قابل تملیک ہو۔ اور حکم وصیت یہ ہو کہ موصی لہ موصی بہ کا مثل ہبہ کے بملک جدید مالک
ہو جاتا ہو یہ کفایہ مین ہو۔ اور یہ مستحب ہو کہ آدمی اپنے مال سے اگر وصیت کرے تو تہائی سے کم کی وصیت کرے خواہ
اُسکے وارث غنی ہون یا فقیر ہون یہ ہدایہ مین ہو۔ اور جسکے پاس مال قلیل ہو تو افضل یہ ہو کہ وہ بالکل وصیت نکرے

بشرطیکہ اُسکے وارث موجود ہوں اور جسکے پاس مال کثیر ہو تو فضل یہ ہو کہ درصورتیکہ وصیت میں کوئی معصیت نہووے تاہم تہائی مال سے تجاوز نکرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور موصی لہ قبول کرنے سے مالک ہوجاتا ہے پس اگر موصی کے مرنے کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول کی تو موصی بہ میں اُسکی ملک ثابت ہوجائیگی خواہ اُسپر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو اور اگر موصی لہ نے وصیت رد کردی تو ہمارے نزدیک اُسکے رد کرنے سے وصیت رد ہوجائیگی یہ کافی میں ہے پھر واضح ہو کہ اجنبی کیواسطے وصیت بدون اجازت وارثوں کے صحیح ہوجاتی ہے کذا فی التبیین لیکن تہائی سے جسقدر زائد کی وصیت کی ہے وہ جائز نہوگی الا اُسصورت میں کہ وارث اُسکی موت کے بعد اجازت دیدیں اور وہ بالغ ہوں اور اُسکی زندگی میں وارثوں کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنے پورے مال کی وصیت کردی اور اُسکا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیت نافذ ہوجائیگی اور بیت المال کے اجازت دینے کی کچھ حاجت نہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور ہمارے نزدیک وارث کے واسطے وصیت نہیں جائز ہے الا درصورتیکہ وارث اجازت دیدیں۔ اور اگر اُسنے وارث و اجنبی دونوں کے واسطے ایک چیز کی وصیت کی تو اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگی اور وارث کے حصہ میں دوسرے وارثوں کی اجازت پر موقوف ہوگی پس اگر اُنھوں نے اجازت دیدی تو جائز ہوجائیگی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہوجائیگی اور موصی کی زندگی میں وارثوں کی اجازت دینے کا کچھ اعتبار نہیں ہے حتے کہ بعد موت موصی کے اُنکو اپنی اجازت سے رجوع کرلینے کا اختیار ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اور موصی لہ کے وارث یا غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ وقت وصیت کے حتے کہ اگر اپنے بھائی کے واسطے وصیت کی اور وقت وصیت کے وہ وارث تھا پھر موصی کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو بھائی کے واسطے جو وصیت کی ہے وہ صحیح ہوگی اور اگر بھائی کے واسطے وصیت کی درحالیکہ موصی کا فقط ایک لڑکا موجود ہے پھر موصی کی موت سے پہلے وہ لڑکا مرگیا تو بھائی کے حق میں جو وصیت ہے وہ باطل ہوجائیگی یہ تبیین میں ہے۔ اور ہرگاہ وارث کی اجازت سے وصیت جائز ہوئی ہو تو جسکے حق میں اجازت پائی گئی ہے وہ موصی بہ کا ہمارے نزدیک موصی کیطرف سے مالک ہوجائیگا حتی کہ ملکیت بغیر قبضہ تمام ہوجائیگی اور موصی بہ میں شیوع ہونا صحت اجازت سے مانع نہیں ہے اور پھر وارث کو یہ اختیار نرہیگا کہ اجازت سے رجوع کرلے یہ کافی میں ہے اور اگر اجازت دینے والا مریض ہو حالانکہ وہ بالغ ہے پس اگر اس مرض سے اچھا ہوگیا تو اجازت صحیح ہوجائیگی اور اگر اس مرض سے مرگیا تو اس مریض کا اجازت دینا بمنزلہ ابتدائے وصیت کے ہوگا حتی کہ اگر موصی لہ اسکا وارث ہو تو اجازت جائز نہوگی الا اُسصورت میں کہ مریض کے وارث اجازت دیدیں اور اگر موصی لہ وارث نہو بلکہ مریض کا اجنبی ہو تو جائز ہوجائیگی مگر مریض کے چوتھائی مال سے معتبر ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اور اگر بعض نے اجازت دی اور بعض نے اجازت نہ دی تو بقدر حصہ اجازت دینے والے کے جائز ہوگی اور اجازت ندینے والے کے حصہ میں باطل ہوگی یہ کافی میں ہے۔ اور جسصورت میں اجازت کی ضرورت ہوتی ہے تو اجازت جبھی جائز ہوگی جب اجازت دہندہ اُسکی اہلیت رکھتا ہو جیسے اُسنے بالغ و عاقل و تندرست ہونے کی حالت میں اجازت دی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنے وارث کے مکاتب یا وارث کے غلام کے واسطے وصیت کی تو باطل ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور قاتل کے واسطے خواہ عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے جبکہ خود مباشر قتل ہو تو وصیت نہیں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے۔ خواہ اُسکے مجروح کرنے سے پہلے وصیت کی ہو یا اُسکے بعد اور اگر وارثوں نے قاتل کے حق میں جو وصیت ہے اُسکی اجازت دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہوجائیگی یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر قاتل لڑکا یا مجنون ہو تو اُسکے حق میں وصیت جائز ہوگی اگرچہ وارث اجازت ندیں

اور اگر اپنے قاتل کے واسطے وصیت کی اور اُسکا سواے قاتل کے کوئی وارث نہین ہی تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے
نزدیک وصیت جائز ہی اور اگر قاتل کے مکاتب یا مدبر یا ام ولد کیواسطے وصیت کی تو بدون وارثون کی اجازت کے جائز نہوگی
یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہی۔ اور اگر عورت نے کسی مرد کو دھار دار یا بغیر دھار چیز سے زخمی کیا پھر مرد نے اُسکے حق مین کچھ
وصیت کی پھر اُس نے نکاح کر لیا تو عورت مذکور کو نہ میراث ملیگی اور نہ وصیت بلکہ اُسکو فقط مہر مقررہ کی مقدار سے بقدر مہر المثل کے
ملیگا اور جو کچھ اِس سے زیادہ ہو جو بمعنی وصیت کے ہی وہ بسبب قتل کرنے کے باطل ہو جائیگا۔ اگر ایک شخص کے قتل مین
دس آدمی شریک ہوئے انہین سے ایک آدمی اُسکا غلام ہی اور اُسنے بعد جنایت کے بعض کے واسطے وصیت کی اور اپنے
غلام کو آزاد کر دیا تو وصیت باطل ہوگی لیکن عتق بعد نافذ ہونے کے اُسکا دور کرنا ممکن نہین ہی پس اُسکا روکنا اسطرح
ہوگا کہ غلام مذکور پر اُسکی قیمت کے واسطے سعایت واجب کر دیجائیگی اور قتل عمد مین قاتل کو عفو کرنا جائز ہی اور اگر قتل
بخطا ہو اور اُسنے عفو کیا تو یہ فعل اُسکے عاقلہ کے واسطے اُنکی طرف سے وصیت ہوگی پس تہائی مال مین جائز ہوگی اور اگر اپنے
غلام کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی پھر اگر غلام نے اُسکو قتل کیا تو وصیت باطل ہو جائیگی لیکن غلام آزاد
ہو کر اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور علیٰ ہذا مدبر نے بھی اگر اپنے مولے کو عمدًا یا خطاءً قتل کیا تو وصیت رد ہو جانے کی
وجہ سے اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کیواسطے سعایت کرے اور قتل عمد مین اُسپر قصاص واجب ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے
وصیت کی پھر گواہ قائم ہوئے کہ یہ قاتل ہی اور بعض وارثون نے اُنکی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب کی تو جنھون نے گواہون
کی [illegible] ہی اُنکے حصہ دیت سے مدعا علیہ بری ہو جائیگا اور اُنکے حصہ مین اُسکی وصیت تہائی سے جائز ہوگی اور جنھون نے
[illegible] کی تصدیق کی ہی اُسکا حصہ دیت مدعا علیہ پر لازم ہوگا اور تہائی سے اُنکے حصہ سے اُسکی وصیت باطل ہو جائیگی اور
اگر [illegible] نے عمرو و بکر دو آدمیون کے واسطے وصیت کی اور زید کے خالد و شعیب دو وارثون مین سے ہر ایک نے ایک ایک
[illegible] گواہ قائم کیے کہ اِسنے ہمارے مورث کو خطا سے قتل کیا ہی تو عمرو و بکر ہر ایک پر پانچ پانچ ہزار درم دیت کے اُنکے
[illegible] کے واسطے واجب ہونگے اور ہر مدعا علیہ کا حق وصیت اپنے مدعی کے حصہ مین جسنے اُسپر قتل کے گواہ قائم کیے
[illegible] ہوگا اور دوسرے کے حصہ مین سے حساب سے ہوگا۔ اگر زید نے عمرو و بکر دونون مین سے ہر ایک کیواسطے تہائی
مال [illegible] خالد کے واسطے ایک غلام کی وصیت کی پھر عمرو و بکر نے جنمین سے ہر ایک کیواسطے تہائی مال کی وصیت
ہوئی [illegible] گواہی دی کہ اِسنے زید کو قتل کیا ہی تو دونون کی گواہی باطل ہی۔ اسیطرح اگر دونون نے کسی وارث یا اجنبی
[illegible] گواہی دی کہ اِسنے خطا سے قتل کیا ہو تو بھی باطل ہی۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین ایک غلام صغیر کو آزاد کیا اور
اُسکے سواے اُسکا کچھ مال نہین ہی پھر اِس نابالغ نے اپنے مولیٰ کو عمدًا قتل کیا تو اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی دو قیمتون کے واسطے
سعایت کرے جسمین سے ایک تہائی بطور وصیت رفع کیجائیگی اور باقی کے واسطے سعایت کریگا اور اگر بالغ ہو اور اُسنے
مولے کو خطا سے قتل کیا تو وارثون کے واسطے اپنی دو قیمت کے لیے سعایت کریگا اور اُسکو وصیت مین کچھ نہ ملیگا اور یہ سب
امام اعظم رح کا قول ہی اور صاحبین رح کے نزدیک وصیت کیوجہ سے اُسپر سعایت لازم آویگی اور دیت اُسکی مددگار برادری پر
ہوگی یہ مبسوط مین ہی اور اگر اپنے وارث کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو جائز ہی اسیطرح اگر اپنے مکاتب یا مدبر کے واسطے وصیت
کی تو بھی سب استحسانًا جائز ہی اور اپنے قاتل کے باپ کیواسطے وصیت جائز ہی اگرچہ آبائی رشتہ کتنا ہی اونچا ہو و سے
اسیطرح اپنے قاتل کے بیٹے کے واسطے وصیت کی تو بھی جائز ہی اگرچہ فرزندی رشتہ کتنا ہی نیچا ہو جیسے پوتا پر پوتا وغیرہ اور غیرہ

(۵) وصی ایک مختلف (در موقعی [illegible]) [illegible]

اُسکے مکاتب و مدبر و غلامون کے واسطے بھی وصیت جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر کسی شخص کے غلام کے واسطے یون وصیت کی کہ ہر مہینہ اُسکو دس درم نفقہ دیا جاوے تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ یہ وصیت غلام کیواسطے ہو گی کہ جہان وہ جائیگا اُسکے ساتھ جائیگا خواہ فروخت کر دیا جاوے یا آزاد کر دیا جاوے اور اگر اسیر اُسکے مولے نے صلح کر لی اور غلام نے اجازت دیدی تو جائز ہو اور اگر غلام آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو اجازت باطل ہو اور اگر ایک شخص کے گھوڑے کے واسطے یہ وصیت کی کہ اُسکو ماہواری دس درم نفقہ دیا جاوے تو یہ مالک اسپ کیواسطے وصیت ہو گی پس اگر وہ مر گیا یا مالک نے اُسکو فروخت کر دیا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ ظہیریہ مین ہو مسلم نے اگر ذمی کے واسطے وصیت کی یا اُسکے برعکس تو جائز ہو یہ کافی مین ہو۔ اور اگر ذمی نے کسی حربی غیر مستامن کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہین ہو یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی کے واسطے جو دار الحرب مین ہو وصیت کی تو باطل ہو اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین پھر اگر وہ حربی موصی لہ اپنے دار الحرب سے امان لیکر دار الاسلام مین وصیت کا مال لینے کے واسطے آیا تو اُسکو اُسمین سے کچھ نہ ملیگا اگرچہ وارث لوگ اجازت دیدین یہ سب اُس وقت ہو کہ موصی دار الاسلام مین ہو اور موصی لہ حربی دار الحرب مین ہو اور اگر موصی بھی دار الحرب مین ہو تو اُسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو۔ اور اگر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا ہو اور اُسکے واسطے وصیت کی تو مذکور ہو کہ تہائی مال کی وصیت بدون اجازت وارثون کے جائز ہو گی اور تہائی سے زائد مین اجازت وارثان کی ضرورت ہو اور اسی طرح اگر اُسکو کچھ ہبہ کیا یا نفل صدقات مین سے اُسکو صدقہ دیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق یہی حکم ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اور اگر مسلمان نے مرتد کے واسطے وصیت کی تو [illegible] جائز ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اگر ایسے شخص نے وصیت کی جسپر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہو تو وصیت جائز نہو گی الا اُسصورت مین کہ قرضخواہ لوگ اپنا قرضہ معاف کر دین کذا فی الہدایہ۔ اور وصیت فقط ایسے ہی شخص کیطرف سے صحیح ہوتی ہو جسکی طرف سے تبرع و احسان صحیح ہوتا ہو پس مجنون یا مکاتب یا ماذون کی وصیت صحیح نہین ہو اسی طرح اگر مجنون نے وصیت کی پھر بعد افاقہ کے مر گیا تو صحیح نہین ہو کیونکہ حالت مباشرہ وصیت مین وہ اہلیت نہین رکھتا تھا یہ خلاصہ شرح مختار مین ہو۔ اور مکاتب کی وصیت صحیح نہین ہو اگرچہ ادا ے کتابت کے واسطے کافی مال چھوڑا ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ مکاتب کی وصیت تین قسم کی ہوتی ہو ایک قسم بالاجماع باطل ہو وہ ایسی وصیت ہو کہ اپنے اعیان مال مین سے کسی مال عین کی وصیت کرے اور ایک قسم بالاجماع جائز ہو وہ یہ کہ وصیت کی اضافت ایسے مال کیطرف کرے جسکا وہ بعد آزادی کے مالک ہو مثلاً یون کہے کہ جب مین آزاد ہو جاؤن تو فلان شخص کے لیے میرے تہائی مال کی وصیت ہو پس اگر قبل موت کے بدل کتابت ادا کر کے [illegible] آزاد ہو گیا پھر مر گیا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور ایک قسم مختلف فیہ ہو وہ یہ ہو کہ مثلاً مکاتب نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی فلان شخص کیواسطے وصیت کی پھر وہ آزاد ہو گیا تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہو اور صاحبین رح کے نزدیک جائز ہو [illegible] اور لڑکے کی وصیت اگر وہ مراہق ہو یعنی قریب بلوغ ہو تو ہمارے نزدیک جائز نہین ہو اور نیز اگر مراہق [illegible] قاضی خان مین ہو خواہ لڑکا ماذون التجارۃ ہو یا محجور ہو کذا فی البدائع خواہ وہ بعد بالغ ہونے کے [illegible] مر گیا ہو کذا فی الکافی۔ اور اسی طرح اگر اُسنے کہا کہ اگر مین بالغ مر جاؤن تو میرا تہائی مال فلان شخص کیواسطے [illegible] ہو اسواسطے کہ وہ اہلیت نہین رکھتا ہو پس تنجیز و تعلیق کچھ ممکن نہین ہو اور غلام و مکاتب [illegible] ہو جانے کے بعد کیطرف کی تو صحیح ہو جائیگی یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور [illegible] اگر [illegible] مال اُسکی وصیت صحیح نہو گی یہ بدائع مین ہو۔ آزاد و عاقل کی وصیت خواہ مرد ہو یا عورت [illegible]

ہو کر بے ۹ ہ رہا قیاساً نہین جائز ہو اور استحساناً جائز ہوا اور ابن السبیل کی وصیت جو اپنے مال سے دور ہو جائز ہو یہ فتاوے
قاضی خان مین ہوا اور اگر نابالغ یا مکاتب نے وصیت کی پھر وہ بالغ آزاد ہوا یا آزاد کیا گیا پھر اُسنے اجازت دی تو از سر نو وصیت
ہو کر صحیح ہو جائیگی اور حمل کیواسطے وصیت جائز ہو اور نیز حمل کی وصیت کسی کیواسطے کر دینا کہ اگر یہ باندی بچہ جنے تو فلان کیواسطے وصیت
ہو تو جائز ہو بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ جنے اور اگر کسی نے دوسرے کیواسطے باندی کی سوائے اُسکے حمل کے وصیت کر دی
تو وصیت اور یہ استثنا دونون صحیح ہین یہ کافی مین ہو۔ اور اگر ایک عورت کے پیٹ مین جو ہو اُسکے واسطے وصیت کی پھر ایک
مہینہ وصیت کے بعد اور موصی کی موت کے بعد وہ عورت مردہ بچہ جنی تو اُسکے واسطے کچھ وصیت نہوگی اور اگر زندہ بچہ جنی پھر
وہ مرگیا تو تہائی سے وصیت جائز ہوگی اور یہ مال اس بچہ کے وارثون کے درمیان میراث تقسیم ہوگا اور اگر دو بچہ جنی ایک
زندہ اور دوسرا مردہ تو مال وصیت زندہ کے واسطے ہوگا اور اگر دونون زندہ جنی پھر ایک مرگیا تو مال وصیت دونون کے واسطے
نصفا نصف ہوگا اور جو مرگیا ہو اُسکا حصہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا جیسا کہ میراث مین ہو۔ اور اگر اسطرح وصیت کی کہ
اگر فلان عورت کے پیٹ مین لڑکی ہو تو اُسکے واسطے ہزار درم کی وصیت ہو اور اگر لڑکا ہو تو دو ہزار درم کی وصیت ہو پھر
عورت وقت وصیت سے ایک دن کم چھ مہینے مین ایک لڑکی جنی اور اس سے دو یا تین روز بعد ایک لڑکا جنی تو مال وصیت
تہائی مین سے دونون کو ملیگا اور اس صورت مین اور دوسری صورت جو مذکور ہوتی ہو دونون مین فرق ہو اور دوسری صورت
یہ ہو کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ مین ہو اگر وہ لڑکا ہو تو اُسکے لیے دو ہزار درم کی وصیت ہو اور اگر لڑکی ہو تو اُسکے
لیے ہزار درم کی وصیت تھی پھر وہ عورت ایک ہی پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور موصی کے وقت موت سے چھ مہینے سے کم
مین جنی تو دونون بچون مین سے کسی کے واسطے وصیت مین سے کچھ نہ ملیگا۔ پھر مسئلہ اولے مین اگر عورت مذکور چھ مہینے سے کم مین
دو لڑکے اور دو لڑکیان جنی تو وارثان موصی کو اختیار ہوگا کہ دونون لڑکون اور دونون لڑکیون مین سے جس ایک لڑکے اور
ایک لڑکی کو چاہین مال وصیت دیدین یہ محیط مین ہو۔ اور موصی کا اپنے وصیت سے رجوع کرنا صحیح ہو پھر رجوع کبھی صریحاً ثابت ہوتا ہو
اور کبھی دلالۃً ثابت ہوتا ہو پس اول کی یہ مثال ہو کہ مثلاً موصی کہے کہ مین نے رجوع کیا یا اسکے مثل کوئی لفظ کہے اور دوم
اس طرح ہو کہ کوئی ایسا فعل کرے جو رجوع کرنے پر دلالت کرتا ہو پھر جو فعل ایسا ہو کہ اگر انسان اُسکو دوسرے کی ملک کے ساتھ
کرے تو ملک سے مالک کا حق منقطع ہو جاوے پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع کرنا ہوگا اور نیز جو فعل موصی بہ مین زیادتی
کا موجب ہوا اور بدون اس زیادت کے تسلیم ممکن نہین ہو پس جب ایسا فعل موصی کریگا تو یہ رجوع پر دلالت کریگا اور
رجوع ثابت ہوگا اسی طرح جو فعل موجب زوال ملک موصی ہو وہ رجوع ہو اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر کسی
شخص نے دوسرے کیواسطے ایک کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کر کے سالیا یا روئی کی وصیت کی اور اُسکو کاتا یا ستو
کی وصیت کی اور اُسکو بنایا یا لوہے کی وصیت کی پھر اُسکا کوئی ظرف بنوایا تو یہ رجوع ہو۔ اور اگر ستو کی وصیت کی پھر اُنکو
مسکہ مین ملادیا یا احاطہ کی وصیت کی اور پھر اُسمین عمارت بنوائی یا روئی کی وصیت کی پھر اُسکو بھر لیا یا استر کی وصیت
کی پھر قبا مین اُسکا استر لگایا یا ابرہ کی وصیت کی پھر اُسکا ابرہ لگایا تو وصیت باطل ہو جائیگی یہ کافی مین ہو۔ وصیت چار
صورتون پر ہو ایک صورت مین قول و فعل دونون سے فسخ ہو سکتی ہو۔ اور ایک صورت مین قول سے فسخ ہو سکتی ہو
نہ فعل سے اور ایک صورت مین فعل سے فسخ ہو سکتی ہو نہ قول سے۔ اور ایک صورت مین دونون سے فسخ نہین ہو سکتی ہو
پس اول کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص کے واسطے مال عین کی وصیت کی پس قول سے اُسکا فسخ یہ ہو کہ کہے کہ مین نے وصیت

فسخ کر دی یا مین نے رجوع کر لیا۔ اور فعل سے اُسکا فسخ یون ہو کہ اُسکو فروخت کر دے یا آزاد کرے یا ایسے سبب سے اُسکو
اپنی ملک سے نکال دے جو فسخ نہین ہو سکتا ہو چنانچہ مطلقاً مدبر کرے اور دوم کی صورت یہ ہو کہ اپنے تہائی یا چوتھائی
مال کی وصیت کرے پس اگر اس سے بقول رجوع کرے تو صحیح ہو اور اگر اسکو اپنی ملک سے خارج کر دیا تو وصیت
باطل نہو گی بلکہ دوسرے ثلث سے نافذ ہو جائیگی اور سوم کی صورت یہ ہو کہ غلام کو مدبر کرے مگر مقید پس اگر بقول رجوع
کرے تو صحیح نہین ہو اور اگر بفعل رجوع کرے مثلاً اسکو فروخت کر دے تو صحیح ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر چاندی
کے پتر کی کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُسکو ڈھال کر کنگن یا انگوٹھی یا اسکے مانند کوئی چیز بنوا لی تو وصیت سے رجوع ہوا اور
یہ حکم امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے قول پر ظاہر ہو اور بنا بر قول امام اعظم رح کے واجب ہو کہ رجوع نہووے اور یہی صحیح ہو یہ
محیط مین ہو۔ اور اگر مال عین کی وصیت کی پھر اُسکو فروخت کر دیا پھر اُسکو خریدا یا بائع کو ہبہ کی گئی پھر اُسکی وصیت سے رجوع کر لیا
تو وصیت باطل ہو جائیگی اور جس بکری کے دینے کی وصیت کی تھی اگر اُسکو ذبح کیا تو رجوع ہو اور جس کپڑے کی وصیت
کر دی ہو اگر اُسکو دھلایا تو رجوع نہین ہو۔ اور اگر کسی نے وصیت سے انکار کیا تو یہ رجوع نہین ہو یہ جامع کبیر مین مذکور ہو
اور مبسوط مین لکھا ہو کہ رجوع ہو اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع کبیر مین لکھا ہو وہ ایسی صورت پر محمول ہو کہ جب موصی لہ کی
غیبت مین اُسنے انکار کیا ہو اور ایسا انکار سب روایتون کے موافق رجوع نہین ہو اور جو مبسوط مین ہو وہ ایسی صورت
پر محمول ہو کہ جب موصی لہ کے حضور مین اُسنے انکار کیا اور اُسکے سامنے انکار کرنا وصیت سے رجوع کرنا ہو اور بعض نے فرمایا
کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو حکم جامع مین مذکور ہو وہ امام محمد رح کا قول ہو اور جو مبسوط
مین لکھا ہو وہ امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور یہی قول صحیح ہو اور اگر کہا کہ ہر چیز جسکی وصیت فلان شخص کے واسطے ہو وہ حرام
یا ربوا ہو تو یہ قول رجوع نہو گا بخلاف اِسکے اگر کہا کہ وہ باطل ہو تو رجوع ہو سکتا ہو یہ کافی مین ہو۔ اگر ایک شخص کے واسطے
کچھ وصیت کی پس اُس سے کہا گیا کہ تو اچھا ہو جائیگا وصیت مین تاخیر کر دے پس اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی تاخیر کر دی تو یہ
رجوع نہین ہو اور اگر کہا گیا کہ وصیت کو ترک کر دے پس اُسنے کہا کہ مین نے ترک کر دی تو یہ رجوع ہو یہ خزانۃ المفتین مین
ہو۔ اور اگر کہا کہ جس غلام دینے کی مین نے وصیت کی تھی وہ فلان کے واسطے ہو تو یہ رجوع ہوا اور اسی طرح اگر کہا کہ وہ
میرے وارث کے واسطے ہو تو یہ رجوع ہو پہلی وصیت سے اور دوبارہ وارث کے واسطے وصیت ہو پس دیگر وارثون کو
اختیار ہوگا چاہین اُسکی اجازت دین یا رد کرین اور اگر دوسری وصیت کے وقت دوسرا شخص جسکے واسطے دوسری وصیت
کی ہو مر گیا ہو تو پہلی وصیت اپنے حال پر باقی رہیگی اور اگر دوسری وصیت کیوقت دوسرا موصی لہ زندہ ہو مگر موصی کی موت سے
پہلے مر گیا تو غلام مذکور وارثون کا ہوگا اسوجہ سے کہ دونون وصیتین باطل ہو گئی ہین یہ کافی مین ہو۔ اور اگر کسی کے واسطے
اپنے غلام کی وصیت کی پھر اُسکو رہن کیا تو یہ رجوع ہوا اور اگر اُسکو اجارہ پر دیا یا باندی تھی کہ اُس سے وطی کر لی تو یہ
رجوع نہین ہوا اور اگر لوہا ہو کہ اُسکے دینے کی وصیت کی پھر اُسکی تلوار یا زرہ بنا لی تو یہ رجوع ہوا اور اگر اپنا غلام دینے کی
کسی کے واسطے وصیت کی پھر اُسکو مکاتب یا مدبر کر دیا یا کسی وجہ سے اُسکو اپنی ملک سے نکال دیا تو یہ وصیت سے رجوع
ہو سکتے کہ اگر وہ غلام پھر اُسکی ملک مین عود کرے تو وہ وصیت کی چیز نہ رہیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر کہا کہ جس غلام کی مین نے
فلان شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور یہی اُسکی وصیت فلان دوسرے شخص کے واسطے کی تو وہ غلام دونون مین نصفا
نصف ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ اور یہی اُسکی نصف کی وصیت فلان دوسرے کیواسطے کر دی تو بھی وہ غلام دونون مین مشترک

ہوگا اور اگر تہائی غلام کی وصیت زید کے واسطے کر دی پھر کہا کہ وہ تہائی غلام کی جسکی وصیت مین نے زید کے واسطے کی ہے اس
تہائی کی نصف وصیت عمرو کے واسطے کر دی یا کہا کہ اُسکے آدھے کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو یہ قول تہائی مین
سے نصف سے جو زید کے واسطے وصیت تھا رجوع نہین ہے بلکہ تہائی غلام دونون مین مشترک ہوگا اور اگر کہا کہ وہ تہائی
جسکی وصیت زید کے واسطے مین نے کر دی تھی اور بھی اُسکی نصف کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو زید کو اس تہائی
کا تہائی ملیگا۔ اور اگر زید کیواسطے ایک چیز کی وصیت کی پھر کہا کہ جو کچھ مین نے زید کیواسطے وصیت کی تھی اُسکی نصف
کی وصیت عمرو کے واسطے کر دی تو وہ غلام دونون مین مشترک ہو جائیگا پس آدھے غلام سے رجوع ثابت ہوگا۔ اور اگر
ایک شخص کے واسطے ایک باندی کی وصیت کر دی پھر اُس باندی کو ام ولد بنایا تو یہ وصیت سے رجوع ہے اسی طرح اگر
گیہون کی وصیت کی پھر اُنکو پیسا یا آٹے کی وصیت کی پھر اُسکی روٹیان پکوائین تو یہ رجوع ہے اور اگر ایک شخص سے کہا گیا
کہ تو نے اپنے فلان غلام کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی ہے پس اُسنے کہا کہ نہین بلکہ اُس شخص کے واسطے مین نے اپنی
فلان باندی کی وصیت کی ہے تو یہ غلام کی وصیت سے رجوع ہے۔ اور اگر اپنے دار کی فلان شخص کے واسطے وصیت کی پھر
اُسپر گچ کرائی یا اُسکو منہدم کیا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر اُسمین کہگل کرائی تو رجوع ہے بشرطیکہ دار کبیر ہو۔ اور اگر زمین کی وصیت
کی پھر اُسمین رطبہ بویا تو یہ رجوع نہین ہے اور اگر درخت انگور جمالے یا درخت لگائے تو یہ رجوع ہے یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ اور اگر اُسکے درخت خرما مین جو کفری لگے ہین اُنکی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے وہ بسر ہوگئین یا بسر
کی وصیت کی اور وہ رطب ہوگئین اور ہنوز موصی نہین مرا ہے یا تازہ انگورون کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت
سے پہلے زبیب ہوگئے یا سنبل کی وصیت کی اور وہ گیہون ہوگئے یعنے بالیون مین سے گیہون سخت ہوکر نکال لیے گئے یا چاندی
کی وصیت کی اور وہ انگوٹھی ہوگئی یا انڈے کی وصیت کی اور وہ بچہ ہوگیا یعنے انڈے سے بچہ نکل آیا اور یہ سب موصی کی
موت سے پہلے ہوگیا تو وصیت باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ جس چیز کی وصیت کی تھی وہ متغیر ہوکر دوسری چیز ہوگئی ہے
اور اگر موصی کے مرنے کے بعد وہ متغیر ہوگئی تو وصیت نافذ ہو جائیگی۔ اور اگر بسر کی وصیت کی پھر اُنمین بعض رطب ہوگئے
تو جسقدر رطب ہوگئے ہین اُنکی وصیت باطل ہو جائیگی اور جو بسر ہین اُنمین باقی رہیگی اعتباراً للبعض بالکل کہ بعض قائم مقام
کل کے ہونگے اور اگر رطب کی وصیت کی پھر موصی کی موت سے پہلے وہ تمر یعنے چھوہارے ہوگئے یا بھیڑی کے بچہ کی وصیت
کی اور وہ کبش ہوگیا تو استحساناً وصیت باطل نہوگی یہ کافی مین ہے۔ اور اگر غیر کے مال سے ہزار درم کی کسی کے واسطے
وصیت کی یا اُسکے غلام یا اُسکے کپڑے کی کسی کے واسطے وصیت کر دی پھر اِس غیر شخص نے موصی کے مرنے سے پہلے
یا اُسکے مرنے کے بعد اسکی اجازت دیدی تو غیر شخص کو اختیار ہوگا کہ جبتک اُسنے مال وصیت موصی لہ کو نہین دیا ہے
تب تک اِس سے رجوع کرے اور جب اُسکو دیدیا تو جائز ہے اسواسطے کہ مال غیر سے وصیت کرنا بمنزلہ مال غیر ہبہ کرنے
کے ہے گویا اُسنے غیر کا مال ہبہ کر دیا پس بدون تسلیم و قبضہ کے صحیح نہوگا یہ مبسوط مین ہے۔

دوسرا باب۔ اُن الفاظ کے بیان مین جو وصیت ہوتے ہین اور جو نہین ہوتے ہین اور جو وصیت جائز
ہے اور جو نہین جائز ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری موت کے بعد وکیل ہے تو وہ وصی ہوگا اور اگر کہا
کہ تو میری حیات مین میرا وصی ہے تو وکیل ہوگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے واسطے
سو درم اجرت اِس شرط سے ہے کہ تو میرا وصی ہو تو شرط باطل ہے اور سو درم اُسکے واسطے وصیت جائز ہونگے اور یہ بنا بر

قول مختار کے وہ شخص وصی ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے فلان شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وصیت کی کہ فلان شخص کے واسطے میرے مال مین ہزار درم ہین تو پہلے ہزار درم وصیت ہین اور دوسرے اقرار ہین۔ اور اصل مین ہے کہ اگر وصیت مین کہا کہ میرا تہائی دار واسطے فلان شخص کے ہے پس مین اسکی اجازت دیتا ہون تو وصیت ہے اور اگر کہا کہ چھٹا حصہ میرے دار مین واسطے فلان شخص کے ہے تو یہ اقرار ہے یعنی فلان کا اسقدر اس دار مین استحقاق ہے اور علی ہذا اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے میرے مال سے ہزار درم ہین تو یہ استحساناً وصیت ہے اگر وصیت کے تذکرہ مین کہا ہو اور اگر کہا کہ میرے مال مین تو یہ اقرار ہوگا۔ اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام واسطے فلان کے ہے اور میرا یہ دار واسطے فلان کے ہے اور یہ نکہا کہ وصیت ہے اور نہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا اور نہ یہ کہا کہ یہ میری موت کے بعد تو یہ قیاساً و استحساناً ہبہ ہو پس اگر فلان مذکور نے اسکی زندگی مین قبضہ کرلیا تو صحیح ہوگا اور اگر قبضہ نکیا یہان تک کہ وہ مرگیا تو باطل ہے۔ اور اگر وصیت کے تذکرہ مین ایسا کہا تو شیخ امام زاہد احمد طواویسی نے شرح وصایا الاصل مین ذکر کیا کہ قیاس یہ ہے کہ یہ وصیت ہو مگر استحساناً وصیت نہو گی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے اپنے مرض مین فارسی مین کہا کہ (تیمار دار فرزندان مرا بس مین) یعنی میرے مرنے کے پیچھے میرے فرزندون کی تیمار داری کر تو اسکو اپنے ترکہ کا وصی قرار دیا اسی طرح اگر کہا کہ انکا تعہد کر یا انکے کام کی خبرگیری کر یا جو اسکے معنی مین بولے جاتے ہین اور اگر مریض نے دوسرے سے کہا کہ (غم کار من وآن فرزندان من بعد از وفات من بخور) یا کہا (فرزندان مرا ضائع مگذاران) تو فرمایا کہ وصی ہو جائیگا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر اپنے بھائی سے کہا کہ فلان شخص کو اجارہ پر مقرر کرلے کہ میری وصیت نافذ ہو تو بھائی وصی ہو جائیگا اگر اسکو قبول کرلے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد میرا تہائی دار فلان شخص کو ہبہ کیا جاوے تو یہ وصیت ہے اور موصی کی زندگی مین اسکا قبضہ کرنا شرط نہوگا اور اگر کہا کہ میری تہائی واسطے فلان کے ہے یا میری چوتہائی یا میرا چھٹا حصہ واسطے فلان کے ہے پھر قبل اسکے کہ فلان قبضہ کرے وہ مرگیا تو قیاساً باطل ہے اور استحساناً یہ وصیت جائز ہوگی اور اسکی تاویل یہ ہے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام کیا ہو اسکو امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف رح کی روایت سے امام اعظم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے یہ محیط مین ہے ایک مریض نے دوسرے سے کہا کہ میرے قرضے ادا کردے تو وہ وصی ہو جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے مرض یا اپنی صحت مین کہا کہ اگر میرے اوپر کوئی حادثہ حادث ہو تو فلان کے واسطے اسقدر ہے تو یہ وصیت ہے اور حادثہ ہمارے نزدیک موت ہے اسی طرح اگر کہا کہ میری تہائی سے فلان کے واسطے ہزار درم ہین تو یہ وصیت ہے اگرچہ اسمین موت کا ذکر نہین کیا ہے۔ اور اگر کہا کہ فلان شخص کے واسطے ہزار درم میرے مال سے ہین یا کہا میرے نصف مال سے یا کہا کہ میرے چوتہائی مال سے ہین تو یہ باطل ہے الا اس صورت مین کہ وصیت کے تذکرہ مین ایسا کلام ہو تو یہ وصیت ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ جو میرے باپ کی وصیت لکھی ہوئی پائی جاوے اور مین نے اسکو نافذ نکیا ہو تو اسکو نافذ کردینا یا اپنی ذات پر اپنے مرض مین ایسا اقرار کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ وصیت ہے اگر وارثون نے اسکی تصدیق کی تو انکی تصدیق صحیح ہوگی اور اگر اسکی تکذیب کی تو یہ تہائی مال سے قرار دیجائیگی یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر ایک مریض نے کہا کہ تم لوگ ہزار میرے مال سے نکالو یا ہزار درم نکالو اور اس سے زیادہ نکہا اور مرگیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر یہ کلام تذکرہ وصیت مین کیا ہو تو جائز ہے اور فقراء

کو دیے جاوینگے اور اگر کسی مریض سے کہا گیا کہ کوئی چیز وصیت کرو سے اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال اور اس سے زیادہ کچھ نکہا تو فقیہ ابوبکر
نے فرمایا کہ اگر یہ کلام سوال کے پیچھے لگا ہوا کہا تو اُسکا تہائی مال فقیرون پر صرف کیا جائیگا اور محمد بن سلمہ سے مروی ہو کہ اُنھون
نے جواب مطلقاً چھوڑا اُسکی تفصیل نہین فرمائی اور کہا کہ اُسکا مال فقیرون مین صرف کیا جائیگا اور محمد بن مقاتل سے مروی ہو کہ ایک
شخص نے وصیت کی کہ لوگون کو ہزار درم دیے جاوین تو فرمایا کہ یہ وصیت باطل ہو اور اگر کہا کہ تم لوگ ہزار درم صدقہ کر دینا تو یہ
جائز ہو اور فقیرون کو صدقہ کیے جاوینگے ایک مریض نے فارسی مین کہا (صد درم از من بخشش کنید) سو درم میری طرف
سے بخشش کر دینا تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل رح نے فرمایا کہ یہ باطل ہو اسواسطے کہ یہ فقیرون و تونگرون سب کیواسطے ہوگی اور اگر
کہا کہ (صد درم از من روان کنید) تو فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہوگی اسواسطے کہ اس لفظ سے قربت مراد ہوتی ہو اور قاضی
ابوالحسن علی بن الحسین السغدی نے فرمایا کہ قولہ (روان کنید) ہماری زبان کا محاورہ نہین ہو ہم اسکو نہین جانتے ہین یہ
فتاوی قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر مین اپنے اس سفر مین مرجاؤن تو فلان کے واسطے مجھپر ہزار درم قرضہ
ہین تو یہ تہائی مال سے وصیت ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مین بعد موت کے فلان مقام پر لیجایا جاؤن اور
وہین دفن کیا جاؤن اور وہان ایک رباط میرے تہائی مال سے بنایا جاوے پھر مرگیا اور اُس مقام پر اُٹھا کر نہین لیجایا گیا
تو ابوالقاسم رح نے فرمایا کہ رباط کی وصیت جائز ہو اور اُٹھا لیجانے جانے کی وصیت باطل ہو اور اگر وصی اُسکو اُس مقام پر
اُٹھوا کر لیگیا تو جو کچھ اُسکے اُٹھوا کر لیجانے مین خرچ ہوا ہو وصی اُسکا خود ضامن ہوگا اگر اُسنے بدون اجازت وارثون کے
ایسا کیا اور اگر وارثون کی اجازت سے ایسا کیا تو ضامن نہوگا اور میت کے نیچے قبر مین مضربہ کے مانند کوئی چیز نہین بچھائی جاوے
اور شیخ ابونصر نے فرمایا کہ اس مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ مثل کفن مین زیادتی کرنے کے ہو اور بعض مشائخ نے اس سے انکار
فرمایا ہو یعنی ممنوع جانا ہو۔ اور اگر زینت کیواسطے اپنے قبر کی عمارت کی وصیت کی تو یہ باطل ہو اور اگر اپنی موت کے بعد ماتم کے
واسطے کھانے پکانے کی وصیت کی کہ جو لوگ تعزیت کیواسطے آوین اُنکو کھلایا جاوے تو فقیہ ابوجعفر رح نے فرمایا کہ تہائی
مال سے جائز ہو اور جو لوگ یہان دیر تک قیام کرین یا دور سے آوین اُنکو کھانا حلال ہو اُسمین تونگر و فقیر سب برابر ہین اور
جس شخص کا قیام دیر تک نہو اور نہ وہ بہت دور سے آیا ہو اُسکو حلال نہین ہو پس اگر کھانے مین سے بہت بچ جاوے
تو وصی ضامن ہوگا اور اگر تھوڑا بچے تو ضامن نہوگا۔ اور شیخ امام ابوبکر بلخی سے مروی ہو کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری
موت کے بعد تین روز تک لوگون کے واسطے کھانا پکوایا جاوے تو مشائخ نے فرمایا ہو کہ ایسی وصیت باطل ہو اور شیخ
ابوالقاسم سے روایت ہو کہ اہل مصیبت کے یہان کھانا لیجانا اور اُنکے ساتھ کھانا کیسا ہو فرمایا کہ ابتدائی حال مین کھانا لیجانا
مکروہ نہین ہو اسواسطے کہ اہل میت اُسکی تجہیز وغیرہ مین مشغول ہوتے ہین (قال المترجم بلکہ یہ سنت ہو) اور رہا
تیسرے روز کھانا لیجانا سو یہ نہین مستحب ہو اسواسطے کہ تیسرے روز رونے والی عورتین جمع ہوتی ہین پس اس روز کا
اُنکا کھلانا گناہ کرنے پر مدد دینا ہو یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور واقعات ناطفی مین ہو کہ اگر ایک شخص نے وصیت
کی کہ ہزار دینار کے کفن مین کفنایا جاوے یا دس ہزار درم کے کفن مین کفنایا جاوے تو یہ شخص درمیانی کفن سے
کفنایا جائیگا جسمین نہ اسراف ہو اور نہ تقتیر اور تضییق ہو اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ وہ شخص اپنی زندگی مین جیسے
کپڑے پہنکر جمعہ کی نماز اور عیدین کی نماز اور شادی کی دعوت ولیمہ مین جاتا تھا اُنکو دیکھا جائیگا پس برابر درمیانی
کفن دیا جائیگا یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک عورت نے اپنے شوہر کو وصیت کی کہ شوہر اُسکو اُس مہر سے جو عورت کا

اسپر آتا ہو کفن دیوے تو فرمایا کہ کفن کے باب مین عورت کی امر ونہی سب باطل ہو یہ محیط سرخسی مین لکھا ہو۔ ایک شخص نے وصیت
کی کہ اپنے دار مین دفن کیا جاوے تو اُسکی وصیت باطل ہو الا یہ کہ یہ وصیت کرے کہ میرا دار مسلمانون کا مقبرہ بنایا جاوے اور یہ
خلاصہ مین ہو کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اپنے بیت مین دفن کیا جاوے تو صحیح نہین ہو اور مسلمانون کے مقبرہ مین دفن
کیا جائیگا۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ مجھپر فلان شخص نماز پڑہے تو عیون مین لکھا ہو کہ یہ وصیت باطل ہو اور خلاصہ مین لکھا ہو کہ نہین
صحیح ہو۔ (**قال المترجم** مراد یہ ہو کہ اسکی تعمیل مثل وصیت کے لازم نہین ہو ورنہ جسکو یہ پیغام پہنچا اُس سے نماز
پڑہانے کو کہا جاوے تو اولے و انسب ہو) نوادر بن سماعہ مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے وصیت
کی کہ میرا تہائی مال مسلمان مردون کے کفن مین یا مسلمان مردون کی قبر کھودنے مین یا مسلمانون کو پانی پلانے مین خرچ
کیا جاوے تو فرمایا کہ یہ باطل ہو اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیر مسلمانون کے کفن دینے مین یا اُنکی قبرین کھودنے
مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہو اور اگر وصیت کی کہ میرا دار مقبرہ کر دیا جاوے پھر اُسکا وارث مرا تو اُسکا دفن کرنا اس مقبرہ
مین جائز ہو اور فتاوی فضلی مین ہو کہ اگر یہ وصیت کی کہ میرا دار کاروانسرائے کر دیا جاوے کہ اُسمین لوگ اُترا کرین
تو نہین صحیح ہو اور اسی قول پر اعتماد ہو بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کر دی کہ سقایہ کر دیا جاوے تو یہ صحیح ہو اور وارث اُسمین
سے پانی نہین پی سکتا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ ایک شخص نے اپنی زندگی مین ٹاٹ خرید لیا تھا پس وصیت کی کہ مین اس ٹاٹ
مین کفن دیا جاؤن اور میرے پاؤن مین بیڑیان اور گردن مین طوق ڈالا جاوے تو یہ غیر مشروع چیز کے ساتھ وصیت ہو
پس باطل ہوگی اور اُسکو کفن مثل دیا جائیگا (یعنے جیسا وہ پہنتا تھا روز جمعہ و ایام خوشی مین پس اُسکا درمیانی دیا جائیگا یا جیسا ایسے
لوگون کو دیا جاتا ہو) اور جس طرح لوگ دفن کیے جاتے ہین اسی طرح دفن کیا جائیگا۔ اگر یہ وصیت کی کہ اسکی قبر پر گل کیا جاوے یا اسپر
قبہ بنایا جاوے تو وصیت باطل ہو الا اس صورت مین جائز ہو سکتی ہو کہ وہان درندون وغیرہ کے خوف سے گل لگانے کی
ضرورت ہو۔ اور شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی دختر کو اپنے مرض مین پچاس درم دیے اور کہا کہ
اگر مین مرجاؤن تو میری قبر پر عمارت بنوانا اور مجاورت کرنا اور پانچ درم تیرے واسطے ہین اور باقی کے گیہون خرید کر
صدقہ کر دینا تو فرمایا کہ اُسکے واسطے پانچ درم نہین جائز ہین اور جس قبر کی عمارت کا حکم دیا ہو اُسکو دیکھا جاوے اگر محافظت
کیواسطے عمارت کی ضرورت ہو نہ بغرض زینت کے تو بقدر حفاظت کے بنوائی جاویگی اور باقی درم فقیرون کو دیے جاوینگے اور
اگر حاجت ضروری سے علاوہ عمارت کا حکم دیا ہو یعنے عمارت کی وہان کوئی حاجت نہین ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت
کی کہ کسی شخص کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے تا کہ میری قبر پر قرآن پڑہے تو ایسی وصیت باطل ہو۔ بعض نے فرمایا
کہ اگر قاری یعنے پڑہنے والا کوئی معین ہو تو چاہیے کہ وصیت بطور صلہ کے جائز ہو نہ بطور اجرت کے اور بعض نے فرمایا
کہ نہین جائز ہو اگرچہ قاری معین ہو اور ایسا ہی شیخ ابو نصر نے فرمایا ہو۔ شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے
وصیت کی کہ دس قبرین کھودی جاوین تو فرمایا کہ اگر مقبرہ معین کر دیا کہ اُسمین مُردے دفن کیے جاتے ہین تو وصیت جائز
ہو اور اگر کھودنا بغرض ابناء سبیل و فقیرون کے دفن کے ہو بدون اسکے کہ کوئی جگہ معین کرے تو وصیت باطل ہو اور
واقعات مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر وصیت کی کہ سو قبرین کھودی جاوین تو مین استحسانا اُسکے محلہ مین رکھتا
ہون اور کبیر و صغیر سب ہونگی اور ہمارے بعضے مشائخ نے قبور کے مسئلہ مین یہ اختیار کیا ہو کہ اگر اُسنے مقبرہ معین نکیا
تو نہین جائز ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ اُسکی کتابین دفن کر دی جاوین تو نہین جائز ہو الا اُس صورت مین کہ اُن کتابون

مین ایسی بات لکھی ہو جسکو کوئی نہین سمجھ سکتا ہو یا اسمین کوئی فساد کی بات ہو تو اسکو دفن کر دینا چاہیے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر
بیت المقدس کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کر دی تو جائز ہے اور بیت المقدس کی تعمیر اور اُسکے چراغ وغیرہ مین خرچ کیے جاوینگے
اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ وقف مسجد سے اسکی قندیل و چراغ مین خرچ کرنا اور رمضان مین قندیلون کے
واسطے نفطہ و روغن زیتون خرید نا جائز ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام مسجد کی خدمت کرے اور اسمین اذان دے تو جائز ہے اور
اُسکی کمائی وارثون کی ہوگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرایا جاوے تو ایک شخص کو خرچہ
جہاد دیا جائیگا جو اُسکو اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے اور جبتک سرحد بلاد کفار مین مقیم رہے تب تک خرچ کرے اور اسمین سے
اپنے اہل و عیال کے خرچ مین کچھ نہ لاوے پھر اگر کچھ باقی رہجاوے تو وہ وارثون کو واپس کرے اور چاہیے کہ جہاد کرانے والے کے
گھر سے جہاد کیواسطے نکلے یعنی اسی مقام سے خرچہ معتبر ہوگا اور یہ مثل حج کے لیے وصیت کرنے کے ہے اور اگر وہ شخص جو اُسکی
طرف سے جہاد کرتا ہے تونگر ہو تو بھی جائز ہے اور نیز وصی کو اختیار ہے کہ اُسکی طرف سے خود جہاد کرے اور نیز موصی کے پسر کو
بھی اختیار ہے۔ اور مسلمان کو جائز ہے کہ نصرانی فقیرون کیواسطے وصیت کرے اسواسطے کہ نصرانی فقیرون کیواسطے وصیت کرنا
گناہ نہین ہے بخلاف اُنکی بیعہ تعمیر کرانے کی وصیت کے کہ یہ معصیت ہے پس جو شخص اُسکی تعمیر مین مدد کریگا وہ گنہگار ہوگا۔ اور اگر
وصیت کی کہ مسجد مین خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور مسجد کی عمارت و چراغ مین خرچ کیا جائیگا اور اگر چراغ مسجد کی وصیت کی تو
نہین جائز ہے یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور اگر کہے کہ اسمین چراغ جلایا جایا کرے تو یہ جائز ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام
فروخت کیا جاوے اور کسی مشتری کو معین نکیا تو یہ جائز نہین ہے الا یہ کہ کہے کہ اور اُسکا ثمن صدقہ کر دو یا اُسکو اُدھار فروخت
کر دو یا مشتری کے ذمہ سے تہائی ثمن کم کر دو۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری باندی ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کرو جو اُسکو
ام ولد بناوے یا اُسکو مدبر کرے تو بھی جائز ہے۔ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت ایک قوم سے جو اُسکے پاس حاضر تھی کہا
کہ دیکھو کل وہ جو مجھے جائز ہے کہ مین اُسکی وصیت کرون اُسکو فقیرون کو دیدو تو امام محمد رح نے فرمایا کہ یہ وصیت جائز ہے اور یہ
تہائی مال پر ہوگی اور کہا کہ جو مجھے جائز ہے کہ مین اُسکی وصیت کرون تو بھی جائز ہے اور اسکا اختیار وارثون کو ہوگا جو چیز فقیر کو دینی
جائز ہو جائیگی خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو بخلاف اُسکے قول اول کے کہ (کل وہ مجھے جائز ہے کہ مین اُسکی وصیت کرون) کہ اس صورت
مین پوری تہائی پر وصیت ہوگی۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کیواسطے وصیت کر دی اور غلام پر قرضہ ہے پھر موصی مرگیا
پھر غلام کے قرضخواہ نے کہا کہ مین وصیت کی اجازت نہین دیتا ہون تو اُسکو یہ اختیار نہوگا ہان اُسکا قرضہ غلام کی گردن
پر ہے۔ ایک زمین مین کھیتی ہے پس مالک زمین نے زمین کی بدون کھیتی کے وصیت کر دی تو یہ جائز ہے اور کھیتی اس زمین
مین اجر المثل پر چھوڑی جائیگی یہان تک کہ کھیتی کاٹی جاوے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایک
شخص نے وصیت کی کہ میرے گھوڑے پر راہ خدا مین میری طرف سے جہاد کیا جاوے تو وصیت صحیح ہے اور اُسکی طرف سے
جہاد کیا جائیگا خواہ تونگر جہاد کرے یا فقیر پھر جب غازی واپس آوے تو وارث کو وہ گھوڑا واپس دے پھر وارث لوگ
برابر ہمیشہ اُس گھوڑے کو دیا کرینگے کہ اُسپر موصی کی طرف سے جہاد ہو اگر نہ کیا یہ محیط مین ہے اور اگر کہا کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار اللہ
تعالے کی راہ مین یعنی صدقہ ہین تو اسمین تملیک ہے پس ایک مرد فقیر کو بطور تملیک دیے جاوین۔ اسی طرح اگر کہا کہ میرا تہائی
مال جہاد مین یا فی سبیل اللہ یا فی السبیل ہے تو اُسکا بھی فقیرون کو مالک کر دینا چاہیے اور میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ
وارث لوگ ایسے مرد کو دین جو جہاد کرتا ہے۔ ایک شخص نے اپنا گھوڑا راہ جہاد مین کر دیا تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالے کسی فقیر کو

دیا جاوے اور جب فقیر اُسکا مالک ہو جاوے تو جو چاہے کرے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے یہ گھوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ مین وصیت کر دیا تو فرمایا کہ رباط مین باندھا جاوے کہ اُسپر لوگ جہاد کیا کرین پھر اگر اُسکی حاجت نرہے تو امام المسلمین اُسکو بقدر اُسکے چارہ کے کرایہ پر دیا کریگا۔ اور اگر اُسکو کوئی کرایہ پر نہ لے تو امام اُسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن روک رکھے حتی کہ جب مجاہدین کو کسی سواری کی ضرورت ہو تو امام اُسکے ثمن سے سواری کا گھوڑا خرید کرے کہ اُسپر جہاد کیا جاوے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر اُسنے مصاحف بعید کی وصیت کی کہ مسجد مین وقف کیے جاوین کہ لوگ اُنسے تلاوت کیا کرین تو امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مساکین کا مقبرہ بنائی جاوے یا وصیت کی کہ یہ زمین مسافرین کے واسطے سرائے بنائی جاوے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور اگر وصیت کی کہ میری یہ زمین مسجد بنائی جاوے تو بلا خلاف جائز ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے ہو تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک وصیت باطل ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور نیک کامون مین خرچ کیا جائیگا اور فتوے امام محمد رح کے قول پر ہے اور وہ فقیروں پر خرچ کیا جائیگا اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت فی سبیل اللہ تعالیٰ کی تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالیٰ جہاد ہے پھر امام ابو یوسف رح سے کہا گیا کہ اور حج ہو تو فرمایا کہ فی سبیل اللہ تعالیٰ جہاد ہے یعنی حج نہین ہے جہاد ہی ہے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی حاجی منقطع کو دیا گیا تو جائز ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جہاد مین دیا جاوے اور فتوے امام ابو یوسف رح کے قول پر ہے۔ اور اگر اعمال خیر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو فتاوی ابو اللیث مین مذکور ہے کہ جسقدر ایک نوع اعمال خیر مین سے ہو حتی کہ مسجد کی عمارت و اُسکے چراغ مین صرف کرنا جائز ہے مسجد کی زینت مین خرچ کیا جائیگا اور قید خانہ بنانے مین خرچ کرنا جائز نہین ہے اور شیخ امام قاضی وقید خانہ سلطان کی کوئی تفصیل نہین فرمائی کذا فی المحیط۔ اور فتاوے خلاصہ مین ہے کہ اگر نیک کامون مین اپنا تہائی مال صرف کرنے کی وصیت کی تو پل باندھنے یا مسجد بنانے مین یا طالب العلمون کی کفالت مین خرچ کیا جاوے یہ تاتارخانیہ مین ہے اور اگر رباط کیواسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ رباط مین کچھ لوگ مقیم ہین پس اگر وصیت کے وقت کوئی قرینہ ایسا موجود ہو جس سے ثابت ہو کہ اس وصیت سے اُسنے رباط کے مقیم لوگ مراد لیے تو انھین پر خرچ کیا جائیگا اور رباط کی عمارت مین خرچ کیا جائیگا اور فتاوے فضلی مین ہے کہ اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال گانون کی مصلحتون مین خرچ کیا تو یہ باطل ہے اور فتاوے ابو اللیث مین ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ مین نے سو درم کی واسطے فلان مسجد یا فلان پل کے وصیت کی تو امام محمد رح نے صریح فرمایا ہے کہ یہ جائز ہے پس اُسکی مرمت و اصلاح مین خرچ کیے جاوینگے اور اسی کو ابن مقاتل نے اختیار کیا ہے اور حسن بن زیاد نے کہا کہ اگر اُسنے مرمت یا اصلاح کو بیان نکیا تو وصیت باطل ہے اور یہی ہمارے اکثر اصحاب سے روایت اور اسی پر فتوے ہے عیون مین امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے قندیل مسجد کے ہے تو جائز ہے اور تیل مسجد کے واسطے خرچ کیا جاوے گا اور اگر کہا کہ واسطے تنور فلان کے ہے تو قیاس یہ ہے کہ یہ باطل ہے اور استحسانا جائز ہے یہ محیط مین ہے۔

تیسرا باب۔ تہائی مال یا اسکے مانند کسی حصہ کی وصیت کرنے اور اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے برابر مال کی وصیت کرنے اور اس سے کم یا زیادہ کی وصیت کرنے مین کہ بعد موت کے وارث لوگ اُسکی اجازت دین یا ندین یا بعض لوگ اجازت دین اُسکے احکام کے بیان مین۔ اگر زید کے واسطے اپنے چوتھائی مال کی اور عمرو کے واسطے نصف مال کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اُسکی اجازت دیدی تو نصف مال عمرو کو اور چوتھائی مال زید کو دیا جائیگا اور باقی تمام وارثون مین موافق فرائض اللہ تعالیٰ کے تقسیم ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال سے دونون کو سات حصے ہو کر اس طرح ملینگے کہ عمرو کو چار حصے اور زید کو تین حصے دیے جاوینگے یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک

انہیں تین حصے ہوکر تقسیم ہونگے جنمین سے دو حصے عمرو کو اور ایک حصہ زید کو ملیگا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک سات حصے
ہوکر اسوجہ سے تقسیم ہوگا کہ امام کا مذہب یہ ہے کہ عمرو جسکے واسطے نصف کی وصیت ہے وہ فقط تہائی کے حساب سے حصہ دار
کیا جائیگا اور زید جسکے واسطے چوتھائی کی وصیت ہے وہ پوری چوتھائی کا حصہ دار کیا جائیگا پس حصص مین ایسے عدد کی حاجت ہوئی
جسکی تہائی و چوتھائی پوری نکلے اور وہ بارہ ہے جسکی تہائی چار ہے اور چوتھائی تین ہے پس زید و عمرو کی وصیت سات ہوئی اور یہ تہائی
مال ہے اور دو تہائی مال چودہ ہے پس تمام مال اکیس ہے جنمین سے زید و عمرو کو سات حصے بانٹطور کہ چار حصے عمرو کو اور تین حصے
زید کو دیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی کے تین حصے ہونگے اسواسطے کہ عمرو نصف کا موصی لہ صاحبین کے نزدیک
پورے حصہ کا شریک کیا جائیگا اور زید چوتھائی کا پوری چوتھائی کا شریک کیا جائیگا اور چوتھائی آدھا نصف کا ہے پس ہر
چوتھائی ایک سہم قرار دیا گیا پس نصف کے دو سہم ہوے اور چوتھائی کا ایک سہم ہوا پس تین سہم ہوے پس تہائی مال کے
تین حصے کیے جاوین جنمین سے دو حصہ عمرو کو اور ایک حصہ زید کو دیا جاوے اور اصل امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ ہے کہ جس
شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ تہائی سے زائد کا شریک نکیا جائیگا الا تین وصیتون مین وصیت بعتق و
محاباۃ و دراہم مرسلہ اور وصیت بعتق کی تفسیر یہ ہے کہ اگر دو غلامون معین کے آزاد کرنے کی وصیت کی اور ایک کی قیمت ہزار
درہم اور دوسرے کی دو ہزار درہم ہے اور سواے ان دو غلامون کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی
تو دونون ساتھ ہی آزاد ہو جاوینگے اور اگر اجازت نہ دی تو دونون تہائی مال سے آزاد ہونگے اور اُسکا تہائی مال ایک ہزار درہم
ہے پس ہزار درہم دونون مین بحساب انکی وصیت کے ہونگے کہ ہزار درہم کی دو تہائی اُس غلام کے واسطے جسکی قیمت دو ہزار درہم ہے اور
باقی کے واسطے وہ سعایت کریگا اور ایک تہائی اُس غلام کے واسطے جسکی قیمت ہزار درہم ہے اور وہ باقی کیواسطے سعایت کریگا اور یہی
حکم محاباۃ مین ہے کہ اگر اُسکے دو غلام ہون ایک کی قیمت ایکہزار ایکسو درہم اور دوسرے کی قیمت چھ سو درہم ہون پس وصیت کی کہ ایک
غلام زید کے ہاتھ سو درہم کو اور دوسرا عمرو کے ہاتھ سو درہم کو فروخت کیا جاوے تو اس صورت مین ایک مشتری کے واسطے ہزار درہم کی محاباۃ
اور دوسرے کے واسطے پانچسو درہم کی محاباۃ حاصل ہوئی اور یہ سب وصیت ہے اسواسطے کہ حالت مرض مین واقع ہوئی ہے پس اگر یہ تہائی
مال سے برآمد ہو تو جائز ہوگی اور اگر تہائی مال سے برآمد نہوئی اور نہ وارثون نے اجازت دی تو دونون کی محاباۃ بقدر تہائی کے
جائز ہوگی اور یہ تہائی دونون مین بقدر ہر ایک کی محاباۃ کے تقسیم ہوگی یعنے ایک شخص بقدر ہزار درہم کے اور دوسرا بقدر پانچسو درہم
کے شریک کیا جائیگا اور اسی طرح دراہم مرسلہ مین ہے چنانچہ اگر ایک کے واسطے ہزار درہم کی اور دوسرے کے لیے دو ہزار درہم کی وصیت
کی اور اُسکا تہائی مال ہزار درہم ہے پس یہ تہائی دونون مین تین تہائی ہو کر تقسیم ہوگی کہ ہر ایک دونون مین سے اپنے پورے حصہ
کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور موصی لہ ان صورتون مین اپنی پوری وصیت کی مقدار پر اسی وجہ سے شریک کیا جاتا ہے کہ
وصیت اپنے مخرج پر صحیح ہے بسبب اسکے کہ جائز ہے کہ موصی کا کوئی دوسرا مال ہو جسکی تہائی اسقدر ہو وے اسیطرح اگر ایک کیواسطے
نصف مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی یا پورے مال کی وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی مین ہے۔ اور ایک
کے واسطے تہائی مال کی اور دوسرے کیواسطے چھٹے حصہ کی وصیت کی تو اُسکا ایک تہائی مال دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگا یہ
ہدایہ مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال فلان و فلان کے واسطے ہے کہ ایک کے واسطے سو درہم اور دوسرے کے واسطے پچاس درہم ہین
اور اُسکا تہائی مال تین سو درہم نکلا تو ہر ایک کے واسطے کہ اسقدر ہوگا جو بیان کر دیا ہے اور جو باقی رہا وہ دونون مین نصفا
نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ اُسکا پورا مال زید کو دیا جاوے اور عمرو کو تہائی مال

دینے کی وصیت کی پس اگر اُسکے وارث نہون یا وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا مال دونون مین بطریق منازعت
کے تقسیم ہوگا پس تہائی سے جسقدر زائد ہر یعنی دو تہائی وہ زید کو بلا منازعت دیا جاویگا اور باقی ایک تہائی مین دونون کی منازعت
برابر ہر پس دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک بطریق عول کے دونون مین
تقسیم ہوگا کہ ہر ایک اپنی پوری وصیت کی مقدار سے اُسمین شریک کیا جائیگا پس عمرو اپنی تہائی کی مقدار پر جسکا ایک حصہ قرار دیا گیا
اور زید اپنے پورے مقدار مال پر جسکے تین حصے قرار دیے جاوینگے پس پورا مال دونون مین چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا یہ اُسوقت ہر
کہ وارث لوگ اجازت دیدین اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال سے وصیت جائز ہوگی پس تہائی مال دونون
مین امام اعظم رح کے نزدیک نصفا نصف تقسیم ہوگا بدین وجہ کہ جس شخص کے واسطے تہائی سے زائد کی وصیت ہو وہ صرف بقدر تہائی
کے شریک کیا جائیگا (اور وہ مثل تہائی کا موصی لہ ہر وہ پورے حق کے واسطے شریک کیا جائیگا پس دونون مساوی ہوے پس مال
نصفا نصف ہوا) اور صاحبین رح کے نزدیک ہر ایک اپنے پورے حق کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اسوجہ سے تہائی کے چار حصے
ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہر۔ اگر ایک شخص نے زید کیواسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون
نے اجازت نہ دی تو ایک تہائی دونون مین برابر تقسیم ہوگی یہ کافی مین ہر۔ اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال زید و عمرو کیواسطے وصیت
کی زید کے واسطے پچاس درم کی اور عمرو کے واسطے سو درم کی اور اُسکا مال تین سو درم ہر تو تہائی زید و عمرو کے واسطے تین حصے
ہوکر تقسیم ہوگی اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا یہ محیط سرخسی مین ہر۔ اور اسپر اجماع ہر کہ اگر وصیتون مین سے کوئی وصیت ایک
تہائی سے زائد نہو مثلاً ایک کے واسطے تہائی کی وصیت اور دوسرے کیواسطے چوتھائی مال کی وصیت کی اور وارثون
نے اس سب کی اجازت نہ دی تو ایک تہائی مین ہر واحد اپنی پوری مقدار وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا چاہے جسقدر
ہو اور ایک تہائی انھین کے حساب سے برابر تقسیم ہوگی یہ محیط مین ہر۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کیواسطے اس طرح وصیت
کی کہ حظا از مال من۔ یا شقصی از مال من۔ یا نصیب از مال من۔ یا بعض از مال من دیا جاوے تو جبتک موصی زندہ ہر اُسوقت
تک بیان مقدار اُسکے بیان پر ہر اور جب وہ مرگیا تو وارثون کے بیان پر ہر یہ شرح طحاوی مین لکھا ہر۔ اور اگر کسی کے
واسطے بسہم از مال خود وصیت کی یا بجزو از مال خود وصیت کی تو وارثون سے کہا جائیگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اُسکو دیدو
اور یہ جو ہمنے بیان کیا ہر اسکو مشائخ نے اختیار کیا ہر بنا برین کہ ہمارے عرف مین سہم مثل جزو کے ہر اور اصل روایت اسکے
برخلاف ہر چنانچہ مبسوط مین مذکور ہر کہ اگر کسی کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت کی تو اُسکو وارثون مین سے
جسکا حصہ سب سے کم ہو اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ششم حصہ سے کم ہو تو اس صورت مین اُسکو چھٹا حصہ پورا دیا
جائیگا۔ لیکن موافق روایت اصل کے امام ابو حنیفہ رح نے چھٹے سے کم کو جائز رکھا ہر اور چھٹے حصہ سے زائد کو جائز نہین
رکھا ہر اور موافق روایت جامع صغیر کے چھٹے حصے سے زائد کو جائز رکھا ہر اور چھٹے حصے سے کم کو جائز نہین رکھا ہر اور صاحبین
نے فرمایا کہ موصی لہ کو وارثون مین سے سب سے کم جسکا حصہ ہو اُسکے برابر دیا جائیگا لیکن اگر یہ مقدار ایک تہائی مال سے
بڑھجاتی ہو تو اُسکو فقط ایک تہائی دیا جائیگا یہ کافی مین ہر اور اگر ایک شخص کے واسطے اپنے مال سے ایک سہم کی وصیت
کی پھر مرگیا اور اُسکا کوئی وارث نہین ہر تو اُسکو نصف ملیگا اسواسطے کہ بیت المال بمنزلہ بیٹے کے ہر پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسکے
دو بیٹے ہین پس دونون مین نصفا نصف ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہر اور اگر وصیت مین استثنا کیا مثلاً وصیت کی کہ اُسکو میرے
مال سے دیا جاوے تہائی الا قلیل۔ یا تہائی الا چیزے یا تہائی الا یسیر۔ یا اس طرح وصیت کی کہ یک ہزار الف یا لجماعۃ ہذہ الالف

یا تجمل ہذہ الالف - یا بعظیم ہذہ الالف آور یہ مقدار اُسکی تہائی مال ہو تو اُسکو ہمین سے نصف دیا جائیگا اور جسقدر نصف سے زائد ہو وہ وارثون کے اختیار ہوگی جسقدر اُسکو چاہین دیدین اسواسطے کہ ہمین اس سے زیادہ بات نہیں ہو کہ مستثنے مجہول ہو اور اُسکی جہالت مستثنی منہ کے جہالت کی موجب ہو لیکن مجہول کی وصیت صحیح ہوتی ہو کذا فی المبسوط اور یہ جو فرمایا کہ نصف سے زائد مین وارثون کو اختیار ہی جو چاہین دیدین اس اختیار سے یہ مراد ہو کہ چاہین دین یا ندین یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر کسی شخص کے واسطے وصیت کی کہ میرے پسر کے حصہ کے برابر دیا جاوے تو ہمین کئی صورتین نکلتی ہین اگر اُسنے اسطرح وصیت کی کہ میرے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے خواہ اُسکا بیٹا ہو یا نہو یا پسر یا دختر کا حصہ دیا جاوے یا دختر کے حصہ کے مثل دیا جاوے یا پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا اگر کوئی دختر ہوتی یعنے بالفرض پس اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہی تو وصیت صحیح نہوگی اور اگر پسر یا دختر کے حصہ کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی نہین ہی تو وصیت جائز ہوگی اور اگر اپنے پسر یا دختر کے حصہ کے مثل کی وصیت کی اور اُسکا بیٹا یا بیٹی موجود ہو تو جائز ہو کیونکہ مثل کسی چیز کا اُسکا غیر ہوتا ہو عین نہین ہوتا ہو پس نہ کہ ہین سے پہلے پسر کا حصہ جدا کیا جائیگا پھر اُسکے مثل موصی لہ کو دیا جائیگا پس اگر وہ تہائی سے زائد ہو تو وارثون کے اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر تہائی یا اس سے کم ہو تو بلا اجازت جائز ہو مثلاً اپنے پسر کے حصہ کے مثل وصیت کی اور اُسکا ایک بیٹا ہو تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا بشرطیکہ بیٹا اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو فقط تہائی ملیگا اور اگر اُسکے دو بیٹے ہون تو مال ان سب مین تین تہائی ہوگا پھر بیٹون کے اجازت کی حاجت نہوگی اور اگر مثل حصہ دختر کے وصیت کی اور اُسکے ایک دختر ہو تو موصی لہ کے واسطے نصف مال ہوگا لیکن اگر دختر نے اجازت ندی تو فقط اسکو تہائی مال ملیگا اور اگر دو بیٹیان ہون اور مسئلہ ہی ہو تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور اجازت کی کچھ ضرورت نہین ہو اور اگر وصیت کی کہ پسر کا حصہ دیا جاوے اگر پسر ہوتا تو اسکا حکم وہی ہو جو مثل حصہ پسر کے دینے کی وصیت مین مذکور ہوا ہو کہ اُسکو نصف مال دیا جائیگا بشرطیکہ وارث اجازت دیدین اور اگر وصیت کی کہ مجھکو مثل نصیب الابن دیا جاوے اگر بیٹا ہوتا تو موصی لہ کو تہائی مال دیا جائیگا یہ شرح طحاوی مین ہو - امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ماں و پسر چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کی تو مال کے ستره سہام کیے جاوینگے جسمین سے پانچ حصے موصی لہ کو اور دس حصے پسر کو اور دو حصے ماں کو دیے جاوینگے اور اسکی وجہ یہ ہو کہ اگر بالفرض وصیت نہوتی تو ہم کہتے ہین کہ اصل مسئلہ چھ ہوتا جسمین سے ایک سہم ماں کو اور پانچ سہم پسر کو ملتے اور چونکہ ہمین نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت ہو تو ہمین نصیب دختر یعنے نصف نصیب پسر یعنے ڈھائی بڑھالیے جاوینگے پس کل ساڑھے آٹھ ہوے اور چونکہ کسر آگئی ہو اسواسطے دوچند کر دیے گئے جو ستره ہوے پس سہام ہر ایک کے بھی دوچند ہو گئے پس پہلے ہمین سے پانچ سہم موصی لہ کو دیے جاوینگے اسواسطے کہ اسکی وصیت تہائی سے کم ثابت ہوئی پس میراث سے وصیت مقدم ہو گئی اور باقی رہے بارہ سہام جنمین سے دو ماں کو دیے جاوینگے اور باقی رہے دس سہام وہ پسر کا حصہ ہو اور جانچ کرنے سے معلوم ہوا کہ ہمنے موصی لہ کو حصہ دختر اگر ہوتی اسی قدر دیا ہو کہ وہ پسر کے حصہ سے نصف ہو پس تخریج ٹھیک ثابت ہوئی - اور فرمایا کہ اگر اُسنے بی بی اور ایک بیٹا چھوڑا اور دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کردی اور وارثون نے وصیت کی اجازت دیدی تو مسئلہ (١٥) سے ہوگا جسمین سے سات سہام موصی لہ کو اور ایک سہم بی بی کو اور سات سہام پسر کو دیے جاوینگے اور صورت وہی ہے جو ہمنے بیان کردی ہو کہ اوّلاً ہم نے تخریج مسئلہ کی اسطرح کی کہ فرض کیا کہ وصیت نہین ہو پس ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہوتی تو مسئلہ آٹھ سے ہوتا جسمین سے ایک سہم بی بی کو اور سات

سہم پسر کو ملتا اور چونکہ اُسنے دوسرے پسر کے حصہ کی اگر ہوتا وصیت کر دی ہو تو مسئلہ مضروبہ پر ایک پسر کا حصہ بڑھا دیا گیا
یعنے سات ملائے گئے تو کل بیس(۲۰) ہو گئے اور اس مسئلہ میں وارثوں کا وصیت کی اجازت دینا شرط کیا گیا اسواسطے کہ وصیت
ایک تہائی سے زائد ہوتی ہے اور ایسی صورت میں وارثوں کے اجازت کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اگر اُسنے مثل نصیب دختر کے
وصیت کی تو بھی جواب اسی طرح ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہے اسواسطے کہ مثل شئے اسکا غیر ہوتا ہے پس یہ صورت اور جب نصیب پسر کی
اگر ہوتا وصیت کی ہو دونوں یکسان ہین۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دختر و بھائی چھوڑا اور ایک شخص کے واسطے نصیب
پسر کی اگر ہوتا وصیت کی اور دونوں وارثوں نے اسکی وصیت کی اجازت دیدی تو موصی لہ کو دو تہائی مال ملیگا اور ایک تہائی مال
دختر و بھائی کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا یہ اسوقت ہے کہ دونوں وارثوں نے اجازت دیدی ہو اور اگر اجازت ندی تو موصی لہ
کو تہائی مال اور دو تہائی دختر و برادر کے درمیان نصفا نصف ہوگا۔ اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی اور باقی
مسئلہ بحالہ ہو تو موصی لہ کو دو پانچوین حصہ مال ملیگا بشرطیکہ دونوں وارث اجازت دیدین اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے
بھائی و بہن چھوڑے اور ایک شخص کیواسطے نصیب پسر کی اگر ہوتا وصیت کر دی اور دونوں نے اجازت دیدی تو موصی لہ کو
پورا مال ملیگا اور بھائی و بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی تو موصی لہ کو نصف مال ملیگا بشرطیکہ
دونوں اجازت دیدین اور باقی نصف بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر دونوں نے اجازت ندی
تو تہائی مال ملیگا اور دو تہائی بھائی و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر دختر و بہن چھوڑی اور ایک شخص
کے واسطے نصیب دختر کی اگر ہوتی وصیت کر دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا خواہ دونوں وارث اجازت دین یا ندین اور
اگر مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی وصیت کر دی تو موصی لہ کو چوتھائی مال ملیگا خواہ دونوں اجازت دین یا ندین فرمایا کہ اگر ایک
شخص مرگیا اور اُسنے بیٹا و باپ چھوڑا اور ایک شخص کیواسطے مثل نصیب دختر کے اگر ہوتی یا مثل نصیب پسر کے اگر ہوتا وصیت کر دی
تو موصی لہ کو دو صورتیں کہ دونوں اجازت دیدین گیارہ حصون میں سے پانچ حصے ملینگے اور پسر کو پانچ حصے اور باپ کو ایک
حصہ ملیگا اور اگر دونوں نے اجازت ندی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور باقی باپ اور پسر کے درمیان چھہ حصون پر تقسیم
ہوگا پس ایسے عدد کی ضرورت ہوگی جسکا تہائی نکلے اور اُسکی دو تہائی کا چھٹا حصہ نکلے اور کم سے کم ایسا عدد نو ہے پس اس
کے نو حصے کرکے انہین سے تین یعنی ایک تہائی موصی لہ کو دیا جائیگی اور باقی چھہ مین سے ایک باپ کو اور پانچ بیٹے کو ملینگے اور اگر ایک
نے اجازت دی دوسرے نے اجازت ندی تو کتاب مین مذکور ہے کہ حال اجازت و حال عدم اجازت کیطرف لحاظ لیا جاوے
پس اجازت کی صورت مین مسئلہ گیارہ سے ہے جسمین سے موصی لہ کے پانچ سہم ہین اور عدم اجازت کے وقت مسئلہ نو سے ہے جسمین
سے موصی لہ کے تین سہم ہین پس اول مفروض کو دوم مین ضرب دیا جاوے پس ننانوے ہوئے پس عدم اجازت کیوقت
مین موصی لہ کی تہائی یعنے تینتیس(۳۳) سہم ہوئے اور باپ کیواسطے باقی کا چھٹا حصہ یعنی گیارہ ہوئے اور بیٹے کیواسطے باقی یعنے
پچپن(۵۵) ہوئے اور اجازت کیوقت موصی لہ کو گیارہ مین سے پانچ مضروب نو مین یعنے پینتالیس(۴۵) ہوئے اور باپ کیواسطے ایک نو
مین یعنے (نو) ہوئے اور بیٹے کیواسطے بھی پینتالیس ہوئے پس ہر دو حالت مین موصی لہ کے حق مین بارہ کا فرق ہے جسمین سے (۲)
سہم باپ کیطرف سے ہین یعنے (۹) سے گیارہ تک اور (۱۰) بیٹے کے حصہ مین سے ہین یعنی پینتالیس سے پچپن تک جب یہ معلوم
ہوگیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر دونوں مین سے فقط ایک نے اجازت دی تو اسکی اجازت اُسی کے حق مین موثر ہوگی دوسرے کے
حق مین موثر نہوگی پس اگر فقط باپ نے اجازت دی تو اُسکے حصہ مین سے دو حصہ موصی لہ کے تہائی مین ملائے جاوینگے پس چھتیس(۳۶)

اور (۲) دو پینتیس (۳۵) ہو جاوینگے اور اگر اجازت دینے والا فقط بیٹا ہو تو بیٹے کے حصہ مین سے دنل سہم موصی لہ کے حصہ مین ملائے جاوینگے پس موصی لہ کے تینتالیس (۴۳) ہو جاوینگے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے دُو بیٹے چھوڑے اور زید کیواسطے اپنے تہائی مال کی اور عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک بیٹے کے دونون مین سے یا مثل نصیب تیسرے بیٹے کے اگر ہوتا وصیت کردی پس دونون بیٹون نے دونون وصیتون کی اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال ملیگا اور باقی ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی تقسیم ہوگا اور حساب نو (۹) سے ہوگا پس اسمین سے زید کو (۳) ملینگے اور باقی چھ (۶) ہر دو پسر اور عمرو کے درمیان تین تہائی برابر حصے پر ہے پس ہر پسر کو دُو دُو اور نیز عمرو کو (۲) ملینگے کہ وہ ایک پسر موجود کے حصہ کے برابر ہے اور اگر دونون بیٹے اجازت ندی تو ایک تہائی مال ہر دونون موصی لہما یعنے زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر دونون بیٹون نے عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور زید کے وصیت کی اجازت ندی تو زید کو تہائی مال مین سے نصف ملیگا یعنی چھٹا حصہ جیسا کہ دونون وصیتون کی اجازت نہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہے اور عمرو کے واسطے باقی کی تہائی ہوگی اسواسطے کہ اُسکے حق مین اجازت صحیح ہوگئی ہے پس ہکو ایسے عدد کی ضرورت ہوئی کہ اگر اسمین سے اُسکا چھٹا حصہ نکال ڈالا جاوے تو باقی پورے تین حصون پر تقسیم ہو جاوے اور کم سے کم ایسا عدد اٹھارہ ہے پس اسمین سے زید کو چھٹا حصہ یعنی تین سہم دیدیے جاوینگے اور باقی پندرہ سہام تینون مین یعنے ہر دو پسر و عمرو کے درمیان حصہ رسد تین تہائی تقسیم ہونگے پس ہر ایک کے حصہ مین پانچ سہام آوینگے اور اگر ہر دو پسر مین سے ایک نے فقط عمرو کے وصیت کی اجازت دیدی اور وصیت زید کی اجازت ندی اور دوسرے بیٹے نے دونون وصیتون کی اجازت ندی تو ہم کہتے ہین کہ اگر دونون بیٹے اجازت ندیتے تو عمرو کو اٹھارہ سہام مین سے تین سہام ملتے اور اگر دونون اجازت دیتے تو اٹھارہ سہام مین سے عمرو کو پانچ سہام ملتے پس ان دونون مین تفاوت دُو سہام کا ہے پس ہر ایک بیٹے کے حصہ مین سے ایک ایک سہام ہے پس جب دونون مین سے ایک نے اجازت دی ہے تو خاص اُسی کے حصہ مین اجازت صحیح رہی پس عمرو کیواسطے چار سہام ہوگئے اور زید کیواسطے تین سہام رہے اور جس بیٹے نے اجازت دی ہے اُسکے پانچ سہام رہے اور جسنے اجازت نہین دی ہے اُسکے چھ سہام ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون اور اُسنے عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک کے ان پانچون مین سے وصیت کی اور باقی ایک تہائی مین سے ایک تہائی کی زید کیواسطے وصیت کردی تو اس صورت مین مسئلہ کے سہام اکیاون (۵۱) ہونگے اسمین سے عمرو کو آٹھ (۸) سہام اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو آٹھ آٹھ (۸) سہام ملینگے اور مسئلہ کی تخریج بطور کتاب کے اس طرح ہو کہ ہم کہتے ہین کہ بیٹون کی تعداد لیجاوے یعنی پانچ (۵) سہم اور ایک سہم اسپر بڑھا یاجاوے اسواسطے کہ میت نے مثل نصیب واحد کے وصیت کی ہے اور مثل شے اُسکا غیر ہوتا ہے پس چھ (۶) ہوے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے اسواسطے کہ اسنے باقی ایک تہائی مین سے تہائی کی وصیت کی ہے پس اٹھارہ (۱۸) ہوے پھر اسمین وہ حصہ جو زیادہ کیا گیا ہے نکال ڈالا جاوے پس سترہ (۱۷) رہے پس یہ ایک ثلث ہے اور دو ثلث اس سے دوچند ہونگے پس کل مال اس سے سہ چند یعنی اکیاون (۵۱) سہم ہے اور ہمنے سہم زائد کو اسواسطے طرح دیدیا کہ بمقدار تہائی وہ دو تہائی کی ظاہر ہو جاوے اور دو تہائی مین وصیت نہین ہے پس اسمین حصہ زائد کا اعتبار کرنا ممکن نہین ہے اُسی واسطے ہمنے اسکو طرح دیدیا پھر معلوم ہوگیا کہ تہائی مال سترہ (۱۷) سہام ہے تو اسمین سے حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو ایک حصہ لے اور وہ واحد ہے پھر اسکو تین مین ضرب دے پھر اُسکو تین مین ضرب دے پس نو (۹) ہوے پھر اسمین سے ایک طرح دیدے جیسے تو نے ابتدا مین طرح دیا تھا پس آٹھ باقی رہے اور یہی حصہ ہے پس جب اسکو سترہ (۱۷) مین سے طرح دیا تو (۹) باقی رہے پس اسمین سے زید کیواسطے تہائی کی وصیت ہے

پس تین اسکے ہوئے اور چھ باقی رہے پس انکو دو تہائی کے ساتھ ملا دیا اور دو تہائی چونتیس (۳۴) ہیں پس سب چالیس ہوئے پس یہ
پانچ پسر کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو کر ہر ایک کے حصہ میں آٹھ آٹھ سہام آوینگے اور یہ مثل حصہ عمرو کے ہیں پس تخریج جانچ پر
ٹھیک اتری اور اگر عمرو کیواسطے مثل نصیب واحد کے ان پانچوں میں سے اور زید کے واسطے تہائی سے مابقی کے چوتھائی
کی وصیت کی تو انہتر (۶۹) سہام لیے جاوینگے جنمیں سے عمرو کے گیارہ (۱۱) سہام اور زید کیواسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے
واسطے گیارہ گیارہ سہام ہونگے اور اسکا بیان بطریق کتاب کے یہ ہے کہ تو تعداد پسران کو لے لے کہ وہ پانچ ہیں اور اسپر ایک
سہم اور بڑھا وے جو نصیب مثل کے وصیت کا ہے پھر اسکو چار میں ضرب دیدے (۲۴) بوجہ اسکے کہ مابقی کی چوتھائی کی وصیت
ہے پس چوبیس (۲۴) ہوئے پھر انمیں سے ایک طرح دیدے تو تئیس (۲۳) باقی رہے یہ تہائی ہے اور دو تہائی اسکا دو چند ہے پس کل مجموعہ
انہتر ہوئے یہ پورا مال ہے اور تہائی تئیس (۲۳) ہے اور نصیب یعنی حصہ ہر واحد پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب یعنی واحد کو
لے اور اسکو چار میں ضرب دے پھر تین میں ضرب دے پس بارہ (۱۲) ہوئے انمیں سے ایک طرح دیدے پس گیارہ (۱۱) رہے یہی نصیب
ہے پس جب تئیس (۲۳) میں سے گیارہ نکال ڈالے تو بارہ (۱۲) باقی رہے انمیں سے چوتھائی کی زید کے واسطے وصیت ہے وہ تین ہوئے
پس تین نکالنے کے بعد نو باقی رہے انکو دو تہائی مال میں جو چھیالیس (۴۶) ہے ملایا تو پچپن (۵۵) ہوئے جو پانچ بیٹوں میں مساوی
مشترک ہے پس ہر واحد کے واسطے گیارہ ہوئے اور اگر اسنے عمرو کیواسطے پانچ بیٹوں میں سے ایک کے نصیب کے
مثل کی وصیت کی اور زید کیواسطے تہائی کے مابقی کی پانچویں حصہ کی وصیت کر دی تو سٹاسی (۸۷) سہام کل مال کے ہونگے ہیں
سے عمرو کو چودہ (۱۴) اور زید کو تین (۳) اور ہر ایک بیٹے کو چودہ چودہ (۱۴) دیے جاوینگے اور اسکی تخریج بطریق کتاب کے اس طرح ہے کہ تعداد
پسران پر ایک زیادہ کر دے کیونکہ مثل نصیب کے وصیت ہے پس چھ ہوئے انکو پانچ میں ضرب دے کیونکہ مابقی کے پانچویں
حصہ کی وصیت ہے پس تیس (۳۰) ہوئے پھر زائد کردہ کو طرح دیدے پس انتیس (۲۹) باقی رہے یہ ایک تہائی ہے اور دو تہائی اسکا دو چند
یعنی اٹھاون (۵۸) ہوئے پس تمام مال سٹاسی (۸۷) ہوا اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ تو نصیب مفروض لے لے اور وہ ایک ہے
اور اسکو پانچ میں ضرب دے پھر تین (۳) میں ضرب دے پس (پندرہ) ہونگے انمیں سے ایک طرح دیدے تو چودہ (۱۴) باقی رہینگے یہی
نصیب ہے پس جب اسکو انتیس (۲۹) ایک تہائی سے خارج کیا تو (پندرہ) باقی رہے اور زید کیواسطے اس مابقی کے خمس کی وصیت ہے
پس خمس تین ہے پھر باقی رہے بارہ (۱۲) اسکو دو تہائی مال یعنی اٹھاون (۵۸) میں جمع کیا تو ستر (۷۰) ہوئے اور یہ پانچ بیٹوں میں مشترک ہے ہر ایک
کے چودہ چودہ (۱۴) سہام ہوئے جسقدر عمرو کا حصہ ہے اور اگر عمرو کیواسطے مثل نصیب یکے از ینہا سوا اسکے تہائی مابقی از حصہ
سوم کی وصیت کی تو مسئلہ میں کل مال کے ستاون (۵۷) حصہ ہونگے جنمیں نصیب ہر ایک کا دس ہوگا اور استثنا تین ہوگا اور ہر
بیٹے کو دس دس ملینگے اور اسکی تخریج بطریق بیان کتاب کے اس طرح ہے کہ بیٹوں کی تعداد پانچ لے کر اسپر ایک اپنے جو عمرو
کے واسطے ایک نصیب کی وصیت ہے وہ زیادہ کیا جاوے پھر یہ تین (۳) سے ضرب دیا جاوے پس اٹھارہ (۱۸) ہوئے پھر انمیں
ایک سہم زیادہ کیا جاوے جیسا اول میں زیادہ کیا گیا ہے پس انیس (۱۹) ہوئے پس یہ تہائی مال ہے اور دو تہائی اڑتیس (۳۸) ہے
پس مجموعہ کل مال ستاون (۵۷) ہے اور نصیب پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض کو لیکر تین میں ضرب کیا جاوے اور نصیب
مفروض واحد ہے پس تین ہوئے پھر تین میں ضرب کیا جاوے تو نو (۹) ہوئے پھر انمیں ایک زیادہ کیا جاوے جیسا
اصل مال میں کیا گیا ہے تو دس (۱۰) ہوئے پس یہی نصیب کامل ہے اور جب اسکو انیس (۱۹) سے دور کیا تو نو (۹) باقی رہے نصیب
کامل یعنے دس میں سے مابقی نو (۹) کی تہائی مستثنی ہو کر اس نو (۹) میں ملے تو بارہ (۱۲) ہوئے پھر یہ دو تہائی مال اڑتیس (۳۸) میں ملائے گئے

تو کل پچاس (۵۰) ہوئے جو پانچ بیٹون پر تقسیم ہوئے اور ہر ایک کے حصہ مین دس دس مثل نصیب کامل کے پڑے اگر ایک شخص مرگیا
اور اُسنے دو دختر اور ماں اور جورو اور عصبہ چھوڑا اور عمرو کیواسطے مثل نصیب ایک بیٹی کے اور زید کیواسطے تہائی کے باقی
کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھپن (۵۶) سہام ہونگے اور نصیب سولہ (۱۶) ہوگا اور ثلث ما بقی دو (۲) ہوگا اور تخریج مسئلہ کی اسطور سے
ہوگی کہ پہلا فریضہ بدون وصیت کے تصحیح کیا جاوے تو ہم کہتے ہین کہ اصل مسئلہ چھ (۶) سے ہوگا جسمین سے دو (۲) بیٹیون کو دو
تہائی چار (۴) ملینگے اور ماں کو چھٹا (۶) حصہ ایک (۱) ملیگا اور باقی ایک رہا انہین سے جورو کو آٹھوان حصہ تین چوتھائی ملیگا اور ایک
چوتھائی باقی عصبہ کو ملیگا پس جورو کے حصہ مین کسر آجانے کیوجہ سے تقسیم چوبیس (۲۴) سے ہوگی لیکن چونکہ جورو کا نصیب معلوم
کرنے مین اسکی حاجت نہین پڑیگی سو اسواسطے اصل مسئلہ چھ (۶) سے رکھا جائیگا اور اسپر ایک لڑکی کے حصہ کے برابر (۲) بڑھائے
جاوینگے اسواسطے کہ عمرو کے واسطے وصیت ہے پس آٹھ (۸) ہوئے پھر اسکو تین (۳) مین ضرب دیا جاوے پس چوبیس (۲۴) ہوئے
پھر انہین سے قدر زائد کہ دو یعنے دو (۲) کم کردیے جاوین تو بائیس (۲۲) باقی رہے اور یہی تہائی ہے پس دو تہائی چوالیس (۴۴) ہوئے
پس کل مال کا مجموعہ چھیاسٹھ (۶۶) ہوا۔ اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہوگی کہ نصیب یعنے دو (۲) کو لیکر تین (۳) مین ضرب کیا جاوے پھر
تین مین ضرب کیا جاوے پس اٹھارہ (۱۸) ہوئے پھر انہین دو (۲) طرح دیے جاوین تو سولہ (۱۶) رہے یہی نصیب ہے اور جب اسکو بائیس (۲۲)
تہائی مین سے دور کیا تو چھ (۶) باقی رہے پس ان سے زید کے واسطے تہائی دو (۲) ہوئے اور چار (۴) باقی رہے انکو دو تہائی مال چوالیس (۴۴)
مین ملایا اڑتالیس (۴۸) ہوئے جسمین سے دو دختر کی دو تہائی (۳۲) ہوئے کہ ہر ایک کیواسطے (۱۶) ہوئے جو مثل نصیب کے
ہین اور ماں کو چھٹا حصہ (۸) ہوئے اور جورو کو آٹھوان حصہ چھ (۶) ہوئے اور باقی (دو) سہم عصبہ کیواسطے ہوئے اور اگر عمرو
کیواسطے مثل نصیب ایک دختر کے سوائے تہائی کے باقی کی تہائی کی وصیت کی تو کل مال کے چھہتّر (۷۶) حصے ہونگے اور نصیب کی
مقدار (۱۶) ہوگی اور باقی کی تہائی (۱۲) ہوگی پس امام محمدؒ نے اس مسئلہ مین حساب کو بہت طول دیدیا ہے غرض کہ جورو کی میراث
پوری پوری نکل آوے حالانکہ ہمکو معرفت وصیت مین اسکی حاجت نہین ہے اور مسئلہ کی تخریج اس سے کم پر ہوسکتی ہے بنا بر اس
قاعدہ کے جو ہمنے بیان کیا ہے کہ فرض مسئلہ (۶) سے کیا جاوے پھر عمرو کے واسطے مثل نصیب دختر کے وصیت ہے پس (۲)
اسپر زیادہ کیے جاوین جو ایک دختر کا حصہ ہے پس (۸) ہوئے پھر اسکو تین مین ضرب کیا جاوے پس (۲۴) ہوئے پھر
(۲) بڑھائے جاوین جیسا مسائل مستثنا مین اصل ہے پس (۲۶) ہوئے اور یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اسکا دو چند
ہے یعنے (۵۲) ہے پس تمام مال (۷۸) ہوا اور نصیب کی پہچان اسطور سے ہے کہ نصیب مفروض (۲) کو لیکر تین مین کیا جاوے
(۶) ہوئے پھر (۳) مین ضرب کیا جاوے (۱۸) ہوئے پھر اسپر (۲) بڑھائے جاوین (۲۰) ہوئے یہی نصیب کامل ہے پس
جب اسکو تہائی (۲۶) سے دور کیا تو (۶) رہے اور نصیب مستثنا کے باقی کی تہائی (۲) مستثنے ہوکر انہین ملگئے تو (۸) ہوگئے انکو دو تہائی
(۵۲) مین ملایا جاوے تو (۶۰) ہوئے یہ وارثون مین مشترک ہونگے جسمین سے دونون بیٹیون کو دو تہائی یعنے چالیس ملے ہر ایک
کے واسطے بیس (۲۰) ہوئے جو کامل نصیب عمرو کے مثل ہے اور ماں کو چھٹا حصہ (۱۰) ملے اور جورو کے واسطے آٹھوان حصہ ہے لیکن
(۶۰) کا آٹھوان حصہ صحیح نکل سکتا ہے اسی واسطے امام محمدؒ نے اصل حساب (۷۸) کو (۸) مین ضرب دیا کہ (۶۲۴) ہوگئے اور
اُس سے سب حصص پورے پورے نکالے گئے اور اگر عمرو کے واسطے مثل نصیب جورو کے اور زید کیواسطے تہائی کی باقی
مین سے تہائی کی وصیت کی ہو تو تمام مال کے (۲۳۴) حصے ہونگے اور نصیب (۲۴) ہوگا اور تہائی کی باقی کی تہائی (۱۸)
ہوگی اور اسکی تخریج بنا بر طریقہ کتاب کے اس طور سے ہے کہ صورت مسئلہ (۲۴) فرض کیا جاوے اسواسطے کہ اُسنے حصہ جورو کے

برابر کی وصیت کی ہے پس جورو کا پورا حصہ معلوم کرنا ضرور ہے اسواسطے (۲۴) سے مسئلہ فرض کیا گیا پس دونون دختر کی دو تہائی (۱۶) ہوے اور مان کا چھٹا حصہ (۴) ہوسے اور جورو کا آٹھوان حصہ (۳) ہوے اور باقی ایک سہم عصبہ کا ہے پھر پسر جورو کے حصہ کی برابر (۳) زیادہ کیے جاوینگے کیونکہ اُسکے حصہ کے برابر حصہ کی وصیت ہے پس (۲۷) ہوے اسکو تین مین ضرب کیا جاوے اسواسطے کہ مابقی تہائی مین سے تہائی کی وصیت ہے تو (۸۱) ہوسے پھر جسقدر زیادہ کیا ہے وہ طرح دیا جاوے پس تین نکال ڈالے تو (۷۸) باقی رہے پس یہی تہائی مال ہے اور دو تہائی اُسکا دو چند (۱۵۶) ہے پس تمام مال (۲۳۴) ہوے اور نصیب معلوم کرنیکا طریقہ یہ ہے کہ نصیب مفروض (۳) کو لیکر تین مین ضرب دیا جاوے (۹) ہوے پھر تین مین ضرب دیا جاوے (۲۷) ہوے پھر تین طرح دیے جاوین تو (۲۴) رہے پس یہی نصیب ہے اور جب اِسکو تہائی مال (۷۸) سے دور کر دیا تو (۵۴) رہے پھر زید کیواسطے اسمین سے تہائی (۱۸) ملینگے پس (۳۶) باقی رہے وہ دو تہائی مال (۱۵۶) مین ملائے گئے تو (۱۹۲) ہوے جسمین سے عورت کا آٹھوان حصہ (۲۴) ہوے جو مثل نصیب عمرو کے ہے اور باقی کی تقسیم وارثون کے درمیان جسطرح ہمنے بیان کر دی ہے معلوم ہے اور اگر ایک شخص کے پانچ پسر ہون پس اُسنے ایک پسر کیواسطے یہ وصیت کی کہ اسکے حصہ مین اسقدر بطور وصیت کے دیا جاوے کہ اسکا حصہ بلکہ چوتھائی مال ہو جاوے اور تہائی مین سے باقی کے تہائی کی زید کیواسطے وصیت کر دی پھر وارثون نے ایک پسر کے حق مین جو وصیت ہے اُسکی اجازت دیدی تو تمام مال کے بارہ حصے ہونگے اور نصیب (۲) ہوگا اور جو چوتھائی پوری کرنی ایک سے ہوگی اور مابقی تہائی مین سے تہائی ایک ہوگا اور تخریج مسئلہ کی بطریق کتاب کے اس طرح ہے کہ ہم کہتے ہین کہ اگر وصیت نہو تی تو مسئلہ (۵) سے ہوتا کہ ہر ایک بیٹے کو ایک ایک دیا جاتا پس جب اُسنے یہ وصیت کی کہ فلان بیٹے کے حصے کو پورا کر کے چوتھائی مال کر دیا جاوے تو یہ وصیت وارث کے حق مین ہے پس بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہوگی اور جب اُنھون نے اجازت دیدی تو طریقہ یہ ہوگا کہ مفروض مین سے جو بیٹا موصی لہ ہے اُسکا حصہ طرح دیا جاوے وہ ایک ہے تو چار رہے پھر اسکو تین مین ضرب دیا جاوے کیونکہ زید کے واسطے تہائی باقی مین سے تہائی کی وصیت ہے پس (۱۲) ہوے اسمین سے تہائی (۴) ہے اور دو تہائی (۸) ہے اور نصیب کے معلوم کرنیکا یہ طریقہ ہے کہ نصیب مفروض (۱) لیکر (۳) مین ضرب کیا جاوے پس (۳) ہوے اسمین سے ایک طرح دیا جاوے (۲) رہے یہی نصیب ہے پس جب پسر موصی لہ کے حصہ کو چوتھائی سے پورا کیا گیا تو اسمین سے ایک ملا دیا گیا تاکہ (۲) مین (۱) ملکر (۳) ہوسے یہی چوتھائی ہے اور ایک واپس رہا تو ہمنے جان لیا کہ چوتھائی کی تکمیل ایک سے ہوئی پھر جب اس سہم کو جس سے تکمیل ہوئی ہے تہائی مال یعنے (۴) سے دور کیا تو (۳) رہے اُسکی تہائی (۱) ہے یہ زید کو دیجاویگی پس (دو) باقی رہے اُنکو دو تہائی مال (۸) مین ملایا (۱۰) ہوسے جو پانچون بیٹون کے درمیان تقسیم ہونگے ہر ایک کیواسطے (۲) ہونگے جو نصیب کے برابر ہین پھر جب پسر موصی لہ کے ان (۲) سہم مین وہ سہم ملایا گیا جو اُسکو بوصیت حاصل ہوا ہے تو تین ہوگئے پس یہی اُسکے حصہ مین بلکہ تمام مال کی چوتھائی ہوگئی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا مثل نصیب پسر دیگر کی وصیت یا الا نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا یا مثل نصیب پسر دیگر کے اگر ہوتا وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور پسر کو دو تہائی ملیگا اسواسطے کہ ایک ہی بیٹا ہونے کیوجہ سے تمام مال ایک سہم قرار دیا جائیگا اور پسر ایک سہم بوجہ وصیت کے زیادہ کیا جائیگا پس دو سہم ہوے پھر نصیب پسر دو سہم قرار دیا جائیگا اسواسطے کہ ہمکو پسر دیگر کا نصیب دریافت کرنا ضرور ہے اور جب اُسکا نصیب (۲) سہم ہوا تو موصی لہ کا نصیب بھی (۲) ہوا اسواسطے کہ اُسکے مثل ہے پس گویا ہم نے کہ نصیب پسر دیگر ایک سہم ہے اگر پسر دیگر ہوتا پس یہ سہم جو نصیب پسر دیگر قرار دیا گیا ہے طرح دیا جائیگا پس مال کے تین سہم رہے جسمین سے

موصی لہ کے دو سہم اور پسر کا ایک سہم رہا پھر بسبب استثنا کے موصی لہ کے نصیب (۱) ہین سے ایک سہم نصیب ابن دیگر مستثنے
ہو گیا تو موصی لہ کے لیے ایک سہم باقی رہا اور تین سہم ہین سے (۲) سہم پسر کیواسطے رہے اور اگر اس مسئلہ مین بمثل نصیب
پسر خود الا نصیب پسر ثالث کی اگر ہوتا وصیت کی تو موصی لہ کو مال کا دو پانچوان حصہ ملیگا بشرطیکہ سب وارث اجازت دیدین ورنہ
اسکو تہائی مال ملیگا اور بیان اسکا یہ ہو کہ ایک بیٹا ہونے کی وجہ سے تمام مال ایک سہم ہوا پس وصیت کیوجہ سے ایک سہم زیادہ
کیا گیا تو (۲) ہوے پھر نصیب پسر (۳) کر دیا جائیگا کیونکہ نصیب پسر ثالث دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو موصی لہ کا نصیب
بھی (۳) ہو جائیگا کیونکہ اسکے مثل ہو پھر نصیب پسر مین سے ایک سہم طرح دیا گیا تو مال کے پانچ سہم رہے پھر نصیب موصی لہ (۳)
ہین سے ایک سہم مستثنی ہو کر پسر کے نصیب مین آجائیگا پس موصی لہ کے پاس دو سہم یعنی دو پانچوان حصہ مال اور پسر کے پاس
تین سہم رہجائینگے اور اگر ایک شخص نے (۳) پسر چھوڑے اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب ہر پسران خود الا نصیب یکی از پسران کی
وصیت کی یا الا مثل نصیب یکی از پسران کی وصیت کی تو موصی لہ کو دو پانچوان حصہ مال اور تینون بیٹون کو تین سہم ملینگے اسواسطے
کہ تین بیٹے ہین اور پسر (۳) ٹھہرائے جاوینگے اسواسطے کہ سب کے نصیب کے مثل کی وصیت کی ہو تو (۶) ہوے جسمین سے ہر
پسر کیواسطے ایک سہم ہوا اور موصی لہ کے واسطے (۳) سہام ہین پھر انمین سے ایک پسر کا نصیب طرح دیا گیا وہ ایک سہم ہو پس مال
کے پانچ سہام رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳) اور بیٹون کے (۲) ہین پھر موصی لہ کے نصیب مین سے ایک سہم مستثنے ہو کر بیٹون
کے نصیب مین آملا تو موصی لہ کے واسطے (۲) رہے اور بیٹون کیواسطے (۳) سہام رہے قال المترجم اور اسمین بھی اجازت
وارثان کی ضرورت ہو اور اگر اسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کیواسطے بمثل نصیب یکی از پسران الا نصیب پسر ثالث کی یا الا مثل
نصیب پسر ثالث کے وصیت کی تو موصی لہ کو سات سہام مین سے ایک سہم ملیگا اور ہر پسر کو (۳) سہام ملینگے اسواسطے کہ
ہر دو پسر کا نصیب (۲) لیا جائیگا اور اُسپر ایک سہم وصیت کا بڑھایا گیا پس مال کے (۳) سہم ہوے جسمین سے ایک سہم
موصی لہ کا اور دو سہم ہر دو پسر کے پھر ہر دو پسر کے نصیب کو تین پر تقسیم کیا جاوے تا کہ پسر ثالث کا حصہ ظاہر ہو اور چونکہ (۲) کی تقسیم
(۳) پر مستقیم نہین ہو اسواسطے اسکو تین مین ضرب دیا گیا تو (۶) ہوے اور موصی لہ کا نصیب جو واحد ہو وہ بھی اسمین ضرب دیا
گیا تو سب (۹) ہوے پھر انمین سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دینے کے بعد سات باقی رہے جسمین سے موصی لہ کے (۳)
اور وارثون کے (۴) ہین پھر موصی لہ کے نصیب مین سے نصیب پسر ثالث (۲) مستثنے ہو کر ہر دو پسر کے نصیب مین آیا
تو نصیب پسران (۶) ہوا اور موصی لہ کے واسطے ایک سہم باقی رہا اور اگر اُسنے ایک پسر چھوڑا اور عمرو کے واسطے بمثل
نصیب پسر خود الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت صحیح ہو اور موصی لہ کو نصف مال ملیگا اور یہ مثل نصیب پسر
واحد ہو بشرطیکہ وارث اسکی اجازت دیدے اور اگر اُسنے اجازت نہ دی تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور
عمرو کیواسطے نصف مال کی الا مثل نصیب پسر خود کے وصیت کی تو وصیت باطل اور استثنا صحیح ہو اور اگر عمرو کیواسطے بمثل نصیب
پسر خود الا نصف مال خود کے وصیت کی اور ایک بیٹا چھوڑا ہو تو وصیت و استثنا دونون صحیح ہین اور موصی لہ کو چوتھائی مال
ملیگا اسواسطے کہ ایک لڑکا ہونے سے مال ایک سہم ہوگا اور اسکے مثل وصیت ہونے سے ایک اسپر زیادہ لیا جائیگا اور یہ سہم
دو چند کیا جائیگا اسواسطے کہ ہمکو نصف مال دریافت کرنے کی ضرورت ہو پس کل مال (۴) سہم ہوا پس اس مین سے موصی لہ
کو (۲) سہم دیے اسواسطے کہ جب اُسنے موصی لہ کے حق مین نصف المال کا استثنا کیا تو ضرور ہو کہ اُسکا حصہ نصف مال
سے زائد ہوگا پھر انمین سے نصف مال مستثنے ہو کر پسر کے ساتھ ملیگا تو موصی لہ کیواسطے ایک سہم یعنی چوتھائی مال باقی رہا

اور پسر کے واسطے (۳) سہام ہو گئے اور اگر اُسنے چار پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے اپنے نصف مال الا نصیب یکی از پسران
کی وصیت کی تو موصی لہ کو تہائی مال یعنے چھ سہام مین سے دو سہام ملینگے اور اگر اُسنے دو پسر چھوڑے اور عمرو کے واسطے
بمثل نصیب یکے از پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے تہائی سے وصیت اول نکالنے کے بعد باقی کے
تہائی کی وصیت کی تو پندرہ مین سے عمرو کو (۲) سہام اور زید کو (۱) سہم اور ہر ایک پسر کو (۶) سہم ملینگے اسواسطے کہ
مخرج اول دو پسر کی تعداد پر (۲) لیکر اُسپر عمرو کا ایک سہم بڑھایا جائیگا پس (۳) ہوے پھر نصیب ہر دو پسر (۳) مین ضرب
کیا جاوے تاکہ نصیب پسر ثالث دریافت ہو پس (۶) ہوے اور نصیب موصی لہ (۳) ہوا کہ وہ بھی ضرب ہوا ہے پھر نصیب
ہر دو پسر سے نصیب پسر ثالث (۲) طرح دیا گیا تو (۴) رہے پھر نصیب عمرو (۳) سے بقدر (۲) نصیب پسر ثالث مستثنی ہو کر
نصیب ہر دو پسر مین ملایا تو (۶) ہوے ہر ایک پسر کے واسطے (۳) ہوے اور کل مال سات سہام ہوے پھر مفروض اول
(۷) دوچند کیا گیا (۱۴) ہوے اور وصیت دوم کا ایک بڑھایا گیا تو (۱۵) ہوے اور نصیب کامل (۳) تھا وہ بھی دوچند
ہو کر (۶) ہو گیا اور اگر یہ مسئلہ بحالہ ہے مگر استثنا یون ہو جاوے الا نصیب پسر چہارم تو عمرو کو (۲۱) سہام مین سے (۴)
اور زید کو (۱) اور ہر ایک پسر کو (۸) ملینگے اسواسطے کہ مفروض اول بتعداد پسران (۲) ہو گا پھر (۱) بسبب وصیت کے زیادہ
کیا گیا پھر وصیت ہر دو پسر بغرض دریافت نصیب پسر چہارم کے (۴) مین ضرب دیا جاوے پس (۹) ہوے اور موصی لہ کا
نصیب بھی (۴) ہو گیا پھر ہمنے نصیب ہر دو پسر مین سے نصیب پسر چہارم (۲) طرح دیا تاکہ نصیب سے استثنا ممکن ہو پس مال
دس سہام ہوا اور نصیب چار ہے اور مستثنی (۲) ہے اور جب دوسری وصیت نکالنی منظور ہوئی تو مفروض اول دوچند کیا گیا
تو (۲۰) ہوے پھر اُسپر (۱) زائد کیا گیا تو (۲۱) ہوے یہی کل مال ہے اور نصیب (۴) بعد دوچند کرنے کے (۸) ہو گیا اور اگر اُسنے کہا کہ
الا نصیب پسر پنجم اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو عمرو کو (۲۷) سہام مین سے (۶) اور زید کو (۱) اور ہر پسر کو دس دس ملینگے
اسواسطے کہ نصیب ہر دو پسر (۲) پنچ گونہ کیا جائیگا پس (۱۰) ہوے اور نصیب موصی لہ کو ایک بھی پنچ گونہ ہو کر پانچ
ہو گیا اور نصیب ہر دو پسر مین سے نصیب پسر پنجم (۲) طرح دیا گیا تاکہ استرجاع از نصیب ممکن ہو تو (۱۵) مین سے (۲) طرح
ہو کر (۱۳) باقی رہے جسمین نصیب (۵) ہے اور مستثنی (۲) ہے پس جب دوسری وصیت ملائی گئی تو مفروضہ دوچند
کر کے ایک ملایا گیا تو (۲۶) مین ایک ملانے سے (۲۷) ہو گئے اور بعد دوچند کرنے کے نصیب بھی دوچند ہو کر
(۱۰) ہو گیا اور وصیت اول (۶) ہو گئی اور اسی قاعدہ پر اگر استثنا مین زیادتی ہوتی جاوے مثلاً کہے الا نصیب
پسر ششم یا الا نصیب پسر ہفتم یا ہشتم یا نہم یا دہم وغیرہ سب نکل آوینگے اور اگر ایک بیٹا چھوڑا اور عمرو کے واسطے
بمثل نصیب پسر خود الا نصیب پسر دیگر کی والا حصہ سوم از باقی حصہ سوم یا حصہ چہارم از باقی حصہ سوم کی وصیت کی تو استثنار
دوم باطل ہوا اسواسطے کہ وصیت اول نکالنے کے بعد تہائی مین سے کچھ باقی نرہیگا پس ثلث الباقی کا استثنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے
اور اسی طرح اگر بجاے استثنار دوم کے مالبقی از حصہ سوم مین سے تہائی کی وصیت ہو یا الباقی از حصہ سوم مین سے چوتھائی
وغیرہ کی وصیت ہو تو بھی دوسری وصیت باطل ہو گی اسی وجہ سے جو ہمنے بیان کردی ہے اور اگر دو پسر چھوڑے
اور عمرو کے واسطے بمثل نصیب یکی از دو پسران الا نصیب پسر ثالث کی وصیت کی اور زید کے واسطے حصہ سوم
مین سے وصیت اول نکالنے کے بعد یا باقی کی تہائی کی وصیت کی تو دونون صحیح ہین اسی طرح اگر نصیب نکالنے کے بعد
کہا یا استثنار مین پسر چہارم کہا تو بھی دونون صحیح ہونگے مگر تفریق مقارنت کافی مین ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا چھٹا حصہ مال واسطے

مرنے سے پہلے ایک موصی لہ مرگیا تو اُسکا حصہ موصی کیطرف واپس ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان
کے و واسطے ہر اُس شخص کے جو اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہوجاوے پھر موصی مرگیا اور اولاد عبداللہ سب تونگر تھی تو پوری تہائی
فلان شخص کو ملجائیگی۔ اور اگر عبداللہ کی بعض اولاد فقیر ہوگئی پھر موصی مرگیا تو تہائی مال درمیان فلان کے اور درمیان اُن لوگون کے
جو اولاد عبداللہ مین سے فقیر ہوے ہین بتعداد روس تقسیم ہوگا اور اگر اولاد عبداللہ سب ایسے پیدا ہوے ہین کہ برابر فقیر چلے آتے یہانتک
کہ موصی مرگیا تو ظاہر لفظ جو کتاب مین ذکر کیا گیا ہے اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ انکو تہائی مین سے کچھ نہ ملیگا بلکہ پوری تہائی فلان کی ہوگی
اور اگر اولاد عبداللہ جو روز وصیت کے موجود تھی مرگئی پھر اُسکے اولاد پیدا ہوئی اور وہ سب غنی ہوے پھر موصی کی موت سے پہلے فقیر
ہوگئے تو تہائی مال وصیت فلان اور انکے درمیان سب کی تعداد پر تقسیم ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان و واسطے ولد عبداللہ
کے ہے پھر عبداللہ کا ولد مرگیا اور وہ مرا اولاد اُسکے پیدا ہوا اور ہنوز موصی نہین مرا ہے تو تہائی مال درمیان فلان و درمیان ولد عبداللہ
کے تقسیم ہوگا اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان اور واسطے اِن اولاد عبداللہ کے ہے اگر یہ لوگ فقیر ہوجاوین مگر وہ لوگ فقیر نہوے
یہانتک کہ موصی مرگیا تو سب کی تعداد پر تقسیم ہوکر جو فلان کے حصہ کو پہونچے وہ اُسکو ملیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک عورت اپنا شوہر چھوڑ کر مرگئی
اور اپنے نصف مال کی کسی اجنبی کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے اور شوہر کو تہائی مال ملیگا اور موصی لہ کو نصف ملیگا اور چھٹا حصہ باقی واسطے
بیت المال کے ہوگا اسواسطے کہ تہائی مال وصیت اجنبی کیواسطے میراث سے مقدم ہوگا پس باقی رہا دو تہائی انمین نصف شوہر کو ملیگا
جو کل مال کا تہائی ہوا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسکا کوئی وارث مستحق نہین ہے پس انمین سے باقی وصیت نافذ ہوگی اور باقی چھٹا
حصہ ہے پس موصی لہ کو نصف پورا کر دینے کے بعد چھٹا حصہ باقی رہا جسمین نہ وصیت ہے اور نہ اُسکا کوئی وارث ہے پس بیت المال
مین داخل ہوگا اسی طرح اگر مرد مرگیا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پورے مال کی کسی اجنبی کیواسطے وصیت کی مگر جورو نے اجازت ندی
پس عورت کو چھٹا حصہ ملیگا اور پانچ چھٹے حصے اجنبی کو ملینگے اسواسطے کہ تہائی مال تو وصیت مین بلانزاع ہوجائیگا اور باقی دو تہائی
مین شرکت رہی پس انمین سے عورت کا چوتھائی حصہ ہے اور باقی پھر موصی لہ کو ملیگا اسواسطے کہ بیت المال سے وصیت مقدم ہوتی
محیط سرخسی مین ہے اور اصل مین لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی اولاد زید کیواسطے وصیت کی حالانکہ روز وصیت کے زید کا کوئی
لڑکا نہ تھا پھر موصی کی موت سے پہلے اُسکے اولاد ہوئی پھر موصی مرگیا تو تہائی مال اولاد زید کو ملیگا اور اگر روز وصیت کے زید
کی اولاد موجود ہو مگر موصی نے نہ اُنکا نام لیا کہ احمد و عمرو و بکر وغیرہ اور نہ اُنکی طرف اشارہ کیا کہ ان لوگون کے واسطے تو یہ وصیت
اُسکی اُن اولاد کے واسطے ہوگی جو موصی کی موت کے روز موجود ہون حتی کہ اگر یہ اولاد موجود مرجاوے اور دوسری اولاد پیدا
ہو اور وہ موصی کی وفات تک زندہ موجود رہے تو انکو تہائی مال ملیگا اور اگر موصی نے اُنکی اولاد نام بنام بیان کردی ہو یا اُنکی
طرف اشارہ کردیا ہو تو وصیت خاصۃً اُنھین تک رہیگی حتے کہ اگر وہ مرجاوے تو وصیت باطل ہوجائیگی اور جبکہ اُنکا نام لے لیا یا اُنکی
طرف اشارہ کردیا تو موصی لہ متعین ہوگا پس روز وصیت کے صحت ایجاب معتبر ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے
عبداللہ و زید و عمرو کے ہے عمرو کے واسطے انمین سے سو درم ہین پھر معلوم ہوا کہ تہائی کل سو درم ہین تو یہ سب عمرو کو ملینگے اور اگر تہائی
مال ڈیڑھ سو درم ہون تو انمین سے سو درم عمرو کو اور باقی پچاس زید و عبداللہ کے درمیان نصفا نصف ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے
اگر اپنے تہائی مال کی کسی شخص کیواسطے وصیت کی حالانکہ وقت وصیت کے اُسکا کچھ مال نہ تھا تو موصی لہ کو اس مال سے تہائی
ملیگی جسکا وقت موت کے مالک ہو خواہ اُسکو بعد وصیت کے کمایا ہو یا اس سے پہلے مگر شرط یہ ہے کہ موصی بہ مال عین یا نوع
معین نہووے۔ اور اگر مال عین یا نوع معین کی لینے مال سے مثل تہائی اپنی بکریون کے وصیت کی پھر وہ قبل اُسکی موت کے

چار فقیر ہوے اور ایک فلان ہے تو پانچ آدمیون پر وہ تہائی مال تقسیم ہوگا ۱۲

تلف ہوئی تو وصیت باطل ہو جائیگی حتے کہ اگر اسکے بعد اُسنے دوسری بکریان پاوین یا مال مین کمایا تو موصی لہ کا حق ان سے متعلق نہوگا اور اگر وصیت کے وقت بکریان موجود نہون پھر انکو حاصل کیا پھر مرگیا تو صحیح یہ ہو کہ وصیت صحیح ہوگی اور اگر کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ہو حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو موصی لہ کو ایک بکری کی قیمت دیجائیگی اور اگر ایک بکری کی وصیت کی اور اپنے مال کیطرف اضافت نہ کی یعنی یہ نہ کہا کہ میرے مال سے ایک بکری وصیت ہو حالانکہ اُسکے پاس بکریان نہین ہین تو بعض نے فرمایا کہ وصیت نہین صحیح ہو اور بعض نے فرمایا کہ صحیح ہو۔ اور اگر کہا کہ میری بکریون مین سے ایک بکری حالانکہ اسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہو علی ہذا القیاس انواع مال سے ہر نوع مین مثل اونٹ و گاے وغیرہ کے یہی حکم ہو تبیین مین ہو اور اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے تہائی مال صدقہ کردے پھر ایک شخص نے وصی سے یہ مال غصب کرکے تلف کر ڈالا پھر وصی نے چاہا کہ یہ مال اُسپر صدقہ قرار دیدے اور غاصب اسکا مقر ہو تو مین اسکو جائز قرار دونگا یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تیرے واسطے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیت کی تو جو بکری روز وصیت اُسکے مال مین ہو اُس سے موصے لہ کا حق متعلق نہوگا بلکہ اِس بکری سے متعلق ہوگا جو روز موت کے اُسکے مال مین موجود ہو پھر جبکہ وصیت صحیح ہوئی اور انصراف وصیت اِس بکری کی طرف ہوا جو موت کے روز موصی کے مال مین موجود ہو تو ہم کہتے ہین کہ اگر موصی اِسکے بعد مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا پس اگر مال مین بکری ہو تو وارثون کو اختیار ہوگا چاہین موصی لہ کو بکری دیدین یا بکری کی قیمت دیدین پھر کتاب مین یہ مذکور نہین ہو کہ بکری مین سے اعلیٰ یا ادنیٰ یا اوسط کیسی بکری کی قیمت دینگے یا کس بکری کی قیمت چاہین دیدین تو حسن بن زیاد رحمہ اللہ نے ہمارے اصحاب سے روایت کیا ہو کہ وارثون کو اختیار ہو چاہین درمیانی بکری دین یا درمیانی بکری کی قیمت دیدین یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا بردون ٹٹو واسطے فلان کے وصیت ہو تو یہ وصیت اُسی بردون پر رہیگی جسکا وہ فی الحال مالک ہو نہ اُسپر جسکا وہ آیندہ مالک ہووے اسی طرح اگر کہا کہ میرا ہندی غلام یا سندھی یا حبشی غلام واسطے فلان کے وصیت ہو تو بھی جسکا اسوقت مالک ہو اُسی پر وصیت رہیگی نہ اُسپر جسکا آیندہ مالک ہو اور اگر کہا کہ میرا غلام واسطے فلان کے اور میرا بردون واسطے فلان کے ہو اور اُسکی نسبت کسی طرف نکی یعنی کوئی اُسکا وصف وغیرہ بیان نکیا تو وصیت مین جو بردون و غلام اسوقت موجود ہو وہ داخل ہوگا اور نیز وقت موت تک جسکا مالک ہو جاوے وہ بھی داخل ہوگا۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ گاے واسطے فلان کے وصیت ہو تو شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ وارثون کو اُسکی قیمت دینے کا اختیار نہوگا اور اگر کہا کہ یہ گاے واسطے مساکین کے ہو تو وارثون کو اُسکی قیمت صدقہ کردینے کا اختیار ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنی تین ام ولد باندیون اور فقرا و مساکین کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو ام ولد باندیون کو پانچ حصون مین سے تین حصے اور ایک حصہ فقیرون کو اور ایک حصہ مسکینون کو دیا جائیگا اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ہو یہ کافی مین ہو۔ اور اگر تہائی مال کی واسطے فلان و واسطے مساکین کے وصیت کی تو نصف فلان کو اور نصف مساکین کو دیا جائیگا یہ امام اعظم و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہو یہ ہدایہ مین ہو۔ اگر ایک شخص نے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی تو وصی کو اختیار ہو کہ پوری تہائی ایک مسکین کو دیدے یہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو مسکینون سے کم کو نہین دے سکتا ہو اور اگر ایک شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی پھر دوسرے شخص سے کہا کہ مین نے تجھے شریک کردیا یا اُسکے ساتھ تجھے داخل کردیا تو تہائی مال دونون مین تقسیم ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے سو درم کی اور دوسرے کے واسطے سو درم کی وصیت کی

پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو ہر ایک کے حصہ مین سے تہائی ملیگی۔ اور اگر ایک شخص
کے واسطے چار سَو درم کی اور دوسرے کے واسطے دو سَو درم کی وصیت کی پھر تیسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو اُن دونون
کے ساتھ شریک کر دیا تو اُسکو نصف مال ہر ایک کا ملیگا۔ اگر ایک شخص نے موت کے وقت وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر
قرضہ ہے پس وارثون نے اُسکے قول کی تصدیق کی پھر وہ مرگیا تو تہائی مال تک اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی یعنے اگر قرضخواہ نے
تہائی سے زیادہ کا دعوے کیا اور وارثان نے تکذیب کی تو تہائی مال تک پا سکتا ہے اور یہ استحسان ہے اور اگر باوجود اسکے اُسنے
وصیتین کی ہون تو صاحبان وصیت کے واسطے تہائی مال نکال دیا جائیگا اور دو تہائی وارثون کو ملیگا کذا فی الکافی۔ پھر جب صاحبان
وصیت کو تہائی مال جدا کر کے دیدیا گیا تو صاحب وصیت سے کہا جائیگا کہ تم لوگ جسقدر چاہو میت کی تصدیق کرو اور وارثون
سے کہا جائیگا کہ جسقدر چاہو تصدیق کرو پس اگر ہر فریق نے کسی قدر مال کی تصدیق کی تو ظاہر ہوگا کہ قرضہ تمام ترکہ کے ہر دو حصے
مین شائع ہے پس صاحبان وصیت کی تہائی مین سے تہائی مال اقراری کی لیجائیگی اور وارثون سے اُنکے اقرار کی مقدار کی
دو تہائی سے لیجائیگی اور ہر فریق کا اقرار اُسکے مقدار حق مین نافذ ہوگا اور دونون مین سے ہر فریق سے اُسکے علم پر قسم
لیجائیگی اگر مقر لہ نے اس سے زیادہ کا دعوے کیا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اجنبی و وارث دونون کے واسطے وصیت کی تو نصف
وصیت اجنبی کو ملیگی اور وارث کے حق کی وصیت باطل ہو جائیگی اور علے ہذا اگر قاتل اور اجنبی کے واسطے وصیت کی تو قاتل
کا حق نصف وصیت باطل ہو گی اور یہ حکم بخلاف اس صورت کے ہے کہ جب کسی مال عین یا دین کا اجنبی و وارث دونون کے
واسطے اقرار کیا تو اس صورت مین اجنبی کے واسطے بھی اقرار صحیح نہوگا یہ تبیین مین ہے اور امام تمرتاشی نے فرمایا کہ یہ اقرار باطل
ہونے کا حکم جو ذکر فرمایا ہے ایسی صورت مین ہے کہ جب دونون نے دونون کے واسطے شرکت ہونے کی تصدیق کی اور اگر
اجنبی نے شرکت وارث ہونے سے انکار کیا یا وارث نے شرکت اجنبی سے انکار کیا تو وارث کے حق مین اقرار باطل ہے اور
فرمایا کہ اجنبی کے حصہ مین اقرار صحیح ہوگا یہ نہایہ مین ہے۔ اور اگر کسی کے حق مین چوپایہ سواری کی یا کپڑے کی وصیت کی تو
وارثون کو اختیار ہوگا کہ موصی لہ کو جو جانور سواری یا جو کپڑا چاہین دیدین یہ محیط مین ہے اور اگر ایک شخص کے تین کپڑے
اعلے و اوسط و ادنے ہون پس اُسنے تین شخصون مین سے ہر ایک شخص کے واسطے ایک ایک کپڑے کی وصیت کی
پھر ایک کپڑا ضائع ہو گیا اور یہ معلوم نہین ہوتا ہے کہ کسکا کپڑا تلف ہوا ہے اور وارث لوگ انکار کرتے ہین تو وصیت باطل
ہو جائیگی اور وارثون کے انکار کے یہ معنی ہین کہ وارث ہر ایک موصی لہ معین سے یہ کہتا ہے کہ جو کپڑا تیرا حق تھا وہی
ضائع ہو گیا ہے پس مستحق مجہول ہے اور اسکا مجہول ہونا صحت حکم قضا و تحصیل مقصود سے مانع ہے پس وصیت باطل ہو جائیگی
الا یہ کہ وارث لوگ دونون باقی کپڑون کو تسلیم کرین پس اگر اُنھون نے تسلیم کیا تو مانع یعنے انکار زائل ہو گیا پس مستحق اعلے
کو اعلے کپڑے کی دو تہائی ملیگی اور مستحق اوسط کو اعلے مین سے ایک تہائی اور ادنے مین سے ایک تہائی اور مستحق ادنے
کو ادنے مین سے دو تہائی دیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور اگر ایک دار دو شخصون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے
ایک شریک نے اُسمین سے ایک بیت معین کی زید کے واسطے وصیت کر دی تو دار مذکور تقسیم کیا جائیگا پس اگر وہ بیت
معین موصی کے حصہ مین پڑا تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا بیت موصی لہ کو دیا جائیگا اور امام محمد رح کے
نزدیک اُسکا نصف دیا جائیگا اور اگر دوسرے شریک کے حصہ مین آیا تو موصی لہ کو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک
بیت مذکور کے گزون کی پیمایش کے برابر موصی کے حصہ مین سے ناپ کر دیا جائیگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نصف بیت کے

اگر دونوں کی پیمایش کے برابر ناپ دیا جائیگا - اور اگر زید نے غیر کے مال سے ہزار درم معین کی کسی شخص کے واسطے وصیت
کر دی پھر موصی کی موت کے بعد مالک مال نے اجازت دی اور موصی لہ کو دراہم مذکورہ دیدیے تو جائز ہے اور مالک مال کو
بعد اجازت کے بھی دیدینے سے انکار کر جانے کا اختیار باقی ہے بخلاف اسکے اگر موصی نے اپنے مال میں سے تہائی سے زائد کی
وصیت کی یا قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پھر وارثوں نے اجازت دیدی تو اس صورت میں وارثوں کو بعد اجازت
دینے کے سپرد کرنے سے انکار کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ تبیین ہے - اور اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے زید کیواسطے
تہائی مال کی وصیت کی ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ اسکے باپ نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہوں
کی گواہی پر اعتبار کر کے عمرو کو دیا جائیگا اور جسکے واسطے وارث نے اقرار کیا ہے اسکو کچھ نہ ملیگا فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ
میرے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی ہے پھر اسکے بعد کہا کہ نہیں بلکہ عمرو کے واسطے تہائی کی وصیت کی ہے
یا کہا کہ تہائی کی وصیت کی ہے واسطے زید کے نہیں بلکہ واسطے عمرو کے تو مال مذکور دونوں صورتوں میں اول کو ملیگا دوسرے کو
کچھ نہ ملیگا - فرمایا کہ اگر وارث نے باقرار متصل اقرار کیا کہ تہائی کی وصیت واسطے زید کے ہے اور اسکی وصیت واسطے عمرو کے کی ہے تو
میں تہائی مال دونوں میں برابر منقسم کر دونگا - فرمایا کہ اگر وارث نے اقرار کیا کہ میرے باپ نے تہائی کی وصیت واسطے زید کے
کی ہے اور اسنے زید کو دیدیا پھر کہا کہ نہیں بلکہ واسطے عمرو کے کی ہے تو وہ عمرو کے واسطے ضامن ہوگا حتے کہ اسکے مثل عمرو کو دیگا اور
اول یعنے زید کے حق میں اسکے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی اور اگر اسنے اول کو بحکم قاضی دیا ہو تو دوسرے کے واسطے ضامن
نہوگا اور اگر وارث نے زید کے واسطے ہزار درم معین کی وصیت کا اقرار کیا اور یہ تہائی مال ہے پھر اسکے بعد عمرو کے واسطے
تہائی مال کی وصیت ہونے کا اقرار کیا پھر مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی اس ہزار مذکور کی وصیت واسطے اول کے
نافذ کریگا اور دوسرے کا وارث پر کچھ نہوگا - اور فرمایا کہ اگر دو وارثوں نے گواہی دی کہ میت نے واسطے زید کے تہائی کی وصیت
کی ہے پھر زید کو دونوں نے اسقدر مال دیا پھر دونوں نے گواہی دی کہ میت نے اس مال کی فقط عمرو کے واسطے وصیت
کی تھی اور دونوں نے کہا کہ ہمسے غلطی واقع ہوئی ہے تو زید کے حق میں دونوں کے قول کی تصدیق نہ کیجائیگی - اور یہ
دونوں اسقدر مال کے مثل کے عمرو کے واسطے ضامن ہونگے پس عمرو کو اسقدر مال دینگے اور اگر دونوں نے زید کو کچھ دیا ہو
تو عمرو کے حق میں دونوں کی گواہی کو جائز رکھونگا اور اول کے حق میں وصیت باطل کر دونگا یعنے حکم دونگا کہ اول کے حق میں
وصایت باطل ہے - فرمایا کہ اگر وارث تین ہوں اور مال تین ہزار درم ہوں پھر ہر وارث نے ایک ہزار درم لیے پھر انمیں سے
ایک نے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی تھی اور باقی دونوں نے اس سے انکار کیا
تو اقرار کرنے والا استحسانًا اپنے مقبوضہ کی تہائی زید کو دیگا اسی طرح اگر دو وارث ہوں اور مال دو ہزار درم ہوا اور
باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی وارث مقر اپنے مقبوضہ میں استحسانًا ایک تہائی زید کو دیگا - اور اگر ترکہ ایکہزار مال عین ہوا اور ایک
ہزار دونوں وارثوں میں سے ایک پر قرضہ ہو پھر جسپر قرضہ نہیں ہے اسنے اقرار کیا کہ ہمارے باپ نے اس شخص زید کیواسطے
تہائی مال کی وصیت کی ہے تو زید اس ہزار درم عین میں سے تہائی لے لیگا اور باقی دو تہائی اقرار کرنے والے کی ہوگی -
فرمایا کہ اگر ایک شخص نے (٢) بیٹے اور (٢٠) درم چھوڑے پس دونوں نے آدھے آدھے بانٹ لیے پھر دونوں میں
سے ایک وارث غائب ہو گیا اور حاضر پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے حق میں تہائی کی وصیت ہے تو وہ حاضر
کے مقبوضہ میں سے نصف لے لیگا اسواسطے کہ اسنے گواہوں سے یہ بات ثابت کر دی کہ دونوں کا حق ترکہ میں برابر ہے

پس اس مقام پر موافق حکم قیاس کے اختیار کیا ہے بخلاف مسئلہ اقرار کے واسطے کہ اس مقام پر مشہود لہ کی وصیت حاضر و غائب دونوں کے حق میں ثابت ہوتی ہے حتیٰ کہ جب غائب آ دیگا تو ان دونوں کو اختیار ہوگا کہ غائب نے جو کچھ اپنے حق سے زائد لیا ہے اس سے واپس لیویں پس وہ مع اپنے مقبوضہ کے کالمعدوم قرار نہ دیا جائیگا بخلاف مسئلہ اقرار کے کہ وہاں اقرار فقط اسکی ذات پر حجت ہے دوسرے پر نہیں ہے کذا فی المبسوط وہو الصحیح من الشرح۔ موصیٰ بہ میں بعد موت موصی کے قبل اسکے کہ موصیٰ لہ وصیت کو قبول کرے جو زیادتی پیدا ہو جاوے جیسے بچہ یا کرایہ یا کمائی یا ارش تو وہ بھی موصیٰ بہ ہو جائیگی حتیٰ کہ اسکا اعتبار بھی تہائی سے ہوگا اور اگر موصیٰ لہ کے قبول کرنے کے بعد تقسیم سے پہلے حادث ہو تو اسکو امام محمد رحمہ نے ذکر نہیں کیا ہے اور قدوری نے ذکر فرمایا کہ وہ موصیٰ بہ نہوگی حتیٰ کہ وہ موصیٰ لہ کو تمام مال سے اعتبار کر کے ملیگی گویا کہ بعد تقسیم کے حادث ہوئی ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ وہ بھی موصیٰ بہ ہو جائیگی حتیٰ کہ اعتبار کیا جائیگا کہ یہ تہائی مال ہوتا ہے یا زائد ہوتا ہے پس تہائی مال تک معتبر رہیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے ایک باندی کی وصیت کی اور وہ موصی کی موت کے بعد تقسیم سے پہلے بچہ جنی اور وہ دونوں تہائی مال ہوتے ہیں تو وہ دونوں موصیٰ لہ کو ملینگے اور اگر دونوں تہائی مال میں نہ آتے ہوں تو پہلے اسکی وصیت باندی میں نافذ ہوگی پھر بچہ میں نافذ ہوگی یہ امام رحمہ کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک وہ دونوں میں برابر نافذ ہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس چھ سو (۶۰۰) درم ہیں اور ایک باندی تین سو درم کی ہے پس اسنے ایک شخص کے واسطے باندی کی وصیت کی پھر مر گیا پھر تقسیم سے پہلے باندی ایک بچہ جنی جو تین سو درم قیمت کا ہے تو امام رحمہ کے نزدیک موصیٰ لہ کو باندی اور دو تہائی بچہ ملیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک تہائی باندی اور دو تہائی بچہ کو ملیگا۔ اور یہ سب اسوقت ہے کہ جب بٹوارہ سے پہلے اور موصیٰ لہ کے قبول کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی اور اگر بعد قبول کے اور بعد تقسیم کے جنی تو بچہ بالاتفاق موصیٰ لہ کا ہوگا اور اگر بعد قبول کے تقسیم سے پہلے جنی تو قدوری نے ذکر کیا کہ بچہ موصیٰ بہ نہوگا۔ اور تہائی سے اسکا برآمد ہونا اعتبار نہ کیا جائیگا اور پورے مال سے موصیٰ لہ کا ہوگا یعنے اعتبار کیا جائیگا کہ پورے مال کا تہائی ہے جیسا کہ بعد تقسیم کے پیدا ہونے کا حکم ہے کہ وہ موصیٰ لہ کا ہوگا اور موصیٰ بہ ہوکر تہائی سے معتبر نہوگا اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ موصیٰ بہ ہو جائیگا حتیٰ کہ اسکا تہائی سے برآمد ہونا اعتبار کیا جائیگا جیسا کہ قبل قبول کے پیدا ہونے میں حکم ہے۔ اور اگر موصی کی موت سے پہلے بچہ جنی ہو تو بچہ وصیت میں داخل نہوگا اور میت کے ملک کے احکام میں باقی رہیگا اسواسطے کہ قصداً و طریقۂ وہ وصیت میں داخل نہیں ہوا اور اگر موصیٰ بہ نے کچھ مال کمایا تو سب صورتوں میں مثل بچہ کے تفصیل وار اسکا بھی حکم ہے یہ کافی میں ہے ایک شخص کی باندی تین سو (۳۰۰) درم قیمت کی ہے اور سواے اسکے اسکا کچھ مال نہیں ہے پس مالک نے زید کے واسطے اسکی وصیت کر دی پھر مر گیا پھر اسکے وارث خالد نے بدون حاضری زید کے اسکو بکر کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر بکر کے پاس وہ باندی تین سو (۳۰۰) درم قیمت کا بچہ جنی پھر زید آیا اور اسنے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو دو تہائی باندی اور دو تہائی بچہ دیا جائیگا اور تہائی باندی اور نواں حصہ بچہ زید کو ملیگا اور دو نویں حصہ بچہ کے وارثوں کو واپس ملینگے۔ اور اگر باندی کے بدن میں زیادتی ہو گئی یا اسکی قیمت بڑھکر چھ سو (۶۰۰) درم ہو گئی تو دو تہائی باندی مشترک کو مسلم دیجائیگی اور ایک تہائی وارثوں کو ملیگی اور اگر باندی میں نقصان آ گیا جس سے اسکی قیمت ڈیڑھ سو درم رہگئی تو موصیٰ لہ انہیں سے تہائی لے لیگا اور وارثوں سے اسکی قیمت میں سے (۴۴) درم اور چار نویں حصے درم کے یعنی پوری تہائی کر کے لے لیگا یہ محیط سرخسی میں ہے

چوتھا باب۔ بیٹے کا اپنے مرض میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دینے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار

کرنے کے بیان میں اور جنکی تقدیم اُسکے ترکہ میں کیجائیگی اُسکے بیان میں۔ اگر ایک شخص ایک بیٹا اور تین ہزار درم چھوڑ کر
مرا اور اُسنے زید کے واسطے ان درموں میں سے دو ہزار درم کی وصیت کر دی ہو پھر بیٹے نے اپنے مرض میں اس وصیت
کی اجازت دی پھر مرگیا اور اُسکا اسکے سوا ے کچھ مال نہیں ہے تو موصی لہ کو ایک ہزار درم بلا اجازت ملینگے اور دو ہزار درم
کی تہائی بھی بلا اجازت ملیگی جو بیٹے کا مال ہے۔ اور اگر بیٹے نے باوجود اجازت کے اقرار کیا کہ میرے باپ نے عمرو کے واسطے
بھی تہائی مال کی وصیت کی تھی تو دو ہزار درم کی ایک تہائی امام اعظم رح کے نزدیک زید و عمرو دونوں میں نصفا نصف
تقسیم ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک پانچ حصے ہوکر اس طرح تقسیم ہوگی کہ زید کو تین پانچویں حصے اور عمرو کو دو پانچویں حصے
ملینگے اور اگر بیٹے کی وصیت اپنے مرض میں خود کسی مملوک کا آزاد کرنا ہو تو باپ کی وصیت کی اجازت پر اسکے آزاد
کرنے کی وصیت کو ترجیح ہوگی اسی طرح اگر اپنے اوپر یا اپنے باپ پر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا اسواسطے کہ وارث
کا اجازت دینا بمنزلہ وصیت کے ہے اور مرض میں آزاد کرنا بھی وصیت ہے اور دو وصیتیں ہرگاہ مجتمع ہوں اور دونوں
میں سے ایک عتق کی وصیت ہو تو عتق کی وصیت کو ترجیح ہوگی اور قرضہ بنسبت وصیت کے مقدم ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں
ہے۔ اور اگر وارث نے اپنی صحت میں اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دی ہو تو عتق بلا اقرار قرضہ و وصیت مذکورہ سب سے
مقدم ہوگی اسی طرح اگر اُسنے باپ کے وصیت کی اجازت اور باپ پر قرضہ کا اقرار دونوں اپنی صحت میں کیا تو پہلے وصیت ادا کیجائیگی
پھر اگر کچھ باقی رہا تو قرضخواہوں کو ملیگا پس اگر اُنکا قرضہ پورا ادا ہوگیا تو وارث کچھ ضامن نہوگا اور اگر پورا ادا نہوا تو جسقدر اُسنے
اجازت میں ضائع کیا ہے اُسکے مثل ضامن ہوگا۔ اور اگر زید نے وارث کے باپ پر قرضہ کا دعوے کیا اور موصی لہ نے یہ دعوی
کیا کہ اس وارث کے باپ نے اپنے باپ کی وصیت جو میرے حق میں ہے اسکی اجازت دیدی ہے پس وارث نے
دونوں کی تصدیق کی اور ساتھ ہی تصدیق کی تو قرضخواہ کا قرضہ مقدم ہوگا پھر اگر موصی لہ کے واسطے کچھ نہ بچا تو وارث
اسکے واسطے کچھ ضامن نہوگا خواہ اُسنے حالت مرض میں دونوں کی تصدیق کی ہو یا حالت صحت میں۔ اور فرمایا کہ اگر
وارث نے اپنے باپ کی وصیت کی اجازت دیدی پھر اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو قرضہ مقدم ہوگا پھر اسکے بعد اگر کچھ باقی رہا پس
اگر وارث کے وارثوں نے اس اجازت کو تمام منظور نکیا تو موصی لہ کو اس باقی میں سے فقط ایک تہائی ملیگی یہ محیط میں
ہے۔ اور اگر مرض میں اُسنے وصیت پدر کی اجازت دی پھر اپنے باپ پر اور اپنے اوپر قرضہ کا اقرار کیا تو پہلے اُسکے باپ کا قرضہ
ادا کیا جائیگا پھر اُسکا قرضہ پھر وصیت جسکی اجازت دی ہے وہ نافذ کیجائیگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ زید کا ایک غلام ہے اس غلام
کے سوا ے اُسکا کچھ مال نہیں ہے اُسنے اپنے مرض الموت میں اسکو آزاد کیا اور ایک وارث عمرو چھوڑ کر مرگیا اور اس
وارث کا بھی ایک غلام ہے جسکی قیمت غلام اول کی قیمت کے برابر ہے اور اسکے سوا ے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر عمرو نے اپنے
مورث کی وصیت کی اجازت دیدی اور اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر دیا تو اسکے وارث کی بلا اجازت اول غلام میں
سے تہائی آزاد ہو جائیگا بدون اسکے کہ اُسپر سعایت لازم آوے اور ظاہر ہے پھر دو تہائی غلام اول اور پورا غلام دوم
دونوں غلاموں میں پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگا جسمیں سے تین حصے غلام اول کو اور دو حصے غلام دوم کو ملینگے ایک
شخص کے دو ہزار درم ہیں اسکے سوا ے اُسکا کچھ مال نہیں ہے پھر اُسکا موت کا وقت آیا اور اُسنے موت کے وقت درموں میں
سے ایک ہزار درم کی زید کے لیے وصیت کر دی اور عمرو کے واسطے باقی ہزار درم کی وصیت کر دی پھر مرگیا پھر اُسکے بیٹے
دونوں وصیتوں کی آگے پیچھے اجازت دیدی مگر اجازت حالت مرض میں دی اور سوا ے اس میراث کے

اُسکا کچھ مال نہین ہو تو دو ہزار درم کی تہائی دونون زید و عمرو کے درمیان میت اول کی وصیت پر تقسیم ہو گی۔ ایک شخص کے پاس ہزار درم ملک تھے اُسنے ان درمون کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور عمرو اُسکا وارث ہوا اور عمرو کے پاس بھی ہزار درم ملک ہین پس عمرو نے اپنے ذاتی درمون کی اور جسکا وارث ہوا ہو سب کی خالد کے واسطے وصیت کر دی پھر عمرو مرگیا اور اُسنے بکر وارث چھوڑا پھر بکر نے لئے مرض الموت مین لینے باپ و دادا دونون کے وصیتون کی اجازت دیدی پھر مرگیا اور سوائے مال میراث کے اُسکا کچھ مال نہین ہو تو پہلے موصی لہ کو اول ہزار درم مین سے تہائی بلا اجازت ملیگی پھر اول ہزار کی باقی دو تہائی دوسرے ہزار مین ملائی جاویگی پھر اُنمین سے ایک تہائی دوسرے موصی لہ کو بلا اجازت ملیگی پھر تیسرے میت کی مال کی تہائی لیکر موصی لہ اول اور موصی لہ دوم کے درمیان بحساب ہر ایک کے حق کے جو اُسکا اجازت کے بعد باقی رہگیا ہو تقسیم کی جاویگی یہ محیط مین ہو

فصل - حالۃ الوصیۃ کے اعتبار کے بیان مین۔ اگر ایک مرد مریض نے ایک عورت کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا یا اُسکے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کر لیا پھر مرگیا تو ہمارے نزدیک اُسکا اقرار جائز ہو گا اور وصیت و ہبہ باطل ہونگے اور اگر مریض نے اپنے بیٹے کافر یا رقیق کے واسطے وصیت کی یا اُسکو کچھ ہبہ کر کے سپرد کر دیا یا اُسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر اُسکی موت سے پہلے بیٹا آزاد کر دیا گیا یا مسلمان ہو گیا تو یہ سب باطل ہو گیا۔ اسی طرح اگر بیٹا مکاتب ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ کافی مین ہو۔ ایک مریض نے وصیت کی حالانکہ وہ ضعف کی وجہ سے بول نہین سکتا ہو لیکن اشارہ کیا اور اُسکی حالت سے معلوم ہو کہ وہ یہ سمجھتا ہو کہ میرا اشارہ سمجھا جاویگا تو جائز ہو ورنہ نہین۔ اور یہ اُسوقت ہو کہ جب وہ بولنے پر قادر ہونے سے پہلے مرجاوے کیونکہ ایسی ہی صورت مین یہ ظاہر ہو جاویگا کہ اُسکے کلام کرنے سے یاس ہو چکی تھی پس مثل گونگے کے ہو گا یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور جو شخص پاؤن سے لنجا یا ہاتھ سے لنجا یعنی اُسکا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا جاتا رہا ہو اور جو شخص مفلوج ہو یعنی فالج نے مارا ہو یا اُسکو سل کی بیماری ہو پس اگر ایسے مریض کو زمانہ دراز گذرا اور حالت ایسی ہوئی کہ اُسکے موت کا خوف نہ رہا تو وہ مثل صحیح آدمی کے ہو حتی کہ اگر اُسنے پورا مال ہبہ کر دیا تو صحیح ہو پھر اگر اسکے بعد چارپائی سے لگ گیا تو یہ بمنزلہ مرض جدید پیدا ہو جانے کے ہو۔ اور اگر ابتداے حال مین جب اُسکو مرض پیدا ہوا ہو تھوڑے ایام مین مرگیا حالانکہ چارپائی سے لگ گیا تھا تو وہ ایسا مریض ہو کہ جسکی ہلاکت کا خوف ہوا ہو بوجہ اسکے کہ دوا کیجاتی ہو پس وہ مریض مرض الموت کا مریض ہو کہ اُسکے ہبہ کا اعتبار تہائی مال سے ہو گا یہ کافی مین ہو۔ ایک شخص نے وصیت کی پھر مجنون ہو گیا پس اگر جنون مطبق ہو گیا تو یہ قاضی کی راے پر ہو اگر اُسنے اجازت دیدی تو جائز ہو گی ورنہ باطل ہو جاویگی اور اگر کچھ مدت مقرر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو صحت سے یہ بات ہو کہ تصرفات کے حق مین جنون مطبق کی میعاد ایک سال ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر ایک شخص قیدخانہ مین قصاص یا رجم کے واسطے قید ہو تو اُسکا حکم مثل مریض کے نہین ہو اور جب قتل کے واسطے نکالا گیا تو اس حالت مین اُسکا حکم مثل مریض کے ہو۔ اور اگر صف قتال مین ہو تو مثل صحیح کے ہو اور جب لڑائی کے واسطے نکلا تو اس حالت مین مثل مریض کے ہو۔ اور اگر کشتی مین ہو تو حکم اُسکا مثل صحیح کے ہو اور جب موجین شور کرتی ہین تو اس حالت مین اُسکا حکم مثل مریض کے ہو اور اگر دوبارہ قیدخانہ مین لوٹا یا گیا یا قتل نہ کیا گیا یا لڑائی کے بیچ میدان سے لوٹ کر صف مین آگیا یا موجین ٹھہر گئین تو اُسکا حکم ایسے مریض کے مانند ہو جو مرض سے اچھا ہو گیا کہ اُسکے تمام تصرفات اُسکے پورے مال سے نافذ ہونگے یہ شرح طحاوی مین ہو۔ اور مجذوم اور جو شخص بیٹھا رہتا ہو اور بسبب کمزوری کے چلنے سے عاجز ہو اگر چارپائی سے لگ گیا تو اُسکا حکم مرض

الموت کے مریض کے مانند ہو یہ عینی شرح ہدایہ مین ہو۔ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی یا کوئی مرض ایسا پیدا ہوا پس اُسکو گویائی کی طاقت نرہی پھر اُسنے (وصیت مین) کسی شی کی طرف اشارہ کیا یا کسی چیز کی وصیت لکھدی حالانکہ اس حالت پر اُسکا دامنہ دراز ہوگیا (اور اس سے مراد یہ ہو کہ ایک سال گذر گیا) تو یہ بمنزلہ گونگے کے ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اگر عورت کے دردزہ شروع ہوا تو جو فعل وہ اس حالت مین کرے اُسکے تہائی مال سے معتبر ہوگا اور اگر وہ اس سے بچ گئی تو اُسکا یہ فعل اُسکے پورے مال سے جائز ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہو۔

پانچوان باب مرض الموت مین عتق ومحاباۃ وہبہ کے بیان مین

اگر اپنا غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تو آزاد نہوگا الا اس صورت مین کہ وارث لوگ اُسکو آزاد کردین اور اُسکو اختیار رہیگا کہ اس وصیت سے بقول یا بفعل رجوع کرلے جیسا کہ اور وصایا مین حکم ہو اسواسطے کہ یہ حکم باعتاق ہو تو جبتک آزاد کیا نجاوے تبتک فقط حکم دینے سے وہ آزاد نہو جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین آزاد کیا یا بیع محابات کی یا ہبہ کیا تو یہ سب جائز ہو اور اسکا اعتبار تہائی مال سے ہوگا اور صاحبان وصیت کے ساتھ شریک کیا جائیگا۔ اسی طرح مثل کفالت وضمان کے جو مریض نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہو وہ بھی وصیت کے حکم مین ہو۔ اور اگر مشتری کے ہاتھ محاباۃ سے فروخت کیا پھر آزاد کیا حالانکہ تہائی مال مین قدر محاباۃ وعتق دونون کی گنجایش نہین ہو یعنے تہائی اس سے کم ہو تو امام اعظم رہ کے نزدیک محابات اولی ہوگی اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی تو بھی یہی حکم ہو اور صاحبین رہ کے نزدیک دونون مسئلون مین عتق اولے ہو اور امام ابوحنیفہ رہ نے فرمایا کہ اگر محابات کی پھر آزاد کیا پھر محابات کی تو تہائی مال دونون محاباتون مین بسبب دونون کے برابر ہونے کے نصفا نصف تقسیم کردیا جائیگا پھر جو کچھ محابات اخیرہ کے حصہ مین آیا ہو وہ دونون محاباتون اور عتق کے درمیان حصہ رسد تقسیم ہوگا۔ اور اگر آزاد کیا پھر محابات کی پھر آزاد کیا تو تہائی مال درمیان محابات اور عتق اول کے تقسیم ہوگا پھر جو عتق کے حصہ مین آیا ہو وہ عتق اول اور عتق ثانی کے درمیان تقسیم ہوگا اور صاحبین رہ کے نزدیک ہر حال مین عتق اولے ہو کذا فی الہدایہ اور محابات کی صورت یہ ہو کہ مریض نے سو درم کی چیز پچاس درم مین فروخت کردی یا پچاس درم کی چیز سو درم مین خریدی تو جسقدر مال صورت خریدمین زائد دیا ہو یا بیع مین کم لیا ہو وہ محابات ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اگر وصیت کی کہ میرا غلام میری موت کے بعد آزاد کیا جاوے یا کہا کہ تم لوگ اُسکو آزاد کردو یا کہا کہ میری موت سے ایک روز بعد وہ آزاد ہو اور ایک شخص کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تہائی مال مین حصہ دار ہونگے اور یہ ایسا عتق نہین ہو جو تہائی مال سے ابتدأً شروع کیا جاوے پھر اگر کچھ بچے تو موصی لہ وغیرہ کا ہو بلکہ ابتدا جب شروع کیا جائیگا کہ جب اُسنے یون کہا کہ وہ غلام میری موت کے بعد آزاد ہو بطور مدبر کہا یا اُسکو اپنے مرض مین فوراً آزاد کردیا یا کہا کہ اگر اس مرض مین مجھے موت آوے تو یہ آزاد ہو تو ایسے کے حق مین یہ حکم ہو کہ وصیت سے پہلے اُسکے ساتھ ابتدا کیجائیگی اسی طرح جو عتق بعد موت کے بلا قید وقت واقع ہو اُسکی ابتدا وصیت سے پہلے ہوگی یہ مبسوط مین ہو اور اگر کہا کہ وہ میری موت کے ایک روز یا ایک مہینہ بعد آزاد ہو پھر مدت گذر گئی تو امام محمد رہ سے ابن سماعہ کی روایت کے موافق یہ حکم ہو کہ بدون اعتاق وارثان یا وصی کے وہ آزاد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر اپنی باندی کو اپنے مرض مین آزاد کردیا اور بعد آزاد ہونے کے قبل موت مریض کے یا بعد موت مریض کے بچہ جنی تو اُسکا بچہ وصیت مین داخل نہوگا اور اگر اُسنے ایک غلام کو مدبر کیا اور دوسرے سے کہا کہ اگر مجھے اس مرض مین موت آجاوے تو تو آزاد ہو پھر اسی مرض مین مرگیا تو دونون تہائی مین حصہ دار ہونگے اسواسطے کہ بعد موت کے استحقاق مین مساوی

ہین بدین معنی کہ دونون کے حق مین اُسنے مرض الموت مین کہا ہو (پس دونون موصی لہ ہوسے) پس تہائی مال مین حصہ دار
ہونگے اور اگر اپنے غلام کے واسطے کسی قدر دراہم معلومہ کی یا کسی چیز معلوم کی وصیت کی تو جائز نہین ہو اور فرمایا کہ اگر اُسکے
واسطے کسی قدر اُسکے رقبہ کی وصیت (یعنے مثلاً تیرا چوتھائی تیرے واسطے وصیت ہو) تو اسقدر آزاد ہوجائیگا اور باقی
کے واسطے سعایت کریگا یہ امام اعظم رح کا قول ہو یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہو کہ اپنی زندگی مین اُسکو اُسکے رقبہ مین سے کسی قدر
ہبہ کردیا اور اگر اُسکے واسطے پورے رقبہ کی وصیت کی تو تہائی مال سے آزاد ہوگا اسی طرح اگر اُسکو اُسکا رقبہ ہبہ کیا یا اُسپر صدقہ
کردیا اور یہ اپنے مرض مین کیا تو بھی تہائی سے آزاد ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر اپنے غلام کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت
کی تو وصیت جائز ہو اور تہائی غلام بعد موت کے آزاد ہوجائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر اُسکا مال درم یا دینار ہون تو غلام کی دوتہائی
قیمت اگر اسی قدر ہو جسقدر اُسکے واسطے باقی مال سے واجب ہوا ہو تو قصاص ہوجائیگا یعنے بدلا برابر ہوکر پورا غلام آزاد ہوجائیگا
اور اگر مال مین اُسکا حق زائد ہو تو بقدر زائد اُسکو دیدیا جائیگا اور اگر غلام کی دوتہائی قیمت مین زیادتی ہو تو بقدر زائد وارثون
کو دیدیگا اور اگر ترکہ عروض ہو تو بدلا برابر نہین ہوسکتا ہو جبتک وارثون و غلام مین باہمی رضامندی نہوجاوے اسواسطے کہ
جنس مختلف ہو اور بعد رضامندی باہمی کے قصاص ہوجائیگا پس اگر رضامندی نہوئی تو اُسپر لازم ہوگا کہ اپنی دو تہائی قیمت
سعایت کرکے ادا کرے اور غلام کے واسطے اُسکے باقی مال سے تہائی ملیگی اور وارثون کو اختیار ہوگا کہ باقی مالون مین سے
تہائی فروخت نہ کرین یہانتک کہ اُنکو سعایت کا مال حاصل ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین کے نزدیک پورا غلام مدبر
ہوجائیگا اور جب مریض مرجاوے تو پورا غلام آزاد ہوجائیگا اور عتق باقی تمام وصایا تون سے مقدم رہیگا پس اگر تہائی مال اُسکی
مقدار قیمت سے زائد ہو تو وارثون پر واجب ہوگا کہ زیادتی اُس غلام کو دیدین اور اگر اُسکی قیمت زائد ہو تو زیادتی کے
واسطے اُسپر سعایت کرنی واجب ہوگی یہ بدائع مین ہو۔ اور اگر اپنے غلام کی کسی شخص کے واسطے وصیت کی پھر اس غلام
کو آزاد کرنے یا مدبر کرنے کی وصیت کی تو یہ وصیت اول سے رجوع ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر اپنے مرض مین اپنے
ایک غلام سے اور ایک مدبر سے جن دونون کی قیمت برابر ہو یہ کہا کہ تم دونون مین سے ایک آزاد ہو پھر بیان کرنے
سے پہلے مرگیا تو تہائی مال دونون مین تین حصے ہوگا جسمین سے ایک حصہ غلام کے واسطے اور دو حصہ مدبر کے واسطے
ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میرے غلام سے اسقدر درم نہ لیے جاوین پھر آزاد کردیا جاوے تو جسقدر مریض نے اُسکے
ذمہ سے گھٹائے ہین وہ اُسکو تہائی مال سے بطور وصیت ملینگے پس اگر وہ مقدار جو مریض نے غلام کے ذمہ سے گھٹائی ہو
مریض کا تہائی مال ہو تو غلام پر سعایت واجب نہوگی اور اگر تہائی سے زائد گھٹائے ہون تو زیادتی کے واسطے سعایت کریگا یہ
محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر اُسنے کہا کہ ہر مملوک جو میری صحبت مین قدیم سے ہو اُسکو آزاد کردو یعنی وصیت کی تو جو مملوک
ایک سال سے اُسکے پاس ہو وہ آزاد کیا جائیگا اور یہی مختار ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے
پسر کا غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پھر مرگیا تو امام اعظم رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو اور امام ابو یوسف رح
نے فرمایا کہ وصیت صحیح ہو پس بقدر قیمت غلام کے دیگر خرید کرکے آزاد کیا جائیگا اور اگر موصی کی موت سے پہلے وارث نے
وہ غلام کسی شخص اجنبی کے ہاتھ فروخت کردیا تو بالاجماع خرید کرکے آزاد کردیا جائیگا اور اگر وارث نے اُسکو موصی کی موت
کے بعد کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ غلام
مذکور کی قیمت دیکر خرید کرکے آزاد کیا جائیگا ایک شخص نے کہا کہ یہ میرا غلام آزاد ہو مین نے یہ وصیت کی تو فرمایا کہ یہ آزاد

کرنے کی وصیت ہو پس بعد موت موصی کے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ فلان شخص کا غلام خریدا جاوے تو فرمایا کہ جسقدر اُسکی
قیمت ہو اُسکے عوض خریدا جائیگا اُس سے زیادہ داموں کو نہیں خریدا جائیگا پس اگر فلان شخص نے جسکا غلام ہے اپنا غلام فروخت کرنے
سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن وارثوں کو واپس دیگا اور اگر اُسنے کہا کہ فلان کا غلام خرید کرکے اُسکو آزاد کر دینا اور اُسکے مولے
نے اُسکے فروخت کرنے سے انکار کیا تو وصی اُسکا ثمن روک رکھیگا یہانتک کہ غلام مذکور خریدنے سے مایوسی ہو جاوے کہ وہ غلام
مرجاوے یا آزاد کر دیا جاوے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے وصیت کی پھر وصیت کی کہ یہ غلام عمرو کے
ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بیان کیا اور اگر ثمن میں استقدر کمی کی کہ بہ نسبت قیمت کے تہائی مال کا نقصان ہے اور موصی کا سوائے
اس غلام کے کچھ مال نہیں ہو تو عمرو کو اختیار ہوگا چاہے غلام کا پانچ چھٹا حصہ اُسکی دو تہائی قیمت کے عوض لے لے یا ترک کر دے
اسواسطے کہ محابات کی وصیت بمنزلہ اور وصیتوں کے ہوتی ہے اور اس مقام پر دونوں وصیتیں برابر ہیں کہ ہر ایک وصیت
تہائی مال کو حاوی ہے پس تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی کہ عمرو کو نصف تہائی یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور زید کو بھی چھٹا
حصہ اسی قدر ملیگا پس باقی غلام میں سے فقط پانچ چھٹے حصے عمرو کے ہاتھ دو تہائی قیمت میں فروخت کیے جاوینگے
اور زید کے واسطے اُسکا چھٹا حصہ ہے وہ زید کو دیا جائیگا اور اگر عمرو نے اُسکے خریدنے سے انکار کیا تو زید کو پوری تہائی
غلام کی ملیگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر فقط ایک غلام چھوڑا اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور وصیت کی کہ زید کے ہاتھ ہزار
درم کو فروخت کیا جاوے پھر اُس غلام کی وصیت کر دی تو یہاں تین صورتیں ہیں یا تو عین غلام کی وصیت کی یا مال کی
یا تہائی کی پس اگر وصیت اول کے بعد یا اُس سے پہلے عین غلام کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی یا اجازت
دی مگر زید نے اجازت نہ دی تو دوسرے موصی لہ کو چھٹا حصہ غلام کا ملیگا اور باقی پانچ چھٹے حصے زید کے ہاتھ بعوض
ہزار درم کے پانچ چھٹے کے فروخت کیا جائیگا اور یہ وارثوں کو ملیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہ صاحبین رحمہ اللہ کا قول ہے اور
امام اعظم رح کے نزدیک دوسرے موصی لہ کو غلام کا بارہواں حصہ ملیگا اور زید کے ہاتھ گیارہ حصے اسکی باقی قیمت کے
عوض فروخت کیے جاوینگے اور وہ قیمت وارثوں کو ملیگی۔ اور اگر وارثوں نے اجازت دیدی اور زید بھی راضی ہوگیا تو پھر
موصی لہ انہیں اپنی پوری وصیت کے حساب سے شریک کیا جائیگا پس وہ غلام دونوں موصی لہ میں نصفا نصف ہوگا کہ نصف
غلام دوسرے موصی لہ کو ملیگا اور باقی نصف زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا۔ اور اُسکا ثمن وارثوں میں تقسیم ہوگا اور وجہ دوم
یہ ہے کہ اُسنے یہ وصیت کی کہ غلام اُسکا زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کے واسطے اپنے پورے مال کی
وصیت کی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مسئلہ مثل اول کے ہے مگر فرق یہ ہے کہ عمرو اس صورت میں وارثوں سے ہزار
درم ثمن میں سے اُسکا چھٹا حصہ لے لیگا اور مسئلہ اول میں اُسکو ثمن میں سے کچھ نہیں مل سکتا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں موصی نے
اُسکے واسطے مال کی وصیت کی ہے اور ثمن بھی مال ہے جیسے رقبہ تو ثمن سے اسکی وصیت کا نفاذ ممکن ہے اور مسئلہ اول
میں عین کی وصیت کی ہے وہ رقبہ ہے اور ثمن سوائے عین کے دوسری چیز ہے پس ثمن سے اسکی وصیت کی تکمیل نہیں ہو سکتی
ہے اور وجہ سوم یہ کہ زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کرنے کی اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اس صورت
میں امام محمد رح کا قول مثل قول امام ابوحنیفہ رح کے ہے کہ عمرو اُس غلام کے بارہ حصوں میں سے ایک حصہ لے لیگا اور
باقی گیارہ حصے غلام کے زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیے جاوینگے لیکن اس صورت میں عمرو وارثوں سے
ثمن میں سے لیکر اپنی تہائی پوری کر لیگا اس وجہ سے کہ اسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہے اور ثمن مال ہے۔ اور

امام ابو یوسف رح کے نزدیک پورا غلام زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا اور ثمن مین سے تہائی عمرو کو دیا جائیگی یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر وصیت کی کہ ان ہزار درہمون سے میری طرف سے ایک غلام آزاد کیا جاوے پھر انمین سے ایک درم ضائع ہوگیا تو باقی سے امام اعظم رح کے نزدیک غلام خرید کرکے آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ما بقی سے غلام خرید کرکے آزاد کیا جائیگا اور اگر وصیت کی کہ میرے تمام مال سے غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے مگر وارثون نے اجازت ندی تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہوجائیگی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کرکے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک غلام ہزار درم کے عوض خرید کرکے آزاد کیا جاوے مگر ہزار درم اسکے تہائی مال سے زائد ہین تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت باطل ہوا اور صاحبین رح نے فرمایا کہ تہائی مال سے غلام خرید کر آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ان سو درم سے حج کیا جاوے پھر انمین سے ایک درم تلف ہوگیا تو جہان سے باقی درمون سے پہونچ سکے وہان سے حج کرایا جائیگا اور اگر کچھ تلف نہوا تو انسے حج کیا جائیگا پھر اگر انمین سے کچھ باقی رہا تو حاجی وارثون کو واپس کردیگا اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر اس سے کہا گیا کہ تیرا تہائی اس کام کے واسطے کافی نہوگا پس اُسنے کہا کہ اس مال سے حاجی کی مدد کرو تو محتاج حاجیون کی مددگاری کیجائیگی۔ اور اگر اپنے غلام آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور مرگیا پھر غلام نے کوئی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر وارثون نے اُسکا فدیہ دیا تو فدیہ مال وارثون سے ہوگا اور غلام مین وصیت نافذ کرینگے۔ اگر اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی پھر مرگیا اور ایک غلام و مال و وارث چھوڑا پھر موصی لہ نے کہا کہ میت نے اسکو اپنی صحت مین آزاد کیا ہے اور وارث نے کہا کہ اپنے مرض مین آزاد کیا ہے تو وارث کا قول قبول ہوگا اور موصی لہ کو کچھ نملیگا الا اُس صورت مین کہ تہائی مین سے کچھ بچ جاوے یا اس امر کے گواہ قائم ہون کہ میت نے اسکو صحت مین آزاد کیا تھا اور اگر ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا اور غلام چھوڑا پس زید نے وارث پر دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور غلام نے دعوی کیا کہ تیرے باپ نے مجھے اپنی صحت مین آزاد کیا ہے پس وارث مذکور نے جواب دیا کہ تم دونون سچے ہو تو غلام مذکور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور یہ قیمت قرضخواہ کو دیدیجائیگی۔ اور یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ کچھ بھی سعایت نکریگا اور سے علے ہذا الخلاف اگر ایک شخص مرگیا اور ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے پس زید نے دعوی کیا کہ تیرے باپ پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور عمرو نے دعوے کیا کہ یہ ہزار درم جو تیرے باپ نے چھوڑے ہین میری ودیعت ہین اور وارث نے کہا کہ تم دونون سچے ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ہزار درم متروکہ دونون مین نصفا نصف ہونگے اور صاحبین رح کے نزدیک ودیعت والے کو ملینگے یعنی فقط عمرو لے لیگا یہ کافی مین ہے۔ اگر دو بیٹے اور سو درم قیمت کا غلام چھوڑا حالانکہ اسکو اپنے مرض مین آزاد کرچکا ہے اور وارثون نے اسکی اجازت دیدی تو وہ سعایت نکریگا یہ ہدایہ مین ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنے مرض مین اپنا بیٹا ہزار درم کو خریدا اور یہی اُسکی قیمت ہے اور سوا اسکے اُسکے پاس ہزار درم تھے تو اُسکا بیٹا خرید کردہ آزاد ہوگا اور اُسپر سعایت واجب نہوگی اور وارث ہوگا یہ امام ابو حنیفہ رح کا قول ہے اور صاحبین رح نے فرمایا کہ ہزار درم اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا مگر اُسکی میراث سے قصاص ہوجائیگا۔ اور اگر پانچ سو درم قیمت کا اپنا بیٹا ہزار درم مین خریدا اور پانچ سو درم قیمت کا اپنا غلام آزاد کردیا اور سوا اسکے ان دونون کے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک محابات مقدم ہوگی اسواسطے کہ اُسنے محابات کو پہلے کیا ہے اور ثلث مال اسمین مستغرق ہوگیا پس

دونون غلامون مین سے ہر ایک پر اپنی قیمت کے واسطے سعایت لازم ہوگی اور بیٹا کچھ وارث نہوگا اسواسطے کہ اُسپر سعایت واجب
ہر اور صاحبین رح کے نزدیک عتق مقدم ہو لیکن بیٹا چونکہ وارث ہوا اسواسطے اُسکے لیے وصیت نہوگی لیکن دونون غلام مفت آزاد
ہوجائیگا اور بیٹا اپنی قیمت کیواسطے سعایت کریگا اور بائع سے مطالبہ کیا جائیگا کہ جسقدر اُسکے ثمن مین قیمت سے زائد ہو اُسکو
واپس کردے پس یہ مال موافق فرائض کے وارثون مین میراث ہوگا اور اگر ہزار درہم قیمت کا بیٹا ہزار درہم مین خریدا اور ہزار درم
کا دوسرا غلام آزاد کردیا تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال مین دونون حصہ دار ہوجائینگے اور حصہ سے زائد جسقدر قیمت ہو اُسکے
اُسکے واسطے بیٹا سعایت کریگا اور اُسکو میراث نملیگی اور صاحبین رح کے نزدیک بیٹا وارث ہوگا مگر اُسکے واسطے وصیت نہوگی
پس اُسپر واجب نہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور میراث کے حصہ سے جو اسپر سعایت قیمت واجب ہوئی ہے اُسکا بدلا
ہوجائیگا۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی باندی کو آزاد کیا پھر اُس سے نکاح کرلیا حالانکہ وہ مریض تھا پھر اُس باندی کے ساتھ
دخول کیا اور باندی کی قیمت ہزار درم تھی اور اُسکا مہر مثل سو درم ہو پس اگر اُسکی قیمت اور مہر المثل تہائی مال سے برآمد ہوسکتا ہو
تو مین اُسکے واسطے میراث قرار دونگا اور مہر دلاؤنگا اور نکاح جائز قرار دونگا۔ اور اگر اُسکی قیمت و مہر تہائی سے برآمد نہو تو اُسکو
اُسکا مہر المثل دیا جائیگا اور بعد مہر نکال لینے کے جو باقی ہو اُسکی تہائی دیجائیگی پھر باقی قیمت کے واسطے سعایت کریگی اور اُسکو
میراث نملیگی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کا قول ہو اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ نکاح جائز ہو ہر حال مین اسواسطے
کہ جسپر سعایت واجب ہو وہ صاحبین رح کے نزدیک ایسی حرہ ہوتی ہو جسپر قرضہ ہو پس اُسکو اُسکا مہر المثل ملیگا
اور میراث ملیگی اور اُسپر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کے واسطے سعایت کرے اور اگر ہزار درم قیمت کی اپنی باندی
آزاد کردی پھر اس سے سو درم قرض لیے پھر اُس سے نکاح کیا اور اُسکے ساتھ دخول کیا یہانتک کہ مرگیا اور سوا اسکے
دو ہزار درم چھوڑے تو صاحبین رح کے نزدیک یہ دونون صورتین یکسان ہین اور نکاح جائز ہو اور وہ وارث ہوگی اور
اُسکو مہر المثل ملیگا بسبب اسکے کہ موت سے نکاح کی انتہا ہوگئی اور اُسکا قرضہ جو میت نے لیا ہو وہ ملیگا اسواسطے کہ اُس کا
سبب معائنہ ہوا اور اُسپر اپنی قیمت کے واسطے سعایت واجب ہوگی اور اُسکے واسطے وصیت نہوگی اور امام اعظم رحمہ اللہ
کے نزدیک نکاح باطل ہوا اور یہ مال متروکہ مین سے اپنا قرضہ وصول کریگی پھر تہائی باقی مال کی بطریق وصیت کے اُسکو
ملیگی اور چونکہ اُسکی قیمت و مہر المثل تہائی مال سے زائد ہو اسواسطے نکاح باطل ہوا۔ اور اگر اُس باندی کو آزاد کردیا اور سوا
اسکے اسکا کچھ مال نہین ہو پھر اُس سے نکاح کیا پھر اُس سے (٢٠٠) دوسو درم قرض لیے اور اُنکو اپنی ذات پر خرچ کرڈالا اور یہ اپنے
مرض مین کیا ہو پھر مرگیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نکاح باطل ہوا اور باندی مذکور کو میراث نملیگی اور اگر اُسکے ساتھ دخول کیا
ہو تو اُسکو مہر بھی نملیگا اور قرضہ کے بعد باقی کی تہائی کے واسطے اُسپر سعایت واجب ہوگی۔ اور اگر اُسکو اپنے مرض مین آزاد
کیا پھر اس سے نکاح کیا اور سوا اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہو پھر اسقدر مال کمایا کہ یہ باندی اور اسکا مہر اُسکی تہائی سے برآمد ہوتا
ہو تو نکاح جائز ہوا اور اُسکو مہر و میراث ملیگی اور اُسپر سعایت واجب نہوگی یہ مبسوط مین ہو اور اگر ایک رقبہ کے آزاد کرنے کی وصیت
کی اور تہائی مال سے اُسکو اسقدر مال دینے کی وصیت کی پس اگر باندی معینہ ہو تو اُسکے واسطے عتق و مال دونون جائز
ہونگے اور معینہ نہو تو عتق جائز ہوگا اور وصیت مال جائز نہوگی الا اُس صورت مین کہ میت نے یہ کہا ہو کہ مین نے یہ بھی
کی رائے پر چھوڑ دیا اگر وہ چاہے تو باندی کو مال دیدے تو جائز ہو مثل اس قول کے کہ میرا مال جہان تیرا جی چاہے
صرف کر۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر گیہون یا درمون سے ایک غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے

اور اُسکا ایک غلام ہو تو یہ جائز نہیں ہو کہ اُسکا وہ غلام جو اُسکے پاس ہو آزاد کیا جاوے بخلاف اسکے اگر یہ وصیت کی کہ اسقدر درمون وغیرہ سے اسقدر گیہون خریدے جاوین اور مسکینون کو تقسیم کر دیے جاوین حالانکہ اُسکے پاس گیہون موجود ہین تو جائز ہو کہ ان گیہون سے جو اُسکے پاس موجود ہین مسکینون پر تقسیم کیے جاوین۔ اور اگر کہا کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا تو وہی سے کہا جائیگا کہ میت کے پاس وقت موت کے جو غلام موجود تھا وہ آزاد کر دے اور اگر اُسنے یہ غلام فروخت کیا ہو پھر اُسکو خرید کر کے آزاد کیا تو جائز ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ جو غلام موت کے وقت اُسکی ملک میں ہو اُسکا آزاد کرنا جائز نہیں ہو اور اُسکے اس قول مین کہ میری طرف سے ایک غلام آزاد کرنا اور اس قول مین کہ میرے واسطے ایک غلام خرید کر کے اُسکو آزاد کرو کچھ فرق نہین ہو محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام آزاد کیا جاوے اور غلام نے اسکے قبول سے انکار کیا تو وہ تہائی مال سے آزاد ہوگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر تین غلام مساوی قیمت کے اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر ایک غلام نے دعوی کیا کہ مریض نے اپنے مرض مین مجھے آزاد کر دیا ہو پھر بیٹے وارث سے قسم لیگئی اور اُسنے قسم کھانے سے انکار کیا تو بلا سعایت اُسکے عتق کا حکم دیا جائیگا اور اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی دعوی کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ آزاد کیا جائیگا اور اپنی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اسی طرح تیسرے نے اگر ایسا کیا تو اُسکا بھی یہی حکم ہو اور اگر اول نے سوائے قاضی کے کسی کے سامنے جو دونون نے قرار دیا تھا مقدمہ پیش کر کے عتق کا حکم حاصل کیا ہو تو دوسرا غلام درحالیکہ مسئلہ بحالہ ہو بلا سعایت آزاد ہو جائیگا اسی طرح اگر تیسرے نے دعوی عتق ایک حکم کے پاس کیا جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہو تو اُسکا بھی یہی حکم ہوگا۔ اور اگر اول نے ایک حکم کے پاس جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہو مقدمہ اپنا پیش کیا اور حکم نے بسبب نکول مدعا علیہ کے اُسکی آزادی کا حکم دیا پھر دوسرا غلام وارث کو قاضی کے پاس لیگیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو دوسرا بھی بلا سعایت آزاد ہو جائیگا پھر اگر تیسرا غلام بھی وارث کو قاضی کے پاس یا کسی حکم کے پاس جسکو دونون نے برضامندی مقرر کیا ہو اپنا ایسا ہی دعوی پیش کیا اور وارث نے قسم سے انکار کیا تو وہ بھی بلا سعایت آزاد ہوگا۔ اور بعض نے فرمایا کہ اگر دوسرے کا آزادی کا حکم قاضی کی طرف سے ہو تو تیسرا غلام اپنی پوری قیمت رقبہ کے واسطے سعایت کریگا اور جو حکم اوپر مذکور ہوا ہی اسکی تاویل یہ ہو کہ حکم اُسوقت ہو کہ جب ثانی غلام کے مرافعہ سے پہلے غلام ثالث نے مرافعہ کیا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر ایک غلام کے آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور دوسرے غلام کی فلان شخص کے ہاتھ اسقدر ثمن پر فروخت کرنے کی وصیت کی حالانکہ بہ نسبت قیمت کے ثمن مین سے اسقدر کم کیا ہو کہ اُسکا تہائی مال ہوتا ہو تو یہ تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر دو غلام چھوڑے اور دو وارث چھوڑے اور دونون غلام اُسکے تہائی مال کے برابر ہوتے ہین اور وصیت کی ہو کہ ان دونون مین سے ایک غلام زید کو دیا جاوے تو دونون وارثون پر جبر کیا جائیگا کہ دونون غلامون مین سے کسی ایک پر وصیت ہونے کے واسطے اتفاق کرین اور اگر موصی لہ نے دونون غلامون کو آزاد کر دیا پھر وارثون نے کسی ایک پر اتفاق کیا تو وہی آزاد ہو جائیگا اور اگر موصی لہ نے کسی معین کو آزاد کیا پھر وارثون نے بھی اسی پر اتفاق کیا تو وہ آزاد ہوگا۔ اور اگر میت نے ان دونون مین سے ایک آزاد کیے جانے کی وصیت کی پھر دونون وارثون نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے ایک ایک کو اختیار کیا تو دونون پر جبر کیا جائیگا کہ ایک ہی غلام پر اتفاق کرین۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے دونون غلامون مین سے ایک کو میت کی طرف سے آزاد کیا پھر دوسرے کو تو دوسرا میت کی طرف سے ہوگا اور پہلا خود وارث کی طرف سے ہوگا پس اگر خوشحال ہو تو اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ہر ایک نے ایک ساتھ کہا کہ مین نے یہ غلام میت کیطرف سے آزاد کیا تو دونون پر جبر کیا جائیگا کہ دونون ایک

ہی غلام پر اتفاق کرین پس جب دونون نے ایک پر اتفاق کیا تو دوسرا غلام اُسکے آزاد کرنے والے کیطرف سے ہوا پس اپنے شریک کے حصہ کا ضامن ہوگا بشرطیکہ خوشحال ہو۔ اور اگر دونون نے آزاد نکیا بلکہ دونون نے ایک غلام پر اتفاق کیا کہ اسکو میت کیطرف سے آزاد کرین پھر دونون نے رجوع کر کے دوسرے کو اسواسطے معین کیا تو دونون کو رجوع کا اختیار نہوگا اور اول ہی میت کیطرف سے آزاد کیا جائیگا پس اگر دونونمین سے ایک وارث نے اول غلام جسکو دونون نے معین کیا ہی آزاد کردیا تو میت کیطرف سے اُسکا آزاد کرنا صحیح ہو اسی طرح دونون کے باتفاق معین کرنے کے بعد اُسکو وصی نے آزاد کردیا تو بھی صحیح ہو اور اگر اپنے غلام آزاد کرنے کی وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو تو وارث کی جانب سے قرابت ہونے کی وجہ سے وصی آزاد نہوگا اور نہ وصی کی جانب سے بسبب قرابت کے آزاد ہوگا اور وہ دونون مین سے جسنے اُسکو آزاد کیا میت کی طرف سے آزاد ہوجائیگا۔ اور اگر وصی نے اُسکے عتق کی تعلیق شرط یا اضافت کے ساتھ یا وقت آیندہ کے ساتھ کی تو آزاد نہوگا۔ اور وارث کیطرف سے ایسی تعلیق مین آزاد ہوجائیگا جبکہ شرط پائی جاوے اور یہ میت کیطرف سے آزادی ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اس سے زیادہ کچھ نکہا یا وصیت کی کہ غلام اپنی قیمت سے فروخت کیا جاوے تو یہ باطل ہو کیونکہ اس وصیت مین کوئی معنی قربت نہین ہو تاکہ موصی کے حق کیواسطے اُسکی تنفیذ واجب ہو یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ برضامندی دختر کردیا اور غلام مذکور کی وصیت کسی شخص کے واسطے کردی اور وہ تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو پھر مرگیا تو نکاح فاسد نہوگا اور اگر غلام مذکور موصی لہ کا قریب رشتہ دار ہو تو جبتک موصی لہ وصیت کو قبول نکرے یا وصیت سے پہلے مرنجاوے تب تک اُسکے پاس سے آزاد نہوجائیگا اور اگر میت کے عصبہ کا قریب ہو پس اگر موصی لہ نے وصیت کو رد کیا تو اُنکے پاس سے آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ اُنکی ملک مین داخل ہوا ہو۔ اور اگر غلام مذکور تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو تو نکاح فاسد ہوجائیگا اسواسطے کہ دختر مذکور اُسکے کسی قدر رقبہ کی مالک ہوئی ہو اور اگر غلام مذکور کے عتق کی وصیت کی اور میت کا اسکے سوا سے کچھ مال نہین ہو تو نکاح فاسد نہوگا اور جب وارثون نے اُسکو آزاد کردیا تو اُنکے حصہ کے واسطے اپنی قیمت مین سے سعایت کریگا اور اگر تم آزاد کرنے سے پہلے وہ غلام مرگیا تو وصیت باطل ہوگئی کیونکہ محل عتق فوت ہوگیا ہو اور اگر دختر نے اپنا مہر نہ لیا ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ وصیت باطل کرے اور غلام اُسکے مہر کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا اور مہر دینے کے بعد ثمن غلام مین سے جو کچھ باقی رہے وہ میراث ہوگا۔ اور اگر غلام پر دختر کا مہر بلکہ میت پر اُسکی قیمت کے برابر یا زیادہ قرضہ ہو تو قرضہ کے واسطے فروخت کیا جائیگا اور نکاح فاسد نہوگا پھر اگر مشتری نے بسبب عیب کے بحکم قاضی واپس کردیا تو حال جیسا تھا ویسا ہی ہوجائیگا۔ اور اگر بغیر حکم قاضی واپس کیا اور کسی وجہ سے میت کا قرضہ ساقط ہوگیا تو وصیت غلام باطل ہوجائیگی اور نکاح فاسد ہوجائیگا اسواسطے کہ یہ بیع جدید ہوگی بحق ثالث اور اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو بلکہ غلام نے کوئی جنایت کی جسمین وہ دیدیا گیا یا وارثون نے اُسکا فدیہ دیدیا تو بھی نکاح فاسد نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو اور اگر وصیت کی کہ ایک آدمی فروخت کیا جاوے تو وصیت صحیح ہوگی پھر جس طرح وصیت کی ہو اُسی کے موافق فروخت کیا جائیگا اور اُسکے ثمن مین سے مقدار تہائی سے کم کیجائیگی اگر ایسا کوئی شخص خریدار بنایا جاوے جو وارثون کو اس سے زیادہ دے۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کے ہاتھ فروخت کیا جاوے اور ثمن بیان نہ کیا تو اُسکی قیمت کے عوض زید کے ہاتھ فروخت کیا جائیگا قیمت مین سے کچھ کم نکیا جائیگا چاہے زید اُسکو خریدے یا نخریدے یہ مبسوط مین ہو اور اگر مساوی قیمت کے تین غلام اور ایک وارث چھوڑ کر مرگیا پھر وارث نے ایک غلام سے کہا کہ تجھے میت نے

آزاد نہین کیا پھر کہا کہ نہین بلکہ آزاد کیا ہو پھر دوسرے وتیسرے سے یون ہی کہا تو سب کے سب آزاد ہوجائینگے اور کسی پر
سعایت واجب نہوگی یہی طرح اگر اُسنے پہلے میت کی طرف سے آزاد کرنے کا اقرار کیا پھر انکار کیا تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ اقرار
کے بعد انکار واقع ہونے سے اقرار باطل نہین ہوتا ہو۔ اور اگر اُسنے کہا کہ سب تمکو آزاد نہین کیا ہو پھر کہا کہ نہین بلکہ تمکو آزاد کیا
ہو پھر کہا کہ سب کو تو ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کرینگے یہی طرح اگر کہا کہ تم کو میت نے آزاد کیا ہو پھر کہا کہ تم مین
سے کسی کو آزاد نہین کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہو پھر کہا کہ اُسکو نہین آزاد کیا ہو تو یہ دو تہائی قیمت کے واسطے
سعایت کریگا اور دونون باقیون مین سے ہر ایک نصف قیمت کے واسطے سعایت کریگا اور اگر اسکے بعد دوسرے سے کہا کہ تجھے
آزاد نہین کیا ہو تو تیسرا بلا سعایت آزاد ہوجائیگا اور اول و دوم کی سعایت بحالہ باقی رہیگی۔ اور اگر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہو پھر
کہا کہ اسکو آزاد نہین کیا ہو اور نہ اسکو اور نہ اسکو تو سب آزاد ہوجائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کی سعایت کریگا۔ اور اگر کہا کہ اس
غلام کو مجھے میت نے آزاد نہین کیا ہو اور سکوت کیا پھر دونون باقیون سے بھی اسی طرح کہا پھر کہا کہ تمکو آزاد کیا ہو تو سب آزاد
ہوجائینگے اور ہر ایک اپنی دو تہائی قیمت کے واسطے سعایت کریگا اگرچہ ایک بعد دوسرے کے سب کے عتق سے انکار کیا
ہو۔ اور اگر ایک کیواسطے کہا کہ تجھکو آزاد کیا ہو پھر سکوت کیا پھر دوم و سوم سے بھی اسی طرح کہا تو سب اول اور نصف دوم اور
حصہ سوم از سوم آزاد ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے اور زید کیواسطے
تہائی مال کی وصیت کی تو اُسکا تہائی مال بمقدار تہائی اور بمقدار ادنی قیمت غلام تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر تہائی کے بہرے
مین آوے وہ زید کو ملیگا اور جسقدر ادنی قیمت غلام کے بہرے مین آوے اُس سے غلام خرید کر آزاد کیا جاویگا یہ مبسوط مین
ہو۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی بثمن سو درم کے آزاد کیا جاوے حالانکہ اُسکا تہائی مال سو درم سے کم ہو
تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اُسکی طرف سے کچھ آزاد نکیا جائیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک اُسکے تہائی مال سے خرید کرکے آزاد
کیا جائیگا اور رجا مع صغیر مین مذکور ہو کہ اگر اپنی طرف سے تہائی مال سے ایک آدمی آزاد کرنے کی وصیت کی اور وصی نے اسکی
تعمیل کی پھر اسقدر قرضہ لاحق ہوا جو باقی دو تہائی کو گھیرے ہوے ہو تو عتق مذکور موصی کیطرف سے ہوگا اسی طرح اگر ایسا وصی ہو
جسکو قاضی نے مقرر کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر قاضی یا امین قاضی نے ایسا کیا پھر قرضہ ظاہر ہوا تو عتق باطل ہوگا اور قاضی اُسکا
امین اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا نہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ زید کا غلام خرید کرکے میری طرف سے
ایک آدمی آزاد کیا جاوے تو وہ غلام تہائی مال سے خریدا جائیگا اور اگر تہائی مال کے عوض زید نے اپنا غلام فروخت کرنے
سے انکار کیا تو تہائی مال روک رکھا جائیگا یہانتک کہ زید اسکے عوض فروخت کرے اور اگر غلام مذکور مرگیا تو اس وصیت کے
نفاذ کا محل فوت ہوگیا پس اُمید نفاذ نرہی پس یہ تہائی مال وارث کو واپس دیا جائیگا اُسوقت ہو کہ جسکے عوض خریدا جاوے
اسکو تہائی بیان کر دیا ہو اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ ان سو درمون معین سے ایک مملوک خرید کرکے تہائی سے میری طرف
سے آزاد کردے پس وصی نے ان دراہم کے عوض خرید کرکے میت کیطرف سے آزاد کر دیا پھر ایک مدعی نے ان سو درمون پر یا
انہین سے بعض پر اپنا استحقاق ثابت کیا یا میت کے مال پر اسقدر قرضہ ثابت ہوا جسکی تہائی سے سو درم زائد ہوتے ہین تو وصی
ان سو درم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کا کچھ مال عین یا دین ظاہر ہوا جو معلوم نتھا اور مملوک آزاد کردہ شدہ کا ثمن اس کا
تہائی ہوتا ہو تو وصی ضمان سے بری ہوجائیگا یہ مبسوط مین ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا غلام فلانہ میرے واسطے فروخت کیا
جاوے اور اُسکے ثمن سے دوسرا غلام خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو فروخت کرکے اُسکے

حاصل یہ ہوگا کہ وصی دو تہائی کے ادا کریگا ۱۲

ثمن سے دوسرا خرید کرکے آزاد کردیا پھر مشتری نے غلام اول مین کوئی عیب پاکر وصی کو واپس دیا تو وصی اُسکے ثمن کا ضامن
ہوگا پھر اگر اُسکو دوبارہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر مثل ثمن اول کے فروخت کیا تو عتق میت کیواسطے جائز ہوگا
اور اگر کم یا زیادہ کے عوض فروخت کیا تو عتق وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے اسی ثمن سے دوسرا غلام خریدکرکے
آزاد کیا جائیگا اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ جب مشتری نے وصی کو بحکم قاضی واپس دیا ہو کہ اسصورت مین سب کے حق مین بیع فسخ ہوگی
پس غلام مذکور میت کی قدیمی ملک مین عود کریگا اور اگر بدون باہمی رضامندی سے ہو تو ایسا نہین ہو اسواسطے کہ باہمی رضامندی سے
جو واپسی ہو وہ متعاقدین کے سوائے تیسرے کے حق مین بیع جدید ہوتی ہو پس ایسا ہوگا کہ گویا وصی نے اسکو نئی خرید پر
اپنے واسطے خریدا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ اور اگر غلام مذکور بسبب عیب کے واپس نہ دیا گیا بلکہ استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری
اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا پھر وصی وارثون کے حصہ مین سے کچھ نہین لے سکتا ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے
ایک آدمی خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے اور اُسکا مال تین سو درم ہو پس وصی نے سو درم مین ایک غلام خرید
کرکے آزاد کیا اور باقی دو سو درم وارثون کو دیدیے پھر وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا اور رقیق کردیا گیا اور وصی نے بائع سے
سو درم لے لیے تاکہ اُنسے دوسرا غلام خرید کرے پس وہ سو درم تلف ہوگئے تو وصی وارثون سے جوکچھ اُنھون نے لیا ہو اُسکا
تہائی لے لیگا تاکہ اُس سے دوسرا غلام خریدے یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور پہلے ایسے جو مقاسمہ ہوگیا ہو وہ جبتک موصی کا
مقصود حاصل ہووے تبتک باطل ہو اور صاحبین رح کے نزدیک وصی نے وارثون کے ساتھ جو حصہ بانٹ کرلیا ہو وہ جائز
رہیگا اور جوکچھ وارثون کو پہونچا ہو اُنہین سے وصی پھر کچھ نہین لے سکتا ہو اور وصیت باطل ہوگئی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے
واسطے فلان مملوک خرید کرکے میری طرف سے آزاد کیا جاوے پس وصی نے اُسکو خریدا پھر وہ مرگیا تو وصیت باطل ہوجائیگی
اسی طرح آزاد ہونے سے پہلے اگر اُسنے کوئی ایسی جنایت کی جسکے جرم مین دیدیا گیا تو بھی وصیت باطل ہوگئی۔ اور اگر وارثون
نے اُسکا فدیہ دیدیا تو فدیہ دینے مین متطوع ہونگے اور وہ میت کیطرف سے آزاد کیا جائیگا۔ اور اگر ایک باندی کے آزاد کرنے کی
وصیت کی اور وہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہین ہوتی ہو تو اُسکا حال بھی ایسا ہی ہوگا۔ اور اگر باندی یا اسکے قبل آزاد کیے
جانے کے بچہ جنی تو بچہ وارثون کا مملوک ہوگا اور باندی ہر دو حال مین وارثون کی قرابت دار نسبی ہو تو اس وجہ سے آزاد
نہو جائیگی بلکہ میت کیطرف سے آزاد کرنے سے آزاد ہوگی اور اگر بعضے وارثون نے اُسکو اپنی طرف سے آزاد کیا تو اُسکی طرف
سے آزاد نہوگی بلکہ میت کیطرف سے آزاد ہوجائیگی اسیطرح اگر وارث نے کہا کہ تو آزاد ہو اگر تو دار مین داخل ہوا یا کہا تو آزاد ہو بعد میری
موت کے تو وہ مدبرہ نہوگی بلکہ اگر دار مین داخل ہوا یا وارث مذکور مرجاوے تو وہ میت کیطرف سے آزاد ہوجائیگی اور اگر وارث نے اُس
سے کہا کہ تو ہزار درم پر آزاد ہو اگر تو قبول کرے پس اُسنے قبول کیا تو مفت آزاد ہوجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری طرف سے ایک رقبہ آزاد
کیا جاوے کسی حق واجب کیوجہ سے جیسے ظہار و کفارہ وغیرہ تو مثل تطوعات کے اُسکے تہائی مال سے آزاد کیا جائیگا اور حج و زکوۃ کا بھی
یہی حکم ہو۔ اور اگر اپنی طرف سے ایک آدمی آزاد کیے جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکے لیے خریدا گیا یا اپنی مملوکہ ایک باندی آزاد کیے
جانے کی وصیت کی اور وہ اُسکا تہائی مال ہو پھر اس رقیق پر کسی نے کوئی جنایت کی تو اُسکا ارش وارثون کو ملیگا اور اگر وارثون نے اُسکا
نکاح کردیا تو جائز نہین ہو۔ اور اگر ایک شخص کو وصیت کی کہ میرا یہ غلام فروخت کرکے اسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کردے پس وصی نے
اُسکو فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا پھر غلام مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے
لیا گیا تو فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رح پہلے فرماتے تھے کہ وصی ثمن مشتری کا ضامن ہوگا اور کسی سے کچھ واپس نہین لے سکتا

ہی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ وصی ثمن کا ضامن ہوگا اور اُسکو مال میت سے واپس لیگا اور یہی صاحبین کا قول ہی یہ مبسوط مین ہی

فصل اگر چند وصیتین مجتمع ہوجاوین تو تہائی مال مین یا تو کل وصیتون کی گنجایش ہوگی یا سب کی گنجایش نہوگی پس اگر سب کی گنجایش ہو تو سب وصیتین تہائی مال سے نافذ کیجائینگی خواہ یہ وصیتین اللہ تعالے کے واسطے ہون مثلاً وصیت نماز جیسے حج فرض و زکوٰۃ و روزہ و نماز و کفارہ و نذر و صدقۂ فطر و قربانی و حج تطوع و روزۂ نفل و بناے مسجد و اعتاق مملوک و ذبح بدنہ وغیرہ یا بندون کے واسطے ہون جیسے زید و بکر و خالد وغیرہ کے واسطے اور اسی طرح اگر تہائی مال مین اسقدر گنجایش نہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی کہ تمام مال سے نافذ کیجاوین۔ اور اگر تہائی مین گنجایش نہو اور وارثون نے اجازت بھی ندی پس یا تو سب وصیتین اللہ تعالے کے واسطے ہونگی یعنے وصایا سے تقرب ہون یا بعض اللہ تعالے کے واسطے ہون بعض بندون کے واسطے ہونگی۔ یا سب وصیتین بندون کے واسطے ہونگی پس اگر سب وصیتین اللہ تعالے کے واسطے ہون پس یا تو سب وصیتین فرائض ہونگی یا سب واجبات ہونگی یا سب نوافل ہونگی یا وصیتون مین فرائض و واجبات و نوافل مین سے سب قسم کی جمع ہونگی پس اگر سب فرائض برابر ہون تو پہلے وہ وصیت نافذ کیجائیگی جسکو موصے نے مقدم کیا ہو یہ بدائع مین ہی۔ اور اگر حج و زکوٰۃ کی وصیت کی تو حج مقدم ہوگا اگرچہ موصی نے لفظاً اُسکو موخر کیا ہو اور کفارۂ قتل و کفارۂ قسم مین جسکو میت نے مقدم کیا ہی وہی مقدم کیا جائیگا اور کفارۂ فطر اور کفارۂ قتل بخطا مین پہلے کفارۂ قتل ادا کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی اور مشائخ نے فرمایا کہ حج و زکوٰۃ و روزہ دونون کفارات پر مقدم کی جائینگی اور کفارات سب کے سب صدقۂ فطر پر مقدم ہین اور صدقۂ فطر قربانی پر مقدم ہی اگرچہ ہمارے نزدیک قربانی بھی واجب ہی لیکن صدقۂ فطر کے واجب ہونے پر اتفاق ہی اور قربانی کا واجب ہونا محل اجتہاد ہی پس بسبب اتفاق ہو اُسکی تقدیم بسبب اُسکے اقوی ہونے کے اولے ہی اسی طرح صدقۂ فطر ایسے روزہ کے کفارہ سے جو رمضان مین نہین رکھا ہی مقدم ہی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ صدقۂ فطر بنسبت نذر کے مقدم کیا جائیگا اور نذر بنسبت قربانی کے مقدم ہی اور قربانی بنسبت نوافل کے مقدم ہی۔ اور یہ سب جو ہمنے ذکر کیا ہی اُسوقت ہی کہ جب وصیتون مین کوئی اعتاق منجز نہو اور اعتاق مرض الموت نہو اور اعتاق معلق بموت یعنے مدبر نکیا ہو اور اگر ہوگا تو پہلے وہی مقدم کیا جائیگا کیونکہ اعتاق منجز و اعتاق معلق بموت قابل فسخ نہین ہوتا ہی پس بسبب قوی ہونے کے مقدم کیا جائیگا۔ ایک شخص نے حج و قربت کے کامون اور ایک مسجد معین کے سامان درستی کی وصیت کی اور اقوام معین کے واسطے اور بھی وصیتین کین اور تہائی مال مین ان تمام وصیتون کے تنفیذ کی گنجایش نہین ہی تو تہائی مال تمام وصیتون پر تنفیذ کیا جائیگا پس جسقدر اقوام معین کے حصہ مین آیا انمین سے ہر ایک اپنا اپنا حصہ رسد لے لیگا اور جسقدر کارہاے ثواب کے بدلے مین پڑا اور انمین سے سواے حج کے کوئی قربت واجبہ نہین ہی تو پہلے حج کی تقدیم کیجائیگی پس اگر سب مال حج مین صرف ہو گیا تو باقی کارہاے ثواب کی وصیتین باطل ہو جائینگی اور اگر حج مین سے کچھ باقی رہا تو نوافل مین سے جسکو میت نے مقدم کیا ہو اُسی سے ابتدا کیجائیگی پھر اسکے بعد جسکو میت نے مقدم بیان کیا ہو علے ہذا القیاس۔ اور اگر میت نے نوافل مین سے کسی کی تقدیم نہ کی ہو تو باقی سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جائیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہی۔ اور آزاد کیے جانے کی وصیت مین اگر اعتاق کسی کفارہ کا واجب ہو تو اُسکا حکم مثل حکم کفارات کے ہی اور ہم اسکو بیان کر چکے ہین اور اگر واجب نہو تو اُسکا حکم مثل نفل وصیتون کے ہی جیسے فقیرون پر صدقہ کر دینا اور مسجد بنانا اور نفل حج کرانا وغیرہ۔ اور اگر وصیتون مین سے بعض اللہ تعالے کے ہون اور بعض بندون کے واسطے ہون پس اگر اُسنے اقوام معین کے واسطے وصیت کی ہو تو وہ لوگ بقدر اپنی اپنی وصیتون کے تہائی مال مین حصہ دار کیے جاوینگے پھر

جسقدر بندون کے حصہ مین پڑا وہ انہین یکسان رہیگا بعض کو بعض پر تقدیم نہو گی اور جو اللہ تعالے وصیتون کے بدلے مین پڑا ہو وہ جمع کرکے پہلے اُس سے فرائض ادا کی جاوینگی پھر واجبات اور پھر نوافل۔ اور اگر اللہ تعالے وصیتون کے ساتھ بندون مین سے ایک شخص معین کے واسطے وصیت ہو تو قربت کی وصیتون کے ساتھ وہ شخص بھی اپنی وصیت کی مقدار پر شریک کیا جائیگا اور ہر جہت قربت ایک علیحدہ شریک قرار دیجائیگی پس اگر اُسنے کہا کہ میرا تہائی مال حج و زکوٰۃ و کفارات و زید کے واسطے ہو تو تہائی مال چار حصون پر تقسیم ہوگا جسمین سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور ایک حصہ حج کے واسطے اور ایک حصہ زکوٰۃ کے واسطے اور ایک حصہ کفارات کے واسطے ہوگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ہر سال سو درم سے حج کیا جاوے تو ایکسال اُسکی طرف سے حج کر دیا جائیگا اسی طرح ثواب کی نظر سے کسی آدمی کا آزاد کرنا اور فقیرون کو صدقہ دینا بھی یہی حکم رکھتا ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر سب وصیتین بندون کے واسطے ہون تو سب سے قوی مقدم ہوگا پھر اُس سے نیچے جو سب سے قوی ہو علی ہذا القیاس اور یہ نہوگا کہ جسکو میت نے مقدم کیا ہے وہی مقدم ہوتے کہ کہا گیا ہے کہ اگر وصایا مین عتق منجز ہو تو باقی وصیتون پر مقدم ہوگا اور اگر سب وصیتین قوت مین برابر ہون تو صاحبان وصیت باہم حصہ رسد بانٹ لینگے اور اسکے معنی یہ ہین کہ سب لوگ اپنے اپنے حق کے واسطے تہائی مال مین بقدر حقوق شریک ہوجائینگے اور یہ نہوگا کہ جسکی میت نے تقدیم کی ہے وہ مقدم کیا جاوے۔ اور اگر سب وصیتین نوافل ہون اور اُنمین سے کوئی معین نہو مثلاً یون وصیت کی کہ میری طرف سے نفل حج کیا جاوے اور وصیت کی کہ میری طرف سے ایک آدمی آزاد کیا جاوے یعنی نفل طور پر اور اُسکو معین نکیا اور اس طرح وصیت کی کہ میری طرف سے فقیرون کو صدقہ دیا جاوے اور اُنکو معین نکیا تو ایسی صورت مین جس سے میت نے شروع کیا ہے اُسی سے شروع کیا جائیگا ظاہر الروایۃ مین امام محمد رح نے اسکو صریح بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح از راہ ثواب ایک غیر معین مملوک آزاد کر دینا ایسی وصیت کی صحت للہ تعالے ہے اور واسطے بندے کے نہین صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ سو درم فقیرون کو دیے جاوین اور سو درم اقرباؤن کو دیے جاوین اور میری قضا نمازون کے واسطے فقیرون کو کھانا دیا جاوے پھر مرگیا اور اُسپر ایک مہینہ کی نمازین قضا ہین اور اُسکا تہائی مال ان سب وصیتون کے واسطے کافی نہین ہے تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ تہائی مال مین تین حصے کیے جاوین سو درم فقیرون کا حصہ اور سو درم اقربا کا اور ہر نماز کے واسطے ایک سیر گیہون کے حساب سے جسقدر گیہون ہون اُنکی قیمت کا ایک حصہ قرار دیکر تہائی مال ان سب پر حصہ رسد تقسیم کیا جاوے پس جسقدر اقربا کے حصہ مین پڑے وہ اُنکو دیدیا جائیگا اور جسقدر فقیرون و طعام کے حصہ مین آوے اُسمین طعام پہلے دیا جاویگا اور جب طعام پورا ہوجاوے تو باقی فقیرون کو دیا جائیگا یعنے نقصان فقیرون کے حصہ مین رکھا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور کسی نے حجۃ الاسلام کی وصیت کی تو اُسکی طرف سے اُسکے شہر سے ایک شخص کو سوار کرکے حج کراوینگے پس اگر نفقہ وصیت یہان سے پورا نہ پڑتا ہو تو جہان سے پورا پڑے وہان سے حج کراوینگے اگر ایک شخص اپنے شہر سے حج کے واسطے نکلا اور راہ مین مرگیا اور وصیت کر گیا کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے تو امام اعظم رح کے نزدیک اُسکے شہر سے حج کرایا جائیگا اور یہی قول زفر رح کا ہے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک جہانتک پہونچ گیا ہے استحساناً وہان سے حج کرایا جائیگا اسی طرح اگر غیر کیطرف سے حج کرنے والا راہ مین مرگیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ کافی مین ہے

چھٹا باب۔ اقارب و اہل بیت و پڑوسیون و بنی فلان اور یتیمون و موالی و شیعہ و اہل علم و حدیث وغیرہ کے

حق مین وصیت کرنے کے بیان مین امام ابوحنیفہ رح نے ایسی وصیت کے استحقاق مین چار شرطون کا اعتبار کیا ہے ایک یہ کہ مستحق دو یا زیادہ ہون دوم یہ کہ اسام اقرب کا اعتبار کرتے ہین یعنی جو اقرب کے ہوتے ہوے ابعد محجوب ہوگا جیسا کہ میراث مین ہوتا ہے سوم یہ کہ موصی کا ذی رحم محرم ہوتے کہ چچا کا بیٹا ایسی وصیت کا مستحق نہین ہے اور چہارم یہ کہ ایسا نہو کہ جو موصی کا وارث ہوسکے اور اسمین عورتین و مرد سب یکسان ہین کذا فی المحیط للسرخسی اور نیز اسمین مسلمان و کافر مذکر و مونث و آزاد و غلام و صغیر و کبیر سب برابر ہین اور صاحبین رح کے نزدیک اسکا ہر رشتہ دار برادری جو ان یا باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہے اس وصیت مین داخل ہوگا اور انتہا اسکی اُس دادا یا نانا تک ہوگی جو اسلام مین اُسکا جد اعلی ہے اور حق وصیت مین اقرب و ابعد و واحد و جماعت و کافر و مسلمان سب برابر ہونگے پھر آیا جد اعلی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے تو بعض نے فرمایا کہ شرط ہے اور بعض نے فرمایا نہین شرط ہے لیکن یہ شرط ہے کہ اُسنے اسلام کا زمانہ پایا ہو اور بعد اسلام کے معروف ہو حتی کہ علوی نے اگر اپنے اہل قرابت کے واسطے وصیت کی تو جس نے اسلام کی شرط لگائی ہے وہ مال وصیت فقط اولاد علی رضی اللہ عنہ کیطرف صرف کریگا اور اولاد ابو طالب کی صرف نکریگا اور جس نے اسلام کی شرط نہین لگائی ہے وہ اولاد ابو طالب کی طرف بھی صرف کریگا یعنی اولاد عقیل و جعفر داخل ہونگے۔ اور اولاد عبد المطلب بالاجماع داخل نہونگے اسواسطے کہ عبد المطلب نے زمانہ اسلام نہین پایا ہے اور نیز وارث بھی بالاجماع داخل نہوگا یہ شرح زیادات عتابی مین ہے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر قریب ایک ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور جب ایسی وصیت مین والد و ولد داخل نہوے پس آیا دادا و نانا و پوتا و ناتی وغیرہ داخل ہونگے تو زیادات مین مذکور ہے کہ داخل ہونگے اور اسمین کوئی اختلاف ذکر نہین فرمایا اور حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ یہ داخل نہونگے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو چچا اور دو ماموں چھوڑے اور یہ لوگ اُسکے وارث نہین ہین مثلاً اُسکے ساتھ میت کا بیٹا بھی ہے تو مال وصیت ہر دو چچا کو ملیگا دونون ماموں محروم رہینگے یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مال وصیت ہر دو چچا و ہر دو ماموں کے درمیان چار حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور دو ماموں ہون تو چچا کو تہائی کا نصف ملیگا اور باقی نصف ہر دو ماموں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک پوری تہائی ان سب مین تین حصہ ہو کر برابر تقسیم ہوگی اور اگر اُسکا ایک چچا ہو اور سواے اُسکے اُسکا کوئی ذی رحم محرم نہو تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی کا نصف اُسکے چچا کو ملیگا اور نصف باقی وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک نصف باقی اُسکے ذی رحم غیر محرم کی طرف صرف کیا جائیگا یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر اُسنے ایک چچا و پھوپھی و ایک ماموں و خالہ چھوڑی تو مال وصیت چچا و پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اسوجہ سے کہ دونون کی قرابت یکسان ہے یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے ایک ذی قرابت یا ایک ذی رحم کے واسطے وصیت کی تو ایک ہی تمام مال کا مستحق ہوگا حتے کہ اگر اُسنے چچا و ماموں چھوڑا تو چچا امام اعظم رح کے نزدیک کل مال کا مستحق ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وصیت واسطے قرابت کے ہو اور اہل قرابت اسقدر ہون کہ شمار سے باہر ہون تو مشائخ نے اسکے جواز مین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے اور محمد بن سلمہ رح نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اہل بیت کے واسطے وصیت کی تو جو شخص اُسکے باپ کی طرف سے اُسکی طرف منسوب ہو داخل ہوگا اور اعلے باپ وہ قرار دیا جائیگا جو زمانہ اسلام مین ہو پس اُس باپ تک جتنے لوگ خاص باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہون سب داخل ہونگے حتی کہ اگر موصی علوی ہو تو اُسکی ایسی وصیت مین کل اولاد علی رضی اللہ عنہ جو باپ کیطرف سے اُسکی جانب منسوب ہو داخل ہوگی اور اگر عباسی ہو تو کل اولاد عباس جو باپ کی طرف سے منسوب ہو داخل ہونگے

خواہ وہ مذکر ہوں یا مؤنث ہوں بشرطیکہ اُنکی نسبت باپ کی جانب سے ہو اور جسکی نسبت ماں کی جانب سے ہو انہیں سے
کوئی داخل نہوگا اسی طرح اگر اُسنے اپنے نسب یا اپنے حسب کے واسطے وصیت کی تو یہ وصیت بھی اُسکے اہل قرابت کے واسطے
جو اسلام کے زمانہ میں انتہائی پدر کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہوں ہوگی حتی کہ اگر اُسکے آبا واجداد اُسکے دین کے برخلاف
غیر دین پر ہوں تو وہ بھی داخل ہونگے اسواسطے کہ نسب وہ ہے کہ جو باپ کی طرف سے اُسکی جانب منسوب ہو نہ ماں کیطرف
سے اور یہی حال حسب کا ہے چنانچہ اگر ہاشمی نے اپنی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اولاد ہوئی تو وہ اپنے باپ کی طرف منسوب
ہوگی نہ ماں کی طرف وحسب اُسکے باپ کے اہل بیت میں نہ ماں کے پس ثابت ہوا کہ حسب ونسب باپ کے ساتھ مختص ہیں
ماں کا دخل نہیں ہے اسی طرح اگر جنس فلاں کے واسطے وصیت کی تو باپ کی اولاد مراد ہوگی اور اسی طرح حی فلاں سے بھی
باپ کی اولاد مثل جنس کے مراد ہوگی اسی طرح آل فلاں کے واسطے وصیت کرنی بھی بمنزلہ اہل بیت فلاں کے ہے اور ایسی
صورت میں اہل قرابت مادری میں سے کوئی داخل نہوگا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اہل بیت کیواسطے
وصیت کی تو اُسکا ولد داخل نہوگا اسواسطے کہ اُسکا ولد اپنے باپ کی طرف منسوب ہے نہ ماں کی طرف الا اُس صورت میں
داخل ہو سکتا ہے کہ جب اُسکا شوہر اُسکے اہل قرابت میں سے ہو یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے
اپنے اہل یا اہل فلاں کے وصیت کی تو یہ وصیت خاصۃً اُسکی زوجہ کے واسطے ہوگی اور کسی کے واسطے نہوگی قیاس
ہے لیکن ہمنے استحساناً یہ حکم دیا ہے کہ اس وصیت میں وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے گھر میں رہتا ہے جسکا نفقہ اُسپر ہے اور اُسکے
ساتھ پرورش پاتا ہے لیکن اس وصیت میں اُسکے مملوک داخل نہونگے اور اگر دو شہروں یا دو بستیوں میں اُسکے اہل ہوں تو بسبب
عموم لفظ کے سب داخل ہو جاوینگے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اُسنے اپنے متفرق تین بھائیوں کے واسطے وصیت کی اور اُسکا
ایک بیٹا موجود ہے تو بھائیوں کے واسطے وصیت جائز ہوگی اور تین حصہ برابر ہو کر تقسیم ہوگی اسواسطے کہ یہ لوگ بیٹے کے
ہوتے ہوئے وارث نہونگے اور اگر دختر ہو تو فقط باپ کی طرف یا فقط ماں کیطرف کے بھائی کے واسطے وصیت جائز ہوگی
اور ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بھائی ہے اُسکے حق میں جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ دختر کے ساتھ بطور عصبہ وارث
ہوگا اور اگر اُس کا بیٹا یا بیٹی نہو تو پوری وصیت باپ کی طرف کے بھائی کے واسطے ہوگی اسواسطے کہ وہ وارث نہوگا
اور حقیقی واخیافی بھائی کے حق میں باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ یہ دونوں اُسکے وارث ہونگے اور اگر ایک عورت مرگئی اور
اُسنے ایک شوہر چھوڑا اور ایک اجنبی کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو اجنبی کے واسطے اُسکا نصف مال ہوگا اور
تہائی مال شوہر کو ملیگا اور چھٹا حصہ بیت المال میں داخل ہوگا اسواسطے کہ اجنبی پہلے تہائی مال بلا منازعت لے لیگا
پھر دو تہائی مال جو باقی رہا اُسمیں سے آدھا شوہر لے لیگا اور باقی رہا تہائی مال سو اُسمیں سے اجنبی کی تمام وصیت پوری
کر دی جائیگی پس چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی ایک چھٹا حصہ بلا مستحق وارث رہگیا وہ بیت المال میں داخل ہوگا اور اگر عورت
نے مال و شوہر چھوڑا اور اپنے قاتل کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو شوہر اُسکا نصف مال لے لیگا اسواسطے کہ قاتل کے
حق میں جو وصیت ہوئی ہے اُس سے میراث مقدم ہے پھر باقی نصف مال کو قاتل موصی لہ سے لیگا اور بیت المال میں کچھ داخل نکیا
جائیگا اور اگر عورت نے اپنے شوہر کیواسطے نصف مال کی وصیت کی اور دوسری کوئی وصیت نہیں کی ہے تو شوہر اُسکا سب مال
لے لیگا یعنی نصف مال بحکم میراث اور نصف مال بحکم وصیت لے لیگا اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو چھوڑی کہ اُسکے
سواے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک اجنبی کے واسطے اپنے پورے مال کی وصیت کی اور اپنی جورو کے واسطے اپنے

تمام ال کی وصیت کی تو اجنبی تہائی مال کو بلا منازعت لے لیگا اور جورو کو باقی کی چوتہائی میراث ملیگی یعنے چھٹا حصہ کل
مال کا پھر نصف مال باقی ہین دونون برابر شریک ہونگے اور اگر کوئی عورت مرگئی اور اپنے پورے مال کی اپنے شوہر کے
واسطے وصیت کی اور سوائے شوہر کے اُسکا کوئی وارث نہین ہوا اور ایک اجنبی کے واسطے بھی اپنے پورے مال کی وصیت
کی یا دونون مین سے ہر ایک کے واسطے نصف مال کی وصیت کی تو پہلے اجنبی تہائی مال بلا منازعت لے لیگا باقی دو تہائی
مین سے نصف مال یعنے ایک تہائی شوہر کو ملیگا اسواسطے کہ اجنبی کے واسطے وصیت بقدر تہائی کے میراث سے مقدم ہوتی
ہو پھر باقی ایک تہائی مال تین حصے کیا جائیگا جسمین سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصہ شوہر کو دیے جائینگے یہ فتاوے
قاضی خان مین ہو۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے اپنے اہل قرابت کے وغیر اہل قرابت کے
وصیت کی تو فرمایا کہ یہ سب اہل قرابت کو دیا جائیگا اسمین سے وارثون کو کچھ واپس نہ دیا جائیگا گویا اُسنے یون کہا کہ واسطے
اپنے اہل قرابت کے و بنی آدم کے وصیت کی۔ اور امام محمد رحنے فرمایا کہ اگر اپنے برادرون کے واسطے تہائی مال کی وصیت
کی تو برادر مین وہ لوگ ہونگے جو اُسکے برادران معروف ہین اور اُسکی طرف منسوب ہین۔ اور اگر اسنے تہائی مال کی واسطے
اپنے حشم کے وصیت کی تو حشم وہ لوگ ہین جنکی وہ شخص پرورش کرتا ہو اُسکے عیال مین ہین اور اُنکو نفقہ دیتا ہو پس اس
وصیت مین اُسکا ولد و والدہ و زوجہ اور اُسکی ام ولد باندیان و مدبر و رقیق داخل نہونگے اور باقی اہل قرابت داخل ہونگے
یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر اپنی قوم وعترت کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہو الا اُس صورت مین کہ یون کہے فقراء قوم
یا فقراء عترت اور اس صورت مین بھی اُنکے مملوک داخل نہونگے۔ اور اگر اسنے قیمی لوگون کے واسطے وصیت کی تو وہ
لوگ ہونگے جو تین سال سے اُسکے ساتھ ہین کذا فی محیط السرخسی **قال المترجم** خزانۃ المفتین مین ایک سال پر فتوے
ہو اور فرمایا کہ اگر بنی فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو اسمین دو صورتین ہین یا تو فلان جسکا نام لیا ہو وہ ایک
قبیلہ کا پدر اعلی ہوگا جیسے بنی تمیم کا تمیم اور بنی اسد کا اسد ہو یا یہ فلان شخص فقط پدر خاص ہوگا یعنے جماعت کثیر کا باپ
نہوگا اور واضح رہے کہ اس باب مین جو سب سے اول ہوتا ہو وہ شعب ہو بفتح شین معجمہ پھر قبیلہ ہو پھر عمارہ ہو پھر بطن ہو پھر
فخذ ہو پھر فصیلہ ہو چنانچہ قریش کے واسطے مضر شعب ہو اور کنانہ قبیلہ ہو اور قریش عمارہ ہو اور قصی بطن ہو اور ہاشم رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پردادا فخذ ہو اور عباس فصیل ہین ایسا ہی شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہو اور ان سب کا بیان اصطلاح
ہو کہ اگر اُسنے بنی کنانہ کے واسطے وصیت کی حالانکہ کنانہ ایک قبیلہ کا پدر ہو تو اس وصیت مین اولاد مضر داخل نہونگے
اور اولاد کنانہ فصیلہ تک داخل ہوجائینگے بشرطیکہ وہ شمار مین ہون اور اگر بنی قریش کے واسطے جو بمنزلہ عمارہ ہو وصیت
کی تو وصیت مین اولاد کنانہ و مضر داخل نہونگی اور اولاد قریش و قصی و اولاد قصی ہاشم و اولاد ہاشم و عباس و اولاد
عباس سب داخل ہوجائینگی اور اگر اولاد قصی کے واسطے جو قریش مین سے ایک بطن ہو وصیت کی تو اولاد مضر و کنانہ و
قریش داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہین وہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی ہاشم کے واسطے جو فخذ ہو وصیت کی تو
جو اُنسے اوپر ہین وہ داخل نہونگی اور جو اُنسے نیچے ہین مع اولاد فصیلہ سب داخل ہونگی اور اگر بنی فصیلہ کے واسطے
وصیت کی تو وصیت مین اولاد عباس و اولاد ابو طالب و اولاد علی کرم اللہ وجہہ داخل ہونگی اور جو اُنسے اوپر ہین
وہ داخل نہونگی اور جب یہ سب معلوم ہوچکا تو ہم اُس مسئلہ کی طرف جو ہمنے اوپر ذکر کرکے چھوڑا ہو توجہ کرتے ہین یعنے
جبکہ ایک شخص نے بنی فلان کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور فلان ایک قبیلہ کا پدر ہو اور اُسکی اولاد مذکر

ومؤنث سب ہین تو بالاجماع اسکا تہائی مال مذکر ومؤنث سب اولاد مین برابر تقسیم ہوگا بشرطیکہ سب شمار مین داخل ہون اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو یہ صورت کتاب مین مذکور نہین ہے اور مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ چاہیے کہ تہائی مال ان سب عورتون کے واسطے ہووے اور اگر سب مذکر ہون تو سب تہائی مال کے مستحق ہونگے اور اگر فلان شخص پدر خاص ہو اور اُسکے اولاد ہو اور سب اولاد مذکر ہون تو مال وصیت انہین کا ہوگا اور اگر اولاد سب مؤنث ہون تو انکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسکی اولاد مین مذکر ومؤنث دونون ہون تو اسمین اختلاف ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ وامام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مال وصیت فقط اُسکی اولاد مذکر کو ملیگا مؤنث کو نہ ملیگا اور اگر فلان مذکور کی اولاد صلبی نہون بلکہ اُسکی اولاد کی اولاد ہون پس اگر اُسکی دختر کی اولاد ہون تو وے اس وصیت مین داخل نہونگے۔ اور یہ حکم اُسوقت ہے کہ اُسنے بنی فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور اگر ولد فلان کے واسطے وصیت کی ہو اور فلان مذکور کی فقط لڑکیان ہین تو وصیت مین داخل ہوجائینگی اور اگر فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہون تو بالاجماع یہ سب مال وصیت کے مستحق ہونگے اور مال وصیت ان سب کو برابر تقسیم کردیا جائیگا مذکر کو مؤنث پر کچھ تفضیل نہوگی اور فرمایا کہ اگر فلان مذکور کی کوئی جورو حاملہ ہو تو جو کچھ اُسکے پیٹ مین حمل ہو وہ بھی وصیت مین داخل ہوجائیگا اور اس وصیت مین اولاد کی اولاد شامل نہوگی اور یہ اُسوقت ہے کہ فلان مذکور پدر خاص ہو اور اگر پدر فخذ ہو تو اُسکے پشت کی اولاد کے ہوتے ہوے بھی اُسکی اولاد کی اولاد شامل ہوجائیگی اور اگر فلان مذکور کے فقط ایک ہی ولد ہو تو پورا مال وصیت اُسی کا ہوگا بخلاف اسکے اگر اولاد فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کا فقط ایک ولد ہو تو وہ نصف وصیت کا مستحق ہوگا اور اگر اولاد فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کی اولاد صلبی موجود نہین ہے تو اُسکے پسرون کی اولاد اس وصیت مین شامل ہوگی اور دخترون کی اولاد کے شامل ہونے مین دو روایتین مختلف ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وارثان فلان کے واسطے وصیت کی تو مال وصیت ان سب مین اس طرح تقسیم ہوگا کہ مذکر کو دو حصہ اور مؤنث کو ایک حصہ کے حساب سے دیا جائیگا یہ ہدایہ مین ہے۔ اور اگر وارثان فلان کے واسطے وصیت کی تو اس وصیت مین لڑکون کی اولاد داخل ہوگی اور لڑکیون کی اولاد شامل ہونے مین دو روایتین ہین اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ اختلاف روایت بھی لڑکیون کی مذکر اولاد کے شامل ہونے مین ہے اور لڑکیون کی مؤنث اولاد کے باب مین ایک روایت واحدہ ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان شامل نہونگی یہ ذخیرہ مین ہے اور اگر بنات فلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ فلان کے لڑکے اور لڑکیان دونون ہین تو وصیت خاصۃً لڑکیون کے واسطے ہوگی اور اگر فلان کے لڑکے ہون اور لڑکون کی اولاد لڑکیان ہون تو وصیت خاصۃً لڑکون کی لڑکیون کے واسطے ہوگی۔ اور اگر فلان کی اولاد مین فقط لڑکیون کی لڑکیان ہون تو وہ وصیت مین شامل نہونگی اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم دو روایت مختلف مین سے ایک روایت کے موافق ہے اور بعض مشائخ رحمہ اللہ کے نزدیک اس حکم مین ایک ہی روایت ہے یعنے اسپر اتفاق ہے کہ لڑکیون کی لڑکیان داخل نہونگی اور اگر موصی نے وصیت کے ساتھ کوئی ایسی بات بیان کی ہو جس سے معلوم ہو کہ اُسنے لڑکیون کی لڑکیان مراد لی ہین مثلاً یون کہا کہ فلان شخص کے لڑکیان ہین اور اُنکی مائین مرگئی ہین پس مین نے اُسکی لڑکیون کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی۔ تو باتفاق الروایات لڑکیون کی لڑکیان شامل ہوجائینگی اسمین مشائخ کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے۔ اور اگر آباے فلان وفلان کے واسطے وصیت کی حالانکہ اُنکے آبا و امہات موجود ہین تو سب وصیت مین شامل ہونگے اور اگر

ملہ ہکذا فی الاصل و درشرح ... [illegible]

اُسکے اباء و امہات نہون بلکہ فقط اجداد و جدات ہون تو وے وصیت مین داخل نہونگے اور اگر اکابر ولد فلان کے واسطے وصیت کی اور فلان شخص کے دو پسر ہین ایک دس برس کا اور دوسرا بارہ برس کا ہو تو منجملہ اکابر کے ہوگا۔ اور اگر بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور فلان پدر فخذ ہے یا بطن ہو یا قبیلہ ہو تو اسمین دو صورتین ہین یا بنی فلان شمار مین داخل ہونگے یا بیشمار ہونگے پس اگر شمار مین داخل ہون تو وصیت صحیح ہوگی خواہ وہ غنی ہون یا فقیر ہون اور اگر بے شمار ہون پس اگر سب فقیر ہون تو وصیت جائز ہوگی اور اگر غنی و فقیر دونون ہون اور انہین سے جتنے غنی ہین وہ بے شمار ہون پہچان مین نہ آتے ہون تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ وصیت باطل ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے وصیت کی اور وہ پانچ ہین۔ پھر ظاہر ہوا کہ وہ تین یا دو ہین تو تہائی ان سب کو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ واسطے ہر دو پسر فلان کے حالانکہ فلان کا فقط ایک لڑکا ہے تو اُسکو تہائی مین سے نصف ملیگا اور اگر کہا کہ واسطے زید و عمرو دو پسر فلان کے پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا فقط ایک لڑکا ہے تو اُسکو تہائی مال پورا ملیگا اور اگر کہا کہ مین نے تہائی مال کی واسطے بنی فلان کے اور وہ تین ہین وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ وہ پانچ ہین تو وصیت ان مین سے تین کے واسطے ہوگی اور ان مین سے تین کے چھانٹنے کا اختیار وارثان موصی کو ہوگا اور اگر انکے ساتھ کسی اجنبی دیگر کے واسطے وصیت کی ہو تو چوتھائی اُسکو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے واسطے بنی فلان کے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ پانچ ہین اور واسطے زید کے تہائی مال کی وصیت کی پھر معلوم ہوا کہ فلان شخص کے فقط تین لڑکے ہین تو زید ان سب کے ساتھ حصہ چہارم کا شریک ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور موصے کو خبر دیگئی کہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہے پس اُس نے خود کہا کہ وہ یہ ہے پھر اُسکا تہائی مال اِس سے زیادہ نکلا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زید کو اُسکے پورے مال سے تہائی ملیگی اور جو تعداد بیان کی گئی ہے وہ باطل ہے اور اُس کا غلطی کرنا مقدار وصیت مین نقصان نہ پیدا کریگا کہ اُسنے حساب مین غلطی کی ہے اور یہ وصیت سے رجوع نہوگا اور یہی امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور اگر کہا کہ مین نے اپنی تمام بکریون کی وصیت کی اور وہ سو بکریان ہین پھر ظاہر ہوا کہ بکریان زیادہ ہین اور سب اُسکے مال سے برآمد ہوتی ہین تو پوری بکریون مین وصیت جائز ہوگی اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنی بکریون کی وصیت کی اور وہ تین ہین حالانکہ اُسکے پاس ان بکریون کے سوا اور بھی بکریان ہین تو قیاساً یہ بھی مثل اول کے ہے لیکن مین اس مقام پر قیاس کو ترک کرتا ہون اور یہ حکم دیتا ہون کہ موصے لہ کو انھین بیان کردہ بکریون مین سے بقدر تہائی مال کے ملینگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اپنے رفیقون کی وصیت کی اور وہ تین ہین پھر ظاہر ہوا کہ وہ پانچ ہین تو پانچون تہائی مال سے وصیت قرار دیے جاوینگے یہ بدائع مین ہے۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے شیعہ و محبین آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو فلان شہر مین مقیم ہین وصیت کی تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ بے شمار ہون تو قیاساً یہ وصیت باطل ہے لیکن استحساناً جائز ہے اور انھین سے جسقدر فقیر ہین انھین کے واسطے ہوگی یہ یتیمون پر قیاس ہے اور فرمایا کہ شیعہ وہ لوگ ہین جو آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف میلان رکھنے کے ساتھ معروف ہین اور وہی اِس نام سے موسوم ہین نہ غیر اور یہی وہم موصے مین واقع ہوگا ایک شخص نے اپنے شہر کے سیدون پر تہائی مال کی وصیت کی تو بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ شمار مین داخل ہون تو مال وصیت اُن مین سے فقیرون و توانگرون سب پر تقسیم کیا جائیگا۔ اسی طرح اگر اہل مسجد فلان کے واسطے وصیت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال مجاوران

گھر کے واسطے نکالا جاوے تو امام ابو نصیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وصیت جائز ہے لیکن اگر وہ لوگ بے شمار ہوں تو انہیں
سے محتاجوں پر تقسیم کیا جائیگا اور اگر شمار میں ہوں تو سب افراد پر تقسیم ہوگا اور شمار کی تعریف امام ابو یوسف رح سے
اسطرح مروی ہے کہ اگر وہ لوگ بدون حساب تحریر کے شمار نہ کیے جاویں تو بے شمار ہیں اور بشر رح نے فرمایا کہ اسکے واسطے
وقت نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر شمار کرنے والا انکے شمار سے فارغ نہونے پاوے کہ انہیں کوئی بچہ پیدا ہو جاوے یا کوئی
مر جاوے تو وہ بے شمار کہلاوینگے اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر وہ سو سے زیادہ ہوں تو بے شمار ہیں اور بعض نے فرمایا کہ
یہ قاضی کی رائے پر ہے اور اسی پر فتوے ہے اور آسان وہ قول ہے جو امام محمد رح نے فرمایا ہے یہ فتاوی قاضی خان میں ہے امام
محمد رح نے فرمایا کہ اگر یتیمان بنی فلان کے واسطے وصیت کی اور یتیمان بنی فلان شمار میں داخل ہیں تو وصیت صحیح ہوگی اور مال
وصیت سب کو دیا جائیگا جیسے کہ اگر یتیمان ہیں کو جو یتیمان اہل دار کے واسطے وصیت کرنے کی صورت میں ہے اور انہیں
غنی و فقیر سب برابر ہیں اور اگر یتیمان بنی فلان بے شمار ہوں تو بھی وصیت جائز ہے مگر انہیں سے محتاجوں کو مال وصیت
دیا جائیگا۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی واسطے ارامل بنی فلان کے وصیت کی اور ارامل بنی فلان شمار میں ہیں یا بے شمار ہیں تو وصیت
جائز ہے اور جب بہر حال وصیت جائز ہے لیکن اگر وہ شمار میں ہوں تو مال وصیت اُن سب افراد کو دیا جائیگا اور اگر بے شمار
ہوں تو جہانتک دسترس ہو اور معلوم ہو جاویں اُنکو تقسیم کیا جائیگا اور ادنی مقدار امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رح کے نزدیک
ایک ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دو ہیں اور اگر واسطے اپنے پڑوسیوں یا فلان کے پڑوسیوں کے وصیت کی حالانکہ پڑوسی
داخل شمار نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے اسی طرح اگر واسطے فلان مسجد والوں یا فلان قیدخانہ والوں کے وصیت کی تو بھی یہی حکم
ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اپنی بیٹیوں کے شوہروں کے واسطے وصیت کی تو یہ شامل ہے کہ جب بیٹی اسکی وقت موت کے
زوجہ ہو اور نیز جو طلاق سے عدت میں ہو اور بائن کے شوہر کو شامل نہیں ہے اور یتیموں کے واسطے وصیت کرنے میں غنی و فقیر
سب شامل ہیں بشرطیکہ داخل شمار ہوں ورنہ خاصتہ فقیر یتیموں کو تقسیم کیا جائیگا اور نیز اندھوں و لنجوں اور قرضداروں اور
مسافروں کے واسطے جو راہ میں محتاج ہو گیا ہے اور قیدیوں و غازیوں و ارامل کے واسطے وصیت میں بھی اگر یہ لوگ داخل شمار
ہوں تو غنی و فقیر سب کو شامل ہے اور اگر بے شمار ہوں تو فقیروں کو تقسیم ہوگا قال ارامل جمع ارملہ وہ عورت ہے کہ بالغ ہو جانے
کے بعد اُس سے مجامعت کی گئی ہو مگر اُسکا شوہر نہیں ہے۔ شاب و فتی پندرہ برس سے تیس یا چالیس برس تک ہے الا اس
صورت پر نہوگا کہ اس سے پہلے اسپر بوڑھا پا غالب ہو جاوے اور کہل تیس سے یا چالیس سے (۶۰) برس تک الا اس
صورت میں پہلے ہوگا کہ اس سے پہلے اُسپر بوڑھا پا غالب ہو جاوے اور شیخ پچاس برس سے ہوتا ہے غلام یعنی لڑکا
پیدائش سے پندرہ برس سے کم ہوتا ہے الا یہ کہ وہ اس سے پہلے محتلم ہو جاوے تو بالغ ہو جائیگا اور عصبہ وہ ہوتا ہے جو اپنے باپ کی قوم
کے بعد باقی رہے اور نیز جو رشتہ بھی عصبہ میں ہیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اپنے پڑوسیوں کے واسطے وصیت کی تو امام اعظم
و امام زفر رح کے نزدیک بنابر قیاس کے وہ لوگ ہیں جو موصی کے دار سے ملاصق ہوں اور استحسان کے موافق ہے
اور یہی قول صاحبین رح کا ہے کہ وصیت تمام ان لوگوں کو شامل ہوگی جو موصی کے محلہ میں رہتے ہیں اور مسجد محلہ انکا محل
اجتماع ہو خواہ وہ مالک ہو یا کرایہ پر رہتا ہو مذکر ہو یا مؤنث ہو مسلمان ہو یا ذمی ہو صغیر ہو یا کبیر ہو سب برابر ہیں مگر غلاموں
و باندیوں و مدبروں وام ولدوں کو شامل نہیں ہے اور مکاتب اس وصیت میں داخل ہے ایسا ہی محیط و زیادات میں بلا
ذکر اختلاف مذکور ہے یہ کافی میں ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے ایک پڑوسی کے واسطے سو درم کی وصیت

کی پھر اپنے پڑوسیون کے واسطے تمام مال کی وصیت کی تو دیکھا جائیگا کہ جسقدر اس خاص پڑوسی کے حصہ میں پڑیگا وہ سو درم ان کی
وصیت مین آتا ہے پس اگر سو درم سے کم ہو تو اُسکو سو درم دیے جاوینگے زیادہ کچھ نہ دیا جائیگا یعنی کثرت اکثر کے ضمن مین داخل
کیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر بنی فلان کے اندھون کے واسطے وصیت کی یا لنجون بنی فلان کے واسطے وصیت کی
پس اگر وہ لوگ داخل شمار ہون تو وصیت مذکورہ اُن مین سے غنی و فقیر و مذکر و مؤنث سب کو شامل ہوگی اور اگر داخل شمار
نہون تو شمار وصیت خاصۃً اُنہین مین سے فقیرون و محتاجون کے واسطے ہوگی۔ اور اگر شابان بنی فلان یا ایامی بنی فلان یا ثیبات
بنی فلان یا ابکار بنی فلان کے واسطے وصیت کی پس اگر یہ لوگ داخل شمار ہون تو وصیت جائز ہوگی ورنہ نہین۔ اور اگر اپنے
آزاد کیے ہوؤن کے واسطے وصیت کی تو وصیت باطل ہے الا اس صورت مین جائز ہوگی کہ جب اپنی حیات مین انکو بیان کردے
اور آزاد کیے ہوؤن کی وصیت مین جنکو اپنی صحت مین اور جنکو مرض مین آزاد کیا ہے سب داخل ہونگے اور اُسکے مدبر و امہات
اولاد داخل نہونگی اور اگر اپنے غلام سے کہا ہو کہ اگر مین تجھے نہ مارون تو تو آزاد ہے پھر اُسکے مارنے سے پہلے خود مرگیا تو وہ بھی
وصیت مین داخل ہوگا اور اگر موصی ایک شخص عرب کا ہو اور اسنے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح
ہوگی اور اسمین اسفل مع اپنی اولاد کے داخل ہوگا اور موالی موالات و معتق المعتق اسمین داخل نہونگے اور اگر اسکے موالی
اور اولاد موالی نہون تو تہائی مال مذکور اُسکے موالی موالی کو نہ ملیگی یہ کافی مین ہے اور اگر اُسکے موالی مین سے جنکو اُسنے آزاد کیا ہے
یا اُنکی اولاد مین سے دو یا زیادہ رہے ہون اور اُسکے آزاد کیے ہوؤن کے آزاد کیے ہوئے ہون تو مال وصیت اول کے
دونون یا زیادہ کو ملیگا اور اگر موالی کے واسطے بلفظ جمع وصیت کی ہو حالانکہ اُسکے موالی یا اُنکی اولاد موالی مین سے کوئی
نہ رہا ہو سوائے ایک کے تو اُسکو تہائی کا نصف لیگا اور نصف دیگر وارثون کو واپس کیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر واسطے بنی
فلان کے مولاؤن کی وصیت کی اور فلان پر فخذ ہے اور موالی مذکورہ داخل شمار ہین تو انہین آزاد کیا ہوا اور آزاد کیے ہوئے
کا آزاد کیا ہوا اور جسکا عتق نہ مارنے پر معلق کیا ہو سب داخل ہونگے اور مدبر و ام ولد داخل نہونگے یہ کافی مین ہے۔ فتاویٰ فضلی
مین ہے کہ اگر اپنے موالی کے واسطے وصیت کی اور اس موصی کی ایک باندی تھی اُسکو اُسنے آزاد کردیا تھا اور وہ ایک بچہ جنی
تھی تو بچہ بھی وصیت مین داخل ہوگا بشرطیکہ اس بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے کا آزاد کردہ شدہ نہو اور اگر
بچہ کا باپ سوائے موصی کے دوسرے شخص عربی کا آزاد کیا ہوا ہو تو بچہ بلا خلاف وصیت مین شامل نہوگا اور اگر بچہ کا باپ
سوائے عرب کے کسی قوم کا آزاد کیا ہوا ہو تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک یہ بچہ مولایان مادر کا آزاد کردہ شدہ
قرار دیا جائیگا اور اسمین امام ابو یوسف رح نے اختلاف کیا ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے موالی کے واسطے تہائی مال کی وصیت
کی حالانکہ اسکا کوئی مولے آزاد کیا ہوا نہین ہے اور نہ اسکے آزاد کیے ہوئے کی اولاد ہے اور نہ اسکے آزاد کیے ہوئے کے
آزاد کیے ہوئے ہین بلکہ اسکے باپ یا بیٹے کے موالی ہین تو انکو وصیت مین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر موصی کا کوئی مولی نہو سوائے
ایسے موالی کے جو اُسکے یا اُسکے باپ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہون تو تہائی مال وصیت انہین کو ملیگا اور اگر انکے ساتھ موصی
کے آزاد کیے ہوئے یا اُنکی اولاد ہون تو قیاساً یہ دونون فریق یکسان ہونے چاہیئے ہین مگر استحساناً انہین کو ملیگا موالی
الموالات کو کچھ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ نوادر بشر مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی امہات اولاد
کے واسطے وصیت کی اور اُسکے بعض امہات اولاد ایسے ہین جو اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئے ہین اور بعض امہات اولاد
ایسے ہین جو اُسکی موت پر آزاد ہوئے ہین تو وصیت خاصۃً انہین امہات اولاد کے واسطے ہوگی جو اُسکے مرنے پر

آزاد ہوئے ہین اور اگر امہات اولاد وہی ہون جو اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئے ہین تو مال وصیت انکو ملیگا۔ اور
اُسنے اپنی امہات اولاد کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور اپنی موالیات کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور
اُسکی امہات اولاد ایسی ہین کہ اُسکی زندگی مین آزاد ہوگئی ہین اور اُسکے سوائے دوسری آزاد کی ہوئی باندیان ہین تو
علٰحدہ علٰحدہ معتبر ہونگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر ایک شخص نے اپنے اصہار کے واسطے وصیت کی تو اُسکی جورو کا جو شخص ذی رحم
محرم ہو اسکے واسطے وصیت ہوگی اور نیز وصیت مین ہر وہ شخص داخل ہوگا جو اُسکے باپ کی زوجہ یا بیٹے کی زوجہ یا اُسکے ذی رحم محرم
کی زوجہ کا ذی رحم محرم ہو اسواسطے کہ یہ سب اصہار ہین اور وصیت مین وہی داخل ہوگا جو موصی کی موت کے روز اُسکا صہر ہو
مثلاً اُسکی موت کے وقت اُسکی جورو منکوحہ ہو یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو اسواسطے کہ حالت موت کا اعتبار ہے حتّٰی کہ اگر مرد
مرا اور جورو اُسکے نکاح مین ہو یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت ہوگا اور اگر طلاق بائن یا تین طلاق
کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت نہوگا۔ اور اگر اپنے اختان کے واسطے وصیت کی تو جو عورت موصی کی ذات
محرم ہو ہر ایک کے شوہر کو شامل ہے چنانچہ بیٹیون و بہنون و خالاؤن و پھپھیون کے شوہرون کو شامل ہے اور نیز
ازواج مین سے ہر ذی رحم محرم کو شامل ہے ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اسواسطے کہ ہر ایک ختن کہلاتا ہے
کافی مین ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنابر عرف اہل کوفہ کے ہے اور باقی شہرون مین یہ عرف ہے کہ ختن اُسے
کہتے ہین جو دختر یا ذی رحم محرم کا شوہر ہو اور ازواج مین سے ذی رحم محرم پر اطلاق نہین کیا جاتا ہے اور حکم کا اعتبار عرف
پر ہے یہ محیط مین ہے۔ اور موصی کی عورتون کیطرف سے ختن نہوگا مراد یہ ہے کہ اگر موصی کی جورو کے دوسرے شوہر سے کوئی
ہو تو اُسکا شوہر موصی کا ختن نہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور اگر اپنے تہائی مال کی فقراء بنی فلان کے واسطے وصیت کی مالا
وہ لوگ داخل شمار نہین ہین تو اُنکے موالی اور موالی موالی اور سواے الموالات وحلفاء وعدید بھی شامل ہو جاوین
پس جہانتک ممکن ہوگا اور قابو پاویگا اُن سب پر برابر تقسیم کر دیگا۔ حلیف وہ ہے جسنے کسی قوم سے موالات کی اور قسم کھائی
کہ مین مسلمان ہوتا ہون اور اسپر قسم کھائی اور وہ لوگ اُسکے واسطے موالات پر قسم کھاوین۔ عدید وہ ہے جو بلا قسم آکر
ہو جاوے۔ اور اگر سب مال نہین سے ایک ہی کو دیدیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمد رح
فرمایا کہ دو یا زیادہ کو دیگا۔ اور اگر فلان مذکور پدر خاص ہو پدر قبیلہ یا فخذ نہو تو تہائی مال مذکور اُسکے بیٹیت کے لڑکون کو ملیگا
موالی داخل نہوگا اور نیز حلیف بھی وصیت مین داخل نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا
کہ ایک شخص نے اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے وصیت کی تو ذکر فرمایا کہ ابو نعیم بن یحیٰی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ
وصیت امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی اولاد کے واسطے ہوئی اِن دونون کے سوا دوسرے کے واسطے نہوگی اور
رہے عمری سو داخل وصیت ہونگے یا نہین پس فرمایا کہ دیکھا جاوے کہ جو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب
اور ان دونون سے متصل ہو وہ اِس وصیت مین داخل ہوگا اور جو ان دونون کی طرف منسوب نہو اور نہ متصل ہو
وصیت مین داخل نہوگا۔ اور اگر علویہ کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ نہین جائز ہے اسواسطے کہ وہ بہت
ہین اور اس امر مین ایسی کوئی دلالت نہین ہے جو فقط فقر و حاجت پر واقع ہو یعنے فقراء علویہ و محتاجین کیواسطے وصیت ہو حتی
جائز ہو جاوے اور اگر فقراء علویہ کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے علیٰ ہذا القیاس اگر فقہاء کے واسطے وصیت کی تو جائز نہین
فقیر فقہاء کیواسطے وصیت کی تو جائز ہے۔ اسیطرح اگر طالب علمون کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے اور اگر محتاج طالب علمون

واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی امام فرماتے تھے کہ علی ہذا القیاس اگر طالب علمان شہر فلان کے واسطے یا طالب علمان علم فلان کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے اور اگر وصی نے فقیر طالب علمون یا علویون میں سے ایک کو دیدیا تو جائز ہے یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جب تک دو یا زیادہ کو نہ دیوے جائز نہیں ہے اور اگر دو یا زیادہ کو دیوے تو جائز ہے۔ اور اگر فقیر فقہا کے واسطے وصیت کی تو فقیہ ابو جعفر رح سے منقول ہے کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے کہ فقہ میں انتہا درجہ تک پہونچ گیا ہو اور فقہ سیکھنے والا فقیہ نہیں ہے اور اسکو وصیت میں سے حصہ نملیگا۔ اور اگر شہر فلان کے اہل علم کے واسطے وصیت کی تو اسمین اہل فقہ و اہل حدیث سب داخل ہونگے اور جو شخص فلسفہ کی باتین بیان کرتا ہو وہ داخل نہوگا اور آیا متکلمین داخل ہونگے یا نہین سو اس مسئلہ کا صریح ذکر کتابون مین نہین ہے اور شیخ ابو القاسم سے مروی ہے کہ کتب کلام کتب علم نہین ہین یعنے عرف مین انکو کتب علم نہین بولتے ہین اور فہم کیطرف متبادر نہین ہے پس مطلق کتابون کی تحت مین داخل نہونگی اور اس مسئلہ کے قیاس پر مسئلہ وصیت مین متکلمین داخل نہونگے اور اگر اپنے تہائی مال کے واسطے طالب علمان علم حدیث کے فلان شہر مین ایسے مدرسہ مین جو مدرسہ حدیث مشہور ہے علم فقہ سیکھنے کو جاتے ہین اُن مین سے محتاجون کے لیے وصیت کی تو یہ وصیت شافعی مذہب والون کے واسطے جو فقہ سیکھنے کو ایسے مدرسہ مین جاتے ہین جو انکے طرف منسوب ہے کچھ مفید نہین ہے جبکہ وہ لوگ منجملہ اصحاب حدیث کے نہون تو یہ وصیت خواہ مخواہ شافعی مذہب والون کو شامل نہوگی بلکہ ہر ایسے شخص کو شامل ہوگی جو احادیث پڑھتا ہو اور احادیث کی سماعت کرتا ہو اور اسی کی طلب مین سرگرم ہو خواہ وہ شافعی ہو یا حنفی ہو یا کوئی دوسرا ہو اور جو شافعی مذہب ہے لیکن وہ احادیث نہ پڑھتا ہو اور نہ سنتا ہو اور نہ اسکی طلب مین ہو تو اصحاب حدیث کا لفظ اسکو فقط شافعی مذہب ہونے کیوجہ سے شامل نہوگا یہ محیط مین ہے۔ امام محمد رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے واسطے فلان و واسطے بنی تمیم کے وصیت کی تو فرمایا کہ کل مال فلان کو ملیگا اور بنی تمیم کیواسطے کچھ نہوگا جبکہ وہ لوگ بے شمار ہون اسواسطے کہ یہ ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے موتے کے حالانکہ موتے کے واسطے وصیت باطل ہے اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے فلان کے و واسطے ایک مرد کے مسلمانون مین سے وصیت ہے تو تہائی سے فقط نصف اُس فلان کو ملیگا اور باقی وارثون کو واپس دیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ واسطے فلان کے اور واسطے دس مسلمانون کے تو بھی گیارہ جزون مین سے ایک جزو فلان شخص کو دیا جائیگا اور مسلمانون کو کچھ ندیا جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔

ساتوان باب سکنی و خدمت و ثمرو کرایہ غلامان و حاصلات باغات و زمین وغیرہ اور جانوران سواری کی سواری وغیرہ کی وصیت کے بیان مین جاننا چاہیے کہ خدمت رقیق و سکنی دار و کرایہ غلامان و مکانات و حاصلات اراضی و باغات کی وصیت ہمارے علماء کے قول کے موافق جائز ہے۔ اور جب خدمت رقیق کی وصیت جائز ہوئی تو ہم کہتے ہین کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک خدمت کرنے کی وصیت کی اور سوائے اسکے اُسکا کچھ مال نہین ہے تو اس مین دو صورتین ہین یا تو سال معین ہوگا مثلاً کہا کہ مین نے سال (سنہ) اس غلام کے خدمت کی زید کے واسطے وصیت کی یا غیر معین ہوگا مثلاً سال کی تعیین نکی کہ فلان سال پھر ہر ایک صورت مین دو صورتین ہین کہ یہ غلام یا تو موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہوگا یا نہوتا ہوگا پس اگر زید کے واسطے غلام مذکور کے خدمت کی سال معین مین وصیت کی پس اگر موصی کی موت سے پہلے یہ سال معین گذر گیا تو وصیت باطل ہوجائیگی اور اگر موصی کے مرنے

کے وقت مین اس سال مین سے کسی قدر گذر گیا تھا مثلاً چھ مہینہ گذرے تھے اور چھ مہینے باقی تھے یا موصی اس سال
سے پہلے مر گیا پھر اسکے مرنے کے بعد یہ سال آیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ غلام اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو
لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا جائیگا تاکہ وہ اپنی وصیت پوری حاصل کر لے لیکن اگر سال مین سے
چھ مہینے باقی رہے ہون تو فقط چھ مہینہ تک خدمت لیگا کہ وہی اسکی پوری وصیت ہے اور اگر موصی اس سال معین سے پہلے
مر گیا ہو تو موصی لہ اس سے پورا سال بھر خدمت لیگا اور اگر غلام مذکور اسکے تہائی مال سے برآمد نہوتا ہو اور نہ وارثون نے اجازت
دی تو غلام مذکور اس تمام سال معین تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز وارثون کی خدمت کریگا یہان تک کہ
جب سال معین گذر جاوے تو غلام مذکور وارثون کے سپرد کیا جائیگا۔ یہ اسوقت ہے کہ سال معین ہو اور اگر سال غیر معین ہو پس
اگر غلام مذکور اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو یا برآمد نہوتا ہو لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو غلام مذکور موصی لہ کو دیا
جائیگا کہ وہ ایک سال کامل اس سے خدمت لیکر وارثون کو واپس دیگا۔ اور اگر وارثون نے اجازت ندی اور غلام موصی کے
تہائی مال سے برآمد نہین ہوتا ہے تو غلام مذکور تین سال تک ایک روز موصی لہ کی خدمت کریگا اور دو روز تک وارثون کی خدمت
کریگا پھر جب تین سال پورے ہو جاوین تو وصیت خدمت پوری ہو جائیگی اور واجب یہ ہے کہ جس سال موصی مرا ہے اسی سال
سے اسطرح وصیت کا حساب شروع ہووے اور جو حکم ایک سال تک غلام کے خدمت کی وصیت مین معلوم ہوا ہے اسیطرح ایک سال کے
کرایہ یا سکونت دار کی وصیت مین بھی حکم ہے کہ سال معین ہوگا یا نہوگا آخر تک اسی تفصیل سے جو خدمت مین بیان ہوئی ہے یہ محیط مین ہے
اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی خدمت کی اور عمرو کیواسطے اسکے رقبہ کی وصیت کی اور غلام مذکور اسکا تہائی مال ہے تو اسکا رقبہ عمرو
کا ہوگا اور زید کے واسطے اسپر خدمت واجب ہوگی یہ ہدایہ مین ہے اور اگر وصیت خدمت مطلقاً ہو یعنی وقت کی مقدار سال یا دو سال
وغیرہ کچھ بیان نکی ہو تو خدمت کا موصی لہ کے واسطے موصی لہ کی موت تک اس منفعت کا استحقاق ثابت ہوگا پھر اگر غلام کے رقبہ
کی کسی شخص کیواسطے وصیت ہو تو بعد موت موصی لہ بخدمت کے وہ غلام موصی لہ برقبہ کو دیا جائیگا اور اگر نہو تو وارثون کیطرف
واپس ہوگا اور اگر زید کے واسطے کرایہ دار یا غلام کی وصیت کی پھر زید نے چاہا کہ مین خود اس دار مین رہون یا خود غلام سے
خدمت لیا کرون پس آیا اسکو یہ اختیار ہے یا نہین سو اس مسئلہ کو اصل مین ذکر نہین فرمایا ہے اور مشائخ رح نے اسمین اختلاف کیا ہے ابو بکر
اعمش نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار نہین ہے اور یہی صحیح ہے یہ بدائع مین ہے۔ اور اگر زید کیواسطے ایک سال تک اپنے دار کی سکونت کی وصیت
کی اور سوائے اس دار کے موصی کا کچھ مال نہین ہے تو زید تہائی دار مین رہیگا اور وارث لوگ دو تہائی مین رہینگے اور
وارثون کو یہ اختیار نہوگا کہ دو تہائی دار جو انکے قبضہ مین ہے اسکو فروخت کر دین اور جس شخص کیواسطے سکونت دار یا خدمت غلام کی
وصیت ہوئی اسکو ہمارے نزدیک یہ اختیار نہوگا کہ ان دونون کو کرایہ پر چلا دے اور اسکو یہ بھی اختیار نہوگا کہ غلام کو کوفہ مین سے باہر
لیجاوے لیکن اگر موصی لہ کے اہل و عیال کوفہ کے سوائے بغداد وغیرہ دوسرے شہر مین ہون تو خدمت کیواسطے غلام مذکور کو وہان
لیجائیگا بشرطیکہ غلام مذکور موصی کا تہائی مال ہو یہ مبسوط مین ہے اور اگر موصی لہ و وارثون نے دار کو بطور مہایاۃ زمانی کے تقسیم
کر لیا تو بھی جائز ہے اسواسطے کہ حق انھین کا ہے لیکن طریقہ اول اولی ہے اسواسطے کہ اسمین انصاف زیادہ ہے یہ کافی مین ہے
ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا بیت فلان شخص کو عاریتہ دیا جاوے تو یہ باطل ہے اسیطرح اگر یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ایام
حج مین ایک مہینہ تک یا فی سبیل اللہ پانی پلایا جاوے تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک باطل ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مین نے فلان کے
چوپایون کے واسطے اس بھوسہ کی وصیت کی تو باطل ہے اور اگر کہا کہ فلان شخص کے چوپایون کو کھلایا جاوے تو وصیت جائز ہے

دار کی سکونت کی وصیت

یہ فتاوی قاضی خان میں ہے منتقی میں بروایت علی رح از امام ابو یوسف رح مروی ہے کہ اگر ایک شخص کیواسطے اپنے دار کے سکونت کی
وصیت کی اور اسکا کچھ وقت مقرر نہیں کیا تو جبتک موصی لہ زندہ ہے تب تک کیواسطے ہوگا اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی
ہے کہ اگر زید کیواسطے اپنے اس غلام کے کرایہ کی وصیت کی اور مدت مقرر نہ کی تو اگر غلام مذکور اسکا تہائی مال ہے تو موصی لہ کو
اپنی زندگی تک اسکا کرایہ ملیگا اگرچہ مقدار تہائی مال سے زائد ہو جاوے اسی طرح حاصلات باغ و سکونت دار و خدمت غلام
کی وصیت میں بھی ایسی صورت میں یہی حکم ہے اور یہی امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہے یہ نوادر بشر میں ہے امام ابو یوسف رح
سے مروی ہے کہ اگر زید کے غلام کیواسطے اپنے غلام کی خدمت یا دار کی سکونت کی وصیت کی تو جائز ہے اور غلام موصی لہ اس سے
خدمت لیگا اسکا مولی نہیں لے سکتا ہے اور غلام موصی لہ اس دار میں رہیگا اسکا مولی نہیں رہ سکتا ہے پھر اگر غلام موصی لہ مر گیا
تو وصیت باطل ہو جائیگی اور اگر فروخت کیا گیا یا آزاد کیا گیا تو اسکی وصیت اسکے ساتھ جائیگی یہ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف رح
سے روایت ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا غلام زید کی خدمت کرے یہانتک کہ زید غنی ہو جاوے پس اگر زید صغیر ہو تو
غلام مذکور اسکی خدمت کریگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوے اور اگر بالغ فقیر ہو تو یہانتک خدمت کریگا کہ وہ ایک خادم کا ثمن
پا جاوے جو اسکی خدمت کرے اور اگر بالغ غنی ہو تو وصیت باطل ہے یہ محیط میں ہے۔ اور جس شخص کیواسطے سکونت دار و خدمت غلام
کی وصیت ہے اسکو یہ اختیار نہیں ہے کہ دار و غلام کو کرایہ پر چلاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ
کی وصیت کی تو زید کو جو غلہ اسوقت موجود ہے وہ ملیگا اور جو آئندہ پیدا ہو وہ ملیگا یہ کافی میں ہے۔ اور اگر زید کیواسطے اپنے
باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو کہا کہ ہمیشہ کیواسطے یا یہ نہ کہا پس اگر یہ لفظ نہ کہا ہو تو اس میں بھی دو صورتیں
ہیں کہ اگر موصی کی موت کے وقت اسمیں پھل موجود ہوں تو موصی لہ کو یہ پھل اسکے تہائی مال سے ملینگے اور آئندہ موصی لہ
کی موت تک جو پھل پیدا ہوں وہ موصی لہ کو نہ ملینگے بشرطیکہ باغ اسکا تہائی مال ہو یہ اسوقت ہے کہ موصی کی موت کیوقت
اسمیں پھل موجود ہوں اور اگر نہوں تو قیاس یہ ہے کہ وصیت باطل ہو جاوے اور جو پھل بعد موت کے پیدا ہوں انکی طرف وصیت
منصرف نہو لیکن استحسانا یہ حکم ہے کہ وصیت باطل نہو گی بلکہ بعد موت موصی کے جو پھل باغ میں موصی لہ کی موت تک پیدا ہوں سب
موصی لہ کے ہونگے بشرطیکہ باغ اسکا تہائی مال ہو۔ اور یہ اسوقت ہے کہ موصی نے ہمیشہ کیواسطے صریح بیان نکیا ہو اور اگر یوں
کہا کہ میں نے زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیت کی تو باغ میں جو پھل بعد موت موصی کے موجود ہوں
اور جو اسکے بعد پیدا ہوں سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور منتقی میں ہے کہ اگر ایک شخص کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنے باغ کے حاصلات
کی وصیت کی پھر باغ مذکور میں درخت خرما کی جڑ پھوٹی اور ایک درخت ہو گیا اور اسمیں پھل آئے تو اسکی پیداوار بھی وصیت
میں داخل ہو گی۔ اور اگر کسی شخص کیواسطے اپنے باغ کی تہائی حاصلات کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کر دی حالانکہ موصی
کا اسکے سوائے کچھ مال نہیں ہے تو جائز ہے اور اگر موصی لہ نے وارثوں کے ساتھ بٹائی کر لی پھر جو درخت موصی لہ کے حصہ
میں پڑے ان میں پھل آئے اور جو وارثوں کے حصہ میں پڑے ہیں ان میں پھل نہ آئے یا جو درخت وارثوں کے حصہ میں پڑے
ہیں ان میں پھل آئے اور جو موصی لہ کے حصہ میں پڑے ہیں ان میں پھل نہ آئے تو موصی لہ و وارثوں کا شرکت
ہو جائیگا اور وارث لوگ بھی اسکے شریک ہو سکتے ہیں اور فرمایا کہ وارثوں کو اختیار ہے کہ اپنا دو تہائی حق فروخت
کر دیں اسمیں مشتری موصی لہ کا شریک ہو جائیگا بخلاف اسکے اگر وارثوں نے سب باغ فروخت کیا تو تہائی کی بیع جائز
نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رح سے منقول ہے فرمایا کہ اگر کرایہ دار کی وصیت ہو تو موصی لہ کو تہائی کرایہ ملتا رہیگا اور وارثوں کو اختیار

نہو گا کہ موصی لہ سے بٹائی کر لین کیونکہ مجھے خوف ہی کہ شاید بٹائی کرنے کے بعد وہ کرایہ پر نہ اٹھے پس اُسکو کچھ نہ ملے اور امام
ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ وارثون کو اختیار ہی کہ بٹائی کر لین پس موصی لہ کے واسطے تہائی الگ کر دیا جائیگا پس اگر اسمین سے کرایہ
آیا تو موصی لہ کا ہوگا اور اگر نہ آیا تو اُسکو کچھ نملیگا۔ اور وارثون کو اختیار ہی کہ اپنا دو تہائی حق تقسیم سے پہلے یا اُسکے بعد فروخت کر دین
اور اگر ایک شخص نے دوسرے کیواسطے اپنے زمین کے حاصلات کی وصیت کی حالانکہ اُس زمین مین درخت و درختان خرما
کچھ نہین ہین اور اسکے سوائے اُسکا کچھ مال نہین ہی تو وہ زمین کرایہ پر دیجائیگی پس موصی لہ کو تہائی کرایہ دیدیا جائیگا اور اگر اُس مین
درختان خرما و اشجار ہون تو موصی لہ کو درختان خرما و اشجار کی تہائی حاصلات دیجائیگی اور وہ زمین آدھی یا تہائی کی بٹائی پر نہ
دیجائیگی اگرچہ کاشتکار و عامل کیطرف سے بیج ہونے کی صورت مین یہی اجارہ ہوتا ہی اور اگر وصیت کی کہ میری زمین شروع فلان
سال سے اتنے برسون کے واسطے ہر سال ایک کُر گیہون کے عوض اُجرت پر دیجاوے اور یہی مین اُسکا کل مال ہی تو اُسکی اجرت کو
دیکھا جائیگا اگر اُسکی اُجرت مثل اسی قدر ہو جسقدر اُسنے پوتہ مقرر کیا ہی تو اُس وصیت کی تنفیذ واجب ہوگی اور اگر پوتہ مقررہ
اُسکے اجر المثل سے کم ہو پس کمی کو دیکھا جائیگا اگر مقدار کمی جو محابات ہی اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہو تو بھی یہ وصیت نافذ
کیجائیگی اور اگر مقدار محابات اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو تو موصی لہ سے کہا جائیگا کہ اگر تو اس مین کو کرایہ پر لینا چاہتا ہو تو
دو تہائی اجر المثل پورا کر دے پس اگر وہ پورا کرنے پر راضی ہوا تو زمین اُسکو کرایہ پر دیجائیگی اور اگر اُسنے پورا نکیا تو نہ دیجائیگی یہ
محیط مین ہی۔ اور اگر ایک شخص نے زید کیواسطے ہمیشہ کے لیے اپنی بکریون کے بال کی یا بکریون کے بچون کی یا بکریون کے دودھ
کی وصیت کی پھر مر گیا تو جسدن موصی مرا ہی اُسدن جسقدر صوف ان بکریون پر ہو یا جسقدر دودھ اُنکے تھنون مین ہو یا
جو بچہ اُنکے پیٹون مین ہون سب موصی لہ کے ہونگے خواہ موصی نے ہمیشہ کے واسطے کہا ہو یا نکہا ہو۔ یہ ہدایہ مین ہی اگر ایک
شخص نے زید کیواسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی پھر زید نے وارثان میت سے وہ باغ خرید لیا تو جائز ہی اور وصیت
باطل ہو جائیگی اسیطرح اگر وارثون نے فروخت نکیا بلکہ اس بات پر باہم رضامند ہوے کہ موصی لہ کو اسقدر دیدین بدین شرط کہ وہ
حاصلات وصیت ہکو دیدے اور اُس سے بالکل لادعوی ہو جاوے تو یہ بھی جائز ہی اسی طرح سکونت دار و خدمت غلام
کی وصیت سے بھی صلح کر لینا جائز ہی اگرچہ ان حقوق کی بیع جائز نہین ہی۔ اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی یا غلام کے کمائی کی
مسکینون کو دینے کے واسطے وصیت کی تو اُسکے تہائی مال سے جائز ہی اور اگر اپنے دار کی سکونت یا اپنے غلام کی خدمت یا اپنے
جانوران سواری کی سواری کی مسکینون کیواسطے وصیت کی تو وصیت جائز نہین ہی لیکن اسصورت مین جائز ہوگی کہ جب موصی لہ معلوم ہو
یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا باغ انگور تین سال تک مسکینون کے واسطے چھوڑ دیا جاوے پھر مر گیا اور اُسوقت سے تین سال
تک اُسکے باغ مذکور مین کچھ پیداوار نہین ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جائیگی اور بعض نے فرمایا کہ اگر یہ باغ اُسکے تہائی مال سے
برآمد ہوتا ہو تو جبتک تین سال تک اسکا غلہ صدقہ نکیا جاوے تب تک موقوف رکھا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول
ہمارے اصحاب کے قول کے موافق ہی۔ اور اگر اپنے باغ انگور کے حاصلات کی کسی شخص کیواسطے وصیت کی تو حاصلات مین قوائم
و اوراق و ایندھن و پھل سب داخل ہین یہ محیط سرخسی مین ہی۔ ایک شخص نے اپنے تن کے کپڑون کی کسی شخص کے واسطے
وصیت کی تو جائز ہی اور موصی لہ کو اُسکے جُبہ و قمیصین و چادرین کمرکے کی و پایجامہ و اکسیہ ملینگی اور ٹوپیان و موزے
اور جوارب نہ ملینگی اسواسطے کہ یہ جامہ سے بدن نہین ہین یہ فتاوی قاضی خان مین ہی ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اس کپڑے
کو صدقہ کر دینا تو وارثون کو اختیار ہی چاہین اُسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن صدقہ کرین یا اُسکی قیمت صدقہ کر دین اور

کپڑا رہنے دیں۔ زید نے اپنے وصی سے کہا کہ (دہ یتیم را جامہ کن) یعنی دس یتیم کو کپڑے بنوا دینا پس وصی نے ہر یتیم کو کپڑا اسقدر دیدیا کہ جس سے وہ ایک جامہ بنوا سکتا ہو پس اگر کپڑے کے ساتھ درزی کی سلائی دیدی تو جائز ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے درختوں کے پھل کی جو پختہ ہو گئے ہیں یا کھیتی کی جو تیار ہو گئی ہے مگر کاٹی نہیں گئی ہے وصیت کی تو اسکا خراج موصی لہ پر ہوگا اور اسکی تفسیر یہ ہے کہ اگر اپنے درختوں کے پھلوں کی جو درخت پر لگے ہیں اور پختہ ہیں یا کھیتی کی جو بکی کھڑی ہے وصیت کی تو اسکا خراج موصی لہ پر ہوگا اور اگر پھل توڑ لیے گئے یا کھیتی کاٹ لی گئی پھر زید کے واسطے اسکی وصیت کردی تو خراج موصی پر ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اگر اس جراب بھر روئی کی وصیت کی تو موصی لہ کو جراب مع اسکے جو اسمیں ہے ملیگی اور اسی طرح زنبیل خرما میں بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر گون کے گیہوؤں کی کسی کیواسطے وصیت کی تو موصی لہ کو گون نہ ملیگی۔ اور اگر زید کے واسطے سبلہ زعفران کی وصیت کی تو وصیت میں زعفران داخل ہو گی نہ اور شہد و گھی و روغن زیتون کی وصیت میں مشکیں جنمیں بھرے ہیں وہ داخل نہونگے اور یہ چیزیں داخل ہونگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر کسی کے واسطے تلوار کی وصیت کی تو اسکو تلوار مع نیام و پرتلے کے ملیگی۔ اور اگر کسی کے واسطے زین کی وصیت کی تو موصی لہ کو زین مع توابع کے ملیگی یعنی نمدہ و زیادہ و دمچی وغیرہ یہ ظاہر الروایۃ کے موافق ہے اور اگر زید کے واسطے مصحف کی وصیت کی اور مصحف کا غلاف ہے تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اسکو فقط مصحف ملیگا نہ غلاف اور یہی امام اعظم رح کا قول ہے ایسا ہی قدوری نے ذکر کیا ہے۔ اور اگر اسکے واسطے قبہ کی وصیت کی تو قبہ مع اسکی لکڑیوں کے ملیگا اور اگر اسکے واسطے قبہ ترکی کی وصیت کی جسکو فارسی میں خرگاہ کہتے ہیں تو اسکو قبہ مع نمدوں کے ملیگا اور اگر حجلہ کی وصیت کی تو اسکو اسکا کپڑا ملیگا اور لکڑیاں نہ ملینگی یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر ایک مٹکہ سرکہ کی وصیت کی تو مٹکہ مع سرکہ کے ملیگا اور اگر دوار چارپایان کی وصیت کی تو دوار کی وصیت ہوگی نہ دواب کی اسی طرح اگر کہا کہ اناج کی کشتی تو اناج کی وصیت ہے نہ کشتی کی یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر زید کے واسطے ترازو کی وصیت کی تو یہ عمود و دونوں پلے و ڈوریوں کی وصیت ہے۔ اور اسمیں بانٹ اور علاق داخل نہونگے اور یہ اسوقت ہے کہ ترازو غیر معین ہو اور اگر معین ہے تو یہ بھی داخل ہو جاوینگے ابراہیم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اپنا غلام آزاد کیا اور کہا کہ میرا لباس اسکے واسطے ہے تو فرمایا کہ اسکو میت کے دونوں موزے اور ٹوپی اور قمیص و ازار و پائجامہ ملیگا اور اس وصیت میں اسکی تلوار اور پیٹی داخل نہو گی اور اگر کہا ہو کہ میری متاع اسکے واسطے ہے تو یہ بھی داخل ہو گی اور نوادر بشر میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے زید کیواسطے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میری ان بکریوں میں سے پھر وارثوں نے موصی لہ کو ایسی بکری دی جو موصی کے مرنے کے بعد بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اسکی بکری کا بچہ اسکے ساتھ نہ دیا جائیگا اور اگر کہا کہ میں نے زید کیواسطے اپنی ان بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیت کی پھر وارثوں نے اسکو ایسی بکری دی جو بعد موت موصی کے بچہ جنی ہے تو فرمایا کہ اسکا بچہ اسکے تابع ہوگا یعنی بچہ بھی دیا جائیگا اور اگر وارث نے اس بچہ کو قبل اسکے کہ اسکی ماں کو موصی لہ کے دینے کے واسطے معین کرے تلف کیا ہے تو اسپر ضمان واجب نہو گی اسی طرح اگر زید کے واسطے ایک درخت خرما کی مع اسکی جڑ کے وصیت کی اور یہ نہ کہا کہ میرے ان درختان خرما میں سے تو اسکا حکم بھی مثل بکری کے ہے جسکی وصیت کی تھی پس وارثوں کو اختیار ہوگا کہ جو درخت خرما چاہیں دیدیں اسکے ان پھلوں کے جو بعد وفات موصی کے اس درخت پر آئے ہیں دیدیں اور اگر وارثوں نے ان پھلوں کو تلف کر دیا ہو تو ضامن نہونگے۔ اور اگر وصیت کی کہ میری موت کے بعد میری یہ باندی آزاد کیجاوے پھر مرگیا پس

قبل اسکے کہ وہ آزاد کیا جاوے ایک بچہ جنی اور وہ باندی مع بچہ کے اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو باندی آزاد کیا جائیگی اور
بچہ آزاد نکیا جائیگا اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی مکاتب کیجاوے تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ میری موت کے بعد
یہ باندی اسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے یا مال لیکر آزاد کیجاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو بچہ مین وصیت نافذ نکیجائیگی اور
اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی مسکینون کو صدقہ کر دیجاوے یا فلان شخص کو صدقہ مین دیجاوے یا فلان شخص کو ہبہ کیجاوے
پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو مثل باندی کے بچہ مین بھی وصیت نافذ کیجائیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میری باندی فلان شخص
کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیجاوے پھر وہ بعد موت موصی کے بچہ جنی تو باندی مذکورہ فروخت کیجائیگی اور اُسکا بچہ فروخت نکیا جائیگا
اور اگر یہ وصیت کی کہ میری یہ باندی فروخت کر کے اسکا ثمن مسکینون کو یا فلان شخص کو صدقہ دیا جاوے پھر اسکی موت کے بعد
باندی مذکورہ بچہ جنی تو بچہ مین بھی وصیت نافذ کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی فلان شخص کے ہاتھ ہزار درم مین
فروخت کیجاوے پھر ایک غلام نے اُسکو قتل کیا اور اس جرم کے عوض غلام قاتل دیدیا گیا یا باندی مذکورہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا
اور اسکے جرم مین دیدیا گیا یا کسی وطی کرنے والے نے اُس سے شبہہ سے وطی کی حتے کہ اسکا عقر تاوان دیا تو غلام
مدفوع یا ارش یا عقر فروخت نکیا جائیگا پھر دیکھا جائیگا کہ اگر وہ باندی قتل ہوئی ہے تو محل وصیت فوت ہونے کی وجہ سے وصیت
باطل ہو جائیگی۔ اور اگر اسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو تو موصے لہ کے ہاتھ اگر وہ چاہے تو نصف ثمن کے عوض فروخت کیجائیگی۔ اور اگر اُسکے
ساتھ وطی کی گئی حالانکہ وہ باکرہ تھی تو بھی ثمن مین سے بقدر نقصان بکارت کے کم کیا جائیگا اور اگر اُس سے وطی کی گئی حالانکہ
وہ ثیبہ تھی کہ وطی سے اُسمین کچھ نقصان نہ آیا تو ثمن مین سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر اُسکی آنکھ یا ہاتھ کسی آسمانی آفت سے
جاتا رہا تو بھی پورے ثمن کے عوض اگر موصی لہ چاہے تو فروخت کیجائیگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی ہزار درم کے عوض فلان
شخص کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کر دیا جاوے پھر فلان شخص نے خریدنے سے انکار کیا تو دونون
وصیتین باطل ہو جاوینگی اسی طرح اگر موصی کی موت کے بعد باندی قتل کی گئی اور قاتل نے اُسکی قیمت تاوان دی تو بھی دونون
وصیتین باطل ہو جاوینگی۔ اسی طرح اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی بعد میرے مکاتب کیجاوے اور اُسکا بدل کتابت صدقہ
کیا جاوے یا باندی خود اُسی کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن صدقہ کیا جاوے پس باندی نے کتابت کی وصیت یا بیع کی وصیت
قبول کرنے کو رد کیا تو دونون وصیتین باطل ہو جاوینگی اور اگر وصیت کی کہ میری یہ باندی نسمہ فروخت کیجاوے اور اُسکا ثمن مسکینون
پر صدقہ کر دیا جاوے پھر بعد موت موصی کے وہ بچہ جنی تو خالی باندی نسمہ فروخت کیجاویگی اُسکے ساتھ اسکا بچہ فروخت نکیا جائیگا
چھٹا مین ہے۔ اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال خدمت کی اور عمرو کے واسطے دو برس تک اُسکی خدمت کی وصیت
کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو وارثون کے واسطے چھ روز تک خدمت کریگا اور تین روز تک دونون موصی لہ کے واسطے
کہ ایک روز زید کے واسطے اور دو روز عمرو کے واسطے خدمت کریگا یہان تک کہ نو برس گذر جاوین۔ اور اگر موصی نے سال
معین کر دیا ہو کہ زید کے واسطے فلان سنہ سال اور عمرو کے واسطے فلان فلان سال تو پہلے سال مین چار روز وارثون
کے واسطے اور دو روز دونون موصی لہ کیواسطے خدمت کریگا اور دوسرے سال مین وارثون کے واسطے دو روز اور
عمرو کے واسطے ایک روز خدمت کریگا اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس باندی کی اور عمرو کے واسطے اسکے حمل کی
وصیت کی یا اس دار کی زید کے واسطے اور اسکی عمارت کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا اس انگوٹھی کی زید کیواسطے اور اُسکے
نگینہ کی عمرو کیواسطے وصیت کی یا اس زنبیل کی زید کیواسطے اور جو اُسمین خرمے ہین اُنکی عمرو کے واسطے وصیت کی پس اگر

بکلام منفصل دونون کے واسطے وصیت کی تو ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام منفصل بیان کیا تو بھی امام
ابو یوسف رح کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دونون چیزون مین سے جو اصل ہے اُسکی وصیت جسکے نام ہے وہ خاصتہً
اُس اصل کو لے لیگا اور جو چیز تابع ہے اُسمین دونون شریک ہونگے یہ کافی مین ہے اور اگر اِس غلام کی زید کیواسطے اور اُسکی
خدمت کی عمرو کے واسطے یا اِس دار کی فلان کے واسطے اور اُسکی سکونت کی عمرو کے واسطے یا اِس شجر کی فلان کے واسطے اور
اُسکے ثمر کی عمرو کے واسطے یا اِس بکری کی زید کے واسطے اور اُسکے صوف کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک
کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے واسطے وصیت کی ہے اسمین کچھ اختلاف نہین ہے خواہ بکلام موصول وصیت کی ہو یا بکلام مفصول وصیت
کی ہو اور اگر ان مسائل مین پہلے توابع کی وصیت کی پھر اصول کی وصیت کی بایں طور کہ خدمت غلام کی زید کے واسطے پھر
غلام کی عمرو کے واسطے یا سکونت دار کی زید کے واسطے پھر دار کی عمرو کے واسطے یا پھلون کی زید کے واسطے پھر درخت کی عمرو
کے واسطے وصیت کی پس اگر بکلام موصول وصیت کی تو دونون مین سے ہر ایک کو وہ چیز ملیگی جسکی اُسکے
واسطے وصیت کی ہے اور اگر بکلام مفصول وصیت کی تو اصل اُسکو جسکے واسطے اصل کی وصیت کی ہے اور تابع مین دونو مساوی
شریک ہونگے اور اگر غلام کی زید کے واسطے پھر اُسکی خدمت کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد غلام کی خدمت کے وصیت
کے غلام کی وصیت کی یا اپنی انگوٹھی کی زید کے واسطے پھر اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد نگینہ کی وصیت
انگوٹھی کی وصیت کی یا باندی کی زید کے واسطے پھر اُسکے بچہ کی عمرو کے واسطے پھر عمرو کے واسطے بعد بچہ کی وصیت باندی کی
وصیت کی تو اصل و تابع دونون مین نصفا نصف ہونگے یعنی نصف غلام زید کا اور نصف عمرو کا ہوگا اور غلام کی نصف خدمت
واسطے زید کے اور نصف خدمت واسطے عمرو کے ہوگی اِسی طرح باندی مع بچہ اور انگوٹھی مع نگینہ مین بھی یہی حکم ہے اور اگر ان مسائل
مین عمرو کے واسطے نصف غلام کی وصیت کی ہو تو غلام تین حصہ ہوکر دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور عمرو کو اُسکی
نصف خدمت ملیگی اور ابن سماعہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف رح نے اِس سے رجوع کیا ہے اور فرمایا کہ اگر ایک شخص نے زید کے
واسطے اپنے غلام کی اور عمرو کے واسطے اُسکی خدمت کی وصیت کی پھر عمرو کے واسطے غلام کی وصیت کی تو غلام دونون مین
نصفا نصف ہوگا اور اُسکی پوری خدمت فقط عمرو کے واسطے ہوگی اور فرمایا کہ اگر زید کے واسطے باندی کی جو اُسکا تہائی مال
ہے وصیت کی اور عمرو کے واسطے جو اُسکے پیٹ مین ہے اُسکی وصیت کی پھر عمرو کیواسطے باندی کی بھی وصیت کی تو باندی دونون
مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور بچہ پورا عمرو کا ہوگا اُسمین زید شریک نہوگا اور اگر اپنے دار کی زید کے واسطے اور اُسمین سے ایک
بیت معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو بیت مذکور دونون مین حصہ رسد تقسیم ہوگا اِسی طرح اگر ہزار درم معین کی زید کیواسطے
اور اُسمین سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو نوسو (۹۰۰) درم زید کے ہونگے اور سو درم مین دونون نصفا نصف کے شریک
ہونگے اور اِسمین کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ اختلاف کیفیت تقسیم مین ہے پس امام اعظم رح کے نزدیک بطریق منازعت تقسیم ہونگے اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک بطریق مضاربت تقسیم ہونگے اور اگر دار کے بیت معین کی زید کے واسطے اور عمارت دار کی عمرو کے
واسطے وصیت کی تو عمارت دونون مین حصہ رسد تقسیم ہوگی یہ بدائع مین ہے۔ اگر ایسے غلام نے جسکی خدمت کی زید کے واسطے اور
اُسکے رقبہ کی عمرو کیواسطے وصیت کی گئی ہے کوئی جنایت کی تو اُسکا فدیہ زید کی طرف سے ہوگا پس اگر فدیہ دیدیا تو موافق وصیت کے
اُس سے خدمت لیگا اسلیے کہ زید نے اُسکو جنایت سے پاک کر لیا اور اگر زید مرگیا تو وصیت ٹوٹ جائیگی پھر عمرو سے کہا جائیگا کہ وارثان
زید کو یہ فدیہ پھیر دے تاکہ وہ وارث جنایت کو ادا کرے پس اگر عمرو نے اِس سے انکار کیا تو غلام اُسکے واسطے واجب کیا جائیگا

اور یہ مال غلام کی گردن پر بمنزلہ قرضہ کے ہوگا اور اگر زید نے ابتداء سے فدیہ دینے سے انکار کیا تو اسپر مجبور نہ کیا جائیگا اور عمرو سے کہا جائیگا کہ اسکو دیدے یا اسکا فدیہ دے اور دونوں باتوں میں سے جو بات اُسنے اختیار کرکے پوری کی تو زید کے واسطے جو وصیت ہو وہ باطل ہو جائیگی اور اگر غلام نے جنایت نکی بلکہ اسکو کسی شخص نے قتل کیا تو قاتل کی مددگار برادری پر اُسکی قیمت واجب ہوگی جسکے عوض دوسرا غلام خرید کیا جائیگا جس سے زید اپنی خدمت لیگا اور اگر قاتل نے اُسکو عمداً قتل کیا تو قصاص نہوگا الا اسصورت میں کہ زید و عمرو دونوں قصاص لینے پر اتفاق کریں اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قصاص لینا متعذر ہو جائیگا پس مال قاتل سے قیمت واجب ہوگی جسکے عوض غلام دیگر خرید کیا جائیگا جو بجائے مقتول کے زید کی خدمت کریگا۔ اور اگر کسی نے اسکی آنکھیں پھوڑ دیں یا دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے تو یہ غلام اس مجرم کو دیا جائیگا اور اس سے غلام تندرست کی قیمت لیجائیگی اور اُسکے عوض دوسرا غلام بجائے اسکے خریدا جائیگا اور اگر اسکی آنکھ پھوڑ دی یا ہاتھ کاٹا گیا یا موضحہ زخم پہونچایا گیا اور قاطع مجرم نے اسکا ارش ادا کیا پس اگر اس جنایت سے خدمت میں نقصان آتا ہو تو ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا جو اول کے ساتھ زید کی خدمت کریگا یا غلام فروخت کرکے اسکا ثمن اس ارش میں ملا کر دوسرا غلام خریدا جائیگا تا کہ اول کے قائم مقام ہو لیکن یہ اسوقت ہوگا جب دونوں اسپر اتفاق کریں اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو فروخت نکیا جائیگا بلکہ ارش کے عوض دوسرا غلام خریدا جائیگا اور اگر ارش کے عوض کوئی غلام نہ ملتا ہو تو ارش متوقف رکھا جائیگا یہانتک کہ دونوں باہم صلح و اتفاق کریں پس اگر دونوں نے اس امر پر صلح کی کہ ارش کو نصفا نصف بانٹ لیں تو یہ روا ہے [illegible] کہ دونوں میں تقسیم کیا جاوے اور اگر جنایت سے خدمت میں کچھ نقصان نہ آتا ہو تو اُسکا ارش عمرو کا ہوگا۔ اور جو مال غلام کو ہبہ کیا جاوے یا صدقہ دیا جاوے یا وہ خود کماوے وہ سب عمرو کا ہوگا اور اگر بجائے غلام کے باندی ہو تو باندی جو اولاد جنے وہ عمرو کی ہوگی اور غلام کا کھانا کپڑا زید کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر غلام صغیر کی خدمت کی زید کیواسطے اور رقبہ غلام مذکور کی عمرو کے واسطے وصیت کی حالانکہ غلام مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو جبتک وہ بالغ ہو کر لائق خدمت ہو تب تک اُسکا نفقہ عمرو پر ہوگا اور جب سے وہ خدمت کے لائق ہو جاوے تب سے اُسکا نفقہ زید پر ہوگا۔ اور اگر عمرو کے واسطے اپنے جانور سواری کی وصیت کی اور اُسکا سواری کی منفعت حاصل کرنے کی زید کے واسطے وصیت کی تو یہ بھی مثل غلام کے ہے کیونکہ فی المعنی دونوں یکسان ہیں یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کا کل مال تین غلام ہیں پس اُسنے ایک غلام کی زید کے واسطے وصیت کی اور قیمت اُسکی تین سو درہم ہیں اور دوسرے کی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور اُسکی قیمت پانچ سو درہم ہیں اور تیسرے غلام کی قیمت ہزار درہم ہیں تو ہر ایک کیواسطے تین چوتھائی وصیت جائز ہوگی چنانچہ زید کو اُسکی وصیت کا غلام تین چوتھائی دیا جائیگا اور عمرو کے واسطے تین روز اُسکا غلام خدمت کریگا اور ایک روز وارثوں کی خدمت کریگا یہ اسوجہ سے کہ وصیتیں تہائی سے تجاوز کر گئیں کیونکہ تہائی فقط چھ سو درہم ہیں اور وصیت کے آٹھ سو درہم ہوگئے ہیں پس تہائی مال وصیتوں کا تین چوتھائی ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر خدمت کا موصی لہ مرگیا تو جسکے واسطے رقبہ غلام کی وصیت ہے وہ غلام پورا لے لیگا اسی طرح اگر وہ غلام مر گیا جو خدمت کرتا تھا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر غلاموں کی قیمت برابر ہو تو خدمت کے موصی لہ کو نصف خدمت اور صاحب رقبہ کو دوسرے غلام کا نصف رقبہ ملیگا اور اگر اُسنے زید کے واسطے سب غلاموں کے رقبہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے انہیں میں سے ایک غلام کی خدمت کی وصیت کی تو زید فقط ایک غلام کے قیمت کی مقدار میں شریک کیا جائیگا اور عمرو بمقدار خدمت کی قیمت کے شریک کیا جائیگا پس یہ صورت مثل اول کے ہو جائیگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے بنابریں کہ وصیت بمال میں جب تہائی سے زیادہ ہو جاوے تو وصیت وارثوں کی اجازت نہ دینے کے از راہ شرکت و از راہ استحقاق دونوں راہ سے باطل ہوتی ہے اور اگر یہ سب غلام موصی کے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہوں تو زید کو سب غلام جنکے رقبہ کی اُسکے لیے وصیت کی گئی

ملینگے اور عمرو کو اُسکی وصیت ملیگی کیونکہ محل وصیت مین گنجائش ہے اور اگر ایک غلام مین زید کے واسطے وصیت رقبہ اور عمرو کے
واسطے وصیت خدمت متمتع ہو جائیگی پھر جب عمرو مرجاوے تو وہ زید کیطرف رجوع کریگا اور اگر موصی کا کچھ مال سوائے ان غلامون
کے نہو پھر اپنے ہر ایک غلام کے تہائی کی زید کیواسطے وصیت کی اور ایک معین غلام کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو تہائی دونون مین
پانچ حصے ہوکر تقسیم ہوگی پس عمرو کو تہائی کے پانچ حصون مین سے تین حصے ملینگے پس غلام مذکور تین روز عمرو کی خدمت کریگا اور دو روز
وارثون کی خدمت کریگا پس زید کے واسطے باقی دو غلامون سے دو پانچوین حصے یعنی ہر غلام مین سے پانچوان حصہ رقبہ ملیگا
اور اگر اپنے زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور غلامون مین سے ایک غلام معین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور
سوائے ان غلامون کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو تہائی دونون مین نصفا نصف تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کے خدمت
کی اور عمرو کے واسطے اسکی کمائی کی وصیت کی اور وہ غلام تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے تو وہ غلام ایک مہینہ زید کی خدمت کریگا اور اسکا
کھانا زید پر ہوگا اور ایک مہینہ عمرو کے واسطے کمائی کریگا اور اسکا کھانا عمرو پر ہوگا اور اسکا کپڑا دونون پر نصفا نصف ہوگا اور اگر
اس غلام نے کوئی جنایت کی تو دونون سے کہا جائیگا کہ دونون اسکا فدیہ دو پس اگر دونون نے اسکا فدیہ دیا تو بدستور سابق
حالت باقی رہیگی اور اگر دونون نے فدیہ سے انکار کیا اور وارثون نے اسکا فدیہ دیا تو دونون کی وصیت باطل ہو جائیگی یہ
مبسوط مین ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے غلام کی کمائی مین سے ماہواری ایک درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اپنے
تہائی مال کی وصیت کی حالانکہ سوائے اس غلام کے اسکا کچھ مال نہین ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلام دونون مین
نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اسکا کرایہ رکھ چھوڑا جائیگا جسمین سے ماہواری ایک درم موافق وصیت کے زید کو دیا جائیگا اور
رقبہ کے چار سہام وارثون کو دیے جاوینگے پھر اگر زید مرگیا اور کرایہ مین سے کچھ باقی ہے تو وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اسی طرح
جسقدر کرایہ غلام محبوس رکھا گیا ہے وہ بھی عمرو کو دیدیا جائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک تہائی کے چار حصے ہونگے جسمین سے
زید پورے تین سہام کا اور عمرو تہائی کے ایک سہام کا شریک کیا جائیگا اور اگر زید کے واسطے اپنے دار کے کرایہ کی اور
عمرو کے واسطے اپنے غلام کی اور بکر کے واسطے کپڑے کی وصیت کی تو اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ یا یہ چیزین سب
تہائی مال سے برآمد ہونگی یا نہونگی پس اگر تہائی سے برآمد ہون تو ہر موصی لہ کے واسطے جس چیز کی وصیت کی وہ اسکو لے
لیگا اور اگر تہائی مال سے برآمد نہون لیکن وارثون نے اجازت دیدی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وارثون نے اجازت نہدی
تو ہر موصی لہ بقدر اپنے حق کے شریک کیا جائیگا لیکن اگر کسی کی وصیت تہائی سے زائد ہو تو تہائی کے مقدار سے زائد کے حساب
سے شریک نہ کیا جائیگا یہ امام اعظم رح کے قول پر ہے۔ اور جب زید مرجاوے تو اسکی وصیت باطل ہو جائیگی اور تہائی مال باقیون
مین تقسیم ہوگا اور اگر اپنے دار کے کرایہ کی زید کے واسطے اور اسکے سکونت کی عمرو کے واسطے اور اسکے رقبہ کی بکر کے واسطے وصیت
کی حالانکہ وہ اسکا تہائی مال ہے پھر موصی کی موت کے بعد اسکو کسی نے منہدم کر دیا تو جو کچھ منہدم کیا ہے اسکی قیمت کا ضامن ہوگا پھر
اسمین ویسی عمارت ہی ویسی بنائی جائیگی پھر وہ کرایہ پر دیا جائیگا پس زید اسکا کرایہ لیگا اور عمرو اسمین سکونت رکھیگا اسی طرح اگر
باغ کے حاصلات کی زید کے واسطے اور رقبہ باغ کی عمرو کے واسطے وصیت کی پھر ایک شخص نے اسمین سے درخت غصبا یا کوئی
درخت کاٹ ڈالا تو وہ قیمت کا ضامن ہوگا اور اس قیمت سے درختان مقطوعہ کے مثل درخت خرید کر لگائے جاوینگے اور اگر
زید کے واسطے تہائی مال کی اور عمرو کے واسطے اپنے کرایہ دار کی وصیت کی اور قیمت دار ہزار درم ہین اور موصی کا مال اسکے
سوائے دو ہزار درم ہو تو عمرو کو کرایہ مکان مین سے نصف کرایہ ملیگا اور زید کو باقی مال و دار مین سے چھٹا حصہ ملیگا جسمین

سے دار مین سے پانچوان حصہ اور مال مین سے چار یا پانچویں حصہ ملیگا اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور صاحبین رح کے قول پر دار مذکور بطریق
عول ومضاربت تقسیم ہوگا پس زید بحساب تہائی کے ایک سہم کے اور عمرو بحساب کل کے تین سہام کے شریک کیا جائیگا اور اگر عمرو مر گیا
تو زید کو تہائی دار و مال ملیگی اور اگر دار مذکور استحقاق مین لے لیا گیا تو عمرو کی وصیت باطل ہوگئی اور زید باقی مال مین سے تہائی
لے لیگا اور اگر دار مذکور استحقاق مین نہ لیا گیا بلکہ منہدم ہوگیا تو عمرو سے کہا جائیگا کہ اپنا حصہ بنا وے اور زید اپنا حصہ بنا دیگا اور
وارث لوگ اپنا حصہ بنا دینگے اور انمین سے جسنے بنانے سے انکار کیا اُسپر جبر نکیا جائیگا اور جس دوسرے نے اپنا حصہ بنانا چاہا
اُسکو ممانعت نکیجائیگی اور چاہے کرایہ پر دے اور چاہے آپ بسے یہ بدائع مین ہے اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات
کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے رقبہ کی وصیت کی اور باغ مذکور اُسکا تہائی مال ہے تو باغ مذکور عمرو کا ہوگا اور اُسکی حاصلات زید
کے واسطے ہوگی اور رہا سینچنا اور خراج اور اُسکی درستی کی چیزین اور اُسکے درستی کی چیزون کی مرمت زید پر ہوگی اور اگر کسی کے
واسطے اپنی بکریون کے صوف کی یا اُنکے دودھ کی یا مسکہ کی یا بچون کی ہمیشہ کے واسطے وصیت کی تو نہین جائز ہے الا اُسقدر
کے حق مین جائز ہوگی جو موصی کی موت کے روز اُن بکریون کی پیٹھ پر بال ہین یا تھنون مین دودھ ہے یا تھنون کے دودھ
مین مسکہ ہے یا جو بچہ پیٹ مین ہین۔ اور پھر اسکے بعد جو کچھ ان چیزون مین سے نئی پیدا ہون تو اُنمین حق وصیت کچھ نہوگا۔ اور اگر
اپنے درختان خرما کے حاصلات کی زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے وصیت کردی اور اُسکے رقبہ کی عمرو کے واسطے وصیت کی
اور ہنوز وہ درخت پھل آنے کے قابل نہین ہوے ہین اور پھل نہین آئے ہین تو اُنکے سینچنے و پرداخت کرنے کا خرچہ عمرو پر ہوگا
پھر جب اُنمین پھل آوین تو اُسکا خرچہ زید پر ہوگا اور اگر ایک سال اُس مین پھل لگے پھر ایک سال خالی دیا اور کچھ پھل نہین آئے
تو اُسکا خرچہ زید پر ہوگا اور یہ بمنزلہ غلام خدمت کی ہے کہ جبکہ غلام کے خدمت کی کسی کو وصیت کی ہو اس غلام کا نفقہ رات و دن سب کا موصی لہ
پر ہوتا ہے اگرچہ غلام مذکور رات مین اُسکی خدمت نہین کرتا ہے بلکہ سوتا رہتا ہے اور اگر زید نے جسکے واسطے حاصلات کی وصیت
ہے ان ایام کا خرچہ نہ اُٹھایا اور عمرو نے جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہے اُسنے خرچہ اُٹھایا پھر اُنمین پھل آئے تو عمرو اس حاصلات
سے اپنا خرچہ سب وصول کر لیگا یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر زید کے واسطے اپنی روئی کی اور عمرو کے واسطے بنولونکی وصیت
کی یا بکری معین کے گوشت کی زید کے واسطے اور اُسکے کھال کی عمرو کے واسطے وصیت کی یا زید کے واسطے گیہون کی
جو بالیون کے اندر ہین وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے بھوسہ کی وصیت کی تو دونون کے واسطے وصیت جائز ہے
اور زید و عمرو دونون پر واجب ہوگا کہ کھلیان کو روند داوین اور بکری کو مسلوخ کرا دین۔ اور اگر گدّے کی وصیت زید کے
واسطے اور اُسکے اندر کے روئی کی وصیت عمرو کے واسطے کی تو بالاتفاق گدے سے روئی نکلوانا عمرو پر لازم ہے اور اگر
ان تلون کے تیل کی زید کے واسطے اور اُسکے کھلی کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو زید پر تیل نکلوانے کا خرچہ پڑیگا یہ فتاوی قاضیخان
مین ہے۔ اگر زید کے واسطے معین بکری کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُسکے پائون کی وصیت کی تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا
کہ اگر یہ بکری تہائی مال سے برآمد ہو تو زید کو ملیگی اور عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور اگر باوجود اُسکے بکر کے واسطے اُسکے ہاتھ کی اور خالد
کے واسطے اُسکے کھال کی وصیت بھی کی ہو تو فرمایا کہ بکری ذبح کیجائیگی اور عمرو کو پائون اور بکر کو ہاتھ اور خالد کو کھال دیجا
جائیگی اور باقی زید کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ اس ڈھینڈی مین سے مسکہ زید کے واسطے اور اسکا
مٹھا عمرو کے واسطے ہے تو مسکہ نکالنا زید کے ذمہ ہوگا اور اگر حلقہ انگشتری کی زید کے واسطے اور اُسکے نگینہ کی عمرو کے واسطے
وصیت کی تو وصیت دونون کے حق مین جائز ہوگی پھر اگر نگینہ جدا کرنے مین ضرر ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر نگینہ کی نسبت حلقہ کی

قیمت زائد ہو تو زید سے کہا جائیگا کہ اسکو نگینہ کی قیمت دیدے اور نگینہ تیرا ہو جائیگا اور اگر نگینہ بیش قیمت ہو تو عمرو سے کہا جائیگا کہ زید کو اُسکے حلقہ کی قیمت دیدے اور یہ ایسا مثل اسکے ہو کہ ایک شخص کی مرغی نے دوسرے کا موتی نگل لیا تو اُسمین بھی ایسا ہی حکم ہو اور اگر ایک شخص کی زمین مین انگور وغیرہ کے درخت لگے ہین پس اُسنے زمین کی وصیت زید کے واسطے اور درختان انگور و پودون وغیرہ درختون کی وصیت عمرو کے واسطے کی پھر عمرو نے اپنے درخت کٹوا لیے اور زمین مین گڈھے ہو گئے اور زید نے اُس سے مطالبہ کیا کہ زمین جیسی تھی ویسی برابر کر دے تو عمرو پر اُسکا برابر کرنا لازم ہوگا۔ اور اگر اپنے غلام کی زید کے واسطے اور اسکی خدمت کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو غلام کا نفقہ عمرو پر ہوگا پھر اگر غلام کو کوئی مرض عاجز کنندہ لاحق ہوا یا بسبب لنجے پن وغیرہ کے وہ خدمت سے عاجز ہو تو اُسکا نفقہ زید پر ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنے باغ کے حاصلات پھل وغیرہ کی جو اُسمین موجود ہین زید کے واسطے وصیت کی اور نیز زید کے واسطے ہمیشہ کے لیے اُسکے حاصلات کی وصیت کر دی پھر مر گیا اور سوا اس باغ کے اُسکا کچھ مال نہین ہو اور باغ مین سو درم کا غلہ یعنی پیداوار موجود ہو اور باغ تین سو درم کا ہو تو موصی لہ کو موجودہ پیداوار کی تہائی ملیگی اور آیندہ ہمیشہ تک جو حاصلات ہو اُس کی تہائی ملا کریگی۔ اور اگر زید کے واسطے اپنے کرایہ غلام سے بیس درم سالانہ کی وصیت کی پھر کسی سال کرایہ زیادہ آیا اور کسی سال کم آیا تو زید کے واسطے ہر سال کا تہائی کرایہ روک رکھا جائیگا اُسمین سے بیس درم زید کو جبتک وہ زندہ رہے خرچ دیے جاوینگے جیسا کہ موصی نے وصیت کی تھی اور بسا اوقات بعض سال مین کرایہ نہین حاصل ہوتا ہو اسواسطے تہائی کرایہ اُسکے حق کا روک رکھا جائیگا اسی طرح اگر یہ وصیت کی کہ زید کو میرے مال سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو بھی پوری تہائی روک چھوڑی جائیگی تاکہ موافق وصیت موصی کے اُسمین سے پانچ درم ماہواری اُسکو نفقہ دیا جاوے اور تہائی روک رکھنے کے حق مین خواہ وہ ایک درم ماہواری کی وصیت کرے یا دس درم ماہواری کی سب برابر ہین یہ مبسوط مین ہو ہشام نے فرمایا کہ مین نے امام محمد رح سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ ہر ایک کو ماہواری اس اس قدر خرچ دیا جاوے اور تہائی مال دونون کے واسطے روک رکھا گیا پھر دونون موصی لہ مین سے ایک کے ساتھ وارثون نے صلح کر لی اس طرح کہ اُسکو کچھ مال دینا شرط دیا کہ وہ اپنی وصیت سے لا دعوی ہو جاوے تو فرمایا کہ تہائی مال دونون کے واسطے رکا رہیگا اور جسنے صلح کر لی ہو اُسکا حصہ وارثون کو واپس نہ دیا جائیگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصیت کی کہ میرا دار زید کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا جاوے اور عمرو کو ہزار درم سال بھر کے واسطے قرضہ دیے جاوین اور وارثون نے عین مال سواے دار کے تلف کر دیا پھر وہ دار ہزار درم کے عوض جو اُسکی قیمت ہو فروخت کیا گیا تو یہ درم عمرو کو قرضہ دیے جاوینگے پھر سال کے بعد وارثون کے ہو نگے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو جب تک زندہ رہے پانچ درم ماہواری دیے جاوین اور عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت دیدی تو مال کے چھ حصے کیے جاوینگے جنمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی پانچ حصے روک رکھے جاوینگے اور اُنمین سے موافق وصیت کے پانچ درم ماہواری زید کو دیے جاوینگے اور یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد رح نے فرمایا کہ مال کے چار حصے کیے جاوینگے پھر کتاب مین فرمایا کہ اور جسقدر زید کے حصے مین پڑا ہو وہ اُسکے سپرد کیا جائیگا۔ اور کتاب مین قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل مذکور نہین ہے اور امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ یہ حکم قلیل مین ہو اور اگر مال کثیر ہو تو جس مقدار سے زیادہ زید کی زندگی کی توقع نہ ہو یعنی معلوم ہو کہ غالباً اس سے زیادہ زندہ نہ رہیگا

تو اُس سے زیادہ مال نہ روکا جائیگا بلکہ وارثوں کو دیدیا جائیگا لیکن جو کتاب مین مذکور ہے وہی اصح ہے اور اگر تمام مال جو زید کے واسطے روکا گیا ہو اُسکے خرچ ہو جانے سے پہلے زید مرگیا تو عمرو کی وصیت حصہ سوم پوری کردی جائیگی اور مال کی وہ تہائی معتبر ہوگی جو موصی کی موت کے روز تھی اور وہ تہائی معتبر نہوگی جو زید کی موت کے روز ہے اسواسطے کہ حق عمرو اُس تمام مال کی تہائی سے متعلق تھا جو مرگ موصی کے روز تھا لیکن زید کی مزاحمت کیوجہ سے اُسکے حق مین نقصان ہوگیا تھا پھر جب مزاحمت جاتی رہی تو اُسکو پورے مال کی تہائی پوری کردیجائیگی لیکن اگر وہ تہائی مال سے زائد خرچ ہوچکا ہو تو ایسی حالت مین اُسکو نفقہ دیا جائیگا اور تہائی پوری نہ کیجائیگی اسواسطے کہ مال مین سے اسقدر باقی نہین رہا ہے جس سے تہائی پوری کیجاوے پھر جب عمرو کا حق پورا کردیا گیا تو جسقدر باقی رہے وہ وارثان موصی کو دیا جائیگا اور وارثان زید کو نہ دیا جائیگا یہ سب اُسوقت ہے کہ وارثون نے وصیتون کی اجازت دیدی اور اگر اجازت نہ دی تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی مال زید و عمرو کے درمیان نصفا نصف تقسیم ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے ہوکر تقسیم ہوگا پھر بنابر قول امام اعظم رح کے تہائی کا نصف عمرو کو دیا جائیگا اور نصف باقی روکا رکھا جائیگا تاکہ زید کو ماہواری نفقہ دیا جاوے پھر اگر زید اس مال کے سب خرچ ہونے سے پہلے مرگیا تو جسقدر باقی رہا ہے وہ عمرو کو دیدیا جائیگا اور اگر زید و عمرو دو شخصون کے واسطے وصیت کی کہ جبتک زندہ رہین انکو ماہواری دس درم دیے جاوین اور بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وارثون کی اجازت دینے کی صورت مین امام اعظم رح کے نزدیک تمام مال کے تین حصے کیے جاوینگے اور عدم اجازت کی صورت مین دو حصے کیے جاوینگے اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے کیے جاوینگے پھر اگر زید و عمرو مین سے ایک مرگیا تو بکر کو مال موقوف مین سے کچھ نہ دیا جائیگا بلکہ جو کچھ دونون کے واسطے روک رکھا گیا تھا وہ ویسا ہی سب کا سب رکا رہیگا اور دونون مین سے جو زندہ باقی ہے اُسکو نفقہ دیا جایا کریگا اور اگر موصی نے آخر وصیت مین یہ لفظ کہا ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کو پانچ درم نفقہ دیے جاوین تو اُسکے مطابق ایسا ہی ہے جو اوپر واجب ہوگیا تھا یہ اُسکا بیان ہو جائیگا پس اس سے حکم مختلف نہوگا۔ اور اگر میت نے عمرو کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی اور زید کے واسطے جبتک زندہ ہے پانچ درم ماہواری دیے جانے کی وصیت کی اور بکر کے واسطے جبتک زندہ ہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیے جانے کی وصیت کی پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو امام اعظم رح کے نزدیک نو حصے کیے جاوینگے جنمین سے عمرو کو ایک حصہ دیا جائیگا اور باقی آٹھ سہام مین سے زید و بکر کے واسطے چار چار سہام روک رکھے جاوینگے اور امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک مال کے سات حصے کیے جاوینگے جنمین سے ایک حصہ عمرو کو دیا جائیگا اور باقی چھ حصص مین سے تین تین حصے زید و بکر کے واسطے روک رکھے جاوینگے۔ یہ سب اُسوقت ہے کہ وارثون نے اجازت دیدی۔ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو بھی صاحبین رح کے نزدیک تہائی مال کے سات حصے کیے جاوینگے۔ اور امام اعظم رح کے نزدیک تہائی سے زائد کا استحقاق و اُسکی مقدار پر شریک کیا جانا باطل ہوگیا پس گویا وے سب ایک تہائی کے مستحق ہین پس امام کے نزدیک تہائی مال ان سب مین برابر تین تہائی تقسیم ہوگا اور اس صورت مین اگر زید و بکر اپنا نفقہ پورا کر لینے سے پہلے مرگئے تو باقی مال عمرو کو دیا جائیگا اور اگر زید و بکر مین سے ایک مرگیا اور ہنوز اُسکے مال مین سے جو دونون پر وقف ہو باقی ہے تو اُسمین سے نصف مال عمرو کو دیدیا جائیگا اور باقی نصف مال دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک اُسمین سے ایک چوتھائی عمرو کو ملیگی اور تین چوتھائی دوسرے زندہ کے واسطے وقف رہیگی۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے پانچ درم ماہواری زید

کو جبتک زندہ رہے نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جبتک دونوں زندہ رہیں نفقہ دیا جاوے خواہ یہ لفظ بھی کہا کہ ہر ایک کو پانچ درم ماہواری یا یہ نہ کہا پھر وارثوں نے اجازت دیدی تو تمام مال زید کے و عمرو و بکر کے درمیان برابر نصفا نصف تقسیم ہوگا پس نصف مال زید کے واسطے موقوف رکھا جائیگا اور نصف مال عمرو و بکر کے درمیان رکھا جائیگا اسواسطے کہ زید کے حق میں خود پورے مال کی تنہا وصیت ہے اور عمرو و بکر دونوں کے واسطے پورے مال کی تنہا وصیت ہے پس گویا موصی نے زید کیواسطے پورے مال کی وصیت کی اور عمرو و بکر دونوں کے واسطے پورے مال کی وصیت کی ہے پس بالاتفاق انہیں تمام مال نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر اگر زید مر گیا تو اُسکے حصہ کے مال میں سے جسقدر باقی رہا ہو وہ عمرو و بکر پر وقف کر دیا جائیگا اور دونوں کو دس درم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر عمرو و بکر دونوں میں سے ایک مر گیا اور زید زندہ باقی رہا تو میت کا باقی حصہ اسکے شریک پر وقف کیا جائیگا اور شریک کو پانچ درم ماہواری دیے جاوینگے اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دو حصوں پر برابر تقسیم ہوگا انمیں سے نصف زید کے واسطے ہوگا اور نصف عمرو و بکر کے واسطے ہوگا انمیں بھی اماموں کا اتفاق ہوا اسواسطے کہ زید تمام مال کا موصی لہ ہوا اور عمرو و بکر دونوں تمام مال کے موصی لہ ہیں تو وارثوں کی اجازت نہ دینے کی صورت میں تہائی مال میں زید بقدر تہائی کے اور عمرو و بکر بھی بقدر تہائی کے شریک کیے جاوینگے یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے پس برابر کے شریک ہوے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک زید پورے مال کے حساب سے اور عمرو و بکر بھی پورے مال کے حساب سے شریک کیے جاوینگے پس صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برابر کے شریک ہوے پس بالاتفاق تہائی مال کے برابر دو حصے ہونگے اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے عمرو کو جبتک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور بکر کو جبتک زندہ رہے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو باوجود اختلاف تخریج کے سب کے نزدیک تمام مال تین حصوں پر تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال ان سب کے واسطے برابر تین حصے ہو کر وقف رکھا جائیگا یہ بھی بالاتفاق ہے اگرچہ امام و صاحبین رح کی تخریج میں اختلاف ہے پھر اگر انمیں سے ایک مر گیا تو باقی اُسکے ساتھی پر وقف کیا جائیگا۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے چار درم ماہواری زید کو نفقہ دیا جاوے جبتک زید زندہ رہے اور وصیت کی کہ عمرو و بکر کو دس درم ماہواری جبتک زندہ رہیں میرے تہائی مال سے نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو تہائی مال زید پر وقف کیا جائیگا اور دوسری تہائی عمرو و بکر پر وقف کیجائیگی پھر اگر زید اپنے حصہ وصیت کا مال پورا لینے سے پہلے مر گیا تو باقی مال وارثان موصی کو دیا جائیگا اور اگر عمرو و بکر میں سے کوئی مر گیا تو اُسکے حصہ کا باقی اُسکے شریک کے واسطے وقف کیا جائیگا پھر اگر اسکے بعد دوسرا بھی مر گیا تو باقی مال وارثان موصی کو واپس دیا جائیگا۔ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال کے دو حصے کیے جاوینگے جنمیں سے نصف تہائی زید کے واسطے اور نصف تہائی عمرو و بکر کے واسطے سب اماموں کے نزدیک باوجود اختلاف تخریج کے وقف کیجائیگی نیز امام محمد رح نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے انمیں سے زید کو جبتک زندہ رہے چار درم ماہواری دیے جاویں اور میں نے عمرو و بکر کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی وہ وقف کیا جاوے اور انمیں سے دونوں کو دس درم ماہواری جبتک زندہ رہیں نفقہ دیا جاوے پس اگر وارثوں نے اجازت دیدی تو زید کو پوری تہائی دیدی جائیگی اُسکو جو چاہے کرے اور عمرو و بکر کو بھی دوسری تہائی دیدی جائیگی جو چاہیں کریں اور وہ دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور قلیل و کثیر کچھ وقف نہ کیا جائیگا اور جو کوئی ان زید و عمرو و بکر میں سے مر گیا اُسکا حصہ اُسکے وارثوں کا ہوگا اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو ایک

تہائی مین سے نصف فقط زید کو اور نصف باقی عمرو و بکر کو نصف نصف دیدی جائیگی اور اسی طرح اگر کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید کے واسطے وصیت کی اُسمین سے اُسکو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو و بکر کے واسطے تہائی کی وصیت کی عمرو کو پانچ درم ماہواری اُسمین سے نفقہ دیا جاوے اور بکر کو تین درم ماہواری دیا جاوے پس اگر وارثون نے اجازت دیدی تو زید کو تہائی مال دیدیا جائیگا اور عمرو و بکر کو دوسری تہائی دیدی جائیگی جو دونون مین نصفا نصف ہوگی پس زید و عمرو و بکر اپنے اپنے مال سے جو چاہین کرین اُنکو اختیار ہوگا اور اگر وارثون نے اجازت ندی تو ایک تہائی مین سے نصف زید کو اور باقی نصف عمرو و بکر کے درمیان برابر تقسیم ہوگا اور اُنمین جو مرجاوے اُسکا حصہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر وصیت کی کہ میرے مال سے زید کو چار درم ماہواری نفقہ دیا جاوے اور عمرو کو میرے باغ سے پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو تہائی باغ مین دونون کا نصفا نصف استحقاق ہوگا پس ہر ایک کے واسطے چوتھا حصہ باغ کا فروخت کر کے اُسکا ثمن وصی کے پاس یا اگر وصی نہو تو کسی عادل آدمی کے پاس موقوف رکھا جائیگا اور ہر ایک کو اُسکے حصہ سے ماہواری اُسکے واسطے بیان کی ہو دیجائیگی اور اگر دونون مرگئے اور اُنمین سے کچھ باقی رہا تو وارثان میت ہی کو واپس دیا جائیگا اسوجہ سے کہ دونون کی وصیت بسبب موت کے باطل ہوگئی ہے۔ اسی طرح اگر کہا کہ زید کو چار درم ماہواری اور عمرو و بکر کو پانچ درم ماہواری نفقہ دیا جاوے تو چوتھا حصہ فقط زید کے واسطے اور چوتھا حصہ عمرو و بکر دونون کے واسطے موقوف رکھا جائیگا اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی اور عمرو کے واسطے نصف حاصلات باغ کی وصیت کی اور اُسکا مال کل یہی باغ ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک تہائی غلہ ہر سال دونون پر نصفا نصف تقسیم کیا جائیگا اور اگر اُسکا مال زائد ہو اور یہ باغ اُسکی تہائی ہو تو زید کو سال کی حاصلات باغ کا تین چوتھائی حصہ اور عمرو کو ایک چوتھائی ملیگا اور تقسیم امام کے نزدیک اُنکے اصول کے موافق بطریق منازعت ہوگی اور صاحبین رح کے نزدیک چونکہ تقسیم بطریق عول و مضاربت ہے لہذا اگر باغ مذکور کے سوا اُسکا کچھ مال نہو تو تہائی حاصلات دونون کو تین تہائی تقسیم کر دیجائیگی اور اگر مال ہو کہ باغ اُسکا تہائی ہو سکتا ہو تو تمام حاصلات دونون مین تین تہائی تقسیم ہوگی اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے حاصلات کی وصیت کی اور اُسکی قیمت ہزار درم ہے اور عمرو کے واسطے اپنے غلام کی کمائی کی وصیت کی اور اُسکی قیمت تین سو درم ہے اور میت کا مال تین سو درم سواے اسکے اور بھی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک ایک تہائی دونون مین گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگی جسمین سے زید کو حاصلات باغ سے چھ حصے اور عمرو کو اُسکے غلام سے پانچ حصے ملینگے اور اگر زید کے واسطے اپنی زمین کے حاصلات غلہ کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اُس زمین کے رقبہ کی وصیت کی حالانکہ زمین مذکور اُسکا تہائی مال ہے پھر عمرو نے اُسکو فروخت کیا اور زید نے اُسکے بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور زید کی وصیت باطل ہوگئی اور ثمن مین زید کا کچھ استحقاق نہوگا اور اگر زید کے واسطے اپنے باغ کے غلہ کی وصیت کی پھر موصی کے مرنے سے پہلے کئی سال تک باغ مذکور کا غلہ آیا پھر موصی مرگیا تو موصی لہ کو اس غلہ مین سے کچھ نہ ملیگا لیکن موت موصی کے وقت باغ مین جو غلہ یعنی پھل وغیرہ موجود ہین یا جو آیندہ پیدا ہون سب ملینگے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس ہزار درم کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے اسی ہزار درم مین سے سو درم کی وصیت کی تو یہ قول وصیت اول سے رجوع نہین ہے بلکہ نوسو درم زید کو ملینگے پھر سو درم مین سے نصف زید کو اور نصف عمرو کو ملینگے اور اگر کہا کہ اس ہزار درم کی زید کیواسطے اور اُسمین سے سو درم کی عمرو کے واسطے وصیت کی تو سو درم عمرو کو اور نوسو درم زید کو ملینگے اور اگر زید کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی پھر کہا کہ مین نے عمرو و بکر کے واسطے اُسقدر کی وصیت کی جسقدر زید لپسند کرے تو فرمایا کہ زید جسقدر

پسند کرے اختیار کرے اسی قدر کے واسطے تہائی مال میں عمرو و بکر حصہ دار کیے جاوینگے پس اگر زید نے پوری تہائی کو پسند کیا تو تہائی
میں سے نصف زید کا اور نصف دوسرے موصیٰ لہما کا ہوگا اور اگر پوری تہائی میں سے سوا ے ایک درم کے پسند کی تو تہائی میں
سے ایک درم کم کی مقدار پر شریک کیے جاوینگے اور اگر کہا کہ میں نے زید و عمرو کے واسطے ہزار درم کے لیے کہ انمیں سے زید کو
سو درم اور عمرو کو دو سو درم دیے جاوین وصیت کی تو فرمایا کہ ان ہزار درم میں سے جسقدر ہر ایکے واسطے بیان کر دیا ہو دیکر
باقی وارثوں کو واپس دیگا اور اگر ہزار درم میں سے فقط ایک کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو تو اسقدر اسکو دیکر باقی کا
استحقاق دوسرے کے واسطے قرار دیگا- اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال زید و عمرو کے واسطے ہے کہ انمیں سے زید کے واسطے سو درم
ہیں پھر اسکا تہائی مال ستر درم نکلا تو یہ سب اسی کو جسکے واسطے سو درم کی مقدار بیان کی ہے دیدیا جاویگا- اور اگر کہا کہ میرا تہائی
مال بکر و زید و عمرو کیواسطے کہ زید کے واسطے پچاس درم اور عمرو کے واسطے سو درم ہیں اور اسکا کل مال تین سو درم ہے تو تہائی سو
درم دونوں کے واسطے جنکے لیے مقدار بیان کی ہے تین تہائی تقسیم ہوگا اور دوسرے کو کچھ نہ ملیگا اور اگر تہائی مال تین سو درم ہو تو
زید کو پچاس اور عمرو کو سو درم اور باقی ڈیڑھ سو درم بکر کو ملینگے جسکے واسطے کوئی مقدار بیان نہیں کی ہے اور اگر کہا کہ تہائی کیواسطے
زید و عمرو کے ہو زید کے واسطے سو درم اور عمرو کے واسطے پچاس اور تہائی مال تین سو درم ہو تو ہر ایک کو وہ مقدار ملیگی جسقدر اسکے
واسطے بیان کر دیا ہے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہوگا- اور اگر ہزار درم کی زید و عمرو کے واسطے بایں طور وصیت کی کہ واسطے
زید کے انمیں سے سو درم ہیں تو موافق اسکے کہنے کے سو درم زید کو دیے جاوینگے اور باقی نو سو درم عمرو کو ملینگے اور اگر انمیں سے
تھوڑے سے درم تلف ہو گئے تو باقی کے بھی دس حصے کیے جاوینگے اور اگر اسنے بکر کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت بھی
کی ہو حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو پانچ سو درم بکر کو ملینگے اور پانچ سو درم میں زید و عمرو کے واسطے دس حصے کیے
جاوینگے جنمیں سے ایک حصہ زید کو اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم زید و عمرو کے واسطے ہیں زید کے واسطے
انمیں سے سو درم ہیں اور باقی عمرو کے واسطے ہیں تو زید کو سو درم ملینگے اور اگر سواے سو درم کے باقی سب تلف ہو گئے تو
یہ سو درم زید کو ملینگے اور عمرو کیواسطے وہی ہوگا جو بعد سو درم کے باقی رہے اور اگر باوجود اسکے اسنے بکر کے واسطے ہزار درم دوسرے
کی وصیت کی حالانکہ اسکا تہائی مال ہزار درم ہے تو درمیانی کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار درم باقی دونوں میں گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہونگے
جنمیں سے دس حصے ہزار درم کی وصیت والے کو ملینگے اور ایک حصہ سو درم کی وصیت والے کو ملیگا- اور اگر کہا کہ میں نے
اپنے تہائی مال کی زید و عمرو کے واسطے وصیت کی انمیں سے سو درم زید کے ہیں اور اسکا تہائی مال ہزار درم ہے مگر تقسیم کے روز
تک تلف ہو کر پانچ سو درم رہگیا ہو تو انمیں سے زید کو پورے سو درم ملینگے اور باقی عمرو کو ملینگے اور اگر باوجود اسکے بکر کے
واسطے اپنے تہائی مال کی بھی وصیت کی ہو اور مال میں کچھ نقصان نہیں آیا تو ہزار کا نصف بکر کو ملیگا اور باقی نصف کے دس حصے
ہو کر انمیں سے ایک حصہ زید کو ملیگا اور نو حصے عمرو کو دیے جاوینگے اور اگر کہا کہ میں نے زید کے واسطے اپنے تہائی مال سے سو درم
کی اور عمرو کے واسطے باقی مال کی وصیت کی اور بکر کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا اور ہزار
درم اسکا تہائی مال درمیان زید و بکر کے گیارہ حصے ہو کر تقسیم ہوگا انمیں سے زید کو ایک اور بکر کو دس حصے ملینگے اگر ایک شخص کے
پاس تین ہزار درم ہوں اور ہر ہزار درم ایک خاص تھیلی میں ہوں پس اسنے زید سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے جو کچھ اس تھیلی میں
سے باقی رہجاوے اسکی وصیت کی تو اسکو پورے ہزار درم ملینگے اور یہ وصیت باقی تمام وصیتوں سے موخر ہوگی حتی کہ اگر اسنے
عمرو کے واسطے دوسرے ہزار درم کی وصیت کی تو اول کو کچھ نہ ملیگا اور اگر کہا کہ میں نے ان ہزار درموں کی زید و عمرو کیواسطے

وصیت کی زید کے واسطے سات سو درم کی اور عمرو کے واسطے چھ سو درم کی تو یہ ہزار درم ان دونوں مین تیرہ حصہ ہوکر تقسیم ہونگے اور اگر کہا کہ مین نے ان ہزار درمون کی زید وعمرو کے واسطے وصیت کی انمین سے ہزار درم زید کیواسطے ہین تو پورے ہزار درم فقط زید کو ملجاوینگے اور اگر کہا کہ انمین سے ہزار درم زید کیواسطے اور ہزار درم عمرو کیواسطے ہین تو ہزار درم معین دونون مین نصفا نصف تقسیم ہونگے یہ محیط سرخسی مین ہے اور اگر کہا کہ مین نے زید وعمرو کیواسطے ان ہزار درم کی وصیت کی انمین سے زید کے واسطے ہزار درم ہین اور عمرو کیواسطے ان ہزار درم مین سے کچھ نہین ہے تو زید کے واسطے وصیت کی ہوئی ہزار درم ہین۔ یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی زید وعمرو کیواسطے وصیت کی انمین سے ہزار درم زید کے ہین اور ان ہزار درم مین سے عمرو کے واسطے ہزار درم ہین حالانکہ اُسکا تہائی مال ہزار درم ہو تو ہر دو صورت مین پورے ہزار درم عمرو کو ملینگے اگر ایک شخص نے ایک قوم کے واسطے چند وصیتین علیحدہ علیحدہ کین پھر صاحبان وصیت مین سے کوئی حاضر ہوا اور اُسنے گواہ قائم کرکے اپنا حق وصیت لینا چاہا تو فرمایا کہ اُسکا حصہ دیکر باقیون کا حصہ روک رکھونگا پھر اگر باقی غائب ہوگیا تو جسقدر کہ لے لیا ہے اُسکے لیے پورے مین حصہ رسد شریک ہوجاوینگے اور جسکو اُسکا حصہ وصیت دیا گیا ہو اُسکے دینے پر تقسیم سچی باقی لازم نہ آوے گی یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ فلان شخص کو ہزار درم دیے جاوین کہ وہ قیدیون کو خریدے یعنی کفار مقید اسلام یا مسلمانان اسیر بدست کفار کو خریدے پس اگر یہ شخص قبل اسکے مرگیا تو یہ مقدمہ حاکم کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ وہ کسی شخص کو اس کام کے واسطے مقرر کردے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک مریض نے کہا کہ میرے مال سے بیس ہزار درم نکالو انمین سے فلان کو اسقدر دو اور فلان کو اسقدر دو حتی کہ اُسنے اسی طور سے گیارہ ہزار کا حساب بتلایا پھر کہا کہ باقی فقیرون کے واسطے ہے پھر مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال فقط نو ہزار درم ہین تو فقیہ ابوبکر بلخی نے فرمایا کہ ہر ایک کی وصیت کے بیس حصہ کرکے انمین سے اسکو نو حصے دیے جاوینگے اور گیارہ حصے باطل ہوجاوینگے اور قولہ باقی واسطے فقیرون کے ہین گویا اُسنے نو ہزار درم فقیرون کے واسطے بیان کردیے اسواسطے کہ جب اُسنے ابتدا مین تمام مال بیان کیا تو باقی اسیقدر ہوا جو ہم کہتے ہین بخلاف اسکے اگر اُسنے یہ کہا کہ میرے تہائی مال سے فلان کو اسقدر اور فلان کو اسقدر دو حتی کہ اُسنے کہا کہ باقی فقیرون کو دو تو ایسی صورت مین فقیرون کو کچھ نہ ملیگا اور صاحبان وصیت مین سے ہر ایک کو وصیت کے گیارہ جزون مین کے نو جزو ملینگے اور دو جزو باطل ہوجاوینگے ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا دار فروخت کیا جاوے اور اُسکے ثمن سے دس گون گیہون خریدے جاوین اور ہزار روٹیان خریدی جاوین اور اُسنے دوسری کچھ وصیت بھی کی ہو پھر اُسکا دار فروخت کیا گیا اور اُسکے ثمن مین اسقدر گنجایش بھی نہوئی جس سے اسقدر گیہون و روٹیان خریدی جاوین اور میت کا اسکے سوا اور مال بھی ہو تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ اگر اُسکے تہائی مال مین اس وصیت اور دوسری وصیتون کے پورا کرلینے کی گنجایش ہو تو تہائی مال سے سب پوری کیجاوینگی اور ایسا ہوگا کہ گویا اُسنے یہ وصیت کی کہ میرے مال سے دس گون گیہون اور ہزار روٹیان خریدی جاوین اور اسکا ثمن میرے مکان کے ثمن سے قرار دو مگر وارثون نے اُسکو دوسرے مال سے قرار دیا ہو بہر حال وارثون کے حق مین مفید ہوگا لیکن اگر میت نے جو مال تجویز کیا ہو اُسمین کوئی دلیل پائی جاوے جس سے اسی کا برقرار رکھنا ضرور ہو مثلاً معلوم ہو کہ اُسکا تھوڑا مال پاک وحلال ہو اور باقی پلید وحرام ہو تو وصیتین اسی مال حلال سے نافذ کیجاوینگی۔ ایک شخص نے چند وصیتیان کین پھر اُسکے فرزندون کو خبر پہنچی کہ ہمارے باپ نے چند وصیتین کی ہین اور اُنکو معلوم نہین ہے کہ کیا وصیتین کی ہین پس اُنھون نے کہا کہ جسکی ہمارے باپ نے وصیت کی ہے ہمنے اُسکی اجازت دیدی تو منتقی مین مذکور ہے کہ اُنکی اجازت صحیح نہوگی اور اجازت جبھی صحیح ہوگی کہ جب اُسپر واقف ہونے کے اجازت دین۔ ایک شخص نے زید کے واسطے مال کی وصیت کی اور فقیرون کے واسطے مال کی

وصیت کی حالانکہ زید بھی محتاج ہو پس آیا اُسکو حصہ فقراء مین سے دیا جائیگا تو علماء نے اسمین اختلاف کیا ہے اور محمد بن مقاتل رح و خلف و رشد اور رح نے فرمایا کہ دیا جائیگا اور ابراہیم نخعی و حسن بن مطیع نے فرمایا کہ نہ دیا جائیگا اور اول اصح ہے یہ فتاویٰ قاضیخان مین ہے۔ نوازل مین ہے کہ اگر وصیتین کین اور فقیرون کے واسطے وصیت کی اور اپنے آزاد کردہ شدہ کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر اُسکا آزاد کیا ہوا اُسکی موت کے بعد مر گیا پس اگر اُسنے ہر وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کر دی ہو اور باقی فقیرون کے واسطے کہا ہو تو اُسکے آزاد کردہ شدہ کے سو درم فقیرون پر صرف کر دیے جاوینگے اور اگر اُسنے ہر ایک وصیت کے واسطے کوئی مقدار بیان کی ہو اور فقیرون کے واسطے بھی مقدار بیان کی ہو تو آزاد کردہ شدہ کے سو (۱۰۰) درم وارثان موصی کو دیے جاوینگے اور علیٰ ہذا اگر چند وصیتین کین پھر کہا کہ باقی فقیرون پر تقسیم کر دیا جاوے پھر بعض وصیتون سے رجوع کر لیا یا بعضے موصی لہ قبل موت موصی کے مر گئے تو باقی فقیرون کو تقسیم کیجائیگی اگر اُس سے رجوع نکیا ہو یہ محیط مین ہے۔

آٹھوان باب ذمی و حربی کی وصیت کے بیان مین۔ ذمی کی وصیت اگر از جنس معاملات ہو تو بالاجماع صحیح ہے۔ اور اگر از جنس معاملات نہو تو اسمین چار اقسام ہین اول آنکہ وہ فعل ہمارے اور اُنکے نزدیک قربت ہو پس ایسی وصیت بھی صحیح ہے خواہ واسطے قوم معین کے ہو یا غیر معین کے دوم آنکہ ہمارے اور اُنکے دونون کے نزدیک معصیت ہو پس اگر ایسی وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور یہ اعتبار کیا جائیگا کہ موصی نے اُن لوگون کو مالک کر دیا ہے پس اسمین کوئی وجہ قربت اللہ تعالے کی شرط نہوگی اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو باطل ہے سوم آنکہ ہمارے نزدیک قربت اور اُنکے نزدیک معصیت ہو پس اگر یہ قوم معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے اور اُنکے واسطے تملیک شمار کیجائیگی پس اسمین موصے کی طرف تقرب شرط نہوگا۔ اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو صحیح ہے۔ چہارم آنکہ ہمارے نزدیک معصیت اور اُنکے نزدیک قربت ہو تو ایسی وصیت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہے خواہ قوم معین کے واسطے ہو یا غیر معین کے واسطے اور صاحبین رح کے نزدیک اگر قوم معین کے واسطے ہو تو خیر ورنہ باطل ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک ذمی نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے رقبات یعنے مملوک لوگ خواہ معین یا غیر معین خریدے جاوین اور میری طرف سے آزاد کیے جاوین یا یہ وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقیرون و مسکینون کو صدقہ دیا جاوے یا اُس سے بیت المقدس مین چراغ جلائے جاوین یا اسمین عمارت بنائی جاوے یا تہائی مال سے ترک و دیلم پر جہاد کیا جاوے اور موصے نصرانی ہو تو وصیت صحیح ہے۔ اور اگر تہائی مال کی گانے والیون یا رونے والیون کے واسطے وصیت کی پس یہ عورتین معین کر دی ہون تو صحیح ہوگی اور یہ شمار کیا جائیگا کہ اُسنے ان عورتون کو تہائی مذکور کا مالک کر دیا ہے اور اگر غیر معین ہون تو باطل ہے اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے ایک قوم مسلمان کو حج کرایا جاوے یا اُس سے مسلمانون کی مسجد بنائی جاوے پس اگر قوم معین کے واسطے ہو تو وصیت صحیح ہوگی اور اُن لوگون کے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور موصے کے وارث لوگ مختار ہونگے چاہین حج کراوین و مسجد بناوین اور چاہین ایسا نکرین اور اگر قوم غیر معین کے واسطے ہو تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے بیعہ یا کنیسہ بنایا جاوے یا میرا دار بیعہ یا کنیسہ کر دیا جاوے تو صاحبین رح کے نزدیک وصیت مذکور باطل ہے الا جبکہ یہ وصیت قوم معین کے واسطے ہو تو یہ اُنکے حق مین تملیک قرار دیجائیگی اور امام اعظم رح کے نزدیک ہر حال مین وصیت صحیح ہے اور یہ حکم استحسانی بقیاس مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اور ہمارے مشایخ رح نے فرمایا کہ امام اعظم رح کے قول پر یہ حکم گانون مین ہے اور اگر شہر مین ایسی وصیت کی تو اُسکی وصیت نافذ نہوگی یہ محیط مین ہے۔ حربی مستامن نے اگر مسلمان و ذمی کے واسطے وصیت کی تو سب صحیح ہے لیکن اگر اُسکے ساتھ اُسکا وارث دار الاسلام مین آیا ہو

اور حربی مستامن نے تہائی سے زائد کی وصیت کی تو تہائی سے زائد کی حق مین اُسکے وارث کی اجازت کی ضرورت ہوگی اور اگر اُسکا کوئی وارث ہی نہو تو تمام مال سے وصیت صحیح ہوگی جیسا کہ مسلمان و ذمی کے حق مین۔ اسی طرح اگر وارث ہو لیکن دار الحرب مین ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اصل مین مذکور ہے کہ اگر حربی نے دار الحرب مین وصیت کی پھر دار الحرب کے لوگ مسلمان ہوگئے یا سب ذمی ہوگئے پھر دونون نے اس وصیت کی بابت قاضی کے پاس نالش کی پس اگر چیز وصیت بعینہ قائم ہو تو قاضی اُسکو نافذ کریگا اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے وہ تلف ہوگئی تو قاضی اُسکو باطل کردیگا یہ بدائع مین ہے۔ حربی مستامن نے اگر ذمی کے واسطے اپنے بعض مال کی وصیت کی تو باقی اُسکے وارثان اہل الحرب کو دیا جائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر دار الاسلام مین مستامن نے اپنے غلام کو عند الموت آزاد کیا یا مدبر کیا تو صحیح ہوگا بدون اسکے کہ اُسکے تہائی مال سے اعتبار کیا جاوے اور اگر ذمی نے تہائی سے زائد کی یا بعض وارثون کیواسطے وصیت کی تو مثل مسلمان کے صحیح نہین ہے اور اگر اپنے برخلاف ملت کیواسطے وصیت کی تو مثل ارث کے صحیح ہے اور اگر حربی غیر مستامن کے واسطے وصیت کی تو نہین صحیح ہے یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ذمی نے حربی مستامن کے واسطے وصیت کی تو جائز ہے یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اگر کوئی مسلمان نعوذ باللہ مرتد ہوکر یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہوگیا پھر اُسنے ان وصیتون مین سے کوئی وصیت کی تو امام اعظم رحمہ کے قول پر اُسکی وصیتون مین سے جو ایسی وصیتین ہین کہ مسلمان کیطرف سے صحیح ہوتی ہین وہ موقوف رہینگی اور جو مسلمان کیطرف سے صحیح نہین ہوتی ہین وہ باطل ہونگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک تصرفات مرتد فی الحال نافذ ہوتے ہین پس جس قوم کیطرف مرتد ہوگیا ہے جو وصیتین اُس قوم کی طرف سے صحیح ہوسکتی ہین ویسی وصیتین اُسکی صحیح ہونگی حتے کہ اگر اُسنے ایسی وصیت کی جو اُس قوم کے نزدیک کار ثواب اور ہمارے نزدیک معصیت ہے اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کیواسطے واقع ہوئی تو صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی اور رہی مرتدہ عورت سو وہ جس قوم کی طرف مرتد ہوکر گئی ہے جو اُس قوم سے صحیح ہوسکتی ہین وہ اس عورت مرتدہ کی وصیتین بھی صحیح ہونگی اور کتاب مین فرمایا کہ سوائے ایک صورت کے وہ یہ ہے کہ ایسی وصیت کی کہ اُنکے نزدیک کار ثواب ہے اور ہمارے نزدیک معصیت ہے مثلاً کنیسہ یا بیعہ کی تعمیر کی وصیت کی یا اسکے مانند کوئی وصیت کی اور یہ وصیت ایک قوم غیر معین کے واسطے واقع ہوئی تو مین اس مسئلہ مین امام ابو حنیفہ رحمہ سے کوئی حکم یاد نہین رکھتا ہون اور مشائخ رحمہم نے اسمین اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ نہین صحیح ہے یہ محیط مین ہے۔ اور تبیین مین ہے کہ اگر اُسکی تکفیر کا حکم نہو تو حق وصیت مین بمنزلہ مسلمان کے ہے اسواسطے کہ ابتدا ہے وہ اسلام کا دعوے کرتا ہے اور اگر اُسکی تکفیر کا حکم ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے پس اُسکے تصرفات مین امام اعظم و صاحبین رحمہ کے درمیان وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کے حق مین معروف ہے یہ کافی مین ہے۔ اگر یہودی یا نصرانی نے اپنی صحت مین کنیسہ یا بیعہ بنایا پھر مرگیا تو وہ میراث ہوگا یہ ہدایہ مسائل شتی مین ہے۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ مین کوئی وصیت نکرونگا پھر اُسنے مرض الموت مین چیز ہبہ کی یا اپنا بیٹا خریدا جو آزاد ہوگیا تو وہ شخص حانث نہوگا۔ اور اگر اپنے وارث کو کچھ ہبہ کیا حالانکہ مرض الموت کا مریض ہے یا وارث کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور اُسکے نافذ کرنے کا حکم کیا تو امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ دونون باطل ہین اور اگر باقی وارثون نے اس طرح اجازت دی کہ میت نے جس چیز کا حکم کیا ہے ہمنے اُسکی اجازت دی تو یہ وصیت کی طرف راجع ہوگی اسواسطے کہ وصیت ہی کا حکم دیا ہے ہبہ کی طرف راجع نہوگی اور اگر وارثون نے اس طرح اجازت دی کہ ہمنے فعل میت کی اجازت دی تو ہبہ و وصیت دونون کے حق مین اجازت صحیح ہوگی۔ ایک مریض نے کچھ وصیتین کین پھر وہ اس مرض سے اچھا ہوگیا اور برسون زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اُسکی وصیتین باقی رہینگی بشرطیکہ اُسنے ان وصیتون کے وقت یہ نکہا ہو کہ اگر مین اس مرض سے مرجاؤن تو یا اگر مین اس مرض سے اچھا نہون تو مین نے یہ وصیت کی یا فارسی مین کہا کہ مرا ازین

بیماری اگر مرگ آید یا اگر ازین بیماری بمیرم) اور اگر اُسنے یہ شرط لگائی ہو تو اچھے ہو جانے کی صورت مین یہ وصیتین باطل ہو جائینگی یہ فتاوے قاضیخان مین ہے - ایک شخص نے وصیت کی اور کہا کہ اگر مین اپنے اِس مرض سے مرجاؤن تو میرے غلام آزاد ہین اور فلان کو میرے مال سے اسقدر دیا جاوے اور میری طرف سے حج کیا جاوے پھر وہ اِس مرض سے اچھا ہو گیا پھر دوبارہ بیمار ہوا اور جن گواہون کو پہلی بیماری مین وصیت پر گواہ کیا تھا اُنھین سے یا دوسرے گواہون سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ مین اپنی پہلی وصیت پر ہون تو امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاساً یہ باطل ہے کیونکہ وہ جب مرض اول سے اچھا ہوا جبھی یہ وصیتین باطل ہو چکی ہین ولیکن مین اِس مسئلہ مین استحسان کو لیتا ہون اور حکم دیتا ہون کہ یہ سب جائز ہے اور سب وصیتون کا حصہ تہائی مال مین سے لگایا جائیگا اور یہ قیاس و استحسان ایسی صورت مین ہے کہ مریض نے کہا کہ مین نے عبداللہ کے واسطے سو درم کی وصیت کی اور مساکین کے واسطے سو درم کی وصیت کی پھر کہا کہ مین اگر اِس مرض سے مرجاؤن تو میرے غلام آزاد ہین پھر اچھا ہو گیا اور پھر دوبارہ بیمار ہوا یہ محیط مین ہے - ایک شخص نے کچھ وصیتین کین اور اُسکا وصیت نامہ لکھدیا پھر اسکے بعد بیمار ہوا اور پھر بھی کچھ وصیتین کین اور وصیت نامہ لکھدیا پس اگر وصیت نامہ ثانی مین یہ تحریر نکیا کہ مین نے وصیت اول سے رجوع کیا ہے تو دونون وصیتون کی تعمیل کیجائیگی یہ خزانۃ المفتین مین ہے - ایک شخص نے کچھ وصیت کی پھر اُسکو وسواس نے گھیرا جس سے وہ معتوہ ہو گیا اور ایک مدت ایسا ہی رہا پھر اسکے بعد مرگیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وصیت باطل ہے - ایک مریض بسبب ضعف کے گفتگو کرنے پر قادر نہین ہے لیکن اُسکی عقل موجود ہے پس اُسنے سر سے کسی وصیت کا اشارہ کیا تو محمد بن مقاتل نے فرمایا کہ اشارہ سے اُسکی وصیت جائز ہے اور ہمارے اصحاب نے اِس وصیت کو جائز نہین رکھا ہے اور ناطفی نے فرمایا کہ کیسانیات مین مذکور ہے کہ ایک شخص کو فالج نے مارا پس اُسکی زبان جاتی رہی اور گفتگو سے عاجز ہو گیا پس اُسنے اشارہ سے وصیت کی یا لکھدیا پھر ایک مدت تک یہی حال رہا اور زمانہ دراز گذر گیا تو اُسکا حکم مثل گونگے کے ہے - اور حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درم زید کے واسطے ہین اگر مین مرجاؤن تو تو اُسکو دیدینا پھر مرگیا تو مامور زید کو موافق حکم میت کے دیدیگا - اور اگر یہ نہ کہا کہ یہ واسطے فلان کے ہین بلکہ یہ کہا کہ زید کو یہ درم دیدینا پھر مرگیا تو مامور یہ درم زید کو نہ دیگا شیخ ابو نصر الدبوسی سے روایت ہے کہ مریض نے ایک شخص کو دراہم دیئے اور کہا کہ انکو زید کو دینا یا کہا کہ میرے بیٹے کو دینا پھر مرگیا حالانکہ میت پر قرضے ہین تو فرمایا کہ اگر اُسنے فقط یہی کہا کہ میرے بھائی یا بیٹے کو دیدینا اور اِس سے زیادہ کچھ نکہا تو مامور اِن دراہم کو قرضخواہان میت کو دیدیگا اور شیخ نصیر رح سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ یہ دراہم یا یہ کپڑے زید کو دیدینا اور یہ نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے ہین اور یہ بھی نہ کہا کہ یہ اُسکے واسطے وصیت ہین تو فرمایا کہ یہ باطل ہے اسواسطے کہ یہ نہ اقرار ہوا اور نہ وصیت ہے - ایک شخص نے وصیتین کین اور اُسکے پیچھے لوگون نے اُسکی وصیتون کو زیوف و ستوقی درمون سے نافذ کیا تو اِسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر وصیت کسی قوم معین کے واسطے ہے اور وہ لوگ باوجود علم اِس بات کے ایسے درمون پر راضی ہو گئے تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیرون کے واسطے کی تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے - ایک شخص نے وصایا سے نقد کی وصیت کی حالانکہ نقود مختلف رائج ہین تو خرید و فروخت مین جو نقد سب سے زیادہ رائج ہے اُسی سے اُسکی وصیتین نافذ کیجائینگی ایک مریض نے ہزار درم شکستہ کی وصیت کی حالانکہ اُسکے دراہم ثابت ہین تو اُسکے ثابت درمون سے کوئی چیز خرید کر

[illegible] تقادم الزمن زمانہ دراز سے ایک سال اور اِس سے زیادہ ہے بعض ۱۲ منہ

پھر یہ چیز شکستہ درمون سے فروخت کرکے اُسکی وصیت نافذ کیجائیگی۔ ایک مریض سے لوگون نے کہا کہ تو وصیت کیون نہین کرتا
ہو اُسنے کہا کہ مین نے وصیت کی کہ میرا تہائی مال نکالا جاوے پس ہزار درم مسکینون کو صدقہ دیے جاوین اور اس سے زیادہ
کچھ نکہا یہانتک کہ مرگیا پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا تہائی مال دو ہزار درم ہو تو شیخ امام ابو القاسم نے فرمایا کہ فقط ہزار درم صدقہ کیے جاوینگے
اور اگر مریض نے کہا کہ مین نے وصیت کی کہ میرے تہائی مال سے نکالا جاوے اور کچھ زیادہ نکہا تو اُسکا پورا تہائی مال فقیرون کو صدقہ
دیا جائیگا اور حسن بن زیاد سے مروی ہو کہ ایک مریض نے کہا کہ مین نے فلان کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور وہ ہزار درم
ہین پس ظاہر ہوا کہ تہائی مال اس سے زیادہ ہو تو حسن نے فرمایا کہ تہائی پوری وصیت مین دیجائیگی چاہے جسقدر ہو اسی طرح اگر
کہا کہ مین نے اس دار مین سے اپنے حصہ کی وصیت کی اور وہ تہائی ہو پھر ظاہر ہوا کہ اُسکا حصہ نصف ہو تو بھی فرمایا کہ پورا تہائی مال
جو نصف دار ہو دیا جائیگا اور اگر کہا کہ مین نے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ میرا دسوان حصہ مال ہو تو موصی لہ کو فقط ہزار درم
ملینگے خواہ دسوان حصہ اس سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے تمام اُس مال کی جو اس تھیلی مین ہو وصیت
کی اور وہ ہزار درم ہین پھر ظاہر ہوا کہ اسمین دو ہزار درم ہین تو زید کو جو کچھ اُس تھیلی مین ہو سب ملیگا بشرطیکہ اُسکے تہائی مال
سے زائد نہو اسی طرح اگر تھیلی مین بجاے درم کے دینار و جواہر وغیرہ کوئی چیز پائی گئی تو بھی زید کو ملیگی۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے
واسطے ہزار درم کی وصیت کی اور وہ زیادہ مال ہو جو اس تھیلی مین ہو تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے اور اگر کہا کہ مین نے زید کیواسطے
اُس مال کی جو اس تھیلی مین ہو ہزار درم کی وصیت کی حالانکہ ہزار درم اس تھیلی کے مال کا نصف ہو یا تھیلی مین تین ہزار درم ہین
تو زید کو فقط ہزار درم ملینگے اور اگر تھیلی مین ہزار درم ہون تو زید کو ملینگے اور اگر تھیلی مین فقط پانچ سو درم ہون تو اُسکو پانسو
درم ملینگے اور کچھ نہ ملیگا اور اگر تھیلی مین دینار یا جواہر وغیرہ ہون تو زید کو کچھ نہ ملیگا۔ فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بنا بر قیاس امام
اعظم رح کے چاہیے کہ موصی لہ کو اسمین سے بقدر ہزار درم کے دیے جاوین یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے تمام
اُس چیز کی جو اس بیت مین ہو وصیت کی وہ ایک کر گیہون ہین پھر معلوم ہوا کہ اسمین کئی کر گیہون ہین یا گیہون و جو ہین تو سب
موصی لہ کو ملینگے بشرطیکہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہون یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر کہا کہ مین نے زید کے واسطے اس تھیلی مین سے
ہزار درم کی وصیت کی اور اس دوسری تھیلی مین سے زید کے واسطے ہزار درم کی وصیت کی تو دونون تھیلیون سے اسکو ملینگے یہ
محیط مین ہو۔ ایک شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درم صدقہ کیے جاوین پھر وارثون نے اُسکی طرف سے گیہون صدقہ
کیے یا اسکے برعکس واقع ہوا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ یہ جائز ہو اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اُسنے یون وصیت
کی کہ میری طرف سے ہزار درم گیہون دیکر صدقہ کیے جاوین لیکن یہ لفظ سوال مین سے ساقط ہو گیا ہو پھر ابن مقاتل رح سے
دریافت کیا گیا کہ اگر گیہون موجود ہون الا وارثون نے گیہون کی قیمت دیدی تو فرمایا کہ مجھے امید ہو کہ یہ بھی جائز ہوگا۔ اور اگر
ایک شخص نے درمون کی وصیت کی ہو مگر لوگون نے گیہون دیے تو نہین جائز ہو اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ بعض
مشائخ نے کہا کہ یہ جائز ہو اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہین اور اگر اُسنے وصیت کی کہ یہ غلام فروخت کرکے اسکا ثمن مساکین کو صدقہ
کیا جاوے تو وارثون کو روا ہو کہ نفس غلام صدقہ دیدین اور اگر وصی سے کہا کہ دس کپڑے خریدکر انکو صدقہ کرنا پھر وصی نے
دس کپڑے خریدے تو اُسکو اختیار ہوگا کہ کپڑون کو فروخت کرکے اُسکا ثمن صدقہ کردے اور امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر معین
ہزار درم کے صدقہ کرنے کی وصیت کردی پھر وصی نے بجاے ان درمون کے مال میت سے صدقہ کردیا تو جائز ہو اور اگر دراہم وصیت
قبل اسکے کہ وصی صدقہ کرے تلف ہو گئے تو مثل اُنکے وارثون کے واسطے تاوان دیگا اور نیز امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر ایک

شخص نے ہزار درم معین اپنی طرف سے صدقہ کرنے کی وصیت کی پھر یہ درم تلف ہو گئے تو وصیت باطل ہو جائیگی ایک شخص
نے وصیت کی کہ میرے مال سے کسی قدر محتاج حاجیون کو صدقہ دیا جاوے تو کیا سوائے محتاج حاجیون کے دوسرے
فقیرون کو دینا روا ہو یا نہین ہو تو امام ابو نصر رح نے فرمایا کہ یہ جائز ہو کیونکہ امام ابو یوسف رح سے روایت ہو کہ ایک شخص نے
وصیت کی کہ فقراء مکہ معظمہ کو صدقہ دیا جاوے تو فرمایا کہ سوائے فقراء مکہ کے غیرون کو بھی صدقہ دینا جائز ہو۔ ایک شخص نے وصیت
کی کہ میرا تہائی مال صدقہ کر دیا جاوے پھر ایک شخص نے موصی کے بعد اسکے مال سے مال غصب کر کے تلف کر دیا پس وصی نے چاہا کہ یہ مال اسی
غاصب کو صدقہ دیا ہوا قرار دے حالانکہ غاصب تنگدست ہو تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ یہ جائز ہو ایک شخص نے مال حرام پایا
اور مرتے وقت وصیت کی کہ یہ مال اسکے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جاوے تو فرمایا کہ اگر اُسکا مالک معلوم ہو تو یہ مال اُسکو
واپس دیا جاوے اور اگر معلوم نہو تو صدقہ کیا جاوے اور اگر وارثون نے اس اقرار مین اپنے مورث کی تکذیب کی تو فرمایا کہ اسمین سے
بقدر ایک تہائی کے صدقہ کیا جاوے ایک عورت نے اپنی وصیت مین کہا کہ (خویشان مرا یادگار ہست از مال من) یعنے میرے
مال مین میرے اقربا کے واسطے بھی یادگار ہو تو فرمایا کہ مال مین سے اُسکے ایسے رشتہ دار نسبی کو دیا جاوے جو اُسکا وارث
نہین ہو اور اس مال کی مقدار مقرر کرنے مین اُس شخص کو اختیار ہوگا جس سے عورت نے اس وصیت کا خطاب کیا ہو یعنی شخص
مذکور کو اس مال سے جسقدر چاہے دیدے اور ادنی مقدار وہ کہلاویگی جس پر یادگاری کا اطلاق ہو سکے یہ فتاوے قاضیخان مین ہو
اور اگر اپنے افضل غلامان یا خیر غلامان کی مساکین کے واسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ فروخت کر کے اُسکا ثمن مسکینون
مین خرچ کیا جاوے تو غلامون مین جو از راہ قیمت افضل و بہتر ہو وہ لیا جائیگا۔ اور اگر کہا کہ مین نے اپنے غلامون مین
سے بہتر یا افضل کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو ذہن کی راہ سے جو غلام سب سے افضل ہو اُسکو دیا جائیگا
یہ محیط مین ہو۔ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی واسطے مساکین کے وصیت کی حالانکہ اُسکا وطن دوسرے شہر مین ہو اور
فی الحال وہ ایک غیر وطن مین موجود ہو تو فرمایا کہ اگر اُسکے ساتھ کچھ مال ہو تو وہ اس شہر کے فقیرون کو دیا جائیگا اور
جو اُسکے وطن مین ہو وہ اُسکے وطن کے مسکینون کو دیا جائیگا اور اگر وصیت کی کہ میرا تہائی مال فقراء بلخ کو دیا جاوے تو
افضل یہی ہو کہ انہین فقیرون کو دیا جاوے اور اگر غیرون کو دیا گیا تو بھی جائز ہو اور اسی پر فتوے ہو اور یہ امام ابو یوسف رح
کا قول ہو اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سوائے فقراء بلخ کے غیر فقیرون کو دینا روا نہین ہو اور اگر وصیت کی کہ دس روز
مین یہ صدقہ کیا جاوے پس وصی نے ایک ہی روز مین صدقہ کر دیا تو نوازل مین لکھا ہو کہ جائز ہو اور نیز نوازل مین لکھا ہو
کہ اگر وصیت کی کہ ہر فقیر کو ایک درم دیا جاوے پس وصی نے اُسکو نصف درم دیا اور پھر دوسرا نصف دیا حالانکہ فقیر اول
نصف کو خرچ کر چکا ہو تو مجھے امید ہو کہ وصی ضامن نہوگا یہ خلاصہ مین ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میرے کفارہ کے واسطے
دس مسکین کھلائے جاوین پس وصی نے دس مسکینون کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو وصی ضامن نہوگا اور دوسرے
دس مسکینون کو صبح و شام کھانا کھلاوے اور اگر کہا کہ میری طرف سے دس مسکینون کو صبح و شام کھانا کھلایا جاوے
اور کفارہ کا نام نہ لیا پس وصی نے دس مسکینون کو صبح کا کھانا کھلایا پھر وہ سب مر گئے تو دوسرے دس مسکینون کو شام کا
کھانا کھلاوے اور بعض نے دوسری صورت مین فرمایا ہو کہ استحساناً وصی ضامن نہوگا اور سوائے اُنکے دوسرے دس
مسکینون کو صبح و شام کھانا کھلاوے اور اسی پر فتوے ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر وصیت کی کہ میری وفات کے بعد
تین سو من گیہون فقیرون کو صدقہ دیے جاوین پس وصی نے موصی کی حیات مین دو سو من بانٹ دیے تو شیخ ابو نصر نے

فرمایا کہ جسقدر اُسنے موصی کی حیات مین بانٹے ہین اُسکا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ موصی کی وفات کے بعد بحکم حاکم تقسیم کرے تاکہ ضمان
سے بری ہو جاوے اور اگر بعد وفات موصی کے اُسنے بغیر حکم حاکم تقسیم کیے تو ضمان سے بری نہوگا پس شیخ موصوف رح
سے دریافت کیا گیا کہ اگر اُسنے بعد وفات موصی کے بحکم وارثان تقسیم کیے تو فرمایا کہ اگر وارثون مین کوئی نابالغ بھی ہو تو وارثون
کا حکم ناجائز ہے اور اگر نابالغ نہو تو اُنکا حکم جائز ہوگا اور جب اُسنے تقسیم کر دیا تو ضمان سے خارج ہو جائیگا اور شیخ رحمہ اللہ کہتے
ہین کہ بالغون کا حکم و اجازت بقدر اُنکے حصہ کے صحیح ہے اور نابالغون کے حصہ مین صحیح نہین ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے
ایک شخص نے اپنے مرض مین وصیت کی کہ مین نے رمضان مین روزہ رکھکر دن مین اپنی زوجہ سے وطی کی تھی پس تم لوگ
فقیہون سے دریافت کرنا جو کچھ مجھپر واجب ہو اُسکو ادا کرنا پس اگر مملوک کی قیمت اُسکی باقی وصیتون کے ساتھ اُسکے تہائی مال
سے برآمد ہوتی ہو تو اُسکی طرف سے ایک مملوک آزاد کیا جائیگا اور نیز اُسکی طرف سے نصف صاع گیہون کھانے مین دیے
جاوینگے اور اگر مملوک کی قیمت اُسکے تہائی مال سے برآمد نہوتی ہو اور وارثون نے زیادہ مین سے اجازت نہ دی تو
اُسکی طرف سے ساٹھ مسکین کھلائے جاوینگے ہر ایک کے واسطے دو مد گیہون ہونگے اور یکمد ایک مسکین کے واسطے
ہونگے بشرطیکہ یہ اُسکے تہائی مال سے برآمد ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اگر وصیت کی کہ گیہون و روٹی خریدکر مسکینون
کو صدقہ دیدی جاوے تو جو لوگ گیہون و روٹی لاد کر لا دینگے ان حمالون کی اجرت کس پر واجب ہوگی تو مشائخ رح نے
فرمایا ہے کہ اگر میت نے اُسکی حمالی کی وصیت نہ کی ہو کہ کس مقام تک اُٹھوا کر لائی جاوے تو موصی کو چاہیے کہ جو شخص
بلا مزدوری اُٹھا لاوے اُس سے مدد لیکر اُٹھوا لے اور بطور صدقہ کے اُسکو اُسمین سے دیدے اور اگر میت نے مساجد
تک اُٹھانے کی وصیت کی ہو تو اُسکی مزدوری مال میت سے ہوگی۔ ایک شخص کو وصیت کی یعنے وصی مقرر کیا کہ میرا
تہائی مال صدقہ کر دے پس اگر اُسنے اپنے واسطے رکھ لیا تو نہین جائز ہے اگر اپنے بالغ بیٹے کو یا نابالغ کو جو قبضہ کو
سمجھتا ہو دیدیا تو جائز ہے اور اگر صغیر مذکور قبضہ کو نہ سمجھتا ہو تو نہین جائز ہے اور بر قاوی مین لکھا ہے کہ عامل سلطان نے وصیت کی کہ
میرے مال سے اسقدر مال فقیرون کو دیا جاوے تو شیخ ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات معلوم ہو کہ یہ غیر کا مال ہے
تو اُسکا لینا حلال نہین ہے اور اگر معلوم ہو کہ یہ اُسکے مال مین مختلط ہے تو لینا جائز ہے اور اگر معلوم نہو تو جائز ہے یہانتک کہ یہ
ظاہر ہو کہ یہ غیر کا مال ہے فقیہ رح نے فرمایا کہ اگر مختلط ہو تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک وہ مال اپنے مالک کی
ملک باقی ہے تو اُسکا لینا جائز نہوگا اور سوا اسکے مالک کو واپس دینے کے کوئی راہ نہین ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک
خلط کرنے سے غاصب اُسکا مالک ہو گیا پس اسکا لینا جائز ہے بشرطیکہ مال میت مین اسقدر ہو کہ جس سے اُسکے خصوم
راضی ہو سکتے ہین۔ اور جامع مین لکھا ہے کہ اگر اپنے تہائی مال کی مسکینون کے واسطے وصیت کی کہ اُسمین سے ہر سال آٹھ
درم صدقہ کیے جاوین یا کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال سے ہر سال سو درم صدقہ کرنے کی وصیت کی کہ تو اُسی پوری تہائی کو
سال اول مین صدقہ کر دیگا اور اُسکو کئی سالون پر متفرق نکریگا۔ ایک شخص نے موت کے وقت وصیت کی کہ میرے قاتل
کو عفو کیا جاوے حالانکہ قتل عمد ہے تو بقیاس اول امام اعظم رح کے باطل ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر زید کے واسطے
اپنے چھٹے حصہ مال کی وصیت کی پھر اسی مجلس مین یا دوسری مجلس مین زید ہی کے واسطے چھٹے حصے کی وصیت کی اور
ایک وصیت کے دو گواہ کر لیے یا نہین کیے تو بالاجماع زید کو فقط ایک چھٹا حصہ ملیگا لیکن اگر وصیت زائد ہو یا ہر دو وصیت
مین سے ایک زائد ہو تو ایسی صورت مین نا زیادہ مین کم داخل ہو جائیگی اور موصی لہ کو زیادہ دیجائیگی اور باقی کا حکم ساقط

حسن بن منصور قاضی خان

ہو جائیگا یہ شرح طحاوی میں ہے شیخ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی فقیروں کے واسطے وصیت کی پس وصی نے تو انگروں کو دیا حالانکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ تو انگر ہیں تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ یہ کافی نہوگا اور فقیروں کے واسطے بالاتفاق وصی ضامن ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے زید کے واسطے تہائی مال دین کی وصیت کی اور عمرو کے واسطے تہائی مال عین کی وصیت کی اور دین سو درم ہو تو سو درم مال عین کی تہائی دونوں نصفا نصف تقسیم کر لینگے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوئے تو وہ مال عین میں ملائے جاوینگے اور اس سب کی تہائی دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگی۔ اور اگر تہائی مال عین کی زید کے واسطے اور تہائی مال عین و دین کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور قرضہ میں سے کچھ حاصل نہوا تو تہائی مال عین کو دونوں نصفا نصف تقسیم کر لینگے پھر اگر قرضہ میں سے پچاس درم حاصل ہوئے تو یہ مال عین میں ملائے جاوینگے پس صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اسکے تہائی یعنے پچاس درم دونوں میں تین حصے ہو کر اس طرح تقسیم ہونگے کہ انمیں سے ایک تہائی زید کو اور دو حصے عمرو کو ملینگے اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس صورت میں بھی پچاس درم دونوں میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہونگے۔ اور اگر ایک شخص کے پاس سو درم عین ہوں اور سو درم کسی اجنبی پر دین ہوں پس اسنے زید کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ مال عین تہائی لے لیگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ اور فتاوے فضلی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضہ کی نسبت جو دوسرے شخص پر آتا ہے یہ وصیت کی کہ وہ کارہائے خیر میں صرف کیا جاوے تو وصیت قرضہ مذکورہ سے متعلق ہوگی پھر اگر اسکے بعد کسی قدر قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دیا تو اسی قدر سے وصیت بھی باطل ہو جائیگی گویا اسنے وصیت سے اسقدر میں رجوع کر لیا اور بقالی نے فرمایا کہ گیہوں دین میں داخل ہیں اور فرمایا کہ وصیت بعین میں درم و دینار داخل ہوتے ہیں یہ محیط میں ہے فتاوے اہل سمرقند میں لکھا ہے کہ اگر متاع بدن خویش کی وصیت کی تو وصیت میں ٹوپی و موزہ و سحاف و اوپر کے کپڑے اور بچھونا سب داخل ہونگے اور سیر میں لکھا ہے کہ متاع کا لفظ عرف و عادت میں اوڑھنے بچھونے پر اطلاق کیا جاتا ہے پس علے ہذا متاع کی وصیت میں جامہ پوشیدنی و بچھونے و قمیص و فرش و پردہ سب داخل ہونگے اور آیا ظروف بھی داخل ہونگے یا نہیں سو اسمیں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور امام محمد رحمہ نے سیر میں اشارہ کیا ہے کہ داخل ہونگے۔ اگر ایک شخص نے اپنے گھوڑے سے مع سلاح کی وصیت کی تو امام ابو یوسف رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ وصیت گھوڑے کے سلاح پر ہوگی یا موصی کے سلاح پر ہوگی تو فرمایا کہ موصی کے ہتھیاروں پر ہوگی اور بقالی نے اپنے فتاوے میں فرمایا کہ اونے سلاح میں ڈھال۔ تلوار۔ نیزہ و کمان ہے۔ اور اگر ایک شخص کیواسطے سونے یا چاندی کی وصیت کی اور دوسرے کی ایک تلوار منقش سونے یا چاندی سے محلیہ ہو تو حلیہ دوسرے لہ کا ہوگا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر حلیہ الگ کرنے سے ضرر فاحش نہو تو تلوار سے الگ کر کے دیا جائیگا۔ اور اگر اسکے الگ کرنے میں ضرر فاحش ہو تو تلوار کی قیمت اور حلیہ کی قیمت کو دیکھا جائیگا پس اگر تلوار کی قیمت زیادہ ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا چاہیں موصی لہ کو حلیہ کی قیمت دوسری جنس سے دیدیں پس تلوار مع حلیہ انکی ہو جاویگی۔ اور اگر حلیہ کی قیمت زائد ہو تو موصی لہ کو اختیار ہوگا چاہے تلوار کی قیمت دیکر لے لے پس تلوار بھی اسی کی ہو جاویگی اور چاہے چھوڑ دے اور اگر دونوں کی قیمت برابر ہو تو وارثوں کو اختیار ہوگا اور اگر ایک شخص کے واسطے قز کی وصیت کی اور موصی کا ایک جبہ یا قبا ہے جسمیں قز بھرا ہوا ہے تو موصی لہ کو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر ایک شخص کے واسطے جامہ قز کی وصیت کی اور موصے کا ایک جبہ ہے جسکا استر قز ہے اور ابرہ دوسرا کپڑا ہے تو استر موصی لہ کا ہوگا اور دوسرا وارثوں کا ہوگا۔ اور اگر ایک شخص کے لیے جبہ حریر کی وصیت کی اور موصی کا ایک

جبہ ہو جسکا ابرہ حریر ہو اور استر بھی حریر ہو تو یہ جبہ وصیت مین داخل ہوگا اور اگر ابرہ حریر ہو اور استر دوسرا کپڑا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر استر حریر ہو تو اُسکو کچھ نہ ملیگا۔ اور اگر کسی کے واسطے زیور کی وصیت کی تو جنپر زیور کا اطلاق کیا جاتا ہو وہ سب وصیت مین داخل ہونگی خواہ زمرد و یاقوت سے جڑاؤ ہون یا نہون اور یہ سب موصی لہ کو ملینگے۔ اور اگر کسی کے واسطے سونے کی وصیت کی اور موصی کا ایک کپڑا دیباج کا ہو جسمین تار سونے کے ہین پس اگر تار سونے کا ہو مثل سوت کے تو اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اُسمین سونا ایسا ہو کہ دکھلائی دیتا ہو تو وہ موصی لہ کا ہوگا اور اسکے ماسوا سے وارثون کا ہوگا پس کپڑا فروخت کیا جائیگا اور اُسکا ثمن ہر سونے پر و باقی کپڑے پر تقسیم کیا جائیگا پس جسقدر سونے کے حصہ مین پڑے وہ موصی لہ کا ہوگا اور اگر زیور کی وصیت کی تو وصیت مین چاندی کی انگوٹھی داخل ہو جائیگی پس اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو عورتین پہنتی ہین مرد نہین پہنتے ہین تو وہ وصیت مین داخل ہونگی اور اگر ایسی انگوٹھیان ہون جنکو مرد پہنتے ہین عورتین نہین پہنتی ہین تو وہ داخل نہونگی اور آیا زیور کی وصیت مین موتی و زمرد و یاقوت داخل ہونگے یا نہین پس اگر یہ جواہرات سونے یا چاندی مین جڑاؤ ہون تو بالاتفاق داخل ہو جاوینگے اور اگر جڑاؤ نہون تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک داخل نہونگے اسواسطے کہ یہ زیور نہین ہین اور صاحبین رح کے نزدیک زیور ہین پس داخل ہونگے یہ محیط مین ہو۔

نوان باب۔ وصی اور اسکے اختیارات کے بیان مین کسی شخص کو نہ چاہیے کہ وصیت قبول کرے یعنی وصی ہونا قبول کرے کیونکہ امام ابو یوسف رح سے روایت کی گئی ہو کہ فرمایا کہ وصی ہونا اول مرتبہ غلطی ہو اور دوسری مرتبہ خیانت ہو اور تیسری مرتبہ چوری ہو یہ فتاوے قاضیخان مین ہو۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہین ایک امین کہ جس بات کی اُسکو وصیت کی گئی ہو اُسکے انجام دینے پر قادر ہو تو ایسا وصی مقرر رہیگا اور قاضی اُسکو معزول نہین کر سکتا ہو دوم امین کہ انجام دہی سے عاجز ہو تو قاضی اُسکے ساتھ اُسکا مددگار مقرر کر دیگا سوم فاسق یا کافر یا غلام ہو پس اسکا معزول کرنا و بجاے اسکے دوسرا مقرر کرنا واجب ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو روبرو وصی مقرر کیا اُسنے جواب دیا کہ مین وصیت نہین قبول کرتا ہون تو اسکا رد کرنا صحیح ہو اور وہ وصی نہوگا پھر اگر موصی نے اس سے کہا کہ مجھے تجھسے امید تھی کہ تو میری وصیت قبول نہ کرے پس موصی الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کر لی تو جائز ہو اور اگر موصی کی زندگی مین اُسنے سکوت کیا موصی مرگیا تو اُسکو اختیار رہیگا چاہے وصیت قبول کرے یا رد کرے یہ فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر زید کو وصی مقرر کیا حالانکہ زید غائب ہو پھر موصی کی موت کے بعد زید کو یہ خبر پہونچی پس اُسنے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون پھر کہا کہ مین نے قبول کر لی تو یہ جائز ہو تا وقتیکہ اُسکے قبول کرنے سے پہلے سلطان نے اُسکو خارج نکیا ہو یہ سراج الوہاج مین ہو۔ امام محمد رح نے جامع صغیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے زید کو وصی مقرر کیا اُسنے موصی کی زندگی مین وصی ہونا قبول کر لیا تو یہ لازم ہو جائیگا حتے کہ اگر اُسنے موصی کی موت کے بعد اس سے الگ ہونا چاہا تو اُسکو اختیار نہوگا اور اگر اُسنے موصی کی زندگی مین اُسکو رد کر دیا پس اگر اس طرح رد کیا کہ موصی کو معلوم ہو گیا تو رد کرنا صحیح ہو اور اگر اس طرح رد کیا کہ اُسکو معلوم نہوا تو رد کرنا صحیح نہین ہو یہ محیط مین ہو۔ زید کو ایک شخص نے وصی مقرر کیا اور اختیار دیا کہ جب چاہے وصی ہونے سے نکل جاوے تو جائز ہو اور اُسکو اختیار ہوگا کہ جب اور جسوقت چاہے وصی ہونے سے الگ ہو جاوے یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ ایک شخص کو وصیت کی اُسنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا ہون پھر موصی خاموش رہا یہانتک کہ مرگیا پھر موصی الیہ نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہین ہو۔ اور اگر وصی نے اُسکے منہ پر یہ نکہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون بلکہ سکوت کیا پھر موصی کی زندگی مین اُسکے پیٹھ پیچھے یا اُسکی موت کے بعد ایک جماعت کے سامنے یہ کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ جائز ہو اور وہ وصی ہو جائیگا خواہ یہ قاضی کے

تھا سنے کہا یا قاضی کے سامنے نہو اور اگر اُسکے اس کہنے کے وقت کہ مین قبول نہین کرتا ہون اُسکو خارج کر دیا ہو پھر اسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہو گا اور اگر اُسنے موصی کی پیٹھ پیچھے کہا کہ مین نہین قبول کرتا ہون اور اس پیغام کے واسطے ایک ایلچی بھیجی یا خط بھیجا یہانتک کہ موصی کو اسکی خبر پہونچ گئی پھر اُسنے کہا کہ مین نے قبول کیا تو قبول صحیح نہوگا اور اگر وصی نے موصی کے روبرو وصیت قبول کی پھر جب وصی غائب ہو گیا تو موصی نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مین نے اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیا تو حسن نے امام ابو حنیفہ رح سے روایت کی ہے کہ اُسکا نکال دینا صحیح ہے۔ اور اگر وصی نے موصی کی پیٹھ پیچھے یعنی بغیر اُسکی آگاہی کے وصایت رد کر دی تو ہمارے نزدیک اُسکا رد کرنا باطل ہے اور اگر زید نے عمرو کو وصی مقرر کیا اور عمرو کو یہ حال معلوم نہوا پھر عمرو نے زید کی موت کے بعد اُسکے ترکہ مین سے کوئی چیز فروخت کی تو اُسکی بیع جائز ہو گی اور وصی ہونا اُسکو لازم ہو جائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے ایک شخص نے زید و عمرو دونون کو وصی کیا پس زید نے وصایت قبول کی اور عمرو نے سکوت کیا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے ساکت سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا تو یہ قبول وصیت ہے۔ اسی طرح اگر سکوت کرنے والا قبول کرنے والے کا خادم ہو لیکن وہ آزاد ہو اُسکے پاس کام کیا کرتا ہو اور قبول کرنے والے نے اُس سے کہا کہ میت کے واسطے کفن خرید کر اُسنے کہا کہ اچھا یا خرید کیا تو یہ قبول وصایت ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ کرخی نے فرمایا کہ اگر وصی نے وصایت قبول کی یا بعد موت کے تصرف کیا پھر چاہا کہ اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کرے تو جائز نہین ہے الا حاکم کے نزدیک جا کر اُسکے حکم سے خارج ہو سکتا ہے اور مشائخ رح نے فرمایا ہے کہ جب وصی نے التزام کر لیا پھر قاضی کے پاس حاضر ہو کر اپنے آپ کو خارج کرنا چاہا تو حاکم اُسکے حال کو دیکھیگا اگر وہ امین و انجام دہی کار پر قادر ہو تو خارج نکریگا اور اگر حاکم کو اُسکا عجز و کثرت اشغال و کم فرصتی ثابت ہو تو خارج کریگا یہ سراج الوہاج مین ہے فرمایا کہ اگر کسی نے اپنے غلام کو یا غیر کے غلام کو وصی کیا تو یہین تین صورتین ہین اول آنکہ سب وارث بالغ ہون دوم آنکہ بالغ و نابالغ دونون ہون سوم آنکہ سب نابالغ ہون پس اگر اول و دوم صورت ہو تو وصیت باطل ہے ایسا ہی امام محمد رح نے جامع صغیر و اصل مین ذکر کیا ہے اور باطل کہنے سے یہ مراد ہے کہ عنقریب وہ باطل کر دی جائیگی حتے کہ اگر باطل کیے جانے سے پہلے اُسنے ترکہ مین مانند بیع وغیرہ کے کوئی تصرف کیا تو اُسکا تصرف نافذ ہو گا اور اُسکا عہدہ وارثون کے ذمہ ہو گا اور اگر تیسری صورت ہو پس اگر غیر کے غلام کو وصی کیا ہو تو وصیت باطل ہے اور اگر اپنے غلام کو وصی کیا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصیت جائز ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باطل ہے اور باطل سے وہی مراد ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے اور امام محمد رح کا قول اس مسئلہ مین مضطرب ہے بعض روایات مین وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ مذکور ہین اور بعض مین امام ابو یوسف رح کے ساتھ مذکور ہین یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اپنے مکاتب کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ ہون پس اگر مکاتب مذکور مال کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو برابر وصی رہیگا اور اگر عاجز ہو کر رقیق ہو گیا تو اُسکا حکم وہی ہے جو غلام کا مذکور ہوا ہے۔ اور اگر ایسے غلام کو وصی مقرر کیا جو سعایت کرتا ہے تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی جائز ہے یہ سراج الوہاج مین ہے۔ اور اگر فاسق کو وصی مقرر کیا جس کی طرف سے موصی کے مال تباہ کرنے کا خوف ہے تو اصل مین مذکور ہے کہ وصیت باطل ہے یعنے قاضی اُسکو وصی ہونے سے خارج کر دیگا اور حسن نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے کہ اگر فاسق کو وصی مقرر کیا تو قاضی کو چاہیے کہ اُسکو خارج کر کے بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کر دے در حالیکہ فاسق ایسا شخص ہے جو وصی ہونے کے لائق نہین ہے اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا

ہو جاتا ہے یعنی امر وصایت لازم ہو اور واقع وہ آزاد ہو گیا سو علی الاختلاف فی ذلک فافہم ۱۲ مترجم

اور اس وصی نے قرضہ میت ادا کیا اور اسکا ترکہ اس طرح فروخت کیا جیسا وصی لوگ فروخت کرتے ہین قبل اسکے کہ قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج کرے تو جو کچھ اس نے کیا ہے سب جائز ہوگا اور اگر قاضی نے اسکو خارج نکیا یہانتک کہ اسنے فسق سے توبہ کر لی اور صالح ہوگیا تو قاضی اسکو بر حال خود وصی چھوڑ دیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر قاضی کو معلوم نہوا کہ میت کا کوئی وصی ہے پس اسنے وصی کے سامنے دوسرا وصی مقرر کیا پس وصی اول نے کام مین مداخلت کی تو اسکو اختیار ہوگا اور قاضی کا یہ فعل اسکو وصیت سے خارج کرنا شمار نہوگا یہ خلاصہ مین ہے۔ اور اگر قاضی کو میت کا وصی مقرر کرنا معلوم نہوا پس اسنے موصی کی غیبت مین دوسرا آدمی وصی مقرر کیا تو وصی وہی میت کا وصی ہوگا نہ وصی قاضی یہ محیط سرخسی مین ہے۔ اور اگر مسلمان نے کسی حربی مستامن یا غیر مستامن کو وصی مقرر کیا تو یہ باطل ہے یعنے قاضی اسکے وصی ہونے کو باطل کر دیگا اسواسطے کہ اگر مسلمان نے ذمی کو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو باطل کریگا تو یہ بدرجہ اولے باطل کرنے کے لائق ہے۔ اور اگر ذمی نے حربی کو وصی مقرر کیا تو نہین جائز ہے اسواسطے کہ ذمی کی نسبت حربی کی طرف اس معاملہ مین ویسی ہی ہے جیسے مسلمان کی ذمی کی طرف اور مسلمان نے اگر ذمی کو وصی کیا تو باطل ہے اسی طرح ذمی کا حربی کو وصی مقرر کرنا بھی باطل ہے اور اگر حربی ایسا شخص ہو جسکی طرف سے مال تلف کر ڈالنے کا خوف ہو تو قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج کر دیگا اور بجاے اسکے دوسرا شخص عادل مقرر کریگا۔ اور اگر ذمی نے دوسرے ذمی کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور قاضی اسکو وصی ہونے سے خارج نکریگا اور اگر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا اور اسنے کسی مسلمان کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اور وہ خارج نہ کیا جائیگا یہ محیط مین ہے اور اگر مسلمان نے کسی حربی کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو اسنے مال پر وصی رہیگا اسی طرح اگر کسی مرتد کو وصی مقرر کیا پھر وہ مسلمان ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر ایک عاقل کو مقرر کیا پھر وہ مجنون ہوگیا اور اسکا جنون مطبق ہے تو قاضی کو چاہیے کہ اسکی جگہ دوسرا شخص وصی مقرر کر دے اور اگر ہنوز قاضی نے ایسا نکیا یہانتک کہ وہ اچھا ہوگیا تو بر حال خود وصی رہیگا اور اگر طفل یا معتوہ کو یا ایسے مجنون کو جسکا جنون مطبق ہے وصی مقرر کیا تو جائز نہین ہے خواہ مجنون مذکور کو اسکے بعد افاقہ ہو جاوے یا نہو۔ اور اگر مرتد نے اپنے فرزند نابالغ مسلمان کا مال فروخت کیا پھر مرتد مذکور مسلمان ہوگیا تو ابن رستم نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اسکی بیع جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور اگر کسی مرد نے عورت یا اندھے کو وصی مقرر کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایسے شخص کو جو تہمت لگانے مین شرعی حد مارا گیا ہے وصی کیا تو بھی جائز ہے۔ اور اگر طفل کو وصی مقرر کیا تو قاضی اسکو خارج کر دیگا اور بجاے اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا ایسا ہی خصاف رح نے ذکر فرمایا ہے اور آیا طفل کے تصرفات قبل اسکے خارج کیے جانے کے مثل غلام و ذمی کے تصرفات کے نافذ ہونگے یا نہین سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ نافذ ہونگے اور بعض نے فرمایا کہ نہین نافذ ہونگے اور یہی صحیح ہے اور فرمایا کہ اگر طفل و غلام و ذمی کو قاضی نے ہنوز وصایت سے خارج نکیا ہو کہ طفل بالغ ہوگیا و غلام آزاد کیا گیا و ذمی مسلمان ہوگیا تو ذمی و غلام تو وصی باقی رہینگے اور پھر قاضی انکو وصی ہونے سے خارج نکریگا اور رہا طفل تو اسکے حق مین اختلاف ہے امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ وصی نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ وصی ہوگا اور امام محمد رح کا قول مثل قول ابو یوسف رح کے ہے اور نوادر ابراہیم مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر زید کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ اگر تو مر جاوے تو تیرے بعد عمرو وصی ہوگا پس زید کو جنون مطبق ہوگیا تو قاضی بجاے اسکے دوسرا وصی مقرر کریگا یہانتک کہ مجنون مذکور مر جاوے پھر عمرو وصی ہو جائیگا۔ اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ اگر ایک شخص نے اپنے طفل

نابالغ کو وصی مقرر کیا تو فرمایا کہ قاضی بجاے اُسکے دوسرا وصی مقرر کریگا مگر حکم میت جائز ہی لہذا جب وہ طفل بالغ ہوجائیگا تو جائز ہوگا کہ قاضی اپنے مقرر کردہ وصی کو خارج کردے اور بدون اخراج قاضی کے وہ خارج نہو جائیگا یہ محیط مین ہی اور اگر ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو کارہاے وصیت کے انجام دینے سے عاجز ہی تو قاضی اُسکے ساتھ دوسرا مددگار مقرر کردیگا۔ اور اگر وصی نے قاضی کے پاس جاکر اپنی عاجزی کی شکایت کی تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور نکریگا جبتک کہ تحقیق کر کے اس حال کو معلوم نکرے پھر اگر قاضی کے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ بالکل عاجز ہی تو اُسکو موقوف کر کے دوسرا وصی مقرر کردیگا اور اگر وہ شخص کارہاے وصیت کی انجام دہی پر قادر ہو اور مرد امین ہو تو قاضی کو اُسکے موقوف کرنے کا اختیار نہین ہی اسی طرح اگر وارثون نے یا بعض وارثون نے قاضی کے پاس وصی کی شکایت کی تو بھی قاضی کو اُسکا موقوف کرنا نچاہیے یہانتک کہ قاضی کو اُسکی کوئی خیانت ثابت ہوجاوے پھر اگر اُسکی کوئی خیانت ثابت ہو تو اُسکو معزول کردے یہ کافی مین ہی۔ قاضی کے نزدیک اگر وصی متہم ہوا تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ قاضی اُسکو موقوف نکریگا بلکہ اُسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کردیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ معزول کردیگا اور یہی ظاہر ہی اور اسی پر فتویٰ ہی یہ فتاوےٰ قاضی خان مین ہی۔ فتاوےٰ فضلی مین ہی کہ ایک شخص جو مال وقف یا ترکہ میت کے واسطے وصی مقرر ہی کارہاے ترکہ میت یا امورات وقف کے انجام دینے سے عاجز ہوا پس حاکم نے دوسرا وصی مقرر کیا پھر وصی اول نے بعد چند روز کے کہا کہ جو کام میرے سپرد کیا گیا تھا اب مین اُسکی انجام دہی پر قادر ہوگیا ہون پس آیا قاضی اُسکو دوبارہ اپنی حالت سابق پر پہونچا دیگا فرمایا کہ وہ اپنی حالت پر بدستور وصی ہی اُسکو قاضی کی طرف سے دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہین ہی یہ محیط مین ہی۔ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ دونون مین سے ایک وصی تنہا تصرف نہین کرسکتا ہی اور اگر تصرف کیا تو بدون اجازت دوسرے کے نافذ نہوگا لیکن چند چیزون مین تنہا ایک کا تصرف نافذ ہوگا از انجملہ تجہیز و تکفین میت و اداے قرضہ میت بشرطیکہ ترکہ از جنس قرضہ ہو اور مال عین کی وصیت میت کا نافذ کرنا جبکہ وصیت بعین ہو اور ثواب کی راہ سے بردہ آزاد کرنا اور مال ہاے مغصوبہ و ودائع کا واپس دینا اور میت کا قرضہ دوسرے سے وصول کرنا یا میت کی ودیعت کسی سے وصول کرنا نہین تنہا ایک وصی قبضہ نہین کرسکتا ہی اسواسطے کہ یہ از باب امانت ہی اور میت کے حقوق جو لوگون پاس یا انپر ہین اُنکی نالش تنہا ایک وصی کرسکتا ہی اور تنہا ایک وصی کو اختیار ہی کہ صغیر کی طرف سے اُسکا ہبہ قبول کرلے یا کھیلی و دوزنی چیز تقسیم کرلے یا صغیر کو کسی کام کی اجازت دیدے اور نیز ایسی چیز کہ جسکے تباہ و تلف ہوجانے کا خوف ہی وہ ذخیرہ نہین رکھی جاتی ہی تنہا فروخت کرسکتا ہی جیسے ساگ پات وغیرہ اور اگر میت نے وصیت کی کہ میرے مال سے اس اس قدر صدقہ کردیا جاوے اور کسی فقیر کو معین نکیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا ایک وصی اسکو نہین کرسکتا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کرسکتا ہی اور اگر کسی فقیر کو معین کردیا ہو تو بالاتفاق تنہا اسکو ایک وصی نافذ کرسکتا ہی اور اگر مساکین کے واسطے کسی چیز کی وصیت کی اور مساکین کو معین نکیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہی کہ امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا نہین دیسکتا ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا دیسکتا ہی اور اگر مسکین کو معین کردیا تو بالاتفاق تنہا دیسکتا ہی۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ ایک ہی کلام مین ایک ساتھ دونون کو وصی مقرر کیا ہو اور اگر ایک کو پہلے مقرر کیا پھر دوسرے کو مقرر کیا تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ ایسی صورت مین ہر ایک تنہا تصرف کا مختار ہی اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک

بہرحال ایک کو تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہے اور اسی کو شمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے اور اگر دو آدمیوں کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ ہر ایک ان دونوں میں سے پورا وصی ہے تو ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک شخص نے ایک کو خاص ایک شے کا وصی مقرر کیا مثلاً اسکو اپنے قرضہ کے تصرفات کا جو لوگوں پر آتا ہے وصی مقرر کیا اور دوسرے کو دوسرے نوع کا وصی کیا مثلاً کہا کہ جو مجھ پر قرضہ ہے اسکے ادا کرنے کا تو وصی ہے اور تیسرے سے کہا کہ میں نے تجھکو اپنے مال کے کاموں کی پرداخت کا وصی مقرر کیا یا ایک سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے قرضہ کے تقاضے کا وصی مقرر کیا اور اسکے سوائے اسکو کچھ وصیت نہیں کی اور فلان دوسرے کو اپنے تمام مال کی پرداخت کا وصی مقرر کیا تو ہر ایک وصی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام انواع کیواسطے وصی ہو جائیگا گو یا اسنے دونوں کو وصی مقرر کر دیا ہے اور امام محمد رح کے نزدیک جسکو جس امر کی وصیت کی ہے اسی کے کام کیواسطے وہ وصی ہوگا یہ فتاوی قاضیخان میں ہے۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر زید کو اپنے ایک پسر پر وصی مقرر کیا اور عمرو کو دوسرے پسر پر وصی مقرر کیا یا ایک کو اپنے مال حاضر پر وصی کیا اور دوسرے کو مال غائب پر وصی کیا پس اگر شرط لگا دی کہ جس کام کیواسطے ایک وصی ہے اسمین دوسرے کو کچھ اختیار نہین ہے تو بالاتفاق اسکی شرط کے موافق حکم ہوگا اور اگر ایسی شرط نہ لگائی ہو تو مسئلہ میں اختلاف مذکور جاری ہوگا اور فتوے امام ابو حنیفہ رح کے قول پر ہے یہ محیط میں ہے۔ اور اگر ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر ایک مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم رح و امام محمد رح کے زندہ کو اسکے مال میں تصرف کا اختیار نہوگا پس یہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش کیا جائیگا پس اگر قاضی کی رائے میں آیا کہ اسکو تنہا وصی کرکے تمام اختیار دیدے تو ایسا کریگا اور اگر بجائے میت کے اسکے ساتھ دوسرا آدمی مقرر کرنا مصلحت معلوم ہوا تو ایسا کریگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جس طرح اسکی زندگی میں دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار تھا اسی طرح اسکے مرجانے کے بعد بھی دوسرے کو تنہا تصرف کا اختیار رہیگا اور یہاں تین مسئلہ ہیں ایک تو یہی ہے اور دوسرا یہ کہ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر مر گیا پھر دونوں میں سے ایک نے وصیت قبول کی دوسرے نے قبول نکی یا موصی کی موت سے پہلے ایک وصی مر گیا اور دوسرے نے وصی ہونا قبول کیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبول کرنے والے کو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہوگا سوم آنکہ دو شخصون کو وصی مقرر کیا پھر انمین سے ایک فاسق ہو گیا تو قاضی کو اختیار ہے چاہے دوسرے کو تمام مختار کر دے اور چاہے فاسق کے بجائے دوسرا عادل مقرر کر کے اسکے ساتھ کر دے پھر قبل حکم قاضی کے جو وصی صالح رہا ہو اسکو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تنہا تصرف کا اختیار ہے یہ فتاوے قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک شخص ایک قوم کے ساتھ سفر میں مر گیا تو فرمایا کہ استحساناً وہ لوگ اسکی متاع و کپڑوں کو فروخت کر دیں اور اسکے رقیقوں کو فروخت نکریں اور ان رقیقوں کے نفقہ میں مال میت خرچ نکریں لیکن اگر رقیقوں کے پاس انکے مولے کا اناج ہو یا وہ مولے کے دراہم لینا ہو تو رقیق خود ہی کھاوے یہ نہو کہ یہ لوگ اسکو دیدیں اسی طرح اگر دراہم ہوں تو رقیق خود ہی لیکر کھاوے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص مر گیا اور لوگوں پر اسکے قرضہ ہیں اور اسپر لوگوں کے بھی قرضہ ہیں اور اسنے بہت مال اور وارث چھوڑے پھر ایک شخص نے دو گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھے اور فلان غائب کو وصی مقرر کیا ہے تو قاضی اسکی گواہی قبول کریگا اسواسطے کہ اس شخص نے اپنے حق پر گواہ قائم کیے ہیں اور اسکا حق متصل بحق غائب ہے پس وہ غائب کی طرف سے خصم ہو سکتا ہے پس دونوں وصی ہو جاوینگے پھر امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جبتک غائب حاضر نہو تب تک

سوائے اُن تصرفات کے جنکو تنہا ایک وصی کرسکتا ہی باقی تصرفات مین اسکو تنہا تصرف کا اختیار نہوگا۔ پھر اگر اسکے بعد غائب حاضر ہوا اور اُسنے حاضر کی تصدیق کی اور وہ عوے کیا کہ میت نے ہم دونون کو وصی مقرر کیا تھا تو اسکو دوبارہ گواہ لانے کی کوئی حاجت نہوگی اور دونون وصی ہوجاوینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غائب جو حاضر ہوا ابھی جبتک دوبارہ گواہ پیش نکرے تب تک وصی نہوگا۔ اور اگر غائب نے حاضر ہوکر اپنے وصی مقرر کیے جانے سے انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہی کہ اول کو تنہا وصی کردے یا اسکے ساتھ دوسرا مقرر کردے۔ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا تو دونون مین سے کسی کو اختیار نہین ہی کہ مال یتیم مین سے کوئی چیز دوسرے وصی سے خرید کرے اسی طرح اگر دونون دو یتیمون کے وصی ہون تو یہ اختیار نہین ہی کہ ایک یتیم کے مال سے کوئی چیز دوسرے یتیم کے واسطے دوسرے وصی سے خریدلے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا پھر زید نے آکر میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا پس دونون وصیون نے بلاحجت اُس کا قرضہ اداکر دیا پھر دونون نے قاضی کے پاس زید کے قرضہ کی گواہی دی تو قاضی اِنکی گواہی کو قبول نکریگا اور جو کچھ دونون نے زید کو دیا ہی قرضخواہان میت کے لیے دونون اسکے ضامن ہونگے اور اگر پہلے دونون نے زید کے واسطے اُسکے قرضہ کی گواہی دی پھر قاضی نے دونون کو قرضہ اداکرنے کے واسطے حکم دیا تو اُنپر پھر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر دو وارثون نے میت پر قرضہ کی گواہی دی تو قبل اسکے کہ دونون وارث اُسکے ترکہ سے قرضہ اداکرین دونون کی گواہی جائز ہوگی اور اگر قرضہ دیکر پھر گواہی دی تو مقبول نہوگی میت کے وصی نے اگر قرضہ میت بعد گواہون کے گواہی دینے کے اداکیا ہی تو جائز ہی اور کوئی اُس سے تاوان نہین لے سکتا ہی اور اگر بغیر حکم قاضی کے کسی کا قرضہ میت کی طرف سے اُسکو دیدیا تو قرضخواہان میت کے واسطے اُسکا ضامن ہوگا اور اگر بحکم قاضی بعض کا قرضہ دیدیا تو ضامن نہوگا اور دوسرا قرضخواہ اول کے مقبوضہ مین شریک کیا جائیگا۔ ایک شخص نے زید و عمرو کو وصی مقرر کیا پھر زید مرگیا اور اُسنے عمرو کو اپنی طرف سے وصیت کردی تو یہ جائز ہی اور عمرو کو اختیار ہوگا کہ تنہا تصرف کرے اسواسطے کہ اگر تنہا ایک باجازت دوسرے کے اُسکی زندگی مین تصرف کرتا تو جائز تھا اسی طرح بعد موت کے بھی اُسکی اجازت سے تنہا تصرف جائز ہی اور بعض روایات مین آیا ہی کہ نہین جائز ہی مگر اول ہی صحیح ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ وصی کو اپنی موت کے وقت اختیار ہی کہ دوسرے کو بجاے خویش وصی مقرر کردے اگرچہ موصی نے اُسکو اختیار نہ دیا ہو کہ دوسرا وصی مقرر کرے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا پھر مرگیا اور اُسکے پاس ایک شخص کی ودیعتین ہین پھر میت کے گھر مین سے ایک وصی نے بدون اجازت دوسرے وصی کے یا کسی وارث نے بدون اجازت وارثون کے ان ودیعتون پر قبضہ کرلیا اور یہ مال اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور اگر میت پر قرضہ نہوا اور دونون وصی مین سے ایک نے اُسکے ترکہ پر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو کچھ ضامن نہوگا اور اگر کسی وارث نے قبضہ کیا ہو تو باقی وارثون کے حصہ کا ضامن ہوگا لیکن اگر مال ترکہ ایسے موقع پر پڑا ہو جہان سے تلف ہوجانے کا خوف ہو اور وارث نے اُسکو قبضہ مین کرلیا تو تلف ہوجانے سے استحسانًا ضامن نہوگا۔ اور اگر میت پر قرضہ محیط ہو اور کسی شخص کے پاس اُسکی ودیعت ہو اور مستودع نے مال ودیعت اُسکے وارث کو دیا اور وہ وارث کے پاس تلف ہوگیا تو قرضخواہ کو اختیار ہوگا چاہے مستودع سے ضمان لے یا وارث سے اور ہیئل میت کے گھر سے اُسکا ترکہ لے لینے کے نہین ہی اور اگر میت کا مال غاصب کے قبضہ مین ہو تو ہر دو وصی اُسکو مستودع و غاصب سے نہین لے سکتے ہین لیکن اگر وارثون مین سے کوئی شخص ثقہ ہو تو غصب کی صورت مین غاصب سے قاضی لیکر وارث کو دیگا اور ودیعت کی صورت مین مستودع کے پاس

مال امانت ... لیا گیا ہو ۱۲

چھوڑ دیا جائیگا۔ دونون وصی مین سے ایک نے میت کا جنازہ قبر تک لیجانے کے واسطے دو مزدور کیے اور دوسرا حاضر ہو کر خاموش ہو یا وارثون مین سے کسی نے ہر دو وصی کے سامنے ایسا کیا اور دونون وصی خاموش رہے تو یہ جائز ہے اور یہ بھی خرچہ تمام ترکہ سے ہوگا اور بمنزلہ خرید کفن کے ہے اور اگر میت نے وصیت کی ہو کہ جنازہ اٹھانے سے پہلے فقرون پر گیہون تصدق کیے جاوین اور اسکو ایک وصی نے کیا تو فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ اگر گیہون ترکہ مین موجود ہون تو دینا جائز ہوگا اور دوسرے وصی کو اس سے ممانعت کا اختیار نہوگا اور اگر گیہون ترکہ مین نہون پھر ایک وصی نے گیہون خرید کر صدقہ کیے تو یہ صدقہ اُسی کی طرف سے ہوگا اور فقیہ ابو بکر نے فرمایا کہ مین اس مسئلہ مین امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کرتا ہون اور ناطفی نے ذکر کیا کہ اگر ترکہ مین کھانا و کپڑا ہو اور ایک وصی نے اسکو یتیم کو دیدیا تو جائز ہے اور اگر ترکہ مین نہو تو کوئی وصی بدون دوسرے وصی حاضر کی اجازت کے تنہا نہین خرید سکتا ہے اور اگر میت نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور میت نے اپنی زندگی مین کوئی غلام فروخت کیا تھا پھر مشتری نے اُسمین عیب پاکر ہر دو وصی کو واپس دیا تو دونون مین سے ایک کو یہ اختیار ہوگا کہ اُسکا ثمن اُسکو واپس دیدے اور دونون مین سے ایک کو یہ اختیار نہوگا کہ تنہا مبیع کو مشتری سے لیکر قبضہ کرے اور جس قدر وصی کے قبضہ مین جو کچھ ترکہ میت سے آیا ہے اُسکو تنہا یہ اختیار ہے کہ کسی کے پاس ودیعت رکھے اور اگر میت نے ایک غلام خرید کر آزاد کرنے کی وصیت کی تو تنہا ایک کو غلام خریدنے کا اختیار نہین ہے اور بعد دونون کے خریدنے کے تنہا ایک اُسکو آزاد کرسکتا ہے ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کیا اور کہا کہ تم دونون میرا تہائی مال جہان چاہو اور جسپر چاہو خرچ کر دینا پھر ایک وصی مرگیا تو ابن مقاتل نے فرمایا کہ وصیت باطل ہو جاوےگی اور تہائی مذکور وارثون کو واپس ملیگی اور اگر کہا کہ میرا تہائی مال واسطے مساکین کے ہے پھر دونون وصیون سے جس طرح ہمنے بیان کیا ہے کہا پھر ایک وصی مرگیا تو فرمایا کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کریگا اور اگر چاہے تو دونون مین سے باقی کو حکم دیدے کہ تنہا تقسیم کر دے اور امام ابو یوسف رح کے دوسرے قول مین باقی کو تنہا تقسیم کا اختیار ہے۔ ایک دیوار دو نابالغون کے درمیان مشترک ہے اور دونون کا اُسپر دھنیان وغیرہ بار لدا ہوا ہے جس سے اُسکے گر جانے کا خوف ہے اور ہر نابالغ کا ایک وصی ہے پھر دونون وصیون مین سے ایک وصی نے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کیا تو امام ابو بکر نے فرمایا کہ قاضی اپنے امین کو بھیجکر دریافت کریگا اگر معلوم ہوا کہ چھوڑ رکھنے مین دونون کا ضرر ہے تو انکار کرنے والے پر جبر کیا جائیگا کہ دوسرے کے ساتھ مرمت کرا دے۔ ایک شخص نے دو آدمیون کو وصی مقرر کرکے کہا کہ میرے تہائی مال سے ایک غلام اسقدر درمون کو خرید کرو اور ہر دو وصی مین سے ایک کے پاس ایک غلام ہے جسکی قیمت اس مقدار سے جو موصی نے بیان کی ہے زائد ہے پھر دوسرے وصی نے چاہا کہ میت نے جو مقدار بیان کی ہے اُتنے کو یہ غلام خریدے تو شیخ ابو القاسم رح نے فرمایا کہ اگر موصی نے ہر ایک وصی کو یہ کام تفویض کر دیا ہے تو اس وصی کا دوسرے وصی سے یہ غلام خریدنا جائز ہوگا اور اگر ایسا نکرے بلکہ وصی نے کسی دوسرے کے ہاتھ یہ غلام فروخت کرکے اُس مشتری اجنبی کے سپرد کر دیا پھر دونون اُس اجنبی سے میت کے واسطے خرید لین تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کرکے کہا کہ میرا تہائی مال جہان تجھے اچھا معلوم ہو خرچ کر دینا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے اپنی ذات کے واسطے رکھ لے اسی طرح اگر موصی نے صریح بیان کر دیا کہ اپنے واسطے خرچ کر لے تو بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ جسکو تیرا جی چاہے عطا کر دینا تو اپنے آپ کو نہین عطا کر سکتا ہے اسواسطے کہ عطا کرنا متحقق نہین ہوتا ہے بدون اُسکے کہ کوئی اُسکو دے اور لینا و دینا ایک ہی آدمی سے متحقق نہوگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ ایک

شخص نے دوسرے کو وصی کیا اور کہا کہ فلان شخص کی آگاہی کے ساتھ کام کرنا تو وصی کو اختیار رہوگا کہ بدون آگاہی
فلان کے کام کرے اور اگر کہا کہ بدون آگاہی فلان کے کام نکرنا تو اُسکو بدون آگاہی فلان کے کام کرنا روا نہین ہی اور اسی
پر فتوے ہی۔ اور اگر ایک شخص کو وصی کرکے کہا کہ فلان شخص کی رائے پر کام کرنا تو اس صورت مین وصی وہی ہو جسکو وصی
کیا ہی اور اگر کہا کہ بدون رائے فلان کے کام نکرنا تو مختار مذہب کیواسطے دونون وصی ہوجاوینگے یہ خزانة المفتین مین ہی
شیخ ابو نصر نے فرمایا کہ اگر موصی نے کہا کہ بعین فلان کے حکم سے کام کرنا تو وصی وہی رہیگا جسکو وصی کیا ہوا ور اگر کہا کہ بدون
حکم فلان کے کام نکرنا تو وہ دونون وصی ہوجاوینگے اور یہی ہمارے اصحاب کے قول کے ساتھ اشبہ ہی یہ محیط مین ہی ایک
شخص نے اپنے وارث کو وصی کیا تو جائز ہی پھر اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مرگیا اور زید کو وصی مقرر کیا پس
اگر یون کہا کہ مین نے تجھکو اپنے مال کا اور مال میت اول کا جسکا مین وصی ہون وصی مقرر کیا تو زید دونون ترکون کا
وصی ہوجائیگا اور اگر اُسنے زید سے فقط یہ کہا کہ مین نے تجھکو وصی مقرر کیا تو بھی ہمارے نزدیک زید دونون ترکون کا وصی
ہوگا اور اگر اُسنے زید سے کہا کہ مین نے تجھکو دونون ترکون کا وصی مقرر کیا تو امام اعظم رحمہ سے روایت ہی کہ دونون ترکون کا
وصی ہوگا اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ فقط میت دوم کے ترکہ کا وصی ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اگر زید نے عمرو
کو وصی مقرر کیا پھر بکر نے زید کو وصی مقرر کیا پھر بکر مرگیا تو زید اُسکا وصی ہوگا پھر اگر زید مرا اور اُسنے دوسری وصیت نہ کی تو
عمرو ان دونون یعنے زید و بکر کا وصی ہوگا یہ شرح طحاوی مین ہی۔ ایک شخص نے ایک جماعت کو خطاب کرکے فرمایا کہ میرے مرنے
کے بعد ایسا کرو پس اگر سب نے قبول کیا تو سب وصی ہوجاوینگے۔ اور اگر سب خاموش رہے یہان تک کہ موصی مرگیا پھر بعض
نے قبول کیا پس اگر دو یا تین نے قبول کیا تو وصی ہوجاوینگے اور اُنکے تصرفات نافذ ہونگے اور اگر ایک نے قبول کیا
تو وہ بھی وصی ہوجائیگا لیکن اُسکا تصرف نافذ نہوگا یہان تک کہ حاکم کی طرف رجوع کیا جائیگا پس حاکم کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے
ساتھ دوسرا شخص مقرر کردے یا اُسی کو بالکل اختیار دیدے۔ ایک شخص نے زید کو وصی کیا اور عمرو کو اُسکا مشرف قرار دیا
تو مال کا قابض وہی زید ہوگا اور عمرو وصی نہوگا لیکن عمرو کے مشرف ہونے کا حاصل یہ ہوگا کہ زید کا کوئی تصرف بدون علم
عمرو کے جائز نہوگا یہ خزانة المفتین مین ہی۔ اور اگر دو وصیون نے باہم اختلاف کیا کہ مال کسکے پاس رہیگا پس اگر مال قابل
تقسیم ہو تو دونون تقسیم کرلینگے اور ہر ایک کے پاس نصف مال رہیگا اور اگر مال قابل تقسیم نہو تو مہایات کرلینگے اور اگر دونون
اس امر پر راضی ہوے کہ ایک شخص کے پاس سب مال ودیعت رکھین یا دونون مین سے ایک کے پاس رکھین تو جائز ہی
اور اگر دونون آدمی یتیمون کے وصی ہون اور ایک نے مقاسمہ کرلیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک مین جائز
ہی الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا ایک حاضر نے غائب کی اجازت سے ایسا کیا ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ
کے نزدیک جائز ہی اور اگر دو وصیون مین سے ایک نے صغیر کے مال مین سے کوئی چیز فروخت کی تو امام اعظم رحمہ و امام
محمد رحمہ اللہ کے نزدیک نہین جائز ہی الا اُس صورت مین کہ دونون حاضر ہون یا حاضر نے غائب کی اجازت سے فروخت
کی ہو اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہر حال مین جائز ہی اور یہی حکم بٹائی کرلینے کا ہی۔ اور اگر ایک عورت نے اپنے
باپ اور اپنے شوہر کو اپنا وصی مقرر کیا اور آزاد کرنے اور صلہ وغیرہ کی چند وصیتین کین اور اُسنے زمین اور کپڑے اور
زیور اور دودھ پیتے ہوے بچے چھوڑے پس شوہر نے کہا کہ مین اُسکی وصیتین اپنے خالص مال سے نافذ کیے دیتا
ہون اور کپڑے و زیور فروخت نہین کرونگا پس اگر شوہر نے دوسرے وصی یعنی باپ کی اجازت سے ان وصیتون کو نافذ

کیا پس ہو وصیتین صلہ ہون یا ایسی ہون کہ جنہین کسی چیز کے خرید نے کی صورت ہو اور شوہر نے اس شرط سے اُسکا نفاذ
کیا کہ مین ترکہ سے واپس لونگا تو یہ مال ترکہ پر قرضہ ہو جائیگا اور اگر اس شرط سے کیا کہ ترکہ سے واپس نہ لونگا تو یہ فعل وصیت
کا نفاذ نہوگا اور وصیت ادا نہوگی اور جس وصیت صدقہ مین خرید کی ضرورت نہو تو انہین کسی وجہ سے وصیت جاری نہوگی پس
اگر شوہر نے پسند کیا کہ یہ مال عین اپنی اولاد کے واسطے باقی رکھے اور وصیت اپنے مال سے نافذ کرے تو نابالغون کو کچھ مال ہبہ
کرے پھر دونون وصی اس مال مین سے بقدر وصیت کے کسی کے ہاتھ فروخت کرینگے پھر باپ ان نابالغون کے واسطے اس
مشتری سے بعد اُسکے سپرد کرنے کے برابر یا زیادہ ثمن پر اسکو خرید کرلیگا پھر یہ مال بائع کو دیکر دونون وصی ثمن زمین وصول
کرکے اُس سے وصیت کو نافذ کرینگے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے عقار کو بدین غرض فروخت کیا کہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے
حالانکہ اُسکے قبضہ مین اسقدر مال ہو جس سے ادا ے قرضہ ہوسکتا ہو تو بھی یہ بیع جائز ہے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ امام محمد رح
نے فرمایا کہ باپ کا وصی نابالغ کے مال کا بٹوارہ کرسکتا ہے چاہے جو مال ہو خواہ مال منقول ہو یا عقار ہو اگر تقسیم مین خفیف
خسارہ ہو اور اگر تقسیم مین خسارہ بہت ہو تو اُسکو اختیار نہین ہے کہ ایسے خسارہ کے ساتھ بٹائی کراوے اور ایسے مسائل مین اصل
یہ ہے کہ جسکو کسی چیز کے فروخت کا اختیار ہو اُسکو اُسکے تقسیم کرانے کا بھی اختیار ہے یہ محیط مین ہے۔ اور وصی کو اختیار ہے کہ موصی لہ
کے ساتھ مشترک مال وصیت مین بٹوارہ کرا لے بشرطیکہ یہ مال عقار نہو پھر جسقدر حصہ نابالغون کے پرتے مین آوے وہ لینے
قبضہ مین رکھیگا اگرچہ وارثون مین کوئی بالغ و غائب ہو۔ اور اگر وصی نے وارثون کے واسطے بٹائی کرائی اور ترکہ مین کسی شخص
کے واسطے وصیت ہے اور موصی لہ غائب ہو تو وصی کی تقسیم موصی لہ غائب کے حق مین جائز نہوگی اور موصی لہ کو اختیار ہوگا
کہ وارثون کے ساتھ شریک ہوجاوے اور اگر سب وارث نابالغ ہون اور وصی نے موصی لہ کے ساتھ بٹائی کرکے اُسکو
تہائی دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے رکھ چھوڑی تو جائز ہے حتی کہ جو کچھ وصی کے قبضہ مین وارثون کا مال ہے اگر وہ تلف
ہوگیا تو وارث لوگ موصی لہ سے کچھ واپس نہین لے سکتے ہین یہ فتاوی قاضیخان مین ہے۔ اور اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ہر شی کا
مختار وصی مقرر کیا اور اُسنے یتیم کے واسطے حصہ بانٹ کرالیا خواہ عروض کا یا عقار کا تو جائز ہے یہ اسوقت ہے کہ ہر شی کا وصی کیا
ہو اور اگر نفقہ کا یا کسی شی معین کی حفاظت کا وصی کیا ہو تو اُسکی تقسیم جائز نہوگی۔ اور اگر وصی نے تہائی مال کے موصی لہ سے حصہ
بانٹ کرالیا اور وارث لوگ نابالغ ہین پس تہائی موصی لہ کو دیدی اور دو تہائی وارثون کے واسطے لے لی تو صحیح ہے حتی
کہ اگر وارثون کا حصہ وصی کے پاس تلف ہوجاوے تو اسپر ضمان واجب نہوگی۔ اور اگر وارث سب بالغ ہون یا بعض بالغ
ہون اور بالغ حاضر ہون تو وصی کی تقسیم از جانب وارث بالغ خواہ عقار مین ہو یا منقول مین ہو باطل ہے لیکن اگر
نصیب وارث بالغ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو اسپر ضمان واجب نہوگی لیکن موصی لہ سے جو اُسنے لیا ہے اُسکا دو تہائی واپس
لینگے بشرطیکہ جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ اُسکے پاس موجود ہو اور اگر جو کچھ موصی لہ نے لیا ہے وہ تلف ہوگیا ہو تو وارث
بالغ کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے ضمان لے یا موصی لہ سے اور اگر وارث بالغ ہون مگر غائب ہون اور موصی لہ کے
ساتھ وصی نے بٹائی کرلی تو غیر منقول کی تقسیم باطل ہے اور اختلافات زفر رح و امام ابو یوسف رح مین مذکور ہے کہ اس صورت
مین اختلاف ہے کہ بنابر قول امام ابو حنیفہ رح و زفر رح کے تقسیم جائز نہین ہے اور بنابر قول امام ابو یوسف رح کے جائز ہے اور
مال منقول مین موصی لہ کے ساتھ اُسکی تقسیم جائز ہے۔ اور اگر وصی نے موصی لہ کے واسطے وارثون سے تقسیم کی و وارث
لوگ بالغ ہین اور حاضر ہین اور موصی لہ غائب ہو تو وصی کی تقسیم غیر منقول و منقول دونون مین باطل ہے اور اختلافات

زفر و امام ابو یوسف رح مین اس مسئلہ مین بھی اختلاف مذکور ہو کہ امام زفر و امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک تقسیم نہین جائز ہو اور امام ابو یوسف
رح کے نزدیک جائز ہو پس اگر موصی لہ کا حصہ وصی کے پاس تلف ہو گیا اور وارثون کے حصے باقی رہے تو موصی لہ کو اختیار
ہوگا کہ وارثون کے پاس جو باقی ہو اُسمین سے تہائی لے لے اور اگر وصی کے پاس موصی لہ کا حصہ اور وارثون کے پاس
وارثون کا حصہ بھی تلف ہو گیا تو جسقدر حصہ موصی لہ وصی کے پاس تلف ہوا ہو اُسکا ضامن نہوگا اور جسقدر وارثون کے
پاس موصی لہ کا حصہ تلف ہوا ہو اُسکی بابت اُسکو اختیار ہوگا چاہے وصی سے اُسکا تاوان لے یا وارثون سے یہ محیط مین ہو
اور اگر ایک شخص نے ہزار درم کی تہائی کی وصیت کی اور وارثون نے یہ رقم قاضی کو دیدی اُسنے حصہ بانٹ دیا حالانکہ موصی لہ
غائب ہو تو قاضی کی تقسیم جائز ہو حتے کہ اگر موصی لہ کا حصہ مقبوضہ تلف ہو گیا پھر موصی لہ حاضر ہوا تو اُسکو وارثون سے لینے کی کوئی راہ
نہوگی یہ کافی مین ہو۔ ایک وصی کے پاس دو یتیمون کے دو ہزار درم ہین پھر دونون بالغ ہوے پھر ایک کو وصی نے ہزار
درم دیدیے اور دوسرا بھی حاضر ہو پھر جسکو دیدیے اُسنے وصول پانے سے انکار کیا تو وصی پانچ سو درم کا دونون کے واسطے
ضامن ہوگا اور اگر غائب ہو تو وصی کی تقسیم اُسپر جائز ہوگی پس ایک کو اُسکا حصہ دینے سے ضامن نہوگا اور اگر وصول پانے
والا مقر ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا کہ اُس سے پانچ سو درم لے لے اور اگر چاہے تو وصی سے ضمان لے اور وصی
اُسکو دوسرے سے واپس لیگا ایک وصی دو یتیمون کا ہو اُسنے دونون کے بالغ ہونے کے بعد دونون سے کہا کہ مین نے
تم دونون کو ہزار درم دیدیے ہین پس ایک نے اُسکی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے ڈھائی سو
پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون نے انکار کیا تو دونون کا وصی پر کچھ نہوگا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے تم مین سے
ہر ایک کو پانچ پانچ سو درم علیحدہ دیدیے ہین پھر ایک نے تصدیق اور دوسرے نے تکذیب کی تو انکار کرنے والا وصی سے
ڈھائی سو پچاس درم واپس لیگا اور اگر دونون غائب ہون تو وصی کی تقسیم دونون کے حق مین جائز ہوگی۔ ایک شخص مرگیا
اور اُسنے دو نابالغ بیٹے چھوڑے پھر جب دونون بالغ ہوے تو دونون نے اپنے باپ کی میراث طلب کی پس وصی نے
کہا کہ تمھارے باپ کا سب ترکہ ہزار درم تھا جسمین سے تم دونون مین سے ہر ایک پر مین نے پانچ سو درم خرچ
کیے ہین پس ایک نے تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی تو منکر اپنے بھائی سے ڈھائی سو پچاس درم واپس لیگا اور
اس صورت مین امام زفر رح کے نزدیک وصی سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہو اور یہی امام اعظم رح سے مروی ہو اور ابن ابی
مالک نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی کہ وصی سے واپس لے سکتا ہو یہ محیط سرخسی مین ہو۔ وصی مادر کو اختیار ہو کہ
مادر کے نابالغ بچہ کے واسطے اُسکے مال منقولہ کو جو اُسنے اپنی ماں کی میراث مین پایا ہو تقسیم کرالے بشرطیکہ باپ زندہ نہو
اور نہ باپ کا وصی ہو اور اگر ان دونون مین سے کوئی ہو تو وصی مادر کو اختیار قسمت نہوگا اور مال غیر منقولہ کی تقسیم کسی
حال مین اُسکو اختیار نہین ہو اور نابالغ مذکور نے سواے ماں کی میراث کے اور کسی میراث سے جو کچھ پایا ہو اُسکی بٹائی کا ماں
کے وصی کو اختیار نہین ہو خواہ میراث مال منقول ہو یا غیر منقول ہو یا مخلوط ہو اور جو حکم کہ ماں کے وصی کا ہو وہی بھائی و
چچا کے وصی کا ہو اور اگر وصی نے وارثون مین میراث تقسیم کی اور ہر وارث کا حصہ الگ کر دیا تو اسمین پانچ صورتین ہین اول
آنکہ وارثون مین کوئی بالغ نہو بلکہ سب نابالغ ہون تو ایسی صورت مین اُسکی تقسیم بالکل جائز نہین ہو اور یہ بخلاف حکم پدر کے ہو
کہ اگر باپ نے اپنی نابالغ اولاد کا مال تقسیم کیا حالانکہ اُنمین کوئی بالغ نہین ہو تو یہ جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ وصی کے
واسطے اس صورت مین حیلہ یہ ہو کہ اگر مثلاً دو نابالغ ہون تو وصی دونون مین سے ایک کا حصہ غیر مقسوم کسی مشتری کے ہاتھ

فروخت کرے پھر مشتری سے حصہ بانٹ کرالے پھر جسکا حصہ فروخت کیا ہے اُسکا حصہ پھر مشتری سے خرید لے پس ایک کا حصہ دوسرے سے جدا ہو جائیگا اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ دونوں کا حصہ کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُسی مشتری سے دونوں کا حصہ علیحدہ علیحدہ بٹا ہوا خرید لے دوم آنکہ سب وارث بالغ ہوں لیکن بعضے حاضر اور بعضے غائب ہوں پس جو وارث حاضر ہیں اُنکے ساتھ وصی نے بٹائی کرکے اُنکا حصہ الگ کر دیا تو یہ جائز ہے اور مراد یہ ہے کہ عروض کی تقسیم جائز ہے اور عقار میں وصی کی تقسیم بالغوں پر جائز نہوگی سوم آنکہ وارث لوگ صغیر و کبیر دونوں ہوں اور کبیر سب غائب ہوں تو وصی کا حصہ بانٹ کرنا جائز نہوگا چہارم آنکہ وارثوں میں صغیر و کبیر دونوں ہیں پس اُسنے بالغوں کا حصہ جدا کرکے اُنکو دیدیا اور سب وارثان بالغ حاضر ہیں اور نابالغوں کا سب کا حصہ مجموعہ جدا کر لیا اور ہر ایک صغیر کا حصہ الگ الگ نہ کیا تو یہ جائز ہے پنجم آنکہ وصی نے کبیروں و صغیروں میں سے ہر ایک کا حصہ جدا کیا اور سب کو تقسیم کر دیا تو پوری تقسیم فاسد ہے اور اگر اُسنے بالغوں کو اُنکا حصہ دیدیا اور نابالغوں کا حصہ مجموعہ رکھ لیا پھر نابالغوں کا حصہ باہم تقسیم کر دیا تو بالغوں و نابالغوں سب کے حق میں تقسیم صحیح ہوگی اور اگر بعض وارث بالغ ہوں اور بعض نابالغ ہوں اور بالغوں میں سے ایک شخص نابالغوں کا وصی ہے اور اُس سے تقسیم کی درخواست کی تو امام زاہد ابو حفص الکبیر رح سے منقول ہے کہ وصی بالغوں کے درمیان تقسیم کر دیگا اور نابالغوں کا حصہ الگ کر لیگا اور اپنا حصہ نابالغوں کے حصہ میں رکھیگا پھر اپنا حصہ کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کریگا پھر اجنبی مشتری اور نابالغوں کے درمیان حصہ بانٹ کرائیگا پھر مشتری مذکور سے اپنا حصہ خرید لیگا پس اسطور سے سب میں تقسیم متحقق ہو جائیگی یہ محیط میں ہے اگر وصی نے باپ کے ترکہ میں سے کوئی چیز فروخت کی تو یہ دو صورتیں ہیں اول آنکہ میت پر قرضہ نہو اور نہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو دوم آنکہ اُسنے کچھ وصیت کی ہو یا اُسپر قرضہ ہو پس صورت اول کے واسطے کتاب میں فرمایا کہ وصی کو اختیار ہے کہ جب وارث لوگ نابالغ ہوں تو ترکہ کی متاع و عروض و عقار میں سے ہر چیز فروخت کرے سوا اسکے عقار کے بیع اسوجہ سے جائز ہے کہ انمیں حفاظت کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ ثمن کی حفاظت کرنا اُسکے نزدیک زیادہ آسان ہے اور بیع عقار میں بھی موافق جواب کتاب کے جواز کا حکم ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ جو حکم کتاب میں مذکور ہے یہی سلف کا قول ہے کذا فی فتاوی قاضی خان اور متاخرین کے نزدیک نابالغ کا مال عقار فروخت کرنا جبھی جائز ہے کہ جب میت پر اسقدر قرضہ ہو کہ بدون عقار کے فروخت کرنے اور اُسکے ثمن سے ادا کرنے کے ادا نہو سکے یا صغیر کو ایسی ضرورت ہو کہ بغیر ثمن عقار کے حاجت رفع نہو یا مشتری کو اس عقار کی جانب ایسی رغبت ہو کہ دو چند قیمت دیکر خریدتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الکافی اور یا ترکہ میں وصیت مرسلہ ہے کہ اُسکے پوری کرنے کے واسطے ثمن عقار کی طرف حاجت ہو یا عقار کا فروخت کرنا یتیم کے حق میں بہتر ہو مثلاً اُسکا خراج و خرچہ اُسکے حاصلات سے زیادہ ہوتا ہو یا عقار ایسی دوکان یا دار ہو جو گرا پڑتا ہو یا خراب ہوا جاتا ہو پس اگر یتیم کو اُسکے ادائے خراج کی ضرورت پیش آوے پس اگر ترکہ میں عقار کے سوائے عروض بھی ہو تو سوائے عقار کے باقی میں سے فروخت کیا جاوے اور اگر بدون عقار کے باقی سے حاجت رفع نہو سکے تو ایسی صورت میں عقار کو اُسکی برابر قیمت پر یا خفیف نقصان پر فروخت کرے اور اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اُٹھاتے ہیں وصی کو فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر وصی نے اسقدر نقصان کے ساتھ جو لوگ اپنے اندازہ میں نہیں اٹھاتے ہیں یتیم کے واسطے کوئی چیز خریدی تو بھی جائز نہیں ہے یہ سب اُسوقت

ہو کہ سب وارث نابالغ ہون اور اگر سب بالغ ہون اور حاضر ہون تو ترکہ مین سے وصی کا کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہین
ہے الا وارثان مذکورہ کی اجازت سے۔ اور اگر وارثان بالغ غائب ہون تو وصی کا عقار (غیر منقول) فروخت کرنا جائز نہین ہے اور ماسواے
عقار کے فروخت کرنا جائز ہے اور سب کا اجارہ پر دینا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ مال غائب کی حفاظت کا وصی کو اختیار رہتا ہے اور
عروض کا فروخت کر دینا حفاظت مین شمار ہے اور عقارات خود ہی محفوظ ہوتے ہین لیکن اگر عقار ایسا ہو کہ اگر فروخت نہ کیا جاوے
تو تلف ہو جائیگا تو ایسی صورت مین عقار بھی بمنزلہ عروض کے ہو جائیگا۔ اور اگر سب وارث بالغ ہون مگر بعضے غائب ہون اور
باقی حاضر ہون تو غائب کے حصہ مین سواے عقار کے دوسری چیز کی بیع کا بغرض حفاظت کے وصی کو اختیار ہے اور اسمین
اتفاق ہے اور جب غائب کے حصہ کی بیع بالاتفاق وصی کی طرف سے جائز ہوئی ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک وصی کی طرف سے
حاضر کے حصہ کی بیع بھی جائز ہے اور صاحبین رح کے نزدیک حاضر کے حصہ کی بیع کا وصی کو اختیار نہین ہے یہ سب اسوقت ہے کہ ترکہ پر
قرضہ نہو کذا فی فتاوے قاضی خان اور اگر میت پر قرضہ ہو پس اگر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو تو بالاجماع تمام ترکہ فروخت کیا
جائیگا اور اگر محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت کیا جائیگا اور قرضہ سے زائد مین امام اعظم رح کے نزدیک وصی باقی کو بھی فروخت کر سکتا ہے اور
صاحبین رح کے نزدیک نہین کذا فی الکافی اگر ترکہ مین وصیت مرسلہ ہو تو بالاتفاق سب کے نزدیک وصی کو یہ اختیار ہے کہ ترکہ مین بقدر
فروخت کرے جس سے وصیت نافذ ہو جاوے اور جب تھوڑے ترکہ کی بیع کا مختار ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی
مختار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک نہوگا اور اگر وارثون مین ایک صغیر ہو اور باقی کبیر ہون اور ترکہ پر قرضہ نہین ہے اور نہ وصیت
ہے اور ترکہ مال منقول ہے تو بالاتفاق وصی کو حصہ نابالغ کی بیع کا اختیار ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک باقی کی بیع کا بھی اختیار ہے پس اگر
اُسنے سب ترکہ فروخت کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہوگی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک بقدر حصہ نابالغ
کے جائز ہوگی اور اصل امام اعظم رح کے نزدیک یہ قرار پائی ہے کہ اگر وصی کو بعض ترکہ کی بیع کا اختیار حاصل ہوا تو اسکو پورے
ترکہ کی بیع کا اختیار ہوگا اور باپ کا وصی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے اسی طرح سگے دادا کا وصی بھی بمنزلہ وصی پدر کے ہوتا ہے
اور سگے دادا کے وصی کا وصی بھی بمنزلہ سگے دادا کے وصی کے ہے اور قاضی کے وصی کے وصی کا حکم بمنزلہ وصی قاضی کے ہے بشرطیکہ
اسکو عام اختیار ہو اور ماں کا وصی یا بھائی کا وصی سوا ایسا نہین ہے چنانچہ اگر ماں مرگئی اور اُسنے ایک بیٹا نابالغ چھوڑا اور
کسی شخص کو وصی کر دیا یا ایک مرد مرگیا اور ایک نابالغ بھائی چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کر دیا تو اس وصی کو اختیار
ہے کہ اس میت کے ترکہ مین سے ماسواے عقار کے فروخت کر دے اور عقار کی بیع نہین کر سکتا ہے اور اس موصی کو
یہ اختیار نہین ہے کہ صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدے سواے کھانے و کپڑے کے اسواسطے کہ یہ چیزین خریدنا منجملہ حفاظت
کے ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ماں کے وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ صغیر نے جو مال اپنے باپ کے ترکہ مین
پایا ہے اُسمین سے کچھ فروخت کرے خواہ عقار غیر منقول ہو یا مال منقول ہو خواہ وہ قرضہ مین پھنسا ہو یا خالی از قرضہ
ہو اور جو مال صغیر کو ماں کے ترکہ مین ملا ہے اگر وہ قرضہ و وصیت سے خالی ہو تو منقول کو فروخت کر سکتا ہے اور غیر
منقول کو اُسمین سے فروخت نہین کر سکتا ہے۔ اور اگر ترکہ قرضہ مین یا وصیت مین پھنسا ہوا ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو
وصی مذکور کو کل ترکہ کے فروخت کا اختیار ہے اور غیر منقول بھی اسمین آگیا اور اگر قرضہ محیط نہو تو بقدر قرضہ کے فروخت
کر سکتا ہے اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین ویسا ہی اختلاف امام اور صاحبین کے درمیان ہے جیسا ہم اس
سے پہلے بیان کر چکے ہین اور جو حکم وصی مادر کے حق مین معلوم ہوا وہی وصی برادر و چچا مین ہے اور اگر سب وارث

بالغ ہون پس اگر حاضر ہون اور ترکہ قرضہ کے بھنساؤ سے خالی ہو تو ماں کا وصی اُسکے ترکہ مین سے کچھ فروخت نہین کر سکتا ہو اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو جو حکم باپ کے وصی کی صورت مین مذکور ہوا ہو وہی حکم ماں کے وصی کا ہو جس مین اتفاق ہو اُسمین اتفاق ہو اور جسمین اختلاف ہو اُسمین یہان بھی اختلاف ہو اور اگر وارثون مین صغیر و کبیر دونون ہون اور کبیر وارث غائب ہون پس اگر ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو وصی کو ماں کے ترکہ مین سے مال منقول مین سے نابالغون و بالغون سب کے حصہ کے فروخت کا اختیار ہو اور مال غیر منقول سے نابالغ و بالغ کسی کا حصہ فروخت نہین کر سکتا ہو اور اگر ترکہ پر قرضہ ہو تو وصی مادر کا وہی حکم ہو جو وصی پدر کا مذکور ہوا ہو اور اگر وارثان بالغ حاضر ہون اور ترکہ قرضہ سے خالی ہو تو نابالغون کا ماں کے ترکہ مین سے مال منقول کا حصہ فروخت کر سکتا ہو اور مال منقول مین سے بالغون کا حصہ فروخت کرنے مین اختلاف ہو اور مال غیر منقول مین سے کسی کا حصہ فروخت نہین کر سکتا ہو اور اگر ترکہ پر قرضہ یا وصیت ہو پس اگر قرضہ مستغرق ہو تو وصی کو مال منقول و غیر منقول سب کے فروخت کا اختیار ہو اور اگر غیر محیط ہو تو منقول سب فروخت کر سکتا ہو اور مال غیر منقول مین سے بقدر قرضہ کے بالاجماع فروخت کر سکتا ہو اور قرضہ سے زائد کے فروخت کرنے مین اختلاف مشائخ ہو یہ محیط مین ہو اصل یہ ہو کہ وصی کی ولایت اُسی قدر ہوتی ہو جسقدر موصی کی ولایت ہو اور ولایت حفاظت تصرف کی تابع ہو۔ ایک باندی دو شخصون مین مشترک ہو اُسکے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونون نے معاً اُسکے نسب کا دعوی کیا حتے کہ اُسکا نسب دونون سے ثابت ہو گیا پھر باندی مذکورہ آزاد کی گئی پھر وہ مر گئی اور کچھ مال چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُسکے بچہ و بچہ کے مال کی ولایت اُسکے دونون باپ کو حاصل ہو باندی مذکور کے وصی کو حاصل نہو گی اسواسطے کہ ماں کا وصی مثل ماں کے ہو حالانکہ باندی مذکور کو ولایت تصرف حاصل نہ تھی پس ایسا ہی حکم اُسکے وصی کا ہو اور اُسکے وصی کو ولایت حفاظت بھی حاصل نہو گی اسواسطے وہ ولایت تصرف کی تابع ہو حتی کہ اگر دونون باپ اُسکے غائب ہو جاوین تو ماں کے وصی کو ولایت حفاظت حاصل ہو گی پس وہ مال منقول کی بیع کا مختار ہو گا اسواسطے کہ منقول کی بیع حفاظت مین داخل ہو کذا فی الکافی لیکن وصی مذکور کو اُسی مال مین ولایت حاصل ہو گی جو صغیر نے اپنی ماں کے ترکہ مین پایا ہو یا ماں کی موت سے پہلے صغیر کا ہو نہ ایسے مال مین جو اُسکے بعد صغیر مذکور کی ملک مین آیا ہو اور جس طرح اُسکو ولایت حفاظت حاصل ہو گی اُسی طرح جو تصرف از باب حفاظت ہو اُسکا اختیار بھی حاصل ہو گا جیسے مال منقول کا فروخت کرنا یا ایسی چیز کا فروخت کرنا جسمین جلد خرابی آجانے والی ہو اور وہ چیز جلد بگڑ جانے والی ہو۔ اور اگر دونون باپ مین سے ایک غائب ہوا اور دوسرا حاضر ہو تو بھی امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک یہی حکم ہو۔ اور اگر صغیر مذکور کی ماں مرجانے کے بعد اُسکے دونون باپ مین سے بھی ایک مر گیا اور سواے اس صغیر کے کوئی وارث نہین چھوڑا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا اور دوسرا باپ زندہ حاضر ہو تو اُسکی سب میراث اس صغیر کو ملیگی اور دونون ترکون مین ولایت تصرف اُسکے دوسرے باپ کو حاصل ہو گی اور پدر مردہ کے وصی کو حاصل نہو گی اور نہ ماں کے وصی کو حاصل ہو گی اور فرمایا کہ جو باپ زندہ ہو اُسکے ساتھ قاضی دوسرا شخص وصی مقرر نکریگا تاکہ اُسکے ساتھ تصرف کرے اور اگر دوسرا باپ غائب ہو تو ماں کے وصی کو جسقدر ماں کا ترکہ ہو اُسکی حفاظت کا اختیار ہو گا اور جو اس قبیل سے ہو اور باپ میت کے وصی کو اُسکے ترکہ مین تصرف کا اختیار حاصل ہو گا اور نیز جو امر از باب حفاظت ہو اُسکا اختیار ہو گا پھر اگر اُسکے بعد دوسرا والد بھی مر گیا اور ایک شخص کو وصی مقرر کیا تو اُسکے وصی کو ماں کے وصی سے اور اُس باپ کے وصی سے جو پہلے مر گیا تھا ترجیح ہو گی اور اگر اس باپ کا جو پہلے مر گیا تھا باپ موجود ہو یعنی صغیر کا دادا اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بھی

جو باپ اخیر مین مرا ہو اُسکے وصی کو تصرف مال مین ترجیح ہوگی اسی طرح اگر دوسرے باپ کا جو اخیر مین مرا ہو باپ یعنی صغیر کا دادا
موجود ہو تو بھی بہ نسبت اُسکے باپ کے اُسکے وصی کو تصرف مال صغیر مین ترجیح ہوگی۔ اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر مین مرا ہی
مر گیا اور دوسرے شخص کو اُسنے وصی مقرر کیا تو یہ وصی بھی بہ نسبت اُن لوگون کے جنکو ہمنے بیان کیا ہر اولی ہوگا یعنی یہی مختار
ہوگا۔ اور اگر اس باپ کا وصی جو اخیر مین مرا ہو مر گیا اور کسی کو وصی مقرر نکیا یا جو باپ اخیر مین مرا ہو اُسنے کسی کو وصی مقرر نہین کیا
اور حالت یہ ہر کہ جو باپ پہلے مرا ہو وہ اپنا وصی اور اپنا باپ یعنی صغیر کا دادا چھوڑ گیا ہو پس یہ دادا بہ نسبت اُسکے وصی کے
اولی ہوگا اور اگر دونون باپ ایک دوسرے کے بعد مر گئے اور ہر ایک نے اپنا باپ چھوڑا اور ہر ایک نے ایک ایک آدمی کو وصی
بھی مقرر کیا ہو پس اگر یہ ثابت نہو کہ کون پہلے مرا ہر اور کون پیچھے تو ولایت تصرف ہر دو وصی کو حاصل ہوگی کیونکہ جب پہلا مرنے والا
اور پچھلا مرنے والا ثابت و ظاہر نہوا تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ساتھ ہی مرے ہین اور اگر دونون ساتھ ہی مرین تو مال
مین تصرف کرنے کی ولایت دونون وصی کو حاصل ہوگی اور اگر پہلا مرنے والا و پچھلا مرنے والا معلوم ہوگیا تو مال صغیر مین تصرف
کا اختیار پچھلے مرنے والے کے وصی کو ہوگا اور اگر پچھلا مرنے والا باپ مر گیا اور اُسنے کسی کو وصی نکیا یا وصی کیا اور اسکا وصی مر گیا
اور کسی کو وصی نکیا اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو تصرف کی ولایت دونون دادا کو حاصل ہر کسی ایک کو تنہا حاصل نہوگی یہ محیط مین ہر اگر
ایک شخص مر گیا اور اولاد صغیر اور ایک باپ چھوڑا اور کسی کو وصیت نکی تو باپ بمنزلہ وصی کے ہوگا کہ ترکہ کی حفاظت کریگا اور
اُسمین ہر طرح کا تصرف کریگا اور اگر میت پر قرضہ کثیر ہو تو اُسکا باپ یعنی نابالغون کا دادا یہ اختیار نہین رکھتا ہو کہ ادائے قرضہ
کے واسطے ترکہ فروخت کرے اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ مراہق پسر کو جو بیع و شرا کو سمجھتا ہو تجارت کی اجازت دی
اور پسر مذکور نے تصرف کیا اور اُسپر بہت قرضے ہوگئے پھر پسر مر گیا اور باپ چھوڑا تو اُسکے قرضہ ادا کرنے کے واسطے باپ کو اُسکے ترکہ مین
تصرف کا اختیار نہین ہر میت کے وصی نے اگر ادائے قرضہ کیواسطے ترکہ فروخت کیا اور قرضہ محیط نہین ہر تو امام اعظم رح کے نزدیک
اُسکی بیع جائز ہر اور صاحبین رح کے نزدیک نہین جائز ہر اور اگر ترکہ پر قرضہ نہو لیکن وارثون مین کوئی نابالغ ہو اور وصی نے
پورا ترکہ فروخت کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اُسکی بیع نافذ ہوگی اور امام ابوحنیفہ رح نے وصی میت اور پدر میت مین فرق کیا
ہر کہ وصی میت کو اختیار ہر کہ ادائے قرضہ و تنفیذ وصیت کیواسطے ترکہ فروخت کرے اور پدر میت یعنی نابالغون کے دادا کو یہ اختیار
نہین ہر کہ اپنے پسر کے واسطے نابالغون پر ترکہ فروخت کر دے اور یہ اختیار نہین ہر کہ قرضہ میت ادا کرنے کی غرض سے اولاد صغیر کا
ترکہ فروخت کرے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ امام خصاف رح نے افادہ فرمایا ہر اور امام محمد رح نے دادا کو بجائے باپ کے
قائم کیا ہر کتاب مین فرمایا کہ اگر ایک شخص مر گیا اور ایک وصی اور باپ چھوڑا تو وصی بہ نسبت باپ کے اولی ہوگا اور اگر اسکا کوئی وصی
نہو تو باپ اولی ہر علی ہذا القیاس دادا وغیرہ یہانتک کہ فرمایا کہ پھر دادا کا وصی پھر قاضی کا وصی اولی ہر اور شمس الائمہ حلوائی نے
فرمایا کہ ہم امام خصاف کے قول پر فتوے دیتے ہین ایک صغیر کو مال میراث ملا اور اسکا باپ مسرف و مبذر مستحق حجر ہو تو جس امام
کے نزدیک ایسے شخص کا مجبور کر دینا روا ہو اُسکے نزدیک پدر مذکور کو مال صغیر مین ولایت تصرف حاصل نہوگی اور شمس الائمہ حلوائی
نے شرح ادب القاضی مین ذکر کیا کہ اگر قاضی نے یتیم کے واسطے ایک وصی مقرر کیا جبکہ باپ کا وصی نہین ہر تو وصی قاضی بمنزلہ
وصی پدر کے ہوگا بشرطیکہ قاضی نے اُسکو عام اجازت دیدی ہو کہ تمام انواع تصرف کا وصی ہر اور اگر کسی نوع خاص کے تصرف
کا مختار کیا تو اسی نوع خاص کا وصی رہیگا بخلاف وصی پدر کے کہ وہ قابل تخصیص نہین ہر چنانچہ اگر باپ نے کسی شخص کو ایک نوع
خاص مین وصی مقرر کیا تو وہ تمام انواع تصرف مین وصی ہوجائیگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہر۔ اور اگر وصی نے ترکہ

میت مین سے کچھ مال اُدھار فروخت کیا پس اگر اسمین یتیم کے حق مین ضرر ہو مثلاً مشتری کی طرف سے یہ خوف ہو کہ وہ میعاد آنے پر منکر ہو جائیگا یا ندیگا تو نہین جائز ہی اور اگر ضرر نہو تو جائز ہی۔ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے کوئی مال یتیم بعوض ہزار درم کے خریدنا چاہا اور دوسرے نے بعوض ایک ہزار ایک سو درم کے خریدنا چاہا اور شخص اول بہ نسبت دوسرے کے تو انگر ہو تو وصی کو چاہیے کہ اول کے ہاتھ فروخت کرے جس سے ثمن طلب کرنے کے وقت انکار یا نا دہندگی کا خوف نہین ہی اسیطرح اگر یتیم کا ایک دار ہو جسکو ایک شخص آٹھ درم ماہواری کے عوض کرایہ پر مانگتا ہی اور دوسرا دس درم ماہواری پر مانگتا ہو مگر اول بہ نسبت دوسرے کے تو انگر ہو تو اول کو کرایہ پر دینا چاہیے اور علیٰ ہذا جو شخص متولی وقف ہو اُسکا بھی یہی حکم ہی وہ نیز سب لوگون کو جو مال اسے وقف کے امین قرار دیے جاوین ایسا ہی کرنا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہی۔ ایک وصی نے یتیم کی زمین ایک مفلس کے ہاتھ فروخت کی جسکو جانتا ہو کہ یہ اوا اسے ثمن پر قادر نہو گا تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ اگر بیع برغبت ہو تو قاضی تین روز تک مشتری کو مہلت دیگا پس اگر اُسنے اس عرصہ مین ادا کر دیا تو خیر ورنہ بیع توڑ دیجاویگی اسواسطے کہ وصی کا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مال کا تلف کرنا ہو لیکن اگر اُسنے بیع توڑنے کا حکم دینے سے پہلے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہو گی شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ در صورتیکہ یہ بات معلوم ہو کہ مشتری ادا سے ثمن پر قادر نہو گا تو چاہیے کہ قاضی کی بیع بھی جائز نہو اسواسطے کہ قاضی سب کے واسطے خصوصاً نابالغون کے واسطے درستی و اصلاح کی نظر کرنے پر مقرر ہوا ور یہ ہی نظر اصلاح اسی مین ہی جو ہمنے بیان کی ہی۔ وصی نے مال یتیم مین سے کوئی چیز فروخت کی پھر ایک شخص نے وصی سے جسقدر ثمن کو فروخت کی ہو اس سے زیادہ کے عوض لینے کی درخواست کی تو قاضی اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا پس اگر اہل بصارت و امانت مین سے دو آدمیون نے قاضی کو خبر دی کہ وصی نے اُسکو پوری قیمت پر فروخت کیا ہی اور اُسکی قیمت اسقدر ہی تو جو شخص زیادہ دینا چاہتا ہی اُسکی طرف التفات نکریگا اور اگر بطریق بیع مزایدہ کے زیادہ ثمن کو فروخت ہوتی ہو اور بازار مین اس سے کم کو فروخت ہوتی ہو تو ایسی زیادتی کے واسطے وصی کی بیع نہ ٹوٹیگی بلکہ اہل بصارت و امانت کی طرف رجوع کریگا پس اگر اسمین سے دو آدمی اس بات پر متفق ہوے کہ یہ قیمت ہی تو وصی کے مشتری سے وہی قیمت لیجائیگی اور یہ امام محمد کا قول ہی کہ دو آدمی اتفاق کرین اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف رحمہم اللہ کے قول پر ایک ہی عادل کافی ہو جیسا کہ تزکیہ وغیرہ مین ہی اور علیٰ ہذا متولی وقف ہو اگر وقف مین سے جو چیز کرایہ پر چلتی ہی کسی کو کرایہ پر دی پھر دوسرے شخص نے آکر اُس سے زیادہ کرایہ پر لینی چاہی تو اسمین بھی یہی حکم ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ ایک وصی نے میت کے ترکہ مین سے کوئی چیز واسطے تنفیذ وصیت کے فروخت کی پھر مشتری بیع سے منکر ہو گیا یعنے کہا کہ مین نے نہین خریدی ہی اور وصی اُسکو قاضی کے پاس لایا اور قسم طلب کی اُسنے قسم کھالی حالانکہ وصی جانتا ہو کہ وہ جھوٹا ہو تو قاضی وصی سے کہیگا کہ اگر تو سچا ہو تو مین نے تم دونون کے درمیان سے بیع فسخ کر دی تو ایسا فسخ جائز ہی اگرچہ مجازاً ہو اور فسخ حاکم کی ضرورت اسواسطے ہی کہ اگر بعد انکار مشتری کے وصی اُسکے ساتھ خصومت ترک کرنے کا عزم کرلے تو یہ بمنزلہ اقالہ کے ہو گا تو خلل حقیقتاً اقالہ کرنے سے مبیع وصی کے ذمہ لازم ہو گی اور جب قاضی نے بیع کو فسخ کیا تو اُسکے ذمہ لازم نہو گی بلکہ مبیع ملک میت مین عود کر گی یہ فتاوی کبرے مین ہی۔ فتاوے ابو اللیث مین ہی کہ ایک شخص مر گیا اور اُسنے تہائی مال کی وصیت کی ہی اور اقسام عقارات ترکہ چھوڑا اور وصی کسی صنف کو وصیت کے واسطے فروخت کرتا ہی تو وارث کو اختیار ہی کہ راضی نہو لیکن اگر اُسنے ہر چیز کی تہائی جسمین سے تہائی فروخت ہو سکتی ہی فروخت کرنی چاہی تو ایسا اختیار نہو گا اور شیخ ابو بکر اسکاف سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے وصیت کی

کہ اسکی زمین فروخت کر کے اسکا تہائی ثمن فقیرون کو صدقہ دیا جاوے پھر وہ مرگئی اور بالغ وارث چھوڑے پھر وصی نے تمام زمین فروخت کرنی چاہی اور وارثون نے قدر وصیت سے زائد فروخت کرنے سے منع کیا تو فرمایا کہ اگر فقط تہائی زمین گھٹے دامون بکتی ہو جس سے وارثون و اہل وصیت کو ضرر پہونچتا ہو تو وصی کو کل فروخت کرنے کا اختیار ہوگا ورنہ فقط بقدر وصیت فروخت کریگا اور شیخ ابو نصر الدبوسی عدم ضرر کی صورت مین صاحبین رح کے قول پر اور ضرر کی صورت مین امام اعظم رح کے قول پر فتوی دیتے تھے یہ ذخیرہ مین ہے فرمایا کہ وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنے کا اختیار ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور یہ جائز نہین ہے کہ یتیم کے مال سے اپنے واسطے یا میت کے واسطے تجارت کرے اور اگر کریگا اور نفع کماویگا تو راس المال کا ضامن ہوگا اور نفع کو صدقہ کرنا پڑیگا یہ امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے یہ فتاوے قاضیخان مین ہے۔ وصی کو اختیار ہے کہ مال یتیم مضاربت پر دیدے یا دوسرے سے اس مال سے شرکت کرے یا بضاعت پر دیدے یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے بعض مال ترکہ کو اجارہ طویلہ پر بدین غرض دیا کہ میت کا قرضہ ادا ہو جاوے تو نہین جائز ہے۔ ایک شخص نے وصی مقرر کیا و مرگیا اور وصی غائب ہو گیا پس بعضے وارثون نے قصد کیا کہ بعض ترکہ کو فروخت کر کے میت کا قرضہ ادا کیا اور اسکی وصیتین نافذ کردین تو بیع فاسد ہے الا اس صورت مین کہ قاضی نے اجازت دیدی ہے یہ حکم اس صورت مین ہے کہ تمام ترکہ قرضہ مین مستغرق ہو اور اگر مستغرق نہو تو وارث کا تصرف اسکے حصہ مین جائز ہوگا الا اس صورت مین کہ مبیع داروں مین سے ایک بیت معین ہو۔ وارث بالغ نے ترکہ میت مین سے کوئی چیز یا عقارون مین سے کوئی عقار فروخت کیا اور ہنوز میت پر قرضہ یا وصیت باقی ہے اور وصی نے اسکی بیع رد کرنی چاہی پس اگر وصی کے پاس اسقدر مال ہو جس سے فروخت کرنے کے بعد قرضہ و وصیت پوری کرسکتا ہے تو وارث کی بیع رد نکریگا۔ ایک عورت اپنا شوہر و دختر و بھائی چھوڑ کر مرگئی اور بھائی کو وصی کردیا اور اسنے وصیت قبول کی پھر قبل اسکے کہ اسکی وصیت و قرضہ ادا کرے شوہر سے اسکا حصہ اسباب و عقار مین سے خرید لیا اور بائع کو اپنے حصہ کی مقدار معلوم نہین ہے اور مشتری کو معلوم ہے پس اگر اسنے رضا یا قبل نالش کرنے کے نافذ کردیا تو بیع جائز ہوگی اور اگر اسنے نافذ نکین یہانتک کہ انھون نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس بیع کو باطل کردیگا اور پہلے قرضہ میت و اسکی وصیتین نافذ کردیگا پھر میراث کا حکم دیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ ایک قرضدار نے چند وصیتین کین ہے اور ایسے قرضہ کے اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہین اور ایک دار چھوڑا اور وصی کو بدون ثمن وارث کے اسکی وصیتین و قرضہ ادا کرنے کی قدرت نہین ہے اور وارث پورے دار کی بیع پر راضی نہین ہوتا ہے پس اگر قرضہ پورے دار تک یا اکثر دار تک پہونچتا ہو کہ ثمین سے خفیف باقی رہا جاتا ہو پس اگر اسکو معلوم ہو کہ درصورتیکہ فروخت نہ کیا جاوے تو قرضہ میت پر زمانہ دراز تک رہیگا تو اسکو فروخت کرنے کا اختیار ہے جبکہ اور گنجائش نہو اور اہل وصیت و وارث اسکے شریک ہونگے اور اگر وصی نے سواے اپنے غیر کو مال یتیم قرض دینا چاہا تو بالاتفاق روایات اسکو اختیار نہین ہے یہ محیط مین ہے اور اگر اسنے قرض دیدیا تو ضامن ہوگا اور قاضی کو بھی قرض دینے کا اختیار نہین ہے اور باپ مین مشایخ نے اختلاف کیا ہے کہ امام اعظم رح سے روایات مختلف ہین اور صحیح یہ ہے کہ باپ بمنزلہ وصی کے ہے نہ بمنزلہ قاضی کے اور اگر وصی یا باپ نے اپنے ذاتی قرضہ مین مال یتیم رہن کیا تو قیاساً نہین جائز ہے اور استحساناً جائز ہے اور اگر وصی نے اپنا قرضہ مال یتیم سے ادا کیا تو نہین جائز ہے اور اگر باپ نے ادا کیا تو جائز ہے۔ وصی نے قرضدار یتیم سے دوسرے پر حوالہ قبول کیا پس اگر دوسرا بنسبت قرضدار کے تونگر ہو تو جائز ہے اور اگر برابر ہو تو نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ وصی نے اگر مال یتیم اپنے قرضخواہ کے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن کے جسقدر اسپر قرضہ ہے فروخت کردیا تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جائز ہے اور ثمن اسکے قرضہ کا قصاص ہو جائیگا

تاجر کو دے تاکہ اس سے نفع حاصل کرکے خود بھی لے اور اسکو بھی دے ۱۲

اور خود صغیر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط مین ہے۔ اور اگر وصی نے مال یتیم ایسے قرضہ کے عوض جسکو اُسنے صغیر کے واسطے لیا ہے رہن
کیا اور مرتہن نے اُسپر قبضہ کر لیا پھر وصی نے اُسکو مرتہن سے صغیر کی حاجت کے واسطے مستعار لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو
یتیم کا مال گیا اور قرضہ مرتہن بحالہ باقی رہیگا کہ وصی سے اُسکا مطالبہ ہوگا اور اگر وصی نے مرتہن سے مال مرہون غصب کر لیا اور
صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوگیا تو مرتہن کے حق کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا حق یتیم کے واسطے
ضامن نہوگا اور اگر بعد غصب کے اپنی ضرورت مین استعمال کیا اور وہ تلف ہوا تو دونون کے حق کے واسطے ضامن ہوگا چنانچہ
صورت اول مین اگر قرضہ مرتہن ادا کیا یعنی ضمان دیکر تو اُسکو مال یتیم سے واپس لیگا اور دوسری صورت مین واپس نہین
لے سکتا ہے اور اگر وصی نے غیر کا غلام غصب کر کے صغیر کی ضرورت مین استعمال کیا پھر تلف ہونے پر اُسکی قیمت مالک کو تاوان
دیدی پس آیا مال صغیر سے واپس لیگا سو اسکی کوئی روایت ہمارے اصحاب سے نہین ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ
چاہیے کہ واپس نہ لے سکے اور اگر وصی نے یتیم کو کار ہاے خیر مین سے کسی کام مین اُجرت پر دیا تو جائز ہے اسیطرح اگر صغیر کا غلام یا اور
اُسکا مال ایسے کام مین اُجرت پر دیا تو بھی جائز ہے پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوگیا تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو اجارہ وصی نے اُسکی ذات پر معقود
کیا ہے اُسکو فسخ کر دے اور جو اُسکے مال پر معقود کیا ہے اُسکو فسخ نہین کر سکتا ہے۔ وصی نے اگر یتیم کے واسطے ایک شخص مزدور کیا اسقدر
اُجرت پر کہ لوگ اجر المثل سے زائد اسقدر اجرت دیکر ایسا نقصان اندازہ مین نہین اُٹھاتے ہین تو رکن الاسلام علی سغدی نے
شرح السیر مین فرمایا کہ وصی اپنے واسطے مزدور کرنے والا قرار دیا جائیگا اور پوری اُجرت اُسکے مال سے واجب ہوگی اور شیخ
الاسلام نے اپنی شرح مین فرمایا کہ اجارہ صغیر کے واسطے واقع ہوگا لیکن مزدور کے کام کرنے پر اجر المثل واجب ہوگا اور جسقدر
زیادہ ٹھہرا کر دیا ہے وہ صغیر کو واپس دیا جائیگا وصی نے اگر صغیر کی حویلی اجر المثل سے کم کرایہ پر دیدی پس آیا مستاجر پر اجر المثل
واجب ہوگا یا وہ مسکن کا غاصب قرار دیا جائیگا کہ اُسپر سکونت کی وجہ سے اجرت واجب نہوگی تو امام فضلی نے اپنے فتاوی مین ذکر
فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے اصول پر تو یہ لازم آتا ہے کہ غاصب قرار دیا جاوے اور اُسپر کرایہ واجب نہو اور خصاف نے اپنی کتاب
مین ذکر فرمایا کہ مستاجر غاصب نہوگا اور اُسپر اجر المثل واجب ہوگا پس امام فضلی سے کہا گیا کہ آپ امام خصاف کے قول پر فتوے
دیتے ہین فرمایا کہ ہان اور مین نے دوسرے نسخہ مین دیکھا کہ پورا اجر المثل واجب ہوگا اور اگر کرایہ مین مقدار بیان کردی گئی ہو تو
مقدار بیان کردہ واجب ہوگی اُس سے زیادہ کیا جائیگا اور ہمارے بعض مشائخ یہ فتوی دیتے ہین کہ اجر المثل واجب ہوگا لیکن اگر
کمی مین یتیم کے حق مین بہتری ہو تو ایسی صورت مین ناقص واجب ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ اپنے تئین یتیم کو
مزدوری پر دیدے بخلاف باپ کے اگر باپ نے اپنے تئین صغیر کو مزدوری پر دیا تو جائز ہے یہ تجدوری مین ہے۔ اور ایسا ہی امام
فضلی رح نے جواب دیا ہے کہ اگر وصی نے اپنے تئین یا اپنی کسی چیز کو یتیم کے پاس مزدوری پر اُسکے کام مین لگا یا تو نہین جائز ہے اور
امام علی سغدی نے فرمایا کہ اگر وصی یا باپ نے اپنے آپکو یتیم کو مزدوری پر دیا تو بالاتفاق جائز ہے مگر فتوے اسی قول پر ہے
جو تجدوری نے ذکر کیا ہے یہ کبرے مین ہے۔ اور اگر وصی نے خود یتیم کو مزدوری پر لیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہونا
چاہیے یہ تاتارخانیہ مین ہے۔ اور وصی کو یہ اختیار نہین ہے کہ مال یتیم بعوض یا بلا عوض کسی کو ہبہ کرے اور یہی حکم باپ کا ہے
اور اگر کسی نے صغیر کو مال ہبہ کیا اور باپ نے اُسکا عوض مال صغیر سے دیا تو نہین جائز ہے اور واہب کو حق رجوع باقی رہیگا
اسیطرح اگر وصی نے مال یتیم سے عوض دیا تو نہین جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور ہشام مین امام محمد رح
سے روایت ہے کہ وصی نے غلام یتیم ہزار درم کو فروخت کیا اور اُسکی قیمت بھی ہزار درم ہے بدین شرط کہ وصی کو اختیار باقی

ہر پھر مدت خیار مین اُسکی قیمت بڑھکر دو ہزار درہم ہو گئی تو وصی کو بیع نافذ کرنے کا اختیار نہین ہر یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح
کا قول ہر اور نیز امام محمد رح سے روایت ہر کہ ایک وصی نے غلام صغیر بدین شرط کہ وصی کو تین روز تک خیار ہر فروخت کیا پھر
صغیر تین روز کے اندر بالغ ہو گیا پھر تین روز گذر گئے تو بیع تمام ہو گئی اور اگر وصی نے تین روز مین خود اجازت دیدی یا مر گیا
تو جائز ہو جائیگی یہانتک کہ صغیر مذکور خود اجازت دیدے اور اگر وصی یتیم نے غلام یتیم بشرط خیار سہ روز فروخت کیا پھر مدت خیار
مین یتیم مر گیا تو بیع جائز ہو گئی اور یہی حکم والد کا ہر اور اسکی وجہ بدین طور بیان فرمائی کہ عقد بیع صغیر کے واسطے واقع ہوا تھا اور اگر
وصی نے اپنے واسطے تین روز خیار کی شرط کر کے یتیم کا غلام فروخت کیا پھر مدت خیار مین یتیم بالغ ہو گیا تو بیع تمام ہو گئی اور خیار باطل
ہو گیا اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے باندی خریدی پھر صغیر بالغ ہو گیا پھر وصی اسکے کسی عیب پر واقف ہو کر راضی ہو گیا قبل
اسکے کہ یتیم اُسکو تصرف سے منع کرے یا تصرف سے منع کرنے کے بعد راضی ہوا تو وہ ان سب صورتون مین مثل وکیل کے ہر
اور اگر وصی نے صغیر کے واسطے ہزار درہم کو ایک غلام اپنے واسطے تین روز کے خیار کی شرط کر کے خریدا پھر تین روز مین
یتیم بالغ ہو گیا پھر وصی نے بیع کی اجازت دیدی تو یتیم کو اختیار ہر چاہے راضی ہو جاوے اور چاہے وصی کے ذمے لازم
کرے اور اگر اُسنے کچھ اختیار نہ کیا یہان تک کہ وصی بعد بیع پر راضی ہو جانے کے یا اس سے پہلے مر گیا تو یتیم اپنے خیار پر رہیگا
اور اگر وصی نہ مرا اور مدت خیار کے اندر یا بعد گذرنے کے وصی کے پاس غلام مر گیا یا مدت خیار کے اندر وصی کی بیع پر راضی
ہو جانے سے پہلے یا بعد اسکے یتیم مر گیا تو خرید مذکور بذمہ یتیم لازم ہو گی یہ محیط مین ہر - وصی نے مال یتیم سے کوئی چیز فروخت
کی پھر وہ بالغ ہو گیا اور مشتری کو ثمن سے بری کر دیا ہو بعض نے فرمایا کہ اگر صلح غیر مفسد ہوا اور کہا کہ تو اُس چیز سے جس سے تجھکو
میرے قاضی نے میرے مال سے بری کر دیا ہو بری ہو تو جائز ہو اور اگر کہا کہ تو اُس مال سے جو تجھپر ہو بری ہر تو بری نہوگا
اور فقیہ رح نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہر ہم اسکو نہین لیتے ہین بلکہ طفل مذکور کے بالغ ہو کر بری
کرنے کے بعد مشتری بری ہو جائیگا یہ فتاوے کبرے مین ہر - اور اگر وصی نے مال یتیم اپنے ہاتھ یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ فروخت
کیا تو ہر دو روایت مین امام ابو یوسف رح سے ایک روایت کے موافق و قول امام اعظم کے موافق اگر اسمین یتیم کے واسطے
منفعت ظاہرہ ہو تو جائز ہر اور اگر یتیم کے واسطے منفعت ظاہرہ نہو تو نہین جائز ہر اور بقول امام محمد رح کے و موافق اظہر
الروایت کے امام ابو یوسف رح سے یہ حکم ہر کہ ہر حال مین نہین جائز ہر اور بنا بر قول امام اعظم رح کے منفعت ظاہرہ کی تفسیر
مین مشائخ نے اختلاف کیا ہر بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درہم کا مال طفل کے ہاتھ آٹھ سو درہم کو فروخت کرے اور طفل کا آٹھ سو
درہم کا مال خود ہزار درہم کو خریدے اور بعض نے فرمایا کہ اپنا ہزار درہم کا مال طفل کے ہاتھ پانچ سو درہم کو بیچے اور اُس کا
پانچسو درہم کا مال ہزار درہم کو خریدے اور موافق قول امام اعظم رح کے ہر گاہ وصی کا اپنے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہوا لیکن آیا مین نے خریدا یا مین نے
فروخت کیا پر اکتفا کرے جیسا کہ باپ کے حق مین حکم ہر یا رکنین عقد کی ضرورت ہر پس یہ صورت اس مقام پر ذکر نہین فرمائی اور ناطفی
نے اپنے واقعات مین ذکر کیا کہ وصی کو ہر دو رکن کی حاجت ہر بخلاف باپ کے اور اگر دو یتیمون کے ایک وصی نے ایک کا
مال دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو نہین جائز ہر اسی طرح اگر وصی نے دونون کو تجارت کی اجازت دی اور ایک نے دوسرے
کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہین جائز ہر یہ ذخیرہ مین ہر - اور اسی طرح اگر دو یتیمون کے دو غلامون کو اجازت دی
اور ایک نے دوسرے کے ہاتھ اپنا مال فروخت کیا تو نہین جائز ہر یہ محیط مین ہر باپ یا وصی نے اگر صغیر یا اسکے غلام
کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہر اور اگر دونون نے خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ اجازت مین شمار ہر اور اگر چہ یتیم کے

بالغ ہونے سے پہلے باپ یا وصی مرگیا تو اجازت باطل ہو جائیگی اور اگر صغیر کے بالغ ہو جانے کے بعد باپ یا وصی مرا تو اجازت باطل نہوگی اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کا مال فروخت کرنے یا اُسکے لیے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر باپ مرگیا یا صغیر بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہو جائیگا۔ قاضی نے اگر صغیر یا معتوہ کو یا دونون کے غلام کو تجارت کی اجازت دی تو صحیح ہے اسی طرح اگر معتوہ کے غلام کو مجبور کیا تو صحیح ہوا ور اگر قاضی نے معتوہ کے غلام کو خرید فروخت کرتے دیکھکر سکوت کیا تو یہ قاضی کی طرف سے اجازت نہوگی۔ اگر قاضی کی رائے مین صغیر یا اُسکے غلام کو تجارت کی اجازت دینا مصلحت معلوم ہوا اور باپ یا وصی نے انکار کیا تو دونون کا انکار کرنا باطل ہے۔ اور اگر قاضی کی اجازت دینے کے بعد باپ نے یا وصی نے اُسکو مجبور کردیا تو دونون کا مجبور کرنا صحیح نہوگا اسی طرح اگر یہ قاضی مرگیا تو وہ مجبور نہوگا الا اُس صورت مین کہ یہ مقدمہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا جائے اور وہ مجبور کردے تو مجبور ہو جائیگا اسواسطے کہ اس قاضی کی ولایت مثل ولایت قاضی اول کے ہے یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر اس طفل نے وصی کے ہاتھ کوئی چیز بیچی یا اس سے خریدی تو بقول امام محمد رح کے بالکل نہین جائز ہے جیسا کہ وصی خود اپنے ہاتھ فروخت کرے اور بقول امام اعظم رح کے بنا بر روایت جامع و زیادات کے اور بعض روایت کتاب الماذون کے اگر اُس مین صغیر کیواسطے نفع ظاہر ہو تو صحیح ہے اور اگر صغیر کے واسطے نفع ظاہر نہو تو نہین صحیح ہے یہ ذخیرہ مین ہے وصی نے اگر یتیم کی زمین مزارعت پر لی تو اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ مطلقاً جائز ہے جیسے دوسرے کو دینا جائز ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر بیج یتیم کی طرف سے ہون تو نہین جائز ہے اور اگر وصی کی طرف سے ہون تو جائز ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک اگر اجر المثل یا تاوان نقصان لینا یتیم کیواسطے بہتر ہوگا بہ نسبت اُس حاصلات کے جو یتیم کے حصہ مین پڑتی ہے تو مزارعت جائز نہوگی اور اگر حاصلات اُسکے حق مین بہتر ہو تو مزارعت جائز ہوگی یہ محیط مین ہے۔ اور اگر یتیم مالدار ہو تو امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کو اختیار ہوگا کہ اُسکی طرف سے قربانی اُسکے مال سے کردے یا اُسکا صدقہ فطر ادا کردے اور وصی کو اختیار نہین ہے کہ قرضدار میت کو بری کردے یا اُسکے ذمہ سے کچھ ساقط کردے یا اُسکو مہلت دیدے بشرطیکہ جو قرضہ واجب ہے وہ وصی کے عقد سے واجب نہوا ہو اور اگر وصی کے عقد سے واجب ہوا ہو تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک کچھ ساقط کرنا و مہلت دینا و بری کردینا سب جائز ہے لیکن وصی ضامن ہوگا اور اگر وصی نے کسی قرضدار میت کے ساتھ قرضہ سے صلح کرلی پس اگر میت کے گواہ اس قرضہ کے ہون یا قرضدار مقر ہو یا قاضی کو اسکا حال معلوم ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اور اگر حق کے گواہ وغیرہ نہون تو صلح وصی جائز ہے۔ اگر میت پر قرضہ سے صلح کی یا یتیم پر قرضہ سے صلح کی پس اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ ہون یا قاضی نے اُسکے حق کی ڈگری کردی ہو تو وصی کی صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس اپنے حق کے گواہ نہون اور نہ قاضی نے اُسکے نام ڈگری کی ہو تو وصی کی صلح جائز نہوگی اسواسطے کہ یہ اُسکے مال کا تلف کرنا ہے اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ سلطان ظالم یا زبردست نے مال یتیم مین طمع کی اور وصی کو پکڑکر دھمکایا تاکہ یتیم کا کچھ مال لیوے تو شیخ نصیر رح نے فرمایا کہ وصی کو نہ دینا چاہیے اور اگر وصی دیدیگا تو ضامن ہوگا اور فقیہ ابو اللیث رح نے فرمایا کہ اگر وصی کو اپنے جان پر قتل کا یا کسی عضو کے تلف کرنے کا خوف ہو یا تمام مال یتیم کے چھین لینے کا خوف ہو تو ضامن نہوگا اور اگر اُسے اپنی ذات پر قید کیے جانے یا بیڑیان ڈالی جانے کا خوف ہو یا یہ جانے کہ ظالم مذکور وصی کا کچھ مال لے لیگا اور اُسکے پاس اسقدر رہجائیگا جو اُسکو کافی ہے تو اُسکو یہ گنجائش نہوگی کہ مال یتیم دیدے اور اگر دیدیگا تو ضامن ہوگا اور یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ وصی خود اُسکو مال دیوے اور اگر سلطان یا حاکم زبردست نے خود اپنے ہاتھ سے مال لے لیا تو وصی ضامن نہوگا و فتوے اسی قول پر ہے جسکو فقیہ

ابو اللیث نے اختیار کیا ہے ایک وصی مال یتیم لیکر ایک ظالم کی طرف گذرا اور اُسکو خوف ہوا کہ اگر اُسکو کچھ نہ دونگا تو سب مال میرے ہاتھ سے چھین لیگا پس اُسنے مال یتیم مین سے کچھ مال دیا تو بعض نے فرمایا کہ اُسپر ضمان واجب ہوگی اسی طرح اگر مضارب مال مضاربت لیکر گذرا تو بھی یہی حکم ہے اور شیخ ابو بکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ ہمارے اصحاب کا قول نہین ہے بلکہ محمد بن سلمہ کا قول بطریق استحسان ہے اور فقیہ ابو اللیث سے منقول ہے کہ امام ابو یوسف رح وصی لوگون کے واسطے مصانعت کو اموال یتامیٰ مین جائز رکھتے تھے پس جو امر ابو سلمہ رح نے اختیار کیا ہے وہ موافق قول امام ابو یوسف رح کے ہے اور اسی پر فتوے دیا جائیگا ایک وصی نے قاضی کی کچہری مین مال یتیم خرچ کیا اور بطریق اجرت دیا تو ضامن نہوگا اور شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ بقدر اجر المثل اور زیادہ ہین پیسہ کے ضامن نہوگا اور جو بطور رشوت کے دیا ہے اُسکا ضامن ہوگا اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اپنے اوپر سے یا اپنے مال سے ظلم دفع کرنے کے واسطے مال دینا اس دینے والے کے حق مین رشوت نہین ہے اور اپنا حق جو دوسرے پر آتا ہو اُسکے برآمد کرانے کے واسطے مال دینا رشوت ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اپنی جورو کو وصی مقرر کیا اور نابالغ وارث چھوڑے پھر سلطان اُسکے دار مین اُترا پس عورت مذکورہ سے کہا گیا کہ اگر تو اسکو کچھ تواضع نکریگی تو دار و عقار سب چھین لیگا پس عورت مذکورہ نے عقار مین سے کچھ اُسکو دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اُسکی مصانعت جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے اور مسائل میراث فتاوے نسفی مین ہے کہ اگر وصی سے دار یتیم کی جبایت طلب کی گئی اور حالت یہ ہے کہ اگر انکار کیا جاوے تو مؤنت زیادہ ہوئی جاتی ہے پس وصی نے ترکہ مین سے اُسکے دار کی جبایت ادا کی تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اور مثل مصانعہ کے قرار دیا جائیگا اور فقیہ ابو جعفر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور دو دختر و عصبہ چھوڑا پس سلطان نے ترکہ طلب کیا اور وصی نے ترکہ مین سے کچھ درم دیکر اُسکو ٹالا کہ سلطان نے تعرض ترک کیا پس جو کچھ وصی نے دیا ہے وہ مخصوص حصۂ عصبہ مین سے ہوگا یا تمام مال مین سے ہوگا فرمایا کہ اگر وصی کو بدون اس فعل کے حفاظت ترکہ کی قدرت نہو تو تمام ترکہ مین سے محسوب ہوگا یہ محیط مین ہے۔ وصی نے مال یتیم مین سے اُسکی تعلیم قرآن شریف و ادب مین خرچ کیا پس اگر طفل اس لائق ہو تو جائز ہے اور وصی کو ثواب ملیگا اور اگر طفل اُسکی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو وصی کو ضرور ہے کہ اسقدر تعلیم قرآن مین تکلیف اُٹھاوے جس سے نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اور وصی کو چاہیے کہ یتیم کو وسعت کے ساتھ نفقہ دے کہ جس مین نہ اسراف ہو اور نہ تنگی ہو اور یہ امر بلحاظ قلت و کثرت مال طفل کے متفاوت ہوگا اور نیز بنظر اختلاف حال تفاوت ہوگا پس اُسکے مال و حال پر لحاظ کرکے اُسکے لائق اُسپر خرچ کرے ایک وصی کا یتیم کے واسطے سفر کو جاتا ہے اور مال یتیم سے سواری کرایہ لیتا ہے اور اپنی ذات پر خرچ کرتا ہے تو اُسمین سے بقدر ضروری صرف کرنے کا استحسانًا اُسکو اختیار ہے اور شیخ نصیر سے روایت ہے کہ وصی کو اختیار ہے کہ مال یتیم مین سے کھاوے اور اُسکی سواری پر سوار ہو بشرطیکہ اُسکے کام کے واسطے جاوے اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ یہ حکم اُسوقت ہے کہ وصی محتاج ہو اور بعض نے فرمایا کہ وصی کو اُسکے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا نہین جائز ہے اور یہ قیاس ہے اور استحسانًا اُسکو بقدر معروف کھاوے اگر محتاج ہو جسقدر اُسکے مال مین سعی و کوشش کرتا ہے ایک وصی نے مال میت مین سے کوئی چیز اپنے واسطے خریدی پس اگر میت کا کوئی وارث صغیر و کبیر نہو تو جائز ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اور واقعات ناطفی مین ہے کہ فرمایا کہ اگر وصی نے مال یتیم لیکر اپنے واسطے خرچ کیا پھر جسقدر لیا ہے اُسکے مثل رکھدیا تو ضمان سے بری نہوگا الا اس صورت مین کہ یتیم بالغ ہو جاوے اور وصی اُسکو دیدے یا یتیم کے واسطے کوئی چیز خرید کر گواہ ہون یہ کہے کہ یتیم کا مجھپر اسقدر آتا ہے اور مین اُسکے واسطے یہ چیز خریدتا ہون

پس ثمن سے قصاص ہوجائیگا اور وصی بری ہوجائیگا یہ محیط سرخسی مین ہے۔ امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا غلام فروخت کیا جاوے اور اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیدیا جائے پس وصی نے غلام کو فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کیا اور ثمن اُسکے پاس تلف ہوگیا پھر مشتری کے پاس وہ غلام استحقاق مین لے لیا گیا تو وصی اس ثمن کا مشتری کے واسطے ضامن ہوگا پھر وصی تمام ترکۂ میت سے مال تاوان واپس لیگا اسی طرح یہ مسئلہ جامع صغیر مین مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کا حکم ہے اور اگر ترکہ سب تلف ہوگیا تو کسی سے واپس نہین لے سکتا ہے نہ وارثون سے اور نہ مساکین سے جبکہ مساکین کو صدقہ دیدیا ہو اور اگر وصی نے ترکہ تقسیم کیا پھر وارثون مین سے کسی صغیر کے حصہ مین غلام آیا اور اسکو وصی نے فروخت کیا اور ثمن وصول کیا اور اسکے پاس تلف ہوگیا پھر غلام مذکور مشتری سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی مال صغیر سے واپس لیگا اسواسطے کہ وصی نے اُسی کے لیے فروخت کیا تھا اور صغیر بحساب اسقدر حصہ کے دوسرے وارثون سے واپس لیگا اسواسطے کہ تقسیم باطل ہوگئی ہے یہ محیط مین ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اسکے پاس اقوام متفرقہ کی ودیعتین ہین اور اُسنے اموال ترکہ چھوڑے اور اُسپر اسقدر قرضہ ہے کہ اُسکے تمام مال کو محیط ہے پھر وصی نے میت کے گھر سے ودیعتون کو لیکر قبضہ کیا کہ صاحبان ودائع کو دیدے یا مال میت پر قبضہ کیا تاکہ اُس سے میت کا قرضہ ادا کرے پس مقبوضہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر ضمان واجب نہوگی اسی طرح اگر میت پر قرضہ نہو اور وصی نے اُسکے گھر سے اُسکا مال لیکر قبضہ کیا اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو بھی اُسپر ضمان واجب نہوگی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر وصی نے ایسے شخص کو جسکے پاس میت کی ودیعت ہے یہ حکم کیا کہ مال ودیعت ہبہ کردے یا صدقہ کردے یا قرضہ دیدے پس اگر مستودع نے ایسا کیا تو ضامن ہوگا اور اگر اُسکو حکم دیا کہ فلان کو دیدے اُسنے ایسا کیا تو ضامن نہوگا اسی طرح اگر اسکو حکم دیا کہ فلان کو مضاربت پر دیدے یا خود مضاربت پر اس مال سے تجارت کرے تو اُسپر ضمان نہوگی یہ تاتارخانیہ مین ہے اگر وصی نے وارثان نابالغ کو ترکہ مین سے نفقہ دیا یہان تک کہ تمام ترکہ خرچ ہوگیا اُسمین سے کچھ باقی نہ رہا پھر ایک نے آکر گواہون سے میت پر اپنا قرضہ ثابت کیا اور قاضی نے اُسکے نام ڈگری کردی پس آیا قرضخواہ مذکور کو وصی سے ضمان لینے کا اختیار ہے تو اسکا ذکر کتاب مین نہین ہے اور چاہیے کہ جواب مین تفصیل ہو یعنے اگر وصی نے وارثان مذکورہ کو بحکم قاضی نفقہ دیا ہو تو اُسپر ضمان نہین ہوسکتی ہے اور اگر بے حکم قاضی نفقہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر میت پر کوئی قرضہ بقضاء قاضی واجب ہوا اور وصی نے اُسکو ادا کردیا پھر اسکے بعد میت پر دوسرا قرضہ لاحق ہوا بایں طور کہ اُسنے اپنی زندگی مین کنوان کھودا تھا پھر اب اُسمین کوئی جانور گرا حتی کہ اُسکا تاوان بذمہ میت بطور قرضہ ہوگیا یا زندگی مین اُسنے کوئی اسباب فروخت کرکے اُس کا ثمن لیا تھا پھر بعد وفات کے مشتری نے اُسمین عیب پاکر وصی کو واپس دیا اور اُسکا ثمن ترکہ میت پر قرضہ ہوا پس آیا وصی دوسرے قرضخواہ کے واسطے کچھ ضامن ہوگا تو اسمین دو صورتین ہین یا تو وصی نے اول کو جو کچھ دیا ہے بحکم قاضی دیا ہوگا یا بغیر حکم قاضی پس اگر بحکم قاضی دیا ہو تو اُسپر ضمان نہوگی اور نہ قاضی پر ضمان ہوگی لیکن دوسرا حقدار پہلے کا دامنگیر ہوگا کہ اسکے مقبوضہ مین سے حصہ رسد لے لے اگر مال مقبوضہ اُسکے پاس قائم ہو اور اگر تلف ہوگیا ہو تو بقدر اُسکے حصہ کے ضامن ہوگا اور وصی دوسرے کے واسطے ضامن نہوگا اگرچہ یہ ظاہر ہوا کہ اُسنے دوسرے کا کسی قدر حق بدون اُسکی اجازت کے اول کو دیدیا ہے بدین وجہ کہ وہ اس دینے مین قاضی کے حکم سے مجبور تھا اور اگر وصی نے بغیر حکم قاضی کے اول کو دیا ہو تو دوسرے کو اختیار ہوگا چاہے وصی سے بقدر اپنے حصہ کے تاوان لے یا قابض کے مقبوضہ مین سے یا غیر مقبوضہ سے بطریق تاوان لے پھر اگر وصی کے زعم مین یہ بات ہو کہ دوسرا اپنے دعوے مین جھوٹا ہے اور گواہ جھوٹے ہین تو وہ صدیق [illegible]

سے اُسنے ضمان لی تو وصی مال تاوان کو اول سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر وصی کے زعم مین ہو کہ دوسرے کا دعوی
سچا ہے تو واپس لیگا یہ سب اُسوقت ہے کہ قرضخواہ نے بگواہی قاضی کے نزدیک اپنا قرضہ ثابت کیا ہو اور اگر میت نے وصی کے
سامنے اقرار کیا ہو کہ زید کا مجھپر اسقدر قرضہ ہے یا وصی کے پیش نظر قرضہ ثابت ہوا ہو مثلاً وصی نے دیکھا ہو کہ میت نے
اپنی زندگی مین کسی کا مال تلف کر دیا یا اُسکے پاس سے لے لیا ہے پس آیا وصی اسکو ادا کر سکتا ہے درحالیکہ وارث لوگ منکر
ہین تو کتاب مین اسکی کوئی روایت نہین ہے اور اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ ادا کر سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ
چاہیے کہ اُسکو ادا کرنے کا اختیار نہو وے یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس مال ودیعت رکھا اور کہا کہ اگر مین
مرجاؤن تو میرے بیٹے کو دیدینا حالانکہ میت کا اسکے سواے دوسرا وارث بھی ہے تو بقدر حصہ وارث دیگر کے ضامن ہوگا
ورنہ شخص اتنی بات سے وصی نہین ہو سکتا ہے اور اگر اُسنے کہا کہ میرے بعد فلان شخص کو جو وارث نہین ہے دیدینا تو اُسکو دینے سے ضامن ہوگا
ایک مریض کے پاس اہل قرابت جمع ہوے کہ اُسکے مال سے کھاتے پیتے تھے تو شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باحاجت
مریض کھاتے ہین تو جو انمین سے وارث ہے وہ ضامن ہوگا اور جو وارث نہین ہے اُسکی خوراک مریض کی تہائی سے محسوب
ہوگی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ نے فرمایا کہ اگر مریض کو اپنی تیمارداری مین ان لوگون کی حاجت ہو پس اُنھون نے اُسکے اور
اُسکے عیال کے ساتھ کھایا پیا حالانکہ بدون اسراف کے کھایا تو انپر استحساناً ضمان نہوگی۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر قرضہ ہے
پس اُسکے وصی نے قرضخواہون کے واسطے اُسکے غلامون کو فروخت کیا اور اُنکا ثمن وصی کے پاس تلف ہو گیا یا مشتری کو غلام
مذکور دینے سے پہلے بعض غلام وصی کے پاس مرگئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور پھر وصی قرضخواہون سے
واپس لیگا اور اگر غلام مذکور استحقاق مین لے لیے گئے تو مشتری اپنا ثمن وصی سے واپس لیگا اور وصی اسکو قرضخواہون
سے واپس نہین لے سکتا ہے الا اس صورت مین لے سکتا ہے کہ قرضخواہون کے حکم سے اُسکو فروخت کیا ہو اسی طرح اگر قرضخواہون
نے اس سے یون کہا ہو کہ فلان میت کا غلام فروخت کرکے ہمارا قرضہ ادا کر دے تو وصی اُنسے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر
قرضخواہون نے کہا کہ فلان کا یہ غلام فروخت کر دے تو اُنسے ثمن واپس لیگا اسواسطے کہ اُنھون نے اُسکو دھوکا دیا ہے لیکن اگر
ثمن بہ نسبت قرضہ کے زائد ہو تو بقدر قرضہ کے واپس لے سکتا ہے اس سے زائد نہین لے سکتا ہے اور اگر اُنھون نے کہا کہ یہ غلام فروخت
کر کہ یہ فلان کا ہے اور وصی نے کہا کہ مین اسکو نہین فروخت کرونگا پھر اُسکو فروخت کیا پھر وہ استحقاق مین لے لیا گیا اور ثمن ضائع
ہو گیا تو وصی اُسکو قرضخواہ سے واپس لیگا اور اگر میت پر قرضہ نہو لیکن وصی نے وارثان بالغ کے واسطے غلام فروخت کیا
تو وارثان بالغ ان سب صورتون مین بمنزلہ قرضخواہون کے ہین اور اگر وارثان صغیر ہون تو استحساناً اُنسے واپس نہین
لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے رقیق میت کو قرضخواہون کے واسطے فروخت کیا اور ثمن قاضی کے پاس ضائع ہو گیا پھر
رقیق مذکور مشتری کے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو مشتری اپنا ثمن قرضخواہ سے واپس لیگا نہ قاضی سے۔ ایک
شخص نے اپنے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی پھر غلام نے بعد موت موصی کے کوئی جنایت کی اور وصی نے جنایت
سے واقف ہو کر اُسکو آزاد کر دیا تو فدیہ کا ضامن ہوگا اور اگر نہ جانتا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا اور اس فدیہ یا قیمت کو وارثون
سے واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر یتیمون کے غلام نے کوئی جنایت کی تو اُنکے وصی کو اختیار ہوگا کہ اُنکے واسطے غلام
کا رکھ لینا اختیار کرے اور اُنکے مال سے ارش جنایت ادا کرے لیکن اگر ارش جنایت و قیمت غلام مین سے بہت بڑا
فرق ہو تو ایسا نہین کر سکتا ہے اور اگر وصی نے قاضی کے پاس کہا کہ مین نے غلام رکھ لینا اختیار کیا یا اس بات پر

گواہ کر لیے تو اسکو یہ اختیار نرہیگا کہ اس سے رجوع کرکے غلام کا دیدینا اختیار کرے پھر اگر یتیمون کا کچھ مال سوائے اس غلام کے نہو تو اُسپر واجب ہوگا کہ غلام فروخت کرکے اُسکے ثمن سے ارش جنایت ادا کرے اور اگر قبل فروخت کرنے کے غلام مرگیا حالانکہ وہ غلام رکھ لینا اختیار کرچکا ہو تو ارش جنایت بذمہ یتیمان قرضہ لازم ہو یہانتک کہ اسکو ادا کرین یہ محیط سرخسی مین ہے امام محمد نے جامع کبیر مین فرمایا کہ ایک شخص نے ہزار درم کو غلام خریدکر اُسپر قبضہ کرلیا اور ثمن ندیا یہانتک کہ مرگیا اور اُسپر دوسرے شخص کے ہزار درم بھی قرضہ ہین اور سوائے اس غلام کے اُسکا کچھ مال نہین ہے پھر وصی نے غلام مذکور مین کوئی عیب پاکر بسبب عیب کے بغیر حکم قاضی کے بائع کو واپس دیا تو یہ جائز ہے اور قرضخواہ دوم اسکو نہین توڑ سکتا ہے پھر وصی مذکور بائع سے نصف ثمن واپس لیکر دوسرے قرضخواہ کو دیدیگا اور اگر بائع پر ثمن ڈوب گیا تو وصی ضامن نہوگا اسواسطے کہ یہ واپسی ہرگاہ حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید شمار کی گئی تو ایسا ہوا کہ گویا وصی نے غلام کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن اُسپر ڈوب گیا وصول نہوا اور اس صورت مین ضامن نہین ہوتا ہے پس صورت مذکورہ مین بھی ضامن نہوگا اور اس صورت مین اور صورت ذیل مین فرق ہے کہ جب وصی نے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرکے ثمن وصول کرکے بائع کو سب دیدیا تو اس صورت مین دوسرے قرضخواہ کے واسطے ضامن ہوگا اور فرق یہ ہے کہ جب وصی نے سوائے بائع کے دوسرے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کیا تو ثمن سے دونون قرضخواہون کا حق متعلق ہوا پس وصی نے جب ایک ہی کو دیدیا تو اُسنے دوسرے کا حق تلف کیا پس ضامن ہوگا اور صورت مذکورہ بالا مین وصی نے کچھ وصول نہین کیا ہے فقط عیب کی وجہ سے واپس کیا ہے اور یہ امر حق قرضخواہ دوم مین بیع جدید ہے اور وصی کو بیع کا اختیار ہے پس کوئی ایسی بات نہین پائی گئی جو موجب ضمان ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی نے میت کا قرضہ ادا کیا اور اُسکو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہو اور وصی کو ضامن ہونا پڑے تو اُسکے واسطے یہ حیلہ ہے کہ قرضخواہ میت کے ہاتھ اُسکے قرضہ کے عوض میت کی کوئی چیز فروخت کرے پھر اگر میت پر دوسرا قرضہ ظاہر ہوگا تو وصی ضامن نہوگا اور اگر ایسا ہوا کہ عیب وصی کی نے بسبب عیب کے بائع کو واپس دینا چاہا تو اُسنے انکار کیا یہانتک کہ مقدمہ قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کے قرضہ کا حال معلوم ہے تو غلام کو بسبب عیب کے واپس نہ دیگا بلکہ فروخت کرکے اُسکا ثمن دونون کو تقسیم کردیگا اور بائع کے ذمہ سے نقصان ساقط ہوجائیگا کہ قاضی کی بیع سے پہلے یا اُسکے بعد نقصان عیب کا ضامن نہوگا۔ اور اگر قاضی کو دوسرے قرضخواہ کا حال معلوم نہوا تو بائع کو واپس کردیگا اور بائع کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوجائیگا پھر اسکے بعد اگر دوسرے قرضخواہ نے گواہ قائم کیے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے واپسی کو باقی رکھے اور قرضخواہ دوم کو نصف ثمن تاوان دلاوے اور چاہے واپسی کو توڑکر غلام مذکور دونون کے قرضہ مین فروخت کرے یہ محیط مین ہے۔ ایک قوم نے میت پر قرضہ کا دعوے کیا اور اُنکے پاس گواہ نہین ہین لیکن وصی کو اُنکے قرضہ کا حال معلوم ہے تو شیخ نصیر نے فرمایا کہ وصی مال ترکہ کو قرضخواہ کے ہاتھ فروخت کرے پھر قرضخواہ ثمن سے منکر ہوجاوے پس بدلا ہوجائیگا اور اگر ترکہ درہم و دینار ہون تو قرضخواہ کے پاس بقدر قرضہ کے ودیعت رکھے پھر وہ ودیعت سے منکر ہوجاوے پس قصاص ہوجائیگا یہ فتاوی قاضی خان مین ہے اور اگر گواہان عادل نے وصی کے سامنے گواہی دی کہ فلان شخص کا میت پر قرضہ ہے اور قاضی کے سامنے یہ گواہی نہین دیتے ہیں آیا وصی کو روا ہے کہ وارث لوگ منکر ہون ایسا قرضہ ادا کرنے کا اختیار ہے اسکی کوئی روایت نہین ہے اور مشائخ نے اسمین بھی اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ادا کرسکتا ہے اور بعض کے نزدیک نہین ادا کرسکتا ہے یہ محیط مین ہے۔ اگر میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا اور وصی نے چاہا کہ اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسپر ضمان لازم نہ آوے تو اسمین مشائخ کے پانچ اقوال مختلف

ہین بعض نے فرمایا کہ قاضی کے پاس جاوے اور اُس سے کہے کہ آپ میراث کو وارثون مین تقسیم کردین تاکہ اگر ثبوت گواہان سے
کوئی قرضہ ظاہر ہو تو قرضخواہ مجھسے خصومت نہ کرسکے اور نہ مجھسے تاوان لے سکے اور بعض نے فرمایا کہ قرضخواہ مقرلہ کو بقدر
اُسکے قرضہ کے خفیہ دیدے تاکہ وارث لوگ واقف نہون کہ اُس سے ضمان لین اور بعض نے فرمایا کہ ترکہ مین سے بقدر قرضہ
کے ایک تھیلی مین بھرکر رکھے اور قرضخواہ کے پاس ایک آدمی بھیجکر بلاوے پس قرضخواہ آکر اُسکو خفیہ و ظاہر لے لے اور یہ وصی
اُس سے تغافل کرجاوے پس اگر وارثون کو معلوم ہوجاوے تو وارثون سے کہے کہ تم لوگ خود خصومت کرو یا ہمارے
میرے دوسرے کو خصومت کیواسطے مقرر کردیا اور بعض نے فرمایا کہ جنس قرضہ سے بقدر قرضہ کے ترکہ مین سے ایک تھیلی بھرکر
قرضخواہ کو ودیعت دیدے پھر قرضخواہ مذکور ودیعت سے منکر ہوجاوے پس قصاص ہوجائیگا اور وصی ضامن نہوگا کیونکہ
اُسکو ودیعت رکھنے کا اختیار ہے اور بعض نے فرمایا کہ جسوقت میت نے وصی کے سامنے قرضہ کا اقرار کیا ہے اُسوقت وصی کو چاہیے
کہ میت سے کہے کہ دو گواہ بلاکر شاہد کردے یا میرے سوا دوسرے ایک آدمی کو بلاکر گواہ کردے تاکہ اگر پیچھے قرضخواہ
آوے تو دونون گواہ یا وصی مع ایک گواہ کے گواہی دین پس وصی اُسکا قرضہ ادا کردیگا اور ضامن نہوگا اور اگر وارثون
نے وصی پر دعوی کیا کہ تونے ترکہ مین سے میت کی طرف سے ایسا قرضہ ادا کیا ہے جو اُسپر واجب نہ تھا پس تو ضامن ہوا اور وصی
نے ضمان سے انکار کیا اور وارثون نے اُس سے قسم طلب کی تو قاضی وصی سے اُسکے حق کی رعایت کرکے قسم نہ لیگا کہ واللہ
مین نے ادا نہین کیا ہے بلکہ یون قسم لیگا کہ واللہ ان لوگون کا جو میری جانب مجھپر ضمان واجب ہونے کا دعوی کرتے ہین نہین ہے یہ
ذخیرہ مین ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسپر علاوہ قرضون کے زید کا بھی قرضہ تھا پس زید نے کہا کہ مین نے اپنے ہزار درم میت سے اُسکی
صحت مین وصول کیے ہین اور قرضخواہان میت نے کہا کہ نہین بلکہ تونے اُسکے مرض مین جسمین وہ مرا ہے وصول کیے ہین پس ہمکو
تیرے ساتھ تیرے مقبوضہ مین حق شرکت حاصل ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہزار درم مقبوضہ قائم ہون تو اُنمین شریک ہوجاوینگے
اسواسطے کہ وصول کرنا امر حادث ہے پس اقرب اوقات کیطرف جو حالت مرض ہے راجع کیا جائیگا اور اگر مقبوضہ دراہم تلف ہوگئے
ہون تو قرضخواہان میت کیواسطے زید پر کچھ واجب نہوگا اسواسطے اقرب اوقات کیطرف راجع کرنا بنوع ظاہر ہے اور ظاہر
واسطے دفع کے صالح ہے موجب ضمان ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہے پس درصورتیکہ مقبوضہ قائم ہے زید اپنے واسطے
ان سب کے مسلم ہونے کا دعوی کرتا ہے اور قرضخواہ لوگ اس سے منکر ہین اور اسپر سب متفق ہین کہ یہ مقبوضہ ملکیت میت تھا پس
ظاہر ہے کے واسطے شاہد نہین ہے اور بعد مقبوضہ تلف ہونے کے قرضخواہون کو موجب ضمان کی حاجت ہے اور ظاہر اُنکے واسطے
شاہد نہین ہے ایک وصی پر میت کا قرضہ ہے اور میت نے چند وصیتین کی ہین پس وصی نے چاہا کہ جو کچھ اُسکے ذمہ ہے اُسکی ذمہ داری
سے خارج ہوجاوے تو مشائخ نے فرمایا کہ میت کی وصیتین یا قرضے اپنے ذاتی مال سے ادا کردے پس یہ اُس قرضہ کا جو وصی
پر ہے قصاص ہوجائیگا لیکن یہ چاہیے کہ ادا کرنے کے وقت قصاص کی نیت کرے اور کہے کہ مال میت سے ادا کرتا ہون تاکہ
قصاص ہوجاوے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر وصی نے وصایت سے خارج ہونے کے بعد یتیم کا قرضہ وصول کیا پس
اگر یہ قرضہ یتیم کے واسطے موروثی ہے یا وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع نہین ہوسکتے
ہین تو قبضہ نہین صحیح ہے اور قرضدار بری نہوگا اور اگر وصی کے ایسے عقد سے واجب ہوا ہو جسکے حقوق بجانب عاقد راجع
ہوتے ہین تو اُسکا قبضہ صحیح ہے اور قرضدار بری ہوجائیگا یہ محیط مین ہے۔ ایک وصی نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا تو مشائخ
نے اختلاف کیا ہے کہ قاضی آیا اُسکے قبضہ سے مال نکال لیگا یا نہین سو بعض نے فرمایا کہ نہین نکالیگا الا اگر وصی نے کسی مال

یعنی جس جگہ ہو
یہ تفصیل ہے
درم سب بھی
مسلم اور یہ سب
اُنکا واسطے ہین
۱۲ منہ

عین پر اپنی ملک ہونے کا دعوے کیا تو قاضی اُسکو اُسکے قبضہ سے نکال لیگا اور بعض نے فرمایا کہ اگر اُسکے پاس اُسکے دعوے کے گواہ ہون تو قاضی اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور فقیہ ابو اللیث رحہ نے کہا کہ یون کہے کہ یا تو میت کو اپنے اس دعوے سے بری کردے یا اپنے دعوے کے گواہ قائم کرتا کہ قرضہ وصول کرلے ورنہ مین نے تجھکو وصایت سے خارج کردیا پس اگر اُسنے گواہ قائم نہ کیے تو اُسکو وصایت سے خارج کردیگا اور محمد بن سلمہ سے روایت ہو کہ اگر وصی نے میت پر اپنے قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی اُسکو وصایت سے معزول کردیگا اور اگر گواہ ہون تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کریگا تاکہ مدعی اُسکے مقابلہ مین گواہ قائم کرے پھر اسکے بعد قاضی کو اختیار ہو چاہے دوسرے کو وصی رکھے پس اول وصایت سے خارج ہوگیا اور چاہے اول کا قرضہ ادا کرنے کے بعد اول کو پھر وصی مقرر کردے اور خصاف رحہ نے ذکر فرمایا کہ قاضی میت کیطرف سے دوسرا وصی اُسی قدر کے واسطے مقرر کریگا جسقدر میت کا قرضہ ہوا اور دعوی مدعی کو پوری وصایت سے خارج نکریگا اور اسی کو مشائخ نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتوے ہو میت کا ایک شخص پر قرضہ ہوا اور اُسکا وصی اور پسر وارث ہو پھر پسر بالغ ہوگیا پھر وصی نے قرضہ میت وصول کیا تو اُسکا قبضہ جائز ہو اور اگر پسر نے وقت بالغ ہونے کے اُسکو قبضہ سے منع کردیا ہو تو قبضہ صحیح نہوگا ایک شخص مرگیا اور اُسپر زید کے ہزار درم قرضہ ہین اور میت کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین پس عمرو نے میت کا قرضہ اُسکے قرضخواہ زید کو ادا کرنا چاہا تو اصل مین مذکور ہو کہ اگر عمرو ادا کردے تو میت کے قرضہ سے بری ہوجائیگا اگرچہ بغیر حکم وصی و وارث کے ادا کیا ہو اور ادا کرنے کی کیفیت امام محمد رحہ نے یون بیان فرمائی ہو کہ قاضی کے سامنے عمرو میت کے قرضخواہ زید سے یون کہے کہ یہ ہزار درم جو مجھپر میت فلان کے تھے تجھکو ان ہزار درم کے عوض دیتا ہون جو تیرے میت مذکور پر قرضہ تھے پس یہ جائز ہوگا۔ اور اگر اُسنے یون نہ کہا بلکہ میت کی طرف سے زید کو ہزار درم ادا کردیے تو متبرع ہوگا اور اُسپر میت کا قرضہ بحالہ باقی رہیگا اور اگر مستودع نے مال ودیعت مین سے مودع کا قرضہ ادا کردیا تو مودع کو اختیار ہوگا چاہے اُسکے ادا کرنے کی اجازت دیدے اور چاہے مستودع سے تاوان لے پھر قابض نے جو کچھ وصول کیا ہو وہ اُسکو مسلم دیا جائیگا میت نے اپنی جورو کو وصی کیا اور مال چھوڑا اور جورو کا اُسپر مہر باقی ہو پس اگر میت نے درم یا دینار چھوڑے ہون تو چونکہ عورت مذکور نے اپنی جنس حق پر قابو پایا ہو اُسمین سے بقدر دین مہر کے لے لے اور اگر درم و دینار نچھوڑے ہون تو اُسکو اختیار ہوگا کہ جو مال فروخت کرنے کے لائق ہو اُسکو فروخت کرکے ثمن سے اپنا قرضہ مہر وصول کرلے۔ ایک قرضدار مرگیا اور قرضخواہ اُسکا وارث یا وصی ہو تو اُسکو اختیار ہوگا کہ بدون علم وارثون کے بقدر اپنے حق کے لے لے۔ ایک شخص نابالغ اولاد چھوڑکر مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا پھر قاضی نے اُسکا وصی مقرر کیا کہ ترکہ کی حفاظت کرے پھر کسی مدعی نے میت پر قرضہ یا ودیعت کا دعوے کیا اور اُسکی جورو نے مہر کا دعوے کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قرضہ و ودیعت جب تک کہ گواہون سے ثابت نکیے جاوین ادا نکیے جاوینگے اور مہر اگر نکاح معروف ہو یعنے لوگون مین اس عورت سے نکاح معروف ہو تو مہر مثل تک عورت کا قول قبول ہوگا کہ بقدر مہر مثل کے اُسکو دیدیا جائیگا اور فقیہ ابو اللیث رحہ نے فرمایا کہ اگر یہ امر قبل اسکے ہو کہ عورت نے اپنے آپ کو مرد مذکور کے قابو مین دیا ہو تو یہی حکم ہو اگر عورت اپنے آپ کو مرد کے قابو مین دیچکی ہو تو جسقدر مہر معجل قبل قابو دینے کے ادا کرنے کی عادت جاری ہو وہ بھی عورت کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ ظاہر یہ ہو کہ اُسنے بدون وصول قدر معجل کے اپنے آپ کو مرد کے قابو مین نہ دیا ہوگا مؤلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسمین ایک گونہ نظر ہو اسواسطے

کہ کل مہر بنکاح واجب ہوا ہی پس بحکم ظاہر اُسمین سے کسی مقدار کے ساقط ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا کیونکہ ظاہر ایسی چیز کے باطل کرنے کے واسطے جو ثابت ہو حجت صالحہ نہین ہو یہ فتاوے قاضی خان مین ہی امام محمد رح نے جامع مین فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور ایک وارث و مال چھوڑا پھر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میت پر میرے ہزار درم قرضہ ہین اور قاضی نے اُسکے نام حکم دیا اور وارث نے ہزار درم ادا کردیے پھر غائب ہو گیا پھر دوسرا شخص آیا اور اُسنے گواہ قرضہ قائم کرنے چاہے تو قرضخواہ اول اُسکا خصم ہوگا اور اگر قرضخواہ اول غائب ہو گیا ہو تو وارث اُسکا خصم ہوگا پس اگر دوسرے کے واسطے بھی وارث پر قاضی نے حکم دیدیا حالانکہ جو کچھ وارث نے وصول کیا ہو وہ سب تلف ہو گیا ہو تو دوسرا قرضخواہ پہلے قرضخواہ کا دامنگیر ہوکر جو کچھ اُس نے وصول کیا ہو اُسمین سے حصہ رسدی لیگا پھر دونون اپنے باقی حق کے واسطے وارث کے دامنگیر ہونگے اور اگر اول قرضخواہ نہو بلکہ تہائی کا موصی لہ ہو پس اُسنے مال وصیت وصول کر لیا پھر وارث غائب ہو گیا پھر دوسرے نے گواہ قائم کرنے چاہے کہ میت پر میرا اسقدر قرضہ ہو تو موصی لہ اُسکا خصم نہوگا اسی طرح اگر اول قرضخواہ ہوا اور دوسرا موصی لہ بھی ہو تو قرضخواہ اُسکا خصم نہوگا اور نوادر ابن سماعہ مین مذکور ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ تمام ترکہ کو محیط ہو پس قرضخواہ اپنے ساتھ وارث میت کو لایا تو بعض نے فرمایا کہ وارث اُسکا خصم نہوگا اور بعض نے فرمایا کہ خصم ہوگا اور حق خصومت مین میت کا قائم مقام ہوگا اور اسی کو فقیہ ابو اللیث رح نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتوے ہو۔ اگر ترکہ تمام قرضخواہون کے قرضہ مین مستغرق ہو پھر ایک شخص نے اگر میت پر ہزار درم قرضہ کا دعوی کیا اور گواہ قائم کرنے سے عاجز ہوکر وارثون و قرضخواہون سے قسم طلب کی تو قرضخواہون پر بالکل قسم عاید نہوگی اسی طرح جبکہ پورا ترکہ قرضہ مین مستغرق ہو تو وارثون پر بھی قسم عاید نہوگی اور اگر اُسکے پاس گواہ ہون تو وصی فقط اُسکا خصم ہوگا اور اگر میت کا کوئی وصی یا وارث نہو تو قاضی اُسکا وصی مقرر کر دیگا اور اگر قرضہ کی نسبت ترکہ زائد ہو تو وارث سے قسم لیجائیگی اور ہمنے کتاب ادب القاضی مین ذکر کیا ہو کہ جب وارث کو ترکہ کچھ نملا تو موافق اختیار فقیہ ابو اللیث و فقیہ ابو جعفر کے مدعی کے گواہون کی سماعت کرنے کے واسطے وارث خصم قرار دیا جائیگا لیکن قبل اسکے کہ میت کا کچھ مال ظاہر ہو وارث سے قسم نہین لیجائیگی ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعوی کیا اور اُسکا وصی بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا ہو تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی کھڑا کریگا تا کہ مدعی کی جوابدہی کرے اسی طرح اگر وصی حاضر ہوا اور اُسنے مدعی کے قرضہ کا اقرار کیا تو قاضی میت کی طرف سے خصم مقرر کریگا ایسا ہی امام فضلی رح نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہو اور اقرار واقعات مین لکھا ہو کہ اگر وصی میت نے اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کا ہر قرضہ جو لوگون پر تھا وصول کیا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ مین نے تجھکو اسقدر دیا ہو اور وصی نے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ وصول نہین کیا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ میت کا تجھپر کچھ قرضہ ہو تو قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر اصل قرضہ پر گواہ قائم ہوے تو اس سے وصی پر کچھ لازم نہ آویگا اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ مین نے میت کا کوفہ کا قرضہ وصول کر لیا یا کسی دوسرے شہر یا سواد کی طرف نسبت کی تو بھی یہی حکم ہو اور جو شخص قرضہ و ودایت و مضاربت وصول کرنے کا وکیل ہو اُسکا بھی ان سب صورتون مین یہی حکم ہو یہ محیط مین ہو ایک وصی نے وصیت میت اپنے مال سے نافذ کردی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر یہ وصی وارث ہو تو ترکہ مین سے واپس لیگا ورنہ واپس نہین لے سکتا ہو اور بعض نے کہا کہ اگر وصیت بندون کے واسطے ہو تو واپس لیگا اسواسطے کہ اُسکا مطالبہ از جانب بندہ ہو اور اگر وصیت اللہ تعالے کیواسطے ہو تو واپس نہین لے سکتا ہو اور بعض نے فرمایا کہ ہر حال مین واپس لے سکتا ہو اور اسی پر فتوے ہو۔ اسی طرح اگر وصی نے صغیر کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو بھی واپس لے سکتا ہو اسیطرح اگر بغیر اجازت وارث کے قرضہ

میت اپنے مال سے ادا کیا اور گواہ کر لیے تو بھی واپس لے سکتا ہے اسی طرح اگر وارث بالغ نے وارثان نابالغ کے واسطے کھانا یا کپڑا اپنے مال سے خریدا تو مال میت و ترکہ سے واپس لیگا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا خراج وارث اپنے مال سے ادا کیا تو واپس لیگا یہ فتاوی قاضی خان میں ہے کسی وارث نے اگر قرضہ میت اپنے مال سے ادا کیا تاکہ اسکو واپس لینے کا اختیار حاصل ہو اپھر قبل واپس لینے کے جو قرضہ ادا کیا ہے وہ مال دوسری میت سے سبھون نے میراث پایا تو ادا کرنے والے کو یہ اختیار نہوگا کہ دوسری میت کے ترکہ سے وہ مال جو اُسنے قرضہ میں دیا تھا واپس لے لیوے یہ ذخیرہ میں ہے۔ وارث کو اختیار ہے کہ بدون حکم وارثان میت کے اُسکا قرضہ ادا کرے اور اُسکو کفن دے اور اُسکو اختیار ہوگا کہ مال میت سے اُسکو واپس لے اور اگر وارث یا وصی نے میت کے واسطے کفن خریدا پھر بعد دفن میت کے کفن کے عیب پر واقف ہوا تو وارث یا وصی کو نقصان عیب واپس لینے کا اختیار ہوگا اور اگر اجنبی نے میت کے لیے کفن خریدا اور بعد دفن کے عیب کفن پر واقف ہوا تو ناطفی نے ذکر کیا کہ اجنبی نقصان عیب واپس نہین لے سکتا ہے اور بعض روایات مین ہے کہ واپس لے سکتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجنبی واپس نہین لے سکتا ہے۔ ایک مسافر ایک شخص کے مکان مین اُترا پھر مرگیا اور کوئی وصی مقرر نہین کیا اور دراہم چھوڑے تو شیخ ابو القاسم نے فرمایا کہ مقدمہ حاکم کے پاس پیش کرے پس حاکم کے حکم سے اُسکو اوسط درجہ کا کفن دے اور اگر اُسنے کسی حاکم کو نہ پایا تو اوسط درجہ کا کفن دیدے اور اگر میت مذکور پر قرضہ ہو تو اُسکو یہ اختیار نہین ہے کہ قرضہ ادا کرنے کے واسطے اُسکا مال فروخت کرے اسی طرح اگر کوئی باندی چھوڑی ہو تو اُسکو فروخت نہین کر سکتا ہے یہ فتاوے قاضی خان مین ہے۔ اگر اہل کوچہ مین سے کسی نے مال یتیم مین خرید و فروخت کا تصرف کیا اور میت کا کوئی وصی نہین ہے اور وہ شخص جانتا ہے کہ اگر حاکم کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا جاوے تاکہ وہ وصی مقرر کر دے تب تک مال لیکر برباد کر دیگا تو قاضی ولوسی رحمہ نے فتوے دیا کہ بضرورت اُسکا تصرف جائز ہے۔ اور امام قاضی خان نے فرمایا کہ یہ استحسان ہے اور اسی پر فتوے دیا جاوے یہ فتاوی کبرے مین ہے بشر بن الولید سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی گانون مین مرگیا اُسکا وارث آیا اور کہا کہ میرا باپ مرگیا اور اُسنے کئی قسم کا مال چھوڑا ہے اور کسی کو وصی نہین کیا اور اُسپر قرضہ ہے اور وارث مذکور ایسا ہو جسسے گواہ قائم نکر سکا کہ گواہ گانون کے لوگ تھے اور قاضی کو اُنکی عدالت کا حال معلوم نہ تھا پس آیا قاضی کو اختیار ہے کہ اُس سے کہے کہ اگر تو سچا ہے تو مال فروخت کر یہانتک کہ قرضہ ادا کرے تو فرمایا کہ اگر قاضی نے ایسا کیا تو اچھا ہے اور شیخ ابو نصر سے مروی ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکے وارثون و قرضخواہون نے کہا کہ فلان مرگیا اور کسی کو وصی نہین کیا اور حاکم کو انمین سے کچھ معلوم نہین ہے پس آیا حاکم اُنسے کہہ سکتا ہے کہ اگر تم لوگ سچے ہو تو مین نے اسکو وصی کیا تو فرمایا کہ اگر حاکم نے ایسا کیا تو مجھے امید ہے کہ وہ ایسا کر سکتا ہے اور وہ شخص وصی ہو جائیگا بشرطیکہ یہ لوگ سچے ہون ایک عورت نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور ایک مرد کو وصی مقرر کیا پس وصی نے اُسکی مقدار وصیت مین سے بعض وصیتین نافذ کین اور کچھ مال وارثون کے پاس باقی رہگیا پس آیا وصی اُس باقی کو وارثون کے پاس چھوڑ سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وصی کو وارثون کی دیانت سے معلوم ہو کہ باقی بھی وصیت مین دیدینگے تو چھوڑ سکتا ہے اور اگر اُسکے برخلاف جانتا ہو پس اگر اُسکو یہ قدرت ہو کہ وارثون کے قبضہ سے باقی تہائی نکال لے تو نہین چھوڑ سکتا ہے ایک شخص نے اپنے ولد صغیر کے واسطے کوئی چیز خریدی اور اپنے مال سے ثمن ادا کیا بدین نیت کہ صغیر کے مال سے واپس لیگا تو نوادر مین مذکور ہے کہ اگر ادا ے ثمن کے وقت اُسنے اس بات کے گواہ نکیے ہون کہ مین اپنے مال سے بطور سے ادا کرتا ہون کہ صغیر کے مال سے واپس لونگا تو واپس نہین لے سکتا ہے بخلاف وصی کے کہ اگر وصی نے اپنے

مال سے ادا کیا تو اُسکو گواہ کر لینے کی ضرورت نہیں ہی اور فرق یہ ہی کہ والدین کی اکثر عادت یہ ہوتی ہی کہ اپنی اولاد کے
ساتھ صلہ و نکوئی کا قصد رکھتے ہین پس اُسکے حق مین گواہ کر لینے کی ضرورت ہی اسی طرح اگر باپ نے اپنے پسر کی جورو کا مہر
اپنے پاس سے ادا کیا تو گواہ کر لے ورنہ واپس نہین لے سکتا ہی اسی طرح اگر ماں وصیہ ہو تو وہ بھی بمنزلہ باپ کے ہی کہ
اگر اُسنے ادائے ثمن کے وقت گواہ کر لیے ہون تو واپس نہین لے سکتی ہی یہ فتاوے قاضی خان مین ہی امام محمد رح نے
فرمایا کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے اِتنے برس تجھ پر تیرے مال سے تیرے نفقہ مین خرچ کیا ہی تو اتنی مدت مین یتیم مذکور
کے نفقہ مثل مین وصی کے قول کی تصدیق کیجائیگی اور نفقہ مثل سے زائد کے حق مین تصدیق نہ کیجائیگی پھر نفقہ مثل وہ
ہوتا ہی جسمین اسراف نہو و تنگی نہو یہ محیط مین ہی اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ دس برس ہوے کہ مرا ہی اور یتیم نے کہا کہ
میرے باپ کو مرے ہوے فقط پانچ برس ہوے ہین تو کتاب مین مذکور ہی کہ یتیم کا قول قبول ہوگا اور مشائخ نے اسمین
اختلاف کیا ہی شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ کتاب مین امام محمد رح کا قول مذکور ہی اور بقول امام ابو یوسف رح کے وصی کا
قول قبول ہوگا یہ فتاوے قاضی خان مین ہی۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے غلام چھوڑے تھے مین نے انکو تیرے
مال سے اسقدر درم نفقہ دیے پھر وہ سب مر گئے یا بھاگ گئے اور یہ نفقہ جو دیا ہی نفقۂ مثل ہی اور یتیم اُسکے قول کی تکذیب
کرتا ہی اور کہتا ہی کہ میرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا تھا تو وصی کا قول قبول ہوگا اور خانیہ مین ہی کہ امام محمد و حسن بن
زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر غلامان مذکور زندہ
موجود ہون تو بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ اگر وصی نے دعوی کیا کہ یتیم کا غلام بھاگ گیا تھا اُسکو
ایک شخص پکڑ لایا پس مین نے اُسکو چالیس درم جعل دیے ہین اور یتیم اُسکے بھاگ گئے سے انکار کرتا ہی تو امام ابو یوسف رح
کے نزدیک وصی کا قول قبول ہوگا اور امام محمد و حسن بن زیاد کے نزدیک یتیم کا قول قبول ہوگا لیکن اگر وصی اپنے گواہ لاوے
تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے کذا فی فتاوے قاضی خان اور اسی طرح اگر وصی نے کہا کہ تیرے باپ نے کوئی رقیق نہین چھوڑا
تھا مگر مین نے تیرے واسطے تیرے مال سے غلام خریدے اور تیرے مال سے اُنکا ثمن ادا کیا اور تیرے مال سے اُنکا نفقہ دیا
تو ان سب باتون مین اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور جب قول اُسی کا قرار دیا جائیگا تو اس سے قسم لیجائیگی یہ کتاب مین
مذکور ہی لیکن ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جب وصی کی کوئی خیانت ظاہر نہین ہوئی تو ہمارے نزدیک اُس سے قسم لیا جانا مستحسن
نہین ہی۔ نوادر ہشام مین امام محمد رح سے روایت ہی کہ اگر وصی نے دعوی کیا کہ والد صغیر نے اسقدر غلام چھوڑے تھے
اور مین نے انکو اسقدر نفقہ دیا ہی پھر وہ سب مر گئے پس اگر ایسی میت کے اسقدر غلام ہوتے ہون تو وصی کا قول
قبول ہوگا اور اگر یہ بات فقط وصی کے قول سے ثابت ہوتی ہی اور ایسے شخص کے اسقدر غلام نہوتے ہون تو مین اُسکے قول
کی تصدیق نکرونگا۔ اور اگر وصی نے کہا کہ مین نے یتیم کو ہر مہینے مین سو درم دیے اُسنے ضائع کر دیے حالانکہ وہ فرزند مذکور
تھے پھر مین نے اُسکو سو درم اسی مہینہ مین دوبارہ دیے تو مین اُسکے قول کی تصدیق کرونگا تاوقتیکہ ایسی بات بیان نکرے
جو کھلی مستبعد ہو مثلاً بیان کرے کہ مین نے اُسکو اسی مہینہ مین بہت مرتبہ دیے اور اُسنے ضائع کر دیے۔ ایک شخص کے پاس
ایک غلام ہی وہ دعوی کرتا ہی کہ یہ میرا ہی اور وصی نے یتیم سے کہا کہ مین نے یہ غلام اس سے تیرے مال سے ہزار درم کو
تیرے لیے خریدا تھا اور قبضہ کر کے ثمن ادا کر دیا تھا اور اسکو اتنے عرصہ تک اسقدر نفقہ دیا پھر یہ قابض مجھپر غالب آیا اور
مجھسے یہ غلام لے لیا اور یتیم و قابض دونون اُسکی تکذیب کرتے ہین تو وصی مذکور کی اُسکے حق مین ضمان سے بریت ہونیکے واسطے

تصدیق کیجائیگی مگر قابض کے حق مین غلام اُسکے قبضہ سے نکال لیے جانے کے واسطے تصدیق نہو گی ہو جہ سے کہ قابض کے حق مین وہ مدعی ہی یا گواہ ہو پس مدعی کے دعوی پر یا ایک گواہ پر حکم نہین دیا جاتا ہو اور اپنے حق مین وہ منکر ضمان ہو اپس قسم سے اُسکا قول قبول ہوگا یہ محیط مین ہو۔ اور اگر وصی نے کہا کہ قاضی نے تیرے اس بھائی لیتیم کے واسطے تیرے مال سے اسقدر یا ہوار ہی نفقہ مقرر کر دیا تھا پس مین دس برس سے اسکو اسقدر یا ہوار ہی تیرے مال سے دیتا ہون اور یتیم نے اسکی تکذیب کی تو بالاجماع وصی کا قول قبول نہوگا اور وہ ضامن ہوگا یہ فتاوی قاضیخان مین ہو۔ اور اگر وصی نے کہا کہ تیرا باپ مرگیا اور یہ زمین تیرے واسطے میراث چھوڑی اور یہ زمین خراجی ہو پس مین نے دس برس سے اسقدر سالانہ اسکا خراج سلطان کو ادا کیا ہو اور وارث نے کہا کہ میرے باپ کو مرے ہوے فقط دو برس ہوے ہین تو اسمین ویسا ہی اختلاف ہی جو قبل مین مذکور ہوا ہی اسطرح اگر باپ کے مرنے کی مدت دس برس ہونے پر دونون نے اتفاق کیا لیکن زمین مذکور میں پانی بھرا ہوا ہو جسکی وجہ سے زراعت ممکن نہین ہی اختلاف کیا یعنی وارث نے کہا کہ یہ زمین برابر اسوقت سے ایسی ہی ہی اسکا خراج واجب نہین ہوا ہی اور وصی نے کہا کہ اسمین فی الحال پانی آگیا ہی اور مین نے دس برس تک اسکا خراج ادا کیا ہی تو اسمین بھی وہی اختلاف ہی جو قبل مین مذکور ہی اور اگر وقت خصومت کے زمین مذکور قابل زراعت ہو اسمین پانی نہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے تو بالاجماع قسم سے وصی کا قول قبول ہوگا۔ نوازل مین ہی کہ اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے صغر سنی مین اس شخص کا اسقدر مال تلف کر دیا تھا پس مین نے تیری طرف سے اُسکو ادا کر دیا اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو یتیم کا قول قبول ہوگا اور بالاجماع وصی ضامن ہوگا۔ اور اگر وصی نے یتیم سے کہا کہ تیرا یہ غلام شام کی طرف بھاگ گیا تھا پس مین نے ایک شخص کو اجرت پر مقرر کیا جو اُسکو شام سے پکڑ لایا اور سو درم اجرت پر مقرر کیا تھا پس مین نے اُسکو سو درم دیدیے اور یتیم نے اس سے انکار کیا تو بالاجماع وصی کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر وصی نے اس سب مین یہ کہا کہ مین نے اپنے مال سے ادا کیا تاکہ تجھسے واپس لون اور یتیم نے انکار کیا تو بالاجماع بدون گواہون کے وصی کے قول کی تصدیق نہو گی یہ محیط مین ہو۔ اور اگر وصی ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس شخص نے صغیر کے غلام کو جو بھاگ گیا تھا واپس لایا ہی پس اسکے واسطے مال واجب ہوا سو مین نے اسکو مال صغیر سے جو میرے پاس ہی اسکا حق دیدیا پس آیا قاضی اُسکے قول کی تصدیق کریگا سو بعض نے فرمایا کہ اسمین بھی اختلاف ہی اور بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق تصدیق نہ کریگا یہ محیط سرخسی مین ہی۔ منتقی مین امام ابو یوسف رح سے روایت ہی کہ اگر میت کا زید پر مال ہو اور میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت نے یہ مال وصول کر لیا ہی تو اسکے بعد وصی مذکور اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے خصم نہوگا بلکہ قاضی از جانب میت ایک شخص اُسکے وصول کرنے کے واسطے مقرر کریگا اور امام محمد نے اقرار الاصل مین فرمایا کہ اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے میت کا سب مال جو فلان بن فلان پر تھا وصول کر لیا اور یہ بیان نہ کیا کہ کسقدر تھا پھر کہا کہ مین نے اُس سے فقط سو درم وصول کیے ہین اور قرضدار نے کہا کہ میت کے مجھپر ہزار درم تھے تو نے سب وصول کر لیے ہین تو اسمین دو صورتین ہین یا تو یہ مال وصی کے قرضہ کر دینے سے قرضدار پر واجب ہوا ہوگا یا خود میت کے معاملہ سے واجب ہوا ہوگا اور دونون صورتون مین سے ہر ایک مین ضرور ہی کہ قرضدار سے قرضہ کا اقرار یا تو وصی کے اقرار کے بعد کہ مین نے سب وصول پایا ہی واقع ہوا ہوگا یا وصی کے اقرار سے پہلے واقع ہوا ہوگا اور ہر ایک مین دونون صورتون مین سے یا تو وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم ہین اپنے اس قرار سے کہ مین نے سب وصول پایا ہی ملا کر کہا ہوگا یا الگ کہا ہوگا پس صورتیکہ قرضدار پر قرضہ میت کے معاملہ سے واجب ہوا اور وصی نے پہلے پورا قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا کہا کہ وہ سو درم ہین بعد ازان قرضدار نے اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درم قرضہ ہی اور وصی نے اُس سے ہزار درم وصول کر لیے ہین تو امام محمد نے

ذکر فرمایا کہ قرضدار ہزار درم سے بری ہو جائیگا اور وصی کو اُس سے کچھ زیادہ لینے کا اختیار نہوگا اور اس باب میں کہ دینے والے
نے سو درم پر قبضہ کیا ہی قسم کے ساتھ وصی کا قول قبول ہوگا اور قرضدار کے قول کی وصی کے حق میں تصدیق نہ کیجائیگی
حتے کہ انکار وارثان کی وجہ سے وصی نوسو درم کا ضامن ہوگا پھر اگر میت کیطرف سے گواہ قائم ہوئے مثلاً میت کا وارث
یا اُسکا قرضخواہ گواہ قائم کرے کہ قرضدار مذکور پر میت کے ہزار درم تھے تو قرضدار ہزار درم سے بری ہوگا حتی کہ وصی کو
اُس سے نوسو درم واپس لینے کا اختیار نہوگا مگر وصی وارثوں کے واسطے نوسو درم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر پہلے قرضدار
نے اقرار کیا کہ قرضہ ہزار درم ہی پھر وصی نے سب قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا پھر جدا اقرار کیا کہ وہ سو درم تھے تو اسکا
حکم ویسا ہو جیسا کہ گواہ قائم ہو کر ہزار درم قرضہ ثابت ہونے کی صورت میں مذکور ہوا کہ قرضدار بسبب اقرار وصی کے
بری ہوگا اور وصی نوسو درم کا وارثوں کے واسطے ضامن ہوگا اور یہ حکم اُسوقت ہو کہ وصی نے اپنا اقرار تمام وصول
سے جدا کر کے اقرار کیا کہ وہ سو درم ہیں اور اگر متصل اقرار کیا کہ میں نے تمام قرضہ میت جو فلان پر تھا وصول پایا اور وہ سو
درم تھے اور قرضدار نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درم تھے تو ذکر فرمایا کہ اس اقرار میں وصی کے قول کی تصدیق ہوگی حتے کہ وصی
کو اختیار ہوگا کہ قرضدار مذکور سے نوسو درم کا مطالبہ کر کے وصول کرے اور یہ اُسوقت ہو کہ پہلے وصی نے تمام وصول پانے
کا اقرار کیا ہوا اور اگر قرضدار نے پہلے قرضہ کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ میں نے جو کچھ اُسپر تھا سب وصول پایا پھر جدا اقرار کیا
کہ وہ سو درم تھے تو اسکا حکم وہی ہی جو درصورتیکہ میت کے معاملہ سے قرضہ واجب ہونے کی صورت میں مذکور ہوا
ہو کہ قرضدار تمام اُس مال سے جو اُسپر تھا بری ہوگا بسبب اقرار وصی کے اور وصی نوسو درم کا وارثوں کے واسطے
ضامن ہوگا یہ سب اُس صورت میں ہو کہ وصی نے یہ اقرار کہ وہ سو درم تھے جدا کر کے بیان کیا ہوا اور اگر متصل بیان کیا
مثلاً کہا کہ میں نے سب جو اُسپر تھا وصول کیا اور وہ سو درم تھے پھر قرضدار نے کہا کہ مجھپر ہزار درم قرضہ تھا اور تونے
سب وصول کیا ہو تو قرضدار پورے قرضہ سے جو اُسپر تھا بری ہوگا حتی کہ وصی کو اُس سے کچھ مطالبہ کا اختیار نہوگا اور وارثوں
کے واسطے وصی فقط اُسی قدر کا ضامن ہوگا جسقدر اُسنے پہلے وصول پانے کا اقرار کیا ہو۔ اور اگر قرضدار نے
پہلے ہزار درم کا اقرار کیا پھر وصی نے کہا کہ میں نے سب جو اُسپر تھا وصول پایا اور وہ سو درم ہیں تو قرضدار پورے
ہزار درم سے بری ہوگا اور وصی وارثوں کے واسطے نوسو درم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے وارثوں کے واسطے
کوئی خادم فروخت کیا اور گواہ کیے کہ میں نے تمام ثمن وصول پایا ہو اور وہ سو درم ہیں اور مشتری نے کہا کہ نہیں
بلکہ ایک سو پچاس درم ہیں تو اسمیں دو صورتیں ہیں یا تو وصی نے یہ قول کہ وہ سو درم ہیں اپنے اقرار سے متصل بیان
کیا یا منفصل پس اگر متصل بیان کیا تو یہ بیان صحیح نہیں ہی اور مشتری پورے ثمن ڈیڑھ سو درم سے باقرار وصی کے اُسنے
سب جو کچھ مشتری پر تھا وصول پایا ہی بری ہو جائیگا اور وصی کی مقبوضہ مقدار میں وصی کا قول قبول ہوگا اور اگر بائع
نے خود فروخت کیا اور جو کچھ مشتری پر تھا سب وصول پانے کا اقرار کیا پھر متصل یا منفصل بیان کیا کہ وہ سو درم تھے تو
اسکا حکم بھی وہی ہی جو وصی کی صورت میں بیان ہوا ہی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے فلان مشتری سے سو درم
وصول پائے اور وہ پورا ثمن ہی پس مشتری نے کہا کہ نہیں بلکہ پورا ثمن ایک سو پچاس درم ہیں تو وصی کو اختیار ہوگا کہ
مشتری سے پچاس درم اور لیوے۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میں نے سب جو کچھ فلان شخص یعنے مثلاً زید کا عمرو پر تھا وصول
پایا اور وہ سو درم تھے اور وارثوں یا قرضخواہ میت نے گواہ قایم کیے کہ وہ دو سو درم تھے حتی کہ یہ گواہی قبول کی گئی ہو

تو قرضدار سے باقی سو درم بھی وصول کیے جاوینگے اور وصی سوائے ان سو درم کے جنکو اُسنے وصول کیا ہے کچھ
ضامن نہوگا اور یہ حکم بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ جب وصی نے جدا کرکے بیان کیا کہ وہ سو درم تھے پھر گواہ بطور
مذکور قائم ہوے کہ قرضدار پر دو سو درم تھے تو ایسی صورت مین وصی دوسو درم کا ضامن ہوگا اور فرمایا کہ اگر وصی نے
اقرار کیا کہ مین نے جو کچھ میت کا فلان شخص کے پاس از قسم ودیعت یا مضاربت یا شرکت یا بضاعت یا عاریت کے
وصول پایا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے اُس سے سو درم وصول پائے ہین اور مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس میت
کے ہزار درم تھے تو یہین دو صورتین ہین یا تو وصی نے اول وصول پانے کا اقرار کیا پھر مطلوب نے ہزار درم ہونے
کا اقرار کیا یا مطلوب نے اوّلاً ہزار درم ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے جو کچھ اُسکے پاس تھا سب وصول پانے کا اقرار
کیا پھر یہ قول اُسکا کہ وہ سو درم تھے یا متصل باقرار سابق ہے یا اُس نے الگ بیان کیا ہے پس اگر وصی نے اوّلاً استیفاء
کا اقرار کیا پھر اسکے بعد کہا کہ مین نے سو درم وصول کیے ہین اور مطلوب نے کہا کہ وہ ہزار درم تھے اور تو نے سب وصول پائے
ہین تو وصی جسقدر اقرار کرتا ہے اُس سے زیادہ کا ضامن نہوگا اور مطلوب تمام مطالبہ سے بری ہوگا جیسا کہ قرضدار کی صورت مین
ہوا اور اگر گواہ قائم ہوے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے تو وصی ان سب کا ضامن ہوگا یہ اُسوقت ہے کہ وصی نے
جدا کرکے بیان کیا ہو اور اگر متصل بیان کیا پھر مطلوب نے اقرار کیا کہ میرے پاس ہزار درم تھے تو وصی کا قول قبول ہوگا کہ
اُسنے سو درم وصول پائے ہین اور مطلوب سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے بخلاف اسکے اگر قرضہ کی صورت مین یہ بات ہو تو وہ
باقی کے واسطے مطلوب کا دامنگیر ہوگا یہ سب اُس صورت مین ہے کہ وصی نے اوّلا استیفاء کا اقرار کیا ہو اور اگر اوّلاً مطلوب
نے اقرار کیا کہ میرے پاس امانت کے ہزار درم میت کے ہین پھر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے سب جو کچھ اُسکے پاس تھا وصول
پایا اور بیان کیا کہ وہ سو درم تھے خواہ متصل بیان کیا یا مفصل کرکے بیان کیا تو اسکا حکم وہی ہے جو درصورت گواہ قائم ہونے
کے کہ مطلوب کے پاس ہزار درم تھے بیان ہوا ہے لیکن وہ مطلوب سے کچھ نہین لے سکتا ہے اور فرمایا کہ اگر وصی میت نے
اقرار کیا کہ مین نے فلان میت کا ہر قرضہ جو لوگون پر تھا وصول پایا پھر میت کا ایک قرضدار آیا اور اُسنے وصی سے کہا کہ مین نے
تجھکو اسقدر ادا کیا ہے اور وصی نے کہا کہ مین نے تجھسے کچھ نہین وصول پایا اور نہ مجھے معلوم ہوا کہ میت کا تجھپر کچھ ہے تو وصی کا
قول قبول ہوگا اور وصی کے ایسے اقرار سے قرضداران میت کی براءت نہوگی اسیطرح جو وکیل بقبضہ قرضہ و ودیعت و مضاربت
ہو اُسکے اقرار کا بھی یہی حکم ہے اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ میت کا جو کچھ قرضہ زید پر تھا مین نے وصول پایا پس قرضدار نے
کہا کہ مجھپر اُسکے ہزار درم تھے اور وصی نے کہا کہ تجھپر اُسکے ہزار درم تھے لیکن تو نے اُسین سے پانچ سو درم اُسکی زندگی مین
اُسکو دیدیے تھے اور باقی پانچ سو درم اُسکی موت کے بعد مجھے دیدیے اور قرضدار نے کہا کہ نہین بلکہ مین نے سب تجھے دیے
ہین تو اسکا جواب وہی ہے جو مسئلہ اول مین بیان کیا گیا ہے کہ وصی ہزار درم کا ضامن ہوگا لیکن وارثون سے اُسکے دعوی
پر قسم لیجائیگی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ لوگون پر فلان میت کا از جنس قرضہ تھا مین نے وصول پایا مین نے اُسکو فلان
بن فلان سے بھر پایا پھر گواہ قائم ہوے کہ میت کے اس شخص پر ہزار درم تھے پس وصی نے کہا کہ میرے مقبوضہ یہین ہے تو وہ
وصی کے ذمہ لازم ہونگے اور تمام قرضداران میت وصی کے ایسے اقرار سے بری ہوجاوینگے بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا
کہ مین نے سب جو کچھ میت کا قرضہ لوگون پر تھا وصول پایا اور یہ نہ کہا کہ اس شخص سے تو ایسے اقرار سے قرضداران میت کی
براءت نہوگی۔ اور اگر وصی نے اقرار کیا کہ مین نے میت کی متاع و میراث سب اُسکے مکان سے لیکر اُسپر قبضہ کرلیا پھر اُسکے

بعد کہا کہ دو سو درم اور پانچ کپڑے تھے اور وارث نے دعوی کیا کہ وہ اس سے زیادہ مال تھا اور گواہ قائم کیے کہ میت
کی موت کے روز اُسکے مکان میں ہزار درم اور سو کپڑے تھے تو وصی کے ذمہ سوائے اُسقدر کے جسکا اُسنے اپنے قبضہ کرنے میں
اقرار کیا ہے کچھ لازم نہوگا اگرچہ اُسنے بیان اقرار کہ وہ سو درم و پانچ کپڑے تھے الگ کر کے بیان کیا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر وصی
نے میت پر قرضہ کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے

دسواں باب ۔ وصیت پر گواہی دینے کے بیان میں ۔ اگر زید و عمرو دو وصیوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے
ساتھ بکر کو بھی وصی کیا ہے اور بکر نے دعوی کیا ہو تو استحساناً جائز ہے نہ قیاساً یہ محیط سرخسی میں ہے ۔ اور اگر بکر مدعی نہو تو استحساناً
و قیاساً دونوں کی گواہی مقبول نہوگی جبکہ وارث لوگ اسکے مدعی ہوں اور بکر منکر ہو اور اگر وارث لوگ زید و عمرو کے ساتھ
تیسرے کے وصی ہونے کے مدعی نہوں تو ہر دو وصی کی گواہی قیاساً و استحساناً مقبول نہوگی اصل میں فرمایا کہ اگر مشہود علیہ نے انکار
کیا نے دونوں گواہوں کی تکذیب کی تو میں دونوں وصیوں کے ساتھ سوائے بکر کے کسی تیسرے کو وصی کر کے داخل کر دونگا
اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تیسرے آدمی کو مقرر کر کے داخل کرنے کا حکم جو مذکور ہوا امام اعظم رح و امام محمد رح کا قول ہے اور بعض نے فرمایا
کہ نہیں بلکہ یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ امام محمد رح نے اسمیں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور اگر دو لڑکوں نے
گواہی دی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی کیا ہے اور زید مدعی ہے تو قیاساً انکی گواہی قبول نہونی چاہیے مگر استحساناً مقبول ہوگی اور
اگر اس مسئلہ میں زید منکر ہو اور باقی وارث بھی مدعی نہوں تو قیاساً و استحساناً دونوں کی گواہی قبول نہوگی اور اگر باقی وارث
دعوے کرتے ہوں اور زید منکر ہو تو استحساناً و قیاساً مقبول نہوگی اگر دو قرضخواہان میت نے گواہی دی کہ میت نے زید کو
اپنا وصی مقرر کیا ہے اور زید نے قبول کر لیا ہے اور زید اسکا مدعی ہو تو قیاساً ایسی گواہی قبول نہونی چاہیے اور استحساناً قبول
ہوگی یہ اُسوقت ہے کہ زید اسکا مدعی ہو اور اگر مدعی نہو اور پھر دو گواہان کے سوائے باقی قرضخواہان میت اسکے مدعی ہوں تو
قیاساً و استحساناً دونوں کی گواہی قبول نہوگی اسی طرح اگر میت کے دو قرضداروں نے گواہی دی کہ اُسنے زید کو وصی کیا
ہے اور زید اسکا مدعی ہو تو بھی مسئلہ میں قیاس و استحسان جاری ہے اور اگر زید اسکا مدعی نہو پس اگر وارث لوگ اسکے مدعی
ہوں تو گواہی قیاساً و استحساناً قبول نہوگی اور اگر وارث لوگ منکر ہوں اور اسکا دعوے نکرتے ہوں تو قیاساً و استحساناً
قبول نہوگی اور اگر پسران وصی نے گواہی دی کہ فلاں میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا ہے اور وصی اسکا مدعی ہے اور
وارث لوگ مدعی نہیں ہیں تو قیاساً و استحساناً یہ گواہی قبول نہوگی اور قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ ایسے شخص کو جو وصی ہونا طلب
کرتا ہے بدون گواہی کے اُسکی درخواست پر وصی مقرر کر دے اگرچہ وصی ہونے میں رغبت کرنیوالا اسکے بیٹوں کی گواہی سے
مقرر نہوگا اور اگر وصی انکار کرتا ہو اور وارث لوگ دعوی کرتے ہوں تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وارث لوگ دعوی
نکرتے ہوں تو ایسی گواہی قبول نہوگی اور بھائی کی گواہی ایسے معاملہ میں مقبول ہے اور شریکین متفاوضین یا غیر متفاوضین میں سے
ایک کی گواہی دوسرے کے حق میں ایسے معاملہ میں جائز ہے ۔ اور اگر زید و عمرو دونوں میں سے ایک کے دو بیٹوں نے
گواہی دی کہ فلاں میت نے ہمارے باپ و فلاں دوسرے کو ساتھ ہی وصی مقرر کیا ہے پس اگر اُنکا باپ مدعی ہو تو ایسی گواہی
قبول نہوگی نہ باپ کے حق میں اور نہ دوسرے کے حق میں اور اگر باپ مدعی نہو اور وارثان میت مدعی ہوں تو گواہی مقبول
ہوگی اور اگر باپ و دوسرا و وارث کوئی مدعی نہو تو بسبب عدم دعوی کے ایسی گواہی مقبول نہوگی فرمایا کہ اگر دو گواہوں نے
گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا تھا پھر اس سے رجوع کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا تو دونوں کی گواہی جائز

ہو۔ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس زید کو وصی مقرر کیا پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے
باپ کو وصیت سے معزول کر دیا ہے اور فلان شخص کو مقرر کیا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہوگی فرمایا کہ اگر دو بیٹوں نے گواہی
دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی کیا تھا پھر اسکو معزول کر کے اس عمرو کو وصی مقرر کیا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے۔ اور
فرمایا کہ اگر فلان شخص کے وصی ہونے پر میت کے دو بیٹوں نے جو میت کے قرضدار ہیں یا قرضخواہ ہیں ایسی گواہی دی اور
فلان اسکا مدعی ہے تو مسئلہ میں موافق قیاس کے عدم جواز کا اور موافق استحسان کے جواز کا حکم ہے اور اگر دو گواہوں نے
گواہی دی کہ فلان شخص نے اس زید کو اپنے تمام ترکہ کا اپنی موت کے بعد وکیل کیا ہے تو میں اسکو وصی قرار دونگا۔ اور اگر کسی
نے کہا کہ میں نے زید کو وصی کر دیا تو یہ کہنا اور قولا وصیت الیہ یعنی اسکو وصیت کر دی۔ دونوں یکسان ہیں پس زید
وصی ہو جائیگا۔ اور اگر دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعرات کے روز وصی کیا ہے اور
دوسرے نے گواہی دی کہ میت نے اسکو جمعہ کے روز وصی کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر دو وصیوں
نے وارث کے واسطے جو صغیر ہے مال میت یا غیر میت میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی باطل ہے۔ اور اگر
بالغ وارث کے واسطے مال میت میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو نہیں جائز ہے اور اگر میت کے سوا سے دوسرے
کے مال میں سے کسی چیز کی گواہی دی تو جائز ہے۔ اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف و
امام محمد نے فرمایا کہ اگر وارث بالغ کے واسطے دونوں نے گواہی دی تو دونوں صورتوں میں جائز ہے یہ ہدایہ
میں ہے۔ اور اگر موصی لہ معلوم ہو مگر جس چیز کی اسکے واسطے وصیت کی ہے وہ مجہول ہے پس گواہوں نے گواہی دی
کہ میت نے اس موصی لہ کے واسطے وصیت کا اقرار کیا ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی اور موصی لہ کے بیان کے
واسطے وارثان موصی کی طرف رجوع کیا جائیگا یہ محیط میں ہے۔ اگر دو گواہوں نے عمرو و زید کے واسطے میت پر ہزار
درہم قرضہ کی گواہی دی پھر عمرو و زید نے ان دونوں گواہوں کے واسطے میت پر ہزار درہم قرض کی گواہی دی تو دونوں
فریق گواہوں کی گواہی جائز ہے اور اگر ہر دو فریق گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے ہزار درم وصیت
کی گواہی دی تو نہیں جائز ہے اور اگر زید نے گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے اپنی باندی دینے
کی وصیت کی ہے پھر ان دونوں کے واسطے اسنے گواہی دی ہے انہوں نے گواہی دی کہ میت نے اسکے لیے زید کے
واسطے اسکی وصیت کر دی ہے تو یہ گواہی بالاتفاق جائز ہے۔ اور اگر زید و عمرو نے بکر و خالد کے واسطے گواہی دی کہ میت نے
ان دونوں کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہے پھر بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے
تہائی مال کی وصیت کی ہے تو گواہی باطل ہے۔ اسی طرح اگر زید و عمرو نے گواہی دی کہ میت نے بکر و خالد کے واسطے
اپنے غلام کی وصیت کی ہے اور بکر و خالد نے گواہی دی کہ میت نے زید و عمرو کے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت
کی ہے تو بھی باطل ہے اسواسطے کہ اس مقدمہ میں گواہی شبہہ شرکت ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے
گواہی دی کہ میت نے ان دونوں کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہے پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے
ان دونوں کے واسطے دراہم کی وصیت کی ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ
میت نے اسکے واسطے دینار کی وصیت کی ہے اور دوسروں نے دراہم کی گواہی دی یا دو گواہوں نے غلام کے وصیت
کی گواہی دی اور دوسروں نے دراہم دینے کے وصیت کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ایک شخص نے

ایک قوم کو وصیت پر گواہ کر لیا حالانکہ وصیت نامہ اُنکو نہ پڑھکر نہیں سنایا اور نہ اُنکے سامنے تحریر کیا اور اس وصیت نامہ
مین اعتاق و اقرار اقرضہ و دیعتہا مین تو انکا شہادت صحیح نہیں ہو کذا فی المحیط

کتاب المحاضر والسجلات

اقول محاضر جمع محضر و سجلات جمع سجل۔ محاضر و سجلات مین اصل یہ ہو کہ تصحیح بیان کرنے مین مبالغہ کرے اور اجمال پر اکتفا نکرے
یہ خلاصہ مین ہو۔ امام شمس الاسلام عمر النسفی رح نے فرمایا کہ دعوے و محاضر مین اشارہ و لفظ شہادت ضروری ہو اسیطرح
سجلات مین بھی اشارہ ضروری ہو حتی کہ مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ اگر محضر دعویٰ مین یون لکھا کہ فلان شخص کچہری مین حاضر ہوا اور
فلان کو اپنے ساتھ لایا پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہو اُسپر دعویٰ کیا تو اس محضر کی صحت کا فتوی نہ دیا جائیگا اور یون لکھنا چاہیئے
کہ پھر اس شخص نے جو حاضر ہوا ہو اُس شخص پر جسکو اپنے ساتھ حاضر لایا ہو اسیطرح اثناے محضر مین مدعی و مدعا علیہ کے ذکر کیوقت
بھی اہم اشارہ ذکر کرنا ضرور ہو چنانچہ لکھے کہ پس اس مدعی نے اور اس مدعا علیہ نے اسواسطے کہ بعض مشائخ بدون اسکے صحت کا
فتوے نہین دیتے ہین اسیطرح سجلات مین بھی مشائخ نے فرمایا کہ اگر قاضی نے لکھا کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر حکم
دیا تو اسکے ساتھ ضرور ہو کہ یون لکھے کہ مین نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعا علیہ پر حکم دیا یہ محیط مین ہو اسیطرح
مشائخ نے فرمایا کہ اگر محضر مین گواہون کی گواہی لکھنے کے وقت یون لکھا کہ گواہون نے ہر دو متداعیین کیطرف اشارہ کیا
تو صحت کا فتوے نہ دیا جائیگا۔ اور نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر چک اجارہ مین لکھا کہ فلان بن فلان کو اپنی زمین بعد ازانکہ دونون
مین درختان و درختان انگور کی جو اس زمین مین واقع ہو بیع صحیح واقع ہو گئی اجارہ پر دیا یا لکھا کہ بعد ازینکہ ان دونون
متعاقدین مین درختان انگور و درختان دیگر کی جو اس زمین مین واقع ہین بیع صحیح واقع ہو گئی تو ایسی چک کی صحت کا فتوی نہ دیا جائیگا
بلکہ یون لکھنا چاہیئے کہ اپنی زمین مین اس مستاجر کو بعد ازانکہ اس اجارہ دہندہ نے درختان انگور و درختان دیگر اس
مستاجر کے ہاتھ فروخت کیے اجارہ پر دی اور نیز فرمایا کہ اگر محضر مین لکھا کہ مدعی مع اپنے گواہون کے حاضر ہوا اور اپنے گواہون
کی سماعت کی درخواست کی پس گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو اس محضر کی صحت کا فتوے نہ دیا جائیگا بلکہ
الفاظ گواہی بیان کرنے چاہیئے ہین اسواسطے کہ شاید قاضی کے گمان مین دعوی و گواہی مین موافقت ہو حالانکہ درحقیقت
دونون مین موافقت نہو۔ نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر سجل مین یہی لکھا کہ گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو ایسی
سجل کی صحت کا فتوے نہ دیا جائیگا اسیطرح خط قاضی بجانب قاضی دیگر مین اگر لکھنے والے قاضی نے لکھا کہ گواہون نے
موافق دعوے کے گواہی ادا کی ہو تو اس خط کی صحت کا حکم نہ دیا جائیگا اور بعضے مشائخ نے خط قاضی و سجل مین اور محضر دعوے
مین فرق کیا ہو پس خط قاضی و سجل کی صحت کا حکم دیا اور محضر دعوے مین ایسا لکھنے سے اُسکے فاسد ہونے کا حکم دیا ہو
اور نیز مشائخ نے فرمایا کہ اگر سجل مین بطور ایجاز لکھا کہ جس طرح حوادث حکمیہ و نوازل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہین اسیطرح میرے
نزدیک یہ مقدمہ ثابت ہوا تو ایسی سجل کی صحت کا فتوے نہ دیا جائیگا جبتک کہ ہر بات جس طرح واقع ہوئی ہو بیان نکرے
یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ محضر دعوی مین لکھے کہ گواہون نے ایسی گواہی بعد دعوے اس مدعی کے ادا
کی اور نیز لکھے کہ اس مدعا علیہ کیطرف انکاری جواب دینے کے بعد ادا کی تاکہ کسی کو یہ گمان نہو کہ گواہون نے قبل دعوی کے

یا مدعا علیہ اقراری پر گواہی دی ہو اسواسطے کہ جو مدعا علیہ اقراری ہو اسپر گواہی کی سماعت نہین ہوتی ہو سوالے چند
مقامات معدودہ کے اور ذخیرہ مین فرمایا کہ میرے نزدیک انمین سے کوئی شرط نہین ہو اور شروط مین ذکر فرمایا کہ ضرور
ہو کہ یون بیان کرے کہ ہر ایک گواہ نے بعد دعوی و بعد جواب بانکار کے مدعی کی طرف سے گواہی طلب کرنے کے
بعد گواہی دی تاکہ اختلاف سے نکل جاوے اسواسطے کہ امام طحاوی کے نزدیک اگر گواہون نے بعد دعوی مدعی و جواب مدعا علیہ
بانکار کے بدون درخواست مدعی کے گواہی دی تو سماعت نہوگی اور ذخیرہ مین فرمایا کہ میرے نزدیک انمین سے کچھ شرط نہین ہو
یہ فصول عمادیہ مین ہو اور امام فخر الاسلام علی بزدوی فرماتے تھے کہ مدعی کو اپنے دعوی مین یون کہنا چاہیے کہ (این مدعا
بحق من ست) اور اسپر اکتفا نکرے کہ (آن من ست وحق من) تاکہ یہ ممکن نہو کہ اسکے آخر مین لا حق کیا جاوے یعنی دعوی کہ (حق من نیست)
اسی طرح فرماتے تھے کہ مدعا علیہ کو اسپر اکتفا نکرنا چاہیے کہ (این مدعا ملک من ست وحق من) بلکہ یون کہنا چاہیے کہ (ملک من ست
وحق من ست) تاکہ اسکے آخر مین کلمہ نفی نہ لگایا جاسکے یعنی اسی طرح گواہ اسپر اکتفا کرے (کہ این مدعا ملک اوست وحق وی)
یعنی حق وے ست کہنا چاہیے اور بعضے مشائخ مدعی کے اس قول پر اکتفا کرتے ہین کہ (ملک من است وحق من) اور مدعا علیہ
کے اس قول پر کہ (ملک من ست وحق من) و گواہ کے اس قول پر کہ (ملک این مدعی ست وحق وے) اور اگر مدعی نے کہا کہ
(ملک وحق من ست) تو یہ بالاتفاق کافی ہو اسی طرح مدعا علیہ و گواہ نے بھی اگر اسی طرح کہا تو بالاتفاق کافی ہو یہ محیط مین ہو
اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ یہ مال جس میں اسکا ہو یا فارسی مین کہا کہ (این آن مدعی راست) تو اسپر اکتفا نہ کیا
جائیگا جبتک ملک کی تصریح نکرین اسواسطے کہ جس طرح ملک کیوجہ سے چیز آدمی کیطرف منسوب ہوتی ہو اسی طرح بوجہ عاریت
وغیرہ کے منسوب ہوتی ہو پس اس احتمال کو دور کرنے کے واسطے ملک کی تصریح ضرور ہو اور فتاوی رشید الدین باب پنجم
مین ہو کہ اگر گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ (این غلام آن فلان ست) تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہو کہ ملک فلان ست
اسواسطے کہ یہ ترجمہ اس عبارت کا ہو کہ ہذا لہ اور یہ لفظ ملک کیواسطے لایا جاتا ہو اور اگر قاضی نے انسے استفسار کر لیا کہ تمھاری
کیا مراد ہو تو اسکو یہ اختیار ہو اور اگر گواہون نے اپنی گواہی مین بیان کیا کہ این مدعا ملک این مدعی ست اور یہ نہ کہا کہ در دست
این مدعا علیہ بناحق ست تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ اگر مدعی نے یہ درخواست کی کہ میرے نام میری ملک
ہونیکا حکم دیا جاوے تو ایسی گواہی قبول ہوگی اور اگر مدعی کی درخواست یہ ہو کہ مجھے دلا دی جاوے تو ایسی گواہی
پر اسکا حکم نہ دیا جائیگا جبتک کہ گواہ یہ بیان نہ کرین کہ در دست این مدعا علیہ بناحق ست اور آیا یہ بھی شرط ہو کہ گواہ یون
بیان کرین کہ (واجب ست برین مدعا علیہ کہ دست کوتاہ کند) تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ شرط
نہین ہو مگر گواہ اسکو ذکر کرے تو زیادہ احتیاط ہو یہ فصول عمادیہ مین ہو

محضر در اثبات قرضہ مطلق - بعد تسمیہ کے لکھے کہ مجلس قضا کورہ بخارا مین فلان قاضی کے سامنے اسکا نام ونسب
ولقب بیان کردے جو بخارا مین متولی قضاء و احکام اور اہل بخارا مین نافذ القضاء والامضا از جانب فلان امیر
یا سلطان ہو فلان تاریخ فلان مہینہ فلان سنہ مین حاضر ہوا پھر اگر مدعی و مدعا علیہ دونون اپنے نام ونسب سے معروف ہون
تو انکا نام ونسب بیان کرے پس لکھے کہ فلان بن فلان حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان بن فلان کو لایا اور اگر دونون اپنے
نام ونسب سے معروف نہون تو لکھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور اسنے بیان کیا کہ فلان بن فلان میرا نام ہو اور اپنے ساتھ ایک
شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلان بن فلان اسکا نام ہو پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہے

مدعی کے واسطے اپنے اوپر ذمہ لازم و حق واجب بسبب بیع ہونے کا اقرار کیا ہو کہ جسکی تصدیق اس حاضر ہونے والے
نے کی اور اس سے اس سبب مال کے ادا کرنے کا مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا پس اسنے فارسی مین جواب دیا کہ مرا اینچ
مدعی بہیچ چیز دادنی نیست پس یہ مدعی اپنے ساتھ چند لوگ لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی کی سماعت
کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور اسنے گواہون سے گواہی طلب کی اور وہ فلان بن فلان جسکا یہ حلیہ ہے اور فلان
جگہ رہتا ہے اور اسکا مصلے اس کوچہ کی مسجد ہے اور دوسرا فلان بن فلان ہے اور اسکا یہ حلیہ و یہ مسکن اور یہ مصلی ہے اور سوم
فلان بن فلان کہ جسکا حلیہ یہ ہے اور مسکن یہ ہے اور مصلی یہ ہے پس ان گواہون نے بعد درخواست مدعی کے اور بعد دعوی اس
مدعی اور انکار اس مدعا علیہ کے شہادت متفق اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو انکو فارسی مین پڑھکر سنایا گیا ہے ادا کی
اور مضمون اس نسخہ کا جو انکو پڑھکر سنایا گیا ہے یہ ہے کہ گواہی میدہیم الی آخرہ یعنی تمام الفاظ شہادت فارسی مین جس طرح سے بیان
محضر مین ذکر کیا ہے لکھے پھر جب الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس ان گواہون نے یہ گواہی جیسا چاہئے ہے
اور جو گواہی کا طریقہ ہے بیان کی اور پھر ایک نے اشارہ کی جگہ اشارہ کیا پس مین نے انکی یہ گواہی سنی اور اسکو خریطہ حکم مین
محضر سجلہ مین ثبت کر لیا پھر اسکے بعد اگر گواہ لوگ قاضی کے نزدیک عدالت مین معروف ہون تو لکھے کہ مین نے انکی گواہی
قبول کی کیونکہ میرے نزدیک وہ عدالت مین معروف ہین اور جایز الشہادت ہین اور اگر معروف بعدالت نہون بلکہ معدل لوگون
کے تزکیہ سے انکی عدالت ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ مین نے ان گواہون کے حال دریافت کرنے کے واسطے جو لوگ اس ناحیہ
مین مقرر ہین کہ عدالت بیان کرین انکی طرف رجوع کیا پھر اگر سب گواہون کی تعدیل ہو گئی ہو تو لکھے کہ معدلین نے سب کو عادل
و جایز الشہادت بیان کیا پس مین نے ان گواہون کی گواہی قبول کی کیونکہ علم نے انکی گواہی قبول کرنا واجب کر دیا ہے اور اگر
معدلین نے بعض کو عادل کہا ہو اور بعض کو نہین تو لکھے کہ معدلین نے دو گواہون کو ان مین سے عادل کہا اور وہ اول و دوم ہین
اور سوم علی ہذا القیاس زیادہ مین بھی سمجھنا چاہئے پس مین نے ان دونون گواہون کی گواہی بسبب ایجاب علم کے قبول کی اور
یہ سب اسوقت ہے کہ مشہود علیہ یعنی مدعا علیہ نے گواہون پر طعن کیا ہو اور اگر اسنے طعن نکیا ہو تو اس تحریر کے بعد کہ مین نے انکی
گواہی سنی اور اسکو محضر مین ثبت کیا لکھے کہ اس مدعا علیہ نے ان گواہون مین طعن نہین کیا اور مجھسے یہ درخواست
نہین کی کہ معدلین سے انکا حال دریافت کرون پس مین نے معدلین سے انکا حال دریافت کرنے کیطرف توجہ نہ کی اور انکی
ظاہر عدالت پر جو اسلام ہے اکتفا کیا اور ائمہ دین و علماء مسلمین سے اپنے امام کے قول پر عمل کیا کہ جو ظاہر عدالت پر حکم دینے کو جایز فرماتا
ہو پس مین نے انکی گواہی قبول کی کیونکہ ایسی گواہون کا قبول کرنا جس طرح بیان کیا گیا ہو شرع نے واجب کیا ہو پس میرے نزدیک
ان گواہون کی گواہی سے جسکی انہون نے گواہی دی ہو پس گواہی دی ہو وہ ثابت ہو گیا پس مین نے مدعا علیہ کو اس سے آگاہ
کیا اور خبر دی کہ میرے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی ہے اور اسکو قابو دیا کہ اس دعوے کا دفعیہ لاوے اگر اسکے پاس ہو پس وہ کچھ
دفعیہ نلایا اور نہ اس دعوی کی کوئی بات نلایا اور میرے نزدیک اس سے اسکا عاجز ہونا ظاہر ہو گیا پھر مجھسے اس مدعی نے اس مشہود علیہ
کے روبرو جو بات اس سے میرے نزدیک ثابت ہوئی ہے اسکے واسطے اس مشہود علیہ پر حکم دینے کی اور سجل لکھنے کی اور اس پر گواہ
کر دینے کی درخواست کی تا کہ اس معاملہ مین اسکے واسطے حجت ہو پس مین نے اسکی درخواست منظور کی پس مین نے اللہ تعالی
سے استخارہ طلب کیا اور زیغ و زلل سے عصمت طلب کی اور خطا و خلل مین پڑجانے سے بچانے کی دعا کی اور سچا حکم حاصل ہونے
کے واسطے اس سے رشد و علم طلب کرکے اس مدعا علیہ پر اس مدعی کیواسطے یہ حکم دیا کہ اس مدعا علیہ کا اپنے اوپر اس مال کا

جسکے مبلغ وعدد وجنس وصفت اس سجل مین مذکور ہین بطور دین لازم وحق واجب کے بسبب بیع صحیح اس مدعی کے واسطے اقرار کرنا اور تصدیق اس مدعی کی اسکے اس اقرار کی بطور خطاب جس طرح اس سجل مین مذکور ہے ثابت ہو گیا پھر اگر گواہ لوگ معروف بعدالت ہون تو بعد لکھنے اس عبارت کے کہ جس طرح اس سجل مین مذکور ہے لکھے کہ بگواہی ان گواہون کے جو معروف بعدالت ہین اور اگر انکی عدالت بتزکیہ معدلین ثابت ہوئی ہو تو لکھے کہ بگواہی ان گواہون کے جنکی عدالت بتعدیل معدلین ثابت ہوئی ہے اور اگر بعض کی عدالت ظاہر ہوئی اور بعض کی نہ ظاہر ہوئی ہو تو لکھے بگواہی ان دو گواہون کے جنکی عدالت بتعدیل معدلین ثابت ہوئی ہے منجملہ ان گواہون کے جنکا نام محضر مین بیان کیا گیا ہے اور ہر دو گواہ عادل نے روبروے اس مدعی و اس مدعا علیہ کے ہر ایک کیطرف اشارہ کر کے میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا کہ لوگون کے درمیان بسبیل تشہیر و اعلان کے ہے گواہی دی پس مین نے ایسا حکم دیا کہ قطعی کر دیا اور نافذ کر دیا جو تمام شرائط صحت و نفاذ کا جامع ہے اور مین نے اس محکوم علیہ پر اس مال کا ادا کرنا جسکے مبلغ و جنس وعدد وصفت اسمین مذکور ہے لازم کر دیا کہ اس محکوم لہ یعنی مدعی کو ادا کرے اور مین نے اس محکوم علیہ کو اور ہر ذی حق وحجت و دفع کو اپنے حق وحجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ ہمیشہ جب اسکا جی چاہے اپنے حق کا دعوی یا حجت پیش کرے یا دفعیہ پیش کرے اور مین نے اس سجل کی کتابت کا حکم دیا کہ اس محکوم لہ کے واسطے اس مقدمہ مین حجت رہے اور مین نے اپنے مجلس کے حاضرین اہل علم و عدالت و امانت و صیانت کو اسپر گواہ کر دیا اور یہ سب فلان روز فلان ماہ فلان سنہ مین واقع ہوا انتہی پس یہ صورت جو ہمنے سجل مین تحریر کر دی ہے تمام سجلات مین اصل ہے اور اسمین کوئی چیز بدلی نجائیگی سوائے دعوے کے کہ دعوی بہت ہوتے ہین بعض کے مشابہ نہین ہے اور کتابت سجل مین اور کچھ نہین ہوتا ہے سوائے اسکے کہ بعینہ وہی دعوے جو محضر مین مذکور ہے اور اسکے بعد الفاظ شہادت بعینہ سجل مین اعادہ کرے اور الفاظ شہادت کے بعد سب سجلات مین تمام شرائط ویسے ہی ہین جیسے ہمنے اس سجل مین بیان کر دیے ہین۔ پھر قاضی کو چاہیے کہ صدر سجل کو اپنے توقیع معروف سے مزین کرے اور آخر سجل مین قبل تاریخ لکھنے کے سجل کی بائین طرف یہ لکھے کہ فلان بن فلان نے یہ سجل میرے حکم سے میری طرف سے لکھا اور جو ماجرا اسمین مذکور ہے اسکا حکم میرے پاس اور میری طرف سے جاری ہوا ہے اور جو حکم اسمین مذکور ہے وہ میرا حکم و میری قضا ہے کہ مین نے اسکو بسبب حجت کے جو میرے نزدیک ظاہر ہوئی ہے نافذ کیا اور توقیع مین نے صدر سجل پر لکھی ہے۔ اور یہ چار پانچ سطرین جیسے خط مین آئی ہون میرے ہاتھ کی تحریر ہے اور کبھی یہ سجل بطریق معائنہ لکھا جاتا ہے کہ یہ وہ تحریر ہے جسپر ان گواہون نے جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہے شاہد ہوے کہ مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین سامنے فلان بن فلان قاضی کے جو اسوقت فلان امیر کی جانب سے متولی قضا و احکام اس کورہ کے واسطے ہے ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اسکا نام ہے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اور بیان کیا کہ فلان اسکا نام ہے پھر الفاظ دعوی اسی طرح لکھے جیسے ہمنے صورت اولی مین بیان کیا ہے اور نیز الفاظ شہادت بھی اسی طرح لکھے جیسے ہمنے صورت اولی مین بیان کیا ہے پھر جب اس سے فارغ ہو تو لکھے کہ پس قاضی نے انکی گواہی سنی اور اسکو محضر مجلد مین خریطۂ حکم مین مثبت کرایا پھر ان گواہون کی تعدیل کے واسطے جو لوگ اسواسطے ہین کہ نواح مین گواہون کی تعدیل کرین انکی طرف رجوع کیا آخر تک یہی عبارت تفصیل سے لکھے جس طرح ہمنے بیان کر دی ہے پھر لکھے کہ پس قاضی کے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جس امر کی گواہی جسپر انھون نے دی تھی وہ ثابت ہو گیا اور اسنے دعوے اور الفاظ شہادت ان اماموں کے سامنے پیش کیا جنپر اس ناحیہ مین فتوے کا مدار ہے پس انھون نے اسکی صحت کا اور اسکے موافق حکم قضا جاری کرنے کا فتوی دیا اور قاضی نے مشہود علیہ کو آگاہ کر دیا کہ قاضی کے نزدیک جس امر کی گواہون

نے جسپر گواہی دی ہو وہ ثابت ہوگیا تاکہ وہ کوئی دفعیہ پیش کرے اگر اُسکے پاس ہو مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ کوئی ایسی بات لایا جس سے اُسکا چھٹکارا ہوا اور قاضی کے نزدیک اُسکا عاجز ہونا اس بات سے ظاہر ہوگیا پھر مشہود لہ (یعنے مدعی) نے قاضی سے موافق اُسکے جیسا اُسکے نزدیک اس مقدمہ مین ثابت ہوا ہو حکم کی اور اس مقدمہ کی سجل تحریر کرنے کی اور اُسپر گواہی کرا دینے کی درخواست کی تاکہ اُسکے واسطے حجت ہو پس اس قاضی نے اللہ تعالیٰ کی جناب مین استخارہ کیا اور اُس سے زیغ و زلل و وقوع خطا و خلل سے عصمت کی دعا کر کے اس مشہود لہ کی درخواست پر اُسکے واسطے اس مشہود علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مشہود علیہ اس مال کا جسکے مبلغ و جنس و عدد و صفت اس سجل مین مذکور ہو لینے اور بسبب صحیح اس مشہود لہ کیواسطے دین لازم و حق واجب ہونے کا اقرار کرنا اور مشہود لہ کا اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کرنا جس طرح کہ اس سجل مین مذکور ہو بگواہی ان گواہون کے روبرو ان دونون متخاصمین کے اُنکے حاضر ہونے کی حالت مین اس قاضی کی مجلس مین جو کورہ بخارا مین لوگون مین معروف ہو اس قاضی نے قطعی حکم دیا اور قضا کو نافذ کر دیا اور اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ کو یہ مال جسکے عدد و مبلغ و جنس و صفت اس سجل مین مذکور ہو ادا کرے اور محکوم علیہ وہ ہر صاحب حجت و دفعیہ کو اپنی حجت و دفعیہ پر چھوڑ دیا کہ اُسکو اختیار ہو کہ ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور اس قاضی نے اس سجل کے لکھنے کا اور اسپر گواہی کرنے کا حکم دیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان اور یہ سجل بھی اصل ہو لیکن لوگون مین مستعمل وہی سجل ہو جو اول مذکور ہوا ہو اور کبھی یہ سجل بطریق ایجاز لکھا جاتا ہو کہ قاضی فلان بن فلان متولی قضا و احکام بلدہ بخارا الی آخرہ کہتا ہو کہ میرے نزدیک جس طرح حوادث شرعیہ و نوازل حکمیہ ثابت ہوتے ہین بعد دعوے صحیحہ از جانب خصم حاضر بر خصم حاضر کے کہ حکم نے اُس طرف توجہ کرنا واجب کر دیا ہو بذریعہ گواہان عادل کے جو میرے سامنے قائم ہوئے یا شہادت فلان و فلان کے جنکی عدالت و جواز شہادت میرے نزدیک معروف ہو یہ ثابت ہوا کہ فلان نے اقرار کیا ہو کہ فلان کے اسپر اسقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیحہ ہین اور اسی طرح ثابت ہوا کہ جسنے ایسا حکم دینا واجب کیا پس مین نے اس مشہود لہ کی درخواست سے اس مشہود علیہ پر حکم تمام اُس مال کا جسکا اس مشہود علیہ نے اس مشہود لہ کے واسطے اقرار کیا ہو دونون کے روبرو اس طرح دیا کہ اُسکو قطعی کر دیا اور قضا کو نافذ کر دیا بعد استجماع شرائط صحت حکم و جواز کے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین جو لوگون مین معروف ہو اور مین نے اس محکوم علیہ پر اس مال مذکور کا ادا کرنا محکوم لہ کو لازم کر دیا اور محکوم علیہ و ہر ذی حق و حجت و دفعیہ کو اپنے حق و حجت و دفعیہ پر مختار چھوڑ دیا ہمیشہ جب چاہے پیش کرے اور مین نے اس محکوم لہ کی درخواست سے اس سجل کے لکھنے کا حکم دیا تاکہ محکوم لہ کے واسطے حجت رہے اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا واقع تاریخ فلان

محضر در اثبات دفع برائے این دعوی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے بعد لکھے قاضی فلان متولی کار قضا و احکام بلدہ بخارا ادام اللہ توفیقہ کی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین فلان روز ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا نام زید ہو اور اپنے ساتھ دوسرے کو لایا ہو اور بیان کیا کہ اُسکا نام عمرو ہو پھر اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کا جو دعوی اس زید کی جانب ہو اُسکے دفعیہ مین دعوی کیا کیونکہ اس عمرو نے اس زید پر پہلے دعوی کیا تھا کہ اس عمرو کے اس زید پر بیس دینار قرضہ ہین اور اُنکی نوع و صفت عدد بیان کرے اور ایسا ہی اس زید نے اپنے حالت جواز اقرار مین ان دینارون مذکورہ کا اس عمرو کیواسطے قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح ہونے کا ایسا اقرار صحیح کیا تھا کہ اس عمرو نے اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی تھی اور عمرو نے ان دینار مذکورہ کے ادا کرنے کا اُس سے مطالبہ کیا تھا اور اُسکے اس دعوی کے انکار کے بعد اُس نے اس

زید پر گواہ قائم کیے تھے پس اب یہ زید اُسکے اس دعوی کے دفعیہ مین جسکا ذکر کیا گیا ہے اس عمرو پر یہ دعوی کرتا ہو کہ یہ عمرو
اپنے اس دعوی مین جھوٹا ہو کیونکہ اس زید کے اُسکو یہ دینار ادا کرنے سے اس عمرو نے یہ سب دینار مذکورہ لقبضہ صحیحہ وصول
پائے ہین اور ایسا ہی اس عمرو نے اپنی حالت جواز اقرار مین بطوع خود قبضہ کر پانے کا ایسا اقرار صحیح کیا کہ اس زید نے خطاباً اسکی
تصدیق کی پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اس زید کی طرف اپنا یہ دعوی ترک کر دے پھر زید نے اس جواب کا مطالبہ کیا۔
یہ صورت اُسوقت ہو کہ جب دعوی اول کا حکم اسی قاضی نے نہ دیا ہو اور اگر اسی قاضی نے دعوے اول کا حکم دیا ہو
تو اس قول کے بعد کہ اُس سے ان دیناروں کے واپس دینے کا مطالبہ کیا اور زید کیطرف سے اُسکے اس دعوی کا انکار
ہونے کے بعد اس عمرو نے اپنے گواہ قائم کیے اور میری طرف سے اس عمرو کے واسطے اس زید پر یہ حکم جاری ہوا۔ پھر لکھے کہ
اس زید نے اس عمرو پر دفعیہ کا دعوی کیا آخر تک جیسا ہمنے بیان کیا ہو پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو سے اپنے دعوی کا جواب
طلب کیا پھر اسکے بعد لکھے کہ پھر قاضی نے اس عمرو سے جواب مانگا پس اُسنے فارسی مین کہا کہ من مبطل نیم اندرین دعوی پس مدعی
دفع یعنے زید چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی سنون پس مین نے اُنکو
منظور کیا اور وہ لوگ فلان و فلان ہین یعنے گواہون کے نام و نسب و حلیہ و مساکن و مصلے لکھے پھر لکھے کہ ان گواہون نے
بعد دعوی دفعیہ اس زید کے اور اس عمرو کی طرف سے جواب بانکار کے اس زید کی گواہی طلب کرنے کے بعد سب نے ایک نے
بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقۃ الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے جو اُنکو پڑھ سنایا گیا تھا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہو گواہی
میدہم کہ مقر آمد این فلان۔ اور اس عمرو کی طرف اشارہ کیا ہو۔ بحال روائے اقرار خویش بطوع و رغبت و چنین گفت کہ قبض کردہ
ام ازین فلان۔ اور مدعی دفعیہ یعنی زید کی طرف اشارہ کیا ہو۔ این بست دینار زر کہ مذکور شدہ است درین محضر اور اس
محضر کیطرف اشارہ کیا ہو قبض درست برسانیدن این فلان۔ اور مدعی دفعیہ یعنی زید کیطرف اشارہ کیا ہو۔ این زر ہا را
و اقرار ے درست و این مدعی دفع۔ اور زید کی طرف اشارہ کیا ہو۔ راست گوے داشت مر این مدعا علیہ را اور عمرو کی طرف اشارہ
کیا ہو۔ اندرین اقرار کہ آورد رو برو ور اگر گواہون نے قبضہ معائنہ کرنے پر گواہی دی تو بجاے اقرار بقبضہ کے معائنہ قبضہ
تحریر کرے بطرح ہمنے اقرار کی تحریر مین بیان کیا ہو اور لکھے اور پھر عمرو نے یہ دینار ہاے موصوفہ اس زید مدعی سے بقبضہ صحیحہ
بدین طور لہ زید نے اُسکو سب ادا کیے ہین وصول پائے اور اگر زید نے اس طرح دفعیہ کا دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکو تمام دعوی
و خصومات سے بری کر دیا ہو وہ بری ہو گیا تو لکھے کہ مدعی دفع اس زید نے دعوی کیا کہ اس عمرو نے قبل اسپنے دعوی
کے اس زید کو اپنے تمام دعوی و خصومات سے جو اُسکے بجانب اس زید کے ہون مال وغیرہ کے ابراء صحیح بری کر دیا ہی
اور اقرار کیا ہو کہ اس عمرو کا اس زید کی طرف کوئی دعوی و کوئی خصومت قلیل یا کثیر مال مین کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین
ہو اور اس زید نے اس عمرو سے یہ ابراء قبول کیا اور خطاباً اُسکی تصدیق کی ہو اور یہ کہ یہ عمرو بعد ازانکہ اُسنے زید کو جمیع دعوے
سے بری کرنے کا اقرار کیا ہو اُسکی جانب دعوی کرنے مین مبطل ہو حق پر نہین ہو پس اس عمرو مذکور پر واجب ہو کہ ایسے
دعوی سے باز رہے اور زید سے تعرض چھوڑ دے اور اس عمرو سے اُسنے جواب کا مطالبہ کیا پس اُسنے جواب دیا کہ مین اپنے
اس دعوی مین مبطل نہین ہون پس مدعی نے چند نفر ساتھ لا کر بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پھر بیان سے آخر تک وہی
عبارت لکھے جو ہمنے بطریق وصول پانے کے دفعیہ مین بیان کی ہو لیکن بطریق قبضہ مین جس جگہ لفظ قبضہ لکھا تھا وہان
اس ابراء کی صورت مین ابراء تحریر کرے

ناقل کنندہ ۱۲

سجل - اس دعوی دفعیہ کا (لکھنے میں آوے تو یوں) لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہے کہ زید مذکور حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا اور تمام دعوی جو محضر میں مذکور ہوا ہے اول سے آخر تک اعادہ کرے پھر جب مدعی دفعیہ یعنی زید کے گواہوں کی گواہی کی تحریر سے فارغ ہو تو لکھے کہ میں نے انکی یہ گواہی سنی اور اسکو محضر مجاہد حوالہ حکم میں ثبت کر لیا اور برابر عبارت رکھتا جاوے یہاں تک کہ اس عبارت پر آوے کہ میرے نزدیک جس بات کی گواہی جس شخص پر گواہوں نے دی ہے وہ ثابت ہو گئی ایں تا ایں مدعا علیہ یعنی اس عمرو پر پیش کیا اور اسکو آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہو گیا ہے اور اسکو قابو دیا کہ اگر اسکے پاس اسکا دفعیہ ہو تو لاوے لیکن وہ کوئی دفعیہ و مخلص نہ لایا نہ ایسی کوئی حجت پیش کی جس سے یہ دفعیہ ساقط ہو اور میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ دفعیہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور مجھسے اس مدعی زید نے اس مدعا علیہ عمرو کے سامنے درخواست کی کہ جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے اسکا حکم دوں اور سجل لکھکر گواہی کرا دوں یہانتک کہ یہ لکھے کہ پس میں نے اس زید کیواسطے اسکی درخواست پر اس عمرو مدعا علیہ پر اس عمرو کے روبرو اس دفعیہ کے ثبوت کا بگواہی ان گواہوں کے جنکا نام ہمین مذکور ہے اپنی مجلس قضاء واقع بخارا میں حکم دیا ایسا حکم کہ قطعی ہے اور ایسی قضا کہ میں نے اسکو نافذ کر دیا ہے جو شرائط صحت و نفاذ کو مستجمع ہے سامنے ان دونوں متخاصمین کے دونوں کی حاضری کے وقت دونوں کیطرف اشارہ کر کے حکم دیا ہے اور اس عمرو کو حکم کیا کہ اس محکوم لہ زید سے اس مال مذکور کے ادا کرنے کے مطالبہ کا تعرض ترک کرے اور اس عمرو کو اور ہر صاحب حق و حجت و دفعیہ کو اپنے حق و حجت و دفعیہ پر چھوڑا کہ جب جب چاہے پیش کرے اور اس زید کی حجت ہونے کے واسطے میں نے اس سجل کی کتابت کا حکم دیا اور اپنے حکم پر حاضرین مجلس قضا کو گواہ کر دیا واقعہ تاریخ فلان سنہ فلان اور اگر دعوی قرضہ کا دفعیہ اس طور سے ہو کہ زید نے دعوی کیا کہ سلطان نے مجھپر اسقدر مال کے اقرار پر اکراہ کیا تھا تو لکھے کہ اس زید نے جسکو اپنے ساتھ لایا ہے یعنی اس عمرو پر اسکے دعوی کے دفعیہ میں یہ دعوی کیا کہ میں اس اقرار پر سلطان کی طرف سے باکراہ صحیح مجبور کیا گیا تھا اور یہ کہ میرا یہ اقرار صحیح نہیں ہوا اور یہ کہ عمرو اپنے دیناروں کے دعوی میں مبطل ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس دعوی سے باز رہے اور اگر دعوی قرضہ کا دفعیہ یہ دعوی صلح بمال ہو تو دعوی دفع میں لکھے کہ اس زید نے یہ دعوی کیا کہ یہ عمرو اپنے دعوی میں مبطل ہے اسواسطے کہ اس عمرو نے اس زید کے ساتھ اسقدر مال پر اپنے قرضہ سے صلح کر لی تھی اور تمام بدل صلح پر قبضہ کر لیا تھا اور دفعیہ کے ثبوت بہت ہو سکتے ہیں پس جو ہوا ہے وہ دفعیہ میں سے جو دعوی پیش آوے اسکو اسی مثال پر لکھے۔ اور اگر دعوی قرضہ کسی سبب سے ہو تو اس سبب کو محضر دعوی میں تحریر کرے اور اگر سبب قرضہ غصب ہو تو لکھے کہ اسقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب ہیں بدین سبب کہ اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہے اس شخص کے دیناروں میں سے جو حاضر ہوا ہے اسقدر مبلغ مذکور موصوف در محضر غصب کر کے صرف کر ڈالے ہیں اور مثل ان دیناروں کے اسکے ذمہ قرضہ ہو گئے ہیں اور اگر سبب قرضہ بیع ہو تو لکھے کہ دین (جو محضر میں مذکور ہے) لازم و حق واجب ثمن ایسی متاع کا ہے جو حاضر ہونے والے نے اس شخص کے ہاتھ جسکو حاضر لایا ہے فروخت کر کے اسکے سپرد کر دی ہے اور اگر سبب قرضہ اجارہ ہو تو لکھے کہ قرضہ لازم و حق واجب اجرت ایک چیز کی ہے جسکو اسنے مدعا علیہ کو اجرت پر دیکر سپرد کر دی تھی اور مدعا علیہ نے مدت اجارہ تک اس سے انتفاع حاصل کیا ہے۔ اور اگر سبب قرضہ کفالہ یا حوالہ ہو تو کفالت کی صورت میں لکھے کہ قرضہ لازم و حق واجب بسبب کفالت کے ہے کہ مدعا علیہ نے فلان کی طرف سے اسکی کفالت کی تھی اور اس شخص نے جو حاضر ہوا ہے اسکی کفالت کی اسکے واسطے مجلس کفالت میں اجازت دیدی تھی اور اس شخص نے جسکو ساتھ حاضر لایا ہے اسی طرح اپنے اوپر اس مال کی اس حاضر ہونیوالے کے واسطے بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہے یا اور حوالہ کی صورت میں

تحریر کرے کہ قرضہ لازم و حق واجب بسبب حوالہ کے ہو کہ فلان نے اسپر حوالہ کر دیا تھا اور اسنے اُسکی طرف سے یہ حوالہ اُسی مجلس مین بالمشافہ روبرو قبول کیا ہو اور اس شخص نے جسکو اپنے ساتھ لایا ہو اسی طرح اس حاضر ہونے والے کے واسطے اپنی ذات پر اس مال کا بسبب مذکور واجب ہونے کا اقرار کیا ہو۔ اور اگر دعوی قرضہ بذریعہ دستاویز کے ہو تو لکھے کہ اس حاضر ہونے والے زید نے اس شخص پر جسکو ساتھ لایا ہو مسمی عمرو پر تمام سب باتون کا جنکو اُسکی دستاویز متضمن ہو جسکو پیش کرتا ہو دعوی کیا اور دستاویز کی عبارت یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم پھر دستاویز اقراری کو اول سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام سب جسکو اُسکی دستاویز متضمن ہو کہ اُس مال کا جو اسمین مذکور ہوا اور اس مال کا اس عمرو کا اپنے اوپر اس زید کے لیے قرضہ لازم و حق واجب ہونے کا اقرار اور اس زید کا اس تاریخ مین اس عمرو کے اقرار کی تصدیق کرنے کا دعوے کیا پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اس زید کو یہ مال ادا کر دے اور اس زید نے اُس سے اسکے جواب کا مطالبہ کیا۔ اور اگر کفالت و حوالت تحریری ہو تو لکھے کہ اُسپر تمام اُسکا جسکو تحریر ضمانت یا تحریر حوالہ متضمن ہو جسکو پیش کرتا ہو دعوی کیا اور یہ اُسکی عبارت ہو پس تحریر کفالت و حوالت کو بعینہ نقل کر دے پھر لکھے (ضمانت نامہ ۱۲) کہ قبول و اقرار و تصدیق جو کفالت نامہ و حوالہ نامہ مین اول سے آخر تک ہو تمام اُن باتون کا جنکو تحریر حوالہ یا کفالہ جو اس محضر مین منقول ہو شامل ہو دعوے کیا یہ محیط مین ہو۔

محضر - دعوی قرضہ جو میت پر ہو۔ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس زید کے اس عمرو کے والد فلان شخص پر اسقدر دینار۔ انکا وصف بیان کرے اور مبالغہ کرے بسبب صحیح قرضہ لازم و حق واجب تھے اور ایسا ہی والد عمرو فلان نے اپنی زندگی و صحت (۱۲) و جواز اقرار و سب طرح (بیان) (ادا) نفاذ تصرفات (خوب سمجھ) کی حالت مین بطوع خود ان دینارون مذکورہ کا اس زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا تھا جسکی اس زید نے خطاباً فلان تاریخ تصدیق کی تھی پھر والد عمرو فلان شخص نے ان دینارون کو اس زید کو ادا کرنے سے پہلے وفات پائی اور اس زید کے واسطے مثل ان دینارون کے اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو وے اور اس متوفی مذکور نے وارثون مین اپنا ایک بیٹا صلبی یعنی جسکو ساتھ لایا ہو یعنے یہ عمرو چھوڑا اور ترکہ مین اپنا مال جنس مال مذکور سے اداے مال قرضہ مذکور کی مقدار سے زائد اس عمرو کے قبضہ مین چھوڑا ہو اور اس عمرو کو اس معاملہ سے آگاہی ہو پس اسپر واجب ہو کہ یہ قرضہ مذکور اپنے مقبوضہ مال مین سے مال مذکور کے مثل ترکہ متوفی مین سے اس زید کو ادا کر دے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس مدعا علیہ سے پوچھا اور محضر کو مع الفاظ شہادت کے بر وفق دعوی لکھکر ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہو

سجل - این دعوی۔ قاضی فلان کہتا ہو کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر دعوی بعینہ اعادہ کرے اور گواہون کے نام و الفاظ شہادت و گواہون کی عدالت اور یہ کہ اُسنے اُنکی گواہی بوجہ ظاہری عدالت اسلام کے یا بسبب اُنکے عادل معروف ہونے کے یا بوجہ تعدیل مزکین کے عدالت ثابت ہونے کے قبول کی بیان تک کہ اس عبارت تک پہونچے کہ مین نے حکم دیا پس لکھے کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر متوفی مذکور کے حالت زندگی و صحت و نفاذ تصرفات مین اپنے اوپر اس زید کے واسطے اس مال مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار و اس زید کی اسکے اقرار کی خطاباً فلان تاریخ مذکور مین تصدیق اور مال مذکور مین سے کچھ اس زید کو ادا کرنے سے پہلے قرضدار مذکور کی وفات اور عمرو کے پاس اسقدر ترکہ جس سے مثل مال مذکور ادا ہو سکتا ہو مع زیادتی کے چھوڑ جانا سب ثابت ہونے کا بذریعہ ان گواہان کے جنکا نام اسمین مندرج ہو حکم مبرم دیا اور ان سب باتون کی بگواہی گواہان ثابت ہونے کی قضا اپنی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا مین جو لوگون

شامل و احاطہ کنندہ ۱۲

مین معروف ہی مستجمع بشرائط صحت و نفاذ بحضور ہر دو شخص مذکورین دونون کے روبرو نافذ کردی اور اس عمرو کو حکم کیا کہ
اپنے پدر متوفے کے ترکہ مین سے جو اُسکے قبضہ مین ہی قرضہ مذکور اس زید کو ادا کردے فقط

محضر - در اثبات دفعیہ براے این دعوی - عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا پس اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین جو ابین عمرو پر مذکور ہی دعوے کیا اور یہ اسواسطے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا تھا کہ اس زید کا اس عمرو کے پدر متوفی پر آخر تک پورا دعوی اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین دعوے کیا کہ زید اس دعوے مین جو وہ اس عمرو پر کرتا ہی مبطل ہی اسواسطے کہ اس زید نے اسکے پدر متوفی سے جسکا نام ونسب محضر مین مذکور ہی اُسکی زندگی مین یہ دینار ہاے مذکورہ بطور صحیح وصول کر لیے ہین اور ایسا ہی اس زید نے اپنی حالت صحت و ثبات عقل مین بطوع خود ان دینارون کا اُسکے پدر متوفی فلان سے وصول پانے کا بقبضہ صحیحہ اقرار کیا ہی اور یہ اقرار کیا ہی کہ اُس متوفی مذکور پر اُسکا کچھ دعوی کسی سبب و کسی وجہ سے نہین ہی با قرار صحیح جائز اقرار کیا جسکی متوفی مذکور نے خطاباً تصدیق کی ہی اور یہ کہ یہ زید اپنے دعوی مذکورہ مین جو عمرو کیجانب کرتا ہی لہذا انکی حالت یہ ہی جو بیان کی گئی ہی مبطل ہی محق نہین ہی - پھر محضر کو تمام کردے اور کبھی دعوی دفعیہ بدین طور ہوتا ہی کہ اس زید نے متوفی مذکور کو اپنے تمام دعوون سے بری کر دیا ہی اور دوسرے وجوہ سے بھی ہوتا ہی جنکا بیان اس سے پہلے گذر چکا ہی پھر ان صورتون مین اُسی طرح لکھے جسطرح ہمنے پہلے بیان کردیا ہی

سجل - این دفعیہ بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کے اُسی طور سے لکھے جس طرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی پھر دعوی دفعیہ محضر دعوے سے جس طرح ہمنے پہلے لکھا ہی بعینہ نقل کرے یہان تک کہ تحریر حکم تک پہونچے تو بعد استجازہ کے لکھے کہ مین نے اس عمرو کے واسطے اس دفعیہ مذکورہ کے ثابت ہونے کا اس زید پر گواہی ان گواہون کے جنکا نام مذکور ہی دونون شخصون کی موجودگی مین دونون کے روبرو حکم دیدیا پھر جس طرح ہمنے پہلے بیان کیا ہی سجل کو تمام کردے یہ محیط مین ہی -

محضر - دعوی نکاح ایسی عورت کے ساتھ جسکا کوئی شوہر نہین ہی اور نہ وہ کسی کے قبضہ مین ہی - زید نے ہندہ کے نکاح کا دعوے کیا اور یہ زید یہ زعم کرتا ہی کہ اس ہندہ کے ساتھ دخول کیا ہی اور ہندہ نکاح سے منکر ہی تو بضرورت اثبات نکاح کی اور تحریر محضر کی پیش آئی تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ بنت عمرو ہی پس اس زید نے اس ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی جورو ہی اور اُسکی منکوحہ و حلال و مدخولہ بنکاح صحیح ہی کہ اُسنے زید کے ساتھ اپنا نکاح درحالیکہ عاقلہ بالغہ سب صورتون سے نافذ التصرفات تھی اور ہر غیر کی طرف سے اور اس زید کیطرف سے عدت مین نہ تھی موجودگی و حضور گواہان مردان آزاد بالغ و مسلمان کے اسقدر مہر پر کر لیا اور اس زید نے درحالیکہ سب صورتون سے نافذ التصرفات تھا اس ہندہ کے ساتھ اسی مجلس تزویج مین انہین گواہون کے سامنے جو اس مجلس تزویج مین حاضر تھے اسی قدر مہر مذکور پر اپنے واسطے تزویج صحیح نکاح قبول کیا اور البتہ ان گواہون نے جو اس مجلس تزویج مین حاضر تھے اُن دونون متعاقدین کا کلام سنا اور یہ ہندہ آج کے روز بحکم نکاح مذکور کے اُسکی جورو و حلالہ ہی اور ناحق احکام نکاح مین اُسکی اطاعت سے انکار کرتی ہی پس اس ہندہ پر واجب ہی کہ احکام نکاح مین اس زید کی تابعداری و اطاعت کرے پس درخواست کی کہ اس سے جواب دعوی کا مطالبہ ہو پس ہندہ مذکورہ سے دریافت کیا گیا اور اگر شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نکیا ہو تو محضر مین لکھے کہ اس زید نے اس عورت ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ ہندہ اُسکی جورو و منکوحہ و حلالہ ہی اور دخول سے کچھ تعرض نکرے اور اگر یہ عقد نکاح کا ماجرا اس زید اور ہندہ کے ولی مثلاً اُسکے والد کے درمیان درحالیکہ ہندہ بالغہ تھی واقع

ہوا ہو تو محضر میں لکھے کہ اس ہندہ کو اُسکے والد عمرو بن بکر قریشی نے ورحالیکہ ہندہ سب صورتوں سے نافذ التصرفات عاقلہ بالغہ تھی و نکاح غیر و عدت غیر سے خالی تھی ہندہ کے حکم و رضامندی سے سامنے گواہان عادل کے اسقدر مہر پر تزویج صحیح اس زید کے ساتھ نکاح کر دیا پھر محضر کو تمام کرے اور اگر یہ عقد زید و ہندہ کے وکیل کے درمیان جاری ہوا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کا نکاح اس زید کے ساتھ ہندہ کے وکیل خالد بن محمد نے اور آگے سب وہی لکھے جو ہمنے باپ کی صورت میں بیان کیا ہے اور اگر یہ عقد ہندہ کی صغر سنی کی حالت میں والد ہندہ اور اس زید کے درمیان جاری ہوا ہو اور زید بعد ہندہ کے بالغ ہو جانے کے اُس سے خصومت کرتا ہو تو لکھے کہ اس ہندہ کو اُسکے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اُسکی صغر سنی میں بولایت پدری زید کو کفو دیکھکر اسقدر مہر پر جو اُسکا مہر مثل ہے نکاح کر دیا۔ اور اگر عقد نکاح زید و ہندہ دونوں کے والدین کے درمیان دونوں کی صغر سنی میں جاری ہوا ہو اور دونوں نے اپنے بالغ ہونے کے بعد مخاصمہ کیا تو لکھے کہ اس زید نے دعوی کیا کہ یہ ہندہ اسکی جورو و حلالہ و منکوحہ ہے اُسکو اسکے باپ عمرو بن بکر قریشی نے اُسکی صغر سنی میں بولایت پدری اس زید کے ساتھ سب طرح سے اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت میں سامنے گواہان عادل کے تزویج صحیح بیاہ دیا اور اس زید کے باپ فلان بن فلان نے اس تزویج موصوف کو اپنے پسر اس زید کے واسطے اسکی صغر سنی میں مجلس تزویج میں بولایت پدری سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت میں ان گواہان عادل کے سامنے جو مجلس تزویج ہذا میں حاضر ہوئے تھے بطور صحیح

قبول کیا اور محضر کو تمام کرے

سجل۔ این دعوے۔ سجل کی پیشانی موافق رسم کے تحریر کرکے نسخہ محضر سے تمام دعوی کا اعادہ کرے اور اسماے گواہان و لفظ شہادت تمام لکھتا جاوے یہانتک کہ حکم لکھنے کے مقام تک پہونچے پھر حکم کی جگہ لکھے کہ مین نے اس زید کی درخواست سے اس زید کے واسطے اس عورت ہندہ پر اُسکا منکوحہ زید و اسکے حلالہ ہونا سب جو میرے نزدیک ان گواہان مذکور کو گواہی سے بسبب نکاح صحیح مذکور مبین کے ثابت ہوا ہے ہر دو متخاصمین کے سامنے حکم کیا اور اس سب کا حکم قطعی و قضاء شرعی مستجمع بشرائط صحت و نفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا میں نافذ کر دیا اور اس ہندہ پر احکام نکاح میں اس

زید کی اطاعت لازم کر دی پھر سجل کو تمام کرے یہ ذخیرہ میں ہے۔

محضر۔ در دفع دعوی نکاح۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ میں جو اسکا اس ہندہ کی جانب تھا دعوی کیا کہ اس زید نے اس ہندہ پر دعوے کیا تھا پھر دعوی کو بعینہ اول سے آخر تک اعادہ کرے پھر لکھے کہ اس زید کا یہ دعوے نکاح بجانب ہندہ ساقط ہوا سو جہ سے کہ اس ہندہ نے ہر طرح اپنے تصرفات نافذ ہونے کی حالت میں اس نکاح مذکورہ میں اس زید سے بطلاق واحد اپنے مہر و نفقہ عدت و ہر حق پر جو عورتوں کا اپنے شوہروں پر خلع سے پہلے یا بعد واجب ہوتا ہے اور ہر ایک کے واسطے دونوں میں سے دوسرے کے سب دعوے و خصومات سے بریت ہونے پر خلع کرا لیا تھا اور یہ کہ اس زید نے سب طرح اپنے نفوذ تصرفات کی حالت میں اس ہندہ کو بطلاق واحد برشرائط مذکورہ اسی مجلس اختلاع میں خلع صحیح خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ خلع کر دیا اور یہ کہ یہ زید اپنے اس نکاح کے دعوی میں جو ہندہ کی طرف کرتا ہے بعد ازانکہ اس زید و اس ہندہ میں خلع مذکورہ واقع ہو چکی ہے مبطل ہے محق نہیں ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ ایسے دعوے سے باز رہے پھر ہندہ مذکورہ نے اُس سے جواب کا مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا کذا فی الظہیریہ۔

سجل۔ این دفعیہ۔ بدستور سابق لکھتا جاوے یہان تک کہ حکم پر پہونچے پس لکھے کہ میرے نزدیک بگواہی این گواہان مبین کے

ثابت ہوا کہ اس ہندہ نے اپنے مہر و نفقہ عدت پر اور ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون کی طرف خلع سے پہلے یا اُسکے بعد واجب ہوتا ہے اس زید سے بطلاق واحدہ اپنا خلع کرالیا تھا اور اس زید نے بعوض بدل مذکور کے اس مجلس خلع مین اُسکو بطلاق واحد خلع دیدیا ہے اور یہ مخالعت دونون متخاصمین مین سب طرح دونون کے جواز تصرفات کی حالت مین جاری ہوئی ہے پس مین نے اس سب کا اس ہندہ کے واسطے اس زید پر حکم دیا اور قضا ے شرعی بدین طور کہ یہ ہندہ اس زید پر بسبب مخالعت مذکورہ کے بطلاق واحدہ حرام ہوگئی ہے ہر دو متخاصمین کے روبرو دیا باجتماع شرائط صحت و نفاذ کے نافذ کردی اور سجل تمام کردے یہ ذخیرہ مین ہے —

محضر دعوی نکاح ایسی عورت پر جو دوسرے مرد کے پاس ہے اور یہ عورت اس مرد کے واسطے نکاح کا اقرار کرتی ہے لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک عورت کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام ہندہ ہے اور ایک مرد کو لایا جسنے کہا کہ میرا نام عمرو ہے پھر اس زید نے اس ہندہ پر اس عمرو کے سامنے دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس زید کی جورو و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح ہے اور یہ ہندہ اس زید کی طاعت سے باہر ہوگئی ہے اور یہ عمرو اس ہندہ کو اس زید کی طاعت سے منع کرتا ہے اور احکام نکاح مین تابعداری کرنے سے روکتا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ روکنے سے باز رہے اور دونون مین سے ہر ایک سے زید نے مطالبہ کیا اور جواب دعوی مانگا پس ہندہ نے جواب دیا کہ مین اس زید کی جورو نہین ہون اور مجھپر اسکی اطاعت واجب نہین ہے بلکہ مین اس عمرو کی جورو ہون اور عمرو نے جواب دیا کہ یہ ہندہ میری جورو و حلالہ و منکوحہ ہے اور مین اس بات کا مستحق ہون کہ اس زید کی اطاعت سے اُسکو منع کرون پھر یہ مدعی زید چند نفر حاضر لایا اور کہا کہ یہ میرے گواہ ہین اور قاضی سے اُنکی گواہی کی سماعت کرنے کی درخواست کی پھر ہر ایک گواہ نے موافق دعوی مدعی کے شہادت متفقۃ اللفظ والمعنی ادا کی تو قاضی یہ حکم دیدیگا کہ یہ ہندہ اس زید مدعی کی جورو ہے اور اگر عمرو نے بھی گواہ قائم کیے کہ یہ عورت اُسکی منکوحہ و حلالہ ہے تو قاضی اس عمرو کے نام ڈگری کریگا اور ان گواہون سے گواہان مدعی کو ساقط کردیگا اور جب قابض و غیر قابض دونون مقدمہ نکاح مین مطلقاً بدون بیان تاریخ کے گواہ قائم کرین تو قابض کے گواہون پر حکم ہوگا بخلاف مقدمہ ملک مطلق کے اور اگر قاضی نے گواہان غیر قابض کی گواہی پر حکم دیدیا ہو پھر قابض نے گواہ قائم کیے پس آیا قابض کے گواہون کے موافق حکم دیگا یا نہین سو اسمین مشائخ کا اختلاف ہے کذا فی الظہیریہ اور اس دفعہ کی تحریر کا یہ طریقہ ہے کہ عمرو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ہندہ کو جسکے نکاح مین جھگڑا ہوا ہو لایا اور اپنے ساتھ زید کو لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی و گواہون کے دفعیہ مین یہ دعوے کیا کہ اس زید نے اوّلا اس ہندہ پر اس عمرو کے روبرو دعوے کیا تھا کہ یہ عورت اُسکی جورو و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح ہے اور یہ عورت اُسکی طاعت سے خارج ہوگئی ہے اور یہ عمرو اُسکو اس مدعی کی اطاعت سے منع کرتا ہے اور بیان کرے کہ اس زید نے اس عورت سے اپنے انقیاد کا اور عمرو سے منع اطاعت سے باز رہنے کا مطالبہ کیا اور بیان کرے کہ اس عورت نے اور اس مرد نے اس مدعی کے اس عورت کی جانب دعوی سے انکار کیا اور بیان کرے کہ اس عورت مذکورہ نے اس عمرو کے واسطے اپنے نکاح کا اقرار کیا اور اس عمرو نے اُسکے قول کی تصدیق کی اور بیان کرے کہ زید مدعی نے اس عورت پر اپنے نکاح مذکور کے دعوی کے گواہ قائم کیے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین جو عورت مذکورہ کی جانب ہے اُسکے روبرو یہ دعوے کیا کہ یہ عورت جو اس زید کے ساتھ حاضر ہے اس عمرو کی حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح جو دونون مین جاری ہوا ہے اور اپنے دعوے کے گواہ قائم کیے اور کہا کہ مین اسکے نکاح کا مستحق ہون بحکم آنکہ مین قابض بھی ہون اور میرے پاس گواہ بھی ہین پس اس زید پر واجب ہے کہ اس عورت ہندہ کی طرف اپنا دعوے نکاح و مطالبہ ترک کرے تاکہ عورت مذکورہ اپنے شوہر اس عمرو کی اطاعت

ع اطاعت [illegible]

پر قادر ہو پھر مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ اور اس دفعیہ کا دفعیہ چند طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ زید بمقابلہ عمرو بعض پر دعوے کرے کہ اس عمرو نے اسکو بطلاق بائن یا رجعی طلاق دی اور اسکی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اس عورت سے عمرو کی عدت گذر جانے کے بعد نکاح کر لیا ہے پس اگر اس طرح دفعیہ کا دفعیہ ہو تو ایسے دعوی کے تحریر کی یہ صورت ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن شعیب اور ہندہ بنت سالم کو لایا پس اس زید نے اس عمرو پر اس عمرو کے دفع دعوی کے دفعیہ میں دعوی کیا پس پہلے دعوی زید تحریر کرے پھر عمرو کی جانب سے اسکے دعوی کا دفعیہ تحریر کرے پھر زید کا دفعیہ تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اسنے اپنی جورو اس ہندہ بنت سالم کو فلان تاریخ طلاق دی پھر اسکی عدت گذر گئی پھر اس مدعی کو اس کے انقضاء عدت کے فلان تاریخ عورت مذکورہ کے فلان ولی کی تزویج برضامندی عورت مذکورہ سے بحاضری گواہان عادل اس مہر معلوم پر نکاح میں دیا اور اس مدعی نے اسکی تزویج بنفسہ اسی مجلس تزویج میں بقبول صحیح قبول کیا اور اب آج کے روز یہ عورت اس مدعی کی جورو و حلالہ اس سبب سے ہے اور یہ عمرو اپنے اس دعوی میں جو اس زید کی جانب کرتا ہے بعد ازانکہ حالت یہ ہے جو بیان کی گئی مبطل ہے محق نہیں ہے اور محضر کو تمام کرے آور وجہ دیگر اس دعوی کے دفعیہ کی یہ ہے کہ زید دعوی کرے کہ اس عمرو نے فلان کو وکیل کیا کہ میری اس عورت ہندہ کو طلاق بائن یا رجعی دیدے پھر وکیل عمرو نے اس عورت کو موافق اس عمرو کے حکم کے طلاق دی اور اسکی عدت گذر گئی پھر اس زید نے اس سے نکاح کیا۔ وجہ دیگر آنکہ یہ زید دعوی کرے کہ اس عمرو نے اقرار کیا ہے کہ یہ عورت اسکی بہن یا رضاعی بہن ہے یا رضاعیت کے حرام ہونے وغیرہ میں ہے

محضر۔ مہر کا ترکہ شوہر پر قرضہ ثابت کرنا۔ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ ایک مرد زید نامی کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس زید پر دعوے کیا کہ یہ ہندہ جورو فلان بن فلان والد اس زید کی تھی اور اسکی منکوحہ و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس عورت کے اسپر اپنے باقی مہر کے جسپر اسنے نکاح کیا تھا استقدر دینار قرضہ لازم و حق واجب و مہر ثابت بنکاح صحیح جو دونوں میں قائم تھا واجب تھے اور ایسا ہی اس زید کے والد فلان بن فلان نے اپنی صحت و سب طرح نفاذ تصرفات کی حالت میں ان دیناروں کا اپنے اوپر اس عورت ہندہ کے واسطے بسبب نکاح مذکور کے قرضہ ہونے کا اقرار صحیح کیا اور اسکے اقرار کی تصدیق اس عورت نے بالمواجہہ و بالمشافہہ خطاباً کی پھر یہ فلان بن فلان مذکور قبل اسکے کہ اس عورت کو استقدر مہر سب یا اسمیں سے کچھ ادا کرے مر گیا پس یہ مہر مذکور اس عورت کے واسطے اسکے ترکہ میں قرضہ ہو گیا اور وارثوں میں اسنے ایک یہ جورو چھوڑی ہے جو حاضر ہو کر مدعی ہوئی ہے۔ اور ایک یہ بیٹا صلبی جسکو عورت مذکورہ اپنے ساتھ حاضر لائی ہے چھوڑا ہے ان دونوں کے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور اسنے ترکہ میں دینار ہائے مذکورہ کی جنس سے اس زید کے قبضہ میں استقدر چھوڑا ہے جو قرضہ مذکورہ کے ادا کرنے کے واسطے کافی ہے اور اس سے زائد ہے یہ ظہیریہ میں ہے

سجل۔ اس دعوی و محضر دفعیہ اس دعوے کا سجل درج اسی طور پر لکھا جاوے جس طرح ہمنے ترکہ میت میں قرض مطلق کا دعوی کرنے میں بیان کیا ہے۔

محضر۔ در اثبات مہر المثل۔ اگر کسی شخص نے اپنی دختر بالغہ کو اسکی رضامندی سے کسی شخص کے ساتھ نکاح صحیح بیاہ دیا اور اسکا مہر کچھ بیان نکیا تھا کہ مہر المثل واجب ہوا اور مہر المثل کے اثبات کی ضرورت ہوئی بایں طور کہ مرد مذکور نے اسکے ساتھ خلوت صحیحہ کر کے یا دخول کر کے اسکو طلاق دی اور مہر المثل سے انکار کیا پس اگر دختر مذکورہ نے اپنے باپ کو وکیل کیا ہے کہ اسنے اپنی دختر کے واسطے دعوی کیا تو محضر میں لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اپنی دختر ہندہ کے واسطے

بوجہ وکالت کے جو زید کے واسطے اپنی دختر مذکورہ کی طرف سے ثابت ہو اس عمرو پر دعوی کیا کہ اسکی دختر ہندہ موکلہ اس زید کی
اس عمرو کی نکاح صحیح جوروہو کہ اسکو اسکے باپ اس زید نے اسکی رضامندی سے گواہوں کے سامنے اس عمرو کے ساتھ بیاہ دیا
ہو اور عقد کے وقت اسکا کچھ مہر بیان نہیں کیا اور اسکا مہر مثل اسقدر دینار ہیں اسواسطے کہ اسکی بڑی بہن یا چھوٹی بہن مسماۃ فلانہ
جو اسکی مادر و پدر کیطرف سے یا پدر کیطرف سے بہن ہے اسکا مہر اسی قدر ہے اور زید کی موکلہ مسماۃ ہندہ اپنی اس بہن کے ساتھ
حسن و جمال و بکارت و سن میں برابر ہے۔ اور یہ چیزیں اسواسطے ذکر کردیں کہ ان چیزوں کے مختلف ہونے سے مہر مختلف
ہوجاتا ہو اور یہ بھی بیان کرے کہ موکلہ ہندہ کی بہن جسکا ذکر کیا گیا ہے اسی شہر میں مقیم ہے جسمیں موکلہ مذکورہ ہے اسواسطے کہ
شہروں کے اختلاف سے مہر مختلف ہوجاتا ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اسکی دختر موکلہ کے واسطے ان درموں یا دیناروں کے
مثل ادا کرے پھر اس سے اسکا مطالبہ کیا اور دعوی کا جواب طلب کیا پس اس عمرو سے دریافت کیا گیا پھر آخر تک تحریر
کرے اور اگر ہندہ مذکورہ کی کوئی بہن نہو تو اسکے باپ کی برادری میں سے ایسی عورت تلاش کیجاوے جو حسن و جمال و سن
و بکارت میں اسکے مثل ہو اور یہ شرط ہو کہ یہ عورت بھی اسی شہر سے ہو کیونکہ اسکی وجہ ہمنے ذکر کردی ہو۔ اور اگر اسکے باپ
کی قوم میں کوئی عورت ان اوصاف کی نپائی جاوے تو اسی شہر کے اجنبی لوگوں میں سے کسی عورت کے مہر مثل پر اسکے
مہر مثل کا اعتبار کیا جائیگا اور اسکی ماں کی قوم میں سے کسی عورت کے مہر مثل پر اسکا اعتبار نہ کیا جائیگا ایسا ہی شیخ الاسلام
خواہرزادہ نے اول باب المہور میں ذکر کیا ہو اور شیخ رحمہ نے مسئلہ اختلاف الزوجین میں بیان کیا ہو کہ موافق امام اعظم رحمہ
کے اسکے مہر مثل کی تقدیر اجنبیوں میں سے کسی عورت کے مہر پر جو اسکے مشابہ ہو نہ کیجائیگی پس اس روایت کے موافق حکم
اول باب المہور میں ذکر کیا ہو وہ صاحبین رحمہ کے قول کے موافق ہوگا۔ اور اگر اس عورت نے کسی اجنبی کو وکیل کیا ہو تو
لکھے کہ فلاں حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس فلاں نے اپنی موکلہ ہندہ بنت زید مخزومی کیواسطے اس عمرو پر دعوی کیا
کہ اسکی موکلہ یہ عورت ہندہ اس عمرو کی نکاح صحیح جورو تھی جسکو اسکے باپ زید بن خالد مخزومی نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ
مذکورہ کے گواہوں کے سامنے بیاہ دیا تھا اور کچھ مہر مقرر و بیان نہیں کیا تھا آخر تک تمام عبارت تحریر کرے یہ محضر میں ہے
محضر۔ در اثبات مہر المثل ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اسکو
اسکے ولی مسمی زید نے اس عمرو کے ساتھ برضامندی ہندہ کے بشہادت گواہان عادل کے نکاح صحیح بیاہ دیا تھا اور
کچھ مہر بیان نہیں کیا تھا پس شرع نے اس ہندہ کے واسطے مہر مثل واجب کیا اور اسکا مہر مثل اسقدر ہے اسلیے اسکی بہن ایک
مادر و پدر کی مسماۃ سلمیٰ کا مہر اسی قدر تھا اور یہ ہندہ مال و جمال و سن و بکارت میں اسکے مساوی ہو اور گرانی و ارزانی
کی راہ سے اسکا اور اسکا زمانہ ایک ہو پس دونوں کا مہر ایک ہو پس اس عمرو کو مثل ان سب دیناروں کے بشرطیکہ
ہندہ کو لینے اور بری الذمہ کرلیا ہو ورنہ بقدر مستحق کے انہیں سے ہندہ مذکورہ کو ادا کرنا واجب ہو فقط واللہ اعلم
محضر۔ در اثبات متعہ طلاق ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لائی پھر ہندہ نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس
عمرو نے اس ہندہ سے نکاح کیا اور کچھ مہر بیان نہ کیا تھا پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دیدی پس ہندہ کے لیے اس
عمرو پر متعہ واجب ہوا اور وہ تین کپڑے یعنی درع و خمار و ملحفہ ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اسکے عہدہ سے خارج ہو
محضر۔ در اثبات خلوت۔ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر کرکے اسپر دعوی کیا کہ اس عمرو نے اس ہندہ کے ساتھ بتزویج
اسکے فلاں وکیل یا ولی کے اسکے ساتھ برضامندی ہندہ مذکورہ کے اسقدر مہر پر سامنے گواہان عادل کے جو حاضر ہوئے

تھے نکاح کیا پھر اس عمرو نے اس ہندہ کے ساتھ خلوت صحیحہ کی کہ ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا شخص تھا اور کوئی مانع شرعی یا طبعی نہ تھا پھر اسکے بعد اُسنے ہندہ مذکورہ کو طلاق بائن دیدی اور ایسا ہی شوہر یعنے اس عمرو نے بھی اسکا اقرار صحیح کیا پس اس عمرو پر واجب ہو کہ مثل ان دیناروں کے اس ہندہ کو ادا کرے اور اسکی ذمہ داری سے خارج ہو پھر اپنے دعوے کے جواب کا مطالبہ کیا یہ تفسیر یہ ہین ہو یہ

محضر در اثبات حرمت غلیظہ - جاننا چاہیے کہ دعوی حرمت بطلاق چند اقسام ہین ایک یہ کہ دعوی حرمت صریح تین طلاق کے ساتھ اور اس دعوی کے محضر کی تحریر کی یہ صورت ہو کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اُسنے اپنے ساتھ عمرو کو حاضر کیا پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر یہ دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی منکوحہ و حلالہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی اور اس ہندہ کے اس عمرو پر اسقدر دینار یا اسقدر درم بسبب اس نکاح کے قرضہ لازم و حق واجب تھے اور اس عمرو نے اس ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق سے بحرمت غلیظہ حرام کیا کہ اسکے بعد اُسپر حلال نہین ہوسکتی ہو یہان تک کہ غیر شوہر سے نکاح کرے اور آج کے روز یہ ہندہ اس عمرو پر بوجہ اسی سبب مذکور کے حرام ہو اور یہ عمرو باوجود علم اس بات کے کہ دونون کے درمیان حرمت غلیظہ ثابت ہو گئی ہو اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہو اور اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ نہین کرتا ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اس ہندہ کو جدا کرکے اُسکی راہ روکنا چھوڑ دے اور جو مہر اسکا اس عمرو پر ہو اسکو ادا کرے اور مثل نفقہ عدت کے اُسکی عدت منقضی ہونے تک اُسکو دیا کرے پھر ہندہ مذکورہ نے اس سے جواب کا مطالبہ کیا -

سجل - این دعوے - بدستور سابق تحریر کرنے کے بعد حکم کے وقت لکھے کہ مین نے اس ہندہ مدعیہ کے واسطے اس حرمت غلیظہ کے ثبوت کا اس عمرو پر بسبب مذکور کے بعد از آنکہ عمرو کی حلالہ بعقد نکاح تھی بگواہی ان گواہان کے ہر دو متخاصمین کی حاضری مین دونون کے روبرو حکم دیا اور اس عمرو محکوم علیہ پر اس ہندہ کا چھوڑ دینا و اُس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرنا لازم کر دیا اور اس عمرو کو اُسکے مال مہر مذکور کے اُسکو ادا کر دینے کا اور اُسکی عدت منقضی ہونے تک اُسکا نفقہ مثل اُسپر جاری رکھنے کا حکم دیا اور سجل کو تمام کرے وجہ دوم آنکہ حرمت کا دعوی اسوجہ سے کرے کہ عمرو نے اقرار کیا کہ مین نے اُسکو تین طلاق دیدی ہین اور اُسکے محضر کے تحریر کی یہ صورت ہو کہ ہندہ حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر یہ دعوی کیا کہ یہ ہندہ اس عمرو کی جورو و منکوحہ و مدخولہ بنکاح صحیح تھی پھر اس عمرو نے اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اقرار کیا کہ مین نے اس ہندہ کو تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کر دیا پھر اس ہندہ کو اسی طرح حرام ساتھ رکھتا ہو اور نہین چھوڑتا ہو پس اُسپر واجب ہو کہ اسکو جدا کر دے اور اسکا مہر مذکور اسکو ادا کرے اور سجل اس دعوے کا بطریق سجل دعوی اول کے ہو لیکن اس صورت مین حکم مین اقرار کا بیان کرے پس یون لکھے کہ مین نے اس ہندہ کے واسطے اس عمرو پر بثبوت اقرار عمرو مذکور باین حرمت غلیظہ مذکورہ بشہادت گواہان مسمین کا حکم دیا اور سجل کو تمام کرے - وجہ سوم آنکہ تین طلاق سے حرام ہوجانے کا بسبب حلف کے دعوی کرے کہ جس حالت مین ہندہ و عمرو کے درمیان نکاح قائم تھا یہ قسم کھائی تھی کہ اگر وہ یہ فعل کرے تو اُسکی جورو ہندہ پر تین طلاق ہین پھر اُسنے یہ فعل معین جسپر قسم کھائی تھی کیا اور اپنی قسم مین حانث ہوا اور یہ تین طلاق مشروط اُسکی جورو ہندہ پر واقع ہوئین اور یہ عورت ہندہ اُسپر حرام بحرمت غلیظہ ہوگئی اور یہ عمرو باوجود علم اس حرمت غلیظہ کے اُسکو حرام اپنے ساتھ رکھتا ہو اور جدا نہین کرتا ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اُسکو جدا کر دے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا پھر محضر کو تمام کرے اسی طرح اگر ایک طلاق یا دو طلاق کی وجہ سے حرمت کا دعوے کرے تو اسکو محضر مین بیان کر دے اور اسی طرح اگر کسی دوسرے سبب سے حرمت کا دعوے کرے تو وہ سبب محضر مین بیان کر دے

محضر - جبکہ بدون دعوے عورت کے گواہون نے بحق شرع تین طلاق کیوجہ سے ہندہ و عمرو مین حرمت غلیظہ ثابت ہونے کی گواہی دی اور یہ کہ ہندہ مذکورہ آج کے روز تین طلاق سے اسپر حرام ہو - ایک قوم نے قاضی کے سامنے ایک مرد حاضر مسمی عمرو پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی جورو حاضرہ اس ہندہ کو تین طلاق دی ہین اور یہ عورت آج اس مرد پر تین طلاق کی حرمت غلیظہ سے حرام ہو پس گواہون نے گواہی کو اپنے طریقہ پر ادا کیا اور گواہی کے موافق بیان پر انسکو بیان کیا تو محضر مین تحریر کرے کہ مجلس قضاء ہمارے مین ایک قوم حاضر ہوئی جنہون نے بیان کیا کہ ہم حسبۃً للہ تعالے گواہ ہین اور وہ فلان و فلان و فلان علی ہذا القیاس انکے نام وانساب وحلیہ ومساکن ومصلّے بیان کیے اور اپنے ساتھ ایک مرد مسمی عمرو کو اور ایک عورت مسماۃ ہندہ کو لائے اور ان گواہون مذکورین مین سے ہر ایک نے گواہی دی کہ اس عمرو نے اپنی جورو اس ہندہ کو طلاق دی لا اس عورت ہندہ کی طرف اشارہ کیا) تین طلاقین - پھر یہ شخص عمرو اس عورت کو نہین چھوڑتا ہو اور اسی طرح حرام اپنے ساتھ رکھتا ہو پھر دونون سے دریافت کیا گیا یعنے اس عمرو اور اس ہندہ سے پس دونون نے طلاق سے انکار کیا تو اس صورت مین حکم یہ ہو کہ قاضی ان لوگون کی گواہی قبول کرکے دونون مین جدائی کا حکم کریگا -

سجل - این دعوے سجل کی پیشانی اپنی رسم کے موافق لکھکر اس قوم گواہان کا اپنی مجلس مین حاضر ہونا اور انکی گواہی جسطرح انہون نے ادا کی ہو لکھے اور مرد مذکور و عورت مذکورہ کا طلاق سے انکار کرنا لکھے پھر لکھے کہ پس مین نے ان گواہون کی گواہی سنی اور اسکو محضر مجلد مین دیوان حکم مین ثبت کر دیا اور گواہون کا احوال بزعم خود ان لوگون سے جنپر مدار رسم تعدیل و تزکیہ اس نواح مین ہو دریافت کیا پس انہون نے ان کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا اور قابل قبول بیان کیا پس مین نے انکی گواہی قبول کی اور میرے نزدیک انکی گواہی سے جس چیز کی گواہی جسپر انہون نے دی تھی ثابت ہو گیا اور مین نے مشہود علیہ کو آگاہ کر دیا تاکہ اگر اسکے پاس اسکا کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور میرے نزدیک اس سے اسکا عاجز ہونا ظاہر ہوا پس مین نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرکے آخر تک اسکی عبارت لکھے پھر لکھے کہ مین نے حکم دیا کہ یہ ہندہ بنت خالد اپنے شوہر اس عمرو بن بکر پر تین طلاق سے حرام ہو اور یہ حکم مین نے دونون کی حاضری مین دونون کے روبرو دیا آخر تک بیان کی عبارت بدستور سابق لکھے اور مین نے دونون مین سے ہر ایک کو حکم دیا کہ وہ دوسرے سے جدا ہو جاوے یہانتک کہ اس ہندہ کی عدت اس شوہر سے گذر کر یہ ہندہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اسکے ساتھ دخول کرے پھر وہ بھی اسکو طلاق دیدے اور اسکی عدت اس سے بھی گذر جائے پھر اگر یہ عمرو چاہے تو برضامندی اس ہندہ کے اسکے ساتھ نکاح کرے

محضر عمرو غائب پر حرمت غلیظہ ثابت کرنے کا دعوی - ایک عورت مثلاً ہندہ کا ایک شوہر مثلاً عمرو ہو جسنے اسکے ساتھ دخول کیا ہو پھر ہندہ کو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کر لیا اور گواہون کے سامنے یہ طلاق دی ہین پھر قبل اسکے کہ قاضی اس حرمت کا حکم دیوے عمرو مذکور غائب ہو گیا پھر اس عورت نے چاہا کہ یہ حرمت قاضی کے سامنے ثابت کرا دے تاکہ قاضی انکے گواہون پر اسکا حکم دیدے تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ ہندہ مذکورہ ایک مرد حاضر مثلاً بکر پر دعوے کرے کہ میرے شوہر فلان یعنے عمرو پر میرے ہزار درم یا دینار جسکے نصف استقرار ہوتے ہین میرے باقی مہر کے قرض تھے اور تو نے میرے شوہر اس عمرو کی طرف سے میرے واسطے اس مال کی اسطرح ضمانت کر لی تھی کہ اگر تیرا شوہر عمرو تجھکو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کر لے تو یہ ہزار درم مجھپر ہونگے اور مین نے اسی مجلس ضمانت مین تیری اس ضمانت معلق بشرط کی اجازت دیدی تھی پھر میرے شوہر عمرو مذکور نے مجھے اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کر لیا ہو پس یہ دراہم مذکورہ میرے واسطے تجھپر بحکم ضمانت

مذکورہ و قرضہ لازم ہوتے حالانکہ مجھکو سبب مذکور سے اس حرمت مذکورہ کا علم ہو پس تجھپر واجب ہو کہ یہ دراہم مجھکو ادا کرے اسکی ذمہ داری سے باہر ہو۔ پھر مدعا علیہ اس طرح ضمانت کرنے کا اقرار کرے لیکن اس حرمت کے واقع ہونے سے انکار کر جاوے تو یہ دعوی کی صورت ہو اور محضر کی یہ صورت ہو کہ ہندہ حاضر ہوئی اور بکر کو اپنے ساتھ حاضر لائی اور اس ہندہ نے اس بکر پر دعوی کیا پھر جس طرح ہمنے دعوی کا طریقہ بیان کیا ہے اول سے آخر تک تحریر کرے

سجل۔ اپنا دعوے بدستور جس طرح رسم ہو پھر جس طرح ہمنے دعوی کی عبارت بیان کی ہے اعادہ کرے یہان تک کہ مدعیہ کے گواہون تک پہونچے پس لکھے کہ پھر یہ ہندہ مدعیہ چند نفر اپنے ساتھ حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے دعوی کے موافق گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی سننے کی درخواست کی پس مین نے درخواست کو منظور کیا پھر دعوے مدعیہ کے بعد اور مدعا علیہ کی طرف سے ایسی حرمت واقع ہونے کے انکار کی مدعیہ مذکورہ کی درخواست سے ایک نے بعد دوسرے کے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہو کہ گواہی میدہم کہ این زن حاضر آمدہ او مدعیہ عورت کی طرف اشارہ کیا زن فلان بن فلان بود واین فلان ویرا بر خویشتن حرام کردہ است بسہ طلاق وامروز این زن حاضر آمدہ حرام ست بر فلان بسہ فلان) اور ہر ایک نے تمام مواضع اشارہ مین اشارہ کر دیا پس مین نے انکی گواہی سنی یہانتک کہ بدستور لکھتے ہوئے حکم تک پہونچ تو لکھے کہ مین نے حکم کیا کہ یہ عورت ہندہ حاضرہ اپنے شوہر فلان پر بسبب مذکور حرام ہوا اور مین نے حکم دیا اس عورت ہندہ حاضرہ کے واسطے اس مرد حاضر بکر پر کہ واجب ہو اس مرد بکر پر کہ اسکو یہ مال مذکور جسکے مبلغ وجنس وعدد مذکور ہوا ادا کرے جسقدر ہوا اداکرے بسبب ضمانت مذکورہ کے در وقتیکہ اسکی شرط پائی گئی ہو اور وہ یہ ہو کہ فلان شخص اس ہندہ حاضرہ کے شوہر نے اسکو اپنے اوپر حرام کر لیا ہو جسطرح کہ ہمنے مذکور ہوا اور یہ حکم و قضا مین نے بحضور متخاصمین کے روبرو نافذ کیا) آخر سجل تک تمام کرے۔ صورۃ دوم آنکہ ایک مرد حاضر پر نفقہ عدت کی ضمانت کرلے کا اس طرح دعوے کرے کہ تو نے میرے نفقہ عدت کی اگر مجھے میرا شوہر تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرے ضمانت کر لی تھی اور میں نے بھی تیری اس ضمانت کی اسی مجلس ضمانت مین اجازت دی تھی پھر میرے شوہر نے مجھے فلان تاریخ تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کر لیا ہو اور مین آج کے روز اسکی عدت مین ہون اور تجھپر میرے واسطے میری عدت کا نفقہ واجب ہوا یہان تک کہ میری عدت گذر جاوے کیونکہ تو نے ضمانت مذکورہ کر لی تھی پس تجھپر واجب ہو کہ مبلغ نفقہ عدت جو تجھپر بسبب ضمان مذکور کے لازم آیا ہو وہ مجھکو ادا کرے عہدہ ضمانت سے خارج ہو۔ پھر مدعا علیہ نفقہ عدت کی ضمانت کرنے کا بشرط تحریم مذکور اقرار کرے لیکن تحریم مذکور واقع ہونے سے انکار کرے پس عورت مذکورہ چند گواہ لاوے جو اس مضمون کی گواہی دین کہ اسکے شوہر فلان شخص نے اسکو اپنے اوپر تین طلاق دیکر حرام کیا ہو اور یہ عورت اسوقت اپنے شوہر فلان کی عدت مین ہو پس یہ دعوے کی صورت ہوئی اور اس دعوی کے محضر کی یہ صورت ہو کہ ہندہ حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لائی اور ہندہ حاضرہ نے اس بکر حاضر پر یہ دعوی کیا کہ اس بکر نے میرے لیے میرے نفقہ عدت کی اگر میرا شوہر مجھے تین طلاق دیکر اپنے اوپر حرام کرے میرے شوہر کی طرف سے ضمانت کر لی تھی پھر اول سے آخر تک اسکا دعوی لکھے اور آگے یہانتک کہ پھر اس ہندہ نے چند آدمیون کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین آخر تک لکھے

سجل۔ اپنا دعوے صدر و دعوی وغیرہ برابر بدستور سابق لکھتا جاوے یہان تک کہ اس عبارت تک پہونچے کہ پس مین نے ان گواہون کی سماعت کی اور انکی گواہی کو قبول کیا کیونکہ علم نے اسکے مثل گواہی کو قبول کرنا واجب کر دیا

ف معنی یہ ہیں کہ ... اور طلاق بائن ہوتا ہے ۱۲

ہوا اور مین نے حکم دیا کہ یہ عورت اپنے شوہر فلان پر حرام ہو اور یہ آج کے روز اُسکی عدت مین ہوا اور حکم قضا دیا مین نے
اس عورت کے واسطے اس بکر پر اُسکی نفقہ عدت اسپر واجب ہونے کا یہان تک کہ عدت گذر جاوے بگواہی ان
گواہون کے بحضوری ہر دو متخاصمین کے دونون کے روبرو اور محضر کو تمام کر دے

محضر۔ تفریق بیان شوہر و زوجہ بسبب عجز از نفقہ۔ ایک صغیر کے تحت مین ایک صغیرہ ہو اور یہ صغیر اس صغیرہ کو نفقہ
دینے سے عاجز ہو کیونکہ وہ فقیر ہو کسی چیز کا مالک نہین ہو پس اس صغیرہ کے باپ نے اسکا مقدمہ اسکی نیابت مین قاضی
کے پاس پیش کیا تاکہ قاضی حنفی اس مقدمہ مین قاضی شافعی مذہب جو نفقہ دہی سے شوہر کے عاجز ہونے سے تفریق
جائز سمجھتا ہو اپنا خلیفہ کر دے پس قاضی حنفی اُسکو اس حادثہ مین خط تحریر کریگا اسکی صورت یہ ہو کہ بعد تسمیہ و تحیہ کے لکھے کہ صغیرہ مسماۃ
فلانہ کی نیابت مین اُسکے باپ اس فلان نے اسکا مقدمہ میرے پاس اسطرح پیش کیا کہ یہ صغیرہ مذکورہ فلان بن فلان صغیر
کی جورو ہو جسکو اُسکے ساتھ اس صغیرہ کے باپ فلان بن فلان نے بولایت پدری اسقدر مہر پر گواہون کے سامنے
تزویج صحیح بیاہ دیا تھا اور صغیر مذکور کے باپ نے اپنے پسر اس صغیر کی طرف سے یہ تزویج بقبول صحیح قبول کی اور صغیرہ اس
صغیر کی نکاح صحیح جورو ہو گئی اور یہ صغیر معدم ہو کہ دنیا کی کسی چیز کا مالک نہین ہو اور وہ کمائی والا نہین ہو اور نہ پیشہ ور ہو
اور میرے نزدیک اُسکے گواہون سے جنکی تعدیل ہو گئی ہو جنھون نے میرے پاس اس سب کی گواہی دی ہو یہ ظاہر ہو گیا
کہ یہ صغیر اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہو اور مجھ سے اس صغیرہ کے باپ نے درخواست کی تم کو ادام اللہ تعز فضلہ خط لکھو
پس مین نے اُسکے التماس کو قبول کر کے تمکو خط لکھا کہ مہربانی اس خصومت واقعہ مین توجہ کر کے موافق اپنی رائے و اجتہاد کے
اللہ تعالے سے استعانت و اصابۃ الحق کی توفیق طلب کر کے مجتہد ہو پس یہ صورت اُس خط کی ہو جو قاضی حنفی بجانب قاضی شافعی
تحریر کریگا پھر جب یہ خط بمکتوب الیہ کو پہونچے تو پدر صغیرہ قاضی مکتوب الیہ کے سامنے پدر صغیر سے موافق تحریر قاضی حنفی کے
خصومت کریگا اور اس بات کے گواہ قائم کریگا کہ اسکا طفل صغیر جسکا نام خط مین مذکور ہو معدم ہو اُسکا کچھ مال ہی نہین ہو اور
وہ اپنی جورو اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہو اور قاضی سے درخواست کریگا کہ ان دونون مین تفریق جدائی کر دے
پس قاضی شافعی ان دونون مین جدائی کرا دیگا اور سجل اس صورت سے لکھیگا کہ فلان بن فلان شفعوی کہتا ہو کہ مجھے فلان بن
فلان متولی کار قضا و احکام کورہ بخارا ادام اللہ تعالے توفیقہ از جانب خاقان فلان کا خط پہونچا جسمین وہ واقعہ لکھا تھا کہ جو
اُسکے پاس پیش ہوا کہ فلان بن فلان اموی اپنی دختر صغیرہ فلانہ بنت فلان کیواسطے خصومت کرتا تھا اور فلان بن فلان
مخزومی اپنے پسر صغیر فلان کی جانب سے خصومت کرتا تھا اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اس فلان پدر صغیرہ مذکورہ نے اس قاضی
کاتب کے پاس دعوے کیا کہ میری دختر صغیرہ مذکورہ اس صغیر مسمی فلان بن فلان اس شخص کی جورو ہو و حلالہ ہو بنکاح
صحیح جسکو مین نے اسکے ساتھ تزویج صحیح بیاہ دیا ہو اور اس صغیر کے والد اس فلان بن فلان نے اس صغیر کے واسطے
یہ نکاح اس مجلس تزویج مین بقبول صحیح قبول کیا ہو اور میری یہ دختر صغیرہ محتاج نفقہ ہو اور اُسکا شوہر یہ صغیر معدم ہو نفقہ
دینے سے عاجز ہو جسکا عاجز ہونا اس قاضی کاتب کے نزدیک ثابت ہو گیا اور پدر صغیرہ مذکورہ فلان بن فلان نے اس
قاضی سے درخواست کی کہ مجھے خط لکھے اور اس خصومت کی سماعت کی اور موافق اجتہاد و رائے اپنی کے اسمین فیصلہ
کرنے کی اجازت دی پس مین نے اُسکا خط پڑھا اور سمجھکر اُسکے حکم کی پابندی سے اس خصومت کی سماعت کی اور اسکے
واسطے ایک جلسہ مقرر کیا اور میرے سامنے اس صغیرہ کا والد مسمی فلان اور اُسکے ساتھ صغیر کا والد مسمی فلان حاضر ہوئے

پھر اس فلان حاضر نے اس فلان حاضر کردہ و پیلیشہ اس صغیرہ کے واسطے یہ دعوی کیا کہ صغیرہ مسماۃ فلانہ جو اس حاضر شوہر کی دختر ہی اس صغیر کی جو اس حاضر کردہ شدہ کا بیٹا ہی جورو ہو اور یہ صغیر مسمی اس شخص کا بیٹا جسکو حاضر لایا ہی معدم ہی اس صغیرہ مسماۃ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی اور یہ صغیرہ مسماۃ مذکورہ نفقہ کی محتاج ہی پھر گواہ عادل اس بات کے قائم کیے کہ یہ صغیر مسمی جو اس شخص کا جسکو ساتھ لایا ہی بیٹا ہی اس صغیرہ کو نفقہ دینے سے عاجز ہی پھر اس صغیرہ کے والد نے مجھسے درخواست کی کہ میں اس صغیرہ مذکورہ اور اس صغیر مذکور میں جدائی کرا دون پس مین نے اسمین تامل کیا تو میرا اجتہاد اس امر پر واقع ہوا کہ ایسی تفریق ان دونون مین جائز ہی باخذ قول ایسے عالم کے علماء سلف مین سے جو فرماتا ہی کہ جورو و مرد مین بسبب عاجز از نفقہ ہونے کے تفریق جائز ہو پس مین نے بعد ازانکہ دونون کے درمیان نکاح ہونا معلوم ہوگیا اور بعد ازانکہ اس صغیر کا نفقہ دینے سے عاجز ہونا معلوم ہوگیا دونون مین تفریق صحیح کر دی اور اس سجل کی تحریر کا اس مقدمہ مین حجت ہونے کے واسطے حکم دیا۔ اور اگر اسنے قاضی اصل سے اس سجل کے امضا کی درخواست کی تو قاضی اصل حکم کریگا کہ اس سجل کی اثبات پر لکھا جاوے کہ قاضی فلان کہتا ہی کہ تمام ماجرے جسکو یہ سجل متضمن ہی اول سے آخر تک بتاریخ مذکور کہ مین نے فلان بن فلان کو خط متضمن تفویض سماع خصومت مذکورہ وسماعت گواہان و عمل بموافقت راے و اجتہاد مکتوب الیہ تحریر کیا ہو سب میری طرف سے تھا اور مین نے مکتوب الیہ فلان کو اپنا نائب مقرر کیا کہ موافق اپنی راے و اجتہاد کے عمل کرے پس مین نے اس نائب کا حکم نافذ کر دیا اور اسکی اجازت دیدی اور حکم دیا کہ اس امضا کی تحریر لکھی جاوے واقع تاریخ فلان۔ اور اگر شوہر و جورو دونون بالغ ہون اور شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو اسکا طریقہ وہی ہی جو دونون کے صغیر ہونے کی صورت مین پیشتر بیان کیا ہی لیکن اس صورت مین جب قاضی شافعی مذہب کے سامنے شوہر و جورو مین خصومت واقع ہوئی اور جورو نے اسپر دعوے کیا کہ میرا یہ شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہی پس اگر شوہر نے اسکا اقرار کر لیا تو شوہر کے اقرار سے جورو کی درخواست پر قاضی دونون مین تفریق کرا دیگا اور اگر شوہر نے اقرار نکیا تو عورت اسکے عاجز ہونے کے گواہ پیش کریگی اور قاضی دونون مین باقرار شوہر تفریق کرا دیگا یہ ذخیرہ مین ہی۔

محضر۔ در فسخ قسم مضاف۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ جس عورت سے نکاح کرون ہر ایک کو طلاق ہی پس اگر ایسے مرد کو اس قسم کے فسخ کی ضرورت ہوئی تو چاہیے کہ کسی عورت سے بتزویج اسکے ولی کے اگر اسکا ولی ہو یا بتزویج قاضی کے اگر اسکا ولی نہو نکاح کرے حتی کہ یہ نکاح بالاجماع صحیح ہو جاوے پھر یہ مقدمہ قاضی حنفی کے پاس پیش کرے اور اس سے درخواست کرے کہ قاضی شافعی مذہب کو خط لکھدے تو قاضی حنفی اسکو خط لکھدیگا کہ بعد تسمیہ و صلوٰۃ کے بسوے شیخ امام قاضی بالقابہ یہ تھا کہ میرے پاس یہ مقدمہ آیا کہ مسماۃ ہندہ بنت زید بن عمرو نے دعوی کیا کہ خالد نے مجھسے نکاح کیا تھا حالانکہ اسنے مجھسے نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کے جسکے ساتھ نکاح کرے اسکے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اس قسم کے بعد اسنے مجھسے نکاح کیا پس مجھپر طلاق واقع ہوگئی اور مین اسی سبب سے اسپر حرام ہوگئی حالانکہ وہ اپنے حرام ہونے کو روکے رکھتا ہی اور اپنا ہاتھ کوتاہ نہین کرتا ہی پھر مجھسے درخواست کی کہ مین اس مقدمہ مین اسکے واسطے خط تحریر کرون پس مین نے اسکا التماس قبول کر کے تمکو یہ خط لکھا ہی کہ تم اس خصومت کو جو دونون مین واقع ہوئی ہی موافق اپنی راے و اجتہاد کے بتوفیق اللہ تعالے فیصلہ کرو پھر جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچے تو یہ عورت مذکورہ اپنے شوہر مذکور پر قاضی مکتوب الیہ کے سامنے اسی طرح دعوی کرے جیسا اسنے قاضی کاتب کے سامنے دعوی کیا تھا پس اسکا شوہر اس قسم و اس نکاح کا اقرار کرے لیکن یہ کہے کہ یہ عورت مجھپر حلال ہی طلاق واقع نہین

ہوئی کیونکہ قسم مذکور منعقد نہیں ہوئی پس قاضی مکتوب الیہ اس قسم کے باطل ہونے کا اور دونون مین نکاح قائم ہونے
کا حکم بقبول اس عالم کے علمار سلف مین سے ہے جو ایسی قسم کے باطل ہونے کو فرماتا ہو دیدیگا

سجل۔ در فسخ قسم مضاف۔ اور اگر اُسکا سجل چاہا تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان شافعی مذہب کہتا ہے کہ میرے پاس قاضی فلان متولی کار قضا و احکام کورہ بخارا و نواحی بخارا من جانب سلطان فلان کا خط متضمن بمقدمہ متدائرہ خصومت میان فلانہ بنت فلان و میان خالد بن شعیب در معاملہ وقوع طلاق بسبب قسم مضاف بسوی نکاح وارد ہوا اور اُسنے مجھکو اس خصومت کے سننے و فیصلہ کرنے و گواہون کی سماعت کا موافق اپنی رائے و اجتہاد کے حکم دینے کا حکم کیا پس مین نے اُسکے حکم کی پابندی کرکے اسکے واسطے ایک مجلس مقرر کی پس اس مجلس مین ہندہ بنت زید حاضر ہوئی اور اپنے ساتھ اپنے شوہر خالد بن شعیب کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس خالد پر دعوی کیا کہ یہ خالد مجھسے احکام نکاح مین اطاعت طلب کرتا ہو بدین زعم کہ مین اسکی جورو ہون حالانکہ اسنے مجھسے نکاح کرنے سے پہلے ہر عورت کی نسبت نکاح کریگا اُسکے طلاق کی قسم کھائی تھی پھر اسکے بعد مجھسے نکاح کیا پس مجھپر طلاق پڑگئی اور مین اس سبب سے اسپر حرام ہوگئی ہون پھر خالد نے نکاح کا اقرار کیا اور اس سبب سے وقوع طلاق سے انکار کیا پھر شوہر مذکور نے مجھسے درخواست کی کہ مین اپنی رائے و اجتہاد کے موافق اس معاملہ مین حکم دون پس مین نے اجتہاد کیا اور تامل کیا اور میری رائے مین آیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح ہو وہ باطل ہے کہ مین نے اسمین موافق قول ایسے امام کے علماے سلف مین سے عمل کیا کہ جو قسم مضاف بجانب نکاح کو صحیح نہیں فرماتا ہو پس تینون اس قسم کے باطل ہونے کا اور اس نکاح سے اس عورت کے اس مرد پر حلال ہونے کا حکم دیا اور اس عورت کو ایسے اس شوہر کی اطاعت کرنے کا حکم دیدیا کہ احکام نکاح مین اس شوہر کی اطاعت کرے اور یہ حکم اُن دونون متقاصیون کی حاضری کے وقت دونون کے رو برو اس طرح دیا کہ حکم مبرم ہوا اور قضا رشرعی کہ اُسکو مین نے نافذ کر دیا اور یہ حکم و قضا لیتہ اس مجلس حکم مین لوگون کے درمیان بدلیل شہرت و اعلان بمذہب حنفیہ و کتابان کے نافذ کیا ہوا اور یہ امر اسکے ہوا کہ قاضی فلان بن فلان نے مجھے اس خصوصیت مین مطلقاً اختیار دیا کہ اپنی رائے و اجتہاد کے موافق حکم کرون واقع تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان۔ قاضی امام ثقۃ الدین محمد بن علی حلوائی رحمہ نے فرمایا کہ مین بہت بڑے بڑے قاضیون کی صحبت مین رہا مگر مین نے کسی کو نہ دیکھا کہ اُسنے کسی حادثہ مجتہد فیہ مین کسی قاضی شافعی کو خط لکھنے کی درخواست منظور فرمائی ہو سوائے اس قسم مضاف کے کہ اس مسئلہ مین صحابہ و تابعین کے دلائل بہت لائق اور اُنکے براہین واضح ہین اور نوجوان لوگ ایسی قسم کھانے پر جرأت کرجاتے ہین پھر بیاہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور مضطر ہوتے ہین پس اگر قاضی انکی اس درخواست کو منظور نہ کریگا تو اندیشہ ہے کہ انکے فتنہ مین پڑجانے کا خوف ہے یہ ظہیریہ مین لکھا ہے

محضر تفریق کے واسطے عنین کا اثبات اور اگر عورت نے قاضی کے پاس اپنے شوہر سے خصومت کی اور کہا کہ یہ میری طرف رسیدہ نہیں ہوا اور شوہر دعوی کرتا ہے کہ مین اسکی جانب پہنچ گیا ہون پس اگر عورت مذکورہ وقت نکاح کے باکرہ ہو تو قاضی اُسکو عورتون کو دکھلاویگا اور ایک عورت عادلہ کافی ہے اور احوط یہ ہے کہ دو عورتین ہون پس اگر انہون نے کہا کہ یہ باکرہ ہے تو قاضی اسکے مرد کو ایک سال کی مہلت دیگا اور اگر انہون نے کہا کہ ثیبہ ہے تو شوہر مذکور سے قسم لیجائیگی کہ وہ اس تک پہنچ گیا ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ قسم سے عورت کا قول قبول ہو پھر اگر استحسان کے موافق قسم لینے سے شوہر نے قسم کھائی تو ثابت ہوگیا کہ مرد مذکور نے اس عورت سے دخول کیا ہو پس سال کی میعاد نہ دیجائیگی اور اگر اُسنے انکار کیا تو نارسیدہ ہونے کا مقر ہوگیا پس اُسکو ایک سال کی میعاد دیجائیگی اور اگر اس مدت دینے کے واسطے تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے

کہ قاضی امام فلان بن فلان متولی کار قضا و احکام کورہ بخارا نافذ الاذن والقضاء والفصل والامضاء درمیان اہل بخارا اندرینیا
امام نے فلان بن فلان کو مہلت دی جبکہ فلانہ بنت فلان نے اُسکے پاس مقدمہ پیش کیا کہ اسنے میرے ساتھ بتزویج صحیح نکاح کیا اور
مین نے اُسکو عنین پایا ہو کہ مجھ تک نہین پہونچتا ہوا اور یہ امر قاضی موصوف کے نزدیک ثابت ہو گیا جس طریق سے ثابت ہوا
کرتا ہو پس مین نے موافق حق شرع کے جو اُسنے عنین کے حق مین واجب کیا ہو کہ وقت خصومت سے ایک سال تک مہلت دینا
بدین امید کہ شاید وہ اس مدت مین جماع کرنے پر قادر ہو جاوے اسکو دنون کے حساب سے موافق اختیار اکثر مشائخ کے ایک سال کی
مہلت اس تحریر کی تاریخ سے جو روز خصومت ہو بامہال صحیح دیدی اور مرد مذکور کی حجت کیواسطے اس تحریر کا حکم کیا واقع تاریخ
فلان سنہ فلان۔ پھر جب مہلت کی تاریخ سے سال تمام ہو گیا اور شوہر نے دعوے کیا کہ مدت تاجیل مین اُسنے عورت مذکورہ سے
جماع کر لیا ہو اور عورت نے اس سے انکار کیا پس اگر نکاح کیوقت عورت مذکورہ باکرہ ہو تو موافق مذکورہ بالا کے قاضی عورتون
عورتون کو دکھلائیگا پس اگر انھون نے کہا کہ یہ باکرہ ہو تو ثابت ہو گا کہ مرد مذکور نے اُس سے جماع نہین کیا ہو پس قاضی اس
عورت کو اختیار دیگا کہ تیرا جی چاہے اس مرد کے ساتھ رہ یا جدائی کرا لے اور اگر عورتون نے کہا کہ یہ ثیبہ ہو تو قسم سے شوہر کا
قول قبول ہو گا پس شوہر سے قسم لیجائیگی کہ اُسنے اُس عورت کے ساتھ جماع کیا ہو جیسا کہ گذرا پس اگر وہ قسم کھا گیا تو عورت
مذکورہ کو خیار نہو گا اور اگر قسم سے انکار کیا تو عورت مذکورہ کو خیار ہو گا

محضر۔ در دفع این دعوی۔ اس مرد نے جو حاضر ہوا اس عورت پر جسکو حاضر لایا ہو لبطور دفعیہ عورت مذکورہ دعوے کیا
کہ یہ عورت اپنے اس دعوے مین کہ یہ مرد عنین ہو اور تفریق کا مطالبہ کیا ہو بعد گذرنے مدت مہلت کے پس مدت مہلت گذرنے
کے بعد یہ عورت تفریق کے مطالبہ مین مبطل ہو کیونکہ اسنے قاضی کی مہلت دینے کے بعد اس مرد کے ساتھ رہنا اختیار کیا ہو
اور عنین ہونے پر اپنی زبان سے برضامندی صحیح راضی ہوئی ہو یا یون کہے کہ مین نے مدت مہلت کے اندر اس سے
جماع کر لیا ہو اور اس بات کا اس عورت مذکورہ نے اقرار کیا ہو

محضر۔ دعوی نسب ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہو وہ ایک مرد پر یہ دعوے کرتی ہو کہ یہ لڑکا اُسکا بیٹا اس مرد سے ہو اسکی
فراش سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا اسکو جنی تھی اور اس مرد سے اُسکا کھانا و کپڑا طلب کرتی ہو یا ایک مرد کے پاس
ایک لڑکا ہو وہ ایک عورت پر دعوی کرتا ہو کہ یہ لڑکا اُسکا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہو کہ عورت اُسکے فراش سے درحالیکہ
دونون مین نکاح قائم تھا جنی تھی اور عورت اس سے انکار کرتی ہو۔ یا ایک عورت کے پاس ایک لڑکا ہو وہ دعوے
کرتی ہو کہ یہ میرا بیٹا اس میرے شوہر سے ہو اور شوہر اس سے منکر ہو پس یہ سب دعوی صحیح ہین اور جاننا چاہیے کہ پدری یا
مادری کا دعوے صحیح ہو خواہ اس دعوے کے ساتھ مال ہو یا نہو اور اسکی یہ صورت ہو کہ ایک مرد نے دوسرے مرد پر دعوے
کیا کہ مین اس مرد کا باپ ہون یا دعوے کرے کہ مین اس مرد کا بیٹا ہون اور یہ مرد اس سے منکر ہو پس دعوے صحیح ہو حتی کہ اگر
مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا اور اُسکے گواہون پر مدعا علیہ پر حکم کریگا اور اسی طرح
مادری کا دعوے بھی بدون دعوے مال کے صحیح ہو حتے کہ اگر کسی عورت نے ایک مرد پر دعوے کیا کہ مین اسکی مان ہون
اور گواہ قائم کیے تو قاضی اسکے گواہ قبول کریگا اور اُسکے گواہون پر حکم دیدیگا کہ یہ عورت اس مدعا علیہ کی مان ہو

صورت محضر۔ جبکہ ایک عورت کے پاس لڑکا ہو اور وہ اپنے شوہر پر دعوے کرتی ہو کہ یہ میرا بیٹا اس شوہر سے ہو پس ہندہ
حاضر ہوئی اور عمرو کو حاضر لائی پھر اس ہندہ نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ یہ لڑکا جو ہندہ کی گود مین ہو اور اُسکی طرف

اشارہ کیا بیٹا اس عمرو کا ہو کہ اسکے فراش پر درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا ہندہ جنی تھی پھر اسکے بعد اگر چاہے
تو یہ بھی دعوے کرے کہ اور اس عمرو پر اس طفل کا کھانا و کپڑا واجب ہو اور اگر چاہے یہ دعویٰ نکرے

صورت محضر - جبکہ مرد کے پاس صغیر بچہ ہو وہ دعوے کرے کہ یہ بچہ میرا بیٹا اس عورت کے پیٹ سے ہو تو حاضر ہوا
اور اپنے ساتھ ہندہ کو حاضر لایا پھر عمرو نے اس ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ طفل جو میرے پاس ہو اور اسکی طرف اشارہ کیا یہ میرا
اس عورت کا بیٹا درحالیکہ ہم دونون مین نکاح تھا میرے فراش سے جنی ہو پھر اسکے بعد چاہے یہ بیان کرے کہ اس عورت
پر واجب ہو کہ اسکو دودھ پلاوے اور چاہے ذکر نکرے

صورت محضر - مرد بالغ کا ایک مرد پر دعوے کرنا کہ مین اسکا بیٹا ہوں - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس
زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہو اس زید کی ماں فلانہ بنت فلان ہے اس عمرو کے فراش سے
درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا جنی ہو

صورت محضر - ایک مرد نے دوسرے پر دعوے کیا کہ یہ مدعی اسکا باپ ہو - اس عمرو حاضر شوندہ نے اس زید پر جسکو
حاضر لایا ہو دعوے کیا کہ یہ عمرو اس زید کا باپ ہو اور یہ زید اس عمرو کا بیٹا ہو عمرو کے فراش سے اسکی جورو فلانہ بنت فلان
کے پیٹ سے درحالیکہ دونون مین نکاح قائم تھا پیدا ہوا ہو آخر تک تحریر کرے - اور بھائی یا چچا یا اسکا بھتیجا یا اسکا پوتا
ہونے کا دعویٰ صحیح نہیں ہوا الا اس صورت مین کہ اس دعوی نسب کے ساتھ مال کا دعوی ہو مثلاً مدعی لنجا ہو اور وہ
کسی شخص پر بھائی یا چچا ہونے کا دعوے کرے اور اپنے واسطے نفقہ کا مدعی ہو اور اسکی ایک دوسری صورت ہو کہ بروئے
مدعا علیہ کیواسطے متوفی کیطرف سے وصیت کا دعوی کرے جیسے صورت یہ ہی کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے
اس عمرو پر دعوے کیا کہ فلان میت نے اس عمرو کو وصی کر دیا تھا کہ بعد اسکی وفات کے اسکے کام کی سرپرستی کرے اور اپنے
ترکہ مین سے اسقدر اس شخص کے پاس چھوڑا اور میت مذکور نے حامد بن خالد سب بھائیوں کے واسطے اسقدر مال کی وصیت
کر دی تھی اور حامد بن خالد تین بھائی ہین منجملہ حامد و زید یہی مدعی ہیں اس عمرو پر واجب ہو اس مال وصیت مین سے زید کا
حصہ اسکو دیدے اور وہ اسقدر مال ہوا پھر مدعا علیہ سے جواب کا مطالبہ کرے پس مدعا علیہ مذکور وصیت میت کا اور اپنے
وصی ہونے کا اقرار کرے اور زید کے ثبوت حامد کے بھائی ہونے سے انکار کرے اور اسکی ایک دوسری صورت ہو کہ عورت
دعوی کرے کہ شوہر نے مجھے طلاق واقع ہونا اس پر معلق کیا تھا اگر تمہارے بھائی سے خود کلام کرے حالانکہ شوہر مذکور نے

زید سے کلام کیا ہو یہ فی ذخیرہ مین ہو

محضر - دعوی ولاء عتاقہ - زید حاضر ہوا پھر عمرو آیا اور دعوی کیا کہ زید بیت میرے والد خالد کا آزاد کیا ہوا ہو کہ اسکو میرے
والد نے اپنی صحت و حیات مین آزاد کیا ہو اور اس میت کی میراث مجھے چاہیے ہو اسواسطے کہ مین اسکے آزاد کرنیوالے
کا بیٹا ہوں میرے سوا اسکا کوئی اور وارث نہیں ہو پس ہمارے بعضے مشائخ نے اس دعوی کے فاسد ہونے کا
فتوے دیا ہو اور بعض نے اسکی صحت کا فتوی دیا ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ دعوی فاسد ہو اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوی مین
یہ بیان نہیں کیا کہ اسکا باپ آزاد کرنے کے روز اسکا مالک تھا اور غیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہوتا ہو اسی واسطے اگر کسی شخص نے
ایک غلام پر اپنے مملوک ہونے کا دعوے کیا اور غلام نے گواہ قائم کیے کہ فلان شخص نے اسکو آزاد کر دیا ہو تو مدعی ملک کے
واسطے حکم دیا جائیگا - اور اگر غلام کے گواہوں نے کہا کہ فلان نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ اسکا مالک تھا تو غلام کے گواہ مقبول ہونگے

ہونگے اور یہ مسئلہ دعوی الاصل مین مذکور ہے

محضر۔ دعوی دفعیہ۔ اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت دعوی کیا کہ مین نے اسکو خالد بن بکر سے تاریخ فلان سنہ فلان مین خرید اہو اور قابض ہے نے اس سے انکار کیا پھر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے پس اُسکے موافق حکم ہونا لازم آیا پس عمرو نے زید کے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ تو جسکی طرف سے ملک حاصل ہونے کا دعوی کرتا ہو یعنی خالد بن بکر اُسنے تیرے خریدہ کی تاریخ سے یا تیری خریدسے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہو کہ یہ غلام میرے بھائی شعیب بن بکر کی ملک و حق ہو اور شعیب ابن بکر نے اُسکے اقرار کی تصدیق کی ہو اور مین نے یہ غلام اُسی مقر لہ شعیب بن بکر سے خرید اہو پس اس سبب سے تیرا دعوی مجھپر باطل ہو پس سب مفتیون نے بالاتفاق جواب لکھا کہ یہ دفعیہ صحیح ہو پھر اسکے بعد استفتار کیا گیا کہ آیا مدعی کو یہ اختیار ہو کہ مدعی دفعیہ یعنی عمرو سے اس اقرار کا بیان وقت طلب کرے کہ کہان ہوا تھا اور کس مہینہ مین ہوا تھا پس قاضی اُسکو اسکے بیان کی تکلیف دیگا تو بھی جواب سب مفتیون کے متفق ہوے کہ قاضی اسکو ایسی تکلیف نہ دیگا اسواسطے کہ اُسنے ایک بار جسقدر ضرورت تھی بیان کر دیا کہ تیری خرید کی تاریخ سے پہلے اقرار کیا ہو یہ فصول استروشنی مین ہی

محضر۔ در اثبات عصوبت۔ **قال المترجم** فقہا عصبہ شرع مین وہ وارث ہو جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہو بعد اُن لوگون کے جنکا حصہ مفروض ہو جو باقی رہتا ہو وہ سب لے لیتا ہو اور اگر تنہا ہو تا ہو تو سب لے لیتا ہو اب بیان کتاب سننا چاہیے قال مجلس قضا مذکورہ بخارا مین فلان قاضی کے سامنے ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ اُسکا نام احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو ہی اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام ابو بکر بن محمد بن عمرو ہو پس احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو نے اس ابو بکر بن محمد بن عمرو پر دعوی کیا کہ سعد بن احمد بن عبد اللہ بن عمرو نے وفات پائی اور جو وارث چھوڑے ہین وہ یہ ہین ایک اسکی جورو سارہ بنت فلان بن فلان ہو اور ایک دختر مسماۃ سعادہ بنت سعد ہو اور ایک اُسکے چچا کا بیٹا یہی مدعی ہو کیونکہ یہ عمرو کا بیٹا ہو اور سعد متوفی احمد کا بیٹا ہو اور احمد اس متوفی کا باپ اور عمرو اس مدعی کا باپ دونون ایک باپ کی اولاد سگے بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبد اللہ بن عمرو ہو اور متوفی مذکور نے ترکہ مین اس ابو بکر بن محمد بن عمرو کے پاس بارہ دینار نیشاپوری چھوڑے ہین اور اسکی موت سے یہ مال اُن وارثون کے واسطے بفرائض اللہ تعالے میراث ہو گیا چنانچہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور دختر کے واسطے نصف اور باقی اس چچا زاد بھائی کے واسطے ہوا اور اس ابو بکر بن محمد بن عمرو کو اسکا علم ہو پس اسپر واجب ہو کہ اس مدعی کو اُسکا حصہ آٹھ مین سے جو چوبیس سہام مین سے نو سہام ہوتے ہین دیدے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور اس دعوے کا جواب مانگا پس مدعا علیہ نے فارسی مین جواب دیا (کہ مرا از میراث خوارگی این مدعی علم نیست) پھر اس مدعی نے چند نفر حاضر کیے اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے درخواست کی کہ اُنکی گواہی کی سماعت کرون اس مین نے اُسکی درخواست منظور کر کے اُنکی طرف توجہ کی اور وہ فلان و فلان ہین پس اِن لوگون نے گواہی دی۔

سجل۔ این دعوے۔ فلان قاضی کہتا ہو برابر لکھتا جاوے جس طرح پہلے بیان کیا گیا ہو یہان تک کہ گواہون کی گواہی کا بیان آوے پس لکھے کہ پھر اس مدعی کے دعوی و انکار اس مدعا علیہ و درخواست اس مدعی کے بعد ان گواہون نے میرے پاس گواہی دی کہ جو متفق الالفاظ والمعانی ایک نسخہ سے تھی جو انکو پڑھ سنایا گیا تھا اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہو کہ گواہی میدہیم کہ این سعد بن احمد بن عمرو بن عبد اللہ بمرد و از وے میراث خوار ماندزن وے سارہ بنت فلان بن فلان و دختر وے سعادہ و ابن عم این مدعی احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمر یا سر عم وے از وے پدر بدانکہ ابن احمد او راس مدعی کیطرف

اشارہ کیا۔ پسر عمرو بود و آن متوفی پسر احمد بود و عمرو پدر این مدعی یا احمد پدر این متوفی برادران پدری بودند پدر ایشان عبداللہ بن عمر بجد ایشان ہر سہ میراث خوار دیگر نمیدانیم یعنی گواہون نے یہ گواہی جس طرح اداکرنی چاہیے ہے ادا کی اور سجل کو برابر تا حکم لکھنا چاہیے جس طرح معلوم ہے یہان تک کہ اس قول تک پہونچے کہ پھر مجھ سے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبداللہ نے اسکے موافق جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہے حکم اور اسکی تحریر سجل مع گواہی کرا دینے کے اپنی حجت ہونے کے واسطے مانگا پس مین نے اسکی درخواست منظور کی اور اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا یعنے توفیق خیر مانگی یہان تک کہ اس لکھنے تک پہونچے کہ مین نے اس مدعی احمد بن عمرو بن عبداللہ بن عمر کے واسطے اس مدعا علیہ ابوبکر بن محمد بن عمرو پر درحالیکہ دونون متخاصمین میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین حاضر تھے روبرو حکم دیا کہ میرے نزدیک بگواہی ان گواہان عادل کے یہ ثابت ہوا کہ سعد بن احمد بن عبداللہ بن عمر نے وفات پائی اور ثابت ہوا کہ اُسنے وارثون مین سے باپ کی طرف سے چچازاد بھائی یہ مدعی اور اپنی جورو سارہ بنت فلان اور اپنی دختر مسماۃ سعادہ چھوڑی ہے ایسا حکم دیا کہ وہ مبرم کر دیا اور ایسی قضا کہ وہ نافذ کر دی پھر آخر تک بدستور معلوم سجل کو ختم کرے۔ اور اگر مدعی میت کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہو تو صورت محضر یہ ہے کہ محمود بن طاہر بن احمد بن عبداللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لایا اُسنے بیان کیا کہ اُسکا نام حسن بن علی بن عبداللہ بن عمر ہے پھر اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے یہ دعویٰ کیا کہ عمرو بن محمد بن عبداللہ بن عمر نے وفات پائی اور وارثون مین ایک اپنے چچازاد بھائی کا بیٹا یعنی مدعی چھوڑا جو پسر طاہر بن احمد ہے اور عمرو متوفی ابن محمد ہے۔ اور محمد والد متوفی مذا اور احمد اس مدعی کا دادا دونون ایک باپ کے بیٹے دونون بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبداللہ بن عمر ہے اور اس متوفی کا سوائے اسکے جو حاضر ہوا ہے کوئی وارث نہین ہے اور یہ شخص جسکو حاضر کیا ہے اسکے پاس اس متوفی کے ترکہ مین اسقدر دینار نیشاپوری ہین اور یہ دینار ہائے مذکورہ اسکی موت سے اس حاضر ہونے والے کیواسطے میراث ہو گئے اور یہ شخص جسکو حاضر لایا ہے اسکو یہ حال معلوم ہے پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے واجب ہے کہ یہ سب دینار اس مدعی کو ادا کرے پھر اس مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کیا اور اپنے دعوے کا جواب مانگا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا (کہ مرا از میراث خوارگی این مدعی علم نیست) یعنے مجھے اس مدعی کی میراث خوارگی کا علم نہین ہے پھر مدعی چند نفر لایا اور بیان کیا کہ میرے گواہ ہین آخر تک بدستور معلوم لکھے

سجل اس دعوے کا۔ بطریق مذکورۂ بالا کے ہے۔ اور اگر مدعی اُسکے چچازاد بھائی کے پسر کا پسر ہو تو اُسکے محضر کی صورت یہ ہے کہ محمد بن محمود بن طاہر بن احمد بن عبداللہ بن عمرو بن علی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام حسن بن علی بن عبداللہ ہے پس اس حاضر ہونے والے نے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے دعوے کیا کہ عمرو بن عبداللہ بن عمرو بن علی نے وفات پائی اور وارثون مین فقط اپنے پدری چچازاد بھائی کے پسر کا پسر چھوڑا ہے وہ یہی ہے جو حاضر ہوا ہے۔ اسواسطے کہ یہ حاضر ہونے والا پسر محمود بن طاہر ہے اور طاہر اس مدعی کا دادا پسر احمد ہے اور عمرو متوفی اور احمد اس مدعی کے دادا کا باپ دونون ایک باپ کے بیٹے بھائی ہین کہ دونون کا باپ عبداللہ بن عمرو بن علی ہے اور متوفی مذکور کا کوئی وارث سوائے اس حاضر ہونے والے کے نہین ہے اور اس متوفی مذکور نے مال نقدی مین اسقدر دینار نیشاپوری اس شخص کے پاس جسکو حاضر لایا ہے چھوڑے ہین اور یہ دینار اُسکی موت سے اس حاضر ہونے والے کے واسطے میراث ہو گئے اور اس شخص کو جسکو حاضر لایا ہے اسکا علم ہے پس اسپر واجب ہے آخر تک بدستور سابق لکھے

سجل - اس دعوی کا بھی بطریق سجل مذکورۂ بالا ہے - اور اگر مدعا علیہ نے اس صورت میں دعوی مدعی کے دفعیہ میں یہ دعوی کیا کہ اس مدعی نے پہلے اقرار کیا ہے کہ وہ ذوی الارحام میں سے ہے تو یہ دعوے مدعی کے دعوے عصوبت کا دفعیہ ہوگا اسواسطے کہ تناقض لازم آتا ہے

محضر - دعوی حریۃ الاصل - یعنے مدعی اصلی حر ہے اور اصلی حر اسکو کہتے ہین جسمین کسی وقت رقیت ثابت نہین ہوئی ہے مجلس قضا رشرفہ اللہ تعالے واقع کورۂ بخارا مین قاضی فلان کے سامنے ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اسکا نام زید بن عمرو مخزومی ہے اور یہ شخص نوجوان ہے اسکا تمام حلیہ ذکر کر دے - اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جسنے بیان کیا کہ میرا نام بکر بن خالد ہے پس اس زید بن عمرو نے اس بکر بن خالد پر دعوے کیا کہ یہ زید بن عمرو حر الاصل ہے اور اسکا نطفہ حالت حریت مین قرار پایا ہے کیونکہ یہ زید جو حاضر ہوا ہے عمرو مخزومی کا بیٹا ہے اور عمرو مخزومی حر الاصل تھا اور اسکی ماں ہندہ بنت شعیب ہے وہ بھی اصلی حرہ تھی اور یہ زید اپنے والدین کے فراش سے جو دونون حر ہین متولد ہوا ہے اسپر یا اسکے ہر دو والدین پر کبھی رقیت اسوقت تک طاری نہین ہوئی ہے اور یہ بکر بن خالد اس زید مذکور سے ناحق استرقاق و استعباد چاہتا ہے باوجودیکہ یہ اس امر مذکور سے آگاہ ہے پس اس بکر بن خالد پر واجب ہے کہ اس خواہش سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوے طلب کیا پس اسنے فارسی مین جواب دیا کہ این حاضر آمدہ ملک من ست و رقیق من ست و از آزادی وے علم نیست - پھر اس زید بن عمرو نے چند نفر کو حاضر کیا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے انکے گواہی کی ساعت کی درخواست کی اور وہ فلان و فلان و فلان ہین پس مین نے انکی درخواست کو منظور کر کے گواہون سے گواہی چاہی پس انھون نے شہادت صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنا یا گیا ادا کی اور اس نسخہ کا مضمون یہ ہے پس آخر تک بدستور لکھے

سجل - این دعوے - اس سجل کی پیشانی موافق اپنی رسم کے لکھکر عبارت دعوی نسخہ محضر سے تمامہ نقل کرے اور اسامی گواہان والفاظ شہادت لکھے اور بعد تحریر عبارت استخارہ کے لکھے کہ مین نے اس زید بن عمرو کے واسطے اس بکر بن خالد پر حکم دیا کہ یہ زید بن عمرو خود مع والدین کے حر الاصل ہے اسپر و اسکے والدین پر رقیت طاری نہین ہوئی اور اس بکر بن خالد کو حکم دیا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اس سے احکام رقیت کا مطالبہ کرنے سے باز رہے

محضر - قابض پر اسکے اعتاق کرنے کی وجہ سے عتق کا دعوی کرنا - اس زید نے جو حاضر ہوا ہے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہے دعوے کیا کہ یہ زید اس عمرو کا مملوک و مرقوق تھا پھر اس عمرو نے اس زید کو اپنی صحت و ثبات عقل و ہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین بطوع خود خالصۃً لوجہ اللہ تعالے و طلب مرضاتہ بعتق صحیح جائز نافذ بغیر بدل آزاد کر دیا اور یہ زید آج کے روز اس سبب سے آزاد ہے اور یہ عمرو کو اسکا علم ہے پس یہ عمرو اس زید سے خدمت لینے کا مطالبہ کرنے اور اسپر رقیت کا دعوی کرنے مین مبطل ہے محق نہین ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس زید سے ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑ دے پھر اس سے جواب کا مطالبہ کیا

سجل - این دعوے بطریق سابق تحریر کرنے کے بعد جب حکم لکھنے تک پہونچے تو بعد استخارہ کے لکھے کہ مین نے بگواہی گواہان مسمیان اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہے بسبب مذکور کسی کا مملوک نہین ہے - اور سبب مذکور یہ ہے کہ اس عمرو نے اسکو خود آزاد کر دیا ہے اور یہ کہ اس عمرو کا اسپر رقیت کا دعوے کرنا باطل ہے اور سجل کو ختم کر دے

محضر۔ قابض پر اُسکے مولے دوسرے کی طرف سے اعتاق کی وجہ سے آزادی کا دعوی کرنا اس زید حاضر شوندہ نے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہی یہ دعوی کیا کہ یہ زید مملوک و مرقوق خالد بن بکر کا اُسکے قبضہ و تصرف مین تھا اور خالد بن بکر بخوف عذاب الٰہی و طلب جنت و ثواب آخرت و رضامندی الٰہی خالصةً لوجہ اللہ تعالے اپنے خالص مال و ملک سے اس زید کو آزاد کر دیا اور اس اعتاق مذکور کی وجہ سے یہ زید آزاد ہو گیا اور اسی سبب سے آج تک برابر وہ آزاد ہوا اور یہ عمرو باوجود علم اسبات کے اس زید سے خدمت غلامانہ از راہ ظلم و تعدی لیتا ہی پس اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ کوتاہ کرے آخر تک بدستور لکھے

سجل۔ این دعوے بطریق گذشتہ برابر لکھتا چلا جائے یہان تک کہ حکم تک پہونچے پس بعد استخبار کے لکھے کہ مین نے اس زید کے واسطے اس عمرو پر یہ حکم دیا کہ یہ زید آزاد اپنے نفس کا مالک ہی بسبب مذکور کے کسی کا غلام نہین ہی اور سبب مذکور یہ ہی کہ خالد بن بکر نے اُسکو اپنے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا ہی اور یہ کہ عمرو کا اُسپر رقیت کا دعوے کرنا باطل ہی اور وہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے آخر تک سب لکھے

محضر۔ در اثبات رقیت۔ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک مرد کو لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام کلو ہندوستانی ہی اور یہ مرد نوجوان ہی اُسکا سب حلیہ بیان کرے پھر لکھے کہ اس زید نے اس کلو پر دعوے کیا کہ یہ کلو اس زید کا (لیکن میرا) مملوک و مرقوق ہی بسبب اسکے کہ زید بسبب صحیح اسکا مالک ہی اور یہ کلو احکام رقیت مین اُسکی تابعداری و فرمانبرداری سے باہر ہو گیا ہی پھر اس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوی طلب کیا اور محضر تمام کرے

سجل۔ این دعوے۔ بدستور سابق سب لکھکر بعد استفسار کے لکھے کہ مین نے ان گواہان مسمیان کی گواہی کے ثبوت سے اس زید کے واسطے اس کلو ہندوستانی پر یہ حکم دیا کہ یہ کلو ہندوستانی اس زید کا مملوک و مرقوق ہی اور یہ کہ یہ کلو احکام رقیت مین اس زید کی تابعداری و فرمانبرداری سے انکار کرنے مین مبطل ہی اور مین نے اس کلو مذکور کو حکم دیا کہ احکام رقیت مین اس زید کی تابعداری و فرمانبرداری کرے پھر سجل کو تمام کرے اور واضح رہے کہ رقیت کا حکم دینے اور اسکا سجل لکھدینے مین ضرور چاہیے کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریت ثابت کرنے سے عاجز ہو جائے اور قبل اسکے رقیت کا حکم نہ دینے اور نہ سجل تحریر کرے یہ ذخیرہ مین ہی

محضر۔ در دفع این دعوی۔ اس دعوے کے دفعیہ کے بہت طریقہ ہو سکتے ہین ایک یہ کہ مدعا علیہ اپنے واسطے حریت الاصل کا دعوی کرے اور اسکے تحریر کی صورت یہ ہی کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو ساتھ حاضر لایا اور زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے اُسپر کیا ہی دعوی کیا اور زید نے اُسپر یہ دعوے کیا تھا کہ یہ کلو اُسکا مملوک و مرقوق ہی اُسکی اطاعت سے خارج ہو گیا ہی اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا تھا پس اس کلو نے اُسکے دعوی کے دفعیہ جو زید نے اُسپر کیا ہی یہ دعوی کیا کہ کلو حرالاصل ہی اور اُسکا نطفہ حالت حریت مین قرار پایا ہی کیونکہ اُسکا باپ پچھو ولد خیرو ہی اور اُسکی ماں جمیلہ دختر امامی ولد مولا بخش ہی اور یہ دونون مادر و پدر اُسکے اصلی آزاد ہین اور یہ کلو ان دونون والدین آزاد کے فراش سے متولد ہوا ہی اور یہ کہ اسکے والدین ان دونون پر کبھی رقیت طاری نہین ہوئی اور اس زید کو اسکا علم ہی پس وہ باوجود ایسا حال ہونے کے جو بیان کیا گیا ہی کلو سے تابعداری غلامانہ چاہتے اور اُسپر رقیت کا دعوے کرنے مین مبطل ہی محق نہین ہی پس اُسپر واجب ہی کہ اس سے باز رہے پھر اسکا مطالبہ کیا اور درخواست کی پس زید سے دریافت کیا گیا پھر محضر کو تمام کردے

سجل۔ این دفعیہ اول سے بدستور سابق لکھے یہان تک کہ جب حکم تک پہونچے تو لکھے کہ مین نے اس کلو کے واسطے اس زید پر وہ سب جو میرے نزدیک اس زید کے اس کلو پر دعوی رقیت کے دفعیہ مین کلو کے دعوی سے ثابت ہوا حکم دیا

کہ یہ کلو حر الاصل ہے اور اس زید کا اسپر رقیت کا دعوی باطل ہے اور یہ ثبوت بگواہی ان گواہان مسمیان کے بعد از انکہ انکی عدالت بتعدیل معدلین این نواح ظاہر ہو گئی ہے ہوا اور مین نے بہ حکم ان دونون محکوم لہ و محکوم علیہ کے حضور مین دونون کے روبرو اپنی مجلس قضا و حکم واقع بخارا مین دیا اور اس سب کی صحت کا حکم قضاءً نافذ کیا اور اس زید کا ہاتھ اس کلو سے جسکے واسطے حریت کا حکم دیا ہے کوتاہ کر دیا اور کلو مذکور سے اسکی فرمانبرداری اٹھا دور کیا اور اس محکوم علیہ زید کو اختیار دیا کہ اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لے بشرطیکہ زید نے اسکو کسی بائع سے خرید کر بروز عقد اسکے بائع کو اسکا ثمن نقد ادا کر دیا ہو پس سجل کو تمام کرے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ جہان حریت ثابت کرنے کی ضرورت پیش آوے تو واجب ہے کہ اسکا اثبات بطریق دفع ہو یا بین طور کہ قابض اسپر مملوک ومرقوق ہونے کا دعوے کرے اور گواہ قائم کرے پھر مملوک بطریق دفع اپنی حریت ثابت کرے۔ وجہ دوم یہ کہ مدعا علیہ اسی رقیت کے مدعی کی طرف آزاد کرنے کا دعوی کرے صورت محضر یہ ہے کہ کلو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ زید کو حاضر لایا اس کلو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے اسپر کیا ہے یہ دعوی کیا کہ یہ کلو آزاد ہے اسواسطے کہ یہ کلو اس زید کا مملوک ومرقوق تھا اور اس زید نے اسطرح اپنے جواز تصرفات کی حالت مین باتفاق صحیح جائز نافذ اسکو آزاد کر دیا اور یہ کلو بوجہ اس اعتاق کے آزاد ہو گیا اور یہ زید احکام رقیت مین اسکی اطاعت وانقیاد کا مطالبہ کرنے مین مبطل ہے اور محضر کو تمام کرے

سجل۔ اس محضر کا سجل بھی بطریق سجل محضر اول کے ہے لیکن حکم مین اس صورت مین یون لکھے کہ مین نے اس ثبوت کا حکم دیا کہ یہ کلو بسبب مذکور سے آزاد اپنے نفس کا مالک ہے اور بسبب مذکور یہ ہے کہ اس زید نے اسکو آزاد کیا ہے اور یہ کہ کلو بسبب اس اعتاق کے تمام آزادون کے ساتھ ملحق ہو گیا اور یہ کہ یہ کلو بروز اعتاق مذکور اس زید کا مملوک تھا اور سجل کو تمام کرے وجہ سوم آنکہ جسپر مدعی نے رقیت کا دعوی کیا ہے وہ غیر مدعی کی طرف سے اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرے اسکی صورت تحریر یہ ہے کہ کلو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس کلو نے اس زید پر اسکے دعوی کے دفعیہ مین جو زید نے کلو پر کیا ہے یہ دعوی کیا کہ یہ کلو پہلے عمرو بن بکر مخزومی کا غلام ومملوک تھا اور اسنے اللہ تعالے کی خوشنودی اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اس کلو کو خالصاً لوجہ اللہ تعالے اپنے خالص مال و ملک سے مفت بدون بدل کے اپنی صحت وثبات عقل وجواز تصرفات کی حالت مین آزاد کیا اور آج یہ کلو اس اعتاق مذکور کے سبب آزاد ہے الی آخرہ

سجل۔ اس محضر کا مثل مذکورہ بالا کے ہے لیکن قاضی اسمین حکم کا مقام یون لکھیگا کہ مین نے اس کلو کی حریت کا حکم اس سبب سے جو اسمین مذکور ہے دیا اور وہ یہ ہے کہ خالد بن بکر مخزومی نے اسکو آزاد کیا ہے اور یہ حکم دیا کہ یہ کلو اس خالد بن بکر مخزومی کا بروز اعتاق مملوک تھا یہ محیط مین لکھا ہے

محضر۔ اثبات تدبیر واستیلاد۔ اگر تدبیر واستیلاد کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوا اور مدبر یا ام ولد کا ثابت کرنا ممکن ہو اسواسطے کہ فی الحال اسکا کوئی حق مولے پر ثابت نہین ہوتا ہے پس اسکے اثبات کا طریقہ یہ ہے کہ مولے اسکو کسی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پھر اسپر مدبر یا ام ولد اس طرح دعوی کرے کہ اس کلو حاضر ہونیوالے نے اس زید پر یہ دعوی کیا کہ یہ کلو حاضر شدہ عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا پھر اسنے اسکو بدون طمع حطام دنیاوی کے بغرض تحصیل رضاے الہی خالصاً لوجہ اللہ تعالے اپنے خالص مال وملک سے تدبیر صحیح مدبر کیا کہ بعد وفات اسکے آزاد ہے اور آج کے روز یہ کلو اسکا مدبر ہے۔ اور اگر ام ولد مدعیہ ہو تو لکھے کہ فلانہ ام ولد نے دعوے کیا کہ وہ خالد بن عمرو کی ام ولد ہے اسکی ملک مین

اُسکے فراش سے بچہ جنی ہے اور آج کے روز وہ اُسکی ام ولد ہے۔ اور یہ شخص زید اُس سے ناحق بتہمت استرقاق و تہدید ابا و ایذا و اضرار پیش آتا ہے
پس اسپر واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے پھر اُس سے جواب کا مطالبہ کیا یہ ظہیریہ میں ہے

محضر۔ دعویٰ تدبیر۔ ایک شخص نے اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا اور بعد مدبر کرنے کے مرگیا اور وارث چھوڑے اور وارثون نے مدبر کرنے کے حال سے واقف ہونے سے انکار کیا اور مدبر کو گواہون سے اسکے اثبات کی ضرورت ہوئی اور تحریر محضر کی حاجت پیش آئی تو لکھے کہ اس کلو نے جو حاضر ہوا ہے اس زید پر جسکو ساتھ حاضر لایا ہے دعوے کیا کہ یہ کلو اس زید کے والد عمرو بن خالد کا غلام مملوک تھا اُسنے اپنی زندگی و صحت جواز تصرفات کی حالت میں بطوع و رغبت خود بتدبیر مطلق مدبر کردیا اور عمرو بن خالد اس زید کا والد مرگیا پس یہ کلو مدبر آزاد ہوگیا اور یہ زید اس حالت سے واقف ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اس کلو حاضر آیندہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے الی آخرہ

سجل۔ این محضر۔ ابتدا سے بدستور لکھنا جاہیے اور بیان حکم کے وقت لکھے کہ میں نے اُن گواہان مسمیان عادلان کی گواہی سے اس کلو کے واسطے اس زید پر تمام اُس بات کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہے حکم دیا کہ اس کلو کو اس زید کے والد عمرو بن خالد نے درحالیکہ یہ کلو اُسکا مملوک و مرقوق تھا اپنے خالص مال و ملک سے تدبیر مطلق صحیح بلا قید مدبر کیا ہے اور یہ کہ یہ کلو بسبب موت عمرو بن خالد کے آزاد ہوگیا اور یہ کہ اس زید کے والد عمرو بن خالد نے ترکہ کا مال اس زید کے پاس اسقدر چھوڑا ہے کہ جسکی تہائی سے یہ کلو برآمد ہوتا ہے اور یہ کہ یہ کلو آج کے روز آزاد ہے نہ زید کو اُسپر بسبب رقیت کے کوئی استحقاق نہیں ہے سوائے سبیل ولاء کے اور یہ حکم میں نے ہر دو متخاصمین کی حاضری میں دونون کے روبرو بطور مبرم دیا اور حکم قضا نافذ کردیا یہ ذخیرہ میں ہے

سجل۔ اثبات عتق بر غائب۔ قاضی فلان کہتا ہے کہ میرے سامنے میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا میں ایک شخص زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا میرے اس شخص پر اسقدر دینار دین لازم و حق واجب بسبب صحیح ہیں (اور دینارہاے مذکورہ کی نوع و صفت بیان کردے) پس اسپر واجب ہے کہ اس عہدہ سے خارج ہو پس اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے انکار کیا کہ مجھپر اسکا کچھ نہیں ہے پھر مدعی مذکور دو مرد حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلان و فلان ہیں اور مدعی و ہر دو گواہ نے بیان کیا کہ یہ دونون گواہ خالد بن بکر کے آزاد کردہ ہیں جسنے ان دونون کو اپنے مملوک ہونے کی حالت میں آزاد کیا ہے اور مدعی نے مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پھر ان گواہون نے بعد دعویٰ مدعی و انکار مدعا علیہ و استشہاد مدعی کے ایک نے بعد دوسرے کے گواہی صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعنے موافق دعویٰ مدعی کے ایک نسخہ سے جو دونون کو پڑھ سنایا گیا ہے ادا کی اور یہ مضمون اس نسخہ کا تھا (پس مضمون نسخہ کا بیان کردے) پھر جب دونون نے گواہی کو جیسا چاہیے ادا کیا تو مدعا علیہ نے اس گواہی کے دفعیہ میں بیان کیا کہ یہ دونون گواہ مملوک خالد بن بکر کے ہیں جسکی نسبت مدعی اور ہر دو گواہ زعم کرتے ہیں کہ اُسنے انکو آزاد کردیا ہے حالانکہ یہ سب جھوٹے ہیں اُسنے ان دونون کو آزاد نہیں کیا ہے پس میں نے یہ دفعیہ اس مدعی پر پیش کیا پس اُسنے کہا کہ یہ دونون آزاد ہیں ان دونون کے مولے نے درحالیکہ یہ دونون اُسکے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد کردیا ہے اور میرے پاس اسکے گواہ ہیں پس میں نے اُسکو تکلیف دی کہ اپنے صحت دعویٰ کے واسطے گواہ قائم کرے پس وہ چند نفر کو لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے اس دعویٰ کے موافق گواہ ہیں اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس میں نے انکی گواہی کی سماعت کی اور میرے نزدیک انکی گواہی سے ہر دو شاہدین کی حریت ثابت ہوگئی کہ باعتاق خالد بن بکر یہ دونون آزاد اور اہل شہادت ہیں پس مدعی نے مجھسے ان دونون گواہون

کی حریت کا اور دونون کے اہل شہادت ہونے کا اور بگواہی ان دونون گواہون کے اپنے واسطے مال مدعی بہ کا حکم قضا طلب کیا پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کیا اور حکم کیا کہ یہ دونون گواہ باعتاق خالد بن بکر کے درحالیکہ دونون اُسکے مملوک تھے باعتاق صحیح آزاد ہین اور یہ کہ یہ دونون اہل شہادت ہین اور اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر بگواہی ان دونون گواہون کے مال مدعی بہ کا حکم دیدیا ایسا حکم کہ مبرم ہے اور ایسی قضا کہ نافذ کردی ہے اور سجل کو تمام کردے پس جب قاضی نے اس طرح حکم دیا تو مولے کے حق مین بھی ان دونون کا اعتاق ثابت ہو جائیگا حتے کہ اگر اُسنے حاضر ہو کر اس سے انکار کیا تو اُسکے انکار پر التفات نکیا جائیگا اور غلام کو اُسکے انکار پر دوبارہ بمقابلہ مولے کے گواہون کے قائم کرنے کی حاجت نہوگی اسواسطے کہ مشہود لہ یعنی مدعی نے مشہود علیہ یعنے مدعا علیہ پر آزادی گواہان مذکور کا دعوے کیا ہے اور اُسکی طرف سے یہ دعوی صحیح ہے کیونکہ وہ مشہود علیہ پر اپنا حق بدون اسکے ثابت نہین کرسکتا ہے۔ اور مشہود علیہ نے اس سے انکار کیا اور اُسکا انکار بھی صحیح ہے اسواسطے کہ وہ اس گواہی کو بدون انکار حریت گواہان کے دفع نہین کرسکتا ہے۔ اور اصل یہ ہے کہ جو شخص کسی حاضر پر ایسے حق کا دعوے کرے جسکا اثبات بدون اسکے ممکن نہو کہ وہ اُسکا سبب کسی غائب پر ثابت کرے تو ایسی صورت مین جو حاضر ہے وہ غائب کی طرف سے خصم ہو جاتا ہے پس بنابر اس اصل کے مشہود علیہ پر گواہ قائم کرنا مثل مولا سے غائب پر گواہ قائم کرنے کے ہے یہ محیط مین ہے

محضر۔ در اثبات حد القذف۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور دعوے کیا کہ اس زید کو اس عمرو نے قذف کیا ایسا قذف جو موجب حد ہے پس اس عمرو پر اسّی کوڑے حد قذف کے واجب ہین الی آخرہ۔ اور اگر شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہو تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور ایسے شتم کو جو موجب تعزیر ہے معین کرے پس کہا کہ اُسکے لیے پھر لکھے کہ پس شرع مین اُسکی تنبیہ کے واسطے کہ آیندہ ایسا کرے اسپر تعزیر واجب ہوئی پس اس سے مطالبہ کیا و جواب مانگا

محضر۔ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ تو نے میرے درمون مین سے اسقدر درم جو اس دار مین فلان مقام پر رکھے تھے چورائے ہین اور عمرو اس دار کے رہنے والون مین سے ہے اور اس مدعا علیہ نے اس مدعی سے کہا تھا کہ اگر تو قسم کھالے کہ مین نے تیرے درمون سے اسقدر درم جسکا تو دعوی کرتا ہے چورائے ہین تو مین تجھے اسقدر درم دیدونگا پس مدعی نے اپنے دعوی پر قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اُسکو اسکے نصف دیکر اور باقی کے واسطے ایک دستاویز لکھدی پھر مدعا علیہ نے اپنے اسقدر درم جو دیے ہین واپس لینے چاہے تو اسکا کیا حکم ہے تو شیخ نجم الدین نسفی رح نے جواب مین تحریر فرمایا کہ اگر مدعا علیہ نے نصف مقدار دیدی اور باقی نصف دینے کا بطور صلح کے دعوے مدعی سے اپنے اوپر التزام کر لیا اور یہ اقرار کیا کہ مین نے درم چورائے ہین تو اُسپر باقی کا دینا لازم ہوگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ نصف مقدار جو دی ہے اُسکو واپس کرلے اور اگر اُسنے بنا بر قسم مدعی و وفاے قول خود کے نصف مقدار دیکر باقی کے واسطے ایک دستاویز تحریر کردی ہو تو اُسپر کچھ لازم نہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ دیا ہوا واپس کرلے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکو اختیار ہے کہ دونون صورتون مین واپس کرلے اسواسطے کہ مدعی اپنی قسم سے مدعا علیہ پر کسی چیز کا مستحق نہین ہوتا ہے چنانچہ امام محمد رح نے کتاب الصلح مین صریح فرمایا کہ اگر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ اگر مدعی اپنے دعوی پر قسم کھا جاوے تو مدعا علیہ مدعی کیواسطے اس مال کا جسکا دعوی کرتا ہے ضامن ہوگا تو صلح باطل ہے

محضر۔ ایک نانبائی نے ایک شخص کو اپنی دوکان پر اس غرض سے بٹھلایا کہ میری روٹیان میرے واسطے لوگون کے ہاتھ فروخت کرے اور اُس سے دام وصول کرلے اور ایسے شخص کو صاحب دوکان کہتے ہین پھر اسپر دعوے کیا اور صورت دعوی یہ ہے کہ نانبائی نے مقدار معلوم مال کا دعوے کیا اور کہا کہ تو نے روٹی کے دامون مین سے میرا مال اسقدر چورایا ہے اور اُسپر دعوے

کیا کہ تونے کہا ہو کہ مین نے لوگون سے ہر روز پانچ درم اس طرح لیے کہ انکی روٹیون مین سے انکو کم دین مگر تیری روٹیون کے
دام مین سے کچھ نہین لیا ہو اور صاحب دکان اس سب سے انکار کرتا ہو اور آخر محضر مین تحریر کیا ہو کہ اس شخص پر جسکو ساتھ حاضر
لایا ہو واجب ہو کہ یہ درہم مجلس قضا مین حاضر لاوے تاکہ مدعی انکے واسطے گواہ قائم کر سکے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ نانوائی
کی طرف سے یہ دعوے صاحب دکان پر متوجہ نہین ہو سکتا ہو یعنی نامسموع ہو غایۃ ما فی الباب یہ ہو کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ صاحب
دکان کا یہ درہم اس طرح لینے کا اقرار جس طرح اسنے دعوی مین بیان کیا ہو ثابت کرے لیکن اگر یہ ثابت بھی ہو تو نانوائی کو کچھ
فائدہ نہین ہو بلکہ حق خصومت انہین ان لوگون کو حاصل ہو جنکے دام تھے کیونکہ جب اسنے ان لوگون سے دام لیے اور اسقدر
روٹیان انکو ندین تو اسپر واجب ہوا کہ یہ درم انھین کو واپس کرے اور واپس لینے کا استحقاق انھین لوگون کو ہوا نہ اس
نانوائی کو اسواسطے کہ یہ انکی طرف سے خصم نہین ہو اور اگر نانوائی نے اسپر یہ دعوی کیا کہ تونے اقرار کیا ہو کہ مین نے ہر روز پانچ
درم تیرے مال سے لیے ہین اور مشتری کو روٹیان کم کم دی ہین تو بھی یہ دعوے صحیح نہین ہو اسواسطے کہ جب اس نے
مشتری کو روٹیان کم دین حالانکہ ثمن پورا لیا تو جو دراہم بقدر نقصان کے ہوے ہین وہ نانوائی کی ملک نہین ہین بلکہ مشتری
کی ملک ہین پس نانوائی کو انکے واپس لینے کا استحقاق نہوگا یہ ذخیرہ و فصول استروشنی مین ہو

محضر دعوی شرکۃ العنان - اسکی صورت یہ ہو کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس
زید نے اس عمرو کے ساتھ فلان تجارت مین شرکت عنان[۵۷] بدین شرط کی تھی کہ ہر ایک کا راس المال اسقدر ہو بدین شرط کہ
دونون مال شرکت مین تصرف کرین اور ہر ایک اپنی اپنی راے سے تصرف کرے و بدین شرط کہ جو کچھ نفع حاصل ہو وہ دونو
مین نصفا نصف ہو اور جو کچھ نقصان و خسارہ پڑے وہ ہر ایک پر اسکے راس المال کے حساب سے پڑے اور ہر ایک
اپنا راس المال مجلس شرکت مین لایا اور دونون کو خلط کر دیا حتے کہ دونون مال ایک ہو گئے اور دونون نے یہ مال شرکت
اس عمرو کے پاس رکھا اور اسنے انمین تصرف کیا اور اسقدر نفع حاصل کیا پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اس مدعی کے راس المال سے
و حصہ نفع سے جو اسقدر ہو چھٹکارا کرے یعنی مدعی کو سب دیدے اور اگر اس شرکت کا شرکت نامہ ہو تو شرکت نامہ مین بھی اسی
طور سے لکھنا چاہیے پھر شرکت نامہ ہونے کی صورت مین لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر تمام ان باتون کا جسکو شرکت نامہ
متضمن ہو از بیان شرکت و راس المال و نفع مشروط و خلط ہر یکے راس مال خود بمال دیگر بنابر آنکہ شرکت نامہ سے اول سے
آخر تک جسکی تحریر کی تاریخ سے ظاہر ہو اور دونون نے تمام مال اس عمرو کے قبضہ مین رکھا اور اس عمرو نے اسقدر نفع
حاصل کیا ہو پس اسپر واجب ہو کہ اس زید کا راس المال و اسکا حصہ نفع اس زید کو دیدے اور اسکا راس المال اسقدر اور
نفع اسقدر ہو اور محضر کو تمام کر دے

محضر - در دفع این دعوی - اس عمرو حاضر ہونے والے نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہو اسکے دعوی کے دفعیہ جو اس زید نے
اس عمرو پر کیا تھا کہ اسقدر راس المال سے باہم شرکت کی تھی اور اپنے راس المال و حصہ منافع کے واپس کرنے کا دعوے کیا
تھا پس عمرو مذکور اسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوی کرتا ہو کہ وہ اس دعوے مین مبطل ہو کیونکہ زید مذکور نے اس سے مقاسمہ
کر لیا تھا اور راس المال و حصہ منافع بٹوا لیا ہو اور عمرو سے یہ سب بعمرو کے اسکو سپرد کرنے سے وصول کر لیا ہو اور
محضر کو تمام کر دے

محضر - در اثبات وقفیہ - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے بحکم اس اجازت کے جو اسکو قاضی فلان

[۵۷] جسکو بازاری بولی مین ... کہتے ہین ۱۲

کی طرف سے مقدمہ اثبات وقفیت مذکورہ این محضر حاصل ہوئی ہو اس عمرو پر تمام اس مضمون کا جبکہ وقف نامہ جو
پیش کرتا ہی متضمن ہو دعوی کیا پھر وقف نامہ کو اول سے آخر تک تحریر کرینگے اور نیز مضمون وقف نامہ ہو پھر لکھے کہ مدعی
اس تمام مضمون کا جسکو وقف نامہ متضمن ہو کہ بکر بن خالد مخزومی نے اس زمین محدودہ مذکورہ بالا میں وقف نامہ منقولہ این
محضر کو اپنے خالص مال وملک سے بشرائط مذکورہ ومصارف معلومہ مذکورہ وقف نامۂ منقولہ در محضر از اول تا آخر بتاریخ
تحریر وقف نامہ مذکورہ وقف کیا اور قبل وقف کرنے کے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقف نامہ اس وقف کرنے
والے کی ملک تھی اور اُسکے قبضہ مین تھی یہانتک کہ اُسنے وقف کر کے اس متولی کو جسکا نام ونسب اس وقف نامہ
مین جو اول سے آخر تک اس محضر مین منقول ہو مذکور ہو سپرد کردی اور آج یہ زمین مذکورہ محدودہ اندرین محضر بوجہ
مذکور وقف وصدقہ ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ زمین اس مدعی کے سپرد کرے تاکہ
شرائط وقف کی مراعات کرے اور اُس سے جواب طلب کیا اور یہ صورت ہو کہ مدعی نے وقف نامہ پیش کیا ہو۔
اور اگر مدعی کے پاس وقف نامہ نہو تو لکھے کہ اس فلان حاضر ہونے والے نے اس عمرو کو اپنے ساتھ حاضر لایا ہو یہ دعوے
کیا کہ تمام زمین جو دو کھیت باہم ایک دوسرے سے متصل شہر بخارا کے پرگنہ فلان دیہہ فلان مین ہین اس دیہہ کے
فلان جانب واقع ہو جو بگیہ والی کہلاتی ہو اور اُسکے حدود اربعہ مین سے ایک حد شارع عام ہو اور اس گانون مین شارع
عام کے نام سے فقط ایک ہی راستہ ہو اور دوم وسوم وچہارم راستہ ہو اور اسی طرف مدخل ہو یہ زمین مع اپنے حقوق
وحقوق ومرافق کے وقف دائمی وحبس مؤبد ہو جسکو بکر بن خالد مخزومی نے اپنی صحت حیات وبعد وفات کے اپنے
خالص ملک ومال سے بدین شرط وقف وصدقہ کیا ہو کہ اجارہ دیجاوے جو اجارہ افضل ہو اس طرح دیجاوے اور
اللہ تعالے کے فضل سے جو حاصلات ہو نکلے انہین سے اسکے کھائین خندق وغیرہ کی درستی واصلاح مین خرچ کیا جاوے
پھر جسقدر باقی رہے اس سے اندرون شہر بخارا مین جو مسجد فلان محلہ مین اس نام سے معروف ہو جسکے حدود اربعہ یہ
ہین اسکی درستی واصلاح مین خرچ کیا جاوے پھر جو باقی رہے وہ مسلمان فقیرون کو تقسیم کیا جاوے اور وقف کرنے کے
روز یہ زمین محدودہ اس وقف کرنیوالے کی ملک اور اُسکے قبضہ مین تھی اور وقف کرنیوالے نے یہ تمام زمین وقفی اپنے
پسر فلان یا فلان اجنبی کے سپرد کی بعد ازانکہ اس پسر یا اس اجنبی کو اس وقف کا متولی وقیم قرار دیا اور اس متولی نے اسکی طرف
سے یہ قوامت وولایت بقبول صحیح قبول کرلی اور یہ تمام زمین موقوفی جسکا ذکر کیا گیا ہو وقف کنندہ سے بطور قبضہ صحیح لیکر
قبضہ مین کرلی اور آج کے روز یہ سب زمین جسکا وقف ہونا بیان کیا گیا ہو بوجہ مذکور وقف ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین
ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ تمام زمین وقفی جسکے حدود اس محضر مین بیان کر دیے گئے ہین اس حاضر مدعی کو دیدے
تاکہ یہ شخص انہین وقف کرنے والے کی مقرری شرطین مرعی رکھے اور مدعا علیہ سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب دعوے
طلب کیا پس عمرو مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مجھے اس محدودہ کے وقف ہونے کا اور اس مدعی حاضر
آمدہ کو سپرد کرنے کا علم نہین ہو پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پھر آخر تک بدستور سابق تحریر کرے
سجل۔ این دعوی ومحضر۔ فلان قاضی کہتا ہو پس تمام دعوی مدعی وشہادت گواہان مدعی مع اشارہ مقامات اشارہ
بتمامہ نقل کرے یہانتک کہ حکم تحریر کرنے تک پہنچے پھر لکھے کہ مین نے بگواہی ان گواہان تعدیل شدگان کے جنکا نام
مذکور ہو تمام سب باتون جو انکی گواہی سے نتیجہ ثابت ہوئی ہین کہ یہ زمین محدودہ مذکورہ وقف ہو جانب بکر بن خالد مخزومی بشرائط

بہیئتہ وجوہ ومصارف مذکورہ اُسکے خالص مال وملک سے وقف صحیح ہوا اور اُسنے فلان کو متولی کرنے کے بعد یہ زمین اُسکے سپرد کر دی ہو اور وہ بہ ہوا اور یہ کہ یہ زمین اس مدعا علیہ عمرو کے پاس ناحق ہو بدرخواست مدعی مذکور اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا میں لوگون کے سامنے اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر حکم دیا پس آخر تک بدستور لکھکر سجل کو تمام کرے اور اگر وقف کرنیوالے نے متولی کو سپرد کرنے کے بعد اپنے وقف سے رجوع کر لیا ہو تو صورت محضر یہ ہو کہ ابتدا میں جس طرح ہمنے بیان کیا ہو لکھکر پھر لکھے کہ اس حاضر ہونے والے نے جو از جانب فلان قاضی اثبات وقفیہ مذکورہ کا اجازت یافتہ ہو اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہو یعنی وقف کرنے والے پر یہ دعوی کیا کہ اُسنے تمام زمین واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اپنے خالص مال وملک سے اپنی زندگی مین بشرائط مذکورہ وقف کی اور اس وقف کرنے والے نے یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ وقفیہ فلان متولی کے سپرد کر دی پھر اس وقف کرنے والے کی رائے مین اس سے رجوع کر لینا آیا پس اُسنے موافق قول اس امام کے جو وقف کو لازم نہین سمجھتا ہو اپنے وقف سے رجوع کر لیا اور متولی کے قبضہ سے نکالکر اپنی باقی املاک مین داخل کر لیا پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہو واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اُس سے کوتاہ کرے اور فلان مذکور متولی کو سپرد کرے تاکہ تہین شرائط وقف مذکورہ مرعی رکھے پھر اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دعوے مانگا پس اُس سے جواب مانگا گیا اور اُسنے فارسی مین جواب دیا (کہ این محدود ملک من ست ودر دست من ودیکبے سپردنی نے)

سجل - اس محضر بدستور سابق لکھا جاوے یہان تک کہ حکم لکھنے تک پہونچے پس لکھے کہ مین نے اس وقف کرنے والے فلان بن فلان پر اُسکے روبرو بدرخواست اس مدعی کے وقف صحیح ہونے اور لازم ہونے کا حکم کیا اور وقف مذکور کا رجوع کر لینا باطل کر دیا اور اُسکا قبضہ اُس سے دور کر دیا بنا بر قول ایسے عالم کے علمائے سلف مین سے جو اس وقف کو لازم فرماتا ہو اور مین نے یہ زمین مذکورہ اُسکے متولی کو بعد اسکہ میرے نزدیک یہ وقف کرنا اور مدعہ قد کرنا جو مذکور ہوا ہو ثابت ہو گیا ہو سپرد کر دی اور سجل کو تمام کرے جیسا مین ہو

محضر - در اثبات ملک محدود - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لا کر اُسپر دعوے کیا کہ جمیع اراضی تعدادی عہ بیگہ موسومہ بیگہ والی از دیہ فلان پرگنہ فلان جسکے حدود اربعہ بیان کرے مع اپنے حدود وسب حقوق ومرافق کے اور اگر وہ جو مدعا ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت خود واقع کوچہ فلان از محلہ فلان از کورہ فلان پھر اُسکے حدود اربعہ سب بیان کرے مع اپنے حدود وحقوق کے ملک اس زید کی ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس اراضی یا دار سے کوتاہ کر کے اس زید کے سپرد کر دے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا اس سے دریافت کیا گیا پس اُسنے جواب دیا کہ این زمینہا یا این خانہ کہ مدعی دعوے میکند ملک من ست وحق من ست و این مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا کہ یہ میرے گواہ میرے دعوی کے موافق ہین اور مجھسے انکی گواہی سننے کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور وہ فلان وفلان ہین آخر تک نسب وحلیہ آخر تک جس طرح ہمنے بیان کیا ہو تحریر کرے پھر ان گواہون نے دعوی اس مدعی و انکار اس مدعا علیہ کے بعد گواہی صحیحہ متفقۃ اللفظ والمعانی ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا ادا کی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہو گواہی میدہم کہ این زمینہا یا این خانہ کہ عالگاہ وحدود وے درین محضر یاد کردہ شدہ است - اور محضر کی طرف اشارہ کیا بحدود وے جملہ حقوقہا ملک این حاضر آمدہ وحق وے ست اور اس مدعی کیطرف اشارہ کیا - ودر دست این حاضر آوردہ بناحق ست وواجب است بروے تسلیم کردن باین مدعی - اور محضر کو تمام کرے

سجل اپنی دعوی کے کہ فلان قاضی کہتا ہو کہ میری مجلس قضا واقع کورۂ بخارا مین زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا
پھر دعوی اول سے آخر تک اعادہ کرے یعنے لکھے کہ اس زید نے دعوے کیا کہ یہ اراضی واقع موضع فلان جسکے حدود
اربعہ یہ ہین یا دار واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین مع جمیع حدود و حقوق کے ملک اس زید کی ہو اور اس عمرو کے
قبضہ مین ناحق ہو اور اس عمرو کو اسکا علم ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا دار محدودہ مذکور
دعوی سے کوتاہ کرکے اس زید کے سپرد کرے اور جواب طلب کیا پس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اس مدعی کے
دعوے کی نسبت تو کیا کہتا ہو اسنے فارسی مین جواب دیا کہ این زمینہا کہ دعوے میکند این مدعی یا این خانہ ملک من
ست و باین مدعی سپردنی نیست پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی سننے کی درخواست
کی اور وہ فلان و فلان و فلان ہین انکے نام و نسب جس طرح ہمنے سابق مین بیان کیا ہو اسی طرح برابر لکھتا جاوے یہانتک
کہ موضع حکم تک پہونچے پھر حکم اس طرح لکھے کہ مین نے اس زید مدعی کے واسطے اس عمرو مدعا علیہ پر حکم دیا کہ یہ اراضی محدودہ
مذکورہ اندرین سجل یا یہ دار محدودہ مذکور واندرین سجل مع اپنے سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اسکے حقوق سے اسکو ثابت
ہین ملک و حق اس مدعی کا ہو اور اس مدعا علیہ عمرو کے پاس اسکے قبضہ مین ناحق ہو یہ حکم گواہی ان گواہان مسمیان کے دیا
اور حکم قضا نافذ کیا کہ یہ مدعی یہ ملک اس مدعی مذکور کی ہو بگواہی ان گواہان مذکور کے اور یہ حکم و قضا بعد ازانکہ مین نے ان
گواہان کا حال ان لوگون سے جنپر مدار تعدیل و تزکیہ کا ہو نواح مین ہو دریافت کیا اور انھون نے انکی تعدیل کی اور بعد ازانکہ
مین نے دعوی مدعی والفاظ شہادت ان علمار کے پاس پیش کیے جنپر اس نواح مین فتوی کا مدار ہو اور انھون نے صحت دعوی ہذا و جواز
شہادت مذکورہ کا فتوے دیا ہو میری طرف سے صادر ہوا اور یہ حکم و قضا میری طرف سے میری مجلس واقع کورہ
بخارا مین صادر ہوا اور یہ حکم مبرم دیا اور یہ قضا نافذ کر دیا درحالیکہ مستجمع جمیع شرائط صحت و نفاذ ہو در حالیکہ متخاصمین کی
حاضری مین دونون کے روبرو مین نے کیا ہو اور مین نے اس محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اپنا ہاتھ اس اراضی محدودہ یا اس دار محدودہ
سے کوتاہ کرے پس اسنے اپنا قبضہ چھوڑ کر اس محکوم لہ مدعی کے سپرد کر دیا اور یہ اسنے بغرض امتثال حکم شرع کیا ہو اور سجل کو
اسی طرح ختم کرے جیسا ہمنے پہلے بیان کیا ہو

محضر در دفع این دعوی۔ اگر مدعا علیہ مذکور نے اس مدعی سے خرید کرنے کا دعوی کیا تو لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو
حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو اسنے عمرو پر کیا تھا دعوی کیا اور دعوی زید یہ تھا پھر آخر تک
زید کا دعوے نقل کرے پھر لکھے کہ اس عمرو نے اسکے دفعیہ مین یہ دعوے کیا کہ زید اپنے دعوے مذکورہ مین جو اسنے اس
عمرو پر کیا ہو مبطل ہو اسواسطے کہ اس زید نے سب طرح اپنے جواز تصرفات کی حالت مین یہ دار محدودہ مع اسکے حدود و حقوق
اور تمام اسکے مرافق کے جو اسکے واسطے اسکے حقوق سے ثابت ہین قبل اپنے اس دعوی مذکورہ کے اس عمرو کے ہاتھ و حالیکہ
یہ دار محدودہ مذکورہ اس زید کی ملک و حق تھا اور اسکے قبضہ مین تھا بعوض اسقدر دینار کے بیع صحیح فروخت کیا اور اس
عمرو نے اس دار مذکورہ کو اس سے بحدود و حقوق و مرافق جو اسکو اسکے حقوق سے ثابت ہین بعوض اسقدر
ثمن مذکور کے اپنی سب طرح جواز تصرفات کی حالت مین بخرید صحیح خرید کیا اور دونون مین سے ہر ایک نے باہمی قبضہ صحیح
کر لیا اور اگر عمرو نے بایجاب اسکے زید کے ایسے اقرار کا دعوی کیا ہو تو تحریر شیئی بعد لکھے باہمی قبضہ صحیح کے اسقدر زیادہ کرے
کہ اور اسی طرح اس زید نے اپنے جواز اقرار و سب طرح نفاذ تصرفات کی حالت مین بطوع خود اس بیع و شراء مذکورہ کا سچے اور

اس عمرو کے درمیان اس زمین محدودہ مذکورہ مین یا اس دار محدودہ مذکورہ مین مع اُسکے حدود وحقوق و تمام مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین بعوض اسقدر ثمن مذکور کے سب طرح دونون کے نفاذ تصرفات کی حالت مین واقع ہونے کا اور دونون مین باہمی قبضہ واقع ہونے کا اقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس عمرو نے خطاباً تصدیق کی اور یہ زید اپنے اس عوض مذکورہ مین جو وہ اس عمرو کیطرف کرتا ہو لہذا انکا ثابت ہوا کہ حال یہ ہو جو بیان کیا گیا مبطل ہو محق نہین ہو باینکے کہ بعد ازانکہ اس سے ایسا اقرار صادر ہوا ہو مبطل ہو محق نہین ہو پس اس زید پر واجب ہو کہ اپنے اس دعوی کو جو اس عمرو کی طرف کرتا ہو ترک کرے اور مدعی بہ مین اُسکے ساتھ تعرض کرنا چھوڑ دے پھر جواب کا مطالبہ کیا اور محضر تمام کرے اور اگر اس عمرو نے اس دعوی کے دفعیہ کے واسطے اجرت پر مانگنا وغیرہ کسی بات کا دعوی کیا مثلاً یہ دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ دار محدودہ مذکورہ قبل اپنے دعوی مذکورہ کے اجارہ پر مانگا تھا یا درخواست کی تھی کہ اُسکے ہاتھ فروخت کردے تو اس محضر مین اُسکی جگہ پر لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر یہ دعوی کیا کہ اس زید کا اس دار محدودہ مذکورہ کی ملکیت کا دعوی کرنا بایں سبب عمرو ساقط ہو اسواسطے کہ اس زید نے یہ دار محدودہ مذکورہ مع اپنے حدود وحقوق لیلے آخرہ کو اس عمرو سے کرایہ پر مانگا تھا یا لکھے کہ یہ درخواست کی تھی کہ اسکو میرے ہاتھ اسقدر ثمن کے عوض فروخت کردے اور اس عمرو نے اُسکو کرایہ پر دینے یا اُسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا یہ دار محدودہ اس عمرو سے کرایہ پر مانگنا یا اُسکے خرید کی درخواست کرنا اُسکی طرف سے اس بات کا اقرار ہو کہ یہ دار محدودہ مذکورہ اس عمرو کی ملک ہو اور جب اُس سے ایسا اقرار صادر ہو گیا ہو تو اُسکے بعد اپنے دعوی مذکورہ مین وہ مبطل ہو محق نہین ہوا و محضر کو تمام کردے

سجل - این دفعیہ صدر سجل و دعوی دفع بتامہ موافق بیان مذکورہ سابقہ کے تا تمام تحریر سجل لکھے پھر لکھے کہ پس ان گواہان ہمیان کی گواہی پر ہر دو شناسایان کی حاضری مین دونون کے روبرو اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین آدمیون کے درمیان اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا حکم دیا اور آخر کو آخر تک تمام کردے اور اگر اس عمرو نے اس زید کے دعوی کا دفعیہ بسبب بکر سے یہ دار محدودہ خرید کرنے کے چاہا تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوی کے دفعیہ مین یہ دعوی کیا کہ اس زید کا دعوی اس دار کی ملکیت کا بایں سبب عمرو ساقط ہو کیونکہ عمرو نے اس دار کو اس زید کے پدر سے مذکورہ محدودہ بکر بن خالد سے جو اسکا مالک تھا بعوض اسقدر ثمن کے بخرید صحیح خرید کیا ہو اور محضر کو آخر تک تمام کردے اور سجل اس دفعیہ کا بطریق سابق ہو

محضر - اثبات دعوے میراث ولد از پدر - زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ دار جو فلان موقع پر واقع ہو جسکے حدود اربعہ یہ ہین مع اپنے حدود وحقوق و اپنے مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق ثابت ہین وہ اُسکے والد خالد بن بکر کی ملک اور حق تھا اور ہمیشہ اُسکے تحت و تصرف مین رہا یہان تک کہ اُسنے وفات پائی اور وارثون مین فقط اُسنے ایک صلبی بیٹا چھوڑا اور وہ یہی مدعی ہو اور اُسکے سواے کوئی وارث نہین چھوڑا پس یہ دار مذکور جسکا موقع وحدود بیان کردیے گئے ہین اُسکے واسطے اُسکے باپ خالد بن بکر کی میراث ہوا اور اس سبب مذکور سے آج کے روز یہ دار جسکے حدود و موقع بیان کیا گیا ہو اس مدعی کی ملک ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو اور اس عمرو کو اسکا علم ہو پس اس پر واجب ہو کہ اس دار مذکورہ سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کے سپرد کردے اور اس عمرو سے اسکا جواب طلب کیا پس اس عمرو سے جواب مانگا گیا پس اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این دار محدود ملک من ست و حق من ست و مرا باین

مدعی سپرد نہیں ہے پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ میرے دعوی کے موافق میرے گواہ ہین اور مجھسے انکی گواہی سنلینے کی درخواست کی پس اِس مدعی کے دعوی و انکار مدعا علیہ ہذا کے بعد ان گواہون نے گواہی صحیح متفقۃ اللفظ والمعنی ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا اداکی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہے کہ گواہی میدہیم کہ این خانہ کہ جایگاہ وحدود وے یاد کردہ شدہ است در محضر این دعوے کہ در محضر دعوی کی طرف اشارہ کیا بحدہا ءسے وحقوقہاءسے ومرافق وے کہ از حق ہاءسے وے ست ملک خالد بن بکر پدر این مدعی بود۔ اور اس مدعی کیطرف اشارہ کیا۔ وحق وے بود ودر قبض وتصرف وے تا این زمان کہ وفات یافت وازوے میراث یک پسر ماند ہمین مدعی۔ اور اس مدعی کیطرف اشارہ کیا۔ وبجز از دی وارثے دیگر نماندہ این متوفی۔ واین خانہ میراث شدہ ازین متوفی برایں پسر وے را این مدعی۔ اور اس مدعی کی طرف اشارہ کیا وامروز این خانہ محدود ودرین محضر اور محضر دعوے کی طرف اشارہ کیا بحدہاءسے وحقوقہاءسے ملک این مدعی ست وحق وے ست ودر دست این مدعا علیہ بنا حق ست۔ اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور محضر کو تمام کرے واللہ تعالے اعلم

سجل۔ این دعوے۔ قاضی فلان کہتا ہو اپنے سہم کے موافق لکھکر اول سے آخر تک بعینہ دعوے کا اعادہ کرے پھر سب سماءے گواہان والفاظ شہادت واس بات کا بیان کہ مین نے ان گواہون کے معروف بعدالت ہونے کی وجہ سے یا تعدیل کرنے والون کی تعدیل سے عدالت ظاہر ہونے کی وجہ سے یا مدعا علیہ کی عدم طعن سے ظاہر اسلام عدالت کی وجہ سے ان گواہون کی گواہی قبول کی اور سب جو سجلات مین لکھا جاتا ہو مقام حکم تک لکھے پھر لکھے کہ مین نے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین لوگون کے درمیان درحالت حاضری ہر دو متخاصمین کے دونون کے روبرو حکم مبرم وقضاءسے نافذ مستجمع بجمیع شرائط نفاذ ان گواہان مسمیان کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر تمام اُس بات کا جو ان گواہون سے ثابت ہوئی کہ یہ دار محدودہ مذکورہ ملک خالد بن بکر والد اس مدعی کا تھا اور اسکی وفات تک برابر اُسکے تحت وتصرف مین رہا اور بعد اسکی وفات کے اس مدعی کے واسطے اسکے باپ سے میراث ہوا اُس سجل مین حکم دیدیا اور سجل کو بدستور تمام کرے

محضر در دفع این دعوی۔ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر اُسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوی کیا اور اس زید نے پہلے اس عمرو پر یہ دعوی کیا تھا کہ دار جو فلان موقع پر واقع ہو جسکے یہ حدود ہین وہ اُسکے باپ کی میراث اُسکے واسطے ہو اسکا دعوے بعینہ سب اعادہ کرے پس اس عمرو نے اُس زید سے اس دعوے مذکورہ کے دفعیہ مین دعوے کیا کہ اسکا یہ دعوے ساقط ہوا اسواسطے کہ اسکے والد خالد بن عمرو نے اپنی صحت وحیات مین یہ دار محدودہ مذکورہ محضر نامہ ہذا اس عمرو کے ہاتھ اسقدر ثمن کے عوض بیع صحیح فروخت کیا تھا اور اس عمرو نے اس ثمن مذکور کے عوض اس سے یہ دار محدودہ مذکورہ بشرائط بیع خرید کیا تھا اور باہم دونون مین قبضہ صحیحہ ہو گیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس سبب سے اس عمرو کی ملک ہوا اور اُسی کا حق ہوا اور یہ زید اپنے دعوے مین جو مجھپر کرتا ہو لبعد از انکہ حال یہ ہو جو بیان کیا گیا ہو مبطل ہو محق نہین ہو پس اسپر واجب ہو کہ ایسے دعوے سے باز رہے پھر اُس سے اسکا جواب طلب کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا الی آخرہ

سجل۔ این دفعیہ بدستور معلوم لکھنے کے بعد تجویز حکم کے وقت لکھے کہ مین نے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین ہر دو متخاصمین کی حاضری کی حالت مین دونون کے روبرو اس عمرو مدعی کے واسطے اس زید مدعا علیہ پر اس دفعیہ مذکورہ کے ثبوت کا گواہی ان گواہان مسمیان کے حکم دیا اور زید کو حکم کیا کہ اپنے اس دعوے سے باز رہے اور

عمرو سے اسکی بابت کوئی تعرض نکرے پھر سجل کو تمام کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔

محضر۔ دعوے ملکیت مال منقول بملک مطلق۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو ساتھ لایا اور اس عمرو کے ساتھ ایک گھوڑا درمیانی جثہ کا ہے اور ایسے رنگ کے گھوڑے کو ابلق کہتے ہیں نتھنے مشقوق اور اسکے بائین پٹھے پر داغ ہے صورت اسکی اینی ہے اور اسکی یال بجانب راست مائل ہے اسکی دم پوری ہے ہاتھ پانون کھلے ہیں اور لنبائی مین آگا دایان کان کٹا ہوا ہے ایسے گھوڑے کو سونال کہتے ہیں پس وہ اس دعوے کی مجلس مین حاضر لایا گیا تاکہ اسکی طرف اشارہ کیا جاوے پس اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ یہ برذون اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا اس زید کی ملک و حق ہے اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہے اور اس عمرو کو اسکا علم ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس برذون سے جسکی طرف اشارہ کیا ہے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس مدعی کو سپرد کرے اور اپنا جواب دعوے طلب کیا پس عمرو سے استفسار کیا گیا پس اسنے جواب دیا کہ این اسپ ملک من ست و حق من ست مرا باین مدعی سپردنی نیست۔ پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور اسنے گواہی طلب کی اور وہ فلان و فلان و فلان ہین الی آخرہ

سجل۔ این دعوے ۔ برسم خود صدر سجل تحریر کرنے کے بعد جب گواہون کی گواہی تک پہونچے تو لکھے کہ ان گواہون سے گواہی طلب کی گئی پس انھون نے بعد دعوے مدعی و انکار مدعا علیہ کے بدرخواست مدعی ہر ایک نے اس طرح گواہی دی۔ گواہی میدہم کہ این اسپ۔ اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا۔ ملک این حاضر آمدہ است۔ اور مدعی کیطرف اشارہ کیا وحق اوست و در دست این حاضر آوردہ۔ اور مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا بناحق ست پس مین نے انکی گواہی سنی پھر برابر بدستور معلوم تا تحریر حکم لکھا جاوے پھر لکھے کہ مین انھی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین در حالت حاضری ان ہر دو متخاصمین و اس اسپ متدعوبہ کے ان گواہان معروف بعدالت کی گواہی پر اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر حکم دیا کہ یہ اسپ متدعوبہ جسکی طرف اشارہ کیا ہے ملک اس مدعی کی اور اسی کا حق ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہے اور سجل کو تمام کردے۔

محضر۔ در دفع دعوے برذون مذکور اس دعوے کے دفعیہ کے وجوہات ہو سکتے ہین مگر ہم انمین سے تین وجہین بطور مثال تحریر کرتے ہین کہ جب آدمی انسے کما حقہ واقف ہو جائیگا تو اسی مثال پر دوسری وجہین بھی تحریر کر سکتا ہے۔ ایک یہ کہ تقریر کی درخواست کرنے کے ذریعہ سے اس دعوے کا دفعیہ کرے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ عمرو حاضر آیا اور زید کو حاضر لایا جسکے ہاتھ مین ایک گھوڑا تھا جسکا حلیہ یہ ہے پھر چونکہ اس زید نے اس عمرو پر اس اسپ مذکور کی ملک کا جو مجلس دعوے مین حاضر ہے دعوے کیا تھا اور اسکا دعوے بتمامہ نقل کردے پھر لکھے پس اس عمرو نے اس زید پر اسکے دعوے مذکورہ کے دفعیہ مین دعوے کیا کہ اس زید کا اس اسپ مذکور کی ملکیت کا دعوے بجانب اس عمرو کے جو مذکور ہوا ہے ساقط ہے اسواسطے کہ اس زید نے اس اسپ مذکور کے خریدنے کے اور اسپ حاضر کی طرف اشارہ کیا۔ اس عمرو سے درخواست کی تھی درحالیکہ ہر طرح اسکے تصرفات نافذ ہو سکتے تھے اور اس عمرو نے اسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا پس اس زید کا اس عمرو سے اس برذون مدعی بہ کے خریدنے کی درخواست کرنا اس زید کیطرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ اس زید کی اس برذون متدعوبہ مین کچھ ملکیت نہین ہے اور بعد صدور ایسے اقرار کے اس زید سے یہ زید اپنے دعوے ملکیت اس برذون مین مبطل ہے پس اس زید پر واجب ہے کہ اپنے دعوی سے جو اس عمرو کی جانب کرتا ہے باز رہے پھر

اُس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ قسم دوم اس طور پر کہ زید نے عمرو سے اسکو اجارہ پر مانگا تھا یون تحریر کرے کہ زید
اپنے دعوی مین جو اس اسپ کے اپنی ملک ہونے کا اس عمرو پر کرتا ہے باطل ہوا ہے کیونکہ اس زید نے یہ اسپ مذکور بسبب
اپنے لینے اثناء تصرفات کی حالت مین اس عمرو سے کرایہ پر طلب کیا تھا اور کرایہ پر طلب کرنا اسکی طرف سے اسبات کا اقرار ہے کہ
اس برذون مین اسکی کچھ ملک نہین ہے پس اسپر واجب ہوا ہے آئندہ جیسا کہ ہم نے درخواست خرید مین ذکر کیا ہے۔ قسم سوم دفعیہ
بطور نتاج اور اسکی صورت مین تحریر کرے کہ اس عمرو نے اس زید کے دعوی کے دفعیہ مین جو وہ عمرو پر اس برذون
مذکورہ کے اپنی ملک ہونے کا کرتا ہے یہ دعوے کیا کہ زید کا یہ دعوے اسکی جانب سے ساقط ہے کیونکہ یہ برذون حاضر اور اسکی طرف
اشارہ کیا اس عمرو کے بیان آئے کہ گھوڑی سے پیدا ہوا ہے اور یہ گھوڑی اس بچہ جننے کے روز اس عمرو کی ملک تھی اور
اسی کا حق اُسی کے قبضہ مین تھی اور یہ برذون حاضر مذکور اس عمرو کی ملک سے روز پیدایش سے آج تک نہین نکلا پس جب
حال یہ ہو تو یہ زید اس برذون پر اپنی ملک کا دعوی کرنے مین مبطل ہے مستحق نہین ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس عمرو
پر اپنا ایسا دعوی کرنے سے باز رہے اور جواب کا مطالبہ کیا

سجل۔ این دفعیہ سہا سجل تا تحریر حکم برسم مذکورہ بالا تحریر کرے پھر بر تقدیر وجہ اول حکم یون تحریر کرے کہ بر[illegible]
مدعی ہذا بحضور ہی ان ہر دو متخاصمان و اسپ مذکور کے روبرو ان دونوں کے بگواہی ان گواہان مسمیان کے جن سے نے
اس مدعی کے واسطے اس مدعا علیہ پر یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا دعوے دفعیہ کہ اس مدعا علیہ نے اس اسپ مذکورہ حاضرہ
کے خرید کی درخواست اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اس مدعی سے قبل اپنے دعوی ملکیت اسپ مذکور کے بجانب
اس مدعی مذکور کے کی تھی اور اس مدعی نے اسکے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا تھا ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ
حاضر آوردہ کا دعوے مذکورہ بالا بجانب اس مدعی کے باطل ہے۔ اور درصورت ثانی کے یون لکھے کہ اس مدعی کا دعوے
دفعیہ بجانب اس مدعا علیہ کے کہ اس مدعا علیہ نے قبل اپنے دعوے مذکورہ کے بجانب اس مدعی کے اس اسپ مذکورہ
کے کرایہ لینے کی درخواست اپنی حالت صحت و نفاذ تصرفات مین اس مدعی سے کی تھی ثابت ہو گیا جیسا کہ ہم نے صورت
اول مین تحریر کیا ہے اسی طرز سے تحریر کرے اور درصورت ثالث کے یون لکھے کہ مین نے یہ حکم دیا کہ اس مدعی کا
دعوے دفعیہ اس مدعا علیہ پر کہ یہ اسپ مذکورہ بالا اس مدعی کی گھوڑی سے جو اسکی مملوکہ تھی اور اسکے قبض و تصرف مین
تھی پیدا ہوا ہے اور روز پیدایش سے آج تک اسکی ملک سے خارج نہین ہوا ہے ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس مدعا علیہ کا دعوے
بجانب اس مدعی کے ملکیت اس اسپ مذکور کا جیسا مذکور ہوا ہے اس مدعی سے ساقط ہوا اور مین نے یہ حکم مبرم و قضاء
نافذ بجمیع شرائط نفاذ اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین لوگون کے سامنے نافذ کیا اور محکوم علیہ کو حکم دیا کہ اس محکوم لہ
سے تعرض نکرے پھر آخر سجل تک بدستور معلوم لکھکر تمام کردے

محضر در دعوے ملکیت عقار بسبب خرید از صاحب قبضہ لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو
پر دعوے کیا کہ دار واقع موضع فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور وہ اس عمرو کے قبضہ مین ہے آج کے روز اس مدعی
کی ملک ہے اُسی کا حق ہے بسبب اسکے کہ اس زید مدعی نے اسکو اس عمرو مدعا علیہ سے اسقدر دینار کے عوض بخرید صحیح
خرید کیا ہے اور اس عمرو نے یہ دار اس مدعی کے ہاتھ بیع صحیح فروخت کیا اور اس مدعی نے یہ تمام ثمن مذکور اس عمرو
کو دیدیئے ہے اس عمرو نے اس تمام ثمن پر قبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہے اور یہ دار مذکورہ بر بنائے خرید اس عمرو کی ملک اور قبضہ

مین تھا پس اس سبب مذکورہ سے یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کی ملک ہوگیا ہو اور یہ عمرو مدعا علیہ اس دار مذکورہ کو اس زید مدعی کے سپرد کرنے سے براہ ظلم و تعدی انکار کرتا ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ دار محدود مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے اسکے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے جواب مانگا گیا۔ اور اگر بیع کے واسطے بیعنامہ ہو اور بائع پر مضمون بیعنامہ دعوے کیا حالانکہ دار مذکور بائع کے پاس ہو اور وہ دینے سے انکار کرتا ہو تو لکھے کہ زید حاضر ہوا اور اُسنے عمرو کو حاضر کیا پھر زید نے اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر بیعنامہ متضمن ہو جسکو وہ پیش کرتا ہو اور نسخہ بیعنامہ مذکور یہ ہو پھر اول سے آخر تک بدون زیادت و نقصان کے عبارت بیعنامہ مذکور تحریر کرے پھر اس سے فارغ ہو کر لکھے کہ پس زید نے عمرو پر تمام مضمون بیعنامہ کا جو اُس محضر مین مذکور ہوا کہ عمرو نے زید کے ہاتھ دار مذکورہ فروخت کیا اور اُسنے خرید کیا اور ثمن سب ادا کیا اور عمرو نے قبضہ کر لیا اور مبیع کے درک کا ضامن ہوا جیسا کہ مضمون بیعنامہ مورخہ تاریخ بیعنامہ مذکورہ محضر ہذا سے واضح ہو دعوے کیا اور یہ دار مذکورہ جسکے حدود اسکے بیعنامہ منقولہ محضر ہذا مین مذکور ہین یہ روز خرید اس عمرو کی ملک تھا پھر یہ دار مذکورہ محدودہ بنا بر تجویز بیعنامہ متذکرہ محضر ہذا کے بسبب خرید مذکورہ کے اس زید کی ملک ہوگیا مگر یہ عمرو یہ دار اس زید کو سپرد کرنے سے انکار کرتا ہو پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ دار مذکورہ اس زید کے سپرد کرے پھر اُس سے جواب مانگا۔ اور اگر دونوں نے باہمی قبضہ بھی کر لیا ہو تو اس طرح لکھے کہ اس زید حاضر نے اس عمرو حاضر شدہ پر دعویٰ کیا تمام مضمون بیعنامہ منقولہ محضر ہذا کا کہ باہم خرید و فروخت ہوئی اور مشتری نے ثمن دیا اور بائع نے قبضہ کیا اور بائع نے دار دیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور بائع اس مبیع کی ضمان درک کا ضامن ہوا جیسا کہ عبارت بیعنامہ سے واضح ہو اور یہ کہ یہ دار محدودہ مذکورہ بیعنامہ منقولہ محضر ہذا بروز خرید اس عمرو کی ملک تھا پس بسبب اس خرید مذکور کے یہ دار مذکور اس زید کی ملک ہوگیا پھر اس عمرو نے بعد اس خرید و فروخت و باہمی قبضہ کے اس دار محدودہ مذکور پر دست درازی کر کے اسکو زید کے قبضہ سے بغیر حق کے نکال لیا پس اس پر واجب ہو کہ یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے پھر اس شخص سے جواب کا مطالبہ کیا۔

محضر۔ اثبات سجل جسکو مثلاً دوسرے شہر سے لایا ہو تاکہ اس شہر مین اپنے بائع سے ثمن بردون واپس لے جو بسبب استحقاق مین لے لیا گیا ہو۔ صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو سے بعوض ثمن معلوم ایک گھوڑا خرید اور باہمی قبضہ کر لیا اور یہ بیع بخارا مین واقع ہوئی پھر مشتری اس بردون کو سمرقند لے گیا وہان کسی شخص مثلاً خالد نے گواہ پیش کر کے قاضی سمرقند کے سامنے اس گھوڑے پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی سمرقند نے مستحق کے نام اس مشتری مذکور پر بردون مذکور اسکی ملک ہونے کا حکم دیا اور مشتری مذکور کے واسطے اس مقدمہ کا سجل تحریر کر دیا پھر مشتری مذکور اس سجل کو لیکر بخارا مین آیا اور چاہا کہ بائع بردون سے اپنا ثمن واپس لے پھر بائع مذکور نے دعویٰ استحقاق و ثبوت سجل سے انکار کیا تو مشتری مذکور کو ضرورت ہوگی کہ قاضی بخارا کے سامنے گواہون سے بائع کے مقدمہ مین اس سجل کو ثابت کرے پس ایسی حالت مین محضر لکھنے کی ضرورت ہوگی پس لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور عمرو پر دعوے کیا تمام اُس مضمون کا جسکو سجل جو از جانب قاضی سمرقند لایا ہو متضمن ہو اور اسکی عبارت یہ ہو پس اول سے آخر تک اس سجل کو نقل کرے اور صدر سجل پر توقیع قاضی سمرقند تحریر کرے اور بعد تاریخ سجل کے خط قاضی سمرقند کہ قاضی سمرقند مسمی فلان کہتا ہو کہ میرا سجل آخر تک جو کچھ لکھا ہو لکھ دے پھر لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس زید نے اس عمرو سے یہ بردون جسکا ذکر سجل منقولہ محضر ہذا مین ہو اسقدر دینار یا درم کو خرید لیا تھا اور اس عمرو نے اُسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور دونون نے باہمی

قبضہ بھی کر لیا تھا پھر خالد بن بکر نے اسی بردون مذکور کو اس مشتری کے ہاتھ سے مجلس حکم کورہ سمرقند میں وہاں کے قاضی کے
سامنے عادل گواہ قائم کر کے استحقاق میں لے لیا اور اس خالد بن بکر کے واسطے اس زید پر اس بردون کا حکم جاری ہو گیا
اور اس قاضی نے یہ بردون اس زید کے ہاتھ سے نکالکر اس خالد بن بکر کو بتاریخ تحریر سجل مذکور جیسا کہ سجل مورخہ تاریخ مذکور تمام
منقولہ محضر ہذا سے واقع ہے دیدیا اور یہ قاضی سمرقند فلان بن فلان جسکا نام اس سجل منقولہ محضر ہذا میں مذکور ہے بروز حکم از
جانب خاقان فلان قاضی سمرقند نافذ القضاء درمیان اہل سمرقند تھا اور اس زید کو اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لینے کا استحقاق
ہوا اور اس عمرو کو مجھسے باستحقاق اس طرح لیے جانے کا علم ہے پس اسپر واجب ہے کہ جسقدر ثمن اسنے اس زید سے لیا ہے واپس دے
پھر اس سے جواب کا مطالبہ کیا پس عمرو نے جواب دیا کہ مرا ازین سجل علم نیست و مرا یکے چیزے دادنی نیست
سجل۔ اینا دعوے صدر سجل برسم خود لکھکر اور دعوے مدعی تا جواب مدعا علیہ اعادہ کر کے پھر لکھے کہ مدعی چند نفر گواہ لایا
اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلان و فلان تھے اور مجھسے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی۔ پس میں نے
قبول کیا پس ان گواہوں نے بعد دعوے مدعی و انکار مدعا علیہ و طلب گواہی کے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا گواہی
صحیحہ متفق اللفظ والمعنی ادا کی اور مضمون نسخہ یہ ہے کہ گواہی میدہیم کہ این سجل۔ اور اس سجل کی طرف جسکو یہ مدعی لایا ہے اشارہ
کیا سجل قاضی سمرقند ست اینکہ نام و نسب وے دریں سجل ست و مضمون ایں حکم و قضاے قاضی سمرقند ست حکم کرد مرا این
مستحق را باین اسپ کہ صفت وے دریں سجل مذکور ست برایں مستحق علیہ و آنروز کہ این قاضی حکم کرد باین مضمون کہ اندرین
سجل ست ما را بریں سجل گواہ گردانید وے قاضی بود بشہر سمرقند نافذ القضاء درمیان اہل وے پس گواہ لوگوں نے گواہی
کو جیسا کہ چاہیے ہے ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے اسکو روان کیا پس میں نے انکی گواہی سنی اور اسکو محضر ثابت دلیل
حکم میں لینے پاس ثبت کر لیا اور ان لوگوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے میں نے ان لوگوں کی طرف رجوع کیا جنپر مدار
تعدیل و تزکیہ گواہان اس نواح میں ہے پس انھوں نے ان گواہوں میں سے دو گواہوں فلان و فلان کو عدالت و جواز شہادت
کی طرف منسوب کیا اور میرے نزدیک ان دونوں گواہوں سے جنکی تعدیل ثابت ہوئی ہے وہ امر جسکی انھوں نے
گواہی دی ہے ثابت ہو گیا ہے پس میں نے مشہود علیہ کو اس حال سے آگاہ کیا کہ میرے نزدیک یہ امر ثابت ہو گیا ہے اور میں
نے اسکو قابو دیا کہ اگر اسکے پاس کوئی دفعیہ ہو تو پیش کرے مگر وہ کوئی دفعیہ نہ لایا یہاں سے تا تقریر حکم بسقوط بیان مذکور لکھے
پھر میں نے اس سجل کی ثبوت کا جسکا نسخہ اس سجل میں منقول ہے حکم دیا کہ وہ قاضی فلان کا سجل ہے اور اسکے حکم کا مضمون ہے
ہے اور وہ اس حکم دینے اور اسپر گواہ کرنے کے روز کورہ سمرقند کا قاضی نافذ القضاء تھا اور میں نے اسکا یہ حکم مذکور نافذ کیا
اور اسکی صحت کا حکم دیا اور یہ میرا حکم ہر دو متخاصمین کی حاضری میں دونوں کے روبرو ہوا اور میں نے اس مستحق علیہ
یعنی مشتری کے واسطے اختیار دیدیا کہ اس عمرو سے اپنا ثمن واپس لے بعد اسکے میں نے دونوں کے درمیان
عقد بیع جو دونوں میں واقع ہوا تھا فسخ کر دیا اور یہ سجل جسکو یہ مدعی حاضر لایا ہے بخط نسخہ محضر کے وقت حاضر تھا اور
اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور میں نے اس سجل پر جیسے اہل مجلس حاضرین کو گواہ کر دیا اور یہ سب سیر مجلس قضا واقع کورہ
بخارا میں بروز فلان و تاریخ و ماہ فلان سنہ فلان میں واقع ہوا۔ اور اگر زید مشتری نے وہ بردون سالم کے ہاتھ فروخت
کیا ہو پھر سالم اس بردون کو سمرقند لے گیا اور اسکے ہاتھ اسکا بائع بھی پہنچ گیا پھر خالد بن بکر نے قاضی سمرقند کی مجلس میں
سالم پر اس بردون کے استحقاق کے گواہ عادل قائم کیے اور قاضی سمرقند نے خالد بن بکر کے نام اس بردون کی

ڈگری سالم پر کردی اور قاضی مذکور نے سالم کے واسطے اپنے بائع زید سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم کیا اور قاضی سمرقند نے زید کے واسطے ایک سجل لکھدیا کہ سالم نے اس سے اپنا ثمن بابت برذون مذکور کے واپس لیا ہے پھر زید اسکو لیکر بخارا میں آیا اور مجلس قاضی بخارا میں اپنے بائع عمرو کو حاضر لاکر اُس سے اپنا ثمن واپس لینا چاہا اور اُسنے استحقاق مذکور اور سجل مذکور سے انکار کیا اور سجل مذکور کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو اُسکا محضر بدین طور لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس عمرو نے اس زید کے ہاتھ ایک گھوڑا جسکا حلیہ یہ ہے بعوض اسقدر درم یا دینار کے فروخت کیا تھا اور اس زید نے اس عمرو سے یہ گھوڑا العوض اسقدر ثمن مذکور کے خریدا تھا اور دونون مین باہمی قبضہ ہوگیا پھر اس زید نے یہ برذون سالم بن غانم کے ہاتھ فروخت کیا پھر خالد بن بکر مجلس قضا رکورہ سمرقند مین وہان کے قاضی کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے ساتھ سالم بن غانم کو حاضر کیا پھر اس خالد بن بکر نے اس سالم پر بحضور اس برذون مذکور کے اُسکی طرف اشارہ کرکے یہ دعوے کیا کہ یہ برذون میری ملک وحق ہوا اور اس سالم کے قبضہ مین ناحق ہے پس مدعا علیہ نے اُسکے دعوی سے انکار کیا اور فارسی مین کہا کہ یہ برذون متدعویہ میری ملک ہے پھر اس مدعی خالد بن بکر نے بحضوری مدعا علیہ مذکور و بحضوری برذون مذکور قاضی سمرقند کی مجلس مین جسکا لقب ونام اس محضر مین مذکور ہے اپنے دعوے کے موافق گواہان عادل قائم کیے پھر قاضی مذکور نے اُسکے گواہوں کی سماعت کی اور انکی گواہی مذکور کو اُسکے شرائط کے ساتھ قبول کیا اور خالد بن بکر مذکور کے واسطے اس سالم پر دونون متخاصمین اور برذون مذکور کی بحضوری مین برذون متدعویہ کی ملکیت کا حکم دیا اور یہ برذون مذکور اس سالم سے لیکر اس خالد بن بکر کو دیدیا اور یہ قاضی بروز حکم از جانب خاقان فلان سمرقند و اُسکے نواحی کا قاضی نافذ القضاء والامضاء تھا پھر اس سالم نے اپنے بائع اس حاضر یعنے زید سے اپنا ثمن جو اسقدر دیا تھا مجلس قضا رکورہ سمرقند مین قاضی فلان مذکور کے سامنے واپس لیا اور پورا وصول کرلیا بعد ازانکہ اس سالم کے واسطے اس قاضی کیطرف سے اس زید حاضر لیسبب نکول اس حاضر کے تین مرتبہ اللہ تعالے کی قسم کھانے سے یہ حکم جاری ہوا اور بعد ازانکہ اُسنے دونون کے درمیان عقد بیع کو جو واقع ہوا تھا فسخ کرنیکے اختیار واپسی ثمن مذکور دیدیا تھا اور اس سبب امور مذکورہ پر مضمون سجل جسکو پیش کرتا ہے شاہد ہوا اور اس زید کو لینے بائع عمرو سے اپنے ثمن مذکورہ کے واپس لینے کا جو اُسنے وقت باہمی خرید وفروخت کے اپنے بائع کو ادا کیا تھا استحقاق حاصل ہوا ہے پس عمرو مذکور سے جواب کا مطالبہ کیا اور مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا کہ مرا باین سجل علم نیست وباین دعی چیزے دادنی نیست پھر یہ مدعی حاضر چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا

کہ یہ میرے گواہ ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی

سجل – اس دعوے کا اسی طور سے ہے جس طرح پہلے لکھا گیا ہے لیکن اتنی بات ہے کہ اس سجل مین سالم کا زید سے ثمن واپس لینے کا حکم جو قاضی سمرقند نے مفصل دیا ہے اس سجل کا دوسرا نسخہ بطریق ایجاز کے سجل قاضی سمرقند کے پشت پر قاضی بخارا اس طرح تحریر کرے کہ فلان بن فلان قاضی بخارا ونواحی آن الے آخرہ کہتا ہے کہ حسب طور سے جو ادلہ حکمیہ ودلائل شرعیہ ثابت ہوا کرتے ہین ثابت ہوا کہ اس محکوم علیہ نے جسکا نام ونسب اس سجل کی رو مین مذکور ہے یہ برذون جسکا حلیہ بھی اس سجل کی رو مین مذکور ہے بعوض اسقدر ثمن کے جو روے سجل مین مذکور ہے اپنے بائع فلان بن فلان سے خریدا تھا اور فلان بن فلان مذکور سے سجل نے بھی اسکے ہاتھ اس ثمن مذکور کے عوض فروخت کیا تھا پھر اس محکوم علیہ نے جو

روے سجل مین مذکور ہو اپنے بائع سے جو روے سجل مین مذکور رہا اپنا ثمن جو روے سجل مین مذکور ہو میرے حکم سے
بسبب نکول کے تین مرتبہ اللہ تعالے کی قسم کہانے سے واپس لیا بعد ازانکہ مین نے بہ زدون کے معاملہ مین جو عقد دونون
کے درمیان واقع ہوا تھا فسخ کرکے ہس مرجوع علیہ کو لیے بائع فلان بن فلان سے ثمن مذکور جسکے عوض بر زدون کو
خریدا تھا واپس لینے کا اختیار مطلق دیدیا اور اس واپسی کا حکم اس سجل کی پشت پر اس مرجوع علیہ کے واسطے حجت ہونے
کے لیے لکھنے کا حکم دیا اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کو گواہ کر دیا اور سجل دوم بھی اسی طور سے لکھے لیکن اتنی بات ہو کہ
اسمین دوسرے مشتری کا اول سے واپس لینا پھر مشتری اول کا اس بائع سے واپس لینا تحریر کریگا یہ محیط مین ہو
محضر در اثبات قود رہ زید حاضر ہونے والے نے عمرو پر جسکو حاضر لایا ہو دعوے کیا کہ اس عمرو نے اُس زید کے
باپ خالد بن بکر بن [illegible] کو عمداً ناحق تیز لوہے کی چھری سے قتل کیا اُسکو مار کر سخت مجروح کیا پس اس ضرب سے وہ اُسی
وقت مرگیا اور شرع مین اسپر قصاص واجب ہوا - اور اگر اُسنے یہ نہ لکھا کہ اُسی وقت مرگیا بلکہ یہ لکھا کہ اس زخم سے برابر
چار پائی پر پڑا رہا یہان تک کہ مرگیا تو یہ کافی ہو - اسی طرح اگر لکھا کہ وہ اس ضرب سے مرگیا تو بھی کافی ہو پھر لکھے کہ اس
مقتول نے اپنے عملہ سے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعی ہو اسکے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہو اور اُسکو شرع مین
اس قاتل سے قصاص لے لینے کا اختیار ہو پس اس قاتل پر واجب ہو کہ وہ اسکو قابو دیدے تاکہ اس سے قصاص حاصل
کرے پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے پوچھا گیا اور اُسنے جواب دیا - اسی طرح اگر اُسکو نیزہ یا
تلوار سے مارا اور اُسی طرح اگر سوئی سے یا تیر سے مار کر قتل کیا تو بھی یہی حکم ہو اور حاصل یہ ہو کہ وجوب قصاص کے
واسطے حدید سے قتل کرنا ضرور ہو خواہ اس حدید مین دھار ہو کہ مثل نشتر کے شگاف کرے یا نہو جیسے عمود و ترازو
کا بانٹ اور یہ بنا بر روایت اصل کے ہو اور طحاوی نے امام اعظم رح سے روایت کی کہ اگر ترازو کے بانٹ یا عمود سے
قتل کیا جسمین دھار نہین ہو تو قصاص واجب نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر غالباً اُس سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہو تو
قصاص ہوگا اور اگر غالباً اُس سے مرتا نہو تو قصاص واجب نہوگا پس صاحبین رح نے بنابر روایت اصل کے جس حدید
مین دھار نہو اُسکو تلوار کے ساتھ لاحق کیا ہو اور بنابر روایت طحاوی کے اُسکو لاٹھی وغیرہ لکڑی کے ساتھ لاحق
کیا ہو اور لکڑی کی صورت مین صاحبین رح کے نزدیک جواب مین تفصیل ہو کہ اگر غالباً اُس سے ہلاک ہو جاتا ہو تو قصاص
واجب ہوگا ورنہ نہین - اسی طرح اگر مقتول نے باپ یا مان یا دختر یا برادر یا مادر چھوڑا تو بھی اُسکو قصاص کے
دعوے کا اختیار ہو اور ہمارے نزدیک قصاص مین ارث جاری ہوتا ہو اور حق استیفاے قصاص ہر ایک کو جو وارث
ہو حاصل ہوتا ہو پس جس طرح بیٹے اپسر کی صورت مین لکھا ہو اُسی طرح ہر وارث کے دعوے مین تحریر کرے اور اگر مقتول
نے چند وارث چھوڑے تو اثبات قصاص کا حق وارثون مین سے ہر ایک کو حاصل ہوگا اور حق استیفاے قصاص ہر
شخص کو جو وارث ہو حاصل ہوگا پس اگر سب بالغ ہون تو لکھے اور اگر بعضے بالغ اور بعضے نابالغ ہون تو بالغون کو حق
استیفاے قصاص حاصل ہونے مین اختلاف معروف ہو اور اگر قاضی کے نزدیک یہ مذہب ہو کہ حق استیفاے قصاص
بالغون کو حاصل ہو تو محضر بنام بالغ لکھے پھر محضر مین مقتول کے وارث چھوڑنے کے ذکر کے بعد تمام وارثون کے نام
لکھے اور لڑکا بالغون کا نام لکھے پھر بالغون کا نام لکھے پھر لکھے کہ اس وارث بالغ کو حق استیفاے قصاص حاصل ہوا [illegible]
محضر در ایجاب دیت لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جسکو ساتھ لایا ہو دعوے کیا کہ اس عمرو نے اُسکے [illegible]

کو خطا سے قتل کیا ہے کیونکہ اس عمرو نے لوہے وار تیر کو جو اوسکے پاس تھا اس شکار کو دیکھکر پھینکا اور وہ تیر اسکے باپ کے لگا
اور اسکو مجروح کر دیا جس سے وہ اسی وقت مرگیا یا یہ کہا جس سے وہ برابر صاحب فراش پڑا رہا یہانتک کہ مرگیا تو یہ کافی
ہے پھر لکھے کہ اس مقتول کی دیت اس قاتل اور اسکی عاقلہ مددگار برادری پر واجب ہوئی اور یہ دیت دس ہزار درم
چاندی یا ہزار دینار سرخ خالص جید موزون بوزن مثاقیل مکہ یا سو اونٹ ہین پس اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہے اور اسکی
مددگار برادری پر یہ دیت اس زید کو ادا کرنی واجب ہے پھر اسکا جواب طلب کیا پس عمرو سے پوچھا گیا اسنے جواب دیا -
محضر دراثبات حد قذف - زید نے حاضر ہوکر عمرو کو حاضر لاکر اوسپر دعوے کیا کہ اس عمرو نے اس زید کو قذف کیا یعنی
ایسی تہمت لگائی ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے پس اسپر حد قذف اسکے اسی کوڑے واجب ہوئے الی آخرہ اور اگر
اسکو شتم کیا ہو جو موجب تعزیر ہو تو لکھے کہ اس عمرو نے اس زید کو شتم کیا اور اس شتم کو جو موجب تعزیر ہے بطور معین بیان
کرے یعنی کہا کہ اسنے ایسے پھر لکھے کہ شرع میں اسپر تعزیر واجب ہے تاکہ پھر ایسا نہ کرے اور اس سے مطالبہ کیا -
محضر دراثبات وفات و وراثت مع مناسخہ - مناسخہ یہ ہے کہ ایک شخص مرجاوے اور وارث چھوڑے
پھر قبل تقسیم میراث کے کوئی وارث مرجاوے اور وہ اپنے وارث چھوڑے - پھر ان وارثون مین سے بھی کوئی
پھر مرجاوے قبل اسکے کہ میراث تقسیم ہو اور اسنے وارث چھوڑ جاوے علی ہذا القیاس - اور محضر تحریر کیا
کی یہ صورت ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ تمام حویلی جسکے حدود
وصفت وموقع بیان کرے مع اپنے حدود و حقوق کے ملک وحق بکر بن خالد کی ہے جو والد اس مدعی کی تھی اور برابر اسکے
ملک وقبضہ میں رہی یہانتک کہ سنہ … مین وفات پائی اور وارثون مین ایک جورو مسماۃ ہندہ بنت شعیب اور ایک بیٹا یعنی
یہی مدعی ہے اور دو دختر مسماۃ حلیمہ و مسماۃ حمیدہ چھوڑین اور انکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور اسنے ترکہ مین
یہ حویلی مذکورہ ان لوگون کے واسطے بفرائض اللہ تعالی میراث چھوڑی کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اولاد
کے درمیان مرد کے واسطے عورت سے دوچند حصہ کے حساب سے ہے پس اصل مسئلہ (۸) سے اور قسمت (۳۲) سے
ہے جسمین سے زوجہ کے واسطے چار سہام اور پسر کے واسطے (۱۴) اور ہر دختر کے واسطے سات سات ہوئے پھر اسکے بعد
متوفی کی یہ جورو مرگئی جسکا نام ہندہ ہے قبل اسکے کہ اپنا حصہ ترکہ اس حویلی مذکورہ سے اپنے قبضہ مین لاوے
اور وارثون مین ایک بیٹا اور دو بیٹیان چھوڑین اور وہ یہی مدعی حاضر اور اسکی دونون بہنین ہین جنکا نام مذکور ہوا
اور انکے سوائے اس عورت مذکورہ کا کوئی وارث نہین ہے پس اس حویلی محدودہ مذکورہ مین سے (۳۲) سہام مین
سے اسکا حصہ مذکورہ (۴) سہام اسکے ان وارثون مذکور کے واسطے بفرائض اللہ تعالی اسکی میراث ہوئی جسمین سے
(۲) سہام پسر کے اور ایک ایک سہام ہر ایک بیٹی کے واسطے ہوئے پھر ان دونون دخترون مذکورہ مین سے ایک
دختر مرگئی جسکا نام حلیمہ ہے قبل اسکے کہ ان دونون ترکون مین سے اپنا حصہ وصول کرے اور یہ آٹھ سہام منجملہ
(۳۲) سہام اس حویلی محدودہ مذکورہ مین سے ہین جنمین سے سات سہام ترکہ اول مین سے اور ایک سہام ترکہ ثانی مین
سے ہے اور اسنے ایک اپنی دختر مسماۃ وسیمہ اور ایک بھائی ازجانب مادر و پدر یہی مدعی اور ایک بہن ازجانب
مادر و پدر وہ حمیدہ مذکورہ چھوڑی اور انکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے پس اسکا تمام ترکہ اسکی موت سے اسکے
ان وارثان مسمیان کے واسطے اسکی میراث بفرائض اللہ تعالی ہوا جنمین سے نصف اسکی دختر مسماۃ وسیمہ کے واسطے

اور باقی اُسکے بھائی وبہن کے درمیان بسبب عصبہ ہونے کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ دو سے اور اُسکی تقسیم چھ سے ہوئی جسمین سے تین سہام اُسکی دختر کے اور دو سہام اُسکے برادر حقیقی کے اور ایک سہم اُسکی حقیقی بہن کا ہوا لیکن اس مسماۃ متوفات کا حصہ ہر دو ترکہ مین سے آٹھ سہام ہین جنکی تقسیم چھ پر بطور استقامت نہین ہوسکتی ہے پس (۸ و ۶) کی نسبت توافق دیکھکر نصف مفروض سوم یعنے (۳) کو فریضہ اول یعنی (۳۲) مین ضرب دیا تو (۹۶) ہوئے اور متوفات مذکورہ کے (۳۲) سہام مین سے جو آٹھ سہام تھے وہ بھی تین مین مضروب ہو کر (۲۴) ہوگئے پس اس سے اُسکے وارثون کے حصص باستقامت نکل سکتے ہین کہ اُسکی دختر کے واسطے (۱۲) ہوئے اور اُسکے بھائی اس مدعی حاضر کے واسطے (۸) ہوئے اور اُسکی بہن سلیمہ کے واسطے (۴) ہوئے پس اس مدعی حاضر کے واسطے تینون ترکون میں سے (۵۰) سہام منجملہ (۹۶) سہام اس حویلی محدود مذکورہ سے بدین تفصیل ہوئے کہ ترکہ اول سے (۴۴) سہام اور ترکہ دوم سے (۶) سہام اور ترکہ سوم سے (۸) سہام جملہ (۵۶) سہام ہوئے اور تمام یہ حویلی محدودہ مذکورہ آج کے روز اس شخص عمرو کے قبضہ مین ہے جسکو حاضر لایا ہے اور یہ عمرو اس زید کو اس حویلی محدودہ مذکورہ کے جملہ (۹۶) سہام سے اس زید کے حصہ ترکہ کے (۵۶) سہام سے ناحق مانع ہوتا ہے حالانکہ اُسکو اسکا علم ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ حویلی محدودہ مذکورہ مین سے اسکے حصص جسقدر ہین اُنکو ادا کرکے اس زید کے سپرد کرے اور اس مدعا علیہ سے مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پھر محضر کو تمام کردے۔

محضر۔ مثالیہ دیگر براے این جنس دعوی۔ زید مرگیا اور ایک جورو اور تین پسر و ایک دختر چھوڑی اور یہ عورت ان اولاد کی مان ہے پھر قبل تقسیم میراث کے یہ عورت بھی مری اور یہی اولاد وارث چھوڑی اور اُسکا حصہ ان اولاد کے واسطے میراث ہوگیا پھر قبل تقسیم میراث کے ان پسران مین ایک پسر مرگیا اور دو بھائی اور ایک بہن از جانب مادر و پدر وارث چھوڑے اور اسکا حصہ ان دونون بھائیون و بہن کے واسطے میراث ہوگیا ایک مرد حاضر ہوا اور اُسنے بیان کیا کہ اُسکا نام محمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحق ہے اور اپنے ساتھ ایک مرد کو حاضر لایا اسنے بیان کیا کہ اسکا نام عمر بن ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحق ہے پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ ہم دونون کے باپ مسمے ابراہیم بن اسمٰعیل بن اسحاق نے وفات پائی اور وارثون مین اپنی جورو مسماۃ سعادہ بنت عمرو بن عبداللہ العمری و تین پسر ایک یہ جو حاضر ہوا ہے اور ایک یہ جسکو حاضر لایا ہوا اور ایک اور مسمی عیسیٰ تھا اور ایک دختر مسماۃ عائشہ چھوڑی ہے ان لوگون کے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور ترکہ مین اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین مال نقد درم یا دینار اسقدر چھوڑے ہین پس یہ مال اُسکے ان وارثان مذکور کے واسطے بفرائض اللہ تعالے میراث ہوگیا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ ہے اور باقی اُسکی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ہے پس اصل مفروضہ (۸) سے ہے پھر قبل تقسیم میراث کے اس اولاد کی مان مسماۃ سعادہ مذکورہ مرگئی پھر اُسکا حصہ ترکہ میت اول مین سے مال نقد مذکور سے اس اولاد کے واسطے مرد کے لیے عورت سے دوچند کے حساب سے میراث ہوا پھر ہر دو ترکہ کے تقسیم سے پہلے مسمی عیسیٰ مرگیا اور وارثون مین از جانب مادر و پدر دو بھائی و ایک بہن چھوڑے پس اُسکا حصہ ان ہر دو ترکہ مین سے اس مال نقد مین سے اُسکے ان دونون بھائی وبہن کے واسطے میراث ہوگیا اور سب ترکون کے سہام (۲۸۰) ہوئے پس جورو کے واسطے ترکہ اول مین سے (۳۵) سہام اور

ہر پسر کے واسطے (۷۰) سہام اور اُسکی دختر کے واسطے (۳۵) سہام ہوئے پھر بعد تقسیم میراث کی مسماۃ سعادہ ان اولاد
کی ماں مرگئی تو منجملہ (۲۸۰) سہام کے اُسکا حصہ (۳۵) سہام ان اولاد کے واسطے میراث ہوا کہ ہر پسر کے واسطے دس
سہام اور دختر کے واسطے پانچ سہام ہوئے پھر عمرو قبل تقسیم عمرو کے ترکہ کے مسمی کلیبی مرگیا ہو پس اُسکا حصہ ہر دو ترکون
مین سے جو منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۸۰) سہام ہین اُسکے ہر دو برادر و اخت کے درمیان میراث ہوا جسمین سے ہر بھائی
کے واسطے (۳۲) سہام اور بہن کے واسطے (۱۶) سہام ہوئے پس اس حاضر شوندہ محمد بن ابراہیم کے واسطے
ترکہ میت اول اس مال نقد سے منجملہ (۲۸۰) سہام کے (۷۰) سہام اور ترکہ میت دوم مین سے منجملہ (۳۵) سہام کے جو
اسکو (۲۸۰) مین سے ملے ہین (۱۰) سہام ہوئے اور میت سوم کے (۸۰) سہام از جملہ (۲۸۰) سہام سے (۳۲) سہام ہوئے
پس اس مال نقد سے ہر سہ ترکہ کا تھا ہین سے جسقدر سہام اس حاضر آمدہ کو ملا ہو وہ (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰) کے ہین اور یہ شخص جسکو ساتھ
حاضر لایا ہو اس مدعی کو اس مال نقد مذکور سے اسقدر حصہ جو اُسکو ان تینون ترکون مین سے ملا ہو جو (۱۱۲) سہام منجملہ (۲۸۰)
سہام کے ہین نہین دیتا ہو اور اسکا ادا لازم ہو وجواب طلب کیا پس حاضر آوردہ سے دریافت کیا گیا اسلیے آخرہ۔
محضر دعوی حویلی میراث از پدر خویش۔ ایسا محضر پہلے گذر چکا ہو لیکن اُسمین اور اسمین فرق یہ ہو کہ پہلے کا مفروضہ
یہ تھا کہ وارث ایک ہو۔ اور اسکا مفروضہ یہ ہو کہ وارث کئی آدمی ہین۔ اسکی صورت یہ ہو کہ زید حاضر ہوا اور عمرو
کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر یہ دعوی کیا کہ تمام دار واقع محلہ فلان محدود بہ حدود چہار بجمیع حدود و حقوق و
دارست و زمین تو سفل و علو و ہر حق کہ اُسکے واسطے ثابت ہوا اُسمین داخل ہوا اور ہر حق کہ اُسکے واسطے ثابت ہوا اُس
خارج ہو اس زید کے والد عمرو بن خالد کی ملک و حق و اُسکے قبضہ و تصرف مین تھا یہان تک کہ اُسنے وفات پائی
اور وارثون مین ایک پسر یہ مدعی اور اسکے سوائے دو پسر و وارث فلان و فلان پسر و فلانہ و فلانہ دختر چھوڑی
کہ سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہو پس یہ دار محدود اُسکے ان وارثان مسمیان کے واسطے بر فرائض اللہ تعالی اُسکی
میراث ہوگیا۔ اور سب کے اسقدر سہام ہوئے منجملہ اُنکے اس زید مدعی کا اسقدر سہام حصہ ہوا اور آج کے روز یہ تمام دار
اس شخص کے قبضہ مین ہو جو حاضر ہوا ہو اور یہ شخص اس زید کو اُسکے حصہ سے جو اسقدر سہام منجملہ اسقدر سہام کے ہوئے
مانع ہوتا ہو اسلیے آخرہ۔ اور اگر اس زید نے تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعوی کیا بسبب اسکے وارثون کے درمیان
تقسیم ہونے مین یہ دار تمام اُسکے حصہ مین آیا ہو بایں معنی کہ متوفی مذکور نے سوائے اس دار کے دیگر مال غیر منقول و منقول
از اراضی و نقود چھوڑے پھر باہمی رضامندی سے وارثون کے درمیان اس ترکہ کی تقسیم واقع ہوئی جس سے یہ دار مذکور
پورا اس پسر مدعی کے حصہ مین آیا تو محضر یون لکھے کہ متوفی نے ترکہ مین یہ دار محدود چھوڑا اور اسکے ساتھ یہ عقار اور یہ
عروض و اسقدر نقد چھوڑا پھر ان وارثون مین باہم برضامندی تقسیم صحیحہ واقع ہوئی پس یہ دار مذکور محدود اسکے
کے حصہ مین جو حاضر ہوکر دعوے کرتا ہو آیا اور اس مدعی مذکور نے اس دار پر قبضہ کر لیا اور باقی وارثون مین سے
ہر ایک نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا اور آج کے روز یہ سب دار بسبب مذکور اس مدعی کی ملک ہو اور یہ دار مذکور
اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین ناحق ہو اور وہ اس مدعی کو اس سے باز رکھتا ہو
سجل۔ این دعوے۔ اسکا سجل بھی اُسی طور سے ہو جیسا ہمنے گزشتہ محضر دعوی میراث دار از پدر خویش کی سجل مین بیان
کیا ہو پھر اس سجل کے آخر مین لکھے کہ مجھ سے اس مدعی نے جسکا نام و نسب اس سجل مین مذکور ہو درخواست کی کہ جو کچھ

میرے نزدیک اس مدعا علیہ پر ثابت ہوا ہو اسکا حکم قضا نافذ کروں پس مین نے حکم قضا یہ نافذ کیا کہ فلان نے وفات پائی اور اُسنے وارثون مین فلان و فلان کو چھوڑا اور یہ کہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے والد کی ملک تھا اور برابر اُسکے تحت و تصرف مین رہا یہانتک کہ اُسنے وفات پائی اور اس دار محدودہ مذکورہ کو اپنے ان وارثون کے واسطے جنکا نام بیان کیا گیا ہو میراث چھوڑا الی آخرہ اور یہ کہ اس شخص کے واسطے جو حاضر آیا ہو اس دار محدودہ کے منجملہ اسقدر سہام کے اسقدر سہام ہین اور یہ کہ یہ شخص جسکو حاضر لایا ہو اس دار محدودہ سے اسکے حصہ سے اسکو ناحق منع کرتا ہو اور مین نے اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ اس مدعی کو دار محدودہ مین سے اُسکا حصہ اُسکے سپرد کردے اور یہ سب میری طرف سے میری مجلس قضا واقع کورہ الی آخرہ اور اگر مدعی تمام دار مذکورہ کا اپنے واسطے دعوے کرتا ہو اُسی سبب سے جسکا ذکر ہمنے اوپر بیان کیا ہو (یعنے تقسیم ترکہ مین تمام دار اُسکے حصہ مین آیا) تو قاضی آخر سجل مین لکھے کہ مین نے یہ قضا نافذ کی کہ فلان نے وفات پائی اور اپنے وارثون مین فلان و فلان کو چھوڑا اور اُسنے ترکہ مین یہ دار محدودہ اور عقار و عروض و نقود مین اس اس قدر چھوڑے اور باہمی تقسیم ان وارثان مذکورین مین اس متوفی کے ترکہ مین جاری ہوئی اور تمام یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعی کے حصہ مین آیا الی آخرہ

محضر - در اثبات وصایت زید جو حاضر ہوا ہو اُسنے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہو یہ دعوے کیا کہ اس زید کا بھائی بکر بن خالد مرگیا اور اُسنے وارثون مین اپنے باپ خالد اور اپنی ماں فلانہ بنت فلان اور لڑکون مین فلان و فلان و لڑکیون مین فلانہ و فلانہ کو چھوڑا انکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہو اور اُسنے اس زید کو اپنی صحت عقل و بدن و جواز امر کی حالت مین اپنے سب ترکہ مین اور جسکو وہ اپنے بعد چھوڑ جاوے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اپنا وصی مقرر کیا ہو اور اسکے اصلاح کار کا متولی کیا ہو اور اس زید نے اُسکی اس وصایت کو اور متولی کار ہونے کو قبول کیا ہو اور اس زید کے بھائی متوفی کے اس عمرو پر اسقدر دراہم وزن سبعہ سکہ چہرہ شاہی فی الحال واجب الادا ہین اور اس زید کے پاس اسنے دعوے کے گواہ ہین - ایسا ہی صاحب الاقضیہ نے ذکر کیا نہ مدعی کے اس قول سے ابتدا کی کہ اُسکے پاس اپنے دعوے کے گواہ ہین اور یہ امام محمد رح کا اخیر قول ہو سکتے کہ مدعا علیہ قرضہ دینے سے بری نہوگا اور اسواسطے کہ ایسے دعوے کا جواب چاہتے ہو تا ہو جو انہ جانب خصم ہو اور اس مدعی کا خصم ہونا جبھی ثابت ہوگا جب وہ وصایت کو ثابت کرلے اسی واسطے اُسکے قول سے ابتدا کی کہ اُسکے پاس اس دعوے کے گواہ ہین - پھر لکھے کہ مدعی مذکور ایک جماعت کو حاضر لایا اور اُنھون نے گواہی دی کہ فلان بن فلان اس مدعی کا بھائی جسکو یہ گواہ لوگ بمعرفت قدیمی نام و نسب و صورت سے پہچانتے تھے مرگیا اور وارثون مین اپنے باپ فلان کو اور اپنی ماں فلانہ کو اور لڑکون مین سے فلان و فلان اور لڑکیون مین فلانہ و فلانہ کو اور اپنی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلان کو چھوڑا ہو اور یہ لوگ حاضر نہین ہوے ہین اور گواہ لوگ سوائے ان لوگون کے اُسکا کوئی وارث نہین پہچانتے ہین اور اس متوفی مذکور نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز تصرف کی حالت مین اس اپنے بھائی کو جو حاضر ہوا ہو وصی کرنے کے وقت ہم لوگون کو شاہد کیا کہ مین نے اسکو اپنے تمام اُسکا جسکو بعد وفات کے چھوڑ جاؤن وصی کیا ہو اور یہ اُسکا بھائی اُس مجلس مین جسمین اُسنے ہم لوگون کو گواہ کیا تھا حاضر تھا پس اسنے اُسکی وصایت قبول کرلی اور قاضی ان گواہون کو بصفت عدالت و جواز شہادت پہچانتا تھا پس قاضی نے مدعا علیہ مذکور سے اسکا دعوے جو وہ اپنے بھائی کے واسطے دراہم مذکورہ کی بابت کرتا ہو دریافت کیا پس اس مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اس مدعی حاضر کے بھائی فلان بن فلان کے اسقدر درہم وزن سبعہ نقد چہرہ

شاہی مجیب فی الحال بلا میعاد می واجب الادا ہیں پس مدعی وصایت نے جو حاضر ہوا ہے قاضی سے درخواست کی کہ سب
جو کچھ اسکے نزدیک ان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا کہ اسکا بھائی فلان مرگیا اور اسقدر وارث چھوڑے اور اسنے
اس مدعی کو وصی کیا اور یہ کہ مدعا علیہ مذکور پر جن دیون موصوف کا اسنے فلان کے واسطے اقرار کیا ہے اسکے ثبوت کا
اور اسکے ادا کرنے کا اس وصی کو سب کا حکم قضا نافذ کردے پس قاضی موصوف نے اپنا حکم قضا اس طرح نافذ کیا کہ فلان
بن فلان اس مدعی حاضر کے بھائی نے وفات پائی اور اسقدر وارث فلان وفلان آخر تک چھوڑے بنابر آنکہ یہ گواہ
لوگ جنکی گواہی پر متفق ہوئے ہیں پھر قاضی نے یہ حکم قضا نافذ کیا کہ فلان بن فلان متوفی نے اپنے اس بھائی کو جو
حاضر آیا ہے اپنے تمام ترکہ کا وصی کیا اور اس حاضر آمدہ نے اس وصایت کو قبول کیا ہے بنابر آنکہ یہ گواہ لوگ جنکی گواہی
پر متفق ہوئے ہیں اور یہ امر پیدا از آنکہ قاضی کے نزدیک اس وصی کی عدالت وامانت ثابت ہوگئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ وہ
اس کام کے واسطے کو یار کیا گیا ہے اور اسنے اسکو حکم دیدیا کہ اپنے بھائی فلان بن فلان کے تمام ترکہ میں خالصاً للہ تعالیٰ
بجائے موصی کے خود تصرف کرے اور قاضی نے فلان بن فلان اس مدعا علیہ پر جن دیون مذکورہ موصوفہ کا فلان بن فلان
کے واسطے اپنے اوپر اقرار کیا ہے وہ اسپر لازم کردیے اور اس سب کا اسپر حکم دیدیا اور اسکو حکم کیا کہ یہ دراہم فلان کو دیدے
اور یہ فلان جو حاضر ہوا ہے اس متوفی مذکور کا وصی ہے اور اسکا بھائی ہے اور اسنے مدعا علیہ مذکور سے یہ دیون و اس سب کا بطرح
اس تحریر میں بیان کیا گیا ہے حکم دیدیا اور یہ سب اسنے اپنی مجلس قضا واقع کورہ بخارا میں کیا ہے اور بہت لوگ علماء میں سے
پہلے مدعا علیہ کے جواب سے ابتدا کرتے ہیں جیسا کہ یہاں رسم ہے بخلاف باقی دعووں وخصومات کے

محضر دیگر اندرین مثال۔ اس زید نے جو حاضر ہوا ہے اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہے دعوے کیا کہ فلان نے اس زید کو
بعد اپنی وفات کے اپنی نابالغ اولاد فلان وفلان کی درستی کار کا اور اپنی وفات کے بعد اپنے مال سے تہائی لیکر کار ہائے
خیر وثواب میں صرف کرنے کا اپنا تجہیز وصی کیا اور اس حاضر آمدہ زید نے اس سے یہ وصیت بقبول صحیح قبول کی اور
یہ وصی مقرر کرنا اسکی آخری وصیت تھی جسکی اس حاضر آمدہ کی طرف وصیت کی ہے پھر وصیت کنندہ نے وفات پائی
درحالیکہ اس وصیت پر ثابت تھا اس سے رجوع نہیں تھا اور آج کے روز یہ حاضر آمدہ اس متوفی کی اولاد صغار کی درستی
کار کا اور اسکے تمام مال سے تہائی لیکر موافق اسکی وصیت کے جیسا اس مدعی نے دعوے کیا ہے صرف کرنے کا وصی
ہے اور اس موصی کا مال اسقدر اس مدعی کے قبضہ میں ہے اور اسقدر اسکا مال اس عمرو پر ہے پس اسپر واجب ہے کہ یہ مال
اس وصی کو دیدے تاکہ انمیں سے موصی مذکور کی وصیتیں نافذ کرے اور اس عمرو کو اسکا علم ہے پھر اس سے مطالبہ کیا
اور جواب دعوے طلب کیا پس عمرو مذکور سے دریافت کیا گیا پس اسنے جواب دیا

محضر در اثبات دعوی بلوغ یتیم۔ زید نے حاضر ہوکر عمرو پر جسکو حاضر لایا ہے دعوے کیا کہ یہ عمرو اس زید کے باپ کا
اسکی وفات کے بعد اسکے درستی کار وحفظ ترکہ کا اسکے وارثون کے واسطے وصی تھا اور اسکے باپ نے سوا اس
زید کے کوئی وارث نہیں چھوڑا ہے اور ایسے یہ زید بلوغ تک پہنچ گیا ہے مرد ہوتا ہے باحتلام یا بالقول سن یا بقول آنکہ اٹھارہوان
یا انیسوان سال شروع ہوگیا پہونچ گیا اور اس حاضر آوردہ کے قبضہ میں اسکے باپ کے ترکہ میں سے اسقدر
مال ہے پس اسپر واجب ہے کہ یہ سب مال اس زید کے سپرد کردے

محضر در اثبات اعدام وافلاس بنابر قول ایسے امام کے جو اسکو جائز فرماتا ہے زید نے حاضر ہوکر عمرو پر دعوے کیا کہ اس

نادار ساکن ۱۲

عمرو نے اس زید پر جو وطن سے کیا ہو کہ اسقدر دراہم وہ عمرو کو دیدے اور دیگر اسکے مطالبہ سے خارج ہو پس زید مذکور اس دعوی کے دفعیہ مین دعوے کرتا ہو کہ یہ عمرو اپنے اس دعوے مین مبطل ہو اسواسطے کہ یہ زید فقیر ہو اسکے پاس ایسا مال واسباب کچھ نہین ہو جس سے فقر وافلاس سے خارج ہو اور گواہ لوگ بیان کرین کہ ہم اسکے واسطے ایسا کوئی مال و اسباب نہین جانتے ہین جس سے حالت فقر سے خارج ہوا اور اسی کو امام خصاف و فقیہ ابو القاسم نے اختیار کیا ہو اور چاہیے کہ گواہ لوگ یون کہین کہ آج کے روز یہ نادار ہو ہم اسکی ملک مین کوئی مال سوائے اسکے ان کپڑون کے جو اسکے تن پر ہین اور برداشت کے رات کے کپڑون کے نہین جانتے ہین اور ہمنے اسکی حالت کو خفیہ وظاہر ہر طرح سے جانچ لیا ہو

سجل - این محضر بدستور لکھکر مقام ثبوت مین لکھے کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ یہ شخص نادار مفلس فقیر ہو سوا اسکے اپنے تن کے کپڑون کے کسی مال کا مالک نہین ہو اور یہ ثابت ہوا کہ اسپر جو لوگون کا مال ہو اسکا مطالبہ اُس سے ساقط ہو اور مین نے حکم دیا تمام اُس امر کا جو میرے نزدیک ثابت ہوا کہ وہ فقیر ہو کسی چیز کا مالک الی آخرہ

محضر - در اثبات ہلال رمضان - محضر کو ایک شخص کے نام سے دوسرے پر کسی قدر مال معلوم میعادی بماہ رمضان تحریر کرے پس لکھے کہ اس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر جسکو حاضر لایا ہو اسقدر دینار قرضہ لازمہ و حق واجب بدین سبب ہونے کا دعوی کیا اور اسکی میعاد اس سال کا ماہ رمضان تھا پس ماہ رمضان داخل ہونے سے یہ دینار مثقالہ الحال واجب الادا ہو گئے کیونکہ یہ دن غرہ ماہ رمضان ہو پس مدعا علیہ بدل کا اقرار کرے اور میعاد آجانے سے اور یہ دن غرہ ماہ رمضان ہونے سے انکار کرے پس مدعی گواہ قائم کرے کہ یہ دن غرہ رمضان ہو اور گواہون کو اختیار ہو کہ چاہین یہ گواہی دین کہ یہ روز ماہ رمضان کا ہو اور کچھ تفسیر بیان نکرین اور چاہین تفسیر کے ساتھ بیان کرین کہ مین گواہی دیتا ہون کہ ماہ شعبان کی انتیسوین[29] تاریخ کل شام کے وقت نماز کے وقت مین نے چاند دیکھا اور آج کے روز غرہ ماہ رمضان اس سال کا ہو - اور اگر گواہون نے بدون کسی کے دعوی کے ایسی گواہی دی تو بھی گواہی کی سماعت ہوگی اور قبول کیجائیگی یہ ذخیرہ مین ہو

محضر - اس امر کا اثبات کہ جس عورت پر دعوے ہو وہ پردہ نشین ہو - بدین غرض کہ مطالبہ مدعی کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو دفع ہو جاوے - محضر مین لکھے کہ زید جو ہندہ بنت عمرو کی طرف سے دعوی و خصومات و گواہ قائم کرنے کے اختیارات مین اسکی طرف سے ثابت الوکالۃ ہو حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر بن خالد کو لایا پھر اس وکیل مذکور نے اس بکر بن خالد پر جسنے اسکی موکلہ پر اپنے دعوی کی جوابدہی کے واسطے مجلس حکم مین حاضر ہونے کا مطالبہ کیا ہو اسکے دفعیہ مین دعوی کیا کہ موکلہ مذکورہ پردہ نشین ہو اپنے حاجات کے واسطے اپنی حویلی سے باہر نہین نکلتی ہو اور مردون مین مختلط نہین ہوتی ہو اور یہ بکر بن خالد اپنے دعوی مین کہ وہ مجلس حکم مین حاضر ہو کر جوابدہی کرے مبطل ہو پس اسپر واجب ہو کہ ایسے دعوی سے باز رہے

محضر - غائب پر تحریر کیجو مال کا دعوی کرنا - صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص مسمیٰ زید کا عمرو پر مال ہو اور اس مال کے گواہ شہر مین موجود ہین لیکن عمرو غائب ہو اور اس شہر سے مسافت سفر کی دوری پر ہو اور قرضخواہ نے قاضی شہر سے درخواست کی کہ میرا دعوی و میرے حق کے گواہ سنکر جس شہر مین قرضدار موجود ہو وہان کے قاضی کے نام خط لکھدے تو قاضی اُسکی درخواست منظور کریگا بنا بر قول ایسے امام کے جو اسکو جائز فرماتا ہو کیونکہ لوگون کو ایسی ضرورت بہت ہوتی ہو لیس اسکے محضر تحریر کرنیکی یہ صورت ہو کہ مجلس قضا و واقع لو بلدہ فلان بن قاضی فلان کے روبرو مسمیٰ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ کسی

خصم کو حاضر نہ لایا اور خصم کا نائب بھی حاضر نہ لایا پھر اس حاضر آمدہ نے دعوے کیا کہ اسکے فلان شخص غائب پر جسکا یہ نام ونسب واسکا یہ حلیہ ہے جس سے شناخت کی باتین بدرجۂ نہایت جہانتک ممکن ہون تحریر کرے اسقدر دینار بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہین اور بسبب مذکور کو بیان کردے اور ایسا ہی اس غائب مذکور پر جسکا حلیہ اس محضر مین بیان ہوا ہو ادا ہی صحت وجمیع وجوہ جواز اقرار ونفاذ تصرفات کی حالت مین بطیّع خود ان دینار مذکورہ کا اس شخص زید کے واسطے اپنے اوپر قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہونے کا اقرار صحیح اقرار کیا ہو جسکی تصدیق اس زید نے خطاباً کی ہو اور آج کے روز شخص غائب مذکور اس شہر سے بمسافت سفر غائب ہو کر فلان شہر مین مقیم ہو اور اس زید کے اس دعوی سے منکر ہو اور اس زید کے گواہان عادل اسی شہر مین اسکے دعوی کے موافق گواہی دیتے ہین اور یہ زید بسبب دوری مسافت کے اثبات سے مجبور ہو کہ غائب مذکور اور ان گواہون کو ایک ساتھ جمع کرے اور اس زید نے اس قاضی سے درخواست کی کہ اس دعوے پر اس غائب مذکور پر اسکے گواہون کی جو موافق دعوے کے گواہی دیتے ہین سماعت کر کے اس فلان شہر کے قاضی کو جس مین غائب مذکور ہو بایں عنوان کہ اور جس شخص کو قاضیان مسلمین وحکام اسلام مین سے یہ خط پہونچے اسکے موافق فیصلہ کرنے پس قاضی مذکور نے اسکی درخواست منظور کی اور مدعی مذکور چند نفر لایا اور بیان کیا کہ یہ اسکے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان وفلان ہین انکے نام ونسب وحلیہ ومساکن جس طرح چاہئے بیان کیا ہو پھر تحریر کرے پھر جب گواہون نے موافق دعوی مدعی کے اول سے آخر تک گواہی دی اور موضع اشارہ مین اشارہ کیا اور قاضی مذکور نے انکو عادل جانتا ہو یا انکا حال دریافت کر کے عادل معلوم کیا تو خط حکمی تحریر کرنے کا بدین طور حکم فرمادے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ میرا خط بسوے قاضی امام شیخ الاسلام اسکے القاب لکھے نام ونسب نہ لکھے اطال اللہ تعالے بقاءہ وبسوے ہر کسیکہ از قاضیان اسلام وحکام مسلمین بدست وسے در آید ادام اللہ عزہ وعزہم وسلامتہ وسلامتہم والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین اور یہ میری تحریر میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین سے صادر ہوئی ہے اور جس روز مین نے اسکی تحریر کا حکم دیا ہے اس روز مین از جانب خاقان فلان عز نصرہ اس کورہ واسکے نواح کا قاضی ہون میری قضایا واحکام اس کورہ واس نواح کے لوگون مین نافذ وجاری ہین وحمد اللہ تعالے علی نعمائہ التی لا تحصی والائہ التی لا تستقصی اما بعد میری مجلس قضا واقع کورہ فلان مین بروز فلان ماہ فلان سنہ فلان مین ایک مرد حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اسکا نام زید بن بکر مخزومی ہو اور اپنے ساتھ کسی خصم کو نہیں لایا اور نہ خصم کا نائب لایا پھر اس زید نے ایک شخص غائب پر دعوی کیا جسکا نام بیان کیا کہ اسکو عمرو بن خالد مخزومی کہتے ہین پھر دعوی اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ اسنے مجھسے درخواست کی کہ مین اسکا یہ دعوی اس غائب مذکور پر جسکا حلیہ بیان کر دیا گیا ہو سنون اور اس دعوی کے موافق اسکے گواہ سنون اور آپکو ادام اللہ عزہ اور ہر شخص کے نام بطور عام کہ قاضیان اسلام وحکام مسلمین سے جسکو یہ تحریر پہونچے کوئی ہو انکو خط حکمی متضمن مضمون مذکور تحریر کرون پس مین نے اسکی درخواست کو منظور کیا پس یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان ہین پس ان لوگون نے بعد طلب شہادت کے اس مدعی کے اس دعوی کے بعد (اور اس مقام پر یہ نہ لکھے کہ اور بعد انکار اس مدعا علیہ کے غائب ہونے کی وجہ سے اسکی طرف سے کوئی جواب پایا نہین گیا ہو) ہر ایک نے ایک نسخہ سے جو انکو پڑھ سنایا گیا ہو گواہی دی اور مضمون اس نسخہ کا یہ ہو الی آخرہ پھر الفاظ شہادت لکھنے سے فارغ ہو کر لکھے کہ گواہون نے یہ گواہی جسطرح واقع مین تھی ادا کی اور جیسا چاہئے ہو گواہی دی پس مین نے انکو بشکر محضر مجاہد دیوان حکم مین اپنے پاس ثبت کر لی پھر مین نے ان گواہون کا حال دریافت کرنے کے واسطے ان لوگون کی طرف رجوع کیا جو اس نواح مین تعدیل وتزکیہ گواہان کے واسطے ہین اور وہ

فلان وفلان ہیں بعد ازان اگر معدلین ومزکین نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ پس اہل تعدیل نے سب کو بجانب عدالت وجواز شہادت منسوب کیا اور اگر بعض کو بعدالت منسوب کیا ہو تو لکھے کہ انھون نے فلان وفلان کو عادل وجائز الشہادۃ بیان کیا پس چونکہ علم نے انکی گواہی قبول کرنی واجب کردی اسواسطے مین نے انکی گواہی قبول کی بغیر شبہہ اس مدعی نے بعد اس تمام معاملہ کے یہ درخواست کی کہ فلان قاضی کو اور ہر حاکم وقاضی کو جو مسلمانون کے واسطے مقرر ہو جسکو یہ خط پہونچے خط حکمی لکھون اور جو کچھ میرے پاس اس ماجرے سے ثابت ہوا ہو اُس سے اس مکتوب الیہ کو اور ان سب لوگون کو بطور عموم آگاہ کرون اور ہر ایک کو اُسکی خبر کر دون تاکہ جسوقت مکتوب الیہ معلوم یا کسی حاکم وقاضی اسلام کو یہ خط پہونچے جسپر ناپئی میری مہر ہی جس طرح رسم ہوا اور اُسکے نزدیک بھی اسی طرح سے جو موجب حکم ہو ثابت ہو جاوے تو قبول کر کے اس خط کے لانے والے کے حق مین جو امر اُسکے نزدیک اللہ تعالےٰ اپنی توفیق سے الہام کرے اُسکی تقدیم کر دے اور جاننا چاہیے کہ آخر تحریر کو کلمہ استثنا یعنی انشاء اللہ تعالےٰ سے محفوظ رکھے اسواسطے کہ استثنا امام اعظم رحمہ کے نزدیک تمام خط سے متعلق ہو جاتا ہے پس تمام خط باطل ہو جائیگا پھر قاضی کاتب اس خط کو سب کو اسپر گواہ کرتا ہو پڑھ سناوے اور اُسکو اسکے مضمون سے آگاہ کرے اور انکو گواہ کرے کہ یہ خط میری طرف سے بنام قاضی کورۂ فلان کے ہے اور رسم ایسے خط کی یہ ہے کہ نیم انصاف کاغذ یا زیادہ یا کم بقدر ضرورت ہو جو بعض سے بعض متصل ہون اور خط کے دو عنوان ہون ایک خارج سے اور دوسرا داخل سے پس داہنی جانب خط کے لکھے کہ بجانب قاضی فلان بن فلان قریشی قاضی کورۂ فلان ونواح آن جو وہان کے لوگون کے درمیان نافذ القضاء والامضا ہو اور بائین جانب لکھے کہ از جانب فلان بن فلان مخزومی قاضی کورۂ فلان ونواح آن جو وہان کے لوگون کے درمیان نافذ القضاء والامضاء ہو اور اُسکے اوصال پر خارج سے اور جا نبین سے اعلام کرنے کہ وصل صحیح ہو اور اُسکے داخل پر داہنی جانب سے لکھے کہ احکم اللہ تعالےٰ اور خارج سے سوائے نام قاضی کے جسکی طرف سے خط حکمی ہو اور شہادت سے بثبوت اقرار اسکے فلان بن فلان فلانی برائے فلان بن فلان باینقدر دینار اور اُن گواہون کا نام جنکو خط پر گواہ کیا ہو آخر مین لکھے اور اُنکے انساب مفصلی بیان کرے پھر صدر خط کو اپنی توقیع سے لیے خط سے مزین کرے اور آخر خط مین تحریر کرے کہ فلان بن فلان الفلانی کہتا ہو کہ یہ خط میرے حکم سے میری طرف سے لکھا گیا اور جو ماجرا اسمین مذکور ہے وہ میرے سامنے میرے پاس واقع ہوا ہے اور یہ سب نیم انصاف کاغذ پر بود کیا بعد مین تحریر ہو پھر وصل پر خارج سے لکھا جاوے کہ وصل صحیح ہے اور جانب سے اور داخل سے کہ کتب ہر وصل پر داہنی جانب سے احکم اللہ تعالےٰ لکھے یہ مضمون ہر دو عنوان ہوا ایک داخل دوم خارج اور میری اس توقیع سے موقع ہوا اور میری مُہر اسپر ہوا اور اس خط پر جو مین نے اپنی مُہر کی ہو اُسکا نقش یہ ہوا اور اس کتاب کے مضمون پر مین نے اُن گواہون کو گواہ کیا ہو جنکا نام اس خط کے آخر مین تحریر ہوا اور عنقریب اُنکو جنکا ختم کرونگا تو بندہ کے مہر پر بھی شاہد کرونگا اور مین نے توقیع کو صدر خط پر تحریر کیا ہے اور یہ سات یا آٹھ سطرین یا جسقدر تحریر مین آئی ہون میرے ہاتھ کا خط ہے حامداً للہ تعالےٰ ومصلیاً علے نبیہ محمد وآلہ وسلماً پھر رسم کے موافق خط کی مُہر کرے اور قاضی انھین گواہون کو جنکو مضمون خط پر گواہ کیا ہو اس مُہر بند پر بھی گواہ کرے اور قاضی کو چاہیے کہ اس خط کی دوسری نقل بعینہ کر لے جو گواہون کے پاس رہے اور انکی گواہی کے وقت وہ لوگ اُسکے مضمون کی گواہی ادا کرین اور اسکو فارسی مین (کشادہ نامہ) کہتے ہین۔

کتاب حکمی و در نقل کتاب حکمی یعنے خط حکمی کے نقل کے بارہ مین خط حکمی تحریر کرنا بعد تحریر خط صدر و دعا کے جسطرح ہمنے بیان کیا ہو یہ لکھے کہ زید بن عمرو نے قاضی امام اطال اللہ بقاءہ کا خط حکمی میرے سامنے پیش کیا اور اسکا نسخہ یہ ہو پھر اول سے آخر تک اسکو نقل کرے پھر اس سے فارغ ہوکر تحریر کرے کہ زید بن عمرو نے یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعوے کیا کہ یہ خط فلان بن فلان کا ہو جو کورہ بخارا و اسکے نواح کا قاضی ہو اور اُسی کی مہر اُسپر ہو اور اُسی کی توقیع ہو اور اُسنے اسکے مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کر دیے ہین درحالیکہ وہ اسوقت کورہ بخارا مین قاضی تھا اور یہ خط مذکور اسکی جانب سے تیرے نام ہو اور میری طرف اشارہ کیا اور بدین مضمون ہو کہ اس خط لانے والے یعنی زید بن عمرو کے واسطے گواہی جو اُسنے خالد بن بکر پر دلائی ہو اسمین منقول ہو اور کہا کہ مشہود علیہ یعنی خالد بن بکر جسکا نام و نسب اس خط مین تحریر ہو وہ اس شہر سے بھی غائب ہو اور کورہ سمرقند مین مقیم ہوا اور مجھسے درخواست کی کہ اس خط کی نقل کا خط حکمی بنام قاضی امام فلان ادام اللہ بقاءہ تحریر کرون پس مین نے اس خط پر گواہ طلب کیے پس وہ چند گواہ لایا فلان و فلان جنھون نے [بعد] درخواست شہادت کے بعد اس دعوے کے یہ گواہی دی کہ یہ خط فلان بن فلان قاضی کورہ بخارا کا ہو مین مہر اور موقع توقیع اور تیرے نام ہو اور میری طرف اشارہ کیا اور ان لوگون نے کہا کہ ہمکو اُسنے اسکی مہر پر اور اسکے مضمون پر اندرین معنی کہ زید بن عمرو کے واسطے خالد بن بکر پر اس مدعی بہ کی گواہی ثابت ہوئی ہو پس ان لوگون نے انکی گواہی سُنی اور میرے نزدیک ان لوگون کی عدالت اس نواح کے تعدیل کرنے والون سے ثابت ہو گئی تب مین نے خط کو قبول کیا اور اسکو کھولا پس اسکو معنون بعنوان داخل و عنوان خارج پایا اور موقع توقیع صدر و آخر پایا اور اوپر ظاہر و باطناً اعلام پایا جس طرح قاضیون کے خطوط مین ہوتا ہو پس میرے نزدیک یہ بات صحیح ہوئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ خط فلان قاضی کا ہو جسنے میرے نام اس معنی مین لکھا ہو درحالیکہ وہ کورہ بخارا کا قاضی تھا - پھر مجھسے اس زید بن عمرو نے یہ درخواست کی کہ مین اسکی نقل بجانب آپ کے تحریر کرون پس مین نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور اپنے اس خط کی تحریر کا حکم دیا پھر خط بطریق گذشتہ تمام کرے اور اگر وہ خط جسکے نقل کی ضرورت پیش آئی ہو کسی دوسرے خط کی نقل ہو تو اسکی ترتیب اسیطور سے ہوگی جس طرح ہمنے بیان کی ہو۔

سجل - در ثبوت ملک محدود بکتاب حکمی قاضی فلان کہتا ہو کہ میری مجلس قضا واقع کورہ بخارا مین زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ تمام دار واقع موقع فلان جسکے حدود یہ ہین ملک اس زید حاضر آمدہ کی اور اسکا حق ہو اور اس عمرو حاضر آوردہ کے قبضہ مین ناحق ہو پس اسپر واجب ہو کہ یہ دار مذکور اس زید کے سپرد کر دے اور اُس سے مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اس مدعا علیہ سے دریافت کیا گیا کہ اُسنے فارسی مین جواب دیا کہ این خانہ کہ این مدعی دعوے میکند ملک من ست و حق من ست و اندر دست من بحق ست پس مین نے اس مدعی سے اسکے دعوی کی حجت مانگی پس اُسنے میرے پاس یہ خط حکمی پیش کیا جسکا نسخہ یہ ہو پس اول سے آخر تک تحریر کرے پھر لکھے کہ یہ خط میرے سامنے پیش کیا اور دعوے کیا کہ یہ خط قاضی کورہ سمرقند کا تیرے نام ہو اور میری طرف اشارہ کیا اور خط کی طرف اُسنے بدین مضمون تحریر کیا ہو کہ ملکیت اس دار کی بحدود آن و حقوق آن میرے واسطے ہو یہ خط اُسکے توقیع سے موقع اور اُسکی مہر سے مزین ہو اور وہ اس تحریر کے وقت قاضی سمرقند تھا اور اسکے مضمون اور اپنی مہر خاتمہ پر اُسنے گواہ کر دیے ہین پس مین نے اُس سے گواہ طلب کیے تو وہ چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین اور وہ فلان

وفلان ہین اور مجھسے اُنکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس مین نے منظور کیا اور گواہون کی طرف متوجہ ہوا پس اُن سبکے
ان گواہون نے گواہی دی کہ یہ خط (اس خط کی طرف جو میری مجلس قضا مین حاضر تھا اشارہ کیا) قاضی کورہ سمرقند کا ہے جنے
تیرے نام تحریر کیا ہے درحالیکہ وہ قاضی سمرقند تھا بدین مضمون کہ ملکیت اس دار محدودہ کی اس مدعی کے واسطے جسنے خط پیش
کیا ہے (اور مدعی مذکور کی طرف اشارہ کیا) ثابت ہوا اور یہ خط اُسکی مہر خاتمہ سے مزین اور اُسکی توقیع سے موقع ہے اور
قاضی مذکور نے ہمکو اس خط کے مضمون اور اپنی مہر خاتمہ پر گواہ کر لیا ہے پس مین نے اُنکی گواہی سُنکر اس نواح کے
تعدیل کرنے والون کی طرف اُنکی دریافت کے واسطے رجوع کیا پس اُنھون نے اُنمین سے دو آدمیون کو جو فلان و فلان
ہین عادل و جائز الشہادۃ بیان کیا پس مین نے خط کو قبول کیا اور مہر و خصم کی حاضری مین اُسکو کھولا پس مین نے
اُسکو معنون بعنوان داخل و خارج و موقع بتوقیع صدر و آخر و معلم الاوصال بظاہر و باطن پایا اور اُسمے ان گواہون کے
نام آخر خط مین رسم کے موافق جیسے قاضیون کے خطون مین ہوتا ہے تحریر کیا تھا پس مین نے اُسکو قبول کیا اور میرے
نزدیک ثابت ہوا کہ یہ خط فلان قاضی کورۂ سمرقند کا درحالیکہ وہ سمرقند کا قاضی تھا در بارۂ ثبوت ملک اس دار محدودہ
کے واسطے اس مدعی کے اور اس مدعا علیہ کے ہاتھ مین ناحق ہونے کے میرے نام ہے اور اُسنے ان گواہون کو اُسکے
مضمون اور اپنی مہر پر گواہ کر لیا ہے اور جو مضمون اُس سے نکلا وہ میرے نزدیک صحیح ہوا اور جو کچھ اُسمین درج ہے وہ
ثابت ہوا پس مین نے یہ بات مدعا علیہ پر پیش کر دی اور اُسکو اس حال سے آگاہ کر دیا اور اُسکو قابو دیا کہ اسکا دفعیہ پیش
کرے اگر اُسکے پاس ہو پس وہ کوئی دفعیہ نہ لایا اور نہ اِس سے چھٹکارے کی کوئی بات پیش کی اور میرے نزدیک اس
بات سے اُسکا عاجز ہونا ظاہر ہوا پھر مجھسے مدعی نے درخواست کی کہ جو کچھ اس سے میرے نزدیک اس مدعی کے
واسطے ثابت ہوا ہے اُسکا حکم اس مدعا علیہ پر دون پس مین نے اُسکی درخواست کو منظور کر کے اس مدعی کیواسطے
اس مدعا علیہ پر ملکیت اس دار محدودہ کا اسکے آخرہ

محضر دعوے مضاربت و بضاعت مین کتاب حکمی پر گواہ پیش کرنا مجلس قضا کورہ بخارا مین قاضی فلان بن فلان کے سامنے
زید حاضر ہوا بدون کسی خصم یا نائب خصم کے کہ اسکو حاضر نہین لایا پھر اس زید نے ایک غائب پر جسکا نام عمرو و اُسکا حلیہ
ایسا ایسا بیان کیا دعوے کیا کہ اس زید نے اس عمرو غائب کو نوٹے دینار سرخ مثاقیل صفہ بخاریہ جیدرائجہ موزونہ بوزن
سمرقند کو بطریق مضاربت صحیحہ کے جس مین کچھ فساد نہین ہے دیے تھے کہ وہ اس مال سے جس قسم کی تجارت اُسکا جی چاہے
حضر یا سفر مین کرے بدین شرط کہ اللہ تعالے جو کچھ اسمین نفع دے وہ ان دونون مین تین تہائی بدین طریق تقسیم ہو
کہ دو تہائی اس رب المال زید کی اور ایک تہائی اس مضارب غائب کی جسکا نام و نسب مذکور ہوا ہے اور جو کچھ اسمین
خسارہ پڑے وہ اس رب المال کے ذمہ ہے اور اس مدعا علیہ غائب نے اس زید سے یہ کل مال بر وجہ مضاربت
صحیحہ مذکورہ اس مجلس عقد مین اس زید کے اُسکو بر وجہ مضاربت دینے سے بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اس قبضہ کا بدین
شرائط مذکورہ اس زید کی طرف سے باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید نے جو حاضر ہوا ہے شفاہا بالتصدیق کی اور نیز اس
زید سے اسی غائب کو بیس دینار طلائے سرخ بخاریہ مثاقیل صفہ موزونہ بوزن سمرقند بر وجہ بضاعت صحیحہ دیے کہ اسکے
عوض اس زید کو اونی کپڑے مین سے جو اُسکی رائے مین آوین کہ جو اہل ماوراء النہر و تمر تاش کے لائق ہون دیوے
اور اسی غائب نے اس زید کی طرف سے یہ دینار ہاے مذکورہ بر وجہ بضاعت مذکورہ بعینہ بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور

بقبول صحیح قبول کی اور ان دینار ون کے قبضہ کا اسکی طرف سے بروجہ بضاعت بطور مذکور سابق با قرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید نے خطاباً تصدیق کی اور آج کے روز یہ شخص غائب اس شہر و نواح سے غائب ہوکر قصبہ او رجند مین مقیم اور اس مدعی کے حق و دعوے مذکورہ سے منکر ہوا اور اس مدعی کے پاس ان دونون کے گواہ ہین یہان سے آخر تک بدستور سابق تحریر کرے کذا فی المحیط و ہکذا فی الذخیرہ

محضر۔ در نیکہ میت پر اُسکے وارثون کو حاضر لاکر مال مضاربت کا دعوے کرنا۔ اسکی صورت یہ ہو کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو و بکر و خالد کو حاضر لایا یہ سب اولاد ابراہیم ہین پس اس زید نے ان سب پر جنکو ساتھ لایا ہو دعوے کیا کہ اس زید نے انکے مورث ابراہیم کو ہزار درم بروجہ مضاربت دیئے تھے اور اُسنے انہین تصرف کیا اور طرح طرح کا نفع حاصل کیا اور قبل تقسیم اس سب مال کے وہ مرگیا اور قبل اسکے کہ راس المال اس زید کو دے اور اُسکا حصہ نفع اسکو دے اس سب مال کو تجہیل کے ساتھ چھوڑ کر مرگیا اور یہ مال اُسکے ترکہ مین قرضہ ہوگیا الے آخرہ یعنے آخر تک بدستور معلوم لکھے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر دعوے راس المال و نفع دونون کا ہو تو مقدار نفع کا بیان کرنا ضرور ہوا اور اگر بیان نہ کرے تو دعوے مین فساد و خلل ہوگا اور اگر دعوے فقط راس المال مین ہو تو مقدار نفع کا بیان ترک کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو یہ فصول استروشنی مین ہو

خط حکمی در اثبات شرکت عنان در کار گلہ فروشی ۔ زید نے حاضر ہو کر ایک مرد غائب پر جسکا نام فلان بن فلان بن فلان ہمعنیاری معروف با کرش بخوبی بیان کیا اور اُسکا حلیہ ایسا ایسا بیان کیا دعوے کیا اور بیان کیا کہ اس حاضر اور اس غائب دونو نے تجارت گلہ فروشی مین شرکت عنان بر تقوے اللہ تعالے و ادائے امانت و اجتناب خیانت کے بدین شرط کی تھی کہ اس شرکت مین دونون مین سے ہر ایک کا راس المال ہزار دینار سرخ بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہون پس سب راس المال اس تجارت کا دو ہزار دینار سرخ بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند ہوے بدین شرط کہ تمام راس المال مذکور اس غائب مذکور کے قبضہ مین رہے اور دونون اور ہر ایک دونون مین سے اس سب سے حضر و سفر مین تجارت گلہ فروشان کی تجارت کرے اور متاع گلہ فروشان و انکی تجارت معہودہ کے لائق جو مال ہو اسکو دونون اور ہر ایک دونون مین سے جو اُسکی راے مین آوے خریدے اور دونون اور ہر ایک دونون مین سے آپس مین سے جو اُسکی راے مین آوے نقد یا ادھار جس طرح اُسکی راے مین آوے فروخت کرے اور آپس سے جو باقی ہو اس سے دونون اور ہر ایک دونون مین سے جو اسباب اسکی راے مین یا دونون کی راے مین آوے مبادلہ کرے وہ اسباب جو گلہ فروشون کی تجارات مین معہود و معروف ہو اور دونون اور ہر ایک اس کل مال کے ساتھ بلاد اسلام یا کفر مین جہان دونون کی راے مین یا ہر ایک کی راے مین آوے بلکہ سفر کرے اور بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے اس تجارت مین نفع بخشے وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا اور جو کچھ خسارہ ہو یا گھٹی پڑے وہ بھی دونون پر نصفا نصف ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک اپنا راس المال مذکور اس مجلس شرکت مین حاضر لایا اور دونون نے اس مال کو باہم خلط کر دیا اور بعد خلط کرنے کے دونون نے اس سب کو بطور صحیح کے اس غائب کے قبضہ مین کر دیا اور اس غائب نے اس مال شرکت مذکور کے حصول یافتہ کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی اس زید حاضر نے خطاباً بالمشافہ اس مجلس شرکت مین تصدیق کی۔ اور نیز اس زید حاضر آمدہ نے بیان کیا کہ اسکے اس غائب مذکور پر پانسو دینار سرخ جید بخاریہ رائجہ موزونہ بوزن سمرقند کے قرضہ لازم دین واجب بسبب قرض صحیح کے ہین کہ انکو اس زید

زید نے اس غائب کو اپنے مال سے بقرض صحیح قرض دیا ہی اور اس غائب مذکور نے اس سے لیکر بقبضہ صحیحہ قبضہ کرکے اس شرکت مذکورہ مین اپنا راس المال قرار دیا ہوا اور ایسا ہی اس غائب مذکور نے اپنی حالت صحت اقرار وبہمہ وجوہ نفاذ تصرفات مین بطوع خود اس عقد شرکت مذکورہ کے واقع ہونے اور اس تمام راس المال شرکت مذکورہ کے وصول پانے اور اس زید کے سو دینار مذکورہ بطریق مذکور اسکو قرض دینے کا اقرار صحیح کیا اور یہ قرار فلان سال اور مذکور آج کے روز اس شہر بخارا و اسکے نواح سے غائب ہوا اور شہر سمرقند مین مقیم ہوا اور اس زید کے دعوی مذکورہ سب سے منکر ہوا الی آخرہ

محضر - در اثبات خط حکمی مجلس قضا واقع کورۂ بخارا مین قاضی فلان کے سامنے ایک آدمی حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اسکا نام عمرو بن عبد اللہ بن ابی بکر ترمذی ہوا اور وہ آج کے روز سگی ماں و باپ کی طرف سے اپنے دو بھائیون ابی بکر و احمد اور اپنی ماں مسماۃ گوہرستی بنت عمرو بن احمد ترمذی بزازی کی طرف سے وکیل اور سب کی طرف سے سب دعوی وخصومات و اقامت گواہان اور اسیطرح دوسرے کے دعوی کے گواہون کی انپر سماعت کرنے اور تمام سب لوگون پر جو کچھ انکے حقوق ہون انکے طلب کرنے اور انکے واسطے انپر قبضہ کرنے کا سوائے تعدیل ایسے گواہ کے جو انپر گواہی دے اور سوائے انپر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہوا اور اسکے ہاتھ مین ایک خط حکمی ہو جسکے عنوان ظاہر پر لکھا ہی بسم اللہ الملک الحق المبین بجانب ہر ایسے شخص کے جسکو قاضیان مسلمانان و حکام مسلمانان مین سے پہونچے از جانب موفق بن منصور بن احمد قاضی ترمذی کے در مقدمہ نقل اقرار ابی بکر بن طاہر بن محمد مکاعی بمضمون تحریرات جو بعض سے بعض میری تحریر مین ملحق ہین بنابر آنکہ جس طرح پر تحریر متضمن ہوا اور اس خط پر میری مہر ہوا اور میری مہر کا نقش یہ ہی الموفق بن منصور بن احمد مکاعی - اور یہ حاضر آمدہ اپنے ساتھ ایک شخص کو لایا اسنے بیان کیا کہ اسکو ابو بکر بن طاہر بن محمد ترمذی معروف باولیاء الکاعیین کہتے ہین اور اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی طرف سے بطریق اصالت اور اپنے موکلون کی طرف سے بطریق وکالت جو اسکو ان موکلون کی طرف سے حاصل ہو دعوی کیا کہ شیخ عبد اللہ بن ابی بکر ترمذی کے اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہو دو سو چالیس دینار کھرے موزون بوزن مکہ بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہین اور اس حاضر آوردہ نے اپنی صحت اقرار کی حالت مین بطوع خود اس سب مال مذکورہ کا شیخ مذکور کے واسطے اقرار کیا اور اسکا یہ اقرار تین دستاویزون مین مذکور ہو ایک مین ایک سو پچاس دینار اور دوسری مین ستر دینار کا اور تیسری مین بیس دینار کا کہ اسنے اپنے اوپر بسبب صحیح قرضہ لازم وحق واجب ہونے کا باقرار صحیح اقرار کیا جسکی شیخ عبد اللہ بن ابی بکر مذکور نے اپنی زندگی مین اس سب کی خطاباً تصدیق کی اور اس سب کا قاضی کورۂ ترمذ موفق بن منصور بن احمد نے درحالیکہ وہ ترمذ کا قاضی و اہل ترمذ کے درمیان نافذ القضاء و احکام تھا اپنی مجلس قضا و احکام مین حکم دیدیا اور سجل لکھدیا ہو پھر اس شیخ عبد اللہ بن ابی بکر مذکور نے قبل اسکے کہ اس حاضر آوردہ سے اس مال مین سے کچھ وصول کرے وفات پائی اور وارثون مین اپنی جورو یہ گوہرستی مذکورہ اور تین پسر اپنے صلب سے چھوڑے جنمین سے ایک یہ شخص ہو جو حاضر آیا ہوا اور باقی دونون اسکے دونون موکل ہین جنکا نام مذکور ہوا ہوا اور شیخ عبد اللہ مذکور کا انکے سوائے کوئی وارث نہین ہوا اور اسنے اپنے ترکہ مین اپنے مال مین یہ مال مذکور اس حاضر آوردہ پر قرضہ چھوڑا ہوا اور یہ مال مذکور اسکی موت سے بفرائض اللہ تعالے اسکے ان وارثون کے درمیان میراث ہو گیا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اسکے تینون بیٹون کے درمیان برابر ہوا اور اصل مقروضہ آٹھ سہام سے اور اسکی تقسیم چوبیس سہام سے ہوئی جنمین سے جورو مذکورہ کے واسطے تین سہام اور ہر ایک پسر کے واسطے سات سات سہام ہونگے اور یہ مال مذکور اس مدعا علیہ پر اسکے اس شیخ عبد اللہ کے عین حیات مین اسکے واسطے اقرار کرنے سے ثابت تھا اور یہ اقرار اسنے

مجلس قضا واقع کورہ ترمذ میں وہاں کے اس قاضی مذکور کے سامنے کیا تھا اور اُسنے اس شخص پر اس مال کا حکم دیکر سجل لکھدیا تھا اور اس سے اس مدعی حاضر اور اُسکے موکلون نے جو کچھ اُسکے نزدیک اُنکے مورث کے واسطے ثابت ہوا ہے اور محکوم بہ وسجل ہے اُسکے اس خط حکمی (اور اس خط کی طرف جو اُسکے ہاتھ میں ہے اشارہ کیا) کے بجانب ہر شخص کے جو مسلمانون کا حاکم وقاضی ہو تحریر کرنے کی درخواست کی پس اُسنے اس درخواست کو منظور کرکے اس خط کے (اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا) بمضمون مذکور تحریر کرنے کا تاریخ مذکورہ آخر تک حکم دیا بعد استجماع شرائط صحت خط ہذا کے اول سے آخر تک (اور خط کی طرف اشارہ کیا) اور قاضی مذکور جس روز اُسنے اس خط کے لکھنے کا حکم دیا ہے (اور خط کی طرف اشارہ کیا) کورہ ترمذ اور اُسکے نواح کا قاضی تھا اور آج کے روز بھی وہ اسی طرح قاضی ہے اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہے اسکو اس سب کا علم ہے پس اسپر واجب ہے کہ مال مذکورہ جو بسبب مذکورہ اسپر لازم ہے اس مدعی مذکور کو ادا کرے تاکہ اپنے واسطے اصالۃً اور اپنے موکلون کے واسطے وکالۃً بر سہام مذکورہ قبضہ کر لے اور اپنے دعوے کا جواب طلب کیا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اُسنے فارسی میں جواب دیا کہ (مرا ازین دام واز این نامہ معلوم نیست ومرا باین مدعی چیزے دادنی نیست باین سبب کہ دعوے میکند) پھر مدعی مذکور چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اُسکے گواہ ہیں پھر ہر ایک نے ان الفاظ سے گواہی دی (گواہی میدہم کہ این نامہ حکمی) اور اشارہ اس خط کی طرف کیا ازان قاضی ترمذ ست الموفق بن منصور بن احمد کہ نام ونسب وے بر عنوان ظاہر این نامہ مکتوب ست وابن موفق بن منصور کہ بر عنوان ظاہر این نامہ مذکور ست اور اس خط کی طرف اشارہ کیا۔ اشہدوا کہ نبشتن فرمود این نامہ را۔ اور خط کی طرف اشارہ کیا قاضی بود بشہر ترمذ ونواحی آن وازان روز باز بر عمل قضاے ترمذ ست ونواحی آن وآن نامہ۔ اور خط مذکور کی طرف اشارہ کیا۔ بمہر وے ست ونقش بر مہر وے الموفق بن منصور بن احمد ست ومضمون این نامہ۔ اور اُسکی طرف اشارہ کیا۔ این ست کہ این مدعا علیہ اقرار کردہ است۔ اور اس مدعا علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ بحال جواز اقرار خویش بطوع کہ بر من ست ودر گردن من ست بر این عبد اللہ بن بکر را کہ نام ونسب وے اندرین محضر واندرین نامہ مذکور ست۔ اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا ودویست وچہل دینار رکنی بلخی سرہ بوزن مکہ حقے واجب ودامے لازم بسببے درست اقرارے درست واین مقرلہ کہ اندرین محضر واندرین نامہ مذکور ست۔ اور اس محضر وخط کی طرف اشارہ کیا تصدیق کردہ بود ومقر را اندرین اقرار او بارے وے پس ابن عبد اللہ بن ابی بکر کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور محضر وخط دونون کی طرف اشارہ کیا۔ بمرد پیش از قبض کردن وے چیزے ازین زر را کہ مبلغ وصفت وجنس وزن وے اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ وازوے میراث خوار ماندہ است یکی زن این گوہرستی کہ نام ونسب وے اندرین محضر ونامہ مذکور ست وسہ پسر صلبی ماند یکی از ایشان این مدعی۔ اور اُسکی طرف اشارہ کیا۔ ودو دیگر موکلان این مدعی کہ نام ونسب ہر دو درین نامہ ومحضر مذکور ست ویا جز اینہا دیگرے را پس ماندہ خوارش نیست ندانیم وہمچنین این زر را کہ اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا بمرگ وے میراث شدہ است برایں وارثان او را کہ نام ونسب ایشان اندرین محضر ونامہ مذکور ست بر بنا سہمی کہ اندرین محضر واندرین نامہ یاد کردہ شدہ است اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ واجب ست بر این مدعا علیہ تا این حال چنانکہ اندرین محضر ونامہ مذکور ست۔ اور دونون کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قاضی بخارا اُس محضر کے آخر میں لکھے کہ جس بات کی گواہون نے اور دو یہ دونون گواہ ہیں گواہی دی ہو اُسکے ثبوت کا حکم میری طرف سے جاری ہوا ہے۔

محضر۔ دیگر حکمی مجلس قضا کورہ بخارا میں شیخ امام عفیف الدین عبد الغنی بن ابراہیم بن ناصر الحجاج قزوینی حاضر آیا اور

شیخ حجاج محمود بن احمد الصفار قزوینی جو امروز وکیل مساۃ قرۃ العین بنت ابراہیم بن ناصر قزوینیہ کا اُسکی طرف سے
دعوے وخصومات واقامت گواہان کا اور اگر اُسپر کوئی گواہ قائم کرے تو اُسکی سماعت کا سب صورتوں میں سواے تعدیل
ایسے شخص کے جو اُسپر گواہی دے اور سواے اُسپر کسی چیز کا اقرار کرنے کے ثابت الوکالت ہوا اور ہر اُسکی طرف سے اسکو
اجازت ہو کہ جسکو چاہے اپنے پیچھے اسی طور سے جس طرح اُسنے اسکو وکیل کیا ہو دوسرے کو وکیل کرے حاضر آیا اور دونوں
اپنے ساتھ سالار احمد بن حسن بن حجاج جلاب کو حاضر لائے پھر شیخ امام عبد الغنی حاضر آمدہ نے اپنے واسطے باصالت اور شیخ امام
محمود حاضر آمدہ نے اپنی اس موکلہ کے واسطے بوکالت اس شخص حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ عمرو بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے
وفات پائی اور وارثوں میں اپنی دختر صلبی مساۃ فرخندہ اور اپنا ایک ماں وباپ سے سگا بھائی یہی شیخ امام عبد الغنی اور اپنی
ایک ماں وباپ کی سگی بہن یہی شیخ امام محمود کی موکلہ چھوڑی اِنکے سواے اُسکا کوئی وارث نہیں ہوا اور اپنے ترکہ میں
اس شخص حاضر آوردہ کے پاس دس (۱۰) کھالیں مدبوغ قندزجیں سے ہر ایک کھال کی قیمت چار دینار نیشاپوری جید
رائجہ سرخ مناصفہ بوزن مثاقیل مکہ ہر چھوڑی ہیں اور یہ سب اُسکی موت سے اُسکے ان وارثان نامبردہ کے واسطے بفرض
اللہ تعالے میراث ہوئیں کہ دختر کے واسطے نصف اور باقی سگے بھائی وبہن کے واسطے ہوئی اور اصل مسئلہ فرض (۲)
سے اور اسکی تقسیم سے (۶) ہوئی جنمیں سے (۳) سہام دختر کو اور ایک بہن کو اور (۲) بھائی کے واسطے اور ان
دونوں نے جو حاضر ہوے ہیں گواہ عادل مجلس قضاء کورہ قزوین میں عمرو بن عبد الحمید بن عبد العزیز خلیفہ اپنے
والد شیخ امام ابو عبد اللہ عبد الحمید بن عبد العزیز قاضی کورہ قزوین ونواح آن جسکو اُس کورہ ونواح میں اپنے
قضا نافذ کرنے اور اپنا نائب مقرر کرنے کی اجازت ہو اُسکے سامنے اور کورہ رے کی مجلس قضا میں محمد بن الحسین
بن محمد بن احمد استرآبادی خلیفہ اپنے والد صدر امام ابی محمد الحسین بن محمد بن احمد استرآبادی قاضی کورہ رے ونواح
آن جو نافذ القضاء والامضاء وصاحب اجازت درباره تقرری خلیفہ کے ہو ادام اللہ توفیقہ کے سامنے پیش کیے
خلیفہ اور قاضی کورہ رے کے سامنے تمام اُن باتوں کے گواہ پیش کیے جسکو قاضی کورہ قزوین کے خلیفہ نے باجازت
اپنے والد کے بعد ثبوت بگواہان عادل کے خط حکمی میں جو بنام ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے جسکو پہونچے لکھا تھا کہ عمرو
بن ابراہیم بن ناصر حجاج قزوینی نے وفات پائی اور وارثوں میں اپنی دختر صلبی وازجانب مادر وپدر ایک
بھائی وایک بہن جنکا نام درج خط ہے چھوڑا اور سواے انکے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے پس قاضی کورہ رے ونواح
رے کے خلیفہ قاضی نے بھی اسکا حکمی خط بنام ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے جسکو یہ خط پہونچے بعد ثبوت بگواہان عادل
کے لکھا اور یہ دونوں خط یہ ہیں جنکو یہ دونوں جو حاضر ہوے ہیں پیش کرتے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک نے
خط حکمی تحریر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ان دونوں حاضر آمدہ کی طرف سے مجلس قضاء واقع کورہ قزوین میں وہاں کے
قاضی کے سامنے گواہ پیش کرنا اور مجلس قضاء واقع کورہ رے میں خط حکمی پیش کرنا بعد اس بات کے ہوا کہ جب پہلے
اس محمود بن احمد نے اپنی وکالت از جانب موکلہ مذکورہ خود قاضی کورہ قزوین کے سامنے ثابت کردی اور قاضی
کورہ رے کے سامنے خط حکمی کے وقت ثبوت وکالت کے باوجود تمام اُس ماجرے کو جو اُسنے خط حکمی میں بجانب قاضی
کورہ رے وبجانب ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے جسکو پہونچے تحریر کیا ہے ثابت کر دیا اور ان دونوں نائبوں میں سے
حکم ونفاذ میں اسکے اپنے کورہ میں جسوقت اُسنے خط کی تحریر کا حکم دیا ہے کہ بنام ہر قاضی وحاکم مسلمانان کے ہے جسکو پہونچے

ہر ایک اسوقت اپنے مذہب کیطرف سے نائب تھا درحالیکہ جسکا وہ نائب ہر وہ اپنے کورہ مین قاضی تھا اور اسکو انفاذ
قضا اور نائب مقرر کرنے کا اختیار تھا اور یہ ہر ایک نائب اسوقت سے کہ اُسنے اس تحریر خط کا حکم دیا ہر اسوقت تک حکم
قضا و امضا اپنے کورہ مین ویسا ہی ثابت ہر جیسا تھا اور یہ شخص جسکو حاضر لائے ہین انکو ان دونون خطون کا حال معلوم
ہو پس اسپر واجب ہر کہ اس مال مذکور مین سے حصہ شیخ عبد الغنی اس حاضر آمدہ کا اسکے سپرد کرے تاکہ وہ اپنے واسطے اسپر قبضہ
کر لے اور منجملہ چھ سہام کے دو سہام ہین اور پانچ سہام مین سے شیخ محمود کی موکلہ مذکورہ کا حصہ اُسکی موکلہ کے واسطے اُسکے سپرد کرے
تاکہ اُسکے واسطے قبضہ کر لے اور منجملہ چھ سہام کے ایک سہم ہر اور دونون نے اُسی سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس
اُسنے جواب دیا کہ مجھکو اس نامبردہ کی وفات سے آگاہی نہین ہر اور ان مدعیون کی وراثت وان خطوط حکمی کا علم نہین
ہر اور ان مدعیون کو جو مقدار حساب سے وہ دعوے کرتے ہین یہ مقدار اس سبب سے دینا نہین ہر پھر دونون حاضر
آمدہ چند نفر حاضر لائے اور بیان کیا کہ یہ ہمارے گواہ ہین اور وہ فلان وفلان ہین اور گواہون کے نام اسطور سے لکھے
کہ شاہد اصل شیخ محمود بن ابراہیم بن فلان معروف بشروانی اور فرع اسکی شیخ احمد بن اسمعیل بن ابی سعید معروف ببغدادی سالار
و شیخ صابر محمد بن محمود الصالح البلخی ساکن محلہ رومی کوچہ باب مسجد فلان پھر لکھے کہ اصل دوم شیخ ابو الحسن احمد بن الحسین
قزوینی تاجر پھر اسکے نیچے اُسکے دو فرع جو اول اصل کی گواہی پر گواہ ہین اور شیخ محمد بن احمد بن محمد کسائی پھر کاتب اسماے فرع
ثانی کے نیچے اُسکے نام ونسب لکھے اور اصل ثالث شیخ احمد بن محمد حجاج اسکاف معروف باحمد بن خوب اور اس اصل کے واسطے
فرع نہین اسواسطے کہ یہ خود گواہی دیتا ہر اور قاضی بخارا نے اس تحریر مین لکھا بعد ازانکہ ان گواہون نے ایک نسخہ سے جو انکو
پڑھ سنایا گیا ہر گواہی ادا کی مین نے ان دونون اصلون کی گواہی پر ان فرع کی گواہی دینے سے ان دونون حکمی خطون کے
ثبوت کا حکم دیا اور الفاظ شہادت پر شہادت جو انکو پڑھ کر سنائے گئے ہین یہ ہین۔ گواہی میدہم کہ گواہی داد مرا پیش من محمد بن
ابراہیم بن فلان شروانی وابو الحسن احمد بن الحسین قزوینی چنین گفتند ہر یکے ازایشان کہ گواہی میدہم کہ این ہر دو نامہ
اور ہر دو خطون کی طرف اشارہ کیا۔ یکے ازدو نامہ۔ اور خاص ایک خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی شہر قزوین
ست اینکہ نام ونسب اوست ونام ونسب منوب عنہ وے ولقب وے اندرین محضر مذکور ست۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین
نامہ دیگر۔ اور دوسرے خط کی طرف اشارہ کیا۔ نامہ نائب قاضی شہر ست کہ نام ونسب منوب عنہ وے ولقب وے
درین محضر مذکور ست۔ اور اس محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین ہر دو مہر۔ اور دونون مہر کی طرف اشارہ کیا۔ وہر دو نامہ
اور ہر دو خط کی طرف اشارہ کیا۔ این یکے مہر نائب قاضی قزوین ست اینکہ نام ونسب وے اندرین محضر مذکور ست
اور مہر و محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین یکے دیگر مہر نائب قاضی شہر ہے ست اینکہ نام ونسب وے اندرین محضر مذکور
ست اور مہر و محضر کی طرف اشارہ کیا۔ ومضمون این ہر دو نامہ۔ اور دونون خطون کی طرف اشارہ کیا۔ این ست
کہ اندرین محضر یاد کردہ شدہ است۔ اور محضر کیطرف اشارہ کیا۔ وآنروز کہ ہر یکے ازایشان ہر دو این نوشتن فرمودند
این نامہ۔ اور دونون خطون کی طرف اشارہ کیا۔ نائب بودند اندرین شہر خویش اندر عمل قضا ازین منوب عنہ خود کہ نام
ونسب وے درین محضر مذکور ست۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا۔ واین منوب عنہ وے نیز قاضی بود اندرین شہر خویش کہ اوزا
و قضا و نائب کردن او نافذ بود و قاضی بود و امروز نیز ہر یکے ازایشان ہمچنین نائب ست اندر شہر خویش اندر عمل قضا ازان
ہمین منوب عنہ خود ازان روز کہ نبشتن فرمودند این نامہ را۔ اور محضر کی طرف اشارہ کیا تا امروز مرا گواہ گردانید

برگواہی خود بدین نامہ و بغیر مہر دمرا تا گواہی دہم برگواہی شمے برین نامہ ومن اکنون گواہی میدہم برگواہی شمے برین نامہ از اول تا آخر و مہر دو گواہ اصل مرا گواہی خود بدین نامہ گواہ گردانیدند وامروز از شہر بخارا ونواحی وے غائب اند بغیبت سفر و عدل اند۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب

خط حکمی اسی قاضی کی طرف سے جسنے خود کسی دعوے کا فیصلہ کر کے حکم دیکر سجل لکھدیا ہو۔ بعد تحریر پیشانی خط ودعا کے لکھے کہ فلان روز میرے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ فلان اسکا نام ہو پس اسکا نام ونسب وحلیہ بیان کرے اور اپنے ساتھ ایک شخص کو حاضر لا یا اسنے اپنا نام ونسب بیان کیا پس اسکا نام ونسب وحلیہ تحریر کردے پھر حاضر آمدہ کا دعوی اور اپنا حکم اس محضر پر اور نسخہ سجل اول سے آخر تک مع تاریخ تحریر سجل مذکور لکھکر پھر لکھے کہ یہ مدعی پھر میرے پاس حاضر ہوا اور دعوی کیا کہ محکوم علیہ فلان اس شہر سے غائب ہو کر فلان شہر مین مقیم ہوا اور وہ اس متدعویہ چیز کی ملکیت مدعی سے اور حکم قضا سے منکر ہوا اور اس مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ آپکے نام ادام اللہ تعالے عزکم اس مضمون کا خط لکھون اور اسپر گواہ کردون پھر خط کو تمام کردے

نسخہ دیگر براسے این تحریر یہ صورت ہو کہ سجل کو آخر تحریر مین نقل کر دے پس لکھے کہ اطال اللہ تعالے بقاء القاضی الامام فلان کہ یہ خط میرا اندرین مضمون ہو کہ مین نے اپنا سجل فلان کے واسطے مرتب کیا تھا کہ اسپر فلان شخص کا حق اسقدر ثابت ہوا ہو اور اسواسطے کہ اسکے ہاتھ سے اسقدر نکال کر مستحق مذکور کو دیدیا جاوے اور اس محکوم علیہ نے بیان کیا کہ اسنے یہ فلان شخص سے جو اس نواح مین مقیم ہو خریدا ہو اور اس حاضر آمدہ نے مجھسے یہ درخواست کی کہ آپکو ادام اللہ تعالے عزکم آگاہ کردون اور خط لکھدون

نسخہ۔ دیگر بعد پیشانی لکھنے اور دعا لکھنے کے لکھے کہ مین نے اپنے اس خط مین اپنا سجل جو مین نے فلان کے واسطے لکھا ہو اور مین نے شخص فلان بن فلان کیواسطے اس امر کا حکم بگواہی گواہان عادل جنھون نے میری مجلس قضا مین جیسا کہ سجل مذکور مین ہو گواہی دی تھی حکم دیا ہو بجنسہ درج کیا ہو بعد از انکہ میری قضا کا حکم مجھے مین ثبت وماضی ہو پھر مجھسے یہ درخواست کی گئی کہ آپکے نام ادام اللہ عزکم اس مضمون اور اسپر گواہی گذرنے کا خط لکھون پس مین نے درخواست کو منظور کر لیا واللہ تعالے اعلم بالصواب یہ ذخیرہ مین لکھا ہو

محضر۔ دعوے شفعہ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لا یا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس عمرو نے دار واقع کوچہ فلان محلہ فلان از محلات شہر فلان خرید کیا اور اس دار کے حدود مین سے ایک حد اس مدعی کے دار سے ملاصق ہو اور حد دوم وسوم وچہارم چنین وچنان ہین اس مشتری نے اسکو اسکے حدود وحقوق وجمیع مرافقہا سے داخلہ وخارجہ کے ساتھ بعوض وزن سبعہ کے اسقدر درمون کے خرید کیا اور اسنے اس دار پر قبضہ کر لیا اور وہ اسکے قبضہ مین ہو گیا اور یہ مدعی حاضر آمدہ اس دار کا شفیع بجوار ہو کہ اس مدعی کا دار مملوکہ اس دار مبیعہ سے ملاصق ہو کہ وہ اس دار مبیعہ کے جوار مین واقع ہوا ہو اسکے حدود دار اربعہ یہ ہین اور حد ملصق فلان ہو اور اس حاضر آمدہ کو اس حاضر آوردہ کے یہ دار مشہود مذکور خرید نے کا علم ہوا اور اسنے آگاہ ہوتے ہی بدون درنگ وتاخیر کے طلب مواثبت اسکا شفعہ طلب کیا پھر یہ شخص مدعی اس حاضر آوردہ کے پاس آیا کیونکہ بسبب دار مبیعہ مذکورہ کے یہ حاضر آوردہ قریب تھا اور اس سے اپنا حق شفعہ اس دار مذکورہ مین طلب کیا اور اسپر گواہ کر لیے اور یہ مدعی اسوقت تک اپنی طلب شفعہ پر باقی ہو اور اپنے ساتھ ثمن مذکور حاضر لا یا ہو اور اس حاضر آوردہ

کو آگاہی ہو کہ یہ مدعی اس دار خرید کردہ شدہ کا شفیع ہوا اور اسنے وقت آگاہی کے کہ یہ دار اس حاضر آوردہ نے خریدا ہے بدون
درنگ وتاخیر کے فوراً اپنا شفعہ طلب کیا تھا اور اسکے بعد بدون تاخیر کے اس خریدکنندہ کے پاس آیا تھا اور اسکے سامنے اپنے
شفعہ لینے پر گواہ کر لیے تھے پس اسپر واجب ہے کہ یہ ثمن حاضر آوردہ اس شخص مدعی سے لے لے اور یہ دار خرید کردہ اس
مدعی کے سپرد کر دے پھر اس سے دعوی کے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا۔ اور ایسی صورت میں یا تو یہ
مدعا علیہ اس دار محدودہ مذکورہ کو بعوض ثمن مذکور کے خرید کرنے کا اقرار کریگا یا انکار کریگا کہ یہ مدعی اُس دار سے جسکی اسنے
حد بیان کی ہے اس دار خرید کردہ کا شفیع نہیں ہے یا اس طرح انکار کریگا کہ جس دار کی لئے حد بیان کی ہے جس سے شفعہ کا استحقاق
ثابت کرتا ہے وہ اس مدعی کی ملک نہیں ہے اور ایسی صورت میں بعد جواب مدعا علیہ کے تحریر کرے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور
بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلان و فلان ہیں اور قاضی سے انکی گواہی کی سماعت کی درخواست کی پس قاضی نے
اسکی درخواست کو منظور کیا پس بعد دعوے مدعی ہذا اور انکار مدعا علیہ ہذا بعد درخواست طلب شہادت کے ہر ایک گواہ نے ایک نسخہ
جو انکو پڑھ دیا گیا ہے گواہی دی کہ مضمون نسخہ ہذا یہ ہے کہ گواہی میدہم کہ خانہ کہ بفلان موضع ست حد ہاے وے کہ [illegible] اینجا کہ
این مدعی یاد کردہ است در جوار این خانہ کہ خرید شدہ است ملک این مدعی بود پیش از آنکہ این مدعا علیہ مر این خانہ را کہ موضع
وحدود وے درین محضر یاد کردہ شدہ است بخرید و بر ملک وے بماند تا امروز وامروز این خانہ ملک این مدعی ست تم
اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر مدعا علیہ اس بات کا مقر ہو کہ مدعی مذکور نے شفعہ کو بطلب مواثبہ وبطلب اشہاد طلب کیا ہے تو
اسپر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہوگی اور اگر اس سے منکر ہو تو لکھے کہ وہ معین گواہان نیز گواہی دادند کہ این مدعی راچون خبر دادند بخریدن این
مدعا علیہ مر این خانہ را کہ این مدعی دعوے شفعہ وے میکند ہمان ساعت طلب شفعہ وے کرد بے تاخیر و درنگ و نزدیک
این مشتری آمد کہ این مشتری نزدیک تر بود از انخانہ کہ خرید شدہ است بے تاخیر گواہ گردانید ما را و بر وے این
خرندہ بطلب کردن خویش شفعہ این خانہ کہ حدود وے درین محضر یاد کردہ شدہ است وامروز بر ہمان طلب ست وے
بر حق تر ست باین خانہ کہ حدود وے اندرین محضر یاد کردہ شدہ است از خرندہ۔ اور اگر مدعا علیہ نے اس دار محدودہ
کے خرید کرنے سے انکار کیا اور اسکے سوائے مدعی کا بطلب مواثبہ وبطلب اشہاد طلب شفعہ کرنے کا اقرار کیا اور یہ
بھی اقرار کیا کہ اس مدعی کو حق جوار دار مذکور حاصل ہے تو مدعی کو اُسکے خرید کرنے کی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی پس محضر
میں لکھے کہ قاضی نے فلان مدعا علیہ سے اس امر کو جسکا فلان مدعی اُسپر دعوے کرتا ہے دریافت کیا کہ آیا تونے دار محدودہ
مذکورہ محضر ہذا خرید کر اُسپر قبضہ کیا ہے پس مدعا علیہ مذکور نے خریدنے اور قبضہ کرنے سے موافق دعوے مدعی کے انکار کیا
پھر یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہیں اور وہ فلان و فلان ہیں اسلئے آخر دو پھر بعد دعوے اس مدعی
اور انکار اس مدعا علیہ کے گواہی طلب کرنے پر ان گواہوں نے یون گواہی دی کہ گواہی میدہیم کہ فلان بن فلان مدعا علیہ
جو حاضر لایا ہے بخرید از فلان بن فلان خانہ را کہ موضع وحدود وے درین محضر یاد کردہ است بچندین انبہا و این مدعا علیہ
مر این خانہ را قبض کرد وامروز در دست وے ست واین مدعی ہمسایہ است باین خانہ بحکم شفعہ جوار بخانہ کہ ملک این مدعی
ست در ہمسائگی این خانہ کہ خرید شدہ است چنانکہ درین محضر یاد کردہ شدہ است اور اگر مدعا علیہ نے ابتدا سے مدعی کی دونوں
طرح کے طلب شفعہ سے انکار کیا اور اسکے سوائے سب کا اقرار کیا تو محضر میں لکھے کہ یہ مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ
میرے گواہ ہیں پس ہر ایک نے گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این مدعی راچون خبر دادند بخریدن این مدعا علیہ این خانہ را

کہ درین محضر یاد کردہ شدہ است شفعہ طلب کردم این خانہ را طلب مواثبہ بے ہیچ درنگ وتاخیر ونزدیک این خریدہ این مدعا علیہ رفت کہ وے نزدیک تر بود بوے بے ہیچ درنگ وتاخیر اسے آخرہ۔ اور اگر مدعا علیہ اس وجہ سے شفعہ کا دعوے کرتا ہو کہ مبیع میں اُسکی شرکت ہو تو محضر میں لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اِس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آوردہ نے فلان زمین سے اُسکا نصف یعنی منجملہ دو سہام کے ایک سہم مشاع غیر مقسوم خرید کیا ہو اور یہ مدعی جو حاضر آیا ہو اس زمین مبیعہ کا شفیع ہو بشفعہ شرکت اسواسطے کہ باقی نصف اس زمین محدودہ سے یعنی منجملہ دو سہام کے ایک سہم غیر مقسوم اس مدعی کی ملک وحق ہے

سجل۔ این محضر۔ قاضی فلان کہتا ہو بدستور تا آخر پیہ حکم لکھے پھر لکھے کہ میں نے فلان بن فلان اس مدعا علیہ کے روبرو و بدرخواست مدعی ہذا انتظام اس امر کا جو میرے نزدیک بگواہی ان گواہوں کے ثابت ہوا کہ اس مدعا علیہ نے دار محدودہ مذکورہ بعوض ثمن مذکور کے خریدا اور آج کے روز یہ دار محدودہ مذکورہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور یہ مدعی اس دار مبیعہ کا بجوار ملاصقہ بطریق مذکورہ محضر ہذا اُسکا شفیع ہو اور اس مدعی نے جب اُسکو اس دار محدودہ مذکورہ کے خرید کیے جانے کی خبر پہنچی ہو بطلب مواثبہ وبطلب اشہاد اُسکا شفعہ طلب کیا ہو حکم دیدیا اور میں نے حکم قضا بنام اس مدعی کے بدین مضمون کہ اسکو حق شفعہ جوار اس دار محدودہ مذکورہ میں جسکی خرید مذکور ہوئی ہو بثمن مذکور حاصل ہو۔ اور میں نے اس مدعی کو حکم دیا کہ یہ ثمن مذکور لہٰذا اس مدعا علیہ کو دیدے اور اس مدعا علیہ کو حکم دیا کہ یہ دار محدودہ اس مدعی کو دیدے اور یہ سب باہیری طرف سے میری مجلس قضا میں لوگوں کے درمیان ان ہر دو متخاصمین کے روبرو واقع ہوا الیٰ آخرہ

محضر در دعوے مزارعت۔ جاننا چاہیے کہ کاشتکار و مالک زمین کے درمیان کبھی قبل زراعت کے خصومت واقع ہوتی ہو اور کبھی بعد زراعت کے اور اگر قبل زراعت کے خصومت ہو تو خصومت جبھی متوجہ ہو سکتی ہو کہ جب بیج از جانب کاشتکار ٹھہرے ہوں ورنہ اگر بیج از جانب مالک زمین قرار پائے ہوں تو خصومت متوجہ نہو گی اسواسطے کہ ایسی صورت میں مالک زمین کو اختیار ہو کہ عقد مزارعت باقی رکھنے سے انکار کر جاوے پھر اگر بیج از جانب کاشتکار ہوں اور اُسنے مزارعت کو ثابت کرنا چاہا تو محضر میں لکھے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس زید نے اِس عمرو سے فلان زمین واقع دیہ فلان از پرگنہ فلان (اُسکے حدود بیان کرے) تین سال کے واسطے یا ایک سال کے واسطے (جیسی دونوں میں شرط ہوئی ہو) از تاریخ فلان تا تاریخ فلان بدین شرط مزارعت پر لی ہو کہ اپنے بیجوں اور بیلوں و کار پردازی سے ربیع و خریف کے غلہ میں سے جو چاہے زراعت کرے اور اسکو سینچے اور اُسکی پرداخت کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اُسمیں پیدا کرے وہ دونوں میں نصفا نصف ہوا اور اس عمرو نے یہ آراضی اِسکو بمزارعت صحیحہ مستجمع شرائط صحت دیدی پھر یہ عمرو یہ اراضی اس زید کو زراعت کرنے کے لیے دینے سے انکار کرتا ہو پس اسپر واجب ہو کہ بحق مزارعت واقع مذکورہ اسکے سپرد کرے اور اُس سے جواب کا مطالبہ کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے جواب دیا۔ اور اگر کاشتکار کے پاس اِسکی کوئی تحریر پٹہ ہو تو لکھے کہ اِس زید نے حاضر ہو کر اس عمرو پر تمام اُس مضمون کا جسکو یہ تحریر پٹہ متضمن ہو جسکو وہ پیش کرتا ہو اور عبارت پٹہ یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم پس پٹہ اول سے آخر تک نقل کردے پھر لکھے اینکہ اس مدعا علیہ نے یہ زمین اُسکو دی اور اُسنے بحصہ مذکورہ پٹہ مزارعت پر لی جیساکہ اول سے آخر تک پٹہ مرقومہ بتاریخ فلان سے ظاہر ہے دعوے کیا پس اس عمرو پر واجب ہو کہ یہ اراضی بحق این مزارعت مذکورہ اسکے سپرد کرے اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا

اور جواب مانگا۔ اور اگر بعد زراعت کے نزاع واقع ہو پس اگر غلہ زمین مذکور میں موجود ہو تو محضر میں بطریق اول اسی
قول تک مدعی لکھے کہ بطریق مزارعت صحیحہ جامعہ شرائط صحت اسکو دیدی تھی پھر لکھے کہ اُسنے گیہون مثلاً زمین میں بوئے اور اپنے بیجون
اور بیل و کارپردازون سے کھیتی تیار کی اور امروز یہ کھیتی اس اراضی میں لگی کھڑی ہو اور بیان کرے کہ گیہون بالیون میں آگئی ہین
یا ہنوز وہ خالی درخت ہین جیسا حال ہو لکھدے۔ اور یہ سب ان دونون کے درمیان بشرط مذکور بمزارعت نصفا نصف ہو
اور یہ عمرو اس کاشتکار کو ناحق اسمین کام کرنے اور حفاظت کرنے سے منع کرتا ہو پس واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے
کھیتی تیار لائق کاٹنے کے ہونے تک اور تعرض نہ کرے یہانتک کہ جب کاٹ لینگے وہ اپنا حصہ اس میں سے اپنے واسطے وصول
کرے پس مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔ اگر کھیتی تیار ہو کر کاٹ لی گئی ہو تو جھگڑا پیداوار میں ہوگا پس محضر میں جس طرح ہمنے بیان
کیا ہو تحریر کرے لیکن اس صورت میں یہ نہ لکھے کہ یہ کھیتی امروز اس اراضی میں لگی کھڑی ہو بلکہ یہ لکھے کہ اس کاشتکار نے
اپنے بیجون و بیلون و آدمیون سے اسمین زراعت کی اور پیداوار تیار ہو کر کاٹ لی گئی اور وہ ان دونون کے درمیان
موافق شرط مذکورہ مزارعت کے نصفا نصف مشترک ہو اور یہ عمرو اسکو اُسکے حصہ سے باستحقاق ہونا حق مانع ہوتا ہو پس

جواب دعوے مانگا اور اس سے دریافت کیا گیا

سجل۔ اس دعوی۔ اگر زراعت سے پہلے نزاع واقع ہوا ہو تو لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہو تا موضع تحریر حکم بطور سابق
تحریر کرے پھر حکم کی جگہ اس طرح لکھے کہ میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جنکی تعدیل ثابت ہو گئی وہ سب باتت
جنکی اُنھون نے گواہی دی ہو کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو سے یہ اراضی مع وہ وہ مذکورہ بمزارعت صحیحہ لی ہو اور اس عمرو
نے اسکو یہ اراضی مذکورہ دیدی ہو وہ بمزارعت صحیحہ بشرائط مذکورہ و بر حصہ مذکورہ دی ہو ثابت ہو گئی پس مین نے ہر دو
متخاصمین کے روبرو ان دونون کے درمیان اس مزارعت مذکورہ کے بر شرائط مذکورہ واقع ہونے کا بدرخواست مدعی
ہذا حکم صبرم دیدیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ یہ اراضی مذکورہ اس مدعی کے سپرد کردے پس سجل کو تمام کرے۔ اور اگر
کھیتی کاٹے جانے کے بعد دونون میں نزاع واقع ہوا ہو تو بموضع حکم میں تحریر کرے کہ مین نے بدرخواست مدعی ہذا روبرو
فلان بن فلان مدعا علیہ کے اسپر تمام اس صورت کا جو میرے نزدیک ان گواہون کی گواہی سے جنکی تعدیل ثابت ہو گئی
کہ ان دونون میں واقع ہوا ہو حکم صبرم دیدیا اور اس مدعا علیہ کو حکم کیا کہ اس مدعی کا حصہ اور یہ نصف پیداوار اراضی مذکورہ
جو بحکم مزارعت مذکورہ بر شرائط مذکورہ اسکے ہی اسکو دیدے پھر سجل کو تمام کرے۔ اور اگر قبل زراعت کے مالک زمین نے مزارعت
کا دعوے کیا اور بیج مالک زمین کی طرف سے ہین اور اُسکو عقد مزارعت ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی تو محضر میں لکھے
کہ اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہو کہ اس اراضی میں کام کرنے سے جو بعقد مزارعت واقع ہوا ہو انکار کرتا ہو اور اگر بعد کھیتی کاٹے
جانے کے عقد مزارعت کا دعوے کرتا ہو اور غلہ خارج ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں اُسکا دعوے پیداوار حاصلہ میں ہوگا
پس محضر میں لکھے کہ اور یہ شخص جسکو ساتھ لایا ہو اُسکو اُسکے حصہ پیداوار و سپرد کرنے سے انکار کرتا ہو

محضر در اثبات اجارہ۔ زید نے اپنی اراضی عمرو کو کچھ مدت معلومہ کے واسطے باجرت معلومہ اجارہ پر دی تاکہ اس مدت
میں اس اراضی میں گیہون و جو وغیرہ جو اسکی رائے میں آوے زراعت کرے اور اراضی مذکورہ مستاجر کو دیدی پھر مدت مذکورہ
گذرنے سے پہلے زید مذکور نے اس اراضی مذکورہ پر اپنا قبضہ کر لیا اور عمرو کو عقد اجارہ ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی پس اگر
اجارہ کے واسطے کوئی تحریر ہو کہ عمرو نے اسکو اجارہ لینے کے وقت اپنی حجت کے واسطے لکھوا کر گواہ کرا لیے ہون تو

محضر میں لکھے کہ عمرو حاضر ہوا اور زید کو حاضر لایا پھر اس عمرو نے اس زید پر تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر اجارہ متضمن ہی دعوے کیا جسکی عبارت یہ ہی پس اول سے آخر تک اس تحریر کو نقل کرکے بعد فراغت کے لکھے کہ اس عمرو نے اس زید پر تمام اُن امور کا جسکو تحریر اجارہ منقولہ محضر ہذا متضمن ہی کہ اس زید نے اس عمرو کو اراضی مذکورہ جسکے حدود مقام اس تحریر اجارہ مین جو اس محضر مین منقول ہی مذکور ہین بمدت معلومہ بکرایہ معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ پر دی اور اراضی مذکورہ کی بابت باہم تسلیم و تسلم ہوگیا چنانچہ اس سب کا اس اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کے اول سے آخر تک سے اسکی تاریخ مورخہ کے روز واقع ہونا واضح ہو پھر اس زید نے مدت اجارہ گذرنے سے پہلے بدون کسی فسخ کے جو انکے درمیان جاری ہوا ہو ناحق اس اراضی محدودہ پر اپنا قبضہ کیا پس اسپر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس اراضی سے کوتاہ کرکے اس مستاجر کے سپرد کرے تاکہ اس سے براہ زراعت تمام مدت مقررہ تک نفع حاصل کرے پھر اس سے اُسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اسنے جواب دیا۔

سجل۔ این دعوے شروع سے موافق طریق سابق کے تا تحریر ثبوت لکھے پھر لکھے کہ میرے نزدیک اس عمرو کا اس زید سے یہ زمین محدودہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا بمدت معلومہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا اجارہ لینا اور پھر اس زید کا اس اراضی محدودہ مذکورہ پر قبل مدت اجارہ گذرنے کے بدون کسی فسخ کے جو ان دونون کے درمیان جاری ہوا ہو ناحق قبضہ کرلینا ثابت ہوا پس مین نے حکم دیا کہ یہ ثابت ہوا کہ اس عمرو نے الی آخرہ اور قاضی اس طرح نہ لکھیگا کہ مین نے حکم دیا تمام اُسکا جو مین نے لکھا ہی بلکہ مین نے حکم دیا تمام اُسکا جو میرے نزدیک ثابت ہوا ہی۔ اور اگر عقد اجارہ کے واسطے کوئی تحریر نہو تو محضر مین لکھے کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آوردہ نے تمام اراضی جو اسکی ملک فلان گانون فلان پرگنہ مین واقع ہو اور اسکے حدود اربعہ بیان کردے اس عمرو کو ایک سال یا دو سال یا تین سال کے واسطے فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک باجارہ صحیحہ اجارہ پر دی تاکہ اُسمین جو کچھ اُسکی رائے مین آوے خریف یا ربیع کے غلہ سے زراعت کرے اور اس عمرو نے یہ اراضی محدودہ بشرط مذکور باجارہ صحیحہ اُس سے اجارہ پر لی پس آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے۔ اور اجارہ طویلہ مرسومہ بخارا کی صورت مین اگر تسلیم و تسلم واقع ہو مگر پھر مدت گذرنے سے پہلے بدون فسخ باہمی کے اجارہ دہندہ نے اسپر اپنا قبضہ کیا اور مستاجر کو اثبات اجارہ کی ضرورت ہوئی تو بھی محضر اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہی۔ اور اگر ایام اجارہ مین اجارہ دہندہ کے حضور مین مستاجر کے فسخ کرنے سے اجارہ طویلہ فسخ ہوا اور مستاجر نے اجارہ دہندہ سے باقی مال اجارہ واپس دینے[12] کا مطالبہ کیا اور موجر نے اجارہ واقع ہونے سے انکار کیا اور مستاجر کو اسکے اثبات کی ضرورت ہوئی پس اگر مستاجر کے پاس اجارہ کی تحریر ہو تو محضر مین اس تحریر کا حوالہ دینے کو جس طرح ہمنے بیان کیا ہو تحریر کرے پھر اس کرایہ نامہ کو لکھکر لکھے کہ اس عمرو مدعی نے اس زید پر جسکو حاضر لایا ہی تمام اُس مضمون کا جسکو تحریر اجارہ متضمن ہو از نیکہ اجارہ دینا و اجارہ لینا بشرائط مذکورہ تحریر ہذا و تعجیل اجرت و تعجل آن و تسلیم معقود علیہ و تسلم آن و ضمان درک چنانچہ نامہ منقولہ محضر ہذا سے اول سے آخر تک ظاہر ہو دعوے کیا اور اس مستاجر نے اس عقد مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا کو ایام اجارہ مین درحالت اپنے اختیار کے بحضور ہی اجارہ دہندہ مذکور کے بفسخ صحیح فسخ کیا اور اس اجرت مذکورہ اجارہ نامہ سے اتنی مدت تک کی اجرت جو زمانہ فسخ تک گذری ہی جاتی رہی پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہو کہ اس اجارہ فسخ شدہ کی میعاد باقی کے مقابلہ مین

ع یعنی مستاجر کو واپس دینے[12]

جسقدر اجرت باقی ہو وہ اس حاضر آمدہ کو واپس دے اور محضر کو بدستور تمام کردے

سجل - این محضر شروع سے تا آخر ثبوت موافق رسم مذکورہ سابقہ کے تحریر کرے پھر لکھے کہ میرے نزدیک فلان شخص کی یہ تمام زمین محدودہ مذکورہ اجارہ نامہ منقولہ محضر ہذا واسطے مدت مذکورہ کے بعوض مال مذکور کے بشرائط مذکورہ محضر نامہ ہذا اجارہ لینا اور تعجیل اجرت و تعجیل آن و تسلیم معقود علیہ و تسلم آن و اس مستاجر کا جو حاضر ہوا ہوا ایام اجارہ مین بحضور اس موجر اس اجارہ مذکورہ کا فسخ کرنا ثابت ہو گیا اور یہ کہ اس موجر پر واجب ہوا کہ باقی مال اجارہ اس مستاجر کو واپس دے اور یہ اسقدر مال ہے پھر لکھے اور حکم کیا کہ مین نے تمام ان باتون کا جو میرے نزدیک ثابت ہوئی ہین اور یہ بجاے اس عبارت کے کہ جنکا مین نے ذکر کیا ہے یعنی بجاے ذکر کے ثبوت لکھے اور اگر اجارہ مذکورہ بسبب موت موجر کے فسخ ہو گیا ہو تو محضر کو وارثان موجر پر اسی طرح لکھے جس طرح موجر پر لکھتا بشرطیکہ وہ زندہ تھا اور اس سے اسقدر زیادہ کرے اور یہ اجارہ بسبب موت فلان موجر کے فسخ ہو گیا اور وقت اجارہ سے تا وقت موت اس موجر کی اجرت مذکورہ محضر ہذا مین سے اسقدر باقی رہی اور اسقدر باقی رہی اور یہ بقیہ مال اجارہ ترکہ اس موجر متوفے پر قرضہ ہو گیا پھر محضر کو بطریق سابق تمام کرے

سجل - اس محضر کا اسی طرح ہے جیسا ہمنے پہلے بیان کیا ہے لیکن ہمین اسقدر زیادہ ہے کہ اس موجر کی وفات اور اسکی موت سے اس اجارہ کا ٹوٹ جانا اور وارث موجر پر مستاجر کو باقی اجرت معجلہ جو اسقدر ہے واپس دینا واجب ہونا زیادہ بیان کرے اور اگر مستاجر مر گیا اور موجر زندہ ہے لیکن وہ اجارہ واقع ہونے سے منکر ہے اور وارثان مستاجر کو اثبات اجارہ اور اسکے فسخ کی ضرورت ہوئی تو محضر کو اسی طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہے لیکن اسقدر زیادہ کرے کہ یہ اجارہ بسبب موت فلان مستاجر کے فسخ ہو گیا اور اسنے وارثون مین اپنا یہ بیٹا جو حاضر آیا ہے چھوڑا اور اس اجرت مذکورہ مین سے وقت اجارہ سے تا موت مستاجر فلان جو مدت گذری اسقدر کی اتنی اجرت باقی رہی اور یہ باقی مال اجارہ مفسوخہ اس مستاجر متوفی کی میراث اسکے اس وارث کے واسطے رہا اور اس موجر کو اسکا علم ہے پس اسپر واجب ہے کہ باقی مال اجارہ مفسوخہ اس وارث مذکور کو دیدے اور محضر کو تمام کرے -

محضر - در اثبات رجوع از ہبہ محضر مین لکھے کہ زید حاضر آیا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور اس عمرو نے اس زید سے یہ مال مجلس ہبہ مین بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا اور یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس قائم ہے نہ اسکے قبضہ مین کم ہوا ہے اور نہ زیادہ ہوا ہے اور نہ کسی طرح متغیر ہوا ہے اور اس عمرو نے اس زید کو اس ہبہ کے مقابلہ مین کوئی چیز عوض نہین دی ہے پھر اس زید نے اس ہبہ مذکورہ سے رجوع کیا اور اس عمرو سے بسبب رجوع کرنے کے مطالبہ کیا کہ اس زید کو سپرد کردے اور جواب مانگا -

سجل - این محضر - مقام ثبوت مین لکھے کہ مجھے ان گواہون سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس زید نے اس عمرو کو یہ مال ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو نے اس سے یہ مال مجلس ہبہ مین بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اس زید نے پھر اپنے ہبہ مذکورہ سے رجوع کر لیا بنا بر آنکہ گواہون نے گواہی دی ہے پس مین نے اسکے اس ہبہ سے رجوع کرنے کی صحت کا حکم دیا اور یہ ہبہ فسخ کر دیا اور اس مال ہبہ کو قدیم ملک اس واہب مین عود کر دیا اور اس موہوب لہ کو حکم دیا کہ یہ مال موہوب اسکے اس واہب کو دیدے اور سجل کو بدستور تمام کردے

محضر - در اثبات منع رجوع از ہبہ - اس عمرو نے اس زید کے دعوے کے دفعیہ مین دعوے کیا اور بات یہ ہے کہ اسپر

زید نے اس عمرو پر پہلے دعوی کیا تھا کہ مین نے اسکو یہ مال ہبہ کیا تھا الی آخرہ پھر مین نے اس ہبہ سے رجوع کر لیا پس یہ عمرو اُسکے دعوے کے دفعیہ مین دعوے کرتا ہے کہ یہ مال موہوب اس عمرو کے پاس بزیادتی متصلہ زائد ہو گیا ہے اور اسکا رجوع کرنا ممنوع ہو گیا اور محضر کو تمام کر دے

محضر در اثبات رہن - اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس عمرو کو اسقدر کپڑے جنکی صفت بیان کر دے بعوض اسقدر دینار قرضہ واجب کے بہ رہن صحیح رہن دیئے ہین اور اس عمرو نے یہ کپڑے جنکا ذکر ہوا ہے اس زید سے بعوض ان دیناروں مذکورہ کے بطور صحیح رہن لیے ہین اور اس زید کے اُسکو سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ صحیح کر لیا ہے اور آج کے روز یہ کپڑے مذکور اس عمرو کے پاس رہن ہین اور یہ زید اب ان دیناروں مذکورہ کو حاضر لایا ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ ان دیناروں کو وصول کر کے یہ مال مرہون اس زید کے سپرد کر دے پس آپ نے پس اپنے دعوے کا مطالبہ کیا اور جواب مانگا۔

محضر در اثبات استصناع صورت استصناع یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو لوہا یا تانبا بنادے تاکہ اُسکے واسطے برتن ڈھال دے یا ایسکے مثل کوئی اور چیز ڈھالنے کیواسطے دے پس اگر وہ چیز ایسکے شرط کے موافق ڈھالی تو صانع کو دینے سے انکار کا اختیار نہوگا اور نہ مستصنع کو جسنے ڈھالنے کے واسطے دیا ہے قبول سے انکار کا اختیار ہوگا اور اگر شرط کے برخلاف ہوا تو مستصنع کو اختیار ہوگا چاہے اپنے لوہے کے مثل اُس سے لوہا تاوان لے اور وہ لوہا اُس صانع کا ہو جائیگا اور اُسکو مزدوری کچھ نملیگی اور چاہے برتن لیکر صانع کو اُسکے کام کا اجر المثل دیدے جو مقدار مسمی سے زائد نہوگا پس اگر اُسنے شرط کے موافق ڈھالا اگر دینے سے انکار کیا تو محضر مین لکھے کہ اُس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس زید نے اسکو اسقدر لوہا اس صفت کا برتن اسقدر اجرت پر بنانے کو دیا تھا اور اُسکو اجرت دیدی تھی اور اُسنے اس لوہے سے موافق شرط کے برتن ڈھالا اگر وہ اسکو یہ برتن دینے سے انکار کرتا ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس زید کو یہ برتن دیدے پس اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس اُس سے دریافت کیا گیا تو اُسنے فارسی مین جواب دیا۔ اور اگر صانع نے شرط مین خلاف کیا اور مستصنع نے چاہا کہ اُس سے اپنے لوہے کے مثل لوہا تاوان لے تو لکھے کہ اس زید نے اس عمرو پر دعوے کیا کہ اس زید نے اسکو اسقدر تانبا اس صفت کا ایسی صفت کا برتن اس اجرت پر ڈھالنے کے واسطے دیا تھا اور اُسکو اجرت دیدی تھی پس اُسنے خلاف شرط مقررہ کے ڈھالا پس یہ زید اس سے راضی نہوا پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس زید کو اُسکے تانبے اور اجرت کے مثل جنکی مقدار و صفت بیان کر دی گئی ہے واپس دے پس اُس سے مطالبہ کیا اور جواب دریافت کیا پس اُس سے دریافت کیا گیا کذا فی المحیط

خط حکمی در دعوے عقار - اگر دعوی عقار کی بابت واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے خط حکمی کی درخواست کی تو اسمین دو صورتین ہین - اول آنکہ عقار مذکور شہر مدعی مین واقع ہوا اور مدعا علیہ دوسرے شہر مین ہوا اور ایسی صورت مین قاضی اُسکو خط لکھ دیگا اور جب یہ خط مکتوب الیہ کو پہونچیگا تو اُسکو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ روانہ کر دے تاکہ قاضی کاتب اُسپر ڈگری کر کے مدعی کو عقار مذکور سپرد کرا دے اور چاہے خود حکم دیدے کہ حجت موجود ہے اور سجل لکھدے اور فیصلہ تحریر کر کے اُسپر گواہ کر کے مدعی کو دیدے ولیکن عقار مذکور سپرد نکرسکیگا اسواسطے کہ وہ اُسکی ولایت مین داخل نہین ہے پس اُسکے سپرد کرانے پر قادر نہوگا مگر سپرد کرانے پر قادر نہوا سپرد

کرانے ہی سے مانع ہو حکم دینے سے مانع نہین ہو اسی واسطے فرمایا کہ مدعی کے نام عقار کی ڈگری کردیگا مگر اُسکے سپرد نکریگا اور جب مدعی حکم قبضہ قاضی مکتوب الیہ کو قاضی کاتب کے پاس جاکر اُسکے اس قبضہ پر گواہ قائم کریگا تو قاضی کاتب اس گواہی کو قبول نکریگا اسواسطے کہ اُسکو تنفیذ قضا کی ضرورت ہو اور تنفیذ قضا بمنزلہ قضا کے ہو پس شخص غائب پر جائز نہوگی اسی طرح دار مذکور بھی مدعی مذکور کے سپرد نکریگا اسواسطے کہ دار سپرد کرنا قضا ہو پس غائب پر جائز نہوگا لیکن قاضی مکتوب الیہ کو چاہیے کہ جب اُسنے مدعی کیواسطے ڈگری کرکے اُسکے واسطے سجل لکھدیا تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین بھیجے کہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کردے اور اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیہ قاضی کاتب کو ایک خط لکھیگا اسمین اسکو آگاہ کریگا کہ اُسکا خط مکتوب الیہ کو پہونچا اور مدعی کے حضور مین مدعا علیہ و مدعی کے درمیان یہ ماجرا واقع ہوا اور مین نے مدعی مذکور کے نام اس عقار کا مدعا علیہ پر حکم دیا اور مدعا علیہ کو حکم کیا کہ مدعی کے ساتھ اپنا امین روانہ کرے تاکہ وہ مدعی کو دار مذکور سپرد کردے اور اُس نے اس بات سے انکار کیا پھر لکھے کہ امر تیرے اوپر ہو اور مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ مین تجھکو خط لکھون اور تمہین آگاہ کرون کہ مین نے اس مدعی کے واسطے مدعا علیہ پر دار متدعویہ کا حکم دلایا ہو تاکہ تو یہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کردے پس تو اسکی کارروائی اللہ تعالے کیواسطے کرے اللہ تعالے تجھپر و مجھپر سب پر رحم کرے اور عقار مذکور و محدود در خط ہذا اس مدعی فلان بن فلان رساندہ خط ہذا کو سپرد کردے پس جب یہ خط قاضی کاتب کو پہونچیگا تو وہ مدعا علیہ کے قبضہ سے دار مذکور نکالکر مدعی کے سپرد کردیگا و ہم آنکہ عقار متدعویہ شہر مدعی کے سوا دوسری جگہ ہو اور اسمین دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ عقار ایسے شہر مین ہو جہان مدعا علیہ ہو اور ایسی صورت مین بھی قاضی وہان کے قاضی کو خط لکھیگا اور جب مکتوب الیہ کو خط پہونچیگا اور اُسنے مدعی کے واسطے حکم دیدیا تو مدعا علیہ کو حکم دیگا کہ دار مذکور اس مدعی کے سپرد کرے اور اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی مذکور خود سپرد کردیگا اسواسطے کہ دار مذکور اُسکی ولایت مین واقع ہو اور اگر عقار مذکور کسی دوسری جگہ جہان مدعا علیہ مین ہو واقع ہو تو بھی قاضی ایسے قاضی کو خط لکھیگا جہان مدعا علیہ موجود ہو پھر مکتوب الیہ کو اختیار ہوگا چاہے مدعا علیہ یا اُسکے وکیل کو مدعی کے ساتھ ایسے قاضی کے پاس روانہ کرے جہان وہ دار واقع ہو اور اُسکو خط لکھدے تاکہ وہ مدعی کے واسطے مدعا علیہ کے روبرو دار مذکور کا حکم دیدے اور چاہے مدعی کے واسطے حکم دیکر اُسکو سجل لکھدے ولیکن عقار مذکور اُسکے سپرد نکریگا جیسا کہ ہمنے بیان کردیا ہو کیونکہ عقار مذکور اُسکی ولایت مین نہین ہو۔

خط حکمی دربارۂ غلام گریختہ بنابر قول ایسے امام کے جو اسکو روا فرماتا ہو۔ اگر ایک شخص بخارہی کا غلام سمرقند کو بھاگ گیا وہان کسی سمرقندی نے اُسکو گرفتار کیا اور اُسکے مولے کو خبر دیگئی اور مولے کے گواہ سمرقند مین نہین ہین بلکہ بخارا مین ہو جو وہین لیس مولے نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ جس امر کی گواہی مولے کے گواہ اُسکے سامنے دیتے ہین اُسکو خط مین لکھدے تو قاضی اُسکی درخواست کو منظور کریگا اور اُسکے واسطے ایک خط بنام قاضی سمرقند لکھدیگا جیسا کہ ہمنے تر غیبون کی صورت مین بیان کیا ہو مگر یون لکھیگا کہ میرے سامنے فلان و فلان نے گواہی دی کہ غلام سندھی جسکا نام فلان ہو اور اُسکا حلیہ ایسا ہو اور قد و قامت ایسا ہو مالک اس فلان مدعی کی ہو اور وہ سمرقند کو بھاگ گیا ہو۔ اور آج کے روز وہ سمرقند مین فلان کے قبضہ مین ناحق ہو اور اپنے خط پر ایسے دو گواہون کو گواہ کرے جو بجانب سمرقند مشخص ہون اور اُن دونون کو مضمون خط سے آگاہ کردیگا تاکہ قاضی سمرقند کے سامنے خط اور اُسکے مضمون کی گواہی دین پھر جب یہ خط قاضی سمرقند کو پہونچے تو غلام کو معہ اُسکے قابض کے حاضر کرادے تاکہ دونون گواہ اس خط

کی اور اسکے مضمون کی گواہی دین کہ ایسی گواہی بالاجماع قبول ہووے پھر جب قاضی نے انکی گواہی قبول کی اور انکی
عدالت اُنکے نزدیک ثابت ہو گئی تو خط کو کھولیگا پس اگر اُسنے غلام مذکور کے حلیہ کو اُسکے برخلاف پایا جیسا گواہون
نے قاضی کاتب کے سامنے گواہی دی ہی تو جبکہ ظاہر ہوا کہ یہ غلام اُسکے سوائے دوسرا ہی جو خط مین مذکور ہی تو خط کو واپس
کردیگا اور اگر اُسکے موافق ہو تو خط کو قبول کریگا اور غلام مذکور اس مدعی کو دیدیگا بدون اسکے کہ اُسکے نام ڈگری کرے اسواسطے
کہ گواہون نے غلام کی موجودگی مین گواہی نہین دی ہی اور مدعی سے نفس غلام کے واسطے کوئی کفیل لے لیگا اور غلام
کی گردن مین ایک رانگ کی انگوٹھی ڈال دیگا تاکہ راہ مین کوئی اُس غلام سے تعرض نکرے کہ اُسنے یہ غلام چرایا ہی اور
قاضی بخارا کو اس حال کا خط لکھدے اور اپنے مضمون خط پر اور مہر پر دو گواہ کردے پھر جب خط مذکور قاضی کو پہونچیگا اور
گواہون نے گواہی دی کہ یہ خط قاضی سمرقند کا اور اسی کی مہر ہی تو مدعی کو حکم کریگا کہ ان گواہون کو حاضر کرے جنھون نے
پہلے اُسکے روبرو گواہی دی تھی پس یہ لوگ غلام کی موجودگی مین گواہی دینگے کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہی اور جب ان
گواہون نے ایسی گواہی دی تو پھر قاضی بخارا کیا کریگا پس اسمین امام ابو یوسف سے مختلف روایات ہین بعض روایت
مین یہ ہی کہ قاضی بخارا اس مدعی کے نام اس غلام کی ڈگری نکریگا اسواسطے کہ خصم غائب ہی ولیکن دوسرا خط قاضی
سمرقند کے نام لکھیگا اور جو کچھ ماجرا اُسکے نزدیک پیش آیا ہی تحریر کر کے مضمون خط اور مہر پر دو گواہ کرکے مدعی کو خط
غلام سمیت سمرقند بھیجدیگا تاکہ قاضی سمرقند بحاضری مدعا علیہ اس مدعی کے نام حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سمرقند
کو پہونچیگا اور گواہ لوگ مضمون خط و خط و مہر کی گواہی دینگے اور گواہون کی عدالت ظاہر ہوجائیگی تو مدعی کے واسطے
بحضور مدعا علیہ کے غلام کی ملکیت کا حکم دیگا اور کفیل مدعی کو بری کردیگا اور دوسری روایت مین ہی کہ قاضی بخارا بنام
مدعی ملکیت غلام کا حکم دیدیگا اور قاضی سمرقند کو لکھدیگا کہ کفیل مدعی کو بری کردے اور بعض روایت کے موافق امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے نے باندیون کی صورت مین خط حکمی قاضی جائز رکھا ہی اُسکی صورت بھی ایسی ہی جیسی ہمنے
غلام کی صورت مین بیان کردی ہی فرق اتنا ہی کہ اگر مدعی مرد ثقہ مامون نہو تو قاضی اس باندی متدعویہ کو اُسکے حوالہ نکریگا
بلکہ مدعی کو حکم دیگا کہ ایک مرد ثقہ مامون جسکی عقل و دین پر اعتماد ہو حاضر لاوے جسکے ساتھ اس باندی کو بھیجے
اسواسطے کہ باب الفروج مین احتیاط واجب ہی

رسوم۔ قضاۃ و حکام در باب تقلید اوقاف لکھے کہ قاضی کورہ بخارا و نواح آن جو اس کورہ کے لوگون مین نافذ
القضاء از جانب خاقان فلان ہی کہتا ہی کہ شہر بخارا کے محلہ فلان کوچہ فلان کی مسجد فلان کے لوگون مین سے ایک جماعت
نے جیسے فلان بن فلان وفلان ہین سبنے اتفاق یہ پسند کیا کہ اس مسجد کے واسطے جو چیزین وقف ہین اُسکی درستی کار فلان
بن فلان الفلانی کے ذمہ ہو اور وہی متولی رہے کیونکہ ان لوگون نے اُسکا امر صالح امانت دار ہونا اور تصرفات
مین اچھے حال سے باہابت علیٰ ما معلوم کیا ہی پس مین نے اُسکے اختیار و پسند کرنے کو روا کر کے اُنکے اس پسندیدہ
آدمی کو متولی مقرر کردیا کہ یہ اُسکا قیم ہو تاکہ اُسکی حفاظت و نگہداشت و ضائع ہونے سے بچانے اور اُسکے
حاصلات کو برعایت شرائط وقف کنندہ اُسکے مصارف مین خرچ کرنے کے کامون مین اچھی طرح مستعد رہے اور مین نے
اُسکو اس معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرنے اور ادائے امانت اور غدر و منکرات ناجائزہ سے و خیانت خفیہ و علانیہ سے
دور رہنے کی وصیت کردی اور مین نے اُسکے پاس مال وقف کے حاصلات سے [illegible] یا زیادہ چھوڑ دیا یعنی اختیار دیا

کرنی رہائی ایک سالے سے تاکہ اُسکو اس کام مین مدد ملتی رہے اور مین نے اُسکو اس کام کے واسطے مقرر کیا پس اُسنے میری طرف سے شرائط حفاظت تقرری قبول کیے اور مین نے اُسکے لیے حجت ہونے کے واسطے اس تولیہ نامہ لکھنے کا حکم دیا اور اہل علم و عدالت جو لوگ میرے پاس حاضر تھے اُنکو اسپر گواہ کر دیا پھر قاضی مذکور اس تحریر کے صدر پر توقیع معروف لکھدے اور آخر مین لکھے کہ فلان بن فلان کہتا ہو کہ یہ سب میری طرف سے میرے پاس جاری ہوا ہو اور مین نے توقیع پیشانی پر لکھی ہو اور یہ سطرین آخر مین میرے خط سے ہین

خط - قاضی صاحب بعض حکام نواحی در بارہ اختیار متولی اوقاف - اللہ تعالےٰ فلان کا مددگار رہے میرے پاس پیش کیا گیا کہ جو مال ہمارے وقف تمہارے گانون کی مسجد کے واسطے ہین وہ متولی سے خالی ہین اُنکا کوئی متولی نہین ہو کہ اُنکی پرداخت کرے اور حاصلات جمع کرکے اُسکو مصارف مین خرچ کرے اور ضائع ہونے سے بچاوے پس مین نے یہ بین غرض تمکو لکھا کہ کوئی متولی جو اچھی طرح کام دیسکتا ہو صاحب عفت و امانت اور کامون مین اچھی چال سے بکفایت چلتا ہو اور تقوی و دیانت مین نیک ہو پسند کرکے میرے اس خط کی پشت پر مشرح جواب لکھے تاکہ مین اسپر واقف ہو کر جسکو قیم ہونے کے لیے پسند کیا ہو اُسکو قیم مقرر کر دون ان شاء اللہ تعالےٰ

جواب خط از مکتوب الیہ الشیخ القاضی الامام ادام اللہ تعالےٰ ایامہ آپکا خط پہونچا اور مین نے اُسکو پڑھا اور اُسکے مضمون سے واقف ہوا اور آپ کے حکم کی تعمیل مین کہ کوئی قیم اپنے گانون کی مسجد کے واسطے پسند کرین مین نے اور میرے گانون کے مشائخ نے اپنے گانون کی مسجد کے اوقاف کے متولی و قیم ہونے کے واسطے فلان بن فلان کو پسند کیا کیونکہ ہم لوگ اُسکی پرہیزگاری و دیانت و عفت سے واقف ہین اور مناسب ہو کہ اُسکے واسطے اس وقف کی حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا تاکہ اُسکے واسطے کار وقف مین مصروف ہونے مین مدد ملتی رہے اور مین اللہ تعالےٰ کے فضل سے تندرست شکر گزار ہون

نقل محضر وصایت - قاضی فلان کہتا ہو کہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا کہ فلان مر گیا اور ایک پسر نابالغ چھوڑا اور کسی کو اُس صغیر کے کام کی درستی کے واسطے وصی نہین کیا حالانکہ اس صغیر کے واسطے کوئی شخص ضرور ہو جو اُسکے کامون کی درستی کرے اور اُسکا ایک چچا فلان شخص ہو اور وہ مرد دیندار پرہیزگار کامون مین بکفایت و چلن چلتا ہو پس مین نے اُسکے حال کی جستجو کی تو مجھے فلان و فلان و فلان ایک جماعت نے خبر دی کہ یہ شخص دینداری و پرہیزگاری و امانت داری مین مشہور ہو اور نیک چال سے خرچ کرنے و بکفایت کام انجام دینے مین معروف ہو پس مین نے اس مرد مذکور کو اسباب صغیر کا قیم مقرر کیا کہ اُسکے اسباب و تمام اموال کی اچھی طرح حفاظت کرے و پرداخت کرے اور ضائع ہونے سے بچاوے اور جو اسباب اُسکا کرایہ پر چلانے کے لائق ہو اُسکو کرایہ پر چلاوے اور اُسکی حاصلات وصول کرے اور حفاظت سے رکھے اور بقدر اُسکے مصارف کی ضرورتین ہین اُنمین اور صغیر مذکور کے ضروری حاجات کھانے و پینے و لباس مین بدون بخل یا اسراف کے خرچ کرے اور مین نے اُسکو اس معاملہ مین خفیہ و علانیہ اللہ تعالےٰ سے ڈرنے اور ادائے امانت و پرہیز از غدر و خیانت کی وصیت کی اور مین نے اُسکے واسطے صغیر مذکور کے مال و اسباب کی حاصلات سے دہ یازدہ چھوڑ دیا کہ خود لیا کرے تاکہ اُسکے واسطے کام مین مدد ملتی رہے اور مین نے اُسکو اس صغیر کے ہر ایک عقار و دکی بیع سے بدون استطلاع صاحب رائے کے منع کر دیا اور مین نے اُسکو اس سب کے شرط و قیامت تقلید کے

مقرر کر دیا ۱۲ تحقیقات ۱۲

اور اس تحریر وصایت نامہ لکھنے کا حکم دیا کہ اُسکے واسطے حجت رہے اور اپنے پاس کے حاضرین ثقات کو گواہ کر دیا اور یہ واقعہ فلان تاریخ واقع ہوا

خط - بجانب بعض حکام نواح براے قسمت ترکہ و پسندیدگی وصی براے وارث صغیر - یہ میرا خط بجانب شیخ فقیہ حاکم فلان لے آخرہ اطال اللہ تعالے بقاؤہ میرے پاس مرافعہ کیا گیا ہو کہ فلان گانون کا فلان شخص وہین مرگیا اور اُسنے وہین ایک نابالغ چھوڑا ہو جسکا نام فلان ہو اور ایک دختر بالغہ مسماۃ فلانہ چھوڑی اور بہت مال طرح طرح کا چھوڑا ہو اور یہ دختر بالغہ اس تمام مال پر محیط ہو کر اُسکو تلف کرتی ہو اور ضرور ہو کہ اس صغیر کا حصہ الگ کر کے اس دختر بالغہ مذکورہ کے ہاتھ سے نکال لیا جاوے پس مین تمکو اس معاملہ مین لکھتا ہون کہ تمام ترکہ میت و دات غیر منقولات کو اور منقولات وحیوانات کو تحریر کر دو اور جو شخص وہان اسکو جانتا ہو اُس سے تفحص حال کر کے سب لکھوا ور تمام ترکہ اس صغیر اور اس کبیرہ کے درمیان دونون کے حصہ کے موافق ہر ایک کو تقسیم کر دو اور اس تقسیم مین عدل و انصاف کو کام فرماؤ اور ایک شخص وصی کرنے کے واسطے جو پرہیزگار صاحب عفت و کفایت و دیانت و کفایت و ہدایت ہو پسند کر کے تحریر کے ساتھ میرے پاس بھیجدو تاکہ مین اُسکو صغیر کے واسطے وصی قیم مقرر کر دون اور تقسیم کو نافذ کر دون اور حصہ صغیر اُسکو سپرد کرون اور مجھے امید ہو کہ تمکو اس کام کے انجام دینے مین اللہ تعالے کی طرف سے توفیق حاصل ہوگی انشاء اللہ تعالے کذا فی الذخیرہ

خط - درباب تقرری حکام دردیہات - قاضی فلان کہتا ہو کہ ہرگاہ میرے نزدیک یہ بات ظاہر ہوئی کہ فلان بن فلان مرد صالح اور باوجود ادراک حقائق احکام و علم حلال و حرام سب کامون مین یہ شخص صاحب صیانت و سداد و دیانت و کفایت و ہدایت ہو تو مین نے اُسکو فلان نواحی مین حاکم مقرر کیا کہ جن دو آدمیون مین خصومت و نزاع ہو اُنکی باہمی رضامندی سے بطریق مصالحت ان دونون کے بیچ مین درمیانی تصفیہ کرنے والا ہو جاوے بعد اسکے اس واقعہ مین اچھی طرح تامل کرے اور یہ نہ کرے کہ کسی شریف کی اُسکی شرافت کی وجہ سے حمایت کرے یا کسی ضعیف پر اُسکے ضعف کی وجہ سے ظلم کرے اور مین نے اُسکو یہ حکم نہین کیا کہ کسی حادثہ مین گواہ سُنے اور کسی صورت مین کسی کے واسطے کسی پر حکم قضا جاری کرے اور جب خصومات کا تراضی فیصلہ کرنا اُس سے ناممکن ہو تو مدعی و مدعا علیہ کو مجلس حکم مین بھیجدے - اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ جن عورتون کے شوہر نہین ہین اور وہ نکاح و عدت سے خالی ہین - اور اُنکا ولی نہین ہو اُنکو اُنکے ہمسرون کے ساتھ اُنکے مہر مثل پر بیاہ دے مگر غور و احتیاط کے ساتھ کرے - اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ تا بالغ و نفقی و الہاسے قیبان کے واسطے قیم ایسا پسند کرے جسکی پرہیزگاری و ثقاہت پر اتفاق ہو اور جو اسکو انجام دے سکتا ہو اور اختیار کرے اور مین نے اُسکو حکم کیا کہ ہر حال مین پوشیدہ و ظاہر اللہ تعالے کی فرمانبرداری کرے اور اُس سے ڈرے اور اُسکے احکام کو بجالاوے اور اُسکے منہیات سے دور رہے پس مین نے اُس سے یہ عہد لیا ہو اور جو شخص اس تحریر کو پڑھے یا اُسکو پڑھ کر سُنائی جاوے اُسکو چاہیے کہ اس شخص کا حق و حرمت پہچانے اور جو کچھ اُسکو تفویض کیا گیا ہو اُسمین خوض نکرے اور اپنے آپکو ملامت سے دور رکھے واللہ الموفق للصواب

شہادت - ورثہ و تیج - بعد دعا کے لکھے کہ شیخ فقیہ فلان ابدہ اللہ تعالے کو معلوم ہو کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان کو فلان شخص نے خطبہ کیا کہ اُسکو حرہ بالغہ عاقلہ خالیہ از نکاح و عدت پایا اور یہ خطبہ کرنے والا اُسکا کفو ہو لیکن اگر اُسکا

کوئی ولی حاضر یا ولی غائب جسکے آجانے کا انتظار ہو نہو وے تو برضامندی مسماۃ مذکورہ کے اس فلان کے ساتھ گواہون کے سامنے اسقدر مہر پر نکاح کردے اور اگر وہ مسماۃ صغیرہ ہو مگر ایسی ہو کہ مردون کے لائق ہو گئی پس اگر اُسکا کوئی ولی حاضر یا ولی غائب جسکے حاضر ہونے کا انتظار ہو نہو وے تو خط اس طور سے تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور یہ لکھے کہ اگر تو اس مسماۃ کو ایسی پاوے کہ شوہر کے گھر بیٹھنے کے لائق ہو گئی ہو اور اسکا کوئی ولی حاضر یا غائب جسکے حضور کا انتظار ہو نہو وے اور اس فلان مرد کے ساتھ اس مسماۃ مذکورہ کا نکاح کرنا تیری رائے مین مصلحت معلوم ہو تو اس مسماۃ کو اس مرد کے ساتھ بمہر معلوم یا بمہر مثل بیاہ دے اور جسقدر مہر کے معجل سے لینے کی رسم ہو اسقدر مہر مین سے بطور تعجیل لیکر اُسکو اُسکے شوہر کے سپرد کردے اور شوہر سے بقیہ مہر کا وثاقت نامہ لکھوا کر اُسپر گواہی کرادے

خط - قاضی بجانب نواح کے کسی حکم کے جو مدعی و مدعا علیہ کے درمیان مین حکم ہوا ہو - فلان بن فلان بن فلان نے میرے پاس مرافعہ کیا اور اُسکا دعوے فلان بن فلان بن فلان پر ہو اور وہ اسکے ساتھ انصاف کا برتا ؤ نہین کرتا ہو اور اسکو اسکا حق نہین دیتا ہو اور اسکے ساتھ مجلس حکم مین حاضر نہین ہوتا ہو اور اہلکاران سلطانی سے مکرا پنا بچاؤ کرتا ہو پس مین اس مقدمہ مین تجھکو لکھتا ہون کہ دونون کو جمع کرکے دعوے مدعی و جواب مدعا علیہ سنکر دونون کے درمیان برضامندی حکم ہو کر دونون کا فیصلہ کردے پس اگر اصلاح ہو جاوے تو خیر ورنہ دونون کو میری مجلس حکم مین بھیجدے تاکہ علم دیکر دونون مین فیصلہ کردون انشاء اللہ تعالے

خط - قاضی بجانب حاکم دیہ پرا سے اُسکی زمین کو متوقف رکھے - اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو کی مقبوضہ زمین پر دعوے کیا اور صحت دعوی کے گواہ قائم کیے اور قاضی ہنوز ان گواہون کی عدالت دریافت کرنے مین مشغول ہو پس مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ حاکم دیہ کو تحریر فرماوے کہ زمین متدعویہ جو اُس گانو ان مین ہو اسمین کسی طرح کا تصرف نہ یا دلی یا کمی کا نہونے دیوے تو قاضی لکھیگا - بدین صورت کہ پیشانی موافق رسم کے لکھکر اُسکے بعد لکھیگا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان پر ملکیت اراضی کا جو ایک چہار دیواری کا باغ انگور مع عمارت مبنیہ او اسقدر جریب زمین ہو جو فلان موضع کی زمین فلان جانب ہو جسکے حدود اربعہ یہ ہین دعوی کیا کہ یہ زمین مذکورہ مدعی کی ملک ہو اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہو اور اسپر گواہ قائم کیے ہین اور ہنوز مجھے گواہون کا حال معلوم نہین ہوا ہو پس اس مدعی نے مجھسے درخواست کی کہ تجھکو تحریر کرون کہ یہ اراضی متدعویہ کو مدعا علیہ کے قبضہ مین متوقف رکھے کہ اُسکے غلہ بیع و دیگر کسی بائع یا کسی طرح کا تصرف نہ کرے بلکہ اُسکے قبضہ مین موقوف رہے یہان تک کہ گواہون کا حال ظاہر ہو پس اگر مدعا علیہ مذکور اس حکم پر مان جاوے تو خیر ورنہ مجھے جواب سے آگاہ کر بعون اللہ تعالے

غائب - پر قرضہ لینے کی اجازت دینے کی تحریر لکھے کہ قاضی امام فلان فرماتا ہو کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان قریشی نے میرے پاس مرافعہ کیا کہ اُسکا شوہر فلان بن فلان کورہ بخارا و اُسکے نواح سے غائب ہوا ور اس مسماۃ کو بدون روٹی کپڑے کے ضائع چھوڑ گیا ہو اور یہ مسماۃ اس نان نفقہ کے واسطے مضطر ہو حالانکہ فی الحال دونون مین نکاح قائم ہو اور وہ اپنے ساتھ اپنے چند ہمسایون مین سے فلان و فلان و فلان کو لائی اُنکے نام و نسب تحریر کردے پس ان لوگون نے مجھے خبر دی کہ اول سے آخر تک سب حال ایسا ہی ہو جیسا اسنے دعوی کیا ہو پس اس مسماۃ نے مجھسے درخواست کی کہ مین اسکا نفقہ و کپڑا معین کرکے اُسکو اجازت دیدون کہ اس غائب مذکور پر قرضہ لے پس مین نے اُسکی

درخواست منظور کرکے اس مساۃ کو اجازت دی کہ اس تاریخ سے اپنے نان نفقہ کے واسطے ماہواری اسقدر درم اس غائب پر قرضہ لے اور اپنے کپڑے کے واسطے ہر شش ماہی اسقدر درم اس غائب پر قرضہ لے یہانتک کہ یہ غائب مذکور حاضر آوے اور جو کچھ اس مساۃ نے اس پر قرضہ لیا ہے وہ ادا کروے اور یہ مساۃ اس تقدیر پر راضی ہوگئی اور میں نے اس تحریر کا اس مساۃ کے واسطے حکم دیا تا کہ اس معاملہ میں حجت رہے اور اپنی مجلس کے ثقہ لوگون کو اسپر گواہ کر دیا۔

عورت کے نفقہ قرض کرنے کی تحریر۔ ایک عورت اپنے شوہر سے نفقہ طلب کرتی ہے اور یہ دعوی کرتی ہے کہ وہ اسکو نفقہ نہیں دیتا ہے اور اسنے قاضی سے درخواست کی کہ اسکا نفقہ قرض کر دے تو لکھے کہ قاضی فلان کہتا ہے کہ میرے پاس مساۃ فلانہ بنت فلان نے مرافعہ کیا کہ اسکا شوہر اسکو نفقہ نہیں دیتا ہے اور مجھسے التماس کیا کہ اسکا نفقہ مقرر کر دون پس مین نے اسکی درخواست منظور کرکے اسکے شوہر پر اسکے نان نفقہ کے واسطے اس تاریخ سے ماہواری اسقدر درم اور اسکے کپڑے کے بدلے شش ماہی اسقدر درم مقرر کر دیے اور شوہر مذکور پر لازم کر دیا کہ اسکو برابر جاری رکھے تاکہ وہ اپنی تن پروری کرسکے اور یہ مساۃ مذکورہ اس تقدیر پر راضی ہوئی اور مین نے اس تحریر کا حکم دیا۔ یا لکھے کہ قاضی فلان نے فلان بن فلان پر اسکی زوجہ مساۃ فلانہ بنت فلان کا نان نفقہ ماہواری اسقدر درم اس تاریخ سے اور اسکا کپڑا اسلیے آخرہ۔ اور قاضی مذکور اس تحریر کی پیشانی پر اپنی توقیع لکھے اور آخر میں لکھدے کہ یہ تحریر میری طرف سے میرے حکم سے لکھی گئی اور تقدیر نان و جامہ جو اسمین مذکور ہے میری طرف سے ہے کذا فی المحیط

تحریر مستورہ بجانب تعدیل کنندہ دربارہ دریافت احوال گواہان۔ قاضی ایک کاغذ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھے کہ اللہ تعالی فقیہ کی مدد کرے درمعاملہ دریافت احوال چند نفر گواہان کے جنھون نے میرے پاس فلان روز فلان بن فلان کے واسطے فلان بن فلان پر اسکے اس دعوے کی گواہی دی ہے اور دعوے کو لکھدے پھر لکھے کہ مین ان گواہون کے نام اپنے خفیہ خط کے آخر مین مفصل تحریر کرتا ہون تاکہ انکا احوال دریافت کرکے مجھکو آگاہ کرو جو کچھ تمہارے نزدیک انکا احوال اور معاملہ عدالت ظاہر ہو تاکہ مین اسپر واقف ہون اور اسی پر کارروائی ہوگی انشاء اللہ تعالے۔ پھر گواہون کے نام فلان بن فلان اور اسکا حلیہ کہ ایسا ایسا ہے اور اسکا مقام تجارت کہ فلان بازار ہے اور اسکا محلہ کہ فلان مسجد ہے سب لکھدے

جواب از جانب تعدیل کنندہ۔ تعدیل کنندہ کو چاہیے کہ اسکے تین درجہ کرے اعلی درجہ جائز الشہادۃ یا عدل شمس الائمہ سرخسی رہ نے فرمایا کہ فقط عدل کہنے پر اکتفا نکرے بلکہ عادل مقبول الشہادۃ کہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ آدمی عادل ہو مگر مقبول الشہادت نہو اسواسطے کہ عدالت یہ ہے کہ آدمی ان باتون سے پرہیز رکھے جنکو کرنے سے وہ اپنے دین مین ضرر و حرام جانتا ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک شخص ایسا ہو مگر اسکی گواہی قبول نہو بایں طور کہ اسکو حد قذف ماری گئی ہو پھر توبہ کرکے ایسا ہو گیا ہو اور درجہ دوم مستور اور مستور وہ فاسق ہے اور ثقہ وہ ہے جسکی گواہی مقبول نہو اسوجہ سے کہ وہ فاسق ہے بلکہ اسوجہ سے کہ اسمین مثل غفلت و نسیان وغیرہ کے مانند کوئی امر ہے اور قاضیون مین سے بعضے وثقہ کو بجاے ایک عادل کے قرار دیتے ہین ایسا ہی شیخ حاکم سمرقندی نے ذکر کیا ہے اور مستور ہمارے مشائخ کے عرف مین اسکو کہتے ہین جسکا حال معلوم نہو نہ متدین معلوم ہوا اور نہ فاسق معلوم ہے یہ ظہیریہ مین ہے

محاضر و سجلات۔ جو کسی خلل کیوجہ سے رد کر دیے گئے۔ ایک محضر پیش ہوا جسمین ایک شخص نے جو زعم کرتا ہے

[illegible margin note] ۱۲

کہ وہ صغیر کا اُسکے باپ کی طرف سے وصی ہے اس صغیر کے واسطے قرضہ کا دوسرے شخص پر دعوے کیا ہو پس یہ محضر رد کر دیا گیا ہے بدین وجہ کہ محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ اس صغیر کے واسطے قرضہ کس وجہ سے ہے حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہے اسواسطے کہ اگر قرضہ موروثی ہو اور میت کا اس صغیر کے سوائے دوسرا وارث ہو تو یہ قرضہ صغیر کے واسطے جبھی ہوگا جب تقسیم جاری ہو اور قرضہ کی تقسیم باطل ہے اور گواہون نے اپنی گواہی مین باپ کے مرنے اور اس مدعی کو وصی کرنے کی گواہی نہین دی حالانکہ یہ بھی ضرور ہے

محضر۔ دعویٰ عقار برائے صغیر باجازت حکمی۔ اسکی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پس اس زید نے اس عمرو پر باجازت حکمی یہ دعویٰ کیا کہ جو دار اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے جسکے حدود چنین وچنان ہین ملک فلان صغیر کی ہے بدین سبب کہ یہ دار اس صغیر کے والد فلان شخص کا تھا جسکا نام معہ نسب مذکور ہے اور اُسنے اپنے سے اس صغیر کے واسطے جسکا نام محضر مین مذکور ہے اس صغیر کے مال سے بولایت پدری ثمن معلوم جو مثل قیمت دار مذکور ہے خرید کیا تھا اور آج کے روز یہ دار محدود اس صغیر کی ملک ہے اسی سبب سے جو ذکر کیا گیا ہے اور اس عمرو کے قبضہ مین بغیر حق ہے پس اس عمرو پر واجب ہے کہ اس حاضر آمدہ کو سپرد کرے تاکہ اس صغیر مذکور محضر ہذا کے واسطے قبضہ کر لے پس یہ محضر رد کر دیا گیا بدین سبب کہ اس مین یہ مذکور نہین ہے کہ اجازت حکمی اس قاضی کی طرف سے اسکو حاصل ہوئی ہے یا کسی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے و بر تقدیریکہ اسکو اجازت حکمی دوسرے قاضی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے تو ضرور ہے کہ اجازت حکمی اس قاضی کے نزدیک ثابت کرے تاکہ اسکی خصومت کی سماعت کرے۔ اور بدین وجہ کہ محضر مین یہ مذکور نہین ہے کہ اس مدعی کو اجازت قبضہ کرنے کی بھی حاصل ہے بلکہ صرف اسقدر مذکور ہے کہ اُسنے باجازت حکمی دعویٰ کیا اور اسمین احتمال ہے کہ شاید اسکو دعویٰ وخصومت کی اجازت ہو قبضہ کی اجازت نہو پس اگر اُسکو قبضہ کی اجازت حاصل نہو گی تو اُسکو حق قبضہ امام زفرؒ کے نزدیک حاصل نہوگا اسواسطے کہ جسکو دعوے وخصومت کی اجازت ہو وہ بمنزلہ وکیل بخصومت کے ہے اور وکیل خصومت کو امام زفرؒ کے نزدیک قبضہ کا اختیار نہین ہوتا ہے اور اسی پر فتوے ہے لیکن ضرور ہے کہ یہ ذکر کرے کہ اُسکو قبضہ کی اجازت حاصل ہے یا ایسا امر ذکر کرے جس سے اُسکا وصی ہونا ثابت ہو کیونکہ وصی ہونے سے اختیار قبضہ کرنے کا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور بدین وجہ کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ ثمن مذکور بوقت عقد کے بھی اس دار کی قیمت کے مثل تھا حالانکہ اس عقد کے صحیح ہونے کے واسطے یہ ضرور ہے کہ وقت عقد کے ثمن مذکور اُسکی قیمت کے مثل ہو کذا فی المحیط

محضر۔ در بارۂ جورو کا وارث شوہر پر میراث کا دعویٰ کرنا اور وارث کا یہ دعوے کرنا کہ اس عورت نے اپنے تمام حصہ میراث سے اور تمام دعوی وخصومات سے صلح کر لی ہے اور بدل صلح پر قبضہ کر لیا ہے۔ پس محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ محضر مین ترکہ کا بیان نہین ہے اور جائز ہے کہ ترکہ مین قرضہ ہو اور اس تقدیر پر صلح جائز نہوگی الا اس صورت مین کہ صلح مین قرضہ کا استثنا کر دیا ہو۔ اور اگر ترکہ مین قرضہ نہو تو احتمال ہے کہ شاید ترکہ مین جنس بدل صلح سے نقد مال اسقدر ہو کہ بدل صلح مین جو نقد اس عورت کو ملا ہے وہ میراث کے اُسکے نقدی حصہ کے برابر یا زیادہ ہو اور ایسی صورت مین بسبب ربو ہونے کے صلح جائز نہو گی۔ اور اگر ترکہ مین جنس بدل صلح سے نہو تو جائز ہے کہ اسمین خلاف بدل صلح کے نقد ہو اور ایسی صورت مین مجلس بدل صلح پر قبضہ شرط ہوگا۔ اور فقیہ ابو جعفر فرماتے تھے کہ ایسی صلح جائز ہے اور فرماتے تھے کہ جائز ہے کہ ترکہ مین قرضہ نہو اور جائز ہے کہ ترکہ مین جنس بدل صلح سے نہو اور اگر ہو تو جائز ہے کہ اس عورت کا حصہ میراث

مثل بدل صلح کے باکم نہ ہو بلکہ زائد ہوا اور جائز ہو کہ ترکہ میں کوئی چیز نقد سے نہو پس جو کچھ ذکر کیا ہو یہ سب وہم ہو اور وہم سے ابطال صلح نہیں ہوسکتا ہو یہ فصول استروشنی و عمادیہ میں ہو

محضر۔ دعوی تجہیل ودیعت۔ ابراہیم حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس ابراہیم نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ مین نے اس عمرو کے باپ فلان کو ایک تھیلی سربمہر کہا تھا کہ تو کلت علی اللہ لکھا تھا ابراہیم الحاجی ودیعت دی تھی اور اسمین پانچ عدد لعل بدخشانی تھے جسمین ہر ایک کا وزن سات درم اور ہر ایک کی قیمت اسقدر تھی اور اس عمرو کے باپ فلان نے مجھ سے لیکر بقبضہ صحیح اپنے قبضہ مین کر لی تھی اور وہ قبل مجھے واپس کرنے کے مرگیا اور تجہیل کے ساتھ بدون بیان کرنے کے مرا ہو پس اسپر ودیعت کی بسبب قیمت مذکورہ اسکے ترکہ پر قرضہ ہوئی اور گواہون نے اسکی گواہی دی پس یہ محضر باین وجہ رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوی مین اور نیز گواہون نے اپنی گواہی مین یہ بیان نہ کیا کہ تجہیل کے روز ان چیزون کی کیا قیمت تھی بلکہ فقط روز ودیعت کی قیمت بیان کی ہو حالانکہ ایسی صورت مین واجب اُس قیمت کا بیان کرنا ہوتا ہو جو تجہیل کے روز ہوا اسلئے کہ ایسی صورت مین سبب ضمان یہی تجہیل ہو پس روز تجہیل کی قیمت کا لحاظ کیا جائیگا واللہ تعالیٰ اعلم مین کہتا ہون کہ امام محمدؒ نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کو مال مین ودیعت دیا اور مستودع نے اُس سے انکار کیا اور وہ مستودع کے پاس تلف ہوگیا پھر مودع نے ودیعت دینے کے اور روز انکار کی قیمت کے گواہ قائم کیے تو مستودع پر روز انکار کی قیمت کی ڈگری کیجائیگی اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم روز انکار کی اُسکی قیمت نہیں جانتے ہین مگر ودیعت دینے کے روز کی قیمت جانتے ہین کہ وہ اسقدر تھی تو قاضی مستودع پر بحکم ایداع قبضہ کرنے کے روز کی قیمت کی ڈگری کریگا اور یہ اس وجہ سے ہو کہ مستودع پر ضمان واجب ہونے کا سبب درصورت انکار ودیعت کے انکار ہو لیکن بشرطیکہ روز انکار کی ودیعت کی قیمت معلوم ہوا اور اگر روز انکار کی قیمت معلوم نہوا اور روز ایداع کی قیمت معلوم ہو تو سبب ضمان اسکے حق مین بحکم ایداع قبضہ کرتا ہو اور یہ اس وجہ سے کہ ضمان مستودع پر بسبب انکار و قبضہ سابق کے واجب ہوتی ہو کیونکہ اگر مثلاً وہ ودیعت سے انکار کر جاوے اور کہے کہ میرے پاس تیری ودیعت کچھ نہین ہو اور بات یہی ہو جیسی وہ کہتا ہو یعنی طرح کہ اُسنے قبضہ نکیا ہو تو ضمان واجب نہو گی (باوجودیکہ انکار پایا گیا) اور اگر اُس نے قبضہ کیا ہو اور انکار نکیا تو بھی ضمان واجب نہو گی اسی وجہ سے جو ہمنے بیان کردی ہو لیکن ان دونون ہیون مین سے انکار بسبب وجود پیچھے ہو پس ضمان تا امکان اُسی پر ڈالی جائیگی پس جب گواہون نے روز انکار کی قیمت کی گواہی دی تو ضمان اُسپر ڈالنا ممکن ہوا پس ہمنے مستودع کے حق مین سبب ضمان یہی انکار قرار دیا اور اُسپر روز انکار کی قیمت واجب کردی اور جب گواہون نے روز انکار کی قیمت کی گواہی نہ دی بلکہ روز ایداع کی قیمت کی گواہی دی تو انکار پر ضمان کا احالہ کرنا متعذر ہوگیا پس ہمنے اُسکو قبضہ سابق پر احالہ کیا اور سبب ضمان اُسکے حق مین قبضہ سابقہ قرار دیا۔ اور اگر گواہون نے کہا کہ ہم اُسکی قیمت بالکل نہین جانتے ہین نہ قیمت روز انکار اور نہ قیمت روز ایداع۔ تو مستودع مذکور پر اُسی قدر قیمت کی ڈگری کیجائیگی جسقدر وہ روز انکار کے قیمت خود بیان کرے جیسا کہ غاصب کی صورت مین ہوتا ہو کہ اگر مال مغصوب غاصب کے پاس تلف ہوگیا اور اُسکی روز غصب کی قیمت معلوم نہوئی تو اُسپر اُسی قیمت کا حکم دیا جائیگا جسکا خود روز غصب ہونے کا اقرار کرے پس بقیاس اس مسئلہ کے مسئلہ تجہیل مین یون کہنا چاہیے کہ اگر گواہون نے روز تجہیل کے قیمت بضاعت کی گواہی نہ دی بلکہ جسروز اُسنے بضاعت دی ہو اُس روز کی قیمت کی گواہی دی تو اُسپر روز ایداع کی قیمت کی ڈگری ہو

کیجائیگی اور اگر گواہوں نے بالکل اُسکی قیمت جاننے کی گواہی نہ دی تو بروزن ایداع جسقدر قیمت ہونے کا خود اقرار کرے اسقدر کی ڈگری کیجائیگی اور یہی صحیح ہے

سجل۔ ایسا پیش ہوا جسمیں آخر میں حکم کے وقت یون نہیں لکھا کہ مین نے اس حکم کو اپنی مجلس قضا کورۂ فلان مین صادر کیا ہے یعنے کورہ کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تو یہ سجل اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ نفاذ قضا کے واسطے ظاہر الروایۃ کے موافق شہر ہونا شرط ہے اس طعن کے دفع کرنے والون نے فرمایا کہ کیا یہ بات موجود نہیں ہے کہ اُسنے ابتدائی سجل مین لکھا ہے کہ میری مجلس قضا واقع کورۂ فلان مین حاضر ہوا پس اسکے جواب مین کہا گیا کہ یہ پہلے دعوی کی حکایت ہے اور یہ جائز ہے کہ دعوے شہر مین واقع ہوا اور حکم و قضا شہر سے خارج صادر ہو پس ذکر حکم و قضا کے وقت شہر کا ذکر کرنا ضرور ہے تاکہ یہ احتمال جاتا رہے لیکن میرے نزدیک یہ طعن فاسد ہے اسواسطے کہ روایت نوادر کے موافق نفاذ قضا کے واسطے شہر شرط نہیں ہے پس اگر قاضی نے شہر سے باہر کسی امر کا حکم نافذ کیا تو اُسکی قضا ایک صورت مجتہد فیہ مین واقع ہوئی اور صورت مجتہد فیہ مین جو حکم قضا واقع ہو وہ بالاتفاق نافذ ہو جاتا ہے پس سجل صحیح ہوگا اور اتفاقی ہو جائیگا

سجل۔ ایک قاضی کے پاس ایک سجل آیا جسمین اُسکے آخر مین لکھا تھا کہ فلان قاضی کہتا ہے کہ یہ سجل میری طرف سے میرے حکم سے لکھا گیا ہے اور اسکا مضمون میرا حکم ہے کہ چنین و چنان پس مشائخ نے اُسپر مواخذہ کیا اور کہا کہ اُسکا یہ کہنا کہ اس کا مضمون میرا حکم ہے خطا ہے اسواسطے کہ مضمون سجل مین تحریر بسم اللہ الرحمن الرحیم و مکاتب دعوی مدعی و انکار مدعا علیہ و شہادت گواہان ہے اور ان سب مین کوئی حکم قاضی نہیں ہے اور حکم قاضی صرف بعض مضمون سجل ہے پس یون لکھنا چاہیے کہ اسکے مضمون مین میرا حکم ہے یا یون لکھے کہ جو حکم اسمین مذکور ہے وہ میرا حکم ہے یا یون لکھے کہ اسمین جو قضا مذکور ہے وہ میری قضا ہے جسکو مین نے ایسی حجت کی وجہ سے جو میرے نزدیک واضح ہوئی ہے نافذ کیا ہے

محضر بدین مضمون وارد ہوا کہ راس المال شرکت کے دینار ہاے مکیہ کا دعوی کیا ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعوی کیا کہ اس زید نے اس عمرو کے ساتھ بشرکت عنان بدین شرط اشتراک کیا کہ دونون مین سے ہر ایک کا راس المال اسقدر عدالی اس ضرب کے ہون و بدین شرط کہ ہر ایک دونون مین تنہا سے اور بخیر دونون ملکر متاع و قماش این سے جو راسے مین آوے اُسکو خرید و فروخت کرین اور دونون اپنا اپنا راس المال حاضر لاے اور دونون نے اُسکو مخلوط کر کے اس عمرو کے قبضہ مین رکھا پھر اس عمرو نے کل راس المال عدالیات سے لیے اسقدر تھان خریدے پھر اُنکو بعوض اسقدر دینار ہاے مکیہ موزونہ بوزن مکہ کے فروخت کیا پس اسپر واجب ہے کہ ان دینار ہاے مکیہ سے اس زید کا حصہ جو اسقدر ہوا ادا کرے اسلیے کہ یہ بعینہ اسکے پاس موجود ہین اور اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ دعوی مذکورہ دینار ہاے مکیہ مین واقع ہوا ہے اسواسطے کہ ثمن کرابیس مین دعوی واقع ہوا ہے اور ثمن کرابیس یعنی دینار ہاے مکیہ مال منقولہ ہے اور مال منقولہ مین دعوی و گواہی درحالیکہ وہ سامنے موجود نہو غیر مسموع ہوتا ہے اقول ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اس علت کیوجہ سے محضر کا رد کرنا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ مال منقول مین اُسکا حاضر و سامنے موجود ہونا اسی واسطے مشروط ہوتا ہے کہ اسکی طرف اشارہ کر دیا جاوے اور دینارون کے مانند چیزون مین اشارہ ناممکن ہے اسواسطے کہ بعض دینار بعض سے متشابہ ہوتے ہین کہ چنین فصل [illegible] ممکن نہین ہو سکتی ہے پس بہتر و اصح ہوا کہ انکا عقد امام اعظم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک

موافق مشہور قول اُن دونون اماموں کے شرکت نہوگا اسواسطے کہ عدالی جو ہماری زمانہ مین ہین وہ بمنزلہ فلوس کے ہین اور ان دونون اماموں کے مشہور قول کے موافق فلوس عقد شرکت کا راس المال نہین ہوتے ہین۔ پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر دراہم عدالیہ دینے والے نے اپنے شریک سے عدالیات دینے کے روز یہ کہا ہو کہ انکے عوض پے درپے خرید و فروخت کر تو جب شریک نے بعوض عدالیات کے تھان خریدے اور انکو دینار ہاے مکیہ کے عوض فروخت کیا پھر دینار ہاے مکی کے عوض کوئی چیز خریدی اور پھر اُسکو فروخت کیا اسی طرح پے درپے خرید و فروخت کی تو سب معاملات بیع نافذ ہونگے اور جو چیز ہر بار خریدی ہو وہ دونون مین ہر بار مشترک ہوگی اور ثمن مع نفع ہر بار اسی طرح مشترک ہوگا اسواسطے کہ یہ تصرفات از جانب شریک اگرچہ دینے والے پر بحکم شرکت نافذ نہونگے کیونکہ شرکت صحیح نہین ہوئی ہو لیکن بحکم وکالت نافذ ہونگے کہ اُسنے حکم دیا ہو اور اگر دینے والے نے اپنے شریک سے فقط یہ کہا کہ ان عدالیات کے عوض خرید کر و فروخت کر اور یہ نہ کہا کہ پے درپے خرید و فروخت کر پھر اُسنے ان عدالیات کے عوض تھان خریدے اور پھر انکو فروخت کر دیا تو وکالت تمام ہو جائیگی اور شریک پر واجب ہوگا کہ ان دینار ہاے مکیہ مین سے دینے والے کو بقدر اُسکے حصہ راس المال کے مع حصہ نفع کے دیدے اور اگر اسکے بعد اُسنے کوئی چیز خریدی تو اپنے وارث کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر اُسنے ان دینار ہاے مکیہ مین سے اسکا ثمن ادا کیا تو دینار ہاے مکیہ مین سے حصہ دہندہ مذکور کا غاصب ہوگا پس اُسکے حصہ کے قدر ضامن ہوگا

محضر جسمین تہائی مال کی وصیت کا دعوی ہو۔ زید حاضر آمدہ نے عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو کے باپ نے اس حاضر آمدہ کے واسطے اپنے تمام مال سے تہائی کی وصیت کی تھی اور یہ وصیت اپنی صحت و ثبات عقل کی حالت مین وصیت صحیحہ کی تھی اور اس زید نے بعد موت اس عمرو کے باپ کے اُسکی اس وصیت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا تھا پس بحکم اس وصیت کے اس عمرو کے باپ کے تمام ترکہ کی تہائی اس زید کے واسطے ہو گئی اور اس عمرو کے باپ کے ترکہ مین اس عمرو کے پاس عین و بنیان مال ہو پس بحکم وصیت مذکورہ اس عمرو پر واجب ہو کہ اس قدر اس زید کو دیدے تاکہ وہ اپنے واسطے اُسپر قبضہ کر لے۔ پس یہ محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین یہ نہین لکھا ہو کہ اُسنے بہمہ وجوہ اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین وصیت کی ہو بلکہ فقط یہ مذکور ہو کہ اُسنے اپنی حیات و صحت و ثبات عقل کی حالت مین وصیت کی ہو حالانکہ صحیح و ثابت العقل ہونے کے واسطے یہ ضرور نہین ہو کہ اُسکی وصیت بھی صحیح ہو اسواسطے کہ بقول امام کے جو آزاد کا محجور کرنا روا رکھتا ہو اُسکی وصیت جائز نہوگی اور کتاب الحجر مین مذکور ہو کہ جو مرد مفسد اپنے مال کو باسراف برباد کرتا ہو اگر اُسنے وصیتین کین تو قیاساً جائز نہونگی اور استحساناً جائز ہونگی مگر اُسی قدر وصیتین جائز ہونگی جو اہل صلاح کی وصیتون کے موافق ہون اور ایسی وصیت کو لوگ موصی کی طرف سے اسراف نہ شمار کرین اور اسکے درمیان اسکو بیہودہ نہ جانین۔ اور نیز محضر مین یہ مذکور نہین ہو کہ اُسنے بطوع خود وصیت کی حالانکہ یہ لفظ ذکر کرنا ضرور ہو اسواسطے کہ جو شخص وصیت کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اُسکی وصیت ہمارے نزدیک صحیح نہوگی۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے ایک اور وجہ اس محضر کے رد کرنے کے واسطے خیال کی ہو وہ یہ ہو کہ موصی کا آزاد ہونا مذکور نہین ہو اور یہ وہم ہو اسواسطے کہ آزاد ہونا اسی سے مستفاد ہوا کہ اُسنے اپنے تہائی مال کی وصیت کی

محضر۔ دعوے کفالت صورت اُسکی یہ ہو کہ اس حاضر آمدہ زید نے اس حاضر آوردہ عمرو پر دعوی کیا کہ اس عمرو نے

میرے واسطے نفس خالد کی کفالت باین شرط کی تھی کہ اگر مین اُسکو فلان روز تجھے سپرد نکرون تو جو مال
اُس زید کا اُس خالد پر ہے وہ مجھ پر ہوگا اور یہ ہزار درم تھے اور مین نے اسکی کفالت کی اجازت دیدی پھر اس عمرو
نے مجھے اس خالد کو بروز معین سپرد نکیا اور جو مال میرا اُس پر تھا اُس مال کا کفیل ہوگیا اور یہ ہزار درم ہین اور اُس سے
اسکا مطالبہ کیا اور جواب طلب کیا پس یہ محضر بوجوہ رد کردیا گیا کہ محضر مین اسکا ذکر نہین ہے کہ یہ ہزار مال کفالت جنکا
دعوی کرتا ہے کس وجہ سے مکفول عنہ پر واجب ہوئے ہین حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہے اسواسطے کہ بعض مال کی کفالت
صحیح نہین ہوتی ہے جیسے بدل کتابت و دیت وغیرہ پس ضرور ہوا کہ اسکو بیان کرے تاکہ دیکھا جاوے کہ آیا کفالت صحیح ہوئی
تھی یا نہین اور دعوی کفالت آیا صحیح ہے یا نہین۔ اور وجہ دیگر یہ ہوکہ اُسنے یہ ذکر نہین کیا کہ مدعی نے مجلس کفالت مین اسکی
کفالت کی اجازت دیدی تھی حالانکہ یہ ضرور ہے کہ مجلس کفالت مین کفالت کی اجازت دیوے چنانچہ اگر کسی نے دوسرے
کی طرف سے کسی غائب کے واسطے کفالت کرلی اور مجلس کفالت مین اُسکی طرف سے کسی نے اجازت ندی اور نہ کسی نے
اُسکی طرف سے خطاب کیا پھر غائب مذکور کو خبر پہونچی اور اُسنے اس کفالت کی اجازت دیدی تو امام اعظم رح و امام محمد رح کے
نزدیک کفالت صحیح نہوگی اور امام ابو یوسف رح کا قول اول بھی یہی ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ رح نے فرمایا کہ کفالت مین
دعوی اجازت کچھ شرط نہین ہے اور دعوے کفالت خود متضمن دعوی اجازت ہے چنانچہ دعوی بیع متضمن دعوی خریداری ہے جیسا کہ
دعوی اجازت شرط کیا ہے اسکے قول پر دعوی اجازت کا مجلس کفالت مین واقع ہونا شرط ہے اور اگر اُسنے کہا کہ مین نے اُسکی کفالت کی
اسی مجلس مین اجازت دیدی اور یہ نکہا کہ مجلس کفالت مین اجازت دیدی تو یہ کافی نہین ہے اسواسطے کہ شاید مکفول لہ نے
کفالت کی اجازت ندی ہو یہانتک کہ کفیل اس مجلس سے اُٹھکر چلا گیا پھر اُسنے اجازت دیدی تو یہ اجازت مجلس مکفول لہ
مین اجازت ہوگئی حالانکہ یہ بالاجماع معتبر نہین ہے اور اگر اُسنے ایکبار کفالت کرنے کا دعوی کیا اور اسکے ساتھ اجازت کا دعوی
نہین کیا پھر ذکر کیا کہ اُسنے دوبارہ کفالت کی اور دعوی کیا کہ مین نے مجلس کفالت مین اسکی کفالت کی اجازت دیدی تو یہ صحیح ہوگا
محضر دعوی مہر بحکم ضمان صورت یہ ہے کہ مسماۃ ہندہ نے زید پر دعوی کیا کہ یہ عورت مسماۃ ہندہ عمرو کی منکوحہ تھی کہ اُسنے اس عورت
کو بعوض ہزار درم مہر کے نکاح صحیح مین لیا تھا اور اس زید نے اس ہندہ کے واسطے اُسکے تمام مہر کی ضمانت صحیحہ
کرلی تھی اور اس ہندہ نے اسکی ضمانت کی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی پھر یہ ہندہ اپنے شوہر عمرو پر حرمت غلیظہ
حرام ہوگئی اور اسکا اور اسکے شوہر عمرو و اس زید پر جسنے مہر کی ضمانت کرلی تھی فی الحال دینا واجب ہوگیا پس اس پر واجب
ہے کہ تمام مہر اُسکا اسکو ادا کرے اور یہ ہزار درم ہین پھر اُس سے اسکا مطالبہ کیا اور جواب مانگا پس یہ محضر بدینوجہ رد کردیا
گیا کہ اُسنے سبب حرمت بیان نکیا کہ وہ کس وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہوگئی ہے اور حرمت کے اسباب دو طرح کے ہین ایک
متفق علیہ و دوم مختلف فیہ پس احتمال ہے کہ اُسنے ایسے سبب سے حرمت کا زعم کیا ہو جسمین اختلاف ہے اور حنفی و قاضی کے
نزدیک اسکے برخلاف ہو اور بدین وجہ کہ سبب حرمت کبھی عورت کی طرف سے کوئی بات ہوتی ہے اور ایسی
صورت مین اگر دخول سے پہلے اُسنے ایسا کیا ہو تو شوہر و کفیل دونون کے ذمہ سے پورا مہر ساقط ہوجائیگا اور کبھی شوہر
کی جانب سے اسکا موجب ہوتا ہے اور ایسی صورت مین اگر دخول سے پہلے ہو تو شوہر و کفیل کے ذمہ سے نصف مہر ساقط
ہوگا حالانکہ عورت مدعیہ نے کچھ نہ بیان کیا کہ آیا سبب حرمت از جانب شوہر ہے یا از جانب عورت مدعیہ ہے آیا دخول سے
پہلے ہے یا بعد دخول کے ہے پس بدون بیان کے اُسکا تمام مہر کا دعوے کفیل پر ٹھیک نہین ہے۔

محضر۔ دعوے کفالت چیزے از مال مہر بدین شرط کہ اگر شوہر سے جدائی واقع ہو تو کفیل مال مہر میں سے اسکا ضامن ہو صورت یہ ہو کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ نے زید پر دعوے کیا کہ تو نے میرے شوہر عمرو کی طرف سے میرے واسطے میرے مہر سے جو میرا میرے شوہر عمرو پر ہو ایک دینار سرخ جید کی کفالت بدین شرط کر لی تھی کہ اگر تم دونون مین جدائی واقع ہو تو مین ایک دینار سرخ جید کا تیرے واسطے ضامن ہون اور مین نے تیری ضمانت کی مجلس ضمانت مین اجازت دیدی تھی اور اب میرے اور میرے شوہر کے درمیان جدائی واقع ہو گئی بدین سبب کہ میرے شوہر نے امر طلاق کا اختیار میرے قبضہ مین بدین شرط دیدیا تھا کہ جب وہ میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہو تو تجھے اختیار ہو کہ اپنے تئین ایک طلاق بائن دیدون اور وہ اختیار دینے کی تاریخ سے میرے پاس سے ایک مہینہ غائب ہوا ہو اور مین نے بحکم اس اختیار کے اپنے تئین طلاق دیدی اور تو میرے واسطے میرے مہر مین سے ایک دینار کا کفیل ہو گیا پس تجھ پر واجب ہو کہ یہ دینار مجھے ادا کر دے پھر اس عورت مذکورہ نے اس سب دعوے پر اپنے گواہ قائم کیے تو مشائخ نے اس محضر کی صحت کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ اسکے گواہ قبول کیے جاوین اور کفیل پر ایک دینار کا حکم قضاء نافذ کیا جاوے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم قضاء اُس کے شوہر پر بھی حکم بفرقت ہوگا اسواسطے کہ عورت مذکورہ نے کفیل پر ایسے امر کا دعویٰ کیا ہو جسکے توصل بدون اسکے ممکن نہین ہو سکتا ہو کہ شوہر پر ایک دوسرا امر ثابت کیا جاوے اور وہ یہ ہو کہ اُسنے امر طلاق اس عورت کے اختیار مین دیا اور اس عورت نے بحکم اس اختیار کے شرط پائی جانے کے وقت اپنے آپ کو طلاق دیدی پس اس بات مین کفیل مذکور اُسکے شوہر کی طرف سے خصم مقرر ہو جائیگا اور یہ اصل قواعد شرع مین ممہد ہو لیکن میرے نزدیک اسمین اشکال ہو اسواسطے کہ دعویٰ مین دو باتین ہین کہ غائب پر فرقت کا دعوے ہوا اور حاضر پر مال کا دعویٰ اور غائب پر جو دعویٰ ہو وہ اُس دعوے کے ثبوت کا جو حاضر پر ہو سبب نہین ہو بلکہ اُسکے واسطے شرط ہوا اور ایسی صورت مین جو شخص حاضر از جانب غائب خصم نہین ہو جاتا ہو اور یہی عامہ مشائخ کا مذہب ہو پس چاہیے کہ حاضر پر مال کا حکم دیدے اور شوہر پر فرقت کا حکم نہ دے

محضر۔ ملکیت زمین ایسے شخص پر جسکے قبضہ مین آئین سے تھوڑی زمین ہو۔ اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو پر ایک زمین کا جو اُسکے قبضہ مین ہو دعوے کیا کہ یہ زید کی ملک ہو اور اس عمرو کے قبضہ مین ناحق ہو اور مدعی نے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے بعد ازانکہ مدعا علیہ نے اُسکے دعوے سے انکار کیا اور قاضی نے مدعی کے واسطے زمین مذکور کا حکم دیدیا جیسا کہ رسم ہو پھر ظاہر ہوا کہ یہ زمین جسکا مدعی نے دعویٰ کیا ہو اس مدعا علیہ کے اور ایک شخص خالد کے قبضہ مین ہو تو بعض نے فرمایا کہ مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ اگر یہ بات مدعی کے اقرار سے ظاہر ہوئی تو ظاہر ہوا کہ حکم قضا باطل ہو اسواسطے کہ مدعی نے اس طرح اقرار کرنے سے بعد حکم قضاء کے اپنے گواہون کی بعض شہادت مین تکذیب کی اور بعد قضاء کے مدعی کا اپنے گواہون کی بعض شہادت مین تکذیب کرنا موجب بطلان قضاء ہوتا ہو جیسا کہ اشارات اصل و جامع سے واضح ہو اور اگر مدعا علیہ نے اس بات کے گواہ قائم کرنے چاہے کہ جس زمین کا میرے قبضہ مین ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہو وہ دعوے کے وقت میرے اور فلان کے قبضہ مین تھی تو اُسکے گواہ قبول نہونگے کہ وہ دعویٰ کے جز کی اُسکے قبضہ مین ہونے کی نفی کرتے ہین بعد ازانکہ یہ امر مدعی کے گواہون سے ثابت ہو گیا ہو پس ایسے گواہ قبول نہونگے اور اس سے حکم قضاء کا باطل ہونا ثابت نہوگا کذا فی المحیط

محضر۔ دعوے حصہ شائع از اراضی مثلاً کسی زمین سے اسقدر سہام مین سے کتنے سہام کا دعویٰ کیا اور گواہون

ومدعی نے یہ ذکر نکیا کہ یہ تمام زمین مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے تو آیا صحیح ہے مفتیون کے جواب مختلف ہین بعضون نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہے اسواسطے کہ جب ان لوگون نے مدعا علیہ کے قبضہ مین پوری زمین کا ہونا بیان نکیا تو درصورتیکہ حصہ مشاع کا دعوے ہے تو یہ بھی ثابت نہوگا کہ بعض مشاع اسکے قبضہ مین ہے (تاکہ مدعا علیہ پر مطالبہ وارد ہو) اور بعض نے اسکی صحت کا فتوی دیا اسواسطے کہ ایک چیز مین سے بعض شائع پر اپنا قبضہ جما دینے کے واسطے یہ شرط نہین ہے کہ پوری چیز پر اپنا قبضہ جمائے پس قول اول مین اشارہ ہے کہ مال عین مین سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور نہین ہوا ور ایسا ہی رکن الاسلام ابو الفضل نے اپنے اشارات مین اور صدر الشہید رہ نے ذکر فرمایا ہے اور قول دوم مین یہ اشارہ ہے کہ مال عین مین سے نصف شائع کا غصب کرنا متصور ہے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ دو آدمیون کا ایک غلام کو غصب کر لینا متصور ہے اور ایسی حالت مین ہر ایک غاصب بنصف غلام شائع کا غصب کرنے والا قرار دیا جائیگا اور آیا نہین دیکھتا ہے کہ اگر دو آدمیون نے ایک مکان کرایہ پر لیا یا اسکو خرید کیا اور دونون نے اسکو اپنی متاع مشترک سے گھیر لیا تو دونون مین سے ہر ایک اسکے نصف شائع پر اپنا قبضہ جمانے والا ہوگا اور امام محمد رہ نے جامع مین چند مقام پر تصریح فرمایا ہے کہ مال عین کے نصف شائع کا غصب متصور ہے یہ فصول استروشنی مین ہے۔

محضر۔ چیز محدودہ کا والد قابض سے خریدنے کا دعوی اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ حویلی محدودہ بحدود چنین وچنان واقع مقام فلان اس حاضر آوردہ کے والد فلان کی ملک وحق تھی اور اسنے اپنی حیات وصحت ونفاذ تصرفات کی حالت مین میرے ہاتھ بعوض اسقدر دامون کو فلان روز فلان ماہ فلان سنہ مین فروخت کی اور ایسا ہی اپنے میرے واسطے اپنی حیات مین اس محدودہ کی تاریخ فروخت کرنے کا اقرار کیا ہے اور چند گواہ لایا جنھون نے قابض کے والد فلان کی اس بیع مذکور کے اقرار کی گواہی دی اور گواہون نے کہا کہ آج کے روز یہ حویلی بسبب مذکورہ محضر ہذا اس مدعی کی ملک ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہے پس بعض مفتیون نے زعم کیا کہ اس محضر مین دو وجہ سے خلل ہے ایک یہ کہ گواہون نے بائع کے اس بیع کے اقرار کی گواہی دی جو دعوی مدعی مین مذکور ہے اور دعوے مدعی مین اقرار بائع مضاف بتاریخ بیع مذکور ہے اور وہ فلان روز ہے پس شاید یہ اقرار اس روز واقع ہوا ہو لیکن احتمال ہے کہ اس روز بیع واقع ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو پس اقرار بتاریخ بیع ہوگا لیکن بیع سے پہلے ہوگا اور اس تقدیر پر گواہون کی گواہی اور اقرار بیع کا بیع واقع ہونے سے پہلے ہونگے۔ اور قبل بیع کے اقرار بیع باطل ہے تو قبل بیع کے اقرار بیع کی گواہی بھی باطل ہوگی۔ اور اسوجہ سے کہ گواہون نے اپنی گواہی مین کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اس سبب سے جو اس محضر مین مذکور ہے اس مدعی کی ملک ہے اور اس محضر مین جو سبب مذکور ہے وہ بیع ہے نہ اقرار بیع اسواسطے کہ اقرار سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہے اور بیع پر انکی گواہی نہین ہے بلکہ انکی گواہی اقرار بیع پر ہے لیکن یہ زعم فاسد ہے پس وجہ اول دو وجہون سے فاسد ہے ایک یہ کہ مطلق کلام عاقل اور اسکا تصرف بر وجہ صحت محمول کیا جاتا ہے بحکم فقہ الاصل اور یہ اس مقام پر بایں طور ہے کہ دعوی مدعی باقرار بیع بتاریخ مذکور اسکے دعوے اقرار بیع بتاریخ مذکور پر بعد بیع کے واقع ہونے کے محمول کیا جاوے اور گواہی مین بھی یہی صورت ہے اور دوم آنکہ مطلق کلام عاقل ایسی صورت پر محمول کیا جاتا ہے جیسی لوگون مین عادت ہے اور لوگ اپنی عادت کے موافق ایسے بول چال مین ایسے کلام سے یہی مراد لیتے ہین کہ بیع کے بعد اس تاریخ مین بیع کا اقرار کیا۔ وجہ اسب وجہ دوم یہ ہے کہ ہان یہ اقرار بیع کی گواہی ہے اور بیع سبب

ملک ہوا اور یہ صحیح ہے۔

محضر باندی پر ملک کے دعوی کرنے کے مقدمہ مین۔ زید حاضر آیا اور اپنے ساتھ ایک باندی کو حاضر لایا اور دعوی کیا کہ یہ باندی اُسکی ملک ہے حالانکہ باندی اس سے منکر ہے پھر زید چند گواہ لایا جنھون نے گواہی دی باین عبارت (روزے مرعیہ بایاد واین جاریہ حاضر آوردہ را باین حاضر آمدہ بفروخت بہاے معلوم و بوے تسلیم کرد) پس یہ محضر دو علتون سے رد کر دیا گیا دونون مین سے ایک یہ ہے کہ گواہون نے مدعی کے واسطے ملک کی بطریق انتقال گواہی دی یعنی دوسرے کی ملک سے منتقل ہو کر اس مدعی کی ملک مین بوجہ بیع کے آئی ہے پس ضرور ہے کہ پہلے اُس بائع کی ملک ثابت کیجاوے تاکہ انتقال ملک مذکور بجانب مدعی ثابت ہو حالانکہ اس صورت مین ایسی گواہی سے ملک بائع ثابت نہوئی کیونکہ بائع مجہول ہے اور مجہول کے واسطے ملک کا اثبات متحقق نہین ہوتا ہے اور جبکہ اس صورت مین اس گواہی سے بائع کے واسطے ملک ثابت نہوئی تو اس گواہی سے مدعی کے واسطے کیونکر انتقال ملک ثابت ہوگا حتے کہ بائع اگر مرد معلوم ہوتا تو یہ گواہی مقبول ہوتی اور مدعی کے واسطے باندی کی ملک کا حکم نہ دیا جاتا۔ اور دوسری علت یہ ہے کہ گواہون نے فقط یہ گواہی دی ہے کہ ایک شخص نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی اور یہ گواہی نہین دی کہ اس مشتری نے بھی اسکو اُس سے خریدا ہے اور یہ ہوسکتا ہے کہ بائع مذکور نے باندی مذکور اس مدعی کے ہاتھ فروخت کی ہو مگر مدعی مذکور نے اسکو نہ خریدا ہو اور فقط بیع سے بدون خرید کے ملک ثابت نہین ہوتی ہے لیکن علت دوم صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ذکر بیع متضمن ذکر خرید ہے اور نیز ذکر خرید متضمن ذکر بیع ہوتا ہے۔ آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر دعوے کیا کہ مین نے تیرے ہاتھ یہ باندی اسقدر ثمن کے عوض فروخت کی اور اُس سے ثمن کا مطالبہ کیا تو اُسکا بیع کا دعوے صحیح ہوگا اگرچہ مدعا علیہ پر اُسنے یہ دعوی نہین کیا کہ اُسنے خریدی ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی نے دعوی کیا کہ میرے ہاتھ اس مرد نے یہ باندی فروخت کی ہے تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا اگرچہ اُسنے یہ دعوی نہین کیا کہ مین نے اسکو اس سے خرید کیا ہے اس امر کو امام محمد رحمہ نے بہت جگہ ذکر کیا ہے۔ اور نیز ایک محضر باندی پر دعوی کرنے کے مقدمہ کا پیش ہوا کہ زید حاضر ہوا اور ایک باندی کو حاضر لایا اور دعوے کیا کہ یہ میری باندی ہے مین نے اسکو فلان شخص سے خریدا ہے پس میری اطاعت اسپر واجب ہے اور باندی مذکورہ اس سے منکر ہے پھر زید مذکور چند گواہ لایا جنھون نے یہ گواہی دی کہ اس مدعی نے اس باندی کو فلان شخص سے خریدا ہے تو اس مین مفتیون کے جواب مختلف ہوے بعضون نے فتوی دیا کہ ملکیت کا حکم دینے کیواسطے یہ دعوی صحیح ہے اور اطاعت واجب ہونے کی قضا نافذ کرنے کے واسطے صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اطاعت جب واجب ہوگی کہ جب بائع نے باندی مذکورہ اس مدعی کے سپرد کر دی ہو اور اسکا سپرد کرنا بعد ادائے ثمن کے ہوگا اور مدعی نے اپنے دعوی مین یہ ذکر نہین کیا ہے کہ اُسنے ثمن ادا کر دیا ہے۔ اور بعضون نے دعوی بالکل صحیح نہونے کا فتوی دیا ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ گواہون نے ملک بائع کی صریحاً یا دلالۃً کسی طرح گواہی نہین دی اور بدون اسکے مشتری کی ملک کا حکم نہ دیا جائیگا اور یہ مسئلہ کتاب الشہادۃ مین ہے۔

محضر۔ در بارہ دعوی ولاء عتاقہ پیش ہوا کہ زید مر گیا پھر عمرو آیا اور دعوے کیا کہ میت مذکور میرے والد بکر کا آزاد کیا ہوا ہے کہ اسکو میرے والد نے اپنی زندگی مین آزاد کیا تھا اور اُسکی میراث مجھے چاہیے ہے کیونکہ مین اُسکے آزاد کنندہ کا بیٹا ہون میرے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہے پس بعض مشائخ نے اسکے فاسد ہونے کا فتوی دیا ہے اور بعض نے

اس دعویٰ کی صحت کا فتویٰ دیا ہوا ور صحیح یہ ہو کہ یہ دعویٰ فاسد ہو اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعویٰ میں یہ نہیں کہا کہ میرے والد نے اُسکو اپنی زندگی میں آزاد کیا درحالیکہ میرا والد اسکا مالک تھا اور غیر مالک کا آزاد کرنا باطل ہو اور یہ جو شیخ نے بیان کیا ہو اسکی صحت کی دلیل وہ ہو جو امام محمد رح نے دعویٰ الاصل میں باب دعویٰ العتق میں ذکر فرمایا کہ اگر کسی غلام نے گواہ قائم کیے کہ اُسکو زید نے آزاد کر دیا ہو اور زید اس سے منکر ہو یا اسکا مقر ہو اور عمرو نے گواہ قائم کیے کہ یہ میرا غلام ہو تو قاضی عمرو کے نام ڈگری کر دیگا اسواسطے کہ آزادی کے گواہوں نے عتق باطل کی گواہی دی ہو کیونکہ انھوں نے اپنی گواہی میں یہ نہیں بیان کیا کہ اس حالت میں زید اسکا مالک تھا اور بدون گواہی کے زید کی ملک ثابت نہوگی اور عتق بلا ملک باطل ہو اور ہمارے اس قول کی کہ گواہوں نے عتق باطل کی گواہی دی ہو یہی معنی ہین پس ایسی گواہی کا وجود وعدم یکسان ہوا اور اگر بالفرض ایسی گواہی موجود نہوتی تو عمرو کے واسطے ملک کی ڈگری کیجاتی پس ایسا ہی درصورت موجود ہونے ایسی گواہی کے بھی یہی حکم ہوگا۔ یہی شرح اگرشتی کے گواہوں نے غلام کے واسطے اس طرح گواہی دی کہ زید نے اسکو آزاد کیا درحالیکہ یہ غلام اُسکے قبضہ میں تھا تو بھی عمرو کے واسطے جسنے اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کیے ہین ملک کا حکم دیا جائیگا ہو اسواسطے کہ اعتاق صحیح ہونیکے واسطے ملک معتبر ہو قبضہ کا اعتبار نہین ہوا ور گواہوں نے ملک کی گواہی نہین دی ہو۔ اور اگر عتق کے گواہوں نے یون گواہی دی کہ زید نے اسکو درحالیکہ زید اسکا مالک تھا آزاد کیا ہو اور عمرو کے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عمرو کا غلام ہو تو عتق کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ لازم آزاد کنندہ کی ملک ثابت کرنا مثل آزاد کنندہ کے اپنی ملک ثابت کرنے کے ہوا ور اگر آزاد کنندہ بالفرض گواہ قائم کرے کہ یہ میرا غلام سابق ہو مین نے اسکو اپنی ملک کی حالت مین آزاد کر دیا ہو تو عتق کے گواہوں پر حکم ہوگا اسواسطے کہ دونون فریق گواہ ملک ثابت کرنے کے حق مین یکسان ہین مگر ایک فریق مین اثبات عتق زائد ہو پس ایسا ہی اس صورت مین جبکہ غلام نے ایسے گواہ قائم کیے ہین یہی حکم ہوگا پس یہ مسئلہ اسبات کی دلیل ہو کہ غیر کی طرف سے عتق کا دعویٰ کرنے مین اس غیر کی ملک کا ذکر کرنا ضرور ہو۔

محضر در دعویٰ دفعیہ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہو کہ زید نے عمرو کے مقبوضہ غلام کی نسبت عمرو پر دعویٰ کیا کہ مین نے اسکو فلان سے ۱۲ تاریخ محرم سنہ ۱۲ ہجری کو خریدا ہو اور مدعا علیہ نے اسکے دعویٰ سے انکار کیا پس زید نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے اور حکم قضا بر بنا بر گواہان زید کے واسطے عمرو پر اس غلام کی ملک کی نسبت متوجہ ہوا پھر مدعا علیہ نے اس دعویٰ کے دفعیہ مین دعویٰ کیا کہ یہ شخص جسکی طرف سے تو ملک حاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہو اسنے تیری خرید کی تاریخ سے ایک سال پہلے بطوع خود یہ اقرار کیا ہو کہ یہ غلام میرے بھائی بکر کی ملک وحق ہو اور اُسکے بھائی بکر نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی ہو اور مین نے یہ غلام اُسکے بھائی بکر سے خریدا ہو پس اس سبب سے تیرا دعویٰ مجھپر باطل ہو۔ تو مفتیون نے بالاتفاق جواب دیا کہ یہ دفعیہ صحیح ہو پھر اسکے بعد فتویٰ طلب کیا گیا کہ اگر زید نے مدعی دفعیہ عمرو سے اس اقرار کا وقت طلب کیا کہ کس روز کس شہر مین واقع ہوا ہو پس آیا قاضی اُسکو اس بیان کی تکلیف دیگا تو بھی بالاتفاق جواب دیا کہ قاضی اسکو یہ تکلیف نہ دیگا اسواسطے کہ اُسنے ایکبار بقدر ضرورت یہ بیان کر دیا کہ تیری تاریخ خریدسے یا تیری خرید سے پہلے اقرار کیا ہو۔

محضر در بارہ دعوے میراث پیش ہوا جسکی صورت یہ ہو کہ مجلس قضاء مین زید وعمرو ومنہدہ حاضر ہوے اور یہ سب اولاد بکر بین چنانچہ سب نے خالد پر جسکو حاضر لائے ہین ایک ثلث از حصہ ۵ کا اپنی مادر کی میت کی میراث لینے واسطے

ہونے کا دعوی کیا اور محضر مین یہ لکھا ہو کہ یہ دار محدود ملک مسماۃ سلیمہ والدہ ان ہر دو مدعیون کا اور اسی کا حق تھا
اور برابر تا دم موت اُسکے قبضہ مین رہا یہان تک کہ وہ مر گئی اور اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا تو یہ محضر دو علتون
سے رد کر دیا گیا ایک یہ کہ محضر مین یون لکھا ہو کہ ان دو مدعیون کی والدہ حالانکہ چاہیئے کہ ان سب مدعیون کی والدہ لکھا
جاوے اور دوم آنکہ محضر مین لکھا ہو کہ مر گئی اور اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا اور نہیں یہ مذکور نہین ہو کہ کیا
چیز فرزندون کے واسطے میراث رہگئی اور یون لکھنا چاہیے کہ یہ دار محدود اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا یون
لکھنا چاہیے کہ یہ اُسکے فرزندون کے واسطے میراث رہگیا تاکہ مال متروک بصریح یا بکنایہ مذکور ہو جاوے اور بدون تصریح
یا کنایہ ذکر کرنے کے جسمین دعوی واقع ہوا اُسکی خبر میراث تمام نہو گی اور شیخ امام نجم الدین عمر نسفی نے حکایت کی
کہ مین نے خبر میراث مین ایک فتوی لکھا اور اُسکے شرائط صحت بیان کرنے مین خوب مبالغہ کیا لیکن اتنی بات تھی کہ
اس قول کی جگہ کہ اُسکو میراث چھوڑا فہو میراث چھوڑدی تھی صرف یہ لکھا تھا کہ اور میراث چھوڑا تو شیخ الاسلام
علی بن عطار بن حمزہ السغدی رحمہ اللہ تعالے نے اُسکی صحت کا فتوے نہ دیا اور مجھسے کہا کہ اس مین ضمیر
لکھدے اور یون کر دے کہ اُسکو میراث چھوڑا تب مین صحت کا فتوے دونگا۔ امام زاہد نجم الدین نسفی
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک محضر پیش ہوا جس مین زید نے عمرو پر ایک زمین کا دعوی کیا تھا کہ یہ زمین
اس مدعی کی ملک و حق ہو اور اس مدعا علیہ کے مورث فلان نے اُسپر بغیر حق اپنا قبضہ کر لیا اور برابر اپنے قبضہ مین رکھا یہانتک
کہ مر گیا پھر اُسکے وارث اس حاضر آوردہ کے قبضہ مین بھی ناحق ہو پس اسپر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کر کے اس مدعی
کو سپرد کر دے اور مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین کہا کہ میرے مورث فلان نے اسکو اس مدعی کے مورث سے بعقد
بیع قطعی خرید کیا تھا اور باہمی قبضہ طرفین سے ہو گیا تھا اور میرے مورث کے قبضہ مین تا حیات اُسکے بحق رہی یہانتک کہ اُسنے
وفات پائی پھر میرے واسطے بحق اُسکے میراث رہی پس مدعی نے اس دفعیہ کے دفع مین کہا کہ اس مدعا علیہ کے مورث نے
اقرار کیا کہ جو بیع ہمارے درمیان مین جاری ہوئی ہو وہ بیع وفا ہو کہ جب بائع مجھکو ثمن دیدے تو مجھے اس زمین کا واپس کرنا
لازم ہوگا اور اسپر گواہ قائم کر دیے پس آیا اس طور سے دفعیہ کا دفع کرنا صحیح ہو تو شیخ نجم الدین رحمہ نے فرمایا کہ قاضی القضاۃ عماد الدین
علی بن عبد اللہ اور شیخ امام علاء الدین عمر بن عثمان معروف بعلا مدرسہ نے جواب دیا کہ صحیح ہو اور مین جواب دیتا ہون کہ صحیح
نہین ہو کیونکہ مدعی نے اوّلا دعوی کیا کہ اس مدعا علیہ کا قبضہ بغیر حق ہو پھر جب بیع وفا کا اقرار کیا تو اقرار کیا کہ اُسکے قبضہ مین
بحق ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ دعوی دفعیہ کا صحیح ہونا واجب ہو بنابر قول ایسے امام کے کہ بیع الوفا رہن کے حکم مین ہو۔
اسواسطے کہ مدعی نے اس دفعیہ مین مدعا علیہ کے واسطے جس بات کا ابتدا مین بالکل انکار کیا تھا یعنی یہ زمین محدود اسکے
قبضہ مین ناحق ہو انہین سے تھوڑے کا اقرار کیا اور یہ بدین طور کہ جب اس بیع کو بحکم رہن حاصل ہو تو مبیع مدعی کی ملک رہیگا
لیکن مدعا علیہ کو روکنے اور اپنے پاس رکھنے کا استحقاق حاصل ہو حالانکہ مدعی نے اس اراضی محدودہ کی اپنی ملک ہونے
کا اور مدعا علیہ کے قبضہ مین بغیر حق ہونے کا دعوی کیا ہو پھر جب اسکے بعد مدعا علیہ کیواسطے بیع بالوفا کا اقرار کیا تو اپنے واسطے
محدود مذکور کی ملکیت کا دعوے اور مدعا علیہ کے واسطے بحق قبضہ رکھنے کا اقرار کیا اور یہی ہمارے اس قول کے معنی ہین
کہ جس امر کا مدعا علیہ کے حق مین اوّلا انکار کیا تھا انہین سے بعض بات کا اقرار کیا اور بنابر قول عامہ مشائخ کے نزدیک اگر وفا
عقد بیع مین مشروط نہو تو بیع صحیح ہو گی پس دعوے مدعی کی سماعت نہو گی اور اگر وفا عقد بیع مین مشروط ہو تو بیع فاسد ہو گی پس

اگر اُسنے فسخ عقد کا دعوے کیا تو دعوی دفعیہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں کذا فی المحیط

محضر شیخ نجم الدین نسفی رحمہ کے سامنے پیش کیا گیا جسمین مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر ایک باغ انگور کا استحقاق ثابت کیا اور اُسکے حاصلات کا مطالبہ کیا اور اسکو بیان کر دیا ہے پس اس محضر مین مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین دعوے کیا کہ مدعی نے اُسکے بدل معلوم پر صلح کر لی ہے اور مقدار بدل کا ذکر نہیں ہے اور نہ قبضہ مذکور ہے پس آیا یہ دفعیہ صحیح ہوگا تو فرمایا کہ یہ دفعیہ نہیں صحیح ہے اور اگر بدل صلح پر قبضہ کرنا مذکور ہو تو صحیح ہوگا اگرچہ مقدار بدل مذکور نہو اسواسطے کہ مقدار بدل کا بیان ایسی صورت مین ترک کرنا جسمین اب قبضہ کرنے کی ضرورت نہین باقی ہے مضر نہین ہے۔ شیخ ہو کہ یہ مسئلہ دو طرح پر ہو کہ اگر فقط باغ انگور سے صلح واقع ہوئی اور بدل معلوم ہے یا نہیں معلوم ہے لیکن گواہوں نے بدل الصلح پر قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو صلح صحیح ہوگی اور دعوے دفعیہ صحیح ہوگا اور اگر صلح باغ انگور اور اُسکی حاصلات غلہ سے جسکو مدعا علیہ نے تلف کر دیا ہے بعوض ایسے بدل کے واقع ہوئی جو اس مال کے برخلاف ہے جو تلف کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہے اور بدون قبضہ کے دونون جدا ہو گئے تو حق پیدا وار غلہ مین صلح صحیح نہوگی خواہ بدل صلح معلوم ہو یا نہو پس یہ دعوی حق غلہ مین دفعیہ نہوگا یہ فصول استروشنی مین ہے

محضر جسمین وارث سے ترکہ کی زمین کے دعوی کے دفعیہ مین دعوے کیا ہے اُسکی صورت یہ ہے کہ زید نے ترکۂ میت عمرو مین ایک زمین کا اُسکے وارث بکر پر دعوے کر کے استحقاق ثابت کیا پس بکر نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین کہا کہ تو اس دعوی مین مبطل ہے اسواسطے کہ تو نے مجھسے ایکبار کہا ہے کہ تو نے باپ سے میراث پائی ہے یا یون دعوے کیا کہ تو نے مجھسے ایکبار کہا ہے کہ تو نے باپ کے مرنے کے پیچھے بہت مال پا لیا ہے مین نے کہا کہ مین نے کون مال پا لیا ہے کون مال میراث پایا ہے تو تو نے کہا کہ فلان زمین پس یہ تیری طرف سے میری ملک ہونے کا اقرار ہے اور تیرا دعوے باطل ہے پس آیا اس کلام سے حجت پکڑ سکتا ہے اور اُس دعوے کا دفعیہ ہو سکتا ہے تو اسمین شیخ نجم الدین نسفی رحمہ نے یہ جواب دیا ہے کہ زید کے اس کلام مین کہ میراث پایا ہے حجت ہے اور دفعیہ ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ بات اُسکی طرف سے بکر کے واسطے ملکیت کا اقرار ہے اور اس کلام مین کہ تو نے پا لیا ہے اس سے دفعیہ نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ ملکیت کا اقرار نہین ہے اور یہ جواب ظاہر ہے۔ اور نیز ایک محضر پیش ہوا جسمین مذکور ہے کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ باغ انگور چہار دیواری والا جو فلان مقام پر واقع ہے اور اُسکے حدود یہ ہین وہ اس مدعی کی ماں کے قبضہ مین تھا اور اُسکی ماں نے اقرار کیا تھا کہ وہ اس مدعی کی ملک ہے اور بعد اس اقرار کے اس مدعا علیہ نے یہ باغ مذکور اس مدعی کی ماں سے خرید لیا پس اس مدعا علیہ پر واجب ہے کہ یہ باغ مذکور اس مدعی کے سپرد کرے پس ائمہ سمرقند مین سے ایک جماعت نے جواب دیا کہ یہ دعوی صحیح ہے اور امام نجم الدین نسفی نے جواب دیا کہ فاسد ہے اور فساد کی وجہین ظاہر ہین لیکن بیان نہین فرمائین اور شاید منجملہ وجوہ فساد کے ایک یہ بات ہے کہ مدعی نے اپنے واسطے ملک کا دعوے نہین کیا اور اگر اپنے واسطے ملک کا دعوی بھی کرتا اور دعوے کرتا کہ اُسکی ماں نے اُسکے واسطے اس باغ مذکور کا اقرار کیا ہے تو بھی دعوی کی سماعت نہوتی اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کیا ہے جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہے اور وہ اقرار ہے حتی کہ اگر وہ اپنی ملک کو ایسی چیز کی طرف مضاف کرے جو سبب ملک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے مثلاً یون کہے کہ یہ باغ انگور میری ملک ہے میں نے اس مدعا علیہ کے خریدنے سے پہلے اسکو اپنی ماں سے خریدا ہے تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا۔

محضر دعوی میراث مع عتق پیش ہوا جسمین یہ مذکور ہے کہ زید نے ایک شخص مسمی عمرو پر دعوی کیا کہ یہ غلام میرے چچازاد بھائی بکر کا غلام تھا اور وہ مر گیا اور جس وقت مرا ہے اُسوقت یہ اُسکی ملک تھا اور مین اُسکا وارث ہون اور میرے سوا

اُسکا کوئی وارث نہین ہو پس یہ غلام اُسکی طرف سے میرے واسطے میراث ہوگیا حالانکہ یہ غلام میری اطاعت سے انکار
کرتا ہو پس مدعا علیہ نے اُسکے دعوی کے دفعیہ مین دعوے کیا کہ اسکے مورث مذکور نے مجھکو اپنے مرض الموت مین آزاد کردیا
تھا اور مین اُس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہون اور آج کے روز مین آزاد ہون اُسکے واسطے مجھپر کوئی راہ نہین ہو اور
اسپر گواہ قائم کر دیے پھر اس مدعی نے دوبارہ دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو اپنے چچازاد بھائی فلان مذکور سے اسکی صحت مین
خریدا کیا ہو تو شیخ نجم الدین النسفی رح نے جواب دیا ہو کہ دوسرا دعوی اُسکا صحیح نہین ہو اسواسطے ہر دو دعوے مین تناقض
واقع ہوتا ہو اور توفیق ممکن نہین ہوسکتی ہو کیونکہ اُسنے پہلے میراث پانے کا دعوی کیا پھر مورث مذکور کی زندگی مین اُس سے خریدنے
کا دعوے کیا اور یہ جواب صحیح ہو اور علت مذکورہ ظاہر ہو اور امام محمد رح نے آخر جامع کبیر مین ذکر فرمایا ہو کہ زید کا باپ عمرو
مرگیا پس زید نے بکر کے مقبوضہ دار پر دعوے کیا کہ یہ دار میرا ہو مین نے اسکو اپنے باپ سے اُسکی حیات و صحت کیحالت
مین خرید کیا ہو اور اسپر گواہ قائم کیے مگر اُنکی تعدیل نہوئی یا اُسکے پاس گواہ تھے اور اُسنے مدعا علیہ سے قسم لے لی پھر اُسنے
گواہ قائم کیے کہ یہ دار اُسکے باپ کا ہو وہ مرگیا اور اسکو اُسکے واسطے میراث چھوڑ گیا ہو اور گواہ لوگ کہتے ہین کہ ہم اُسکے
سوائے اُسکا کوئی وارث نہین جانتے ہین تو قاضی بنام مدعی اس دار کی ڈگری کردیگا اسواسطے کہ پہلے باپ سے حالت
حیات و صحت مین خریدنے کے دعوی اور پھر دوبارہ اُس سے میراث پانے کے دعوی مین تناقض نہین رہتا ہو اسواسطے
کہ وہ کہ سکتا ہو کہ مین نے اُس سے خریدا تھا جیسا کہ مین نے پہلے دعوی کیا تھا لیکن مین اپنی خرید ثابت کرنے سے عاجز ہوا
اور بسبب ظاہر یہ دار میرے باپ کی ملک مین رہا پس بظاہر وہ میرے باپ کے مرنے کے بعد میرے واسطے میراث
ہوا اور اگر ایسی صورت مین پہلے اُسنے باپ سے میراث پانے کا دعوے کیا پھر اسکے بعد اُس سے خریدنے کا دعوی کیا
تو دعوے خرید کی سماعت نہوگی اسواسطے کہ پہلے میراث پانے کے دعوی اور پھر خریدنے کے دعوے مین تناقض ہو اسواسطے
کہ وہ یہ نہین کہ سکتا ہو کہ مین نے اپنے باپ سے میراث پایا جیسا کہ مین نے پہلے دعوی کیا ہو پھر جب مین میراث ثابت کرنے
سے عاجز ہوا تو مین نے اُس سے خریدا اور اسکی توضیح یہ ہو کہ باپ سے جو چیز خریدی ہو وہ کبھی میراث ہو سکتی ہو بایں طور
کہ مثلاً اُسکی زندگی مین دونون کے درمیان بیع فسخ ہو جاوے یا بعد موت کے فسخ ہو کہ وارث نے اُس مین کوئی عیب پاکر اُسکو
واپس کردے پس تناقض متحقق نہین ہو سکتا ہو اور جو چیز باپ کیطرف سے میراث ملی ہو وہ اُسکی طرف خریدشدہ نہین ہو سکتی ہو پس تناقض متحقق ہوگا
محضر۔ دعوی میراث اُسکی صورت یہ ہو کہ زید مرگیا پھر ایک شخص مسمی عمرو آیا اور چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے عصبہ ہونے
کا دعوی کیا اور نسب پر گواہ قائم کیے کہ دادا تک نام و نسب ذکر کیے پھر اس نسب و اس میراث کے منکر نے گواہ قائم کیے
کہ میت کا دادا فلان شخص ہو اور سوائے اُس شخص کے ہو جسکو مدعی نے دادا ثابت کیا ہو پس آیا یہ دعوی مدعی اور اُسکے
گواہون کا دفعیہ ہوگا یا نہین تو شیخ نجم الدین النسفی رح نے جواب دیا کہ اگر پہلے گواہون کے موافق حکم قضا نافذ ہو چکا ہو تو دفعیہ
نہوگا اور اگر پہلے گواہون کے موافق حکم قضا نافذ نہین ہوا ہو تو بسبب تعارض کے کسی فریق گواہ کے موافق حکم دینا جائز
نہین ہو اور فرمایا کہ یہ نظیر مسئلہ طلاق جورو و عتاق غلام ہو کہ ایک فریق گواہون نے گواہی دی کہ اُسنے کوفہ مین اس سال کی
قربانی کے روز اپنی جورو کو طلاق دی ہو اور دوسرے فریق گواہون نے غلام کے واسطے گواہی دی کہ ایسے شخص نے اسی
سال کی قربانی کے روز مکہ مین اس غلام کو آزاد کیا ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ چاہیے کہ مدعی کے گواہون کا دفعیہ ہو اور
مدعا علیہ کے گواہ قبول نہون کیونکہ اگر مدعا علیہ کے گواہ ہون تو یا تو دادا کے نام کے اثبات پر قبول ہونگے اور اسکی کوئی

وجہ نہین ہو اسواسطے کہ وہ اس مین خصم نہین ہو اور یا دعویٰ مدعی کی نفی پر قبول ہونگے اور اسکی بھی کوئی راہ نہین ہی اسواسطے کہ نفی پر گواہی قبول نہین ہوتی ہو اور یہ نظیر اس صورت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو فلان روز ہزار درم قرضہ دیے ہین اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ یہ شخص اس روز فلان شہر مین تھا یعنی گواہ دیے ۱۲ لینی دوسرے شہر کا نام لیا تو مدعا علیہ کے گواہ قبول نہونگے اسواسطے کہ یہ گواہ درحقیقت نفی پر قائم ہوسکے ہین محضر۔ درمقدمہ دعویٰ دویرہ وسرائچہ پیش ہوا اور گواہون نے بلفظ خانہ گواہی دی تو محضر مذکور بدین علت رد کردیا گیا کہ جس چیز کی گواہون نے گواہی دی ہو وہ تحت دعویٰ داخل نہین ہو اسواسطے کہ دعویٰ سرائچہ کا ہو اور گواہون نے خانہ کی گواہی دی ہو حالانکہ سرائچہ اور ہو اور خانہ اور ہو اور یہ جواب ایسی صورت مین صحیح ہوسکتا ہو کہ جب دعوے بزبان عربی اور گواہی بزبان عربی ہو اور اگر دعوے فارسی مین اور گواہی فارسی مین ہو تو دعویٰ وگواہی دونون صحیح ہونگے اسواسطے کہ فارسی مین خانہ کا اطلاق سرائچہ پر ہوسکتا ہو بزبان عربی مین ایسا نہین ہو۔

محضر۔ درمقدمہ دعویٰ بیع مسکنی جسمین لکھا تھا کہ اسکو مع اسکے حدود وحقوق کے فروخت کیا اور یہ محضر شیخ الاسلام سغدی رح کے سامنے پیش کیا گیا تو شیخ رح نے اسکو رد کردیا کہ مسکنی نقلی ہو اور نقلی کے واسطے حدود بیان ہوتی ہو اور نیز شیخ رحمہ اللہ کے سامنے لکھکر دوسرا محضر پیش ہوا جسمین مدعا علیہ کے دادا کا نام مذکور نہ تھا جسکی صورت یہ تھی کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو حاضر لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر دعویٰ کیا تو شیخ رح نے اسکی صحت کا فتوے دیا اسواسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہو اور حاضر مین اشارہ کافی ہو اسکے اور اسکے باپ کے نام کی ذکر کی ضرورت نہین ہو پس دادا کے نام بیان کرنے کی بدرجہ اولے ضرورت نہوگی اور اگر مدعا علیہ غائب ہو تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہو اور یہ امام اعظم رح وامام محمد رح کا قول ہو اسی طرح حدود کے بیان مین صاحب حد کے دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہو اسی طرح ہو اور متاخرین کی شناخت مین دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہو اور قاضی امام رکن الاسلام علی بن حسین سعدی ابتدا مین اسکی شرط نہین فرماتے تھے کہ دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہو پھر آخر عمر مین اسکی شرط کرنے لگے اور یہی صحیح ہو اور اسی پر فتوے ہو

محضر پیش ہوا جسمین شفعہ کا دعویٰ ہو اور اسمین بر سہ طریق شفعہ کا طلب کرنا مذکور ہو پس یہ محضر اس علت سے رد کیا گیا کہ دعوے وگواہی مین یہ مذکور نہین ہو کہ شفیع نے طلب کے گواہ وقت قدرت مین فی الفور کرلیے ہین اور اسنے اس محدود کے شفعہ طلب کرنے پر گواہ کرلیے ہین اور محدود مذکور بنسبت بائع ومشتری کے شفیع سے زیادہ نزدیک تھا حالانکہ اسکا بیان ضرور ہو اسواسطے کہ شرط یہ ہو کہ ایسے پر گواہ کرلے جو شفیع سے زیادہ نزدیک ہو خواہ محدود ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو اور جاننا چاہیے کہ طلب اشہاد کی مدت کی تقدیر اسی قدر ہو کہ بخلاف قدرت بائع یا مشتری یا محدود ان تینون مین سے ایک کی حاضری مین فوراً گواہ کرلے اور مشتری سے طلب کرنا ہر حال مین صحیح ہو خواہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اور بائع سے طلب کرنا جب صحیح ہو کہ جب مبیع اسکے قبضہ مین ہو اور اگر دار اسکے قبضہ مین نہو تو شیخ الاسلام نے بھی شرح مین ذکر کیا کہ استحسانا اس سے شفعہ طلب کرنا صحیح ہو قیاساً صحیح نہین ہو اور شیخ ابوالحسن قدوری نے اپنی شرح مین اور ناطفی نے اپنی اجناس مین اور عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا کہ یہ صحیح نہین ہو اور استحسان وقیاس کا کچھ ذکر نہین کیا اور اگر شفیع نے بغرض طلب اشہاد ان تینون مین جو زیادہ قریب ہو اسکو چھوڑ کر دوری والے کے پاس جانے کا قصد کیا پس اگر یہ سب ایک ہی شہر مین ہون تو اسکا شفعہ باطل نہوگا ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین اور عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہو اسواسطے کہ شہر واحد باوجود

تا بن اطراف کے حکم مین مثل مکان واحد کے ہے اور خصاف نے ادب القاضی مین ذکر فرمایا کہ اگر وہ نزدیک کو چھوڑ کر دور والے کے پاس گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایسا ہی صدر الشہید نے اپنے واقعات مین ذکر کیا ہے اور اگر یہ سب متفرق دو یا زیادہ شہرون مین ہون پس اگر انمین سے کوئی ایک اسی شہر مین موجود ہو جسمین شفیع ہے پھر شفیع اسکو چھوڑ کر دوسرے شہر مین طلب اشہاد کے واسطے گیا تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع و دار محدود و مشتری و بائع ان مین سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ شہر مین ہو پس وہ نزدیک والے کو چھوڑ کر ایسے کے پاس گیا جو بہ نسبت اُسکے دور ہے تو اس مین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایسا ہی عصام نے اپنی مختصر مین ذکر کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اُسکا شفعہ باطل نہوگا اور ایسا ہی ناطفی نے اجناس مین ذکر کیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ گاہے ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ شفیع کسی سبب سے نزدیک والے کے پاس نہین جا سکتا ہے پس دور والے کے پاس جانا اُسکے شفعہ کا مبطل نہوگا اور علی ہذا اگر نزدیک والے کے پاس پہونچنے کے دو راستہ ہون پس شفیع نے نزدیک کا راستہ چھوڑ کر دور کا راستہ اختیار کیا تو بقیاس اُسکے جو عصام نے ذکر کیا ہے اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور بقیاس اُسکے جسکو ناطفی نے ذکر کیا ہے اُسکا شفعہ باطل نہوگا پھر جس شہر مین ان سب سے زیادہ قریب موجود ہے جب اس شہر مین پہونچا تو طلب صحیح ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس چیز کے حضور مین طلب ہو خواہ یہ شیء دار ہو یا بائع ہو یا مشتری ہو سب کا حکم یکسان ہے یہی مشہور و معروف ہے اور قاضی امام ابو زید کبیر فرماتے تھے کہ بائع و مشتری مین اور دار مین فرق ہے کہ صحت طلب کے واسطے بائع یا مشتری کا حضور شرط ہے اور دار اگر زیادہ قریب ہو تو اس شہر مین پہونچکر دار کا حضور شرط نہین ہے بلکہ اس شہر مین جہان دار ہے بدون تاخیر کے جہان چاہے شفعہ طلب کرنے کے گواہ کر لے تو طلب اشہاد صحیح ہو جائیگی اور فرماتے تھے کہ یہی طرف امام محمد رح نے باب شفعہ اہل البغی مین اشارہ فرمایا ہے اور علی ہذا اگر دار مذکور اسی شہر مین ہو جہان شفیع موجود ہے تو طلب اشہاد کی صحت کے واسطے بنا بر اختیار امام ابو زید کبیر رح کے دار مذکور کا بطلب اشہاد و شفعہ طلب کرنے کے واسطے اس دار کا سامنے ہونا شرط نہوگا اور اگر بائع و مشتری اسی شہر شفعہ مین ہون تو اُنکے حضور مین طلب اشہاد بالاتفاق شرط ہے کذا فی المحیط۔

محضر۔ اس مقدمہ مین کہ ثابت ہوا کہ مادہ خر خریدکردہ پر استحقاق ثابت کر کے لے لیے جانے کے بعد مشتری نے اپنا ثمن واپس لینے کا دعوی کیا اسکی صورت یہ ہے کہ مجلس قضاء بخارا مین مسمے حمید حمیری حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ایک شخص مسمی عثمان حمیری کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آوردہ نے میرے ہاتھ ایک مادہ خر لوپرے حبشہ کی اسقدر ثمن کے عوض فروخت کی اور یہ فروخت ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوئی اور مین نے اس مادہ خر کو اس سے خرید لیا اور ہم دونون مین باہم قبضہ واقع ہو گیا پھر مین نے یہ مادہ خر بدست احمد بن خالد بثمن معلوم فروخت کی اور اُسنے مجھسے اس ثمن معلوم کے عوض خرید لی اور ہم دونون مین باہمی قبضہ ہو گیا پھر احمد بن خالد نے یہ مادہ خر بدست علی بن محمد دہقان فروخت کی پھر زید نے اس مادہ خر کو علی بن محمد کے ہاتھ سے مجلس قضاء کورہ نسف مین قاضی معین الدین بن فلان کے سامنے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا اور قاضی معین الدین اسوقت مین ازجانب قاضی امام علاء الدین عمر بن عثمان متولی احکام قضاء کورہ سمرقند و اکثر شہر ماوراء النہر کے کورہ نسف و اُسکے نواح کا قاضی تھا اور یہ استحقاق بذریعہ گواہان عادل کے جو قاضی معین الدین کے حضور مین شاہد ہوئے تھے ثابت کیا اور قاضی معین الدین کی طرف سے زید کے واسطے علی بن محمد دہقان پر اس مادہ خر کا حکم جاری ہوا اور قاضی موصوف نے اس مادہ خر کو اُسکے ہاتھ سے نکالکر اس مستحق کو دیدیا پھر قاضی امام سدید الدین ظاہر کی طرف سے جو بخارا لیکن ازجانب متولی احکام قضاء شہر بخارا و نواح آن قاضی امام صدر الدین احمد بن محمد کے ثابت الحکم ہے اس مستحق علیہ دہقان علی بن محمد کے واسطے اپنے بائع احمد بن فلان سے اپنے ثمن ادا کردہ شدہ واپس لینے

کا حکم جاری ہوا پس اُسنے اپنے بائع سے اپنا ثمن تمام و کمال واپس لیا پھر امیر قاضی سعید الدین کیطرف سے ص احمد بن فلان کیواسطے حکم جاری ہوا کہ اپنے بائع سے اپنا ادا کردہ شدہ ثمن واپس لے پس اسنے مجھسے اپنا تمام و کمال ثمن واپس لے لیا اور بسبب اُسکے استحقاق حاصل ہوا کہ میں نے جو ثمن اس حاضر آوردہ کو ادا کیا ہو سب اس سے واپس لون پھر اس مدعا علیہ سے جسکو مدعی حاضر لایا ہی جواب مانگا گیا تو اُسنے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اس مدعی کو کچھ دینا نہیں پھر یہ مدعی اپنے دعوی پر چند گواہ حاضر لایا پس اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے جواب دیا کہ اس دعوی میں چند طرح سے خلل ہی اول آنکہ مدعی نے یہ نہیں بیان کیا کہ قاضی علاء الدین کے خلیفہ کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ یہ شرط ہی کیونکہ اگر اُسکو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت نہو گی تو اُس کا خلیفہ کرنا صحیح نہو گا اور معین الدین قاضی نہو گا اور دوم آنکہ اُسنے قاضی معین الدین کے قاضی مقرر ہونے کی تاریخ نہیں لکھی تاکہ دیکھا جاوے کہ قاضی علاء الدین اسکو قاضی مقرر کرنے کے وقت خود قاضی تھا یا نہ تھا تاکہ معلوم ہو کہ قاضی معین الدین اُسکے مقرر کرنے سے قاضی ہو گیا اور نیز اُسنے صریحاً یہ ذکر نہ کیا کہ قاضی سمرقند کو نسف پر ولایت حاصل تھی بلکہ یہ ذکر کیا کہ اکثر شہرہاے ما وراء النہر حالانکہ ما وراء النہر میں بہت سے شہر ہیں پس اتنی بات ذکر کرنے سے نسف داخل نہو جائیگا۔ اور نیز اُسنے یہ بیان کیا کہ قاضی معین نے عادل گواہوں پر حکم دیدیا اور یہ بیان نکیا کہ یہ گواہ مدعا علیہ کے روبرو قائم ہوئے تھے حالانکہ جبتک گواہی و حکم روبرو مدعا علیہ کے نہو تب تک حکم صحیح نہیں ہوتا ہی اور نیز اُسنے صرف یہ بیان کیا کہ قاضی معین الدین کے روبرو اُسکے گواہ عادل قائم ہوئے اور یہ بیان نہ کیا کہ آیا گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ مشتری نے اس مدعی مستحق کی ملک ہونے کا اقرار کیا ہی کہ ایسی صورت میں اُسکو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہو گا یا گواہوں نے مستحق کی ملک ہونے کی گواہی دی ہو کہ ایسی صورت میں ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہی حالانکہ دونوں صورتوں میں حکم مختلف ہوا جاتا ہی۔ پھر اُسنے بیان کیا کہ قاضی امام سدید الدین نایب الحکم شہر بخارا کیطرف سے اس مستحق علیہ کیواسطے اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لینے کا حکم جاری ہوا اور یہ بیان کیا کہ یہ بیع قاضی سدید الدین کے نزدیک ثابت تھی اور نہ قاضی سدید الدین نے اُسکے فسخ کا حکم دیا اور اس سے خلل پیدا ہوتا ہی اسواسطے کہ ثمن واپس لینے کا حکم جبھی صحیح ہوتا ہی جب حاکم کے نزدیک بیع ثابت ہو جاوے پھر بیع فسخ کرنے کا حکم دیدے پھر مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن واپس لیگا خواہ قاضی اُس سے ثمن واپس لینے کا حکم دے یا نہ دے اور نیز یہ بھی ذکر نہ کیا کہ قاضی امام صدر الدین کو خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت حاصل تھی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہی جیسا کہ ہمنے بیان کر دیا ہی اور نیز یہ وجہ ہی کہ مدعی اپنے ثمن کا دعوے کرتا ہی اور دعوی میں یہ نہیں کہتا ہی کہ ایسے دراہم شہر میں رائج ہیں اور اگر ایسے درم شہر میں نہ پائے جاتے ہوں یا پائے جاتے ہوں لیکن رائج نہوں تو چاہیے کہ قیمت کا دعوی کرے اور کہے کہ مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ایسے درموں کی قیمت جو اُسکو واجب ہیں مجھے دیدے اور ثمن کا دعوی ایسی حالت میں صحیح نہیں ہی اور منقول ہی کہ قاضی امام اسبیجابی جب سمرقند کے قاضی مقرر ہوئے تو اگلے قاضیان سمرقند کی سجل پر عمل نہیں کرتے تھے پس اُنسے دریافت کیا گیا کہ اسکی کیا وجہ ہی تو فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اُنہوں نے اپنی سجل میں لکھا ہی کہ وہ آج کے روز سمرقند و ما وراء النہر میں قاضی القضاۃ ہی حالانکہ قاضی سمرقند بخارا کا قاضی نہیں ہی پس یہ محض دروغ ہی اور جھوٹا کیونکر قاضی ہو سکتا ہی اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ اسکا جواب یوں دیتے ہیں کہ قاضی سمرقند اکثر شہرہاے ما وراء النہر کا قاضی ہی اور احکام شرع میں اکثر کے واسطے کل کا حکم ہی پس قاضی ماوراء النہر کہنا جائز ہو گا

محضر۔ در مقابلہ فروخت سہم واحد شائع بحدود خود بحضور شیخ نجم الدین نسفی رح پیش کیا گیا۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ سمرقند فرماتے تھے کہ اسمیں فساد ہی اسواسطے کہ اس سے افراد کا وہم ہوتا ہی کہ مفرز کے حدود ذکر کیے ہیں

اور جو مشاع ہو بیتے مقسوم علیحدہ ہنوا اُسکے نہین ہوتے ہین اور فرمایا کہ میرے نزدیک یہ موجب فساد نہین ہوا ور شیخ ابو جعفر طحاوی نے اپنے شروط مین ایک مقام پر لکھا ہو کہ مشتری نے اُس سے نصف دار بحدود این نصف خرید کیا اور فرمایا کہ مین نے سید امام محمد بن ابی شجاع بلخی سے سنا کہ فرماتے تھے کہ مین اس مسئلہ مین اپنے والد مرحوم سے کچھ یاد نہین رکھتا ہون اور ہمارے اصحاب سے اسمین کوئی روایت نہین ہو پس مین نے اُنسے جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہو بیان کیا تو انھون نے اسکو مستحسن جانا اور اسکو لے لیا اور یہ اسوجہ سے ہو کہ حدود کے ذکر کرنے مین ایسی کوئی بات نہین ہو جو افراز پر دلالت کرتی ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ سہم و ٹکڑے کا ذکر کرنا افراز پر دلالت نہین کرتا ہو پس اسی طرح اُسکے حدود کے ذکر مین بھی ایسا ہی ہو +

محضر - در دعوی اجارہ طویلہ جسمین لکھا تھا کہ اول روز اس اجارہ کا روز چہارشنبہ چھٹی ماہ شوال ہوا ور اسکے بعد لکھا اور دونون نے تاریخ مذکور مین باہمی قبضہ کر لیا تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ تاریخ مذکور مین قبضہ کر لیا بیان کرنا خطا ہو اسواسطے کہ یہ مشعر ہو کہ تقابض جو حکم عقد ہو وہ عقد کے ساتھ زمانہ واحد مین واقع ہوا ہو حالانکہ ایسا نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ تقابض جو بحکم عقد ہو وہ بعد عقد کے ہوتا ہو پس یون لکھنا چاہیے کہ دونون نے تقابض اُسی روز کر لیا جسدن عقد واقع ہوا یا یون لکھے کہ جسدن عقد کر دیا ہو اُسی روز باہمی قبضہ کر لیا تاکہ تقابض بعد عقد کے ثابت ہوا ور میرے نزدیک صحیح یہ ہو کہ یون لکھے کہ عقد قرار دینے کے بعد دونون نے باہمی قبضہ اُسی روز کر لیا جسدن عقد واقع ہوا ہو +

محضر - در دعوے مال اجارہ مفسوخہ - اسکی صورت یہ تھی کہ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس عمرو کے والد سے بکر نے مجھے ایک حویلی محدود وہ بحدود چنین وچنان بعوض اسقدر مال کے باجارہ طویلہ مرسومہ جو کرایہ دی تھی پھر وہ مرگیا اور اُسکی موت سے اجارہ فسخ ہو گیا اور بقیہ مال اجارہ [جو اجارہ فسخ ہو گیا] اُسکے ترکہ پر میرا قرضہ ہو گیا پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر مین یہ مذکور نہین ہو کہ موجر نے مال اجارہ یعنے کرایہ پر قبضہ کر لیا تھا حالانکہ جب تک موجر مال کرایہ وصول نپاوے تب تک اسکی موت سے اُسکے ترکہ مین اسکا کچھ بھی قرضہ نہوگا اور نیز اُسنے اجارہ کی اول تاریخ و آخر تاریخ ذکر نہین کی حالانکہ اُسکا ذکر ضروری ہو تاکہ دیکھا جاوے کہ مال اجارہ مین سے کچھ باقی رہا ہو یا نہین اور بعضے مشائخ رح نے فرمایا کہ مال اجارہ پر قبضہ کرنے کی تصریح کرنی چاہیے اور اسپر اکتفا نکرنا چاہیے کہ دونون نے بقبضہ صحیحہ باہمی قبضہ کر لیا اسواسطے کہ اگر مستاجر مال اجارہ لایا مگر موجر کو دیا نہین اور جو چیز اجارہ پر لی ہو اُسپر قبضہ کر لیا تسلیم موجر اور موجر نے مال اجارہ پر قبضہ کر لیا بدون تسلیم مستاجر کے تو یہ قول کہ تقابض واقع ہو گیا ہو صحیح ہوگا بدین اعتبار باوجود آنکہ ہر دو بدل مین سے ایک پر قبضہ نہین پایا گیا اور ہمارے بعضے مشائخ نے اس قول کی تزئیف کی ہو اور فرمایا کہ یہ کچھ بات نہین ہو اسواسطے کہ نظیر شرع و قواعد شرع مین لوگون کے مفہوم کا اعتبار ہو اور اس قول سے کہ دونون نے باہمی قبضہ کر لیا یہی مفہوم ہوتا ہو کہ موجر نے اجرت پر اور مستاجر نے جو چیز اجارہ لی ہو اُسپر قبضہ کر لیا اور بعض نے فرمایا کہ پٹہ مین یون نہ لکھنا چاہیے کہ علی ان یزرع المستاجر بداله یعنے بدین شرط کہ مستاجر اُسمین جو اُسکی راے مین آوے زراعت کرے اسواسطے کہ کلمہ علے کلمہ شرط ہو اور ظاہر ہو کہ مستاجر کا بنفس خود زراعت کرنا مقتضاے عقد مین سے نہین ہو پس یہ لازم آئیگا کہ اس عقد مین ایسی بات مشروط ہو جو مقتضاے عقد نہین ہو بلکہ یون لکھے کہ لیزرع ما بداله تاکہ جو اُسکی راے مین آوے زراعت کرے اور یہ موجب فساد نہین ہو اسواسطے کہ اُسکا مرجع بیان غرض مستاجر ہو شرط کی جانب نہین ہو لیکن یہ قول میرے نزدیک نہایت ضعیف ہو اسواسطے کہ اجارہ دراصل مستاجر کی نفع حاصل کرنے کی ضرورت کے واسطے مشروع ہوا ہو پس اُسکا بنفس خود انتفاع حاصل کرنا مقتضاے عقد سے ہوا اور اگر مالک مستاجر کا بنفس خود نفع اُٹھانا مقتضاے عقد نہین ہو لیکن غیر

مقتضائے عقد کے عقد میں شرط میں ضرر لگانا موجب فساد عقد نہیں ہوتا ہو جبکہ دونوں عاقدین میں سے کسی کے واسطے اسمیں نفع ہو بالاجماع یا دونوں میں سے کسی کے واسطے مضرت ہو بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے پس جبکہ دونوں میں سے کسی کے واسطے نفع یا ضرر نہو تو عقد فاسد نہوگا چنانچہ اگر اناج خریدا اور بائع نے مشتری پر شرط لگا لی کہ اسکو کھا دے تو فاسد نہیں ہوا اور اس مقام پر بھی دونوں میں سے کسی کے واسطے اس شرط میں نہ نفع ہو اور نہ ضرر ہو اور اگر عقد اجارہ میں جو چیز زراعت کریگا وہ بیان نکیا تو جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اجارہ فاسد ہو اور دوسرے مقام پر ذکر کیا کہ استحساناً اجارہ جائز ہو کذا فی الذخیرہ

محضر در مقدمہ دعوی اجارہ و در بنکہ موجر نے جو چیز اجارہ پر لی ہو اسپر قبضہ کر لیا۔ اس زید حاضر آمدہ نے اس عمرو حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس عمرو نے مجھے دس کھیت زمین از اراضی فلان جسکے حدود یہ ہین اجارہ پر دی تھی اور مجھے سپرد کر دی تھی پھر اسنے اس زمین پر بغیر حق اپنا قبضہ کر لیا پس اسپر واجب ہو کہ اس اراضی سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور تعرض چھوڑ کر مجھے سپرد کرے پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اسمین یہ ذکر نہین کیا کہ اسنے مجھے یہ اراضی اجارہ پر دی درحالیکہ یہ اس اراضی کا مالک تھا اور اسکا ذکر کرنا ضرور ہو اسواسطے کہ مالک کے سوا سے دوسرے کا اجارہ دینا صحیح نہین ہو اگرچہ اس کے بعد اسکا مالک ہو جاوے اور نیز یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے یہ اراضی مجھے اجارہ پر دی اور اُسوقت یہ اسکے قبضہ مین تھی حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہو اسواسطے کہ ہوسکتا ہو کہ اراضی خرید کردہ ہو مگر ہنوز اسپر قبضہ نکیا ہوا ور قبضہ سے پہلے اراضی خرید کردہ شدہ کا اجارہ دینا صحیح نہیں ہو یا تو باتفاق نہین صحیح ہو جیسا کہ قبضہ سے پہلے عقار کے فروخت کرنے میں ہو بنا بر قول بعضے مشائخ کے یا بالاتفاق نہین صحیح ہو جیسا کہ بعضے مشائخ نے فرمایا ہو۔ اور نیز اسوجہ سے کہ اُسنے یہ ذکر نکیا کہ یہ اراضی لائق زراعت تھی حالانکہ صحت عقد کے واسطے ضرور ہو کہ وقت عقد کے اراضی لائق زراعت ہو اور اس قول پر کہ باستحسان صحیح اجارہ کی طرف التفات نکیا جائیگا اسواسطے کہ ہوسکتا ہو کہ اراضی وقت عقد کے لائق زراعت نہو لیکن ایسی ہو کہ مستاجر کے درست کر لینے سے قابل زراعت ہو جاوے پس گمان کیا جائے کہ جو زمین ایسی ہو کہ مستاجر کی محنت و درستی سے قابل زراعت ہو جاوے صحت عقد کے واسطے کافی ہو۔

محضر۔ دعوی بقیہ مال اجارہ مفسوخہ۔ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا اور یہ شخص حاضر آمدہ اپنی بہن بالغہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے دعوی مذکورہ محضر کے واسطے وکیل ہو اور اپنی بہن صغیرہ مسماۃ فلانہ کی طرف سے باجازت حاکم دعوی مذکورہ محضر کے واسطے وصی ہو اور یہ سب اولاد فلان بن فلان ہین پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر اپنی ذات کیواسطے بطریق اصالت اور بالغہ بہن کی طرف سے بطریق وکالت اور بہن صغیرہ کے واسطے باجازت حکمی اس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آوردہ نے ہمارے باپ فلان کو تمام اراضی محدودہ مجدودہ جنکی حدین بیان ہوئین اسقدر دیناروں کے اجارہ طویلہ رسمیہ اجارہ دی تھی اور ہمارا باپ قبل اسکے کہ یہ اجارہ فسخ ہو اور قبل اسکے کہ مال اجارہ مذکورہ مین سے کچھ وصول کرلے مر گیا اور اسکی موت سے اجارہ فسخ ہوگیا اور یہ مال اجارہ جو اسقدر دینار ہین اسکے ان وارثون مذکور کے واسطے اسکی میراث ہوگیا سوائے ایک دینار کے کہ اُسمین سے کسی قدر کچھ مدت اجارہ گذرنے سے گیا اور کسی قدر اسوجہ سے گیا کہ ہمارے باپ نے اپنی زندگی مین اس سے اسکو بری کر دیا تھا پس اس مدعاعلیہ پر واجب ہو کہ یہ دینار ہائے مذکورہ سوائے ایک دینار کے سب ادا کرے تاکہ مدعی اپنا حصہ بطریق اصالت اور مسماۃ فلانہ اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت اور فلانہ اپنی بہن صغیرہ کا حصہ باجازت حکمی وصول کرلے پس یہ محضر بدین وجہ رد کر دیا گیا کہ اسمین مذکور ہو کہ مال اجارہ اسکے وارثون کے واسطے

میراث ہو گیا ہا سواے ایک دینار کے کہ اُنہین سے کسی قدر اسوجہ سے جاتا رہا کہ ہمارے باپ نے اُس موجر کو اپنی زندگی مین اُس سے بری کر دیا تھا حالانکہ اس صورت سے دعوی ابراء فاسد ہی اسواسطے کہ ابراء فقط بعد وجوب کے یا بعد سبب وجوب کے صحیح ہوتا ہی اور مستاجر کی زندگی مین مال اجارہ موجر پر واجب نہین ہی درحالیکہ اجارہ قائم ہوا در حالیکہ فسخ نہوا ہو۔ اور نیز سبب وجوب بھی پایا نہین گیا اسواسطے کہ سبب وجوب یہ ہی کہ اجارہ فسخ ہوجاوے اور اجارہ ہنوز فسخ نہین ہوا ہی اور دوسری علت آنہین یہ ہی کہ دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ مال اجارہ اس مدعی کو دیدے تاکہ وہ اپنا حصہ بطریق اصالت اور اپنی بہن بالغہ کا حصہ بطریق وکالت وصول کرے حالانکہ جو شخص خصومت کیواسطے وکیل ہو وہ امام زفر رحمہ کے نزدیک قبضہ کرنے کا مختار نہین ہوتا ہی اور اسی پر فتوی ہی پس بنابر مفتی بہ کے اُسکا حصہ موکلہ کا مطالبہ صحیح نہوگا۔ اور واضح ہو کہ پہلی وجہ رد محضر کے واسطے صحیح نہین ہی اسواسطے کہ دعوی ابراء اگرچہ صحیح نہوا لیکن یہ ایسی بات ہی کہ اُسکے ذمہ لازم آسکے اور اس سے باقی مال اجارہ کے دعوی مین کچھ خلل نہوگا کیونکہ یہ مال تو اُنکا حق بذمہ موجر لازم آیا ہی۔

محضر۔ دعوی مال اجارہ مفسوخہ از وارثان مستاجر بسبب موت موجر۔ اور اس محضر مین وارثان مستاجر کی طرف سے دعوی ٹھیک تھا اُسمین کوئی خلل نہ تھا سوہ لکھا کہ مدعا علیہ نے دفع دعوی مدعی کے واسطے بیان کیا کہ تیرے باپ نے میرے باپ سے میرے باپ کی زندگی مین اسقدر من گیہون بعوض مال اجارہ کے جسکا تو دعوی کرتا ہی وصول کیے ہین پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مال اجارہ کے عوض گیہون دینا جبھی ہو سکتا ہی کہ جب مال اجارہ واجب ہوجاوے حالانکہ موجر کی زندگی مین موجر پر مال اجارہ واجب نہوگا اسواسطے کہ موجر کی زندگی مین اجارہ بحال خود قائم تھا اور مال اجارہ جب ہی واجب ہوتا ہی کہ جب اجارہ فسخ ہوجاوے پس ایسی حالت مین مال اجارہ کے عوض مستاجر کا گیہون وصول کر لینا کیونکر متصور ہو سکتا ہی اور دوسری علت یہ ہی کہ اُسنے یہ بیان نہ کیا کہ اُسنے گیہون عوض مین دیے ہین بلکہ یہ ذکر کیا کہ تیرے باپ نے عوض مین گیہون وصول کر لیے ہین اور اُسکے عوض مین وصول کرنے سے گیہون عوض نہ ہوجاوینگے جب تک کہ گیہون کے مالک کی طرف سے بطور عوض دینا ثابت نہو۔

اجارہ نامہ پیش کیا گیا جسمین لکھا تھا کہ فلان نے فلان کو اراضی محدودہ بحدود چنین وچنان جو لائق زراعت ہی اس شرط پر اجارہ دی کہ مستاجر اُسمین اس چیز کی زراعت کرے تو بعض نے فرمایا کہ یہ اجارہ نامہ باطل ہی اسواسطے کہ کسی خاص چیز کی زراعت کی مزارعت مین شرط کرنا مقتضیات عقد مین سے نہین ہی پس ایسی عقد مین ایسی شرط لگائی جو مقتضاے عقد نہین ہی حالانکہ اُسمین ہر دو عاقدین مین سے ایک کے واسطے نفع ہی اور وہ موجر ہی اور ایسی شرط بالاتفاق موجب فساد عقد ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ اتنی بات سے تجویز فاسد نہوگی اسواسطے کہ ایسے مقام پر یہ کہنا علی ان یزرع فیہا کذا کہ اُسمین یہ چیز زراعت کرے اور یہ کہنا لیزرع فیہا کذا تا کہ اُسمین اس چیز کی زراعت کرے دونون یکسان ہین اور ظاہر ہی کہ لیزرع فیہا کذا کہنا شرط نہین ہی بلکہ یہ بیان کے واسطے ہی پس موجب فساد نہوگا اور موجب فساد کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ ہمنے اس سے پہلے جامع صغیر سے نقل کر دیا ہی کہ اگر مستاجر نے یہ بیان نکیا کہ وہ کس چیز کی زراعت کریگا تو عقد فاسد ہوگا پس جس چیز کی زراعت کریگا اُسکا بیان ترک کرنے سے جب عقد فاسد ہوتا ہی تو بیان کرنے سے کیونکر فاسد ہوگا۔

محضر در بیان شناخت مملوک۔ شیخ الاسلام علی سغدی رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک محضر کے اول مین لکھا ہی کہ زید بن عبداللہ ہندی نے فلان پر دعوی کیا تو جواب دیا کہ یہ صحیح نہین ہی اسواسطے کہ اسطرح نسبت کرنے سے آگاہی شناخت

یعنی وہ مال اجارہ [illegible] [illegible] [illegible]

نہین ہوتی ہی اور واجب ہی کہ یون لکھا جائے کہ وہ فلان کا غلام ہی یا فلان کا مولی ہی یعنے آزاد کیا ہوا غلام ہی اور نیز محضر
مین لکھا تھا کہ قرضدار فلان نے اُسکے واسطے اسکا اقرار بطوع خود کیا تو فرمایا کہ یہ ضرور بیان کرنا چاہیے کہ وہ زید
بن عبداللہ آزاد ہی اُسکو اُسکے مولے نے آزاد کیا ہی تاکہ اقرار اسکے واسطے اور مال اُسکے واسطے ہو یا یہ بیان کرے کہ
وہ اپنے مولی کا غلام محجور ہی تاکہ اقرار اُسکے مولے کے واسطے واقع ہو اور مال اُسکے مولی کا ہو یا یون بیان کرے کہ
ماذون مدیون ہی پس اقرار اُسکے واسطے ہوگا اور مال اُسکے مولی کی ملک ہوگا اور حکم اقرار باختلاف اقوال مختلف ہوتا ہی
اسواسطے اسکا بیان کرنا ضرور ہی اور فرمایا کہ آزاد شدہ کی شناخت اُسکے مولے کی طرف نسبت کرنے سے ہوتی ہی اور اگر
اُسکا مولی بھی آزاد کیا ہوا ہو تو ضرور یون کہنا چاہیے کہ وہ فلان کا آزاد کیا ہوا ہی اور اگر تیسرا مولی بھی آزاد کیا ہوا ہو اور
اُسکو اُسکے مولے آزاد کرنے والے کی طرف منسوب نہ کیا تو مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ تیسرا مولے ایسا ہی جیسے
نسب مین دادا ہوتا ہی پس اسپر اقتصار کرنا جائز ہی

سجل پیش کیا گیا جسمین قاضی سمرقند کے نائب کا حکم ہی پس وہ چند وجوہ سے رد کر دیا گیا اول آنکہ اُسمین لکھا تھا کہ فلان نے
حکم کیا اور وہ قاضی سمرقند فلان کا نائب ہی اور اسمین یہ ذکر نکیا کہ قاضی سمرقند کو خلیفہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہی دوم آنکہ اسمین
لکھا تھا کہ قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی تھا حالانکہ بخلاف واقع تھا بلکہ قاضی سمرقند از جانب خاقان قاضی
تھا اور خاقان محمد از جانب سلطان سنجر والی تھا لیکن اسمین مضائقہ نہین ہی اسواسطے کہ قاضی سمرقند جب خاقان محمد کیطرف سے قاضی ہوا
اور خاقان محمد سلطان سنجر کا نائب ہی تو قاضی سمرقند از جانب سلطان سنجر قاضی ہوگا آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ ولایت سلطان سنجر
کی اہل سمرقند پر ابتدا مین ظاہر تھی وسوم آنکہ گواہون کے انہی گواہی مین فقط اسقدر بیان کیا کہ جس چیز کی نسبت دعوے
واقع ہوا ہی اس مدعی کی ملک ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی اور یہ نہ کہا کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ اس سے
اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے اس دعوے کی چیز کو اس مدعی کے سپرد کرے تو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہی بعض نے فرمایا کہ
اسکا ذکر کرنا ضرور ہی اور ہم اگرچہ ایسا نہین کہتے ہین لیکن اسکا لکھ دینا ضرور چاہیے تاکہ اسمین کوئی طعن نہ کر سکے چہارم
آنکہ اُسکے آخر مین لکھا تھا کہ مین نے اپنے اس حکم کو قاضی فلان کے نافذ کرنے پر موقوف رکھا اور قاضی فلان وہ ہی جسنے اُسکو
قاضی مقرر کیا ہی اور یہ اس حکم کو حکم ہونے سے خارج کرتا ہی اسواسطے کہ جو کسی چیز پر موقوف و معلق ہو وہ اسکے پائے
جانے سے پہلے ثابت نہین ہوتا ہی اور یہ خلل قوی ہی بشرطیکہ حکم اسی طور سے پایا گیا ہو اور اگر یہ حکم مطلقاً پایا گیا ہو لیکن
لکھنے والے نے اسطور سے لکھا تو یہ حکم مین خلل نہوگا بلکہ تحریر مین اس سے خلل ہوگا یہ فصول استروشنی مین ہی
محضر جسمین غلام اجارہ پر دینے کا دعوے مذکور ہی اسکی صورت یہ مذکور ہی کہ زید نے ایک شخص کے پاس جو غلام ہی اُسکا
دعوی کیا کہ مین نے یہ غلام اس قابض کو ایک درم روزانہ پر اجارہ پر دیا تھا اور اتنے ایام گذر گئے ہین پس اسپر واجب
ہی کہ یہ غلام مع اسقدر اجرت کے مجھے سپرد کرے پس یہ محضر اس علت سے رد کر دیا گیا کہ اسنے یہ ذکر کیا ہی کہ مین نے ایک درم
روزانہ پر اجارہ پر دیا اور مدت اجارہ کی کوئی انتہا بیان نہ کی ہر روز جو آتا ہی اُسمین نیا اجارہ منعقد ہوتا ہی اور یہ روز
جسمین دعوی واقع ہوا ہی اسمین اجارہ منعقد ہوا اور مستاجر کو اُس سے انتفاع حاصل کرنے اور روکنے کا اختیار ہی اپس کیونکر مدعی کیطرف
سے مستاجر پر اُسکے سپرد کر دینے کا مطالبہ صحیح ہوگا اور اگر اسکے واسطے کوئی مدت بیان کی ہو اور یہ دعوی کا روز منجملہ مدت مذکور کے ہو
تو بھی یہی ہوگا اسواسطے کہ جب یہ روز دعوی منجملہ مدت اجارہ کے ہو تو عقد اجارہ مین داخل ہوگا اور مستاجر کو اختیار ہوگا

کہ غلام کو اپنے پاس روک رکھے اور اُس سے انتفاع حاصل کرے اور یہ نہو جو کہ اُسنے کذا و کذا اجرت کا دعوے کیا اور محضر دعوی مین لکھا ہو کہ اُسنے غلام اجارہ پر دیا اور بعد بہت سے کلمات لکھنے کے بیان کیا اور اُسکے سپرد کر دیا اور یون بیان نکیا کہ اور یہ غلام اُسکے سپرد کر دیا پس ایسی تحریر سے غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ جائز ہو کہ اُسنے کوئی اور چیز سپرد کی ہو اور جبتک غلام کا سپرد کر دینا ثابت نہو تبتک اجرت واجب نہوگی پس اجرت کا مطالبہ کرنے کا دعوے ٹھیک نہوگا۔

خط صلح وابرار۔ ایک خط پیش ہوا جسمین صلح وابرار کا ذکر تھا اور اُسمین لکھا تھا کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان پر مال معلوم کا دعوے کیا پس فلان نے اُس سے ہزار درم پر صلح کر لی اور فلان نے بدل الصلح پر قبضہ کر لیا اور اُسکے آخر مین لکھا کہ مدعی نے مدعا علیہ کو اپنے تمام دعوے وخصومات سے براءت صحیح عام بری کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ صلح صحیح نہین ہو اسواسطے کہ اُسمین مقدار مال مدعو بہ مذکور نہین ہو حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہو تاکہ معلوم ہو کہ صلح باسقاط واقع ہوئی یا معاوضہ اور تاکہ معلوم ہو کہ صلح صرف ہو کہ جسمین مجلس صلح مین بدل الصلح پر قبضہ شرط ہو یا نہین شرط ہو اور یہ ذکر کیا ہو کہ بدل صلح پر مجلس مین قبضہ ہو گیا اور یہ بیان نہ کیا کہ مجلس صلح مین قبضہ ہو گیا پس باوجود اس احتمال کے صلح کے صحیح ہونے کا حکم نہین دیا جاسکتا ہو اور چونکہ ابراء بسبیل عموم واقع ہوا ہو یعنی بطور عام اُسنے بری کر دیا ہو اسوجہ سے مدعی کا کوئی دعوے اسکے بعد مدعا علیہ مذکور پر مسموع نہوگا اور نامسموع ہونا اسوجہ سے نہین ہو کہ صلح صحیح ہو۔

محضر مین میت کے وارثون کے حضور مین میت پر مال مضاربت کا دعوے مذکور ہو یہ ہین صورت کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ فلان وفلان وفلان کو جو سب اولاد فلان ہین حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے ان سب پر جنکو حاضر لایا ہو دعوے کیا کہ مین نے اسکے مورث فلان کو ہزار درم بطریق مضاربت دیے تھے اور اُسنے ان درمون مین تصرف کرکے طرح طرح کا نفع حاصل کیا پھر وہ قبل تقسیم مال کے اور قبل اسکے کہ رب المال کو اُسکا راس المال دیدے اور نفع تقسیم کرکے دیدے اس مال کو بتجہیل چھوڑ کر مر گیا یعنی بیان نہ کیا اور یہ اُسکے ترکہ مین قرضہ ہو گیا اسکے آخر تک پس بعض نے فرمایا کہ اگر دعوے راس المال ومنافع دونون کا ہو تو مقدار نفع بیان کرنا ضرور ہو اور اسکے چھوڑنے مین خلل پیدا ہوگا اور اگر فقط راس المال کا دعوی ہو تو مقدار نفع کا بیان چھوڑنے مین کچھ مضائقہ نہین ہو۔

محضر جسمین قیمت اعتاق مستہلکہ کا دعوے ہو۔ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو کو لایا پھر اس زید نے اس عمرو پر ہزار دینار قیمت اپنے مال کے عین مین سے کسی مال عین تلف کردہ کا جسکو سمرقند مین تلف کیا ہو دعوی کیا۔ تو یہ محضر بچند وجوہ رد کر دیا گیا اول آنکہ اُسنے مال تلف کردہ کو بیان نہین کیا حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہو کیونکہ بعض مال مین ایسے ہوتے ہین جنکے تلف کرنے پر اُنکی قیمت واجب ہوتی ہو اور بعض ایسے ہین کہ تلف کرنے پر اُسکے مثل ضمان واجب ہوتی ہو اور شاید یہ مال تلف کردہ ایسا ہو جسکی ضمان بمثل واجب ہوتی ہو تو مطلقاً دعوے قیمت کس طرح ٹھیک ہوگا اور اسوجہ سے کہ امام اعظم رح کے اصول مین سے یہ ہو کہ فقط تلف کرنے سے مالک کا حق اس مال عین سے منقطع نہین ہوتا ہو اور اسیواسطے امام رح نے جو مال مغصوب تلف کر دیا ہو اُس سے اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز رکھا ہو اور اُسکا حق مال عین سے منقطع ہو کر قیمت کے ساتھ جبھی متعلق ہوتا ہو کہ جب حکم قاضی جاری ہو یا باہم دونون اسپر رضامند ہون اور قبل اسکے مالک کا حق متعلق بعین ہوتا ہو پس اسکا بیان کرنا ضرور ہو اور اسوجہ سے کہ اُسنے بیان نہ کیا کہ مقدار اس مال عین تلف کردہ کی قیمت سمرقند یا بخارا مین یہی ہو جہان اُسکو تلف کیا ہو اور مختلف شہرون مین ایک ہی چیز کی قیمت مختلف ہو جاتی ہو

اور معتبر اُسی مقام کی قیمت ہی جہان اُسکو تلف کردیا ہو پس اسکا بیان کرنا ضرور ہی۔

محضر جسمین گیہون کا دعوے ہو صورت یہ ہو کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو حاضر لایا پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اس حاضر آمدہ سے ہزار من گیہون لیکر اپنے قبضہ مین اسطرح کیے تھے کہ اُنکا واپس کرنا واجب تھا اور گیہون کے اوصاف بیان کردیے اور ایسا ہی اس حاضر آوردہ کے بھائی بکر نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین ان گندم موصوفہ پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہو کہ اُسنے فارسی مین کہا ہو کہ ترا ہزار من گندم آبے پاکیزہ میانہ سرخ تتا بوزن اہل بخارا با من ست اور یہ اقرار صحیح کیا جسکی اس حاضر آمدہ نے خطاباً تصدیق کی ہو پھر اس بکر نے قبل اسکے کہ ان گیہوؤن مین سے کچھ ادا کرے وفات پائی در حالیکہ ان گیہوؤن کو وجہ تجہیل چھوڑ کر بدون بیان کرنے کے مراد پس یہ گیہون مذکورہ اس حاضر آمدہ کے واسطے اُسکے ترکہ مین مضمون ہوے اور وارثون مین اپنا یہ بھائی چھوڑا ہو اور ترکہ مین اس بھائی کے قبضہ مین طرح طرح کا مال چھوڑا ہو جسمین ہزار من گیہون بھی اسی وصف مذکورہ کے مین پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہو کہ اس مدعی کو مثل گندم مدعو بہ کے ترکہ کے گیہون سے جو باوصاف مذکورہ ہین ادا کرے اور گواہون نے مدعا علیہ کے ایسے اقرار کی گواہی دی پس یہ محضر تین وجہ سے رد کردیا گیا اول آنکہ اُسنے پہلے دعوے کیا کہ میرا مال اسطرح اپنے قبضہ مین لیا ہو جسمین واپس کرنا واجب ہو اور قبضہ مطلق اور قبض المخصوص جسمین یہ وصف بھی بیان ہو کہ اُسکا رد کرنا واجب ہو راجع بجانب غصب ہوتا ہو اسیطرح مطلق لے لینا بھی یہی حکم رکھتا ہو پھر اُسنے کہا کہ ایسا ہی مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اُسنے فارسی مین کہا کہ ترا ہزار من گندم الی آخرہ جیسا کہ تحریر ہوا اور یہ اقرار مدعا علیہ ایسا نہین ہو جیسا مدعی نے دعوے کیا ہو کیونکہ مدعا علیہ نے کہا کہ ترا با من ست اور یہ مدعا علیہ کی طرف سے ودیعت ہونیکا اقرار ہو اور گواہون نے اقرار مدعا علیہ کی گواہی دی ہو اور اقرار مدعا علیہ ودیعت ہونیکا ہو پس اُنکی گواہی ودیعت ہونے کی ہوئی پس گواہی موافق دعوی مذکورہ کے نہوئی۔ دوم آنکہ مدعی نے اُسپر بوزن دہ من دعوی کیا ہو اور گیہون کی ضمان طلب کی ہو اور تاوان ادا کرنے پر جسکا تاوان ادا کیا ہو وہ ضامن کی ملک ہو جاتا ہو پس ان وزن کیے ہوے گیہوؤن مین ادا اسکی ضمان مین مقابلہ ہوا اور گیہون کیلی ہین وزنی نہین ہین پس ایسی صورت مین وزن دہ من کے ساتھ اُسکا دعوی صحیح نہوگا۔ سوم آنکہ اُسنے کہا کہ پھر اسکے مثل ترکہ مین ادا کرنا واجب ہو حالانکہ وارث پر عین ترکہ مین سے قرضہ ادا کرنا لامحالہ واجب نہین ہوتا ہو بلکہ وارث کو اختیار ہوتا ہو چاہے ترکہ مین سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے ادا کردے اور وارث کے قبضہ مین ترکہ ہونے کی شرط اسواسطے ہو کہ اُسپر مطالبہ قائم ہو سکے اسواسطے نہین ہو کہ اُسمین سے لامحالہ ادا کرے اور واضح ہو کہ تیسرا اعتراض صحیح نہین ہو اسواسطے کہ اصل وجوب ترکہ مین ہوتا ہو لیکن وارث کو یہ اختیار دیا جاتا ہو کہ اپنے مال سے قرضہ ادا کرکے ترکہ بچا لیوے اور رہیگا وہ ثابت ہوا کہ اصل وجوب ترکہ مین ہوتا ہو تو نظر بر اصل مذکور ترکہ سے ادا کرنے کا دعوی ٹھیک ہوا

محضر عدالیات پر بغیر حق قبضہ کرکے تلف کر دینے کے دعوے مین۔ اسکی صورت یہ ہو کہ زید نے حاضر ہو کر عمرو حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس حاضر آمدہ سے بغیر حق دراہم عدلیہ (اُنکے عدد و صفت و جنس بیان کر دی ہو) اپنے قبضہ مین لیکر اُنکو تلف کر دیا ہو پس اسپر واجب ہو کہ مثل ان دراہم عدلیہ کے اگر اسکے مثل پائے جاوین یا اُنکی قیمت اگر اُنکے مثل نہ پائے جاوین اس حاضر آمدہ کو ادا کرے اور قبضہ کے روز ان عدالیہ کی قیمت اسقدر تھی اور آج کے روز اسقدر ہو پس بعضے مشائخ نے گمان کیا کہ اس دعوے مین ایک نوع کا خلل ہو

بدین وجہ کہ اُسنے یہ ذکر کیا کہ اسنے ان درمون پر بغیر حق قبضہ کیا اور اُنکو تلف کر دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اُسنے بغیر حق و بغیر حکم مالک تلف کر دیا ہے اور اسمین احتمال ہے کہ شاید تلف کرنا باجازت مالک تھا یا بدون اجازت مالک تھا اور اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا گیا کہ اگر مانا کہ تلف کرنا موجب ضمان اسوجہ سے نہین ہو سکتا ہے کہ اسمین احتمال ہے تو غصب سابق پر یہی (تلاف) ضمان واجب کرنے کے واسطے کافی ہے۔ پھر اس جواب کا جواب اسطرح دیا گیا کہ غصب سابق کی وجہ سے ضمان کا واجب کرنا ممکن نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید مالک ان درمون کے قبضہ کرنے پر راضی ہو گیا ہو اور مالک جب غاصب کے قبضہ کر لینے پر راضی ہو جاتا ہے اور غاصب نے بغرض حفاظت قبضہ کیا ہو تو ضمان سے بری ہو جاتا ہے اسکو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے آخر کتاب الصلح مین ذکر کیا ہے۔ اور اکثر مشائخ کے نزدیک اصل خلل مذکور درحقیقت کچھ خلل نہین ہے اسوجہ سے کہ غصب و قبضہ ناحق فی نفسہ وجوب ضمان کے واسطے صالح ہے اسیطرح تلف کر دینا بھی فی نفسہ وجوب ضمان کے واسطے سبب صالح ہے لیکن مالک کا قبضہ غاصب کی یا تلف کرنے کی اجازت دیدینا غاصب کو ضمان سے بری کرتا ہے مگر مدعی پر اسکے نفی یا اثبات سے تعرض کرنا کچھ واجب نہین ہے لیکن اگر اسمین سے مدعا علیہ نے کسی چیز کا دعوے کیا تو ایسی صورت مین یہ مدعی کے دفعیہ کا دعوے ہو جائیگا ہان اگر مدعی کے ذمہ اسکے بیان کی شرط کیجاوے تو اُسپر اُس تفصیل کا بیان کرنا لازم ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر مدعی نے اس دعوے مین تلف کر دینے کا ذکر نہ کیا بلکہ فقط ناحق قبضہ کر لینے کا ذکر کیا تو چاہیئے کہ مدعا علیہ سے پہلے بعینہٖ ان درمون کے واپس دینے کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ درہم اگر بعینہٖ قائم ہون اور اُنپر ناحق قبضہ کرنا ثابت ہو تو مدعا علیہ پر بعینہٖ ان درمون کا واپس دینا واجب ہوگا کیونکہ سابق مین معلوم ہو چکا ہے کہ درم و دینار غصب کی صورت مین متعین ہو جاتے ہین پس مدعی بعینہٖ ان درمون کے واپس دینے کا مطالبہ کرے پس جب وہ بعینہٖ ان درمون کے دینے سے عاجز ہوگا تو انکے مثل واپس دیگا پھر اگر مثل دینے پر بھی قادر نہوا تو اُنکی قیمت دیگا۔ اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ مدعی کو چاہیئے کہ پہلے ان درمون کے حاضر لانے کا مدعا علیہ سے مطالبہ کرے تاکہ اُنپر گواہ باشارہ قائم کرے پھر اُس سے ان درمون کے اپنے سپرد کرنے کا مطالبہ کرے جیسا کہ دیگر اموال منقولہ مین حکم ہے لیکن ہم کہتے ہین کہ اسصورت مین مطلقاً یہ مطالبہ کہ حاضر لاوے ٹھیک نہین ہو سکتا ہے بخلاف باقی منقولات کے اسواسطے کہ منقولات مین حاضر لانے کا مطالبہ اسی غرض سے ہوتا ہے کہ جب گواہ گواہی دین تو مدعی بہ کی طرف اشارہ کرین اور اس مقام پر گواہون سے اشارہ ممکن نہین ہو سکتا ہے کیونکہ درہم ایک دوسرے سے [جس چیز کا دعوے ہے ۱۲] مشابہ ہوتے ہین پس ہو سکتا ہے کہ اشارہ دوسرے درمون کی طرف واقع ہو بخلاف باقی منقولات کے کہ بظاہر اُنکی شناخت ہو سکتی ہے لیکن اگر ان درمون پر ایسی کوئی علامت ہو جس سے اپنے جنس کے دوسرے درمون سے اُنکی تمیز ہو سکتی ہے تو ایسی صورت مین البتہ حاضر لانا شرط ہوگا۔

محضر دعوی ثمن۔ صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ مین نے اسکے ہاتھ تین گز اطلس عدنی کا ٹکڑا (اُسکا طول و عرض بیان کر دیا ہے) بعوض ثمن معلوم کے فروخت کیا اور یہ ثمن بھی بیان کر دیا ہے اور اسنے مجھسے یہ ٹکڑا اطلس کا مجلس بیع مین اسی ثمن معلوم کے عوض جو بیان کیا گیا ہے خرید اور دو کلاہ عراقی و ازار ہ تکمہ اسقدر ثمن کے عوض فروخت کیے اور (ثمن کو بیان کر دیا ہے) اور اس مشتری کے سپرد کر دیے ہین اور اسنے مجھسے لیکر قبضہ مین کر لیے لیکن

مگر ثمن نہیں دیا ہے پس اُسپر واجب ہے کہ ثمن مذکور ادا کرے اور محضر میں شرائط خرید و فروخت بلوغ و عقل وغیرہ سب بیان کر دیے ہیں پھر ثمن مذکور کا مطالبہ کیا اور مدعا علیہ نے اس سے خرید کرنے سے انکار کیا اور اسپنے اوپر ثمن واجب ہونے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوی کے موافق گواہ قائم کر دیے جیسے شرائط چاہییے ہیں سب گواہی میں موجود تھے پھر محضر تحریر کر کے فتوی طلب کیا گیا تو بعضے مفتیوں نے زعم کیا کہ اس دعوے میں خلل ہے از ینجہت کہ اُسنے محضر میں یہ نہیں ذکر کیا کہ آیا مبیع بائع کی ملک تھی یا نہ تھی کیونکہ جائز ہے کہ اُسنے غیر کی ملک بدون اسکی اجازت کے فروخت کر دی ہو پس ثمن کا مطالبہ کرنے کا استحقاق حاصل نہو گا اور اس وجہ سے کہ اُسنے محضر میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ انداز ناپ کی اہل بخارا کے گز دن سے ہے یا اہل خراسان کے گزون سے ہے اور ان دونوں میں تفاوت ہے پس مبیع مجہول رہیگی لیکن قائل کا زعم موجب خلل نہیں ہو سکتا ہے اور دونوں کی تفصیل یہ ہے کہ اول اسوجہ سے نہیں ہو سکتا ہے کہ اُسنے دعوی میں ذکر کیا کہ بائع نے اس مبیع کو مشتری کے سپرد کر دیا اور یہ سپرد کر دینا بمنزلہ اس قول کے ہے کہ یہ میری ملک تھی اور یہ مسئلہ کتاب الشہادات میں ہے۔ اور دوم اسوجہ سے نہیں ہو سکتا ہے کہ اُسنے دعوے میں ذکر کیا ہے کہ اُسنے مشتری کے سپرد کر دی اور بعد سپرد کرنے اور قبضہ کرنے کے مدعی بہ درحقیقت وہ ثمن ہے کہ عقد سے واجب ہو کر اُسکے ذمہ قرضہ ہو گیا ہے اور ثمن میں کچھ جہالت نہیں ہے اور خلل اس دعوے میں دوسری وجہ سے ہے کہ دعوے میں یہ مذکور ہے کہ اُسنے اُسکے ہاتھ اطلس کا ٹکڑا اس صفت کا اور دو ٹوپیاں اس صفت کی فروخت کیں اور مشتری نے انکو اُس سے خرید کیا اور بائع نے اسکو مشتری کے سپرد کیا اور یہ نہیں کہا کہ بائع نے انکو فروخت کیا اور مشتری نے انکو خریدا اور بائع نے انکو سپرد کیا یا بعد ازانکہ بائع نے اس سب کو فروخت کیا مشتری نے اس سب کو اُس سے خرید لیا اور بائع نے اس سب کو مشتری کے سپرد کیا اور اسنے سب پر قبضہ کر لیا تاکہ یہ سب میں سے ہر ایک سے متعلق ہو ورنہ شاید یہ ہو کہ اُسنے اطلس کا ٹکڑا اور ٹوپیاں فروخت کیں اور مشتری نے فقط اطلس کا ٹکڑا خریدا ٹوپیاں نخریدیں یا اطلس کا ٹکڑا اسپرد کیا ٹوپیاں سپرد نہیں کیں غایت ما فی الباب یہ ہے کہ کلمہ ہا ضمیر اینے اس جائز ہے کہ ہر ایک کی طرف راجع ہو دلیس قولہ انکو سپرد کیا یہ معنی ہوے کہ اس ہر ایک کو سپرد کیا لیکن یہ بھی جائز ہے کہ ایک ہی کی طرف راجع ہو پس یہ احتمال دور نہو گا پس ضرور ہے کہ ایسا کوئی لفظ ذکر کیا جاوے جس سے یہ احتمال مذکور زائل ہو اور وہ لفظ ان ہی یا سب ہے اور بدون اسکے یہ احتمال زائل نہو گا تو مبیع اور جو چیز سپرد کی ہے سب مجہول رہی پس بعض کا دعوے درست نہو گا پس سب دعوے رد ہو گا کیونکہ جو کچھ سپرد کیا ہے وہ معلوم نہیں ہے تاکہ اسی کے قدر دعوے ثمن مستقیم ہو

محضر جسمین وکیل نے اپنے موکل کی ودیعت کا دعوے کیا ہے ... کی طرف سے ثابت ہو یہ دعوے کیا کہ اُسکے باپ نے اس حاضر آوردہ کو ... اپنے عدد اور اُسکی صفت ایسی اور رنگ ایسا ہے اور سر و پاچ کا طول اسقدر عرض اسقدر ہے بطریق امانت کے دیے تھے اور اُسکے باپ کو اسپر قابو نہ ملا کہ اس سے لے لے اور اسکے والد نے اس حاضر آمدہ کو وکیل خصومت کیا کہ جب اس حاضر آوردہ کو پاوے اُس سے اس معاملہ میں خصومت کرے اور اس سے اس مال کے وصول کرنے کا بھی وکیل کیا ہے اور یہ وکالت اُسکے حق میں مجلس قضا میں ثابت ہو گئی ہے پس اس مدعا علیہ پر دعوی کیا کہ یہ مال مجلس قضا میں حاضر لا دے تاکہ وکیل اسپر گواہ قائم کرے پس مدعا علیہ نے سرے سے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے کہ اس مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مین نے اسکے والد سے یہ مال مذکورہ کو اپنے قبضہ میں لیا تھا لیکن اسکے والد کو واپس کیا ہے پھر محضر لکھا گیا اور مفتیوں سے فتوی طلب کیا گیا پس مفتیوں نے

جواب لکھا کہ اسمین خلل ہوا اور شاید وجہ خلل یہ ہو کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہین کیا کہ مدعی نے اُسکے اس قول کی کہ باز پہ چکردم تکذیب نہین کی ہو اور یہ اسوجہ سے کہ مدعی نے اگر اُسکے اس قول کی کہ مین نے اسکے والد کو پھیر والیس دیئے ہین تصدیق کی تو پھیر اُسکو حق خصومت باقی نہ رہیگا پس ضرور ہو کہ ردکرنے مین تکذیب کرنا بیان کرے تاکہ اُسکی طرف سے مجلس قضا مین حاضر لانے کا دعوی ٹھیک ہو۔ اور میرے نزدیک یہ بات خلل نہین ہو اسواسطے کہ جب اُسنے تختہائے مذکور مجلس قضا مین حاضر لانے کا مطالبہ کیا تو یہ اُسکے قول واپس کرنے کی تکذیب ہو۔

محضر در بنکہ ایک عورت نے ایک مرد کی مقبوضہ حویلی کا جسکو اس عورت نے اپنے والد سے خریدا ہو دعوی کیا۔ ایک عورت نے ایک مرد پر ایک حویلی کا جو اُسکے قبضہ مین ہو دعوی کیا اور کہا کہ یہ حویلی (اور اُسکی جگہ و حدود بیان کرتی ہو) میرے والد فلان کی ملک و حق تھی اور اُسنے میرے ہاتھ بعوض اسقدر ثمن کے فلان مہینہ مین درحالیکہ وہ نافذ التصرف تھا فروخت کی ہو اور مین نے اسکو بعوض اسقدر ثمن مذکور کے اسی مجلس بیع مین بحالت اپنی صحت تصرفات کے خریدی ہو اور آج کے روز بدین سبب مذکور یہ تمام حویلی میری ملک و حق ہو اور اس قابض حاضر آور وہ نے اُسپر اپنا قبضہ جدید ناحق کر لیا پس اسپر واجب ہو کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے اور مجھے سپرد کرے پس مدعا علیہ نے جواب دیا کہ این منزل ملک من است باین مدعیہ سپردنی نیست باین سبب کہ دعوی میکند۔ پھر مدعیہ مذکورہ چند نفر حاضر لائی اور بیان کیا کہ یہ میرے گواہ ہین پھر ہر ایک گواہ نے بعد درخواست گواہی کے اسطرح گواہی دی کہ گواہی میدہم کہ این فلان بن فلان والد این مدعیہ اقرار کرد بر حال روا سے اقرار وگفت من آنخانہ کہ حدود وے درین محضر مذکور ست باین دختر خویش فلانہ فروختہ ام ووے این خانہ از من خریدہ است بہمین بہا کہ درین محضر مذکور ست بہمین تاریخ کہ درین محضر مذکور ست فروختنی وخریدنی درست وامروز این خانہ ملک این فلانہ ہست باین سبب کہ اندرین محضر یاد کردہ شدہ است واین مدعا علیہ دست کوتاہ کردہ ہست واین خانہ بناحق اور مفتیون سے استفتا طلب کیا پس بعض نے زعم کیا کہ اسمین خلل ہو از ینجہت کہ اُسنے دعوے مین ذکر کیا ہو کہ اُسنے اس مدعیہ کے ہاتھ بتاریخ فلان فروخت کی اور ایسا ہی اقرار بائع کا اس تاریخ بیع کا مذکور ہو اور یہ موجب خلل ہو اسوجہ سے کہ اُسنے اقرار کی اضافت بسوے تاریخ بیع بروز فلان کی ہو اور شاید یہ اقرار قبل بیع واقع ہونے کے ہو مگر یہ زعم فاسد ہو اسوجہ سے کہ اقرار اگر بیع سے پہلے ہونے پر محمول کیا جاوے تو باطل ہوگا اور اگر بیع کے بعد ہونے پر محمول کیا جاوے تو صحیح ہوتا ہو اور عاقل کے تصرف مین اصل یہ ہو کہ اُسکی تصحیح کی جاوے نہ یہ کہ اُسکو باطل کیا جاوے۔ اور نیز اس زعم کرنے والے نے زعم کیا کہ الفاظ شہادت مین بھی خلل ہو کہ گواہون نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ اُسنے بیع کا اقرار کیا اور اُسکے اقرار کی گواہی دی پھر کہا کہ آج کے روز یہ حویلی اس سبب سے جو محضر ہذا مین مذکور ہو اس مدعیہ کی ملک ہو اور محضر مین سبب مذکور بیع ہوا ور اقرار بیع سبب ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا ہو حالانکہ اُنھون نے بیع پر گواہی نہین دی ہو پس گواہی باطل ہوگی۔ اور اسکا جواب دو طرح سے ہو ایک یہ کہ یہ امر اُنکی گواہی مین موجب فساد و خلل نہین ہو اسواسطے کہ جب گواہون نے اقرار بائع بیع کی اور اقرار مدعیہ تحریری کی گواہی دی تو گواہون کی گواہی سے خرید و فروخت ثابت ہوگئی لیکن بربنا و اقرار ثابت ہوئی۔ اور بیع سبب ملک ہو۔ اور دوم یہ کہ گواہون نے بائع کے اقرار بیع کی گواہی دی اور ہم کو یہ علم نہین ہو کہ ابتداے بیع پر اُنکی گواہی نہین ہو اور شاید گواہ لوگ ابتداے بیع پر گواہ ہوے ہون لیکن جبکہ اُنھون نے اقرار بائع بیع کی اولاً گواہی دی پھر بیع کی گواہی دی اور یہ سبب موجب ملک ہو تو گواہی مین کوئی خلل نہوا

اقرار یقینی کی قسم کا فرق مختصر نہین ہوتا عقار ۱۲

محضر - دعویٰ ثمن روغن سمسم - ایک شخص نے دوسرے پر چند دینار نیشاپوری جید کا حق واجب و دین لازم بسبب صحیح شرعی ہونے کا دعوے کیا اور سبب انہین بیان کر دیا اور مدعا علیہ نے ان دینار ہون مذکورہ کا اپنے اوپر بسبب صحیح ہونے کا کہ اُسنے اس مدعی سے اسقدر روغن سمسم صاف اور ستہرا صاف بیان کر کے بیع صحیح خریدا اور اس سے لیکر قبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہو اقرار کیا ہیں اس مدعا علیہ پر واجب ہو کہ یہ دینارہاے مذکورہ اس مدعی کو ادا کرے اور محضر مین جواب مدعا علیہ بانکار بیان کیا پھر اسکے بعد گواہون کی گواہی کہ مدعا علیہ نے اسقدر روغن سمسم صاف باو صاف مذکورہ خرید کرنے کا اقرار کیا ہو بیان کی اسطرح کہ ہر گواہ نے فارسی مین یون گواہی میدہم کہ این مدعا علیہ اور اُسکی طرف اشارہ کیا - مقر آمد بحال صحت و روا فی خویش بطوع و رغبت و چنین گفت بخریدم از این مدعی - اور اُسکی طرف اشارہ کیا بہ بہت صد من روغن کنجد پاکیزہ صافی خریدنی درست و قبض کردم قبضے درست پھر اس دعوی کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا تو بعض نے کہا کہ یہ دو وجہ سے فاسد ہو اور گواہی مطابق دعوے کے نہین ہو پس ہر دو وجہ فساد مین سے ایک یہ ہو کہ مدعی نے دعوے کیا ہو کہ مدعا علیہ نے اس مال کا اقرار کیا ہو اور دعوی اقرار بال عامہ علماء کے نزدیک دو وجہ سے نہین صحیح ہو ایک یہ کہ دعوی اقرار دعوے حق کے واسطے صحیح نہین ہو اسواسطے کہ حق مدعی مال ہو نہ اقرار پس جب اقرار کا دعوی کیا تو ایسی چیز کا دعوی کیا جو اُسکا حق نہین ہو - دوم آنکہ اس دعوی مین وجہ کذب ظاہر ہوئی اسواسطے کہ نفس اقرار وجوب مال کا سبب نہین ہو بلکہ وجوب مال کا سبب کوئی دوسرا امر مثل مبایعت یعنے خرید و فروخت یا قرضہ کا دین لین وغیرہ ہوگا پس اگر مدعی کا حق ایسے سبب سے ثابت ہوتا تو وہ اسکا دعوی کرتا اور سبب بیان کرتا اور جب اُسنے اس سے اعراض کیا اور اقرار کی طرف جھکا تو معلوم ہوا کہ وہ اس دعوے مین جھوٹا ہو - اور وجہ دوم فساد دعوے کی یہ ہو کہ ہر گاہ اُسنے سبب وجوب مال یعنے تیل خریدنا بیان کیا تو ضرور بیان کرنا چاہیے کہ اسقدر تیل جسکی بیع کا دعوے کرتا ہو اُسکے پاس وقت بیع واقع ہونے کے موجود تھا تاکہ بیع صحیح واقع ہو اسواسطے کہ اگر بر تقدیر تمام یا تھوڑا معدوم ہو ... بیع ہوا تو کل یا بعض کے حق مین بیع منعقد نہوگی پس ثمن مدعا علیہ پر واجب نہوگا تو بسبب خرید و فروخت کے دعوی صحیح نہوگا نہایت ما فی الباب یہ ہو کہ اُسنے بیان کیا کہ مشتری مذکور نے بقبضہ صحیحہ قبضہ کر لیا ہو لیکن یہ امر صحت بیع و وجوب ثمن کے واسطے کافی نہین ہو بدو وجہ ایک یہ کہ شاید اسقدر تیل وقت بیع کے موجود نہ تھا اور نہ اُسنے درحقیقت قبضہ کیا ہو لیکن کاتب نے ایسا ہی تحریر کیا اور دوم آنکہ احتمال ہو کہ وقت بیع کے موجود نہ تھا پھر بائع نے اُسکو تیار کر کے مشتری کے سپرد کیا اور مشتری نے اُسپر قبضہ کر لیا اور حال یہ ہو کہ اُسنے یہ بیان نہین کیا ہو کہ مجلس خرید و فروخت مین اُسنے اس مبیع پر قبضہ کیا ہو اور مجلس خرید سے اُٹھ جانے کے بعد اور بر تقدیر یکہ وہ وقت بیع کے معدوم تھا پھر سپرد کرنا کچھ نافع نہوگا اسواسطے کہ ایسی صورت مین عقد بیع باطل واقع ہوا ہو اور بیع باطل پر تسلیم و سپرد کرنا کچھ مفید نہین ہو پس یہ بیع تعاطی بھی نہوگی اسواسطے کہ سپردگی بربنا بیع باطل ہو اور بیع تعاطی ایسے مقام پر اعتبار کر لیجاتی ہو جہان سپردگی بربناے عقد فاسد ہو اور یہ نظیر اُسکی ہو جو ہمنے اجارہ مین بیان کیا ہو کہ اگر اپنا دار یا زمین دوسرے کو اجارہ پر دی حالانکہ وہ دار اسباب موجر سے یا وہ زمین موجر کی کھیتی سے گھری ہوئی ہو پھر موجر نے اُسکو خالی کر کے سپرد کیا تو اجارہ مذکورہ منقلب ہو کر جائز نہو جائیگا پس ان دونون مین از سر نو اجارہ بتعاطی بھی منعقد ہوگا اسواسطے کہ سپردگی بربنا اجارہ فاسد واقع ہوئی ہو پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہو - اور بعض مشائخ نے اس دعوی مین وجہ قیاس سے انکار کیا اور ہر دو وجہ فساد مین سے

ہر ایک کے واسطے جواب ذکر کیا لیں اول کا جواب یہ فرمایا کہ ہم کہتے ہین کہ دعوی اقرار بمال کبھی نہین صحیح ہوتا ہر کہ جب دعوی
مال فقط بحکم اقرار واقع ہو مثلاً مدعی نے کہا کہ میرے تجھ پر اسقدر درم ہین کیونکہ تو نے میرے واسطے اسقدر درم کا اقرار کیا ہو یا کہا
کہ یہ مال عین میری ملک ہو کیونکہ تو نے میرے واسطے اسکا اقرار کیا ہو اور اس مقام پر دعوی مال بحکم اقرار نہین ہوا بلکہ دعوے
مال مطلقاً ہو لیکن اُسنے دعوی مال کے ساتھ مدعا علیہ کے اقرار بمال کا بھی دعوی کیا اور یہ موجب خلل نہین ہو اور یہ قولہ اس
دعوے مین ایک وجہ دروغ کی ظاہر ہوئی ہو یہ بھی ممنوع ہو۔ اور قولہ اُسنے سبب کا دعوی نکیا اقول سبب کا دعوے نکرنا
اسوجہ سے نہین ہو جو تم کہتے ہو بلکہ اسوجہ سے ہو کہ مدعی کو ایسے گواہ نہ ملے جو سبب پر گواہی دین اور ایسے گواہ ملے جو مدعا علیہ
کے اقرار مال کی گواہی دین اور وجہ دوم کے جواب مین فرمایا کہ قولہ یہ ضرور ہو کہ بیان کرے کہ اسقدر تیل وقت العقد و بیع کے موجود
تھا اقول اسکی ضرورت ایسی گواہی مین ہو کہ جہان گواہ لوگ مثلاً یون گواہی دین کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کے ہاتھ اس مقدار
تیل کو فروخت کیا اور اس صورت مین گواہ لوگون نے بیع کی گواہی نہین دی ہو بلکہ اقرار بیع کی گواہی دی ہو اور اسکا خبر صحیح
کا اقرار واقع ہوا اور جب کسی آدمی کا اقرار بتصرف صحیح پایا گیا تو اُسکا حکم اُسکے حق مین ثابت ہوگا اگرچہ محتمل فساد ہو بخلاف گواہی
کے کہ اُسمین ایسا نہین ہوتا ہو اور گواہی و اقرار مین جو فرق ہو وہ اپنے مقام پر مذکور ہو۔ اب باقی رہا بیان اس بات کا جو
ہمنے کہا ہو کہ گواہی و دعوی مین مطابقت نہین ہو سو اسطرح ہو کہ گواہی مین صرف یہ مذکور ہو کہ مدعا علیہ نے قبضہ کا اقرار کیا اور
یہ نہین ہو کہ مبیع پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا چنانچہ گواہون نے کہا کہ مقر آمد این مدعا علیہ کہ بجز بدرم از این مدعی ہمقدر من روغن
کنجد صافی پاکیزہ و قبض کرد م قبضے درست۔ اور دعوی قبضہ باشارہ مذکور ہو چنانچہ مدعی نے کہا کہ بائع سے لیکر اُسپر قبضہ
صحیح کیا لیں گواہون کو چاہیے تھا کہ اقرار مدعا علیہ کی گواہی مین یون بیان کرتے کہ قبض کرد مش قبضے درست
محضر۔ تہائی مال کی وصیت کے دعوی مین جسکی صورت یہ ہو کہ موصی لہ نے کسی ایک وارث پر دعوے کیا کہ میت نے
اپنی زندگی مین اپنے عاقل بالغ ہونے کی حالت مین میرے واسطے اپنے تہائی مال کی وصیت کی ہو اور مجلس حکم مین ایک
انگوٹھی سونے کی لایا جسکا نگینہ فیروزہ ہو اور وارث پر دعوی کیا کہ یہ انگوٹھی منجملہ مال ترکہ سے ہو جسکو میت نے
چھوڑا ہو اور یہ تیرے قبضہ مین ہو پس تجھپر واجب ہو کہ اسمین سے تہائی مشاع بحکم وصیت مجھے سپرد کر دے پس وارث
نے وصیت سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعوے کے موافق گواہ قائم کیے پھر دعوی کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا لیں
مفتیون نے فساد دعوی ہذا کا فتوی دیا مگر وجہ فساد مین باہم اختلاف کیا بعض نے فرمایا کہ وجہ یہ ہو کہ اُسنے محضر مین یہ
ذکر نہین کیا کہ موصی نے برضا و رغبت وصیت کی پس احتمال ہو کہ اُسنے باکراہ یعنی مجبور کیے جانے پر وصیت کر دی ہوا ور
وصیت باکراہ باطل ہو اور بعض نے کہا کہ یہ وجہ ہو کہ اُسنے انگوٹھی مین سے تہائی مشاع کا مطالبہ کیا ہو اور یہ متصور نہین ہو مگر
صحیح اول ہو اسواسطے کہ تسلیم جزو شائع کی تسلیم کل سے ہو
محضر۔ دعوے نکاح ایک عورت پر بدین صورت کہ فلان مرد نے فلانہ عورت پر یہ دعوی کیا کہ وہ عورت اُسکی منکوحہ
و حلالہ ہو بسبب اسکے کہ اس مرد نے اس عورت سے مہر معلوم پر بحضور دو گواہان عادل بسبب اس عورت کے اپنے
نفس کو اس مرد کے نکاح مین دینے کے نکاح کر لیا ہو اور یہ عورت اس مرد کی اطاعت سے خارج ہو گئی ہو لیں
اس عورت پر احکام نکاح مین اس مرد کی اطاعت واجب ہو اور جواب عورت مذکورہ یہ ہوا کہ مجھپر احکام نکاح مین
اسکی اطاعت واجب نہین ہو اسوجہ سے کہ اسنے تین طلاق اس عورت کو دلائی ہین اور یہ عورت اسپر بسبب طلاق حرام ہو

اور دلیل ثانی بھی بعید نہین ہو ۱۲ منہ

اور عورت مذکورہ نے اس بات کو بطریق دفعیہ دعویٰ نکاح مرد مذکور کے گواہون سے ثابت کر دیا پھر مرد کی طرف سے
اُسکے دفعیہ مین یہ دعویٰ مذکور ہے کہ مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت اپنے دعوے دفعیہ مین مبطل ہے اور اُسکا یہ دعوے دفعیہ
ساقط ہے اسوجہ سے کہ اس عورت نے اپنے اِس دعویٰ دفعیہ سے پہلے اقرار کیا ہے کہ اِس عورت نے ان تین طلاق کے بعد
اپنی عدت پوری کرکے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس دوسرے شوہر نے اسکے ساتھ دخول کیا پھر اسکو طلاق
دیدی اور اسنے اُسکی عدت بھی پوری کی اور دونون عدتون کے پوری کرنے کی مدت اسقدر بیان کی کہ جسمین دونون
عدتون کا گذرجانا متصور ہے پھر اس شوہر سے بمہر معلوم بحضوری گواہان عدول نکاح کیا اور آج کے روز یہ اسکی جورو ہے
پس اس محضر پر بڑے بڑے مشائخ سمرقند کا جواب یہ لکھا تھا کہ صحیح ہے اور مشائخ بخارا نے اتفاق کیا کہ محضر صحیح نہین ہے اور اسکی
ایک یہ وجہ بیان کی کہ شوہر نے عورت کی ان باتون کے اقرار کا دعویٰ کیا ہے اور مدعا علیہ پر کسی چیز کے اقرار کا دعویٰ مدعی
کی طرف سے صحیح نہین ہوتا ہے یہ شرح ادب القاضی مین مذکور ہے۔ اور میرے نزدیک جو وجہ فساد اُنھون نے ذکر کی ہے
وہ صحیح نہین ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ شوہر اُسکے اقرار پر دعویٰ نکاح کا مدعی نہین ہے بلکہ اُسپر نکاح کا دعویٰ مطلقاً کرتا ہے اور دعوےٰ
اقرار فقط بدین بیان ہے کہ وہ اپنے دفعیہ کے دعویٰ مین مبطل ہے اور یہ صحیح ہے اور اسی طرف آخر جامع مین اشارہ کیا ہے
اور ہمنے یہ مسئلہ قبل اسکے مشرح بیان کیا ہے کذا فی الذخیرہ۔

سجل۔ درباب اثبات ملکیت حمل۔ شہر مرو سے آیا جسمین لکھا ہے کہ قاضی فلان صاحب مظالم و احکام شرعیہ شہر مرو و
نواح آن از جانب سلطان فلان عز نصرہ کہتا ہے کہ مجلس حکم اینجا مین تاریخ فلان ایک شخص حاضر ہوا اور بیان کیا کہ اُسکا
نام فلان ہے اور اپنے ساتھ ایک خصم کو حاضر لایا جسنے بیان کیا کہ اُسکا نام فلان بن فلان ہے پس اُسپر اُسکے حضور مین
دعویٰ کیا۔ پس مشائخ نے فرمایا کہ اس محضر مذکور مین بہانتک دو خلل ہین ایک یہ کہ اُسنے لکھا کہ مجلس حکم اینجا مین اور اس سے
پہلے ذکر ہوا ہے کہ وہ مرو کا اور اُسکے نواح کا قاضی تھا پس اُسکے قول اینجا مین احتمال ہے کہ مرو مراد ہے یا نواح مرو پس نواح
مرو کی صورت مین حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ ظاہر الروایۃ کے موافق صحت قضا کے واسطے شہر شرط ہے اور اسی طرف
اکثر مشائخ نے میل کیا ہے یہ ادب القاضی للخصاف مین مذکور ہے اور میرے نزدیک یہ خلل نہین ہے اسواسطے کہ موافق روایت
نوادر کے شہر شرط نہین ہے پس اگر قاضی نے خارج شہر مین حکم قضا دیا تو اُسکی قضا اور ایک صورت مختلف فیہ مین ہوگی پس
نافذ ہوجائیگی اور دوم آنکہ اُسنے ذکر کیا کہ اُسنے اُسکی حضوری مین اُسپر دعویٰ کیا حالانکہ ضرور تصریح چاہیے بلفظ این حاضر
آمدہ واین حاضر آوردہ کے پس اسطرح لکھنا چاہیے کہ پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعویٰ کیا۔ کیونکہ اُسکی تحریر میں
احتمال ہے کہ شاید اس مدعی کے سواے دوسرے سے یا اس مدعی سے اس مدعا علیہ کے سواے دوسرے پر دعویٰ ہوا
ہوا ور بہتر یون لکھے کہ بحضوری اس مدعا علیہ کے تاکہ یہ احتمال نہ رہے کہ اس مدعا علیہ کی غیبت مین اُسپر دعوے کیا ہے
پھر اس سجل مین لکھا کہ دعویٰ کیا ایک حمل کا جسکی صفت یہ ہے اور سن اسقدر ہے اور قیمت اُسکی اسقدر ہے بحضوری مجلس
قضا کے اور اُسکی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُسکی ملک و اُسکا حق ہے۔ تو مشائخ نے فرمایا کہ ان الفاظ مین خلل ہے کہ بعض کے
بیان کی ضرورت نہین ہے چنانچہ صفت و سن و قیمت کے بیان کی کچھ حاجت نہین ہے اسواسطے کہ وہ مجلس حکم مین موجود
ہے اور قولہ اور اُسکی طرف اشارہ کیا کہ یہ اُسکی ملک و اُسکا حق ہے اسمین خلل ہے یون بیان کرنا چاہیے کہ اس بچہ گوسفند کی طرف
جو حاضر ہے اشارہ کیا کہ یہ مدعی کی ملک و اُسکا حق ہے پھر لکھا کہ اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہے۔ اُسکو ضرور اسطرح

لکھنا چاہیے کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ پھر لکھا کہ اسپر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس سے کوتاہ کرے۔ اسکو یون لکھنا
چاہیے کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ اپنا ہاتھ اس بچہ گوسفند متدعویہ سے کوتاہ کرے۔ پھر لکھا کہ اسکا اعادہ اسکے قبضہ
مین کرے۔ اور یہین احتمال ہی کہ شاید اول مین مدعی مذکور کے قبضہ مین نہ آیا بلکہ مثلاً اسکا وارث ہوا ہو اور ہنوز قبضہ
نہ کیا ہو کہ مدعا علیہ مذکور نے غصب کر لیا ہو پس ایسے احتمال کی صورت مین لفظ اعادہ لکھنا نہ چاہیے بلکہ بجاے اسکے لفظ تسلیم
لکھے کہ اس بچہ گوسپند کو اس مدعی کے سپرد کرے پھر بعد بیان درخواست جواب مدعی و انکار مدعا علیہ کے لکھا کہ پس مدعی ایک
جماعت کو حاضر لایا مگر یون لکھنا چاہیے کہ یہ مدعی ایک جماعت کو حاضر لایا۔ پھر گواہون کی گواہی یون لکھے کہ انھون
نے گواہی دی کہ بچہ متدعویہ ملک مدعی ہی اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ مگر ضرور ہی کہ یون لکھے کہ گواہی
دی کہ یہ بچہ گوسفند متدعویہ ملک اس مدعی کی ہی اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہی۔ اور اسکے بعد لکھا کہ اور
گواہون نے متداعیین کی طرف اشارہ کیا حالانکہ یہ لفظ دونون مین سے ہر واحد کو شامل ہو پس ہر واحد کے
ذکر کے وقت اشارہ کرنیکا بیان تحریر کرنے کی حاجت اس لفظ سے دفع ہو گی کہ شاید انھون نے مدعا علیہ کی طرف
اشارہ کرنے کی ضرورت کے وقت مدعی کی طرف کیا ہو اور بچہ گوسفند کے ذکر کے وقت بچہ گوسفند کی طرف اشارہ کرنا
تحریر کرنا چاہیے ہی لیکن اگر یہ ذکر کر دیا کہ انھون نے اس مشہود بہ کی طرف اشارہ کیا اور اگر لفظ اس ذکر نہ کیا تو بھی صحیح
ہو سکتا ہی اور بڑی احتیاج تو محضر و سجل مین یہ ہوتی ہی کہ الفاظ شہادت و دعوی مین انھون نے مقامات اشارہ مین
اشارہ کیا تاکہ اشتباہ رفع ہو جاوے اور دعوی صحیح ہو۔ اور اپنے اس قول کے بعد کہ جیسے اس مدعی نے حکم کی
درخواست کی یون بیان کیا کہ پس مین نے مدعا علیہ کو آگاہ کیا اس حکم سے جو اسپر متوجہ ہوا ہی۔ مگر مدعا علیہ کے ساتھ لفظ ہذا
یعنی اشارہ ذکر نہ کیا اسی طرح آخر سجل تک مدعا علیہ کے ساتھ کہین (اس) کا لفظ کہ (اس مدعا علیہ) نہین کہا لیکن ان جگہون
مین (اس) کا لفظ ذکر نہ کرنے مین تساہل کیا اور (اس) کا لفظ ذکر کرنے مین فقط دعوی و گواہی مین مبالغہ کیا جاتا ہی یعنی دعوی و گواہی
مین ضرور ذکر کرنا چاہیے اور نیز اس سجل مین لکھا کہ مین نے ہر دو متخاصمین کے حضور مین مدعی کے واسطے ملکیت مذکورہ کے
ثبوت کا اور مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہونے کا حکم کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اس بچہ گوسفند کے سامنے موجود ہونے کی حالت
مین حالانکہ اسکا ذکر کرنا لامحالہ ضرور تھا اسواسطے کہ مال منقول کا حکم دینے کے وقت قاضی کو اشارہ کی ضرورت ہوتی ہی
جیسا کہ گواہ کو وقت گواہی کے ضرورت ہوتی ہی لیکن اگر اولاً قیمت کا دعوی ہو تو اس صورت مین اس قیمت کے حاضر کرنے
کی ضرورت نہین ہی جیسا کہ استحقاق مین رجوع کرنے کی حالت مین ہوتا ہی کہ قاضی بدون چیز مستحق حاضر کرنے کے رجوع کا
حکم دیتا ہی پس ایسا ہی قیمت کے دعوے مین بھی ہی اور قاضی مذکور نے آخر سجل مذکور مین لکھا کہ فلان سے صادر
ہوا اور یہ نہین لکھا کہ مین نے ان گواہون کی گواہی پر یا ایسی دلیل سے جو میرے نزدیک ظاہر ہوئی یا اور اسکے
مانند الفاظ جو اس معنی مین ہون حکم دیا حالانکہ اسکا لکھنا ضرور تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہ دعوی و گواہی اسکے سامنے ہوئی
ہی کیونکہ احتمال ہی کہ شاید دعوی و گواہی اسکے نائب کے حضور مین ہوئی اور متولی حکم خود آپ ہو گیا اور ایسی صورت
مین قضا جائز نہو گی پس ایسا کلام بیان کرنا ضرور ہی جو اسپر دلالت کرے اور قاضی بخارا نے آخر اس سجل مین لکھا
کہ اسکی جانب بگواہی دو عادلون کے حکم صادر ہوا اور یہ نہ لکھا کہ خصم کے حضور مین پس شاید خصم کی غیبت مین
صادر ہوا ہو پس صحیح نہو گا اور اگر وہ یون لکھتا کہ مین نے اس سجل کے ثبوت کا انکے شرائط کے ساتھ حکم کیا تو بھی کافی

نہ تھا اسواسطے کہ قاضی شرائط پر واقف نہیں ہوتا ہے پس بیان کرنا ضرور ہی جیسا کہ ہم نے بعض صورت میں لکھا ہو کہ اگر قاضی نے کہا کہ گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی تو یہ کافی نہیں ہے اسواسطے کہ قاضی دعوے و گواہی کی موافقت کو نہیں جانتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے

محضر تہائی مال کی وصیت کرنے کے اثبات میں - ایک مدعی ایک عورت مسماۃ ہندہ بنت استاد محمد بخاری سمرقندی معروف باستاد ومنارہ تھی کہ اسنے اپنے تہائی مال کی وصیت اسطرح پر کی تھی کہ اسکی تہائی سے گیہون خرید کر اسکی نمازہا فوت شدہ کے واسطے فقیرون کو بانٹ دیے جاوین اور ایک تہائی سے ایک بکری خرید کر ایام قربانی کے اول روز قربانی کر دیجاوے اور ایک تہائی سے نان گردہ و حلوا و لوزہ وغیرہ چیزین موافق لوگون کی عادت کے ایام عاشورا مین خرید کر خیرات کیجاوین اور اسنے اپنی بہن کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور اسکو حکم دیا تھا کہ ان وصیتون کو نافذ کرے پس اسکی بہن نے اسکے شوہر پر جو حاضر ہی شوہر مذکور دعوے کیا اور محضر کی تحریر مین وصیت کرنے کا بیان لکھا اور آخر مین لکھا کہ اسکے شوہر اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ایک زمین پوش ہی جسکا طول اسقدر و عرض اسقدر اور اسکی قیمت ڈیڑھ دینار ہی پس اسپر واجب ہی کہ اسکو مجلس حکم میں حاضر کرے تاکہ اسمین سے تنفیذ وصیت کا قابو ہاتھ آوے اور باوجودیکہ اسکے حاضر کرنے پر قادر ہے اور اگر اسکے حاضر لانے سے عاجز ہو اور اسکو تلف کر ڈالا ہو تو اسپر واجب ہی کہ نصف دینار ادا کرے اور یہ اسکی تہائی قیمت ہی تاکہ اس سے وصیت نافذ کی جاوے - اور اس تحریر میں خلل پیدا ہوا اسوجہ سے کہ مذکور فقط قیمت ہی اور یہ مذکور نہیں ہی کہ یہ قیمت اسکے قبضہ کے روز کی یا تلف کرنے کے روز کی ہی اور اس میں شک نہیں ہی کہ بظاہر یہ زمین پوش اس شوہر کے قبضہ مین بطور امانت ہوگا جبکہ یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ اسنے بغیر حق قبضہ کر لیا ہی پس ایسی حالت مین اسکے ذمہ ضمان جبھی واجب ہوگی کہ جب اسنے تلف کر دیا ہو پس جس دن تلف کر دیا ہی اسی روز کی قیمت کا اعتبار ہوگا پس فی الحال اسکا مطالبہ نصف دینار کا صحیح نہوگا تاوقتیکہ یہ معلوم نہو جاوے کہ تلف کر ڈالنے کے روز بھی اسکی قیمت ڈیڑھ دینار تھی اور چاہیے یہ تھا کہ یون بیان کرتی کہ اسپر اس زمین پوش کا حاضر لا کر اس وصیہ کے سپرد کرنا واجب ہی تاکہ یہ وصیہ اسکو فروخت کر کے اسمین سے تہائی لے لیوے اور اگر وہ اس زمین پوش مقبوضہ کا اس موصیہ کی مال ہونے سے انکار کرتا ہو تو یون غرض کہ مدعیہ اسپر گواہ قائم کرے یہ قادر ہے پس حاضر لانے کا مطالبہ کرنے کی وجہ صحیح در صورتیکہ شوہر مذکور مقر ہو تو تنفیذ وصیت کے واسطے اسی طور سے ہو سکتی جیسا ہم نے بیان کیا کہ اسکو فروخت کر کے اس سے تنفیذ وصیت کرے اور در صورتیکہ منکر ہو تو اسپر گواہ قائم کرے -

سجل درباب اثبات وتفویض - یعنی تحریر ہو کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا اور بجاے اپنے مقرر کیا دربارہ ... کہ اسکے حقوق کا جن لوگون پر آتا ہی ان سے مطالبہ کرے اور اسکے واسطے انکو وصول کرے اور یہ توکیل ایسی شرط پر معلق تھی جو قبل اس توکیل کے متحقق ہوگئی اور وہ یہی وقت ہوا اور اسنے توکیل مین یون کہا کہ اگر فلان نے یہ موضع اپنے بیٹون و خواہر فلان و فلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہی اور یہ وقف جسکو متولی مقرر کیا تھا اسکے سپرد کیا ہی اور اسکا وقف ہونا لوگون مین مشہور ہوگیا ہی اور یہ وقف اوقاف قدیمہ مشہورہ سے ہوگیا ہی تو تو ان قرضون کے وصول کرنے کا جو لوگون پر ہین وکیل ہی اور حال یہ ہی کہ اس موضع کا وقف ہونا بدین شرائط مذکورہ ثابت ہوگیا

قولہ اسکو یعنی زمین پوش کو ۱۲ عالمگیری

اور یہ موقف اوقاف مشہورہ مین سے ہوگیا اور شرط وکالت جو لوگون سے قرضہ فلان وصول کرنے کے واسطے تھی متحقق ہوگئی اور فلان موکل کا اس حاضر آورندہ پر ایسا ایسا قرضہ ہے پس خصم نے جواب دیا کہ یہ فلان تراوکیل کردہ است بدان وجہ کہ دعوی میکنی وکالتے معلوم بان شرط کہ یاد کردی و مرا بفلان چندین کہ دعوی میکنی وادنی است ولیکن مراازو وقفیت این موضع معلوم نیست واز شہرت واستفاضت او خبر نیست و مرا بتو باید کہ دعوی میکنی وادنی نیست۔ پھر مدعی چند نفر حاضر لایا اور بیان کیا کہ یہ اسکے گواہ ہین کہ اسکے وقف ہونے پر گواہی دیتے ہین پس گواہون نے اسکی گواہی جیسی چاہیے ہے ادا کی اور گواہی کی طریق پر گواہی کو روان کیا اور بیان کیا کہ فلان نے اس موضع مذکورہ کو فلان و فلانہ پر بدین شرائط وقف کیا ہے اور قاضی نے اس وقفیت کے اور تحقیق شرط وکالت کے اور مدعی پر یہ مال لازم ہونے کے ثبوت کا حکم دیدیا اور اسکو حکم دیا کہ یہ مال مدعی مذکور کو ادا کرے اور اس سجل کی تحریر کا حکم دیا پس یہ لکھا گیا اور قاضی نے صدر سجل پر اپنی توقیع لکھی اور اخیر مین بخط خود مضمون دستخط کیا پھر اس سجل کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا پس بعض مشائخ نے اسکی صحت کا فتوے دیا اور محققین نے جواب دیا کہ یہ فاسد ہے پھر وجہ فساد مین باہم اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس وجہ سے فاسد ہے کہ گواہون نے اصل وقف و اسکے شرائط پر بشہرت و استفاضہ گواہی دی ہے حالانکہ اصل وقف پر بشہرت گواہی دینا جائز ہے اور شرائط وقف پر بشہرت گواہی دینا نہین جائز ہے جب شرائط پر گواہی مقبول نہوئی حالانکہ گواہون نے دونون کی گواہی دی ہے تو اس صورت مین اصل وقف کی گواہی بھی مقبول نہوگی خواہ بدین وجہ کہ گواہی ایک ہے پس جب بعض گواہی باطل ہوئی تو کل باطل ہوگئی یا بدین وجہ کہ جب گواہون کو شرائط پر بشہرت گواہی دینا حلال نہ تھی پھر بھی انھون نے اسکی گواہی دی تو ایسا فعل کیا جو انکو حلال نہ تھا اور یہ انکے فسق کا موجب ہے اور فسق مانع شہادت ہے۔ اور اگر گواہ لوگ نادانستگی کا عذر کرین کہ جانتے نتھے تو یہ عذر مقبول نہوگا اسواسطے کہ یہ امر احکام مین سے ہے اور دار الاسلام مین احکام کی نادانستگی کا عذر نہین مقبول ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ گواہون کا اس معاملہ مین سُنی ہوئی گواہی دینا کیونکر ثابت ہوا سو اسوجہ سے معلوم ہوا کہ انھون نے وقف قدیمی کی گواہی دی ہے جسپر بہت برسین گذر گئی ہین اور یہ وقف قدیمی شمار کیا جاتا ہے جس سے قطعاً معلوم ہے کہ یہ لوگ اس وقف کرنے والے کی زندگی مین موجود نہ تھے اور انھون نے اس سے نہین سنا ہے۔ اسی طرح ہر جگہ جہان کسی وقف قدیم پر جسپر بہت برسین گذر گئی ہین جس سے یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ وقف کرنے والے کی زندگی مین نہ تھے اور انھون نے اس سے نہین سُنا ہے گواہی دین تو یہ بات ضرور معلوم ہوگی کہ ان لوگون نے سُنی سُنائی گواہی دی ہے۔ اقول میرے نزدیک یہ بات کوئی چیز نہین ہے اسواسطے کہ گواہون نے اگرچہ ایسے وقف قدیمی کی گواہی دی جسپر بہت برسین گذر گئی ہین لیکن اس سے یہ بات ثابت نہین ہوئی ہے کہ انھون نے سُنی سنائی گواہی دی ہے اسواسطے کہ جائز ہے کہ گواہون نے بچشم خود کسی قاضی کو دیکھا ہو کہ اُسنے اس موضع کا بشرائط مذکورہ وقف ہونے کا حکم دیا۔ اور ایک طریقہ اور ہے جس سے یہ بات ثابت ہو کہ گواہون نے سُنی سنائی گواہی دی ہے وہ یہ ہے کہ گواہ لوگ یون کہین کہ ہمنے یہ گواہی دی اسوجہ سے کہ ہم مین یہ بات مشہور ہوگئی ہے تو ایسی گواہی مقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر انھون نے کہا کہ ہم نے اسوجہ سے گواہی دی کہ ہم نے لوگون سے یہ بات سُنی ہے تو ظاہر جواب کے موافق قبول نہوگی چنانچہ اگر انھون نے کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہین کہ یہ مال عین اس فلان کے ملک ہے کیونکہ ہمنے اسکو اس فلان کے قبضہ مین اسطرح دیکھا کہ وہ اسمین مالکانہ تصرف کرتا تھا یہ شہادات مختصر عصام رحمہ میں ہے اور

ایک روایت میں ہے کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ وہ لوگوں سے سُنے کو بیان کردیں اس روایت کو کتاب الاقضیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور بعض محققین نے فساد سجل کی یہ وجہ بیان کی کہ متولی کا نام و نسب بیان نہیں کیا گیا ہے بلکہ ایک مرد مجہول ذکر کیا ہے اور مجہول کو سپرد کرنا متحقق نہیں ہوسکتا ہے اور سپرد کرنا وقف صحیح ہونے کی شرط ہے لیکن یہ علت قابل اعتماد نہیں ہے اور اعتماد اسی پہلی علت پر ہے اور میرے نزدیک وکیل کی طرف سے اس موضع کے وقف ہونے کا دعویٰ جس طرح بیان کیا ہے صحیح نہیں ہے اگرچہ دعوی وجہ دیگر سے جو ذکر کی ہے خالی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس دعوی میں وکیل اپنے حق کی شرط اسطور سے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ایک شخص غائب پر ایسا فعل ثابت کرتا ہے جس سے اسکی مملوک چیز سے اسکا حق باطل ہوا جاتا ہے حالانکہ کوئی آدمی اسکی صلاحیت نہیں رکھتا ہے کہ اپنے حق کی شرط اسطرح ثابت کرے کہ کسی غائب پر ایسا فعل ثابت کرے جس سے اسکے حق کا ابطال ہو۔ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر زید نے اپنے غلام کی آزادی کو اس بات پر معلق کیا کہ عمرو اپنی جورو کو طلاق دے پھر غلام نے گواہ قائم کیے کہ عمرو نے اپنی جورو کو طلاق دی ہے تو قاضی اس غلام کے دعوی کی سماعت نہ کریگا اور اسکے گواہ قبول نہ کریگا یہ مسئلہ طلاق جامع اصغر میں اسی طرح مذکور ہے اور بعض متاخرین نے ایسے دعوے کی سماعت اور قبول گواہی پر فتوی دیا ہے مگر اول اصح ہے۔

محضر جسمیں مذکور ہے کہ مدعی نے مدعا علیہ کو چیزیں فروخت کرنے کے واسطے بھیجی تھیں اور انکے ثمن کا دعوی کرتا ہے اور صورت یہ مذکور ہے کہ زید بن عمرو مخزومی حاضر ہوا اور اپنے ساتھ بکر کو حاضر لایا پھر اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوے کیا کہ اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ کے پاس اپنے امین خالد کے ہاتھ اتنے تھان زندنیچی بخاری مسموح جنکے ہر واحد کا طول اسقدر و عرض اسقدر تھا بدین غرض بھیجے تھے کہ اسکے خریدار کے ہاتھ اسکو بعوض اسقدر درموں کے جو اسکے دانا کار بانداز کریں فروخت کرے اور خالد امین نے یہ تھان اس حاضر آوردہ کو پہونچا دیے اور اس حاضر آوردہ نے ان سب پر امین کی طرف سے لیکر قبضہ کر لیا اور انکو دانا کار کے انداز پر خریدنے والے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور ثمن وصول کر لیا اور یہ ثمن اسقدر ہے پس اس حاضر آوردہ پر واجب ہے کہ یہ ثمن اس مدعی کے سپرد کرے اگر بعینہ اسکے پاس موجود ہو اور اگر اسکو اسنے تلف کر دیا ہو تو اسپر واجب ہے کہ ان دیناروں مذکورہ کے مثل اس مدعی کو ادا کرے پھر اس دعوے کا جواب مانگا پس اس مدعا علیہ مذکور سے جواب طلب کیا گیا تو اسنے انکار جواب دیا پس مدعی گواہ حاضر لایا۔ اس دعوی کی صحت کا فتوی طلب کیا گیا تو بعض نے فرمایا کہ یہ دعوے صحیح نہیں ہے اور یہ دو وجہ سے مختل ہے ایک یہ کہ مدعی نے مدعا علیہ پر ان تھانوں کے ثمن دینے کا دعوی کیا ہے جنکا ذکر اس دعوے میں ہے اور دعوے میں مذکور ہے کہ اس مدعا علیہ نے یہ تھان مذکورہ اسقدر داموں کو فروخت کیے اور ثمن وصول کیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ اسنے یہ تھان بحکم مشتری کے سپرد کیے ہیں پس احتمال ہے کہ شاید یہ تھان مشتری کو سپرد کرنے سے پہلے اس بائع کے پاس تلف ہو گئے ہوں اور اس تقدیر پر تھانوں کے مالک کے واسطے یہ ثمن نہوگا بلکہ بیع باطل ہو جائیگی اور مشتری کو اسکا ثمن واپس ملیگا اور ثمن مذکور مالک تھان کے واسطے جبھی ہوگا جب بائع مذکور نے یہ تھان فروخت کرکے مشتری کے سپرد کر دیے ہوں پس جبتک یہ ذکر نہ کرے کہ بائع مذکور نے یہ تھان اسکے مشتری کو سپرد کر دیے تھے تبتک بائع سے تھانوں کے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ صحیح نہوگا اور وجہ دوم یہ ہے کہ اسنے دعوی میں کہا کہ اس

حاضر آوردہ پر واجب ہے کہ اس مدعی کو یہ ثمن سپرد کرے حالانکہ ایسے دعوی کی صورت مین اسطرح کا مطالبہ دو وجہ سے
ٹھیک نہین ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اُسنے ذکر کیا کہ واجب ہے۔ حالانکہ بر تقدیریکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع مذکور نے ان تھانون کو
مشتری کے سپرد کر دیا ہو تاہم یہ ثمن اس مدعا علیہ کے پاس بطور امانت رہا کیونکہ وہ بیع کا وکیل تھا اور امین پر مالک امانت کو امانت
تسلیم کرنا واجب نہین ہوتا ہے بلکہ اُسپر فقط تخلیہ اور روک دور کر دینا واجب ہوتا ہے پس تسلیم کا مطالبہ کرنا ٹھیک نہین ہے۔
اور دوم آنکہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہوگا اور جو مال منقول متعین ہو اُسکے واسطے اسطرح مطالبہ
کرنا کہ مجلس حکم مین حاضر لاوے تاکہ مدعی اُسکی موجودگی مین دعوی اور گواہ قائم کرسکے ٹھیک ہوتا ہے اور یہ مطالبہ
کہ اُسکو سپرد کرے ٹھیک نہین ہوتا ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ فساد کی دونون وجہون مین سے دوسری وجہ
بیان کی ہے صحیح نہین ہے اور قولہ بر تقدیریکہ بیع صحیح ہوئی اور بائع نے ان تھانون کو مشتری کے سپرد کر دیا تاہم یہ ثمن
اس مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امین پر امانت تسلیم کرنا واجب نہین ہے اقول امین پر اگرچہ امانت کا حقیقۃً تسلیم کرنا
واجب نہین ہے مگر مجازاً تسلیم کرنا واجب ہے یعنی تخلیہ کر دینے اور روک دور کر دینے پس تسلیم کا دعوے کرنا اسی تخلیہ پر
محمول کیا جائیگا تاکہ حتی الامکان دعوی صحیح رہے۔ اور قولہ ثمن مذکور اگر امین مذکور کے پاس قائم ہو تو متعین ہوگا پس اشارہ
کرنے کے واسطے حاضر لانا واجب ہوگا اور تسلیم کرنا واجب نہوگا اقول اس مقام پر حاضر لانا کچھ مفید نہین ہے اسواسطے
کہ حاضر لانا اشارہ کرنے کے واسطے ہوتا ہے اور گواہون سے یہ بات ممکن ہے کہ دراہم کی طرف جو اثمان مین ہین بعینہ
متمیز نہین ہوتے ہین اشارہ کرین اور کچھ بیان اسکا پہلے گذر چکا ہے۔

محضر۔ دعوے ملکیت خرید کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو پر ایسے گدھے کی ملکیت کا جو مجلس حکم مین حاضر کیا گیا ہے دعوی
کیا کہ یہ گدھا جو اس مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہے مین نے اسکو بکر سے خریدا ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ مین ناحق ہے پس
اسپر واجب ہے کہ مجھے سپرد کرے اس دعوی کی صحت کا فتوے طلب کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ دو وجہ سے فاسد
ہے ایک یہ کہ اُسنے بکر سے خریدنے کا ذکر کیا اور ثمن نقد دینا بیان نہ کیا اور ہم نے اس کتاب مین بیان کر دیا ہے کہ مشتری
نے اگر خریدی چیز کو دوسرے کے قبضہ مین پایا اور یہ ثمن ادا نہین کر چکا ہے تو اُسکو قابض کے ہاتھ سے نکلوا لینے کا
اختیار نہوگا اور ہم نے اسکی تائید مسئلہ مذکورہ منتقی سے کر دی ہے اور دوم آنکہ بسبب خرید کے ملک کا دعوی کرنے مین
یہ ضرور کہنا چاہیے کہ فلان بائع نے میرے ہاتھ فروخت کیا درحالیکہ وہ اسکا مالک تھا یا یہ ذکر کرے کہ اُسنے سپرد کر دیا یا
کہے کہ یہ میری ملک ہے مین نے اسکو فلان سے خریدا ہے اور یہان انمین سے کوئی بات نہین پائی گئی اور حاصل یہ
ہے کہ ہر دو جانب مین سے کسی جانب سے ملک کا ذکر کرنا خرید کی وجہ سے دعوی کرنیکی صحت کیواسطے کافی ہے۔

محضر جسمین یہ دعوی مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی دختر کے باقی مہر کا اُسکے شوہر پر بسبب طلاق واقع ہوجانے کے
کہ شوہر کی طرف سے قسم کھانے اور حانث ہوجانے سے اسپر طلاق پڑ گئی ہو دعوے کیا اور صورت دعوے یہ ہے کہ لہم
بن عمرو کے میرے داماد پر اسقدر دینار مہر مین بسبب قرضہ کے اور اُسنے انمین سے اسقدر ادا کر دیے اور اسقدر ادا نہ کیے
باقی رہے اور قرضخواہ کے پاس میرے داماد کا اس مضمون کا خط اقراری تھا پھر میرے داماد و مقر نے ایک روز اس خط
اقراری پر قابو پاکر اسکو چاک کر ڈالا پھر قرضخواہ نے اسکو ایک روز گرفتار کیا اور باقی مال کا اُس نے مطالبہ کیا اور
اسنے انکار کیا پس قرضخواہ نے اُس سے قسم لی کہ اگر انمین سے کچھ مال تجھپر ہو تو تیری عورت پر تین طلاق ہین پس اُسنے

اپنی عورت پر تین طلاق کی قسم کھائی کہ اسپر کچھ نہیں ہے پھر اُسنے اسکو دھمکایا اور قید کیا تو اسنے باقی مال کا جو اسپر واجب تھا اقرار کیا اور اُسکو اس مضمون کی دستاویز لکھدی اور ایسا ہی مدعا علیہ نے قسم کھانے اور خط دینے اور باقی مال کا جو اُسپر قرضخواہ کا تھا اقرار کرنے کا اقرار کیا پس اس معاملہ کی اسکی جورو و اُسکے خسر کو خبر دیگئی پس اُنھون نے اسکا مرافعہ قاضی کے پاس کیا پس اُسکے خسر نے بذریعہ وکالت از جانب دختر خود کے اُسکے باقی مہر کا بسبب وقوع طلاق بوجہ قسم مذکور کے اسپر دعوے کیا پس مرد مذکور نے قسم سے اور اُسکے بعد اقرار کرنے سے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا جنھون نے ان الفاظ سے گواہی دی کہ اس شوہر نے اقرار کیا کہ میں نے تین طلاق کی اس بات پر قسم کھائی ہے کہ فلان کے واسطے مجھپر اسقدر قرضہ نہیں ہے اور یہ وہ ہے جسکا وہ مجھپر دعوے کرتا تھا کہ میرا باقی قرضہ ہے پھر مین نے اُسکو اسقدر مال کی اقراری دستاویز لکھدی - اس دعوی کی صحت اور گواہی مطابق دعوی کے ہونیکا استفتا کیا گیا پس جواب دیا گیا کہ یہ گواہی موافق دعوے کے نہین ہے اسواسطے کہ دعوی مین یہ ہے کہ اُسنے قرضخواہ کے واسطے بعد قسم کھانے کے باقی مال کا جو قرضخواہ کا اُسپر تھا اور اُسکو اس مضمون کی دستاویز لکھدینے کا اقرار کیا اور گواہی مین گواہون نے اسطرح گواہی دی ہے کہ اُسنے بعد قسم کھانے کے اُسکو اسقدر مال کی دستاویز لکھدینے کا اقرار کیا اور یہ گواہی نہین دی کہ اُسنے دستاویز اُسی مال کی لکھدی ہے جو قرضخواہ کا اُسپر تھا پس احتمال ہے کہ شاید اُسنے صلحنامہ لکھدیا ہو اور یہ بالکل اقرار نہوگا اور شاید اُسنے اقرار ہی فقط مال کا لکھا ہو مگر کسی دوسرے مال کا اقرار کرکے لکھدیا اُس مال کا نہو جسپر قسم کھائی ہے پس اس سے اُسکی قسم جھوٹی نہوگی پس یہ گواہی بدینوجہ موافق دعوی کے نہین ہے اور ایک وجہ آخر یہ ہے کہ مرد مذکور اس اقرار مین مکرہ تھا یعنے مجبور کیا گیا تھا اور مجبور کے اقرار سے مال واجب نہین ہوتا ہے پس قسم جھوٹی نہوگی پس اس مقام پر خلل ظاہر ہے۔

محضر - دعوی کیا آبی زمین اور اسمین چار حدون کے ذکر مین لکھا کہ حد اول متصل آب نہر و حد دوم وہ مقام جہان وادی سے نہر مین پانی گرتا ہے اور یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ یہ نہر کی حد بیان ہوئی طاحونہ کی نہوئی حالانکہ دعوی فقط طاحونہ کا ہے اور اگر دعوے طاحونہ و نہر دونون کا ہو تو جو بیان کیا ہے یہ نہر کی حد ہو سکتی ہے واللہ تعالے اعلم۔

محضر - دعوے اجارہ محدودہ باجرت معلومہ - پس یہ محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اُسمین اجرت مطلقاً ذکر کی گئی ہے پس شاید اجرت کیلی چیز ہو پس جبکہ اجرت کیلی یا وزنی ہو تو اسکے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنا شرط ہے حالانکہ محضر مین اسکا ذکر نہین ہے۔

محضر - در دعوے اجارہ جو مضاف بزمانہ معلوم معین ہے - اور اس اجارہ کے واسطے ایک دستاویز اس وقت معین کے آنے سے پہلے لکھی گئی اور اُسمین لکھا کہ دونون نے القبضہ صحیحہ باہم قبضہ کرایا تو جواب دیا گیا کہ یہ کہنا کہ دونون نے باہمی قبضہ صحیحہ کر لیا صحیح نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ اس زمانہ معین کے آنے سے پہلے عقد کا وقوع نہوگا اور اس سے پہلے قبضہ صحیح نہوگا۔

محضر - در استحقاق کنیز مسماۃ دلبر پس جب مشتری نے چاہا کہ اس استحقاق واقع ہونے کو قاضی کے نزدیک ثابت کرے تاکہ بائع سے اپنا ثمن واپس لے تو باندی کا نام بنفشہ بیان کیا پس بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ ایسی کوئی باندی نہین بیچی جسکا نام بنفشہ ہو فقط مین نے تیرے ہاتھ باندی مسماۃ دلبر فروخت کی ہے تو کہا گیا ہے کہ قاضی دعوی مشتری کیطرف التفات نکریگا اور وہ بائع سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکتا ہے اسواسطے کہ بائع ایسے نام کی باندی جسکا مشتری دعوی کرتا ہے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کرتا ہے - اور بعض نے کہا ہے کہ قاضی اُسکے دعوی کی سماعت کریگا بشرطیکہ اُسنے

یون کہا ہو کہ مین تجھ سے اس باندی کا ثمن جو مین نے تجھ سے خریدی ہی واپس لونگا اسواسطے کہ جائز ہو کہ اس باندی کے دو نام ہون بنفشہ اور دلبر۔ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین تجھ سے اس باندی کا ثمن جو مین نے تجھ سے خریدی ہی اور وہ مجھ سے استحقاق ثابت کر کے لی گئی ہی واپس لونگا تو اسکے دعوی کی سماعت ہوگی اور جب اسنے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ قبول ہونگے اور اسکے نام ثمن کی ڈگری کر دیجائیگی

محضر۔ در اثبات استحقاق و رجوع ثمن۔ اس محضر مین مذکور ہی کہ قاضی فلان سے فلان شخص پر بحکم ایک حمار کے استحقاق ثابت ہونیکا جو اسنے خریدا تھا بسبب گواہی گواہون کے صادر ہوا۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اسنے یہ ذکر نہین کیا کہ جس شخص پر استحقاق ثابت کیا گیا ہی اسکے اقرار کے گواہ کہ اسنے صاحب استحقاق کے واسطے اقرار کر دیا ہو قائم ہوئے یا صاحب استحقاق کے فقط دعوے پر گواہ ہوئے کہ یہ چیز اس مدعی کی ہی۔ حالانکہ حکم مختلف ہو جاتا ہی اور محضر مین اسنے یہ بیان نہ کیا کہ استحقاق بذریعہ ملک مطلق ہوا یا کسی سبب سے ملک کا استحقاق ثابت کیا ہی۔

محضر۔ مال عین خریدکردہ کے ثمن کا مشتری پر دعوی ہی۔ اور اس محضر مین آخر دعوے مین مذکور ہی کہ پس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ثمن مذکور اس مدعی کو سپرد کرے۔ یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ محضر دعوے مین اسنے یہ ذکر نہ کیا کہ اسنے مبیع کو مشتری کے سپرد کر دیا تھا حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہی تاکہ تسلیم ثمن کے مطالبہ کا دعوی ٹھیک ہو کیونکہ اگر سپرد کرنے سے پہلے مبیع تلف ہوگئی تو بیع ٹوٹ جاویگی اور ثمن بذمہ مشتری واجب نہ رہیگا اور دوم آنکہ آخر دعوی مین مذکور ہی کہ اس مدعا علیہ پر واجب ہی کہ ثمن مذکور اس مدعی کے سپرد کرے حالانکہ ثمن بر تقدیر صحت بیع کے مدعا علیہ کے پاس امانت ہوگا اور امانات و ودائع مین یہ واجب ہی کہ مستحق کے واسطے امانت لینے سے روک ٹوک دور کر دے یعنے تخلیہ کر دے اور تسلیم و سپرد کرنا واجب نہین ہی۔ اقول میرے نزدیک یہ سب تقریر فاسد ہی پس اول اسوجہ سے کہ جب مال عین بعوض درمون کے فروخت کیا جاوے تو حکم شرع کے موافق پہلے مشتری سے ثمن سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جاویگا۔ اور دوم اسوجہ سے کہ ثمن بذمہ مشتری واجب ہوتا ہی اور جو چیز اسکے ذمہ واجب ہی وہ امانت کیونکر ہوگی اور یہ قول درست کیونکر ہوسکتا ہی حالانکہ اگر مشتری کا تمام مال تلف ہو جاوے تب بھی یہ ثمن اسکے ذمہ سے ساقط نہوگا

محضر۔ پیش ہوا جس مین کھرے سرخ دینار ہاے نیشا پوری کا دعوی بایں طور تھا کہ ثمن روغن۔ تیل ۱۲ مقدار معلوم ہی جس کو مدعا علیہ نے مدعی سے خریدا اور روغن خریدہ شدہ پر قبضہ کر لیا ہی اور گواہون نے بھی اس سب کی گواہی دی اور قبضہ کرنا گواہی و دعوی سب مین مذکور ہو پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوی مین اور گواہون نے اپنی گواہی مین یہ بیان نہین کیا کہ اسقدر تیل آیا وقت بیع کے بائع کی ملک مین تھا اور بر تقدیر یکہ اسکی ملک مین اسوقت نہ تھا تو بیع جائز نہوگی اور مشتری پر ثمن واجب نہوگا۔ اور یہ امر در حقیقت کچھ خلل نہین ہی اسواسطے کہ یہ دعوی در واقع دعوی قرضہ ہی اسواسطے کہ تیل پر قبضہ کرنا ثابت ہوگیا ہو آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر مقدار تیل ذکر نہ کیجاوے تو دعوی صحیح ہوگا اگرچہ اسکا قبضہ ذکر نہ کیا ہو پس اسی وجہ سے دعوے صحیح ہوتا ہی کہ در حقیقت یہ قرضہ کا دعوے ہی۔

محضر۔ پیش ہوا جسکی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ تو نے مجھ سے اسقدر گیہون بعوض پچاس دینار کے خریدے ہین اور مدعی دو گواہ لایا جنہین سے ایک نے پچیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی اور دوسرے نے پچیس دینار کے عوض بیع واقع ہونے کی گواہی دی۔ پس کہا گیا ہی کہ یہ گواہی صحیح نہین ہی کیونکہ دونون گواہون نے

ثمن پچاس دینار ... واپس لیا تھا ۱۲ بطور ... استحقاق واقع ہو ... ثابت کرنے پر واپس لیگا ۱۲ منہ

باہم اختلاف کیا ہی اور بعض نے فرمایا کہ اگر دعوی لشرائطہ خود صحیح ہو تو بیس دینار پر گواہی مقبول ہوگی کیونکہ دونون نے بیس دینار ثمن پر لفظاً و معنیً اتفاق کیا ہی لیکن اول قول اصح ہی کہ ہر ایک گواہ نے اپنے عقد کی گواہی دی جو اُس عقد کا غیر ہی جسکی دوسرے نے گواہی دی ہی اسواسطے کہ پچیس دینار کے عوض جو عقد ہی وہ اُس عقد کا غیر ہی جو بعوض بیس دینار کے ہو آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر ایسا اختلاف بیع و مشتری متعاقدین کے درمیان واقع ہو تو دونون سے باہم قسم لیجائیگی اور عقد فسخ کرینگے

محضر پیش ہوا جس مین مذکور ہی کہ زید نے عمرو پر چند من قفیز گیہون کا دعوی کیا اور اپنے دعوی مین کہا کہ یہ مدعی علیہ میرے مستاجر کی زمین سے اتنے گیہون ناحق اُٹھا لیگیا ہی پس اگر یہ گیہون بعینہ قائم ہون تو اُسپر واجب ہی کہ مجھے انکو واپس دے اور اگر تلف ہو گئے ہون تو اُسپر اُنکے مثل واپس دینا واجب ہی اور یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اُسنے دعوی مین یہ بیان نہین کیا کہ اتنے گیہون میرے مزرعہ سے لیگیا ہی یا میرے کاشتکار کے مزرعہ سے لیگیا ہی حالانکہ اُسکا ذکر کرنا ضرور ہی تاکہ واپس دینے کا مطالبہ صحیح ہو اسواسطے کہ جائز ہی کہ کھیتی کسی دوسرے کی زمین مین ہو پس کھیتی اس کاشتکار کی ہوگی نہ اس مدعی کی اور جب یہ بیان کر دیا کہ اُسکے کاشتکار کی مزروعہ ہی تو آیا کاشتکار کا نام و نسب بیان کرنا ضرور ہی یا نہین ہی تو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہی

محضر فتاوے نسفی مین مذکور ہی کہ ایک محضر پیش کیا گیا کہ جسمین چار ہزار دینار کا دعوے لکھا ہی اور گواہی مین چار دینار مذکور تھے تو شیخ علی سغدی نے فرمایا کہ دعوے و گواہی مین مخالفت ظاہر ہی تو اُنسے کہا گیا کہ ہزار کا لفظ لکھنا بھول گیا ہی تو فرمایا کہ اگر بھول گیا ہی تو محضر بہ فاسد ہوئی اور بعض نے کہا ہی کہ چار دینار پر گواہی مقبول ہونی چاہیئے اور ہم نے اس جنس کی صورتین پہلے بیان کر دی ہین۔

محضر پیش ہوا جس مین چند مال عین کا جنکی جنس و نوع و صفت باہم مختلف ہی دعوی مذکور ہی اور ان سب کی قیمت اکٹھا مذکور ہی اور ہر ایک مال کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہین ہی تو شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اسمین مشائخ نے اختلاف کیا بعضون نے مجمل قیمت پر اکتفا کیا اور بعضون نے شرط لگائی ہی کہ صحت دعوی کے واسطے تفصیل بیان کرنا چاہیئے اور اس مسئلہ کے حاصل مین دو صورتین ہین کہ اگر یہ اموال اعیان بعینہ قائم ہون تو دعوے کے وقت انکا حاضر لانا ضرور ہوگا اور ایسی حالت مین انکی قیمت بیان کرنے کی کچھ حاجت نہوگی اور اسکی جنس کا مسئلہ گذر چکا ہی اور اگر انکو تلف کر دیا ہی تو ہر مال عین کی قیمت بیان کرنی ضرور ہوگی اسواسطے کہ بسا اوقات ایسی صورت مین مدعا علیہ بعض کے تلف کرنے کا اقرار کرتا ہی اور بعض سے انکار کرتا ہی تو ایسی حالت مین قاضی کو انیا حکم دینے کے واسطے ضرور معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کس مقدار کا حکم دیگا اور باوجود اسکے اگر اُسنے اسکا بیان نہ کیا تو اس سے دعوی مین کچھ خلل نہین آتا ہی اسواسطے کہ اُسنے قرضہ کا دعوی کیا ہی اور قرضہ کی مقدار بیان کر دی ہی۔

محضر اونٹنی کے دعوے کا پیش ہوا اور محضر مین لفظ جمل مذکور ہی اور یہ موجب فساد ہی کیونکہ وصف کی جہالت لازم آتی ہی اور اسی وجہ سے اگر اُسنے ایک اونٹنی اور ایک اونٹ کا دعوی کیا اور محضر مین دو اونٹنیان یا دو اونٹ لکھے تو محضر اسوجہ سے رد کر دیا جائیگا جو ہمنے بیان کی ہی اور یہ علت در صورتیکہ دعوے قرضہ ہو ٹھیک ہی اور اگر بعینہ اُس اونٹنی کا دعوے ہو تو اسمین اشارہ کی حاجت ہوگی پس مجلس حکم مین حاضر لانا ضرور ہوگا اور اشارہ کے وقت کسی وصف کے بیان کی حاجت نہین ہی پس مال عین کے دعوے کی صورت مین یہ علت ٹھیک نہوگی۔

محضر پیش ہوا جسکی یہ صورت ہی کہ فلان نے فلان پر دعوے کیا کہ اسنے میرے باغ انگور مین سے اتنے گچھے لکڑی کے

جسکی قیمت اسقدر ہو کاٹ لیے ہین اور اسقدر ٹوکرے انگور غصب کر لیے ہین پس محضر اسوجہ سے رد کر دیا گیا کہ اسمین نوع انگور و ہیزم کا بیان نہین ہو پس بعض نے فرمایا کہ یہ جواب انگور کے حق مین ٹھیک ہو اسواسطے کہ انگور مثلی ہو اور ہیزم کے حق مین ٹھیک نہین ہو اسواسطے کہ ہیزم قیمتی چیزون مین سے ہو پس اُسنے اسکی مقدار قیمت بیان کر دی ہو اسپر اکتفا کیا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ اول اصح ہو اسواسطے کہ قیمت بتفاوت نوع و صفت مختلف ہوتی ہو چنانچہ اخروٹ و شہتوت کی لکڑی کی قیمت بہ نسبت بید کی قیمت کے زیادہ ہوتی ہو- اسیطرح سوکھی لکڑی کی قیمت بہ نسبت گیلی لکڑی کے زیادہ ہوتی ہو پس ضرور ہو کہ نوع ہیزم مع مقدار قیمت بیان کرے تاکہ معلوم ہو کہ آیا مدعی اسقدر کا دعوی کرنے مین سچا ہو

محضر- پیش ہوا جسمین ایک عورت کا اپنے شوہر پر دعوی مذکور ہو- اور صورت یہ مذکور ہو کہ عورت نے دعوی کیا کہ اسنے میرے مال سے کذا و کذا بغیر حق اسطور سے لیا ہو کہ جس مین اسپر یہ واجب ہو کہ مجھے واپس دے اور اسنے بطوع خود اسقدر مال اس عورت سے لے لینے کا اقرار صحیح کیا ہو- اور اقرار کے ذکر مین یہ نہین مذکور ہو کہ اسنے بغیر حق لے لینے کا اور اسطور سے قبضہ کر لینے کا جسمین اسپر واپس کرنا واجب ہوا اقرار کیا ہو- شیخ امام سغدی رح نے فرمایا کہ مراد اسی اقرار سے ہو حالانکہ اس اقرار مین بغیر حق قبضہ کرنا مذکور نہین ہو اور نہ اس اقرار کی اضافت اسوجہ سے مال مذکور ہو کہ اسنے یون کہا ہو کہ اُسنے اسی مال کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا تاکہ یہ اقرار راجع بجانب اول ہو بلکہ یہ اقرار از سر نو اقرار مطلق ہوا اور اس سے خواہ مخواہ ضمان واجب ہونا ضرور نہین ہو پس دعوے صحیح نہوگا- اور بعض نے کہا کہ دعوے صحیح ہونا چاہیے اور یہی قول اشبہ ہو اسواسطے کہ مطلق قبضہ کر لینا ضمان لزوم و واپس دونون کا سبب ہوتا ہو- پس اسکے مطلق اقرار سے رد کرنے کا واجب ہونا مثل صریح ذکر کرنے کے ہوگیا آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اصل و جامع صغیر مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ کپڑا غصب کر لیا ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ مین نے تجھسے ودیعت کے طور پر لیا ہو تو مقرلہ کا قول قبول ہوگا اور مقر ضامن ہوگا باوجودیکہ مقر نے اس صورت مین بطور ودیعت قبضہ کرنے کے تصریح کر دی ہو تاہم ضامن ہوا پس صورت مذکور مین بدرجہ اولی ضامن ہوگا

محضر- شیخ الاسلام علی سغدی کے حضور مین پیش ہوا جسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر اعیان مال کا دعوے کیا از انجملہ ایک قمیص ہو کہ اسکی جنس و نوع و صفت و قیمت بیان کر دی ہو اور پائجامہ ہو کہ اُسکی نوع و جنس و صفت و قیمت بیان کر دی ہو- تو شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہین ہو اسواسطے کہ اُسنے محضر مین یہ ذکر نہ کیا کہ مردانہ ہو یا زنانہ ہو چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور اس مسئلہ مین دو صورتین ہین کہ اگر یہ چیزین بعینہ قائم ہون تو محضر حکم مین انکا حاضر لانا انکی طرف اشارہ کرنے کے واسطے ضرور ہو اور ایسی حالت مین ان باتون کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہو اور اگر تلف کردہ شدہ ہون تو قیمت کے ساتھ ان باتون کا بیان کرنا ضرور ہوگا

محضر- پیش ہوا جسمین شکستہ تانبے کا دعوی ہو- اور غصب کرنا شہر مرو مین واقع ہوا اور دعوے بخارا مین واقع ہوا- اور جاننا چاہیے کہ مال غصب دو طرح کا ہوتا ہو بعض مال غصب ایسا ہوتا ہو کہ اُسکا مثل موجود ہو یعنے مثلی ہو اور بعض ایسا ہوتا ہو کہ وہ مثلی نہین ہو اور ہر قسم کی بھی دو قسمین ہین- ایک قسم وہ کہ اُسکے واسطے بار برداری و خرچ چاہیے دوم وہ کہ اُسکی بار برداری و مؤنت نہین ہو- پس اگر مال مغصوب مثلی نہو جیسے چوپایہ و خادم وغیرہ اور مغصوب منہ کسی دوسرے شہر مین غاصب سے ملا اور مال مغصوب اس غاصب کے پاس موجود ہو پس اگر مال

مغصوب کی قیمت اس شہر مین اُسی کے برابر ہو جو اُس شہر مین تھی جہان غصب کیا ہے یا زیادہ ہو تو مغصوب منہ اپنا عین
مال لے لیگا اور اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ غاصب سے قیمت کا مطالبہ کرے اسواسطے کہ اُسکو اپنا عین حق بدون کسی ضرر لاحق
ہونے کے مل گیا اور اگر جائے غصب سے اس شہر کا نرخ گھٹا ہوا ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مال مغصوب
لے لے اور زیادہ اُسکو کچھ نہ ملیگا اور چاہے اُس سے مقام غصب مین قیمت لے لے اور چاہے انتظار کرے یہانتک کہ
غاصب اُسکو لیکر مقام غصب مین واپس جائے پس وہان غاصب سے یہ مال عین لے لے اور یہ اسواسطے ہے کہ اگر
اُسنے اپنا مال عین لے لیا تو اُسکو اُسکا عین مال پہونچ گیا لیکن ضرر کے ساتھ جو اُسکو غاصب کی طرف سے لاحق ہوا کیونکہ
چیزون کی قیمت جگہون کے اختلاف سے مختلف ہو جاتی ہے اور یہ تفاوت اُسکے مال مین غاصب کی طرف سے
ایک فعل ہمارا درپیش ہونے سے لاحق ہوا ہے اور وہ فعل یہ ہے کہ غاصب اُسکے مال کو اس مقام پر منتقل کر لایا ہے پس اُسکو اختیار
ہے چاہے مال عین لیکر اس ضرر کا التزام کرلے اور چاہے التزام نکرے اور مقام غصب کے روز خصومت کی قیمت لے
لے یا انتظار کرے بخلاف اسکے اگر غاصب سے اُسی شہر مین ملا جہان غصب واقع ہوا ہے حالانکہ اسوقت نرخ گھٹ گیا ہے
تو اُسکو خیار حاصل نہوگا اسواسطے کہ نقصان ہو جانے مین غاصب کے فعل کا دخل نہیں ہے بلکہ اُسکا مرجع لوگون کی
رغبت کی طرف ہے پس غاصب ضامن نہوگا۔ اور دوسری صورت یعنی غاصب اُسکو دوسری جگہ لے گیا تو یہ نقصان فعل غاصب
کی جانب مضاف ہوا کیونکہ اُسنے منتقل کرکے نقصان کیا پس اُسپر ضمان واجب کرنا ممکن ہوا۔ اور اگر غاصب کے
ہاتھ مین مال مغصوب تلف ہو گیا پھر مغصوب منہ اُس سے دوسرے شہر مین ملا پس اگر مقام غصب مین اُسکی قیمت بہ نسبت
اس شہر کے زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہے چاہے مقام غصب مین اُسکی قیمت جو بروز خصومت ہو وصول اُسکا مطالبہ
کرے اور اگر اس شہر مین جسمین خصومت کرتا ہے اُسکی قیمت بہ نسبت مقام غصب کے زائد ہو تو غاصب اُسکو اُسکی قیمت
مقام غصب مین دیگا اسواسطے کہ مالک کو واپس لینے کا استحقاق اسی شہر مین ہے جہان غصب واقع ہوا ہے۔ اور اگر مال
غصب مثلی چیزون مین سے ہو اور اُسکے واسطے بار برداری و خرچہ ہو جیسے ایک کر گیہون یا جو یا شکستہ تانبا وغیرہ
پس اگر یہ مال غصب اپنے غاصب کے پاس قائم ہو اور مغصوب منہ اُس سے دوسرے شہر مین ملاقی ہوا پس اگر اس شہر
مین نرخ وہی ہو جو مقام غصب مین ہے یا زائد ہو تو مغصوب منہ اپنا عین مال لے لیگا اور اس سے زائد اُسکو کچھ نہ ملیگا اور اگر اس
شہر مین نرخ کم ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہو چاہے عین مال مغصوب لے لے اور چاہے بروز خصومت جو اس مال کی قیمت ہو مقام
غصب مین لے لے اور چاہے انتظار کرے اور اگر یہ مال غصب غاصب کے پاس تلف ہو گیا ہو پس اگر مقام غصب کا نرخ
مثل شہر خصومت کے نرخ کے ہو تو غاصب اُسکے مثل دیکر بری ہو جائیگا اور مغصوب منہ بھی اُس سے مثل مال غصب
واپس دینے کا مطالبہ کریگا کیونکہ اس صورت مین دونون کے حق مین کوئی ضرر نہین ہے اور اگر مقام غصب مین اُسکا
نرخ زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے اُس سے مثل واپس دینے کا مطالبہ کرے یا بروز خصومت مقام
غصب مین قیمت کا مطالبہ کرے اور چاہے انتظار کرے۔ اور اگر شہر خصومت مین اُسکی قیمت زائد ہو تو غاصب
کو اختیار ہے چاہے اُسکو اُسکا مثل دیدے اور چاہے اُسکو مقام غصب مین قیمت دیدے کیونکہ مالک کو مقام
غصب ہی مین اُسکے واپس لینے کا استحقاق ہے پس اگر ہم غاصب کے ذمہ فقط مثل واپس دینا لازم کرین تو
اس سے غاصب کے حق مین ضرر پہونچیگا کہ اُسکو کچھ قیمت زائد دینی پڑیگی جسکا مغصوب منہ مستحق نہ تھا اسوا

ہم نے اُسکو مختار کیا کہ چاہے فی الحال اُسکا مثل دیدے یا مقام غصب مین قیمت دیدے لیکن اگر مغصوب منہ انتظار کرنے
پر راضی ہو جاوے تو اُسکو ایسا اختیار ہے اور اُسکو یہ اختیار ہے کہ مقام غصب کی قیمت فی الحال لے لے۔ جب ان صورتون
کا حکم معلوم ہو گیا تو جواب محضر اس سے نکلا کہ اگر تانبے کی قیمت بخارا مین وہی ہو جو مرو مین ہے تو مغصوب منہ کا حق ایسے
تانبے سے متعلق ہوگا پس اگر اُسنے مثل کا دعوی کیا تو صحیح ہوگا ورنہ نہین۔ اور اگر اُسکی قیمت مرو مین بہ نسبت بخارا
کے زائد ہو تو مغصوب منہ کو اختیار ہوگا چاہے مثل کا فی الحال مطالبہ کرے اور اگر چاہے تو مرو مین قیمت بروز خصومت
کا مطالبہ کرے پس جو بات اسمین سے اُسنے اختیار کی اور معین کرکے اُسکا دعوی کیا تو اُسکا دعوی صحیح ہوگا اور اگر اُسکی قیمت
بخارا مین بہ نسبت مرو کے زائد ہو تو دونون باتون مین سے غاصب نے جسکو اختیار کی اُسکا مطالبہ غاصب سے کیا جائیگا اور
قاضی اُس سے کہیگا تیرا جی چاہے اُسکی قیمت مرو مین ادا کر اور چاہے اُسکا مثل فی الحال دیدے

محضر پیش ہوا جسکی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور اپنے ساتھ عمرو بن بکر کو حاضر لایا اور محضر مین عمرو کے دادا کا نام مذکور
نہین ہے تو صحت کا فتوی دیا گیا ہے اسواسطے کہ مدعا علیہ حاضر ہے اور حاضر کی طرف اشارہ کافی ہے نام ذکر کرنے کی بھی حاجت
نہین ہے پس دادا کا نام ذکر کرنے کی بدرجہ اولے احتیاج نہو گی۔ اور غائب کی صورت مین امام اعظم رحمہ اللہ تعالے و
امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہے اور یہی صحیح ہے

محضر پیش ہوا جسکی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے وارثان شوہر پر اپنے باقی مہر کا جو اُسکے شوہر پر باقی ہے اور اُسکے
شوہر نے اس عورت کے واسطے اس مہر کا اقرار کیا ہے اور بطوع خود اقرار کیا ہے اور قبل اسکے ادا کرنے کے مرگیا اور ترکہ
مین ان وارثون کے ہاتھ مین اسقدر چھوڑا ہے کہ جس سے قرضہ مذکورہ بخوبی ادا ہو کر کچھ بچ رہتا ہے پس شیخ نجم الدین نسفی
نے جواب دیا ہے کہ یہ فاسد ہے اسواسطے کہ اُسنے اعیان ترکہ کی جو وارثون کے قبضہ مین ہین تفصیل نہین کی ہے حالانکہ اسکا بیان
اسطرح کرنا ضرور ہے جس سے شناخت ہو جاوے مثلاً محدودات مین حدود ذکر کردے وعلی ہذا القیاس لیکن یہ صورت
ایسی ہے کہ جسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بعض نے اعیان ترکہ مین ہر ایک چیز تفصیل وار بیان کرنے کی شرط لگائی
ہے اور حاکم احمد سمرقندی نے اپنے شروط مین لکھا ہے کہ سجل اثبات قرضہ مین اگر باجمال تحریر کیا تو کافی ہے اور اگر تفصیل
سے بیان کر دیا تو احوط ہے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالے نے بیان اعیان ترکہ شرط نہین کیا ہے اور اسپر اکتفا کیا ہے
کہ یہ بیان کردے کہ اسقدر چھوڑا ہے جس سے قرضہ ادا ہو جائیگا اور خصاف رحمہ اللہ تعالے نے ادب القاضی کے
باب قسم بہ علم مین بھی مثل اسکے ذکر کیا ہے جیسا فقیہ ابو اللیث نے بیان کیا ہے اور فتوے کے واسطے مختار یہی ہے کہ اثبات
قرضہ اور اُسکا حکم ہونے کے واسطے اعیان ترکہ کا بیان کرنا شرط نہین ہے لیکن وارث کو قاضی ادائے قرضہ کا حکم اُسی وقت
دیگا جب وارثون کو ترکہ وصول ہونا ثابت ہو جاوے اور اگر انھون نے وصول ترکہ سے انکار کیا تو مدعی کو اُسکا اثبات
کرنا ممکن نہوا الا جبکہ وارثون کے قبضہ مین اعیان ترکہ ہونا اسطرح بیان کرے جس سے شناخت ہو جاوے اور ایسا ہی
شمس الاسلام اوزجندی کا فتوے منقول ہے۔

محضر پیش ہوا جسکی صورت یہ ہے کہ اُسمین اقرار بمال مذکور ہے پس اُسکو امام نسفی رح نے بدین علت رد کر دیا کہ اس مین یہ
ذکر نہین ہے کہ اُسنے بطوع خود اقرار کیا ہے اور فرمایا کہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہے اور بعض نے فرمایا کہ یہ ضرور نہین ہے بلکہ از قبیل
احتیاط ہے اور لازم نہین ہے اسواسطے کہ لوگون مین اکراہ کا وقوع ظاہر نہین ہے بلکہ بطریق ندرت کہین واقع ہوتا ہے

اور جو چیز بطریق ندرت واقع ہوتی ہے اُسپر احکام شرعیہ میں التفات نہیں کیا جاتا ہے

محضر جسمین دو شخصون نے مشترکہ باندی کے مہر کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اسکی صورت یہ ہے کہ مسماۃ فلانہ ترکیہ دونون مین مشترک ہے اور اس مسماۃ مذکورہ کا اس مرد پر اُسکے ذمہ مہر کا اسقدر ریال ہے اور ایسا ہی اس مرد نے اقرار کیا ہے اور گواہون نے اکر اس مسماۃ ترکیہ کے واسطے اس مدعا علیہ کی اس مہر مذکور کے اقرار کرنے کی گواہی دی پس یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ اسمین نکاح کرنے والے کا ذکر نہیں ہے پس احتمال ہے کہ شاید غیر کی طرف سے ہبہ یا ارث یا صدقہ یا وصیت وغیرہ کی وجہ سے یہ باندی ان دونون کی ہو گئی ہو اور احتمال ہے کہ اسی غیر نے اسکا نکاح کر دیا ہو پس اگر بائع یا واہب یا صدقہ دہندہ کی طرف سے تزویج ہوگی تو مہر اُسکا ہوگا نہ ان دونون مدعیون کا پس دونون کا دعوے صحیح نہوگا اور اگر بوجہ ارث کے انکی ہو گئی ہو اور انکے مورث نے اُسکا نکاح کر دیا ہے تو مہر مذکور اوّلاً مورث کے واسطے واجب ہوگا پس بیان حق میراث ضرور ہے۔ اور بدین علت رد کر دیا گیا کہ مدعیون نے کہا کہ اس مسماۃ کا اس مدعا علیہ پر اسقدر دین مہر ہے حالانکہ مہر واسطے مالک باندی کے واجب ہوتا ہے نہ واسطے باندی کے اور نیز بدین علت کہ گواہون نے یہ گواہی دی ہے کہ مدعا علیہ نے اس مسماۃ کے واسطے اپنے اوپر مہر کی گواہی دی ہے اور یہ گواہی نہیں دی ہے کہ یہ مسماۃ اُن دونون مدعیون کی مملوکہ ہے پس جبتک بحجت یہ بات ثابت نہو کہ یہ باندی ان دونون مدعیون کی مملوکہ ہے تب تک دونون مدعیون کے واسطے مہر مذکور انکے سپرد کیے جانے کا حق مطالبہ ثابت نہوگا۔

محضر پیش ہوا جسمین ایک طفل کا دعوے مذکور ہے پس بدین علت رد کر دیا گیا کہ طفل کا دعوے صحیح نہین ہے۔ اور یہ علت ایسے طفل کے حق مین صحیح ہے جو محجور رہا اور اگر طفل ماذون ہو تو اُسکا دعوے صحیح ہے اور نیز اگر اُسپر دعوے کیا جاوے تو اُسکا جواب بھی صحیح ہے۔

محضر جسمین ایک شخص کا دوسرے پر یہ دعوے مذکور ہے کہ اس شخص نے اس مدعی کو خطا سے گھونسا مارا جو اُسکے چہرہ پر پڑا اور بشدت ضرب سے اُسکے اگلے دو دانتون مین سے داہنا ایک دانت جڑ سے ٹوٹ گیا پس اس مدعی کے واسطے اُسپر پانچ سو درم واجب ہوے اور اُس سے جواب کا مطالبہ کیا تو یہ محضر بدین علت رد کر دیا گیا کہ جب ضرب بخطا تھی تو اسکی دیت عاقلہ پر ہوگی نہ فقط مارنے والے پر اگرچہ اسمین اختلاف ہے کہ آیا مارنیوالا منجملہ مددگار برادری کے دیت ادا کرنے مین شامل ہے یا نہین ہے اور اختلاف اس صورت مین دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آیا ابتدا مین مارنے والے پر واجب ہوتی ہے پھر مددگار برادری اسکو برداشت کر لیتی ہے یا ابتدا سے مددگار برادری پر واجب ہوتی ہے دوم آنکہ مارنے والا آیا منجملہ مددگار برادری ادا کرنے مین حصہ رسد ادا کرتا ہے یا نہین پس تمام دیت کا اس مارنے والے سے مطالبہ کرنا ٹھیک نہوگا۔

محضر پیش ہوا جس مین ضمان کا دعوے ہے۔ اور بایں علت رد کر دیا گیا کہ مدعی نے اپنے دعوے مین بیان کیا ہے کہ اس شخص نے مال مذکور کی ضمانت کر لی اور یہ نہ کہا کہ میرے واسطے۔ حالانکہ اسکا ذکر کرنا ضرور ہے تا کہ مدعی کا اُس سے مطالبہ کرنا بحکم اس ضمانت کے صحیح ہو۔ اور میرے نزدیک یہ کوئی خلل نہین ہے

محضر پیش ہوا جس مین دفعیہ کے طور پر دعوے ہے صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اور طرح طرح کا مال چھوڑا اسپر ایک عورت نے میت کے بیٹے پر یہ دعویٰ کیا کہ اسکے باپ اس میت نے اس عورت سے اسقدر مہر پر نکاح

کیا تھا اور قبل اسکے کہ اس عورت کو انہین سے کچھ ادا کرے مرگیا اور اس پسر کے ہاتھ مین جنین وچندین ترکہ چھوڑا اور یہ
مال اسقدر ہو کہ یہ مہر ادا کرنے کے بعد بچ رہیگا پس پسر نے انکار کیا کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہین چاہیے ہو پس
عورت مذکورہ نے اپنے دعوے پر گواہ قایم کیے۔ پھر پسر نے اسکے دعوے کے دفعیہ مین کہا کہ تو نے میرے باپ کو
اسکے مرنے کے بعد اس دعوے سے بری کر دیا ہو اور اس دعوے پر گواہ قائم کیے۔ پھر عورت مذکورہ نے پسر مذکور کے دعوے
دفعیہ کا دفعیہ اسطور سے کیا کہ تو بری کرنے کے دعوی مین مبطل ہو کیونکہ تو نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد مجھ سے اسقدر
عوض پر صلح کی درخواست کی تھی پس بعض نے فرمایا ہو کہ اسمین شک نہین کہ عورت مذکورہ کے دعوے کا دفعیہ پسر مذکور
کی طرف سے صحیح ہو باوجودیکہ پسر نے اپنے باپ پر اسکا کچھ مہر ہونے سے انکار کیا ہو اسواسطے کہ توفیق ممکن ہو کیونکہ پسر
جواب دے سکتا ہو کہ اس عورت کا میرے باپ پر کچھ مہر نہ تھا لیکن ہر گاہ اسنے دعوی کیا تو مین نے اسکے پاس سفارش کرائی تاکہ
یہ اسکو بری کر دے پس اسنے بری کر دیا اور عورت نے جو اسکے دفعیہ کا دفعیہ کیا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر عورت مذکورہ نے
دعوے کیا ہو کہ اسنے میرے دعوی سے صلح کر لی تو یہ دفعیہ بجاے خود دفعیہ نہوگا اسواسطے کسی چیز کے دعوے سے صلح
کرنا مدعی کے واسطے اس چیز کا اقرار نہین ہوتا ہو اور نیز اگر اس سے سہلو رسے صلح کرے کہ دعوی نہ کرے تو بھی اقرار
نہین ہوتا ہو پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہوگا کہ پسر کا اسکے دعوی مہر سے صلح کرنا اسکے واسطے مہر کا اقرار نہوگا اور اگر عورت
مذکورہ نے یون دعوی کیا کہ اسنے میرے مہر سے مجھ سے صلح کی درخواست کی تو اس مسئلہ کا حکم باختلاف ہونا چاہیے
کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دفعیہ صحیح نہوا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہوا اسوجہ سے کہ کسی چیز سے صلح
کرنا اس چیز کا مدعی کے واسطے اقرار ہو پس عورت کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوگی کہ پسر نے اپنے باپ پر اس عورت
کے مہر کا اقرار کیا ہو اور پسر کے گواہون سے یہ بات ثابت ہوئی کہ عورت نے میت کو مہر سے بری کیا ہو اور ان دونون کی تاریخ
معلوم نہین ہوئی پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا دونون ایک ساتھ واقع ہوئے یعنے بری کرنا اور صلح طلب کرنا ایک ساتھ واقع
ہوئے ہین پس پسر اس عورت کے بری کرنے کا رد کرنے والا ہوگا جبکہ اسنے مہر سے صلح کرنے کی درخواست کی اور
قرضخواہ نے اگر میت کو قرضہ سے بری کیا اور وارث نے اس بری کرنے کو رد کر دیا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک
رد کرنا صحیح ہو اور اسکا بری کرنا رد ہو جائیگا اور موافق قول امام محمد رح کے اسکے رد کرنے سے رد نہوگا اور جب
رد نہوگا تو دفعیہ صحیح ہوگا

سجل خوارزم سے در مقدمہ اثبات حریت میت ہوا جس مین الفاظ شہادت ذکر نہین کیے گئے بلکہ یہ لکھا ہو کہ
گواہون نے موافق دعوے کے گواہی دی۔ پس ہمارے بعض مشائخ نے گمان کیا کہ یہ خلل ہی حالانکہ ہم نے
اول محاضر مین ذکر کر دیا ہو کہ محضر دعوے مین لفظ شہادت کا ترک کرنا خلل ہوتا ہو سجل مین مخل نہین ہو اور نیز اسمین
لکھا تھا کہ مین نے فلان کے واسطے فلان پر یہ حکم دیا اور یہ ذکر نہ کیا کہ دونون کی موجودگی مین۔ تو بعض مشائخ نے
گمان کیا کہ یہ خلل ہو حالانکہ یہ خلل نہین ہو کیونکہ جتنے الامکان اسکے حکم قضا کو صحت پر رکھنے کیواسطے یہ حکم اس
حالت پر محمول کیا جائیگا کہ اسنے دونون کی موجودگی مین ایسا کیا ہو۔ اور نیز اس تحریر مین یہ غلطی ہو کہ موکل کی جگہ
وکیل کا نام اور وکیل کی جگہ موکل کا نام یعنے دونون مین ایک دوسرے کا نام بدل کر لکھا ہو پس بعض مشائخ نے
کہا کہ یہ خلل ہو اور بعض نے فرمایا کہ یہ خلل نہین ہو اسواسطے کہ وکیل و موکل دونون صاحب خصومت ہین اور اشارہ

پا یا گیا ہے پس نام کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

سجل۔ پیش ہوا جسکے آخر مین لکھا تھا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا اور یہ نہیں لکھا کہ مین نے حکم کیا پس اس علت سے یہ سجل رد کر دیا گیا حالانکہ یہ سہو ہے کیونکہ قاضی کا یہ کہنا کہ میرے نزدیک یہ ثابت ہوا بمنزلہ اس قول کے ہے کہ مین نے حکم دیا

سجل۔ وقف ہونے کے دعوی مین پیش ہوا اُسکی صورت یہ ہے کہ زید حاضر ہوا اور عمرو کو اپنے ساتھ حاضر لایا اور یہ حاضر آمدہ از جانب قاضی فلان اجازت یافتہ ہے کہ فلانہ اور اُسکی اولاد و اُسکی اولاد کی اولاد پر اس زمین کی جسکے حدود یہ ہین وقف ہونا ثابت کرے کہ اُسکو فلان نے اپنی دختر فلانہ پر پھر اُسکی اولاد پر پھر اُسکی اولاد کی اولاد پر اور بعد اُنکے نابود ہو جانے کے فلان مسجد جامع پر وقف کیا ہے پس اس حاضر آمدہ نے اس حاضر آوردہ پر دعوی کیا کہ اس حاضر آوردہ نے اس زمین محدودہ پر جو فلانہ عورت و اُسکی اولاد پر وقف ہے ناحق اپنا قبضہ کر لیا ہے پس اسپر واجب ہے کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے یہ زمین مجھے سپرد کرے تاکہ مین باجازت حکمی اُسپر قبضہ کرون۔ پس بعض نے فرمایا کہ یہ سجل فاسد ہے اسواسطے کہ مدعی نے اپنے دعوے مین یہ ذکر نہین کیا کہ یہ اس زمین فروخت کا دعوے بدین غرض کرتا ہے کہ اسکا غلہ فلانہ و اُسکی اولاد پر صرف کرے یا اسکا غلہ جامع مسجد مذکور کی درستی مین صرف کرے حالانکہ اسکا بیان کرنا ضرور ہے اسواسطے کہ بر تقدیریکہ فلانہ یا اُسکی اولاد مین سے کوئی باقی ہوگا۔ تو اسکا غلہ اصلاح جامع مسجد مین صرف نہ کیا جائیگا اور بر تقدیر ان سب کے نابود ہو جانے کے مدعی اسکا خصم نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ قاضی نے اسکو اسی واسطے مقرر کیا ہے تاکہ ان لوگون کے واسطے اس زمین وقف ہونے کا دعوے کرے نہ جامع مسجد کے واسطے دعوے کرنے کے لیے مقرر نہین کیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ سجل صحیح ہے اور یہ خلل کی وجہ کچھ نہین ہے اسواسطے کہ وقف واحد ہے البتہ اُسکے مصارف مختلف ہین جن مین سے بعض سے بعض مقدم ہین اور بعض مصارف کے واسطے اس مدعی کے لیئے قاضی کی طرف سے اس زمین کے وقف ثابت کرنے کی اجازت سب مصارف کے واسطے اُسکے وقف ثابت کرنے کی اجازت ہوگی پس سب کے واسطے وقف ثابت کرنے کے لیے اجازت یافتہ ہو جائیگا پس دعوے مین اُسکو کسی مصرف کے معین کرنے کی حاجت نہین ہے بلکہ اُسکی طرف اصل وقف ہونے کا دعوے کافی ہے پس جب دراصل اُسکا وقف ہونا ثابت ہو گیا پس اگر اس فلانہ کی اولاد مین سے کوئی باقی ہوگا تو غلہ اسکے مصارف مین صرف کر دیا جائیگا ورنہ مصالح جامع مسجد مین صرف کیا جائیگا۔

سجل۔ حریت اصلی کے دعوی کا پیش ہوا۔ اور دعوی مین مذکور ہے کہ مدعی حر الاصل ہے اور اسکا نطفہ آزاد قرار پایا ہے اور فراش آزادی پر متولد ہوا ہے اور مدعی کی یہ ماں آزاد شدہ ہے پس گواہون نے گواہی دی کہ یہ حر الاصل ہے فراش آزادی پر پیدا ہوا ہے اور یہ گواہی نہین دی کہ اُسکا نطفہ آزاد قرار پایا ہے یا گواہون نے فقط اُسکے اصلی حر ہونے کی گواہی دی اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس ہمارے بہت مشائخ نے اُسکی صحت کا فتوے دیا ہے اسواسطے کہ امام محمد رح نے کتاب الولاء مین ذکر فرمایا ہے کہ اگر گواہون نے گواہی دی کہ یہ شخص حر الاصل ہے تو اسپر اکتفا کیا جائیگا اور بعض مشائخ نے اس سجل کے فاسد ہونے کا گمان کیا ہے اسواسطے کہ اگر بچہ کا نطفہ ماں کے آزاد ہونے کے بعد قرار پایا تو بچہ آزاد ہوگا اور اگر اس سے پہلے قرار پایا ہے تو آزاد نہوگا پس جب دعوے و گواہی مین یہ بیان نکیا تو بچہ کی آزادی کا حکم کیونکر دیا جائیگا اور کیونکر صحت سجل کا حکم کیا جاوے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ہکذا فی المحیط

کتاب الشروط

اس مین چند فصلین ہین

فصل اول - حلی و شیات کے بیان مین حلی کا اطلاق آدمیون مین ہوتا ہو یعنے فلان آدمی کا حلیہ - و شیات باقی حیوانات مین بولا جاتا ہو مثلاً شتیۃ فرس یہ محیط مین ہو - اور انسان جبتک رحم مادر مین ہوتا ہو جنین کہلاتا ہو اور جب پیدا ہوگیا تو ولید کہلاتا ہو پھر جبتک دودھ پیتا رہے تب تک رضیع ہو پھر جب سات راتین پوری گذر جاوین تو صدیغ یعنین معجمہ کہلاتا ہو پھر جب اُسکا دودھ بڑھایا جاوے تو فطیم ہو پھر جب رینگنے لگے اور نمو ہو تو دراج کہلاتا ہو پھر جب پانچ بالشت کا لنبا ہو جاوے تو خماسی کہلاتا ہو - پھر جب اسکے دودھ کے دانت گرین تو مثغور کہلاتا ہو پھر جب دودھ کے دانت گر کر اناج کے دانت نکلین تو متغر کہلاتا ہو پھر جب دس برس سے تجاوز کرے تو وہ مترعرع و ناشی کہلاتا ہو اور جب قریب بلوغ پہونچے تو بالغ و مراہق کہلاتا ہو پھر جب اسکو احتلام ہوا اور اسکی قوت مجتمع ہوئی تو وہ حزور ہو اور ان سب حالتون مین اُسکا نام غلام ہو (غلام یعنی لڑکا نہ بمعنی مملوک کہلاتا ہے) پھر جب اُسکے مونچھین ہرا ہین اور سبزہ آغاز ہوا تو وجیہ ہو اور جب صاحب فتا ہو گیا تو فتی و شارخ کہلاتا ہو پھر جب اُسکے داڑھی بھر آئی اور انتہاے شباب کو پہونچ گیا تو وہ مجتمع کہلاتا ہو پھر جب تک بتیس و چالیس برس کے درمیان رہتا ہو تب تک شاب ہو پھر ساٹھ برس ہونے تک کہل کہلاتا ہو پھر اشمط ہوتا ہو پھر جب بالکل بال سپید ہوگئے تو مخلس ہو پھر بجال بفتح الباء و الجیم یعنے بوڑھا پھوس اور جب کہل و مجتمع کے درمیان ہو اُسوقت اُسکا حلیہ یون بیان کیا جائیگا کہ بوخط الشیب ہو یعنے شباب شروع ہو گیا ہو اور مملوکون کو اُنکی اجناس ترکی و سندی و ہندی وغیرہ کی طرف منسوب کرکے بلکہ اسی طور سے جسطرح ہمنے بیان کیا ہو اُسکا حلیہ بیان کیا جاوے سرکا حلیہ اگر سر بڑا ہو تو کہے اُراس ہو یا رواسی ہو اور اگر اُسکی کنپٹیان بیٹھی ہوئی ہون اور جبین نکلی ہوئی ہون جیسے خوارزمیون کا سر ہوتا ہو تو مصفح ہو اور اگر سر دو جانب جبہہ کے اوپر کی طرف بال نہون تو وہ انزع ہو - اور اگر پیشانی سے اوپر اگلے سر پر بال نہون تو اصلع کہلاتا ہو - اور اگر تمام چہرہ بالون نے گھیر لیا تو نزغم کہلاتا ہو اور اگر اکثر سر کے بال جاتے رہے ہون تو امعط ہو اور راحب الجبہۃ چوڑے جبہہ والے کو کہتے ہین - اور بولا جاتا ہو کہ بجبہتہ غضون یعنے اُسکی جبہہ پر غضون ہین اور غضون جمع غضن کی ہو بفتح ضاد و بسکون ضاد دونون طرح مستعمل ہو اور اُسکے معنی ہین کھال کی شکن جسکو ہندی مین جھری کہتے ہین اور فارسی مین آژنگ کہتے ہین) اور بولتے ہین کہ بین حاجبیہ انتشار یعنے اُسکی دونون ابروین انتشار ہین جبکہ دونون مین تفاوت ہو اور اگر دونون ابرو مین کشادگی ہو تو ابلج بولتے ہین اور اگر تنگی ہو تو ازج بولتے ہین اور مقوس الحاجبین اُسکو کہتے ہین جسکے ابرو کمان کے مشابہ ہون اور اعین اسکو کہتے ہین جسکی آنکھین بڑی بڑی ہون اور جاحظ العینین اُسکو کہتے ہین جسکی آنکھین باہر کو اُبھری ہوئی ہون اور غائر العینین وہ ہو جسکی آنکھین اندر کو گھسی ہوئی ہون - اور ناتی الوجنتین جسکے رخسارے اُبھرے ہوئے ہون سہل الخدین چکنا رخسارہ ہو - مجدر وہ ہو جسکے چیچک کا داغ ہو - اکحل العینین جسکی آنکھ ایسی معلوم ہو جیسے آنکھ مین سرمہ دیا ہوا ہو اور امرہ اسکی ضد ہو - احور جسکی آنکھ کی سپیدی خوب سفید اور سیاہی خوب سیاہ ہو اشہل جسکی آنکھ کی سیاہی مین

سرخی ہو۔ اور اشکل جسکی آنکھ کی سیاہی مین سرخی ہو۔ احول مشہور ہے یعنی بھینڈا۔ اقبل جسکی نظر اُسکے ناک کے نتھنون پڑتی ہو۔ اخمش جسکی پلکین سرخ ہو گئی ہون اور بال پلکون کے گر گئے ہون۔ اہدب جسکی پلکون مین بہت بال ہون ازرق العینین آنکھ سبزی مائل یعنی کرنجا۔ اشتر جسکی پلک الٹ گئی ہو۔ کوکب العینین جسکی دونون آنکھون مین سفید نقطہ ہو۔ اعمص جسکی آنکھون کے کویہ سے کیچڑ بہا کرتا ہو۔ ارمص جسکی آنکھ مین ایسا کیچڑ جما رہتا ہو۔ آفنا جسکی پشت مین خمیدہ پشت ہو۔ اشم جسکی ناک با وجود لمبائی کے اُسکا بانسا اونچا ہو۔ ازلف چھوٹی ناک والا۔ افطس جسکی ناک جڑ سے آدھی دور تک بیٹھی ہو۔ افنس جسکا ارنبہ بیٹھا ہو۔ اجدع جسکی ناک کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ آفوہ جسکا منھ چوڑا دانت ظاہر ہون۔ اہدل جسکے نیچے کا ہونٹھ لٹکا ہوا ہو۔ العس جسکے لبون کا رنگ گندم گون ہو۔ افلح نیچے کا ہونٹھ شق ہو اور اعلم اسکی ضد ہے۔ اعجم جسکا منھ اُسکے کسی کنارہ کی طرف جھکا ہوا ہو۔ متقنع الاسنان جسکے دانت اندر کی طرف بڑھے ہوے ہون۔ اروق جسکے دانت لمبے ہون۔ اکس اسکی ضد ہے۔ افقم لوہے کے دقت جسکا تالو اور نیچے سے لگتا ہو۔ افلج و مفلج جسکے دانتون مین جھریا ہو۔ اورد جسکے دانت جاتے رہے ہون۔ اہتم جسکے اگلے دانت گر جاتے رہے ہون۔ اقصم جسکے دانت ٹوٹکر ٹکڑے رہ گئے ہون۔ اثعل جسکے دانت پر دانت ہو۔ مقطب الوجہ جسکے چہرہ پہ تلوار کے زخم کا نشان ہو۔ اخیل جسکے چہرہ پر خال ہو۔ اشیم جسکے تن پر خال ہو۔ اثل جسکے چہرہ پر تل ہو۔ اصہب اللحیۃ جسکے ڈاڑھی کے بالون مین سرخی ہو۔ الطع کوسہ جسکے ڈاڑھی نہ نکلتی ہو۔ کث اللحیۃ گھنی ڈاڑھی ہو۔ آذانی بڑے کانون والا۔ اصمع چھوٹے کانون والا انافی بڑی ناک والا۔ اشفہ و شفاہی جسکے ہونٹھ بڑے موٹے موٹے ہون۔ اشدق جسکے منھ کا پھٹاؤ زیادہ ہو۔ اصرم کان کا کنارہ کٹا ہوا ہو۔ اجید دراز گردن گردن سیدھی ہو یعنی خوبصورتی کے ساتھ درازی ہو اوقص اسکی ضد ہو۔ اصعر جسکی گردن کسی طرف جھکی ہوئی ہو۔ مدید القامۃ دراز قد۔ قصیر القامۃ پست قد۔ مربوع الخلق میانہ قد۔ نوع دیگر ذیل کی شیات ہین خیل کا لفظ جمیع انواع کو شامل ہے اور فرس خاص عربی گھوڑے کو کہتے ہین برذون عجمی گھوڑے کو کہتے ہین ہجین جسکا باپ عربی اور مان دوسرے ملک کی ہو مقرف مان عربی ہو اور باپ کسی اور ملک کا ہو۔ فرس قمر جسکا رنگ سبزہ رنگ ہو۔ ادہم نہایت سیاہ۔ احوی جسکے سینہ پر سپیدی ہو۔ فرس وردی جسکا رنگ گلابی ہو۔ ورد اغبس جسکی زردی مع خفیف سبزی کے ہو۔ مفلس جسکی کھال مین بیٹا مثل فلوس کے ہو۔ مدنر جسکی کھال پر سیاہ و سپید بیٹے مثل دینار کے ہون۔ ادبس جسکا رنگ سیاہی و سرخی کے درمیان ہو کہ مثل دلبن کے اُسکا رنگ ہو۔ اورق جسکا رنگ خاکستری ہو۔ ارثم جسکا جحفلہ بالائی سپید ہو ارمظ جسکا جحفلہ زیرین سپید ہو۔ اقرح خفی جسکے چہرہ کی سپیدی ایک درم تک نہ پہونچی ہو اور جب پورے درم تک پہونچ گئی ہو تو اقرح کہلاتا ہے۔ اغر مبرقع جسکا پورا چہرہ سپید ہو گویا برقع پڑا ہوا ہے اور جب سپیدی زیادہ بڑھی ہوئی ہو تو اغر سائل کہتے ہین۔ برذون فلول وہ ہے جو کراہیہ چلا یا جاتا ہے اور جدح وسموس اسکے برخلاف ہے۔ برذون ادمی جسکا رنگ برنگ خون ہو۔ مغرب جسکی پلکین سپید ہون۔ اتلیم جسکے چہرہ مین سے آدھا سپید ہو ارخم جسکا سر سپید ہو۔ اصقع جسکا سر سپید ہو۔ اقنف جسکی گدی سپید ہو۔ آذن جسکے کان مین سپیدی ہو۔ اسفی جسکی پیشانی باریک و چھوٹی ہو۔ متعرف کثیر العرف۔ ادرع سینہ و گردن سپید رکھتا ہو۔ اور ارحل پیٹھ سپید ہو۔ انبط پیٹ سپید ہو۔ اخصف پہلو سپید ہو۔ محجل چارون ہاتھ پاؤن سپید ہون۔ اعصم دونون ہاتھ سپید ہون۔ ارجل

ارجل دونون پانون مین سے ایک سپید ہو۔ اور اگر دونون ہاتھون مین سے ایک ہاتھ سپید ہو تو اعصم الیمنی یا اعصم الیسرے کہتے ہین۔ اور بر ذون کو اعور نہین کہتے ہین بلکہ یون کہتے ہین کہ قایض العین الیمنی والیسرے۔ اور ایال ودم کی راہ سے کمیت واشقر مین فرق ہوتا ہے پس اگر سُرخ ایال ودم ہو تو اشقر ہے اور اگر سیاہ ہو تو کمیت ہے محجل الید الیمنی او الیسری مطلق الیمنی او الیسرے پھر جب دونون ہاتھ یا پانون سپید ہون تو کہتے ہین کہ محجل الیدین یا محجل الرجلین ہے۔ اور اگر تین سپید ہون تو کہینگے محجل الثلث ومطلق الیمنے او الیسرے اور اگر سپیدی ایک ہی طرف ہاتھ و پانون مین ہو تو کہینگے کہ ممسک الایامن مطلق الایاسر یا ممسک الایاسر مطلق الایامن۔ اور تحجیل اُس سپیدی کو کہتے ہین کہ سب پہونچے سے تجاوز کرکے آدھے وظیف یا تہائی تک پہونچی ہو۔ اور اگر فنک وظیف سے سپیدی کم رہے اور فقط اُسکے دونون پانون مین گول گھوم گئی ہو ہاتھون مین نہو وے تو بر ذون مخدم کہلاتا ہے۔ اور اگر بیاض مذکور ایک ہاتھ یا ایک پانون مین ہو تو کہا جائیگا کہ فلان پانون سے یا فلان ہاتھ سے منعل ہے۔ گھوڑے کے بچہ کو مہر و فلو بولتے ہین یہانتک کہ اُسپر ایک سال گذر جاوے اور اُسکی جمع افلاء ہے۔ اور جب چھ مہینہ یا سات مہینہ گذر جاوین تو حروف کہتے ہین ایسا ہی اصمعی نے لکھا ہے اور جب سال گذر جاوے تو حولی کہتے ہین اور جب دو برس پورے ہو جاوین تو جذع ہے اور جب تین برس گذر جاوین تو ثنی ہے اور جب چار برس پورے ہون تو رباع ہے پھر قارح ہے اور بعد قروح کے اُسکا کوئی سن نہین ہے بلکہ اُسکو مذکی کہتے ہین اُسکی جمع مذاکی آتی ہے اور بیس برس مین ہرم کہلاتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اُسکی عمر تیس برس ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ تیس برس ہوتی ہے اور دانت اُسکے چالیس ہوتے ہین بیس اوپر اور بیس نیچے۔ اور اگر نہایت سیاہ ہو تو ادھم و دجوجی بولتے ہین اور سبزی وسیاہی کے درمیان ہو تو اکہب کہتے ہین۔ اور سپیدی چمکدار ہو تو اشہب قرطاسی بولتے ہین اور اگر اُسکے بالون مین سپید بال مختلط ہون تو صنابی کمیت یا صنابی اشقر بولتے ہین منسوب بصناب یعنے خردل۔ اور اگر ایک طرف کے ایک ہاتھ اور دوسرے طرف کے پانون مین سپیدی ہو تو شکال بولتے ہین اور جسکی دم دونون جانب مین سے کسی طرف مائل ہو تو اعزل بولتے ہین۔ اور جسکی دم وسر سیاہ یا سُرخ ہو اُسکو ابلق مطرف بولتے ہین۔ اونٹ وگاے وبکری کے اسنان واضح ہو کہ اونٹ مین ابن مخاض وہ ہے جسپر ایک سال گذر گیا ہے پھر ابن لبون۔ پھر حقہ۔ پھر جذعہ۔ پھر ثنی پھر رباع۔ پھر سدیس پھر بازل۔ پھر مخلف۔ پھر مخلف عام پھر مخلف عامین علے ہذا القیاس اگرچہ بہت برس اُسپر زیادہ ہو جاوین۔ اور گاے مین جسپر ایک سال گذرا ہو وہ تبیع ہے۔ پھر جذع۔ پھر رباع۔ پھر سدیس۔ پھر صالغ۔ پھر صالغ یک سال۔ پھر صالغ دو سال۔ علے ہذا القیاس جہانتک زائد ہون۔ اور بکری مین چھ مہینے سے کم یا پورے چھ مہینے کا بچہ حمل ہے اور جسپر سات مہینہ گذرے ہون تا ایک سال کامل جذع کہلاتا ہے پھر ثنی۔ پھر رباعی پھر سدیس۔ پھر صالغ اور بعد صالغ کے کسی سن کا نام نہین ہے اور واضح ہو کہ اونٹ وگاے کے واسطے اور تثنیات ہین جنکو آپس مین اونٹ وگاے والے اس زمانہ مین بولتے ہین اور ہر زمانہ مین اُسکا تغیر وتبدل ہو سکتا ہے اور یہ الفاظ شناخت کے ہوتے ہین پس اُنکی دانست کے واسطے انھین لوگون کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ نوع دیگر وہ الفاظ جو شروط مین استعمال کیے جاتے ہین۔ طاحون وطحانہ وہ چکی جو پانی کے زور سے چلتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ طحانہ اُسکو کہتے ہین جسکو چوپایہ چلاتے ہین اور طاحونہ پن چکی کو کہتے ہین اور بولتے ہین کہ فروخت کیا طاحونہ واقع دیہہ فلان بر نہر فلان بحدود آن ہرہ و حجر آن وحقوق آن وتوابیت آن وقطب آن ونا وق آن ونحو ذالک بعد احجار آن پس مختف اُسکا ڈول ہے اور قطب سے مراد

وہ لوہے کا کیلا ہی جسپر چکی گھومتی ہی۔ ناعور معروف ہی۔ نواعیر جمع ناعور۔ وہ لکڑی وغیرہ ہی جسپر پانی گرنے سے چکی گھومتی
ہی حمام کا لفظ عرب لوگ اپنی زبان مین بولنے لگے ہین ایسا ہی عین الخلیل مین مذکور ہی اور یہ بروزن فعال مشتق از حمیم ہی
واستحم الرجل اسوقت بولتے ہین جب آدمی حمام مین داخل ہوا اور حقیقی معنی یہ ہین کہ گرم پانی سے نہاوے تو یون کہینگے
سیاک کوارہ پہلا درجہ حمام کا جسکو مسلخ کہتے ہین اور اکثرون نے فرمایا کہ مشہور ساک دارہ بدون یاے تحتانیہ ہی۔ صنبور
یاصرہ جسکو میزاب یعنی پرنالہ بھی کہتے ہین۔ منجانات جمع منجان کی معرب پنکان یعنی طاس ہی۔ قدس یعنی سطل عبیدۃ المرارست
دھاے آن۔ آواری جمع آری یعنی حوض حمام۔ اتون بتشدید تاے مثناہ فوقانیہ یعنی آگ روشن کی جاتی ہی۔ قرطالہ کوارہ
طبق طبنیہ کا معرب ہی۔ ملاحۃ بتشدید لام جہان نمک پیدا ہوتا ہی۔ کشتی کے ساتھ کتاب مین مذکور ہی کہ سفینہ مع اپنے
الواح وعوارض ودقل وشراع وطلال وسکان ومرادی ومجاذف وقلوس کے۔ عوارض وہ لکڑیان جو الواح کے
اوپر چوڑان مین اُنپر جڑی ہوئی ہوتی ہین۔ دقل لمبی لکڑی جو اُسکے ساتھ معلق ہوتی ہی جسکو فارسی مین تیر کشتی کہتے
ہین شراع بادبان۔ طلال السفینۃ لباسے ہا یعنی ایسا سائبان جو اُسپر مثل چھت کوٹھری کے چھاتے ہین اُسکی جمع طلال
آتی ہی۔ سکان دنبالہ کشتی۔ مرادی بضم میم وتشدید یاے تحتانیہ جس لکڑی سے اُسکو کھیتے ہین۔ مجذف وہ ہی جسکے
سرے پر لوح ہوتی ہی۔ قلس بفتح قاف وسکون لام موٹا رسا۔ انجر ومرساۃ لنگر۔ بیت الطرار جولاہون کا کارخانہ۔
کتاب العین مین لکھا ہی کہ طراز وہ جگہ جہان عمدہ کپڑے بنے جاتے ہین۔ قرمہ وہ گڑھا جسمین جولاہا اپنا پانون لٹکا کر
بیٹھتا ہی۔ الطشت عجمی لفظ مونث ہی اسواسطے کہ عربی مین طا وتا ایک کلمہ مین جمع نہین ہوتی ہی۔ اور بعضے طس بولتے
ہین اور اُسکی جمع طاس وتصغیر طسیسۃ اور کہا گیا ہی کہ طساس وطسوس بھی اُسکی جمع آتی ہی۔ رقاق بالضم جمع رقاقہ چپاتی
روٹی رغیف نان گردہ جمع آن رغفان۔ مِسفقہ بکسر میم منسفہ فارسی مین پرویزن بولتے ہین مجمور ومسور دہ فارسی و دونہ ہندی
مراح جسمین بکریان آرام وبسیرا کو بٹھائی جاتی ہین اور رات مین سولائی جاتی ہین۔ معالیق جمع معلاق جس کا سنٹے مین
گوشت لٹکایا جاتا ہی۔ وضم اللحم ذان گوشت۔ غضائر جمع غضارہ۔ بڑا پیالہ طنجیر یا تبیلہ۔ سطل معلقہ۔ تھراس ہاون اور
اُسکے دستہ کو قائمہ بولتے ہین قولہ اشتری کذا ادنیہ رباعیۃ وکذا ادقیہ نصفیہ وبشارہ کبیرۃ وبشارہ صغیرۃ او فیہ ورن
جہل درم۔ بشارہ بالضم بلۃ الدھن یعنی ایک چیز تانبے یا پیتل کی ہوتی ہی جسکی گردن دراز ہوتی ہی اور اُس مین ٹونٹی
اور سوند نہین ہوتی ہی۔ کانون وہ طیس کانون انگیٹھی دو طیس تنور۔ وبعض نے کہا کہ جس گڑھے مین روٹی لگائی جاتی
ہین اور اسمین گوشت بھونا جاتا ہی۔ قربہ لبن خاثر یعنی صفرا طاقلت یعنی جغرا ستا یعنی وہی کو کہتے ہین دراصل یہ اید تھا
اسمین قصر کر دیا گیا ہی۔ مخاخض جمع مخضہ جسمین دودھ متھا جاتا ہی۔ مرکن لگن۔ مداک وصلوۃ جسکا واحد صلایہ آتا ہی
وہ پتھر جسمین خوشبو پیسی جاتی ہی اور اُسکے دستہ کو مدوک کہتے ہین۔ اور جسنے یہ گمان کیا ہی کہ صلایہ و مدوک ایک ہی
چیز ہی اُس سے سہو واقع ہوا ہی۔ ادوات فقاعی مین بولتے ہین خیزرانات اربعہ۔ خطاطیب ا۔ بعد پس خیزرانات جمع
خیزران فارسی معرب ہی۔ خطاطیف جمع خطاف لمبی لکڑی ہوتی ہی جسکے سرے پر مڑا ہوا لوہا لگا ہوتا ہی جس سے
برف کھینچتے ہین۔ لوہار کے آلات ہین کیر۔ دھونکنی۔ کور بھٹی۔ منفخ ومنفاخ پھکنی۔ علاۃ سندان یعنی نیائی۔ مطرقہ
ہتھوڑی وفطیس بڑا ہتھوڑا۔ کلالیب جمع کلوب لوہے کا آنکڑا جسکے سر پر پیالہ بنا ہوتا ہی یا لکڑی کا جسکے سرے پر لوہے
کا خول چڑھا کر اُسکا سرا موڑ دیتے ہین اُس سے انگارے کھینچتے ہین۔ لشا معروف ہی اُسکو گاہے لشتہ بھی بولتے ہین

قولہ الکرم بجا نطیمنی ایسا ہین اور ثلث ساقات۔ اقول کرم باغ جسکے گرد دیوار ہو۔ ساف جسکی جمع سافات ہی کچی اینٹ یا مٹی کی دیوار کو کہتے ہین۔ رہص جس دیوار مین نیچے پشتہ ہوا ور رمص اُسکی ضد ہی اور عرق دونون کو شامل ہو۔ شاخورہ خمران۔ اطلیۃ خمران کوزہ۔ زراجین جمع زرجون درخت انگور اور بعضے اُسکے دانون کو کہتے ہین۔ اور باطہ جمع وہطہ زمین مستوی اُسکو وہطہ بھی کہتے ہین۔ عریش الکرم جوانگور چڑھنے کے واسطے بنائے جاتے ہین اُسکی جمع عرائش ہی۔ مقصبہ جہان نرکل اُگتے ہین اُسکی جمع مقاصب ہی اور رقصبا بھی بدین معنی ہی۔ اراضی کی حدود مین اگر اُسکے گرد دیوارین ہون تو لکھتے ہین محوطۃ بالحوائط یعنے دیوارون سے گھری ہوئی اور اگر محوطہ نخس ہو تو اُسکو بیان کردے۔ اور قولہ ما کبس من التراب مقدار ذراع من وجہ الارض یعنے روے زمین بقدر ایک ہاتھ کی مٹی سے بھراؤ دیگئی اور برابر کی گئی اور اِس مٹی کو جس سے پاٹی گئی اور بھراؤ دیگئی ہو کبس بکسر کاف بولتے ہین۔ قولہ طاربات جمع طاربہ کی ہو وقولہ اذن لہ ان تیناول من انزالہ ومن رطابہ انزال جمع نزل خوشہاے انگور و رطاب جمع رطبہ تر و تازہ ہو اور قولہ وقفا لنسفی ہین مرقوم ہو تم بلے الواقف نفسہ فی انتقاص وحواسر فی کلال و انتکاص انتکاص مصدر از باب افتعال ہو از نکوص یعنی الٹے پاؤن پھرجانا وقولہ ذہبت قواہا وانقصت عراہا یعنی نقصت ماخوذ از قص بمعنے کسر مراد یہ ہو کہ انکسرت یعنے ٹوٹ گئی۔ اور قولہ فی کرار السفینۃ وہی فی اوار فی الناس وسیار فدا ساروا و صحیح یہ ہو کہ یہ فاء افزار فار الناس وہی فار جنانچہ بولتے ہین کہ رفار السفینۃ وہیفار ہار فا وار فا جبکہ کشتی کو کنارہ سے قریب کرکے ٹھہرا دیتے ہین۔ اور ملی بہمزہ لونکری کیجے بضم کاف وسکون با ور جار حملہ جنین متصل نرف۔ قولہ دفع الکرم الیہ لیقوم لمسح النہر یعنے نہر کو کھود کر اُسکی حدود بیان صاف کرے ونشذ بیب لزراجین یعنے درختان انگور کا جھانٹنا یعنے جو اُنکی شاخین بے ترتیب پھیلی ہین اُن کو پیراستہ کرے وقولہ وآنا سہا یعنے اُنکو دفن کرے اور چھپادے بطریق استعارہ۔ اور قرنبرہ بسکون با و جیحارہ مشارہ یعنے موضع کراب زد قطعات اراضی یعنے کیاری کذا فی الظہیریۃ

فصل۔ در نکاح۔ اگر باپ نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا تو اسطرح لکھے یہ تحریر اس مضمون کی ہو کہ فلان مرد نے فلانیہ عورت کے ساتھ تزویج اُسکے ولی فلان شخص کے جو اُسکا باپ ہو برضامندی عورت مذکورہ اور اجازت اور اپنے باپ کو حکم دینے کے بعوض اسقدر مہر کے بطریق نکاح صحیح جائز نافذ کے سامنے ایک جماعت عادلون کے اپنے نکاح مین لیا اور یہ شوہر اُسکا حسب وغیرہ مین اُسکا کفو ہی اور اُسکے مہر ونفقہ کے ادا کرنے پر قادر ہی اور ان دونون مین کوئی ایسا سبب نہین ہی جو نکاح کے ٹوٹنے یا اُسکے فاسد ہونے کی جانب مفضی ہو اور جو مہر مسمی اس تحریر مین لکھا گیا ہی۔ وہ اس عورت کا مہر المثل ہی اور یہ عورت اِس نکاح موصوف کی وجہ سے اُسکی جورو ہوگئی اور یہ مہر اس عورت کے واسطے اس مرد پر حق واجب اور دین لازم ہی اور یہ سب اُس تاریخ مین واقع ہوا۔ صورت دیگر یہ وہ تحریر ہی کہ جسپر گواہ ہوے جنکا نام اس تحریر کی آخر مین بیان کیا گیا ہی سبھون نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اپنی بالغہ دختر کا جسکا نام فلانہ ہی۔ اُس دختر کی رضامندی کے ساتھ گواہان عادل کے روبرو فلان شخص کے ساتھ نکاح صحیح کردیا بعوض اسقدر مہر کے اور یہ گواہی دی کہ فلان مرد نے عورت مذکورہ سے اسقدر مہر مذکور پر اُسی مجلس مین نکاح صحیح کرلیا اور اس تزویج مذکور کی وجہ سے فلانہ عورت فلان مرد کی جورو ہوگئی اور یہ سب فلان تاریخ مین واقع ہوا پس اگر شوہر کے باپ نے اپنے بیٹے کے واسطے یہ عقد قبول کیا حالانکہ یہ بیٹا بالغ ہو تو یون تحریر کرے کہ فلان بن فلان نے جو اس شوہر

مسئلے فلان کا باپ ہے اُسنے اپنی بیٹی کیواسطے بعوض اسقدر مہر مذکور کے یہ عقد اس مجلس مین اپنی بیٹی کے حکم سے قبول صحیح کیا۔ صورت دیگر اسطرح کہ شوہر کا اقرار نکاح تحریر کرے اور جورو کی طرف سے اسکے قول کی تصدیق اور جورو کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر کیطرف سے اقرار کی تصدیق تحریر کرے یا ولی کی طرف سے اقرار نکاح اور شوہر و زوجہ کیطرف سے اُسکے اقرار کی تصدیق تحریر کرے۔ کذا فی الذخیرہ اور یہی احتیاط زیادہ ہے اسواسطے کہ بدون ولی کے نکاح جائز ہونے مین علما کا اختلاف ہے صورت دیگر در تزویج بکر بالغہ اسطرح لکھے کہ اس شوہر کے ساتھ اُسکے نکاح کر دینے کا ولی اُسکا باپ ہوا بعد ازانکہ باکرہ مذکورہ سے شوہر کا نام بیان کر دیا اور مہر مذکور سے اُسکو آگاہ کر دیا پس وہ چپ ہو گئی یا لکھے کہ پس وہ رونے لگی حالانکہ وہ باکرہ عاقلہ بالغہ عقل و بدن سے صحیح و تندرست تھی اور باپ کا اُس سے یہ ذکر کرنا اور اُسکا چپ ہونا فلان و فلان کے سامنے ہوا اور یہ دونون آدمی باکرہ کے نام و نسب سے واقف ہین اور فلانہ بنت فلان اس عقد مذکور کی وجہ سے فلان شخص کی جورو ہے۔ اور شوہر کا نام لکھنا اور باکرہ مذکورہ کو مہر سے آگاہ کرنا بیان کرنا امر ضروری ہے اسواسطے کہ بدون اسکے اس بات مین اختلاف معروف ہے کہ باکرہ مذکورہ کا سکوت کرنا آیا اسکی طرف سے رضامندی ہے یا نہین ہے اگر دختر صغیرہ ہو تو یون تحریر کرے کہ فلان شخص نے فلانہ عورت کے ساتھ اُسکے باپ کے بولایت پدری نکاح کر دینے سے اپنے نکاح مین لیا اور شوہر بھی نابالغ ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان شخص نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کو بولایت پدری فلان ابن فلان نابالغ کے ساتھ اسقدر مہر پر بہ تزویج صحیح جائز نافذ لازم سامنے گواہان عادل کے بیاہ دیا اور اس نکاح کے اس مہر پر اس مرد نابالغ کے واسطے اُسکے باپ فلان شخص نے بولایت پدری اس عقد کی مجلس مین قبول صحیح کیا اور یہ نابالغ اس نابالغہ کا کفو ہے اور مہر مذکور اُسکا مہر مثل ہے۔ پھر اگر باپ نے اپنے نابالغ پسر کی طرف سے مہر کی ضمانت کر لی ہو تو یون تحریر کرے کہ اس شوہر نابالغ کے والد فلان شخص نے اپنے پسر نابالغ کی طرف سے اس تمام مہر کے واسطے اِس عورت نابالغہ کی ضمانت صحیحہ قبول کر لی اور اس نابالغہ کے والد نے اسکی اجازت دی اور اس مجلس مین مشافہۃً قبول کیا۔ اور اگر باپ نے اپنے مال مین سے کچھ مہر معجل ادا کیا ہو تو یون تحریر کرے کہ اس شوہر صغیر کے والد فلان شخص نے منجملہ مہر مذکور کے اسقدر دینار اپنے ذاتی مال سے براہ احسان اس نابالغہ عورت کے والد فلان شخص کو ادا کیے اور اُسنے بولایت پدری نابالغہ مذکورہ کے واسطے ان دینارون پر قبضہ صحیحہ کیا اور اس شوہر کیواسطے منجملہ اس مہر مذکور کے اس مقدار سے بریت ہو گئی اور اسقدر ادا کرنے کے بعد شوہر نابالغہ کیواسطے اتنا باقی رہا۔ اور اگر باپ نے مہر مین سے کچھ بطور معجل ادا کر کے باقی کی ضمانت کر لی ہو تو اسطرح لکھے کہ اس نابالغ کے فلان والد نے منجملہ اس مہر کے اسقدر دینار اپنے ذاتی مال سے بطور احسان ادا کر کے اس نابالغ کی زوجہ کے واسطے مہر مین سے جو کچھ اس نابالغ پر باقی رہا اور وہ اسقدر دینار ہین ضمانت صحیحہ کر لی اور شرع مین جسکی ولایت رضامندی ہے وہ راضی ہوا اور جسکی ولایت اجازت ہے اُسنے اجازت دی فقط۔ اور اگر عورت کے باپ نے کسی قدر مہر کی ہبہ کی یا اُسکے بھر پانے کے اقرار کی درخواست کی تو وصول پانیکا اقرار باطل ہے جبکہ یہ اقرار مجلس عقد مین واقع ہوا اسواسطے کہ اہل مجلس جانتے ہین کہ یہ درحقیقت جھوٹ ہے اور اگر دوسری مجلس مین وصول پانیکا اقرار ہو پس اگر عورت نابالغہ ہو تو اقرار وصول صحیح ہے اور اگر باکرہ بالغہ ہو تو بھی صحیح ہے اور اگر بالغہ ثیبہ ہو تو اسکی اجازت اور رضامندی ضروری ہے اور رہا ہبہ پس اگر عورت نابالغہ ہو تو یقیناً ہبہ نہین صحیح ہے اور اگر بالغہ ہو پس اگر اسکی اجازت اور رضامندی سے نہو تو ہبہ صحیح ہے پس یون تحریر کرے کہ اس عورت کے والد فلان شخص نے اپنی دختر کی جانب سے مجلس عقد مین منجملہ اس مہر کے اِس شوہر کو اسقدر درم ہبہ کیے اور اس شوہر نے اس باپ کی طرف سے یہ ہبہ اپنے واسطے بطور

صحیح قبول کیا اور عورت مذکورہ کے اُسپر اسقدر دینار باقی رہے کہ مطالبہ کے وقت اُنکا مطالبہ کر سکتی ہو۔ اور یہ حکم
اُسوقت ہو کہ جب قاضی کو اُس عورت کا اپنے باپ کو ہبہ کی اجازت دینا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ور اگر فقط باپ
کے کہنے سے معلوم ہو تو یون لکھے کہ عورت کے باپ نے بیان کیا کہ میری اس دختر نے اس مہر مین سے اس شوہر کے
واسطے اسقدر ہبہ کرنے کی اجازت دی ہو اور وہ اُس عورت کی اجازت سے ہبہ کرتا ہو اور اگر شوہر عورت کی طرف سے
اجازت ہبہ سے انکار ثابت ہو تو اُسکے واسطے درک کا ضامن ہوتا ہو اور یہ فلان تاریخ مین واقع ہوا۔ تو اس
معاملہ مین زیادہ احتیاط کے واسطے یہ بات ہو کہ عورت مجلس نکاح مین حاضر ہو اور اُسکا اُسکی اجازت سے نکاح کرے
اور وہ خود اپنے شوہر کو کچھ مہر ہبہ کرے واللہ اعلم صورت دیگر باپ اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کرے اور شوہر بالغ ہو اسطرح
تحریر کرے۔ کہ فلان مرد نے فلانہ بنت فلان سے اُسکے باپ فلان شخص کے نکاح کر دینے سے کہ جسنے اپنی ولایت
پدری سے اُسکا نکاح کیا ہو نکاح کر لیا اب باپ کی ولایت اسوجہ سے ہو کہ وہ عورت نابالغہ ہو خود اپنے کام کی متولی
نہیں ہو سکتی اُسکا متولی بولایت پدری اُسکا باپ ہی ہوگا پس اُسکے باپ اس شخص نے اس فلان شخص سے اسقدر مہر
پر بدین شرط کہ مہر مذکورہ مین سے اسقدر نقد معجل ہو اور اسقدر میعادی بوعدہ ایک سال ہو اور بدین شرط کہ عورت
مذکورہ کے معاملہ مین اللہ تعالی سے ڈرتا رہے اور اُسکی صحبت اور معاشرت مین بطور معروف طریقہ نیک اختیار کرے
جیسا کہ اللہ تعالی کا حکم اور اُسکے نبی صلعم کا سنت طریقہ ہو اور شوہر مذکور پر اس عورت کے بالغ ہونے کے بعد
جسقدر اُسپر باقی ہو واجب ہوگا۔ بعد ازان کہ مہر مذکورہ بالا بوصف معجل و موجل کے اسقدر ہو کہ جیسا اُسکے مثل عورتون
کا مہر ہو اور اُسکی مقدار مہر کے واسطے اُسکے مثل عورتون کے مہر کی مقدار دیکھی جائیگی۔ اور فلان شخص نے اس نکاح
کو جسطرح اُسمین مذکور ہو کہ مہر معجل اور موجل ہو فلان شخص کے مواجہہ مین جسنے اُس سے ایسا خطاب کیا ہو سب قبول کیا
اگر نابالغہ کا نکاح کر دیا الا اُسکے باپ کا باپ یعنے سگا دادا ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلانہ
بنت فلان کو اُسکے باپ فلان شخص کے مرنے کے بعد اُسکے دادا فلان شخص نے بولایت جدی الی آخرہ اور اگر
نکاح کرنے والا بھائی ہو خواہ اُسکا مان اور باپ کی طرف سے یا فقط باپ کی طرف سے تو یون تحریر کرے کہ یہ تحریر
بدین مضمون ہو کہ فلان شخص نے اپنی بہن فلانہ بنت فلان ابن فلان کو بولایت برادرانہ از جانب مادر و پدر
نکاح کر دیا بشرطیکہ اس صغیرہ کا اس بھائی سے زیادہ کوئی قریب نہو اور بعد خصومت معتبرہ کے جو اس معاملہ مین مدعی
ہو کسی حاکم عادل جائز الحکم نے اس بھائی کی ولایت کی صحت کا حکم دیدیا ہو اور حاکم کا حکم اس معاملہ مین اسوجہ سے
لاحق کیا گیا کہ سوائے باپ اور دادا کے نابالغہ کا نکاح کر دینا دوسرے ولی کی طرف سے جائز ہونے مین علما کا
اختلاف ہو اور اگر نکاح کر دینے والا اُسکا چچا ہو تو یون تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان شخص نے اپنے
بھائی فلان شخص کی دختر مسماۃ فلانہ کو بولایت عمومت از جانب مادر و پدر یا فقط از جانب پدر الی آخرہ اور اُسکے
آخر مین بھی جو حکم بھائی کی صورت مین لاحق کیا گیا ہو [چچا ہو تو بھی] لاحق کیا جاوے۔ اور اگر عورت کا کوئی ولی نہو اور اُسنے قاضی کی اجازت
سے خود نکاح کیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان مرد نے فلانہ عورت سے اسقدر مہر پر روبرو گواہان عادل
کے باجازت قاضی فلان کے اُسکے خود نکاح کرنے سے نکاح صحیح کیا اور اُسکا کوئی ولی حاضر یا غائب نہ تھا اور اگر
وہ عورت بلا اجازت قاضی خود نکاح کرے تو آخر مین عبارت زیادہ کرے کہ حکام مسلمین سے اُسکی صحت کا حاکم نے

حکم دیا۔ اور یہ لکھے کہ مین نے اس شوہر سے منجملہ اس مہر مذکور کے اسقدر درم وصول پالیے اور اسقدر اسپر باقی ہے۔ اور غلام کے نکاح مین تحریر کرے کہ یہ بدین مضمون ہی کہ فلان غلام فلان نے با ملک فلان نے فلانہ بنت فلان بن فلان سے جو حرہ بالغہ ہو اپنے مالک فلان شخص کی اجازت سے جسنے اُسکو اس عقد مذکور کی اجازت دی ہو عادل گواہون کے سامنے اسقدر مہر پر تزویج اُسکے پدر فلان ابن فلان کے جسکو اُس عورت نے اپنی رضامندی سے اجازت دی تھی بعقد صحیح نافذ لازم و تزویج صحیح نکاح کر لیا فقط۔ اور اگر یہ عورت صغیرہ ہو تو آخر مین حاکم کی اجازت تحریر کرے۔ اسواسطے کہ باپ کو اپنی دختر نابالغہ کا غلام کے ساتھ نکاح کر دینے مین امام اعظم رہ اور صاحبین رہ کے درمیان اختلاف معروف ہی اور باندی کے نکاح کرنے مین تحریر کرے کہ فلان شخص نے فلانہ مملوکہ فلان ابن فلان کو یا کنیز فلان ابن فلان کو تزویج اُسکے مالک فلان ابن فلان کے اُسکے ساتھ اسقدر مہر پر نکاح کر لیا اسیلئے آخرہ۔ اور دیار توران مین یہ عادت جاری ہی کہ شوہر یا اُسکا باپ مال غیر منقولہ اور زمین عورتون کے ہاتھ ثمن معلوم کے عوض فروخت کرتے ہین اور اسی ثمن کو مہر کا بدلا قرار دیدیتے ہین تو کاتب کو چاہیے کہ تسمیہ کے بعد اگر شوہر سے خرید واقع ہوئی ہو تو لکھے کہ یہ فلانہ بنت فلان نے اپنے شوہر فلان ابن فلان سے تمام زمین جو ایک باغ انگور احاطہ دار ہی معہ اُسکی عمارت کے یا پانچ کھیت زمین قابل زراعت جو فلان گانون مین واقع ہی یا تمام حویلی دو کھیتون دار یا ایک چھت والی جس مین اسقدر بیوت ہین خریدی اور مبیعہ کے حدود اربعہ بیان کرے اور ثمن کو مفصل بیان کرے اور جو کچھ بیعنامون مین لکھا جاتا ہی وہ سب لکھے یہانتک کہ جب ثمن وصول کرنے کے بیان تک پہونچے تو لکھے کہ پھر ان دونون بائع و مشتری نے یہ تمام ثمن مذکور بعوض پورے مہر کے جو اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع پر آتا ہی اور اُسکا مہر اس ثمن کے برابر ہی باہم مقاصہ کر لیا اور یہ عورت مشتریہ اس ثمن سے ببراءت مقاصہ بری ہو گئی اور اُسکا شوہر یہ بائع بھی بسبب اس مقاصہ کے اُسکے پورے مہر سے بری ہو گیا پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ نے وہ تمام مبیع کہ جسکی خرید بیان کی گئی ہی بائع کے سپرد کرنے سے بطور صحیح اپنے قبضہ مین کر لی۔ اور بائع اُسکے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا ہی۔ اور اگر یہ بیع تھوڑے مہر کے عوض ہو یعنے نکاح مین قبل زفاف کے جسکی تعجیل شرط کی گئی ہی جسکو فارسی مین دست پیمان کہتے ہین تو یون لکھے کہ دونون نے تمام ثمن کو منجملہ مہر کے جسقدر کی تعجیل شرط کی گئی تھی اُس سے مقاصہ کر لیا پھر مبیع پر عورت مذکورہ کا قبضہ کرنا بیان کرے پھر لکھے کہ اس عورت مشتریہ کا اپنے شوہر اس بائع کے ذمہ اپنے مہر مین سے اس اسقدر دین لازم و حق واجب و مہر ثابت بسبب نکاح کے جو دونون مین فی الحال قائم ہی باقی رہا اور یہ فلان تاریخ کا واقعہ ہی۔ اگر یہ خرید شوہر کے والد سے واقع ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلانہ عورت نے اپنے شوہر کے والد مسمی فلان سے جسنے خریدی اسیلئے آخرہ۔ اور مقاصہ کے بیان کے وقت لکھے کہ پھر ان دونون بائع اور مشتری نے تمام ثمن کا بعوض تمام مہر عورت مذکورہ کے جو عقد نکاح مین بیان ہو کر اُسکے شوہر فلان پر واجب ہوا تھا اور وہ اسقدر درم یا دینار ہین باہم مقاصہ صحیح کر لیا حالانکہ اس شوہر کے والد نے عورت مسطورہ کے واسطے اُسکے تمام مہر کی جو اُس کے اپنے عورت مذکورہ کے شوہر فلان پر واجب ہوا تھا اپنی طرف سے اُسکی اجازت سے بطور صلہ رحم اور تحمل مؤنت کے ضمانت صحیحہ قبول کر لی تھی اور عورت مشتریہ اس ثمن سے بری ہو گئی اور والد شوہر اور شوہر بھی

اس مقاصہ کی وجہ سے اسکے تمام مہر سے بری ہو گئے وفقط واقع تاریخ فلان کذا فی المحیط

فصل سوم - در طلاق - اگر ایک مرد نے اپنی عورت سے بعوض اس مہر کے جو عورت کا اُسپر آتا ہو اور بعوض نفقہ عدت کے
خلع کر دیا اور قبول کیا پس اگر عورت اُسکی مدخولہ ہو اور مرد نے اس خلع کی تحریر لکھنی چاہی تو اسطرح لکھے کہ یہ تحریر ہے فلان ابن
فلان کیواسطے ہے یعنے شوہر کے واسطے از جانب فلانہ بنت فلان اور امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب سب اسطرح لکھتے تھے
اور خصاف و طحاوی و سمتی اور ہلال اور ابوزید شروطی اس عبارت پر کچھ بڑھاتے تھے اور اسطرح لکھتے تھے کہ تجھ پر
فلان ابن فلان یعنے شوہر کے واسطے ہے جسکو فلانہ بنت فلان نے اسکے واسطے تحریر کیا ہے یہ لکھے کہ میں نے تیری صحبت کو
مکروہ جانا اور تیری جدائی چاہی ایسا ہی امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب لکھتے تھے اور خصاف و ہلال و سمتی اور عامہ اہل
شروط اسطرح لکھتے تھے کہ تو نے میرے ساتھ نکاح صحیح جائز بولایت ولی کے جو میرا نسب سے قریب اور عصبہ ہے اور سامنے گواہان
آزاد مسلمان عادل بالغ کے اور بعوض مہر مسمی معجل کے کیا اور میں نے تجھ سے اپنا وہ مہر جسپر تو نے مجھ سے نکاح کیا تھا وصول نہیں
کیا اور نہ اس میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا اور تو نے میرے ساتھ دخول کیا اور میرے ساتھ مجامعت کی اور میں نے بدون
اس بات کے کہ تیری طرف سے میرے حق میں کوئی ضرر رسانی یا بدی ہو تیری صحبت کو مکروہ جانا تجھ سے جدائی چاہی پھر
لکھے کہ میں نے تجھ سے یہ درخواست کی کہ مجھے بعوض میرے پورے دین مہر کے جو تجھپر آتا ہے اور اس اسقدر درم ہین
خلع کر دے ایسا ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی اور انکے اصحاب لکھتے تھے اور عامہ اہل شروط یون لکھتے تھے کہ
میں نے بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالی کے حدود پر قائم نہ رہینگے تجھ سے درخواست کی کہ تو مجھے ایک طلاق بائن
بعوض میرے تمام دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہے اور وہ اس اسقدر درم ہین دیدے اور عامہ اہل شروط نے یہ عبارت
کہ بعد اس خوف کے کہ ہم اللہ تعالی کے حدود پر قائم نہ رہینگے تبرکاً بکتاب اللہ تعالی بڑھائی ہے چنانچہ اللہ تعالی
نے فرمایا فان خفتم ان لا یقیما حدود اللہ یعنے پس اگر خوف کرو تم لوگ اس بات کا کہ شوہر و زوجہ دونوں اللہ تعالی کے
کے حدود پر اچھی طرح قائم نہ رہینگے۔ اور ان لوگون نے لفظ خلع کو چھوڑ کر لفظ طلاق کو اختیار کیا ہے چنانچہ لکھا کہ تو مجھے
ایک طلاق بائن دیدے اور یہ نہ لکھا کہ مجھے خلع کر دے اسوجہ سے کہ مال کے عوض طلاق کے حکم پر اجماع ہے کہ وہ
بالاجماع طلاق بائن ہے اور حکم خلع میں صحابہ اور سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف ہے اور اس میں
شک نہیں ہے کہ مختلف فیہ کو چھوڑ کر متفق علیہ کا لکھنا اولی ہے۔ اور ان لوگون نے اسطرح کہ بعوض میرے پورے
دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہے اور وہ اسقدر درم ہین اسواسطے لکھا تاکہ خلع کی وجہ سے جو مقدار ساقط ہوئی ہے معلوم
ہو جاوے تاکہ اختلاف منقطع ہو جاوے اسواسطے کہ ساقط کا مجہول ہونا صحت تسمیہ کا مانع ہے پس اسکو بیان کر دے
کہ بالاجماع خلع صحیح ہو جاوے پھر لکھے اور بعوض میرے پورے نفقہ کے جب تک میں اپنی عدت میں رہون
اسواسطے کہ بائنہ ہمارے نزدیک مستحق نفقہ ہوتی ہے خواہ حاملہ ہو یا حائلہ ہو۔ اور فقط مہر و نفقہ عدت لکھنے پر
اقتصار کیا اور کچھ مال زائد نہ لکھا اگرچہ مال زائد لکھنا بھی ایسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے اسواسطے کہ صورت
میں موضوع یہ ہے کہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہے اور جب نافرمانی عورت کی جانب سے ہو تو شوہر کو جسقدر اُسنے
دیا ہے روایت جامع کے موافق اُس سے زیادہ لینا دیانۃً و قضاءً حلال ہے لیکن روایت کتاب الطلاق کے موافق
زیادہ لینا دیانۃً حلال نہیں ہے اگرچہ نافرمانی عورت کی جانب سے ہو پس ان لوگون نے فقط مہر اور نفقہ پر

اقتصار کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ باتفاق الروایات شوہر کو فدیہ لینا حلال ہو پھر لکھے کہ مین نے اسکو قبول کیا اور یہ اسواسطے لکھے تاکہ شوہر کی طرف سے ایجاب ثابت ہو جاوے کیونکہ طلاق جبھی واقع ہوتی ہو کہ جب ایجاب شوہر کیطرف سے ہو۔ پھر لکھے کہ تو نے مجھکو بعوض میرے پورے دین مہر کے جو میرا تجھپر آتا ہو اور وہ اسقدر ہو کہ بعوض میرے پورے نفقہ عدت کے جب تک مین عدت مین رہون خلع کر دیا۔ اس عبارت کا اعادہ واسطے تاکید کے ہو۔ پھر لکھے کہ مین اسپر راضی ہوئی اور مین نے اسکو قبول کیا۔ تاکہ اُسکا خلع قبول کرنا ثابت ہو جاوے پس سب روایتون کے موافق خلع تمام ہو جاوے۔ پھر لکھے پس مین نے تجھسے خلع پا لیا پھر اب میرا حق تیری طرف نہین ہے اور نہ کچھ دعوے ہے اور نہ مہر اور نفقہ وغیرہ کا مطالبہ ہو۔ اس عبارت کو بغرض تاکید اور ابانت ساختہ کے تحریر کرے۔ پھر جبکہ خلع اُس دین مہر کے عوض واقع ہو جو شوہر کے ذمہ ہو تو آیا ضمانت درک کی تحریر کریگی یا نہین سو ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالی اسکو نہین لکھا کرتے تھے اور ابوزید شروطی اسطرح لکھا کرتے تھے۔ بدین کہ مین اُس درک کی ضامن ہون جو مجھکو کسی طرف سے ہووے۔ طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ صحیح نہین ہو اسواسطے کہ اسکا سبب وہی ہو سکتا ہو جو عورت کی طرف سے سوائے شوہر کے دوسرے کے ساتھ مال مہر مین کوئی تصرف ہوا و سوائے شوہر کے دوسرے کے ساتھ اُسکا تصرف مال مہر مین صحیح نہین ہوا اسواسطے کہ اسمین دین کا مالک کرنا ایسے شخص کو لازم آتا ہو جسپر وہ دین نہین ہو پس ایسی صورت مین ضمانت درک کے ذکر کرنے کے کچھ معنی نہین ہین ہان ضمانت درک کا ذکر کرنا اُسوقت صحیح ہو سکتا ہو کہ جب بدل خلع مال عین ہو اور بعینہ عورت کی جانب سے کسی سبب سے درک متحقق ہو سکتا ہو اور امام محمد رحمہ اور اہل شروط مین سے کسی نے یہ نہین کہا کہ عورت یون لکھے کہ تو نے مجھے وقت سنت مین خلع کر دیا ہو لیکن بعضے متاخرین نے اسکو اختیار کیا ہو اسواسطے کہ وقت سنت مین خلع مباح ہوا اور غیر وقت سنت مین مکروہ لہذا اسکو لکھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ خلع بالصفة الاباحت واقع ہوا ہو یا بالصفت کراہت یہ محیط مین ہو۔ صورت دیگر عورت کے حق مین مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلان ابن فلان قرشی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود بیا اقرار کیا کہ مین نے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ بنت فلان کو بطلاق واحد بعوض اُسکے مہر کے اور وہ اسقدر درم ہین اور بعوض اُسکے نفقہ عدت کے اور بعوض عورت مذکورہ کے ہر حق کے جو عورت کا اُسپر آتا ہو اور بعوض اسقدر مال کے لیکن دونون نے کچھ مال مشروط کیا ہو اور یہ بشرط کہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کے سب دعوی اور خصومات سے بری ہو خلع کر دیا ایسا خلع کہ صحیح اور جائز اور نافذ ہو اور تمام معنی مبطلہ سے خالی ہو اور یہ کہ عورت مذکورہ نے بھی ان شرائط مذکورہ پر اپنا خلع باخلاع صحیح منظور کیا اور یہ فلان تاریخ کا واقعہ ہو۔ اور عورت کی طرف سے شوہر کی مضبوطی کے واسطے لکھے کہ فلانہ بنت فلان نے بطوع خود بیا اقرار کیا کہ اُسنے اپنے شوہر فلان شخص سے اپنے اسقدر مہر پر بطلاق واحدہ بائنہ یا اُسکا باقی مہر تحریر کرے کہ اسقدر مہر پر بطلاق واحدہ بائنہ کے اور پورے نفقہ عدت پر جبتک وہ عورت عدت مین ہو اور ہر حق پر جو عورت مذکورہ کا اُسپر آتا ہو اپنا خلع کرا لیا اور اپنے تمام دعوی اور خصومات سے ابراء صحیح اُسکو بری کر دیا پس عورت مذکورہ کا اُس مرد پر کچھ دعوی نہ رہا اور نہ مرد مذکور کا اس عورت پر کچھ دعوی رہا اور ان دونون مین نکاح باقی نہ رہا اور علائق نکاح مین سے کبھی سوائے عدت کے کوئی علاقہ نہ رہا اور اُسکے شوہر نے اُسکے کلام کی خطاباً تصدیق کی فقط۔ اور اگر خلع مین مہر سے زائد کے مال پر باہم شرط ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ مرد مذکور نے عورت مذکورہ کو اُسکے تمام مہر پر اور اسقدر درم یا دینار پر خلع جائز خلع کر دیا اور اگر خلع مین کوئی مال عوض زائد ہو تو لکھے اور اس چیز پر پھر اُس چیز کا وصف بیان کرے اور اچھی طرح بیان کرے

اور اُسکا طول و عرض بیان کرے اور اگر قیمتی چیزون مین سے ہو تو اُسکی قیمت بیان کرے کہ عورت مذکورہ نے مجلس خلع مین شوہر کی طرف سے اُسکو قبول کیا اور شوہر نے مال معین سے عورت مذکورہ کے سپرد کرنے سے اپنا قبضہ کر لیا اور عورت مذکورہ نے شوہر کو اپنے تمام دعوے سے بری کر دیا فقط۔ اور اگر خلع مین کوئی زمین ٹھہرائی ہو تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ احوط یہ ہے کہ درم یا دینار زیادہ کرے پھر خلع تمام ہونے کے بعد مرد اس زمین کو ان درم یا دینارون مشروطہ کے برابر کے عوض خریدے پھر دونون اس زیادتی کے عوض ثمن کا مقاصہ کر لین تاکہ اگر مبیع استحقاق مین لے لیجاوے اور شوہر اُس عورت سے اسکا عوض لینا چاہے تو جھگڑا نہ واقع ہو پس اسطرح تحریر کرے کہ فلان شخص نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے اپنی عورت مسماۃ فلان کا اُسکے تمام مہر باقی مہر پر لکھے اور اُسکے نفقہ عدت پر اور اس شرط پر کہ عورت مذکورہ اُسکو اپنے خالص مال سے اسقدر دینار نیشاپوری مثلاً پچاس دینار دیوے خلع کیا اور عورت مذکورہ نے مجلس خلع مین اسکو قبول کیا الی آخرہ۔ پھر اس خلع کرنے والے نے اس خلع چاہنے والی عورت سے تمام زمین جو چہار دیواری کا باغ ہے یا دس جریب زمین یا تمام دار ہے جسمین اسقدر بیوت ہین پس اُسکی جگہ اور اُسکے حدود وار بعہ بیان کر دے بعوض پچاس دینار نیشاپوری کے بخرید صحیح خرید کیا اور اس عورت مذکورہ نے اس مرد مذکور کے ہاتھ اس مبیع کو بیع صحیح فروخت کیا پھر ان دونون بائع مشتری نے اس ثمن مذکورۂ بالا کا بعوض اس مال کے جو خلع کے عوض مرد مذکور کا اُسپر واجب ہوا ہے مقاصہ صحیحہ کر لیا اور بسبب مقاصہ کے دونون مین باہم برائت ثابت ہوگئی اور اس مرد خلع کر دینے والے مشتری نے اس مبیع پر جسکی خرید یہ بیان کی ہے کہ زن بالغہ کی اجازت سے قبضہ کر لیا اور دونون مین سے کسی کا کچھ حق و خصومت و دعوی دوسرے پر باقی نہ رہا فقط۔ اور اگر عورت کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے خلع واقع ہو۔ تو اسطرح تحریر کرے کہ عورت کے ساتھ دخول کرنے اور خلوت کرنے کے پہلے عورت نے اُس سے بطلاق واحد اُس مہر پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر طلاق قبل دخول کے بعد واجب اور وہ نصف مہر مسمی یعنے اسقدر ہے۔ اور اس امر پر کہ ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے تمام معاملات نکاح وغیرہ کے خصومات و دعوے سے بری ہے خلع لے لیا اور مرد مذکور نے بھی انھین شرائط مذکورہ پر بعوض خلع کر دیا فقط۔ اور ایسی صورت مین نفقہ عدت کا ذکر نہ لکھے اسواسطے کہ جو خلع قبل دخول کے واقع ہوا اُسمین عدت نہین ہے۔ اور شوہر کی جانب سے لکھے کہ اُسنے اپنی زوجہ فلانہ بنت فلان کا خلع کر دیا اور بیان قبول مین لکھے عورت کی طرف سے کہ اُسنے ان سب شرائط پر خلع قبول کیا۔ اور اگر نکاح مین مہر بیان نہ کیا گیا ہو اور قبل دخول اور خلوت کے خلع واقع ہوا تو اسطرح لکھے کہ جو مال عورت مذکورہ کا اس مرد مذکور پر ثابت ہوا۔ اور مہر کا نام نہ لکھے اسواسطے کہ ایسی صورت مین متعہ واجب ہے یا اسطرح تحریر کرے کہ مرد کے اُسکے ساتھ دخول کرنے اور خلوت کرنے سے پہلے ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہر پر ایسے نکاح میں جسمین مہر بیان نہین کیا گیا ہے واجب ہوتا ہے مرد مذکور سے خلع صحیح لے لیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر والد نے اپنی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ کا اُسکے شوہر سے بعد دخول کرنے کے خلع کرایا۔ تو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان شخص نے یہ اقرار کیا کہ اُسکی دختر صغیرہ مسماۃ فلانہ (اور اُسکا سن وغیرہ بیان کر دے) فلان شخص کے نکاح مین تھی اور یہ عورت اُس شخص پر بنکاح صحیح حلال تھی جسکو عورت مذکورہ کی طرف سے اُسکے والد نے بولایت پدری گواہون کے سامنے قرار دیا تھا اور یہ کہ مرد مذکور نے اُسکے ساتھ دخول کیا اور

صحبت کی اور یہ عورت بھی ایک زمانہ تک اُس مرد کی صحبت مین رہی پھر اس شوہر نے اسکی صحبت کو اپنے واسطے مکروہ جانا اور
عورت مذکورہ کے والد نے اُسکے واسطے مرد مذکور کی صحبت مکروہ جانی اور اُسکے والد نے اُسکے مہر مین سے اسقدر وصول کر لیا
تھا اور اس شوہر نے بطلب اُسکے والد اس شخص کے بطلاق واحد اُسکے باقی مہر پر جو اسقدر رہا اور اس مہینہ کی تاریخ سے
تین مہینہ تک نفقہ عدت پر جو اسقدر ہوا خلع کر دیا ایسا خلع جو صحیح اور جائز ہے اُسمین کسی طرح کا فساد نہین ہوا اور تعلیق
بالخطر ہو اور نہ زمانہ آیندہ کی طرف اضافت ہوا اور والد نے بدین شرط خلع کرایا ہے کہ وہ اپنے مال سے اس سب کا ضامن ہے کہ اُسکی
تخلیص کرائیگا یا اپنے مال سے اسقدر اُسکو تاوان دیگا پس یہ مسماۃ بوجہ خلع مذکور کے اُس مرد مذکور سے بائن ہو گئی اور مرد مذکور
کو اُس عورت کی جانب کوئی راہ نہین ہو اور نہ استحقاق رجعت ہوا اور نہ کوئی کسی وجہ سے مطالبہ ہو مجلس خلع مین دونون مین سے
ہر ایک نے دوسرے سے یہ خلع بالوجہ و بالمشافہ قبول کیا۔ اور شوہر کی براءت تحریر نکریگا اسواسطے کہ شوہر ایسی صورت
مین بقیہ مہر سے بری نہوگا بلکہ خلع باپ کے مال کے عوض واقع ہوا ہے پس گویا شوہر نے اس عورت مذکورہ کو بدون ذکر مہر
و نفقہ کے باپ کے مال کے عوض طلاق دیا اور خلع مین بقیہ مہر اور نفقہ عدت کا ذکر کرنا اس غرض سے ہو کہ باپ کی ضمانت سے باپ
پر جسقدر مال واجب ہو اُسکی مقدار معلوم ہو جاوے اور یہ غرض نہین ہو کہ شوہر کے ذمہ سے اسکی وجہ سے اسقدر
ساقط ہو جاوے اور علی ہذا تمام لوگ سوائے باپ کے جو صغیرہ کے ولی ہون سب کا یہی حکم ہوا اور نیز ولی کے
سوائے اور لوگون کا بھی یہی حکم ہوا اور باپ اور دوسرے لوگون مین جو ولی ہون فرق اس بات مین ہو جاتا ہو کہ مہر مین
سے کچھ وصول پانے کا اقرار باپ کی طرف سے صحیح ہو باقی لوگون کی طرف سے جو ولی ہین ایسا اقرار صحیح نہین یہ ظہیریہ مین
ہو۔ اور اگر ایسا خلع عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کرنے سے پہلے واقع ہو تو لکھے کہ اس عورت کے باقی مہر پر اور یہ نہ
لکھے کہ اُسکے نفقہ عدت پر اور ایسے خلع کا حکم یہ ہو کہ دونون مین جدائی واقع ہو جاتی ہو اور حرمت ثابت ہو جاتی
ہو لیکن صغیرہ جسوقت بالغ ہو تو اُسکو یہ اختیار رہیگا کہ شوہر سے اپنا باقی مہر واپس لے پھر شوہر اُسکو صغیرہ مذکورہ کے
باپ سے واپس لیگا کیونکہ وہ ضمان درک کا ضامن ہوا ہو اور بعضے اہل شروط خلع صغیرہ مین یہ اختیار کرتے ہین
کہ باپ اُسکے مہر اور نفقہ عدت کے وصول پانے کا اقرار کرے بعد ازانکہ نفقہ عدت کی کوئی مقدار معلوم مقرر ہو جاوے
پھر شوہر کا اقرار تحریر کرے کہ اُسنے عورت کو بطلاق واحدہ بائنہ طلاق دی ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ یون لکھے کہ
کہ فلان ابن فلان یعنے والد صغیرہ نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود یہ اقرار کیا کہ اُسکی دختر صغیرہ مسماۃ
فلانہ بنت فلان منکوحہ جو رو فلان ابن فلان کی تھی پھر اُسکے شوہر اس فلان نے بسبب اُسکی صغر سنی کے اُسکی صحبت
کو اچھا نہ جانا اور اُسکو ایک طلاق بائن دیدی اور وہ اس طلاق دینے سے اُس سے بائن ہو گئی اور اُس کے
شوہر پر اُسکے اس مہر سے اسقدر درم اُسکے لیے واجب تھے اور نفقہ عدت کے اسقدر واجب تھے پس مین نے یہ سب
اپنی دختر نابالغہ کے واسطے بولایت پدری اُسکے اُس شوہر کے یہ سب مال مجھے ادا کرنے سے بقبضہ صحیح وصول کیا
اور اس صغیرہ کا اپنے شوہر اس شخص پر کوئی دعویٰ اور خصومت کی وجہ اور کسی سبب سے باقی نہ رہا یہ سب مینے اقرار
صحیح اقرار کیا اور صغیرہ کے شوہر اس شخص نے اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی پھر جب اسطرح سے لکھا گیا اور
بعد اسکے وہ صغیرہ بالغ ہوئی تو اُسکو اپنے مہر اور نفقہ عدت مین اپنے شوہر کے ساتھ کچھ حق خصومت نہوگا اسواسطے
کہ باپ نے اس سب کے وصول پانے کا اقرار کیا ہو۔ اُسکو اس سب کے وصول کرنے کا اختیار رہی کذا فی المحیط۔

اور علی ہذا اگر مولی نے اپنی باندی کا اُسکے مہر و نفقہ عدت پر خلع کرا لیا تو بھی یہی صورت ہے مگر فرق اسقدر ہے کہ باندی کی صورت
میں یہ نہ کہا جائیگا کہ بدین شرط کہ مولی اس سب کا اپنے مال سے ضامن ہے کیونکہ مولی کو اختیار ہے کہ شوہر کو تمام مہر سے بری کردے
بخلاف باپ کے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا ہے اور اگر مولی نے چاہا کہ یہ سب باندی کے سوائے اُسپر قرضہ رہے تو اُسکی تحریر اسطرح
لکھی جاے جیسے والد کا اپنی دختر صغیرہ کے خلع کرانے میں بیان ہوئی ہے یہ ظہیریہ میں ہے - اور اگر شوہر اور زوجہ میں کوئی
صغیر بچہ ہو پس مرد نے اُس عورت کے ساتھ اس شرط پر خلع کیا کہ عورت اس بچہ کو اپنے پاس رکھے ایک برس یا دو برس
اسکی حضانت کرے اور مدت حضانت میں اُسکا خرچہ اپنے مال سے اُٹھا دے تو بعض اصحاب شروط کے نزدیک یہ جائز ہے اور
فقیہ ابو القاسم صفار فرماتے تھے کہ یہ نہیں جائز ہے اسواسطے کہ نفقہ کی مقدار اور جو کھانے پینے کی چیز صغیر کے واسطے ضروری
ہو وہ مجہول ہے پس ایسی صورت میں حیلہ یہ ہے کہ جسقدر اس صغیر کے واسطے کافی ہو درم اور دینار سے اُسکا تخمینہ لگا دیتے
اور خلع میں اسقدر مال عورت کے ذمہ شرط کرے پھر شوہر اُس عورت کو حکم دے کہ مدت حضانت میں یہ مال صغیر کی حاجات
ضروریہ میں خرچ کرے یا یہ مقدار مدت حضانت تربیت کی اُجرت عورت کے واسطے مقرر کر دے پھر مرد اُس عورت کو وکیل
کر دے بدین طور کہ صغیر کے مرجانے کے وقت یا دوسرے شوہر اجنبی سے مدت حضانت کے اندر نکاح کرنے سے جو مال
اس قبال کردہ شدہ سے اُسکے ذمہ باقی رہجاوے اُس سے وہ بری ہے پھر اگر اسکی تحریر لکھنی چاہے تو یوں لکھے کہ
فلان یعنی شوہر نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ کے اُسکے باقی مہر اور نفقہ عدت پر
اور اُسکے ہر حق پر جو بجانب مقر ہوا اور اتنے دینار سرخ کھرے ٹھیک پورے پر کہ جنکو عورت مذکورہ اپنے مال سے اُسکو دیگی
خلع کر دیا ایسا خلع کہ صحیح ہے - اور استثناء اور شروط فاسدہ سے خالی ہے اور اس خلع کرنے والے کا اس عورت خلع کرنیوالی
کے بطن سے ایک دودھ چھوٹا ہوا بچہ ہو پس اس مرد نے اس عورت سے یہ درخواست کی کہ اس بچہ کو اپنے ساتھ رکھے
اور فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک جو کامل ایک سال ہے اُسکی تربیت کرے اور سو دینار جو عقد خلع کی وجہ سے اُسپر
واجب ہوے ہیں اُنکو مدت تربیت کے اندر بچہ مذکور کی حاجات ضروریہ میں خرچ کرے پس عورت مذکورہ نے یہ سب
بقبول صحیح قبول کیا - یا اسطرح لکھے کہ اس خلع کرنے والی عورت کا اس خلع کر دینے والے مرد سے ایک چھوٹا بچہ ہے
پس اس مرد نے اس عورت کو اس بچہ صغیر کی تربیت اور پرورش کے واسطے ایک سال کامل تک جو فلان
تاریخ سے فلان تاریخ تک ہے بعوض اُن سو دینار کے جو اُس عورت پر اُسکے شوہر مذکور کے واسطے واجب
ہوے ہیں باجارہ صحیح اجارہ لیا اور عورت مذکورہ نے اپنے تئیں اسقدر مال مذکور پر مرد مذکور کو باجارہ صحیح اجارہ
پر دیا اور اگر بچہ دودھ پیتا ہوا ہو تو اسطرح تحریر کرے کہ اس خلع کرنے والی عورت سے اس دودھ پیتے بچہ کا
دودھ پلانا اور اُسکی تربیت اور پرورش کرنا ایک سال کامل تک بعوض اُن سو دیناروں کے جو مرد مذکور
کے عورت مذکورہ پر واجب ہوے ہیں طلب کیا - یا اسطرح لکھے کہ اس عورت مذکورہ کو ایک سال تک اس بچہ کے
دودھ پلانے اور تربیت کرنے پر اجارہ پر مقرر کیا اور وہی عبارت لکھے جو ہمنے بیان کر دی ہے پھر لکھے کہ اس خلع
کر دینے والے مرد نے عورت مذکورہ کو وکیل کیا اور اس بات میں اپنے قائم مقام کیا کہ اگر مدت تربیت گذرنے سے
پہلے بچہ مذکور مرجاوے تو اسمیں سے جو کچھ اُسپر باقی رہے اُس سے وہ بری ہے اور یہ وکالت صحیح لازمہ اس
شرط کے ساتھ کر دے کہ ہرگاہ مرد مذکور عورت مذکورہ کو اُس وکالت سے معزول کرے تو اس سب کی بدستور

وکیل رہیگی - اور اسطرح توکیل ہمنے اسواسطے لکھی کہ اسمین عورت کے حق مین خرابی نہ پڑیگی کیونکہ اگر ایسا نہ لکھا جائے
تو مدت تربیت گذر جانے سے پہلے بچہ مذکور مرجانے کی صورت مین اُسکا شوہر بحساب باقی مدت کے سو دینارون مین سے
جو حصہ ہوگا واپس لیگا اِسمین ہمنے اسطور پر تحریر کر دیا تا کہ اگر مدت گذرنے سے پہلے بچہ مذکور مرجائے تو شوہر اُس سے کچھ
واپس نہین لے سکتا ہے کیونکہ اُسنے اپنی بریت کر لی ہے - اور نوادر بن سماعہ مین امام محمد رح سے روایت ہے کہ اگر یہ شرط
کی کہ مدت تربیت گذرنے سے پہلے اگر بچہ مذکور مرجائے تو عورت مذکورہ باقی مدت کے حصہ سے بری ہے تو یہ جائز ہے پس اگر
بعد اجارہ لینے کے ذکر کے یون لکھا کہ اس عورت نے یہ شرط لگائی کہ اگر یہ بچہ مدت تربیت گذرنے سے پہلے مر جاوے
تو ان سو دینار مین سے جو حصہ باقی مدت کے پرتہ مین پڑتا ہے اُس سے بری ہے اور یہ نہ لکھا کہ مرد نے اُسکو اسے
بری کرنے کا وکیل کیا تو بھی درست ہے یہ ذخیرہ مین ہے - اور اگر بچہ پیٹ مین ہو اور شوہر نے چاہا کہ خلع مین
اُسکی رضاعت کی شرط لگا دے تو مشائخ متقدمین سے مثل خصاف اور ابو زید وغیرہ کا یہ حکم محفوظ ہے کہ یہ جائز ہے
پس بدل خلع کے ذکر مین اتنا بڑھا دے کہ اور بدین شرط کہ عورت مذکورہ اُس بچہ کو جو اُسکے اس شوہر کا اُسکے
پیٹ مین ہے اگر اُسکو زندہ جنی تو وقت ولادت سے دو برس تک اُسکو دودھ پلا دے خواہ وہ ایک ہو یا دو ہون
خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو بشرطیکہ اگر بچہ مذکور اسکے بعد مدت رضاعت پوری ہونے سے پہلے مر جاوے تو عورت
مذکورہ بری ہو - اور یہ روایت ہمارے علماء ثلثہ سے محفوظ نہین ہے اور امام ابو القاسم صفار فرماتے تھے کہ
میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ یہ حکم جنین مین ہے اِسلئے کہ تصرفات شرعی حکم ولد مین ہو جاتا ہے اگرچہ صحیح نہین ہوا اسیواسطے اُسکے باقی
تصرفات پر قیاس ہے کذا فی الظہیریہ اور حیلہ اس باب مین یہ ہے کہ مال کی کوئی مقدار معلوم عقد خلع مین عورت
پر مقرر کر دے پھر عورت مذکورہ کو اجارہ پر لے لیکن اُسکی اضافت ولادت کے بعد کرے تب عورت مذکورہ اُس بچہ
کو جو اُسکے پیٹ مین ہے بعد وضع حمل کے دودھ پلائیگی - اور خلع کا وکالتنامہ تحریر کرے تو کاغذ کی پیشانی پر پہلے لفظ
توکیل لکھے پھر لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان شخص نے فلان شخص کو وکیل کر کے اس باب مین اپنے قائم
مقام کیا کہ وہ اُسکی جورو مسماۃ فلانہ کو بطلاق واحدہ بائنہ اُن شرائط پر جو اس وکالتنامہ سے پیچھے اسی کاغذ مین
تحریر خلع مین مذکور ہین خلع کر دے اور یہ توکیل صحیح وکیل کیا اور فلان مذکور نے اس توکیل کو اُسکی طرف سے اسی مجلس
مین خطابًا قبول کیا واقعہ تاریخ فلان - پھر خلع کو اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان ابن فلان یعنی وکیل
نے جسکا ذکر اسی کاغذ کے اوپر وکالتنامہ مین ہے بوکالت خلع کے جو وکالتنامہ مین مذکور ہے اپنے موکل فلان سے
جو یہ شخص ہے اُسکی جورو مسماۃ فلانہ بنت فلان کو بعد اسکے کہ موکل مذکور نے عورت مذکورہ کے ساتھ دخول کر لیا ہے
بطلاق واحدہ بائنہ کے اُس مال پر جو عورت مذکورہ کا مرد مذکور پر باقی مہر اور نفقہ عدت سے جا بتک وہ اُسکی عدت
مین رہے واجب ہے اور ہر حق پر جو عورتون کا اپنے شوہرون پر قبل جدائی یا بعد جدائی کے واجب ہوتا ہے خلع کر دیا اور اُس
مسماۃ فلانہ مذکورہ نے اِس خلع کو بعوض اس بدل کے بقبول صحیح بالمشافہہ ابعد انکہ عورت مذکورہ نے وکیل مذکور کے
اُسکے شوہر اس شخص کی طرف سے اس خلع کے واسطے وکیل ہونے کی تصدیق کر لی ہے قبول کیا فقط - اور اگر وکیل از جانب
عورت ہو تو کاغذ کی پیشانی پر اولًا توکیل لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلانہ بنت فلان نے فلان شخص کو وکیل
کر کے اس بارہ مین اپنا قائم مقام کیا کہ اُسکو اُسکے شوہر فلان شخص سے خلع کرائے پھر ابعد اختلاع لکھنے کے لکھے

کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان شخص نے یعنے وکیل نے جسکا ذکر وکالت نامہ مین مذکور ہوا ہی موکلہ فلانہ بنت فلان کو اُسکے شوہر فلان شخص سے الی آخرہ۔ اور اگر شوہر نے چاہا کہ عورت کے وکیل کو اُسکے مہراور نفقہ عدت کے درک کا ضامن کرلے اور یہ درک اسطرح سے ہوسکتا ہی کہ عورت مذکورہ وکیل کرنے سے منکر ہوجائے اور گواہ لوگ مرجائین یا غائب ہوجائین پھر وہ اپنے شوہر سے مہر اور نفقہ عدت کا دعوی کرے تو اسطرح تحریر کیا جائے کہ اس فلان شخص وکیل عورت نے فلان شخص یعنے شوہر کے واسطے اسطرح ضمانت کرلی کہ اگر فلانہ عورت کے مہر مین جو اسقدر درم ہین اور اُسکے نفقہ عدت مین جو اسقدر ہی کوئی درک پیدا ہو تو وکیل مذکور ضامن ہی حتے کہ شوہر مذکور کو اس سے چھوڑا دیگا یا اُسکو عورت مذکورہ کا تمام مہر جو اسقدر ہی اور تمام نفقہ عدت جو اسقدر ہی اپنے مال سے دیگا واللہ اعلم۔ صورت در ذکر خلع فضولی۔ اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ جن گواہون کا نام آخر مین اس تحریر کے مذکور ہی یہ گواہی دی کہ فلان شخص یعنے فضولی نے زید سے یہ درخواست کی کہ اپنی عورت ہندہ کو اس فضولی کے مال سے ہزار درم پر خلع کردے بدین شرط کہ یہ فضولی اس خلع کو بعوض اس مال کے بغیر حکم ہندہ بغیر اسکے کہ ہندہ وکیل اسکو کرے خود قبول کرتا ہی بدین شرط کہ یہ فضولی ضامن ہی کہ اسقدر مال اپنے ذاتی مال سے زید کو دیگا پس زید نے اسکی درخواست منظور کی اور اپنی عورت ہندہ کو بعوض اس مال کے خلع کردیا اور اس فضولی نے یہ خلع بعوض اس مال کے زید کی طرف سے بالمواجہہ منظور کیا اور ہندہ اپنے شوہر سے اس خلع کی وجہ سے بائنہ ہوگئی اور دونون مین نکاح باقی نرہا اور زید نے یہ مال مذکور اس فضولی کے دینے سے وصول کرلیا اور یہ فضولی اس مال سے جو اس خلع کی وجہ سے اسکی طرف واجب ہوا تھا زید کے قبضہ کرنے اور پھر لینے سے بری ہوگیا لیکن ایسے خلع کی وجہ سے ہندہ کے مہر سے زید بری نہوگا اور ہندہ کو اختیار رہیگا کہ جب چاہے زید سے اپنے مہر کا مطالبہ کرے لیکن اگر زید کو یہ منظور ہو کہ ہندہ کے مہر کی بابت جو درک اُسکو پیش آوے اُسکا فضولی کو ضامن کرے تاکہ جب ہندہ اپنا مہر اُس سے لے تب زید اسکو فضولی سے واپس لے تو اسطرح تحریر کیا جاوے۔ اور زید کو جو درک ہندہ کی مہر کے بابت پیش آوے اُسکا یہ فضولی ضامن ہوا کہ ہندہ نے اپنا مہر ایک بار وصول پا یا ہو پھر جب دوبارہ وصول کریگی تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی۔ اور یہ بات ٹھیک ہی کیونکہ فضولی نے جب یہ اقرار کیا کہ ہندہ نے اپنا مہر وصول پایا ہی تو اُسکے زعم پر یہ بات ضرور ہی کہ اگر ہندہ دوبارہ وصول کرے تو ناحق وصول کرنے والی ہوگی اور یہ مال مقبوضہ ناحق مقبوض ہوگا کہ جسکا تاوان ہندہ پر واجب ہوگا پس یہ کفالت زمان وجوب کی طرف مضاف ہوا اور ایسی کفالت صحیح ہی مثل ایسی کفالت کے جو تیرا فلان شخص پر ثابت ہوا اُسکا مین کفیل ہون۔ صورت در طلاق عورت پیش از دخول خلوت۔ اگر طلاق واحد ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ اُن گواہون نے جنکا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہی یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ بنت فلان کو قبل اُسکے ساتھ دخول وخلوت کرنے کے طلاق واحدہ بائنہ طلاق دی جسمین نہ رجعت ہی اور نہ مثنویت اور نہ تعلیق بشرط اور نہ اضافت بسوے زمانہ آیندہ اور نہ اشتراط عوض ہی پس زید سے اس طلاق کی وجہ سے ہندہ بائنہ ہوگئی اور اگر طلاق ایک سے زائد ہو تو دو طلاق مین لکھے کہ اُسنے ہندہ کو دو طلاق دی ہین اور تین طلاق مین لکھے کہ اُسکو پوری تین طلاق دیدی ہین پس وہ بائنہ ہوگئی اور تین طلاق کی صورت مین یہ بھی لکھے کہ ہندہ مذکورہ زید پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی کہ زید کے واسطے حلال نہین ہوسکتی ہی یہان تک کہ زید کے سوا دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور وہ اُسکے ساتھ دخول کرے اور پھر اُسکو جدا کردے اور اُسکی عدت

وہ لوگ جنکے نام پر گواہ ہین خواہ اُنھون نے گواہی دی ہو یا اس تحریر کے گواہ ہوئے ہون بشرطیکہ بطور جائز ہوئے ہون ۱۲ منہ

پوری مہر جاوے - صورت در طلاق صریح بعد دخول لکھے کہ زید نے ہندہ اپنی جورو سے بعد اُسکے ساتھ دخول
کرلینے کے کہا کہ تجھکو ایک طلاق بائن دی اور پھر اسکے بعد زید سے رجعت نہوگی اور ہندہ مذکورہ اس عدت میں ہے
جو اس طلاق کی وجہ سے اُسپر واجب ہوئی اور زید نے گواہ کردیا اس سب کا اقرار کیا واقع تاریخ فلان صورت در طلاق
قبل دخول و بعد خلوت صحیحہ - لکھے کہ تحریر یہ ہے مضمون ہے کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کی آخر میں لکھا ہے یہ گواہی
دی کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کو بعد اسکے کہ اُسکے ساتھ خلوت صحیحہ خالیہ از تمام موانع شرعیہ وطبعیہ کرلی ہے ایک طلاق
واحدہ بائنہ جائزہ دیدی پس اس طلاق کی وجہ سے ہندہ اُسپر حرام ہوگئی - اور ہندہ کا زید پر تمام مہر ہے جسمے جو
اسقدر درم ہے اور اُسکا نفقہ عدت جو اسقدر ہے واجب ہوا فقط - پس اگر زید کا یہ مذہب ہو کہ مہر واجب ہونے اور
نفقہ عدت واجب ہونے کے واسطے خلوت صحیحہ قائم مقام دخول کے نہ سمجھتا ہو پس اُسنے عورت کے مطالبہ
کے بعد اسکے ادا کرنے سے انکار کیا تو ہندہ کو چاہیے کہ اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے یہان پیش کرے جو ایسا سمجھتا ہو کہ
وہ زید پر پورے مہر و نفقہ عدت کا حکم دیدے پھر اسکے بعد طلاق نامہ میں تحریر کرے پھر اسمین ہے کہ زید نے جسکو بعد
خلوت صحیحہ کے طلاق دیگئی ہے اپنے شوہر زید سے اپنے پورے مہر اور نفقہ عدت کا مطالبہ کیا لیکن زید نے اسکے دینے
سے انکار کیا کیونکہ اُسکا یہ مذہب ہے کہ خلوت صحیحہ ان دونون حکمون کے واسطے دخول کے قائم مقام نہیں ہے
پس ہندہ اُسکو فلان قاضی کے پاس لیگئی یا بالا تعین اسطرح لکھے کہ ہندہ اُسکو ایسے قاضی عادل کے پاس لیگئی کہ
جسکا حکم مسلمانون کے درمیان جائز اور نافذ ہے اور اسکے سامنے اُسکا مطالبہ کیا اور خلوت صحیحہ کا اور اُسکے بعد طلاق کا
دعوےٰ کیا پس زید نے خلوت مذکورہ کا اقرار کیا لیکن مہر مسمیٰ کامل اور نفقہ عدت کے واجب ہونے سے انکار کیا پس
ہندہ کے واسطے زید پر قاضی نے پورے مہر کا اور نفقہ عدت کا حکم دیدیا کیونکہ اُسکا یہی مذہب تھا اور اُسکا اجتہاد
یہ تھا کہ عورت منکوحہ کے ساتھ خلوت کرنا پورا مہر اور نفقہ عدت واجب ہونے کے حق میں مثل دخول کے ہے پس اُسنے
دونون کے روبرو مرد مذکور پر عورت مذکورہ کے لیے اسکا حکم دیا اور اُسکو جاری و نافذ کردیا اور اپنے سامنے اس
بات پر گواہ کردیئے واقعہ تاریخ فلان - اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کا کار طلاق اُسکے اختیار میں دیدے تو
اُسمین چند انواع ہیں ایک یہ ہے کہ تفویض بغیر طلاق ہو معلق بشرط نہو اور اسکی دو قسمین ہیں ایک موقت دوم مطلق پس
موقت کی تحریر اسطرح ہے کہ یہ تحریر ہے اسمین مضمون ہے کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کے آخر میں مذکور ہے وہ اس بات پر
شاہد ہوئے کہ فلان شخص نے اپنی جورو مسماۃ ہندہ کا کار طلاق ایک مہینہ یا ایک سال تک جسکا شروع فلان روز سے
اور آخر فلان روز ہے اُسکے اختیار میں دیدیا بدین شرط کہ اس مہینہ یا اس سال میں جس وقت وہ چاہے اپنے آپکو ایک
طلاق بائن یا تین طلاق دیدے اور اُسکا اختیار اُسکے سپرد کردیا اور عورت مذکورہ نے اُسکی طرف سے یہ اختیار اپنی
مجلس میں قبل اسکے کہ عورت مذکورہ وہان سے کسی کام میں مشغول ہو یا مجلس سے اُٹھ کھڑی ہو قبول کیا قبول صحیح واقع
تاریخ فلان اور اسکی صورت مطلق میں لکھے کہ گواہ ہوئے کہ زید نے اپنی جورو ہندہ کا کار طلاق اُسکے قبضہ میں بدین
شرط دیدیا کہ جب چاہے ایک یا تین طلاق اور جس وقت چاہے اپنے آپکو دیدے اور عورت مذکورہ نے
یہ اختیار اُسکی طرف سے اسلئے آخرہ - دوم تفویض معلق بشرط اور اسمین چند اقسام ہین ایک یہ کہ تفویض بغیبت ہو
اور اُسکی تحریر یون ہے کہ زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کا امر طلاق اُسکے قبضہ میں اس شرط کے ساتھ معلق کرکے

دیا کہ جب زید اُسکے پاس سے فلان موضع یا فلان جگہ سے جسمین دونون رہتے ہین بمسافت سفر غائب ہو جاوے اور اُسکے غائب ہونے پر ایک مہینہ یا جسقدر مدت دونون شرط کرین گذر جاوے اور زید اس مدت مین لوٹ کر اُسکے پاس نہ آوے تو اسکے بعد ہندہ کو اختیار رہے ہمیشہ جسوقت چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دیدے اور اس امر کا اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور ہندہ نے اُسکی طرف سے یہ اختیار مجلس تفویض مین القبول صحیح قبول کیا بلفظ قسم دوم تنکہ کسی میعاد تک مہر معجل دا نکرنے پر تفویض طلاق ہو اور اسکی تحریر یون ہے کہ زید نے ہندہ کو طلاق واحدہ بائنہ کا اختیار معلق بدین شرط دیدیا کہ اگر ایک مہینہ جسکا اول فلان روز سے اور آخر فلان روز ہے گذر جاوے اور زید اسکو تمام وہ مہر جسکا اُسنے بطور معجل دینا قبول کیا ہے اور وہ اسقدر ہے ادا نکرے تو اُسکو اختیار ہے کہ ہمیشہ جب چاہے اپنے آپ کو طلاق واحدہ بائنہ دیدے اور اس امر کا اختیار اُسکے سپرد کر دیا اور ہندہ نے مجلس تفویض مین اُسکی طرف سے یہ اختیار قبول کیا قسم سوم تفویض طلاق بشرط قمار یا بشرط آنکہ مرد شراب پیئے یا عورت کو ایسا مارے جسکا اثر اُسکے بدن پر ظاہر ہو اور اسکے تحریر کی وہی صورت ہے کہ جیسی ہمنے بیان کر دی ہے قسم سوم آنکہ ہر عورت کا طلاق جسکو مرد اس عورت موجودہ کے بعد اپنے نکاح مین لاوے عورت موجودہ کے اختیار مین دیدے گواہ ہوے کہ زید نے ہر ایسی عورت کے امر طلاق کا اختیار جسکو کسی طریق سے وہ اپنے نکاح مین لاوے خواہ وکیل نکاح کردے یا فضولی جسکے نکاح کی زید اپنے قول یا فعل سے اجازت دے یا خود نکاح کرے اپنی عورت مسماۃ ہندہ کو جو فی الحال موجود ہے تین طلاق تک دیدیا اس شرط پر کہ ہندہ اس عورت کو جو اُسکے نکاح مین داخل ہوئی ہمیشہ جب چاہے طلاق دیدے اور اُسکا اختیار اُسکے سپرد کیا یا یون لکھے کہ ہندہ اُسکو تین طلاق مین سے جتنی چاہے دیدے اور ہندہ نے اس مجلس تفویض مین اُسکی طرف سے اسکو بقبول صحیح قبول کیا۔ اور جو تفویض بشرط ہو تو جب شرط پائی جاوے اور عورت اپنے تئین طلاق دینا چاہے تو اُسکو اختیار ہوگا اور اگر اُسنے طلاق لے لی تو اولی یہ ہے کہ مضبوطی کے واسطے تفویض نامہ کی پشت پر لکھا دے گواہ ہوے کہ فلان یعنے شوہر نے اُس شرط کو جسپر طلاق معلق تھی جیسا کہ تفویض نامہ مین مذکور ہے پورا کیا اور اُسکی زوجہ کو اس تفویض کی وجہ سے اپنے تئین طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوا اور ان گواہون کے سامنے جنکی گواہی درج کاغذ ہے اپنے تئین طلاق دی واقعہ تاریخ فلان واللہ اعلم یہ محیط مین ہے۔

فصل چہارم۔ در عتاق۔ اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو آزاد کیا اور چاہا کہ اُسکو اس مضمون کی تحریر دیدے تو لکھے کہ فلان ابن فلان قرشی نے اپنے جائز اقرار کی حالت مین بالطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے اپنے مملوک مسمی کالو کو آزاد کر دیا اسطرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ جن گواہون کا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہے گواہ ہوے کہ فلان ابن فلان نے اُنکے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر جو اپنی صحت جسم اور ثبات عقل و جائز اقرار کی حالت مین جبکہ اُسکو کوئی مرض وغیرہ جو صحت اقرار کا مانع ہے نہ تھا اقرار کیا ہے اُنکو گواہ کیا کہ اُسنے اپنے غلام اور مملوک و رقیق مسمی کالو ہندی جو نوجوان آدمی ہے آزاد کیا اور غلام مذکور کا سن اور حلیہ کا بیان کر دے اور لکھے کہ اپنے خالص مال و ملک سے بعتاق صحیح نافذ لازم پورا پورا آزاد کیا جس مین نہ رجعت ہے اور نہ مثنویت اور نہ تعلیق بشرط کذا فی الذخیرہ۔ اور نہ تعلیق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل ہے صفت آزاد کیا کذا فی الظہیریہ اور نہ اشتراط عوض ہے اسطرح پر اُس غلام کو اللہ کے واسطے بغرض ثواب الٰہی اور تحصیل رضاے الٰہی اور بخوف عذاب سخت الٰہی اور برغبت وعدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ

کرےیا جو شخص کہ کہ دن آزاد کرے اللہ تعالیٰ اُسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو آتش دوزخ سے چھوڑاتا ہے
آزاد کیا۔ پس یہ غلام ہندوستانی اسکا اس مولیٰ کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگیا ہے کہ نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہبہ
کیا جا سکتا ہے اور نہ میراث ہو سکتا ہے اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہے اور نہ اسکے کسی پر اور نہ کسی کی اسپر کوئی
راہ ہے سوائے ولاء کے کہ اسکی ولاء اسکے آزاد کرنے والے اس مولیٰ کی ہے جب تک یہ زندہ ہے اور اسکے بعد اسکے
عصبات مذکر کی ہوگی اب بعد عتاق کے اسکا یہ نام رکھا اور اس آزاد شدہ نے اپنے اس آزاد کرنے والے کی اس
بات میں بالمشافہ تصدیق کی کہ اعتاق کے وقت وہ اسکا مملوک تھا واقعہ تاریخ فلان۔ اور بعضے اہل شروط بعد
اس قول کے کہ (بچو خوف سخت عذاب الٰہی کے) یوں لکھتے ہیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ اسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے
کا ہر عضو آگ سے چھوڑاوے اعتاق صحیح وجائز آزاد کیا اور اپنے ملک ورق سے خارج کر دیا اور محرر کر دیا پس وہ
اپنے اختیارات میں آزاد ہوگیا کسی پر اسکا کچھ حق نہیں ہے اور نہ اسپر کسی کا کچھ حق ہے سوائے حق ولاء کے اور جو شخص
اللہ تعالیٰ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے اسکو روا نہیں ہے کہ اس سے کار غلامی و استرقاق طلب کرے
اور اسکو دوبارہ رقیق و غلام بناوے اور آزاد شدہ نے وقت اعتاق کے اسکا مملوک ہونیکا اقرار کیا واقعہ تاریخ فلان
اور امام ابو حنیفہ رحمہ و اُنکے اصحاب یوں لکھتے تھے کہ یہ تحریر ہے جانب فلان بیٹے از جانب مولیٰ واسطے اُسکے مملوک فلان
ہندی کے ہے کہ تو میرا مملوک تھا یہانتک کہ میں تجھکو آزاد کرون پس میں تجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکے ثواب کی خواہش
سے آزاد کرتا ہوں اور میں اسوقت بدن سے تندرست اور عقل سے صحیح ہوں اور مجھ میں کوئی مرض وغیرہ علت نہیں ہے
میرے تصرفات جائز ہیں تجھے بعتق جائز نافذ البتہ آزاد کرتا ہوں تیرے ذمہ کوئی شرط نہیں کرتا ہوں اور نہ تجھسے
کچھ مال عوض میں طلب کرتا ہوں پس تو اس آزاد کرنے کی وجہ سے آزاد ہوگیا جو آزادون کو اختیار رہے وہ سب تجھے
حاصل ہوا اور جو انپر واجب ہے وہ تجھپر واجب ہوا میرے واسطے یا کسی کے واسطے تجھپر کوئی راہ نہیں ہے اور میرے
واسطے تیری اور تیرے آزاد کردہ کی ولاء ہے واقعہ ماہ فلان سنہ فلان۔ (اور اللہ تعالیٰ کے واسطے) اسوجہ سے لکھا کہ
بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ کے واسطے آزاد نہ کیا بلکہ دکھلانے کو آزاد کیا تو آزاد نہوگا۔ اور میں اسوقت بدن سے تندرست
اور عقل سے صحیح ہوں اور مجھ میں کوئی مرض وغیرہ علت نہیں ہے یہ اسواسطے لکھا کہ مریض کا آزاد کرنا اسکے تہائی مال سے معتبر
ہوتا ہے اور صحیح کا آزاد کرنا پورے مال سے معتبر ہے اور قولہ وغیرہ سے یہ مراد ہے کہ جنون اور حماقت اور بسبب خانہ بربادی کے
مجبور نہیں اسواسطے کہ حماقت اور جنون بالاجماع صحت عتاق سے مانع ہیں اور بسبب فساد کے مجبور ہونا بعض
علماء کے نزدیک مانع ہے۔ اور قولہ عتق نافذ البتہ اسواسطے لکھا تا کہ مولی اُسپر ایسے امر کا دعوے نکرے جو عتق
کے متوقف ہونے کا موجب ہے یا التعلیق بشرط کا دعوی نکرے۔ قولہ تیرے ذمہ کوئی شرط نہیں کرتا ہوں اور نہ تجھسے کچھ
مال عوض نہیں طلب کرتا ہوں اسواسطے لکھا کہ سب دعوی اور جھگڑے منقطع ہو جاوین قولہ پس تو اس آزاد کرنیکی وجہ
سے آزاد ہوگیا جو آزادون کو اختیار رہے وہ تجھے حاصل ہوا اور جو انپر واجب ہے وہ تجھپر واجب ہوا یہ بطریق تاکید کے
لکھا ہے قولہ میرے واسطے تیری اور تیرے آزاد کردہ کی ولاء ہے یہ باتباع سلف تحریر کیا ہے اور تا کہ حکم ایک ثابت ہو اور یہ
جو لکھا کہ تیری آزاد کردہ کی ولاء ہے یہ ہمارے اصحاب کا مذہب ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ یہ نہیں لکھتے تھے۔ اور اگر
عتق بعوض مال ہو تو بعد لکھنے عتاق جائز و نافذ کے لکھے کہ اسقدر دینار پر آزاد کیا اور اس غلام نے یہ عتق بعوض

اس مال کے قبول کیا پھر اسکے بعد اگر مولی نے اس مال پر قبضہ کیا ہو تو لکھے کہ آزاد کرنیوالے نے یہ مال بدینطور کہ آزاد شدہ نے اسکو ادا کیا ہو وصول پایا اور آزاد شدہ اس سب سے بوجہ آزاد کنندہ کے قبضہ کرنے اور پھر پانے کے بری ہو گیا اور اگر اُسنے مال پر قبضہ نہ کیا ہو تو لکھے کہ یہ سب مال اس آزاد شدہ پر اس مولے کا قرضہ ہو کہ بدون اس سب مال کے وصول کو ادا کرنے کے اس آزاد شدہ کی بریت نہین ہو اور اس مولی کے واسطے سوا ولاء اور مطالبہ مال مذکور کے اس آزاد شدہ پر کوئی راہ نہین ہو واقعہ تاریخ فلان کذا فی الذخیرہ - اگر اپنی باندی اور اپنے غلام کو جن دونون مین نکاح ہو اور اُن دونون کی اولاد کو اکٹھا آزاد کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے غلام فلان کو اُسکا نام اور حلیہ بیان کر دے اور اپنی باندی فلانہ کو اور اُسکا نام اور حلیہ بیان کر دے آزاد کیا اور یہ دونون جورو اور شوہر ہین اور ان دونون کے ساتھ انکی اولاد فلان اور فلان وفلان وفلانہ کو آزاد کیا اور وہ آزاد کرنے کے وقت ان سب کا مالک تھا پس ان سب کو بغرض حصول رضامندی الٰہی و طمع ثواب آخرت الی آخرہ جیسا کہ سابق مین بیان کیا گیا ہو سب لکھے اور اگر ایک غلام دو یا زیادہ آدمیون مین مشترک ہو اور سبھون نے اُسکو آزاد کیا تو لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو قریشی اور بکر ابن خالد قریشی کی طرف سے ان دونون کے مملوک مسمی کافور کے واسطے بدین مضمون ہو کہ تو ہمارا مملوک تھا اور ہمنے تجکو البتہ آزاد کر دیا پھر دونون مین سے ہر ایک کا حصہ جسقدر اس غلام مین ہو بیان کر دے تاکہ جسقدر ہر ایک کے واسطے اُسکی ولاء پہونچتی ہو معلوم ہو جاوے باقی تحریر اسیطرح ہو جیسی ہمنے ایک ہی شخص کے غلام کے حق مین بیان کی ہو - اور اگر مالکان غلام کسی شخص کو اُسکے آزاد کرنے کے واسطے وکیل کرین تو لکھے کہ گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کے آخر مین مذکور ہو سب اس بات کے گواہ ہوے کہ زید و عمرو و بکر کے وکیل خالد نے اُنکے غلام مسمی کلو کو جو ان سب مین برابر مشترک ہو آزاد کیا اور اس وکیل نے اُسکو مفت بلا عوض با استقرار بالی پر بطور اتفاق صحیح اُنکے خالص مال و ملک سے آزاد کر دیا پس اُنکے اس وکیل کے آزاد کرنے سے یہ غلام آزاد ہو گیا کہ فروخت نہین ہو سکتا ہو اور نہ ہبہ اور نہ میراث اور نہ کسی وجہ سے مملوک ہو سکتا ہو اور ان موکلون یا کسی آدمی کے واسطے اُسپر کوئی راہ نہین ہو سوا اسکے کہ اُسکی ولاء ان موکلون کی زندگی مین انکے واسطے اور انکے مرنے کے بعد اُنکے عصبات کے واسطے ہوگی اور اگر عتق بعوض مال ہو اور وکیل نے اس غلام سے اُنکے واسطے مال کو وصول کیا تو اسطرح لکھے کہ غلام نے یہ عتق بعوض اس مال کے منظور کیا پھر لکھے کہ وکیل نے اُن لوگون کے واسطے یہ مال اُس سے وصول کر لیا اور اگر وکیل نے وصول نہ کیا ہو تو جسطرح ہمنے ایک شخص کے غلام کے حق مین بیان کیا ہو اُسی طرح تحریر کرے - اور اگر غلام مشترک دو شخصون مین سے ایک نے اپنا حصہ آزاد کیا ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جسنے آزاد نہین کیا ہو اُسکو تین طرح کا اختیار ہو لیکن بشرطیکہ آزاد کرنے والا خوشحال ہو اور اگر تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہو اور امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک اگر آزاد کرنے والا خوشحال ہو تو جسنے آزاد نہین کیا ہو اُسکو اختیار ہو کہ اپنے حصہ کی ضمان لے اور اگر تنگدست ہو تو اُسکو غلام مذکور سے سعایت کرانے کا اختیار ہو اور دونون صورتون مین غلام مذکور آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور پوری ولاء اُسی کو ملیگی پس اگر اُس شخص نے جسنے آزاد نہین کیا ہو اس مضمون کی تحریر لکھوانی چاہی اور موافق مذہب امام اعظم رح کے تحریر چاہی تو لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے گواہ ہوئے کہ زید نے فلان مملوک مین سے کہ جسکا یہ نام اور یہ حلیہ ہو اور وہ زید اور عمرو کے درمیان

مشترک ہوا اپنا پورا حصہ آزاد کر دیا اور زید مذکور نے اپنا حصہ بدون اجازت اپنے شریک عمرو کے باعتاق صحیح آزاد کیا ہے اور زید بوقت آزاد کرنے کے خوشحال تھا اور عمرو کو امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق تین طرح کا اختیار حاصل ہوا ہے پس عمرو نے اپنے شریک بد آزاد کنندہ سے اپنے حصہ کی قیمت تاوان لینا اختیار کیا اور جن لوگون کو قیمت اندازہ کرنے مین بصارت ہے اُنکے اندازے سے عمرو کے حصہ کی قیمت دس دینار تھی اور یہ اندازہ کرنے والے لوگ عادل ہین پس عمرو نے فلان قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور زید پر اس مقدار کا دعوے کیا پس قاضی نے اُسکے واسطے اِس مقدار کا حکم دیدیا کیونکہ اُسکے اجتہاد مین یہی آیا اور زید پر ان دس دینار کا ادا کرنا اس مدعی کو لازم ہوا پس زید آزاد کنندہ پر اسقدر مال اپنے شریک اس مدعی کے واسطے قرضہ لازم ہے اور اگر آزاد کرنے والے نے یہ مقدار ادا کر دی ہو تو لکھے کہ آزاد کنندہ نے اسقدر مال بوجہ قاضی کے لازم کرنے کے اپنے شریک کو ادا کر دیا اور پورا غلام اس آزاد کرنے والے کی طرف سے آزاد ہو گیا اور اُسکی پوری ولا اس آزاد کنندہ کی ہوئی فقط۔ اور اگر شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ شریک مذکور عمرو نے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے جو اسقدر ہے سعایت کرانا اختیار کیا اور قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا اور قاضی نے غلام پر سعایت لازم کر دی پس غلام پر واجب ہے کہ اُسکے واسطے سعایت کرے اور جب وہ سعایت پوری کر دیگا تو دونوں کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولا دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو لکھے کہ پھر شریک نے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کر کے اُسکو آزاد کر دیا پس وہ دونون کی طرف سے آزاد ہو گیا اور اسکی ولا دونون مین مشترک ہوئی اور اگر شریک آزاد کنندہ تنگدست ہو حتی کہ دوسرے شریک کو موافق قول امام اعظم رحمہ کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس شریک نے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا تو لکھے کہ یہ آزاد کنندہ تنگدست تھا کہ اسکا حال سب لوگون کو معلوم تھا حتے کہ دوسرے شریک عمرو کے واسطے موافق قول امام اعظم رحمہ کے دو طرح کا اختیار حاصل ہوا پس اُسنے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے غلام سے سعایت کرانی اختیار کی اور یہ قیمت اسقدر ہے پس قاضی فلان نے اُسکے اختیار کا حکم جاری کر دیا اور غلام کے ذمہ یہ سعایت لازم کر دی اور بعد سعایت کے غلام مذکور دونون کی طرف سے آزاد ہو جائیگا اور اُسکی ولا دونون مین مشترک ہوگی۔ اور اگر اُسنے اپنا حصہ آزاد کرنا اختیار کیا تو اسیطرح لکھے جیسا شریک کے خوشحال ہونے کی صورت مین مذکور ہوا ہے۔ پھر جس صورت مین اُسنے غلام سے سعایت کرانا اختیار کیا اور غلام کے ذمہ قسط بندی مقرر کی تو لکھے کہ پس قاضی نے اُسکا اختیار نافذ کر دیا اور غلام کے ذمہ اُسکے حصہ کی قیمت جو اسقدر ہے لازم کی اور اُسکی تین قسطین تین مہینہ مین مقرر کر دین تاکہ ہر مہینہ گذرنے پر اسقدر ادا کرے فقط۔ پھر اگر غلام مذکور نے اُسکے حصہ کی قیمت سے اُس سے کم مقدار پر صلح کر لی تو لکھے کہ اُسنے اپنے حصہ کی قیمت سے اسقدر مال پر بوعدہ اسقدر مدت کے صلح کر لی پس اگر قسط بندی مقرر کی اور ایک مہینہ گذر گیا اور اُسنے ایک قسط ادا کر دی اور چاہا کہ اسکی تحریر کر دے تو لکھے کہ ایک مہینہ گذر گیا اور اُسنے ایک قسط ادا کی اور وہ اسقدر مال ہے اور باقی اسقدر مال موافق قسطون کے اُسپر واجب ہے جب میعاد آویگی تو اُس سے مطالبہ کریگا پھر سب قسطون کے ادا ہونے کے بعد لکھے کہ فلان شخص نے اپنا غلام جو اُسکے اور فلان کے درمیان مین مشترک تھا جسکا یہ نام ہے آزاد کر دیا ہے۔ اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو پس شریک نے اس غلام مین سے اپنے حصہ کی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرانی اختیار کی اور یہ اُسپر اس قیمت کی تین مہینہ مین

تین قسطین مقرر کردین ہر مہینہ مین اسقدر پھر ایک مہینہ گذرا پس اُسنے اسقدر وصول کیا حتی کہ بعد تیسرے مہینہ کے سب اسقدر
وصول کیا اور یہ آخری قسط تھی پس اُس غلام پر اور اسکی جانب اور اُسکے پاس اور اُسکے ساتھ قلیل وکثیر کچھ باقی نرہا اور پورا
غلام دونون کی طرف سے آزاد ہوگیا پس وہ دونون کا مولی ہے اور اُسکی ولاء دونون کے درمیان مین نصفا نصف ہو فقط اور
اگر موافق مذہب امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے تحریر چاہیے تو لکھے کہ زید نے مسمی کلو مملوک مین سے جو اُسکے اور اُسکے شریک عمرو کے
درمیان مشترک تھا اپنا پورا حصہ آزاد کردیا حتی کہ پورا غلام زید کی طرف سے آزاد ہوگیا بنا بر قول ایسے امام کے جسکی یہ رائے ہے اور وہ امام
ابو یوسف رح اور امام محمد رح ہین اور آزاد کرنیوالا خوشحال تھا جو لوگون مین خوشحال مشہور تھا عمرو نے اُس سے اپنے حصہ کی قیمت کا
مطالبہ کیا اور فلان قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اُسنے اسکو نافذ کرکے آزاد کنندہ کے ذمہ عمرو کے حصہ کی قیمت لازم
کی اور زید کی طرف سے پورا غلام آزاد ہونے کا حکم دیا فقط - اور اگر آزاد کنندہ تنگدست ہو تو لکھے کہ آزاد کنندہ تنگدست
لوگون مین معروف تھا اسلئے کہ عمرو کو غلام سے اپنے حصہ کی قیمت کی سعایت کا حق حاصل ہوا پس اُسنے غلام کو ماخوذ
کرکے فلان قاضی کے پاس مرافعہ کیا اُسنے اسکو نافذ کرکے غلام کو حصہ عمرو کی قیمت کی سعایت کرنے کا حکم دیا پس قیمت
غلام پر عمرو کا قرضہ ہے اور پورا غلام زید کی طرف سے آزاد قرار دیا اور اُسکی ولاء کامل زید کے واسطے قرار دی فقط یہ محیط
مین لکھا ہے اور اگر ایک غلام دو آدمیون مین مشترک ہوا اور دونون نے اُسکو آزاد کرنا چاہا اور دونون کو خوف ہوا کہ
اگر مین پہلے آزاد کرتا ہون تو شاید دوسرا شریک مجھسے اپنے حصہ کا تاوان لے تو احتیاط یہ ہے کہ دونون اسکے آزاد کرنے
کے واسطے ایک شخص کو وکیل کرین اور سب سے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ ہر ایک شریک اپنے حصہ کی آزادی کو دوسرے
شریک کے آزاد کرنے پر معلق کرے حتی کہ اگر وکیل دونون مین ایک حصہ آزاد کرے تو نافذ ہوگا اور جب وکیل نے اُسکو آزاد
کردیا تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے اقرار کیا کہ مین عمرو اور بکر کی طرف سے اُن دونون کے غلام مسمی کلو کے آزاد
کرنے کیواسطے وکیل ہون اور مینے دونون کے غلام مسمی کلو کو جو دونون مین برابر مشترک ہے مفت یا اسقدر ریال پر باعتاق
صحیح دونون کے خالص مالکے مال سے آزاد کیا پس یہ غلام دونون کے وکیل زید کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگیا پھر آخر تک
وہی عبارت لکھے جو ہمنے اصالۃً آزاد کرنے کے بیان مین لکھی ہے اسیطرح اگر دونون اُسکو غلام مذکور کے مدبر کرنیکا وکیل
کرین تو بھی یہی تحریر ہے یہ ظہیریہ مین ہے اور اگر اپنے غلام کو ایک سال تک اپنی خدمت کرنے کی شرط پر آزاد کیا ہو تو
لکھے کہ گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوئے کہ زید نے اپنے غلام مسمی کلو کو جسکا یہ حلیہ ہے باعتاق صحیح جائز نافذ اس شرط پر
آزاد کیا کہ ایک سال کامل بارہ مہینہ جسکا اول فلان روز سے اور آخر فلان روز ہو برابر اُسکی خدمت کرتا رہے کہ جو خدمت
اُسکی مولی کی رائے مین آوے اور جس قسم کی خدمت پیش آوے جہان چاہے جسوقت چاہے اور جسطرح چاہے جو شرع
مین حلال ہو رات دن مین بقدر طاقت وقت معتاد مین خدمت لے پس مسمی کلو نے اس آزادی کو بعوض اس خدمت کے
قبول کیا اور اُسکی خدمت کرنیکا بروجہ مذکور ضامن ہوا پس کلو خالصۃً لوجہ اللہ آزاد ہوگیا زید کو اُسکی طرف سواے ولاء
اور طلب خدمت مشروطہ مذکورہ کے اور کوئی راہ نہین ہے فقط اور بدل عتق کا وثاقت نامہ یون لکھے کہ گواہ لوگ جنکا
نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہوا اس بات کے شاہد ہوئے کہ کلو ہندوستانی نے بطوع خود یہ اقرار کیا کہ وہ بملک صحیح
واجب لازم زید کا مملوک تھا اور مدت تک اُسکی خدمت کی پھر اُسکو اپنی آزادی کی خواہش ہوئی پس اُسنے زید سے درخواست
کی کہ مجھے اسقدر عوض پر آزاد کردے اُسنے اُسکی درخواست کو منظور کرکے اُسکو اسقدر ریال کے عوض مین صحیح آزاد کردیا

جس مین نہ رجعیت ہو اور نہ مثنویت اور نہ تعلیق بخطر اور نہ اضافت بزمانہ مستقبل پس اُس غلام نے اُسکی طرف سے یہ امر اُسکے مخاطب کرنے کے ساتھ جدا ہونے اور اُسکے سوائے دوسرے کام مین مشغول ہونے سے پہلے قبول کیا پس اس سبب سے آزاد ہو گیا اور اپنے نفس کا مالک ہو گیا اور یہ بدل اُسکے اوپر قرضہ رہا کہ جسکے واسطے کچھ میعاد نہین ہو جب چاہے اُس سے لے لے لکو مذکور کو اس سے کوئی انکار نہوگا۔ اس سب مال کے ادا کرنیکے بغیر کسی طرح اُسکی برائت بھی نہوگی اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق کی ہو فقط یہ محیط مین ہو۔ وصی ہونے کے اختیار سے غلام کو آزاد کرنے کی تحریر یون ہو گواہ لوگ اس بات کے شاہد ہوئے کہ زید پسر میت نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکے باپ فلان شخص نے اپنی حیات مین اُسکو وصیت کی تھی کہ اُسکے غلام اور مملوک مسمی فلان کو اُس غلام کا نام اور حلیہ بیان کرے اُسکی وفات کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ تعالی آزاد کردے اُسمین کوئی شرط نہ لگا دے اور نہ غلام مذکور پر کچھ مال کا عوض قرار دے اور اس زید نے اپنے باپ فلان کی طرف سے یہ وصیت قبول کی تھی اور اُسکے باپ فلان نے مرتے وقت تک اس پوری وصیت یا اُسمین سے کسی قدر سے رجوع نہین کیا اور اس زید نے اپنے باپ کی موت کے بعد یہ وصیت نافذ کی اور فلان مذکور کو آزاد کر دیا اور یہ وہی غلام ہو جسکے آزاد کرنے کی اُسکو اُسکے باپ نے وصیت کی تھی پس غلام مذکور اسوجہ سے خالصۃً لوجہ اللہ تعالے آزاد ہو گیا اُسکو وہی استحقاق حاصل ہو جو آزادون کو ہوتا ہو اور اُسپر وہی بات لازم ہو جو آزادون پر ہوتی ہو اس زید کو اُسپر غلام بنانے یا خدمت لینے یا سعایت کرانے کا کوئی استحقاق نہین ہو پس اُسکے ہاتھ مین اپنے باپ کے ترکہ سے دو چند قیمت اس غلام کی جسکو آزاد کیا ہی حاصل ہو گئی اب نہ زید کو اُس غلام پر کوئی راہ نہین ہو سوائے سبیل ولا کے جو شرع مین آزاد کرنیوالے کو اپنی زندگی اور اُس کے اہل ماندگان کو اُسکی وفات کے بعد حاصل ہوتی ہو پھر تحریر کو ختم کردے اور اگر اپنی باندی کو آزاد کرے کے بعد آزادی کے اُس سے نکاح کیا تو لکھے کہ زید نے اپنے جواز اقرار کی حالت بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے اپنی باندی مسماۃ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ کو باعتاق صحیح آزاد کیا آخر تک وہی عبارت لکھے جو عتاق نامہ مین لکھی جاتی ہو پھر تحریر عتق کے بعد لکھے کہ پھر اس زید نے بعد اس عتق مذکور کے اپنی اس آزاد کی ہوئی باندی کے ساتھ گواہان عادل کے حضور مین اسقدر دینار مہر پر تزویج صحیح نکاح کر لیا اور اس باندی مذکورہ نے بھی جو آزاد ہو گئی ہو اسی مجلس مین اسی مہر مذکور پر تزویج صحیح اپنے آپ کو اُسکے نکاح مین دیا پھر تحریر کو ختم کردے۔ واللہ تعالے اعلم۔ ذخیرہ مین لکھا ہو

فصل پنجم۔ تدبیر کے بیان مین۔ امام محمد رح نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ اسطرح لکھے کہ یہ تحریر زید ابن عمرو کی جانب سے واسطے اپنے مملوک مسمی کلو ہندوستانی کے بدین مضمون ہو کہ مین نے تجھکو اپنی موت کے بعد خالصۃً لوجہ اللہ تعالے اور بطلب ثواب الٰہی آزاد کر دیا اور مین اسوقت صحیح ہون (اور اس سے مراد صحت بدن ہی) آیا نہین دیکھتا ہو کہ امام محمد رح نے اسکے بعد فرمایا کہ مرض وغیرہ کی کوئی علامت مجھ مین نہین ہو۔ اس تحریر کی کوئی حاجت نہین ہو اسواسطے کہ صحیح اور مریض دونون کا مدبر کرنا اس بات مین یکسان ہو کہ دونون مین سے ہر ایک کی تدبیر کا اعتبار تہائی مال سے ہوتا ہو اور امام طحاوی رح اسطرح لکھتے تھے کہ مین نے تجھکو اپنی زندگی مین مدبر اور اپنی موت کے بعد آزاد کر دیا اور فرمایا کہ مین نے دونون لفظون کو اسواسطے جمع کیا کہ بعضے علما کا مذہب یہ ہو کہ جبتک دونون لفظون کو جمع نہ کرے تب تک مدبر نہین ہوتا ہو پس مین نے اس مذہب سے احتراز کرنے کے واسطے دونون لفظون کو جمع کر دیا۔ پھر لکھے کہ میرے واسطے تیری ولا اور تیرے بعد تیرے آزاد کیے ہوؤن کی ولا ہوگی اور امام طحاوی رح لکھتے تھے اور میرے واسطے جو کچھ

بخشے بسبب تدبیر مذکورہ تحریر ہذا کے آزاد ہو جاوے اُسکی ولاء ہوگی اسواسطے کہ بعض علما کا یہ مذہب ہو کہ اگر مولی
مرجاوے اور اُسپر اسقدر قرضہ ہو کہ اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہو تو اُسکا مدبر آزاد ہوگا بلکہ رقیق ہوگا کہ اُس قرضہ کے عوض کہ جو اُسکے
مولی پر ہو فروخت کیا جاویگا۔ اور ایسی حالت مین اُسکے مولی کے واسطے اُسکی ولاء نہوگی پس اگر ہم علی الاطلاق اسطرح لکھین کہ
میرے واسطے بیری ہی ولاء ہوگی تو اِس مذہب کے موافق غلط ہوگا حالانکہ جہانتک ممکن ہو تحریر کو غلطی سے محفوظ رکھنا واجب
ہو اور بعض اہل شروط اِس طرح لکھتے ہین کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ زید نے اپنے غلام و رقیق و مملوک ہندی یا ترکی یا رومی مسمّی
فلان کو اور اُسکا حلیہ بیان کرے مدبر کر دیا پھر لکھے اور اپنی موت کے بعد اُسکو آزاد کر دیا اور یہ تدبیر مطلق غیر مقید صحیح و نافذ
مدبر کیا ہو کہ نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ میراث ہو سکے اور نہ مہر ہو سکے اور نہ ایک ملک سے دوسری
ملک مین منتقل ہو سکے اور اس تدبیر مین نہ رجعت ہو نہ مثنویت پس یہ غلام اپنے مولی کا مدبر ہو جب تک اُسکا یہ مولے زندہ
ہو کہ اس سے وہ انتفاع حاصل کر سکتا ہو جیسا غلامون سے نفع اٹھایا جاتا ہو سواے بیع اور اُسکے مانند امور کے اور
یہ غلام مذکور اُسکی وفات کے بعد آزاد ہو کہ اُسکے وارثون مین سے کسی کو اسپر کوئی راہ نہوگی سواے اُسقدر حصہ کی سعایت
کے کہ جو تہائی سے برآمد نہو اور سواے سبیل ولاء کے کہ اُسکی ولاء اُسکے مولے کے وفات کے بعد اُسکے عصبات کیواسطے
اور اس مدبر نے وقت تدبیر کے اُسکے مملوک ہونے کی تصدیق کی اور یہ امر اس مدبر کی صحت اور ثبات عقل اور جواز
اقرار کی حالت مین مدبر سے صادر ہوا ہو کہ جسکے ساتھ حکم حاکم لاحق کرے پس لکھے کہ پھر اس مولے نے فلان
شخص کے ہاتھ اس مدبر کے فروخت کرنے کا قصد کیا پس اس مدبر نے قاضی عادل نافذ القضاء کے سامنے اِسکی
نالش کی پس قاضی نے اِس مدبر کے واسطے اُسکے مولی پر حکم دیدیا کہ بحکم اس تدبیر کے مولاے مذکور کو اُسکی بیع کا اختیار
نہین ہو بعد ازانکہ یہ حکم قاضی کی رائے اور اجتہاد مین واقع ہوا کہ اُسنے ایسے عالم کا قول اختیار کیا جسکا یہ مذہب ہو اور
اُس حدیث پر عمل کیا جو اِس باب مین وارد ہو اور قاضی نے اپنے حکم پر اپنی مجلس کے حاضرین کو گواہ کر دیا واقعہ
تاریخ فلان اور اگر ایک غلام دو شریکون مین مشترک ہو پھر دونون مین سے ایک نے اپنا حصہ مدبر کر دیا تو لکھے کہ
یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ زید نے اپنا سب حصہ جو مثلاً نصف ہو پورے غلام ہندی مسمّٰی کلو مین سے جو زید اور عمرو کے
درمیان نصفا نصف مشترک ہو مدبر کیا اور اُسمین سے اپنا حصہ جو نصف ہو اپنی حیات مین مدبر مطلق کر دیا اور بعد اپنی وفات
کے اپنا حصہ آزاد کر دیا پھر اِس تحریر کو جس طرح ہمنے بیان کیا ہو تمام کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک اگر زید خوشحال
ہو تو عمرو کو تین طرح کا اختیار ہوگا (یعنی چاہے زید سے اپنے حصہ کا تاوان لے یا غلام سے اپنے حصہ کے واسطے سعایت
کرا لے یا اپنا حصہ بھی مدبر کر دے) اور اگر زید تنگدست ہو تو دو طرح کا اختیار ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک اگر زید
خوشحال ہو تو اُس سے تاوان لے سکتا ہو اور اگر تنگدست ہو تو غلام سے سعایت کرا سکتا ہو پھر اگر اُسنے موافق قول امام
اعظم رح اور صاحبین رح کے لکھنا چاہا تو درصورتیکہ عمرو نے بھی مدبر کرنا اختیار کیا تو اُسی طرح لکھے جیسا ہم بیان کر چکے
ہین اور اگر اُسنے تاوان لینا اختیار کیا تو لکھے کہ عمرو نے مدبر مذکور سے روز تدبیر کے اپنے حصہ کی قیمت طلب کی اور
وہ اندازہ کرنے والون کی انداز سے اسقدر دینار ہین اور اُسکو قاضی عادل و جائز الحکم کے پاس لیگیا پس
قاضی نے مدبر کے ذمہ قیمت لازم کر دی پھر عمرو نے مدبر سے یہ قیمت پوری وصول کر لی اور عمرو کے قبضہ کرنے اور
پھر پانے سے مدبر اِس قیمت سے بری ہو گیا پس یہ پورا کلو اِس زید کی طرف سے مدبر ہو گیا نہ عمرو کی طرف سے اور نہ

باقی تمام جہان کے آدمیون کی طرف سے اور اسکے بعد اس عمرو کو اس زید پر کوئی دعوی نہین ہو اور نہ غلام پر کوئی دعوے ہو اور جب اس زید کو حادثۂ موت پیش آوے تو یہ پورا مدبر خالصۃً لوجہ اللہ آزاد ہو اور نہ زید کو اور اسکے وارثون مین سے کسی کو اس سے مدبر پر کوئی راہ نہین ہو سولے سبیل ولاء کے اور سولے سبیل سعایت کے بقدر اُس قیمت کے جو تہائی سے برآمد نہو اگر غلام دو شخصون مین مشترک ہوا اور دونون نے اُسکے مدبر کرنے کیواسطے ایک شخص کو وکیل کیا تو اسی طرح لکھے جیسا ہمنے آزاد کرنے کے واسطے دونون کے ایک شخص کو وکیل کرنے کی صورت مین بیان کیا ہو لیکن فرق یہ ہو کہ صورت اعتاق مین اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اسکو دونون کی طرف سے آزاد کیا یا کہا کہ یہ دونون کیطرف سے آزاد ہو یا کہا کہ دونون مین سے ہر ایک کا حصہ اپنے مالک کی طرف سے آزاد ہو تو یہ کافی ہو اور غلام مین سے دونون مین سے ہر ایک کا حصہ فی الحال آزاد ہو جائیگا اور تدبیر کی صورت مین یہ ضرور ہو کہ یون بیان کرے کہ مین نے اس مملوک مین سے دونون مین ہر ایک کا حصہ کیا۔ اور ہر ایک کا حصہ اُسکی موت کے بعد آزاد کیا حتے کہ ہر ایک کی موت کے بعد آزاد ہو جائیگا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے دونون کی طرف سے اسکو مدبر کیا یا کہا کہ دونون کی موت کے بعد یہ دونون کی طرف سے آزاد ہو تو جبھی آزاد ہوگا کہ جب دونون مرجاوین اور جو شخص پہلے مرے اُسکی موت سے اُسکا حصہ آزاد نہوگا یہ ذخیرہ مین لکھا ہو

فصل ششم - تحریر استیلاد کے بیان مین - اگر ام ولد کے واسطے تحریر لکھنی چاہے تو یون لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہو شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہو کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسکی باندی ترکیہ یا رومیہ یا ہندیہ جسکا نام اور حلیہ اور سن بیان کردیوے اُسکی اُم ولد ہو کہ اُسکی ملک اور فراش سے اُسکے پسر مسمی عمرو کو یا اُسکی دختر مسماۃ ہندہ کو جنی ہو لیس یہ اُسکی حیات مین اُسکی ام ولد ہو کہ اُس سے مثل مملوک کے نفع اُٹھا سکتا ہو لیکن اسکو فروخت نہین کر سکتا ہو اور نہ کسی وجہ سے اُسکو غیر کی ملک مین دے سکتا ہو اور وہ بعد وفات زید کے آزاد ہو اُسکے وارثون مین کسی کو اُسکی طرف کوئی راہ نہین ہو سولے سبیل ولاء کے کہ اُسکی ولاء واسطے زید کے ہو اور اسکی موت کے بعد اُسکے وارثون کے واسطے ہوگی اور اسکے ساتھ حکم حاکم اور ام ولد مذکورہ کی تصدیق لاحق کرے اور اس مقام پر سبیل سعایت کے استثنا کی ضرورت نہین ہو اسواسطے کہ اس ام ولد پر سعایت واجب نہوگی اگرچہ اُسکے تہائی مال سے برآمد نہو لیکن اگر مولے سے یہ اقرار اُسکے مرض الموت مین ہوا ہو اور کوئی بچہ موجود معلوم نہو تو ایسی صورت مین تہائی مال سے آزاد ہوگی پس ایسی صورت مین اس طرح لکھنا ہوگا کہ سولے سبیل سعایت کے اگر تہائی مال سے برآمد نہو اور اگر باندی مذکورہ ایسا پیٹ ڈال گئی ہو کہ جسکی خلقت یا بعض خلقت ظاہر ہوگئی ہو تو لکھے زید نے اِن گواہون کے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر اِن لوگون کو بخوشی گواہ کیا کہ اُسکی باندی مسماۃ فلانہ اُسکی اُم ولد ہو جو اُسکے نطفہ سے ایسا پیٹ ڈال گئی ہو جسکی پوری خلق یا بعض خلق ظاہر تھی پس اُسکی ام ولد ہوگئی ہو آخر تک بدستور مذکور لکھے جیسا ہمنے ذکر کردیا ہو یہ ذخیرہ مین لکھا ہو

فصل ہفتم - تحریر کتابت کے بیان مین - جاننا چاہیے کہ اہل شروط نے ابتدائے تحریر کتابت مین اختلاف کیا ہو پس امام ابو حنیفہ رح اور اُنکے اصحاب اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر اُسکی ہو جسپر فلان نے اپنے مملوک مسمی فلان منسوب بفلان کو مکاتب کیا ہو اور امام طحاوی و خصاف اور بہت سے مشائخ کبار اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان ابن فلان منسوب بفلان کیجانب سے اُسکے مملوک فلان منسوب بفلان کیواسطے ہو اور شیخ یوسف ابن خالد یون لکھتے تھے کہ

یہ تحریر وہ ہے جسمین زید مخزومی نے اپنے مملوک کلو ہندی کو مکاتب کیا ہے۔ اور ابو زید شروطی لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسمین گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کی آخر مین مذکور ہے بدین مضمون گواہ ہوئے ہین کہ زید ابن عمرو نے اُنکے سامنے بخوشی اقرار کیا۔ کہ مین نے اپنے غلام کلو کو مکاتب کیا ہے اور یہ لوگ اُسکو اپنی آنکھون سے بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہین اور اُسکا نام و نسب جانتے ہین اور زید مذکور نے اپنی صحت عقل و بدن و جواز اقرار کی حالت مین گواہ کیا الی آخرہ پس علمار نے ابتدا ے تحریر کتابت مین اس طرح سے اختلاف کیا ہے اور عامہ اہل شروط نے خرید کی تحریرات مین اتفاق کیا ہے کہ اس طرح لکھا جاوے کہ یہ اُس چیز کی تحریر ہے جسکو خرید کیا الی آخرہ بخلاف بصرہ کے اہل شروط کے کہ وہ اس طرح نہین لکھتے ہین۔ اور تحریرات خلع مین اس طرح سے لکھنے پر اتفاق کیا ہے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہے الی آخرہ اور اقرارات کی تحریر مین اس طرح لکھنے پر اتفاق کیا ہے کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہین الی آخرہ پھر اسکے بعد امام ابو حنیفہ رح اور اُنکے اصحاب نے فرمایا کہ عقد کتابت بمعنی خرید فروخت ہے حتی کہ باپ اور وصی کیطرف سے صغیر کے غلام کا مکاتب کرنا صحیح ہے جیسا کہ دونون کا اُسکو فروخت کرنا صحیح ہے اور فسخ کتابت بھی صحیح ہے جیسا کہ فسخ بیع صحیح ہے پھر چونکہ خرید فروخت مین اس طرح لکھا جاتا ہے کہ یہ اُس چیز کی تحریر ہے الی آخرہ پس ایسا ہی کتابت مین بھی جو بمعنی بیع ہے یون لکھا جاوے کہ یہ اُسکی تحریر ہے جسپر مکاتب کیا الی آخرہ اور یوسف بن خالد بھی ایسا ہی کہتے ہین کہ کتابت بمعنی خرید فروخت ہے لیکن اُنکے نزدیک تحریر خرید مین بھی یون لکھا جاتا ہے کہ یہ تحریر وہ ہے جسکو خرید کیا الی آخرہ پس کتابت مین بھی یون ہی لکھا جاوے کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر مکاتب کیا۔ اور طحاوی و خصاف فرماتے ہین کہ کتابت ایسا عقد ہے جسمین امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہے پس لکھا جاوے کہ فلان نے اپنے مملوک فلان کو مکاتب کیا پس مثل خلع کے ہوگا کہ خلع مین بھی امر متقدم کے اختیار کی حاجت ہے پس یون لکھتے ہین کہ فلان نے اپنی جورو فلانہ کا خلع کر دیا پس چونکہ خلع مین لکھتے ہین کہ یہ تحریر از جانب فلان ہے پس اسی طرح کتابت مین بھی لکھنا چاہیے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہے بخلاف خرید کے کہ خرید مین امر متقدم کے اختیار کی ضرورت نہین ہے کیونکہ خرید کی تحریر مین ملک بائع اور اُسکا قبضہ جسپر مدار صحت خرید ہے ذکر نہین کیا جاتا ہے اور ابو زید شروطی فرماتے تھے کہ کتابت ہر طرح سے بیع کے معنی مین نہین ہے تاکہ بیع سے لاحق کیجاوے اسواسطے کہ بیع مبادلہ مال بمال ہے اور کتابت مبادلہ مال ہے بعوض ایسی چیز کے جو مال نہین ہے اور کتابت مین معاوضہ قرضہ اُسکے ذمہ ثابت ہوتا ہے اور بیع مین ایسا نہین ہوتا ہے اور نیز ہر طرح سے مثل خلع کے بھی نہین ہے تاکہ اُسکے ساتھ لاحق کیا جاوے اسواسطے کہ خلع بعد واقع ہونے کے محتمل فسخ نہین ہے اور کتابت بعد واقع ہونے کے بھی محتمل فسخ ہے پس خلع و خرید دونون کے ساتھ اُسکا لاحق کرنا متعذر ہوا پس ہمنے اُسکو اقرارات کے ساتھ لاحق کیا اور اقرارات مین یون لکھا جاتا ہے کہ یہ وہ تحریر ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے ہین اور اس مین کوئی اختلاف نہین ہے پس ایسا ہی کتابت مین بھی لکھا جائیگا صورت جو ہمارے اصحاب نے تحریر فرمائی ہے کہ یہ تحریر اُسکی ہے جسپر فلان ابن فلان مخزومی نے اپنے مملوک مسمی کلو ہندی کو مکاتب کیا بدین طور کہ اسکو وزن سبعہ کے ہزار درم پر مکاتب کیا کہ ان درمون کو قسطون سے پانچ برس مین ہر سال دو سو درم کے حساب سے ادا کرے اور نہین لکھا کہ بدین شرط کہ ان درمون کو فی الحال ادا کرے یا ایک ہی قسط مین ایک سال یا ایک مہینہ کے بعد ادا کرے اور یہ نہ لکھنا اسوجہ سے ہے کہ امام شافعی رح کے قول سے

اقرار ہوجاوے کیونکہ امام شافعی رح کے نزدیک فی الحال ادا کرنے کی کتابت جائز نہیں ہے اسی طرح جس کتابت میں قسط
ہو لیکن ایک ہی قسط ہو وہ بھی امام شافعی رح کے نزدیک ناجائز ہے پس ہمنے چند قسطین کر کے لکھا تاکہ امام شافعی کے
قول سے احتراز ہو اور یہ لکھا کہ پانچ برس میں ہر سال دو سو درم کر کے ادا کرے یہ اسواسطے لکھا تاکہ مقدار اقساط اور حصہ ہر قسط
معلوم ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے اور پہلی قسط کا وقت فلان سال کے فلان مہینہ کا چاند ہے اور یہ اسواسطے لکھا کہ پہلی قسط
کا وقت معلوم ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے اور فلان مملوک مذکور پر اللہ کا عہد و میثاق ہے کہ وہ ضرور اچھی کوشش کرے
حتی کہ پورا مال کتابت جسپر اسکو مکاتب کیا ہے ادا کرے اور یہ تحریر غلام مذکور کی کمائی پر برانگیختہ کرنے کیواسطے ہے تاکہ وہ مال
کتابت ادا ہی کرے اور یہ عبارت بیعنامہ میں نہیں لکھی جاتی اسواسطے کہ مشتری اداے ثمن پر مجبور کیا جاتا ہے پس اسکو
برانگیختہ کرنے کی حاجت نہیں ہے اور مکاتب مجبور نہیں کیا جاتا اس لئے اسکو برانگیختہ کرنے کی حاجت ہے پھر امام اعظم اور انکے صحاب
کتابت نامہ میں یہ نہیں لکھتے تھے کہ بدین شرط کہ مکاتب جب تک مکاتب ہے بدون اجازت مولی کے نکاح نکرے اور
امام طحاوی اور خصاف اسکو لکھتے تھے اور یہ بھی لکھتے تھے کہ جبتک مکاتب ہے خشکی اور تری میں جہان چاہے سفر کرے
اور ان دونون نے یہ بات کہ جب تک مکاتب ہے بدون اجازت مولی کے نکاح نکرے اسواسطے لکھی کہ شیخ ابن ابی لیلی کے
قول سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مکاتب کو بدون اجازت مولی کے نکاح کر لینے کا اختیار ہے الا اُس صورت میں
نہیں کہ جب عقد کتابت میں یہ بات مشروط ہو جاوے اور سفر کا اختیار اسواسطے تحریر کیا کہ بعض علماء مدینہ کے قول سے جو یہ
فرماتے ہیں کہ اگر عقد کتابت میں مسافرت کی اجازت مشروط نہو تو مکاتب کو سفر کا اختیار نہیں ہے احتراز ہو جاوے پھر فرمایا
کہ لکھے پس اگر مکاتب مذکوران اقساط کے ادا کرنے سے عاجز ہوا یا اُسکی میعاد سے تاخیر کر دی تو وہ رقیت میں واپس ہوگا
اور یہ بات ہمنے اسواسطے لکھی حالانکہ یہ بات بدون شرط کے ثابت ہے تاکہ حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے قول
سے احتراز ہو کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ اگر کتابت میں یہ شرط کر لی کہ جب مکاتب عاجز ہوگا تو رقیق کر دیا جائیگا تو عاجز ہونے
کے وقت وہ رقیق کر دیا جائیگا خواہ وہ اس بات پر راضی ہو یا نہو اور اگر عقد کتابت میں یہ شرط نہ کی ہو تو عاجز ہونے کے وقت
بدون رضامندی غلام مذکور کے وہ رقیق نہ کیا جائیگا پس یہ عبارت اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھی
جاوے اور شیخ شمنی اور ابو زید شروطی لکھتے تھے کہ اگر ان اقساط میں سے کسی کے ادا کرنے سے یا دو قسطون کے ادا
کرنے سے عاجز ہوا تو رقیق ہو جائیگا اور یہ ہمنے اسواسطے تحریر کیا کہ امام ابو یوسف رح کے قول سے احتراز ہو جاوے
کیونکہ امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کا مذہب یہ ہے کہ جب مکاتب پر کوئی قسط ادا کرنے کا وقت آیا اور مولی نے اس سے اُسکا
مطالبہ کیا اور قاضی کے پاس مرافعہ کیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر مکاتب کا کچھ مال حاضر موجود ہو تو اُسکو اُسکے مولی کو دیدیگا جبکہ
مولی کے حق کی جنس سے ہو اور اگر اُسکا مال غائب ہو لیکن اُسکے حاصل ہو جانے کی امید ہو تو قاضی اُسکو دو دن یا تین
دن بحسب اپنی راے کے اس بارہ میں اُسکو مہلت دیگا پس اگر اُسنے اس قسط کا مال جو اُسپر واجب الادا ہے ادا کر دیا تو خیر ورنہ
اُسکو رقیق کر دیگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ جبتک اُسپر دو قسطین پے درپے نہ گذر جاوین تب تک اُسکو رقیق نہیں کریگا
پس یون لکھا جاوے پھر اگر غلام ان قسطون میں سے کسی قسط کے ادا کرنے سے یا دو قسطون کے ادا کرنے سے عاجز ہوگیا
تو رقیت میں واپس کر دیا جائیگا تاکہ یہ ایسی اجماعی ہو جاوے پھر فرمایا کہ لکھے کہ اور جو کچھ فلان نے اُس سے لیا ہے وہ اُسکو حلال ہوگا اور
یہ اسواسطے لکھین تاکہ کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نکرے کہ عقد ہرگاہ فسخ ہوا اور معقود علیہ یعنی غلام پھر اپنے مولی کے ملک میں عود کر گیا

تو مولی پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اُسنے بدل کتابت مین سے وصول کیا ہو اُسکو واپس کردے ورنہ بدون تحلیل اُس
غلام کے اُسکے مولی کے واسطے حلال نہوگا اور طحاوی رح اسکو نہین تحریر فرماتے تھے اسواسطے کہ جو کچھ اُسنے لیا ہو وہ
اُسکے واسطے بدون ذکر کرنے کے حلال ہو اسواسطے کہ اُسکے غلام کی کمائی ہو- پھر لکھے کہ اور اگر اُسنے جمیع وہ مال جسپر
اُسکو مکاتب کیا ہو ادا کردیا تو وہ خالصتہً لوجہ اللہ تعالی آزاد ہو ایسا ہی امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب تحریر کرتے
تھے اور امام طحاوی رح اسکو نہین لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ مذہب ہو کہ مکاتب جسقدر
ادا کرے اُسی قدر آزاد ہوجاتا ہو اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض کا یہ مذہب ہو کہ اگر مکاتب نے تہائی یا چوتھائی بدل
کتابت ادا کردیا تو آزاد ہوجائیگا اور مولے کے قرضداروں مین شمار ہوگا کہ باقی بدل کتابت کے واسطے اُسکا قرضدار
رہا اور حضرت زید بن ثابت رض و عبداللہ بن عمر رض و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اُسپر کچھ بدل کتابت
باقی رہیگا تب تک اُسمین سے کچھ آزاد نہوگا اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا گیا ہو اور یہی عامہ
علماء کا مذہب ہو پس اگر ہم یون لکھین کہ اگر اُسنے تمام وہ مال جسپر اُسکو مکاتب کیا ہو ادا کردیا تو وہ خالصتہً لوجہ اللہ تعالے
آزاد ہو حتے کہ اُسکا عتق پورے بدل کتابت ادا کرنے سے متعلق ہو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبداللہ بن مسعود رض
کے نزدیک یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہوگی پس شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو اُن دونون رضی اللہ
عنہما کے مذہب کے موافق اعتقاد رکھتا ہو اور اُسکے نزدیک کتابت ایسی چیز ہو جو بشروط فاسدہ فاسد ہوجاتی ہو تو اُسکو
باطل کردیگا پس اسکا ذکر کرنا مضر ہوگا اور ذکر نہ کرنا مضر نہین ہو اگرچہ اسلیے اسکا ترک کرنا اولی ہو پھر لکھے کہ فلان یعنی آزاد
کنندہ کیواسطے اُسکی ولاء اور اُسکے عتق کی ولاء ہوگی اور یہ تحریر باتباع سلف ہو اور امام طحاوی رح صرف اسقدر لکھتے تھے
کہ اُسکی ولاء ہو اور یہ نہین لکھتے تھے کہ اُسکے عتق کی ولاء ہو اسواسطے کہ اُسکے عتق کی ولاء کبھی اُسکے آزاد کرنے والے کے
واسطے نہین ہوسکتی ہو چنانچہ اگر اس معتق نے کسی باندی سے نکاح کیا اور اُس سے اسکے اولاد ہوئی پھر اولاد مذکور کو باندی کے مولے
نے آزاد کردیا تو اس اولاد کی ولاء باپ کے آزاد کرنے والے کے واسطے نہوگی بلکہ ماں کے آزاد کرنے والے
کے واسطے ہوگی پھر تحریر کو ختم کرے- اور بہت متاخرین اہل شروط اُسی طور سے لکھتے ہین جیسے شیخ ابوزید شروطی تحریر
کرتے ہین چنانچہ کتاب حالہ مین لکھتے ہین کہ یہ وہ مضمون ہو جسپر گواہ لوگ جنکا نام اس تحریر کے آخر مین ہو مذکور رہے
شاہد ہوئے ہین اور نیز اس بات کے شاہد ہوے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنے مملوک فلان ہندی کو
مثلاً اُسکا نام و حلیہ بیان کرے اسقدر درمون پر کتابت صحیحہ جائزہ نافذہ حالہ مکاتب کردیا جس مین فساد نہین ہو
اور نہ میعاد ہو اسپر واجب ہو کہ جو کچھ مولے نے اُسپر شرط کیا ہو بدون تاخیر کے ادا کرے بدین شرط کہ اگر اُسنے اسمین یا دو تین
روز تک یہ مال اُسکو ادا نکردیا یا بعض ادا کیا اور بعض ادا نکیا تو اسکے بعد مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکو پھر رقیق
کرے اور جو کچھ مولے نے اُس سے وصول کیا وہ اُسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے تمام مال مذکور بطریق پر مولاے مذکور کو
یا ایسے شخص کو جو اُسکی زندگی مین یا اُسکی وفات کے بعد اُسکے حقوق وصول لینے کا قائم مقام مجاز ہو ادا کردیا تو وہ آزاد
ہو پھر مولے یا اُسکے وارثون کو اس غلام کی جانب کوئی راہ نہوگی سواے ولاء کے کہ اُسکی ولاء اُسکے مولے کے واسطے
اُسکی زندگی تک ہوگی اور بعد وفات مولے کے اُسکے وارثون کے واسطے ہوگی اور اس مکاتب نے اُس سے یہ لکھوا کر
یہ کتابت قبول کی اور اس مکاتب نے اُس بات مین اُسکی تصدیق کی کہ یہ مکاتب بروز کتابت اُسکا مملوک تھا اور اس

کتابت کی صحت پر مسلمانون کے قاضیون مین سے کسی قاضی نے حکم دیدیا ہے تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ والمحیط اور اگر بدل کتابت کیلی یا وزنی یا مجدود یا مذروع یا حیوان ہو تو ایسا ہی حکم ہے لیکن حیوان کی صورت مین اُسکے اسنان و صفات بیان کرے اور اگر اوصاف مبہم ہون لیکن اُسی جنس سے ہو جو کتابت مین بیان ہوئی ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور اسمین بعضے لوگون نے خلاف کیا ہے اور اگر اس کتابت کے ساتھ حکم حاکم لاحق کیا جاوے تو بالاتفاق جائز ہے کذا فی الظہیریہ اور در صورت کتابت میعادی کے لکھتے ہین کہ کتابت صحیح جائزہ نافذہ بدہ نجوم تا دہ ماہ پے در پے کہ ابتدا اسکی غرہ ماہ فلان و انتہا سلخ ماہ فلان اور ہر قسط اسقدر ہے مکاتب کیا کہ ہر مہینے کے گذرنے پر ایک قسط ادا کرے اور اس مکاتب پر اللہ تعالی کا عہد و میثاق ہے کہ ہر قسط اپنے وقت پر اپنے اس مولی کو ادا کرنے کی کوشش کرے اس مین کوتاہی نکرے اور اس سے روپوش نہو جاوے و بدین شرط کہ اگر یہ مکاتب اس مال کو ان قسطون پر ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کے آجانے پر تین روز تک دینے سے تاخیر کی تو اُسکے اس مولے کو اختیار ہوگا کہ اُسکو رقیق کر دے یا لکھے کہ وہ رقیت مین واپس ہو جائیگا اور اس مین زیادہ وثوق ہے اسواسطے کہ صورت اول مین مولے کو حکم قاضی یا رضامندی غلام کی ضرورت ہوگی اور دوسری تحریر مین اسکی کچھ حاجت نہین ہے بلکہ فقط عاجز ہونے سے وہ رقیت مین واپس ہو جائیگا۔ اور جو کچھ مولے نے اُس سے بدل کتابت لیا ہو وہ اُسکو حلال ہوگا اور اگر اُسنے یہ سب قسطین بدون تاخیر کے مولے کو یا ایسے شخص کو جو مولے کی زندگی و بعد وفات کے اُسکے حقوق پر قبضہ کرنے مین اسکے قائم مقام ہے ادا کر دین تو وہ آزاد ہے اُسکے مولے کو اُسکی جانب کوئی راہ نہوگی اور نہ اُسکے بعد اُسکے وارثون کو یا کسی آدمی کو اُسکی جانب کوئی راہ ہوگی سوائے ولا کے کہ مولے کی زندگی مین مولے کے اور بعد اُسکے اسکے وارثون کے واسطے ہوگی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر اپنے غلام و باندی کو دونون زوج و زوجہ ہین مکاتب کیا تو لکھے کہ اوہ ہو کہ فلان نے اپنے فلان غلام کو مکاتب کیا اُسکا نام و حلیہ بیان کرے اور اپنی باندی فلانہ کو مکاتب کیا اُسکا نام و حلیہ بیان کرے اور یہ باندی اس غلام کی جورو ہے ان دونون کو اُس نے بکتابت واحدہ یکجا مکاتب کیا اور اسقدر درمون پر مکاتب کیا اور دونون کی قسطین ایک ہی وقت مقرر کین اور وہ چنین و چنان میعاد تک ہین کہ اُسکی ابتدا ایسے وقت سے اور انتہا ایسے وقت پر ہے اور ہر قسط اسقدر ہے اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے واسطے دوسرے کے حکم سے تمام اُس مال کی جو دونون کے ہین مولے کا اُسپر ہے ضمانت صحیح جائزہ جو شرع مین جائز ہے ضمانت کر لی و فلان و فلان پر اللہ تعالی کا عہد و میثاق ہے اور دونون اس مال کتابت کو اپنے مولی فلان کو ادا کرنے کے واسطے کوشش کرین اور یہ واقعہ تاریخ فلان ماہ فلان مین واقع ہوا اور بعضے اہل شروط مین سے اس قول کے کہ ہر قسط اس مین سے اسقدر ہے یہ لکھتے ہین کہ اور بدین شرط کہ دونون مین کوئی سب یا کچھ بدون تمام مال کتابت ادا کرنے کے آزاد نہوگا اور بدین شرط کہ مولے کو اختیار ہوگا کہ دونون مین سے ہر ایک سے جس سے چاہے پوری بدل کتابت کا مواخذہ کرے۔ اور یہ لوگ کفالت و ضمانت کا ذکر چھوڑ دیتے ہین تا کہ کوئی طعن کرنے والا یہ طعن نہ کرے کہ یہ کفالت مکاتبہ ہے کفالت بدل کتابت صحیح نہین ہے اور یہ طریقہ اچھا ہے۔ اور علی ہذا اگر اپنے دو غلامون کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اُسنے اپنے دو غلام فلان و فلان کو بکتابت واحدہ اسقدر مال پر مکاتب کیا بدین طور کہ دونون کی قسطین ایک وقت پر مقرر کہ دین آخر تک موافق مذکورہ بالا تحریر کرے اور لکھے کہ بدین شرط کہ مولے کو اختیار ہوگا کہ دونون

مین سے ہر ایک کو جسکو چاہے پورے اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور بدین شرط کہ دونون مین سے کوئی سب یا کچھ بدون اس تمام مال کتابت کے ادا کرنے کے آزاد نہوگا اور جب کوئی انمین سے کچھ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہوا تو مولے کو اختیار ہوگا کہ دونون کو رقیق کردے یہ خیرہ مین ہی- اور اگر اپنے غلام و اپنی باندی کو جو دونون زوج و زوجہ ہین اور انکے ساتھ انکی اولاد صغیر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ فلان نے اپنے غلام فلان کو اور اپنی باندی فلانہ کو جو اس غلام کی جورو منکوحہ ہو اور ان دونون کے ساتھ انکی اولاد فلان و فلان و فلانہ کو جو صغیر اپنے والدین کے گود مین پرورش پاتے ہین سب کو بکتابت واحدہ اسقدر درمون پر اتنی قسطون پر کہ ہر قسط اسقدر ہو مکاتب کیا پس اگر فلان یعنی غلام مذکور اس مال کے ادا کرنے سے یا انمین سے کچھ ادا کرنے سے عاجز ہوا یا کسی قسط کو اپنے وقت سے دینے مین تاخیر کردی یہانتک کہ پانچ روز یا چند مین روز دیر ہوگئی تو اس مولے فلان کو اختیار ہوگا کہ اسکو اور اسکی جورو کو اور انکی اولاد ان سب کو رقیق کرئے اور اس سے پہلے جو کچھ مولے نے بدل کتابت لیا ہو وہ سب اسی کا ہوگا اور اگر اسنے یہ سب مال انہی قسط مقررہ سے ادا کردیا تو یہ سب آزاد ہونگے پھر انکے مولی اس شخص کو سوائے استحقاق ولا کے اور کوئی استحقاق نہوگا اور پھر تحریر کو ختم کرے- اور اگر اپنے غلام مدبر کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنے غلام مدبر مسمی فلان کو مکاتب کیا- اور اگر اپنی ام ولد کو مکاتب کیا تو لکھے کہ اپنے ام ولد مساۃ فلانہ کو مکاتب کیا یہ محیط مین ہی- اور اگر غلام اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترک ہو غلام کو باجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہی کہ زید نے تمام غلام ہندی مسمی فلان اسکا حلیہ بیان کرے جو اسکے اور عمرو کے درمیان مشترک نصفا نصف تھا باجازت اپنے شریک عمرو کے بدین شرط مکاتب کیا کہ اگر اس غلام نے یہ مال کتابت اپنے ان دونون مولاؤن کو ادا کردیا تو یہ آزاد ہوا اور شریک عمرو اس زید مکاتب کنندہ کو اجازت دیدے کہ بدل کتابت مین اسکا حصہ بھی وصول کرے اور اسکو مباح کردیا بدین شرط کہ ہرگاہ اسکو اسکے وصول کرنے سے منع کرے تو وہ ان سب مین باجازت جدید اجازت یافتہ ہوا اور ان سب باتون مین اسکے شریک نے اور اس غلام نے اسکی بالمشافہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے- اور اگر باجازت شریک کے غلام مشترک مین سے اپنا حصہ مکاتب کیا تو ہم کہتے ہین کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک دو شریکون مین سے ایک شریک کا اپنا حصہ غلام مشترک مین سے باجازت شریک دیگر مکاتب کرنا بمنزلہ پورا غلام مکاتب کرنے کے ہو اسواسطے کہ صاحبین رح کے نزدیک کتابت متجزی نہین ہوتی ہو پس کتابت مین نصف کا ذکر کرنا کل کا ذکر ہوگا پس لکھے کہ زید نے تمام غلام ہندی مسمی فلان کو باجازت اپنے شریک عمرو کے آخر تک بدستور مذکورہ بالا تحریر کرے- اور اگر بدون اجازت اپنے شریک کے مکاتب کیا تو یہ صورت اور وہ صورت کہ باجازت شریک کے کل مکاتب کیا ہو دونون یکسان ہین اور اس صورت مین اپنے شریک کے حصہ کا مالک ہو جاتا ہو پس اس صورت مین بھی ایسا ہی ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہو پس کتابت فقط حصہ مکاتب کنندہ پر رہیگی پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر اسنے بدون اجازت شریک کے مکاتب کیا ہو تو شریک کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر شریک کی اجازت سے مکاتب کیا ہو تو شریک کو فسخ کا اختیار نہوگا- اور اگر بنابر قول امام اعظم رح کے تحریر کرنی چاہے تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہو جسپر فلان بن فلان نے اپنا پورا حصہ جو نصف اس غلام کا ہی جو اس کے اور فلان کے درمیان مشترک ہو اسقدر دراہم پر مکاتب کیا اور اگر مکاتب کنندہ نے غلام مذکور سے کچھ مال کتابت وصول کیا تو شریک دیگر کو اختیار ہوگا کہ اس مین سے

لے لے بشرطیکہ کتابت بدون اجازت شریک دیگر ہوا اور اگر اُسکی اجازت سے ہو تو بھی یہی حکم ہو بشرطیکہ شریک دیگر نے
اسکو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت ندی ہو اور اگر شریک دیگر نے اُسکو اپنا حصہ وصول کرنے کی اجازت دی ہو تو
شریک دیگر کو اسمین سے کچھ لینے کا اختیار نہوگا پس تحریر کرے یہ تحریر کتابت جسپر فلان نے اپنا پورا حصہ آخر تک موافق مذکورہ
بالا تحریر کرے پھر لکھے کہ اِس مکاتب کنندہ کو اُسکے شریک فلان نے اپنا حصہ بھی مکاتب کرنے کی اجازت دیدی اور
اپنے حصہ کی بدل کتابت وصول کرنے کی اجازت دیدی پھر تحریر کو ختم کرے اور اگر پورا غلام ایک ہی شخص کا ہو
اور اُسنے اسمین سے نصف مکاتب کیا تو ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک کتابت متجزی نہین ہوتی ہر پس جب
نصف مکاتب کر دیا تو کل مکاتب ہو جائیگا پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہر کہ زید نے اپنا غلام فلان ہندی الی آخرہ اور
امام اعظم رح کے نزدیک کتابت متجزی ہوتی ہر پس لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہر کہ فلان نے اپنا غلام فلان کا نصف جو پورے
غلام کے دو سہام مین سے ایک سہام ہر اسقدر درمون پر کتابت صحیحہ مکاتب کیا بدستور اِس عبارت تک لکھے کہ جب
اِس مکاتب نے یہ مال کتابت ادا کر دیا تو یہ نصف حصہ جو اسمین سے مکاتب کیا گیا ہر آزاد ہو گا اور اِس صورت مین یہ نہ
لکھے کہ مولے کو اُسکی جانب کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ مولے کو باقی نصف کیواسطے دو طرح کا اختیار ہر چاہے باقی نصف
کو آزاد کر دے اور چاہے باقی کے واسطے اُس سے سعایت کراوے پس اِسکا بیان ترک کر دے پھر دیکھا جائیگا کہ آخر مولے
کس بات کو اختیار کرتا ہر تو اُسکے موافق دوسری تحریر لکھیگا کذا فی المحیط۔ اور ایام کتابت نصف مین باقی نصف کی کمائی
اُسکے مولے کی ہوگی لیکن مولے اُس سے خدمت نہین لے سکتا ہر اور نہ اُسمین تملیک یعنی غیر کو مالک کر دینے کا تصرف
کر سکتا ہر اور اگر باندی ہو تو اُس سے وطی نہین کر سکتا ہر اور اس سے حکم حاکم لاحق کیا جائیگا یہ ظہیریہ مین ہر۔ اور اگر اِس صورت
مین مکاتب نے بدل کتابت ادا کر دیا تو اُسکے واسطے تحریر کرے کہ فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے اپنے غلام فلان کا نصف اسقدر
مال پر اتنی قسطون پر ادا کرنے کی شرط سے مکاتب کیا تھا اور اُسنے سب قسطین ادا کر دی ہین اور اُس مین سے اُسکا نصف
مکاتب کردہ شدہ آزاد ہو گیا اور اِس نصف کے بدل کتابت سے یہ غلام ادا کرنے کی بریت سے بری ہو گیا اور تحریر کو
ختم کر دے۔ اور جب باقی نصف کسی بات پر مقرر ہوا تو اُسی کے موافق اُسکے لیے تحریر لکھے اور اگر باپ نے اپنے
صغیر کا غلام مکاتب کیا تو اِس معاملہ مین تحریر کرے کہ یہ تحریر کتابت ہر کہ فلان نے اپنے صغیر فرزند مسمی فلان کا غلام
مسمی فلان پس غلام کا نام و حلیہ بیان کر دے اُسکی جانب سے اِسقدر دینار پر جو اُسکی قیمت امروزہ کے برابر ہین
نہ اِس مین کمی ہر نہ بیشی ہر مکاتب کر دیا اور اِس عقد مین اِس صغیر کیواسطے بہبودی ہر اور اِس صغیر کے مال کا اچھے
طور پر برقرار رکھنا ہر اور یہ مالک صغیر ہر اپنے کام کو خود انجام نہین دیسکتا ہر بلکہ اِسکی طرف سے یہ اُسکا باپ بحکم
ولایت پدری اُسکے کام کا متولی ہر پھر جب اول سے کتابت تک پہونچے تو لکھے کہ اگر اِس غلام نے یہ مال کتابت ادا کر دیا
اور آزاد ہو گیا تو سوائے سبیل ولا کے اور کسی طرح کا کسی کو اِسپر اختیار نہوگا لیکن اُسکی ولا اِس صغیر کی زندگی مین اُسکے
واسطے اور اُسکی وفات کے بعد اُسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی پھر تحریر کو ختم کر دے اور اگر وصی نے یتیم کا غلام
مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت ہر کہ فلان نے جو فلان کا مقرر کیا ہوا وصی ہر یعنی یتیم کے باپ کا نام لکھے کہ اُسنے
اپنے صغیر فلان کیواسطے وصی کیا ہر اور یہ یتیم صغیر ہر اِسی وصی کی گود مین پرورش پاتا ہر اور صغیر اپنے کام کا خود متولی نہین ہو سکتا
ہر بلکہ اُسکے کام کا یہ وصی بحکم وصی ہونے کے متولی ہوتا ہر پس اِس وصی نے اِس یتیم کا غلام فلان جو شاب ہر یعنی جوان ہر اور اُسکا حلیہ

بیان کردے اسقدر مال پر بکتابت صحیحہ مکاتب کیا پھر جس طرح باپ کی صورت مین جب اُسنے اپنے صغیر کا غلام مکاتب کیا ہی تحریر کیا گیا ہی اسی طور سے اسمین بھی تحریر کو لکھکر ختم کرے۔ اور اگر مکاتب نے اپنا غلام مکاتب کیا تو لکھے کہ یہ تحریر کتابت فلان مکاتب کی جو فلان کا مکاتب ہی بدین تقریر ہی کہ اس فلان مکاتب نے اپنے ذاتی غلام مسمی فلان ہندی کو مکاتب کیا اور اس غلام کا حلیہ بیان کردے اُسکو اسقدر مال پر منجمۃ المال مکاتب کیا اور یہ مال اُسکی قیمت کے مثل ہی اور بر مکاتبت صحیحہ مکاتب کیا برابر بدستور سب شرائط لکھتا جاوے یہانتک کہ لکھے کہ پس اگر اس مکاتب دوم نے مال کتابت پورا مکاتب اول کو ادا کر دیا در حالیکہ مکاتب اول ہنوز مکاتب ہی تو اسکی ولا اس مولا مکاتب اول کے واسطے اُسکی زندگی مین اور اُسکی وفات کے بعد اُسکے پس ماندگان کے واسطے ہوگی اور اگر مکاتب اول کے آزاد ہو جانے کے بعد اسنے ادا کی تو اسکی ولا اس مکاتب اول کے واسطے اور اسکے مرنے کے بعد اسکے پس ماندگان کیواسطے ہوگی یہ محیط مین ہی

فصل ہشتم۔ موالات کے بیان مین۔ لکھے کہ یہ وہ تحریر ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے کہ زید نصرانی یا یہودی یا مجوسی یا حربی پرستندۂ صنم یا وثن تھا پس اللہ تعالےٰ نے اُسکو اسلام بر حق کیجانب ہدایت فرمائی اور اُسکو اپنے اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ مزین کیا پس اُسکے دل مین ملت کفر کی کراہت ڈالدی اور اسکو پرہیزگاری و تقوی کے ساتھ مکرم کر دیا اور اسکے تن سے لباس شرک کو دور کر کے حلۂ توحید سے آراستہ و پیراستہ کر دیا اور اسپر یہ احسان و فضل کیا کہ اسنے اُسکے ربوبیت و الوہیت و وحدانیت کا اور تمام اُن باتون کا جسکو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے پاس سے فرماتے ہین اقرار کیا اور اسکی دل سے تصدیق کی اور جن باتون مین کفر و طغیان ہو اُنسے بیزار ہوا اور اُسکی زبان پر کلمۂ اخلاص شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ جاری فرمایا اور اُسکو کفر و ضلالت و پرستش طاغوت سے دور کر دیا اور اُسکو اُس صراط مستقیم کی جسکو اپنے بندون کے واسطے پسند کیا ہی راہ بتائی اور اُسکو عذاب سخت سے نجات دی اور اُسکا اسلام فلان کے ہاتھ پر روزی کیا پھر اُسکے ہاتھ پر اسلام لایا پھر اسکے بعد اسکے ساتھ موالات کی اور عقد موالات قرار دیا تاکہ اگر یہ نومسلم کوئی جنایت کرے جسکا ارش مددگار برادری پر واجب ہوتا ہی اور وہ پانچ سو درم یا اس سے زیادہ ہین اُسکا یہ عاقلہ ہو اور حکم حاکم جسقدر واجب کرے اُسکو یہ برداشت کرے اور جسوقت یہ نومسلم مرجاوے تو یہی شخص اُسکا وارث ہوگا پس یہ مرد اُسکی زندگی و موت مین اُسکے حق مین بہ نسبت دوسرون کے اولی ہی اور اسکی ولا اسی کی ہی اور بعد اُسکے اُسکے پس ماندگان کی ہی بشرطیکہ اس نومسلم کا کوئی حقدار وارث نہو پس اُس سے اس قرار داد پر موالات کی اور عقد کیا موالات صحیحہ جائزہ اور فلان مذکور نے اسکی اس موالات مذکورہ موصوفہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور اس فلان نے اس نومسلم پر جو اُسکے ہاتھ پر ایمان لایا ہی اور اُس سے موالات کی ہی اور عقد موالات قرار دیا ہی اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق اور اُسکے رسول کا ذمہ قرار دیا کہ یہ اسکے اس ولا سے دوسرے کیطرف برگشتہ نہو جاوے اور اپنے نفس پر موافق اس حالات معقودہ کے جو دونون مین قرار پائی ہی اس نومسلم کے واسطے یاری و مددگاری لازم کی اور اُسکے واسطے اس سب کی وفاداری کی ضمانت کر لی تاوقتیکہ اسکی ولا سے دوسرے شخص کی طرف برگشتہ نہو جاوے اور دونون نے اپنے اپنے اوپر گواہ کر لیے اور تحریر کو ختم کرے۔ تحریر دیگر اندرین معاملہ بسبیل ایجاز۔ یہ تحریر اس مضمون کی ہی جسپر گواہان مسمیان تا این عبارت کہ فلان شخص فلان کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اُسکا اسلام اچھا ہوا جیسا چاہیے ہی اور اُسکا کوئی وارث قریب یا بعید اُسکے عصبات

یا ذوی الفروض یا ذوی الارحام مین مسلمان نہ تھا پس اُسنے اس شخص سے جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہو موالات کی ہو الات صحیح اور اُس سے بعقد جائز معاقدہ کیا بدینکہ اگر یہ اسلام لانے والا کوئی ایسی جنایت کرے جسکو شرع مددگار برادری برداشت کرتی ہو تو یہ اُسکا عاقلہ ہو اور یہ نو مسلمان مرجاوے اور کوئی وارث قریب یا بعید نچھوڑے تو یہ شخص جس سے موالات کی ہو اُسکا وارث ہو اور فلان نے اس موالات کو اور اس معاقدہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور یہ امر دونون کی صحت بدن و اثبات عقل و جواز تصرفات کی حالت مین بطوع و رغبت خود درحالیکہ دونون مین کوئی ایسی علت نہ تھی کہ تصرف و اقرار سے مانع ہووے واقع ہوا اور اس شخص نے جو مسلمان ہوا ہو اپنے نفس پر اللہ تعالیٰ کا عہد و میثاق قرار دیا کہ اس شخص کی موالات سے جسکے ساتھ عقد موالات کیا ہو دوسری کسی ولاد کی جانب برگشتہ نہوگا اور دونون نے اپنے اپنے اوپر گواہ کر لیے اور تحریر کو ختم کرے اور اس تحریر مین موالات لازمہ کا لفظ لکھنا نچاہیے کیونکہ اسلام لاکر موالات کرنے والے کو اختیار ہو کہ جبتک اُسنے جس سے موالات کی ہو اُسکی طرف سے عقل دیت یا ہو یعنی عاقلہ نہوا ہو تب تک اُسکی موالات سے دوسرے کیطرف رجوع کر جاوے اور اگر ایک شخص نے جو خود مسلمان ہوا ہو کسی شخص پر جسکے ہاتھ پر مسلمان نہین ہوا ہو موالات کی تو صحیح ہو اور یون لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس بات پر شاہد ہوئے کہ فلان مسلمان ہوا اور اُسکا اسلام جیسا چاہیے ہو اچھا ہوا اور اُسکا کوئی وارث قریب یا بعید مسلمان نہ تھا پس اُسنے فلان سے ہوالات صحیح جائزہ موالات کے روز اُسکے ساتھ اس بات پر معاقدہ کیا کہ اُسکی طرف سے عاقلہ ہو الی آخرہ اور اگر ایک شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا مگر اُس سے موالات نکی بلکہ غیر سے موالات کی تو صحیح ہو اور اسکی تحریر مین لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اس امر پر شاہد ہوئے کہ فلان شخص فلان کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور اُس سے موالات نہین کی اور نہ معاقدہ کیا بلکہ فلان سے موالات و مواقدہ اسطور پر کیا کہ آخر تک بدستور سابق تحریر کرے اور اگر اس شخص نے جو اسلام لایا ہو ایسی جنایت کی کہ جسکا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہو اور مولاے اعلیٰ اور اُسکی عاقلہ نے اُسکی مددگاری کر کے ادا کیا تو اُسکی تحریر اس طرح لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر اس امر پر شاہد ہوئے کہ فلان تاریخ فلان اسلام لایا اور اُسنے فلان سے موالات کی تھی بدین شرط کہ اگر وہ کوئی ایسی جنایت کرے جسکا ارش پانچ سو درم تک پہونچتا ہو تو یہ مولے اعلیٰ اُسکا عاقلہ ہو اور اگر یہ مرجاوے تو یہ مولاے اعلیٰ اُسکا وارث ہو پس یہ شخص بہ نسبت اور لوگون کے اُسکے حق مین اُسکی زندگی و موت مین اولیٰ ہو اور اس فلان نے اُس سے یہ معاقدہ قبول کیا تھا اور ہم نے دونون کیواسطے اُسکی تحریر لکھدی تھی اور اُسکا نسخہ یہ ہو اور چاہیے کہ کاتب یون لکھے کہ ہمنے دونون کے درمیان اُسکی تحریر بتاریخ فلان بگواہی فلان و فلان لکھدی تھی جس کا نسخہ یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اول سے آخر تک تحریر سابقہ کو نقل کر دے پس اسی سے متصل نیچے لکھے اور اس فلان نے جو اسلام لایا ہو جنایت کی جسکا ارش پانچ سو درم ہو اور یا اگر اس سے زائد ہو تو اُسکی مقدار بیان کرے اور یہ جنایت ایسی حالت مین واقع ہوئی جبکہ یہ موالات کرنے والا اُسکی ولا سے منتقل و برگشتہ بجانب غیر نہین ہوا تھا پس فلان و اُسکی قوم نے اُسکے اس مال کو اُسکی طرف سے بحکم قاضی کے جو مسلمانون کی قضات مین ہو جسنے ان لوگون پر اسکا حکم کیا ہو درحالیکہ وہ نافذ القضا تھا ادا کیا ہو پس اس سبب سے یہ موالات لازم ہو جانے کے بعد اس فلان اسلام لانے والے کو یہ اختیار نہین ہو کہ اُسکی ولا سے دوسرے کی طرف برگشتہ ہو جاوے اور اگر دو ذمی مسلمان ہوئے اور باہم ایک نے دوسرے سے موالات کر لی تو لکھے۔ کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے کہ فلان و فلان دونون نصرانی تھے

پس اللہ تعالے نے دونون کو اسلام کی ہدایت کی پس دونون مسلمان ہوے اور جیسا چاہیے دونون کا اسلام اچھا
ہوا پھر دونون نے اسلام لانے کے بعد ہر ایک نے دوسرے سے معاقدہ و موالات صحیحہ جائزہ کر لی کہ جب تک دونون
زندہ ہین اگر کوئی دونون مین سے ایسی جنایت کرے جسکا ارش پانچ سو درم یا زیادہ ہو تو ہر ایک دونون مین سے
دوسرے کے واسطے ادا کرنے کی مددگار ہو اور ہی اور اس کا متحمل ہو اور جب دونون مین سے کوئی
مر جاوے تو دوسرا اُسکا وارث ہو پس جو پہلے مرے اُسکے اور اُسکے عتق کے جو اُسکے بعد ہو میراث دوسرے زندہ
کے واسطے ہو بشرطیکہ اس میت اور اسکے عتق کا کوئی وارث مسلمان قریب یا بعید عصبہ یا ذوی الفروض یا ذوی
الرحم مین سے نہو پس دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اس شرط پر معاقدہ جائزہ و موالات صحیحہ کر لی اور دونون
مین سے ہر ایک نے دوسرے سے اس معاقدت و اس موالات کو بقبول صحیح قبول کیا اور ہر ایک نے دوسرے کیواسطے
اپنے اوپر اس بات مین اللہ تعالی کا عہد و میثاق کر لیا کہ اُسکی ولا سے برگشتہ ہو کر دوسرے کیطرف نجاویگا اور اُسکے واسطے
اُسکے وفا کرنے کی ضمانت کر لی اور دونون نے گواہ کر لیے پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی الذخیرہ

فصل نہم۔ بیعنامون کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے ایک دار خریدنا چاہا اور اسکا بیعنامہ لکھوانا چاہا تو کاتب اس طرح
لکھے کہ یہ خرید بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان مخزومی نے فلان بن فلان مخزومی سے تمام دار مشتملہ بر بیوت خود
جنکو بائع نے اپنی ملک و حق و اپنا مقبوضہ بیان کیا ہی خریدا اور وہ فلان شہر کے فلان محلہ فلان کوچہ و فلان زقاق
مین فلان مسجد کے سامنے واقع ہی اور وہ اس زقاق کے مکانات مین سے تیسرا مکان ہی یا چوتھا ہی اور وہ
کوچہ مین جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتا ہی یا بائین ہاتھ پڑتا ہی اور اس دار کو چار حدین شامل ہین اول اُس دار سے
لزق ہی جو فلان کا دار معروف ہی یا فلان بن فلان کیطرف منسوب ہی یا لکھے کہ حد اول تصیق دار معروفہ برائے فلان
ہی یا لکھے کہ متصل دار معروفہ برائے فلان ہی یا لکھے ملاصق یا لکھے کہ ملازق دار معروفہ برائے فلان ہی پھر دوسرے
و تیسرے و چوتھے اسی طور سے لکھے اور چہارم مین لکھے کہ لزق اُن کوچہ ہی اور اسی طرف سے اُسکا دروازہ و
مدخل ہی پس اس مشتری نے جنکا نام اس تحریر مین مذکور ہوا اس بائع سے جسکا نام اس تحریر مین مذکور ہوا ہی یہ
تمام دار محدودہ تحریر ہذا بجملہ حدود و حقوق و عمارت بالائی و زیرین و راستہ و ارد و سبیل آب از حقوق آن و ہر افق
آن جو اُسکے حقوق سے اسکے واسطے ثابت ہین و مع ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین اسکے حقوق سے ہین و مع ہر حق کے
جو اسکے واسطے اسکے حقوق سے داخل ہی اور جو خارج ہی اور مع ہر اسکے حقوق کے جو اسکی طرف معروف و منسوب ہی
بعوض اسقدر ثمن کے اور ثمن کی جنس و نوع و قدر و صفت وغیرہ اس طور سے بیان کرے جس سے جہالت مرتفع ہو جاوے
جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین بخرید صحیح جائز نافذ قطعی خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ و عدۃ موہمہ جس مین نہ خلابہ
ہو نہ جنایت ہو نہ وثیقہ بمال ہی اور نہ مواعدہ ہی نہ رہن ہی نہ تلجیہ ہی بلکہ بیع بر غبت ہی و از آنکہ ملک از کے بدگرے ہی
اور یہ خرید جدید ہی خرید کیا اور اس بائع مسمے مذکورہ تحریر ہذا نے اس مشتری مسمی مذکورہ تحریر ہذا سے تمام ثمن جسکی
جنس و نوع و قدر و صفت اس تحریر مین مذکور ہوئی ہی تمام و کمال اس مشتری مذکور کے اُسکو سب ادا کرنے سے وصول
پایا اور بائع مذکور کے سب بھر پانے سے مشتری مذکور اس سے بری ہو گیا یہ بریت استیفا ہی اور یہ بریت اسقاط و ابرا
بری نہین ہوا اور اس مشتری مذکور نے تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا ہی بائع مذکور کے سپرد کرنے سے در حالیکہ

اُسنے ہر بائع ومنازع سے خالی سپرد کیا ہو قبضہ کر لیا اور دونون اِس مجلس عقد سے بعد صحت عقد وتمام ہونے واُسکے نافذ
ومبرم ہونے ومتقرر ومستحکم ہونے کے بتفرق ابدان جدا ہوے اور یہ سب بعد اسکے ہوا کہ دونون عاقدین نے اقرار کیا کہ ہمنے
اِن سب کو دیکھا وپہچانا واس سے راضی ہوے ہین پس اِس مشتری کو جو ہین یا اسکے حقوق مین سے کسی چیز مین کوئی درک
پیش آوے تو اِس بائع پر جو اس بیع مذکور کیوجہ سے واجب ہوا ہو اسکا تسلیم کرنا واجب ہوگا اور دونون نے اپنے اوپر ان
لوگون کو گواہ کردیا جنکا نام آخر مین مذکور ہو بعد اسکے کہ یہ تحریر انکو ایسی زبان مین پڑھ سنائی گئی جسکو دونون نے پہچان لیا اور
دونون متعاقدین نے اقرار کیا کہ ہم اسکو سمجھ گئے ہین اور ہمنے اسکو بخوبی جان لیا ہو اور یہ سب دونون کیحالت صحت بدن و
ثبات عقل مین بطوع خود واقع ہوا کہ درحالیکہ دونون پر کوئی اکراہ واجبار نہ تھا اور دونون ایک کے ساتھ کوئی ایسی علت
مرض وغیرہ کی نہ تھی جو صحت اقرار ونفاذ تصرف سے مانع ہو اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا پس یہ
بیعنامہ تمام بیعنامون کے واسطے اصل ہو اور اختلاف باعتبار احوال کے الفاظون مین ہو جائیگا۔ پھر امام محمد رح نے اصل مین فرمایا
کہ اگر کوئی شخص دار خریدنا چاہے تو لکھے کہ یہ خرید بدین مضمون ہو کہ فلان نے خریدا اور یہ نہین فرمایا کہ یون لکھے کہ بیع بدین مضمون
ہو باوجودیکہ دونون مین سے ہر ایک کو اپنے تاکید حق کی ضرورت ہو اور دونون لفظون مین سے ہر ایک دوسرے کو شامل
ہو اسواسطے کہ خرید بدون بیع کے اور بیع بدون خرید کے متحقق نہین ہو سکتی ہو پس ایسا اسواسطے کیا کہ فعل سنت کے موافق ہو
جائیگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عداء بن خالد بن ہوذہ سے غلام خریدا تو لکھا کہ ہذا ما اشتری محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من عداء بن خالد بن ہوذہ یعنی یہ وہ ہو خریدا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالد بن ہوذہ سے
خریدا اور یہ حکم نکیا کہ ہذا ما باع عداء بن خالد بن ہوذہ من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ یون
لکھے کہ ہذا ما اشتری اور یہ نہین کہا کہ لکھے ہذا کتاب ما اشتری یہ تحریر خرید ہو اور اہل بصرہ یون ہی لکھتے ہین کہ ہذا کتاب ما اشتری
اسواسطے کہ ہذا اس سپید کاغذ کی طرف اشارہ ہو جسپر تحریر خرید ہو نہ حقیقۃً خرید ہو الا یہ کہ امام محمد رح نے تبرکۃً بسنت رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی اختیار کیا کہ ہذا ما اشتری اور اسوجہ سے کہ ہذا کتاب ما اشتری مین لفظ ما محتمل ہوتا ہو کہ نافیہ ہو اور
محتمل ہو کہ اثبات کیواسطے ہو پس اِس احتمال سے ایک طرف ہونے کے واسطے یہی لکھا کہ ہذا ما اشتری۔ اور نیز امام محمد
رح نے بیان کیا کہ بائع ومشتری کے ذکر کیوقت اُنکا نام اور اُنکے باپ کا نام لکھے اور اُن دونون کے دادا کا نام بیان نہین
کیا اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہو اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح وامام محمد رح کے دادا کا نام ذکر کرنا ضرور ہی۔ اور اگر بائع
ومشتری اپنے نام سے مشہور لوگون مین ہون جیسے طاوس وعطا وشریح اور اُنکی مثل لوگ تو فقط اُنکا نام ایکا کافی ہو اور نسب
کے ذکر کرنے کی حاجت نہین ہی۔ اور اگر بائع ومشتری کا نام وباپ کا نام ذکر کیا اور بجاے دادا کے اُنکا قبیلہ ذکر کردیا پس
اگر چھوٹا قبیلہ ہی یا فخذ خاص ہو کہ لامحالہ انمین اِس فلان بن فلان کے نام سے دوسرا انمین نہ پایا جائیگا تو کافی ہو اور
اگر قبیلہ اعلیٰ کا ذکر کیا تو یہ کافی نہین ہو بلکہ اسکے ساتھ دادا کا بیان کرنا ضرور ہو اور اگر دادا کا نام بھی ذکر کیا لیکن پھر بھی اس
قبیلہ مین اِس نام ونسب کا دوسرا بھی ہو تو یہ کافی نہین ہو پس اسکے ساتھ کسی اور بات کا ذکر کرنا ضرور ہو اور اگر اُسکا اور
اُسکے باپ کا نام ذکر کیا اور اُسکے دادا وقبیلہ کو ذکر کیا بلکہ اُسکی صناعت ذکر کردی پس اگر اُسکی صناعت ایسی ہو کہ انمین
دوسرا اُسکا شریک نہو مثلاً یون کہا کہ فلان بن فلان خلیفہ فلان بن فلان قاضی شہر تو یہ تعریف کے واسطے کافی ہو اور
اگر اُسکی صناعت مین اُسکا دوسرا شریک ہو سکتا ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک شناخت کے واسطے کافی نہین ہو اور حلیہ

از اسباب شناخت بروجہ تعریف نہین ہو اسواسطے کہ ایک حلیہ دوسرے سے مشابہ ہوتا ہو لیکن اگر باوجود ذکر ایسے امور کے جنسے تعریف حاصل ہوتی ہو حلیہ بھی ذکر کیا ہو تو یہ اولے ہو اسواسطے کہ اس سے زیادہ تعریف حاصل ہوتی ہو اور اسی طرح سب باتین جو اسباب تعریف مین سے نہین ہین اُنکا یہی حکم ہو کہ اگر اُنکو تحریر کیا تو یہ اولے ہو۔ اور اگر اُسکی کنیت تحریر کی اور سوائے اسکے کچھ نہین لکھا پس اگر وہ اُس کنیت سے لامحالہ پہچانا جاتا ہو تو یہ کافی ہو جیسے ابو حنیفہ رح اور اُنکے امثال اور اگر بلفظ ابن فلان لکھا حالانکہ وہ لامحالہ اس سے پہچانا جاتا ہو جیسے ابن ابی لیلی تو یہ تعریف کیواسطے کافی ہو۔ اور اگر بائع یا مشتری آزاد کردہ فلان ہو تو لکھے کہ فلان ہندی و ترکی آزاد کردہ فلان بن فلان۔ اور اگر وہ شخص جسنے اسکو آزاد کیا خود بھی کسی کا آزاد کیا ہوا ہو تو لکھے کہ فلان ہندی عتیق فلان ترکی آزاد کردہ امیر فلان بن فلان اور اگر بائع یا مشتری کسی شخص کا مملوک ہو تو لکھے کہ فلان ہندی یا ترکی مملوک فلان بن فلان بن فلان جو کہ اُس مولے کی طرف سے تمام انواع تجارت کیواسطے ماذون ہو یا بجاے مملوک کے غلام فلان لکھے اور باندی کی صورت مین لکھے کہ فلانہ ہندیہ باندی فلان بن فلان بن فلان۔ اور مکاتب مین لکھے کہ فلان ہندی مکاتب فلان بن فلان بن فلان۔ اور مکاتبہ باندی کو لکھے کہ فلانہ ہندیہ مکاتبہ فلان بن فلان بن فلان۔ پھر تحریر کرے جو دار خرید اگیا ہو اُسکے حدود اربعہ سب اگرچہ یہ دار معروف مشہور ہو اور یہ امام اعظم رح کا قول ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ اگر دار معروف و مشہور ہو تو اُسکے حدود تحریر کرنے کی ضرورت نہین اور یہ نہ لکھے کہ یہ دار ملک بائع ہو کہ یہ تحریر نامشتری کے حق مین اچھا نہین ہو اسواسطے کہ اگر یہ تحریر کیا تو مشتری ملک بائع کا مقر ہو جائیگا۔ پھر اگر کسی وقت مشتری کے ہاتھ سے یہ دار استحقاق مین لے لیا گیا تو امام زفر اور اہل مدینہ کے قول کے موافق مشتری بائع سے اپنا ثمن واپس نہین لے سکیگا اسواسطے کہ مشتری کی طرف سے بائع کی ملکیت کا اقرار اسپر ثمن واپس نہ لینے کے حق مین حجت ہوگا پس ایسا نہ لکھنا چاہیے کہ یہ دار بائع کی ملک ہو تاکہ نظر بجانب مشتری ان لوگون کے قول سے احتراز ہو اور یہ بھی نہ لکھے کہ وہ بائع کے قبضہ مین ہو اور یہ ہمارے علمار و عامہ اہل شروط کے نزدیک ہو اور شیخ ابو زید شروطی اسکو تحریر کرتے تھے کہ وہ بائع کے قبضہ مین ہو اور ہمارے علمار نے اُس تحریر سے حجت پکڑی ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غلام کی خرید مین تحریر فرمائی ہو کہ آپنے عداء بن خالد بن ہوذہ سے غلام خریدا اور اسمین یہ تحریر نہین فرمایا کہ یہ غلام آپکے قبضہ مین ہو اور یہ حجت ہو کہ شاید دونون ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرین تو بائع کے قبضہ کا اقرار اُسکی ملکیت کا اقرار جانتا ہو کیونکہ قبضہ ظاہری دلیل ملک ہو پس درحالیکہ مشتری سے یہ دار استحقاق مین لیا جاوے مشتری اپنے بائع سے اپنا ثمن بنا بر قول امام زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ اختیار کرنے کے واپس نہ لے سکیگا پس نظر بجانب مشتری اس بات سے جو ہمنے بیان کی ہو احتراز کیواسطے ایسا تحریر نکرے ولیکن یہ لکھے کہ بائع نے بیان کیا کہ یہ دار اُسکی ملک اور اُسکے قبضہ مین ہو جیسا کہ ہمنے اول فصل مین ذکر کیا۔ پھر امام محمد رح نے اصل مین یہ ذکر نہین فرمایا کہ تحریر مین کس حد سے شروع کیا جاوے اور شیخ یوسف بن خالد و ہلال دونون فرماتے تھے دروازہ دار کی حد سے شروع کیا جاوے پھر وہ حد بیان کرے جو اندر جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتی ہو پھر جو اسکے متصل ہو آخر تک اسی لحاظ سے بیان کرے اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف فرماتے تھے کہ پہلے جو نزدیک قبلہ بجانب مشرق ہو لکھے پھر جو نزدیک قبلہ بجانب مغرب ہو پھر قبلہ کے داہنے طرف کی حد پھر قبلہ کے

بائین طرف کی حد تحریر کرے اور بعضے علمار نے کہا کہ جانب غربی سے شروع کرے اور اگر اس ترتیب کو ترک کرکے اسی طور سے
لکھا جیسا اس زمانہ مین تحریر کرتے ہین تو کچھ مضائقہ نہین ہی کیونکہ مقصود معرفت ہی وہ ان حدود اربعہ کے ذکر سے حاصل
ہوجاتی ہی۔ اور شمنی وبلال دونون تحریر جات مین لکھتے تھے کہ حد اول تا دار فلان منتہی ہوتی ہی اور امام محمد رح فرماتے
تھے کہ یلے الی دار فلان یعنی نزدیک بدار فلان میرے نزدیک پسندیدہ ہی اسواسطے کہ منتہی کا لفظ فرجہ و واسطہ کی
نفی نہین کرتا ہی اور یلی لکھنا واسطہ کی نفی کرتا ہی اگرچہ فرجہ کی نفی نکرتا ہو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لیلینی منکم اولوا الاحلام والنہی یعنی نماز کی صف مین تم لوگون مین سے جو لوگ صاحب علم و دانش ہین وہ مجھ سے قریب
رہین پس یلی سے مراد آپ کی قرب ہی اتصال نہین ہی۔ اور بعضے لوگون نے فرمایا کہ یلاصق و یلازق لکھنا بہتر ہی ان الفاظ
مین سے ہی کہ فرجہ و واسطہ دونون کی نفی کرتا ہی یعنی محیط ہین ہی۔ اور اگر ہر دو دار کے درمیان گلی ہو تو امام طحاوی نے
ذکر فرمایا کہ کاتب کو اختیار ہی چاہے یون لکھے کہ اسکی حد اول اس گلی تک منتہی ہی جو اس دار کے اور معروف بدار
فلان کے درمیان ہی اور چاہے یون لکھے کہ حد اول اس گلی تک منتہی ہی جو اس دار کے اور معروف بدار فلان کے
درمیان حاصل ہی اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ اول سے یہ دوسری تحریر اولی ہی اسواسطے کہ اول سے وہم ہوتا ہی کہ شاید
گلی ہر دو دار مین سے ہو پس بعض اس دار مبیعہ مین داخل ہوگی حالانکہ محدود مین اسکی حد داخل نہین ہوتی ہی پس یون
لکھے کہ منتہی اس گلی تک ہی جو اس دار اور دار معروف بفلان کے درمیان فاصل ہی پھر بعضے اہل شروط یون لکھتے ہین کہ حد اول
منتہی تا دار فلان ہی اور بعض اصحاب نے اسکو مکروہ جانا ہی اور فرمایا کہ یون لکھنا چاہیے کہ منتہی تا دار معروف بفلان ہی تا دار
منسوبہ بفلان ہی کیونکہ اگر یون لکھا کہ منتہی تا دار فلان ہی تو یہ بائع و مشتری کی طرف سے اس بات کا اقرار ہوگا کہ یہ دار
ملک فلان ہی پھر اگر بائع یا مشتری نے یہ دار اس فلان سے خریدا اور پھر کبھی مشتری کے ہاتھ سے کسی نے استحقاق ثابت
کرکے لے لیا تو اپنا ثمن فلان سے واپس نہ لے سکیگا بنابر اختیار قول نزد ابن ابی لیلے و اصحاب مدینہ کے لہذا اسی طور
سے لکھنا چاہیے جیسا ہمنے بیان کیا ہی تاکہ اس سے احتراز ہو اور ہمنے یہ عبارت کہ اسکی حد اول منتہی تا دار فلان یا
ملازق بدار فلان ہی اسواسطے اختیار کی اور یہ نہ لکھا کہ اسکی حد اول دار فلان ہی کہ امام ابو یوسف رح سے دو روایتون
مین سے ایک روایت یہ ہی کہ بیع کی صورت مین محدود مین حد داخل ہو جاتی ہی پس بنابرین اگر یہی یا تمام رستہ
حد قرار دیجائیگی تو موودی بفساد بیع ہوگا کیونکہ یہ ایسی دو چیزون کا جمع کرنے والا ہوگا جس مین سے ایک کی بیع
جائز اور دوسری کی ناجائز ہی باوجود اجمال ثمن کے اور نیز اگر حد دار فلان قرار دی گئی اور فلان نے ابتدا اس بیع
مین اسکے سپرد نہ کیا تو مشتری کو اسواسطے خیار حاصل ہوگا اور بائع کے واسطے ثمن مین کمی آجاویگی اسواسطے کہ بعض
ثمن بمقابلہ دار خیار کے ہو جائیگا اسی واسطے ہمنے اختیار کیا کہ منتہی ملازق ملاصق یہ الفاظ لکھے اور ہمنے بعد ذکر
حدود دار کے فقط خرید کا اعادہ کیا برخلاف بعضے اہل شروط کے کہ وہ اعادہ نہین کرتے ہین اسواسطے اعادہ کیا
کہ اہل زبان کی عادت ہی کہ جب خبر و مخبر عنہ کے درمیان عبارت زائد لگاتی ہی تو بغرض تاکید و نزود فہمی کی خبر کا اعادہ کرتے
ہین پھر امام محمد رح نے کتاب مین ذکر کیا کہ اس سے وہ دار خریدا جو مقام فلان مین واقع ہی اور اہل شروط کہتے
ہین کہ وہ تمام دار خریدا اسواسطے کہ ہوسکتا ہی کہ دار کا لفظ ذکر کیا جاوے اور اس سے بعض دار مراد ہو کہ کل کا نام
ایک ٹکڑے پر اطلاق کرنا جائز ہوتا ہی پس انھون نے لفظ تمام یا کل اس وہم کے دور کرنے کے واسطے لکھدیا۔ اور

امام محمد رح نے بھی کتاب مین لکھا ہو کہ وہ دار جو ہماری اس تحریر مین محدود مذکور ہو خریدا - اور ہلال رحمہ فقط یون
لکھتے تھے کہ جو اس تحریر مین محدود و مذکور ہو اور دونون نے اسکی وجہ یون بیان کی ہو کہ ہماری اس تحریر مین تحریر
کی اضافت بجانب بائع و مشتری ہوتی ہو پس یہ دونون کیطرف سے اقرار ہوگا کہ یہ تحریر دونون کی ملک ہو پس ایسا
نہو کہ بائع اس سے جھگڑا کرے کہ یہ تحریر بائع کے پاس رہے اور مشتری کے پاس رہنے مین مانع ہو جاوے پس
اس وہم کے دور کرنے کے واسطے یون لکھا کہ جو اس تحریر مین محدود مذکور ہو اور نیز ذکر کیا کہ اس طرح تحریر کرے کہ
دار محدودہ بجمیع حدود و آن خریدا اور ایسا ہی امام ابوحنیفہ و امام محمد تحریر کرتے تھے اور امام ابو یوسف رح فرماتے تھے
کہ بحدود و آن تحریر نہ کرے اسواسطے کہ اگر اسنے اس طرح تحریر کیا تو حد بیع مین داخل ہو جائیگی اور اسمین فساد ہے جیسا
کہ ہمنے بیان کر دیا ہو اور امام ابوحنیفہ رح و امام محمد رح نے فرمایا کہ قیاس یہی ہو جو امام ابو یوسف رح نے بیان کیا لیکن
ہمنے قیاس کو بسبب عرف کے ترک کیا کیونکہ عرف مین ایسا تحریر کرتے ہین اور یہ مراد نہین لیتے ہین کہ بحدود و آن
کہنے سے حد بیع مین داخل ہو بلکہ یہ مراد ہوتی ہو کہ ماسوائے حد کے بیع مین داخل ہو - اور ابو زید شروطی نے
اپنی شروط مین ذکر کیا کہ بحدود و آن کہنے سے حدود کی بیع مین داخل ہونے یا نہونے مین قیاس و استحسان جاری
ہو پس قیاس یہ ہو کہ حد بیع مین داخل ہو جاوے اور استحسان یہ ہو کہ داخل نہوگی پس جب بحکم استحسان بنابر قول امام
ابو یوسف رح کے باوجود ذکر بحدود و آن کے حد بیع مین داخل نہوئی تو بدون ذکر اس قول کے بنابر قول امام ابو یوسف رح
بدرجہ اولی حد بیع مین داخل نہوگی پس یہ جو شیخ ابو زید نے ذکر کیا ہو یہ ایک روایت امام ابو یوسف رح سے ہوگی
کہ استحسانا حد بیع مین داخل نہوگی اور مین نے بعض نسخہاے شروط مین دیکھا کہ جب اس طرح تحریر کرے کہ اس دار
کی حدود مین سے ایک حد دار فلان ہو اور اسیطرح دوم و سوم و چہارم کو ذکر کرے تو ایسی حالت مین یون نہ لکھے کہ
مشتری نے یہ دار بحدود و آن خرید کیا اسواسطے کہ حد بیع مین داخل ہو جائیگی اور جب اسطرح لکھے کہ اسکے حدود مین سے
ایک حد منتہی تا دار فلان ہو یا ملازق دار فلان ہو تو یون لکھے کہ اس دار کو بحدود و آن خرید کیا اور ہمارے بعضی محققین
مشائخ نے شرح کتاب الشروط مین ذکر کیا کہ اس طرح لکھتے ہین کہ اسکے حدود مین سے ایک حد ملازق دار فلان یا ملاصق
دار فلان ہو احتیاط نہین ہو بلکہ اسمین ترک احتیاط ہو اسواسطے کہ جب امام ابو حنیفہ و امام محمد رح کے نزدیک اور دو
روایتون مین سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح کے نزدیک حد بیع مین داخل نہوئی تو طرف ملازق بدار
فلان ملک بائع پر باقی رہیگی پس مشتری اسمین عمارت بنانے وغیرہ کا کچھ تصرف نہ کرسکیگا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری
اسمین جو کچھ تصرف کرے اسکو توڑ دے اور جو اسمین عمارت بناوے اسکو گرا دے اور اس مین جیسا ضرر عظیم مشتری کے
حق مین ہو وہ ظاہر ہو اور نیز اس سے شفعہ بجوار کا حق باطل ہوگا اسواسطے کہ دار مبیعہ و دار جار مین ایک کنارہ
فاصل رہگیا ہو جو ہنوز داخل بیع نہین ہوا ہو اور اگر دار جار فروخت کیا گیا اور اسکی حد مین لکھا گیا کہ لزیق دار
فلان ہو تو یہ کذب ہوگا پس اسمین ترک احتیاط ہو اور اگر ہمنے اس طرح تحریر کیا کہ اس دار کی حدود مین سے ایک
حد دار فلان تک ہی تو امام ابو یوسف رح سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق اسمین بھی ترک احتیاط ہو
کہ حد بیع مین داخل ہوئی جاتی ہو اور اس جہت سے بائع و مشتری دونون فلان کیواسطے اس دار کی ملکیت کے
مقر ہوے جاتے ہین کہ اگر کبھی دونون مین سے کوئی اس دار کو خریدے اور وہ مشتری کے پاس سے استحقاق

ثابت کرکے لے لیا جاوے تو بنابر اختیار قول زفر و ابن ابی لیلی و علماے مدینہ کے مشتری اپنا ثمن بائع فلان سے واپس نہیں لے سکتا ہے پس ثمن واپس لینے کا دروازہ بند ہوا جاتا ہے لیکن بات اتنی ہے کہ یہ امر موہوم ہے۔ اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ لکھے کہ اس دار کی زمین اور اسکی عمارت پس امام محمد رح نے زمین کا لکھنا ذکر کیا حالانکہ لفظ دار لامحالہ ایسی اراضی پر اطلاق کیا جاتا ہے پس اسکو بطریق تاکید بیان کیا ہے۔ رہا عمارت کا ذکر لکھنا سو اسکا ذکر کرنا ضروری ہے اسواسطے کہ لفظ دار کا اطلاق خواہ عمارت پر نہیں ہوتا ہے۔ اور امام محمد رح نے یہ ذکر نہ کیا کہ اسکی عمارت بالائی و زیرین سب بیان کرے اور متاخرین نے یہ اختیار کیا ہے کہ اسکو ذکر کرے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت بالائی کا ذکر کیا تو یہ وہم دور ہوگا کہ شاید عمارت بالائی غیر بائع کی ملک ہو اور جب عمارت زیرین کا ذکر کیا تو یہ وہم دور ہوگا کہ شاید دار کے نیچے سرداب ہو وہ غیر بائع کی ملک ہو۔ یہ واضح ہو کہ شیخ ہلال بصری رح لکھتے تھے کہ سفلہ و علوہ اور یہ نہیں لکھتے تھے کہ سفلہا و علوہا اور دونوں سے اسکی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ علوہ و سفلہ میں ضمیر مذکر راجع بجانب بنا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ دونوں بائع کی ملک ہیں پس اپنی ملک فروخت کرنے والا ہوگا اور سفلہا و علوہا میں ضمیر مؤنث راجع بجانب دار ہوگی اور دار نام جس زمین کا ہے پس شاید کوئی وہم کرنے والا وہم کرے کہ اسکا علو یعنی بالائی تا آسمان مراد ہے پس ہوا کا فروخت کرنے والا ہوگا اور ہوا کی بیع جائز نہیں ہے پس اسواسطے دونوں نے علوہ و سفلہ لکھنا اختیار کیا اور ان دونوں کے سوا اور علماء نے سفلہا و علوہا لکھنا اختیار کیا ہے اور ایسا ہی شیخ ابو زید شروطی تحریر فرماتے تھے اور ان علمانے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات زمین دار کے نیچے تہ خانہ ہوتا ہے اور سفلہ لکھنے میں ضمیر راجع بجانب بناء ہوگی اور بنا کا لفظ تہ خانہ کو شامل نہیں ہے پس یہ معلوم نہ ہوگا کہ آیا یہ سرداب اُسکا ہے یا نہیں اور آیا بیع میں داخل ہوا ہے یا نہیں۔ اور سفلہا کی ضمیر مؤنث راجع بجانب عرصہ دار ہے پس معلوم ہوگا کہ تہ خانہ اُسکا ہے اور بیع میں داخل ہو گیا ہے اور علوہا کو بضمیر مؤنث اسواسطے لکھا کہ یہ وہم دور ہو جاوے کہ شاید علو دوسری عمارت پر ہو اور دوسرے کو اسپر بالاخانہ قائم کرنے کا استحقاق ہو۔ اور یہ جو وہم بیان کیا گیا کہ بالائی تا آسمان بیع میں داخل ہونے کا وہم ہو یہ فاسد ہے اسواسطے کہ ہر ایک اس بات کو جانتا ہے کہ اس سے جو چیز بیع میں داخل ہوا کرتی ہے اُسکے سوائے مراد نہیں ہوتی ہے بلکہ وہی مراد ہوتی ہے جو داخل عقد بیع ہوتی ہے اور وہ عمارت ہے پھر امام محمد رح نے صرف اُسکا راستہ ذکر کیا اور اسکے آخر میں یہ نہ لگایا کہ اُسکا راستہ جو اُسکے حقوق سے ہے اور اہل شروط اس لفظ کو بھی آخر میں لاحق کرتے ہیں کہ راستہ جو اُسکے حقوق سے ہے کذا فی الذخیرہ اور امام طحاوی نے ذکر کیا کہ اکثر اہل شروط طریق کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور مختار ہمارے نزدیک یہ ہے کہ یہ ترک کیا جاوے اور اسی طرح مسیل کا بھی ذکر ترک کرنا ہمارے نزدیک مختار ہے اسواسطے کہ اگر انھوں نے طریق کو مطلقاً ذکر کیا تو یہ عام راستہ کو بھی شامل ہوا جسکی بیع جائز نہیں ہے اسی طرح مسیل میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پرنالہ عام راستہ کے جزو میں لگایا جاتا ہے پس جب اسکو مطلقاً ذکر کیا تو بیع میں ایسی چیز داخل ہو جائیگی جسکی بیع جائز نہیں ہے پس عقد بیع فاسد ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اس دار کا راستہ اور اسکی مسیل آب جو اُسکے حقوق میں سے ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دار کا کوئی خاص راستہ ایسا نہیں ہوتا ہے جو اُسکے حقوق میں سے ہو پس عقد بیع میں معدوم و موجود کا جمع کرنے والا ہوگا اور اس سے عقد فاسد ہوتا ہے پس نہایت بہتر یہ ہے کہ طریق و مسیل کا بالکل ذکر ہی نکرے اسواسطے کہ مقصود لفظ

اسواسطے کہ ایک جماعت فقہا کے نزدیک دار عمارت ہی ہوتی ہے اور ... ۱۲

مرافق ذکر کرنے سے حاصل ہو کہ اگر اُس دار کا خاص راستہ وخاص مسیل آب ہو گی تو مرافق کے ذکر کرنے سے بیع مین داخل ہو جائینگی اور اگر نہو گی تو لفظ مرافق اِن دونون کے سواے باقی مرافق کیطرف راجع ہو گا یہ مبسوط مین ہو اور بعضے متاخرین اہل علم نے فرمایا کہ اگر اس دار کا بالکل کوئی راستہ نہو یا دار کا دروازہ عام راستہ پر ہو تو جس طرح امام طحاوی رح نے فرمایا ہو احتیاط اسی مین ہو کہ ذکر طریق ترک کرنا چاہیے تاکہ ایسی چیز کا بائع نہو جاوے جسکا وہ مالک نہین ہو اور اور دروازہ دار عام راستہ پر نہو تو طریق کے ذکر کرنے ہی مین احتیاط ہو اسواسطے کہ ظاہر الروایتہ کے موافق راستہ بدون ذکر کرنے کے داخل بیع نہین ہوتا ہو سواے ایک روایت کے جسکو امام خصاف نے امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہو پس احتیاط اسی مین ہو کہ طریق کا ذکر کر دیا جاوے ولیکن اُسکے آخر مین یہ لفظ ذکر کر دیا جاوے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہو اور اگر اُسکا راستہ بجانب راستہ عام نافذ ہو تو لکھے کہ مع اُسکے راستہ کے جو راستہ عام تک نافذ ہو اور اگر اسکے ساتھ یہ ملا یا جاوے کہ جو اُسکے حقوق میں سے ہو تو یہ اولے ہو اور اُسکے مسیل آب کا بھی ذکر کرے اور اُسکے آخر مین جو اُسکے حقوق سے ہو لاحق نکرے اور بعضی اہل شروط مسیل آب کے ساتھ بھی جو اُسکے حقوق سے ہو یہ لفظ لاحق کرتے ہین اور بعضی متاخرین نے مسیل آب مین بھی ویسا ہی بیان کیا ہو جیسا طریق کے ساتھ بیان کیا ہو کہ اگر اِس دار کیواسطے مسیل آب بالکل نہو یا ہو مگر پرنالہ عام راستہ پر ہو تو مسیل آب کا ذکر نکرے اور اگر پرنالہ عام راستہ پر نہو تو لکھے کہ مع اُسکے مسیل آب کے اور اُسکے آخر مین یہ ملاوے کہ جو اُسکے حقوق مین سے ہو اسواسطے کہ جایز ہو کہ مسیل آب اِس جگہ سے عام راستہ تک ہو پس عام راستہ کا فروخت کرنے والا ہو جائیگا اور اسواسطے کہ بسا اوقات موضع مسیل آب یعنی رقبہ پرنالہ وموری بائع کی ملک نہین ہوتا ہو بلکہ اسکو فقط پانی بہانے کا استحقاق حاصل ہوتا ہو پس اگر آخر مین جو اُسکے حقوق مین سے ہو یہ لفظ نہ ملا یا جاوے تو موہم ہو گا کہ داخل بیع رقبہ ہو اور یہ جایز نہین ہو اور مرافق کا بھی ذکر کرے اسواسطے کہ دار کیواسطے سولے مسیل آب وطریق کے اور بھی مرافق ہوتے ہین پس اگر مرافق کا ذکر چھوڑ دیا تو جسقدر ذکر کیا ہو راستہ ومسیل آب کے سولے باقی مرافق بیع مین داخل نہین ہونگے پس منافع دار اُسکے حق مین معطل ہو جاوینگے اور امام محمد رح نے مرافق کے ساتھ حقوق کو لاحق نہین کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہین پس یون لکھتے ہین کہ مع اُسکے مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین کیونکہ یہ احوط ہو اور نیز امام محمد رح نے ذکر کیا کہ وکل قلیل او کثیر ہو فیہا او منہا یعنی مع ہر قلیل وکثیر کے جو اُسمین یا اُس سے ہو اور اہل شروط اؔو نہین لکھتے ہین بلکہ واو لکھتے ہین یعنی کل قلیل ہو فیہا ومنہا یعنی ہر قلیل وکثیر جو اُس مین اور اُس سے ہو اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ کلمہ اؔو تشکیک کے واسطے آتا ہو پس دونون مین سے ایک چیز غیر معین کو شامل ہوا اور یہ مجہول رہی اور اس طرح مجہول رہی جو جھگڑے مین ڈالتی ہو پس بیع مین خلل واقع ہونے کی موجب ہوئی لیکن امام محمد رح نے لفظ اؔو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحریر وقف کی اتباع کر کے اختیار کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حصہ خیبر کے وقف مین تحریر کیا ہو کہ لا جناح علی من ولیہ ان یاکل او یوکل صدیقا لہ غیر متمول یعنی اِس وقف کے متولی پر کچھ گناہ نہین ہو کہ خود کھا وے یا اپنے دوست کو کھلا وے درحالیکہ اُسکو متمول نکر دے اور اسوجہ سے اؔو اختیار کیا کہ کلمہ اؔو کبھی بمعنی واو آتا ہو چنانچہ بولتے ہین جالس الحسن او ابن سیرین یعنی حسن وابن سیرین کے ساتھ ہمنشین ہوا اور کتاب اللہ تعالیٰ اسکی موید ہو قال اللہ تعالیٰ وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون ومعنی آیت کے یہ ہین کہ اور ہمنے اُسکو بھیجا بجانب ایک لاکھ اور زیادہ آدمیون کے اور امام ابو یوسف رح سے بحرف واو مروی ہو جیسا کہ اہل شروط لکھتے ہین

اور امام محمد رح نے بیع ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین یا اُس سے ہو اس جملہ کے ساتھ جو اُسکے حقوق سے ہو یہ لفظ لاحق نہین کیا اور اہل شروط لاحق کرتے ہین پس لکھتے ہین کہ بیع ہر قلیل و کثیر کے جو اُس سے یا اُسمین ہو اور اُسکے حقوق سے ہو اور ایسا ہی ایک روایت کے موافق امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہو اسواسطے کہ لفظ تمام اُس چیز کو شامل ہو جو دار مین موجود ہو خواہ اُسکی بیع جائز ہو یا جائز نہو چنانچہ بقول امام زفر رح کے حتی کہ بیع فاسد ہو جائیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام اُن چیزون کو شامل ہو جو دار مین ایسی ہین جنکی بیع جائز ہو از قسم متاع و لکڑی وغیرہ کے اور مثل شراب و سور وغیرہ کے جنکی بیع جائز نہین ہو اُسکو شامل نہین ہو بہرحال احتیاط اسمین ہو کہ یہ لفظ کہ جو اُسکے حقوق سے ہو ذکر کر دیا جاوے تاکہ بالاتفاق یہ چیزین داخل بیع ہوون- اور زمین کی بیع مین پہل و کھیتی داخل نہین ہوتی ہو اسواسطے کہ یہ حقوق زمین سے نہین ہو اور یہ نہ ذکر کیا کہ بیع ہر حق کے جو اس دار کیواسطے ثابت ہو اسمین داخل ہو یا اس سے خارج ہو- اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رح و امام محمد و اُنکے بعد یوسف بن خالد و ہلال لکھا کرتے تھے اور اُنکے سوا سے ہمارے اصحاب اس طرح لکھتے ہین کہ بیع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت ہو اُس مین داخل ہو اور ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو اور ان لوگون نے وجہ یہ بیان کی کہ اگر بطرز اول لکھا جاوے تو ایسے حق کو شامل ہوگا جو اُس مین داخل اور اُس سے خارج ہو حالانکہ حق واحد مین یہ متصور نہین ہو کہ داخل بھی ہو اور خارج بھی ہو پس یون لکھنا چاہیے کہ بیع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُسمین داخل ہو اور بیع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو تاکہ جسکو داخل ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہو وہ جدا ہو اور جسکو خارج ہونے کے ساتھ موصوف کیا ہو وہ جدا ہو اور جسکو امام محمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو اُسکی وجہ یہ ہو کہ عطف مقتضی ہو کہ جدا اول مذکور ہوا ہو اُسکا تقدیر اعتبار کا اعادہ ہو چنانچہ کہتے ہین کہ یہ حجر ہو اور روہ- اور اُسکے معنی یہ ہین کہ وہ حجر ہو پس بحسب تقدیر عبارت ایسا ہو گیا کہ گویا یون کہا کہ بیع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو کذا فی الذخیرہ اور طحاوی رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہو کہ یون لکھا جاوے کہ بیع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُسمین داخل ہو اور بیع ہر حق کے جو اُسکے واسطے ثابت اُس سے خارج ہو یہ مبسوط مین ہو- اور امام محمد رح نے اُسکے بعد یہ نہین لکھا کہ بیع اُسکی قنارکے اور اہل شروط اسکو لکھتے ہین اور امام محمد رح نے اسواسطے اسکو ذکر نہین کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک قنار کے ذکر سے بیع فاسد ہوتی ہو اور یہ مسئلہ نوادر ہشام مین مذکور ہو اور صاحبین رح نے فرمایا کہ قنار دار بائع کی مملوک ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اُسکو اختیار ہو کہ اُسمین کنوان کھودے اور اپنے چوپایہ باندھے اور بیع مین ایسی دو چیزون کا جمع کرنا کہ دونون اُسکی مملوک ہوون مفسد بیع نہین ہو اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ قنار دار اُسکی مملوک نہین ہو بدین دلیل کہ اگر عامہ کے حق مین کنوان کھودنا مضر ہو تو اُسکو اس سے ممانعت کی جائیگی پس اگر یہی وجہ سے مملوک بائع تصور کیجاوے جسکو صاحبین رح نے بیان کیا ہو تو اس اعتبار سے جبکہ عامہ کے ضرر ہونے کی صورت مین اُسکو ممانعت کیجاتی ہو لازم آتا ہو کہ وہ عامہ کی مملوک جگہ ہو پس وہ بائع اور غیرون کے درمیان مشترک کے مثل ہو جائیگی- پھر امام محمد رح نے ثمن کا ذکر کیا اور کہا کہ کہنا ہو اور جاننا چاہیے کہ ثمن ضرور ہو کہ موزون ہوگا یا مکیل یا معدود یا مذروع یا عروض یا حیوان یا عقار- پس اگر موزون ہو تو ضرور ہو کہ یا تو نقود مین سے ہوگا جیسے دراہم و دینار و فلوس یا غیر نقود مین ہوگا جیسے زعفران حریر و روئی وغیرہ در ثیاب پس اگر نقود مین سے ہو پس اگر دراہم ہون تو لکھے

کہ کتنے درم اور انکی نوع تحریر کرے کہ وہ بالکل چاندی ہے یا انمین میل ہے اور میل جست ہے یا رانگا ہے دراہم غلہ ہین یا نقد
بیت المال ہے اور انکی صفت بیان کرے کہ جید ہین یا ردی ہین یا درمیانی ہین اور انکی قدر بیان کرے کہ چند ہین
درم موزون بوزن سبعہ یعنی ایسے ہین سے ہر دس درم بوزن سات مثقال ہین اور اگر بعض مذکور کی تحریر چاہے پس اگر
شہر مین درمون مین ایک ہی نقد ہو تو مطلق بیع اسی طرف راجع ہوگی اور یہ مثل بیان کردہ کے ہوجائیگا پس صفت
ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اگر شہر مین نقود مختلفہ موجود ہون پس اگر سب کا رواج یکسان ہو اور بعض کو
بعض پر فضیلت نہو تو بیع جائز ہے اور مشتری کو اختیار ہوگا کہ بائع کو جو قسم چاہے دیدے لیکن کاتب کو کوئی قسم ضرور تحریر
کرنا چاہئے تو اسکا وزن و قدر تحریر کرے اور اگر سب کا رواج یکسان ہو لیکن بعض کو بعض پر فضیلت ہو جیسا کہ
غطریفیہ و عدالیہ تو بیع جائز ہوگی الا بعد بیان ایک قسم کے پس کاتب اسکو تحریر کرے جسمین بیع واقع ہوئی ہے اور اسکی
صفت و قدر و وزن تحریر کرے اور اگر نقود مین سے کوئی نقد زیادہ رائج ہو تو بیع مطلق اسی طرف راجع ہوگی اور یہ
مثل ملفوظ کے ہوگا اور اسکی صفت بیان کرنے کی حاجت نہوگی لیکن اسکی مقدار و وزن بیان کرنے کی حاجت ہوگی
اور اگر ثمن دینار ہون تو لکھے کہ چند دینار اور لکھدے کہ بخاری ہین یا نیشاپوری یا ہروی علی ہذا القیاس جیسے
ہون بیان کردے اور یہ بھی بیان کرے کہ مناصفہ ہین یا قراضات ہین یا پورے ثابت ہین اُن مین کسر نہین ہے اور
لکھے کہ جید ہین یا درمیانی یا ردی ہین اور انکی قدر بیان کردے اور کیفیت وزن بھی بیان کرے کہ موزون بوزن
مثاقیل مکہ ہین یا بوزن مثاقیل خوارزم یا سمرقند علے ہذا القیاس جہان کے وزن پر موزون ہون بیان کردے
اسواسطے کہ مثقال اکثر شہرون کے مختلف ہین اور اگر ثمن خالص سونا یا خالص چاندی ہو تو سونا یا چاندی لکھدے
اور اسکی نوع و صفت و وزن ضرور بیان کردے جس طرح ہمنے بیان کیا ہے لیکن اسمین درم و دینار کا نام نہ لے اسواسطے
کہ درم و دینار کا لفظ غیر مضروب پر نہین بولا جاتا ہے پس سونے کی صورت مین یون لکھے کہ خالص طلاے سرخ جید خالی
از آمیزش کے اسقدر مثقال اور اگر سونے مین میل ہو تو اسکو بیان کردے کہ وہ دہی ہے یا دہ نہی ہے علی ہذا القیاس
اور اسی طرح چاندی کی صورت مین لکھے کہ اسقدر درم وزن چاندی خالص بے میل کھری جید اور باوجود اسکے لکھے
کہ طمغاچی ہے یا کلیچہ ہے کیونکہ چاندی انہین دو قسمون کی ہوتی ہے اسی طرح باقی وزنیات مین جسپر عقد واقع ہوا ہے اسکو اور اسکی
نوع و صفت و قدر بیان کردے اور اگر ثمن کیلی ہو تو جسپر عقد واقع ہوا ہے اسکو تحریر کرے مثلاً گیہون پر عقد ہوا تو گیہون لکھے
اور اسکی نوع کہ سقیہ یا بخسیہ ہین لکھے ہین یا بخارا کے ہین اور اسکی صفت بیان کرے کہ سرخ ہین یا سپید ہین جید
ہین یا درمیانی ہین یا ردی ہین اور اسکی مقدار لکھے کہ فلان قفیز سے اسقدر پیمانہ ہین اور جو کی صورت مین بھی
اسی طرح نوع و صفت و مقدار بقفیز فلان بیان کردے اور گیہون و جو مین وزن نہ لکھے اسواسطے کہ یہ دونون نص
سے کیلی ہین اور حکم منصوص کا تغیر کرنا جائز نہین ہے اور کتاب البیوع مین کیلی چیزون کی بیع سلم بحساب وزن کے
اور وزنی چیزون کی بیع سلم بحساب کیل کے قرار دیکر دراہم دینے مین ہمارے اصحاب سے دو روایتین ہین حسن نے
روایت کی ہے کہ یہ جائز ہے اور طحاوی نے روایت کی ہے کہ یہ جائز نہین ہے پس احتیاط اسی مین ہے کہ کیل کا ذکر کیا
جاوے تاکہ اختلاف سے نکل جاوے اور یہ اُس صورت مین ہے کہ گیہون یا جو فی الحال دینا ٹھہرے ہون اور اگر انکے واسطے
میعاد ٹھہری ہو تو باوجود ان باتون کے جو ہمنے ذکر کر دی ہین مدت کی مقدار بھی ذکر کرے اور ادا کرنے کی جگہ بھی کر

کرشے تاکہ امام اعظم رح کے قول سے احتراز ہو جاوے اور اگر ثمن معدودات مین سے ہو پس اگر یہ چیز اثمان مین سے ہو یعنی غیر معین بتعیین ممکن ہو جیسے غطارف و عدلیات تو غطارف مین لکھے کہ کتنے درم غطریفیہ بخاریہ نقد وزن سبعہ جیاد اور عدلیات مین لکھے کہ اتنے درم عدلیہ کمیہ ابجہ بخاریہ معدودہ اور انکی نوع بھی بیان کرے بشرطیکہ انواع متفاوت ہون اور اگر نقد مختلف شہرون مین مختلف ہو تو لکھدے نقد شہر فلان۔ اور اگر ثمن ذرعیات مین سے ہو جیسے کرباس و کتان وغیرہ پس اگر معین ہو تو اسکے عوض بیع جائز ہے اور اسکی طرف اشارہ کر دینا ضرور ہے پس اسکو تحریر مین ذکر کرے اور اسکی صفت بیان کر دے اور لکھدے کہ معین ہے عقد کی مجلس مین حاضر کردہ شدہ جسکی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اور اگر غیر معین ہو پس اگر فی الحال دینا ٹھہرا ہو تو نہین جائز ہے اور اگر میعاد سے ٹھہرا ہو تو مثل سلم کے جائز ہے پس جب یہ عقد واقع ہوا ہے مثلاً کرباس پر اسکو ذکر کرے اور اسکی نوع اور اسکی موٹائی و باریکی بیان کرے اور اسکا تانا کہ پانصدی ہے یا چھ صدی وغیرہ ہے بیان کر دے اور اسکی مقدار ذکر کرے اور مقدار اسکے گزون کی بیان سے ہوتی ہے اور ذراع کو بیان کر دے کہ ذراع ملک یا ذراع کرباس یا ذراع مساحت وغیرہ مثلاً اور مدت اور مقدار مدت بیان کرے اور اگر اسکے واسطے بار برداری خرچہ ہو تو ادا کرنے کی جگہ بیان کرے تاکہ امام اعظم رح کے قول سے احتراز ہو۔ اور اگر ثمن کوئی ایسا اسباب ہو یا حیوان ہو جسکے دینے کے واسطے مدت مقرر کرنا بالکل جائز نہین ہے اور وہ بطور قرضہ کے ذمہ مین ثابت ہو سکتا ہے تو اسکا ثمن ہونا جبھی صحیح ہے کہ اسکو معین کرے یعنی حاضر کر دے اور جس صورت مین ثمن معین ہو وہاں اشارہ ضرور چاہیے ہے اسواسطے کہ حاضر معین کا اعلام اشارہ سے ہوتا ہے پس اس بات کو تحریر مین بیان کرے پس اسکی صفت بیان کرے اور بیان کر دے کہ یہ چیز مجلس عقد ہذا مین حاضر اور اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اگر ثمن محدودات مین سے ہو جیسے دار و ارض وغیرہ تو اسکا اعلام اسکے حدود کے بیان سے ہوگا پس لکھے کہ دار واقعہ موقع فلان اسکے حدود بیان کر دے بعوض دار واقعہ موقع فلان اسکے حدود بھی بیان کر دے خرید کیا اور جب قبضہ کا ذکر کرنے کے مقام تک پہونچے تو لکھے کہ اور ہر ایک نے ان دونون متعاقدین مین سے وہ تمام دار جسکو اسنے خرید کیا ہے بنابر مذکورہ تحریر ہذا کے دوسرے سے لیکر اسکے سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا۔ اور درک کے تذکرہ کے وقت لکھے کہ ان دونون متعاقدین مین سے جسکو کچھ درک اس چیز مین لاحق ہوا جسکو اسنے اس دوسرے سے خریدا ہے۔ تو چنین و چنان ہوگا جسکا بیان آگے آتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ امام اعظم رح و انکے اصحاب امام ابو یوسف رح و امام محمد رح و نیز انکے بعد ہلال رح اس تحریر کے بعد یہ نہین لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید کیا اور ابو زید شروطی اور انکے بعد بعضے اہل شروط اسکے بعد لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خرید کیا جو قطعی ہے جسمین کوئی شرط نہین ہے اور نہ خیار ہے نہ فساد ہے نہ عدہ وفا ہے اور نہ بطریق رہن ہے نہ بطور تلجیہ ہے بلکہ ایسی بیع ہے جیسے مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے اور یہ اسواسطے لکھتے تھے کہ بخریداری صحیح خریدا کہ ان دونون کی غرض خرید صحیح ہے تاکہ مقصود لکھدیتے تھے اور قطعی ہونے کی صفت اسواسطے بیان کر دیتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ یہ بیع دوسرے کی اجازت پر موقوف نہین ہے اور کوئی شرط نہو تا اسواسطے لکھدیتے تھے کہ دونون مین سے کوئی پیچھے یہ دعوی نکر سکے کہ بیع مذکور بشرط فاسد تھی کیونکہ اگرچہ ظاہر الروایۃ کے موافق منکر شرط کا قول قبول ہے لیکن نوادر کی روایت کے موافق قول مدعی فساد کا قبول ہے پس احتیاطاً اسکو لکھدینا چاہیے اور نیز یہ تحریر کہ اسمین فساد نہین ہے اور نہ وعدہ وفا اور نہ سوا اسکے اسواسطے ہے کہ روایت نوادر کے موافق مدعی فساد کا قول قبول ہے کیونکہ وہ اپنی ملکیت زائل ہونے سے منکر ہے پس احتیاطاً اسکو لکھنا چاہیے

اور امام طحاوی ہی فرماتے تھے کہ یہ نہ لکھا جاوے کہ ہمین خیار نہین ہو کیونکہ بعضے علمار نے فرمایا ہو کہ بائع و مشتری جبتک ایک
مجلس مین موجود رہین تب تک انکو خیار باقی رہتا ہو پس بنا بر اس قول کے یہ شرط کہ ہمین خیار نہین ہو شرط خلاف مقتضاے
عقد بلکہ مقتضاے عقد کے تغیر کرنے والی ہوگی پس اگر یہ شرط تحریر کی تو شاید واقعہ ایسے حاکم کے پاس پیش ہو جسکا یہی
مذہب ہو تو وہ اس بیع کو باطل کردیگا اور امام طحاوی رح نے فرمایا لیکن یہ لکھا جاوے کہ ایسی بیع ہو جیسے مسلمان اپنے
بھائی مسلمان کے ہاتھ فروخت کرتا ہو یہ تبرکاً سنت لکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگاہ عداء بن خالد بن ہوذہ
سے خرید غلام کی تحریر لکھوائی تو حکم دیا کہ یہ لفظ تحریر کرے کذا فی الذخیرہ اور ہمارے اصحاب نے خرید صحیح و بیع مسلمان بدست
برادر مسلمان و نیز ہمین فساد نہین ہو وغیر ذلک اسواسطے نہ لکھا کہ اگر یہ عبارت لکھی جاوے تو مشتری کیطرف سے صحت بیع اور
مبیع ملک بائع ہونے کا اقرار ہوگا پھر اگر اسکے بعد مشتری کے پاس مبیع استحقاق مین لے لی گئی تو بنا بر قول زفر و ابن ابی لیلی
و علماے مدینہ کے مشتری کو بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق نہوگا اور اگر دونون مین بیع فسخ ہوئی پھر وہ عود کرکے
مشتری کے قبضہ مین آئی تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ بائع کے سپرد کرے پس اسکو تحریر نہ کریگا جیسے ملک بائع ہونا تحریر نہین
کرتا ہو۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ فلان بن فلان یعنی مشتری نے تمام ثمن نقد ادا کیا اور بائع تو ادا کرکے اس سے بری
ہوگیا اور وہ اسقدر یعنی درم وزن سبعہ کے ہین اور صرف اس تحریر پر اکتفا نکیا کہ فلان نے ثمن ادا کردیا اسواسطے
کہ اگر بائع کا قبضہ کرنا تحریر نکیا اور پھر اسکے بعد بائع نے کہا کہ تونے مجھے نقد دیے تھے لیکن مین نے انپر قبضہ نہین کیا
تو امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق اسکے قول کی تصدیق کیجائیگی پس امام ابو یوسف رح کے قول سے احتراز
کیواسطے بائع کا قبضہ کرلینا تحریر کرے پھر امام محمد رح نے اختیار کیا کہ بری الیہ منہ یعنی مشتری کی جانب سے ثمن مذکور بائع
کو دیکر مشتری کو بریت حاصل ہوگئی اسواسطے یہ اختیار کیا کہ یہ لفظ جامع و اوجز ہو کہ اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ بریت
کی ابتدا مشتری کی طرف اور انتہا بائع پر ہوئی اور یہ دینے اور قبضہ کرنے سے ہوگی اور اس سے قبضہ صحیح ہونا بھی ظاہر
ہوتا ہو کیونکہ اگر بائع کسی کیطرف سے بیع کا وکیل ہو تو بعضے علمار کے قول کے موافق مشتری اسکو ثمن دیکر ثمن سے
بری نہوگا تاوقتیکہ وکیل مذکور اپنے موکل کی طرف سے ثمن وصول کرنے کا مختار نہو اور جب یہ لکھا گیا کہ مشتری بائع کو ثمن دیکر
بری ہوگیا تو یہ قبضہ اور صحت قبضہ کا اقرار ہو۔ اور ابو یوسف بن خالد یون لکھتے تھے کہ فلان یعنی مشتری فلان یعنی بائع کو
تمام ثمن جو اس تحریر مین مذکور ہو دیکر بری ہوا درحالیکہ فلان بن فلان نے اس سے لیکر پورا اسپر قبضہ کرلیا اور وہ
اسقدر ایسے دراہم وزن سبعہ ہین اور اس طرح اسواسطے لکھتے تھے کہ بری الیہ منہ کہنے سے اگرچہ ازراہ معنی بائع کا قبضہ
ثابت ہوتا ہو لیکن بحسب نص ظاہر ثابت نہین ہوتا ہو اور معنی پر ہر شخص کو وقوف حاصل نہین ہو پس چاہیے کہ اس طرح
لکھدے کہ بائع نے ثمن پر قبضہ کیا تاکہ صریح قبضہ کرنا اور معنی قبضہ کرنا ثابت ہوجاوے کہ یہ امر واضح ہوا اور جھگڑے
سے دور کرنے کے واسطے ظاہر ہو۔ اور ابو زید شروطی رح اس طرح لکھتے ہین کہ فلان بن فلان یعنی بائع نے فلان بن
فلان یعنی مشتری سے تمام ثمن جو اس تحریر مین مذکور ہو بھرپور وصول پایا باین طور کہ فلان بن فلان نے اسکو دیا اور
مشتری اس ثمن کو اسکو دیکر بری ہوگیا اور وہ چند درم وزن سبعہ ہین یہ محیط مین ہو۔ کیونکہ ہرگاہ قبضہ کی تصریح واجب
ہوئی تو دینے کی تصریح بھی واجب ہو تاکہ بائع کا قبضہ مشتری کے دینے سے ہو کیونکہ بنا بر قول شیخ ابن ابی لیلی کے جس
شخص نے اپنے قرضدار کے مال سے اپنے حق کی جنس پر قابو پایا تو اسکو لے لینا روا نہین ہو اور اگر لے لیا تو مالک نہوگا

بلکہ غاصب ہوگا پس مشتری کا دینا تحریر کرے تاکہ قول ابن ابی لیلےٰ سے احتراز ہو۔ اور طحاوی رح تحریر فرماتے تھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو تمام ثمن سب بھرپور دیا کہ اُس سے لیکر فلان نے قبضہ کر لیا اور اُسکو پورے ثمن سے بری کر دیا کیونکہ ہرگاہ قبضہ اور دینے دونون کی تصریح واجب ہوئی تو دینا قبضہ سے مقدم ہونا چاہیے ہو۔ اسواسطے کہ قبضہ کرنا دینے کا حکم ہو اور حکم چاہیے کہ سبب سے موخر ہو پس واجب ہو کہ دینا قبضہ سے پہلے ہو لیکن جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہو اس مین ایک طرح کا خلل یہ ہو کہ قولہ اور اُسکو پورے ثمن سے بری کر دیا یہ ابتداءً برئیت کا مقتضی ہو نہ برئیت بقبضہ کا اور بائع اگر مشتری کو ثمن سے بعد ثمن وصول کرنے کے بری کرے تو بری کرنا صحیح ہوگا اور بائع پر واجب ہوگا کہ جو ثمن اُسنے وصول کیا ہو اُسکو واپس کرے پس اصوب یہ ہو کہ یون تحریر کرے کہ فلان نے ثمن تمام بھرپور فلان کو دیا اور فلان نے اُس سے لیکر قبضہ کر لیا اور فلان اسکو دیکر اس سے بری ہو گیا اور وہ چند درم وزن سبعہ ہین پس دینا قبضہ سے مقدم ہوگا اور برئیت اُسکو دیکر حاصل ہونے سے صحت قبضہ ثابت ہو جائیگی اور برئیت ابتدائیہ کا وہم بھی دور ہو جائیگا اور تمام سب بھرپور لکھنا تاکید کیواسطے ہو اور ایسی تحریر مین تاکید کے واسطے زوائد عبارات لکھی جاتی ہین۔ اور امام محمد رح نے تحریر مین قبضہ مبیع نہین لکھا حالانکہ جس طرح قبضہ ثمن تحریر کرنے کی ضرورت ہو کہ مشتری کیواسطے حجت ہو اسی طرح قبضہ مبیع تحریر کرنے کی حاجت ہو کہ بائع کے واسطے حجت ہو پس اُسکا لکھنا ضرور ہو اور اہل شروط نے اُسکی عبارت مین اختلاف کیا ہو پس سمتی و ہلال و ابو زید شروطی اس طرح تحریر کرتے تھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا سپرد کیا اور امام طحاوی اس طرح لکھتے تھے کہ فلان نے فلان کو تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہو جسکا بیان اس تحریر مین ہو سپرد کیا اور یہ احسن ہو اور لفظ سپرد کر دینا اختیار کیا اور یہ نہ لکھا کہ فلان نے قبضہ کیا اسواسطے کہ قولہ فلان نے قبضہ کیا اس سے یہ نہین سمجھا جاتا ہو کہ بائع نے مشتری کو قبضہ دار کی اجازت دی ہو اور بعضے لوگون کا یہ مذہب ہو کہ مشتری بعد ادا ے ثمن کے مبیع پر قبضہ کرنے کا مختار نہین ہوتا وقتیکہ بائع اُسکو اجازت نہ دے اور اگر بغیر اُسکی اجازت کے قبضہ کر لیا تو مثل غاصب کے ہوگا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ اُسکے قبضہ سے نکال لے پس علماے موصوف نے سپرد کر دینے کا لفظ اختیار کیا کہ یہ لکھا جاوے کہ اس سے بائع کا قبضہ کی اجازت دینا سمجھا جاتا ہو تاکہ اس قائل کے قول سے احتراز ہو جاوے۔ اور نیز امام محمد رح نے تحریر مین متبایعین کا مبیع کو دیکھ لینا تحریر نہین کیا ہو حالانکہ اسکا لکھنا ضرور ہو اسواسطے کہ بعضی علماے مجتہدین نے بے دیکھی ہوئی چیز کا بیچنا اور خریدنا جائز نہین فرمایا ہو اور بعض نے بے دیکھی چیز کا بیچنا جائز رکھا ہو اور بے دیکھی چیز کا خریدنا جائز نہین فرمایا ہو اور بعضون نے دونون کو جائز فرمایا ہو لیکن اُنکے نزدیک مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہو جب دیکھے اور بائع کو نہین ہوتا ہو اور بعض نے کہا کہ بیع مین بائع کو اور خریدار مشتری کو خیار حاصل ہوتا ہو پس اسکا لکھنا ضرور ہو تاکہ بالاتفاق بیع جائز اور خیار منتفی ہو جاوے پھر اسکی عبارت مین اہل شروط نے اختلاف کیا ہو پس سمتی رحمہ اللہ اس طرح لکھتے تھے کہ اور فلان و فلان دونون نے اقرار کیا کہ ہم دونون نے تمام دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا مع اُسکے حدود و حقوق کے اور جو اُسمین داخل اور جو اُس سے خارج ہو اور ان دونون کو سب بیان کرے اور تمام جو کچھ اُس مین ہو قلیل و کثیر سب دیکھ لیا ہو اور پہچان کر لیا ہو اور ہم دونون نے اسکو وقت عقد بیع کے جو اس تحریر مین مذکور ہو اور اس سے پہلے دیکھ لیا ہو اور اسی حال پر ہم دونون نے باہم خرید فروخت کی ہو اور شیخ ابو زید رح لکھتے تھے کہ اور مشتری فلان نے تمام دار محدودہ تحریر ہذا کی طرف نظر کر لی ہو اور اُسکو دیکھکر راضی ہو گیا ہو۔ اور جو سمتی رح نے بیان کیا ہو وہ

احسن واصح ہے۔ اور یہ جو شیخ رح نے بیان کیا کہ دونون نے اُسکو عقد بیع کیوقت دیکھا ہے یہ امر ضروری ہے اسواسطے کہ بعضی
علما کا یہ مذہب ہے کہ جو چیز خریدی یا فروخت کی اور اُسکو بیع سے پہلے [۱۲ کو مبیع] دیکھا تھا اور وقت بیع کے اُسکا معائنہ نہین کیا بلکہ وہ آنکھون
کے سامنے سے غائب تھی تو جائز نہین ہے پس ہمنے اس قول سے احتراز کیا اور یون لکھا کہ عقد بیع کیوقت اُسکو دونون نے
دیکھا ہے اور یہ جو بیان فرمایا کہ قبل اسکے بھی دیکھا ہے سو اسکی حاجت نہین ہے بلکہ اسکو بغرض تاکید ذکر کیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ جو دونون
نے تمام دار مع اُسکے حدود و حقوق و قلیل و کثیر کے جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہے سب دیکھ لیا ہے تو یہ امر ضروری ہے
اسواسطے کہ ہمارے علما کا مذہب یہ ہے کہ اگر مشتری نے دار کے باہر سے نظر کی یعنی باہر کو دیکھ لیا اور اسکے سوائے
نہین دیکھا تو اُسکا خیار رویت باطل ہو جائیگا اور بنا بر قول زفر رح کے جبتک وہ پورے خارج کو اور پورے داخل
کو اور بعض زمین کو نہ دیکھ لے تب تک اُسکو خیار حاصل رہیگا اور حسن بن زیاد کے نزدیک جب تک تمام قلیل و
کثیر اُسکا اور تمام اُسکی زمین اور تمام عمارت وغیرہ جو اُسمین ہے نہ دیکھ لے تب تک اُسکو خیار حاصل رہیگا پس ہم نے
ان اختلافات سے بچنے کے واسطے ان حرفون کا ذکر کر دیا اور نیز امام محمد رح نے عاقدین کا بابدان متفرق ہونا بھی بیان
کیا اور امام خصاف نے بھی اسکو نہین لکھا تھا اور عامہ اہل شروط اسکو لکھتے ہین اسواسطے کہ امام شافعی رح کے نزدیک
جب تک متعاقدین بعد فراغ گفتگوے خرید و فروخت کے ازراہ بدن جدا نہو جاوین تب تک اُنکو اُسی مجلس مین اختیار
رہتا ہے اور ہمارے نزدیک بعد ختم گفتگوے خرید و فروخت کے اُنکو خیار مجلس نہین رہتا ہے پس شاید اُن دونون مین
جھگڑا واقع ہو باین طور کہ دونون معتقد مذہب شافعی رح ہون پس ایک کہے کہ مین نے قبل تفرق کے عقد فسخ کر دیا تھا
اور دوسرا اجازت کا دعوی کرے اسواسطے ہمنے تفرق بابدان کو تحریر کر دیا کہ بعد نفاذ اس بیع کے دونون بابدان متفرق
ہو گئے تھے تاکہ یہ جھگڑا منقطع ہو جاوے اور اہل شروط نے اسکی عبارت مین باہم اختلاف کیا ہے پس شیخ ابو زید اسطرح لکھتے تھے
کہ بعد اس بیع مذکورہ تحریر ہذا کے اور اُسکے صحیح ہو جانے اور واجب ہو جانے کے باہم رضامندی کے ساتھ پھر متفرق
بابدان ہو گئے اور طحاوی رح یون لکھتے تھے کہ بعد وقوع اس بیع مذکورہ تحریر ہذا کے تمام اس بیع پر باہمی رضامندی اور
دونون سے اسکے نافذ کرنے کے پھر دونون متفرق بابدان ہو گئے اور جو امام طحاوی نے ذکر کیا ہے اُسمین مشتری کے حق مین
زیادہ احتیاط ہے کہ اس سے مشتری صحت خرید کا منکر نہین ہوا جاتا ہے تاکہ بروقت استحقاق مبیع کے بنا بر قول بعضے علما کے
وہ اپنا ثمن بائع سے واپس نہ لے سکے پھر امام محمد رح نے فرمایا فما ادرک فلان بن فلان من درک فی ہذہ الدار فعلی فلان بن
فلان خلاصہ حتی یسلمہ کہ لیعنی اسکے بعد اگر فلان بن فلان کو اس دار کی بابت کوئی درک پیش آوے تو فلان بن فلان پر
واجب ہوگا کہ اُسکو خلاص کر کے مشتری کو سپرد کرے اور علماء نے امام محمد کے قول کہ فما ادرک فلان بن فلان اسکی ترکیب
مین اختلاف کیا ہے کہ آیا فلان منصوب ہے یا مرفوع ہے لیکن نصب زیادہ واضح ہے اور معنی یہ ہین کہ فلان کو جو درک لاحق ہو۔
اور نوالہ تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اُسکو خلاص کرے یہان تک کہ مشتری کے سپرد کرے اس سے امام محمد رح کی
یہ مراد نہین ہے کہ لامحالہ [درک کو] خلاص کر کے مشتری کے سپرد کرے اسواسطے کہ یہ ایسی شرط ہے کہ شاید اسکے پورے کرنے پر
وہ قادر نہو سکے بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر صاحب استحقاق اس بیع کی اجازت دیدے تو مبیع کو خلاص کر کے مشتری کے سپرد
کرے یا اگر وہ اجازت نہ دے تو ثمن مشتری کو واپس کرے اور اس شرط کا وفا کرنا ممکن ہے۔ اور بعض نسخہ شروط مین جسطرح
شیخ نے بیان کیا ہے اُسکے طرح عبارت مذکور ہے کہ فعلی فلان خلاص ذلک حتی یسلمہ الیہ او یرد الثمن علیہ یعنی پس بائع پر واجب ہوگا

کہ اس مبیع کو چھوڑ کر مشتری کے سپرد کرے یا مشتری کا ثمن اُسکو واپس دے اور اس مقام پر فرمایا کہ اور ایسا ہی امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے و ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے لکھا کرتے تھے - اور یوسف بن خالد سمتی و ہلال دونون
اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ اگر پھر اس دار محدودہ تحریر ہذا کی بابت یا اس مین کسی کی بابت یا اسکے کسی حقوق مین
کوئی درک تمام لوگون مین سے کسی کی طرف سے پیش آوے تو فلان بن فلان پر واجب ہوگا کہ اس سب کو فلان
بن فلان کے واسطے خلاص کرے یہان تک کہ اُسکے سپرد کرے یا اُسکو مشتری کیواسطے ہر درک و مشقت سے خلاص
کرے اور شیخ ابو زید شروطی یون لکھتے تھے کہ فلان بن فلان کو جو اُسکی بابت یا اسمین سے کسی جزو کی بابت یا اسکے حقوق
کی بابت یا حقوق مین سے کسی کی بابت کچھ درک پیش آوے تو فلان یعنی بائع پر واجب ہوگا کہ فلان اپنے مشتری کے وہ
سپرد کرے جسکو اسنے اُسکو بیع مذکورہ تحریر ہذا سے مشتری کیواسطے واجب کیا ہو امام طحاوی نے فرمایا کہ شیخ ابو زید کی تحریر ہمارے
پسند ہو بہ نسبت تحریر یوسف بن خالد و ہلال کے اسواسطے کہ یوسف و ہلال نے درک کو مضاف بجانب مشتری تحریر نہین کیا
ہو بلکہ مطلق لکھا ہو پس اس مشتری کو اور نیز ہر ایسے شخص کو شامل ہو جو اس مشتری سے اس دار مذکورہ کی ملکیت اسی کے سبب
سے مثل خرید و ہبہ و صدقہ وغیرہ کے حاصل کرے پس ضمان درک ان لوگون کیواسطے جو مشتری سے ملکیت حاصل
کرین اس بائع پر مشروط ہوگی اور اگر مشتری سے خریدنے والے کے ہاتھ سے کسی مستحق نے استحقاق ثابت کرکے یہ دار لے لیا اور مستحق
نے بیع کی اجازت نہ دی تو اس شرط تحریر کے موافق مشتری دوم کو بھی اسی بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار رہیگا حالانکہ
استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو اپنے بائع سے ثمن واپس لینے کا استحقاق ہوتا ہو بائع کے بائع سے واپس لینے کا
اختیار نہین حاصل ہوتا ہو اور وارث مشتری کو اپنے مورث کے بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار حاصل ہوتا ہو باوجودیکہ
یہ اُسکا بائع نہین ہو سو اسوجہ سے حاصل ہوتا ہو کہ وہ مورث کا قائم مقام ہو اسی واسطے اس ثمن سے مورث کا قرضہ ادا
کیا جاتا ہو اور اسی واسطے اگر مشتری میت پر اسقدر قرضہ ہو جو اُسکے تمام ترکہ کو محیط ہو تو درصورتیکہ دار مذکور پر استحقاق
ثابت ہو تو ثمن واپس لینے کا اختیار وصی میت کو ہوتا ہو نہ وارث کو پس اگر اسی طور پر لکھا جاوے جس طرح یوسف و
ہلال لکھتے ہین تو بشبہ اسکا وہم ہوسکتا ہو کہ بیع مین ایسی شرط ہو جسکو عقد بیع مقتضی نہین ہو پس وہ فساد بیع کا حکم دیگا
اسواسطے ہمنے اس سے احتراز کرنے کی غرض سے درک کی اضافت بجانب مشتری کردی ہو - اور بعضے لوگ اس طرح
لکھتے ہین کہ جو درک فلان بن فلان کو اور ہر کسی کو اسکے سبب سے پیش آوے تو فلان بائع پر اُسکا خلاص واجب ہو اور
اسطور سے نہ لکھنا چاہیے اسواسطے کہ اسباب مین اُسکے وارث لوگ اور اس سے زید نے والے اور اُسکی طرف سے
صدقہ یا ہبہ پانے والے اور نیز تمام لوگ جو اس مشتری کی جہت سے ملکیت دار مذکورہ حاصل کرین سب لوگ ہوسکتے
ہین حالانکہ ہم نے بیان کردیا ہو کہ وقت استحقاق وارد ہونے کے ان لوگون کو اس بائع سے ثمن واپس لینے کا اختیار
نہوگا پس اگر اسطور سے تحریر کیا تو بائع کے ذمہ ایسی شرط لگائی جسکو عقد بیع نہین چاہتا ہو پس بیع فاسد ہوگی اور بعضے
لوگ لکھتے ہین کہ پس فلان یعنے بائع پر اسکا عہدہ ہو اور اسطور سے بھی نہ لکھنا چاہیے اسواسطے کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک
عہدہ قدیم دستاویز کو کہتے ہین حالانکہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت بائع پر مشتری کا قدیمی دستاویز کا استحقاق نہین ہوتا
ہو پس اگر ایسی شرط بائع کے ذمہ[۱] لگائی تو خلاف مقتضاے عقد شرط لگائی پس بیع فاسد ہوجائیگی - اور متاخرین اہل شروط
نے فرمایا کہ اس طرح نہ لکھنا چاہیے کہ جو درک فلان مشتری کو پیش آوے پس فلان بائع پر اسکا خلاص کرکے مشتری مذکور

کے سپرد کرنا واجب ہو۔ بلکہ اُس طور سے لکھے جس طرح شیخ ابو زید نے تحریر کیا ہو کہ مشتری کو اُسکی بابت یا اُسمیں سے کسی جزو کی
بابت یا اُسکے حقوق یا حقوق میں سے کسی کی بابت کچھ درک پیش آوے تو بائع پر واجب ہوگا کہ فلان مشتری کو وہ سپرد کرے
جو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے مشتری کے واسطے اُسپر واجب کیا ہو اسواسطے کہ جب مشتری کے پاس سے مبیع استحقاق ثابت کرکے
لیجاوے اور مستحق اس بیع کی اجازت نہ دے تو علماء کے درمیان اس امر میں اختلاف ہو کہ مشتری کے واسطے بائع پر کیا حکم ہو کیا
واجب ہوگا پس ہمارے نزدیک اُسپر واجب ہوگا کہ مشتری کو اُسکا ثمن واپس دے اور عثمان لیثی و سوادبن عبد اللہ
عمری نے فرمایا کہ دار مبیعہ کے مثل بلندی و پستی و قیمت و عمارت و گزوں کی مساحت کا اُسی مقام پر دوسرا دار سپرد کرنا واجب
ہوگا اور بعض نے کہا کہ اُسپر واجب ہوگا کہ دار مبیعہ کی قیمت واپس کرے خواہ ثمن اُسکے برابر ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو اور جبکہ
علماء نے اسطور سے اختلاف کیا ہو تو احوط یہی ہو کہ استحقاق کے وقت جو واجب ہوگا وہ بیان نہ کیا جاوے تاکہ جو قاضی اُسکے
برخلاف اعتقاد رکھتا ہو وہ اسکو باطل نہ کرے اور جو تحریر کہ اُسکو خلاف مقتضا سے معتقد خیال کرے اور یہ سب اُس صورت
میں ہو کہ صاحب استحقاق نے بیع مذکور کی اجازت نہ دی اور اگر صاحب استحقاق نے استحقاق ثابت کرنے کے بعد اس بیع کی
اجازت دیدی تو بعضے علما کا قول ہو کہ یہ اجازت بالکل کارآمد نہو گی بنابریں کہ اُنکے نزدیک فضولی کی بیع منعقد نہیں ہوتی
ہو اور نہ اجازت مالک پر موقوف ہوتی ہو اور ہمارے نزدیک اگر قاضی نے صاحب استحقاق کیواسطے اس عین کا حکم نہیں
دیا ہو اور حکم دینے سے پہلے صاحب استحقاق نے اجازت دیدی تو اُسکی اجازت کارآمد ہوگی پس بائع پر بھی مال عین مشتری
کو سپرد کرنا واجب ہوگا لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت میں اسکے برخلاف یوں مروی ہو کہ مستحق کا خصومت کرنا اور
قاضی سے حکم کی درخواست کرنا بیع کے نقض کی دلیل ہو پس اس سے بیع ٹوٹ جاوے گی جیسے کہ صریح توڑ دینے سے ٹوٹ
جاتی ہو پھر اسکے بعد مستحق کا اجازت دینا کچھ کارآمد نہو گا اور اگر بعد حکم قاضی صادر ہونے کے صاحب استحقاق نے اجازت
دی تو بعض مواضع میں مذکور ہو کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے اُنکی اجازت کارآمد نہو گی اسواسطے کہ مستحق کے واسطے مال عین کا
حکم قاضی کیطرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ ہو جاویگی اور صاحبین رح کے نزدیک اجازت کارآمد ہوگی اسواسطے کہ صاحبین
رح کے نزدیک استحقاق ثابت ہونے پر مستحق کے واسطے مال عین کا حکم قاضی کیطرف سے صادر ہونے سے بیع فسخ نہیں ہوتی ہو
ایسا ہی بعض کتب میں مذکور ہو اور شرح زیادات میں لکھا ہو کہ ظاہر الروایت کے موافق بیع فسخ نہو گی اور اجازت کارآمد ہوگی
اور امام ابو یوسف سے مروی ہو کہ مال عین قاضی کے حکم سے مستحق کا لے لینا دلیل شکست بیع ہو پس اس سے بیع ٹوٹ جاویگی
پھر اسکے بعد مستحق کا اجازت دینا کارآمد نہو گا پس بنا بر قول ایسے عالم کے جو فرماتا ہو کہ بیع فسخ ہو جاویگی اور صاحب استحقاق کی اجازت
کارآمد نہو گی اگر بائع کے ذمہ وقت ثبوت استحقاق کے دار مبیعہ سپرد کرنے کی شرط لگائی تو بائع اس دار کو جبھی سپرد کر سکتا ہو کہ
جب صاحب استحقاق سے اسکو خریدے پھر مشتری کے سپرد کرے اور ایسے طور سے شرط لگانا عقد کو فاسد کرتا ہو پس احوط یہ ہو
کہ یوں لکھا جاوے کہ ایسی حالت میں اُسپر اُس چیز کا سپرد کرنا واجب ہوگا جسکو بیع مذکورہ تحریر ہذا نے اُسپر واجب کیا ہو اور
اسی طرح یہ بھی نہ لکھے کہ اُسپر ثمن واپس کرنا واجب ہو اسواسطے کہ اگر پورے دار پر استحقاق ثابت ہوا تو ہمارے نزدیک پورا
ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور بعضے علماء کے نزدیک اُسپر اس دار کے مثل جو صورت و معنی میں اسکا مثل ہو واپس
کرنا واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک اگر پورے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اس دار کی قیمت واپس کرے اور اگر
تھوڑے دار کا استحقاق ثابت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر استحقاق کسی غیر معین حصہ مشاع کا ثابت ہوا جیسے تہائی و

۲ یعنی بنابر روایت ... فضولی تو اجازت پر کیا موقوف ہوگی ۱۲ منہ

چوتھائی وغیرہ تو ہمارے نزدیک مشتری کو اختیار ہو چاہے باقی بائع کو واپس کرکے اُس سے اپنا پورا ثمن واپس لے اور
چاہے باقی کو رکھ لے اور جسقدر استحقاق مین لے لیا گیا ہو اُسکے حساب سے بائع سے ثمن واپس لے۔ اور اگر کسی معین ٹکڑے
کا استحقاق ثابت ہو پس اگر قبضہ سے پہلے استحقاق مذکور ثابت ہوا تو مشتری کو ایسا ہی اختیار ہوگا جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور
اگر قبضہ کے بعد ایسا واقع ہوا تو مشتری کو خیار نہوگا بلکہ جسقدر استحقاق مین لیا گیا ہو اُسی قدر ٹکڑے کا ثمن بائع سے واپس
لیگا اور یہ بمنزلہ ایسی صورت کے ہوگا کہ جیسے اُسنے دو چیزین خریدین پھر قبضہ کے بعد ایک استحقاق مین لے لیگئی ایسا ہی طحاوی
نے اپنے شروط مین ذکر کیا ہو اور خصاف رحمہ نے فرمایا کہ مشتری کو اختیار ہو چاہے باقی کو رکھ لے اور جسقدر استحقاق مین
لیا گیا ہو اُسکا ثمن واپس لے اور چاہے باقی کو واپس کرکے بائع سے اپنا پورا ثمن واپس کر لے۔ اور بعضے علماء کے نزدیک
کل شے کی بیع فاسد ہو جائیگی اور بائع پر پورا ثمن واپس دینا واجب ہوگا پس بنابر قول ایسے عالم کے جو اس قدر کے مثل واپس
دینا واجب کہتا ہو اور بنابر قول ایسے عالم کے جو قیمت دار واپس دینا واجب کہتا ہو بیع نامہ مین ثمن واپس کرنے کی شرط تحریر
کرنا ایسی شرط ہوگی جو مقتضاے عقد نہین ہو پس اس سے عقد فاسد ہوگا پس ان لوگون کے قول سے احتراز ہونے کیواسطے
اسکو تحریر نکرے اور ہمارے نزدیک بھی بعض صورتون مین پورا ثمن اور بعض صورتون مین تھوڑا ثمن واپس کرنا واجب ہوتا
ہو پس اگر ہم بیعنامہ مین مطلقاً پورا ثمن واپس کرنا شرط کرین تو یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہوکر موجب فساد ہوگی اور اگر ہم نے
اسطرح تحریر کیا کہ پس بائع پر وہ چیز واجب ہوگی جو بیع نامہ مذکورہ تحریر ہذا سے مشتری کے واسطے اُسپر واجب کر دی ہو تو درصورت
استحقاق ثابت ہونے کے اور صاحب استحقاق کا بیع کی اجازت نہ دینے کے سبب اس چیز کا حکم قاضی کیطرف سے اُسپر صادر ہو وہ سب
کے نزدیک ایسا ہو جیسا اس بیع کے ہوگی جیسا کہ بیعنامہ مین شرط تحریر ہوئی ہو پس قاضیون مین کسی قاضی کو خواہ کسی قول کا معتقد
ہو اس بیع کے باطل کر دینے کا اختیار نہوگا جبکہ اُسکے پاس یہ مقدمہ پیش ہو پس اسوجہ سے یہی لکھنا احوط ہی۔ اور امام ابو حنیفہ
و امام ابو یوسف رح بعد تحریر واقعہ درک کے یون لکھا کرتے تھے کہ پس فلان پر اُسکا خلاص کرنا واجب ہوگا حتی کہ اُسکو
مشتری کے سپرد کرے یا اُسکو اُسکا ثمن مع قیمت اُس چیز کے واپس کر دیگا جو عمارت و درخت و زراعت وغیرہ بائع
کے حکم سے مشتری نے نو ایجاد کی ہون یا اُسکے واسطے نو ایجاد کی گئی ہون۔ اور ہمنے ان چیزون کی بابت کی ضمان
اسواسطے تحریر کر دی کہ بنابر قول بعضے علماء کے استحقاق ثابت ہونے کے وقت مشتری کو بائع سے ان چیزون کی قیمت
واپس لینے کا اختیار تبھی ہوتا ہو کہ جب بائع نے اسکی ضمانت قبول کر لی ہو اور اگر ضمانت قبول نکی ہو تو نہین۔ اور
ہمنے بائع کے حکم سے اسواسطے تحریر کیا کہ بعضے علماء مدینہ منورہ کہتے ہین کہ بائع نے اگرچہ مشتری کیواسطے ان چیزون کی
قیمت کی ضمان کر لی ہو تاہم مشتری اُس سے اسکی قیمت کو جبھی واپس لے سکتا ہو کہ جب بائع نے ایسا حکم کیا ہو پس ہمنے
بائع کا ضمانت کرنا اور اُسکا یہ حکم دینا ان علماء کے قول سے احتراز کرنے کے واسطے تحریر کر دیا۔ اور بعضے لوگ یون تحریر
کرتے ہین کہ مع ضمانت اُس چیز کے جسکو مشتری عمارت و درخت وغیرہ سے نو ایجاد کرے۔ اور یہ صحیح نہین ہو اسواسطے
کہ مشتری کبھی دار مین ایسی چیز ایجاد کرتا ہو کہ استحقاق ثابت ہونے کے وقت اُسکی قیمت لینے کا اختیار بائع سے اُسکو حاصل
نہین ہوتا ہو جیسے کنوان اکھاڑنا اور چہ بچہ صاف کرنا و موری صاف کرنا ایسی چیزین جنکو بائع کے سپرد نہین کر سکتا
ہو پس اگر انکی ضمانت بھی بائع کے ذمہ شرط کی تو ایسی شرط اُسکے ذمہ لگائی جسکو عقد مقتضی نہین ہو اور اُس مین
ہر دو عاقدین مین سے ایک کے واسطے نفع ہو۔ اور امام طحاوی فرماتے تھے کہ احوط یہ ہو کہ یہ نہ لکھا جاوے کہ مع قیمت

اُس چیز کے جسکو مشتری پیدا کرے بلکہ یون لکھا جاوے کہ فلان بن فلان بن فلان کو اس امر محدود و یا اسکے حقوق
مین سے کسی حق مین یا ایسی چیز مین جسکو ایجاد کرے مثل عمارت و درخت و زراعت کے کوئی درک پیش آوے تو بائع بحکم
بیع مذکور رہ بیعنامہ ہذا جسکا سپرد کرنا واجب ہو اُسکو تسلیم کرے اور وجہ یہ ہو کہ جب ارض مبیعہ کا استحقاق ایسی حالت مین ثابت
ہو کہ مشتری اسمین کوئی عمارت بنا چکا ہو یا درخت لگا چکا ہو یا اُس مین کھیتی بوئی ہو تو اسمین علما کا اختلاف ہو پس ہمارے
اصحاب سے اسمین دو روایتین ہین ایک روایت شادہ مین فرمایا کہ اگر بائع حاضر ہو تو مشتری بائع سے ان چیزون کی قیمت
اس طرح قائم کے حساب سے لیگا اور یہ عمارت اور پودے اور زراعت بعوض اس مال قیمت کے جو بائع نے تاوان دیا
ہو بائع کے ہوجاوینگے پھر اسکے بعد صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے بائع سے مواخذہ کرے کہ ان چیزون کو اسکی زمین
سے اکھاڑ لے اور دور کرے اور چاہے بائع کو انکی قیمت اکھڑی ہوئی اور ٹوٹی ہوئی کے حساب سے دیکر انکو اپنے
واسطے رہنے دے اور اگر بائع غائب ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا کہ مشتری سے مواخذہ کرے کہ ان چیزون کو اپنی
زمین سے دور کرے اور بائع کے آنے تک کا انتظار نکرے پھر جب اُسکو مشتری نے اکھاڑ لیا تو جب کبھی بائع پر قابو
پاوے تو اُسکو دیکر اسی طرح اکھڑی ہوئی کی قیمت اُس سے تاوان لے کیونکہ اُسنے بائع کو ایسا ہی سپرد کیا ہو اور اگر صاحب
استحقاق چاہے تو مشتری کو انکے اکھاڑنے سے منع کرے اور اپنے واسطے رہنے دے اور مشتری کو اکھڑی ہوئی کے حساب
سے انکی قیمت دیدے پھر مشتری بائع سے وہ لیگا جو [illegible] سکے اور کچھ واپس نہین لے سکتا ہو اور ظاہر الروایت مین فرمایا
کہ اگر مشتری سے ان چیزون کے دور کرنے کا مواخذہ کیا گیا تو مشتری اسکو دور کر دیگا پھر ٹوٹن مشتری کی ہوگی پھر اسکو
اختیار ہوگا چاہے یہ ٹوٹن بائع کو دیکر اُس سے ثابت کی قیمت لے اور چاہے ٹوٹن اپنے واسطے رہنے دے اور بائع سے
کچھ واپس نہین لے سکتا ہو پس ہمارے نزدیک یہ حکم ہوا کہ بعضی صورتون مین مشتری بائع سے عمارت کی قیمت
لیتا ہو اور بعضی صورتون مین نہین لیتا پس اگر بیعنامہ مین لکھین کہ واپس لیگا مطلقاً تو ہم نے مشتری کیواسطے ہر حال مین
قیمت واپس لینے کا اختیار ثابت کر دیا حالانکہ یہ شرط خلاف مقتضاے عقد ہو اور پھر دو عاقدین مین سے ایک یعنی
مشتری کیواسطے اسمین نفع ہو پس ہمارے نزدیک ایسی شرط موجب فساد عقد ہوئی اور بعض علما سے یہ منقول ہو کہ اگر
مشتری نے عمارت بنائی اور اُسکو معلوم نہین ہو کہ یہ زمین صاحب استحقاق کی ملک ہو حتی کہ اُسنے دھوکے و ناواقفی مین بنایا پھر
صاحب استحقاق ظاہر ہوا تو قاضی اس مستحق سے کہیگا کہ تجھکو اختیار ہو چاہے مشتری کو اُسکی ثابت عمارت کی قیمت دیدے
کیونکہ اُسنے دھوکے اور ناواقفی مین بنائی ہو اور یہ عمارت تیری ہوگی اور اگر چاہے تو اسکی قیمت نہ دے اور مشتری تیرا
شریک رہیگا اور مشتری کو عمارت دور کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا اور وہ بائع سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر مشتری جانتا
ہو کہ یہ دار ملک مستحق ہو اور باوجود اسکے اُسنے عمارت بنائی تو صاحب استحقاق کو اختیار ہوگا چاہے مشتری کو اس عمارت کے
منقوضہ کی قیمت کے حساب سے قیمت دیکر مشتری سے یہ عمارت لے لے اور مشتری بائع سے کچھ نہین لے سکتا ہو پس اگر ہم بیعنامہ
مین یہ شرط تحریر کرین کہ مشتری بائع سے واپس لے تو بنابر قول ان علماء کے ہم نے ایسی شرط لگائی جو خلاف مقتضاے عقد
ہو پس موجب فساد عقد ہوگی اور نیز امام شافعی رح کا یہ مذہب ہو کہ جو چیز مشتری نئی ایجاد کرے اُسکی قیمت بائع سے واپس نہین
لے سکتا ہو پس اُنکے قول کے موافق بھی ایسی شرط خلاف مقتضاے عقد ہوگی پس ایجاد مشتری کی قیمت کی ضمان کی شرط بائع پر
کرنے سے احتراز واجب ہو تاکہ ہمارے قول و غیرون کے قول کے موافق عقد بیع فساد سے محفوظ رہے لیکن یہ تحریر کرے

له بائع پر وہ چیز مشتری کو سپرد کرنا واجب ہوگی جو اِس بیع مذکورہ بیعنامہ مذا سے اُسپر واجب کیا ہو حتی کہ اگر یہ بیعنامہ ایسی
قاضی کے پاس پیش کیا جاوے تو وہ اِس بیع کے فاسد ہونے کا حکم نہ دیگا بلکہ اُسکے مذہب کے موافق جو چیز بحکم اِس بیع
کے بذمہ بائع واجب ہوگی اُسکا حکم بائع پر صادر کریگا اور واضح ہو کہ یہ تقریر امام طحاوی کی اگر چہ عقد بیع کو فساد سے بچاتی
ہو لیکن یہان حق مشتری کی صیانت اِن چیزون سے جو عمارت و درخت و زراعت ایجاد کی ہین نہین ہے اسواسطے کہ
امام طحاوی نے یہ تحریر نہین کیا کہ جو درک اُنکو اِن چیزون مین سے کسی چیز کا ہو تو اُسکے بحکم بائع ایجاد کی بابت پیش
آوے حالانکہ اُسکا ذکر کرنا بعض اہل علم کے قول سے ضرور تھا تاکہ نقصان جو اُسپر اُنکی قیمت مین
پیش آوے اُنکی بیان ہو حالانکہ ابن ابی لیلیٰ کے قول کے موافق ضمان صحیح ہوتا ہے تو مشتری کے بائع سے رجوع کرنے کے
واسطے اسکا ذکر کرنا ضرور ہے کیونکہ شیخ ابن ابی لیلیٰ رحمہ کے نزدیک جب تک ... لازم نہو تب تک ضمان صحیح نہین
ہے پس اسکا حیلہ یہ ہے کہ ان چیزون کا ضمانت نامہ علیحدہ تحریر کرے یا اِن چیزون کی ضمانت کا ذکر بیعنامہ مین تحریر کرے اور
لکھدے کہ یہ ضمانت بائع کی طرف سے اِس بیع مین مشروط نہ تھی بلکہ بعد بیع کے اُسکی ضمانت کرلی ہے اور ان چیزونکی مقدار
قیمت ایسی ذکر کردے کہ اہل مرکا یقین اُسکو ہو کہ ان چیزونکی قیمت اِس سے ... سے ہزار درم تک یا دو ہزار درم تک
پہونچیگی تو القیاس پس عقد فاسد ہونے سے بھی احتراز ہو جائیگا اور حق مشتری کی حفاظت بھی ان چیزون مین جنکو وہ ایجاد
کریگا از قسم عمارت و درخت و زراعت حاصل ہو جائیگی یہ تقریر مین ہو چکا امام محمد رح نے فرمایا کہ گواہ ہوے یعنی گواہان ممیان
گواہ ہوے اور بعض اہل شروط اِس عبارت کو اول تحریر ... ہین وہ یہ ہے جسپر گواہ لوگ گواہ ہوے اور ہمارے
نزدیک احسن یہ ہے کہ اُسکو اخیر مین تحریر کرے اسواسطے کہ گواہ لوگ اپنی گواہی آخر مین تحریر کرتے ہین پس اِس لفظ کا ذکر کرنا
بھی وہین بہتر ہے جہان گواہ لوگ اپنے اسمائے نام ثبت کرتے ہین یہ مبسوط مین ہے اور امام محمد رح نے اسی پر اقتصار کیا اور کچھ اور ذکر
نکیا اور امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف بھی اسی پر اقتصار کرتے تھے یعنی گواہ ہوے اور اہل شروط یوسف بن خالد و ہلال و ابو زید نے
اسپر عبارت بڑھائی ہے پس یوسف بن خالد و ہلال یون تحریر فرماتے تھے کہ گواہان ممیان تحریر ہذا فلان و فلان تمام اُس
چیز کی جو اِس تحریر مین ہے اور دونون کے اِس اقرار کی کہ دونون نے جو کچھ اِس تحریر مین بیان ہے سمجھ لیا ہے درحالیکہ دونون صحیح
تھے اور دونون کے تصرفات جائز تھے گواہ ہوے اور یہ ماہ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا اور شیخ ابو زید اِس طرح لکھتے تھے
کہ گواہان ممیان گواہ ہوے فلان و فلان کے تمام اُس چیز کے اقرار پر جو ہماری اِس تحریر مین مذکور و موصوف ہے اور اِس اقرار
پر کہ دونون نے تمام اُسکو جو اِس مین مذکور ہے سمجھ لیا بعد اِسکے کہ دونون کو یہ تحریر پڑھ کر سنائی گئی اور دونون نے اقرار کیا کہ ہم دونون
نے اِسکو حرفاً حرفاً سمجھ لیا ہے اور دونون نے ان گواہون کو تمام اُس چیز کا جو اِس تحریر مین ہے اپنے اوپر گواہ کر لیا اپنی صحت عقول
و ابدان و جواز تصرفات کی حالت مین درحالیکہ بطوع خود بدون اکراہ و اجبار کے ایسا کیا اور درحالیکہ ان دونون کے امور مین
اُنپر کوئی متولی نہ تھا بلکہ یہ دونون خود اپنے مالون کے مختار تھے یہ دونون کسی بات مین مجبور نہ تھے اور نہ ایک مجبور تھا اور دونون
کو مرض وغیرہ کی کوئی علت نہ تھی اور یہ تحریر ماہ فلان سنہ فلان مین لکھی گئی اور یوسف بن خالد و ہلال نے گواہون کی گواہی
باثبات تمام مرقومہ بیعنامہ اختیار کی اور شیخ ابو زید نے دونون متبایعین کے تمام مرقومہ بیعنامہ کے اقرار کی گواہی اختیار کی
اور ہمارے بعض متاخرین مشائخ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ تحریر مین بعضی ایسی بات ہوتی ہے جسپر گواہ لوگ حقیقۃً واقف ہوتے
ہین چنانچہ خرید و فروخت و قبضہ ثمن و قبضہ مبیع و تفرق متعاقدین بابدان و ضمان درک وغیرہ اور بعضی ایسی بات ہوتی ہے جسپر گواہون کو

حقیقۃً وقوف نہین ہوتا ہو چنانچہ بیع مین معنی تلجیہ ہونا و شبہ ہونا اور مقدار ثمن واقعی کیونکہ احتمال ہو کہ دونون نے در پردہ قرارداد کر لی ہو کہ بیع بطور تلجیہ ہو اور ظاہر مین دکھلانے و سنانے کو بیع کرتے ہون اور نیز در پردہ قرارداد ہو کہ بیع بعوض ہزار درم کے ہو اور ظاہر اً دو ہزار درم کہتے ہین اسی طرح متبایعین کا مبیع دیکھ لینا یہ بھی ایسی بات ہو کہ حقیقۃً اسپر گواہ واقف نہین ہو سکتے ہین اسواسطے کہ آدمی دوسرے کے دیکھ لینے کو کیونکر جان سکتا ہو ہان یہ دیکھ سکتا ہو کہ وہ اُس طرف آنکھ سے متوجہ ہو اور بسا اوقات آدمی آنکھ ایک چیز کیطرف کرتا ہو اور اسکو نہین دیکھتا اور نہ واقف ہوتا ہو اور اسی طرح تحریر کتابت مین جو کچھ ہو اُسپر دونون متعاقدین کا علم ہو جانا بھی ایسا ہی ہو کہ گواہ لوگ حقیقۃً اُس سے واقف نہین ہو سکتے ہین مگر یہ باتین ایسی ہی ہین کہ متعاقدین کے اقرار ہی سے لوگون کو وقوف ہوتا ہو اور گواہ ہونا اور اس گواہی کو اپنے ذمہ لینا اُسی قدر صحیح ہو جتنا گواہ کو وقوف ہو پس جبکو گواہ نے حقیقۃً معلوم کیا ہو تو اُسمین اُنکی گواہی باثبات لکھنی چاہیے کیونکہ اُس سے وہ لوگ حقیقۃً واقف ہوے ہین اور جس سے حقیقۃً واقف نہین ہوے ہین اُس مین متعاقدین کی اقراری گواہی تحریر کرے پس یون لکھنا چاہیے کہ گواہان مسمیان تمام مرقومہ بیعنامہ کے باین طور شناہد ہوے کہ جسکا اُنکو حقیقۃً وقوف ہوا ہو اُسکے باثبات اور جنکا حقیقۃً وقوف نہین ہوا ہو اُسکے باقرار متعاقدین پھر یوسف بن خالد و ہلال نے یون لکھا کہ دونون کی حالت صحت و جواز تصرفات مین۔ اور ابوزید نے لکھا کہ دونون کی صحت عقل و جواز تصرفات کی حالت مین اور طحاوی نے لکھا کہ دونون کی صحت عقل و جواز تصرفات کی حالت مین اور جو طحاوی نے تحریر فرمایا ہو یہ اوثق و احوط ہو اور آیا گواہون کا متعاقدین کی روشناسی نام ونسب سے پہچاننا بھی تحریر کیا جاوے اور شیخین و ہلال اسکو تحریر نہین فرماتے تھے اور ان دونون کے سوائے اہل شروط تحریر فرماتے تھے اور بعضے متاخرین مشایخ نے فرمایا کہ اگر دونون متعاقدین لوگون مین مشہور ہون تو اسکے لکھنے کی حاجت نہین ہو اور اگر مشہور نہون تو اسکا لکھنا ضرور ہو کیونکہ گواہون کو دونون کے مواجہ مین ادائے گواہی کی ضرورت ہو پس دونون کی روشناسی ضرور ہو تاکہ دونون پر گواہی دیسکین اور نیز دونون کے غیبت مین اور دونون کی موت کے بعد ادائے شہادت کی ضرورت ہوتی ہو تو اُنکا نام ونسب پہچاننا ضرور ہو اور متعاقدین کے اقرار پر کہ ہمارا یہ نام ونسب ہو اعتماد کرنا جائز نہین ہو شاید ہر ایک اپنا نام ونسب غیر کا نام ونسب بیان کرے تاکہ گواہون کو فریب دے بدین غرض کہ غیر کی ملک سے مبیع نکال لے پس شاید متعاقدین کے قول پر اعتماد کرنا غیر متعاقدین کی ملک کھو دے اور یہ ایسی بات ہو کہ اس سے بہت لوگ غافل ہین کہ وہ لفظ بیع و شرا و اقرار بقبضہ باہمی ایسے دو شخصون سے سُن لیتے ہین جنکو پہچانتے نہین ہین پھر جب بعد موت صاحب مبیع کے اُنسے گواہی طلب کیجاتی ہو تو اُسی نام ونسب پر گواہی دیتے ہین حالانکہ اُنکو اسکا علم نہین ہو پس اس سے احتراز کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی املاک باطل ہو جانے سے بچین اور خود خداع و مجازفت سے محفوظ رہے۔ پھر گواہ کو نسب کا حال معلوم ہونیکا طریقہ یہ ہو کہ اتنے لوگ اُسکو خبر دین جنکا جھوٹ بات پر اتفاق کرنا غیر متصور ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو اور صاحبین کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین اس بات کی گواہی دین پس اگر نسب کی گواہی برداشت کرنے کا قصد کیا اور ایسی جماعت کا حاضر کرنا دشوار ہوا جسکی امام اعظم رح نے شرط کی ہو کہ علم نسب اسطور سے حاصل ہو لیجائے تو یہ کرنا چاہیے کہ گواہون کے پاس دو گواہ اس نسب کی گواہی دین پس ان گواہون کی گواہی پر یہ گواہ ہون حتی کہ جب ادائے شہادت کی حاجت پیش آوے تو نسب پر ان گواہون کی گواہی پر گواہی دین اور جو بیعنامہ مین تحریر ہو اُسکی اپنی ذاتی گواہی دین

اور کسی عورت کی گواہی برداشت کرنے کے واسطے بعض مشایخ کے نزدیک اُسکا چہرہ دیکھنا ضرور ہی اور فقط اتنے پر کہ گواہون کو
پہچنوا دیا کہ یہ فلانہ ہی گواہون کو اسپر گواہی حلال نہین ہی اور درحالیکہ وہ عورت غائب ہو یا مرگئی ہو اور گواہون کو اُسپر
گواہی دینے کی ضرورت پیش آئی کہ نام و نسب کی گواہی ادا کرین تو نام و نسب کی گواہی برداشت کرنا صحیح ہونے کے
واسطے وہی طریقہ ہی جو ہمنے مرد مجہول کی صورت مین بیان کیا ہی کہ امام اعظم رح کے نزدیک ایک جماعت گواہی دے جنکا
دروغ پر اتفاق کرنا متصور نہو اور صاحبین رح کے نزدیک دو گواہ گواہی دین اور ہمنے یہ صورت پوری کتاب الشہادت
مین ذکر کردی ہی اور اگر درک کا کوئی کفیل ہوا تو فرمایا کہ اگر درک کیواسطے مشتری نے بائع سے کوئی ضامن مانگا تو کیونکر تحریر لکھنا
چاہیے تو مسئلہ دو طرح پر ہی یا تو فقط درک کا کفیل لیا اور کسی بات سے تعرض نکیا - یا تمام اُس حق کا جو اس بیع کیوجہ سے مشتری کا
بائع پر واجب ہوا یعنی ثمن و قیمت ایجاد عمارت و زراعت و درخت وغیرہ سب کا کفیل لیا پس چاہیے جس طرح کفالت لی ہو ہر حال
جائز ہی اسواسطے کہ یہ ایسے قرضہ کی کفالت ہی جو عنقریب واجب ہوگا اور ایسی کفالت جائز ہی یہ کتاب الکفالۃ مین معلوم ہو چکا ہی
لیکن پہلی صورت مین کفیل پر وقت درود استحقاق کے فقط ثمن واپس کرنا واجب ہوگا اور قیمت عمارت و زراعت و درخت مین سے
کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ جب درک مطلقًا بیان کیا جاوے تو عرف مین اس سے یہی مراد ہوتی ہی کہ استحقاق کے وقت ثمن
واپس کرے پس کفالت بدرک اسی طرف راجع ہوگی اور کسی طرف راجع نہوگی پس خرید کی تحریر لکھنے کے بعد یون لکھیگا کہ جو کچھ
اس دار کی بابت درک پیش آوے تو فلان یعنی بائع پر و فلان یعنی کفیل پر اسکا خلاص واجب ہی پس مشتری کو اختیار ہی کہ چاہے
دونون کو ماخوذ کرے یا دونون کو متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہان تک کہ دونون اُسکو یہ اسپرد کرین یا اسکا
ثمن جو چنین چنان ہی واپس کرین اور ایسا ہی امام محمد رح نے کتاب مین ذکر کیا ہی اور دونون کے ماخوذ کرنے کا اختیار اسواسطے
لکھا کہ ابن ابی لیلی کے قول سے احتراز ہو جاوے اسواسطے کہ ابن ابی لیلی کا یہ مذہب ہی کہ کفالت مثل حوالہ کے اصیل کو
بری کر دیتی ہی لیکن اُس صورت مین بری نہین کرتی ہی کہ جب کفالت مین یہ شرط کر لیجاوے کہ اُسکو اختیار ہی کہ دونون
مین سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور دونون کا متفرق ایک بعد دوسرے کے ماخوذ کرنا اسواسطے لکھا کہ ابن شبرمہ کے
قول سے احتراز ہو کہ ابن شبرمہ کے نزدیک کفالت موجب برأت اصیل نہین ہی لیکن حقدار نے اگر اصیل و کفیل دونون مین سے
کسی کا دامن پکڑا اور اس سے مطالبہ کیا تو دوسرا مطالبہ سے بری ہو جائیگا لیکن اُس صورت مین بری نہوگا کہ جب کفالت
مین یہ شرط کر لی کہ اُسکو اختیار ہی کہ ایک بعد دوسرے کے دونون سے مطالبہ کرے کذا فی الذخیرہ اور شیخ الاسلام نے اپنی
شرح مین فرمایا کہ مشایخ نے فرمایا کہ اس مقام پر اور شرطین بھی ہین جنکا ذکر کرنا ضرور ہی از انجملہ یہ ہی کہ کفیل نے کفالت کی بدون
لیکے کہ یہ بات بیع مین شرط کیجاوے اسواسطے کہ بیع بشرط الکفیل قیاسًا نہین جائز ہی اور اسی کو زفر رح نے اختیار کیا ہی پس شیخ
زفر کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے اسکا لکھنا ضرور ہی اور از انجملہ یہ لکھے کہ کفالت بحکم بائع تھی اسواسطے کہ عثمان لیثی
کا مذہب یہ ہی کہ بدون حکم مکفول عنہ کے کفالت صحیح نہین ہوتی ہی پس بائع کا حکم اس قول سے احتراز ہونے کے واسطے
تحریر کر دے - از انجملہ یہ لکھے کہ مکفول لہ یعنی مشتری نے مجلس کفالت مین اس کفالت کی بمخاطبت اجازت دیدی اسواسطے کہ
امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہی کہ غائب کیواسطے کفالت جائز نہین ہی جبکہ اُسکی طرف سے قبول پایا جاوے
سوائے ایک خاص صورت کے اور یہ سب کتاب الکفالت مین معلوم ہو چکا ہی پس مشتری کا بمخاطبت مجلس کفالت مین اجازت
دینا دونون اماموں کے قول سے احتراز ہونے کے واسطے لکھنا ضرور ہوا اور از انجملہ یہ ہی کہ یہ بھی لکھنا چاہیے کہ بائع و کفیل

ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی اجازت سے دوسرے کے نفس کا بھی کفیل ہو اسواسطے کہ بسا اوقات دونون مین سے ایک غائب ہوتا ہو اور دوسرا تنگدست ہوتا ہو پس اس سے مشتری کو اپنا حق وصول نہین ہو سکتا ہو پس اسکو دوسرے کے نفس کا کفیل کر دے تاکہ ایسی حالت مین اُس سے دوسرے غائب کے حاضر لانے کا مواخذہ کرے پس اس غائب کی طرف سے اپنا حق وصول پاویگا اور کفالت بحکم بائع بغرض احتراز از قول عثمان لیثی رح تحریر کرے۔ اور از انجملہ یہ ہو کہ یہ لکھدے کہ اس بیع کیوجہ سے بائع یا کفیل کسی پر جو دعوی مشتری کی زندگی مین یا موت کے بعد کرے با این طور کہ وارث مشتری دعوے کرے اس دعوی کی خصومت کا ہر ایک ان دونون مین سے دوسرے کیطرف سے وکیل ہو وکالت صحیحہ بدین شرط ہو کہ جب اس وکالت کو فسخ کرے تو پھر اسکے بعد وہ وکیل بدستور ہو جائیگا پس اسکا ذکر کرنا ضرور ہو تاکہ مشتری کو وثوق حاصل ہو اسواسطے کہ جب تک مال اصیل پر واجب نہوگا تب تک کفیل پر واجب نہوگا اسواسطے کہ کفیل نے اصیل کیطرف سے برداشت کرنا ہو اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہو کہ مشتری پر بائع کی غیبت مین استحقاق ثابت ہونا ہو حالانکہ کفیل حاضر ہوتا ہو اور مشتری کفیل پر دعوی کر کے اپنا استحقاق بائع پر ثابت نہین کر سکتا ہو اسواسطے کہ کفیل اس غائب کیطرف سے خصم نہین ٹھہرتا ہو درحالیکہ کفیل اس غائب کی طرف سے وکیل خصومت مقرر نہو خواہ کفالت اسکے حکم سے ہو یا بدون اُسکے حکم کے ہو یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہو ایسا ہی امام ابو یوسف رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو پس کفیل سے مطالبہ کرنا ممکن نہوگا اور امام ابو یوسف رح نے املاء مین فرمایا کہ اگر کفالت بحکم ہو تو بائع کیطرف سے کفیل خصم ٹھہریگا اور اگر بلاحکم ہو تو بائع کیطرف سے کفیل خصم نہ ٹھہریگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا کہ کفیل بہرحال خصم ٹھہریگا خواہ کفالت بحکم بائع ہو یا بحکم نہو پس ہرگاہ مسئلہ مین مذکور سے اختلاف ہو تو ہر ایک کیواسطے دوسرے کی طرف سے وکالت بروجہ مذکور تحریر کرنا چاہیے تاکہ اس اختلاف سے احتراز ہو اور لازم یہ ہو کہ خصومت مین کفیل از جانب بائع وکیل کیا جاوے تاکہ بائع کی غیبت مین مشتری کو بائع پر اپنا حق ثابت کرنے کا قابو ہاتھ آوے کہ کفیل سے مطالبہ کرے اور رہا کفیل کو بائع کیطرف سے وکیل خصومت کرنے کی کچھ حاجت نہین ہو سواسطے کہ مشتری بسبب بیع مذکورہ بیفائدہ کے جو کچھ اُسپر دعوی کریگا بائع اسکا اصیل ہوگا اور مشائخ رح نے اسکی وجہ اور فائدہ بیان کیا ہو مگر ہمکو ظاہر نہین ہوا۔ یہ سب اس صورت مین ہو کہ فقط ضمانت درک کا کفیل لیا ہو اور اسکے سوائے کسی بات سے تعرض نکیا ہو اور اگر تمام اُس حق کا جو اس بیع کے سبب سے مشتری کا بائع پر واجب ہوا ہو کفیل لیا تو کفالت کو بتعیین تمام تحریر کرے جنکو ہمنے بیان کر دیا ہو اور قیمت عمارت و درخت و زراعت مین جس مقدار کی کفالت کی ہو اُسکو بیان کر دے کہ ایک درم سے ہزار درم تک مثلاً پس ایسی مقدار ذکر کرے کہ معلوم ہو کہ غالباً قیمت عمارت و درخت و زراعت اس سے زائد نہوجائیگی و اللہ تعالی اعلم بالصواب اور اگر ایسے شخص سے جسکی طرف سے اس بیع مین جھگڑا کرنے کا خوف ہو یہ اقرار لیا کہ یہ بیع اسکی رضامندی سے ہوئی ہو اور اسکو اسمین کچھ تنازع نہین ہو مثلاً بائع کا بیٹا یا جورو یا باپ ہو کہ جسکی طرف سے یہ گمان ہو کہ مبیع مین بوجہ خرید وغیرہ کے اسکا کچھ دعوی ہوگا تو بعد تحریر درک کے اس طرح لکھے کہ فلان بن فلان یعنی اس بائع کے بیٹے نے یا فلانہ بنت فلان اس بائع کی جورو نے بطوع خود بحالت استجماع شرائط صحت اقرار کے ایسا اقرار جو اس بیع مین مشروط نہین اور ملحق نہین ہو اس طرح کیا کہ جمیع دار محدود مذکورہ بعینہ ہذا اس بائع فلان کی ملک و حق تھا اور اسنے اپنی ذاتی ملک کو فروخت کیا ہو اور میرا اس سب مین یا اسمین سے کسی جزو مین کچھ دعوی و کچھ حق نہین ہو اور یہ مشتری اب اس دار مذکورہ کا بنسبت میرے اور بنسبت سب آدمیون کے مستحق ہو گیا ہو اور اگر مین اس معاملہ مین اس مشتری پر کبھی کوئی دعوے کرون تو میرا دعوی باطل و مردود ہو اور اس مقرلہ نے اُسکے اس اقرار کی بالمشافہ تصدیق کی

پھر انھون نے لیئے اور پراس بات کے گواہ کر لیے یا اس طرح لکھے کہ فلان نے بطریق مذکورہ بالا تحریر کر کے لکھے کہ یا قرار کیا کہ سب
جو کچھ اس تحریر مین بیان کیا ہے بیع و قبضہ ثمن و تسلیم بیع و ضمان درک از جانب بائع بذا المذکور مین بیع یہ سب ایسی حالت مین ہوا کہ میری
طرف سے اِس بائع کیواسطے حکم و اجازت و رضامندی تھی اور میرا اس سب مین کچھ حق و کچھ دعوی نہین ہے آخر تک موافق مذکورہ
بالا تحریر کرے یا ابتداے تحریر مین اس طرح لکھنا شروع کرے کہ فلان محجور کی نے فلان محجور وہی ہے باجازت فلان فلان محجور سے
کے خرید کیا۔ اور قبضہ ثمن کے وقت بھی فلان کا حکم و اجازت تحریر کرے اور اگر معقود علیہ دو دار ہون پس اگر دونون متلاصق
ہون تو لکھے کہ ہر دو دار متلاصقہ جو شہر فلان کے محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہین یعنی مع حدود وغیرہ سب جیسا کہ بیان ہوا
ہے تحریر کرے پھر حدود کی تحریر سے فارغ ہو کر لکھے کہ مع دونون کے حدود تمام کے و دونون کے حقوق کے دونون کی
زمین و دونون کی عمارت اور دونون کے سفل و دونون کے علو کے و مع دونون کے سب مرافق کے و ہر حق کے جو
دونون کے واسطے ثابت و دونون مین داخل ہے یا دونون سے خارج ہوا اور جو قلیل و کثیر کہ جو دونون کیواسطے اور دونون
مین اور دونون سے دونون کے حقوق مین سے ہے پھر تحریر کو موافق بیان مذکورہ بالا ختم کرے یا اور اگر دونون دار ایک دوسرے
سے جدا ہون پس اگر دونون ایک ہی کوچہ مین واقع ہون تو لکھے کہ تمام دونون دار علیحدہ علیحدہ جو کہ شہر فلان کے محلہ فلان کوچہ
فلان مین واقع ہین پھر دونون مین سے ہر ایک کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کرے پھر تحریر کو موافق مذکورہ بالا ختم کرے
اور اگر دونون مین سے ہر ایک دار ایک علیحدہ کوچہ مین واقع ہو پس اگر یہ دونون کوچہ ایک ہی محلہ کے ہون تو لکھے کہ پس ان
دونون مین سے ایک دار شہر فلان کے محلہ فلان فلا کوچہ فلان مین مسجد فلان کے سامنے واقع ہے اور اسکے حدود بیان کرے
پھر اسکے حدود سے فارغ ہو کر لکھے کہ اور ان دونون مین سے دوسرا دار شہر فلان کے اسی محلہ کے فلان کوچہ مین واقع ہے پھر اسکے
حدود تحریر کرے پھر بیعنامہ کو بدستور سابق ختم کرے اور اگر دونون کوچہ دو محلون کے ہون تو تفصیل کر دے کہ پس ان
دونون مین سے ایک دار فلان محلہ مین اور دوسرا دار فلان محلہ مین ہے پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے پھر اگر ثمن مین تفصیل
ہو تو ہزار درم ثمن ذکر کرنے کے بعد تفصیل بیان کر دے کہ اس ثمن مین سے چھ سو درم اس دار کا حصہ ہے جسکے حدود اولاً
بیان کیے ہین اور چار سو درم اس دار کا ثمن ہے جسکے حدود پیچھے بیان کیے گئے ہین پھر تحریر کو بدستور سابق ختم کرے۔ اور اگر
معقود علیہ ایک دار مین سے ایک بیت متعین ہو تو لکھے کہ تمام بیت سرائی یا گرمائی یا تمام بیت اول یا تمام مطبخ یا تمام بیت ہزار
یا تمام بیت اصطبل یا تمام بیت خشاب کو فلان سے خریدا اور اگر مع اسکے بالاخانہ کے خریدا ہو تو لکھے کہ تمام بیت فلان مع اسکے
بالاخانہ کے یا لکھے کہ مع اُسکے جو اسکے اوپر بالاخانہ ہے منجملہ تمام دار کے جو شامل بیوت ہے جو محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہے پھر حدود
دار لکھدے پھر اس دار مین سے اس بیت کے واقع ہونے کی جگہ کہ وہ اندر جانے والے کے داہنی جانب ہے یا بائین جانب یا
سامنے ہے جیسا ہو لکھدے اور یہ کہ یہ بیت داہنی طرف یا بائین طرف ہے بیوت مین سے اول ہے یا ثانی ہے یا ثالث ہے اور اس
بیت کے حدود بھی لکھے پھر لکھے کہ یہ بیت مع اپنے حدود و حقوق و راستہ کے جو صحن دار سے دروازہ فلان ہو سب لکھے اور چاہیے
کہ راستہ کی مقدار لکھدے اگرچہ ہمارے نزدیک راستہ کی مقدار بقدر دروازہ فلان ہوتی ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک اسکی کوئی
مقدار مقرر نہین ہے پس مجہول ہوئی تو موجب فساد عقد ہوگی پس راستہ کا چوڑاو تحریر کر دے تاکہ ان علماء کے قول سے احتراز
ہو اور اگر فقط سفل خریدا ہو یا بالاخانہ خریدا ہو تو لکھدے کہ مبیع فقط سفل ہے اسکا علو فلان یعنے بائع کا ہے اسمین سے کچھ بیع
مین داخل نہین ہوا ہے اور قولہ اسمین سے کچھ بیع مین داخل نہین ہوا ہے یہ ذکر کر دیا حالانکہ بالاخانہ بدون صریح ذکر کے بیت کی

بیع مین داخل نہین ہوتا ہو لیس اسواسطے ذکر کردیا کہ کوئی وہم کرنے والا وہم نکرے کہ جس طرح دار کی بیع مین بلا نصا نہ داخل
ہوجاتا ہو اسی طرح شاید بیت کی بیع مین داخل ہوا ہو پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے بیان کردیا واللہ تعالیٰ علم بالصواب
اور اگر معقود علیہ دار کا کوئی ٹکڑا اسقدر ہو تو لکھے کہ دار مین سے پورا حصہ مقدرہ مقسومہ معلومہ خریدا اور دار کے حدود بیان
کرے اور یہ ٹکڑا اس دار مین سے نصف ہو اور اس دار کے دروازہ سے اندر جانے والے کے داہنی جانب ہوتا ہو
اور وہ اتنے بیت و صفہ و اس دار کے صحن سے اتنا ٹکڑا ہو اور مساحت مین اسقدر گز طول و اسقدر عرض ہو اور اسکے
حدود اربعہ یہ ہین کہ ایک حد ملاصق اس دار کی بیت بیرونی سے ہو اور دوسری اس دار کی بیت گرمائی سے ملاصق ہو اور
اسی طرح سوم و چہارم بر جستہ واقع بیان کردے اور اگر دار خرید کردہ شدہ مین سے کوئی بیت وقت خرید کے استثنا کیا گیا ہو
تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت کو سوائے بیت واحد مع اسکے بالاخانہ کے یا سوائے بیت واحد مع اسکے علو کے یا بدون بیت
واحد کے خریدا اور یہ دار فلان جگہ واقع ہو اور اسکے حدود بیان کرے اور یہ بیت جو استثنا کیا گیا ہو اس دار کے فلان
جگہ پر واقع ہو اور اسکے حدود بیان کردے۔ اور بیت مستثنیٰ کے حدود بیان کرنے کی جہالت اسواسطے ہوئی اگرچہ وہ
مبیع نہین ہو کہ اگر وہ مجہول رہے تو اسکی جہالت موجب جہالت مستثنیٰ منہ ہوگی جو مبیع ہے پس اس مشتری بھی مذکورہ تحریر نے
اس بائع مسمیٰ مذکورہ سے تمام یہ دار محدودہ مذکورہ تحریر ہذا مع اسکے سب حدود و حقوق زمین و عمارت و سفل و
علو و راستون کے و مع ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین اسکے حقوق سے ہو اور مع اسکے ہر حق کے جو اسمین داخل و اس سے خارج
ہو سوائے اس بیت کے جو اسمین سے مستثنیٰ کیا گیا ہو کہ سوائے اس بیت مع اسکے حدود و حقوق زمین و عمارت و اس بیت
کی راہ تا دروازہ کلان کے الی آخرہ اسقدر ثمن کے عوض خریدا اور بیت کا راستہ اسواسطے ذکر کرنا ضرور ہو کہ بدون اسکے
بائع کو اپنے بیت تک آمد و رفت رکھنے کا اختیار نہوگا پس اسکو ضرر پہونچیگا اور یہ امر ایسی چیز مین واقع ہوا جسپر بیع نہین واقع ہوئی
ہو پس دونون بائع و مشتری میں نزاع ہوگا جیسا کہ چھت کی ایک دھنّی فروخت کرنے کی صورت مین ایسی نزاع کی وجہ سے بیع فاسد
ہوتی ہو کذا فی المحیط اور معائنہ کر لینے کا بیان تحریر کے وقت لکھے کہ مشتری نے اس بیت مستثنیٰ کو بھی دیکھ لیا اور
پہچان لیا۔ اور اسکا لکھنا ضرور ہو اور ایسا ہی امام محمد رحنے اصل مین ذکر کیا ہو اور یہ اسوجہ سے ہو کہ مستثنیٰ کا دیکھنا ضرور ہو
تاکہ خیار رویت باقی نرہے اور تاکہ بالاتفاق علماء بیع جائز ہو جاوے اور بیوت مین باہم از راہ منافع کے تفاوت ہوتا ہو پس
بدون مستثنیٰ دیکھنے کے مستثنیٰ معلوم نہوگا اور جب مستثنیٰ مجہول رہا تو مستثنیٰ منہ مجہول ہو جائیگا اور وہ مبیع ہو پس اسوجہ سے
مستثنیٰ کو دیکھنا شرط کیا گیا اور یہ مسئلہ شروط الاصل کے مختصات سے ہو کیونکہ باقی کتب شروط مین صرف مبیع کا دیکھنا شرط
کیا گیا ہو۔ اور بعضے اہل شروط ایسی صورت مین یون لکھتے ہین کہ مشتری نے بائع سے خرید کیا تمام وہ دار جو فلان مقام
پر واقع ہو بعوض اسقدر ثمن کے بدین شرط کہ اس مین سے ایک بیت بائع کے واسطے ہو۔ اور یہ تحریر خطا ہو اسواسطے
کہ بیع تمام دار کی بدین شرط کہ اس مین سے ایک بیت بائع کے واسطے ہو فاسد ہو کیونکہ ثمن دار مجہول ہوگا اسواسطے
کہ ایسی صورت مین مشتری دار کو سوائے بیت مذکور کے بعوض اسقدر ثمن کے جو درصورت باقی دار و بیت مذکور پر ثمن
تقسیم کرنے کے باقی دار کے حصہ مین پڑے خریدنے والا ہو جائیگا بخلاف بیع تمام دار کے سوائے ایک بیت کے بعوض
اسقدر ثمن کے کہ یہ فاسد نہین ہو اسواسطے کہ ایسی صورت مین باقی دار کو بعوض پورے ثمن کے خریدنے والا ہوگا اور
یہ جائز ہو اسی طرح اگر غرفہ مستثنیٰ ہو تو اسکی بھی ایسی ہی صورت ہو کہ اگر اس غرفہ کے ساتھ دوسرا غرفہ بھی ہو تو غرفہ کی حد بھی

بیان کرے اور اگر وہ غرفہ نہو تو فقط اُس بیت کی حد بیان کرے جسمین یہ غرفہ ہو کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر معقود علیہ دار مین سے ایک حصہ غیر مقسومہ ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہو کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے دو سہام مین سے ایک سہم خریدا اور وہ نصف حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہو یا تمام سہم واحد منجملہ تین سہام کے خریدا اور وہ تہائی حصہ مشاع منجملہ اس چیز کے ہو یا تمام سہم واحد از چہار سہام تمام خریدا اور وہ چوتھائی مشاع منجملہ اس چیز کے ہو۔ پھر جسمین یہ حصہ مبیع واقع ہو اسکے حدود بیان کرے اور حصہ مبیع کے حدود بیان نکرے بخلاف اسکے اگر مبیع دار مین سے کوئی حویلی معین یا بیت معین یا زمین مین سے کوئی معین ٹکڑا ہو تو ایسی صورت مین جس طرح دار کے حدود بیان کریگا اسی طرح منزل معین مذکور کے جو مبیع ہو حدود بیان کرنے ضرور ہونگے اور فرق یہ ہو کہ منزل تو دار مین سے ایک جگہ معلوم ہو آنکھوں سے معائنہ ہو پس اسکے حدود معلوم ہونگے جیسے کہ دار کے ہین اور دار مین سے حصہ شائع یعنی غیر مقسوم نظر سے معائنہ نہین ہو پس اُسکے حدود معلوم نہونگے اور نیز یہ وجہ ہو کہ دار کے حدود بیان کر دینا وہی حصہ مذکورہ کے واسطے ہونگے اسواسطے نصیب مذکور تمام دار مین شائع ہو پس حصہ کے حدود بیان کرنے کی حاجت نہین ہو۔ اور منزل معلوم تمام دار مین شائع نہین ہوتی ہو پس دار کی تحدید اُس منزل کی تحدید ہوگی۔ پھر جب قبضہ کا ذکر آوے تو لکھے کہ تمام دار پر قبضہ کر لیا اسواسطے کہ یہ حصہ پورے دار مین شائع ہو پس اُسپر قبضہ کرنا بدون قبضہ تمام دار کے ممکن نہین ہو بخلاف اسکے اگر مبیع منزل معین ہو تو اس صورت مین لکھیگا کہ اُسنے تمام اُس چیز پر جسکے حق مین بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا واقع ہوئی ہو قبضہ کر لیا اسواسطے کہ حویلی تمام دار مین سے ایک جگہ معین ہو پس بدون قبضہ تمام دار کے اُسپر قبضہ کرنا ممکن ہو اور بعضے محققین مشائخ نے فرمایا کہ یون لکھے کہ اُسنے حصہ مذکور پر قبضہ کر لیا یا لکھے کہ اُس نے تمام اُس چیز پر جسمین بیع مذکورہ بیعنامہ ہذا واقع ہوئی ہو اور وہ دار محدودہ مذکورہ کے دو سہام مین سے ایک سہم ہو قبضہ کر لیا اسواسطے کہ بیع سے بائع پر مبیع کا سپرد کرنا واجب ہوا ہو نہ غیر مبیع کا سپرد کرنا۔ اور نصف شائع پر قبضہ کرنا متصور ہو آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ حصہ شائع کا غصب متصور ہو چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے بہت کتابون مین تحریر فرمایا ہو کہ اگر دو شخصون نے غلام غصب کر لیا اور دو مرد جب ایک چیز کو غصب کرینگے تو ہر ایک اُنمین سے نصف غیر مقسوم کا غاصب ہوگا پس معلوم ہوا کہ غیر مقسوم کا قبضہ متصور ہو پس اُسپر قبضہ کرنا یون ہی بیان کرے جس طرح ہمنے بیان کیا ہو۔ اور جب متبایعین کے مبیع دیکھ لینے کے ذکر تک پہونچے تو لکھے کہ متبایعین نے تمام دار کو دیکھ لیا ہو اور جو حویلی منزل معین خریدی ہو تو فقط منزل کا دیکھ لینا تحریر کرے اسواسطے کہ منزل تمام دار مین سے ایک جگہ معین ہو پس فقط اُسکا دیکھ لینا ممکن ہو اور نصیب تو تمام دار مین شائع ہو پس اُسکا دیکھ لینا بدون تمام دار دیکھنے کے ممکن نہین ہو یعنی تمام دار دیکھنے کے ضمن مین اُسکا دیکھنا بھی آجائیگا۔ یہ سب اُس صورت مین ہو کہ تمام محدود بائع کی ملک ہو۔ اور اگر بائع کی ملک اُسی قدر ہو جو اُسنے فروخت کی ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اُس سے تمام اُس مقدار کو جسکو بائع نے اپنی تمام ملک و حق واپنا حصہ منجملہ تمام اُس چیز کے جسکے حدود بیان کیے گئے ہین بیان کیا ہو خریدا کیا اور یہ ایک سہم منجملہ دو سہام کے ہو۔ اور تمام ملک اسواسطے لکھے کہ زفر رح کے قول سے احتراز ہو جاوے کیونکہ شیخ زفر رح کا یہ مذہب ہو کہ اگر دو شریکون سے ایک شریک نے منجملہ دو سہام کے ایک سہم فروخت کیا تو بیع ہر دو شریک کے حصہ مین سے ایک سہم کی جانب راجع ہوگی پس بائع اپنے نصف حصہ کا فروخت کرنے والا ہوگا اسواسطے تمام ملک و حصہ لکھدے تا کہ بالاتفاق علما اپنے ہی تمام ملک کا فروخت کرنے والا ہووے واللہ تعالے اعلم اور اگر نصف باقی ابھی

مسئلہ بیان قبضہ بعض قبضہ کل الیہ مسلم ہے اور اسواسطے یہ کہ یون لکھے کہ اسنے مبیع شائع پر قبضہ کیا یا اس طور کہ کل دار پر قبضہ کر لیا ۱۲ منہ

مشتری کا ہووے تو لکھے کہ اور نصف باقی غیر مقسوم اس محدود مین سے ہی مشتری کا بوجہ خرید سابق یا میراث وغیرہ کے تھا پس اب تمام یہ محدود اسی مشتری کی ملک ہو گیا۔ اور اگر اس مشتری نے نصف شائع کو خرید کیا اور نصف باقی کو باجارہ لیا ہو تو نصف شائع کا بیعنامہ جس طرح ہمنے بیان کیا لکھکر گواہی کرانے سے پہلے لکھدے کہ اس بائع نے اقرار کیا ایسا اقرار کہ اس بیع مین مشروط نہین ہی اور نہ اسکے ساتھ ملحق ہی کہ مین نے اس دار محدودہ مین سے نصف مشاع جو میری ملک باقی رہا ہی بیان حدود کہ جسپر یہ عقد اجارہ واقع ہوا ہی اس مشتری کو ایک سال کامل کے لیے اسقدر درمون پر اجارہ دیا تاکہ اسکی نفع حاصل کرنے کی صورتون سے اس سے نفع اٹھاوے اور اجرت پیشگی لینا اور یہ کہ جو تصرف ہوا ہو اور ضمان درک بسبب تحریر کرے پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر معقود علیہ کسی بیت کا بالاخانہ ہو اسکا سفل نہو تو لکھے کہ خرید کیا اس سے وہ تمام غرفہ جو بیت سرائی یا گھر یا سرائی پر واقع ہی یا تنا منجملہ دار مشتملہ بیوت سے ہی اور دار کے حدود بیان کر دے پھر اس بیت کی جسپر علو ہی جگہ بیان کرے پھر اس بیت کے حدود بیان کرے اور علو کے حدود بیان نکرے پس بیت کے حدود بیان کرنے کی ضرورت تو اسوجہ سے ہی کہ وہ ایک وجہ سے مبیع ہی اسواسطے کہ علو کا قرار اسی پر ہی پس اسکے حدود بیان کرنے ضرور ہین اور علو کے حدود نہ بیان کرنے کی وجہ کہ بیت کے حدود بیان کرنے سے علو کے حدود بیان کرنے کی ضرورت نہین رہتی ہی۔ پس تمام یہ علو یا غرفہ جو اس بیت محدود مذکور پر جو اس دار محدودہ مین سے ہی مع اسکی پوری عمارت کے بدون اس غرفہ کے سفل کے خرید اکہ سفل اس غرفہ کا اس بیع مین داخل نہین ہوا اور اس غرفہ کا راستہ پکی یا لکڑی کی سیڑھی سے ہی۔ جو اندر جانیوالے کے دائین جانب اس دار کے صحن مین قائم ہی اور لکھدے کہ اس دار کی دہلیز مین ہی ایسا کہ اس دار کے دروازہ کلان مین ہوتی ہی اور لکھدے کہ اسکے داخل مین ہی یا خارج مین ہی۔ پس اگر اس غرفہ کے گرد اور غرفہ ہون تو اسکے حدود بھی بیان کرنے چاہییے ہین کہ ایک حد اس غرفہ کی غرفہ فلان ہی اور دوم وسوم وچہارم چنین وچنان ہی۔ اور امام محمد رحمہ نے شروط الاصل مین جس بیت پر غرفہ ہی اسکی مقدار مساحت کے گزون کا بیان ذکر نہین کیا اسی طرح امام طحاوی رحمہ نے بھی اپنے شروط مین اسکا ذکر نہین کیا اور امام خصاف رح اس بیت کے گزون کا بیان کرنا جسپر علو واقع ہی طول وعرض و بلندی کی ناپ شرط کرتے تھے اور ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی سے منقول ہی تاکہ جس وقت سفل منہدم ہو تو اسکی مقدار حق کی بابت دونون مین نزاع نہو اور مشائخ رحمہم اللہ نے کہا کہ بالاخانہ کے گزون کا ذکر کرنا بھی ضرور ہی اسواسطے کہ بالاخانہ کبھی بقدر سفل کے ہوتا ہی اور کبھی اس سے کم ہوتا ہی پس اسکا ذکر کرنا چاہییے تاکہ بالاخانہ منہدم ہو جانے کے بعد دوبارہ بنانے مین دونون مین جھگڑا نہو۔ امام محمد رح نے اصل مین فرمایا کہ پھر لکھے کہ بتمام حدود وآن۔ اور بعضے اہل شروط نے امام محمد رح پر اسکا عیب لگایا ہی اور کہا ہی بحدود وآن کہنے کے کچھ معنی نہین ہین اسواسطے کہ علو کی کوئی حد نہین ہی لیکن یہ عیب کچھ نہین ہی اسواسطے کہ جیسے سفل کی حد ہی ویسے ہی علو کی حد ہوتی ہی اسواسطے کہ حد نام ہی نہایت کا پس جیسے سفل کی نہایت ہی ویسے ہی علو کی نہایت ہو لیکن بات یہ ہی کہ سفل کی تحدید سے علو معلوم ہو جاتا ہی پس علو کی تحدید کی حاجت نہین رہتی ہی اور سفل ہی کی تحدید علو کی تحدید ہو جاتی ہی اور یہ نہین ہی کہ علو کے واسطے تحدید نہو۔ پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکی زمین نہ لکھے کہ معہ اسکی عمارت و زمین کے۔ اور شیخ خصاف رح اسکو نہین لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ علو کے واسطے زمین نہین ہی بلکہ وہ ہوا پر ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر قبضہ سے پہلے علو گر جاوے تو بیع باطل ہو جاویگی اور آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر مبیع

علو بعد اُسکے منہدم ہو جانے کے فروخت کرے تو نہین جائز ہو پس اُسکی زمین تحریر کرنے کا کچھ فائدہ نہین ہو اور اُسکے واسطے زمین ہی نہین ہو ولیکن ہم کہتے ہین کہ ارض الشئے وہ ہوتی ہو جسپر اس چیز کا قرار ہو اور علو کا قرار سفل پر ہو پس اسطور سے سفل اُسکے واسطے زمین ہوا پس جائز ہوا کہ یون لکھا جاوے کہ مع اُسکی عمارت اور زمین کے بسبب اسکے وقت ہو کہ پورے علو کا قرار سفل بائع پر ہوا اور اگر بعض علو بائع کے سفل پر اور بعض دوسرے اجنبی کے سفل پر ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جس مین سے بعض کا قرار اس بائع کے سفل پر ہو اور بعض کا قرار سفل فلان پر ہو اور جتنی عمارت جس جس سفل پر ہو اُسکی مقدار بیان کر دے۔ اسی طرح اگر یہ علو اس دار کے دو بیتون پر واقع ہو تو لکھے کہ ایسا علو خریدا جس مین سے بعض علو بیت گرما ہی پر اور بعض علو بیت سرما ہی پر اس دار کے بیتون مین سے دو بیتون پر ہو پھر دونون بیتون کے حدود بیان کر دے اور جس جس قدر عمارت علو کے ہر ایک بیت پر ہو اُسکی مقدار بیان کر دے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اگر معقود علیہ ایسا دار ہو جسکے سامنے ایک چھتا ہو تو لکھے کہ اُسنے تمام دار مشتملہ بیوت و تمام اُسکا سا باط جسکی لکڑیون کا ایک کنارہ اسی دار پر ہو اور دوسرا کنارہ ایک دوسرے دار پر ہو جو اس دار مبیعہ کے مقابل ہو اور اس چھتے کا طول بذراع پیمائش جو فلان شہر مین رائج ہو اسقدر اور عرض اسقدر اور زمین سے بلندی اسقدر اور شہتیر لکڑیان اتنی عدد ہین مع اُسکے حدود و حقوق و مرافق کے اسلئے آخرہ تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر معقود علیہ فقط سا باط ہو۔ تو لکھے کہ فلان بن فلان نے تمام سا باط جسکی لکڑیون کا ایک کنارہ فلان شخص کے دار پر ہو اور دوسرا کنارہ دار فلان پر ہو اور یہ فلان جگہ واقع ہو ان مثل مذکورہ بالا کے مفصل بیان کر دے اگر یہ چھتا کوچہ کے اندر لکڑیان قائم کر کے بنایا گیا ہو تو اُسکو بیان کر دے اور طول و عرض سا باط کی مقدار بیان کر دے اور لکڑیون کی تعداد بیان کرے جس طرح ہمنے اوپر ذکر کیا ہو اور اگر معقود علیہ علو بدون سفل کے اور سفل بدون علو کے ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان سے ایک دار مشتملہ بیوت مین سے اور اس دار کے حدود اربعہ بیان کر دے دو بیت خریدے کہ ایک بیت سفل ہو اور اُسکا علو اس بائع کا ہو اور دوسرا علو ہو کہ اُسکا سفل اس بائع کا ہو جس سفل کو خریدا ہو اور جس سفل کا علو خریدا ہو دونون سفل کے حدود علیحدہ علیحدہ بیان کر دے جیسا تنہا سفل یا علو خریدنے کی صورت مین مذکور ہوا ہو۔ اور اگر دار مبیعہ مشتمل ہوا ایک اصطبل و بھوسے کی کوٹھری و پائین باغ کو۔ تو لکھے کہ تمام دار جس مین بھوسے کی کوٹھری و اصطبل و پائین باغ شامل ہو جو فلان جگہ واقع ہو خریدا اور اگر اُس مین حمام شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت و حمام واقع مقام فلان خریدا اور مرافق دار ذکر کرنے کے بعد مرافق حمام بھی بیان کرے اور اگر دار مین چکی گھر شامل ہو تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ بیوت و آسیا خانہ جس مین ایک چکی دو پاٹون کی اور دو چکیان یا تین چکیان وغیرہ ہین جو فلان مقام پر واقع ہو خریدا اور بعد ذکر مرافق دار کے مرافق آسیا خانہ بھی ذکر کرے اور اگر اناج پیسنے کے واسطے ہو تو اس کو بیان کر دے اور تیل نکالنے کے واسطے ہو تو اسکو بیان کر دے اور نکالنے کی ہذا القیاس غیر شیء جو دار مین ہو بیان کر دے واللہ اعلم۔ اور اگر معقود علیہ دار کی فقط ایک دیوار ہو تو پہلے جاننا چاہیے کہ دیوار کی خرید تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دیوار کو مع اُسکی زمین کے خریدے پس ایسی صورت مین یون لکھے کہ تمام دیوار واقع مقام فلان محدود بدین حدود اور حدود دار بیان کر دے۔ مین نے پوری دیوار جو ایسی چیز سے بنائی گئی ہو خریدی۔ پھر لکھے کہ یہ دیوار اس دار کے فلان جگہ واقع ہو اور دار فلان کے متصل ہو اور اس دیوار کا طول

اس استقاره سے ایسی
علاوہ برین

استقدر اور عرض استقدر اور بلندی استقدر ہی اور اُسکی ابتدا فلان جگہ سے اور انتہا فلان جگہ تک ہی پس اس دیوار
کو مع اُسکے حدود و حقوق و زمین و عمارت و مع ہر قلیل و کثیر کے آخر تک موافق بیان سابق تحریر کرے۔ اور آیا یہ
بھی لکھے کہ مع اُسکے راستہ کے سو امام طحاوی نے فرمایا کہ اگر دیوار مذکور ملازق بدار مشتری یا متصل بطریق کلان ہو تو اسکو
نہ لکھے کیونکہ اس صورت مین راستہ کی ضرورت نہین ہی اور اگر ایسا نہو تو راستہ کا لکھنا ضرور ہی دوم آنکہ دیوار کو
بدون زمین کے بدین شرط خریدے کہ اُسکو منتقل کر لیگا اور ایسی صورت مین اسی طور سے لکھے جس طرح اُسکے دیوار مع
اُسکی زمین خریدنے کی صورت مین بیان ہوا ہی لیکن اس صورت مین یہ لکھے کہ اس دیوار محدود مذکورہ کی زمین چھوڑکر
فقط اسی کو خریدا ہی پس یہ زمین یا ہمین سے کچھ اس دیوار کی بیع مین داخل نہین ہی اور اس صورت مین راستہ کا ذکر لکھنا
ضرور نہین ہی اسواسطے کہ جب مشتری اُسکو منتقل کر لیگا تو اُس دیوار تک آمد و رفت کی ضرورت اُسکے واسطے نہین
رہیگی اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و اُنکے اصحاب لکھتے تھے اور بعض اہل شروط یون لکھتے ہین کہ فلان بن فلان نے
تمام دیوار کی ٹوٹن خریدی تاکہ اس بات کی دلیل ہو کہ مشتری کو اُسکے توڑنے اور منتقل کر لیجانے کا اختیار ہی اور طحاوی
فرماتے تھے کہ یہ خطا ہی اسواسطے کہ اگر اُسنے لکھا کہ تمام دیوار کی سب ٹوٹن خریدی اور دیوار ہنوز ٹوٹی ہوئی نہین ہی تو
غیر موجود چیز کا خریدنے والا ہوا اور یہ جائز نہین ہی چنانچہ اگر اس گیہون کا آٹا خریدا یا اس تلی کا تیل خریدا تو جائز نہین
ہی جبکہ ہنوز آٹا و روغن خارج موجود نہین ہی لیکن اسی طور سے جس طرح ہمنے بیان کیا ہی ایسے الفاظ سے لکھے کہ جس
سے معلوم ہو کہ مشتری کو اُسکے توڑنے کا اختیار ہی۔ وجہ سوم آنکہ دیوار کو مطلقاً خریدے تو اس صورت مین حکم یہ ہی کہ اُسکے
نیچے کی زمین بدون ذکر کے بیع مین داخل ہو جائیگی یہ حکم سب کے نزدیک ہی سوائے قول خصاف رح کے پس دیوار مع
زمین کا خریدنا تحریر کرے اور آخر مین کسی حاکم کا حکم لاحق کر دے کذا فی المحیط۔ اور اگر مبیع فقط عمارت بدون زمین کے
ہو تو لکھے جمیع عمارت دار اور دار کے حدود بیان کرے۔ پھر لکھے کہ فلان بن فلان سے تمام عمارت اس دار کے
بیوت و دروازے کی جوڑیان و چھتین و دیوارین و سقوف و دھنیان و عوارض و سہام دیواری و ہرادی اور
سب جو کچھ اُسمین پختہ و خام اینٹین و مٹی ابتدائے نیو سے لیکر انتہائے بلندی تک ہی بدون زمین کے خریدی اور اگر
زمین کا استثنا ذکر نکیا تو بھی جائز ہی اسواسطے کہ عمارت کے تابع زمین نہین ہوتی ہی کذا فی الظہیریہ۔ ولیکن اسواسطے
تحریر کر دی جاتی ہی کہ اسمین زیادہ وثوق ہی اور یون لکھنا بھی جائز ہی کہ تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان اور اسکے
حدود بیان کرکے خریدا پھر بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ دار محدود مذکورہ مع اپنی سب عمارت سفل و علو کے سوائے
زمین کے خریدا کہ زمین اس بیع مین داخل نہین ہوئی ہی اور اس صورت مین مع حدود کے تحریر نکرے پھر ایسی
صورت مین یا تو اس دار کی زمین اسی مشتری کی ہوگی اور اُسکے قبضہ مین ہوگی تو ایسی صورت مین اخیر تحریر مین گواہی
کرانے سے پہلے تحریر کر دے اور اگر اس بائع نے اقرار کیا کہ اس دار کی زمین مین میرا کچھ حق نہین ہی اور یہ اپنے تمام حدود
و حقوق کے ساتھ اس مشتری کے قبضہ مین ہی نہ میرے قبضہ مین اور نہ اور سب لوگون مین سے کسی کے قبضہ مین ہی
اور سب جو کچھ میرا اس زمین پر یا اس مین سے کسی مقام پر قبل وقوع اس بیع مذکور کے تھا اور یہ سب کر دے یہ سب
حق واجب لازم اس مشتری کا ہو گیا جو اُسکے حق مین معروف و معلوم ہوا ہی اور مین نے اس مشتری کے واسطے
کر دیا تمام وہ حق جو اس دار مین میرے واسطے واجب ہی یا واجب ہو میری زندگی یا میری وفات کے بعد اور

اس مشتری کو اپنے لیے قائم مقام کر دیا بدین شرط کہ ہرگاہ مین اس زمین سے جسکو مین نے اس مشتری کے واسطے کر دیا ہی
اور اسکو میان کر دیا ہی فسخ کردون تو وقت فسخ اور بعد فسخ کے وہ اس مشتری کے واسطے ویسا ہی ہو جیسا کہ قبل فسخ
کے تھا۔ اور اس مشتری نے جو کچھ بائع نے اسکے واسطے اقرار کیا ہو اور یہ سب جو کچھ اسکے واسطے کر دیا ہی جو کہ مذکور ہوا ہی
سب با لمشافہہ و بالمواجہہ قبول کیا۔ اور اگر اس دار کی زمین اس مشتری کی نہو اور نہ اسکے قبضہ مین ہو بلکہ غیر کی زمین ہو
حالانکہ مشتری نے اس عمارت کے خریدنے سے یہ ارادہ کیا ہو کہ مین اس دار مین رہا کرون تو ایسا کوئی سبب ضرور ہونا
چاہیے جس سے اس دار کی زمین سے انتفاع حاصل کر سکے اسواسطے کہ اس دار کی سکونت بدون اس دار کی زمین مین رہنے
کے نہین ہو سکتی ہو پس اسکا طریقہ یہ ہو کہ یا تو زمین بطور عاریت لے یا اجارہ لے تو خوب ہی اسواسطے کہ عاریت لازم
نہین ہوتی اور مالک زمین کو دم بدم اختیار ہوگا کہ مشتری کو اپنی زمین سے نکال دے پس اسکا مقصد پورا نہو گا پس اسکو چاہیے
کہ اجارہ لینے کی فکر کرے کیونکہ اجارہ لازمی ہوتا ہو پس جب تک چاہتا ہو تب تک نہین رہ سکیگا پھر اسکے بعد ضرور
ہو کہ یا تو یہ زمین کسی مالک معروف کی ہوگی یا زمین وقف ہوا ور دونون حالتون مین اسکا اجارہ پر لینا جائز ہو لیکن
اگر مالک سے اجارہ پر لے تو لکھے کہ فلان بن فلان مالک سے اجارہ پر لی اور زمین یہ بیان کرنے کی ضرورت نہوگی
کہ اجرت مذکورہ اس زمین کی اجرت مثل ہو اور جس مدت تک چاہتے ہین لے جائز ہو اور اگر زمین وقفی ہو کہ اسکو متولی سے
اجارہ پر لیا تو بیان کرے کہ یہ زمین فلان شخص پر یا فلان جہت پر وقف ہو اور اسنے اسکے متولی سے اجارہ پر لی ہو اور ہمارے
عام مشائخ کے نزدیک اجارہ وقف کی مدت طویل نہین ہو سکتی اور یہ بھی تحریر کرے کہ یہ اجرت آج کے روز
اس زمین کا اجر مثل ہو اسواسطے کہ متولی کو غبن فاحش پر اجارہ دینے کا اختیار نہین ہو اور مدت اجارہ کی ابتدا و
انتہا بیان کر دے۔ یہ سب اسصورت مین ہو کہ عمارت دار کو اپنے واسطے خریدا ہو اور اگر توڑ کر منتقل کر لینے کے واسطے
خریدی ہو تو جس طرح دیوار توڑ کر منتقل کر لینے کی صورت مین مذکور ہوا ہو اسی طرح اس مین بھی تحریر کرے اور اگر معقود علیہ
اس دار مین سے راستہ ہو تو اس مین دو صورتین ہین اول آنکہ دار مین سے بقدر معین لمبائی چوڑائی دروازہ کلان تک
یا دروازہ کلان خریدا ہو پس ایسی حالت مین پہلے حدود دار لکھے پھر اس بقدر کے حدود لکھے جس طرح دار مین سے
بیت معین خریدنے کی صورت مین مذکور ہوا ہو اور اگر دار کے طول و عرض کے پیمائشی گز بھی تحریر کر دے تو اس مین
زیادہ وثوق ہی اور دوسری وجہ یہ ہو کہ ساحت دار مین سے بقدر راستہ کے بطور شائع غیر مقسوم خریدے اور ایسی صورت
مین وہ دار لکھکر یہ ساحت دار کے حدود لکھیگا اور حدود طریق لکھنے کی حاجت نہین ہو اسواسطے کہ طریق جبکہ تمام
ساحت دار مین شائع غیر مقسوم ہو تو مثل نصیب شائع کے ہو اور دار مین سے اگر نصیب شائع خریدا تو دار کے حدود بیان
کیے جاتے ہین نہ نصیب شائع کے پس ایسا ہی اس مقام پر ہی اور اگر راستہ کی چوڑائی بیان کر دی تو زیادہ وثوق ہو اور
اگر بیان نہ کی تو مشتری کو بقدر چوڑائی دروازہ کلان کے استحقاق ہوگا اور بعض اہل شروط نے طریق کے پیمائشی
گزون کا ذکر ترک کرنا جائز نہین رکھا ہو اسواسطے کہ دروازہ کلان کی مقدار پر چھوڑ دینے مین ایک طرح کا ابہام ہی کہ
شاید دروازہ تبدیل کرے اور دروازہ مقرر کیا جاوے اور امام محمد رح نے اسکو جائز رکھا ہو۔ پس دوسری صورت مین یہ
کہ رقبہ طریق خریدا ہو۔ اور اگر فقط حق مرور یعنی آمد و رفت کا استحقاق خریدنا چاہا اور رقبہ طریق نہ خریدا تو اس مین دو روایتین
مین بنا بر روایت زیادات کے ایسی بیع جائز نہین ہی اور ابن سماعہ نے امام محمد رح سے روایت کی ہو کہ یہ جائز ہو پس اگر

ایسے عالم کے قول پر جو جائز رکھتا ہو حق مرور خرید کرے اُسکی تحریر چاہی تو لکھے کہ بدین شرط کہ مشتری کو بقدر در وازہ فلان کے حق مرور حاصل ہو۔ اور مسیل آب کی بیع یعنے جس راہ سے پانی بہتا ہو اسی طور سے ہو اور نیز حق مسیل آب کا فروخت کرنا باتفاق روایات جائز نہیں ہو اور شروط الاصل میں لکھا ہو کہ یہ قبہ دار بدین غرض فروخت کیا کہ اُنمین سے پانی جاری ہو پس اگر جگہ و حدود بیان کردے تو جائز ہو ورنہ نہیں۔ اور اگر معقود علیہ ایسے دار کی زمین ہو جسکی عمارت مشتری کی ہو تو لکھے کہ ہذا ما اشتری یعنی یہ وہ ہی جسکو خرید کیا ہو آخر تک جسطرح عمارت کے ساتھ خریدنے میں لکھا جاتا ہو تحریر کرے لیکن اسقدر فرق ہو کہ اس صورت میں یہ نہ لکھے کہ یہ دار مع اُسکی عمارت کے اسواسطے کہ عمارت مشتری کی ہو پس اپنی ملک وہ کیونکر خرید سکتا ہو ایسا ہی امام محمد رحمہ نے اصل میں ذکر کیا ہو اور بعضے اہل شروط نے کہا کہ احسن یہ ہو کہ لکھے کہ زمین دار جسکی عمارت اس مشتری کی ہو اس مشتری نے خریدی اسواسطے کہ عرف میں دار کا لفظ علی الاطلاق تعمیر شدہ کی طرف راجع ہوتا ہو اور مقصود تحریر سے توثیق ہو پس ایسے الفاظ سے لکھنا چاہیے کہ جہانتک ممکن ہو مبیع کی شناخت ہو جاوے تا کہ اس سے کمال وثوق حاصل ہو۔ اور اگر معقود علیہ نصف دار ہو اور باقی نصف دار مذکور مشتری کا ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہو کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے خریدا ہو کہ اُس سے تمام سہم واحد منجملہ دو سہام کے اور وہ تمام دار کا نصف مشاع خرید کیا ہو جس دار کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ اسکے ان دو سہمون میں سے ایک سہم اس مشتری کی ملک ہو اور دوسرے ایک سہم کی نسبت اس بائع نے بیان کیا کہ یہ میری ملک حق و میرے قبضہ میں ہو اور میں نے اس سہم کو جسکو میں نے اپنی ملک بیان کیا ہو اس مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ دار فلان مقام پر واقع ہو اُسکے حدود اربعہ یہ ہیں۔ اور نصف مبیع کے تقسیم کی حاجت نہیں ہو کیونکہ ہمنے پہلے بیان کر دیا ہو کہ نصف شائع کی تحدید او ضمن تحدید کل حاصل ہو جاتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر ایک وارث نے باقی وارثون کے حصے خرید لیے تو لکھے کہ یہ وہ ہو کہ خرید کیا فلان بن فلان نے اپنے بھائی فلان و اپنی بہن فلانہ سے اور یہ سب فلان کی اولاد ہیں اور اپنی والدہ فلانہ بنت فلان سے ان سب کے حصص تمام دار سے جو فلان مقام پر واقع ہو اور اُسکے حدود اربعہ یہ ہیں پس اس مشتری نے اس دار محدود مذکورہ میں سے منجملہ اس دار کے چالیس سہام کے چھبیس سہام جو ان لوگون کے حصے ہیں موروثی از جانب فلان بن فلان ہیں خرید لیے اور وہ ایک زوجہ مسماۃ فلانہ اور ایک دختر مسماۃ فلانہ و دو پسر مسمے فلان و فلان یعنی بائع و مشتری کو چھوڑ کر مر گیا اور یہ تنکہ اُسکا ان وارثون میں بسہام مذکورہ مشترک ہو اسلئے کہ اصل مسئلہ زوجہ کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اُسکی اولاد ذکور کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے مشترک ہوا پس اصل فریضہ (۸) سے اور اُسکی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو کے واسطے اُنمین سے (۵) سہام ملے اور ہر پسر کو (۱۴) سہام کو اور دختر کو (۷) سہام ملے اور یہ دار اس عقد بیع واقع ہونے کے روز تک ان لوگون کے قبضہ میں انھیں سہام پر مشترک غیر مقسوم ہو اور اس مشتری فلان کا حصہ کہ جو ۱۴ سہام ہیں اُسکے قبضہ میں مسلم ہو اُنمیں باقی وارثون کا کچھ حق نہیں ہو اور ان فروخت کرنے والون نے اپنے حصے اس مشتری کے ہاتھ بعوض ثمن مذکور کے بدین شرط فروخت کیے کہ یہ مشتری ان لوگون میں بقدر اپنے اپنے سہام کے شریک ہوگا پس اس مشتری نے ان لوگون سے سہام محدود ان سہام کے جنمیں عقد واقع ہوا ہو خرید کیے آخر تک بطریق مذکورہ سابق تحریر کرے۔ دار موروثی از وارثان بائع خرید کرنے کی تحریر یون لکھے کہ یہ خرید فلان بن فلان مخزومی کی از فلان و فلان و فلانہ اولاد فلان بن فلان و ازانجا در ایشان فلانہ بنت فلان

بن فلان ہو کر ان سب نے اُسنے بصفقۂ واحدہ جسکو ان چارون بائعون نے بیان کیا ہو کہ یہ ہمارے درمیان مین مشترک
ہو بشرکت میراث از جانب فلان بن فلان کہ وہ مرگیا اور مرتے وقت اپنی زوجہ مسماۃ فلانہ یہ عورت اور دو بیٹے مسمی فلان وفلان
یہ دونون اور ایک دختر مسماۃ فلانہ یہ عورت وارث چھوڑی کہ انکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور ترکہ مین اُس نے
تمام دار چھوڑا جو فلان مقام پر واقع ہو اور اسکے حدود چنین چنان ہین اور یہ دار محدودہ مذکورہ ان وارثون مین بفرض
اللہ تعالیٰ میراث ہوگیا کہ اُسکی اس جورو کے واسطے آٹھوان حصہ اور باقی اُسکی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے
حساب سے مشترک ہوا اصل فریضہ (۸) سے اور اُسکی تقسیم چالیس سے ہوئی کہ جورو کیواسطے (۵) سہام اور ہر پسر کیواسطے
(۱۴) سہام اور دختر کے واسطے (۷) سہام ہوئے اور یہ دار اس بیع واقع ہونے تک ان وارثون کے قبضہ مین
اسی سہام پر مشترک غیر مقسوم ہو اور یہ لوگ اس سب کو بصفقۂ واحدہ بعوض ثمن مذکورہ کے اس مشتری کے ہاتھ اس قرار داد پر
فروخت کرتے ہین کہ یہ ثمن مذکور ان سب مین انہین سہام کے حساب سے مشترک ہوگا پس آخر تک بدستور سابق لکھے واللہ
تعالیٰ اعلم - اور اگر معقود علیہ دکان ہو تو لکھے کہ فلان نے فلان سے تمام حانوت واقع شہر فلان محلہ فلان زقیق فلان یا کھے
بازار فلان یا کوچہ فلان کے سرے پر فلان سرائے کے سامنے جسکے حدود اربعہ یہ ہین پس یہ دکان مع اُسکے حدود و
حقوق و زمین و عمارت و تختون کے جو دوکان بند کرنے مین لگائے جاتے ہین و غلق و مغلق کے اور اگر اُسکے ساتھ
بالاخانہ بھی ہو تو لکھے اور اُسکا علو و سفل یا مع دار کے جسکا یہ علو ہو خرید کیا - اور اگر نہر عامہ پر بنی ہو تو لکھے کہ تمام دکان جو
نہر عامہ معروف بنام چنان پر بنی ہو جو فلان مقام پر واقع ہو جسکی ایک حد اس نہر کی ہوا سے پانی بہنے کی جانب ملازق
ہو اور دوسری ملازق دوکان فلان ہو اور تیسری ملازق ہوا سے نہر بذا از جانب گذرگاہ آب ہو اور اگر معقود علیہ
کوئی سرائے ہو تو لکھے کہ اُس نے تمام سرائے بنی ہوئی مع اُسکی چہار دیواری جو اسکو محیط ہو اور پوری پختہ اینٹون
کی ہو اور وہ مشتمل اتنے عدد دکانون کو ہو جو اُسکے اسفل مین واقع ہین اور اتنے عدد انبار جات و حجرہ و غرفہ جو
اُسکے اوپر ہین اور چار دکانون کو جو اُسکے دروازہ پر ہین مع اُنکے علو کے شامل ہو پھر لکھے کہ پس یہ سرائے مع
اُسکے حدود و حقوق و زمین و عمارت و دویرات و غرفہ و دوکانہائے دروازہ و اُسکے راہون و مسالک کے جو اُسکے
حقوق سے ہین آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے - اور اُسکے دو علو ہون ایک کے اوپر دوسرا ہو تو لکھے کہ پوری سرائے
مع اپنی تین چھتون کے جو اُسکے سفل پر اور دوسرے اُسکے نیچے والے بالاخانہ پر اور تیسرے اوپر والے بالاخانہ
پر ہے الیٰ آخرہ یعنی آخر تک بدستور مذکور تمام کرے - اور اگر معقود علیہ رباط مملوک ہو تو لکھے کہ پورا رباط مبنیہ مشتمل
بصحن دار و چند بین عدد مرابط و اداری جو اُسکے سفل مین ہین و مشتمل ترتیب جسمین رباطی رہتا ہو اور یہ سب اس صحن
کے گرداگرد ہین و مشتمل حجرات و غرفات جو اُسکے علو مین ہین - پھر آخر تک بدستور معلوم ختم کرے اور اگر معقود علیہ برج
کبوتران ہو یعنی کبوتر دان کی ڈھابلی ہو تو لکھے کہ پوری ڈھابلی کبوترون کی بنی ہوئی جس کے منہ و کھڑکیان بند
ہین اس طرح کہ بدون دقت کے کبوترون کا پکڑنا ممکن ہو مع سب کبوترون و بچون و انڈون و سرادیں ولکڑیون
کے جو اُس مین ہو آخر تک بدستور لکھے اور منہ و کھڑکیان بند ہونا اسواسطے تحریر کیا تا کہ اُس مین جو کبوتر ہین انکا
سپرد کرنا مشتری کو ممکن ثابت ہو تا کہ اُسکی بیع جائز ہو جاوے اسواسطے کہ جس چیز کے سپرد کرنے پر قادر نہو اُسکی بیع
جائز نہین ہوتی ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ کبوترون کی ڈھابلی رات مین خریدنی چاہیئے کہ کبوتر رات مین بسیرا لیتے ہین

اور سب اگر مجتمع ہو جاتے ہین پس بیع انکو شامل ہو جاویگی اور دن مین دانہ پانی کے واسطے باہر نکل جاتے ہین پس بیع
کو بیع شامل نہوگی اور یہ بین اعتبار مبیع کا اختلاط غیر مبیع سے اسطرح ہوگا کہ تمیز متعذر ہوگی۔ اور اگر معقود علیہ تیل نکالنے کا
گھر ہو تو لکھے کہ اس نے تمام بیت جو تیل نکالنے کے واسطے ہو جو سہام منصوبہ و احجار و اقفاص و ادوات کو شامل ہر
جو فلان مقام پر واقع ہو اُسکے حدود بیان کردے پھر لکھے کہ پس یہ بیت مع اُسکے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت و
ہر چہار سہام و آسیاے کبیر کے جو مشتمل ہو ایک کھڑے پتھر کو جسکو سنگ رخ کہتے ہین اور دوسری چکی کو جسکو سنگ پشت کہتے
ہین سب کو مع اسقدر اقفاص کے مع اُسکے جو اُنمین پتھر داوسے کی کڑاہیان ہین جو اُسکے اندر بنی ہوئی بھٹی پر رکھی ہین
جنمین تل جوش دیے جاتے ہین آخر تک بدستور۔ اور اگر معقود علیہ پن چکی گھر ہو تو لکھے کہ تمام طاحونہ مشتمل آسیا واقع دیہ فلان
بر نہر فلان اور اُسکے حدود بیان کردے پھر لکھے کہ پس طاحونہ مع اُسکے سب حدود و حقوق و زمین عمارت اور بیرو حجر اعلی و اسفل
کے اور مع اُسکے ڈول و نوابیت و قطب باقی آلات لوہے کے و مع آلات لکڑی کے ناوق و نواعیر یا جناح خود و
مع اُسکے شرب یا مجاری و مسائل کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور مع اُسکے تختون کے جو اُسکی زمین مین بچھے ہین اور مع
اُس جگہ کے جہان اُسکے اناج کی گونین ڈالی جاتی ہین اور مع اُسکے چوپاؤن کے کھڑے کرنے کی جگہ کے اور مع اُن جگہون
کے جہان اُسکا اناج صاف کیا جاتا ہو اور دانہ جدا کیا جاتا ہو اور مع اُسکے مرج کی زمین و درخت و پودے و پانی جاری ہونے
اور بہنے کی موریون بمیت جو اُسکے حقوق سے ہین خرید کیا پھر اسکے بعد دیکھا جاوے کہ اگر طاحونہ نہر عام پر واقع ہو تو لکھے
کہ اسکی ایک حد اسکے واسطے جہان سے نہر مین سے پانی لیا جاتا ہو اُس سے ملازق ہو اور دوسری حد اس طاحونہ کی نہر کے
کنارے عام راستہ سے ملازق ہو اور تیسری اُس جگہ سے ملازق ہو جہان نہر مین اسکا پانی گرتا ہو اور چہارم ملازق اراضی فلان
ہو۔ اور اگر نہر مملوک پر واقع ہو جو اس بیع مین داخل ہوتی ہو تو لکھے کہ یہ طاحونہ ایک نہر خاص پر ہو جو اسکے واسطے ہی بنا ہوا
ہو اور یہ نہر فلان نہر سے پانی لیتی ہو۔ اور اگر معقود علیہ حمام ہو تو لکھے کہ فلان سے پورا حمام واحد جو عورتون مردون دونون
کے واسطے رکھا گیا ہو خرید کیا اور اگر دو حمام ہون کہ جنمین سے ایک مردونکے واسطے اور دوسرا عورتونکے واسطے ہو تو لکھے کہ
اُس سے پورے دو حمام باہم متلازق ہین کہ دونون مین سے ایک مردون کے واسطے ہو اور دوسرا عورتون کے واسطے ہو اور یہ
دونون فلان مقام پر واقع ہین اور ایک حمام جسمین مرد و عورت دونون داخل ہوتے ہین لکھدے کہ مرد اول دن مین جاتے
ہین اور عورتین باقی آخر روز مین جاتی ہین اور لکھدے کہ وہ مشتمل ہو سیا کوارہ ایک لکڑی ایک چھت دار ہو اُسمین ایک
تخت لکڑی کا ہو اور دوسرا تخت حمامی کے بیٹھنے کا ہو اور اُسمین ایک بیت خاص خانہ ہو کہ اُسمین نہانے والون مین سے
معزز لوگ جاتے ہین اور اُس مین الاون ہو کہ ایک حمامی کی آمدنی جمع کرنے کے واسطے اور دوسرے ثیابی کے فتحانات
رکھنے کے واسطے ہو اور بعد ذکر حدود کے لکھے کہ پس یہ حمام مع اُسکے سب حدود و حقوق اور زمین عمارت و دیگہا سے
مسمی جو پانی گرم کرنے کیواسطے اُسمین چڑھی ہین و مع اُسکے کنوئین کے جسکی جگت پتھر و پختہ اینٹون سے بنی ہو مع اُسکے
چرخ و ڈول و رسی کے و مع اُن حوضون کے جو اُسکے اندر بنے ہین اور لکھدے اور مع اُن ظروف کے جو پانی لینے کیواسطے
معمول ہین اور مع اسکے اتون و راکھ ڈالنے کی جگہ و پانی بہنے کی موری اور مع تابہ ہاے مفرد شدہ و مع اُسکے جا سے
حشش و تخفیف کے خرید کیا آخر تک بدستور۔ اور اگر معقود علیہ بیت طحانہ ہو تو لکھے کہ تمام بیت طاحونہ جس مین ایک
چکی چلتی ہوئی ہو مع سب آلات چکی کے جو اُسمین جڑے ہوے ہین لوہے اور لکڑی کے و مع اُسکے دونون پاٹون کے

اور سولے اسکے اور چیزین جو باندیون کے پستے مین کار آمد ہین اور لکھدے کہ ان دونون متعاقدین نے ان دونون
ایک ایک کرکے دیکھ لیے اور انکے حال سے بخوبی طرح واقف ہوگئے کہ کسی طرح کی جہالت نرہی اور دونون نے
اس سب کی معرفت کا اقرار صحیح کیا اور اگر معقود علیہ بیت خانون ہو تو لکھے کہ اسمین ایک خانبہ لکڑی کا یا دو یا تین مین اور
ہر خانبہ کے دو چشمہ ہین اور ان خانبون کے ساتھ مٹی کے خانبہ ہین پھر بعد ذکر حدود بیت کے لکھے کہ بیت مع اسکی
لکڑی و مٹی کے خانبون کے جس مین سے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد ہین اور یہ سب بعینہا اس
اس بیت خانبہ مین موجود ہین اور انکو ان دونون متعاقدین نے ایک ایک کرکے خوب دیکھ سمجھ لیا ہے اور تحریر کو بدستور تمام
کرے۔ کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر معقود علیہ مجمدہ ہو تو لکھے کہ تمام مجمدہ جو فلان مقام پر واقع ہے مع تمام اس چیز کے جو اسکی
طرف منسوب ہے از غدیرہائے ثلثہ یا دو غدیر یا ایک غدیر مع غانزفین کے خریدا کیا اور اس مجمدہ کا طول اتنے گز اور
عرض اتنے گز ہے اور مجمدہ اور غدیرون و غانزفین کے حدود بیان کردے۔ اور اگر معقود علیہ مثلجہ ہو تو لکھے کہ تمام مثلجہ مع
اس شے کے جو اسکی طرف اسکے جوانب سے منسوب ہے خرید کیا اور اسکے حدود بیان کردے اور اگر معقود علیہ ملاحہ ہو یعنی
نمک سار تو لکھے کہ پورا ملاحہ مع تمام اس چیز کے جو اسکی طرف منسوب ہے اسکے موضوع تالاب جسمین نمک جمع کرنے کی
جگہ وغیرہ ہے خریدا اور اسکے حدود بیان کردے۔ اور اگر معقود علیہ ایسی زمین ہو جسمین نفط یا قیر کے چشمہ ہون تو لکھے کہ
اراضی معروف بنام چنان اسکے چشمہائے نفط و قیر جو اس زمین مین ہین خریدے پس یہ زمین مع ان چشمون کے یا نفط
و قیر موجود کے خرید کیا اور ان چشمون کو خاصکر تحریر کردیا اسواسطے کہ بعضی علماء کے نزدیک چشمہ زمین کی بیع مین
داخل نہین ہوتے ہین اسواسطے کہ براہ زراعت انسے انتفاع نہین حاصل ہو سکتا ہے اور بیع مین سنت بر خلاف ہین
پس ہم اختلاف سے احتراز ہونے کے واسطے چشمہا حدۃ تحریر کردیا اور جو قیر و نفط انمین موجود ہے اسکو اسواسطے
تحریر کردیا کہ وہ مثل نمک کے ان چشمون مین مانند ودیعت کے رکھی ہوئی ہے پس بدون ذکر کیے بیع مین داخل نہ ہوگی
اور پانی جو کنوئین و چشمہ مین ہوتا ہے اگرچہ وہ بھی ایسا ہی ہے حالانکہ اس پانی کو ذکر نہین کرتے ہین اور نفط و قیر کو ذکر کیا لیکن
اسمین اور نفط و قیر مین اسوجہ سے فرق ہے کہ کنوئین و چشمہ مین جو پانی وہ کنوئین کے مالک کی ملک نہین ہوتا ہے پس اسکو
کیونکر فروخت کر سکتا ہے اور نفط و قیر کا یہ حال نہین ہے۔ پھر اگر چشمہ و کنوئین کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کردے اور نہر و
چشمہ کی حد بیان کرنا ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اگر نہر جاری کو اراضی مذکورہ فروخت کیا تو اسکا مفتح و منتہی اسکا طول و عرض و عمق
ذکر کرے کہ ہر جانب اسکے اسقدر گز ہین اور اگر نہر کا کوئی نام ہو تو یہ نام بیان کرے اور اسکے حدود ذکر و بیان
کرے اور اگر فقط حدود بیان کرنے پر اکتفا کیا تو گزون کی مقدار ترک کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اسواسطے کہ تحدید
سے اسکی شناخت ہوگئی اور یہی مقصود ہے۔ اور اگر نہر مع اراضی کے خریدی تو نہر کو اور اسکا طول و عرض و عمق اور نہر کا
نام اور ہر طرف اسکے حریم جسقدر ہے اسکے گزون کی تعداد تحریر کرے پھر اسکے ساتھ جو زمین ہے اسکو تحریر کرے اور اسکے
حدود بیان کرے اسواسطے کہ پوری شناخت حدود بیان کرنے سے ہوتی ہے پھر تحریر کو بدستور تمام کرے کذا فی المحیط۔
اور اگر معقود علیہ کاریز ہو تو لکھے کہ تمام کاریز جو فلان موضع مین واقع ہے اور اسکا مفتح فلان مقام سے اور مصب فلان مقام
پر ہے اور اسکا حریم دونون طرف سے اتنے گز ہے مع اسکے حدود و حقوق و زمین و منابع و سفل و علو کے خریدی اور یہی
صورت نہر مین ہے لیکن نہر کا علو نہین ہوتا ہے ولیکن نہر مین اسکا طول و عرض و عمق گزون سے لکھدے اور گزونکی

ناپ سے اسکے دونون جانب اسکے حریم کی مقدار بھی بیان کرے۔ اور اگر معقود علیہ فقط شرب ہو بدون زمین و بدون
رقبہ نہر کے۔ تو ایسی بیع جائز نہین ہے اسواسطے کہ شرب حصہ آب سے مراد ہے اور پانی قبل حیازت کے ملک نہین ہوتا ہے اور
جو چیز مملوک نہو اسکی بیع جائز نہین ہے اور نیز اسوجہ سے کہ پانی گھٹتا بڑھتا رہتا ہے پس مبیع مجہول ہو گی اور یہ موجب فساد بیع
ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر لوگون مین اسکا عرف جاری ہو تو جائز ہو گی جیسا کہ نواحی بلخ و نسف وغیرہ
مین لوگون مین ایسی بیع کا معمول ہے اور وہ لوگ اسکو جائز سمجھتے ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسکو
سب مسلمان بہتر جانین وہ اللہ تعالی کے نزدیک بہتر ہے اور قاضی ابو علی الحسین النسفی رح اسی پر فتوی دیتے تھے اور سوائے
شیخ ابو علی موصوف کے اور مشائخ نے اسکو جائز نہین رکھا ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ قیاس صحیح تبھی ترک کیا جاتا ہے کہ
جب تمام شہرون مین ایک بات کا معمول پایا جاوے اور بعض شہرون مین ہونے سے ترک نہوگا اور اگر معقود علیہ قطعہ زمین
مع ایک ٹکڑے پانی کے جو ایک دیہہ کے واسطے ہو اور انکے درمیان پانی مع زمین کے فروخت کرنے کا رواج ہو تو لکھے کہ
فلان گانون کے پانی کے اتنے جزون مین سے ایک جزو خریدا اور اسکا سب پانی اتنے جزون پر تقسیم ہے اور یہ پانی اُسی گانون
کے چشمون سے ماخوذ ہے اور یہ اُس گانون والون کے نزدیک معروف و معلوم ہے اور وہ باہم ان مین بقدر انکی زمین مذکورہ
کے ان لوگون کے نزدیک تقسیم معلومہ منقسم ہے کہ ان لوگون پر اس مین سے کچھ پوشیدہ نہین ہے پس اس گانون کے پانی کے منجملہ
اتنے جزون کے یہ جزو مع اس گانون کی زمین مین سے جسقدر حصہ اس جزو پانی کے مقابل ہے خریدا اور یہ پانی ان گانون
والون کے درمیان اس گانون کی زمین مذکورہ مشترکہ پر جو اُن مین مشترک ہے تقسیم معلومہ و معروفہ بحساب اراضی دیہہ مذکورہ کے
نہین باہم منقسم ہے پس اس جزو پانی کو مع اسکے حصہ زمین کے اور جسقدر اس بیع کا عقد واقع ہوا ہے اسکے حدود و حقوق کے
خرید کیا پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور بعضی گانون مین اس طرح لکھی جاوے گی کہ فلان الارضی مع اسکے حصہ پانی کے خریدی اور وہ
اتنے طاس بھر کے یا فلان روز سے فلان روز تک دن رات کے ساتھ جو منجملہ اُس پانی کے ہے جو فلان گانون کی نہر مین
جاری ہے اور یہ پانی اصل ثابت و بواقی خراجی ہے مع اس پانی کے مجاری و مسائل و حقوق داخلہ و خارجہ کے اعلی چشمہائے
وادی جنگل سے تا انتہائے حدود آن بنا بر اُس عرف کے جو اس نہر کے سینچنے والون مین اپنے شرب مین پانی کے مقادیر معروفہ
و معلوم ہین۔ اور بعضے گانون مین اس طرح لکھی جاوے گی۔ فلان نے فلان سے تمام زمین واقع موضع فلان مین سے اسکا پورا
حصہ جو اُسنے اپنی خود ملک بیان کیا ہے اور اسقدر حصہ پانی غیر مقسوم منجملہ اسقدر حصون کے جو اس گانون کے پانی کے اس گانون
والون مین مشاع غیر مقسوم ہین خرید کیا اور اس گانون کے پانی کے سہام کی مقدار کی شناخت یون معمول رکھی گئی ہے کہ غرفہ
سے پہچان ہوتی ہے کہ ہر غرفہ اسقدر سہم ہے اور یہ تمام اراضی بمقامات متفرقہ مین ہے از انجملہ ہر دو کنارہ ... اسقدر ہے
اور از انجملہ چمنین و از انجملہ خیابان ہے اور نسف کے بعضے دیہات مین محدودات مفرزہ و محدودات غیر مقسومہ مع اُسکے حصہ پانی
کے خریدنے مین یون لکھتے ہین کہ تمام قطعہ کبیت مشتملہ بر چہار دیواری دار ضیعہ ... اراضی خراجی غیر مقسومہ اور بعضی خراجی مقسومہ ہے
جو نسف کے دیہات مین سے فلان دیہہ مین واقع ہے اور تمام وہ جو اُسنے بیان کیا کہ یہ میرا اقطاع حصہ ہے اور اسقدر حصے پانی کے منجملہ
اس دیہہ کے اسقدر حصون پانی کے خرید کیا اور اس گانون کے پانی کا ہر حصہ بحسب مساحت کے سینچنے کا ہوتا ہے
اور یہی معروف ہے اور حصہ ہین سے منجملہ اتنے سہام کے اسقدر سہام اس گانون کی ایک جماعت کے واسطے مشاع غیر مقسوم
ہین کہ ان لوگون مین قسیح کے حساب سے کہلاتے ہین اور یہ اسقدر تسوج ہین اور ہر تسوج کے اسقدر سہام ہین اور یہ ان لوگون

مین معروف ہو پس سہام مین سے اسقدر سہام شرح فلان کے واسطے ہین اور اسقدر سہام شرح فلان کے واسطے و نوائب
سلطان و خراج اسی حساب سے سب پر پھیلا یا جاتا ہو اور اس گانون کا پانی جو اصل وادی سے آتی نہر مین جاری ہوتا ہو
اپر منقسم ہوتا ہو اور غیر خراجی مین کھیت چہار دیواری کا اور باغ انگور و اراضی چنین وچنان ہین اُنکے حدود بیان کرے
اور اسکا شرب فلانی نہر سے ہو واللہ تعالے اعلم۔ اور اگر معقود علیہ بیت طراز ہو تو لکھے کہ تمام بیت طراز بنا ہوا جس مین یہ چیز
شامل ہو اور اتنی کاڑھین ہین جنمین جولاہے کام کرتے ہین یا یون لکھے کہ تمام کارگاہ مبینہ جسمین یہ یہ چیزین شامل ہین
اور اتنی کاڑھین ہین جسمین جولاہے کام کرتے ہین یا یون لکھے کہ تمام کان کردے۔ اور اگر معقود علیہ ایک کاڑہ معین ہو
تو لکھے کہ تمام ایک کاڑہ داہنے یا بائین یا سامنے کے منجملہ بیت طراز کے جسمین اسقدر کاڑھاین ہین کہ انمین سے ایک
کاڑھ یہ معقود علیہ ہو اور اس بیت طراز کے حدود بیان کرے اور جگہ بیان کرے پھر جس کا اسکا عقد قرار پایا ہو اسکے
حدود بیان کرے یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر زمین زراعت یا گانون خریدا اور حقوق کا ذکر نہ کیا تو عمارت و درخت و درختان
خرما سب داخل ہو جائینگے جیسے باغ انگور و درختان سیب امرود مع سب انواع کے اور قصب و حطب و جھاڑ و لیکن ایک
روایت مین جو امام ابو یوسف رح سے بشر بن الولید نے روایت کی ہو قصب فارسی نہین داخل ہوتا ہو اور قصب سکر
و قصب الذریرہ بالاتفاق نہین داخل ہوتے ہین قصب الذریرہ وہ ہو جو کوٹ کر میت پر چھڑکا جاتا ہو اور جو درخت
ایسے ہوتے ہین کہ انمین پھل نہین لگتے ہین جیسے چنار و سپیدار کہ ہمیشہ کاٹے جاتے ہین ان مین متاخرین نے اختلاف
کیا ہو بعض نے کہا کہ بدون ذکر کے داخل نہونگے جیسے کھیتی اور بعض نے کہا کہ داخل ہو جائینگے اور یہی اصح ہو اور بادنجان
کا درخت مشتری کا اور پھل بائع کے ہونگے اور یہی حکم درخت کپاس کا ہو یعنی اسکا درخت بدون ذکر حقوق کے داخل
ہوگا اور جو پیداوار اس درخت پر موجود ہو وہ بدون ذکر کے داخل نہوگی اور علی ہذا القیاس جس درخت کی پیداوار
توڑلی جاتی ہو اور اسکی جڑ نہین کاٹی جاتی ہو اسکا یہی حکم ہو اور جو پھل کہ درختون پر لگے ہین وہ بدون ذکر و حقوق و
مرافق کے داخل نہونگے اور حقوق و مرافق ذکر کرنے سے امام ابو یوسف رح کے نزدیک داخل ہونگے اور ظاہر الروایہ کے
موافق اور یہی امام محمد رحمہ اللہ تعالے کا قول ہو کہ بدون انکے صریح ذکر کرنے کے داخل نہونگے یا اس طرح ذکر کرے
کہ ہر قلیل و کثیر جو اسمین یا اس سے ہو تو داخل ہونگے لیکن یہ لفظ نہ لکھے کہ جو اسکے حقوق مین سے ہین اور رطبہ اور جو خود رو
ہو کر پھلدار ہو گیا ہو اسکے پھل بائع کے اور اصل مشتری کی ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اگر ایسی زمین فروخت کی جسمین
زعفران ہو تو زعفران کی بونڈی بائع کی اور درخت مشتری کے ہونگے اور یہی حکم کتان و حبنہ دانہ اور تمام دالون کا ہو
مثل حنا و باقلا و مسور کے اور یہ سب بمنزلہ زراعت کے ہین اور اگر مبیع قیطون ہو تو یہ الفاظ بڑھا دے مع اس کے
وسون خبنہ و مثلون کے اور وہ اسقدر عدد ہین جنمین سے بڑے اتنے عدد اور درمیانی اتنے عدد اور چھوٹے اتنے عدد
ہین اور وہ سب اہرا یعنی رکھنے کی جگہ رکھے ہین اور مع سب گیہون و جو و اناج کے جو اسمین موجود ہو بشرطیکہ متعاقدین
کے صریح ذکر کرنے پر بیع مین داخل ہوگئے ہون اور اہرا خنبات اور بعضی کہتے ہین کہ کشادہ بیت اور بعضے کہتے ہین ۔
انبار خانہ اور مین نے یہ لفظ کتاب لغت مین نہین پایا لیکن جس سے مین نے پڑھا ہو اس سے ایسا ہی سنا ہو اور
اگر مبیع باغ انگور یا پالیز ہو تو اسکے حقوق بیان کرنے کے وقت لکھے کہ مع اسکے درختان بوسے و تاک انگور و
قضبان و عرائش و اوباط کے و مع اسکے شرب و مشارب و سواقی و اعمدہ و دعائم و انہار کے خریدا اور اوباط وامج ہی

اور اعمدہ مینخین - اور دعائم جنپر عرائش نصب کیے جاتے ہین اور عرائش و دشلہ نرکل سے بناکر انگو چڑھانے کیواسطے قائم کرتے ہین اور پھلواری داخل دیوار شہر پناہ ہو تو لکھے کہ داخل شہر پناہ فلان متصل دربہ فلان بر ساقیہ نہر فلان اور اگر گانون مین ہو تو لکھے کہ دیہ فلان از سواد فلان اور اگر اسمین پھل یا زراعت یا رطبہ ہو تو لکھے کہ مع اُسکے پھل کے و زراعت و رطبہ کے اور پھلون کے ذکر کے وقت اسقدر بڑھا دے کہ انکی صلاحیت ظاہر ہو گئی ہو - اور اگر اسمین کاٹی ہوئی کھیتی یا توڑے ہوئے پھل یا بھوسہ یا لکڑی اینڈھن کی سوکھی ہو اور کہیہ بیع مین داخل ہو گئی ہون تو اس سب کو ذکر کر دے اور بیان کر دے کہ متعاقدین نے اس سب کو دیکھ بھال لیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور باغ انگور چہار دیواری دار مین جو گزرا ہین اُنکی تحریر اسطرح ہے کہ اس احاطہ مین ایک چھوٹا قصر ہے اور اُسکے بیوت سفل و علو سمیت اور مع سہ چہار دیواری باغ اور پہنے نیچے تاک اور اتنے عدد درختان انگور اور تمام رہٹ جو کنارہ حوض یا سامنے قصر کے ہے اور چندین و چندان درخت انار و اخروٹ و شمش و فرلک یعنی شفتالو اور علی ہذا تمام ساق میان شجر و تاک انگور سب لکھے - اور کہوار اراضی مین پچاس جداول و دس مسنات و چندین ٹوکرے کہاد کے جو اس اراضی کے کنارے پڑے ہین اور مع تمام اُن درختون کے جو اسکے گرد اور اسکے مسناتون پر واقع ہین اور مع تمام اُس چیز کے جس سے زمین کے کھڈے پاٹے گئے ہین بقدر ہاتھ دو ہاتھ کے جیسی ہو اور اس سب کی تحریر کے ساتھ یہ عبارت الحاق کرنا واجب ہے کہ دونون متعاقدین نے انکے مواضع و مقادیر دیکھ بھال لیے ہین اور ایک ایک کر کے ان چیزون کو دیکھ لیا ہے یہ ظہیریہ مین ہے - اور اگر معقود علیہ کاریز ہو جیسے چکی گھر مین ہوتی ہے - تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین ذکر فرمایا کہ اسکی تحریر مین یون لکھے کہ یہ وہ ہے کہ خرید کیا فلان نے فلان سے تمام کاریز جسکا نام یہ ہے اور وہ فلان پرگنہ کے فلان نواح مین یا دیہ مین واقع ہے اور جو بیت اس کاریز پر واقع ہے وہ فلان چیز سے متصل ہے اور اسمین ایک چکی ہے اور اُسکو بیان کر دے جس طرح مذکور ہوا ہے اور اس کاریز کا مفتح یعنی ابتدا فلان مقام سے اور مصب جہان گرتی ہے فلان جگہ ہے اور اُسکا طول و عرض و عمق بیان کر دے اور امام محمد رح نے حریم کاریز کی مقدار بیان کرنے کا ذکر نہین کیا اور امام طحاوی رح نے اسکو ذکر کیا ہے کہ کتنے گز ہر جانب سے ہے کہ داہنی جانب سے کتنے گز اور بائین جانب سے اتنے گز حریم ہے اور اُسکا عرض کتنے گز اور عمق اتنے گز ہے اور گز درمیانی سے اسکی ناپ ہے یعنی درمیانی ہاتھ کتنے اتنے ہاتھ ہے اور فلان شخص نے دونون متعاقدین کی رضامندی سے اسکو اپنے ہاتھ سے ناپا ہے اور ایسا ہی ناپ مین نکلا ہے جیسا بیان ہوا ہے اور دونون متعاقدین نے اسکو دیکھ بھال کر خوب جان بوجھ لیا ہے اور شیخ ابو زید شروطی فرماتے تھے کہ یون لکھے کہ یہ کاریز مع اسکے حریم کے خریدی - اور امام طحاوی رح نے فرمایا کہ جو ہمنے لکھا ہے یہی احوط ہے اسواسطے کہ اس باب مین علماء کے درمیان اختلاف ہے چنانچہ امام اعظم رح کے نزدیک کاریز کا حریم نہین ہوتا ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اسقدر حریم ہوتا ہے کہ اُسکی مٹی نکالکر ڈالی جا سکے لیکن بہرحال تصحیح نہو گی اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ حریم ہوتا ہی نہین ہے اور صاحبین رح کے نزدیک اگرچہ حریم ہوتا ہے لیکن اسقدر کہ جتنے پر اسکی مٹی نکالکر ڈالی جا سکے اور یہ مقدار مجہول ہے کہ اسمین درحقیقت توقف نہین ہوتا ہے لیس وہ مجہول و معلوم دونون کا ایک ہی صفقہ مین فروخت کرنے والا ہو گیا - اور نیز اسوجہ سے کہ جسنے کاریز کھودی اسواسطے حریم قرار دیا ہے اُسنے زمین موات مین قرار دیا ہے اور غیر کی مملوکہ زمین مین قرار نہین دیا ہے لیس بدین اعتبار جبکہ کاریز کیواسطے حریم نہوا تو صفقہ واحدہ مین موجود و معدوم دونون کو جمع کر کے فروخت کرنے والا ٹھہرا اور یہ جائز نہین ہے لیس اسلیے

احتراز واجب ہو اور احتراز اسطور سے ہو سکتا ہو جسطرح ہمنے تحریر کی ہو اور اگر پانی کا حال جس طرح ہمنے پہلے بیان کیا ہو
ذکر کردے تو یہ احسن و اوثق ہو پھر حدود اربعہ ذکر کرے پھر لکھے کہ یہ کارینہ مع اپنے سب حدود کے اور بیت جو اس کارینہ
پر واقع ہو مع چکی کے جو اس مین چلتی ہو اپنے ادوات و آلات سنگین و لکڑی و لوہے کے ادوات و آلات سمیت مع چرخ
و دولاب و خنوف و توابیت و نواعیر مع اجنحہ و مع ان الواح کے جو اُسکی زمین مین بچھے ہوے ہین اور مع اُس جگہ کے
جہان اناج کی گونین ڈالی جاتی ہین اور اُسکے جانور و ن کے کھڑے کرنے کی جگہ کے جو اُسکے حقوق مین سے ہو اور
تحریر کو بدستور تمام کرے واللہ تعالے اعلم۔ یہ محیط مین ہو۔ اور اگر معقود علیہ اجمہ ہو قال اجمہ نیستان۔ تو لکھے کہ اُس سے
اجمہ خریدا جو فلان مقام پر واقع ہو اُسکے حدود چنین و چنان ہین اس اجمہ کو مع اُسکے نرکل کے جو موجود ہین اور مع نرکل
کے اصول کے۔ اور اگر وہان نرکل کے بوجہ کاٹے ہوے رکھے ہون اور وہ بیع مین داخل ہوے ہون تو انکو بھی ذکر کردے
کہ مع اُسکے نرکلون کے بوجہ کے جو کاٹے ہوے اُسمین رکھے ہین یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر کشتی ہو تو لکھے کہ اُس سے تمام
کشتی جسکو ... کہتے ہین اور وہ ایسی لکڑی کی کشتی ہو اُسکے تختے اتنے ہین اور عوارض اتنے ہین اور طول اُسکا اتنا اور عرض
اتنا ہو پس اس کشتی کو مع اُسکے عوارض و الواح و ... اور مع اُسکے مجاذیف کے
جو اتنے مجداف ہین لکڑی و تعداد بیان کردے اور مع اُسکے سب ادوات و آلات کے جو اُسمین استعمال کیے جاتے ہین اُسمین
داخل ہون یا اُس سے الگ ہون اور مع اُس بادبان و بندھن کے اتنے کو خریدا درحالیکہ دونون متعاقدین نے پہلے اسی کو
اور اسمین سے ہر ہر چیز کو خوب دیکھ بھال لیا ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر معقود علیہ کوئی کنوان یا چشمہ ہو اور اُسکے ساتھ کوئی
زمین نہو جو اس سے سینچی جاتی ہو بلکہ صرف چوپایون کے پانی پلانے کے واسطے ہو تو لکھے کہ فلان سے کنوان یا چشمہ اور جو فلان
مقام پر واقع ہو اور اُسکے حدود بیان کردے اور یہ بیان کرے کہ چشمہ ... ہو جسکی گولائی اتنے ہاتھ ہو اور ہاتھ کو بیان کردے
کہ درمیانی ہاتھ یا کیسے گزون سے ہو اور اُسکا عمق اتنے گز ہو اور اسی طرح کنوئین کی صورت مین اُسکی گولائی اور عمق ہاتھو
کے ناپ سے بیان کرے اور نیز مثلاً اگر اُسکی جگت پختہ اینٹون کی ہو تو بیان کردے اور چشمہ کی صورت مین اُسکا مبدا و منتہا
بیان کرے اور لکھے کہ یہ کنوان یا چشمہ مع اس اراضی کے جو اُسکے گرداگرد کی ہو جو ہر جانب سے اوسط ہاتھ سے اتنے ہاتھ
ہو اور اگر اُسکا پانی بیان کردے کہ اُسکا پانی غاز شیرین پاکیزہ خوشگوار ہو بدبو دار کھاری ناگوار نہین ہو تو یہ احفظ و احسن
ہو اور یہ نہ لکھے کہ کنوئین و چشمہ مین جو پانی ہو وہ داخل مبیع ہو اسواسطے کہ یہ اُسکا مملوک نہین ہو پس اُسکو کیونکر فروخت کریگا
واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر مبیع کوئی قطعہ زمین ہو اور اُسکے حدود با علام قائم ہون جیسے مثلاً درختان معلومہ ہون
تو پہلے حدود بیان کرے پس لکھے کہ اس قطعہ زمین کی ایک حد متصل درختان فلان ہو اور دوم و سوم و چہارم اسی طور سے
بیان کردے اور چونکہ اس طریقہ کی تحدید مین جھگڑے کا احتمال ہو کہ سبب یہ درخت کاٹ ڈالے جاوین تو فساد ہوگا تو اسکا
دوسرا طریقہ یہ ہو کہ اس سے سب جھگڑون کی جڑ بنیاد کٹ جاتی ہو اور نیز اگر اس زمین کے واسطے اعلام نہون تو بھی یہی طریقہ
ہو کہ اس قطعہ مین فلان کے حدود بیان کرے پھر اُسکا شمالی یا جنوبی یا کسی جانب شرقی یا غربی ہونا بیان کردے پھر
اُسکی طولی و عرضی پیمائش گز بیان کردے اور اسی طرح اگر قطعہ کلان مین سے کوئی چھوٹا ٹکڑا استثنے کیا تو بھی یہی بیان
کردے۔ اور اگر مبیع مملوک ... ہو تو اُسکی جنس و نام و حلیہ بیان کردے جس طرح ہمنے بار بار بیان کردیا ہو اور اگر وہ بالغ
ہو تو بیان کردے کہ وہ غلام مملوک ہونے کا مقر ہو بیان کرے اور اُسمین کوئی داء و غائلہ و خبثہ نہین ہو اور اگر ...

لفظ بھی بڑھا دیا جاوے کہ اُسمین کوئی عیب نہین ہے تو یہ عام ہے اور احوط ہے لیکن داء و غائلہ و خبثہ کے معنی جاننا چاہیے
پس داء ہر عیب باطنی کو کہتے ہین خواہ اُسمین سے کچھ ظاہر ہو یا ظاہر نہو از انجملہ تلی و جگر و پھیپھڑے کی بیماری ہے اور
کھانسی و فساد حیض و برص و جذام و بواسیر و ذرب یعنی فساد معدہ و صفر یعنی پیٹ مین زرد آب جمع ہو جانا و
پتھری و فتق یعنی پیچ امعاء و در دعرق النساء وہ ایک رگ ران مین ہوتی ہے و ناسور و خارش و خنازیر وغیرہ اسکے مثل
جو بیماریان ہون۔ اور جنون و وسواس و بچھونے پر پیشاب کردینا اور آنکھ کا جالا اور زائد انگلی اور بہرا ہونا و شبکوری
اور شل ہونا اور لنگڑا ہونا و ہر کے زخم کا داغ و داغ دینے کا داغ و شامہ یہ سب عیب ہین داء نہین ہین اور
بھگوڑا ہونا اور چور ہونا اور باندی کا چھنال ہونا اور غلام کا گرہ کٹ یا کفن چور یا رہزن ہونا یہ سب غائلہ ہے اور
یہ فقط رقیق مین ہوتے ہین اور داء سب حیوانات مین ہوتی ہے اور خبثہ سے مراد زنا اور اسکے مانند امور
ہین اور عوار بفتح عین جو فقط کپڑون کے اقسام مین پایا جاوے وہ پھٹا ہونا اور گھنگلی ہے۔ اور اگر مبیع کسی باغ
یا ویہ کے پھل یا زراعت ہو تو لکھے کہ تمام پھل جو اُسکے باغ انگور مین ہین پھر اُس چہار دیواری کے باغ کے حدود بیان
کرنے پھر لکھے کہ اُس سے تمام پھل موجودہ جو تمام اس باغ محدودہ مذکور مین ہین پھر سب پھلون کا بیان کرے کہ
اخروٹ و انگور و کشمش وغیرہ جو جو اُسمین ہون اور لکھدے کہ یہ پھل ایسے ہین کہ اُنمین صلاحیت آگئی ہے یا اس کھیتی کی
اصلاح ظاہر ہوگئی ہے اتنے درم پر بیع صحیح خرید کیا تا کہ انکو توڑ کر کاٹ سکے بدون تقصیر تفریط کے پھر اسکے
بعد اگر مشتری نے یہ چاہا ہو کہ ان پھلون یا کھیتی کو پختہ ہونے تک باقی رکھے تو اسمین دو صورتین ہین ایک یہ ہے جائے
یون ذکر کرے کہ فلان بائع نے اس مشتری کو مباح کردیا کہ ان پھلون کو جنکو فروخت کیا ہے ان درختون پر تا وقت فلان
چھوڑ رکھے بدون اسکے کہ یہ بات بیع مین شرط قرار دی جاوے مگر ایسی صورت مین بائع مذکور کو اس اجازت سے
رجوع کر لینے کا اختیار ہوگا پس اسکی پوری مضبوطی یون ہے کہ اس طرح لکھا جاوے کہ بائع مذکور نے اس طرح اجازت
دی کہ جب بائع مذکور اس اجازت سے اس درمیان مین رجوع کرے تو مشتری ان پھلون یا کھیتی کو تا وقت معلوم
باجازت جدیدہ چھوڑ رکھنے کا ماذون ہوگا۔ اور دوم یہ کہ زمین کو باجرت معلومہ مدت معلومہ تک کے واسطے اجارہ پر لے
پس لکھے کہ بعد اس مشتری نے اس بائع مذکور سے یہ تمام زمین اپنے واسطے اس کھیتی خرید نے کے بعد اجارہ پر لی اور بائع
مذکور سے لیکر اُسپر قبضہ کر لیا بدون اسکے کہ یہ امر اس بیع مین شرط کیا گیا ہو پس اس زمین کو مع اسکے سب حدود و
حقوق کے اتنے مہینون پے در پے کے واسطے اس تاریخ سے باجارۂ صحیحہ نافذہ اجارہ لیا جس مین کچھ فساد نہین ہے
اور نہ خیار ہے تا کہ مشتری اس خریدی ہوئی کھیتی کو اس زمین مین اس مدت تک باقی رکھے پھر اجرت کا و زمین کا باہمی
قبضہ کرنا ذکر کردے مگر یہ دوسری وجہ فقط کھیتی کی صورت مین ہو سکتی ہے درختون مین نہین ہو سکتی ہے اسواسطے کہ
درختون پر پھل باقی رکھنے کے واسطے درختون کا اجارہ لینا جائز نہین ہے پس اس مین وہی صورت اول ہے کہ بائع
اجازت دیدے و مباح کردے بطرز مذکورہ بالا۔ اور اگر کسی شخص نے اپنے نابالغ فرزند کے واسطے اپنی حویلی آپ
بالغ ہو کر اُسکے واسطے خریدی۔ تو لکھے کہ یہ وہ ہے جو خریدی ہے کہ فلان بن فلان نے اپنی ذات سے اپنے فرزند صغیر فلان کے
واسطے جو اتنے برس کا لڑکا ہے لولایت پدری مثل قیمت پر جسمین اتنی کمی ہے نہ بیشی ہے یا قیمت سے کم داموں پر
تمام حویلی بنی ہوئی خریدی پھر حویلی کا حسب وصف بیان کردے اور اُسکے بیوتات کی تعداد و جہان واقع ہے اور حدود

سب بیان کرے پھر برابر بدستور لکھتا جاوے یہان تک کہ ثمن وصول کرنے کے مقام تک پہونچے پس اگر اُس نے فرزند صغیر کے مال سے ثمن وصول کیا ہو تو اسکو تحریر کردے کہ اس عاقد نے اپنے اس فرزند صغیر کے مال سے یہ تمام ثمن مذکور لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اس صغیر کے واسطے جسکے لیے یہ حویلی خریدی گئی ہے اس ثمن مذکور سے بائع کے بھرپانے اور قبضہ کرنے کے طور سے بریت حاصل ہو گئی اور اس عاقد نے اپنے فرزند صغیر مذکور کے واسطے یہ تمام حویلی مذکور خالی از تعلق غیر بقبضہ صحیح قبضہ کر لی پس اب اسکا قبضہ اُسپر قبضہ امانت و حفاظت ہوا کہ بولایت پدری اسنے اس صغیر مذکور کے واسطے اُسنے قبضہ کیا ہے بعد ازانکہ اُسکے قبضہ مین بقبضہ ملکیت تھی اور یہ عاقد بعد اس عقد کے صحیح و تمام ہونے کے اس مجلس سے کھڑا ہوا اور بدنی جدائی کر لی اور اس سب کا اقرار صحیح کیا۔ اور اگر باپ نے اُسکو اس ثمن سے بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اس عاقد پدر نے اپنے اس فرزند صغیر کو جسکے واسطے حویلی خریدی گئی ہے تمام ثمن مذکور سے بابراء صحیح بری کر دیا از راہ صلہ رحم و عطا و شفقت پدری و نیکوئی و حق اولاد کے اور اس صغیر کو جسکے واسطے خرید واقع ہوئی اس ثمن سے بریت بطور بریت اسقاط کے حاصل ہوئی کذا فی الظہیریہ۔ اور اس سے صریح یہ بات ظاہر ہوئی کہ باپ کو اپنے فرزند نابالغ کے ہاتھ فروخت کرنے یا اُسکی چیز اپنے واسطے خریدنے مین کسی غیر کی ضرورت نہین ہے یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر باپ نے اپنے فرزند صغیر کا دار اپنے واسطے خریدا تو لکھے کہ اپنی ذات کے واسطے اپنی ذات سے تمام دار جو اُسکے فرزند فلان کا ہے اُسکے مثل قیمت پر خریدا اور اُسکا فرزند آج کے روز نابالغ ہے اسکی پرورش مین ہے اور اُسکا ولی اُسکا یہی باپ ہے یہان تک کہ قبضہ ثمن کے مرکز تک پہونچے تو لکھے کہ اپنے مال سے اپنے فرزند فلان کے واسطے تمام اس ثمن پر قبضہ کیا اور تمام اس دار پر اپنے واسطے قبضہ کیا اور کبھی بات اس صورت مین یہ ہے کہ ثمن کو گواہون کے سامنے وزن کرکے لیتے فرزند کو کے واسطے اُسپر قبضہ کرے آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ اگر اُسپر اُسکے نابالغ فرزند کا قرضہ ہوا اور اُسنے چاہا کہ مین بری ہو جاؤن تو جسقدر نقد سے بریت چاہتا ہے اُسکو گواہون کے سامنے وزن کرے اور کہے کہ تم لوگ گواہ رہو کہ مجھپر میرے نابالغ فرزند فلان کا اسقدر قرضہ تھا اور مین نے یہ مال اپنے مال سے نکال کر اب اُسپر اپنے فرزند مذکور کے واسطے قبضہ کر لیا ہے اور بعض علما نے فرمایا کہ باپ اپنے فرزند نابالغ کے قرضہ سے اپنا مال الگ کرے اور گواہ کرنے سے بری نہوگا اور قرضہ مذکور اُسی طرح باقی رہیگا۔ اور اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے واسطے خریدا تو اُسمین بھی یہی صورت ہے جو باپ کے خریدنے مین مذکور ہوئی فقط فرق یہ ہے کہ وصی کے خریدنے مین یہ شرط ہے کہ اُسکی قیمت سے زیادہ کے عوض خریدے اور اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے ہو واسطے کہ اسمین اختلاف ہے۔ اور اگر صغیر نے اپنے باپ کا مال اُسکی اجازت سے خریدا اور اس صورت مین اس سے زیادہ احتیاط ہے کہ اپنا مال صغیر کے واسطے اپنی ذات سے فروخت کرے اور خود ہی اُسکی جانب سے مشتری ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہے جو خریدا ہے کہ صغیر نے جسکو فلان کی جانب سے اس خرید کی اجازت ملی ہے مبیع کے مثل قیمت کے عوض جسمین کمی ہے نہ بیشی ہو اپنے باپ فلان سے خرید کیا پھر بیعنامہ کو اسی طور سے تمام کرے جس طرح اور بیعنامہ تمام کرتا ہے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر متولی وقف نے مال سے کچھ خریدا تو لکھے کہ یہ وہ ہے جو خریدا ہے کہ فلان شخص قیم وقف کذا نے یا لکھے متولی وقف کذا نے جو فلان قاضی کی جانب سے متولی و قیم مقرر ہے اُس نے مال وقف سے جو وقف کی آمدنی اُسکے پاس مجتمع ہوئی ہے اس وقف کا مال بڑھانے کی غرض سے اور تاکہ اس وقف کے اخراجات ادا کرنے مین مدد ملے فلان بن فلان سے تمام یہ چیز اسلئے خریدی اور احوط یہ ہے کہ اس مین یہ زیادہ کیا جاوے اور یہ

کرنے والے نے اپنے اس وقف میں یہ شرط کردی تھی کہ جب ممکن ہو سکے تو اُسکی اس وقف کی آمدنی سے جو مجتمع ہو جاوے تو دوسری چیز آمدنی کے لائق خرید کر کے اُسکے اس وقف میں شامل کردی جاوے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے بعوض ثمن معلوم کے کوئی چیز خریدی پھر قبضہ کرنے کے بعد اُسنے چاہا کہ کسی دوسرے شخص کو یہ چیز بطور بیع تولیہ دیدے اور اسکی فروخت کا بیعنامہ لکھنا چاہا تو لکھے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوئے ہیں سب اس بات کے گواہ ہوئے ہیں کہ فلان بن فلان نے ان گواہوں کے سامنے اپنی صحت بدن و ثبات عقل و جواز تصرفات کی حالت میں بطوع رغبت خود درحالیکہ اُنہیں کوئی ایسی علت مرض وغیرہ کی نہ تھی جو اُسکی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص سے تمام وہ چیز خریدی تھی جو اس بیعنامہ کے اندر مندرج ہے جسکا نسخہ یہ ہے پس تمام بیع نامہ نقل کرے یہان تک کہ گواہ کرنے کا ذکر آوے تو لکھے کہ پھر فلان نے فلان کے ہاتھ تمام وہ چیز جسپر بیع مذکور واقع ہوئی بعوض اُسی ثمن کے جسکے عوض خریدی ہے جو اُسمین مذکور ہے بطور بیع تولیہ صحیح فروخت کی جسمین شرط و خیار نہین ہے اور فلان نے اس بیع تولیہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور ثمن مذکور تمام و کمال اُسکو دیدیا اور اُسکو یہ ثمن دیکر اُسکے قبضہ کرنے سے بطور بیع تولیہ قبضہ و استیفار کے بری ہوگیا پھر مبیع پر قبضہ کرلیا اور اُسکا دیکھ بھال لیا اور دونون کا بابدان متفرق ہونا اور بیع تولیہ فروخت کرنے والے کا جسکے ہاتھ یہ بیع تولیہ فروخت کی ہے اسکے لیے اس بیع میں درک کا ضامن ہونا تحریر کرے پھر گواہ کرلینا تحریر کرے اور اگر کسی کو اسمین شریک کرلیا تو بھی اسی طور سے لکھے فقط اسقدر فرق ہے کہ بجاے ذکر بیع تولیہ کے آدھی تہائی و چوتھائی وغیرہ جسقدر حصے کی شرکت واقع ہوئی ہے بعوض نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ ثمن کی تحریر کرے اور بیع مرابحہ میں بھی اسی طور سے لکھے لیکن بجاے تولیہ کے یون لکھے کہ اُسکے ہاتھ بہ بیع مرابحہ اسقدر نفع پر فروخت کی یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل دہم۔ تحریر بیع سلم کے بیان میں۔ جاننا چاہیے کہ بیع سلم میں بیعنامون کی مثال کی تین صورتین ہیں۔ ایک یون ہے کہ یہ وہ سلم ہے کہ فلان نے فلان کو اسقدر درم اور اس نقد کو مفصل بیان کرے بھیجے جو مال عین مجلس سلم میں حاضر ہین اتنے قفیز گیہون سپید صاف جو آب جاری کے سینچنے سے پیدا ہوئے ہون جید ہون ناپ پیمانہ لیے قفیز کے جسکا رواج فلان شہر میں ہے اتنی مدت کے وعدہ پر جسکی ابتدا اس تحریر کی تاریخ سے ہے بطریق بیع سلم صحیح جائز کے جسمین کوئی شرط نہین ہے اور یہ سلم فاسد نہین ہے اس شرط پر دیے کہ مسلم فیہ گیہون اس رب المال کو میعاد آنے پر جو اس تحریر میں بیان ہوئی ہے اُسکی حویلی واقع شہر فلان میں سپرد کرے اور اس مسلم الیہ نے یہ عقد سلم از جانب رب السلم بالمواجہ قبول کیا اور اس سلم مذکور کے راس المال اُن سب درمون مذکورہ پر قبضہ کرلیا قبل اسکے کہ دونون متفرق ہون اور قبل اسکے کہ اس عقد کے سواے کسی دوسرے کام میں مشغول ہوں اور اس عقد کی صحت کے بعد و مواجب عقد ہذا و اسکے انعقاد کے ساتھ باہم راضی رہکر دونون اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان متفرق ہوئے پھر تحریر کو تمام کرے اور اس میں ضمان درک کو تحریر نکرے اسواسطے کہ مبیع پر قبضہ نہین ہوا ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اُن دونون کا اقرار تحریر کرے پس لکھے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوئے کہ زید و عمرو نے اُنکے سامنے اقرار کیا کہ زید نے عمرو کو بیع سلم میں اسقدر درم آخر تک موافق تحریر وجہ اول کے تمام کرے اور طریقہ سوم یہ ہے کہ پہلے مسلم الیہ کا اقرار لکھنا شروع کرے پھر رب السلم کی طرف سے مسلم الیہ کے اس اقرار کی تصدیق تحریر کرے اور واضح ہو کہ ہم نے فقط صاف ہونا تحریر کیا اور مانند متقدمین اصحاب شروط کے بھوسے و کنکر و جو کے میل سے صاف ہونا تحریر نہین کیا اسواسطے کہ بسا اوقات

گیہون ان چیزون کے میل سے صاف ہوتا ہو لیکن ان چیزون کے سوائے دوسری چیزون کے میل سے جنکا میل عیب شمار کیا جاتا ہو صاف نہین ہوتا ہو اور مطلق صاف ہونا ان سب کو شامل ہو۔ اور چنیر ہمنے اس سال کے پیداوار کے گیہون نہین لکھے جس طرح بعضے علما تحریر کرتے ہین اسواسطے کہ اسمین ایہام ہو کہ شاید اُسنے ایسے گیہون کی بیع سلم ٹھہرائی ہو جو ہنوز موجود نہین ہوے ہین۔ اور اگر دو نوع مختلف کی بیع سلم قرار دی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک دونون کا راس المال علیحدہ بیان کرنا ضرور ہو۔ اور جو بیع سلم اختلافی ہو اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرنا ضرور ہو۔ اور جو بیع سلم اختلافی ہو بنابر انکہ ہمنے سابق مین بیان کر دیا ہو۔ اور جن اجناس مین بیع سلم صحیح ہوتی ہو از انجملہ ظروف صفریہ وشبہیہ وغیرہ مین لکھے کہ اتنے عدد شمع دان تانبے کے بنے ہوے منقش بساخت بخارا جنکا وزن بوزن بخارا اسقدر ہو یا اتنے عدد شمع دان تانبے کے جو معروف بجزہ دان ہین۔ اور اگر قمقمہ ہون تو لکھے اتنے عدد جسمین قمقمہا بر نجی اتنے عدد بنے ہوے جس مین سے کلان اتنے عدد ہر ایک کا وزن بوزن بخارا اسقدر ہر ایک قمقمہ مین اسقدر پانی سماوے اور نیز قمقمہاے کلان معروف بقمقمہ سمرقندی اتنے عدد اور اُنمین سے خرد اتنے عدد اور وزن ہر ایک کا بوزن بخارا اسقدر اور اُس مین اسقدر پانی سماتا ہو۔ اور علے ہذا القیاس طاس وطشت کا بھی یہی طریقہ ہو۔ اور لوہے کے اوزار مین مثلاً کلبند آہنی ساختہ از فولاد اتنے عدد اور ساختہ از آہن نرم اتنے عدد جو کار زراعت کے لائق ہو اس مین سے ہر کلبند کا وزن بوزن بخارا اسقدر ہو۔ اور مسحات مین بھی یہی صورت وحکم ہو۔ شیشہ کے برتنون مین سے طالقات الطارم مین جائز ہو لکھے کہ اتنے عدد طالقات شیشے کے جو طارم کے لائق ہون ان مین سے ہر ایک کا قطر ایک بالشت ہو اور ان مین سے ہر دس کا وزن دو سیر یا تین سیر جیسے ہوتے ہون اور از طالقات مشہورہ بطالقات کلیدانی کے اتنے عدد کہ ہر دس کا وزن چار سیر بوزن اہل بخارا اور قطر ہر ایک کا نصف گز اہل بخارا کے گزون سے اور پنج سیری مین سے اتنے عدد اور اُسکا وصف اسی طور سے بیان کرے جس طرح شیشہ گرون مین معروف ہو اور اس مین سے ہر دس کا وزن اسقدر ہو اور ان مین سے ہر ایک مین اتنے سیر اشیاے مائعات مین سے سماوین۔ اور قرابات مین اتنے عدد قرابات زجاجیہ جس مین سے ہر ایک کا وزن آدھ سیر یا دس چھٹانک یا پورا سیر بھر ہو اور ہر ایک مین اتنے سیر مائعات مین سے سماوے۔ اور قارورات مین پس چندین عدد قارورات زجاجیہ جس مین ہر ایک آدھ سیر کا ہوتا ہو بطریق مذکورہ بالا تحریر کرے اور قباب مین اتنے عدد پس چندین عدد قبہاے کلان معروفہ بشش تا نگی کہ جس مین سے ہر ایک کا قطر گز بھر یا آدھ گز جیسا ہوتا ہو اور چندین عدد قبہاے درمیانی معروف بچہار تا نگی جسمین سے ہر ایک کا قطر ایک گز ہوتا ہی سب بقدر شیع عنہ ہون اور خرد اسقدر بطریق مذکورہ بالا تحریر کرے اور مٹی کے برتنون مین پس چندین عدد کوزہ ہاے گلین و رکشی معروف بطباق اور چندین عدد کوزہاے معروفہ بدو کا فی یا سہ کا فی اور چندین عدد از کوزہ ہاے درمیانی معروف بکاسفرا اک و چندین عدد کوزہ ہاے خرد معروف بدین اسم۔ اور یہ سب عددیات متقاربہ ہین ان مین تفاوت فاحش نہین ہوتا ہو۔ اور غطار کی سلم اور غطار سے مراد وہ جو تنور پر ڈھانکی جاتی ہو جائز ہو پس یون لکھے کہ اتنے عدد غطار گلین و رکشی جو تنور کا منہ ڈھانکنے کے لائق ہوتے ہین ہر ایک کا قطر اسقدر گز اہل بخارا کے گزون سے اور اُسکی مقدار اُسی طور سے بیان کرے جسطرح ہمنے کوزون مین بیان کر دی ہو اور اسی طرح گھڑون و مٹکون مین اسی طور سے لکھے یہ ظہیریہ مین ہو

فصل یازدہم تحریر شفعہ کے بیان مین - اصل مین فرمایا کہ اگر کسی شخص نے ایک دار خریدکرکے اُسپر قبضہ کر لیا اور ثمن دیدیا اور اُس دار کا ایک شفیع ہو اُسنے اِس دار کو شفعہ مین لے لیا اور اُسکی تحریر لکھوانی چاہیے تو کیونکر لکھے سو ہم کہتے ہین کہ شفیع کو حق شفعہ لے لینے کا اختیار جبھی ہو کہ جب اُسنے بطلب صحیح طلب شفعہ کر لیا ہو اور طلب شفعہ تین طرح کی ہوتی ہی طلب مواثبہ و طلب اشہاد و تقریر و طلب تملیک ہیں جب ان سب طرح کے پہلوون سے طلب کر تو اُسکو اختیار ہوگا کہ دار مذکور کو شفعہ مین لے لے پس جب اُسنے طلب مواثبہ سے طلب کیا اور اُس طلب کی تحریر چاہی تاکہ اُسکے واسطے حجت ہو تو لکھے کہ یہ وہ ہی جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین کہ فلان بن فلان نے تمام دار واقع مقام فلان جسکے حدود اربعہ یہ ہین اِتنے ثمن کے عوض بخرید صحیح خرید کیا اور یہ دار مذکور پر قبضہ کر لیا اور ثمن دیدیا ہی اور فلان اِس دار کا شفیع بدین سبب ہی اور سبب استحقاق شفعہ کو مفصل بیان کردے پس اس شفیع نے جبھی اُسکو اِس دار کی بعوض اسقدر ثمن کے خرید کی پہلی خبر پہونچی ہی فوراً بلا درنگ و تاخیر کے بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اور کہا کہ مین اِس دار محدودہ مذکورہ کے اپنے شفعہ کا بدین سبب استحقاق رکھتا ہون پس یہ پوری تحریر طلب مواثبہ کی ہی۔ اور اِس تحریر مین امام محمدؒ نے مشتری و بائع کا نام تحریر کیا ہی اور اگر اِس صورت مین بائع کا نام تحریر نکیا جاوے تو بھی ہمارے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ قبضہ کے بعد خصومت مشتری کے ساتھ ہی اور بائع بمنزلہ اجنبی آدمی کے ہی لیکن بعضے لوگ کہتے ہین کہ قبضہ کے بعد شفعہ مین لینا دونون سے ہوتا ہی پس ہمنے اِس قول سے احتراز ہونے کے واسطے دونون کا نام لکھدیا۔ اور اِس تحریر مین سبب استحقاق شفعہ بھی ہوتا ہی اسواسطے کہ اسباب شفعہ مختلف ہین اور علماء نے اِس مین اختلاف کیا ہی بعض نے کہا کہ شفعہ بالجوار ثابت ہی اور بعض کے نزدیک بجوار مقابلہ ہی اور ہمارے نزدیک بجوار ملاصقہ ہی اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جوار سے شفعہ کا استحقاق بالکل نہین ہوتا ہی اور ہمارے نزدیک استحقاق شفعہ کے چند مراتب ہین اول آنکہ بسبب عین بقعہ مین شرکت کے پھر بسبب ملک کے حقوق مین شرکت ہونے کے اور وہ راستہ ہی پھر شفعہ کا استحقاق بسبب جوار کے ہوتا ہی پس (عین بقعہ کے شریک کا شفعہ اعلیٰ درجہ کا ہی پھر جو راستہ کا شریک ہو دوم درجہ ہی پھر جوار کے وجہ سے سوم درجہ کا استحقاق ہی) سبب شفعہ بیان کردے تاکہ قاضی کو معلوم ہوجاوے کہ آیا یہ شخص کسی مستحق درجہ اول کی وجہ سے محجوب ہی یا نہین ہی۔ اور یہ تحریر کیا کہ جبھی اُسکو اِس دار کے بعوض اِس ثمن کے خرید کی پہلی خبر پہونچی اور یہ نہ لکھا کہ جبھی اُسکو اِس بات کا علم ہوا اسواسطے کہ حقیقۃً علم بدون خبر متواتر کے حاصل نہین ہوتا ہی حالانکہ شفعہ مین یہ حکم نہی کہ اگر خبر متواتر کی تعداد و شرائط سے کم کے لوگ خبر دین اور شفعہ طلب نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہوجائیگا چنانچہ اگر خبر دہندہ ایلچی ہو خواہ وہ عادل ہو یا فاسق ہو آزاد ہو یا غلام ہو یا صغیر ہو یا بالغ ہو اور ایلچی نے پیغام ہو سچا دیا اور شفیع نے شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر خبر دہندہ نے اپنی طرف سے خبر دی تو حسن نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہی کہ اگر شفیع کو دو مرد یا ایک مرد و دو عورت نے جو عادل ہون بیع کی خبر دی اور اُسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور امام محمدؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ اگر خبر دہندہ مین گواہی کی دونون چیزون مین سے خواہ عدالت یا تعداد ایک بات پوری پائی گئی اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا۔ تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے اگر اُسکو ایک شخص نے خبر دی خواہ یہ شخص واحد کسی صفت کا ہو اور شفیع نے شفعہ طلب نکیا

پس اگر اس خبر کا سچا ہونا ظاہر ہوگا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا پس ہمنے یون تحریر کیا کہ جبھی اُسکو پہلی خبر پہونچی تاکہ
کوئی وہم کرنے والا یہ وہم نہ کرے کہ اُسنے ایک شخص یا دو شخصون کی خبر پر شفعہ طلب نکیا اور خبر متواتر پہونچنے تک
طلب شفعہ کے واسطے انتظار کیا جبکہ علم یقینی حاصل ہوجاوے جسنے کہ اسکا شفعہ باطل ہوگیا اور نیز یہ لکھدیا کہ پہلی خبر
تاکہ کوئی وہم نکرے کہ ایکبار خبر دینے پر اُسنے طلب نہین کیا پھر دوبارہ خبر دینے پر طلب کیا حالانکہ یہ طلب صحیح نہین
ہوئی پس اس وہم کے دور کرنے کے واسطے ہمنے پہلی خبر کا لفظ لکھدیا۔ اور ہمنے یون لکھا کہ فوراً بلا درنگ و تاخیر کے
بطلب صحیح طلب مواثبہ کے ساتھ شفعہ طلب کیا اسواسطے کہ علماء نے طلب مواثبہ کی مقدار مدت میں اختلاف کیا ہے پس
ظاہر الروایۃ میں ہے کہ اگر اُسنے فی الفور بلا درنگ شفعہ طلب نکیا تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ہشام رح نے امام محمد رح
سے روایت کی ہے کہ خبر پہونچنے کی مجلس تک اُسکی مقدار ہے اور اسی کو شیخ ابو الحسن کرخی نے اختیار کیا ہے اور حسن بن زیاد
سے روایت ہے کہ تین روز تک اُسکی مدت ہے اور یہی شیخ بن ابی لیلے کا قول ہے اور امام شافعی رح کے اقوال میں سے بھی
ایک قول یہی ہے پس اگر ہم اسی قدر تحریر کرین کہ اُسنے بطلب صحیح اُسکو طلب کیا تو یہ احتمال ہے کہ اسکا وہم ہو کہ اُس نے
فی الفور طلب نہین کیا بلکہ اسکے بعد طلب کیا اور کاتب نے یہ جو لکھا کہ بطلب صحیح طلب کیا تو بتاویل قول بعض علماء کے
تحریر کیا ہے۔ پھر ہمنے طلب شفعہ کا لفظ تحریر کیا اور علماء نے اسمین بھی اختلاف کیا ہے مگر عامہ علماء کے نزدیک یہ ہے اگر اُسنے کسی ایسے
الفاظ سے شفعہ چاہا جیسے لوگون کے عرف مین سمجھا جاتا ہے کہ وہ شفعہ طلب کرتا ہے مثلاً کہا کہ مین نے طلب کیا یا طلب کرتا
ہون یا طالب شفعہ ہون یا مثل اسکے تو درست ہے (مگر بعض نے اسمین اختلاف کیا ہے) اور طلب مواثبہ کے گواہ کرلینا شرط
نہین ہے اور نیز یہ بھی شرط نہین ہے کہ طلب مواثبہ بائع یا مشتری یا دار ان تینون مین سے کسی کے حضور مین ہو۔ پھر طلب مواثبہ کے
بعد طلب اشہاد و تقریر کی ضرورت ہے اور اس طلب کی صحت کیواسطے یہ شرط ہے کہ یہ طلب یا مشتری یا بائع یا دار خرید شدہ کے
حضور مین ہو لیکن اس طلب کی ضرورت جبھی ہے کہ جب طلب مواثبہ کیوقت ان تینون مین سے کوئی سامنے موجود نہو اور اگر
طلب مواثبہ کے وقت ان مین سے کوئی حاضر ہو تو یہ کافی ہے پھر اسکے بعد کسی دوسری طلب کے سوائے طلب تملیک کی
ضرورت نہین ہے اور اس طلب اشہاد و تقریر کی مدت کی اندازہ یہ ہے کہ ان چیزون مین سے کسی کے حضور کو حاصل کر پاوے
جتنے کہ اگر اُسنے قابو پایا و باین اُسنے طلب اشہاد و تقریر نکی تو اُسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اس طلب کے وقوع پر گواہ کرلینا
لازم نہین ہے جتنے کہ اگر اُسنے گواہ نکیے اور خصم نے اس طلب کے وجود کا اعتراف کرلیا تو کافی ہے اور یہ چاہیے کہ طلب
ان تینون مین سے ایسے کے حضور مین ہو جو شفیع سے سب سے زیادہ قریب ہے اور یہ حال کتاب الشفعہ مین مفصل معلوم ہوچکا
ہے اور اگر شفیع نے چاہا کہ طلب اشہاد واقع ہونے کے وثوق کیواسطے تحریر کرالے تو یون تحریر کرنا چاہیے۔ کہ یہ تحریر ہے جسمین مذکور
ہے کہ فلان نے فلان سے خرید کیا پھر بعینہٖ سہ کو اول سے آخر تک نقل کرے پھر اسکے بعد لکھے کہ فلان یعنے شفیع کو جبھی اس
دار محدودہ کی بعوض ثمن مذکور خرید سے جاسنے کی پہلی خبر دیگئی اُسی وقت فوراً اُسنے بطلب مواثبہ شفعہ طلب کیا جیسا کہ ہم نے
بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اسکے بعد اُسنے بدون تاخیر و تقصیر کے بحضور اس چیز کے جو سب سے زیادہ اُس سے قریب تھی
بطلب اشہاد و تقریر شفعہ طلب کیا پھر اُس چیز کو بیان کرے کہ بائع و مشتری و دار ان تینون مین سے کون چیز تھی
مگر احوط یہ ہے کہ بائع اور مشتری کے حضور مین طلب کرنا تحریر کرے اسواسطے کہ اسمین علما کا اختلاف ہے پس ابن ابی لیلی
فرماتے ہین کہ شفیع مشتری کے قبضہ سے پہلے و اسکے بعد و بائع سے لیگا اور اُس سے خصومت کریگا اور عہدہ

(۱۵) طلب مواثبہ وغیرہ [illegible] شفعہ میں

بیع شفعہ بھی بائع پر ہوگا اور امام شافعی رح فرماتے ہین کہ ہر دو صورت مین مشتری سے لیگا اور اُسی کے ساتھ خصومت کریگا اور اسکا عہدہ بھی مشتری کے ذمہ ہوگا اور ہمارے نزدیک قبضہ سے پہلے خصومت بائع سے کریگا اور بائع پر عہدہ ہوگا اور قبضہ کے بعد مشتری سے خصومت اور اُسی پر عہدہ ہوگا لہذا احوط یہ ہو کہ بائع و مشتری دونون سے لینا تحریر کرے پھر جب شفیع نے ہر دو طلب سے طلب کر لیا پس اگر خصم نے اُسکو سپرد کرنے پر اتفاق کیا تو کام پورا ہو گیا اور اگر اُسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو شفیع اس معاملہ کو بحضور قاضی پیش کریگا اور اُس سے درخواست کریگا کہ میرے واسطے ملک کا حکم بوجہ شفعہ کے نافذ فرماوے پس اگر درصورتیکہ خصم نے اسکے سپرد کرنے پر اتفاق کیا شفیع نے مضبوطی کے واسطے اسکی تحریر لکھوانی چاہی تو موافق تحریر امام محمد رح کے اُسکی صورت یہ ہو کہ یہ تحریر از جانب فلان بن فلان یعنی مشتری کی طرف سے واسطے فلان بن فلان یعنی شفیع کے بدین مضمون ہو کہ مین نے فلان بن فلان سے تمام دار واقع موقع فلان محدود بحدود و بنیان و چنین بعوض اسقدر ثمن کے خریدا تھا پھر تحریر خرید کو آخر تک بیان کرے پھر لکھے کہ تو اس دار مذکورہ کا بسبب شرکت یا خلط یا جوار کے شفیع تھا اور تو نے جسوقت تجھکو پہلی خبر اس دار مذکور کے بعوض ثمن مذکور خریدے جانے کی پہونچی تھی تو نے فی الفور طلب مواثبہ و پھر بطلب تقریر و اشہاد بطلب صحیح شفعہ طلب کیا تھا اور طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کو مفصل جس طرح ہمنے بیان کیا ہو تحریر کرے اور لکھے کہ ایسی طلب صحیح کے ساتھ طلب کیا تھا کہ جو اس حکم کی موجب تھی کہ مین تجھے یہ دار بسبب شفعہ کے سپرد کرون اور دیدون پس مین نے تجھکو یہ دار سپرد کیا پھر تحریر کو اُسی طور سے تمام کرے جس طرح ہمنے بیان کیا ہو۔ یہ امام محمد رح کا عنوان تحریر ہو اور متاخرین مشائخ رح نے ایسی تحریر کی صورت یہ اختیار کی ہو کہ یہ وہ ہو جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین سب اس بات کے گواہ ہوے ہین کہ فلان نے فلان کے ہاتھ تمام دار واقع موقع فلان فروخت کیا تھا پس بعینہ اول سے آخر تک نقل کرے پھر بعد ازین اگر مشتری نے دار پر قبضہ نکیا ہو تو قبضہ دار کا بیان نہ لکھے پس یہ لکھے کہ اور فلان اس دار محدودہ کا شفیع جوار بسبب اُس دار کے تھا جو اس دار خرید شدہ کی ایک حد سے متصل ہو یا لکھے کہ شفیع بشفعہ شرکت تھا کہ اس دار محدودہ مذکورہ مین سے نصف دار اسکی ملک ہو پس اس شفیع نے ہرگاہ اسکو اس دار محدودہ کے خریدے جانے کا علم ہوا بدون تفریط و تقصیر کے بطلب صحیح بمواجہہ آن ہر دو متعاقدین فلان و فلان کے اس طرح اپنا شفعہ طلب کیا کہ جو موجب اس حکم کا ہو کہ یہ دار بحق شفعہ اُسکو دیا اور سپرد کیا جاوے پس ان ہر دو متبایعان نے اُسکے ساتھ اتفاق کرکے دونون نے اسکو تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا بعوض پورے ثمن مذکور کے باعطاء صحیح دیدیا جسمین کوئی شرط نہین ہو اور نہ خیار اور نہ فساد ہو اور اس بائع نے تمام اس ثمن مذکور پر اس شفیع کے اُسکو ادا کرنے سے لیکر تمام و کمال قبضہ کر لیا و وصول پایا اور شفیع مذکور کے اُسکو دینے سے قبضہ کرنے سے شفیع مذکور اس سب ثمن سے بری ہو گیا اور باجازت اس مشتری مسمی مذکور کے جسنے اُسکو اس سب کی اجازت دی ہو یہ سب کیا اور اس شفیع نے تمام اُس چیز پر جسپر عقد بیع واقع ہوا اور شفعہ مین دیگئی ہو اس بائع کے یہ سب اُسکو سپرد کرنے سے درحالیکہ اُسنے خالی فارغ از ہر مانع و منازع سپرد کیا ہو باجازت اس مشتری مذکور کے اُسپر قبضہ صحیحہ کر لیا پس اس شفیع کو جو درک پیش آوے تو اس بائع پر اُسکا خلاص کرنا آخر تک بدستور معلوم تحریر کو ختم کرے اور درصورتیکہ اُسکو بحق شفعہ جوار لیا ہو اُسکے آخر مین قاضی کا حکم لاحق کرے اسواسطے کہ مختلف فیہ ہو اور ضمانت درک مین عمارت و درخت و زراعات کی ضمانت درج

نکرے اسواسطے کہ اسکی ضمانت ان دونون پر درصورت شفعہ واجب نہین ہوتی ہے۔ اور اگر مشتری نے دار پر قبضہ کر لیا اور ثمن ادا کر دیا ہو تو بائع کے ساتھ کچھ خصومت نہوگی بلکہ خصومت مشتری سے ہوگی تو یہ تحریر بربنا اقرار مشتری بخرید کے و شفیع کے اُس سے شفعہ مین لینے کی ہے۔ اور یہ اُسوقت ہے کہ بحق شفعہ لینا بغیر حکم قاضی ہے۔ اور اگر بحکم قاضی ہو تو بجاے اس عبارت کے کہ دونون نے اس شفیع کے ساتھ اتفاق کیا ہے تحریر کرے کہ ان سے یہ مقدمہ فلان قاضی کے سامنے پیش کیا پس اُسنے بعد خصومت صحیحہ کے جوان متخاصمین مین جاری ہوئی اس حق شفعہ کے ثبوت کا حکم دیا اور ان دونون پر حکم نافذ فرمایا کہ یہ دار محدودہ بحق شفعہ اسکے سپرد کرین پس دونون نے اُسکو تمام وہ چیز جسپر عقد بیع واقع ہوا ہے دیدی آخر تک بدستور تمام کرے۔ اور اگر باپ یا وصی نے صغیر کے واسطے شفعہ طلب کیا ہو تو لکھے کہ فلان صغیر اس دار کا شفیع تھا۔ اور درصورتیکہ حکم قضا بسبب نکول کے جاری ہوا ہو تو لکھے کہ یہ سب بعد اسکے واقع ہوا کہ اس مشتری نے اس شفیع کے دعوی شفعہ سے جواب پیر کیا تھا انکار کیا پس اس قاضی نے اُس سے اسکے دعوی پر قسم لی۔ اور اُسنے چند بار اس قسم سے قاضی کے سامنے انکار کیا پس اس قاضی نے اُسپر اس شفعہ کے ثبوت کا حکم دیدیا بعد اسکے کہ اس شفیع نے قسم کھالی کہ واللہ مین نے یہ شفعہ اس مشتری کو سپرد نہین کیا ہے اور اُسنے اُسی مجلس مین جسمین اُسکو خبر پہونچی تھی طلب شفعہ کیا اور اُسکے طلب مین مشغول ہوا ہے۔ اور اگر ثمن درم یا دینار یا کیلی یا وزنی یا عددی متقارب ہے تو اُسکو بیان کرے اور تحریر کرے کہ شفیع نے اُسکے مثل بائع یا مشتری کو دیا اور اگر خرید مذکور بعوض غلام یا کسی اسباب وغیرہ کے جو قیمتی ہوتی ہے واقع ہوئی تو شفیع کا لینا بعوض اس چیز کی قیمت کے ہوگا پس اس وثیقت نامہ مین تحریر کرے کہ حکم قاضی نے بعوض اس قیمت کے لینا لازم کیا اور اسکی قیمت پر پرہیزگار روا مانت دار عدول کے جنکو ایسے اموال کی قیمت اندازہ کرنے کا مدار ہے اندازہ کرنے سے اسقدر درہم غطریفیہ جیدہ ہوے اور احوط یہ ہے کہ ان اندازہ کرنے والون کا نام تحریر کردے اور یہ بیان کردے کہ بائع و مشتری نے اقرار کیا کہ قیمت اسی قدر ہے۔ اور اگر دار کے واسطے چند شفیع ہون اور ایک شفیع نے حاضر ہوکر پورا دار بحق شفعہ لے لیا پھر دوسرے نے حاضر ہوکر اپنا استحقاق شفعہ ثابت کیا پس اسکا حصہ اسکو دیا تو تحریر کرے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے تمام دار محدودہ بعوض اسقدر کے خرید کرکے دونون نے باہمی قبضہ کیا اور دونون متفرق ہوگئے پھر فلان حاضر ہوا اور وہ اس دار کا شفیع تھا پس اُسنے حاضر ہوکر اپنا حق شفعہ بشرائط شفعہ طلب کیا پس اُسکے نام حکم ہوگیا اور قاضی نے بائع یا مشتری کو دار مذکور اُسکے سپرد کرنے کا حکم کیا پس اُسنے حکم کی تعمیل کی پھر فلان بن فلان حاضر ہوا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اس دار کا شفیع ہے اور اُسنے جس گاہ اُسکو خبر پہونچی اپنا شفعہ دار مذکور بشرائط طلب شفعہ طلب کیا اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے میرا حصہ اس دار مین سے بعوض اسقدر کے حصہ ثمن کے جو اتنا ہوتا ہے بسبب میرے شفعہ مذکورہ کے دلایا جاوے پس قاضی نے بائع اور شفیع اول پر لازم کیا کہ اس ثمن کو وصول کرین اور اس دار مین سے اسکا حصہ اسکے سپرد کرین پس دونون نے حکم کی تعمیل کی پس فلان یعنی شفیع دوم نے یہ ثمن ادا کرنے کے بعد دار مین سے اسقدر پر قبضہ کیا اور تحریر کو بدستور تمام کرے۔ کذا فی المحیط۔

فصل دوازدہم۔ تحریر اجارات و مزارعات کے بیان مین۔ اجارات مین سے ایک قسم بنام اجارہ طویلہ مرسومہ اہل بخارا ہے اسکی صورت تحریر یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان بن فلان مخزومی نے اُسکا حلیہ و معروفیت و مسکن

بیان کرے تمام حویلی مذکورہ ذیل مشتمل دار و دو بیت کو ہمین رہنے کیواسطے کرایہ پر لیا اور اُس مین دو چھتین ہین۔ اور اس کرایہ پر دینے والے نے بیان کیا کہ یہ سب اُسکی ملک وحق و اُسکے قبضہ مین ہی اور یہ سب شہر فلان محلہ فلان کوچہ فلان پیش مسجد فلان واقع ہی حد و دحدود اربعہ جسکی ایک حد ملازق حویلی فلان و دوم و سوم چنین و چنان و چہارم اُسکی طرف جانے والے و داخل ہونے کے راستہ سے ملازق ہی پس یہ حویلی مذکور مع اپنے سب حد و دحقوق کے اور مع سب مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہین زمین و عمارت و سفل و علو اور مع ہر حق کے جو اُسکے لیے ثابت اُس مین داخل اور اُس سے خارج ہو واسطے اکتیس ۳۱ برس پے در پے کے سوا ہے دس روز آخر ہر سال واحد کے تیس ۳۰ سال مین سے ابتدا سے روز دوم تاریخ تحریر ہذا سے بعوض اجرت اسقدر دینار کے اس شرط سے اجارہ لی کہ ابتدا سے تیس ۳۰ سال پے در پے مین سے ہر سال کے سوا ہے دس روز منہا شدہ کی اجرت اِن دیناروں مین سے ایک دینار مین سے بقدر ایک جو کے ہو اور اس اجرت مذکورہ مین سے باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے جو اس مدت کا تتمہ ہی ہو بدین شرط کہ دونون مین سے ہر واحد کو استحقاق فسخ بقیہ عقد اجارہ مذکورہ ان ایام مستثنیٰ شدہ مین حاصل ہی دونون مین سے جو چاہے فسخ کرے بدین قرارداد مذکور یہ اسیتجار صحیح اجارہ لی اور اجارہ دہندہ مذکور نے تمام وہ چیز جسکا اجارہ اس مین مذکور ہوا ہی مع اُسکے حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہی بعوض اس اجرت مذکورہ کے با جارہ صحیحہ جو ہر وجہ خالی از معانی مبطلہ و وجوہ مفسدہ کے اجارہ پر دی بدین شرط کہ مستاجر اسمین خود رہے اور اپنا اسباب متاع رکھے اور جسکو چاہے اسمین بساوے اور جسکو چاہے اجارہ پر دے اور جسکو چاہے عاریت دے اور اس مستاجر نے خود اس تمام حویلی مذکور محدود پر بقبضہ صحیحہ اس اجارہ دہندہ کے سپرد کے سب اُسکے تسلیم صحیح فارغ سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر سے تمام اجرت مذکورہ بقبضہ صحیح بطور معجل اس مستاجر کے بوجہ تعجیل و پیشگی پر سب اُسکے سپرد کرنے سے تمام و کمال وصول کر لی اور اس اجارہ دہندہ نے اس مستاجر کے واسطے تمام اُس چیز کی درک کی جسکا اجارہ اس تحریر مین ثابت ہوا ہی بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور دونون بحالت نفوذ اپنے سب تصرفات کے بطوع خود ایسا کر کے اس سب کا اقرار کر کے اور اپنے اوپر اس سب کے گواہ کر کے ایسے حال پر دونون متفرق ہوگئے اور یہ سب فلان تاریخ مین واقع ہوا اور یہ تحریر جو ہمنے اجارہ طویلہ مین تحریر کر دی ہی اسی پر اسکے نظائر کو قیاس کرنا چاہیے یہ ظہیریہ مین لکھا ہی اور متاخرین نے تحریر اجارہ مین یہ نسخہ اختیار کیا ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان مخزومی نے فلان بن فلان مخزومی سے تمام دار مشتمل بر بیوت مملوکہ و مقبوضہ اُسکا واقع موقع فلان جسکے حدود چنین و چنان ہین مع اُسکے سب حد و دحقوق زمین و عمارت و سفل و علو کے و مع سب مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور مع اُسکے ہر حق کے جو اُسمین داخل اور اُس سے خارج ہی اور مع ہر قلیل و کثیر کے جو اُسکے حقوق سے ہی ایک سال کامل قمری بارہ مہینے پے در پے کے واسطے جسکی ابتدا غرہ ماہ فلان سنہ فلان و انتہا آخر ماہ فلان سنہ فلان ہی بعوض اسقدر درمون کے جسکے نصف اسقدر ہوتے ہین اور اس اجرت مین سے ماہواری اسقدر درم اجرت ہوتی ہی باجارہ صحیحہ نافذہ جائزہ قطعیہ خالی از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ اجارہ پر لیا اور یہ اجرت مذکورہ تمام اُس چیز کی جسپر عقد اجارہ جس روز واقع ہوا ہی اُسدن اُسکی اجرت مثل ہی جس مین نہ کمی ہی اور نہ بیشی ہو بدین شرط اجارہ لیا کہ تمام اُس چیز مین جسپر عقد اجارہ واقع ہوا اس تمام مدت مذکورہ مین خود مستاجر سکونت رکھے اور جسکو چاہے جس طرح چاہے جو چاہے

آمین سے رکھے اور بطور معروف اسکے منافع کے طریقون سے اس سے نفع حاصل کرے پھر اسکے بعد اگر مستاجر نے اجرت
دیدی ہو تو لکھے کہ بدین قرارداد کہ اس مستاجر نے یہ تمام اُجرت مذکورہ کے واسطے ہر پیشگی دیدی - اور اس اجارہ
دہندہ نے اس سب پیشگی اُس سے وصول کر لیا اور یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ سے جو اس تمام مدت مذکورہ کے
واسطے ٹھہری ہو اس موجر کو دیکر اُسکے قبضہ کرنے سے بریت قبض واستیفا بری ہو گیا اور اگر مستاجر نے اجرت
ادا نہ کی ہو تو بدین قرارداد کہ یہ مستاجر اس تمام اجرت مذکورہ کو اس تمام مدت مذکورہ گذر جانے پر اس موجر کو ادا کرے
یا لکھے کہ بدین شرط کہ اس اجرت مین سے اس مدت کے ہر مہینہ کے حصہ مین جسقدر اُجرت پڑتی ہو اسقدر ہر مہینہ گذرنے
پر ماہ بماہ ادا کیا کرے اور اس مستاجر نے اس موجر سے یہ تمام وہ چیز جسپر عقد اجارہ جس طرح بشرائط خود واقع ہوا ہی
تمام اس موجر کے اُسکو ہر مانع ومنازع سے خالی سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کر لیا پھر اس اجارہ کے صحیح وتمام ہو جانے
کے بعد اور اس مستاجر کے اس اقرار کے بعد کہ اُسنے یہ سب کچھ بھال لیا ہو اور اس سے راضی ہو گیا ہو اور دونون
کے اپنے اوپر اس معاملہ کے گواہ کرنے کے بعد دونون مجلس عقد سے تبفرق ابدان واقوال جدا ہو گئے اور تحریر کو بدستور
ختم کر دے - اور شیخ امام نجم الدین النسفی رحمہ نے فرمایا کہ جس صورت مین اُجرت وصول نہین ہوئی ہو موجر کیطرف سے ضمانت
درک تحریر نہ کرے اور جس صورت مین بطور تعجیل اُجرت وصول کی گئی ہو ضمانت درک تحریر کرے اور اگر تھوڑی سی اجرت
پیشگی وصول کی گئی ہو تو بقدر وصول شدہ کی ضمانت درک تحریر کرے اور اصل اُجرت کی ضمانت مثل دوسرے قرضون
کے ہوتی ہو پس جسطرح دوسرے قرضون مین لکھا ہو اسی طرح اسمین بھی تحریر کرے اور بعضے مشائخ سمرقند نے اس صورت مین لفظ
قبالہ لکھنا اختیار کیا ہو بطور کہ یہ وہ قبالہ ہو کہ فلان نے بقبول صحیح قبول کیا اور اس متقبل نے قبضہ کیا اور اس مستقبل نے سپرد
کیا اور دونون اس مجلس قبالہ سے متفرق ہوے اور اگر دوکان یا زمین یا حمام یا پن چکی یا بیل یا اونٹ چکی یا اور کوئی محدود اجارہ
پر لے تو اسمین بھی صورت تحریر یہی ہو لیکن حدود وحقوق لکھنے کے وقت اُس چیز کی جو خاص موافق ہون اُنکو تحریر
کرے جیسا کہ تحریر خرید مین ہمنے ہر ایک کے موافق مخصوصہ بیان کر دیے ہین واللہ تعالے اعلم کذا فی الذخیرہ - اور اگر
چہار دیواری کا باغ انگور اجارہ لیا تو چاہیے کہ اصل کرم یعنی باغ احاطہ دار کا اجارہ تحریر کیا جاوے درختون وقضبان و
ناکس ہاے انگور کا اجارہ تحریر نکیا جاوے اسواسطے کہ انکا خاصۃً اجارہ لینا باطل ہو اور اسی طرح زمین کے اندر جو کھیتی
ہو اُسمین بھی یہی حکم ہو پس یون لکھے کہ فلان بن فلان نے اصل زمین جو احاطہ دار باغ انگور ہو بشرطیکہ اس باغ کا احاطہ
ہو یا اتنی جریب زمین فلان اجارہ لی کہ جسکی نسبت موجر نے بیان کیا کہ یہ میری ملک وحق اور میری مقبوضہ ہو اور
وہ فلان گانون کی زمین جو دیہات شہر ضلع بخارا پرگنہ وزا یا پرگنہ قرعدو یا پرگنہ سامجن ماذون مین سے ایک گانون
ہو پھر اُسکے حدود جیسے ہون بیان کر دے پھر لکھے کہ یہ اراضی باغ یا کھیت مع اپنے حدود وحقوق ومرافق
کے جو اُسکے واسطے ثابت ہین اجارہ لیا بعد ازانکہ اس موجر نے اس مستاجر کے ہاتھ تمام وہ چیز جو اس باغ انگور
چہار دیواری دار مین ہو از قسم درختان وقضبان و درختان انگور و پودون کے یا جو اس زمین مین کھیتی و
درختان خربزہ و درختان کپاس ہین مع سب کی جڑون وعروق کے بعوض ثمن معلوم کے جو اسقدر ہو بیع صحیح
فروخت کیا اور اس مستاجر نے اُس سے اس سب کو بعوض اس ثمن مذکور کے بخرید صحیح خرید کیا اور دونون نے
باہمی قبضہ صحیحہ کر لیا پھر اُس سے تمام وہ چیز جسکا اجارہ اسمین مثبت ہو اکتیس برس پے در پے کے واسطے سوائے تین روز کے
(۳۱)

آخر سال واحد سے اجارہ لیا آخر تک بدستور مذکورہ تحریر کرے اور اگر اجارہ ایسے وقت مین ہو جبکہ درختون پر پھل اور
انگور کے درختون مین انگور لگے ہون تو تمام درختان و درختان انگور و پودون کے لکھنے کے بعد یہ بھی زیادہ کرے کہ او
مع تمام اُن پھلون کے جو اُن درختون پر موجود ہین - اسواسطے کہ درختون کے پھل بدون ذکر کے بیع مین داخل
نہین ہوتے ہین اور اگر اس باغ مین بید کے درخت ہون تو لکھے کہ اور مع تمام درختان بید کے جو اس باغ مین ہین
اسواسطے کہ بید کے درخت کی پاپو بمنزلہ پھل کے ہے کہ بدون ذکر کے بیع مین داخل نہین ہوتی ہو اور یہی قول مختار ہے
اور اس قسم کا اجارہ ایک مسئلہ سے استخراج کیا گیا ہو جسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے ذکر کیا ہو اور وہ یہ ہو کہ اگر ایک شخص
نے دو شخصون سے ایک دار دس برس کیواسطے اجارہ پر لیا اور اُسکو خوف ہوا کہ یہ دونون بیچ مین مجکو اس مکان سے
شاید اُٹھا دین پس اُسنے مضبوطی چاہی تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ دار مذکور کو تمام مدت کی اوائل کے ہر ایک مہینہ کیواسطے
ایک درم کے عوض اجارہ لے اور ماہ اخیر کو بعوض باقی سب اجرت کے کرایہ لے تو اس حالت مین جبکہ بہت اجرت
بمقابلہ اخیر مہینہ کے ہوگی تو دونون اُسکو مکان سے باہر نہ کرینگے - اور منقول ہو کہ ابتدا مین لوگ بیع المعاملۃ لکھا کرتے
تھے پس جب فقیہ محمد بن ابراہیم میدانی رح کا زمانہ آیا تو اُنھون نے اِسکو مکروہ جانا کہ اسمین ربو کا شبہہ ہو اور اس قسم کا
اجارہ ایجاد کیا تاکہ لوگون کو اپنے مال سے نفع حاصل ہو اور انکو منفعت زمین و دار بطرح حاصل ہو کہ مال مقصود مین
سے کچھ ضائع ہونے کا بھی خوف نہ رہے پس فقیہ موصوف رح نے سالہاے اول کے مقابلہ مین بہت قلیل اجرت
رکھی اور باقی اجرت بمقابلہ سال اخیر کے رکھی اور ہر سال سے تین روز اخیر مستثنی کر دیے اور دونون مین سے
ہر ایک کے واسطے اُن ایام مین فسخ کا اختیار شرط کر دیا اور یہ اختیار اسواسطے ثابت کر دیا تاکہ وہ فسخ کر سکے اور
جب اُسکو لینے مال کی حاجت پڑے تو وصول کر سکے اور تین ہی روز کا اختیار اسواسطے شرط کر کے مستثنی کیا کہ
عقد مین تین روز سے زیادہ خیار نہو جو موجب فساد عقد ہو امام اعظم رح کے نزدیک اور تاکہ امام اعظم رح و امام محمد رح
کے قول کے موافق صحت فسخ کے واسطے دوسرے کا حضور شرط نہ رہے لیکن غیر ایام عقد مین خیار کی شرط کی ہو اور مقدار
مدت کے اکتیس (۳۱) سال اسواسطے مقرر کیے ہین کہ غالبا ہر سال ہی کے آخر سے تین روز مستثنی کرتے ہین اگر یہ ہم نے
اس تحریر مین ہر سال کے آخر سے تین روز مستثنی کیے ہین پس تمام ایام مستثنی شدہ اس تمام مدت مین تین سو ساٹھ (۳۶۰)
روز ہوئے اور یہ ایکسال ہو پس عقد اجارہ تیس (۳۰) سال کے واسطے باقی رہا اور مقدار مدت اجارہ تیس (۳۰) سال مقرر کی
اور اس سے زیادہ نہ کیا اسواسطے کہ شرع مین تیس (۳۰) سال آدھی عمر ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری
امت کی عمرین ساٹھ (۶۰) ستر (۷۰) کے درمیان ہین اور نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موتون کی توجہ ساٹھ (۶۰)
ستر (۷۰) کے درمیان ہوتی ہو پس ان مشائخ نے نصف عمر سے زیادہ کرنا مکروہ جانا اسواسطے کہ اس سے زیادہ اکثر عمر ہوگی
اور اکثر در حکم کل کے ہو جیسے کہ اکثر رکعت کا ملجانا بمنزلہ کل نماز پا لینے کے ہو اور ایسی حالت مین ہمیشگی کا شبہہ ہوتا
ہو کہ دائمی اجارہ ہو حالانکہ اجارہ کے واسطے مقدار مدت موقت ہونا شرط ہو پھر اس اجارہ کے جائز ہونے
کے قول مین فقیہ محمد بن ابراہیم رح کے ساتھ فقیہ ابوبکر محمد بن الفضل نے اتفاق کیا اور نیز انکے پیچھے جو ائمہ بخارا ہو
ہین اُنھون نے اتفاق کیا اور آج جو لوگ ائمہ فتوے موجود ہین اسی پر فتوے دیتے ہین کہ ایسا اجارہ جائز ہو
اور ہمارے زمانہ مشائخ مثل شیخ ابوبکر بن حامد اور شیخ ابو حفص سفکردری وغیرہ اس اجارہ کو جائز نہین فرماتے

ہین اور فرماتے ہین کہ اِسمین شبہہ ربوا ہو اور ہمنے اِس کتاب کی کتاب الاجارات مین فساد کی وجہین بیان کردی ہین اور امام استاذ شیخ ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ ہمنے اسکی صحت کی وجہین اور شبہہ ربوا دور ہونے کے وجوہ بیان کردیے ہین اور اگر اس طریق پر اجارہ جائز نہ کہا جاوے تو لوگون کا کاروبار بزرگ غیر کے مال کے اپنی حاجات رفع کرنے کا مسدود ہو جائیگا اسواسطے کہ ایسا شخص جو غیر کو مال کثیر قرض دے بدون طمع نفع مالی حاصل ہونے کے بہت نادر ہو اور ایسے نادر سے حاجات رفع نہین ہوسکتے ہین اور مصلحتون کا انتظام نہین ہوسکتا ہو پس اس اجارہ کے جائز ہونے کے قول مین جانبین کے واسطے بہبودی و الفاف کی نظر ہو اور اسی نظر سے حمام مین باجرت داخل ہونا جائز کیا گیا ہو اگرچہ اجرت مجہول او جسقدر پانی بہاویگا اسکی مقدار مجہول اور جہان بیٹھیگا وہ جگہ مجہول اور اتنی دیر تک ٹھہریگا اسکی مدت مجہول ہوتی ہو پھر جن مشایخ نے اِس اجارہ کو جائز کیا ہو انھون نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہو اور وہ یہ ہو کہ اگر بہر دو متعاقدین مین سے ایک کا سن اسقدر ہو کہ غالباً وہ تیس سال تک زندہ نرہیگا تو ایسی صورت مین یہ اجارہ جائز ہوگا یا نہین سو بعض نے فرمایا کہ جائز نہوگا اور بعضے مشایخ مین سے قاضی امام ابو عاصم عامری ہین اور بعضون نے اسکو جائز رکھا ہو اسواسطے کہ متعاقدین کے کلام کے صیغہ کا اعتبار ہوتا ہو اور صیغہ مقتضی تاقیت ہو پس اجارہ صحیح ہوگا اور اسکی نظیر یہ ہو کہ اگر کسی عورت سے سو برس کے واسطے نکاح کیا تو یہ متعہ ہوگا اور نکاح صحیح نہوگا اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایات مین یہی حکم مذکور ہو اگرچہ دونون غالباً اس مدت تک زندہ نرہینگے لیکن چونکہ الفاظ کلام کا اعتبار ہو اسواسطے سو برس کا ذکر کرکے باطل نکاح ہوا یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر نصف شائع غیر مقسوم اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان بخاری نے فلان سمرقندی سے تمام وہ چیز جسکو اسنے اپنی ملک و حق بیان کیا ہو منجملہ اُس تمام چیز کے جسکے حدود و وصف ذیل مین بیان کیے گئے ہین اور وہ دو سہام مین سے ایک سہم مشاع تمام دار مشترکہ کا ہو جو ان دونون متعاقدین کے درمیان نصفا نصف مشترک ہو اور یہ دار بیچ جو فلان موضع پر واقع ہو اور تحریر کو بدستور تمام کرے۔ پس اگر شریک کے سوا دوسرے کو نصف مشاع اجارہ دیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ کے نزدیک نہین جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو پس اگر بالاجماع جائز ہوجانا چاہا تو لکھے کہ اس سے سہم واحد منجملہ دو سہام تمام دار محدودہ ذیل سے اجارہ لیا جسکو اُسنے بیان کیا کہ یہ سب میری ملک و حق و میرے قبضہ مین ہو اور یہ دار وہ ہو جو فلان مقام پر واقع ہو آخر تک بدستور لکھکر آخر مین حکم قاضی لاحق کردے کہ ہر دو عاقدین کے درمیان خصومت صحیحہ سامنے قاضی فلان کے جاری ہوئی جسنے اس خصومت پر اس اجارہ کے صحیح ہونے کا حکم دیدیا کذا فی الذخیرہ اور وجہ دیگر یہ ہو کہ عقد اجارہ پورے دار پر دو چند مال اجارہ کے عوض قرار دے پھر نصف کا اجارہ بعوض نصف اُجرت کے فسخ کردے پس نصف کا اجارہ بعوض اسقدر مال کے جسپر دونون نے اتفاق کیا ہو باقی رہیگا پس شیوع بعد وقوع عقد کے طاری ہوگا جس سے عقد فاسد نہین ہوتا ہو اور اسمین حکم قاضی کی بھی ضرورت نہوگی۔ اور اگر حمامیون کی سرکار کرایہ پر لی تو مدت اجارہ اکتیس سال سے کم لکھے اسواسطے کہ حمامیون کی سرکار تیس سال تک بحال خود نہین رہتی ہو لیکن جسقدر مدت لکھے جو اسکے صواب مین آوے پس عربی یا فارسی مین جس طرح ہمنے بیان کیا ہو کرایہ نامہ تحریر کرے پھر اسکے بعد لکھے کہ فلان بن فلان نے فلان بن فلان سے تمام یہ سرکار مع ادوات و آلات کے جنکا ذکر اس تحریر عربی یا فارسی مین اوپر گذر چکا ہو پے درپے پانچ برس کیلیے

سوائے تین روز اول کے متواتر چار برسون کے ہر شش ماہی کے اجارہ پر لی جسکا اول روز اس تاریخ تحریر
سے دوسرے روز سے ہو بعوض اسقدر دینار کے اور دیناروں کا وصف جس طرح ہمنے بتلایا ہی تحریر کردے بدین شرط
کہ اُسکے چار سال متواتر سوائے اُن ایام کے جو اُسکے ہر ششماہی کے آخر سے مستثنیٰ کرکے ہوسکتے ہیں اور [illegible] سال اخیر
کے ہر سال یا ششماہی بعوض ایک دینار کے ایک جو سونے کے ہو اور سال اخیر جو اس مدت کا تتمہ ہے بعوض باقی اجرت
مذکورہ کے ہو اور تحریر کو بدستور سابق تمام کردے اور اگر مال اجارہ کا کوئی ضامن ہو تو تحریر اجارہ تمام ہونے کے بعد لکھے
کہ فلان بن فلان فلانے نے جسکا حلیہ شناخت و مسکن لکھدے اس موجر کیطرف سے اس مستاجر مذکور کیواسطے اس مال
اجارہ کی درصورت عدم ترویج کے اجارہ فسخ ہونے کی ضمانت صحیحہ کرلی اور مستاجر اسپر راضی ہوا و مجلس ضمان مین اُسکی
ضمانت کی اجازت صحیحہ دیدی پھر تحریر کو آخر تک تمام کردے اور اگر موجر کو کوئی شخص ضمانت کرنے والا نہ ملا اور مستاجر
اس سے درخواست کی کہ مجھکو یا کسی دوسرے کو اس امر کا وکیل کردے کہ درصورت فسخ اجارہ کے اگر موجر مال اجارہ ادا
نکرے تو وہ وکیل ہو کہ اس سرکار کو باتفاق اہل البصر کسی قدر ثمن پر فروخت کرکے اُسکے ثمن سے باقی مال اجارہ ادا کرے
تو تحریر مین اس طرح لکھے کہ ہوا اس موجر مذکور نے فلان بن فلان فلانے کو وکیل کیا اور اپنے قائم مقام اس بات مین کیا کہ
درصورتیکہ اس موجر مذکور و اس مستاجر کے درمیان یہ اجارہ فسخ ہو جاوے تو اس سرکار کو کسی خریدار کے ہاتھ بعوض
اسقدر ثمن کے جسپر دو آدمی اہل بصارت متفق ہون فروخت کردے اور مشتری سے ثمن مذکور وصول کرلے اور معقود علیہ
اُسکے سپرد کردے اور مشتری کیواسطے اس موجر کی طرف سے ضمان درک کا ضامن ہوا اور بعد فسخ اجارہ کے جسقدر مال
اجارہ مذکور مین سے اس مستاجر کے واسطے واجب ہو وہ اس مستاجر کو دیدے اس سب کا توکیل صحیح اسکو وکیل کیا
بدرخواست اس مستاجر کے اور وکیل کو وکالت ثابتہ لازمہ کیا بدین شرط کہ جب کبھی اس وکیل کو یہ موجر اس وکالت
سے معزول کرے تو وہ جدید طور پر اس سب کا وکیل ہو جیسا کہ پہلے تھا اور اس وکیل نے مجلس وکالت مین اُسکی
طرف سے اس وکالت کو بہ قبول صحیح بخطاب قبول کیا پھر تحریر کو آخر تک ختم کردے اور اگر مستاجر نے اُس سے یہ بھی
اجازت چاہی کہ بوقت ضرورت اس حمام خانہ کی اپنے مال سے تعمیر کرے بدین شرط کہ اس موجر کے مال سے اُسکو واپس
کرلے تو لکھے کہ اس موجر نے اس مستاجر کو اجازت دی کہ اسکے بعد اس حمام خانہ مین جس چیز کی عمارت کی ضرورت ہو
کوئی عمارت ہو اپنے مال سے بدون اسراف و تبذیر کے بحضور ہی دو آدمیون کے اُسکے پڑوسیون سے صرف کرے بلکہ
یہ مال جو اُسنے اُسکی عمارت مین صرف کیا ہے اس موجر کے مال سے واپس لے یہ اجازت با جازت صحیحہ دیدی یا اُسکی جبایت و
مؤنت دیوانی اگر واقع ہو تو چاہے گان سلطانی کہ اپنے مال سے بدین شرط دیدے کہ اسکے مثل اس موجر کے مال سے واپس
لے اس سب کی اجازت صحیحہ بدین شرط دیدی کہ جب کبھی موجر اسکو اس اجازت سے معزول کرے تو وہ بہ اجازت
جدید اُسکی طرف سے اُسکا اجازت یافتہ جیسا تھا ویسا ہی ہو جائیگا اور اُسنے اُسکی طرف سے یہ اجازت بقبول صحیح قبول
کرلی اور اگر اجارہ بر اجارہ واقع ہو تو پہلے کہ اپنا نامہ کی پشت پر لکھے کہ فلان بن فلان یعنی مستاجر نے جسکا نام
نسب اس تحریر کی باطن مین مذکور ہو درحالت اپنے جواز اقرار کے بہ طوع خود اقرار کیا کہ اسنے استیجار مذکور جو اسکے
باطن مین مذکور ہے یہ چیز خود اجارہ پر دی کہ یہ چیز مع اپنے حدود و حقوق و مرافق کے جو اسکے حقوق سے ہیں اس تاریخ سے
تا انتہاے مدت اجارہ اول جو باطن مین مذکور ہے سوائے ان ایام کے جو اسکے باطن مین مستثنےٰ کیے گئے ہین

بعوض اسقدر دینار کے اُنکا وصف جس طرح ہمنے بیان کیا ہو ذکر کردے بدین شرط اجارہ پر دی کہ سواے سال اخیر کے باقی سالہاے مذکورہ علاوہ ایام مستثنی شدہ کے ہر ایکسال اُجرت مذکورہ مین سے ایک دینار کے ایک ایک حصہ کے عوض اور سال اخیر جو اس مدت مذکورہ کا تتمہ ہو بعوض باقی اجرت کے ہو اجارہ صحیحہ دی اور اس فلان نے اُسکو اس سے مع سب حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین بعوض اجرت مذکورہ کے بشرائط مذکورہ باستیجار صحیح اجارہ لی - اور باہمی تسلیم و قبضہ ان دونون کے درمیان جو اس اجارہ مین مثبت ہوا ہو موافق شرع کے ہو گیا اور موجر نے یہ تمام اجرت پھر پور بقبضہ صحیح وصول کر لی اور ہر ایک نے اُن دونون متعاقدین مین سے دوسرے کو اختیار بطور صحیح دیا کہ ان ایام مستثنی شدہ مین جو باطن مین مذکور ہین باقی مدت کا اجارہ جب چاہے فسخ کردے پھر آخر تک تحریر کو تمام کرے یہ ظہیریہ مین ہو - اور اگر کسی شخص کے نفس کو اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان حنفی نے فلان ترکی کے نفس کو سال کامل کے واسطے از ابتداے غرۂ ماہ فلان تا انتہاے ماہ فلان بعوض اسقدر اجرت کے اس شرط پر اجارہ لیا کہ مستاجر اُسکو اس مدت مین ہر کام مین جو اُسکو پیش آوے مین جس کام مین چاہے لگاوے اُسکو اُسکے حکم سے انکار نہوگا اور اس اجیر نے بحکم اس عقد کے اپنے تئین اُسکے سپرد کیا کہ جس کام مین چاہے لگاوے اور جس مہینہ مین کام لیگا اُس مہینہ کی مزدوری اُسکو وہ مہینہ گذرنے پر دیگا - اور اگر کسی خاص قسم کے کام و حرفہ کے واسطے اجیر مقرر کیا ہو تو لکھے کہ اُسکو ہر قسم کے کپڑے سینے کے کام کے واسطے اور تمام جو سیا جاتا ہو جس طرح اُنکی رسم مین آوے و پسند کرے سینے کے واسطے مزدور مقرر کیا - یا اس کام کے واسطے مزدور مقرر کیا کہ اُسکے واسطے کنوان کھود دے اور اُسکی جگہ و چوڑائی و عمق بیان کردے کہ گزون کے حساب سے اسقدر ہو - یا اپنے اسقدر معین اونٹون کے چرانے کے واسطے اور اونٹون کی صفت و تفصیل بیان کردے اگر باہم مختلف ہون اتنی مدت کے واسطے بدین شرط اجیر کیا کہ انکو چراوے و حفاظت کرے اور انکو پانی پلا دے اور تالاب پر لیجاوے اور انکو اُنکے رہنے کی جگہ کردا وے اور ان مین سے خارشتیون کی دوا کرے اور دودہ والی اونٹنیون کا دودہ دوہے جسوقت ایسی اونٹنیان دوہی جاتی ہون اور ادا دینے کے اُسکے تھنون کو صاف کردے اور انکی اور بچون کی حاجات ضروری مین غور و پرداخت کرے اور جو گم ہو جاوے اُسکو تلاش کرے بعوض اتنے درمون کے آخر تک بدستور سابق تمام کرے اور اجرت پیشگی یا بمیعاد جس طرح ٹھہری ہو بیان کردے اور اگر اونٹ غیر معین ہونے کے بیان کردے - اور درصورت غیر معین ہونے کے یہ شخص اجیر خاص ہوگا پس اُسکو یہ اختیار نہ رہیگا کہ کسی دوسرے کی بھی اجیر گری لینے چرانا ہو نا قبول کرے اور جو ان اونٹون مین سے ضائع ہو بالاجماع یہ اُسکا ضامن نہوگا اور درصورت اونٹون کے معین ہونے کے وہ اجیر مشترک ہوگا اور اُسکو اختیار ہوگا کہ دوسرے شخص کے گلہ چرانے کے واسطے بھی اپنے تئین اجارہ پر دے اور ان اونٹون مین سے جو ضائع ہو جاوے امام اعظم رح کے نزدیک اُسکا ضامن نہوگا اور صاحبین رح نے اسمین اختلاف کیا ہو - اور اگر اسواسطے مزدور کیا کہ مثلاً سمرقند سے بخارا کو خط لیجاوے اور فلان کو دیکر اُس سے جواب لیکر مستاجر کے پاس لاوے تو لکھے کہ فلان نے فلان کو اپنے تئین اسواسطے اجارہ پر دیا کہ اُسکا خط جو اُس نے فلان کے نام لکھا ہو فلان شہر مین فلان مقام سے لیجاوے اور وہان سے اُسکا جواب اِس کاتب کے پاس لاوے بعوض اتنے درمون کے یا جارہ صحیحہ اجارہ دیا اور اس اجیر نے اِس مستاجر سے تمام اجرت مذکورہ پیشگی بقبضہ صحیحہ

وصول کرلی اور اس سے یہ خط بجانب اِس مکتوب الیہ کے جانب کورہ بخارا سے کورہ سمرقند کو لیجا کر اِس مستاجر کو جواب
لادینے کے واسطے اپنے قبضہ مین لے لیا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر غلام کو خدمت کے واسطے اجارہ پر لیا تو
لکھے کہ فلان نے فلان سے اُسکا غلام ہندی مسمی کلو جسکو اس شخص نے بیان کیا کہ یہ میرا مملوک و رقیق اور میرے
قبضہ مین ہی اور وہ کشیدہ قامت جوان اُسکا سب حلیہ بیان کردے ایکسال کامل ابتدا ابتداے تاریخ ماہ فلان تا انتہاے
ماہ فلان بعوض اسقدر درمون کے باجارہ صحیحہ اس شرط سے اجارہ لیا کہ اِس مدت مین جو خدمت اُسکی راے مین
آوے اور مستاجر کو وہ حلال ہو اور اُسکو یہ مملوک اُٹھا سکے ہر طرح کی خدمتون سے اِس مستاجر کی خدمت کرے اور جسکی
خدمت کیواسطے چاہے اِسکو اجارہ پر دیدے اور چاہے جسکی اِس سے خدمت کرا دے اور اُسکی راے مین آوے
تو اُسکو ساتھ سفر مین لیجاوے اور یہین اپنی راے پر عمل کرے اور اگر اسکے سواے کوئی خاص خدمت ہو تو اُس کو
بیان کردے پھر اجرت کا میعادی یا معجل ہونا بیان کرے اور معقود علیہ کا دیکھ بھال لینا ذکر کردے اور تحریر
کو ختم کرے اور مستاجر کو بدون شرط کر لینے کے اُسکو سفر مین لیجانے کا اختیار نہوگا اور جن خدمات کا ایسی تحریر مین وہ
غلام سے مطالبہ کرسکتا ہی وہ تڑکے سے بعد عشا تک اپنی خدمت اور اپنے عیال کی خدمت اور اپنے مہمانون کی خدمت ہی
کذا فی الذخیرہ اور اگر خدمت و اعمال صناعات کے واسطے ہو تو اسکو بیان کردے پھر اجرت کا میعادی یا پیشگی ہونا و مقدار
وقت و دیکھ بھال لینا بیان کردے اور دوسرے مقام پر ذکر فرمایا کہ صغیر یا وقف کا مال محدود ہ اسقدر مدت طویل کے
واسطے اجارہ دینا نہین جائز ہی اور مقاطعہ پر دینا جائز ہی اُسکی تحریر اس طرح ہی کہ یہ وہ ہی کہ فلان نے بسبیل مقاطعہ فلان
سے جو فلان صغیر کے درستی کار کیواسطے قیم ہی اور ثابت القوامۃ ہی اجارہ لیا اور اس قیم مذکور نے اس مستاجر کے ہاتھ
بحکم اِس ولایت قوامت مذکورہ کے بعوض اسقدر اجرت کے جو آج کے روز اس معقود علیہ کی اجرت مثل ہی جسمین کمی نہ
اور نہ بیشی ہی اجارہ پر دیا اور محدود مذکور کے حدود بیان کردے اور تحریر کو بدستور تمام کردے یہ ظہیریہ مین ہی۔ اور اگر صغیر
کو اُسکے باپ سے اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اُس سے اُسکا نابالغ بیٹا مسمی فلان اِس کام کے واسطے اِتنی مدت کے واسطے
اسقدر درمون پر باجارہ صحیحہ اِس شرط سے اجارہ لیا کہ اس مستاجر کیواسطے صغیر مذکور یہ کار مذکور اِس تمام مدت مذکورہ
مین انجام دے اور ہر مہینہ کی اُجرت اُس مہینہ کے گذرنے پر ادا کریگا اور باپ نے اِس صغیر کو بولایت پدری اِس مستاجر
کے سپرد کیا اور اس مستاجر نے اُس سے لیکر قبضہ کیا پھر دونون متفرق ہوگئے اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر صغیر کو
اُسکے کسی ذی رحم محرم سے اجارہ لیا تو جائز ہی اور اسمین اختلاف ہی پس اِسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے جیسا کہ
ہمنے کئی بار بیان کردیا ہی۔ اور اگر اجیر کو بعوض کھانے و کپڑے کے اجارہ لیا تو لکھے کہ فلان نے اپنے نفس کو فلان کے ہاتھ
سال یا دو سال کے واسطے اِس شرط سے اجارہ دیا کہ اُسکے واسطے ایسا کام اور جو کام اُسکی راے مین آوے بقدر
اپنی طاقت کے جسکا یہ مستاجر اُسکو حکم کرے کیا کرے بدین شرط کہ اُسکی ماہواری اُجرت اسقدر درم ہون اور اس اجیر
نے اِس مستاجر کو اجازت دیدی کہ اِسکو جو میرے واسطے لازم ہو اکرے میرے کھانے و کپڑے و باقی حوائج
ضروریہ مین صرف کیا کرے باجازت صحیح اجازت دیدی بدین شرط کہ جب کبھی اُسکو اس اجازت سے ممانعت کرے۔ تو
مستاجر مذکور اُسکی طرف سے باجازت جدیدا اس سب کا اجازت یافتہ ہو جائیگا اور اپنے نفس کو بتسلیم صحیح اس مستاجر کے
سپرد کیا۔ اور اگر دائی کو اجارہ لیا تو لکھے کہ یہ تحریر اس مضمون کی ہی کہ فلان بن فلان نے فلانہ بنت فلان سے اُس کے

نفس کو بیچ ہبہ کیے دو سال کیواسطے از ابتداے ماہ فلان سنہ فلان تا انتہاے ماہ فلان سنہ فلان اس شرط پر کہ اس مستاجر
کے فرزند مسمی فلان کو اُسکے گھر مین دودھ پلاوے اسطرح کہ دائی گیری کے کام مین کوئی قصور و کوتاہی نہ کرے بعوض اسقدر
درمون کے جس مین سے ماہواری اسقدر درم ہوے باجارہ صحیحہ اجارہ لیا اور اس فلانہ بنت فلان نے اُسکی طرف سے
یہ عقد اسی مجلس عقد مین بالمواجہہ قبول کیا اور اُسنے اس لڑکے کو معاینہ کر لیا اور پہچان لیا اور اپنے تئین اس مستاجر کے
سپرد کیا کہ اس مدت مین رضاعت کریگی اور بچہ کی پرورش کریگی اور مستاجر مذکور اُسکو اُسکی پوری اجرت مدت تمام
ہو جانے پر دیگا یا لکھے کہ ہر مہینہ کے تمام ہونے پر اُسکا حصہ دیدیگا یا لکھے کہ اسنے اپنی اجرت پیشگی وصول کر لی ہے
اور اُسکے شوہر فلان نے اس عقد اجارہ کی اجازت دیدی اور اس بات سے راضی ہو کر اس دائی کو اس مستاجر کو
اس رضاعت مذکورہ کیواسطے سپرد کیا اور اُسکو اجازت دیدی کہ اس مستاجر کے گھر رہے پس اُسکے حق مین اس کام دائی گیری
کے واسطے راضی ہوا پھر دونون متعاقدین متفرق ہوے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر اُسنے بدون اجازت شوہر
کے ایسا کیا ہو تو شوہر کو منع کرنے اور اجارہ فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اگر اپنے لڑکے کو کوئی
حرفہ سکھلانے کے واسطے اس حرفہ کے استاذ کو اجارہ پر لیا تو لکھے کہ اُسکو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ مستاجر کے
بیٹے مسمی فلان کو یہ حرفہ تمام سب طریقہ سے اتنی مدت مین بعوض اتنے درمون کے سکھلاوے تاکہ اُسکی اوقات تعلیم مین اس
لڑکے کی تعلیم مین مشغول ہوا اور یہ لڑکا اُسکے سپرد کر دیا اور پوری اجرت اُسکو پیشگی دیدی اور تحریر کو ختم کرے اور صورت
ذیل مین اس سے زائد تحریر آتی ہے اس طرح اس صنعت کے لوگ لکھا کرتے ہین اور یہ ٹھیک نہین ہے صورت یہ ہے
کہ یون لکھا جاوے کہ اُسکو اسواسطے اجارہ پر مقرر کیا کہ اتنی مدت اُسکو مثلاً بننا سکھانے کے کام پر بحفاظت قائم ہووے
بدین شرط کہ اُسکو ولی طفل ماہواری اسقدر دیگا اور اگر اُسکے ذمہ بننا سکھلا دینے کی شرط کر دی اور یون نہ کہا کہ اسپر قائم
ہووے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اجارہ اس صورت مین سکھلا دینے پر واقع ہوگا اور سکھلا دینا اجیر کا کام نہین ہے بلکہ سیکھنے
والے کی سمجھ ہے پس اسپر اجارہ جائز نہوگا جیسے کہ تعلیم قرآن یعنی سکھلا دینے کا اجارہ جائز نہین ہے اور اگر اُسکو اسواسطے
اجارہ پر لیا کہ اُسکی پرداخت پر قائم ہووے تو اجارہ اُسکی پرداخت و حفاظت کرنے پر واقع ہوگا ولیکن بنا ذکر کر دیا
کہ ولی کو رغبت ہو کہ اثناے عقد مین اُسکو یہ بنائی کا کام آجائیگا اور بسا اوقات طفل اُسکو اپنی فہم و ذکا سے سیکھ جاتا ہے
پس تابع کے طور پر جاری ہوا اور مقصود اصلی وہی پرداخت و حفاظت رہی اور اسکا ایفا استاد کی وسعت مین ہے یہ اسوقت
ہے کہ اجرت دراہم ہون۔ اور اگر دونون نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ایکسال مین اسکا لڑکا یہ حرفہ سیکھ جاوے اور دوسرے
سال بھر تک استاد کیواسطے کام کرے تو اسکی صورت یہ ہے کہ استاد کو اسواسطے اجیر کر لے کہ ایکسال اسکی بنائی سکھلانے
مین پرداخت و حفاظت کرے بعوض سو درم کے مثلاً پھر دوسرے سال مین استاد اس طفل کو اپنے واسطے اسی حرفہ کا
کام کرنے پر سو درم کے عوض اجیر کر لے اور یہ درہم مثل اول کے ہون پس دونون باہم مقاصہ کر لین اور ان دونون
عقدون کی تحریر اسطرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان بخاری نے فلان بخاری کو اجیر کیا کہ اوقات تعلیم درزی
گری لباس ہر قسم مین ہر طرح کی سلائی مین اُسکے فرزند مسمی فلان کی پرداخت و حفاظت کرے اور جو باتین اس
فن مین سے اور اس سے متصل و ملحق و داخل ہین اوقات تلقین مین اُنکو تلقین کرے اور یہ لڑکا عاقل ممیز ہے جو اُسکو
تلقین کیا جاوے اُسکو اخذ کر سکتا ہے ایک سال کامل ابتداے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان سے آخر ماہ فلان سنہ فلان

کے واسطے بعوض سو درم غطریفیہ کے بدین شرط اجارہ پر مقرر کیا کہ انہیں اپنی کوشش مین کمی نکرے اور اپنی نصیحت
اُس سے دریغ نرکھے بدین شرط کہ یہ والد اس اُجرت مذکورہ کو یہ کام اور یہ مدت تمام ہونے پر اس استاد کو دیدیگا اور
یہ فرزند اُسکے سپرد کیا اور اُسنے یہ عقد قبول کیا اور اُسکی حفاظت پرداخت کا اس سبب سکھلانے مین ضامن ہوا اور دونون
متفرق ہوگئے پھر یہ استاد اس والد سے یہ ولد دوسرے عقد مین دوسری مجلس مین اس سال مذکور کے متصل دوسرے
سال کامل کیواسطے بدون اسکے کہ یہ اجارہ پہلے اجارہ مین مشروط یا اُس سے ملحق یا پہلا اس دوسرے مین مشروط یا
ملحق ہو اس شرط سے اجارہ لے کہ یہ طفل اس اُستاد کیواسطے کار درزی گری انجام دے کہ استاد جو کپڑا سینے کا اُسکو حکم
کرے وہ اُستاد کیواسطے سی دے اور جو اس کام سے متصل اور داخل ہو اُسکو انجام دے اس تمام مدت مین بعوض سو درم
غطریفیہ کے باجارہ صحیحہ اجارہ لے بدین شرط کہ اس مدت کے تمام ہونے پر اُستاد اس والد کو یہ اُجرت ادا کریگا اور تحریر
کو ختم کرے ایک مکاری سے اُسکے گدہے پر اپنا بار لادکر پہونچانے پر کرایہ لے تو تحریر کرے کہ یہ تحریر اقرار فلان تاجر از
فلان مکاری ہے کہ اُس سے اسکے پانچ گدہے معین اسواسطے کرایہ پر لیے کہ اُسکے بار ہاے گندم ہر گدہے پر اتنے من
گندم لادکر شہر سمرقند سے بخارا مین بعوض اتنے درم کے پہونچا دے باکرایہ صحیح کرایہ لیے اور اس مکاری نے اُسکو یہ گدہے
معین دکھلا دیے اور اس مستاجر نے اُسکو پسند کرلیا اور اس مستاجر نے اس مکاری کو یہ بار ہاے گندم جو اتنے عدد اتنے
من ہین سپرد کیے اور اس مکاری نے انپر قبضہ کرلیا اور اس مکاری نے یہ بار شہر سمرقند سے بخارا تک پہونچا کر اس مستاجر
کو بخارا مین سپرد کرنا قبول کیا اور اس مستاجر کی یہ تمام اجرت اُسکو پیشگی دینے سے اس مکاری نے اس تمام اُجرت پر اُس سے
لیکر قبضہ صحیحہ کرلیا اور اس مکاری نے اس مستاجر کیواسطے تمام اُسکی ضمانت صحیحہ کرلی جو اس مین درک پیش آوے اور یہ
تاریخ فلان سنہ فلان مین واقع ہوا اور اگر یہ گدہے غیر معین ہون تو امام اعظم رح و انکے اصحاب نے اسکو جائز فرمایا ہے اور شیخ
ابو القاسم صفار اور شیخ دبوسی نے ذکر کیا ہے کہ یہ فاسد ہے اسواسطے کہ یہ مجہول ہے اور تحریر اس معاملہ مین ان دونون کے
نزدیک صحیح ہے کہ بدین طور لکھے کہ یہ قبالہ فلان بن فلان ہے کہ اُسنے اسکی جانب سے قبول کیا کہ اسقدر من روئی یا اتنے عدد اخروٹ
یا اتنے قفیز گیہون یا اتنے تھان کپڑے کے اسکی جنس بوجہ بیان کردے فلان شہر سے اتنے گدھون پر یا شتران بار برداری
چالاک قوی و دانت والے پر کہ ہر اونٹ انمین سے اسقدر بار اُٹھائیگا بقبول صحیحہ قبول کیا جسمین فساد نہین ہے اور نہ خیار ہے
بعوض اتنے درم کے بدین شرط کہ اسکو بغداد سے فلان تاریخ از ماہ فلان لادکر منزل بمنزل لوگون کے عرف کے موافق روانہ
ہوگا اور رات و دن اُسکی حفاظت کریگا اور اسکو فلان شہر مین فلان مقام پر سپرد کردیگا اور اس متقبل نے تمام اُجرت اُس
سے وصول کرلی اور اس متقبل نے یہ سب معقود علیہ اُسکے سپرد کیا اور یہ سب بذریعہ اس قبالہ کے اُسکے قبضہ مین ہوگیا
اور تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور حج کے واسطے کرایہ کرنے کا وثیقہ نامہ یون تحریر کرے کہ یہ تحریر قبالہ فلان
از فلان ہے کہ اُس نے قبول کیا کہ تین محملون کو لادکر پہونچا دیگا جسمین سے ہر ایک محمل مین دو سواریان ہین جنکو اس متقبل نے
دیکھ لیا و بطور معین پہچان لیا ہے اور ہر ایک محمل کیواسطے اتنے بچھونے اور اوڑھنے اتنے رطل وزن برطل عراقی ہین اور
اتنے پردہ و چادرین اتنے رطل ہین اور لٹکانے کی چیزدان مین گھی اور روغن زیتون اتنے رطل اور پانی اسقدر و
گیہون جو اسقدر اور ستو و کشمش و مسکہ و حلوا اسقدر ہے تاکہ اسکو تین راحلون مین رکھکر انکے جوان فربہ چالاک قوی اونٹون
پر لادے اور یہ سب بعد اسکے کہ دونون نے تمام یہ اوڑھنے و بچھونے و پردہ و چادرین و سواریان وغیرہ دیکھ بھال لی ہین

بعوض بیس دینار کے اور دینارون کا وصف بیان کردے بقبالہ صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار نہین ہے قبول کیا تاکر انکو فلان تاریخ روز انہ ماہ فلان سنہ فلان سال ہو کر شہر فلان سے روانہ ہو گا بدین شرط کہ انکو منزل بمنزل لے چلیگا اور اوقات نماز مین انکو اونٹ پر سے اُتاریگا اور اُنکے ساتھ حج میں رہیگا اور انکو راہ مناسک حج بتلادیگا اور بعد سفر کے تین روز تک اُنکے ساتھ ٹھہریگا پھر چوتھے روز انکو لیکر روانہ ہو گا اور منزل بمنزل اُنکو لے چلیگا اور اوقات نماز مین اُنکو اُتارلا دیگا یہانتک شہر فلان مین اُنکو اُنکے گھر پہونچادیگا اور اسکو دونون نے پہچان لیا ہے و بدین شرط کہ ان سواریون کو اختیار ہے کہ اپنے ہمراہی فرش و بچھونے وغیرہ کو جنکا مفصل بیان کیا گیا ہے بدل ڈالین اور انکی جگہ اپنی راے کے موافق دوسرا بار لادین بشرطیکہ اسی قدر ہو جسقدر بیان کیا گیا ہے اور تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہے پس اگر اونٹ معین ہون تو انکو بیان کردے جیسے کہ گدھون معینہ کی صورت مین مذکور ہوا اور اسکا حکم یہ ہے کہ اگر یہ جانوران معین تلف ہو جاوین تو اجارہ ساقط ہو جائیگا اور اگر غیر معین ہون تو ساقط نہوگا۔ اور اگر مکاری کسی شہر مین مرگیا تو اجارہ ساقط ہو جائیگا اور اگر جنگل مین مرگیا تو استحساناً اجارہ باقی رہیگا اور روانہ ہونے کا وقت بیان کرنا ضرور ہے اور اگر یہ سال گذر گیا تو اجارہ باطل ہو جائیگا اور اسکو یہ اختیار نہوگا کہ دوسرے سال انکو سوار کرکے لیجاوے الا اس صورت مین کہ دونون باہم راضی ہون اور بنا عقد قرار دین اور اگر کشتی سواری باربرداری کیواسطے کرایہ کی تو لکھے کہ اس نے کشتی ایسی لکڑی کی بنی ہوئی جسکو پہچانتے ہین مع اسکے الواح و دقل و مجادیف و مرادی و شراع و ظل و سکان و حصر اور مع اسکے تمام آلات کے ایک مدت معینہ کیواسطے از ابتدا تاریخ فلان تا تاریخ فلان بدین شرط کہ اسمین ایسے ایسے گیہون جنکی مقدار یہ ہے یا ایسے قفیز کے اسقدر ہوتی ہے لادکر فلان مقام سے فلان مقام تک پہونچاوے بعوض سو درم کے کرایہ لی بدین شرط کہ لوگون کے ساتھ یہان سے روانہ ہو اور اُنکے ساتھ چلے انتہی مدت مذکورہ تک اور لوگون کے ساتھ سوار ہو اور اُنکے چلنے پر چلے اور اس موجر نے تمام یہ اجرت مذکورہ اس مستاجر کے اسکو پیشگی ادا کرنے سے لیکر قبضہ کر لی اور اس مستاجر نے تمام وہ چیز جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے اس موجر کے ہاتھ سے اسکے اس مستاجر کو تمام و کمال فارغ خالی از مانع و منازع سے سپرد کرنے سے لیکر قبضہ کر لی اور دونون بعد دیکھ بھال لینے اور موجر کی ضمان درک کر لینے کے متفرق ہوے اور تحریر کو ختم کرے اور اگر کشتی غیر معین ہو تو لکھے کہ فلان نے فلان سے ایسا بار اسقدر وزن کا یا اسقدر کیل کا اس شہر سے تا شہر فلان کشتی مین لیجانا قبول کیا اور یہ کشتی فلان قسم کی کشتیون مین سے اس لکڑی کی صحیح سالم ہے کوئی عیب اسمین نہین ہے۔ بدین شرط کہ اس بار مذکور کو اپنے مزدورون و مددگارون سے جنکو پسند کرے اور خود ملکر لادکر آخر تک مثل اول کے سب امور تحریر کرکے ختم کرے اور اگر دستاویز اجارہ لکھوانے کے واسطے ہر دو عاقدین مین سے ایک حاضر ہو تو کاتب اُسکا اقرار تحریر کرے کہ اسنے فلان چیز فلان کو اجارہ مین دی اور اُس سے اجرت وصول کر لینے کا اقرار کیا لیکن خطر ہے کہ اگر اس مقر لہ نے اکر اجارہ لینے سے انکار کیا اور جس مال وصول پانے کا اس موجر نے اقرار کیا ہے وہ اُس سے واپس لینا چاہا تو اسکو یہ اختیار ہوگا پس اسمین دو طرح سے ایک طور پر لکھنا چاہیے یا تو یون لکھے کہ اس موجر نے یہ اجرت وصول پانے کا اقرار کیا لیکن یہ نہ لکھے کہ فلان سے وصول پانے کا اقرار کیا پس مع وصول پانا صحیح ہوگا اور اجرت ساقط ہو جائیگی اور اگر مستاجر نے اگر مطالبہ کیا تو یہ کہسکتا ہے کہ مین نے تجھسے نہین وصول پائی ہے یا یون تحریر کرے کہ اور یہ اجرت اس مستاجر کے ذمہ سے ایسی وجہ سے ساقط ہو گئی کہ جس وجہ سے ساقط ہونا صحیح ہوتا ہے اور قبضہ کرنیکا بیان نہ لکھے اور ایسا ہی بیعنامہ و

مثن مین بھی اِسی طور سے لکھنا چاہیے یہ ذخیرہ مین ہے متولی وقف سے زمین اجارہ لینا وقف منسوب بجانب فلان کے
متولی فلان سے جو از جانب قاضی فلان متولی ہے فلان نے تمام زمین باغ انگور جو منجملہ اِس وقف کے ہے جسکا یہ متولی
ہے اور اُسکے حدود و بیان کر دے مع اُسکے سب حدود و حقوق کے قبول کے بدون اسکے درختان و درختان انگور و قضبان
و جدران کے کہ یہ چیزین قبل اِس قبالہ کے اِس متقبل کی ہو گئی ہین بوجہ ملک ثابت و حق لازم کے اور اِس بات کو یہ دونون
متعاقدین جانتے ہین اور یہ عقد فقط اِسی زمین پر ایک سال کامل کے لیے از ابتداے کذا تا انتہاے کذا بعوض اسقدر
دراہم کے جو اِس معقود علیہ کی اُجرت مثل ہے قرار دیا ہے اور قبول کیا ہے اور اِس متولی نے تمام اُجرت اِس چیز کی جسپر عقد واقع
ہوا ہے پیشگی اِس متقبل سے کہ اُسکو یہ سب دیا ہے سے وصول کر لی۔ اور اِس متقبل نے تمام وہ چیز جسپر عقد واقع ہوا ہے سب
اِس متولی سے کہ اُسکو ہر مانع و منازع سے خالی سپرد کرنے سے اپنے قبضہ کر لیا پھر دونون متفرق ہو گئے پھر اِس متولی نے
یہ دراہم اِسی متقبل کو دیے اور حکم کیا کہ اِسکا ترلیح اِسی مین سے ادا کرے جب اُسکا وقت آوے اور اِس زمین کی نہرین
و مسنات اگارنے اور درست کرنے کی جب حاجت پڑے تو اِسی مین سے بطور معروف اِسکو انجام دے اور اُسکو ایسی طرح
بطور صحیح وکیل کیا کہ جب اُسکو اِس وکالت سے معزول کرے تو وہ بوکالت جدید اُسکی طرف سے وکیل ہوگا اور اِس متقبل
نے اُس سے اِس وکالت کو بالمشافہہ قبول کیا اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر دیے اور تحریر کو ختم کرے جیسا مین ہے۔
اور اگر پن چکی گھر ایک نہر خاص پر جو اُسکے واسطے ہو بنا یا ہوا ہو اُسکو اجارہ پر لینا چاہا اور وہ مشتمل پانچ توابیت پر ہے اور یہ
توابیت مرکب ہین لکڑی کے تختون سے جنمین سے چار توابیت مین چار چکیان گردشی ہین اور پانچوان تابوت معروف
بناعمہ ہے اور اِس موجر نے ذکر کیا کہ یہ تمام طاحونہ میری ملک حق و میرے قبضہ مین ہے اور یہ طاحونہ شہر فلان پرگنہ فلان
کے دیہ فلان کی زمین مین واقع ہے اور وہ اپنی خاص نہر پر بنا ہوا ہے اور اِس نہر مین فلان وادی سے پانی آتا ہے اور نہر
اِس طاحونہ مین گرتی ہے اور اِسکی حد مع نہر خاص کے چنین و دوم و سوم و چہارم چنین و چنان ہے پس طاحونہ مذکورہ مع
اُسکے سب حدود و حقوق کے اجارہ لیا اور اگر اُسکا اجارہ بسبیل مقاطعہ ہو تو بعد ذکر حدود کے لکھے کہ یہ سب اُس سے
ایکسال یا دو سال یا تین سال متواتر کیواسطے از ابتداے غرہ ماہ فلان سے ماہواری یا سالانہ اسقدر درم سال یا
اسقدر درم ماہواری پر اجارہ لیا تاکہ مستاجر بعوض اُسکے جسپر اجارہ لیا ہے کرایہ پر چلا کر یا گیہون و جو وغیرہ کے مانند اناج
پیسکر منافع اُٹھاوے اور ہر سال کی قسط اُس سال کے گذرنے پر ادا کرے اور اِس مستاجر نے تمام وہ چیز جو اجارہ پر
لی ہے اِس موجر سے کہ اُسکو سب خالی از ہر مانع و منازع سپرد کرنے سے بقبضہ صحیح اپنے قبضہ مین کر لی اور بعد صحت اِس عقد کے
دونون اِس مجلس عقد سے بتفرق اقوال و ابدان جدا ہو گئے۔ اور اگر مجمدہ مع فارقین کے اجارہ لیا اور فارقین اُس سے
متصل ہین تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان بن فلان نے تمام مجمدہ جسکے واسطے دو فارقین ہین جو اُس سے متصل ہین
مع فارقین کے اجارہ لیا اور اِس موجر نے بیان کیا کہ یہ سب اُسکی ملک حق اُسکے قبضہ مین ہے اور اُسکا مقام و حدود بیان
کر دے پھر لکھے کہ مع دونون کے حدود و حقوق و تمام دونون کے مرافق کے جو دونون کیواسطے اُنکے حقوق سے
ثابت ہین دو سال یا تین سال کیواسطے اجارہ لیا اور اگر فارقین واحد مشتمل بہت سے مجمدون پر ہو تو لکھے کہ تمام فارقین
واحد مشتمل بستہ مجمدہ یا زیادہ جسقدر ہون اجارہ لی۔ پھر لکھے کہ اُس سے تمام مجمدہ مع اپنے فارقین کے اتنے سال کیواسطے
اسقدر درمون کے عوض باجارہ صحیحہ اجارہ لی۔ تاکہ برف رکھکر ان مجمدون سے نفع اُٹھاوے اور ہر سال کی قسط اُس

سال کے گذرنے پر ادا کریگا پھر اس تحریر کو آخر تک تمام کرے اور اگر ایسی زمین وقف کا اجارہ تحریر کرنا چاہا کہ جسکی اصل
موقوف ہو جیسے زمین نہر موالی واقع قناے شہر بخارا ہو تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان سے تمام اصل
زمین جو ایک چہار دیواری کا باغ بنا ہوا ہے جس مین ایک قصر ہے اور پانچ کھیت زمین باہم ملاصق و متصل آسکے آگے یا پیچھے یا گرداگرد
ہے اجارہ لی اور اس موجر نے ذکر کیا کہ اس زمین مین جو سب کردارات ہین وہ اسکی ملک و حق و اسکے قبضہ مین ہے اور
اسکے کردارات اس باغ کے گرد کی چہار دیواری اور قصر کی عمارت و اس زمین کے خرد و کلان درخت پھلدار یا بے پھل
اور اس زمین کی مٹی جس سے تمام زمین بقدر آدھے ہاتھ کے پاٹی گئی ہے اور اس پٹی ہوئی مٹی کے نیچے کی روے زمین
وقف ہے جو امیر اسماعیل سامانی کی جانب منسوب ہے جسکو اُسنے اپنی دو کانون پر وقف کیا ہے اور یہ اوقاف حانوتیہ کے نام سے
مشہور ہے اور اس موجر کے قبضہ مین اس حق سے ہے کہ اپنے اسکو ایسے شخص سے مدت دراز تک اجارہ لیا ہے جسکو اس زمین کے اُسکے
ہاتھ اجارہ پر دینے کا سالہا سال ایک بعد دوسرے سال کے باجرت معلومہ جسکی مقدار اسکے اجر المثل کے برابر ہے اختیار
حاصل تھا اور یہ موجر اُسکو یہ چیز وقف جو اُسکے اجارہ مین ہے اجارہ پر اجارہ کے طور پر اور یہ اُسکی ملک جو اس زمین مین ہے مع اصل
زمین کے بعقد واحد بحق ملک اجارہ دیتا ہے پھر زمین کی جگہ و حدود بیان کرے پھر لکھے کہ مع حدود و اس چیز کے جسکا
اجارہ ثابت مذکور ہوا ہے جو مشتمل ہے ملک و وقف اصل زمین کو اور مع حقوق و سب مرافق کے جو اُسکے واسطے اُسکے
حقوق سے ثابت ہین اجارہ لیا بعد ازانکہ اس موجر نے تمام درخت اس زمین کے اور درختان انگور و قضبان بعوض
تین درم کے اسکے ہاتھ فروخت کر دیے اور اسی سبب سے اس مستاجر نے اُسکو بیع صحیح خریدا اور باہمی قبضہ صحیح طرفین سے
واقع ہو گیا پھر اس سے اس سب کا اجارہ جو ثابت ہوا ہے مع اس قصر کے جو اس باغ مین ہے اکتیس (۳۱) سال متواتر کیواسطے
سوا لیے تین روز آخر ہر سال ان پہلے تیس (۳۰) سال سے ازابتدا غرہ محرم سنہ فلان بعوض اسقدر درم یا دینار کے جسکے
نصف اسقدر ہوتے ہین ان مین سے واسطے اول تیس (۳۰) سال کے سواے ایام مستثنی شدہ کے بعوض پانچ درم اس مال
اجارہ کے یا بعوض نصف دینار کے اس مال اجارہ کے واسطے ہر سال کے ان تیس سال مین سے سواے ایام مستثنی
شدہ کے جسقدر اُسکے پڑتے ہین ان پانچ درم یا نصف دینار مین سے پڑے اور سال اخیرہ جو تتمہ اس مدت مذکورہ
کا ہے بعوض باقی مال اجارہ مذکورہ کے اجارہ لیا پھر تحریر کو بطریق سابق تمام کرے شیخ امام حاکم ابو نصر احمد بن
محمد سمرقندی نے فرمایا کہ یہ جو ہمنے باپ کے ساتھ لفظ یتیم ملایا ہے مکتوبات مین ذکر کیا ہے اس مین مسامحہ ہے اور یتیمون
کے اموال مین یہ حکم ہے کہ اگر باپ یا وصی نے یتیم کا دار اجارہ پر دینا چاہا تو بطور اجارہ رسومہ طویلہ کے اجارہ دینا جائز نہین
ہے اور اگر باپ یا وصی نے یتیم کے واسطے اجارہ لینا چاہا تو اجارہ طویلہ کے سال اخیرہ کے حق مین جائز ہو گا اسواسطے کہ
اس سال مین اجارہ بعوض مال کثیر کے جو اجر المثل سے زائد ہے واقع ہوتا ہے اور یہی حکم اموال وقف مین ہے۔ اور فرمایا
کہ یتیم کا دار اجارہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ عقد اجارہ اجر المثل پر قرار دے یعنی جسقدر اجر المثل اس مدت طویل کا ہو اسپر اجارہ قرار
دے پھر مستاجر کو باپ یا وصی بری کر دے پس امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک جبکہ وہ خود مباشر ہوے ہین اس
عقد مین ابرا صحیح ہو گا پھر مستاجر کیواسطے وہ دونون اتنے مال کا اقرار کرین جو بقدر مال اجارہ کے ہے اور اسکی میعاد ادا کی
انفساخ اجارہ کا وقت قرار دین پھر جب اجارہ فسخ ہو گا تو مستاجر اس مال مقربہ کا مطالبہ کریگا۔ اور امام محمد رح نے فرمایا
اسکی ایک اور دوسری صورت یہ ہے کہ باپ یا وصی مستاجر سے اسکے وصول کرنے کا اقرار کرے پس مستاجر بری

ہو جائیگا اور نہ باپ یا وصی ضامن ہوگا اور اگر مستاجر نے چاہا کہ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق کرے کیونکہ باپ یا وصی
نے اگرچہ مال اجارہ وصول پانے کا اقرار کر دیا ہو لیکن مستاجر اس سے فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ بری نہوگا تو اسکا طریقہ یہ
ہو کہ انکے ہاتھ کوئی چیز اتنے درمون کو فروخت کرے جو اس مال اجارہ کے مثل ہوں اور اس معاملہ مین احوط یہی
ہو کہ بری کر دے کیونکہ اگر اُسنے وصول پانے کا اقرار کیا تو درصورتیکہ اجارہ فسخ کرنے سے یا موت موجر یا مستاجر سے فسخ
ہوگا تو دو مال واجب ہونگے ایک وہ کہ جسکا اقرار کیا ہو اور دوسرا مال اجارہ جسکے قبضہ کا اقرار کیا ہو اور بری کر دینے
سے مال اجارہ مین سے ہنوز کچھ تاوان ادا نہیں کیا ہو اور یہان ایک ایسی بات ہو کہ اُس سے احتراز واجب ہو اور وہ
یہ ہو کہ ان بعضی صورتون مین موجر کا ضرر ہو اور بعض مین مستاجر کا ضرر ہو اسواسطے مال مقررہ کی مدت اگر انقضا سے مدت
اجارہ قرار دیجاوے تو مستاجر کے حق مین ضرر ہو اسواسطے کہ شاید اجارہ بسبب موت کے یا مدت خیار مین فسخ کر دینے
کے فسخ ہو جاوے پس مال تا انقضاے مدت کے میعاد پر باقی رہیگا پس مستاجر ضرر اٹھاویگا اور اگر اُسکی میعاد وقت فسخ
مقرر کی جاوے تو وقت فسخ مجہول ہو پس اُسکی میعاد مقرر کرنا باطل ہو پس مال فی الحال واجب الادا رہیگا پس موجر کے حق
مین ضرر ہوگا اسواسطے کہ مستاجر اُس سے فی الحال ادائے مال کا مواخذہ کریگا اور جو چیز اجارہ پر لی ہو وہ اُسکے قبضہ مین بحق
اجارہ رہیگی بدون کسی عوض کے جو اُسنے ادا کیا ہو پس اُسکی راہ یہ ہو کہ اس مال کو تا انقضاے مدت کے میعاد پر رکھے پھر مستاجر
کو وکیل کر دے کہ اُسکو بوکالت یہ اختیار ملے کہ جب یہ اجارہ کسی وجہ سے فسخ ہو تو وہ اس میعاد کو وکیل ہو کر باطل کر دے
اور بدین شرط وکیل کرے کہ جب کبھی اُسکو اس وکالت سے معزول کرے تو باجازت جدید جیسا وکیل تھا ویسا ہی وکیل ہو جاوے
اور جب ایسا کیا تو دونون کے ذمہ سے ضرر زائل ہو جائیگا اور وکالت کی تعلیق بوقت خطر صحیح ہو اور وقف مین بھی یہی فتوی
ہو اور ظاہر الروایۃ مین وقف کی صورت مین مدت طویل و قصیر کی تفصیل نہیں فرمائی اور ایسا ہی امام طحاوی نے اپنی مختصر
مین مجمل ذکر کیا ہو اور بعض نے مدت طویلہ کا اجارہ وقف باطل کر دیا ہو بخوف آنکہ ملک کا مدعی ہو جاوے تو اسکا طریقہ یہ ہو
کہ اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کر دے۔ اور اگر یتیم کے واسطے یا وقف کیواسطے اسطرح اجارہ لینا چاہا تو یہ صورت اس مین بھی
جاری ہو اور امام محمد رح نے فرمایا کہ ہمین دوسری صورت ہو کہ مثلاً تیس سال کیواسطے ہزار درم پر عقد قرار دے پھر دیکھے کہ
ہر سال اس معقود علیہ کا اجر المثل کیا ہو پس اگر مثلاً پچاس درم ہون تو عقد اجارہ دس برس کیواسطے سالانہ ایک درم کے
چھٹے حصہ پر قرار دے اور سال اخیرہ بعوض باقی مال کے قرار دے تاکہ عقد بعوض اجر المثل کے واقع ہو پھر دونون سال
اجارہ فسخ کر دے پھر از سر نو عقد دس برس کیواسطے قرار دے علی ہذا تیس برس پر عقد قرار پاوے اور یہ سب وہ ہو جو
حاکم امام ابو نصر احمد بن محمد سمرقندی نے ذکر کیا ہو۔ اور اگر فسخ اجارہ کی تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر فسخ بدین مضمون ہو
کہ فلان نے اُس حویلی کا اجارہ جو اُسکے و فلان کے درمیان تھا جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور یہ اجارہ طویلہ بعوض اسقدر
درمون کے از ابتداے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تا انتہاے تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تھا پس اُسنے اس اجارہ کو اُن
ایام مین جن مین اُسکے لیے فسخ کا اختیار مشروط تھا اور ان ایام کا اول و اوسط و آخر ذکر کرے کہ وہ فلان روز تھا بفسخ صحیح
فسخ کر دیا اور اسپر اُن لوگون کو جنکی گواہی آخر تحریر ہذا مین ثبت ہو گواہ کر دیا اور صحیح فسخ یہ ہو کہ درمیانی روز مین فسخ کرے
اسواسطے کہ شاید اول و آخر روز مین ایسے وقت فسخ واقع ہو کہ جب اُسکے واسطے خیار ہنوز ثابت نہین ہوا ہو یا مدت
خیار ختم ہو گئی ہو پس احتیاط اسمین ہو جو ہمنے بیان کیا ہو اور اگر اجارہ کسی نوع اعمال و صناعات کیواسطے ہو سبسے

تین سال متواتر کے واسطے ابتداے تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان سے آخر تاریخ ماہ فلان سنہ فلان تک بمزارعت
صحیحہ جسمین فساد وخیار ومواعدہ نہین ہر دیدی تاکہ یہ کاشتکار اسمین یہ تخم مذکور بو دے اور خود مع اپنے مرد وزن وبند وگارون
وبیلون وآلات کاشتکاری سے اس کام پر قیام کرے اور اس سب مین اپنی راے پر کام کرے بدین شرط دی کہ جو کچھ اللہ
تعالے اسمین پیدا کرے وہ سب اناج وبھوسہ سمیت اس زمیندار واس کاشتکار کے درمیان نصفا نصف یا تین تہائی جسطرح
دونون نے ٹھرایا ہو مشترک ہوا اور اس کاشتکار نے اس زمیندار سے اس عقد مزارعت کو بقبول صحیح قبول کیا اور اس
کاشتکار نے تمام یہ اراضی اور تمام یہ تخم اس زمیندار سے یہ سب اُسکے اس کاشتکار کو سپرد کرنے سے بقبضہ صحیحہ قبضہ کرلیا
اور یہ عقد دونون سے بقول ایسے عالم کے جو علماے سلف مین سے مزارعت جائز ہونے کا قائل ہو واقع ہوا اور پھر
دونون اس مجلس عقد سے بعد اسکے صحیح وتمام ہونے کے بتفرق ابدان واقوال متفرق ہوے بعد ازان بعد کہ اس زمیندار
نے اس کاشتکار کے واسطے جو کچھ اسمین درک پیش آوے اسکی ضمانت صحیحہ کرلی۔ اور اگر دونون کو یہ منظور رہوا کہ یہ حکم
اتفاقی ہو جاوے تو اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کردے پس لکھے کہ قاضیان مسلمین سے ایک قاضی نے اس مزارعت
کی صحت کا حکم دیدیا بعد ازانکہ دونون نے اُسکے حضور مین خصومت معتبرہ دائر کی تھی۔ اور دونون نے لینے اوپر گواہ
کرلیے اور تحریر کو ختم کرے۔ اور ہمنے بھوسے کا ذکر اسواسطے کر دیا کہ اگر دونون مین سے کسی نے اسکا ذکر نکیا تو ظاہر
الروایۃ کے موافق وہ بیجون کے مالک کا ہوگا اور اگر دونون نے باہم شرط کرلی تو وہ دونون مین موافق شرط کے مشترک
ہوگا۔ اور علی ہذا اگر کسی کو زمین کسی مدت معلوم کے واسطے اس شرط پر دی کہ اس مین درخت لگاوے جو اُسکی راے مین
آوین اور جو پیداوار ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی تو یہ جائز ہے اور پودے اُسکے ہونگے جسنے پیڑ لگاے ہین
اور پھل دونون مین نصفا نصف ہونگے اور توقیت یعنی وقت مقرر کرنا ضرور ہے اور مدت گذرنے پر اُسکو حکم کیا
جائیگا کہ یہ درخت قطع کرلے اور اگر مزارعت مذکورہ مین بیج معین نہون اور راے زمیندار کی ہو تو ذکر حقوق تک
اسی طور سے لکھے اور یہ نہ لکھے کہ اس زمین کے ساتھ بیج معین دیے بلکہ یون لکھے کہ یہ زمین اسواسطے دی کہ یہ
کاشتکار اُسکو اس زمیندار کے بیجون سے موافق راے اس زمیندار کے خریف وربیع کا غلہ بو دے اور زمین
پر قبضہ کرنے کے ذکر مین بیجون پر قبضہ کرنا تحریر نکرے۔ اور اگر کاشتکار کی طرف سے بیج معین ہون تو لکھے کہ بدین
شرط کہ یہ کاشتکار اپنے بیجون سے اسمین زراعت کرے اور وہ ایک کر گیہون سینچے ہوے پیداوار کے سپید پاکیزہ جید
ہین اور اتنے قفیز فلان قفیز سے ہین اور زمین کے قبضہ کے ساتھ بیجون کا قبضہ تحریر نکرے اور اگر بیج بغیر معین
ہون اور راے کاشتکار کے حوالہ ہو تو لکھے کہ یہ زمین مذکور اُسکو اسواسطے دی تاکہ یہ کاشتکار اسمین اپنی راے سے
خریف وربیع کا غلہ بو دے۔ اور اس صورت مین حکم درک دونون کی طرف راجع ہوگا اسواسطے کہ اگر زمین باثبات
استحقاق لیجاوے اور ہنوز زراعت پختہ نہین ہوئی ہے تو کاشتکار کو اختیار ہوگا چاہے زمیندار کے ساتھ کھیتی کو
اکھاڑ لے اور دونون نصفا نصف تقسیم کرلین اور چاہے زمیندار سے اپنے حصہ زراعت کی قیمت لے لے اور پوری
کھیتی زمیندار کی ہو جائیگی اور اگر سواے زمین کے کھیتی پر استحقاق ثابت ہوا تو زمیندار کے واسطے کاشتکار پر
اپنی زمین کا اجر المثل واجب ہوگا پس ضمان درک کا حکم دونون کیطرف راجع ہوگا پس ضمان درک کے مقام پر
لکھے کہ اس تمام مذکورہ تحریر ہذا مین جو درک ان دونون مین سے کسی کو لاحق ہوا پس ہر ایک پر دوسرے کیواسطے

وہ سپرد کرنا لازم ہوگا جو ہر ایک کیواسطے دونون مین سے واجب ہوا ہی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط۔ فرمایا کہ
اور اگر زمین دو شریکون مین مشترک ہو پس ایک شریک نے چاہا کہ دوسرے شریک کا حصہ مزارعت پر لے تو لکھے کہ یہ
تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو اپنا تمام حصہ فلان زمین قابل زراعت سے اور وہ نصف مشاع دو سہام
مین سے ایک سہم ہی مع اُسکے حدود و حقوق کے بمزارعت صحیحہ تین سال متواتر کیواسطے از ابتداے غرہ ماہ فلان سنہ
فلان بدین شرط دی کہ اپنے بیجون و خرچہ و مزدورون و مددگارون سے بووے پھر جو کچھ اللہ تعالی اسمین پیدا کریگا وہ دونون
مین تین تہائی ہوگا ایک تہائی دینے والے کی اور دو تہائی بونے والے کی اور تحریر کو بدستور مذکور ختم کرے اور یہ
واجب ہی کہ جب پیداوار دونون مین مشترک ہو کہ جب بیج کاشتکار کیطرف سے ہون اور اگر دینے والے کی طرف سے
ہون تو مزارعت فاسد ہوگی اور تمام پیداوار بیجون والے کی ہوگی اور اُسپر عامل کے کام کا اجر المثل اور نصف زمین کا
اجر المثل واجب ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین یہ لازم آیا کہ اُسنے اپنے شریک کو اجارہ پر لیا کہ دونون کے درمیان
مشترک زمین مین زراعت کردے بخلاف اسکے اگر بیج کاشتکار کیطرف سے ہون تو ایسا نہین ہی بلکہ یہ ہوا کہ اُسنے اپنے
شریک کا حصہ زمین بعوض ایک بہن پیداوار کے اجارہ پر لیا اور جزو مشترک کا اجارہ لینا جائز ہی اور یہ ایسا ہوا کہ جیسا مشائخ نے
فرمایا ہی درمیان انکے اُسنے اپنے شریک کا حصہ بعوض بعض پیداوار کے اجارہ لیا۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین بعوض
اجرت معاومہ کے ایکسال کیواسطے اجارہ پر دی پھر مستاجر نے موجر کو یہ زمین مزارعت پر دیدی پس اگر بیج از جانب
موجر ہون تو جائز نہین ہی اور اگر از جانب مستاجر ہون تو جائز ہی یہ مزارعت کا بیان ہوگیا اب معاملت کا بیان سننا
چاہیے کہ ہمنے بیان کردیا ہی امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک درختون و درختان انگور و قضبان و بقول
و رطاب اصول قصب مین معاملہ کرنا اور جو پھل ہنوز برآمد نہین ہوے ہین انمین معاملہ کرنا اور اسی طرح ہر چیز مین جو
اگائی اور کاٹ لیجاتی ہی معاملہ کرنا جائز ہی اور نیز صاحبین کے مذہب کے موافق اگر ہنگ لبلو رسانہر کے سائل چیز سے بنا کر جایا
جاتا ہو تو جائز ہونا چاہیے کہ اسمین پانی لانے کی ضرورت ہی اور صاحبین رح نے فرمایا کہ فیروزنفوط مین معاملہ نہین جائز ہی اسواسطے
کہ اسمین پانی کی کوئی ضرورت نہین ہی اور صاحبین رح کے نزدیک ان سب چیزون مین تبھی معاملہ جائز ہی کہ جب نمو کے
واسطے عامل کے کام کی ضرورت ہو اور اگر نمو کے واسطے ضرورت نہو تو جائز نہین ہی پھر معاملہ مین تحریر کی ضرورت
اس طرح ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے فلان کو تمام وہ رطبہ قائمہ جو فلان مقام پر واقع ہی یا تمام باغ
چہار دیواری مع تمام درختان خرما و اشجار مثمرہ کے جو اسمین ہین اور اُسکے حدود بیان کردے مع اُسکے حدود و حقوق
کے ایک سال کامل بارہ مہینہ متواتر کے واسطے ابتداے ماہ فلان سے بمعاملہ صحیحہ جسمین فساد و خیار نہین ہی معاملہ پر دیا
تاکہ اس سب کی پرداخت پر قیام کرے اور اسکو سینچے اور اسکی حفاظت کرے اور تاک انگور کو کوڑے سے پاک کرے
اور درختون کی زرد ڈالیان اور خشک کاٹ ڈالے اور کھاد دے اور درختان خرما کی نرمادی لگاوے قتابیر
کرے یہ سب کام اُسکے ذمہ مین اپنے آپ اپنے مزدورون و مددگارون سے انجام دے اور اس سب مین اپنی راے
پر عمل کرے بدین شرط کہ جو کچھ اسمین اللہ تعالی کے فضل سے پیداوار حاصل ہوگی وہ بدین قرار داد (نصفا نصف یا
تین تہائی وغیرہ) دونون مین مشترک ہوگی اور اس عامل نے تمام معقود علیہ اس دینے والے کے سب اسکو سپرد کرنے سے
اپنے قبضہ مین کرلی پھر ضمان درک کا بیان لکھے اور تحریر کو بدستور ختم کرے اور اگر چہار دیواری کے باغ مذکور مین

چند مزرعہ و درختان خرما و درختان مثمرہ ہون تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو تمام زمین مشتملہ کروم و
مزارع و درختان خرما و اشجار مثمرہ معاملت و مزارعت پر دو عقد متفرق مین جسمین سے کوئی عقد دوسرے عقد مین شرط نہین
ہے دی پھر زمین مذکور کے حدود بیان کرے پھر لکھے کہ پہلے اُسکو جو کچھ اُسمین کروم و اشجار مثمرہ ہین معاملہ مقاطعہ پر پانچ برس کے
واسطے ابتدائے ماہ فلان سنہ فلان سے آدھے کی بٹائی پر معاملہ صحیحہ دیئے تاکہ اُنکی پرداخت پر خود و اپنے مزدورون و
مددگارون سے آخر تک مثل مذکورہ بالا تحریر کرے اور قبضہ تحریر کرے پھر لکھے کہ پھر اُسکو تمام مزارع جو اس زمین مین
ہین دوسرے عقد مزارعت مین پانچ برس کے واسطے بدین شرط کہ اُسکی زمین کو اپنے بیجون سے غلہ ہائے ربیع و خریف سے
اپنی رائے کے موافق کاشت کرے اور شرائط مزارعت موافق مذکورہ بالا کے سب بیان کرے اور ضمان درک کے
بیان مین لکھے کہ پس ان دونون مین سے جسکو اس سب مین یا اس مین سے کسی چیز مین کوئی درک لاحق ہو تو دونون مین سے ہر ایک
پر دوسرے کو وہ چیز سپرد کرنا واجب ہوگی جو اس عقد کی وجہ سے اُسپر سپرد کرنا واجب ہوگی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی الظہیریہ

فصل سیزدہم۔ شرکتون و وکالتون کے بیان مین۔ شرکت عنان کی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ
فلان و فلان نے بتقوی اللہ تعالے و ادائے امانت و تجنب از مکر و جنایت و پوشیدہ و ظاہر بذل نصیحت از ہر یکے
بہر دیگرے باہم شرکت عنان بقدر اپنے اپنے راس المال کے جو مفصل بیان کر دیا گیا ہے قرار دی اور اپنے درمیان اس
شرکت مذکورہ کا بشرکت صحیحہ جائزہ جسمین فساد نہین ہے عقد شرکت قرار دیا پس اگر دونون تاجر ہون تو لکھے کہ بدین شرط
کہ دونون اس مال سے جو اُنکی رائے مین انواع تجارات سے آوے تجارت کرین اور اس سے اجارہ لین و اجارہ
دین دونون متفق ہوکر اور دونون علیحدہ علیحدہ اور دونون اکٹھا ہوکر و متفرق فروخت کرین چاہین نقد و چاہین
اُدھار اور جو اُنکی رائے مین آوے متفق ہوکر اور جو ہر ایک کی رائے مین آوے متفرق خرید کرین اور بدین
شرط کہ دونون اسکو اپنے ذاتی مال سے مخلوط کرین اور لوگون مین سے جسکے مال سے چاہین مخلوط کرین اور جس
آدمی کو چاہین مضاربت پر دین اور جسکو ہر ایک چاہے دیدے اور بدین شرط کہ دونون جسکو چاہین ودیعت دین
خواہ متفق ہوکر یا علیحدہ تنہا اور چاہین جسکو دونون متفرق ہوکر اسکو وکیل کرین یا متفق ہوکر وکیل کرین اور
دار الاسلام و دار الحرب مین اور خشکی و تری مین جہان چاہین لیکر اسکو سفر کرین اور چاہین دونون متفق ہوکر کام کرین اور
ہر ایک اپنی رائے سے کام کرے بدین شرط کہ جو کچھ اللہ تعالے دونون کو یا ایک کو اس مال مین نفع دے اور بڑھے
وہ دونون سے بقدر ہر ایک کے راس المال کے دونون مین مشترک ہو اور جو کچھ اُسمین گھٹی ہو وہ بھی اسی حساب سے
دونون کے ذمہ ہو اور صحت و تراضی کے ساتھ دونون مجلس عقد سے بابدان متفرق ہوے اور اگر شرکت وجوہ کی شرکت
کی ہو اور دونون نے اسکی تحریر چاہی تو صورت تحریر یہ ہے کہ یہ تحریر فلان و فلان کی شرکت کی ہے کہ دونون نے بتقوی
اللہ تعالے و ادائے امانت و بذل نصیحت از ہر یکے بحق دیگرے ظاہر و پوشیدہ اپنے بدنون سے شرکت وجوہ
اس شرط کے ساتھ کی کہ اس شرکت مذکورہ تحریر ہذا مین دونون مین سے کسی کا کچھ راس المال نہین ہے دونون
نے ایسی قسم کی تجارت مین اس شرط سے شرکت کی کہ دونون اپنی معرفت سے و بعوض اُس چیز کے جو دونون کے
پاس ہو جاوے و دونون کی تجارت و دونون کی اس شرکت سے اس تجارت مین سے جو چیز دونون کی رائے
مین آوے خریدین اور ہر ایک دونون مین سے جو اسکی رائے مین آوے خود یا اپنے وکیلون کے ذریعہ سے خریدے

اور دونون باتفاق اور ہر ایک تنہا اپنی راے سے اسمین عمل کرے اور دونون متفق ہوکر اور ہر ایک تنہا اسکو اپنی راے کے موافق فروخت کرے اور ہر ایک اپنے وکیل سے فروخت کراوے جسکو اپنی اپنی راے سے وکیل کرے بدین شرط کہ جسکو دونون فروخت کرین یا ہر ایک دونون مین سے فروخت کرے یا انکے واسطے دونون کا وکیل یا ہر ایک کا وکیل فروخت کرے اُسکا ثمن دونون مین نصفا نصف ہو پھر تحریر کو ختم کرے۔ اور ایسی صورت مین دونون مین سے کسی کو نفع زائد یا اُسپر گھٹی زائد بنسبت دوسرے کے نہوگی۔ اور اگر دو آدمیون نے کسی خاص تجارت مین بدون راس المال کی شرکت عنان کا قصد کیا بطور تقبل کے اور اسکو شرکت تقبل بھی کہتے ہین تو اُسکی تحریر کی یہ صورت ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان و فلان نے شرکت کی کہ دونون نے سلائی کے کام مین شرکت عنان اس شرط سے کی کہ دونون اپنے ہاتھون سے کام کرین اور دونون متفق و ہر ایک تنہا لوگون سے یہ کام قبول کرے اور اس شرکت مین جس چیز کے دونون ضرورت دیکھکر باتفاق یا ہر ایک اپنی راے پر اجیر کرے اور دونون باتفاق اور ہر ایک تنہا کام کرے جسکی دونون کو اپنے کام مین احتیاج ہو اور دونون اُسکو فروخت کرین اور جو کچھ دونون کے ہاتھ مین اُسکی متاع سے حاصل ہو اور جو دونون مین سے ہر ایک کی بیع سے حاصل ہو پس جو کچھ مجتمع ہو جو اسمین فاضل ہو وہ دونون مین نصفا نصف ہو اور جو گھٹی ہو وہ دونون پر نصفا نصف ہو پس دونون نے اسطرح پر شرکت کی جسطرح سے اس تحریر مین بیان ہوئی ہے اور دونون نے باہم اسطرح عقد شرکت مذکورہ قرار دیا اور تحریر کو تمام کرے۔ اور علی ہذا دھولائی و رنگریزی وغیرہ ہر کام مین یہی طرز ہے اور علی ہذا اگر ایک کا کام درزی گری اور دوسرے کا کام دھولائی ہو تو لکھے کہ دونون نے اس کام و اس کام مین شرکت کی اور اس شرکت مین نفع مین ایک کیواسطے بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہونا جائز ہو سکتا ہے اور یہ تین شرکتین ہین اور دوسری تین شرکتین یعنی وجوہ مین شرکت مفاوضہ ہے پس اگر یہ شرکت مفاوضہ راس المال ہو تو بجاے شرکت عنان کے شرکت مفاوضہ در ہر قلیل و کثیر و در ہر نصف از اصناف تجارات تحریر کرے اور راس المال بیان کر دے پھر لکھے کہ یہ سب ان دونون کے قبضہ مین ہے اور دونون اس سے نقد و ادھار جو دونون کی راے مین آویگا خریدینگے اور ہر ایک جو اُسکی راے مین آویگا ان اصناف تجارات سے خریدیگا اور تحریر کو ختم کرے اور اس صورت مین نہین جائز ہے کہ نفع کی یا نقصان کی شرط کمی و بیشی کے ساتھ ہو اور نیز یہ بھی نہین جائز ہے کہ دونون مین سے کسی کا راس المال کم و بیش ہو برابر ہونا چاہیے ہے اور مفاوضہ کی شرکت مین شرکت تقبل و شرکت وجوہ کی تحریر کا بھی یہی طریقہ ہے جیسا شرکت عنان مین وجوہ و تقبل کی شرکت کا طریقہ گذرا ہے فرق یہ ہے کہ اس صورت مین شرکت مفاوضہ تجمیع تجارات لکھنا چاہیے ہے اور ہر شرکت مین شرکت نامہ کی دو نقلین تحریر کرے جو دونون مین سے ہر ایک کے پاس رہین۔ اور اگر شرکت کے فسخ کی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ وہ مضمون ہے جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے سب اس بات کے شاہد ہوے آخر تک مثل سابق اقرار وغیرہ تحریر کرے کہ فلان و فلان دونون شرکت عنان یا شرکت مفاوضہ کے شریک تھے اور نوع بیان کر دے اور دونون اس شرکت پر اتنے برس تک رہے اور فلان کا راس المال اسقدر تھا اور فلان کا اسقدر تھا اور اُنہون سے دونون نے اتنی مدت تک کام کیا پھر دونون نے اس شرکت کے فسخ کرنے اور تمام مال باہم تقسیم کر لینے کا قصد کیا پھر دونون نے اسکو باہم تقسیم کیا اور ہر ایک نے اسمین سے اپنا حصہ صحیح حوالے کر لیا بعد ازانکہ ہر ایک نے دونون مین سے اپنا حصہ اسطرح جاہیے ہے ادا کر دیا اور سمجھا دیا یہانتک کہ دونون مین سے ہر ایک اس سب سے واقف ہو گیا اور حقیقۃً اُسکو جان گیا پس دونون نے تقسیم صحیحہ جائزہ جسمین فسخ و خیار

نہین ہو در حالیکہ تمام مال حاضر تھا ہمین سے کچھ قرضہ وغیرہ مین مشغول نہ تھا سب تقسیم کرلیا اور ہر ایک دوسرے سے لیکر قبضہ کرنے اور وصول پانے سے بری ہوگیا پس دونون مین سے کسی کا دوسرے کی طرف بعد اس تحریر کے کچھ دعوے وحق نرہا اور تحریر کو تمام کرے اور اگر مضاربت مین تحریر کرانی چاہے تو اُسکا بھی یہی طریقہ ہو یہ ظہیریہ مین ہو۔ اور اگر شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان کا قصد کیا اور دونون مین سے ایک کے پاس مال نہین ہو تو اُسکی صورت یہ ہو کہ جس شریک کے پاس مال نہین ہو وہ دوسرے سے جسکے پاس مال ہو مثل اُسکے حصہ کے اُس سے قرض لیوے اور وہ اپنا حصہ قرار دے اور شرکت نامہ کی تحریر مین بعد اس فقرہ کے کہ دونون راضی برضا متفرق ہوے یہ لکھے کہ پھر فلان نے اور وہ اس تحریر کی ترتیب مین دوسرا شریک ہو اپنے جواز اقرار و سب طرح اپنے نفاذ تصرفات کی حالت مین جدید اقرار کیا کہ اُسپر اُسکے ذمہ اُسکے شریک فلان کے جو اس تحریر کی ترتیب مین اول مذکور ہو اسقدر دینار قرضہ لازم وحق واجب بسبب قرض صحیح کے ہین کہ انکو اس شریک نے اس مقر کو اپنے ذاتی مال سے قرض دیا ہو اور اسکو دیدیے ہین اور اس نے اُس سے لیکر اپنا قبضہ کرلیا ہو اور انکو اس شرکت مین اپنا حصہ قرار دیا ہو اسکا اقرار صحیح کیا جسکی اُسکے اس شریک مذکور فلان نے خطاباً تصدیق کی۔ اور تاریخ تحریر کردے اور اگر حیوان مین شرکت کرنی چاہی جسکو فارسی مین گاو بیم سود دادن کہتے ہین اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کے پاس گائین یا بکریان ہین اُس نے چاہا کہ دوسرے شخص کو شرکت پر دیدے تاکہ انکی حاصلات اور اُنکے بچہ دونون مین برابر مشترک ہون تو اسکا طریقہ یہ ہو کہ گاؤن و بکریون کا مالک جس سے شرکت کا قصد کرے اُسکے ہاتھ ان گاوون و بکریون مین سے نصف مشاع بعوض ثمن معلوم کے فروخت کردے پھر سب جانور اُسکے سپرد کردے تاکہ وہ انکی حفاظت کریگا اور انکو چرا دیگا اور جو کچھ اُنسے حاصلات ہوگی وہ دونون مین نصفا نصف مشترک ہوگی تو اسکی تحریر کا یہ طریقہ ہو کہ جسکے پاس جانور نہین ہین اُسکا اقرار تحریر کرے کہ فلان بن فلان فلانے نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ میرے پاس چندین گائین اور چندین بکریان ہین پھر ان سب کے ایک ایک کے حلیے تحریر کرے پھر سب کے حلیے تحریر کرنے سے فارغ ہونے کے بعد لکھے کہ یہ سب میرے پاس ہین اُس مین سے نصف بحق ملک ذاتی ہین۔ اور نصف بحق امانت از جانب فلان بن فلان یعنے مالک حیوانات مذکورہ ہین اور جو کچھ اللہ تعالے ان جانورون مین زیادتی کریگا خواہ متصلہ یا منفصلہ دونون مین نصفا نصف ہوگی۔ اور نیز اس فلان نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ مجھپر اور میرے ذمہ واسطے فلان اس مالک جانوران کے اسقدر درم قرضہ لازم وحق واجب بسبب صحیح ہین اور وہ ثمن ان آدھے گاؤن کا ہو جو مین نے اُس سے مشاع خرید کی ہین موافق شرع کے اور موافق حکم شرع کے اُس سے لیکر اُنپر قبضہ صحیحہ کرلیا ہو اور فلان بائع نے اُسکے اس اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط

فصل چہاردہم۔ وکالتون کے بیان مین۔ اگر بیع کی وکالت عام تحریر کرنی چاہی تو چاہیے یون لکھے کہ یہ تحریر وکالت ہو اور چاہیے یون لکھے کہ یہ وہ تحریر ہو کہ جسپر گواہان ہوے گواہان سمیان آخر تحریر بدینکہ فلان نے وکیل کیا فلان کو واسطے بیع اپنے دار کے اور دار کے حدود بیان کردے مع اُسکے سب حدود وحقوق ومرافق کے مع اُسکی زمین و عمارت کے تو وکالت صحیحہ جائزہ نافذہ بدین شرط کہ یہ وکیل جسمین اپنی راے سے کام کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین وکیل کردے اور جتنے کو چاہے فروخت کرے اور جو امر اس معاملہ مین کریگا وہ

جائز ہوگا اور جب اُسکو فروخت کر کے اُسکے مشتری کو سپرد کرے اُسکا ثمن وصول کر لیگا اور اسکے وصول کرنے
کیواسطے جسکو چاہے وکیل کریگا اور اس وکیل نے اس وکالت مذکورہ تحریر ہٰذا کو اس موکل کی طرف سے قبل دونون کے
کسی اور کام مین مشغول ہونے کے اور قبل دونون کے متفرق ہونے کے بالمواجہہ قبول کیا اور اس موکل نامبردہ نے تمام وہ
چیز جسکی بیع کیواسطے وکیل کیا ہے جو مفصل مذکور ہوئی ہے اس وکیل نامبردہ کے سپرد کردیا اور اس وکیل نامبردہ نے اُس سے لیکر خالی
از مانع ومنازع جو قبضہ کی صحت مین مخل ہو اپنا قبضہ کر لیا پس یہ سب حکم اس وکالت کے اُسکے قبضہ مین ہے بغیر تحریر کو آخر
تک سے ستو معلوم ختم کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اور اگر خرید وفروخت کی وکالت نامہ تحریر کرنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر وکالت
ہے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا یعنی اُسکو تمام اُس چیز کے واسطے جو مذکور ہوئی ہے او وکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا تاکہ تمام
اموال اس موکل کے اور تمام املاک اسکی جنکی بیع جائز ہے تمام اموال واملاک سونے وچاندی وکپڑے واسباب رقیق و
حیوان ومتاع ومنقولات ومستغلات وعقار وموزون وغیرہ سے جنکا یہ موکل اب تو کیل مذکورہ کے روز مالک ہے
اور تمام اُسکا جسکا یہ موکل مالک ہوجائے بعد اس وکالت کے تا اب مالک ہے قلیل وکثیر سے جسکی ملکیت کسی وجہ سے استفادہ
کرے تمام اصناف اموال مین سے جس صنف کی خرید وفروخت اسکی رائے مین آوے جب تک وہ اس
وکالت پر ہے اس کے موافق اپنی رائے کے مشاع و مجتمع و متفرق جس طرح چاہے اور جب چاہے اور جس چیز کے عوض چاہے
انتہا اموال مین سے خواہ اثمان ہو یا عروض وغیرہ ہون فروخت کرے جو وہ اس معاملہ مین کریگا سب جائز
ہوگا اور جسکو چاہے اُسکے فروخت کے واسطے اور قبضہ اثمان کے واسطے وکیل کرے اور جو اسمین سے فروخت
کرے اُسکو سپرد کردیگا اور اس سب مین اپنی رائے پر عمل کریگا اور اس موکل کے واسطے خرید کرے جسکی خرید اصناف
اموال مین سے اسکی رائے مین آوے جس طرح چاہے مشاعاً ومقسوماً ومجتمعاً ومتفرقاً اور جب چاہے اور جتنے بار
چاہے مرة بعد اُخری بعوض تمام اصناف اموال کے عروض واثمان وغیرہ سے جنکا ذکر اوپر مفصل ہوگیا ہے خریدے۔ اور
اسمین جو اسکی رائے مین آوے نقد وادھار خرید فروخت کرے اور اس سب مین اپنی رائے سے کام کرے اور اس سب مین جسکے
واسطے جسکو چاہے وکیل کرے ومعزول کرے جب چاہے اور جس طرح چاہے اور جتنی بار چاہے مرة بعد اُخری اور
اسمین سے جو موکل کے واسطے خریدے اُس سب کو قبضہ مین کرے اور اس سب کا ثمن مال موکل سے ادا کرے یا اپنے
مال سے چاہے ادا کرے بدین طور کہ اس موکل سے واپس کرے پس اُسکو ان سب امور کا وکیل کیا اور اُسکو اسپر
مسلط کردیا اور اُسکو ان وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے موافق تصرف کی اجازت دیدی۔ اور اس وکیل نے اُس سے یہ سب
اسی مجلس مین بالمواجہہ بالمشافہہ قبول کیا کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر چاہا کہ کسی کو ہر چیز کا وکیل کرے تو لکھے کہ فلان نے
فلان کو وکیل کیا واسطے حفاظت تمام اُس چیز کے جو فلان کیواسطے زمین و دور وعقار ومستغلات وانتفعہ ورقیق اور
وغیرہ مصنوعات اموال سے ہے اور واسطے کرایہ پر دینے اُس چیز کے جسکا کرایہ پر دینے کی ضرورت ہو اُن مین کرایہ پر دینا اسکی
رائے مین آوے اور جسکی اُنمین سے تعمیر کی ضرورت ہو اسکی تعمیر کے واسطے اور جسکا اُنمین سے اجارہ جسکو اجارہ دینا جسکے عوض
اجارہ دینا جتنی مدت کے واسطے اجارہ دینا اسکی رائے مین آوے اجارہ دے اور جسکا کوئی حق موکل کیجانب ہے یا موکل کا جسکی
جانب اُنمین سے جس سے مصالحہ کر لینا اسکی رائے مین آوے اُس سے مصالحہ کرے اور جو کچھ چھوڑ دینا اسکی رائے
مین آوے اُسکو چھوڑ دے اور جہان بری کرنا اسکی رائے مین آوے اُسکو بری کردے اور جسکی میعاد مقرر کر دینا اسکی

زانے مین آوے اُسکی میعاد مقرر کردے کذا فی المحیط۔ اور اسی وکیل کی راے پر چھوڑ دیا کہ اموال فلان موکل کا حوالہ
قبول کرے یا جسقدر اُن مین سے چاہے حوالہ قبول کرے جسپر حوالہ چاہے قبول کرے اور ان اموال کے عوض رہن
رکھ لے اور جس مال کے عوض اُسکی راے مین رہن دینا مصلحت معلوم ہو رہن دیدے کذا فی الظہیریہ اور اسی کو اختیار
دیدیا کہ موکل کے واسطے اصناف تجارات مین سے جس چیز کی چاہے تجارت کرے اور تمام لوگون مین سے جسکو چاہے
اموال فلان مین شریک کر لے اور اسکو اختیار دیدیا کہ تمام لوگون سے جو اس موکل کا خصم ہو جو اسکی طرف کسی حق کا
دعوی کرے یا موکل کا اُسپر حق ہو اُس سے خصومت کرے اور اسکو اختیار دیا کہ تمام لوگون مین سے جسپر یا جسکے پاس
یا جسکے ساتھ اس موکل کا حق مالی ہو اسکا وصول کر لے اور ان سب سے خصومت کرے اور اس سب مین جو اسکے واسطے
یا اُسپر کرے اُسکا فعل جائز ہوگا اور فلان وکیل نے ہر ہر وکالت مین سب جو کچھ اُسکی طرف اسناد کی ہر تمام کے ساتھ اس
وکالت کو خطاب قبول کیا پھر تحریر کو تمام کرے یہ محیط مین ہے۔ طریق دیگر ایسے وکالتنامہ کی تحریر جو امور مذکورہ اور
خصومت وغیرہ کی جامع ہو گواہان سمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا کہ اُسکا ہر حق
جو فی الحال لوگون پر آتا ہو اور جو اُنپر آیندہ واجب ہو اُنسے طلب کرے اور ہر مال عین و دین قرض و عقار و
قلیل وکثیر سے جو کچھ اُسکا لوگون کے پاس و لوگون کی جانب و لوگون کے قبضہ مین ہو اسکا مطالبہ کرے اور
قاضیان اسلام و حکام و سلاطین مین سے جسکے حضور مین چاہے اس سب کی نالش و خصومت دائر کرے اور
اسکو شرعی حجتون و گواہون کو قائم کرکے ثابت کرے اور جسپر قسم متوجہ ہو اُس سے قسم لیوے اور جسپر قید کرنا
واجب ہو اُسکو قید کرا دے اور جسکا قید سے چھوڑ کر پھر قید مین اعادہ کرنا مصلحت دیکھے اُسکو اعادہ کرا دے اور
جو شخص اس موکل کا زمین و عقار و دور و بیوت و عروض و حیوان قلیل وکثیر مین جو بروز اس وکالت کے اسکی ملک ہین اور جو آیندہ
اُسکی ملک مین آوین شریک ہو جو اُسکا شریک ہو اور اُس سے وکیل مذکور کی راے مین بٹائی کرا لینا مصلحت ہو اُس سے بٹائی کر لے اور
اور براے خود جو اُسکا حصہ اُسکے و غیر کے درمیان بقدر دونون کے حقوق کے شائع غیر مقسوم ہو اُسپر قبضہ کرے
اور جسکی تقسیم موکل کے واسطے کرائی ہو اس تقسیم سے جو حصہ موکل کے واسطے بحق واجب ہوا ہو اُسپر قبضہ کرے اور
ان اموال مین سے جو اُسکے واسطے فروخت کرے جسکے ہاتھ فروخت کرے اُسکے سپرد کردے اور جو اُسکے
واسطے فروخت کی ہو اُسکی تحریر کرادے اور جسکے ہاتھ فروخت کی ہو اُسکے واسطے ضمان درک کا اس فروخت شدہ
چیز مین ضامن ہو جاوے اور اراضی و عقار و املاک و منقولات وغیرہ مین سے جس چیز کا موکل کے واسطے خریدنا
مصلحت دیکھے اُسکو جتنی بار چاہے جب چاہے جسطرح چاہے خریدے اور ثمن سے خرید کردہ چیز کا ثمن جس سے خریدی ہو اُسکو
ادا کرے اور جو چیز اُسکے واسطے خریدی ہو اُسپر قبضہ کرلے اور بیعنامہ بنام اُسکے باضافت وقوع خرید براے موکل
اسکے مشتری سے تحریر کرا لے اور جو چیز فی الحال موکل کی ملک ہو اور آیندہ اصناف اموال قلیل وکثیر سے اُسکی ملک
مین آوے اُسکی حفاظت کرے اور اُسکی پرداخت پر قائم ہو اور املاک کی تعمیر مرمت مین خرچ کرے اور جو لوگ اسکے
کارندہ و پرداخت کنندہ مقرر ہون اُنکا روزینہ دے اور جو خراج و صدقہ زراعت و ثمار اسپر فی الحال واجب ہو
یا آیندہ واجب ہو اُسکو ایسے شخص کو جو اُسکے وصول کرنے کا متولی ہو ادا کرے اور جو فی الحال موجود ہین اور
جو آیندہ اُسکی ملک مین ممالیک آوین اُنکے کھانے کپڑے و تمام اخراجات ضروری مین جو موکل مذکور پر اُنکے

واسطے بسبب اُنکے مالک ہونے کے واجب ہون خرچ کرے اور جو چیز اجارہ دینے کے لائق زمین و عقار و دور قلیل و کثیر
سے فی الحال موجود ہو اور جو آیندہ اُسکی ملک مین آوے جسکا اجارہ دینا اُسکی راے مین آوے اور جسکو دینا اور جتنی
اجرت پر جتنی مدت طویل یا قصیر کے واسطے اجارہ دینا اُسکی راے مین آوے اجارہ دے اور جو چیزان مین سے
اُسکے واسطے جسکو اجارہ دے اُسکے سپرد کرے اور کرایہ نامہ و قبالجات اُسکے نام سے یا خانفہ تحریر اجارہ بجانب
اُسکے تحریر کرا دے اور اُسپر گواہ کر دے جسکا گواہ کرنا اسکی راے مین آوے اور جسکی اُجرت تعجیل ہو اور جسکی اجرت بعد
انقضاے مدت اجارہ جس طرح ٹھہری ہو موکل کے واسطے وصول کرے اور جو چیز موکل کا کچھ حق فی الحال ہو یا آیندہ
ہو جاوے اُن مین سے جس سے بطریق چھوڑ دینے و بری کر دینے کے جسطور سے مصالحت کر لینا مصلحت دیکھے اُس
سے مصالحہ کرے اور جسکو میعاد مقرر کر دینا مصلحت دیکھے اُسکو میعاد دیدے اور جو مال موکل کے فی الحال
لوگون پر ہین اور جو آیندہ ہو جاوین اُن مین سے جسکی بابت جس شخص پر حوالہ قبول کرنا مصلحت دیکھے اُسکا حوالہ
قبول کر لے اور اس مین سے موکل کے جس مال سے تجارت کسی قسم کی مصلحت دیکھے اُس سے تجارت کرے اور اُسپر گواہ
کر دے اور موکل کے جس مال کے عوض جو فی الحال بروز وقوع وکالت موجود ہین اور جو آیندہ ہو جاوین اگر رہن لینا
مصلحت دیکھے اُس سے جسپر موکل کا قرضہ ہو تو رہن لے لے اور جس شخص کا موکل پر قرضہ ہو یا آیندہ واجب ہو جاوے
اُسکو اموال موکل مین سے جس چیز کا رہن دینا مصلحت دیکھے اُسکو رہن دیدے اور جسکو رہن دیا ہو اُسکو یہ چیز جو رہن
دی ہو سپرد کر دے اور موکل کے اموال موجودہ فی الحال سے یا جو آیندہ اُسکی ملک مین آوین اصناف اموال سے
جس سے چاہے جس قسم کی تجارت چاہے جہان چاہے موکل کے واسطے تجارت کرے اور جسکو چاہے جس شخص کو
چاہے بطور بضاعت موکل کے واسطے دیدے اور جس مال موکل کو جو فی الحال موجود ہو یا جنکا آیندہ مالک ہو جس
نفع پر چاہے جسکو چاہے بطور شرکت دیدے اور موکل کے اموال مین سے جو بروز وکالت موجود ہین اور جنکی آیندہ
ملک حاصل کریگا جسکو چاہے جس نفع پر چاہے بطور مضاربت دیدے اور جو شخص موکل کی جانب یا موکل پر یا
موکل کے پاس یا موکل کے قبضہ مین کسی حق کا دعوی کرے یا موکل اُسپر دعوی کرے اُس سے خصومت کرے اور جو
کچھ وہ اس مقدمہ مین کرے وہ موکل مذکور پر جائز ہوگا اور بدین شرط وکیل کیا کہ جو کچھ موکل مذکور پر حکم حاکم
نافذ ہو کر واجب ہو اُسکو دیدے اور اس سبب مذکور مین اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور جو کچھ اسکی پیروی سے اُس کے
واسطے یا اُسپر حکم ہو اُس سے راضی ہوا اور بدین شرط وکیل کیا کہ جن امور مذکورہ بالا کا اُسکو وکیل کیا ہے چاہے خود
بذاتہ انکا انجام کرے یا وکیلون مین سے جسکو پسند کرے وکیل کرے اور جب چاہے جسکو چاہے ان وکلاو مذکورین
سے تبدیل کرے اُسکے امور بدین وکالت مذکورہ موکل کے حق مین جائز ہونگے بدین شرائط مذکورہ مفصلہ بالا
اُسکو وکالت مطلقہ عامہ بوجوہ وکیل کیا اور فلان نے فلان سے تمام اس وکالت مذکورہ کو بالمشافہہ قبول کیا اور
تحریر کو تمام کرے یہ بسیط بیان ہر نوع وکالت دیگر وکالت نکاح کی تحریر اگر عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اُسکو کسی مرد سے
بیاہ دے ... تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان بن فلان نے فلان بن فلان کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا اندرین معاملہ
کہ اُس مسماۃ مذکورہ کو فلان بن فلان سے اتنے درم مہر معجل اور اتنے درم مہر موجل پر بیاہ دے یہ وکالت صحیحہ وکیل
کیا اور فلان نے اس وکالت کو قبول صحیح قبول کیا اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلانہ عورت کو اُسکے وکیل فلان کے بعوض مہر مذکورہ بالا کے جو چنین و چنان ہے نکاح
کر دینے سے نکاح صحیح جائز بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے بیاہ لیا اور تحریر کو ختم کر دے اور درصورتیکہ
عورت نے اُسکو اسواسطے وکیل کیا کہ اپنے ساتھ نکاح کر لے تو لکھے کہ مسماۃ فلانہ بنت فلان بن فلان نے فلان بن فلان
کو اس معاملہ مین وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا کہ اس مسماۃ مذکورہ کو اتنے مہر معجل و موجل پر اپنے نکاح مین لاوے
آخر تک بدستور مذکور تحریر کرے پھر لکھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان وکیل نے اپنی موکلہ فلانہ کو بحکم وکالت مذکورہ
بالاے تحریر ہذا بالعوض مہر مذکورہ بالاے تحریر ہذا تزویج صحیح بحضور ایک جماعت گواہان عادل پسندیدہ کے اپنے
نکاح مین لے لیا اور تحریر کو ختم کر دے۔ اور درصورتیکہ عورت کسی غیر کی عدت مین ہو اور اُسنے وکیل کو اپنے ساتھ
نکاح کر لینے کا یا دوسرے مرد سے نکاح کر دینے کا وکیل کیا تو لکھے کہ مسماۃ مذکورہ نے اسکو اس بات مین اپنے قائم مقام
کیا کہ اپنے ساتھ اُسکا نکاح کر لے یا فلان سے اُسکا نکاح کر دے بعد ازانکہ اُسکی عدت جس مین وہ فلان کی جانب سے
ہے گذر جاوے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر تمام آدمیون سے خصومت کرنے مین وکیل کرنا۔ یہ تحریر بدین مضمون ہے
کہ فلان نے فلان کو وکیل کر کے اپنے قائم مقام کر دیا اس امر مین کہ اُسکے حقوق جو تمام لوگون مین سے جسکی طرف یا
جسکے ساتھ یا جسکے پاس و جسکے قبضہ مین ہین مطالبہ کرے اور اُن لوگون سے وصول کرے اور اُنسے اُنکے واسطے
خصومت کرے اور جسپر قسم عائد ہو اُس سے قسم لے اور جو مستوجب حبس ہو اُسکو محبوس کراوے اور جسکو چاہے
چھوڑ اوے پھر قیدخانہ کی طرف اعادہ کراوے اور جس سے چاہے کفیل لے اُسکو وکیل مخاصم کیا کہ خود خصومت کرے
اور مخاصم کیا کہ لوگون کے خصومت کی اسپر سماعت کیجاوے کہ یہ خود لوگون پر گواہ قائم کرے اور مدعی لوگ اسپر گواہ قائم
کرین سوائے اقرار کے کہ موکل پر اسکا کوئی اقرار جائز نہوگا اور اگر اسنے کسی گواہ کی جسنے موکل پر گواہی دی ہے تعدیل کی تو
تعدیل جائز نہوگی اور اس وکیل کو اجازت دی کہ اپنے ماتحت اپنے مثل اِن سب باتون کا وکیل کر لے اس طرح اسکو توکالت
صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل کیا اور اس وکیل نے اسی مجلس توکیل مین اس وکالت مذکورہ کو بقبول صحیح قبول کیا اور دونون
مجلس عقد وکالت سے بعد اُسکے صحت و تمام ہونے کے متفرق ہوئے آخر تک واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر توکیل
بخصومت خاصۃ اسکی عبارت بعینہ عبارت خصومت عامہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی ہے فقط فرق اسقدر ہے کہ بجائے عام
لوگون کے فلان بن فلان جس سے خصومت و وصول کرنے کا وکیل کیا ہے تحریر کرے۔ نوع دیگر بیع دار کے واسطے
وکیل کرنے کی یہ تحریر ہے کہ یہ تحریر وکالت ہے کہ فلان نے فلان کو اس امر مین وکیل کر کے اپنے قائم مقام کیا کہ اُس کا
تمام دار واقع شہر فلان مع حدود وغیرہ سب بعد سے مع اُسکے سب حدود و حقوق زمین و عمارت کے اُسکے خریدار کے
ہاتھ کسی قدر ثمن کو فروخت کر کے اُسکا ثمن وصول کرے اور جسکو چاہے اس معاملہ مین وکیل کرے اور درک کا
ضامن ہو جاوے اور خریدار کو جو فروخت کی ہے سپرد کرے اس سب کے واسطے اُسکو توکالت صحیحہ جائزہ نافذہ
وکیل کیا اور اُسنے مجلس وکالت مین اس وکالت کو علانیہ بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا قبل اسکے کہ دونون متفرق
یا کسی دوسرے کام مین مشغول ہون اور اس موکل نے تمام وہ چیز جسکے فروخت کرنے کے واسطے وکالت واقع
ہوئی ہے اس وکیل کو سپرد کی اور وکیل مذکور نے اُس سے لیکر درحالیکہ ہر مانع و منازع سے خالی تھی سب پر
بحکم وکالت مذکورہ قبضہ کر لیا اور اگر مشتری معین اور ثمن بھی مقدر و معین ہو تو اسکو بیان کر دے کہ اُسکو

فلان کے ہاتھ بعوض اس ثمن کے فروخت کرے واللہ اعلم۔ نوع دیگر توکیل بحفظ املاک کی تحریر اسطرح لکھے کہ فلان نے
فلان کو وکیل کرکے لینے قائم مقام اس بات مین کیا کہ اسکی تمام املاک واموال محدودات از قسم اراضی وعقارات
وحیوانات ومکیلات وموزونات وغلامان وکنیزان وعروض وجاہا وصامت وناطق وغیرہ جمیع اقسام اموال
کی حفاظت کرے پس انکی حفاظت کرے اور انکو کرایہ پر چلاوے اور اراضی کی خود زراعت کرے اور چاہے کسی
کو مزارعت پر دیدے اور انکے غلات کو وصول کرنے اور اسکے اسباب واملاک کی نگہبانی رکھے وتعہد کرے اور
تعمیر و درستی پر اچھی طرح قیام کرے اور جب تعمیر وخرچہ کی ضرورت ہو تو موکل مذکور کے مال سے خرچ کرے اور ان مین سے
کوئی چیز فروخت نہ کرے بلکہ رہنے دے اور اسکی حفاظت کرے پس اسکے واسطے اسکو بوکالت صحیحہ جائزہ نافذہ وکیل
کیا اور اس وکیل نے اس مجلس عقد وکالت مین اس سے اس وکالت مذکورہ کو علانیہ خطاباً بالمشافہہ قبول کیا اور
بتاریخ فلان واقع ہوا۔ نوع دیگر در توکیل خرید یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ وکیل کیا کہ
تمام دار واقع موضع فلان الی آخرہ کو اسکے واسطے فلان سے خرید ے (اور احوط یہ ہے کہ یون لکھے کہ ایسے شخص سے
اسکے واسطے خریدے جس سے اسکی بیع کردینی جائز ہے) پس یہ تمام دار مع اسکی عمارت وزمین وچنین وچنان کے اسکے لیے
سب انواع اموال وقلیل وکثیر مین سے جسکے عوض خریدنا پسند کرے خریدے اور اسمین اپنی رائے سے عمل کرے اور
جو کچھ اسمین کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اسکو خرید کر اسکا ثمن اس موکل کے مال سے ادا کرے اور چاہے اپنے مال سے
بدین شرط ادا کرے کہ اسکو موکل کے مال سے واپس لے اور اگر اسمین کوئی عیب پاوے تو اس عیب کے واسطے
خصومت کرے اور اس عیب کیوجہ سے واپس کردے اور اگر اسکو نہ دیکھا ہو تو بخیار رویت اسکو چاہے واپس کرے
پس اس معاملہ خرید مین اسکے قائم مقام ہے اور اس معاملہ کیواسطے جسکو چاہے وکیل مقرر کردے اور جب چاہے
اسکو معزول کردے اور اس وکیل نے اس توکیل کو بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ نوع دیگر در توکیل باجارہ
یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ اس امر کا وکیل کیا کہ اس موکل کا تمام دار واقع مقام فلان جسکے
حدود وچنین وچنان ہین مع اسکے حدود وحقوق الی آخرہ جتنی مدت کیواسطے لوگون مین سے جسکو چاہے تمام اقسام
اموال مین سے خواہ ثمن ہون یا وہ مال ہو جس مال کے عوض چاہے جس طریقہ سے چاہے اجارہ پر دیدے
اور جو کچھ اس معاملہ مین کریگا وہ جائز ہوگا اور اسمین رہنے کیواسطے اسکو اجارہ پر دیدے اور جسکو اجارہ پر دے
اسکے سپرد کرے اور جس طرح پر اجرت پسند کرکے قرار دے اسکو وصول کرے اور اس سب مین اپنی رائے پر عمل کرے
اور چاہے کسی کو اس معاملہ مین وکیل کرے اور جب چاہے اسکو معزول کرے اور جس طرح چاہے مرۃ بعد اخری وکیل
کرے ومعزول کرے جبتک وہ اس وکالت مذکورہ پر ہے اور دونون کے افتراق سے پہلے اس وکیل نے یہ وکالت
مذکورہ بالمواجہہ قبول کی اور اس وکیل نے تمام یہ دار مذکورہ موکل سے لیکر اس موکل کے اسکو یہ سب سپرد
کرنے سے اپنے قبضہ مین بحکم اس وکالت کے کرلیا پس اس وکیل کو جو درک اس سب مین پیش آویگا اس موکل
پر اسکے واسطے وہ واجب ہوگا جو حکم شرعی ہے اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کرلیے واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر کسی دار
معین کے کرایہ لینے کے واسطے وکیل کرنی کی تحریر اسکو تمام دار واقع موضع فلان محدودہ بحدود وچنین وچنان کو مع
اسکے سب حدود وحقوق الی آخرہ اسکے واسطے فلان سے اور جس سے اسکا اجارہ دینا جائز ہو جبتک یہ وکیل

اِس وکالت پر ہو اجارہ سے لے پس اُسکو اِس موکل کے رہنے کے لیے جتنی مدت کے واسطے جس اجرت کے عوض جسطرح
چاہے اجارہ پر لے لے اور جو اِس معاملہ مین کرے وہ جائز تصور ہوگا اور اِس معاملہ مین اپنی راے پر عمل کرے
اور جسکو پسند کرے اس معاملہ کے واسطے وکیل کرے اور چاہے وکالت سے معزول کرے جب چاہے اور جسطرح
چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے اور اپنے وکیلون کو اپنے قائم مقام کرے اور اُنکے واسطے
وہی اختیارات دیوے جو اُسکے واسطے جائز ہین اور جب اُسکو اجارہ پر لے لے تو اِس موکل کے واسطے اُسپر
قبضہ کر لے خواہ اُسکو باجرت معجل لیا ہو یا موجل جسطرح اپنی راے کے موافق لیا ہو پس چاہے اِس اجرت کو اپنے ذاتی مال سے
ادا کرے تاکہ اِس موکل کے مال سے واپس لے اور چاہے اِس موکل کے مال سے ادا کرے اِس سب مین اپنی راے پر عمل
کرے پھر وکیل مذکور کا قبول کرنا از ضمان درک اور گواہ کر لینا تحریر کرے اور وکالت نامہ کو ختم کرے نوع دیگر دار غیر معین
اجارہ لینے کی تحریر کی صورت اس طرح ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کو وکیل کیا اُسکو تمام اُس چیز
کے واسطے جو بیان و مذکور ہوئی ہے او وکالت صحیحہ وکیل کیا تاکہ فلان مقام پر جو دار و حویلی و بیت موکل کے سکونت
کے لائق دیکھے اُسکے واسطے جتنے دنون و برسون و مہینون کے واسطے جس اجرت پر اثمان وغیرہ سے جتنی کو
اُسکی راے مین آوے جس طرح راے مین آوے اجارہ پر لے لے اور آئندہ مثل اول کے تحریر کرے۔ نوع دیگر
اراضی کو مزارعت پر دینے کے واسطے وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلان نے فلان کو اپنی تمام اراضی واقع موضع
فلان محدود بحدود و چنین و چنان جو کہ اراضی قابل زراعت ہے فی الحال صالح زراعت ہے مزارعت پر دینے کیواسطے بوکالت
صحیحہ وکیل کیا تاکہ اُسکو مع اُسکے حدود و حقوق کے جتنی مدت کیواسطے چاہے جس شخص کو چاہے مزارعت پر دیدے
بدینکہ جسکو مزارعت پر دے وہ اپنے بیجون سے خریف و ربیع کا جو غلہ چاہے بووے اور وکیل مذکور کو اختیار ہے کہ جس
حصہ پیداوار پر چاہے قلیل و کثیر سے مزارعت پر دے جو وہ یہ کریگا وہ جائز متصور ہوگا اور اس سب کیواسطے جس کو
چاہے وکیل کرے اور جب چاہے اور جس طرح چاہے مرۃ بعد اخری ایسا کرے یہ مین اپنی راے پر عمل کرے اور جسکو
چاہے اِس معاملہ مین اپنے قائم مقام کرے اور جسکو یہ زمین مزارعت پر دے اُسکے سپرد کرے اور اُسکی پیداوار مین
جو حصہ و حق موکل کے واسطے واجب ہو اُسکو وصول کرے اور فلان نے اِسکو قبول کیا اور موکل کا سپرد کرنا اور
ضمان درک و گواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور اگر بیج موکل کیطرف سے ہون۔ تو یون لکھدے تاکہ اُسکو اِس موکل
کے بیجون سے زراعت کرے واللہ تعالی اعلم نوع دیگر زمین کو مزارعت پر لینے کے واسطے وکیل کرنے کی یہ صورت
ہے کہ فلان نے فلان کو اپنے واسطے زمین مزارعت پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اُسکے واسطے تمام
اراضی واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان اُسکے مالک فلان سے اور جسکو اُسکی مزارعت پر دینے کا اختیار
ہو جتنی مدت کیواسطے چاہے مزارعت پر لے تاکہ یہ موکل اُسمین اپنے بیجون سے جو غلہ خریف و ربیع کا چاہے زراعت
کرے اور جتنے حصہ پر یہ وکیل چاہے لے لے اور اسمین اپنی راے پر عمل کرے اور آگے بطریق سابق تمام کرے
اور اگر دینے والے کی طرف سے بیج ہون تو اُسکو بیان کرے۔ نوع دیگر باغ انگور معاملہ پر لینے کیواسطے وکیل
کرنے کی صورت تحریر یہ ہے کہ فلان نے فلان کو تمام باغ انگور واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان مع
حدود و حقوق معاملہ پر لینے کے واسطے بوکالت صحیحہ جائزہ وکیل کیا کہ اِس کرم کو اُسکے واسطے اُسکے مالک سے

یا جسکو اُسکا معاملہ پر دینا جائز ہو اُس سے جتنی مدت کے لیے جتنے حصہ قلیل وکثیر پر چاہے معاملہ پر لے بدین شرط
کہ یہ موکل اُسکے سینچنے و حفاظت کرنے و اُسکے تمام مصالح پر قیام کرے اور اس سب کے واسطے جسکو چاہے جس طرح چاہے
اور مرةً بعد اخری جتنی مرتبہ چاہے وکیل کرے اپنے قائم مقام کر دے اور اس سب مین اپنی راے پر عمل کرے اور
جو کچھ اس معاملہ مین کر دیگا وہ جائز منصور ہوگا اور اس وکالت کے حکم سے جو چیز موکل کے واسطے معاملہ پر لے اور اسپر
قبضہ کر لے اور وکیل کا قبول کرنا و گواہی کرا دینا سب تحریر کرے اور جائز ہو کہ ہمین یون تحریر کرے کہ فلان مقام پر جو
باغ انگور اور جو درخت جس حصہ ثمار پر چاہے موکل کیواسطے معاملہ پر لے نوع دیگر اثبات نسب و طلب میراث کیواسطے
وکیل کرنے کی صورت تحریر یہ ہو کہ فلان نے فلان کو اسواسطے وکیل کیا کہ اُسکا ہر حق جو اُسکے واسطے بسبب میراث اُسکے
والد فلان سے ثابت ہو طلب کرے اور اُسکا نسب ثابت کرے و اُسکے والد کی وفات و عدد وارثان ثابت کرے
اور اُسکے ہر حق کے اس مقدمہ ثابت کرنے کیواسطے اور تاکہ اس سب مین اُسکے واسطے خصومت و منازعہ محکمہ مین دائر
کرکے فیصلہ کرا دے بدین شرط وکیل کیا کہ اس وکیل کا کوئی اقرار اس موکل پر نہین جائز ہو اور اُس سے صلح کر لینا بھی نہین جائز
ہو اور جو گواہ موکل پر اُسکے ابطال حق کی گواہی دے اُسکی تعدیل بھی بحق موکل نہین جائز ہو اور فلان نے اس وکالت
کو قبول کیا الی آخرہ۔ نوع دیگر اگر وکیل حفاظت کو موکل نے بری کیا تو اُسکے تحریر کی یہ صورت ہو کہ فلان نے بطوع خود
اقرار کیا کہ مین نے فلان کو اپنی تمام اراضی و عقار و اموال و عمارات کی پرداخت اور اس سب کی اصلاح و انفاق کے
واسطے و اُسکے نوائب ادا کرنے اور اُسکے غلات و حاصلات وصول کرنے کیواسطے اور سواے اسکے اور امور متعلقہ کیواسطے
بوکالت صحیحہ وکیل کیا تھا پس اس وکیل نے اتنی برس اُسکو عدل و انصاف سے انجام دیا پھر چاہا کہ مین اُسکو اس وکالت
سے خارج کر دون اور جو کچھ اُسکے قبضہ مین ہو اُسپر قبضہ کر لون پس مین نے اُس سے جو کچھ اُسکے قبضہ مین تھا سب کا حساب کتاب
فلان تاریخ تک محاسبہ صحیح سمجھ لیا اور اس وکیل نے مجھکو جو کچھ اُسکے قبضہ مین اس معاملہ مذکور کا باقی تھا سب ادا کر دیا اور اُسکے
دینے سے میرے قبضہ کرنے سے وہ بری ہو گیا اور اب مجھ موکل کا اس وکیل پر کوئی حق و دعوے خصومت کسی وجہ سے نہین رہا
اور اس وکیل نے اُسکے اس سب کی بالمواجہہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر دیے اور تحریر کو ختم
کرے واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر در اقرار وکیل بقبضہ دین۔ یہ تحریر وہ ہو جسپر گواہ ہوے تا این قول کہ فلان نے
فلان سے تمام وہ چیز جو فلان کی یعنی موکل کی اسپر تھی وصول کر لی بحکم آنکہ اس فلان یعنی موکل نے اس فلان یعنی
وکیل کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل کیا ہو اور اُسپر قبضہ کرنے پر مسلط کیا ہو بحکم صحیح و تسلیط جائز بدین طور وصول کیا کہ
اس موکل کیواسطے تمام و کمال اس مطلوب کے اس وکیل کو تمام و کمال دینے سے وصول کر لیا اور اس مطلوب کو وہ دستاویز
جو موکل مذکور کے واسطے بابت مال مذکور کے اس مطلوب نے تحریر کر دی تھی مطلوب کو دیدی اور اب اس موکل
کے واسطے اس مال کی بابت اس مطلوب کی جانب اسپر اور اُسکے پاس اور اُسکے ساتھ اور اُسکے قبضہ مین اور اُسکے
سبب سے کسی آدمی کی جانب بعد اس تحریر کے کوئی حق و کوئی دعوے و کوئی مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے باقی نہین
رہا اور اس مطلوب کے واسطے تمام اُس درک کو جو موکل مذکور کیطرف یا کسی آدمی کی طرف سے پیش آوے بضمانت صحیحہ
ضامن ہوا کہ اُسکو اس درک سے خلاص کریگا یا بقدر اس درک کے جو مال اُس سے وصول کیا ہو واپس دیگا پھر تحریر
کو بدستور تمام کرے نوع دیگر ایسے طور پر توکیل کہ بعد وقوع کے باطل ہو سکے ابتدا سے بدستور لکھے پھر توکیل و

قبول کے بعد تحریر کرے کہ یہ توکیل بدین شرط ہو کہ ہرگاہ یہ موکل اِس وکیل کو اِس وکالت سے معزول کرے تو یہ وکیل تمام امور مذکورہ کا بتوکیل جدید وکیل ہوجائیگا۔ جیسا پہلے تھا یا وکیل کیطرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ وہ وکیل ہرگاہ یہ وکالت اِس موکل کو رد کردے تو وہ بوکالت جدید تمام امور مذکورہ کے واسطے اُسکا وکیل ہوجائیگا اور اگر دونوں باتوں کو جمع کردیا تو صحیح ہو اور لفظ اور کے ساتھ عطف کرے پس موکل کیطرف سے لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ یہ موکل اِس وکیل کو اِس وکالت سے معزول کرے الی آخرہ پھر وکیل کیطرف سے لکھے کہ اور بدین شرط کہ ہرگاہ یہ وکیل اِس وکالت کو اِس موکل کو واپس کرے الی آخرہ اور اسکے واسطے دوسرا طریقہ ہو کہ وکیل وکالت سے معزول نہو سکے وہ یہ ہو کہ وکالت کو ایک مدت معلوم کے واسطے باجرت معلوم اجارہ کرلے پس یون لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان کو ایکسال کامل بارہ مہینہ متواتر از ابتداے تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان لغایت تاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان کیواسطے بعوض اتنے درم کے باجارہ صحیحہ اجارہ پر لیا جس مین فساد نہین ہو اسواسطے اجارہ پر لیا کہ یہ موجر اِس مستاجر کے واسطے اُسکے اصناف اموال اراضی و عقارات و سائر املاک و اعیان و منقول مین سے جنکی بیع جائز ہو جو اُسکی راے مین آوے اور نیز جن اموال کا مستاجر مذکور اِس مدت اجارہ کے اندر مالک ہوجاوے اُنمین سے جو اُسکی راے مین آوے اِس مستاجر کے واسطے فروخت کرے اور اِس موجر نے تمام اجرت مذکورہ اِس مستاجر کے اُسکو دینے سے لیکر پوری وصول کرلی۔ اور یہ مستاجر اِس سب سے بری ہوگیا پس اِس موجر کو ایسی جو درک پیش آوے آخر تک بدستور تحریر کرے نوع دیگر اگر حاضر نے غائب کو وکیل کیا تو اِس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان کو اسواسطے وکیل کیا بدستور معلوم لکھتا جاوے یہانتک کہ وکیل کیطرف سے قبولیت لکھنے کا ذکر آوے تو لکھے کہ فلان اِس مجلس توکیل سے غائب ہو اور موکل اِس فلان نے اس غائب فلان وکیل کو اِس سب کے قبول کا اختیار دیا جبکہ اُسکو یہ خبر پہونچے اور اُسکو اِس سب پر مسلط کردیا اور اپنے اوپر اِس سب کے گواہ کرد لیے اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا پھر جب وکیل مذکور کو خبر پہونچی اور اُسنے قبول کرلیا تو تحریر کرے کہ گواہ ہوے کہ فلان یعنی وکیل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکو فلان تاریخ یہ خبر پہونچی کہ اُسکو فلان نے تمام اُس بابت کا جو وکالت نامہ ہذا مین مذکور ہو وکیل کیا ہو اور اُس وکالت نامہ کی نقل یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کردے اور اُسکو ہرگاہ فلان کے وکیل کرنے کی خبر پہونچی اور اُسنے یہ سب وکالت بقبول جائز قبول کی تو اِس سے وہ فلان کا تمام اِن امور مذکورہ کے واسطے وکیل ہوگیا اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر در عزل وکیل۔ گواہان شہیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان یعنی موکل نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان کو تمام اِن امور کا جنکو وکالت نامہ ہذا متضمن ہو وکیل کیا تھا اور وکالت نامہ مذکور کی نقل یہ ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم پس وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کردے پھر لکھے کہ اُسنے اِسکے بعد اُسکو فلان روز بتاریخ فلان اُسکے اِس سب سے معزول کرنے کا خطاب کیا اور اُسکو اِس سب سے معزول کردیا اور خارج کردیا اور اُسکا ہاتھ اِس سب سے کوتاہ کیا بحضوری فلان و فلان و فلان کے اور یہ وہ لوگ ہین جنکو اُسکے وکیل کرنے پر گواہ کردیا تھا اور اُنکے کانون نے اُسکا وکالت نامہ سُنا تھا اور یہ لوگ اِس وکیل اور اِس موکل کو اچھی طرح بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہین اور اِن دونون کے نام و نسب سے واقف ہین اور انھون نے وکالت نامہ مذکورہ کی تاریخ مین اپنے خطون سے اپنی گواہی اُسپر ثبت کی تھی تمام اُس معاملہ کی جو وکالت نامہ مذکور مین تحریر ہو۔ اور اگر معزول کرنا بالمشافہہ

نہو بلکہ اُسکے پاس خبر دہندہ یا آگاہ کنندہ بھیجا۔ تو بعد اس تحریر کے کہ اُسکو اس سے معزول کیا اور اُسکا ہاتھ اس سے کوتاہ کیا یون تحریر کرے کہ فلان وفلان نے کہ ذمہ اُنکے یہ کام قرار دیا کہ اس وکیل مذکور کو اسکی خبر دین اور اُسکو اس سے آگاہ کردین اور اپنے اوپر اُسکے گواہ کردینے پھر جب اُسکو اسکی خبر پہنچے اور وہ معزول ہوجاوے تو لکھے کہ گواہ ہوے کہ فلان یعنے موکل نے فلان وفلان کے سپرد یہ کام کیا کہ دونون فلان یعنے وکیل کو یہ خبر پہونچادین کہ اُسکے موکل فلان نے اُسکو تمام اُس چیز سے جسکا اُسکو وکالت نامہ مین وکیل کیا تھا جسکا نسخہ ہم معزول کیا ہو اور وکالت نامہ کی نقل یہ ہو کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بعینہٖ وکالت نامہ کو اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ فلان وفلان سے یہ خبر واعلام بحضور ہی گواہون کے واقع ہوا اور وہ فلان وفلان ہین اور انھون نے انکو اپنی آنکھون سے دیکھا اور کانون سے اُنکا کلام سنا بعد ازانکہ اس موکل نے اُنکو فلان تاریخ اس بات پر گواہ کردیا تھا درحالیکہ وہ بدن وعقل سے صحیح وتندرست تھا کہ مین نے ان دونون کو یہ کام سپرد کیا اور ان دونون کو اپنے قائم مقام کیا اور یہ اس فلان معزول کو بمعرفت صحیحہ پہچانتے ہین اور اُسکے نام ونسب سے واقف ہین اور اس فلان معزول نے اُسکا معزول کرنا جسطرح اُسنے اسکو اپنی وکالت مذکورہ سے معزول کیا ہو قبول کیا اور انھون نے اپنی گواہیان اپنے خط سے آخر تحریر پر ثبت کردی ہین اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ اور اگر کسی نے ثابت الوکالت کو معزول کیا جس نے یہ کہا ہو کہ ہرگاہ مین تجھکو اپنی اس وکالت سے معزول کرون اور تو بوکالت جدید مثل سابق میرا وکیل ہو لیس آیا اسکا معزول کرنا ممکن ہو یا نہین تو شیخ الاسلام حسن بن عطا بن حمزہ نے اختیار کیا کہ اس لفظ سے ممکن ہو کہ یون لکھے کہ مین نے تجھسے کہا تھا کہ تو میرا اس سب کیواسطے وکیل ہو بدین شرط کہ ہرگاہ مین تجھے معزول کرون تو تو میرا اسواسطے بوکالت جدید وکیل ہوجائیگا اور مین نے تجھکو اب اپنی تمام وکالتون مطلقہ ومعلقہ سے معزول کیا۔ اور اسپر سب کا اتفاق ہو کہ اگر یون کہا کہ ہرگاہ تو میرا وکیل ہوجاوے تو مین نے تجھکو اس سے معزول کیا تو صحیح نہین ہو اسواسطے کہ عزل کو شرط کیساتھ معلق کرنا باطل ہو اور اطلاق صحیح ہو واللہ تعالے اعلم۔ اور بعض مشائخ اہل بصرہ کے نزدیک اس لفظ سے سب کا اتون سے معزول نہو گا بلکہ یون لکھے کہ مین نے تجھکو وکالت ثابتہ سے معزول کیا اور اپنی وکالات معلقہ سے رجوع کرلیا پس اس سے سب وکالتین باطل ہوجائینگی مگر چاہیئے کہ وکالات معلقہ سے رجوع مقدم کیا جاوے پھر وکالات ثابتہ سے معزول کیا جاوے اور یہ کتاب الوکالت مین گذر چکا ہو۔ نوع دیگر اگر قرضخواہ کو وکیل کردیا کہ درصورتیکہ اُسکا قرضدار ادا نکرے تو قرضخواہ اُسکا دار فروخت کردے ایسے طور پر وکیل کیا کہ معزول نہین ہوسکتا ہو تو اُسکی تحریر اسطرح ہو کہ فلان نے اقرار کیا کہ فلان کے اسپر اور اُسکے ذمہ اسقدر درم میعادی بوعدہ مدت چنین ہین اور اگر یہ قرضدار مذکور اس قرضخواہ کو یہ مال اُسکے ادا کی میعاد آنے پر ادا نکردے اور تین رات دن کی تاخیر ہوجاوے تو فلان نے اس قرضخواہ فلان کو اسبات کا وکیل کیا کہ قرضخواہ مذکور اُسکے دار کو جو فلان مقام پر واقع ہو اُسکے حدود بیان کردے جتنے ثمن کے عوض چاہے فروخت کردے یا لکھے کہ بعوض اتنے ثمن کے جس خریدار کے ہاتھ چاہے فروخت کردے اور اُسکا ثمن وصول کرلے اور اُس سے اپنا قرضہ لے لے اس بات کیواسطے اُسکو توکیل صحیح اس شرط سے وکیل کیا کہ ہرگاہ اُسکو اس وکالت سے قبل بیع قرضہ وصول ہونے اور اپنے بری الذمہ ہونے کے معزول کرے تو وہ اس وکالت فروخت دار مذکور و وصول ثمن کیواسطے بوکالت جدید مثل سابق کے وکیل ہوجائیگا واللہ تعالیٰ اعلم۔ کذا فی المحیط اور اگر طالب شفعہ کے واسطے وکیل تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان کو بوکالت صحیحہ اسواسطے وکیل کیا

کہ اُسکا حق شفعہ فلان دار محدودہ مجدودہ میں جنکا بیان ہین طلب کیسے اور اُسکو شفعہ مین لے لے اور اس مقدمہ مین اُسکی
حجتین و گواہیان قائم و ثابت کرے اور اس سب مین اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور اسمین خصومت و منازعت واقع کیسے
اور ثمن اُسکو دیدے اور دار مذکور بحق شفعہ اُسکے واسطے اپنے قبضہ مین کرلے اور اُسکو لیفتا یا نہین دیا کہ اُسکا حق شفعہ
جو اس دار مین ہو دیدے اور لیفتایا نہین دیا کہ اسمین اُسپر کچھ اقرار کرے اور لیفتایا نہین دیا کہ جو گواہ اس موکل پر
ایسی گواہی دے جس سے اُسکا کچھ حق باطل ہوتا ہو تو وہ اُسکی تعدیل کرے اور فلان نے اسکو قبول کیا۔ اور اگر
مضاربت کے واسطے تحریر لکھنی چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان نے فلان کو اتنے درم یا دینار دیے
اور اس نقد کا وصف و مقدار اچھی طرح بیان کردے یہ درم و دینار بطریق مضاربت صحیحہ اُسکو دیے تاکہ یہ مضارب ان درمون
یا دینارون سے کار تجارت کرے اور جو چیزین تجارت کی اُسکی رائے مین آوین اُنسے خریدے پھر جو خریدا ہو اُسکو نقد دیا
اُدھار جس طرح چاہے فروخت کرے اور مال مضاربت سے انواع تجارات مین سے جس قسم کی تجارت چاہے کرے
اور چاہے مال مضاربت سے خریدنے کے واسطے وکیل کرے اور جسکے ہاتھ یہ مضارب پسند کرے اُسکے ہاتھ فروخت
کرے اور انواع تجارات مین سے جس قسم کی تجارت پسند مضارب اختیار کرے۔ اور اگر مضارب چاہے تو اس مال کے
ساتھ دار الاسلام یا دار الحرب کیطرف سفر کرے اور جب سفر کرے تو اسمین سے بقدر ضرورت اپنے اوپر خرچ کرے اور اس سب مین
اپنی رائے سے عمل کرے بدین شرط کہ اللہ تعالیٰ اسمین جو کچھ نفع اور بڑھتی دے وہ دونون مین نصفا نصف ہوگی اور جو کچھ
اسمین خسارہ و ٹوٹا ہوگا وہ رب المال پر ہوگا بشرطیکہ اسمین نفع شامل ہو اور اگر نفع شامل ہو تو خسارہ بجانب نفع راجع
ہوگا اور اس مضارب نے قبول کرکے یہ تمام مال مضاربت بقبضہ صحیح وصول کرلیا اور بصحت و تمام [illegible] اس
عقد کے دونون اس مجلس سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہوئے اور بطوع خود دونون نے اسکا اقرار کیا یہ تحریر مین ہے

فصل پانزدہم۔ کفالات کے بیان مین۔ لکھے کہ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہ ہوئے تا اخر قول کہ فلان نے فلان کے
نفس کی کفالت اُس کے حکم سے اُسکے خصم فلان کے واسطے اسطرح کی کہ جبوقت وہ اُسکو مانگیگا اور اُسکے نفس کے سپرد کرنے
کا مطالبہ کریگا کسیوقت مین رات مین یا دن مین درحالیکہ اُسکا مطالبہ ہے تو ممکن ہوگا بدون کسی حائل کے جو دونون
کے درمیان حائل ہو اور بدون کسی مانع کے جو اُس سے منع کرے تو اُسکے سپرد کریگا اور فلان نے اس کفالت کو بالمشافہ
و بالمواجہہ قبول کیا اور اگر چاہے کاتب یون تحریر کرے کہ فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے نفس فلان کی اُسکے حکم سے واسطے
اُسکے خصم فلان کے کفالت کی ہو تاکہ اُسکو سپرد کرے جبکہ اُسکا خصم اُسکے نفس سپرد کرنے کا مطالبہ کرے الی آخرہ اور اگر
زیادہ مضبوطی چاہے تو یون لکھے کہ بدین شرط کہ ہر گاہ یہ کفیل اس مکفول بہ سے اس مکفول لہ کو دیکر بری ہو جاوے تو یہ کفیل
اس مکفول عنہ پر اُسکا کچھ قرضہ باقی رہیگا تب تک یہ بحالہ بکفالت جدید کفیل رہیگا اور قرضہ اسقدر ہو جو کہ بتاریخ فلان لکھا گیا
مین تحریر ہوا ہو پس جب اُسکو یہ مکفول لہ مانگے اور اُسکے نفس کا مطالبہ کرے کسی وقت مین الی آخرہ۔ یہ محیط مین ہے۔ اور اگر
نفس و مال دونون کا کفیل ہو تو لکھے کہ فلان نے بحالت جواز اقرار اپنے کے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے نفس فلان کی
واسطے اُسکے خصم فلان بن فلان کی کفالت کی ہو کہ جب وہ اُسکے نفس کا مجھسے مطالبہ کریگا تو مین اُسکو اُسکے سپرد کرونگا
اور اگر بروز طلب سپرد نکرون تو اس مکفول لہ کے واسطے تمام اُس مال کا جو اُسکا اس مکفول عنہ پر ہے اس مکفول عنہ کی طرف سے
مین ضامن ہونگا اور یہ مال اسقدر درم یا دینار ہین یہ کفالت صحیحہ کفالت کرلی اور اس سے یہ مکفول لہ راضی ہوا اور اسکے

کفالت کی بنفسہٖ خود اس مجلس کفالت میں یا جازت صحیحہ اجازت دیدی اور خطاباً اسکے اقرار کی تصدیق کی اور اگر کفالت
میں کوئی مدت مقرر ہو تو لکھے کہ واسطے اسکے خصم فلان بن فلان کے کفالت کی تا کہ نفس مکفول عنہ کو اس تاریخ سے
ایک مہینہ گذرنے کے بعد جب وہ اسکے نفس کا مطالبہ مجھسے کریگا اسکے سپرد کر دونگا یہ ظاہر ہے میں ہر نوع دیگر تعلیق کفالت
بمال بشرط عدم سپردگی نفس مکفول عنہ پس کفالت نفس کی تحریر اسی طور سے لکھے جس طرح مذکور ہوئی ہے پھر قبول لکھنے
سے پہلے لکھے کہ بدین شرط کفالت نفس کر لی کہ اگر مکفول عنہ کو فلان روز یا جسوقت مکفول لہ مطالبہ کرے سپرد نکردون
تو تمام اس مال کا جسکا اس مکفول عنہ پر مطالبہ کرتا ہے کفیل ہونگا اور وہ اسقدر درم ہیں اور تمام اس چیز کا جو اسپر از
قسم قرضہ ثابت ہوئی ہے اسمین کوئی علت وحجت نہوگی بدین شرط کہ اسکے لیے اس طالب کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہر واحد
کو فلان کفیل و فلان مکفول عنہ کو تمام اس مال کیواسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونوں کو اسکے واسطے ماخوذ کرے
اور چاہے دونوں میں سے ایک کو اس سب کے واسطے ماخوذ کرے جب چاہے اور جس طرح چاہے اور ہرگاہ چاہے
ان دونوں کے واسطے اس قرضہ سے بریت نہیں ہے اور نہ دونوں میں سے کسی ایک کے واسطے اس سے بریت ہے
یہانتک کہ اس قرضخواہ کو اسکا پورا قرضہ ہو پہنچ جاوے یا کسی سبب سے اس سب قرضہ سے بریت واقع ہو جاوے اور یہ
سب کفالت بحکم فلان یعنے اس مطلوب کے حکم سے واقع ہوئی اور اس سب پر ان لوگون نے گواہ کر دیے الی آخرہ اور
اگر ایک شہر میں بنفس مکفول عنہ سپرد کرنے کی شرط کر لی پھر اسکو دوسرے شہر میں سپرد کیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک بری
ہو جائیگا بشرطیکہ ایسے مقام پر ہو جہان اس سے اپنا انصاف کرا سکتا ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک جب تک مقام
مشروط میں سپرد نکرے تب تک بری نہوگا۔ یہی طرح اگر سپرد کرنے کے واسطے مجلس قاضی کی شرط کی ہو تو اسمین بھی
ایسا ہی اختلاف حکم ہے اور اگر مکفول عنہ نے اپنے تئین کفیل کے سپرد کرنے سے انکار کیا تا کہ وہ مکفول لہ کے سپرد کرے
پس اگر اسنے اقرار کیا کہ کفیل نے اسکے حکم سے کفالت کی ہے تو اسپر جبر کیا جائیگا کہ اپنے تئین کفیل کے سپرد کرے تا کہ وہ
مکفول لہ کے سپرد کرے اسیطرح اگر وہ دوسرے شہر میں ہو تو اسپر جبر کیا جائیگا کہ مکفول لہ کے شہر میں جاوے اور اگر اسنے اپنی
اجازت سے کفالت کرنے سے انکار کیا اور قسم کھا گیا اور گواہ موجود نہیں ہیں تو اسپر جبر نکیا جائیگا۔ وجہ دیگر لیے بیان کفالت
بمال بر کفالت بنفس کفالت صحیحہ جائزہ اور یہ حق کفیل میں احوط ہے کہ یون لکھے کہ بدین شرط کہ فلان کو فلان سپرد کر دیگا بروز
فلان اور اگر روز فلان ہرگاہ وہ مطالبہ کرے اور مین سپرد نکردون الی آخرہ اسواسطے کہ شاید مکفول لہ اسدن خود ٹال جاوے
تا کہ مال بذمہ کفیل واجب ہو جاوے اسواسطے ہمنے کفیل کے حق میں رعایت رکھی اور شرط میں یہ درج کر دیا کہ درصورتیکہ
مکفول لہ طلب کرے اور وہ سپرد نکرے تو ایسا ہوگا۔ اور اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تو اسکو
بیان کر دے اور یہ بھی تحریر کر دے کہ بدین شرط کہ مکفول لہ کو اختیار ہو کہ ان سب سے یا ہر ایک سے نفس مکفول عنہ کا
مطالبہ کرے اور بدین شرط کہ ہر ایک ان میں سے اس طالب کے واسطے اپنے ساتھیون کے حکم سے انکے نفوس کا بھی
کفیل ہو یہانتک کہ فلان کو اس طالب کے سپرد کریں اور تحریر کو ختم کرے نوع دیگر در کفالت بمال یہ تحریر بدین مضمون
ہے جسپر گواہ ہوے کہ تا این قول کہ مین نے فلان کے واسطے فلان کی طرف سے اسکی اجازت سے تمام اس مال
کی جو فلان پر ہے اور وہ اسقدر ہے ضمانت صحیحہ کر لی پس فلان کے واسطے یہ مال فلان پر بسبب ضمانت مذکورہ کے
واجب ہوا پس فلان کو اختیار ہوا کہ فلان کفیل کو اس کے واسطے ماخوذ کرے اور اسمین سے جسقدر کے واسطے

چاہے ماخوذ کرے اور جب چاہے اور جس کیفیت سے چاہے اور ہرگاہ چاہے ماخوذ کرے اور اگر دو کفیل ہون تو لکھے کہ پس اس فلان کو اختیار ہوا کہ دونون کو اسکے واسطے اور ہین سے جتنے کے واسطے چاہے ماخوذ کرے چاہے ان دونون کو ماخوذ کرے اور چاہے ایک کو اور چاہے ہر ایک کو جسطرح چاہے اور جب چاہے ایک بعد دوسرے کے دونون کو ماخوذ کرے اور فلان طالب کے دونون مین سے ایک کے ماخوذ کرنے سے دوسرے کو کچھ بریت نہوگی یہانتک کہ وہ اپنا پورا قرضہ وصول پا وے اور فلان و فلان مین سے ہر ایک بحکم دوسرے کے دوسرے کی طرف سے وکیل خصومت ہو کہ بمقابلہ فلان طالب کے جس حق کا وہ اُسکے موکل پر مطالبہ کرے خصم ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی وکالت کو بالمواجہہ قبول کیا اور فلان یعنے طالب نے دونون کی طرف سے اس کفالت کو بالمشافہہ قبول کیا۔ اگر دونون مین سے ایک کی دوسرے کی طرف کی کفالت کرنا شرط کی ہو تو لکھے کہ ان دونون کفیلون مین سے ہر ایک اس مکفول لہ کے واسطے دوسرے کے حکم سے دوسرے کے حصہ کا اس مال مین سے ضامن ہے پس اُسکو اختیار ہے کہ دونون سے مطالبہ کرے یا دونون مین سے ہر ایک سے تمام اس مال کا مطالبہ کرے اگر چاہے اور اگر بغیر حکم دوسرے کے ہو تو لکھے کہ بدون اُسکے حکم کے ہو۔ نوع دیگر اگر پسر نے بعد موت پدر کے ضمانت کی تو لکھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے گواہ لوگ جنکا نام آخر تحریر ہذا مذکور ہے گواہ ہوے تا این قول کہ زید کے اُسکے والد فلان پر اسقدر درم قرضہ لازم و حق واجب ہین اور اُسکے والد فلان نے وفات پائی اور اُسکی میراث اس پسر کے ہاتھ آئی اور وہ اسقدر درم ہین یا اتنی زمین ہے جسکی قیمت سے یہ قرضہ ادا ہو سکتا ہے اور کچھ بچتا ہے اور اس پسر نے اپنے والد کی طرف سے اس زید کے واسطے اس تمام مال کی ضمانت صحیحہ جائزہ کر لی اور زید نے اُسکی ضمانت کو بالمشافہہ قبول کیا پس یہ تمام مال زید کیواسطے اس پسر پر بحکم اس ضمان مذکور کے ہو گیا اس پسر کو یہ مال اس زید کو دینے سے ہرگاہ مطالبہ کرے بسبب ایسے حق کے جو دعوی کرتا ہے گواہی و قسم کچھ انکار نہین ہے اور اُسکو کوئی حجت کسی وجہ سے اُسکے ابطال مین نہین ہے جسکی اُسنے زید کے واسطے ضمانت کر لی ہے اور دونون نے اپنے اوپر اسکے گواہ کر لیے آخر تک اور یہ ہمنے لکھدیا کہ اُسکے قبضہ مین پدر متوفی کا ترکہ آ گیا ہے اسواسطے کہ امام اعظم رح فرماتے ہین کہ اگر اُسنے کوئی ایسا مال نچھوڑا اور پسر نے کفالت کر لی تو نہین جائز ہے پس اگر اُسنے میراث چھوڑی ہو اور اس کفالت کی ضرورت واقع ہوئی تو لکھے کہ وہ مر گیا اور اُسنے کچھ مال چھوڑا اور اس پسر نے چاہا کہ اُسکی کھال کو آگ سے چھوڑا دے اور اُسکا ذمہ فارغ کرا دے پس اُسکی طرف سے اُسکے حق کی رعایت سے اس مال کی ضمانت کرتا ہے اور ایسے حاکم نے جسکا حکم مسلمانون کے درمیان جائز ہے اس کفالت کی صحت و لزوم کا حکم دیدیا۔ اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر کفیل نے مکفول عنہ کی طرف سے مال ادا کیا اور مکفول عنہ سے اُسکا اقرار بقرض و ثاقت تحریر کرانا چاہا تو لکھے کہ ان سب آخر تحریر ہذا گواہ ہوے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ زید کے اُسپر اسقدر درم قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح تھے اور فلان نے اُسکی طرف سے اس قرضہ کی کفالت اُسکے حکم سے اس زید کے واسطے بطور صحیح کی تھی اور اس کفیل نے اُسکی طرف سے یہ مال تمام و کمال ادا کر دیا اور اس کفیل کے واسطے اُسپر یہ مال فی الحال واجب الادا ہے اس مقر کو اس سے کچھ انکار نہین ہے اور نہ کسی وجہ سے کوئی دعوے ہے جو موجب اُسکے ابطال کا ہو وسے اور اُسکی کسی طرح بریت نہین ہے۔ الا بدین طریق کہ یہ سب مال اُسکو ادا کر دے اور یہ مقر آج کے روز اُسکے ادا کرنے پر قادر ہے اور اس کفیل مقر لہ نے اُسکے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی پھر تحریر کو ختم کرے کذا فی المحیط

فصل شانزدہم - حوالہ کے بیان مین - یہ تحریر بدین مضمون ہو جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اسکے گواہ ہوے ہین کہ
زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے بکر پر اسقدر درم حق واجب قرضہ لازم بسبب صحیح تھے اور بکر نے اس تمام مال کا اس عمرو کے
واسطے اس زید پر حوالہ کیا اور زید نے تمام اس مال کا حوالہ اس عمرو کے واسطے بالمخاطبتہ اسی مجلس حوالہ مین قبول کیا پس تمام
مال مذکور اس زید پر بحکم اس حوالہ مذکورہ کے عمرو کے واسطے ہو گیا اس زید کو عمرو کو یہ مال مذکور دینے سے ہرگاہ اُس
سے مطالبہ کرے ایسے حق کا جسکا اُسپر گواہی و قسم دعوے کرتا ہو کچھ انکار نہین ہو اور کسی وجہ سے اور کسی سبب سے
کوئی حجت اس مال مذکور کے ابطال کی نہین ہو اور تحریر کو ختم کرے - اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال آتا ہو پس حوالہ مقید
اس مال کے ہو تو لکھے کہ زید کا عمرو پر اسقدر قرضہ اور عمرو کا بکر پر اسقدر قرضہ ہو پس عمرو نے زید کو بکر پر حوالہ کر دیا اور بکر
نے اس حوالہ کو قبول کیا باینکہ بکر اس زید کو یہ قرضہ اس مال سے دیگا جو عمرو کا بکر پر آتا ہو - اور اگر بکر نے عمرو کی طرف سے
بشرط براءت اصیل کفالت قبول کی ہو تو یہ ہمارے نزدیک حوالہ ہو پس اُسکو بلفظ حوالہ معلوم لکھ کر آخر مین حکم حاکم بعد خصومت
صحیحہ لاحق کرے اور اگر قرضہ کے واسطے دستاویز تاریخی ہو تو لکھے کہ قرضہ واجب بسبب بیع جسکے واسطے دستاویز اقراری
مورخہ تاریخ فلان تحریر ہی - اور اگر قرضہ کسی مبیع کا ثمن یا کسی مال کی ضمانت یا دوسرے سبب سے ہو اور یہ ثابت ہو گیا
ہو تو صحیح ہو اور زیادہ واضح ہوگا - اور اگر حوالہ بمیعاد ہو تو اسکو تحریر کرے اور یہ محیل بری ہو گیا اور اُسکے ذمہ سے
یہ مال ساقط ہو گیا اور یہ مال محتال لہ کے واسطے بحکم اس حوالہ کے اس محتال علیہ پر بمیعاد اتنے مہینون کی میعاد پر
ابتداے تاریخ تحریر ہذا سے انتہاے تاریخ فلان پر واجب الادا ہو پس بعد میعاد آجانے کے جب چاہے جس طرح
چاہے مطالبہ کرے اُسکے واسطے کوئی بریت نہوگی اور اس مال کی ادائی کے وقت اُسکو تمام مال کے ادا کرنے
سے کوئی انکار نہوگا اور اگر یہ شرط کر لی کہ اگر محتال علیہ عاجز ہوا تو محیل سے رجوع کریگا تو لکھے کہ اگر یہ مال اس محتال لہ
کو نہ پہونچا اور وہ اس محتال علیہ سے وصول کرنے سے عاجز ہو گیا بسبب اُسکی موت کے یا غائب ہو جانے کے یا
اعدام و افلاس کے یا سرکشی کے یا اسکے الدے انکار کر جانے کے تو اس محیل سے رجوع کریگا اور اُس سے مطالبہ
کریگا اور یہ سب اس محیل نے قبول کیا اور ان لوگون مین سے بعض نے بعض کی اس سب مین بالمواجہہ تصدیق کی اور
آپس مین زیادہ توثیق کے واسطے تحریر کر دی - اور اس محیل نے اُسکو اسکے وصول کرنے کا اختیار دیا اور اختیار دیا
کہ حکام مین جسکے پاس چاہے نالش دائر کرے اور اس معاملہ مین اُسکو توکیل کا اختیار دیا کہ جسکو چاہے وکیل کرے
اور معزول کرے مرۃ بعد اخرے یہ توکیل صحیح کذا فی المحیط - نوع دیگر زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُس کے عمرو پر اسقدر
درم حق واجب قرضہ لازم ہو اور اُسنے اپنے قرضخواہ بکر کو اس مطلوب پر اس مال کا حوالہ کر دیا تھا اور اُسنے اس حوالہ کو قبول
کیا تھا پھر اس عمرو نے اپنے قرضدار خالد پر اس مال کا بکر کو حوالہ کر دیا اور اس خالد نے اس حوالہ کو قبول کر لیا پھر یہ
خالد غائب ہو گیا اور فلان شہر کو چلا گیا پس بکر کو اُس سے اپنا حق وصول نہو سکا اور عاجز ہو کر اُسنے محیل سے رجوع
کیا اور محیل بھی غائب ہو گیا پس عاجز ہو کر اُسنے اُسکے محیل سے رجوع کیا اور اُسنے حوالہ مین یہ شرط کر لی تھی پس بکر نے
یہ تمام مال زید سے وصول پایا پھر جبکہ عمرو شہر فلان سے حاضر ہوا تو بسبب دونون حوالون کے باطل ہونے کے
زید نے اُس سے اس مال کا مطالبہ کیا اور عمرو سے یہ مال تمام و کمال بھر پایا اور زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ مینے
عمرو کے یہ سب مال اُسکو ادا کرنے سے سب بھر پایا ہو اور اُسکو تمام دعوی و خصومات سے بری کر دیا ہو باقرار صحیح اقرار

کیا جو تمام دعوی وخصومات کا قاطع ہوا اور زید کا عمرو کی جانب یا عمرو پر الی آخرہ کچھ نہیں رہا اور عمرو کے واسطے ضمان درک کا بطور صحیح ضامن ہوا اور اس مقرلہ نے اسکے اقرار کی مشافہۃً تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے واللہ تعالی اعلم کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر محیل کا محتال علیہ پر مال ہو تو لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوے ہین بدین مضمون ہے کہ زید کا عمرو پر اسقدر قرضہ بسبب صحیح حق واجب و دین لازم ہے پس زید نے اپنے قرضخواہ بکر مذکور کو عمرو پر حوالہ کیا اور عمرو نے یہ حوالہ قبول کیا بدین شرط کہ یہ مال اُس مال سے جو عمرو پر آتا ہے ادا کریگا اسلئے آخرہ کذا فی الظہیریہ

فصل ہفتدہم۔ مصالحات کے بیان مین۔ اگر تمام دعوی وخصومات سے صلح کی تحریر چاہی تو لکھے کہ فلان بن فلان فلانے نے اکلے آخرہ اقرار کیا کہ مین نے فلان سے اپنے تمام دعوی وخصومات سے جو اُسکی جانب ہین بعقدر دینار یہ اصلاح صحیح جو تمام دعوی وخصومات کی قطع کرنے والی ہے صلح کی اور اُسنے مجھ سے بقبول صحیح قبول کیا اور مجھکو بدل صلح اسی مجلس صلح مین ادا کر دیا اور مین نے اُسپر قبضہ صحیح کر لیا اور بعد اس صلح کے میرا اُسپر کسی سبب اور کسی وجہ سے کوئی دعوے وکوئی خصومت نہ قلیل مین نہ کثیر مین نہ قدیم مین نہ جدید مین نہ مالی صامت مین نہ مال ناطق مین نہ حیوان مین نہ اعیان مین نہ منقول مین نہ محدود مین نہ دراہم مین نہ دینار مین نہ ایسی شی مین جسپر مال وملک کا لفظ بولا جاتا ہو نہین رہی اس سے کہ اُسنے اقرار صحیح کیا جسکی اس صلح قبول کرنے والے نے تصدیق کی یہ صورت تحریر تمام صلحنامون مین اصل ہے۔ اور اگر صغیر کا کوئی دعوے کسی اجنبی پر ہوا اور اس سے صلح واقع ہوئی پس اگر صلح کرنے والا صغیر کا باپ ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ مین نے فلان سے ہر خصومت سے جو اُسکے فرزند صغیر کے واسطے جسکا نام فلان ہے اور اُسکا کوئی لڑکا اس نام کا اسکے سوا نہین ہے اتنے درمون پر صلح کر لی بعد ازانکہ مجھکو اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ صلح اس صغیر کے حق مین اس سے بہتر ہے کہ خصومت طول دیجاوے اسواسطے کہ اس ولد صغیر کے واسطے گواہ عادل نہ تھے جنکو اس صغیر کے حق کے اثبات کے واسطے قائم کیا جاوے اور مدعا علیہ کے پاس قسم صحیح موجود تھا اور فلان نے اس صلح کو اُس سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس صلح کرنے والے نے اس صغیر کے واسطے یہ بدل صلح مجلس صلح مین بقبضہ صحیح وصول کر لیا۔ اور اگر صلح کرنے والا اجنبی ہو اور قاضی نے اسکو صلح کرنے کی اجازت دیدی ہو تو لکھے کہ فلان بن فلان جو صغیر فلان کی جانب سے اس مصالحہ کرنے کے واسطے از جانب قاضی فلان بن فلان اس صلح کرنے اور بدل صلح وصول کرنے کا اجازت یافتہ ہے سب طرح لینے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان سے یعنے مدعا علیہ سے ہر خصومت سے جو صغیر فلان کی اُسپر تھی باجازت قاضی فلان کے صلح کر لی بعلیہ اس صغیر کے واسطے کوئی وصی نہ تھا نہ از جانب پدر نہ از جانب غیر اور یہ صلح بعوض اسقدر درمون کے صلح صحیح کر لی بعد ازانکہ یہ بات بیقین معلوم ہو گئی کہ اس صغیر کے واسطے یہ صلح بہتر ہے اور سبب بیان کر دے اور آخر تک تحریر کو ختم کرے یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر صغیر پر دعوی کیا اور مدعی کے پاس گواہ ہین اور اس دعوے سے صلح کی تو لکھے کہ فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ وہ صغیر مسمی فلان بن فلان پر اُسکے والد کے حضور مین یا لکھے کہ اُسکے وصی کے حضور مین اسکے رو برو یہ دعوے کرتا تھا کہ یہ سب اُسکی ملک حق بسبب صحیح ہے اور اس باپ یا وصی کے قبضہ مین ناحق ہے اور اُس سے مطالبہ کرتا تھا کہ اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اِس مدعی کو سپرد کر دے اور قابض مذکور اُسکے اس دعوی سے منکر تھا اور کہتا تھا کہ اِس صغیر کی ملک وحق اُسکے باپ یا وصی کے قبضہ مین بحق ہے اور اُسپر اس سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کے اس مدعی کے

سپرد کرنا واجب نہین ہی حالانکہ اس مدعی کے واسطے گواہان معروف بعدالت و جواز شہادت موجود تھے اور یہ مصالحہ
جو اس صلحنامہ مین مذکور ہی اس صغیر کے واسطے خصومت طول رہنے سے بہتر تھا پس دونون نے بجانب صلح میل کیا اور
اس قرارداد پر صلح کی کہ باپ اس صغیر کے مال سے اسقدر روپیہ اس مدعی کو دیدے پس مدعی نے اُس سے اس امر پر صلح
کرلی اور باپ نے اس صلح کو بالمشافہہ قبول کیا اور مدعی نے بہ بدل صلح اس باپ کے اُسکو مال صغیر سے یہ سب
ادا کرنے سے وصول پایا اور اس مدعی کا اس صغیر پر اس چیز مین کچھ دعوے نہ رہا نہ اس چیز کے عین مین نہ ثمن مین نہ قیمت
مین نہ غلہ مین نہ حق قدیم مین نہ جدید مین اور اُسکے اس اقرار کی اُس شخص نے جسکو حق تصدیق حاصل ہی بالمشافہہ و
بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے بعد ازانکہ آخر مین حکم حاکم لاحق کردے اور اسکا سلسلہ بکر بیان ہوچکا ہی ذخیرہ مین
ہی اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکی جورو اور اُسکے وارثون مین صلح ہوئی تو اُسکی تحریر کی یہ صورت ہی کہ یہ تحریر جسپر گواہان
مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوسے مین بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان اس عورت فلانہ بنت فلان کا شوہر بنکاح
صحیح تھا اور وہ مرگیا اور وارثون مین ایک اپنی اس جورو کو چھوڑا اور اولاد مین فلان و فلان وارثون کے نام و تعداد
بیان کردے اور ترکہ مین ان وارثون کے قبضہ مین اراضی فلان آسکے حدود بیان کردے اور دو مکان و بیوت مین چنین و
چنین اور اراضی و دوکانین اور ان سب کے حدود بیان کردے اور غلامون مین لتنے غلام انکا نام و حلیہ و جنس و سن بیان
کردے اور کپڑون مین اتنے عدد انکی جنس و صفت و قیمت بیان کردے اور چوپایون مین لتنے چوپایہ از انجملہ گھوڑے
لتنے اور خچر اتنے اور گدھے اتنے اور ہر ہر مال کو ایسی صفت سے بیان کردے جس سے تمیز ہو جاوے یہ سب
ترکہ چھوڑا انمین سے مہر نکالنے کے بعد اس عورت کے واسطے باقی کا آٹھوان فریضہ ترکہ چاہیے تھا پس ان عورت نے
ان وارثون پر باقی مہر اور حصہ ہشتمین کا دعوی کیا اور وہ اسقدر ہی اور وارثون نے نہ اقرار کیا اور نہ انکار کیا اور صلح
انکے واسطے بہتر تھی پس اس عورت نے آٹھوان حصہ اپنا سب کو ایک ایک دیکھ بھال کر اپنے حق و صداق سے صلح کرلی اور انمین سے
کچھ مال کسی شخص پر قرضہ نہ تھا اور نہ میت پر قرضہ ہونے کی وجہ سے گھرا ہوا تھا اور نہ سوائے قرضہ کے وصیت
وغیرہ کچھی باقی ہے کہ اور جو لوگون پر قرضہ تھا وہ برآمد ہوکر آگیا اور جو میت پر قرضہ تھا وہ برضامندی تمام وارثون
کے ادا کردیا گیا پس اس عورت نے اپنے آٹھوین حصہ میراث و مہر سے اسقدر پر صلح جائز نافذ کرلی جس مین نہ شرط
ہی نہ مثنویت نہ فساد نہ خیار اور وارثون سے تمام وہ چیز جسپر صلح واقع ہوئی ہی وارثون کے اسکو سب دیدینے
سے اپنے قبضہ مین کرلی اور جس سے صلح واقع ہوئی ہی اس سب کو اُس عورت نے ان وارثون کو خالی از مانع
و منازع سپرد کردیا تمام سب چیزین جو اس تحریر مین مذکور ہوئی ہین بحدود و حقوق و تمام متاع باندی غلام
و لباس و گھوڑے کی زینین و لگامین اور اسکا سب سامان اور خچرون گدھون کے اکاف وغیرہ و باغون
و بستانون کے پھل و اراضی و اشجار و کھیتیان دلو دیے اور انکے تمام غلات ان باقی وارثون کیواسطے بحکم اس
صلح مذکور کے ہوگئے کہ اس عورت کا انمین کچھ حق و دعوے و مطالبہ قلیل و کثیر مین کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین
رہا اور یہ عورت بعد اسکے جو دعوی ان وارثون کی جانب کرے وہ انمین جھوٹی ہوگی اور جو گواہ ان لوگون قائم
کرے وہ ظلم و عدوان ہوگا اور ان وارثون نے اُس عورت سے اس صلح کو بالمواجہہ و بالمشافہہ مجلس صلح مین قبول
کیا پس ان وارثون کو جس سے صلح واقع ہوئی اُس سب مین یا انمین سے کسی چیز مین جو درک پیش آوے تو بہن فلانہ

عورت پر جو اُن لوگون کے واسطے اسپر واجب ہوگا اُسکا اسپر سپرد کرنا واجب ہوگا حتی کہ اُنکو یہ سپرد کریگی اور سب
کے سب بتطوع خود متفرق ہوگئے کذا فی الظہیریہ۔ اور اگر ترکہ مین کسی پر قرضہ ہو تو ترکہ کے محدودات و اعیان ذکر
کرنے کے بعد (الی آخرہ) لکھے کہ اور نیز ترکہ مین فلان و فلان پر اتنا اتنا قرضہ واجب و لازم ہے اور بعد صلح و وصول پانے کے
اقرار کے لکھے کہ اس عورت کا کوئی دعوی و خصومت بعد اس صلح کے باقی نہ رہا کیونکہ اُسنے یہ سب وصول پایا سوائے
قرضہ کے جنکا ہمین مذکور ہوا ہے کہ وہ اس صلح مین داخل نہین ہوئے ہین پس اگر انھون نے یہ چاہا کہ انکی خصومت
ان قرضون مین بھی نرہے تو بعض کے نزدیک قبل گواہ کرنے کے لکھے کہ ان سبھیان نے ان قرضون مین اس
عورت کا تمام حصہ جو کہ اسقدر ہے اپنے مالون سے ادا کردیا بدون اسکے کہ یہ امر اس صلح مین شرط ہو یہ ان لوگون کی
طرف سے تعجیل و تبرع ہے پس اس عورت نے اسکو وصول کر لیا پس اب عورت مذکورہ کا ان قرضون مین کوئی حق و
دعوی نہ رہا اور انھون نے اس بات کے گواہ کرلیے الی آخرہ ولیکن یہ بات اچھی نہین ہے اسواسطے کہ قرضدار لوگ
اس تعجیل سے بری ہوجاوینگے اور وارثون و اولاد کے واسطے مطالبہ کا استحقاق باقی نہ رہیگا اور اگر یہ شرط کرین کہ
جو کچھ قرضدارون پر ہے وہ انکا مال ہوجاوے تو یہ صحیح نہین ہے پس بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھکر کہ یہ اُسکا حصہ اس
قرضون مین سے کسقدر ہے پس اگر مثلاً سو درم ہون تو لکھے کہ ان وارثان و اولاد نے اس عورت کو اپنے مالون
مین سے برابر بشرکت سو درم غطریفیہ سیاہ پورے جید کہ رائج ہے [illegible] وہ جسکا نصف پچاس درم غطریفیہ ہوتے ہین قرض دیے
پس اس عورت نے انکو ان سے وصول کر لیا اور ان وارثون کو وکیل کردیا کہ ان قرضدارون سے اُسکا حصہ
ترکہ سو درم وصول کرین بعوض اس مال کے جو انھون نے عورت مذکورہ کو قرض دیا ہے قصاص ہوجائیگا
پس ان وارثان و اولاد نے اُسکی اس وکالت کو بالمشافہ قبول کیا اور سب نے اسپر گواہ کرلیے۔ اور اگر وارثون
مین کوئی نابالغ ہو اور عورت نے اپنے شوہر کے آٹھوین حصہ ترکہ اور اپنے صداق کے دعوی سے صلح واقع ہوئی
تو بدستور لکھے یہان تک کہ اس قول تک پہونچے کہ اور یہ عورت ان وارثون پر اسقدر اپنے باقی مہر کا جو اُسکے شوہر فلان
پر تھا دعوی کرتی تھی کہ اُسنے اپنی زندگی مین سے کچھ ادا نہین کیا یہانتک کہ مرگیا اور یہ اُسکے ترکہ پر قرضہ ہوگیا اور اُسکے پاس گواہ
تھے جو اُسکے دعوی پر گواہی دیتے تھے اور وارثون کے پاس اسکا دفعیہ اور چھٹکارا نہ تھا پس مصلحت اس صغیر کے حق
مین واقع ہوئی کہ لوگ درمیان مین پڑکر مصالحہ کرادین پس لوگ درمیان مین پڑے اور مصالحہ واقع ہوا اس عورت
مذکورہ کے اور ان وارثان بالغین و متولی صغیر کے درمیان جو حاکم کی اجازت سے مقرر ہوا ہے عورت مذکورہ کے دعوی
مہر سے جو اسقدر ہے اور اُسکے آٹھوین حصہ ترکہ کے دعوی سے اس مقدار پر صلح واقع ہوئی اور اس صلح کو ان بالغ
وارثون نے خود اور اس صغیر کی طرف سے جو شخص ولی مقرر ہوا ہے اُسنے بقبول صحیح قبول کیا اور اگر وارثون مین سے
ایک وارث نے باقی وارثون سے صلح کی اور سب بالغ ہین تو لکھے کہ فلان نے اقرار کیا الی آخرہ کہ اُسنے فلان و
فلان اپنے دونون بھائی اور فلانہ اپنی بہن جو سگے سب [illegible] باپ کے ہین اور اپنی والدہ مسماۃ فلانہ بنت فلان
سے ہر خصومت سے جو اُسکے اُنکی جانب اپنے باپ فلان کے ترکہ مین ثابت ہے اور ہر حق سے جو اُسکا اس ترکہ مین
ہے اسقدر پر صلح کر لی اور ان لوگون نے اُس سے بقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور تحریر کرے۔ اگر دعوی وصیت
بحصہ سوم یا چہارم یا ششم سے کسی قدر مال پر صلح واقع ہوئی تو بھی اسی طرز پر لکھے کذا فی الذخیرہ اور اگر ترکہ مین

درم و دینار ہوں تو بدل صلح بیان کرنے کے وقت بیان کر دینا چاہیے کہ اسقدر حصہ درم و دینار ترکہ سے یہ بدل الصلح زائد ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ امام محمد رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص دوسرے کے دار میں کچھ دعویٰ کرتا ہے پس اسنے مدعی سے مصالحہ کر لیا اور وہ اسکا اقرار نہیں کرتا ہے پس آیا یہ جائز ہے فرمایا کہ ہاں اور یہ صلح بدل انکار ہے اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے بخلاف شافعی رحمہ و ابن ابی لیلیٰ رحمہ کے پس اگر مدعا علیہ نے تحریر چاہی تاکہ اسکے واسطے مدعی پر حجت رہے تو لکھے کہ یہ تحریر فلان کے واسطے یعنی مدعا علیہ کے واسطے از جانب فلان ہے یعنی مدعی کہ میں نے تیرے اوپر دعویٰ کیا تھا اور یہ دار وہ ہے جو فلان مقام پر واقع ہے اور اسکے حدود یہ ہیں پس تو نے مجھ سے اپنے دار کے دعویٰ سے اسقدر درم وزن سبعہ پر صلح کر لی باین شرط کہ میں نے تمام وہ چیز جسکا میں دعویٰ کرتا ہوں سپرد کر دوں اور تو اس پر راضی ہو گیا اور میں نے تجھ سے صلح کی اور یہ صلح واقع ہوئی وہ مال تجھ سے لیکر وصول کر لیا اور یہ اسقدر درم ہیں اور تحریر کو ختم کرے اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ و امام محمد رحمہ تحریر کرتے تھے اور شیخ ابو یوسف بن خالد امام محمد کی تحریر لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلان کے از جانب فلان بن فلان بدین مضمون ہے کہ میں نے تجھ پر تیرے مقبوضہ دار میں جو فلان مقام پر ہے جسکے حدود چنین و چنان ہیں دعویٰ کیا تھا اور یہ نہ لکھے کہ میں نے تیرے دار میں دعویٰ کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اگر یوں لکھا کہ اس دار میں جو تیرے قبضہ میں ہے تو یہ امر مدعی کی طرف سے مدعا علیہ کے حق دار کے ملک کا اقرار ہوگا کہ دعویٰ ملک اپنے واسطے صحیح ہو سکتا ہے پس صلح صحیح ہوگی اور جو امام محمد رحمہ نے ذکر کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ امام محمد رحمہ نے صورت مسئلہ اس طرح مفروض کی تھی کہ اسنے دار میں کچھ دعویٰ کیا اور یہ ذکر نہیں کیا کہ کس چیز کا دعویٰ کیا اور جائز ہے کہ دعویٰ کسی حق کا ہو جو دار میں ہو پس مدعا علیہ اس سے اس بناء پر صلح کرتا ہے کہ اپنا یہ دعویٰ چھوڑ دے اور مدعا علیہ کیواسطے ملکیت دار کا اقرار مدعی کیطرف سے اس دعویٰ سے مانع نہیں ہے پس امام محمد رحمہ کی تحریر اسوجہ پر محمول کیا جائیگی بنا برایں کہ مراد اسکی اس دعویٰ سے اپنے واسطے کوئی حق ہے نہ دعویٰ رقبہ دار کذا فی المحیط اور اگر صلح ایسے دو آدمیوں میں واقع ہو جنمیں سے ہر ایک دوسرے پر دعویٰ کرتا ہے تو لکھے کہ یہ گواہ ہو سکے کہ زید نے عمرو پر مجلس حکم میں اسقدر دینار دین کا دعویٰ کیا اور عمرو نے انکار کیا اور عمرو نے اس زید پر اسقدر دینار کا بسبب صحیح دعویٰ کیا اور زمانہ دراز تک دونوں مجلس حکم میں ورد دعوے کیا کیے اور دونوں میں خصومت بڑھ گئی اور نزاع شدید پیدا ہو گئی پس درمیانی لوگ دونوں کے بیچ میں پڑ گئے اور نظر خیر بجانب اللہ تعالیٰ دونوں کو صلح پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ الصلح خیر پس دونوں نے اسکو پسند کیا اور صلح کی اجازت دی پس دونوں نے اسطور سے صلح کی کہ فلان نے فلان کو اسقدر درم دیدے پس اسنے اسکو بالمشافہہ قبول کیا اور صلح صحیح جائزہ نافذہ قاطع خصومت کر لی اور اسنے اس سے اسکے اسکو یہ مال دینے سے لیکر قبضہ صحیح کیا اور دینے والا اس سب سے اسکے قبضہ کر لینے سے بہ برئت قبضہ و استیفاء بری ہو گیا اور اسنے اقرار کیا کہ میری کوئی خصومت اسکی جانب نہیں رہی اور اسکو اپنے سب دعوی سے بری کر دیا اور دوسرے نے اسکے قول کی اس سب میں تصدیق کی اور دوسرے نے بھی اسکو ہر دعویٰ سے جو اسپر کرتا تھا بری کر دیا اور دونوں میں سے کسی کی دوسرے پر کچھ خصومت وکوئی دعویٰ و کچھ مطالبہ نہیں رہا اور بعد اس صلح کے جو دعویٰ ان دونوں میں سے کوئی دوسرے پر کرے آخر تک مطلوب ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم اگر وکیل نے دعویٰ ترکہ سے اپنی موکلہ کی طرف سے بعد تقسیم واقع ہونے کے دعویٰ کر کے پھر صلح کی تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوسکے کہ زید بن جو وکیل مسماۃ ہندہ کا اسکی طرف سے تمام دعویٰ قبضہ و صلح و اقرار و ضمان

ہون لکھنا درست ہے ... بیان کیجئے ... میں

سکے واسطے بوکالت مطلقہ عامہ سب صورتو نمین ثابت الوکالت ہو اپنی موکلہ مذکورہ کیواسطے مجلس قضا مین بحضور قاضی
فلان بن فلان سکے دعوی کیا فلان و فلان و فلان وارثون پر کہ انکی یہ موکلہ ان لوگونکے باپ فلان کی جورو تھی و نکاح
صحیح بمہر معلوم اسکی حلالہ تھی اور جب وہ مرا ہو تو یہ موکلہ مذکورہ اسکے نکاح مین تھی اور اسنے ترکہ مین جنین و جنان و مال چھوڑا
اور یہ لوگ تمام اس ترکہ پر ناحق مستولی ہوگئے اور اس عورت نے ان لوگون سے اپنا مہر و میراث آٹھوان حصہ طلب کیا
پس ان لوگون نے جواب دیا کہ ہمنے تمام ترکہ حصہ بانٹ کر دیا اور اس عورت کا حصہ اسکو ادا دیدیا ہو پس اس وکیل نے زعم کیا کہ تقسیم
ناسد واقع ہوئی صحیح نہین ہوئی کیونکہ اسمین خلل رہا اور تفاوت ہوگیا اور غبن فاحش ظاہر ہوا اور ترکہ مین بعض خفیہ چیز ظاہر
ہوئی اور ان سب کے درمیان مدت دراز تک خصومت بڑھی پس شہر فلان کے بزرگ و مشایخ علما جمع ہوے اور انھون
نے اس حادثہ مین تامل کرنیکے واسطے ایک مجلس بمقام فلان منعقد کی اور چاہا کہ بحضور قاضی فلان کے درمیانی
ہوکر باہم صلح کرادین پس بعد رضامندی فریقین کے سب اس بات پر متفق ہوے کہ یہ برادر لوگ اس فلانہ موکلہ کو اسکے اس
ترکہ مین تمام دعوی و خصومات کے عوض اسقدر دیدین پس لوگ باہم راضی ہوے پس اس وکیل نے بحکم وکالت مذکورہ اس
عورت کے تمام دعوی سے جو مہر و حصہ میراث ترکہ شوہر مین تھے ان اولاد وارثان سے اسقدر مال پر بصلح صحیح جائز قاطع خصومات
مصالحہ کرلی اور ان لوگون نے اس وکیل سے یہ صلح اسقدر مال پر قبول کرلی اور سبھون نے بطوع خود اس مال لینے بدل الصلح کا
اس موکلہ کے واسطے اس ترکہ مین واجب ہونے کا اقرار کیا اور ان لوگون نے اس عورت کے لیے اس مال کے بدلے تمام دار مشتملہ بیوت
واقع مقام فلان محدود بحدود و جنین و جنان و تمام باغ انگور واقع مقام فلان محدود بحدود و جنین و جنان مع سب حقوق و
جنین و جنان کے عوض دیا اور قیمت اس دار مذکورہ کی اسقدر اور اس باغ مذکور کی اسقدر ہی اور اس وکیل نے اس سب
قبول کیا اور ان دونون پر وکیل نے ان وارثون کے اسکو یہ دونون تمام و کمال فارغ از موانع و منازع تسلیم کرنے سے لیکر
قبضہ کرلیا اور ان وارثون کو بدل الصلح مذکور سے برابر جائز بری کردیا اور سبھون نے اقرار کیا کہ یہ ہر دو محدود اس موکلہ کی
ملکیت ہین ان وارثون یا ان مین سے کسی وارث یا کسی اور آدمی کا اسمین کچھ حق و دعوی و جنین و جنان الی آخرہ نہین ہو
پس ہر گاہ اسمین سے کوئی اسکا یا کچھ دعوی کرے الی آخرہ اور سبھون نے اس عورت کیواسطے ان دونون محدودہ مین درک
کی ضمانت کرلی اور وکیل نے اپنی موکلہ کیطرف سے اسکے باقی سب ترکہ مین جو ان وارثون کے پاس رہا درک کی ضمانت کرلی
اور اس سب کی صحت کا قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی نے حکم دیدیا اور سبھون نے گواہ کرلیے الی آخرہ اگر کسی نے اسمین
سکونت کی وصیت سے کسی قدر وصیون پر صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہان مسمیان گواہ ہوے کہ تاین قول کہ زید نے دعوی کیا
کہ عمرو اس مدعا علیہ کے والد نے اس مدعی کے واسطے تمام دار واقع موضع فلان و محدود وہ بحدود و جنین و جنان کے سکونت
کی ہمیشہ کے واسطے جبتک زندہ رہے یا اتنی مدت کیواسطے وصیت کردی تھی اور اس وصیت سے رجوع و تغیر نہین کیا
یہانتک کہ مرگیا حالانکہ یہ دار اسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے۔ اور اس مدعی نے انکی اس وصیت کو بعد اسکی موت کے
قبول کیا اور مرنے کے بعد اسنے ایک وارث چھوڑا وہ یہی مدعا علیہ ہو اسکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہو پھر اس سے
اس اپنے تمام دعوی سے اسقدر درمون پر صلح جائز قاطع خصومت دافع منازعت کرلی اور اسنے اس صلح کو اس بدل کے
عوض منظور و قبول کیا الی آخرہ۔ اور اگر وارث معین کی سکونت کی وصیت سے دوسرے دار کی سکونت پر صلح کی تو ابتدا مثل
تحریر مذکورہ بالا کے لکھے پھر بدل الصلح کے ذکر کے وقت لکھے کہ پھر اس سے اپنے تمام دعوی سکونت دار مذکور سے دوسرا

ف [illegible] انگور
[illegible]
[illegible]
اردو مین پھل
[illegible] قاضی
[illegible]
[illegible] ۱۲

دار کی سکونت پر جو اس ترکہ مین سے ہے اور فلان مقام پر واقع ہے محدود بحدود چنین و چنان ہے مع حدود و حقوق چنین
و چنان کے ایکسال کامل یا دو سال کامل یا تین سال کے واسطے از ابتداے ماہ فلان سنہ فلان تا انتہاے ماہ فلان سنہ
فلان صلح صحیح جائز کر لی اور لے لیا تاکہ اُسمین خود رہے اور جسکو چاہے رکھے اور اُسمین اپنی رائے پر عمل کرے پھر قبضہ اور
بری کرنا اور ضمان درک سب تحریر کرے اور یہ امر ہمارے اکثر مشائخ کے نزدیک صحیح ہے اور بعضون کے نزدیک
نہین جائز ہے جیسے سکونت دار کا اجارہ لینا اور احوط یہ ہے کہ ایسی صلح جو ہوا اُسمین حکم حاکم لاحق کر دے اور اگر دعوی عین
یا دین سے کسی دار کی سکونت یا دوسری منفعت پر صلح قرار پا دے تو لکھے کہ یہ وہ ہے جسپر گواہ ہوے تا آخر قول کہ فلان
نے فلان پر تمام اُس دار کا جو فلان مقام پر واقع ہے یا اُسپر ہزار درم خالص نیشاپوری کے عمدہ جید ہون کا دعوی کیا
پھر دونون نے اس دعوی سے تمام اُس دار کی سکونت پر جو فلان مقام پر واقع ہے اور اُسکے حدود بیان کر دے ایکسال
کامل تک سکونت رکھنے پر یا اپنی زمین جو فلان مقام پر واقع ہے اور اُسکے حدود بیان کر دے اُسمین ایکسال کامل ہر طرح
ربیعی و خریفی غلہ کی زراعت کرنے پر یا اپنے غلام مسمی فلان کی ایک سال کامل خدمت پر یا اپنے گھوڑے کی سواری لینے
پر اور اسکی جنس و صفت بیان کرے اور مدت کی ابتدا و انتہا کی تاریخ لکھے صلح صحیح جائزہ صلح کی اور دوسرے کی طرف سے
قبول و قبضہ کرنا اور جانبین سے ضمانت درک کا ضامن ہونا اور لینے اور گواہ کر دینا سب تحریر کرے۔ اور اگر کسی عورت کے
ترکہ مین اُسکے شوہر اور باپ کے درمیان صلح ہوئی تو لکھے کہ گواہ ہوے کہ فلان یعنی اُسکا باپ اور فلان یعنی اُسکے شوہر
دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلانہ عورت یعنی مسماۃ ہندہ نے وفات پائی اور وارثون مین اپنے شوہر اور اپنے باپ کو
چھوڑا اور وہ یہی ہر دو مذکورہ بالا ہین اور اُس نے ترکہ چھوڑا جسکے یہ دونون وارث ہوے اور ان دونون کے سوائے کوئی
وارث نہین چھوڑا اور چونکہ وہ لاولد مری ہے اسواسطے اُسکا نصف ترکہ اس شوہر کو پہونچا اور چھٹا حصہ اپنے والد کو بحکم فرض
اور باقی بحکم عصوبت پہونچا اور اُسنے مال مین وہ تمام دار جو فلان مقام پر واقع ہے اور تمام فلان چیزین بتفصیل بیان کرے
چھوڑا ہے اور اُسکا تمام مال متروکہ اُسکے اس شوہر کے قبضہ مین ہے اُسکے باپ کے قبضہ مین نہین ہے پھر ان دونون نے
اس تمام مال کو ایک ایک کر کے دیکھا اور اچھی طرح بمعرفت صحیحہ جان پہچان لیا کہ ان دونون کے نزدیک اُسمین کچھ شک
نہ رہا اور نہ کم و بیش کچھ پوشیدہ رہا پھر بعد اسکے دونون مین سے ہر ایک نے دوسرے کے قول کی جسکا نام اُسمین مذکور ہے اس
شوہر نے اُسکے اُس باپ سے اس باپ کے تمام حق و حصہ سے جو اسکا اپنی بیٹی کے ترکہ مین پہونچتا ہے بعد اسکے کہ تمام
مال عین سونا اور چاندی زیور جو اُسمین مذکور ہے ان دونون کے حضور مین موجود تھا اس طرح کہ دونون اپنے ہاتھ سے اُسکو
لے سکتے تھے اس حال مین اس بات پر صلح قرار دی کہ منجملہ تمام ان درمون کے جنپر صلح قرار پائی ہے اتنے درم اُن درمون
کی صلح مین ہین جو باپ کیواسطے اُسکی دختر میت کے ترکہ کے درم مذکورہ مین سے واجب ہوتے ہین اور وہ اسقدر ہین
اور ان درمون مین بہ نسبت اُن درمون کے جنپر اُنکے عوض صلح قرار پائی ہے کچھ زیادتی نہین ہے اور اسبات پر صلح قرار دی
کہ منجملہ اُن درمون کے جنپر یہ صلح واقع ہوئی ہے اتنے درم بعوض اُس حق واجب کے ہین جو باپ کیواسطے اپنی دختر میتہ
کے ترکہ سونے اور جواہرات مین سے واجب ہوا ہے اور وہ اسقدر ہے اور اس بات پر کہ منجملہ اُن درمون کے کہ جنپر صلح واقع
ہوئی ہے اسقدر باقی درم اس باپ کے واسطے بعوض اُس حق کے ہین جو باپ کا اپنی دختر میتہ کے ترکہ کی باقی اشیاء
مذکورہ مین واجب ہوا ہے یہ صلح بدین شرط کہ تمام مال جو باپ کے واسطے بحق وراثت اپنی دختر میتہ کے ترکہ مین واجب ہوا

ہوا ہو اُسکے شوہر کے واسطے بسبب صلح مذکور کے ہو جاوے پس اس شوہر نے تمام یہ صلح مبینہ مذکورہ بالمشافہہ قبول کی اور شوہر نے اس باپ کو تمام بدل صلح قبل اسکے کہ دونون اس مجلس سے بابدان متفرق ہون دیدیا اور اس باپ نے اس شوہر کو تمام وہ مال جو اسکے واسطے واجب ہوا تھا بحکم صلح مذکورہ کے سپرد کر دیا اور اس شوہر نے اس باپ سے یہ سب مال بسبب اسی صلح کے اسی مجلس مین جسمین دونون نے یہ صلح قرار دی ہے قبل جدا ہونے کے قبضہ کر لیا اور یہ سب اس باپ اور اس شوہر کے اس اقرار کے بعد ہوا کہ ہم دونون نے یہ سب دیکھ لیا ہے اور وہ یہ ترکہ مذکورہ ہے اور باہمی صلح قرار دینے کے وقت اس سب کو اندر و باہر سے معائنہ کر لیا ہے اور اسی حال پر باہم دونون نے صلح قرار دی ہے اور بعد تمام ہونے اس صلح کے اسپر دونون کی رضامندی کے ساتھ دونون جدا ہوئے اور ان دونون نے اسکے بعد تمام وہ دار جو اس ترکہ مین ہے اُسی ہیئت پر دیکھا جیسا اس صلح باہمی واقع ہونے سے پہلے دیکھا تھا اور یہ تمام ترکہ اس شوہر کے واسطے بسبب اس حق میراث کے جو اسکا اپنے اس جورو کے ترکہ مین واجب ہوا تھا اور بسبب اس صلح کے جو اُسنے اس باپ کے ساتھ اسکے تمام حق سے جو اس باپ کا اپنی دختر میت کے ترکہ مین واجب ہوا تھا صلح کی ہے اس شوہر کا ہو گیا پس جس چیز کا شوہر اس ترکہ مین سے اس باپ کے مالک کرنے سے مالک ہوا ہے اُسمین یا اُسمین سے کسی جزو مین یا اُسکے حقوق زمین و دار مین سے کسی حق مین کسی آدمی کیطرف سے شوہر مذکور کو کوئی درک پیش آوے تو جس چیز کا شرع اور حکم فیصلہ کرے اسکا اُس باپ پر اس شوہر کو سپرد کرنا واجب ہوگا اور دونون مین سے ہر ایک نے بطوع خود اقرار کیا کہ اس عورت میت کے ترکہ مین سے اسکا کوئی حق دوسرے کی جانب اور دوسرے پر اور دوسرے کے پاس اور دوسرے کے قبضہ مین نہین ہے بعد ازانکہ دونون مین سے ہر ایک نے بطوع خود اس بات کو سمجھ لیا کہ اس سب کے متعلق اسکا کوئی حق دوسرے کی جانب نہین ہے اور اگر اس عورت وفات یافتہ کے ترکہ کے اموال مذکورہ مین کسی مال کی نسبت دونون مین کوئی شخص دوسرے کی جانب کچھ دعوے کرے یا اسکی طرف سے کوئی آدمی دعوی کرے خواہ اسکی حیات مین یا اسکی وفات کے بعد اور گواہ لوگ گواہی دین تو یہ سب باطل و مردود ہوگا پھر بدستور تحریر کو ختم کرے اور اگر فضولی نے صلح کی تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوئے تا این قول کہ زید نے عمرو پر یہ دعوی کیا تھا پس اس دعوی سے اس مدعی کے ساتھ اس مقر نے براہ تبرع و احسان بدون حکم اس مدعا علیہ کے اتنے درمون پر صلح کر لی بدین شرط کہ وہ اس مدعی کے واسطے اس مال صلح کا اپنے ذاتی مال سے ضامن ہوا ہے بدین شرط کہ اس مدعی نے اس مدعا علیہ کو اس دعوی سے بری کیا اور اس مقر نے بدل الصلح اُسکو دیدیا اور بدین شرط کہ مدعی تمام اُس چیز کا جو اس مدعا علیہ کو اس باب مین اس مدعی کیجانب سے اور اسکے سبب سے اور کسی آدمی کیطرف سے کوئی درک پیش آوے تو اُس سب کا یہ مدعی ضامن ہے پس ان شرائط مذکورہ پر یہ صلح جائز قاطع خصومت دونون نے صلح کی اور اس صلح کو جو بقدر اس مال کے ہے اس مدعی نے اسکے صلح کرنے سے قبول کیا اور اس مدعا علیہ کی طرف سے براہ تبرع و احسان یہ مال مدعی کو مقر کے ادا کرنے سے مدعی نے وصول پایا پس تمام وہ چیز جسکے دعوی سے یہ صلح واقع ہوئی ہے اس مدعا علیہ کی ملک ہو گئی اس مدعی یا کسی آدمی کی ملک نہ رہی اور یہ ملک بملک صحیح و حق واجب ہوئی اور اس مدعا علیہ کیجانب اس مدعی کا کوئی حق دعوے نہ رہا پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور فرمایا کہ اگر ایسی صلح فضولی کی جانب سے اس شرط پر واقع ہو کہ شی متدعویہ فضولی کی ملک ہو نہ مدعا علیہ کی

تو پھر اس تحریر کے کہ اتنے درمون پر صلح کی یون لکھنا چاہیے کہ بدین شرط کہ یہ دار مصالح ودہ متنازع فیہ اس صلح کرنے والے
کی ملک ہوگی نہ اس مدعا علیہ کی اور نہ کسی آدمی کی رہی پھر گواہی کرانے سے پہلے لکھے اور اس مدعی نے اس صلح
کرنے والے کو اپنی زندگی مین اپنا وکیل کیا کہ اس سب دار کو اس مدعا علیہ سے اور جسکے قبضہ مین پاوے اُس سے
لیکر اپنے قبضہ مین کرے اور اس معاملہ مین خصومت اور نالش کرنے کا بھی وکیل کیا باینطور کہ چاہے اس کار وکالت
کو بنفس خود انجام دے یا جسکو چاہے یکے بعد دیگرے وکیل مقرر کرے اور وکیلون مین جسکو چاہے یکے بعد دیگرے
تبدیل کرے اور اس معاملہ مین اپنی راے سے پر عمل کرے اور اس مدعی کا قائم مقام ہوگا اور اس معاملہ مین جو کچھ کریگا جائز
ہوگا اور اس معاملہ مین جسکا اُسکو وکیل کیا ہو اپنی وفات کے بعد اس سب فقط اسی کو وصی کیا اور لوگون مین سے
کسی کو نہین کیا اور اس صلح کرنے والے نے یہ سب جو مدعی نے اُسکے واسطے قرار دیا ہو بالمشافہ قبول کیا پھر اگر اس
دار کو قابض سے لینے پر قادر نہو تو بدل صلح کو مدعی سے واپس کرلے پھر تحریر کو تمام کرے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اور اگر
صلح از دعوی امانت ہو تو لکھے کہ اُسنے اُسپر فلان چیز کا جسکو اُسنے اُسکے پاس ودیعت رکھا یا تھا اور اُسنے قبضہ
کرلیا تھا دعوی کیا باینطور کہ مالک ودیعت نے اُس سے اپنی ودیعت واپس مانگی اور اُسنے سپرد کرنے سے ودیعت رکھنے کا
انکار کیا یہانتک کہ یہ امانت اُسکے ذمہ بال مضمون ہوگئی کہ اگر وہ مثلی چیزون مین ہو تو اُسکے مثل ضمانت اور قیمتی چیزون مین
سے ہو تو اُسکی قیمت تاوان لازم آئی پس مالک ودیعت نے اسکا دعوی کیا پس مدعا علیہ نے اس دعوی سے اسقدر
درمون پر صلح صحیح کرلی اور اُسنے اس صلح کو اس عوض پر باوجود اپنے انکار کے بقبول صحیح قبول کیا یہ ظہیریہ مین ہے۔ اگر
قتل عمد سے کسی قدر مال پر صلح کی تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ بکر کو لوہے کے ہتھیار سے
عمداً ناحق و ظلماً و عدواناً قتل کیا اور اس مقتول نے کوئی وارث سواے اس زید کے نہین چھوڑا اور اس زید کے واسطے
اس مدعا علیہ پر قصاص کا استحقاق ہوا اور اس عمرو پر اُسکے سامنے اپنی گردن جھکانا اور اپنی جان اُسکے سپرد کرنا اور اُسکو
قصاص حاصل کرلینے دینا واجب ہوا پھر اس زید نے اپنے اس دعوی سے اسقدر مال پر اُس سے صلح کرلی پس اُس نے
اس سے اس صلح کو بالمشافہ قبول کیا اور یہ صلح ایسی صلح صحیح ہو جو قاطع خصومت ہو اور مدعی نے اس سے یہ بدل صلح مدعا علیہ
ادا کرنے سے لیکر قبضہ کرلیا اور اُسکو اپنے اس تمام دعوی سے بری کردیا اور اسی کے واسطے تمام اُس چیز کی درک کا ضامن
ہوا جو اُسکو کسی دوسرے وارث کی طرف سے اگر ظاہر ہو اور قرضخواہ اور موصی لہ اور حاکم اور صاحب سلطنت وغیرہ کے
آدمی کی طرف سے لاحق ہو حتی کہ اُسکو اس درک سے چھوڑا دیگا یا بقدر اس درک کے اس مال صلح مین سے جو
اُسنے وصول کیا ہو واپس دیگا پس اس درک کی ضمانت صحیحہ جائزہ کرلی پس اس صلح اور بری کردینے کے سبب سے
اُسکا کوئی حق و دعوی آخر تک مثل مذکورہ بالا کے لکھے واللہ تعالی اعلم کذا فی المحیط۔ اور اگر جان تلف کرنے سے کم
سے قصاص سے صلح کی۔ تو لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوے کیا کہ عمرو نے اُسکا داہنا ہاتھ ہتھیلی کے جوڑ سے عمداً ناحق
براہ تعدی و ظلم کاٹ ڈالا اور وہ بعد اُسکے اُس زخم سے اچھا ہوگیا اور اُسپر اپنے اس ہاتھ کے قصاص کا بسبب اس
جنایت کے دعوے کیا پس مدعا علیہ نے اُس سے اس دعوی سے اسقدر مال پر صلح کرلینے کی درخواست کی اور اُسنے اسکو
منظور کرکے اس مال پر اُسکے ساتھ صلح کرلی۔ پھر اسکو مثل تحریر اول کے تمام کرے واللہ اعلم۔ قتل خطا سے صلح کرکے
تحریر اس طرح سے لکھے کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ مسمی فلان کو خطا سے ناحق قتل کیا اور اُس سے دیت

طلب کی اور اُسنے درخواست کی کہ اس دیت سے اسقدر درمون پر تین سال کی میعاد پر اس تحریر کی تاریخ سے اُسکی
ابتدا ہوگی اس شرط پر صلح کرلی کہ اُسکو اپنے اس دعوی سے بری کردے بدین شرط کہ ان تین سالون مین سے ہر سال
ان درمون مذکورہ سے ایک تہائی ادا کریگا پس بصلح صحیح مصلح کرلی آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے اور اس تحریر
کے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے۔ اور اگر عمداً غلام قتل کرنے کے دعوی سے صلح کی تو لکھے کہ گواہان مسمیان تا این
قول کہ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ عمرو نے اُسکے غلام ترکی یا ہندی مسمی فلان کو یا اُسکی ترکی باندی مسماۃ فلانہ کو لوہے
کے ہتھیار سے عمداً براہ ظلم وتعدی قتل کیا اور نیز اُسپر دعوے کیا کہ قاضی عادل جائز الحکم نے جسکا حکم مسلمانون کے
درمیان جاری ہو اس قاتل پر بسبب اس غلام کے قتل کرنے کے بذریعہ گواہون کے جنھون نے اُسکے پاس گواہی
دی یا بوجہ اقرار مدعا علیہ کے جیسی صورت واقع ہوئی ہو قصاص کا حکم بنا بر اختیار قول ایسے عالم کے جو مرد آزاد پر
غیر کا غلام قتل کرنے سے قصاص ہونا فرماتا ہو دیدیا پس اُسنے مدعا علیہ سے بذریعہ اپنے اس دعوی کے قصاص
مانگا پس مدعا علیہ نے اُسکے اس دعوی سے اسقدر درمون پر صلح کرنے کی درخواست کی پس اُسنے اس درخواست
کو منظور کرکے اُسکے ساتھ صلح کرلی آخر تک بدستور سابق تحریر کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے تاکہ ایسے
حادثہ مین قصاص کا دعوے بالاتفاق صحیح ہوجاوے پھر حاکم حکم اسکے جائز ہونے کا تحریر کرے کیونکہ مدون اُسکے
اقرار کے اسکا وقوع ہوا ہو اور کتاب الشروط مین امام محمد رح سے روایت ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے
میرے بھائی کو عمداً قتل کیا ہو اور مین اُسکا وارث ہون میرے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہو پھر مدعا علیہ سے
اس قصاص سے دیت لینے پر صلح کرلی اور تین سال مین اُسکے ادا کی قسطین مقرر کین تو یہ صلح جائز ہو اسی طرح اگر دیت
سے کم پر صلح کی تو بھی جائز ہو لیکن بعض لوگون کے قول کے موافق نہین جائز ہو اور اسکا بیان پہلے گذر چکا ہو اور
فرمایا کہ اگر اُسکے واسطے تحریر لکھنی چاہے تو ولی مقتول کے واسطے قاتل کی طرف سے لکھے کہ مین نے تیرے بھائی فلان بن
فلان کو قتل کیا اور تو اُسکا وارث ہو تیرے سوا اسکا کوئی وارث نہین ہو اور تو نے اپنے بھائی کے خون سے اسقدر پر
پر صلح کرلی ہو پھر تحریر کو بدستور تمام کرے اور اگر قصاص کا استحقاق وارثان صغیر وکبیر دونون کو حاصل ہو تو بالغون کی
صلح بالاتفاق جائز ہو پس امام اعظم رح کے نزدیک اسی وجہ سے جائز ہو کہ بالغ کو قصاص حاصل کرلینے کا اختیار ہو پس
اُسکو صلح کا بھی اختیار ہو اور صاحبین رح کے نزدیک بالغ کی صلح فی نفسہ صحیح ہو پس قصاص ساقط ہوجائیگا اور باقی
نابالغون کا حصہ قصاص سے منقلب ہوکر مال پر آجائیگا پس اگر اس صلح کی تحریر لکھنی چاہی تو امام اعظم رح کے نزدیک
بالغ کی طرف سے صلحنامہ تحریر کرے جیسا ہمنے بیان کیا ہو اور صاحبین رح کے نزدیک فقط حصہ بالغ کا صلحنامہ
تحریر کرے اور اُسمین لکھدے کہ بسبب عفو واقع ہونے کے نابالغون کا حصہ منقلب بمال ہوگیا۔ اور اگر کسی نے ایک
غلام کو قتل کیا تو امام المسلمین کو اختیار ہو کہ اُسکے خون سے قاتل سے صلح کرلے اور یہ حکم بھی اتفاقی ہو پس امام اعظم رح و
امام محمد رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ اُسکو قصاص لے لینے کا اختیار ہو پس صلح کرکے قصاص ساقط کردینے کا بھی
اختیار ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اسوجہ سے کہ امام مثل وصی کے ہو اور وصی کو صلح کرنے کا اختیار ہوتا ہو
پس ایسا ہی امام کو بھی اختیار ہو اسوجہ سے کہ اسمین عامہ مسلمین کے واسطے نفع ہو پس اگر اسکا صلحنامہ لکھنا چاہے تو اسی
طور سے لکھے جیسا ہمنے بیان کردیا ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ خریدی ہوئی چیز کے عیب سے صلح کرنے کی تحریر اس طرح

ہو کہ گواہ لوگ گواہ ہوے کہ فلان و فلان یعنی بائع و مشتری دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ فلان نے فلان سے
یہ غلام مسمی فلان ہندی جسکا یہ حلیہ ہی بعوض اسقدر درم کے خریدا تھا اور دونون مین باہمی قبضہ واقع ہو گیا پھر
مشتری اس غلام کے چنین و چنان عیب پر مطلع ہوا جسکو اُسنے خرید کے وقت نہین دیکھا تھا اور نہ بائع نے
اُسکے عیوب سے برئت کر لی تھی پھر اُسکے بائع سے بحالت موجودگی غلام کے بائع پر اس عیب کی نالش کی پس بائع نے
اس عیب کا اقرار کیا اور مشتری کے قول کی تصدیق کی اور ثمن مین سے حصہ عیب کی مقدار پر دونون نے اتفاق کیا اور
وہ اسقدر ہی پھر اسکے بعد دونون نے اس عیب کے ثمن مذکور مین سے اس مقدار پر بدین شرط صلح کر لی کہ یہ بائع اسقدر
اس مشتری کو بدین شرط دیدے کہ یہ مشتری اس عیب سے اسکو بری کردے پس دونون نے ایسا کیا اور باہم صلح صحیح
کر لی اور اس مشتری نے اس بائع سے یہ عوض وصول کر لیا اور اسکو بری کر دیا پھر دونون جدا ہوئے اور تحریر کو تمام
کرے اور اس صلح نامہ کی دو نقلین بائع و مشتری کے واسطے تحریر کر دے۔ مجہول سے معلوم پر صلح کرنے کی تحریر
اس طرح لکھے کہ گواہ لوگ اس بات پر گواہ ہوے کہ فلان نے بیان کیا کہ اُسکے اور فلان کے درمیان لین دین اور
خلا ملا تھا اور اُسکا اُسپر اس معاملہ مین کچھ مال نکلتا ہی جسکی مقدار نہین معلوم ہی پس اُسنے درخواست کی کہ اس سے
کسی چیز پر صلح کر لے پس دونون نے اتفاق کیا کہ اس سبب سے اسقدر مال پر مصالحہ کیا اور اُسنے بالمواجہہ اس صلح
کو قبول کیا پھر تحریر کو مثل مذکورہ سابق تمام کرے اور اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اسواسطے کہ مجہول سے صلح
کرنا امام شافعی رح کے نزدیک نہین جائز ہی اور ہمارے نزدیک اگر عوض معلوم ہو تو جائز ہی۔ دعوی رقیت سے
صلح کرنے کی تحریر اس طرح لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے کہ فلان ابن فلان نے زید ابن عمرو پر جو ایک شخص اپنے نسب سے
مجہول ہو کر سوائے اُسکے نام کے اُسکے نسب سے وقوف نہین ہوتا ہی یہ دعوے کیا کہ یہ شخص بملک صحیح میرا مملوک
مرقوق ہی اور یہ میری تابعداری سے باہر ہو گیا ہی پس بحکم مملوکیت اس سے تابعداری اور فرمانبرداری کا مطالبہ کیا پس
مدعا علیہ نے اس دعوے سے کسی چیز پر صلح کر لینے کی درخواست کی پس مدعی نے اسکو منظور کیا اور اس دعوی سے
اسقدر مال پر بصلح صحیح صلح کی اور اُسنے اسکو بالمواجہہ قبول کیا اور تمام بدل پر مدعا علیہ کے اُسکے دینے سے لیکر
قبضہ کر لیا پس بعد اس صلح کے اس مدعی کا اس مدعا علیہ پر کچھ حق و خصومت و دعوی نہ رہا اور ایسی صورت مین
اگر کسی حیوان پر جسکا وصف بیان کر کے اُسکے ذمہ قرار دیا ہو صلح کرنا جائز ہی اسواسطے کہ یہ مثل مال پر آزاد کرنے
کے ہی اور اسمین ولاء نہوگی اسواسطے کہ مدعا علیہ نے مملوک ہونے کا اقرار نہین کیا ہی اور بجاے تحریر بدل کے لکھے
کہ بعوض ایک غلام ترکی جوان عیب سے پاک کے یا ایک باندی ترکیہ جوان عیب سے پاک کے صلح کی اور نیز اگر کپڑون
پر اُنکا وصف بیان کر کے ذمہ قرار دیکر صلح کی تو بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین کپڑون کی جنس و صفت اور مدت
ادا نے اور مقام ادا سے بیان کر دے اور اگر دعوی نکاح سے مال پر صلح کی تو صلحنامہ اسطور سے لکھے کہ زید نے
ہندہ پر دعوی کیا کہ ہندہ اُسکی جورو و منکوحہ بحلال نکاح صحیح ہی اور یہ زید کی فرمانبرداری سے قبل زید کے اُسکے
ساتھ دخول کرنے کے یا بعد دخول کرنے کے باہر ہو گئی ہی اور اس ہندہ پر طرح طرح کے مالون مین سے چند چیزون کا
دعوی کیا اور ہندہ نے اُسکے اس دعوی سے جو ہندہ کی جانب کرتا ہی انکار کیا اور اُس سے درخواست کی کہ کسی چیز پر صلح
کرے پس اُسنے درخواست کو منظور کر کے نکاح اور ان مالون کے دعوی خصومات سے اسقدر درمون پر بصلح صحیح مصالحہ کیا اور

اور بقبول صحیح اسکو قبول کیا اور اس صلح کا ستنا پر ضہ ہندہ کے اُسکو دینے سے لیکر بقبضہ صحیح قبضہ کیا اور اب اسنے یعنی
کا ہندہ پر دعوے نکاح اور ان باتون مین سے کسی چیز کا دعوی نہ رہا پس یہ صورت کتب سلف مین موجود ہی اور ہمارے
بعض مشائخ نے اس صورت کو باطل کر دیا ہی کیونکہ یہ نکاح کا عوض ہی یا بطریق باطل مال کا لینا ہی پس اس مسئلہ مین مختار
یہ ہی کہ دعوے مال سے صلح کرے اور بدون درخواست کے طلاق دیدے اور اسکی تحریر کی صورت یہ ہی کہ زید نے ہندہ
پر دعوی کیا کہ اسنے میرے مال سے چنین وچنان مال پر قبضہ کیا ہی اور یہ میری جورو ہی اور یہ میری فرمانبرداری سے انکار
کرتی ہی اور ہندہ نے اس سب سے انکار کیا پھر دونون نے دعوی مالیہ اور خصومت مالیہ سے اسقدر درمون پر
باہم صلح کی آخر تک تمام اُسکے شرائط تحریر کرے اور لکھے کہ زید اُسپر نکاح کا دعوی کرتا تھا اور وہ اُسکے دعوی سے
منکر ہی اور دوسرے مرد کے نکاح مین ہونے کا اقرار کرتی ہی اور دوسرا مرد مذکور اُسکے قول کی تصدیق کرتا ہی پس اس
مدعی نے بدون درخواست ہندہ کے تنزہاً واحتیاطاً ہندہ کو ایک طلاق بائن دیدی پھر تحریر کو ختم کرے صورت
دیگر تحریر صلح دعوی نکاح مع زیادتی دعوی حرمت از جانب عورت زید نے ہندہ پر دعوی کیا کہ یہ میری زوجہ و
حلالہ ہی اور اس سے میرا ایک لڑکا مسمی فلان ہی اور یہ میری اطاعت سے باہر ہو گئی ہی اور اسنے ناحق عمرو سے
اتفاق پیدا کیا ہی اور مطالبہ کیا کہ یہ عورت احکام نکاح مین اسکی اطاعت و انقیاد کرے پس ہندہ نے جواب دیا کہ وہ
اسکی جورو حلالہ تھی لیکن اسنے یہ قسم کھائی تھی کہ اگر اسکے پاس سے سفر کر جاوے اور ایک مہینہ غائب رہے تو
اسپر طلاق ثلثہ واقع ہون اور بدون اسکی اجازت کے اس شہر سے باہر نجاویگا حالانکہ اسنے بعد اس قسم کے بلا اجازت
سفر کیا اور ایک مہینہ سے زیادہ غائب رہا پس قسم مین جھوٹا ہوا اور عورت مذکورہ اُسپر بسبب طلاق حرام ہو گئی پھر اُسکی
عدت کے تین حیض گذر گئے پھر اسنے اس عمرو سے نکاح کیا اور اس عورت نے قاضی فلان کے سامنے یہ حرمت گواہان
عادل قائم کر کے ثابت کردی درحالیکہ قاضی مذکور ضلع فلان کا قاضی تھا اور اسکا حکم قضا بروجہ واشہاد بر قضاے
مذکور جاری ہو گیا پھر ان دونون مین لینے پر صلح واقع ہوئی پھر تحریر کو جس طرح ہمنے بیان کیا ہی ختم کرے۔ کذا
فی الذخیرہ۔ اگر دعوے ختان مین خطا واقع ہونے سے صلح کر لی تو اُسکی تحریر اس طرح ہی کہ زید بن عمرو نے درحالت
جواز اقرار بہمہ وجوہ اقرار کیا کہ اسنے بکر بن خالد پر دعوی کیا تھا کہ اسنے میرے پسر مسمی شعیب کا جو پانچ برس کا لڑکا ہی
اور وہ مجلس دعوی مذکور مین حاضر مشار الیہ تھا بدون اجازت اُسکے والد مذکور کے ختنہ کیا اور استرہ سے اُسکا
حشفہ کاٹ ڈالا جس سے اُسکے عضو کی منفعت بالکل زائل ہو گئی کہ اُسکے عود کرنے کی بظاہر امید نہین رہی ہی
اور یہ منفعت احبال و اعلاق و ستمساک بول ہی اور اُسکا پیشاب برابر جاری رہتا ہی منقطع نہین ہوتا ہی اور اسپر حاذق جراحون
و حکیمون نے جو اس فن مین کامل مشہور ہین اتفاق کیا ہے کہ اسپر دیت کاملہ بوجہ اس فعل موجود کے واجب ہوئی پس
مدعی اس سے اسکے جواب کا مطالبہ قاضی فلان کے حضور مین کرتا تھا اور یہ مدعا علیہ ختنہ کرنے کا مقر تھا اور اپنے
فعل سے اس منفعت کے زائل ہونے سے منکر تھا بدین زعم کہ یہ منفعت اُسکے فعل کے بعد کسی دوسرے سبب سے
زائل ہوئی ہی پس ان دونون مین خصومت دراز ہوئی اور والد صغیر مذکور سے اپنا دعوی اس مدعا علیہ پر ثابت کرنا
متعذر ہو گیا پس خصومت کے تمادی و طول دینے سے صلح کرنا بہتر ہوا پس اُس سے والد صغیر مذکور نے بولایت
پدری اس دعوے سے اتنے وزن خالص چاندی کھری قابل سکہ ڈھالنے پر صلح کر لی اور بعد اس صلح کے اس

۱م قول اول
قول بعض مشائخ
اس صورت مین
ایجاب و قبول صحیح

صغیر کا اس مدعا علیہ پر کوئی دعوے وخصومت قلیل و کثیر مین باقی نرہی اور اس مدعا علیہ نے خطا بآ انکی تصدیق کی اور جس شخص کو علم مین مہارت وسمجھ ہو اُسکے واسطے اسقدر کافی ہو کذا فی الظہیریہ

فصل سیزدہم قسمت کے بیان مین۔ متاخرین مشائخ اس طرح لکھتے ہین کہ تحریر بدین مضمون ہو جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا گواہ ہوے ہین کہ فلان وفلان نے اقرار کیا الی آخرہ کہ تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین وچنان مع اپنے حدود وحقوق ومرافق وزمین وعمارت وہر قلیل وکثیر کے جو اسمین اُسکے واسطے اُسکے حقوق سے ثابت ہو ان سب مین مشترک تھا اور ان سب کے قبضہ مین تین تہائی یا جیسا ہو تھا کہ فلان کا اسقدر وفلان کا اسقدر وفلان کا اسقدر۔ پھر ان لوگون نے اسکو ایک قاسم عادل کی تقسیم سے جسکو باہمی رضامندی سے مقرر کیا اور اُسکی تقسیم کرا دینے اور ہر اجازت دیدی تھی باہم تقسیم کرایا پس اس قاسم عادل نے انکی باہمی رضامندی سے بعدل وانصاف بقسمۃ تامہ واصلاح اس دار کو انمین تقسیم کردیا پس فلان کے حصہ مین اُس جانب کا آیا جو دروازہ سے اندر جانیوالے کے داہنے ہاتھ پڑتا ہو اور اُسکا دروازہ بجانب مشرق ہو اور اُسمین تین بیوت ہین ایک بیت کا یہ نام اور دوسرے کا یہ نام اور ان دونون پر دو غرفہ ہین اور ان دونون کے درمیان ایک صفہ ہو اور انکے آگے صحن ہو جسکا طول ان گزون سے جنسے فلان شہر مین پیمایش کی جاتی ہو اتنے گز اور عرض اتنے گز ہو۔ اور فلان کے حصہ مین اس دار مین سے دروازہ سے اندر جانے والے کے بائین ہاتھ کی جانب کا کنارہ آیا اور بطریق مذکورہ اسکو بھی مفصل بیان کردے۔ اور فلان کے حصہ مین دروازہ سے اندر جانے والے کے سامنے کا کنارہ جو منتہاے دار ہو آیا اور نواحی ثلثہ مین سے ہر ایک ناحیہ کے حدود اربعہ یہ ہین پس ناحیہ جانب است کی ایک حد لزیق چنین الی آخرہ اور ناحیہ جانب چپ کی ایک حد متصل بچنین الی آخرہ۔ اور جانب مقابل کی ایک حد ملازق بچنین الی آخرہ ہو پس ہر ایک کے پورے حصہ مین وہ ناحیہ جو اُسکے واسطے بیان ہوئی ہو مع اپنے سب حدود وحقوق کے آئی اور طے ہوا کہ اس دار کی دہلیز تقسیم سے نکال لی گئی ہو وہ تمام حصص مذکورہ کی گذر گاہ ہو ان سب مین مشترک ہو وجہ دیگر آنکہ اگر ہر ایک نے تقسیم سے اپنا دروازہ بڑے راستہ کی طرف یا راہ مشترک کیطرف پھوڑ لیا تو تحریر کردے کہ وہ فلان مقام پر ہو بنابرین تقسیم صحیحہ جائزہ کرلی جسمین فساد وخیار نہین ہو اور ہر ایک نے اپنا تمام حصہ جو تقسیم مین اُسکے حصہ مین آیا ہو اپنے صحاب کے اسکو سپرد خالی از منازع ومانع تسلیم کرنے سے اُسپر قبضہ کرلیا اور اس تقسیم کی صحت وتمام ہونے کے بعد یہ سب اس قسمت کی مجلس سے متفرق ابدان واقوال جدا ہوے بعد ازانکہ ہر ایک نے اپنا سب دیکھ بھال لینے اور اُس سے راضی ہو جانے کا اقرار کرلیا پس ان مین ہر ایک جو درک اس سب مین یا اسمین سے کسی قدر مین یا اسکے کسی حق مین لاحق ہوگا تو ہر ایک حصہ دار پر وہ واجب ہوگا جو مقتضاے شرع ہو اور ہر ایک کے واسطے اس حصہ مین جو دوسرے کے حصہ مین آیا ہو کوئی حق ودعوے ومطالبہ نہین ہو اور بعد اسکے جو کوئی ان مین سے کچھ دعوے کرے تو وہ مردود وباطل ہو اور سب نے اپنے اوپر اس امر کے گواہ کرلیے الی آخرہ کذا فی المحیط تقسیم چہار پایان۔ گواہان مسمیان آخر تحریر لے آخرہ سب اس امر کے گواہ ہوے کہ فلان وفلان نے انکے سامنے اقرار کیا اور اپنے اقرار پر سبھون نے جو بطوع خود وبحالت صحت ابدان وقیام عقول وجواز تصرفات کے کیا ہو ان سب کو گواہ کرلیا کہ انکا باپ فلان مرگیا اور اُسنے چنین وچنان گھوڑے ان سب مین میراث مشترک

چھوڑے اور انکے سواے کوئی وارث نہین چھوڑا اور یہ سب ان سبکے درمیان موروثی ہوگیا کہ برابر بٹین تہائی
ومشترک ہوا اور انکی عمرین ورنگ مختلف ہین از انجملہ غلام اسقدر ہین وتنیہ اسقدر ہین وقوارح اسقدر ہین
ان سب کے شبابات بیان کرے۔ پس ان وارثون نے اپنے درمیان انکی تقسیم کرلینی چاہی حالانکہ یہ ایسی
میراث ہی کہ جسپر کچھ قرضہ نہین ہی اور نہ وصیت ہی پس ان سب کو حاضر لاے وبعدل والانصاف انکی قیمت اندازہ
کرائی۔ پس انکی قیمت اسقدر ٹھہری پھر بدون ظلم وغبن کے بعدل وانصاف انکے حصہ لگائے پس فلان کے
حصہ مین یہ آیا اور فلان کے حصہ مین یہ آیا جنکے دانت ایسے اور قیمت اسقدر ہی اور فلان کو جو اسکے حصہ مین
آیا ہی وہ اسکے نصیب مشاع سمیت مذکورہ تحریر ہذا مین اس تقسیم مذکورہ سے ملا ہی اور ہر ایک نے اپنا نصیب
پورے ترکہ مین سے جان لیا اور جو کچھ بعد تقسیم کے اسکے حصہ مین پڑا ہی اسکو جان پہچان لیا اور یہ بعد اسکے
واقع ہوا کہ سبھون نے باہمی رضامندی سے قرعہ ڈالا ہی۔ اور اگر سبھون نے باہمی رضامندی سے قرعہ نہ
ڈالا ہو تو اسکے لکھنے سے سکوت کرے اور ہر ایک نے تمام وہ حصہ جو تقسیم مین اسکے حصہ مین آیا ہی اپنے
دوسرے شریکون کے اسکو تمام وکمال بدون مانع ومنازع کے سپرد کرنے سے لیکر اسپر قبضہ کرلیا اور ہر ایک
نے دوسرے کو اپنے ہر دعوی وخصومت ومطالبہ سے اس سب مین بری کردیا اور اقرار کیا کہ اس سب
مین اسکا کوئی حق ودعوے بجانب شریکون کے یا کسی شریک کے باقی نہین رہا اور ہرگاہ وہ کچھ دعوے کرے
تو باطل ومردود ہوگا۔ اور سب حصہ دار راضی برضا بتفرق ابدان واقوال متفرق ہوے پس جو کچھ درک
ان حصہ دارون مین سے کسی کو اسمین یا اسمین سے کسی قدر مین لاحق ہو تو اسکے شریکون پر اسکو وہ تسلیم کرنا
واجب ہوگا جو مقتضاے شرع ہی اور سبھون نے اپنے اوپر اس بات کے گواہ کرلیے آخر تک بدستور۔ اور اولاد مولود
وگاؤن وبکریون وغیرہ کی تقسیم کی تحریر بھی اسی طور سے ہی اور ہر ایک کے ساتھ اسکے شبابات والوان وصفات
بیان کردے۔ اور رقیق یعنے غلام وباندی سوا امام اعظم رح انکی تقسیم مین خیر نہین جانتے ہین یعنی مکروہ جانتے
ہین اور صاحبین رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک جائز ہی پس اگر قاضی نے اسپر جبر کیا اور یا نیا حکم قضا ایک مسئلہ
مختلف فیہ سمجھکر حکم دیا تو اجماعی ہو جائیگا پس اسکے تحریر کی صورت یہ ہی کہ یہ وہ تحریر ہی کہ گواہ ہوے تا آخر
قول کہ اور انکے باپ نے چند بندیان باندیان وچند غلام چھوڑے ان مین سے ایک غلام کا نام یہ ہی اور
اسکی صفت وحلیہ یہ ہی اور دوسرے کا چنین وچنان ہی سب کا بیان کردے اور ایک باندی کا نام وحلیہ
وصفت چنین وچنان اور دوسری کا علے ہذا القیاس اور یہ غلام بالغ ہوگئے اور یہ باندیان بالغہ
ہوگئی ہین پس ان سبھون نے باہمی رضامندی سے انکی تقسیم چاہی یا لکھے کہ قرعہ ڈالکر چاہی یا لکھے کہ سبھون
نے قاضی کے حضور مین مرافعہ کیا یا لکھے کہ پس ایک نے قاضی فلان سے مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ باقی
وارثون پر تقسیم کے واسطے جبر کرے اور یہ قاضی اسکو جائز جانتا تھا پس اسنے انکو اس تقسیم پر مجبور کیا اور
فلان کو بھیجا جسنے انکو بالانصاف اندازہ کیا پس انکی قیمت اسقدر آنکی گئی اور تقسیم ان لوگون مین فرقہ
تھی پس اسنے انمین قرعہ ڈالا پس فلان کو چنین پہونچا اور فلان کو چنان پہونچا۔ اور اگر یہ غلام وباندیان
ان لوگون مین سواے میراث کے بوجہ مشترک خرید وغیرہ کے مشترک ہون تو اسکو بیان کردے اور اگر میراث

مین امتعہ ہون یا ظروف ہون یا کیلی یا وزنی چیزین ہون تو اسی قیاس پر جو اوپر مذکور ہوا ہی تحریر کرے لیکن مثلی مین قیمت تحریر نکرے - اور اگر میراث مین چند انواع و اقسام کا مال ہو تو اُسکے تقسیم کی تحریر اس طرح ہو کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا شاہد ہوے ہین تا این قول کہ اُنکا یہ باپ جسکا نام اس تحریر مین مذکور ہوا ہو مرگیا اور اُسنے چند اقسام کا مال ان لوگون مین بتین تہائی میراث چھوڑا پس حیوانات مین خیل اسقدر جس مین عربی گھوڑے اتنے جنکا سن و شیہ یہ ہو اور باقی چینین و چنان اور ابل اتنے جسمین سے اونٹ اتنے اور اونٹنیان اتنی اور خچرون کو بھی اسی طور پر تحریر کرے اور گدھے اتنے اور گائین اتنی اور بکریان اتنی ان سب کے شیات وغیرہ بیان کردے اور عقارات اتنے اُنکے مواضع و حدود بیان کردے اور اراضی و دوکانون کو بھی اسطرح بیان کردے اور فرش اتنے اور ظروف چنین و چنان اور سادے ریشمی کپڑے اتنے اور نقود چنین و چنان یہ سب ترکہ چھوڑا - اور وارثون مین یہی تین پسر چھوڑے اور اُسکا ترکہ ان سب مین تین تہائی ہوا اور اگر اُسنے مختلف حصص کے وارث چھوڑے مثلاً مادر و پدر و دو پسر و ایک دختر و ایک زوجہ اور اسکے مثل تو لکھے کہ اور وارثون مین مادر و پدر فلانہ و فلان و جورو مسماۃ فلانہ و دو پسر فلان و فلان و ایک دختر مسماۃ فلانہ چھوڑی اور یہ سب مال ان سب مین بر ذائض اللہ تعالے میراث ہوا کہ جورو کے واسطے آٹھوان حصہ و مادر و پدر کیواسطے دو چھٹے حصے اور باقی اولاد کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے ہوا پس اصل فریضہ چوبیس (٢٤) سہام سے اور اُسکی تقسیم ایک سو بیس (١٢٠) سہام سے ہوئی جسمین سے جورو کو (١٥) اور والدین کو (٤٠) ہر ایک کو بیس بیس (٢٠) (٢٠) اور ہر پسر کے واسطے (٢٦) اور دختر کے واسطے (١٣) سہام ہوے اور تمام یہ ترکہ ایسے لوگون کے اندازہ کرنے سے جنکو اُسکے اندازہ کا ملکہ ہو اندازہ کرایا گیا تو دو ہزار چار سو (٢٤٠٠) درم کا ہوا جس مین سے جورو کے واسطے تین سو درم اور باپ کیواسطے (٤٠٠) چار سو درم اور ماں کے واسطے بھی اسی قدر اور ہر پسر کے واسطے پانچ سو بیس (٥٢٠) درم اور دختر کے واسطے دو سو ساٹھ (٢٦٠) درم ہوے پس جورو کے اُسکے حصہ کے عوض تمام وہ دار جو فلان مقام پر واقع ہو دیدیا گیا اور باپ کو تمام باغ انگور واقع موضع فلان دیدیا گیا اور علے ہذا القیاس باقیون کو آخر تک تحریر کرے کذا فی الذخیرہ - اگر میراث مین حیوانات کے اعیان و صفات سبھون نے پسند کیا کہ باہم اسکو رضامندی کے ساتھ تقسیم کرلین بعد ان سب کے ان حیوانات کے اعیان و صفات و قیمت کی معرفت و انکو دیکھ لینے و نظر کر لینے اور اس سب سے واقف ہوجانے کے مع عورت کے مہر و عدت کے نفقہ کے لگاکر تقسیم کیا اور حال یہ ہو کہ یہ میراث ان لوگون کو ہر طرح کے قرضہ و وصیت سے خالی حاصل ہوئی ہو پس ان سبھون نے اسکو باہم تقسیم کیا پس فلان کو اُسکے تمام حصہ میراث مین چندین درم اور تمام گھوڑے اسمی چنین و تمام چنان حاصل ہوا اور فلان کو اُسکے تمام حصہ میراث مین تمام چنین و تمام چنان حاصل ہوا علے ہذا القیاس یہ سب تقسیم اُنکی باہمی رضامندی تقسیمت صحیحہ جائزہ نافذہ انکے درمیان جاری ہوئی اور کبھی ایسی صورت مین ایسا کرتے ہین کہ گھوڑون کی ایک قسم صحیح قرار دیتے ہین اور علے ہذا پس لکھے کہ انھون نے گھوڑون کی ایک قسم صحیح قرار دی اور اونٹون کی ایک قسم اور گاؤن کی ایک قسم اور باہم راضی ہوے کہ یہ سب ان مین قرعہ ڈالکر بانٹ دیا جاوے پس سب نے اپنے درمیان قرعہ ڈالا پس فلان کو چنان پہونچا اور فلان کو چنان علے ہذا اور ہر ایک کو جو کچھ پہونچا ہو اُس نے تسلیم صحیح از جانب دیگران اُسپر قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے

بریت کردی کہ اُسنے تمام اپنا حصہ ترکہ وصول پایا اب اُسکا اپنے شریکون مین سے کسی کی جانب کچھ نہین رہا اور اُسنے ہر دعوی سے اس ترکہ مین بریت کردی اور اس ترکہ مین کسی کا کچھ قرضہ نہ تھا اور سہین سے کچھ کسی پر قرضہ نہ تھا اور اگر کبھی وہ اُسکی بابت کچھ اُسپر دعوی کرے تو باطل مردود ہوگا اور سب متفرق ہوے اور سب نے ایک دوسرے کے واسطے درک کی ضمانت کرلی اور گواہ کرلیے اور تحریر کو تمام کرے اور ایک جماعت مشائخ رح کے نزدیک یہ امام اعظم رح و امام محمد رح و امام ابو یوسف رح کے قول کے خلاف ہے کہ اصناف مختلفہ مین قرعہ ڈالکر تقسیم نہین جائز ہے اسواسطے کہ تقسیم مثل بیع کے ہے اور بیع بشرط قرعہ ڈالنے کے مثل کنکری پھینکنے وغیرہ کے ہے پس چاہیے کہ ایسی تقسیم کے آخر مین حکم حاکم لاحق کیا جاوے یہ محیط مین ہے اور اگر وارثون کے درمیان تقسیم واقع ہوا اور بعض اُن مین سے غائب ہو تو لکھے کہ گواہ لوگ گواہ ہوے تا این قول کہ فلانہ عورت مرگئی اور اُسنے وارثون مین ایک شوہر غائب مسمی فلان بن فلان اور ایک پسر صغیر مسمی فلان بھی چھوڑا اور ترکہ مین چنین وچنان مال جسکی قیمت اندازہ کرنے سے اسقدر ہوتی ہے چھوڑا اور فلان شخص بطریق نظر شرعی کے اُنکی جانب فلان حاکم اس غرض سے نائب مقرر ہوا کہ ترکہ مقسومہ میان ارثان مین سے حصہ غائب پر قبضہ کرلے اور اُسکے حاضر ہونے تک اُسکی حفاظت کرے اور ترکہ ان وارثون مین بفضل اللہ اللہ تعالے لائق تقسیم کیا گیا اور بقسمت صحیحہ تمام محدود واقع موضع فلان اس شوہر غائب اور اس صغیر مذکور کے حصہ مین آیا اور فلان غائب کے حصہ مین تمام چنین وچنان آیا پس اس نائب نے حصہ غائب مذکور بحکم نیابت مذکورہ بطور صحیح اپنے قبضہ مین کرلیا اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔

فصل نوزدہم۔ ہبات (جمع ہبہ) وصدقات کے بیان مین۔ اہل شروط نے ہبہ وصدقہ کی ابتدا تحریر کرنے مین اختلاف کیا ہے پس امام ابو حنیفہ و اُنکے اصحاب اسطرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر فلان بن فلان بخاری کی ہے اور شیخ یوسف بن خالد لکھتے تھے کہ یہ تحریر اسکی ہے کہ ہبہ کیا فلان بن فلان نے اور طحاوی رح لکھتے تھے کہ ہذا ما وہب فلان بن فلان۔ اور متاخرین اہل شروط اسی طرح لکھتے ہین جس طرح امام طحاوی لکھتے ہین کہ ہذا ما وہب فلان بن فلان انہ وہب من فلان اور امام محمد رح ہبہ و صدقہ مین ہبہ محوزہ وصدقہ محوزہ نہین لکھتے ہین اور عامہ اہل شروط اسکو لکھتے ہین اور اسکا لکھنا ضرور ہے اسواسطے کہ ہبہ بدون اسکے کہ مقبوضہ محوزہ (مجموعہ اپنے غیر تصرف مین کیا ہوا ۱۲) ہو ہمارے نزدیک نہین جائز ہے جبھی جائز ہے کہ جب مقبوضہ محوزہ ہو حتی کہ جو چیز محتمل قسمت ہو اُسمین ہبہ مشاع ہمارے نزدیک نہین جائز ہے بخلاف قول امام شافعی رح کے اور صحت ہبہ وصدقہ کیواسطے عامہ علماء کے نزدیک قبضہ شرط ہے بخلاف قول ابراہیم نخعی رح کے کہ وہ فرماتے ہین کہ اگر صدقہ کا اعلام کردیا تو جائز ہے اگرچہ اُسپر قبضہ نہوا ہو اور لکھے کہ یہ ہبہ صحیحہ جائزہ پھر اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر ایسا ہبہ جس سے ہبہ کرنے والا رجوع نہین کرسکتا ہے جیسے جورو و خاوند مین سے ایک نے دوسرے کو ہبہ کیا یا اپنے ذی رحم محرم مین سے کسی کو ہبہ کیا جیسے بالغ پسر یا بالغہ دختر یا اپنی مان یا بھائی یا بھائی کے بیٹے یا اپنی بہن کو ہبہ کیا یا نوافل ہمشیر کو یا دادا یا دادی یا چچا یا پھوپھی۔ یا ماموں یا خالہ کو ہبہ کیا تو ایسی صورت مین لکھنے ہبہ صحیحہ جائزہ کے لکھے بتۃ وبتلۃ یعنی قطعی ہے اور اس ہبہ سے واہب رجوع نہین کرسکتا ہے اور اگر ایسا ہبہ ہو جس سے رجوع کرسکتا ہو تو فقط بتۃ وبتلۃ لکھے اور اس سے زیادہ نہ لکھے اور شرح شروط الاصل مین لکھا ہے کہ ایسی صورت مین بتۃ وبتلۃ کا لفظ بھی نہ لکھے۔ صورت تحریر ہبہ بنا بر اختیار متاخرین کے یہ ہے کہ یہ تحریر ہبہ فلان بن فلان ہے کہ فلان نے اُسکو تمام دار مشتملہ بیوت واقع مقام فلان و اُسکے حدود بیان کرے پس یہ ابتداء ہبہ مذکورہ تحریر ہذا نے اس موہوب لہ مذکورہ

تحریر ہذا کو تمام یہ دار محدودہ مذکورہ مع اُسکے تمام حدود و حقوق و زمین و عمارت و سفل و علو کے مع اُسکے ستون و ہر قلیل و کثیر کے جو اُسمین اُسکے حقوق سے ہی اور مع ہر چیز کے جو اُسمین داخل اُسکے حقوق سے ہی اور مع ہر چیز کے جو اس سے خارج اس کے حقوق سے ہی ہبہ کیا ہبہ صحیح جائزہ نافذہ محوزہ مقسومہ فارغہ جسمین کسی طرح فساد نہین ہی بدون شرط عوض کے براہ صلہ و تبرع از واہب بحق موہوب لہ بسبیل تلجیہ و مواعدہ ہبہ کیا اور اس ہبہ کو اس موہوب لہ نے بالمواجہ اسی مجلس ہبہ مین قبول کیا اور اسی مجلس ہبہ مین اس موہوب لہ نے اسپر ایسی حالت مین قبضہ کیا کہ اس واہب نے یہ تمام اُسکو ہر مانع و شاغل و منازع سے خالی اُسکے سپرد کر کے اُسکے قبضہ پر موہوب لہ کو مسلط کر دیا پس یہ دار مذکورہ اس موہوب لہ کے قبضہ مین بسبب اس ہبہ مذکورہ کے ہی۔ اور یہ ہبہ نامہ و صدقہ نامہ مین یہ نہین لکھیگا کہ دونون مجلس عقد سے متفرق بدان متفرق ہوے واللہ تعالی اعلم۔ اور چاہیے کہ اس طرح تحریر کرے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان کو تمام دار منتہائے چہار حدود اُسکے حدود بیان کرے ہبہ کیا بدین طور کہ اسکو ہبہ صحیحہ جائزہ الی آخرہ یہ تمام دار مذکورہ مع اُسکے حدود و حقوق کے آخر تک بدستور مذکور لکھے واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر موہوب بلغ انگور ہو تو لکھے کہ مع اُسکے شرب و حقوق و عمارت و اشجار مثمرہ و غیر مثمرہ و درختان انگور و پودے و اوراق و اغراس و انہار و سواقیہ و شرب مع اُسکے مجاری و مسایل کے جو اُسکے حقوق سے ہی ہبہ کیا اور اگر درختون پر پھل موجود ہون یا کسی درخت پر ایسے پتے ہون جنکی قیمت ہوتی ہی جیسے فرصاد کے پتے تو اُسکا ذکر کر دینا ضرور ہی اسواسطے کہ بدون ذکر کے داخل نہونگے اور نہ داخل ہونے کی صورت مین ہبہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ یہ بوجہ اتصال ہبہ کے مانع ہونگے۔ اور اگر ہبہ بشرط عوض ہو تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان براے فلان بشرط عوض ہی جو اسمین مذکور ہی کہ فلان نے اُسکو تمام دار واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ جسمین رجوع نہین ہی بدین شرط ہبہ کیا کہ موہوب لہ اسکو تمام بلغ انگور واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان بعوض ہبہ جائزہ نافذہ محوزہ مفرغ مقبوضہ جس سے رجوع نہین ہی عوض دے پس موہوب لہ نے جسکو واہب نے ہبہ کیا ہی اُسکے ہبہ کو بدین شرط مذکور قبول کیا اور دونون مین سے ہر ایک نے جو چیز اُسکے واسطے اس ہبہ و تعویض مذکور کی وجہ سے ہوگئی ہی دوسرے کے سپرد اسکو خالی از موانع تسلیم و بقبضہ مسلط کرنے سے اپنے قبضہ مین کر لی پس تمام یہ دار بوجہ اس ہبہ کے واسطے اس فلان کے ہوا اور تمام یہ باغ انگور بوجہ تعویض مذکور کے اس فلان کا ہوا اور دونون مین سے کسی کو دوسرے سے جو چیز اُسکے قبضہ مین اس ہبہ و تعویض مذکور سے ہوگئی ہی رجوع کرنے کا اختیار نہین ہی دونون نے اس سب کا اقرار کیا اور دونون نے اپنے اقرار پر ان لوگونکو گواہ کر دیا جنھون نے اپنا نام اس تحریر کے آخر مین ثبت کیا ہی اور یہ تاریخ فلان از ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر ہبہ بدون شرط عوض کے ہو لیکن موہوب لہ نے واہب کو اُسکے ہبہ کا عوض دیا تو یون لکھے کہ یہ تحریر اُس عوض کی ہی جو فلان نے فلان کو اُسکے دار کے بدلے مین دیا ہی جو اُسنے اسکو ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہی اور اسکی بابت دونون نے ایک تحریر لکھی ہی جسکی نقل یہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پس ہبہ نامہ کو اول سے آخر تک نقل کرے پھر لکھے کہ پھر اس موہوب لہ فلان نے اس فلان واہب کو اُسکے اس ہبہ کے عوض یہ مال دیا اور واہب مذکور نے اُسکی طرف سے قبول کر کے اُسکے سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کر لیا پس اس واہب کو اس موہوب مین رجوع کرنے کا اختیار نہ رہا اور اس موہوب لہ کو اس عوض مین جو اُسنے دیا ہی رجوع کرنے کا اختیار بھی نہین

رہا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا اور اگر موہوب ایسی چیز ہو جو قابل قسمت نہیں ہے اور اس میں سے کسی قدر مشاع ہبہ
کی گئی جیسے رقیق و حیوان و موتی وغیرہ تو اُسکا ہبہ بلا خلاف جائز ہے اور لکھے کہ یہ تحریر ہے ہبہ فلان برائے فلان
ہے کہ اُسنے فلان چیز کے دو سہام میں سے سہم واحد مشاع اور وہ نصف ہے آخر تک بدستور معلوم تحریر کرے - اور اگر
قابل قسمت چیز میں سے نصف مشاع مثلاً ہبہ کیا جیسے اراضی و باغ انگور و دار وغیرہ تو ہمارے نزدیک اُسکا ہبہ
فاسد ہے بخلاف قول امام شافعی رح کے کہ اُنکے نزدیک جائز ہے پس اگر ایسے ہبہ کی تحریر لکھے تو اُسکے آخر میں حکم
حاکم لاحق کر دے کہ فلان حاکم نے حکام مسلمین میں سے بعد خصومت معتبرہ کے جو اُسکے سامنے ان دونوں متہاتبین
کے درمیان واقع ہوئی ہے اس ہبہ کی صحت کا حکم دیدیا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا دار دو آدمیوں کو ہبہ کیا
تو امام اعظم رح کے نزدیک خواہ مساوی ہبہ کیا ہو یا بتفاوت ہبہ کیا ہو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر مساوی ہبہ
کیا تو جائز ہے اور اگر بتفاوت ہبہ کیا تو نہیں جائز ہے اور امام محمد رح کے نزدیک دونوں طرح جائز ہے اور اسکی تحریر کی
صورت یہ ہے کہ یہ تحریر ہبہ فلان برائے فلان و فلان ہے کہ اُسنے تمام دار مشتملہ بیوت و حجرات واقع مقام فلان محدودہ
بحدود و جنان مع اُسکے سب حدود و حقوق کے الی آخرہ بصفقہ واحدہ نصفا نصف دونوں کو ہبہ جائزہ نافذہ
محوزہ مقبوضہ ہبہ کیا اور دونوں نے ایک ساتھ اُس سے اس محدودہ مذکورہ کا ہبہ قبول کیا اور یہ دونوں نے
ایک ساتھ اس دار محدودہ مذکورہ پر اس واہب کے اسکو ان دونوں کو سپرد کرنے اور دونوں کو اسپر مسلط کرنے سے
مجلس ہبہ میں قبضہ کر لیا پس یہ دار بحکم اس ہبہ کے ان دونوں کے قبضہ میں دونوں میں نصفا نصف مملوک ہے اور
اسکے آخر میں حکم حاکم لاحق کرے - اور اگر دو آدمیوں نے ایک دار بصفقہ واحدہ ایک شخص کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر
ہبہ فلان و فلان برائے فلان ہے کہ دونوں نے اُسکو تمام وہ چیز ہبہ کی جسکی نسبت دونوں نے بیان کیا ہے کہ یہ ہماری
آدھی آدھی یا برابر یا تین تہائی مملوک ہے کہ تہائی فلان کی اور دو تہائی فلان کی ہے اور یہ چیز تمام دار واقع مقام
فلان ہے اسکو ہبہ صحیحہ محوزہ مقبوضہ دونوں نے ہبہ کیا اور موہوب لہ نے ان دونوں مجموع سے یہ ہبہ قبول کیا اور
دونوں سے لیکر اس دار مذکورہ پر اس طرح قبضہ کیا کہ دونوں نے ایکبارگی یہ دار مذکورہ اُسکو سپرد کیا اور اسپر قبضہ کرنے
پر مسلط کیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا - اور اگر کسی نے کسی صغیر اجنبی کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ فلان برائے
صغیر فلان بن فلان ہے کہ اُسکو یہ چیز ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ محوزہ مقبوضہ ہبہ کی اور اس صغیر کے باپ فلان بن فلان
نے یہ ہبہ واسطے اپنے صغیر پسر مذکور کے بولایت پدری قبول کیا - اور اگر اس صغیر کا باپ نہو ماں ہو تو لکھے کہ اس
صغیر کی ماں فلانہ نے یہ ہبہ اپنے اس صغیر کیواسطے جو اُسکی پرورش میں ہے اور اُسکا باپ مر گیا ہے اور اُسکا کوئی وصی
نہیں ہے قبول کیا اور اگر صغیر کی ماں بھی نہو اور وہ اپنے چچا یا ماموں کسی قریب کی پرورش میں ہو تو لکھے کہ صغیر کے
چچا فلان نے یا ماموں فلان نے صغیر کیواسطے یہ ہبہ قبول کیا اور حال یہ ہے کہ اُسکا باپ نہیں ہے اور نہ وصی ہے
جو اُسکے امور کا متولی ہو اور اگر صغیر مذکور عاقل ممیز ہو تو لکھے کہ اس صغیر نے یہ ہبہ قبول کیا درحالیکہ وہ
عاقل ممیز ہے اور اُسکا باپ مر گیا ہے اور اُسکا کوئی وصی نہیں ہے جو اسکے امور کا متولی ہو اور نہ اُسکا کوئی ایسا
قریب ہے جسکی پرورش میں ہو اور اس موہوب لہ نے یہ مال ہبہ اس سبب سے کہ اُسکو خالی از مانع و منازع سپرد
کرنے سے اپنے قبضہ میں کر لیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا اگر کسی شخص نے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کیا تو لکھے

کہ یہ تحریر ہبہ فلان واسطے اپنے فرزند صغیر فلان کے ہے کہ اُسکو تمام دار واقع مقام فلان محدود حد چنین وچنان الی آخرہ ہبہ کیا اور یہانتک کہ قبضہ کا ذکر آوے تو لکھے کہ اس باپ نے اس صغیر کیواسطے بسبب ولایت پدری اپنی ذات سے لیکر قبضہ کر لیا اور امام نجم الدین نسفی رحمہ نے اپنے شروط مین باپ کا قبضہ کرنا ذکر کیا ہے اور امام محمد رحمہ نے شروط الاصل مین باپکا قبضہ ذکر نہین کیا ہے اور شیخ نجم الدین رحمہ نے فرمایا کہ اسواسطے ذکر کر دیا جاوے کہ ہبہ باپ کے قبضہ مین ہے اور باپ کا قبضہ صغیر کے قبضہ کا نائب ہوگا اور شیخ الاسلام رحمہ نے الاصل مین فرمایا کہ یہ صورت اور قبضہ اسواسطے ہوتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ کیا ہبہ کیا ہے اور اسی طرح امام محمد رحمہ نے اس ہبہ مین باپ کا قبول کرنا بھی ذکر نہین کیا اسواسطے کہ آدمی جو کچھ اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے اسمین قبول شرط نہین ہے اور شیخ نجم الدین نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ماں نے ہبہ کیا اور باپ مر چکا ہو تو قبضہ ماں کا ذکر کرے اور کتابت کی یہی صورت ہے واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر ایک شخص نے اپنا قرضہ قرضدار کے سوائے دوسرے کو ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ تحریر ہبہ زید برائے عمرو ہے کہ زید نے عمرو کو اپنا تمام قرضہ جو اُسکا بکر پر آتا ہے جسکی بابت بتاریخ فلان بگواہی فلان و فلان دستاویز لکھی ہے بسبب قبضہ اُسکو ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور عمرو کو مسلط کر دیا کہ بکر سے اسکا مطالبہ کرے اور اسکی بابت اُس سے مخاصمہ کرے اور اگر وہ منکر ہو تو اسکو اُسپر ثابت کرے اور اپنے واسطے اسکو اُس سے یا اُس شخص سے جو ادائے قرضہ مذکور مین بکر کے قائم مقام ہو وصول کر لے اور عمرو نے یہ ہبہ اور تمام وہ امور جو اسکی طرف اس ہبہ نامہ مین منسوب کیے گئے ہین قبول کیے۔ اور اگر قرضدار کو قرضہ ہبہ کیا تو لکھے کہ یہ ہبہ فلان برائے فلان ہے کہ اُسکو اپنا تمام قرضہ جو اُسپر آتا ہے اور وہ اسقدر ہے ہبہ صحیحہ ہبہ کیا اور فلان نے اُس سے یہ ہبہ بقبول صحیح قبول کیا۔ اور اگر عورت نے اپنا مہر اپنے خاوند کو ہبہ کیا تو لکھے کہ فلانہ عورت نے اپنا تمام مہر جو اُسکا اُسکے شوہر فلان پر ہے اور وہ اسقدر ہے ہبہ صحیحہ بطور صلہ و مراعات حق شوہری بدون شرط عوض کے ہبہ کیا اور اُسکو اس سے بابراء صحیح بری کیا پس اُسنے اس عورت کا ہبہ اور یہ ابراء بالمواجہ قبول کیا اور عورت مذکورہ کا اس شوہر پر بعد اس ہبہ و ابراء کے اس مہر مین سے کچھ قلیل و کثیر نہین رہا پس اگر بعد اسکے کبھی اسمین سے کچھ دعوے کرے تو اُسکا دعوی باطل و مردود ہوگا پس شیخ نجم الدین رحمہ نے اپنے شروط مین اسکی تحریر اسی طریق سے لکھی ہے اور جسپر قرضہ ہے اُسکا ہبہ قبول کرنا شرط کیا ہے اور ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے اور ایسا ہی واقعات ناطفی مین مذکور ہے اور عامہ مشائخ نے شرح کتاب الکفالت اور شرح کتاب الہبہ مین ذکر کیا کہ قرضہ اُسی قرضدار کو ہبہ کرنا بدون قبول کے تمام ہو جاتا ہے۔ اور یہ سبب حق اصیل مین ہے لیکن حق کفیل مین بالاتفاق یہ بات ہے کہ جو قرضہ اُسپر ہے اگر اُسکو ہبہ کیا تو بدون قبول کے ہبہ تمام نہوگا اور اگر اپنا دار یا کوئی اور چیز کسی فقیر کو صدقہ دے تو لکھے کہ یہ تحریر تصدق فلان بر فلان ہے کہ اپنا پورا دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان مع اُسکے حدود و حقوق کے بصدقہ صحیحہ جائزہ نافذہ اُسکو صدقہ دیدیا جسمین فساد نہین ہے اور نہ رجعت ہے اور نہ شرط عوض ہے خالصتہ لوجہ اللہ تعالے و طلب رضائے او تعالے و بامید ثواب و خوف عقاب صدقہ دیدیا ہے۔ اور اس متصدق علیہ نے تمام اس دار محدودہ پر بحکم صدقہ مذکورہ اس متصدق کے سپرد کرنے سے قبضہ کر لیا اور ہمنے متصدق کے سپرد کرنے سے متصدق علیہ کا قبضہ کرنا شرط کیا اُسی وجہ سے جو ہمنے ہبہ کی صورت مین بیان کر دی ہے پھر لکھے کہ بعد اس صدقہ و سپرد کرنے کے اس متصدق کا اسمین کوئی حق و دعوی و خصومت و مطالبہ کسی وجہ سے نہین رہا اور بعد اسکے اگر کبھی یہ متصدق اسمین کوئی دعوے کرے تو وہ باطل و مردود ہوگا آخر تک۔ کذا فی الذخیرہ پس صدقہ کی صورت مین

جنت حق ہو اور دوزخ حق ہو اور راہ صراط حق ہو اور قیامت ضرور آنے والی ہو اسمین کچھ شک نہین ہو اور اللہ تعالیٰ قبرون کے مردون کو اُٹھاویگا وانہ قد رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و بالقرآن اماما و بالکعبۃ قبلۃ و بالمؤمنین اخوانا علی ذلک حیی و علی ذلک یموت و علی ذلک یبعث انشاء اللہ تعالیٰ یتقرب الی اللہ ان یتم علیہ فی ذلک نعمتہ وان لایسلبہ ولا یذہب لہ بالتوفیق حتی یتوفاہ الیہ فان الملک بیدہ الخیر وہو علی کل شئی قدیر ویشہد ان یخرج من ہذہ الدنیا الغدارۃ المکارۃ الخداعۃ تائبا الی اللہ تعالیٰ نادما علی ما فرط فیہا مشفقا علی ما قصر فیہ مستغفرا من کل ذنب زالۃ بدرت منہ موکلا من خالقہ ورازقہ تبارک اسمہ قبول توبتہ وان لایعنہ حیا عفوہ ومغفرتہ اذ وعد ذلک عبادہ فیما انزل علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال وہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیاٰت وقولہ صدق ووعدہ حق وسبقت رحمتہ غضبہ ہو الغفور الرحیم - اور اپنے پسماندگان وارثان وو دوستان و اولیاء کو اور جو میری بات کو مانے یہ وصیت کرتا ہون کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت عابدون مین شامل ہوکر کرو اور اسکی حمد اسکی حمد کرنے والون مین داخل ہوکر کرو اور جماعت مسلمین کیواسطے خیرخواہی کرو اور ڈرو اللہ تعالےٰ سے جیسا چاہیے ہو اور آپس مین درمیان اصلاح رکھو اور اللہ تعالیٰ و آسکے رسول کی فرمانبرداری کرو اگر تم مؤمنین ہو اور تمکو وہی وصیت کرتا ہون جو ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنے فرزندون کو کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے دین برگزیدہ کیا ہو اور وہ اسلام ہو لیس تم نہ مرنا الا در حالیکہ تم مسلمان ہو - اور تمکو وصیت کرتا ہون کہ پوشیدہ و ظاہر و قول و فعل مین اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور اسکی فرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اسکی نافرمانی سے باز رہو اور دین کو اور نماز کو اچھی طرح قائم کرو اور دین مین مختلف نہو - اور وصیت کرتا ہون کہ اگر مجھکو حادثہ موت پیش آوے جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندون کے درمیان بعدل مقرر کیا ہو اور اپنی مخلوقات پر حتمی کردیا ہو کسی کو اُس سے چھٹکارا و نجات نہین ہو بلکہ اللہ تعالےٰ نے بندہ کے واسطے سب سے بہتر دن وہی مقرر کیا ہو جسدن وہ اپنے پروردگار سے ملیگا تو تم لوگ پہلے میرے ترکہ مین سے تجہیز و تکفین و تدفین کرو اور تین روز تک اہل تعزیت کو بطور معروف موافق سنت کے بدون اسراف و تبذیر و بخیلی کے نفقہ دو اور پھر لوگون کے جو قرضہ مجھپر ہین وہ ادا کردو پھر لوگون سے میرے قرضہ وصول کرو اور ودیعتین وامانتین جن لوگون کی میرے پاس ہین سب واپس کردو اور میرے تہائی مال سے میری وصیتین نافذ کرو اور اسمین کچھ تغیر و تبدل نکرو فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ان اللہ سمیع علیم اور مین اقرار کرتا ہون کہ مجھپر فلان کا اتنے درم قرضہ بدستاویز قبالہ مورخہ تاریخ فلان ہو اور فلان کا اسقدر قرضہ بغیر قبالہ ہو اور فلان کا اسقدر بدین سبب ہو اور میرے جو قرضے لوگون پر ہین از انجملہ فلان پر اسقدر بذریعہ دستاویز مورخہ تاریخ فلان ہو و فلان بن فلان پر اسقدر ہو اور اعیان اموال جو اسکی ملک مین ہین پس دار واقع مقام فلان اسکے حدود بیان کردے اور باغ انگور واقع مقام فلان اس کے حدود بیان کردے اور اراضی واقع دیہ فلان اور اسکے حدود بیان کردے اور دو کانین واقع بازار فلان اور اُنکے حدود بیان کردے اسی طرح تمام عقارات کو بیان کردے اور غلامون مین سے اتنے اور باندیون مین سے اتنی باندیان ان سبکے نام و حلیہ بیان کردے اور سونے و چاندی مین اتنا اتنا اور حیوانات مین چنین و چنان از مال تجارت دو کانون و حجرہ مین اتنا اتنا اور دار مین ظروف پیتل و مسینی اور خشب کے اتنے اتنے

ہین اور فروش و اسباب و متاع بیت و کیلی و وزنی سب بیان کردے پس اُسکا تمام مال لیعیان مذکورہ مفصلہ ہین انکے سولے نہین ہین پس وصیت کرتا ہون کہ اس مین سے پہلے میرا قرضہ ادا کیا جاوے پھر لوگون پر جو میرا قرضہ آتا ہو وہ وصول کیا جاوے پھر مبلغ ترکہ دیکھا جاوے کہ اہل عدل و امانت و صدق مقال مین جو لوگ مشہور ہین کہ انکو اندازہ کرنے کا ملکہ ہو اُنسے قیمت اندازہ کرائی جاوے پس اِسمین سے پوری تہائی نکالی جاوے یا لکھے کہ اسمین سے اسقدر درم اُسکی وصیتون کے واسطے نکالے جاوین پس ان مین سے فلان شخص کو جسنے اپنی طرف سے حج وعمرہ کیا ہو دیا جاوے تاکہ وہ موصی کی طرف سے حج وعمرہ بوصف قران ادا کرے یا لکھے کہ حج وعمرہ بوصف تمتع ادا کرے یا لکھے کہ حج وعمرہ بافراد ادا کرے اور اسقدر دیا جاوے کہ موصی کے گھر سے جاکر واپس آنے تک اُسکے طعام و لباس و سواری و تمام اخراجات ضروریہ کے واسطے جنکی حاجیون کو ضرورت ہوتی ہو کافی ہو وے یا فلان کو دیے جاوین کہ وہ اس موصی کی طرف سے حج کرے پس اگر فلان مذکور اس سے انکار کرے تو وصی کو چاہیے کہ لوگون مین سے جسکو پسند کرے اس سے یہ کام لے کہ وہ موصی کی طرف سے حج کرے پس ایسا شخص اختیار کرے جو اسکے لائق ہو کہ وہ مرد عفیف ثقہ ہو جسنے حج وعمرہ ادا کیا ہو پس اُسکو آمدورفت کا خرچہ بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے دیدے اور نفقہ اسقدر درم دے پس اگر اسمین سے کچھ باقی رہجاوے تو وہ اُسکے واسطے وصیت ہوگا اور اگر چاہے کہ مامور بحج کو گنجائش دے تو لکھے کہ اور مامور بحج کو اجازت دیدی کہ جب اُسکو کوئی مرض یا مانع ایسا پیش آجاوے جو اسکو پورا کرنے سے مانع ہو تو وہ باقی مال ایسے شخص ثقہ کو دیدے جو اس کام کو پورا کر سکتا ہو پس اُسکو حکم کرے کہ جو کام اسپر پورا کرنا تھا وہ پورا کردے اور اسمین اُسکو اپنے قائم مقام کردے جو وہ کریگا وہ جائز تصور ہوگا اور اُسکو اجازت دیدے کہ اُسکا جی چاہے ان درمون کو اپنے یا اپنے رفیقون کے درمون مین ملا وے یہ امر اسکے تفویض کردے اُسپر تنگی نکرے۔ اور اگر موصی پر اتنی مدت کے نماز ہاے فریضہ ہین ان مین سے ہر نماز کے واسطے نصف صاع گندم یا ایک صاع شعیر یا ایک صاع خرما یا اسقدر نقد جو ان مین سے کسی کی قیمت پوری ہوئی ہو مسلمان مسکینون کو دیدے اور جو اسپر زکوٰۃ باقی ہو اُسکے واسطے اسقدر درم فقیرون کو دیدے اور اسقدر درمون سے استقدر رقبات سالم از عیوب خریدے اور اُنکو موصی کی کفارات قسم یا لکھے کہ کفارات ظہار یا کفارات شکست روزۂ رمضان[توڑنے سے ۱۲] کے واسطے آزاد کرے اگر وصیت کی کہ تعمیر فلان پل مین اسقدر و فلان رباط مین اسقدر و فلان مسجد کے بوریے و پیال و روغن چراغ کے واسطے اسقدر صرف کیا جاوے اور اتنی بکریان یا گائین یا اونٹ سالم از عیوب خریدے جاوین پس بروز بقر عید اُنکی قربانی کردی جاوے اور انکا گوشت و پوست و چربی و سری و پایے اور اوجھڑی وغیرہ جس سے انتفاع حاصل کیا جاتا ہو فقیر و مسکینون کو صدقہ دیدیے جاوین اور طالب و ذابح و سلاخ کی اجرت دیدی جاوے اور وصی کو گنجایش دیدے کہ وصی کو اختیار ہو کہ جسکو چاہے دے اور جسکو چاہے نہ دے اور جسکو چاہے زیادہ دے اور جسکو چاہے کم دے بعد از انکہ اُسکا قصد بطرز صواب وحصول ثواب ہو اور وصی کو اختیار ہو چاہے خود اسمین سے بطور معروف کھاوے اور اپنی عیال مین سے جسکو چاہے کھلاوے اور اتنے مین روٹیان خریدے اور اسکی وفات کے وقت فقیرون و مسکینون کو صدقہ کردے اور

ایام گرما مین ہر جمعہ کے روز فلان سقایہ مین برف کا پانی رکھے کہ راہ گیر و مسافر اُس سے پئین اور فلان مدرسہ کے طالب علمون کو اسقدر درم تقسیم کرے اور وہان کے مدرس کو کم و بیش دینے کا اختیار ہے اور اسقدر کپڑے خرید کر فقیرون و مسکینون کو بانٹ دیے اور فلان کو اتنے درم دیدے اور فلان کو اُسکا وہ تہبند دیدے جو ایسا ہی اور فلان کو اُسکا عمامہ و نوزیرہ دیدے اور فلان کو اُسکا بچھونا و لحاف دیدے اور جنمیں وہ بیٹھا کرتا تھا وہ قالین غیرہ فلان مسجد مین لیجاکر وقف رکھے تاکہ جس روز فلان وعظ فرماتا ہی منبر پر اُسکے نیچے بچھایا جاوے اور اسی واسطے رکھ چھوڑا جاوے اور اس فلان واعظ کے بعد بھی جو شخص اُس مسجد مین وعظ فرمانے کے واسطے ہو اُسکے لیے رکھا جاوے پس یہ سب صورتین بھی اگر مجتمع ہون تو اُنکو تحریر کرے اور اگر کوئی بات اسنے زیادہ ہو تو تحریر مین بڑھائی جاوے اور اگر کم ہو تو تحریر مین گھٹائی جاوے اور اُسکے عدد وصایا کے بعد لکھے کہ اس موصے کو اختیار ہی کہ اپنی وصایا مین جو اُسنے تہائی مال مین کی ہین تغیر کرے اور جس سے چاہے رجوع کرے اور جس مین چاہے جسقدر کمی کردے اور جن لوگون کے واسطے وصیت کی ہی اُنمین سے جسکو چاہے بدل دے پھر اگر مرگیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہی اُسی موافق اُسکی وصیتین نافذ کردی جاوینگی اور بعد وصیت کے بعد جو کچھ اُسکا مال باقی رہجاوے وہ اُسکے وارثون فلان و فلان کے درمیان بفرائض الٰہی تقسیم ہوگا کہ فلان کو اتنا اور فلان کو اتنا یعنی سہام معلومہ ششم وسوم و چہارم و ہشتم و نصف و باقی۔ اور اُسنے اِس سب کے واسطے اور اپنی وفات کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے اور اپنی اولاد خردسال یا ولد خردسال یا وفرزند خردسال جیسا ہو اُسکے امور کے واسطے فلان شخص کو وصی مقرر کیا جسکی دیانت و صیانت و امانت و کفایت و شفقت اُسکے ذہن نشین ہی اور فلان نے اُس سے اس وصایت کو بالمواجہہ بالمشافہہ بقبول صحیح قبول کیا اور دونون نے اپنے نفس پر اس سب کے گواہ کرلیے جنکا نام آخر تحریر مین مثبت ہی اور کبھی اس مقام پر یہ عبارت بڑھائی جاتی ہی کہ اور اُسکو وصیت کی کہ اس سب مین جو موصی اور اپنے واسطے نظر رکھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اُسکے غضب کا خیال رکھے اور اپنے پوشیدہ و ظاہر پر اللہ تعالیٰ کو خبردار جانے اور اس موصی نے جو کچھ اُسکی طرف عہد کیا ہی اور جسکا اُسکو حکم کیا ہی خلاف نکرے اور اس موصی نے بیان کیا کہ یہ اُسکی آخر وصیت ہی اور جو وصیت اُسنے اس سے پہلے کی ہو رجوع کیا اور اُسکو باطل و فسخ کردیا اور یہ وصی آخری وصی ہی جسکو مقرر کیا ہی اُسکے سوائے اُسکا کوئی وصی نہین ہی اور ہر وصی جو اس سے پہلے ہو یہین نے اُسکو وصایت سے خارج کردیا اور اس موصی نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان کو اپنے وصی اس فلان پر مشرف کیا ہی حتی کہ بدون اُسکے علم و اجازت کے کوئی کام و کوئی تصرف نکرے اور اگر اُسنے کوئی بات اُسکے بدون علم و اجازت کے جاری کی تو وہ باطل و مردود ہوگی اور اس سب کے اپنے نفس پر گواہ کرلیے اور تحریر کو ختم کردے اور کبھی اس مین مبالغہ کیا جاتا ہی پس اسطرح لکھا جاتا ہی کہ اُسنے اپنی ... فلان مسند کہین اور اُسکو بعد اپنی وفات کے اپنے تمام ترکہ کا اور اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور جو اُسپر قرضہ ہین اُنکے ادا کرنے کا اور اپنی وصایائے مذکورہ کے نافذ کرنے کا انکا نافذ کرنا اُنمین سے اُسکے نزدیک بہتر ہے و اجب ہو اور اپنے ہر خردسال اولاد کے متولی ہونے کا وصی کیا اور جن امور کی اُسکو وصیت کی ہو جنکا ذکر کیا گیا اُنمین جسطرح اپنی زندگی مین خود ہی بعد وفات اپنے کے اُسکو اپنے قائم مقام کیا اور ان باتون مین سے جس بات کیواسطے چاہے اپنی حیات مین اور اپنی وفات کے بعد جسکو چاہے وکیل کرے

مین سے اپنی پسند رائے پر مقرر کرے اور جب چاہے مقرر کرے جتنی دفعہ چاہے مقرر کرے اور اس سب مین اُسکے
امور جائز متصور ہونگے اور بدین شرط کہ جسکو ان امور مذکورہ مین سے کسی امر کی ولایت بعد موت اس موصی کے
حاصل ہوئی وہ از جانب موصی مذکور ہوگی پس وکیلون اور وصیون مین سے جسکو اس وصی نے متولی مقرر کیا اُسکو
اختیار ہوگا کہ جسکو چاہے وکیل و وصی مقرر کرے اور اُسکو وکیلون و وصیون کے بدل دینے کا بھی اختیار ہوگا
اُسکے تصرفات اُسی طرح جائز ہونگے جیسے اس وصی کے ہین جسکو اُسنے مقرر کیا ہے حتی کہ وہ باقی قرضہ ادا کریگا
اور لوگون پر جو باقی قرضہ رہ گئے ہونگے اُنکو وصول کریگا اور باقی ترکہ پر قبضہ کریگا پس اس سب وصیت کو اس
وصی نے بالمواجہہ خطابًا قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر کسی شخص کے واسطے وصایت کی کہ اگر اُسکا بیٹا فلان
بالغ ہونے پر صالح ہو تو وہ وصی ہوگا تو وصی کے اُسکو قبول کرنے سے پہلے تحریر کرے کہ وصیت کی کہ اگر اُسکا
بیٹا فلان جب بالغ ہو تو صالح ہو اور اس وصایت کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اُسکا متولی ہو اور اُسنے اس وصایت
کو جس طرح اُسکے باپ نے وصیت کی ہے قبول کیا تو وہی اس سب کا وصی ہوگا۔ اور اگر دو شخص وصی مقرر کیے تو
لکھے کہ فلان و فلان کو اُسکا وصی مقرر کیا کہ اُسپر جو قرضہ ہین اُنکو ادا کرین اور اُسکی وصیتین نافذ کرین اور اُسکے
تمام امور کے اُسکی موت کے بعد متولی ہون کہ دونون اکٹھا اس سب کو انجام دین اور تنہا تنہا انجام دین پس ہر
ایک ان دونون مین سے جائز الوصیت و نافذ الامر اس سب مین ہوگا اور اگر کہا کہ دونون
اُسکو انجام دین پس اگر ایک نے اعیان مین اور دوسرے نے دیون یا ایک نے بعض امور مین اور دوسرے نے
بعض امور مین یا ایک نے اس بیٹے کے تولی کا اور دوسرے نے [قرضہ وَین وغیرہ] دوسرے بیٹے کے تولی کا کام انجام دیا پس اگر
اُسنے مطلق چھوڑا ہو تو دونون اُسمین وصی ہونگے اور اگر اُسنے خصوصیت کر دی تو تخصیص کے موافق ہوگا اور اسکو
یون لکھنا چاہیے کہ فلان کو اپنے قرضہ ادا کرنے کیواسطے خاصةً وصی کیا کہ بعد اُسکی موت کے اُسکے قرضہ ادا کرے
سوائے دوسرے کامون کے اور فلان کو وصی کیا کہ خاصةً اُسکی وصیتین نافذ کرے سوائے دوسرے امور کے
تاکہ ہر ایک اُنمین کا کام بین العدل والانصاف قیام کرے جسکی اُسکو وصیت کی ہے پس دونون نے اس بات کو بالمواجہہ قبول
کیا اور فلان کو بعد موت اپنی کے ہر مالی عین کی حفاظت کے واسطے اور اُسکے مصالح کی پرداخت کیواسطے خاصةً وکیل
کیا نہ اُسکے سوائے دوسرے امور کے لیے۔ اور فلان کو اپنے تمام متروکہ شہر فلان کے عین و دین کے واسطے اور اُسپر
قبضہ و وصول کرنے و اُسکے حفاظت کرنے و اُسکی درستی و اصلاح پر قائم ہونے کی وصیت کی اُسکے سوائے دوسرے
امور کی نہین ایسا ہی شیخ نجم الدین نسفی رح نے ذکر فرمایا ہے اور جاننا چاہیے کہ اگر کسی شخص کو اپنے مال مین وصی کیا
تو وہ اُسکے مال و اولاد کا وصی ہوگا اور اگر ایک شخص حاضر کو وصی کیا پھر ایک غائب کو جب وہ آوے وصی کیا
تو لکھے کہ اُسنے فلان کو اپنی موت کے بعد اپنے قرضہ ادا کرنے اور اپنے قرضہ وصول کرنے اور اپنی وصیتین نافذ
کرنے اور تمام امور کے واسطے وصی کیا تاکہ بعدل و انصاف اسپر قیام کرے یہانتک کہ فلان جگہ سے فلان
غائب آجاوے اور جب وہ آجاوے تو وہی وصی ہوگا یہ حاضر نہوگا پس وہی اپنے آجانے کے بعد بعدل و
انصاف کام کریگا یہ حاضر نکریگا۔ اور اگر وصیت کئی آدمیون مین بدینطور ہو کہ فلان و فلان و فلان کو وصی کیا
تاکہ یہ سب جبتک زندہ ہین اُسکے ترکہ کے امور مین کام انجام دین اور یہ سب حاضر ہین تندرست ہین اور ان مین سے

کوئی بدون دوسرے کے کام نکرے اور ان مین سے جو کوئی مرجاوے یا مریض ہو کر عاجز ہو جاوے یا سفر
کر جاوے تو ان مین سے باقی کو بوصیت پوری ولایت تصرف حاصل ہوگی وہ اس سب امور مین بعدل و انصاف
کام انجام دے اور سبھون نے اس سے اس وصایت کو قبول کیا۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے حضر مین ایک شخص کو وصی
کیا پھر اس موصی نے سفر کیا اور سفر مین مرگیا اور ایک دوسرے شخص کو وصی کیا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا
کہ اُسنے حضر مین چند وصیتین کی تھین اور عمرو کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے انجام دہی کے واسطے وصی کیا تھا اور
اُس نے اس وصایت کو بالمواجہ قبول کیا تھا اور اسمین وصایت کا ایک وصیت نامہ تاریخ فلان گواہی جماعت گواہان
عادل تحریر کیا تھا پھر اسکو سفر پیش آیا اور اپنے وصی مذکور کے پاس سے غائب ہوا اور سفر مین اسکو موت پیش آئی
پس اُسکو ضرور ہوا کہ کسی دوسرے کو وصی کرے پس اُسنے بکر کو وصی کیا کہ اُسکو تمام امور متعلقہ سفر ہذا کے درمیان
مین قیام کرے اور اُسکے قرضہ ادا کرنے کے بعد اُسکے اس سفر کے مال سے تہائی مین جو اُسنے وصیت کی نافذ کرے پھر
ما بقی کی حفاظت کرے اور اسکو اُسکے پہلے وصی کو جسکو حضر مین وصی کیا ہے سپرد کر دے تاکہ وصی اول بدون تغیر و تبدل
کے بعدل و انصاف اُسکی وصیت پر قیام کرے اور اس وصی نے اسکو اس سے بالمواجہ قبول کیا۔ نوع دیگر ایسے دار کے
خریدنے کے بیان مین جسکے خریدنے کے واسطے موصی نے خرید کر کے اُسکی طرف سے وقف کر دینے کی وصیت کی تھی۔ زید وصی
عمرو نے جو اُسکی موت کے بعد اُسکے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ ثابتہ وصی ہے اس موصی کے تہائی مال سے اُسکی طرف سے
وقف کرنے کے واسطے بحکم اُسکی وصایت کے فلان سے تمام چیز مذکورہ ذیل خریدی تاکہ موصی کی طرف سے اسکو بوجوہ معلومہ
جنکے واسطے اس موصی نے وصیت کی ہے وقف کرے اور وہ تمام دار مشتملہ چنین و چنان واقع مقام کذا تحدود و بحدود کذا و کذا
ہے پس اس مشتری وصی مذکور نے اپنے موصی کے واسطے بحکم اُسکی وصایت کے اُسکے تہائی مال سے یہ تمام دار محدود مذکور
اس بائع سے مع اُسکے حدود و حقوق۔ یہانتک کہ باہمی قبضہ کے بیان تک پہونچے پس لکھے کہ اور اس بائع نے اس مشتری سے
تمام یہ ثمن مذکور اس مشتری کے پاس سے اپنے موصی کے تہائی مال سے ادا کرنے سے لیکر قبضہ کیا آخر تک بدستور معلوم تمام کرے
اور لکھے کہ اس تحریر مین مشتری کے اقرار سے شروع کیا جاتا ہے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا اسبات کے گواہ ہوئے کہ زید نے عمرو
کو اپنی موت کے بعد اپنے تمام امور کے واسطے بوصیت صحیحہ وصی کیا اسنے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان سے تہائی مال
اس موصی سے بوجہ اُسکی وصیت کے کہ بوجوہ معلومہ جنکا اُسنے اپنے وصیت نامہ مین ذکر کیا ہے وقف کیا جاوے تمام دار واقع
مقام فلان خریدا۔ اور اس وصی نے اقرار کیا کہ مین نے اس بائع سے تمام دار مع اُسکے حدود کے تہائی مال اس موصی سے
بوجہ اُسکی وصیت وقف کے خریدا اور اس بائع نے اس سب مین اُسکی تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے اور کبھی اس تحریر مین
اقرار بائع سے شروع کیا جاتا ہے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے تمام دار واقع مقام فلان کو فلان وصی فلان کے
ہاتھ جو اُسکی موت کے بعد اُسکے تمام امور کا بوصیت صحیحہ وصی ہے فروخت کیا اور اس موصی نے اس وصی کو وصیت کی تھی
کہ یہ دار اُسکے تہائی مال سے خرید کر کے اُسکی طرف سے اسکو وقف کر دے اور تحریر کو ختم کرے وجہ دیگر آنکہ فلان وصی
فلان نے جو ثابت الوصایت ہے اپنے اس موصی کے مال سے بوجہ اُسکے حکم کے کہ اُسنے اپنی زندگی مین اسکو حکم دیا تھا
کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکی طرف سے اسکو بوقف صحیح دائمی فقیرون پر وقف کرے خرید کیا بنا بر شرط امر وقف کرنے دار
کے جس طرح اُسنے اپنے وصیت نامہ مین تحریر کیا ہے بدون اسکے کہ یہ وقف اس بیع مین شرط ہو فلان سے خریدا پس

اِس وصی نے اسکو وقف کے واسطے جس طرح جسنے بیان کیا ہو بدون اسکے کہ یہ وقف اِس بیع مین شرط ہووے تمام دار
واقع موضع فلان اور اُسکے حدود بیان کردے یہان تک کہ اس تحریر تک پہونچے کہ اور اس بائع نے تمام یہ ثمن اس
مشتری نے اُسکو بسبب اِس موصی کے مال سے ادا کرنے سے لیکر وصول کرلیا اور تحریر کو تمام کردے - نوع دیگر
اگر وصی نے کوئی بردہ واسطے تقرب کے خریدا - فلان وصی فلان نے بحکم اپنے موصی کے جسنے اُسکو حکم کیا تھا
کہ اُسکے تہائی مال سے خریدے فلان سے اسکو خرید کیا اور حال یہ ہو کہ فلان نے اُسکو وصیت کی تھی کہ اسکے
واسطے ایک بردہ واسطے ثواب کے غلام یا باندی بعوض اسقدر ثمن کے جو ہمین مذکور ہو خرید کرکے اُسکی طرف سے آزاد
کرے پس اس وصی نے فلان سے اس وصیت کیوجہ سے اس غرض سے تمام مملوک مسمی فلان اور اُسکا حلیہ بیان کردے
موصی کے تہائی مال سے خریدا تا کہ اُسکو آزاد کردے پھر باہمی قبضہ و تفرق وضمان درک تحریر کرے - نوع دیگر وصی
کے غلام فروخت کرنے کی تحریر اسطرح ہو کہ زید نے عمرو سے جو بکر کا وصی ہو اُس سے تمام مملوک مسمی فلان خریدا اور یہ
مملوک اس موصی کا تھا اور حال یہ ہو کہ اس موصی نے اس وصی کو وصیت کی تھی کہ اسکو بطور نسمہ عتق فروخت کرے پس
اسکو اُسکے ہاتھ سے اسی طور پر فروخت کیا بایطرح کہ ہمین مذکور ہو پس اس مشتری نے اس بائع سے تمام یہ مملوک مسمی معین بقدر
درم کے عوض بطور بیع صحیح مثل بیع مسلمان کے بدست برادر مسلمان خریدا تا کہ اُسکو آزاد کرے پھر باہمی قبضہ کا ذکر
کرے و تحریر کو ختم کرے نوع دیگر اگر دار معین کے واسطے شخص معین کی وصیت کی تو لکھے کہ یہ تحریر وصیت فلان برائے
فلان ہو کہ اُسکے واسطے اپنے تمام دار واقعہ شہر فلان کے مفصل مع حدود بیان کردے مع اُسکے تمام حقوق الی آخرہ
بوصیت صحیح ثابتہ نافذہ قطعیہ جائزہ خالیہ از شروط مفسدہ و معانی مبطلہ وصیت کی در حالیکہ یہ دار مذکور اُسکے تہائی مال سے بر آمد
ہو - اور ہر طرح کے قرضہ سے خالی ہو اور ایسی حق غیر سے خالی ہو جسکے کہ اُسکی صحت سے مانع ہوا اور یہ وصیت بغرض صلہ و ثواب
و احسان بجانب موصی لہ و تقرب بسوئے پروردگار تعالی شانہ بذریعہ ایسے عمل کے جسکے واسطے اُسنے تعریف کی ہو کہ اقرباؤن
کے واسطے وصیت کرے اور بامید حصول ثواب روز قیامت ہو اور اس موصی لہ نے اس وصیت کو مجلس وصیت ہذا
مین بالمشافہ قبول صحیح قبول کیا اور حال یہ ہو کہ اگر اس موصی کو امر موت آوے تو یہ موصی لہ امروز اُسکا وارث
نہین ہوسکتا ہو اور اس موصی نے وصی یا وارث کو جو اُسکی موت کے بعد اُسکے قائم مقام ہوگا حکم کیا کہ یہ کل دار اس موصی لہ
کو بحکم اس وصیت کے تسلیم صحیح سپرد کردے اور اس بات پر اُن لوگون کو گواہ کیا جنھون نے آخر تحریر مین اپنی گواہی
ثبت کی ہو بعد ازانکہ یہ وصیت نامہ اُنکی ایسی زبان مین پڑھ کر سنایا گیا کہ اُنھون نے جان لیا اور اقرار کیا کہ اسکو سمجھ لیا
ہو ایسی حالت مین اقرار کیا کہ اُسکی عقل ثابت اور اُسکے تصرفات بہمہ وجوہ جائز تھے اور تحریر کو ختم کرے - نوع دیگر اگر وصی
نے کسی شخص کو مال دیا کہ میت موصی کیطرف سے حج ادا کرے - تو لکھے کہ یہ تحریر وہ ہو کہ جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا
شاہد ہوئے ہین کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے ثابت الوصایت ہو بطوع خود اقرار کیا کہ اس متوفی عمرو نے اسکو
وصیت کی تھی کہ اُسکی وفات کے بعد اُسکے تہائی مال سے اتنے درم نکالکر ایسے مرد عفیف امین کو دیوے جسنے اپنے
واسطے حج اسلام ادا کیا ہو تا کہ اس موصی کیطرف سے اسکے گھر سے جو فلان مقام پر واقع ہو حج کرے پس ان درمون
مین سے اپنی آمد و رفت مین خرچ کرے - اور اس وصی نے اس فلان کو مرد عفیف امین حج ادا کرنے پر قادر پایا
اور یہ اپنے واسطے حج کرچکا ہو پس یہ مال اسکو دیا کہ اس میت کی طرف سے بروصف مذکور حج کرے اور اس فلان حاجی

نے یہ اقرار اور یہ دینا اُسکی طرف سے بقبول صحیح قبول کیا اور اس موصے کے وارثون نے جو فلان بن فلان ہین باقرار صحیح اقرار کیا کہ یہ سب جو ہمین مذکور ہے حق و راست ہے اور ان لوگون نے اس فعل کی جو اس موصی میت اور اس وصی نے کیا ہے حق جانکر اجازت دیدی اور یہ اقرار کیا کہ یہ مال میت کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہے اور ان سب لوگون نے اپنے اوپر اس مقابلہ کے گواہ کر دیے اور تحریر کو تمام کرے۔ وجہ دیگر یہ گواہ ہوے کہ زید وصی عمرو نے جو عمرو کی طرف سے بوصایت صحیحہ ثابت الوصایت ہے اس موصی کے تہائی مال سے اسقدر مال بکر کو دیا اور اس موصی نے اس زید کو وصیت کی تھی کہ اسقدر مال کسی مرد ابن عفیف ثقہ کو خود پسند کر کے جسنے اپنی طرف سے حج کیا ہو اسقدر مال دیدے تاکہ وہ اس موصی کیطرف سے بروصف مذکور حج ادا کرے اور یہ موصی اسی وصیت پر مرگیا اور تادم مرگ اس سے رجوع نہین کیا اور نہ اس مین کچھ تغیر کیا اور اسقدر دراہم اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتے ہین پس اس وصی نے اس شخص کو جسکو یہ درم دیے ہین پسند کیا کیونکہ اسکو اُسنے اسی صفت کا پایا جو مذکور ہوئی ہے پس اسکو یہ دراہم دیے کہ اس موصے کیطرف سے فلان شہر سے حج کرے اور یہ شہر اس موصی کا وطن ہے جسمین وہ مرا ہے پس ان درمون مین سے اپنی آمد و رفت مین اس شہر تک بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے اپنے کھانے پینے و لباس و سواری و جملہ ضروری چیزون مین خرچ کرے اور میقات سے احرام باندھے اور تمام مناسک حج لوفق فرمودہ اللہ تعالے و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ادا کرے بدین شرط کہ اگر اُسنے اس قرارداد سے مخالفت کی توبقدر مخالفت کے اسمین سے ضامن ہوگا پس اُسنے اسی شرط پر اُس سے لیکر ان درمون پر قبضہ کر لیا اور بدین شرط کہ اگر ان درمون مین اسکو اسی موصی کے قرضخواہ یا کسی وصی یا وارث یا حاکم یا کسی زبردست وغیرہ کسی آدمی کی طرف سے کوئی درک پیش آوے تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ اسکو اس سے خلاص کرے یا بقدر اس درک کے اسکے واسطے ضامن ہو بضمانت صحیحہ ضمانت کر لی اور بدین شرط کہ اگر یہ حاجی بسبب دشمن یا مرض وغیرہ کے جو بسبب احصار کے ہوتے ہین کسی سبب سے محصور ہوا تو اس وصی پر واجب ہوگا کہ ایسی صورت مین جسطرح ہدی وغیرہ جسجگہ بھیجا کرتے ہین بھیجا دے تاکہ امر واجب سے فراغ کر کے خلاص ہو جاوے اور اس حاجی پر اللہ تعالے کا عہد و میثاق ہے کہ اپنی طرف سے خیر خواہی کے ساتھ کوشش کرے کہ یہ حج بروصف مذکور ادا ہو جاوے پھر دونون نے قبل افتراق و اشتغال بکار دیگر کے ہر ایک نے دوسرے کے مواجہہ مین یہ ضمان و درک پوری قبول کی پس یہ تمام درم اس حاجی کے قبضہ مین بدین وجہ مذکور ہین بدین شرط کہ اگر ان درمون مین سے اس حاجی کے فارغ ہو کر اس شہر تک واپس آنے کے بعد کچھ باقی رہا تو اسکو وصی کو واپس دیگا کہ وہ میت کی طرف سے میراث مین داخل ہونگے اور اگر ان درمون مین اس حاجی کے نفقہ مین کمی پڑے تو اپنے مال سے بدین شرط خرچ کریگا کہ اس موصی کے تہائی مال مین سے اس وصی سے واپس لیگا اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر سب کچھ ہوے درم حاجی کے واسطے کر دیے ہون تو لکھے کہ جو کچھ ان درمون مین سے اس حاجی کے واپس آنے کے بعد باقی رہین وہ موصی مذکور کیطرف سے اس حاجی کے واسطے بطور وصیت ہونگے اور اگر اس حاجی کے واسطے وصی کی طرف سے اُسکے حکم سے کسی نے کفالت کی تو لکھے کہ فلان اس وصی کی طرف سے اُسکے حکم سے اس حاجی کے واسطے تمام اُس چیز کا جو بوجہ درک مذکور اس وصی پر واجب ہو ضامن ہے بدین شرط کہ ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے دوسرے کے حکم سے تمام اس درک کا بضمانت صحیحہ ضامن ہوا جسمین فساد و خیار نہین ہے بدین شرط کہ اس حاجی کو اگر یہ درک پہونچے تو چاہے دونون کو اس سبب کے واسطے ماخوذ کرے

اور چاہے دونون مین ہر ایک کو جسطرح چاہے اور ہر گاہ چاہے مرۃ بعد اخری ان دونون مین کسی کو بیت نہوگی الا جبکہ
یہ سب اس حاجی کو پہونچ جاوے اور ہر ایک نے دوسرے سے قبل افتراق کے سب باتین ایک دوسرے کے مواجہہ
مین یہ سب قبول کیا - اور اگر حاجی کی طرف سے کوئی شخص ضامن ہوا در صورتیکہ حاجی مذکور خلاف شرط کرے تو لکھے
کہ اس حاجی کی طرف سے اسکے حکم سے اس وصی کیواسطے فلان شخص تمام اس چیز کا جو بوجہ مخالفت مذکورہ کے اس
حاجی پر واجب ہو بضمانت صحیحہ جائزہ جسمین فساد و خیار نہین ہے ضامن ہوا بدین شرط کہ ان دونون مین سے ہر ایک
دوسرے کی طرف سے بحکم اسکے اس سب کا کفیل ہے آخر تک بدستور اول تحریر کرے - اور اگر میت کی طرف سے حج قران
ادا کرنے کا حکم دیا ہو تو اپنے موقع پر لکھے کہ تاکہ اس میت کی طرف حج و عمرہ دونون کا قران کر کے ادا کرے اور اپنی
ذات پر آمد و رفت مین خرچ کرے اور میقات سے دونون کا احرام باندھے اور پہلے افعال عمرہ اسکے طریق پر ادا
کرے پھر مناسک حج بطریق شریعت الٰہی پورے کرے اور قران کے شکریہ مین جو ہدی اسکو میسر ہووے اپنے
مال سے بکری گاے یا اونٹ ذبح کرے - اور اگر میت کی طرف سے حج تمتع کا حکم کیا ہو تو لکھے کہ اور اس موصی نے وصیت
کی تھی کہ جس شہر مین اسکا مکان ہے یہان سے اسکی طرف سے کوئی شخص عمرہ و حج ادا کرے اور ایام حج مین ان دونون
کو اسکی طرف سے تمتع ادا کرے پس پہلے عمرہ تنہا ادا کرے پھر بعد اسکے تنہا حج ادا کرے اور اسکے واسطے یہ وصی کسی
مرد صالح امین ثقہ جسنے اپنی طرف سے حج و عمرہ ادا کیا ہو پسند کرے پس اسکے وصی نے اس فلان کو پسند کیا اور
اسکو یہ مال دیا تاکہ اس میت کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھکر ادا کرکے پھر حج ادا کرے اور ایام حج مین عمرہ سے
بجانب حج سود مند ہوا اور اسمین سے اپنی رفت و آمد مین اپنے کھانے پینے و لباس وغیرہ حوائج ضروریہ مین بطور
معروف بدون اسراف و بخیلی کے خرچ کرے پس جب میقات تک پہونچے تو وہان سے تنہا عمرہ کا احرام باندھے
اور اسکے افعال اسکے طریق پر ادا کرے پھر اس احرام سے حلال ہو کر اسکی طرف سے تنہا حج کا احرام باندھے
اور موافق شریعت اللہ تعالی کے اسکے مناسک ادا کرے اور تمتع حاصل ہونے کے شکریہ مین اسکو جو قربانی میسر
آوے اسکی قربانی کا اسکو اختیار دیا جاتا ہے چاہے اپنے مال سے قربانی کرے یا اپنے رفیقون و ساتھیون کے
مال سے - اور اگر دوسرے کو اس حج و عمرہ کے ادا کرنے کی اجازت دینے کا اختیار دیا ہو تو تحریر کرے کہ اور
اس میت کی طرف اس حج کرنے والے کو اس وصی نے اجازت دیدی کہ اگر اسکو مرض یا آفت یا ایسا کوئی سبب
پیش آیا جس سے وہ اس کام کو پورا کرنے سے عاجز ہوا تو اسکو اختیار ہے کہ جو مال مذکور اسکو دیا گیا ہے اسمین سے
جو باقی رہا ہو وہ معاینہ یا جو کچھ اسکے عوض کپڑا وغیرہ اپنی ضروریات مین سے خریدا ہو وہ سب ایسے شخص کو دیدے
جو اس لائق ہو جسکو وہ پسند کرے کہ وہ میت کی طرف سے حج و قران و تمتع ادا کرسکتا ہو لیکن اسکو دیکر حکم کرے کہ وہ ادا
کردے اور اسکو اپنے قائم مقام کرے اور اسکو اجازت دیدے کہ بر وصف مذکور اپنی ذات پر خرچ کرے اور اس شخص نے
اس سب کو بالمواجہہ منظور و قبول کیا اور تحریر کو تمام کردے کذا فی المحیط

فصل بست و دوم عاریتون و اللقطہ کی تحریرات مین

- اگر زید نے عمرو سے ایک [illegible] واسطے استعمال لیا اور
چاہا کہ لکھا اپنی مضبوطی کر لے تو امام محمد رح نے کتاب الاصل مین اسکی صورت یون تحریر فرمائی ہے کہ یہ تحریر ہے [illegible]
فلان یعنی مستعیر مسمی زید بن خالد لہ انہ جانب عمرو بن بکر مستعیر کے بدین مضمون ہے کہ تو نے مجھکو اپنے گھر مین [illegible]

باجو کہ تیری ملک ہے واقع شہر فلان محلہ فلان حد اول و حد دوم چنین و چنان ہے ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح و اُنکے اصحاب تحریر فرماتے تھے اور امام خصاف رح و طحاوی رح یون لکھتے تھے کہ تو نے مجھے اپنے دار کو کہ مین بدین شرط ساکن کیا کہ مین خود اُس مین رہون اور دوسرے کو بساؤن اور فرمایا تاکہ اجنبی مستعیر کو دوسرے شخص کے ساکن کرنے کا اختیار بالاجماع حاصل ہو جاوے کہ اسواسطے کہ معیر نے اگر مستعیر سے یہ کہا کہ تجھے اختیار ہے کہ دوسرے کو بساوے تو امام شافعی رح کے نزدیک اسکو دوسرے کے بسانے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو بدون اجازت معیر کے غیر کو عاریت دینے کا اختیار نہین ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک اگر عاریت مطلقہ ہو مثلاً کہا کہ مین نے تجھے عاریت دیا اور یہ نکہا کہ تاکہ تو ہی اس سے انتفاع حاصل کرے تو مستعیر کو اختیار ہوگا چاہے خود انتفاع حاصل کرے اور چاہے غیر کو عاریت دیدے کہ وہ انتفاع حاصل کرے خواہ مستعار ایسی چیز ہو کہ اُس سے انتفاع حاصل کرنے مین لوگون کا حال متفاوت ہو یا سب لوگ اس سے ایک ہی طور سے نفع حاصل کرتے ہون اور عاریت مقیدہ ہو مثلاً اُس سے کہدیا کہ تاکہ وہ اس سے انتفاع حاصل کرے پس اگر مستعار ایسی چیز ہو جس سے لوگ ایک ہی طور سے نفع حاصل نکرتے ہون بلکہ مختلف طور سے جیسے سواری و کپڑا پہننا وغیرہ تو مستعیر کو دوسرے کو عاریت دینے کا اختیار نہوگا اور اگر ایسی چیز ہو جس سے ایک ہی طور سے انتفاع حاصل کرتے ہین تو مستعیر کو اختیار ہوگا کہ دوسرے کو عاریت دیدے جیسے سکونت دار وغیرہ پس جبکہ مسئلہ مین اس طرح اختلاف ٹھہرا تو امام خصاف رح و طحاوی رح نے اس طرح لکھنا اختیار کیا تاکہ مسئلہ اجماعی ہو جاوے پھر امام محمد رح نے فرمایا کہ لکھے کہ تو نے مجھے دیا اور مین نے تجھ سے لیکر قبضہ کر لیا اور یہ قبضہ بتاریخ فلان ماہ فلان سنہ فلان واقع ہوا پس امام محمد رح نے تحریر مین قبضہ کے وقت سے ذکر تاریخ لکھا اور اسواسطے ایسا کیا کہ حکم عاریت مین علما مختلف ہین پس ہمارے علما کے نزدیک عاریت امانت ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہے پس وقت قبضہ سے تاریخ تحریر کی تاکہ اگر ایسے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہو جسکے نزدیک عاریت مضمون ہوتی ہے تو اُسکو معلوم ہو جاوے کہ کس وقت سے یہ چیز اُسکی ضمانت مین داخل ہوئی تھی - اور اگر مستعیر نے چاہا کہ معیر سے اپنی سکونت کیواسطے تحریر کرا کے جو اُسکے پاس رہتی ہے تو کیونکر تحریر کریگا سو مشائخ نے فرمایا کہ مستعیر کو تحریر کی حاجت فقط اس غرض سے ہوتی ہے کہ معیر اُسپر یہ دعوے نکرے کہ تو بدون عقد کے اسمین ساکن ہوا ہے اور دونون ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کرین جسکا مذہب یہ ہو کہ بدون عقد کے پھر منفعت کی تقویم ہوتی ہے یعنی اُنکی قیمت لگائی جاتی ہے پس وہ مستعیر پر اجر المثل کا حکم دیدے اسی طرح اگر اسکی سکونت سے منہدم ہوا تو مالک اُس سے ضمان لیگا اگر اُسکی سکونت سے منہدم ہوا ہے - پس اس تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر از جانب فلان بن فلان یعنی معیر کیطرف سے فلان بن فلان یعنی مستعیر کے واسطے بدین مضمون ہے کہ مین نے تجھکو اپنے اُس دار مین جو فلان محلہ مین واقع ہے جسکے حدود اربعہ یہ ہین بعاریت اس شرط پر ساکن کیا ہے کہ تو خود اسمین رہے اور جسے چاہے ساکن کرے اور مین نے تیرے سپرد کیا اور تو نے مجھ سے لیکر قبضہ کر لیا فلان تاریخ فلان ماہ فلان سنہ مین قبضہ ہوا اور متاخرین اہل شروط لکھتے ہین کہ یہ تحریر دو ہیں جنپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہین کہ فلان نے فلان سے تمام دار واقع موضع فلان محدود بحدود چنین و چنان ایک سال کامل غرہ ماہ فلان سنہ فلان سے آخر ماہ فلان سنہ فلان تک کے واسطے اس غرض سے مستعار لیا کہ اس دار مذکورہ مین یہ مستعیر خود رہے اور جو چاہے اپنی چیز رکھے اور اپنے

سکونت دار کے اس مین بھی ... کو ... عاریت مین ... نقصان ...

عیال اور اپنے مملوک و نوکرون کو بساوے اور اپنے مہمانون کو رکھے اور سوائے انکے سب لوگون مین سے جسکو
چاہے رکھے یہانتک کہ یہ مدت مذکورہ منقضی ہو جاوے پس فلان مالک نے اسکو بسبب اس شرط مذکورہ کے مستعار
دیا اور فلان مستعیر مذکور نے یہ سب فلان معیر کے اسکو خالی از ہر مانع سپرد کرنے سے اسپر قبضہ کر لیا پس یہ عاریت
کا مال اس مستعیر کے قبضہ مین اسی عاریت مذکورہ کے سبب سے ہو گیا بدون اسکے کہ مستعیر اس عاریت کی وجہ سے
اس دار محدودہ مین معیر پر کسی حق کا مستحق ہو اور معیر مقر لہ نے اسکے اس اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے اور
اگر کسی نے دوسرے سے گھوڑا مستعار لیا تو مالک کیواسطے تحریر کرے کہ فلان یعنے مستعیر نے بطوع خود اقرار کیا کہ
اسنے فلان یعنی معیر سے ایک گھوڑا موصوف بدین صفت مستعار لیا تاکہ اسپر سوار ہو کر بہ عہد فلان از مقام
فلان تا مقام فلان جاوے اور واپس آوے بدین شرط کہ اسکو سالم از آفات معیر کو جب اپنے وطن مین واپس
آویگا اور اس سے فارغ ہو جائیگا واپس دیگا پس فلان نے اسکو اس شرط سے مستعار دیا اور مستعیر نے
اسپر قبضہ کر لیا پس اسکا قبضہ بحکم عاریت ہے اور حالیکہ وہ اس معیر کی ملک ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الذخیرہ اور
اگر کسی کی دیوار سے لکڑیان رکھنے کی جگہ یعنے دھنیان یا کھپریل کے بانس وغیرہ رکھنے کی جگہ مستعار لی اور مستعیر
نے اسکی تحریر چاہی تو لکھے کہ یہ تحریر استعارہ ہے کہ زید نے عمرو سے اسکے دار کی دیوار سے ہیں لکڑیان رکھنے کی جگہ مستعار لی
اور دار کے حدود بیان کر دے اور بیان کرے کہ یہ دیوار اسکے دار مین سے ملاصق دار مستعیر واقع ہے اور یہ دیوار
اسکے دار کے داہنی جانب کی دیوار ہے اور یہ دیواران دونون مین حاجز ہے اور اسکی جگہ کذا اور طول دیوار
کذا و بلندی اسکی کذا ہے اور تمام یہ دیوار اپنی زمین و عملیت سمیت اس فلان معیر کی ملک و حق ہے اسمین مستعیر کا کچھ حق
نہین ہے سوائے حق عاریت کے کہ اسپر اتنی جگہ اپنی یہ لکڑیان رکھیگا اور جب تک چاہیگا رہنے دیگا بدین تحدید
کہ اسکو اس سے اس دیوار مین کچھ استحقاق حاصل نہوگا بلکہ وہ اسکے قبضہ مین بعاریت ہوگی اسکا اسمین کچھ حق یا دعوی
نہوگا اور نیز ان لکڑیان رکھنے کی جگہ مین بھی کچھ دعوی نہوگا۔ اور علے ہذا اگر کوئی راستہ مستعار لیا یا اراضی کو
سینچنے کے واسطے شرب مستعار لیا تو بھی یہی صورت ہے کذا فی الظہیریہ۔ یہ تحریر وہ ہے جسپر گواہان مسمیان آخر
تحریر ہذا اسشاہد ہوے کہ زید نے انکے حضور مین انکی آنکھ کے سامنے فلان مقام پر لقطہ اٹھایا اور وہ قفلدار
ہے اور یہ لوگ اس سے واقف ہوے اور اسکو پہچان لیا ہے اور زید نے انکو اپنی صحت بدن و ثبات عقل و جواز
تصرفات کی حالت مین گواہ کر لیا کہ اسنے اسکو اسواسطے اٹھایا ہے کہ اسکی تعریف کرا دے اور اسکو اسکے مالک
کو واپس کر دے اگر اسکو پا دیگا اور اسکا اعلان کریگا اور اسکا چھپانا جائز نہ رکھیگا اور اسکی تعریف و شناخت کرانے
مین حکم شرع کی پابندی کریگا اور اسکو استعمال نکریگا اور نہ ضائع کریگا اور اسکی حفاظت ترک نکریگا اور اسکو بلند آواز سے لوگون کے
مجمع مین پکار دیا اور اس بات پر ان لوگون کو گواہ کر لیا جنمضمون نے آخر تحریر ہذا مین اپنی گواہی ثبت کی ہے اور
یہ فلان روز واقع ہوا کذا فی المحیط

فصل بست و دوم۔ ودائع کے بیان مین ۔ ودیعت کی صورت مین تحریر کرے کہ فلان نے بطوع خود بحالت
اپنے جواز اقرار کی حالت مین اقرار کیا کہ زید نے اسکے پاس چنین ودیعت رکھی بدین شرط کہ یہ مودع اسے بعینہٖ مین
اسکی حفاظت خود کرے اور اپنے عیال مین جسپر اعتماد ہو اس سے حفاظت کرا دے اور کسی اجنبی کو نہ دے اور اسکو

اپنے قبضہ سے خارج نکرے اور مقام غیر مضبوط و محفوظ کیطرف بلا ضرورت منتقل نکرے بدین شرط کہ اگر اسکو تلف کردیا یا ضائع کردیا یا اسمین مخالفت کی تو وہ ضامن ہوگا اور اُسنے تمام یہ ودیعت اُسکی اسکو بطریق حفاظت سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کرلیا اور بدین شرط کہ جب مودع اُسکو طلب کریگا تو اُسکو بعینہٖ واپس دیگا چاہے جسوقت طلب کرے خواہ دن یا رات مین کوئی تعلل نکریگا اُسکو واپس ہی دیدیگا اور یہ بتاریخ فلان ماہ فلان واقع ہوا

واللہ تعالے اعلم کذا فے الذخیرہ

فصل بست وسوم - اقاریر کے بیان مین - اس فصل مین چند انواع شامل ہین اول آنکہ دین مطلق حالہ کا اقرار ہو - زید نے بطوع و رغبت خود اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ از تصرفات کی حالت مین جبکہ اُسکو کوئی مرض و علت وغیرہ مانع صحت اقرار نہ تھا یہ اقرار کیا کہ اُسپر و اُسکے ذمہ عمرو کے اسقدر درم یا دینار جنکے ذمہ اسقدر ہوتے ہین قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح خالہ غیر موجلہ ہین کہ انکا جب چاہے جس طرح چاہے مطالبہ کرے زید کو اپنے کوئی برائت نہوگی الا اسی طرح کہ یہ مال مذکور زید کی طرف سے اس عمرو کو یا جو اُسکے قائم مقام ہو وکیل یا وصی یا وارث کو پہونچ جاوے اور زید کی کوئی حجت جس سے اُسکے ذمہ سے اس مال کا دفعیہ ہو سماعت نہ کیجائیگی الا اُسوقت کہ زید کی طرف یہ مال مذکور بطور مذکور عمرو کو حاصل ہو جاوے اور اس مقرلہ نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق صحیح بالمواجہہ و بالمشافہہ کی اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا یا اس طرح تحریر کرے اور اُسکی طرف سے اس مقرلہ نے یہ اقرار اُسکے واسطے اس مال مذکور کا بقبول صحیح قبول کیا - اور دونون نے اپنے اوپر اس سب کے وہ لوگ گواہ کرلیے جنہون نے اپنا نام آخر تحریر ہذا مین ثبت کیا ہو بعد ازانکہ یہ مضمون انکو ایسی زبان مین پڑھ سنایا گیا جسکو انھون نے جان لیا اور اقرار کیا کہ ہم دونون نے اسکو سمجھ لیا ہو اور اچھی طرح اسکو جان گئے ہین اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا اور اگر بیان سبب لکھنا چاہا تو کاتب اسکو تحریر کردے اور سبب بہت ہوا کرتے ہین از انجملہ یہ مال ثمن کسی دار یا فرس یا متاع یا غلام کا ہو جسکو قرضدار نے اُس سے خریدا ہو تو قرضہ لازم و حق واجب لکھنے کے ساتھ لکھے کہ بعوض ثمن [illegible] یا غلام ہو جسکو اس مقر نے اس مقرلہ سے بعوض صحیح خرید کر اُس سے بیکر قبضہ کرلیا ہو اور اُسکو دیکھ لیا ہو اور اُسپر راضی ہوگیا ہو اور اُسپر ثمن مقرر ہوگیا ہو اور اُسکو اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد اپنے بائع کو تمام عیب سے مبیع سے بری کردیا ہو یہ ثمن حالہ غیر موجلہ ہو - اور اگر ثمن موجل ہو تو لکھے کہ موجل تا ماہ فلان یا تا سال فلان یا تا دو سال کامل قمری جب واقع ہو اور اس مقرلہ کو یہ اختیار نہین ہو کہ اس میعاد کے اندر اس سے مطالبہ کرے اور بعد میعاد آجانے کے اُسکو اختیار ہو کہ جب چاہے جس طرح چاہے مطالبہ کرے اس مقر کو اس سے کسی طرح برائت اسلئے آخرہ - اور اس مقر نے اس مقرلہ سے اس مبیع کو جسوقت عقد بیع واقع ہوئی ہر بلا تاخیر وصول کرلیا اور قبضہ کرلیا - اور ہمنے عقد بیع واقع ہونے کے وقت قبضہ مبیع واقع ہونے کا تذکرہ اسواسطے لکھدیا کہ امام اعظم رح کا مذہب یہ ہو کہ اگر کسی نے کوئی چیز کسی قدر درمون کے عوض بوعدۂ ایک سال خریدی اور سال معین نکیا تو میعاد کا اعتبار اُسی وقت سے شروع ہوگا جسوقت مبیع پر قبضہ واقع ہوا اگرچہ قبضہ ایک سال کے بعد واقع ہو وقت بیع کے واقع نہو - اور اگر ثمن قسط وار ادا کرنا ٹھہرا ہو تو اسکو تحریر کرے

مثلاً لکھے کہ موجل بشش ماہ چھ قسطوں پر کہ ہر قسط پر بائع کو اسقدر ادا کریگا - اور اگر یہ چاہا کہ کسی قسط میں تاخیر کے وقت باقی مال فی الحال واجب الادا ہو جاوے تو لکھے کہ بدین شرط کہ ہرگاہ کسی قسط کے ادا کا وقت آیا اور اسنے تاخیر کی اور ایک قسط کو دوسری قسط میں داخل کر دیا تو سب مال اسپر فی الحال واجب الادا ہو جائیگا اور قسط بندی باطل ہو جائیگی اور یہ لکھدے کہ بدون اسکے کہ یہ بات بیع میں شرط ہو اسواسطے کہ بیع میں اگر ایسی شرط ہو تو بیع کو فاسد کریگی - اور منجملہ اسباب کے قرض ہے پس لکھے کہ قرضہ لازم و حق واجب بسبب قرض صحیح کے کہ مقر نے اتنے ہی مال قرض لیا اور مقر لہ نے اسکو اپنے مال سے یہ اسکو دیا اور اسکے سپرد کر دیا اور مقر نے یہ مال اُس سے لیکر اپنے قبضہ میں لیا اور اسکو اپنی ضرورت میں صرف کیا اور اس مقر لہ نے خطاباً اُسکی تصدیق کی اور قرض کی صورت میں موجل ہونا تحریر نکرے اسواسطے کہ قرض میعاد کو قبول نہیں کرتا ہے کذا فی المحیط - سواے ایک مسئلہ کے جسکو علماء نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد فلان بن فلان کو ہزار درہم بوعدہ ایک سال قرض دیے جاویں تو اس مدت کا تقرر صحیح ہے کذا فی الظہیریہ - اور منجملہ اسباب کے غصب ہے تو لکھے کہ قرضہ لازم و حق واجب بسبب غصب کے کہ اس مقر لہ سے مثل ان درمون کے غصب کیے تھے - اور از انجملہ حوالہ و کفالت ہے پس حوالہ کی صورت میں لکھے کہ بسبب قبول حوالہ فلان کے جسنے اس مقر پر اسقدر مال اس مقر لہ کیواسطے حوالہ کیا تھا اور کفالت میں لکھے کہ بسبب اس کے کہ اس مقر نے اس مقر لہ کیواسطے فلان کی طرف سے جسپر اس مقر لہ کا قرضہ تھا کفالت کی ہے - اور اگر عورت کے باقی مہر کا اقرار تحریر کیا تو لکھے کہ اس عورت کا قرضہ لازمہ و حق واجب بسبب اس عورت کے باقی اس مہر کی جسپر اس سے نکاح کیا ہے اور کسیقدر ادا کیا ہے کہ یہ عورت اس مقر سے اسکا مطالبہ کریگی ہرگاہ کہ شرعاً اس عورت کا اس مال کا مطالبہ اس مقر پر متوجہ ہو - اور اگر مقر نے اس مال کے عوض اعیان منقولہ کو رہن کیا ہو تو بعد اقرار مقر و تصدیق مقر لہ کے تحریر کرے کہ اور اس مقر نے اس قرضہ کے عوض اس مقر لہ کو اپنے اعیان مال سے ایک مندیل نوادی جسکا طول اسقدر و عرض اسقدر و قیمت اسقدر ہے اور ایک تختہ دیبا جسکا طول اسقدر و عرض اسقدر و نقش ایسا اور قیمت اسقدر ہے اور مغفری اُسکا طول اسقدر و عرض اسقدر و رنگ ایسا و قیمت اسقدر ہے یہ سب چیزیں رہن دین اور مقر لہ کو سپرد کر دین اور اُسنے ان سب پر قبضہ کر لیا پس یہ سب چیزین بعوض اُسکے اس قرضہ کے اُسکے پاس رہن ہیں انکو تا استیفاے قرضہ مذکورہ روکے رکھیگا اور یہ سب ان گواہوں کی آنکھ کے سامنے واقع ہوا جنکا نام آخر تحریر میں ثبت ہے - اور اگر اُسنے مقر سے اس قرضہ کی بابت کوئی کفیل لیا ہو تو اقرار قرضہ و تصدیق مقر لہ کے بعد تحریر کرے کہ اور فلان نے اس مقر کی طرف سے تمام اس مال مذکور کی اس مقر لہ کے واسطے کفالت صحیحہ جائزہ نافذہ کر لی جسکی اس مقر لہ نے اس مجلس کفالت میں اجازت دیدی اور قبول کیا بدین شرط کہ اس مقر لہ کو اختیار ہے چاہے اس کفالت کے حکم سے اس کفیل سے مطالبہ کرے اور چاہے اس اصیل سے بحکم اصالت مطالبہ کرے - اور اگر صغیر پر مہر کی تحریر چاہی پس اُسپر اس مہر کے اقرار کی تحریر صحیح نہین ہے پس نکاح کی حکایت تحریر کرے پس اس سے مہر اس صغیر کے ذمہ قرضہ ہو جائیگا اور اسکی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان بن فلان نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح بولایت پدری ساتھ صغیر مسمے فلان بن فلان کے گواہان عادل کے سامنے نکاح صحیح کر دیا اور اس صغیر فلان کے باپ مسمے فلان نے اپنے بیٹے اس صغیر کے واسطے یہ نکاح بولایت پدری بقبول صحیح قبول کیا پس یہ صغیرہ اس صغیر کی جورو

ہوگئی اور یہ مہر اس صغیرہ کے واسطے اس صغیر پر لازم ہوگیا۔ نوع دیگر دو آدمیون نے ایک شخص کے واسطے
قرضہ کا اقرار کیا اور ہر دونون مین سے ہر ایک دوسرے کی طرف سے اس مال کا کفیل ہوا۔ تو تحریر یہ کرے کہ زید و عمرو
نے بطوع و رغبت خود اپنی صحت ابدان و ثبات عقول و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین درحالیکہ دونون کو
یا دونون مین سے کسی کو کوئی مرض و علت وغیرہ ایسی نہ تھی جو دونون کی صحت اقرار سے مانع ہو یہ اقرار کیا کہ ان دونون
پر اور ان دونون کے ذمہ بکر کے واسطے اسقدر درم قرضہ واجب و حق لازم ایسے سبب صحیح سے ہین جسکو دونون بخوبی جانتے
ہین اور دونون پر بکر کے واسطے ایسا اقرار لازم آیا ہے اور یہ دونون آسودہ بہت خوش حال مالدار ہین اسقدر اعیان و
اموال کے مالک ہین جس سے یہ قرضہ بھر پور ادا ہو کر زیادہ باقی رہتا ہے بدین شرط کہ ہر ایک دونون مین سے اس سب
قرضہ کا ضامن و کفیل ہے اور اس مقرلہ کو اختیار ہے چاہے دونون کو اس مال کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے تنہا ہر
ایک کو بعد دوسرے کے ماخوذ کرے یہانتک کہ یہ سب مال وصول کرلے اور دونون مین سے کسی کو بدون مقرلہ کو
ادا کرنے اس سب مال کے وقت مطالبہ اس مقرلہ کے کسی طرح بریت و خلاص نہین ہے اور یہ دونون سے اس مقرلہ نے اس
سب مین بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ نوع دیگر اگر دستاویز مین قرضہ بنام ایک شخص کے ہو لیکن یہ چاہا کہ
اقرار کردے کہ یہ قرضہ درحقیقت فلان شخص کا ہے اور میرا نام اسمین عاریت ہے تو اسکی تحریر کی یہ صورت ہے کہ گواہان
مسمیان آخر تحریر ہذا اسپر شاہد ہوئے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ میرے نام سے عمرو پر اسقدر مال بذریعہ دستاویز
ہے جسکی نقل یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پورا مضمون دستاویز کو اول سے آخر تک مع تاریخ تحریر نقل کردے بعد اسکے کہ فلان
نے اقرار کیا کہ یہ سب مال جو میرے نام سے عمرو پر اس دستاویز مین تحریر ہے بکر کا ہے میرا اسمین نہ اکثر نہ تھوڑا نہ بہت اور نہ لوگون
مین سے کسی کا ہے اور اگر اسمین سے تھوڑا بکر کا ہو تو لکھے کہ اس سب قرضہ مین سے اسقدر درم بکر کے ہین میرے نہین
ہین اور نہ تمام آدمیون مین سے کسی اور کے ہین اسقدر درم مذکور بکر کے ملک صحیح و حق ثابت بسبب حق لازم واجب
کے ہین جسکو زید پہچانتا ہے کہ اسکے ذمہ اسکا اقرار لازم آیا اور یہ مال ہمیشہ سے بکر کا اور اسکی ملک ہے اور اس زید کا نام
اسمین بطور عاریت و بغرض معتبر بیت بکر ہے اور اقرار کیا کہ زید کو اسواسطے جو کچھ عمرو سے دستاویز مین بوصف مذکور اقرار کیا
ہے اسکا عمرو پر کچھ حق و دعوی و مطالبہ کسی وجہ سے نہین ہے اور یہ کہ اس مال مین تصرف کا مستحق بجز زید یا تمام لوگون مین
سے کوئی اور مستحق نہین ہے اور بکر ہی کو استحقاق ہے کہ اس سے بری کردے اور اسکو وصول کرے اور اسکے عوض
کچھ خریدے اور اسکو ہبہ کردے یا صدقہ دیدے اور عمرو کو مہلت دیدے اور وہی اسپر مسلط ہے اور وہی اسکا ماذون ہے
اور اسمین خصومت کرنے کا ماذون ہے اگر مطلوب منکر ہو جاوے خواہ اس مقر کی زندگی مین یا اسکی وفات کے بعد
اور بکر کو اختیار ہے جو چاہے اسمین بذات خود تصرف کرے اور چاہے کسی غیر کے ذریعہ سے تصرف کرے اور جسکو چاہے
کرے اس کام کے واسطے وکیل کردے اور جسکو چاہے اسواسطے مقرر کرے اسمین اپنی رائے کے موافق عمل کرنے
کا مختار ہو جو چاہے کرے سب اسکو روا ہے جب چاہے جس طرح چاہے اور جس گاہ چاہے مرۃ بعد اخری تصرف کرے اس
مقر کا اس سب مال مین یا اسمین سے کسی جزو مین کوئی حق نہین ہے اور اس مقر کو اسکا بیع کرنے و وصول کرنے و ہبہ کرنے وغیرہ
کسی بات کا اختیار نہین ہے اور نہ کسی وجہ سے کوئی قدیم و جدید دعوی ہے اور جو تصرف اسمین مقر کی طرف سے ثابت ہو وہ
مردود باطل و مردود ہے اور مطلوب پر قرضہ مذکور بکر کا ثابت ہوگا اور اگر اس قرضہ مذکورہ یا اسمین سے کسی جزو پر استحقاق

ثابت ہو تو یہ مقر اس مقر لہ کے واسطے ضامن ہوگا اسواسطے کہ استحقاق ایسی بھی ہو سکتا ہے کہ اس مقر کی طرف سے ایسی
کوئی سبب پیش ہوا ہو اور بکر نے اُسکے اس سب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے نوع دیگر اقرار حصول
باقی قرضہ۔ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا فلان پر اسقدر حق واجب بسبب صحیح تھا اور ہم دونون نے اسکے واسطے
ایک دستاویز میں بگواہی گواہان عادل بدین مضمون اُسپر گواہ کر دینے کے واسطے لکھی تھی اور وہ اسکے پاس تھی
اور اُسنے اس فلان سے تمام یہ مال جو اُسمین مذکور تھا تمام و کمال پورا پورا بھر پایا بدین طریق کہ اس قرضدار نے اسکو یہ
مال تمام و کمال دیدیا اور اسنے قبضہ کر لیا اور بعد اس وصول پانے کے قرضدار مذکور بالکل بری ہو گیا اور دستاویز
مال کی جو اُسکے پاس اس مال کی اس شخص کی اقراری تھی اسکے پاس سے ضائع ہو گئی ہے پس اگر اُسکو کبھی کسی وقت
نکالے تو وہ باطل ہوگی اُسکے ذریعہ سے اسکے واسطے اس فلان پر کوئی حجت نہوگی اور اگر اسنے کسی وقت کبھی
یا اُسکے وکیل یا وصی یا وارث نے اس دستاویز کے ذریعہ سے اس مال کا یا اسمین سے کچھ مال کا اس کا اس فلان
پر دعوے کیا تو یہ خود اس دعوی میں اور جو اسکے قائم مقام ہو اس دعوی میں اس فلان کی جانب بذریعہ اس دستاویز
کے مبطل اور جھوٹا ہوگا اور فلان بن فلان نے مقر کے اس سب اقرار و ابراء کی مقر کے اسکو اس سبب کے
ساتھ خطاب کرنے کی حالت میں بقبول بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے۔ نوع دیگر اگر دو قرضداران میں سے
ایک سے وصول پانے کا اقرار کیا حالانکہ دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو تو لکھے کہ زید نے بطوع خود
اقرار کیا کہ اُسکا عمرو و بکر پر اسقدر دینار بحرا پر قرضہ تھا اور ہر ایک دونون مین سے دوسرے کے حکم سے دوسرے کا
کفیل اس پورے قرضہ کا تھا اور اُسکے حکم سے زید کے واسطے اُسکا ضامن ہوا تھا بدین شرط کہ زید کو اختیار ہو کہ دونون
مین سے ہر ایک کو اس پورے قرضہ کے واسطے ماخوذ کرے اور چاہے دونون کو ماخوذ کرے ایک کو یا دونون
کو جب چاہے جس طرح چاہے ہر گاہ چاہے مرتبہ اخری ماخوذ کرے اور فلان نے یعنی عمرو نے یا بکر نے
یہ پورا قرضہ جو دونون پر واجب تھا ادا کیا حالانکہ وہ دوسرے کی طرف سے اُسکے حصہ کا کفیل تھا پس یہ قرضہ دونون
کے ذمہ سے ساقط ہو گیا اور دونون اس سے بری ہو گئے اور زید کا اس شخص پر جسنے ادا کیا ہے اور اسکے ساتھی
دوسرے پر اس قرضہ مذکورہ مین سے قلیل و کثیر کچھ باقی نہین رہا اور زید ان دونون کی جانب اس قرضہ کے تھوڑے
یا بہت کی بابت قدیم و جدید کوئی دعوے نہین رہا اور اس مقر لہ نے زید کے اس اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور
دونون سے گواہ کر لیے۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے فقط اپنا حصہ ادا کیا ہو تو لکھے کہ دونون مین سے ایک
فلان نے فقط اپنا حصہ ذاتی ادا کیا اور وہ اس سے بری ہو گیا اور اُسکا ساتھی بھی اسکی کفالت نفس سے بری ہو گیا
اور اس قرضخواہ کے واسطے اسکے ساتھی پر اسقدر اُسکا حصہ ذاتی باقی رہ گیا اور اس ادا کرنے والے پر بھی اس جہت سے
رہا کہ اس نے اُسکی طرف سے کفالت کی ہو واللہ اعلم۔ نوع دیگر در اقرار گندم زید نے اقرار کیا کہ عمرو کے اُسپر اور
اُسکے ذمہ دستبہ قفیز گندم سپید و سنتھی جو سے جدا اور اسکے پاکیزہ جید صاف خالص بقفیز پیمانہ قفیز عشاری متعارف اہل بخارا
سے قرضہ لازم و حق واجب بسبب صحیح ہین اور چاہیے کہ سبب متعین کرے کہ بسبب اسکے کہ زید نے عمرو سے
انکو قرض لیا تھا اور عمرو نے اسکو یہ گیہون قرضہ دیے تھے یا لکھے کہ بسبب بیع سلم صحیح کے جو تمام شرائط
سنت وار ثق ہوئی اور اثنا او بہرصیا وسے کہ سو جل مہیا کذا بدین شرط کہ بمقام فلان انکو ادا کرے۔ اور اس مقر لہ

نے اُسکے اقرار کی بالمواجہ تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے - اور علے ہذا باقی مکیلات و موزونات و عددیات متقاربہ
کے اقرار کی تحریر اسی طور پر ہو جیسے ہمنے گیہون مین بیان کی ہو اور جس چیز کے قرضہ ہونے کا اقرار کیا ہو اُس کا
وصف و قدر بخوبی بیان کر دے چنانچہ جینیہ دانہ مین لکھے کہ اتنے من جینہ دانہ درمیانی سرخ پاکیزہ موزون بوزن
اہل بخارا یا اتنے من جینہ دانہ درمیانی سپید پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا اور ذرہ کی صورت مین لکھے کہ اتنے من
کاورس درمیانی پاکیزہ موزون بوزن اہل بخارا اور تل کی صورت مین لکھے کہ اتنے من سیاہ تل پاکیزہ یا اتنے من
سپید تل درمیانی پاکیزہ اور روئی کی صورت مین لکھے کہ اتنے من روئی درمیانی صاف مع دانہ موزون بوزن
اہل بخارا اور آٹے کی صورت مین لکھے کہ مثلاً اتنے من گندم سپید کا آٹا پن چکی کا پیسا ہوا موزون بوزن اہل بخارا
اور اگر چھنا ہوا ہو تو لکھے کہ چھنا ہوا معروف بیک و بیز موزون بوزن اہل بخارا اور کتابون مین جملہ ہے اور برہان قاطع مین
معجمہ ہے - اور کنجد مین لکھے کہ اتنے من کنجد ترش درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور صابون مین لکھے کہ اتنے من صابون
درمیانی ساختہ روغن کنجد موزون بوزن اہل بخارا اور انگور مین لکھے کہ اتنے من انگور قسمی سرخ یا سپید یا خربائی
سرخ یا سپید موزون بوزن اہل بخارا یا طائفی سرخ یا طائفی سپید موزون بوزن اہل بخارا - اور دوشاب عنبی مین لکھے
کہ دوشاب انگوری شیرین صاف ساختہ از انگور کذا درمیانی از راہ رنگت و صورت موزون بوزن بخارا اور اسی طرح
من روغن جلانے کا سرسون یا السی سے نکالا ہوا موزون بوزن اہل بخارا اور روغن قرطم مین لکھے کہ اتنے من
روغن قرطم کشیدہ درمیانی موزون بوزن اہل بخارا اور علے ہذا القیاس باقی مکیلات و موزونات مین بھی
اسی طور سے تحریر کرے - نوع دیگر عورت نے اقرار کیا کہ اُسکے شوہر نے اُسکے واسطے اُسکے مہر کے عوض چیزین
خریدی ہین ہندہ نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ زید کی جورو و حلالہ بنکاح صحیح ہو کہ زید نے اُس سے گواہان عادل کے
سامنے اسقدر دینار مہر پر نکاح صحیح نکاح کیا ہو اور زید نے اُسکے واسطے اُسکے تمام مہر مذکور کے عوض متفرق اقسام
کی چیزین خریدی ہین اور اِن چیزون کو ایک ایک کر کے بیان کر دے اور ہندہ نے اُسکو اِن چیزون کو خریدنے
کے واسطے توکیل صحیح وکیل کیا تھا اور ہندہ نے اِن چیزون کو زید سے لیکر اُسی ہیات کے ساتھ جس طرح
اس زید نے اِنہیں خرید کرنے و قبضہ کرنے کے روز تھین قبضہ مین کر لیا ہو اور اس زید نے اُسکو یہ سب سپرد
کرنے سے لیکر قبضہ کرنے سے یہ سب اُسکے قبضہ مین ہو گئی ہین ایسا ہی شیخ نجم الدین عمر والنسفی رحمہ اللہ تعالے
نے ذکر کیا ہو اور اسمین اعتراض ہو اسواسطے کہ اِسکا حاصل یہ ہو کہ جورو نے اپنے شوہر کو بعوض اُس مہر کے جو
جورو کا اُسپر ہو خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور جو شخص کسی قرضدار کو وکیل کرے کہ میرے واسطے اُس قرضہ
کے عوض جو میرا تجھپر ہو خرید دے تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے توکیل جائز نہوگی الا اُس صورت مین
کہ بائع کو معین کر دے مثلاً یون کہے کہ میرے واسطے کپڑا فلان سے خرید دے یا مبیع معین کر دے بایطور
کہ میرے واسطے یہ غلام خرید دے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہر حال مین وکالت جائز ہو پس بنظر
قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے احتیاط اس مین ہو کہ تحریر مین کچھ بڑھایا جاوے پس لکھے کہ ہندہ کے واسطے
بعوض اُسکے حق تمام مہر کے فلان بن فلان بائع سے خریدی یا لکھے کہ اور حال یہ ہو کہ ہندہ نے اُسکو اِن چیزون کو
فلان بن فلان بن فلان سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا یا لکھے کہ حال یہ ہو کہ ہندہ نے اُس کو اِن معین

چیزون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا کہ بعوض اُسکے اِس مہر کے بعینہ یہ چیزین خرید دے۔ نوع دیگر دو آدمیون
مین قرضہ کے لین دین کا معاملہ تھا ان دونون نے طرفین سے اپنے حقوق بھر پانے کا اقرار کیا۔ اسکی صورت تحریر یہ ہے
کہ سب گواہ ہوئے کہ زید و عمرو دونون نے بطوع خود اقرار کیا کہ ان دونون مین سے کسی کے واسطے دوسرے
پر یا اُسکے پاس یا اُسکی جانب یا اُسکے ساتھ یا اُسکے قبضہ مین یا اُسکے نام سے یا بعد اُسکے کسی وکیل کے نام سے
یا کسی کی جانب اسکے سبب سے اِس تمام معاملہ مین جو دونون کے درمیان تھا اِسکے سب طریقون سے کوئی حق نہین
رہا اور نہ کوئی دعوے اور نہ کوئی خصومت و نہ مطالبہ نہ کسی وجہ و کسی سبب سے خواہ قدیم ہو یا جدید ہو نہین رہا بلکہ حال
یہ ہو کہ اس معاملہ مین ہم دونون مین سے جسکا حق جو کچھ تھا اُسنے دوسرے سے اپنا سب حق بھر پایا بدین طور کہ دوسرے
نے یہ سب حق بھر پور تمام و کمال دیدیا پس ہرگاہ ان دونون مین سے کوئی دوسرے پر یا اُسکی جانب یا اُسکے پاس یا
اُسکے قبضہ مین یا اُسکی سبب سے کسی اور کی طرف یا اُسکے نام سے یا اُسکے وکیل کے نام سے کچھ دعوے کرے و حق
کا خواستگار ہو یا کسی وجہ مین سے کسی وجہ سے قدیم یا جدید کوئی مطالبہ کرے جس طرح بیان کیا گیا ہو اور سوا اسکے
اسکے اور وجہون سے مطالبہ کرے خواہ قسم طلب کرے یا اُسکے گواہ قائم کرے اور سوا انہین سے کسی چیز کی وجہ سے
اسکے جانب سے حق کا دعوے کرے بعد اس تحریر کے تو وہ زور و باطل و ظلم ہو اور جسپر دعوے کریگا اُسکا ساتھی اس
سبب سے بری ہو اور وہ دنیا و آخرت مین حلت مین ہو اور دونون مین سے ہر ایک نے عبارت مذکورہ دوسرے
سے قبول کی۔ اور اسکی دو نقلین تحریر کرے اور دونون مین کچھ تفاوت نہو تاکہ ہر ایک کے پاس ایک نقل رہے
اور اگر ان دونون مین سے ایک کا دوسرے پر قرضہ ہو اور حال یہ ہو کہ اُسنے سب بھر پایا تو بدین الفاظ تحریر
کرے ولیکن دونون جانب مین ایک جانب سے فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے دوسرے سے دوسرے کے
و سے تمام اپنا قرضہ و حق سب جو کچھ تھا وصول پایا پس اُسکا اُسپر یا اُسکے پاس یا اُسکی جانب یا اُسکے قبضہ مین یا اُسکے
سبب سے کسی اور پر الی آخرہ۔ اور اگر اُسنے بدون وصول کرنے کے اُسکو بری کر دیا ہو تو لکھے کہ اور فلان نے
فلان کو اپنے ہر حق سے جو اُسکی جانب یا اُسکے پاس الی آخرہ۔ بابراء صحیح بری کر دیا اور فلان نے اِس ابراء کو
بالمواجہہ بقبول صحیح قبول کیا اور اگر تھوڑا وصول کر لیا اور تھوڑے باقی کو معاف کر دیا تو لکھے کہ اُسنے فلان سے
اِس تمام مین سے جو اُسکے پاس یا اُسکی جانب یا اُسپر الی آخرہ اسقدر بھر پایا اور باقی سے اُسکو بری کر دیا اور فلان نے
اِس ابراء کو قبول کیا۔ اور اگر تھوڑا وصول پایا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور اُسکا فلان پر اسقدر تھا
پس اُس سے اتنا وصول پایا پس اُسکا اقرار کیا اور باقی کے واسطے جو اسقدر ہو فلان وقت تک بطور صحیح میعاد دیدی
اور فلان نے اِس مہلت کو قبول کیا اور اگر تھوڑے سے قرضہ کو معاف کر دیا اور باقی کی مدت مقرر کر دی تو لکھے کہ اور
اُسکو تمام اُس مال مین سے جو اِسکا اِس فلان پر تھا اور وہ اسقدر تھا اسقدر معاف کر دیا یا لکھے کہ تمام اُس مال
سے جسکا اُسپر دعوے کرتا تھا اور وہ اسقدر ہو انہین سے اسقدر معاف کر دیا اور باقی اسقدر کے واسطے اتنی مدت
مقرر کر دی پس یہ باقی مال مذکور اُسپر اِس میعاد پر واجب الادا ہوگا انہین سے کچھ بھی مقدار معاف شدہ مین داخل
نہین ہوا ہو واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر در اقرار انسان بعقار۔ زید نے اقرار صحیح کیا کہ تمام دار واقع مقام فلان محدود و
بحدود و حنین و حنان مع اُسکے حدود و حقوق و جملہ مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور جملہ اُن چیزون کے جو اُسکی

جانب اُسکے حقوق سے منسوب ہین واسطے عمرو کے ہین ملک ثابت وحق واجب ولازم ہین یہ سب اس عمرو کا
ہی نہ زید کا اور نہ تمام آدمیون مین سے اور کسی کا ہی اور یہ عمرو انمین تصرف کا مستحق ہی نہ زید اور نہ زید کے سوا
سب آدمیون مین سے کوئی اور آدمی اور اس زید کا انمین حق نہین ہی اور نہ اسکی جانب زید کے واسطے کوئی راہ ہی
اور نہ کسی وجہ وکسی سبب سے کوئی حجت ہی اور نہ مطالبہ اور نہ خصومت ہی آخر تک بدستور مذکور لکھے اور فلان یعنی
عمرو نے اُسکے اس سب اقرار کی تصدیق کی اور تحریر کو ختم کرے۔ اور اگر چاہے تو مع اُسکے حدود وحقوق و
مرافق اسکے آخر تک کے بعد لکھے کہ یہ سب ملک عمرو وانہی کا حق ہی اور اس مقر کے قبضہ مین بطریق عاریت ہی اور عمرو مقرلہ
فقط اور راہ ملک وقبضہ وتصرف اسکا مستحق ہی اس مقر اور اسکے سوا اور دوسرے کا انمین کچھ حق نہین ہی سوا اس
مقر لہ عمرو کے اور مقر لہ عمرو نے اسکے اس سب اقرار کی بالمواجہہ تصدیق کی اور علے ہذا اگر کسی دوسری محدود چیز مین
اسی طرح کا اقرار واقع ہو تو یون ہی تحریر کرے۔ اور اگر کسی دار یا زمین کا اقرار کیا اور یہ اقرار کیا کہ یہ مقر کے قبضہ مین ہی اور
چاہا کہ یہ بیان کرے کہ مقر لہ کو اسکا تسلیم کرنا مقر پر واجب ہی تو لکھے کہ تمام یہ دار و یہ زمین اس مقر کے قبضہ مین ہی اور اس
مقر کے قبضہ مین اس طرح ہی کہ فلان کے واسطے اسکی ضمان اس مقر پر واجب ہی یعنی بطور امانت اسکے قبضہ مین نہین ہی
اور مقر پر اسکا تسلیم کرنا مقر لہ کو واجب ہو ولازم ہی بسبب واجب حق کے کہ جسکو یہ مقر جانتا ہی اور جسکے سبب سے مقر پر ایسا
اقرار کرنا لازم آیا چنانچہ یہ اُسوقت تک مضمون ہی کہ جب تک فلان کو سپرد نکرے پس اُسپر یہ مضمون ہی یہانتک کہ اسکو مع
اُسکے سب حدود وحقوق کے تسلیم صحیح بدون مانع ومنازع کے فلان کو دیدے وسپرد کردے۔ تو یہ جائز ہی اور مقر پر
اسکا تسلیم کر دینا واجب ہوگا پس اگر اُسنے سپرد کیا تو خیر ورنہ مقر پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور قیمت بیان کرنے مین مقر کا
قول قبول ہوگا۔ اور اگر اقرار مین اُسکی قیمت بیان کردے مثلاً یون کہے کہ مقر پر اسکا تسلیم کرنا واجب ہی پس اگر مقر نے
اسکو سپرد کردیا تو خیر ورنہ مقر پر اُسکی قیمت واجب ہوگی اور وہ اسقدر ہی تو یہ احوط واصوب ہی۔ اور اگر دار مذکور
اُسکے قبضہ مین نہو اور اُسنے یون تحریر کرنا چاہا کہ مقر پر اس دار کا فلان کو سپرد کرنا واجب ہی یا اُسکی قیمت سپرد کرنا
واجب ہی بشرطیکہ عین دار سپرد کرنے سے عاجز ہو تو یہ بھی جائز ہی لیکن اس صورت مین یہ نہ لکھے کہ دار مذکور اُسکے
قبضہ مین ہی۔ اور اگر ایسے اقرار مین مقر نے اپنی جانب اور اپنے سبب یا کسی شخص کیطرف سے یا خاص خاص چند
آدمیون کی طرف سے جنکے نام بیان کردیے ہون درک کی ضمانت کرلی تو لکھے کہ فلان کے واسطے فلان نے
تمام اُس درک کی جو اس دار محدودہ مین یا انمین سے کسی چیز مین اسکی جانب یا اسکے سبب یا فلان کی جانب اور
اسکے سبب سے پیش آوے ضمانت صحیحہ کرلی کہ فلان کو اس سبب سے چھوڑا دیگا اور اس دار مذکور کو اسکے
سپرد کردیگا یا اُسکو اس دار کی قیمت واپس دیگا اور فلان نے تمام اس اقرار وضمان کو قبول کیا۔ اور اگر اُسنے تمام
لوگون کی طرف سے درک پیش آنے کی ضمانت کرلی تو طحاوی نے عیسی بن ابان سے روایت کی ہی کہ عیسی
بن ابان نے فرمایا کہ ہمکو ایک عقار کی بابت جو ہمارے قبضہ مین تھا ایک شخص کے واسطے اقرار کرنا پڑا
پس اُسنے ہمسے ضمانت درک طلب کی پس ہمنے اسکو اپنی جانب اور اپنے سبب سے ضمانت درک کو لینا قبول
کیا مگر اُسنے اس سے انکار کیا اور اسی پر جم گیا کہ ہم سب لوگون کی طرف سے ضمانت درک کے ضامن ہون پس
ہمنے یہ امام محمد بن الحسن سے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تمنے اسکو منظور کیا اور اسکے کہنے کے موافق ضامن ہوسکے

توضمان باطل ہوگی اور شیخ خصاف رح تمام لوگون کی طرف سے درک کا ضامن ہونا جائز رکھتے تھے پس یون لکھے کہ از جانب مقر و اُسکے سبب سے اور تمام سب آدمیون کی طرف سے درک کا ضامن ہوا۔ اور اگر دار مذکور اُسکے پاس ودیعت ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ اس مقر کے پاس اس مقرلہ کی طرف سے ودیعت ہے کہ جب وہ طلب کریگا اُسکو سپرد کریگا مقر کو اس سے کچھ انکار نہوگا۔ اور اگر اپنے فرزند کے واسطے عقار کا اقرار کیا پس اگر بیٹا جوان یعنی بالغ ہو تو اس صورت مین بھی اسی طرح لکھے جس طرح اجنبی کی صورت مین تحریر کرتا ہے اور اگر لڑکا صغیر ہو تو لکھے کہ یہ دار محدودہ مذکورہ مقر کے فرزند صغیر مسمے فلان کے جو اتنے برس عمر کا ہے ملک و حق ہے اور اس مقر کا قبضہ بولایت پدری بغرض حفاظت ہے کہ اُسکی طرف سے یہ مقرلہ تا اُسکے بلوغ و صلاح کار ہونے کے حفاظت کرتا ہے اور اس اقرار مین اس مقر کی اُس شخص نے تصدیق کی جسکو تصدیق کرنے کا استحقاق ہے نوع دیگر اگر دار کا مع اُس سب چیز کے جو اُسمین ہے کسی کے واسطے اقرار کیا۔ تو ابتدا سے مثل مذکورہ بالا تحریر کرنے کے بعد دار کے مع حدود ذکر کرنے کے وقت لکھے کہ یہ دار مع سب حدود و حقوق کے اور مع کپڑون و امتعہ و عروض و کیلی و موزون و فروش و بساطہا و اثاث البیت اور بیوت کی لوٹن و سونا و چاندی کے و مع ظروف پتیلی پیرنجی و تانبے و جست و مٹی و شیشہ کے اور مع آٹے و حیوانات و غیرہ سب اقسام اموال کے کثیر و قلیل کے جو اس دار مین ہے واسطے فلان کے ہے اور تحریر کو تمام کرے اور علے ہذا اگر باغہاے انگور و اراضی مزروعہ کا جس مین انگور و زراعت موجود ہے کسی شخص کے واسطے اقرار کیا تو مثل اقرار ایسے دار کے ہے جس مین اسباب موجود ہے کہ زراعت و پھلون کو مفصل بیان کرنا چاہیے اسواسطے کہ باغہاے انگور و اراضی کا اقرار کرنے مین کھیتی و پھل نہین داخل ہوتے ہین جیسے کہ دار کے اقرار مین متاعہاے دار داخل نہین ہوتی ہین پس اگر اصل اراضی و باغہاے انگور کا اقرار ہو تو اسی طرح تحریر کرے جیسے اصل دار کا اقرار تحریر کیا جاتا ہے اور اگر اراضی و باغہاے انگور کا مع اُس چیز کے جو اُنمین موجود ہے اقرار کیا تو اس طرح لکھے جیسے دار مع اُنکی متاع کے اقرار کرنے مین تحریر ہوا ہے اور اگر اُس چیز کا جو دار مین ہے بدون دار کے اقرار کیا تو لکھے کہ دار واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان کے اندر جملہ اقسام اموال مین کپڑے و عروض و امتعہ و فروش و بساط و سونا و چاندی و باندی و غلام و گاے و بکری و اونٹ و کیلی و وزنی و اطعمہ و اشربہ و حویلی گری ہوئی کا لوٹن و پتیلی و تانبے و کانسہ و شیشہ و غیرہ کے برتن یہ سب فلان کی ملک و حق ہے اسی طرح اگر باغہاے انگور کے پھلون کا سواے اصل باغ کے اقرار ہوا اور اگر زمین کی زراعت کا بدون زمین کے اقرار ہو تو کھیتی کی صورت مین تحریر کرے کہ اراضی واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان مین سے اتنی جریب مین جو زراعت گندم ہے اور اُنمین بالین آگئی ہین قریب کاٹے جانے کے ہے یا لکھے کہ وہ کھیتی کاٹ لی گئی ہے اور گندم جو اس زمین مذکور محدودہ مین ہے وہ سب فلان کی ملک و حق ہے بدون رقبہ اراضی مذکور کے اور تحریر کو تمام کرے اور پھلون کی صورت مین لکھے کہ باغہاے انگور واقع مقام فلان محدودہ بحدود چنین و چنان مین تمام پھل جو اس باغ کے درختان سے پیدا ہوکر اُنھین درختون پر موجود ہین فلان کی ملک و حق ہین بدون درختان انگور باغہاے مذکور و بدون اراضی باغہاے مذکور کے اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر اگر اموال اعیان یا جنکی اضافت مکان کی طرف نہین کی ہے اقرار کیا تو چاہیے کہ ایسی صورت مین

ان اموال اعیان کی فہرست ایک کاغذ مین اور یہ تحریر کرے اور کیلی کا کیل و وزنی کا وزن اور ذرعی کا طولی و عرضی
پیمایشی گز اور قیمتی کی قیمت تحریر کرے اور جو مثلی ہو اسکی مثل ذکر کرنے کی حاجت نہین ہو پھر اس فہرست سے فارغ ہو کر
تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان بن فلان نے اپنے جواز اقرار و بصحت و جوہ نفاذ تصرفات کی حالت
مین بطوع خود و رغبت خود اقرار کیا کہ یہ تمام اعیان مذکورہ بالا اسے تحریر اقرار ہذا جنکے صفات و مقدار و پیمائش طولی و
عرضی بیان کر دی گئی ہو اور قیمتی کی قیمت تحریر کر دی گئی ہو فلان کی ملک و حق ہین رہی ان چیزون کا مالک و مستحق
تصرف ہو یہ مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیون مین سے انکا کسی وجہ و کسی سبب سے مستحق نہین ہو اور تحریر کو تمام کرے
نوع دیگر دارمین سے ایک حویلی کا اقرار کرنا ۔ یون تحریر کرے کہ دار معروف کذا محدود دہ بحدود کذا و کذا مین ایک
حویلی جو اس دار مین جانے والے کے دائین ہاتھ یا بائین ہاتھ یا سامنے پڑتی ہو جسمین بیوت سفلی یا کرباقی ہو جسکی ایک
حد ملازق صحن دار ہذا ہو اور دوسری حد اس دار کی بیت سفلی یا کرباسی سے ملازق ہو اور تیسری اس دار کی صفہ
سے ملازق ہو اور چوتھی اس دار کی متوضی سے متصل ہو یہ تمام منزل حویلی مع اپنے سب حدود و حقوق و زمین و عمارت
و سفل و علو کے اور مع اپنے راستہ کے دہلیز دار ہذا سے تا دروازہ کلان اس دار کی ہو اور مع اپنے ہر قلیل و کثیر کے جو اسمین
اسکے حقوق سے ہو فلان کی ملک و حق ہو اور تحریر کو تمام کرے اور اگر دار کی منزل کے علو کا اقرار کیا تو لکھے کہ تمام دار مشتملہ
بلبیوت واقع کوچہ فلان محدود بحدود چنین و چنان کے بیت کرباسی یا سفلی جسکے حدود چنین و چنان جو دار مین
جانے والے کے دائین ہاتھ پڑتا ہو اُسپر ایک غرفہ واقع ہو پس اس مقر نے اقرار کیا کہ یہ تمام غرفہ مذکورہ بدون اُسکی
سفل کے ملک فلان ہو اور تحریر کو تمام کرے ۔ اگر زید نے اپنے اور عمرو کے درمیان مشترک دار کے ایک بیت کا
اقرار کیا تو جس طرح ہمنے بیان کیا ہو تحریر کرے پھر لکھے کہ اگر بعد تقسیم کے یہ دار اس مقر کے حصہ مین آیا تو سب بیت مذکورہ
اس مقر لہ کو سپرد کیا جائیگا اور اگر عمرو کے حصہ مین آیا تو زید اس مقر لہ کے واسطے اپنے حصہ مین سے بقدر اُسکے حق
کے ضامن ہوگا اور یہ اس طرح ہوگا کہ امام اعظم رح کے قول کے موافق اور امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق بنابر
دونون روایتون مین سے ایک روایت کے تمام حصہ مقر مین بقدر دار کے گزون مین سے نصف تعداد کے اور مقر لہ بقدر
بیت مذکور کے گزون کے شریک کیا جائیگا پس جسقدر مقر لہ کے حساب مین آوے اُسقدر مقر کے حصہ مین سے لیگا
اور امام محمد رح نے فرمایا کہ دار کے گزون مین سے نصف گزون کی تعداد سے مقر اور نصف بیت مذکور کی تعداد سے مقر لہ
شریک کیا جائیگا نوع دیگر اگر مقر نے اپنے دار مین سے دوسرے کیواسطے راہ کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسکے
مقبوضہ و مملوکہ دار واقع مقام فلان محدود دہ بحدود چنین و چنان مین ایک راستہ ہو اور یہ راستہ اس دار مین فلان موقع
پر یا بین کذا الی کذا ہو اور مبدا اس راستہ کا فلان جگہ سے تا دروازہ کلان اس دار کے مسلم اسی دار مین ہو اور مبدا سے
تا دروازہ کلان اس راستہ کا طول اتنے گز اور عرض اتنے گز ہو اس راستہ مین ہو کر فلان شخص اپنے دار سے جو اس زید
کے دار سے ملاصق ہو اس دار کے فلان مقام سے نکلکر اس راستہ سے ہو کر دار زید کے دروازہ کلان سے ہو کر
شارع عام مین آتا جاتا ہو پس زید نے اقرار کیا کہ یہ تمام راستہ مذکورہ مع اپنے حدود و حقوق کے فلان کی ملک و مقبوضہ
ہو اور وہی اس راستہ کا مستحق ہو مقر یا کوئی آدمی تمام سب آدمیون سے اسکا مستحق نہین ہو اور تحریر کو ختم کرے اور اگر یہ راستہ
دونون مین مشترک ہو تو تحریر مین دونون مین مشترک ہونا پڑھا دے ۔ نوع دیگر کسی کے واسطے دیوار دار کا اقرار کیا

تو تحریر میں اس دیوار کے واقع ہونے کی جگہ اور اسکا طول و عرض و اونچائی تحریر کرے اور یہ بھی لکھنا واجب ہے کہ یہ دیوار محدودہ مع اپنی زمین و عمارت کے ملک فلان الی آخرہ کیونکہ بعضے دیوار کی بابت دو روایتیں مختلف بیان کی گئی ہیں کہ دیوار نام ہے عمارت و زمین کا یا فقط عمارت کا نوع دیگر اگر نہر و کاریز کا اقرار کیا تو لکھے کہ نہر واقع مقام فلان منسوب بکذا جسکا منبع فلان جگہ سے اور اسمین فلان نہر سے پانی آتا ہے اور فلان مقام پر یہ نہر گرتی ہے اور یہ نہر اپنے پانی آنے کی جگہ سے گرنے کی جگہ تک اتنے گز ہے فلان گزون کے حساب سے اور عرض اسکا اتنا ہے اور اس نہر کی پوری لنبائی میں دونون جانب پانچ پانچ گز حریم ہے پس مقر نے اقرار کیا کہ یہ سب نہر مع اپنے حریم و سب حدود و زمین و ہر حق کے جو اسمین داخل اور اس سے خارج ہے اس مقر لہ کی ہے اور تحریر کو تمام کرے اور کاریز میں اتنا زیادہ کرے کہ مع اپنی زمین و نہر کے نوع دیگر۔ اگر مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ دوسرے کی ملک ہے اور مشتری اس غیر کی طرف سے خریدنے کے واسطے وکیل تھا پس اگر بیعنامہ کی پشت پر اسکو لکھنا چاہا تو لکھے کہ مشتری نے اقرار کیا کہ خرید شدہ غیر کی ملک ہے اور مشتری اس غیر فلان کی طرف سے جسکا نام و نسب اس تحریر کے باطن کی جانب بیعنامہ میں تحریر ہے وکیل خرید تھا پس جوازاً اقرار وبہمہ وجوہ نفاذ تصرفات کی حالت میں بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے تمام زمین محدودہ مذکورہ روے تحریر ہذا یا تمام دار محدودہ مذکورہ روے تحریر ہذا بائع مذکور سے بعوض ثمن مذکور کے واسطے فلان بن فلان کے خرید کیا کہ اسکو اُسکے مال سے مقر کو اپنا وکیل مقرر کرنے سے مقر نے اُسکے واسطے خریدا اور اپنے موکل کے مال سے ثمن نقد ادا کیا اور یہ معقود علیہ اُسی کے واسطے قبضہ کر لیا اور یہ تمام دار و یہ زمین ملک فلان و اُسکا حق ہے اور اس مقر کا نام جو روے بیعنامہ میں مذکور ہے عاریۃً و وکالۃً ہے استحقاقاً و اصالۃً نہیں ہے اور اسکا موکل فلان اس معقود علیہ مذکور میں سب تصرف کرنے کا مستحق ہے اور یہ مقر اور اسکے سوا تمام سب لوگون میں سے کوئی اسکا مستحق نہیں ہے اور اس مقر کو اس سب میں یا اسمیں سے کسی جزو میں کچھ دعوے نہین ہے اور اگر اس سب کا یا تھوڑے کا کبھی اس مقر نے دعوی کیا یا مقر کے قائم مقام نے مقر کی زندگی یا موت کے بعد دعوے کیا تو اسکا دعوی باطل ہوگا اور مقر لہ مذکور نے اُسکے اس سب اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی واقع تاریخ فلان۔ اور اگر وکیل مذکور کا اقرار علیحدہ ابتداءً لکھا گیا تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ اُسنے بکر سے ایک دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان بعوض اسقدر ثمن کے خریدا اور اُسکے واسطے ایک بیعنامہ لکھا گیا جسکا نسخہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پس نقل بیعنامہ آخر تک تحریر کر دے پھر لکھے کہ اقرار کیا کہ اُسنے یہ معقود علیہ مذکور فلان بن فلان کے واسطے خریدا تھا باقی اُسی طور سے تحریر کرے جس طرح ہمنے بیان کیا ہے۔ اور اگر نصف اپنے واسطے اور نصف دوسرے کے واسطے خریدنے کی تحریر چاہی تو لکھے کہ بطوع خود اقرار کیا کہ ہرگاہ اُسنے تمام دار واقع مقام فلان خریدا تو اسمین سے نصف شائع اپنے واسطے اور نصف شائع فلان کے واسطے اُسکے حکم سے اور اُسکے اس مقر کو اسواسطے وکیل کرنے کی وجہ سے خریدا پس یہ تمام دار مذکورہ اس مشتری اور اس فلان کے درمیان بسبب ایسی خرید کے نصفا نصف مشاع دونون کے قبضہ میں ہے اور اس تمام ثمن مذکور کا نصف اس فلان کے مال سے ادا کیا گیا ہے اور اس مقر لہ نے اُسکے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی۔ اور اگر وصی نے یتیم کے واسطے خرید کرکے اقرار کرنا چاہا کہ خریدہ شدہ یتیم کے واسطے خریدا ہے۔ تو لکھے کہ زید نے جو عمرو کی طرف سے اُسکے فرزند صغیر مسمی بکر کا وصی ہے اقرار کیا کہ اُسنے تمام حویلی جو فلان بائع سے بعوض چندین ثمن خریدی ہے

دو واسطے یتیم کے واسطے بحکم اپنی ولایت کے جو اُسپر بحکم اُسکے پدر فلان کی جانب سے اُسکے واسطے وصی ثابت ہونے
کی وجہ سے ثابت ہے خریدی ہے کیونکہ اسکے خریدنے مین اُسکے مال کی احتیاط اور اُسکے حق مین حفاظت و امید حصول
نفع الی روز بلوغ و زیادتی و توفیر بھی ہے اور اُسنے اسکا ثمن بحکم اپنی ولایت مذکورہ کے اُسکے مال سے اس بائع کو ادا کیا ہے اور
اس یتیم کیواسطے جو چیز اس بائع سے خریدی ہے قبضہ کر لیا ہے پس یہ یتیم اس خرید شدہ کا مستحق ہے یہ مقر یا کوئی دوسرا وصی
تمام سب آدمیون مین سے اسکا کچھ مستحق نہین ہے اور اس مقر کا نام بیعنامہ مین بطور عاریت ہے اور اس مقر کا اس سب
مین یا انہین سے کچھ کسی جزو مین کوئی حق نہین ہے اور اس وصی نے یہ امر اس یتیم کے اوپر رکھا کہ بعد بالغ ہونے کے
صلاح کاری ظاہر ہونے اور اپنے مال پر قبضہ کرنے کا مستحق ہونے پر منتظر ہے کہ جو چیز اس وصی نے اُسکے واسطے
خریدی ہے اُسپر قبضہ کرلے اور جو شخص اس مین خصومت کرے اُسکے ساتھ خصومت کرے الی آخرہ - نوع دیگر اگر کسی نے
اقرار کیا کہ وہ بعاریت فلان کی خرید شدہ مین رہتا ہے تو لکھے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ معدم ہے دنیا کے مال
سے کسی چیز کا مالک نہین ہے نہ روے زمین پر اور نہ زمین مین گڑا ہوا مال رکھتا ہے سوا ان کپڑون کے جو اُسکے بدن
پر ہین جنکی قیمت چندین درم ہے اور وہ فلان کی عیال مین ہے جو اُسکو نفقہ دیتا ہے اور وہ دار منسوبہ بفلان شخص مین
بطور عاریت رہتا ہے اور فلان کے قبضہ مین اُسکا کچھ مال و ملک و صامت و ناطق نہین ہے اور نہ ایسی کوئی چیز ہے جسپر لفظ
مال اطلاق کیا جا سکے اور فلان نے اُسکے اس اقرار کی تصدیق کی نوع دیگر - اگر عقد خرید کرنے کے بعد مشتری و بائع
مین مفاسخہ ہوا اور اُسکا اقرار مشتری سے تحریر کرنا چاہا تو لکھے کہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے عمرو سے برضا و رغبت
و طوع خود جو بیع ہوا ان دونون مین بابت تمام دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان کے جاری ہوئی تھی
باہم فسخ کیا اور ہر عقد کو جو ان دونون مین اس امر مذکور کی بابت رہن و وثیقہ بمال وغیرہ کا ثابت ہوا ہو باہم توڑ دیا
اور یہ مفاسخہ بطور صحیح جائز کیا جسمین فساد و خیار نہین ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے جو اُسکے بطلان کی موجب ہو اور زید مذکور
نے تمام یہ دار بحکم اس مفاسخہ مذکورہ اس عمرو کو بہ قبضہ صحیح واپس دیا اور اُسنے عمرو مذکور سے اپنا ہر حق جو بحکم مفاسخہ مذکورہ وغیرہ
کے مقر لہ عمرو مذکور پر واجب ہوا تھا تمام و کمال وصول کر لیا اور عمرو مذکور اُسکو دیکر بابراء صحیح بری ہو گیا پس اس
مقر کا یا کسی دوسرے کا اس مقر لہ پر یا اُسکی جانب یا اُسکے پاس یا اُسکے قبضہ مین کوئی حق اور عین و دین کچھ نہین رہا
اور نہ اس دار مین بیع و رہن و وثیقہ بمال وغیرہ کسی عقد سے کچھ دعوی رہا اور اس مقر لہ نے بالمشافہ اُسکی تصدیق
کی نوع دیگر اقرار مفاسخہ رہن - زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ باغ انگور واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان اُسکے
قبضہ مین از جانب عمرو رہن تھا بعوض ایسے مال کے جو زید کا اس عمرو پر تھا اُسکے عوض زید مذکور کے پاس اس نے
رہن کیا تھا اور اس عمرو نے یہ تمام قرضہ مذکورہ اس زید کو ادا کر دیا اور اس مقر نے اُسکے ساتھ اس باغ انگور کے رہن
کا مفاسخہ کر دیا اور اُسکو واپس کر دیا اور اُسنے رہن سے چھوڑا کر واپس لیکر قبضہ کر لیا پس اس مقر کا اس مقر لہ پر کچھ قرضہ
نہین رہا اور نہ اس مقر لہ کا اس مقر کے پاس کوئی مال عین رہا اور نہ دونون مین سے ایک کی دوسرے پر کچھ خصومت
رہی اور ہر ایک نے دونون مین سے دوسرے کی اس سب مین تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے واللہ تعالی
اعلم نوع دیگر اقرار فسخ بیع وگم شدگی بیعنامہ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے عمرو سے تمام دار واقع مقام فلان محدود
بحدود چنین و چنان بطریق بیع الوفا و وثیقہ کے نہ بر سبیل قطعی و حقیقی کے بعوض اسقدر درم کے خریدا تھا اور طرفین سے

باہمی قبضہ دونوں چیزوں میں واقع ہو گیا تھا اور اس سے مصالحت وفا کرنے کا اقرار کیا تھا کہ ہرگاہ وہ اسکو مثل اس
ثمن کے نقد دیگا اور اسکے فروخت کر دینے کا مطالبہ کریگا اور ثمن لیکر مبیع مذکور سپرد کر دینے کا مطالبہ کریگا تو اسکی درخواست
کو منظور کریگا پھر عمرو مذکور نے اس ثمن مذکور کے مثل اس زید کو نقد دیا اور اس زید سے اسکے فروخت کر دینے کا مطالبہ
کیا پھر زید مشتری دار مذکور نے اسکے ہاتھ فروخت کر دیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور دار خرید شدہ اسکو واپس کر دیا اور عمرو نے اس سے
بیعنامہ طلب کیا پس وہ بیعنامہ دینے سے عاجز ہو گیا اور کہا کہ وہ گم ہو گیا ہے پس اسنے مضبوطی کے واسطے اقراری تحریر
مقر سے مانگی پس اس مقر نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے فلان بائع سے یہ تمام ثمن اور وہ اسقدر ہے بائع مذکور کے
اسکو پورا پورا دینے سے وصول کر لیا اور اسکے وصول و بھر پانے سے بائع مذکور اسکو بری ہو گیا اور اس مقر نے
اسکو تمام وہ چیز جو تحت بیع داخل ہوئی ہے سپرد کر دی۔ اور یہ سب بعد اسکے ہوا کہ اس مقر نے اسکے ساتھ اسکو فروخت
کیا اور اس بائع نے اس سے یہ مبیع خریدی۔ اور اس مشتری نے اس سب میں اس بائع کیواسطے ضمانت درک کر لی
اور اقرار کیا کہ اس مقر لہ کا اس بائع پر اس سب میں کوئی دعویٰ و کچھ خصومت نہیں رہی نہ اصل محدود میں اور نہ اسکے
کرایہ میں اور نہ اسکے ثمن میں اور نہ اسکی قیمت میں اور یہ تمام دار مذکور اس بائع کی ملک ہے وہی اسکا مستحق ہے یہ مقر یا
کوئی دوسرا آدمی تمام سب آدمیوں میں سے اسکا مستحق نہیں ہے اور اگر یہ مقر کبھی اس بیعنامہ کو نکالے تو وہ بیکار ہے اور
وہ اس بات پر اپنے گواہ قائم کرنے و ثمن طلب کرنے میں مبطل ہو گا اور اس مقر لہ نے اس اقرار میں اسکی تصدیق کی و
تحریر کو تمام کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر اگر ایک شخص نے اپنی دختر کی تجہیز کی اور باپ و شوہر نے سب جہیز
کا اسکے واسطے اقرار کیا۔ تو لکھے کہ گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب گواہ ہوئے کہ فلان بن فلان نے اپنی
دختر فلانہ کو اپنے خالص مال سے بطور صلہ و تلطف و احسان اور اسکے مہر و عطیہ سے جو اسکے شوہر نے اسکے
واسطے روانہ کیا ہے بعد ازانکہ دونوں کے درمیان نکاح صحیح موافق شرع کے بجمیع شرائط صحت جاری ہو گیا تھا
تمام جہیز مذکورہ ذیل وقت اسکے اپنے اس شوہر کے گھر جانے کے دیا ہے اور سپرد کیا ہے جمع اللہ تعالیٰ بینہما
بالخیر والبرکۃ واکثر لہما الذریۃ الطیبۃ اسکے شوہر کے گھر سے اسکے سپرد کر دے اور انکی تفصیل بیان کر دے
اور ہر ایک کی صفت بیان کر دے اور قیمتی چیزوں کی قیمت بیان کرے اور جو کپڑا اگر دونوں کی ناپ ہو اسکی ناپ
گزوں سے بیان کر دے۔ اور زنانہ اس عورت کے کپڑے سپرد کرے اور ہر ایک قسم کی تفصیل بیان
کر دے اور زیور موتی و جواہرات کی تفصیل و صفت و قیمت بیان کر دے اور اسکے بعد فرش و بچھونے
اور اسکے بعد پیتل و تانبے و چینی و لوہے وغیرہ کے ظروف۔ اور ہر ایک میں تفصیل کرے کہ یہ باندی جسکی
قیمت اسقدر ہے و ترکی غلام جسکی قیمت اسقدر و ہندی باندی جسکی قیمت اسقدر ہے و باغ انگور واقع دیہ فلان محدود
بحدود چہارگانہ و دوکانیں واقع بازار فلان محدود بحدود چہارگانہ اس سب تفصیل فہرست تحریر کرے
اسکے بعد لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بنت فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ جسکی اجناس و
انواع و صفات و قیمت فہرست بالائی میں مذکور ہے اس میں سے سوائے جامہ پوشیدنی اس شوہر مسمی مذکور
فہرست کی ملک اس فلانہ کی اور اسکا حق ہے اور اسکے قبضہ و تحت و تصرف میں ہے اور اس مقر کا اس میں کچھ حق نہیں
ہے اور نہ بمساوات مذکورہ اسکی مستحق ہے یہ مقر یا تمام سب آدمیوں میں سے کوئی اسکا مستحق نہیں ہے اور اگر کبھی اسنے اسکا

یا اس مین سے کسی چیز کا دعویٰ کیا کہ یہ اُسکی ملک ہے اور اس مسماۃ کے پاس اُسکی طرف سے عاریت ہے تو اُسکا دعوےٰ
باطل و مردود ہوگا اور اس کے واسطے اپنے اوپر اُن لوگون کو گواہ کر دیا جنھون نے آخر تحریر مین اپنے نام ثبت کیے
ہین اور تحریر کو تمام کر دے پھر گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کرین پھر بعد تحریر اسماے گواہان کے شوہر کا اقرار اسطرح
تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم فلان بن فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال مذکورہ فہرست پیشانی کاغذ ہذا
سواے بیا جہاسے تن مفقود جو اُسکی طرف مضاف کیا گیا ہے باقی سب اُسکی اس زوجہ مسماۃ فلانہ کی ملک وحق ہے و اُسکے
قبضہ وتحت وتصرف مین ہے اور اس سب کو وہ اس مقر کے گھر اس طرح لیے جاتی ہے جیسے عورتین اپنے شوہرون
کے گھر لے جاتی ہین بدون اسکے کہ اس مقر کا اس سب مین یا انمین سے کسی چیز مین کچھ دعویٰ یا ملک یا حق
ہو اور اقرار کیا کہ اگر یہ مقر کبھی ان مین سے کسی چیز مین سواے اپنے تن کے کپڑون کے جو اُسکی طرف مضاف کیے
گئے ہین دعوے کرے تو اُسکا دعویٰ باطل و مردود ہوگا اور اقرار کیا کہ اس عورت کے واسطے اس مقر پر اُسکے
باقی مہر کا اسقدر حق واجب و دین لازم ہے کہ جب بشرع سے اسکا مطالبہ اس شوہر پر متوجہ ہو تو مطالبہ کریگی الا آنکہ
اور اس سب اقرار کے گواہ کر دیے پھر اسکے بعد گواہ لوگ اپنے اپنے نام تحریر کرین واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اگر دختر نے
اپنے جہیز کا اپنے باپ یا ماں کیواسطے اقرار کیا اور اسکی چند صورتین ہین اول آنکہ فہرست جہیز مثل مذکورہ بالا کے
پیشانی کاغذ پر تحریر کر کے پھر لکھے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہ فلانہ بنت فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ تمام اموال جو جنس وصفت
واقسام وقیمت کے ساتھ پیشانی کاغذ ہذا مین تحریر ہے اُسکے باپ اس فلان کی ملک وحق بسبب صحیح ہے جسکو مقرہ بخوبی
جانتی ہے اور اسکا اقرار اُسکے واسطے لازم آیا ہے اور اس مقرہ کے قبضہ مین بطریق عاریت کے ہے اور اُسکے اس اقرار
کی اُسکے باپ اس فلان نے بالمشافہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے یہ وجہ دوم آنکہ فلانہ نے بطوع خود اقرار کیا
کہ اقسام ثیاب و امتعہ و فروش و بچھونے و زیور سونے و چاندی و جواہر و موتیون و ظروف برنجی و پتیلی و شیشے و لوہے
و مٹی وغیرہ کے و اقسام امتعہ و اثاث البیت وغیرہ ہر قلیل وکثیر جو اُسکے جہیز کے کاغذ مین مذکور ہے اور یہ سب فی الحال
اُسکے شوہر فلان کے گھر مین موجود ہے اُسکے باپ فلان کی بسبب صحیح و لازم ملک ہے جسکو یہ مقرہ اچھی طرح جانتی ہے کہ جس
سے اُسکو یہ اقرار کرنا لازم آیا اور اُسکے اقرار کی اُسکے باپ اس فلان نے مشافہۃً تصدیق کی اور دونون نے اپنے
اوپر گواہ کر لیے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اُسکا باپ اُسکو جہیز دینے کے وقت اس جہیز کی فہرست لکھکر اس امر پر گواہ کرے
کہ مین نے یہ چیزین اُسکو بطریق عاریت دی ہین اور صدر الشہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ احوط یہ ہے کہ جو کچھ اس فہرست مین
لکھا ہے اُس سب کا اُسکا باپ بعوض ثمن معلوم کے خریدے پھر اُسکی دختر اسکے باپ کو اس ثمن سے بری کر دے اور میرے
نزدیک احوط وہی ہے جو مین نے اولاً تحریر کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ نوع دیگر در اقرار حیوان ۔ اولاً پیشانی کاغذ پر حیوانات
کے نام مع صفات و شیات جیسے ہون تحریر کرے پھر فہرست کے بعد اقرار کا بیان اسطرح لکھے جس طرح ہمنے بیان کیا ہے یا
لکھے کہ فلان بن فلان نے الی آخرہ اقرار کیا کہ اُسنے فلان کے ہاتھ اتنی عدد بکریان معین اُنکے اوصاف و شیات
بیان کر دے اسقدر درمون کے عوض فروخت کین اور اُسنے یہ بکریان اس مقر سے خریدین اور مقر نے اُنکا ثمن مذکور سب
وصول پایا اور مبیع مذکور اُسکے سپرد نہین کی اور جب وہ طلب کریگا تو یہ فلان بکریان اُسکے سپرد کریگا اور مقر لہ نے اُسکی تصدیق
کی نوع دیگر اگر عورت نے اقرار کیا کہ مین نے اتنی مدت کا نفقہ و کپڑا اپنے شوہر سے وصول پایا ۔ تو لکھے کہ فلانہ بنت فلان

بطوع خود اقرار کیا کہ مین نے اپنے شوہر فلان سے اپنا تمام چھ مہینہ کا کھانا و کپڑا جو مقررہ کے واسطے اُس شوہر پر واجب تھا جیسا کہ ایسی عورتون کا ہوتا ہو فلان تاریخ سے فلان تاریخ تک چھ مہینہ کا بقبضہ صحیح واستیفا سے کامل وصول پایا اور اُسکے شوہر فلان نے اُسکے اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم۔ نوع دیگر غلام نے اپنے مولے کے واسطے اپنے رقیق ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ فلان ہندی نے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلان کا غلام مملوک ہو اور فلان مذکور اُسکے رقبہ کا بملک صحیح جائز ثابت مالک ہو اور فلان کی خدمت و اطاعت اِس مقر پر واجب ہو اور اگر فلان اُس سے خدمت لے یا فروخت کرے تو اِسکو فلان کے امر سے کچھ اِنکار نہین ہو اور فلان پر اِس باب مین کسی حق کا دعوی کرکے اُسکی ملک سے خارج ہوجانے کا بالکل مستحق نہین ہو اور اِس مقر کا فلان کی جانب کوئی دعوی و حق و مطالبہ کسی وجہ سے اور کسی سبب سے نہین ہو اور فلان نے اُسکے اس سب اقرار پر بعد ازانکہ اسکو ایسی زبان مین پڑھ سنایا گیا اور اُسنے سمجھ لیا و جان لیا گواہ کر لیے پس اگر اسکا کوئی سبب ہو تو اسکو تحریر کردے اور یہ صحت اقرار کا مانع نہوگا اور اس اقرار مین صحت بدن ہونا شرط نہین ہو اسواسطے اِسکا حکم صحت و مرض دونون حالتون مین یکسان ہو مختلف نہین ہو۔ نوع دیگر باندی کا اقرار کہ وہ اپنے مولی کی ام ولد ہو۔ یون لکھے کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ نے اقرار کیا اُسکا حلیہ بیان کردے بطوع خود اقرار کیا کہ وہ فلان بن فلان کی ام ولد تھی اور اُسکے قبضہ و تحت و تصرف مین بملک صحیح کامل تھی اور وہ اُس سے ایک بیٹا مسمی فلان یا دختر مسماۃ فلانہ جنی کہ وہ فرزند اِس مقرہ کی گود مین موجود ہو اُسکے مالک مذکور سے ثابت النسب ہو اور یہ مقرہ اِس مولے سے بچہ جننے کی وجہ سے اُسکی اُم ولد ہوگئی اور اس مقرہ پر اُسکی خدمت اطاعت واجب ہو اور اِسکو اِس بات سے کوئی انکار نہین ہو جبتک یہ مولی زندہ ہو اور اُسکے مولی فلان مذکور نے بالمشافہہ اُسکی تصدیق کی واللہ تعالی اعلم۔ اور اگر مولے کیطرف سے اُسکے ام ولد ہونے کا اقرار ہو تو اُسکی صورت تحریر ہم فصل امہات الاولاد مین ذکر کرچکے ہین اُسکا اعادہ نکرینگے۔ اور اگر پسر نے اقرار کیا کہ میرے باپ کی باندی میرے باپ کی ام ولد ہو اور اُسکی موت سے آزاد ہوگئی ہو۔ تو لکھے کہ فلان بن فلان نے بطوع خود اپنی صحت بدن و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین اقرار کیا کہ فلانہ ترکیہ یا ہندیہ اُسکے باپ فلان کی مملوکہ و باندی تھی اور اُسکے قبضہ و تصرف مین تھی کہ اِس کا بملک صحیح مالک تھا اور اُسکے باپ فلان نے اپنی زندگی مین اُسکو ام ولد بنایا اور وہ اُسکے باپ فلان سے ایک بیٹا ثابت النسب مسمی فلان جنی یہ بچہ جننے سے یہ باندی اُسکی ام ولد ہوگئی اور اُسکے باپ فلان نے بھی اپنی زندگی مین اُسکے اپنی ام ولد ہونے کا اقرار کیا ہو اور یہ باندی اُسکے باپ فلان کے مرنے سے اُسکے تمام مال سے آزاد ہوگئی اور اِس مقر کا اِس باندی مذکورہ پر کچھ دعوی و حق نہین ہو سوائے استحقاق ولاء کے کہ بعد اپنے باپ کے اسکی ولاء اس مقر کے واسطے ہو اور اس باندی نے بالمشافہہ اُسکی تصدیق کی۔ اور اگر پسر نے کسی غلام کے مدبر ہونے کا اقرار کیا کہ اُسکے باپ نے اُسکو مدبر کردیا ہو اور وہ اُسکے باپ کی موت سے آزاد ہوگیا تو لکھے کہ فلان بن فلان نے حالت جواز اقرار مین بطوع و رغبت خود اقرار کیا کہ غلام ہندی مسمی فلان اُسکے باپ مسمی فلان کی ملک و حق تھا کہ بسبب صحیح اُسکا کامل مالک تھا اور اُسکے باپ نے اپنی زندگی مین اِس غلام کو تدبیر مطلق صحیح اپنے خالص مال سے مدبر کردیا اور ایسا ہی اُسکے باپ نے اپنی زندگی مین اقرار کیا اور اُسکا باپ مرگیا اور یہ غلام اُسکے ترکہ کے تہائی سے برآمد ہونے کیوجہ سے

آزاد ہو گیا اور اس لیپر کو اس غلام پر کوئی استحقاق نہین ہو سوائے راہ ولاء کے اور بجہت میراث اسکا اس غلام پر
کوئی دعوے نہین ہوا ور سعایت کرانے کے واسطے اسکے ساتھ کوئی خصومت نہین ہو اور اس غلام نے اس کے
اقرار کی بالمواجہ تصدیق کی ۔ نوع دیگر اگر وارث نے قرضدار سے قرضہ وصول پانے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے بالطوع
خود اقرار کیا کہ اُسکا باپ فلان مر گیا اور اُسکا عمرو پر اتنے درم قرضہ واجب و حق لازم تھا اور اسکی موت سے یہ مال اُسکے
بیٹے اس زید کے واسطے میراث ہو گیا کہ اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہین ہو اور عمرو نے یہ اُسکو ادا کر دیا اور پورا
دیدیا پس زید نے اس سب پورا کامل وصول کر لیا اور وصول پانے کے ساتھ اُسکو با برا صحیح اس سے بری کر دیا
اور عمرو مذکور کے واسطے اس معاملہ مین ہر طرح کی درک کی اس سب مین ہو یا اس مین سے کسی جزو مین ہو ضمانت صحیحہ
شرع مین لازم ہوتی ہو کر لی اور عمرو نے اُسکے اس اقرار کو بالمواجہ قبول کیا اور تصدیق کی ۔ اور اگر ایسا اقرار از جانب
موصی لہ ہو تو لکھے کہ زید نے اقرار کیا کہ عمرو نے اپنی زندگی مین اپنی صحت عقل و بہمہ وجوہ جواز تصرفات کی حالت مین اُس
کے واسطے اپنے تمام ترکہ کی اپنی وفات کے بعد وصیت کی تھی اور اُسکا کوئی وارث براہ قرابت یا بسبب زوجیت نہ تھا اور
اُسکو اس مہر کا وصی کیا تھا کہ اُسکا ترکہ جہان ہو جسکے پاس ہو اور جس پر ہو طلب کرے اسواسطے اُسکو بوصایت صحیحہ
وصی کیا تھا اور اس زید نے اُسکی وصیت کو جو زید کے واسطے تھی اور اُسکی وصایت کو کہ زید کو وصی مقرر کیا تھا قبول
کی تھی اور زید نے بحجت شرعیہ فلان پر اتنے درم اس متوفی کے واسطے قرضہ لازم و حق واجب ہونا ثابت کیے اور
بحکم اس وصایت ثابتہ کے اُس سے اس مال کا مطالبہ کیا پس اس فلان نے یہ سب اُسکو دیدیے اور اس مقر نے
یہ سب وصول کر لیے اور پھر پورا اس سے وصول پانے الی آخرہ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ نوع دیگر اگر وصی نے اپنے
پاس مال یتیم ہونے کا اقرار کیا تو لکھے کہ زید نے جو حفاظت ترکہ عمرو متوفی اور اسکے صغیر فلان کے درستی امور
کا وصی بتقرری از جانب قاضی شہر فلان ہو اپنی صحت بدن کی حالت مین بالطوع خود اقرار کیا کہ بحکم وصایت صغیر کا
مال اُسکے قبضہ مین ہو اور وہ اتنے درم نقد و چند مین اعیان اسوال مین انکو بیان کرے اور اُنکا وصف
بیان کرے اور انپر اس وصی نے قبضہ کیا ہو تاکہ اُنکی حفاظت کرے اور صغیر مذکور کے بالغ ہونے پر اور جبکہ
اُس سے آثار صلاحیت ظاہر ہون بدون عذر و تعلل کے اُسکو واپس دے اور وہ اس اقرار مین بطوع شرعی
تصدیق کیا گیا اور تحریر کو ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ نوع دیگر بالغ ہونے کے بعد یتیم کا اقرار کہ اُسنے وصی سے
مال وصول پایا ہو ۔ لکھے کہ زید نے مجلس حکم مین بطوع خود اقرار کیا کہ اُس نے عمرو سے جو اُسکے باپ فلان متوفی
کی طرف سے حفاظت ترکہ و اصلاح امور اس مقر کے واسطے اُسکی حالت صغر مین وصی مقرر تھا تمام وہ مال جو
اس عمرو کے پاس از منقول و عقار و اراضی و حیوان و نخل و داق و اثمان و حاصلات باغ انگور وغیرہ اقسام اموال
سے تھا اس وصی کے یہ سب اُسکے سپرد کرنے سے ایک ایک جز با لتمام اپنے قبضہ مین کر لیا پس اب اس مقر کا اس
وصی پر کوئی دعوے و خصومت نہین پھر اگر اسکے بعد اس مقر نے اس وصی پر عین یا دین کا دعوے کیا یا جو اُسکے
قائم مقام ہو اُسکی حیات مین یا وفات کے بعد وکیل یا وصی یا نائب ہو اُسنے ایسا دعوے کیا تو یہ سب باطل مردود
ہوگا اور تحریر کو تمام کرے واللہ اعلم ۔ نسخہ دیگر اندرین مضمون ۔ زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسکا باپ عمرو
مر گیا اور اُسنے قبل اپنی وفات کے بکر کو وصی کیا تھا کہ اُسکے تمام ترکہ کی حفاظت کرے اور متوفی مذکور کے قرضے

ادا کرے اور متوفی کے قرضے جو لوگون پر ہین اُنکو وصول کرے اور اُسکی وفات کے بعد اُسکی وصیتین نافذ کیے
اور اسی وصایت پر مرگیا اس سب سے یا اِنہین سے کسی بات سے رجوع نہین کیا اور میرے سوائے کوئی وارث نہین
چھوڑا پھر اس وصی نے اُس تمام کامون کو جنکی بابت اُسکو وصیت کی تھی انجام دیا اور ان امور مین موافق اقتضائے
حکم شرع کے تصرف کیا کہ قرضہ ادا کیے اور وصول کیے اور تہائی مال سے وصیتین نافذ کین اور اس مقر پر اسکے
مال سے اسکے کھانے و کپڑے و اوڑھنے و بچھونے مین بطور معروف خرچ کیا اور اس مقر نے یہ بھی اقرار کیا
کہ وہ مردون کی حد تک پہونچ گیا ہے اور اُسکی اصلاح کاری ظاہر ہو گئی ہے اور اپنے اموال پر قبضہ کرنے اور
اپنے حقوق حاصل کر لینے کا مستحق ہو گیا ہے اور اس مقر نے اپنا تمام مال جو اس وصی کے قبضہ مین اُسکے باپ
فلان متوفی کے ترکہ کا تھا بحکم ارث وصول کر لیا اور یہ سب تمام و کمال اس وصی کے دینے سے بھر پایا بعد ازانکہ
تمام ترکہ باجناس و الانواع ایک ایک کر کے جان پہچان لیا بدون اسکے کہ ان مین سے کوئی چیز اُسپر پوشیدہ رہی
ہو اور اس سب سے بخوبی واقف ہو گیا اور اس مقر نے اس وصی مذکور کو اپنے تمام دعوے و خصومات سے
بری کر دیا پس اگر اسکے بعد یہ مقر یا اسکے مثل اس وصی مذکور پر دعوے کرے کہ اسکے پاس یا اسکے قبضہ مین
اس مقر کے پدر متوفی فلان کے ترکہ مین سے قلیل و کثیر قدیم و جدید کچھ ہے یا کوئی اور اسکی طرف سے ایسا دعوے
کرے تو یہ سب باطل و مردود ہے اور جو گواہ اس وصی پر اس مقدمہ مین قائم کرے یا جس قسم کی حجت پیش کرے یا اس
سے قسم طلب کرے اور اس سے اس بات مین منازعہ کرے تو یہ سب بہتان و دروغ ہوگا اور یہ وصی مذکور
اس سب سے بری ہوگا اور یہ وصی دنیا و آخرت مین اس سے حلت مین ہے اور اس وصی نے اسکا یہ اقرار
بالمواجہ قبول کیا۔ نوع دیگر۔ یتیم کا اقرار کہ اُسنے اپنا مال دوسرے کو دینے کی اجازت دی تھی۔ زید نے بطوع
خود اقرار کیا کہ اُسکی عمر کے اٹھارہ برس پورے ہو گئے اور اُنیسوان شروع ہو گیا اور اُسکو احتلام ہوا اور وہ
مردون کی حد تک پہونچ گیا اور اُسکی طرف احکام شرعی امر و نہی متوجہ ہوے اور اس مقر نے اقرار کیا کہ اُس نے
فلان وصی کو جو اُسکے باپ کے ترکہ کی حفاظت اور اسکی صغر سنی مین اسکی پرداخت کے واسطے وصی مقرر کیا گیا
کہ اُسکا تمام مال جو اس وصی پر اور وصی کے پاس اور وصی کی جانب اور وصی کے قبضہ مین ہے اور اُسکا حصہ اُسکے
باپ کی میراث کا سب جو کچھ ہو اسکی مان فلانہ بنت فلان کے سپرد کرے تاکہ اُسکی مان اس مال کی تا وقت اسکی حاجت
کے حفاظت کرے اور اس وصی نے تمام اُسکا مال جو وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس تھا سب اسکی مان کو دیدیا
اسپر اس مقر کا اُسکے وصی کے ذمہ یا وصی کے پاس کچھ مال اُسکے باپ کے ترکہ کا نہ رہا اور اس مقر کی مان فلانہ بنت
فلان نے اقرار کیا کہ اُسنے یہ سب مال وصول پایا۔ اگر زمیندار نے اپنے کاشتکارون کو گیہون یا جو بطریق قرض دیے
تاکہ وہ لوگ بیج بو دین اور چاہا کہ اُنسے اسکا اقرار نامہ لکھوا لے تو اسکی صورت یہ ہے کہ کاتب پہلے صدر کاغذ پر اسامی وار
فہرست لکھے کہ ان مین سے ایک اسامی کا نام و اُسکے باپ و دادا کا نام لکھکر اُسکے مقابل گیہون یا جو وغیرہ جو اناج
اُسنے قرض لیا ہے اُسکی تعداد لکھدے یہ علی ہذا القیاس دوسرے و تیسرے و چوتھے وغیرہ سب کو اسی طرح لکھے پھر اسکے
بعد اقرار نامہ شروع کرے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اسامیان مذکورہ فہرست بالا نے اقرار کیا کہ فلان بن فلان بن
فلان کے ان مین سے ہر ایک پر اسقدر گیہون یا جو یا چنوان جو اُسکے نام کے آگے تحریر ہے قرضہ لازم و حق واجب

بسبب صحیح قرض کے ہو کہ اس زمیندار نے ان مین سے ہر ایک کو یہ غلہ قرض دیا ہو تاکہ یہ لوگ اُسکی زمین واقع دیہ فلان مین اپنی اپنی زراعت کرین اور ان لوگون نے اُس سے لیکر قبضہ کر لیا ہو اور مقرلہ نے اِنکے اقرار کی خطاباً تصدیق کی اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا واللہ تعالی اعلم۔ نوع دیگر اقرار استاد بحق طفل صغیر جو اُسکو تعلیم عمل کے واسطے سپرد کیا گیا ہو اور نفقہ ولباس کا تذکرہ۔ یہ تحریر اقرار استاد فلان ہو جسنے اپنے جواز اقرار کی حالت مین بطوع خود اقرار کیا کہ عمرو نے اپنے پسر صغیر زید کو بولایت پدری اُسکو سپرد کیا بعد ازانکہ اس شخص عمرو نے اپنے بیٹے کو اُسکے پاس بولایت پدری تین سال متواتر کے واسطے اجارہ دیدیا کہ ابتدا ان تین سال کی ابتدائے ماہ فلان سنہ فلان ہو اور انتہا اُسکی آخر ماہ فلان سنہ فلان ہو اس غرض سے اجارہ پر دیا کہ استاد مذکور کے واسطے یہ کام بعوض اتنے درم کے کرے بدین شرط کہ یہ صغیر یہ کار مذکور اس استاد کے واسطے دن مین کرے نہ رات مین اور نہ ایام جمعہ مین اور نہ ایام عید مین بقدر اپنی طاقت کے کرے جس طرح اس کام کو اُسکا استاد اُسکو حکم دے اور یہ استاد اُسکو نماز و ان کو اپنی اوقات پر ٹھیک طرح سے ادا کرنے سے نہ روکے بدین شرط کہ اس صغیر کے کام کی اجرت اول سال مین ماہواری اسقدر درم اور دوسرے سال مین اسکے کام کی اجرت ماہواری اسقدر درم اور تیسرے سال اسقدر درم یعنے دوسرے و تیسرے سال اس کام مین اسکی مہارت و ہوشیاری زیادہ ہوجانے سے اجرت مین زیادتی ہوگئی بدین شرائط باجارہ صحیحہ اسکو اجارہ پر دیا ہو اور اس صغیر کے باپ فلان نے اُسکے اس اقرار کی بالمشافہہ تصدیق کی پھر صغیر کے باپ کا اقرار تحریر کرے کہ صغیر کے والد نے اس استاد کو اجازت دیدی کہ سال اول مین جو اجرت اُسکی واجب ہو اُسکو اس صغیر کے کھانے و پینے و لباس و باقی مصالح مین بطور معروف بدون اسراف و بخیلی کے خرچ کرے اور دوسرے سال اُسکی اُجرت مین سے بقدر سال اول کی اُجرت کے اُسکے کھانے و پینے و لباس و باقی مصالح مین صرف کرے اور جو باقی رہے وہ اس صغیر کے والد کو دیدے اسی طرح تیسرے سال کی اجرت مین سے بقدر سال اول کے اُسکے کھانے پینے و لباس و مصالح ضروریہ مین خرچ کرے اور جو باقی رہے وہ اُسکے والد کو دیدے اور اس مستاجر استاد نے والد صغیر کی طرف سے یہ اجازت قبول کی اور صغیر مذکور کو اُسکے والد کے سپرد کرنے سے لے لیا ہو اس مجلس عقد سے بتفرق ابدان و اقوال جدا ہوگئے اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا واللہ تعالے اعلم۔ نوع دیگر اقرار ہبہ دار۔ لکھے کہ فلان نے بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے زید کو تمام دار مشتملہ بابیوت محدودہ بحدود چنین و چنان مع سب حدود و حقوق و چنین و چنان کے ہبہ صحیحہ جائزہ نافذہ مشتملہ بشرائط صحت مجوزہ مقبوضہ فارغہ کے ہبہ کیا جس مین فساد نہین ہو نہ خیار ہو اور نہ اشتراط عوض ہو اور نہ تلجیہ ہوا اور نہ مواعدہ ہو اور اس موہوب لہ نے اس ہبہ کو مجلس ہبہ مین قبل دونون کے افتراق و اشتغال بکار دیگر کے بقبول صحیح قبول کیا اور بمعائنہ گواہون کے اُسپر قبضہ صحیحہ کر لیا بدین طور کہ واہب مذکور نے اُسکو یہ ہبہ پورا تبسلیم صحیح فارغ از ہر مانع و منازع سپرد کیا پھر دونون متفرق ہوئے اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے واللہ تعالے اعلم

فصل بست و چہارم برئیتون کی تحریر مین۔ برئیت ہر ایسے مال سے جسکی واسطے دستاویز تحریر ہوا امام اعظم رحمہ اللہ و اُنکے اصحاب و سمتی و ہلال برائی کی ایسی برئیت کی ابتدا اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر واسطے فلان بن فلان بن فلان کے اُسکی برئیت میں جانب فلان بن فلان بن فلان ہو وہ شخص جسکا قرضہ ہو اور سمتی و ہلال

اسکے آگے اتنا اور بڑھاتے تھے کہ اسکو واسطے فلان کے تحریر کیا ہی۔ اور ابوزید شروطی اس طرح لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسپر
گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا سب شاہد ہوئے ہین بدین مضمون ہی کہ فلان بن فلان یعنی قرضخواہ نے اُنکے نزدیک
اقرار کیا کہ اُسکا فلان پر اسقدر قرضہ تھا اور بعضے اہل شروط اس طرح لکھتے ہین کہ یہ برارت واسطے فلان بن فلان کے
ہی۔ اور متاخرین نے یہ اختیار کیا کہ یہ تحریر جسپر گواہان تا این قول کہ اُسکا فلان پر اسقدر درم قرضہ تھا اور قرضدار
مذکور نے اُسکو ادا کیا اور تمام و کمال پورا دیدیا پس اُس سے لیکر تمام و کمال وصول کر لیا بقبضہ صحیح اور قرضدار
مذکور اس قرضہ سے اسکو دیکر بہ بریت قبضہ و استیفا بری ہو گیا اور اُسکا اسپر اس سبب سے اب کوئی دعوے نہین
رہا اور ہرگاہ وہ اسکی جانب یا اسکے سبب سے کسی اور آدمی کیجانب اسکا یا ہمین سے کسی چیز کا دعوے کرے تو
اپنے دعوے مین مبطل ہوگا کہ اُسکے گواہون کی سماعت نہوگی اور نہ اُسکے واسطے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی اور اُسکا
خصم اس سے بری ہوگا اور دنیا و آخرت مین اس سے بری ہوگا اور اقرار کیا کہ اُسکے پاس اس قرضہ کی دستاویز تھی
اور اسکی ادا کرنے اور بری کرنے سے وہ بیکار ہوگئی اور وہ ضائع ہوچکی ہی اور اُسکے ہاتھ نہین آئی تا کہ قرضدار
بری شدہ کو واپس دے پس ہرگاہ اس دستاویز کو نکالے تو وہ معطل ہوگی اس سے کچھ حجت نہوگی اور مقر لہ نے اس
سب اقرار کی بالمشافہ تصدیق کی اور دونون نے اپنے اوپر گواہ کر لیے آخر تک بدستور مذکور لکھے اور علی ہذا
مین مہر کی بھی یہی صورت ہی۔ برارت از سفتجہ دارندہ یہ تحریر جسپر گواہان تا این قول کہ فلان اس سفتجہ کو فلان کے
پاس لایا جو از جانب فلان واسطے اسقدر درم کے تھا اور اُسنے خط کو اس سے قبول کیا اور یہ مال اُسکو دیا اور
اسکے سب یہ مال اُسکو دینے سے اُسنے بقبضہ صحیح قبضہ کر لیا اور اُسکے واسطے ہر درک کی جو صاحب سفتجہ کی طرف سے
دہندہ کو لاحق ہو بدین شرط ضمانت کر لی کہ اُسکے دعوے سے اُسکو چھوڑا دیگا یا جو کچھ وصول کیا ہی وہ واپس
دیگا یہ ضمانت صحیح ضامن ہوا اور دونون نے اپنے اوپر اسکے گواہ کر لیے الی آخرہ جن دو آدمیون مین باہم
لین دین تھا اُن دونون کے حق مین بریت باہمہ اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان تا این
قول کہ زید نے اُنکے سامنے اقرار کیا کہ زید و عمرو کے درمیان معاملات لین دین از قسم خرید و فروختہا و حوالات
و کفالات و اجارات و ودائع و بضائع و مضاربات و سفتجہا و قرضہا بذریعہ دستاویز و غیر دستاویز بذریعہ رہن
و غیر رہن و ضمانات و امانات اور انکے سوائے معاملات از وجوہ مختلفہ و اسباب متفرقہ جاری ہوئے اور
زید نے اُس سے محاسبہ صحیح و راست طور پر سمجھ لیا اور زید کا جو کچھ اُسپر نکلا وہ اُسکے تمامہ ادا کرنے سے لیکر تمام
و کمال بقبضہ صحیح وصول کر لیا اور عمرو اُسکو دیکر بریت قبضہ و استیفا بری ہو گیا پس زید کا اُسکے اوپر اور اُسکی جانب
و اُسکے پاس و اُسکے قبضہ مین و اُسکے ساتھ کوئی دعوے و کوئی مطالبہ و خصومت وغیرہ کسی وجہ اور کسی سبب سے
نہین رہی پس ہرگاہ زید یا زید کی طرف سے کوئی شخص اُسپر لائے آخرہ۔ اور اگر بریت بدون قبضہ کے ہو تو قبضہ تحریر
نکرے بلکہ یون تحریر کرے کہ زید نے اُس سے محاسبہ صحیح و راست طور پر سمجھ لیا اور اس سے اُسکو ابراء صحیح جائز تمام
و کمال قاطع دعوے و خصومات سے بری کر دیا بعد ازانکہ سب حساب ایک ایک کر کے خوب سمجھ لیا اور اسکا اُسپر
ہمین سے کچھ باقی نہین رہا آخر تک بدستور تحریر کرے اور اگر اُسپر کچھ باقی رہا ہو تو تحریر کرے کہ پس زید کا اُسپر اُسکے
ساتھ و اُسکے پاس کچھ باقی نہین رہا الا اسقدر ہے جو اسپر مین یا دین باقی۔ ہا ہر اسکو بیان کر دے ابراء مطلق فلان

بن فلان بن فلان نے اقرار کیا کہ اُس نے فلان بن فلان بن فلان کو ہر خصومت سے جو اُسکی بجانب اسکے اور اُسپر
تھی خواہ خصومت مالیہ ہو یا غیر مالیہ سب سے بابرا صحیح کامل قاطع ہمہ خصومات بری کر دیا اور بعد اس ابراء کے اسکا
اُسپر کچھ نہ دعوے نہ خصومت نہ قلیل مین نہ کثیر مین نہ قدیم نہ جدید نہ مال صامت مین اور نہ مال ناطق مین نہ محدود
مین نہ منقول مین نہ کیلی چیز مین نہ وزنی چیز مین نہ فروش مین نہ ظروف مین نہ کسی چیز مین تا جسپر لفظ مال اطلاق ہو سکے
کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین رہا اسکا اقرار با قرار صحیح کیا اور اس مقر لہ نے اُسکی خطاباً تصدیق کی اور تحریر کو تمام کرے
ایک شخص نے دوسرے کو ناحق عمداً گھونسا مارا پس وہ مر گیا پس وارثان مضروب نے ضارب پر دیت کا دعوے
کیا پھر اُسکو اپنے دعوے سے بری کر دیا تو لکھے کہ فلان و فلان و فلان نے جو اولاد فلان ہین در حالت جواز
اقرار خود بالطوع خود اقرار کیا کہ ان مقران نے فلان بن فلان کو ہر دعوے و خصومت سے جو انکا اُسپر اور
اُسکی جانب تھا خصوصاً دعوے دیت پدر سے بری کیا کیونکہ یہ لوگ اس فلان پر دعوے کرتے تھے کہ اس نے
اُنکے باپ فلان کو عمداً ناحق گھونسا مارا جس سے وہ مر گیا اور اس ضارب پر اُنکے واسطے اُنکے باپ کی دیت
واجب ہوئی اور وہ ان لوگون کے درمیان میراث ہو گئی اور فلان مدعا علیہ اُنکے اس دعوی سے منکر تھا
پس ان لوگون نے اُسکو اس دعوے اور تمام دعوے سب خصومات سے بابراء صحیح بری کر دیا اور اُسنے اُنکی
ضمانت سے بابراء لقبول صحیح قبول کی اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر مدعا علیہ نے وارثان میت پر دعوے
کیا کہ ان لوگون نے اسکو ناحق ماخوذ کیا بوجہ اس دعوے کرنے کے پھر انکو اپنے اس دعوی سے بری کیا تو
لکھے کہ فلان نے بحال جواز اقرار بطوع خود اقرار کیا کہ اُسنے فلان و فلان و فلان کو اپنے دعوی سے جو اُنکی بجانب کرتا تھا
کہ ان لوگون نے اسکو محض دعوے کر کے ناحق ماخوذ کیا ہر بری کر دیا اور بات یہ تھی کہ ان لوگون نے اس مقر پر
دعوے کیا تھا کہ اُسنے اُنکے باپ فلان کو عمداً ناحق گھونسا مار کر مار ڈالا اور اسپر دیت واجب ہوئی اور یہ دیت ان
لوگون مین میراث ہو گئی اور اُنکے اس دعوی پر جو اس مقر پر کرتے تھے کوئی حجت اُنکے پاس قابل اعتماد موافق شرع
کے نہ تھی پس ان لوگون نے سہنگان سلطانی کو مبلغ درم وغیرہ دیکر اُسکو ماخوذ کیا پس اس مقر نے ان لوگون
کو اپنے اس دعوی سے بابراء صحیح بری کیا اور ان لوگون نے اُسکے ابراء کو بقبول صحیح قبول کیا اور تحریر کو تمام کرے
قرضخواہ ترکہ سے بری کیا تو لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان تا این قول۔ کہ اس مقر کے فلان پر ایکہزار درم قرضہ تھے اور
وہ مر گیا اور وارثون مین فلان و فلان و فلان کو چھوڑا کہ انکے سوائے اسکا کوئی وارث نہین ہے اور ان وارثون مین
سے فلان نے یہ مال اپنے پاس سے بدین شرط ادا کر دیا کہ وہ اپنے باپ کے ترکہ مین سے واپس لیگا مقر نے یہ مال
تمام و کمال اس وارث مذکور کے اُسکو دینے سے لیکر بھرپور وصول پایا اور فلان نے اپنے باپ کے ترکہ مین سے یہ
مال اُسکو ادا کر دیا تاکہ اپنے باپ کے ترکہ سے واپس لے اور مقر اُسکے واسطے ہر درک کا جو اس سبب سے اُسکی جانب
سے یا اسکی وجہ سے دوسرے کسی جانب سے لاحق ہو بدین شرط ضامن ہوا کہ اس فلان کو اس درک سے چھوڑا دیگا
یا مقبوضہ مین سے جس طرح حکم شرعی جاری ہوگا اُسکو واپس دیگا اور اس مقر کا ترکہ فلان مین کوئی دعوے نہین ہا
اور تحریر کو تمام کرے۔ اور اگر اس وارث نے اس سے پانچ سو درم پر صلح کی اور قرضہ ہزار درم ہو تو ترکہ مین سے
فقط پانچ سو درم واپس لیگا۔ اور اگر پانچ سو درم قیمت کے اسباب پر صلح کر لی تو ترکہ مین سے ہزار درم پوری

مقدار قرضہ لے سکتا ہو بشرطیکہ ہزار درم لے لینے کی شرط کر لی ہو اور اگر اُسنے براہ تطوع ادا کر دیا ہو یا کچھ شرط نکی ہو پھر کہا کہ مین نے اسواسطے ادا کیا تھا کہ ترکہ سے واپس دونگا تو اُسکی تصدیق نکیجائیگی اور وہ متبرع ہوگا۔ اور اگر قرضخواہ نے وصی سے وصول کیا اور وصی نے ترکہ مین سے ادا کیا تو بھی اُسی طرح لکھے کہ جس طرح صورت اول مین بیت تحریر ہوئی ہو۔ قتل عمد سے بری کرنا اس طرح تحریر کرے کہ یہ تحریر بحسب گواہان مسمیان تا این قول کہ زید نے دعوے کیا کہ عمرو نے اُسکے باپ بکر کو عمداً لوہے کے ہتھیار سے ناحق براہ ظلم قتل کیا پس عمرو پر قصاص واجب ہوا اور مقتول نے سوا اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس زید نے اُسکو یہ خون عفو کیا اور اپنے باپ فلان کے خون سے اُسکو بری کر دیا اور جو چیز اس زید کے واسطے عمرو پر اُسکے باپ کے قتل کرنے سے واجب ہوئی تھی اُس سے بری کر دیا پس زید کا اُسپر اور اُسکی جانب اس سبب سے کوئی حق و دعوے و مطالبہ کسی وجہ اور کسی سبب سے نہین ہو پس ہرگاہ اُسپر کوئی دعوے الی آخرہ۔ اور قتل خطا کی صورت مین لکھے کہ اُسکو خطا سے قتل کیا عمداً قصداً قتل نہین کیا پس اس عمرو اور اُسکی مددگار برادری پر دیت واجب ہوئی اور مقتول نے سوا اس زید کے کوئی وارث نہین چھوڑا پھر اس زید نے اس عمرو کو اور اُسکی مددگار برادری کو عفو کیا الی آخرہ اور قتل النفس سے کم مین مثلاً ہاتھ وغیرہ کاٹا تو لکھے کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا یا اُسکی آنکھ پھوڑ دی یا اُسکا سر زخمی کیا اور اُسپر ضمان و چنان واجب ہوا پس اُسکو اس واجب سے عفو کر کے بری کر دیا۔ اور چوری سے ہاتھ کاٹنے کا عفو تحریر نہ کرے بلکہ یون لکھے کہ اُسپر دعوے کیا کہ اسنے میری حرز سے اسقدر درم یا اسقدر چاندی چرائی پس اُسپر یہ واجب ہوا پھر اُسکو یاد آیا کہ مدعی نے اُسکو اپنے دار مین داخل ہونے کی اجازت دیدی تھی پس اُسپر ہاتھ کا کاٹا جانا واجب نہین ہوا یا لکھے کہ اُسنے اقرار کیا کہ مقر نے اُسکو باتہام باطل متہم کیا اور اُسنے اُسکا کچھ نہین چرایا ہو اور وہ اُس سے بری ہو جو اُسپر دعوے کیا تھا پس ہرگاہ اُسپر دعوی کرے الی آخرہ۔ نال محدود کے دعوے سے بریت اس طرح لکھے کہ یہ تحریر اقرار فلان ہو کہ اُسنے اقرار کیا کہ اُسکا فلان کی جانب تمام زمین مشتملہ چنین و چنان کی بابت دعوے تھا اور زمین مذکور کی جگہ و حدود بیان کردے پھر بیان کردے کہ یہ زمین مع اپنے سب حدود و حقوق کے اسی کی ملک ہو و حق ہو اور فلان کے قبضہ مین ناحق ہو اور مدعاعلیہ پر بحق اس دعوے کے مدعی کو سپرد کرنا واجب ہو پھر مدعی نے اُسکو اس زمین کے بعینہ دعوے سے بری کر دیا بعد اس ابراء کے اس مدعی کا اس زمین مین بعینہ کچھ حق نہین رہا اور نہ خصومت رہی اور اگر کبھی یہ مدعی یا کوئی اُسکا قائم مقام الی آخرہ اور تحریر کو تمام کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی الذخیرہ۔

فصل بست و پنجم – رہن کے بیان مین – زید نے بطوع خود اپنی صحت و ثبات عقل و بہمہ وجوہ جواز اقرار کی حالت مین درحالیکہ اُس مین کوئی ایسا مرض و علت نہ تھی جو اُسکے صحت اقرار سے مانع ہو اقرار کیا کہ عمرو کے اُسکے ذمہ چندین درم قرضہ حالہ یا ثمن فلان چیز جو اُس سے خریدی ہو یا بوجہ غصب یا ودیعت مستہلکہ یا ضمان اتلاف فلان چیز یا بوجہ حوالہ فلان یا از کفالت فلان ہین اور زید نے اس قرضہ کے عوض اس قرضخواہ کو تمام دار واقع مقام فلان محدود بحدود چنین و چنان مع سب حدود و حقوق کے برہن صحیح مفروض محوز فارغ از مانع و منازع رہن دیا اور اُسکو دیدیا اور عمرو مذکور نے اُس سے لیکر مع اُسکے تمام حقوق و مرافق کے قبضہ کر لیا پس یہ دار مذکورہ اُسکے قبضہ مین بعوض اس قرضہ کے محبوس ہو اس راہن کو جبتک اس قرضہ مین سے کچھ باقی ہے

اسکے چھوڑا لینے کا اختیار نہین ہو اور راہن مقر سے اُسکے سب اقرار کی بالمشافہ تصدیق کی اور دونون نے گواہ کر لیے - اور اگر اس رہن مین مرتہن کو اُسکے فروخت کرنے کا وکیل و امین کر دیا ہو تو بعد قبضہ کے تحریر کرے اور بدین شرط کہ اگر اس راہن نے یہ قرضہ اس مرتہن کو ادا نکیا اور نہ اسکو یہ قرض وصول ہوا تو غرۂ ماہ فلان سنہ فلان مین یہ مرتہن اسکی بیع کا از جانب راہن مذکور وکیل ہوگا کہ اسکو فروخت کرے اور جسقدر ثمن سے فروخت کرے اور جسقدر ثمن کے عوض فروخت کرے اور اسکا ثمن اپنے قرضہ کی ادائی مین لے لے اگر اُسکے قرضہ کے برابر ہوا اور اگر ثمن مین کچھ زیادتی ہو تو راہن کو واپس دے اور اگر ثمن مین کچھ کمی ہو تو اسکو قرضہ مین لے لے اور جسقدر قرضہ باقی رہا وہ بذمہ راہن رہیگا کہ اُس سے اسکا مطالبہ کرے - اور اگر اسکی بیع کا اختیار کسی شخص غیر کو سوا مرتہن کے دیا ہو تو لکھے کہ اور بدین شرط کہ فلان بن فلان اسکی بیع کا فلان وقت پر وکیل یا امین ہو کہ اسکو یا اسمین سے کسی جزو کو جس طرح چاہے فروخت کرکے اُسکا ثمن وصول کرکے اس مرتہن کا قرضہ ادا کرے پس اگر اسمین زیادتی ہو تو اسے آخرہ مثل اول کے تحریر کرے - اور اگر اسمین یہ شرط ہو کہ مال مرہون کسی درمیانی عادل کے پاس رکھا جاوے تو بعد اس قول کے کہ یہ رہن صحیح مقبوضہ محوز مفرغ رہن کیا اس طرح لکھے کہ پھر یہ راہن اور یہ مرتہن دونون اس امر پر راضی ہوے کہ یہ رہن فلان بن فلان کے قبضہ مین رکھا جاوے وہ ان دونون کے درمیان عادل ہوا اور اسکے قبضہ کرنے مین امین ہو اور اس راہن نے یہ مال مرہون اس عادل کو دیدیا پس عادل مذکور نے اس راہن سے اُسکو یہ مال مرہون فارغ از ہر مانع و منازع سپرد کرنے سے اُسپر قبضہ کر لیا اور یہ مرتہن ضامن ہوا پس یہ عادل ان دونون کے درمیان اس بات مین امین ہے - اور اگر رہن مین عادل مذکور کی بیع کی شرط ہو تو اس مقام پر تحریر کرے اور دونون نے اُسکو اس بات مین امین کیا کہ غرۂ ماہ فلان مین اس رہن کو فروخت کرے اور اگر قرضہ میعادی ہو تو اس مقام پر لکھے کہ وقت میعاد آنے کے فروخت کرے بدین شرط کہ اس کو فروخت کرے اور اسکا ثمن وصول کرے اور فلان کو اُس کے قرضہ کی ادائی مین دیدے اور اگر ثمن مین زیادتی ہو تو زیادتی اس موکل کو واپس دے اور اگر ثمن مین کمی رہے تو باقی قرضہ اس راہن پر بحالہ قرضہ رہیگا کہ مرتہن مذکور اسکا اس راہن سے مطالبہ کریگا واللہ تعالیٰ اعلم - تحریر رہن نامہ دار بعوض قرضہ بر سبیل اختصار یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ فلان نے فلان کے پاس اپنا تمام دار واقع مقام فلان محلہ وہ بحد ہ چنین وچنان بیع اسکے حدود و حقوق کے بعوض اتنے درمون قرضہ کے جو اس مرتہن کے اس راہن پر واجب ہین وحق لازم بسبب صحیح ہین رہن جائز و نافذ رہن دیا جسمین فساد و خیار نہین ہے اور قبضہ و اشہاد تحریر کر دے واللہ تعالیٰ اعلم اسی صورت مین مرتہن کیجانب سے تحریر کی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہے کہ زید نے عمرو سے تمام دار عمرو واقع مقام فلان تا این قول کہ بعوض ایسے قرضہ کے جو اس مرتہن کا اس راہن پر بسبب صحیح واجب و لازم ہے اور وہ اسقدر درم ہین بار ہنا ن صحیح جائز نافذ رہن لیا الی آخرہ - اور اگر رہن مین ازجانب راہن اجازت انتفاع مرتہن کو دی گئی ہو تو لکھے کہ اور اس راہن نے اس مرتہن کو اجازت دیدی کہ اس دار مرہون مین خود رہے اور چاہے دوسرے کو بسا دے اور جس طور سے چاہے اس سے نفع اُٹھا دے اور یہ اجازت اس عقد رہن مین شرط نہین تھی اور مرتہن کو یہ انتفاع راہن نے مباح کیا بدین شرط کہ ہرگاہ اُسکو اس انتفاع مذکور سے منع کرے تو وہ باجازت جدید ایسے

انتفاع کا اجازت یافتہ ہوجائیگا تاوقتیکہ راہن مذکور اس رہن پر اپنا قبضہ نہ کرے اور اس مرتہن سے اسکو یہ قبضہ مباح کر دیا اور اس مرتہن نے اس سے یہ امر بالمواجہہ قبول کیا اور تحریر کو تمام کر دے اور اقرار برہن مال منقول زید نے بطوع خود اقرار کیا کہ اسنے اپنا غلام فلان جسکی صفت چنین وچنان وقیمت اسقدر ہو فلان کو بعوض اسکے قرضہ کے جو اس راہن پر واجب ہو اور وہ اسقدر ہو برہن مقبوض رہن دیا بدین شرط کہ یہ مرتہن اس مال مرہون کو اپنی حفاظت مین اور اپنے عیال مین سے جسکو امین جانتا ہو اسکی حفاظت مین اپنے قرضہ کے عوض محبوس رکھے اور اسکو کام نہ لگا وے اور نہ اسکو اپنے قبضہ سے خارج کرے اور نہ اسکو تلف کرے اور اگر اسکو ملف کردیا یا ان مین سے کوئی فعل کیا تو اسپر اسکی ضمان واجب ہوگی اور اسکے قرضہ مین سے بقدر اسکے ساقط ہوجائیگا اور مرتہن نے اس سب مین تصدیق صحیح کی اور تحریر کو ختم کرے یہ ذخیرہ مین ہو۔

فصل بست وششم اوقاف کے بیان مین

اور اس فصل مین چند انواع ہین۔ نوع اول مسجد بنانے مین جاننا چاہیے کہ اگر مسلمان نے اپنے دار کو مسلمانون کے واسطے مسجد بنایا اور مسجد متولی کو سپرد کر دی اور لوگون کو اسمین داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت عام دیدی اور اسمین ایک قوم نے بجماعت نماز ادا کی تو ہمارے اصحاب کے نزدیک وہ بالاتفاق مسجد ہوجائیگی بخلاف اسکے جو امام ابو حنیفہ رح باقی اوقاف مین فرماتے ہین چنانچہ اسکا بیان اپنے مقام پر ہوگیا اور متولی کو سپرد کرنا اور اسکا قبضہ کرنا مسجد ہوجانے کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک شرط ہو اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نہین شرط ہو لیکن امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک قبضہ کے دو طریقہ ہین ایک یہ کہ متولی کو سپرد کر دے دوم آنکہ اسمین نماز ادا کیجاوے۔ پھر ظاہر مذہب امام ابو حنیفہ رح کا یہ ہو کہ اگر اسمین وقف کرنے والے نے نماز پڑھی یا غیر نے پڑھی خواہ جماعت سے پڑھی یا بغیر جماعت پڑھی تو وہ مسجد ہوجائیگی اور امام محمد رح کے نزدیک مسجد نہوگی جبتک کہ اسمین جماعت سے نماز نہ پڑھی جاوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب اسکو بہیات مسجد کر دیا تو مسجد ہوجائیگا اور کسی دوسری چیز کی ضرورت نہوگی ایسا ہی بعضے مشایخ نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہو اور امام نجم الدین نسفی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ امام اعظم رح کے نزدیک مسجد ہوجانے کے واسطے متولی کے سپرد کرنا یا جماعت سے اسمین نماز پڑھنا شرط ہو اور صاحبین رح کے نزدیک اگر اسکو مسجد کی ہیات پر کر دیا تو وہ مسجد ہوگئی پس اگر لوگون نے اسکی تحریر لکھوانی چاہی تو کیونکر لکھنی چاہیے تو ہم کہتے ہین کہ امام محمد رح نے شروط الاصل مین اس نوع کی صورت تحریر نہین فرمائی ہو اور امام طحاوی وخصاف اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر بدین مضمون ہو کہ فلان بن فلان نے اپنی صحت عقل وبدن وجواز امور کی حالت مین بطوع خود ورغبت خود اپنا تمام دار جو اسکی ملک واسکے قبضہ مین ہو اور ابو زید شروطی اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا مستشہد ہوے۔ اور بعضے متاخرین نے فرمایا کہ بنابر قیاس قول امام ابو حنیفہ رح کے یون لکھنا چاہیے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہو بایننکہ اسنے زمین کو مسجد بنایا پس زمین کو اسنے آزاد غیر مملوک کر دیا پس غلام آزاد کرنے پر قیاس کیا جائیگا اور غلام کے آزاد کرنے مین ہم تحریر کر چکے ہین کہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح اس طرح تحریر فرماتے تھے کہ یہ تحریر از جانب فلان ہو پس اس صورت مین بھی اسی طرح لکھنا چاہیے ہو۔ اور بہت سے متاخرین اس طرح لکھتے ہین جس طرح شیخ ابو زید نے تحریر کیا کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر

مذا ستشہاد ہوسے کہ فلان نے اُنکے نزدیک اقرار کیا اور اُنکو اپنے اقرار پر جو بحالت صحت بدن وثبات عقل وبوجہ وجود جواز تصرفات مین ہے حالانکہ اُسمین کوئی ایسی علت ومرض نتھا جو اُسکی صحت اقرار کا مانع ہو صادر ہوا ہی گواہ کرلیا کہ اُسنے اپنی تمام زمین یا دار جو اُسکی ملک وقبضہ وتحت وتصرف مین ہی اُسکو البتہ بہ ہیأت مسجد کردیا اور وہ شہر فلان محلہ فلان کوچہ فلان مین واقع ہی جسکے حد ودار بعہ چنین وچنان ہین پس اس بقعہ محدودہ مذکورہ کو مع اُسکی حدود وعمارت موجودہ کے درحالیکہ وہ ہرطرح کی مشغولیت سے خالی ہی خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ وطلب ثواب وگریز از عذاب اُسنے مسجد بنایا اور اپنی ملک سے نکالکر اُسکو اللہ تعالیٰ کیواسطے کردیا پس اُسکو خانہ خدا کیا اور اُسکے بندون کے نماز گذارنے کی جگہ بنایا کہ اُسمین بندگان خدا اپنی نماز ہاے فریضہ ونوافل اداکرین اور انا ہے لیل واطراف نہار مین اللہ تعالیٰ کی یادکرین اور اُسمین اعتکاف اور قرآن مجید کی تلاوت کرین اور اُسمین علم کا درس ہو جو لوگ اُسکی اہلیت رکھتے ہین اُسمین درس وتدریس کرین اور اس مسجد ولوگون کے درمیان تخلیہ کردیا کہ اُسکا دروازہ روکنے کے واسطے بند نکیا جائیگا اور لوگون کے اور اس مسجد کے درمیان آمدورفت مین کوئی حائل نہوگا اور لوگونکو اس سب کی اجازت عام دیدی اور بعد اُسکی اس اجازت کے ایک جماعت مسلمانون کی اس مسجد مین داخل ہوئی اور انہون نے اذان واقامت کے ساتھ گواہان مذکورین کی موجودگی وعلم وتفہیم مین جماعت سے اپنی نماز فریضہ ادا کی پس یہ تمام بقعہ مذکورہ خانہ خداے تعالیٰ اور اُسکے بندون کیواسطے مسجد ومعبد ہوگیا اس مقر کی اُسمین کچھ ملک وکچھ حق نرہا اور اُسمین سے کسی چیز مین کچھ ملک وحق نرہا اور نہ اس مقر کے بعد کسی وارث کا کچھ حق وملک رہا لہٰذا اُسکی اصل زمین مین اور نہ اُسکی عمارت مین اور اس مقر یا اُسکے وارثون مین سے کسی کو اُسکے ابطال یا تغیر کا کچھ اختیار نرہا اور اس مقر نے اپنے اقرار پر ان لوگون کو گواہ کردیا انہون نے آخر تحریر مین لکھنے اپنے نام ثبت کیے ہین اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا اور اگر اس تحریر مین اُسنے لوگون کا جماعت سے نماز پڑھنا تحریر نکیا بلکہ یون لکھا کہ اس صدقہ کرنیوالے نے تمام مسجد اپنے قبضہ سے نکالکر فلان متولی کے قبضہ مین دیدی اور متولی مذکور نے اُسے مسلمانون کے واسطے قبضہ کرلیا تاکہ اُسکے قبضہ مین اسی طور رہے جسطرح اس متصدق نے قرار دیا ہی درحالیکہ اس متصدق نے اُسکو ہرطرح خالی از موانع سپردگی سپرد کیا ہی پس یہ تمام بلا اس متولی کے قبضہ مین ایسی قرار دادپر ہی جو اس صدقہ کرنے والے نے قرار دیا ہی اور کسی کیواسطے اس مسجد پر کوئی راہ الی آخرہ لیکن جس طرح پہلے لکھا گیا ہی وہ احوط واصح ہی۔ نوع دیگر سیاح ومسافرون کے اترنے کیواسطے رباط بنانے کی صورت سو ہم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب امام ابوحنیفہ رح کا یہ ہی کہ یہ جائز نہین ہی یعنی لازم نہین ہی حتیٰ کہ وقف کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اس سے رجوع کرلے جیساکہ باقی اوقاف مین ہی اور بنابر قول امام ابو یوسف وامام محمد رح کے جائز ہی اور اگر اُسکی تحریر کوئی چاہی۔ تو اس طرح لکھے کہ یہ وہ ہی کہ وقف کیا اور صدقہ کیا۔ یا یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ وقف کیا اور صدقہ کیا۔ یا لکھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا مستشہد ہوے ہین بدین مضمون ہی کہ فلان نے تمام رباط جسمین منازل وغرفہ وصحن ومرابط ہین جو فلان جگہ واقع ہی صدقہ کیا ہی تو وہ مقبوضہ صحیحہ جائزہ نافذہ کردیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی قربت ورضامندی حاصل کرے اور اس تصدق کرنے مین کسی وجہ سے فساد نہین ہی اور نہ حیلہ ہی اور نہ مثنویت ہی اور نہ تلجیہ ہی اور نہ مواعدہ ہی اور نہ یہ فروخت کیا جاسکتا ہی اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہی اور نہ میراث ہوسکتا ہی اور نہ کسی وجہ سے تلف ہوسکتا ہی اور نہ کسی

وجہ سے تلف کیا جا سکتا ہی یہ اپنے اصول پر قائم ہی اور اپنی راہ پر جاری ہی یہانتک کہ اللہ تعالے اسکا وارث ہو جو ذات پاک کہ زمین کا اور جو زمین پر ہی سب کا وارث ہی اور وہی بہترین وارثان ہی اور بدین شرط اسکو صدقہ کیا کہ اس رباط مین جو منزلین و مسکن ہین وہ سیاحون اور راہ گیرون و مسافرون کے واسطے ہین بدین شرط کہ انکے اُترنے والے کے اُتارنے دینے کی رائے ہر وقت و ہر زمانہ مین اسکے قوام یعنی کارندون کے اختیار مین ہو جسکو چاہین رہنے دین اور جسکو چاہین نکال دین بدین شرط کہ جو اس صدقہ کے بہتر و موافق تر ہو وہ کرین اور ہمین تخصیص جائز ہو سکتی ہی چنانچہ اگر وقف کنندہ نے شرط کر دی کہ ہمین کا فرنہ اُترین ہمین فقط مسلمان ہی اُترا کرین تو لکھدے کہ بدین شرط کہ یہ فقط مسلمانون کے اُترنے کے واسطے ہی ہمین کفار نہین اُتر سکتے ہین۔ اور اگر فقط اہل علم کے اُترنے کیواسطے مخصوص کر دیا تو لکھے کہ بدین شرط کہ یہ رباط فقط اہل علم کی سکونت کیواسطے ہی خواہ پڑھانے والے ہون یا پڑھنے والے ہون دوسرا کوئی نہین اُتر سکتا ہی۔ اور اگر حافظان قرآن مجید یا قاریون کے اُترنے کی تخصیص کر دی تو بھی اسی قیاس پر تحریر کرے پس اگر وقف کنندہ نے شکست و ریخت تعمیر رباط مذکور کے واسطے کوئی دوسرا وقف کیا ہو تو تحریر کر دے اور اگر اسکے واسطے دوسرا وقف نکیا ہو تو لکھے کہ کارندون کو ہمیشہ اختیار ہی کہ اسکی منزلین و مرابط مین سے اسقدر کرایہ پر دیدین کہ جسکے کرایہ سے اسکی تعمیر ہو جاوے اور جب تعمیر پوری ہو جاوے تو پھر اسکو اسی حال پر چھوڑ دین جسکے واسطے وقف کنندہ نے اسکو وقف کیا ہو بدین شرط کہ مقدار کرایہ و مدت اجارہ وغیرہ کا اختیار کارندون کو ہی۔ اور اگر وقف کنندہ نے اسکی شرط کی ہو تو جو شخص ہمین رہے وہی اسکی تعمیر کرے اسی پر لازم ہو گی۔ پھر تحریر کرے کہ اس وقف کرنے والے نے اس مال موقوف مذکور کو اپنے قبضہ سے نکالا اور اپنے مال سے الگ کیا اور فلان کو متولی کرنے کے بعد اسکے قبضہ مین دیدیا تاکہ وہ اس وقف کی شرائط پر جبتک جاہے اسکا متولی رہے اور جو اسکے لائق ہو انہین سے جسکو چاہے متولی کردے اور جسکو چاہے اسکو وصیت کر دے یعنی وصی مقرر کر دے پس یہ سب وقف مذکور خالی از ہر مانع و منازع اس وقف کرنے والے کے اس متوفی کو سپرد کرنے سے متولی نے اسپر قبضہ کر لیا پس یہ صدقہ اس متولی کے پاس بر شرائط مذکورہ وقف ہی پس کسی والی ملک اور قاضی اور کارکن اور صاحب حکومت کو اسکا متغیر کرنا اپنی راہ سے یا اسکی کسی شرط کا تبدیل کرنا نہین جائز ہی اور جو ایسا کریگا وہ گنہگاری مین پڑیگا اور اپنے پروردگار کے غضب کا نشانہ ہو گا اللہ تعالے اسکو جزا دینے والا کامل دہندہ ہی۔ اور وقف کرنے والے کو اپنی نیت و عمل کے موافق ثواب ملیگا۔ اور اس مقدمہ مین اس وقف کرنے والے اور ایک خصم کے درمیان اس وقف مین جھگڑا ہوا اور وہ بحضور حاکم عادل جائز الحکم میان مسلمانان کے مجلس قضا مین پیش ہوا پس اُسنے ایسے صدقہ کے جائز و لازم ہونے کا حکم دیدیا کہ جسطور پر یہ جائز ہو اور لازم ہی خصم کے حضور مین بدرخواست ایسا حکم دلایا اور اس حکم مین اپنی اجتہاد و رائے پر عمل کیا اور اسپر ایک جماعت گواہان عادل کو جنھون نے اپنے نام آخر مین ثبت کئے ہین گواہ کر لیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا۔ نوع دیگر مقبرہ بنانے مین۔ ہم کہتے ہین کہ ظاہر مذہب امام اعظم رحمہ یہ ہی کہ نہین جائز ہی یعنے لازم نہین ہی حتی کہ وقف کنندہ کو اس سے رجوع کر لینے کا اختیار ہوتا ہی اور حسن رحمہ نے امام اعظم رحمہ سے روایت کی ہی کہ جس صورت مین کہ ہمین کوئی میت دفن کی گئی ہو تو رجوع نہین کر سکتا ہی اور اگر ایسا نہوا ہو تو رجوع کر سکتا ہی۔ اور حاکم ابو نصر عمرویہ سے منقول ہی کہ مین نے نوادر مین امام اعظم رحمہ سے یہ روایت پائی کہ امام رحمہ نے مقبرہ و راہ کے وقف کو جائز رکھا ہی بخلاف باقی اوقاف کے۔ اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح

تحریر کرے واللہ تعالی اعلم یہ ذخیرہ مین لکھا ہی۔ نوع دیگر اگر اپنے گھوڑے و اسکا سامان و ہتھیار فی سبیل اللہ تعالے
کر دے تو تحریر کرے بعد ابتدا کے بدستور مذکورۂ بالا کے کہ اُسنے اپنے گھوڑون کو اور وہ اتنے عدد چنین چنان
ہین اور تمام اپنے ہتھیار اور وہ چنین و چنان ہین ان سب کو وقف دائمی وحبس جائز کہ اپنے حال پر قائم رکھے جاوین
اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کے واسطے وقف کیا کہ اسکو جو لوگ اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے ہین ہر وقت و ہر زمانہ
مین جہاد مین استعمال کرین بدین شرط کہ جو لوگ اس وقف کے قوام ہو وین اُنکو اختیار ہی کہ جسکو چاہین جس طرح
چاہین جتنی دفعہ چاہین جہاد کرنے والون مین سے دیدین اور جس سے چاہین لے لین جب چاہین جس طرح چاہین
واپس لین اور بیان کر دے کہ ہمیشہ اسکا قیم وہی شخص مقرر ہو جو نیکوکار و پرہیزگار مشہور ہوا اور بدین شرط کہ جب
ان مین سے کوئی چیز بسبب بیماری یا خراب ہو جانے کے یا بڈھے ہو جانے کے یا شکستہ وغیرہ ہو جانے کے
جہاد کے کام کی نرہے تو قیم اُسکو فروخت کر کے دوسری اُسکے بجاے لائق کار جہاد بدل لے اور ہر وقت و زمانہ
مین جو قیم ہو وہ ایسا کرے کہ جب لائق جہاد کے نہ رہے تو اُسکے بجاے اسی طور سے دوسری بدل لے اور اسکو
اپنے پاس رکھے کہ بروقت حاجت موافق شرائط کے جہاد کرنے کو دیا کرے اور اسی طور پر یہ جاری رہے اور تحریر کو
ختم کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور علی ہذا بیل و اونٹ وغیرہ چوپایہ جانور اگر اہل جہاد کی باربرداری
و پانی لانے و کھینچنے وغیرہ کام کے واسطے وقف کیے تو اُن مین بھی اسی طرح تحریر کرے اور علی ہذا اگر غلامون کو اہل جہاد
کی خدمت کیواسطے وقف کیا تو بھی اسی طرح تحریر کرے اور یہ سب امام محمد رح کے نزدیک جائز ہی پس تا این قول کہ بدین
شرط کہ یہ وقف اپنے حال پر بدستور رکھا جاوے کہ اللہ تعالی کی راہ مین سامان جہاد رہے کہ غازی لوگ اسپر اپنا بار لادین
اور پانی کھینچنے و لانے کے واسطے اگر وقف کیے ہین تو تحریر کرے کہ فی سبیل اللہ تعالی وقف کیے کہ انکے ذریعہ سے اہل
جہاد کو پانی پہونچایا جاوے اور غلامون کی صورت مین لکھے کہ تاکہ یہ غلام اہل جہاد کی خدمت گزاری کرین۔ اور اسکے
آخر مین حکم حاکم لاحق کر دے اور اگر مثل اُونٹنیان و گائین و بکریان وغیرہ کے بدین شرط فی سبیل اللہ تعالے وقف کر دین
کہ انکا دودھ و بچہ و اُون اللہ تعالے کیواسطے صدقہ کیا جاوے تو حاکم احمد سمرقندی نے اپنی شروط مین ذکر کیا کہ اسکے
وقف مین کوئی قول اہل علم کا مسموع نہین ہوا اور مشائخ نے ذکر کیا ہی کہ امام محمد رح کے قول پر جائز ہونا چاہیے اور
فرمایا کہ سیر کبیر مین مذکور ہی کہ اگر وصیت کی اُس چیز کی جو اُسکی بکریون کے پیٹ مین ہی یعنی بکریون کے بچون کی وصیت کی یا
اُنکے دودھ یا اُون کی وصیت کی تو وصیت باطل ہی اور ان چیزون کی وصیت مثل وصیت غلہ باغ و ثمر اشجار نہین ہی۔ اور
فرمایا کہ یہ مسئلہ اس بات کی دلیل ہی کہ چوپایون مذکورہ کا اس غرض سے وقف کرنا کہ انکا دودھ و اُون و بچہ صدقہ کیے
جاوین جائز نہین ہی۔ اور فتاوی ابواللیث مین ہی کہ اگر اپنی گاے ایک رباط مین وقف کر دی۔ کہ جو اُسکا دودھ و مسکہ
نکلے وہ مسافرون کو دیا جاوے تو ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر یہ امر ہو کہ لوگون کے وقف مشتہر
ایسے ہون تو مجھے امید ہی کہ یہ جائز ہوگا اور بعض نے اسکو مطلقاً جائز رکھا ہی اسواسطے کہ یہ تمام بلاد اسلام مین متعارف
ہی اور اسکی تحریر کی یہ صورت ہی کہ یہ تحریر بدین مضمون ہی کہ فلان نے اتنی عدد اونٹنیان یا گائین یا اتنی عدد بکریان
بوقف دائمی جائز نافذ وقف کر دین جس وقف مین کوئی فساد و رجعت و مثنویت نہین ہی اور یہ مال وقفی فروخت نکیا
جائیگا اور نہ ہبہ کیا جائیگا الی آخرہ۔ بدین شرط کہ جو کچھ انکا دودھ و بچہ و اُون حاصل ہو وہ مسافرون کو صدقہ ہین

بدین شرط دیجاوے کہ اِس معاملہ مین متولی کو اختیار ہوگا کہ جس مسافر کو چاہے اور جسقدر چاہے دے اور یہ کہ پاس وقف کنندہ نے فلان کو متولی کرکے سپرد کردی ہین اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرتے ہے۔ نوع دیگر۔ وقف خفا رات اور اسکی بہت صورتین ہین۔ از انجملہ آنکہ اگر اُسنے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی مین اپنا دار مسکینون کے واسطے صدقہ کردے اور اسکی بیان کو امام محمد رہ نے بھی شروط الاصل کے باب الوقف مین پہلے شروع کیا ہے اور فرمایا کہ مین نے امام ابوحنیفہ رہ سے کہا کہ ذرا توجہ فرمایئے کہ اگر ایک شخص نے اپنی زندگی مین چاہا کہ اپنا دار مسکینون کے واسطے صدقہ کردے تو یہ جائز ہے تو فرمایا کہ اگر وہ شخص ایسے حال مین مرا کہ یہ دار اُسکے قبضہ مین ہے تو یہ اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہوجائیگا اور یہ نہین فرمایا کہ یہ جائز نہین ہے اور جائز نہین ہے اسواسطے نفرمایا کہ امام اعظم رہ کے نزدیک وقف اسکو کہتے ہین کہ اصل چیز وقف کنندہ کی ملک رہے اور اُسکا غلہ و پھل و منفعت دار وا اخفی صدقہ کیجاوے پس مثل عاریت کے ہوا اور عاریت جائز ہے مگر لازم نہین ہوتی ہے چنانچہ اگر پھر مر گیا اور یہ وقف موجود ہے تو اُسکے وارثون کی میراث ہوجائیگا پس ایساہی حال امام اعظم رہ کے نزدیک وقف کا ہے۔ تب مین نے کہا کہ آیا اس باب مین کوئی حیلہ ہے کہ یہ صدقہ جائز ہوجاوے اور کوئی اُسکو باطل نکرسکے تو فرمایا کہ یون کہدے کہ اگر وارث یا سلطان کوئی اس صدقہ کو باطل کرنا چاہے تو یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ کردیا جاوے پس اس سے صدقہ کا ثمن حاصل ہوجائیگی اسواسطے کہ جو شخص اسکو توڑنا چاہیگا اُسکو معلوم ہوگا کہ مجھے اِسکے باطل کرنے سے کچھ حاصل نہوگا پس وہ باطل بھی نکریگا۔ پس امام اعظم رہ نے حیلہ کی تعلیم مین یہ فرمایا کہ یون کہے کہ یہ میرے تہائی مال سے وصیت ہے کہ فروخت کرکے اُسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیا جاوے اور یہ نہین فرمایا کہ یون کہے کہ یہ میری وفات کے بعد وقف و صدقہ ہے کہ اگر وقف مضاف بما بعد زمانہ موت آنکے نزدیک جائز لازم ہو جبکہ تہائی مال سے برآمد ہو تو وقف مضاف بجانب زمانہ بعد موت کے وصیت کے معنی مین ہوگا حالانکہ اسمین شیخ ابن ابی لیلی کا یہ مذہب ہے کہ غلہ و پھلون کی وصیت جائز نہین ہے پس شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو مذہب ابن ابی لیلی کا قائل ہے پس وہ اسکو باطل کردیگا اسی واسطے جو کچھ امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے وہ اسی قول سے احتراز ہونے کے واسطے فرمایا ہے۔ پھر مین نے کہا کہ پھر اسکو کیونکر لکھے تو فرمایا کہ یون لکھے کہ یہ تحریر اُس عہد کی ہے جو فلان نے اپنی زندگی مین عہد کیا کہ اُسنے اپنا دار واقع محلہ فلان کو اللہ تعالے عز وجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کردیا ایساہی امام اعظم رہ و اُنکے اصحاب تحریر کرتے تھے اور طحاوی و خصاف یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر اُس تصدق کی ہے جو فلان بن فلان نے صدقہ کیا اور شیخ ابو زید شروطی یون لکھتے تھے کہ یہ تحریر جسپر گواہان مسمیان آخر تحریر ہذا استشہاد ہوئے ہین کہ فلان نے اپنا پورا دار صدقہ کیا اور بعضے متاخرین لکھتے ہین کہ یہ تحریر از جانب فلان ہے۔ اور اکثر متاخرین لکھتے ہین کہ یہ تحریر ہبہ وقف و صدقہ ہے۔ اور یہ سب عنوان جائز اور اچھے ہین۔ اور امام محمد رہ نے اپنی تحریر مین دار صدقہ شدہ کو بوصف فارغ تحریر نہین کیا۔ اور طحاوی و خصاف رہ لکھتے تھے کہ یہ دار فارغ ہے۔ اور یہ اچھا ہے اسواسطے کہ اگر دار وقف شدہ خالی و فارغ نہوگا۔ تو جنکے نزدیک متولی کو سپرد کرنا صدقہ موقوفہ کی صحت کے واسطے شرط ہے جائز نہوگا پس اتنا زیادہ کرنا ضرور ہے تاکہ اس قول سے احتراز ہوجاوے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل کے واسطے صدقہ موقوفہ کردیا

ط ۵ حیلہ مضبوطی اوقاف [illegible]

اور یہ اسواسطے فرمایا تاکہ یہ صدقہ دوسرے صدقہ منقبرہ سے ممتاز ہو جاوے اور طحاوی و خصاف یون لکھتے تھے

کہ اللہ تعالے عز و جل کے واسطے صدقہ موقوفہ موبدہ محرمہ محلتہ بتلتہ محفوظ الشروط نویسند مسیلہ یعنی اپنے وجوہ

مذکورہ تحریر ہذا پر فروخت جاری رہے نہ فروخت کیا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور نہ کسی وجہ ملک سے مملوک

کیا جاوے اور نہ کسی طرح تلف کیا جاوے اپنے حال پر قائم رہے اور نہ میراث ہووے یہانتک کہ اللہ تعالے

ہی اسکا وارث ہو جسکے واسطے آسمان و زمین کی میراث ہے اور وہی بہترین وارثان ہے پھر فرمایا کہ بدین شرط

کہ سال بسال اجارہ پر دے اسواسطے کہ اُسنے اُسکی آمدنی صدقہ کر دینے کی وصیت کی ہے اور آمدنی صدقہ کرنا

بدون اجارہ دینے کے نہین ہو سکتی ہے پس امام محمد رح نے اجارہ کو مطلقاً ذکر فرمایا اور یہ اسوقت ٹھیک پڑیگا

کہ جب متصدق نے اجارہ مطلقہ کا قصد کیا ہو کہ سال بسال اجارہ پر دیا جاوے تو تحریر مین لکھنا چاہیے کہ بدین

شرط کہ سال بسال اجارہ پر دیا جاوے اس سے زیادہ مدت کیواسطے نہ دیا جاوے اور جب ایکسال منقضی ہو جاوے

تو دوسرے سال کا اجارہ منعقد کیا جاوے پھر لکھے کہ اُسکا کرایہ مساکین کو صدقہ دیدیا جاوے تاکہ مصرف تصریح

معلوم ہو جاوے پس ضرور ہے کہ یون تحریر کرے کہ اور اُسکا کرایہ ہمیشہ مساکین کو تقسیم کیا جاوے اسواسطے

کہ صحت وقف کے واسطے سب کے نزدیک دوام شرط ہے سوائے قول امام ابو یوسف رح کے۔ اور اگر اُسنے یہ نہ لکھا کہ

اُسکا کرایہ مساکین کو صدقہ دیا جاوے تو عام مشائخ کے نزدیک جنھون نے وقف مذکور جائز رکھا ہے وقف جائز ہوگا

اور بنابر قول یوسف بن خالد کے جائز نہوگا اسواسطے کہ لفظ صدقہ اس امر پر دلالت نہین کرتا ہے کہ اُسنے تمام مسکینون

کو مراد لی ہے پس مسکین واحد پر صدقہ کر دینا جائز ہوگا حالانکہ اگر مسکین واحد پر وقف کرے تو یہ وقف جائز نہین

ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ ہمیشہ نہین رہ سکتا ہے۔ اور عامہ مشائخ کے نزدیک جنھون نے ایسا وقف جائز رکھا

ہے ایسی صورت مین یہ ہے کہ لفظ صدقہ دلالت کرتا ہے کہ اُسنے جنس مساکین کو مراد لیا ہے کیونکہ اُسنے مطلق کہا

ہے اور کسی ایک کو معین نہین کیا ہے پس ایسا ہو گیا کہ گویا اُسنے تصریح کر دی آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ قولہ مالی صدقۃ

یعنے میرا مال صدقہ ہے اور قولہ مالی صدقۃ فی المساکین یعنے میرا مال مسکینون پر صدقہ ہے ان دونون قولون مین

کچھ فرق نہین ہے لیکن ہرگاہ اس مسئلہ مین اختلاف ٹھہرا تو مساکین کے لفظ سے تصریح کرنا ضرور ہوا تاکہ اختلاف

سے نکلجاوے۔ اور اگر صدقہ کرنے والے نے چاہا کہ مسلمان فقیرون و مسافرون پر صدقہ کیا جاوے تو لکھے کہ اُسکا

کرایہ و آمدنی مسلمانون مین سے فقیرون و مسکینون و اہل حاجت کو ہمیشہ صدقہ دیا جاوے بدین شرط

کہ جو اُسوقت مین اسکا متولی ہو وہ اپنی رائے مین چاہے ان لوگون کو برابر تقسیم کرے اور چاہے بعض

کو زیادہ اور بعض کو کم دے لیکن اُسکا مقصد اس صورت مین فضیلت و طلب مزید ثواب ہو۔ اور امام محمد رح

نے اس تحریر مین ذکر نہین فرمایا کہ اُسکی حاصلات سے متولی پہلے اُسکی شکست و ریخت و درست و اصلاح

کریگا اور جو اُسکی آمدنی سے بڑھا ہو اُسکی درستی کریگا اور قیم کی اجرت دیگا اور تمام اُسکی ضروریات مین خرچ کریگا

پھر جو باقی رہیگا وہ مسکینون کو صدقہ دیگا۔ اور عامہ اہل شروط تحریر کرتے ہین کہ جو کچھ اُسکی آمدنی حاصل ہو پہلے

اُنھین سے اُسکی مرمت و عمارت و اصلاح مین اور جو اُسکی آمدنی سے بڑھا ہے اُسکی اصلاح مین اور جو لوگ

اُسمین کارندہ ہین اُنکی اُجرت دینے مین خرچ کرے پھر اس سے جو بچے وہ مسلمان فقیرون و مسکینون کو

ہمیشہ تقسیم کیا جاوے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے جو اسکو صریح ذکر نہین کیا ہو سو اسواسطے نہین ذکر کیا کہ اقتضا یہ ثابت ہو اسواسطے کہ فرمایا کہ اسکی آمدنی ہمیشہ مساکین کو صدقہ تقسیم کیجاوے حالانکہ ہمیشہ اُسکا کرایہ مساکین کو تقسیم کرنا بدون اسکے ممکن نہین ہو کہ پہلے اُسکی تعمیر و مرمت کیجاوے کہ قابل آمدنی کے ہوجاوے اور جو بات بدلالت اقتضا ثابت ہو وہ مثل صریح ثابت ہونے کے ہو۔ لیکن عامہ اہل شروط کہتے تھے کہ جو بات صریح ثابت ہو وہ اقتضاءً ثابت ہونے والی سے اقوی ہو۔ اور متاخرین اہل شروط اراضی و باغ کے وقف مین یون تحریر کرتے ہین کہ بعد ادائے خراج و مؤنت ضروری کے۔ اسواسطے کہ آمدنی حاصل ہونا بدون اسکے ممکن نہین ہو۔ اور دار دوکانون کی صورت مین تحریر کرتے ہین کہ بعد ادائے مؤنت کے اور نوائب سلطانیہ مؤظفہ کے اسواسطے کہ یہ نوائب مؤظفہ بمنزلہ خراج کے ہوگئے ہین پھر اسکے بعد تحریر کرتے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہو یہ حلال نہین ہو کہ اس صدقہ کو رد کردے اور باطل کردے اور طحاوی خصاف رحمہ اللہ تعالے اس عبارت پر تاکید از یادہ تحریر کرتے تھے کہ کسی شخص کو جو اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہو خواہ سلطان ہو یا حاکم ہو یا کوئی اور آدمی ہو حلال نہین ہو کہ اس صدقہ مذکورہ تحریرہٰذا مین تغییر و تبدیل کرے یا اسکو باطل کرے یا اُسکے باطل کرنے پر کسی آدمی کی مدد کرے پھر اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ اپنے گناہ مین پھنسیگا اور صدقہ کرنے والے فلان کا ثواب و مزدوری موافق اُنکی نیت صدقہ و ثواب کے اللہ تعالے کے فضل و کرم پر ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ قولہ اور کسی شخص کو جو اللہ تعالے اور روز قیامت پر ایمان لایا ہو حلال نہین ہو کہ یہ صدقہ رد کردے یہ عبارت نہ لکھنی چاہیے اسواسطے کہ بنا بر قول امام اعظم رح کے اس صدقہ کا توڑ دینا جائز ہوا اور جب توڑ دیا گیا تو مالک کی ملک مین ہوجائے گا جس طرح پہلے تھا اور توڑنے والا گنہگار نہو گا۔ پس بنا بر قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالے کے یہ کلمات دروغ ہونگے اور درصورتیکہ یہ امر وقف مین شرط کیا جاوے تو اس سے وقف باطل ہوجائیگا۔ پھر اسکے بعد تحریر کرے کہ اور فلان صدقہ کرنے والے نے یہ دار مذکور فلان متولی امور صدقہ مذکورہ کے سپرد کیا اور فلان متولی نے اُس سے لیکر اسپر قبضہ کر لیا۔ اور متولی کے سپرد کرنے کا ذکر کرنا ضروری ہو۔ اسواسطے کہ متولی کا سپرد کرنا صحت وقف کے واسطے امام اعظم رح و امام محمد رح کے نزدیک ضروری ہو۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے اس تحریر کے آخر مین یہ نہین لکھا کہ اس متولی کو اختیار ہو کہ دوسرے وکیلون و وصیون کو مقرر کرے اور بجائے اُنکے اگر چاہے تو دوسرون کو تبدیل کرے۔ حالانکہ اسکا تحریر کردینا چاہیے اسواسطے کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ وصی و متولی کو یہ اختیار نہین ہو کہ دوسرے کو وکیل کرے الا اُس صورت مین کہ جب صدقہ کرنے والے نے اُسکو یہ اختیار دیا ہو جیسا کہ حالت زندگی کے وکیل کے حق مین حکم ہوا اور اگر اُسکو وکیل کرنے کا اختیار دیا اور اُسنے دوسرے کو وکیل کیا تو اُسکو معزول نہین کرسکتا ہو الا اُس صورت مین کہ معزول کرنے کا اختیار اُسکو دیا گیا ہو۔ اور فرمایا کہ پھر لکھے کہ پس اگر سلطان وغیرہ نے اسکو رد کیا یا کسی طعن کرنے والے نے طعن کیا تو یہ صدقہ اُسکے تہائی مال سے وصیت ہو کہ فروخت کیا جاوے اور اسکا ثمن مسکینون کو صدقہ دیا جاوے یہ تحریر اسواسطے ہو کہ یہ وقف اس امر سے محفوظ رہے کہ کوئی اسکو توڑ دے جیسا کہ ہمنے پہلے ذکر کیا ہو۔ اور نیز اگر اسکے آخر مین کسی حاکم کا حکم لاحق کردیا جاوے کہ اُسنے اس وقف کی

متصدق ۱۲

ف قولہ [illegible] ۱۲

صحت ولزوم کا حکم دیا ہو جس طرح ہمنے پہلے بیان کیا ہو تو اس سے بھی صیانت حاصل ہو جائیگی۔ صدر تحریر وقف جس کو
شیخ نجم الدین نسفی رحمہ اللہ نے ایجاد کیا ہی۔ یہ تحریر اُس وقف کی ہو جسکو وقف کیا اور صدقہ کیا بندہ گنہگار ہشیار با سید
قوی امیدوار عفو ورحمت پروردگار فلان بن فلان نے خالصاً لوجہ اللہ تعالےٰ وطلب ثواب او تعالےٰ وبامید رضائے
الٰہی ونجات از عذاب شدید وعقاب او تعالےٰ ہرگاہ اُسنے نعمتہاے الٰہی سے اپنے آپکو گرانبار پایا اور اُسکی بخششونکا
اپنے پاس انبار پایا درحالیکہ او تعالےٰ شانہ نے اِس ضعیف بندہ کو وہ وہ نعمتین عطا فرمائی ہین جس سے اُسکی
نظر ارواشکال محروم ہین اور وہ ثروتین بخشی ہین جس سے اُسکے ابناے جنس مین سے سب قرنا اروامثال محروم
ہین ہر اللہ تعالےٰ نے اُسکو عزت ووجاہت مین پیدا کیا اور فراخی وعیش اور وجاہت اور بلند نامی دکلفت مین
اُسکی عمر گذاری اور اُسکا مرتبہ بلند کیا اور اُسکا ہاتھ کشادہ۔ کھا پھر اب وہ اپنے نفس کو شکستہ پاتا ہی اور حواس مین کندی
پاتا ہی۔ کہ اُلٹے پانؤن پھرنے ہین کام نہین دیتے ہین آنکھی تو تین جاتی رہین اور قبض کی چیزین ٹوٹ گئین اور شکر گذاری
کم ہوئی اور زسکا ہتین ٹرھگئین اُسکے بال سپید ہوگئے اور کمر جھک گئی زوال کا وقت آگیا اور کوچ کا وقت نزدیک
ہوا اور اُسپر واجب ہوا کہ اپنی دنیا سے آخرت کا سامان کرلے اور عاقبت کا توشہ یہان سے ساتھ لے اور کل کے روز
کے واسطے اپنے پاس کی چیزون سے اچھی چیز پہلے پہونچا رکھے تاکہ اُسکی حاجت کے وقت کا ذخیرہ ہو اور اُسکے
فقر وفاقہ کا سامان ہوجاوے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنے ہرگز نیکوکاری
کے مرتبہ کو نہ پہونچوگے یہانتک کہ جنکو محبوب رکھتے ہو اُن سے خرچ کرو۔ اور ہرگاہ اُسکو آثار واخبار سے ثابت
ہوا کہ جنت کے دروازہ پر تین سطرین لکھی ہین۔ اول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ دوم بلدہ پاکیزہ ہی اور رب غفور
ہی سوم آنکہ جو ہمنے کیا تھا وہ پایا اور جو پہلے بھیجا تھا اُس سے نفع اُٹھایا اور جو چھوڑ آئے وہ خسارہ رہا
اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہی کہ یہ میرا مال وہ میرا مال حالانکہ تیرا ابھی کچھ مال ہو سواے اِسکے جو تونے کھا لیا سو فنا کردیا
جو تونے پہن لیا سو بوسیدہ کرڈالا یا صدقہ کردیا سو وہ باقی بھیجدیا ہی۔ اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکا حاصل یہ کہ قیامت کے روز مومن کے واسطے اُسکا صدقہ
اُسکا سایہ ہوگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسکا حاصل یہ کہ صدقہ پروردگار کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہی
پس اس بندہ ضعیف نے جو کچھ اُسکو اللہ تعالےٰ نے دیا ہی اُسین سے اُسکی رضامندی کے واسطے ابھی سے خرچ
کرتا ہی بدین امید کہ اللہ تعالےٰ اُسکو آئندہ ایسے وقت مین عطا فرماوے کہ جب وہ بے دست وپا آخرت مین محتاج
ہوجاوے کہ یہ خرچ کیا ہوا اُسوقت آڑے آوے۔ اور بدین امید کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ
فرمایا ہی وہ اس ضعیف کو بھی حاصل ہو چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جسکا حاصل یہ ہی کہ آدمی اپنی موت
کے بعد جو کچھ چھوڑتا ہی اُس مین سے تین چیزین بہتر ہین ایک اولاد صالح جو اُسکے واسطے مغفرت کی دعا کرے
اور دوسرا صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہی اور اُسکا ثواب اس صدقہ کرنے والے کو پہونچتا رہتا ہی اور تیسرا علم کہ اُسکے
بعد والے اُسکے سکھلانے پر عمل کرتے ہین۔ پس اِس بندہ ضعیف نے تہ دل سے چاہا کہ یہ بھی منجملہ ان لوگون کے
ہوجاوے جنکے عمل منقطع نہین ہوتے ہین اگرچہ موت آجاوے پس اِسنے اپنے خالص مال اور حلال کمائی سے

فلان چیز وقف کردی اسلئے آخرہ واللہ تعالیٰ اعلم - وقف نامہ قدیم طویل مدرسہ بنانے اور اُسکے خرچ کے واسطے وقف کرنے کے بیان مین - یہ تحریر اُس وقف بین ہی کہ جسکو حسبۃً للہ تعالیٰ خاقان اجل سید ملک مظفر مویّد عدل عماد الدولہ تاج الملۃ طمغاج بعیر افراخان ابو اسحٰق ابراہیم بن نصر سیف خلیفۃ اللہ تعالیٰ امیر المومنین و اعلیٰ اللہ تعالیٰ امرہ و اعز نصرہ نے بغرض تقرب بسوے رب جلیل و طلب ثواب جزیل و گریز از عقاب و تنکیل و رغبت در وعدہ جمیل کہ محکم تنزیل سے واضح ہی یعنے قول اللہ تعالیٰ سے کہ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ہو خیراً و اعظم اجراً یعنے جو نیک چیز اپنے ذات کے واسطے تم لوگ پہلے بھیج رکھو اُسکو اللہ تعالیٰ کے پاس اِس سے بہتر اور بڑا پاؤ گے اور اخبار مین نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ جب آدمی مرجاتا ہی تو اس سے اُسکے اعمال منقطع ہوجاتے ہین الا تین صورتون مین ایک ولد صالح جو اُسکی وفات کے بعد اُسکے حق مین دعاے خیر کرے اور صدقہ جاریہ کہ برابر جاری ہو اور اُسکا ثواب صدقہ کرنے والے کو پہونچے اور تیسرا علم جس پر لوگ عمل کرین پس مینے پسند کیا کہ مین بھی اُن لوگون مین مندرج ہون جنکے عمل منقطع نہین ہوتے ہین اور اپنے نفس کے واسطے کوئی چیز بھیج رکھون جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاؤن اور آخرت کا توشہ ہو اور قیامت کا ذخیرہ ہو جس روز ہر نیکوکار اپنا کار خیر آنکھون کے سامنے پاویگا پس ایک مدرسہ بنانے کا حکم دیا کہ مجمع اہل علم و دین ہو متصل مشہد ہو مشتمل مسجد و چاہاے درس اور مکتب تعلیم قرآن شریف ہو اور ایک جگہ ایسی ہو جہان لوگ قرآن تلاوت کرین اور ایک جگہ مودب کے واسطے ہو جہان وہ لوگون کو علم ادب سکھلاوے اور حجرے دارہاے صغیرہ ہون اور صحن ہو اور باغ ہو اور اُسنے اُسمین جو امور موافق علم کے ایسے صدقات کی صحت کے واسطے بروجوہ مذکورہ چاہیے ہین سب جمع کردیے اور یہ سب شہر سمرقند کے اندر ایک جگہ ہی جسکو باب الحدید کہتے ہین واقع ہی اور اُسکے حدود اربعہ مین ایک حد شارع عام ہی دوم ملازق میدان منسوب بخاتون بلکہ منسوب طرخان ملک و ملازق فارقین ہی جو اُنکے مشہد پر وقف ہی اور سوم ملازق ایک منزل کے جو طالب علمون پر وقف ہی اور ملازق منزل احمد المقصص و ملازق منزل ابو القاسم بن عطار و متصل بکاردان ملا سے منسوب بخاتون ملکہ ہی اور چہارم ملازق منزل منسوب بخاولی انجلتاشی و ملازق خانقاہ منسوب بامیر نظام الدولہ و ملازق منزل منسوب بخاتون ملکہ ترکان خاتون و ملازق طریق ہی اور اُسی طرف سے اُسمین داخل ہونے کا دروازہ ہی پس اُسنے چاہا کہ یہ خیر اُسکی طرف سے برابر بر سبیل جاری رہے بذریعہ اوقاف صحیحہ کے جو اس مدرسہ پر اور سبیل خیر اور نیک کامون پر وقف ہین پس اُسکی نیت خیر و ارادہ دلی کے موافق جاری رہے پس اُسنے تمام مدرسہ محدودہ مع اُسکی متصلات کے جنکے حدود اس تحریر مین مذکور ہین واسطے کارہاے خیر کے جو اُسمین انجام پاوین اور تمام سراے خالص جسمین دارہاے خرد و اصطبلات ہین اور گھانس رکھنے کی جگہین ہین اور حوضہاے خرد ہین و حجرات و غرفہ و چار دوکانین اُس سے متصل جنمین تین دوکانین اُسکے اندر جانے والے کے بائین جانب پڑتی ہین اور ایک دوکان دائین جانب پڑتی ہی اور یہ سراے معروف بسراے نیم بلاس نزد بازار سعد سمرقند در محلہ زر کوبان بکوچہ بیفاس ہی - اور تمام سراے خالص جو مشتمل ہی پانچ دارہاے خرد و تین حجرات و تین غرفات اور پانچ بیوت اہواار اور تین دوکانات ہین جو اُسکے دروازہ سے متصل ہین - بازار سعد سمرقند سے دائین جانب محلہ راس الطاق کے کوچہ معروف

بکوچہ شیر فروشان مین واقع ہو اور تمام سرائے خالص جو مشتمل ہو آٹھ دارہاے خرد و دارہاے کلان اور پندرہ غرفات اور بیوت اہواء پندرہ عدد اور دو بیت الخلا اور چار دوکانین متصل سرائے مذکورہ واقع بازار سعد سمرقند بمحلہ راس الطاق کوچہ عبادیین ہو اور تمام دارہاے کبیرہ مع سفل و علو کے جو سرائے معروف لب سرائے خاقانا مانی مین ہین جو بازار سعد سمرقند کے محلہ راس الطاق مین شارع و درب منارہ مین واقع ہو اور یہ دارہاے مذکورہ اِس سرائے کے اندر جانے والے کے داہنے ہاتھ پڑتے ہین اور تمام جو اُسکے اوپر واقع ہین اور پانچ حجرے بکدریہ جو اُسکے وسط مین ہین جو متصل لب سرائے مذکور ہین اور تمام حجرات کبیرہ بکدریہ جو اِس سرائے سے متصل ہین اور اُسکے اوپر چڑھنے والے کے بائین ہاتھ پڑتے ہین اور تمام حمام معروف بحمام مردان واقع بازار سعد سمرقند محلہ راس قنطرہ عاہرہ کوچہ حماد اور تمام خانہاے کاشتکاران و بیت الطراز و باغ انگور و مستاجر و مزارع و مداسیات جو کہ سب قریہ حرمجد پرگنہ انبارگر شہر سمرقند مین واقع ہین اور تمام اراضی جو اِس دیہہ کے کھیتون کے ٹیکرون سے متصل ہو اور یہ سب شہر سمرقند کے پرگنہ انبارگر کے نواح مین واقع ہو۔ پس سرائے معروف نیم بلاس کی ایک حد اور دوسری و تیسری و چوتھی چنین چنان اور علی ہذا سب محدودات کے حدود اربعہ بیان کر دیے گئے ہین پس جناب خاقان اعلے آنخ القابہ موصوفہ تحریر ہذا نے اپنی زندگی و وفات کے بعد تمام یہ محدودات مذکورہ تحریر ہذا مع اُسکے سب حدود و حقوق و مرافق کے جو اُسکے حقوق سے ہین اور مع اُسکے راستون و مسالک اہوان کے ساتھ جو اُسکے حقوق سے ہین و مع اراضی سراہاے مذکورہ و دوکانہاے مذکورہ و توابیت ترکیہ و بیوت اہوار و بیوت الخلاء و دارہاے خرد و حجرات و غرفات و اُنکی عمارتین و لکڑی و دیوارین و انکا سفل و علو و چھتین و دھنیان و چھانیین و اسطوانات و دروازے کواڑ و خشتہاے پختہ و زمین حمام و بیوت و اُسکی چھتین و لکڑیان و اُسکی دیوارین و پختہ اینٹین و پانی کی دیگین و انبوبہ جات و راکھ ڈالنے کی جگہ و مزبلہ اور جہان اُسکا پانی گرتا ہو و اُسکا حوض اور اُسکے پانی بہنے کے مجاری جو اُسکے حقوق سے ہین۔ اور کاشتکارون کے گھرون کی زمین و عملہ و عقارات مین جو درخت قائم ہین و درختان انگور و اغراس اور باغ و اراضی کی نہرین و سواقی و انکا شرب مع مجاری کے جو اُسکے حقوق سے ہین و مداسات منسوبہ بجانب اراضی و باغ مذکور جو اُسکے حقوق سے ہین اور پانی کے جاری ہونے کی راہین جو اُسکے حقوق سے ہین اور مع ہر قلیل و کثیر کے جو ان محدودات مین اور اُنکی جانب منسوب ہو جو اُسکے حقوق سے ہو اسمین داخل ہو اور اس سے خارج ہو یہ سب بصدقہ صحیحہ نافذہ واجبہ بتہ بتلہ موبدہ محرمہ محتسبا بحسبۃ للہ عزوجل صدقہ کیا ان مین سے کسی چیز مین اس صدقہ کرنے والے کو رجوع نہین ہو اور نہ یہ سب چیزین فروخت کی جاوین اور نہ ہبہ کی جاوین اور نہ رہن کی جاوین اور نہ مملوک کیجاوین اور نہ کسی وجہ سے تلف کی جاوین بلکہ اپنے حال پر و اپنی اصل پر قائم و جاری رہین اور اپنے مصارف و وجوہ مذکورہ تحریر ہذا کے طور پر انکا عملدرآمد ہوتا رہے اور نہ انکا کوئی وارث ہو سکے یہانتک کہ اللہ تعالے ہی جو وارث زمین و اشیاے روے زمین کا ہو انکا وارث ہو اور وہی بہترین وارثان ہو بدین شرط صدقہ کیا کہ یہ سب چیز جو صدقہ کی گئی ہو جس طرح کہ اس تحریر مین مفصل مذکور ہوا اپنے طریقون سے کرایہ پر چلائی جاوے اور مقاطعہ پر اور مساقات و مزارعت پر دیجاوے جس سے آمدنی حاصل ہو خواہ ماہواری یا سالانہ لیکن ان مین سے کوئی چیز ایک سال سے زائد کے واسطے نہ دیجاوے اور کوئی عقد مزارعت اٹھارہ مہینے سے زائد کا قرار نہ دیا جاوے نہ ایک عقد سے اور نہ کئی عقد سے اور نہ بدون اس

مدت کے گذرنے کے اسپر کوئی عقد جدید نہ کیا جاوے اسی طرح اسکا کام برابر جاری ہے اور کبھی کسی ذی شوکت
وحشمت کو جسکی طرف سے اس صدقہ کے ابطال کا یا اسکے وجوہ مشروطہ تحریر ہذا سے متغیر کرنے کا خوف ہو اجارہ
پر دیا جاوے پس جو کچھ اللہ تعالیٰ اسکی حاصلات روزی کرے انمین سے پہلے اسکے انواع تعمیر و قابل مرمت کی
درستی و ستزاد آمدنی و ادائے مؤنات مین اور موافق رائے قیم صدقہ ہذا کے جدید بووے ان عقارات مین لگائے
جائین اور گرما مین مدرسہ مذکورہ تحریر ہذا کے واسطے بوریہ و چٹائیان اور سرما مین پیال و گھاس وغیرہ خریدنے
مین جسقدر کی ضرورت ہو صرف کیا جاوے اور درختان عقارات داخلہ صدقہ ہذا مین سے جن درختون کے
کاٹنے کی اس مدرسہ مذکورہ یا کسی اور محدود مذکورہ صدقہ ہذا کی تعمیر مین ضرورت ہو بنا بر رائے قیم صدقہ ہذا
کے کاٹے جا سکتے ہین اور جو درخت اسکے خشک ہو جاوین یا خراب ہونے پر ہون وہ فروخت کیے جاوین اور
انکا ثمن بھی اسکی باقی آمدنی مین شامل ہو کر موافق مشروطہ مذکورہ صدقہ ہذا کے برائے قیم اسکے مصارف مین صرف
کیا جاوے پھر باقی آمدنی حاصلہ مین سے ہر شخص کو جو اس صدقہ کے کامون کا کارندہ ہو اسکو سالانہ ہزار درم موید بہ
عدلیہ اسمیہ نقد شہر سمرقند جو اس صدقہ کے واقع ہونے کے روز ہو دیے جاوین اور جو شخص فقیہ عالم اس مدرسہ مین
حنفی مذہب ہو اور واسطے تعلیم مذہب حنفیہ کے بیٹھے اسکو سالانہ اسی نقد مذکور سے تین ہزار چھ سو درم کہ ماہواری
تین سو درم ہوتے دیے جاوین اور اس مدرسہ کے طالب علمون کے لیے جو مذہب حنفی کی تعلیم چاہین اس نقد مذکور
سے سالانہ اٹھارہ ہزار درم کہ ماہواری ایک ہزار پانچ سو درم ہوتے نکالے جائین جنکو مدرس مدرسہ مذکور اپنی رائے سے
ان طالبعلمون مین تقسیم کرے چاہے مساوی ہر ایک کو دے یا بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے یا بعض کو دے اور
بعض کو محروم رکھے لیکن ان سب صورتون مین کسی طالب علم کو ماہواری تیس درم مذکور سے زائد نہ دیوے اور جو
شخص یہ وظیفہ ان طالب علمون کو تقسیم کرنے پر مامور ہو اسکو سالانہ چھ سو درم مذکور کہ ماہواری پچاس درم ہوتے
دیے جاوین جو شخص اس مدرسہ مین تعلیم علم ادب کے واسطے بیٹھے اور وہ ادیب لائق پسندیدہ ہو کہ طالب علمون کو ادب
کی تعلیم کرے اسکو اس نقد مذکور سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوتے دیے جاوین اور اس مدرسہ
کے مکتب مین جو شخص قرآن شریف کی تعلیم کے واسطے ہو اور وہ لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم کرے اسکو سالانہ بارہ سو
درم کہ ماہواری سو درم ہوتے دیے جاوین و مقری عالم القرآن و روایات جو لوگون کو اس مدرسہ مین تعلیم قرآن
عزیز کرے اس نقد سے سالانہ ڈیڑھ ہزار درم دیے جاوین کہ ماہواری قسط ایک سو پچیس درم ہوتے اور چار قاریون
کو جو اس مشہد مذکورہ تحریر ہذا مین قرآن شریف پڑھین اس نقد سے سالانہ تین ہزار درم کہ ہر ایک کو سالانہ ساڑھے
سات سو درم ہوتے دیے جاوین اور اس مدرسہ اور مسجد و مشہد و طالب علمون کے حجرات و بیت الخلا مین
چراغ و قندیلین روشن کرنے کے واسطے تیل خریدنے مین اس نقد مذکور سے سالانہ [illegible] سو درم خرچ
کیے جاوین اور اس مدرسہ کے برف پلانے کے سقایہ مین برف خریدنے مین ہر گرمی مین چار سو درم صرف
کیے جاوین اور اس مدرسہ مین ہر سال کے رمضان شریف کی شبہائے رمضان مین ضیافت کے واسطے روٹی
و گوشت خریدنے مین اس نقد مذکور مین سے تین ہزار تین سو پچاس درم صرف کیے جاوین اور ہر سال کے
ایام قربانی مین اضحیہ خریدنے کے واسطے اس نقد مذکور مین سے ہزار درم خرچ کیے جاوین جسمین سے پانچ سو درم

سے ایسی گائین جو قربانی کے لائق ہین جسقدر راستے داموں سے ممکن ہوسکاین خریدی جاوین اور اس صدقہ کنندہ مذکورہ تحریر ہذا کی طرف سے نیت کرکے قربانی کیجاوین اور انکاگوشت وغیرہ فقیرون ومحتاجون کو بانٹ دیا جاوے اور باقی پانچ سو درم کے عوض جتنی بکریان لائق قربانی کے خریدی جاسکین خرید کر اس صدقہ کنندہ کے والدین کی طرف سے نیت کرکے قربانی کردی جاوین اور انکا گوشت و پوست وغیرہ مسکینون ومحتاجون کو بانٹ دیا جاوے اور ہر عاشورا مین اس نقد مذکور سے پچاس نفر محتاج ومسکینون کا کپڑا خرید دیا جاوے اور اس مدرسہ مین روز عاشورہ کے شام کی ضیافت کے لیے روٹی و گوشت وغیرہ خریدا جاوے اور اسمین ہزار درم صرف کیے جایا کرین اور دو شخص ایسے مامور کیے جاوین جو مدرسہ مذکور ومسجد ومشہد مذکور کی خدمت کرین کہ دروازہ بند کیا کرین وکھولا کرین اور جھاڑو دیا کرین اور جہان مٹی بھرنے کی ضرورت ہو وہان پاٹ دین اور بوریہ وچٹائیان بچھادین ولپیٹا کرین اور پیال وگھاس ڈالین اور جب اُٹھانے کی حاجت ہو تو اُسکو اُٹھا ڈالین اور بیت الخلا کو پاک کرین اور سحرگاہ و شام چراغ و قندیلین روشن کیا کرین جہان جہان جسوقت حاجت ہو اور ان دونون کو سالانہ اس نقد سے بارہ سو درم ہر ایک کو چھ سو درم سال دیے جاوین اور اس مدرسہ کے مدرس کی پسند سے ایک شخص اہل فقہ وصلاح و امانت مین سے ایسا مقرر کیا جاوے کہ اُسکو اس مدرسہ کے مشہد کے امور کی اصلاح سپرد ہو کہ وہ اسکی نگہبانی کرے اور اس مدرسہ کے کتب خانہ کی حفاظت کرے اور اُسکی دیکھ بھال وغور وپرداخت رکھا کرے اور جو اس مدرسہ ومشہد کی مرمت کے واسطے مامور ومعین ہو اُسکو اس نقد سے سالانہ بارہ سو درم کہ ماہواری سو درم ہوے دیے جاوین اور اگر مدرس مدرسہ کی راے مین آوے کہ اس کام کے واسطے دو آدمی مقرر ہون کہ ایک اسکے کتب خانہ کی غور وپرداخت کرے اور دوسرا باقی امور کی اصلاح کرے اور دونون اس مدرسہ مین رہا کرین تو اسکا اختیار اس مدرسہ کے مدرس کو ہوگا اور وظیفہ مذکورہ بارہ سو درم باستصواب راے مدرس موصوف ان دونون کو برابر یا کم وبیش دیا جائیگا اور اس نقد کی قیمت جو اس تحریر مین مذکور ہی بروز وقوع وقف ہذا ہر سینتالیس درم ایک مثقال سونا ابریز خالص ہی پھر اگر کسی زمانہ مین اس نقد مین کمی و بیشی کا تغیر ہوجاوے تو نقد جدید کو دیکھکر جسقدر نقد جدید بمبادضہ ہر ایک مصرف کے نقد مذکور کے ان مصارف سے جو اس تحریر مین مذکور ہین پڑتا ہو اسقدر ان جدید درمون سے دیا جاوے پھر اگر ان مصارف مین اس وقف کی آمدنی خرچ کرنے کے بعد کچھ بچتا ہو تو جو شخص اس وقف کا قیم ہو وہ اپنی راے سے اراضی و باغات وغیرہ آمدنی کی چیزین اس وقف مین خرید کرکے بڑھاوے اگر اُسکی راے مین یہ امر قرین صواب ہو پھر اس زیادت خرید شدہ کی آمدنی کا مصرف اُسی طریق سے ہوگا جو اصل صدقہ کی آمدنی کا مصرف ہو اور اگر کسی سال کی آمدنی مین ان وجوہ مصارف کے صرف سے کمی ہوئی تو بقدر کمی کے ہر ایک مصرف سے حصہ رسد کمی کردی جاوے اور باوجود اچھی تلاش وجستجو کے ان لوگون مین سے جو اس تحریر مین مذکور ہین بعضے بتاسئے گئے تو جو مال اُسکے واسطے بیان کیا گیا ہو وہ باقی مصارف کی مقدار بیان کردہ پر حصہ رسد پھیلا دیا جاویگا اور اگر قیم وقف ہذا کی راے مین آیا کہ اس سے اور اور ایسے اسباب پیدا کرے جنکی آمدنی اس اصل صدقہ کی آمدنی کے موافق اسمین شامل ہوکر خرچ ہوا کرے تو وہ اس مقدار سے ایسا ہی کرے پس اس صدقہ کا کام برابر اس طرح جاری رہے اسمین کچھ تغیر نہو یہانتک کہ اللہ تعالے ہی اسکا وارث ہو جو زمین ور وے زمین کی چیزون کا

وارث ہو اور وہی بہترین وارثان ہو اور اگر کسی وقت مین اس مدرسہ کی ضرورت نہ رہے اور اُسکا اعادہ بہ حال اول
ممکن نہو تو اسکا خرچہ سمرقند کے محتاج طالب علمون کو جو معتقد مذہب امام ابوحنیفہؒ ہون تقسیم کیا جاوے اور اگر طالب علمون
مین ایسے نپائے گئے جنکے صرف مین یہ حاصلات آوے تو ایسی صورت مین ہمیشہ محتاج مسلمانون کو تقسیم کیا جاوے
اور البتہ اس صدقہ کنندہ نے یہ سب مال اپنے قبضہ سے نکالکر ابو طاہر عبدالرحمن بن الحسن الغزالی کے قبضہ مین دیدیا
اور اُسکو اس صدقہ کے امور کا قیم بنایا اور اُسکو نصیحت کی کہ اس معاملہ مین تقوے اللہ تعالے اپنا شعار کرے
اور ادائے امانت اپنا دثار کرے اور خیر خواہی اپنا حصار کرے اور اُسکو مقرر کیا کہ اس صدقہ کے امور کو اسکے
شرائط و طریقہ کے موافق انجام دے اور اُسکے ذمہ شرط لگادی کہ ان امور مذکورہ مین کچھ تغیر و تبدل نہ کرے اور اس قیم
مذکور نے اس سب پر قبضہ صحیح خالی از موانع تسلیم و قبضہ کے قبضہ کر لیا پھر اگر قیم واصل بحقتعالی ہوا یا اسکے دوسرے
قیم کے قائم کرنے کی ضرورت کسی وجہ سے پیش آئی تو اسکا اختیار اس مدرسہ کے فقیہ مدرس کو ہے کہ اہل علم کے مشورہ سے
جنکے قول پر سمرقند مین مدار فتوے ہے کسی مرد پرہیزگار صالح کو مقرر کر دیوے اور اگر اس مدرسہ مین کوئی مدرس فقیہ
نہو تو قاضی سمرقند کے سپرد یہ کام ہے اور سلطان کو یا کسی قاضی کو یا حاکم ذی اختیار کسی کو حلال نہین ہے اسکے آخر اور
گواہون کی گواہی تحریر ہے آخر تک ختم کرے نوع دیگر اپنی اولاد و اولاد و پوتے و پروتے وغیرہ پر وقف کرنے کی صورت
تحریر۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ اپنی اولاد پر وقف کرے تو اسمین چند صورتین ہین ایک یہ کہ اُسنے یون کہا کہ یہ میری
زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے پس ایسی صورت مین اس وقف کے مستحق لوگ اُسکے پہلی پشت ہو گی
یعنے اُسکی اولاد صلبی اس وقف کی حاصلات لیویگی اور دوسری پشت اسمین داخل نہوگی یعنے اولاد پسر کو نہ
ملیگی اسمین جبتک اُسکی اولاد صلبی مین سے کوئی باقی رہیگا تب تک اسکی آمدنی انہی کو ملیگی اور جب کوئی نہ رہیگا تو اسکی آمدنی
فقیرون کو تقسیم ہوگی اور دوسری پشت والون کو اسمین سے کچھ نہ ملیگا اور اگر پہلی پشت والا کوئی نہ تھا اور دوسری پشت
والے پائے گئے تو اسکی حاصلات دوسری پشت والون کو ملیگی اور اس سے نیچے کی پشتون کو کچھ نہ ملیگا اور دوسری
پشت والون اور اس سے نیچون کے درمیان وہی حال ہوگا جو پشت اول و پشت دوم کے درمیان مذکور ہوا ہے
اور اگر پشت اول و دوم مین کوئی نہ تھا اور تیسری اور چوتھی و پانچوین پشت پائی گئی تو تیسری کی ساتھ اسکے نیچے والی
چوتھی پشت و پانچوین پشت وغیرہ کے اگرچہ کثیر ہون سب شریک ہو جاوینگے اور وجہ دوم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین
میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے اور ایسی صورت مین پشت اول و دوم اسکے ساتھ مخصوص ہوگی
اور پشت دوم سے پسر کی اولاد مراد ہے اور ان دونون کے ساتھ تیسری پشت شریک نہوگی۔ اور وجہ سوم آنکہ اُسنے
کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور میری اولاد کی اولاد کی اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے اور ایسی صورت
مین قیاس یہ ہے کہ اس وقف مین بھی تین پشتین شریک ہون خاصۃً اور استحساناً سب پشتین داخل ہوجاوینگی اگرچہ
کتنی ہی نیچی ہون۔ اور وجہ چہارم آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد پر صدقہ موقوفہ ہے حالانکہ اُسکی پشت سے
کوئی فی الحال موجود نہین ہے اور اُسکے پسر کی اولاد ہو تو ایسی صورت مین اُسکی حاصلات اُسکے پسر کی اولاد مین صرف
کیجاویگی پھر اگر اُسکی پشت سے کوئی اولاد پیدا ہو گئی تو آیندہ سے اسکی حاصلات اُسکی خاص اولاد کو ملیگی۔ اور وجہ پنجم
آنکہ اُسنے کہا کہ میری یہ زمین میری اولاد اور میری اولاد کی اولاد اور ان اولاد کی اولاد پر نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے

واسطے جبتک اُنکی اولاد باقی رہے صدقہ موقوفہ ہو اور ایسی صورت مین اِس وقف مین ہر اُسکی اولاد داخل ہوگی جو
بروز وقف موجود تھی اور ہر اولاد جو بعد وقف کے حاصلات پیدا ہونے کے موجود ہوئی ہین۔ اور جو شخص ان مین
سے حاصلات پیدا ہونے کے پہلے مرگیا اُسکا حصہ ساقط ہو جائیگا اور جو بعد اسکے مرا ہو اُسکا حصہ اُسکے وارثون
کے واسطے میراث ہوگا اور بطن اعلی اور بطن اسفل اِسمین یکسان ہونگے لیکن اگر اُسنے کہا کہ بدین شرط کہ پہلے بطن
اعلی سے شروع کیا جاوے پھر اسکے بعد جو بطن اُس سے ملا ہو اُسکو ہو پس اگر ایسا کہا تو جب تک بطن اعلی مین
سے کوئی موجود رہیگا تب تک نیچے والے بطن کو حاصلات مین سے کچھ نہ ملیگا اور اس جنس کے مسائل بہت ہین
جنکو مین نے کتاب الوقف مین تحریر کر دیا ہو۔ پھر جبکہ یہ ارادہ کیا کہ اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل وقف کرے
تو وقف نامہ مین اس طرح نہ لکھے کہ اُسنے اپنی اولاد و اولاد اولاد پر نسلاً بعد نسل ہمیشہ کے واسطے وقف کیا ہو بعد ازانکہ
یہ مرجاوے اسواسطے کہ ایسی صورت مین اُنکی اولاد صلبی کے واسطے وقف جائز نہوگا کیونکہ یہ بمنزلہ اسکے ہو گیا کہ
اُسنے وارث کیواسطے وصیت کی حالانکہ وارث کیواسطے جو وصیت ہو وہ بدون اجازت باقی وارثون کے جائز نہین
ہوتی ہو لیکن اولاد کی اولاد کیواسطے یہ وقف جائز ہوگا اسواسطے کہ پسر کا پسر بحالت زندگی پسر کے یعنی اپنے باپ کے وارث
نہین ہوتا ہو بلکہ یون لکھنا چاہیے کہ اُسنے اپنی اولاد و اولاد کی اولاد کیواسطے وقف کیا یعنی بدون اسکے کہ اضافت وقف
بزمانۂ بعد موت ہو اور بدون اسکے کہ اُسکے واسطے وصیت ہو پس ایسی تحریر سے یہ وقف بنا بر قول ایسے امام کے جو
اولاد صلبی کیواسطے وقف کو جائز فرماتا ہو بدون اضافت بزمانۂ بعد موت کے و بدون وصیت کے جائز ہوگا اور
یہ امام ابو یوسف و امام محمد رح کا قول ہو اسواسطے کہ صاحبین رح کے قول پر اُسکا پسر صلبی وقف کنندہ کی زندگی مین مستحق
حاصلات ہو حالانکہ زندگی کی حالت مین استحقاق بطریق وصیت نہین ہو سکتا ہو پس اُسپر وقف صحیح ہوگا اور بسبب وقف
کنندہ کی موت کے باطل نہوگا اور رہا بنا بر قول امام اعظم رح کے وقف بدون اضافت بزمانۂ بعد موت کے جائز نہین ہو
یا بعد موت کے اُسکے حق مین وصیت ہو اور بنا برین یہ وقف وارث کے حق مین وصیت ہو گیا پس امام کے نزدیک
ولد صلبی پر یہ وقف بالکل صحیح نہوگا لہذا ضرور ہو کہ اُسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے۔ پھر جو ہمنے ذکر کیا کہ اُسنے اپنی
اولاد صلبی و اولاد اولاد پر اپنی زندگی مین وقف کیا تو اولاد اولاد کو پوری حاصلات نہ دیجائینگی جبتک کہ اولاد صلبی
موجود ہو اسواسطے کہ وقف کنندہ نے اولاد اولاد کے واسطے پوری حاصلات نہین کی ہو جبتک کہ اولاد صلبی موجود
ہو بلکہ یہ مالانہ حاصلات اولاد اولاد صلبی اور اولاد اولاد پر تقسیم کیجائیگی پس جو کچھ اولاد اولاد کے حصہ مین آئیگا
وہ اُنکے واسطے بوجہ وقف کے ہوگا اور جو اولاد صلبی کے حصہ مین آئیگا جو اُنکے واسطے بطریق میراث ہوگا حتے کہ
اُنکے ساتھ وارثان دیگر مثل شوہر یا جورو وغیرہ کے شریک ہونگے اسواسطے کہ میراث کے ساتھ خصوصیت کسی وارث
کی نہین ہوتی ہو پھر اگر اولاد صلبی سب مرگئی تو تمام حاصلات اولاد اولاد کے واسطے بوجہ وقف کے ہو جائیگی ایسا ہی
ہلال رح نے اس مسئلہ کو ذکر کیا ہو اور مشایخ رح نے فرمایا کہ یہ جواب ایسے امام کے قول پر مستقیم ہو جو کسی وقت مین وقف
سے خالی ہونا جائز رکھتا ہو حتے کہ فرمایا کہ اگر اُسنے اپنی ذات پر اور بعد اسکے فقرا پر وقف کیا تو وقف جائز ہو اور
بنا بر قول ایسے عالم کے جو وقف سے خالی ہونا کسی وقت مین جائز نہین فرماتا ہو یہ وقف جائز نہوگا حتے کہ اُسنے
اس مسئلہ مین فرمایا کہ فقیرون پر وقف جائز نہوگا۔ اور چاہیے کہ پوری حاصلات بعد موت اولاد صلبی کے اولاد اولاد

پر وقف ہوجاوے اسواسطے کہ اولاد صلبی کو جو اُسکی حیات مین پہونچتا ہے وہ وقف نہین ہے اور وقف جبھی ہوگا کہ جب
وہ مرجاوے کہ اُسکے مرنے پر اولاد اولاد کیواسطے وقف ہوجاوے گا پس ایک زمانہ ایسا رہا کہ جس مین وہ وقف
ہونے سے خالی رہا اور اگر اُسنے اپنی اولاد پر حالت زندگی و بعد وفات کے وقف کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک
اولاد پر وقف صحیح نہین ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک حالت زندگی مین وقف کرنا لغو ہے اسواسطے کہ
امام کے نزدیک حالت زندگی مین وقف صحیح ہوتا ہی نہین ہے پس حالت زندگی مین وقف کرنا خارج ہوگیا اور باقی رہا
بعد وفات کے وقف کیا سو یہ وارث کے واسطے وصیت ہوگئی اور یہ ناجائز ہے اور بنابر قول صاحبین رح کے مشائخ نے
اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ وقف نہین جائز ہے اسواسطے کہ وقف بعد موت کے وصیت ہے اور بعض نے کہا کہ جائز
ہے اسواسطے کہ صاحبین رح کے موافق بعد وفات کے وقف کرنا لغو ہے اسواسطے کہ اسکا وہی فائدہ ہے جو مطلق وقف
سے ثابت ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک حالت زندگی مین وقف مذکور بطور صحیح لازم واقع ہوا کہ واقف
کی موت سے وہ باطل نہوگا جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوچکا ہے پس اُسکا یہ کہنا کہ بعد وفات کے وقف کیا محض
اس امر کی تاکید ہے جو مطلق وقف سے ثابت ہوا ہے پس موجب بطلان وقف نہوگا واللہ تعالے اعلم - نوع دیگر اگر اپنا
نصف دار یا نصف زمین بطور شائع غیر مقسوم وقف کی تو بنابر قول امام ابو یوسف رح کے جائز ہے اور بنابر قول امام
محمد رح کے نہین جائز ہے پس اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرنا ضرور ہے - اور اگر زمین وقف کی اور تا حین حیات اپنی اُسکی
تمام حاصلات اپنے واسطے شرط کی یا بعض حاصلات اپنے واسطے شرط کی اور بعد کو واسطے فقیرون کے وقف کیا تو امام
محمد رح کے نزدیک وقف باطل ہے اور امام ابو یوسف رح کے موافق وقف صحیح ہے اس اختلاف کو ایسے طور سے اکثر
مقامات مین بیان کیا ہے اور فقیہ ابو جعفر نے ذکر کیا کہ اگر اُسنے شرط کی کہ حاصلات خود کھائیگا تو امام محمد رح کے
نزدیک جائز ہے پس تحریر مین اس طرح سے لکھے کہ اس واقف نے شرط کی کہ جبتک زندہ ہے تب تک حاصلات خود کھائیگا
اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر چاہا کہ جب تک زندہ ہے خود ہی اسکا متولی رہے تو لکھے کہ اس واقف
کو اختیار ہے کہ جب تک زندہ رہے خود ہی اسکا متولی ہو - اور اسکی حاصلات کو کارہاے خیر و ثواب مین موافق اپنی
پسند کے صرف کرے تو یہ اختیار اُسی کو ہے دوسرے کسی کیواسطے نہوگا جس طرح چاہے اور جس گاہ چاہے زندگی بھر ایسا کیے
حالانکہ یہ مخدور و بحال خود صدقہ موقوفہ ہوگا پھر جب وہ مرجاوے تو یہ صدقہ بشرائط مذکورہ جاری رہیگا - اور اسکے آخر
مین حکم حاکم لاحق کرے اور اگر اُسنے چاہا کہ اس صدقہ کو یا اسمین سے تھوڑے کو بحالت مصلحت فروخت کرسکے کہ اُسکی
قیمت سے دوسری چیز کو زیادہ نافع ہو وقف کیواسطے خریدلیوے تو لکھے کہ اور اس واقف کو اختیار ہے کہ اس وقف مذکور کو فروخت
کردے یا اسمین سے جسقدر چاہے فروخت کردے بشرطیکہ اسکی بیع کو بہتر جانے اور اُسکا ثمن دوسری چیز کی خرید مین صرف
کرے جو وقف کیواسطے زیادہ نافع ہووے پس اُسکو خرید کر اسکے بجاے قائم کرے اور اسکے آخر مین حکم حاکم لاحق کرے
اور اگر اُسکی راے مین آوے کہ اُسکو اسمین تغیر و تبدل کرنے کا اختیار حاصل رہے تو لکھے کہ واقف کو اختیار ہے کہ اس
وقف کے مصارف مین سے جسکے حق مین چاہے کمی کردے اور جسکو چاہے اسمین بڑھا دے اور جسکو چاہے اسمین سے
خارج کردے اور اُسکی جگہ جسکو چاہے داخل کرے اور اختیار ہے کہ جسکو نکالا ہے اُسی کو پھر اعادہ کرے اسمین اپنی راے سے
عمل کرے اور جو شخص اس وقف کا قیم ہوگا اُسکو یہ اختیارات نہونگے کہ ان مین اپنی راے سے عمل کرے سوائے اس وقف کنندہ

کے کہ اسکو تاحین حیات اپنے یہ اختیارات ہین اور اگر وقف کنندہ کو حادثہ موت پیش آیا حالانکہ اُسنے آئین سے کسی کے حق مین کوئی کمی یا زیادتی نہین کی ہو اور نہ کسی کو داخل و نہ کسی کو خارج کیا ہو اور نہ آئین کسی امر مین کچھ تغیر و تبدل کیا ہو تو ایسی صورت مین یہ وقف ایسی حالت پر وقف رہیگا جیسا اُسنے وقف کرنے کے وقت اسکو وقف کیا ہو اور کسی کو پھر یہ اختیار نہو گا کہ اسمین کچھ تغیر و تبدل کرے اور اگر وقف کنندہ نے آئین مین کچھ تغیر و تبدل کر دیا پھر اُسکو حادثہ موت پیش آیا تو جس حالت پر چھوڑ کر مرا ہو اُسی حال پر یہ وقف ہو گا۔ اور صحت وقف کیواسطے حکم حاکم تحریر کرنے کی صورت یہ ہو کہ وقف نامہ کی پشت پر تحریر کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم قاضی فلان جو متولی کار قضاء و احکام و اوقاف شہر فلان و اسکی نواح کا ہو اور اس ضلع کے لوگون مین اُسکا حکم قضاء نافذ و جاری و قطعی ہو ادام اللہ تعالے توفیقہ کہتا ہو کہ مین نے اس وقف کی صحت کا جو اس کاغذ کے روکیطرف تحریر ہو اور اس وقف کے جائز و لازم و نافذ ہونے کا حکم دیدیا کہ یہ صدقہ تمام اُس چیز کے حق مین جسکا موضع و حدود بیان کیے گئے ہین از دوکانہا و رباط و سرایہا و حمام وغیرہ مع تمام اُس چیز کے جو آئین سے شامل ہو از عمارت زیرین و بالائی از حجرات و منازل و غرف و مرابط و صحن وغیرہ کے اپنے وجوہ و شرائط مذکورہ مفصلہ مشرحہ کے موافق صحیح و جائز و لازم نافذ ہو بنا بر اخبار قول ایسے امام کے علمائے سلف اور ائمہ دین مین سے ہو جو ایسے صدقہ کو جسکے وجوہ و شرائط منفصل تحریر ہوے ہین جائز فرماتا ہو اور یہ میرا حکم دینا بعد خصومت صحیحہ معتبرہ کے واقع ہوا کہ اس وقف کنندہ کے اور ایسے شخص کے درمیان جسکو شرعاً خصومت کا استحقاق ہو میرے روبرو دونون مین اسکی صحت جواز مین خصومت معتبرہ واقع ہوئی اور اُسنے اسکی صحت و لزوم سے انکار کرکے بجانب فساد میل کیا پس مین نے حکم دیدیا اور اُسکو مبرم کر دیا اور نافذ کر دیا اور اسکے واسطے حکم مذکور جائز کیا اور اس واقف پر اسکے روبرو اسکے خصم کے روبرو اسکا احکام بعد اسکے کہ مین نے مواقع اختلاف کو جان لیا ہو پھر میرا اجتہاد اسی امر پر واقع ہوا۔ اور مین نے اس وقف کنندہ کو حکم دیا کہ ان سب محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرے اور اس قیم مذکور کے سپرد کرے اور ایسا کوئی تعرض نہ کرے جو جواز وقف و صحت صدقہ ہذا کے مقتضا کے خلاف ہو اور یہ سب میری مجلس قضاء واقع شہر فلان مین واقع ہوا اور مین نے اس وقف نامہ کی پشت پر اس سجل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس معاملہ مین حجت رہے اور اسپر اپنے حاضرین مجلس کے ثقات لوگون کو گواہ کر دیا اور یہ بتاریخ فلان واقع ہوا واللہ تعالے اعلم کذا فی المحیط۔

فصل بست وہفتم در رسوم حکام بر سبیل اختصار۔ پس اللہ تعالے کی توفیق پر بیان کرتے ہین کہ رسوم حکام مین سے اول جو بات شروع کیجاوے وہ تحریر منشور ہو چنانچہ اسمعیل بن عباد سے اگر کوئی شخص کسی کام کو طلب کرتا تھا تو اسکے سامنے کاغذ سپید ڈالدیتے تھے اور کہتے تھے کہ اسپر عہد مثل تحریر کرے پس اگر وہ تحریر پر قادر ہوا تو اُسکو مقرر کیا ورنہ اپنی مجلس سے دور کر دیا شیخ حاکم سمرقندی نے فرمایا کہ تحریر منشور اس طرح لکھی جاوے کہ یہ تحریر اُس عہد کی ہو جو فلان نے فلان سے عہد لیا درحالیکہ اُسکے علم و دیانت و نزاہت و صیانت سے آگاہ ہوا اور اُسکو چند بار امتحان کیا اور معرفت احکام مین آزمایا پس اُسکو بپرواہ اختیار و ابرار پایا اُس سے کوئی زلت ثابت نہوئی اور خلل معلوم نہوا پس اُسپر اعتماد کرکے اُسکو حاکم شہر فلان مقرر کیا اور اُسکو حکم کیا کہ ظاہر و باطن اللہ تعالے سے ڈرے اور خفیہ اعلان خوف [illegible] اللہ تعالے [illegible] اپنے [illegible] روانہ کیا ہو اور ذخیرہ عقبی جمع کیا ہو اور اللہ

تعالی و تبارک فرماتا ہے کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین یعنی اللہ تعالی پرہیزگارون و نیکوکارون کے ساتھ
ہے اور اسکو حکم کیا کہ تلاوت قرآن شریف پر مواظبت رکھے کہ اسکی عجائبات ظاہرہ و دلیلہاے باہرہ مین تدبر و تامل کرے
اسواسطے کہ قرآن مجید ستون حق ہے و راہ و منبع صدق ہے و فرد و رسان ثواب ترسانندہ از عذاب ہے کنجی بابون کا
کھولنے والا اور اندھیری و تاریکی کا روشن کرنے والا ہے اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من
خلفہ تنزیل من حکیم حمید یعنی قرآن شریف محکم و پاکیزہ ہے کہ اسکے دائین بائین کسی جانب سے دروغ کی راہ نہین ہے اسکو دانائے
مطلق و ستودہ برحق کامل نے نازل فرمایا ہے - اور اسکو حکم دیا کہ آثار و سنن رسول اللہ تعالی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
وراست مین لاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و اخبار کا اتباع کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حکم و وصایا کا سامان اپنے واسطے جمع کرے اور آنحضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق شریفہ و سجایاے مرضیہ سے
اپنے آپ کو حتے الامکان آراستہ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف نے لوگون کو ہدایت کی راہ بتائی
کہ کبھی انسانی خواہش کے موافق اس اشرف البشر صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات صادر نہین ہوتی تھی سو جو شخص
اُنکی فرمانبرداری کریگا وہ بہت غنیمت لے گیا اور جو اُنکی مخالفت کی باتون سے باز رہا اُسنے صحیح سالم نجات پائی اور
البتہ اللہ تعالی نے اُنکی فرمانبرداری کو قرآن مجید مین اپنی فرمانبرداری کے ساتھ ملایا ہے اور اُنکے فرمان ذی شان کی
تعمیل کو مثل اپنے حکم عالی کے قرار دیا ہے - اور اُسکو حکم کیا کہ اہل علم و دین کے ساتھ مصاحبت رکھے و اہل فقہ و یقین کے
ساتھ مدارست و مشاورت[1] کرے آن امور مین جنکو وہ لازم و جاری کرنا چاہتا ہو اسواسطے کہ سہو و غلط سے بالکل
پاک رہنا و زلل و سقطات سے تمام و کمال مامون ہونا مقتضاے بشر نہین ہے اور مشورے سے عقل کی بات بھی پیدا ہوتی
ہے اور چند آراے سلیمہ سے دریافت کرنے مین راہ صواب دریافت ہوتی ہے اور آدمی کو اپنی راے مین مدد لینا پختگی کی بات
ہے اور اپنے بھائی مسلمان کی عقل سے روشنی لینا ہوشیاری کی تدبیر ہے حالانکہ اللہ تعالی نے اپنے پاک پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کو جنکی شان حصول صواب تھی پھر بھی یہ حکم دیا چنانچہ فرمایا کہ وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علے
اللہ ان اللہ یحب المتوکلین - اور اُسکو حکم کیا کہ دروازہ کھلا رکھے اور درمیان مین حاجب نہ رکھے اور خصوم کے
واسطے باہر ظاہر رہے اور علی العموم اُنسے قریب مل رہے اور مدعی و مدعا علیہ دونون پر یکسان نظر رکھے اور فیصلہ
کے وقت ان مین انصاف کرے اور کسی خصم کو اُسکے خصم پر نظر و توجہ و کلام و التفات سے فضیلت نہ دے اور
کسی قول و فعل سے ایک کو دوسرے پر تقویت نہ دے کہ اللہ تعالی عز و جل نے حکم کو از روے عدل و
انصاف قرار دیا اور باب انقباض و انبساط اور اسمین دنی و شریف کو برابر کیا اور ضعیف کے لیے قوی سے مواخذہ
کیا چنانچہ فرمایا کہ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض الآیۃ - اور اسکو حکم کیا کہ جب مدعی و مدعا علیہ اُسکے روبرو مرافعہ
کرین تو اس قضیہ کا حکم پہلی کتاب اللہ تعالی کی نص سے تلاش کرے پس اگر نہ پاوے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم کی سنت صحیحہ سے تلاش کرے پس اگر نہ پاوے تو اجماع مسلمین رضی اللہ عنہم سے تلاش کرے پس اگر نہ پاوے تو اپنی
کوشش بلیغ بحکم صواب حاصل کرنے مین صرف کرکے اپنی راے سے حکم دے کیونکہ جسنے کتاب عزیز کے موافق حکم دیا
اُسنے ہدایت پائی اور جسنے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اُسنے نجات پائی اور جسنے بالاجماع کو لیا
وہ خطا سے بچا اور جسنے خود اجتہاد کیا وہ معذور ہے اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الآیۃ

[1] قال وفی بعض النسخ بالمشورۃ ای ... انہ غلط الکاتب ۱۲ منہ

اور اُسکو حکم دیا کہ حدود کے معاملات مین تثبت کے ساتھ کام کرے اور گواہون کی تعدیل سے استظہار حال اور
عجلت سے اپنے آپ کو بچاوے جو موقع صحیح سے حکم کا فراہق ہوتا ہے اور ریبت سے دور رہے جو باوجود ظہور
کے روکتا ہے حتّے کہ اشتباہ کیوقت بتوقف کام کرے اور ظہور کیوقت حکم نافذ کرکے ولیکن بدین یقین کہ اُس نے
حکم اللہ تعالےٰ پورا کیا ہے اور یہی ہے ابتدا منظور نہین ہے اور ہرگز ایسا نکرے کہ تعجیل کرکے کسی بری کو ماخوذ کرے
جس سے خفت اُٹھاوے اور ایسا نکرے کہ کسی مجرم کو ترس کھاکر چھوڑ دے چنانچہ اللہ تعالیٰ کتاب عزیز مین فرماتا ہے
کہ ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ہم الظالمون - اور اُسکو حکم کیا کہ جو شخص اُسکے سامنے گواہی دے اُسکے حال کی تفتیش
کرے پس ایسے شخص کی گواہی قبول کرے جو لوگون مین پرہیزگار معروف و خوش سیرت شرعی مشہور ہو عفیف و لطیف
شرعی معروف ہو طامع نہو - اور اُسکو حکم کیا کہ یتیمون کے اموال مین بہت احتیاط رکھے کہ اُنکی حفاظت و نگہداشت کیواسطے
ثقات لوگون کو جو عفیف و صاحب حفاظت و اہتمام ہون اُنکو مقرر کرے - اور اُسکو حکم کیا کہ اوقاف کے انتظام کیواسطے
ایسے لوگون کو متولی کرے جو اُسکے مصالح و انضباط کو بحسن تدبیر انجام دے سکین اور اُسکے کام مین کفایت کرین اور اُس وقف
کے فروع و اصول کے حق مین امانت دار سمجھے جاوین اور پسند کرین کہ اُسکی حاصلات بطور حلال آوے اور اُسکے مصارف
مین خرچ کیجاوے اور وقف کرنے والون نے جس طرح مزارعات و اجارات مین شرط کی ہو اُسی کی پابندی کرین اور ریا
کے حکم استقلال و عمارات کے موافق کاربند ہونا پسند کرین اور یا ایہمہ اُنکو بالکل مطلق العنان چھوڑے بلکہ خود اُنکے حال
چلن اِس معاملہ مین دیکھ بھال کرتا رہے اور اُسکو حکم کیا کہ یتیم و بیوہ و بے خاوند عورتون کو اُنکے ہم کفو مردون کے ساتھ
نکاح کردے بشرطیکہ اُنکے اولیاء موجود نہون اور اُسکو حکم کیا کہ کسی کاتب کو پسند کرے جو محاضر و سجلات سے واقف ہو اور
دعوے و قضاء کے علم سے ماہر ہو حفاظت شروط و عہود و امور مذکورہ کو اچھی طرح کرسکے اور عقود کی تحریرات سے
آگاہ ہو اور اُسکو حکم کیا کہ اپنے مخصوص عمال دیوان قضاء کو کسی عادل متدین کے سپرد کرے مع اُسکے جو ہمیان و تنقیہ جات
و محاضر و سجلات و وکالات و اسماے محبوسین ہین اور خازنون مین سے اپنے نفس سے جسمین صلاحیت و پرہیزگاری
دیکھے اُسکو اسپر موکل کرے پھر کاتب لکھے کہ یہ عہد فلان تیری جانب نافع اور حجت ہے کہ تجھے راہ راست بتاتا ہے اور سیدھی
راہ چلاتا ہے کہ اپنے اعداد و انذار و تقریب و تحذیر سب کردی ہے پس اُسکو اپنا پیشوا کرے کہ امور قضاء مین تیرا مقتدا ہو
اور اپنی اقتدا کے واسطے آئینہ بنالے اور اللہ تعالےٰ واحد پر اپنا توکل مقدم رکھے اور اُسی کی توفیق پر بھروسا کرکے اُس سے
ہمیشہ اپنی توفیق کے واسطے دعا کرا اور نعمت طلب کرکہ وہ تجھکو زیادہ عطا فرمائیگا انشاء اللہ تعالےٰ پھر جو امر اِس سے
متصل ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص قاضی مقرر ہوا ہے وہ پہلے قاضی کا دیوان اپنے قبضہ مین لے اور اجارات و رقاع کو مرتب
کرے اور رعایت محاضر و سجلات کے حق مین اچھی طرح قبضہ کرنے و رکھنے کیواسطے ہے - اور خصاف کے ادب القاضی مین ہے کہ
پھر جو اِس سے متصل ہے یہ ہے کہ قاضی کو پیشانی اور آخر تحریرات حجت کا لکھنا موافق اُسکے رسم کے معلوم ہو اور اُسکے
چھ انواع ہین ایک وہ کہ جو توقیعات سجل پر کتب تزویج و اختیار تواہم ہے و تحریرات توسط و تقلیدات و تولیت و طلاق و
فصل و تفاسیخ و احضار پر ہوتے ہین اور یہ قاضیون مین سے اپنی اپنی پسند ہے کہ ہر ایک اپنی پسند کے لائق توقیع اختیار
کرلیتا ہے چنانچہ بعضہم بالعصم و ثقتی باللہ تعالیٰ آمن منہم من آمن باللہ الحق مفروض والباطل مرفوض الحمد ثمرۃ الجنۃ والشکر قید النعمۃ
التثبت طریق الاصابۃ الطمع قرین الندامۃ للانفاس خطے العباد الغضب فصد العقل - قاضی نے ایک عورت کے

واسطے اسکے مرد پر نفقہ مقرر کیا کیونکہ قاضی کو اختیار ہی کہ مرد پر اسکی جورو کے واسطے نفقہ مقرر کرے پس قاضی اسکو حاضر کریگا اور اسکو حکم دیگا کہ اسکا نفقہ دیا کرے اور اسکی اولاد کا نفقہ دیا کرے اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ یہ مرد اسکو باریگا اور اسکو نفقہ نہ دیگا تو اسکے واسطے اسکی ماہواری خرچ کے موافق جسقدر اپنی عورتون کا کھانے سے خرچ ہوتا ہو اندازہ کرکے اسکی قیمت کے درم لگا کر یہ درم اس مرد پر ماہواری مقرر کردیگا - پھر اگر اسکی تحریر چاہے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہو کہ مین نے فلانہ عورت کے واسطے اسکے شوہر فلان پر اسکے نفقہ کے واسطے اسقدر درم مقرر کر دیے اور اسکو حکم دیا کہ یہ درم برابر ماہ بماہ اسکو دیا کرے جسوقت اسکا ادا کرنا واجب ہوا اسوقت دیدے اور نیز مین نے اس عورت کیواسطے اس مرد پر مقرر کردیا اور اس عورت کو اجازت دیدی کہ اگر شخص مذکور دینے مین تاخیر کرے تو اسکے اوپر قرض لے لے اور وہ اس عورت کا اس مرد پر قرضہ ہوگا کہ اس سے واپس لیوے اور نیز مین نے اس عورت کے لیے حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھنے کا حکم کیا اور اگر شوہر غائب ہو اور عورت نے اگر نفقہ کی نالش کی اور بیان کیا کہ اسکا شوہر اسکے پاس سے غائب ہوگیا ہو اور کچھ نفقہ نہین رکھ گیا ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ اسکے واسطے نفقہ مقرر کردے اور گواہ قائم کیے کہ وہ فلانہ بنت فلان بن فلان ہو اور اسکا شوہر فلان بن فلان غائب ہو تو امام ابوحنیفہ رح نے فرمایا کہ مین غائب پر حکم نہ دونگا اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ مین غائب پر نکاح کا حکم نہ دونگا ولیکن اس عورت کیواسطے نفقہ فرض کردونگا پھر اگر شوہر نے نکاح کا اقرار کیا تو عورت مذکورہ اس سے اپنے نفقہ کا مواخذہ کریگی اسی طرح اگر اسنے انکار کیا مگر عورت نے اسپر نکاح کے گواہ قائم کرکے ثابت کیا تو بھی نفقہ کا مواخذہ کریگی - پھر فرمایا کہ بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے اگر اسکے واسطے نفقہ فرض کردیا تو عورت مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ قرضہ لے لے اور اگر خود قاضی نے اسکو قرضہ لینے کی اجازت دی تو یہ بنا بر اصل ثانی رح کے احوط ہو - اور فرمایا اگر اسکی تحریر لکھنی چاہے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہو کہ - بعد تقدیر نفقہ کے جس طرح ہمنے اوپر لکھا ہو یون تحریر کرے کہ مین نے یہ تقدیر مذکور اس غائب مذکور پر اسکی جورو فلانہ کے واسطے مفروض کیا اور اس عورت کو اختیار دیدیا کہ اسکے مال سے اسقدر تناول کرے یا اس غائب پر اسقدر قرضہ لے بشرطیکہ اسکے مال سے اپنی جنس حق سے نپا دے اور اسکے واپس آنے پر اس سے واپس لیگی اور یہ حکم مین نے بنا بر قول ایسے امام کے جاری کیا ہو جو اسکو جائز فرماتا ہو اور مین نے اس عورت کو اس معاملہ مین اللہ تعالے سے ڈرنے و پرہیزگاری کا اور ادائے امانت کا حکم کیا پس مین نے اس عورت کو بشرط وفائے عہد مذکور مختار کیا اور مین نے اس عورت کے واسطے حجت ہونے کے لیے اس تحریر کے لکھنے کا حکم دیا اور یہ فلان تاریخ واقع ہوا - اور اسی طرح اور نفقات فرض کرنے مین بھی یہی حدود ہو - اور اگر وقف کے واسطے قیم مقرر کرنے کی تحریر لکھے تو لکھے کہ قاضی فلان بن فلان کہتا ہو کہ میرے پاس وقف منسوب بفلان کا مرافعہ کیا گیا کہ اسکا کام خراب و پریشان و تباہ ہورہا ہو اور اسکی آمدنی اسکے مصارف مشروطہ سے کم پڑتی ہو کیونکہ اسکا کوئی قیم نہین ہو جو اسکی آمدنی کی فکر و درستی کرے یا اسکا فلان قیم نالائق ہو یا بدخصلت ہو کہ اس نے اپنی بے تدبیری سے خراب کر رکھا ہو اور اسوقت ایسے قیم کی حاجت پڑی آئی جو اس کے کام کی درستی و اصلاح و حفاظت و ضبط و تدبیر کی کوشش کرے اور تصدیق کنندہ کے شروط کو بجا بھی رکھے اور ایک جماعت ثقات نے مجھے خبر دی کہ یا سنت یہی ہو جو مجھسے مرافعہ مین بیان کی گئی ہو پس مین اس امر پر راستہ کیا

کہ فلان شخص اسکا قیم مقرر کیا جاوے کہ اُسکی صلاحیت و سداد کے اوصاف بیان کیے گئے پس مین نے اُسکو اُس وقف کا قیم مقرر کیا بدین شرط کہ اسکی حفاظت و تعہد کرے اور اسکی آمدنی مین بڑھاوے۔ اور آمدنی کی صورتین نکالے اور اسکی آمدنی کو اُسکے وجوہ و مصارف مین صرف کرے اور جو زمین اسمین سے مردہ ہوگئی ہو اُسکو زندہ کرے اور جو عمارت منہدم ہوگئی اُسکو تعمیر کرے اور اسکی آمدنی مین جسپر کچھ باقی ہو اُس سے وصول کرے اور جو قیم اسمین پہلے ہو مین نے اُسکو بمنزلۂ طرف کر دیا اور اس قیم مامور کو تقوی اللہ عزوجل کا حکم دیا و وصیت کی الی آخرہ۔ وصی و قیم پر مشرف مقرر کرنے کی تحریر کی یہ صورت ہی۔ قاضی فلان بن فلان کہتا ہی کہ میرے سامنے فلان بن فلان قیم وقف فلان یا وصی ترکہ فلان پیش کیا گیا اور مرافعہ کیا گیا کہ یہ ترکہ کسی مشرف کا محتاج ہی کہ جو اِس وصی یا قیم کی نگہداشت اور اسکا تفقد کرے پس مین نے ایک جماعت ثقات کی خبر دہی سے یہ بات پائی جو میرے سامنے مرافعہ مین بیان کی گئی ہو کہ اس قیم یا وصی کے واسطے کسی مشرف کی ضرورت ہو کہ اسکے احوال کا تفقد کرتا رہے تا کہ اس ترکہ مین دست طمع دراز نکرنے پاوے پس رائے فلان شخص کے مشرف مقرر کرنے پر قرار پائی۔ کیونکہ اُسکی فطانت و ذکاوت و امانت و سداد معلوم ہوئی ہو پس مین نے اُسکو جو پسند کیا گیا ہو اِس قیم یا وصی پر مشرف مقرر کیا اور نافذ کر دیا کہ اس قیم یا جو قیم اسمین ہون سب پر یہ شخص مشرف ہو اور ہر قیم و وصی کو جو اس ترکہ مین ہو ممانعت قطعی کر دی کہ کسی تصرف کی بدون رائے اِس مشرف کے مبادرت نہ کرے اور اُس قیم یا وصی کو حکم دیا کہ اس ترکہ کے امور مین کسی طرح کا حل و عقد بدون دریافت رائے اِس مشرف کے نہ کرے اور مین نے حکم کیا کہ میرے حجت ہونے کے واسطے یہ تحریر لکھدی جاوے اور اس مشرف کو مین نے تقوی اللہ عزوجل کی وصیت کر دی۔ اور شیخ ابو نصر صفار فرماتے تھے کہ قاضی اِن سب مین یہ نہ لکھیگا کہ مین نے اِسکو تقوی اللہ عزوجل و امانت کی وصیت کی بلکہ یون لکھیگا کہ مین نے اِسکو بشرط تقوی اللہ عزوجل و ادائے امانت کے مقرر کیا یہ ظاہر ہین ہو۔

فصل بست و ہشتم۔ مقاطعات کے بیان مین۔ واضح ہو کہ اِن تحریرات مذکورہ مین جب کوئی تحریر لکھی جاوے تو اُسکے آخر مین تاریخ لکھنی ضرور ہی تا کہ اشتباہ و التباس نہونے پاوے اور جاننا چاہیے کہ ہر مملکت و اہل ملت کے واسطے ایک ایک تاریخ ہو اور ایسے وقت سے تاریخ کو شمار کرتے ہین جب اُن مین کوئی حادثۂ مشہورہ عامہ واقع ہوا ہو اور اہل روم کے واسطے "تاریخین متفرقہ تھین بنا بر وقائع و حوادث کے جو اُن مین وقتاً فوقتاً واقع ہوئے یہانتک کہ پھر اُنکی تاریخ اِس بات پر قرار پائی کہ جب سے سکندر ذوالقرنین مرا ہی اُسوقت سے اُنھون نے تاریخ کا شمار کیا اسی طرح اہل فارس کا حال ہی چنانچہ منقول ہی کہ موبد نے جو زمانہ متوکل مین تھا یہ بیان کیا کہ فارسی لوگ اپنے زمانہ مین اپنے درمیان جو سب سے زیادہ عادل بادشاہ ہوتا تھا اُسکے حساب سے تاریخ لکھتے تھے یہانتک کہ اُنکی تاریخ آخر کار یزدگرد بادشاہ کے ہلاک پر قرار پائی جو سب سے آخر اُنکا بادشاہ تھا اور عرب لوگ عام تفرق کی تاریخ لکھا کرتے تھے یعنے جس سال اولاد اسمعیل علیہ السلام متفرق ہوئی اور مکہ سے خارج ہوئی پھر اُنھون نے سال غدر سے تاریخ لکھنی شروع کی اور اُسکا قصہ معروف ہی پھر عام الفیل سے تاریخ لکھنی شروع کی پھر اسکے بعد اُنکی تاریخ اس بات پر قرار پاگئی کہ اول سال ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ لکھتے ہین اور اسکی ابتدا کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وجہ یہ پیش آئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیطرف

سے یمن مین جو عامل تھا وہ تشریف لایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنی تحریرات مین تاریخ
نہین تحریر فرماتے ہین پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ روز بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار
دین پھر کہا کہ بلکہ وقت وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاریخ قرار دین پھر سب کی راے یہ ہوئی کہ ہجرت کے
وقت سے تاریخ قرار دیجاوے کہ اسی وقت سے اسلام ظاہر ہونا شروع ہوا ہے پھر سبھون نے ماہ رمضان سے
شروع کی پھر سبھون نے محرم سے سال شروع کیا اور تواریخ عربیہ بحساب لیالی اور باقی فرقون کی تاریخین
روز پر ہین اور وجہ یہ ہے کہ لوگون نے شمسی حساب رکھا ہے اور وہ روز کے حساب سے ہوا اور عرب نے قمری
حساب رکھا ہے۔ وقف نامہ جسکے مال وقف کے مصارف بروجوہ متفرقہ ہین۔ اُسکی صورت یہ ہے کہ یہ تحریر بدین مضمون
ہے کہ فلان بن فلان نے وقف و صدقہ اللہ تعالے کی راہ مین حبس کیا ہے بدین غرض کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقرب حاصل
کرے اور اپنے خالق و رازق کی جناب مین توسل پیدا کرے اور اسکے واسطے حشر و نشر کے لیے ذخیرہ ہو جسدن
سب لوگ جناب احدیت جل شانہ مین پیش ہونگے اور جسدن مال و اولاد کچھ کام نہ آویگی سوا اسکے قلب سلیم کے جسکے
پاس ہوگا وہ نجات پاویگا پس اسنے سلطان جلیل کی بارگاہ مین کوچ کرکے حاضر ہونے کا قصد کیا اور سفر دور
دراز کا توشہ تیار کیا اور دنیا مین ایسا تھا جیسے سراے مین مسافر ہوتا ہے پس اسنے مبادرت و اجتہاد و سعی و کوشش
سے نہایت خوشی کے ساتھ چاہا کہ یہ بندہ بھی اُن لوگون مین شامل ہو جنکی مرگ کے بعد اُنکے اعمال خیر منقطع نہین
ہوتے ہین جیسا کہ سید البشر و صاحب اللواء فی المحشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حاصل آنکہ جب آدمی
مرجاتا ہے الے آخر الحدیث اور اُسنے اپنی آسانی کے وقت بحضور اللہ تعالے عزوجل کے وسیلہ حاصل کیا تاکہ جنت
کی طرف لیجانے مین اُسکے لیے ذریعہ ہو بنابر آنکہ خالد بن معدان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے روایت کی جسکا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے روز معروف و منکر اپنی صورت پر آوینگے پس معروف
یعنی امور ثواب اپنے لوگون کو لیکر جنت کی طرف جائیگا اور منکر اپنے لوگون کو لیکر دوزخ کی طرف جائیگا
اور جو لوگ دنیا مین اہل معروف ہین وہی آخرت مین اہل معروف ہین اور جو لوگ دنیا مین اہل منکر ہین وہی
آخرت مین اہل منکر ہین لہذا اس بندۂ ضعیف نے تمام زمین و جنان بہ نیت خالص و صدق طویت آخر تک
بدستور مذکور جیسا کہ ہمنے کتاب الوصایا و کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے تحریر کرے لیکن ہم اس مقام پر ایسی باتین
تحریر کرتے ہین جو وہان نہین لکھی ہین تاکہ کاتب کو اسکے تحریر کی قدرت و قوت حاصل ہو اور اُسکے حق مین نافع
ہون پس ہم کہتے ہین کہ۔ اگر وقف کرنے والے نے چاہا کہ یہ وقف اُسکی اولاد پر ہو تو جس طرح ہوتا ہو ان
تحریر کیا ہو اُسی طرح برابر تحریر کرے یہان تک کہ اس تحریر تک پہونچے کہ پھر جو کچھ اُسکی آمدنی ہے وہ اس وقف کرنے
والے کی اولاد کے صرف مین لایا جاوے کہ وہ فلان و فلان ہین اور یہ حاصلات باقی برابر اُنکے مصرف
مین نسلاً بعد نسل صرف کیا جاوے لیکن جبتک اولاد بطن اعلے مین سے زندہ ہین تب تک انھین کو مرد
کو عورت سے دوچند کے حساب سے دیا جاوے اور اگر وقف کرنے والے نے مذکر و مؤنث کے درمیان
برابر حصہ رکھنا شرط کیا تو یون تحریر کرے کہ مذکر و مؤنث اس حصہ کے استحقاق مین یکسان ہونگے کہ مذکرون
کو مؤنثون پر فضیلت نہ دیجائیگی الخ لیکن تحریر اول اقرب بصواب ہے اور اسمین اچھا ثواب ہے۔ پھر اسکے بعد لکھے

کہ اگر یہ پشت سب گذر گئی اور کوئی ان میں سے باقی نہ رہا تو جو حاصلات انکو دیجاتی تھی وہ مسلمان فقیروں و محتاجوں کو دیجائیگی اور اس وقف کرنے والے نے یہ وقف صدقہ اپنے قبضہ سے نکال کر اور اپنی باقی املاک و اسباب سے جدا کرکے فلان متولی کو تبسلیم صحیح سپرد کر دیا بعد ازانکہ فلان متولی مذکور نے اسکی طرف سے اس کا متولی اور قیم ہونا المقبول صحیح قبول کیا آخر تک بدستور مذکور لکھے۔ اور اگر یہ بھی ہو کہ حاصلات اولاد کے صرف مین دینے مین اسی طرح تفصیل کی کہ بدین شرط جو شخص ان اولاد مین سے مالدار ہو وہ اس حصہ سے محروم رہے پھر اگر وہ محتاج ہو جائے تو اسکا حصہ اسکو دیا جاوے تو یہ بہتر ہے۔ اور اگر اسنے اپنی اولاد پر وقف کرنا نہ چاہا بلکہ یہ شرط کی کہ جو کچھ بچے وہ اسکی ذات کے واسطے رہے جیسا کہ ہمنے پہلے بیان کیا ہے اور چاہا کہ اسکی موت کے بعد اسکی طرف سے کوئی نیک مرد حج کرے اور وجوہ متفرقہ مین صرف کیا جاوے تو یون تحریر کرے کہ پھر اگر اسکو حادثہ موت پیش آوے کہ جسکے سبب سے کسی کو نجات و چھٹکارا نہین ہو تو یہ فاضلات جو اسکی زندگی مین اسکے صرف مین آتی تھی وہ اس طرح صرف کیجاوے کہ پہلے انہین سے کسی نیک مرد کو جو اسکی طرف سے اسکے گھر سے جاکر حج کرے اسقدر دیا جاوے جو اسکی آمد و رفت کیواسطے کافی ہو پھر جو کچھ بچے انہین سے اتنی بکریان قربانی کے واسطے خریدی جائین کہ ان مین سے ایک بکری از جانب سیدنا و مولانا و آقا و مولا رسول رب العالمین صلے اللہ تعالے علیہ و آلہ وسلم قربانی کی جائے اور دوسری اس وقف کرنے والے کے والد فلان مرحوم کی طرف سے اور تیسری اس وقف کرنے والے کی والدہ فلانہ بنت فلان مرحوم کی طرف سے اور چوتھی اس وقف کرنے والے کی طرف سے قربانی کی جاوے پس اسکی وفات کے بعد ہر سال ایام قربانی مین یہ سب بکریان اسی طرح قربانی کی جایا کرین تاکہ وسیلہ نجات حاصل ہو اور ذبح کرنے والے اور کھال کھینچنے والے کی اجرت اسی فاضلات مین سے دیجائے اور ان قربانی کے جانورون کا گوشت و پوست اور چربی اور پائے مسلمان فقیرون اور محتاجون کو صدقہ دیدیا جائے پھر جو کچھ اس فاضلات مین سے باقی رہے انہین سے رسوم یوم عاشورا مین جس طرح تو انگر دن مین معروف ہو کہ روٹیان و حلوا اور برف وغیرہ خریدتے اور پلاتے ہین بطور معروف خرید کرکے اسکے حق مین اس قسم کو گنجایش دیجاوے پھر جو کچھ اس سے باقی رہے انہین سے اس صدقہ کرنے والے کے اتنی نماز ہائے فریضہ اور اتنی زکوۃ ہائے فریضہ کی قضا اور اسکی نذر کفارات مین صرف کیا جاوے اور جو شخص اسکا متولی ہو اگر وہ انہین سے خود کھاوے اور جسکو چاہے کھلاوے تو بطور معروف ایسا کرنے مین کچھ مضائقہ و گناہ نہین ہے پھر جو کچھ باقی رہے انہین سے فلان سقایہ کی اصلاح مین جو فلان محلہ مین واقع ہے اور اسکے واسطے برف خریدنے مین اور سقون کی اجرت دینے مین صرف کیا جائے اور ایام گرما مین اسی برف کا پانی رکھا جائے اور جو کچھ اسمین ضرورت ہو اسکے واسطے صرف کیا جاوے پس یہ صدقہ پیوستہ ہو گیا کہ زمانہ گذرنے سے اسمین کوئی خرابی نہو گی بلکہ تاکید و تشدید ہو گی اور تا ضیان و حکام اور والیان ملک وغیرہ مین سے جو شخص اللہ تعالے و روز قیامت پر ایمان لایا ہے یہ حلال نہین ہے کہ اسکی کسی شرط مین کچھ تغیر و تبدل کرے یا اسکو باطل و بیکار کر دے اور اگر اس سے آگاہ ہونے کے بعد اسکو کوئی شخص تبدیل کرنے کا گناہ اسی پر ہو گا جسنے تبدیل کیا ہے اور اسپر اللہ تعالی کی لعنت و فرشتون و تمام لوگون کی لعنت ہو گی۔ اور اسمین احوط یہ ہے کہ اسکے آخر مین کسی حاکم اسلام کا حکم لاحق کر دے تاکہ اختلاف جاتا رہے اور حکم جاری کرنے کی

تحریر کی صورت یہ ہے کہ اس وقف نامہ کی پشت پر یون لکھے کہ قاضی فلان بن فلان جو شہر فلان و آسکے نواح کیواسطے
کار قضا و احکام کا متولی ہے اور اس شہر و نواح کے لوگون مین اسکا حکم قضا نافذ و جاری ہے کہتا ہے کہ مین نے اس
وقف کا مع آسکی محدودات کے صحیح و لازم ہونے کا حکم دیدیا کہ جو کچھ اس وقف مین وکانین و رباطات و مراحلے
و حمامات وغیرہ مع اپنے شاملات کے از عمارات سفل و علو و حجرات و منازل و صحن و مرابط وغیرہ کے بیان کیے گئے ہین
سبکا وقف صحیح و لازم ہے اور یہ حکم مین نے بنابر شناخت قول ایسے عالم کے علما سلف مین سے دیا ہے جو ایسے وقف کو ان
شروط مفسرہ و وجوہ مذکورہ وقف نامہ ہذا جائز فرماتا ہے اور یہ حکم مین نے بعد اسکے دیا کہ سبب میرے سامنے اس وقف
کنندہ اور ایسے شخص کے درمیان جسکو اس وقف کی صحت و جواز مین خصومت کرنے کا استحقاق ہے خصومت واقع
ہوئی اور مدعا علیہ نے صحت جواز وقف مذکور سے انکار کیا اور بجانب فساد میل کیا پس مین نے اس وقف کنندہ کے
رو برو اور اسکے خصم کے رو برو اس وقف کنندہ پر حکم مبرم و قضا سے نافذ اسکی صحت و جواز کا جاری کردیا
بعد ازانکہ مین نے مواضع اختلاف کو جان لیا ہے پھر بھی میرے اجتہاد مین یہ آیا کہ یہ صحیح و نافذ ہے پس مین نے
اس وقف کرنے والے کو حکم دیا کہ ان محدودات سے اپنا ہاتھ کوتاہ کرکے یہ سب اس قیم مذکور کے سپرد
کرے اور اسکی بابت اس قیم سے کوئی تعرض نکرے اور یہ مین نے بطریق شہرت و اعلان کیا نہ بطور خفیہ و کتمان اور
مین نے اس عمل کی تحریر کا حکم دیا کہ اس وقف نامہ کی پشت پر لکھا جاوے تاکہ اس مقدمہ مین حجت رہے اور اپنی
مجلس کے حاضرین ثقات کو گواہ کردیا یہ بتاریخ فلان واقع ہوا کذا فی الظہیریہ

کتاب الحیل

اور اس مین چند فصلین ہین

فصل اول - حیل کے جواز و عدم جواز کے بیان مین - ہمارے علما کا مذہب یہ ہے کہ ہر حیلہ جسکو آدمی اسواسطے
کرتا ہے کہ اس سے حق غیر باطل ہو جاوے یا اسمین کوئی شبہہ پیدا ہو جاوے یا بغرض تمویہ باطل کرتا ہے تو وہ مکروہ ہے
اور ہر حیلہ جسکو بدین غرض کرتا ہے کہ حرام سے خلاص ہو یا اس کے وسیلہ سے حلال تک پہونچ جاوے یعنی حلت حاصل
ہو تو یہ روا ہے اور اس قسم حیل کے جواز کے واسطے اصل یہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث
یعنی اپنے ہاتھ مین ایک ضغث لیکر ایکبار مار دے اور قسم مین جھوٹا نہو - اور یہ حضرت ایوب علیٰ نبینا وعلیہ السلام
کے واسطے تعلیم تھی کہ اپنی قسم مین جھوٹے نہوسنے پاوین کہ انھون نے قسم کھائی تھی کہ اپنی جورو کو سو چوب ماروں گا اور
عامہ مشائخ کے نزدیک اسکا حکم منسوخ نہین ہے اور یہی مذہب صحیح ہے کذا فی الذخیرہ

دوسری فصل مسائل وضو و نماز مین - ایک خندق کا طول دس گز شرعی سے زیادہ ہے لیکن اسکا عرض
دس گز شرعی سے کم ہے اور اسمین پانی ہے تو بنابر قول بعضے مشائخ کے اس خندق کے پانی سے وضو کرنا جائز نہین
ہے پس ان مشائخ کے قول کیواسطے حیلہ یہ ہے کہ خندق کے قریب ایک چھوٹا گڑھا کھودے پھر خندق و اس گڑھے کے
درمیان نالی سی بنا دیوے کہ خندق سے اس گڑھے مین پانی جاری ہو جاوے پس پانی خندق کا آب جاری ہو جائیگا

پھر چاہے خندق سے وضو کرلے یا اس پتلی نہر سے وضو کرلے - اور اگر کسی شخص نے وضو کیا پھر دیکھا کہ اُسکے ذکر سے تری بہتی ہے اور شیطان اُسکو بسا اوقات ایسا دکھلاتا ہے تو اس وسوسہ کے قطع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ پانی چھڑک دے پھر جب اُسکو شیطان ایسا وسوسہ دلاوے تو اس تری کو پانی کی تری پر محمول کرے لیکن یہ حیلہ جبھی نافع ہوگا کہ جب تھوڑی دیر ہوئی اور پانی کی نمی خشک نہوئی ہو اور اگر یہ نمی خشک ہوگئی ہو پھر اُسنے اپنے ذکر پر تری پائی تو وضو کا اعادہ کرے اسواسطے کہ اُسکو پانی کی نمی پر محمول نہین کرسکتا ہے - اگر موزہ یا جوتہ مین ایسی نجاست لگ گئی جسکا جرم نہین ہے جیسے پیشاب و شراب وغیرہ تو اُسکا دھونا ضرور ہے خواہ خشک ہو یا تر ہو اور اسکا حیلہ یہ ہے کہ اگر نجاست تر ہو تو مٹی یا ریگ مین چلے حتی کہ بعض نسخون مین ہے مٹی سے بلکہ خشک ہو جاوے پھر اُسکو زمین مین رگڑ ڈالے تو پاک ہو جائیگا ایسا ہی فقیہ ابو جعفر رح نے امام اعظم رح سے روایت کی ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف رح سے مروی ہے الا آنکہ امام ابو یوسف رح نے خشک ہو جانا شرط نہین کیا ہے - ایک شخص مسجد مین گیا اور تین رکعات نماز فرض ظہر پڑھ چکا تھا کہ اتنے مین موذن نے اقامت کہی اور اس مصلی کو معلوم ہوا کہ اس مسجد مین جماعت کی نماز نہین ہوگئی ہے پس اُسنے چاہا کہ مین امام کے ساتھ فرض ادا کرون اور میرے فرض وہی ہون جو امام کے ساتھ ادا کرون اور یہ بات اُسنے مکروہ جانی کہ یہ نماز جسکو پڑھتا ہے یہ بالکل برباد جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نکرے بلکہ پانچوین رکعت پڑھنے کو کھڑا ہو جاوے پس پانچوین و چھٹی دو رکعات پڑھ لے حتی کہ یہ نماز اُسکی امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک نفل ہو جاوے پس اپنی فرض نماز کو امام کے ساتھ ادا کرے یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے - اور اگر چاہا کہ فریضہ فجر ادا کرنے کے بعد قبل طلوع آفتاب کے بدون کراہت کے سنت فجر پڑھے یعنی مکروہ نہو تو اُسکو چاہیے یہ حیلہ کرے کہ پہلے سنت شروع کرے پھر اُسکو فاسد کرکے جماعت نماز فرض مین امام کے ساتھ شریک ہو جاوے پھر جب امام نماز فرض سے فارغ ہو تو اُسکو قبل طلوع آفتاب کے پڑھ لے اور مکروہ نہوگی اسواسطے کہ اُسکو فاسد کرنے سے وہ اس شخص کے ذمہ قرضہ ہوگئی یعنے اُسکا قضا کرنا واجب ہوا اور جسکا قضا کرنا اُسکے ذمہ واجب ہوا اُسکا ایسے وقت قضا کرنا مکروہ نہین ہے ایسا ہی شیخ امام جلیل ابو بکر محمد بن الفضل رح سے منقول ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ بات جب ہے کہ اُسنے ایسی عادت نہ کرلی ہو یا کہہ کادگاہے ایسا کرے اور اگر اُسنے عادت پکڑ لی تو یہ بھی مکروہ ہے - اور بعضی متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ ایسی حالت مین ایک حیلہ اس سے بہتر ہے کیونکہ اس حیلہ مذکورہ مین ایک کار ثواب آخرت شروع کرکے فاسد کرنا پڑتا ہے حالانکہ یہ خود مکروہ ہے چنانچہ اللہ تعالے نے منع فرمایا کہ لا تبطلوا اعمالکم یعنے اپنے کامون کو باطل مت کرو پس احسن یہ ہے کہ سنت شروع کرے پھر دوبارہ فرض کیواسطے تکبیر کہے پس اس تکبیر سے سنت سے خارج ہو کر فریضہ نماز کا شروع کرنے والا ہو جائیگا اور عمل کا فاسد کرنے والا بھی نہوگا بلکہ ایک عمل سے دوسرے عمل کی طرف تجاوز کرنے والا ہوگا کذا فے المحیط

تیسری فصل - مسائل زکوۃ مین - ایک شخص کے پاس اُسکی ملک کے دوسو درم ایسی شرائط کے ساتھ موجود ہین کہ اُسپر زکوۃ واجب و لازم آتی ہے اور اُسنے چاہا کہ مجھپر زکوۃ لازم نہ آوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ سال پورا ہونے سے ایک روز پہلے ایک درم صدقہ کردے تاکہ سال کے تمام ہونے پر نصاب ناقص ہو یا سال تمام ہونے سے ایک دن پہلے ایک درم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کردے یا اپنے سب دراہم اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کردے یا اپنے بعض دراہم اپنی اولاد

پر پہنچا دے پس زکوۃ واجب نہوگی اور شیخ امام خصاف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے بعض اصحاب نے اسقاط زکوۃ
کے واسطے حیلہ کرنے کو مکروہ جانا ہے اور بعض نے رخصت دی ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوانی نے بیان کیا کہ جس نے
مکروہ جانا ہے وہ امام محمد بن الحسن ہیں اور جسنے اجازت دی ہے وہ امام ابو یوسف رح ہیں اور خصاف رحمہ اللہ نے حیلہ
اسقاط زکوۃ ذکر کیا اور فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ زکوۃ واجب ہونے نہ پاوے اور یہ مراد نہیں ہے کہ بعد واجب ہونے کے ساقط
ہو جاوے قال المترجم اور نیز امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے اسقاط شفع و حیلہ دفع ربو وغیرہ بھی منقول ہیں و لیکن
حیلہ اسقاط زکوۃ میں صدر الشریعۃ وغیرہ مشایخ کبار نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر تشنیع کی ہے مگر حق یہ ہے کہ امام ابو یوسف
رحمہ اللہ بڑے پایہ کے آدمی ہیں اور مجتہد پر تشنیع کرنا بیکار ہے اگرچہ یہ فرض نہیں ہے کہ جو بات مجتہد سے خلاف صریح نصوص
پاوے اسکو خواہ مخواہ اختیار ہی کرے اور تقلید بیجا کو فرض جانے اور اس سے ظاہر ہے کہ جمہور مشایخ رح نے امام
محمد رح کا قول اختیار کیا ہے اور حیلہ دفع زکوۃ کو مکروہ جانا ہے اور یہی مختار مترجم عفا اللہ عنہ ہے اگرچہ وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا
کہ امام ابو یوسف رح پر طعن کیا جاوے کیونکہ تجویز مجتہد بنظر بکمال کوشش و اجتہاد تصحیح و حق و صدق ہے امید ہے کہ ثواب ملیگا
و نظر برین موید اسکے وہ حکایت ہے جو افضل علماے زمانہ خود و اکمل عارفان عصر خویش شیخ زین الملۃ والدین ابو بکر
تائبادی رحمہ اللہ سے حکایت کی گئی ہے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عالم شافعی مذہب نے سید عالم فخر آدم رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف میں ابو یوسف رحمہ اللہ پر طعن کیا کہ ابو یوسف رح نے حیلہ اسقاط زکوۃ کو جائز رکھا
ہے تو حضرت افضل البشر صلوات اللہ تعالے علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو ابو یوسف رح نے جائز رکھا ہے وہ حق یا صدق ہے
کذا ذکر القہستانی واللہ اعلم بالجملہ قول امام ابو یوسف رح مختار نہیں ہے۔ اور ہمارے مشایخ نے امام محمد رحمہ اللہ کا قول
اختیار کیا ہے تاکہ فقیروں سے مضرت دور رہے کیونکہ درصورت جواز ایسے حیلہ کے انکو نقدی یا غیر نقدی کسی مال و
اسباب کی زکوۃ میسر نہ آویگی اسواسطے کہ جسکے پاس چرائی کے چوپائے ہونگے وہ سال تمام ہونے سے ایک روز
پہلے انکو انکی جنس یا غیر جنس کے جانوروں سے بدل لینے سے کچھ بھی عاجز نہوگا پس سال کی تمامیت کا حکم منقطع
ہوجائیگا یا اس نصاب کو کسی ایسے آدمی کو ہبہ کر دیگا جسپر اسکا اعتماد ہوگا پھر سال کے دن پورے ہونے کے بعد
اپنی ہبہ سے رجوع کریگا پس سال کا شمار اسی وقت سے ہوگا جسوقت اس نے رجوع کرکے قبضہ کر لیا ہے اور
جتنے ایام پہلے گذرے ہیں انکا اعتبار نہ رہیگا اسی طرح دوسرے سال بھی کریگا کہ جب سال ختم ہونے کو ہوگا تب
بھی ایک دو روز پہلے ایسا ہی کریگا علی ہذا ہر سال ایسا ہی کریگا پس اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ فقیروں کو ضرر پہونچے۔ اور
شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے کتاب الایمان میں دو مسئلہ ذکر کیے ہیں اور دونوں
میں حیلہ کی راہ بتائی ہے باوجود آنکہ دونوں میں حیلہ سے حق شرع ساقط ہوتا ہے ایک یہ ہے کہ ایک شخص پر کفارہ
قسم عائد ہوا اور اسکے پاس ایک خادم ہے تو اس کو روا نہیں ہے کہ روزے رکھکر قسم کا کفارہ ادا کرے پھر فرمایا
کہ اور اگر اسنے خادم کو فروخت کیا یا ہبہ کر دیا پھر کفارہ کے روزے رکھے پھر بیع کا اقالہ کر لیا یا ہبہ سے رجوع کر لیا
تو روزے سے اسکا کفارہ ادا ہو گیا اور خادم اسکی ملک میں باقی رہا پس امام محمد رحمہ اللہ تعالے نے وجہ حیلہ
کی راہ بتائی دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص پر قسم کا کفارہ ہے اور اس کے پاس اسقدر اناج ہے کہ جس سے کفارہ
پورا دے سکتا ہے اور اسپر قرضہ بھی ہے تو اسکو کفارہ قسم روزے رکھکر ادا کرنا جائز نہیں ہے اسواسطے کہ یہ مستقبل ہے

کہ اُسکے پاس طعام موجود ہو اور وہ کفارہ کے واسطے روزے رکھے اور نیز متحمل ہو کہ کھانا دیکر کفارہ سے نجات پاوے حالانکہ اُسپر
قرضہ ہو پھر فرمایا کہ اگر اُسنے اناج کو پہلے اپنے قرضہ میں دیدیا پھر کفارہ قسم کے روزے رکھے تو جائز ہو پس اسمیں حیلہ کی راہ
بتائی پس اگر یہ امر امام محمد رح کی طرف سے حیلہ کی اجازت ہو تو باب زکوٰۃ میں امام محمد رح سے دو روایتیں ہوجاوینگی - ایک
شخص کا کچھ مال ایک فقیر پر آتا ہے پس قرضخواہ نے چاہا کہ جسقدر اُسپر آتا ہے اُسی قدر اپنے مال کو زکوٰۃ میں سے اُسکو دیا تصور
کرکے اپنی زکوٰۃ میں محسوب کرے یعنی تصور کرے کہ جو اُسپر قرضہ ہے وہ میرے مال کی زکوٰۃ ہوگیا تو ہمارے اصحاب سے
معروف ہے کہ زکوٰۃ مال عین کی دین سے ادا نہوگی اور نہ دوسرے دین کی زکوٰۃ اس دین سے ادا ہوگی مگر اسکا حیلہ یہ ہے کہ
قرضخواہ اُسکو مال عین میں سے (قرضہ) اُسی قدر مال جسقدر اُسپر آتا ہے بہ نیت اپنے مال کے زکوٰۃ کے دیدے پھر جب قرضدار مذکور
اُسپر قبضہ کرے پھر اُسکو اس قرضہ کی ادائی میں جو اُسپر آتا ہے اس قرضخواہ کو دیدے تو جائز ہے اور نوادر میں مذکور ہے کہ امام
محمد رح سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ دوسرے کو دینے سے اسکا دینا افضل ہے - اور ہمارے مشائخ متقدمین اپنے مفلس
قرضدارون کے ساتھ اس حیلہ کا برتاؤ کرتے تھے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے اور اگر اُسکو یہ خوف ہو کہ اگر اُسنے
قرضدار کو بقدر قرضہ کے زکوٰۃ میں سے دیا اور اُسنے ادا سے قرضہ سے انکار کیا تو کیا کریگا تو ایسا خوف نہیں چاہیے کیونکہ
وہ ہاتھ بڑھا کر اُسی وقت اُس سے یہ مال اپنے قرضہ کی ادائی میں لے سکتا ہے اسواسطے کہ اُسنے اپنے حق کی جنس پایا
ہے اور اگر قرضدار نے اُسکو روکا اور نہ لینے دیا تو اُسی کو قاضی کے پاس مرافعہ کرسکتا ہے کہ قاضی اُسکو ادا سے قرضہ پر مجبور کریگا
اور دوسرا حیلہ یہ ہے کہ قرضدار مذکور سے پہلے ہی سے کہے کہ تو میرے خادمون میں سے کسی کو اپنا وکیل کردے کہ
وہ تیرے واسطے میرے مال کی زکوٰۃ مجھسے وصول کرلے اور اُسکو وکیل کردے کہ وہ تیرا قرضہ مجھے ادا کردے پس جب
وکیل مذکور قبضہ کریگا تو یہ مال مقبوض اُسکے موکل یعنی قرضدار مذکور کی ملک ہوگا اور وہی وکیل واسطے قرضہ کے بھی وکیل
ہے پس بحکم وکالت کے یہ مال اپنے موکل کے قرضخواہ کو ادا کردیگا - اور شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ سب سے بہتر قول
اصل اس حیلہ میں یہ ہے کہ قرضدار کو اپنے مال عین میں سے زکوٰۃ میں اسقدر دے کہ جسقدر اُسپر قرضہ ہے اُس سے کچھ زیادہ ہو
تاکہ وہ قرضہ پورا ادا کرے اور اُسکے پاس کچھ باقی رہجاوے جس سے وہ اپنا کام چلاوے پس اُسکے دل میں یہ بدگمانی نہ
آویگی کہ وعدہ کو وفا نہ کرے - اور اگر اس قرضہ میں دو شریک قرضخواہ ہوں مثلاً دو آدمیون کا ایک شخص پر ہزار درم
قرضہ ہو اور ایک قرضخواہ نے اپنے حصہ میں اس حیلہ مذکور کا برتاؤ کرنا چاہا اور قرضدار مذکور سے وصول کیا پھر دوسرے
شریک نے چاہا کہ شریک مذکور نے جو کچھ وصول کیا ہے اُسمیں سے اپنا حصہ رسد بٹا لے تو اُسکو بٹا لینے کا اختیار ہوگا -
پھر اگر شریک نے یہ چاہا کہ ایسی صورت نکلے کہ شریک دیگر اُسکے وصول یافتہ میں بٹائی نہ کرسکے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ قرضدار
کو بقدر قرضہ کے اپنے مال عین سے زکوٰۃ کی نیت کرکے دیدے پھر قرضدار کو قرضہ میں سے اپنا حصہ صدقہ دیدے پھر
قرضدار مذکور اسکو جو کچھ اُسنے وصول کیا ہے ہبہ کردے پس یہ صحیح ہوگا اور جو کچھ شریک نے وصول کیا ہے اُسمیں دوسرے
شریک کو شرکت کرنے کا استحقاق نہوگا - اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرضدار کسی شخص سے بقدر حصہ اُس شریک کے مال قرض لے
اور قبضہ کرکے اس شریک کو ہبہ کردے پھر قبضہ کرکے یہ شریک اسکو اس قرضدار کو اپنے مال کی زکوٰۃ کی نیت کرکے دیدے
پھر اس قرضدار کو یہ شریک اپنے حصہ قرضہ سے بری کردے پس دوسرے شریک کو اسکی جانب کوئی راہ نہوگی مسئلہ
اگر ایک شخص پر زکوٰۃ ہو اُسنے چاہا کہ مال زکوٰۃ سے کسی میت کا کفن دیدے تو یہ جائز نہیں ہے اور اسکا حیلہ یہ ہے کہ میت مذکور

از بیان وقوع
ہوا اجازت
حیلہ وکیل مذکور
اور اصل توفیق
میں اختلاف
کیونکہ ہوا اور کلام
طویل ہو ۱۲

سکے اہل مین سے جو فقیر ہو اُسکو زکوۃ کا مال دیدے کہ وہ اُس سے میت کو کفن دیدیگا پس اِس شخص کو ثواب زکوۃ ہوگا اور جسنے کفن دیا ہو اُسکو تکفین میت کا ثواب ہوگا اور علی ہذا جتنے امور خیر ایسے ہین جنمین تملیک نہین پائی جاتی ہو یعنی زکوۃ کا مال صرف کرنے مین دوسرے کا مالک کردینا نہین پایا جاتا ہو جیسے عمارت مساجد وپلہاے خرد ورباطات وغیرہ اور بسبب تملیک نہونے کے زکوۃ کا مال صرف کرنا جائز نہین ہوتا ہو کہ زکوۃ ادا نہین ہوتی ہو توان سب مین یہی حیلہ ہو کہ بقدر زکوۃ کے کسی فقیر کو دیدے پھر اُسکو ان کامون مین خرچ کرنے کا حکم کرے پس دینے والے کو ثواب زکوۃ ہوگا اور اِس فقیر کو مسجد وپل وغیرہ بنانے کا ثواب ہوگا اور فتاوے الوالجیہ مین ہو کہ کنارہ جیحون پر زمین موات ہو اُسکو ایک قوم نے زندہ کیا تو سلطان کو اختیار ہوگا کہ اُسکے غلات مین سے عشر لیلیوے اور یہ حکم فقط امام محمد رح کے قول پر ٹھیک پڑتا ہو اسواسطے کہ جیحون کا پانی اُنکے نزدیک عشری ہو اور سپاہی پر حاصلات لینے کا مدار ہو اور اگر وہان کوئی رباط ہو اُسکے واسطے سلطان نے اِنہین لوگون سے کچھ مباح کیا تو جائز نہین ہو اور متولی کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اُسکو رباط مین صرف کرے اور حیلہ یہ ہو کہ جسقدر رباط کے واسطے مباح کرتا ہو اِس مقدار کو فقیرون کو دیدے پھر فقیر لوگ اِسکو متولی کو دیدین پھر متولی اُسکو رباط مین صرف کرے یہ ذخیرہ مین ہو۔

چوتھی فصل - درمسائل روزہ۔ اگر کسی نے پدر پے دو مہینے کے روزے اپنے اوپر لازم کرلیے اور رجب وشعبان دونون مہینے پدرپے روزے رکھے پھر ناگاہ آخر شعبان مین ایکدن گھٹ گیا تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ بقدر مسافت سفر کے سفر کرے پس پہلا روز ماہ رمضان کا اپنے واجب کیے ہوے روزون مین شامل کر لے بہ نیت نذر اور روزہ رکھے۔ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنے باپ کے روزون یا نمازون کا جو قضا ہوگئی ہین فدیہ ادا کرے لیکن یہ شخص فقیر ہو تو اُسکو چاہیے کہ دو سیر گیہون ایک فقیر کو دے پھر اُس سے بطور ہبہ مانگ لے پھر یہی گیہون دوسرے روزہ یا نماز کی قضا مین اُسکو دیدے پھر اُس سے ہبہ مانگ کر تیسرے روزہ یا نماز کے واسطے دے علی ہذا القیاس یہانتک کہ سب روزے ونمازین قضا کو پورا کردے یہ فتاوی سراجیہ مین ہو عیون مین ہو کہ ایک شخص زید نے قسم کھائی کہ اگر زید امسال رمضان مین روزے رکھے تو اُسکی جورو پر تین طلاق ہین پھر اُسنے چاہا کہ قسم مین حانث نہو تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ اِس ماہ مین باہر سفر کرے اور افطار کرے یہ تاتارخانیہ مین ہو۔

پانچوین فصل مسائل حج مین۔ اگر آفاقی یعنی سواے مکہ کے کسی اور جگہ کے رہنے والے نے یہ چاہا کہ مکہ معظمہ مین بدون احرام کے داخل ہو کہ میقات سے بغیر احرام باندھے مکہ مین داخل ہو تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ حرم شریف کے باہر کسی ایسی جگہ کسی کام کے واسطے جانے کا قصد کرے جو میقات سے آگے ہو جیسے بستان بنی عامرہ وغیرہ کہ بستان بنی عامر ایسی جگہ ہو جو میقات سے آگے ہو اور حرم سے خارج ہو پس ایسی ہی کسی جگہ کا قصد کرکے کسی کام کیواسطے داخل ہو پھر جب اِس جگہ پہونچ جاوے تو وہان سے بغیر احرام باندھے مکہ معظمہ مین داخل ہوسکتا ہو۔ یہ ذخیرہ مین ہو۔

چھٹی فصل - مسائل نکاح مین۔ ہندہ نے زید پر دعوی کیا کہ اِسنے میرے ساتھ نکاح کیا ہو اور زید اِس سے منکر ہو اور عورت مذکورہ کے پاس گواہ نہین ہین اور امام اعظم رح کے نزدیک نکاح مین قسم نہین لی جاتی ہو اور عورت مذکورہ نے قاضی سے کہا کہ مین نکاح نہین کرسکتی ہون اسواسطے کہ یہ شخص میرا خاوند ہو مگر نکاح سے انکار کرتا ہو پس آپ اسکو حکم کرین کہ یہ مجھے طلاق دیدے تاکہ مین دوسرا نکاح کرلون اور زید اُسکو طلاق نہین دیسکتا ہو اِسواسطے کہ طلاق دینے سے وہ اِس امر کا مقر ہوا جاتا ہو کہ اُسنے نکاح کیا ہو پس ایسی صورت مین کیا کیا جاویگا

تو امام زاہد علی بزدوی سے منقول ہے کہ قاضی اُسکے شوہر سے یون کہے کہ تو اس عورت سے کہدے کہ اگر تو میری
عورت ہے تو تجھپر تین طلاق ہین کہ اس تقدیر پر شوہر اُسکے نکاح کا مقر نہوگا پس اُسپر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر وہ اُسکی
جورو ہوگی تو اس کے نکاح سے باہر ہو جائیگی اور اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنا نکاح کرلے یہ ذخیرہ مین ہے۔ زید
نے ہندہ پر نکاح کا دعوے کیا اور قاضی نے بنابر قول امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے ہندہ سے قسم لینی چاہی تو ہندہ
کے واسطے اپنی ذات سے قسم دور کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ ہندہ مذکورہ کسی دوسرے شخص سے اپنا نکاح کرلے کیونکہ
جب اُسنے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا ہے تو مدعی کیواسطے قسم نہ لیجائیگی اسلیے کہ قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ قسم سے نکول
کرے کہ جس سے مدعی کے واسطے اُسکا اقرار نکاح ثابت ہو حالانکہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلینے کے بعد اگر
اُسنے مدعی کے واسطے نکاح کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح نہین ہے پس قسم نہ لیجائیگی اسواسطے کہ اُسکا کچھ فائدہ نہوگا۔ اگر ایک شخص
نے چاہا کہ اپنی جورو کے نکاح کی تجدید کرے یعنے باوجودیکہ نکاح دونون مین ہے مگر اُسنے مکرر ازسرنو ایجاب و
قبول کے ساتھ تجدید نکاح چاہی مگر اس طرح کہ اُسپر دوسرا مہر جدید بلاخلاف لازم نہ آوے تو کیا کرنا چاہیے سو جاننا چاہیے
کہ اگر زید نے مثلاً ہندہ سے کسی قدر مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوبارہ اُس سے دوسرے مہر پر نکاح کیا تو اُسکے ذمہ دوسرا مہر
واجب ہونے مین اختلاف ہے اور یہ مسئلہ کتاب النکاح مین گذر چکا ہے پس اگر اُسنے چاہا کہ اس طرح نکاح کی تجدید کرے کہ بلا
خلاف اُسکے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آوے تو یہ کرنا چاہیے کہ نکاح کی تجدید کرے یعنے ایجاب و قبول کرلے اور مہر کا ذکر نہ کرے
یا یون کرے کہ مہر اول ہی پر تجدید نکاح کرے پس اُسکے ذمہ دوسرا مہر لازم نہ آویگا۔ اگر باپ نے اپنی دختر کا نکاح
کسی مرد کے ساتھ کیا اور شوہر والون نے باپ سے یہ درخواست کی کہ کسی قدر مہر کے وصول پانے کا اقرار کرے
تو وصول پانے کا اقرار کرنا باطل ہے اسواسطے کہ مجلس نکاح کے لوگ جانتے ہین کہ یہ بات درحقیقت جھوٹ ہے
اور اگر ہبہ کرنے کی درخواست کی پس اگر دختر مذکورہ بالغہ ہے اور باپ نے کہا کہ مین اپنی دختر مذکورہ کی اجازت سے
اسقدر مہر ہبہ کرتا ہون پھر شوہر کے واسطے دختر کی طرف سے درک کا ضامن ہو یعنے یون کہے کہ اگر دختر مذکورہ
نے ہبہ کی اجازت دینے سے انکار کیا اور تجھ سے پورا مہر لے لیا تو مین بقدر ہبہ کے اُسکی جانب سے تیرے واسطے ضامن
ہون تو یہ ضمانت صحیح ہوگی بسبب اسکے کہ یہ ضمانت بجانب سبب وجوب مضاف ہے۔ اور اگر دختر مذکورہ صغیرہ ہو تو ایسی
صورت مین ہبہ کے ذریعہ سے حیلہ نہین ہوسکتا ہے لیکن چاہیے کہ تھوڑا مہر جسقدر ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا منظور
تھا اسقدر مہر کو شوہر اپنی جورو کے واسطے اس دختر کے باپ پر اُترا دے اور حوالہ کردے بشرطیکہ دختر کا باپ
بنسبت شوہر کے تونگر ہو پس شوہر کا ذمہ چھوٹ جائیگا یا یہ کرنا چاہیے کہ جسقدر مہر کا ہبہ وغیرہ سے ساقط کرنا
منظور تھا اُسیقدر اصل مہر سے کم کرکے باقی پر عقد نکاح قرار دین چنانچہ اگر پانچ سو درم مین سے سو درم کے ہبہ
واقع ہونے پر اتفاق کیا تو چاہیے کہ اصل مین ابتدا سے مہر فقط چار سو درم قرار دین۔ اور اگر ایک شخص نے اپنی دختر
بالغہ کے مہر مین سے تھوڑا معجل اور تھوڑا موجل اور تھوڑا ہبہ قرار دیا جیسا کہ معہود ہے اور شوہر والون نے باپ سے
ضمانت طلب کی اور باپ کا ارادہ یہ ہے کہ اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آوے تو اُسکو یون کہنا چاہیے کہ مین اسقدر مہر ہبہ کرتا ہون
پھر اگر دختر مذکورہ نے ہبہ کی اجازت نہ دی تو یہ تجھپر ہوگا۔ اور یون نہ کہے کہ مین دختر مذکورہ کی اجازت سے
ہبہ کرتا ہون جیسا کہ ہمنے مسئلہ اولی مین ذکر کیا ہے پس ایسا کرنے سے اُسکے ذمہ کچھ لازم نہ آویگا۔ ایک شخص کا ایک

غلام ہو اسنے درخواست کی کہ باندی یا آزاد عورت سے اسکا نکاح کردے اور مولی کو خوف ہوا کہ اگر اسکے ساتھ نکاح
کردیا تو یہ مولے کے کام میں سستی کریگا یا کوئی مشتری اسکے بعد اسکی خریداری کی رغبت نہ کریگا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اُس سے
یہ کہے کہ میں نے اپنی یہ باندی یا یہ عورت آزاد تیرے نکاح میں بدین شرط دی کہ اس عورت کے طلاق کا اختیار میرے
ہاتھ میں ہو جب چاہونگا اسکو طلاق دیدونگا پس اگر غلام نے اسکو قبول کرلیا تو مولی اُسکی طلاق کا مختار ہو جائیگا جب
چاہیگا اسکو طلاق دے سکیگا ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کرنا چاہا اور عورت کو یہ خوف ہوا کہ اُسکو اس شہر سے
باہر لیجائیگا یا اُسکے روبرو دوسرا نکاح کریگا پس عورت مذکورہ نے سوائے قسم کے دوسرے طور پر اس امر کی مضبوطی
کرنی چاہی تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ عورت مذکورہ اپنے تئین کسی قدر مہر مسمی پر اُسکے نکاح میں بدین شرط دے کہ اُسکو اس شہر سے
باہر نہ لیجاوے اور اگر لیجاوے تو اُسکو اُسکا پورا مہر مثل دیوے اور شوہر اس امر کا اقرار کرے کہ اسکا مہر مثل ایک لاکھ
درم مثلاً ہیں یعنے اتنے درم مقدار بیان کردے جو درواقع اُسکے مہر مثل سے بہت زائد ہو اور وہ شوہر مذکور پر گواہ
اور اپنے اقرار پر گواہ کرلے پس جب شوہر اس عورت کو شہر سے باہر دوسرے مقام پر لیجانے کا قصد کرے تو یہ اس
سے پورے مہر مثل کا مواخذہ کریگی - اور قاضی ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ شوہر کی طرف سے یہ اقرار جبھی صحیح ہوگا کہ
جب اسقدر مہر کثیر اسکا مہر مثل ہونا محتمل ہو اور اگر یہ امر محال ہو یعنی عادتاً ایسا نہیں ہو سکتا ہو تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور بعضے
مشائخ نے فرمایا کہ صورت مذکورہ بالا اُس امام کے قول کے موافق حیلہ ہو سکتی ہو جو یہ فرماتا ہو کہ شرط دوم مہر مثل شرط اول کے
جائز ہو اور بنابر قول ایسے امام کے جو شرط دوم کو جائز نہیں فرماتا ہو اُسکے نزدیک اگر شوہر اُسکو لیکر [illegible]
باہر لے گیا تو عورت مذکورہ کو صرف اُسکا مہر المثل ملیگا زیادہ کچھ نملیگا اور یہ حیلہ ٹھیک نہوگا - پھر [illegible] ایسا اقرار جائز ہو
اور ایسی شرط موافق قول ایسے امام کے جو اُسکو جائز فرماتا ہو جائز ٹھہری حالانکہ وہ عورت بخوبی جانتی ہو کہ جسقدر مہر مثل
کا شوہر نے اقرار کیا ہو وہ درحقیقت مہر مثل سے بہت زائد ہو اور شوہر نے اُسکو باہر لیجانا چاہا تو عورت مذکورہ کو حکم قضا
کے موافق اس مہر اقراری کا شوہر سے لینے کا اختیار ہوگا ولیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی از راہ دیانت اُسکو مہر مثل سے
زائد لینا جائز نہوگا الا اُس صورت میں کہ شوہر مذکور اُسکو بخوشی خاطر اس قدر زائد کو دیدے - اور اگر عورت مذکورہ نے
اُسکے ساتھ بدون حیلہ مذکورہ کے نکاح کیا پھر شوہر نے چاہا کہ اُسکو اس شہر سے باہر لیجاوے پس عورت مذکورہ نے
ایسا حیلہ چاہا جس سے شوہر مذکور اُسکو اس شہر سے باہر نہ لیجا سکے تو اُسکی صورت یہ ہو کہ عورت مذکورہ اپنے باپ یا بیٹے
یا بھائی وغیرہ کے واسطے جس شخص پر اُسکو اعتماد ہو اپنے اوپر اُسکے دین سے قرضہ کا اقرار کردے اور اسپر گواہ کرادے حتی
کہ جب شوہر یہ چاہے کہ اُسکو اس شہر سے باہر لیجاوے تو جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو وہ اُسکو باہر جانے سے مانع ہوگا
ولیکن یہ حیلہ امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق حیلہ ہو سکتا ہو اور امام محمد رح کے قول کے موافق یہ حیلہ کچھ مفید نہیں ہو
اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک عورت مذکورہ کا قرضہ کا اقرار مذکور صرف اُس عورت کے حق میں صحیح ہو اور شوہر کے حق میں
کچھ موثر نہیں ہو حتی کہ جسکے واسطے قرضہ کا اقرار کیا ہو وہ شوہر کو اس امر پر مانع نہیں ہو سکتا ہو کہ اس عورت کو اپنے ساتھ باہر
نہ لیجاوے - پھر بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے جب یہ حیلہ درست ہوا اور مقر لہ کو خوف ہوا کہ شاید شوہر اُسکو قسم دلادے
کہ تو قسم کھا کہ درحقیقت اس عورت پر میرا اسقدر قرضہ ہو تو کیونکر جھوٹی قسم کھا سکتا ہو تو اُسکا حیلہ یہ ہو کہ مقر لہ مذکور اس عورت
کے ہاتھ اسقدر قرضہ کے عوض ایک کپڑا فروخت کردے حتی کہ اسکے بعد اگر قسم کھا جائیگا تو گنہگار نہوگا - اور اگر اُسنے چاہا کہ

حیلہ کرے ہوسکے قول کے موافق درست ہو تو اسکی صورت یہ ہو کہ جس شخص پر اس عورت کو اعتماد ہو اُس سے کوئی چیز بہت گران ثمن کے عوض خریدے یا کسی معتمد علیہ کی طرف سے اُسکے حکم سے یا بدون اُسکے حکم کے کفالت کرلے تو بائع و مکفول لہ کو اختیار ہوگا کہ سب اماموں کے قول کے موافق اس عورت مذکورہ کو باہر جانے سے منع کرے یہانتک کہ اُسکا ثمن یا قرضہ ادا کرے اور اگر عورت مذکورہ نے کفالت کا اقرار کر لیا تو بھی سب کے نزدیک مکفول لہ کو اختیار ہوگا۔ کہ اسکو باہر جانے سے منع کرے پس سب کے نزدیک یہ بھی حیلہ صحیح ہو جائیگا۔ اور حاصل یہ ہو کہ جس صورت مین عورت مذکورہ اقرار کریگی اور اس مقربہ کا کوئی سبب بیان کریگی تو اُسکا اقرار سب کے نزدیک مقرلہ و زوج کے حق مین صحیح ہوگا حتے کہ مقرلہ کو بالاتفاق اختیار ہوگا کہ عورت مذکورہ کو شوہر کے ساتھ باہر جانے سے منع کرے اور جس صورت مین اقرار کریگی اور مقربہ کا سبب بیان نہ کریگی تو شوہر کے حق مین اُسکا اقرار موثر ہونے مین ویسا ہی اختلاف ہوگا جیسا ہمنے اوپر بیان کیا ہو اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کے ساتھ اپنی دختر کو بیاہ دیا پھر مولے مرگیا تو نکاح فاسد ہو جائیگا اسواسطے کہ دختر مذکورہ اگر تنہا وارث ہوئی تو پورے رقبہ غلام مذکور کی مالک ہوگئی اور اگر اُسکے ساتھ دوسرا کوئی وارث ہو تو حصہ غلام کی مالک ہوئی اور بہرحال کسی طرح ہو مالک ہونے سے نکاح فاسد ہو جائیگا پھر اگر مولی نے چاہا کہ اُسکے مرنے کے بعد نکاح فاسد نہونے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ غلام مذکور کو پہلے کسی قدر مال پر مکاتب کر دے پھر اُسکے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کرے پس مولی کے مرنے سے اسکا نکاح فاسد نہوگا یہ محیط مین ہو۔ ایک مرد نے ایک عورت سے درخواست کی کہ اپنے ساتھ نکاح کرلے پس عورت نے اسکو منظور کیا لیکن عورت نے اِس امر کو مکروہ جانا کہ یہ بات اُسکے ولی لوگون کو معلوم ہو پس عورت مذکورہ نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اسی مرد مذکور کے ہاتھ مین دیدیا تو اُسکا یہ نکاح جائز ہوگا۔ اور اگر شوہر نے اس امر کو مکروہ جانا کہ گواہون کے حضور مین اُسکا نام لے تو اسکا کیا حیلہ ہو سو امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ جب عورت نے اپنے نکاح کرا دینے کا اختیار اُس مرد کو دیا اور دونون نے باہم کسی قدر مہر پر اتفاق کیا تو شوہر خود گواہون کے حضور مین آکر اُنسے کہے کہ مین نے ایک عورت سے اپنے ساتھ نکاح کرنے کو کہا اور اُسکو اسقدر مہر دیا پس وہ اس امر سے رضی ہوئی اور اُسنے اپنے اِس کام کا اختیار مجھے دیا کہ مین اُس سے نکاح کرلون پس مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اُس عورت سے جسنے اپنے نکاح کا اختیار اسقدر مہر پر مجھے دیا ہو نکاح کیا پس دونون کے درمیان نکاح منعقد ہو جائیگا بشرطیکہ مرد مذکور اُسکا کفو ہو ایسا ہی امام خصاف رحمہ نے اس حیلہ کو ذکر فرمایا ہو اور شیخ اجل شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ امام خصاف رحمہ نے جواز نکاح کیواسطے اسی قدر شناخت پر اکتفا کیا ہو۔ اور بعضے مشائخ فرماتے تھے کہ یہ خصاف رحمہ اللہ کی رائے ہو اور ایسے نکاح کے جائز ہونے مین کلام ہو اسوجہ سے کہ عورت مذکورہ اتنی بات سے شناخت مین نہین آئی ایسا ہی مشائخ بلخ سے منقول ہو اور شمس الائمہ حلوائی رحمہ نے فرمایا کہ امام خصاف رحمہ علم کی کان ہین اور وہ ایسے شخص ہین کہ انکی پیروی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ سے دریافت کیا گیا کہ دو بھائیون نے دو بہنون سے نکاح کیا پھر شب عروسی کی رات مین لوگون مین نا دانستگی مین ہر ایک کی جورو کو دوسرے پاس بھیجدیا اور آگاہ نہوسے یہانتک کہ صبح ہوگئی تو یہ معاملہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ کے پاس پیش کیا گیا تو فرمایا کہ دونون مین سے ہر ایک مرد اپنی منکوحہ کو ایک طلاق بائن دیدے پھر دونون مین سے ہر ایک اُس عورت سے نکاح کرلے جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا ہو اور مناقب ابوحنیفہ رحمہ مین اِس مسئلہ کا ذکر ہو ایک حکایت کے ساتھ کہ کوفہ کے بعضے اشراف لوگون مین یہ سانحہ واقع

ہوا تھا حالانکہ اُنھون نے طعام ولیمہ کی دعوت مین اُس زمانہ کے علماء کو بلایا تھا اور اُن مین امام ابو حنیفہ رحمہم بھی تھے اور اُس زمانہ مین امام رحمہ اللہ نوجوان آدمیون مین شمار تھے پس سب علماء دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ ناگاہ عورتون کا غل غپاڑا اسنائی دیا تو دریافت کیا گیا کہ اِن لوگون کو کیا سانحہ پیش آیا پس لوگون نے بیان کیا کہ شب زفاف مین لوگون نے غلطی کھائی کہ دونون بھائیون مین سے غلطی سے ہر ایک کی منکوحہ دوسرے کے پاس بھیجدی اور ہر ایک نے اُس عورت سے دخول کیا جو اُسکے پاس بھیجی گئی تھی اور لوگون نے کہا کہ عالم لوگ اسوقت دسترخوان پر تشریف رکھتے ہین اُنسے یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہیے پس اُنسے دریافت کیا گیا تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ حکم دیا ہو کہ دونون شوہرون مین سے ہر ایک پر اُس عورت کا مہر لازم آیا جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا ہو اور ہر ایک عورت پر عدت واجب ہو پھر جب عدت گذر جاوے تو اُسکا شوہر اُسکے ساتھ دخول کرے اور امام ابو حنیفہ رح دسترخوان کے کونے پر اپنی اُنگلی مارتے تھے اور خاموش تھے جیسے کوئی شخص متفکر ہوتا ہو پھر اُنکے بیچ مین جو شخص امام ابو حنیفہ رح کے پہلو مین بیٹھا تھا اُسنے یہ حالت دیکھکر اُنسے کہا کہ اگر آپ کے پاس اس معاملہ مین کوئی اور حکم ہو تو اُسکو ظاہر کیجیے۔ تو امام سفیان ثوری رح یہ بات سُنکر غضبناک ہوگئے اور فرمایا کہ معاملہ وطی شبہہ مین حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کے حکم کے بعد اُنکے پاس کیا حکم ہوگا پھر امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ دونون شوہرون کو میرے پاس بلاؤ پس دونون بلائے گئے پس دونون سے پوچھا کہ آیا تجھکو وہ عورت پسند ہو جس سے تو نے زفاف کیا ہو تو ہر ایک نے کہا کہ ہان پھر ہر ایک سے کہا کہ تو اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیدے پھر اُسکے بعد ہر ایک کے ساتھ اُسی عورت کا نکاح کر دیا جسکے ساتھ اُسنے دخول کیا تھا اور کہا کہ اب اپنی اپنی مدخولہ جورو کے پاس جاؤ اللہ تعالی تم مین برکت کرے پھر سفیان ثوری نے کہا کہ تمنے یہ کیا کیا تو ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ مین نے ایسی بات کی کہ جو سب سے بہتر ہو کہ جس سے باہمی اچھی صحبت برادرانہ باقی رہیگی اور کسی طرح کی عداوت نہوگی تم یہ نہین دیکھتے ہو کہ اگر دونون مین سے ہر ایک اس امر پر صبر کرتا کہ عدت گذر جاوے پھر اُسکو اپنی جورو ملجاوے تو کیا اُسکے دل مین یہ خیال نہ رہتا کہ میری اس جورو کے ساتھ میرے بھائی نے دخول کیا ہو سو مین نے یہ کیا کہ ہر ایک سے اُسکی منکوحہ کو طلاق دلوا دی۔ اور چونکہ اُس نے اپنی منکوحہ کے ساتھ دخول نہین کیا اور نہ خلوت واقع ہوئی اور نہ اُسپر طلاق کی عدت لازم آئی پھر مین نے ہر ایک کو اُسی عورت کے ساتھ تزویج کیا جس سے اُسنے دخول کیا ہو اور وہ اُسکی معتدہ ہو اور اُسکی عدت اُس کے نکاح سے مانع نہین ہو پس ہر ایک اپنی جورو کو لیکر خوش خوش چلا گیا پس اہل علم نے امام ابو حنیفہ رح کی فطانت اور حسن تامل سے تعجب کیا اور اس حکایت مین اس مسئلہ کی فقاہت کا بیان ہو جسپر کتاب کو ختم کیا ہو کذا فی المبسوط۔

ساتوین فصل - در طلاق - ایک مرد نے اپنی جورو کو لکھا کہ تیری ہر جورو سوا تیرے اور سوا فلانہ عورت کے مطلقہ ہو پھر فلانہ عورت کا ذکر محو کیا اور خط کو اپنی جورو کے پاس روانہ کیا تو فلانہ عورت مطلقہ نہوگی - اور مطلقہ ثلثہ کے واسطے یہ حیلہ جیدہ ہو کہ جب ایسی عورت کو جسکو تین طلاق دیگئی ہین یہ خوف ہو کہ حلالہ کرانے مین دوسرا شوہر اُسکو رکھ لیگا اور طلاق نہ دیگا تو جس مرد سے تحلیل یعنے حلالہ کرانا منظور ہو اُس سے قبل نکاح واقع ہونے کے کہا جاوے کہ تو کہہ کہ اگر مین تجھ سے نکاح کرون اور ایک دفعہ تیرے ساتھ وطی کرون تو پھر تجھپر تین طلاق ہین پس جب ایسا کہیگا تو بعد نکاح اور ایک مرتبہ وطی واقع ہونے کے بعد ہی وہ مطلقہ ہو جائیگی اور حلالہ کا احتمال حاصل ہو جانیکا

اور دوسرا حیلہ اصل مسئلہ مین یون ہو کہ عورت مذکورہ مرد حلالہ کرنے والے سے کہے کہ مین نے اپنے تئین تیرے
نکاح مین اس شرط سے دیا کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ مین ہو جب چاہونگی اپنے آپ کو طلاق دیدونگی
پھر وہ مرد اسکو قبول کرے تو عورت مذکورہ کو اختیار طلاق حاصل ہوجائیگا جب چاہیگی اپنے آپکو طلاق دیدیگی۔ اور اگر
محلل یعنے حلال کرنے والے مرد نے ابتدا سے یون کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار مین ہو
جب چاہیے تو اپنے تئین طلاق دیدے پس عورت نے اسکو قبول کیا تو کار طلاق اس عورت کے اختیار مین نہوگا لیکن
اگر شوہر محلل نے اس طرح کہا کہ مین نے تجھسے اس شرط سے نکاح کیا کہ تیرا کار طلاق تیرے اختیار مین بعد میرے تجھ سے
نکاح کرنے کے ہو جب چاہے تو اپنے آپکو طلاق دیدے پس عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو عورت مذکورہ کا
کار طلاق اُسکے اختیار مین ہوجائیگا۔ ایک عورت نے جسکو تین طلاق دیگئی ہین چاہا کہ حلالہ کرا کر پہلے خاوند کے پاس
جاوے مگر اسکو یہ امر گران گذرتا ہو کہ کسی مرد سے نکاح کرے اور مشتہر ہو کہ یہ وہی عورت ہو جسنے حلالہ کرایا ہو تو اسکے
واسطے حیلہ یہ ہو کہ اگر اُس عورت کے پاس مال ہو تو اس مال مین سے ایک مملوک کا ثمن کسی ایسے شخص کو جس اُسکو اعتماد ہو
ہبہ کردے پھر موہوب لہ اس ثمن کے عوض ایک غلام صغیر قریب بلوغ جو عورت سے جماع کرنے کے لائق ہو خریدے
پھر وہ اس غلام کو اس عورت مذکورہ کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے اور یہ عورت اُسکے ساتھ دو گواہان عادل
کے سامنے نکاح کرے پھر جب یہ غلام اُسکے ساتھ دخول کرلے تو مولا اسے غلام مذکور اس غلام کو اسی عورت کو
ہبہ کردے اور یہ عورت اسکو قبول کرکے قبضہ کرلے پس نکاح ٹوٹ جائیگا پھر جب عدت پوری ہوجاوے
تو نکاح صحیح کرکے اپنے خاوند اول کے پاس واپس جاوے اور اس غلام کو کسی دوسرے شہر مین واپس دور
بھیجدے کہ وہان فروخت کیا جاوے پس اُسکا بھید پوشیدہ رہیگا ایسا ہی اس حیلہ کو امام خصاف رح نے ذکر فرمایا ہو
اگر ایک شخص نے چاہا کہ اپنی جورو کو طلاق دے مگر طلاق واقع نہو تو اُسکو چاہیے کہ طلاق مین استثنا کرے
یعنی انشاء اللہ تعالے کہے ولیکن یہ چاہیے کہ لفظ استثنا زبان سے کہے اور طلاق کے الفاظ سے ملا ہوا کہے (یعنے
تجھپر طلاق ہو انشاء اللہ تعالی) جدا کرکے نہ کہے کہ جدا کیا ہوا استثنا کارآمد نہین ہوتا ہو جیسے کہ اگر اُسنے اپنے دل مین پوشیدہ
رکھا تو وہ کارآمد نہین ہو۔ اور استثناء کا مسموع ہونا آیا شرط ہو یا نہین ہو سو اسمین مشایخ نے اختلاف کیا ہو بعضون
نے کہا کہ شرط نہین ہو صرف یہ شرط ہو کہ حروف ٹھیک ہون اور الفاظ زبان سے برآمد ہون اور بعضون نے کہا کہ
مسموع ہونا شرط ہو اور یہ مسئلہ کتاب الطلاق مین مذکور معروف ہو پھر جبکہ طلاق یا عتاق کے ساتھ لفظ استثنا کو متصل کیا تو
جس عورت کو طلاق دی یا جس مملوک کو آزاد کیا ہو اُسکو طلاق دہندہ یا آزاد کنندہ کہا جائیگا یا نہین سو اس مین
مشایخ نے اختلاف کیا ہو حالانکہ بالاتفاق طلاق یا عتاق کا واقع ہونا ثابت نہین ہوا پس اگر ایک شخص نے قسم
کھائی کہ واللہ مین آج کے روز اپنی جورو کو ایک طلاق یا تین طلاق دونگا پس اسی روز اُس عورت سے کہا
کہ تجھپر تین طلاق ہین انشاء اللہ تعالی یا کہا کہ تجھپر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہین پس عورت نے کہا کہ مین نہین
قبول کرتی ہون تو اس شخص کی قسم پوری ہوجائیگی اور اپنی قسم مین جھوٹا نہوگا اور اسی کو مشایخ بلخ رح نے اختیار
کیا ہو اور ایسا ہی امام ابوحنیفہ رح سے مروی ہو حتے کہ امام اعظم رح سے صریح اس طرح مروی ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ واللہ
آج کے روز اپنی جورو کو تین طلاق دونگا یا کہا کہ ایک طلاق دونگا تو اس مین حیلہ یہ ہو کہ اُس سے کہے کہ تجھکو طلاق

ہو اگر اللہ تعالے چاہے یا کہے کہ تجھپر تین طلاق بعوض ہزار درم کے ہیں اور عورت اسکو قبول نہ کرے پس وہ مرد اپنی قسم میں جھوٹا نہوگا اور اسکی قسم پوری ہو جائیگی اور اسیطرح اگر فروخت کرنے کی قسم کھائی تو بطور بیع فاسد فروخت کردے کہ قسم اُتر جائیگی پس اُسکا فروخت کنندہ ہونا اور موجب ملک ہونا اعتبار کیا جائیگا اگرچہ ملک ثابت نہیں ہوئی پس ایسا ہی طلاق میں استثنا ہونے کی صورت میں بھی وہ طلاق دہندہ اعتبار کیا جائیگا اگرچہ اس سے طلاق واقع نہوگی اور ہمارے مشایخ فرماتے ہیں کہ وہ طلاق دہندہ نہوگا اور اسکو انھوں نے ظاہر الروایۃ کا حکم قرار دیا ہے اور نیز مسئلہ منتقد میں فرمایا کہ قسم کھانے والا اپنی قسم میں ظاہر الروایۃ کے موافق سچا نہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر میں آج تجھے تین طلاق ندوں تو تجھپر تین طلاق ہیں تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اس سے کہے تجھپر تین طلاق بعوض مقدار مال کے ہیں اور عورت اسکو قبول نکرے پس ایک روایت کے موافق امام اعظم رح سے مروی ہے کہ طلاق واقع نہوگی اور اسی پر فتوے ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی جورو کو طلاق بائن دیدی پھر اس سے انکار کیا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ ایسے گھر میں داخل ہو جہاں اُسکا شوہر ہے پس اُسکے شوہر سے کہا جاوے کہ تو نے ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ اس گھر میں ہے پس وہ کہیگا کہ میری کوئی جورو اس گھر میں نہیں ہے پس اُس سے کہا جاوے کہ تیری ہر عورت جو اس دار میں ہو اسکو طلاق ہے پس جب وہ ایسی حلف کرلے تو عورت مذکورہ ظاہر ہو جاوے پس اُسکی طلاق ظاہر ہو جائیگی۔ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ فلاں شخص سے کلام نکریگا اور اگر اُس سے کلام کرے تو اسکی جورو پر تین طلاق ہیں تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ جورو کو ایک طلاق بائن دیدے اور اسکو چھوڑ دے یہانتک کہ اُسکی عدت گذر جاوے پھر فلاں شخص سے کلام کرے پھر اسکے بعد اُس عورت سے نکاح کرلے یہ محیط میں ہے۔

آٹھویں فصل خلع کے بیان میں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھپر تین طلاق ہیں اگر تو مجھسے خلع کی درخواست کرے اگر میں تجھے خلع نکردوں۔ اور عورت مذکورہ نے اپنے مملوکوں کے آزاد ہو جانے پر اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی اگر اُس شب کے رات ہونے سے پہلے خلع نہ مانگے پس مرد مذکور امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُسنے دریافت کیا تو امام رحمہ اللہ نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو اس سے خلع کی درخواست کر پس اُسنے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھسے درخواست کرتی ہوں کہ تو مجھے خلع کردے پس امام ابو حنیفہ رح نے اپنے شوہر سے فرمایا کہ تو کہہ کہ میں نے تجھے ہزار درم پر خلع دیا کہ تو ان ہزار درم کو مجھے دے پس اُسکے شوہر نے یونہی کہا پھر امام ابو حنیفہ رح نے عورت مذکورہ سے فرمایا کہ تو کہہ میں اسکو نہیں بدل کرتی ہوں پس عورت مذکورہ نے کہا کہ میں اسکو نہیں قبول کرتی ہوں پھر امام رحمہ اللہ نے دونوں سے فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ تم دونوں کی قسم اُتر گئی۔ اور دوسرا حیلہ جبکہ عورت مذکورہ نے اپنے مملوکوں کے آزاد ہو جانے اور اپنے مال کے صدقہ کی قسم کھائی ہے تو عورت مذکورہ کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ عورت مذکورہ اس سب کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جسپر اُسکو اعتماد ہو پھر وہ تمام دن گذر جاوے اور رات ہونے سے پہلے شوہر سے خلع کی درخواست نکرے یہانتک کہ جب رات آویگی تو اُسکی قسم اُتر جاویگی مگر قسم کی جزا کچھ نہوگی اسواسطے کہ اُسکی ملک میں کچھ مال ہی نہیں ہے پھر اسکے بعد مشتری سے بیع کا اقالہ کرلے یہ محیط میں ہے۔

نوین فصل قسموں کے بیان میں ایک مرد نے قسم کھائی کہ کل فلانی عورت سے نکاح نکریگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مرد مذکور اور

عورت کا ولی دونون کوفہ سے باہر جاکر عقد نکاح قرار دین اور ایجاب و قبول مع گواہون کے پورا ہو جاوے
پس وہ مرد اپنی قسم مین حانث نہو گا۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ مرد مذکور کسی مرد کو وکیل نکاح کر دے پھر وکیل اور عورت
دونون کوفہ سے باہر چلے جاوین اور وہان جاکر عقد نکاح قرار دین تو موکل مذکور اپنی قسم مین حانث نہوگا و معتبر اس باب
مین وکیل کا حانث ہونا ہو نہ موکل کا۔ اگر ایک مرد نے قسم کھائی کہ بخارا مین اپنی عورت کو طلاق نہ دیگا تو بقیاس مسئلہ
نکاح مذکورہ بالا کے یہ حیلہ ہو کہ خود بخارا سے باہر جاکر اُسکو طلاق دیدے یا کسی کو وکیل کر دے کہ وہ بخارا سے
باہر جاکر اُسکو طلاق دیدے پس قسم کھانے والا حانث نہوگا۔ ایک شخص نے سفر کا قصد کیا پس اُسکی جورو نے
اُس سے قسم چاہی کہ ہر باندی جسکو وہ خریدے وہ آزاد ہو پس اگر عورت مذکورہ نے اُسکو اسطور پر قسم دلائی تو اسکا
حیلہ یہ ہو کہ قسم کے جواب مین کہے کہ ہان اور اس ہان کہنے سے دل مین کوئی خاص شہر یا گانون مراد لے پس جب
اس طرح ارادہ نیت مین کر لیا پس اس شہر یا گانون کے سوا دوسری جگہ باندی خریدے تو وہ آزاد نہو جائیگی
اور اس مسئلہ سے یہ اشارہ نکلتا ہو کہ اگر کسی نے دوسرے کو قسم دلائی اور اس دوسرے نے اُسکے جواب مین کہا کہ
ہان تو یہ کافی ہو اور یہ شخص اس قسم کے ساتھ جو اُسکو دلائی ہو قسم کھانے والا ہو جائیگا حالانکہ یہ صورت ایسی ہو کہ بعض
متاخرین مشایخ نے اختلاف کیا ہو بعضون نے کہا کہ ہان کر دینا کافی نہین ہو بلکہ قسم کی تصریح کرنی ضرور ہو اور بعضون نے
کہا کہ ہان کر دینا کافی ہو اور یہی مسئلہ مذکورہ اسپر دلیل ہو اور یہی صحیح ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین
ایسا کرون تو میرا غلام آزاد ہو اور تمام میرا مال جسکا مین مالک ہون سب صدقہ ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ یہ سب مال ایسے
شخص کو جسپر اُسکو اعتماد ہو ہبہ کر دے اور اُسکے سپرد کر دے پھر اس فعل کو کرے پھر جسکو ہبہ کیا ہو اُس سے ہبہ سے
رجوع کر کے واپس لے۔ ایک شخص نے یہ چاہا کہ اپنی باندی کو مکاتب کر دے اور اُس سے وطی بھی کرے تو
وہ شخص اُس باندی کو اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کر دے پھر اُس سے نکاح کر لے بشرطیکہ اُسکے نکاح مین کوئی صورت
حرہ نہو پھر اُس سے جو اولاد پیدا ہو گی وہ آزاد ہو گی یہ سراجیہ مین ہو۔ اور عیون مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے چاہا کہ
اپنے غلام کو مدبر کرے لیکن اس طرح مدبر کرے کہ اُسکو اس غلام کے فروخت کا بھی اختیار رہے تو اُس غلام سے یون
کہے کہ اگر مین ایسی حالت مین مرون کہ تو میری ملک مین ہو تو تو آزاد ہو تو یہ جائز ہو اور جب وہ مر گیا تو غلام مذکور آزاد ہو گا
ایسا ہی حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے روایت کی ہو کہ ایسے مدبر کی بیع جائز ہو یہ تاتارخانیہ مین ہو۔ اگر زید کے
عمرو پر سو درم قرضہ ہون پس زید نے کہا کہ اگر مین آج کے روز ان سو درم کو متفرق لون تو میرا غلام آزاد ہو تو
اسکا حیلہ یہ ہو کہ سو درم مذکور مین سے کوئی ٹکڑا متفرق لے یا اکٹھا لے لے۔ اور اگر اُسنے کہا کہ اگر مین نے آج کے
روز ان سو درم کو سوا اکٹھا کے وصول کیا تو میرا غلام آزاد ہو پھر اُس سے اکٹھا سو درم وصول کیے لیکن
اُس مین کوئی درم ستوق پایا اور چاہا کہ اسکو بدل لے اور قسم جھوٹی نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اُسکو دوسرے روز بدل لے
پس قسم جھوٹی نہ ہوگی اسی طرح اگر اُسنے بالکل تبدیل ہی نکیا تو بھی قسم جھوٹی نہو گی ولیکن اگر اُس نے اسی روز اُس
درم کو بدل لیا تو قسم جھوٹی ہو جائیگی اگر کسی نے قسم کھائی کہ فلان سے اپنا حق لے لیگا یا وصول کر لیگا پھر اُسکو مصلحت
پیش آئی کہ خود اُس سے نہ وصول کرے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ کسی دوسرے کو وکیل کر دے کہ وہ اُس سے وصول
کر لے پس قسم جھوٹی نہو گی۔ اسی طرح اگر اُسکو یہ مصلحت پیش آئی کہ جس فلان سے لینے کی قسم کھائی ہو اُسکے ہاتھ سے

وصول نکرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اس فلان کے وکیل کے ہاتھ سے وصول کر لے تو بھی قسم جھوٹی نہو گی اسی طرح اگر اُسنے
ایسے شخص کے ہاتھ سے وصول کیا جس نے فلان مذکور کی طرف سے اُسکے حکم سے مال مذکور کی کفالت کی ہے یا ایسے شخص سے
وصول کیا جسپر فلان مذکور نے یہ مال اُترا دیا ہے تو بھی قسم پوری ہو گی ایسا ہی امام قدوری نے ذکر فرمایا ہے اور عیون مین
ایک مسئلہ مذکور ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اسکی قسم جھوٹی ہو جائیگی اور اُسکی صورت یون مذکور ہے کہ زید نے قسم کھائی کہ آج
کے روز اپنا قرضہ اپنے قرضدار عمرو سے وصول نکریگا پھر اُسی روز عمرو کے وکیل سے وصول کیا تو قسم جھوٹی نہو جائیگی اور اگر مقطوع
سے وصول کیا تو جھوٹی نہو گی اسی طرح اگر قرضدار کے کفیل سے یا ایسے شخص سے جسپر قرضدار نے اُترا دیا ہو وصول کیا تو
بھی قسم جھوٹی نہو گی۔ اور قدوری مین لکھا ہے کہ اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ مین فلان شخص کو اُسکا حق دیدونگا پس اُس نے
اپنے وکیل کو ادا کرنے کا حکم دیا یا کسی پر اُترا دیا جس سے قرضخواہ نے وصول کر لیا تو قرضدار مذکور کی قسم پوری ہو جائیگی
اور اگر قرضدار مذکور کی طرف سے کسی شخص نے بطور احسان ادا کر دیا تو قرضدار مذکور کی قسم جھوٹی ہو جائیگی۔ اور اگر اُس نے
کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ یہ فعل بنفس خود کرونگا تو قضاءً و دیانۃً اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی۔ اور نیز قدوری مین لکھا ہے
کہ اگر قرضدار نے قسم کھائی کہ اُسکو دیگا پھر اُسکو ان صورتون مین سے کسی صورت سے دیا تو حانث ہو جائیگا اور اگر اُس نے
کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ مین خود بنفسہ اُسکو دونگا تو قضاءً اُسکے قول کی تصدیق نکیجائیگی اور دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ اسکی
تصدیق کیجائیگی اور کوئی تفصیل نہین فرمائی اور صحیح وہی ہے جو ہمنے پہلے بیان کیا ہے یہ ذخیرہ مین ہے۔ اگر ایک شخص نے
دوسرے سے کوئی اسباب خریدا اور بائع نے بارہ درم سے کم کے عوض دینے سے انکار کیا پس مشتری نے کہا کہ اُسکا غلام
آزاد ہو اگر وہ بارہ درم کو خریدے پھر مشتری مذکور کی رائے مین آیا کہ اسکو خریدے تو یہ حیلہ کرنا چاہیے کہ اُسکو گیارہ درم و ایک
دینار کے عوض خریدے یا بائع اُسکو گیارہ درم و ایک کپڑے کے عوض فروخت کرے اور قسم مین حانث نہو گا اور یہ جو مذکور ہوا
یہ جواب قیاس ہے اور موافق حکم استحسان کے وہ شخص حانث ہو جائیگا چنانچہ امام محمد رح نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی
کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نہ کریگا الا جبکہ دس سے اکثر یا زائد کے عوض ہو پھر اُسکو نو درم و ایک دینار کے عوض فروخت
کیا تو قیاساً حانث نہو گا اور استحساناً حانث ہو گا اور اس صورت مین امام محمد رح نے یہ صورت ذکر نہین فرمائی کہ اگر اُس نے نو درم
اور ایک کپڑے کے عوض فروخت کیا تو کیا حکم ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قیاساً و استحساناً قسم مین حانث ہو گا اسواسطے
کہ درم و کپڑا قیاساً و استحساناً دو جنس مختلف ہین پس کپڑے کے ساتھ ملانے سے درمون مین زیادتی نہو جائیگی پس ایسی بیع قسم مذکور
مستثنیٰ نہو گی بلکہ قیاساً و استحساناً قسم کی تحت مین داخل ہو گی اور اگر یون قسم کھائی کہ اپنا غلام دس درم کو فروخت نہ کریگا حتی کہ
زیادہ کیا جاوے پھر اُسکو ضرورت پیش آئی کہ غلام مذکور کو فروخت کرے اور اُسنے کوئی ایسا مشتری نپایا جو اُسکو دس درم
سے زیادہ دے تو فرمایا کہ اُسکو چاہیے کہ نو درم کے عوض فروخت کرے اور قسم مین حانث نہو گا۔ حالانکہ چاہیے یہ ہے کہ حانث
ہو جاوے اسواسطے کہ اُسنے اپنی پوری قسم یہ ٹھہرائی ہے کہ دس درم سے زائد کے عوض فروخت کریگا حالانکہ یہ غایت پائی نہین
گئی پس قسم باقی رہی پس اب یاہوا کہ حانث ہو جاوے جیسے کہ دس درم کے عوض فروخت کرنے کی صورت مین ہے لیکن اسکا
جواب یہ ہے کہ حانث ہونا انتفاے قسم سے پیش نہین آتا ہے بلکہ شرط حانث ہونے کی جب پائی جاوے تو حانث ہوتا ہے لیکن اس
شرط کا پایا جانا بھی ایسی حالت مین ہونا چاہیے کہ جب قسم باقی ہو پس درصورتیکہ اُسنے نو درم کے عوض فروخت کیا ہے تو
حانث ہونے کی شرط نپائی گئی جیسا کہ اوپر بیان کیا پس حانث ہونے کی شرط نپائی جانے کی وجہ سے حانث نہو گا

اور یہ وجہ نہین ہو کہ قسم نہین باقی رہی ہو اور درصورتیکہ اُسنے دس درم کے عوض فروخت کیا تو حانث ہونے کی شرط پائی گئی درحالیکہ قسم بھی باقی ہو پس حانث ہوگا اور یہ سب جامع سے منقول ہو اور ہمین سے مسئلہ اخیرہ کو ہشام نے اپنی نوادر مین امام ابو یوسف رح سے روایت کیا ہو اور فرمایا کہ قیاس یہ ہو کہ حانث نہو اور ہم قیاس ہی کو اختیار کرتے ہین یہ محیط مین ہو- اور اگر قسم کھائی کہ فلان شخص کے ہاتھ یہ کپڑا ثمن کے عوض تا ابد فروخت نہ کریگا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ فلان مذکور اور کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے پس اپنی قسم مین حانث نہوگا اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ کسی اسباب کے عوض فروخت کرے اور حیلہ دیگر یہ ہو کہ کسی شخص کو وکیل کرے کہ وہ وکیل اسکو اُس شخص کے جسکے ہاتھ فروخت نہ کرنے کی قسم کھائی ہو فروخت کرے تو حانث نہوگا چنانچہ ایمان الاصل مین مذکور ہو کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ خرید و فروخت نہ کریگا پس اس نے دوسرے آدمی کو وکیل کردیا کہ خرید و فروخت کردے تو حانث نہوگا لیکن اگر یہ شخص قسم کھانے والا سلطان ہو کہ ایسے امور کا بنفس خود متولی نہین ہوتا ہو تو وکیل کرکے خرید و فروخت کرنے سے بھی حانث ہو جاے گا اور یہ مسئلہ معروف ہو اور حیلہ دیگر آنکہ جسکے ہاتھ فروخت نکرنے کی قسم کھائی ہو اُسکے ہاتھ کوئی فضولی فروخت کردے پھر مالک کو خبر دے پھر مالک یعنی قسم کھانے والا اسکی بیع کی اجازت دیدے تو بھی قسم مین حانث نہوگا یہ ذخیرہ مین ہو- اگر کسی نے کہا کہ اگر مین نے یہ غلام خرید کیا تو وہ آزاد ہو پھر اُسکی راے مین یہ آیا کہ اس غلام کو خرید کرنا چاہیے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس شرط سے خریدے کہ اس بیع مین بائع کو خیار حاصل ہو پس قسم مین حانث نہوگا اور حیلہ دیگر بنا بر قول امام اعظم رح کے یہ ہو کہ اس شرط سے خریدے کہ مشتری کو اسمین خیار ہو کیونکہ امام اعظم رح کے نزدیک خیار مشتری اس امر سے مانع ہوتا ہو کہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہو پس محض خرید کرتے ہی غلام مذکور مشتری کی طرف سے آزاد نہو جائیگا بلکہ قسم اُٹھ جاے گی کذا فی المحیط- اور ایسا ہی امام خصاف رحمہ اللہ نے اس حیلہ کو بیان کیا ہو مگر اس مین ایک طرح کا شبہہ ہو کیونکہ امام محمد رح نے جامع صغیر مین بیان فرمایا ہو کہ اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر مین اس غلام کو خریدون تو یہ آزاد ہو پھر اُسکو اس شرط سے خریدا کہ اُسکو خیار حاصل ہو تو آزاد ہو جائیگا اور اسمین کوئی اختلاف بیان نہین فرمایا اور ہمارے مشایخ نے سب اماموں کے نزدیک مسئلہ مذکورہ مین یہی حکم نکالا ہو کہ وہ آزاد ہو جاے گا چنانچہ مشایخ نے فرمایا کہ صاحبین کے نزدیک ظاہر ہو کہ آزاد ہوجائیگا کیونکہ اُنکے نزدیک مشتری کا خیار ہونا اس امر سے مانع نہین ہوتا ہو کہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہو پس شرط عتق ایسی حالت مین پائی گئی کہ غلام خرید کرنے سے بڑھکر اُسکی ملک مین بھی موجود ہو اور امام اعظم رح کے نزدیک اسوجہ سے آزاد ہو جائیگا کہ مشتری کا خیار شرط اگرچہ مبیع ملک مشتری مین داخل ہونے سے مانع ہو لیکن آزاد ہونا ملک پر معلق نہین ہو بلکہ خریدنے پر معلق کیا گیا ہو اور جو چیز کسی شرط پر معلق ہو وہ شرط پائی جانے کے وقت ایسی ہی ہو جیسے بدون شرط کے محض مرسل آزاد کیا مثلاً گویا اُسنے یہ کہا کہ بعد خرید کے یہ غلام آزاد ہو- اور حیلہ دیگر آنکہ کسی دوسرے آدمی کے ساتھ شریک ہوکر اس غلام کو خریدے- اور حیلہ دیگر آنکہ اس غلام کے سو حصون مین سے ننانوے اپنے واسطے خریدے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر کے واسطے یا اپنی جورو کے واسطے جورو کے حکم سے خریدے یا ہمین سے ننانوے حصے اپنے واسطے خریدلے اور باقی حصہ کی نسبت بائع اقرار کردے کہ یہ حصہ اس مشتری کی ملک ہو- اور علی ہذا اگر کسی دار کی نسبت یون ہی کہا کہ اگر مین اس دار کو خریدون تو چنین و چنان ہو پھر اُس دار کے ننانوے حصون مین سے ننانوے حصے اپنے واسطے خریدلے اور باقی ایک حصہ اپنے فرزند صغیر یا جورو کے واسطے خریدے تو بھی حانث نہوگا- اور اگر حصہ باقی

وعیال کے خرچ مین صرف کرے پس آیا زید حانث ہوگا یا نہوگا سو فرمایا کہ نہین حانث ہوگا جب تک کہ عمرو
کل مال مذکور کو اہل وعیال کے سوائے دوسری جگہ خرچ نہ کرے یہ محیط مین ہے۔ شیخ الاسلام ابو الحسن سے دریافت
کیا گیا کہ زید کی دو جورو ہین ایک ہندہ اور دوسری صالحہ پس ایک نے مثلاً ہندہ نے اُس سے کہا کہ صالحہ کو
طلاق دیدے اور زید کو بہت تنگ کیا کہ زید نہایت مجبور ہوا حالانکہ زید کی نیت مین نہین ہے کہ وہ صالحہ کو طلاق
دے تو اُسکا طریقہ یہ ہے کہ صالحہ کے نام کی دوسری عورت سے نکاح کرے پھر ہندہ سے کہے کہ مین نے اپنی جورو
صالحہ کو طلاق دیدی اور اس سے مراد وہ عورت لے جس سے بالفعل نکاح کیا ہے اور وجہ دیگر یہ ہے کہ اس عورت اور
اسکے باپ کا نام اپنی بائین ہتھیلی پر لکھے پھر اپنے داہنے ہاتھ سے اس لکھے ہوے کی طرف اشارہ کرے اور کہے
کہ مین نے اس فلانہ بنت فلان کو طلاق دی پس ہندہ کو وہم ہوگا کہ اُسنے اُسی عورت کو طلاق دیدی جسکی طلاق
کی ہندہ نے درخواست کی تھی یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور اگر ایک جماعت چند آدمیون کی ایک شخص کے پاس گھس گئی
اور اُسکا سب مال لے لیا اور اُسکو قسم دلائی کہ کسی کو اُنکے نام کی خبر نہ دے تو ناموں سے آگاہ کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ
اس شخص سے کہا جاوے کہ ہم تیرے سامنے بہت سے نام والقاب بیان کرتے ہین پس جو شخص ان چورون مین سے
نہو اُسکے نام پر تو نہین کہنا اور جب ہم چور کا نام لین تو تو خاموش ہو جانا یا کہنا کہ مین کچھ نہین کہتا ہون پس اس
طریقہ سے سب چور ظاہر ہو جاینگے اور وہ شخص اپنی قسم مین حانث نہوگا۔ ایک شخص کو معلوم ہوا کہ امیر شہر کا ارادہ ہے کہ
اس سے قسم لے کہ وہ سلطان کی مخالفت نکریگا تو اُسکو چاہیے کہ اپنی بائین ہتھیلی پر وہ بادشاہ کو لکھے پھر جب اُس
سے قسم لے یا وے کہ اگر تو اس بادشاہ کی مخالفت کرے تو تیرے مملوک آزاد ہین یا تیری عورتون پر طلاق ہے تو
اُسکو چاہیے کہ اپنی قسم کہا سکے وقت اس بادشاہ کی طرف اشارہ کرے جو اُسکی بائین ہتھیلی پر لکھا ہے مثلاً اور اپنے
دونون ہاتھ ان کو جیب کی آستینون مین اندر رکھے اور کہے کہ مین اس بادشاہ کی مخالفت نکرونگا یہ سراجیہ مین ہے۔ دو
آدمیون مین سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ مین دوسرے سے پہلے اس دار مین قدم نہ رکھونگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ
دونون ساتھ ہی داخل ہون اور ہم کہتے ہین اسی طرح کلام کرنے مین قسم کھانے کی صورت مین بھی یہی حیلہ ہے کہ اگر دونون مین
سے ہر ایک نے قسم کھائی کہ دوسرے سے پیشتر مین کلام کرنے مین ابتدا نکرونگا تو چاہیے کہ دونون ایک ساتھ کلام
کرین واپس دونون مین سے کوئی حانث نہوگا اور اگر ایک شخص نے قسم کھائی کہ زید کے دار مین داخل نہوگا پھر
زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا لیکن یہ اُس صورت مین ہے کہ جب اُسکو کسی دوسرے نے لاد کر مکان کے اندر داخل
کر دیا ہو اور اگر اُسپر جبر کیا گیا کہ داخل ہو یہانتک کہ وہ مجبور ہو کر اندر داخل ہوا تو ہمارے نزدیک حانث ہو جائیگا
اگر زید نے قسم کھائی کہ عمرو کے پاس داخل نہوگا حالانکہ عمرو وہان ہو وے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ زید پہلے وہان داخل
ہو جاوے پھر اُسکے بعد اُسکے پیچھے عمرو داخل ہو تو زید حانث نہوگا یہ محیط مین ہے

سترھوین فصل عتق و تدبیر و کتابت مین۔ ایک مرد کی ایک باندی ہے اُسنے باندی مذکورہ کے سامنے عتق و تدبیر
کو پیش کیا مگر اُسنے اُسکو نہ چاہا اور کہا کہ میرے نزدیک بیع نسمہ پسند ہے اور بیع نسمہ یہ ہے کہ ایسے شخص کے ہاتھ
فروخت کیجاوے جو اُسکو آزاد کرنے کے واسطے خریدنا چاہتا ہے پس مولی نے چاہا کہ یہ وصیت کر دے کہ باندی
ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیجاوے جو اسکو بیع نسمہ خریدنا چاہتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ ثمن مثل سے کسی قدر گھٹانا ضرور

بزبان عربی ہو کہ لا اعمل ... فلان وفلان ... درست ہے اور اگر قسم بزبان اردو یا فارسی ہو تو اس حیلہ کا ... واللہ تعالی اعلم ... ایسی حالت مین ... ۱۲ منہ

ہو کہ مشتری اسکے خریدنے مین رغبت کرے حالانکہ اگر مولے اس طرح وصیت کرتا ہو کہ یہ فروخت کیجاوے اور اسکے ثمن مین سے مشتری کے ذمہ سے کچھ گھٹا دیا جاوے تو یہ وصیت صحیح نہین ہو اسواسطے کہ یہ وصیت مجہول کے واسطے ہو اور مجہول کے واسطے وصیت جائز نہین ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مولی اس طرح وصیت کرے کہ اس میری باندی کو اپنے شخص کے ہاتھ فروخت کرو جسکو یہ باندی پسند کرے اور اُس شخص کے ذمہ سے اسکے ثمن مین سے ہزار درم کم کردو پس جب یہ باندی پسند کریگی کہ اس مرد مثلاً زید کے ہاتھ فروخت کیجاوے اور اسکو معین کریگی تو وہی وصیت مذکورہ کے واسطے متعین ہو جائیگا کہ بیع مین اُسی کے ساتھ محابات کیجائیگی پس اس شخص سے کہا جائیگا کہ فلان شخص نے اس امر کی وصیت کی ہو کہ یہ باندی تیرے ہاتھ بطور بیع نسمہ کے اسکے ثمن مثل کے عوض فروخت کیجاوے اور تیرے ذمہ سے اسکے ثمن سے اسقدر درم گھٹا دیے جاوین پس اگر تجھکو منظور ہو تو تیرے ہاتھ فروخت کیجاوے۔ زید کی ایک باندی ہو اُسنے اپنے مولی سے درخواست کی کہ مجھکو آزاد کرکے اپنے ساتھ نکاح کرے اور زید نے اسکو مکروہ جانا مگر یہ چاہا کہ اُس کا دل خوش کردے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اُسکو کسی مرد معتمد کے ہاتھ اُسکے خریدنے سے فروخت کرے یا اسکو ہبہ کردے اور موہوب لہ نے اُسپر قبضہ کرلے پھر وہ شخص اسکو ہبہ یا بیع کے گواہوں کے سامنے آزاد کردے پھر زید انہین کے سامنے اسکے ساتھ نکاح کرلے پھر جسکے ہاتھ فروخت کی ہو اُس سے کہے کہ میرے ساتھ اسکی بیع کا اقالہ کرے پھر جب وہ بیع کا اقالہ کریگا تو نکاح فسخ ہو جائیگا اور باندی مذکورہ اسکی ملک مین آجائیگی پس اسکو اختیار ہوگا کہ اُس سے ملکیت کی وجہ سے وطی کرے اور باندی انہین سے کسی بات سے واقف نہو گی پس باندی کا دل خوش ہو جائیگا حالانکہ باندی مذکورہ اسکی ملک ہوگی یہ محیط مین ہو۔ ایک غلام زید و عمرو کے درمیان مشترک ہو ان مین سے ایک شریک نے مثلاً زید نے اپنا حصہ مکاتب کیا تو امام ابو یوسف و امام محمد رح کے نزدیک پورا غلام مکاتب ہو جائیگا اور عمرو اسکے شریک کو اختیار ہوگا کہ چاہے پورے غلام کی کتابت کو باطل کردے اور چاہے زید سے اپنے حصہ کی قیمت لے لے پس اگر ہر ایک نے چاہا کہ ہر ایک کا حصہ غلام مکاتب ہو جاوے اور کوئی اپنے شریک کیواسطے ضامن نہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ دونون ایک شخص کو وکیل کردین کہ تو دونون کا حصہ ایک ہی کلمہ کے ساتھ معاً مکاتب کردے پس وکیل مذکور اس غلام سے کہیگا کہ مین نے تجھکو تیرے دونون مولاؤن کیطرف سے اس اس قدر مال پر مکاتب کیا پس اگر غلام نے اسکو قبول کرلیا تو دونون مولاؤن کیطرف سے مکاتب ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک اور نیز امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دونون مین سے کوئی مولی اپنے شریک کیواسطے کچھ ضامن نہوگا پھر جب کوئی مولے اُسکے بدل کتابت مین سے کچھ وصول کریگا تو اس وصول شدہ مین دوسرا شریک اُس سے بٹائی کر سکتا ہو خواہ دونون مولاؤن کی کتابت کا عوض ایک ہی جنس سے ہو یا مختلف جنس سے ہو۔ پھر اگر دونون نے چاہا کہ باوجود اسکے کہ ہر ایک کا حصہ مکاتب ہو جاوے یہ بھی ہو کہ مکاتب سے وصول کردہ مال مین دوسرا شریک بٹائی نہ کر سکے تو یہ حیلہ ہو کہ دونون ایک شخص کو وکیل کرین کہ وہ اس غلام کو مکاتب کردے اور وکیل مذکور اس غلام کے ذمہ دونون مین سے ہر ایک کے حصہ مین تفصیل کردے خواہ معاوضہ کتابت مین دونون کا یکسان حصہ بیان کرے یا مختلف بیان کرے پس وکیل اس غلام سے کہیگا کہ مین نے تیرے دونون مولاؤن کیطرف سے تجھکو ایک ہزار پانچ سو درم پر مکاتب کیا جسمین سے حصہ زید ہزار درم ہو اور حصہ عمرو پانچ سو درم ہو اور غلام کہے کہ مین نے اس سبکو قبول کیا یا وکیل مذکور کہے کہ مین نے تجھکو ایک ہزار درم و پچاس دینار پر مکاتب کیا جسمین سے ہزار درم حصہ زید ہو اور پچاس دینار حصہ عمرو ہین اور غلام کہے کہ مین نے اس سب کو قبول کیا

پس جبکہ وکیل نے اس طرح کیا تو اُس نے مضبوطی کر دی اور دونون مین سے کوئی دوسرے کیواسطے کچھ ضامن نہوگا جو کچھ ایک مولی وصول کریگا اُسمین دوسرا مولے شریک نہین ہوسکتا ہی اور شرکت و بٹائی نہ کرسکنے کے حق مین ایسا ہوگیا کہ جیسے اُسنے مکاتب کرنے مین جدا جدا مکاتب کیا ہو یہ تاتارخانیہ مین ہی۔ زید کا ایک غلام ہو اُسنے چاہا کہ اِس غلام کو آزاد کر دے مگر زید بیمار ہی اور اُسکو یہ خوف ہی کہ باوجودیکہ یہ غلام اُسکے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو لیکن اُسکا وارث اُسکی وفات کے بعد ترکہ سے انکار کر جاوے حتی کہ یہ غلام تہائی سے برآمد نہو اور وہ اِس غلام کو یا خوف کرے کہ بقدر حق وارث کے وارث کو سعایت کرکے ادا کرے تو امام خصاف رح نے فرمایا کہ اِسکا حیلہ یہ ہی کہ غلام مذکور کو اُسی کے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کر دے اور گواہون کے سامنے یہ مال وصول کرے پس جب غلام نے اپنے آپکو خرید کیا تو اُسی وقت آزاد ہوجائیگا اور مال سے اسوجہ سے بری ہوجائیگا کہ مولی نے اُسکو اُس سے وصول کرلیا ہی اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رح نے یہ شرط لگائی کہ مولی اِن گواہون کے سامنے مال پر قبضہ کرلے حالانکہ اسکی ضرورت جبھی ہی کہ جب مولی پر حالت صحت کا قرضہ ہو حتے کہ حالت مرض مین مولی کا اقرار استیفائے ثمن جو غلام پر واجب ہوا ہی صحیح نہووے اور اگر مولی پر حالت صحت کا قرضہ نہو اور اُسنے مرض مین یہ اقرار کیا کہ مین نے وہ ثمن جو غلام پر واجب ہوا ہی بھر پایا تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا اور اصل مسئلہ یہ ہی کہ اگر اپنے غلام کو اپنے مرض مین مکاتب کیا پھر بدل کتابت وصول پانے کا اقرار کر لیا حالانکہ اُسپر قرضہ صحت نہین ہی تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا ولیکن تہائی مال سے معتبر ہوگا یعنے اگر اسقدر مال کتابت جسکے وصول پانے کا اقرار کیا ہی تہائی مال متروکہ ہوگا تو مکاتب بری ہوجاوے گا بخلاف اسکے اگر مریض نے حالت مرض مین اُسکو فروخت کیا پھر استیفائے ثمن کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار صحیح ہی اور پورے مال سے معتبر ہوگا پھر واضح ہو کہ اگر غلام مذکور کے پاس کچھ مال نہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مولے کچھ مال اُسکو بقدر ثمن کے پوشیدہ دیدے کہ اِس سے وارث لوگ خبردار نہون پھر غلام مذکور گواہان بیع کے سامنے یہی مال اپنے مالک کو دیدیگا پس آزاد ہوجائیگا اور وارثون کو اُس سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہوگی اسواسطے کہ وے لوگ یہ نہین جانتے ہین کہ مولی نے اِس غلام کو کچھ دیا ہی اور یہی مسئلہ حیل الاصل مین ذکر کرکے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ مولے اس غلام کو کسی مرد معتمد کے ہاتھ فروخت کرے گواہون کے سامنے ثمن وصول کرلے پھر مشتری اُسکو آزاد کردے اور اُسکا آزاد کرنا صحیح ہوگا پھر مریض یہ ثمن مشتری مذکور کو خفیہ ہبہ کر دے پس وارثون کو غلام یا مشتری سے مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہ ہوگی یہ ذخیرہ مین ہی۔

گیارھوین فصل۔ وقف کے بیان مین۔ اگر کسی نے چاہا کہ اپنا دار یا زمین مسکینون کے واسطے صدقۂ وقفی قرار دے کہ اُسکی زندگی اور اُسکی وفات کے بعد یون ہی رہے اور اُسکو خوف ہوا کہ شاید اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو امام ابوحنیفہ کے مذہب کا قائل ہی پس وہ یہ صدقہ اور یہ وقف باطل کردے پس اُسنے اسکے واسطے کوئی حیلہ چاہا تو جاننا چاہیے کہ امام اعظم رح کے نزدیک وقف مضاف بسوے زمانہ بعد موت نہین صحیح ہی الا بطریق وصیت ایسا ہی امام خصاف رح نے امام اعظم رح کا مذہب ذکر کیا ہی اور ہمارے نزدیک اس طرح محفوظ ہی کہ اگر مضاف بسوے زمانہ بعد موت ہو یا اُسکی وصیت ہو تو امام اعظم رح کے نزدیک صحیح ہی پس اسکا حیلہ یہ ہی کہ وقف کنندہ نے جو وقف کیا ہی وہ کسی شخص کو سپرد کرکے اُسکو اِس وقف کا قیم قرار دے پھر یہ وقف کنندہ اُسکے حاصلات کو مسکینون کے خرچ مین لانے سے انکار کرے یا کسی مشتری کے ہاتھ اِس وقف کو فروخت کرکے سپرد کرے پس درصورت بیع

مشتری کے ساتھ اور درصورت انکار صرف حاصلات بمصارف مساکین کے وقف کنندہ کے ساتھ پھر متولی خصومت
کرے یعنی مشتری و واقف پر متولی نالش کرے اور اسکو ایسے قاضی کے پاس لیجاوے جسکے نزدیک ایسا وقف صحیح ہو پس
یہ قاضی اس وقف کی صحت کا حکم دیگا اور یہ حکم قضا صحیح ہوگا کیونکہ مدعی کی طرف سے دعوی اور مدعا علیہ کی طرف سے
خصومت پائی گئی ہے پھر بعد اس حکم کے کسی قاضی وغیرہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ بحکم شرعی اسکو باطل کرسکے اسواسطے کہ قاضی مذکور نے
ایک مسئلہ مجتہد فیہ میں یعنی جسمیں مجتہدوں کا اختلاف رائے بجانب جواز و عدم جواز ہے حکم دیا ہے پس اسکی قضا نافذ
ہوکر اجماعی ہو جاویگی یہ محیط میں ہے۔ زید کے واسطے کچھ مال ایک وقف سے ہے جو اسپر اور غیر پر مثلاً عمرو وغیرہ پر
بھی وقف کیا گیا ہے اور زید پر قرضہ واجب ہوا پس اسنے چاہا کہ اپنے قرضخواہ کو اس امر کا وکیل کردے کہ ہر سال
اس وقف کی حاصلات میں سے جو کچھ اسکے واسطے ہو اسکو اپنے قرضہ کی ادائی میں لے لیا کرے پس قرضخواہ
نے کہا کہ مجھے اس بات سے اطمینان نہیں ہے کہ تو مجھے اپنی وکالت سے خارج کردے پس میں چاہتا ہوں کہ
مجھے اس طرح وکیل کردے کہ تا ادائی میرے قرضہ کے جو تجھپر ہے تو مجھکو اپنی وکالت سے خارج نکرسکے تو اس کا
حیلہ یہ ہے کہ قرضدار مذکور اس امر کا اقرار کرے کہ وقف کنندہ نے اپنی ذات کے واسطے یہ شرط لگائی تھی اس
اصل وقف میں [illegible] کہ جبتک [illegible] زندہ ہے اسکی ذات اور اسکے اہل و عیال کیواسطے اسی وقف کی حاصلات میں سے
[illegible] دیا جاوے اور اسکی وفات کے بعد پہلے اسکے قرضہ کی ادائی اس وقف سے کیجاوے
[illegible] حاصلات ان لوگوں کیواسطے [illegible] جنپر یہ وقف ہوا اور اس فلان بن فلان یعنی [illegible]
فلان یعنی وقف کنندہ پر [illegible] قرضہ صحیح ہے [illegible] اسکی طرف سے [illegible]
ضمانت صحیح جائزہ [illegible] کرلی تھی اور اس وقف کنندہ نے اس فلان بن فلان یعنی قرضخواہ کو [illegible]
کا متولی کیا تھا کہ اس وقف کی آمدنی سے اپنا قرضہ وصول کرلے اور جب سب بھرپاوے تو [illegible] متولی ہوگا
اور نیز [illegible] کہ اس قرضخواہ کو وکیل کیا کہ اس وقف میں سے [illegible] حاصلات [illegible]
کہ تمام وہ مال جسکی [illegible] میں نے وقف کی طرف سے اسکے واسطے ضمانت کی ہے [illegible]
اقرار کیا تو لیکن اسکے اسکو یہ اختیار نہ ہوگا کہ قرضخواہ مذکور کو وکالت سے خارج کرے شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا
کہ اس حیلہ میں ایک مانع کا اشتباہ ہے اسواسطے کہ اسنے کہا کہ وقف کنندہ نے یہ شرط لگائی ہے [illegible] اس وقف کی
حاصلات [illegible] اسکا اور اسکے عیال کا نفقہ دیا جاوے اور اسکے قرضوں کی ادائی میں [illegible]
کسی قدر وقف کا اپنے واسطے مستثنا کرلینا ہوا اور یہ امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک [illegible] جائز ہے [illegible] امام محمد رحمہ
[illegible] جائز نہیں [illegible] یہ بھی لکھنا چاہیے کہ اس قرضدار نے اقرار کیا کہ کسی قاضی نے اس وقف [illegible] حکم دیدیا
ہے تاکہ متفق علیہ ہو جاوے پھر اس حیلہ میں فرمایا کہ اس فلان یعنی قرضخواہ کے واسطے فلان یعنی وقف کنندہ پر اسقدر
مال قرضہ [illegible] اقرار [illegible] اسواسطے کہ وہ حق غیر کے متعلق [illegible] اقرار کرتا ہے پس
اقرار میں اسکی تصدیق کیجاویگی جیسے وارث نے اگر اپنے مورث پر قرضہ کا اقرار کیا تو اسوجہ سے صحیح ہوتا ہے کہ اسنے
تقدیم حق غیر کا اقرار کیا ہے اور صاحب قرضہ بنسبت وارث کے مقدم کیا جاتا ہے پس ایسا ہی اس صورت میں ہوگا
پھر اس حیلہ کے اقرار میں فرمایا کہ اسنے اس تمام مال کی بضمانت صحیحہ ضمانت کرلی تھی اور اسمیں بھی ایک طرح کا شبہ

کیونکہ ضمانت مذکورہ جبھی صحیح ہو گی کہ جب وقف کنندہ بحالت توانگری مر گیا ہو اور اگر بحالت مفلسی مرا ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسی ضمانت صحیح نہ ہو گی پس اسکے واسطے بھی حکم حاکم لاحق کرے تاکہ متفق علیہ ہو جاوے پھر اس حیلہ میں فرمایا کہ اس وقف کنندہ نے اس صدقہ کا متولی ہونا اس فلان یعنی قرضخواہ کے سپرد کیا اور یہ زمین اس فلان کے قبضہ میں دیدی - اور یہ اقرار بھی اس مقر کی طرف سے صحیح ہے اسواسطے کہ اُسنے اپنے ذاتی حق پر حق غیر کو مقدم کیا ہے پس اقرار صحیح ہو گا پھر تحریر کیا کہ اور جب یہ قرضخواہ اسقدر اپنا قرضہ کامل وصول کر چکے تو پھر اسکے واسطے اسکی ولایت کچھ نہ رہیگی - یہ بدین غرض تحریر کیا کہ تاکہ وہ اپنے قبضہ میں ہونے کی وجہ سے پھر اپنے استحقاق کا مدعی نہ ہو جاوے یہ ذخیرہ میں ہے -

بارھویں فصل

- شرکت کے بیان میں - زید و عمرو نے چاہا کہ باہم شرکت کریں اور ایک کے پاس مثلاً زید کے پاس سو دینار ہیں اور دوسرے عمرو کے پاس ہزار درم ہیں تو شرکت جائز ہے اگرچہ دونوں مال مختلط نہونگے اور یہ جواز اس وجہ سے ہوا کہ ہمارے علمائے ثلثہ کے نزدیک مختلط ہو جانا شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ کتاب الشرکت میں مذکور و معروف ہے پھر اگر دونوں مالوں میں سے کوئی مال قبل اسکے کہ خرید واقع ہووے ضائع ہو گیا تو اپنے مالک کا مال گیا اور یہ بھی معروف ہے پس اگر دونوں نے چاہا کہ قبل خرید واقع ہونے کے ہر دو مال میں سے کسی مال کے ضائع ہونے کی صورت میں نقصان دونوں کے حق میں عائد ہو تو اسکا حیلہ کیا ہے تو امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دیناروں کا ایک اپنے نصف دینار درموں والے کے ہاتھ اُسکے نصف درموں کے عوض فروخت کر دے پس دونوں مال دونوں کے درمیان مشترک ہو جاوینگے پھر اسکے بعد دونوں عقد شرکت قرار دیں جس طرح آنکی باہمی قرار داد ہو - اور اگر ایک شریک کے پاس متاع اور دوسرے کے پاس مال نقد ہو اور دونوں نے شرکت چاہی تو یہ شرکت بعروض ہو گی اور یہ جائز نہیں ہے اور امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ متاع والا اپنی نصف متاع کو مال نقد والے کے ہاتھ اسکے نصف مال نقد کے عوض فروخت کر دے پس مال و متاع دونوں میں مشترک ہو جاویگا پھر دونوں اپنی مراد کے موافق عقد شرکت قرار دینگے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف کا فرمانا کہ پھر دونوں اپنے ارادہ کے موافق عقد شرکت قرار دینگے یہ اس نقد کے حق میں ٹھیک ہے کہ اگر نقد کے حق میں ارادہ یہ کیا کہ نفع کمی و بیشی کے ساتھ شرط کریں تو جائز ہے اور اگر راس المال اس متاع کو قرار دیا تو نفع میں کمی و بیشی شرط کرنا جائز نہیں ہے بلکہ نفع بقدر راس المال کے ہوگا پس امام خصاف کا قول نقدی مال کے حق میں محمول کیا جائیگا نہ متاع کے حق میں یعنی انھوں نے اس قول سے حصہ نقد مراد لیا ہے نہ متاع - اور اگر دونوں کے پاس متاع ہو اور دونوں نے شرکت کرنی چاہی تو امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی نصف متاع کو بعوض دوسرے کی نصف متاع کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے پھر دونوں اپنے ارادہ کے موافق باہم عقد شرکت قرار دیں اور یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ ایک کی متاع کی قیمت دوسرے کی متاع کی قیمت کے برابر ہو اور اگر ایک کی متاع کی قیمت بہ نسبت دوسرے کے زائد ہو مثلاً ایک کی متاع کی قیمت چار ہزار درم ہوں اور دوسرے کی متاع کی قیمت ہزار درم ہوں تو کم قیمت والا اپنی متاع کے چار پانچویں حصے دوسرے کی متاع پانچویں حصے کے عوض فروخت کر دیگا پس تمام متاع ان دونوں کے درمیان پانچ حصوں پر مشترک

ہوگی اور جو کچھ نفع حاصل ہوگا وہ بھی دونون مین بقدر راس المال کے مشترک ہوگا - دو شخص زید و عمرو ہین سے زید کے پاس ہزار درم اور عمرو کے پاس دو ہزار درم ہین پس اگر دونون نے اس طرح شرکت چاہی کہ نفع دونون مین نصفا نصف اور گھٹی دونون پر نصفا نصف ہو تو یہ جائز نہین ہر اسواسطے کہ گھٹی بقدر راس المال کے ہوگی جیسا کتاب الشرکت مین معلوم ہو چکا ہر اور امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہر کہ عمرو اپنے ہزار درم زائد مین سے نصف یعنی پانچسو درم زید کو قرض دیدے تاکہ دونون کا راس المال برابر ہو جاوے پس ایسی حالت مین گھٹی کی اس طرح شرط کرنا روا ہو جائیگی - اسی طرح اگر ایک کے پاس مال ہو اور دوسرے کے پاس کچھ مال نہو اور دونون نے اس طرح شرکت چاہی کہ مال والے کے مال سے دونون کام کرین تو یہ جائز نہین ہر اور اسکا بھی یہی حیلہ ہر کہ مال والا اپنے مال مین سے کسی قدر مال دوسرے کو قرض دیدے تاکہ جائز ہو جاوے - اگر دو شریکون مین سے دوسرے کے غائب ہونے کی حالت مین ایک نے شرکت کو توڑنا چاہا تو جائز نہین ہر اور امام خصاف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اسکا یہ حیلہ ہر کہ جو شرکت توڑنا چاہتا ہر وہ غائب کے پاس کوئی ایلچی یا خط بھیجے کہ اسکو خبر کر دے کہ شریک نے شرکت توڑ دی یا کسی شخص کو وکیل کر دے کہ وہ جا کر شریک سے شرکت توڑ دے اور شیخ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ وکیل کو معزول کرنے اور غلام ماذون کو مجبور کرنے و مضاربت فسخ کرنے وغیرہ ہر عقد مین کہ لازم نہین ہوتا ہر یہی حیلہ ہر یہ محیط مین ہر

تیرھوین فصل - خرید فروخت کے بیان مین - ایک شخص کے پاس دار یا زمین ہر وہ چاہتا ہر کہ اسکو ایک مشتری کے ہاتھ فروخت کرے مگر وہ مشتری کے سپرد نہین کر سکتا ہر پس اسنے چاہا کہ ایسا حیلہ نکالے کہ اگر ممکن ہوا تو مشتری کو سپرد کر دیگا ورنہ مشتری کو اسکا ثمن واپس کر دیگا اور مشتری یہ نہ کر سکے کہ خواہ مخواہ بائع کو مبیع سپرد کرنے پر ماخوذ کرے تو اسکا حیلہ یہ ہر کہ مشتری اس امر کا اقرار کرے کہ بائع نے جسوقت اس زمین کو فروخت کیا ہر اسوقت یہ زمین ایک ظالم کے قبضہ مین تھی جسنے اسکو غصب کر لیا تھا اور وہ غصب کا اقرار کرتا ہر اور یہ مبیع بائع کے قبضہ مین ہر وجہ سے نتھی اور اس اپنے اقرار کے گواہ کر دے پھر بیعنامہ تحریر کیا جاوے اور اسمین مبیع پر قبضہ کرنے کا ذکر نہ کرے اور یہ تحریر کرے کہ بائع نے ثمن وصول پانے کا اقرار کیا پس اگر مبیع سپرد کرنے پر قادر ہوا تو اسکو مبیع سپرد کر دیگا ورنہ مشتری کو اسکا ثمن واپس دیگا اور یہ اس صورت مین ہر کہ غصب کرنے والا غصب کا مقر ہو اور اگر غاصب غصب کا مقر نہو بلکہ منکر ہو تو اسی مقام پر ذکر کیا کہ بیع باطل ہوگی اور اسکو بھاگے ہوئے غلام کی بیع پر قیاس کیا ہر پھر خصاف رحمہ اللہ نے اس حیلہ کی تعلیم مین فرمایا کہ مشتری اقرار کرے کہ یہ زمین مبیعہ ایسے غاصب کے قبضہ مین تھی جو اسکے غصب کرنے کا اقرار کرتا ہر اور یہ اسوجہ سے کہ اگر مشتری نے ایسا اقرار نہ کیا تو شاید وہ بائع سے اس مبیع کے سپرد کر دینے کا مطالبہ کرے اور قاضی سے درخواست کرے کہ یہ قید کیا جاوے تو قاضی اسکو قید کریگا اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ مشتری نے ایسا اقرار کیا کہ اسنے زمین مغصوبہ خریدی ہر تو قاضی اسکے بائع کو قید نہ کریگا اسواسطے کہ مشتری کی طرف سے قبضہ کرنے مین تاخیر دینا تا وقت امکان تسلیم ثابت ہوا پھر فرمایا کہ بائع اسکے اقرار پر گواہ کر لے تاکہ بوقت انکار مشتری گواہون کے ذریعہ سے قاضی کے سامنے بائع پر اسکو ثابت کر سکے یہ ذخیرہ مین ہر - زید نے چاہا کہ عمرو سے اسکا دار خرید کرے مگر اسکو اطمینان نہین ہر کہ شاید

عمرو نے اس بیع سے پہلے اس دار مین کوئی اور معاملہ کر رکھا ہو یعنے مثلاً پہلے کے ہاتھ بیع وغیرہ کر چکا ہو پس زید نے چاہا کہ یہ شرط کرے کہ اگر یہ دار مبیعہ اُسکے پاس سے استحقاق مین لے لیا گیا تو وہ بائع سے اپنے ثمن کا دوچند واپس کریگا اور یہ اُسکو حلال بھی ہو تو اُسکا حیلہ کیا ہے تو فرمایا کہ عمرو کے ہاتھ مشتری اپنا ایک کپڑا مثلاً سو دینار کو فروخت کرے پھر اُس سے دار مذکور کو بعوض سو دینار کے خرید ے اور اُسکو اور سو دینار کو جو جامہ مذکورہ کا ثمن ہے اُسکو دیدے پس دار کا ثمن دو سو دینار ہو جائیگا پس اگر دار مذکورہ استحقاق مین لیا گیا تو بائع سے دو سو دینار واپس لیگا اور یہ اُسکو حلال ہونگے اور دوسری صورت یہ ہے کہ دار کا خریدار اپنا ہزار درم کا کپڑا مالک دار کے ہاتھ بعوض دو ہزار درم کے فروخت کر اور کپڑا اُسکو دیدے پھر دار کا خریدار بائع دار سے اُسکا دار جو ہزار درم کا ہے دو ہزار درم کو خریدے اور دار پر قبضہ کر کے دونون مقاصہ[ف] کر لین کہ ہر ایک پر جو دوسرے کا واجب ہوا ہے اُسکا قصاص کر لین پس جب دونون نے ایسا کیا پھر کسی نے گواہون سے دار پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو دار کا خریدار اُسکے بائع سے دو ہزار درم واپس لیگا حالانکہ جسکے عوض اُسکو دار حاصل ہوا ہے یہ اُسکا دوچند ہے اور امام محمد رح نے یہ مسئلہ کتاب الاصل کی حیل مین ذکر کر کے فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ بائع دار مشتری کے ہاتھ اپنا دار بعوض ہزار درم کے فروخت کرے پھر پورے ثمن کے عوض مشتری ایک کپڑا پانچ سو درم قیمت کا بائع کے ہاتھ فروخت کرے اور بائع دار اسپر قبضہ کر لے پھر بائع دار اس کپڑے کو مشتری مذکور کے ہاتھ پانچ سو درم کے عوض فروخت کر دے پھر اگر دار مذکور استحقاق مین لیا گیا تو مشتری اپنے بائع سے اپنے دیے ہوے درمون کا دوچند واپس لیگا کیونکہ اُسنے بائع کو دراصل فقط پانچ سو درم دیے ہین اور وقت استحقاق کے اس سے ہزار درم واپس لیگا اور یہ اُسکو حلال ہونگے - ایک شخص نے چاہا کہ اپنا دار یا باندی یا کوئی دوسری چیز فروخت کرے اور چاہتا ہے کہ اُسکے ہر عیب سے بریت کر لے الا چوری یا جزیہ سے ولیکن بائع کو اطمینان نہین ہے کہ شاید مشتری اُسکو واپس دے اور کہے کہ عیب کا نام نہین لیا اور اُسپر ہاتھ نہین رکھا اور ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو تمام عیوب سے بریت کا قائل نہین ہے جبتک کہ بریت کے وقت اُسپر ہاتھ نہ رکھے اور بیان نہ کرے تو اسکا حیلہ کیا ہے تو جاننا چاہیے کہ اگر کسی نے کوئی غلام وغیرہ فروخت کیا اور اُسکے عیوب سے بریت کر لی تو یہ جائز ہے اور اُسکے سب عیوب سے بری ہو جائیگا اگرچہ اُسنے عیوب کا نام نہ لیا ہو اور بعضے لوگون نے کہا کہ جبتک عیوب بیان نکرے تب تک جائز نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ عیوب کے بیان کرنے کے باوجود یہ بھی شرط ہے کہ عیب کی جگہ پر ہاتھ رکھکر یون کہے کہ مین اس عیب سے بری ہوتا ہون جسکو مین نے بیان کیا اور اُسپر اپنا ہاتھ رکھدیا ہے اور بدون اُسکے بریت صحیح نہین ہے اور یہی ابن ابی لیلی کا قول ہے پس اگر اُسنے عیوب کو بیان نکیا اور عیب کی جگہ ہاتھ نہ رکھا تاکہ اُسکو عیبون کے نامون سے اطلاع نہو یا تمام عیوب جو مبیع مین ہین اُسکو معلوم نہون اور اُسکو خوف ہوا کہ شاید مشتری اسکا مرافعہ ایسے قاضی کے پاس کرے جو بدون بیان عیوب و بدون محل عیب پر ہاتھ رکھنے کے بریت کر لینا صحیح نہین جانتا ہے اور اُسنے اس امر کا حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مبیع کا مالک کسی مرد مسافر کو حکم کرے کہ وہ اس مبیع کو مشتری کے ہاتھ فروخت کرے بدین شرط کہ مالک مبیع مشتری کے واسطے اسکے ہر طرح کے درک کا اور چوری و جزیہ کا ضامن ہے پھر مرد مسافر بعد بیع کرنے کے جہان چاہے چلا جاوے پس بائع کو وثوق حاصل ہو جائیگا اسواسطے کہ اگر مشتری نے سوائے چوری و جزیہ کے کوئی عیب پایا تو واپس کرنے کے واسطے وہ مالک عین سے خصومت

[ف] مقاصہ یعنی بدلہ ... بایں طور کہ ادا کیا ... ۱۲
ع ضمان ... کہ بیان کیا ... بیع ... مفصل ...

اور غلام وغیرہ کہ اگر کوئی بات ایسی پیش آئے کہ مبیع اُسکو نہیں رہ سکتی تو ثمن حاصل کرنا ضامن کے ذمہ ہو ۱۲

نہین کر سکتا ہو اسواسطے کہ عقد بیع کے حقوق بجانب عاقد راجع ہونگے اور مالک مین اسکا عاقد نہین ہو بلکہ عاقد
مرد مسافر ہو اس کا پتا نہین معلوم ہو اور ایسا ہی امام محمد رح نے اس حیلہ کو حیل الاصل مین بنابر روایت ابو حفص ذکر
فرمایا ہو اور ابو سلیمان کی روایت مین اس طرح ہو کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ اسکا حیلہ ہو کہ مالک باندی کسی مرد مسافر کو
جسنے بائع سے یہ باندی خریدی ہو حکم کرے کہ اسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کر دے بدین شرط کہ باندی کا مولی ہر طرح
کے درک دزدی و جزیہ کا خاصۃً مشتری کے واسطے ضامن ہو پھر مرد مسافر غائب ہو جاوے پس اگر مشتری نے
ان دونون عیبون کے سوائے اسمین کوئی عیب پایا تو وہ مشتری اول یعنی مرد مسافر کو واپس نہین کر سکتا ہو اسواسطے
کہ وہ غائب ہو اور مشتری اول کے بائع کو بھی واپس نہین دے سکتا ہو اسواسطے کہ مشتری نے اُس سے نہین خریدا
ہو پس بائع کا مقصود حاصل ہو جائیگا۔ اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جس طرح روایت ابو سلیمان مین مذکور ہو وہ مولائے
باندی کے حق مین زیادہ مضبوطی کے ساتھ ہو اسواسطے کہ روایت ابو حفص کے موافق اگر اُسکو وکیل کرکے فروخت
کرا دے تو حقوق عقد اگرچہ ہمارے نزدیک وکیل کیجانب راجع ہوتے ہین لیکن بعضے علماء کے نزدیک موکل کیجانب
راجع ہوتے ہین پس شاید مشتری ایسے قاضی کے حضور مین مرافعہ کرے جو ایسی صورت مین موکل کو واپس دینا جائز سمجھتا
ہو پس مالک مبیع کا مقصود حاصل نہوگا۔ ایک شخص نے چاہا کہ اپنی باندی کو ایک شخص کے ہاتھ بطور بیع نسمہ فروخت کرے
مگر بائع کو یہ خوف ہوا کہ شاید مشتری اُسکو آزاد نہ کرے اور اگر بائع بذمہ مشتری اس بیع مین یہ شرط کرتا ہو کہ اسکو آزاد
کرے تو بیع فاسد ہوئی جاتی ہو تو اسکا کیا حیلہ ہو سو فرمایا کہ بائع اس مشتری سے یون کہے کہ تو اسقدر اس امر کے گواہ
کر لے کہ اگر تو اس باندی کو خریدے تو یہ آزاد ہو پس اگر مشتری نے ایسا کیا تو خریدنے کے بعد مشتری کی طرف سے آزاد
ہو جائیگی اور یہ جائز ہو اسواسطے کہ آزادی کو بجانب خرید مضاف کیا ہے ہمارے نزدیک جائز ہو۔ اور اگر مشتری نے کہا
کہ یہ امر مجھے گران گذرتا ہو کہ مین اسکو اپنے حین حیات آزاد کر دون بلکہ مجھے یہ ضرورت ہو کہ وہ میری خدمت کرے مگر
مین اسکو فروخت نکرونگا پس بائع نے اسکے واسطے بھی مضبوطی چاہی تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مشتری یون کہے کہ اگر مین اسکو
خریدون تو یہ میری موت کے بعد آزاد ہو یا یون کہے کہ اگر مین اسکو خرید کرون تو یہ مدبرہ ہو پس اگر اسکو مشتری نے اس
کہنے کے بعد خرید کیا تو یہ مدبرہ ہو جائیگی پس زندگی بھر اس سے خدمت لے اور اسکو فروخت نہین کر سکتا ہو اسواسطے کہ
مدبر کی بیع بدون حکم قاضی کے جائز نہین ہوتی ہو پس بائع و مشتری دونون کا مطلب حاصل ہو جائیگا۔ زید نے عمرو کی
زمین غصب کر لی اور اسکو واپس دینے سے انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ اسکو میرے ہاتھ فروخت کر دے مگر پوشیدہ یہ
کہتا ہو اور علانیہ اس سے انکار کرتا ہو پس عمرو کو منظور ہوا کہ اس سے کسی حیلہ سے اپنی زمین نکالے پس عمرو کو چاہیے
کہ کسی معتمد آدمی کے ہاتھ خفیہ یہ زمین فروخت کر کے اسپر گواہ کر لے پھر اسکو غاصب کے ہاتھ فروخت کرے اور
دونون بیع مین زیادہ مدت قرار دے جو اسقدر ہو کہ دونون بیع کی تاریخ گواہون پر مشتبہ نہووے پس جب ایسا کریگا
تو مشتری اول اگر اپنے گواہ قائم کریگا کہ میرا خریدنا اس سے پہلے واقع ہوا ہو پس وہ غاصب سے لے لیگا اور ایسے
مغصوب کی خرید مین جسکا غاصب منکر ہووے دو روایتین مختلف ہین منجملہ دونون کے روایت نادر کے موافق
جائز ہو پس روایت نادر مذکورہ کے موافق اس صورت مین بھی یہ حیلہ ہو سکتا ہو۔ اور اگر کوئی باندی خریدے تو
لازم ہو کہ اسکا استبراء کر لے یعنی حیض مقررہ کے ساتھ معلوم کرے کہ اسکو حمل نہین ہو۔ اور امام ابو یوسف رح کے

نزدیک اس استبراء کے ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے اور امام محمد رح اسکو جائز نہین فرماتے ہین اور مختار یہ ہے کہ جس صورت مین معلوم ہو کہ بائع نے اُس باندی سے اس طہر مین جماع نہین کیا ہے تو امام ابو یوسف رح کا قول لیوے اور جس صورت مین معلوم ہو کہ بائع نے اُس سے اس طہر مین قربت کی ہے تو امام محمد رح کا قول لیوے یعنی امام ابو یوسف رح کے قول کے موافق حیلہ نکرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ جبکہ مشتری کے نکاح مین کوئی حرّہ عورت نہو تو قبل خریدنے کے اُس سے نکاح کرے پھر اسکو خرید لے اور اگر اُسکے نکاح مین کوئی آزادہ عورت ہو تو حیلہ یہ ہے کہ بائع یا قبضہ سے پہلے مشتری اُسکا نکاح کسی ثقہ کے ساتھ کردے پھر اُسکو خرید کر اُسپر قبضہ کرلے پھر شوہر مذکور اُسکو طلاق دیدے پس استبراء ساقط ہوگا اسواسطے کہ وجوب کا سبب کیوقت یعنی ملک موکد بقبضہ حاصل کرنے کے وقت جب کہ اُسکی فرج اُسکو حلال نہ تھی تو اُسکا استبراء اُسپر واجب نہوا اگرچہ اسکے بعد حلال ہوگئی کیونکہ معتبر یہی وقت ہے جسوقت سبب پایا گیا ہے جیسا کہ غیر کے معتدہ ہونے کی صورت مین ہے یہ ہدایہ مین ہے- ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور چاہا کہ اُسپر اُسکا استبراء کرانا لازم نہ آوے تو اسکا کیا حیلہ ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ بائع اُسکو کسی معتمد ثقہ کے ساتھ بیاہ دے جسکے نکاح مین کوئی عورت آزاد نہو پھر اُسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کرے پس اُسپر مشتری قبضہ کرلے پھر اُسکا شوہر اُسکے ساتھ دخول کرنے سے پہلے اُسکو طلاق دیدے پس مشتری کے ذمہ استبراء واجب نہوگا اسواسطے کہ استبراء واجب ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ ملک وطی بملک یمین حاصل کرنے کے حاصل کرے خواہ بذریعہ خرید کے یا اور کسی سبب سے ملک یمین حاصل کرے پھر خریدنے کے وقت اُس باندی کی فرج اُسکو حرام تھی پس اس حالت مین اُسپر اسکا استبراء کرانا واجب نہ تھا پس اسکے بعد بھی واجب نہوگا لیکن یہ شرط ہے کہ اُسکے مولی نے جسنے اُسکا نکاح کر دیا ہے پہلے ایک حیض سے اُسکا استبراء کرا کے تب نکاح کیا ہو کیونکہ اگر اُسنے ایسا نکیا تو یہ لازم آویگا کہ ایک ہی طہر مین دو مردون نے ایک عورت سے اجتماع کیا- اور اسی طرح اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی پھر چاہا کہ کسی مرد سے اُسکا نکاح کردے تو چاہیے کہ ایک حیض سے استبراء کرادے پھر اُسکا نکاح کردے تاکہ دو حیضون کا اجتماع لازم نہ آوے ایسا ہی خصاف رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے اور جامع صغیر مین لکھا ہے کہ اگر بائع نے قبل اُسکا نکاح کر دینے کے اُسکے ساتھ وطی کی ہے پھر اُسکا نکاح کر دیا تو شوہر کو روا ہے کہ اُسکا استبراء کرانے سے پہلے اُس سے جماع کرے یہ امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے- اور امام محمد رح نے فرمایا کہ مجھے پسند نہین ہے کہ قبل استبراء کے اُسکے ساتھ وطی کرے پھر واضح ہو کہ خصاف رحمہ اللہ نے حیلہ مذکورہ مین یون فرمایا کہ مشتری اُسپر قبضہ کرے پھر شوہر اُسکو طلاق دیدے پس قبضہ کے بعد طلاق ہونا اسواسطے شرط کیا کہ اگر مشتری کے قبضہ سے پہلے اُسنے طلاق دیدی پھر مشتری نے قبضہ کیا تو مشتری پر استبراء واجب ہوگا چنانچہ امام محمد رح سے دو روایتون مین سے اصح روایت یہی ہے اسوجہ سے کہ قبضہ مشابہ عقد کے ہے اور اسی پر احکام کا دار مدار ہے خصوصاً ایسے احکام جنکی بنا احتیاط پر ہے پس اگر مشتری ایسی حالت مین اُسکو خریدے تو اُسپر استبراء واجب ہے پس جب ایسی حالت مین قبضہ کیا جو مشابہ عقد خرید کے ہے تو بھی استبراء لازم ہوا لہذا بعد قبضہ کرنے کے طلاق شرط کیا گیا- اور بیوع الاصل مین لکھا ہے کہ اگر شوہردار باندی خریدی حالانکہ شوہر نے اُسکے ساتھ دخول نہین کیا ہے پھر قبل قبضہ مشتری کے شوہر نے اُسکو طلاق دیدی- تو مشتری پر لازم ہے کہ ایک حیض سے اُسکا استبراء کرادے اور حیل الاصل مین لکھا ہے کہ مشتری پر استبراء واجب نہین ہے پس روایت حیل مین وقت خرید کا اعتبار کیا کہ اُسوقت باندی مذکور مشغول بحق غیر تھی اور روایت بیوع مین قبضہ کا وقت

اعتبار کیا کہ اُسوقت وہ حق غیر سے فارغ تھی اور یہی صحیح ہے پس اگر بائع نے بیع سے پہلے اُسکا نکاح کر دینے سے انکار کیا
تو کیا حیلہ ہے تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ مشتری اُسکو خرید کر کے ثمن دیدے اور باندی پر قبضہ نکرے ولیکن کسی معتمد ثقہ کے ساتھ
جسکے نکاح مین عورت آزاد نہو اُسکا نکاح کر دے پھر نکاح کر دینے کے بعد اُسپر قبضہ کرے پھر بعد قبضہ مشتری کے شوہر
مذکور اُسکو طلاق دیدے تو مشتری پر استبراء واجب نہوگا اسواسطے کہ جسوقت اُسکی ملک یمین متاکد ہوئی ہے اُسوقت اسکی فرج
اس مشتری پر حرام تھی اور جسوقت حلال ہوئی ہے اُسوقت کوئی ملک جدید حادث نہین ہوئی پس استبراء واجب نہوگا لیکن ہمارے
مشائخ نے فرمایا ہے کہ امام محمد رح سے دو روایتون مین سے ایک روایت کے موافق ایسی صورت مین مشتری پر استبراء واجب
ہے اسواسطے کہ جسوقت اُسنے باندی مذکور کو خریدا ہے اُسوقت حکما اُسپر استبراء واجب ہوا تھا کیونکہ ملک حادث ہوئی تھی
پس یہ استبراء واجب اس سبب سے پیچھے اُسکا نکاح کر دینے سے ساقط ہوگا اور جب شوہر نے اُسکو طلاق دی تو استبراء
واجب ہوگا لیکن اگر بعد نکاح کے قبل طلاق کے مشتری کے پاس اُسکو ایک حیض آ گیا ہو تو ایسی صورت مین بالاتفاق
استبراء واجب نہوگا اسواسطے کہ استبراء ایک دفعہ ہو چکا ہے۔ پھر اگر مشتری کو یہ خوف ہوا کہ شاید شوہر اُسکو طلاق نہ دے تو اسکا
کیا حیلہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ اُسکا نکاح اس شوہر کے ساتھ اس شرط سے کرے کہ اس باندی کا امر طلاق بعد اسکے نکاح کر دینے
کے اس شوہر کے ساتھ اُسکے مولی کے ہاتھ مین ہے جب چاہے اُسکو طلاق دیدے پس جب اس شرط سے اس مرد کے ساتھ
اُسکا نکاح کر دیا تو اُسکے طلاق کا اختیار اُسکے مولی کے قبضہ مین رہیگا اور واضح ہو کہ جب چاہے اُسکو طلاق دیدے
اُسکو اختیار ہے یہ شرط اسواسطے کی ہے کہ اگر اُسنے یہ کہا کہ جب چاہے تو صرف اختیار مذکور اسی مجلس تک رہیگا جیسا کہ
اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پس شاید ایسا اتفاق پیش آوے کہ اُسی مجلس مین وہ طلاق نہ لیسکیگا تو اختیار مذکور اسکے
ہاتھ سے نکل جائیگا اسواسطے یہ لفظ اختیار کیا تاکہ یہ خرابی پیش نہ آوے اور جب چاہے طلاق دلیسکے اور اگر مشتری نے
خود اس باندی سے نکاح کر لیا پھر اسکے بعد اُسکو خریدا اور قبضہ کر لیا تو اُسپر باندی مذکور کا استبراء لازم نہ آویگا اسواسطے
کہ نکاح کی وجہ سے اُسکو باندی کے تحت مین لانے کا استحقاق حاصل ہوا اور جب اُسکو خریدا ہے تب وہ اُسکے فراش کے استحقاق
مین تھی اور فراش کا استحقاق اُسپر ثابت ہونا اُس کے رحم کی نطفہ غیر سے بری ہونے کی شرعاً دلیل ہے۔ یہ ذخیرہ مین ہے

چودھوین فصل ۔ ہبہ کے بیان مین۔ ایک عورت حاملہ نے چاہا کہ اپنے شوہر کو اپنا مہر اس شرط سے ہبہ کر دے کہ
اگر ولادت مین مرجاوے تو شوہر اُسکے مہر سے بری ہوا اور اگر زندہ رہے اور بچہ جننے سے صحیح سالم بچ جاوے تو اُسکا مہر
اُسکے شوہر پر عود کرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ شوہر سے ایک کپڑا بہت کم قیمت بعوض اپنے مہر کے جو شوہر پر ہے خرید کے
اور عورت مذکورہ اُسکو نہ دیکھے پھر اگر وہ اپنے بچہ جننے مین مرگئی تو اُسکا شوہر اُسکے مہر سے بری ہو گیا اور اگر صحیح و سالم رہی
تو اُسکو اس کپڑے کے دیکھنے سے
تو بخیار رویت یہ کپڑا اپنے شوہر کو واپس کر دے پس اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کریگا۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ اسی طرح اگر ایک
قرضخواہ نے جسکا دوسرے پر قرضہ آتا ہے غائب ہونا یعنی سفر کو جانا چاہا اور اُسکو منظور ہے کہ اگر اپنے سفر سے واپس آوے تو
اُسکا قرضدار قرضہ سے بری ہو جاوے اور اگر واپس آوے تو قرضہ بحال خود اُسپر عود کرے اور وہ قرضدار رہے وصول کر سکے
تو اسکا بھی یہی حیلہ ہے کہ قرضدار سے بعوض قرضہ کے کوئی چیز خریدے اور اُسکو کسی عادل کے قبضہ مین رہنے دے پس اگر واپس
آوے تو بخیار رویت اپنے بائع کو واپس دے پس اُسپر قرضہ بحال خود عود کریگا اور اگر مرگیا تو بیع مذکور لازم ہو جاویگی اور
قرضدار مذکور اُسکے قرضہ سے اسقدر قلیل قیمت کے کپڑے کو فروخت کر کے بری ہو جائیگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا

کہ یہ صورت حیلہ جبھی ٹھیک پڑیگی کہ جب وہ کپڑا اپنے حال پر باقی رہے تو اُسکو واپس کرسکتی ہے اسواسطے کہ خیار رویت کے واسطے کوئی مدت مقررہ نہین ہو اور اس خیار کی وجہ سے واپس کرنے سے خرید فروخت مذکور جڑ سے فسخ ہوجائیگی پس مہر اُسپر عود کریگا جیساکہ پہلے واجب تھا لیکن اسمین یہ خدشہ ہو کہ شاید کپڑا اُسکے پاس عیب دار ہوجاوے یا تلف ہوجاوے تو پھر اُسکو واپس نکرسکیگی تو اسکی راہ یہ ہو کہ کپڑے کو خرید لے اور اسپر گواہ کرلے بدون اسکے کہ اسکو شوہر سے لیکر اپنے قبضہ مین لاوے تاکہ حبّ لادت مین صحیح سالم بچ جاوے تو کسی وجہ سے اُسکو واپس کرنا متعذر نہو۔ زید نے اپنی جورو سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج کے روز مجھے ہبہ نکردے تو تجھپر تین طلاق ہین پس عورت مذکورہ نے اپنے باپ سے اسکا مشورہ لیا پس اُسکے باپ نے کہا کہ اگر تو نے اپنا مہر اُسکو ہبہ کیا تو تیری ماں کو تین طلاق ہین تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ عورت مذکورہ اُسی روز اپنے شوہر سے ایک چیز کسی کپڑے وغیرہ مین لپٹی ہوئی بعوض اپنے مہر کے خریدے اور شوہر سے لیکر اس چیز پر قبضہ کرلے پھر جب یہ روز گذر جاوے تو قسم کا وقت گذر گیا اور ایسی حالت مین گذرا کہ شوہر کے ذمہ اُسکا مہر کچھ نہ تھا پس قسم ساقط ہوجائیگی اور زید حانث نہوگا کہ اُسنے ہبہ نکیا پھر اس خریدی ہوئی چیز کو کھولے اور خیار رویت کے حکم سے واپس کردے پس اُسکا مہر اُسکے شوہر پر عود کریگا۔ اور اُسکی ماں پر بھی طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اُسنے اپنا مہر ہبہ نہین کیا یہ محیط مین ہو۔

پندرھوین فصل - معاملہ کے بیان مین - زید نے عمرو سے مثلاً آٹھ سو درم طلب کیے اور عمرو نے انکار کیا لیکن اسطور سے دینا منظور کیا کہ اُسکو دو سو درم نفع حاصل ہو پس عمرو نے چاہا کہ زید کے ہاتھ کوئی چیز بعوض ہزار درم کے ایکسال کے وعدہ پر فروخت کرے پھر اُس سے یہی چیز بعوض آٹھ سو درم کے خرید کرکے فی الحال اسکا ثمن ادا کردے پس زید کو آٹھ سو درم حاصل ہوجاوینگے اور عمرو کے زید پر ہزار درم قرضہ رہینگے پس دونون کا مقصود حاصل ہوجائیگا تو ہم کہتے ہین کہ یہ جائز نہین ہو اسواسطے کہ ایسی صورت مین عمرو نے جو چیز زید کے ہاتھ فروخت کردی تھی اُسی چیز کو جو اپنے حال پر باقی ہو زید سے قبل زید کے اُسکے دام ادا کرنے کے بعوض کم داموں کے خریدنے والا ہوا جاتا ہو اور یہ جائز نہین ہو جیساکہ کتاب البیوع مین خوب معلوم ہوچکا ہو۔ پھر اگر دونون نے اسکا حیلہ طلب کیا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ زید اس چیز مین خفیف نقصان کردے پھر عمرو کے ہاتھ اسکو بعوض آٹھ سو درم کے فروخت کردے پس ثمن کی کمی بمقابلہ اُس نقصان جزو کے ہوگی جو مشتری کے پاس سے جاتا رہا ہو پس بیع جائز ہوجائیگی اگرچہ یہ جزو قلیل ہو کیونکہ جزو قلیل کے مقابلہ مین ثمن کثیر ہونا جائز ہوسکتا ہو ایساہی امام خصاف رحمہ نے اس حیلہ کو بیان فرمایا ہو اور یہ امر خصاف رحمہ کی طرف سے ایک طرح کی آسانی کردینی ہو کہ انھون نے جزو قلیل کے مقابلہ مین بہت سا ثمن قرار دیا ہو اور ایسا اسوجہ سے کیا کہ جو چیز فروخت کی ہو اُسکا ثمن وصول پانے سے پہلے اُسکو کم داموں پر خریدنے مین علما کا اختلاف ہو کہ یہ جائز ہو یا نہین جائز ہو پھر جب ادنی سی علت پائی گئی کہ مشتری کے نزدیک اسکا کوئی جزو جاتا رہا ہو تو اسی پر حکم کی بنیاد قرار دی اور اسی پر تکیہ کیا۔ اور دوسرا حیلہ یہ ہو کہ مشتری اس متاع مین سے تھوڑا سا جزو رکھ لے اور باقی کو خرید کردہ داموں پر فروخت کردے اور یہ جائز ہو اور نقصان ثمن بمقابلہ اُس جزو کے قرار دیا جائیگا جو مشتری کے پاس رکھ لیا گیا ہو - اور اگر مبیع ایسی چیز ہو جسکا عیب دار کردینا ممکن نہو یا اُسمین سے کوئی جزو رکھ چھوڑنا ناممکن ہو مثلاً مبیع ایک معین ہو یا ایک غلام ہو یا ایک گھوڑا ہو تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ بائع اس چیز کے ساتھ کوئی کم قدر چیز ملاکر فروخت کردے پھر مشتری یہ

کم قدر چیز کو لے اور متاع مذکور کو بائع کے ہاتھ کم داموں پر فروخت کر دے اور نقصان ثمن بمقابلہ اس کم قدر چیز کے ہوگا پس بیع مذکور جائز ہوگی اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ مشتری تمام اس چیز کو جو اُسنے خریدی ہے بائع کے فرزند کو ہبہ کر دے یا کسی معتمد علیہ کو ہبہ کر دے اور موہوب لہ اسکو بائع کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد فروخت کر دے اور جس ثمن کو مشتری نے خریدی تھی اُس سے کم پر فروخت کرے پس بیع جائز ہو جائیگی اسواسطے کہ عقد کنندہ مختلف ہو گیا اور ملک بھی مختلف ہو گئی پس ایسا نہ ہوا کہ بیچی ہوئی چیز کا کم داموں پر خریدنے کا پہلا فصل ہی ہو گا یہ محیط میں ہے

سولھوین **فصل** مداینات کے بیان مین - زید کا عمرو پر کچھ مال آتا ہے اور اسکے گواہ نہیں ہیں پس عمرو نے اُسکے اسقدر مال اپنے اوپر ہونے کا اقرار کرنے سے انکار کیا لیکن یہ کہا کہ اگر میعاد دے مثلاً سال دو سال کی دیدے تو اقرار کرتا ہون یا مجھے کسی قدر مال سے لینے پر صلح کر لے اور زید نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے جس سے وہ اس مال کا مقر ہو جاوے اور مہلت دینا اور صلح کرنا جائز ہو جاوے تو جاننا چاہئے کہ اگر قرضدار نے قرضخواہ سے کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نکرونگا یہانتک کہ تو مجھے میعاد دیدے یا تیرے واسطے اقرار نکرونگا یہانتک کہ تو مجھسے صلح کر لے یا تیرے واسطے اقرار نکرونگا یہانتک کہ جسقدر تو دعوی کرتا ہے اُس سے کچھ ساقط کر دے پس آیا ایسا اقرار اسکی طرف سے اقرار مال ہے یا نہیں ہے سو بعضے علماء کے نزدیک اقرار مال ہے پس بنا برین قرضخواہ کو کسی حیلہ کی احتیاج نہیں ہے اور امام محمد رحنے اس مسئلہ کو کتاب الاقرار مین ذکر کر کے فرمایا کہ یہ اقرار نہوگا پھر اگر قرضخواہ نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے وہ بالاتفاق مقر ہو جاوے اور قرضخواہ کا مہلت دینا اور صلح کرنا صحیح ہو نے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ قرضخواہ مثلاً زید کسی اپنے معتمد علیہ مثلاً خالد کے واسطے اس مال کا اقرار کر دے اور اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر دے کہ اس قرضہ میں میرا نام عاریتی ہے در اصل یہ مال اس خالد کا ہے پھر اس خالد کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل کر دے جس طرح ہمنے سابق مین بیان کیا ہے پھر خالد مذکور قاضی کے پاس حاضر ہو اور زید کو بھی ساتھ لیجاوے اور کہے کہ عمرو پر میرا مال اس زید کے نام سے اس اس قدر ہے پھر جب زید نے قاضی کے حضور مین اسکا اقرار کر لیا تو خالد بعد اسکے قاضی سے کہے کہ اس زید کو اس مال کے وصول کرنے سے منع کر دے اور اس امر سے بھی ممانعت فرما دے کہ پاس مال مین کوئی تصرف جدید نکرنے پاوے یا اسکو اس معاملہ میں مجبور فرما دے اور یہ درخواست اسواسطے کرنی پڑی کہ زید ہی اسکے وصول کرنے کا اختیار رکھتا ہے چنانچہ اسکے بعد انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا پس اسکے مجبور و ممنوع کرانے کی ضرورت ہوئی ہے کہ قاضی اسکو مجبور کر دے پس جب اُسنے قاضی سے اس امر کی درخواست کی تو قاضی اسکو مجبور کر دیگا اور اسکو وصول کرنے سے منع کر دیگا اور ہر قسم کے تصرف سے منع کر دیگا پھر زید مذکور اسکے بعد عمرو قرضدار کے پاس آوے اور اُس سے صلح کر لے یا اسکو مہلت دیدے حتی کہ وہ اس قرضہ کا مقر ہو جاوے اور گواہ لوگ سُن لین پھر جب اُس کے قرضہ کا اقرار کر لے پھر خالد مذکور قاضی کے حضور مین حاضر ہو کر اس ماجرے کے جو پہلے گذرا ہے گواہ قائم کرے اور زید کے ساتھ اسکا صلح کرنا یا مدت مہلت دینا سب باطل کرا کے اس مال کو فی الحال اُس سے لے لے اور یہ مسئلہ مبسوط مین نہیں پایا جاتا ہے بلکہ امام خصاف رحکیجانب سے مستفاد ہوا ہے اور ہمارے بعضے مشائخ رحنے فرمایا کہ اس حیلہ میں ایک طرح کا اعتراض ہے اور وہ یہ ہے کہ قاضی کو چاہئے تھا کہ زید کو مجبور نکرتا اسواسطے کہ زید کو مجبور کرنے مین عمرو کے حق کا ابطال ہے اسواسطے کہ زید کو عمرو قرضدار حق ادا کرنے اور اُسکے بری کرنے سے یا مہلت دینے سے مستحق بریت و تاجیل ہے پس اس حجر کے جائز ہونے مین مطلوب کے حق کا ابطال ہے اور قاضی ایسے موقع پر مجبور نہیں کرتا ہے۔ اور شاید خصاف رحنے اس حکم کو اس مسئلہ سے

قرضدار عمرو ۱۲ جواب اعتراض ۱۲ منہ

لیا ہی جسکو امام محمد رہ نے کتاب الحجر کے آخر مین ذکر کیا ہو کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو تصرف کی اجازت دی پھر جب اُسنے تصرف کیا اور لوگون سے لین دین قرض اُدھار کا معاملہ کیا تو وہ مفسد یعنی تباہ کار ہوگیا تو امام محمد رہ کے نزدیک محجور ہوجائیگا اگرچہ قاضی نے ہنوز اُسکو محجور نہ کیا ہو اور امام ابو یوسف رہ کے نزدیک بدون قاضی کے محجور کرنے کے محجور نہوگا اور جب قاضی نے اُسکو محجور کیا تو محجور ہو جائیگا اور قاضی کا محجور کرنا صحیح ہوگا حالانکہ ایسی صورت مین بھی اُسکا قرضدار اس محجور کو ادا کرنے اور اس محجور کے بری کرنے سے بری ہونا چاہیے پس اسکو محجور کرنے مین اُسکے مدیون کے حق کا ابطال ہو اور باوجود اسکے اسکو جائز رکھا ہی اور کتاب الحجر مین ایسی دلیلین بہت پائی جاتی ہین پس اس مقام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے ہی پھر خصاف رہ نے اسکے بعد فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ جسکے نام سے یہ مال ہو اُسکے اقرار کرنے کے بعد بھی اُسکو اختیار ہو کہ مال مذکور وصول کرے اور اُسکو مہلت دینا اور بری کرنا اور ہبہ کرنا اور ہر طرح کا تصرف جو کچھ کرے سب جائز ہو اور اس قول مین امام ابو حنیفہ رہ کی خصوصیت اسوجہ سے کی ہو کہ امام اعظم رہ محجور کرنے کو جائز نہین جانتے ہین پس جب اُنکے نزدیک محجور کرنا صحیح نہوا تو محجور کرنے کے بعد بھی ویسا ہی حال رہیگا جیسا محجور کرنے سے پہلے تھا اور قبل محجور کیے جانے کے اُس کے تصرفات اس قرضہ اقراری کی بابت جائز تھے اور کتاب الاقرار مین معلوم ہوچکا ہو کہ اگر کسی نے اقرار کیا کہ جو قرضہ اُسکا لوگون پر ہو وہ فلان شخص کا مال ہو تو اُسکا اقرار صحیح ہوگا اور وصول کرنے کا استحقاق اسی مقر کو ہوگا کیونکہ اس قرضہ کا معاملہ اسی مقر نے کیا ہو اور عقد معاملہ قرار دینے والے یعنی عاقد کو امام اعظم و امام محمد رہ کے نزدیک یہ اختیار ہوتا ہو کہ وہ مہلت دے اور بری کر دے اور مسئلہ معروف ہو۔ زید کا عمرو پر مال آتا ہو پھر عمرو نے چاہا کہ یہ مال جو زید کا اُسپر آتا ہو یہ تحویل ہوکر بکر کا ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ عمرو اس شخص بکر سے کہے کہ تو اپنا غلام یا کوئی متاع زید کے ہاتھ بعوض اُسکے اُس ہزار درم قرضہ کے جو زید کا مجھپر آتا ہو فروخت کر دے پس جب بکر اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو عمرو پر آتا ہو فروخت کر دیگا اور زید اس بیع کو بکر سے قبول کر لیگا تو قرضہ تحویل ہو جائیگا یعنی یہ قرضہ مذکورہ زید سے تحویل ہوکر بکر کے واسطے اس عمرو پر ہوجائیگا کیونکہ بیع کا تعلق اسی قرضہ سے ہوگا اسواسطے کہ دراہم و دینار عقد مین متعین نہین ہوتے ہین خواہ بطریق دین ہون یا بطریق عین ہون بلکہ تعلق عقد ایسے درم و دینار سے ہوں جو ذمہ ثابت ہوتے ہین پس ایسا ہوگیا کہ گویا اُسنے بکر سے یون کہا کہ اپنا غلام زید کے ہاتھ بعوض مثل اُس قرضہ کے جو زید کا مجھپر آتا ہو فروخت کر دے پھر اسکا ثمن اس قرضہ کے ساتھ جو اُسکا مجھپر آتا ہو قصاص کر دے اور یہ جائز ہی پس ایسی حالت مین یہ مال تحویل ہوکر بکر کے واسطے ہو جائیگا اور اس مسئلہ کو جامع صغیر مین ذکر کیا ہو اور اُسکے دو حیلہ ذکر فرمائے ہین ایک تو یہی ہی جو ہمنے بیان کیا اور دوسرا یہ ہو کہ قرضدار عمرو مذکور اس شخص بکر کو حکم کرے کہ زید سے اس قرضہ کے عوض جو اُسکا مجھپر آتا ہو اپنے اس غلام پر صلح کر لے پس جب اُسنے ایسا کیا تو جو مال عمرو پر ہو وہ اس بکر کے واسطے ہو جائیگا لیکن فرق یہ ہو کہ اس حیلہ صلح کی صورت مین غلام کی قیمت واپس لینے کا مستحق ہوگا اور اسکی وجہ یہ ہو کہ صلح کا وقوع اس غلام پر ہوا ہو بدل صلح پر نہین ہوا ہی کیونکہ صلح جب مضاف بعین ہوئی تو اُسکا تعلق بعین ہوتا ہی نہ بمثل جو دین ہو کہ ذمہ واجب ہوا اسی واسطے اگر دین پر صلح کی پھر دونون نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ اُسپر قرضہ نہ تھا تو صلح باطل ہو جاتی ہو اور جب صلح غلام پر واقع ہوئی تو ادائی قرضہ بعین غلام ہوئی پس قرضدار اُس ادا کرنے والے سے اُسکے غلام کا قرض لینے والا ہو گیا اور غلام کا قرضہ لینا اس غلام کی قیمت کو واجب کرتا ہو اور حیلہ بیع کی صورت مین عقد بیع متعلق بدین دین نہین ہوا بلکہ اُسکے مثل سے متعلق ہوا جو اُسکے ذمہ دین واجب ہوا

ہوجاوے اور وہ قرضخواہ ہوجاوے

اسیواسطے اگر طالب نے مطلوب سے اپنے قرضہ متدعویہ کے عوض کوئی چیز خریدی پھر دونوں نے بالاتفاق اقرار کیا کہ
اس مطلوب پر کچھ قرضہ نہ تھا تو بیع باطل ہوگی پس ہرگاہ یہ حالت ٹھہری تو مامور اپنے غلام کے ثمن سے اس قرضدار حکم دہندہ
کا قرضہ ادا کرنے والا ہو گیا گویا اُسنے غلام کو درمون کے عوض فروخت کرکے پھر اُسکے ثمن کو قرضہ مذکورہ کا جو مشتری کا
قرضدار حکم دہندہ پر تھا قصاص کر دیا پس جب ایسی حالت ہووے تو مامور مذکور اپنے حکم دہندہ سے اپنے غلام کا ثمن واپس
لیگا اور وہ مثل قرضہ کے ہے پس ایسا ہی بیان کیا ہے اور اگر قرضدار نے ایسا نچاہا بلکہ طالب نے ایسا چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ
قرضخواہ مالک غلام یا متاع سے اُسکا غلام یا متاع بعوض ہزار درم کے مطلقاً خرید لے اور یہ نکہے کہ بعوض ان ہزار
درم کے جو اُسکے فلان قرضدار پر ہیں اسواسطے کہ اگر ایسا کریگا تو لازم آئیگا کہ اُسنے قرضہ کا مالک ایسے شخص کو کیا جسپر قرضہ
نہین ہے یعنی سواے قرضدار کے دوسرے کو قرضہ کا مالک کر دیا اور یہ جائز نہین ہے پس وہ مطلقاً ہزار درم کے عوض خریدے
پھر بائع کو اس ثمن کی اُترائی اپنے قرضدار پر کرادے پس یہ قرضہ اس بائع کا ہو جائیگا پھر اگر قرضدار نے اس حوالہ کو قبول
نہ کیا تو آیا تمام ہوگا تو فرمایا کہ نہین اسواسطے کہ مطالبہ تقاضا کرنے مین لوگون کی عادتون مین فرق ہے کوئی سختی سے تقاضا
کرتا ہے اور کوئی آہستگی سے مطالبہ کرتا ہے اور مطالبہ کی تحویل و اُترائی غیر شخص پر بدون اُسکی رضامندی کے نہین
ہو سکتی ہے پس اگر اُسنے چاہا کہ ایسا کوئی حیلہ نکلے کہ بدون حوالہ کے یہ مال اس بائع کا ہو جاوے تو اُسکی صورت وہی ہے جو
ہمنے بیان کر دی کہ قرضخواہ مذکور اس قرضہ کا اقرار اس بائع کے واسطے کر دے اور بائع کو اُسکے وصول کرنے کا وکیل
کر دے جس طرح کہ ہمنے اوپر بیان کیا ہے پھر مالک غلام اُسکو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دے اور اگر بائع مقرلہ کو
یہ خوف ہوا کہ شاید یہ شخص مشتری مقر مجھکو اپنی وکالت سے معزول کر دے تو اسکی مضبوطی کی صورت حیلہ بھی سابق
مین ہمنے بیان کر دی ہے اور نیز بات یہ ہے کہ مقرلہ یعنی بائع نے اگر مقر کو اپنے غلام کے ثمن سے بری کر دیا تو اسکو کیسا
اطمینان ہو سکتا ہے کہ مقر اُس سے کہے کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے مین میرا وکیل ہے اور اُس سے اس امر پر قسم لے
تو کیونکر قسم کھا سکتا ہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ مقر سے اپنے واسطے اس قرضہ کے اقرار کا اقرارنامہ لکھوا لے جسکی صورت ہمنے پہلے بیان
کر دی ہے اور نیز اس تحریر مین یہ بھی لکھے کہ طالب یعنی مقر نے اقرار کیا کہ مین نے قاضیان اسلام مین سے ایک قاضی کے
سامنے اس مقرلہ پر یہ دعوی کیا تھا کہ تو اس قرضہ کے وصول کرنے مین میرا وکیل ہے اور مین نے اس سے قسم لی تھی پھر
اسکے بعد اس دعوی مین میرے اسپر قسم عائد نہین ہے پس جب اُسنے اسطور سے اقرار کر کے اقرارنامہ تحریر کر دیا تو پھر اس
مقر کے واسطے اس مقرلہ پر اور اس قرضدار پر اس مال کی بابت کوئی راہ نہوگی - زید کا عمرو پر مال آتا ہے پس عمرو نے زید سے
درخواست کی کہ فلان وقت معلوم تک مجھے اسکے ادا کرنے کی مہلت دے یا اسکی قسطین مقرر کر دے اور زید نے اسکو منظور کیا
مگر عمرو کو خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ زید اس اقرار سے پھر جاوے یا یہ کہ اس مال کا کسی شخص غیر کے واسطے اقرار کر دے جو پھر
مہلت دے یا قسطین مقرر کر دے پس بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی کے آدمی کا مہلت دینا یا قسطین مقرر کرنا
صحیح نہووے پس اگر اس نے ایسا حیلہ طلب کیا جس سے اسکا مہلت دینا یا قسطین مقرر کرنا بالاتفاق سب کے نزدیک
صحیح ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ طالب یعنی زید سے اقرار کرا دے کہ یہ مال جب سے کہ عمرو پر واجب ہوا
ہے تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہے کہ اسکی میعاد ادائی فلان مدت تک ہے اور اگر اس کی قسط
بندی چاہتا ہو تو اُس سے اقرار کرا دے کہ یہ مال جب سے واجب ہوا ہے تب سے اسی طور سے واجب ہوا ہے کہ اسکی میعاد

ادائی تا وقت فلان بطور قسط بندی ہے اور قسطون کی تعداد و وقت ادائی وغیرہ سب مفصل بیان کردے اور اسطرح تحریر کرانے کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے باہم اختلاف کیا ہے کہ جو شخص بیع کے واسطے وکیل ہو وہ بیع تمام ہو جانے کے بعد مہلت دینے یا قسط بندی کرنے کا مختار ہے یا نہیں ہے لیکن سب نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ اسکو یہ اختیار ہے کہ بیع کرتے وقت اُدھار میعادی ثمن یا ثمن قسط بندی کے ساتھ ادا کرنے کی شرط پر فروخت کرے۔ پس چاہیے کہ اُس سے اُسی طور سے اقرار کرا دے چنانچہ امام ابو یوسف رح نے فرمایا ہے کہ قرضہ مطلقاً ثابت ہونے کے بعد مہلت دینا و قسط مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رح نے یہ جائز رکھا ہے کہ دوسرے سے یہ اقرار کرے کہ یہ مال میعادی یا قسط بندی پر ادا کرنے کے ساتھ ہی واجب ہوا ہے اور یہ نظیر اس مسئلہ ذیل کی ہے کہ انھون نے فرمایا کہ اگر قرضہ کے دو قرضخواہ شریک ہون پس ایک قرضخواہ نے اپنے حصہ کیواسطے مہلت دینی چاہی اور دوسرے نے انکار کیا تو ایسی مہلت دینا بالکل جائز نہوگا۔ اور اگر دونون مین سے ایک نے کہا کہ یہ قرضہ جسوقت واجب ہوا ہے تبھی سے میعادی واجب ہوا ہے اور دوسرے نے اس سے انکار کیا تو مقر کے حصہ کے حق مین مہلت ثابت ہو جائیگی اسی طرح حد القذف کی صورت مین اگر حد قذف کسی تہمت لگانے والے پر واجب ہوئی پھر جسکو تہمت لگائی ہے اُس نے چاہا کہ اُسکو معاف کردے تو معاف کرنا کچھ کارآمد نہوگا اور اگر تہمت زدہ نے اس طرح اقرار کیا کہ مین اپنے دعوی مین مبطل تھا تو حد ساقط ہو جائیگی پس اس سے ظاہر ہوا کہ اگر کسی شخص نے کسی چیز کے سبب کا اقرار کیا تو اُسکا ثبوت اُسی طور سے ہوگا جس طرح اُسنے اقرار کیا ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے اقرار سے کسی سبب کے بدل ڈالنے کا جو ثابت ہو چکا ہے قصد کیا تو اُسکا اقرار کارآمد نہوگا پس ایسا ہی ہمارے اس مسئلہ مین ہے شمس الائمہ حلوائی رح نے فرمایا کہ یہ سب اُس صورت مین ہے کہ جب اُسنے ایسی مدت کا اقرار کیا جو لوگون مین متعارف ہے اور اگر اُسنے ایسی مدت کی مہلت کا اقرار کیا جو لوگون کے عرف و رواج کے خلاف ہے تو امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک اُسکا یہ اقرار صحیح نہوگا اور یہ مسئلہ کتاب الوکالۃ مین مذکور و معروف ہے کہ وکیل بیع نے اگر مبیع کو میعادی اُدھار فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہے چاہے جیسی میعاد قرار دی ہو اور صاحبین رح کے نزدیک ویسی ہی میعاد صحیح ہوگی جیسی لوگون مین رائج و معروف ہے اور نیز یہ بھی چاہیے کہ طالب اس مطلوب کیواسطے اس طرح ضمانت کرلے کہ اس مطلوب کو جو کچھ اس معاملہ مین درک پیش آوے اس طالب کیجانب یا سبب سے بطریق اقرار و تلجیہ و ہبہ و تملیک و توکیل کے یا کسی تصرف کیوجہ سے جو اُسنے اس مال مین اس طرح کیا ہو جس سے اس مطلوب کی مہلت میعادی جسکا وہ مستحق ہوا ہے باطل ہوتی ہو تو یہ طالب اسکا ضامن ہے کہ اس مطلوب کو اس سے خلاص کرائیگا جو کچھ اسپر لازم آئیگا وہ اس مطلوب کو واپس دیگا۔ پس اگر دونون نے اس طرح حیلہ کر لیا پھر ایک شخص ثالث آیا جسکے واسطے اس طالب نے اس مطلوب کو مہلت دینے سے پہلے اس مال کا اقرار کیا ہے پس اُسنے مطلوب سے مال کا مواخذہ کیا اور مہلت دینے مین اُسکی تکذیب کی تو امام ابو یوسف رح کے موافق مہلت ثابت نہوگی ولیکن مطلوب کو یہ استحقاق حاصل ہوگا کہ وہ طالب سے اس چیز کے واسطے جسکا وہ ضامن ہوا ہے رجوع کرے اسواسطے کہ اُسنے ضمانت کرلی تھی کہ جو کچھ اُسکو درک لاحق ہوگا اُسکا مین ضامن ہون پس اُسکو یہ درک لاحق ہوا پس مطلوب اُس سے رجوع کریگا پھر یا تو طالب اُسکو چھوڑائیگا یا جو کچھ اُسکے واسطے ضمانت کی ہے اسقدر مال اُسکو دیدیگا کہ وہ مطلوب پر تا میعاد مذکورہ و قسطہا ے مقررہ قرضہ رہیگا زید کا عمرو پر مال آتا ہے پھر عمرو مرگیا اور اُسکے وارث نے زید سے درخواست کی کہ تو اس مال کیواسطے فلان وقت تک مہلت دیدے تو فرمایا کہ یہ مہلت ناجائز ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ امام خصاف رح کیجانب سے مستفاد ہے

(حاشیہ:) قذف بمعنی تہمت زنا ہے کہ عفو یعنی معاف نہیں ہوتا ہے کتاب البیوع دیکھو ۱۲

اور اسکا ذکر مبسوط مین نہین ہی ولیکن مبسوط مین اسقدر مذکور ہی کہ اگر قرضدار مرگیا تو اُسکے مرتے ہی میعاد جاتی رہیگی اور قرضہ فی الحال واجب الادا ہو جائیگا اور ہمین حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل فرمائی ہی اور اس صورت کو اس مقام پر ذکر نہین فرمایا ہی اور خصاف رحمہ نے فرمایا کہ وارث کے حق مین قرضہ کی میعاد جو مقرر تھی ثابت نہوگی اسواسطے کہ قرضہ اسپر نہ تھا پس اُسکے حق مین میعاد بھی ثابت نہوگی پھر اسکے بعد اگر میعاد ثابت ہو تو یا تو میت کے واسطے ثابت ہوگی یا مال قرضہ کے حق مین ثابت ہوگی ولیکن میت کے حق مین ثابت نہین ہوسکتی ہی کہ اُسکی موت سے قرضہ اُسکے ذمہ سے ساقط ہوگیا پس اُسکی موت کے بعد اُسکے حق مین ابتداءً کیونکر میعاد ثابت ہوگی اور مال کے حق مین بھی مہلت ثابت ہونا جائز نہین ہی اسواسطے کہ وہ عین ہی اور اعیان میعادون کو قبول نہین کرتے ہین اسیواسطے ہمنے کہا ہی کہ مہلت میعادی ثابت نہوگی۔ اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ جو کتاب مین مذکور ہی یہ امام محمد رحمہ کا قول ہی اور بنابر قول امام ابو یوسف رحمہ کے مہلت ثابت ہونی چاہیے اور اسکا مرجع اُنھون نے مسئلہ ذیل قرار دیا ہی اور وہ یہ ہی کہ قرضخواہ میت نے اگر میت کو اپنے قرضہ سے بری کردیا اور وارث نے اسکو رد کردیا تو وارث کا رد کرنا امام محمد رحمہ کے نزدیک کام مین کچھ خلل انداز نہوگا اسواسطے کہ قرضہ اسپر نہین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اُسکا رد کرنا خلل انداز ہوگا اسواسطے کہ قرضہ کا مطالبہ اب اُسی سے ہی پس جبکہ اُسکا رد کرنا خلل انداز ہوا اور ایسا قرار دیا گیا کہ گویا قرضہ اسی پر ہی تو میعاد بھی اُسکے حق مین کارآمد ہوگی پس اُسکے واسطے میعاد ثابت ہوگی پس ایسا ہی ان مشائخ نے فرمایا ہی ولیکن صحیح یہ ہی کہ جو کتاب مین مذکور ہی وہ اتفاقی حکم ہی۔ پھر جبکہ وارث کے حق مین میعاد ثابت نہوگی تو اسکا حیلہ کیا ہی تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ وارث یہ اقرار کرے کہ مین نے میت کی زندگی مین میت کی طرف سے اس قرضخواہ کے واسطے اس مال کی ضمانت اس طور سے کرلی تھی کہ فلان وقت کی میعاد تک اُسکی ادائی کا مین ضامن ہون اور قرضخواہ مذکور یہ اقرار کرے کہ یہ مال اس میت پر اور اُسکے اس کفیل پر فلان مدت تک میعادی تھا اور نیز قرضخواہ مذکور یہ بھی اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میت کچھ نہین ملا ہی پس جبطرح اقرار دونون کا پایا گیا تو ایسی حالت مین یہ مال مذکور اس وارث پر میعادی اُدھار رہیگا اور یہ اسواسطے ہوا کہ مدت میعادی اگرچہ اصیل کے حق مین اُسکی موت کی وجہ سے ساقط ہوگئی ہی لیکن کفیل کے حق مین ساقط نہوگی پس وارث کے حق مین میعادی قرضہ رہیگا ایسا ہی ظاہر الروایۃ مین مذکور ہی اور یہ جو کتاب مین فرمایا کہ قرضخواہ اس امر کا اقرار کرے کہ اس وارث کو مال میت کچھ نہین ملا ہی وہ اسواسطے ہی کہ اصیل پر یہ قرضہ بسبب اُسکی موت کے فی الحال واجب الادا ہوگیا پس اُسکو اختیار ہوا کہ اُسکا مال فروخت کراوے اور جہان کہین پاوے وصول کرلے پس اُس سے اسطرح کا اقرار کرالیا تاکہ وہ وارث سے رجوع نکرسکے اور نیز کتاب مین فرمایا کہ یون اقرار نکرے کہ میت قرضدار مفلس مرگیا اور وارث نے اسکے بعد [illegible] ضمانت کی ہو بلکہ یون اقرار کرے کہ اُسنے میت کی زندگی مین اُسکی طرف سے ضمانت کی تھی کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہی کہ مفلس کی طرف سے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہین ہی پس اس قول سے احتراز ہو سکے اسواسطے اسی طور سے اقرار کرے جسطرح ہم نے بیان کیا ہی یہ ذخیرہ مین لکھا ہی

سترھوین **فصل** ۔ اجارات کے بیان مین امام محمد رحمہ نے اجارات اصل مین فرمایا کہ زید نے عمرو سے ایک حمام اجارہ پر لیا اور مالک حمام عمرو نے زید کے ذمہ حمام کے مرمت کی شرط لگا دی تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مقدار مرمت داخل

اُجرت ہوگی حالانکہ وہ مجہول ہے پس اگر اسکے واسطے حیلہ چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ مرمت مین کسقدر خرچ ہوگا پس
اُسکا اندازہ کرکے یہ مقدار اُسکی اجرت مین بڑھاوے پھر عمرو اُسکو حکم دے کہ اجرت مین سے اسقدر مال اُسکی مرمت مین خرچ
کرے چنانچہ اگر کرایہ کی مقدار دس درم ہو اور مرمت کیواسطے خرچہ کی مقدار ضروری بھی مثلاً دس درم ہو تو مالک حمام
اُسکو بیس درم کے عوض اجارہ پر دے پھر اُسکو حکم کرے کہ انہین سے دس درم اِسکی مرمت مین خرچ کرے پس مستاجر اُسکی طرف سے
اُسکے حمام کی مرمت اُسکے مال سے کرنے کا وکیل ہو جائیگا اور یہ معلوم ہے پس جائز ہوگا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنا بر
قول صاحبین رح کے ٹھیک ہے اور بنا بر قول امام اعظم رح کے ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ اجرت قرضہ ہے حالانکہ اُسکو ایک
مجہول چیز مین صرف کرنے کا حکم کیا ہے اور یہ مانع جواز ہے اسواسطے کہ مرمت و اجرت امام اعظم رح ہی کے قول پر مانع جواز
وکالت ہے جیسے کہ اگر مدیون سے قرضخواہ نے کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اُسکو فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے یا کہا کہ میرے واسطے
فلان چیز بعوض اُسکے جو میرا تجھپر ہے خریدے اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ایسا نہین ہے بلکہ یہ حیلہ بالاتفاق سب کے قول کے
موافق ٹھیک ہے لیکن باہم اِس امر مین اختلاف کیا کہ وجہ جواز کیونکر ہے سو بعض نے کہا کہ وکیل کرنے کے وقت اجرت واجب
نہ تھی تاکہ یہ لازم آوے کہ اُسنے مجہول چیز مین قرضہ کے صرف کرنے کا حکم دیا ہے جو کہ جواز وکالت سے مانع ہے آیا تو نہین
دیکھتا ہے کہ اگر اسکو قبل اجارہ کے اس امر کا وکیل کرے تو وکالت جائز ہے پس یہی وجہ ہے جائز ہے جو ہمنے بیان کر دی ہے
بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اس صورت مین وقت وکالت کے قرضہ واجب تھا پس جب اُس نے اسیہ امر کے واسطے وکیل کیا
و مسلم الیہ کو معین نکیا تو اُسکو اِس امر کا وکیل کیا کہ جو قرضہ اسپر واجب ہے اُسکو مجہول کیجانب صرف کرے اور یہ جائز نہین
ہے جیسے اگر یون کہا کہ جو میرا تجھپر ہے اُسکو کسی کو دیدے تو یہ جائز نہین ہے اور اس مسئلہ مذکورہ بالا مین اسکے برخلاف ہے حتیٰ کہ اگر وقت
وکیل کرنے کے اجرت واجب ہوتی تو بنا بر قول امام اعظم رح کے جائز ہوتی تاوقتیکہ وہ اینٹون وغیرہ خریدشدہ آلات کو معین
نکرتا جیسے کہ مسئلہ سلم مین ہے اور بعضون نے کہا کہ امام اعظم رح قرضہ خرچ کرنے کا وکیل کرنا بھی نہین جائز کہتے ہین کہ جب وہ
چیز جسکی طرف صرف کیا جاوے یعنی محل صرف مجہول ہو اور اگر معلوم ہو تو ناجائز نہین فرماتے ہین آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ
اگر کسی نے دوسرے سے ایک گھوڑا یا غلام کرایہ پر لیا اور موجر نے مستاجر کو وکیل کیا کہ اس اجرت مین سے اسقدر اس
جانور یا غلام کے دانہ و خوراک مین صرف کرے تو جائز ہے اسواسطے کہ محل صرف یعنی گھوڑا یا غلام معلوم ہے اور یہانصورت مین بھی
محل صرف یعنی مرمت حمام معلوم ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ اُسمین محل صرف یعنی مسلم الیہ مجہول ہے حتیٰ کہ اگر وہ معلوم ہو مثلاً یون کہے
کہ جو میرا تجھپر آتا ہے اُسکو فلان شخص کو فلان چیز کی بیع سلم مین دیدے یعنے مسلم الیہ کو معین کردے تو امام اعظم رح کے
نزدیک بھی جائز ہے۔ پھر اگر مستاجر نے کہا کہ مین نے اِتنا مال سے اس حمام کی مرمت کی ہے تو بدون حجت کے اُسکا قول
قبول نہوگا اسی طرح اگر مالک حمام نے اسبات پر گواہ کر دیے کہ مستاجر اُسکی مرمت مین خرچ کرنے مین جو کچھ دعوی کرے اُسکی
تصدیق ہوگی تو بھی مستاجر کا قول بدون حجت کے قبول نہوگا یعنی اگر اجارہ دینے کے وقت اور مستاجر کے ذمہ حمام کی
مرمت کی شرط کرنے کے وقت مالک حمام نے اس امر کے گواہ کر دیے کہ اسکے بعد یہ مستاجر جو کچھ دعوی کریگا کہ مین نے اسکی
مرمت مین اسقدر خرچ کیا ہے تو اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مستاجر کو اس مرمت کے خرچہ کے دعوے
مین اِس امر کا مدعی ہے کہ جو اجرت اُسپر واجب ہوئی تھی وہ اُسنے ادا کر دی ہے اور مالک حمام اِس سے منکر ہے پس اُسی کا قول
قبول ہوگا لیکن اگر مستاجر اپنے دعوی پر جسطرح دعوی کرتا ہے گواہ قائم کرے تو اُسکا دعوی ثابت ہوگا جیسے کہ اگر اُسنے

حقیقۃً ادا کرنے کا دعوی کیا تو یہی حکم ہے پھر اگر مستاجر نے چاہا کہ ایسا حیلہ کرے کہ جس سے بدون حجت کے اُسکی مرمت
مین صرف کرنے کا قول قبول ہو تو یہ حیلہ ہو کہ بقدر مرمت کے مستاجر مذکور اِس موجر کو پیشگی دیدے پھر مالک حمام اُسکو
وصول کر کے مستاجر کو دیدے اور اُسکو حکم کرے کہ اِسکو مرمت حمام مین خرچ کرے پس اِسکے خرچ کرنے مین مستاجر امین کا
قول قبول ہوگا کچھ گواہون کی ضرورت نہوگی اسواسطے کہ پیشگی ادا کرنے سے جو کچھ ادا کیا ہے وہ مالک حمام کی ملک
ہوجائیگی پھر جب وصول کر کے اُسکو دیدیگا تو اِسکے بعد مستاجر مذکور اُسکا امین ہوگا اور امانت کو امانت کی جگہ صرف
کر دینے مین امین کا قول قبول ہوتا ہے اور حیلہ دیگر بدین غرض کہ مستاجر کے ذمہ سے گواہ ساقط ہون یہ ہے کہ بقدر مرمت
کے خرچہ کے کسی درمیانی عادل کے پاس رکھدے پھر جسقدر خرچ ہو اُسکی مقدار کی بابت اِسی عادل کا قول قبول ہوگا اسواسطے
کہ عادل مذکور امین ہوگا۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے میدان دار بعوض اُجرت معلومہ کے مدت معلومہ تک کرایہ لیا
اور اُسکو مالک دار نے حکم دیا کہ اسمین ایسی عمارت بنوا دے اور اُسکا خرچہ اِسکے کرایہ سے محسوب کر لے تو یہ جائز ہے
آیا تو نہین دیکھتا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالی نے ذکر فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک حمام کرایہ پر لیا اور مالک حمام
نے اُسکو حکم دیا کہ اِس حمام کی شکست و ریخت کی مرمت کرے اور اِسکے کرایہ مین سے محسوب کرے تو جائز ہے پس جب
امر جائز ٹھہرا اور اُس نے عمارت مین خرچ کیا تو کرایہ مین سے بقدر خرچہ کے محسوب کریگا اسواسطے کہ اُس نے
مالک دار کے حکم سے عمارت بنوائی ہے اور کرایہ اِس مستاجر کے ذمہ قرضہ ہے پس دونون کی مقدار اگر برابر ہو کچھ
کمی بیشی نہو تو تقاص کر لینگے اور اگر کمی و بیشی ہوگی تو بقدر زیادتی کے ایک دوسرے سے واپس لیگا اور یہ عمارت اِس دار کے
مالک کی ہوگی۔ اور اگر مالک حمام نے یہ کہا کہ عمارت کا خرچہ اِسکے کرایہ مین سے محسوب کر لے بلکہ فقط یہ حکم کیا کہ اِسمین ایسی ایسی
عمارت بنوا دے اور اُس سے زیادہ کچھ نہ کہا کہ جو کچھ تو اسمین صرف کرے وہ کرایہ مین سے محسوب کر لے پس اُسنے عمارت بنوائی تو یہ
عمارت کسکی ہوگی سو اسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضون نے فرمایا کہ عمارت اُس شخص کی ہوگی جسکی زمین ہے اور اِسکی دلیل
اُس سے نکالی جو امام محمد رح نے ضمان الاجارات مین ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک حمام کرایہ پر دیا اور مستاجر کو
حکم دیا کہ اِسکی شکست و ریخت کی اور قدر ضروری چیز کی تعمیر کرے اور اُسنے ایسا ہی کیا تو یہ عمارت مالک حمام کی ہوگی اور بعضون نے کہا کہ
یہ عمارت اِس مستاجر کی ہوگی اور اِسکی دلیل اُس مسئلہ سے نکالی جو کتاب العاریہ مین مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک
دار عاریت لیا اور اُسمین عمارت بنائی حالانکہ مالک دار کے حکم سے بنائی ہے تو یہ عمارت اُس مستعیر کی ہوگی پس بنا بر قول ایسے عالم کے
جو کہتا ہے کہ اِس صورت مین عمارت مذکورہ مستاجر کی ہوگی مستاجر کو یہ اختیار نہوگا کہ جو کچھ اُسنے تعمیر مین خرچ کیا ہے وہ موجر
سے واپس لے پس اگر مستاجر کو خوف ہو کہ اگر اُس نے عمارت بنائی اور اِن سالون کے تمام ہونے سے پہلے مدت اجارہ
گذر گئی تو شاید اِسکا مرافعہ ایسے قاضی کے حضور مین ہو جو ایسی صورت مین بنا بر قول بعضے مشائخ کے مستاجر کو اسواسطے
موجر سے خرچہ واپس لینے کا استحقاق جائز نہین جانتا ہے پس اُسکا خرچہ جاتا رہیگا اور اُسکو ضرر پہونچیگا پس اگر اُسنے اِسکے
واسطے حیلہ طلب کیا تو اِسکا حیلہ یہ ہے کہ مالک دار سے یون کہے کہ وہ جب اجازت عمارت دیتا ہے تو اِسکے ساتھ یہ بھی کہے کہ
مین تجھ سے خرچہ تعمیر کا حساب اِسکے کرایہ سے کر دونگا پس جب اُسنے ایسا کیا تو ہرگاہ اِن سالون کے تمام ہونے سے پہلے
اجارہ ٹوٹ جائیگا تو اُسکو اختیار حاصل ہوگا کہ جو کچھ اُسنے خرچ کیا ہے وہ موجر سے واپس لے اور حیلہ دیگر یہ ہے کہ اِس
خرچہ کی مقدار کو دیکھکر کہ اِسقدر تخمینہ ہوتی ہے اِسکو دار مذکور کے آخر سال کے کرایہ مین ملا دے اور اِسکو ملا کر

اسکا آخر سال کا کرایہ قرار دے پھر مالک دار اس امر کا اقرار کرے کہ مستاجر نے مجھکو اس دار کے کرایہ مین سے سال آخرہ کا کرایہ
اِس اِس قدر پیشگی دیا ہی اور مین نے اِسکو مستاجر سے وصول پایا ہی حتّےٰ کہ اگر اِس مدت کے گذرنے سے پہلے اجارہ منقضی
ہوا تو مستاجر مذکور اُسقدر مال جسکی بابت موجر نے اقرار کیا ہی کہ مین نے بابت کرایہ سال اخیرہ کے وصول کیا ہی موجر سے
واپس لیگا اور اگر اجارہ مذکور اپنی پوری مدت تک رہا تو اجارہ کا مقصود حاصل ہو جائیگا اور پھر مستاجر کو اس موجر سے یعنی
مالک دار سے اسکے واپس لینے کی کوئی راہ نہوگی یہ ذخیرہ مین ہی اور اگر مستاجر کو خوف ہوا کہ شاید موجر اُس سے قسم لے
کہ تو قسم کھا کہ مین نے اِسکو اسقدر اجرت بابت سال اخیرہ کے پیشگی دی ہی تو وہ قسم نہ کھا سکیگا پس کوئی دوسرا حیلہ
چاہیے ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مستاجر مذکور اس موجر کے ہاتھ کوئی چیز کم قدر بعوض اسقدر مال کے فروخت کرکے موجر کو حوالہ
کردے پس اگر اس مدت مقررہ کے گذرنے سے پہلے اجارہ فسخ ہوا تو مستاجر مذکور اُس سے اِس چیز کا ثمن واپس
لے سکتا ہی اور وہ اس امر پر قسم کھا سکتا ہی کہ اِس موجر پر میرا اسقدر مال واجب ہی- اور اگر ایک شخص نے چاہا کہ
اپنی زمین جسمین کھیتی ہی کسی کو اجارہ پر دے تو اِسمین کوئی حیلہ نہین نکل سکتا ہی سوا ایک صورت کے اور وہ یہ ہی کہ
کھیتی اُسکے ہاتھ فروخت کرکے زمین اُسکو اجارہ پر دیدے اسواسطے کہ جواز عقد اجارہ کی شرط یہ ہی کہ بعد عقد اجارہ کے
مستاجر اس زمین سے انتفاع حاصل کر سکے اور جب اُسکے ہاتھ کھیتی فروخت کی پھر زمین اُسکو اجارہ پر دیدی تو وہ زمین
مذکور سے انتفاع حاصل کر سکتا ہی کہ اِسمین اپنی کھیتی کی تربیت کریگا اور اگر کھیتی اُسکے ہاتھ فروخت نہ کی تو مستاجر اس
زمین سے انتفاع حاصل نہین کر سکتا ہی کیونکہ وہ موجر کی کھیتی مین پھنسی ہی اور نیز مستاجر کو سپرد نہین کر سکتا ہی بدون
اسکے کہ اپنی کھیتی اِسمین سے اکھاڑ لے اور اِسمین اُسکے حق مین کھلا ہوا ضرر ہی اسواسطے عقد فاسد ہوگا اور ایسے
ہی اگر زمین مین درخت یا کوئی عمارت ہو اور چاہا کہ زمین کرایہ پر دیدے تو بھی چاہیے کہ درخت و عمارت پہلے اُسکے (۱۲ اجارہ)
ہاتھ فروخت کردے پھر زمین کو اجارہ پر دے یہ مبسوط مین ہی- زید نے چاہا کہ عمرو کی زمین جسمین عمرو کی کھیتی ہی
اجارہ پر لے تو جائز نہین ہی اور مشائخ نے اسکے عدم جواز کی وجہ بیان کرنے مین اختلاف کیا ہی بعضون نے
کہا کہ اسوجہ سے جائز نہین ہی کہ اُسنے ایسی زمین اجارہ پر دی ہی جس سے مستاجر انتفاع نہین حاصل کر سکتا ہی پس
عقد اجارہ ایسا ہوا کہ گویا اُسنے ایسی زمین اجارہ پر دی جو لونا ہی یا ایسی زمین اجارہ پر دی جسمین سے پانی
بہتا ہی اور بعضون نے کہا کہ یہ وجہ ہی کہ اُسپر حکماً مالک کے زمین کا قبضہ قائم ہی اسواسطے کہ اِسمین اُسکی کھیتی موجود ہی پس اُسنے
ایسی چیز اجارہ پر دی جسکو سپرد نہین کر سکتا ہی اور ایسا اجارہ صحیح نہین ہوتا ہی پس اگر اُسنے اسکے جواز کا حیلہ چاہا تو
حیلہ یہ ہی کہ جسکو اجارہ پر دینا چاہتا ہی اُس مستاجر کے ہاتھ پہلے اپنی کھیتی فروخت کردے پھر اسکے بعد یہ زمین اجارہ
پر دیدے تو اجارہ جائز ہوگا اسواسطے کہ کھیتی مذکور بوجہ مستاجر کے خریدنے کے اُسکی ملک ہو جائیگی پس مستاجر
اِس زمین سے انتفاع حاصل کر سکیگا اسطرح کہ اُسکی کھیتی اِس زمین مین تربیت پاویگی پس اس صورت مین ایسا ہوگا
کہ اُسنے ایسی چیز اجارہ پر دی جس سے مستاجر انتفاع حاصل کر سکتا ہی اور اِس وجہ سے کہ جب کھیتی مذکور مستاجر کی ملک
ہو گئی تو زمین سے موجر کا قبضہ حکمی و حقیقی سب دور ہو گیا پس ایسی چیز اجارہ پر دی جسکو بخوبی سپرد کر سکتا ہی پس اجارہ
صحیح ہوگا اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اِس حیلہ سے اس زمین کا اجارہ جبھی صحیح ہوگا کہ جب اُسنے اپنی کھیتی
کو بیع رغبت و جد فروخت کیا ہو اور اگر بطور بیع ہزل و تلجیہ فروخت کیا ہو تو اجارہ جائز نہوگا کیونکہ جب بیع ہزل ہو گئی

تو زراعت مذکور ملک بائع سے خارج ہو گی پس بعد بیع کے بھی وہی حال رہیگا جو بیع سے پہلے تھا اور بیع رغبت جد کی پہچان یہ ہو کہ زراعت مذکور بعوض اتنے داموں کے فروخت کیجاوے جو اسکی قیمت کے برابر یا زیادہ ہین یا اسقدر کم ہین کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ اٹھا لیتے ہین اور بیع ہزل ہونے کی پہچان یہ ہو کہ زراعت کے دام اتنے ہون جو قیمت زراعت سے اسقدر کم ہین کہ لوگ اپنے اندازہ مین ایسا خسارہ نہین اٹھاتے ہین اور بعضے مشائخ کے نزدیک اگر بیع مذکور بعوض اتنے دامون کے ہو جو اسکی قیمت سے اسقدر کم ہین کہ جسقدر لوگ اپنے اندازہ مین خسارہ نہین اٹھاتے ہین تو وہ بھی امام اعظم رح کے نزدیک بیع رغبت ہو پس اجارہ جائز ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک بیع ہزل ہو پس اجارہ جائز نہوگا اور فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ اگر یہ بیع قیمت سے کم دامون کے عوض ہو تو بھی باتفاق بیع جد و رغبت ہو پس جواز اجارہ سے مانع ہو گی اور واضح بیان یہ ہو کہ دونون نے اس بیع سے عقد اجارہ کا صحیح ہونا چاہا ہو اور صحت اجارہ بدون اسکے نہین ہو سکتی ہو کہ پہلے زراعت فروخت کیجاوے اور یہ بیع رغبت وجد فروخت کیجاوے پس بظاہر یہی ہو کہ اپنی غرض پوری کرنے کے واسطے دونون نے بیع رغبت وجد بیع کی ہو اگر زید نے اپنی زمین عمرو کو اجارہ پر دی اور عمرو کے ذمہ یا وجود کرایہ کے اسکا خراج بھی شرط کیا تو یہ جائز نہین ہو اسواسطے کہ اجرت مجہول ہو گئی جاتی ہو بدین وجہ کہ خراج کبھی بڑھ جاتا ہو اور کبھی گھٹ جاتا ہو یہ جیلہ ایسی صورت کے ہو کہ زید نے عمرو کو اپنا دار ایک سال کیواسطے اجرت معلومہ پر بدین شرط اجارہ دیا کہ اسکی مرمت اپنے مال سے کرے تو یہ نہین جائز ہو اسواسطے کہ خرچہ مرمت مجہول ہو پس اجرت معلومہ مذکورہ بھی مجہول ہو جائیگی اور بدین وجہ کہ خراج زمین بذمہ مالک زمین ہوتا ہو پس جب مالک نے یہ خراج بذمہ مستاجر شرط کیا تو لہ یہ اگر یا اسنے یون کہا کہ مین نے تجھے اپنی یہ زمین اس سال کیواسطے اتنے درمون پر بدین شرط اجارہ پر دی کہ جو خراج سلطان کا میرے ذمہ اس سال عائد ہوگا اسکا تو حوالہ قبول کرے حالانکہ ایسا کہنے مین عقد اجارہ صحیح نہین ہوتا ہو اسواسطے کہ اس عقد اجارہ مین حوالہ شرط ہو پس عقد اجارہ فاسد ہوگا - پھر اس امر کا حیلہ کہ ایسا اجارہ جائز ہو جاوے فاسد نہوسنے پاوے یہ ہو کہ اسکو یہ زمین کسی قدر اجرت معلومہ پر اجارہ پر دیوے اور اس اجرت مین جسقدر اندازہ سے خراج لازم آنا نظر آوے بڑھا دیوے اور اس سب کے عوض اسکو اجارہ دیوے پھر مستاجر کے واسطے گواہ کر اوسے کہ موجر نے اسکو اجازت دی ہو کہ وہ اس زمین کا خراج اس زمین کی اجرت مین سے اسقدر درمون تک ادا کرے اور فرمایا کہ یہ بات ویسی ہو جیسی ہمنے پہلے ذکر کر دی ہو اور اجارہ جائز ہو جائیگا اسواسطے کہ اجارہ بعوض اجرت معلومہ واقع ہوا ہو پس صحیح ہوگا پھر موجر نے مستاجر کو اجرت مین سے ادا ئے خراج کی اجازت دی ہو پس مستاجر مذکور اجرت واجبہ مین سے اس طرح ادا کرنے کیواسطے وکیل ہو گیا ہو اور وکالت بھی صحیح ہو گی جس طرح علمائے مرمت دار مین فرمایا ہو کہ اگر اپنا دار ایک شخص کو اجرت معلومہ پر اجارہ دیا اور موجر نے اسکو حکم دیا کہ اس سال اسکی قابل مرمت چیزون کی مرمت اسی اجرت مین سے کرے تو یہ توکیل و عقد اجارہ دونون اس طرح یہ بھی صحیح ہو لیکن بات یہ ہو کہ یہ حیلہ ضعیف ہی اسواسطے کہ موجر و مستاجر نے اگر خراج کے ادا کرنے مین اختلاف کیا اور مستاجر نے کہا کہ مین نے اس مین کا خراج ویکر ادا اجرت مین سے ادا کر دیا ہو اور موجر نے اسکی تکذیب کی یا دونون نے مقدار ادا کرنے مین اختلاف کیا تو قول موجر کا قبول ہوگا اور مستاجر اپنے دعوی ادا سے خراج اس زمین مذکور مین تصدیق نکیا جائیگا اسواسطے کہ مستاجر مذکور امین نہین ہو پس وہ اس دعوی سے یہ چاہتا ہو کہ ضمانت اجرت سے بری الذمہ ہو اور موجر اس سے منکر ہو کہ اسکے

حق مین پھر پانا ثابت ہوا ہو پس اس منکر کا قول قبول ہوگا اسی طرح مرمت دار مین بھی درصورت اختلاف کے موجر ہی کا
قول قبول ہوگا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہو پس قوی و مخصوص حیلہ یہ ہو کہ مستاجر اُسکو تمام اُجرت پیشگی ادا کر دے
پھر مالک زمین اسکو وصول کرکے اسی مستاجر کو دیدے اور اُسکو وکیل کر دے کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج
ادا کر دے پھر اگر مستاجر نے دعوی کیا کہ مین نے خراج ادا کر دیا ہو تو موجر اُس سے گواہ طلب نہین کر سکتا ہو بدون گواہون
کے اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی اسواسطے کہ ہرگاہ مستاجر نے اُجرت پیشگی ادا کر دی تو اُجرت سے بری ہو گیا پھر اسکے
بعد جب اُسکو مالک زمین نے یہ اُجرت کا مال دیا اور اُسکو وکیل کیا کہ میری طرف سے والی خراج کو خراج ادا کر دے تو مستاجر
اس ادا کرنے مین امین و وکیل ہوا پس جب وہ کہیگا کہ مین نے ادا کر دیا ہو تو مانند اور امینون کے اس امین کے قول
کی بھی تصدیق کیجائیگی اور ایسا ہی جواب مرمت دار مین ہو کہ اگر مستاجر نے کرایہ پیشگی ادا کر دیا پھر موجر نے اُسکو دیدیا کہ اس اجرت
مقبوضہ مین سے دار جہان جہان لائق مرمت ہو اُسکی مرمت کرے اور مستاجر نے کہا کہ مین نے مرمت کر دی ہو اور اسقدر
خرچ کیا ہو تو بدون گواہ مذکور اُسکے قول کی تصدیق کیجائیگی - پھر واضح ہو کہ امام محمد رح نے یہ شرط لگائی ہو کہ والیان خراج کو خراج
ادا کر دے یعنی نائب سلطان کو یا جو شخص سلطان کیطرف سے تحصیل خراج کے واسطے مقرر ہوا اُسکو ادا کرے اور شمس الائمہ
حلوائی نے فرمایا کہ یہ اس امر کی دلیل ہو کہ اگر مستاجر مذکور یا کسی ایسے شخص نے جسپر خراج ہو اہل دیہہ مین سے کسی آدمی کو خراج دیدیا تو
بری نہوگا اور دوبارہ ضامن ہوگا اسی طرح اگر حاکم دیہہ یا امین دیہہ کو ادا کر دیا تو بھی یہی حکم ہو اسواسطے کہ وہ از جانب سلطان
مقرر نہین ہو اور نہ اُسکا نائب ہو پس اُسکو ادا کرنے سے بری نہوگا الا اُس صورت مین کہ یہ شخص حاکم نائب سلطان ہو یا سلطان
کی طرف سے مامور ہو تو ایسی صورت مین اُسکو ادا کرنے سے بری ہو جائیگا - اور از جنس مسئلہ خراج ایک دوسرا مسئلہ ہو جسکو
امام محمد رح نے حیل الاصل ذکر فرمایا ہو جسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا اجارہ لیا اور موجر نے کرایہ کے ساتھ مستاجر
کے ذمہ اُسکا دانہ گھاس بھی شرط کیا تو یہ جائز نہین ہو اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ دیکھنا چاہیے کہ اسکے دانہ گھاس مین کتنے درم
خرچ ہونگے اُنکا تخمینہ کرکے یہ مقدار بھی اجرت مین ملائی جاوے پس اس مجموعہ کے عوض اُسکو کرایہ پر لے پھر موجر
اُسکو وکیل کر دے کہ اس مقدار زائد کردہ سے اسکا دانہ چارہ دے لیکن ایسی صورت مین مستاجر کے دعوی خرچ کی
تصدیق بدون گواہون کے نہوگی تو احتیاط یہ ہو کہ بقدر زیادہ کردہ کے موجر کو پیشگی دیدے پھر موجر اسکو مستاجر کو دیکر
گھوڑے کے دانہ چارہ مین خرچ کرنے کا حکم دے - اسی طرح اگر کسی نے ایک شخص کو مزدور کر لیا اور اُسکا کھانا دینا
مستاجر کے ذمہ شرط کیا گیا تو یہ نہین جائز ہو اور اسکا حیلہ یہ ہو کہ مقدار طعام کو دیکھکر اُسکا تخمینہ کرکے اجرت مین ملا یا جاوے
جیسا کہ مذکور ہوا ہو - زید نے ایک مکان ماہواری کرایہ لیا اور مستاجر کو خوف ہوا کہ اگر وہ اس مین مہینہ سے زیادہ دو
مہینہ رہا تو جب دوسرے مہینہ کا ایک روز یا دو روز گذر ینگے درحالیکہ وہ اس مین ساکن ہوگا تو اُسپر اس تمام مہینے کا
کرایہ لازم آویگا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ مکان مذکور کو یومیہ کرایہ پر لے کہ روزانہ اسقدر کرایہ ہو پس جب چاہیگا اُسکو خالی
کر دیگا اور اُسپر اسیقدر کرایہ لازم آئیگا جتنے دن وہ رہا ہو اور واضح ہو کہ اس قول سے کہ جب دوسرے مہینہ کا ایک
یا دو روز گذر ینگے تو اُسپر تمام اس مہینہ کا کرایہ لازم آویگا یہ مراد نہین ہو کہ حقیقۃً کرایہ لازم آویگا اسواسطے کہ کرایہ
درحقیقت تو بعد مہینہ پورا ہونے کے واجب ہوگا لیکن یہ مراد ہو کہ جب مہینہ آجائیگا اور ایک دو روز گذر جاوینگے تو
اس مہینہ کا اجارہ اُسکے ذمہ لازم آجائیگا - اور جامع الفتاوے مین ہو کہ اگر ایک زمین اجارہ پر لی اور چاہا کہ موجر کی موت

سے اسکا اجارہ نہ لوٹے تو موجر اس امر کا اقرار کرے کہ یہ اراضی دس برس تک فلان شخص کی ہو آمیں جو چاہے زراعت کرے اور جو کچھ پیدا ہوگا وہ اُسی کا ہوگا۔ اور وجہ دیگر آنکہ مستاجر اقرار کرے کہ مین اسکو ایک مرد مسلمان کیواسطے اجارہ لیتا ہون اور موجر اقرار کرے کہ مین اسکو ایک مرد مسلمان کی وکالت سے اُسکی طرف سے اجارہ پر دیتا ہون پس ان دونون مین سے کسی کی موت سے اجارہ نہ ٹوٹیگا اور نہ منتقض ہوگا۔ اور اگر زمین اجارہ مین لفظ یا قریہ کا چشمہ ہو اور مستاجر نے چاہا کہ یہ مجھے ملے تو مالک زمین اس امر کا اقرار کرے کہ یہ چشمہ مستاجر کا ہے دس برس تک یعنے آنکہ اسکو دس برس تک انتفاع کا استحقاق حاصل ہو تو جائز ہوگا اور سراجیہ مین لکھا ہو کہ اگر اپنی زمین اجارہ پر دی اور اُسمین درختان خرما ہین اور چاہا کہ اسکے پہل مستاجر کو دیدے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ یہ درخت مستاجر کو معاملہ پر دے بدین شرط کہ اسکے پہلون کے ہزار حصون مین سے ایک حصہ مالک کا ہو اور باقی مستاجر کے ہین اور عیون مین لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک مکان کرایہ لیا اور مالک مکان نے اُسکو حکم کیا کہ اسکے کرایہ سے اسکی مرمت مین خرچ کرے پس اگر اُسنے خرچ کیا تو بدون گواہون کے صرف اسکا قول قبول نہوگا کہ مین نے خرچ کیا ہو پس اگر اُسنے چاہا کہ مین اس امر مین امین ہو جاؤن تو چاہیے کہ اُجرت پیشگی دیدے پھر مالک مکان اس اجرت کو وصول کرکے اسی مستاجر کو دیدے اور حکم دے کہ اسکو اُسکی مرمت مین خرچ کرے تو وہ اس مین امین ہو جائیگا یہ تاتارخانیہ مین لکھا ہو۔

اٹھارھوین فصل ۔ دعوی کے دفعیہ مین ۔ زید کے قبضہ مین ایک اراضی یا مکان وغیرہ ہو اُسکی بابت کسی شخص نے دعوی کیا حالانکہ مدعی ظالم ہو ناحق دعوے کرتا ہو اور مدعاعلیہ قسم کہانے کو مکروہ جانتا ہو پس اُسنے حیلہ دفع قسم کا چاہا تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس چیز متنازعہ کا اپنے فرزند صغیر یا معتمد اجنبی کے واسطے اقرار کردے تو اُسکے ذمہ سے خصومت و قسم دفع ہو جائیگی ایسا ہی امام خصاف رحمہ نے اپنی حیل مین ذکر فرمایا ہو اور شیخ نے ادب القاضی مین ذکر کیا ہو کہ مشائخ نے اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہو بعضون نے یہی فرمایا جیسا امام خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا ہو اور بعضون نے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کرنے اور اجنبی کے واسطے اقرار کرنے دونون صورتون مین تفصیل و فرق بیان کیا ہو کہ اگر اُسنے اپنے فرزند صغیر کے واسطے اقرار کردیا تو اُسکے ذمہ سے قسم دور ہو جائیگی اور اگر اجنبی کے واسطے اقرار کیا تو قسم دفع ہوگی اور بعضون نے فرمایا کہ چونکہ ایسی صورت مین حیلہ جاری ہو سکتا ہو اسواسطے اس حیلہ کے رد کرنے کے واسطے اُسکے ذمہ سے قسم دونون صورتون مین دور نہوگی ۔ پھر امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ اگر مدعی نے کہا کہ مدعاعلیہ نے اس اراضی کا اپنے فرزند صغیر یا اجنبی کے واسطے اقرار کردیا تو اُسنے میرے حق و مال کو تلف کردیا اور میرے واسطے اسپر قیمت واجب ہوئی کہ مین اس سے قسم لے سکتا ہون کہ واللہ تیرے واسطے مجھپر اس زمین کی قیمت واجب نہین ہوئی تو فرمایا کہ بنابر قول امام اعظم رحمہ و دوسرے قول امام ابو یوسف رحمہ کے اُسپر قسم عائد نہوگی اور بنابر اول قول امام ابو یوسف رحمہ اور قول امام محمد رحمہ کے اُسپر قسم عائد ہوگی ایسا ہی امام خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا ہو اور وجہ یہ ہو کہ بنابر قول دوم امام ابو یوسف رحمہ و قول امام اعظم رحمہ کے عقار کا غصب باسبب ضمان نہین ہوتا ہو اور بنابر قول امام محمد رحمہ و اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موجب ضمان ہوتا ہو پھر ہمارے بعضے مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ یہ اختلاف محض غصب مین ہو اور در صورتیکہ منکر ہو جاوے تو بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہو اور بعضون نے کہا کہ منکر ہو جانے کی صورت مین امام اعظم رحمہ سے دو روایتین ہین اور اکثر مشائخ کا یہ قول ہو کہ سب مین اختلاف

یکسان ہی اور چاہیے کہ اس صورت مذکورہ مین بالاتفاق ضمان واجب ہووے اسواسطے کہ یہ صورت تو یہ ہی کہ اُسنے عقار کو تلف کر دیا اور عقار تلف کرنے سے بالاتفاق ضمان واجب ہوتی ہی آیا تو نہین دیکھتا ہی کہ اگر کسی گواہ نے دوسرے گواہ کے ساتھ کسی مدعی کے واسطے عقار کی گواہی مدعا علیہ پر دی پھر اپنی گواہی سے رجوع کیا تو بالاجماع ضامن ہوگا کیونکہ اُسنے ملک کو تلف کر دیا ہی - اور اگر چیز متدعویہ کوئی اسباب یا باندی وغیرہ مال منقول ہو عقار نہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مدعا علیہ اس چیز متدعویہ کو ایسی ہیئات سے رکھے کہ مدعی اُسکو نہ پہچانے پھر اس مدعی کے سامنے پیش کرے تاکہ مدعی مذکور اُسکو خریدنے کے واسطے چکاوے پس اُسکا دعوی باطل ہو جائیگا کیونکہ اگر اُسنے چکایا تو یہ مدعی کی طرف سے اِس امر کا اقرار ہی کہ اِسمین مدعی کی کچھ ملک نہین ہی پس اُسکا دعوے باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ مین ہی -

انیسوین فصل - وکالت کے بیان مین - اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ زید کے واسطے فلانہ باندی معینہ بعوض ہزار درم یا سو دینار کے خریدے پس وکیل نے اِس وکالت کو قبول کیا پھر جب اس باندی کو دیکھا تو چاہا کہ اپنے واسطے خرید لے پس حیلہ یہ ہی کہ جس جنس کے عوض موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم دیا ہی اُسکے خلاف جنس سے خریدے مثلاً اُسکو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم دیا ہی تو اُسکو سو دینار کے عوض خریدے اور اگر اُسکو دیناروں کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو درہمون کے عوض خریدے یا جس جنس سے خریدنے کا حکم کیا ہی اُسی جنس سے خریدے لیکن بڑھا کر خریدے مثلاً سو دینار سے خریدنے کا حکم کیا تو ایک سو پانچ دینار کے عوض خریدے تاکہ اُسکے حکم کے برخلاف کرنے والا ہو جاوے پس یہ بیع بحق وکیل نافذ ہو جائیگی اور موقوف نہ رہیگی اسواسطے کہ خرید وکیل متوقف نہین رہتی ہی جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہی - اور اگر وکیل مذکور نے اُسی جنس سے جسکے عوض خریدنے کا حکم کیا ہی اور اُسی قدر سے جسقدر کا حکم دیا ہی خریدی اور خریدنے مین تصریح کر دی کہ اپنے واسطے مین نے خریدی ہی پس اگر موکل کی موجودگی مین ہو تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر موکل کی غیبت مین ہو تو اُسکے واسطے خریدنے والا ہوگا اسواسطے کہ جو شخص کسی معین چیز کے خریدنے کا وکیل ہو وہ اپنے واسطے نہین خرید سکتا ہی الا بعد اسکے کہ اپنے آپکو وکالت سے معزول کر لے اور موکل کی غیبت مین اپنے آپکو معزول نہین کر سکتا ہی اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہی پس اسمین حضور موکل شرط ہی پس جب وہ معزول نہوا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا اسی طرح اگر اُسنے قبل خریدنے کے اِس امر پر گواہ کر لیے کہ مین اسکو اپنے واسطے خریدتا ہون پھر اُسی دم اُسکو خرید لیا اور کچھ نہ کہا پس اگر اُسکا موکل مجلس اشہاد مین حاضر ہو تو وہ اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر مجلس مذکور سے غائب ہو تو اگر موکل کو اسکا علم ہو گیا کہ وکیل نے ایسا ایسا کہا اور گواہ کر لیے ہین قبل اسکے کہ باندی مذکورہ کو خریدے تو وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا اور اگر اُسکو گفتگوے وکیل و اشہاد سے آگاہی نہوئی ہو یہانتک کہ وکیل نے خریدی تو وہ موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا - اور اِس مسئلہ مین امام محمد رح نے درم و دینار کو دو جنس مختلف قرار دیا ہی اور جنس واحد نہین قرار دیا اسواسطے کہ اگر دونون کو ایک جنس قرار دیا ہوتا تو درصورتیکہ موکل نے درہمون سے خریدنے کا حکم کیا اور وکیل نے دیناروں سے خریدی یا اسکے برعکس کیا تو وہ اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہو جاتا اور شرح جامع کے باب المساومہ مین مذکور ہی کہ حکم ربوا کے حق مین از روے قیاس درم و دینار دو جنس مختلف قرار دیے گئے ہین

گواہ کر لینا

حتی کہ ایک کی بیع بعوض دوسرے کے زیادتی کے ساتھ جائز ہو اور سوائے حکم ربوا کے استحسانًا دونون ایک جنس قرار دیے گئے ہین حتی کہ باب زکوٰۃ مین ایک سے دوسرے کا نصاب پورا کیا جاتا ہو اور نیز تلف کردہ شدہ چیزون مین قاضی مختار کیا گیا ہو چاہے درمون سے اُسکی قیمت اندازہ کراوے یا دینارون سے اور نیز جو شخص بعوض درمون کے فروخت کرنے پر مجبور کیا گیا اور اُسنے دینارون کے عوض مجبورًا فروخت کیا یا اسکے برعکس کیا تو یہ بیع باکراہ رہیگی اور نیز درمون کے حقدار نے اگر اپنے قرضدار کے دینارون پر قابو پایا تو اُسکو اختیار ہو کہ اپنی جنس حق مین سے لے جیسے اُسنے درمون پر قابو پایا مگر ایک روایت شاذہ امام محمد رحمہ سے اسکے برخلاف مروی ہو اور نیز اگر درمون کے عوض کوئی چیز فروخت کی پھر مشتری کے ثمن ادا کرنے سے پہلے اُسکو دینارون سے خرید لیا یا اسکے برعکس کیا حالانکہ ثمن اول کی بہ نسبت دوسرا ثمن کم ہو تو استحسانًا یہ بیع فاسد ہوگی ولیکن جو ہمنے اس مقام پر ذکور پایا ہو اُس سے ظاہر ہوا کہ ماسوائے حکم ربوا کے درم و دینار دو جنس مختلف بھی اعتبار کیے گئے ہین اسی طرح باب شہادت مین بھی دونون دو جنس مختلف اعتبار کیے گئے ہین حتی کہ اگر ایک گواہ نے درمون کی گواہی دی اور دوسرے نے دینارون کی گواہی دی اور مدعی درمون کا یا دینارون کا مدعی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اسی طرح باب اجارہ مین بھی دونون دو جنس مختلف اعتبار کیے گئے چنانچہ اگر ایک نے دوسرے سے درمون کے عوض اجارہ لیا اور دوسرے کے ہاتھ دینارون کے عوض اجارہ پر دیدیا یا اسکے برعکس کیا اور دوسرے نقد کی قیمت بہ نسبت اول کے زائد ہو تو مستاجر کو یہ زیادتی حلال ہوگی پس جو حکم شرح جامع مین مذکور ہو کہ ماسوائے حکم ربوا کے یہ دونون ایک ہی جنس قرار دیے گئے ہین یہ علی الاطلاق صحیح نہین ہو۔ اور حیلہ دیگر یہ ہو کہ اس باندی کو بمثل اُس چیز کے جسکے عوض خریدنے کا حکم دیا ہو اور بچیز دیگر اُسکے خلاف جنس کے دونون سے خریدے مثلاً اُسکو ہزار درم کے عوض خریدنے کا حکم کیا تو وکیل اُسکو ہزار درم اور ایک کپڑے کے عوض خریدے یا کپڑے کے مانند کوئی اور چیز ملاوے پس اس صورت مین وکیل مذکور اپنے واسطے خریدنے والا ہو جائیگا۔ اور اگر موکل نے اُسکو خریدنے کا حکم کیا اور کچھ ثمن اُس سے بیان نکیا تو ہمارے علماے ثلثہ رحمہ کے نزدیک اگر وکیل نے اُسکو درم یا دینارون سے کسی کے عوض خریدا تو موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا اور اگر ان دونون کے سوائے کسی چیز کے عوض خریدا تو اپنے واسطے خریدنے والا ہوگا اور مشایخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ مین ایک دوسرا حیلہ اور بھی ہو کہ وکیل مذکور کسی دوسرے شخص کو وکیل کردے کہ وہ اس وکیل کے واسطے اِس باندی کو خریدے پس وہ وکیل کی غیبت مین وکیل کے واسطے اِسکو خریدلے اور جاننا چاہیے کہ اِس مسئلہ کی دو صورتین ہین کہ موکل نے وکیل اول سے یا تو یہ لفظ کہا ہوگا کہ تم اپنی راے سے کام کرو اور جو کچھ تم کرو ہم کو منظور ہے یا یہ لفظ نہین کہا ہوگا پس اگر کہا ہو تو بھی اسکی دو صورتین ہین کہ یا تو وکیل دوم نے بحضوری وکیل اول اُس باندی کو خرید کیا پس اِس صورت مین اگر وکیل دوم نے اُس باندی کو اُسی جنس سے خرید کیا جسکے عوض خریدنے کا اُسکے موکل نے حکم دیا ہو خواہ اُسی قدر کے عوض جسقدر کا حکم دیا ہو خریدی یا اِس سے کم مین خریدی تو یہ خرید بحق موکل یعنی موکل اول نافذ ہوگی اور اگر اُسکو اِس جنس کے برخلاف دوسری جنس کے عوض خرید کیا یا اسی جنس کے عوض اِس مقدار سے زائد کے عوض خرید کیا تب بھی اُسکے موکل کے حق مین بیع نافذ ہوگی اسواسطے کہ دوسرے وکیل کا بحضوری وکیل اول خریدنا بمنزلہ وکیل اول کے خود خریدنے کے ہو اور اگر وکیل اول نے اُسکو خود خریدا تو اُسکا حکم اُسی تفصیل سے ہو جو ہم نے

پہلے بیان کردی ہو۔ اور اگر وکیل دوم نے وکیل اول کی غیبت مین اُسکو خرید کیا پس اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو مقدار
ثمن بیان نہین کردی ہو تو دوسرا وکیل پہلے وکیل یعنے اپنے موکل کے واسطے خریدنے والا ہوگا اسواسطے کہ یہ خرید پہلے
موکل کے حکم کے تحت مین داخل نہین ہوئی بدینوجہ کہ حکم موکل اگر اول مشروط بحضور یعنی راے وکیل اول تھا اور اس خرید
مین بسبب اطلاع راے وکیل اول نہین ہوئی ہو اور اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو کوئی مقدار ثمن بیان کرنے کے ساتھ
حکم دیا ہو پس اس ثمن کے عوض وکیل دوم نے بغیر موجودگی وکیل اول کے خرید کیا تو اس مین دو روایتین ہین ایک
روایت مین یہ خرید بحق موکل اول نافذ ہوگی اور دوسری روایت مین بحق وکیل اول نافذ ہوگی۔ زید نے عمرو کو وکیل
کیا کہ اُسکی باندی فروخت کردے اور عمرو نے وکالت کو قبول کرلیا پھر وکیل نے چاہا کہ اُسکو اپنے واسطے خرید لے تو
اسکا حیلہ یہ ہو کہ عمرو زید سے یون کہے کہ مجھے اس باندی کے فروخت کرنے کا وکیل کردے اور اسکے معاملہ مین میری
راے وکام اور جو کچھ مین کرون سب جائز کردے پس جب زید نے ایسا کیا تو عمرو کو چاہیے کہ کسی شخص کو اس باندی
کے فروخت کرنے کے لیے وکیل کردے پھر وکیل اول اس وکیل دوم سے اپنے واسطے خرید لے پس خرید جائز ہوگی
اسوجہ سے کہ مالک باندی نے فعل وکیل اول کو جائز کیا ہو اور توکیل بھی اُسکا فعل ہو پس اُسکا وکیل کرنا بھی جائز ہوا
پس دوسرا وکیل از جانب مولاے کنیز مذکورہ وکیل ہوگیا نہ از جانب وکیل اول آیا تو نہین دیکھتا ہو کہ اگر مولاے کنیز مذکورہ
مرجاوے تو دونون وکیل معزول ہوجاوینگے اسی طرح اگر مولاے کنیز مذکورہ دونون کو معزول کردے تو دونون معزول
ہوجاوینگے اور اگر فقط دوسرے کو معزول کرے تو معزول ہوجائیگا اور اگر وکیل اول نے وکیل دوم کو معزول کیا تو بنابر
روایت کتاب الحیل وادب القاضی مصنفہ امام خصاف کے معزول ہوجائیگا مگر اسوجہ سے نہین معزول ہوا کہ وہ پہلے وکیل
کا وکیل تھا بلکہ اسوجہ سے کہ موکل مذکور نے وکیل اول کے فعل کو جائز کردیا ہو اور وکیل دوم کا معزول کرنا بھی اُسکا فعل ہو
اسواسطے نافذ ہوجائیگا۔ پھر جب دونون وکیل مولاے کنیز مذکورہ کے وکیل ہوگئے تو دوسرے وکیل کو اختیار رہا
کہ وہ پہلے وکیل کے ہاتھ فروخت کرے جیسے کہ اگر خود مولاے کنیز مذکورہ نے باندی مذکورہ کو وکیل کے ہاتھ فروخت
کیا تو جائز ہو۔ اور اگر مالک کنیز نے وکیل کے فعل کو جائز نکیا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ وکیل مذکور اس باندی کو کسی مرد معتمد
علیہ کے ہاتھ اُسکی قیمت کے برابر دامون پر خرید کرے تاکہ بیع بالاتفاق جائز ہوجاوے اور اُسکو مشتری کے سپرد کرے
پھر اُس سے بیع کا اقالہ کرلے تو یہ اقالہ بحق وکیل خاصۃً نافذ ہوگا یا مشتری مذکور سے درخواست کرے کہ میرے ہاتھ
بطور بیع تولیہ فروخت کردے یا درخواست کرے کہ ابتداءً میرے ہاتھ فروخت کردے پس یہ باندی اس وکیل کی ہوجائیگی
زید نے جو شہر دہلی مین ہو عمرو کو جو اس شہر کے سوائے دوسرے شہر مین ہو خط لکھا کہ میرے واسطے فلان قسم کی متاع
جسکا وصف ایسا ایسا ہو خرید دے حالانکہ عمرو کے پاس اس جنس کی متاع موجود ہو خواہ اُسی کی ملک ہو یا کسی دوسرے
کی ملک ہو جسنے اسکو حکم دیا ہو کہ اسکو فروخت کردے تو وہ کیا حیلہ کرے کہ جس سے یہ متاع اس زید کی ہوجاوے
تو فرمایا کہ یہ حیلہ ہو کہ عمرو اس متاع کو کسی مرد معتمد علیہ کے ہاتھ بطور بیع صحیح فروخت کرکے اسکے سپرد کردے پھر اُس سے
یہ متاع اسی زید کے واسطے خرید لے اور یہ اسوجہ سے کرنا پڑا کہ وہ خود اس متاع کو اس شخص زید کے واسطے نہین خرید
سکتا ہو اسواسطے کہ ایک ہی شخص دونون طرف سے عقد بیع کا متولی نہین ہوسکتا ہو پس وہ اسی طور پر کرے جیسے
ہمنے بیان کیا ہو پس بیع جائز ہوجائیگی اسواسطے کہ عقد بیع دو آدمیون کے درمیان جاری ہوا ہو۔ زید نے عمرو

ع دونون روایتون مین ایک روایت مین یہ خرید بحق موکل نافذ ہوگی اور دوسری روایت مین بحق وکیل نافذ ہوگی واللہ تعالی اعلم ۱۲ منہ

کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک گھر یا متاع وغیرہ خرید دے پس وکیل نے چاہا کہ اس متاع کا ثمن اسکے بائع کا مجھپر
کسی میعاد معلوم تک اُدھار ہوا ور موکل پر اسکا ثمن فی الحال واجب ہو کہ اُس سے فی الحال وصول کرلے حالانکہ
بائع اس وکیل کو اس طرح اُدھار دینے پر راضی ہو تو اسکا کیا حیلہ ہی تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ وکیل اس چیز کو جس ثمن کے
عوض خریدنا چاہتا ہو خرید سے پھر جب دونون نے عقد بیع کو باہم واجب کرلیا تو بائع کا ثمن وکیل پر واجب ہوا اور
وکیل کا موکل پر واجب ہوا کہ اُس سے فی الحال وصول کرلے پھر بائع مذکور اس وکیل کو مدت معلومہ تک مہلت
و تاخیر دیدے پس وکیل کے حق مین مہلت مذکورہ جائز ہوگی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے فی الحال ثمن لے
لیوے اسوجہ سے کہ مطلق بیع سے فی الحال ثمن واجب ہوتا ہی اور وکیل کو اختیار ہوتا ہی کہ بائع کو ثمن ادا کرنے سے
پہلے اپنے موکل سے لے لے پس وکیل کا قرضہ اپنے موکل پر فی الحال واجب الادا ہوا اور بائع کا وکیل کو مہلت و تاخیر
دینا متعدی بحق موکل نہوگا اسواسطے کہ تاخیر دینا ابراء موقت ہی جو بر قیاس ابراء موبد ہی اور ابراء موبد کی صورت مین مثلاً
بائع نے وکیل کو ثمن سے بالکل بری کردیا یا اُسکو ثمن ہبہ کردیا تو یہ ابراء بحق موکل متعدی نہین ہوتا ہی پس ایسا ہی ابراء
موقت بھی متعدی بحق موکل نہوگا بخلاف اسکے اگر بائع نے بعض ثمن وکیل کے ذمہ سے کم کردیا یہ متعدی بحق موکل ہوگا
کہ اسقدر موکل کے ذمہ سے بھی ساقط ہوجائیگا اسواسطے کہ ثمن مین سے کم کردینا اصل عقد سے لاحق ہوتا ہی پس ایسا
ہوجاتا ہی کہ گویا اسی قدر باقی پر عقد واقع ہوا ہی اور پورے ثمن سے بری کردینا ملحق باصل عقد نہین ہوتا ہی چنانچہ اپنے
مقام پر معلوم ہوچکا ہی پس یہ بحق موکل متعدی نہین ہوتا ہی اور یہ حکم نظیر اس مسئلہ کی ہی کہ اگر بائع نے مشتری کو پورے
ثمن سے بری کردیا تو شفیع دار مشفوعہ کو بعوض پورے ثمن کے لیگا اور اگر بائع نے مشتری کے واسطے کچھ ثمن کم کردیا
ہو تو جو کچھ باقی ثمن ہی اُسکے عوض مین شفیع لیگا پس یہان بھی ایسا ہی ہی۔ وکیل بیع نے اگر وہ چیز جسکی فروخت کے
واسطے وکیل کیا گیا ہی فروخت کی اور مشتری نے چاہا کہ وکیل اسکے ثمن مین سے کچھ کم دے اور وکیل نے اُسکی
خواہش کے موافق کیا تو یہ جائز ہی اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہی کہ ان دونون اماموں کا یہ مذہب
ہی کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو ثمن سے بری کیا یا ثمن اُسکو ہبہ کردیا یا ثمن مین سے اُسکے واسطے کچھ گھٹا دیا تو صحیح
ہی اور اسکے مثل اپنے موکل کو اپنے مال سے تاوان دیگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ کے اس مین سے کچھ جائز نہین ہی
پس اگر اُسنے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق یہ بات جائز ہوجاوے تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ جسقدر مال ثمن کا ہبہ کرنا یا گھٹانا
چاہتا ہو اُسقدر اپنے مال سے وکیل اس مشتری کو درم یا دینار ہبہ کردے اور مشتری کو دیدے پھر مبیع اُسکے ہاتھ
فروخت کرے جتنے ثمن کے عوض فروخت کرنا چاہتا ہی پھر جو کچھ مشتری نے بحکم ہبہ وصول کیا ہی وہ ثمن کی ادائی مین
اس وکیل کو واپس دیدے اور یہ مشتری کے حق مین بمنزلہ ثمن گھٹا دینے کے ہوجائیگا اور دونون کا مقصود حاصل
ہوجائیگا۔ پھر واضح ہو کہ اگر وکیل بیع نے مشتری کو اُس سے ثمن وصول کرلینے سے پہلے پورے ثمن سے یا تھوڑے
ثمن سے بری کیا یا پورا ثمن یا تھوڑا ثمن اُسکو ہبہ کردیا تو امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہی اسی طرح ثمن
وصول کرنے سے پہلے مشتری کیواسطے تھوڑا ثمن گھٹا دینا بھی دونون اماموں کے نزدیک صحیح ہی ولیکن سب
ثمن وصول کرنے سے پہلے پورا ثمن مشتری کے ذمہ سے گھٹا دینا امام ابو حنیفہ رح و امام ابو یوسف رح کے نزدیک
صحیح نہین ہی اور امام محمد رح کے نزدیک صحیح ہی کہ گویا ثمن بمنزلہ ہبہ کردینے کے قرار دئے گئے ہین اور زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ میرے

واسطے جہان کہین شہر مین ایسی متاع پاوے خریدے پس وکیل کو بعد خریدنے کے خوف ہوا کہ اگر وہ اس متاع کو کسی دوسرے کے ہاتھ بھیجتا ہی تو ضامن ہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اپنے موکل سے یہ اجازت لے لے کہ جو کچھ یہ وکیل کرے وہ جائز ہی پس جب موکل نے ایسی اجازت دیدی تو دوسرے کے ہاتھ بھیج سکتا ہی اور ضامن نہوگا اسواسطے کہ وہ ایسا ہی ہوگیا جیسکے افعال بحق موکل جائز ہین اسی طرح اگر اُسنے چاہا کہ خریدی ہوئی متاع کو کسی غیر کے پاس ودیعت رکھے اور ضامن نہو تو اُسکا بھی یہی حیلہ ہی یہ ذخیرہ مین ہی

بیسوین فصل شفعہ کے بیان مین شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رح نے اس فصل مین بہت سے مسائل جمع کیے ہین جنمین سے بعضی اس امر کا حیلہ ہین کہ شفعہ کا وجوب ساقط ہوجاوے اور بعضے بدین غرض ہین کہ شفعہ کی رغبت کم ہوجاوے انتہی ازانجملہ یہ مسئلہ ہی کہ بائع اس دار کو مشتری کو ہبہ کردے اور اسپر گواہ کرلے پھر مشتری مال ثمن اپنے بائع کو ہبہ کردے اور گواہ کرلے اور حیل الاصل مین مذکور ہی کہ پھر مشتری اُسکو بقدر ثمن کے عوض دیدے پھر جب دونون نے ایسا کرلیا تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ حق شفعہ مختص بمعاوضات ہی اور ہبہ جبکہ ابتدا بعوض نہو تو اسکے وقوع کے بعد پھر عوض دینے سے معاوضہ نہوجائیگا اسی واسطے ایسے ہبہ مین احکام مبادلہ ثابت نہین ہوتے ہین جیسے موہوب کا بوجہ عیب کے واپس کردینا وغیرہ اور جب یہ مبادلہ نہوا تو محض ہبہ ٹھہرا پس اسمین حق شفعہ واجب نہوگا لیکن یہ حیلہ ایسا ہی کہ اسکو بعضے لوگ کرسکتے ہین اور بعضے نہین کرسکتے ہین اسواسطے کہ اسمین تبرع ہی اور بعضے لوگ جو خریدار ہوتے ہین وہ تبرع نہین کرسکتے ہین جیسے صغیر کے واسطے اُسکے باپ یا وصی نے خریدا یا ان دونون کے سوائے وکیلون کا بھی یہی حکم ہی۔ اور اگر ہبہ دار بشرط عوض ہو تو اسمین دو روایتین مختلف ہین چنانچہ شفعۃ الاصل و چند مقامات مبسوط مین مذکور ہی کہ یہ بمعنی بیع کے ہی کہ اسمین شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت ہوتا ہی اور بعض روایات نوادر مین مذکور ہی کہ ایسا ہبہ بمعنی بیع نہین ہی اور بعض جگہ مذکور ہی کہ ہبہ بشرط عوض کی صورت مین امام ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے درمیان اختلاف ہی پس جبکہ مسئلہ مین اختلاف ٹھہرا یا دو مختلف روایتین پائی گئین تو یہ ابطال شفعہ کے واسطے حیلہ نہین ہوسکتا ہی لیکن ایسے ہبہ سے ایک حیلہ یہ نکل سکتا ہی کہ شفیع کے حق مین تاخیر ہوجاوے بدین طور کہ مشتری سوائے ایک جزو کے اس دار پر قبضہ کرے یعنی اسمین سے ایک جزو پر قبضہ نکرے اور نیز ثمن مین سے بھی ایک جزو کے سوائے باقی ثمن سپرد کردے پس شفیع کو بحق شفعہ لے لینے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط عوض جبھی بمعنی بیع ہوجائیگا کہ جب پورے معقود علیہ پر قبضہ ہوجاوے اور بدون قبضہ تمام معقود علیہ کے وہ بمعنی بیع متحقق نہوگا حتی کہ امام محمد رح سے مروی ہی کہ امام محمد رح نے فرمایا کہ ہبہ بشرط عوض مین جبتک موہوب لہ پورے معقود علیہ پر قبضہ نکرلے تبتک واہب کو اختیار ہی کہ بدون حکم قاضی اور بدون رضامندی موہوب لہ کے اپنے ہبہ سے رجوع کرلے اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہی کہ مالک دار اس دار کو جسکو فروخت کرنا چاہتا ہی مشتری کو صدقہ دیدے پھر مشتری اُسکے ثمن کے مثل اس بائع کو صدقہ دیدے جیسا کہ ہمنے ہبہ مین بیان کیا ہی اور ہبہ اور صدقہ مین فقط فرق یہ ہی کہ ہبہ مین رجوع کرسکتا ہی اور سوائے اسکے دونون کا حکم سب باتون مین یکسان ہی اور منجملہ حیل کے یہ ہی کہ بائع دار اس دار کا واسطے اُس شخص کے جو خریدنا چاہتا ہی اقرار کرے کہ یہ دار اسکا ہی پھر مشتری اس ثمن کا اس بائع کے واسطے اقرار کرے پس اسمین شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا اور یہ امام محمد رح سے مروی ہی لیکن بات یہ ہی کہ یہ اقرار سچا نہین ہی اور جب اقرار سچا نہوا تو آیا ملک منتقل ہوتی ہی یا نہین ہوتی ہی

سو اسمین اختلاف ہی چنانچہ کتاب الاقرار مین مذکور ہی پس یہ حیلہ جابر اُسی کے رہیگا اور منجملہ حیل کے یہ حیلہ ہی کہ دار مذکورہ
مین سے کوئی جگہ جدا کرے اور وہان علامات و نشان خط کا ٹدے اور اتنا ٹکڑا مع اُسکے راستہ کے مشتری کو صدقہ دیدے
یا ہبہ کردے پھر مشتری باقی دار کو خرید لے پس شفیع کے واسطے حق شفعہ حاصل نہوگا اور یہ جو فرمایا کہ علامات و نشان خط
کاٹدے یہ اسواسطے فرمایا کہ یہ نہو کہ یہ ہبہ مشاع غیر مقسوم ایسی چیز مین ہی جو قابل تقسیم ہی اور اس صورت مین شفیع کے واسطے
حق شفعہ اسواسطے ثابت نہوا کہ مشتری اس دار کا شریک ہو گیا اور شریک کا استحقاق بہ نسبت پڑوسی کے مقدم ہوتا ہی
اور یہ شرط کہ مع راستہ کے صدقہ دیدے اسواسطے لگائی کہ اگر مع راستہ کے اسکو صدقہ نہ دیا تو متصدق علیہ اس دار کا
پڑوسی قرار دیا جائیگا پس وہ دوسرے پڑوسی سے مقدم نہوگا ولیکن یہ حیلہ ایسا ہی کہ اس سے پڑوسی کا حق شفعہ ثابت نہوسکیگا
اور جو شخص اس دار کا خلیط ہی یعنے شریک ہی اُسکے حق کو باطل نہین کرسکتا ہی اور منجملہ حیل کے یہ ہی جو امام محمد رح سے مروی ہی
کہ انھون نے فرمایا کہ جس شخص کے ہاتھ وہ بیچنا چاہتا ہی اسکو دار مین سے ایک جزو شائع غیر مقسوم ہبہ کردے درحالیکہ وہ دار
ایسا ہو کہ قابل قسمت ہو پھر دونون ایسے قاضی کے حضور مین مرافعہ کرین جو قابل قسمت چیز مین ہبہ مشاع جائز جانتا ہو پس وہ
اسکو جائز کر دیگا پھر اسکے بعد دوسرا قاضی اسکو باطل نکرسکیگا اور حکم قاضی کی ضرورت ایسی ہی چیز مین ہی جو محتمل قسمت ہی حتی کہ
اگر ایسی چیز ہو جو محتمل قسمت نہین ہی جیسے بیت صغیر و دوکان تو اسمین قضاے قاضی کی حاجت نہین ہی پس ایک جزو شائع
ہبہ کرکے ہبہ کردے پھر باقی اُسکے ہاتھ فروخت کردے پس شفیع کو حق شفعہ حاصل نہوگا پھر اسی باب مین ذکر کیا جس سے شفیع کی حق
شفعہ لینے کی رغبت کم ہوجاتی ہے چنانچہ فرمایا کہ پہلے عمارت کو ہلکے داموں کو خرید لے پھر میدان زمین کو بھاری داموں کے عوض
دوسرے صفقہ مین خرید لے پس شفیع کو عمارت مین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ وہ مال منقول ہی اور اراضی کی خرید مین
رغبت نکریگا کیونکہ اُسکا ثمن گران ہی اور اگر مشتری نے عمارت کو مع اصل و بنیاد کے خرید کیا بایں طور کہ جو زمین زیر دیوار ہی وہ اُسی
کی ہوگئی تو وہ دار مین شریک ہو جائیگا پس پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہوگا پس یہ حیلہ پڑوسی کے حق شفعہ واجب ہونے سے
مانع ہو جائیگا اور منجملہ حیل کے یہ ہی کہ اگر مشتری کو عمارت مع اسکی بنیاد و اصل کے پہلے ہبہ کردے پھر اسکے بعد اُسنے اراضی
خریدی تو شفیع کے واسطے حق شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ جب اُسنے عمارت مع اصل کے اسکو ہبہ کردی تو جو زمین زیر عمارت
ہی وہ موہوب لہ کی ہوگئی پس وہ شریک دار ہوگیا پس وہ پڑوسی سے استحقاق مین مقدم ہوگا اور باغہاے انگور و کھیتون
کی فروخت مین اگر وجوب شفعہ سے مانع ہونے کا حیلہ چاہا تو پہلے درختون کو مع اصل کے فروخت کردے یا درختون کو
مع اصل کے ہبہ کردے پس وہ شریک ہو جائیگا پھر اُسکے ہاتھ باقی کو فروخت کردے اور اگر چاہا کہ شفیع کی رغبت جاتی
رہے تو پہلے ان درختون کو ہلکے دامون کے عوض فروخت کردے پھر مشتری اُس سے اراضی کو بھاری دامون کے
عوض خریدے حیلہ دیگر آنکہ دار مین سے ایک سہم بھاری دامون کے عوض خریدے پھر دوسرے صفقہ مین باقی دار کو
ہلکے دامون کے عوض خریدے پس پڑوسی کو دوسرے صفقہ مین حق شفعہ حاصل نہوگا اسواسطے کہ دوسرے
صفقہ کی بیع کے وقت شریک دار ہی ولیکن پہلے صفقہ مین اسکو حق شفعہ حاصل ہوگا مگر وہ اُسکے لینے مین رغبت
نکریگا اسواسطے کہ مشتری نے اسکو بھاری دامون کے عوض خریدا ہی۔ پھر اگر مشتری نے کہا کہ مجھے اس امر کا خوف ہی کہ
اگر مین نے اُس سے یہ سہم بعوض بھاری دامون کے خرید کیا تو شاید باقی کو بائع میرے ہاتھ فروخت نکرے تو اسکا حیلہ یہ ہی
کہ بائع مذکور مشتری کے واسطے ہزار سہام مین سے ایک سہم مشاع غیر مقسوم کا اقرار کردے پھر مشتری اُس سے باقی کو خریدلے

اور شیخ ابوبکر خوارزمی رح اس مسئلہ اقرار مین امام خصاف رح کا تخطیہ کرتے تھے کہ امام خصاف رح سے اس مسئلہ مین خطا ہوئی ہی کہ وہ ایک سہم مشاع کے بائع کے مشتری کے واسطے اقرار کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل کہتے ہین اور خود فتوی دیتے تھے کہ پڑوسی کا حق شفعہ واجب ہوگا اسواسطے کہ شرکت سواے بائع کے اقرار کے اور طرح ثابت نہین ہوئی اور کسی شخص کا اقرار دوسرے کے حق مین حجت نہین ہوتا ہی اور اپنے قول کی دلیل مین وہ مسئلہ پیش کرتے تھے جسکو امام محمد رح نے ذکر کیا ہو کہ اگر مالک دار نے اقرار کیا کہ جو دار میرے قبضہ مین ہی وہ فلان شخص کا ہی تو مقرلہ ایسے اقرار کی وجہ سے مستحق شفعہ نہوگا اور اسکا طریقہ وہی ہی جو ہمنے پہلے بیان کیا ہی اور اگر بائع نے کہا کہ مجھے خوف ہی کہ وہ میرے اقرار سے میرا شریک ہو جاوے پھر مجھسے باقی کو نخریدے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ دونون اپنے درمیان مین ایک تیسرے مرد ثقہ کو جسپر دونون کو اعتماد ہو ڈالین اور یہ اقرار اسی درمیانی ثقہ کے واسطے ہو پھر یہ مقرلہ باقی دار کو خریدے تو دونون کو مضبوطی حاصل ہو جائیگی اور حیلہ دیگر آنکہ اگر اسکو دار کی خریداری بعوض سو درم کے منظور ہی تو ظاہر مین اسکو بعوض ہزار درم کے خریدے یا اس سے زیادہ کے عوض خریدے پھر بائع کو بعوض ان ہزار درم کے ایک کپڑا دیدے جسکی قیمت سو درم ہی یا دس دینار دیدے جسکی قیمت سو درم ہی پھر جب شفیع آویگا تو وہ نہ لے سکیگا لیکن اسی ثمن ظاہر کے عوض لے سکتا ہی مگر ظاہر ثمن چونکہ بہت گران ہی اسواسطے اسکے لینے مین رغبت نکریگا حیلہ دیگر آنکہ مشتری اس شفیع سے کہے کہ اگر تجھکو پسند آوے تو مین نے جسقدر داموں کو خریدا ہی اسی قدر کے عوض تجھکو بطور بیع تولیہ دیدونگا پس اگر شفیع نے کہا کہ ہان مین اسکو بطور بیع تولیہ لینا چاہتا ہون تو اسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اسنے شفعہ سے اعراض کرکے خریدنا چاہا کیونکہ اسنے بطور بیع تولیہ لینا چاہا ہی حالانکہ بحق شفعہ لینا پہلی خرید پر ہوتا ہی اور تولیہ دوسری خرید ہی پس جب شفعہ سے اعراض پایا گیا تو بحق شفعہ لینا باطل ہو جائیگا اسی طرح اگر مشتری نے شفیع سے کہا کہ اگر تو پسند کرتا ہی تو مین تجھکو اگر چاہے تو پہلے ثمن سے کم داموں کے عوض فروخت کردون پس اگر اسنے کہا کہ ہان مین چاہتا ہون تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عیون مین لکھا ہی کہ چاہے ایسا فعل طلب شفعہ سے پہلے کیا یا اسکے بعد کیا ہو بہر حال شفعہ باطل ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر مشتری نے شفیع کے پاس ایک ایلچی بھیجا جسنے شفیع سے یہی پیغام دیا اور شفیع نے اسکے جواب مین اسی طرح کہا کہ ہان مجھے منظور ہی تو اسکا حق شفعہ باطل ہو جائیگا اور حیلہ دیگر آنکہ بائع و مشتری دونون باتفاق اس امر کا اقرار کرین کہ یہ بیع بطور فاسد یا تلجیہ تھی یا بائع کے واسطے اسمین خیار مشروط تھا پس دونون کا قول قبول ہوگا اور جب ہمنے دونون کا قول قبول کیا تو شفیع کے واسطے شفعہ واجب نہوگا کیونکہ معلوم ہو چکا ہی کہ ثبوت حق شفعہ کے واسطے ملک بائع بسبب بیع صحیح زائل ہونا مقدم ہی اور یہ بات پائی نہین گئی و حیلہ دیگر آنکہ مشتری کسی شخص سے کہے کہ تو شفیع سے کہہ کہ مین نے یہ دار اسکے بائع سے قبل اس مشتری کے خریدنے کے خرید کیا ہی پس جب شفیع نے اسکے جواب مین کہا کہ آپ نے درست فرمایا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ جب اسنے یہ اقرار کیا کہ مشتری کی خرید اس مقر کی خرید کے بعد واقع ہوئی تھی تو یہ اقرار کیا کہ خرید مشتری صحیح نہین ہوئی پس ابطال شفعہ کا مقر ہو گیا کیونکہ حق شفعہ چاہتا ہی کہ خرید صحیح واقع ہو۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے شفیع سے کہا کہ یہ دار تیرا ہی فلان بائع کا نہ تھا پس شفیع نے کہا کہ ہان تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ وہ اس امر کا مقر ہوا کہ خرید مشتری صحیح نہین ہوئی ہی پس اپنے شفعہ کے باطل ہونے کا مقر ہوا۔ اسی طرح اگر مشتری

باب بیع تولیہ کتاب البیوع میں دیکھو ۱۲

نے کہا کہ مین نے یہ دار بعوض سو دینار کے خریدا ہی پس اگر تجھکو پسند ہو تو مین اُسکے ثمن سے دس دینار گھٹا دون پس شفیع نے کہا کہ اچھا جب مجھے پسند ہی تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور شیخ ابو علی نسفی رح فرماتے تھے کہ اُسکا شفعہ بھی باطل ہوگا کہ جب اُسنے اسطور سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تیرے واسطے اُسکے ثمن سے دس دینار گھٹا دون اور تیرے ہاتھ اُسکو نوے دینار کو فروخت کر دون اور شفیع نے جواب دیا کہ ہان مجھے منظور ہی کیونکہ جب اُسنے سو دینار سے کم عوض خریدنے کی رغبت کی تو بحق شفعہ لینے سے اعراض کرنے والا ہوا اور اگر اُسنے یون نہ کہا کہ (اور تیرے ہاتھ نوے دینار کو فروخت کر دون) تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ بحق شفعہ لینے سے اعراض کرنا اُسکی طرف سے پایا نہین گیا کیونکہ جائز ہی کہ اُسنے یہ قصد کیا ہو کہ دس دینار گھٹا کر بعد اُسکے اوّل اُسکو شفعہ مین لے لے اور اسی طرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ میرے سے دس درم گھٹا دے پس اگر اسکے بعد کہا کہ اور باقی نوے دینار کے عوض میرے ہاتھ فروخت کر دے تو اُسکا شفعہ باطل ہو جائیگا ورنہ نہین اور وجہ دیگر آنکہ مشتری خریدے اور شفیع کو اس بیع مین ثمن کا عہدہ بیع کا کفیل کر دیوے تو اُسکو شفعہ نہ ملیگا یہ تاتارخانیہ مین ہی

اکیسوین فصل - کفالت کے بیان مین - زید نے چاہا کہ عمرو سے ایسا کفیل لے جو مکفول بہ کو سپرد کرنے کے بعد کفالت سے بری نہو جاوے تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہی کہ کفیل یون کہے کہ مین نے تیرے واسطے نفس عمرو کی کفالت بدین شرط کی کہ ہرگاہ مین اُسکو تیرے سپرد کر دون تو پھر مین اُسکے نفس کا کفیل بکفالت جدید ہون تو یہ جائز ہی اور یہ حسن بن زیاد سے مروی ہی اور ہمارے اصحاب یعنے امام اعظم رح و امام ابو یوسف رح و امام محمد رح سے اسمین کوئی روایت نہین ہی اور وکالت مین اسکی نظیر ہی مشائخ اہل شروط کا اختلاف ہی یعنے اگر کسی کو کسی معاملہ مین وکیل کیا اور وکیل سے کہا کہ ہرگاہ مین تجھکو معزول کر دون تو تو بوکالت جدیدہ میرا وکیل ہی پس بنابر قول عامہ مشائخ کے وکالت جدیدہ ثابت نہوگی اور ابو زید شروطی رح نے فرمایا کہ وکالت جدیدہ ثابت ہوگی اور کفالت کا قیاس اسی پر ہی واللہ تعالیٰ اعلم یہ تاتارخانیہ مین ہی

بائیسوین فصل - حوالہ کے بیان مین - ایک شخص کا دوسرے پر مال آتا ہی مثلاً زید کا عمرو پر مال آتا ہی اور عمرو نے چاہا کہ زید کو یہ مال بکر پر اُترا دے بدین شرط کہ اگر بکر مفلس مر جاوے تو زید کو عمرو سے یہ مال لینے کا اختیار نہ رہے تو اُسکی صورت یہ ہی کہ عمرو زید کو ایک شخص مجہول پر یہ مال اُترا دے اور کتاب الحوالہ مین اسکو تحریر کرے پھر لکھے کہ اس محتال علیہ یعنے مجہول نے اس زید کو یہ مال اس بکر پر اُترا دیا پس جب اسطرح سے کرینگے پھر بکر مفلس مر گیا تو زید کو عمرو سے رجوع کرنے کا اختیار نہوگا اسواسطے کہ عمرو نے اُسکو بکر پر یہ مال نہین اُترایا تھا بلکہ دوسرے شخص پر اُترایا تھا اور اُسکا مفلس مرنا ثابت نہین ہوا ہی اور اگر عمرو قرضدار نے چاہا کہ زید قرضخواہ کو مال کے واسطے اپنے قرضدار بکر پر اُترائی کر دے لیکن زید نے کہا کہ میرے نزدیک تیرا مال رہنے مین بہ نسبت بکر کے زیادہ اعتماد ہی بلکہ بکر پر اُترائی کرنے مین مجھے خوف ہی کہ شاید میرا مال ڈوب جاوے پس زید نے ایسا حیلہ چاہا کہ جس سے اصیل یعنے عمرو بری الذمہ نہونے پاوے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ بکر از جانب عمرو اس مال کی جو عمرو پر ہی زید کے واسطے ضمانت کر لے پس اصیل بھی بری نہوگا اور زید کو اختیار رہیگا کہ دونون مین سے جس سے چاہے مواخذہ کرے پس دونون کا مقصود حاصل ہو جاتا اور اسمین دوسری صورت یہ ہی کہ عمرو اپنے قرضخواہ زید کو اپنے قرضدار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کرے

اور کہا ہے کہ بعد وصول کرنے کے اسکو اپنے قرضہ مین قصاص کرلے تو یہ جائز ہے کیونکہ قرضہ وصول کرنے کی وکالت تو ظاہر ہے کہ جائز ہے اور رہا وصول شدہ مال کا اپنے قرضہ مین قصاص کر لینا سو یہ بھی ظاہر ہے کہ جائز ہے اسواسطے کہ اداے قرض کا یہ طریقہ ہے جیسا کہ اپنے مقام پر معلوم ہو چکا ہے پھر اگر عمرو نے کہا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید زید میرے قرضدار بکر سے قرضہ وصول کرکے یہ کہے کہ قبل اسکے کہ مین اسکو اپنے قرضہ کا قصاص کرون وہ میرے پاس سے ضائع ہو گیا اور اس دعوی مین قول اسی کا قبول ہوگا اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہین کہ جب عمرو نے زید کو اپنے قرضدار بکر سے اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا اور یہ نہ کہا کہ اپنے واسطے وصول کرلے تو زید کا وصول کرنا پہلے واسطے عمرو کے واقع ہوگا پھر زید کو اپنے اداے قرضہ مین لینے کے واسطے جدید قبضہ کرنا پڑیگا تاکہ یہ مقبوضہ مال زید کا ہو جاوے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ زید نے جب پہلے وصول کیا تو بطور امانت اسکے قبضہ مین رہا اور اسکا ذاتی قبضہ کرنا قبضہ ضمان ہے اور ایک قبضہ دونون کے واسطے کافی نہین ہو سکتا ہے اسواسطے کہ قبضہ امانت نائب قبضہ ضمانت نہین ہوتا ہے اسواسطے اسکو اپنے واسطے جدید قبضہ کرنے کی ضرورت ہوگی پس اگر اسنے دعوی کیا کہ مال مقبوضہ قبل اسکے کہ مین اسپر اپنے واسطے قبضہ کرون تلف ہو گیا ہے تو اسنے سبب ضمانت پیدا ہونے سے پہلے امانت کا مال تلف ہو جانے کا دعوے کیا پس قول اسی امین کا معتبر ہوگا پس جب اس مسئلہ کی کیفیت مفصل معلوم ہو چکی تو ہم کہتے ہین کہ اس خوف کے دفع کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو اپنے قرضدار بکر کو حکم دے کہ زید کے واسطے عمرو کی طرف سے اس مال کی ضمانت کرلے بدین شرط کہ زید مختار ہے کہ دونون مین سے جس سے چاہے وصول کرے پس جب بکر نے ایسا کیا تو مال مذکور ان دونون پر ہو گیا پھر اگر زید اس مال کو سب یا تھوڑا بکر سے وصول کریگا تو اپنے واسطے لینے والا ہوگا پھر اگر بعد وصول کے اسکے پاس تلف ہوا تو اسی کا مال تلف ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔

تیئیسوین فصل۔ صلح کے بیان مین۔ امام محمد رح نے حیل الاصل مین فرمایا کہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین کہ اسنے اس سے اس شرط سے باہم صلح کی کہ زید کو فلان مہینہ سنہ فلان کا چاند دیکھنے پر سو درم ادا کردے اور اگر اسنے ایسا نکیا تو اسپر دو سو درم ہونگے تو ایسی صلح ہمارے قول و امام ابو یوسف رح کے قول مین جائز ہے پس یہ مسئلہ اس صورت و وضع کے ساتھ امام محمد رح نے کتاب الصلح مین ذکر نہین فرمایا بلکہ یہ مخصوص کتاب الحیل مین مذکور ہے اور اس مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ اگر عمرو نے اس وقت مشروطہ پر سو درم ادا کر دیے تو باقی سے بری ہو جائیگا اور اگر اسنے ادا نکیے تو اسپر دو سو درم واجب ہونگے اور کتاب الصلح مین اس جنس کی تین صورتین مذکور ہین اول آنکہ زید کے عمرو پر ہزار درم قرضہ ہین پس زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم گھٹا دیے تاکہ تو پانچ سو درم کل کے روز مجھے ادا کردے یا کہا کہ بایں شرط کہ تو پانچ سو درم مجھے کل کے روز ادا کردے اور عمرو نے اسکو قبول کیا تو فرمایا کہ صلح کرنا و ساقط کرنا جائز ہے خواہ عمرو اسکو کل کے روز پانچ سو درم ادا کردے یا نکرے۔ دوم آنکہ زید نے عمرو سے کہا کہ مین نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کیے کہ تو مجھے پانچ سو درم فی الحال دیدے اور اگر تو نے فی الحال ندیے تو ہزار درم تجھپر اپنے حال پر ثابت رہینگے اور عمرو نے اسکو قبول کیا تو فرمایا کہ اگر عمرو نے پانچ سو درم فی الحال ادا کردیے تو باقی پانچ سو درم سے بری ہوگا اور اگر فی الحال ادا نکیے تو ہزار درم اسپر بحال خود ثابت رہینگے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہزار درم اسپر بحالہ ثابت رہین خواہ پانچ سو درم فی الحال ادا کرے یا نکرے اور بعضے لوگون

یہ قیاس ہی کو اختیار کیا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ذمہ سے پانچ سو درم بدین شرط ساقط کیے کہ تو پانچ سو درم فی الحال ادا کرے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ اسمیں اختلاف ہے امام اعظم رحمہ کے قول کے موافق اگر اُسنے پانچ سو درم فی الحال ادا کیے تو باقی پانچ سو درم ساقط ہو گئے اور اگر ادا نکیے تو ہزار درم اُسپر بحال خود رہینگے اور صلح باطل ہو جائیگی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ صلح باطل نہوگی اور قرضدار پر پانچ سو درم ہونگے خواہ فی الحال پانچ سو درم ادا کیے یا نکیے پس اس مسئلہ کو امام محمد رحمہ نے کتاب الصلح میں بیان کیا ہے۔ اب ہم مسئلہ کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اُسکی صورت و حکم تو ہمنے بیان کر دیا ہے اور امام محمد رحمہ نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ کا قول صریح اسواسطے بیان کیا کہ ظاہر ہو جاوے کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں ہے بلکہ اختلافی ہے حتی کہ مسئلہ کتاب الصلح میں ایسی صورت میں ہے لیکن مسئلہ کتاب الحیل میں خلاف بھی ہے سو بعض نے کہا کہ خلاف زفر رحمۃ اللہ ہے اور بعض نے کہا کہ خلاف ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ ہے پس اگر دونوں نے ایسا حیلہ چاہا کہ بلاخلاف جائز ہو جاوے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ جسکی طرف امام محمد رحمہ نے اشارہ کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ قرضخواہ اپنے قرضدار کے ذمہ سے آٹھ سو درم ساقط کر دیوے اور اُسپر دو سو درم رہیں اور دو سو درم سے صلح کرے کہ اتنے پر صلح ہے اگر بوقت فلان ادا کرے اور اگر ایسا نکیا تو دونوں میں صلح نہیں ہے اور ایسی صلح بلاخلاف جائز ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اس حیلہ میں اعتراض ہے اسواسطے کہ اسمیں سو درم سے زائد دو سو درم تک کی بیشی کی تعلیق بھی ہے۔ اور شیخ الاسلام نے شرح کتاب الحیل میں ذکر کیا کہ ایسی صلح بالاتفاق جائز ہے اور نوادر واقعات ناطفی میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرضہ ہوں اُسنے اُس سے سو درم پر ایک مہینہ تک ادا کرنے پر صلح کی مگر اس طرح کہ اگر ایک مہینہ تک سو درم ادا نکیے تو اُسپر دو سو درم ہونگے تو صلح جائز نہیں ہے اگرچہ یہ صلح بحط یعنی ساقط کرنے پر صلح ہے اور وجہ یہ ہے کہ مقدار محطوط یعنی ساقط کردہ کی مقدار مجہول ہے کیونکہ اگر اُسنے ایک مہینہ تک ادا کیے تو مقدار محطوط نو سو (۹۰۰) درم ہے اور اگر ادا نکیے تو مقدار محطوط آٹھ سو (۸۰۰) درم ہے اور محطوط کا مجہول ہونا صحت حط کا مانع ہے پس مسئلہ کتاب الحیل میں ایسا ہی جواب ہونا چاہیے اسواسطے کہ دونوں مسئلوں میں کچھ فرق نہیں ہے پس اس مسئلہ میں دو روایتیں ہو گئیں۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے اپنا پسر و جورو وارث چھوڑے اور ان دونوں کے قبضہ میں ایک گھر ہے پھر ایک شخص نے آکر دعوے کیا کہ یہ میرا دار ہے پس دونوں نے اُسکے دعوی سے کسی قدر مال پر صلح کر لی تو اس مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اگر دونوں نے اُسکے دعوے کا اقبال نہیں کیا اور صلح کر لی ہے تو مال صلح دونوں پر آٹھ حصے ہو کر واجب ہوگا اور دار مذکور بھی دونوں میں آٹھ حصے ہوگا اور اگر دونوں نے باقبال دعوی مدعی صلح کی ہے تو دار مذکور دونوں میں نصفا نصف اور مال صلح دونوں پر نصفا نصف ہوگا پھر اگر دونوں نے ایسا حیلہ طلب کیا کہ صلح باقرار دعوی ہو اور دار مذکور دونوں میں آٹھ حصے ہو اور مال صلح دونوں پر آٹھ حصے ہو کر واجب ہو تو فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہے کہ کوئی مرد اجنبی ان دونوں کی طرف سے باقبال دعوی صلح کرے بدین شرط کہ عورت کو آٹھواں حصہ ملے اور پسر کو سات حصے ملیں تو بطور مذکور صلح واقع ہونا صحیح ہے اور دار مذکور دونوں میں آٹھ حصے ہوگا پھر اگر دونوں نے اس اجنبی کو صلح کی اجازت دی ہو تو وہ بدل صلح ان دونوں سے آٹھ حصے کر کے واپس لیگا اور یہ سب اسوجہ سے ہوا کہ اجنبی کا اقرار ان دونوں کے حق میں صحیح نہوا اور اُسکا صلح کرنا دعوے مدعی کا ساقط کرنے والا ہوا پس جب مدعی کا دعوی ساقط ہو گیا تو دار مذکور بوجہ میراث کے ان دونوں کا مملوک رہا پس دونوں میں آٹھ سہام پر مشترک ہوگا اور بدل صلح بھی ایسا ہی

حاشیہ: [illegible]

ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے شرح حیل الاصل مین یہ مسئلہ ذکر کیا اور فرمایا کہ اسکا حیلہ یہ ہو کہ دونون اِس مدعی کیواسطے
اِس دار کا اقرار کرکے پھر دونون اُس سے کسی قدر مال معین پر اس شرط سے صلح کرین کہ عورت کے واسطے دار مذکور کا
آٹھوان حصہ اور پسر کے واسطے سات حصے ہون پس جب دونون اِس امر کی تصریح کر دینگے تو دار مذکور دونون مین
دونون کی تصریح کے موافق مشترک ہوگا اور بدل الصلح بھی اسی حساب سے واجب ہوگا بمنزلہ اسکے کہ گویا دونون
نے ایک دار کو بدین شرط خریدا کہ ایک کیواسطے آٹھوان حصہ اور دوسرے کیواسطے سات حصے ہون - ایک شخص
مرگیا اور اُسنے درم و دینار یا عروض ترکہ چھوڑا پس اُسکی جورو سے اُسکے وارثون نے جورو کے ترکہ کے حصہ سے درم
یا دینار پر صلح کرنی چاہی تو جاننا چاہیے کہ یہ مسئلہ دو صورتون سے خالی نہین ہو اول آنکہ ترکہ مین قرضہ نہو اور شوہر نے
دراہم وعروض چھوڑے اور درمون پر صلح واقع ہوئی پس اگر عورت مذکورہ نے اپنے حصہ ترکہ کے درمون سے
زیادہ درمون پر صلح کی تو جائز ہو اور بدل الصلح کے درمون مین جسقدر درم اُسکے حصہ کے واجب ہین اُسقدر اُسکے
مقابلہ مین برابر برابر بمساوی قرار دیے جائینگے اور باقی درم بمقابلہ حصہ عروض کے ہونگے لیکن جسقدر درم بدل الصلح
کے بمقابلہ دراہم حصہ کے ہین اُسقدر مین شرط بیع صرف مرعی ہوگی کہ ہر دو بدل کا مجلس صلح مین قبضہ ہونا ضرور
ہوگا بشرطیکہ وارث لوگ مقر ترکہ ہون و جورو کے حصہ ترکہ سے مانع نہون اسواسطے کہ جورو کا حصہ ترکہ ایسی حالت
مین تو وارثون کے قبضہ مین بطور امانت ہوگا اور قبضہ امانت نائب قبضہ ضمانت نہین ہوتا ہو اور اگر اُسکا حصہ ترکہ
وارثون پر مضمون ہوگیا مثلاً اُسکے حصہ ترکہ سے منکر ہوگئے یا منکر نہوے اقرار کیا لیکن اُسکے ترکہ کے دینے سے
انکار کیا تو ایسی حالت مین مجلس صلح مین ہر دو بدل پر قبضہ کرنے کی حاجت نہوگی اسواسطے کہ قبضہ غصب نائب
قبضہ ضمانت ہوتا ہی بلکہ فقط بدل الصلح کے قبضہ کی ضرورت ہوگی - اور اگر عورت مذکورہ نے اُسی قدر درمون کو لیا
جو اُسکے حصہ کے برابر ہین تو صلح جائز نہوگی اِسواسطے کہ حصہ عروض عوض سے خالی رہا جاتا ہو اِسی طرح اگر کم درم لیے تو بھی
جائز نہین ہو اسواسطے کہ عروض مع بعض درمون کے بغیر عوض رہے جاتے ہین پس یہ صلح بطریق معاوضہ نہین ہوسکتی ہو
اور نیز بطریق ابرا بھی نہین ہوسکتی ہو کہ باقی سے اُسنے بری کر دیا کیونکہ ترکہ مال عین ہو اور عین سے بری کرنا باطل ہو اور
حاکم ابو الفضل رہ نے فرمایا کہ عورت مذکورہ کے حصہ دراہم کے برابر عوض پر صلح بھی باطل ہوگی کہ جب صلح بحالت تصادق ہو
اگر حالت انکار مین صلح کی تو صلح جائز ہوگی اسواسطے کہ حالت انکار مین مال دینے والا اسی غرض سے مال دیتا ہو کہ منازعت دور
ہو جاوے اور اُسکی قسم کا فدیہ ہو جاوے پس ربوا کی گنجائش نہوگی اور اِسی طرف امام محمد رحمۃ اللہ نے کتاب الصلح مین اشارہ کیا ہو اور اگر
عورت مذکورہ کے شوہر کے ترکہ سے درمون کے حصہ کی مقدار معلوم نہوئی تو صلح جائز نہوگی اِسواسطے کہ یہ صلح دو وجہ سے
فاسد اور ایک وجہ سے صحیح ہوتی ہو پس جانب فساد کا اعتبار ہوگا اور اگر عورت مذکورہ سے عروض یا دینارون پر صلح کی گئی تو
جائز ہو اگرچہ بدل صلح قلیل ہو کیونکہ خلاف جنس سے صلح کرنے مین سُود متمکن نہین ہوتا ہو اور یہی اِس باب مین حیلہ ہو - اور اگر
ترکہ شوہر دینار و عروض ہون پھر اُس سے دینارون پر صلح کی گئی تو یہی ہی صورتین ہین جو ہمنے درم کی صورت مین
بیان کر دی ہین اور اگر بعوض درمون کے صلح کی گئی تو ہر حال مین جائز ہو - اور اگر ترکہ شوہر مین درم و دینار و عروض ہون
پس اُس سے درمون پر یا دینارون پر صلح کی گئی تو جائز نہین ہو اِلّا اُس صورت مین جائز ہوگی کہ جس بدل پر صلح کی ہو اسکی
مقدار اُسکے حصہ کی اسی جنس کی مقدار سے زائد ہو حتی کہ اس نقدین سے جسقدر اُسکا حصہ ہو اُسکا مثل اس بدل مین آجاوے

پس مثل بمثل ہوجاوے اور جو باقی رہا وہ بمقابلہ دوسرے نقد و عروض کے ہو اور اگر صلح مین درم و دینار دونون دیے
تو بہر حال صلح جائز ہے اور ہر جنس کو اسکے برخلاف جنس کے معاوضہ مین رکھا جائیگا اور یہی اس باب مین حیلہ ہے لیکن
واضح رہے کہ جو کچھ بدل دراہم حصۂ دینار سے اور دینار کا دراہم سے ہے تو اسمین بیع صرف کے شرائط مرعی ہونگی پس مجلس
صلح مین ہر دو بدل پر قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جو کچھ بمقابلہ عروض کے ہے وہ بیع صرف کے معنی مین نہونگے پس انمین ہر دو بدل
مجلس مین قبضہ شرط نہوگا اگرچہ یہ حیلہ ہمارے علماے ثلثہ رحمہم اللہ تعالے کے قول کے موافق ٹھیک ہے کہ ہر جنس کو اُسکے
برخلاف جنس کے مقابلہ مین ڈالتے ہین مگر شیخ زفر رح کے قول کے موافق نہین ٹھیک پڑتا ہے کیونکہ وہ ایک جنس کو اسکے
برخلاف جنس کی جانب راجع نہین کرتے ہین چنانچہ مسئلہ الاکراہ مین معلوم ہوچکا ہے پس اگر سب عالمون کے قول کے موافق
مضبوطی چاہیے تو حیلہ یہ ہے کہ وارث لوگ تمام ترکۂ شوہر سے اُسکے پورے حصہ سے ایک عوض واحد معین پر صلح کرین
پھر جس موضع مین یہ صلح جائز ہو تو عورت مذکورہ کے پورے حصہ سے تمام ترکہ سے معرفت ہوجانا کچھ ضرور نہین ہے اور
اس امر مین اشکال ہے اور دفع یہ ہے کہ اس صلح کا جائز ہونا بالاتفاق ہے لیکن یہ بیع ایسی ہے کہ اسمین سپرد کرنے کی حاجت
نہین ہے اور ایسی چیز کی بیع جسکی مقدار سے بائع و مشتری کو آگاہی نہو اگر اسمین سپرد کرنے کی حاجت نہو تو جائز ہوتی ہے آیا تو
نہین دیکھتا ہے کہ اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ اُسنے فلان شخص سے ایک چیز غصب کی ہے یا اقرار کیا کہ فلان نے اُسکے
پاس ودیعت رکھی ہے پھر مقر لہ نے مقر سے یہ چیز خرید لی تو جائز ہے اگرچہ دونون اسکی مقدار نجانتے ہون ایسا ہی
یہان بھی ہے اور اگر ترکہ مجہول ہو کہ یہ معلوم نہو کہ ترکہ مین کیا چیز ہے تو شیخ ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے شرح کتاب الشروط
مین فرمایا کہ کیلی و وزنی چیزون پر صلح جائز نہوگی کیونکہ اسمین یہ احتمال ہے کہ شاید ترکہ مین کیلی و وزنی مال ہو اور اُسمین سے عورت
کا حصہ اسی قدر ہو جسپر صلح ہوئی ہے یا اس سے زیادہ ہو اور فقیہ ابوجعفر نے فرمایا کہ ایسی صلح جائز ہے کیونکہ اسمین احتمال ہے کہ
شاید ترکہ جنس بدل الصلح سے کچھ نہو اور اگر ہو تو احتمال ہے کہ اس عورت مذکورہ کا حصہ اس بدل الصلح سے زائد ہو اور
احتمال ہے کہ کم ہو پس اسمین احتمال الاحتمال ہے اور ایسا احتمال معتبر نہوگا۔ اور اگر مال ترکہ عقار یا رقیق یا حیوان و امتعہ ہون
اور یہ سب مدعا علیہ لوگون کے قبضہ مین ہو لیکن مدعی کو معلوم نہین ہے کہ مال ترکہ کیا چیز ہے پس اُسنے ان لوگون سے
مکیل یا موزون پر صلح کرلی تو جائز ہے۔ اور وجہ دوم یہ ہے کہ ترکہ مین قرضہ ہو پس اگر وارثون نے عورت مذکورہ سے
اسطور سے صلح کی کہ قرضہ کو بھی صلح مین داخل کیا مثلاً اُسکے حصہ عین و دین سے کسی قدر مال پر صلح کی یا یہ کہا کہ اس
شرط سے صلح کی کہ عورت مذکورہ تمام قرضہ وصول کرلے اور باقی اموال سے اپنا حق چھوڑدے تو یہ سب باطل ہے اسواسطے
کہ اس صورت مین قرضہ کا مالک کرنا ایسے شخص کو ہے جسپر قرضہ نہین ہے اور جبکہ حصہ دین کی صلح باطل ہوئی تو حصہ عین کی صلح
بھی باطل ہوئی اسواسطے کہ عقد ایک ہی ہے اور اگر اُنھون نے دین کو حکم مین داخل نکیا بلکہ اُسکے حصہ عین سے صلح کرلی
اور قرضہ کو اپنے درمیان بفضل اللہ تعالی مشترک چھوڑ دیا تو یہ صلح جائز ہوگی پس ایسی صلح کے جائز ہونے کیواسطے
یہ ایک نوع کا حیلہ ہے کہ قرضہ کو نکالکر باقی پر صلح کرین اور صلح نامہ مین [illegible] اسواسطے قرضہ کے صلح کی ہے۔ اور اگر
وارثون نے چاہا کہ قرضہ بھی داخل صلح ہوجاوے تو اسکی صورت یہ ہے کہ عورت مذکورہ ان وارثون سے بقدر اپنے حصۂ دین
کے قرض لے پھر ان وارثون کو قرضداران میت پر اترائی کرے کہ اسکا حصۂ قرضہ ان لوگون کو دیدین اور قرضداران میت
اسکو قبول کرلین پھر وارثان مذکور اس عورت سے باقی مال متروکہ سے صلح کرلین پس تمام مال عین و دین ان

وارثون کا ہو جائیگا یا وارث لوگ یہ کرین کہ قرضدار میت کی طرف سے بطور تطوع اس عورت کو اُسکا حصہ قرضہ اپنے مالون سے ادا کر دین کیونکہ اداے قرضہ غیر کی طرف سے بطور تطوع جائز ہی پھر باقی سے اس عورت کے ساتھ صلح کرلین ولیکن وارثون کے حق مین عورت مذکورہ کو قرض دینا مفید ہی کیونکہ اگر انکو قرضدارون سے حصہ عورت مذکورہ وصول نہوا تو جو کچھ اُنھون نے عورت مذکورہ کو ادا کیا ہی وہ اُس سے واپس لینگے بخلاف اسکے اگر اُنھون نے قرضدارون کی طرف سے بطور تطوع حصہ عورت مذکورہ اپنے مالون سے ادا کیا تو در صورتیکہ قرضدارون سے کچھ وصول نہوا تو نہ قرضدارون سے واپس پاوینگے اور نہ عورت مذکورہ سے واپس لے سکینگے اسواسطے کہ بطور تطوع ادا کرنے والا کسی سے واپس نہین لے سکتا اور اگر وارثون نے عورت مذکورہ کا حصہ قرضہ اسکو قرض دینے سے انکار کیا تو حیلہ یہ ہی کہ کوئی قرضدار بقدر حصہ عورت کے قرض لیکر عورت مذکورہ کو پہلے ادا کر دے پھر وارث لوگ اُس سے باقی مال سے صلح کر لین اور اگر قرضدار نے اُسکا حصہ قرض لیکر ادا کرنے سے انکار کیا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ سب وارث یا ایک وارث اپنا کوئی عرض اس عورت کے ہاتھ دس درم قیمت کا بعوض پچاس درم کے جو کہ قرضہ مین سے اُسکا پورا حصہ ہی فروخت کر دالے اور (وارث کبھی بغرض ثمن منافع ... اور ... جواز صلح کے) ایسا کرتا ہی پھر عورت مذکورہ اِس عرض کا ثمن اس قرضدار پر اُترا دے پھر وارث لوگ عورت مذکورہ سے باقی مال متعین سے صلح کر لین اور اگر عورت مذکورہ نے اِس امر کو منظور نکیا بدین خوف کہ شاید قرضدار پر قرضہ ڈوب جاوے وصول نہو تو وارث بائع اِس ثمن کو مجھسے واپس لیگا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ عورت مذکورہ اقرار کرے کہ اُسنے قرضدار سے فقط اپنا حصہ قرضہ بھر پایا ہی اور اس بات کے گواہ کر دے پھر وارث لوگ اُسکے ساتھ مال عین کے حصہ سے صلح کر لین جس طرح کہ ہمنے بیان کیا ہی۔ اور منتقی مین لکھا ہی کہ ہشام نے اپنی نوادر مین فرمایا کہ مین نے امام ابو یوسف رح سے پوچھا کہ ایک شخص نے زید کے واسطے اپنے غلام کی ایک سال تک کی خدمت کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور وارثون نے چاہا کہ زید سے اُسکا حق وصیت جو غلام مین ہی خرید کرین تو فرمایا کہ یہ نہین جائز ہی کیونکہ جب وہ مرگیا تو اُسکا حق وصیت میراث نہین ہو سکتا ہی جیسا کہ شفعہ مین حق شفیع میراث نہین ہوتا ہی کیونکہ اُسکے حق کی کچھ مالیت اور کچھ ثمن نہین ہی اور عقد بیع و شرا عقد مخصوص ایسی چیزون کے ساتھ ہی جسکی مالیت و ثمن ہو اور اسی سے ہمنے کہا کہ منافع کی بیع باطل ہی اور اجارہ بلفظ بیع و شرا منعقد نہین ہوتا ہی کیونکہ بیع و شرا ایسا عقد ہی جو خاص ایسی چیزون پر واقع ہوتا ہی جنکی مالیت ہی اور منافع کی کوئی مالیت نہین ہی پس اُسپر بیع واقع نہو گی اور یہی حال ہمارے اِس مسئلہ مذکورہ مین ہی اور حق شفعہ اِسپر دلالت کرتا ہی کہ اگر مشتری نے شفیع سے حق شفعہ بعوض مال کے خریدا تو خرید باطل ہو گی اور اگر شفیع نے فروخت کیا تو اُسکی طرف سے یہ تسلیم شفعہ ہوگا اور اپنے حق کا ابطال ہوگا۔ اور امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مین نے اس مسئلہ کو ایسا مشکل پایا کہ مین امت کے لوگون مین کوئی ایسا نہین دیکھتا ہون جو اسکو حل کرے اور اس مسئلہ کا اشکال اسکی اصل کی وجہ سے ہی کہ بیع کا عقد فقط ایسی ہی چیزون پر وارد ہوتا ہی جسکے واسطے مالیت و ثمنیت ہو بدلیل مسائل مذکورہ ولیکن اسمین مسئلہ طلاق سے اشکال وارد ہوتا ہی کہ اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے تجھسے اپنی طلاق بعوض اسقدر مال کے خریدی پس شوہر نے کہا کہ مین نے فروخت کی تو صحیح ہی اور طلاق واقع ہو جائیگی اسی طرح اگر شوہر نے اُس عورت کی طلاق اسکے ہاتھ فروخت کردی یا اسکی بضع کو اسکے ہاتھ بعوض مال کے فروخت کیا اور عورت مذکورہ نے اُس سے خرید کیا تو صحیح ہی اور رفعا و ضد واجب ہو گا

حالانکہ اُسکی بضع میں کچھ مالیت و ثمنیت نہیں ہو و نیز اُسکی طلاق میں بھی کچھ مالیت و ثمنیت نہیں ہو اور باوجود اسکے بلفظ بیع یہ عقد صحیح ہوا اور طلاق کا بلفظ بیع صحیح ہونا مقتضی ہو کہ عقد اجارہ بھی بلفظ بیع صحیح ہوا و منافع کا بیع کرنا جائز ہو اور بیع وصیت جائز ہوا و شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے ان دونوں میں فرق بیان کرنے میں تکلف کیا ہو حالانکہ اُنسے فرق ممکن نہوا چنانچہ امام کرخی رحمہ اللہ جب فرق نکالنے سے تھک گئے تو اُنھوں نے قول علماء سے رجوع کر کے فرمایا کہ اجارہ بلفظ بیع منعقد ہوتا ہو پس بقیاس قول کرخی در انعقاد اجارہ بلفظ بیع یہ کہا جاسکتا ہو کہ موصی لہ کا منافع وصیت بدست وارث فروخت کرنا بعوض مال کے جائز ہو لیکن ظاہر الروایۃ میں اسکے برخلاف موجود ہو۔ پس جبکہ وارث کے حق میں یہ جائز نہوا کہ وہ موصی لہ سے اُسکا حق وصیت بعوض مال کے خریدے تو پھر کیا حیلہ ہو تو حیلہ یہ ہو کہ وارث مذکور موصی لہ سے اُسکے حق وصیت سے کسی قدر دراہم معلومہ پر صلح کر کے اُسکو دیدے تو جائز ہو اور صاحب خدمت کا حق باطل ہو جائیگا اور غلام مذکور مسلم وارث کا ہو جائیگا کہ بیع وغیرہ جو چاہے کرے اور چاہیے یہ خطا کہ یہ صلح جائز نہو اسواسطے کہ یہ صلح بخلاف جنس حق واقع ہوئی ہو اور صلح جب بخلاف جنس حق واقع ہوتی ہو تو وہ معاوضہ و تملیک شمار کی جاتی ہو و لیکن اس صلح کا تملیک شمار کرنا متعذر ہو اسواسطے کہ موصی لہ اس خدمت کا بغیر عوض مستحق ہوا ہو اور جو شخص منفعت کا بغیر عوض مستحق ہو وہ اس منفعت کو دوسرے کی ملک میں بعوض نہیں کر سکتا ہو جیسے مستعیر اور اسکا جواب یہ ہو کہ جب یہ صلح تملیک نہ شمار ہو سکے تو ہر وجہ سے اسقاط شمار ہوگی یعنی صلح باسقاط حق ہو کذا فی المحیط

چوبیسویں فصل۔ رہن کے بیان میں۔ ایک شخص نے اپنا نصف دار یا نصف کھیت غیر مقسوم رہن کرنا چاہا تو ہمارے نزدیک ایسا رہن جائز نہیں ہو اور یہ مسئلہ معروف ہو پھر اگر دونوں نے اسکے جواز کا حیلہ چاہا تو یہ حیلہ ہو کہ نصف دار یا نصف کھیت بعوض اُسقدر مال کے جسکا قرض لینا چاہتا ہو فروخت کرے بدینشرط کہ مشتری کو اسمیں تین روز کا خیار رہے پھر جب دونوں باہمی قبضہ کرلیں تو مشتری اس عقد کو فسخ کرے لیکن مبیع اسکے قبضہ میں اسی طرح رہجائیگی جیسے رہن کا حکم ہوتا ہو کہ اگر تلف ہوئی تو اسی قدر ثمن کے عوض میں مضمون قرار دیجائیگی اور اگر اسمیں کچھ نقصان آیا تو ثمن میں سے اسی قدر جاتا رہیگا ایسا ہی امام خصاف نے ذکر کیا ہو پس یہ مسئلہ اس امر کی صریح دلیل ہو کہ جو چیز بخیار شرط خریدی گئی ہو کہ اسمیں مشتری کا خیار ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض ثمن کے مضمون ہوتی ہو بعوض قیمت کے مضمون نہیں ہوتی ہو اور ایسا ہی امام محمد نے بیوع جامع میں باب القبض فی البیع میں ذکر کیا ہو اور جو چیز بائع کے خیار شرط پر خریدی گئی ہو وہ بعد فسخ عقد کے مشتری کے پاس بعوض قیمت کے مضمون رہتی ہو نہ بعوض ثمن کے جیسے کہ فسخ سے پہلے ہوتی ہو اور بخیار رویت یا بعیب کے قاضی رد کرنے کی صورت میں ویسا ہی حکم ہو جیسا کہ مشتری کے واسطے بخیار شرط کی صورت میں حکم ہو اور یہ مسئلہ حیل الاصل میں ذکر کر کے فرمایا کہ حیلہ یہ ہو کہ مستقرض اپنا نصف دار مقرض کے ہاتھ بعوض مبلغ قرض کے فروخت کرے کہ مجھکو ایک مہینہ یا زیادہ فلان وقت تک خیار ہو پھر اگر اس مدت پر مال واپس کر دیا تو دونوں میں بیع فسخ ہو جائیگی اور اگر واپس نکیا تو خیار باطل ہو کر بیع لازم ہو جائیگی اور مثل اس مسئلہ کے کتاب البیوع میں معلوم ہو چکا ہو لیکن یہ حیلہ بنا بر قول امام اعظم کے نہیں ہو سکتا ہو اسواسطے کہ امام اعظم رح کے نزدیک تین روز سے زیادہ خیار جائز نہیں ہو اور نیز اگر بائع کے واسطے خیار کی شرط کی پھر بائع نے بعد باہمی قبضہ واقع ہونیکے بیع کو رد کر دیا تو بھی ایسے ہی حکم ہو لیکن فرق یہ ہو کہ یہ مبیع بعد فسخ کے مضمون بالقیمت ہوگی کہ اگر وہ تلف ہوگئی یا اسمیں نقصان آگیا تو قرضہ میں

سے بطریق قصاص ساقط ہو جائیگا بشرطیکہ قرضہ مثل قیمت کے ہو اور اگر کمی بیشی ہو گئی تو باہم ایک دوسرے سے واپس لینگے - زید نے چاہا کہ عمرو سے رہن لیوے اور یہ بھی چاہا کہ رہن سے انتفاع حاصل کرے جیسے مرہون زمین ہو کہ اسمین زراعت کرے یا دار ہو کہ اسمین مرتہن نے رہنا چاہا تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ اس چیز کو رہن لیکر قبضہ کرلے پھر راہن سے اسکو مستعار لے لے پس جب راہن اسکو مستعار دیدے اور اس سے انتفاع حاصل کرنے کی اجازت دیدے تو اسکو انتفاع حاصل کرنا حلال ہوگا اور عاریت مانع رہن نہین ہو یعنے رہن ہونے سے خارج نہوگی ولیکن یہ ہوگا کہ جبتک وہ عاریت مین رہیگی تب تک حکم رہن ظاہر نہوگا یعنی اگر وہ عاریت کی حالت مین تلف ہو گئی تو قرضہ مین سے کچھ ساقط نہوگا اور پھر جب وہ انتفاع سے فارغ ہوئی تو رہن ہو جائیگی جیسی تھی بخلاف اجارہ کے کہ اجارہ مبطل رہن ہی اور یہ مسئلہ معروف ہی پھر خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا کہ اگر اُسنے دار مرہون سے انتفاع ترک کیا اور اسکو خالی کر دیا تو عود کرکے رہن ہو جائیگا پس امام خصاف نے بیان کیا کہ ترک انتفاع کے ساتھ خالی کر دینا رہن ہو جانے کے واسطے شرط ہی اور مبسوط مین لکھا ہی کہ جب انتفاع ترک کیا تو وہ رہن ہو جائیگا پس جو مبسوط مین مذکور ہی وہ بظاہر اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ اگر مرہون کوئی دار ہو اور اسکو مرتہن نے مستعار لیکر اسمین اپنا اسباب رکھا پھر اسکے بعد اسکی سکونت چھوڑ دی تو وہ رہن ہو جائیگا اگرچہ اسکو خالی نکیا ہو اور امام خصاف رحمہ نے خالی کر دینا شرط کیا ہی پس چاہیے کہ یہ شرط امام خصاف رحمہ کی جانب سے یاد رکھی جاوے - زید کے قبضہ مین رہن ہی اور راہن غائب ہی پس مرتہن نے چاہا کہ قاضی کے حضور راہن رہن ہونا ثابت کرے تاکہ قاضی اُسکے واسطے اسکا نوشتہ دیدے اور حکم دے کہ یہ چیز اُسکے قبضہ مین رہن ہی تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ مرتہن کسی مرد اجنبی کو حکم دے کہ وہ اس رہن کے رقبہ کا دعوی کرے اور مرتہن قاضی کے حضور مین حاضر ہو کر قاضی کے سامنے اس امر کے گواہ پیش کرے یہ چیز میرے پاس رہن ہی پس قاضی اُسکے رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کرکے اُسکے پاس رہن ہونے کا حکم دیدیگا اور خصومت اجنبی اُسکے مقابلہ سے دور کر دیگا پس یہ حکم امام خصاف رحمہ کی جانب سے اس بات کی تصریح ہی کہ رہن ہونے کے گواہون کی سماعت کی جاتی ہی اگرچہ راہن غائب ہو اور امام محمد رحمہ نے یہ مسئلہ کتاب الرہن مین ذکر فرمایا مگر جواب مین اختلاف ہی چنانچہ بعضے مقام پر گواہی کی سماعت ہونے کے واسطے راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہی اور مشائخ نے اسمین اختلاف کیا ہی بعضون نے کہا کہ یہ حکم کتاب الرہن مین مذکور ہی وہ کاتب کی غلطی ہی اور صحیح یہ ہی کہ ایسے گواہ مقبول ہونگے جیسے کہ اگر قابض نے گواہ قائم کیے کہ یہ چیز میرے پاس فلان کی ودیعت ہی یا عاریت یا غصب یا اجارہ پر ہی تو گواہ قبول ہوتے ہین اور بعضون نے کہا کہ اس مسئلہ مین دو روایتین ہین ایک روایت کے موافق گواہ مقبول ہونگے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ جب اُسنے رہن رکھا تو اُسنے اُسکی حفاظت کرنے کو قبول کیا اور جب اُسکو حفاظت کرنا متعذر ہوا بدین لحاظ کہ وہ گواہ قائم کرکے راہن کی ملک ثابت کرے تو وہ اس بات کے واسطے خصم ہوگا جیسے ودیعت و اُسکے مانند مین ہی اور دوسری روایت مین یہ ہی کہ مقبول نہونگے یعنے غائب راہن کے ذمہ اس امر کے ثابت کرنے کے گواہ کہ اُسنے رہن کیا ہی مقبول نہونگے اور یہی جانب شمس الائمہ حلوانی رحمہ نے میل کیا ہی اور یہ اسوجہ سے ہی کہ اثبات رہن کے واسطے ایسے گواہون کے قبول کرنے مین غائب پر حکم قضا جاری کرنا ہوتا ہی اور قابض کو اپنی ذات سے دفع خصومت کے واسطے اثبات رہن کی حاجت نہین ہی اسواسطے کہ خود قبضہ سے اسکی ذات سے خصومت مندفع ہی جیسے کہ اُسنے گواہ قائم کیے کہ یہ میرے قبضہ مین ودیعت ہی تو ایسا ہی ہوا اور

ایسا ہی جواب سیر کبیر مین اُسکے نظائر مین لکھا ہی چنانچہ فرمایا کہ اگر غلام مرہون قید ہوا اور غنیمت مین آیا اور قبل تقسیم غنیمت کے مرتہن نے اسکو پایا اور گواہ قائم کیے کہ یہ میرے پاس فلان شخص کا رہن ہی اور اُسکو لے لیا تو یہ قضاء علی الغائب اسطرح نہین ہی کہ غائب پر رہن کرنا ثابت کیا گیا ہو کیونکہ اُسکو رہن ہونا ثابت کرنے کی حاجت نہین ہی اسلیے کہ وقت قید کیے جانے کے غلام مذکور اُسکے پاس ہونا اُسکے واسطے کافی ہی پس اس سے ظاہر ہوا کہ ہمارے مسئلہ مذکورہ مین غائب پر رہن ثابت کرنے کے واسطے گواہون کے قبول کرنے کی کچھ حاجت نہین ہی اور جامع الفتاوی مین لکھا ہی کہ اگر مرتہن نے چاہا کہ مرہون تلف ہونے سے قرضہ باطل نہو تو چاہیے کہ اس قرضہ کے عوض اُس سے غلام خرید لے اور اُسپر قبضہ نہ کرے پھر اگر غلام مرگیا تو اُسکا قرضہ باطل نہوگا اور اگر قرضدار مرگیا تو یہ طالب بہ نسبت مطلوب کے باقی قرضخواہون کے اس غلام کا زیادہ حقدار ہوگا یعنی وہ اسی کو ملیگا اور اگر اُسنے زندگی مین اُسکا قرضہ ادا کر دیا تو اُس سے بیع کا اقالہ کرلے اور اگر کسی نے چاہا کہ اپنا مال مضاربت پر دے اور وہ مضارب کے پاس اُسپر مضمون رہے اور منافع دونون مین مشترک ہو تو چاہیے کہ رب المال اُسکو تمام مال سواے ایک درم کے قرض دیدے پھر درہم باقیہ سے اُسکے ساتھ مشارکت کرے بدین شرط کہ دونون کام کرین پھر ایک کا کام کرنا جائز ہوگا اور منافع دونون مین موافق شرط کے مشترک ہوگا واللہ تعالی اعلم کذا فی التاتارخانیہ

پچیسوین فصل - مزارعت کے بیان مین - واضح ہو کہ امام اعظم رح کے نزدیک مزارعت فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام خصاف رح نے فرمایا کہ سب امامون کے نزدیک جائز ہو جانے کا حیلہ یہ ہی کہ کاشتکار و زمیندار عقد مزارعت قرار دینے کے بعد ایسے قاضی کے پاس جو مزارعت کو جائز جانتا ہی مقدمہ دائر کرین پس جب وہ اسکے جواز کا حکم قضا دیگا تو بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہو جائیگا اور حیلہ دیگر یہ ہی کہ دونون ایک اقرارنامہ لکھین پس اُسمین دونون یہ اقرار کرین کہ یہ زمین فلان شخص کی ملک تھی یعنی اُسکے مالک کا نام لکھین اور نیز دونون اقرار کرین کہ اور یہ زمین فلان کاشتکار کے قبضہ مین ہی اور اُسکی زراعت کا اُسکو اتنے سال تک اختیار ہی کہ بیج و حزلیف کا جو غلہ چاہے اپنے بیلون و نوکرون و مددگارون سے اسمین زراعت کرے اور جو کچھ اللہ تعالی کے فضل سے اسمین پیداوار ہو وہ سب اتنے برسون مذکورہ تک اسی کی ہوگی اور نیز یہ بھی اقرار کرین کہ اس زمین مین یہ حق اس کاشتکار کو اتنے برس تک کے واسطے بسبب صحیح واجب لازم حاصل ہوگیا ہی پس جب دونون نے اسطور سے اقرار کیا تو ان دونون کا اقرار ان دونون کے حق مین نافذ ہوگا پس پورا غلہ اس کاشتکار کا ہوگا پھر یہ کاشتکار آدھے غلہ کو مالک زمین کو دینے کے واسطے بھی کوئی ہبہ وغیرہ کا حیلہ نکالے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ امام خصاف رح نے پہلے حیلہ مین یہ جو ذکر فرمایا کہ ایسے قاضی کے پاس مقدمہ دائر کرین جو مزارعت کو جائز جانتا ہی پس جب وہ اسکے جواز کا حکم قضا دیگا تو بالاتفاق جائز ہو جائیگا اس کلام مین اس امر کی دلیل ہی کہ اسمین محکم کا حکم نافذ نہوگا اور قاضی ابوعلی نسفی رح فرماتے تھے کہ ہمارے بعضے مشائخ نے ان مسائل مختلفہ اجتہادیہ مین محکم کے حکم کی تجویز سے اعراض کیا ہی اور فرمایا کہ ان مسائل مختلفہ اجتہادیہ کے اتفاقی ہونے کے واسطے محکم کا حکم کافی نہین ہی بلکہ ضرور ہی کہ جو شخص قاضی مقرر ہو وہ حکم دے اسی طرح طلاق مضاف مین بھی محکم کے تجویزی حکم سے اعراض کیا ہی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ ایسے مجتہدات مسائل مین محکم کا حکم جائز ہی اور اسپر دلیل یہ ہی کہ کتاب الصلح کے چند مقامات مین ذکر فرمایا کہ محکم کا حکم ہر مسئلہ مین جائز ہی سواے حدود و قصاص و لعان کے ولیکن عام لوگون کو یہ فتوی نہ دیا جائیگا تاکہ عام لوگ خبط ہو کر حد سے

ستجا فذ نکرین مگر حاکم قاضی کے حق مین محکم کا قول لازم نہوگا حتے کہ اگر محکم کے حکم کا مرافعہ کسی قاضی کے پاس کیا گیا ہو مقرر رہا اور اُسکی راے مین آیا کہ یہ حکم باطل ہی اور اُسنے باطل کر دیا تو باطل کرنا صحیح ہوگا۔ اور اگر دونون نے مزارعت مین یہ شرط کی کہ جسکے بیج ہین وہ پیداوار مین سے بقدر اپنے بیجون کے نکال لے اور باقی دونون مین موافق شرط کے مشترک ہو تو ایسی مزارعت فاسد ہی اسواسطے کہ مزارعت مین یہ شرط ہی کہ پیداوار مین دونون کی شرکت پائی جاوے اور ایسی شرط سے احتمال ہی کہ پیداوار کی شرکت متحقق نہو کیونکہ شاید اِسی قدر پیدا ہو جسقدر بیج تھے پس ایسی شرط موجب فساد مزارعت ہی پس اسکا حیلہ یہ ہی کہ بیجون کی مقدار دیکھی جاوے اور دیکھا جاوے کہ عادت کے موافق ایسی زمین مین کسقدر پیدا ہوتا ہی تاکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ پیداوار کے لحاظ سے یہ بیج اُسکا کونسا حصہ ہوتے ہین پس اگر مثلاً اُسکا دسوان حصہ ہوتے ہون تو اپنے واسطے دسوان حصہ شرط کر لے اور اگر تیسرا حصہ ہوتے ہون تو اپنے واسطے تہائی کی شرط کر لے اور اسی قیاس پر سمجھ لینا چاہیے۔ اور قدوری مین لکھا ہی کہ ایک شخص کو بیج دیے کہ آدھے کی بٹائی پر اپنی زمین مین زراعت کرے تو مزارعت فاسد ہی لیکن ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے جائز ہی پس اگر دونون نے ایسا حیلہ چاہا کہ بالاتفاق جائز ہو جاوے تو اِسکا حیلہ یہ ہی کہ مالک زمین مالک بیج سے اُسکے آدھے بیج خرید لے پھر بیجون کا مالک اُسکو ثمن سے بری کر دے پھر بیجون کا مالک زمین کے مالک سے کہے کہ اپنی زمین مین ان سب بیجون سے زراعت کر بدین شرط کہ پیداوار ہم دونون مین نصفا نصف ہو گی کذا فی الذخیرہ

چھبیسوین فصل ۔ وصی و وصیت کے بیان مین۔ زید نے عمرو کو اپنے مال کوفہ کا وصی کیا اور عمرو کو اپنے مال شام کا وصی کیا اور بکر کو اپنے مال بغداد کا وصی کیا تو امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ یہ سب لوگ میت کے تمام ترکات کوفہ و شام و بغداد کے وصی ہونگے اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے ہر ایک جس جگہ کے واسطے اُسکو وصی کیا خاصۃً وہین کا وصی ہوگا اور امام محمد رح کا قول کتابون مین مضطرب ہی پس حاصل یہ ہی کہ وصایت امام اعظم رح کے نزدیک نوع واحد و مقام واحد و زمان واحد کی تخصیص قبول نہین کرتی ہی بلکہ تمام انواع و امکنہ کے واسطے عام ہو جاتی ہی اور بنا بر قول امام ابو یوسف رح کے مخصوص بنوع و مقام واحد ہو سکتی ہی اور قول امام محمد رح مضطرب ہی ایسا ہی شیخ شمس الائمہ حلوائی نے شرح حیل الخصاف مین ذکر کیا ہی اور شیخ الاسلام نے شرح حیل الاصل مین قول امام ابو یوسف رح مثل امام اعظم رح کے بیان کیا اور امام محمد رح کا قول یہ بیان کیا کہ مخصوص بنوع و مقام وصی ہو سکتا ہی۔ پھر بنا بر قول امام ابو حنیفہ رح کے جب ہر ایک وصی بقیہ تمام ترکہ کا ہوا تو کسی کو تنہا تصرف کرنے کا اختیار نہوگا اگرچہ وصایات متفرقہ واقع ہوئی ہی پس اگر اُسنے چاہا کہ وصیون مین سے ہر ایک وصی پورے ترکہ کا وصی ہوا اور تنہا تصرف کر سکے اور کسی امام کے نزدیک اُنمین اختلاف نہو تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ سب کو اپنی سب ترکات مین وصی کرے بدین شرط کہ جو شخص اُنمین سے حاضر ہو وہ اُسکے تمام ترکات کا وصی ہی و بدین شرط کہ ہر ایک کو اُنمین سے اختیار رہی کہ اُسکی وصایت کا کام کرے اور اُسکا فعل اُنمین نافذ ہوگا پس جب اُسنے اسطور سے وصی کیا تو ہر ایک اُنمین سے بالاتفاق عام وصی ہو جائیگا کہ ہر ایک کو تنہا تصرف کا اختیار ہوگا بوجہ اعتبار شرط موصی کے پھر اگر موصی نے یہ چاہا کہ ہر ایک اُنمین خاصۃً اُسی چیز کا وصی ہو جسکے واسطے اُسکو وصی کیا ہی اور کسی قول کے موافق وہ دوسرے وصی کے ساتھ بالکل داخل نہو تو اِسکا حیلہ یہ ہی کہ یون کہے کہ مین نے زید کو فقط اپنے مال بغداد کا خاصۃً وصی کیا نہ کسی اور شہر کے مال کا اور مین نے عمرو کو خاصۃً فقط

مال شام کا وصی کیا شہ اور کسی شہر کے مال کا پس جب اُسنے اسطور سے کہا تو اُسکی شرط کا اعتبار کیا کے بالاتفاق ہر ایک وصی
خاص اُسی مال کا وصی ہوگا جہان کے واسطے اُسکو وصی کیا ہو قال المترجم پس ہماری زبان کے موافق اسطرح الفاظ
وصایت کہنے سے بلاشبہہ وہ مخصوص وصی ہوجائیگا اور اگر عربی زبان مین کہا کہ اوصیت الی فلان فی مالی ببغداد خاصۃً
یعنے وصی کیا مین نے فلان کو اپنے مال کا جو بغداد مین ہو خاصۃً تو شیخ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ ایسے حیلہ
مین ایک طرح کا اعتراض ہوا سواسطے کہ قولہ اوصیت الی فلان یہ لفظ عام ہو کہ اسکا تقاضا یہ ہو کہ فلان کو ولایت
تصرف عام مال حاصل ہو پھر اُسکا مال بغداد کے ساتھ تخصیص کرنا بمعنی حجر خاص یعنے تخصیص کرکے محجور کرنا ہوگا
اور حجر خاص جبکہ اجازت عام پر وارد ہوتا ہو تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہوتا ہو یعنے عام اجازت دیکر پھر خصوصی
امر سے محجور کرنا غیر معتبر ہو چنانچہ ماذون مین لکھا ہو کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے اذن عام دیا
پھر اُسکو بعضی تجارت سے محجور کیا تو یہ حجر صحیح نہین ہو پس ایسا ہی اس مقام پر ہونا چاہیے یعنی ۔۔۔ ہونی چاہیے
بلکہ اسکا وصی عام ہونا چاہیے اور نیز ایک دوسرا مسئلہ ہو جسمین مشائخ مختلف ہوئے ہین وہ یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے
کو وصی کیا اور جو کچھ اُسکا لوگون پر ہو اُسکا قبض کیا اور جو کچھ اسپر لوگون کا ہو ۔۔۔ تو بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ
تقیید صحیح ہو اور اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تقیید صحیح نہین ہو اور وہ کل امور کا وصی ہوجائیگا پس اس تقریر سے
ثابت ہوا کہ اس حیلہ مین ایک طرح کا شبہہ ہو۔ زید نے اس شرط سے عمرو کو وصی کیا کہ اگر عمرو اسکی وصایت کو
قبول نکرے تو پھر اُسکا وصی ہو تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہو اسواسطے کہ وصایت ۔۔۔ ہو پس مثل وکالت
کے ہوگی اور وکیل کرنا اسطور سے جائز ہو الا یہ کہ اُسکو معزول کرے کہ وکیل کو ۔۔۔ ہو وہ معزول نہین
ہوتا ہو اور وصی معزول ہو جاتا ہو اگرچہ اسکو معلوم ہوا ۔۔۔ یہ ذخیرہ مین ہو

ستائیسوین فصل۔ افعال مریض کے بیان مین۔

امام خصاف رحمہ نے فرمایا کہ ایک مریض پر اُسکے بعضے وارثون
کا قرضہ ہو اور چاہا کہ اُسکے قرضہ کا اقرار کرے مگر ۔۔۔ مریض کا اپنے بعضے
وارثون کے واسطے اقرار کرنا صحیح نہین ہو پس ایسا حیلہ کہ جس سے بالاتفاق ۔۔۔ اقرار کا مقصود
حاصل ہو جائے یہ ہو کہ مریض مذکور اس قرضہ کا کسی اجنبی کے واسطے اقرار کرے ۔۔۔ اسکو ۔۔۔ ہوا وہ اس
اجنبی سے کہدے کہ وہ وصول کرکے اس وارث کو دیدے اور اگر اجنبی نے کہا کہ مجھے خوف آتا ہو کہ شاید حاکم
مجھسے قسم لے جیسے قرضخواہون میت سے قسم لیجاتی ہو کہ واللہ یہ قرضہ ۔۔۔ نے میت کو
ان سب یا انمین سے کسی قدر سے اُسکو بری نہین کیا ہو تو مین کس طرح قسم کھا سکتا ہون تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ اس اجنبی کو
حکم کرے کہ تو کوئی اپنا مال مین وارث کے ہاتھ بعوض اس قرضہ کے جو وارث کا مریض پر آتا ہو فروخت کرے
پس جب اُسنے فروخت کیا اور وارث نے اسکو قبول کیا تو جو قرضہ وارث کا مریض پر تھا وہ اجنبی کے واسطے
ہوگیا پھر اگر اُسکو حاکم قسم دلاویگا تو اُسکی قسم صحیح ہوگی پھر امام خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا کہ قاضی اس اجنبی سے قسم
لیگا۔ کہ واللہ تیرا یہ قرضہ میت پر واجب ہو تو نے اس سے اسکو بری نہین کیا ہو پس اسطرح قسم لیگا اگرچہ کوئی
شخص قسم طلب کرنے والا نہو اسوجہ سے کہ یہ قسم میت کے واسطے ہوگی اور قاضی میت کی طرف سے قائم ہو پس
احتیاطاً اُسکے واسطے قسم لیگا اگرچہ کوئی شخص طالب قسم نہو اور قاضی ابو علی نسفی رحمہ فرماتے تھے کہ اسی طرح ہمکو

معلوم ہوا ہی کہ جب قرضہ واجب ہونے کا زمانہ دراز ہو جاوے حتی کہ وہم ہو کہ وہ ان اسباب سے شاید ساقط ہو گیا ہو تو قرضخواہ میت سے قسم لیجائیگی کہ واللہ تیرا سب یا تھوڑا قرضہ کسی وجہ سے ساقط نہیں ہوا ہی اسی طرح ہمکو بحجت شرعی یہ بات معلوم ہوئی ہی کہ اگر قرضہ مریض کے اقرار مرض سے یعنی وہ قریب مرگ تھا ثابت ہوا تو قرضخواہ سے قسم نلیجائیگی بلکہ بدون قسم کے اُسکا حق دیدیا جائیگا کیونکہ مبسوط میں چند مقامات میں مذکور ہی کہ اگر مریض نے اپنے مرض میں قرضخواہوں کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا تو فرمایا کہ اُن لوگون کو اُنکا قرضہ دیدیا جائیگا اور قسم کی شرط نہیں لگائی اور خصاف رحمہ نے ایسی صورت میں قسم کی شرط لگائی ہی پس یہ شرط از جانب امام خصاف رح مستفاد ہی۔ فرمایا کہ اور اگر اجنبی کی ملک میں کوئی ایسی چیز ہو جسکو وارث کے ہاتھ فروخت کرے تو اسکا حیلہ یہ ہی کہ وارث اپنے مال عین میں سے کوئی چیز اس اجنبی کو ہبہ کر دے پھر بعد قبضہ کے اجنبی اسکو وارث کے ہاتھ بعوض قرضہ مذکور کے فروخت کر دے جیسے ہمنے بیان کر دیا ہی اور حیلہ دیگر اس مسئلہ میں یہ ہی کہ وارث مذکور اپنے مال سے کوئی متاع یا کوئی چیز ایسی لاوے جسکی قیمت اُسی قدر ہو جسقدر وارث کا مریض پر قرضہ ہی اور گواہوں کے سامنے مریض کے ہاتھ اس چیز کو اسکے مثل قیمت کے عوض فروخت کر دیوے اور اُسکے سپرد کر دے پس وارث کا مال مریض پر گواہوں کے حضور میں ثابت ہو جائیگا پھر مریض مذکور یہ مال خریدکردہ کسی غیر معروف آدمی کو خفیہ ہبہ کر دے اور وہ موہوب لہ اس مال کو اس وارث کو ہبہ کر دے پس وارث کو اُسکی متاع پہونچ جائیگی اور اُسکا قرضہ مریض پر بگواہی گواہان ثابت ہو گا پس وارث اسکو مریض سے مثل اجنبی کے وصول کر لیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حیلہ عمدہ ہی مگر ایک طرح کا شبہہ ہی اسواسطے کہ اسمین وجوب قرضہ مکرر ہوتا ہی اسواسطے کہ قبل بیع کے میت پر قرضہ واجب تھا اور بیع کی وجہ سے دوسرا قرضہ واجب ہوا اور وارث نے یہ قرضہ جدید وصول کیا ہی جو گواہوں سے ثابت ہوا ہی اور وہ قرضہ جو قدیمی تھا وصول نہیں پایا ہی پھر جب یہ قرضہ اس ترکہ میں باقی رہا تو وارثوں کو قبل ادا ے قرضہ کے ترکہ سے انتفاع حاصل کرنا حلال نہو گا پس یہ حیلہ بظاہر حیلہ ہو سکتا ہی باطن میں حیلہ نہیں ہی اور شاید خصاف رحمہ نے بناے کار بر ظاہر رکھی ہو **قال المترجم** وارث کو اپنا قرضہ حاصل ہوا اور مال بھی بکگیا اور اگر فروخت نکرتا اور مال قرضہ وصول ہو جاتا تو بھی اسی قدر حاصل ہوتا جواب حاصل ہوا ہی پس مراد خصاف کی یہ ہی کہ بعد اسطرح کی وصول یابی کے وارث اُسکو اپنے قرضہ سے بری کر دے پس کوئی شبہہ نرہیگا فلیتامل۔ پھر خصاف رحمہ نے اس حیلہ کے اوّل میں فرمایا کہ وارث اپنے مال میں سے کوئی مال عین مریض کے ہاتھ مثل اُس قرضہ کے فروخت کرے جو اُسکا مریض پر ہی اور اسمین کوئی خلاف بیان نکیا پس یہ اس امر کی دلیل ہو کہ وارث کے اموال عین سے کوئی مال عین خریدنا مریض کو جائز و بلا خلاف بیع صحیح ہو گی اور ایسا ہی شیخ الاسلام نے شرح کتاب المزارعۃ کے باب مزارعۃ المریض میں بیان کیا ہی کہ مریض کا اپنے وارث کے اعیان مال سے کوئی مال عین خریدنا صحیح ہی اور اسمین کوئی خلاف ذکر نہیں کیا اور فتاوے صغری میں خریدنے اور فروخت کرنے دونوں میں اختلاف بیان کیا ہی اور باب اقرار العبد والمولاہ میں اسکے بیان مذکور ہونے کا حوالہ دیا ہی۔ اور حیلہ دیگر اس مسئلہ کے واسطے جسکو خصاف رحمہ نے ذکر نہیں فرمایا یہ ہی کہ ایسے قاضی کے پاس مرافعہ کرے جو وارث کے واسطے مریض کا اقرار قرضہ صحیح جانتا ہی کیونکہ عالمون کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہی چنانچہ ہمارے نزدیک یہ اقرار نہیں جائز ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک جائز ہی پھر جب قاضی مذکور نے اس اقرار کی صحت کا حکم قضا جاری کر دیا تو یہ اقرار بالاتفاق صحیح ہو جائیگا

جیسا کہ بہت سے مقامات مین معلوم ہو چکا ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کے واسطے کوئی متاع یا زیور
وغیرہ اسکی ملک کر دی اور اسپر گواہ نہ کیے یہانتک کہ وہ مریض ہو گیا اور اُسکو وارثون کی طرف سے اس
بات کا خوف ہے کہ شاید وہ لوگ اسکی وفات کے بعد صغیرہ مذکورہ کو یہ چیز نہ دین تو فرمایا کہ اگر زیور وغیرہ کوئی مال منقول
ہو تو اُسکو خفیہ کسی ثقہ معتمد کو دیدے اور اُسکو آگاہ کر دے کہ یہ مال میری دختر فلانہ کا ہے اور اُسکو وصیت کر دے کہ اُس دختر
کے واسطے اسکو اپنے پاس حفاظت سے رکھے پھر جب وہ بڑی ہو جائے تو اُسکو دیدے اور اگر دار و اراضی وغیرہ مال غیر
منقول ہو اور وہ مریض کی ملک معروف ہو تو وہ اس مال کے ساتھ ایسا نکر سکیگا جیسا اُسنے زیور وغیرہ کے ساتھ کیا ہے لیکن
یہ کرے کہ کسی ثقہ معتمد علیہ کو اپنے مال سے اس غیر منقول کی قیمت کے برابر مال خفیہ دیکر اُسکو علم کر دے کہ یہ مال میری
دختر فلانہ کا ہے سو اُسکے واسطے اس مال سے مجھسے یہ عقار خرید لے پھر گواہون کے سامنے اس شخص کے ہاتھ یہ عقار فروخت
کر دے اور یہ شخص مذکور وقت خریدنے کے یہ کہدے کہ مین یہ عقار اسکی دختر کے واسطے خریدتا ہون اسیطرح مریض بھی یہ کہدے
کہ مین نے اسکو اپنی دختر کے واسطے فروخت کیا تاکہ دونون کا کلام مطلق رہے پھر جب دختر مذکورہ بالغ ہو جائے تو مرد ثقہ
مذکور یہ عقار اُسکو دیدے اور مشائخ نے ایک صورت مین اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ کو
جہیز دیا مگر سپرد نکیا اور نہ اُسپر گواہ کیے یہانتک کہ بیمار ہوا پھر اگر اُسنے کسی مرد ثقہ کو یہ اسباب جہیز خفیہ دیا کہ اسکو اُسکی
دختر کے واسطے اپنے پاس حفاظت سے رکھے جیسے ہمنے بیان کیا ہے پس آیا اس مرد ثقہ کو جائز ہے کہ اُس سے لیکر حفاظت
سے رکھے تو اکثر مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ اس ثقہ کو لینا حلال نہین ہے اسواسطے کہ قاضی اس بات مین صغیرہ کی اس قول مین
تصدیق نکریگا کہ یہ مال اس صغیرہ کی ملک ہے اسی طرح اس مرد ثقہ کی بھی تصدیق نکریگا پس اس ثقہ کو گنجایش نہین ہے
کہ اس مال کو اُس سے لیکر رکھے کہ جس سے باقی وارثون کا حق مارا جاوے لیکن امام خصاف نے زیور و متاع
کی صورت مین اشارہ کیا ہے کہ اس ثقہ کو جائز ہے کہ اُس سے لیکر حفاظت سے رکھے اور در صورتیکہ مریض نے اپنی
دختر صغیرہ کو مال خفیہ ہبہ کر کے خفیہ مرد ثقہ کو دیا کہ اس مال سے اُسکے واسطے خریدے اگر مرد ثقہ کو یہ خوف ہوا کہ
اُسکے ذمہ قسم لازم آویگی تو فرمایا کہ اُسکے ذمہ قسم مین کچھ نہین ہے۔ اسی طرح اگر مریض نے کسی آدمی سے مال قرض
لیا پھر اُسکو اپنی دختر صغیرہ کو ہبہ کیا پھر اسکو اُسی شخص کو دیدیا تاکہ اُسنے اس مال سے اُسکی دختر مذکورہ کے واسطے
اراضی مریض سے خرید دی۔ تو جائز ہے اور قسم اس شخص کے ذمہ کچھ نہوگی بنابر آنکہ مبسوط مین معلوم ہو چکا ہے کہ حقوق عقد
ان درمون سے متعلق نہین ہوتا ہے بلکہ اُسکے مثل سے جو بذمہ دین واجب ہوتے ہین متعلق ہوتا ہے پس یہ خریدنے کی
قسم کھانے سے حانث نہوگا اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ حیلہ بنابر قول صاحبین کے صحیح ہوگا اور بنابر قول
امام اعظم رحمہ کے مریض کا اپنے وارث کے ہاتھ یا اپنے وارث کے وکیل کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح نہین ہے پس یہ حیلہ امام اعظم
کے نزدیک صحیح نہوگا۔ اور اگر ایک مریض کے قبضہ مین اُسکے وارث کا دار یا زمین ہو اور اُسکو خوف ہے کہ اگر مین وارث کے
واسطے اسکا اقرار کرتا ہون تو صحیح نہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کسی اجنبی معتمد علیہ سے کہے کہ یہ تیرا دار ہے اور اجنبی کہے کہ یہ
دار تیرے وارث فلان کا ہے میرا نہین ہے۔ فرمایا کہ اگر مریض کی جورو یا دوسرے وارث کے اُسپر سو دینار قرضہ ہو اور مریض
کو خوف ہوا کہ اگر مین اسکا اقرار کرتا ہون تو وارث کے واسطے اقرار جائز نہوگا تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ وارث مذکور کسی
اپنے معتمد علیہ کو مریض کے پاس لاوے اور گواہون کے سامنے مریض مذکور اقرار کرے کہ مجھے میرے وارث فلان نے وکیل کیا تھا

کہ مین اسکے دینار جو اس شخص پر آتے تھے وصول کر دون اور مین نے اس سے یہ سود بیا را پنے وارث فلان کے واسطے
وصول کر لیے پھر وارث مذکور اس امر سے انکار کرے کہ مین نے اسکو وکیل نہین کیا تھا پھر وارث مذکور اس مرد اجنبی مذکور سے
رجوع کرے پس جب اُسنے اس اجنبی سے رجوع کیا تو اجنبی مذکور کو اختیار ہوگا کہ مریض سے واپس لے۔ پھر اگر مرد
معتمد علیہ مذکور کو خوف ہوا کہ اُسکے ذمہ قسم عائد ہوگی تو اسکی صورت یہ ہے کہ وارث مذکور اس اجنبی مذکور کے ہاتھ
اسقدر مال کے عوض کوئی چیز فروخت کرے جیسے کہ ہمنے بیان کیا ہے کذا فی المحیط

اٹھائیسوین فصل۔ متفرقات کے بیان مین۔ اگر ایک شخص نے چاہا کہ اُسکی قضا نمازون کے واسطے اُسکی وفات
کے بعد صدقہ دیا جاوے اور اُسکو اپنے وارث پر اطمینان نہین ہے کہ شاید وارث اُسکی وصیت کو نافذ کرے اگر
وہ وصیت کرے اور اگر اُسنے تہائی مال کی اس سے پہلے وصیت کی ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر اسکی بھی وصیت کرونگا
تو یہ بھی تہائی مین داخل ہو جائیگا حالانکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ تہائی سے خارج رہے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی املاک مین سے
کوئی چیز اپنی صحت و حیات مین ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جسکو ثقہ و معتمد جانتا ہو اور اُسکو مبیع سپرد کرے
پھر اُسکو ثمن سے بری کر دے سوائے کہ یہ مشتری اس چیز کو اُسکی وفات کے بعد فروخت کرکے اُسکے ثمن سے یہ صدقہ
دیدے پس امید ہے۔ کہ انشاء اللہ تعالی یہ جائز ہوگا اور اگر اسکو خوف ہوا کہ شاید یہ شخص ایسا نکرے اور اس چیز
کو اپنی ذات کے واسطے رکھ چھوڑے اور فروخت نکرے اور نہ اسکا ثمن اس راہ مین صرف کرے تو فرمایا کہ
اسکی صورت یہ ہے کہ یہ شخص اس مال عین کو بعوض ایسی چیز کے فروخت کرے جو کپڑے مین لپٹی ہوئی ہو اور اُسمین تھوڑا سا
عیب ہو اور بائع اس ملفوف چیز کو نہ دیکھے اور نہ عیب پر راضی ہو جاوے اور کسی شخص کو وصی کر دے کہ وہ اُسکی
موت کے بعد اس عیب دار لپٹی ہوئی چیز کو دیکھے پھر اگر مشتری مذکور بوجہ مذکور اس مبیع کو فروخت کرکے اسکا ثمن
صرف کرنے سے انکار کرے تو اس ملفوف کو دیکھکر بوجہ عیب کے اس مشتری کو واپس کر دے پس مبیع مذکور اسکے
وارثون کی ملک مین عود کریگی اور واضح ہو کہ ہمنے اس مسئلہ مین خیار عیب اسوجہ سے تجویز کیا کہ خیار عیب بعد موت کے
باقی رہتا ہے اور خیار رویت باقی نہین رہتا ہے۔ وصی نے اگر وارثون کے درمیان حصہ بانٹ کر دیا حالانکہ سب
وارث صغیر ہین انمین کوئی بالغ نہین ہے تو یہ تقسیم جائز نہوگی اسواسطے کہ قسمت مین بیع کے معنی ہین حالانکہ اگر وصی بعض
نابالغون کا مال دوسرے بعض نابالغون کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز نہین ہے پس اسی طرح تقسیم بھی جائز نہوگی پس
وصی کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ اگر صغیر مثلاً دو ہون تو وصی ان دونون مین سے ایک کا حصہ کسی شخص کے ہاتھ متاع
غیر مقسوم فروخت کرے پھر مشتری سے دوسرے صغیر کے واسطے جسکا حصہ فروخت نہین کیا ہے مقاسمہ کر لے پھر
مشتری سے جس صغیر کا حصہ فروخت کیا ہے پھر اُسکا حصہ خرید کر لے پس دونون صغیرون سے ہر ایک کا حصہ ممتاز
جدا جدا ہو جائیگا اور یہ تقسیم اسوجہ سے جائز ہو جائیگی کہ یہ دو آدمیون کے درمیان جاری ہوئی ہے اور حیلہ دیگر آنکہ
ان دونون کا حصہ ایک شخص کے ہاتھ فروخت کرے پھر اُس سے ہر ایک کا حصہ تقسیم کیا ہوا جدا جدا خرید لے۔
اگر مریض نے کہا کہ میرے تہائی مال سے میری طرف سے ایک حج کرا دو یا کہا حج کراؤ اور ایک کا لفظ نہ کہا پھر وصی نے
ایک شخص کو مال بقدر آنکہ آمد و رفت کعبہ معظمہ کی راہ مین اپنی ذات پر خرچ کرے دیا پس اُسنے خرچ کیا اور کچھ قدر قلیل
الیسار بچ گیا کہ جس سے مامور کو احتراز ممکن نہین ہے تو قیاس یہ ہے کہ وہ اسقدر کا ضامن ہو جسقدر اسنے اپنی ذات پر

کتاب الخنثی

اور اس میں دو فصلین ہین

فصل اول - جاننا چاہیے کہ خنثی اُس آدمی کو کہتے ہین کہ جسکے مقعد کے سواے دو مخرج ہون اور بقالی نے فرمایا کہ یا اُسکا دونون مین سے کوئی مخرج نہو اور پیشاب اُسکا ایک چھید سے نکلے اور خنثی کے حق مین اعتبار مبال کا ہی کذا فی الذخیرہ پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو مرد ہی اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو عورت ہی اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے وہی ہوگا کذا فی الہدایہ اور اگر دونون سے ایک ہی ساتھ پیشاب نکلے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک وہ خنثی مشکل ہی اور کسی آلہ سے زیادہ پیشاب نکلنے کا کچھ اعتبار نہین ہی اسواسطے کہ کسی شی کا کثرت ہونے سے ترجیح نہین ہوتی ہی اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ جس آلہ سے زیادہ پیشاب برآمد ہو اسی کی طرف منسوب کیا جائیگا اور دونون سے جو پیشاب نکلتا ہو وہ بھی برابر نکلے تو وہ بالاتفاق خنثی مشکل ہو کذا فی الکافی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ اشکال بالغ ہونے سے پہلے ہی اور جب بالغ ہو گیا اور پورا ہو گیا تو یہ اشکال جاتا رہیگا کہ اگر اُسنے بالغ ہو کر ذکر سے جماع کیا تو وہ مرد ہی اسی طرح اگر اُسنے جماع ذکر سے نکیا ولیکن اُسکے داڑھی نکل آئی تو وہ مرد ہی کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر اُسکو مثل مردون کے احتلام ہوا یا اُسکی چھاتیان مثل مردون کے سینہ سے اُٹھی ہوئی نہو بلکہ برابر ہین تو مرد ہی اور اگر مثل عورتون کے اُسکی چھاتیان اُبھر آئین یا اُسکی چھاتیون مین دودھ اُتر آیا یا اُسکو حیض آیا یا حمل رہا یا اُسکی فرج سے اُسکے ساتھ جماع کرنا ممکن ہوا تو وہ عورت ہی اور اگر ان علامات مین سے بھی کوئی ظاہر نہوئی تو وہ خنثی مشکل ہی اسی طرح اگر یہ علامات مردون و عورتون دونون کی ظاہر ہوئین تو بھی خنثی مشکل ہی کذا فی الہدایہ اور خروج منی کا کچھ اعتبار نہین ہی اسواسطے کہ منی جیسے مرد کے نکلتی ویسی ہی کبھی عورت کی بھی نکلتی ہی یہ جوہرہ نیرہ مین ہی اور فرمایا کہ یہ نہین ہی کہ خنثی بعد بالغ ہونے کے بھی کسی حال مین مشکل رہے اسواسطے کہ یا تو اُسکو حمل رہیگا یا حیض آویگا یا اُسکے داڑھی نکلیگی یا مردون کے مثل اُسکے چھاتیان نکلیگی اور اس سے اُسکا حال ظاہر ہو جائیگا اور اگر ان مین سے کوئی بات نہوگی تو وہ مرد ہی اسواسطے کہ عورتون کے مانند چھاتیان نہونا اس امر کی دلیل شرعی ہی کہ وہ مرد ہی یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہی۔

دوسری فصل - احکام خنثی کے بیان مین۔ خنثی مشکل کے بارہ مین اصل یہ ہی کہ امور دین مین جو احوط ہو وہ اُسکے حق مین اختیار کیا جاوے اور جس حکم کے ثبوت مین شک ہو اُسکے ثبوت کا حکم نہ دیا جاوے پس اگر وہ امام کے پیچھے نماز کی جماعت مین کھڑا ہو تو عورتون و مردون کی صف کے بیچ مین کھڑا کیا جاوے اور مردون کے بیچ مین کھڑا نکیا جاوے تاکہ اُنکی نماز فاسد نہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہو اور عورتون کے بیچ مین کھڑا نکیا جاوے تاکہ اُس کی نماز فاسد نہو بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ مرد ہو پس اگر وہ عورتون کی صف مین کھڑا ہو گیا تو احتیاطاً اپنی نماز کا اعادہ کر لے بوجہ اس احتمال کے شاید وہ مرد ہو اور اگر مردون کی صف مین کھڑا ہو گیا تو اُسکی نماز پوری ہو گئی لیکن جو شخص اُسکے داہنے اور بائین اور اُسکے پیچھے اُسکے مقابلہ مین ہی یہ سب مرد

اپنی نماز کو احتیاطاً اعادہ کرلیں بوجہ اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت ہو اور وہ اپنی نماز کے قعدہ میں مثل عورتوں
کے بیٹھے یہ کافی میں ہے۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ قناع کے ساتھ نماز پڑھے
یعنی بالغ ہونے سے پہلے ایسا کرے اور اگر اُسنے بغیر قناع کے نماز پڑھی تو اُسکو اعادہ کرنے کا حکم نہ دیا جائیگا
لیکن استحباباً ایسا حکم دیا جاسکتا ہے یہ سب اُس وقت ہے کہ خنثیٰ مذکور مراہق ہو بالغ نہو اور اگر اُسکی عمر اتنی ہو گئی کہ
جو شرع میں بالغ ہونے کا سن ہے اور مردوں و عورتوں کی کوئی علامت ظاہر نہو لیکن اگر خنثیٰ مذکور آزاد ہو تو بغیر
قناع کے اُسکی نماز جائز نہو گی۔ اور فرمایا کہ اسکو زیور پہننا مکروہ ہے اور مراد یہ ہے کہ سن بلوغ تک پہنچ جانے کے بعد کہ وہ
ہو جائے انہیں کوئی ایسی بات ظاہر نہو کہ جس سے اُسکے عورت ہونے یا مرد ہونے پر استدلال کیا جاوے اور اُسکو ریشمی
کپڑا پہننا بھی مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ اور اُسکے حق میں یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ مردوں یا عورتوں کے سامنے اپنا
بدن کھولے اور مکروہ ہے کہ جو مرد یا عورت اُسکی ذی رحم محرم نہو اُسکے ساتھ خلوت میں بیٹھے اور مکروہ ہے کہ وہ بغیر ذی رحم
محرم کے سفر کرے۔ اور اگر ایسے خنثیٰ نے احرام باندھا حالانکہ اُسکا سن قریب بلوغ ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ مجھے
اسکا علم نہیں ہے کہ اُسکا لباس کیونکر ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ عورتوں کا لباس پہنے یہ کافی میں ہے اور اگر خنثیٰ مذکور اپنے
ذی رحم محرم کے ساتھ تین رات و دن کا سفر کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے۔ پھر مشائخ نے کہا کہ جب خنثیٰ کا ختنہ عورت
کریگی یا مرد کریگا تو یہاں دو صورتیں ہیں یا تو وہ سن قریب بلوغ تک پہونچ گیا ہوگا یا نہ پہونچا ہوگا پس اگر نہ پہونچا ہو تو
چاہئے مرد ختنہ کرے یا عورت ختنہ کرے کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ خنثیٰ مذکور یا لڑکی ہوگی یا لڑکا ہوگا پس اگر
لڑکا ہے تو مرد کے ختنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ وہ قریب بلوغ پہونچ گیا ہو پس جبکہ وہ قریب بلوغ
نہیں پہونچا ہے تو بدرجہ اولی کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ لڑکی ہے تو بھی مرد کے ختنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے جبکہ وہ
قریب بلوغ نہیں پہونچی ہے اسواسطے کہ وہ قابل شہوت نہیں ہے اور شہوت ہی کے سبب سے فرج کی طرف نظر کرنا
حرام ہے اور عورت کے ختنہ کرنے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے اسواسطے کہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے پس اگر لڑکی ہے تو عورت
کے ختنہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اگرچہ وہ قریب بلوغ پہونچ گئی ہو کہ قابل شہوت ہوا ور جبکہ وہ قریب بلوغ نہیں پہونچی
ہے لائق شہوت نہیں ہے تو بدرجہ اولے کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ لڑکا ہے تو بھی یہی بات ہے کیونکہ وہ لائق شہوت
نہیں ہے اور شہوت ہی کے سبب سے عورت کو مرد اجنبی کے جسم نہانی کا دیکھنا حرام ہے اور اگر وہ قریب بلوغ پہونچ
گیا ہو تو اُسکا ختنہ نہ مرد کریگا اور نہ عورت کریگی پس مرد اسوجہ سے نکریگا کہ شاید وہ عورت ہو تو مرد کو اُسکا
ختنہ کرنا اور اُسکی فرج کی طرف دیکھنا مباح نہو گا اسواسطے کہ وہ قریب بلوغ پہونچ گئی ہے اور قریب بلوغ عورت
لائق شہوت ہوتی ہے پس مثل بالغہ عورت کے ہو گی اور بالغہ کا ختنہ مرد نہیں کرتا ہے پھر ایسا ہی حکم یہاں ہے اور
عورت اسواسطے ختنہ نکریگی کہ شاید وہ مرد ہے حالانکہ وہ قریب بلوغ ہے پس عورت اجنبیہ کو ایسے لڑکے کا ختنہ کرنا
اور اُسکا جسم دیکھنا حلال نہو گا کیونکہ وہ مثل بالغ مرد کے ہے۔ ولیکن اسکا حیلہ وہ ہے جو امام محمدؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر خنثیٰ
مذکور مالدار ہو تو اُسکا ولی اُسکے واسطے ایک ایسی باندی خریدے جو کار ختنہ جانتی ہو کہ وہ اُسکا ختنہ کرے پھر جب
اُسکا ختنہ کر دے تو پھر ولی اُسکو فروخت کر دے اور اگر وہ تنگدست ہو تو اُسکا باپ اُسکے واسطے اپنے مال سے ایسی باندی
خریدے تاکہ اُسکا ختنہ کرے اور اگر اُسکا باپ بھی تنگدست ہو تو امام المسلمین اُسکے ختنہ کے واسطے بیت المال سے ایسی باندی

خرید فرما دیگا پھر جب اُسکا ختنہ کر چکے تو امام المسلمین اُسکو فروخت کر کے اُسکا ثمن بیت المال مین داخل کر دیگا اور اگر اِس خنثی مذکور کا نکاح کر دیا جاوے تاکہ اُسکی جورو اُسکا ختنہ کر دے تو یہ کچھ مفید نہین ہے اسواسطے کہ جبتک اِسکا حال ظاہر نہو کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے تب تک نکاح موقوف رہیگا کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ مرد ہو تو ایسی صورت مین نکاح جائز ہوگا اور شاید وہ عورت ہو تو نکاح ناجائز ہوگا اور درحالیکہ اُسکا حال مشتبہ ہے تو نکاح موقوف رہیگا اور نکاح موقوف سے یہ امر مباح نہوگا کہ جسم نہانی کی طرف نظر کرے اسی واسطے یون فرمایا کہ اُسکے واسطے ایک باندی خریدی جاوے تاکہ وہ ختنہ کرے اور یہ نفرمایا کہ اُسکے مال سے اُسکا نکاح کیا جاوے تاکہ اُسکی عورت اُسکا ختنہ کر دے ایسا ہی شیخ الاسلام نے اپنی شرح مین ذکر کیا ہے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ نے یون نفرمایا کہ اُسکے مال سے اُسکے واسطے ایک عورت نکاح مین لائی جاوے اسوجہ سے نفرمایا کہ جبتک اُسکا حال ظاہر نہو تب تک ہم اُسکے نکاح کے صحیح ہونے کا یقین نہین کر سکتے ہین ولیکن اگر باوجود اِسکے ایسا کیا تو ٹھیک ہوگا اسواسطے کہ اگر خنثی مذکور عورت ہوگا تو جس عورت سے اُسکا نکاح کیا گیا ہے اُسکا دیکھنا عورت کا عورت کو دیکھنا ہوا اور نکاح لغو ہوا اور اگر وہ مرد ہے تو یہ دیکھنا ایسا ہوا کہ جیسے جورو اپنے خاوند کے جسم نہانی کو دیکھے یہ محیط مین ہے۔ اور اگر اُسکا حال کھلنے سے پہلے وہ مرگیا تو اُسکو نہ مرد غسل دیگا اور نہ عورت بلکہ اُسکو تیمم کروایا جائیگا پس اگر اُسکو اجنبی نے تیمم کرایا تو ایک خرقہ سے تیمم کراوے اور اگر اُسکے ذی رحم محرم نے اُسکو تیمم کرایا تو بدون خرقہ کے اُسکو تیمم کراوے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ایک کوا ردہین کر کے اُسکو غسل دیا جاوے اور یہ سب اُسوقت ہے کہ وہ قابل شہوت نہو اور اگر طفل ہو تو چاہیے اُسکو مرد غسل دے اور چاہیے عورت کچھ مضائقہ نہین ہے یہ جوہرۃ نیرہ مین ہے۔ نوع دیگر درمسائل نکاح اور اگر اِس خنثی کے بالغ ہونے سے پہلے اُسکے باپ نے اُسکو کوئی عورت بیاہ دی یا کسی مرد سے اُسکا نکاح کر دیا تو نکاح موقوف رہیگا نہ نافذ ہوگا اور نہ باطل ہوگا اور دونون ایک دوسرے کے وارث بھی نہونگے یہان تک کہ خنثی مذکور کا حال ظاہر ہو پھر اگر اُسکے باپ نے کسی عورت سے اُسکا نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوا اور اُسمین مردون کے علامات ظاہر ہوئے اور اُسکے نکاح کے جائز ہونے کا حکم دیا گیا ولیکن وہ اِس عورت سے وطی نکر سکا تو اُسکو ایکسال کی مہلت دی جائیگی جیسے اور مردون کو جو اپنی عورت سے جماع نہین کر سکتے ہین ایکسال کی مہلت دیجاتی ہے میں نے پوچھا کہ ایک خنثی مشکل نے جو قریب بلوغ ہے ایسی ہے دوسرے خنثی مشکل سے باہم دونون نے نکاح کیا بدین شرط کہ ایک اِنمین سے مرد ہے اور دوسرا عورت ہے تو فرمایا کہ جب یہ معلوم ہے کہ دونون مشکل ہین تو نکاح موقوف رہیگا یہانتک کہ دونون کا حال کھلے کیونکہ جائز ہے کہ دونون مرد ہون پس مرد کا مرد سے نکاح ہوا اور ایسا نکاح باطل ہے اور نیز جائز ہے کہ دونون عورت ہون پس عورت کا عورت سے نکاح ہوا اور یہ بھی باطل ہے۔ اور جائز ہے کہ ایک مرد اور دوسرا عورت ہو تو نکاح جائز ہوگا پس جب دونون مشکل ہین اُنکا حال معلوم نہین ہوتا ہے تو نکاح کے جواز اور عدم جواز مین توقف کیا جائیگا یہان تک کہ دونون کا حال کھلے اور اگر دونون مین سے ایک مرگیا یا قبل اشکال دفع ہونے کے مرگیا تو باہم وارث نہونگے اِسواسطے کہ حال کھلنے سے پہلے نکاح موقوف ہے اور نکاح موقوف کی وجہ سے میراث ثابت نہین ہوتی ہے کذا فی الذخیرہ۔ اور اگر یہ معلوم نہو کہ یہ دونون مشکل ہین تو مین دونون کا نکاح جائز رکھونگا [illegible] ان دونون کے باپون نے نکاح کر دیا ہو اسواسطے کہ دونون مین سے ایک کے باپ نے خبر دی کہ یہ مرد ہے اور دوسرے

کے باپ نے خبر دی کہ یہ عورت ہو اور ہان دونون مین سے ہر ایک کی خبر شرعاً مقبول ہوتا وقتیکہ اسکے برخلاف ظاہر ہو
بنابرین واجب ہوا کہ صحت نکاح کا حکم دیا جاوے اور اگر دونون کے باپ مر گئے پھر یہ دونون مر گئے اور ہر ایک کے
وارث نے گواہ قائم کیے کہ میرا ہی مورث شوہر تھا اور دوسرا زوجہ تھا تو مین آپس مین سے کسی بات کا حکم نہ دونگا یہ مبسوط
شمس الائمہ سرخسی مین ہو پس مین نے پوچھا کہ اگر ایک فریق کے گواہ پہلے قائم ہوے کہ انکے موافق حکم ہو گیا پھر دوسرے
فریق کے گواہ حاضر ہوے تو فرمایا کہ دوسرے فریق گواہون کو باطل کر دونگا اور پہلا حکم قضا بحال خود ثابت رہیگا اور اگر
کسی مرد نے خنثیٰ مشکل کا شہوت سے بوسہ لے لیا تو اس مرد کو جبتک اس خنثیٰ مشکل کا حال ظاہر ہو تب تک اسکی مان سے
نکاح کرنا حلال نہین ہو یہ ذخیرہ مین ہو۔ نوع دیگر در حدود و قصاص اگر کسی نے اس خنثیٰ مشکل کو قبل بالغ ہونے کے تہمت
لگائی یعنے قذف زنا کیا یا خنثیٰ مذکور نے کسی مرد کو قذف کیا تو قاذف پر حد شرعی واجب نہو گی پس اگر خنثیٰ مذکور قاذف ہو تو اسپر
اسوجہ سے حد واجب نہو گی کہ وہ لڑکا یا لڑکی نابالغ ہونے کی وجہ سے مرفوع القلم ہو اور اگر قاذف مرد ہو تو اسپر اسوجہ
حد واجب نہو گی کہ اسنے غیر محصن کو قذف کیا ہو اسواسطے کہ شرائط احصان قذف مین سے ایک شرط بالغ ہونا ہو جیسے اسلام
اور اگر خنثیٰ مذکور بعد سن بلوغ تک پہونچنے کے قذف کیا گیا ولیکن ہنوز کوئی ایسی علامت ظاہر نہوئی ہو جس سے استدلال
ہو سکے کہ وہ مرد ہو یا عورت ہو پھر خنثیٰ نے کسی مرد کو قذف کیا یا خنثیٰ کو کسی مرد نے قذف کیا تو کتاب مین فرمایا کہ یہ اور صورت اول
دونون یکسان ہین اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یکسان ہونے سے مراد یہ ہو کہ حق قذف خنثیٰ مین یکسان ہین کہ قاذف خنثیٰ
پر حد واجب نہو گی نہ قبل بلوغ کے اور نہ بعد بلوغ کے اسواسطے کہ خنثیٰ مذکور اگرچہ بوجہ بلوغ کے محصن ہو گیا لیکن ہنوز اسمین
کوئی ایسی علامت ظاہر نہوئی جس سے اسکے مرد ہونے یا عورت ہونے پر استدلال کیا جاوے پس جائز ہو کہ وہ عورت
ہو اور جائز ہو کہ مرد ہو پس اگر وہ مرد ہوا تو بمنزلہ مجبوب کے ہو اور اگر عورت ہوا تو بمنزلہ عورت رتقاء کے ہو اسواسطے
کہ مثل عورت رتقاء کے اس سے بھی جماع نہین کیا جا سکتا ہو اور جو شخص کہ مرد مجبوب یا عورت رتقاء کو قذف کرے اسپر حد
واجب نہین ہوتی ہو اور یکسان ہونے سے یہ مراد نہین ہو کہ اگر خنثیٰ خود قاذف ہو تو بھی یکسان ہو اسواسطے کہ اگر خنثیٰ
قاذف ہو اور قبل بلوغ کے اسنے کسی کو قذف کیا تو اسپر حد واجب نہو گی اور اگر بعد بلوغ کے قذف کیا تو اسپر حد واجب
ہو گی اسواسطے کہ مجبوب بالغ ہو یا رتقاء بالغہ ہو اور مجبوب بالغ و رتقاء بالغہ نے اگر کسی کو قذف کیا تو انپر حد واجب ہو گی
پھر مین نے پوچھا کہ اگر خنثیٰ مذکور نے بعد بالغ ہونے کے چوری کی تو فرمایا کہ اسپر حد واجب ہو گی اور اگر کسی دوسرے
نے اسکا دس درم قیمت کا مال چرایا تو چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا یہ محیط مین ہو۔ پھر مین نے پوچھا کہ اگر ایسے خنثیٰ کے بالغ
ہونے اور اسکا حال ظاہر ہونے سے پہلے کسی مرد یا عورت نے اسکا ہاتھ کاٹا تو فرمایا کہ اسکے ہاتھ کاٹنے والے پر
قصاص عائد نہو گا بخلاف اسکے اگر خنثیٰ مذکور کو کسی مرد یا عورت نے عمداً قتل کر دیا تو قاتل پر قصاص واجب ہو گا۔ پھر مین نے
پوچھا کہ اگر اس خنثیٰ نے کسی مرد یا عورت کا ہاتھ کاٹ ڈالا تو فرمایا کہ اسکی مددگار برادری پر اسکا ارش واجب ہو گا اور
اسپر قصاص واجب نہو گا خواہ وہ صغیر یا بسن بالغ ہو کہ ہنوز اسکا حال ظاہر نہوا ہو پھر اگر ہنوز وہ نابالغ ہو تو اسکا ارش اسکی
مددگار برادری پر واجب ہو گا اور اگر سن بلوغ کو پہونچ گیا ہو اور ہنوز اسکا حال نہ کھلا ہو اور اسنے عمداً ہاتھ کاٹا ہو تو اسکا ارش
اسکے مال سے واجب ہو گا یہ ذخیرہ مین ہو۔ اور اگر خنثیٰ جہاد کے غازیون مین مفرور ض کیا گیا تو جب تک اسکا حال نہ
کھلے نہین جائز ہو اور اگر لڑائی مین حاضر ہوا تو اسکو ایک سہم بطور رضخ دیا جائیگا یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہو پھر

میں نے پوچھا کہ اگر وہ جہاد میں قید ہو کر آیا تو فرمایا کہ قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نکیا جائیگا یہانتک کہ اُس کا حال ظاہر ہو پھر میں نے کہا کہ اگر وہ اسلام سے مرتد ہو گیا تو فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک قبل بلوغ کے اور بعد بلوغ کے قتل نکیا جائیگا پھر میں نے کہا کہ اگر وہ ذمی ہو تو فرمایا کہ اُسپر اُسکی ذلت کا خراج قائم نکیا جائیگا یہانتک کہ وہ بالغ ہو اور اُسکا حال کھلے پھر میں نے کہا کہ وہ قسامت میں داخل کیا جائیگا تو فرمایا کہ قسامت میں داخل نکیا جائیگا نہ بالغ ہونے سے پہلے اور نہ بالغ ہونے کے بعد یہ ذخیرہ میں ہے۔ نوع دیگر در ایمان وایمان جمع یمین بمعنی قسم ایک شخص نے اپنی جورو کی طلاق کی قسم کھائی اور کہا کہ اول ولد جسکو تو جنیگی اگر وہ لڑکا ہو تو تجھے طلاق ہے یا اپنی باندی سے کہا کہ اول ولد جسکو تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہے پس وہ یہ خنثیٰ مشکل جنی تو فرمایا کہ اُسکی عورت پر طلاق نہ پڑیگی اور نہ اُسکی باندی آزاد ہوگی جبتک کہ اُسکا حال نہ کھلے یہی ہمارے علماء کا قول ہے پھر اگر اسکے بعد ظاہر ہوا کہ وہ لڑکا ہے تو اُسکی عورت پر طلاق ہوگی اور اُسکی باندی آزاد ہو جائیگی اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ لڑکی ہے تو باندی آزاد نہوگی اور عورت مطلقہ نہوگی۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میرا ہر غلام آزاد ہے اور اُسکا ایک غلام خنثیٰ مشکل ہے تو آزاد نہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میری ہر باندی آزاد ہے تو خنثیٰ مشکل آزاد نہوگا اور اگر اس شخص نے دونوں قولوں پر قسم کھائی یعنے ہر باندی و ہر غلام آزاد ہے تو خنثیٰ مشکل آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوں تو میری عورت کو طلاق ہے پس اُسنے اس خنثیٰ مشکل کو خریدا تو اُسکی عورت کو طلاق نہوگی اور اگر اُسنے غلام و باندی دونوں کے خریدنے پر طلاق معلق کیا تو پھر ایسے خنثیٰ کے خریدنے سے اُسکی جورو پر طلاق ہو جائیگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ نوع دیگر۔ در اقرار خنثیٰ کہ وہ مرد ہے یا عورت ہے یا اُسکے باپ یا وصی نے ایسا اقرار کیا۔ اگر اس خنثیٰ مشکل نے کہا کہ میں مرد ہوں یا کہا کہ میں عورت ہوں تو اُسکا قول قبول نہوگا اور جبتک اُسکا خنثیٰ مشکل ہونا معلوم نہیں ہوا ہے تب تک اگر اُسنے کہا کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اُسکا قول قبول ہوگا اسواسطے کہ آدمی اپنی ذات کیواسطے امین ہوتا ہے اور جبتک امین کے قول کے خلاف ظاہر نہو تب تک امین کا قول قبول ہوتا ہے پس جب اُسکا خنثیٰ مشکل ہونا معلوم نہیں ہوا ہے تو اُسکے قول کے خلاف معلوم نہوا۔ اور اگر اس خنثیٰ کا باپ زندہ ہو اور اُسنے کہا کہ یہ مرد ہے اور یہ بات فقط اُسکے قول سے ثابت ہوتی ہے تو فرمایا کہ اُسی کا قول قبول ہوگا اسی طرح اگر اُس نے کہا کہ یہ باندی ہے تب بھی یہی حکم ہوتا ہے فیلکہ یہ بات ثابت نہو کہ یہ خنثیٰ مشکل ہے۔ اور اگر یہ خنثیٰ قریب بلوغ پہونچا ہو اور اُسکا باپ نہیں ہے اور اُسکا وصی ہے پس وصی نے اقرار کیا کہ یہ لڑکا ہے یا لڑکی تو اُسکا قول قبول ہوگا بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ یہ خنثیٰ مشکل ہے اور اگر اُسکا خنثیٰ مشکل ہونا معلوم ہو تو وصی کے اقرار کی تصدیق نکیجائیگی۔ یہ محیط میں ہے۔

مسائل شتّٰی

یعنے ابواب و کتب متفرقہ کے مسائل جنکا تعلق کسی خاص کتاب سے نہیں ہے فرمایا کہ خنثیٰ کی گواہی جائز نہیں ہے یہانتک کہ وہ بالغ ہو جاوے اسواسطے کہ وہ لڑکا یا لڑکی ہے اور بعد بالغ ہو جانے کے اگر اُسکا حال نہ کھلے تو گواہی کے حق میں اُسکی گواہی میں توقف کیا جائیگا یہانتک کہ یہ ظاہر ہو کہ یہ مرد ہے۔ میں نے پوچھا کہ اگر ایک شخص نے اُسکے واسطے جو فلان عورت کے پیٹ میں ہے ہزار درم کی وصیت کی بشرطیکہ لڑکا ہو اور پانچ سو درم کی وصیت کی اگر وہ لڑکی ہو پھر وہ عورت

خنثی مشکل جنی تو فرمایا کہ اسکو پانچ سو درم دیے جاوینگے اور باقی پانچ سو درم رکھ چھوڑے جاوینگے یہانتک کہ اسکا حال ظاہر ہو
یا حال ظاہر ہونے سے پہلے وہ مرجاوے پس اگر ظاہر ہوا کہ وہ مرد ہے تو باقی پانچ سو درم اسکو دیدیے جاوینگے اور اگر
ظاہر ہوا کہ وہ عورت ہے تو یہ پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیے جاوینگے اسی طرح اگر حال ظاہر ہونے سے پہلے
وہ مرگیا تو بھی باقی پانچ سو درم وارثان موصی کو واپس دیے جاوینگے اور یہ ہمارے علما کا قول ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے گونگے
آدمی کا اشارہ و لکھدینا وصیت و نکاح و طلاق و بیع و شرا و قصاص مین مثل بیان کے ہے اور حد شرعی مین مثل بیان
کے نہین ہے بخلاف ایسے آدمی کے جسکی زبان بند ہوگئی ہو اسکے حق مین ایسا نہین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ اگر گونگے کو
اسکا وصیت نامہ لکھکر پڑھ سنایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ ہم لوگ اس بات کے جو اس تحریر مین ہے گواہ رہین پس گونگے
اپنے سر سے اشارہ کیا یعنی ہان یا اسنے لکھدیا کہ ہان پس جب اسکی طرف سے کوئی ایسی بات پائی جاوے جس سے سمجھا
جاوے کہ یہ اقرار کرتا ہے تو یہ جائز ہے اور اگر کسی شخص کی زبان بند ہوگئی اور اسکو وصیت نامہ پڑھ سنایا گیا پس اسنے سر سے
اشارہ کیا کہ ہان یا بلفظ ہان تحریر کردیا تو یہ باطل ہے اور گونگے کا نکاح و طلاق و عتاق و خرید و فروخت جائز ہے اور جائز
ہے کہ اس سے قصاص لیا جاوے اور جائز ہے کہ اسکے واسطے قصاص لیا جاوے مگر یہ سب اس شرط سے کہ وہ تحریر کرے
یا ایسا اشارہ کرے جس سے مضمون سمجھ لیا جاوے لیکن اسکی تحریر و اشارہ پر اسکو حد شرعی نہ ماری جائیگی اور نہ اسکے
واسطے دوسرے کو حد شرعی کی سزا دیجائیگی۔ پھر واضح ہو کہ تحریر کرنا تین طرح کا ہوتا ہے اول مستبین مرسوم یعنی معنون ہو اور اسکے
نقوش موافق رسم کے ظاہر ہون اور ایسی کتابت بنا بر قول مشائخ و علما کے حاضر و غائب کے حق مین بمنزلہ گفتگو و بیان کے ہے
اور دوسری تحریر مستبین غیر مرسوم جیسے دیوار یا درختون کے پتون پر تحریر کیا سو ایسی تحریر بدون بیان و گواہی کے حجت نہین
ہے اور سوم تحریر غیر مستبین جیسے ہوا یا پانی پر تحریر کیا سو ایسی تحریر بمنزلہ کلام غیر مسموع کے ہے پس اس سے کوئی حکم ثابت نہوگا
اور اگر ایک شخص ایک و زیادہ دور و ز کسی عارض کی وجہ سے خاموش رہا پس سنے نہین سے کسی بات کا اشارہ کیا یا تحریر
کیا تو تصرفات مین سے کسی تصرف کے حق مین اسکی طرف سے اس تحریر یا اشارہ کا اعتبار نہوگا مسئلہ ذبح کی ہوئی بکریون مین
مردار بکریان بھی شامل ہین پس اگر ذبح کی ہوئی بکریان بہت ہون تو نہین تحری کرکے کھاوے اور اگر مردار بکریان زیادہ
ہون یا دونون برابر ہون تو تحری کرکے نہ کھاوے اور یہ حکم درصورت اختیار کے ہے بایں طور کہ اسکو بیقین ذبح کی ہوئی
بکری دستیاب ہوتی ہو اور اگر حالت ضروری ہو تو تحری کرکے کھاوے خواہ ذبح کی ہوئی زیادہ ہون یا دونون برابر
ہون یا مردار زیادہ ہون یہ کافی مین ہے مسئلہ کپڑا ناپاک ایک سوکھے پاک کپڑے مین لپیٹا گیا کہ اسکی تری اس
پاک کپڑے مین ظاہر ہوئی لیکن ایسی نہین ہے کہ اگر اسکو نچوڑا جاوے تو نچڑے تو پاک کپڑا نجس نہوگا مسئلہ ایک سری بکری
کی خون مین لتھڑی ہوئی ہے کہ وہ آگ مین ڈالدی گئی یہانتک کہ اسکا خون جلکر جاتا رہا پھر اس سے شوربا پکایا گیا تو
جائز ہے اور جلا دینا مثل دھو ڈالنے کے ہے مسئلہ سلطان نے مالک زمین کو خراج زمین دیدیا یعنی معاف کردیا تو جائز ہے اور
اگر عشر اراضی اسی کا کردیا تو نہین جائز یہ کنز مین ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ و امام محمد رح نے فرمایا
کہ خراج و عشر دونون صورتون مین جائز نہین ہے مگر فتوی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے کے قول پر ہے مسئلہ خراج گذار
لوگ اگر زراعت اراضی وادا سے خراج سے عاجز ہوئے تو امام المسلمین اس اراضی کو دوسرون کو اجرت پر دیدیگا
یعنی جو لوگ زراعت کرنے پر قادر نہین انکی اراضی اجارہ پر دیدیگا اور انکی اجرت سے اپنا خراج وصول کریگا پھر اگر اجرت

مین سے کچھ باقی بچا تو وہ مالکان اراضی کو دیدیگا اور اگر امام نے اس اراضی کا اجارہ پر لینے والا کوئی شخص نپایا تو اس اراضی کو ایسے خریدار کے ہاتھ فروخت کردیگا جو زراعت کرنے پر قادر ہو پھر جب فروخت کردیا تو پچھلا خراج اسکے ثمن سے وصول کرلیگا اگر پچھلا خراج باقی ہو اور جو کچھ بچے وہ مالکان اراضی کو دیدیگا۔ پھر بعضے مشائخ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف رح و امام محمد رح کا قول ہی اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کو اختیار ہی کہ مدیون کا مال بعوض قرضہ و نفقہ کے فروخت کرے اور امام اعظم رح کے نزدیک ایسا اختیار نہین ہی پس قاضی اسکو فروخت نکریگا بلکہ مالکان اراضی کو حکم دیگا کہ وہ خود اسکو فروخت کرین اور بعض نے فرمایا کہ یہ بالاتفاق سب کا قول ہی یہ تبیین مین لکھا ہی مسئلہ اگر روزہ رکھنے مین قضاے رمضان کی نیت کی اور دن کا تعین نکیا تو صحیح ہی اگرچہ دو رمضانون سے ہو جیسے قضاے نماز صحیح ہو اگرچہ اسنے قضاے اول نماز یا آخر نماز جو اسپر ہی نیت نکی ہو یہ کنز مین لکھا ہی۔ اور یہی قول مشائخ کا ہی اور اصح یہ ہی کہ ایک ہی رمضان سے صحیح ہوگا اور دو رمضان سے صحیح نہوگا تاوقتیکہ وہ نیت مین اس طرح تعین نکرے کہ یہ فلان سنہ کے رمضان کا ہی اسی طرح نماز بھی مطلقاً قضا کیلیے نماز کی نیت سے جائز نہوگی تاوقتیکہ نماز کی اور دن کی تعیین نکرے اسطور کہ نماز ظہر روز چہارشنبہ مثلاً اور اگر اسنے اس طرح نیت کی ہو کہ یہ قضا اس ظہر کی ہی جو سب سے اول اس سے قضا ہو کر اسپر واجب رہی ہی یا سب سے آخر قضا ہو کر اسکی قضا اسپر واجب ہی تو یہ جائز ہوگی یہ تبیین مین ہی مسئلہ روزہ دار کے منھ مین بہت سے آنسو بھر ہوے یہانتک کہ اسنے انکی نمکینی کا مزہ زبان پر پایا پھر وہ انکو نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائیگا اور اگر تھوڑے آنسو ہون جیسے قطرہ دو قطرہ تو فاسد نہوگا مسئلہ اگر کوئی شخص جو صائم ہو اپنے معشوق کا تھوک نگل گیا تو روزہ توڑنے کا کفارہ ادا کرے اور اگر محبوب کا تھوک نہو کسی غیر کا ہو تو کفارہ نہوگا مسئلہ بعضے حاجی اگر حج مین قتل کیے گئے تو ایسے شخص کے لیے جسپر حج فرض ہوا ہی حج ترک کرنے کا یہ عذر ہی مسئلہ اگر باپ نے خر فروخت کی تو بیع مین اسکا بچہ داخل نہوگا مسئلہ جس عقار مین تنازع ہی وہ قابض کے قبضہ سے نہ نکالا جائیگا جبتک کہ مدعی گواہ پیش نکرے مسئلہ جو عقار کہ اس قاضی کی ولایت مین نہین ہی اسکی بابت اس قاضی کا حکم قضا صحیح نہوگا مسئلہ اگر قاضی نے کسی مقدمہ مین گواہی گواہان حکم دیا پھر فرمایا کہ مین نے اپنے حکم قضا سے رجوع کیا یا مجھے اسکے سواے اور امر ظاہر ہوا ہی یا مین گواہو نکی تلبیس مین پڑگیا یا مین نے اپنا حکم باطل کردیا ایسے ہی اور الفاظ کہے تو اسکا کچھ اعتبار نہوگا اور جو حکم اسنے دیا ہی اگر بعد دعوی صحیحہ و گواہی مستقیمہ کے حکم دیا ہی تو برابر نافذ رہیگا مسئلہ چند لوگون کو چھپا دیا پھر ایک شخص سے کوئی بات پوچھی اور اس نے اسکا اقرار کیا اور یہ لوگ اسکو دیکھ رہے ہین اور اسکا کلام سنتے ہین حالانکہ جو شخص اقرار کر رہا ہی وہ ان لوگون کو نہین دیکھتا ہی تو ان لوگون کو گواہی دینا جائز ہی اور اگر انھون نے اسکا کلام سنا اور اسکو دیکھتے نہ تھے تو انکو گواہی دینا جائز نہین ہی مسئلہ ایک شخص نے ایک عقار فروخت کیا درحالیکہ اسکے بعضے اقارب حاضر تھے کہ بیع واقع ہوئے کو جانتے تھے پھر ان اقارب مین سے کسی نے مبیع مذکور کا دعوے کیا تو سماعت نہوگی مسئلہ ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کردیا پھر وہ مرگئی اور اسکے وارثون نے شوہر سے اسکے مہر کا مطالبہ کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر ہبہ اسکے مرض الموت مین واقع ہوا اور شوہر نے دعوی کیا کہ نہین بلکہ اسنے صحت مین ہبہ کیا ہی تو قول شوہر کا قبول ہوگا مسئلہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو فلان چیز کی بیع کیواسطے وکیل کیا پس وہ خاموش رہا تو وہ وکیل ہوگیا مسئلہ اپنی جورو کو خود اپنی طلاق دینے کیواسطے وکیل کیا تو اسکو وکالت سے معزول نہین کرسکتا ہی مسئلہ ایک شخص نے دوسرے

سے کہا کہ میں نے تجھکو فلان کام کے واسطے بدین شرط وکیل کیا کہ جب میں تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے تو ایسے وکیل کے معزول کرنے کیواسطے یون کہے کہ میں نے تجھے معزول کیا پھر تجھے معزول کیا یہ کنز میں لکھا ہے۔ اور یون کہا کہ بدین شرط کہ ہرگاہ میں تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہو تو معزول کرنے میں یون کہے کہ میں نے اپنی وکالت معلقہ سے رجوع کیا اور تجھکو اپنی وکالت منجزہ سے معزول کیا اور بعض نے فرمایا کہ اُسکے معزول کرنیکے واسطے یون کہے کہ ہرگاہ میں تجھکو وکیل کرون تو تو معزول ہے۔ ولیکن قول اول اوجہ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔ مسئلہ شرط فاسد و جہالت عوض کا مجہول ہونا اگر عقد بیع و اجارہ و بٹوارہ و دعوی مال سے صلح میں ہو تو اُنکو باطل کرتا ہے اور اگر عقد نکاح و خلع و قتل عمد سے صلح میں ہو تو اُنکو باطل نہیں کرتا ہے اور عقد کتابت بسبب عوض مجہول ہونیکے فاسد ہو جاتی ہے ... عوض میں جہالت حد سے گذر گئی ہو اور شرط فاسد لگانے سے کتابت باطل نہیں ہوتی ہے ... پس اگر دو چیزون کو جمع کیا اور عقد قبول کرنے والے نے دونون میں سے ایک میں عقد قبول کیا پس قسم اول کے عقود میں یہ عقد صحیح نہوگا خواہ دونون چیزون میں سے ہر ایک چیز کا عوض بیان کر دیا ہو یا بیان نکیا ہو اور دوسرے قسم کے عقود میں ہر حال صحیح ہوگا اور تیسرے قسم کے عقد میں اگر ہر ایک کا عوض علحدہ بیان کر دیا تو صحیح ہوگا ورنہ صحیح نہوگا مثال ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونون غلام ہزار درم کے عوض بیچے یا اس سے زیادہ کہا کہ بدین قرار داد کہ ان دونون میں سے ہر ایک غلام بعوض پانچ سو درم کے ہے پس اُسنے دونون میں سے ایک کا عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اُسنے دو چیزون کو اجارہ دیا پس اُسنے ایک کا عقد قبول کیا یا کہا کہ میں نے تجھسے اس قرار داد پر مقاسمہ کیا کہ یہ اور یہ میرے واسطے ہے اور یہ اور یہ تیرے واسطے ہے پس اُسنے ایک میں عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر بیع و اجارہ یا بیع و قسمت یا اجارہ و قسمت میں جمع کیا یا سب میں جمع کیا یا مجمل رکھا یا تفصیل کر دی پس اُسنے ایک میں عقد قبول کیا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ عقود فاسد شرط لگانے سے باطل ہو جاتے ہیں اور جبکہ ... ملانے کی عادت جاری ہو پس ایک کا قبول کرنا دوسرے کے صحت قبول کے واسطے شرط ہوا پس جب اُسنے فقط ایک کا عقد قبول کیا تو یہ شرط فاسد ہوئی۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنی یہ دونون باندیان بعوض ہزار درم مہر کے تیرے نکاح میں دین پس اُسنے فقط ایک باندی کا نکاح قبول کیا یا اُسنے اپنی دو عورتون سے کہا کہ میں نے تم دونون کو ہزار درم پر خلع کر دیا پس فقط ایک عورت نے قبول کیا یا اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ میں نے تم دونون کو بعوض ہزار درم کے آزاد کیا پس دونون میں سے فقط ایک نے قبول کیا یا دو شخصون کا ایک شخص پر قصاص واجب ہوا پس دونون نے اُس سے کہا کہ ہم دونون نے تجھسے ہزار درم پر صلح کی پس اُسنے فقط ایک کی صلح قبول کی تو صحیح ہے کیونکہ یہ عقود شرط فاسد لگانے سے باطل نہین ہوتے ہیں اور اگر اُسنے اپنے دو غلامون سے کہا کہ میں نے تم دونون کو ہزار درم پر مکاتب کیا پس دونون میں سے ایک نے عقد قبول کیا تو صحیح نہین ہے اور اگر اُسنے مال کی تفصیل کر دی پس دونون میں سے ایک نے قبول کیا تو اُسکا عقد کتابت تمام ہو جائیگا اور اگر اُسنے درمیان نکاح و بیع یا اجارہ کے جمع کیا پس قبول کرنے والے نے ایک کو قبول کیا پس اگر اُسنے نکاح کو قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر بیع یا اجارہ کو قبول کیا تو نہین صحیح ہے اور علی ہذا ان دونون کا سوائے اس قسم کے دوسرے عقود کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور اگر اُسنے کتابت و طلاق یا عتاق کو جمع کیا پس اگر اُسنے طلاق یا عتاق کو قبول

ملہ وکالت معلقہ ... ہو اور ... منجزہ ... فوراً ...
ملہ ... جدید ...

کرانا صحیح ہو خواہ عوض مجمل رکھا ہو یا تفصیل کر دی ہو اور اگر اسنے کتابت کو قبول کیا پس اگر عوض کی تفصیل کر دی ہو
تو صحیح ہو اور اگر مجمل رکھا ہو تو نہین صحیح ہو مسئلہ ایک شخص کے پاس زمین ہو کہ وہ اُس مین زراعت کر کے اُسکا غلہ حاصل
کرتا ہو یا دوکان ہو کہ اُسکا کرایہ حاصل کرتا ہو اور یہ حاصلات اُسکے اور اُسکی عیال کے واسطے کافی ہو تو اُسکو زکوٰۃ
لینی حلال نہین ہو ورنہ حلال ہو مسئلہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے ازراہ سرکشی منع کیا اور
روکا پس خاوند نے اُسکو دو طلاق دیدین پھر اُسکو تین طلاق بعوض ہزار درم کے دیدین تو پورے ہزار درم بمقابلہ
ایک طلاق باقی کے واجب ہونگے مسئلہ اگر اسنے غلام سے کہا کہ اے میرے سردار یا اپنی باندی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو وہ
آزاد نہوگی مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر مین ایسا فعل کرون ما دام کہ مین بخارا مین ہون تو میرا غلام آزاد ہو پھر وہ بخارا
سے باہر چلا گیا پھر بخارا مین لوٹ آیا پھر یہی فعل کیا تو قسم جھوٹی نہوگی مسئلہ اگر ایک مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین
ہین پھر وہ گواہ لایا یا گواہون نے کہا کہ ہمارے پاس اس بات کی گواہی نہین ہو پھر اُنھون نے گواہی دی تو
گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ نہین مقبول ہوگی ولیکن اصح قول امام ابو حنیفہ رح کا ہو مسئلہ زید نے عمرو
کے واسطے قرضہ کا اقرار کیا پھر زید نے کہا کہ مین اپنے اقرار مین جھوٹا تھا تو عمرو سے قسم لیجائیگی کہ تو قسم کھا کہ زید نے جو کچھ
تیرے واسطے اقرار کیا ہو اُسمین وہ جھوٹا نہ تھا اور تو جو کچھ اُسپر دعویٰ کرتا ہو بناحق نہین ہو یہ امام ابو یوسف رح کے
نزدیک ہو اور امام ابو حنیفہ رح و امام محمد رح کے نزدیک زید کو حکم دیا جائیگا کہ جو کچھ اسنے عمرو کے واسطے اقرار کیا ہو وہ
عمرو کو سپرد کرے ولیکن فتوے امام ابو یوسف رح کے قول پر ہو یعنی عمرو سے قسم لیجائیگی مسئلہ اگر ایک شخص نے کہا
کہ علے عشرۃ دراہم الا ثلثۃ الا درہما یعنی مجھپر دس درم الا تین درم الا ایک درم ہین تو اُسپر آٹھ درم واجب ہونگے
اور اگر کہا کہ الا سبعۃ الا خمسۃ الا ثلثۃ الا درہما یعنی مجھپر دس درم الا سات درم الا پانچ درم الا تین درم الا ایک درم ہین
تو اُسکے ذمہ چھ درم لازم ہونگے مسئلہ اگر ایک نانوائی نے بزازون کے بیچ مین اپنی دوکان رکھی تو اُسکو منع کر دیا
جائیگا اسی طرح جو ضرر عام نظر آتا ہو اُس مین یہی حکم ہو مسئلہ اگر عام راستہ سے کچھ مسجد کر دیا گیا یا مسجد مین سے کچھ
عام راستہ کر دیا گیا تو صحیح ہو مسئلہ ایک شہر کے لوگون نے ختنہ کرانا چھوڑ دیا تو امام المسلمین اُنسے لڑیگا مسئلہ دسترخوان
پر بھرے ہوے ہاتھ یا چھری کو روٹی سے رگڑ کے صاف کرنا مکروہ ہو اور نمکدان اُسکے نیچے روٹی رکھنا مکروہ
ہو اور اگر روٹی آگئی ہو تو سالن کا انتظار کرنا مکروہ ہو اور گرم کھانا کھانا اور کھانے کو سونگھنا اور اُسکو پھونکنا مکروہ
ہو یہ کافی مین لکھا ہو مسئلہ بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط ہو بشرطیکہ جسپر صلح واقع ہوئی ہو وہ دین ہو یعنی ایسی چیز ہو
جو معین نہین ہو ذمہ ثابت ہوا اور جس چیز سے صلح واقع ہوئی ہو وہ بھی دین ہو جیسے دینار و درم یا اور کسی چیز سے جو ذمہ
ثابت ہو دراہم پر صلح واقع ہوئی تو قبضہ دراہم شرط ہو اور اگر دین بمقابلہ دین نہو تو قبضہ شرط نہین ہو مسئلہ ایک
شخص نے ایک طفل پر دار کا دعوے کیا پس طفل کے باپ نے مدعی سے بعوض کسی قدر مال طفل مذکور کے
صلح کر لی پس اگر مدعی کے پاس گواہ ہون تو صلح جائز ہو بشرطیکہ دار کی قیمت کے برابر مال ہو یا اسقدر زیادتی
کے ساتھ صلح کی ہو جسے لوگ اپنے اندازہ کرنے مین برداشت کر جاتے ہین تو صلح جائز ہوگی اور اگر مدعی کے پاس
گواہ نہون یا ہون مگر گواہ عادل نہون تو صلح جائز نہوگی اور اگر صغیر کی طرف سے اُسکا باپ مدعی ہو پس اگر اُس کے
پاس گواہ نہون تو چاہیے جس طرح صلح کرے جائز ہو اور اگر اُسکے پاس گواہان عادل ہون تو بھی صلح جائز

ہو گی کہ جب اس چیز مستدعو یہ کی قیمت سے ہزار ہا مال یہ یا صرف اسقدر رکھی ہے جیسے لوگ اپنے اندازہ میں برداشت
کر جاتے ہیں صلح واقع ہوئی ہو اور باپ کے وصی کا حکم اس بارہ میں مثل باپ کے ہے مسئلہ جس شخص کو خلیفہ
نے مسلمانوں کا امام مقرر کیا ہے اسکو اختیار ہے کہ راستہ کے راستہ میں سے کسی شخص کو کاٹ دے بشرطیکہ راستہ ایسا
تنگ ہو جاوے جو آنے جانے والوں کے حق میں مضر ہو مسئلہ اگر کسی شخص کو سلطان نے مصادرہ کیا اگر اسکے
ساتھ یہ تعیین نہیں کہا کہ اپنا مال فروخت کر دے اور اُسنے اپنا مال فروخت کیا تو بیع صحیح ہو گی مسئلہ ایک مرد نے اپنی
جورو کو مار پیٹ سے دھمکایا حتے کہ اُس عورت نے اُسکو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہوگا بشرطیکہ شوہر اُسکے مارنے پر
قادر ہو اور اگر جورو کو خلع کرانے پر اکراہ مجبور کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی اور مال واجب نہوگا اور اگر جورو نے کسی
شخص کو اپنے قرضخواہوں میں سے اپنے شوہر پر مال کی اترائی کر دی پھر شوہر کو اپنا مہر ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہے مسئلہ
اگر کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودا یا چہ بچہ بنایا جس سے اُسکے پڑوسی کی دیوار میں نمی آئی اور اُسنے حاکم کے حضور
میں اس سے مطالبہ کیا کہ کنواں یا چہ بچہ اس جگہ سے تبدیل کر کے دوسری جگہ بنا دے تو وہ ایسا کرنے پر مجبور نہ کیا
جائیگا اور اگر اس سے پڑوسی کی دیوار گر گئی تو وہ ضامن نہوگا مسئلہ شوہر نے اپنے مال سے اپنی جورو کی اجازت
سے جورو کے دار میں عمارت بنائی تو عمارت اُسکی جورو کی ہو گی اور جو خرچ پڑا ہے وہ اس عورت پر قرضہ ہوگا اور
اگر شوہر نے اپنے واسطے بدون اجازت جورو کے بنائی ہو تو عمارت اس شوہر کی ہو گی اور اگر عمارت مذکورہ بدون
اجازت جورو کے جورو کے واسطے بنائی تو عمارت مذکورہ جورو کی ہو گی اور اُسکا شوہر اس کام میں متطوع ہوگا۔
پس اُسکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنی جورو سے اسکا خرچہ واپس لے مسئلہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو پکڑا اور اُس کے
ہاتھ سے قرضدار مذکور کو کسی شخص نے چھوڑا دیا پس قرضدار کے بھاگ جانے سے چھوڑا دینے والا ضامن نہوگا مسئلہ
ایک شخص کے ہاتھ میں دوسرے کا مال ہے اُس سے سلطان نے کہا کہ تو یہ مال دیدے ورنہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا
یا تجھکو پچاس کوڑے مارونگا پس اُسنے دیدیا تو دینے والا ضامن نہوگا مسئلہ ایک شخص نے جنگل میں منجل لگایا
تاکہ اُس سے حمار وحشی کو شکار کرے اور اُس پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ دیا پھر دوسرے روز آیا (واضح ہو کہ
دوسرے روز کی قید اتفاقی ہے چاہے تیسرے روز آوے) اور حمار وحشی کو اُسمیں مرا ہوا پایا تو حلال نہوگا اسواسطے
کہ ذبح کی شرط نہیں پائی گئی اور اگر اُسکو مجروح مردہ پایا تو کھایا جائیگا یہ تبیین میں ہے مسئلہ بکری کے جنس سے حلال کرنے
کے بعد مادہ کی فرج و خصیہ و غدہ و مثانہ و پتہ و خون مسفوح و ذکر و حرام مغز کھانا مکروہ ہے یہ کنز میں ہے مسئلہ
قاضی کو روا ہے کہ وہ غائب اور طفل کا مال اور لقطہ کو کسی کو قرض دیدے مسئلہ ایک لڑکا ایسا ہے کہ اُسکا حشفہ
کھلا ہوا ہے کہ اگر اُسکو کوئی دیکھے تو گمان کرے کہ یہ ختنہ کیا ہوا ہے اور ایسی حالت ہے کہ اگر اُسکی کھال کاٹی جاوے تو
بڑی سختی ہو گی تو اُسکا ختنہ کرنا چھوڑ دیا جائیگا جیسے کہ جوان آدمی مسلمان ہوا اور اہل بصیرت نے کہا کہ یہ ختنہ کرانے
کی ایذا کا متحمل نہوگا تو اُسکا ختنہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ختنہ کا وقت ساتواں برس ہے اور عورت کا ختنہ کرنا سنت نہیں
ہے بلکہ یہ امر مردوں کے واسطے کرامت ہے کہ اس سے جماع میں زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ سنت
ہے مسئلہ صغیر کو داغ دیکر یا فصد وغیرہ چیر کر علاج کرنا جائز ہے اور نیز لڑکیوں کے کان چھیدنا جائز ہے مگر لڑکوں کے
کان چھیدنا نہیں جائز ہے مسئلہ حاملہ عورت ایسا فعل نہ کرے جو بچہ کو مضر ہو اور اُسکو پچھنے لگوانا بچانا چاہیے جبتک کہ

بچہ پیٹ مین نہ پھرے اور جب پیٹ مین بچہ پھرنے لگے تو مضائقہ نہین ہی لیکن زمانہ ولادت قریب نہو اور جب زمانہ ولادت
قریب ہو تو پچھنے نہ لگوائے۔ اور جب تک حاملہ رہے تب تک فصد بالکل نہ کراوے۔ اسی طرح بہائم کا داغ دینا اور نشتر دینا وغیرہ
جو علاج اُنکو نافع ہو جائز ہی اور جو جانور ضرر پہونچاتا ہو جیسے کٹہا کتا اور بلی اگر کبوتر و مرغیان کہا جاتی ہو تو اُسکو مار ڈالنا جائز
ہی مگر بلی کو ذبح کر دے اس طرح نہ مار ڈالے۔ مسئلہ مسابقہ یعنے آگے نکل جانے و جیت جانے کی بازی لگانا گھوڑے یا
اونٹ یا پیدل دوڑنے مین یا تیر اندازی مین جائز ہی مگر دونون طرف سے مال دینے کی شرط کرنا حرام ہی لیکن ایک طرف
سے حرام نہین ہی اور جائز نہین سے مال کے شرط کی صورت یہ ہی کہ زید نے عمرو سے کہا کہ اگر میرا گھوڑا آگے نکلجاوے
تو میرے واسطے تجپر سو درم ہونگے اور اگر تیرا گھوڑا آگے نکل جاوے تو تیرے واسطے مجھپر سو درم ہونگے تو یہ قمار
ہی پس نہین جائز ہی اور اگر ایک طرف سے شرط کی مثلاً کہا کہ اگر مین جیت جاؤن تو میرا تجھپر کچھ نہوگا اور اگر تو جیت جاوے
تو تیرے واسطے مجھپر سو درم واجب ہونگے تو یہ استحساناً جائز ہی مگر سوائے اِن چار مذکورہ بالا کے خچر وغیرہ مین یہی
بازی نہین جائز ہی اگرچہ مال کی شرط ایک ہی طرف سے ہو پھر مذکورہ بالا مین جائز ہونے کی شرط یہ ہی کہ جو انتہا رکھی ہو وہ
ایسی ہو کہ گھوڑا وہان تک پہونچنے کا احتمال رکھتا ہو مثلاً سو کوس کی دہاپ نہو اور نیز یہ شرط ہی کہ دونون گھوڑون کی نسبت
یہ احتمال ہو کہ شاید یہ نکلجاوے یا وہ نکل جاوے اور اگر ایسا ہو کہ یہ بات معلوم ہو کہ دونون مین سے ایک گھوڑا فلان ضرور
آگے نکل جائیگا تو یہ جائز نہوگی۔ اور اگر زید و عمرو نے چاہا کہ دونون طرف سے مال کی شرط کرین اور اُنھون نے تیسرے
شخص بکر محلل کو اپنے درمیان ڈال دیا کہ اُسکے ساتھ دونون طرف سے مال شرط نکیا تو اس حیلہ سے جائز ہوگا بشرطیکہ
بکر کا گھوڑا اِن دونون کے گھوڑون کے ہمسر ہو کہ شاید آگے نکلجاوے یا شاید پیچھے رہجاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ
مخواہ آگے نکل جائیگا یا پیچھے رہ جائیگا تو جائز نہوگا۔ اور تیسرے شخص کے درمیان مین داخل کرنے کی یہ صورت ہی کہ
دونون ایک تیسرے سے یہ کہین کہ اگر ہم دونون سے آگے نکل گیا تو ہم دونون کے مال تجھکو ملینگے اور اگر ہم دونون
تجھسے آگے نکل گئے تو ہمارے واسطے تجپر کچھ نہوگا ولیکن جو شرط ہم دونون مین ہی وہ بحالہ باقی رہیگی اور وہ یہ ہی کہ ہم
دونون مین سے جو شخص آگے نکلجائیگا اُسکے واسطے دوسرے پر اسقدر مال ہوگا پس اگر بکر دونون پر غالب ہوا تو دونون کا
مال لے لیگا اور اگر یہ دونون غالب ہوئے تو اُسپر کچھ نہوگا لیکن دونون مین سے جو غالب ہوا وہ دوسرے سے مال مشروط
لیگا۔ مسئلہ اور اگر کسی شخص نے چند سوارون یا دو سوارون سے یہ کہا کہ تم مین سے جو شخص آگے نکلجائیگا اُسکو اپنے مال سے
اسقدر دونگا یا اُسنے تیر اندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشانہ پر پڑیگا اُسکو اسقدر دونگا تو یہ جائز ہی اور علی ہذا اگر فقیہون نے کسی
مسئلہ مین باہم بحث کی پھر اُنکے واسطے یہ شرط کی گئی کہ جو شخص اُنہین سے حکم صواب پائیگا اُسکو اسقدر پیش کیا جائیگا تو یہ جائز ہی
بشرطیکہ دو فقیہ دونون طرف سے ایسی شرط نکرین اور واضح رہے کہ باب مسابقہ مین جواز سے یہ مراد ہی کہ یہ حلال ہی اور یہ مراد
نہین ہی کہ جیت جانے والے کو استحقاق حاصل ہوگا یعنی دوسرے پر مال واجب ہوگا حتی کہ اگر ہار جانے والے نے مال دینے
سے انکار کیا تو قاضی اُسپر جبر نکریگا اور اُسپر مال کی ڈگری نکریگا۔ مسئلہ سوائے انبیاء و ملائکہ کے دوسرے پر درود نہ بھیجا جائیگا
لیکن انبیا کی تبعیت مین ہو سکتا ہی مثلاً یون کہے کہ اللہم صل علی محمد و آلہ وصحبہ اور مثل اسکے دوسرے مثلاً لیکن جو مسلمان ہونگے
علما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ترحم کی دعا کرنے مین اختلاف کیا ہی مثلاً یون کہے کہ اللہم ارحم محمداً صلی اللہ
علیہ وسلم سو بعض نے فرمایا کہ یہ جائز ہی اور بعض نے فرمایا کہ نہین جائز ہی۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین اولیٰ یہ ہی کہ رضی اللہ

عنہم لکہکر دعا کرے اور تابعین کے حق مین رحمت کی دعا کرے کہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور جو تابعین کے بعد ہین اُنکے واسطے مغفرت و تجاوز کی دعا کرے کہ غفر اللہ لہم و تجاوز عنہم مسئلہ باہم نوروز و مہرگان عطا کرنا جائز نہین ہو اور صاحب جامع نے فرمایا کہ اگر نوروز کے روز دوسرے مسلمان کو ہدیہ بھیجا مگر اُسنے اس روز کی تعظیم کی غرض سے نہین بھیجا بلکہ لوگون کی عادت کے طور پر بھیجا تو اُسکو کافر نہ کہا جائیگا ولیکن اس روز خاصۃً ایسا نکرنا چاہیے اس روز سے پہلے ایسا کرے یا اسکے بعد ایسا کرے تاکہ اس قوم ناہنجار کے ساتھ مشابہت نہو مسئلہ ٹوپی پہننے مین کچھ مضائقہ نہین ہو مسئلہ سیاہ کپڑا اپہننا اور عمامہ کا چھوڑ پیٹھ کی طرف دونون کندھون کے بیچ مین آدھی پیٹھ تک لٹکانا مندوب ہو اور جو شخص چاہیے کہ اپنا عمامہ بہرستہ باندھے تو اُسکو چاہیے کہ اُسکا ایک ایک پیچ کھولتا جاوے یہانتک کہ سب کھلجاوے پھر باندھنے کے واسطے کیونکہ یہ بات اس سے اچھی ہو کہ اُسکو اپنے سر سے ایکبارگی اُتار کر زمین پر ڈالدے مسئلہ کسم و زعفران کا رنگا ہوا کپڑا اپہننا مکروہ ہو مسئلہ مردون کو چاہیے کہ اچھے کپڑے پہنین اور امام ابوحنیفہ رح اپنے شاگردون کو اسکی وصیت کرتے تھے۔ عالم نوجوان کو بوڑھے جاہل کے آگے چلنا جائز ہو اور حافظ قرآن کو روا ہو کہ ہر چالیس دن مین ایکبار ختم کرے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یہ تیئیس باب ہین ہر

کتاب الفرائض

آئین پندرہ باب ہین

باب اول ۔ فرائض کی تعریف و متعلقات ترکہ کے بیان مین ۔ فرائض جمع فریضہ کی ماخوذ از فرض ہو اور فرض کے معنی لغت مین تقدیر و قطع و بیان کے ہین اور شرع مین فرض اُسکو کہتے ہین جو بدلیل مقطوع بہ ثابت ہو یعنی قطعی دلیل سے ثابت ہو اور اس نوع فقہ کو فرائض اسوجہ سے کہتے ہین کہ یہ سہام مقدرہ مقطوع بہ مبینہ ہین جو بدلیل قطعی ثابت ہوئے ہین پس یہ معنی لغوی و شرعی دونون کو شامل ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور ارث لغت مین بمعنی بقا ر ہو اور شرع مین ایک شخص کے مال کا انتقال بجانب دوسرے کے بطریق خلافت کے ارث کہلاتا ہو یہ خزانۃ المفتیین مین ہو ترکہ سے چار طرح کے حق متعلق ہوتے ہین میت کی تجہیز و تکفین ۔ قرضہ ۔ وصیت میراث پس پہلے ابتدا اس طرح کیجائیگی کہ میت کا کفن و دفن مع اُسکی ضرورات کے بطور معروف کیا جاوے کذا فی المحیط ولیکن اس سے ایسا حق مستثنیٰ ہو جو کسی عین سے متعلق ہو جیسے مال مرہون یا ایسا غلام جسنے جنایت کی ہو پس میت کی تجہیز سے اس مال مین مرتہن اور ولی جنایت کا حق مقدم ہو یہ خزانۃ المفتیین مین ہو ۔ اور بنظر بمقدار ترکہ ایسے کپڑون مین کفن دیا جائیگا جیسے حلال کپڑے وہ اپنی زندگی مین پہنتا تھا بدون اسکے کہ اسمین اسراف کیا جاوے یا بخل کیا جاوے یہ اختیار شرح مختار مین ہو پھر قرضہ میت ادا کیا جاوے اور یہ قرضہ حال سے خالی نہین یا تو سب قرضہاے صحت ہونگے یا سب قرضہاے مرض ہونگے یا بعض قرضہاے صحت و بعض قرضہاے مرض ہونگے پس اگر سب قرضہاے صحت ہون یا سب قرضہاے مرض ہون تو سب یکسان ہونگے کہ بعض پر بعض مقدم نہونگے اور اگر بعضے قرضہاے صحت اور بعضے قرضہاے مرض ہون پس جو قرضہاے مرض فقط باقرار مریض ثابت ہون اُنسے قرضہاے صحت مقدم ہونگے

اور جو قرضہاے مرض بگواہی گواہان عادل ثابت ہون یا بمعاینہ ثابت ہون تو ایسے قرضہاے مرض اور قرضہاے صحت یکسان ہین یہ محیط مین ہو - پھر بعد تجہیز و تکفین میت کے اور ادا ے قرضہاے میت کے جو کچھ مال ترکہ باقی رہا ہو اُسکی تہائی سے اُسکی وصیتین نافذ کیجاوینگی اور اگر وصیتین اس تہائی سے زائد ہون اور وارث لوگ اجازت دین تو تہائی سے زائد سے نافذ کیجاوینگی پھر جو مال باقی رہا وہ وارثون مین بر فرائض اللہ تعالے میراث تقسیم ہوگا اور یہ ایسی صورت ہو کہ میت نے کسی خاص چیز کی وصیت کی ہو اور اگر وصیت شائع ہو مثلاً تہائی مال یا چوتھائی مال وغیرہ کی وصیت کی ہو تو میراث سے وصیت مقدم نہوگی بلکہ اس صورت مین موصی لہ بھی وارثون کے ساتھ شریک ہوگا کہ ترکہ میت کی زیادتی سے اُسکا حق بڑھیگا اور کمی سے کم ہوگا یہ تاتارخانیہ مین ہو - اور استحقاق میراث تین وجہون سے ہر ایک سے ہو سکتا ہو یا تو نسب ہو یعنے قرابت ہو یا سبب ہو یعنی زوجیت و ولاء ہو اور ولاء دو طرح کا ہوتا ہو ولاء عتاقہ و ولاء موالات اور ان دونون قسمون مین سے ہر ایک قسم مین اسفل کا وارث اعلے ہوتا ہو اور اعلے کا وارث اسفل نہین ہوتا ہو لیکن اگر ولاء موالات مین یہ شرط کر لی ہو کہ اعلے نے کہا ہو کہ اگر مین مر جاؤن تو تیرا مال تیرے واسطے میراث ہو تو ایسی حالت مین اعلے کا وارث اسفل ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو - وارث تین قسم کے ہوتے ہین ذوی الفرائض و عصبات و ذوی الارحام کذا فی المبسوط - اور مستحقان ترکہ دس اصناف مرتبہ ہین کذا فی الاختیار شرح المختار - پس پہلے اصحاب فرائض پھر عصبہ نسبیہ پھر عصبہ سببیہ یعنے مولاے عتاقہ پھر عصبہ مولاے عتاقہ پھر رد علی اہل الفرض یعنے نسبی ذوی الفروض کو بقدر اُنکے حقوق کے بچا ہوا دو بارہ دیا جاوے پھر ذوی الارحام پھر مولے الموالات پھر جس غیر کے واسطے نسب کا اقرار کیا و اُسکا نسب اس غیر سے بدین اقرار ثابت نہین ہوا تو جبکہ یہ مقر اپنے اس اقرار پر اڑا رہا اور مر گیا تو مقر لہ اس مرتبہ پر وارث ہوگا مثلاً کسی کی نسبت اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہو یا یہ میری بہن ہو پھر موصی لہ جسکے واسطے تمام مال کی وصیت کی ہو پھر بیت المال ہے یہ کافی مین ہے -

دوسرا باب - ذوی الفروض کے بیان مین - ذوی فرض ہر ایسے وارث کو کہتے ہین جسکا حصہ اللہ تعالے کی کتاب مجید مین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین یا باجماع امت مقدر ہو کذا فی الاختیار شرح المختار - اور اصحاب فروض بارہ نفر ہین جنمین سے دس نسبی ہین اور دو سببی ہین پس دس نسبی مین تین مرد ہین اور سات عورتین پس مردون مین اول باپ ہو - اور اُسکی تین حالتین ہین اول فرض محض سو باپ کے واسطے مفروض چھٹا حصہ ہو بس جبکہ میت کے پسر کے ساتھ باپ ہو یا پسر کے پسر کے ساتھ یا کتنا ہی نیچا ہو تو باپ کو چھٹا حصہ فرض ملیگا دوم تعصیب محض یعنی عصبہ قرار دیا جائیگا سو یہ جب ہو کہ جب میت نے سواے باپ کے کوئی خلف نچھوڑا ہو تو باپ کو سب مال بوجہ عصبہ ہونے کے ملیگا اسی طرح اگر باپ کے ساتھ سواے ولد کے یا ولد پسر کے کوئی صاحب فرض وارث ہو جیسے شوہر یا ان یا نانی تو صاحب فرض اپنا حصہ فرضی لے لیگا اور باقی باپ کو بوجہ عصبہ ہونے کے ملیگا سوم فرض و تعصیب معاً اور یہ اُسوقت ہوتا ہو کہ باپ کے ساتھ میت کی دختر یا اُسکے پسر کی دختر موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ بطور فرض کے ملیگا اور ایک دختر ہو تو اُسکو آدھا اور دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی ملیگی پھر باقی باپ کو بوجہ عصوبت کے ملیگا یہ خزانۃ المفتین مین ہو - دوم جد اور جد سے مراد جد صحیح ہو کذا فی الاختیار شرح المختار - اور جد صحیح وہ ہو جسکی میت کیجانب قرابت مین مان داخل نہو جیسے باپ کا باپ یا باپ کے باپ کا باپ اور اگر میت کی نسبت کرنے مین مان داخل ہو

تو وہ جد فاسد ہے جیسے باپ کی مان کا باپ یا باپ کے باپ کی مان کا باپ یا باپ کے باپ کی مان کے باپ کا باپ پھر واضح ہو کہ باپ کے نہونے کی صورت مین جد صحیح مثل باپ کے ہو سوائے اس بات کے کہ یہ نہین ہوتا ہے کہ اسکے ہونے سے مان کو باقی تہائی ملے یا باپ کی مان محجوب ہوجاوے مگر تمام بھائی وبہن امام اعظم رہ کے نزدیک اسکی ذات سے محجوب ہوجاتے ہین اور اسی پر فتوی ہے یہ کافی مین ہے۔ سوم اخیافی بھائی بہنے فقط مان کی طرف سے بھائی ہو پس اگر ایک ہو تو اُس کو چھٹا حصہ اور اگر دو یا زیادہ ہون تو انکو تہائی ملیگی۔ اور اگر مذکر و مونث جمع ہون تو تہائی مین مساوی ہونگے اور عورتون مین سے اول دختر صلبی پس اگر تنہا ہو تو اسکو آدھا ترکہ ملیگا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو انکو دو تہائی ملیگا کذافی الاختیار شرح المختار۔ اور اگر پسر و دختر دونون موجود ہون تو دختر ون کو پسر عصبہ کر دینگے پس میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ پسر کو دختر سے دو چند ملیگا یہ تبیین مین ہے۔ دوم دختر پسر پس اگر ایک ہو تو اسکو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی ملیگا۔ پس اولاد صلبی نہونے کے وقت دختران پسر مثل دختران صلبی کے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ پس اگر اولاد صلبی و اولاد پسر مجتمع ہوئی پس اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر موجود ہو تو اولاد پسر مین سے کسی کو کچھ نملیگا خواہ اولاد پسر مذکر ہون یا مونث ہون یا دونون ہون۔ اور اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر نہو اور نہ اولاد پسر مین کوئی مذکر ہو پس اگر اولاد صلبی مین فقط ایک دختر ہو تو اسکو نصف ملیگا اور ایک چھٹا حصہ دختر پسر کو ملیگا خواہ ایک دختر پسر ہو یا زیادہ ہون اور اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہون تو انکو دو تہائی ملیگا اور دختران پسر کو کچھ نملیگا۔ اور اگر اولاد صلبی مین کوئی مذکر نہو اور اولاد پسر مین مذکر ہو پس اگر اولاد پسر مین خالی پسر ہون تو دختران صلبی کا حصہ مفروضہ نصف یا دو تہائی دیدینے کے بعد نصف یا ایک تہائی جسقدر رہا وہ انکو ملیگا اور اگر اولاد پسر مین مذکر و مونث دونون ہون تو ہم کہتے ہین کہ اگر دختران صلبی دو یا زیادہ ہون تو انکو دو تہائی دیکر باقی سب اولاد پسر مین مذکر و مونث کے درمیان مذکر کو مونث سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وحضرت زید رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور یہی جمہور علما کا مذہب ہے۔ اور اگر دختر صلبی فقط ایک ہو تو اسکو نصف دینے کے باقی اولاد پسر مین مذکر کو مونث سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا یہ مبسوط مین ہے۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی صلبی دو دختر چھوڑین اور پسر کی ایک دختر اور پسر کے پسر کی ایک لڑکی و ایک لڑکا چھوڑا تو اسکی ہر دو دختران صلبی کو دو تہائی ملیگا اور باقی ترکہ پسر کی دختر اور نیچے وارثون کے درمیان مذکر کو مونث سے دو چند کے حساب سے ملیگا۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور اُسکے تین دختران پسر جو بعض سے بعض اسفل ہین اور پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہین اور پسر کے پسر کے پسر کی تین دختر جو بعض سے بعض اسفل ہے چھوڑین اور اسکی صورت یہ ہے کہ میت کے پسر کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہو اور اُسکے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو اور اُسکے پسر کے پسر کے پسر کا ایک بیٹا و ایک بیٹی ہو پھر سب پسر مرگئے اور دختر سب باقی رہین اور اسی طرح پسر کے تین بیٹیان ہون اور اسی طرح پسر کے پسر کے تین بیٹیان ہون اور اسی طرح پسر کے پسر کے پسر کے تین بیٹیان ہون بدین تصویر ذیل

فریق اول	فریق ثانی	فریق ثالث
(۱) پسر	(۱) پسر	(۱) پسر
(۲) پسر دختر	(۲) پسر	(۲) پسر
(۳) پسر دختر	(۳) پسر دختر	(۳) پسر
(۴) پسر دختر	(۴) پسر دختر	(۴) پسر دختر
	(۵) پسر پسر	(۵) پسر دختر
		(۶) پسر دختر

فریق اول	فریق دوم	فریق سوم
پسر	پسر	پسر
پسر دختر	پسر	پسر
پسر دختر	پسر دختر	پسر
پسر دختر	پسر دختر	پسر دختر
	پسر دختر	پسر دختر
		پسر دختر

پس فریق اول کی درجہ اول کی دختر کے مقابلہ میں فریق دوم و سوم میں کوئی دختر نہیں ہے اور فریق اول کی درمیانی کے مقابلہ میں دوسرے فریق کی اول دختر ہے اور سب سے نیچی دختر فریق اول کے مقابلہ میں فریق ثانی کی درمیانی دختر اور فریق سوم کی اول دختر ہے اور فریق دوم کی تیسرے درجہ کے مقابلہ میں فریق سوم کی درمیانی دختر ہے اور فریق سوم کی تیسرے درجہ کی دختر کے مقابلہ میں کوئی دختر نہیں ہے پس فریق اول کے درجہ اول کی دختر کے واسطے نصف ملیگا اور فریق اول کی درمیانی دختر اور فریق دوم کی اول دختر دونوں کو ایک چھٹا حصہ دیا جائیگا کہ دو تہائی پوری ہو جاوے اور دونوں کو اسوجہ سے دیا جائیگا کہ دونوں درجہ میں برابر ہیں اور باقی دختروں کو کچھ نہ ملیگا - اور اگر فریق اول کی درجہ اول کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو تمام میراث اس پسر و اس دختر کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقیات سب محروم ہونگی اور اگر فریق اول کی درمیانی کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو نصف مال فریق اول کی درجہ اول کی دختر کو ملیگا اور باقی اس پسر اور جو دختر اسکے مقابلہ ہے اسکے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر فریق اول کی نیچے کے درجہ کی دختر کے ساتھ کوئی لڑکا ہو تو فریق اول کے درجہ اول کی دختر کو نصف مال ملیگا اور چھٹا حصہ دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درمیانی دختر کو اور جو اسکے مقابلہ میں ہے دونوں کو ملیگا اور باقی مال اس پسر کے اور جو دختر اسکے ساتھ و مقابلہ میں ہے سب کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی محروم ہونگی - اور اگر فریق دوم کی سب سے نیچے کی دختر کے ساتھ لڑکا ہو تو فریق اول کی درجہ اول کی دختر کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کیواسطے ایک چھٹا حصہ فریق اول کی درجہ دوم کی دختر کو مع اسکے جو اسکے مقابلہ میں ہے ملیگا اور باقی مال اس پسر کے اور اسکے مقابلہ کی اور اوپر کی دختر کے جسکے واسطے فریضہ حصہ نہیں ہے سب کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور باقی ساقط ہو جائینگی اور علی ہذا القیاس اور صورتوں کو بھی سمجھنا چاہیے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ پسر کی دختر کے ساتھ اگر پسر کا پسر ہو تو دختر مذکور اسکے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے خواہ یہ پسر اسکے درجہ میں ہو یا اس سے نیچے درجہ میں ہو لیکن بشرطیکہ دختر کے واسطے فریضہ حصہ نہو یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور تیسری صاحب فریضہ عورتوں میں سے ماں ہے اور اسکے واسطے تین حال ہوتے ہیں کہ اگر ماں کے ساتھ میت کی اولاد ہو یا اولاد پسر ہو یا دو بھائی

بہن کسی جہت سے ہون تو اُسکو چھٹا حصہ ملیگا۔ دوم اگر یہ لوگ نہون تو اُسکو تہائی حصہ ملیگا۔ سوم اگر جورو و مرد یعنی تو
شوہر موجود کا حصہ نکال لینے کے بعد اور اگر خاوند مرا تو جورو موجودہ کا حصہ نکال لینے کے بعد جو باقی ہو اُسکی تہائی ملیگی
یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور تیسری صورت دو جگہ ہوتی ہے کہ شوہر یا جورو و پدر باقی ہے تو شوہر یا جورو کا حصہ نکال دینے
کے بعد مان کو باقی کی تہائی ملیگی اور باقی سب باپ کو ملیگا جیسے ورثہ کا مذہب ہے اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو مان
کو پورے مال سے تہائی ملیگی یہ کافی مین ہے۔ چہارم جدہ صحیحہ جیسے ان کی مان اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ
مین ہو اور باپ کی مان اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ کی ہو اور جنس جدہ کی نسبت بیان کرنے مین دو مان کے درمیان
باپ آوے وہ جدہ فاسدہ ہے یہ اختیار شرح مختار مین ہے اور جدہ صحیحہ کیواسطے چھٹا حصہ ہے خواہ باپ کی طرف سے یا مان
کی طرف سے ہو ایک ہو یا زیادہ ہون لیس سب چھٹے حصہ مین شریک ہوجاینگی بشرطیکہ ثابت ہون اور درجہ مین
ایک دوسرے کے مقابلہ مین ہون یہ کافی مین ہے۔ اور اگر ایک جدہ ایسی ہو کہ اُسکا رشتہ میت سے دو طرف سے ہو
اور دوسری ایسی ہو کہ اُسکا رشتہ ایک ہی طرف سے ہو تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ چھٹا حصہ دونون مین نصفا
نصف تقسیم ہوگا اور یہی امام اعظم رح سے بھی مروی ہے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی المضمرات اسکی مثال یہ ہے کہ ایک عورت
نے اپنی دختر کی دختر کا نکاح اپنے پسر کے پسر سے کر دیا اور ان دونون سے ایک بچہ پیدا ہوا تو یہ نکاح کر دینے والی عورت
اس بچہ کی مان کی مان کی مان ہوئی اور نیز اس بچہ کے باپ کے باپ کی مان ہوئی اور اس بچہ کی دوسری جدہ اور موجود ہے کہ
وہ فقط اس بچہ کے باپ کی مان کی مان ہے۔ اور اگر اس بچہ نے اس نکاح کر دینے والی کی اور پوتی سے نکاح کیا اور
دونون سے اولاد پیدا ہوئی تو اس اولاد کی نکاح کر دینے والی تین وجہ سے جدہ ہوگی اور اگر اس بچہ نے بھی اسکی
دوسری پوتی سے نکاح کیا اور دونون مین بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کی یہ نکاح کر دینے والی عورت چار وجہ سے جدہ
صحیحہ ہوگی علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سمجھنا چاہیے یہ کافی مین ہے۔ پنجم مان و باپ کی طرف سے سگی بہنین ہین پس اگر
ایک ہو تو ایک کو نصف اور دو ہون یا زیادہ ہون تو دو تہائی ترکہ ملیگا کذا فی خزانۃ المفتین۔ اور اگر انکے ساتھ مان
و باپ کی طرف سے سگا بھائی ہو تو مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر میت کی صلبی یا پسر
کی دختر ہون تو ایسی بہنون کو باقی ترکہ ملیگا یہ کافی مین ہے۔ ششم فقط باپ کی طرف سے جو بہنین ہون اُنکا حال یہ ہے
کہ سگی بہنین ایک مان باپ کیطرف سے نہونے کی صورت مین مثل سگی بہنون کے ہے کذا فی الاختیار شرح المختار۔ پس اگر ایک
ہو تو اُسکو آدھا اور اگر دو یا زیادہ ہون تو دو تہائی ملیگا بشرطیکہ مان و باپ کیطرف سے سگی بہن موجود نہو اور اگر
مان و باپ کی طرف سے ایک سگی بہن موجود ہو تو اُسکو آدھا دیکر دو تہائی پوری کرنے کیواسطے چھٹا حصہ ایسی بہنون
کو ملیگا اور اگر سگی بہنین دو ہون تو ایسی بہنین وارث نہونگی لیکن اگر انکے ساتھ انکا کوئی بھائی موجود ہو تو وہ انکو
اپنے ساتھ عصبہ کر لیگا پس میت کی ایک مان باپ کی سگی بہنون کو دو تہائی دیا جائیگا اور باقی مال ترکہ باپ کی اولاد
کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر میت کی صلبی دختر یا میت کے پسر کی دختر ہو تو
انکو انکا حصہ دیکر باقی ملیگا یہ کافی مین ہے۔ ہفتم فقط مان کیطرف سے بہنین پس اگر ایک ہو تو اُسکے واسطے چھٹا حصہ اور
اگر دو یا زیادہ ہون تو تہائی ہوگی یہ اختیار شرح مختار مین ہے۔ اور تمام بھائی و بہنین در صورتیکہ میت کا بیٹا موجود ہو یا پسر کا
پسر ہو اگرچہ کتنا ہی نیچے درجہ کا ہوگا ساقط ہوجاینگی اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق ساقط ہوجاوینگی اور

جدات صحیحہ کا بیان

سگی بہنون کا بیان

علاتی بہنون کا بیان

اخیافی بہنون کا بیان

دادا کے ہوتے ہوئے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ساقط ہونگی - اور فقط باپ کی اولاد درصورتیکہ یہ لوگ موجود ہون اور درصورتیکہ ماں و باپ کی طرف سے سگا بھائی موجود ہو ساقط ہوجاتی ہو اور فقط ماں کی اولاد درصورتیکہ میت کی اولاد موجود ہو اگرچہ دختر ہو ساقط ہوجاتی ہو اور درصورتیکہ پسر کی اولاد ہو یا باپ یا دادا موجود ہو تو بھی بالاتفاق ساقط ہوجاتی ہو یہ کافی مین ہو - اور باقی رہے دو صاحب فرض جو سببی ہوتے ہین وہ شوہر و زوجہ ہین پس شوہر کو درصورتیکہ میت یعنی جورو کی اولاد نہو اور اُسکے پسر کی اولاد نہو تو نصف ملتا ہو اور اگر اُسکی اولاد ہو یا اُسکے پسر کی اولاد ہو تو چوتھائی ملتا ہو اور زوجہ کو اپنے شوہر میت کے ترکہ مین سے ان دونون وارثون کے موجود نہونے کی صورت مین چوتھائی ملتا ہو اور ان دونون مین سے کسی کے ہونے کی صورت مین آٹھوان حصہ ملتا ہو اور اگر کئی جورو ہون تو وہ چوتھائی یا آٹھوین حصہ مین برابر کی شریک ہوجائینگی اور اسپر اجماع ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو - اللہ تعالی کی کتاب مجید مین جو حصص مفروض ہین وہ چھ ہین آدھا و چوتھائی و آٹھوان اور دو تہائی و تہائی و چھٹا - پس آدھا حصہ پانچ قسم کے وارثون کا ہو شوہر کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور صلبی دختر کا ہو اور پسر کی دختر کا جبکہ دختر صلبی موجود نہو اور ماں و باپ کیطرف سے سگی بہن کا ہو اور فقط باپ کیطرف سے بہن کا درصورتیکہ سگی بہن ایک ماں و باپ کی طرف سے موجود نہو - اور چوتھائی حصہ دو قسم کا ہو شوہر کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور زوجہ یا زوجات کا جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور آٹھوان حصہ پس یہ فریضہ زوجہ یا زوجات کا ہو جبکہ میت کی یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور دو تہائی حصہ سو چار قسم کے وارثون کا ہو دو یا دو سے زیادہ دختران صلبی کا ہو اور پسر کی دو دختر یا دو سے زیادہ دختر کا جبکہ دختران صلبی مین سے کوئی نہو اور ماں و باپ کیطرف سے سگی دو بہنون یا دو سے زیادہ بہنون کا ہو اور فقط باپ کیطرف سے دو بہنون یا زیادہ کا ہو درصورتیکہ ماں باپ کی طرف سے سگی بہن کوئی نہو - اور تہائی حصہ دو قسم کا ہو ماں کا تہائی حصہ ہو جبکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد نہو اور دو بھائی و بہنین ہون اور فقط ماں کی طرف سے دو یا دو سے زیادہ بھائی یا بہنون کا ہو اور چھٹا حصہ سو سات قسم کے وارثون کا ہو - باپ کا چھٹا حصہ ہو درصورتیکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد ہو اور دادا کا ہو جبکہ باپ موجود نہو اور ماں کا ہو درصورتیکہ میت کی اولاد یا میت کے پسر کی اولاد یا دو بھائیون و بہنوان مین سے ہون اور جدہ یا جدات کا چھٹا حصہ ہو درصورتیکہ وہ وارث ہوسکتی ہون اور دختر صلبی کے ساتھ دختر پسر کا چھٹا حصہ ہو تاکہ دو تہائی پوری ہوجاوے اور ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن کے ساتھ فقط باپ کی طرف سے بہن کا چھٹا حصہ ہو تاکہ دو تہائی پوری ہو اور فقط ماں کی ایک اولاد کا چھٹا حصہ ہو خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہو

تیسرا باب - عصبات کے بیان مین - ہر ایسے وارث کو عصبہ کہتے ہین جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہو اور اصحاب فرائض کا حصہ دیکر جو باقی رہتا ہو وہ سب لے لیتا ہو اور اگر تنہا ہوتا ہو تو سب مال لے لیتا ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو اور عصبہ دو قسم کے ہوتے ہین ایک عصبہ نسبی اور دوم عصبہ سببی پس عصبہ نسبی تین طرح کے ہوتے ہین عصبہ بنفسہ یعنی خود بخود عصبہ ہو اور وہ ہر ایسا مذکر ہو جسکی میت کی جانب نسب بیان کرنے مین مؤنث بیچ مین نہ آوے اور وہ چار اصناف مین جزو میت (جیسے بیٹا) اور میت کی اصل (باپ و دادا وغیرہ) - اور اُسکے باپ کا جزو (سگا بھائی) اور اُسکے دادا کا جزو (سگا چچا) کذا فی التبیین - پس ان عصبات مین سے سب سے اقرب بیٹا ہو پھر پسر کا پسر اگرچہ کتنا ہی نیچے درجہ

کے ساتھ شوہر یا زوجہ ہو تو اُسکا فریضہ حصہ اُسکو دیکر باقی اِن دونون مین بطریق فرض و رد کے تقسیم ہوگا اور اگر اُسنے
ان چھوڑی اور ماں کی طرف سے ایک بھائی چھوڑا اور ملاعن کا بیٹا چھوڑا تو ماں کو تہائی اور ماں کیطرف سے بھائی کو چھٹا
حصہ ملیگا اور باقی پھر انھین دونون پر اسی حساب سے رد کیا جائیگا اور ملاعن کے بیٹے کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ باپ کی
طرف سے اُسکا کوئی بھائی نہین ہی اور اگر ملاعنہ کے پسر کا فرزند مرگیا تو اُسکے باپ کی قوم یعنے بھائی وارث ہونگے
اور اُسکے دادا کی قوم یعنی چچا اور اُنکی اولاد وارث ہونگے اور اسی سے اِسکے باقی مسائل معلوم ہو سکتے ہین اور یہی حکم
ولد الزنا کا ہو لیکن اِن دونون مین ایک بات مین فرق ہی وہ یہ ہو کہ اگر ولد زنا کے ساتھ جوڑیا بھائی پیدا ہوا اور وہ مرگیا
تو ولد الزنا اس بھائی کی میراث اس طریق سے پاویگا کہ ماں کی طرف سے بھائی مرگیا اور یہ اِسکا وارث ہوا ہی اور اگر ولد
ملاعنہ کا جوڑیا پیدا ہوا بھائی مرگیا تو وہ ایک ماں و باپ سے سگے بھائی کی میراث پاویگا یہ اختیار شرح مختار مین ہی۔ اگر
چند عصبات مجتمع ہوے کہ بعضے عصبہ بنفسہ ہین و بعضے عصبہ بغیرہ اور بعضے مع غیرہ ہین تو ان عصبات مین ترجیح اِس طرح
ہوگی کہ جو میت سے زیادہ قریب ہو وہی وارث ہوگا اور عصبہ بنفسہ ہونے کی وجہ سے ترجیح نہوگی حتے کہ اگر عصبہ مع
غیرہ میت سے زیادہ قریب ہو تو وہی اولی ہوگا چنانچہ اگر ایک شخص مرگیا اور اُسنے ایک بیٹی چھوڑی اور ایک ماں و باپ
کی طرف سے بہن چھوڑی اور رفقط باپ کی طرف سے ایک بھائی کا بیٹا چھوڑا تو آدھی میراث دختر کو ملیگی اور آدھی بہن
کو ملیگی اور بھائی کے بیٹے کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ بہن مذکورہ اُسکی دختر کے ساتھ عصبہ ہوگئی ہی حالانکہ وہ بہ نسبت
بھائی کے بیٹے کے میت سے زیادہ قریب ہی اسی طرح اگر بھائی کا بیٹا ہو اور چچا ہو تو چچا کو کچھ نملیگا اسی طرح اگر صورت
مذکورہ بالا مین بجاے فقط باپ کی طرف سے بھائی کے بیٹے کی جگہ بھائی فقط باپ کی طرف سے ہو تو ایسے بھائی کو
کچھ نملیگا یہ محیط مین ہی۔ اور عصبات سببیہ آزاد کرنے والا ہوتا ہی پھر اگر آزاد کرنے والا زندہ نہو تو اُس کے
عصبات اِسی ترتیب سے جیسے عصبات نسبیہ مین مذکور ہوے ہین وارث ہونگے یہ کافی مین ہی

چوتھا باب۔ حجب کے بیان مین۔ اور حجب دو طرح کا ہوتا ہی حجب نقصان و حجب حرمان پس حجب نقصان یہ ہے
کہ حصہ زائد سے محجوب ہوکر بجانب کم حصہ کے راجع ہو۔ اور حجب حرمان یعنی بالکل محروم ہو جانا سو ہم کہتے ہین کہ چھ
وارث ایسے ہین کہ وہ بالکل محجوب نہین ہوتے ہین اور وہ باپ بیٹا شوہر جورو ماں و بیٹی ہی اور اِنکے سواے
جو وارث ہین اُن مین یہ حال ہی کہ جو میت سے زیادہ قریب ہوتا ہی وہ بعید کو محجوب کر دیتا ہی جیسے بیٹا کہ وہ پسر کی اولاد
کو محجوب کرتا ہی اور ماں و باپ کی طرف سے سگا بھائی کہ فقط باپ کی طرف والے بھائیون کو محجوب کر دیتا ہی اور جو شخص
دوسرے سے کسی شخص کیوجہ سے قربت حاصل کرے وہ اس شخص کے موجود ہوتے ہوے وارث نہین ہوتا ہی سواے
اولاد ماں کے کہ یہ لوگ ماں کے ہوتے ہوے وارث ہوتے ہین۔ اسکی مثالین ایک جورو مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا
اور ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن چھوڑی اور فقط باپ کی طرف سے ایک بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ملیگا
اور سگی بہن کو نصف ملیگا اور علاتی بہن کو چھٹا حصہ ملیگا تا کہ دو تہائی پورا ہو جاوے پس اصل مسئلہ چھ سے ہوگا اور
اِسکا عول سات سے ہوگا پس اگر علاتی بہن کے ساتھ کوئی علاتی بھائی ہو جو اُسکو عصبہ کر دے تو علاتی بہن کو کچھ
میراث نملیگی پس ایسا ہی بھائی منحوس ہی۔ ایک عورت مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور مادر و پدر چھوڑے و دختر چھوڑی
اور پسر کی دختر چھوڑی پس اصل مسئلہ بارہ سے ہوگا اور اسکا عول (۱۵) سے ہوگا پس شوہر کو چوتھائی یعنے (۳) ملیگی

ان کے باپ کی ماں وارث نہیں ہوتی ہے کہ وہ جدہ فاسدہ ہے۔ اور تیسرے مرتبہ میں آٹھ جدات ہیں جن میں سے دو جدہ تو میت کے باپ کے باپ کی جدہ ہیں یعنے میت کے باپ کے باپ کی ماں اور دوسری میت کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں اور یہ دونوں وارث ہوتی ہیں اور دو جدہ میت کے باپ کی ماں کی جدہ ہیں یعنی میت کے باپ کی ماں کی ماں کی ماں اور یہ جدہ وارث ہوتی ہے اور دوسری میت کے باپ کی ماں کے باپ کی ماں اور یہ ساقط ہوتی ہے۔ اور دو جدہ میت کی ماں کے باپ کی ہیں یعنی میت کے ماں کی باپ کی ماں کی ماں اور میت کی ماں کے باپ کی ماں کی ماں اور یہ دونوں ساقط ہیں اور دو جدہ میت کی ماں کی ماں کی ہیں یعنی میت کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں اور یہ جدہ وارث ہے اور دوسری میت کی ماں کی ماں کے باپ کی ماں اور یہ جدہ وارث نہیں ہے اور اگر ان جدہ میں سے ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہوں تو سولہ ہو جائینگی اور یہ چوتھا مرتبہ ہے اور اگر ان جدات میں سے بھی ہر ایک کے واسطے دو جدہ ہوں تو سولہ کی دو چند یعنے بتیس جدات ہو گئیں علے ہذا القیاس سمجھ لینا چاہیے پھر واضح ہو کہ جدات ثابتات دو طرح پر ہیں اول آنکہ متحاذیات ہوں اور درجہ میں مساوی ہوں اور دوم آنکہ درجہ میں تفاوت ہو اور متحاذیات وارثات کی شناخت اس طرح ہو سکتی ہے کہ انکے بیان تعداد کی طرف دیکھا جاوے پس ہر مرتبہ میں گنا کر ماں کے الفاظ رکھے جاویں اور ہر مرتبہ کے آخر میں اخیر ماں بدل جایا کریگی یہانتک کہ کوئی باقی نہ ہیگی سوائے ایک ماں کے اور پانچ جدات متحاذیات میں متصور ہے اول میت کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں دوم میت کے باپ کی ماں کی ماں کی ماں کی ماں۔ سوم میت کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں کی ماں۔ چہارم میت کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں کی ماں۔ پنجم میت کے باپ کے باپ کے باپ کے باپ کی ماں۔ اور جو جدہ کہ درجہ میں متفاوت ہوں تو ہمیشہ اسکو جو اس سے قریب ہو گی وہ محجوب کریگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ ماں کی طرف سے سوائے ایک جدہ کے دو مرے کا وارث ہونا متصور نہیں ہے اسواسطے کہ جدہ صحیحہ فقط وارث ہو سکتی ہے اور ماں کی طرف سے جدہ صحیحہ وہی ہو گی جسکے نسب بیان کرنے میں دو ماں کے درمیان باپ نہ آوے پس ماں کی طرف سے جب شمار کیا جائیگا تو یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ماں کی ماں یا ماں کی ماں کی ماں ہو علے ہذا القیاس جہانتک اونچے مرتبہ تک جاوے ہی ایک سلسلہ ہو گا ولیکن اس میں دو وارث نہیں ہو سکتی ہیں اسواسطے کہ قریب مرتبہ والی جدہ بعید مرتبہ والی کو محجوب کریگی اور جو جدات کہ باپ کی جانب سے ہوں پس ان میں اکثر کا وارث ہونا متصور ہے جیسا کہ صورت مذکورہ بالا سے ظاہر ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

پانچواں باب۔ موانع کے بیان میں

پانچواں باب۔ موانع کے بیان میں۔ رق مانع ارث ہے یعنے کسی طرح کی مملوکیت اگر وارث میں ہو تو وہ مورث کی میراث نہیں پا سکتا ہے خواہ یہ رقیق محض قن ہو یعنے اسکی آزادی کا سبب بالکل منعقد نہیں ہوا اور خواہ ایسا مملوک ہو جسکا سبب حریت منعقد ہوا ہے مگر ہنوز آزاد نہیں ہوا جیسے مدبر اور مکاتب اور ام ولد اور نیز امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک معتق البعض بھی ایسا ہی ہے یعنی جس غلام کو اس کے تندرست نے آزاد کیا اور اسپر واجب ہوا کہ وہ سعایت کرکے مرتہن کو بقدر اپنی قیمت کے ادا کرے تو وہ بحکم آزاد ہے کہ وہ خود اپنے مورث کا وارث ہوگا اور نیز اسکے وارث اسکی میراث پاوینگے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر کسی نے بغیر حق دوسرے کو قتل کیا تو ہمارے نزدیک اسکو مقتول کی میراث سے کچھ نہ ملیگا خواہ اسنے عمداً قتل کیا ہو یا خطا سے قتل کیا ہو اسی طرح ہر ایسا قاتل جو خطا سے قتل کرنیوالے

کے معنی مین ہر جیسے ایک شخص سوتا ہوا تھا اور وہ اپنے مورث پر الٹ پڑا کہ جسکے صدمہ سے اُسکا مورث مرگیا تو یہ اُسکا وارث ہوگا اسی طرح اگر چھت پر سے اپنے مورث پر گرا اور وہ مرگیا یا گھوڑے پر سوار تھا کہ مورث کو گھوڑے نے کچل ڈالا تو وارث ہوگا یہ مبسوط مین ہر اور نابالغ و مجنون و معتوہ و مبرسم و موسوس کا قتل کرنا موجب حرمان میراث نہین ہر اسواسطے کہ محروم ہونا جزا سے قتل حرام ہر اور ان لوگون کے افعال مین یہ بات نہین ہر اسواسطے کہ یہ لوگ مکلف نہین ہین) اور جو شخص قتل کا سبب با برانگیختہ کرے وہ میراث سے محروم ہوگا مثلاً کسی نے کنوان کھودا اور اُس مین اُسکا مورث گر کر مرگیا یا اُسنے راہ مین پتھر ڈالدیا جس سے ٹھوکر کھا کر اُسکا مورث مرگیا یا اُسنے راہ مین پانی چھڑک دیا کہ پھسل کر اُسکا مورث گر کر مرگیا یا اسکے مانند کسی سبب ہلاکت کا بانی ہوا تو یہی حکم ہر پس جو قتل ایسا ہو کہ جسکی وجہ سے قصاص یا کفارہ واجب ہو وہ قتل کا فعل کرنا ہوگا فقط سبب برانگیختہ کرنا ہوگا پس اُس سے میراث سے محروم ہوگا اور جو قتل اس قصاص یا کفارہ کا موجب نہو وہ قتل کا فعل کرنا ہوگا بلکہ سبب برانگیختہ کرنا ہوگا کہ جس سے میراث سے محروم ہوگا اور جو شخص چوپایہ کو آگے سے کھینچے لیے جاتا ہو یا پیچھے سے ہانکتا ہو اور اس چوپایہ نے اُسکے مورث کو قتل کیا تو یہ ہانکنے والا یا چلانے والا قاتل ہوگا بلکہ سبب قتل کا برانگیختہ کرنے والا کہلائیگا - اور اگر کسی عادل نے باغی کو یا باغی نے عادل کو قتل کیا یا اسکے برعکس واقع ہوا تو اس مین تفصیل و اختلاف ہر جو شرح سیر مین مذکور ہر اختیار شرح مختار مین لکھا ہر اگر باپ نے اپنے پسر کا ختنہ کیا یا پچھنے لگائے یا اُسکا قرحہ چیرا اور وہ اس سے مرگیا تو باپ اُسکی میراث سے محروم ہوگا اور اگر اپنے فرزند کو تادیب کے واسطے مارا پس وہ ضرب سے مرگیا تو بنا بر قول امام اعظم رح کے اُسکی دیت کا ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور بنا بر قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالے و امام محمد رحمہ اللہ تعالے کے کچھ ضامن ہوگا اور میراث سے محروم ہوگا اور اگر معلم نے طفل کو باجازت اُسکے باپ کے مارا تو بالاتفاق کچھ ضامن ہوگا یہ مبسوط مین ہر اور دین مین اختلاف ہونا بھی مانع ارث ہر اور اس سے مراد یہ ہر کہ دونون مین اسلام و کفر کا اختلاف ہو اور کفر کی ملتین مختلف مراد نہین ہین پس اگر ملتہا سے کفر کا اختلاف ہو جیسے یہودی و نصرانی ہو و مجوسی ہو - یا بت پرست ہو تو یہ مانع میراث نہین ہر حتے کہ اگر ایک یہودی اور دوسرا نصرانی یا مجوسی ہو یعنے ایسے ملتون مین باہم اختلاف ہو تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے اور اختلاف دار ہونا بھی مانع ارث ہر یعنے دار الکفر مین ایک ہو اور دوسرا دار الاسلام مین دوسرا ہو تو میراث باہمی جاری نہوگی یہ تبیین مین ہر ولیکن یہ حکم کافرون کے حق مین ہر مسلمانون کے حق مین نہین ہر حتے کہ اگر ایک مسلمان دار الحرب مین مرگیا تو اُسکا بیٹا جو دار الاسلام مین ہر اُسکا وارث ہوگا - پھر واضح ہو کہ اختلاف الدار دو قسم کا ہر ایک حقیقی جیسے ایک حربی دار الحرب مین مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الاسلام مین ذمی ہر پس یہ ذمی اس حربی کا وارث نہوگا اسی طرح اگر دار الاسلام مین ایک ذمی مرگیا اور اُسکا باپ یا بیٹا دار الحرب مین ہر - تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا - اور دوم اختلاف حکمی جیسے مستامن و ذمی حتے کہ اگر حربی مستامن ہمارے دار الاسلام مین مرگیا تو اُسکا وارث جو ہمارے یہان ذمی ہو اُسکی میراث نہ پاویگا اور دار کا اختلاف باعتبار اختلاف منعہ کے ہوتا ہر یعنے لشکر و بادشاہ کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہر کہ ان دونون کے درمیان باہم عصمت جان و مال منقطع ہوتی ہر یہ کافی مین ہر اور اگر مستامن حربی ہمارے ملک مین مرگیا اور اُسنے مال چھوڑا تو واجب ہر کہ اُسکا مال اُسکے وارثون کو بھیجدیا جاوے

اختلاف دین

اختلاف دار

اور اگر کوئی ذمی مرگیا اور اس نے کوئی وارث نہ چھوڑا تو اُسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہی۔

چھٹا باب - میراث اہل کفر وغیرہ کے بیان میں - کافر لوگ بھی باہم انہیں اسباب سے ایک دوسرے کے وارث ہونگے جن اسباب نسبی و سببی سے اہل اسلام باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں اور کافر بھی دو سببوں سے میراث پاویگا جس طرح اہل اسلام دو سبب سے وارث ہوتے ہیں مثلاً ایک عورت مرگئی اور اُسنے دو بھائی چچازاد چھوڑے کہ اُس میں سے ایک اُسکا از جانب مادر بھائی بھی ہی یا اُسکا شوہر ہی (تو اس بھائی یا شوہر کو اُسکا حصہ فریضہ پہلے ملیگا پھر باقی مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا) یہ کافی میں ہی - اور اگر ایک کافر میں دو قرابتیں جمع ہوں یا متفرق دو شخصوں میں ہوئیں پس اگر ایک دوسرے کے لیے حاجب ہو تو جس سے حاجب ہی اُس سے وارث ہوگا اور اگر کوئی محجوب نہو تو دونوں قرابتوں سے وارث ہوگا مثلاً ایک مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا اِس عورت کا بیٹا بھی ہوگا پس جب یہ عورت مرجائیگی تو یہ بیٹا اِسطور سے وارث ہوگا کہ یہ اُسکا بیٹا ہی اور اِس جہت سے وارث نہوگا کہ اُسکا پوتا ہی - اور اگر اُس سے لڑکی جنی لڑکا نہیں جنی تو یہ لڑکی اُسکی بیٹی ہی اور پوتی بھی ہی کیونکہ عورت مذکورہ کی میراث سے دو تہائی پاویگی یعنی نصف بوجہ دختر ہونے کے اور چھٹا حصہ بوجہ دختر پسر ہونے کے تاکہ دو تہائی پوری ہو جاوے اور دختر اپنے باپ کی وارث اس جہت سے ہوسکتی ہی کہ اُسکی دختر ہی اور اِس جہت سے نہیں ہوسکتی ہی کہ اُسکی ماں کی طرف سے بہن ہی اسواسطے کہ دختر کے ہونے سے اخیافی بہن ساقط ہوتی ہی اور اگر کسی مجوسی نے اپنی دختر سے اور اُس سے نکاح کیا اور اُس سے ایک دختر مثلاً پیدا ہوئی تو مثلاً یہ اپنی ماں کی میراث اِس جہت سے نصف پاویگی کہ وہ اُسکی دختر ہی اور باقی کو بوجہ عصبہ ہونے کے پاویگی اسواسطے کہ مثلاً یہ اپنے باپ کی جانب سے اپنی ماں سودادہ کی بہن ہی لیکن دختر کے ساتھ بہن عصبہ ہوتی ہی اور اگر اُسکا باپ بستہ مرگیا تو اُسکی میراث سے نصف اِس جہت سے پاویگی کہ اُسکی دختر ہی اور اِس جہت سے نہ پاویگی کہ اُسکی دختر کی دختر ہی اسواسطے کہ دختر کی دختر ذوی الارحام میں سے ہوتی ہی پس صاحب فرض یا عصبہ کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں (اور اِس مقام پر خود وہی صاحب فرض ہی) اور یہی قول عامہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہی اور اسی کو ہمارے علمار نے اختیار کیا ہی - اور واضح ہو کہ جو عورتیں ایسی ہیں کہ اُنسے نکاح کرنا ہمیشہ کے واسطے حرام ہی پس اگر کسی کافر نے ایسی عورت سے نکاح کیا تو بوجہ نکاح کے اُسکا وارث نہوگا یعنے شوہری کا ورثہ نہ پاویگا مثلاً کسی مجوسی نے اپنی ماں یا بہن یا دختر وغیرہ سے نکاح کیا تو نکاح کی وجہ سے اُس کی میراث نہ پاویگا یہ تبیین میں ہی -

فصل - در میراث مرتد - جو شخص مرتد ہو گیا وہ مسلمان کا وارث نہوگا اور نہ اپنے مثل دوسرے مرتد کا وارث ہوگا یہ محیط میں ہی - مرتد اگر حالت ارتداد میں قتل کیا گیا یا مرگیا یا دار الحرب میں جا ملا پس جو کچھ اُسنے حالت اسلام میں کمایا ہی وہ اُسکے مسلمان وارثوں کے واسطے میراث ہوگا اور اِسمیں سے اُسکی زوجہ وارث ہوگی بشرطیکہ مسلمان ہی اور مرتد ایسے حال میں مرا ہو کہ وہ عدت میں ہو اور اگر مرتد کے مرنے سے پہلے اُسکی عدت پوری ہو گئی یا مرتد نے اُسکے ساتھ دخول ہی نہیں کیا تو عورت مذکورہ کو اِسمیں سے میراث نہ ملیگی اور اگر عورت مذکورہ بھی اُسکے ساتھ مرتدہ ہو گئی تو اس عورت کو اِس مرتد سے کچھ میراث نہ ملیگی جیسے اُسکے اور اقارب جو مرتد ہو گئے ہوں وارث نہونگے پس

اگر شوہر و جورو دونون ساتھ ہی مرتد ہوگئے پھر عورت اُس سے بچہ جنی پھر مرتد مر گیا تو عورت مذکورہ کو اس مرتد سے میراث نملیگی اگرچہ دونون مین نکاح باقی رہا ہے اور رہا بچہ سو اگر مرتد مذکور کے مرتد ہونے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم مین بچہ کو جنی ہے تو بچہ کو اُسکی میراث ملیگی اور اگر مرتد ہونے سے چھ مہینے سے زیادہ مین جنی ہے تو بچہ وارث نہوگا پھر بنا بر قول امام ابوحنیفہ رح کے اُسی مال مرتد کا وارث ہوگا جو اُسنے حالت اسلام مین کمایا ہے اور جو مال اُسنے حالت ارتداد مین کمایا وہ فئی ہوگا کہ بیت المال مین داخل کیا جائیگا اور امام ابویوسف رح و امام محمد رح کے نزدیک حالت ارتداد کی کمائی بھی مثل حالت اسلام کی کمائی کے میراث ہوگی یہ مبسوط مین ہے۔ اور اگر جورو مرتد ہوئی تو دیکھا جائیگا کہ اگر جورو مذکورہ ایسی حالت مین مرتدہ ہوگئی کہ جب وہ صحیح سالم تھی تو اُسکا شوہر اُسکے مال کا وارث نہوگا اور اگر حالت مرض مین مرتدہ ہوئی ہے پس اگر مرتدہ مذکورہ ایسی حالت مین مرگئی کہ ہنوز اُسکی عدت پوری نہین ہوئی ہے تو وہ قیاساً فارہ ہوگی اور شوہر اُسکا وارث ہوگا ولیکن استحساناً مرتدہ فارہ ہوگی اور شوہر اُسکا وارث ہوگا یہ ذخیرہ مین ہے۔ اور جب مرتدہ عورت مرجاوے تو اُسکا مال اُسکے وارثون کے درمیان بفضل اللہ تعالیٰ تقسیم ہوگا خواہ اُسکے اسلام کی حالت کی کمائی ہو یا حالت ارتداد کی کمائی ہو اُسکی دونون کمائیان اُسکے وارثون کے واسطے میراث ہونگی یہ محیط مین ہے۔

فصل - درمیراث حمل۔ جو بچہ پیٹ مین ہے وہ وارث ہوتا ہے اور اُسکا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اسپر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے پس اگر دو سال تک وہ زندہ پیدا ہوا تو وارث ہوگا اور یہ اُسوقت ہے کہ یہ حمل میت کا ہو اور اگر غیر میت کا حمل ہو مثلاً وہ مرا اور اُسکی ماں اُسکے باپ کے سوائے دوسرے سے حاملہ ہے اور اُسکا شوہر زندہ ہے پس اگر چھ مہینے سے زیادہ مین بچہ جنی تو وہ وارث نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید یہ حمل بعد موت کے حادث ہوا ہو پس شک کے ساتھ وہ وارث میت نہوگا لیکن اگر وارث لوگ اقرار کرین کہ میت کی ماں کو بروز موت حمل موجود تھا تو وارث ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم مین بچہ ہوا تو وہ وارث ہوگا پھر یہ حمل دو حال سے خالی نہین یا تو ایسے وارث موجود ہونگے کہ اس حمل کی نسبت یہ خیال ہوگا کہ یہ اُنکو محجوب حرمان یا محجوب نقصان محجوب کریگا یا ایسا نہوگا ولیکن وارثون کے ساتھ حصہ مین شریک ہوگا پس اگر وارثان موجود کو محجوب حرمان محروم کرتا نظر آوے پس اگر سب کو محجوب کرتا ہو جیسے برادران و خواہران و چچا و اولاد چچا ہون تو تمام ترکہ موقوف رکھا جائیگا یہانتک کہ عورت مذکورہ اس حمل کو جنے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید لڑکا جنے تو فقط وہی وارث ہوگا اور باقی یہ سب محروم ہو جائینگے اور اگر فقط بعض کو محجوب کرتا ہو جیسے بھائی ہون اور جدہ ہو تو جدہ کو چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا اور اگر محجوب نقصان محجوب کرتا ہو جیسے شوہر یا زوجہ کا دونون حصون مین سے جو کمتر حصہ ہو مثلاً شوہر کا وقت ولد ہونے کے چوتھائی ہے ورنہ نصف ہے اور زوجہ کا وقت ولد ہونے کے آٹھوان ہے ورنہ چوتھائی ہے تو کم حصہ یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجہ ہو تو آٹھوان دیا جائیگا اور باقی موقوف رکھا جائیگا۔ اسی طرح باپ کو بھی فقط چھٹا حصہ دیدیا جائیگا اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا کیونکہ شاید پیٹ مین لڑکا ہو یعنے بیٹا ہو اور اگر یہ حمل مذکور کسی وارث موجود کو محجوب نکرتا ہو جیسے جد و جدہ موجود ہون تو اُنکو اُنکا حصہ دیدیا جائیگا۔ اور باقی رکھ چھوڑا جائیگا اور اگر وارثان موجود کو محجوب نکرتا ہو ولیکن اُنکے ساتھ شریک ہوتا ہو مثلاً میت نے بیٹے یا بیٹیان چھوڑین اور حمل چھوڑا تو امام خصاف رح نے امام ابویوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک پسر کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا اور یہی خصاف رح کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اور اگر مردہ پیدا ہوا تو اُسکا کچھ حکم نہین ہے اور نہ وہ وارث ہوگا اور اُسکا زندہ پیدا ہونا اس طور سے معلوم ہوگا

میراث حمل

کہ وہ پیدا ہوتے ہی سانس لیوے یا استہلال کرے یعنی اُسکی آواز سنائی دے یا چھینک لے یا کوئی عضو اُسکا حرکت کرے
مثلاً آنکھیں یا ہونٹھ یا ہاتھ۔ اور اگر آدھے سے زیادہ زندہ نکلا پھر مرگیا تو وہ وارث ہوگا بدلیل اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے اور
اگر اسکے برعکس واقع ہوا تو نہیں وارث ہوگا پس اگر سیدھا نکلا تو درصورتیکہ اُسکا سینہ نکل آیا ہے تو وارث ہوگا اور اگر اُلٹا
نکلا تو اُسکی ناف تک نکل آنے کا اعتبار ہے اور اگر استہلال کے بعد مرگیا تو وارث ہوگا اور اُسکی میراث بھی اُسکے وارثون
کو ملیگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور جب حمل مردہ برآمد ہوا تو جبھی وارث ہوگا کہ جب وہ خود جدا ہوا ہو اور اگر وہ جدا کیا گیا ہو تو
وہ منجملہ وارثون کے قرار دیا جائیگا اسکا بیان یہ ہے کہ عورت حاملہ کے پیٹ میں کسی آدمی نے اس طرح کی ضرب پہونچائی کہ جس سے
اُسکا حمل جنین ساقط ہوا تو یہ جنین منجملہ وارثون کے ہے اسواسطے کہ شرع نے اس صدمہ پہونچانے والے پر غرہ دیت واجب
کیا ہے اور ضمان کا واجب ہونا جبھی ہوتا ہے کہ جب زندہ پر جنایت کرے مردہ پر جنایت کرنے سے واجب نہیں ہوتا ہے پس جب
اُسکے زندہ ہونے کا حکم دیا گیا تو اُسکو میراث پہونچیگی اور اُسکا حصہ اُسکے وارثون کو اُسکی میراث ملیگا جیسے کہ اُسکی جان
کا بدلا یعنی غرہ دیت اُسکے وارثون کے واسطے اُسکی میراث ہوتا ہے یہ شرح مبسوط میں ہے

فصل۔ در مفقود و اسیر و غرقی و حرقی۔ واضح ہو کہ مفقود وہ شخص ہے جو کسی طرف کو نکل گیا کہ اُسکی تلاش کی گئی مگر اُسکا
پتہ معلوم نہوا اور اُسکا زندہ ہونا یا مردہ ہونا کچھ ظاہر نہیں ہوا یا دشمن اُسکو لیگیا کہ اُسکی موت و قتل ہونا ظاہر نہیں ہوا یہ
محیط میں ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ مدار مسئلہ مفقود کا ایک بات پر ہے کہ وہ اپنے مال کے حق میں زندہ اعتبار
کیا جاتا ہے اور مال غیر کے حق میں مردہ اعتبار کیا جاتا ہے یہانتک کہ اتنی مدت گذر جاوے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی مدت تک
زندہ نہیں رہسکتا ہے یا اُسکے ہم عمر لوگ سب مرجاویں پھر اسکے بعد جبکہ اتنی مدت پوری ہو جاوے یا اُسکے ہم عمر لوگ مرجاویں
تو اپنے مال کے حق میں مردہ اعتبار کیا جائیگا اور مال غیر کے حق میں اس طرح مردہ اعتبار کیا جائیگا گویا وہ اُسی روز مرگیا جسدن
گم ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ پس اگر اُسکے مفقود ہونے کی حالت میں ایسے لوگ مرے جنکا یہ مفقود وارث ہوتا ہے تو مفقود
کا حصہ رکھ چھوڑا جائیگا یہانتک کہ اُسکا حال کھلے کیونکہ احتمال ہے کہ شاید وہ زندہ ہو پھر جب اسقدر مدت گذر جاوے
جسکا بیان اوپر گذرا ہے اور ہم اُسکی موت کا حکم دیں تو اُسکا سب مال اُسکے وارثان موجودہ کے درمیان تقسیم کیا جائیگا اور
ترکہ غیر سے جو مفقود کا حصہ رکھ چھوڑا گیا ہے وہ اس غیر کے وارثان کو واپس دیا جائیگا اور انھیں وارثون میں تقسیم ہوگا
گویا کہ مفقود کا وجود ہی نہ تھا اور اصل اس میں یہ ہے کہ اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو اس سے محجوب ہو سکتا ہے تو
اس موجود کو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر محجوب نہوتا ہو مگر اُسکا حصہ کم ہوا جاتا ہے تو موجود کو کمتر حصہ دیا جائیگا اور باقی رکھ
چھوڑا جائیگا اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے دو دختر اور ایک پسر مفقود اور ایک پسر کا پسر اور ایک دختر پسر چھوڑی تو
ہر دو دختر کو نصف مال دیدیا جائیگا اسواسطے کہ اُسقدر انکا حق یقینی ہے اور باقی نصف رکھ چھوڑا جائیگا اور اولاد
پسر کو کچھ نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ یہ لوگ درصورت زندگی مفقود کے اُسکی وجہ سے محجوب ہونگے پس شک کے باوجود
انکو کچھ نہ دیا جائیگا اور اگر مفقود کے ساتھ ایسے وارث ہوں جو محجوب نہیں ہو سکتے ہیں جیسے جد و جدہ تو انکو اُنکا
پورا حصہ دیدیا جائیگا جیسے حمل کی صورت میں بیان ہوا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اسیر یعنی جسکو کافرون نے قید
کیا ہو اُسکا حکم میراث میں مثل اور مسلمانون کے ہے جبتک کہ اُسنے اپنا دین نہ چھوڑا ہو اور اگر اُسنے دین اسلام چھوڑ
دیا تو اُسکا حکم مثل مرتد کے ہے اور اگر اُسکا مرتد ہونا معلوم نہوا اور نہ اُسکی موت اور نہ اُسکی زندگی کا حال معلوم ہوا تو اُس کا

حکم مثل مفقود کے ہے میراث میں ہے **قال المترجم** غرقی وہ جماعت جو ڈوب کر مر گئی ہو حرقی وہ جماعت جو جلکر مر گئی ہو پس اگر ایک جماعت جلکر یا ڈوب کر مر گئی اور یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کون مرا ہے تو ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا وہ سب ساتھ ہی مرے ہیں پس ان میں سے ہر ایک کا مال اُسکے وارثون کو ملیگا اور ان میں کوئی دوسرے کا وارث نہوگا لیکن اگر ان میں موت کی ترتیب معلوم ہو تو پہلے مرنے والے کا پچھلا مرنے والا وارث ہوگا اسی طرح اگر چند آدمیون پر دیوار گری اور سب مر گئے یا معرکہ میں مقتول ہوئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ پہلے کون مرا ہے تو بھی یہی حکم ہے ہمین میں ہے اسکی مثال یہ ہے کہ دو بھائی ڈوب مرے اور ہر ایک کے پاس نوے دینار تھے اور ہر ایک کے ایک دختر و ماں و چچا وارث چھوڑے تو عامہ علماء کے نزدیک ہر ایک کا مال ترکہ اُسکے زندہ وارثون کے درمیان تقسیم ہوگا اور وہ دختر و ماں و چچا ہے اور ان دونون میں سے کوئی دوسرے کا وارث نہوگا پس وارثان زندہ کے واسطے ہر ایک کے مال کے چند حصے کیے جاوینگے اور اگر یہ معلوم ہو کہ ان دونون میں سے ایک پہلے مر گیا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ کون بھائی تھا جو پہلے مرا ہے تو ہر ایک وارث کو اسکا حصہ یقینی دیدیا جائیگا اور مشکوک رکھ چھوڑا جائیگا یہانتک کہ حال ظاہر ہو یا باہم صلح کرلیں یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

فصل در میراث خنثیٰ۔ اگر کسی کے فرج ہو اور ذکر بھی ہو تو وہ خنثیٰ ہے پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو لڑکا ہے اور اگر فرج سے پیشاب کرے تو وہ لڑکی ہے اور اگر دونون سے پیشاب کرے تو جس سے پہلے پیشاب نکلے اسی کے موافق حکم ہوگا اور اس امر میں بھی یکسان ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اور دونو ایک ساتھ دونون سوراخ سے پیشاب نکلتا ہے تو کثرت پیشاب کا کچھ اعتبار نہوگا بخلاف قول صاحبین رحمہما اللہ کے پھر جب خنثیٰ مذکور بالغ ہوا اور اُسکے داڑھی نکلی یا عورتون سے اُسنے جماع کیا تو وہ مرد ہے اسی طرح اگر مردون کی طرح اُسکو احتلام ہوا یا اُسکی چھاتیاں مرد کی طرح سپاٹ ہوئیں تو بھی مرد ہے اور اگر اُسکے چھاتیاں مثل عورتون کے برآمد ہوئیں یا اُسکی چھاتی میں دودھ اُتر آیا یا حیض آیا یا حاملہ ہوئی یا فرج سے اُسکے ساتھ جماع کیا جانا ممکن ہوا تو وہ عورت ہے اور اگر ان علامات سے کوئی ظاہر نہوئی یا یہ علامتیں باہم معارض ہوئیں تو وہ خنثیٰ مشکل ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اُس کو میراث کے حصہ میں سے کمتر حصہ دیتے ہیں کیونکہ اسمیں احتیاط ہے پس اگر اُسکا باپ مرگیا اور اُسنے یہ خنثیٰ چھوڑا اور ایک بیٹا چھوڑا تو اس خنثیٰ کو ایک سہم اور پسر کو دو سہم دیے جاوینگے اور اگر اس خنثیٰ مشکل کو اور ایک دختر کو چھوڑا تو مال ان دونون کو لطریق فرض ورد کے نصفا نصف دیا جائیگا میت نے حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثیٰ مشکل چھوڑا اور ایک عصبہ چھوڑا تو حقیقی بہن کو آدھا دیا جائیگا اور خنثیٰ مذکور کو چھٹا حصہ تاکہ دو تہائی پوری ہو جاوے جیسے باپ کی طرف سے بہن ہونے کی صورت میں ہوتا اور باقی مال عصبہ کو ملیگا میت نے شوہر چھوڑا اور ماں چھوڑی اور خنثیٰ مشکل چھوڑا جو کہ میت کی ماں و باپ کی طرف سے اُسکا بھائی ہے یا بہن ہے پس میت کے شوہر کو نصف دیا جائیگا اور ماں کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اور باقی خنثیٰ کو دیا جائیگا اور وہ مذکر قرار دیا جائیگا کیونکہ حصہ باقی اقل ہے میت نے شوہر چھوڑا اور حقیقی بہن چھوڑی اور باپ کی طرف سے خنثیٰ چھوڑا پس اگر خنثیٰ مونث قرار دیا جاتا ہے تو اُسکو چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر مذکر قرار دیا جاتا ہے تو وہ عصبہ ہے اور اسکو کچھ نملیگا پس یہی حال اصل مذکور کے لائق ہے اسواسطے وہ عصبہ قرار دیا جائیگا اور ساقط ہو جائیگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔ اور اگر ایک شخص مرا اور ایک ولد خنثیٰ اور ایک عصبہ چھوڑا پھر خنثیٰ مذکور قبل اسکے کہ اُسکا حال

ظاہر ہو مر گیا تو بنا بر قول امام اعظم و امام محمد رحمہ کے خنثی کا حصہ بحصہ دختر لگایا جائیگا اور یہ نصف مال ہوا اور باقی مال عصبہ کو دیا جائیگا اور یہی امام ابو یوسف رحمہ کا پہلا قول ہے اور اگر باوجود اسکے میت کا کوئی پسر معروف ہو تو بنا بر قول امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے مال ترکہ اس خنثی اور اس پسر کے درمیان بحساب ہر مرد کو عورت کے حصے کے دوچند کے تقسیم ہوگا اور درصورتیکہ خنثی زندہ رہا اور ہنوز اسکا حال ظاہر نہیں ہوا ہے تو دونوں میں مال کس طرح تقسیم ہوگا اس میں مشائخ نے گفتگو کی ہے پس بعض نے یون فرمایا کہ تہائی مال خنثی کو دیا جائیگا اور نصف مال پسر کو دیا جائیگا اور ایک چھٹا حصہ موقوف رکھا جائیگا اور بعض نے فرمایا کہ یہی ... کی صورت میں ہے کہ ان دونوں کا حصہ رکھ چھوڑا جاتا ہے یہانتک کہ اسکا حال ظاہر ہو اور ... نے فرمایا کہ ... جائیگا پس جبکہ پسر کو دو تہائی دیا گیا پس آیا پسر سے کوئی شخص کفیل لیا جائیگا تو ہمارے ... نے فرمایا ہے ... معروف ہے کہ اگر قاضی نے وارث معروف کو مال دیا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس سے کوئی کفیل نہ لیگا اور صاحبین رحمہ کے نزدیک احتیاطاً کفیل لے لیگا اور بعض نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس مقام پر سب کے نزدیک بالاجماع احتیاطاً اس سے کفیل لے لیگا پھر اگر ثانی الحال ظاہر ہوا کہ خنثی مذکور مرد ہے تو چھٹا حصہ اپنے بھائی سے واپس لیگا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ مونث ہے تو جو کچھ پسر معروف نے لیا ہے وہ اسکو مسلم رہیگا ایک میت نے اپنے بھائی کی دختر خنثی اور بھائی کے پسر کی دختر خنثی اور بھائی کے پسر کے پسر کا پسر معروف چھوڑا تو ہمارے اصحاب کے قول کے موافق تمام مال ان سب میں تین تہائی تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں خنثی کے سواے میت کا کوئی وارث نہو تو ہمارے قول کے موافق تمام مال اول خنثی کو دونوں میں سے ملیگا اسواسطے کہ وہ دونوں دختر ہیں اور بھائی کی دختر حق میراث میں بہ نسبت بھائی کے پسر کی دختر کے مقدم ہے اور اگر میت نے دختر خنثی اور بہن خنثی چھوڑی اور دونوں قبل ان دونوں کے حال ظاہر ہونے کے مر گئیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ و امام محمد رحمہ و اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق دختر کو نصف اور باقی بہن کو ملیگا اسواسطے کہ یہ دونوں دختر کے حکم میں ہیں اور دختر کے ساتھ جو بہن ہو وہ عصبہ ہوتی ہے اور اگر میت نے ایک عصبہ اور بہن خنثی چھوڑی اور بھائی کی دختر خنثی چھوڑی تو ہمارے قول کے موافق بہن کو نصف اور دوسرا نصف عصبہ کو ملیگا اسواسطے کہ ہر دو خنثی ہمارے نزدیک مونث ہیں پس بہن کو نصف ملیگا اور باقی عصبہ کو ملیگا اور بھائی کی دختر کو کچھ نملیگا اور اگر میت کا کوئی عصبہ نہو تو سب مال بطریق فرض و رد کے بہن کو ملیگا اور بھائی کی دختر کو کچھ نملیگا اسواسطے کہ بھائی کی دختر ذوی الارحام میں سے ہے اور صاحب فرائض کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملتا ہے اسی طرح اگر میت نے دختر خنثی اور بھائی کی دختر خنثی چھوڑی اور اسکا کوئی عصبہ وارث نہیں ہے تو یہی حکم ہے جو بہن خنثی کی صورت میں بیان کیا ہے یعنی سب مال بطریق فرض و رد کے اسکی دختر خنثی کو ملیگا اور بھائی کی دختر خنثی کو کچھ نملیگا۔ اور اگر میت نے دختر خنثی اور پسر کی دختر خنثی چھوڑی اور پسر کے پسر کی دختر خنثی چھوڑی اور ایک عصبہ وارث چھوڑا تو ہمارے قول کے موافق یہ سب خنثی بحکم مونث ہیں پس اول درجہ والی کو یعنی میت کی دختر خنثی کو نصف ملیگا اور اوسط درجہ والی کو دو تہائی پوری کرنے کے واسطے ایک چھٹا حصہ ملیگا اور باقی مال عصبہ کو ملیگا اور نیچے والی دختر خنثی کو کچھ نملیگا۔ اور اگر میت کا کوئی وارث عصبہ نہو تو باقی مال درجہ اول والی اور درجہ اوسط والی دونوں خنثی کو بحساب دونوں کی میراث کے رد کر دیا جائیگا یعنے چار حصہ کر کے تین حصے اول والی کو اور ایک حصہ وسط والی کو دیا جائیگا۔ اور اگر میت نے ایک دختر صلبی چھوڑی اور پسر کی تین دختر سب خنثی چھوڑیں جو بعض سے بعض نیچے درجہ میں ہیں اور ایک عصبہ چھوڑا تو ہمارے نزدیک

دختر کو نصف ملیگا اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے درجہ اول کی خنثی کو چھٹا حصہ ملیگا۔ اور باقی عصبہ کو ملیگا اسواسطے
کہ سب خنثی بحکم مؤنث ہین تا وقتیکہ انکا حال اسکے خلاف ظاہر ہو اور اگر میت مذکور کا کوئی عصبہ نہو تو باقی کے چار حصے کرکے تین
حصے دختر کو اور ایک حصہ درجہ اول کی دختر خنثی کو دیا جائیگا اور اگر ان دختران خنثی سے نیچے درجہ مین کوئی لڑکا معروف
مذکر ہو تو ہمارے نزدیک دختر میت کو نصف دیا جائیگا اور درجہ اول کی خنثی دختر پسر کو چھٹا حصہ اسواسطے دو تہائی پورا
کرنے کے دیا جائیگا اور باقی [illegible] لڑکا اور خنثی دختر درمیانی و زیرین کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے
حساب سے تقسیم ہوگا۔ [illegible] خنثی نیچے کے درجہ کی اور خنثی نیچے درجہ کی دونوں [illegible] دختران پسر اور
اولاد ابن [illegible] جو ذکر ہو وہ اپنے ساتھ اور اپنے اوپر درجہ کی ان خنثیون کو جنکو [illegible] کچھ نہین پہونچا ہو اپنے ساتھ
عصبہ کر لیتا ہو۔ ایک شخص مرگیا اور اپنے اپنی جورو چھوڑی اور فقط ان کی [illegible] دو بھائی [illegible] اور ماں و باپ
کی طرف سے ایک خنثی بہن چھوڑی تو ہمارے نزدیک جورو کو چوتھائی ملیگا اور ماں کی طرف سے اخیافی دونوں بھائیون
کو تہائی ملیگا اور جو باقی رہا وہ خنثی بہن کو ملیگا اور اگر باوجود اسکے میت نے [illegible] چھوڑی ہو تو [illegible] بارہ سہام مین سے
چھٹا حصہ دو سہام ملینگے اور جورو کو چوتھائی کے تین سہام اور اخیافی دونون بھائیون کو چار سہام اور باقی خنثی کو
ملینگے کہ وہ عصبہ قرار دیا جائیگا کیونکہ ایسی صورت مین اسکو مرد قرار دینے مین سب سے [illegible] شمس الائمہ سرخسی [illegible]

ساتوان باب۔ ذوی الارحام کے بیان مین۔

ذوی الارحام ہر ایسے قریب نسبی کو کہتے ہین جسکے واسطے
کوئی حصہ فریضہ نہین ہو اور نہ وہ عصبہ ہو اور رہا لیکن فقط ذوی الارحام ہین [illegible] کوئی ہو اور [illegible] سوا کے کوئی وارث
نہو تو وہ سب مال لے لیگا پس وہ مثل عصبات کے ہین یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور ذوی الارحام چار صنف ہین صنف
اول فروع منسوب بجانب میت ہون جیسے میت کی دختران کی اولاد اور میت کے [illegible] کی دختر ون کی اولاد اور صنف
دوم جنکی طرف میت منسوب ہو اور وہ اجداد فاسدہ و جدات فاسدہ ہین اور صنف سوم جو میت کی ماں اور باپ کیجانب
منسوب ہون جیسے حقیقی بھائیون کی بیٹیان یا علاتی بھائیون کی بیٹیان اور اخیافی بھائیون کی اولاد اور بہنون
کی اولاد اور صنف چہارم جو منسوب بجانب جد و جدہ میت ہون جیسے اخیافی چچا اور انکی اولاد اور پھوپھیان و انکی
اولاد اور ماموں اور خالائین و انکی اولاد اور حقیقی یا علاتی چچا ون کی بیٹیان ہین یہ لوگ اور جو انکے مشتبہ ہین ہو
[illegible] ذوی الارحام مین [illegible] اعلی درجہ صنف اول کا ہو اگرچہ وہ میت سے کتنا ہی دور ہو پھر دوسری صنف
پھر تیسری صنف پھر چوتھی صنف جیسے کہ عصبات مین ترتیب ہوتی ہے [illegible] اور یہی ماخوذ و مختار ہو کافی
مین ہو اور رضی الدین نیشاپوری نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہو کہ اگر صنف اول کے ذوی الارحام مین سے کوئی
موجود ہو اگرچہ وہ کتنا ہی نیچی پشت [illegible] تک صنف دوم مین سے کوئی وارث نہوگا اگرچہ وہ
کتنا ہی نزدیک پشت مین ہو اسی طرح دوسرے صنف کے ہوتے ہوئے تیسرے صنف کا حال ہو اور یہی تیسرے صنف
کے ہوتے ہوئے چوتھے صنف کا حال ہو اور فرمایا کہ اور فتوی کے واسطے یہی مختار ہو اور یہی مشائخ کی طرف سے عملدرآمد
ہین [illegible] صنف اول مطلقاً مقدم ہو پھر دوم پھر سوم پھر چہارم اور فرمایا کہ ایسا ہی استاد صدر الکوفی نے اپنے فرائض مین
ذکر کیا ہو پس بنابرین دختر کی دختر اگرچہ کتنی پشت نیچی ہو وہ نانا کے باپ سے مقدم ہوگی یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ اور
ذوی الارحام جبھی وارث ہونگے کہ جب اصحاب فرائض مین سے کوئی ایسا نہو جسکو باقی ترکہ بطور رد کے دیدیا جاتا ہو

اور نہ کوئی عصبہ موجود ہو اور اس امر پر اجماع ہو کہ شوہر و زوجہ کے ہونے سے ذوی الارحام محجوب نہونگے بلکہ ان دونوں کے ساتھہ وارث ہونگے کیونکہ یہ لوگ ذوی الفروض نہیں ہیں جنکو باقی ترکہ بطور رد دیا جاوے پس زوج کو یا زوجہ کو اُسکا حصہ دیدیا جائیگا پھر باقی ترکہ ذوی الارحام کے درمیان تقسیم ہوگا جیسے کہ اگر تنہا ذوی الارحام ہوں تو اُن میں تقسیم ہوتا ہے اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک عورت مرگئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور دختر کی دختر چھوڑی و خالہ و چچا کی دختر چھوڑی تو شوہر کو نصف دیا جائیگا اور باقی دختر کی دختر کو ملیگا پھر واضح ہو کہ صنف اول میں سے مستحق میراث وہی ہوگا جو سب سے زیادہ میت سے قریب ہو چنانچہ دختر کی دختر بہ نسبت دختر کی دختر کی دختر کے مقدم ہوگی پس اگر صنف اول میں سے ایسی دو ہوں جو میت سے نزدیک ہونے میں برابر ہیں تو ان میں جو وارث کی اولاد ہے وہ مقدم ہوگی خواہ اولاد عصبہ ہو یا اولاد صاحب فرض ہو چنانچہ اگر پسر کی دختر کی دختر ہو تو وہ دختر کی دختر کے پسر سے مقدم ہے اور پسر کی دختر کا پسر بہ نسبت دختر کی دختر کے پسر کے مقدم ہے یہ کافی میں ہے اور وارث کے ولد کے ولد کے مقدم ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ مقدم نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر میت سے نزدیک ہونے میں وہ سب برابر ہوں اور ان میں کوئی وارث کی اولاد بھی نہو تو مال ترکہ ان سب میں برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں اور اگر مرد و عورت دونوں قسم کے ہوں تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور یہ بلا خلاف ہے بشرطیکہ اُنکے آبا و امہات کی صفت ذکورت و انوثت میں متفق ہو اور اگر آبا و امہات کی صفت مختلف ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار کرکے تمام مال انپر برابر تقسیم کیا جائیگا بشرطیکہ یہ سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں اور اگر مرد و عورت ملے ہوئے ہوں تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک عدد تو اُنکے ابدان سے لیا جائیگا اور وصف اُس بطن سے لیا جائیگا جس میں اختلاف واقع ہوا ہے جیسے کہ اگر اُسنے دختر کا پسر اور دختر کی دختر چھوڑی تو مال ترکہ ان دونوں میں باعتبار ابدان کے مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا اسواسطے کہ اصول کی صفت متفق ہے اسی طرح اگر دختر کی دختر کی دختر کا پسر چھوڑا اور دختر کی دختر کی دختر کی دختر چھوڑی تو بھی مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا کیونکہ اصول میں اتفاق ہے اور یہ صورتیں بلا خلاف ہیں اور اگر دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور دختر کی پسر کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک تمام مال دونوں میں باعتبار ابدان کے نصفا نصف تقسیم ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال دونوں میں تین تہائی تقسیم ہوگا جس میں سے دو تہائی دختر کے پسر کی دختر کو ملیگا اور ایک تہائی دختر کی دختر کی دختر کو ملیگا کیونکہ اسکے اصول میں اسی طرح کا اختلاف ہے یعنے ایک کا باپ مرد ہے اور دوسرے کی ماں عورت ہے پس ایسا ہوا کہ گویا میت نے دختر کا بیٹا اور دختر کی بیٹی چھوڑی ہے پس جو کچھ دختر کے پسر کو پہنچا وہ اُسکی دختر کو ملا اور جو کچھ دختر کی دختر کو پہنچا وہ اُسکی دختر کو ملا ہے اور اگر دختر کی دختر کے دو دختر اور دختر کی پسر کے دو ولد چھوڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال دونوں میں باعتبار ابدان کے چھ حصے ہونگے جس میں سے ہر ایک مذکر کو دو سہام اور ہر ایک مؤنث کو ایک سہم ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک باعتبار اصول کے تقسیم ہوگا پس ایسا قرار دیا جائیگا کہ گویا اُسنے ایک دختر کی دختر اور ایک دختر کا پسر چھوڑا ہے پس دختر کے پسر کو دو تہائی ملیگا اور ایک تہائی دختر کی دختر کو ملیگا پھر جو کچھ پسر کو ملا ہے وہ اُسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین حصوں پر تقسیم ہوگا اور جو دختر کی دختر کو ملا ہے وہ اُسکی ہر دو اولاد کے درمیان تین حصوں پر تقسیم ہوگا پس مرد کو دو حصہ اور عورت کو ایک حصہ ملیگا لہذا کل مال کے نو حصے کیے جاویں - اور اگر دختر کے

پسر کی دو دختر اور دختر کی دختر کا پسر چھوڑا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک ظاہر ہے اور امام محمد رح کے نزدیک تمام مال
تہائی کر کے اُنکے درمیان پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے ایک پانچواں حصہ دختر کی دختر کے پسر کو ملیگا اور چار پانچویں حصے
دختر کے پسر کی دو دختر کو ملینگے کیونکہ بسبب دختر کی دختر اور دختر کے دو پسر چھوڑے ہیں پس جو دختر کی دختر کو پہنچا
وہ اُسکی اولاد کے واسطے ہوا اور جو پسر کو پہنچا وہ اُسکی اولاد کے واسطے ہوگا اور اگر دختر کی دختر اور دختر کے دو پسر اور دختر
کی دختر کے پسر کی دختر اور دختر کے پسر کی دختر اور دختر کے پسر کی دختر کی دو دختر چھوڑیں تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال تہائی کر کے
ان فروع کے درمیان باعتبار ابدان کے سات حصے ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک مال تہائی کر کے سب سے اوپر کے اختلاف
یعنی بطن ثانی کے اختلاف پر بصفت اصول سات حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے چار حصے دختر کے پسر کی دختر کی دختر
دختر کو اپنے نانا کا حصہ ملیگا اور تین حصے نصف ہر دو دختر میں موافق تیسری پشت کے اُنکی اولاد میں تقسیم ہونگے جس میں آدھا
دختر کی دختر کے پسر کی دختر کو اپنے باپ کا حصہ ملیگا اور نصف دیگر دختر کی دختر کی دختر کے ہر دو پسر کو اپنی ماں کا حصہ ملیگا پس
اس تقسیم کی تصحیح اٹھائیس سے ہوگی اور واضح ہو کہ امام ابو حنیفہ رح سے دو روایتیں ہیں اور دونوں میں سے مشہور
روایت تمام ذوی الارحام کے حق میں یہی ہے جو امام محمد رح کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخ ... نے مبسوط میں
فرمایا کہ امام ابو یوسف رح کا قول صحیح ہے اسواسطے کہ یہی اسہل ہے اور صاحب ... نے فرمایا کہ مشائخ بخارا نے ایسے مسائل میں قول
امام ابو یوسف رح اختیار کیا ہے یہ کافی میں ہے۔ اور اگر بعضے ذوی الارحام کی قرابت دو جہت سے یا زیادہ سے ہو تو اُسکے
واسطے دو یا زیادہ جہات کا اعتبار کیا جائیگا پس وہ ہر جہت سے وارث ہوگا لیکن اختلاف اسقدر ہے کہ امام ابو یوسف رح
اسکو انہیں فروع موجودہ میں اعتبار کرتے ہیں اور امام محمد رح اصول میں بھی اعتبار کرتے ہیں بخلاف جدہ کے کہ وہ امام
ابو یوسف رح کے نزدیک فقط ایک ہی جہت سے وارث ہوسکتی ہے اور ذی رحم اُنکے نزدیک صحیح روایت کے
موافق دو جہت سے وارث ہوسکتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسکی دختر کے پسر کا پسر چھوڑا
ہے اور یہ پسر اُسکی دختر کی دختر کا بھی پسر ہے اور ایک دختر کی دختر کی دختر چھوڑی اور یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کی
دو دختر تھیں کہ دو مرگئیں اور ایک نے ایک بیٹا چھوڑا اور دوسری نے ایک بیٹی چھوڑی پھر اس بیٹا و بیٹی میں باہم
نکاح ہوا پس وہ ایک بیٹا جنی پھر اس دختر سے کسی دوسرے شخص نے نکاح کیا کہ اُس سے ایک دختر جنی پس یہ
لڑکا اس شخص کی دختر کے پسر کا پسر ہوا اور نیز اسکی دختر کی دختر کا پسر ہوا اور دوسری دختر جو لڑکی پیدا ہوئی ہے وہ اسکی
دختر کی دختر کی دختر ہوئی پھر اگر جورو و خاوند مرگئے پھر اُنکے بعد اس اولاد کا نانا مرا تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک مال تہائی کر
نانا ان میں پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا جس میں سے ایک پانچواں حصہ دختر کی دختر کی دختر کو ملیگا اور چار پانچویں حصے پسر کو جو
دو قرابت والا اور لڑکا ہے ملینگے اور امام محمد رح کے نزدیک مال کا چھٹا حصہ دختر کی دختر کی دختر کو ملیگا۔ اور پانچ حصے چھ
حصوں میں سے دو قرابت والے کو ملینگے۔ صنف دوم یعنی اجداد فاسدہ و جدات فاسدہ پس ان میں سے مستحق میراث
مقدم وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہو چنانچہ اگر ماں کا باپ ہو اور ماں کی ماں کا باپ ہو اور باپ کی ماں کا
باپ ہو تو مال بتمامہ اول کو ملیگا اسواسطے کہ وہ سب سے زیادہ قریب ہے اور اگر نزدیکی میں سب برابر ہوں تو کسی کی اولاد
کے وارث ہونے سے باہم ترجیح نہ ہوگی اور یہی اصح روایت کا حکم ہے اسواسطے کہ استحقاق کا سبب قرابت ہے نہ وارث کے
جہت سے نزدیکی حاصل کرنا اسکی مثال یہ ہے کہ ماں کی ماں کا باپ چھوڑا اور ماں کے باپ کا باپ چھوڑا تو یہ دونوں برابر ہیں

اور اگر نزدیکی مین دونون برابر ہون اور اُن مین کوئی ایسا نہو جو وارث سے ترجیح رکھتا ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر جانب
واحد سے ہون فقط مان کی طرف سے یا باپ کی طرف سے اور جنکی وجہ سے انکا انتساب بجانب میت ہو اُنکی صفت متفق
ہو تو تقسیم ترکہ بتعداد ابدان ہو گی پس اگر سب مذکر ہون یا سب مؤنث ہون تو تقسیم ترکہ کے حصے برابر ہونگے اور اگر مرد
وعورت مخلوط ہون تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا اور اگر اُن لوگون کی صفت جنکی وجہ سے انجرار بجانب میت
ہو مختلف ہو تو مثل صفت اول کے میت سے جو سب سے قریب پشت مختلف ہوئی اُسکے حساب سے ترکہ تقسیم کر کے
دیا جائیگا اور اگر دونون جانب سے ہون تو دو تہائی واسطے قرابت پدر کے اور ایک تہائی واسطے قرابت مادر کے
دیا جائیگا پھر جو کچھ ہر ایک فریق کے حصہ مین پڑا ہو وہ اُنکے درمیان بحساب مذکورہ بالا تقسیم ہوگا جیسے تنہا اُنکے ہونے
کی صورت مین ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ باپ کی باپ کی مان کا باپ ہو اور باپ کی مان کے باپ کا باپ ہو پس یہ دونون
از جانب پدر ہین اور مان کے باپ کی مان کا باپ ہو اور مان کی مان کے باپ کا باپ ہو اور یہ دونون از جانب مادر ہین پس مال
کے تین حصے کیے جاوینگے جنمین سے دو حصے قرابت پدر کو اور ایک حصہ قرابت مادر کو دیا جائیگا پھر جو کچھ قرابت پدر کو ملا
ہو وہ تین حصہ کیا جائیگا جسمین سے دو حصہ جدا از جانب پدر یعنی باپ کے باپ کی مان کے باپ کو دیا جائیگا اور تہائی از جانب
مادری قرابت کو یعنی باپ کی مان کے باپ کے باپ کو دیا جائیگا اور جو کچھ قرابت مادر کو ملا ہو وہ بھی اسی طور سے
ان دونون مین تقسیم ہوگا کہ جدا از جانب پدر کو یعنی مان کے باپ کی مان کے باپ کو اور ایک تہائی اُسکے مان کی از جانب
ان کے قرابت کو اور وہ مان کی مان کے باپ کا باپ ہے دیا جائیگا اور یہ جواب بنا بر قول ایسے عالم کے ہے جو وارث کے
ہونے کے ساتھ قرابت کی ترجیح نہین اعتبار فرماتا ہو یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ صنف سوم ذوی الارحام اور اسکی تین
قسمین ہین اول اعیانی یعنی ایک مان و باپ کے بھائیون کی بیٹیان و بہنون کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اور
دوم علاتی بھائیون کی بیٹیان و بہنون کی اولاد اور انکی اولاد کی اولاد اور سوم اخیافی بھائیون اور بہنون کی اولاد
اور اولاد کی اولاد پس اگر قسم اول و دوم مین سے ہون تو وہ مثل صنف اول کے ہین کہ درجہ مین یکسان ہوسنے مین
اور نزدیکی میت و اولاد بوارث و تقسیم مین مثل صنف اول کے ان مین بھی اعتبار ہوگا اور اگر اسمین باہم مختلف ہون تو امام
ابو یوسف رح کے نزدیک تقسیم مین ابدان کا اعتبار ہوگا اور امام محمد رح کے نزدیک ابدان کے ساتھ اُنکے اصول کے وصف
کا اعتبار ہوگا یہ اختیار شرح مختار مین ہے اسکی مثال یہ ہے کہ بہن کی دختر بہ نسبت بہن کی دختر کی دختر کے مقدم و مستحق ہوگی
اسواسطے کہ وہ میت سے زیادہ نزدیک ہے اور بھائی کے پسر کی دختر مقدم ہوگی بہ نسبت بھائی کی دختر کی دختر کے
اسواسطے کہ وہ وارث کی اولاد ہے ایک میت نے بہن کی بیٹی اور بہن کا بیٹا چھوڑا تو مال ترکہ ان دونون مین مرد کو عورت
سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ میت نے بھائی کے پسر کی دختر اور بھائی کی دختر کا پسر اور بہن کی دختر کی دختر
چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک عدد ابدان کا اعتبار کیا جائیگا اور امام محمد رح کے نزدیک بہن کی دختر کی دختر کو پانچوان
حصہ اور بھائی کی دختر کے پسر کو چار پانچوین حصہ مین سے دو تہائی اور بھائی کے پسر کی دختر کو چار پانچوین حصہ مین سے ایک تہائی
ملیگا اور حقیقی بہن کا بیٹا ہے اور حقیقی بہن کی بیٹی ہو تو امام ابو یوسف رح ابدان کا اعتبار کرتے ہین اصول کا اعتبار نہین کرتے
ہین پس اُنکے نزدیک تہائی مال دختر بہن کو اور دو تہائی مال بہن کے پسر کو ملیگا۔ اور علاتی بھائی و بہنون کی اولاد کا حکم
درصورتیکہ حقیقی بھائی و بہنون کی اولاد موجود نہو تو ایسا ہی حال ہے جیسا کہ حقیقی بھائی و بہنون کی اولاد کا ہوا ہے

خط انثیین میں ہی اور اخیافی بھائی بہنوں کی اولاد ہو یعنی تیسری قسم ہو تو مال اُنمین برابر تقسیم ہوگا کہ انکے مرد و عورت یکسان ہین باعتبار انکے اصول کے کہ اُنکے اصول کا بھی یہی حال ہی اور اسمین کچھ اختلاف نہین ہو لیکن ایک شاذ روایت امام ابو یوسف رح سے مروی ہو کہ مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے اُنمین ترکہ تقسیم کیا جائیگا اور اگر ذوی الارحام سب انواع کے موجود ہون اور درجہ مین برابر ہون تو جسکی اصل وارث ہو وہ مقدم ہوگا پھر امام ابو یوسف رح کے نزدیک جو شخص حقیقی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا پھر جو شخص علاتی کی اولاد ہو وہ مقدم ہوگا پھر تیسرا رشتہ اخیافی کی اولاد کا ہو اور امام محمد رح کے نزدیک مال ترکہ اُنکے اصول پر تقسیم کر کے ہر ایک کی اصل کا حصہ اُسکی فرع کو منتقل کیا جائیگا اسکی مثال یہ ہو کہ متفرق انواع سے تین بہنون کی تین بیٹیاں ہین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال حقیقی بہن کی دختر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک حقیقی بہن کی دختر کو تین پانچوین حصے ملینگے اور علاتی بہن کی دختر کو پانچوان حصہ اور اخیافی بہن کی دختر کو پانچوان حصہ ملیگا جیسا اُنکے اصول کا ذریعہ حصہ ہو باعتبار فرض و رد کے۔ اور اگر ایک میت نے متفرق تین قسم کے بھائیون کی تین دختر چھوڑین تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک اخیافی بھائی کی دختر کو چھٹا حصہ دیا جائیگا اور باقی سب مال حقیقی بھائی کی دختر کو ملیگا۔ ایک میت نے علاتی بہن کی دختر اور اخیافی بہن کی دختر چھوڑی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال علاتی بہن کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ اعلیٰ درجہ مین ہو۔ اور امام محمد رح کے نزدیک بطریق فرض و رد کے دونون کے اصول کے اعتبار پر پہلی کو تین چوتھائی اور دوسری کو چوتھائی مال ملیگا۔ میت کی حقیقی بہن کے دو پسر اور اخیافی بہن کی دختر ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک سب مال ہر دو پسر کو ملیگا اور امام محمد رح کے نزدیک حقیقی بہن کے دونون پسر مثل اپنی ماں کے مستحق ہین پس سب مال ان مین پانچ حصہ ہو کر تقسیم ہوگا۔ اور اگر انکی اولاد مثل انکے اصول کے ہوگی اور جو ان مین سے مدلی بوارث ہو وہ درصورت سب کے درجہ مین مساوی ہونے کے اولاد بوارث ہونے کی راہ سے مقدم ہوگا اسکی مثال یہ ہو کہ اخیافی بھائی کے پسر کا پسر اور حقیقی بھائی کی دختر کا بیٹا اور علاتی بھائی کے پسر کی دختر ہو تو سب مال پہلی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ اسکا باپ وارث ہو یہ اختیار شرح مختار مین ہو۔ صنف چہارم اگر ان مین سے کوئی منفرد ہو تو وہ کل مال کا مستحق ہوگا اور یہ حکم تمام اصناف مین جاری ہو اور اگر چند ہون اور انکی قرابت متحد ہو یا انکے سب ایک جنس کے ہون تو جو اقوی ہو وہ بالاجماع اولیٰ ہوگا یعنی جو ازجانب مادر و پدر ہوگا وہ بہ نسبت اسکے جو فقط باپ کی جانب سے ہو اولیٰ و اقوی ہوگا اور جو ازجانب پدر ہوگا وہ ماں کی جانب والے سے اولیٰ و اقوی ہوگا خواہ مذکر ہون یا مؤنث ہون کذا فی الکافی۔ پھر وارث کا ولد اولیٰ ہوگا پس اگر دونون مین سے ایک ولد وارث ہو لیکن اُنکی قرابت ایک ہی جہت سے ہو اور دوسرا اگرچہ ذوی الرحم کا ولد ہو لیکن اُسکی قرابت دو جہت سے ہو تو صحیح یہ ہو کہ دو جہت کی قرابت والا اولیٰ ہوگا اسکی مثال یہ ہو کہ باپ کی جانب سے چچا کے پسر کی دختر ہو اور حقیقی پھوپھی کے پسر کا پسر ہو تو دوسرا اولیٰ ہی یہ خزانۃ المفتین مین ہو۔ اور اگر چند ذکور و چند اناث مجتمع ہون اور انکی قرابت یکسان ہو تو مرد کو عورت سے دوچند ملیگا مثلاً چچا و پھوپھی دونون ازجانب مادر ہین یا ماموں و خالہ دونون ازجانب مادر و پدر ہین یا دونون ازجانب پدر ہین یا دونون ازجانب مادر ہین تو ان مین مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے ترکہ تقسیم ہوگا اور اگر انکی قرابت مختلف ہو مثلاً پھوپھی ازجانب مادر و پدر ہو اور خالہ ازجانب مادر ہو یا ماموں ازجانب مادر و پدر اور پھوپھی ازجانب مادر ہو تو ان مین ترکہ انکے اصول کے لحاظ سے تقسیم ہوگا کہ قرابت پدری والے کو دو تہائی ملیگا جو حصۂ پدر ہو اور مادری والے کو ایک تہائی ملیگا جو حصۂ مادر ہو اور یہی حکم انکی اولاد مین ہوگا کہ میراث کیواسطے اولیٰ وہ ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہو خواہ کسی جہت سے ہو اور اگر قرابت مین سب برابر ہون اور انکی قرابت ایک ہی جنس کی ہو تو عصبہ کی اولاد اولیٰ ہوگی جیسے چچا کی دختر اور

پھوپھی کا بیٹا ہو دونون ازجانب مادر و پدر ہین یا ازجانب پدر ہین تو پورا مال چچا کی دختر کو ملیگا اور اگر دونون مین سے ایک ازجانب مادر و پدر ہو اور دوسرا ازجانب پدر ہو تو پورا مال اُسی کو ملیگا جسکی قرابت قوی ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ میت نے تین پھوپھیان چھوڑین جن مین سے ایک ازجانب مادر و پدر ہے اور دوسری ازجانب پدر ہے اور تیسری ازجانب مادر ہے اور تین خالائین چھوڑین جن مین ایک ازجانب مادر و پدر ہے اور دوسری ازجانب پدر ہے اور تیسری ازجانب مادر ہے تو کل مال ترکہ مین سے دو تہائی پھوپھیون کے واسطے اور ایک تہائی مال خالاؤن کے واسطے ہوگا پھر پھوپھیون کا دو تہائی مال فقط اُس پھوپھی کو ملیگا جو ازجانب مادر و پدر ہے اور خالاؤن کا ایک تہائی مال فقط اُس خالہ کو ملیگا جو ازجانب مادر و پدر ہے کیونکہ انھین دونون کی قرابت قوی ہے۔ ایک میت نے ایک خالہ ازجانب مادر و پدر اور ایک ماموں ازجانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی ازجانب مادر و پدر اور ایک پھوپھی ازجانب پدر چھوڑی تو ترکہ مین سے دو تہائی مال اُس پھوپھی کو ملیگا جو ازجانب مادر و پدر ہے کیونکہ اُسکی قرابت قوی ہے اور باقی ایک تہائی مال ازجانب مادر و پدر کی خالہ اور ماموں کے درمیان مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا پس فرض مسئلہ تین سے اور اُسکی تصحیح نو سے ہوگی۔ ایک میت نے ماموں ازجانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی ازجانب مادر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کے لڑکی کو دو تہائی مال ملیگا اور ماموں کی لڑکی کو ایک تہائی مال ملیگا۔ ایک میت نے خالہ ازجانب مادر و پدر کی دختر اور چچا ازجانب مادر کی دختر چھوڑی تو چچا کی لڑکی کو دو تہائی اور خالہ کی لڑکی کو ایک تہائی ملیگی۔ اور اگر چچا ازجانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی ازجانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال چچا کی دختر کو ملیگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے اولی ہے۔ اور اگر پھوپھی ازجانب پدر کی دختر اور پھوپھی ازجانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پورا مال پھوپھی ازجانب مادر و پدر کی دختر کو ملیگا کیونکہ اُسکی قرابت قوی ہے۔ اور اگر خالہ ازجانب مادر و پدر کی دختر اور ماموں ازجانب پدر کی دختر چھوڑی تو سب مال خالہ کی دختر کو ملیگا کیونکہ اُسکی قرابت قوی ہے یہ کافی مین ہے۔ اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ پھوپھیون اور ماموون اور خالاؤن کی اولاد مین سے جو اقرب ہو وہ استحقاق میراث مین ابعد سے مقدم ہوتا ہے خواہ جہت ایک ہی ہو یا مختلف ہو اور قریب و بعید کا تفاوت باعتبار پشت کے ہوتا ہے پس جسکی ایک ہی پشت ہو وہ ایسے شخص سے جو دوسری پشت مین ہو نزدیک ہوگا اور دوسری پشت والا باعتبار تیسری پشت والے کے قریب ہوگا اور اسکا بیان یہ ہے کہ اگر ایک میت نے خالہ کی دختر اور خالہ کی دختر کی دختر یا خالہ کے پسر کی دختر یا خالہ کے پسر کا پسر چھوڑا تو سب مال میراث خالہ کی دختر کو ملیگا اسواسطے کہ وہ ایک درجہ نزدیک ہے اسی طرح اگر پھوپھی کی بیٹی اور خالہ کی بیٹی کی بیٹی چھوڑی تو مال میراث پھوپھی کی بیٹی پاویگی اسواسطے کہ وہ ایک درجہ قریب ہے اگرچہ دونون مختلف جہتون سے ہین اور اگر پھوپھی کی بیٹیان چھوڑین اور اُنکے ساتھ خالہ کی ایک دختر چھوڑی تو پھوپھی کی بیٹیون کو دو تہائی ملیگا اور خالہ کی ایک دختر کو ایک تہائی ملیگا۔ اور اگر ان مین بعض کی دو قرابتین ہون اور بعض کی ایک ہی قرابت ہو تو درصورت اختلاف جہت کے اسوجہ مذکورہ سے ترجیح نہین ہوسکتی ہے اور اگر جہت ایک ہی ہو تو جو ازجانب پدر ہے وہ مادر کی جانب والے سے اولی ہوگا خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہو اور اسکا بیان یہ ہے کہ میت نے متفرق تین پھوپھیون کی تین بیٹیان چھوڑین تو سب مال پھوپھی ازجانب مادر و پدر کی دختر کو ملیگا اگر متفرق تین خالاؤن کی تین بیٹیان چھوڑین تو یہی حکم ہے اور اگر اُسنے خالہ ازجانب مادر و پدر کی دختر اور پھوپھی ازجانب مادر و پدر کی دختر چھوڑی تو پھوپھی کی دختر کو دو تہائی اور خالہ کی دختر کو ایک تہائی ملیگا۔ اور نیز اگر دونون مین سے ایک اولاد عصبہ یا اولاد صاحب فرض ہو تو ایک جہت ہونے کی صورت مین عصبہ یا صاحب فرض کا فرزند مقدم ہوگا اور جہت مختلف ہونے کی صورت مین اس فرزند کو رکی وجہ سے

قولہ از جانب پدر ہو اور ایسی پھوپھی جو از جانب مادر ہو ۱۲ منہ

پدر ہو کیونکہ وہ عصبہ ہوگا اور اگر چچا از جانب مادر ہو تو مال دونون مین تین تہائی موافق ابدان کے تقسیم ہوگا یہ امام ابو یوسف رح کا دوسرا قول ہے اور موافق اصل کے بنا بر پہلے قول کے تقسیم ہوگا اور یہی امام محمد رح کا قول ہے اور اگر باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالہ ہو تو موافق روایت ابو سلیمان کے مال اگر ان دونون مین مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر ہر دو فریق مجتمع ہون یعنے باپ کی پھوپھی اور باپ کی خالہ اور مان کی پھوپھی اور مان کی خالہ تو باپ والے فریق کو دو تہائی اور مان والے فریق کو ایک تہائی ملیگا پھر جو مال ہر فریق کے حصہ مین پڑا ہو وہ اُس فریق کے درمیان اسی طرح تقسیم ہوگا جیسے پورے مال کی تقسیم سابق مین مذکور ہوئی ہے اور اختلاف جہت ہونے کی صورت مین ایک کی دو قرابت والے ہونے اور دوسرے کی ایک ہی قرابت والے ہونے کی وجہ سے تقسیم مال مین کچھ فرق نہوگا لیکن ہر فریق کے درمیان اُسکے حصہ کا مال تقسیم کرنے مین دو قرابت والی کو ترجیح دیجائیگی جیسے کہ چھٹی صورت مذکورہ سابقہ مین بیان کیا ہے اور ان لوگون کی اولاد کی میراث پانے کا حال بھی ان لوگون کے ہے لیکن اپنی اولاد کے ساتھ ان لوگون کا موجود ہونا شرط ہے اور اگر ان مین سے کوئی موجود ہوا تو اُسکی اولاد کو کچھ نہ ملیگا جیسے کہ میت کی پھوپھیون اور خالاؤن مین سے کسی پھوپھی یا خالہ کے موجود ہونے کی صورت مین اُنکی اولاد کو کچھ نہین ملتا ہے اور اس جنس مین ایک ایسا شخص متصور ہوسکتا ہے جسکے واسطے دو قرابتین ہون اور اسکا بیان یہ ہے کہ ایک عورت کا ایک مادری بھائی ہے اور ایک پدری بہن ہے پھر اُسکے اِس مادری بھائی نے اُسکی اس پدری بہن ... سے نکاح کیا اور ان دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر یہ لڑکا مرگیا تو یہ عورت مذکورہ اِس لڑکے کی خالہ از جانب پدر ہے اور نیز اس لڑکے کی پھوپھی از جانب مادر ہے یہ مبسوط شمس الائمہ سرخسی مین ہے

آٹھوان باب حساب فرائض کے بیان مین سہام مقدرہ چھ ہین چھٹا و تہائی و دو تہائی اور یہ سب ایک جنس ہین اور آٹھوان و چوتھائی و آدھا یہ سب ایک جنس ہین اور ان سہام مین سے ہر سہم کا ایک مخرج ہے پس آدھا تو دو سے نکلتا ہے اور آدھے کے سوا ہر سہم اپنے نام سے نکلتا ہے چنانچہ آٹھوان آٹھ سے اور چوتھائی چار سے اور تہائی اور دو تہائی تین سے اور چھٹا چھ سے نکلتا ہے پس اگر چوتھائی ایک جنس کا دوسری جنس کے سب کے ساتھ یا بعض کے ساتھ جمع ہوا ہو تو اُسکی اصل بارہ سے ہوگی اور اگر آٹھوان دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ جمع ہوا تو اصل مسئلہ چوبیس سے ہوگا یہ محیط مین ہے اور اگر آدھا حصہ دوسری جنس کے سب یا بعض کے ساتھ مجتمع ہوا تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا یہ خزانۃ المفتین مین ہے اور جب فریضہ صحیح ہوا یعنی ہر فریق کے سہام تقسیم ہوگئے تو پھر ضرب دینے کی کوئی حاجت نہین ہے اور اگر کسر واقع ہوئی تو جن تعداد وارثون مین کسر واقع ہوئی ہے اُنکی تعداد کو اصل مسئلہ مین ضرب دے اور اُنکا عول کردے اگر وہ بعول ہوتا ہو پس جو حاصل ہو اُس سے مسئلہ صحیح ہوجائیگا اِسکی مثال یہ ہے کہ میت نے ایک جورو اور دو بھائی چھوڑے پس اصل مسئلہ چار سے ہوا کہ جورو کا چوتھائی ایک سہم عورت کو ملا اور تین سہام باقی رہے جو دو بھائیون پر پورے تقسیم نہین ہوسکتے ہین اور تین اور دو مین توافق نہین ہے پس دو کو چار مین ضرب دیا ہے تو مسئلہ آٹھ سے ہوجائیگا پس اس سے سب سہام صحیح نکل آوینگے اور اگر اُنکے سہام اور تعداد مین توافق ہو تو وفق سے جو عدد نکلتا ہو اُسکو اصل مسئلہ مین ضرب دینا چاہیے اسکی مثال یہ ہے کہ میت نے ایک جورو اور چھ بھائی چھوڑے پس جورو کو چوتھائی یعنے چار مین سے ایک دیدیا جائیگا اور تین باقی رہے جو چھ بھائیون پر پورے تقسیم نہین ہوسکتے ہین مگر تین مین اور چھ مین توافق ثابت ہے پس ان وارثون کا عدد وفق (یعنے دو کو) اصل مسئلہ یعنے چار مین ضرب دیا جاوے پس آٹھ ہونگے تو اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی کہ جورو کا ایک سہم دو مین ضرب کیا جائیگا

سے مرکب ہو جنکے باہم ضرب دینے سے یہ عدد حاصل ہو جیسے گیارہ تو یون کہنا چاہیے کہ ان مین توافق گیارھوین جزو کے ساتھ ہے اسواسطے کہ سوائے اسکے اور طور سے اسکی تعبیر نہین ہو سکتی ہے اور اگر انمین توافق ایسے عدد سے ہو جو زوج ہی جیسے ۲۶ و ۳۳ و ۴۴ و ۵۵ مین ۲۸ یا فرد مرکب ہو اور فرد مرکب وہ ہے جسکے دو جزو صحیح یا زیادہ ایسے نکلتے ہون جنکے باہمی ضرب سے یہ عدد حاصل ہوتا ہو جیسے ۱۵ کہ ۳ اور ۵ اسکے دو جزو صحیح ہین کہ ایک اسکا پانچوان حصہ ہے اور دوسرا اسکا تیسرا حصہ ہے اور ایسا عدد فرد مرکب کہلاتا ہے کہ یہ ۳ و ۵ دو عددون کے باہمی ضرب سے مرکب ہے پس ایسی صورت مین تعبیر جزو وفق کے واسطے چاہیے اسی طور سے کہے جیسے فرد مفرد مین مذکور ہوا ہے یعنی توافق دونون مین پندرھوین یا اٹھارھوین جزو کے ساتھ ہے اور چاہیے واحد کو اسکے دو ٹکڑون کی طرف منسوب کرکے ایک کو دوسرے کی طرف مضاف کرے مثلاً پندرہ مین کہے کہ توافق ثلث الخمس ہے اور اٹھارہ مین کہے کہ توافق ثلث السدس ہے اور اسی پر اسکے نظائر کو قیاس کرنا چاہیے اور متباین وہ عدد ہین کہ جو متماثل نہون اور متداخل نہون اور سوائے ایک کے انکو کوئی عدد فنا نکرسکے جیسے ۵ اور ۶ یا ۸ اور ۹ یا ۱۱ اور ۱۲ اور نیز اسکے مانند سمجھ لینا چاہیے یہ خزانۃ المفتین مین ہے۔ اور جبکہ ان طریقون سے جو ہمنے بیان کیے ہین مسئلہ کی تصحیح ہوگئی پھر یہ قصد ہوا کہ ہر فریق کا حصہ اس تصحیح سے نکالکر معلوم کیا جاوے تو چاہیے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے اُس سے ہر فریق کے اُس حصہ کو جو اسکو اصل مسئلہ سے پہونچا ہے ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کا حصہ ہوگا اور ہر وارث کا حصہ پہچاننے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکے سہام اُسی عدد مین ضرب کرے جس مین اصل مسئلہ کو ضرب کیا ہے پس حاصل ضرب اس وارث کا حصہ ہوگا اسکی مثال یہ ہے کہ ۴ زوجہ اور ۶ بہنین حقیقی اور ۱۰ چچا ہین پس اصل مسئلہ ۱۲ سے ہوا جس مین سے سب چارون زوجہ کو ۳ سہام ملے جو تقسیم نہین ہو سکتے ہین اور نہ ان مین توافق ہے اور بہنون کے واسطے دو تہائی کے ۸ ہوئے جو تقسیم نہین ہو سکتے ہین ولیکن ان مین توافق ہے اور توافق بالنصف ہے پس ۳ کی طرف راجع ہوئے اور چچاؤن کے واسطے ایک ہے پس اعداد ۴ و ۳ و ۱۰ ہین اور ۴ و ۱۰ مین توافق بالنصف ہے پس ایک کے نصف کو دوسرے مین ضرب دیا تو ۲۰ ہوئے پھر ۲۰ کو ۳ مین ضرب دیا تو ۶۰ ہوئے پس اسکو اصل مسئلہ ۱۲ مین ضرب دیا تو ۷۲۰ ہوئے اسی سے تصحیح ہوگی پھر اگر تو نے ارادہ کیا کہ ہر فریق کا حصہ دریافت کرے تو ہم کہتے ہین کہ زوجات کے ۳ سہام تھے انکو ۶۰ سے ضرب دیا جس سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے تو ۱۸۰ ہوئے اور بہنون کے ۸ تھے انکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۴۸۰ ہوئے اور چچاؤن کا ایک سہم تھا اسکو ۶۰ مین ضرب دیا ہے تو ۶۰ ہوئے پھر اگر چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے تو ہر زوجہ کیواسطے تین چوتھائی سہم تھا اسکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۴۵ ہوئے اور ہر دختر کیواسطے ایک سہم و ایک تہائی سہم تھا اسکو ۶۰ مین ضرب دیا تو ۸۰ ہوئے اور ہر چچا کے واسطے سہم کا دسوان حصہ تھا تو اسکو ۶۰ مین ضرب دینے سے ۶ حاصل ہوئے پس یہ بیان تصحیح مسائل اور شناخت حصہ ہر فریق و ہر وارث تھا پس اسی پر اسکے امثال کو قیاس کرنا چاہیے اور جو طریقے ظاہر کر دیے گئے ہین انہین کے موافق عمل کرنا چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ مقصود حاصل ہوگا اور دوسرا طریقہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ ہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ کو ضرب دیا ہے اسکو جس فریق کی تعداد پر چاہے تقسیم کرے جو حاصل تقسیم آوے اسکو اس فریق کے سہام مین جو باعتبار اصل مسئلہ کے حاصل ہوئے ہین ضرب کرے پس حاصل ضرب اس فریق کے ایک وارث کا ہوگا چنانچہ مثال مذکور بالا مین جس عدد کو ضرب دیا ہے وہ ۶۰ ہے اور زوجات کے عدد چار ہین پس ۶۰ کو چار پر تقسیم کرنے سے ۱۵ حاصل ہوئے اسکو زوجات کے

اور یہی مذہب فقہاء کا ہے یہ مبسوط میں ہے عول یہ ہے کہ سہام مفروضہ مسئلہ پر کچھ بڑھا دیا جاوے اس عول سے مسئلہ بوجب فرائض کے
ہو جائیگا اور یہ نقصان ان لوگوں پر بقدر انکے حقوق کے پڑیگا کیونکہ بعض کو بعض پر ترجیح نہیں ہے تاکہ بعض پر بعض کے
ذمہ نقصان ڈالا جاوے یہ جیسے دیون و وصایا میں ہوتا ہے کہ جب میت کے ترکہ میں سب قرضوں وغیرہ کے ادا کرنے کی
گنجائش نہیں ہوتی ہے تو جو کچھ مال متروکہ موجود ہو وہ سب پر حساب سے جو انکے حق واجب کے حصہ رسد تقسیم کر دیا جاتا ہے اور نقصان
سب کے ذمہ ہوتا ہے پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے جاننا چاہیے کہ اصل مسئلہ جو معروف ہوتے
ہیں وہ سات ہیں دو اور تین اور چار اور چھ اور آٹھ اور بارہ اور چوبیس پس ان میں سے چار میں عول نہیں ہوتا
ہے اور وہ دو و تین و چار و آٹھ ہیں اور تین میں عول ہوتا ہے اور وہ چھ و بارہ و چوبیس ہیں پس چھ کا عول دس تک
ہوتا ہے طاق یا جفت جیسا موقع ہو اور بارہ کا عول ۱۳ و ۱۵ و ۱۷ ہوتا ہے اور چوبیس کا عول فقط ۲۷ ہوتا ہے اور
اسکی مثالیں عنقریب سے قواعد مذکورہ بالا معلوم ہوں اسطرح ہیں کہ جن میں عول نہیں ہوتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ میت
نے شوہر اور حقیقی بہن چھوڑی یا شوہر و علاتی بہن چھوڑی تو شوہر کو نصف ملیگا اور بہن کو نصف ملیگا اور یہ دونوں
مسئلے یتیمیہ کہلاتے ہیں اسواسطے کہ مال ترکہ بدو فریضہ مساوی ہے سوائے ان دونوں مسئلوں کے کسی میں نہیں
پایا جاتا ہے میت نے دختر و عصبہ چھوڑا تو نصف و باقی کی ضرورت ہوئی پس مسئلہ (۲) سے ہوگا میت نے ماں [illegible] بھائی
اور ایک حقیقی بھائی چھوڑا تو تہائی اور باقی کی ضرورت ہے اور میت نے حقیقی دو بہنیں اور علاتی بھائی چھوڑا پس دو تہائی
و باقی کی ضرورت ہے پس ان دونوں میں اصل مسئلہ (۳) سے ہوگا اور نیز جب دو بہنیں حقیقی اور دو بہنیں اخیافی
چھوڑیں تو دو تہائی اور تہائی کی ضرورت ہے پس اس میں بھی مسئلہ (۳) سے ہوگا میت نے شوہر و دختر و عصبہ چھوڑا
تو چوتھائی و نصف و باقی کی حاجت ہے پس اصل مسئلہ (۴) سے ہوگا میت نے زوجہ و دختر و عصبہ چھوڑا تو آٹھویں و نصف
و باقی کی حاجت ہے اصل مسئلہ (۸) سے ہوگا میت نے زوجہ و پسر چھوڑا تو آٹھویں و باقی کی ضرورت ہے اصل ۸ سے
ہوگی اور مسائل عائلہ کی مثال یہ ہے کہ میت نے جدہ اور اخیافی اور حقیقی بہن اور علاتی بہن چھوڑی تو اصل مسئلہ ۶ سے
ہوا اور اسی سے تصحیح نکل آویگا اور اگر اخیافی دو بہنیں ہوں اور حقیقی ایک بہن اور علاتی ایک بہن اور جدہ ہو تو تہائی و
نصف و چھٹا حصہ و چھٹا حصہ چاہیے ہے پس اصل ۶ سے اور عول ۷ سے ہوگا میت نے شوہر و ماں و دو بھائی اخیافی
چھوڑے تو نصف و تہائی و چھٹے حصے کی ضرورت ہے اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور اسکو مسئلہ الزام کہتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ
بر مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما الزام ہے اسواسطے کہ اگر انھوں نے ماں کا حصہ تہائی قرار دیا ہو تو ان تہائی کے
ہو کر جیسے کی بابت والی رکھی اسباب ہر دو خواہر اور یہ انکا قول نہیں ہے اور اگر ماں کا تہائی قرار دیا اور
ہر دو خواہر کا چھٹا حصہ تو اولاد کے حق میں کمی آگئی اور یہ انکا مذہب نہیں ہے اور نیز خلاف نص ہے اور اگر ہر دو خواہر کے
واسطے تہائی قرار دیا تو یہ عول کا اقرار ہے میت نے شوہر و ماں و حقیقی بہن چھوڑی تو نصف و تہائی و نصف کی ضرورت
ہے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اسکا عول ۸ سے ہوگا اور یہ پہلا مسئلہ عول اسلام میں واقع ہوا تھا چنانچہ زمانہ خلافت حضرت
عمر رضی اللہ عنہ میں یہ صورت واقع ہوئی تھی پس حضرت عمر رضی نے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ
نے اشارہ کیا کہ بقدر انکے سہام کے انپر مال تقسیم کر دیا جاوے پس صحابہ نے اسکو اختیار کیا شوہر و ماں و حقیقی دو بہنیں
ہیں اصل مسئلہ ۶ سے اور عول ۸ سے ہوا شوہر و ماں و تین بہنیں متفرق یعنی ایک حقیقی و ایک علاتی اور ایک اخیافی

اور پانچ - یہ خنبا ز شرح مختار مین ہی - پھر دیکھا جائیگا کہ اگر رد کرنا اُن سب پر ہو جو مسئلہ مین ہین تو زائد ساقط ہوگا - دو کی مثال
یہ ہی جدہ اور اخیافی بہن ہی تو جدہ کو چھٹا حصہ اور بہن کو چھٹا حصہ اور باقی انھین دونون پر بقدر اُنکے سہام کے رد کیا جائیگا
قال المترجم یعنی مسئلہ ۶ سے ہوگا اور ایک جدہ کو اور ایک سہم بہن کو دیا جائیگا اور باقی چار سہام رہے اور اُن دونون کا حصہ برابر
ہی پس چار باقی دونون کو مساوی دیاگیا پس جب دونون کا حصہ مساوی ہوا تو مسئلہ ۲ سے ہوا چنانچہ کتاب مین فرمایا کہ اصل
مسئلہ ۶ سے اور رد کی وجہ سے دو سہام کیطرف عود کیا تو مال دونون مین برابر تقسیم ہوگا مثال تین کی جدہ اور اخیافی دو بہن
اصل مسئلہ ۶ سے ہی پس جدہ کو چھٹا حصہ ایک سہم اور ہر دو خواہر کو دو سہام اور چونکہ باقی انھین پر رد ہوا اسواسطے مسئلہ ۳ سے
ہوگا - اور چار کی مثال یہ ہی کہ دختر و مان ہو مسئلہ ۶ سے پس دختر کو نصف کی ۳ - اور مان کو چھٹا حصہ ۱ ملا پس مسئلہ ۴ سے ہوا اور
پانچ کی مثال یہ ہی کہ چار دختر و مان ہی پس مسئلہ ۶ سے جنمین سے دو تہائی دخترون کی ۴ اور مان کا ایک ہوا جملہ ۵ ہوئے پس مسئلہ
۵ سے ہوگا یہ محیط سرخسی مین ہی - اور اگر مسئلہ مین کوئی ایسا ہو جسپر رد نہین کیا جاتا ہی جیسے شوہر یا زوجہ پس اگر جنس واحد ہو
تو جس ذی فرض پر رد نہین کیا جاتا ہی اُسکا حصہ اُسکے حصہ کے کمتر مخرج سے نکالکر اُسکو دیدے پھر باقی کو دیکھے کہ اگر باقی
وارثون پر جنپر رد کیا جائیگا پوری تقسیم ہوتی ہی تو خیر تقسیم کر دے جیسے میت نے شوہر اور تین دختر چھوڑین تو شوہر کو اُسکا
چوتھائی مخرج چار سے دیا تو باقی تین رہے پس تین بیٹیون پر پورے تقسیم ہو سکتے ہین اور اگر پوری تقسیم نہو سکے پس اگر باقی
مین اور وارثون کی تعداد مین توافق ہو تو عدد وفق کو اُس مخرج مین ضرب دے جو ایسے وارث کیواسطے نکالا ہو جسپر رد
نہین کیا جاتا ہی چنانچہ شوہر اور چھ دختر چھوڑین تو شوہر کیواسطے ۴ سے مسئلہ فرض کیا گیا اور اُسکو چوتھائی کا ایک دیا گیا اور
باقی ۳ رہے جو ۶ بیٹیون پر تقسیم نہین ہو سکتے ہین ولیکن ۳ اور ۶ مین توافق بالثلث ہی پس عدد وفق یعنے ۲ کو اُس مخرج مین
جو شوہر کے واسطے نکالا ہی یعنے ۴ مین ضرب دیا تو ۸ ہوئے جنمین سے چوتھائی ۲ شوہر کو دیئے اور باقی ۶ رہے وہ ۶ دخترون
پر تقسیم ہوگئے اور اگر باقی اور تعداد وارثون مین توافق نہو جیسے شوہر اور پانچ دختر ہون تو پوری تعداد ۵ کو اُس مخرج مین
ضرب دے جو ایسے وارث کے واسطے نکالا ہی جسپر رد نہین کیا جاتا ہی اور وہ مخرج چار ہی پس ۲۰ ہوئے پس اس سے مسئلہ
صحیح ہوگا - اور اگر ایسے شخص کے ساتھ جسپر رد نہین کیا جاتا ہی دو جنس یا تین جنس ہون کہ جنپر رد کیا جاتا ہی تو جسپر رد نہین کیا
جاتا ہی اُسکو اُسکا حصہ اُسکے مخرج سے نکالکر دیدے پھر باقی کو اُن لوگون پر جنپر رد کیا جاتا ہی تقسیم کرے پس اگر ٹھیک تقسیم ہو جاوے
تو خیر ورنہ جنپر رد کیا جاتا ہی اُنکے پورے فرض کو اُس شخص کے مخرج فرض مین جسپر رد نہین کیا جاتا ہی ضرب دے پس حاصل ضرب
سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی پھر جسپر رد نہین کیا جاتا ہی اُسکے سہام کو جنپر رد کیا جاتا ہی اُنکے مسئلہ مین ضرب دے اور جنپر رد کیا جاتا
ہی اُنکے سہام کو جنپر نہین کیا جاتا ہی اُسکے مخرج سے اُسکا حصہ نکال لینے کے بعد جو باقی رہا ہی اُنمین ضرب دے چنانچہ اول کی
مثال یہ ہی کہ زوجہ و ۴ جدات و ۶ اخیافی بہنین ہین پس زوجہ کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور باقی ۳ سہام رہے اور جنپر باقی
رد کیا جائیگا اُنکے سہام مسئلہ بھی ۳ ہین پس اُنکے سہام پورے ہین اور دوم کی مثال یہ ہی کہ ۴ زوجات اور ۹ دختر اور ۶ جدات
ہین پس زوجات کو آٹھوین کا ایک سہم ملا اور باقی سات سہام رہے اور سہام رد پانچ ہین کہ وہ پورے صحیح تقسیم نہین ہو سکتے
ہین اور نہ باہم توافق ہی پس سہام رد کو جو پانچ ہین زوجات کے مخرج مسئلہ مین جنپر رد نہین کیا جاتا ہی اور وہ آٹھ ہی ضرب دے
تو ۴۰ ہوئے پس اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی پھر جسپر رد نہین ہوتا ہی اُنکے سہام کو اور وہ ایک ہی اُنکے مسئلہ مین جنپر رد ہوگا اور
وہ پانچ ہی ضرب دے تو ۵ ہوئے اور جنپر رد ہوگا اُنکے سہام یعنے ۵ کو جنپر رد نہین کیا جاتا ہی اُنکے باقی مخرج مین ضرب دے اور

دو سہام ہوں تو ۳ ہوئے آپس میں سے دختروں کا حصہ چار پانچواں ہوا یعنے ۲۴ ہوئے اور جدات کا پانچواں حصہ یعنے ۶ ہوئے مثال دیگر زوجہ و دو دختر و پسر کی دختر و جدہ و خواہر چھوڑے پس مسئلہ چوبیس سے ہوا کہ زوجہ کو آٹھواں یعنی ۳ اور جدہ کو چھٹا یعنے ۴ اور دختروں کو دو تہائی یعنے ۱۶ اور باقی ایک سہم خواہر کو ملے پس چار سہام دختروں کے ہیں اور وہ پورے تقسیم نہیں ہوتے ہیں اور عدد با ہم توافق ہے پس ایک جزو کیا جاوے تو آنکے سہام ۲ جیسے ۵ کو مخرج میں ضرب کیا جاوے اور ہر وارث میں جسپر روپیہ نہیں کیا جاتا ہو ضرب دے اور وہ آتے ہیں تو حاصل ضرب ہے کہ اس سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور اگر منظور ہو کہ ہر فرد وارث کا حصہ بھی صحیح نکلے تو موافق قواعد مذکورہ بالا کے عمل کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم یہ اختیار شرح مختار میں ہے

بارھواں باب۔ مناسخہ کے بیان میں۔ اور مناسخہ کی صورت یہ ہے کہ تقسیم ہونے سے پہلے بعضے وارث مرجاویں۔ یہ محیط سرخسی میں ہے۔ اور اگر ایک شخص مرگیا اور قبل اسکے کہ ترکہ تقسیم ہوا تھا کہ اسکے بعضے وارث مرگئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو میت ثانی کے وارث فقط وہی لوگ ہونگے جو میت اول کے وارث ہیں یا دوسرے میت کے وارثوں میں ایسے بھی ہونگے جو میت اول کے وارث نہیں ہیں پھر دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو تقسیم ترکہ دوم اور ترکہ اول کی یکساں ہوگی یا دوسرے ترکہ کی تقسیم پہلے ترکہ کی تقسیم کی بہ نسبت دوسرے طور سے ہوگی پھر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو حصہ میت دوم جو اسکو ترکہ میت اول سے ملا ہے اس کے وارثوں پر صحیح بدون کسر کے تقسیم ہو جاویگا یا اس میں کسر واقع ہوتی ہے پس اگر وارثان میت ثانی وہی ہوں جو وارثان میت اول میں تو ایک ہی تقسیم کر دیجاویگی اسواسطے کہ مکرر تقسیم کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ ایک شخص اپنے چند پسر و چند دختر چھوڑ کر مرگیا پھر قبل تقسیم ترکہ کے پسلے اسکے پسر و دختر میں سے کوئی مرگیا اور اس میت دوم کا کوئی وارث سوائے اسکے بھائی و بہنوں کے نہیں ہے تو باقی لوگوں میں ترکہ بصفت واحد یعنے مرد کو عورت سے دو چند کے حساب سے تقسیم کر دیا جاویگا پس ایک ہی تقسیم پر اکتفا کیا جاویگا اور اگر میت دوم کے وارثوں میں کوئی ایسا ہو جو میت اول کا وارث نہیں ہے تو پہلی میت کا ترکہ پہلے ہی تقسیم کیا جاویگا تاکہ میت دوم کا حصہ ظاہر ہو پھر میت دوم کا ترکہ اسکے وارثوں کے درمیان تقسیم کیا جاویگا پھر اگر حصہ میت ثانی جو اسکو ترکہ اول سے ملا ہے اسکے وارثوں کے درمیان بدون کسر کے صحیح تقسیم ہو جاتا ہو تو ضرب دینے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ میت نے پسر و دختر چھوڑی اور ہنوز دونوں میں ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ اسکا پسر مرگیا اور اسنے ایک دختر اور یہی وارث چھوڑی تو ترکہ میت اول تین پر تقسیم ہوگا جس میں سے دو ثلث یعنے دو سہام حصہ میت ثانی یعنے پسر ہوا اور اسنے دختر و خواہر وارث چھوڑی تو دختر کو نصف اور باقی خواہر کو بوجہ عصبہ ہونے کے ٹھیک تقسیم ہو جاتا ہے کوئی کسر واقع نہیں ہوتی ہے اور اگر دوسری میت کا حصہ اسکے وارثوں کے درمیان صحیح تقسیم نہو بلکہ اسکے وارثوں کا فریضہ دوسرا صحیح ہو پس یا تو اس فریضہ اور حصہ کے درمیان موافقت ہوگی یا نہوگی پس اگر ہو تو اس فریضہ میں سے فقط جزو موافق پر اقتصار کر کے اسکو فریضہ اول میں ضرب دیا جاوے پس حاصل سے جو حصہ میت ثانی ہوگا وہ اسکے وارثوں پر بطور صحیح تقسیم ہو جائیگا ولیکن میت اول کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکا حصہ سابق اس میت ثانی کے جزو موافق میں ضرب دیا جاوے اور وارثان میت ثانی میں سے ہر ایک کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ میت ثانی کے پورے فریضہ اور میت اول کے اسکے حصہ حاصل شدہ میں جس جزو سے موافقت ہو اسکے جزو موافق میں اسکا حصہ ضرب دیا جاوے پس حاصل ضرب اسکا حصہ ہوگا اور اگر حصہ میت ثانی اور اسکے مسئلہ کے درمیان موافقت بالکل نہو تو فریضہ میت ثانی کو فریضہ میت اول میں ضرب دیا جاوے حاصل ضرب سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر وارث میت اول کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہوگا کہ اسکے حصہ کو فریضہ میت ثانی میں ضرب دیا جاوے اور میت

ثانی کے ہر وارث کا حصہ اس طرح دریافت ہوگا کہ اسکا حصہ میت ثانی کے اس حصہ مین ضرب دیا جاوے جو اسکو ترکہ میت
اول سے ملا ہے پس میت ثانی کے حصہ مین ضرب کرنے سے اسکا حصہ حاصل ہوگا اور مثال اسکی در صورتیکہ دونون مین
موافقت ہو یہ ہے کہ میت نے بیٹا و بیٹی چھوڑی اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا کہ بیٹا ایک بیٹی و جورو اور پسر کے تین پسر چھوڑ کر
مر گیا پس فریضہ میت اول ۳ سے ہوا جس مین سے ۲ پسر کو ملتے ہین پھر اسکی وارث جورو و دختر و پسر کے تین پسر ہین
پس اسکا فریضہ ۸ سے ہوا جس مین سے عورت کا آٹھوان ایک سہم اور دختر کا آدھا ۴ سہام اور باقی ۳ سہام تین پوتون
کے ہوئے ولیکن اسکے حصہ ۲ سہام کی تقسیم ۸ پر نہین ہو سکتی ہے مگر دونون مین موافقت بالنصف ہے پس فریضہ میت ثانی
فقط چار رکھا جاوے اور اسکو فریضہ میت اول ۳ مین ضرب دیا تو ۱۲ ہوئے اس سے تصحیح ہوگی اور اس مین سے
پسر کا حصہ اس طرح دریافت کیا جاوے کہ اسکا حصہ ۲ سہام اسکے مفروضہ ثانی ۴ مین ضرب دیا تو ۸ ہوئے یہ اسکا حصہ ہے
اور میت اول کی دختر کا حصہ ایک تھا اسکو فریضہ میت ثانی ۴ مین ضرب دیا تو ۴۔ اسکا حصہ ہوا اور وارثان میت ثانی مین
سے ہر ایک کا حصہ اس طرح دریافت کیا جاوے کہ میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اول مین اور اسکے مفروضہ کامل مین جس جزو سے
موافقت ہو اسی جزو مین اسکے ہر وارث کا حصہ ضرب دیا جاوے چنانچہ دونون مین توافق بواحد ہے اور اسکی دختر کا
حصہ اسکے فریضہ کامل مین سے چار ہے پس چار کو جزو موافق ایک مین ضرب دیا تو چار سہام حصہ دختر ہوا اور اسکی جورو کا
حصہ ایک ہے اسکو جزو توافق ایک مین ضرب دیا تو ایک رہا پس یہ حصہ زوجہ ہوا اور باقی رہے ۳ سہام وہ تینون پوتون کو
ایک ایک تقسیم ہوا اور در صورتیکہ توافق نہو تو اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص بیٹا و بیٹی چھوڑ کر مر گیا اور ہنوز ترکہ تقسیم نہوا تھا
کہ اسکا بیٹا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑ کر مر گیا پس فریضہ میت اول ۳ ہے پھر بیٹا ۲ سہام چھوڑ کر مر گیا اور اسکا فریضہ بھی ۳ ہے اور
۲ سہام کی تقسیم ۳ پر نہین ہو سکتی ہے اور نہ باہم موافقت ہے پس فریضہ ثانی کو فریضہ اول مین ضرب دیا تو ۹ ہوئے انمین سے
میت اول کے پسر کا حصہ دریافت کیا کہ اسکا حصہ ۲ سہام تھا اسکو فریضہ دوم مین ضرب دیا تو ۶ ہوئے پس یہ حصہ میت ہے
انمین سے اسکے وارثون کا حصہ دریافت کیا پس اسکے پسر کا حصہ اس طرح دریافت کیا کہ اسکا حصہ ۲ سہام تھے انکو حصہ میت
ثانی مین جو اسکو ترکہ میت اول سے ملا تھا اور وہ بھی ۲ سہام تھے ضرب دیا تو ۴ اسکا حصہ ہوا اور اسکی دختر کا حصہ اس طرح
دریافت کیا کہ اسکا حصہ ترکہ میت ثانی سے ایک تھا اسکو میت ثانی کے حصہ ترکہ میت اول مین جو ۲ تھا ضرب دیا تو ۲
ہوئے یہ اسکی دختر کا حصہ ہے۔ اسی طرح اگر میت ثانی کے بعضے وارث قبل تقسیم ترکہ کے مر گئے تو اسکی تقسیم بھی طور سے ہوگی
جس طرح ہونے کا قاعدہ بیان کیا ہے اور اگر وارثان میت ثالث مین کوئی ایسا ہو جو مردہ اول کا وارث نہ تھا تو طریقہ یہ
ہے کہ فریضہ مردہ اول مثل فریضہ واحدہ کے اسی طریقہ سے قرار دیا جاوے جیسے ہمنے بیان کیا ہے پھر دیکھا جاوے کہ جو کچھ
میت ثالث کا حصہ مردہ اول کے ترکہ مین سے ہے اگر وہ بغیر کسر کے وارثون پر بلا کسر پڑے تقسیم ہوتا ہو تو تقسیم کر دیا
جاوے اور اگر کسر پڑتی ہو تو اسکے حصہ مردہ ترکہ کو اور اسکے فریضہ کو دیکھا جاوے اگر دونون مین کسی جزو سے موافقت
ہو تو اسکے فریضہ مین سے فقط جزو موافق پر اقتصار کیا جاوے پھر میت ثانی و اول کے فریضہ کو اسی جزو موافق
مین ضرب دیا جاوے پس جو مبلغ حاصل ہو اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی اور ہر مردہ میت کا حصہ مردہ ترکہ اول سے معلوم
کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکے حصہ کو اس جزو موافق مین ضرب دیا جاوے جو حاصل ضرب اسکا حصہ ہوگا اور میت ثالث
کے ہر وارث کا حصہ دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکا حصہ در جزو موافق از نصیب میت ثالث از ترکہ مردہ اول

چھ میں ضرب کیا تو ۱۲ ہوئے جو اُسکے وارثوں کے درمیان باستقامت تقسیم ہوئے پھر حقیقی بہن مری ہو اور اُسنے شوہر و
دختر و مادری بہن و پدری بہن چھوڑی ہو پس اُسکا فریضہ ۴ سے ہوا کہ شوہر کو چوتھائی کا ایک سہم ملا اور دختر کو نصف کے ۲
سہام اور پدری بہن اور مادری بہن کو باقی ایک سہم ملا پس چار سے تقسیم ہوئی پھر اس میت کا حصہ ہر دو ترکہ بالا سے دیکھا جائے
تو ہم کہتے ہیں کہ ترکہ اولی سے اُسکا حصہ ۶ تھا اُسکو ۲ میں ضرب دیا یعنی جزو موافق میت ثانی میں تو ۱۲ ہوئے اور ترکہ
ثانیہ سے اُسکا حصہ ۴ تھا اُسکو ہمنے جزو موافق از حصہ مادر از ترکہ اولے میں ضرب دیا اور وہ ایک ہے تو ۴ ہوئے پس مجموعہ
ہر دو حصہ ترکتین (۱۶) ہوا پس اُسکے وارثوں کے درمیان یہ باستقامت تقسیم ہوسکتا ہے۔ اور اگر میت نے دو پسر و مادر
و پدر چھوڑے پھر ایک پسر ایک دختر چھوڑ کر اور جسکو میت اول نے چھوڑا ہے اُسکو چھوڑ کر مرا اور وہ بھائی و دادا و دادی
ہے تو ہم کہتے ہیں کہ میت اول کا فریضہ چھ سے ہوا جنمیں سے کہ ہر دو مادر و پدر کو ۲ چھٹے حصے اور باقی ۴ سہام ہر دو برادر
کے درمیان برابر ہیں پھر ایک بھائی ۲ سہام چھوڑ کر مرا اور دختر و جدہ و جد و بھائی چھوڑا تو فریضہ چھ سے ہوا کہ دختر کو
نصف کے ۳۔ اور دادی کو چھٹے کا ایک اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصف نصف بنا بر قول حضرت
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہوئے ولیکن ۲ سہام کی تقسیم ۶ پر مستقیم نہیں ہے مگر ان دونوں میں توافق بالنصف ہے پس
نصف یعنی تین پر اقتصار کر کے اسکو فریضہ اول میں ضرب دیا تو ۶ مضروب ۳ کے ۱۸ ہوئے اس سے مسئلہ کی تصحیح
ہوگی ہمنے میت دوم کے حصہ کی پہچان یہ ہے کہ اُسکے حصہ ترکہ اول یعنی ۲ کو جزو موافق فریضہ دوم یعنی ۳ میں ضرب
دیا تو ۶ ہوئے اور دختر کے حصہ کی شناخت یہ ہے کہ اُسکے حصہ کو یعنی ۳ کو جزو موافق نصیب میت ثانی یعنی ایک میں ضرب
دیا تو (۳) ہوئے پس یہ اُسکا حصہ ہے اور ایک سہم دادی کا اور باقی دو سہام دادا و بھائی کے درمیان بمقاسمہ نصفا نصف کا ایک
ایک سہم ہوا۔ ایک شخص مر گیا اور اُسنے ایک جورو اور دو دختر جو اسی جورو سے ہیں و مادر و پدر چھوڑے پھر ایک دختر اپنا شوہر اور
اُن لوگوں کو جنکو میت اول نے چھوڑا ہے چھوڑ کر مر گئی اور وہ ایک اُسکا دادا ہے اور ایک دادی ہے و ایک اُسکی ماں ہے اور ایک
سگی بہن ہے پس فریضہ میت اول کی اصل ۲۴ سے اور تقسیم ۲۷ سے ہوگی اور وہ مسئلہ منبریہ ہے پھر ایک دختر ۸ سہام چھوڑ کر مری
ہے اور اُسکا فریضہ اصل ۶ سے تقسیم ہوگا کہ شوہر کو نصف کے ۳۔ اور ماں کو تہائی کی دو اور دادا کو چھٹے کا ایک اور بہن کو
نصف کے ۳ ملینگے پس عول ہو کر ۹ سے تقسیم ہوگی پھر جو دادا و بہن کو ملا ہے وہ دونوں میں بتن تہائی تقسیم ہوگا پس ۹ کو
۳ میں ضرب کیا تو ۲۷ ہوئے اس سے تصحیح مسئلہ ہوگی ولیکن ۸۔ اور ۲۷ میں توافق نہیں ہے تو فریضہ اولے کو فریضہ ثانیہ میں
ضرب دیا کہ اس حاصل ضرب مبلغ سے مسئلہ کی تصحیح ہوگی اور ہر ایک کا حصہ نکالنے کا وہی دستور ہے جو ہمنے مکرر بیان کر دیا ہے۔
ایک شخص مر گیا اور جورو چھوڑی اور مادر و پدر اور تین متفرق بہنیں چھوڑیں اور ہنوز اُسکا ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اُسکی ماں
بھی مر گئی اور انہیں وارثوں کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اُسکا باپ مر گیا اور جورو چھوڑی
اور اُن لوگوں کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ اُسکی حقیقی بہن مر گئی اور اُسنے شوہر چھوڑا اور
اُن لوگوں کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ پدری بہن مر گئی اور اُسنے شوہر و دو دختر اور اُن
لوگوں کو چھوڑا جنکو میت اول نے چھوڑا ہے اور ہنوز ترکہ تقسیم نہ ہوا تھا کہ مادری بہن مر گئی اور شوہر اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے
قال المترجم واضح ہو کہ قولہ مادری بہن مر گئی اور تین دختر و مادر و پدر چھوڑے یہ مادر کا لفظ غلط ہے کاتب کی غلطی سے تحریر
ہوا ہے کیونکہ اُسنے وضع مسئلہ میں پہلے یہ بیان فرمایا کہ ماں پہلے مر گئی ہے پھر اسکے بعد کیونکر یہ قول درست ہوسکتا ہے کہ

باقی مین کرنا چاہیے ہی اور طریق قسمت یہ ہی کہ ترکہ کو سات پر تقسیم کر دیا تو ساتے دینار و ساتوان حصہ دینار ملا یک سہام نکلا پس شوہر کے تین سہام اسکا سہ چند ہی پس اکیس دینار و تین ساتوان حصہ ہوا اور ایسا ہی باقی کے ساتھ کرنا چاہیے مثال دیگر شوہر و مادر و پدر و دو دختر ہین پس اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا اور ترکہ مین چوراسی دینار ہین پس ۱۵ – اور (۸۴) مین توافق بالثلث ہی پس دخترون کے سہام ۸ کو وفق ترکہ یعنے ۲۸ مین ضرب دیا تو ۲۲۴ ہوے اسکو وفق عدد تصحیح یعنے اسکی تہائی یعنے ۵ پر تقسیم کیا تو (۴۴) دینار و چار پانچوان حصہ دینار حاصل ہوا پھر ہر دو مادر و پدر کے چار سہام کو بھی ۲۸ مین ضرب دیکر پانچ پر تقسیم کیا تو ۲۲ دینار و دو پانچوین حصہ دینار ہوے شوہر کے ۳ سہام کو بھی ۲۸ مین ضرب دیکر پانچ پر تقسیم کیا تو ۱۶ – دینار و چار پانچوان حصہ دینار حاصل ہوے اور مجموعہ سب کا ۸۴ دینار ہوا پس مسئلہ تصحیح ہو گیا ہی اور طریق قسمت یہ ہی کہ وفق ترکہ یعنے ۲۸ کو وفق مسئلہ یعنے ۵ پر تقسیم کیا تو ۵ دینار و تین پانچوان حصہ دینار ایک سہم حاصل ہوا پس اگر اسکو شوہر کے سہام مین ضرب دیا جاوے تو ۱۶ صحیح و چار پانچوان حصہ حاصل ہوگا اور اگر سہام مادر و پدر مین ضرب دیا تو ۲۲ صحیح و دو پانچوین حصے حاصل ہوے اور جب سہام دختران مین ضرب دیا تو چوالیس صحیح چار پانچوین حصے حاصل ہوے اور سب کا مجموعہ ۸۴ ہوا پس تقسیم صحیح ہوئی – اور طریق نسبت یہ ہی کہ شوہر کے ۳ سہام کل ۱۵ سہام کا پانچوان حصہ ہی پس اسکو ترکہ کا پانچوان حصہ یعنے ۱۶ صحیح چار پانچوین حصہ دینار حاصل ہوے و ہر دو مادر و پدر کو ۱۵ مین سے ۴ سہام چھٹا حصہ و دسوان حصہ ہی پس انکو ۸۴ مین سے چھٹا اور دسوان حصہ ملگیا تو ۲۲ صحیح و دو پانچوین حصے دینار ملے اور ہر دو دختر کو ۱۵ سے ۸ ملے ہین کہ پانچوان اور تہائی ہی پس دونون کو ترکہ مین سے پانچوان و تہائی دینا چاہیے پس ۴۴ صحیح چار پانچوان حصہ ہوا اور مجموعہ سب کے ۸۴ ہوے پس مسئلہ کا عمل صحیح ہوا اور اگر سہام مسئلہ کوئی عدد اصم ہو یعنے اسکی تقسیم آخر تک بغیر کسر کے صحیح نہوتی ہو پس جو طریقہ ہمنے ضرب کا ذکر کیا ہی اُسی کے موافق عمل کرنا چاہیے پھر جب اسقدر باقی رہجاوے جو مقسوم علیہ پر تقسیم نہین ہو سکتا ہی تو اسکو بیس مین ضرب دیکر اسکی قیراط بناوے کیونکہ ۲۰ قیراط کا ایک دینار ہوتا ہی اور اسکو تقسیم کرے پھر جب قیراط مین سے بھی کچھ بچا تو تین مین ضرب دیکر اسکی حبات بناوے اور تقسیم کرے پھر جب کچھ بچا تو اسکو چار مین ضرب دیکر چانول بناوے پھر اگر بچے تو اسکو چانولون کی طرف نسبت کرکے کسر لکھدے اور اسکی مثال یہ ہی کہ میت نے شوہر و جدہ و دو دختر چھوڑی ہی اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۳ سے ہوا اور ترکہ مین ۶۱ دینار ہین پس شوہر کے ۳ سہام کو ۶۱ ترکہ مین ضرب دیا تو ۱۸۳ ہوے اسکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ساتے حاصل ہوے اور ۲ باقی رہے جو ۱۳ پر تقسیم نہین ہو سکتے ہین پس انکو ۲۰ مین ضرب دیکر قیراط بنایا تو ۴۰ ہوے پھر انکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۳ نکلے اور ایک باقی رہا اسکے اجزاء چانول بنائے تو ۱۲ ہوے انکو ۱۳ کی طرف منسوب کیا پس شوہر کے واسطے ساتے دینار و تین قیراط اور چانول کے ۱۳ جزو ان مین سے بارہ جز ہوے اور جدہ کے دو سہام ہین انکو ۶۱ مین ضرب دیا تو ۱۲۲ ہوے انکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو چار نکلے اور ۱۰ باقی رہے انکے قیراط بنائے تو ۲۰۰ ہوے انکو ۱۳ پر تقسیم کیا تو ۱۵ قیراط نکلے اور ۵ باقی رہے پس انکے حبات ۱۵ ہوے اور ۱۳ پر تقسیم کرنے سے ایک حبہ نکلا اور ۲ باقی رہے جنکے ۸ چانول ہوے ... کی طرف نسبت کر دیا پس جدہ کو ۴ دینار و ۱۵ قیراط اور ایک حبہ اور ایک چانول کے تیرہ جزون مین سے ۸ جزو حاصل ہوے اور جدہ کو بھی اسی کے مثل حاصل ہوے اور دختر کو شوہر سے دو چند یعنے ۱۴ دینار و ساتے قیراط

جنی ہو اور اُسنے ایک بھائی حقیقی چھوڑا جو اُسکے چچا کا بیٹا بھی ہو اور ایک اپنا بھائی ازجانب پدر چھوڑا تو اُسکی میراث
اُسکے چچا کے پسر کو ملیگی جو اُسکا حقیقی بھائی ہے۔ سوال۔ ایک شخص مرگیا اور اُسنے تین دختر چھوڑین انمین سے ایک کو سب مال کی تہائی ملی
اور دوسرے کو سب مال کی دو تہائی ملی اور تیسرے کو کچھ نہ ملا تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک شخص کسی کا غلام تھا اور اسکی تین بیٹیان
تھین پس ایک نے اپنے باپ کو خریدا اور دوسری نے اپنے باپ کو قتل کیا پس قاتلہ محروم ہوئی اور تین دونون نے
نہین قتل کیا اُنکو دو تہائی ترکہ ملا کہ ہر ایک کیواسطے ایک تہائی ہوا پھر باقی ایک تہائی مال اُسکو بحکم ولاء ملا جسنے خرید کیا تھا
سوال ایک مرد ہے اور اُسکی مان ہے دونون ترکہ کے وارث ہوے اور دونون کو برابر مال نصفا نصف ملا تو اسکی کیا صورت
ہے جواب زید کی ایک دختر ہے اُسکی دختر سے اُسکے بھائی کے پسر نے نکاح کیا اور اُس سے ایک بیٹا پیدا ہوا پھر بھائی کا بیٹا
مرگیا پھر اسکے بعد زید مرا اور اُسنے اپنی دختر اور بھتیجی کا بیٹا چھوڑا اور یہ دختر اس طفل کی مان ہے پس نصف مال دختر کو ملا اور باقی
مال اس طفل کو جو بھتیجی کا بیٹا ہے ملا پس نصف مال اس طفل کا ہوا اور نصف مال اُسکی مان کا ہوا۔ سوال ایک مرد اور اُسکی
مان اور اسکی خالہ کسی مال ترکہ کی باہم تین تہائی وارث ہوئین تو اسکی کیا صورت ہے جواب زید کی دو بیٹیان ہین کہ ایک دختر
سے اُسکے بھائی کے پسر مسمے عمرو نے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر عمرو مرگیا پھر اسکے بعد زید مرا اور اُس نے
دو دختر اور ایک بھتیجے کا بیٹا چھوڑا پس ہر دو دختر کو دو تہائی مال یعنی تہائی تہائی ہر ایک کو ملا اور اس بھتیجے کے پسر کو
باقی مال ایک تہائی ملا پس طفل کو ایک تہائی اور اُسکی مان کو تہائی اور اُسکی خالہ کو تہائی ملا۔ سوال تین بھائی ایک مان و
باپ سے ہین کہ ایک کو سب مال کی دو تہائی ملی اور باقی دونون مین سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملا تو اسکی کیا صورت
ہے جواب ایک عورت ہے کہ اُسکے تین بھائی چچا زاد ہین جن مین سے ایک نے اس سے نکاح کیا پھر وہ مری تو اصل
مسئلہ ۶ سے ہوا جسمین سے ۳ اُسکے شوہر کو نصف کے لیے اور باقی ۳ سہام ان تینون مین برابر تقسیم ہوے کہ ہر ایک
کو ایک ایک سہام ملا۔ سوال ایک شخص مرا اور چار جورو چھوڑین جسمین سے ایک جورو کو چوتھائی مال و آٹھوین حصہ کا
نصف ملا اور دوسری کو نصف مال اور آٹھوین حصہ کا نصف ملا اور تیسری و چوتھی کو مال کا نصف آٹھوان حصہ ملا تو اسکی
کیا صورت ہے جواب ایک مرد نے اپنی مان کی مادری بہن کی بیٹی اور اپنی مان کی پدری بہن کی بیٹی سے نکاح کیا
اور اپنے باپ کی پدری بہن اور مادری بہن دونون کی دو بیٹیون سے نکاح کیا پھر مرگیا اور سواے انکے کوئی
وارث نچھوڑا تو ہر چہار زوجہ کو چوتھائی مال ملا اور مان کی پدری بہن کی بیٹی کو باقی کی تہائی ملی اور جو کچھ باقی رہا
وہ پھوپھی ازجانب پدر کی بیٹی کو ملا پس مسئلہ ۱۶ سہام سے ہوا جسمین سے چار سہام زوجات کو اور باقی کی تہائی
یعنی چار سہام پدری خالہ کی دختر کو اور باقی ۸ سہام پدری پھوپھی کی دختر کو ملے پس میت کی مان کی مادری بہن کی
اور باپ کی مادری بہن کی لڑکیون کو ۱۶ مین سے ۲ سہام جو کل مال کا آٹھوان حصہ ہے ملے ہر ایک کو ایک ایک سہم ملا
اور مان کی پدری بہن کی دختر کو پانچ سہام ملے جو کل مال کا چوتھائی اور آٹھوین حصہ کا آدھا ہے اور باپ کی پدری بہن
کی لڑکی کو ۹ سہام ملے جو کل مال کا آدھا اور آٹھوین حصہ کا نصف ہے۔ سوال ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی جورو کے
سات بھائی چھوڑے پس اُسکی جورو اور ساتون بھائیون مین سے ہر ایک نے برابر مال پایا تو اسکی کیا صورت ہے
جواب زید نے اپنے باپ عمرو کی جورو یعنی اپنی سوتیلی مان کی مان سے نکاح کیا پس اُس سے سات پسر پیدا
ہوے پھر زید مرگیا پھر اسکے بعد عمرو مرا اور اپنی جورو چھوڑی اور اپنے پسر کے سات پسر چھوڑے تو مسئلہ ۸ سے

ہوا کہ اسکی جورو کو ایک سہم ملا اور باقی سات سہام ان لڑکوں میں برابر تقسیم ہوے کہ ہر ایک کو ایک ایک سہام ملا اور
بیشک تو اس میت کی جورو کے بھائی مادری بہن سوال ایک شخص مرگیا اور اُسنے بیس دینار چھوڑے اسپر اسکی عورت کو
ایک دینار ملا تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک شخص مرگیا اور اُسنے بیس دینار چھوڑے اور دو حقیقی بہن اور دو مادری بہن
و چار جورو چھوڑی تو اصل مسئلہ ۱۲ سے اور عول ۱۵ سے ہوا جس میں سے ہر چہار زوجہ کو ۳ سہام ملے اور یہ بیس دینار کا
پانچواں حصہ ہے پس بیس دینار میں سے پانچواں حصہ یعنے ۴ ہر چہار زوجہ کے واسطے ہوے پس ہر زوجہ کو ایک دینار
ملا سوال ایک عورت کو اپنے چار شوہروں سے میراث ملی یہانتک کہ اسکے واسطے نصف مال ہوگیا تو کیا صورت ہے جواب
ایک عورت ہے اُس سے چار بھائیوں میں سے ایک نے بعد موت دوسرے کے نکاح کیا اور کل مال ۲۰ دینار تھے کہ اول کے
۸ اور دوسرے کے ۶ اور تیسرے کے ۴ اور چوتھے کا ایک دینار تھا پس اول آٹھ دینار چھوڑ کر مرا اور یہ عورت مذکورہ اور
یہی تینوں بھائی وارث چھوڑے پس عورت مذکورہ نے اس میں سے ۲ دینار لیے اور ہر بھائی نے بھی دو دو دینار لیے پھر
دوسرے بھائی کے پاس ۸ دینار ہوگئے پس جب اُسنے اس عورت سے نکاح کیا پھر مرگیا تو عورت مذکورہ نے اُس سے
بھی دو دینار ترکہ میں لیے پس اُسکے پاس چار دینار ہوے اور باقی دو بھائی نے تین تین دینار لیے پس تیسرے بھائی
نکاح کرنے والے کے پاس ۷ دینار ہوگئے پھر جب وہ بھی مرگیا تو عورت نے اُسکے ترکہ میں سے دو دینار لیے پس اُسکے
پاس چھ دینار ہوے اور باقی چھ دینار چوتھے بھائی کے واسطے رہے پس اُسکے پاس ۱۰ دینار ہوے پھر جب وہ مرا
تو عورت نے اسکی چوتھائی یعنی ۲½ دینار لیے پس عورت کے پاس ۸½ دینار ہوگئے جو نصف مال ہے اور باقی عصبہ کو ملیگا سوال
وارث لوگ میراث تقسیم کرتے تھے پس ایک وارث آیا اور اُسنے کہا کہ جلدی نکرو کہ میری عورت غائب ہے اگر وہ زندہ ہوگی تو وہی
وارث ہوگی اور میں وارث ہونگا اور اگر وہ مرگئی ہے تو میں ہی وارث ہونگا … تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک
عورت مرگئی اور اُسنے دو حقیقی بہنیں و ماں اور ایک اخیافی بہن و ایک علاتی بھائی چھوڑا اور اس علاتی بھائی نے اسکی اخیافی
بہن سے نکاح کیا ہے اور یہی قول مذکور کا کہنے والا ہے کیونکہ اسی کی جورو جو میت کی اخیافی بہن ہے غائب ہے پس اگر وہ زندہ
ہوگی تو دو تہائی دونوں حقیقی بہنوں اور چھٹا حصہ ماں کو اور باقی چھٹا حصہ اس اخیافی بہن کو ملیگا اور یہ علاتی بھائی محروم رہیگا
اور اگر وہ مرگئی ہو تو باقی چھٹا اس علاتی بھائی کو ملیگا سوال ایک عورت آئی اور اُسنے کہا کہ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو
کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوگا تو کچھ وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث ہوگی تو اسکی کیا صورت ہے جواب ایک عورت
مرگئی اور اُسنے شوہر و ماں و دو اخیافی بہنیں چھوڑیں پس اُسکے باپ کی جورو آئی یعنے سوتیلی ماں آئی اور کہا کہ اگر مجھسے لڑکا
ہوا تو اس میت کا پدری بھائی ہوگا پس کچھ وارث نہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی پس اُسکا … نصف کی
وارث ہوگی اور فریضہ کا عول ۹ تک ہوگا سوال اگر ایک عورت آئی اور اُسنے میراث تقسیم کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ
میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کہ میں پیٹ سے ہوں اگر لڑکا ہوا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث نہوگی تو اسکی
کیا صورت ہے جواب ایک مرد مرگیا اور اُسنے حقیقی دو بہنیں چھوڑیں پس اُسکے باپ کی جورو آئی یعنے سوتیلی ماں آئی اور
کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کہ میں حمل سے ہوں پس اگر لڑکا ہوا تو میت کا پدری بھائی ہوگا پس حقیقی دونوں
بہنوں کو دو تہائی ملیگا اور باقی اُسکے پدری بھائی کو ملیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی پس اُسکی دونوں حقیقی
بہنوں کو دو تہائی ملیگا اور جو باقی ہے وہ عصبہ کو ملیگا اور پدری بہن کو کچھ نہ ملیگا اور اگر عورت مذکورہ نے آکر کہا کہ تم لوگ

میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کیونکہ پیٹ میں حمل سے ہون اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کچھ نہ ملیگا - اور اگر لڑکا و لڑکی ہوئی تو
حضرت زید رضی اللہ تعالے عنہ کے قول کے موافق دونون وارث ہونگی تو اسکی کیا صورت ہے پس جواب یہ ہے کہ ایک مرد
مرگیا اور اُسنے ماں و حقیقی بہن و دادا چھوڑا پس اُسکے باپ کی جورو یعنے سوتیلی ماں آئی اور اُسنے کہا کہ تقسیم میراث میں جلدی
نکرو کہ پیٹ میں حمل سے ہون پس اگر لڑکا ہوا تو میت کا پدری بھائی ہوگا پس ماں کو چھٹا حصہ ملیگا اور جو باقی رہا وہ بھائی
و بہن و دادا کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا پھر جو کچھ پدری بھائی کو ملیگا وہ سب میت
کی حقیقی بہن کو دیدیگا اور خود خالی رہجائیگا اور اگر لڑکی ہوئی تو میت کی پدری بہن ہوگی تو ماں کو چھٹا حصہ و باقی ان
سب میں چار حصون پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن کے پاس جو کچھ ملا ہے وہ سب میت کی مادری بہن کو رد کردیگی اور خود
خالی ہاتھ رہجائیگی اور اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو میت کے پدری بھائی و بہن ہوے پس ماں کو چھٹا حصہ
اور بھائی کو باقی کی تہائی اور حقیقی بہن کو نصف ملیگا اور جو باقی رہا وہ پدری بھائی و بہن کے درمیان مرد کو عورت
سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - اور اگر عورت نے آکر کہا کہ تم لوگ تقسیم میں جلدی نکرو کیونکہ پیٹ میں حمل سے ہون
پس اگر لڑکا پیدا ہوا تو میں اور لڑکا دونون وارث ہونگے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو میں اور لڑکی کوئی وارث نہوگی
پس جواب یہ ہے کہ زید نے اپنے پسر کے بیٹے عمرو کا نکاح اپنے دوسرے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ سے کردیا
پھر عمرو مرگیا اور اُسکی جورو مسماۃ ہندہ جو زید کی دختر پسر ہے حمل سے ہے پھر زید مرگیا اور اُسنے دو دختر اور یہ پوتی چھوڑی
پس مسماۃ ہندہ مذکورہ آئی اور کہا کہ تقسیم میراث میں جلدی نکرو کہ پیٹ میں حمل سے ہون پس اگر لڑکی پیدا ہوئی تو میت کی دو
دختر کو دو تہائی ملیگا اور باقی عصبہ کو ملیگا اور اُسکے پسر کی دختر کو کچھ نملیگا اور نہ اُس لڑکی کو ملیگا اور اگر لڑکا پیدا ہوا
تو ہر دو دختر کو دو تہائی ملیگا اور باقی اُسکے پسر کی دختر مسماۃ ہندہ مذکورہ اور ہندہ کے پسر کے درمیان مرد کو عورت
سے دوچند کے حساب سے تقسیم ہوگا - سوال اگر کسی شخص سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے اپنی پھوپھی
کے پسر کا ماموں اور اپنے ماموں کے پسر کی پھوپھی چھوڑی تو حصہ کیونکر تقسیم ہوگا تو اُس سے دریافت کرنا چاہئے کہ
آیا اس میت کی پھوپھی کے بیٹے کا ماموں دوسرا بھی ہے اور یا ماموں کے بیٹے کی پھوپھی کوئی دوسری بھی ہے یا نہیں ہے پس
اگر اُسنے کہا کہ دوسرا ایسا ماموں اور پھوپھی نہیں ہے تو جواب دینا چاہئے کہ مال میراث ان دونون میں تین تہائی تقسیم ہوگا کیونکہ
اُسکی پھوپھی کے بیٹے کا ماموں اس میت کا باپ ہے اور ماموں کے بیٹے کی پھوپھی اُسکے ماں کے بھائی کی بہن ہے اور جبکہ
سوا اسکے دوسری نہیں ہے تو اس میت کی ماں ہے اور ایسی حالت میں یہ ہے کہ باپ کو دو تہائی اور ماں کو ایک تہائی مال
ملیگا - سوال اگر ایک عورت نے میراث تقسیم کرنیوالون سے کہا کہ تم لوگ میراث تقسیم کرنے میں جلدی نکرو کہ پیٹ میں حمل سے
ہون پس اگر لڑکا ہوگا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوگی تو وارث ہوگی اور اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو لڑکی وارث
نہوگی فقط لڑکا وارث ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ میت کا باپ و پسر کے پسر عصبہ کی نہ وجہ ہوسکتی ہے اور اگر اُسنے کہا
کہ اگر لڑکا و لڑکی دونون ہوے تو دونون وارث ہونگے اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ عورت
کی جورو ہے درحالیکہ وارثون میں حقیقی دو بہنیں ہون یا پسر کی جورو ہے درحالیکہ وارثون میں دو دختر علاتی موجود ہیں
اگر عورت نے آکر کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو وارث ہوگا اور اگر لڑکی ہوئی تو وارث ہوگی تو یہ پسر کی زوجہ ہے درحالیکہ
وارثان موجود میں شوہر و مادر و پدر و دختر میت ظاہر ہوان - یا باپ کی زوجہ ہے درحالیکہ وارثان موجود میں شوہر

ہ مادری و مادری دونون ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا یا لڑکی ہوئی تو کوئی وارث نہوگا اور اگر دونون
پیدا ہوئے تو دونون وارث ہونگے تو جواب یہ ہے کہ یہ میت اسکے باپ کی جورو ہے درحالیکہ باپ اس سے پہلے مرگیا ہے اور ظاہر
وارثون میں ماں ہے جو حقیقی بہن موجود ہیں کیونکہ ایسی حالت میں اگر لڑکا یا لڑکی جنی تو وہ میت کا پدری بھائی یا بہن ہے پس
حصہ نکال لینے کے بعد جو کچھ باقی رہیگا وہ دادا و حقیقی بہن اور اس مولود کے درمیان تقسیم ہوگا پھر حقیقی بہن اس مولود سے جو
اسکو ملا ہے لے لیگی پس خالی رہجائیگا اور اگر لڑکا و لڑکی دونون جنی تو ان کا حصہ نکالنے کے بعد باقی کی تہائی دادا لے لیگا
پھر باقی میں سے حقیقی بہن بقدر نصف کے لے لیگی پھر جو کچھ رہا وہ اس لڑکا و لڑکی کے درمیان مرد کو عورت سے دوچند
کے حساب سے تقسیم ہوگا اور اگر عورت مذکورہ نے کہا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو مجھے آٹھوان حصہ ملیگا اور باقی اسکو ملیگا اور اگر
لڑکی ہوئی تو مال میرے اور اسکے درمیان آدھا آدھا ہوگا اور اگر مردہ پیدا ہوا تو مجھکو پورا مال ملیگا تو جواب یہ ہے کہ یہ ایسی عورت
ہے جسنے ایک غلام کو آزاد کرکے اس سے نکاح کیا ہے پھر وہ غلام فقط اس عورت کو حاملہ چھوڑ کر مرگیا ہے۔ سوال ایک عورت اور
اسکے شوہر دونون نے میت کے مال سے تین چوتھائی پایا اور دوسری عورت و اسکے شوہر نے ایک چوتھائی پایا تو اسکی کیا
صورت ہے۔ جواب میت کی مادری بہن ہے اور ایک پدری بہن ہے اور میت کے دو چچازاد بھائی ہیں مگر دونون میں سے ایک
بھائی میت کا مادری بھائی ہے اور اس مادری بھائی نے اسکی پدری بہن سے نکاح کیا ہے اور دوسرا بھائی اسکی مادری بہن کا شوہر
ہے پس پدری بہن کو نصف ملا اور مادری بھائی و بہن کو تہائی مال ملا اور باقی مال جو دو چچازاد بھائیون میں برابر تقسیم ہوا
قال المترجم پس پدری بہن کو تین سہم ملے اور اسکے شوہر مادری بھائی کو دو سہم [illegible] اور [illegible] میت کا ایک ملا
پس مجموعہ یہ ہوا کہ تین چوتھائی مال ہوا اور باقی ایک چوتھائی دوسری بہن اور اسکے شوہر کو ملا ہے فافہم۔ سوال ایک جورو و خاوند
نے تہائی مال پایا اور دوسری جورو و خاوند دونون نے دو تہائی مال پایا تو صورت بتلاؤ۔ جواب میت کے مادر و پدر ہیں اور
میت کے پسر کے پسر کی دختر میت کے پسر کے پسر کے نکاح میں ہے۔ قال المترجم پس مادر و پدر کو ایک تہائی یعنی
چھٹا چھٹا حصہ ملیگا اور باقی دو سہم دونون جورو و خاوند کو ملیگا فافہم۔ سوال ایک مرد و اسکی دو زوجہ نے مال میت تین تہائی
پایا تو صورت بتلاؤ۔ جواب میت کے پسر کی دو دختر میت کے برادرزادہ یا میت کے پسر دیگر کے پسر کے نکاح میں ہیں
سوال دو بھائی ازجانب مادر و پدر ہیں ان دونون میں سے ایک شخص نے میت کا تین چوتھائی مال پایا اور دوسرے نے
چوتھائی پایا تو صورت بتلاؤ۔ جواب اسکی صورت یہ ہے کہ میت کے دو برادرزادہ ہیں کہ دونون میں سے ایک چچازاد بھائی میت
کی دختر کا خاوند ہے۔ قال المترجم میت کی دختر کا نصف اور ہر ایک برادرزادہ کا چوتھائی چوتھائی ہوا قال و فیہ نظر فافہم لیرث
عنہ احدہما فقط ثلثۃ ارباع المال تامل فیہ۔ سوال ایک صحیح و تندرست آدمی ایک مریض کے پاس گیا اور کہا کہ میرے واسطے
کچھ وصیت کر دے تو اُسنے جواب دیا کہ میں تیرے واسطے کیونکر وصیت کر سکتا ہوں کیونکہ میرے وارثون میں تو ہے اور تیرے
دونون بھائی اور تیرے مادر و پدر و تیرے دونون چچا ہیں جواب یہ ہے کہ یہ صحیح آدمی اس مریض کا مادری بھائی ہے اور چچا کا بیٹا ہے اور
اسکے دونون بھائی مریض کے مادری بھائی ہیں اور اسکے مادر و پدر مریض کے مادر و چچا ہیں و اسکے دونون چچا مریض کے دو چچا
ہیں پس حاصل یہ ہے کہ مریض کے تین برادر مادری ہیں اور ماں ہے اور تین چچا ہیں۔ اور اگر کہا کہ میرے وارث تیرے دونون
چچا و مادر و پدر ہیں تو یہ مرد صحیح اس مریض کے مادری بھائی کا بیٹا ہے اور اسکے دو بھائی مادری اور بہن۔ اور اگر کہا کہ
میرے وارث تیری ہر دو جدہ و تیری ہر دو بہن و تیری ہر دو زوجہ و تیری ہر دو دختر ہونگی پس صحیح کی [illegible] بعد اس مریض کی ہر دو

ط قولہ قال [illegible] ایک [illegible] پایا ہو [illegible]

زوجہ ہیں اور اُسکی مادری دو بہن مریض کی پدری دو بہن اور صحیح کی ہر دو زوجہ ہیں سے ایک مریض کی ماں ہی اور دوسری
اُسکی بہن از جانب پدر ہی اور صحیح کی ہر دو دختر مریض کی مادری بہن ہیں کہ مریض کی ماں اس صحیح سے جنی ہو پس حاصل یہ ہی
کہ دو زوجہ ہیں اور تین پدری بہنیں ہیں اور دو مادری بہنیں ہیں سوال میت نے چوبیس دینار چوبیس عورتوں کے
واسطے چھوڑے کہ ہر ایک نے ایک ایک دینار پایا صورت بتلاؤ جواب صورت یہ ہی کہ ۳ زوجہ و ۴ جدہ اور ۱۶ دختر و ایک
پدری بہن ہی سوال دو مرد ہیں کہ دونوں میں ہر ایک دوسرے کا چچا ہی جواب صورت یہ ہی کہ عمرو و زید میں سے ہر ایک
نے دوسرے کی ماں سے نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک بیٹا دوسرے کا از جانب مادری چچا ہی۔
سوال دو مرد میں سے ہر ایک دوسرے کا ماموں ہی جواب عمرو و زید میں سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر سے نکاح کیا
اور ہر ایک کا ایک بیٹا پیدا ہوا پس ہر ایک پسر دوسرے کا ماموں ہی سوال دو مرد میں سے ہر ایک دوسرے کے باپ
کا چچا ہی جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی باپ کی ماں سے نکاح کیا اور دونوں کے بیٹا پیدا ہوا سوال
دو مرد دون میں سے ہر ایک دوسرے کی ماں کا چچا ہی جواب دو مرد دون میں سے ہر ایک نے دوسرے کے پسر کی دختر سے
نکاح کیا اور ہر ایک سے ایک بیٹا پیدا ہوا سوال دو مرد دون میں سے ہر ایک دوسرے کے باپ کا ماموں ہی۔ جواب
زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی ماں کی ماں سے نکاح کیا پس دونوں کے فرزند پیدا ہوا۔ سوال دونوں میں سے
ہر ایک دوسرے کی ماں کا ماموں ہی جواب زید و عمرو میں سے ہر ایک نے دوسرے کی دختر کی دختر سے نکاح کیا
اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا سوال زید عمرو کا چچا ہی اور عمرو زید کا ماموں ہی۔ جواب صورت یہ ہی کہ ایک مرد نے ایک عورت
سے نکاح کیا اور اُسکے پسر نے اس عورت کی ماں سے نکاح کیا اور دونوں کے فرزند پیدا ہوا تو باپ کا پسر اُس کے
پسر کے پسر کا چچا ہی اور پسر کا پسر اُسکے باپ کے پسر کا ماموں ہی سوال ایک شخص ماموں بھی ہی اور چچا بھی ہی۔ جواب پدری
دو بھائی ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے کی مادری بہن سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس
پسر کا باپ کی طرف سے چچا ہی اور ماں کی طرف سے ماموں ہی اور نیز اگر مادری دو بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے
کی پدری بہن سے نکاح کیا اور بیٹا پیدا ہوا تو دوسرا بھائی اس پسر کا باپ کی جانب سے ماموں ہی اور ماں کی جانب
سے چچا ہی سوال ایک شخص دوسرے کے باپ کا چچا اور ماں کا چچا ہی جواب صورت یہ ہی کہ زید کے باپ کے باپ کے
باپ نے اُسکے ماں کی باپ کی ماں سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا تو یہ بیٹا زید کے باپ کا از جانب پدر چچا ہی
اور ماں کا از جانب مادر چچا ہی سوال ایک شخص زید کے باپ کا ماموں اور ماں کا ماموں ہی۔ جواب اسکی صورت
یہ کہ زید کی ماں کی ماں کے باپ نے زید کے باپ کی ماں کی ماں سے نکاح کیا اور ایک بیٹا پیدا ہوا پس یہ بیٹا زید
کی ماں کا از جانب پدر ماموں ہی اور زید کے باپ کا از جانب پدر ماموں ہی سوال دو مرد ہیں کہ ہر ایک ان میں
سے دوسرے کی پھوپھی کا بیٹا اور دوسرے کے ماموں کا بیٹا ہی۔ جواب اسکی صورت یہ ہی زید و عمرو سے ہر ایک
نے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا ہی اور ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا اور ہر ایک سے دوسرے کی بہن سے نکاح کیا ہی اور
ہر ایک کا بیٹا پیدا ہوا پس ان میں سے ہر ایک دوسرے کی پھوپھی اور ماموں کا بیٹا ہی یہ خزانۃ المفتین میں ہی سوال دو
برادر حقیقی میں سے ایک شخص فقط ایک مرد میت کا وارث ہوا دوسرا وارث نہوا تو کیا صورت ہی جواب میت ان دونوں
میں سے ایک کا بیٹا تھا پس اُسکا باپ سب مال کا وارث ہوا اور چچا وارث نہوا یہ محیط سرخسی میں ہی سوال زید اور

صدیق رضی اللہ عنہ کا ملایا جاوے تو مسدس ہوگا مسئلہ مروانیہ صورت یہ ہو کہ چھ بہنین متفرقہ اور شوہر چھوڑا پس نصف
شوہر کو اور حقیقی دو بہنون کو دو تہائی اور مادری دو بہنون کو تہائی ملیگا اور پدری دو بہن ساقط ہو جائینگی پس اصل
مسئلہ ۶ سے اور عول ۹ تک ہوگا اور اسکو مروانیہ اسوجہ سے کہتے ہین کہ یہ مروان بن الحکم کے زمانہ مین واقع ہوا تھا
اور اسکو غرا بھی کہتے ہین کیونکہ یہ باہم اُن مین مشتہر ہو گیا تھا مسئلہ حمزیہ صورت یہ ہو کہ تین جدات متحاذیات اور ایک
دادا اور تین بہنین متفرقہ چھوڑین تو حضرت ابو بکر وابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ اور باقی
مال جد کو ملیگا پس اصل مسئلہ ۶ سے اور تصحیح ۱۸ سے ہوگی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حقیقی بہن کو نصف ملیگا
اور دو تہائی پوری کرنے کے واسطے علاتی بہن یعنے پدری بہن کو چھٹا حصہ ملیگا اور جدات کو چھٹا حصہ اور جد کو چھٹا حصہ
ملیگا اور یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شاذ روایت یہ بھی
ہو کہ جدہ جو باپ کی ماں ہو اُسکو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سب جد کو ملیگا اور زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جدات کو چھٹا حصہ
اور باقی مال دادا و حقیقی بہن اور پدری بہن کے درمیان چار حصون پر تقسیم ہوگا پھر پدری بہن نے جو کچھ پایا ہو وہ حقیقی
بہن بیت کو واپس دیگی پس اصل مسئلہ ۶ سے ہوگا اور اسکی تصحیح ۲۴ سے ہوگی اور اختصار کرنے سے ۵۴ سے ہوگی
جس مین سے جدات کو ۹ سہام اور حقیقی بہن کو اُسکے حصہ اور اُسکے پدری بہن کے حصہ کے سبب ۱۵ سہام اور دادا کو
پندرہ سہام ملینگے اور اسکو حمزیہ اسواسطے کہتے ہین کہ شیخ حمزة الزیات سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو اُنھون نے
اسی طور سے جو ہمنے ذکر کیے ہین سب جوابات دیے مسئلہ دیناریہ صورت یہ ہو کہ میت نے زوجہ و جدہ و دو دختر
اور حقیقی بارہ ۱۲ بھائی و ایک بہن چھوڑی اور ترکہ مین چھ سو دینار (۶۰۰) چھوڑے پس جدہ کو چھٹے حصہ کے سو دینار اور
ہر دو دختر کو دو تہائی کے چار سو دینار اور زوجہ کو آٹھوین حصہ کے ۷۵ دینار اور باقی رہے ۲۵ دینار تو ہر ایک بھائی کو
دو دو دینار اور بہن کو ایک دینار ملیگا اور اسی دینارون کی وجہ سے اسکو دیناریہ کہتے ہین اور اسکو داؤدیہ بھی کہتے
ہین اسواسطے کہ شیخ داؤد طائی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تھا پس اُنھون نے اسی طور سے تقسیم کیا تو میت کی بہن حضرت امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس آئی اور کہا کہ میرا بھائی مرگیا اور اُسنے چھ سو دینار (۶۰۰) چھوڑے پس مجھے انمین سے سوا ایک
دینار کے کچھ نہ دیا گیا تو امام رحمہ اللہ نے پوچھا کہ ترکہ کسنے تقسیم کیا ہو اُسنے کہا کہ آپکے شاگرد شیخ داؤد طائی نے تو امام رح
نے فرمایا کہ وہ ایسا نہین ہو جو ناحق ظلم کرے مین تجھسے پوچھتا ہون کہ بھلا تیرے بھائی نے جدہ چھوڑی ہو اُسنے کہا
کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا دو دختر چھوڑی ہین اُسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا زوجہ چھوڑی ہو اُسنے کہا کہ ہان پھر فرمایا کہ بھلا تیرے
ساتھ بارہ ۱۲ بھائی چھوڑے ہین اُسنے کہا کہ ہان پس امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پس ایسی حالت مین تیرا حق ایک ہی دینار ہو اور
اس مسئلہ کے حل کرنے سے فضیلت امام ابو حنیفہ رح کی ظاہر ہو کیونکہ یہ مسئلہ معما یاد سے ہو کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ ایک میت
نے چھ سو دینار چھوڑے اور مرد و عورت ملا کر سترہ وارث چھوڑے جنمین سے ایک وارث کو فقط ایک دینار ملا ہو فافہم مسئلہ
امتحانیہ صورت یہ ہو کہ ۴ زوجات اور ۵ جدات اور ۶ دختر اور ۹ پدری بہنین پس اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوا جس مین سے
زوجات کو آٹھوین کے ۳ سہام ملے اور جدات کو چھٹے حصہ کے ۴ سہام ملے اور دخترون کو دو تہائی کے ۱۶ ملے
اور بہنون کو باقی ایک سہم ملا اور اس صورت مین ہر فریق کی تعداد سہام و تعداد وارثان مین توافق نہین ہو اور
فریق وارثون کی تعداد مین بھی باہم توافق نہین ہو پس بضرورت پیش آئی کہ فریق وارثون مین ایک کی تعداد کو دوسرے

مین ضرب دیا چاہیے پس چار کو پانچ مین ضرب دیا تو ۲۰ ہوئے پھر اسکو سات مین ضرب دیا تو ۱۴۰ ہوئے پھر اسکو نو مین ضرب دیا تو (۱۲۶۰) ہوئے پھر اسکو ۲۴ مین یعنی ۲۴ مین ضرب دیا تو (۳۰۲۴۰) ہوئے اسی سے تصحیح مسئلہ ہوا اور اس سے امتحان کرنے کی صورت یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ ایک شخص مرگیا اور اُسنے چند اصناف وارثان چھوڑے کہ ہر صنف کی تعداد دو سے دس تک ہے مگر تصحیح مسئلہ بدون اسکے نہین ہوسکتی ہے کہ مبلغ تصحیح تیس ہزار سے بڑھ جاوے تو تعداد و اصناف وارثان بتلاؤ مسئلہ ناموسیہ صورت یہ ہے کہ میت نے ماں و پدر و دو دختر چھوڑین پھر ہر دو دختر مین ایک دختر مری اور بدون وارث چھوڑے کے جو میت اول سے چھوڑے ہیں اور اسکو ناموسیہ واسطے کہتے ہیں کہ ناموس خلیفہ نے چاہا کہ کسی کو بصرہ کا قاضی مقرر کرے پس اُسکے سامنے یحییٰ بن اکثم پیش کئے گئے تو اُسنے انکو حقیر جانا اور ان سے یہی مسئلہ دریافت کیا پس یحییٰ بن اکثم نے کہا کہ اے سلطان مجھکو بتلا دیجئے کہ میت اول مرد تھا یا عورت تھی پس ناموس نے کو معلوم ہوگیا کہ یہ شخص عالم ہے پس اُنکو بصرہ کا قاضی مقرر کیا اور واضح ہو کہ میت اول کے مرد ہونے اور عورت ہونے کے اختلاف سے اس صورت مین جواب مختلف ہوتا ہے کیونکہ اگر میت اول مذکر ہو تو مسئلہ قسمت ہوگا ہمین سے ہر دو دختر کو دو تہائی اور ہر ایک ماں و پدر کو چھٹا چھٹا حصہ ملیگا پھر جب ایک دختر مری تو اُسنے ایک بہن چھوڑی اور جدہ صحیحہ یعنی دادا سگا یعنی باپکا باپ چھوڑا اور سگی دادی یعنی باپ کی ماں چھوڑی پس چھٹا حصہ دادی کو ملیگا اور باقی دادا کو ملیگا اور بہن ساقط ہوجائیگی یہ بنابر قول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہے اور حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دادی کو چھٹا حصہ ملیگا اور باقی سہام دادا و بہن کے درمیان تین تہائی تقسیم ہونگے اور تصحیح مسئلہ انہین تعداد کے موافق ہوگی جو پہلے مذکور ہوچکے ہیں اور اگر میت اول عورت ہوگی تو جبکہ دختر مری یعنی میت ثانی تو اُسنے ایک بہن چھوڑی اور جدہ صحیحہ یعنی ماں کی ماں چھوڑی اور جد فاسد یعنی ماں کا باپ تو اُسکی نانی کو چھٹا حصہ ملیگا اور بہن کو نصف ملیگا اور باقی بھی انہین پر رد کردیا جائیگا اور بالاجماع جد فاسد ساقط ہوگا کذا فی الاختیار شرح المختار و ہذا آخر ما ردنا من اتمام ترجمۃ المجلد الرابع من الفتاوی الہندیۃ بحمد اللہ تعالی و حسن توفیقہ فی غایۃ الاستعجال مع بالی من تفرق البال و تشتت البال فالحمد للہ رب العباد سبع و عشرین خلت من ربیع الاول ۱۲۹۳ من الہجریۃ علی صاحبہا الف الف صلوۃ و تحیۃ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و الحمد للہ رب العالمین

خاتمۃ الطبع فتاوے ہندیہ

ترجمہ فتاوی عالمگیریہ جلد چہارم

الحمد للہ والمنۃ کہ مدت سے جس نعمت با قیمت کی تمنا تھی آج اُسنے سنہ مبارک و ولت سے اہل الدارین کو سرفراز کیا یعنی جلد چہارم کتاب مستطاب فتاوے عالمگیریہ از کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض جو جامع جزئیات معتبرات مانند فتاوی قاضی خان و قدوری و ہدایہ و دیگر متون و شروح و مسائل متوسطات مثل مبسوطات اشباہ فتاوی مختصر کرخی وغیرہا اور حاوی مسائل تسافلات مانند محیط برہانی وغیرہ کے ہے جسکی تنقید و تحقیق بذال مشائخ کی مین نظیر اور نہایت شہرت اور نہایت متداول و اعتبار علماء عصر سے مزید توضیح کو محتمل نہین ہے نامی گرامی مطبع منشی نولکشور لکھنؤ مین بتوجہ والا اخطاب جناب منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع دام اقبالہ بارہ و ہم ماہ جنوری ۱۸۸۹ع طبع ہوکر رونق بخش انظار مشتاقان ہوئی کتاب موصوف اگر تمام نظر ہو تو بلا مبالغہ فقہا کی لیاقت ہو اور اگر باصول ناصحی مقدمہ ہو تو فقیہ سے امید کہ اہل اسلام اس دولت لازوال کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے ہاتھون ہاتھ لینگے واللہ تعالی ہو الموفق والمعین والحمد للہ رب العالمین۔